مکمل

سامون

حِصہ اول

حِصہ دوم

حِصہ سوم

ایم اے راحت

ایک بلند حوصلہ نوجوان کی ایسی داستان جس کا ہر موڑ نئی حیرتیں اور نئے اسرار لیکر آئے گا جو اپنے ماضی سے منہ موڑ کر مستقبل کو فتح کرنے کے ارادے سے نکلا تھا اور اس سلسلہ میں آتش و آہن سے کھیلتا چلا گیا

ساحون

پہلا حِصّہ

ایم۔ اے راحت

ناشر

علی میاں پبلی کیشنز

۲۰۔عزیز مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔فون ۷۲۴۷۴۱۴

آخری پیپر دیا تو یوں محسوس ہوا جیسے ذہن سے سالہا سال کا بوجھ اتر گیا ہو۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی یقین تھا کہ بہترین پوزیشن حاصل کروں گا۔ یونیورسٹی کے دوسرے ساتھی طرح طرح کے پروگرام بنائے بیٹھے تھے۔ مجھے بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی لیکن میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ ہاسٹل پہنچا تو دوسرا فیصلہ ہو چکا تھا۔ وارڈن نے مجھے ایک تار دیا جو میرے سب سے بڑے بھائی فرحت احسان کا تھا۔ لکھا تھا "فارغ ہو گئے ہو گے۔ فوراً گھر پہنچو!" فرحت احسان!

ذہن بجھ کر رہ گیا۔ گھر تو جانا ہی تھا۔ ایک آدھ ہفتے کے لیے دوستوں کے ساتھ کوئی پروگرام بن جاتا تو کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ گھر والوں کو تار دینے کی ضرورت کیسے پیش آگئی۔ میرا ذہن گھر کے مسائل کے بارے میں سوچنے لگا۔ دونوں بڑے بھائی سارا نظام سنبھالے ہوئے تھے، چھوٹا ہونے کی وجہ سے میرے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی تھی۔ میرا تعلق ایک زمیندار گھرانے سے تھا۔ پشتوں کی زمینیں تھیں جو نہ جانے کب سے ہمارے خاندان کی خدمت کر رہی تھیں۔ ہمارے خاندان کے ہر بزرگ نے ان زمینوں میں اضافہ کیا تھا، چنانچہ یہ کافی پھیل گئی تھیں۔ اور اب اطراف کے بہت سے باغات اور کھیت ہماری ملکیت بن چکے تھے۔ قدیم طریقۂ زراعت بھی تبدیل ہو چکا تھا۔ اسی طرح آبائی حویلی جو کسی دور میں کچی حویلی کے نام سے مشہور ہو چکی تھی، اور اب تک کچی حویلی ہی کہلاتی تھی، علاقے کی سب سے خوب صورت عمارت بن گئی تھی جس میں ضروریاتِ زندگی کے جدید ترین لوازمات موجود تھے۔

میرے دونوں بڑے بھائی ان زمینوں کے نگراں تھے۔ سخت محنتی اور جفاکش تھے یہ دونوں۔ اب تک ان میں زمینداری کی شان نہ پیدا ہوئی تھی، چنانچہ وہ اب بھی ٹریکٹر لے کر کھیتی کرنے نکل جاتے اور زمین کو دھن کر رکھ دیتے تھے۔ والد صاحب کی عمر گو ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی تھی لیکن اب بھی وہ نوجوانوں کے جوان تھے کوئی کام کرنے پر آتے تو جوانوں کو پیچھے چھوڑ دیتے۔ خدا نے کوئی بہن نہیں دی تھی ہمیں۔ بلکہ خاندان بھر میں کوئی لڑکی نہیں تھی۔ میرے والد کی بھی کوئی بہن نہیں تھی، ہم بھی صرف تین بھائی تھے۔ تعلیم کا زیادہ رواج نہیں تھا، ہمارے خاندان میں۔ میرے بھائیوں نے ہائی اسکول پاس کیا تھا اور زمینیں سنبھال لی تھیں۔ خدا بھلا کرے استاد محترم آل علی کا جنھوں نے حصولِ تعلیم میں میری مدد کی تھی۔ پوری بستی میں صرف وہی ایسے تھے جن پر والد صاحب قبلہ آنکھیں بند کر کے اعتماد کرتے تھے، اور اُن کی کوئی بات نہیں ٹالتے تھے۔ ہائی اسکول کے بعد والد صاحب کے حساب سے میری تعلیم پوری ہو چکی تھی، لیکن آل علی صاحب نے انھیں مشورہ دیا کہ مجھے مزید تعلیم کے لیے شہر بھیج دیا جائے۔

"میاں یہ مزید تعلیم کیا ہوتی ہے؟" والد صاحب نے پوچھا۔

"ستاروں سے آگے کی بات کر رہا ہوں، احسان میاں!"

"برادرِ من بچوں کو ستاروں سے پیچھے ہی رہنے دو، آگے بڑھ گئے تو ہاتھ سے نکل جائیں گے۔"

"گویا تمھیں اپنی تربیت پر بھروسا نہیں؟"

"یہ بات نہیں! خاندان کی روایت ختم ہو جائے گی۔ پڑھ لکھ کر یہ سُسرے زمینوں کا پیار بھول جائیں گے!"

"معاف کرنا میاں احسان! یہ روایت تو تم انھیں دسویں پاس کرا کر توڑ چکے ہو۔"

"سمجھا کرو آل علی، نئی تعلیم صرف "بابو" جنم دے رہی ہے۔ زمینیں اپنے رکھوالوں سے محروم ہوتی جا رہی ہیں۔ بیوہ ہو گئی ہیں یہ۔ تم نہیں سمجھتے زمین کو مرد کے پسینے سے یہ جوان ہوتی ہے اور...."

"بس بس! خوب قدر کر رہے ہو ان محبوباؤں کی، ان میں ہل چلا کر تم انھیں اپنے پسینے سے جوان کرتے تھے، اب اُن میں ٹریکٹر کیوں گھسیٹے پھرتے ہو۔ پسینے کی جگہ موبل آئل کیوں گراتے ہو۔"

"یہ کیا اول فول بک رہے ہو آل علی۔"

"فرزانی تمھاری سفارش سے پاس نہیں ہوا ہے۔ پورے ضلع میں اول آیا ہے۔ اس کے راستے مت روکو۔ ایگریکلچرسٹ بنا دو اس کو۔ تمھاری زمینوں پر سونا اُگا دے گا، سنو احسان میاں، استاد ہوں اس کا میں یہ شہر جائے گا۔ اور تم کچھ نہیں بولو گے اس معاملے میں!"

آل علی صاحب اتنے مخلص اتنے سچے اتنے نیک نفس تھے کہ والد صاحب اس کے بعد کچھ نہیں بولے اور مجھے شہر بھیج دیا گیا۔ میرے لیے تمام ضروری انتظامات کر دیے گئے اور میں تعلیم حاصل کرنے لگا۔ والدہ صاحبہ اس وقت انتقال کر گئی تھیں جب میں صرف دو سال کا تھا۔ ان کی تو شکل بھی یاد نہیں تھی مجھے، لیکن بڑے بھائی اور بابا جی بہت دن تک یاد آتے رہے۔ پھر میں شہر کے ماحول کا عادی ہو گیا۔ میری تعلیم کے دوران ہی میرے دونوں بھائیوں کی شادی ہو گئی اور دو شہری بھابیوں نے گھر کا نظام سنبھال لیا۔ میں مطمئن اور مسرور تھا۔ ہائی اسکول کا معیار برقرار رکھا تھا میں نے اور ہر کلاس میں بہترین پوزیشن لیتا ہوا یونیورسٹی پہنچ گیا اور اب ایم اے فائنل کے بعد یونیورسٹی آف ایگریکلچر میں داخلہ لینے کا ارادہ تھا تاکہ زمینوں پر سونا اگلنے کا فن سیکھ سکوں۔

لیکن یہ تار؟ تمام تیاریاں کیں اور چل پڑا۔ دوست بڑ



نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

بھلا کتنے رہ گئے تھے۔ لیکن میں اس تار کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ راستے بھر ذہن الجھا رہا۔ سفر بےحد طویل محسوس ہو رہا تھا، نجانے کیوں ذہن و دل میں اداسیاں گھر کر رہی تھیں۔ گھر پہنچنے کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی، اس لیے جیپ مجھے لینے اسٹیشن نہیں پہنچی۔ چنانچہ تانگہ کر کے بستی چل پڑا۔ تانگے والا میری ہی بستی کا آدمی تھا۔ میں تو اسے نہیں پہچانتا تھا لیکن وہ مجھے جانتا تھا، کئی بار میں نے محسوس کیا جیسے وہ کچھ بولنا چاہتا ہے لیکن ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

"کیا بات ہے تانگے والے! کچھ کہنا چاہتے ہو۔"

"کوئی بات نہیں چھوٹے مالک!" اس نے کہا۔

"چھوٹے مالک۔ مجھے جانتے ہو کیا؟"

"ہم داؤد ہیں جی... نلیا والے ماچھی کے بیٹے... آپ ہی کی بستی کے ہیں۔"

"اوہ، اچھا! بھئی مجھے تو تم لوگوں سے اتنی دور زندگی گزارنی پڑتی ہے کہ اپنی بستی والے بھی یاد نہیں رہے۔"

"ہم بھی اسکول میں پڑھتے تھے چھوٹے مالک۔ آپ بڑی جماعت میں تھے۔"

"کمال ہے! یا تو تم بدل گئے ہو، یا پھر میری یادداشت اتنی خراب ہے کہ میں تمھاری شکل بھول گیا۔" میں نے کہا اور داؤد ہنسنے لگا۔ دفعتاً میرے ذہن میں حویلی کا خیال آیا اور میں نے پوچھا۔ "حویلی کے حالات کیسے چل رہے ہیں؟"

"ٹھیک ہیں مالک! پر وہ بات کہاں جو بڑے مالک کے دور میں تھی۔ حویلی پر بڑی اداسی چھا گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے اس کے الفاظ پر متعجب ہو کر پوچھا۔ "بڑے مالک کے دور سے تمھاری کیا مراد ہے؟" میرے یہ الفاظ شاید داؤد کے لیے بھی تعجب خیز تھے وہ اتنا بوکھلایا کہ اس نے تانگہ روک لیا۔ اور گردن گھما کر میری طرف دیکھنے لگا۔

"بڑے مالک کو کیا ہوا داؤد؟" میں نے بےچینی سے سوال کیا اور وہ حیرت سے بولا۔ "تو کیا آپ کو نہیں معلوم مالک؟"

"کیا نہیں معلوم؟"

"یہی کہ... یہی کہ... بڑے مالک اس دنیا میں نہیں ہیں۔" داؤد نے کہا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے تانگہ الٹ گیا ہو۔ زمین اوپر آ گئی ہو اور میں اس کے نیچے دب گیا ہوں۔ "ہمیں افسوس ہے مالک۔ مگر ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آپ کو..."

داؤد نے تانگہ آگے بڑھایا لیکن میرا دل سینے میں ڈوبا جا رہا تھا۔ کانوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے۔ دماغ پر ہتھوڑے پڑ رہے تھے۔ یہ کیسے ہو گیا۔ کب ہو گیا۔ ناقابلِ یقین بات تھی۔ کیا وہ بیمار تھے تب مجھے ان کی بیماری کی خبر کیوں نہ دی گئی۔ ان کا انتقال کب ہوا۔

کہیں یہ پاگل دیہاتی بکواس تو نہیں کر رہا، سچ بول رہا ہے تو یقین کیسے کروں بات ہی ایسی تھی۔ "داؤد!" میں نے بمشکل اسے پکارا۔

"جی مالک..."

"تو کونسی بستی کا ہے۔ مجھے جانتا بھی ہے یا بس یونہی!"

"ہم سے بھول ہو گئی مالک۔ ہمیں یہ بات کب معلوم تھی۔ ہم تو سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ آپ کو خبر نہ ہو گی۔ یہ خبر ہمیں نہیں سنانی چاہیے تھی۔" داؤد نے کہا۔

"تو کونسی بستی کا ہے داؤد؟" میں نے پھر پوچھا۔

"آپ کی بستی کے ہیں مالک۔ بابا گڑھی کے!"

"بڑے مالک کا نام معلوم ہے تجھے؟"

"کیوں نہیں مالک۔ ہمارے باپ نے بھی ان کا نمک کھایا ہے۔" داؤد نے کہا، اور مجھے میرے والد کا نام بتایا۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ راستہ ہزاروں میل لمبا لگنے لگا۔ آنکھوں میں نمی اتر آئی، حلق بند ہوا جا رہا تھا۔ میں نے گھٹی گھٹی آواز میں پوچھا۔ "کب انتقال ہوا ان کا؟"

"اب تو مہینے سے بھی اوپر ہو گیا مالک۔ چالیسواں ہونے والا ہے!" داؤد نے جواب دیا۔

"بیمار ہو گئے تھے؟"

"لُو لگی تھی سرکار۔ زمین سے آ رہے تھے۔ کالو کے کنویں پر پانی پیا، بس لُو لگ گئی۔ دو گھنٹے میں چٹ پٹ ہو گئے۔ پوری بستی تین دن سوگ میں ڈوبی رہی تھی۔" داؤد نے کہا۔ میں خاموش ہو گیا۔ کائنات تاریک ہو گئی تھی، دل و دماغ میں جوار بھاٹا اٹھ رہا تھا۔ خدا خدا کر کے بستی آئی، حویلی پہنچا۔ ملازم مجھے دیکھ کر دہاڑیں مارنے لگے۔ بڑے بھائی موجود تھے مجھے سینے سے لگا کر رونے لگے۔ لیکن میں نہیں رویا تھا۔ "مجھے اطلاع کیوں نہیں دی گئی؟"

"مرحوم نے خاص طور پر حکم دیا تھا کہ جب تک تمھارے امتحانات نہ ہو جائیں تمھیں اطلاع نہ دی جائے۔ انھیں اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا!"

"یہ اچھا نہ ہوا۔ مجھے ان کی آخری بار صورت دیکھنے سے بھی محروم کر دیا گیا۔"

"ان کی وصیت تھی۔ میں نے چچا آل علی سے بھی مشورہ کیا تھا انھوں نے بھی یہی رائے دی کہ تمھارا مستقبل خراب نہ کیا جائے۔"

"لیکن آپ لوگوں نے مجھے ساری زندگی کے کرب میں جو مبتلا کر دیا اس کا ذمہ دار کون ہو گا؟"

"تمھاری شکایت بجا ہے غزالی لیکن ہماری مجبوریاں بھی تھیں۔" پھر منجھلے بھائی رفعت احسان بھی آ گئے اور کافی دیر تک آنسو اور آہیں ابھرتی رہیں۔ میں گم صم بیٹھا رہا تھا۔ یادیں ذہن میں

ابھر رہی تھیں۔ ایک ایک بات یاد آ رہی تھی۔ میرے والد مثالی باپ تھے۔ ایسے باپ جن کی اولادوں کو کبھی ان سے کوئی شکایت نہیں ہوتی تھی۔ بعد میں قبر پر گیا پھول چڑھائے، فاتحہ پڑھی لیکن حویلی اجنبی اجنبی لگ رہی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس سے سارے تعلق ختم ہو گئے ہوں۔ حالانکہ بھائی تھے بھابیاں تھیں لیکن وہ بات نہیں تھی جو باپ کی موجودگی میں تھی۔

شہری بھابیاں شروع ہی سے الگ تھلگ رہتی تھیں۔ شہر سے چند روز کے لیے آتا تھا زیادہ گھلنے ملنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اس کے علاوہ بارہا ان میں ایک بات محسوس کی تھی لیکن ایسی چھچھوری اور عامیانہ بات تھی کہ ذہن میں آتی تو لاحول پڑھنا شروع کر دیتا۔

میرے دونوں بھائی واجبی سی شکل و صورت کے مالک تھے۔ ان کے تن و توش بھی غالباً ذمہ داریوں کی نذر ہو گئے تھے، جبکہ میں چھ فٹ کا سرخ و سفید جوان تھا۔ میرے رخساروں پر خون کی سرخی موجزن تھی، اور بدن چیتے کے بدن کی طرح سڈول اور چست تھا۔ جدید شہری لباس میری شان اور بڑھا دیتے تھے۔ اور میں نے بھابیوں کی آنکھوں میں حسد کے جذبات محسوس کیے تھے۔ دو چار جملے بھی ان کے منہ سے سنے تھے جو میرے اس احساس کو ہوا دیتے تھے لیکن وہ میری بھابیاں تھیں۔ ایک طرح سے ماں کی حیثیت رکھتی تھیں کسی فضول بات کو میں اپنے ذہن میں کبھی جگہ نہ دے سکتا تھا۔ لیکن یہ احساس ضرور بارہا میرے دل میں پیدا ہوا تھا کہ انھوں نے مجھے وہ اپنائیت نہیں دی تھی جو دیوروں اور بھابیوں کے درمیان ہوتی ہے۔

اب بھی ان کا وہی رویّہ تھا۔ سب لوگ مجھ سے ملے تھے تسلیاں دی تھیں لیکن دونوں بھابیاں دور دور رہی تھیں۔ وہ رسم نبھانے بھی نہیں آئی تھیں۔

کئی دن گزر گئے۔ چالیسواں قریب تھا۔ ایک شام اس سلسلے میں صلاح مشورے ہوئے بھابیاں بھی شریک تھیں۔ "چالیسویں کی فاتحہ کے بارے میں طے کرنا ہے غزالی۔ تمھارا کیا خیال ہے!"

"کیا جائے! خیال کیا معنی رکھتا ہے!"

"میرا مطلب ہے کس پیمانے پر۔ سادگی سے فاتحہ کرا دی جائے یا رشتہ داروں کو بلایا جائے۔"

"کیوں؟ سادگی کی ضرورت کیوں پیش آ گئی!" میں نے پوچھا۔

"صاف بات کیوں نہیں کرتے رفعت۔ غزالی بھی گھر کے ذمہ دار ہیں۔ گھر کے حالات کب تک چھپاؤ گے ان سے!" چھوٹی بھابی نے کہا۔

"کیا حالات ہیں گھر کے بھابی۔ کیا بات ہے رفعت بھیا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

دونوں بھائی گردن جھکائے بیٹھے تھے۔ پھر بڑے بھائی نے

"یہ بات تازہ نہیں ہے غزالی۔ سالہا سال سے ہم پریشانی کے شکار ہیں۔ لاکھوں روپے کے مقروض ہو چکے ہیں ہم لوگ، چاروں باغ رہن ہیں۔ تیسری گڑھ والی زمین فروخت ہو چکی ہے۔ کئی مہاجنوں کو سود جاتا ہے۔ ان دنوں بڑی پریشانی سے گزر بسر ہو رہی ہے!"

"مگر کیوں؟ ایسا کیوں ہوا؟"

"بابا صاحب سے حساب پوچھنے کی ہمت کس میں تھی۔"

"ناممکن! مجھے تو کبھی اس کی بھنک بھی نہیں ملی۔"

"تمھیں تو آزاد چھوڑ دیا گیا تھا۔ بابا صاحب تمھارے ذہن پر برا اثر نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔"

"لیکن آپ لوگوں نے تحقیقات تو کی ہوتی۔ میں تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔"

"جب تک بابا صاحب نے سارے معاملات ہمارے حوالے نہیں کیے تھے ہم بھی نہیں سوچ سکتے تھے۔ ہم مقابلے میں تباہ ہوئے۔ بنجر زمینیں صرف اس لیے خریدی گئیں کہ زمینداروں سے مقابلہ چل رہا تھا۔ انھیں آباد کرنے کے لیے لاکھوں روپے قرض لے کر لگائے گئے لیکن زمینیں کچھ نہ دے سکیں۔ یوں بوجھ بڑھتے گئے۔"

میں پریشانی سے ان کی شکلیں دیکھتا رہا۔ "یہ تو... یہ تو بہت برا ہوا بھیا۔ یہ تو بہت افسوسناک حالات ہیں۔" میں نے رندھی آواز میں کہا۔

"جب تک بابا صاحب زندہ رہے ساکھ بنی رہی لیکن اب عزت سنبھالنی مشکل ہو گئی ہے۔" رفعت بھیا نے کہا۔

"چالیسواں تو ہونا ہی چاہیے فرحت بھیا۔ ان سارے حالات کے بارے میں بعد میں سوچیں گے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے! میں انتظام کر لوں گا۔ تم فکر مت کرو۔" رفعت بھیا نے کہا۔ طے یہ ہوا کہ چالیسواں دھوم دھام سے ہو گا۔ لیکن اس نئے شوشے نے میری رات کی نیند حرام کر دی۔ ناقابلِ یقین بات تھی۔ ایسا کیسے ہو گیا۔ ہمارے ہاں تو دولت کی ریل پیل تھی۔ اس موضوع پر کبھی بات بھی نہیں ہوئی تھی۔ واقعی ہمارے خاندان کی مالی حالت پر کبھی شک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ رات بھر میں شدید خلفشار کا شکار رہا۔ دوسری صبح بےچین ہو کر آل علی چچا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میرے استاد بھی تھے اور مشفق بھی۔ بڑے پیار سے مجھ سے پیش آتے تھے۔

"میں اپنی بستی میں اجنبی ہو گیا ہوں چچا۔ وہ سننے کو ملا ہے جس کے بارے میں خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔"

"کیا ہوا بیٹے؟"

"میں جانتا ہوں چچا کہ میرے والد اس پوری بستی میں صرف آپ کے پرستار تھے۔ بہت محبت کرتے تھے وہ آپ سے!"

"یہ حقیقت ہے بیٹے۔ میں بھی اپنے بھائی سے محروم ہو گیا۔" آل علی چچا آبدیدہ ہو گئے۔ "لیکن کیا سنا ہے تم نے؟" انھوں نے کہا اور میں

نے پوری تفصیل اُنھیں سنا دی۔ دوسروں کے لیے وہ ایک عام آدمی ہوں گے لیکن میرے مستقبل کی تعمیر میں انھوں نے بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔

آل علی چچا بھی حیران رہ گئے ــــ پھر انھوں نے کہا: "بخدا مجھے ان معاملات کی ذرہ برابر ہوا نہیں لگی، حیرت کی بات ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا!"

"مجھے کیا کرنا چاہیے چچا۔ میری راہنمائی کیجیے!"

"خدا تمھاری راہنمائی کرے بیٹے۔ میری التجا ہے کہ تم مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالو۔ یہاں میں خود کو بے بس پاتا ہوں۔ رفعت اور فرحت سے بات کرو۔ تحقیقات کرو، ان معاملات کی۔ اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔"

میں یہاں سے بھی مایوس ہو گیا۔ بھائیوں پر شک کرنا گناہ تھا۔ لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ چالیسویں کا دن آگیا۔ کوئی کمی نہیں چھوڑی گئی تھی۔ نزدیک کی بستی سے ماموں نصرت علی بھی چالیسویں میں شریک ہوئے تھے۔ نصرت علی میری والدہ کے سگے بھائی نہیں تھے، دُور کے رشتے کے تھے لیکن میرے والد کے ان کے تعلقات بہتر نہیں تھے۔ پتا نہیں کیوں۔ بہرحال اُن سے زندگی میں بس دو چار بار ہی ملاقات ہوئی تھی۔ بھائیوں کی شادی میں یا اب۔ میں نے اُن کے ساتھ دوسروں کی بے اعتنائی محسوس کی اور خود انھیں سنبھال لیا۔ میں نے بڑی اپنائیت کا سلوک کیا اُن کے ساتھ۔

فاتحہ ہو گئی۔ مہمانوں نے بڑے بڑے شامیانوں کے نیچے کھانا کھایا، اور رخصت ہو گئے۔ بہت سے مہمان ابھی موجود تھے۔ جن میں ماموں صاحب بھی تھے۔ اسی وقت اندر سے بلاوا آیا اور میں اندر چلا گیا۔ مہمانوں کے بڑے ہال میں میرے دونوں بھائی دو آدمیوں کے ساتھ موجود تھے۔ تو وارد ہندو تھے اور شکل ہی سے مہاجن نظر آتے تھے۔

"یہ جوالا پرشاد جی اور ان کے منیم ہیں غزالی۔ جوالا پرشاد جی مہاجن ہیں اور ہماری عزت نیلام کرنے آئے ہیں۔" بڑے بھائی نے کہا۔

"رام، رام، رام! کیسی باتیں کر رہے ہیں مہاراج۔ بالک کیا سوچے گا۔" جوالا پرشاد جی بولے۔

"میں نہیں سمجھا بھائی صاحب!" میں نے پریشانی سے کہا۔

"انھیں کسی طرح پتا چل گیا کہ آج بابا صاحب کا چالیسواں ہے اور مہمان آئے ہوں گے یہ اس موقع سے فائدہ اُٹھانے آئے ہیں۔"

"کیسا فائدہ؟"

"ہم بتائیں ہیں تمھیں بیرا۔ بھگوان کی سوگند ہمیں نا معلوم تھا کہ آج بڑے مہاراج کی تیرھیاں ہو رہی ہوں گی۔ ہم تو کئی دن سے یہاں آنے کے لیے پریشان تھے۔ چھوٹی موٹی بات نہیں بیرا پورے پانچ لاکھ کی بات ہے۔ ہم چُپ رہتے پر پورا سال گذر گیا، ہمیں سود بھی نہیں ملا۔ ہمارا کاروبار اس سے چلے ہے۔ اور پھر مہاراج تمھارے اسلام میں تو یہ بات خاص ہے کہ مرنے والے کے سارے قرضے ادا کر دیے جاتے ہیں۔ ہماری مشکل بھی حل کر دو۔"

"کیسے پانچ لاکھ۔ کیا بکواس کر رہے ہو تم۔"

"کاغذ موجود ہیں بیرا۔ بڑے مہاراج نے دستخط کیے ہیں جن پر۔ ہمارا کام کر دو بیرا کیا فائدہ ہم تمھاری بستی کی پنچایت بُلائیں۔"

"دفعان ہو جاؤ یہاں سے۔ بعد میں بات کریں گے تم سے۔" میں نے گرج کر کہا۔

"ادھار مانگنے نہیں آئے بیرا۔ بہت سوں کی عزت ہماری تجوری میں چھپی ہوئی ہے۔ تجوری نہ کھلواؤ تو ٹھیک ہے۔ اس سمے جا رہے ہیں۔ پر جلدی بات کر لینا ہاں۔" جوالا پرشاد نے کہا۔ اور منیم کو اشارہ کر کے باہر نکل گیا۔

"پانچ لاکھ ہیں اس کے۔ کیا بابا صاحب نے کبھی اس کا اشارہ کیا تھا۔" میں نے پریشانی سے پوچھا۔

"صاف بات تو نہیں بتائی تھی، لیکن میں نے سود کی رقم کئی بار دی تھی اُسے۔" رفعت بھیا نے بتایا۔

"نجانے... نجانے یہاں کیا ہو رہا ہے۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"اس وقت جانے دو۔ رات کو بات کریں گے۔" فرحت بھائی نے کہا اور میں باہر نکل آیا۔ مہمان رخصت ہو رہے تھے۔ نصرت علی ماموں میرے پاس آئے۔ "ہمیں بھی اجازت دو غزالی میاں۔ اور کسی کو تو شاید ہمارے آنے کی خبر بھی نہیں ہے بہرحال بہنوئی ہمارے لیے بڑی وقعت رکھتا تھا۔ بالکل ہی غیر بھی نہیں ہیں۔"

معذرت خواہ ہوں ماموں جان، دراصل مصروفیت..."

"کوئی بات نہیں ہے بیٹے۔ ایک سوال دل میں مچل رہا ہے اجازت ہو تو پوچھ لوں۔"

"ضرور!"

"ابھی میں نے جوالا پرشاد کو یہاں دیکھا تھا۔ میری ہی بستی کا مہاجن ہے بے حد کمینہ صفت انسان بلکہ جانور ہے۔ کوئی خاص بات تو نہیں تھی؟"

"یہ آپ کی بستی کا رہنے والا ہے۔"

"میں رگ رگ سے واقف ہوں اس کی۔ بلاوجہ کہیں نہیں جاتا۔"

"یہاں بھی یہ بلاوجہ نہیں آیا۔ ماموں میں آپ کے پاس آؤں گا، کسی وقت پھر آپ سے بات کروں گا۔"

"جب کہو گاڑی بھیج دوں۔ ہم تو تمھاری محبت کو ترستے ہیں بیٹے۔ بچیاں بڑی حسرت سے کہتی ہیں کہ اُن کے تین تین بھائی ہیں لیکن کوئی کبھی انھیں نہیں پوچھتا۔"

"میں خود حاضر ہو جاؤں گا ماموں جان آپ مطمئن رہیں!"

"انتظار کریں گے ہم سب!" نصرت علی نے کہا اور پھر وہ چلے گئے۔ ایک عمدہ سی جیپ میں آئے تھے، اس کا مطلب تھا کہ ان کے حالات خاصے اچھے ہیں۔

رات کو ایک خصوصی نشست ہوئی۔ رفعت بھائی نے آج کا حساب پیش کر دیا۔ دونوں بھابیاں بھی موجود تھیں۔

"یہ پیسے میں نے اس موذی کے سود کے لیے جمع کیے تھے۔ یہ سچ ہے کہ اسے ایک سال سے پیسے نہیں گئے۔ کچھ عجیب سی بات تھی۔ بابا صاحب زندہ تھے تو ہمیں ان معاملات کی کوئی فکر نہ تھی، اب یہ سب کچھ براہِ راست ہم پر آپڑا ہے!"

"سسر جی ورثے میں قرضے چھوڑ گئے ہیں دیور بھیا۔ انھیں آپس میں تقسیم کر لو۔ سوچا تو یہ ہوگا کہ جائداد کے حصے ہوں گے، پر یہ تو تقدیر کی بات ہے۔" چھوٹی بھابی نے کہا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو کلثوم۔ تمھیں ان فضول باتوں کی کیا ضرورت ہے!" رفعت بھیا بولے۔

"کیوں! کنیز ہوں اس گھر کی؟ ملازمہ بن کر آئی ہوں یہاں۔ ماں باپ نے بہت بڑے گھر میں شادی کی تھی کہ بیٹی عیش کرے گی۔ یہ عیش ہیں یہاں، عزت نیلامی پر رکھی ہے، ہائی اسکول پاس نہیں ہوں، بی اے کیا ہے میں نے۔ جاہل عورتوں کی طرح خاموش نہیں رہ سکتی، لوگ اسے میرا گھر کہتے ہیں، کیا یہی ہے میرا گھر۔"

میں خاموش رہا۔ غصے سے خون کھول اُٹھا تھا، لیکن مصلحت اسی میں تھی کہ خاموش رہوں۔ بڑی بھابی کے چہرے پر بھی کچھ ایسے ہی تاثرات تھے۔ میں نے اُٹھتے ہوئے کہا: "اگر کچھ پریشانیاں ہیں بھیا، تو فکر نہ کریں، سب مل کر ان کا ازالہ کریں گے کچھ سوچیں گے۔" پھر میں باہر نکل آیا۔ ہوش اُڑے جا رہے تھے۔ بابا صاحب نے آخر دولت کہاں اُڑا دی۔ یہ سب کیا ہے! تقسیم وغیرہ کے بارے میں تو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا لیکن والد صاحب کے نام کو یوں بٹہ لگتے بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کم از کم کچھ معلوم تو ہو۔ حالات معلوم کیے بغیر میں سکون سے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ بھائیوں سے پوچھ گچھ بھی ممکن نہیں تھی لیکن جو کچھ ہو رہا تھا اس پر گردن جھکائے رکھنا بے حسی تھی اور میں بے حس نہیں تھا۔

دو تین دن گذر گئے۔ اس کے بعد کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ دونوں بھائی بھی خاموش خاموش تھے۔ بھابیاں تو خیر میرے سامنے بھی کم ہی آتی تھیں۔ مستقبل کے سارے خواب چکنا چور ہو گئے تھے، میں اس گھر سے بیدخل کر دیا گیا تھا۔ بالکل ہی اجنبی محسوس کر رہا تھا یہاں۔ لیکن تحقیقات ضروری تھی۔ آل علی صاحب کے یہاں چلا جاتا تھا۔ وہ بزرگ ایسے نیک طینت تھے کہ ایکبار بھی انھوں نے میرے گھریلو حالات نہ کریدے۔ پھر ایک دن میں گھوڑا تیار کر کے چل پڑا۔ جیپ موجود تھی لیکن جان بوجھ کر نہ لی، کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا لیکن میرا رخ بستی نیابت خان کی طرف تھا جہاں ماموں نصرت علی رہتے تھے میں نے چالاکی سے ان کا پتا معلوم کر لیا تھا۔ راستے میں میرا ذہن خیالات میں اُلجھا رہا تھا۔ بڑے فاصلے پیدا ہو گئے تھے ہم بھائیوں میں۔ نہ جانے کیوں؟ میرے دل میں تو کسی کے لیے کوئی بات نہیں تھی۔ یہ فیصلہ بھی کیا تھا کہ ماموں نصرت علی کو اس سلسلے میں سب کچھ بتا دوں گا، آخر کوئی تو ہو جو کوئی مشورہ دے سکے۔ اتنا بیوقوف بھی نہیں تھا کہ لوگوں کی حقیقت نہ جان سکوں۔

ماموں صاحب کے مکان کی تلاش میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ بستی کے پہلے ہی آدمی سے پوچھا، تو وہ میرے گھوڑے کی لگام پکڑ کر چل پڑا۔ اور اس نے مجھے ماموں صاحب کے مکان پر چھوڑ دیا۔ بہت عمدہ مکان بنا ہوا تھا، احاطے میں جیپ کھڑی ہوئی تھی، میری اس گھر میں آمد گویا عید کی آمد تھی۔ ممانی صاحبہ تین بہنیں اور دو نوجوان اس طرح لپٹ گئے کہ مجھے اب تک یہاں نہ آنے پر شرمندگی ہونے لگی۔ خود ماموں صاحب بچھے جا رہے تھے۔ میرے گھوڑے تک کا احترام کیا جا رہا تھا۔ غرض وہ اپنائیت ملی تھی یہاں کہ کبھی اپنے گھر میں بھی ایسا نہ ہوا تھا۔ متاثر تو ہونا ہی تھا۔

پہلا دن ایسے گذر گیا کہ احساس بھی نہ ہو سکا۔ ماموں صاحب نے بہت سے دوستوں سے ملایا ــــ اچھے تعلقات تھے اُن کے لوگوں سے۔ رات کو دسترخوان پر بھی کئی خاندان تھے، لڑکے اور لڑکیاں چہلیں کر رہے تھے۔ ہمارے گھر کی نسبت ماموں جان کا گھرانہ بہت جدید تھا۔ نمایاں فرق محسوس ہوا تھا۔ ماموں زاد بہنیں ترازیں کرتی رہی تھیں، اچھی شکل و صورت کی لڑکیاں تھیں، تعلیم زیادہ نہ تھی لیکن سلیقہ تھا۔ میں بھی اُن سے گھل مل گیا۔

رات کو ماموں جان کے ساتھ تنہا نشست ہوئی۔ "تم ان لوگوں کے لیے متبرک ہو غزالی۔ ہمیشہ آرزو کرتی رہی تھیں، اب آرزو پوری ہوئی ہے تو بے قرار ہو گئی ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ اس سے قبل یہاں کیوں نہ آیا۔ ویسے میں یہ سوال بھی کرنا چاہتا تھا آپ سے ماموں جان!"

"کیسا سوال؟"

"آپ ہمارے خاصے قریبی عزیز ہیں لیکن تعلقات واجبی سے رہے۔ جبکہ بابا صاحب بھی ایسے بداخلاق نہ تھے۔ اِس کشیدگی کی کوئی خاص وجہ تھی؟" میرے اس سوال پر ماموں جان پہلے خاموش ہو گئے پھر مسکرانے لگے۔ پھر بولے "بڑا مشکل سوال کر ڈالا ہے تم نے۔ جواب ضروری سمجھتے ہو۔"

"جی ہاں جاننا چاہتا ہوں!"

"تو تمھیں سچ تک پہنچنے کے لیے ذرا سا بے تکلف ہونا پڑے گا، محسوس تو نہ کرو گے؟"

"نہیں۔ فرمایئے!"

"بھئی سعدیہ مرحومہ میری پھوپی زاد بہن تھی۔ اور بچپن سے میری منگیتر تھی۔ ہمارے والدین نے بڑی چاہ سے ہمارا رشتہ بچپن ہی میں طے کر دیا تھا اور میں اُسے اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ زمینداری کی زندگی تھی میں بُرے دوستوں کی صحبت میں پڑ کر ذرا رنگین مزاج ہو گیا، اور یہ بات عام ہو گئی کہ میرے رنگ ڈھنگ ٹھیک نہیں ہیں۔ حقیقت بھی یہی تھی لیکن اُس وقت مجھے یہ احساس نہ تھا کہ میں اتنے بڑے خسارے سے دوچار ہوں گا۔ تمھارے نانا نے یہ رشتہ توڑ دیا۔ اور مرحوم احسان علی سے نسبت طے کر ڈالی ۔۔ میں برداشت نہ کر سکا، میں نے بڑے ہنگامے کیے یہاں تک کہ بندوق لے کر تمھارے والد کے گھر جا پہنچا اور دھمکیاں دیں کہ اگر انھوں نے اجمل صاحب کے یہاں رشتہ کیا تو میں خون کی ندیاں بہا دوں گا۔ لیکن وہ لوگ بھی بزدل نہ تھے۔ احسان علی نے بھی بندوق سنبھال لی۔ بزرگوں نے معاملہ برابر کیا اور بہر حال سعدیہ کی شادی احسان مرحوم سے ہو گئی۔ بعد میں ہم بھی پہاڑ کے نیچے آ گئے اور اس کے بعد پھر سب ٹھیک ہو گیا۔ میں نے احسان مرحوم سے معافی بھی مانگ لی لیکن اِس خاندان سے دوبارہ تعلقات استوار نہ ہو سکے۔ تمھاری پیدائش کے دو سال بعد سعدیہ اللہ کو پیاری ہو گئی خدا کی قسم میں ایک بہن کے رشتے سے اُس کے لیے بہت رویا تھا۔ بعد کی ساری کوششیں ناکام رہیں اور وہ ماحول پیدا نہ ہو سکا جو ہونا چاہیے تھا۔ یہ تھی ہماری کشیدگی کی وجہ جس کی زد میں بچے بھی آ گئے۔"

"اوہ!" میں نے گہری سانس لی۔

"گذری ہوئی داستانیں ہیں۔ یہ بتاؤ گھر کہہ کر آئے ہو؟"

"نہیں!" میں نے جواب دیا۔

"تشویش نہیں ہو گی کسی کو۔۔۔؟"

"شاید کسی کو ہو۔ میں دعوے سے نہیں کہہ سکتا!" میں نے جواب دیا۔ میرے اس جواب پر ماموں صاحب کچھ سوچتے رہے پھر بولے۔ "گویا میرا اندازہ درست تھا!"

"کیسا اندازہ ماموں صاحب؟"

"بھئی بدنام انسان ہوں اس گھرانے کے لوگ مجھے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے، نہ سہی لیکن جو کچھ ہو رہا ہے اس پر خاموش تماشائی بن کر نہیں رہ سکتا۔ پہلے اپنی نیت تم پر واضح کر دوں غزالی میاں۔ خدا کا دیا سب کچھ موجود ہے۔ بیٹیوں کا جہیز تیار کر چکا ہوں۔ بیٹے پڑھ رہے ہیں انھیں صحیح تعلیم دے دوں تو سوچوں گا سب کچھ دے دیا۔ خود کمائیں گے کھائیں گے۔ اتنا ضرور چھوڑ دوں گا، ان کے لیے کہ انھیں ابتدائی زندگی میں مشکل نہ ہو، چنانچہ یہ سمجھ لو کہ جو کچھ کہوں گا بے لوث ہو گا۔ اور صرف حق کا ساتھ دینے کی بات ہو گی، جس کا صلہ کسی انسان سے نہیں خدا سے چاہوں گا۔ تم سے اگر کچھ مانگوں تو یقین کر لینا کہ صرف لالچی اور خود غرض انسان ہوں۔ بس یہ خواہش ہے کہ جو کچھ کہوں اس پر یقین کر لینا۔"

"میں آپ کی بے حد عزت کرتا ہوں ماموں جان۔ ایسی بات نہ کہیں۔" میں نے کہا۔

"مجھے تو احسان بھائی کی موت کی اطلاع بھی نہیں دی گئی تھی لیکن میرے دوست احباب تمھاری بستی جاتے رہتے ہیں، چنانچہ مجھے وہاں کی خیریت ملتی رہتی تھی۔ انھیں میں سے کسی نے مجھے احسان بھائی کی اچانک موت کی اطلاع دی تھی۔ بچہ بچہ اس موت میں شرکت کے لیے بے چین تھا لیکن میں ہمت نہ کر سکا۔ میری بات دوسری تھی سب کچھ برداشت کرنے کے لیے تیار تھا لیکن عورتیں، عورتیں ہوتی ہیں۔ میری وہاں آمد کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھا گیا، اجنبیوں کی طرح جنازے میں شریک ہوا۔ گھر سے کہہ کر گیا تھا کہ سوئم تک رکوں گا، واپس آ جاتا تو گھر والوں کے سامنے سبکی ہوتی چنانچہ سوئم تک ایک سرائے میں رُکا، روزانہ بچوں کی خبر گیری کو جاتا تھا، دل سے مجبور تھا۔ جنازے ہی میں تمھیں نہ پا کر دبی زبان سے ٹوکا کہ غزالی میاں کی موجودگی ضروری ہے۔ لیکن کہا گیا کہ اُس کے امتحانات ہو رہے ہیں اُسے اطلاع نہیں دی جائے گی۔ لیکن وہاں غم کے مارے سوگوار ہونے کے بجائے حساب کتاب کے کھاتے کھولے بیٹھے رہتے تھے۔ سارے کارندے بلائے گئے تھے منشی دلاور علی سوئم والے دن بھی نئے کھاتے بناتے رہے تھے اور دوسرے لوگ ان کی معاونت کرتے رہے تھے۔ پُرانے کھاتوں کا خدا جانے کیا ہوا۔ سارے نئے کھاتے تیار ہوئے۔ مجھ بدنصیب نے سوئم پر بھی درخواست کی کہ غزالی کو بُلا لیا جائے۔ لیکن نقار خانے میں طوطی کی صدا کون سنتا۔ ابھی تو بہت سے کام باقی تھے اگر غزالی آ جاتا تو جائداد تین حصوں میں تقسیم کرنا پڑتی۔ اتنی جلدی یہ سب کچھ کیسے ہضم ہو سکتا تھا۔ چنانچہ غزالی کو اطلاع نہ دی گئی، اور سب کچھ ہو گیا۔ میں تو بیٹے چالیسویں پر بھی تمھاری موجودگی کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ لیکن شاید سب ٹھیک ہو گیا ہو گا۔"

ماموں صاحب کی باتیں میرے ذہن پر ہتھوڑے کی ضربیں بن کر پڑ رہی تھیں۔ کیا میرے بھائی ایسے ہیں۔ کیا وہ جائداد کے لیے میرے ساتھ یہ سلوک کر سکتے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"ایک بات پوچھ سکتا ہوں غزالی؟"

"جی!" میں نے گھٹے گھٹے لہجے میں جواب دیا۔

"جوالا پرشاد چالیسویں کے دن وہاں کیوں پہنچا تھا؟"

"اس سوال کے کئی جواب ہیں ماموں صاحب۔ بقول میرے دونوں بھائیوں کے، ہمارے پاس اب کچھ نہیں ہے، سب کچھ نامعلوم طریقے سے تباہ ہو چکا ہے، بہت سی زمینیں بک گئی ہیں۔ جوالا پرشاد اپنے پانچ لاکھ کے لیے ہماری عزت کی نیلامی کرنے آیا تھا۔ بڑی خوشامد درآمد سے وہ خاموش ہوا۔ اُسے پانچ لاکھ روپے کا سود ایک سال سے نہیں ملا ہے۔ ایسی ہی بہت سی باتیں میرے علم میں لائی گئی ہیں۔"

"لاحول ولاقوۃ۔ خدا کی قسم لعنت ہے۔ لعنت ہے ایسے لوگوں پر۔ تم سے وہ کیا چاہتے ہیں؟"

"اس کا کوئی اظہار نہیں کیا گیا۔"

"صرف ایک ثبوت میں دے سکتا ہوں تمھیں۔ صرف ایک ثبوت جوالا پرشاد کے سلسلے میں وہ لوگ مار کھا گئے، اور کوئی بھی انتظام کیا ہوا انھوں نے لیکن جوالا پرشاد۔۔۔ پانچ لاکھ کی رقم وہ پچاس سال میں بھی کسی کو نہیں دے سکتا۔ پچیس پچاس ہزار کے ہیر پھیر کا آدمی ہے۔ میں اس سے زیادہ اس کی اوقات جانتا ہوں تم چاہو تو دودھ کا دودھ، پانی کا پانی ہو سکتا ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"ہمت کرنی ہو گی۔ انتظامات میں کروں گا۔"

"میں تیار ہوں ماموں صاحب! اور کوئی بات ہوتی تو ٹھیک تھا لیکن اِس طرح میرے مرحوم باپ پر کیچڑ اچھالی جا رہی ہے۔" میں نے کہا۔

"انتظامات کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ تم اگر چاہو تو اس دوران واپس چلے جاؤ تاکہ ان لوگوں کو شبہ نہ ہو سکے۔ ان کے دلوں میں چور ہیں کہیں وہ ہماری کھوج میں نہ ہوں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے ماموں صاحب! میں صورتحال معلوم کر کے ہی جاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"تب یہاں آرام کرو۔ میرا نام نصرت علی ہے، اچھے اچھوں کے دانت کھٹے کر دیے ہیں میں نے۔ غزالی میں بھائیوں میں اختلاف کرا کر کوئی فائدہ حاصل کرنے کا خواہش مند نہیں ہوں لیکن تم تنہا رہ گئے ہو، اور ان دونوں نے تمھارے خلاف گٹھ جوڑ کر لیا ہے۔ میں حق کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ ہم انھیں عدالتوں میں گھسیٹیں گے ایک ایک پائی نکلوا لیں گے اُن کے حلق سے۔ جتنی دولت خرچ ہو گی تمھاری طرف سے میں کروں گا۔ میں انصاف کا بول بالا چاہتا ہوں۔ بس اب آرام سے سو جاؤ۔ بس کل تیاری کر کے تمھیں بتاؤں گا کہ اب کیا کرنا ہے!"

ماموں صاحب سے رخصت ہو کر میں اپنے کمرے میں آ گیا جو میرے لیے تیار کر لیا گیا تھا۔ لیکن نیند کا آنکھوں میں دُور تک پتا نہیں تھا۔ طبیعت میں بے حد بے چینی تھی۔ میں نے دونوں بھائیوں کو بہت بڑا سمجھا تھا، وہ ایسے نکلیں گے۔ یہ سب کچھ ہو گا میرے ساتھ۔ بھابیاں تو کھل کر بے اعتنائی کر رہی تھیں۔ لیکن بھائی۔۔۔ کیسی عجیب ہے یہ دنیا۔۔۔ بے چینی اتنی بڑھی کہ کمرے میں دم گھٹنے لگا۔ دو گھنٹے گذر گئے تھے ماموں کے پاس سے آئے ہوئے۔ اُن میں سے ایک لمحہ سکون سے نہیں گذرا تھا۔ باہر تاریک رات کے سناٹے پھیلے ہوئے تھے۔ سوچا کسی پُرسکون گوشے میں جا کر کھلی ہوا میں بیٹھوں گا۔ باہر نکل آیا۔ کمروں کی قطار میں سے ایک کمرہ روشن تھا۔ یہ ماموں ممانی کا کمرہ تھا۔ باہر جانے کے لیے اس کے سامنے سے گذرنا تھا۔ اندر باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، کمرے کا دروازہ بند نہیں تھا، میں نے سوچا اگر وہ دونوں جاگ رہے ہیں تو پھر ان سے ہی باتیں کر لوں دروازے کے قریب پہنچا تو اپنا نام سُنا قدم خود بہ خود رک گئے۔

"تعلیم یافتہ ہے اپنی پر آ جائے تو دونوں کو ناکوں چنے چبوا دے گا۔ میں اس کے لیے شہر کے بہترین وکیل کھڑے کروں گا۔ مجال ہے فرحت اور رفعت کی کہ اس کا حصہ ہضم کر جائیں۔"

"ان دونوں نے تو بیویوں کے جال میں پھنس کر خوب رنگ دکھائے۔ اس کا حصہ ہڑپ کرنے کے لیے گٹھ جوڑ کر ڈالا۔"

"تم دیکھتی رہو، سب ٹھیک کر دوں گا۔ دس بیس ہزار خرچ بھی ہو جائیں تو پروا نہیں۔"

"اتنی جلد بازی مت کرو۔ پہلے ٹھونک بجا لو اسے کہیں بعد میں مُنہ دیکھتے نہ رہ جاؤ۔ ویسے اندازاً اس کا حصہ کتنا ہو گا!"

"لاکھوں روپے کی جائداد ہے نیک بخت اندازہ نہیں ہے تجھے احسان علی کے بارے میں۔ بہت بڑا حصہ بنتا ہے اس کا۔ اسی لیے تو وہ جلد جلد کر رہے ہیں چھوٹی موٹی بات ہوتی تو مہینے بھر محنت نہ کرتے!"

"چلو ٹھیک ہے۔ لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ سب کچھ حاصل کرنے کے بعد وہ ہمارا داماد بن جائے گا۔ شہر میں پڑھا ہے ممکن ہے شہر ہی کی کسی لڑکی سے دل بھی لگائے بیٹھا ہو۔ کیا دھرا چوپٹ ہو جائے گا۔"

"سارے کام میں ہی کروں اب۔ تم بھی اس سلسلے میں کچھ کرو۔ لڑکیوں سے کہو کہ اس کا دل ہاتھ میں لیں جسے بھی وہ پسند کرے دوسری اُس کے لیے راستہ چھوڑ دیں۔ کل سے انھیں اس کام پر لگا دو، سونے کی چڑیا جال سے نکلنے نہ پائے۔ اس کی دولت میں اُسے دلواؤں گا باقی کام تم لوگ کرو۔ باقی رہا

کسی شہری لڑکی کی بات، تو یہ بھی پتا چل جائے گا۔ میں بلاوجہ تو رقم نہیں لگاؤں گا۔ دوٹوک بات کروں گا۔ تینوں میں سے جو لڑکی اُسے پسند آئی پہلے اس کا نکاح اُس کے ساتھ کروں گا' اس کے بعد باقی کام ہوں گے۔،، ماموں صاحب کی آواز سنائی دی۔

میرا ہی ذکرِ خیر تھا لیکن جو گفتگو ہو رہی تھی۔ وہ عجیب تھی اچانک ہی ماموں صاحب کا بھرم بھی کھل گیا تھا۔ میں دبے پاؤں وہاں سے واپس کمرے میں آگیا۔ ہنسی بھی آرہی تھی اور غصّہ بھی اس کائنات میں کوئی بے غرض بھی ہے۔ سب کے سب ہوس کے بندے، زر کے غلام۔ بھائی ہو، ماموں ہو، کوئی بھی رشتہ ہو۔ سارے رشتے زر کے رشتے ہیں۔ سب ایک ہی کیلی پر گھوم رہے ہیں۔ کیا دولت واقعی اتنی دلکش شے ہے۔ سوچنے کے لیے ایک نیا موضوع مل گیا تھا۔ جس طرف نظر دوڑائی دولت کے کھیل نظر آئے۔ انسان کاغذ کے جال میں جکڑ کر رہ گیا ہے۔ انسانیت سونے کی قید میں اسیر ہوگئی ہے۔ دولت صرف دولت... انسان کچھ بھی نہیں ہے۔ واہ مالک ہم کیسے اشرف المخلوق ہیں۔ کائنات مسخر کر دی ہمارے لیے لیکن ایک حقیر سی شے کے زیرِ نگیں کر دیا۔

دل چاہا کہ اِسی وقت یہاں سے بھاگ جاؤں۔ یہ جمراتن شبراتن میری بیوی بننے کے قابل کہاں ہیں جن کے لیے سب کچھ کیا جارہا ہے، اور اگر ہوتیں بھی تو میں اس طرح اپنی نیلامی کہاں پسند کرتا لیکن ایک بات ضرور تھی، کم از کم میرے بھائیوں کے معاملے میں ماموں صاحب نے کوئی جال نہیں پھیلایا تھا' ان کے سلسلے میں وہ سچ ہی بول رہے تھے۔

پھر کیوں نہ میں بھی ذہانت سے کام لوں۔ آدھی رات تک میں اپنے ذہن میں منصوبے بناتا رہا۔ بہت کچھ فیصلے کیے تھے اپنی زندگی کے بارے میں۔ دوسری صبح میں ہشاش بشاش تھا۔ زندگی کی ان حقیقتوں کو بہت قریب سے دیکھا تھا جن کے بارے میں ابھی تک کچھ معلوم نہیں تھا۔ ان چیزوں نے ذہن کو اداسیاں نہیں دی تھیں بلکہ کشادہ کر دیا تھا۔ دنیا کے اس نئے رنگ کو میں نے قبول کر لیا تھا۔ سینہ کچھ اور فراخ ہوگیا تھا۔ میں نے ان بیمار ذہنوں سے نفرت نہیں کی تھی بلکہ ان کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا تھا سینے میں۔ تینوں ماموں زاد بہنیں میرے آگے پیچھے پھر رہی تھیں اور میں نے تینوں میں سے ایک پر اظہارِ الفت کر دیا تھا۔ لیکن بس بڑے بھائیوں کے سے انداز میں کسی کو بھی میں نے نشیلی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ پھر شام ہوگئی۔ پانچ بجے کی چائے پر ماموں صاحب واپس آگئے تھے۔ "کہو بھئی کیسا دن گذرا؟"

"بہت عمدہ! یہ لڑکیاں تو مجھے بیحد چاہتی ہیں۔ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہاں مجھے اتنی چاہت ملے گی۔"

"تمھارا گھر ہے بیٹے! ساری زندگی ہمارے سر آنکھوں پر رہو اس سے بڑی خوش بختی اور کیا ہوگی۔" ماموں صاحب نے کہا پھر وہ چائے سے فارغ ہو کر بولے۔ "ہاں بھئی لڑکیو! ہم بھی اس نوجوان کو چاہتے ہیں۔ ہمیں بھی اس سے پیار ہے، اب تھوڑی دیر کے لیے اسے ہمیں دے دو۔ بھاگ جاؤ یہاں سے ہمیں کچھ باتیں کرنی ہیں!"

لڑکیاں کھلکھلاتی ہوئی چلی گئیں تو ماموں صاحب نے میرا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں کیسا محسوس ہوا غزالی۔"

"ایسا کہ ساری زندگی یہاں رہنے کو جی چاہے!"

"بخدا رہو... ضرور رہو... میرے دستِ راست بن جاؤ۔ وعدہ کرتا ہوں زندگی بھر کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ خیر سے اپنے ہو اپنوں میں خوش نہ ہوگے تو کہاں ہوگے، میں نے جوالا پرشاد کے لیے انتظام کیا ہے۔ کام خطرناک ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی۔ لالہ جی پورے بنیے ہیں، کسی مار سے نہ ڈریں گے سوائے جان کے خوف کے!"

"میں نہیں سمجھا ماموں جان؟"

"رات کو ریوالور لے کر گھس جاؤ' اُس کے گھر میں۔ چار لونڈے تیار کر دیے ہیں ساتھ دینے کو۔ ہر طرح کی آئی گئی اپنے سر لیں گے اس طرف سے بے فکر رہنا کوئی آنچ نہیں آئے گی تم پہ۔ یہ نصرت کا ذمّہ!"

"گڈ... لیکن کروں کیا؟"

"حقیقت پوچھ لو بس۔ دعوے سے کہتا ہوں کہ پورے پانچ لاکھ روپے اُس نے زندگی بھر نہیں دیکھے ہوں گے۔ بس یہ معلوم کر دو کہ اس میں کہاں تک جھوٹ ہے، کہاں تک سچ!"

"کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے ماموں جان!"

"میں سنبھال لوں گا' وعدہ کرتا ہوں۔"

"ریوالور کہاں سے آئے گا؟"

"وہ ہے۔ اس کی فکر مت کرو۔"

"بات اگر سچ نکلی...؟"

"تو اُس کا کوئی قصور نہ ہوگا۔ واپس آجانا۔ پھر دوسرے فیصلے کریں گے۔"

"ہوں!" میں نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر سوچنے لگا تو ماموں نے کہا۔ "جو کچھ میں نے کہا ہے اس سے موزوں اور کوئی ترکیب نہیں ہے کوئی تردد مت کرو، وہ صرف یہی زبان سمجھے گا اور کوئی کوشش بے سود ہوگی۔"

"او کے ماموں جان۔ مجھے آپ سے اتفاق ہے۔"

"ویری گڈ۔ شکل و صورت سے تم اسی حوصلے کے مالک

نظر آتے ہو، ورنہ میں کسی ایرے غیرے کو یہ مشورہ نہ دیتا۔"

گیارہ بجے ہم نے تیاریاں مکمل کر لیں۔ وہ چار لونڈے جو ماموں نے مجھے دیے تھے، شکل و صورت سے واقعی بدمعاش نظر آتے تھے۔ انھیں تمام صورتحال سمجھا دی گئی تھی۔ چنانچہ ہم خاموش بستی کی گلیاں عبور کرتے ہوئے جوالا پرشاد کے گھر پہنچ گئے۔ واقعی وہ بیس لاکھ کا انسان نہ معلوم ہوتا تھا۔ گھر کی چہار دیواری پھلانگ لی گئی۔ اور جوالا پرشاد کا کمرہ تلاش کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ دوسرے کمروں میں اس کے اہلِ خاندان سو رہے تھے۔ اُن کی کنڈیاں باہر سے چڑھا دی گئیں۔ اور پھر میں نے جوالا پرشاد کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ تیسری دستک پر اُس نے دروازہ کھولا۔

"کیا آفت آگئی... کون ہے؟" اُس کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔ دوسرے لمحے میرے چوڑے ہاتھ کا شکنجہ اس کی گردن پر کس گیا۔ "ارے مری گیو... ...ہار دیپ۔" اُس کی آواز بھنچ گئی۔ اسے اندر دھکیل کر ہم پانچوں بھی اندر داخل ہوگئے۔ میرے ایک ساتھی نے دیوار پر سوئچ تلاش کر کے روشنی کر دی تھی۔

لالہ جی کمرے میں تنہا تھے۔ ننگے بدن تھے اور اس طرح کانپ رہے تھے جیسے جاڑا چڑھ آیا ہو۔ سچویشن بھی ایسی ہی تھی۔ میرے ہاتھ میں ریوالور تھا اور باقی چاروں کے ہاتھوں میں خنجر چمک رہے تھے۔ ورنہ بھی کا جو حال نہ ہوتا کم تھا۔

"حلق سے کوئی آواز نکلی لالہ جی تو آخری وصیت بھی نہ کرسکو گے۔ مجھے پہچانو تو کون ہوں میں۔"

"ہرے رام... ہرے رام... کون ہو بھائی... ہرے رام۔"

"غور سے دیکھو لالہ جی پہچان جاؤ گے!"

"ہرے رام... زمیندار جی کے للو... پہچان گئے بھیا جی... مگر ہم سے کیا بھول ہوگئی... شما کر دو... ہمارا کوئی دوش نہیں ہے۔"

"پھر کس کا دوش ہے!" میں نے سفاک لہجے میں پوچھا۔ اس وقت زیادہ سے زیادہ اداکاری ہی کارگر ہو سکتی تھی۔

"ہرے رام... ہرے رام!" جوالا پرشاد نے سنبھالا لینے کی کوشش کی جسے میں نے محسوس کر لیا اور آگے بڑھ کر پستول اس کی کنپٹی پر رکھ دیا۔ "تم مجھ سے واقف نہیں ہو جوالا پرشاد... خون کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوتی... بے موت مارے جاؤ گے۔ اس سے پہلے بھی بیشمار لوگ اس پستول کا نشانہ بن چکے ہیں۔"

"مگر ہمارا کیا دوش ہے للو۔ ہمیں ہمارا دوش تو بتا دو۔"

"تم نے پانچ لاکھ روپے دیے تھے میرے باپ کو۔"

"پانچ لاکھ!" جوالا پرشاد نے میرے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور تھوک نگلنے لگا۔

"کہہ دو ہاں... ورنہ اس کے بعد... مگر ٹھہرو جوالا جی۔ اُن پانچ لاکھ روپے کا کاغذ تو ہوگا تمھارے پاس؟"

"ہاں ہے!"

"دو چار لاکھ روپے اور بھی ہوں گے یہاں۔ سمجھے دوستو' جوالا پرشاد جی اچانک بہت دولت مند ہوگئے ہیں، جبکہ اس سے پہلے ان کے پاس پچاس ہزار ایک لاکھ روپے سے زیادہ نہیں تھے۔ تمھارے بارے میں بڑی تحقیقات کرنی پڑی ہے جوالا جی۔ میں نے تم سے چہرہ نہیں چھپایا کیونکہ میں فیصلہ کر کے آیا ہوں کہ تم میرے بارے میں کسی کو کچھ بتانے کے لیے زندہ نہیں رہو گے۔"

"ارے نا للو نا... ہمیں مار کر کیا ملے گا تمھیں... لالچ میں مارے گئے ہیں۔"

"جان بچ سکتی ہے جوالا جی... اپنی زبان سے سچ بولو۔ وعدہ کرتا ہوں۔ تمھیں معاف کر دوں گا۔ لیکن ایک ایک لفظ سچ ہو۔"

"سچ بولیں گے للو... اسے ہٹاؤ' ہماری کھوپڑیا سے چل گئی تو... ہرے رام... ہرے رام..."

"سچ کے نام پر..." میں نے ڈرامائی انداز میں پستول ہٹا لیا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو للو... ہمارے پاس جیون میں کبھی پانچ لاکھ نا ہوتے۔ ہم کہاں سے دیتے کسی کو پانچ لاکھ۔"

"ہوں... پورا کھیل بتاؤ۔"

"رفعت بھیا آئے تھے ہمارے پاس۔ دو ہزار روپے دیے ہیں اور بولے۔ کہ اس طرح ہم تیرہویں کے روز وہاں پہنچ جائیں اور پانچ لاکھ کی بات کریں تمھارے سامنے۔ انھوں نے ہمیں ایک کاغذ بھی دیا جس میں پانچ لاکھ کا پرونوٹ تھا' اس کاغذ پر رفعت بھیا نے تمھارے پتا جی کے جعلی دستخط کیے تھے۔ انھوں نے ہم سے کہا تھا کہ یہ کاغذ کبھی عدالت نہیں پہنچے گا اور ہمیں اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ دو ہزار کمانے کے لیے ہم نے یہ ناٹک کیا تھا بھیا ہمیں شما کر دو۔ بھول ہوگئی۔"

"کاغذ کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔ دل دکھ کر رہ گیا تھا۔ لیکن اب یہ ساری باتیں فضول تھیں۔

"ہمارے پاس موجود ہے۔ تجوری میں ہے۔"

"نکالو!" میں نے کہا۔ اور جوالا پرشاد کی جان نکلنے لگی...

"وعدہ ہے جوالا جی کہ تمھاری تجوری سے اور کچھ نہیں لیا جائے گا۔"

"اچھا۔ اچھا!" جوالا پرشاد نے کراہتے ہوئے کہا۔ تجوری اُسی کمرے میں موجود تھی۔ اُس نے کانپتے ہاتھوں سے چابیاں تلاش کیں۔ تجوری کھولی اور کاغذ نکال کر میرے سامنے کر دیا۔ درحقیقت بابا صاحب کے دستخطوں سے یہ دستخط ملا دیے گئے تھے۔ میں نے کاغذ جیب میں رکھ لیا۔ "اب یہ بتاؤ جوالا جی کہ میرے بھائیوں کو یہ اطلاع دینے کب پہنچو گے؟"

"رام رام رام۔ کبھی نہ جائیں گے بھیا جی... ایک بار معاف کردو۔"

"سُنو تم لوگ! تم جوالا پرشاد پہ ایک ایک لمحہ نگاہ رکھو۔ ایک ہفتے تک یہ گھر سے باہر قدم رکھیں تو بے دریغ انھیں گولی ماردینا۔ جوالا پرشاد جی ایک ہفتے تک اگر میرے گھر یہ اطلاع پہنچی تو... تمھیں اس کے بعد معاف نہیں کردوں گا اسے یاد رکھنا۔"

"یاد رکھیں گے بھیا جی... بھگوان کی سوگند یاد رکھیں گے۔"

"آؤ!" میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اور ہم سب واپس پلٹ پڑے۔ جوالا پرشاد واقعی بنیے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کریں گے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس ماموں صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ سب لوگ سو رہے تھے لیکن ماموں صاحب باہر برآمدے میں کرسی ڈالے ہمارا انتظار کررہے تھے اُن کے چہرے پر سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ "کام ہو گیا؟" انھوں نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہاں ماموں صاحب! سب ٹھیک ہوگیا۔"

"واہ! اچھا رحمان بیٹے، یہ لو ایک ہزار روپے آپس میں بانٹ لینا کوئی اور ضرورت پیش آئی تو تمھیں تکلیف دوں گا!"

"ہم حاضر ہیں!" نوٹ لینے والے نے کہا اور چاروں باہر نکل گئے۔

"ان لوگوں نے صحیح تعاون کیا تھا؟" ماموں صاحب نے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک!"

"کام کے بچے ہیں میری ضروریات پر کام آتے رہتے ہیں۔ جیدار بھی ہیں، کہیں بھی بھڑا دو پیچھے نہ ہٹیں گے میں نے ضروری کاموں کے لیے انھیں پال رکھا ہے۔ خیر چھوڑو سناؤ کیا رہا۔"

"آپ نے ٹھیک کہا تھا! جوالا پرشاد کرائے کا آدمی ہے دو ہزار روپے لے کر اُس نے میرے سامنے یہ ڈرامہ کیا تھا۔ اُس نے قبول کرلیا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے میری عزت رہ گئی، بڑی دعا کررہا تھا خدا سے کہ میری لاج رکھ لے کہیں تم یہ نہ سوچو کہ مجھے ان سے کوئی پرخاش ہے اور بلاوجہ تمھیں ان کے خلاف بھڑکا رہا ہوں تمھیں اطمینان ہوگیا۔"

"جی ماموں صاحب آپ کا شکریہ کہ آپ نے میری آنکھیں کھول دیں۔ میں اپنے بھائیوں کو ایسا نہیں سمجھتا تھا۔"

"آنکھیں تو اب میں اُن کی کھولوں گا۔ دیکھتے رہو کیا کھیل دکھاؤں گا، ایک ایک پائی نہ اگلوالوں تو نصرت علی نام نہیں۔ حالانکہ تم تینوں میرے لیے یکساں ہو، مگر خدا لگتی کہنا بیٹے تمھارے اور اُن کے رویّے میں کتنا فرق تھا کسی پڑوسی کے ساتھ بھی وہ سلوک نہیں کیا جاتا جو اُس دن اور اس سے پہلے انھوں نے میرے ساتھ کیا تھا۔ بات میرے اور احسان علی مرحوم کے درمیان ہوئی تھی بچوں کا تو ان باتوں سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اب اگر تم کہو تو میں ایک مشورہ دوں۔"

"جی ماموں صاحب!"

"صبح کو تم چلے جاؤ۔ اُن سے بات کرو کہ وہ پائی پائی کا حساب دیں اور تمھارا حصّہ الگ کردیں اگر اس میں کوئی حیل و حجت کریں تو اُنھیں صاف بتادو کہ وہ کورٹ آنے کے لیے تیار رہیں۔ اور پھر تم اپنا سامان اُٹھاکر یہاں چلے آؤ۔ یہ گھر تمھارا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ ماموں صاحب! میں بہت جلد کوئی فیصلہ کرلوں گا۔"

"اجی بس فیصلہ ہوگیا تمھارا مستقبل بنانا اب میری ذمہ داری ہے کبھی خود کو تنہا مت سمجھنا۔ لاکھوں خرچ کردوں گا تمھارے لیے مگر حق تلفی نہ ہونے دوں گا۔ واہ کیا گٹھ جوڑ کیا ہے، سیدھے مل کر، میرے بچے کے خلاف۔ اب آرام کرو۔ صبح کو ملاقات ہوگی میں تمھارے ہی لیے جاگ رہا تھا۔"

"بہتر!" میں نے آہستہ سے کہا۔ اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ایک عجیب سی نفرت محسوس ہورہی تھی اس دُنیا سے۔ کسی ایک پر غصہ نہیں آرہا تھا۔ تجربہ ہوا تھا کہ سب ہی اپنے بارے میں سوچتے ہیں۔ ماموں صاحب میرے مستقبل کے لیے نہیں اپنی بیٹیوں کے مستقبل کے بارے میں سوچ رہے تھے، بے لوث وہ بھی نہ تھے۔ لیکن اب کرنا کیا چاہیے۔ بھائیوں نے واقعی بہت بُرا کیا تھا، ان سے یہ توقع نہیں تھی۔ ماموں صاحب کو کسی غلط فہمی میں نہیں رکھنا چاہیے ویسے کاغذ کے سلسلے میں، میں نے انھیں کوئی بات نہیں بتائی تھی۔ یہ جھوٹا کاغذ میرے بھائیوں کی نادانی تھی۔ وہ اس کے ذریعے پھنس سکتے تھے لیکن میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ میں اُن کی قسمت کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتا تھا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر خوب رونق تھی۔ بڑا اہتمام تھا میری ایک بہن نے پوچھا۔ "آپ آج جارہے ہیں؟"

"ہاں ثریا! واپسی کا ارادہ ہے!"

"پھر کب آئیں گے؟" نزہت بولی۔

"کب کیا! کل یا زیادہ سے زیادہ پرسوں واپس آجائیں گے۔ انتظام کرو، اب یہ یہیں رہیں گے۔"

"اتنی جلدی نہ کریں ماموں صاحب! مجھے کچھ سوچنے دیں۔"

"ہم مر گئے ہیں سوچنے والے۔ جو لوگ دشمنی پر آمادہ ہوں وہ

تمھیں کیا سُکھ دیں گے۔ بلکہ میں تو کہتی ہوں اللہ نہ کرے وہ تمھیں زہر نہ کھلادیں۔ دولت کے لالچی سب کچھ کرسکتے ہیں۔" ممانی بیگم بولیں۔

"ہاں بھئی ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ بس تم کو جو میں نے کہا ہے وہ کرو اور فوراً واپس آجاؤ۔"

"یہاں سے جانے کو دل کس کا چاہتا ہے۔ ممانی جیسی مشفق ملی آپ جیسے ماموں اور سب سے بڑھ کر میری یہ تینوں بہنیں۔ آپ جانتے ہیں ماموں صاحب ہمارے خاندان میں لڑکیاں ناپید ہیں۔ مجھے بہنوں کی آرزو تھی اور اب یہاں مجھے تین تین بہنیں مل گئیں یہ تینوں میرے لیے سگی بہنوں کے مانند ہیں۔ میرے دل میں ان کے لیے ایک بھائی کا پیار ہے!"

میرے الفاظ ان سب کے لیے دھماکے سے کم نہیں تھے۔ لیکن ان میں کوئی کھوٹ نہیں تھی۔ انھیں بُرا کون کہہ سکتا تھا۔ میں نے ان سب کے چہرے پھیکے محسوس کیے، لیکن ماموں صاحب زیرک تھے جلدی سے بولے۔ "ہاں ہاں کیوں نہیں... کیوں نہیں۔" اس کے بعد انھوں نے خاموشی اختیار کرلی۔

صبح کو تقریباً دس بجے میں نے ماموں کا گھر چھوڑ دیا۔ ماموں صاحب اب بھی کوئی آس لگائے ہوئے تھے۔ آخری ہدایات انھوں نے مجھے بڑے جوش و خروش سے دی تھیں۔ میں گھوڑے پر سوار ہوکر چل پڑا۔ اور پھر یہ مسافت طے کرکے حویلی پہنچ گیا۔

فرحت بھائی سامنے ہی نظر آگئے۔ جلدی سے میری طرف بڑھے اور پریشان لہجہ بناکر بولے۔ بتائے بغیر چلے گئے تھے کہاں گئے تھے۔ بتاکر تو جاتے۔"

"آپ میرے لیے پریشان تھے بھائی صاحب!" میں نے مسکراکر کہا۔

"پریشانی کی بات ہی تھی چلے کہاں گئے تھے آخر؟"

"بس آوارہ گردی۔ اپنی پریشانیوں کا حل تلاش کرنے گیا تھا!"

"کیا مطلب؟"

"رفعت بھائی کہاں ہیں؟"

"وہ بھی تمھارے لیے پریشان تھا، زمین پر گیا ہے وہاں کچھ جھگڑا چل رہا ہے، آؤ اندر آؤ۔"

اندر کی فضا جوں کی توں تھی۔ بھابیوں نے مجھے دیکھ کر ناک سکیڑلی تھی۔ فرحت بھائی نے کہا۔ "ارے بھئی رفیعہ کچھ ناشتے وغیرہ کے لیے لاؤ۔ پتا نہیں کچھ کھایا بھی ہے اس نے یا نہیں!"

"ملازموں کو چھٹی دے دی ہے کیا۔ اُن سے منگوالو۔" بڑی بھابی نے کہا۔

"نہیں بھابی آج جو کچھ بھی کھاؤں گا آپ کے ہاتھوں سے کھاؤں گا۔ بس ضد ہے میری۔" میں نے کہا۔ بھابی نے کچھ نہ کہا بُرا سا مُنہ بناکر اندر چلی گئیں۔

آخر گئے تھے کہاں؟" فرحت بھائی مجھے اپنے کمرے میں لے آئے۔

"کچھ ذمہ داریاں مجھے بھی تو سنبھالنی ہیں بھائی صاحب بس اسی سلسلے میں گیا تھا۔"

"کہاں؟"

"مختلف جگہوں پر۔ رفعت بھائی کب پہنچیں گے؟"

"دوپہر کا کھانا گھر پر ہی کھائے گا!"

"آپ کو تو کوئی مصروفیت نہیں ہے آج؟"

"نہیں... کوئی بات ہے؟"

"ہاں بس تینوں بھائی بیٹھ کر زندگی کے مسائل پر بات چیت کریں گے۔" میں نے کہا۔ اور فرحت بھائی خاموش ہوگئے۔ بڑی بھابی نے میرے لیے کھانے پینے کا کوئی بندوبست نہیں کیا۔ یہاں کے حالات کا اندازہ پل پل ہورہا تھا، درحقیقت میرے لیے اب اس گھر میں کوئی جگہ نہیں تھی۔

دوپہر کو کھانے پر البتہ بہت کچھ تھا۔ رفعت بھائی بھی آگئے تھے۔ بھابیاں بھی موجود تھیں۔ کھانے سے فارغ ہوکر میں نے پوچھا۔ "رفعت بھائی آپ جس کام کے لیے گئے تھے وہ ہوگیا؟"

"ہاں! مگر تم کہاں نکل گئے تھے۔ بتاکر تو جاتے!"

"اب آپ کو سب کچھ بتاکر جاؤں گا!" میں نے مسکراکر کہا۔

"تم کچھ بات کرنے کو کہہ رہے تھے؟"

"جی ہاں!"

"کیا بات تھی؟"

"زمین اور جائداد کی دیکھ بھال آپ لوگ خود کرتے ہیں یا اس کے لیے کوئی منشی ہے؟"

منشی تو ہے لیکن ہم لوگ خود ہی سارے کام کرتے ہیں۔" بڑے بھائی بولے۔

"تو پھر جائیے! تمام زمینوں، جائدادوں کے کھاتے لے آئیے۔ بینک اسٹیٹمنٹ اور دوسری تمام چیزیں بھی ہونی چاہئیں۔ میں اپنے کمرے میں آپ کا انتظار کررہا ہوں۔" میں نے پتھریلے لہجے میں کہا اور اُٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ وہ سب ساکت رہ گئے تھے۔ میں جانتا تھا کہ میرے اس لہجے اور ان الفاظ کا انھیں گمان بھی نہیں ہوگا۔ ابھی چند لمحات تو انھیں سنبھلنے میں ہی لگ جائیں گے۔ تاہم میں انتظار کرتا رہا۔ دس منٹ کے بعد دونوں

بھائی میرے کمرے میں آگئے۔

"کھاتوں کی کیا ضرورت پیش آگئی تمھیں؟"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں؟"

"وجہ؟" رفعت بھائی نے پوچھا۔

"جائداد میں سے اپنا حصّہ نکالنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"جو کچھ تمھارے سامنے آچکا ہے اس کے بعد بھی تم حصّے کی بات کر رہے ہو۔" فرحت بھائی بولے۔

"بابا صاحب ورثے میں قرض چھوڑ گئے ہیں نا... میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ مجھے کتنا قرض ادا کرنا ہے۔"

"تمھیں کسی نے بہکایا ہے غزالی... وہ کون ہے نام بتاؤ؟" فرحت بھائی بولے۔

"ان تمام باتوں کو سننے کے بجائے میں چاہتا ہوں، فرحت بھائی کہ آپ مجھے کھاتے دکھا دیں۔ بابا صاحب کے وہ سارے کاغذات دکھا دیں جو انھوں نے زمینوں کی خرید و فروخت کے سلسلے میں تیار کیے تھے۔"

"تم گستاخی کر رہے ہو غزالی!"

"ہاں! مجھے اس کا افسوس ہے۔"

"کوئی حصّہ نہیں ہے۔ کوئی کھاتہ نہیں ہے۔ تمھاری تعلیم پر جو کچھ خرچ ہوا ہے وہ کم ہے۔ ہمارے بچوں کا حق مارا گیا ہے۔ اس کا حساب کون دے گا۔" بڑی بھابی نے کہا۔

"میں دوں گا بھابی! آپ تو ان جاہل گنواروں کی تعلیم یافتہ بیگمات ہیں۔ کیا آپ یہ نہیں سوچتیں کہ کل حکومت کی طرف سے کورٹ میں آپ سے کھاتے طلب کیے جا سکتے ہیں، اگر آپ یا میرے یہ بھائی یہ سب چاہتے ہیں تو مجھے اعتراض نہیں ہے، یہ بھی ہو جائے گا۔ لیکن یہ سوچ لیں اس وقت سمجھوتے کی کوئی بات نہ ہو سکے گی۔ جبکہ ابھی اس کا موقع ہے۔ اور یہ موقع آپ کے حق میں بہتر ہے۔"

"تجھے کیا ہو گیا غزالی۔ تجھ سے یہ امید نہیں تھی!" بڑے بھائی بولے۔

"وقت ضائع نہ کیا جائے!" میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے رفعت جاؤ، کھاتے نکال لاؤ۔" فرحت بھائی نے کہا۔ اور پھر انھوں نے بھابی سے کہا: "تم لوگ جاؤ آرام کرو۔"

"نہیں جو گفتگو ہوگی ہمارے سامنے ہوگی۔ ہم اس گھر کی لونڈیاں نہیں ہیں۔ ہم بھائیوں میں کھچڑی نہیں پکنے دیں گی۔" چھوٹی بھابی بولیں۔

"کوئی حرج نہیں ہے بھائی صاحب! تعلیم یافتہ ہیں آپ کی مدد کریں گی۔" میں نے جواب دیا اور رفعت بھائی چلے گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ بہت سے رجسٹر ایک ملازم پر لادے اندر آگئے۔ "لو ان میں سر کھپاؤ... دیکھ لو سب کچھ!" انھوں نے کہا۔ میں خاموش رہا۔ ملازم کے جانے کے بعد میں نے پہلا کھاتہ کھولا آمدنی اور خرچ کے حسابات لکھے ہوئے تھے۔ پھر دوسرا اور تیسرا کھاتہ میں نے دیکھا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں بھائی صاحب! مجھے یہ کھاتے نہیں۔ اصلی کھاتے درکار ہیں!"

"کیا یہ اصلی نہیں ہیں؟"

"جی نہیں۔ افسوس میری تعلیم یافتہ بھابیوں نے آپ لوگوں کو یہ نہیں سمجھایا کہ نئے اور پرانے کھاتوں میں فرق ہوتا ہے۔ ان کی روشنائی ہلکی ہو جاتی ہے کاغذ میلا ہو جاتا ہے اور شاید انھوں نے آپ کو یہ بھی نہیں سمجھایا کہ بابا صاحب کے جعلی دستخط کرنے پر آپ لوگوں کو انفرادی سزائیں ہو سکتی ہیں جو کچھ جانے گا وہ الگ سے ہوگا۔ یہ کھاتے ایک ماہ کے اندر اندر تیار کیے گئے ہیں۔ روشنائی اور کاغذ کے ایکسپرٹ یہ گواہی دیں گے اور پھر جعلی دستخط..."

"کیا بکواس کر رہا ہے!" رفعت بھائی گرجے۔

"ایک علیحدہ جرم ہوتے ہیں۔ آپ لوگ دھوکہ دہی کے جرم میں آن کی آن میں گرفتار ہو جائیں گے۔" میں نے جملہ پورا کیا۔

"تم ہمیں دھوکے باز کہہ رہے ہو، کیوں؟" فرحت بھائی بولے۔

"میں نہیں فرحت بھائی! یہ کھاتے کہہ رہے ہیں، جوالا پرشاد کہہ رہا ہے، جس نے زندگی میں کبھی پانچ لاکھ روپے اکٹھے نہیں دیکھے۔ اسے آپ نے صرف دو ہزار روپے دے کر اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ بابا صاحب کے چالیسویں کے دن یہ ڈرامہ کرنے آجائے۔ جوالا پرشاد نے یہ بیان ایک پولیس آفیسر کے سامنے دیا ہے اور یہ کاغذ دیکھیے جو جعلی ہے اور جس پر بابا صاحب کے جعلی دستخط کیے گئے ہیں۔" میں نے وہ کاغذ نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا۔

اب ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ یہ ناقابلِ تردید ثبوت تھا۔ رفعت بھائی نے سر پکڑ لیا۔ فرحت بھائی کا چہرہ فق ہو گیا۔ میں نے بھابیوں کی طرف رخ کر کے کہا: "آپ یہ کیوں بھول گئیں بھابی کہ میں بھی تو شہر میں ہی تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔" بھابیوں کی زبان بھی بند ہو گئی تھی۔ کسی کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

"آپ نے یہ سازش میرے خلاف کی تھی۔ صرف میرے خلاف... آپ نے مجھے بابا صاحب کی موت کی خبر صرف اس لیے نہیں دی تھی کہ آپ یہ سب کچھ کر لینا چاہتے تھے۔ کتنی محنت کی آپ نے اس پر کتنا روپیہ خرچ کیا۔ آپ کے پاس چالیسواں کرنے کے لیے رقم نہیں تھی، یہ سب کچھ کرنے کے لیے تھی۔ کیوں بھائی صاحب آخر کیوں؟ آپ نے ایسا کیوں کیا... بابا صاحب کی موت کے بعد

آپ میرے باپ تھے۔ میری بھابیاں میری ماں تھیں، میں تو آپ کے قدموں میں ساری زندگی گزار دیتا کبھی کسی گلے کا لفظ زبان پر نہ لاتا۔ ماں باپ سے ناز سے کچھ پیسے تو مانگے جا سکتے ہیں، حصّہ نہیں مانگا جاتا۔ آپ نے مجھے یہ احساس دلایا کہ آپ لوگ میرے بڑے نہیں ہیں، میرے ماں باپ نہیں ہیں بلکہ ہمارے اور آپ کے درمیان صرف جائداد کا رشتہ ہے۔ آپ نے مجھے مجبور کیا ہے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر آپ نے میرے باپ پر یہ الزام کیوں رکھا بتائیے وہ کھاتے کہاں۔ میرا باپ فرشتہ سیرت تھا آپ نے اس کی شخصیت مشکوک کیوں کی؟"

"عورت کے مشورے سے غزالی! عورت کے جال میں پھنس کر!" فرحت بھائی بے بس ہو کر بولے۔

"میری تعلیم یافتہ بھابیاں آپ کو یہ جاہلانہ مشورہ کیسے دے سکتی تھیں۔ اب ان سے کہیے کہ آپ کو جان بچانے کا کوئی مشورہ دیں۔ یہ کاغذ ایک پولیس افسر کی معرفت میرے ہاتھ آیا ہے۔ اصلی کھاتے آپ مجھے دیں گے یا میں کورٹ کی معرفت آپ سے طلب کروں؟"

"نہیں غزالی، جو کچھ ہو چکا وہی بہت ہے۔ اصلی کھاتے موجود ہیں۔ یہ لوگ تو انھیں ضائع کرنے کا مشورہ دے رہے تھے لیکن وہ موجود ہیں۔ تمھارا حصّہ تمھیں مل جائے گا!"

"کون کونسی زمینیں فروخت ہوئی ہیں؟"

"کوئی نہیں!"

"فرحت بھائی آپ..." رفعت بھائی بے چینی سے بولے۔

"بکواس مت کرو کمینے... تم سب نے... لعنت ہو تم سب پر... تم نے شیطان بن کر مجھے بھی بہکا دیا۔ عاقبت تباہ کر دی تم نے میری... نہیں غزالی تمھیں تمھارا حصّہ ضرور ملے گا... ہم بہک گئے تھے۔ خدا ہمیں معاف کرے خدا ہمیں معاف کرے۔" فرحت بھائی رو پڑے۔

"آپ نے یہ کیوں نہ سوچا، فرحت بھائی کہ میں آپ کا سب سے چھوٹا بھائی ہوں۔ میں تو اپنی زندگی تعمیر کر رہا ہوں۔ میں نے تو ابھی اس دنیا میں کچھ نہیں دیکھا۔ میں نے کب آپ سے کوئی گستاخی کی تھی۔ بتائیے بھابی میں نے کب آپ کا ماں کی طرح احترام نہیں کیا۔ آپ کی بے اعتنائی کو کب میں نے نظر انداز نہیں کیا۔ مجھے بتائیے فرحت بھائی... مجھے بتائیے رفعت بھائی آپ لوگوں نے مجھے اپنے دل سے الگ کیوں کیا۔ آپ دونوں نے گٹھ جوڑ کر کے صرف مجھے ہی خود سے الگ کیوں کر دیا، کیا جرم تھا میرا... صرف دولت... صرف یہ آپ کوئی تیسرا حصّہ دار نہیں چاہتے تھے۔ مجھے حصّہ نہیں صرف آپ کی محبت درکار تھی۔ صرف آپ کا پیار چاہیے تھا، میں خواہش مند تھا کہ آپ میرا

مستقبل بنائیں گے۔ مجھے بھی زندگی کی شاہراہ پر لگائیں گے، آپ نے میری جڑ ہی کاٹ دی۔ دولت بیشک ایک انسان کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ میں بھی دولت مند بننا چاہتا ہوں۔ مجھے بھی ایک خوب صورت اور آسودہ حال زندگی گزارنے کی خواہش ہے لیکن یہ سب کچھ میں آپ کے زیرِ سایہ چاہتا تھا، آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں آپ کے علاوہ میرا اور کوئی نہیں تھا۔ اب میں بڑا آدمی بنوں گا تو کس کے لیے مجھے دیکھنے والا میری امارت سے خوش ہونے والا کون ہوگا لیکن اس کے باوجود بھائی صاحب۔ میری بھابیو، میری ماؤ میں بڑا آدمی بنوں گا۔ آپ لوگ انتظار کریں۔ ایک دن میں دولت مند بن کر آپ کے سامنے آؤں گا۔ آپ سے آپ کی یہ ساری زمینیں خرید لوں گا۔ پھر زمینیں ایک بار پھر آپ کو بخش دوں گا۔

یہ میرے بڑے بھائی ہیں۔ یہ میری بھابیاں، بھتیجے اور بھتیجیاں ہیں۔ لوگ اس بات کو ذہن میں رکھیں۔ سازشیں کیوں کیں آپ نے بھائی صاحب، میں آپ کا بچہ تھا آپ کہہ دیتے... پیار سے کہہ دیتے غزالی اپنا حصّہ ہمیں دے دو۔ خدا کی قسم میں ہنس کر کہتا بھائی صاحب سب کچھ آپ کا ہے مجھے تو بس آپ کا سایہ درکار ہے۔ مجھے حصّہ نہیں آپ کی محبت درکار تھی، مجھے دو بھائی دو بھابیاں ننھے منّے بھتیجے بھتیجیاں اس دولت اور اس جائداد سے کہیں زیادہ پیارے تھے۔ آپ نے غلط سوچا میرے بارے میں مجھے میرے باپ کے آخری دیدار سے بھی محروم کر دیا۔ بہت برا کیا آپ نے لیجیے یہ کاغذ... پھاڑ دیجیے اسے۔ میں نے پستول جوالا پرشاد کے سینے پر رکھ کر اس سے یہ کاغذ حاصل کیا ہے۔ اگر وہ چالاک ہوتا تو اس کے عوض آپ کی زندگیاں خرید سکتا تھا، یہ نہیں سوچا آپ نے پانچ لاکھ نہیں وہ آپ سے اس کے دس لاکھ وصول کر سکتا تھا، کیونکہ یہ جعلسازی تھی لیجیے آپ کے گلے کا پھندا میں نے کھول دیا۔" میں نے کاغذ کے پرزے پرزے کر دیے۔

"یہ جعلی کھاتے بھی ضائع کر دیجیے... میں آپ کی دنیا سے جا رہا ہوں۔ اس وقت تک کے لیے جب تک خود کچھ نہ بن جاؤں۔ یہ جعلی کھاتے آپ کے لیے عذاب بن سکتے ہیں۔ لوگ مجھے نہ پا کر سوچیں گے کہ آپ لوگوں نے مجھے قتل کر کے میری لاش کہیں چھپا دی ہے، یہ کھاتے آپ کے خلاف ثبوت بن جائیں گے۔ اس لیے میری رائے ہے کہ آپ انھیں ضائع کر دیں۔ میرا حصّہ آپ کا ہے۔ وعدہ کرتا ہوں کہ بھوکا بھی رہوں گا، تو آپ سے کبھی ایک روپیہ مانگنے نہیں آؤں گا۔ آپ لوگ خوش رہیں۔ دوپہر کے اس کھانے کا شکریہ... چند دنوں کی اس رفاقت کا شکریہ!" میری آواز بھرا گئی۔ میں اٹھ کر باہر نکل آیا۔ کسی کی کوئی آواز نہیں نکلی تھی۔

چند جوڑے کپڑے تھے جو میں نے ایک سوٹ کیس میں رکھے

اور باہر نکل آیا۔ اب میرے ذہن میں کوئی تکدر نہیں تھا کوئی الجھن نہیں تھی، بلکہ ذہن سے ایک بوجھ ہلکا ہوگیا تھا۔ میں آل علی چچا کے گھر پہنچ گیا۔ انھوں نے حسب معمول میرا پرتپاک استقبال کیا۔

"کہاں جارہے ہو؟" انھوں نے میرے ہاتھ میں سوٹ کیس دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں چچا! اس وقت آپ سے صرف ملنے نہیں آیا کچھ کام بھی تھا۔"

"ضرور بیٹے کہو؟"

"کچھ پیسے چاہیے تھے۔ شہر میں میرا اکاؤنٹ ہے جاتے ہی آپ کو واپس بھیج دوں گا!"

"ہاں ہاں ضرور کتنے پیسے چاہئیں؟"

"تین سو روپے صرف!"

"ایک منٹ... ابھی لایا۔" انھوں نے کہا اور اندر چلے گئے۔ پھر انھوں نے تین سو روپے لاکر مجھے دے دیے۔ اور بولے: "یوں لگتا ہے جیسے... جیسے گھر سے کچھ ناراض ہوگئے ہو۔"

"ناراض نہیں بس یہ گھر چھوڑ رہا ہوں ہمیشہ کے لیے!"

"وجہ...؟"

"آپ کو ضرور بتاؤں گا... آپ میرے محسن ہیں، آپ کی وجہ سے آج مجھے یہ حیثیت حاصل ہے اگر دوسری شکل ہوتی تو آج میں تباہ حال ہوتا۔"

"کیا بات ہے؟" انھوں نے پوچھا۔ اور میں نے انھیں حوالا پرشاد کی اور کھاتوں کی تفصیل بتادی اور یہ بھی کہہ دیا کہ میں گھر کو خیرباد کہہ کر آیا ہوں۔

"انھوں نے تمھیں روکنے کی کوشش بھی نہیں کی؟"

"اچھا ہی کیا... میں نے نہ رکتا۔"

"اب کیا کرو گے؟"

"ایک طرح سے یہ میرے حق میں بہتر ہی ہوا ہے چچا۔ زندگی کی شاہراہیں میرے لیے کھل گئی ہیں اپنے قول کو نبھانے کی جدوجہد کروں گا۔ نئے جہان دیکھوں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ آل علی چچا نے مجھے بہت سمجھایا۔ "بیٹے جوانی امنگوں کا نام ہے۔ رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کا طوفان، پہاڑوں کو پیس ڈالنے کا ولولہ رکھتا ہے لیکن حقیقت کی دنیا کچھ اور ہے۔ وہاں تمھیں مایوسیاں ملیں گی۔ دولت کا حصول آسان نہیں ہے۔ ہاں برائی کے راستے بیشمار ہیں اور اُن پر دولت بھی بکھری ہوئی ہے لیکن اس طرح اس دولت کا حصول تمھارے جیسے نوجوان کو زیب نہیں دے گا۔"

"میں کوئی وعدہ نہیں کرسکتا چچا جان کوئی عہد نہیں کرسکتا کوشش کروں گا کہ ناجائز راستے نہ اپناؤں لیکن اگر وقت نے حالات نے ساتھ نہ دیا تو پھر خود پر سے ساری پابندیاں ہٹا دوں گا۔ آپ نے میرے جیسے نوجوان کی بات کی ہے۔ میں ایک عام نوجوان ہوں کوئی خاص بات نہیں ہے مجھ میں، کوئی خوبی مجھے دوسروں سے منفرد نہیں کرتی۔ چنانچہ اگر حالات کی چکی نے مجھے اپنے درمیان لے لیا تو میں بھی وہی کروں گا جو دوسرے کرتے ہیں۔"

"لیکن تمھاری خاندانی شرافت۔ تمھارے خاندان کی روایات!"

"میں والدین کا اکلوتا نہیں ہوں۔ دو اور بھی ہیں کیا ان کی رگوں میں میرے باپ کا خون نہیں تھا۔ چور، ڈاکو، اسمگلر اپنے گھروں کو نہیں لوٹتے اپنوں کی گردن پر چھری نہیں پھیرتے، لیکن ان لوگوں نے تو اپنے بھائی ہی کو ذبح کردیا۔ کیا میں اُن میں سے ایک نہیں ہوں!"

"میں تمھیں ایک مشورہ دوں بیٹے؟"

"جی فرمایئے!"

"میں اُن لوگوں سے بات کرتا ہوں۔ اُن کے خون سفید ہوگئے ہیں لیکن قانون سے ٹکر لینا آسان نہیں ہے۔ وہ تمھیں تمھارا حق دے دیں تم الگ اپنا مکان بناؤ۔ نئے سرے سے زندگی کا آغاز کرو۔"

"نہیں چچا جان! جو تھوک آیا ہوں اُسے نہیں چاٹوں گا۔ بس آپ کی دعاؤں کا طالب ہوں۔"

"میرا معبود تمھاری راہنمائی کرے!" آل علی چچا نے کہا، اور میں انھیں سلام کرکے وہاں سے نکل آیا۔

گھر سے مناسب اخراجات ملتے تھے۔ شہر میں تعلیم کے دوران، کوئی خاص اخراجات نہیں تھے۔ بینک میں اکاؤنٹ کھول رکھا تھا، اور اس میں خاصی رقم پس انداز تھی۔ ضرورت مند دوستوں کی مدد کرتا رہتا تھا۔ بہت سوں پر قرض تھا۔ یہ سب کچھ ملا کر اتنا دے سکتے تھے کہ دو چار ماہ سکون سے گذر جاتے، اس دوران کچھ سوچ سکتا تھا۔ کوئی پریشانی نہیں تھی ابھی چند روز کسی پُرسکون گوشے میں پناہ لوں اس کے بعد مستقبل کے بارے میں فیصلے کروں گا۔ کوئی ایسی جلدی نہیں ہے۔ بھائیوں کی بے اعتنائی، خود غرضی کا دکھ ضرور تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ نڈھال کردیتا۔ بس ٹھیک تھا وہ بیگانے ہوگئے تھے۔ میں نے بھی اُنھیں دل سے کھرچ پھینکا۔ میری زندگی میری اپنی ہے اُسے بہتر انداز میں گذارنے کی کوشش کروں گا۔ اب آگے تقدیر کی بات ہے کہ مجھے کہاں تک کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

تانگہ لے کر ریلوے اسٹیشن پہنچا۔ وہ رات اسٹیشن پر ہی گذارنی پڑی اور دوسرے دن صبح سویرے ٹرین ملی۔ چنانچہ میں سوار ہوکر واپس شہر چل پڑا۔ ٹرین کے سفر میں کوئی قابلِ ذکر بات نہ ہوئی میں پُرسکون تھا۔ شہر پہنچ کر ہوسٹل کا رُخ ہی کیا۔

میرے تمام دوست غائب تھے لیکن وہ جو ہوسٹل میں

رہتے تھے۔ جو شہر کے رہنے والے تھے اُن کے بارے میں یقین تھا کہ ضرور مل جائیں گے۔ ایک دن آرام کیا۔ ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ گذرے ہوئے لمحات واقعات کے بارے میں کچھ سوچنا فضول تھا۔ وہ گذر گئے تھے۔ اُن کا تصور، ان پر افسوس، ذہن کو گندکرتا اس لیے کوئی احمقانہ اضمحلال خود پر طاری نہ کیا۔ البتہ یہ ضرور سوچا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ یونیورسٹی آف ایگریکلچر میں داخلہ لینے کا ارادہ تھا لیکن اب یہ کھیل ہی ختم ہوگیا تھا۔ اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔ چنانچہ مستقبل کے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ کرنا ضروری تھا۔ نوکری مل سکتی ہے۔ شایانِ شان نہ سہی ضرورت پوری کرنے کے لیے سہی۔ میں جانتا تھا کہ مجھ جیسے نوجوان کو بڑی ٹھوکریں ملتی ہیں۔ تب سونا تپ کر کندن بنتا ہے۔ لیکن جان کر کے ٹھوکریں کھانا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ ایک ایک قدم پھونک کر رکھنا تھا۔ ہوسٹل کی رہائش بس چند روزہ تھی، اس کے بعد سر چھپانے کے لیے ٹھکانہ درکار ہوگا۔ اور یہ ٹھکانہ تھوڑے بہت پیسوں میں نہیں مل سکتا تھا۔ بینک سے بیلنس لیا تو تقریباً آٹھ ہزار کچھ سو روپے تھے۔ سب سے پہلے تین سو روپے کا منی آرڈر شکریہ کے ساتھ آل علی چچا کو کیا۔ اس کے بعد دو ہزار روپے اپنے لیے نکلوائے اور پھر اپنے پسندیدہ ریسٹوران میں جا بیٹھا جہاں کی بلیک کافی دنیا کی سب سے لذیذ ترین شے ہوتی ہے۔ کئی دن کے بعد یہ کافی پی تھی۔ یہاں تھا تو تقریباً روزانہ ہی رات کو ایک کپ پیتا تھا اور دماغ اس طرح کھل جاتا تھا جیسے اُس کی ساری کثافت صاف ہوگئی ہو۔ میری ہی طرح میرے چند اور دوستوں کو یہاں کی کافی پسند تھی جس میں محسن کا نام بھی شامل تھا۔

سو اس وقت بھی یہی ہوا۔ محسن خوب صورت سوٹ میں ملبوس فریحہ کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔ فریحہ اُس کی منگیتر تھی۔ یونیورسٹی ہی میں دونوں میں رومان ہوا اور اس کے بعد دونوں کے والدین الجھنیں پیدا کرنے کے بجائے انھیں یکجا کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔ ان کی منگنی میں، میں بھی شریک تھا۔ دولتمند لوگ تھے محسن کے والد حسن بہت بڑے کاروباری تھے اس سے زیادہ ان کے بارے میں کچھ اور نہیں جانتا تھا۔ میں ایسی جگہ نہیں بیٹھا تھا جہاں سے وہ لوگ مجھے نہ دیکھ پاتے۔ محسن کے چہرے پر پہلے حیرت کے آثار نمودار ہوئے اور پھر وہ تیزی سے میری طرف لپکا۔ "تم کب واپس آگئے اور کیوں آگئے؟" حسبِ عادت اس نے مجھ سے بغیر کسی تمہید کے پوچھا۔

"واپس آجانے پر شرمندگی کا اظہار کروں یا وجہ بتاؤں؟"

"فی الحال تو یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ سامنے کسی کیبن میں بیٹھیں گے۔ لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ بلکہ فریحہ کو دیکھ رہے ہیں، یار ان لوگوں کی یہ عادتیں کب بدلیں گی؟"

"کبھی نہیں بدلیں گی آؤ۔" میں نے کہا۔ فریحہ بھی ہمارے پاس آکھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اپنی کرسی چھوڑ دی، اور ان دونوں کے ساتھ کیبن میں چلا آیا، اور ایک کرسی پر بیٹھ کر میں نے کہا۔

"دوستو! تمھاری جگہ اگر میں ہوتا اور اپنی منگیتر کے ساتھ کسی ریستوران میں آیا ہوتا تو اپنے کسی دوست کے ساتھ بیٹھنا پسند ہی نہ کرتا، یا پھر جب تک میرا دوست میرے پاس بیٹھا رہتا، میں بور ہوتا رہتا اور خواہش کرتا کہ وہ جلد از جلد ہلا جائے کیونکہ مجھے اپنی منگیتر سے گفتگو کرنی ہوتی۔ اس لیے ایک فراخدل انسان کی طرح میں تم دونوں کو تنہا چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔ کافی میں پی چکا ہوں اس لیے اخلاقیات نبھانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے اجازت دو۔ تمھارے کہنے سے یہاں چلا آیا تاکہ دوسرے لوگ ہماری طرف متوجہ نہ ہو جائیں۔"

"بیٹھو بیٹھو یار! ہم تین گھنٹے سے ساتھ ہیں اور حسن و عشق کے سارے ڈائیلاگ بول چکے ہیں۔ آج کا اسٹاک ختم ہو جانے کی وجہ سے ہم ریستوران چلے آئے تھے تاکہ کافی پی کر کھوئی ہوئی انرجی واپس لے آئیں۔ اس لیے اس وقت تم بالکل بور نہیں ہوگے۔" یہ محسن نے کہا۔ فریحہ ہنسنے لگی۔

"کافی منگواؤ!" محسن بولا۔ اور میں نے بیٹر کو بلا کر کافی لانے کے لیے کہا۔

کافی پیتے ہوئے محسن نے کہا: "تمھاری واپسی حیرت انگیز ہے۔ سُنا ہے دوستوں کا ایک گروپ ایک ہفتے کے لیے کسی ہل اسٹیشن جانے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن تمھارے گھر سے کوئی تار آیا تھا۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے!"

"خیریت تو تھی نا؟"

"خیریت نہیں تھی۔ میں یتیم ہوگیا۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"اوہ... کیا... کیا واقعی؟"

"ہاں! میرے والد کا انتقال ہوگیا!"

"اوہ! ویری سیڈ... بیمار ہوگئے تھے؟"

"ہاں کچھ یونہی سمجھ لو۔ اب تو تقریباً ڈیڑھ ماہ ہونے والے ہیں، میرے امتحانات کی وجہ سے مجھے خبر نہیں دی گئی تھی۔"

"وہاں کون کون ہے؟"

" دو بھائی۔ دو بھابیاں!"

" واقعی مجھے بہت افسوس ہے۔ لیکن اتنی جلدی واپس کیوں آ گئے۔ اور پھر تمہارا پروگرام تو کچھ اور تھا؟"

" گھر سے ناراض ہو کر نکل آیا ہوں۔"

" ارے!"

" تفصیل مت پوچھنا! واپس نہیں جاؤں گا۔ غصے میں نہیں ہوں، سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔"

میرے ان الفاظ پر محسن سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا " یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ تمہارے آئندہ پروگراموں کا کیا ہوگا؟"

" کچھ نہیں ہوگا! پروگرام بدل گئے ہیں بس!"

" یعنی کیا کرو گے؟"

" نوکری! عام لوگوں کی طرح مستقبل تعمیر کروں گا!" میں نے مسکرا کر کہا۔

محسن کافی دیر حیران رہا پھر بولا " صرف ایک بات بتا دو میرے دوست، ضروری ہے۔"

" پوچھو!"

" تمہاری جاگیر، جائدادیں تو بہت بڑی تھیں۔ تمہارا حصہ تمہیں نہیں ملے گا!"

" وہ دونوں بھائیوں کی ضرورت تھی۔ میں نے اُن کے لیے چھوڑ دیا۔"

" ہوں! گویا جائداد کا جھگڑا۔ بڑی روایتی سی سچویشن ہے۔ خدا کا احسان ہے کہ تم مجھے مل گئے۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ روایت ذرا بدلنی چاہیے۔ یعنی اسوقت دوستوں کی طرح میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا تمہارے مسائل میں میرا بھی حصہ ہے۔ کیسی نوکری کرو گے؟"

" کوئی بھی مناسب!"

" بس تو ذہن سے اس سلسلے میں الجھنیں جھٹک دو۔ یہ انتظام میں کر لوں گا، ابھی ہوسٹل ہی میں ہو؟"

" ہاں! بینک بیلنس صرف آٹھ ہزار کچھ روپے ہیں انھیں حفاظت سے خرچ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

" واقعی غزالی صاحب! آپ فکرمند نہ ہوں میں ڈیڈی سے بات کر کے۔۔۔" فریحہ نے کہا لیکن محسن نے اُس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔

" اے منگیتر! تم ابھی بیوی نہیں بنی ہو صرف منگیتر ہو۔ میرے دوست کو تم اپنا ملازم بنانا چاہتی ہو۔۔"

" نہیں میں تو بس!" فریحہ جزبز ہو کر بولی۔

" یہ مسئلہ میرا ہے۔ رہو گے کہاں دوست؟"

" اس سلسلے میں فیصلہ کیا ہے کہ کہیں پے انگ گیسٹ بنوں گا۔"

" خیر ابھی تو ہوسٹل میں ہو۔ آج کا دن عیش کرو۔ کل یہ کام ہو جائے گا۔" محسن نے کہا۔ مجھے محسن کی بات سے مسرت ہوئی تھی۔۔۔ درحقیقت ایسے کام آسان نہیں ہوتے۔ چند روز قبل میں خود کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کی پوزیشن میں تھا۔ اور شاید ایسی کوئی شخصیت مجھے مل جاتی تو میں اس کی مدد کرنے سے احتراز نہ کرتا لیکن روایتوں کا مجھے بخوبی اندازہ تھا۔ میں نے سُن رکھا تھا کہ ایسے حالات میں سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ لوگ ڈگریاں بغل میں دبائے دفتروں کے چکر کاٹتے ہیں۔ دوست آنکھیں چرا لیتے ہیں لیکن میرا تجربہ ذرا مختلف ہوتا نظر آ رہا تھا۔ ممکن ہے پُرانے دَور کے دوست ایسے ہی ہوتے ہوں اور اب دوستوں کی فطرت بدل گئی ہو۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ باتیں کرتے رہے اور پھر اُٹھ گئے۔ وہ دونوں اپنی کار میں چلے گئے اور میں واپس ہوسٹل آ گیا۔ بھائی اور بھابیوں سے جوشِ جذبات میں بہت کچھ کہہ آیا تھا اسے نبھانا بھی چاہتا تھا۔ لیکن حقیقتوں کو نظرانداز کرنا بھی جہالت کی بات تھی۔ دولت کے انبار سڑکوں پر نہیں مل جاتے ان کے لیے شدید جدوجہد کرنی تھی۔ سچ بات تو یہ تھی کہ میرے سامنے کوئی لائحہ عمل نہیں تھا لیکن سوچنے سمجھنے کی قوتیں موجود تھیں اس ابتدائی بحران پر قابو پا لوں اور یہ اطمینان ہو جائے کہ حالات فٹ پاتھ پر نہیں لے آئیں گے تو پھر سوچوں گا کوئی ایسا راستہ جو خود اپنی نگاہوں سے بھی نہ گرائے اور کام بھی بن جائے۔

محسن واقعی محسن تھا۔ محبوبہ کے سامنے گپ ہانک کر نہیں گیا تھا، دوسرے دن ساڑھے نو بجے ہوسٹل پہنچ گیا۔ " میں نے سوچا کہیں نکل نہ جاؤ۔ اس لیے صبح صبح نازل ہو گیا۔ کسی مشغلے میں مخل تو نہیں ہوا ہوں؟"

" نہیں یار! ان دنوں تو کسی محسن کی ہی ضرورت ہے!"

" محسن حاضر ہے جہاں پناہ! صورتحال یہ ہے کہ میرے بہت اچھے ڈیڈی حضور نے صبر و سکون سے میری درخواست سُنی۔ تمہارے کوائف سُنے۔ ہماری ایک فیکٹری کو پروڈکشن مینیجر کی ضرورت تھی۔ آج کے اخبار میں اشتہار ریلیز ہو رہا تھا جو روک دیا گیا، اور اس کے لیے بلا انٹرویو تمہارا انتخاب کر لیا گیا۔ تنخواہ ڈھائی ہزار روپے، گاڑی اور رہائش۔ رہائش ہماری کوٹھی کی انیکسی میں ہوگی جو ہر طرح تمہارے لیے موزوں ہے۔ اور ملازم اُسے درست کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں۔ یہ رہائش میری درخواست پر نہیں کی گئی ہے مجھے امید ہے کہ تھوڑے کہے کو بہت جانو گے اور کوئی فضول بات کہہ کر مجھے بور نہ کرو گے۔ اور کوئی سوال؟"

" نہیں یار! سب کچھ تو کر دیا تم نے۔ اور کیا کہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

" ناشتا تو نہیں کیا ابھی؟"

" نہیں!"

" میں نے بھی نہیں کیا چنانچہ تیار ہو جاؤ۔ پہلے کہیں ناشتا کریں گے۔ پھر ڈیڈی کے پاس چلیں گے تاکہ کام آج ہی سے چالو ہو جائے۔ یا ابھی آرام کرنے کا موڈ ہے۔"

" قطعی نہیں!" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم پلازو میں ناشتا کر رہے تھے۔ اس کے بعد محسن مجھے لے کر حسن انٹرپرائز کے دفتر پہنچ گیا جو ایک شاندار عمارت میں واقع تھا۔ حسن صاحب خوب صورت آدمی تھے نرم لہجے میں گفتگو کے عادی۔ مجھ سے تپاک سے ملے اور بولے " بیٹھو غزالی! محسن نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔ یہ دولت ایسی ہی منحوس شے ہے، بہت کچھ چھڑا دیتی ہے۔ تمہاری عظمت کا احساس اس بات سے ہوتا ہے کہ تم نے اپنا حق حاصل کرنے کے بجائے بھائیوں کی خواہش پوری کر دی۔ جبکہ یہ سب کچھ تمہارے لیے مشکل نہ ہوتا۔ اگر کبھی دل چاہے تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ بھائیوں سے خط و کتابت جاری رکھنا ممکن ہے کسی دن خود ہی انھیں احساس ہو جائے۔ محسن نے تمہیں تمہاری ملازمت کے بارے میں بتایا ہوگا۔ تم میرے بچے ہو۔ اگر یوں بھی چاہتے تو محسن کا گھر تمہارا ہی گھر ہے، میں کوئی فرق نہ سمجھتا لیکن بہتر ہے کہ میری یہ ذمہ داری سنبھال لو، مجھے آسانی ہوگی کہ میرا اپنا کام کر رہا ہے۔ باقی کوئی تکلیف نہ اُٹھانا۔ اور ہاں جو کام تمہارے سپرد کیا جا رہا ہے ظاہر ہے تمہارے لیے نیا ہے لیکن فکر نہ کرنا تمہیں تربیت دی جائے گی میرے دو آدمی تمہیں اس وقت تک سب کچھ بتاتے رہیں گے جب تک تم محسوس نہ کر لو کہ تم سیکھ گئے۔"

" میں شکر گزار ہوں!"

" ایک بات اور۔۔۔ جس پائے کے انسان ہو یقیناً اُسی طرح کی زندگی گزارنے کے خواہش مند ہو گے۔ میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔ مستقبل کے راستے جب بھی اور جہاں بھی نظر آئیں ان پر چل پڑنا۔ دل چاہے تو مجھ سے مشورہ کر لینا۔"

" اس کے جواب میں، میں صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ خدا مجھ سے خوش ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

" تو پھر میں فیکٹری فون کر دوں تاکہ تمہاری گاڑی آ جائے؟"

" ضرور!" میں نے جواب دیا۔ اور حسن صاحب فون پر کوئی نمبر گھمانے لگے۔ محسن بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ حسن صاحب نے کسی کو میرے بارے میں تفصیل بتا دی تھی۔ پھر ایک خوب صورت کار آ گئی جس میں صرف ڈرائیور تھا۔ محسن نے میرے ساتھ چلنا چاہا تو میں نے کہا " عزیزم مجھے افسوس ہے کہ ڈیوٹی کے اوقات میں دوستوں سے ملاقات کا قائل نہیں ہوں۔ شام کو ملیں گے۔"

" یار بڑے گھٹیا انسان ہو۔ چلو ٹھیک ہے۔" محسن منہ بنا کر بولا اور کار مجھے لے کر چل پڑی۔ فیکٹری ہر طرح کے کارٹن، گتے کے بکس اور ٹین وغیرہ کے ڈبے بناتی تھی۔ تقریباً سو افراد یہاں کام کرتے تھے۔ عبداللہ بیگ نامی ایک صاحب نے جو اکاؤنٹنٹ تھے مجھے خوش آمدید کہا۔ اور پھر مجھے فیکٹری گھمانے لگے۔ پہلے ہی دن میں نے اپنا کام سمجھ لیا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ کام میں باآسانی سنبھال سکتا ہوں۔ دل ہی دل میں بیحد مسرور تھا کہ ٹھوکریں نہ کھانی پڑیں اور خدا نے سُن لی۔ ورنہ دور دور تک کوئی منزل نہیں تھی۔

ٹھیک پانچ بجے محسن پہنچ گیا " ہیلو مینیجر صاحب پانچ بج گئے ہیں۔"

" چلیں!"

" نہیں دل چاہے تو یہیں آرام کریں۔ اب زیادہ فرض شناس بننے کی کوشش مت کرو نکلو باہر!" اور میں اُس کے ساتھ باہر آ گیا۔ میری کار بھی موجود تھی لیکن محسن نے مجھے اپنے ساتھ بٹھا لیا " ہوسٹل ہوتے چلیں گے۔ میں ذرا سامان لے لوں۔"

" سامان پہنچ گیا ہے۔ میں لے گیا تھا۔"

" اوہ!" میں خاموش ہو گیا۔ محسن واقعی دوست تھا۔ حسن لاج بہت وسیع اور خوب صورت عمارت تھی۔ حسن صاحب بیحد شوقین انسان معلوم ہوتے تھے۔ کوٹھی کی تعمیر میں بڑی محنت کی گئی تھی۔ جسے انیکسی کا نام دیا گیا تھا، وہ بھی بیحد خوب صورت تھی۔ میرے حصے میں تین بڑے کمرے آئے تھے جن میں ایک ڈرائنگ ہال اور دو بیڈ روم تھے۔ اعلیٰ پائے کے فرنیچر سے آراستہ نئے پردے اور کور پڑے ہوئے تھے۔ اُسے دیکھ کر میں نے کہا " یار محسن یہ بہت زیادہ ہے۔ میں اس کا متحمل نہ ہو سکوں گا۔"

" غزالی! اب کتنی بار کہلواؤ گے یار کہ تم میرے یار ہو۔ میں نے تمہاری خواہش کے مطابق یہ ملازمت تمہیں دلوائی ہے اور اس میں یہ تصور بھی کارفرما تھا کہ تم ذہنی طور پر مصروف ہو جاؤ۔ خالی رہو گے تو نہ جانے کیا الٹی سیدھی سوچتے رہو گے، ورنہ تمہیں نوکری کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اب میں سچائی سے دوستی نبھا رہا ہوں تو تم مجھے الجھن میں نہ ڈالو۔"

" میری مانو گے؟" میں نے کہا۔

" کوئی فضول بات ہوگی، اس لیے انکار کرتا ہوں!"

" میں نے ملازموں کے بہت سے کوارٹر دیکھے ہیں۔ اُن میں سے مجھے کوئی کوارٹر دے دو، میں سکون سے رہوں گا۔ یہاں مجھے یہ

احساس رہے گا کہ..."

"میں نے پہلے ہی انکار کر دیا تھا اس لیے اب تم کوئی مزید بکواس نہیں کرو گے۔ کریم بابا... کریم بابا..." محسن نے باہر رُخ کر کے کسی کو آواز دی اور ایک بوڑھا آدمی اندر داخل ہو گیا۔ "جی چھوٹے صاحب!"

"یہ صاحب بہت اوٹ پٹانگ ہیں اب ان کا خیال رکھنا تمھاری ذمہ داری ہے۔ میرے بہت پیارے دوست ہیں اگر انھیں کوئی تکلیف ہوئی تو مجھے دُکھ ہو گا۔"

"ہم کوئی کسر نہ چھوڑیں گے صاحب!" بوڑھے آدمی نے کہا اور میں طویل سانس لے کر رہ گیا۔ محسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یار ہمارا بھی تو کوئی اسٹینڈرڈ ہے۔ پروڈکشن مینجر کو ہم یوں بھی بنگلہ اور کار دیتے۔ پہلے مینجر کو بھی دے رکھا تھا تمھیں انیکسی دے کر ہم نے بنگلے کے کرائے کی بچت بھی تو کی ہے۔ اب تم کریم بابا کے حوالے ہو۔ یہ تمھیں ٹھیک کر دیں گے۔"

"او کے محسن! تم محسن ہو۔ ہم بھی کوشش کریں گے کہ کبھی تمھارے احسان کو اتار دیں۔"

"احسان میرے دادا جان کا نام تھا جو بیچارے اب اِس دنیا میں نہیں ہیں، اس لیے خدا حافظ۔" محسن ہنس نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"اِس حساب سے تم میرے بھتیجے ہوئے۔" میں نے کہا۔

"چچا... وہ کیوں؟" محسن میری طرف مڑتے ہوئے بولا۔

"کیونکہ احسان میرے والد مرحوم کا نام تھا۔"

"یہ تو اور اچھی بات ہوئی چچا اچھا خدا حافظ۔ رات کے کھانے پر ملاقات ہو گی۔" محسن یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

"چائے بناؤں صاحب؟" کریم بابا نے پوچھا اور میں چونک کر ان کی شکل دیکھنے لگا۔

"آپ یہاں تنہا ہیں کریم بابا؟"

"ہاں صاحب!"

"دوسرے گھر والے کہاں ہیں آپ کے؟"

"کوئی نہیں ہے صاحب۔"

"ایک درخواست ہے بابا! آپ تین بار مجھے صاحب کہہ چکے ہیں، اور میرا نام غزالی ہے۔ اس کے بعد آپ مجھے غزالی کہیں گے۔ دو کپ چائے بنا لائیں۔"

کریم بابا گردن ہلا کر چلے گئے۔ اور میں انیکسی کا جائزہ لینے لگا۔ یہ خوب صورت جگہ ایک پوری فیملی کے لیے کافی تھی۔ مجھ تنہا انسان کے لیے تو یہ بہت بڑی تھی۔ کمرے مختلف سمتوں میں تھے۔ اور ان کمروں کی کھڑکیوں سے پوری کوٹھی کا جائزہ لیا جا سکتا تھا۔ کوٹھی انتہائی وسیع تھی۔ صدر گیٹ سے لے کر پورچ تک ایک روش بنی ہوئی تھی جس کے درمیان پکی سڑک گاڑی آنے کے لیے تھی اور دونوں سمت میں چھ چھ فٹ کی چوڑائی میں سُرخ بجری بچھی ہوئی تھی۔ بائیں سمت ایک وسیع و عریض لان تھا، دائیں سمت بھی پکی جگہ غالباً پارکنگ کے لیے تھی۔ اس کے اختتام پر ایک عمارت بنی ہوئی تھی۔ ملازموں کے بارہ کوارٹر تھے جو کوٹھی کے عقبی حصے میں بنے ہوئے تھے۔ عین درمیان ایک وسیع حسین عمارت تھی جو دو منزلہ تھی اور یہ مکینوں کے رہنے کی جگہ تھی۔ ماحول بیحد پُروقار تھا۔ بہت بڑے لوگ تھے، لیکن حسن صاحب میں امیروں جیسی کوئی بات نہیں تھی، ان کی گفتگو نہایت سادہ اور محبت آمیز تھی۔ میرا رواں رواں ان لوگوں کا احسان مند ہو گیا تھا۔ میں اس دنیا سے ناواقف انسان نہیں تھا جانتا تھا کہ مجھ جیسے بے سہارا انسان برسوں سڑکوں پر گذارا کرتے ہیں، زندگی ایک بوجھ ہو جاتی ہے اور موت کی آرزو کرنے لگتے ہیں لیکن مجھے جس طرح سہارا ملا تھا وہ بے مثال تھا، اب اسے تقدیر کہا جا سکتا تھا۔ قدرت کی نگاہ سیدھی تھی، اور اس نے مجھے سڑکوں پر ٹھوکریں کھانے کے لیے نہیں چھوڑا تھا۔

کریم بابا چائے لے آئے۔ دو پیالیوں پر حیران تھے، میں نے انھیں ساتھ چائے پینے کے لیے کہا تو پریشان ہو گئے۔ بہر حال میرے سمجھانے بجھانے سے راضی ہو گئے۔ چائے کے دوران میں نے ان سے کوٹھی کے مکینوں کے بارے میں پوچھا۔

"بڑے صاحب بہت اچھے انسان ہیں۔ سب کا خیال رکھتے ہیں ان کے کسی نوکر کو ان سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ بیگم صاحب ذرا سخت مزاج کی ہیں۔ محسن میاں اور ان کے دونوں بھائی بھی دل کے بہت اچھے ہیں۔ تنویر بی بی ماں کی ہم مزاج ہیں، اور ندرت بی بی خاموش طبع ہیں بہت کم بات کرتی ہیں کسی سے، بس انھیں کتابوں کا شوق ہے۔"

"دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں حسن صاحب کے؟"

"ہاں غزالی میاں! بڑا اچھا ماحول ہے یہاں کا۔" کریم بابا نے برتن سمیٹے اور باہر نکل گئے۔ رات کے کھانے کے لیے مجھے کوٹھی میں بلا لیا گیا۔ ضرورت سے زیادہ تکلف کر کے میں ان لوگوں کے خلوص کی توہین نہیں کر سکتا تھا، اس لیے خاموشی سے لباس تبدیل کر کے ملازم کے ساتھ چلا گیا۔

کھانے کا کمرہ پورا ہال تھا جس میں سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام کیا اور محسن سب سے میرا تعارف کرانے لگا۔ اس کے دونوں بھائی اسی کی طرح مخلص اور خوش مزاج تھے۔ بیگم صاحبہ نے اپنی گردن خم کی۔ تنویر نے صرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا، اور ندرت کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ محسن خوب صورت تھا اور اس کے گھر کے تمام لوگ حسین تھے۔ لیکن ندرت بھدے نقوش کی لڑکی تھی، اس کا رنگ بھی گہرا سانولا تھا، البتہ اگر اس کی آنکھیں دیکھ لی جائیں تو باقی کچھ یاد نہ رہتا۔ وہ حسین ترین آنکھوں کی مالک تھی۔ یہ آنکھیں اس چہرے پر اجنبی لگتی تھیں۔ یہ سحر خیز آنکھیں اُٹھ جاتیں تو انسان ان کی کائنات میں گم ہو کر رہ جاتا۔

میں بیٹھ گیا۔ کھانے کے دوران صرف حسن صاحب مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ انھوں نے میرے بہن بھائیوں وغیرہ کے بارے میں پوچھا۔ پھر محسن میرے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔ "آؤ لان پر چہل قدمی کریں گے۔" اس نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی "میرے اہل خاندان سے ملے؟"

"ہاں! خوب صورت اور خوش نصیب لوگوں کا گھرانہ ہے۔ ایک درخواست کروں، محسن مان لو گے؟"

"وعدہ بالکل نہیں کروں گا۔ تاہم کہو۔"

"میں تمھارا مہمان نہیں ملازم ہوں۔ مالکان کے ساتھ کھانا پینا مجھے پسند نہیں، آج پہلا دن تھا اس لیے کوئی بات نہیں آئندہ..."

"آپ اپنی رہائش گاہ پر کھائیں گے پئیں گے یہی نا؟"

"یہ ضروری ہے محسن!"

"ٹھیک ہے بابا... ٹھیک ہے۔ مان لی تمھاری بات، کریم بابا بہت اچھا کھانا پکاتے ہیں۔" محسن نے کہا۔ دیر تک ہم چہل قدمی کرتے رہے اور پھر میں واپس اپنی قیام گاہ آ گیا۔

یہ رات بڑی پُرسکون تھی۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میرے وجود سے ایک بھاری بوجھ کم ہو گیا ہے۔ بہت بڑا سہارا ملا تھا۔ کم ازکم اب میں کسی پریشان حال انسان کی مانند زندگی گذارنے کی نہیں سوچوں گا بلکہ یہاں رہ کر مستقبل کے فیصلے کر سکوں گا۔ حالات کا جائزہ لوں گا۔ دولت کہاں سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ کوئی کاروبار کوئی ایسا طریقہ جو مختصر وقت میں دولت مند بنا دے۔ برائی کے راستے نہیں اپنانا چاہتا تھا۔ بس قوت بازو سے میں دولت مند بننا چاہتا تھا، خواہ اس کے لیے جان کی بازی لگانی پڑے۔



دوسری صبح تیار ہو کر فیکٹری پہنچ گیا اور کام شروع کر دیا۔ شام کو واپس آیا۔ محسن سے ملاقات نہیں ہوئی، البتہ رات کے کھانے کے بعد وہ میرے پاس آ گیا، اور ہم اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔

زندگی کے شب و روز اس طرح جاری رہے۔ جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا، میں اسے بحسن و خوبی انجام دے رہا تھا۔ زندگی کا ایک تصور ضرور تھا، لیکن ابتدا ہی میں سب کچھ نہیں کر لینا چاہتا تھا، ان لوگوں نے جس محبت سے سہارا دیا تھا پہلے اس کا مستحکم ہونا ضروری تھا۔ سات آٹھ دن گذر چکے تھے۔ محسن کے علاوہ کسی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اس شام گھر پہنچا تو ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد بارش تیز ہو گئی۔ کریم بابا نے بتایا کہ بیگم صاحب بچوں کے ساتھ کسی تقریب میں گئی ہوئی ہیں۔ شاید دیر سے آئیں۔ محسن بھی یقیناً اُن کے ساتھ ہو گا۔ بہر حال کھانے سے فارغ ہو کر میں ایک ایسے کمرے میں کھڑکی کے پاس آ بیٹھا، جہاں سے بارش کا نظارہ کر سکتا تھا۔ میری نگاہ بارش کی رم جھم پر جمی ہوئی تھی، سامنے ہی کوٹھی کا وہ حصہ تھا جہاں دوسری عمارت بنی ہوئی تھی۔ دفعتاً میں نے عمارت کے صدر دروازے کے سامنے کچھ ابتری سی محسوس کی اور چونک پڑا۔ دو تین آدمی بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ وہ کسی کے پیچھے بھاگ رہے تھے کوئی چور گھس گیا ہے شاید۔ میں نے سوچا۔ گھر والے موجود نہیں تھے۔ مجھ پر بھی فرض عائد ہوتا تھا چنانچہ میں نے بھی پھرتی سے اپنی جگہ چھوڑ دی اور برق رفتاری سے انیکسی سے نکل کر اس طرف دوڑا جہاں دوسرے لوگ بھاگ دوڑ رہے تھے۔

دوڑنے والا بارش کی دھندلاہٹ کی وجہ سے صاف نظر نہیں آ رہا تھا لیکن میں اس کا ہیولا دیکھ سکتا تھا۔ ملازم حواس باختہ اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ اس وقت ملازموں سے صورتحال پوچھنے کا موقع نہیں تھا۔ وہ کمزور اور مجہول سے لوگ تھے اور میں اُن کی نسبت پھرتیلا اور طاقتور۔ اس بار چور نے پورچ کا رُخ کیا تھا۔ میں جھکائی دے کر اس سے پہلے پورچ کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر جونہی چور پورچ میں داخل ہوا، میں نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ میں نے اُسے کسی باز کی طرح دبوچ لیا اور وہ حلق سے عجیب سی آواز نکال کر رہ گیا۔ اب میں نے اُسے غور سے دیکھا۔ توانا اور مضبوط جسامت کا ایک بوڑھا آدمی تھا۔ بدن پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔ سر اور داڑھی کے بال بے ترتیب تھے، مونچھیں بڑی ہو کر ہونٹوں پر پھیل گئی تھیں۔ بڑی بڑی آنکھوں میں وحشت کے آثار تھے۔ وہ چور نہیں معلوم ہوتا تھا۔

اتنی دیر میں ملازم قریب پہنچ گئے۔ "پکڑو... نکلنے نہ پائے۔" ایک نے کہا۔

"داور کو اطلاع دی!" دوسرے نے کہا۔

"وہ داور آ رہا ہے!" میں نے ایک لمبے تڑنگے آدمی کو دوڑتے ہوئے دیکھا۔ وہ گالیاں بکتا ہوا قریب آ رہا تھا۔ پھر قریب آتے ہی اس نے بوڑھے کا گریبان پکڑا اور ایک ٹھوکر اس کی پنڈلی میں ماری۔ "ایک لمحے کے لیے نگاہ چوکی تھی نکل بھاگا۔ ٹانگیں نہ توڑ دوں تو۔" اس نے دوسرا گھونسا بوڑھے کی ٹھوڑی پر مارا اور پھر اس کا گریبان پکڑ کر ایک زوردار دھکا دے دیا۔ بوڑھے کے حلق سے

سہمی سہمی آوازیں نکل رہی تھیں۔ وہ بیحد خوفزدہ نظر آرہا تھا۔ پتا نہیں کیوں اُس کی اس حالت پر مجھے بیحد ترس آیا۔ وادر خونخوارانہ انداز میں پھر اُس کی طرف بڑھ رہا تھا اور وہ آہستہ آہستہ خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹ رہا تھا۔ وادر نامی اُس شخص کو پہلی بار میں نے اس عمارت میں دیکھا تھا۔ لیکن وہ کوئی بھی ہو، اس بوڑھے شخص پر یہ زیادتی مناسب نہ تھی۔

"ٹھیرو! اگر یہ چور ہے تو اسے پولیس کے حوالے کر دو۔ قانون اپنے ہاتھ میں لینا مناسب نہیں۔" میں نے آگے بڑھ کر وادر کے شانے پر ہاتھ رکھا اُس نے ٹھٹک کر میری طرف دیکھا اور میرا ہاتھ شانے سے جھٹک دیا۔ میری بات کا جواب بھی نہیں دیا اُس نے۔ اسی دوران وہ بوڑھے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اُس نے پھر ایک ٹھوکر بوڑھے کی پسلیوں پر ماری اور میں برداشت نہ کرسکا۔

میں پھرتی سے اُس کے سامنے آگیا "اب اگر تم نے کوئی حرکت کی تو نقصان اُٹھاؤ گے... جاؤ پولیس کو فون کرو... یہ کام پولیس کا ہے۔"

"کیا تم بھی اس کے ساتھ پاگل ہوگئے ہو بابو جی... جاؤ کام کرو اپنا۔" وادر غرّایا۔ اُس نے جھک کر بوڑھے کا گریبان پکڑا۔ اور اُلٹے ہاتھ کا تھپیڑا اس کے مُنہ پر مارنا چاہا۔ لیکن میں نے درمیان میں اُس کی کلائی پکڑ لی۔ "جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی کرو۔" میں نے غرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ وادر نے پھر مجھے دیکھا اور پھر پوری قوت سے اپنی کلائی کو جھٹکا دیا۔ لیکن میں بھی کسی گھسیارے کا بیٹا نہیں تھا۔ وہ مجھ سے کلائی نہ چھڑا سکا۔ پھر اُس نے مجھے دھکا دینے کی کوشش کی اور میں نے اس کی کلائی کا سہارا لے کر خود کو سنبھالا اور دوسرے لمحے میرا گھونسا اس کی ٹھوڑی پر پڑا۔ وادر خود کو سنبھال نہ سکا تھا۔ وہ نیچے گرا اور پھر کسی جمناسٹ کی طرح اُچھل کر کھڑا ہوا۔ میں اس کی دوسری کوشش کے لیے تیار تھا۔

بوڑھے کو اس دوران موقع مل گیا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا اسی عمارت میں گھس گیا تھا۔ وادر نے مجھ پر دوسرا حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اپنی جگہ کھڑا کینہ توز نگاہوں سے مجھے گھورتا رہا۔ پھر اُس نے غصیلے لہجے میں کہا "تمہاری اس حرکت کا فیصلہ جو بھی ہو لیکن یہ گھونسا اُدھار رہا۔"

"نقد اُدھار کی مجھے پروا نہیں ہے مسٹر وادر، لیکن تم جو کچھ کر رہے تھے وہ غیر قانونی تھا، کسی بھی چور کو پکڑنے کے بعد تمہیں اس کا حق نہیں پہنچتا کہ تم مار مار کر اس کا حلیہ بگاڑ دو، اور پھر وہ بوڑھا آدمی ہے۔ لے تم لوگ شکلیں کیا دیکھ رہے ہو، جاؤ، عمارت میں جا کر اُسے تلاش کرو، نکلنے نہ پائے۔" میں نے دوسرے ملازموں کی طرف رُخ کر کے کہا اور وہ سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ وادر پاؤں پٹختا ہوا عمارت کی طرف چل پڑا تھا۔ باقی دوسرے لوگوں نے عمارت کی طرف بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ "تم نے سُنا نہیں، اُسے پکڑو۔" میں نے کہا۔

"صص، صاب... وہ چور نہیں ہے۔" ایک ملازم نے دبی آواز میں کہا، اور میں بُری طرح چونک پڑا۔ "چور نہیں ہے، پھر کون ہے وہ؟"

"وہ... وہ بس اسی عمارت میں رہتا ہے، وہیں سے نکل آیا تھا۔ پاگل ہے۔ بڑے صاحب کی ہدایت ہے کہ اسے باہر نہ نکلنے دیا جائے... وہ کسی وقت بھی کہیں بھاگ سکتا ہے۔" ملازم نے جواب دیا اور واپسی کے لیے پلٹ گیا۔ میں متحیرانہ انداز میں کھڑا اُس کے الفاظ پر غور کر رہا تھا۔ دوسرے ملازم بھی ایک ایک کر کے کھسک گئے۔ وادر اسی عمارت میں روپوش ہوگیا تھا، چند منٹ تک تو میں اپنی جگہ کھڑا حیرت سے ان کی باتوں پر غور کرتا رہا، بارش ٹھیک ٹھاک ہو رہی تھی اور میرا پورا بدن بھیگ گیا تھا۔ پھر میں اپنی انیکسی کی جانب پلٹ پڑا، یہ انکشاف میرے لیے عجیب تھا کہ بوڑھا آدمی اس عمارت میں رہتا ہے اور پاگل ہے، آج تک نہ محسن نے مجھے اس کے بارے میں کچھ بتایا تھا اور نہ کسی اور نے... میں نے پوچھا بھی نہیں تھا کہ اس عمارت میں کون رہتا ہے، لیکن یہ انکشاف میرے لیے تعجب خیز تھا۔

انیکسی میں آکر میں نے لباس تبدیل کیا، بھیگا ہوا بدن اور سر تولیے سے خشک کیا، کریم بابا سو چکے تھے، ورنہ انہی سے معلومات حاصل کرتا۔ لیکن میرے ذہن میں تجسس جاگ اٹھا تھا۔ اس کوٹھی میں کافی دن ہو چکے تھے اور میں نے تقریباً تمام لوگوں کو دیکھا تھا، ملازموں سے بھی میری واقفیت ہوگئی تھی، لیکن یہ دو کردار میرے لیے نئے تھے، کئی بار اس عمارت پر بھی نگاہ پڑی تھی اور میں نے اسے بند ہی پایا تھا۔ تب میں نے سوچا کہ یہ بیکار پڑی ہوگی، اتنے بڑے علاقے میں ویسے ہی بہت کچھ ہے، ممکن ہے اس عمارت کو کاٹھ کباڑ کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہو۔ اور انہیں اس کی ضرورت نہ ہو، لیکن یہ انکشاف دلچسپ تھا کہ وہاں ایک پاگل بوڑھا اور ایک خطرناک آدمی رہتا ہے۔ وادر کا رویّہ بوڑھے کے ساتھ بہت سخت تھا جو کسی پاگل کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے تھا، لیکن اس پاگل سے حسن صاحب کا کیا تعلق ہے؟ کافی دیر تک بستر پر پڑا میں اس بارے میں سوچتا رہا۔ پھر نیند آگئی، پتا نہیں کب کوٹھی کے مکین واپس آئے تھے، ظاہر ہے مجھے ان لوگوں کے بارے میں کوئی تجسس نہیں تھا۔

دوسری صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں اپنی ڈیوٹی پر چل پڑا۔ کریم بابا سے کسی وقت اس بوڑھے کے بارے میں

معلومات حاصل کروں گا۔ میں نے سوچا تھا، شام کو محسن سے ملاقات ہوئی۔ حسب معمول وہ خود ہی میرے پاس آیا تھا اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ "رات کو کچھ گڑبڑ ہوگئی؟" اس نے کہا۔

"اوہ ہاں محسن! میں بھی تم سے اس سلسلے میں بات کرنا چاہتا تھا، دراصل میں جذباتی ہوگیا تھا، وہ بوڑھا شخص کون ہے جو اس عمارت میں رہتا ہے؟" میں نے سادگی سے سوال کیا؟

"پتا نہیں کون ہے، شاید ہمارا کوئی رشتہ دار، لیکن اس کا تعلق خالصتاً ڈیڈی سے ہے اور ڈیڈی ہی اُس کی دیکھ بھال کرتے ہیں!"

"میری کوئی شکایت کی تھی اُس شخص نے جس کا نام داوَر ہے؟"

"ہاں ڈیڈی سے اُس نے کہا تھا کہ رات کو تم نے اُس کے ساتھ زیادتی کی اور اُسے گھونسا جڑ دیا۔ کیا یہ درست ہے غزالی؟" محسن نے سوال کیا۔

"ہاں یار میں ذرا جذباتی ہوگیا تھا۔ پہلے میں نے اُسے کوئی چور سمجھا تھا۔ وہ لوگ اُسے پکڑنے کے لیے دوڑ رہے تھے، میں خود بھی اسی لیے بارش میں نکل آیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اُسے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا جائے لیکن وادر نے اُسے بڑی بیدردی سے مارنا شروع کر دیا، جس پر میں نے اُسے روکا تو اُس نے مجھ سے بھی بدتمیزی شروع کر دی۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ وہ چور نہیں ہے!"

"وادر نے ڈیڈی سے بات کی تھی۔ ڈیڈی نے اُسے ڈانٹ دیا۔" محسن نے کہا۔

"کیا مجھ سے غلطی ہوگئی محسن؟"

"نہیں! یقین کرو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ڈیڈی نے خود ہی مجھے یہ واقعہ بتایا تھا، اور کہا تھا کہ آئندہ وادر مجھ سے کوئی بدتمیزی نہیں کرے گا، لیکن میں تمہیں اس بارے میں بتا دوں، دراصل وادر اس بوڑھے کا نگراں ہے وہی اُسے کنٹرول کرتا ہے۔"

"بوڑھا تمہارا کوئی عزیز ہے؟"

"ہاں، شاید دُور کا عزیز، کیا لگتا ہے یہ کسی کو نہیں معلوم۔"

"کب سے پاگل ہے؟"

"کافی عرصے سے، تقریباً تین سال تو اسے یہاں ہوگئے ہیں۔"

"خطرناک پاگل ہے؟"

"بالکل نہیں۔ بس کبھی کبھی دورے پڑتے ہیں، اور وہ فرار ہونے کی کوشش کرتا ہے!"

"علاج نہیں ہو رہا؟"

"ہو رہا ہے۔ ڈیڈی نے بتایا تھا کہ اُسے کئی بار دماغی امراض کے ہسپتال میں داخل کرایا گیا لیکن وہ وہاں سے بھی نکل بھاگا۔ پاگل خانے سے ڈیڈی خود نفرت کرتے ہیں کہتے ہیں وہ لوگ اُسے مار مار کر ادھ موا کر دیں گے۔ اس لیے وہاں داخل نہیں کرایا۔ دماغی امراض کے بہترین ڈاکٹر اس کا علاج کر رہے ہیں۔"

میں چند لمحے خاموش رہا۔ پھر میں نے کہا۔ "لیکن محسن، داوَر کا رویّہ اس کے ساتھ بہت خراب ہے میرے خیال میں تو وہ یہاں بھی اُس کے ساتھ پاگل خانے کا سا سلوک کرتا ہے۔"

"ڈیڈی نے اُسے مقرر کیا ہے۔ اپنے معاملات وہ خود ہی جانتے ہیں، ہمیں اس سلسلے میں کبھی دلچسپی نہیں رہی۔ بلکہ ڈیڈی ہی نے دوسرے لوگوں کو ہدایت کی ہے کہ بوڑھے کے معاملے میں کوئی دلچسپی نہ لی جائے۔"

"یہ بھی نہیں پتا چل سکا کہ اُس سے کیا رشتہ داری ہے؟"

"بس ڈیڈی کا کوئی بہت دُور کا عزیز ہے! چھوڑو یار۔ ویسے تم بڑے بور ہوتے جا رہے ہو۔"

"کیوں؟"

"بھائی مانا کہ تم بیحد شریف النفس انسان ہو۔ وفاداریاں نبھانے کے شوقین بھی ہو۔ ڈیڈی کا خیال ہے کہ تم نے چند ہی روز میں کام سمجھ کر اپنا اعتبار قائم کر لیا ہے۔ لیکن اگر تم ہم سے چھن گئے تو بڑے خسارے میں رہیں گے ہم لوگ۔ کل کی تقریب میں ہما بھی آئی تھی یہ نٹ کی یاد ہے!"

"ہما طاہر علی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں وہی۔ تمہارا نام سُن کر مچل گئی۔ میں نے تفصیل تو نہیں بتائی کہ تم کہاں ہو لیکن پیچھے پڑ گئی کہ تم سے ملاقات کرا دوں۔ میں نے وعدہ کر لیا ہے!"

"مل لیں گے کسی وقت!" میں نے کہا۔

"کسی وقت نہیں کل شام کو سات بجے میں نے اُسے رینبو میں چائے کی دعوت دے ڈالی ہے۔"

"مجھے بھی اس دعوت میں شریک ہونا ہے؟"

"کمال ہے تمہارے اعزاز میں ہی تو دعوت دی گئی ہے۔ میں نے اُس سے وعدہ کیا ہے کہ کہیں نہ کہیں سے تمہیں تلاش کر لوں گا۔"

"یار محسن! میرے خیال میں تم نے گڑبڑ کر ڈالی۔"

"ہرگز نہیں! میں نے جو کچھ کیا ہے ٹھیک کیا ہے!"

"میرے پاس ان فضولیات کے لیے وقت کہاں ہے!"

"میں یہی چاہتا ہوں کہ ایسی فضولیات سے تم بالکل دُور نہ ہو جاؤ۔ مشین بن کر ساری ذہنی شگفتگی کھو بیٹھو گے۔"

"میں خوش ہوں۔"

"لیکن میں خوش نہیں ہوں۔ اور پھر یار اس طرح کمپنی

رہے گی، فریحہ سے ملاقات میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ وہ ہما کی عزیزہ ہے۔"

"تو یوں کہو کہ اس میں تمھاری اپنی غرض بھی پوشیدہ تھی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس دنیا میں بے غرض کون ہوتا ہے۔ مگر سنجیدگی سے میری بات سنو غزالی، تم اس قدر کیوں اُلجھ گئے ہو۔ اس دوران میں نے محسوس کیا ہے کہ تم صرف اپنے کام سے غرض رکھتے ہو، باقی معاملات سے ساری دلچسپیاں تم نے ختم کر دی ہیں، دفتر جاتے ہو، گھر واپس آجاتے ہو، اگر میں شام میں تم سے ملاقات کی کوشش نہ کروں تو تم شاید مجھ سے بھی نہ ملو۔ ساؤل تو تم نے یہی زیادتی کی ہے کہ اس دن کے علاوہ ہمارے ساتھ کھانا پینا بھی پسند نہیں کیا، حالانکہ میں تمھیں سچ بات بتا رہا ہوں، اور لوگوں کی تو میں بات نہیں کرتا لیکن ڈیڈی ذرا مختلف قسم کے آدمی ہیں، وہ کسی قسم کی تفریق روا نہیں رکھتے۔ اگر تم ہم لوگوں میں گھل مل جاؤ تو شاید کبھی یہ محسوس نہ کرو کہ تمھاری حیثیت ہم لوگوں سے کسی بھی طور مختلف ہے!"

"میں جانتا ہوں، اس پورے گھرانے کے بارے میں، میں نے ایک تصور قائم کیا ہے اور میں اس کا اظہار نہیں کرنا چاہتا۔"

"چھوڑو ان باتوں کو، تو میں کہہ رہا تھا اس طرح فریحہ سے ملاقات ہوتی رہے گی، فریحہ کے والدین ذرا محتاط قسم کے لوگ ہیں، تھوڑے سے قدامت پسند بھی۔ فریحہ کو آزادانہ طور پر مجھ سے ملنے جلنے کی اجازت نہیں ہے، ہم لوگ پتا نہیں کیا کیا بہانے کر کے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔ ہما کے ذریعے ذرا آسانی پیدا ہو جائے گی۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی وہ الجھنیں مجھ سے کہہ ڈالو جو تمھیں پریشان کیے ہوئے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن ہما طاہر علی کے بارے میں تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو محسن کہ وہ سر پڑنے والی لڑکیوں میں سے ہے۔ میرا نمبر کونسا تھا یہ تمھیں یاد ہے؟"

"ہاں غالباً چوتھا!" محسن نے جواب دیا۔

"مجھے تعجب ہے کہ ابھی وہ اسی نمبر پر کیوں اٹکی ہوئی ہے۔ میرے جانے کے بعد اس نے ابھی تک یہ خالی وقت کیسے گزارا؟" میں نے محسن سے پوچھا۔

"مگر مجھے یوں لگتا ہے غزالی، جیسے وہ تم سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہے، تمھارا نام سُن کر وہ جس قدر بے چین ہوئی تھی اگر تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے، تو تمھیں حیرت ہوتی۔"

"بس بس، چھوڑو، فضول باتوں سے گریز کرو۔"

"اب فضول ہوں یا کیسی بھی ہوں، کل تمھیں اس سے ملاقات کرنا ہوگی۔"

"کروں گا! لیکن وہ ڈرامہ اب میں جاری نہیں رکھ سکتا اور پھر تم خود سوچو تمھارے لیے بھی پریشانیاں کھڑی ہو جائیں گی اُسے کسی نہ کسی طرح تو یہ بات معلوم ہو ہی جائے گی کہ میں تمھارے ڈیڈی کی فرم میں کام کر رہا ہوں، ممکن ہے فریحہ ہی اُسے بتا دے، تم کم از کم فریحہ کو تو بتاؤ گے ہی، یا شاید بتا چکے ہو گے!"

"نہیں یہی تو رونا ہے، فریحہ سے ملاقات ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور میں اس مسئلے کو حل کرنا چاہتا ہوں۔ یار خدا کے لیے مجھے مایوس مت کرو۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ درحقیقت اب ان باتوں کے لیے گنجائش نہیں تھی۔ میں اپنی زندگی کے اس اہم مشن کو پورا کرنے میں مصروف تھا جو اپنے لیے منتخب کر لیا تھا۔ اس مشن میں حسن و عشق کی دلچسپیوں کے لیے وقت نہیں نکل سکتا تھا۔ گو ابھی میرے سامنے کسی منزل کا نشان تک نہیں تھا لیکن میرا ذہن اسی غور و خوض میں ڈوبا ہوا تھا کہ مجھے مستقبل بنانے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ میں نے ایک وقت کا تعین کیا تھا، میں نے سوچا تھا کہ عملی دنیا میں قدم جمانے کے لیے میں تقریباً تین ماہ خرچ کروں گا اور ان تین ماہ کے اندر مطمئن ہو کر یہ سوچوں گا کہ آئندہ زندگی میں اپنے لیے کونسے راستے منتخب کیے جائیں۔

بہر طور محسن میرا حقیقی محسن تھا، اس کے لیے کچھ کرتے ہوئے خواہ مشکلات ہی کیوں نہ مول لینا پڑیں، لیکن میں اسے مایوس نہیں کر سکتا تھا۔

وہ مجھ سے وعدہ لے کر ہی ٹلا کہ کل دفتر سے اُٹھنے کے بعد میں "رین بو" پہنچوں گا۔ اُس کے جانے کے بعد میں کافی دیر تک یونیورسٹی کے بارے میں سوچتا رہا۔ ماضی کے بہت سے واقعات آنکھوں میں گھوم گئے۔ ہما اُسی وقت کی دریافت تھی۔ ایک مغرور اور خود سر لڑکی جو خود کو نوجوانوں کا آئیڈیل سمجھتی تھی لیکن میں نے اُسے ناکوں چنے چبوا دیے تھے۔

پھر میری ذہنی رو بوڑھے کی طرف بھٹک گئی۔ میں نے صاف محسوس کیا تھا کہ محسن نے اس گفتگو سے گریز کیا تھا۔ اور بات ٹال دی تھی۔ ممکن ہے اُس کی کوئی خاص وجہ ہو۔ اصولی طور پر مجھے ان حالات کو زیادہ نہیں کریدنا چاہیے تھا لیکن انسانی فطرت کو کیا کرتا۔ بوڑھے کی کسمپرسی نے مجھے متاثر کیا تھا۔ حسن صاحب کروڑ پتی آدمی تھے اگر انھوں نے کسی دُور کے عزیز کی سرپرستی کی تھی تو کیا وہ اُسے بہتر علاج کے لیے باہر نہیں بھیج سکتے تھے۔ اس کے برعکس انھوں نے اُسے عجیب انداز میں رکھ چھوڑا تھا۔

رات کو کریم بابا کھانا لے کر آئے تو میں نے انھیں روک

لیا۔ نفیس انسان تھے بڑا خیال رکھتے تھے میرا۔ کبھی زبردستی کھلانے کے لیے بٹھا لیتا تو جھجکتے جھجکتے کھا لیتے۔ لیکن مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ان کا پیٹ نہیں بھرتا ہے۔ اس لیے میں نے انھیں مجبور کرنا چھوڑ دیا تھا۔

"کھانا نہیں کھائیں گے بابا؟"

"کھا لوں گا غزالی میاں!"

"کچھ پوچھنا ہے آپ سے!"

"جی غزالی میاں!" کریم بابا نے اس طرح کہا جیسے وہ جانتے ہوں کہ میں کیا پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"رات کا واقعہ آپ کو معلوم ہے؟"

"جی ہاں۔ ملازموں میں اُس کا چرچا ہے۔"

"خوب! کیا کہہ رہے تھے وہ؟"

"داور سے سب نفرت کرتے ہیں۔ وہ سب سے بدتمیزی سے پیش آتا ہے۔ بڑے صاحب کا مُنہ چڑھا ہے، اس لیے کوئی اس کے خلاف کچھ نہیں کہتا، رات کو آپ نے اُسے مارا تھا۔"

"ہاں! مجھے صورتحال کا علم نہیں تھا اس وقت میں سامنے والی عمارت کے بوڑھے کو چور سمجھا تھا۔"

"ملازم بہت خوش ہوئے ہیں اس بات سے۔ لیکن اُن کا یہ بھی خیال ہے کہ داور سے دشمنی لے کر آپ نے اچھا نہیں کیا وہ بہت کینہ پرور ہے۔"

"یہ داور ہے کیا چیز؟"

"غنڈہ ہے سرکار۔ پستول اور چاقو رکھتا ہے۔ بڑے صاحب نے اُسے نوکر رکھا ہے اور وہ صرف بابا کی نگرانی کرتا ہے۔"

"اور یہ بابا کون ہے؟"

"کوئی نہیں جانتا غزالی میاں! گھر کے دوسرے لوگ بھی نہیں صرف بڑے صاحب جانتے ہیں اُس کے بارے میں۔ تین چار سال پہلے وہ اُسے لائے تھے۔ کہتے ہیں وہ بڑے مالک کا کوئی رشتے دار ہے!"

"پاگل ہے وہ؟"

"ہاں غزالی میاں۔ لیکن کسی سے کچھ کہتا نہیں ہے، کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا اُس نے بس دو چار بار یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی ہے۔ ایک بار تو نکل گیا تھا، پتا نہیں دوبارہ کہاں سے پکڑا گیا۔"

"داور اُسے مارتا بھی ہے؟"

"ہاں! وہ سختی سے اس کی نگرانی کرتا ہے۔ بڑے صاحب کے حکم سے یہ کریم بابا نے کہا۔

"اس کا نام کسی کو نہیں معلوم؟"

"نہیں! بس اُسے بابا کہتے ہیں!"

"کسی نے بات بھی نہیں کی اُس سے؟"

"وہ گونگا ہے۔ بول نہیں سکتا!"

"اوہ!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ یہ نیا انکشاف تھا۔ پھر میں نے کہا۔ "اس کا علاج نہیں ہوتا؟"

"ہوتا ہے! ایک ڈاکٹر صاحب باقاعدہ آتے ہیں۔ نیلے رنگ کی کار میں۔ سُنا ہے بہت بڑے ڈاکٹر ہیں۔"

"تعجب کی بات نہیں ہے کریم بابا؟"

"ایک بات کہیں غزالی میاں! بُرا مت ماننا! مالکوں کی کھوج لینا اچھی بات نہیں ہے۔ اگر بڑے صاحب کو پتا چل گیا تو وہ خوش نہ ہوں گے۔ سب کو حکم ہے کہ کوئی اس عمارت کی طرف نہ جائے اور بابا سے ملنے کی کوشش نہ کرے۔ ایک بار تنویر بی بی اُس کے پاس چلی گئی تھیں تو صاحب سخت ناراض ہوئے تھے اور بڑا ہنگامہ کیا تھا انھوں نے۔ اس سے زیادہ ہمیں کچھ اور نہیں معلوم۔" کریم بابا نے اس طرح کہا جیسے وہ اس موضوع کو ختم کرنا چاہتے ہوں۔ چنانچہ میں نے بھی اس شریف انسان کو مزید پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ اس گفتگو سے اُلجھ رہا تھا بلکہ خوفزدہ تھا۔

بستر پر لیٹ کر بھی میں ذہن سے ان خیالات کو نہ نکال سکا۔ حسن صاحب کی شخصیت پر ایکبار پھر غور کیا۔ فراخدل، نرم مزاج اور نفیس انسان تھے۔ میرے سلسلے میں ان پر کوئی دباؤ نہیں تھا بس محسن نے اُن سے میری سفارش کی تھی اور انھوں نے میری پوری پذیرائی کی۔ نہیں وہ کسی طور غلط انسان نہیں معلوم ہوتے تھے۔ پھر ان جیسے انسان نے کسی دوسرے انسان کے ساتھ یہ سلوک کیوں روا رکھا۔ ممکن ہے اس کے پس پردہ کوئی داستان ہو۔ مجھے واقعی ان معاملات کی چھان بین نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن بوڑھا۔ بے بسی کا شکار ایک انسان مجھے دعوت دے رہا تھا کہ میں انسانیت کے نام پر اس کی دادرسی کروں۔

میں نے فیصلہ کیا کہ اس معاملے میں شدت نہیں اختیار کروں گا۔ البتہ نہایت محتاط رہ کر خاموشی سے بوڑھے کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ اس فیصلے سے مجھے اطمینان ہوا تھا۔

دوسری شام محسن کے بنائے ہوئے پروگرام کے مطابق دفتر سے سیدھا "رین بو" کافی ہاؤس پہنچا۔ وہ تینوں موجود تھے۔ ہما نیلے رنگ کی ایک قیمتی ساڑی میں شعلۂ جوالہ بنی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر حسبِ عادت بے قابو ہو گئی۔ "غزالی... مائی ڈیئرا اور نکھر گئے ہو۔ کہاں روپوش ہو گئے تھے۔ سُنا تھا گھر گئے ہو، اور واپسی کا ارادہ نہیں رکھتے۔ کب آئے ہو، اب کیا کر رہے ہو؟"

"بیٹھ جاؤں؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ! بیٹھو بیٹھو! ہائے تم اور پیارے ہو گئے۔ فریحہ میں غلط تو نہیں کہہ رہی؟"

"اپنے منگیتر کے سامنے میں کسی اور بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتی۔" فریحہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں فریحہ! اپنے پیارے دوست کے لیے میں ساری دنیا کی تعریفیں سننا چاہتا ہوں۔ تم تکلفات کرو۔" محسن نے کہا۔

"اوہ محسن تم نے میرے اوپر احسان کیا ہے۔ مگر ہوسٹل میں تو تم مجھے نہیں ملے۔ کہاں رہ رہے ہو آجکل؟" ہما نے سوال کیا۔

"نوکری کر رہا ہوں! ایک گندے سے محلے میں رہتا ہوں۔"

"وہاٹ!" ہما چونک پڑی۔

"ہاں ہما! یہ حقیقت ہے!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"مگر کیوں؟ تم تو بہت بڑے زمیندار کے بیٹے ہو۔"

"مجھے عاق کر دیا گیا ہے، اور ان دنوں بہت پریشان ہوں۔"

"ویری سیڈ... ویری سیڈ! کہاں نوکری کر رہے ہو؟"

"ایک فیکٹری میں!"

"فکر مت کرو ڈارلنگ میں تمہارے لیے کوئی بندوبست کروں گی۔ مجھے بہت دکھ ہوا ہے۔" ہما بکواس کرتی رہی۔ میں نے بڑی مشکل سے خود کو کسی بڑی الجھن سے بچایا تھا۔ کافی پی گئی اور اس کے بعد ہم سب کافی ہاؤس سے نکل آئے۔ ہما نے میری گاڑی دیکھ کر اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ دوسری ملاقات ایک ہفتے کے بعد اسی جگہ طے ہوئی تھی۔ اس ایک ہفتے کے وقت پر محسن بہت جزبز ہوا تھا۔ بہرحال خاموش ہو گیا۔

رات کو اس نے مجھ سے شکایت کی۔

"یار محسن، میں واقعی بڑے خسارے میں رہوں گا۔ اس لڑکی کو برداشت کرنا میرے لیے مشکل ہے جھوٹ پر جھوٹ بولنے پڑیں گے۔ اب تم خود سوچو میں اسے کب تک برداشت کر سکتا ہوں۔ وہ میرے لیے اچھی نوکری اور عمدہ رہائش گاہ منتخب کرے گی۔ کیا کہوں گا اس سے؟"

"ٹالتے رہیں گے، فریحہ سے ملاقات اس کی وجہ سے آسان رہے گی۔ پلیز یار میرے لیے اتنا کرو۔" محسن نے کہا۔

"اچھا بھائی! تیرے لیے یہ مصیبت گلے لگانی پڑے گی۔ اللہ مالک ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور محسن خوش ہو گیا۔

بظاہر یہاں کوئی الجھن نہیں تھی۔ میں تین مہینے کے لیے خود کو آزاد کر چکا تھا۔ تین مہینے پُرسکون رہ کر گزارنا چاہتا تھا، اس کے بعد اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلے کرنے تھے۔ مگر ان تین مہینوں میں کام کے علاوہ تھوڑی سی تفریح بھی ہوتی رہے، تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ہما غیر سنجیدہ لڑکی تھی اس لیے اس سے کوئی خطرہ نہیں تھا، محسن کے احسانات کا کچھ قرض اسی طور اتر جائے تو ٹھیک ہے۔

کئی دن گزر گئے اس دوران بوڑھے بابا کا خیال میرے ذہن سے نہیں نکل سکا تھا۔ اکثر فرصت کے اوقات میں اس کھڑکی کے قریب بیٹھ جاتا تھا جس سے وہ عمارت نظر آتی تھی۔ میں نے دو بار داور کو عمارت سے باہر نکلتے دیکھا۔ اس کے پاس ایک مورس گاڑی تھی جو عمارت کے عقب میں کھڑی رہتی تھی۔ ایک بار مجھے کچھ خیال آیا تو میں کوٹھی کی چاردیواری کے ساتھ ساتھ اس عمارت کی پشت پر پہنچ گیا۔ میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اس طرف سے اندر جانا ممکن ہے یا نہیں۔ چاردیواری زیادہ اونچی نہیں تھی، اور اسے پھلانگ کر عمارت کی پشت پر پہنچا جا سکتا تھا۔ اس طرف مجھے دو دروازے بھی نظر آئے جو یقیناً اندر سے بند ہوں گے لیکن ایک جگہ ایسی نظر آگئی جہاں سے گزر کر میں اندر داخل ہو سکتا تھا۔ یہ سیڑھی پائپ تھے جو چھت تک گئے تھے۔ ایک جگہ دیوار ٹوٹی ہوئی تھی اور اس سے ایک درخت کی موٹی شاخ باہر نکل آئی تھی۔ یہ درخت عمارت کے سامنے کے حصے سے نظر نہیں آتا تھا لیکن یہاں سے اندازہ ہو گیا کہ یہ عمارت کے صحن میں ہو گا۔ یہ درخت مجھے اندر پہنچانے میں معاون ہو سکتا تھا۔ میں نے چہاردیواری عبور کر کے اس سچویشن کا پوری طرح جائزہ لے لیا تھا۔ اور واپس ہوتے وقت میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ کسی مناسب وقت اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش ضرور کروں گا۔

تقریباً پندرہ دن کے بعد مجھے اس کا موقع مل گیا۔ تمام اہل خاندان کسی تقریب میں شرکت کے لیے شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ محسن اس بارے میں مجھے بتا چکا تھا بلکہ اس نے مجھے بھی پیشکش کی تھی اور میں نے اس سے معذرت کر لی تھی۔ صبح میرے سامنے وہ سب گئے تھے۔ میں نے ایک منصوبہ ترتیب دیا۔ فیکٹری سے میں نے کوٹھی فون کیا تو آواز بدل لی تھی۔ فون ایک ملازم نے ریسیو کیا تھا۔

"داور صاحب سے بات کراؤ۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ملازم ہولڈ آن کے لیے کہہ کر غالباً داور کو اطلاع دینے چلا گیا۔ تقریباً چار پانچ منٹ کے بعد مجھے داور کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو داور! میں افضل خان بول رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کون افضل خان؟"

"تم شاید مجھے نہ جانتے ہو، لیکن میں تمہیں جانتا ہوں داور۔ پرسوں شام میں جیل سے نکلا ہوں۔ تم سے ایک ضروری کام ہے۔"

"کیسا کام...؟" داور کی اکھڑی آواز سنائی دی۔

"یہ تم سے مل کر بتاؤں گا، لیکن اس کے لیے میں تمہیں پچاس ہزار نقد کی پیشکش کرتا ہوں۔ کام بھی مشکل نہیں ہے تم کر سکتے ہو۔"

"مگر میں تمہیں نہیں جانتا۔"

"ملو گے تو جان لو گے۔ یہ بتاؤ فرصت نکال سکتے ہو یا نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کام مشکل ہوا تو وعدہ نہیں کر سکتا۔"

"تمہیں مجبور کون کر سکتا ہے! اگر فرصت ہو تو فوراً آجاؤ۔"

"کہاں؟"

"رضا گڑھ کے پیلس ہوٹل میں!"

"اتنی دور؟"

"میں خود تمہارے پاس آجاتا، لیکن تمہیں کچھ سمجھانا بھی ہے!"

"میں تمہیں پہچانوں گا کیسے؟"

"میں تمہیں پہچان لوں گا میری جان تم آؤ تو سہی!"

"ٹھیک ہے! میں آرہا ہوں۔" داور نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ رضا گڑھ شہر سے بیس میل دور ایک علاقہ تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ داور دو گھنٹے کے لیے ٹلا۔ میں نے دیر کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور پھر میں ایک کام نکال کر باہر نکل آیا۔ میری کار تیزی سے چل پڑی۔ خطرہ مول لیا تھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں کوٹھی پہنچ گیا۔ عقبی حصہ سنسان پڑا تھا۔ میں نے کار ایک مناسب جگہ کھڑی کی اور اتر کر تیزی سے کوٹھی کی عقبی دیوار تک پہنچ گیا۔ جھانک کر دیکھا اور سکون کی سانس لی۔ داور پچاس ہزار روپے کمانے چل پڑا تھا اس کی کار موجود نہ تھی۔ چنانچہ میں نے اطمینان سے عقبی دیوار عبور کی اور احاطے میں اتر گیا۔ دروازوں کو آزمانا بیکار تھا، میں جانتا تھا کہ انہیں مضبوطی سے اندر سے بند کر دیا گیا ہو گا۔ چنانچہ میں نے وہی راستہ اختیار کیا جس کا میں تعین کر چکا تھا۔ قریب پہنچنے سے مجھے اندازہ ہوا کہ درخت صحن میں ہے اور یہ شاخ پھیل کر کمرے کو عبور کرتی ہوئی یہاں تک آگئی ہے۔

پائپ کے ذریعے شاخ تک اور پھر شاخ سے کمرے کی چھت پر پہنچ کر میں نے عمارت کے صحن میں جھانکا اور ٹھٹک گیا۔ بوڑھا بابا صحن میں موجود تھا۔ لیکن وہ ایک عجیب حرکت کر رہا تھا۔ صحن پختہ نہیں تھا بلکہ زمین کچی تھی۔ جگہ جگہ زمین میں گڑھے نظر آرہے تھے۔ ایک جگہ گندھی ہوئی مٹی کا ڈھیر لگا ہوا تھا اور بابا اس مٹی کے کھلونے بنا رہا تھا۔ عجیب و غریب کھلونے جن کا کوئی سر پاؤں نہیں تھا۔ کچھ چوپایوں کی شکل میں تھے۔ ہاتھ اور پاؤں بنا کر انسان بنائے گئے تھے جن کے خدوخال نہیں تھے۔ چھوٹی چھوٹی سلیں بنائی گئیں تھیں۔ کنگورے والا برتن بنائے گئے تھے اور نہ جانے کیا کیا۔ بیشمار سوکھے ہوئے کھلونوں کے ڈھیر جگہ جگہ لگے ہوئے تھے بہت سے کھلونے ٹوٹے پڑے تھے۔ غرض پورے صحن میں یہی سب کچھ تھا۔

میں نے نیچے اترنے کی کوشش نہیں کی بس بوڑھے کی یہ حرکت دیکھتا رہا۔ پھر میں نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ابھی میرے پاس بہت وقت تھا، چنانچہ ایک بار پھر میں شاخ پر چڑھا، اور اس کے ذریعے درخت کے تنے کے پاس پہنچ گیا۔ پھر مجھے نیچے اترنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ بڑا خطرہ مول لیا تھا میں نے۔ ایک پاگل کا کوئی بھروسا نہیں تھا، نہ جانے مجھے دیکھ کر اس کی کیا کیفیت ہو۔ لیکن تجسس کچھ اس طرح غالب تھا کہ میں یہ خطرہ مول لینے کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ بوڑھے کے پاس پہنچ گیا۔ لیکن میرا ذہن پوری طرح حاضر تھا اور میں ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کے لیے بالکل تیار تھا۔ پتا نہیں بابا نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تھی یا نہیں اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ پھر میں اس کے سامنے آگیا۔

"کیا بنا رہے ہو بابا؟" میں نے پوچھا۔ لیکن بوڑھے نے گردن نہیں اٹھائی اور بدستور اپنے کام میں مشغول رہا۔ نزدیک سے میں نے اس کی کارکردگی کو دیکھا۔ اور دفعتاً مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ بوڑھے نے جو کھلونے بنائے تھے وہ بے تکے تھے اور ان کی کوئی شکل نمایاں نہ تھی لیکن زمین کے ایک ٹکڑے پر وہ انہیں جس ترتیب سے رکھ رہا تھا اس میں کوئی ایسی خاص بات تھی جسے میرے ذہن نے محسوس کیا۔ وہ ایک باقاعدہ منظر تھا۔ چھوٹے بڑے مٹی کے ٹیلے ان کے درمیان انسان۔ چوڑی چوڑی سلوں کی عمارتیں جو چار چار سلوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھیں، زمین پر مٹی بچھا کر سڑکیں بنائی گئی تھیں۔ بلاشک یہ سب کچھ بے مقصد نہیں تھا۔ اس کے لاشعور میں کچھ پوشیدہ تھا۔ خواہ کچھ بھی ہو۔

"کیا بنا رہے ہو؟" اس بار میں نے زوردار آواز میں پوچھا اور بوڑھا گردن اٹھا کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے بڑی باریک بینی سے اس کا جائزہ لیا تھا۔ لیکن مجھے یقین ہو گیا کہ وہ خبط الحواس ہے۔ میں اس کے لیے اجنبی تھا لیکن مجھے دیکھ کر اس کی آنکھیں سپاٹ رہی تھیں۔ پھر وہ دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

یہاں رکنا بے مقصد تھا۔ چنانچہ میں کھلے ہوئے دروازے سے ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ روشندان سے دھوپ اندر آرہی تھی اور کمرے میں خوب روشنی تھی۔ اس روشنی میں ایک پلنگ جس پر بستر لگا ہوا تھا۔ ایک پانی کا مٹکا اس پر رکھا ہوا گلاس اور ایک کونے میں بڑی چوڑی میز کے علاوہ مجھے کچھ اور نظر نہیں آیا۔ تین دروازے تھے جن میں سے ایک یہ تھا جس سے گزر کر میں اندر

آیا تھا۔ دو دراز تھے۔ میز کے قریب پہنچ کر میں نے اُس کی درازیں ٹٹولیں لیکن وہ بالکل خالی تھیں۔ پھر بستر ٹٹول کر دیکھا لیکن کوئی چیز نہیں تھی۔ اس کے بعد میں نے دوسرے دونوں دروازوں کو آزمایا لیکن وہ بھی اندر سے بند تھے اور اتنے مضبوط تھے کہ میری کوئی کوشش انھیں نہیں کھول سکتی تھی۔

میں مایوس ہوگیا۔ اب یہاں رُکنا بے مقصد تھا۔ چنانچہ میں واپس باہر نکل آیا۔ باہر کے منظر میں کسی قدر تبدیلی ہوئی تھی۔ بوڑھے بابا پر جنون کا دورہ پڑا تھا۔ اُس نے سارے کھلونے توڑ دیے تھے۔ وہ اپنے بال نوچ رہا تھا۔ کھلونوں کو لاتیں مار مار کر انھیں توڑ پھوڑ رہا تھا۔ پھر وہ وہیں کیچڑ میں لیٹ کر مچلنے لگا۔ اُس کے پورے بدن میں تشنج تھا۔ آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ دانت بھینچے ہوئے تھے اور منہ سے جھاگ نکل رہا تھا۔ میرے دل میں ہمدردی کا جذبہ اُبھرا۔ لیکن اس کے اظہار کی کوشش خطرناک ہوسکتی تھی۔ پتا نہیں جنون کے عالم میں اس کے اندر کیا تبدیلیاں ہوتی ہوں۔ ممکن ہے کوئی ایسی الجھن پیش آجاتی کہ میں مقررہ وقت میں یہاں سے نہ نکل پاتا اور داور آجاتا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو میرے لیے بڑی مشکل پیدا ہو جاتی، لوگ سوچتے کہ نہ جانے کیوں میں اس بوڑھے میں دلچسپی لے رہا ہوں۔ چنانچہ بوڑھے کو اسی حال میں چھوڑ کر میں وہاں سے نکل آیا۔ واپسی کا راستہ طے کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ پھر میں وہاں سے دفتر ہی چل پڑا لیکن دماغ کی چولیں ہل کر رہ گئی تھیں۔ بوڑھے کی حرکات بے مقصد نہیں تھیں مٹی کے کھلونوں اور ان کی ترتیب میں کوئی ایسی بات پوشیدہ تھی جو اس کی دیوانگی سے تعلق رکھتی تھی۔

داور پر کیا بیتی اُس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ واپسی میں کوٹھی کے معمولات جوں کے توں تھے۔

محسن کی وجہ سے ہما بہت آگے بڑھ گئی تھی۔ اکثر محسن اُس کے ذریعہ فریحہ سے ملاقات کرتا رہتا تھا اور میں ان دونوں کی وجہ سے ہما کو برداشت کرتا تھا۔ یونیورسٹی میں ہما کے ساتھ چند دلچسپ واقعات ہوئے تھے لیکن یہ اس دور کی بات ہے جب زندگی میں کوئی دوسری الجھنیں نہیں تھیں۔ اس وقت میں نے ہما کو کھلم کھلا بیوقوف بنایا تھا۔

لیکن اب صورتحال دوسری تھی۔ اب فریحہ کی وجہ سے اُسے برداشت کرنا پڑ رہا تھا۔ محسن بیحد چالاک تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ ہما اس کے لیے بہت کارآمد رہی ہے اور اس کے ذریعے فریحہ سے ملاقاتیں بیحد آسان ہوگئی ہیں تو اس نے ہما کا تعلق برقرار رکھنے اور میری الجھنیں دور کرنے کے لیے بالآخر ہما کو بتا دیا کہ اب میں اس کے ساتھ مقیم ہوں۔ ہما جو میرے لیے پریشان تھی مطمئن ہوگئی۔ اُس نے اس

بات پر اطمینان کا اظہار کیا کہ میں صحیح جگہ پہنچ گیا ہوں لیکن میری مشکلات میں کمی نہ ہوئی تھی۔ ہما کچھ اور مسلط ہوگئی تھی، مجھ پہ جبکہ اس کے لیے میرے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی۔

سرکاری چھٹی کا دن تھا۔ سارے دفاتر بند تھے اس لیے ایک آرام کرسی پہ دراز اخبار دیکھ رہا تھا کہ میری نگاہ نیلے رنگ کی ایک کار پر پڑی جو ابھی ابھی اندر داخل ہو کر اس عمارت کے سامنے رکی تھی جس میں بوڑھا بابا رہتا تھا۔ داور ایک بھاری بھرکم شخص کے ساتھ نیچے اترا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں بیگ دبا ہوا تھا جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ بھاری بھرکم شخص ڈاکٹر ہے۔ لیکن میرے لیے حیرت کا باعث وہ کار تھی جس سے ڈاکٹر اترا تھا۔ یہ کار ہما کی تھی۔ میں نے اس کا نمبر دیکھا اور میرے اس شبہے کی تصدیق ہوگئی۔ سو فیصدی وہی کار تھی لیکن یہ ڈاکٹر۔

تب مجھے یاد آیا کہ ہما ڈاکٹر طاہر علی کی بیٹی ہے اور ڈاکٹر طاہر علی برین اسپیشلسٹ ہیں۔ صورتحال کسی حد تک سمجھ میں آگئی تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی ہی بوڑھے بابا کا علاج کر رہے تھے۔

اس انکشاف نے میرے ذہن میں کچھ نئے خانے روشن کر دیے۔ اگر کسی طرح ڈاکٹر طاہر علی کو شیشے میں اتار لیا جائے تو بہت سی معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔ اور اس کے لیے بہترین ذریعہ ہما ثابت ہوسکتی ہے۔ اب تک ہما صرف محسن کے لیے برداشت کی جارہی تھی لیکن اب وہ میری ضرورت بھی بن گئی تھی۔ واقعی یہ عمدہ پلان تھا۔ محسن کا کام بھی جاری رہتا اور بوڑھے بابا کے بارے میں میرے تجسس کی تسکین بھی ہوسکتی تھی۔ میں نے اپنے ذہن میں کچھ نئے منصوبے ترتیب دیے۔ اور ان پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اسی شام ایک اور واقعہ پیش آیا۔ محسن میرے پاس آیا تھا۔

"ہیلو کاہل انسان دن بھر سوتے رہے کیا؟"

"نہیں! بالکل نہیں سویا۔"

"پھر کیا کرتے رہے؟"

"کوئی خاص کام نہیں!"

"باہر نکلنے کا موڈ ہے؟"

"کہاں چلنا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے نہیں چلنا یار، تمھیں جانا ہے!"

"چلا جاؤں گا۔ بتاؤ کہاں جانا ہے؟"

"یار فریحہ کے ساتھ شام کا ایک پروگرام تھا لیکن بلجیم سے جولیا آرہی ہے۔ جولیا، تنویر کی دوست ہے۔ یہیں قیام کرے گی۔ تنویر اُسے ریسیو کرنے ایرپورٹ جانا چاہتی ہے۔ اور ڈیڈی صاحب نے تنویر کو ایرپورٹ لے جانے کے لیے میری ڈیوٹی لگائی ہے۔ وہ

ڈرائیور کے ساتھ تنویر کو نہیں بھیجنا چاہتے۔ کبھی نہیں بھیجتے۔"

"مجھے میری ڈیوٹی بتاؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تنویر کو ایرپورٹ لے جاؤ۔ ڈیڈی رات کو ایک پروگرام میں چلے جائیں گے، انھیں پتا نہیں چل سکے گا اور میرا کام بن جائے گا۔" محسن نے گڑگڑاتے ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"بھائی میں نے کب منع کیا ہے، حاضر ہوں! لیکن تنویر نے ہنگامہ کھڑا کر دیا تو۔"

"اُس کا بندوبست ہوگیا ہے۔ تنویر مجھ سے تعاون کرنے کو تیار ہے۔"

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ کب جانا ہے؟"

"بس تیار ہو کر نکل جاؤ۔ گراہم روڈ کے چوراہے پر میرا انتظار کرنا وہاں سے میں تمھاری کار لے لوں گا اور تم تنویر کی کار لے کر اسے ایرپورٹ لے جانا، واپسی کی کوئی پریشانی نہیں ہے کیونکہ ڈیڈی جاچکے ہوں گے اور دوسرے لوگوں کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"اوکے، میں تیار ہو کر نکلتا ہوں، تمھارا انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور محسن نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ دبایا۔ "تھینک یو میرے دوست، دراصل آج کا پروگرام کافی دلچسپ ہے، فریحہ وہاں تنہا ہوگی، ہما کی موجودگی میں بھی وہ ملتی رہتی ہے۔ لیکن ہما ہمیشہ کباب میں ہڈی بنی رہتی ہے اور تمھیں اللہ نے اتنی توفیق نہیں دی کہ تم اُسے لے کر کہیں دور نکل جاؤ۔"

محسن چلا گیا اور میں تیاریاں کرنے لگا۔ تنویر، محسن کی بہن تھی دوسری بہن ندرت تھی، مجھ سے ان دونوں کی ملاقات صرف ایک بار ہی ہوئی تھی، یعنی اُس دن جس دن میں اس کوٹھی میں آیا تھا اس کے بعد سے آج تک کبھی ہمارا اتفاقیہ طور پر بھی آمنا سامنا نہیں ہوا تھا، میں نے اس عمارت میں خود کو ریزرو رکھا تھا اور اپنی حدود سے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

بہرطور ایک سادہ سا لباس پہن کر میں تیار ہوگیا، اور اپنی گاڑی اسٹارٹ کر کے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں گراہم روڈ کے چوراہے پر اُن دونوں کا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً بیس منٹ تک انتظار کرنا پڑا اور اس کے بعد میں نے محسن کی کار دیکھی، وہ اپنی شاندار لمبی کار کو مناسب رفتار سے ڈرائیو کرتا ہوا بالآخر میری کار تک پہنچ گیا۔ اور میں دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ کار کی پچھلی سیٹ پر تنویر بیٹھی ہوئی تھی۔ محسن کار کا دروازہ کھول کر اُترا اور پھر مجھے اپنے ساتھ لے کر تنویر کے پاس پہنچ گیا۔

"تو میری اچھی سی بہن! آج کے اس تعاون کا بہت بہت شکریہ، میں آپ دونوں کا دلی طور پر شکرگزار ہوں۔" تنویر نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور کار آگے بڑھ گئی۔

مجھے محسوس ہوا کہ تنویر عقب سے مجھے دیکھ رہی ہے لیکن میں نے ایک بار بھی عقب نما آئینے پر نگاہ نہیں ڈالی تھی۔ محسن کی بہن کا میں احترام کرتا تھا، ویسے بھی اس خاندان نے مجھے اتنا بڑا سہارا دیا تھا کہ میری زندگی ہی سنور گئی تھی۔ ورنہ حالات نجانے کیا کیا رخ دکھاتے۔

ایرپورٹ تک خاموشی رہی۔ میں نے کار ایرپورٹ کے لاؤنج کے سامنے روک دی اور نیچے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ تنویر نیچے اتر آئی اور میری طرف دیکھ کر بولی: "آپ پلیز کار پارکنگ لاٹ میں لگا دیں اور وہیں میرا انتظار کریں۔"

"بہتر!" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا اور تنویر آگے بڑھ گئی۔

مغرور سی لڑکی تھی، چہرے ہی سے غرور ٹپکتا تھا اور اس کا یہ غرور بیجا بھی نہ تھا۔ خود محسن نے مجھے بتایا تھا کہ حسن صاحب تنویر سے بے پناہ محبت کرتے ہیں، بہرطور مجھے اس کی کسی بات سے کوئی احساس نہیں ہوا۔ وہ اندر چلی گئی اور میں کار پارکنگ لاٹ لے آیا۔ پھر اُس کے شیشے وغیرہ لاک کر کے میں نیچے آ کھڑا ہوا۔ باہر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، ایرپورٹ کا ماحول خاصی دلچسپی کا باعث تھا، میں انتظار کرتا رہا۔ دس منٹ بھی نہ گذرے تھے کہ تنویر مجھے واپس آتی نظر آئی اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ وہ تنہا تھی، آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وہ میرے قریب پہنچ گئی اور کسی قدر اُلجھے ہوئے انداز میں بولی: "کمال ہے ہمیں جہاز کی آمد کا غلط اندازہ ہوا تھا ابھی تو اُس کے آنے میں ایک گھنٹہ باقی ہے۔"

"تو پھر فرمایئے واپس چلنا ہے یا انتظار کریں گی۔"

"واپسی کے راستے تو آپ نے بند کر دیئے ہیں، میرا مطلب ہے آپ دونوں حضرات کی سازش نے۔ اور پھر یوں بھی اتنا طویل سفر کیوں طے کیا جائے۔ یہیں کہیں بیٹھ کر انتظار کر لیتے ہیں۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں!" میں نے سادہ سے انداز میں جواب دیا۔

وہ میری طرف دیکھنے لگی۔ پھر بولی: "کار میں بیٹھیں گے، یا کہیں چل کر کافی پی جائے۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر آیئے، ایرپورٹ کینٹین چلتے ہیں، ایک ایک کپ کافی پیئں گے اور وہیں بیٹھ کر انتظار کریں گے، وہاں اناؤنسمنٹ کے لیے بھی انتظام ہے، ٹی وی پر ہم وقت دیکھ کر لاؤنج میں پہنچ جائیں گے۔"

"بہتر!" میں نے جواب دیا اور تنویر میرے ساتھ چل پڑی۔ وہ جیسی بھی تھی میرے لیے اس کا لہجہ بُرا نہیں تھا، ویسے اتنا اندازہ مجھے ضرور ہوگیا تھا کہ اگر وہ تنہا کافی ہاؤس میں جاسکتی تو

مجھے کبھی دعوت نہ دیتی، بہرطور محسن کی بہن تھی اور میرے لیے بھی وہ بہن ہی کی حیثیت رکھتی تھی، میرے ذہن میں اس کے لیے کوئی اور جذبہ نہ ابھرا" اور میں اس کے ساتھ کینٹین پہنچ گیا۔ کینٹین میں ایک دو میزیں ہی بھری ہوئی تھیں، باقی پورا ہال خالی تھا۔ تنویر نے خود ہی ایک میز کا انتخاب کیا اور میں اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا اس میز تک پہنچ گیا۔

"مس تنویر اگر آپ میرے ساتھ بیٹھنے میں کچھ الجھن محسوس کریں، تو براہِ کرم تکلف نہ کریں، میں دوسری میز پر بیٹھ جاتا ہوں۔"

"ارے نہیں نہیں یہ آپ سے کس نے کہا کہ میں کچھ الجھن محسوس کروں گی، پلیز بیٹھ جائیے!" تنویر نے کہا اور میں شکریہ ادا کر کے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ ویٹر ہمارے قریب پہنچا تو تنویر نے اُسے کافی کا آرڈر دے دیا۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔ "آپ خواہ مخواہ خود کو اتنا پُرتکلف بنائے ہوئے ہیں غزالی صاحب! محسن بھیّا نے ہم سب کو آپ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے، آپ اچھی خاصی حیثیت کے مالک ہیں، والد کی وفات کے بعد بھائیوں کی سازش کا شکار ہوئے اور گھر چھوڑ دیا، اس کے بعد آپ نے محسن بھیّا کے ذریعے ہمارے ہاں رسائی حاصل کر لی۔ کیا یہ غلط ہے۔"

"نہیں، محسن نے غلط نہیں کہا۔"

"مگر مجھے ایک بات کا تعجب ہے غزالی صاحب، آپ نے خود کو ہم لوگوں سے اتنا دور کیوں کر لیا ہے، ہم نے تو کبھی آپ کے بارے میں کسی ایسے انداز میں نہیں سوچا، ظاہر ہے آپ محسن بھیّا کے دوست بھی ہیں اور پھر کوئی بے حیثیت انسان نہیں ہیں۔"

"محسن بیحد مخلص آدمی ہے بلاوجہ ہی اس نے میرے بارے میں یہ ساری باتیں بتا دیں۔ بہرحال اب میں آپ کے ہاں ملازمت کر رہا ہوں اور خود کو اسی زمرے میں رکھنا چاہتا ہوں، حالانکہ میں جانتا ہوں کہ آپ لوگوں کو خدا نے بڑا دل عطا کیا ہے۔"

"آپ کے لہجے میں، آپ کی ہر بات میں تکلف ہے لیکن پتا نہیں کیوں، میں آپ سے بے تکلف ہونا چاہتی ہوں۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے مس تنویر، آپ کیجیے جو آپ کا دل چاہے۔"

"ذرا دکھتی رگ پکڑ لوں گی آپ کی، بُرا تو نہیں مانیں گے!"

"نہیں! لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری کونسی رگ دکھتی ہے، مجھے تو آج تک اپنی کسی رگ میں دُکھن کا احساس نہیں ہوا۔"

"ہما کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔" اُس نے کہا اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا، وہ مسکرا رہی تھی۔ تب مجھے احساس ہوا کہ اس لڑکی کے خدوخال ہی گڑبڑ ہیں، اور یہ انہی کی بنا پر مغرور نظر آتی ہے، ورنہ عام حالات میں یہ ایسی نہیں ہے۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہما کو آپ کیسے جانتی ہیں؟"

"شناسائی ہے ہماری۔ دوستی نہیں کہی جا سکتی کیونکہ صرف دو چار تقاریب میں ملاقات ہوئی ہے، اب فریحہ بھابی کی وجہ سے تعلقات کچھ بڑھ گئے ہیں۔ کیونکہ ڈاکٹر طاہر علی، فریحہ بھابی کے عزیز ہوتے ہیں۔"

"ہاں میں نے ڈاکٹر صاحب کو کئی بار آپ کی کوٹھی میں دیکھا ہے۔" میں نے فوراً بات لپک لی اس سلسلے میں کوئی موقع نہیں گنوانا چاہتا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب بابا کا علاج کرتے ہیں، برین اسپیشلسٹ ہیں۔"

"اوہ۔ وہ بابا صاحب جو ایک بار اپنی رہائش گاہ سے نکل بھاگے تھے؟"

"ہاں، اور جن کی حمایت میں آپ نے داور جیسے بدمعاش کی پٹائی کر دی تھی۔" تنویر نے ہنس کر کہا۔

"سب کچھ غلط فہمی میں ہوا تھا۔ میں اُسے چور سمجھا تھا۔"

"اور آپ نے کسی چور کی حمایت کر دی تھی۔ ویسے داور کی پٹائی سے دل بہت خوش ہوا تھا۔ محسن بھیّا کہہ رہے تھے کہ داور غلط آدمی سے بھڑ گیا تھا۔ اگر خاص معاملات نہ ہوتے تو آپ مار مار کر اس کی شکل بگاڑ دیتے۔"

"یوں لگتا ہے جیسے آپ سب کو داور کی پٹائی سے خوشی ہوئی ہے!"

"وہ ڈیڈی کا ملازم ہے لیکن خود کو نہ جانے کیا سمجھتا ہے اس کی صورت دیکھ کر سخت غصہ آتا ہے۔"

"وہ اس بوڑھے کے ساتھ بہت زیادتی کرتا ہے۔ پتا نہیں آپ لوگوں کو اس کا علم ہے یا نہیں؟"

"سب جانتے ہیں۔"

"کسی کو اس سے ہمدردی نہیں ہے؟"

"کس سے؟" تنویر نے پوچھا۔ ویٹر کافی لے آیا تھا اور تنویر اب کافی بنا رہی تھی۔ اُس نے ایک پیالی میرے سامنے رکھی، اور دوسری خود لے کر کافی پینے لگی۔

"میری مراد اس بوڑھے سے ہے!"

"ارے نہیں! یہ بات نہیں ہے۔ بابا صاحب سے سب کو ہمدردی ہے۔ لیکن جو کچھ کیا جا رہا ہے ان کی بہتری کے لیے کیا جا رہا ہے۔ ان کا علاج ہی ہے۔ خود ڈاکٹر صاحب اس سے متفق ہیں۔"

"اوہ!" میں نے آہستہ سے کہا۔ اس پر مزید تبصرہ مناسب نہیں تھا۔ پھر میں نے کہا۔ "بابا صاحب کا کوئی نام نہیں ہے۔ محسن کہتے ہیں۔ انھیں بھی ان کا نام نہیں معلوم۔"

"ڈیڈی نے بتایا ہی نہیں کسی کو۔ تین سال قبل وہ ہی انھیں کہیں

سے لے آئے تھے انھوں نے بتایا کہ وہ ان کے رشتے دار ہیں بہت عرصے کے بعد اس حالت میں نظر آئے تو ڈیڈی انھیں گھر لے آئے۔"

"حسن صاحب کو تو ان کا نام معلوم ہوگا؟"

"ظاہر ہے لیکن ڈیڈی پتا نہیں کیوں ان کا تذکرہ پسند نہیں کرتے۔ انھوں نے سختی سے کہہ رکھا ہے کہ اس شخص کو کبھی موضوع نہ بنایا جائے۔ ابتدا میں ہم لوگوں نے صرف اس خیال سے بابا صاحب سے ہمدردی کرنے کی کوشش کی تھی کہ اوّل تو وہ بیمار ہیں۔ دوسرے ڈیڈی کے عزیز ہیں، لیکن ڈیڈی اس بات پر سخت ناراض ہوئے انھوں نے سختی سے سب کو ہدایت کی کہ ان کے قریب کوئی نہ جائے نہ ان کے بارے میں سوچے۔ ہمیں تعجب ضرور ہوا تھا۔ بہرحال پھر عادی ہو گئے۔"

"عجیب بات ہے!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"دوسری بات یہ ہے کہ آپ بے حد چالاک انسان ہیں۔" تنویر نے کہا۔

"وہ کیسے مس تنویر؟"

"ہما کے ذکر کو آپ کس خوش اسلوبی سے ٹال گئے۔"

"اوہ نہیں! ایسی بات نہیں ہے!"

"ہما آپ کو پسند ہیں؟"

"میری رائے محفوظ رہنے دیں تو بہتر ہے!"

"آپ کی مرضی! لیکن ہم لوگوں سے گھل مل کر رہیں گے، تو فائدے میں رہیں گے آپ نے بلاوجہ خود کو ریزرو کر رکھا ہے۔ ملازم ہوں گے آپ ڈیڈی کے، ہم نے کیا قصور کیا ہے۔ آپ محسن بھیّا کے دوست بھی تو ہیں۔"

"میں آپ سب کا احترام کرتا ہوں۔ ریزرو نہیں ہوں۔"

"جولیا آ رہی ہے۔ بڑی اچھی دوست ہے میری۔ ڈیڈی کے بزنس پارٹنر مسٹر براؤن کی بیٹی ہے، بیحد دولت مند انسان ہیں یہ مسٹر براؤن۔ بلیجیم کی ایک جھیل کے بیچوں بیچ ان کی خوبصورت کوٹھی ہے۔ میں ایکبار ڈیڈی کے ساتھ بلیجیم گئی تھی تو وہیں ٹھہری تھی۔ اور وہیں جولیا سے میری دوستی ہوئی۔ بہرحال میں یہ کہہ رہی تھی کہ جولیا کو ہم لوگ یہاں بہت اچھا ریسپشن دیں گے۔ آپ بھی ہماری تفریحات میں شریک رہیں۔"

"ضرور! جہاں آپ حکم دیں گی حاضر ہوں گا۔" میں نے کہا۔

"لیکن اس طرح نہیں۔ پہلے ہما کے بارے میں بتائیے۔" تنویر پھر شروع ہو گئی۔

"اس کے بارے میں محسن بہتر طور پر بتا سکیں گے آپ کسی وقت ان سے ہی پوچھ لیں۔"

"جولیا کے اعزاز میں ایک پارٹی دوں گی جس میں آپ کے لیے ہما کو بھی مدعو کیا جائے گا۔" تنویر نے کہا۔ اور پھر میری کافی کی خالی پیالی اپنی طرف سرکا کر اس میں اور کافی بنانے لگی۔ باقی کافی اس نے اپنی پیالی میں انڈیل لی تھی۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ پھر میں نے یونہی سرسری میں کہا۔ "مس جولیا سے مس ندرت کی بھی دوستی ہوگی۔ کیا وہ بھی آپ کے ساتھ بلجیم گئی تھیں۔"

"وہ کیوں جائیں گی، کون ہوتی ہیں وہ ڈیڈی کے ساتھ جانے والی۔" دفعتاً تنویر کا موڈ بگڑ گیا۔ اور میں حیرانی سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا اپنی بہن سے آپ کی لڑائی ہے؟"

"کمال ہے غزالی صاحب آپ کو وہ صورت سے میری بہن لگتی ہے؟" تنویر تنک کر بولی۔

ایک بار پھر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ "بہرحال شکل و صورت کیسی بھی ہو لیکن وہ آپ کی بہن تو ہیں؟"

"یہ بھی ڈیڈی کا ڈرامہ ہے! وہ میری بہن نہیں ہے۔ ہم میں سے کسی کی بہن نہیں ہے!"

"کیا واقعی؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں، اُسے زبردستی میری بہن بنا دیا گیا ہے۔ ڈیڈی اس کوٹھی کو عجائب گھر بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایک روز وہ اُسے اپنے ساتھ لے آئے اور کہنے لگے کہ اسے ان کی بیٹی سمجھا جائے۔ کافی دن تک امی کو بھی پریشان کیا گیا اس سلسلے میں اور انھیں مجبور کیا گیا کہ وہ اُسے اپنی بیٹی ظاہر کریں۔ ہم سب پر بھی وہ کالی بلا مسلط کر دی گئی۔ اور اب ڈیڈی اس کی ناز برداریاں کرتے ہیں، اور وہ اتنی مغرور ہے کہ اس کا دماغ ہی ٹھکانے نہیں رہتا۔" تنویر کا لہجہ کافی خراب تھا اور میرا سر چکرا گیا۔ یہ انکشاف بھی میرے لیے انوکھا تھا۔

واقعی یہ کوٹھی بیحد پُراسرار تھی۔ بہت سی چیزیں ایسی یہاں تھیں جن کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم تھی۔ بوڑھا بابا... اور پھر ندرت، اس کی شکل و صورت واقعی سب سے مختلف تھی لیکن یہ ایسی ان ہونی بات نہیں تھی۔ کبھی کبھی ایسے اختلاف نظر آ جاتے ہیں لیکن تنویر کا انکشاف واقعی انوکھا تھا۔

اس کا مطلب ہے کہ حسن صاحب کافی گہرے انسان ہیں اور ان کے سینے میں بہت کچھ پوشیدہ ہے۔ ممکن ہے ندرت ان کی کوئی بھول ہو۔ ان کے کسی نازک دور کی یادگار۔

"کس سوچ میں ڈوب گئے آپ؟" تنویر کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ اور میں سنبھل کر بولا۔ "نہیں کوئی خاص بات نہیں!"

"ایک درخواست ہے آپ سے!"

"جی حضور... فرمائیے!"

"پلیز آپ کسی سے میری اس بات کا تذکرہ نہ کریں، خواہ مخواہ میرے لیے پریشانیاں پیدا ہو جائیں گی۔"

"آپ مطمئن رہیں!" میں نے جواب دیا۔ ٹیلی ویژن پر طیارے کی آمد کا اعلان ہوا اور ہم دونوں وہاں سے اُٹھ گئے۔ پھر ایرپورٹ لاؤنج کی طرف بڑھتے ہوئے تنویر نے کہا۔ "آیئے آپ بھی آجایئے! میں جولیا سے آپ کا تعارف کراؤں گی۔" یہ الفاظ تنویر کی ذہنی کیفیات کے آئینہ دار تھے۔ میرے لیے اس کے ذہن میں ایک دوست کی جگہ پیدا ہو گئی تھی۔

جولیا واقعی خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ خوش اخلاق بھی تھی۔ اُس نے بڑے پرتپاک انداز میں ہیں۔۔۔ آسا۔۔۔ لاما ایکم کہا تھا۔ پھر اُس نے تنویر کے بعد مجھ سے بھی مصافحہ کیا۔ تنویر نے مختصر الفاظ میں اُس سے میرا تعارف کرایا۔ جولیا نے مجھ سے مل کر مسرت کا اظہار کیا تھا۔ پھر میں اُن لوگوں کو لے کر کوٹھی پہنچ گیا۔ محسن کی معلومات بالکل درست تھیں۔ کوٹھی میں حسن صاحب موجود نہیں تھے، پورچ میں ملازموں نے جولیا کا سامان وغیرہ اتارا۔ ندرت اور بیگم صاحبہ اُس کے استقبال کے لیے موجود تھیں۔ وہ آگے بڑھیں اور انھوں نے جولیا سے پُرجوش مصافحے کیے۔ اس کے بعد وہ جولیا کو لے کر اندر چلی گئیں۔

تنویر یہاں آکر جیسے مجھے بھول گئی تھی، اُس نے پلٹ کر بھی مجھے نہ دیکھا، بہر طور میں نے گاڑی صدر گیٹ سے ہٹا کر پورچ میں اُس جگہ کھڑی کر دی، جہاں وہ کھڑی ہوتی تھی، اور اس کے بعد میں ٹہلتا ہوا اپنی رہائش گاہ میں آگیا۔

محسن ابھی واپس نہیں آیا تھا، کریم بابا میرا انتظار کر رہے تھے، مجھے دیکھ کر وہ ہمیشہ خوش ہو جاتے تھے، بچوں کی ہی طرح چاہنے لگے تھے مجھے، میری ایک ایک چیز کا خیال رکھتے تھے میں نے مسکراتے ہوئے اُن سے ان کی خیریت پوچھی۔ اور پھر وہ میرے لیے چائے بنا کر لے آئے، دل تو نہیں چاہ رہا تھا اس وقت چائے پینے کے لیے، لیکن کریم بابا چونکہ معمول کے مطابق لے آئے تھے اس لیے میں پینے لگا۔

چائے پینے کے بعد میں مسہری پر دراز ہو گیا۔ کریم بابا چائے کے برتن رکھنے کے لیے کچن کی طرف چلے گئے تھے، جب وہ واپس آئے تو میں نے انھیں اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔ وہ مجھ سے باتیں کرتے رہے، نجانے میرے ذہن میں کیا خیال آیا کہ میں نے کریم بابا سے کہا۔ "بابا ایک بات بتایئے!"

"جی غزالی میاں پوچھیے!"

"یہ ندرت کی شکل اپنے گھر والوں سے اتنی مختلف کیوں ہے؟"

کریم بابا ایک لمحے کے لیے خاموش ہو کر میری شکل دیکھتے رہے، پھر بے اختیار مسکرا دیے۔ "بیٹے اب مجھے کیا معلوم، ایلن کا ذاتی معاملہ ہے۔ غزالی میاں تمھارے اندر یہ بچوں کا سا تجسس بہت زیادہ ہے کسی کی شکل کسی سے مختلف ہو تمھیں اُس سے کیا۔ میں نے تمھیں مشورہ دیا تھا کہ مالکوں کے حالات کی کھوج نہیں کرنی چاہیے۔ اس پر عمل کیجیے۔" کریم بابا یہ کہہ باہر چلے گئے۔

درست ہی کہا تھا انھوں نے واقعی مجھے ان لوگوں کی کھوج میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی، میری اپنی منزل تو مختلف تھی۔ زیادہ عرصہ نہیں باقی رہا تھا کہ مجھے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے نئے راستے تلاش کرنے تھے، یہاں اس کوٹھی میں، رہنے والوں کے بارے میں خواہ مخواہ تجسس کا شکار ہو کر اپنی انرجی کیوں ضائع کی جائے میں نے ذہن کو جھٹک دیا، ندرت کہیں سے بھی آئی ہو، بوڑھے بابا کا کوئی بھی مسئلہ ہو، مجھے واقعی اس سے غرض نہیں رکھنی چاہیے، اب تک میں نے جو کچھ کیا تھا، وہ ناجائز تھا، محسن کا سلوک میرے ساتھ اتنا اچھا تھا۔ خود حسن صاحب نے آج تک مجھے کسی شکایت کا موقع نہیں دیا تھا، رہنے کو بہترین جگہ تھی۔ بہترین تنخواہ تھی، خواہ مخواہ کی الجھنوں میں پھنس کر ان لوگوں کو بھی خود سے بددل کروں گا، چنانچہ مجھے خود کو سنبھال لینا چاہیے میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اب ان معاملات کی کھوج میں نہیں رہوں گا، ممکن ہے ندرت، حسن صاحب کی کوئی کمزوری ہو، اور بوڑھا بابا بھی ایسی ہی کوئی حیثیت رکھتا ہو۔ اگر دادر کو پتا چل گیا کہ میں نے اُس کی غیر موجودگی میں اس طرح اسے بیوقوف بنا کر اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کی ہے تو وہ حسن صاحب سے ضرور شکایت کرے گا، اور حسن صاحب نے جب تمام لوگوں پر یہ پابندی عاید کر دی ہے کہ وہ بوڑھے بابا کی کھوج میں نہ رہیں تو پھر کیا وہ یہ پسند کریں گے کہ کوئی اجنبی ان کے گھر میں رہ کر ان کے بارے میں چھان بین کرتا رہے۔

واقعی حماقتیں ہوتی رہی تھیں آج تک، میں نے سوچا کہ آئندہ ان حماقتوں کا اعادہ نہیں کروں گا، لیکن انسانی فطرت کو کیا کیا جائے، سوچا کچھ ہے ہوتا کچھ ہے، تجسس انسان کی فطرت میں کچھ اس طرح رچا بسا ہے کہ اُس سے گلو خلاصی، ناممکن ہی محسوس ہوتی ہے۔

دوسری صبح میں حسب معمول اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا، شام کو واپس آیا۔ محسن اس وقت بھی یہاں موجود نہیں تھا، پتا نہیں کس کام سے گیا ہوا تھا، لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک ملازمہ میرے پاس پہنچ گئی۔ "تنویر بی بی نے آپ کو بلایا ہے۔" اُس نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"اوہ اچھا، ابھی آتا ہوں!" میں نے کہا، اور لباس تبدیل کر کے کوٹھی کی طرف چل پڑا، دو قدم ہی چلا تھا کہ بائیں سمت

کے لان سے تنویر کی آواز سنائی دی۔ "غزالی صاحب، ادھر آجایئے، ہم لوگ یہاں موجود ہیں۔" میں نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ جولیا اور تنویر بیٹھی ہوئی تھیں۔ تنویر کے دونوں بھائی بھی موجود تھے۔ بس یہی چار افراد یہاں تھے، جس میز کے گرد وہ بیٹھی ہوئی تھیں، وہاں چند کرسیاں پڑی تھیں، میں نزدیک پہنچا تو تنویر نے کرسی کی طرف اشارہ کر دیا۔ "شام کی چائے آپ ہمارے ساتھ پیجیے۔"

"جی بہتر!" میں نے جواب دیا اور کرسی پر بیٹھ گیا، پھر میں نے جولیا کی طرف رُخ کر کے کہا۔ "فرمایئے مس جولیا آپ کا دن کیسا گزرا؟"

"بہت ہی دلچسپ، بڑا ہی انوکھا، مشرق کی حسین داستانیں میرے لیے بڑی دلچسپی کا باعث تھیں، میں بہت دنوں سے پپا سے کہہ رہی تھی کہ مجھے تنویر کے پاس بھجوا دیں، لیکن وہ اپنی مصروفیات میں اس قدر گم رہتے ہیں کہ میرے لیے وقت ہی نہ نکال سکے۔ آخر میں نے بھوک ہڑتال شروع کر دی، اور جب میں نے پورے بارہ گھنٹے بھوکے رہ کر گذارے تو پاپا بدحواس ہو گئے اور انھوں نے فوراً ہی میری روانگی کے لیے انتظامات کر دیے!" جولیا نے معصومیت سے کہا۔

"خوب اس طرح آپ مشرق آئیں؟"

"ہاں آتو گئی ہوں، لیکن اب یہ ذمّہ داری آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہے کہ آپ مجھے یہاں کی وہ تمام دلچسپ چیزیں دکھائیں۔ جن کی کہانیاں کتابوں میں چھپی ہوئی ہیں۔"

"پہلے میں آپ سے وہ کہانیاں سنوں گا اس کے بعد اس سلسلے میں فیصلہ کیا جائے گا کہ آپ کو کس قسم کی چیزیں دکھائی جانی چاہئیں!"

"سچ غزالی صاحب میں تو آج پپا سے یہ درخواست کرنے والی ہوں کہ وہ تھوڑے عرصے کے لیے آپ کو ہمیں ادھار دے دیں۔ محسن بھیا تو بے کار آدمی ہیں، انھیں اپنے ہی معاملات سے فرصت نہیں رہتی۔ وہ سب سے الگ تھلگ رہ کر اپنی منگیتر کے ساتھ وقت گذارنا چاہتے ہیں۔ پتا نہیں ہم انھیں کھا جائیں گے یا اُن کی منگیتر کو۔ رہی آپ کی اور ہما کی بات، تو چلیے ہمارا وعدہ ہم اُسے بھی اپنی کمپنی میں شریک کر لیں گے۔"

"ارے ارے بھئی ذرا ہمیں بھی تو پتا چلے کہ یہ ہما کس چڑیا کا نام ہے۔" محسن کے بھائی احسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اے اے، یہ بچوں کے سننے کی باتیں نہیں ہیں، ایسے موقعوں پر تم کان بند کر لیا کرو۔"

"باجی، کبھی تو ہمیں بھی خود کو بڑا محسوس کرنے دیا کریں!"

"جس دن تم بڑے ہو جاؤ گے، فضول حرکتیں کرنے لگو گے، خبردار جو ہما کے سلسلے میں کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی، ہم کیوں بتائیں تمھیں ہما اور غزالی صاحب، میرا مطلب ہے غزالی صاحب اور ہمارے تو بہ توبہ کچھ نہیں۔" تنویر خاصی شوخیوں پر اتری ہوئی تھی، ملازموں نے چائے لگا دی، میں ذرا جز بز ہو رہا تھا کہ اس محفل میں میری موجودگی کو ناپسندیدہ نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔

بیگم صاحبہ کوٹھی کے صدر گیٹ سے باہر آئیں تو میری نگاہیں دور ہی سے اُن کے چہرے کا جائزہ لینے لگیں۔ لیکن مجھے دیکھ کر اُن کے خدوخال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ کرسی پر بیٹھنے کے بعد انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ غزالی میاں بھی جولیا کے ساتھ بلجیم سے واپس آگئے۔ مگر یہ بلجیم گئے کب تھے؟"

تنویر ہنسنے لگی۔ "بڑی مشکل سے انھیں بلایا ہے ممی، اس یقین دہانی کے ساتھ کہ غزالی واپس آجاؤ تمھیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔"

"ان کا خوف دُور ہو گیا تو ان سے کہو کہ انسان انسانوں ہی میں خوش رہتا ہے، ویرانوں سے نکل کر انسانوں کی دنیا میں آئیں۔"

"ممی! میرا بھی یہی خیال ہے غزالی صاحب نے خود پر نوکری مسلط کر لی ہے۔ اب کیا ہم لوگ شکل سے اتنے ہی بداخلاق نظر آتے ہیں کہ یہ ہمارے درمیان بیٹھنا بھی پسند نہ کریں، ٹھیک ہے ان کے سر پر ہما کا سایہ ہے لیکن ہم بھی تو ایسے گئے گذرے نہیں ہیں!" تنویر نے شوخی سے کہا اور میں بوکھلا گیا۔

"یہ ہما کے سائے والی بات کیا ہے؟"

"سُنا ہے ممی کہ یہ چڑیا جس کے سر پر بیٹھ جاتی ہے اُس پر خوش بختیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔" تنویر نے کہا۔

ممی ظاہر ہے اس سلسلے میں کچھ نہ سمجھی ہوں گی تب انھوں نے کہا۔ "ہم سب تمھیں اپنے درمیان خوش آمدید کہیں گے۔"

"میں شکر گذار ہوں!" میں نے کہا۔ جولیا اس گفتگو کو نہیں سمجھ پا رہی تھی، اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "دیکھیے یہ ہرگز نہیں چلے گی آپ لوگ میرے سامنے صرف انگلش بولیں، تاکہ میں بھی آپ کی باتوں کو سمجھ سکوں۔"

"اوہ! واقعی، جولیا آئندہ خیال رکھا جائے گا۔" تنویر نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد حسن صاحب اور محسن بھی ساتھ آگئے تھے۔ محسن نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی تھی۔ حسن صاحب نے میری وہاں موجودگی پر کسی تاثر کا اظہار نہیں کیا اور اپنے لیے چائے طلب کر لی۔ پھر وہ چونک کر بولے۔ "ارے! ندرت کہاں ہے؟"

"لباس تبدیل کر رہی تھی۔ میں دیکھتی ہوں!" بیگم صاحبہ نے کہا اور فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ گئیں۔ میں نے چور نگاہوں سے تنویر کے چہرے کا جائزہ لیا لیکن اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ جولیا سے

باتیں کرنے لگی۔ حسن صاحب مجھ سے بولے۔ "بھئی غزالی میاں! سُنا ہے تم نے ایک کارنامہ کر دکھایا ہے۔ گیٹ اینڈ کو کے منیجر نے میرا شکریہ ادا کیا تھا۔ سُنا ہے تم نے صرف ایک ہفتے میں اس کے بہت بڑے آرڈر کی سپلائی دے دی جو ایک طرح سے ناممکن تھی۔"

"جی ہاں سب نے میرے ساتھ تعاون کیا تھا!"

"کارنامہ ہے تمھارا۔ گیٹ اینڈ کو والے تو ہمارے بندۂ بے دام ہو گئے ہیں اگر انھیں یہ بکس نہ سپلائی ہوتے تو مشرق وسطیٰ کا ایک بہت بڑا کام اُن کے ہاتھ سے نکل جاتا۔ انھوں نے تفصیلات مانگی ہیں کہ ہم انھیں کتنی سپلائی دے سکتے ہیں!"

"میں جی ایم سے بات کروں گا۔ میرا خیال ہے خود گیٹ اینڈ کو اپنی ضرورت بتائے!"

"نئی جگہ تلاش کرنی پڑے گی۔ بہت بڑا کام ہے ان کا۔"

"کیا حرج ہے۔ ہم کام بڑھالیں گے!"

"محسن میاں! تم نے بڑی نایاب شخصیت دی ہے مجھے۔ ڈر یہ ہے کہ جب یہ اپنی نئی زندگی کی تلاش میں نکلیں گے تو میرا کیا ہوگا۔ میں تو خود غرض ہوتا جا رہا ہوں!"

"آپ مطمئن رہیں انکل! میں آپ کو منجدھار میں نہیں چھوڑوں گا!" میں نے کہا۔

"لیکن ہم بھی تمھارا مستقبل تباہ نہیں ہونے دیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے۔" سلسلۂ گفتگو بیگم صاحبہ اور ندرت کی آمد پر ختم ہو گیا۔ آج میں نے ایک خاص نگاہ سے ندرت کو دیکھا اور کچھ نئی باتیں نوٹ کیں، ندرت کے خدوخال میں بھدا پن نہیں تھا، بلکہ اُس کے چہرے کی بناوٹ مقامی نہیں تھی۔ وہ بغور دیکھنے سے ایشیائی نہیں لگتی تھی۔ یہ ایک اور حیرت انگیز انکشاف تھا میرے لیے۔ میں محتاط نگاہوں سے اُس کا جائزہ لیتا رہا۔ ندرت بہت کم گو تھی۔ جولیا سے اُس نے دو چار باتیں کی تھیں، بہترین انگلش، بہت صاف لہجے میں بولتی تھی۔ پھر جب حسن صاحب وہاں سے اُٹھے تو میں بھی اُٹھ گیا۔

دوسرے دن ناشتے سے پہلے تنویر، جولیا کے ساتھ میری انیکسی میں آ گئی۔ میں اُن دونوں کو دیکھ کر بھونچکا رہ گیا تھا۔ بہرحال میں نے خود کو سنبھال کر انھیں خوش آمدید کہا۔

"صورتحال یہ ہے کہ اگر ہم لوگ دیر کر دیتے تو آپ ہم سے ملے بغیر آفس چلے جاتے۔ اور آج میں نے اپنے دوستوں کو جولیا کے ساتھ کھانے پر بلایا ہے چنانچہ درخواست ہے کہ چار بجے واپس تشریف لے آیئے گا۔ کچھ انتظامات بھی کرنے ہیں۔"

"حاضر ہو جاؤں گا!"

"چھٹی کے دن کے سارے پروگرام کینسل کر دیجیے کیونکہ وہ ہم نے بک کر لیے ہیں۔"

"اس حکم کی بھی تعمیل ہوگی!"

"ناشتے پر آ رہے ہیں آپ تو چائے وغیرہ کے لیے پوچھیں گے نہیں!"

"چائے تیار ہے۔ جرأت کروں؟"

"منگوایئے!" تنویر بولی اور میں خود کچن کی طرف بڑھ گیا۔ کریم بابا کو ہدایت دے کر واپس آیا تو وہ دونوں میرے بارے میں گفتگو کر رہی تھیں۔ جولیا نے بڑی گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ اُس کے خوب صورت ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ مجھ سے نگاہ ملانے سے بھی اس کی نظریں نہیں جھکی تھیں۔

"کیا دیکھ رہی ہیں مس جولیا؟"

"مشرق؟"

"میرے چہرے پر!"

"ہاں!"

"معاف کیجیے مشرق اتنا مختصر نہیں ہے!"

"اتنا خوب صورت ضرور ہوگا!" جولیا نے بے باکی سے کہا اور میں تنویر کی طرف دیکھنے لگا۔

"پورا پورا یقین ہے کہ آپ نے مس جولیا سے کوئی شرارت کی ہے!"

"خدا کی قسم میں نے آپ کے حسن کے بارے میں اُس سے کچھ نہیں کہا۔" تنویر نے انگلش میں کہا۔

"حسن کی مختلف اقسام ہیں مسٹر گانزالی۔"

"خدا خوش رکھے آپ کو!" میں نے اپنے نام کی مٹی پلید ہوتے سن کر ٹھنڈی سانس لی اور تنویر ہنس پڑی۔ "پُراسرار مشرق کے لوگ بھی میرے لیے ہوتے ہی پُرکشش ہیں۔ تنویر نے مجھے آپ کی کہانی سُنائی ہے۔ آپ کی شخصیت میرے لیے بہت پُرکشش ہے۔"

"چائے!" کریم بابا اندر داخل ہو گئے اور میں انھیں چائے پیش کرنے لگا۔ چائے کا یہ دور مختصر تھا۔ میں نے اردو میں تنویر سے درخواست کی تھی کہ میرا ریکارڈ خراب نہ ہونے دے اس لیے وہ گفتگو درمیان ہی میں رہ گئی تھی۔ تنویر نے چائے پینے کے بعد اجازت لی اور شام کے بارے میں ہدایت کر کے چلی گئی۔ میں لباس تبدیل کر کے دفتر کے لیے چل پڑا تھا۔

شام کو میں ساڑھے تین بجے دفتر سے نکل آیا اور مقررہ وقت پر کوٹھی پہنچ گیا۔ لان پر انتظامات کیے جا رہے تھے۔ تنویر اتنے دنوں تک خواہ مخواہ شکوک و شبہات کا شکار رہی تھی۔ اپنی صورت کے برعکس تھی، مجھے انتظامات کے بارے میں بتانے لگی۔

"میرے لیے تو آپ نے کچھ کام نہیں چھوڑا تنویر صاحبہ!"

"چھوڑا ہے۔ آپ مس ہما طاہر علی کا استقبال کریں گے!" اُس نے کہا اور ہنس پڑی۔ میں نے بھی اُس کا ساتھ دیا تھا۔ لان پر ندرت بھی موجود تھی، محسن کے سب سے چھوٹے بھائی ناصر سے باتیں کر رہی تھی۔ میں دور دور سے اُسے دیکھتا رہا۔ ابھی تک اس لڑکی سے میری براہِ راست بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ میں خود بھی محتاط تھا۔ تنویر کے خیالات اُس کے بارے میں جان چکا تھا، اس لیے اگر میں اُس کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش کرتا تو تنویر یقیناً مجھ سے برگشتہ ہو جاتی۔ اس لیے میں محتاط رہا۔

شام ہو گئی اور مہمان آنے لگے۔ سب موجود تھے۔ میں نے بھی ایک خوب صورت سوٹ پہن لیا تھا اور تنویر نے بے لاگ میرے بارے میں رائے دی کہ آج کی محفل میں مجھ سے زیادہ خوب صورت کوئی نہ ہوگا۔ جولیا یہاں موجود نہیں تھی۔ پھر وہ بھی آ گئی۔ مغربی لباس میں تھی اور بالکل گڑیا نظر آ رہی تھی۔ وہ ہمارے پاس آ کھڑی ہوئی۔ مجھے دیکھ کر اُس نے عجیب سی شکل بنائی اور میرے نزدیک آ گئی۔

"خدا کی قسم! تم مشرق کے شہزادے لگ رہے ہو۔ اس لباس میں تم اتنے خوب صورت نظر آؤ گے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

"ارے باپ رے! گڑبڑ ہو گئی۔" تنویر نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"کیوں، کیا بات ہے؟"

"میں اس جولیا کو ہما کے بارے میں بتانا بھول گئی۔ اس کے تیور کافی خراب نظر آ رہے ہیں۔"

"مس تنویر! شرارت نہیں پلیز!" میں نے لجاجت سے کہا۔ اور وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ مہمانوں کے اتنی تعداد میں آنے کی توقع نہیں تھی۔ آہستہ آہستہ پورا لان بھر گیا تھا۔ پارکنگ پر بھی تل دھرنے کی جگہ نہیں رہی تھی۔ ہما بھی آئی تھی اور بُری طرح میرے پیچھے پڑ رہی تھی۔ محسن ہنس رہا تھا، فریمہ بھی مسکرا رہی تھی میری بوکھلاہٹ پر۔

اتفاقیہ طور پر ہی اس وقت میری نگاہ گیٹ کی طرف اُٹھ گئی تھی۔ داور کی موریس باہر جا رہی تھی۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ آج پھر موقع ہے کیوں نہ میں بوڑھے بابا کو دیکھنے کی کوشش کروں۔ یہ خیال ذہن میں پختہ ہو گیا اور میں نہایت احتیاط سے کاروں کی طرف بڑھ گیا۔ اور ان کی آڑ لیتا ہوا عمارت کی طرف چل پڑا۔ اگر تقدیر ساتھ دے جائے تو آج پوری عمارت دیکھنے کا موقع مل جائے گا۔

میری کوشش کامیاب رہی اور میں عمارت میں داخل ہو گیا۔ داخلی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ یہ بھی حیرت کی بات تھی۔ داور ایسی غلطی کبھی نہیں کرتا تھا۔ میں بے آواز اندر داخل ہو گیا۔ اور پھر میں نے پہلا کمرہ دیکھا۔ خوب آراستہ تھا۔ یہ داور کا کمرہ تھا۔ دوسرے سامان کے ساتھ، چمڑے کے دو ہنٹر بھی نظر آئے، جنھیں دیکھ کر میرے جبڑے بھنچ گئے۔ تو نوبت یہاں تک ہے۔ میں نے داور کے سامان کی تلاشی لی، لیکن کوئی خاص چیز نہیں مل سکی تھی۔ پھر وہاں سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ دو الماریاں رکھی ہوئی تھیں ایک میز بھی تھی جس کی درازیں غائب تھیں۔ لیکن اس میز پر بھی کچھ نہیں تھا۔ تیسرے کمرے کے دروازے پر آتے ہی مجھے احساس ہو گیا کہ اندر کوئی موجود ہے۔ لیکن یہ وہ کمرہ نہیں تھا جسے میں ایک بار دن میں دیکھ چکا تھا اور جس کا دروازہ صحن میں کھلتا تھا۔

میں نے احتیاط سے دروازے میں جھری کی۔ اندر تیز روشنی تھی، اور کمرے سے سسکیوں کی آواز اُبھر رہی تھی۔ نسوانی آواز تھی۔ میں ششدر رہ گیا۔ یہ کون ہے؟ جھری کچھ اور کشادہ کی اور اندر کا منظر دیکھ کر ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں عقل اُسے جھٹلا رہی تھی۔ بوڑھے بابا کا سر ایک لڑکی کی آغوش میں تھا۔ وہ بڑے پیار سے اُس کے اُلجھے ہوئے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کر رہی تھی۔ اور اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپک رہے تھے یہ ندرت تھی۔

حیرت کا یہ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ میں ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا۔ اگر میں خود کو ندرت سے چھپانا چاہتا تو زیادہ دقت نہ ہوتی لیکن یہ خیال ذہن میں نہیں آیا۔ اسی وقت ندرت نے مجھے دیکھ لیا۔ مجھ پہ نگاہ پڑتے ہی یوں محسوس ہوا جیسے اُسے شدید جھٹکا لگا ہوا۔ وہ بجلی کی تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی حسین آنکھوں میں بے پناہ خوف نظر آ رہا تھا۔ منہ کھلا رہ گیا تھا۔ بدن کانپ رہا تھا مٹھیاں بھنچ گئی تھیں۔

میں نے سنبھل کر اس کا جائزہ لیا۔ لیکن زبان سے میں ایک لفظ بھی نہیں ادا کر سکا۔ ندرت چند لمحات اسی کیفیت میں رہی پھر اس نے پلٹ کر بوڑھے بابا کی طرف دیکھا اور پھر وہ تیزی سے ایک طرف بڑھ گئی۔ میں اُسے دیکھتا رہ گیا۔ جس راستے پر ندرت گئی تھی وہ باہر کی طرف نہیں جاتا تھا۔ میں اس کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ بوڑھا بابا مجھ سے لاپرواہ پالتی مار کر بیٹھ گیا اور زمین پر لکیریں بنانے لگا۔ جب ندرت دیر تک واپس نہ آئی تو میں حیران ہو کر اسی طرف چل پڑا جدھر وہ گئی تھی۔ لیکن کمرے خالی تھے۔ اس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ میں حیرانی سے ایک ایک کمرے میں گھس گھس کر دیکھتا رہا لیکن وہ کہیں نہیں تھی۔ اس سے زیادہ تعجب خیز اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر میں واپس بوڑھے بابا کے پاس آ گیا وہ بدستور اپنے شغل میں مصروف تھا۔ ان آڑی ترچھی لکیروں میں کوئی ربط نہیں تھا۔

"کیا ہے تمہارے ذہن میں، کیسے بتاؤ گے؟" میں نے آہستہ سے

کہا۔ یہ سارا معاملہ اس قدر پُراسرار تھا کہ تجسس خود جاگ اُٹھتا تھا لیکن اس معمے کا کوئی حل نہیں تھا۔ ندرت کی پُراسرار گمشدگی ایک الگ معمہ تھی۔ وہ آخر کہاں غائب ہوگئی۔ کوئی اور ترکیب ذہن میں نہیں آتی تھی۔ بہرحال ایسے معمے آسانی سے حل نہیں ہوتے، صبر کرنا ہوگا، انتظار کرنا ہوگا۔ میں نے واپسی کے راستے پر قدم بڑھا دیے اور کسی دقت کے بغیر باہر نکل آیا۔ گھوم کر باہر پہنچا تو دادر کی کار نظر آگئی تھی۔ لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ غنیمت ہوا کہ وہ اندر نہیں تھا۔

میں اینکسی میں آکر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ دل کہہ رہا تھا کہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو رہے ہو۔ کوئی عذاب نہ گلے پڑ جائے۔ ان لوگوں نے پناہ دی ہے۔ در در بھٹکنے سے بچا لیا ہے۔ وہ داستانیں جھوٹی کر دکھائی ہیں جو مجھ جیسے لاوارث لوگوں سے منسوب ہوتی ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ وقت گذارو، زندگی کے لیے کوئی بہتر منصوبہ بندی کرو، وہ چیلنج پورا کر دکھاؤ، جوان دولت کے لالچی لوگوں کو دیا ہے، لیکن فطرت کے تقاضے کچھ اور ہی تھے۔ بوڑھا بابا ہی کیا کم پُراسرار تھا کہ یہ ندرت بھی۔

ندرت کے بارے میں تنویر نے جو کچھ بتایا تھا اُسے سُن کر تعجب ضرور ہوا تھا لیکن یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ اس کا بوڑھے بابا سے کوئی تعلق ہوگا، کافی دیر اسی طرح گذر گئی۔ باہر ہنگامے جاری تھے۔ اینکسی کی کھلی کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھے جا سکتے تھے۔ خوش گپیاں، قہقہے، شکر ہے میری طرف کسی نے توجہ نہیں کی۔ یہ سوچ کر باہر نکل آیا کہ کہیں کوئی میری تلاش میں یہاں نہ پہنچ جائے۔ کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ لان پر ہی ایک طرف انتظام تھا۔ اسی طرف بڑھ گیا تاکہ انتظامات کا جائزہ لوں۔ ابھی چند لمحے ہی گذرے تھے کہ عقب سے آواز اُبھری۔

"لیجیے پکڑے گئے۔ ایسے ہی اس طرف آجاؤ جولی۔" آواز تنویر کی تھی پھر وہ میرے پاس آگئی۔ "گھر پر ملازمین کافی تعداد میں موجود ہیں جناب۔ یہ آپ یہاں کیوں تشریف لے آئے۔ کب سے تلاش کیا جا رہا ہے آپ کو ایک ایک سے پوچھ چکی ہوں۔"

"میری خواہش ہے تنویر کہ آپ کے مہمانوں کو . . . . "

"ہیلو غزالی، کہاں ہو بھئی۔ کمال ہے آدمی ملازمت ضرور کرے لیکن ذہنی طور پر ملازم پیشہ نہ ہو جائے۔" ہما طاہر علی نے میرے قریب پہنچ کر کہا۔

"سوری ہما۔"

"مجھے گھورنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہما پوچھوان نے ایسے کاموں کے لیے تھوڑی کہا تھا میں نے۔" تنویر جلدی سے بولی۔

"کچھ نہیں بھئی۔ بات کا بتنگڑ کیوں بنایا جا رہا ہے۔ کتنی دیر ہوئی تمہیں آئے ہوئے۔"

ہما نے آگے بڑھ کر میری ٹائی کی ناٹ درست کی اور منہ پھُلا کر بولی "بہت دیر ہوگئی۔" میری نگاہ بے اختیار جولیا اور تنویر کی طرف اُٹھ گئی۔ جولیا نے ہما کی اس بے تکلفی کو گہری نگاہ سے دیکھا ملازموں نے کھانا لگانا شروع کر دیا اور مجھے اُن کی طرف متوجہ ہونا پڑا، محسن، فریحہ کے آگے پیچھے پھر رہا تھا۔ پھر یہ غول میزوں کی طرف بڑھنے لگا۔ ڈاکٹر طاہر علی بھی تھے لیکن ہما کو پرواہ نہیں تھی، وہ اطمینان سے میرے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ ہم لوگ بھی کھانے میں شریک ہو گئے کئی اور لڑکیاں بھی آگئی تھیں جو پاس ہی بیٹھی تھیں۔ محسن اور فریحہ بھی تھے۔ دلچسپ فقرے بازی ہوتی رہی۔ جس میں تھوڑا بہت حصہ میں نے بھی لیا لیکن میں محتاط رہا۔

اس دوران ایک بار بھی ندرت کی شکل نہیں نظر آئی تھی تنویر نے اس کا تذکرہ کیا تھا۔ پتہ نہیں تنویر کو اس سے چڑ کیوں تھی کی کوئی وجہ بظاہر سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ وقت گذرتا رہا۔ کھانے کے بعد بے تکلف مہمان رُک رہے باقی چلے گئے، ڈاکٹر طاہر حسن صاحب سے باتیں کر رہے تھے۔ ہما نے مجھے تنہائی میں لیا اور کہنے لگی۔ "یہاں کی فضا میں خوش ہو غزالی؟"

"کیوں کیا محسوس کیا تم نے۔؟"

"تمہاری شخصیت کچھ دبی دبی سی ہے۔"

"احساس ہے تمہارا ورنہ ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"میں اس لیے مطمئن ہوں کہ محسن تمہارا دوست ہے اور اچھا انسان ہے۔ ورنہ ایک لمحے تمہیں یہاں رہنے نہ دیتی۔"

"نہیں ہما۔ مجھے واقعی یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے۔"

"ایک بات بتاؤ گے۔"

"ضرور پوچھو!"

"تنویر کا سلوک تمہارے ساتھ کیسا ہے۔؟"

"ہما میں حسن صاحب کا ملازم ہوں، محسن کا دوست ہوں اس حیثیت سے میرا خیال رکھا جاتا ہے۔ تم نے اگر کوئی ایسی بات محسوس کی ہے تو یہ بس تمہاری محبت ہے ورنہ۔"

"میری محبت کا احساس ہے تمہیں۔" ہما نے کہا اور میں گڑبڑا گیا لیکن پھر میں نے جلدی سے کہا۔

"کیوں نہیں۔" یہ جملے وقت کی ضرورت تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی کے قریب ہونے کا جو فیصلہ میں نے کیا تھا اس کے تحت ہما کو برداشت کرنا ضروری تھا ورنہ ایسا جواب ملتا کہ دل خوش ہو جاتا اس کا۔

"تو پھر اتنی احتیاط کیوں برتتے ہو۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ تم بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہو گے لیکن تم اتنی دیر کے بعد نظر آئے جانتے ہو میرے دل میں کیا وسوسے سر ابھارنے لگے تھے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"میں سوچ رہی تھی کہ کہیں تنویر کہیں تنویر کی وجہ سے۔ پتا بتاؤ غزالی تنویر تمہاری طرف مائل تو نہیں ہے؟"

"پلیز ہما۔ وہ میرے دوست کی بہن ہے۔ صاف دل اور خوش مزاج، اور پھر حسن و عشق کے کھیل ہر جگہ تو نہیں شروع ہو جاتے مجھے یقین ہے کہ آج کے بعد تم ایسی کوئی بات نہیں کہو گی۔"

"شاید بہت زیادہ سوچنے لگی ہوں تمہارے بارے میں۔ کبھی کا تجربہ ہے مگر میں بے قصور ہوں محبت میں ایسے شبہات دل میں سر ابھارنے ہی لگتے ہیں۔"

"میں تمہیں ایک ذہین لڑکی سمجھتا ہوں ہما۔ ایسی فضول باتوں کو ذہن میں جگہ نہ دیا کرو۔ تمہارے ڈیڈی۔ میرا مطلب ہے ڈاکٹر طاہر علی کا کلینک کہاں ہے؟"

"دن میں تو اسپتال میں ہوتے ہیں، نیورو سرجری کے ڈپارٹمنٹ کے چیف ہیں۔ شام کو سول روڈ پر پرائیوٹ بیٹھتے ہیں کیوں؟"

"بڑی پُرکشش شخصیت کے مالک ہیں۔ ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔"

"پہلے بھی مل چکے ہو تم اُن سے۔ یاد ہے یونیورسٹی کے زمانے میں ایک بار میری سالگرہ پر؟"

"دن ہی کتنے گذرے ہیں۔ مجھے یاد ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ ایکبار دوستوں کے ساتھ گیا تھا ہما کے گھر۔ لیکن اس وقت مجھے ڈاکٹر طاہر علی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لیے اُن پر توجہ ہی نہیں دی تھی۔

"کسی وقت تفصیل سے ملاقات کروں گا اُن سے۔"

"جب دل چاہے۔ ڈیڈی بہت شاندار آدمی ہیں۔ ایک مثالی باپ جو اپنی اولاد کا دوست ہوتا ہے۔ میں سوچ رہی ہوں تمہارے بارے میں اُن سے بات کروں۔ کیا خیال ہے؟"

"میں تمہارے خیال کے خلاف کیسے سوچ سکتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہما بھی مسکرانے لگی۔ پونے گیارہ بجے ہما بھی رخصت ہوگئی اب تقریباً سب مہمان جا چکے تھے۔ لیکن اندر کوٹھی میں اب بھی ہنگامے تھے، حسن صاحب کے علاوہ سب ہال میں جمع تھے، ندرت بھی تھی، اُس واقعے کے بعد وہ اس وقت مجھے نظر آئی تھی۔ معمول کے مطابق تھی۔ البتہ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ اس وقت اس کے چہرے پر مجھے کوئی خاص بات نہیں نظر آئی۔ اس کی حسین آنکھیں بدستور سوچ میں کھوئی ہوئی تھیں۔ ویسے بھی وہ دوسروں کی گفتگو میں کم ہی حصہ لیتی تھی۔ میں نے کئی بار اُسے دیکھا لیکن ایک بار بھی وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوئی۔

پھر میں نے بھی اجازت مانگی۔ اس کے بعد دوسرے لوگ بھی ایک ایک کر کے اٹھنے لگے۔ اب میرے بھی یہاں رہنے کا جواز نہیں تھا۔ چنانچہ میں بھی اٹھ گیا، محسن میرے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔

"تھک گئے ہو گے غزالی۔؟"

"اوہ، نہیں محسن۔ میں نے کیا ہی کیا ہے۔"

"یار تم سے ڈرتا رہتا ہوں۔ دیکھو پارٹنر، تمہیں قریب رکھنے کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں اگر تمہیں یہاں کوئی تکلیف ہو۔ تو سب کچھ ہو سکتا ہے تمہارے لیے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب تو تم ڈیڈی کے بھی نورِ نظر ہو۔ وہ بہت متاثر ہیں تم سے۔"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ہاں میرے یہاں رہنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہو تو ضرور بتا دینا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بدلے لے رہے ہو۔ بھلا مجھے کیا تکلیف ہو سکتی ہے البتہ کچھ بور ہو گیا ہوں۔" محسن نے کہا۔

"خیریت۔؟"

"فریحہ جا رہی ہے۔ کم از کم پندرہ روز کا پروگرام ہے ان لوگوں کا۔"

"اوہ، یہ ضروری ہے محسن یہ لمحاتی جدائی محبت بڑھانے میں بڑی معاون ثابت ہوتی ہے۔"

"دل جلا رہے ہو، جلاؤ بھائی، وقت آپڑا ہے ہم پر، اور ہاں یہ ہما طاہر علی کا کیا معاملہ ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"کچھ سنجیدہ محسوس ہونے لگے ہو۔ یقین تو نہیں آرہا لیکن اگر سچ ہے تو پھر مبارکباد دینا فرض ہو جاتا ہے۔"

"غزالی تمہارے لیے اجنبی نہیں ہے محسن۔ خود فیصلہ نہیں کر سکتے۔ باقی رہی سنجیدگی کی بات تو تمہاری مہمان تھی اور تمہارے کام آتی رہتی ہے۔"

"اطمینان ہو گیا۔ یار کہاں تم اور کہاں وہ۔ یوں ہی سب کچھ ذہن میں اُبل رہا تھا۔ آرام کرو۔" محسن واپس چلا گیا۔ میں مسکراتا ہوا اینکسی کی طرف چل پڑا۔ محسن کافی دلچسپ تھا لیکن مجھے محتاط بھی کر دیا اس نے۔ ہما طاہر علی سے میری دلچسپی محسوس کر لی گئی تھی۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔

بغلی لان کی باڑھ سے گذر کر اینکسی کا مختصر راستہ اختیار کیا تھا میں نے، دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن ابھی دروازے تک پہنچ بھی نہیں پایا تھا کہ کوئی چیز سنسناتی ہوئی کان کے پاس سے گذر گئی۔ آواز ایسی عجیب تھی کہ ساکت رہ گیا۔ کوئی پرندہ تھا تو اتنی نیچی پرواز سمجھ میں نہیں آئی تھی اور پھر پروں کی آواز تو نہ تھی۔ سامنے کا حصہ سپاٹ تھا اور تھوڑے فاصلے پر کچھ گرتا ہوا بھی محسوس ہوا تھا۔ پلٹ کر دیکھا تو دُور دُور تک کچھ نظر نہیں آیا۔ چنانچہ آگے بڑھ گیا اور پھر کان کے قریب سے گذرنے والی شے نظر آگئی۔ آٹھ انچ بے چمکتے ہوئے پھل کا چاقو تھا۔

بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ وار نہ چوکتا تو چاقو میری گردن میں پیوست ہوتا۔ یہ بھرپور قاتلانہ حملہ تھا۔ حملہ آور نے پوری پوری کوشش کی تھی۔ لیکن اول تو یہ چاقو پھینک کر مارے جانے والے چاقوؤں میں سے نہیں تھا اور پھر حملہ آور ماہر بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ میں دیر تک وہیں کھڑا متجسس نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ اور پھر چاقو ہاتھ میں لیے اینکسی کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ کریم بابا بستر لگا چکے تھے اور میرے انتظار میں جاگ رہے تھے۔ میں نے انھیں آرام کرنے کے لیے کہا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ چاقو کا معمہ حل نہیں ہو رہا تھا۔ کسی خوش فہمی کی گنجائش نہیں تھی۔ حملہ سو فیصدی مجھ پر کیا گیا تھا۔ لیکن حملہ آور کون تھا۔ ایک ہی نام ذہن میں ابھرتا تھا۔ داور۔ اس کے علاوہ میرا دشمن اور کون ہو سکتا تھا۔ یقیناً اس کے دل میں کدورت تھی۔ میرے ہاتھوں بے عزتی ہوئی تھی اس کی یا پھر ایک اور بات یاد آئی مجھے۔ جب میں عمارت سے باہر نکلا تھا تو داور کی موریس کار موجود تھی۔ ممکن ہے اس نے مجھے نکلتے ہوئے دیکھ لیا ہو۔

بات وہیں آ گئی تھی۔ اور کمال کی بات تھی۔ خوش و خرم لوگوں کے اس گھرانے میں جس کے بارے میں صرف یہ سوچا جا سکتا تھا کہ خوشیاں اس گھر کی لونڈی ہیں اور یہاں کے رہنے والے عیش و عشرت کے گہوارے میں جھول رہے ہیں، اسی میں چند پراسرار کردار بھی تھے جو اس حسین ماحول کو داغدار کر رہے تھے۔ کیوں ہے ایسا کیوں ہے؟ حسن صاحب کا کاروبار شاندار تھا۔ بہترین آمدنی تھی ان کی اور بھی بہت کچھ ہوگا اس کاروبار کے علاوہ جس کی میں نے چھان بین نہیں کی تھی۔ پھر یہ سب کچھ کیا ہے۔ بوڑھا بابا کون ہے۔ ندرت اس کے لیے کیوں رو رہی تھی۔ داور اس مظلوم بوڑھے پر مظالم کیوں کر رہا ہے؟ اور حسن صاحب یہ سب کچھ کیوں برداشت کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر علی اس کے معالج ہیں کیسا علاج کر رہے ہیں اس کا۔ معمے ہی معمے تھے۔ لیکن میں تو بلاوجہ ہی اس جنجال میں پھنس گیا تھا۔ اس دن صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر میں نے بوڑھے کو داور سے بچایا تھا۔ اور اگر داور بدتمیزی نہ کرتا تو شاید میں اس قدر طیش میں نہ آتا۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ اس حملے کے بارے میں کسی کو بتایا جائے یا خاموشی اختیار کر لی جائے۔ بہت غور کیا لیکن کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔ پھر سب کچھ جہنم میں ڈال کر گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح حسب معمول تھی۔ دفتر میں تنویر کا فون آیا۔

"سلام عرض کرتی ہوں، آخر کیا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں آپ۔"

"خیریت، کوئی قصور ہو گیا؟"

"یہ جولیا جو ہے، مسٹر میکے براؤن کی بیٹی ہے اور مسٹر براؤن ارب پتی آدمی ہیں۔ ڈیڈی کے بزنس پارٹنر بھی ہیں۔ آپ سمجھ رہے

"سن رہا ہوں۔"

"سنیے ہی نہیں، سوچیے بھی، جولیا، ہما طاہر علی سے سخت ناراض ہے۔ پوچھ رہی تھی کہ آخر یہ لڑکی کون ہے انداز اتنا خراب تھا کہ میں حقیقت نہ بتا سکی۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے۔"

"مذاق اچھا ہے تنویر صاحبہ، اور کیا خدمت کروں؟"

"نہیں سمجھے۔"

"دفتر کے کچھ کام کر رہا تھا۔ اجازت دیں گی۔؟"

"محترم میں نے آپ سے سوال کیا ہے؟"

"اس مذاق سے مجھے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ آپ جانتی ہیں لاوارث انسان ہوں۔ اگر بات کچھ آگے بڑھ گئی تو برداشت نہیں کی جا سکے گی۔"

"برادرم میں اپنی جولیا کی بات کر رہی ہوں۔"

"میرے لیے وہ بھی آپ کی طرح محترم ہیں۔"

"اور ہما طاہر علی۔"

"اس سلسلے میں بہتر ہے آپ محسن سے رجوع کریں۔"

"ایک تو میں آپ کی اس محتاط گفتگو سے تنگ ہوں کون سا طریقہ اختیار کیا جائے کہ آپ دوست ہو سکیں؟"

"آپ کی عنایتوں سے کبھی انکار کیا ہے؟"

"خدا غارت کرے اس لکھنوی تہذیب کو۔ نمائشی لفظوں کے انبار لگا دیے ہیں۔ اصل چہرہ نظر ہی نہیں آتا۔ خیر فون پر کیا کہوں، آج واپس آئیں ذرا۔ آپ کو ٹھیک نہ کیا تو تنویر نام نہیں۔" تنویر نے فون بند کر لیا۔ میں ریسیور رکھ کر دیر تک سوچتا رہا تھا۔ پھر میں نے گردن جھٹکی اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

اس دوران کئی بار رات والے قاتلانہ حملے کا خیال آیا تھا۔ چا میرے پاس محفوظ تھا۔ اس بارے میں تحقیقات کر سکتا تھا۔ معلو کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ جس نے بھی اسے استعمال کیا تھا۔ اس نے سوچ لیا ہوگا کہ اس کے بارے میں تحقیقات بھی ہو سکتی ہے۔ دا بہت زیادہ دلیر بھی نہیں تھا، اگر وہ باقاعدہ میرا دشمن بن گیا ہے تو یہ سب کچھ بعد میں بھی جاری رہے گا۔ کچھ کرنا چاہیے۔ کچھ مزید کرنا چاہیے۔ محسن ہی ذہن میں آتا تھا۔ یوں تو سب لوگ ٹھیک تھے لیکن محسن میرا دوست تھا۔ صحیح معنوں میں محسن تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ محسن سے ہی رجوع کروں گا۔ اسے تاکید کر دوں گا کہ جذباتی ہو کر کام نہ کرے اور پہلے چیک کر لیا جائے۔ اگر داور ہی اس حملے کا محرک نکلے تو پھر میں خود بھی ایسا کمزور نہیں ہوں۔ دیکھ لوں گا۔

شام کو معمول کے مطابق واپس آیا۔ پورچ میں وہ کار موجود نہیں تھی جو تنویر وغیرہ کے استعمال میں رہتی تھی، دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ ورنہ وہ فوراً ہی مسلط ہو جاتی۔ کریم بابا سے چائے کے لیے

کہہ کر غسل خانے میں چلا گیا۔ واپس آیا تو کریم بابا چائے کے ساتھ موجود تھے۔

"کیسے ہیں کریم بابا۔"

"ٹھیک ہوں غزالی میاں" کریم بابا نے کہا۔ اور میں ان کا چہرہ دیکھ کر متوجہ ہو گیا۔

"کوئی بات ہے بابا۔"

"کچھ کہنا چاہتا ہوں میاں۔"

"کہیے کریم بابا۔ آپ تکلف کیوں کرتے ہیں۔"

"ہم ملازم لوگ ہیں غزالی میاں اتنا ہی بولنا چاہتا ہوں جتنی اوقات ہے۔ ضرورت سے زیادہ بولنا ہمیشہ نقصان دیتا ہے۔ آپ سے محبت ہو گئی ہے غزالی میاں۔ کوئی ہے نہیں ہمارا۔ پیارے بولے آپ، دل آپ کا ہو گیا۔ آپ کی درازی عمر کے لیے دعا کرتے ہیں۔ بروقت داور سے دشمنی اچھی نہیں ہے وہ نہ کریں جس سے یہ دشمنی بڑھے۔"

"داور آپ سے ملا تھا۔" میں نے پوچھا۔

"ملا بھی تھا اور دس دس کے یہ دو نوٹ بھی دیے ہیں اس نے" کریم بابا نے نوٹ دکھائے۔

"کب ملا تھا۔"

"بجلی کی لائن خراب ہو گئی تھی۔ ٹھیک کرانے آیا تھا۔ الیکٹرک والے کے ساتھ تو"

"یہاں اینکسی میں۔" میں نے پوچھا۔

"جی میاں۔ یہیں کی لائن خراب ہو گئی تھی۔ کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ پہلی بار ہم سے اچھی طرح بات کی۔ آپ کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ دل خراب ہے اس کا آپ کی طرف سے۔"

"کیا پوچھ رہا تھا۔؟"

"یہی کہ آپ نے ہم سے کوئی بات تو نہیں کی، بوڑھے پاگل بابا کے بارے میں اور آپ کا کیا خیال ہے اس کے بارے میں۔ اور یہ کہ راتوں کو کبھی ہم نے آپ کو اینکسی سے باہر جاتے ہوئے تو نہیں دیکھا ایسی ہی باتیں، ہم نے بڑی سمجھداری سے بات کی اس سے، ہم نے کہا کہ بس انھیں دنوں پوچھا تھا۔ جب وہ جھگڑا ہوا تھا۔ اس کے بعد نہیں۔ ہم نے داور سے کہہ دیا کہ ہم نے آپ کو سمجھا دیا ہے کہ یہ مالک کا معاملہ ہے۔ اور ملازموں کو اس میں نہیں پڑنا چاہیے۔ اس پر اس نے کہا کہ ایسی بات نہیں ہے۔ آپ مسلسل بوڑھے بابا کی کھوج میں ہیں۔ اور اس کا کوئی حل تلاش کرنا ہی ہوگا۔ اس کا لہجہ اچھا نہیں تھا غزالی میاں۔"

دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔ اور میں چائے کی پیالی رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ "لائن کہاں کی خراب ہو گئی تھی کریم بابا؟"

"پوری کوٹھی کی بجلی چلی گئی تھی۔ میٹر وغیرہ اینکسی ہی میں ہیں۔"

"وہ تو نیچے ہیں۔"

"ہاں، کمروں کی لائن بھی چیک کرنی تھی، بجلی والا ساتھ تھا۔"

"کیا داور کے سپرد یہ ذمہ داری بھی ہے۔"

"پتہ نہیں صاحب۔ ممکن ہے بڑے صاحب نے کہا ہو۔"

"ٹھیک ہے آپ اطمینان رکھیں کریم بابا۔ اس کا خیال غلط ہے بھلا مجھے کیا پڑی ہے۔ اس کوٹھی کے پرائیویٹ معاملات میں کھوج کرنے کی۔ میں داور سے بات کروں گا۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر تیر کی طرح اس کمرے میں واپس ہوا جس کی ایک الماری میں، میں نے چاقو چھپایا تھا۔ الماری کھولی اور پھرتی سے کپڑوں کے نیچے چاقو تلاش کرنے لگا لیکن الماری کھولتے ہی کپڑوں کی ترتیب میں فرق نظر آیا، چاقو وہاں موجود نہیں تھا۔ غلطی ہو گئی مجھ سے۔ اس چاقو کے سلسلے میں احتیاط برتنی چاہیے تھی۔ داور چاقو لے گیا۔ ممکن ہے اس کے حصول کے لیے لائن خراب کی گئی ہو۔ افوہ! میں نے حماقت کی ہے۔ چاقو کے بارے میں تفتیش سے راز کھل سکتا تھا۔ لیکن اب یہ ثبوت غائب ہو گیا۔ الماری بند کر کے آرام سے کمرے میں آیا اور مسہری پر گر پڑا۔ ذہن میں متضاد خیالات آ رہے تھے۔ نمٹ لوں داور سے یا فضولیات سے پرہیز کروں۔ دشمنی بڑھ بھی سکتی تھی۔ داور جیسے غنڈوں سے کبھی سابقہ تو نہیں پڑا تھا لیکن خوف میرے دل میں بھی نہیں تھا۔ اگر بات بڑھ گئی تو پھر اسے سنبھالا جا سکتا ہے لیکن معاملہ حسن صاحب کا تھا۔ بوڑھے بابا کے سلسلے میں وہ خود ملوث تھا اور داور ان کے ایما پر یہاں موجود تھا۔ اس بات کو حسن صاحب پسند نہیں کریں گے۔ دو ہی شکلیں ہو سکتی تھیں یا تو یہ جگہ چھوڑ دوں یا پھر ہمت سے آگے قدم بڑھاؤں۔ آخری بات پر ہی دل جما۔ داور نے اس موقع کے بعد پہل کی ہے لہٰذا جواب ملنا چاہیے۔

کافی دیر گزر گئی۔ میری آنکھوں میں نیم غنودگی کی سی کیفیت پیدا ہو گئی لیکن ٹیلی فون کی گھنٹی نے چونکا دیا۔ ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا: "میاں ایک صاحب رہتے ہیں شاید غزالی نام ہے ان کا" آواز تنویر کی تھی۔

"رانگ نمبر ہے" میں نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ آپ کی آواز بھی ان سے ملتی جلتی ہے۔ کوئی گانا گائیے۔" تنویر شرارت سے بولی۔

"تو آپ واپس آ گئیں۔؟"

"دوبارہ جا رہے ہیں، چائے پی لی آپ نے؟"

"ہاں!"

"بد اخلاقی تو آپ پر ختم ہے غزالی۔ ہم لوگ آ رہے ہیں آپ چائے بنوا لیں ہمارے لیے۔"

"انکار کی مجال ہے۔" میں نے کہا اور فون بند کر لیا۔ تنویر کے ساتھ جولیا بھی تھی۔ شلوار قمیص اور دوپٹے میں قیامت نظر آ رہی تھی۔ تنویر نے اس کے لیے بہترین رنگ منتخب کیا تھا۔ آتے ہی اس نے بڑی گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔ "آپ بہت معروف رہتے ہیں مسٹر گازالی۔؟" اس نے میرے نام کی مٹی پلید کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں مس جولیا۔ کافی ذمہ داریاں ہیں مجھ پر۔"

"رات کے کھانے پر میری ایک دوست نے مدعو کیا ہے۔ میں نے جولیا سے بہت کہا کہ آپ کسی قیمت پر تیار نہیں ہوں گے لیکن ٹھنڈے ملک کی پاگل ہے کچھ سمجھتی ہی نہیں۔" تنویر بولی۔

"چلیے گا مسٹر گازالی، کمپنی رہے گی۔"

"آپ کو مشرق پسند ہے نا مس جولیا۔"

"بہت۔ مگر کیوں۔؟"

"یہاں کے کچھ آداب ہیں جو آپ کو سمجھنے کے بعد ضرور پسند آئیں گے۔ تنویر سے پوچھیے میرا جانا مناسب نہیں ہو گا ورنہ انکار نہ کرتا۔"

"اتنی بُری بات بھی نہیں ہے۔" تنویر بولی

"خدا کے لیے تنویر یہ سب کچھ نہ کرو۔ میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔ میری پوزیشن سمجھو میری زندگی میں اس تفریح کی گنجائش نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا اور تنویر ایکدم سنبھل گئی۔ اس نے شرمندہ نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن کچھ بول نہیں سکی۔ چونکہ یہ سب کچھ میں نے اردو میں کہا تھا اس لیے جولیا احمقوں کی طرح منہ کھولے بیٹھی رہی۔ اتنی اردو اس کی سمجھ سے باہر تھی۔

"ہمارے درمیان اردو نہ بولنے کا معاہدہ ہوا تھا۔ تنویر، کیا تم نے گازالی کو نہیں بتایا۔" چند لمحات کے بعد جولیا نے کہا۔

"سوری جولیا۔ میں بھول گئی تھی۔ غزالی بتا رہے ہیں کہ ان کا جانا ممکن نہیں ہے۔ وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں بن بلائے مہمان کا جانا یہاں کے آداب کے خلاف ہے۔"

میں نے معذرت آمیز انداز میں تنویر کو دیکھا اور وہ ایکدم بول پڑی۔ "چائے جناب۔ دیر ہو جائے گی۔"

"کریم بابا۔"

"آیا جی۔" کریم بابا کی آواز دروازے پر ہی سنائی دی۔ چائے پینے کے بعد دونوں چلی گئیں۔ اور مجھ پر پھر وہی قنوطیت طاری ہو گئی۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ طبیعت بہت ڈل ہو گئی تھی۔ سوچنے لگا کیا کروں۔ ابھی سے سونے کے لیے تو نہیں لیٹ سکتا تھا۔ ہما کا خیال آیا اور دل جم گیا۔ اسی کو فون کرنا چاہیے۔

ہما فون پر آ گئی۔ "یقین کروں کہ یہ تم ہی ہو؟"

"کوئی حرج بھی نہیں ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اس کے لیے شکریہ۔ کہاں سے بول رہے ہو۔؟"

"اپنے حجرے سے۔"

"تمہارا یہ حجرہ مجھے بہت کھٹکتا ہے۔"

"وجہ۔؟" میں نے پوچھا۔

"بتانا نہیں چاہتی، ناراض ہو جاؤ گے۔"

"بُری باتیں مت سوچا کرو ہما۔"

"میں خود نہیں سوچتی بس دل گڑبڑ کرتا ہے۔ خیر چھوڑو نکلو گے نہیں حجرے سے، تنہا ہی ہو، کیا کر رہے ہو۔"

"کچھ نہیں۔ مگر اس وقت رات ہو رہی ہے۔"

"ابھی کہاں۔ یوں کرو کہ شالیمار پہنچ جاؤ۔ باتیں کریں گے کوئی اور پروگرام بن گیا تو۔۔۔۔"

"او کے ہما۔ آ رہا ہوں۔" میں نے کہا اور فون بند کر کے تیار ہو گیا۔ پھر میری کار شالیمار کی طرف دوڑنے لگی۔ سڑکوں پر رش تھا اس لیے سست رفتاری سے ڈرائیونگ کرتا ہوا شالیمار پہنچا۔ ہما کی کار بھی میری کار کے ساتھ ہی یہاں رکی۔ ہم دونوں ریستوران کے کھلے ہوئے حصے کی طرف چل پڑے۔

"جناب۔ کیا منگوایا جائے۔؟"

"بھئی کچھ نہیں، کھانا کھائیں گے۔"

"کوئی مشروب ہو جائے۔"

"پھر جو دل چاہے۔" میں نے کہا۔ ہما سے گفتگو کرنے کے لیے مناسب الفاظ تلاش کر رہا تھا۔ مشروب آنے کے بعد میں نے پوچھا۔ "میرے حجرے سے آپ کو کیا خطرہ ہے۔ اب فرمایئے۔"

"غزالی۔" ہما نے نرم آواز میں کہا۔ "تمہارے لیے بہت سنجیدہ ہوں، بہت کچھ سوچا ہے میں نے تمہارے بارے میں، دیکھو غزالی یونیورسٹی کی زندگی کچھ اور تھی۔ وہ وقت گزر چکا ہے۔ اس وقت طبیعت میں لاابالی پن تھا۔ شرارتیں ہوتی تھیں لیکن اب زندگی کے صحیح راستے منتخب کرنے ہیں اور میں۔ میں" ہما خاموش ہو گئی۔

میرا دل پسیج گیا۔ ہما کے لیے میرے دل میں کچھ نہیں تھا۔ اگر وہ واقعی سچ بول رہی ہے تو اُسے صبح کا بھولا کہا جا سکتا ہے۔ اب اُسے جھٹکانا مناسب ہو گا۔ لیکن جلد بازی اچھی نہیں تھی۔ سچ کے نتائج مجھے معلوم تھے۔ اور ابھی کسی طور یہ سچ نہیں بولا جا سکتا تھا۔

"بات موضوع سے ہٹ گئی ہے؟"

"تنویر اچھی لڑکی ہے۔ کوئی بات نہیں سنی میں نے اس کے بارے میں۔ لیکن وہ یوروپین لڑکی۔ اس کی نگاہیں اچھی نہیں تھیں تمہارے لیے۔ میں نے اُسے جن نظروں سے تمہیں دیکھتے ہوئے دیکھا ہے، وہ۔۔۔۔۔"

"تھوڑے دن کے لیے مہمان آئی ہے۔ چلی جائے گی، جس

معاشرے سے اس کا تعلق ہے اس کے بارے میں تم جانتی ہو بلکہ سوچنا بھی فضول ہے۔ اس احساس کو ذہن سے نکال دو۔"

"اور تنویر۔" ہما نے سکون کا سانس لے کر کہا۔

"تم خود کہہ چکی ہو کہ وہ اچھی لڑکی ہے۔"

"لڑکی تو ہے۔؟"

"افسوس اس کے لیے میں کچھ نہیں کر سکتا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"دیکھو دوست کسی کے لیے سنجیدہ نہ ہو جانا سوائے میرے میں تم سے بہت سی امیدیں وابستہ کر چکی ہوں۔"

"اس گھرانے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے ہما۔؟"

"دولت مند ترین اعلیٰ معیار کے لوگ ہیں۔"

"حسن صاحب کا کاروبار دوسرے ملکوں میں بھی ہے۔"

"مجھ سے زیادہ تم جانتے ہو گے۔؟"

"ماضی کیا ہے ان کا۔ ان کے خاندان کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔؟"

"کبھی کچھ معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔ اور پھر دولت مند لوگوں کا حال ہی سب کچھ ہوتا ہے ان کا ماضی صرف وہی لوگ کھنگالتے ہیں جنہیں اُن سے کوئی پرخاش ہوتی ہے یا ان سے ان کی توقعات پوری نہیں ہوتیں۔ ان جیسے کبھی اُن کے ماضی پر نگاہ نہیں ڈالتے کیونکہ انہیں اپنا ماضی یاد آ جاتا ہے۔"

چونکا دیا تھا ہما نے۔ سنبھلنا پڑا۔ اور پچھلے سوال کا تاثر ختم کرنے کے لیے فوراً بولا۔ "زیادہ گہرے تعلقات نہیں ہیں تمہارے؟"

"گہرے نہیں ہیں حالانکہ حسن صاحب، ڈیڈی کے دوست بھی ہیں۔"

"کسی کا علاج بھی تو کر رہے ہیں وہ۔؟"

"ہاں شاید۔ لیکن میں نے کبھی پوچھا نہیں۔"

اندازہ ہو گیا کہ ہما اس سلسلے میں کچھ نہیں بتا سکے گی۔ وہ ایسی لڑکی نہیں تھی جسے رازداں بنایا جا سکے۔ بات آسانی سے پھیل جائے گی۔ اس لیے محتاط ہو گیا۔ اس کے بعد ادھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں۔ پھر میں نے کہا۔ "ڈاکٹر صاحب تو بے حد معروف انسان ہوں گے۔"

"نہیں وہ روایتی ڈاکٹر نہیں ہیں۔ خدا کے فضل سے ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ ہسپتال اور پرائیویٹ کلینک کے بھی دن مقرر کر رکھے ہیں، ڈیڈی نے ہفتے میں صرف تین دن۔ باقی آرام کرتے ہیں۔"

"خوب۔ پھر کبھی ملاقات رہے گی اُن سے۔؟"

"کبھی کیا۔ میں تم سے گفتگو کر چکی ہوں اس بارے میں۔ اسی ہفتے تمہاری ان سے ملاقات کرائی جائے گی۔ میں دن کا تعین کروں گی۔"

"ٹھیک۔!" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نے کھانا منگوایا۔ مزید کچھ دیر رُک کے پھر اٹھ گئے۔ ہما کے جانے کے بعد میں اپنی کار میں بیٹھ کر چل پڑا۔ کوئی کام نہیں بنا تھا سوائے اس کے کہ ڈاکٹر طاہر علی سے جلد ملاقات کے امکانات پیدا ہو گئے تھے۔ یہ بھی میرے حساب سے کافی تھا۔ ممکن ہے طاہر علی کام کے آدمی ثابت ہوں۔ ایک چورنگی سے موڑ کاٹا تو اچانک بدن میں سرد لہر دوڑ گئی۔ اسٹیئرنگ فری ہو گیا تھا۔ سڑکیں سنسان تھیں۔ اسلیئے تقریباً ساٹھ کلو میٹر کی رفتار سے کار دوڑ رہی تھی۔ ڈرائیونگ اعصاب کا کھیل ہے ذہن اگر الجھا ہوا بھی ہو تو اعصاب خود بخود کام کرتے رہتے ہیں لیکن ایسے موقع پر ذہن کا استعمال ضروری ہوتا ہے۔ ایک لمحے کے لیے معطل ہو گیا تھا لیکن حالات سازگار تھے۔ سامنے سڑک سنسان تھی۔ میں نے فوراً اگنیشن میں لگی چابی گھما کر انجن بند کر دیا۔ گاڑی نے زور زور جھٹکے لیے اور بگڑتے ہوئے بیل کی مانند لہراتی ہوئی تھوڑی دور جا کر سڑک کے عین درمیان رک گئی۔

سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ سیٹ پر کچھ دیر بیٹھا رہا۔ پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ قرب و جوار میں نگاہ دوڑائی۔ کوئی نہیں تھا۔ پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا ننھی گاڑی تھی۔ بہرحال کچھ بھی ہوا تھا۔ اس وقت کچھ کیا نہیں جا سکتا تھا سوائے اس کے کہ گاڑی وہیں چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں نے شیشہ چڑھا کر دروازہ لاک کر دیا۔ اور پیدل چل پڑا۔ کوئی ٹیکسی نظر آئے تو کچھ کروں۔ تقریباً دو فرلانگ پیدل چلنا پڑا۔ ٹیکسی نہیں ملی لیکن ایک پٹرول پمپ نظر آیا۔ جہاں سروس اینڈ مینٹیننس کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ ڈے اینڈ نائٹ سروس تھی مکینک مل گیا لیکن اُسے گاڑی تک لے جانے کے لیے ٹیکسی درکار تھی۔ ٹیکسی تو نہیں آئی۔ ایک گاڑی پٹرول لینے کے لیے رُکی۔ اسی سمت جا رہی تھی جہاں پر میری کار کھڑی تھی۔ چنانچہ اس شریف آدمی نے ہمیں اس جگہ چھوڑ دیا۔ مکینک نے میری گاڑی کا بغور معائنہ کیا اور پھر جب وہ گاڑی کے نیچے سے نکلا تو اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"صاحب ٹائی راڈ ٹھیک ہے کسی نے اسٹیرنگ راڈ کے نیچے کا گجن پن نکال دیا ہے۔"

"نکال دیا ہے۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں صاحب۔ یہ خود نہیں نکلتا، بش کھول کر نکالنا پڑتا ہے۔" مکینک نے بتایا۔ "بش پر چوٹ کے نشان ہیں۔"

"اب کیا کرو گے۔" میں نے پوچھا۔ ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا لیکن بیچ سڑک پر خود کو سنبھالنا ضروری تھا۔

"گاڑی لے جانی پڑے گی صاحب۔ کل دن میں کام ہو گا۔"

"انتظام کرو گے۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہو جائے گا جی آپ فکر نہ کریں۔"

"ٹھیک ہے" میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اُسے دیا۔ "یہ تم رکھ لو جو بھی بل بنے گا وہ۔۔۔۔"

"مہربانی صاحب"، مکینک نے نوٹ رکھ لیا۔ اور پھر میں وہاں سے پلٹ آیا۔ ابھی تک کوئی ٹیکسی نہیں نظر آئی تھی۔ اس بار بھی کافی دور چلنا پڑا۔ مکینک کے الفاظ ذہن پر ہتھوڑوں کی طرح برس رہے تھے۔ اسٹیئرنگ راڈ کا پن نکالا گیا ہے۔ یہ خود نہیں نکلا، بش پر چوٹ کے نشانات ہیں: کیا یہ دوسرا قاتلانہ حملہ نہیں تھا؟ میں سوچتا رہا اور چلتا رہا۔

لیکن یہ کوشش کس کی طرف سے کی گئی تھی۔ شالیمار کے پارکنگ لاٹ میں تو یہ ممکن نہیں تھا۔ تو کیا کوٹھی میں۔۔۔؟ یقیناً یہ سب کچھ کوٹھی میں ہوا ہے۔ راڈ ڈھیلی ہونے میں وقت لگا ہوگا اگر تیز رفتاری سے کوئی موڑ کاٹا جاتا تو حادثہ شالیمار پہنچنے سے پہلے ہی ہو سکتا تھا لیکن اس وقت رش کی وجہ سے کار کی رفتار سست ہی رہی تھی۔

یہ کام' داور کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ داور مسلسل کوششوں میں مصروف ہے۔ ذہن میں نفرت کا دھواں پیدا ہو گیا۔ اتنی شرافت حماقت کہلاتی ہے۔ کچھ کرنا چاہیئے۔ اس سلسلے میں کچھ ضرور کرنا ہوگا خدا خدا کرکے ٹیکسی ملی اور میں کوٹھی واپس پہنچ گیا لیکن کوٹھی میں پھر وہی ہنگامہ بر پا تھا۔ بوڑھا بابا اپنی رہائش گاہ سے نکل بھاگا تھا۔ ملازم اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ داور شاید موجود نہیں تھا۔ ملازم شور مچا رہے تھے' یوں لگتا تھا جیسے کوٹھی میں کوئی ذمہ دار شخص موجود نہیں ہے۔ لڑکیاں بھی واپس نہیں آئی تھیں۔ ہاں کوٹھی کے برآمدے میں ندرت نظر آئی جو ایک گوشے میں کھڑی ہوئی تھی۔ بالکل ساکت' پتھر کے کسی بت کے مانند۔

بوڑھا بابا کوٹھی کی ایک بغلی دیوار پر چڑھ گیا۔ "وہ رہا۔ بھاگ گیا۔ پکڑو" کئی ملازم چیخے' دو نوکر جو قریب کھڑے تھے انہوں نے اُسے دیکھ لیا اور دوسرے لمحے انھوں نے بوڑھے بابا کی ٹانگیں پکڑ کر نیچے کھینچ لیں۔ سات فٹ اونچی دیوار سے وہ بُری طرح نیچے گرا۔ ملازم اس پر ٹوٹ پڑے' بدنصیبی کہ اسی وقت داور واپس آ گیا موٹر کا ہارن سنائی دیا اور چوکیدار نے دروازہ کھول دیا۔ داور صورت حال سمجھ گیا تھا۔ موٹر وہیں چھوڑ کر وہ اسی طرف لپکا۔ میں جانتا تھا کہ اب کیا ہوگا۔ ذہن داور کی طرف سے پہلے ہی کھول رہا تھا۔ چنانچہ گھوم گیا۔

بوڑھے نے داور کی شکل دیکھی تو بُری طرح سہم گیا اور ایک کی آڑ میں ہو گیا۔

"یہ کیسے باہر نکل آیا" داور دھاڑا اور آگے بڑھ کر بوڑھے کی ٹانگ پکڑ لی۔ دوسرے لمحے اس نے ایک زوردار جھٹکے سے اُسے کھینچا اور بوڑھا زمین پر منہ کے بل آ پڑا۔ "تیری موت میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے۔۔۔" داور نے گالی بکتے ہوئے کہا۔

میں اس کے پیچھے پہنچ چکا تھا

"داور" میں نے سرد لہجے میں اُسے پکارا۔ اور اس نے شاید میری آواز پہچان لی۔ "وہ اگر پاگل بھی ہے تب بھی اس کے ساتھ یہ غیر انسانی سلوک ٹھیک نہیں ہے۔"

"تم کو پہلے بھی منع کیا گیا تھا بابو کہ اس معاملے میں مت بولا کرو" داور نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا۔ شراب کی بدبو کے بھبکے اس کے منہ سے اُٹھ رہے تھے۔

"جاؤ اپنا کام کرو۔ اُسے میں اس کی جگہ پہنچا دوں گا" میں نے بوڑھے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا لیکن داور میرے سامنے آ گیا۔ "یہ کام اپنا ہے بابو۔ اس میں دخل مت دو۔ اپن دماغ کا اُلٹا ہے۔ بڑے صاحب کی عزت بھی ایک حد تک کی جا سکتی ہے۔ اس معاملے میں اب میں ان کی بات بھی نہیں مانوں گا۔"

"تم پھر مار کھاؤ گے داور۔ اُسے ہاتھ مت لگانا۔"

"تو پھر آ جاؤ بابو۔ اپن کے لیے اس طرح جینا حرام ہے۔ ابھی کوئی نہیں ہے یہ فیصلہ بھی کر لیں" اس نے کہا اور خود ہی مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس نے میرے جبڑے پر گھونسہ مارنے کی کوشش کی لیکن میں نے کلائی پر اس کا وار روک کر گھٹنا اس کے پیٹ پر مارا۔ اور جونہی وہ جھکا میری دوسری ضرب اس کے سر پر پڑی داور گر گیا لیکن زمین پر گرتے ہی اس نے پلٹی کھائی اور جھک پتلون کے پائنچے سے چاقو نکال لیا۔ میں نے اس کی یہ حرکت لی تھی۔ چنانچہ جونہی وہ سیدھا ہوا میں نے زمین سے بجری اٹھا اور اس کی آنکھوں کی طرف اُچھال دی۔ پھر چاقو اس کے ہاتھ کہاں رہ سکتا تھا۔ چونکہ میں پہلے بھی اس کے دو وار سہہ چکا تھا اس لیے جھنجلایا ہوا تھا، یہ جھگڑا صرف بوڑھے بابا کے لیے تھا بلکہ اس میں میری اپنی جھنجلاہٹ بھی شامل تھی۔ اس لیے بھی دل کی بھڑاس نکالنے پر تل گیا۔ میں نے گریبان پکڑ کر داور کو اُٹھایا اور پھر ایک اور گھونسہ اس کی تھوڑی پر رسید کر دیا۔ داور گرا تو اس کے بعد میں نے اُسے اٹھنے کا موقع نہیں دیا۔ اور جوتوں کی ٹھوکروں سے اس کا حلیہ بگاڑ دیا۔

تمام ملازم دم بخود کھڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے کسی کو کچھ بولنے کی جرأت نہیں ہو سکی۔ داور کا چہرہ سوج گیا۔ ہونٹ پھٹ گئے۔ بدن کے جن جن حصوں پر ٹھوکریں پڑیں وہ ورم کر آئے۔ نوبت یہ آ گئی کہ وہ خود اپنی جگہ پڑا کراہتا رہا۔

سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ بوڑھا بابا بھی ہمارے درمیان آ کھڑا ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے اسے کچھ سمجھ کر کوشش کرتے دیکھا تھا خدا کا احسان تھا کہ میں نے یہ جنگ بڑی شان سے لڑی تھی اور داور ایک بار بھی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکا تھا۔ تب میں نے اس کے قریب جھک کر کہا۔

"تم مجھ پر دو حملے کر چکے ہو داور۔ کان کھول کر سن لو میں تمہارے بس کی چیز نہیں ہوں اور یہ بھی سُن لو۔ حالات کچھ بھی ہوں۔ اس بوڑھے کے ساتھ یہ سلوک کسی طور نہیں ہو سکتا۔ اپنی زندگی کی سلامتی چاہتے ہو تو اُسے کنٹرول کرنے کے لیے اپنے طریق کار کو تبدیل کر دو۔"

داور نے کراہتے ہوئے ایک گالی بکی تو میں نے آخری ضرب اس کی کنپٹی پر لگا دی۔ اور وہ تڑپنے لگا۔ پھر ساکت ہو گیا۔ تب میں بوڑھے بابا کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑا تو اس نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اور خاموشی سے میرے ساتھ چل پڑا۔

"تم میں سے کون اس کی دیکھ بھال کرتا ہے؟" میں نے ملازموں کی طرف رُخ کر کے کہا۔ اور ایک ملازم آگے بڑھ آیا۔ "داور کون ہے تمہارا۔۔؟" میں نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"کوئی نہیں صاحب؟"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُسے غور سے سُنو تمہیں صرف اسکی خدمت کرنی ہے۔ داور کے یا کسی کے کہنے سے اگر تم نے اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی کی تو میں تمہارا حشر اس سے زیادہ خراب کروں گا۔"

"اُسے لے چلوں صاحب۔؟" ملازم نے پوچھا۔

"آؤ میرے ساتھ" میں نے کہا اور بوڑھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ حالانکہ حسن صاحب کی طرف سے کسی اور کے اس طرف جانے کی ممانعت تھی لیکن اب میں اتنا آگے بڑھ چکا تھا کہ یہ احتیاط بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ داور کے ساتھ یہ دوسرا واقعہ ہوا تھا۔ حسن صاحب کو اطلاع تو مل ہی جائے گی دیکھا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہی تو ہوگا کہ ان کے اور میرے تعلقات منقطع ہو جائیں گے لیکن اس کے بعد بھی میں بوڑھے کے معاملے کو نظر انداز نہیں کروں گا۔ اب تو یہ میری ضد بن چکی تھی۔ تجسس اپنی جگہ لیکن انسانی ہمدردی کا بھی معاملہ تھا۔

دروازے پر پہنچ کر ملازم ٹھٹھکا۔ "صاحب آپ اندر نہ جائیں۔"

"آگے بڑھو" میں غرّایا۔ اور ملازم جلدی سے اندر داخل ہو گیا۔ میں بوڑھے کے ساتھ اس کے پیچھے اندر آ گیا تھا۔ میں اس عمارت کو پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ لیکن اس وقت میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ ملازم نے بوڑھے کو ایک کمرے میں پہنچا دیا تھا۔ میں نے دوسرے کمروں کا گشت کیا۔ اور پھر چمڑے کے چابک لیے ہوئے ملازم کے پاس پہنچ گیا۔

"یہ کس لیے ہیں؟"

"ہم زبان نہیں کھولیں گے صاحب" ملازم نے سہمے سہمے انداز میں کہا۔

"میں چاہوں تو تمہاری زبان کھلوا سکتا ہوں۔ سنو اگر داور واپس آ کر اس پر کوئی تشدد کرے تو تم مجھے بتاؤ گے۔ اگر ایسا نہ کیا تم نے تو میں تمہارے سارے بدن کی کھال اُتار دوں گا۔" میں چابک لے کر واپس آیا اور رانیکسی میں پہنچ گیا۔ گذرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ داور اسی جگہ پڑا ہوا تھا۔ جہاں میں اُسے چھوڑ آیا تھا۔

دروازے میں کریم بابا کھڑے نظر آئے۔ وہ منہ کھول کر رہ گئے۔ میں جانتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس وقت میری ذہنی کیفیت اتنی خراب تھی کہ میں نے انھیں نظر انداز کر دیا۔ اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے میں نے انھیں آواز دی "کوئی بھی آئے مجھ سے ملنا چاہے تو انکار کر دینا خواہ کوئی بھی ہو سمجھے اس سے کہہ دینا میں سونے کے لیے لیٹ گیا ہوں۔"

"جی میاں" کریم بابا نے گردن جھکا کر کہا۔ ایک لمحے کے لیے وہ کھڑے رہے تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔

"یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ کہ میں نے اچھا نہیں کیا اور یہ بات مالکوں کو پسند نہ آئے گی۔"

"آپ سمجھدار ہیں میاں۔"

"ہاں لیکن بے غیرت نہیں ہوں۔ پیٹ کے لیے آنکھیں نہیں بند کر سکتا ہوں۔ یہاں سب لوگوں نے کہا ہے وہ ایک بے بس بوڑھا ہے۔ ایک جانور نما انسان اس کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کرتا ہے۔"

"مالکوں کی مرضی سے صاحب۔"

"انسان کا مالک صرف خُدا ہے کریم بابا۔ یہ بات بڑھاپے میں بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آئی۔"

کریم بابا کچھ سوچتے رہے پھر بولے۔

"ہمیں آپ سے محبت ہے میاں' اپنی اولاد کی طرح چاہنے لگے ہیں آپ کو' آپ کا بھلا چاہتے ہیں ورنہ ہماری کیا مجال۔"

"مجھ سے محبت کر سکتے ہو تم لیکن ایک مظلوم بوڑھا، تمہاری محبت نہیں حاصل کر سکتا معاف کرنا کریم بابا۔ یہ محبت نہیں مصلحت ہے' وہی کرتے ہو تم لوگ جو تمہارے مفاد میں ہو۔"

"شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میاں۔ واقعی بات تو ٹھیک ہے۔ مگر ہم کیا کر سکتے ہیں ہماری اوقات ہی کیا ہے۔؟"

"مجھے بتاؤ کیا معاملہ ہے اس بوڑھے کا۔ کونسا انتقام لے رہے ہیں حسن صاحب اس سے؟"

"میاں کیا آپ کے خیال میں ہمیں کچھ معلوم ہوگا؟ مالکوں کے

معاملات سے نوکر کہاں واقف ہوتے ہیں۔ کوئی کچھ سن لیتا ہے تو دوسروں میں پھیلا دیتا ہے۔ یہ بڑے میاں مالک کے ساتھ آئے تھے اور شروع ہی سے انھیں اس عمارت میں رکھا گیا اور نوکروں کو ہدایت کر دی گئی کہ اس عمارت کی طرف رُخ نہ کریں، بس اتنا کافی تھا۔ پھر کس کی مجال تھی۔ کچھ دن نوکر آپس میں کھسر پھسر کرتے رہے پھر خاموش ہو گئے، سب کو نوکری پیاری ہے۔"

"داور یہاں کب آیا؟"

"ان کے آنے کے چار دن کے بعد۔ وہ اس کوٹھی کے دوسرے کام بھی کرتا ہے لیکن اس کا اصل کام بڑے میاں کی حفاظت کرنا ہے۔ غنڈہ اور چاقو باز قسم کا آدمی ہے، سب سے بدتمیزی کرتا ہے اس لیے کوئی اُسے پسند نہیں کرتا پَر سب اس کی مانتے ہیں کیونکہ مالکوں نے یہی کہہ رکھا ہے۔"

"گھر کے کسی فرد سے اس کی لڑائی ہوئی؟"

"کوئی اُس سے نہیں البجھتا۔ من موجی ہے۔ ایک بار ناصر میاں نے کچھ کہا تھا مگر صاحب نے ناصر ہی کو ڈانٹ دیا۔"

"ندرت کے بارے میں کیا رائے ہے کریم بابا؟"

"ندرت بی بی کا ان باتوں سے کیا تعلق ہے صاحب؟" کریم بابا تعجب سے بولے۔

"تعلق کی بات نہیں کر رہا۔ ان کی کیا پوزیشن ہے؟"

"وہ بھی اس گھر میں اجنبی ہیں۔ صاحب کے علاوہ کوئی انھیں مُنہ نہیں لگاتا۔ مگر صاحب کا یہی کہنا ہے کہ ندرت اُن کی بیٹی کے مانند ہے اس کے ساتھ کوئی فرق نہ برتا جائے۔"

"کوئی فرق برتا جاتا ہے؟"

"وہ تو بڑی ٹھنڈی ہیں صاحب! اپنے کام سے کام رکھتی ہیں خواہ دوسرے ان سے کیسا ہی سلوک کریں۔"

"ندرت نے کبھی بوڑھے بابا کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہا؟"

"انھوں نے اپنے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہا صاحب تو کسی اور بارے میں کیا کہیں گی۔"

"ٹھیک ہے کریم بابا۔ اب آرام کرو۔ جو کچھ مَیں نے پوچھا ہے اسے بھول جاؤ۔ مَیں صرف انسانی ہمدردی کی وجہ سے دوبارہ داور سے اُلجھا ہوں، ورنہ مجھے بھی مالکوں کے ذاتی معاملات سے دلچسپی نہیں ہے۔" کریم بابا چلے گئے۔

دوسرے دن مَیں معمول کے مطابق جاگ گیا۔ کریم بابا چائے لائے تو مَیں نے رات کو کسی کے آنے کے بارے میں پوچھا۔ "محسن میاں اور تنویر بی بی آئی تھیں، مَیں نے کہہ دیا کہ غزالی میاں نے کسی سے ملاقات کے لیے منع کر دیا ہے۔"

"کچھ اور کہا تھا انھوں نے؟"

"نہیں واپس چلے گئے!"

چائے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور مَیں نے ریسیور اُٹھا لیا۔ دوسری طرف محسن تھا۔ "عزیزم کیا مصروفیات چل رہی ہیں آجکل۔ مارو ہاڑ کے کسی کلب کی ممبر شپ لے لی ہے کیا؟"

"نہیں محسن! اس کی کیا ضرورت پیش آسکتی ہے مجھے۔ تم طویل عرصے سے مجھے جانتے ہو۔"

"ناشتا یہیں کر لو!"

"سوری یار میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے!"

"مَیں آرہا ہوں!" محسن نے کہا اور فون بند کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے پاس آگیا۔ اور اُس نے آتے ہی کہا "داور کو خون کی قے ہوئی ہے، حالت زیادہ بہتر نہیں ہے۔"

"مرنے کا اندیشہ ہے؟" مَیں نے پوچھا۔

"ڈیڈی ہسپتال گئے ہیں۔ رات کو ہی اُسے داخل کر لیا گیا تھا۔ خاصی ٹوٹ پھوٹ ہوئی ہے۔"

"فکر مت کرو مَیں فرار ہونے کی کوشش نہیں کروں گا اگر وہ مر گیا تو خود کو قاتل کی حیثیت سے پیش کر دوں گا۔" مَیں نے کہا۔ محسن تشویش آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا، پھر اُس نے کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا غزال کہ تم ان معاملات میں دلچسپی نہ لو۔"

"کیسے ممکن ہے محسن! مَیں صرف اس معاملے میں اس حد تک دلچسپی رکھتا ہوں کہ اُس کے ساتھ یہ غیر انسانی سلوک نہ کیا جائے۔ داور اُسے جانوروں کی طرح پیٹتا ہے۔ اُس نے یہ ہنٹر رکھے ہوئے تھے اپنی رہائش گاہ میں۔" مَیں نے ہنٹر اُٹھا کر محسن کے سامنے ڈال دیے۔ "مجھے بتاؤ تو وہ کون ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے اُس کے ساتھ؟"

"مَیں نے تمھیں بتایا تھا اُس کے بارے میں!"

"عقلِ انسانی اسے تسلیم نہیں کرتی۔"

"پاگل خانے میں پاگلوں کے ساتھ ہونے والے سلوک پر غور کیا ہے؟"

"اس طریق کار سے مَیں آج تک متفق نہیں ہو سکا۔"

"یہ سب کچھ ایک ماہر نیورو سرجن کی زیرِ ہدایات ہو رہا ہے۔"

"تم لوگ اسے کسی عمدہ دماغی ہسپتال میں کیوں نہیں داخل کرتے؟"

"یہ ڈیڈی کا معاملہ ہے یار!" محسن بے بسی سے بولا۔

"سوری ڈیئر! ایک ہی تجویز ہے میرے ذہن میں، مجھے یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے!"

"ہم میں سے کوئی اس کے لیے تیار نہیں ہے۔ ویسے داور کی حالت تشویشناک ہے۔ ڈیڈی اسی صورتِ حال کو سنبھالنے گئے ہیں۔ مَیں تمھیں ایک بات بتاؤں، ڈیڈی نے اس بار حیرت انگیز

طور پر داور کی پٹائی پر کسی خاص ردِعمل کا اظہار نہیں کیا بلکہ اس کی حالت دیکھ کر حیران ہوئے ہیں وہ۔ کافی خطرناک ہے یہ آدمی۔"

"کچھ بھی ہے محسن اپنی عمر اور شخصیت کے لحاظ سے وہ اس سلوک کا مستحق نہیں ہے۔ داور جب بھی اُس کے ساتھ یہ سلوک کرے گا مَیں اُس کی یہی درگت بناؤں گا۔"

"میرے خیال میں اب اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ ڈیڈی تمھارے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے ہیں۔ وہ کوئی بندوبست کر لیں گے۔"

محسن سے گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ جولیا اور تنویر آگئیں۔ اور اس کے بعد کوئی اور گفتگو نہ ہو سکی، یہاں تک کہ دفتر جانے کا وقت ہو گیا۔ اُن لوگوں نے ناشتا وہیں منگوا لیا۔

باہر نکلا تو محسن میری کار نہ دیکھ کر بولا۔ "گاڑی کہاں گئی؟"

"گیراج گئی ہے کچھ خرابی ہو گئی تھی۔" مَیں نے جواب دیا۔

"مَیں ڈرائیور کو بلاتا ہوں۔" محسن نے کہا۔ پھر مَیں دوسری گاڑی میں دفتر پہنچا اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ گیارہ بجے حسن صاحب نے مجھے دفتر میں طلب کیا اور مَیں ان کے پاس پہنچ گیا۔ حسن صاحب نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھا پھر آہستہ سے بولے۔ "بیٹھ جاؤ۔" اور مَیں بیٹھ گیا۔ "مارشل آرٹ کی تربیت لی ہے؟"

"نہیں!"

"جذبات کے کھلاڑی ہو صرف۔ بات کچھ زیادہ بڑھ گئی تھی؟"

"جی ہاں! وہ نشے میں بھی تھا۔"

"نشے میں تو وہ اور خطرناک ہوتا ہے۔ حالت ابھی تک تشویشناک ہے مگر خوب مارا ہے تم نے اُسے۔ مَیں بھی اُسے پسند نہیں کرتا لیکن اپنے کچھ پریشان کن حالات میں گھر گیا ہوں۔ نوبت یہاں تک آئی کہ مجھے اس قسم کے غنڈوں کا سہارا لینا پڑا، ان کمبختوں میں عقل کم ہی ہوتی ہے۔ البتہ بوڑھے بابا کا معاملہ کچھ ایسا ہے کہ... کہ یہ سب کچھ اس کے لیے ضروری ہے۔"

"مَیں اس سے اختلاف رکھتا ہوں۔ اسے کسی دماغی ہسپتال میں داخل کرایا جا سکتا ہے۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ کچھ ایسے ہی حالات ہیں وہ وہاں چند منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"وجہ؟" مَیں نے پوچھا۔

"ہر چیز کی وجہ بھی تو نہیں بتائی جا سکتی۔ مَیں نے کوٹھی میں اسے رکھ کر بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ کسی بھی وقت کوئی خوفناک حادثہ ہو سکتا ہے!"

"مَیں آپ کے ذاتی معاملات نہیں کریدنا چاہتا حسن صاحب! بس یوں سمجھ لیں کہ مَیں اس سلسلے میں مجبور تھا۔ اگر میری وجہ سے آپ کو کوئی اُلجھن درپیش ہو تو مَیں کوئی اور جگہ بھی تلاش کر سکتا ہوں۔"

"یہ بات میرے ذہن میں بھی آئی تھی۔ لیکن ایک اور خیال مجھے اس سے روک رہا ہے۔ تمھیں قیام گاہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ میرے پاس ہی بہت سے مکانات ہیں لیکن... نہ جانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں تم سے اس سلسلے میں مدد لوں۔"

"مَیں خلوصِ دل سے حاضر ہوں۔" مَیں نے کہا۔

حسن صاحب کا چہرہ غیر معمولی سوچ کا حامل نظر آرہا تھا۔ پھر انھوں نے کہا۔ "مَیں نے داور کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ بوڑھے پر نگاہ رکھے۔ وہ نکل کر نہ بھاگنے پائے۔ یا کوئی بیرونی شخص اُس سے قریب ہونے کی کوشش کرے تو وہ اُسے چیک کرے۔ اس کے بعد ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ اس کی مرمت کی جاتی رہے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔ مَیں تم سے معذرت خواہ ہوں کہ جب تم کوٹھی میں آئے تو داور نے میری ہدایت کے مطابق تمھارے بارے میں بھی تفتیش کی اور تمھاری پوری داستان اُس نے میرے سامنے لا رکھی۔ اس سلسلے میں وہ بڑے کام کا آدمی ہے۔ لیکن اب گڑبڑ ہو گئی ہے، مَیں اب داور پر بھروسا نہیں کر سکتا۔"

"جی!" مَیں نے آہستہ سے کہا۔

"تم میری بے ربط گفتگو سے بور ہو رہے ہو گے۔ ایک حقیقت تمھیں بتاؤں مَیں اس بوڑھے کے نام تک سے ناواقف ہوں۔"

"اس کے باوجود وہ آپ کے پاس ہے!" مَیں نے چونک کر اُنھیں دیکھا۔

"ہاں! پوری ذمہ داریوں کے ساتھ۔"

"اس کی کوئی وجہ ضرور ہو گی؟"

"بلاوجہ کونسا کام ہوتا ہے غزالی، لیکن مَیں ابھی کچھ نہیں بتا سکتا، بس یہ سمجھ لو کہ تم میرا یہ کام کر سکتے ہو۔"

"جو داور کرتا تھا؟"

"ہاں!"

"اُسے مارنے کے علاوہ سب کچھ کر سکتا ہوں!"

"مَیں اس سلسلے میں طاہر علی سے بات کروں گا۔ لیکن سنو! تم اب یہ ذمہ داری سنبھال ہی لو۔ اسے میرا ذاتی کام تصور کرو۔ یوں سمجھ لو کہ تم میری ایک بہت بڑی ضرورت پوری کر رہے ہو۔ یوں سمجھ لو احسان ہو گا یہ مجھ پر۔ مَیں رفتہ رفتہ بہت کچھ بتا دوں گا اس کے لیے، مجھے موقع دو۔ پلیز غزالی میں سمجھتا ہوں کوئی ایسا کام جس کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے ہو۔ انجام دینا کتنا مشکل ہوتا ہے لیکن صرف کچھ دن انتظار کر لو... بولو... یہ کرو گے؟"

"ضرور کروں گا حسن صاحب!"

"سنو! بوڑھے کے ذہن میں کوئی راز پوشیدہ ہے۔ کبھی کبھی اُس کے دماغ میں یادداشت کی لہریں کلبلاتی ہیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے کوئی چیز بتانا چاہتا ہے لیکن پھر اس کا ذہن ساتھ نہیں دیتا اس پر جنون کے دورے پڑ جاتے ہیں۔ ایسے وقت اُسے مارنا ضروری ہوتا ہے تاکہ اُس کا ذہنی ہیجان کم ہو جائے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اُس کے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ وہ مر جائے گا اور یہ ایک عظیم نقصان ہوگا۔"

"وہ کیا یاد کرنا چاہتا ہے؟"

"یہ کوئی نہیں جانتا۔ میں کیا جان سکتا ہوں۔ لیکن میری خواہش ہے کہ اس کی یادداشت واپس آجائے۔ وہ سب کچھ یاد کر لے۔ اور یہ سب کچھ میں اسی لیے کر رہا ہوں۔ اُسے جو کچھ بھی یاد آئے گا وہ میں اسی وقت جان سکتا ہوں جب وہ خود مجھے بتائے۔"

"میرے اور آپ کے درمیان احترام کا رشتہ ہے حسن صاحب اس لیے میں کچھ نہیں عرض کر سکتا۔ تاہم میں انتظار کروں گا کہ آپ مجھے اس بارے میں کچھ بتائیں۔ فی الحال صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر میں یہ سب کچھ سنبھال لوں گا۔ اس کے لیے میں ملازموں یا باہر کے کسی شخص سے کوئی مدد لوں تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہوگا۔"

"باہر کے کسی شخص سے مدد لیتے ہوئے تم اپنی ذمہ داری پر اس کا انتخاب کرو گے؟"

"ہاں یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔"

"اخراجات کی کوئی فکر نہ کرو۔ اور اس سلسلے میں اگر مناسب سمجھو تو ڈاکٹر طاہر علی سے مل لینا۔ آج ہی مل لینا میں انھیں فون کروں گا۔"

"یہ بہتر رہے گا!" میں نے فوراً کہا۔ "یہ کام تو میں آج خود بھی کرنے والا تھا لیکن اس شکل میں سہی۔ یہ بہتر رہے گا۔"

"بس اب حالات تمھارے ذمے ہیں۔ داور کی صورتِ حال دیکھتے رہیں۔ تم مطمئن رہو اگر اُسے کچھ بھی ہو گیا تو بات تم پر نہیں آئے گی۔ یہ حالات میں سنبھال لوں گا۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں!" میں نے زیادہ دلیری دکھانے کی کوشش نہیں کی۔ حسن صاحب نے مجھے اجازت دے دی اور میں بہت سے نئے احساسات سینے میں سمیٹے ہوئے ان کے دفتر سے باہر نکل آیا۔ حسن صاحب کی یہ پیشکش بہت دلچسپ تھی اور میں اس پر بہت خوش تھا۔ بوڑھا بابا اب میری تحویل میں آجائے گا۔ میں اس کی ذہنی کیفیت اعتدال پر لانے کی پوری کوشش کروں گا۔ ڈاکٹر طاہر علی سے بھی اس موضوع پر کھل کر گفتگو ہوگی۔ لیکن حسن صاحب نے جو کچھ کہا کیا وہ درست تھا؟ وہ بوڑھے بابا سے اس قدر ناواقف نہیں ہوں گے جس قدر اظہار کر رہے ہیں۔ اس گفتگو سے ایک فائدہ ضرور ہوا تھا۔ محسن کے اس احسان سے گردن نہیں اُٹھا سکتا تھا جو اس نے مجھ پر کیا تھا لیکن حسن صاحب کے کردار سے اس میں ایک بال پڑ گیا تھا اور اکثر سوچا تھا کہ بوڑھے بابا کو اس حال میں رکھ کر وہ مجرمانہ کارروائی کر رہے ہیں۔ داور جیسے غنڈے سے ان کا کیا واسطہ ہے اور اگر بوڑھے بابا کے سلسلے میں جذباتی ہو کر میں کوئی غلط قدم اُٹھا بیٹھتا تو کیا یہ ناسپاسی نہ ہوگی۔ اب یہ اُلجھن رفع ہو گئی تھی اور کھل کر کام کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

دوپہر کو دفتر کے ایک ڈرائیور کو اس گیراج کا پتا بتا کر بھیج دیا جہاں گاڑی مرمت ہو رہی تھی۔ گیراج کا ایک مکینک ساتھ آیا جسے بل ادا کر دیا گیا۔ پانچ بجے میں نے ہما کو فون کیا۔ فون ڈاکٹر طاہر علی نے اُٹھایا۔

"ہما صاحبہ تشریف رکھتی ہیں؟"

"کہیں گئی ہوئی ہیں آپ کون ہیں؟"

"غزالی ہے میرا نام... میں..."

"پہچانتا ہوں بیٹے۔ ہما تمھارا تعارف کرا چکی ہے۔ میں طاہر علی بول رہا ہوں۔"

"آپ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا ڈاکٹر صاحب!"

"ضرور... فرصت ہو تو آجاؤ، میں آج فارغ ہوں۔"

"ابھی حاضر ہو جاؤں؟"

"بیشک!" ڈاکٹر طاہر علی نے جواب دیا۔

"بہتر! میں ابھی زحمت دوں گا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میری کار طاہر علی کی کوٹھی میں داخل ہو گئی۔ ایک ملازم نے مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور طاہر علی بھی چند منٹ کے بعد پہنچ گئے۔ رسمی علیک سلیک ہوئی پھر انھوں نے کہا "دلچسپ بات ہے۔ ہما نے تمھارا تذکرہ کر کے تمھارے اور میرے درمیان ملاقات کرانے کا پروگرام بنایا تھا۔ لیکن وہ ذرا اہتمام کرنا چاہتی تھی لیکن اتفاق سے ہماری براہِ راست ملاقات کا بھی ایک ذریعہ نکل آیا!"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"حسن بھائی نے فون کیا تھا مجھے۔ مختصر تفصیل بھی بتائی تھی ویسے بیٹے میرے خیال میں ان لچے لفنگے قسم کے لوگوں سے بھڑنا اچھا نہیں ہوتا۔ داور ایک باقاعدہ مجرم ہے کئی بار سزا یافتہ ہے۔"

"میرے خیال میں حسن صاحب نے اس کام کے لیے غلط شخص کا انتخاب کیا تھا۔ کام کی نوعیت کچھ بھی تھی ایسے لوگوں کو خود سے اتنا قریب کرنا بھی تو اچھا نہیں ہوتا اور پھر خاص طور سے ایسی جگہ جہاں ان کے اہلِ خاندان بھی رہائش پذیر ہوں، آپ کا کیا خیال ہے؟"

میں نے کہا۔ ویسے میں دل میں حیران بھی ہوا کہ حسن صاحب نے فوراً ہی ڈاکٹر طاہر سے رابطہ قائم کر لیا۔

"بس بھئی اس میں میرا ہی قصور تھا، داور سے ایک سلسلے میں شناسائی ہو گئی تھی میں نے ہی اُسے حسن بھائی تک پہنچایا تھا۔ لیکن عزیزم تم نے بھی خوب داؤ پیچ دکھائے۔ کافی زخمی ہو گیا ہے وہ لیکن اب خطرے سے باہر ہے۔"

"یہ سب کیا گورکھ دھندا ہے ڈاکٹر صاحب؟"

"اس وقت تم ہما کے حوالے سے نہیں آئے بلکہ حسن صاحب کے ایک کارکن کی حیثیت سے آئے ہو اس لیے میں صرف تم سے کاروباری گفتگو کروں گا۔"

"جی ضرور!"

"جو کچھ چل رہا ہے اسے اسی طرح جاری رہنا چاہیے۔ اس کی یادداشت واپس لانے کے لیے یہ ضروری ہے۔"

"میں دواؤں کی بات نہیں کر رہا ڈاکٹر صاحب۔ لیکن مارپیٹ کا سلسلہ کیوں ضروری ہے؟"

"ذہن کو متوازن رکھنے کے لیے۔ اگر اس کی توجہ تقسیم نہ ہوئی تو دماغ کی نسیں پھٹ جائیں گی۔"

"اس کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے؟"

"میری نگاہ میں نہیں ہے!"

"اس کی حالت قابلِ رحم ہے۔ میری خواہش ہے کہ صرف دواؤں کے ذریعہ یہ کیفیت کنٹرول کی جائے۔ آپ یقیناً اس کی کوئی ترکیب نکال لیں گے۔"

"کوشش کروں گا۔ تم اگر چاہو تو فی الحال اسے زدوکوب نہ کرو لیکن اگر اس پر کبھی شدید جنونی کیفیت طاری ہو تو میں کہیں بھی ہوں مجھے فوراً اطلاع دی جائے یا میں ایک انجکشن فراہم کر دوں گا جو اسے لگایا جائے۔ یہ انجکشن اسے سلانے کے لیے ہوگا۔"

"یہ نہایت مناسب ہے۔" میں نے پُرمسرت انداز میں کہا۔ اسی وقت ایک نوعمر ملازمہ کافی لے آئی۔ امداش نے دو پیالیاں بنا کر ایک پیالی میرے اور دوسری ڈاکٹر کے سامنے رکھ دی۔

"اس سلسلے میں کوئی اور سوال؟"

"میں اپنا مقصد حاصل کر چکا ہوں۔" میں نے گردن خم کر کے کہا۔

"کوئی اور سوال نہیں کیا تم نے اس بوڑھے کے بارے میں؟"

"ضرورت نہیں محسوس کی۔ اپنی حدود قائم رکھنا چاہتا ہوں۔"

"یہ تمھاری طبیعت کی نفاست ہے۔ ہما مجھ سے تمھارے بارے میں تفصیلی گفتگو کر چکی ہے۔ بہت دلچسپی لے رہی ہے وہ تم میں!"

"جی۔ ہم یونیورسٹی کے ساتھی ہیں۔"

"مستقبل کے لیے میں نے اُسے مکمل آزادی دے دی ہے۔ اور یہ اس دَور کی ضرورت بھی ہے۔ ہمارے بچے اب انگلی پکڑ کر آگے نہیں بڑھتے۔ ان میں فیصلے کرنے کی صلاحیت ہے۔ ہما کی والدہ اس کی نوعمری میں انتقال کر گئی تھیں۔ نازونعم میں پلی ہے اس لیے کسی حد تک متلون مزاج ہے لیکن اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ وہ معتدل ہو گئی ہے اس کی وجہ شاید تم ہو۔" میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ البتہ ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ ڈاکٹر طاہر چند لمحات خاموش رہنے کے بعد بولے "سُنا ہے تمھارے بھائیوں نے تمھاری جائداد ہڑپ کر لی ہے۔"

"ہاں! وہ ایک ذاتی سا معاملہ ہے جسے میں بھول گیا ہوں!" میں نے سرسری سے انداز میں کہا۔

"تم اگر چاہو تو میں انتظام کر دوں۔ ہاتھ جوڑ کر آ کھڑے ہوں گے تمھارے سامنے!"

"جی نہیں! میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا۔"

"دولت انسان کی بہت بڑی ضرورت ہے!"

"تسلیم کرتا ہوں لیکن میں بخوشی سب کچھ چھوڑ آیا ہوں۔"

"زندگی کا سفر اتنا آسان نہیں ہوتا، صاحبزادے دولت اس سفر کو آسان بناتی ہے۔ تمھیں اپنا منصب حاصل کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟"

"یقیناً ہے لیکن اس راستے میں خود کو آزمانا چاہتا ہوں۔"

"مطلب؟"

"والدین کی چھوڑی ہوئی زمینیں اور جائداد تھی۔ کوشش کرتا تو مجھے میرا حصہ مل جاتا لیکن ممکن ہے اس طرح میرا سفر رک جاتا۔ خود کچھ کرنے کا خواہش مند ہوں، اور اپنا امتحان فوری چاہتا ہوں۔"

"بہت عمدہ بات ہے... یہ تو بہت عمدہ بات ہے۔ دولت سے بیزاری ظاہر کرنے والے احمقوں پر مجھے ہنسی آتی ہے۔ بیشک اپنی ذہانت و فراست سے کمائی ہوئی دولت کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے لیکن برادر ایک مشورہ ہے وقت کے ساتھ سفر کرو ورنہ کچھ حاصل نہ ہوگا، تمام عمر کوشش کرتے رہوگے۔ کبھی دل چاہے تو مجھ سے مشورہ کر لینا۔"

"بہتر!" میں نے ان الفاظ پر غور کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر کافی پینے کے بعد میں اُٹھ گیا۔ ڈاکٹر طاہر نے مجھ سے پُرجوش مصافحہ کیا پھر باہر تک چھوڑنے آئے اور بولے "ہما کے ساتھ تم سے جو ملاقات ہوگی وہ اس وقت کی ملاقات سے مختلف ہوگی۔ اگر مناسب سمجھو تو ذکر ہی نہ کرنا اس ملاقات کا، ویسے کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

میں گاڑی میں بیٹھ کر واپس چل پڑا۔ ڈاکٹر طاہر علی کی شخصیت

پُراسرار تھی۔ کوئی ایسی بات ضرور تھی جو ابھی میرے ذہن میں واضح نہیں ہوئی تھی، لیکن کچھ تھا ضرور۔

وہاں سے میں سیدھا کوٹھی واپس آیا۔ کوٹھی میں بہت چہل پہل تھی۔ تنویر کی کچھ دوست لڑکیاں آئی ہوئی تھیں اور لان پر ہی مجمع لگا ہوا تھا۔ تنویر نے مجھے دیکھ کر لڑکوں کی طرح منہ میں انگلیاں ڈال کر سیٹی بجائی اور لڑکیاں ہنسنے لگیں۔ تنویر مجھے زور زور سے ہاتھ ہلا کر فوراً وہاں آجانے کے اشارے کر رہی تھی۔ کچھ زیادہ ہی جولانی تھی۔ محسن اور ناصر وغیرہ بھی موجود تھے۔ کچھ لڑکیوں کے ساتھ اُن کے بھائی وغیرہ بھی آئے ہوئے تھے۔ مجھے ایک لمحے کے لیے ناگواری کا احساس تو ہوا، لیکن جانا ہی پڑا، محسن آگے بڑھا تو تنویر نے اُسے روکتے ہوئے کہا: "مانا کہ آپ اُن کے زیادہ قدیم دوست ہیں لیکن ہم بھی دشمن تو نہیں۔"

میں نے مسکراتی نگاہوں سے تنویر کو دیکھا، جولیا بھی تھوڑے فاصلے پر موجود تھی اور میری ہی طرف نگراں تھی۔ "بھئی میں اِن ہنگاموں کے بارے میں تفصیل تو نہیں پوچھ سکتا، چونکہ یہاں ایسے ہنگامے متوقع ہوتے ہیں، لیکن کیا آج کوئی خاص سلسلہ ہے؟" میں نے ذرا دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں، جب بھی چند افراد جمع ہو جائیں، کوئی نہ کوئی خاص سلسلہ شروع ہو ہی جاتا ہے، ویسے آپ اس سے پریشان تو نہیں ہوتے؟" تنویر نے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہر جگہ تم غزالی کا انٹرویو کیوں شروع کر دیتی ہو؟" محسن بول پڑا۔

"محسن بھائی آپ نے پھر درمیان میں مداخلت کی۔ میں اپنے دوستوں سے غزالی صاحب کا تعارف کرانا چاہتی ہوں۔ ہاں تو خواتین و حضرات، ہمارے غزالی صاحب ایک انتہائی شریف آدمی ہیں، ہمارے تازہ تازہ دوست ہیں، یعنی صرف ہمارے، محسن صاحب سے ان کی دوستی بہت پرانی ہے۔ سُنا ہے یونیورسٹی کی مقبول ترین شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے، لیکن ان کی کچھ خوبیاں شاید محسن صاحب کو بھی نہیں معلوم تھیں، بہت عمدہ باکسر اور مارشل آرٹ کے ماہر ہیں غزالی صاحب، ہے کوئی جو اُن سے مقابلہ کرے؟" تنویر نے کہا۔

"اور خواتین و حضرات یہ بات بھی آپ میں سے تقریباً سب ہی کے علم میں ہوگی، کہ میری یہ بہن جو ہے نا، بعض اوقات گیدڑ سالہ بھی بن جاتی ہے۔" محسن نے ہنستے ہوئے تنویر کی بات کاٹی۔

"حضرات بہتر ہو کہ موضوعِ سخن میں نہ رہوں۔ چنانچہ اصولاً اب آپ سب کا تعارف بھی ہونا چاہیے۔" میں نے جلدی سے بات اُچک لی۔

تنویر اُن سب سے میرا تعارف کرانے لگی۔ کوئی بھی قابل[illegible] نہیں تھا، بس کھاتے پیتے گھرانوں کے لڑکے لڑکیاں تھے، [illegible] زندگی کی دلچسپیوں میں کھوئے ہوئے تھے، مجھے یہاں بلانے یا [illegible] لوگوں سے تعارف کرانے کا بھی کوئی خاص مقصد نہیں تھا، بس [illegible] ہنگامہ خیزی، جو خاصی دیر تک جاری رہی۔ اور جب میں نے [illegible] محسن سے کہا کہ میں تھکا ہوا ہوں اور آرام کرنا چاہتا ہوں، تو اس [illegible] نے میری گلوخلاصی کرانے میں مدد کی اور میں انیکسی میں واپس آگیا [illegible] تنویر کے یہ ہنگامے اس وقت سے مزید زور پکڑ گئے تھے، جب [illegible] سے جولیا یہاں آئی تھی۔ آج بھی اس نے ان لوگوں کو جائے پر بلا[illegible]

انیکسی میں کریم بابا حسبِ معمول خاموشی سے میری ضرور[illegible] پوری کرنے میں مصروف ہو گئے، کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں [illegible] ان لوگوں سے معذرت کر کے چلا آیا تھا اس لیے یہ خدشہ نہیں تھا [illegible] ان میں سے کوئی میری طرف رُخ کرنے کی کوشش کرے گا۔

رات کے تقریباً ساڑھے دس بج چکے تھے، میں لباس تبدیل [illegible] کر کے بستر پر لیٹ گیا۔ داور کے بارے میں کوئی نئی رپورٹ نہیں [illegible] ملی تھی، نہ حسن صاحب نے اس سلسلے میں مجھ سے مزید کوئی گفت و شنید کی تھی ان کی۔ آج کی گفتگو کا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں [illegible] گردش کر رہا تھا۔ حسن صاحب کے بارے میں میری رائے اس [illegible] لیے خراب نہیں تھی کہ وہ محسن کے والد تھے۔ جس شخص کا بیٹا اتنا [illegible] نفیس طبیعت کا مالک ہو، وہ کیسے خراب ہو سکتا ہے۔ مجھے اس [illegible] احساس سے واقعی خوشی ہوئی تھی کہ حسن صاحب براہِ راست ا[illegible] معاملات میں ملوث نہیں تھے، لیکن جس قدر اور جو کچھ بھی تھا [illegible] بھی پُراسرار تھا، اور میرے لیے مزید خوش بختی کی بات یہ تھی کہ اب میں براہِ راست اس سلسلے میں شریک ہو گیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اپنے کام کا آغاز کہاں سے کروں، پھر میری ذہنی رو اس ملازم کی طرف بھٹک گئی، جو داور کی زیرِ ہدایت کام کرتا تھا۔ اور میں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا، مجھے اس سلسلے میں مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے اور اپنا کام فوراً سنبھال لینا چاہیے۔

انیکسی سے باہر نکلا تو لان کا ہنگامہ تقریباً ختم ہو چکا تھا، میں خاموشی سے دوسری طرف کی عمارت کی جانب بڑھ گیا، وہاں تک پہنچتے پہنچتے میرے دل میں متعدد خیالات آئے۔ دروازے پر ملازم موجود تھا جو مجھے دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہو گیا، وہ بیٹھا ہوا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا، جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ تھوڑا بہت پڑھا لکھا آدمی ہے۔

میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر اسٹول پر رکھی ہوئی ایک کتاب اٹھائی اور اسے دیکھنے لگا، جاسوسی ناول تھا، جسے میں نے بند کر کے واپس اس کی جگہ رکھ دیا۔ "کیا نام ہے تمہارا؟"

"ہدایت!"

"تمہیں معلوم ہے ہدایت کہ داور اب اس عمارت کا نگراں نہیں رہا، اور بوڑھے بابا کی نگرانی میرے سپرد کر دی گئی ہے؟"

"جی صاحب!" ہدایت نے جواب دیا۔

"کس طرح معلوم ہوا تمہیں یہ؟" میں نے پوچھا۔ اور ملازم کوئی جواب نہ دے سکا، میں اُسے دیکھتا رہا اور پھر میں نے اپنا سوال دہرایا۔

"جی وہ آپ نے داور صاحب کو مارا تھا نا!"

"تو پھر؟"

"جی وہ... جی وہ... وہ۔" ملازم کسی قدر بوکھلا سا گیا میں بغور اس کا جائزہ لے رہا تھا، پھر میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "آؤ اندر آؤ۔" وہ میرے ساتھ اندر چل پڑا۔ چلتے ہوئے وہ کسی قدر لڑکھڑا سا رہا تھا، جیسے ذہنی طور پر غیر متوازن ہو، اچھے خاصے گٹھے ہوئے بدن کا مالک تھا عمر پینتیس اور چالیس کے درمیان تھی، میں اُسے ایک اندرونی کمرے میں لے گیا، اندر پہنچ کر میں نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ ملازم کا چہرہ ہونقوں جیسا ہو گیا۔ "ہاں ہدایت مجھے بتاؤ، تم سے کس نے کہا تھا کہ اب اس عمارت کی نگرانی میرے سپرد ہے؟"

"جی وہ صاحب لگ، کسی نے نہیں... بس میں نے خود ہی سمجھ لیا تھا۔"

"بہت زیادہ سمجھدار ہو تم، شاید جاسوسی ناول پڑھ پڑھ کر۔"

"نہیں صاحب، بس وہ یونہی۔"

"جواب چاہتا ہوں، فوراً بتاؤ، ورنہ تم جانتے ہو کہ داور ہسپتال میں پڑا ہوا ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس وقت مر جائے۔"

"وہ صاحب، میں نے... میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا... میں نے کیا کیا ہے؟"

"میں مانتا ہوں کہ تم نے کچھ نہیں کیا۔ صرف اس بات کا جواب مانگتا ہوں میں کہ تمہیں کس نے یہ اطلاع دی؟"

"میں نے خود ہی سوچا تھا جناب!" ہدایت نے کہا۔

میں اس کی صورت دیکھتا رہا اور پھر دفعتاً میں نے اپنا رویہ تبدیل کر لیا۔ "اچھی بات ہے ہدایت، بہت جلد تم مجھ پر اعتماد کرو گے۔ یہ بتاؤ بوڑھے بابا کو کھانا وغیرہ دے دیا؟"

"ہاں صاحب دے دیا۔"

"اس کا طریقہ کار کیا ہے؟"

"کچھ نہیں صاحب، ان کے لیے کھانا میں ہی تیار کرتا ہوں اور پھر انھیں کھلا دیتا ہوں۔"

"کیا بوڑھا بابا کھانا وغیرہ خود ہی کھا لیتا ہے یا تم اس کی مدد کرتے ہو؟"

"نہیں صاحب، وہ کھانا خود کھا لیتے ہیں۔"

"اس وقت وہ کیا کر رہا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"آرام کرنے کے لیے گئے ہوں گے صاحب... یا پھر... یا پھر..."

"ہاں یا پھر؟"

"یا پھر صحن میں ہوں گے، وہ بعض اوقات رات رات بھر صحن میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں داور صاحب کا حکم تھا کہ انھیں زبردستی اندر لانے کی کوشش نہ کی جائے۔"

"ہدایت میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اب داور اس عمارت میں کبھی نہیں آئے گا اور یہاں کے معاملات اب مجھے دیکھنے پڑیں گے یہ ذمہ داری حسن صاحب نے اب مجھے سونپ دی ہے، چنانچہ اس سلسلے میں بوڑھے بابا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ تم ہو۔ میں اس کے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتا ہوں۔"

"بہت اچھا صاحب!" وہ بیچارگی سے بولا۔

"بوڑھا بابا صحن میں کیا کرتا رہتا ہے؟"

"بس صاحب، مٹی کو پانی سے گوندھ کر عجیب عجیب چیزیں بناتے رہتے ہیں، یہی ان کا مشغلہ ہے، بس اور کچھ نہیں۔"

"تمہیں داور سے کتنے پیسے ملتے تھے؟" میں نے سوال کیا۔

"جی وہ... کچھ بھی نہیں صاحب، مجھے تنخواہ کوٹھی سے ہی ملتی ہے۔"

"یہ میں صرف اس لیے پوچھ رہا ہوں ہدایت کہ تمہارا نقصان نہ ہو، جو کچھ داور تمہیں دیتا رہا ہے میں بھی تمہیں اتنا ہی دیتا رہوں گا، فکر مت کرو، لیکن شرط ہے کہ تم مجھ سے پورا پورا تعاون کرو!" میں ہدایت کی شکل دیکھ کر بات کر رہا تھا اور یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ میری باتوں سے اس کے چہرے میں کیا تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن میری اس پیشکش پر اس کے اندر کوئی خاص تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ پھر میں نے پوچھا۔ "ہاں بوڑھے بابا کو دوائیں کون کون سی دی جاتی ہیں؟"

"میں زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں، اردو پڑھ لیتا ہوں اور تھوڑی بہت انگریزی بھی جانتا ہوں، جو دوائیں داور صاحب لا کر دیتے رہے ہیں، وہی دوائیں انھیں دی جاتی ہیں۔"

"دوائیں بھی تم ہی دیتے ہو؟"

"جی ہاں اس سلسلے میں ذرا سی سختی کرنی پڑتی ہے لیکن یہ سختی میں نہیں داور صاحب کرتے تھے، چونکہ دوائیں ایک ہی وقت کھلائی جاتی ہیں، یعنی رات کو۔"

"کہاں رکھی ہیں وہ دوائیں۔" میں نے پوچھا۔ اور ہدایت ایک سمت بڑھ گیا۔ اُس نے ایک چھوٹی سی الماری کھولی، چند شیشیاں نکالیں اور میرے سامنے لاکر رکھ دیں۔

میں نے ان شیشیوں پر لگے ہوئے لیبل پڑھے، دواؤں کے بارے میں مجھے کوئی خاص معلومات نہیں تھیں، لیکن دفعتاً ایک بات نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر دیا۔ دواؤں کی جو چار شیشیاں ہدایت نے میرے سامنے لاکر رکھی تھیں، وہ اوپر تک بھری ہوئی تھیں اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان میں سے ایک گولی بھی استعمال نہیں کی گئی ہے۔ اس بات کو میں نے خاص طور سے نوٹ کیا۔ یہ شیشیاں بالکل نئی تھیں اور ابھی ان پر ہاتھوں سے چھونے کے نشانات بھی نہیں بنے تھے، جبکہ ہدایت بہت زیادہ صاف ستھرا آدمی نہیں تھا۔ اس بات نے مجھے چونکا دیا اور میں کسی سوچ میں ڈوب گیا، یقیناً اس میں کوئی خاص بات ضرور ہے۔ دواؤں کے نام میں نے ذہن نشین کر لیے تھے، لیکن رات بھر تذبذب کا شکار رہنا میرے لیے ممکن نہیں تھا، اس کی حقیقت معلوم ہونی ہی چاہیے، ہدایت کو بوڑھے بابا کے پاس زیادہ دیر تک رہنے کا موقع دینا خطرناک ہو سکتا ہے۔ مجھے سو فیصد یقین تھا کہ ہدایت خالصتاً داور کے زیرِ اثر ہے۔ میں نے شیشیوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا: "یہ دوائیں دن میں صرف ایک بار استعمال کرائی جاتی ہیں؟"

"جی صاحب!"

"شروع سے یہی دوائیں چل رہی ہیں یا ان میں کوئی تبدیلی بھی ہوئی ہے؟"

"مجھے نہیں پتا صاحب، اس سلسلے میں ساری باتیں داور صاحب ہی جانتے تھے، مجھے تو وہ جو شیشیاں دیتے تھے اور جس طرح ان کے استعمال کرانے کو کہتے تھے، میں اسی طرح یہ دوائیں استعمال کراتا رہتا تھا۔"

"پچھلی رات تم نے بوڑھے بابا کو یہی دوائیں کھلائی تھیں؟"

"جی صاحب!"

"اچھا ہدایت ذرا ان میں سے کسی شیشی کی تمام گولیاں باہر نکالو اور مجھے گن کر بتاؤ کہ اس میں کتنی گولیاں موجود ہیں۔" میں نے کہا اور ہدایت کا چہرہ ایک لمحے کے لیے زرد پڑ گیا، وہ ایک دم آگے نہیں بڑھا بلکہ کسی قدر ہچکچایا، تب میں نے خود ہی پہلے ایک شیشی کی گولیاں نکالیں۔ اور انھیں پانچ پانچ کر کے گننے لگا، ایک شیشی میں پچاس گولیاں تھیں، پھر میں نے دوسری شیشیوں کی گولیاں نکال کر گنیں۔ ان تمام شیشیوں میں سے ایک بھی گولی کم نہیں ہوئی تھی، وہ اس تعداد کے عین مطابق تھیں جو اوپر لیبل پر لکھی ہوئی تھیں۔

"ہدایت یہ تمام شیشیاں بالکل نئی ہیں اور ان میں سے ایک بھی گولی کم نہیں ہوئی ہے، جبکہ تمھیں داور نے یہ شیشیاں آج نہیں دی ہوں گی۔ مجھے بتاؤ ہدایت یہ دوائیں کہاں سے آئیں۔ اور ان میں سے تم نے ابھی بوڑھے بابا کو کوئی دوا استعمال کیوں نہیں کرائی؟"

ہدایت کا بدن آہستہ آہستہ کانپنے لگا۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا: "صاحب یہ شیشیاں آج ہی آئی ہیں آج میں پہلی بار ان میں سے بوڑھے بابا کو خوراک دوں گا۔"

"پرانی دوائیں ختم ہو گئیں؟"

"جی ہاں!"

"مگر یہ شیشیاں کون لایا ہے؟"

"وہ صاحب، دوائیں جب ختم ہونے لگتی تھیں تو میں داور صاحب سے کہہ دیتا تھا، وہ نئی شیشیاں لا دیتے تھے!"

"پرانی شیشیوں کا کیا کرتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"انھیں پھینک دیتا ہوں۔"

"کہاں؟"

"جی وہ... وہ، بس اس طرف!" اس نے بے اختیار صحن کی جانب اشارہ کیا اور میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا، یہ بات میرے ذہن میں جڑ پکڑ چکی تھی کہ پرانی دوائیں تبدیل کر کے نئی دوائیں آج ہی لائی گئی ہیں۔ میں نے ہدایت کا بازو پکڑا اور اُسے باہر کی سمت دھکیلتے ہوئے کہا: "مجھے پرانی شیشیاں دکھاؤ۔"

ہدایت چند قدم آگے بڑھا اور پھر رک گیا: "صاحب وہ پرانی شیشیاں تو میں نے باہر کوڑے دان میں پھینکی تھیں اور کوڑا صاف کرنے والا لے گیا۔"

میں نے ایک زوردار جھٹکے سے ہدایت کو کمرے کے بیچوں بیچ دھکیل دیا اور پھر اس کے قریب پہنچ کر بولا: "مسلسل جھوٹ بولے جا رہے ہو مجھ سے، کتنا جھوٹ بولو گے، آخری بار کہتا ہوں کہ سچ بول دو، ورنہ اس کے بعد میرے ہاتھ نہیں رک سکیں گے۔"

ہدایت اپنے آپ کو سنبھال کر کھڑا ہوتا بولا: "دیکھو صاحب یہ زیادتی اچھی بات نہیں ہے، ہم بھی انسان ہیں، مالک کا نمک ضرور کھاتے ہیں، مگر اپنی عزت نہیں بیچ دی۔" اس نے ابھی اتنا ہی جملہ کہا تھا کہ میں نے الٹا ہاتھ اس کے جبڑے پر رسید کر دیا اور ہدایت کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی، لیکن میں نے اُسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا، آگے بڑھ کر میں نے اس کا گریبان پکڑا اور ایک زوردار گھونسا اُس کی ٹھوڑی پر جڑ دیا۔ جونہی وہ نیچے گرا، میں نے آگے بڑھ کر اپنا گھٹنا اس کے سینے پر رکھ دیا۔

"میں تمھیں جان سے بھی مار سکتا ہوں ہدایت، اور تم جانتے ہو کہ میں ایسا کر سکتا ہوں۔ فوراً جواب دو، ورنہ میں مار مار کر تمھارا حلیہ بگاڑ دوں گا۔"

"یہ زیادتی ہے صاحب، ہم یہاں نوکری نہیں کریں گے۔"

"نوکری کے بچے، مجھے صرف جواب چاہیے؟" میں نے تابڑ توڑ کئی تھپڑ اس کے منہ پر رسید کر دیے، ہدایت میرے نیچے سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا، میں نے جب اس کی اس کوشش کو محسوس کیا تو اس کے بال مٹھیوں میں جکڑ کر اُسے اوپر اٹھایا اور پھر ایک زوردار گھونسا اس کے داہنے کان کے نیچے جڑ دیا۔ میں مسلسل اسے گھونسے اور تھپڑ مارتا رہا اور ہدایت کا حلیہ واقعی بگڑ گیا۔ اس نے کئی بار دروازے کی طرف لپکنے کی کوشش کی لیکن میں نے ہر بار اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا: "میں تمھیں قتل کر کے تمھاری لاش اس عمارت کے کسی گوشے میں دفن کر دوں گا۔ سمجھے یہاں سے اس وقت نکل سکتے ہو جب میری باتوں کا جواب دو گے۔" میں نے ایک بار پھر اس کا گریبان پکڑ لیا۔

"ماریں مت صاحب، ماریے مت، ہم تو مصیبت میں پھنس گئے۔"

"نکل جاؤ اس مصیبت سے، ورنہ شاید زندگی بھر پچھتاتے رہو گے۔"

"صص صاحب، صاحب اب تو چھوڑ دیجیے، چھوڑ دیجیے اس سے زیادہ مار کھانا میرے بس میں نہیں ہے۔"

"تو پھر ساری تفصیل شروع سے لے کر آخر تک بتا دو۔"

"صاحب بس لالچ میں آ گئے تھے، ورنہ ہم... ہم اتنے بُرے آدمی نہیں ہیں۔ حسن صاحب کے نمک خوار تھے، وہ خود ہی داور صاحب کو یہاں لائے تھے۔ یہاں آنے کے بعد انھوں نے خود ہی ہمیں داور صاحب کے پاس بھیجا تھا صاحب اور کہا تھا کہ آئندہ ہم صرف وہ کریں جو داور صاحب کہیں، داور صاحب بہت خطرناک آدمی تھے، شاید آپ سے بھی زیادہ خطرناک، پتا نہیں کس طرح وہ آپ سے مار کھا گئے، ورنہ انھیں مارنا آسان کام نہیں تھا، داور صاحب نے ہم سے یہی کہا تھا کہ اگر یہاں کی کوئی بات باہر نکلی تو ہمارے رشتے داروں تک کو قتل کر دیا جائے گا، میرے بچے یہاں نہیں صاحب، مگر مجھے ان کی زندگی عزیز ہے۔ دو بچے ہیں میرے، ایک بیوی ہے۔ وہ میری ماں کے ساتھ کہیں اور رہتے ہیں۔ داور صاحب نے مجھے دو سو روپے مہینہ بھی دینا شروع کر دیا تھا، یہ پیسے وہ اپنی جیب سے دیتے تھے اور انھوں نے مجھے ہدایت کر دی تھی کہ میں صرف انھیں ہی اپنا مالک سمجھوں، یعنی حسن صاحب کو بھی وہ سب کچھ نہ بتاؤں، جو وہ مجھ سے کہیں۔ دو سو روپے صاحب ہم جیسے لوگوں کے لیے بڑی چیز ہوتے ہیں، اور اس کے بعد سے ہم داور صاحب ہی کی بات مان رہے تھے، بڑے صاحب کا بھی یہی حکم تھا، پھر ہمیں کیا پڑی تھی کہ یہاں کی باتیں ادھر اُدھر کرتے۔"

"ٹھیک ہے، اب تم صحیح گفتگو کر رہے ہو ہدایت۔ داور صرف حسن صاحب کے احکامات پر عمل کراتا تھا یا اپنے طور پر بھی کچھ کرتا تھا؟"

"صاحب آپ یقین کریں، ہم نے اُس کا کھوج کبھی نہیں لگایا، کیونکہ ہمیں داور صاحب سے بہت ڈر لگتا تھا۔"

"اچھا ٹھیک ہے، یہ اور بتاؤ، تمھیں اس کی اطلاع کیسے ملی کہ آج سے میں نے اس عمارت کا انتظام سنبھال لیا ہے۔"

"وہ جی ڈاکٹر صاحب نے ہمیں فون پر اطلاع بھجوائی تھی۔"

"ڈاکٹر طاہر علی نے؟" میں نے چونک کر سوال کیا۔

"جی ہاں!"

"ان کا فون کہاں آیا تھا؟"

"صاحب کبھی کبھی ہمارے گھر سے فون آ جاتا ہے تو ہمیں فون پر بلا دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا فون بھی جب آیا تھا تو ہم سے یہی کہا گیا تھا کہ ہمارے گھر سے فون آیا ہے مگر فون پر ڈاکٹر صاحب بول رہے تھے۔"

"ہوں، کیا کہا تھا انھوں نے؟"

"یہی بتایا تھا صاحب کہ اب داور صاحب کے بجائے آپ یہاں کی نگرانی کریں گے، مجھے ہوشیار رہنا چاہیے۔"

"کس بات سے؟"

"بس صاحب یہی کہ کوئی بات آپ کو پتا نہ چلنے پائے۔"

"اور دواؤں کا کیا معاملہ تھا؟"

"ڈاکٹر صاحب نے فون پر یہ دوائیں ہمیں لکھوائی تھیں اور کہا تھا کہ کسی بھی میڈیکل اسٹور سے ہم یہ دوائیں خرید لیں اور پرانی دواؤں کی شیشیاں پھینک دیں۔"

"گڈ!" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا: "سنو ہدایت داور تمھیں دو سو روپے ماہوار دیتا تھا، نا۔ آج سے تمھیں چار سو روپے ماہوار ملیں گے، لیکن شرط یہی ہے کہ تم میرے ساتھ پورا پورا تعاون کرو، میں تمھیں اسی جگہ رہنے دوں گا، حسن صاحب یا کسی اور کو کبھی یہ بات معلوم نہیں ہو سکے گی کہ تم داور کے کہنے پر کیا کیا کرتے رہے ہو، لیکن اس کی شرط یہی ہے کہ تم میرے ساتھ پورا پورا تعاون کرو۔"

"ہم کسی چکر میں تو نہیں پھنس جائیں گے صاحب؟ آپ یقین کریں ان دو سو روپوں کی ضرورت سے زیادہ ہمیں داور سے خوف محسوس ہوتا تھا، وہ غنڈا تھا صاحب، چاقو رکھتا تھا، چاقو کا بہت بڑا ماہر ہے وہ، بس پتا نہیں کس طرح آپ کے ہاتھوں پٹ گیا۔"

"خیر چھوڑو، ان باتوں کو، ہاں یہ بتاؤ پرانی دواؤں کی

شیشیاں کہاں ہیں؟"

"باہر موجود ہیں صاحب، ہم نے چھپا دی ہیں۔"

"تو پھر چلو ذرا وہ میرے حوالے کر دو۔" مَیں نے کہا اور ہدایت نے گردن ہلا دی۔ اُس کے مُنہ سے دو تین جگہ سے خون بہہ رہا تھا، اُس نے آستین سے وہ خون صاف کیا، اور پھر میرے ساتھ چل پڑا۔ بوڑھا بابا ایک کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا، ہم اُسے دیکھتے ہوئے باہر صحن میں نکل آئے اور پھر ہدایت نے ایک درخت کی جڑ سے دو تین شیشیاں مٹی سے نکال دیں جن میں ابھی کافی گولیاں موجود تھیں۔ "یہ دوائیں ہیں صاحب!" اُس نے شیشیاں میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ مَیں نے انھیں غور سے دیکھا اور پھر انھیں اپنی جیب میں ڈال لیا۔

"تم بالکل اطمینان رکھو ہدایت، کسی کو یہ خبر نہیں ہو گی کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ ویسے تمھیں یاد ہے کہ یہی دعائیں مسلسل استعمال کرائی جاتی تھیں۔"

"جی صاحب یہ بات ہمیں اچھی طرح یاد ہے۔"

"حسن صاحب نے تو کبھی دواؤں کی یہ شیشیاں دیکھنے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں صاحب وہ اس معاملے میں نہیں پڑتے، ساری ذمہ داریاں داور کے سپرد کر دی گئی تھیں۔ دراصل جب سے یہ بوڑھے بابا یہاں آئے ہیں۔ داور ہی ان کی نگرانی کر رہا ہے، اور حسن صاحب نے کبھی اس کے معاملات میں مداخلت نہیں کی۔"

"داور اور طاہر علی کا آپس میں کیا تعلق ہے؟"

"یہ ہمیں نہیں معلوم صاحب آپ یقین کریں بس داور صاحب نے یہ بھی کہا تھا ہم سے کہ اگر کبھی ان کی غیر موجودگی میں ڈاکٹر طاہر علی کچھ کہیں تو اس پر عمل کیا جائے۔"

"اتنی سی بات تھی ہدایت جسے تم نے افسانہ بنا دیا، یہ چار سو روپے میری طرف سے پیشگی رکھو تمھاری آمدنی بند نہیں ہوئی بلکہ ڈبل ہو گئی ہے لیکن اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ داور کے یا کسی اور کے کہنے سے تم نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو مَیں تمھیں زمین کی گہرائیوں میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ میرا نام غزالی ہے آج سے داور کو بھول جاؤ اور غزالی کو یاد رکھو۔" ہدایت نے کوئی جواب نہیں دیا تو مَیں نے پھر کہا۔ "بوڑھے بابا کو خوراک کیا دی جاتی ہے؟"

"صاحب خوراک بہت اچھی دی جاتی ہے۔ اس میں کوئی گڑبڑ کبھی نہیں ہوتی۔"

"ہونی بھی نہیں چاہیے اور سُنو اس کے اوپر ذرا بھی تشدد نہیں ہو گا تم ہمیشہ کی طرح نگرانی جاری رکھو گے۔ کوئی غیر متعلق شخص اس عمارت میں نہیں داخل ہو گا، ویسے کیا اس دوران داور کی غیر موجودگی میں کبھی کوئی یہاں آیا ہے؟"

"کوئی نہیں صاحب بڑے صاحب کی ہدایت کے مطابق کوئی اس طرف نہیں آتا، کوئی بھی نہیں۔"

"اچھی طرح غور کر لو ہدایت ممکن ہے تمھارے علم میں کوئی اور بات ہو اور تم اسے چھپا رہے ہو؟"

"نہیں صاحب اب آپ بھروسا کریں، اب ہم آپ سے کچھ نہیں چھپا رہے۔"

"اس کے باوجود اگر تمھیں کچھ یاد آ جائے تو مجھے ضرور بتاؤ گے!"

"یاد کرنے کی کوئی بات ہے ہی نہیں صاحب ہم آپ کو کیا بتائیں۔" ہدایت نے کہا۔

دراصل میرے ذہن میں اس وقت ندرت تھی۔ ہدایت کی جتنی مرمت ہو چکی تھی اس کے تحت بظاہر تو یہی محسوس ہوتا تھا کہ وہ اب جھوٹ نہیں بولے گا، لیکن اس قسم کے لوگوں کے بارے میں کوئی آخری بات بھی نہیں کہی جا سکتی۔ ممکن ہے اس کے ذہن کی گہرائیوں میں کچھ اور ہو، خاص طور سے اس کے ایک جملے نے مجھے مزید شک و شبہات میں ڈال دیا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی نے اسے فون پر دواؤں کے نام لکھوائے تھے اور وہ اطمینان سے یہ دوائیں خرید لایا تھا، ظاہر ہے نام انگریزی میں لکھوائے گئے ہوں گے مَیں نے اس بارے میں بھی اس سے ایک سوال کر ڈالا۔ "تم انگریزی بھی جانتے ہو؟"

"ہاں صاحب میٹرک کیا ہے ہم نے بس تقدیر کے مارے ہیں کوئی اور ملازمت نہیں مل سکی تو پھر گھروں میں ہی کام شروع کر دیا۔"

"حسن صاحب کے ہاں کتنے عرصے سے ملازم ہو؟"

"کئی سال ہو گئے صاحب چار پانچ سال گذر گئے ہیں، جب سے یہیں کام کر رہے ہیں۔ کوئی ایسی گڑبڑ نہیں کی ہم نے جس پر مالک کو اعتراض ہوتا آپ خود معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ داور کا چکر انھوں نے خود ہی چلایا تھا، اور ہم اُس کے جال میں پھنس گئے بات صرف دو سو روپے کی تھی صاحب۔ کیا بتائیں ہم جیسے لوگوں کے لیے دو سو روپے بہت ہوتے ہیں پتا نہیں کتنے کام نکل جاتے ہیں۔ اسی لیے ہم نے کسی سے داور کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔"

مَیں ذرا سی الجھن کا شکار ہو گیا تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شخص ڈاکٹر طاہر علی کو تمام صورت حال سے آگاہ کر دے اور ڈاکٹر طاہر علی کچھ اور نشانات مٹانے کی کوشش کرے۔ تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد میں نے یہی فیصلہ کیا کہ ہدایت کو ابھی اس کی جگہ سے

ہٹانا مناسب نہیں ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی نے یقیناً مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد ہی ہدایت کو یہ ٹیلی فون کیا ہو گا۔ ایک طرح سے داور کی غیر موجودگی میں ہدایت، ڈاکٹر طاہر علی کا مہرہ بن گیا تھا۔ اگر یہ فوراً اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا تو ڈاکٹر طاہر علی کو شبہ ہو جائے گا، چنانچہ اس خطرے کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہدایت کو اس کی جگہ سے نہیں ہٹایا جا سکتا تھا، البتہ فوری طور پر ایک ایسا آدمی مزید یہاں مقرر کر دینا چاہیے تھا جو ہدایت پر نگاہ رکھے اس کے لیے کسی شخص کا بندوبست ضروری تھا۔

ہدایت سے پوچھنے کے لیے اب اور کچھ نہیں رہ گیا۔ مَیں اسے آخری ہدایات دے کر وہاں سے نکل آیا۔ ذہن سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ آخر اس بوڑھے کی زندگی سے ایسا کونسا راز وابستہ ہے جس کی وجہ سے اس کی یہ درگت بن رہی ہے۔ یہ معمہ کس طرح حل ہو اصولاً تو مجھے ان معاملات میں نہیں الجھنا چاہیے تھا۔ اگر حسن صاحب میرے معاملے میں دوسری طرح نہ سوچتے تو یہ آسانی مجھ سے معذرت کر سکتے تھے یا پھر میرے لیے کہیں اور بندوبست کیا جا سکتا تھا اس کے علاوہ میری زندگی تو ابھی ایک کٹی پتنگ کے مانند تھی۔ مَیں نے مستقبل کے لیے کوئی منصوبہ نہیں بنا سکا تھا۔ اس جھمیلے میں پڑنے کی بجائے کوئی کام کی بات سوچتا تو میرے حق میں بہتر تھا لیکن اب اس سوچ سے کیا حاصل۔ میرے ذہن میں جو تجسس جاگ اٹھا تھا اُسے ختم کر دینا اب میرے بس میں نہ تھا۔

کوٹھی سنسان ہو چکی تھی۔ ملازم تمام کاموں سے فارغ ہو کر سونے کے لیے جا چکے تھے۔ صرف گیٹ پر چوکیدار جاگ رہا تھا لیکن وہ یہاں سے کافی دور تھا۔ انیکسی میں جا کر پڑ جانے کو جی نہ چاہا تو مَیں بغلی سمت کے باغ کی طرف چل پڑا، یہاں ایک خوب صورت حوض بنا ہوا تھا، حوض کے کنارے بنچیں پڑی تھیں۔ مَیں اُن میں سے ایک پر جا کر بیٹھ گیا۔

اب کیا کرنا چاہیے؟ بڑی پُراسرار سیچویشن تھی حسن صاحب بوڑھے بابا کو کہاں سے لے کر آئے تھے۔ یہ سوال تشنہ تھا۔ بوڑھا بابا کون ہے؟ بقول حسن صاحب یہ بات وہ بھی نہیں جانتے تھے۔ ناممکن۔ پھر لانے کا اور اس پر اتنے روپے خرچ کرنے کا مقصد۔ وہ گونگا تھا۔ پاگل تھا۔ حسن صاحب نے اُس کے علاج کے لیے ڈاکٹر طاہر علی سے رجوع کیا۔ ان کے خیال میں بوڑھے کے ذہن میں کوئی گرہ تھی۔ حسن صاحب اس گرہ کو کھولنا چاہتے تھے۔ گویا کوئی چکر تھا۔ حسن صاحب بے تعلق تو نہ ہوتے جو کچھ بوڑھے کے ذہن میں تھا وہ اُس سے دلچسپی لے رہے تھے۔ اور اس کے لیے وہ بوڑھے بابا کو دوسروں سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ بات اگر صرف انسانی ہمدردی اور خلوص کی ہوتی تو شہر میں دماغی امراض کے اعلیٰ ہسپتال موجود تھے۔ بوڑھے بابا کے لیے وہاں سے بہتر کوئی جگہ نہ تھی۔ انھوں نے اسے دوسروں سے محفوظ رکھنے کے لیے ہی داور جیسے خطرناک غنڈے کا انتخاب کیا۔ داور کو ڈاکٹر طاہر علی نے اُن تک بھیجا اور طاہر علی نے بوڑھے کے علاج کی ذمہ داری بھی خود ہی سنبھال لی۔ گویا طاہر علی بھی اس راز میں شریک تھے۔ غلط دواؤں کا استعمال اب ایک کھلی ہوئی بات تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی نے خود یہ دوائیں کیوں تبدیل کیں۔ وہ کیا چاہتے تھے پہلے استعمال کی جانے والی دواؤں کی نوعیت کیا تھی؟ ان دواؤں کے نام مَیں نے ذہن نشین کر لیے تھے۔ کسی ڈاکٹر سے رجوع کرنا ہو گا تاکہ ان دواؤں کے نتائج معلوم کیے جا سکیں۔

مَیں اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ دفعتاً قدموں کی چاپ محسوس ہوئی۔ آواز بائیں سمت سے آئی تھی۔ تقریباً دس گز کے فاصلے پر پھولوں کے کنج کے عقب میں کوئی موجود تھا۔ میرے ذہن میں خدشات جاگ اٹھے۔ ایک لمحہ اس طرف نگاہ جمائے رہا۔ پھر اٹھ کر اس طرف چل پڑا۔ جو کوئی بھی تھا اگر بھاگنے کی کوشش کرتا تو چھپ نہیں سکتا تھا۔ البتہ وہاں سے مجھ پر حملہ بآسانی کیا جا سکتا تھا۔ سر پر آ پڑی تھی تو ہمت کرنی ہی تھی۔ مَیں کنج کے قریب پہنچ گیا اور آواز سنبھال کر بولا "مَیں نے تمھیں دیکھ لیا ہے باہر آ جاؤ۔" سرسراہٹ ہوئی اور ایک سایہ کنج کے عقب سے برآمد ہو کر میرے سامنے آ گیا۔ ماحول نیم تاریک تھا لیکن مَیں نے ایک ہی نگاہ میں ندرت کو پہچان لیا، اور حیران رہ گیا۔ "ندرت... آپ!" میرے مُنہ سے بے اختیار نکلا۔

"آپ سے کچھ بات کرنی ہے!" ندرت نے کہا۔ مَیں نے پہلی بار ندرت کی آواز سُنی تھی۔ کئی بار اُسے دیکھا تھا۔ کئی بار اس سے ملاقات ہوئی تھی لیکن وہ خاموش رہتی تھی۔ اُس کی آواز مَیں نے کبھی نہیں سُنی تھی۔ اس کا لہجہ عجیب تھا اور تلفظ اردو والوں کا نہیں تھا۔

"آیئے ندرت... پلیز... اس طرف آ جایئے... آپ تنہا ہیں؟"

"ہاں!"

مَیں اسے حوض کے پاس لے آیا، لیکن اُس نے کہا۔

"اِدھر نہیں۔ اس طرف!" اشارہ درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف تھا جو احاطے کی دیوار کے قریب تھا۔ وہاں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ مَیں سمجھ گیا کہ وہ دیکھ لیے جانے کے خوف کا شکار ہے۔ درختوں کے نیچے لمبی گھاس پھیلی ہوئی تھی۔ وہ بے تکلفی سے زمین پر بیٹھ گئی۔ "جی مجھ سے کوئی کام ہے؟"

"مَیں شرمندہ ہوں۔"

"کس بات پر!" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میں نے آپ کو غلط سمجھا!"

"کس سلسلے میں ندرت؟"

اس نے گردن جھکالی۔ میں انتظار کرتا رہا۔ جب دیر تک وہ کچھ نہ بولی۔ تو میں نے کہا: "آپ جو کچھ بھی کہنا چاہتی ہیں اطمینان سے کہیں میری ذات سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔"

"اس دن آپ نے مجھے دیکھا۔ میں نے سوچا آپ سب کو بتا دیں گے۔ سب کو بولیں گے اور میں برباد ہو جاؤں گی۔ میں بہت پریشان تھی... اور... اور میں نے آپ کی جان لینے کی کوشش کی۔ میں نے آپ کو چاقو پھینک کر مارا... اور میں نے آپ کی کار خراب کی... مگر آپ بہت..." وہ اٹک گئی۔

مجھ پر بجلی سی گر پڑی۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ مجھ پر دونوں قاتلانہ حملے اس نرم و نازک اور خاموش طبع لڑکی نے کیے ہوں گے۔ کہانی ہی بدل گئی تھی۔ میں بے سبب ہی داور کو ان حملوں کا مجرم گردانتا رہا۔ اس کا مطلب ہے داور کے ساتھ زیادتی ہوئی۔ میں نے اُسے صرف اسی لیے مارا تھا کہ میرے خیال میں اس نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ بات سمجھ میں آرہی تھی۔ اس دن میں نے ندرت کو بوڑھے بابا کے پاس دیکھا تھا اور ندرت نے مجھے اس لیے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی کہ اس کا راز فاش نہ کر دوں۔

"میں آپ سے معافی مانگتی ہوں!" وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔

"انگلش بولتی ہیں آپ؟" میں نے اُسے درمیان میں ٹوکا۔

"ہاں!"

"آپ کو اردو بولنے میں دقت ہو رہی ہے۔ انگلش میں بات کریں!"

"شکریہ!" ندرت نے کہا۔ پھر انگلش میں بولی: "آپ بہت شریف انسان ہیں غزالی، آپ نے کسی کو کچھ نہیں بتایا، اس کے علاوہ آپ نے داور کو صرف اس لیے مارا کہ وہ بوڑھے بابا کے ساتھ زیادتی کر رہا تھا۔ پہلا واقعہ بھی مجھے معلوم تھا لیکن... میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں۔ میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہا ہے۔ اور اس وقت ضمیر کی چبھن ہی مجھے آپ کے پاس لے لائی ہے۔"

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں یہاں ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"میرا کمرہ سامنے ہے۔ میں نے کھڑکی میں سے آپ کو دیکھا تھا۔ اس وقت سب لوگ سو رہے ہیں۔ میں نے سوچا، میں آپ سے مل ہی لوں، کون جانے پھر موقع ملے یا نہ ملے۔"

"ایک بات اور بتائیے۔ انیکسی سے دو چاقو بھی آپ نے حاصل کر لیا تھا جس سے مجھ پر حملہ کیا تھا۔"

"ہاں!" ندرت نے جواب دیا۔

"کیسے؟"

"میں نے کریم کو باہر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔" وہ آہستہ سے بولی۔ میں خاموش ہو گیا۔ چند لمحات کے بعد میں نے کہا: "آپ کے بارے میں ان تمام باتوں کے جاننے سے پہلے بھی میں بہت کچھ سوچتا رہا ہوں ندرت۔ مجھے آپ سے ہمیشہ ہمدردی محسوس ہوئی ہے، نہ جانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کے کسی کام آؤں۔ آپ سب سے علیحدہ رہتی ہیں، آپ مجھے ہمیشہ دکھی محسوس ہوئی ہیں۔"

"نہیں... میں ٹھیک ہوں... ایسی کوئی بات نہیں ہے!"

"میں معمولی سا آدمی ہوں ندرت... آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے مجھ پر اعتماد کیا۔ بوڑھے بابا کے بارے میں مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ یہاں رہتا ہے۔ میں نے ازراہِ انسانیت یہ سب کچھ کیا ہے اور اب بھی اس کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں، شاید آپ کو یہ بات معلوم نہ ہو کہ داور کافی زخمی ہو گیا ہے۔ اور اب وہ اس عمارت میں کبھی نہیں آئے گا۔"

"نہیں آئے گا!" ندرت نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"ہاں! بوڑھے بابا کی خدمت کی ذمہ داری اب میرے سپرد ہے اور اب اُسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

ندرت اس انکشاف پر ہکا بکا سی رہ گئی تھی وہ عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔ اس کی سحر خیز آنکھوں کے حسن کا میں ہی قائل تھا لیکن ان تاریکیوں میں یہ روشن چراغ اس قدر دلکش لگے کہ ایک لمحے کے لیے میں ان میں کھو کر رہ گیا۔ اور نہ جانے کیوں نہ جانے کیوں مجھے اپنا ذہن غنودہ سا محسوس ہوا۔ بس ایسے لگا تھا جیسے نیند کا جھونکا آگیا ہو۔ صرف ایک لمحہ۔ دوسرے لمحے میں سنبھل گیا: "ندرت اس دن آپ چھپ کر وہاں گئی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں آپ سے معافی مانگنا چاہتی تھی غزالی! آپ کا شکریہ اب میں چلتی ہوں۔ آپ ایک شریف انسان ہیں۔ انسانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے یہ آپ جانتے ہیں؟ میرے بارے میں کسی سے تذکرہ نہ کریں، میں شکرگزار ہوں گی۔" اس نے کہا اور جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی۔

"ٹھیک ہے ندرت! صرف ایک بات سنتی جائیے۔ اگر لوگوں کے درمیان تنہائی محسوس کریں یا کچھ کہنے کو جی چاہے تو مجھے یاد کر لیں۔ آپ میرے بارے میں تجربہ کر چکی ہیں۔" اس نے مڑ کر دیکھا، میری بات سنی اور پھر درختوں کی آڑ لیتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

✿

دوسرے دن حسن صاحب نے مجھے پھر ٹیلی فون کیا۔ "بھئی معاف کرنا اب یہ مصیبت تو تمھارے گلے پڑ ہی گئی ہے۔ مل سکتے ہو مجھ سے..."

"حاضر ہوتا ہوں!" میں نے کہا۔ اور حسن صاحب کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

"تم نے اپنی نئی ذمہ داری سنبھال لی؟"

"جی ہاں!"

"جائزہ لیا بوڑھے بابا کا...؟"

"ابھی اس کا موقع نہیں مل سکا۔"

"میری خواہش ہے کہ تم اس کا خود جائزہ لو۔ اس کے بارے میں اندازہ لگاؤ کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ سنو غزالی! یہ سب کچھ میرے لیے بہت اہم ہے۔ بوڑھے بابا کی زندگی، اس کی صحت، اس کی یادداشت کی واپسی، یہ سب کچھ۔ اور سنو تم اس سلسلے میں گھاٹے میں نہیں رہو گے تمھیں اس سے کافی فائدے بھی ہوں گے۔ میں جانتا ہوں تم محسن کے دوست ہو طالب علمی کی زندگی کی دوسری بات تھی لیکن اس دنیا نے تمھیں چیلنج دیا ہے۔ تم ایک مقصد لے کر میدانِ عمل میں نکلے ہو۔ میں تمھارے اس مقصد کی تکمیل کا ذریعہ بنوں گا۔ میں تمھارے سامنے کچھ ایسے منصوبے پیش کروں گا جس کے ذریعہ تمھیں اپنی منزل تک پہنچنے میں آسانی ہو۔ میں تمھیں لالچ نہیں دے رہا، یوں سمجھ لو کہ دنیا کے کام یونہی چلتے ہیں۔ تم میرے لیے کچھ کرو، میں تمھارے لیے کچھ کروں گا۔ اور یہ تعاون ہمارے درمیان ایک راز رہے گا۔ ایک مکمل راز جس سے محسن یا کوئی بھی واقف نہ ہو۔ میری بات سمجھ رہے ہو نا؟"

"جی ہاں حسن صاحب! آپ نے دنیا دیکھی ہے۔ یہ بھی مجھے یقین ہے کہ اپنی زندگی میں آپ کا واسطہ ایسے بے شمار لوگوں سے پڑا ہوگا جن کے ذہن کی گہرائیوں میں جھانک کر آپ نے ان کی شخصیت کو پہچانا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ محسن کے دوست کی حیثیت بھی برقرار رکھوں اور آپ کا احترام اسی طرح کروں جس طرح محسن کرتے ہیں۔ اس لیے میں آپ کو اپنی شناخت کی زحمت سے بچانا چاہتا ہوں۔ میرا فرض ہے کہ میں آپ کو اپنے بارے میں بتا دوں۔ میرے والد اتنے دولتمند نہیں تھے کہ میں ان کے روپے سے ملیں اور کارخانے لگا سکتا لیکن پھر بھی میرا حصہ اتنا تھا کہ میں مزید محنت کر کے زندگی عیش سے گزار دوں۔ میرے بھائیوں نے جو کچھ کیا ہے اچھا نہیں کیا لیکن میں نے انھیں مایوس کرنا گوارا نہ کیا اور اپنے مستقبل کی تلاش میں چل پڑا۔ حسن صاحب میں ذہنی طور پر ملازمت فطرت نہیں ہوں۔ دولت کا خواہش مند ہوں، لیکن اپنی شخصیت کی قیمت پر نہیں۔ بہتر یہ ہوتا کہ آپ مجھے اعتماد میں لے کر مجھ سے کام لیتے۔ میں اپنی ذہنی کیفیت بھی بیان کر دوں۔ اگر میری دلچسپیاں اسی طرح بڑھتی رہیں تو ممکن ہے کہ میں حقیقت کی تلاش میں خود سفر شروع کر دوں۔"

حسن صاحب کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ خالی خالی نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے۔ پھر انھوں نے کہا: "تمھیں میں نے محسن کے کہنے پر اپنے پاس نہیں رکھا تھا غزالی۔ اگر تم میری نگاہِ انتخاب کی کوئی حقیقت سمجھتے ہو تو میری بات پر یقین کر لو کہ مجھے تمھاری شخصیت کے جوہر نظر آگئے تھے۔ اور بیٹے، داور کی ذمہ داریاں بھی میں نے تمھیں بلاوجہ نہیں سونپیں۔ داور کی جگہ کوئی اور یہاں آسکتا تھا۔ میں اگر تم سے کوئی خطرہ محسوس کرتا تو معاف کرنا تمھیں اپنے گھر سے ہٹا سکتا تھا، کسی بھی طرح تم سے معذرت کی جا سکتی تھی۔ میں نے یہ سب کچھ نہیں کیا تو اس کی وجہ ضرور ہو گی۔ میں مزید تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ تمھاری اس گفتگو میں مجھے ایک بات سب سے دلچسپ محسوس ہوئی ہے۔" حسن صاحب چند لمحے مجھے دیکھتے رہے پھر بولے: "سمجھتے ہو کونسی بات؟"

"جی نہیں!" میں نے جواب دیا۔

"حقیقت کی تلاش والی بات۔ میں کسی قیمت پر تمھیں ان باتوں سے آگاہ نہیں کروں گا، جو میرے ذہن میں ہیں۔ البتہ میں تمھیں دعوت دیتا ہوں کہ اپنی دلچسپیاں بڑھا کر حقیقت تلاش کرو، یہ میری طرف سے چیلنج ہے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا: "اور ان راستوں میں اگر کوئی گستاخی ہو گئی تو؟"

"میں تمھاری ہر گستاخی کو پیشگی معاف کرتا ہوں۔"

"اگر کوئی قدم آپ کے پروگرام کے خلاف اُٹھ گیا...؟"

"وہ بھی معاف ہے۔ تم چاہو تو میں تمھیں لکھ کر دے سکتا ہوں۔"

"بہتر ہے حسن صاحب! میں نے ایسے راستوں پر کبھی سفر نہیں کیا لیکن زندگی کا یہ رُخ بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ بہت سی باتیں ذہن میں ہیں لیکن اب آپ کا کوئی سہارا قبول نہیں کروں گا۔ آپ کے اس فراخدلانہ رویے کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"یہ ایک دوستانہ چیلنج ہے غزالی! اس کے لیے کچھ باتیں تمھیں ضرور ماننی پڑیں گی۔"

"وہ کیا بات؟"

"مالی پیشکش میں تمھیں کر چکا ہوں۔ جو کچھ کرو گے اس میں اخراجات میرے ہوں گے۔ اس کے علاوہ کوئی قانونی الجھن پیش ہو تو میری مدد لے سکتے ہو۔"

"مزید شکریہ!" میں نے کہا اور حسن صاحب سے اجازت

لے کر باہر نکل گیا۔ حسن صاحب سے کھل کر بات ہوئی تھی، اس لیے ذہن کچھ ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔ بہت سی نئی باتیں سمجھنے اور سوچنے کا موقع ملا تھا۔ حسن صاحب اگر مجرم ہوتے تو اتنے کھل کر بات نہ کرتے۔ لیکن ڈاکٹر طاہر علی ؟

اپنے آفس میں آکر آج کے ضروری کام نمٹانے لگا۔ کاروباری امور سے غفلت برتنا مناسب نہ تھا لہٰذا ذہن سے ساری باتیں جھٹک کر ان میں مصروف ہو گیا۔ دو بجے تک شدید مصروف رہا۔ فراغت ملی تو چائے منگا لی۔ اور اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے حسن صاحب سے ہونے والی گفتگو پر غور کرنے لگا۔

حسن صاحب کی یہ پیش کش بے معنی نہیں تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ بھی راستے میں ہوں اور کسی بھی طرح منزل کو پانا چاہتے ہوں۔ وہ بوڑھے بابا کو کہاں سے لائے؟ ندرت کہاں سے آئی؟ وہ اردو سمجھ سکتی تھی لیکن روانی سے بول نہیں سکتی تھی۔ اس کے خدوخال بھی مقامی نہیں تھے۔ دفعتاً میں چونک پڑا۔ یہ بات درحقیقت قابلِ غور تھی۔ وہ یورپ کے کسی ملک کی باشندہ بھی نہیں معلوم ہوتی تھی مگر انگلش بہت روانی سے بول سکتی تھی۔ یہ اور اسی قسم کے بہت سوالات الجھائے رہے تھے۔ منزل کا علم نہ تھا اور نشانِ منزل بھی سامنے نہ تھا۔

ٹھیک ہے حسن صاحب آپ کا چیلنج قبول۔ میں جانتا تھا کہ اس چیلنج کو قبول کرنے کے نتیجے میں جن منزلوں کے لیے سفر کا آغاز کیا تھا وہ بہت دور رہ جائیں گی۔ اور میں ان سے بہت دور نکل جاؤں گا۔ اور نہ جانے اس سفر کا انجام کیا ہو؟ لیکن اب تو سمجھنے بوجھنے کی گھڑی نکل چکی تھی۔

گھڑی میں وقت دیکھا، تین بجے تھے۔ ایک خیال کے تحت ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھائی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ دماغی ڈاکٹروں کے پتے دیکھ رہا تھا۔ کئی پتے نظر آئے پھر ڈاکٹر فاروق غزنوی کے نام پر نگاہ جم گئی۔ ان کے نمبر ڈائل کیے دوسری طرف سے فون ریسیو کر لیا گیا۔

"غزنوی کلینک!"

"ایک اپائنٹمنٹ چاہیے آج مل سکتا ہے!"

"آپ سات بجے مل سکتے ہیں۔"

"براہِ کرم نام نوٹ کر لیجیے، غضنفر نقوی!" میں نے فوری طور پر ذہن میں آنے والا نام دہرا دیا۔

"آپ سات بجے تشریف لے آیئے۔" جواب ملا اور میں نے فون بند کر دیا۔

میں پانچ بجے دفتر سے نکل آیا۔ گھر نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہاں تنویر گلے پڑ سکتی تھی۔ محسن مل سکتا تھا۔ چنانچہ میں بنک اسکوائر چل پڑا۔ وہاں کی ایک عمارت میں میرا ایک دوست ناصر رہتا تھا۔ یونیورسٹی کے دور میں چند بار وہاں گیا تھا۔ اچھے خوش اخلاق لوگ تھے۔ وہاں پہنچا تو ایک لڑکی نے دروازہ کھولا۔

"ناصر ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"غزالی بھائی... ایک منٹ!" لڑکی اندر بھاگ گئی۔ واپس آئی تو ناصر کی امی اس کے ہمراہ تھیں۔ "آؤ بیٹے اندر آؤ۔"

میں سلام کر کے اندر داخل ہو گیا۔ خاتون نے مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا۔ "ناصر خیریت سے ہیں امی؟"

"ہاں بیٹے! تمھیں اس کے بارے میں معلوم نہیں؟"

"خیریت، کیا بات ہے؟"

"اس کے ماموں نے اسے کینیڈا بلوا لیا ہے۔ اسے وہاں ملازمت بھی مل گئی ہے۔ دو مہینے ہو گئے ہیں۔"

"اچھا!" اس کے چلے جانے کی خبر سن کر میں کچھ اداس ہو گیا۔ ناصر کی بہن عظمیٰ میرے لیے چائے بنا لائی۔ میں نے انھیں اپنی ملازمت کے بارے میں بتا کر فون نمبر دے دیا، اور پھر خدمت کے لیے یاد کرنے کی درخواست کی۔ اس کے بعد دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے وہاں سے اٹھ آیا۔ ٹھیک سات بجے میں ڈاکٹر غزنوی کے کلینک پہنچ گیا۔ ڈاکٹر صاحب بھاری بھرکم شخصیت کے مالک اور بہت تجربہ کار معالج تھے۔ ابتدائی گفتگو کے بعد میں نے خالی شیشیاں ان کے سامنے رکھ دیں۔ "ڈاکٹر صاحب! یادداشت گم ہو جانے کے کسی مریض کو جس پر کبھی کبھی اپنا ماضی یاد کرنے کی کوشش میں پاگل پن کے دورے بھی پڑتے ہوں اگر یہ دوائیں کھلائی جا رہی ہوں تو کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟"

ڈاکٹر غزنوی نے دواؤں کی شیشیاں اٹھا کر دیکھیں۔ اور دیر تک ان پر غور کرتے رہے اور پھر مجھے دیکھتے ہوئے بولے۔ "جس شخص نے یہ دوائیں تجویز کی ہیں اسے فوراً پولیس کے حوالے کر دینا چاہیے۔"

"اوہ... گویا یہ...؟"

"جی ہاں! ان دواؤں کا انتخاب کسی معمولی ذہن کا کارنامہ نہیں معلوم ہوتا۔ اس میں سے تین دوائیں اس قسم کے دماغی مرض کے لیے اکسیر ہیں لیکن اس چوتھی دوا کا اشتراک پہلی دواؤں کی تاثیر الٹ دیتا ہے اور اس اشتراک سے یہ تینوں دوائیں ضرر رساں بن جاتی ہیں۔ یہ تین دوائیں اس لیے استعمال کرائی جا رہی ہیں کہ ذہنی حالت درست ہو لیکن چوتھی دواؤں کے اثرات ختم کر دیتی ہے بلکہ غیر مفید بنا دیتی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس طرح مریض بالکل ماؤف بھی نہیں ہوتا۔ اور اس کی کیفیت جوں کی توں رہتی ہے۔ مگر صاحبزادے یہ سب کیا ہے؟"

"کچھ دواؤں کے نام پیشِ خدمت ہیں براہِ کرم ان کے بارے میں بھی بتا دیجیے!" میں نے کہا اور دوسری دواؤں کے نام کا پرچہ

انھیں دے دیا۔

انھوں نے اسے غور سے دیکھا۔ "ہاں یہ درست دوائیں ہیں۔"

"شکر گزار ہوں ڈاکٹر صاحب! بس یہی زحمت دینی تھی آپ کو۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ڈاکٹر غزنوی مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہ گئے۔ میں نے فیس کاؤنٹر پر ادا کر کے کارڈ لے لیا تھا۔ اس لیے اور کوئی مسئلہ نہیں رہ گیا تھا۔ چنانچہ میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ میرا خود بھی یہی اندازہ تھا جس کی ایک ماہر سے تصدیق ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی بوڑھے بابا کی یادداشت کی واپسی نہیں چاہتا تھا... کیوں؟ کیا وہ حسن صاحب کے ایما پر ایسا کر رہا تھا؟

اس کے بعد میں گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ شکر ہے آج وہاں کوئی ہنگامہ نہیں تھا۔ سب لوگ اندر کوٹھی میں تھے۔ میں انیکسی میں آ گیا۔ کریم بابا سے خیریت پوچھی۔ اور پھر بوڑھے بابا کی طرف چل پڑا۔ اندر داخل ہوا تو ہدایت سے ملاقات ہوئی۔ وہ آج کافی بدلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ مجھے سلام کیا اور بولا۔ "ڈاکٹر صاحب کا فون آیا تھا صاحب!"

"کیا کہہ رہے تھے؟"

"پوچھ رہے تھے کہ دوائیں خرید لائے؟ میں نے انھیں بتا دیا کہ خرید لایا ہوں۔ بولے کہ ان شیشیوں میں سے آدھی دوائیں پھینک دو۔ اور روزانہ تھوڑی تھوڑی پھینکتے رہو۔ وہ دوائیں بوڑھے بابا کو استعمال نہیں کرانی ہیں۔ پھر پوچھنے لگے کہ آپ نے اس دوران کیا کارروائی کی ہے۔"

"ہوں! کیا جواب دیا تم نے؟"

"صاحب! اب میں آپ کا خادم ہوں۔ آپ یقین کریں میری بات پر کہ اس غریب بوڑھے کے ساتھ ہونے والی زیادتی سے میں خوش نہیں تھا۔ مگر اپنے حالات سے مجبور تھا اور پھر ڈاکٹر صاحب مالک کے دوست، اوپر سے غنڈا۔ ان ساری چیزوں نے مل کر زبان بند کر دی تھی۔"

"میں سمجھتا ہوں ہدایت! ظاہر ہے بوڑھے بابا سے تمھاری ذاتی دشمنی تو تھی نہیں۔" میں نے اس کی بات مختصر کرنی چاہی۔

"میں نے ڈاکٹر صاحب کو یہی بتایا کہ آپ نے مجھے بوڑھے بابا کا خیال رکھنے کی ہدایت کی ہے اور کہا ہے کہ اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس کی خوراک کا خیال رکھا جائے۔ تب وہ بولے کہ کیا آپ نے دوائیں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں دواؤں کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا گیا۔"

"گڈ! اس کے علاوہ اور کچھ؟"

"نہیں جناب بس یہی گفتگو ہوئی تھی۔"

"بابا کیا کر رہا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ بس اس کے لیے کھانے کا بندوبست کر رہا تھا۔"

"تم اپنا کام کرو!" میں نے کہا اور اس کمرے میں داخل ہو گیا جہاں بوڑھا بابا ایک آرام کرسی پر دراز تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں ویسے وہ آج صاف ستھرا نظر آ رہا تھا۔ شاید ہدایت نے اسے غسل بھی کرایا تھا۔ میں ایک کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اسے آواز دی تو اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ گونگا ہے بہرا نہیں۔ آواز پر چونک سکتا ہے۔ وہ مجھے دیکھتا رہا۔ آنکھوں میں خلا کی کیفیت تھی۔ لیکن نگاہ مجھ پر جمی ہوئی تھی۔ میں چند لمحات اسے دیکھتا رہا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑا اور وہ چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ لیکن پھر میں نے اس کا بازو پیار سے سہلانا شروع کر دیا۔ اور رفتہ رفتہ یہ کیفیت زائل ہو گئی۔

اتنی دیر میں ہدایت کھانے کی ٹرے لیے ہوئے اندر آ گیا۔ اس نے ٹرے ایک میز پر رکھ دی اور بوڑھا جلدی سے اٹھ گیا۔ میں پھر اپنی جگہ جا بیٹھا اور اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لیتا رہا۔ اس سے چند باتوں کا اندازہ ہوا۔ مثلاً یہ کہ اس کے کھانے کے انداز میں نفاست تھی۔ اس وقت اس کے اندر دیوانگی کی کوئی کیفیت نہیں تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ اٹھا اور باہر نکل گیا۔ چند لمحوں کے بعد میں بھی باہر آ گیا۔ بوڑھا بابا ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا تھا۔ وہ گردن جھکائے ہوئے تھے۔

تقریباً آدھ گھنٹے میں وہاں رہا۔ ہدایت کو میں نے کچھ ہدایات دیں اور پھر انیکسی میں آ گیا۔ یہاں پہنچا تو محسن میرا انتظار کر رہا تھا۔

"خوب! کیسے دیوداس جی یہ اداس لکیریں کیا کہہ رہی ہیں؟" میں نے اسے چھیڑا۔

"بہت بور کر دیا یار۔ بیکار آدمی ہو۔" محسن نے بیزاری سے کہا۔

"ہاں افریحہ کے سلسلے میں واقعی معذور ہوں۔"

"اماں تم کوئی ترکیب نہیں کر سکتے۔ صرف کاروباری ہو کر رہ گئے ہو۔" محسن جھلا کر بولا۔

"بتاؤ دوست... کیا ترکیب کروں۔"

"کوئی چکر چلاؤ... ویسے بھی اب تو میں چلتا ہوں۔ اپنا اچھا برا سمجھنے لگا ہوں۔ گھر میں ایک چاند سی بہو آ جائے تو کیا حرج ہے۔"

"عزیزم یہی تو کر رہا ہوں آجکل۔"

"خاک کر رہے ہو۔ تمھارے اندر تو عشق کے جراثیم ہی نہیں ہیں دوسروں کے لیے ہی کچھ کر کے عاقبت سدھار لو۔"

"یقین نہیں آتا میری بات پر؟"

"جی آپ کی مصروفیات میرے علم میں ہیں۔ خواہ مخواہ کے جھگڑے پال لیے ہیں۔ یار تمھیں اپنا مستقبل بنانا ہے کیا رکھا ہے

لے کر باہر نکل گیا۔"

ذہنی الجھنوں میں!"

"کن مصروفیات کی بات کر رہے ہو؟"

"یہ داور کی پوسٹ کیوں سنبھال لی آپ نے؟"

"تمھاری وجہ سے!"

"کیا؟"

"سچ کہہ رہا ہوں۔ غور کرو حسن صاحب کی زیادہ سے زیادہ توجہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں تاکہ ذرا سی بے تکلفی ہو جائے۔ موقع ملتے ہی تمھاری شادی کا مسئلہ چھیڑ دوں گا۔"

محسن مجھے گھورتا رہا پھر منہ بنا کر بولا" بکواس کر رہے ہو۔ یہ سوچا بھی نہ ہو گا تم نے۔ یار میں سنجیدہ ہوں۔ اگر فریحہ باپ کی ملکیت نہ ہوتی تو جا سکتی تھی اتنے دنوں کے لیے میں شدید بور ہو رہا ہوں!"

"یقین کرو محسن! میں یہ کام کر دکھاؤں گا۔"

"وہ خود بھی بور ہو رہی ہے فون کیا تھا مجھے۔ اور ہاں ہما سے بھی مدد لو۔ یار کچھ کرو، کم از کم کوئی ترکیب کر کے اُسے بلا ہی لو۔"

"میں کوشش کروں گا۔" میں نے کہا۔

"کب؟"

"کل ہی ہما سے بات کروں گا۔ ویسے محسن ایک بات بتاؤ، داور جیسے کسی شخص سے جان پہچان ہے؟"

"کیوں، اغوا کراؤ گے اُسے؟" محسن نے پوچھا۔

"سنجیدگی سے بتاؤ یار۔ میرا ایک کام ہے۔"

"نہیں بھائی مارا ماری سے یا بدولت کو کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ ہم ٹھیرے نفاست پسند انسان بھلا... مگر ٹھیرو... اپنا قادر یاد ہے تمھیں؟"

"کون قادر؟"

"وہی گینڈا جو الیکشن کے ٹھیکے بھی لیا کرتا تھا۔" محسن نے کہا اور مجھے قادر یاد آ گیا۔ یونیورسٹی کا سب سے نکما نوجوان تھا جو صرف چاقو کے بل پر امتحانات پاس کرتا تھا۔ اور ہر پندرھویں دن کہیں نہ کہیں سے ٹوٹ پھوٹ جاتا تھا۔" ارے ہاں یاد آ گیا۔" میں نے بے ساختہ کہا۔

"رابسن روڈ پر ایک ہوٹل قائم کیا ہے موصوف نے۔ زیرِ زمین جوئے خانہ بھی چلاتے ہیں۔ ویسے یونیورسٹی کے دوستوں سے بہت اچھی طرح ملتا ہے۔"

"گڈ... جیتے رہو... کام کی بات بتائی ہے۔ رابسن روڈ پر کس طرف ہے یہ ہوٹل؟"

"ارے میاں ہوٹل القادر بالکل چوراہے پر واقع ہے۔ مگر قصہ کیا ہے؟" محسن نے غور سے مجھے دیکھا۔

"فریحہ بھابی کے والدین پر دباؤ ڈلوانا ہے۔ آخر کیا سمجھ رکھا ہے انھوں نے۔ تم دیکھتے جاؤ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"مت جی جلاؤ، سب سمجھتا ہوں۔ داور کا چکر ہو گا۔ کیوں مصیبت میں گرفتار ہو رہے ہو غزالی۔ زندگی جس قدر جھگڑوں سے پاک رہے بہتر ہے۔ غنڈے کسی کے نہیں ہوتے، مجھے تو اب تمھاری طرف سے تشویش ہو گئی ہے!"

"کیوں؟"

"بوڑھے بابا کے انچارج بن گئے ہو۔ کیوں سر کھپا رہے ہو پہلے تو یار تم ان چکروں کے آدمی نہیں تھے!"

"فرق ہے اُس وقت میں اور اب میں۔ اب میں ایک ضرورت مند انسان ہوں، دولت کمانی ہے مجھے۔" میں نے کہا اور محسن چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا" تو کیا واقعی ایسی کوئی بات ہے غزالی۔ یار یہ سارے جھگڑے بہت خطرناک ہو گئے ہیں۔ ہم تو ڈیڈی کے لیے ہی دعا کرتے تھے اب تم بھی اس جال میں پھنس رہے ہو۔ میں سمجھ گیا غزالی مجھے تعجب بھی تھا، صرف مجھے ہی نہیں تنویر اور ممی کو بھی تعجب تھا۔ مجھے تو اسی وقت خطرہ محسوس ہوا تھا جب پہلی بار تم نے داور کی پٹائی کی تھی۔ ڈیڈی نے نہایت سختی سے فیصلہ کیا تھا کہ کبھی اس بوڑھے کے معاملے میں نہ پڑے۔ یہ میرا حکم ہے۔ پیچھے ڈیڈی داور جیسے غنڈے کو برداشت کرتے رہے۔ جو قطعی اس قابل نہیں تھا کہ اُسے کوٹھی کے سائے میں بھی داخل ہونے دیا جائے تم نے داور کو مارا تو پہلے تو ڈیڈی بھی حیران ہوئے۔ پھر یوں محسوس ہوا جیسے انھوں نے اس بات کو نظر انداز کر دیا ہو۔ دوسری بار تم نے داور کا حلیہ بگاڑ دیا۔ میرا خیال تھا کہ اب میں بھی تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا لیکن معلوم ہوا کہ ڈیڈی نے تمھیں بوڑھے بابا کی ذمہ داریاں سونپ دیں۔ غزالی یہ مسئلہ بہت عرصے سے دردِ سر بنا ہوا ہے۔ کیا تم مجھے بھی کچھ نہیں بتاؤ گے۔ کیا ہے یہ سب کچھ؟"

"تم میرے دوست ہو محسن! لیکن میرے محسن ہو۔ تم اس بات پر یقین رکھتے ہو گے کہ میں تمھارے خاندان کا بدخواہ کبھی نہیں بن سکتا۔ اپنا خاندان چھوڑ چکا ہوں دوست اور اب اس گھر کو ہی سب کچھ سمجھتا ہوں۔ جو کچھ مجھے معلوم ہے ضرور بتاؤں گا، وقت آنے پر لیکن اب یہ بات نکل ہی آئی ہے تو زبان بند نہیں رکھ سکتا اس سلسلے میں جو کچھ تمھیں معلوم ہے مجھے اعتماد کے ساتھ بتا دو۔"

"لو... یہ تو اُلٹا ہی معاملہ ہو گیا۔ میں کیا بتاؤں تمھیں۔ ڈیڈی نے جب یہ ذمہ داریاں تمھیں سونپی ہیں تو کچھ تو بتایا ہی ہو گا۔"

"میں اس کے بعد تم سے کوئی سوال نہیں کروں گا محسن" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اُفوہ! ضدی انسان میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ ڈیڈی اس

بوڑھے بابا کو فرانس سے واپسی پر اپنے ساتھ لوٹے تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ وہ ہمارا دور کا ایک عزیز ہے اور پاگل ہے۔ ڈیڈی نے اُسے کوٹھی کے اندرونی حصے میں بند رکھا، اس کے بعد پرانی کوٹھی کو از سرِ نو صاف کر دیا گیا اور اسے وہاں منتقل کر دیا گیا۔ غالباً چوتھے ہی دن داور یہاں آ گیا اور اس نے یہاں کا نظام سنبھال لیا۔ ڈیڈی سے اس بوڑھے بابا کے بارے میں کوئی سوال کیا گیا تو انھوں نے اپنی فطرت کے خلاف انتہائی سخت لہجے میں سب کو ہدایت کی کہ بوڑھے بابا کے سلسلے میں کوئی چھان بین نہ کی جائے اور یہ بھی کہ داور کے معاملات میں کوئی مداخلت نہ کی جائے۔ پہلی بار جب بوڑھا بابا جنون کے عالم میں باہر نکلا تو داور نے برسرِ عام اس کی پٹائی کی۔ فضل خان چوکیدار نے جب داور کو روکا تو اُس نے فضل خان کو چاقو مار دیا۔ ڈیڈی نے فضل خان کو پانچ ہزار روپے دے کر اُس کی چھٹی کر دی۔ اور ایک بار پھر سب کو جمع کر کے سخت لہجے کے انداز میں حکم دیا کہ پرانی کوٹھی میں جو کچھ بھی ہو سب اپنے کان اور آنکھیں بند رکھیں۔ اس سلسلے میں ممی سے تھوڑا سا جھگڑا بھی ہوا لیکن ڈیڈی سنجیدہ تھے پھر ہم لوگوں نے لعنت بھیج دی۔ اس سلسلے میں ممی کا کہنا ہے کہ عزیز والی بات غلط ہے کیونکہ ممی اور ڈیڈی دونوں ایک ہی خاندان کے ہیں۔ اور اگر بوڑھا ہمارا دور کا رشتہ دار ہوتا تو ممی اس کے بارے میں جانتی ہوتیں۔"

"اس کے باوجود تجسس تو رہا ہو گا؟"

"ہاں! لیکن ہمت نہیں پڑی۔ اور پھر سب عادی ہو گئے۔"

"کیا تم مجھے حسن صاحب کی پچھلی زندگی کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو؟"

"بالکل صاف ستھری۔ جائداد اور دولت ترکے میں ملی تھی۔ چند کاروبار بھی تھے۔ ڈیڈی نے ان میں اضافہ ہی کیا۔ غیر ممالک میں بھی انھوں نے کافی ہاتھ پاؤں پھیلا رکھے ہیں۔"

"بوڑھے بابا کے یہاں آنے کے بعد وہ ملک سے باہر گئے؟"

"کئی بار!"

"ان کی غیر موجودگی میں بوڑھے بابا کی کیا پوزیشن رہی۔"

"داور سنبھالے رہا۔"

"اچھا محسن! ندرت کے بارے میں تو کچھ بتاؤ۔" میں نے کہا اور محسن چونک پڑا۔ چند لمحات وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا" ندرت کا ان معاملات سے کیا تعلق۔" محسن کے لہجے سے میں سمجھ گیا کہ کوٹھی والوں کو ندرت اور بوڑھے بابا کے کسی تعلق کا شبہ بھی نہیں ہے۔ میں ہر بات محفوظ رکھنا چاہتا تھا اس لیے محسن سے حقیقت گول کر گیا۔ میں نے آہستہ سے کہا" یہاں جو چیز بھی مجھے عجیب نظر آتی ہے، میں اس کے بارے میں معلوم کر لینا چاہتا ہوں۔"

"ندرت کے بارے میں تمھیں کیسے شبہ ہوا غزالی۔"

"سیدھی سی بات ہے محسن۔ وہ یہاں سب سے مختلف ہے۔ تنویر اُسے گھاس نہیں ڈالتی۔ اُس کی شکل و صورت یہاں کسی سے نہیں ملتی۔ اور پھر اُس کا لہجہ وغیرہ۔"

"ہاں غزالی، ندرت ہم میں سے نہیں ہے۔ اُسے بھی ڈیڈی ہی اپنے ساتھ لائے تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ ندرت ان کی بیٹی کے مانند ہے۔ اس سے محبت کی جائے۔ اس کی عزت کی جائے۔ ابتدا میں تو کسی کو احساس نہیں ہوا لیکن ڈیڈی نے جس طرح اس سے لگاؤ کا اظہار کیا اُس نے ممی کو شبہے میں ڈال دیا۔ ویسے اب یہ احساس ہم میں سے ہر کسی کے ذہن میں موجود ہے کہ... کہ ندرت ڈیڈی ہی کی اولاد ہے!"

"اوہ! یہ صرف شبہ ہے یا اس کی تصدیق بھی ہوئی ہے؟"

"تصدیق ہو گئی ہے!"

"کس طرح؟"

"اس احساس کے بعد گھر کے لوگوں کا ندرت سے بہتر رویہ نہیں رہا تھا۔ ڈیڈی اسے محسوس کر رہے تھے۔ انھوں نے ممی سے بات کی اور ممی پھٹ پڑیں۔ تب ڈیڈی نے غصے کے عالم میں کہا کہ ندرت میری بیٹی ہے اور کسی کو مجھ پر تنقید کرنے کا کوئی حق نہیں ہے!"

"خوب!" میں نے گہری سانس لے کر کہا" یہ تصدیق تو نہیں ہوئی محسن۔ ممکن ہے یہ صرف غصے کے الفاظ ہوں۔ تم لوگوں میں سے کسی نے ندرت سے بات نہیں کی۔"

"ندرت خود بھی بہت لیے دیے رہتی ہے۔ بڑی مشکل سے ہم اسے دوسروں کے درمیان لاتے ہیں ورنہ وہ تنہائی پسند ہے۔ زیادہ دیر کسی کے ساتھ رہنے سے گھبرا جاتی ہے۔"

"گویا اس سے زیادہ اس کے بارے میں بھی کسی کو کچھ معلوم نہیں؟"

"ہاں بس۔ معاملہ ڈیڈی کا تھا انھوں نے اعتراف کر لیا۔ ہم کیا کرتے، بس خاموش ہو گئے۔"

"محسن ڈیئر! ان واقعات کے بعد حسن صاحب کے اندر کوئی تبدیلی آئی۔ کوئی ایسی کیفیت پیدا ہوئی جو تمھارے لیے اجنبی ہو۔"

"نہیں کوئی خاص بات نہیں۔"

"اب میں تمھاری توجہ تمھارے چند الفاظ کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"مثلاً؟"

"تم نے کہا تھا کہ کیا ایسی کوئی بات ہے غزالی۔ یار یہ سارے جھگڑے بہت خوفناک ہو گئے ہیں۔ ہم تو ڈیڈی ہی کے لیے دعا کرتے

تھے..."

محسن پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔" زراعت کی تعلیم کا انتخاب تمھارے لیے غلط تھا، غزالی تمھیں تو اسکاٹ لینڈ یارڈ جا کر سراغرسانی کی تربیت لینی چاہیے تھی۔"

"موضوع سے نہ ہٹو محسن!" میں نے اُسے ٹوکا۔

"بوڑھے بابا کی آمد کے بعد سے ڈیڈی میں کچھ تبدیلیاں دیکھی گئیں۔ دورانِ تعلیم اور عالمِ نوجوانی میں ان کے شوق اور دلچسپیاں کچھ بھی ہوں لیکن کاروباری زندگی میں وہ صرف کاروباری تھے۔ بزنس سے متعلق لٹریچر تو ان کے پاس دیکھا گیا تھا لیکن اور کوئی کتاب وغیرہ نہیں لیکن اب ان کی ایک ذاتی لائبریری ہے جس میں قدیم نوادرات سے متعلق کتابیں۔ دفینوں سے متعلق داستانیں، سیاحوں کے سفرنامے اور پُراسرار زمینوں کے متعلق کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اکثر راتوں کو ان کی اس لائبریری میں روشنی دیکھی جاتی ہے!"

محسن کا یہ انکشاف سب سے زیادہ چونکا دینے والا تھا۔ نوادرات سے متعلق کتابیں، دفینوں اور سیاحوں کی کاوشوں کی کہانیاں، ایک خاص سمت اشارہ کرتی تھیں اور اگر اس پر غور کیا جاتا تو بوڑھے بابا کی شخصیت کسی قدر نمایاں ہونے لگتی تھی۔ اس کا پاگل پن اور حسن صاحب کا یہ کہنا کہ اس کے ذہن میں کچھ پوشیدہ ہے، ساری باتیں ایک ربط رکھتی تھیں اور ان خطوط پر سوچا جا سکتا تھا۔

انسان کی ازلی خواہش دولت کے انبار لگانا ہے۔ ممکن ہے حسن صاحب بھی اسی مجنونانہ خواہش میں گرفتار ہوں، محسن سے کچھ اور پوچھنا باقی نہیں رہ گیا تھا۔ آج پھنس گیا تھا بے چارہ اور اسے یہ سب کچھ اگلنا پڑا تھا لیکن میرے لیے اس نے کئی کام کی باتیں کی تھیں۔ اس نے میری شکل دیکھ کر منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے کہا "تم بھی بہت اونچی چیز ہو یار یہاں تو ہم داستانِ دردِ دل لے کر آئے تھے سوچا کہ تم کچھ دوا کرو گے۔ تم نے الٹا ہی چکر چلا دیا۔ اب فرمائیے خادم کے لیے کیا حکم ہے۔؟"

"اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے محسن یہ سب کچھ وقت کے ساتھ ساتھ ہو گا اور فریحہ بھابی آخر کتنے دن وہاں رہیں گی خود پر قابو رکھنا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے اے ناصحِ مشفق خدا تیرا بھلا کرے۔ چلتے ہیں لیکن سنو یار اب جب تم اس بوڑھے بابا کے چکر میں پڑ ہی گئے ہو تو میری درخواست ہے تم سے کہ ڈیڈی کو اس جنجال سے بچانے کی کوشش کرنا۔ اور اگر تم یہ محسوس کرو کہ ان کے ذہن پر کوئی ایسی ہی کیفیت طاری ہے تو اس صورت میں ان کی حفاظت کرنا تمہارا فرض ہے۔ اس قسم کے معاملات میں انسان مصیبتوں ہی میں گرفتار ہوتا ہے ملتا ملاتا کچھ نہیں ہے۔"

میں نے محسن کا شانہ تھپتھپایا اور آہستہ سے کہا "اگر حالات پر مجھے واقعی کوئی اختیار ہوا محسن تو تم اطمینان رکھو میں حسن صاحب کو صحیح راستے پر لانے کی کوشش کروں گا۔"

"اب چلتا ہوں بہت دیر ہو گئی ہے" محسن نے کہا اور میں نے اسے دروازے تک جا کر رخصت کیا۔ اس کے جانے کے بعد میرے ذہن پر خیالات کی یلغار ہو گئی۔

دل کے انتہائی گوشوں میں ایک خواہش آہستہ آہستہ جاگ رہی تھی اگر واقعی کوئی ایسا معاملہ ہے تو میرے لیے بھی تو باعث دلچسپی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں جو الجھے ہوئے کردار سامنے ہیں ان کی کیا حیثیت ہے۔ ندرت صرف انسانی ہمدردی کے طور پر بوڑھے بابا سے دلچسپی رکھتی ہے یا کچھ اور بھی ہے حسن صاحب نے جھنجھلا کر اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ وہ انھیں کی بیٹی ہے۔ ادھر ڈاکٹر طاہر علی تھا جو اپنا کھیل کھیل رہا تھا۔ وہ کھیل کیا تھا؟ بوڑھے کے ذہن کو اسی حالت میں برقرار رکھنے کی کوششوں کا مطلب آخر کیا تھا؟ ویسے یہ اندازہ تو مجھے ہو چکا تھا۔ کہ ڈاکٹر طاہر علی کا کھیل حسن صاحب کے کھیل سے مختلف ہے۔ حسن صاحب نے ڈاکٹر طاہر علی کو یقیناً اس لیے منتخب کیا ہو گا کہ وہ بوڑھے کی یادداشت واپس لانے میں معاون ثابت ہو اور بات کے امکانات بھی قوی تھے کہ بوڑھے بابا کو ہسپتال میں نہیں داخل کیا گیا تھا تو وہ اس لیے کہ کوئی اور اسکی ذہنی کیفیت سے واقف نہ ہو سکے۔ لیکن ڈاکٹر طاہر علی کسی اور ہی سازش کے تحت بوڑھے کو وہ دوائیں استعمال کرا رہا تھا۔ اگر حسن صاحب بھی اس معاملے میں براہ راست شریک ہوتے تو پھر وہ مجھے یہ چیلنج نہ کرتے ان کے چیلنج کا مقصد بھی میری سمجھ میں آ گیا تھا۔ ان کی گفتگو معنی خیز تھی، یعنی وہ مجھے اس بات پر آمادہ کرنا چاہتے تھے کہ میں بوڑھے کو اس کی اصل حالت پر واپس لانے کی کوشش کروں اور جب ایسا ہو جائے تو وہ مجھے ایک بہتر مستقبل کی روشنی دکھا کر اپنے معاملات میں شریک بنا سکیں۔ بہر طور چھوٹے چھوٹے واقعات سے یہ داستان مربوط ہوتی جا رہی تھی اور مجھے بہت سوچ کر مزید کارروائیاں کرنی تھیں۔

ڈاکٹر طاہر علی سے ملاقات کیے خاصا وقت گزر چکا تھا۔ ویسے اب خیال تھا کہ ان سے دوسری ملاقات ضروری ہے۔ گفتگو کے بعد انہوں نے اب تک جس تحمل کا مظاہرہ کیا تھا وہ اس لیے تھا کہ ہدایت کے ذریعے وہ میری کارروائیوں کا جائزہ لیتے رہے تھے اور اس میں انہیں کوئی مشکوک بات نظر نہیں

تھی۔ ہدایت کے بارے میں بظاہر میں یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ تھوڑا بہت پڑھا لکھا مفلوک الحال آدمی ہے اور ڈاکٹر طاہر علی کی طرف سے ملنے والی رقم نے اسے ڈاکٹر کا غلام بنا رکھا تھا لیکن اب یہ رقم میری طرف سے دگنی ہو گئی تھی تو پھر اسے کیا ضرورت تھی کہ ڈاکٹر طاہر علی کا آلۂ کار بنا رہے۔ ہاں یہ ہو سکتا تھا کہ میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے وہ ڈاکٹر طاہر علی کو اطلاعات فراہم کرتا رہے اور ان سے بھی دو سو روپے ماہوار وصول کر لے۔ اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں بوڑھے بابا کے مکمل تحفظ کے لیے کچھ اور بھی کرنا چاہتا تھا۔ یہ میری خوش بختی تھی کہ محسن سے ایک ایسے شناسا کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا جو یونیورسٹی میں ہمارے ساتھ رہ چکا تھا اور اس سلسلے میں کام آ سکتا تھا۔

میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں جلد از جلد نادر سے ملاقات کروں گا تاکہ دوسرا رخ بھی مضبوط ہو سکے اور کم از کم ایسے چند آدمی میرے ساتھ شامل ہو جائیں جو ضرورت پڑنے پر ذرا مختلف قسم کی کارروائیاں بھی انجام دے سکیں۔ یہ آخری فیصلہ تھا اس کے بعد میرا ذہن نیند میں ڈوب گیا۔

دفتر میں وہ دن پرسکون گزرا، حسن صاحب نے بھی مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور خود میں ان کے پاس بغیر ضرورت کبھی نہیں جاتا تھا۔ کاروباری کارروائیاں معمول کے مطابق جاری رہیں۔ کچھ نئے کام بھی کیے جو کاروباری نوعیت کے تھے البتہ پانچ بجے تمام کام چھوڑ دیے گئے اور پھر میں نے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہما کو فون کیا۔ اس سے پہلے بھی اس سے بات کر سکتا تھا لیکن خطرہ تھا۔ وہ میرے فون پر یقیناً جذباتی ہو جاتی اور پھر دفتری کام چھوڑ کر اس کے ساتھ وقت گزارنا پڑتا۔ ہما گھر پر ہی مل گئی۔ میری آواز سن کر اچھل پڑی تھی "خوب۔ خوب یہ احساس باعثِ مسرت ہے کہ جناب ہمیں یاد رکھتے ہیں۔"

"انتظار کر رہا تھا ہما کہ تم ٹیلی فون کرو۔"

"بس دوست کچھ احمقانہ قسم کی مصروفیات تھیں میری ایک دوست مصیبت میں گرفتار ہے اس کی مدد کر رہی تھی ان دنوں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے دوستوں کی مدد کرنا ہی چاہیے۔"

"اب یہ بتاؤ کب مل رہے ہو؟" ہما کے انداز اور لہجے سے ظاہر ہوتا تھا کہ ڈاکٹر طاہر علی نے اسے میری ملاقات کے بارے میں ابھی کچھ نہیں بتایا۔

"بھئی آپ ہی نے ہمیں ایک دعوت دی تھی ہما، لیکن آج تک اس کی تکمیل نہیں ہو سکی۔"

"اوہ۔ صرف تمہاری مصروفیات کی بنا پر کیوں نہ آج ہی ڈیڈی سے ملاقات ہو جائے۔"

"ہم نے نہ پہلے انکار کیا اور نہ اب اس کی جرأت کر سکتے ہیں۔" میں نے بڑی ادا سے یہ جملہ کہا۔

"تو پھر تم یوں کرو کہ ساڑھے چھ بجے تک یہیں آ جاؤ۔ جلدی بھی آ جاؤ تو کوئی حرج نہیں ہے گپیں لڑائیں گے۔ یہ بتاؤ کہاں سے بول رہے ہو؟" ہما نے پوچھا۔

"دفتر سے۔"

"پانچ بج کر دس منٹ ہو چکے ہیں اٹھو گے نہیں وہاں سے؟"

"بس اُٹھ ہی رہا تھا آپ کا خیال آیا تو سوچا کہ ٹیلیفون کر لوں۔"

"بہت نوازش حضورِ والا۔ فوراً تشریف لے آیئے پتا یاد ہے نا۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"تو بس پھر ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" ہما نے کہا اور مزید کچھ گفتگو کے بعد میں نے فون رکھ دیا۔

ساڑھے چھ بجے کا معاملہ ٹیڑھا تھا یہ ایک ڈیڑھ گھنٹہ بلاوجہ ادھر ادھر گزارنا پڑتا چنانچہ اٹھ کر باہر نکل آیا اور پھر ڈاکٹر طاہر علی کی کوٹھی کی جانب چل پڑا طاہر علی کی کار کمپاؤنڈ میں موجود نہیں تھی ایک اور کار کھڑی تھی جو عموماً ہما ہی استعمال کرتی تھی۔

ہما نے صدر دروازے پر میرا استقبال کیا وہ انتہائی خوبصورت لباس میں ملبوس تھی اور بڑی عمدہ قسم کی خوشبو لگا رکھی تھی۔ اس نے والہانہ انداز میں مجھے خوش آمدید کہا اور ڈرائنگ روم کے بجائے اپنی خوابگاہ میں لے گئی۔ یہ بہت زیادہ قربت کا اظہار تھا۔ بڑے باپ کی بیٹی کی خوابگاہ جس قدر حسین ہو سکتی ہے یہ خوابگاہ اس سے بھی کہیں زیادہ دلکش تھی۔ وسیع و عریض کمرے میں اعلیٰ درجے کا فرنیچر موجود تھا۔ دیواروں پر حسین تصاویر آویزاں تھیں۔ ہما نے مجھ سے بیٹھنے کے لیے کہا اور مسکراتی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی "بعض اوقات ذہن کچھ عجیب سی الجھنوں کا شکار ہو جاتا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کا کیا حل تلاش کیا جائے۔"

"کسی دوست سے مشورہ کرنا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور اگر معاملہ دوست ہی سے متعلق ہو تو۔"

"تو پھر دوستی کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔"

"فرض کرو تم سے ہی کسی سلسلے میں مشورہ مانگوں تو۔؟"

"میں نے کہا تا یہ تو دوستی کے معیار پر منحصر ہے۔"
"تو صورتحال یہ ہے جناب غزالی صاحب کہ میں اپنے ماضی
سے خوفزدہ ہوں۔ یونیورسٹی کی زندگی میں خواہ مخواہ مجھے ایک دل
پھینک لڑکی مشہور کر دیا گیا تھا حالانکہ حقیقت یہ نہیں تھی۔ نوجوانو
کو مزید احمق بنانے میں مجھے لطف آتا تھا اور بس۔ لیکن کہیں
میرا ماضی مستقبل کے راستے میں رکاوٹ نہ بن جائے۔" ہما نے چالاکی
سے کہا وہ میرا چہرہ بغور دیکھ رہی تھی۔
میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "ماضی میں آپ کو جاننے
والے میرے خیال میں آپ کے لیے اتنی بری رائے قائم نہیں کر سکتے۔"
میرے اس جواب نے ہما کے چہرے کو روشن کر دیا۔ اس
نے مسرور لہجے میں کہا "بس یہی الجھن تھی غزالی۔ یقین کرو بار بار
ذہن میں یہ احساس پیدا ہوتا تھا کہ کہیں تم میرے بارے میں بری
رائے تو نہیں رکھتے۔"
"نہیں ہما۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے اگر ایسا کچھ ہوتا تو کیا
میں آپ سے اس قدر ربط بڑھا سکتا تھا۔؟"
"بہت بہت شکریہ میرے دل کا یہ بوجھ ہلکا کر کے تم نے
میرے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے غزالی۔"
"ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں۔؟"
"بس آتے ہوں گے آج ان کا آف ڈے ہے۔ کسی دوست
سے ملنے گئے ہیں شاید۔" ہما نے جواب دیا۔ اس کے بعد وہ
مسلسل احمقانہ گفتگو کرتی رہی جس کا لب لباب یہ تھا کہ بس میں
اس کی زندگی میں شامل ہو چکا ہوں اور اب راستے میں کوئی دیوار
نہیں ہے۔ میں نہایت محتاط الفاظ میں اسے اس کی ان احمقانہ
باتوں کا جواب دیتا رہا۔ چائے کا ایک دور چلا اور دوسرے دور
کے لیے ڈاکٹر صاحب کی واپسی کے بعد کا وقت طے ہوا۔
ہما اس بات پر مُصر تھی کہ میں رات کا کھانا بھی اس کے ساتھ
ہی کھا کر جاؤں بہر طور مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ساڑھے
چھ بجے ڈاکٹر طاہر علی واپس آ گئے میری کار دیکھ کر ہی وہ سمجھ گئے
ہوں گے کہ میں یہاں موجود ہوں۔ ایک ملازمہ نے ان کے آنے کی
اطلاع دی اور ہم اٹھ کر باہر نکل آئے۔ ہما نے ڈاکٹر طاہر علی سے
میرا تعارف کرایا اور انہوں نے بڑے پرجوش انداز میں یوں مجھ
سے مصافحہ کیا جیسے اس سے پہلے مجھے جانتے بھی نہ ہوں۔
یہ بھی خاصی پراسرار چیز تھے۔ اس کے بعد ڈاکٹر طاہر علی نے
باہر لان پر بیٹھنے کی خواہش کی اور ملازموں کو لان پر میز کرسیاں
لگانے کی ہدایت کر دی گئی۔ لان پر جو چائے پی گئی وہ پہلے سے
زیادہ پُر تکلف تھی۔ ہما میرے بارے میں ڈاکٹر طاہر علی کو بتاتی
رہی اور ڈاکٹر طاہر علی مجھ سے سوالات کرتے رہے۔
خاصا وقت گزر گیا۔ دلچسپ گفتگو کے دوران وقت
کا احساس ہی نہیں ہوا پھر ڈاکٹر طاہر علی نے کہا "بھئی ہما بیٹے
ہمیں کچھ دیر تنہا چھوڑ دو۔ بعض باتیں بیٹیوں کی موجودگی میں نہیں
کی جا سکتیں۔" ہما نے شرمانے کی اداکاری کی اور اٹھ کر چلی
گئی۔ میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔
جسے میں نے بمشکل دبایا تاکہ ڈاکٹر طاہر علی اُسے دیکھ نہ لیں۔
ڈاکٹر طاہر علی نے پائپ میں تمباکو جمایا اور پھر اسے لائٹر
سے سلگا کر گہرے گہرے کش لینے لگے۔ پھر انہوں نے آرام
کرسی سے پشت ٹکاتے ہوئے کہا "میں کوٹھی گیا تھا۔ مہینے
میں ایک بار بوڑھے بابا کو انجکشن دینا ہوتا ہے۔"
میرے بدن میں ایک دم سرسراہٹ ہوئی میں جانتا تھا
کہ یہ انجکشن کیسا ہوگا۔ لیکن اس وقت کچھ سوچا بھی نہیں جا سکتا
تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی کی عقابی نگاہیں میرے چہرے کا جائزہ لے
رہی تھیں۔
"حسن صاحب سے ملاقات ہوئی۔" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔ ملے تھے۔ کہیں جانے کا پروگرام بنا رہے تھے۔"
"میرے علم میں نہیں ہے۔"
"چھوڑو۔ اپنی باتیں کریں۔ ہما سے تمہارے بارے میں
مزید گفتگو ہوئی ہے۔ میں نے اسے پہلی ملاقات کے بارے میں
نہیں بتایا۔ مجھے صاف دل سے بتاؤ غزالی تمہارا اس کے بارے
میں کیا خیال ہے۔ ہما جب تمہاری تعریفیں کرتی تھی تو میں نے
اندازہ لگایا تھا کہ کوئی ہیرو ٹائپ کا نوجوان ہوگا جو نئی نسل کی لڑکیوں
کے لیے پرکشش ہوتے ہیں لیکن تم سے مل کر خوشی ہوئی۔ تم
جیسے ذمہ دار نوجوان پوری طرح قابل اعتماد ہوتے ہیں۔ سماج کی
کچھ اقدار ہوتی ہیں غزالی، لڑکیوں کے والدین زبان بند رکھتے
ہیں اور دوسری طرف سے لب کشائی کا انتظار کرتے ہیں لیکن
اب یہ سب کچھ فرسودہ ہے دل میں جو کچھ ہے اس کا اظہار کر
دینے میں کیا حرج ہے۔ ہما سے تمہیں کس حد تک دلچسپی ہے
"وہ میری یونیورسٹی کی دوست ہے۔"
"تمہاری نگاہ میں کیسی لڑکی ہے؟"
"بہت اچھی۔" میں نے جواب دیا۔
"اس سے شادی کرنا چاہتے ہو۔؟"
"میرے موجودہ حالات اس کی اجازت نہیں دیتے۔"
"مالی طور پر۔؟"
"جی ہاں۔ میں حسن صاحب کا ملازم ہوں۔ ان کی انیکس
میں رہتا ہوں۔ ہم دونوں کی حیثیت میں زمین آسمان کا فرق
ان حالات میں یہ سب کچھ نہیں سوچا جا سکتا۔"
"تمہارے لیے راستے بند تو نہیں ہو گئے۔ ہما تنہا۔
میں نے بہت کمایا ہے جو اس کے مستقبل کے لیے ہے

اگر تمہارے جیسا نوجوان یہ سب کچھ سنبھال لے تو یہ سب کچھ
بہت کچھ "بن سکتا ہے۔"
"کیا آپ کسی ایسے شخص کو قبول کر لیں گے ڈاکٹر صاحب
جو آپ کی بیٹی کی دولت کے بل پر کچھ بننا چاہتا ہو۔؟"
"مثالی نوجوان ہو۔ ہر لمحہ پہلے سے زیادہ متاثر کرتے
ہو۔ میں کچھ بننے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ بیشک سب
کچھ ہے ہمارے پاس لیکن میں تمہاری شخصیت کو قتل نہیں
کرنا چاہتا۔"
"یہ آپ کی بلندی ہے ڈاکٹر صاحب۔" میں نے ممنون
انداز میں کہا۔
"میں تمہارے عزائم کے بارے میں بھی جاننے کی خواہش
رکھتا ہوں۔"
"میں نہیں سمجھا۔؟"
"دولت کے آسمان سے ٹپکنے کی توقع رکھتے ہو۔؟"
"جی نہیں۔"
"کوئی پروگرام ہے ذہن میں؟"
"ابھی تک نہیں۔"
"وقت کی رفتار بہت تیز ہے صاحبزادے جو کچھ کرنا ہے
برق رفتاری سے کرنا ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ دولت کے حصول
کے صرف چند ذریعے ہیں۔ ڈاکہ زنی، فراڈ، اسمگلنگ وغیرہ۔ یہ
سب جرائم ہیں۔ تم جیسا بلند حوصلہ نوجوان ان کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔
لیکن ایک اور ذریعہ ہے جس سے تم دولت حاصل کر سکتے ہو۔
اور وہ میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔"
"وہ کیا ڈاکٹر صاحب؟"
"اتنی جلدی یہ سب کچھ ممکن نہیں ہوتا نوجوان۔" ڈاکٹر نے
مسکرا کر کہا۔ "تم مجھے اپنے بارے میں اطمینان دلاؤ۔"
"کیسا اطمینان ڈاکٹر صاحب؟"
"یہی کہ تمہیں رازدار بنا کر مجھے نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا۔"
"اس کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔
"کچھ سوالات کے جواب دینے ہوں گے؟"
"کوشش کروں گا۔"
"بوڑھے بابا سے دلچسپی کی وجہ؟" طاہر علی نے پوچھا۔
"صرف انسانی ہمدردی۔"
"اس حد تک؟"
"ہاں اس میں ضد بھی شامل ہو گئی تھی۔"
"کیسی ضد؟"
"داور اس کے ساتھ بہت سخت سلوک کرتا تھا۔ مجھے یہ
بات ناپسند تھی تھوڑے بہت واقعات آپ کے علم میں بھی ہوں گے۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی بات ۔ ؟"

"جی نہیں ۔"

"اگر تمہیں بھی وہی سب کچھ کرنا پڑے جو داور کرتا تھا تو کیا تم کرو گے ۔ ؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔

"یہ سب کچھ اسکی کھوئی ہوئی یادداشت واپس لانے کے لیے ضروری ہے غزالی ۔"

"اس کے لیے بہتر طریقہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے ڈاکٹر صاحب ۔ کیا دیوانگی کے علاج کے لیے جدید طریقے دریافت نہیں ہو گئے ہیں؟"

"بہت ہی نفیس شخصیت رکھتے ہو۔ یقین کرو اگر تم اس کے لیے تیار ہو جاتے تو مجھے مایوسی ہوتی ۔ لیکن تم نے خود کو اس کا اہل ثابت کیا ہے کہ تم پر بھروسہ کیا جائے ۔ دیکھو غزالی ۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو اتنی مختصر ملاقات میں نہیں بتائی جا سکتیں ۔ تمہارے سامنے ایک حسین مستقبل ہے ۔ ہما کو تمہاری زندگی میں شامل کر کے مجھے دلی مسرت ہوگی لیکن میں تمہیں وہ مستقبل دینا چاہتا ہوں جو تمہارا اپنا تعمیر کردہ ہو ۔ اس کے لیے تمہیں بہت کام کرنا ہوگا ۔ کچھ ایسے کام بھی کرنے ہوں گے جو ممکن ہے تمہیں پسند نہ ہوں لیکن حالات کی ضرورت ہوں ۔ میں اس گفتگو کو طویل نہیں کروں گا ۔ تم ہما سے آزادی سے مل سکتے ہو مجھے اعتراض نہیں ۔ یوں سمجھو اب تم ہم میں سے ایک ہو ۔ میں تمہیں کچھ اور باتیں بتاؤں گا لیکن اس وقت نہیں ۔ اس وقت اتنا ہی کافی ہے ۔ تم نے ہوٹل مون فلاور دیکھا ہے ؟"

" جی ہاں " میں نے جواب دیا ۔

" کل گیارہ بجے کسی بھی طرح وقت نکال کر وہاں پہنچ جاؤ ۔ مون فلاور کے روم نمبر ۲۱۰ میں ایک شخصیت تمہارا انتظار کرے گی ۔ ہماری دوسری ملاقات کا وقت بھی وہی شخصیت تمہیں بتا دے گی ۔"

" وہ کون ہے ؟" میں نے پوچھا ۔

" بس اب یہ بتانے کی گنجائش نہیں ہے ۔" ڈاکٹر طاہر علی خاموش ہو گیا کیونکہ ہما آگئی تھی ۔

" ڈیڈی ۔ میں بور ہو رہی ہوں ۔" اس نے ٹھنکتے ہوئے کہا ۔

" بس ۔ بیٹے تمہاری امانت تمہارے حوالے ۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہما مسکرانے لگی ۔ آیئے مسٹر امانت ۔ میں آپ کو کوٹھی دکھاؤں سوری ڈیڈی ۔ "

" ٹھیک ہے بیٹے ۔" ڈاکٹر نے فراخدلی سے کہا ۔ ہما نہ جانے کیا کیا بکتی رہی میں نے غور نہیں کیا ۔ میرا ذہن ڈاکٹر طاہر کی پراسرار گفتگو میں الجھا ہوا تھا ۔ پھر رات کا کھانا ہوا اور بمشکل تمام ہما سے جان چھوٹی ۔

کوٹھی واپس آکر سب سے پہلے بوڑھے بابا کی طرف رخ کیا ۔ آج ہدایت کی آزمائش کا بہترین موقع تھا ۔

سلام کرنے کے بعد ہدایت نے آہستہ سے کہا "ڈاکٹر صاحب بوڑھے بابا کے معائنے کے لیے آئے تھے ۔"

"شاباش ! کس وقت ؟"

"پونے پانچ بجے تھے ۔ مجھے سو روپے دیئے ہیں صاحب انہوں نے ایک انجکشن بھی لگایا ہے اسے ۔"

"پہلے بھی وہ ایسے انجکشن لگاتے رہے ہیں ہدایت ہفتے میں ایکبار یا اس سے زیادہ ؟" میں نے سرسری انداز میں سوال کیا ۔

"کبھی نہیں صاحب ۔ انجکشن انہوں نے پہلی بار لگایا ہے"

"کیا کیفیت ہے بوڑھے بابا کی ؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے ۔ پہلے کی طرح ہے ۔"

میں نے خود بوڑھے کا جائزہ لیا ۔ اس کی کیفیت ویسی ہی تھی جیسی عام طور پر رہتی تھی ۔ معلوم نہیں یہ شیطان ڈاکٹر کیا چاہتا ہے ۔ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر سوچا ۔ اور پھر واپس انیکسی کی طرف چل پڑا ۔ لیکن دل میں ایک فیصلہ ضرور کر لیا تھا میں نے ۔ یہاں کچھ اور لوگوں کو متعین کر کے ہر شخص کے آنے جانے پر سخت پابندی لگانی ہوگی ، اس میں ڈاکٹر طاہر علی بھی شامل ہوگا اور بوڑھے بابا کے علاج کے لیے کسی دوسرے ڈاکٹر کا بندوبست بھی لازمی ہے ۔ یہ سب کچھ کرنا تھا ۔ لیکن ڈاکٹر طاہر علی کا کھیل بھی ضروری ہے ۔ کل دن کو گیارہ بجے کون شخصیت مجھ سے ملاقات کرے گی کون ہوگا وہ ۔ ؟ رات کو نہ جانے کب تک جاگتا رہا ۔ سونے کی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی ۔ صورت حال نے دماغ کو ماؤف کر کے رکھ دیا تھا ۔

صبح کو دیر سے آنکھ کھلی ۔ طبیعت بھاری تھی ۔ لیکن معمولات میں فرق نہ آنے دیا ۔ آفس گول کیا جا سکتا تھا لیکن کوٹھی میں کوئی اور مصیبت گلے پڑ سکتی تھی اس لیے وہاں سے نکل آیا ۔ دفتر پہنچ کر ضروری معاملات دیکھے اور پھر ساڑھے دس بجے دفتر سے نکل آیا ۔ میرا رخ "مون فلاور" کی طرف تھا ۔ چند لمحات کے بعد میں اس خوبصورت ہوٹل کے کمرہ نمبر ۲۱۰ کے سامنے کھڑا تھا ۔ دھڑکتے دل سے میں نے کمرے کے دروازے پر دستک دی ۔ قدموں کی ہلکی چاپ ابھری اور پھر دروازہ کھل گیا ۔ میں نے دروازہ کھولنے والے کو دیکھا اور میرے دل کی حرکت جیسے رک گئی ۔ بدن ساکت ہو گیا ۔ ناقابل یقین ۔ ناممکن ۔ سامنے کھڑی ہوئی شخصیت میرے لیے اجنبی نہیں تھی ۔ لیکن ۔ ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ کیا یہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ۔ ؟



لمحوں تک مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا لیکن کبھی کبھی ناقابل یقین باتیں ہی درست ہوتی ہیں ۔

وہ جولیا تھی ۔ تنویر کی دوست ، حسن صاحب کے بزنس پارٹنر مسٹر براؤن کی بیٹی ۔ ایک عام سی یورپین لڑکی لیکن اس کا ڈاکٹر طاہر علی سے تعلق ایک ناممکن سی بات تھی ۔

" ہیلو " اس نے سحر آگیں مسکراہٹ سے کہا ۔ اس دوران میں نے خود کو کسی حد تک سنبھال لیا تھا ۔ وہ دروازے کے سامنے سے ہٹ گئی اور میں اندر داخل ہو گیا ۔ جولیا نے دروازہ بند کر لیا اور پلٹ آئی ۔ " مجھے دیکھ کر آپ کو یقیناً حیرت ہوئی ہوگی مسٹر گازالی "

" ہاں ۔ ڈاکٹر نے مجھے آپ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا ۔"

" مناسب نہیں تھا ۔ میں تو اب بھی خوفزدہ ہوں "

" کیوں ۔ ؟" میں نے سوال کیا ۔ جولیا نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا ۔ وہ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی بیٹھ گئی ۔

" کیا منگاؤں آپ کے لیے ؟"

" بہتر ہوگا کام کی بات کریں "

" میں اس لیے خوفزدہ ہوں مسٹر گازالی کہ آپ مجھے ذرا مختلف قسم کے آدمی نظر آتے ہیں ۔ ڈاکٹر سے بھی میں نے اس بارے میں بات کی تھی ۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ یہ ان کی ذمہ داری ہے ۔ میرا مطلب یہ تھا کہ محسن آپ کے دوست ہیں اور وہ سب لوگ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں ۔ میں شاید اپنا مطلب واضح نہیں کر پا رہی ہوں ، اسلیے آپ سے خوفزدہ ہوں کہ کہیں آپ جذباتی ہو کر ہمارا راز فاش نہ کر دیں ۔"

" ڈاکٹر طاہر علی نے میرے بارے میں آپ کو تفصیل نہیں بتائی میں دولت کمانے سے دلچسپی رکھتا ہوں ۔ خود کچھ بننا چاہتا ہوں ۔"

میں نے اپنی حیرتوں پر مکمل طور سے قابو پا لیا تھا اور اپنے ذہن کو اس نئی صورت حال سے نمٹنے کے لیے آمادہ کر لیا تھا ۔

" اوہ ۔ میں نے آپ کے لیے ۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور کمرے کے ایک گوشے میں پہنچ کر میز پر رکھا ہوا بریف کیس اٹھا لائی ۔ دوبارہ میرے سامنے بیٹھ کر اس نے بریف کیس کھولا اور اس میں سے مقامی کرنسی نوٹوں کی چند گڈیاں نکال کر میرے سامنے ڈال دی ۔ " پچاس ہزار ہیں ۔ ایک چھوٹی سی رقم جو بلا کسی شرط کے آپ کے حوالے کی جاتی ہے ۔ یوں سمجھ لیں کہ آپ ہمارے ساتھ کام کرنے کو تیار ہوں یا نہ ہوں ، یہ صرف ان باتوں کو راز رکھنے کا معاوضہ ہے ۔"

" مجھے علم ہے مس براؤن کہ آپ بہت دولت مند ہیں لیکن ابھی میں یہ بوجھ اپنی گردن پر نہیں لے سکتا ۔ جہاں تک آپ کے راز کو راز رکھنے کی بات ہے ۔ وہ میرا اخلاقی فرض ہے ۔"

" آپ آئیڈیل انسان ہیں مسٹر گازالی ۔ آپ کے بارے میں میرے اندازے غلط نہیں ہیں ۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ آپ سے کس طرح گفتگو کروں ۔ ڈاکٹر نے مجھے عجیب امتحان میں ڈال دیا ہے ۔"

" میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں ۔ ؟"

" دل تو چاہتا ہے آپ سے بہت سی باتیں کروں ۔ کچھ ذاتی باتیں بھی لیکن آپ کے قیمتی وقت کا مجھے احساس ہے ۔ یوں سمجھ لیں میں آپ سے اس پاگل بوڑھے کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں ۔ یہ بھی سمجھ لیں کہ میں آپ کے بہتر مستقبل کی خواہاں ہوں ۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنا صحیح مقام حاصل کریں ۔ آپ کو اتنے عام سے کاروباری لوگوں کا ملازم نہیں ہونا چاہیے ۔ آپ کی پرسنالٹی اتنی شاندار ہے کہ آپ تو کہیں کے نواب معلوم ہوتے ہیں ۔ یہ سن کر بہت تعجب ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں کے ملازم ہیں "

" آپ نے ذاتی باتیں شروع کر دیں مس جولیا " میں نے ہلکی سی مسکراہٹ سے کہا ۔

" کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہوں میں تمہارے سلسلے میں ۔ سنو گازالی ۔ میں تم سے بہت متاثر ہوں ۔ یہ جان کر بھی کہ ڈاکٹر طاہر علی کی لڑکی تمہیں چاہتی ہے اور ڈاکٹر خود بھی تمہاری طرف توجہ دے رہا ہے ۔ میں یورپ میں رہتی ہوں ۔ تم نے کبھی یورپ دیکھا ہے یا نہیں ، میں نہیں جانتی لیکن تمہیں ضرور معلوم ہوگا کہ یورپ اتنا ماڈرن ہے ۔ وہاں کوئی لڑکی کسی بھی مرد سے دل کی بات آسانی سے کہہ دیتی ہے ۔ میں بچپن ہی سے مشرق سے متاثر ہوں اور میرا کردار صاف رہا ہے ۔ میری آرزو تھی کہ میری زندگی میں کوئی مشرقی نوجوان آئے ۔ تم مجھے بہت پسند ہو گازالی ۔ میں تمہیں اپنے ساتھ زندگی گزارنے کی پیشکش کرتی ہوں ۔ میں ایک ارب پتی باپ کی بیٹی ہوں ۔ میرے ساتھ تمہارا مستقبل شاندار ہوگا ۔ یہاں میں اپنے ڈیڈی کے ایک مشن پر آئی ہوں ۔ یا پھر یوں سمجھو کہ ڈیڈی نے میری اس دیرینہ خواہش کی تکمیل کی ہامی صرف اسی لیے بھری ہے کہ میں ان کا کام کر دوں اور اب میرا اور تمہارا کام یہ ہے مسٹر گازالی کہ اس وقت تک اس بوڑھے کی یادداشت واپس نہیں آنی چاہیے ، جب تک کہ ہمیں دوسری ہدایت نہ مل جائے ۔ یہی تمہارا کام ہے اور اس کے لیے تمہیں دو لاکھ روپے کی پیشکش کی جاتی ہے ، جس کے لیے یہ پچاس ہزار ایڈوانس ہیں ۔ باقی جس طرح تم چاہو ۔"

" مجھے آپ سے کیا بات کرنی ہے مس جولیا ؟ صرف یہ پیشکش قبول کرنے یا نہ کرنے کی ۔ یا اس کے علاوہ بھی میں آپ سے کچھ کہہ سکتا ہوں ؟" میں نے صورت حال سے لطف لیتے ہوئے پوچھا ۔

" وہ سب کچھ جو تمہارے ذہن میں ہو ۔ اس کاروباری گفتگو سے ہٹ کر بھی ۔" جولیا نے جذباتی لہجے میں کہا ۔

"آپ کے ڈیڈی اور ڈاکٹر طاہر علی کے درمیان کیا تعلق ہے"۔

"ڈاکٹر طاہر ڈیڈی کے شناسا ہیں۔ تعارف مسٹر حسن کے ذریعے ہی ہوا تھا لیکن اب دونوں کے درمیان خط و کتابت اور فون پہ بات چیت ہوتی رہتی ہے۔ ڈاکٹر ایک بار یورپ میں ہمارے مہمان رہ چکے ہیں"۔

"ہما یہ بات نہیں جانتی۔؟"

"شاید نہیں، کیونکہ اس نے مجھ سے شناسائی کا اظہار نہیں کیا۔ مجھے بھی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ طاہر علی کی بیٹی ہے"۔

"آپ کے ڈیڈی نے آپ سے کہا تھا کہ آپ یہاں آکر ڈاکٹر سے ملاقات کریں۔؟"

"ہاں۔ اس موضوع پر ان کے درمیان بات چیت ہوتی رہتی ہے"۔

"یہ بات مسٹر حسن کے علم میں ہے؟"

"نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو میں تم سے چھپ کر ملاقات نہ کرتی"۔

"آپ لوگ بوڑھے کی یادداشت کی واپسی کیوں نہیں چاہتے؟"

"یقین کرو مجھے علم نہیں"۔

"بوڑھا کون ہے؟ آپ اُسے کب سے جانتی ہیں؟"

"میں نے اُسے پہلی بار دیکھا ہے"۔

"آپ کے ڈیڈی نے آپ کو اور کیا ہدایات دی تھیں"۔

"ایک وعدہ کرو گا زالی۔ اپنے اور میرے درمیان ہونے والی باتوں کو راز رکھو گے سب سے، ڈاکٹر سے بھی"۔

"میں آپ کے اس خلوص، اس اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا مس جولیا"۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ جولیا ایک عام سی لڑکی تھی اور بوڑھے بابا کے لیے میں کسی بھی لڑکی کے سامنے آہیں بھر سکتا تھا۔ میرا ذہن تیزی سے بہت سے فیصلے کر چکا تھا اور میں نے کام شروع کر دیا تھا۔ جولیا جذباتی ہو گئی۔ اصل موضوع پر واپس آنے سے پہلے اس نے ہما کے بارے میں میرے دلی جذبات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی اور میں نے اُسے یقین دلا دیا کہ میں اس بے وقوف لڑکی ہما کو ذرا بھی اہمیت نہیں دیتا۔ تب اس نے کہا۔

"ڈیڈی نے مجھ سے کہا تھا کہ حسن صاحب کے گھر میں مقیم وہ بوڑھا بہت قیمتی ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی اس سلسلے میں جو کچھ کہیں میں اس پر عمل کروں اور ان سے مشورے لیتی رہوں۔ اس کے علاوہ حسن صاحب کے گھر کے ماحول پر بھی نگاہ رکھوں اور معلوم کروں کہ بوڑھے کے سلسلے میں کیا کیا ہو رہا ہے۔ کون کون اس پر نگاہ رکھتا ہے۔ میرا کام بس اتنا ہی تھا اور تنویر کی دوستی سے مجھے فائدہ اُٹھانا تھا"۔

"باقی کام طاہر علی کا تھا۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں!" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جولیا۔ میں تمہاری یہ پیشکش صرف تمہاری وجہ سے قبول کرتا ہوں۔ اطمینان رکھو سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق ہی ہو گا"۔ میں نے نوٹوں کی گڈیاں اُٹھا کر جیبوں میں ٹھونس لیں۔ پھر میں نے اس سے آخری سوال کیا۔

"یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا جولیا۔؟"

"تمہیں بہت زیادہ پریشان نہیں ہونا پڑے گا ڈارلنگ۔ میرے خیال میں صرف چند روز باقی ہیں۔ ڈیڈی اسی ماہ کی تائیس تاریخ کو یہاں آ رہے ہیں۔ لیکن یہ بات طاہر علی کو نہیں معلوم"۔

"اور حسن صاحب کو بھی نہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ خیال رکھنا"۔

"اطمینان رکھو"۔ میں نے کہا۔ اور پھر مزید کچھ دیر اس سے اچھی اچھی باتیں کر کے میں وہاں سے نکل آیا۔ میں فوراً ہی گھر واپس نہیں آیا تھا بلکہ پہلے ایک کیفے میں بیٹھ کر تھوڑی دیر اپنی کھوپڑی درست کی تھی۔ ذہن میں اتنے دھماکے ہوئے تھے کہ دماغ میں دراڑیں پڑ گئی تھیں۔ بہت ہی پُراسرار چکر تھا، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے اطراف میں بکھرے ہوئے سارے کردار اسی بوڑھے بابا سے متعلق ہوں۔ وہ ہے کون؟ اسکی ذات سے ایسا کون سا اسرار وابستہ ہے؟ دوسری بات جو اہم محسوس ہوئی وہ یہ تھی کہ ڈاکٹر طاہر علی نے جولیا کو کیوں میرے سامنے کر دیا تھا۔ "ڈاکٹر گھاگ آدمی تھا" جو کام وہ جولیا سے لینا چاہتا تھا، وہی کام وہ ہما سے بھی لے سکتا تھا۔ یہ بات بہت گہری تھی کہ وہ کم از کم میری نگاہ میں جولیا کو نہ لاتا اور اس کے کردار کو تاریکی میں رکھتا۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اور اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ طاہر علی کھُل کر سامنے آ گیا تھا۔ مجھے واضح طور پر حسن صاحب کے خلاف استعمال کیا جا رہا تھا اور اس کے لیے ایک بڑی رقم بھی پیش کی جا رہی تھی۔ اب مجھے حسن صاحب کے باب میں کیا کرنا چاہیے۔ اگر وہ مجھ سے کھل جاتے تو شاید میں ایک لمحہ اپنی زبان بند نہ رکھتا اور انہیں سب کچھ بتا دیا لیکن وہ بھی تو مجھ پر اعتبار نہیں کرتے تھے۔ اگر میں اس معاملے سے اس قدر نہ وابستہ ہوتا تو شاید اس کی نوبت بھی نہ آتی۔

دفعتاً مجھے حسن صاحب کی لائبریری یاد آئی۔ محسن نے اسکا تذکرہ کیا تھا۔ اگر اس لائبریری پر ایک نگاہ ڈال لی جائے تو ممکن ہے کوئی اندازہ ہو سکے۔ اس کے لیے حسن صاحب سے اجازت لینا تو حماقت ہے۔ اُن کی غیر موجودگی میں یہ کام ہونا چاہیے۔ جولیا کی پیشکش میں نے اسی لیے قبول کر لی تھی کہ چند دنوں تک حالات سنبھلے رہیں اور مجھے کام کرنے کا موقع مل جائے۔

گھر واپس آیا تو آج پھر چہل پہل تھی۔ گو یہ ہنگامہ آرائی کوٹھی کے اندرونی حصے تک ہی محدود تھی لیکن باہر بہت سی کاریں کھڑی

ہوئی تھیں۔ ان کے ڈرائیور کاروں کے نزدیک موجود تھے۔ میں سیدھا اینکسی میں چلا گیا لیکن کریم بابا نے فوراً ہی خبر سنا دی۔

"صاحب۔ آج کھانا اندر ہی کھائیں گے آپ"۔

"کس نے کہا تھا۔؟"

"ایک ایک کر کے سب ہی آپ کی تلاش میں آ چکے ہیں۔ آپ کو دیر ہو گئی ورنہ بہت سے لوگ یہاں موجود تھے"۔

میں نے لباس تبدیل کیا۔ حلیہ سنوارا اور اندر چلا گیا۔ پہلی نگاہ فریحہ پر پڑی تھی۔ اندازہ ہو گیا کہ محسن صاحب نے یہ محفل برپا کی ہے پھول ہی پھول کھلے ہوئے تھے رُخ زیبا پر۔ جولیا بھی موجود تھی لیکن اتنی ہی سادہ ویسی ہی پُرسکون۔ کچھ دیر پہلے کی ملاقات کا کوئی جو عکس ہو کمبخت کے چہرے پر۔

"میں نے تو کہا تھا کہ ہما کو بھی بلا لیا جائے۔ لیکن جو کچھ ہوا اچانک ہی ہوا۔ فریحہ دوپہر ڈھائی بجے واپس آئی۔ پونے چار بجے محسن بھائی کو علم ہوا۔ کہاں تاب تھی لیکن یقین کریں غزالی ایک بار بھی جو ان دونوں نے ہما کا نام لیا ہو"۔ تنویر نے کہا۔

"میزبان تم تھیں، میں کسی کا نام کیوں لیتی؟" فریحہ نے کہا۔

"ہائے ہائے۔ کتنی بدقسمت ہے بےچاری، جولیا اس سے نفرت کرے۔ فریحہ بھابی کو اس سے رغبت نہیں۔ آپ فکر نہ کریں غزالی میں ہما کے اعزاز میں ایک ضیافت دوں گی اور اس میں کسی کو بھی نہیں بلاؤں گی"۔ تنویر بولی۔

"ہما کو بھی نہیں"۔ فریحہ ہنس کر بولی۔

"حسن صاحب نظر نہیں آ رہے"۔ میں نے محسن کے چھوٹے بھائی ناصر سے پوچھا۔

"ڈیڈی ابھی تھوڑی دیر ہوئی کسی میٹنگ میں گئے ہیں"۔

ڈنر کے بعد بھی یہ محفل چلتی رہی۔ میں چند منٹ کے لیے معذرت کر کے اُٹھ گیا تھا۔ باہر نکل کر میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اندر کی محفل کے بارے میں مجھے اندازہ تھا کہ دیر تک چلے گی۔ چنانچہ ایک راہداری سے گذر کر میں اس طرف نکل آیا جس طرف حسن صاحب کی خواب گاہ تھی۔ خواب گاہ سے متصل لائبریری تھی۔ میں نے دروازے پر ہاتھ رکھا تو اندازہ ہوا کہ لائبریری مقفل نہیں ہے۔ اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کر لیا اور پھر دروازے اور کھڑکیوں پر دبیز پردے کھینچ کر نائٹ بلب جلا لیا۔ اتنی روشنی ہو گئی کہ کمرے کے اندرونی ماحول کا جائزہ لیا جا سکے۔ دیواریں الماریوں سے چھپی ہوئی تھیں۔ میں ان کتابوں کے ناموں پر سرسری نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ پھر محسن نے جن کتابوں کا تذکرہ کیا تھا وہ مجھے بائیں جانب کی ایک الماری میں نظر آئیں۔ میں نے تمام چیزیں نظر انداز کر کے فوراً ان پر حملہ کر دیا۔ محسن کا کہنا درست تھا۔ یہ کتابیں قدیم سیاحوں کے سفرناموں اور خزانوں کے تذکروں سے متعلق تھیں۔ چند کتابوں میں نشانات بھی لگے ہوئے تھے۔ میں نے خاص طور سے انہی کتابوں کا جائزہ لیا۔ ٹریژر آف کوکس آئی لینڈ نامی کتاب پر سُرخ پنسل سے چند نشانات لگے ہوئے تھے۔ کیپٹن کیری ٹن کے سفرنامے کے چند اوراق جو کوکس آئی لینڈ سے متعلق تھے، نشان زدہ تھے۔ مختصر وقت میں ان کتابوں کا جتنا جائزہ لیا جا سکتا تھا، میں نے لیا اور پھر سب کچھ اسی طرح رکھ کر وہاں سے نکل آیا۔ میری حرکت کی کسی کو خبر نہیں ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں پھر ان لوگوں میں شامل ہو گیا۔

گیارہ بجے کے قریب حسن صاحب بھی آ گئے۔ مہمانوں کی واپسی شروع ہوئی تو میں بھی واپس آ گیا لیکن اینکسی کی طرف جانے کے بجائے میں بوڑھے بابا کی طرف چل پڑا۔ ہدایت نے بوڑھے بابا کا حلیہ ہی بدل دیا تھا۔ اس وقت وہ بستر پر بیٹھا خلاء میں انگلیاں نچا رہا تھا۔ چہرہ بھی پہلے کی نسبت پُرسکون نظر آ رہا تھا میرے کئی بار آواز دینے پر بھی اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ بہت دیر تک میں ہدایت سے اس کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ اس دوران کی حرکات و سکنات کے بارے میں پوچھتا رہا۔ میں نے ڈاکٹر طاہر علی کے بارے میں پوچھا تو ہدایت نے بتایا کہ انجکشن والے واقعے کے بعد سے ابتک اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی ہے اور نہ ڈاکٹر نے اُسے فون کیا ہے۔

دوسرے دن آفس میں ڈاکٹر طاہر علی نے فون کیا۔ "ہما یاد کر رہی تھی۔ ملے نہیں اس سے؟"

"جی ڈاکٹر صاحب۔ بس ذرا مصروف ہوں"۔

"فرصت ہو تو شام کی چائے یہاں پیو"۔

"پانچ بجے حاضر ہو جاؤں گا"۔

"کچھ پہلے آ جاؤ"۔ ڈاکٹر طاہر نے کہا۔ "جس وقت آپ فرمائیں"۔

"چار بجے۔ چھ بجے میں ذرا مصروف ہوں"۔

"بہتر۔ حاضر ہو جاؤں گا"۔ میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

میں سمجھ رہا تھا کہ ڈاکٹر طاہر علی یقیناً جولیا سے رابطہ قائم کر چکا ہو گا۔ اور اب میرے بارے میں بھی جاننا چاہتا ہو گا۔ تاہم میں فیصلہ کر چکا تھا کہ ابھی میں اس کا آلۂ کار بنا رہوں گا، تاکہ حالات میرے کنٹرول میں رہیں۔

ساڑھے تین بجے میں نے سیٹ چھوڑ دی اور طاہر علی کی طرف چل پڑا۔ ڈاکٹر نے میرا استقبال کرتے ہوئے کہا۔ "سوری غزالی ہما کو میں نے بہانے سے یہاں سے بھیج دیا ہے۔ لیکن ایک گھنٹے میں وہ واپس آ جائے گی اس کے بعد تم آرام سے اس کے ساتھ وقت گذارنا"۔

"کیسے یاد فرمایا ڈاکٹر صاحب؟" میں نے اُس کے اس جملے کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"بھئی کل کے حالات جاننے کے لیے بے چین ہوں۔" ڈاکٹر نے ڈرائینگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"مس جولیا کو دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی تھی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اس نے تمہیں مطمئن تو یقیناً کر دیا ہو گا۔؟"

"ہاں کافی حد تک۔"

"تمہارے اندر لاتعداد خوبیاں ہیں غزالی۔ جولیا بتا رہی تھی کہ جوان ہونے کے باوجود تم نے صرف ضروری باتیں کیں۔ یہ بہت عمدہ بات ہے غزالی۔ کچھ مجبوریاں ہیں جن کی وجہ سے ابھی چند باتیں تمہیں نہیں بتائی جا رہی ہیں لیکن جوں جوں وقت گزرے گا ہمارے درمیان اعتماد قائم ہو گا۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا، نہ صرف بتا دوں گا بلکہ اس سے آگے بھی تم ہمارے شریک کار رہو گے۔ اپنے درمیان تمہاری شمولیت سے مجھے بے حد خوشی ہے اور یہ جان کر مزید خوشی ہوئی کہ تم احمق اور جذباتی نوجوان نہیں ہو، اپنوں کے ساتھ زیادتی نہ کرنا تمہاری بڑائی ہے اور دولت کو نہ ٹھکرانا ذہانت۔"

"میں آپ سے مکمل تعاون کرنا چاہتا ہوں ڈاکٹر صاحب!"

"اگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے غزالی تو وارے نیارے ہو جائیں گے۔"

"ویسے جولیا کیسی لڑکی ہے؟"

"کیا مجھے اس پر بھی غور کرنا تھا؟" میں نے معصومیت سے پوچھا۔

"اوہ۔ نہیں میرا مطلب ہے کچھ... یعنی تمہاری طرف متوجہ تو نہیں ہے؟"

"یہ گمان کیسے ہوا آپ کو۔؟" مجھے ڈاکٹر طاہر علی پر غصہ آنے لگا تھا۔

"یقین کرو ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ہاں مزید رقم کی تو کوئی فوری ضرورت نہیں ہے؟"

"نہیں ڈاکٹر شکریہ" میں نے جواب دیا۔ اور ڈاکٹر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ وہ مجھ سے معذرت کر کے وہاں سے چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔

"یہ چند دوائیں ہیں۔ ترتیب سے ان کا استعمال شروع کرا دو۔ جولیا تمہیں صورت حال بتا چکی ہے۔"

"پرانی دوائیں ترک کرنی ہیں ڈاکٹر؟"

"قطعی۔ وہ تو ہمارے مقصد کی قاتل ہیں۔ لیکن ان دواؤں کے سلسلے میں احتیاط رکھنا کسی اور کو ان کی ہوا نہیں لگنی چاہیے۔" ڈاکٹر نے مجھے ان دواؤں کو استعمال کرانے کا طریقہ بتایا اور میں نے انہیں احتیاط سے جیب میں رکھ لیا۔ اس کے بعد گفتگو ختم ہو گئی تھی۔ مسٹر براؤن کی آمد کے بارے میں ڈاکٹر نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ جولیا کی ذاتی اطلاع تھی اور ڈاکٹر مجھے اس بارے میں ابھی نہیں بتانا چاہتا تھا۔ جب میں نے اجازت مانگی تو ڈاکٹر بولا۔ "ہم سے نہیں ملو گے۔"

"پھر ملوں گا۔ ابھی مجھے کچھ ضروری کام کرنے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ ڈاکٹر مجھے باہر تک چھوڑنے آیا۔ واپسی میں میں ڈاکٹر کی شخصیت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ یہ چکر بڑی حد تک میری سمجھ میں آ گیا تھا۔ اور حسن صاحب کی پوزیشن بھی واضح ہونے لگی تھی۔ ڈاکٹر اور مسٹر براؤن آپس میں ملے ہوئے ہیں اور حسن صاحب کے ساتھ فریب کر رہے ہیں جبکہ شاید حسن صاحب کے ذہن میں مسٹر براؤن کی طرف سے اس قسم کا کوئی تصور بھی نہیں تھا۔ یہ رابطہ ان کے علم میں یقیناً نہیں تھا۔ ڈاکٹر بہت چالاک انسان تھا اور اس کی نسبت حسن صاحب یا تو کچھ سادہ طبیعت تھے یا پھر ڈاکٹر طاہر پر اندھا اعتماد کرتے تھے۔ لیکن بوڑھے بابا کی شخصیت ابھی تک تاریکی میں تھی۔ وہ کون ہے اور ندرت سے اس کا کیا تعلق ہے؟ ایک اور خیال بھی میرے ذہن میں آیا۔ کیا ندرت اور بوڑھے کے درمیان جس نوعیت کا بھی تعلق ہے اس کے بارے میں حسن صاحب جانتے ہیں۔ نہ جانتے ہوئے تو ندرت کو یہاں کیوں لاتے؟ لیکن یہ بات کسی کو نہیں معلوم۔ شاید ڈاکٹر طاہر علی کو بھی نہیں۔ اب صورت حال یہ تھی کہ میں ڈاکٹر طاہر علی کا آلۂ کار بن گیا تھا اور اس سلسلے میں ایک بڑی رقم بھی وصول کر چکا تھا۔ مجھے ان کے لیے کام کرنا ہی تھا۔

بدایت بظاہر ٹھیک تھا لیکن دل پوری طرح اس پر نہیں ٹھکتا تھا۔ اگر اُسے کسی بڑی رقم کی پیشکش ہو گئی تو ممکن ہے بہک جائے اس کے لیے کوئی انتظام ضروری تھا۔

دفعتاً ہی مجھے قادر کا خیال آیا۔ کالج کا وہی آزادہ رو نوجوان جس کے بارے میں محسن نے بتایا تھا۔ موقع غنیمت تھا چنانچہ محسن کے بتائے ہوئے پتے پر چل پڑا۔ قادر کا ہوٹل "القادر" ایک پرانے طرز کی عمارت میں واقع تھا لیکن اندر سے یہ عمارت خوب آراستہ تھی ہال بظاہر کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوتی تھی۔ عام قسم کا ہوٹل تھا لیکن چونکہ محسن مجھے بہت کچھ بتا چکا تھا اس لیے میری نگاہوں نے کچھ ایسے مشتبہ لوگوں کو جانچ لیا جو یہاں آ جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک میں ہال میں بیٹھا رہا۔ اس کے بعد میں نے ایک ویٹر کو قریب بلایا۔ "قادر صاحب کہاں ہیں؟"

ویٹر چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "کون قادر؟"

"تمہارا مالک!"

"پنڈو ماسٹر کی بات کرو۔ اوپر ہے وہ۔" ویٹر نے رکھائی سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ "پنڈو ماسٹر۔" میں مسکرایا۔ ہونا ہی چاہیے

قادر تو ایک شریفانہ نام ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ہال سے نکل کر عقبی حصے میں پہنچ گیا، جہاں اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ سیڑھیوں کے پاس ایک کاؤنٹر کے پیچھے ریسپشنسٹ موجود تھا۔ اس کے نزدیک غنڈوں جیسی شکل کے دو آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ میں ریسپشنسٹ کے پاس پہنچ گیا۔

"کارڈ۔" ریسپشنسٹ نے کہا۔

"کوئی کارڈ نہیں۔ میں پنڈو ماسٹر سے ملنا چاہتا ہوں۔" میرے ان الفاظ پر دونوں غنڈے چونک کر میری طرف متوجہ ہو گئے۔

"بات ہو چکی ہے تمہاری۔" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"بغیر اپائنٹمنٹ کے باس کسی سے نہیں ملتا۔"

"مجھ سے ملے گا تم اُسے میرے آنے کی اطلاع دو۔" میں نے اعتماد سے کہا۔

"اس کا آرڈر نہیں ہے۔"

"وہ میرا پرانا دوست ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں کرو۔ مزید نقصان کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔"

دونوں غنڈے مجھے گھورنے لگے۔ پھر ان کی سمجھ میں کچھ آ گیا۔ اور ان میں سے ایک نے کہا۔ "باس تمہارا دوست ہے؟"

"ہاں!"

"تو میرے ساتھ آؤ۔ لیکن اگر باس تمہیں نہ پہچانا تو اپنا حشر دیکھ لینا۔"

میں اس کے ساتھ آگے بڑھا اور سیڑھیاں طے کر کے اوپر پہنچ گیا۔ لمبی راہداری عبور کر کے وہ مجھے آخری سرے پر بنے ہوئے کمرے کے دروازے پر لے گیا، پھر اس نے دروازے پر دستک دی۔ اجازت مل جانے کے بعد وہ دروازہ کھول کر میرے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

سرخ قالین پر سیاہ فرنیچر بہت شاندار لگ رہا تھا۔ درمیان کی ایک میز کے پیچھے قادر موجود تھا۔ لیکن اب وہ واقعی پنڈو بن گیا تھا۔ صحت پہلے سے کہیں شاندار ہو گئی تھی۔ شخصیت میں بھی ایک عجیب سی بات پیدا ہو گئی تھی جسے میں کوئی لفظ نہیں دے سکتا۔ اس نے سپاٹ نگاہوں سے مجھے دیکھا، شاید پہچان نہیں سکا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے اس کے انداز میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ غالباً میں اُسے یاد آ گیا تھا۔ اسی وقت مجھے ساتھ لانے والا بول پڑا۔ "باس یہ صاحب آپ سے ملنا چاہتے تھے کہہ رہے تھے کہ آپ کے پرانے دوست ہیں معاف کیجیے صرف انہی کے الفاظ میں انہیں آپ کے پاس لے آیا کیونکہ میری جرأت نہیں تھی کہ آپ کے کسی پرانے دوست کو آپ سے ملنے سے منع کر دوں۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے ملازم سے کہا اور وہ مؤدبانہ انداز میں پیچھے ہٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ میں قادر کے قریب پہنچ گیا تھا۔ قادر مجھے پکارتا ہوا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"پہچاننے میں غلطی تو نہیں ہوئی ہے غزالی۔" اس نے خفیف سی مسکراہٹ سے کہا۔

"نہیں یار، شکر ہے تم نے مجھے پہچان لیا۔ ورنہ تمہارے ساتھی تو مجھے دھمکیاں دیتے ہوئے یہاں تک لائے تھے۔"

"میاں، بے مروت تو میں کبھی بھی نہ تھا۔" اس نے پُرتپاک لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ یونیورسٹی میں ہمارے زیادہ گہرے تعلقات نہیں تھے۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ اسکی فطرت کی وجہ سے سب ہی اس سے نالاں تھے سوائے ان لوگوں کے جو اس کی جیسی فطرت رکھتے تھے لیکن قادر اس وقت بڑی گرمجوشی سے مجھ سے ملا تھا۔

"میرے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا یار، میں کم از کم تمہاری یہاں آمد کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ تمہارا شمار ذرا زیادہ ہی شریف قسم کے لڑکوں میں ہوتا تھا۔" وہ ہنس پڑا میں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"فطرتاً برے تو تم نہیں تھے، بس کھلنڈری طبیعت کے مالک تھے تمہاری موجودہ پوزیشن دیکھ کر اندازہ ہو رہا ہے کہ جن راستوں کی طرف تم بڑھ رہے تھے ان پر چلتے ہوئے کافی دور نکل آئے ہو۔"

"طنز مت کرو یار۔ یہ دُنیا بہت عجیب ہے جینے کے لیے یہاں برائی کے راستے زیادہ کشادہ ہیں۔ اور موجودہ دور میں تو تمام کامیاب لوگ انہی راستوں پر چل کر بلندیوں تک پہنچ پاتے ہیں۔ سچائی اور شرافت کے راستے صرف پستیوں میں جاتے ہیں۔ یہ میرا نظریہ ہے اور یقیناً تمہیں اس سے اختلاف ہو گا لیکن دوست ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا۔ ظاہر ہے تم مجھے نصیحتیں کرنے یہاں نہیں آئے ہو گے۔ میں اب کافی آگے نکل چکا ہوں اور واپسی ممکن نہیں ہے۔"

"نہیں قادر۔ میں تمہیں واپس لے جانے نہیں آیا بس محسن سے تمہارے بارے میں معلوم ہوا تھا تو دل چاہا کہ تم سے ملاقات کروں۔ تھوڑا سا کام بھی تھا جیسا کہ تم کہہ چکے ہو کہ موجودہ دور میں انسان بڑے عجیب و غریب حالات کا شکار ہو گیا ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ تمہاری محبت مجھے یہاں کھینچ لائی ہے بس یوں سمجھ لو کہ شناسائی ڈھارس بنی اور ضرورت نے قدم اس طرف اٹھوا دیے۔"

"یہی بات مجھے آج بھی پسند ہے غزالی بھائی کہو کیا کام ہے مجھ سے؟" اس نے کہا۔

"کام بھی بتا دوں گا۔ یہ بتاؤ کیسا کاروبار چل رہا ہے۔؟"

"معلوم ہو گیا ہوگا تمہیں کہ اب میں پنڈو ہوں بلکہ پنڈو اُستاد اور اُستادی بھی دکھانی پڑتی ہے کبھی کبھی۔ بلا وجہ ہی کوئی کسی کو اُستاد نہیں کہتا مقصد یہ ہے کہ کام بہت اچھا چل رہا ہے اور بڑا خوش ہوں میں۔"

تھوڑی دیر کے بعد کافی آگئی اور پنڈو نے بڑے خلوص سے اپنے ہاتھ سے کافی بنا کر میرے سامنے رکھی اور پھر ہنستے ہوئے بولا۔

"عام حالات میں لوگ میرے قریب آکر کانپنے لگتے ہیں لیکن آج میرا ایک یار میرے سامنے ہے غزالی بھائی۔ واقعی تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ خاص طور پر اس لیے کہ کم از کم تمہارے یہاں آنے کی میں توقع نہیں کر سکتا تھا۔ بھلا یہاں شریف لوگوں کا کیا کام جہاں تک میرے ہوٹل کا سوال ہے۔ یہ بُری جگہوں میں شمار ہوتا ہے۔ جوئے خانہ بھی ہے یہاں، شراب اور دوسری چیزیں بھی بآسانی مل جاتی ہیں اور اُن کے استعمال کا بڑا معقول بندوبست ہے پولیس کے بے شمار افراد یہاں آتے ہیں لیکن پنڈو اُستاد ان سب کی نگاہوں میں معزز اور محترم ہے۔"

"یقیناً ہوگا میں جانتا ہوں کہ تم کچھ بھی تھے لیکن باصلاحیت آدمی تھے خیر اب مطلب کی بات سنو۔ قادر میں آجکل محسن کے ساتھ رہ رہا ہوں۔"

"اپنا وہی محسن؟ وہ دھیمے دھیمے مسکرانے والا اور دور دور سے لڑکیوں کا نظارہ کرنے والا۔ بڑی دلچسپ چیز تھا واقعی وہ بھی۔ کوئی بھی لڑکی جب اس کے قریب پہنچتی تو وہ اس طرح بونق بن جاتا جیسے کسی اُلو کو روشنی میں چھوڑ دیا گیا ہو۔"

"بالکل اسی کی بات کر رہا ہوں۔ آجکل اسی کے ساتھ رہتا ہوں۔"

"تمہارے بارے میں بھی مجھے زیادہ تفصیلات نہیں معلوم ہیں غزالی بھائی، ویسے سنا ہے تمہارا کوئی گاؤں وغیرہ تھا۔"

"ہاں، گاؤں چھوڑ دیا ہے، حالات بہت تبدیل ہو گئے ہیں اور اب یوں سمجھ لو کہ محسن کے ساتھ ہی زندگی گذار رہا ہوں۔"

"شادی وادی کر لی ہے کیا۔؟" قادر نے پوچھا۔

"نہیں شادی نہیں کی ہے ابھی، ابھی تو زندگی کے راستوں پر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنی منزل تلاش کر رہا ہوں، وہ منزل جس کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہیں ہے۔"

"تم سے تو میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ آؤ میری دُنیا دیکھو اور اس پر غور کرو۔" قادر نے کہا۔

"بھائی۔ یہ کہہ کر تمہیں کوئی فائدہ بھی نہ ہوگا۔ چونکہ میں اس دُنیا کا انسان نہیں ہوں اور یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ مجھے پریشان کر رہے ہیں۔"

"خوب۔ غزالی صاحب تم اپنی جان ہو۔ کون لوگ پریشان کر رہے ہیں تمہیں۔ نام بتاؤ پھر کام دیکھو۔"

"یار ابھی نوبت یہاں تک نہیں پہنچی ہے میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ مجھے دو آدمی دے دو، ایسے دو آدمی جو تھوڑے بہت پڑھے لکھے بھی ہوں، میرا کام کر سکیں اور اگر ضرورت پیش آئے تو تھوڑی بہت اٹھا پٹخ بھی کر لیں جو کچھ کہو گے انھیں دے دوں گا۔ کام شاید کچھ لمبا ہی ہو جائے، دو چار مہینے چھ مہینے بھی لگ سکتے ہیں یا ممکن ہے اس سے پہلے ہی کام ختم ہو جائے۔"

"مل جائیں گے غزالی بھائی میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ معاملہ کیا ہے لیکن ایک بات دماغ میں رکھو کہ جب بھی اپنے یار کی ضرورت پیش آئے بے تکلفی سے یہاں آجانا۔ بتا دینا کہ کون تمہارے لیے پریشان کن ثابت ہو رہا ہے۔ خدا نے چاہا تو تمہارے دشمن تم پر قابو نہیں پا سکیں گے۔ یار جب برائی اپنائی ہے تو پھر یاروں کے کام نہ آنا کیا معنی رکھتا ہے؟ میں تمہیں ایسے آدمی دے دوں گا، اور یہ لینے دینے کی بات کیا کر رہے ہو یار تمہارا قادر اب تلاش نہیں ہے۔ بہت سے آدمی اس کے دسترخوان کے ٹکڑے کھاتے ہیں۔ تمہارے اس چھوٹے سے کام کے لیے بھلا تم سے کوئی معاوضہ لے گا؟ اس کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ میں اب بھی تم سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ چکر کیا ہے، ہاں کچھ تمہارا دل چاہے تو بتا دینا۔ آدمی تمہیں کل شام تک مل جائیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟"

"ہاں۔ ہاں۔ کوئی حرج نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ کہاں بھیج دوں انھیں؟" اس نے سوال کیا اور میں نے دوسرے دن رات ساڑھے دس بجے ان لوگوں کو محسن کی کوٹھی کی انیکسی میں بھیجنے کی ہدایت کر دی۔ قادر نے تمام باتیں سمجھ لی تھیں کافی دیر تک میں اس کے ساتھ بیٹھا ہوا گپ شپ کرتا رہا۔ اس نے کئی بار مجھ سے ملاقات ہونے پر خوشی کا اظہار کیا تھا اور اس کے بعد وہ خود مجھے باہر تک چھوڑنے آیا۔ میں نے اس کا رعب و دبدبہ بھی دیکھا کہ لوگ اُسے آتے دیکھ کر راستہ چھوڑ رہے تھے، وہ بڑی شان سے چلتا ہوا میری کار تک آیا اور پھر گرمجوشی سے مجھے رخصت کیا۔ وہ یہی ایسے لوگوں کا تھا۔ میں اس بارے میں اور کیا سوچتا، وہاں سے میں نے کوٹھی ہی واپس آنا مناسب سمجھا۔ کیونکہ کافی دیر ہو گئی تھی۔

کار کوٹھی میں داخل ہوئی تو میں نے وہاں بھگدڑ مچتے ہوئے دیکھی۔ ایک لمحے کے لیے میں چونک پڑا تھا لیکن دوسرے لمحے بات میری سمجھ میں آگئی۔ ملازم بوڑھے بابا کو پکڑنے کے لیے دوڑ رہے تھے اور بوڑھا بابا پوری کوٹھی میں اچھل کود مچاتا پھر رہا تھا۔ ہدایت بھی ساتھ ساتھ تھا البتہ کوٹھی والوں میں سے کوئی سامنے موجود نہیں تھا۔ وہ سب اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ میں نے ہدایت کو دیکھا جو کافی پریشان نظر آ رہا تھا اور پھر میں خود اس کی

مدد کے لیے اس کے پاس پہنچ گیا۔ بوڑھا بابا اس وقت ایک درخت پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا اور ملازم اُسے روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں بھی ان کے قریب پہنچ گیا۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ چڑھ جانے دو اُسے درخت پر۔" میں نے کہا اور ملازم میری آواز سنکر رک گئے۔ ہدایت مجھے دیکھ کر چونک پڑا پھر وہ دوڑتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔

"صاحب وہ۔ وہ بس دیوار کود کر نکل بھاگا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہدایت پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم سب لوگ پیچھے ہٹ جاؤ۔ کافی پیچھے ہٹ جاؤ۔"

"بلکہ ہدایت تم ان تمام لوگوں کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ۔ ان سے کہو وہ ایسی جگہ چھپ جائیں جہاں سے بوڑھا بابا انھیں نہ دیکھ سکے۔ اس ماحول کو خاموش اور سنسان رہنے دو۔" میں نے کہا اور پھر میں خود بھی اس درخت کے پاس سے ہٹ کر ایک ایسی جگہ پہنچ گیا، جہاں سے بوڑھے بابا پر نگاہ رکھ سکوں۔ بوڑھا درخت کی ایک شاخ پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پھر وہ شاخ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ تقریباً بیس منٹ اسی طرح گذر گئے۔ ہم سب بڑے صبر و سکون سے انتظار کرتے رہے۔ بیس منٹ کے بعد بوڑھا آہستہ آہستہ نیچے اُتر آیا اب وہ کھوئی کھوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے انداز میں ڈھیلا پن پیدا ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ خود ہی اس عمارت کی جانب چل پڑا جہاں اس کی رہائش گاہ تھی۔

میں اپنی جگہ سے نکلا اور تیز قدموں سے چلتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے بڑی نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور بوڑھا ایکدم چونک پڑا اس نے مجھے دیکھا اور پھر دیر تک گھورتا رہا۔ میں نے نرم لہجے میں اس سے کہا۔ "چلو بابا آرام کرو۔" میرے الفاظ اس کے ذہن تک نہیں پہنچے لیکن نرم روی نے اُسے کچھ اور پرسکون کر دیا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور بڑے اطمینان سے اُسے عمارت تک لے آیا۔ اس کی اس کیفیت کو میں بہت گہری نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ اب اس کے اندر وحشت نہیں بلکہ ایک ڈھیلا پن تھا۔ میں نے اُسے عمارت میں پہنچا دیا اور پھر ہدایت کو آواز دیکر بلا لیا۔ بوڑھا اپنی مسہری پر جاکر لیٹ گیا تھا۔ اور آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ہدایت اور میں اس کا جائزہ لیتے رہے اور پھر میں نے وہاں سے واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔ ہدایت کے کمرے میں پہنچ کر میں نے اس سے پوچھا۔

"کیسے نکل بھاگا تھا؟"

"صاحب، آج صبح ہی سے مٹی اور پانی گھول کر صحن میں جا بیٹھا تھا پھر نجانے کیا اوٹ پٹانگ چیزیں بناتا رہا اور اس کے بعد اچانک اس پر جنون طاری ہو گیا۔ اس نے دو چار چیزیں اِدھر اُدھر پھینکیں۔ اور پھر دیوار کود کر باہر نکل آیا لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ آج اس نے کوٹھی کے گیٹ کا رُخ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بلکہ بس یونہی جنون کے عالم میں اِدھر اُدھر چکراتا رہا۔ سارے ملازم اس کے پیچھے دوڑ پڑے تھے کیونکہ ان کی عادت ہے لیکن اس وقت اس کی واپسی بڑی تعجب خیز ہے صاحب، اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"جو کچھ اس نے بنایا ہے ہدایت کیا وہ محفوظ ہے۔"

"نہیں اس نے جنون کے عالم میں وہ تمام چیزیں توڑ پھوڑ دی تھیں۔"

"تم نے ان چیزوں کو دیکھا تھا ہدایت۔؟"

"صاحب ہمیشہ ہی دیکھتا ہوں کچھ کھلونے جیسی چیزیں بنانے کی کوشش کرتا ہے وہ۔ ٹیلے، پہاڑ اور نجانے کیا کیا اُلٹے سیدھے جانور جن کا کوئی سر پیر نہیں ہوتا۔"

"آؤ ذرا اس کی بنائی ہوئی چیزوں کا جائزہ لیں۔ دروازہ بند کر دو باہر سے۔" میں نے کہا اور پھر میں اور ہدایت باہر صحن میں آگئے۔ یہاں مٹی کے ویسے ہی ٹوٹے پھوٹے کھلونے پڑے تھے جیسے میں پہلی بار دیکھ چکا تھا۔ کیفیت پہلے سے مختلف نہیں تھی بوڑھے کے ذہنی بحران کے بارے میں، میں پہلے بھی اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ ان کھلونوں کے سہارے ماضی کی یادوں کو ترتیب دینا چاہتا ہے اور جب اس کا ذہن اس کا ساتھ نہیں دے پاتا تو اس پر جنون طاری ہو جاتا ہے۔ بیچارہ نہ جانے کیا یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟ کیا چاہتا ہے وہ، اپنا ماحول اپنے لوگ یا کوئی ایسا منظر جو اس کے ذہن کی گہرائیوں میں گم ہو گیا ہے، کاش اُسے سب کچھ یاد آجائے کم از کم اس کی شخصیت کا عقدہ تو کھل جائے لیکن ابھی تو اس کے خلاف سازشیں ہی سازشیں ہو رہی تھیں۔ یہ لوگ صرف اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اس کی شخصیت کو تباہ کر رہے تھے۔ حسن صاحب اس کا ذہن کھولنا چاہتے تھے، ڈاکٹر طاہر علی اس کے ذہن کو مزید خراب کر دینا چاہتا تھا اور میکے براؤن ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن یہ سب یہ سب نجانے کس جال میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ نجانے کیا کرنا چاہتے ہیں یہ لوگ۔

میں انیکسی میں واپس آنے کے بعد بہت دیر تک اپنے بستر پر پڑا سوچتا رہا۔ قادر کے بھیجے ہوئے آدمیوں کے بارے میں، میں نے چند فیصلے کیے۔ ہدایت سے مجھے جو خدشہ تھا یقینی طور پر قادر کے آدمیوں کے آجانے کے بعد وہ دور ہو جائے گا۔ لیکن میں ان دونوں کو ذرا مختلف انداز میں استعمال کرنا چاہتا تھا۔ مثلاً ایک کو بوڑھے کی خدمت پر مامور کر دیا جائے اور دوسرے

کو پوشیدہ رکھا جائے تاکہ وہ بیرونی معاملات پر نگاہ رکھ سکے اس سلسلے میں ایک بہتر اور موثر کارروائی کے منصوبے میں نے ذہن میں ترتیب دے لیے اور پھر میری آنکھ لگ گئی۔



دوسرا دن حسب معمول تھا۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی لیکن اس دن شام کو دفتر سے واپسی پر میں نے بازار سے خاص خریداری کی۔ یہ میرے منصوبے کا ایک حصہ تھا جو چیزیں میں نے خریدیں ان میں زیادہ تر ایسی تصاویر تھیں جو پہاڑوں، جنگلوں اور جانوروں پر مشتمل تھیں اس کے علاوہ مجھے مختلف نوعیت کے جس قدر بھی چھوٹے چھوٹے جانوروں اور انسانوں کے کھلونے دستیاب ہو سکے، میں نے انھیں خرید لیا۔ اور ان کے پیکٹ بنوا کر سیدھا کوٹھی پہنچ گیا۔ یہاں کے معمولات ہمیشہ کی طرح تھے۔ میں نے سیدھا بوڑھے بابا کی رہائش گاہ کی طرف رُخ کیا۔ ہدایت مجھے غالباً دور ہی سے دیکھ چکا تھا۔ اس لیے میرا منتظر تھا۔ میں نے اس سے خیریت پوچھی تو ہدایت نے ایک ایسی بات بتائی جسے سن کر میں چونک پڑا۔

"... صاحب، آج پھر ڈاکٹر صاحب کا ٹیلی فون آیا تھا" اس نے کہا۔

"اچھا، کیا کہہ رہے تھے۔؟"

"انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے بوڑھے بابا کی دوائیں تبدیل کر دی ہیں یا نہیں۔ میں تو اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا، صاحب میں نے ان سے کہا کہ آجکل آپ ہی بوڑھے بابا کو دوائیں استعمال کرا رہے ہیں اور میرے سپرد صرف اتنی ذمہ داری ہے کہ بابا کے کھانے پینے کا خیال رکھوں۔ طاہر علی صاحب نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ پر گہری نگاہ رکھوں۔ مجھ سے یہ بھی پوچھ رہے تھے کہ آپ حسن صاحب سے رات کو ملاقات تو نہیں کرتے"

"ٹھیک ہے، اب اگر ان کا ٹیلی فون آئے تو تم انھیں بتا دینا کہ میں نے کل سے بوڑھے بابا کو نئی دوائیں استعمال کرانا شروع کی ہیں"

"ٹھیک ہے صاحب مجھے پتا ہوتا تو میں پہلے ہی یہ بات بتا دیتا"

"... اور کوئی خاص بات؟"

"نہیں صاحب اور کوئی خاص بات نہیں ہے"

"بابا پُرسکون ہیں —؟"

"ہاں — وہ دن بھر اونگھتے رہے ہیں" ہدایت نے بتایا اور میں نے پیکٹ اس کے حوالے کر دیے۔ پھر میری ہدایت کے مطابق اس نے تمام پیکٹ کھول لیے اور تمام تصاویر ایک کمرے میں دیواروں پر آویزاں کر دیں۔ میرے علم میں یہ بات تھی کہ بوڑھا بابا اکثر اس کمرے میں جاتا ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔ بس وہ مختلف کمروں میں چکر اتارتا رہتا تھا۔ اس کمرے کے ایک گوشے میں، میں نے اپنے لائے ہوئے کھلونے بھی سجا دیے اور پھر ناقدانہ نگاہوں سے ان کا جائزہ لینے لگا۔ ہدایت خاموشی سے میرے کہنے پر عمل کر رہا تھا، اس نے ان چیزوں کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ لیکن میں نے خود ہی اُسے بتا دیا۔

"ہدایت میری اس کارروائی کے بارے میں کسی کو پتا نہیں چلنا چاہیے۔ کل سے تمہاری ایک اور ڈیوٹی ہوگی وہ یہ کہ تم بوڑھے بابا پر گہری نگاہ رکھو اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ وہ اس کمرے میں آ کر کن کیفیات کا شکار ہو جاتا ہے۔ ہاں ایک بات کا خیال رکھنا۔ اگر اس کمرے میں آ کر بوڑھے بابا پر کوئی جنونی کیفیت طاری ہو جائے تو تم اُسے سنبھال کر رکھو گے اُسے اس عمارت سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ میں تمہیں ایک آدھ دن کے اندر اندر ایک اور اسسٹنٹ دے دوں گا، جو اس سلسلے میں تمہارے ساتھ تعاون کرے گا"

"یہ بہت اچھا ہو گا صاحب میں اکیلا بعض اوقات پریشان ہو جاتا ہوں اور پوری طرح سے بوڑھے بابا پر نگاہ نہیں رکھ پاتا اس لیے وہ نکل جاتا ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کو یہاں رکھنے کی اجازت ہی نہیں دی جاتی آپ اگر یہ کام کر دیں تو بڑا احسان ہو گا"

"تم اطمینان رکھو کل تمہاری ذمہ داریاں کچھ زیادہ ہو جائیں گی لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر ہوشیاری سے عمل کرنا"

"آپ فکر نہ کریں صاحب میں بوڑھے بابا کی تمام کیفیات نوٹ کرتا رہوں گا" جب میں وہاں سے واپس اپنی انیکسی میں پہنچا تو کریم بابا نے بتایا کہ کسی قادر صاحب کا ٹیلی فون آیا تھا انہوں نے ایک نمبر دے کر کہا ہے کہ میں جب بھی آؤں اس نمبر پر فون کروں"

میں جلدی سے ٹیلی فون کے نزدیک پہنچ گیا اور کاغذ پر لکھے ہوئے نمبر کو ڈائل کرنے لگا۔ کریم بابا بے چارے ناخواندہ آدمی تھے لیکن بہرطور ہندسے وغیرہ لکھنا جانتے تھے۔

فون پر فوراً ہی قادر سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر گرجدار آواز میں کہا۔

"ماسٹر پینٹو"

"غزالی بول رہا ہے"

"ارے۔ تم ہو" میں نے آواز میں بڑا رعب پیدا کرنے کی کوشش کی تھی" قادر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بھئی تم بارعب آدمی ہو، ہمیں کب انکار ہے"

"تمہارے سامنے کچھ بھی نہیں ہوں جانِ من، بہرطور میں نے تمہارا کام کر دیا ہے، نام اور حلیے نوٹ کر لو — نمبر ایک فیروز خاں۔ قد پانچ

فٹ گیارہ انچ، تعلیم بی ایس سی، فرسٹ کلاس لڑاکا ہے، ضرورت پڑنے پر دو چار آدمیوں کو سنبھال سکتا ہے، بہت ہی سمجھدار اور بظاہر نرم طبیعت کا آدمی ہے، دوسرا نادر بیگ ہے، جو انٹر سے آگے نہیں پڑھ سکا لیکن آدمی بہت ہوشیار ہے، دیکھنے میں کچھ نہیں ہے، لیکن عمل میں بہت کچھ ہے، چاقو پھینک کر مارنے کا ماہر ہے اور رات کو صرف ایک آنکھ سے سوتا ہے، اُس کی دوسری آنکھ چوبیس گھنٹے کھلی رہتی ہے۔ اگر ایک تنکا بھی اُس کے قریب سے گزرے تو جاگ جاتا ہے۔ یہ دونوں آدمی ٹھیک دس بجے تمہارے پاس پہنچ جائیں گے، انہیں ان کا کام سمجھا دینا دونوں تمہاری اطاعت کریں گے۔ کہہ دیا ہے میں نے کہ تم میرے جگری یار ہو"

"تمہارے اس تعاون کے لیے میں شکرگزار ہوں قادر"

"ابھی نہیں — ابھی نہیں۔ جب تم اپنے دشمنوں کا پتا مجھے بتاؤ گے اور مجھ سے یہ کہو گے کہ ان کی گردنیں کاٹ کر تمہارے سامنے رکھ دوں۔ تب میں اپنے آپ کو اس کا حقدار سمجھوں گا" قادر نے جواب دیا اور میں ہنسنے لگا۔

"نہیں میرے دوست۔ بلاشبہ میں تمہارے اس تعاون کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ اگر مناسب سمجھو تو مجھ پر ایک احسان اور کرو"

"ہاں، ہاں بولو یار... اس میں اتنی لجاجت کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں انہیں کیا دوں"

"یہ لوگ تقریباً چار سال سے میرے پاس ہیں۔ مفت کی روٹیاں توڑتے ہیں غزالی بھائی، کیونکہ کام کرنے کے سلسلے میں میرے اقدامات ذرا مختلف ہیں، تنخواہیں ملتی ہیں انہیں اور اتنی ملتی ہیں کہ عیش سے گزار رہے ہیں، جب تم نے کسی کام کے لیے مجھ سے کہا ہے اور دوست سمجھ کر میرے پاس آئے ہو تو ان فضولیات میں نہ پڑو۔ لینے دینے کا کوئی سلسلہ نہیں ہے، بس کام کریں گے۔ یہ لین دین میرے ذمے رہے گا"

"یار، ذرا سا تکلف پیدا ہو جائے گا اس بات سے"

"دیکھو غزالی، یہیں سے ہمارا تمہارا اختلاف شروع ہو جائے گا، دوست سمجھ کر میرے پاس آئے تھے تو ذلیل مت کرو"

"ٹھیک ہے جیسا تمہارا حکم قادر" میں نے کہا۔

"اور کوئی خدمت ہو تو بے تکلفی سے بتا دینا" قادر کی آواز اُبھری اور ٹیلی فون بند ہو گیا"

دلچسپ صورتحال تھی۔ ایک بُرا آدمی میرے ساتھ اپنوں سے بڑھ کر سلوک کر رہا تھا۔ میں اُسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ رات کے دس بجے وہ دونوں میرے پاس پہنچ گئے، بہت ہی نرم خو اور ملنسار قسم کے آدمی تھے۔ قادر کی زیر ہدایت آئے تھے، چنانچہ میرا احترام بھی کر رہے تھے۔ میں نے نادر بیگ کو اختصار کے ساتھ کچھ ضروری باتیں سمجھائیں اور فیروز خان کو اسکا کام سمجھا دیا۔

نادر بیگ سے میں نے کہا تھا کہ اُسے ایک معمولی آدمی کی حیثیت سے اس عمارت کے ایک حصے میں رہنا ہو گا اور اس کا بقیہ کام میں اُسے سمجھا دوں گا، فیروز خان کو البتہ میں اپنے آپ سے دور رکھنا چاہتا تھا تاکہ کوئی اس کے اور میرے درمیان کسی رابطے کو محسوس نہ کر سکے۔

تمام ہدایات دینے کے بعد میں نے ان دونوں کو دوسرے دن دوپہر اپنے دفتر آنے کے لیے کہا۔ وہ دونوں تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے چلے گئے۔ اس کارروائی سے مجھے ایک گونہ اطمینان نصیب ہوا تھا۔ قادر میرے ساتھ تعاون پر آمادہ ہو گیا تھا اس طرح اگر کوئی ایسی کارروائی بھی کرنا پڑتی جو ذرا دوسری نوعیت کی ہو تو مجھے کوئی دقت نہ ہوتی۔ داور کا مسئلہ فی الحال ٹل گیا تھا لیکن اب اگر داور میرے مدمقابل کسی اور حیثیت سے بھی آیا تو یقیناً قادر کے ذریعے میں اُسے درست کر سکتا تھا۔ ویسے داور کا خیال میرے ذہن میں کئی دنوں کے بعد آیا تھا۔ میں نے سوچا کہ کم از کم اُس کی خیریت ہی معلوم کر لی جائے، لیکن اب یہ کام کل ہی ہو سکتا تھا۔

دوسرے دن اپنے دفتری معاملات کو نمٹانے کے علاوہ میں نے مزید کارروائیاں بھی کیں، داور کی خیریت اُس اسپتال سے معلوم کی جہاں وہ زیر علاج تھا۔ مجھے پتا چلا کہ وہ اب روبہ صحت ہے اور بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔ اُسکے علاوہ میں نے نادر بیگ کو اُسکا تمام کام سمجھا دیا اور نادر بیگ نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ آج ہی شام کو ایک ملازم کی حیثیت سے اپنا کام سنبھال لے گا۔ اسی شام میں نے ہدایت سے بھی ملاقات کی اور اُسے اس کے مددگار کے آجانے کی اطلاع دی۔ میں نے اُسے بتایا کہ اُسکا مددگار تھوڑی دیر کے بعد وہاں پہنچ جائے گا۔ میں نے بوڑھے کے ردعمل کے بارے میں معلوم کیا تو مجھے پتا چلا کہ بوڑھا اس کمرے میں گیا تھا۔ اور اُس کے بعد سے اب تک وہیں بیٹھا ہوا ہے۔

"تم نے اُس کی حرکات و سکنات نوٹ کیں؟" میں نے ہدایت سے پوچھا۔

"وہ ان تصویروں اور کھلونوں کو دلچسپی کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے، ویسے اُس کے انداز میں کوئی خاص بات نہیں پیدا ہوئی لیکن کمرے سے نہ نکلنے کا مقصد یہی ہے کہ وہ ان چیزوں میں بہت دلچسپی لے رہا ہے"

میں نے خود بھی بوڑھے کا جائزہ لینا ضروری سمجھا اور اُس کمرے میں پہنچ گیا۔ بوڑھا کمرے کے وسط میں فرش پر آلتی پالتی

مارے بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کی نگاہیں ایک بڑی تصویر پر جمی ہوئی تھیں میں نے اس تصویر کو غور سے دیکھا۔ سمندر کا منظر تھا۔ سورج طلوع ہو رہا تھا اور پانی پر اُس کی کرنیں بے حد حسین لگ رہی تھیں۔ چند پرندے فضا میں پرواز کر رہے تھے۔

بوڑھے کی نگاہوں میں دلچسپی کی چمک تھی اور اُسکا رخ اسی تصویر کی جانب ہونے کا مطلب یہ تھا کہ یہ تصویر اُس کے لیے زیادہ دلچسپی کا باعث ہے۔ کافی دیر تک میں اُسکا جائزہ لیتا رہا، یہاں تک کہ نادر بیگ وہاں پہنچ گیا۔

میں نے نادر بیگ اور ہدایت کا تعارف کرایا۔ نادر بیگ کو میں تمام ضروری باتیں پہلے ہی بتا چکا تھا۔ اس وقت وہ جس حلیے اور جس لباس میں تھا اُسے دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ نادر بیگ ایک ذہین آدمی ہے۔ وہ ایک عام آدمی کی حیثیت سے آیا تھا۔ اور ایسی ہی زبان بول رہا تھا جو جاہل قسم کے نوکر بول سکتے ہیں۔ اسطرح ہدایت کو اس پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ نادر بیگ بلاشبہ کام کا آدمی تھا۔ اور یقیناً فیروز خان بھی ایسا ہی ثابت ہوگا۔

اس کے بعد کے حالات معمول کے مطابق رہے، محسن سے ملاقات ہوئی، گھر کے دوسرے افراد بھی بدستور ملتے رہے، فریحہ آ گئی تھی، اس لیے محسن خوش نظر آتا تھا۔ البتہ ان سب کو مجھ سے ایک شکایت تھی کہ میں ذرا محدود رہتا ہوں۔ جولیا نے مجھ سے کوئی خاص بات نہیں کی تھی۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ وہ مجھ سے ملتی تو اُسکا انداز عام سا ہوتا تھا۔ لیکن ۲۶ تاریخ کی شام کو جب میں دفتر سے اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا تو مجھے ایک ٹیلی فون ملا اور یہ ٹیلی فون جولیا کا تھا۔ اس نے صرف چند الفاظ کہے۔

"مسٹر گازالی، اگر ممکن ہو اور کوئی خاص مصروفیت نہ ہو تو ہوٹل الاسکا میں مجھ سے ملاقات کر لیں۔"

میں نے جلدی جلدی تیاریاں کیں۔ ۲۷ تاریخ میرے ذہن میں تھی۔ میں سمجھ گیا کہ جولیا، مسٹر براؤن کی آمد کے بارے میں مجھ سے کوئی گفتگو کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ میں ہوٹل الاسکا پہنچ گیا۔

الاسکا کے پُرسکون ماحول میں جولیا مجھے ایک گوشے میں بیٹھی نظر آئی اور میں مسکراتا ہوا اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ جولیا نے ایک خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا تھا۔

"ہیلو مسٹر گازالی۔ آؤ۔۔۔!"

میں اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ "کیسے ہو؟"

"ٹھیک ہوں!" آپ کے سامنے رہتا ہوں مس جولیا۔"

"ہاں، لیکن تم نے دیکھا کہ میں کتنی محتاط ہو گئی ہوں اور اس کے لیے مجھے کافی محنت کرنا پڑی ہے، کیونکہ جی چاہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت تمہارے ساتھ گذاروں۔"

"شکریہ مس جولیا۔ ویسے یہ ضروری بھی ہے۔"

"ہاں، تم اپنا کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہو۔ میں ڈاکٹر طاہر علی سے بھی معلومات حاصل کر چکی ہوں اور یہ اندازہ لگا رہی ہوں کہ تم بڑی محنت سے ہمارے لیے کام کر رہے ہو۔"

"میں نے آپ سے آپ کے کام کا وعدہ کیا ہے مس جولیا پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اس سے انحراف کرتا۔"

"کل ڈیڈی آ رہے ہیں۔ میرا ان سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم ہوا تھا۔ میں نے انہیں اطلاع دے دی ہے کہ مسٹر گازالی ہمارے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ بڑی تفصیل سے وہ تمہارے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے اور مجھ سے مذاق بھی کر رہے تھے۔"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ کیسا مذاق؟" جولیا شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"انتظار کر رہا تھا کہ آپ خود ہی بتا دیں۔"

"وہ پوچھ رہے تھے کہ کہیں میں کسی اور سازش کا شکار تو نہیں ہو گئی۔" جولیا نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سازش؟"

"ہاں تمہاری سازش کا" اس نے جواب دیا۔

"میں بھلا آپ کے خلاف کیا سازش کر سکتا ہوں مس جولیا؟"

"سازش تو تم نے بہت گہری کی ہے مسٹر گازالی۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ ہم دوسرے معاملات میں اُلجھ گئے ہیں۔ ویسے میں تنویر کو ٹٹول چکی ہوں۔ فریحہ سے بھی میری بات چیت ہوئی ہے ان دونوں کا کہنا یہی ہے کہ تم ہما کو بالکل ہی لفٹ نہیں دیتے۔ اور ایک طرح سے اس سے متنفر ہو۔ یہ صرف ایک مذاق چل رہا ہے۔"

"ہاں یہی سمجھیے۔"

"تو پھر میں خوش ہونے میں حق بجانب ہوں۔" جولیا نے معنی خیز لہجے میں کہا اور میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا اس بات کے جواب میں کچھ کہنا میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا۔ جولیا خود ہی بولی۔

"خیر یہ ساری باتیں فرصت کی ہیں۔ ہم تم یہاں سے کہیں اور چل کر ہی یہ باتیں کریں گے۔"

"ایک بات بتایئے مس جولیا۔ آپ کو یہاں آنے کے لیے تنہائی کیسے مل گئی۔ اس دن آپ ہوٹل میں بھی پہنچی تھیں تو میرے دل میں یہ خیال اُبھرا تھا کہ ان لوگوں نے آپ کو تنہا کیسے چھوڑ دیا؟"

"بس موقع پا کر نکل آتی ہوں۔ ورنہ تنویر واقعی مجھے بہت چاہتی ہے۔ اور زیادہ وقت میرے ساتھ ہی گذارتی ہے۔ اس دوران ہما سے تمہاری ملاقات ہوئی۔؟"

"اتفاق سے نہیں۔۔۔"

"کس ٹائپ کی لڑکی ہے یہ، تم سے عشق بھی کرتی ہے اور کئی کئی دن ملاقات بھی نہیں کرتی۔"

"مجھے اس کا یہی ٹائپ پسند ہے مس جولیا۔ اگر وہ مجھ پر مسلط رہا کرتی، تو میں مر جانے کی حد تک بور ہو گیا ہوتا۔"

جولیا ہنسنے لگی۔۔۔ پھر اُس نے کہا۔

"تب تو مجھے بھی محتاط رہنا چاہیے۔ لیکن ڈیئر زندگی میں اگر کوئی کسی کو چاہنے لگتا ہے تو اس کی فطری خواہش یہی ہوتی ہے کہ اپنے محبوب سے زیادہ قربت حاصل کرے۔ اگر یہ حادثہ میرے ساتھ پیش آ گیا تو مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

میں جواب میں مسکراتی نگاہوں سے جولیا کو دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں قربان ہو جانے والی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"اس وقت مشرق تمہاری آنکھوں سے جھانک رہا ہے گازالی تم نے کچھ نہ کہہ کر بھی بہت کچھ کہہ دیا ہے۔"

میں دل ہی دل میں ہنس پڑا تھا۔ میری آنکھیں تو کچھ بھی نہیں کہہ رہی تھیں۔ لیکن کوئی حرج نہیں۔ جولیا جو کچھ بھی سمجھ لے۔ میں نے اُسے موضوع سے ہٹانے کے لیے کہا۔۔۔ "تو مس جولیا آپ کے ڈیڈی نے آپ سے کیا گفتگو کی۔"

"اوہ ہاں۔ میں نے ڈیڈی کو ساری تفصیل بتا دی۔ میں نے ان سے کہا کہ ڈاکٹر طاہر علی نے مجھے ایک ایسے نوجوان کی جانب متوجہ کیا جو حسن صاحب کی کوٹھی میں ہی رہتا ہے اور حسن صاحب کے بیٹے کا دوست ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی کا خیال تھا کہ وہ نوجوان اُسکے لیے کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے اس سے ملاقات کی، اور اس ملاقات میں، اس کا جائزہ لیا۔ میں نے ڈیڈی کو بتایا گازالی کہ تم بہت کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو اور میں نے تمہیں اپنے مقصد کے لیے تیار کر لیا ہے۔ ڈیڈی نے مجھے ہدایت کی کہ تم سے کہہ دیا جائے کہ اپنا کام مستعدی سے انجام دیتے رہو اور یہ بھی کہ مستقبل میں تمہیں اُن کی طرف سے بہت سے فائدے پہنچ سکتے ہیں۔ بہرطور، میں نے ڈیڈی کو مطمئن کر دیا ہے۔ اس دوران میں تمہارا جائزہ بھی لیتی رہی گازالی بے شک قابل اعتماد انسان ہو۔"

"شکریہ، مس جولیا۔ میکے براؤن یہاں کہاں قیام کریں گے؟"

"ان کے لیے ہوٹل میرنیا میں بندوبست کر دیا گیا ہے۔ میں نے ایک کمرہ وہاں بک کرا لیا ہے۔ حالانکہ وہ یہاں اپنے کسی بھی دوست کے ہاں ٹھہر سکتے تھے لیکن وہ اپنی آمد کو ابھی صیغۂ راز میں رکھنا چاہتے ہیں۔"

"تو کیا ڈاکٹر طاہر علی اور مسٹر حسن کو یہ بات معلوم نہیں ہو سکے گی کہ مسٹر میکے براؤن یہاں آئے ہوئے ہیں؟"

"ابھی نہیں، وہ یہاں آنے کے بعد اسکا فیصلہ کریں گے کہ ان دونوں سے ملاقات کی جائے یا نہیں۔ اس کے برعکس وہ تم سے ملاقات کے خواہشمند ہیں اور ان کے آتے ہی تمہاری ان سے ملاقات کرا دی جائے گی۔ لیکن یہ سب کچھ صیغۂ راز میں رہنا چاہیے۔"

"جس طرح اب تک آپ کو مایوسی نہیں ہوئی مس جولیا، اسی طرح اطمینان رکھیں آئندہ بھی آپ کو میری ذات سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

"مجھے یقین ہے، بلکہ مجھے تو اوروں سے زیادہ یقین ہے کہ زندگی بھر مجھے تمہاری ذات سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" جولیا کے لہجے میں پھر معنی خیز کیفیت پیدا ہو گئی لیکن میں ایسی باتوں کو ٹال جانے کا عادی تھا۔ میرے ذہن میں تجسس پیدا ہو گیا تھا۔ مسٹر میکے براؤن خفیہ طور پر یہاں آ رہے تھے۔ امکان اس بات کا تھا کہ ان کے آنے کے بعد میری اس تفتیش کا سلسلہ کچھ اور آگے بڑھ جائے گا۔ جولیا نے یہی اطلاع دینے کے لیے مجھے یہاں بلایا تھا۔ لیکن وہ تنہائی میں میرے منہ سے کچھ اور بھی سننا چاہتی تھی۔ میں نے نہایت محتاط انداز میں اُس سے گفتگو کی اور اُسے یہ احساس نہ ہونے دیا کہ میں اس کی دوسری کیفیات سے متاثر نہیں ہوں یا ان پر توجہ نہیں دے رہا۔ البتہ زبان سے میں نے ایسا کوئی لفظ نہیں کہا، جو بعد میں میرے لیے مصیبت بن جاتا۔ کافی دیر ہم لوگ وہاں بیٹھے، اس کے بعد جولیا رخصت ہو گئی۔

میں گھومتا پھرتا ہوا کوٹھی پہنچا تھا۔ فیروز خان معمول کے مطابق بدلی ہوئی شکل میں کوٹھی کے سامنے ہی ایک جگہ موجود تھا۔ وہ اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا۔ میں نے ایک سرسری نظر اس پر ڈالی اور کوٹھی میں داخل ہو گیا۔

آج حالات کچھ ناسازگار تھے۔ تنویر، فریحہ اور ہما یکجا نظر آ رہی تھیں۔ تینوں باہر ہی موجود تھیں جیسے ہی میں کار سے اترا وہ زور زور سے مجھے آوازیں دینے لگیں۔ مجبوراً جانا ہی پڑا۔۔۔ میں قریب پہنچا تو تنویر طنزیہ لہجے میں بولی۔

"لیجیے تشریف لے آئے۔"

"خیریت؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں ہم سب خیریت سے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ اگر آپ ہماری خیریت نہیں پوچھیں گے تو کیا ہم بیمار پڑ جائیں گے؟" تنویر نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اوہو۔ آج موسم کافی خراب معلوم ہوتا ہے۔" میں مسکرا کر بولا۔

"واقعی غزالی بھائی، ان لوگوں کے ساتھ آپ کا رویہ بہت خشک ہے۔ تنویر آپ کی بہت شکایت کرتی ہے۔" فریحہ بولی۔

"آپ تو بس رہنے دیں بھابی صاحبہ۔ آپ کی غیر موجودگی میں محسن نے مجھے اتنا پریشان کیا ہے کہ بس کہہ نہیں سکتا۔" میں نے ترکی بہ ترکی کہا اور تنویر اچھل پڑی۔

"اماں واللہ، آپ بھی چوٹیں کرتے ہیں۔ کہاں سے آرہے ہیں؟ اسی جگہ کا نام بتا دیں، جو آپ پر اثر انداز ہو کر آپ کے مزاج میں بھی شگفتگی پیدا کر سکتی ہے۔" اس نے کہا۔

"میڈم بھُس بھری، عقل ہے یا .... دیکھ نہیں رہیں ہُما تمہارے سر پر بیٹھی ہے۔ میرا مطلب ہے تمہارے برابر کھڑی ہے، جو مانگو سو پاؤ، کہو کیا کیا شکایات ہیں غزالی بھائی سے۔" فریحہ بھی بولنے میں کم نہیں تھی ـ!

"بے شمار، ان سے کہا تھا کہ چھٹی کا دن ہمیں دے دیں لیکن اتنے دن ہو گئے جولیا کو آئے ہوئے، یہ ایک دن بھی ہمارے ہاتھ نہیں لگے۔ اس کے علاوہ آتے ہیں اور اپنے حجرے میں گھس جاتے ہیں۔ دوسروں کی ذمہ داریاں قبول کرنے کا شوق بہت ہے انھیں اب سنا ہے اس پاگل خانے کے انچارج بھی بن گئے ہیں۔"

"کون سے پاگل خانے کے؟" فریحہ نے پوچھا۔

"بس ہے ایک پاگل خانہ ہمارے گھر میں۔" تنویر نے بیزاری سے کہا۔

"مس جولیا نظر نہیں آ رہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"غور کیا ہُما۔ ہم لوگ غلط تو نہیں کہہ رہے تھے۔ یہ نہیں پوچھا ہُما کب آئیں، کیسی ہیں۔ پوچھا تو جولیا کو۔" تنویر بہت خوشگوار موڈ میں تھی۔

"مجھے غزالی پر اعتماد ہے۔" ہُما نے فخریہ انداز میں کہا اور میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"آپ کی یہی سزا ہے کہ رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیں اور کل چھٹی کر کے ہمیں کہیں گھمانے لے چلیں۔" تنویر نے کہا۔

"سزا کا دوسرا حصہ بہت سخت ہے تنویر۔ کل بے حد مصروف ہوں۔ اور پھر کل کا دن بھی پکنک کے لیے موزوں نہیں ہے۔ چھٹی والے دن کا پروگرام رکھ لیں۔" میں نے گھبرا کر کہا۔

"ڈیڈی ہی کے کسی کام میں مصروف ہوں گے آپ؟"

"ہاں۔ ظاہر ہے۔"

"میں ان سے بات کروں گی۔"

"نہیں تنویر۔ کل ممکن نہیں ہے۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اسی وقت محسن آتا ہوا نظر آیا۔ گاڑی سے اتر کر وہ سیدھا ہمارے پاس پہنچا۔

"کمال ہے یعنی ہم بیاباں میں تھے اور گھر میں بہار آئی ہے۔"

"گھر میں فریحہ آئی ہے کیسے محسن صاحب۔" ہُما نے بھی چوٹ کی۔

"سوال یہ ہے کہ آپ بیاباں میں گئے کیوں تھے۔" تنویر نے سوال کیا۔

"گھس چرنے۔" محسن نے جواب دیا۔ اور سب ہنس پڑے۔

میں ان لوگوں کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اسلیے گلوخلاصی آسان نہیں تھی۔ جولیا کے بارے میں محسن نے بھی سوال کیا تھا۔

"بس وہ دوپہر سے نکل گئی ہے۔ کہتی ہے ہمارے شہر کو تنہا دیکھنا چاہتی ہے تاکہ یہاں کے بارے میں خود بھی اندازہ لگا سکے۔ ایک دن کہیں سے مرچوں بھرے آلو چھولے کھا آئی تھی۔ دو دن تک پیٹ پکڑے پھرتی رہی۔ ایک دن میٹھا پان چباتی گھر آئی تھی۔ سو رحال یہ تھی کہ دونوں باچھوں سے پیک بہہ رہی تھی۔" تنویر نے بتایا۔

"بھئی اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہیں اپنی حماقت سے کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔" محسن نے کہا۔

"حد سے زیادہ خود اعتماد ہے وہ کسی کی سنتی ہی نہیں۔ آج بھی دھوکا دے کر گئی ہے ورنہ میں اُسے نہ جانے دیتی۔" تنویر بولی۔ اور میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ جولیا ان لوگوں کی سوچ سے کہیں آگے کی چیز تھی۔

وہ شام اُن لوگوں کی نذر ہو گئی۔ جولیا بھی لدی پھندی آگئی تھی۔ اس نے بازار سے کافی خریداری کی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد ہی گلوخلاصی ہو سکی۔ میں نے کسی قیمت پر ان لوگوں کی پکنک والی بات قبول نہیں کی تھی۔ تنویر نے اس پر منہ پھُلا لیا تھا۔ ہُما صاحبہ نے اپنے طور پر یہ تیر مارنے کی کوشش کی تھی۔ البتہ جولیا سمجھدار تھی۔ اس نے اپنا رسوخ استعمال کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں وہاں سے سیدھا ہدایت کے پاس پہنچا۔ نادر بیگ بھی موجود تھا اور ہدایت سے اس کی اچھی گھٹ رہی تھی۔ ہدایت نے بتایا کہ بوڑھا پُرسکون ہے۔ دوسرے کمرے کی چیزوں سے اس نے کوئی خاص دلچسپی نہیں لی ہے۔ بس وہ سمندر والی اس تصویر کے سامنے آ بیٹھتا ہے اور گھنٹوں اُسے دیکھتا رہتا ہے۔ میں نے خود بھی ایک نگاہ بوڑھے بابا کو دیکھا اور پھر وہاں سے چلا آیا۔

رات کو بستر پر لیٹ کر حالات کا تجزیہ کرنا معمول تھا۔ اسکے علاوہ مجھے میکے براؤن کی آمد کا شدت سے انتظار تھا۔ انہی معاملات کے بارے میں سوچتے سوچتے ہی نیند آئی تھی۔ آج اور بھی بہت سے خیالات ذہن میں تھے۔ نہ جانے کیوں گھر یاد آیا۔ بھائی یاد آئے۔ بھابیوں کی شکلیں نگاہوں میں گھوم گئیں۔ بچے یاد آئے۔ مجھے تو سب ہی سے پیار تھا۔ ان کے دل میری محبت سے خالی کیوں ہو گئے تھے۔ سب کے سب بھول گئے مجھے دولت کے لیے۔ ایسا کیوں ہوا؟ میں تو ان کے لیے ان کے بچوں کے مانند تھا۔ میرے چلے آنے کے بعد کسی کو میری کمی کا احساس بھی نہ ہوا۔ کسی کو پشیمانی نہیں ہوئی۔ کبھی ملوں گا ان سے لیکن اُس وقت جب ان سے زیادہ دولت مند بن جاؤں گا لیکن دولت؟ میں نے ابھی تک اسکے حصول کے لیے کچھ بھی نہیں کیا ـــ ہاں ابھی تک میں صرف ایک معمولی سا آدمی ہوں دور دور تک کوئی روشنی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں تو کچھ بھی نہیں کیا۔ خیالات کی رو کچھ اور آگے بڑھی۔ اپنے اردگرد پھیلے ہوئے

لوگ یاد آئے۔ ہُما سے شادی کر لوں تو ڈاکٹر طاہر علی کی دولت میری ہو گی اگر جولیا کی طرف قدم بڑھا دوں تو ـ تو کیا عجب ہے کہ میکے براؤن ہی پھنس جائے۔ لیکن یہ دونوں مجرمانہ ذہنیت کے حامل لوگ تھے۔ جرائم کے راستوں پر چلکر تو دولت کا حصول ویسے بھی مشکل نہیں ہو گا حالانکہ جرم کرنا بھی آسان بات نہیں ہوتی اور بے شمار لوگوں کو زندگی بھر اس کے مواقع بھی نہیں ملتے لیکن کم از کم مجھے یہ موقعہ میسر ہو گیا تھا۔ وہ ایسے افراد میری نگاہوں کے سامنے آ گئے تھے جو مجھے دولت کا لالچ دے چکے تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کے پاس جو کچھ ہے ہُما کے لیے ہے۔ درحقیقت جولیا کی نسبت ہُما میرے لیے واقعی "ہُما" تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ڈاکٹر طاہر علی مجھے اپنے مقاصد کے لیے بھی استعمال کرنا چاہتا تھا۔ یہی کیفیت میکے براؤن کی تھی لیکن کم از کم اس میں جولیا شامل نہیں تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ یورپ کی پروردہ لڑکی اپنے باپ کو اس بات پر بھی آمادہ کر لے کہ وہ مجھے اپنے داماد کی حیثیت سے قبول کر لے۔ بہر طور یہ احمقانہ خیالات تھے کسی عورت کے ذریعے دولت مند بننے کی خواہش بزدلی تھی۔ اور بالفرض یہ ہو جائے بھی تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس دولت پر میرا بھی کوئی تصرف ہو گا۔ ایک غلام کی زندگی مجھے کسی طور قبول نہ تھی۔ چنانچہ یہ سوچنا ہی حماقت تھا۔

البتہ اگر بوڑھے کی ذات سے واقعی کوئی ایسی ہی بات وابستہ ہے تو میں اپنی اس دلچسپی کو ترک نہیں کر سکتا۔ حالانکہ ابتداءً صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہوئی تھی لیکن حالات نے یہ سمت اختیار کر لی تھی تو میں اخلاقیات کے تحت اُسے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ اگر بوڑھا واقعی کسی عظیم الشان خزانے کا رازدار ہے تو پھر کیا ضروری ہے کہ حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی اور میکے براؤن ہی اس خزانے کے حصول کے لیے کوشاں رہیں اور میں اُن کا آلۂ کار بنا رہوں۔ ایک عجیب سے جذبے نے میرے ذہن میں جنم لیا۔ جب یہ لوگ اپنے طور پر بوڑھے کی ذات سے فائدہ اٹھانے کے لیے کوشاں ہیں تو چوتھا آدمی میں کیوں نہیں بن سکتا۔ جبکہ اس وقت ان کی نسبت مجھے زیادہ مواقع حاصل ہیں۔ بوڑھے بابا کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر اگر میں اس کی یادداشت کو واپس لانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ اور اس کے ذریعے کسی خزانے تک پہنچ سکوں تو یقیناً میری یہ کوششیں مجرمانہ نہیں ہوں گی، بشرطیکہ بوڑھا ہوش میں آنے کے بعد اپنی مرضی سے مجھے اس خزانے کے بارے میں بتا دے میں جانتا تھا کہ یہ تینوں افراد بوڑھے کے ہوش میں آنے کے بعد اس سے تشدد کے ذریعے خزانے کا راز معلوم کریں گے یا پھر کوئی اور ترکیب ان کے ذہن میں ہو گی۔ لیکن میں یہ سب کچھ نہیں کروں گا۔ میں تو صرف تقدیر آزماؤں گا اور اس کے لیے فی الحال قادر میرے ذہن میں تھا۔ قادر کو اپنے ساتھ شامل کیا جا سکتا ہے۔ مجرمانہ صلاحیت اور طاقت مجھے اس سے حاصل ہو سکتی ہے لیکن اسکا فیصلہ بھی اسی وقت کرنا تھا جب بوڑھے کی یادداشت واپس آ جائے۔ دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی جس دولت کے حصول کے لیے ابھی چند لمحات قبل میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں نے اس کی جانب ایک بھی قدم نہیں بڑھایا، وہ میرے سامنے تھی۔ میں کم از کم اس معاملے میں قسمت آزمائی تو یقیناً کر سکتا تھا۔ کامیابی یا ناکامی تو بعد کی چیزیں ہیں۔

سوچتے سوچتے ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا۔ طاہر علی مسلسل اس بات کے لیے کوشاں ہے کہ بوڑھے کی یادداشت واپس نہ آئے اور اس کی تحریک میکے براؤن نے اس کے ذہن میں پیدا کی ہے۔ میکے براؤن اپنے طور پر ڈاکٹر کو ڈبل کراس کرنا چاہتا تھا۔ اور اس نے جولیا کو مہرہ بنا کر آگے بڑھایا تھا۔ حسن صاحب ان دونوں کی نسبت ذرا زیادہ صاف ستھرے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ جذبے ان کے بھی وہی تھے گویا حسن صاحب اس سلسلے میں سب سے سنجیدہ لیکن سب سے معمولی حیثیت رکھتے تھے۔ میں نے ایک اور بات بھی اچانک سوچی، وہ یہ کہ میکے براؤن اور ڈاکٹر طاہر علی پوری شدت کے ساتھ بوڑھے کے سلسلے میں مصروف عمل ہیں لیکن حسن صاحب کو اس دوران ایک بار بھی میں نے بوڑھے کے لیے متردد نہیں دیکھا تھا۔ اگر وہ چاہتے تو کم از کم میرے ذریعے بوڑھے کی رہائش گاہ میں پہنچ کر اس کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے۔ لیکن انہوں نے کوئی ایسی کوشش نہیں کی تھی بلکہ مجھے چیلنج کرنے کے بعد اور بوڑھے کی نگرانی میرے سپرد کرنے کے بعد وہ بالکل ہی خاموش ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ اس دوران انہوں نے ایک بار بھی مجھ سے اس بارے میں گفتگو نہیں کی تھی۔ دوسری اہم شخصیت جو اس سلسلے میں سب سے زیادہ پُراسرار تھی، وہ ندرت کی تھی۔ ندرت موقعہ پا کر بوڑھے کے پاس پہنچی تھی اور جو منظر میں نے دیکھا تھا اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ندرت کو بوڑھے سے دلی لگاؤ ہے، ہمدردی الگ چیز ہے۔ وہ تو مجھے بھی تھی اس نیم پاگل بوڑھے سے، لیکن اس کے لیے آنسو بہانا کسی ایسی ہی شخصیت کا کام ہو سکتا تھا، جو اس سے بہت زیادہ متعلق ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ندرت نے میری نرمی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہدایت کو میں نے جس طرح مستعد کر دیا تھا۔ اس سے یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ ندرت چوری چھپے بھی اس کے بعد عمارت میں نہیں پہنچی اور اس معاملے میں وہ بھی بالکل خاموش ہے۔ یہ دونوں شخصیتیں یعنی حسن صاحب اور ندرت بوڑھے سے متعلق ہونے کے باوجود مکمل خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے تو کیا اس کی کوئی خاص وجہ تھی۔

یہی خیالات تھے جو نیند آنے تک میرے ذہن میں رہے اور اس کے بعد میں سکون کی گہری وادیوں میں پہنچ گیا۔



دوسری صبح ذرا دیر سے جاگا دفتر جانے کا وقت بھی ہو گیا تھا۔ کریم بابا ناشتا لیے تیار بیٹھے تھے۔ میں نے جلدی جلدی غسل کیا، ناشتا کیا، لباس پہن کر تیار ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں آفس میں تھا۔ حسن صاحب اس وقت جب میں آفس میں داخل ہو رہا تھا اپنی کار میں آفس سے باہر نکل رہے تھے، مجھے دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور آگے بڑھ گئے۔

دفتر میں بیٹھے آدھا یا پون گھنٹہ بھی نہیں گذرا تھا کہ جولیا کا ٹیلی فون موصول ہوا۔

"کیا بات ہے جولیا۔۔؟" میں نے سوال کیا۔

"وقت میں کچھ تبدیلی ہو گئی ہے ڈیڈی ساڑھے آٹھ بجے ہوٹل میرنیا کے کمرہ نمبر ایک سو ساٹھ میں پہنچ جائیں گے۔ میں اس وقت وہاں نہیں ہوں گی چونکہ ان لوگوں سے بچ کر نکل جانا بھی مشکل کام ہے۔ لیکن ڈیڈی سے میں ائیرپورٹ پر ملاقات کروں گی۔ تم اطمینان رکھنا ساڑھے آٹھ بجے تم کمرہ نمبر ایک سو ساٹھ میں ڈیڈی سے ملاقات کر سکتے ہو ان کے سامنے صرف میرا نام لے دینا اور اپنا نام بتا دینا۔"

"مگر جولیا۔ تم کہاں سے بول رہی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک پبلک کال بوتھ سے۔ نکل آئی ہوں اس وقت اور ابھی واپس چلی جاؤں گی۔ ان لوگوں کو شبے کا موقعہ نہیں دینا چاہتی۔"

"کیا تم اپنے ڈیڈی سے کوئی تفصیلی ملاقات نہیں کرو گی؟"

"کروں گی لیکن پرسوں، پرسوں میں ان لوگوں کو صبح ہی صبح چکر دے کر نکل آؤں گی اور سارا دن ڈیڈی کے ساتھ گذاروں گی۔ تم ڈیڈی سے اپنا پروگرام طے کر لینا۔ ممکن ہے پرسوں میری موجودگی ہی میں ان سے ملاقات رہے۔ اس سلسلے میں اگر کوئی سوال ہو تو پلیز جلدی سے کرو مجھے فوراً واپس لوٹنا ہے۔"

"نہیں جولیا۔ میں تمہاری ہدایت کے مطابق عمل کروں گا۔"

"او کے ڈاکٹر طاہر علی سے تو رابطہ نہیں قائم ہوا۔؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر مل بھی جائے تو تم ذرا بھی کسی شبے کا اظہار نہیں کرو گے۔"

"تم مطمئن رہو جولیا، معاوضہ میں نے تم سے وصول کیا ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی سے نہیں۔"

"معاوضے کی بات کیوں کرتے ہو گازال۔ میں تمہارے لیے کچھ نہیں ہوں؟" جولیا نے کہا۔

"کیوں نہیں۔ اچھا خدا حافظ۔" میں نے بات مختصر کرتے ہوئے جلدی فون بند کر دیا۔

اب مجھے رات کا انتظار کرنا تھا۔ آفس سے اٹھ کر کوٹھی جانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ ایسی جگہ تھی جہاں کوئی بھی ناگہانی پیش آ سکتی تھی، اور یہ رات میرے لیے بہت قیمتی تھی۔ کسی اور شناسا سے بھی ملنے کی کوشش نہیں کی، صرف ہوٹلوں میں وقت گذارا۔ ساڑھے آٹھ بجے میرنیا جا پہنچا۔

کمرہ نمبر ایک سو ساٹھ پر پہنچ کر میں نے دروازے پر دستک دی تو اندر سے اجازت مل گئی۔ کمرے کے درمیانی صوفے پر نیم دراز شخصیت میکے براؤن کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ بھاری بدن کا کسی قدر پستہ قامت آدمی تھا۔ دانتوں میں پائپ دبا ہوا تھا۔

اس کی تیز آنکھیں میرا جائزہ لینے لگیں۔۔ میں آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"مسٹر براؤن۔" میں نے اسے مخاطب کیا لیکن وہ کچھ نہیں بولا اور بس مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ نہ اس نے مجھ سے ہاتھ ملانے کی کوشش کی اور نہ بیٹھنے کے لیے کہا جس پر میں کسی قدر جھلا گیا۔

"سوری۔ کیا آپ نابینا ہیں مسٹر براؤن۔" میں نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا اور اس نے چونک کر سر پیچھے ہٹا لیا۔ پائپ ہرا نیچے جھک گیا اور شاید اسے گرنے سے بچانے کے لیے اس نے دانت بھینچ لیے۔ پھر جلدی سے اس نے پائپ منہ سے نکال لیا۔ "نظر آتا ہے آپ کو۔؟" میں پھر بولا۔

"جلد بازی اچھی نہیں ہوتی نوجوان۔" وہ بڑبڑانے کے انداز میں بولا۔

"آپ اسی کا شکار معلوم ہوتے ہیں۔"

"میں۔۔؟"

"ہاں مسٹر براؤن، آداب و اخلاق کو بھول کر آپ میرا جائزہ لینے میں مصروف ہو گئے۔ اس کے لیے آپ کے پاس کافی وقت تھا۔" میں صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ایکسیلنٹ۔ پسند آئے تم مجھے۔ پہلا تاثر ہی عمدہ ہے اعتماد اور حصول دولت کے لیے ہر ایک کے سامنے نہ جھکنے والے ہر طرح سے قابل اعتماد ہوتے ہیں۔"

"لیکن اپنے آپ میں گم اور اخلاقیات سے عاری لوگ نگاہ میں اچھے نہیں ہوتے۔" میں نے جواب دیا۔

"گازالی ہے تمہارا نام! جولیا بتاتی ہے خاندانی آدمی نظر بھی آتے ہو۔ بات یہ ہے نوجوان کہ میں ایک کاروباری ہوں۔ عموماً میری ملاقات ایسے لوگوں سے رہتی ہے جو عموماً ٹو دی پوائنٹ بات کرتے ہیں اور رسمیات کے جال میں الجھتے۔ چہرہ شناسی سے بھی دلچسپی رہی ہے مجھے۔ اور اجنبی لوگوں کے چہروں سے میں ان کی شناخت کرتا ہوں۔ تمہارا جائزہ لینا اس لیے بھی ضروری تھا کہ تمہیں ہمارے ساتھ بہت دُور تک جانا ہے!"

"میں اس "دُور" کی وضاحت نہیں طلب کروں گا مسٹر براؤن۔ اور بہتر یہ ہے کہ آپ ٹو دی پوائنٹ بات کریں۔"

"کیا تم عام حالات میں بھی اتنے ہی کھردرے ہو؟"

"اس کا جواب جولیا بہتر دے گی۔"

"نہیں ڈیئر گازالی، غلط فہمیوں کا شکار ہو کر رویہ خراب نہ کرو۔ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔" اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"ہاتھ ملانے کا وقت گذر چکا ہے مسٹر براؤن، وہ وقت آپ نے چہرہ شناسی میں ضائع کر دیا۔"

"ضدی لڑکے! تمہاری ہر بات مجھے متاثر کر رہی ہے۔ مجھے جولیا پر حیرت ہے وہ اتنی ذہین کیسے ہو گئی، تاہم سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہی میری طرف سے تمہیں تھامے گی۔ ہاں تو اب مجھے اس پُراسرار بوڑھے کے بارے میں تفصیل بتاؤ۔ لیکن ٹھہرو اس سے قبل کچھ اور سوالات بھی کرنا چاہتا ہوں۔ مسٹر حسن کے لیے تم کیا کرتے ہو؟"

"ان کی فرم میں ملازم ہوں!"

"کتنی تنخواہ ملتی ہے؟"

"اتنی کہ اس سے خوش ہوں اور ملازمت نہیں چھوڑنا چاہتا!"

"لیکن جولیا نے کہا تھا کہ تم اس سے تعاون پر آمادہ ہو؟"

"دولت کے حصول کے لیے آپ لوگوں سے تعاون پر آمادہ ہوں لیکن کوئی نئی ملازمت نہیں چاہیے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوں!" وہ چند لمحات خاموش رہا پھر بولا "لیکن دولت کے حصول کا یہ ذریعہ شریفانہ نہیں ہے۔"

"مجھے جس قدر تفصیل معلوم ہوئی ہے اس میں کوئی غیر شریفانہ بات نہیں نظر آئی۔ باقی معاملات پر منحصر ہے۔"

"تو پہلی بات تو یہ ہے مسٹر گازالی کہ مجھے ایک ایسا آدمی درکار ہے جو یہاں میرے مفادات کے لیے کام کرے۔ میرا کام کسی کو دھوکا دینا یا کسی کے ساتھ کوئی جارحیت نہیں ہے بلکہ معاملہ اسی بوڑھے شخص سے متعلق ہے جسے مسٹر حسن اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ میں بھی وہی کرنا چاہتا ہوں۔ حسن کو زیادہ مواقع حاصل ہیں، میں ان کے حصول کے لیے کوشش کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"یہ باتیں جولیا مجھ سے کر چکی ہے۔ اور اس نے مجھے پچاس ہزار روپے بھی ادا کیے ہیں۔"

"پچاس ہزار، تم پچاس لاکھ کما سکتے ہو گازالی، میں تم سے اس کا وعدہ کرتا ہوں۔"

"تو پھر بات کریں اس موضوع پر!"

"مگر تمہارے رویے میں وہ بات نہیں ہے جس کی میں توقع کر رہا تھا۔"

"اس کی ابتدا آپ نے کی ہے مسٹر براؤن۔ ورنہ آپ کے لیے میرے جذبات اتنے برے نہ تھے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو! مجھے اس کی عادت پڑ چکی ہے۔ بہرحال میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔ اب ایک اچھے انسان کی طرح دل سے کدورت دھو دو۔ میرا خیال تھا، دو لاکھ کے معاہدے کی وجہ سے تم میری ہر بات قبول کر لو گے۔ تم نے دیکھا ہو گا لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ جہاں سے ان کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں وہاں وہ اپنی شخصیت ختم کر دیتے ہیں۔ تم ایسے نہیں ہو یہ دوسری بات ہے، اس طرح تمہاری شخصیت کا معیار سامنے آیا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر براؤن! مجھے بتائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" میں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"پہلے دوستی کا ثبوت دو۔" اس بار اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے بھی بڑے تپاک سے مصافحہ کیا۔ اور وہ شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔ "اور اب مجھے اس بوڑھے کی کیفیت بتاؤ!"

"اس کی کیفیت جوں کی توں ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی اسے جو دوائیں استعمال کرا رہے ہیں انھوں نے اس کی حالت میں تبدیلی نہیں ہونے دی۔ حسن صاحب کو ابھی تک ڈاکٹر طاہر علی پر کوئی شک نہیں ہے۔"

"گڈ! لیکن حالات اس طرح بہتر نہیں ہیں۔ ان دواؤں کا مسلسل استعمال اس کے ذہن کو ہمیشہ کے لیے تباہ کر سکتا ہے!"

"ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے طاہر علی کو یہ سوچنا چاہیے!"

"اسے گولی مارو! میں بہت مصروف تھا۔ پچھلے دنوں انٹرنیشنل ٹریڈ سیمینار میں شرکت کے لیے کئی ملکوں کے دورے کرنا پڑے۔ طویل عرصے سے یہ مصروفیت تھی، اس لیے کوئی کام نہیں کر سکا۔ اب فرصت ملی ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی کو میں نے صرف اس لیے اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا کہ اس وقت اور کوئی ذہن میں نہیں آیا تھا لیکن اب میں فرصت میں ہوں اور اس سلسلے میں خود عملی کارروائی کر سکتا ہوں۔ یہ صرف اتفاق ہے کہ تم سامنے آ گئے۔ میں تمہیں اپنے اس کام میں پوری طرح شامل کرنا چاہتا ہوں گازالی۔"

"میں آپ کے ساتھ تعاون کے لیے تیار ہوں مسٹر براؤن۔"

"اپنے مطلب کے لوگوں سے کوئی تعلق ہے؟"

"میں نہیں سمجھا؟"

"کچھ کارروائیاں کرنی ہوں گی۔ مثلاً بوڑھے کو وہاں سے ہٹانا ہوگا۔ اس کو اغوا کرایا جاسکتا ہے۔ ہمیں اس کے لیے کچھ لوگ درکار ہوں گے جو رازداری سے ہمارا کام کریں۔ تم اس کی تیاریاں کرلو گا زالی۔ اخراجات کی پروا نہ کرو، میں اب یہ کام مکمل کرکے ہی دم لوں گا۔"

"سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہو جائے گا مسٹر براؤن۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گڈ! جولیا نے مجھے بتایا ہے کہ تم پوری طرح قابلِ اعتماد ہو جسن کو میری آمد کی کوئی بھنک نہیں ملنی چاہیے!"

"قطعی نہیں ملے گی۔ کیا آپ ڈاکٹر طاہر علی کو بھی اپنی آمد سے لاعلم رکھیں گے۔"

"سو فیصدی! اگر یہ سب کچھ نہ کرنا ہوتا تو اپنی آمد خفیہ رکھنے کی کوشش کیوں کرتا۔ اور اگر میرا کام ہو جائے تو میں خاموشی سے یہاں سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"بہت اچھا کیا جو آپ نے مجھے تفصیل بتا دی۔ اب میں اصل موضوع پر آنا چاہتا ہوں مسٹر براؤن!" میں نے کہا اور براؤن چونک پڑا۔ "اصل موضوع کیا ہے؟"

"بات یہ ہے مسٹر براؤن کہ بدقسمتی سے میں بھی ایک ایسے خاندان کا فرد ہوں جو کھاتا پیتا تھا۔ میں نے بہت اچھی زندگی گزاری ہے۔ پھر کچھ لوگوں سے اختلافات ہوئے اور میں نے اپنی دنیا چھوڑ دی جسن صاحب کا بیٹا میرا دوست ہے، وہ مجھے اپنے ساتھ لے آیا۔ میرے ساتھ اب بھی عزیزوں کا سا سلوک ہوتا ہے۔ بوڑھے شخص کو میں نے صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر تحفظ دیا تھا بعد میں اس کے بارے میں جاننے کا موقع ملا لیکن میں اس کی اصل شخصیت سے ابھی ناواقف ہوں۔ ذہنی طور پر میں صرف ایک مہرہ نہیں ہوں، اور کسی کا آلۂ کار بن کر یہ سارے کام نہیں کرسکتا۔ میں حقیقت جاننے کا خواہش مند ہوں۔ ہاں یہ وعدہ ہے کہ سب کچھ جاننے کے بعد خوشی سے آپ کے لیے کام کروں گا۔ اس لیے یہ ضروری ہے مسٹر براؤن کہ آپ پہلے مجھے اس بوڑھے کے بارے میں سب کچھ بتا دیں۔"

میکے براؤن کا چہرہ گہرا سرخ ہوگیا۔ اس کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہوگئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے چہرے سے ایک نقاب سی سرک گئی ہو۔ ایک لمحے کے لیے یہ چہرہ بھیانک ہو گیا تھا۔ لیکن پھر حیرت انگیز تیزی سے اس نے اپنے آپ پر قابو پا لیا۔ اور اس کی کیفیت معتدل ہوگئی۔ "تم نوجوانوں میں یہ سب سے بڑی خرابی ہوتی ہے کہ آم کھانے کی بجائے پیڑ گننا شروع کر دیتے ہو۔ میں نے تمہیں ایک دولت مند شخص بنانے کا وعدہ کیا ہے۔ تھوڑی سی کاوش تمہیں اتنی دولت دے سکتی ہے، جو تم ساری زندگی نہیں کما سکتے میرے پروگرام کے مطابق میرے ساتھ تعاون کرو۔ اور اس کے بعد سکون کی زندگی گزارو۔ میری دولت اور میری حیثیت کے بارے میں تمہیں صحیح اندازہ نہیں ہے۔ میں تفریحاً بھی تقدیریں بدل دیتا ہوں اس ملک میں تمہاری اس سرزمین پر بھی میں تمہیں اتنا کچھ دے سکتا ہوں کہ کوئی تصور تک نہ کرسکے۔ سنو نوجوان، میرے معاملات مجھ تک رہنے دو۔ مجھے بتاؤ تم کیا کاروبار کرنا چاہتے ہو۔ میں تمہارے لیے بندوبست کردوں گا۔ باتوں میں دلچسپی نہ لو۔"

"مسٹر براؤن! صرف اور صرف اسی بات پر سمجھوتا ہو سکتا ہے کہ آپ مجھے اس کے بارے میں تفصیل بتا دیں۔ میں دولت ضرور حاصل کروں گا۔ آپ کے سہارے نہیں بلکہ اپنے زورِ بازو سے مجھے خود اعتماد ہے۔ میں تعلیم یافتہ ہوں، اپنے خوابوں کی تعبیر خود حاصل کرسکتا ہوں۔"

"حد سے آگے بڑھ رہے ہو لڑکے! نقصان اٹھاؤ گے۔"

"کیا یہ ملاقات مزید جاری رہنی چاہیے؟" میں نے پہلو بدل کر کہا۔

"میں یہاں اور لوگوں کا بندوبست بھی کرسکتا ہوں!" براؤن نے کہا۔

"جو کچھ آپ کرسکتے ہیں ضرور کریں۔ کچھ میں بھی کرلوں گا" میں نے اٹھتے ہوئے کہا، تو میکے براؤن جلدی سے بولا۔ "سنو جلد بازی نہ کرو، تم... تم میری توقع کے خلاف..."

"اور آپ میری توقع کے برعکس۔"

"میں نہیں سمجھا!"

"آپ نے ابھی چند لمحات قبل مجھ سے بہت ہی خوبصورت باتیں کی تھیں۔ مجھے اس سلسلے میں دور تک لے جانے کا کیا تھا۔ آپ کی یادداشت بہت خراب معلوم ہوتی ہے مسٹر شاید آپ نے ڈاکٹر طاہر علی سے بھی ایسی ہی گفتگو کی ہوگی۔ اور اس کے بعد ڈاکٹر طاہر علی کو درمیان سے نکال دیا۔ کیا میرے ساتھ بھی یہی سب کچھ نہیں ہوسکتا۔"

"تم تنہا اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کرسکو گے۔ تمہارے وسائل کیا ہیں؟"

"جسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی آپ کے ڈبل کراس سے واقف ہو کر میرا ہی ساتھ دیں گے۔"

میکے براؤن نے گہری سانس لی۔ چند لمحات کچھ سوچتا پھر بولا۔ "سنو آخری بات سن لو۔ یہ معاملہ بہت پیچیدہ ہے۔ تمہاری زندگی کا بہت قیمتی حصہ اس معاملے میں صرف ہو

ہے۔ میری پیش کش قبول کرلو اور سکون کی زندگی کا آغاز کردو۔ جولیا نے تمہیں دو لاکھ کی پیشکش کی ہے۔ میں تمہیں پانچ لاکھ ادا کروں گا۔ آٹھ لاکھ، دس لاکھ بھی دے سکتا ہوں۔ اگر صحیح طور پر استعمال کرو گے تو یہ رقم دس گنا ہوسکتی ہے۔ میں تمہیں اس کے طریقے بھی بتا سکتا ہوں۔"

"مسٹر براؤن! میں اپنی افتادِ طبع کی وجہ سے پہلے بھی معقول رقم ٹھکرا چکا ہوں۔ میرا خیال ہے ہم کافی وقت ضائع کر چکے ہیں۔ اب آپ مجھے اجازت دیں۔"

"بیٹھو، بیٹھ جاؤ... ضدی ہو... بے حد ضدی اور میرا تجربہ بتاتا ہے کہ تم جیسا شخص قابلِ اعتماد ہوسکتا ہے۔ جو کچھ مجھے کرنا ہے تنہا نہیں کرنا ہے، مجھے اچھے ساتھیوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ تم نے خود کو اس کا اہل ثابت کیا ہے۔ بیٹھ جاؤ... یہ بتاؤ کیا پیو گے؟"

"شکریہ! کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔"

"ضدی انسان تم نے مجھے قائل کرلیا ہے۔ کافی پیو مجھے خوشی ہوگی۔" میکے براؤن نے روم سروس کو فون کرکے کافی منگوا لی۔ اس دوران اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ لیکن میکے براؤن بار بار مجھے غور سے دیکھنے لگتا تھا۔ میں اس کی کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے اس نے کہا۔ "تمہیں علم ہے کہ جسن میرا بزنس پارٹنر بھی رہا ہے؟"

"ہاں میں اسی حوالے سے آپ کو جانتا ہوں!"

"مہم جوئی ہم دونوں کا مشترکہ شوق رہا ہے۔ کاروبارِ زندگی میں اس کے لیے وقت نہیں مل سکا لیکن جب بھی ہمیں موقع ملا ہم اکثر گھومے اور ہم نے پُراسرار علاقوں کے دورے کیے۔ خزانے ہم دونوں ہی کی کمزوری رہے۔ حالانکہ ہمارے پاس بہت کچھ ہے، لیکن پوشیدہ خزانوں کے حصول کے لیے ہم نے بارہا کوششیں کی ہیں اور ان کے لیے چین، لنکا، تھائی لینڈ اور مشرقِ وسطیٰ کے علاوہ جنوبی امریکہ تک کے پُراسرار گوشوں کی خاک چھانی ہے۔ ہمیں چند چھوٹے چھوٹے خزانے دستیاب بھی ہوئے ہیں۔ یہ بھی ایسا ہی ایک سلسلہ ہے۔

"میں اور جسن ایک کاروباری سلسلے میں جاپان گئے۔ ہم ٹوکیو کے ایک شاندار ہوٹل میں قیام پذیر تھے کہ ایک رات برابر والے کمرے سے ایک انسانی چیخ سنائی دی تو ہم چونک پڑے۔ صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے ہم جب دوسرے کمرے میں داخل ہوئے، تو وہاں ہم نے ایک بوڑھے شخص کو خون میں لت پت پڑا پایا۔ وہ آخری سانسیں لے رہا تھا۔ اس کے سینے میں تین گولیاں پیوست تھیں۔ دم توڑتے ہوئے بوڑھے نے بتایا کہ اس کا نام ولاڈی واسکاٹ ہے اور اٹلی سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اس نے اکھڑی ہوئی سانسوں کے ساتھ ایک طرف اشارہ کرکے کہا۔ "وہاں میری ڈائری ہے وہ اٹھا لو۔" اس کے علاوہ اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ایک جگہ کا نام لیا، یہ جاپان ہی کے ایک شہر کے ایک علاقے کا نام اور وہیں کا ایک پتا تھا۔ وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی اور وہ مرگیا۔ ولاڈی واسکاٹ کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے تھے۔ اس کے علاوہ کسی چکر میں بھی نہیں پھنسنا چاہتے تھے اس لیے ہم نے وہ ڈائری حاصل کرلی اور اپنے تمام نشانات مٹا کر وہاں سے نکل آئے۔ پھر ہم نے گمنام حیثیت سے پولیس کو اس لاش کے بارے میں اطلاع دے دی۔

"ولاڈی واسکاٹ کی لاش پولیس نے حاصل کرلی۔ اور اس کے بارے میں تحقیق کی گئی۔ پھر جب اس کی کہانی اخبارات میں چھپی تو ہم دنگ رہ گئے۔ ولاڈی واسکاٹ دوسری جنگِ عظیم میں ایک ہنگامہ خیز شخصیت کا مالک تھا۔ اس شخص کی قومیت کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم، لیکن اس نے اٹلی میں پرورش پائی۔ اور وہاں کا سب سے بڑا جرائم پیشہ مشہور ہوا۔ یہ شخص ڈاکوؤں اور قاتلوں کے بہت بڑے گروہ کا سرغنہ تھا اور بے حد ذہین اور فطین مشہور تھا۔ دوسری جنگِ عظیم میں اس نے جرائم کا ایک نیا راستہ اختیار کیا۔ اس نے جاسوسی کا ایک جال پھیلایا، جرمنوں کے راز حاصل کرکے وہ اتحادیوں کے ہاتھ فروخت کرتا اور اتحادیوں کے جرمنوں کے ہاتھ۔ اس طرح اس نے زبردست دولت کمائی۔ اس وقت وہ اس جرمن فوجی دستے میں شامل تھا اور جرمنوں کے خلاف جاسوسی کر رہا تھا، جو فیلڈ مارشل کسیلرنگ کی پسپا ہونے والی فوج کے ساتھ شمالی افریقہ سے بھاگ کر اٹلی پہنچا تھا۔ یہ جرمن فوجیں جب روم میں داخل ہوئیں تو انھوں نے مالدار یہودیوں کو لوٹ کر قلاش کردیا اور پیچھے ہٹتے ہوئے سینکڑوں ٹن سونا اپنے ساتھ لے گئیں۔ انھوں نے نیشنل بینک آف اٹلی کا سارا سونا حاصل کرلیا اور بڑے بڑے یہودی جوہریوں کے کروڑوں ڈالر مالیت کے ہیرے اور جواہرات لوٹ لیے۔ ادھر اتحادی فوجیں بڑی سرعت سے دو طرفہ حملہ کرتی ہوئی ان کے تعاقب میں آگے بڑھ رہی تھیں۔ جرمن اس دولت کے تحفظ کے سلسلے میں پریشان ہوگئے۔ مجبوراً انھیں یہ خزانہ پہاڑی سلسلے مونٹے سورلٹ کی کسی تنگ گھاٹی میں دفن کردینا پڑا۔ ولاڈی واسکاٹ عام آدمی نہیں تھا۔ اس نے صورتحال کا اندازہ لگا لیا تھا۔ چنانچہ عین اس وقت جب جرمن خزانہ دفن کر رہے تھے وہ وہاں سے کھسک گیا، اس طرح اس کی جان بچ گئی۔ کیونکہ جرمن حکام نے بقیہ تمام لوگوں کو اسی جگہ موت کے گھاٹ

آثار دیا تھا تاکہ دفینے کا راز کسی اور کو نہ معلوم ہو سکے۔ واسکاٹ وہاں سے میونخ پہنچ گیا، یہاں اس نے نام بدل کر رہائش اختیار کر لی۔ اتحادیوں کو اور جرمنوں کو اب اس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو گیا تھا، اس لیے اس نے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے نام وغیرہ تبدیل کر لیا اور شادی بھی کر لی جس عورت سے اس نے شادی کی تھی وہ خود اتحادی جاسوسہ تھی، اور اسے اٹلی کی حکومت کی طرف سے واسکاٹ کی تلاش کا کام سونپا گیا تھا۔ لیکن طویل عرصے تک اسے واسکاٹ کی اصلی شخصیت نہیں معلوم ہو سکی۔ پھر کسی موقع پر واسکاٹ نے اسے خود اپنے بارے میں بتایا تو وہ اپنا فرض پورا کرنے پر تل گئی۔

"اس نے اٹلی کی حکومت کو اس کے بارے میں اطلاع دے دی۔ اور اٹلی کے جاسوس اسے گرفتار کرنے کے لیے میونخ پہنچ گئے۔ انھوں نے واسکاٹ کو اپنی تحویل میں لے کر اٹلی پہنچا دیا جہاں کی جیل میں واسکاٹ نے اس خزانے کے بارے میں انکشاف کیا۔ اور اٹلی کے حکام سے کہا کہ اگر اسے سزا دی گئی تو خزانہ کبھی بھی حاصل نہ کیا جا سکے گا۔ اس وجہ سے حکام اسے زندہ رکھنے پر مجبور ہو گئے۔ واسکاٹ نے بتایا کہ اس کے کچھ ایسے کاغذات میونخ میں رہ گئے ہیں جو اگر ویلینی یعنی اس کی بیوی کے ہاتھ لگ گئے تو خزانے کا راز، راز نہیں رہے گا، چنانچہ ویلینی کو فوراً گرفتار کر کے اس کے کاغذات حاصل کر لیے جائیں۔ یہ بڑی سنسنی خیز اطلاع تھی چنانچہ فوراً ویلینی کی گرفتاری کے لیے کوشش کی گئی، لیکن اتحادی جاسوسہ کاغذات سمیت غائب ہو چکی تھی۔ اس کی کھوج میں زمین آسمان ایک کر دیے گئے لیکن ویلینی کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔ واسکاٹ نے بتایا کہ تمام یادداشتیں ان کاغذات میں محفوظ تھیں اور ویلینی بہ آسانی ان کے ذریعے خزانے تک پہنچ سکتی ہے۔

"اٹلی کے حکام واسکاٹ کو لے کر مونٹ سورلٹ کی پہاڑیوں میں گئے لیکن چالاک واسکاٹ نے جیل میں رہ کر بھی کسی طرح اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کر لیا اور مونٹ سورلٹ کی پہاڑیوں میں اس کے ساتھیوں نے تین آدمیوں کو قتل کر کے واسکاٹ کو رہا کرا لیا۔ واسکاٹ فرار ہو گیا اور اس طرح اربوں ڈالر کی مالیت کا یہ خزانہ اٹلی کے حکام کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ روم سے تیس چالیس میل دور کے اس علاقے میں خزانے کی تلاش کی ہر ممکن کارروائی کی گئی لیکن وہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ یہ ولاڈی واسکاٹ کی کہانی ہے۔ اس کے بعد ہم نے اس کی ڈائری پڑھی۔ اس میں کچھ باتیں کارآمد تھیں۔ مثلاً یہ کہ ویلینی تبت میں ہے۔ اور ایک انتہائی دولت مند عورت کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہے۔ واسکاٹ کے دو بیٹے بھی انجس کے ساتھ ہیں۔ لیکن ویلینی کے دولت مند ہونے کا راز پوشیدہ ہے۔ واسکاٹ نے خیال ظاہر کیا تھا کہ خزانہ ویلینی کی تحویل میں ہے لیکن وہ اس عظیم الشان خزانے کو اٹلی سے تبت میں منتقل نہیں کر سکی البتہ اس میں سے کچھ نکال لائی ہے اور اسے استعمال کر رہی ہے۔ واسکاٹ نے اس ڈائری میں ایک اور شخص کا حوالہ دیا تھا، جو ویلینی کے بہت قریب ہے، اور ویلینی اس کے لیے جاپان آتی رہتی ہے۔ وہ رات کی تنہائیوں میں اس شخص کے ساتھ رہتی ہے۔ واسکاٹ اس تاک میں تھا کہ ویلینی کو جاپان میں پکڑ لے۔ ڈائری میں اس شخص کا جو پتا لکھا تھا یہ وہی تھا جو واسکاٹ نے ہمیں بتایا تھا اور کچھ کہتے کہتے مر گیا تھا۔

" واسکاٹ کی اس کہانی نے ہمیں بہت متاثر کیا اور ہم دونوں اس خزانے کے حصول کے بارے میں سوچنے لگے۔ حسن نے کہا کہ ویلینی کو تلاش کیا جائے۔ لیکن ہمارا یہ دورہ مختصر تھا، اس لیے ہم زیادہ وقت نہیں دے سکتے تھے۔ تبت کے لیے ہم نے کچھ عرصے بعد کا پروگرام بنایا لیکن ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ جو پتا واسکاٹ نے اپنی ڈائری میں درج کیا ہے اسے تو دیکھ لیا جائے۔ یہ علاقہ ٹوکیو کا ایک نواحی قصبہ تھا۔ ہم اس کا کھوج لگاتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ وہاں جاپانی طرز کی اس عمارت میں سخت پہرا تھا اور چار آدمیوں کے علاوہ بہت سے خونخوار کتے بھی وہاں ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ ہم اس عمارت میں داخلے کی ترکیبیں سوچتے رہے اور پھر ہم نے وہاں داخل ہونے کے لیے خطرناک انتظامات کیے۔ کتوں کو گوشت کے ٹکڑوں میں زہر دے دیا گیا اور پہرے والوں کو بیہوش کرنے کے لیے خواب آور گیس استعمال کرنا پڑی۔ بہرحال ہم اندر پہنچ گئے۔ اندر بھی کچھ ملازم تھے جو گیس سے متاثر ہو کر بیہوش ہو گئے تھے۔ عمارت بہت پُراسرار تھی۔ اس میں ایک قید خانہ بنایا گیا تھا اور قید خانے کی موٹی سلاخوں کے پیچھے یہی بوڑھا قید تھا۔

ہم نے اس کا جائزہ لیا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ پوری عمارت کی تلاشی لے ڈالی اور یہ اندازہ ہو گیا کہ عمارت میں اس بوڑھے کے علاوہ اور کوئی قابل توجہ چیز نہیں ہے۔ تب حسن نے ایک تجویز پیش کی۔ اس نے کہا کہ ویلینی کو قابو میں کرنے کے لیے اگر ہم اس بوڑھے کو اپنی تحویل میں لے لیں، تو بہتر ہو گا، ممکن ہے یہ ویلینی کے لیے اتنی ہی اہم حیثیت رکھتا ہو جس کی وجہ سے ویلینی ہمارے قابو میں آ جائے۔

" میں نے حسن کی اس تجویز سے اس لیے اتفاق کیا کہ ہم نے اتنی محنت کی تھی، اس کا کوئی اور صلہ تو اس عمارت سے نہیں مل سکا تھا، چنانچہ یہی بات غنیمت معلوم ہوئی اور ہم دونوں مل کر اس بوڑھے کو وہاں سے نکال لائے۔ ہم اسے ٹوکیو لے آئے اور چونکہ ہم دونوں کی حیثیت کاروباری نوعیت کی تھی اور ہم چیمبر آف

کامرس کے ممبر بھی تھے اور کچھ ایسے اختیارات رکھتے تھے کہ ہمیں بوڑھے کو وہاں سے نکال لانے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی۔

" ہم بوڑھے کو لے کر فرانس پہنچ گئے، حسن بھی میرے ساتھ راستے میں ہم نے اسے ایک بیمار آدمی کی حیثیت دی تھی اور نہایت احتیاط کے ساتھ اسے ایسی دوائیں دیتے رہے تھے کہ وہ نیم بیہوشی کی کیفیت میں رہے۔ بہرطور بغیر کسی دقت کے ہم فرانس پہنچ گئے، یہاں ہم نے بوڑھے کو ہوش میں لانے کی کارروائیاں کیں اور وہ ہوش میں آ گیا۔ اس کے ہوش میں آنے کے بعد یہ احساس ہوا کہ بوڑھا صحیح الدماغ نہیں ہے اس کے انداز میں ایک وحشت تھی اور اس کی کیفیت ایسی تھی کہ کسی بھی طرح اس پر اداکاری کا شبہ نہیں ہو سکتا تھا، بیشمار تجربات کیے گئے لیکن نتیجہ یہی نکلا کہ بوڑھا پاگل ہو چکا ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس کے پاگل پن میں ویلینی کا ہاتھ ہے یا کوئی اور بات؟ اس کا فیصلہ کرنا ذرا مشکل کام تھا۔ ہم نے بوڑھے کی دماغی کیفیت کا تجزیہ کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی لیکن کوئی صحیح نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا، حسن کو اپنے وطن واپس جانا تھا۔ اور بلجیم چنانچہ کچھ ایسے معاملات طے کیے گئے، جن کی بنیاد پر بوڑھا ہم دونوں کی مشترکہ ملکیت رہے، کیونکہ کاروبار کی دنیا میں دوستیوں پر انحصار نہیں کیا جاتا۔ حسن مجھ سے واقف تھا اور میں حسن سے۔ تقریباً دو ماہ کے بعد ہم نے ویلینی کی تلاش کے لیے تبت جانے کا پروگرام بنایا۔ بوڑھے کو فرانس ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہاں بھی میری رہائش گاہ تھی۔ پھر ہم دونوں تبت چل پڑے۔

" ڈیڑھ مہینہ ہم نے تبت کے مختلف علاقوں میں گزارا اور ویلینی کی تلاش میں سرگرداں رہے، ہمارے پاس بہتر وسائل نہیں تھے اور ہم کوئی موثر کارروائی نہیں کر سکتے تھے، البتہ جس طرح بھی ممکن ہو سکتا تھا، ہم ان مختلف علاقوں میں گھومتے ہوئے ویلینی کو تلاش کرتے رہے، لیکن اس کا اور اس کے دونوں بیٹوں کا کوئی سراغ نہیں ملا، یہاں سے مایوس ہونے کے بعد ہم فرانس واپس گئے اور اس وقت یہ طے ہوا کہ حسن بوڑھے کو اپنے ساتھ لے جائے گا اور اپنے پاس رکھے گا، اور اس کی ذہنی کیفیت کا تجزیہ کراتا رہے گا۔ ڈاکٹر طاہر علی ہم دونوں کا مشترکہ دوست تھا، حسن کے ذریعے ہی ڈاکٹر طاہر علی سے میرا تعارف ہوا تھا لیکن میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ ڈاکٹر طاہر علی کام کا آدمی ہے، چنانچہ میں نے خفیہ طور پر یہاں اسے اپنا نمائندہ مقرر کیا، اور ایک بہترین پیشکش کرتے ہوئے اس سے کہا کہ وہ بوڑھے پر نگاہ رکھے، ڈاکٹر طاہر علی بوڑھے کا معالج بن گیا اور مجھے اس کے بارے میں اطلاعات دیتا رہا۔ ڈاکٹر طاہر علی نے تجویز پیش کی کہ فی الحال بوڑھے کی دماغی کیفیت بحال نہیں ہونی چاہیے، بلکہ اسے بدستور معطل رہنا چاہیے۔ ڈاکٹر طاہر علی کا خیال تھا کہ بوڑھے کی یادداشت میں کوئی ایسی چیز پوشیدہ ہے جسے اس کا ذہن تلاش نہیں کر پا رہا۔ وہ اس چیز کو یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ذہنی تعطل اسے روک دیتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی نے کہا کہ وہ بوڑھے کی یادداشت واپس لا سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ اگر حسن کو درمیان سے نکال دیا جائے تو کیسا رہے گا؟

" بہرطور ابھی کوئی ایسی بات نہیں تھی میرے سامنے جس پر میں مکمل بھروسا کر سکتا لیکن ڈاکٹر طاہر علی سے تعاون ضروری تھا، کیونکہ یہی کام وہ حسن کے ساتھ مل کر بھی کر سکتا تھا، چنانچہ میں نے یہ بات منظور کر لی۔ اس دوران جیسا کہ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میں اپنی مصروفیات میں اس قدر کھویا رہا کہ بوڑھے کے سلسلے میں کوئی معقول کارروائی نہیں کر سکا، یہ خدشہ بھی مجھے ہمیشہ رہتا تھا کہ ڈاکٹر طاہر علی میرے بجائے اگر حسن سے مل گیا تو معاملہ گڑبڑ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر طاہر علی کو قابو میں رکھنا ضروری تھا البتہ میں نے اپنے ذہن میں ایک اور فیصلہ کر لیا تھا۔

" میں چاہتا تھا کہ بوڑھے کو خفیہ طور پر اپنی تحویل میں لے کر یہاں سے نکل جاؤں اور ڈاکٹر طاہر علی ا[illegible] کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکے۔ ویلینی کی تلاش کے لیے میں نے اب تک مسلسل کارروائیاں جاری رکھی ہیں۔ تبت میں میرے چند آدمی اس کا کھوج لگاتے پھر رہے ہیں لیکن ابھی تک ان کی طرف سے کوئی حوصلہ افزا اطلاع نہیں مل سکی ہے۔ اور اب یہ بوڑھا ہی میری تمام تر توجہ کا مرکز ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا پوچھنا چاہتے ہو نوجوان؟" میکے براؤن کا لہجہ عجیب سا تھا۔

میں اس پُراسرار کہانی میں بُری طرح اُلجھا ہوا تھا۔ معاملہ میری توقع سے کہیں بڑھ کر تھا، بیحد اُلجھا ہوا اور بہت ہی عجیب۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ اس میں ندرت کا کہیں کوئی ذکر نہیں تھا۔ میں ندرت کو بوڑھے سے منسلک نہ کرتا اگر اس کا کردار اتنا تعجب خیز نہ ہوتا، آج بھی میرے ذہن میں وہ لمحات ابھر آئے جب میں نے ندرت کو بڑے پیار سے بوڑھے سے لپٹے ہوئے دیکھا تھا، اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، یہ صرف انسانی ہمدردی نہیں ہو سکتی، اس کے پس پردہ کوئی اور جذبہ تھا۔ وہ جذبہ کیا تھا، اس کا تجزیہ کرنے سے بہت سی نئی باتیں سامنے آ سکتی تھیں، یہ بھی سوچا جا سکتا تھا کہ ندرت صرف حسن صاحب کی دریافت ہو۔ اور انھوں نے اسے مکمل طور پر ہر شخص سے پوشیدہ رکھا ہو۔ یہ سب کچھ سوچنے

کا وقت نہیں تھا، ایک انتہائی چالاک آدمی میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا، اور میرے چہرے کی معمولی سی شکن بھی اُسے میرے بارے میں شبہے کا شکار کر سکتی تھی۔ چنانچہ میں سنبھل گیا۔ میکے براؤن کی آواز ابھری: "نوجوان، تمھیں اتنا بڑا راز بتا دینے کا مطلب یہ ہے کہ اب تم اخلاقی طور پر بھی میرے ساتھ تعاون کے لیے مجبور ہو، ورنہ میں کسی قیمت پر ایک چوتھا آدمی پسند نہیں کرتا۔"

"مسٹر میکے براؤن، میں اپنے سلسلے میں آپ کے اس اعتماد کو ذہانت کے منافی سمجھتا ہوں، آپ نے خود ایک چوتھا آدمی پیدا کیا ہے، کیا ان تمام باتوں سے واقف ہونے کے بعد میں اپنے طور پر کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔ جبکہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو ڈاکٹر طاہر علی اور حسن صاحب میرا ساتھ دے سکتے ہیں، پھر آپ نے ایسا کیوں کیا؟ میں واقعی حیران ہوں۔"

میکے براؤن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، پھر اُس نے آہستہ سے کہا "اس لیے میرے نوجوان دوست کہ میں تمھارے اندر ایک ایسا نوجوان دیکھ چکا ہوں، جو دیانتدار ہے۔ خود اعتماد ہے اور ضدی بھی۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ کوئی کام تنہا نہیں کیا جا سکتا، میں جانتا ہوں حسن سے تمھیں صرف اتنا لگاؤ ہے کہ وہ اس وقت تمھارا باس ہے، ڈاکٹر طاہر علی سے براہ راست تمھارا کوئی واسطہ نہیں ہے، اگر تم اس سلسلے میں ان دونوں سے تعاون کرو گے تو اس کے پس پردہ صرف دولت کے حصول کی خواہش ہی کارفرما ہو گی۔ اگر اس طرف سے میں تمھیں مطمئن کر دوں تو پھر مجھ سے غداری کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔ اور پھر تم جیسے لوگ غدار نہیں ہوتے، اس کا تھوڑا بہت مجھے بھی اندازہ ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے سوچ سمجھ کر کیا ہے اور اگر یہ کارروائی مجھے کوئی نقصان پہنچاتی ہے تو اس کا ذمہ دار سو فیصدی میں اپنے آپ کو قرار دوں گا۔ تم اپنے طور پر آزاد ہو، فیصلہ کرنا تمھارا کام ہے کہ تم کس کا ساتھ دو گے، یہ کارروائی جو میں تمھارے ذریعے کرنا چاہتا ہوں، یہاں خفیہ رہ کر میں اپنے طور پر بھی کر سکتا تھا۔ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میرے وسائل اتنے محدود نہیں ہیں، لیکن ایک مناسب آدمی میرے سامنے آ گیا ہے تو پھر مجھے اِدھر اُدھر بھٹکنے کی کیا ضرورت ہے۔ تمھارے ذہن میں اس بارے میں جو کچھ بھی آئے، مجھ سے کہہ دینا، اگر میں وہ نہ کر سکا تو پھر تمھیں اختیار ہو گا کہ جو جی چاہے کرو۔"

اس کے بعد کیا گنجائش رہ جاتی تھی، میکے براؤن کو مطمئن کرنا ضروری تھا، میرا خیال تھا کہ اس کی تمام شیطانی صلاحیتیں اس وقت گہری نیند جا سوئی تھیں، کیونکہ وہ یہ بات بھی جانتا تھا کہ محسن میرا دوست ہی نہیں درحقیقت محسن بھی ہے۔ جس نے بیکسی اور بے بسی کے عالم میں گھر سے نکلنے کے بعد مجھے شہر کے فٹ پاتھوں کی ٹھوکریں کھانے کے لیے نہیں چھوڑا تھا، بلکہ ایک باعزت مقام دیا تھا۔ ایک خوددار اور خوداعتماد آدمی کے لیے یہ بات بہت بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن شاید میکے براؤن کے ذہن میں یہ سب کچھ نہ ہو اور وہ اس اندازِ فکر کا مالک نہ ہو۔ تاہم اُسے اطمینان دلانا ضروری تھا، چنانچہ میں نے اپنے لہجے کو بھرپور تاثر دیتے ہوئے کہا: "ٹھیک ہے مسٹر میکے براؤن، آپ کے اس اعتماد کو مجروح نہیں کیا جائے گا۔ میں آپ کی ہدایت کے مطابق ہی تمام کام کروں گا۔"

اس دوران کھانا آ گیا تھا جس کے دوران سلسلہ گفتگو جاری رہا۔

"اب یہ بتاؤ اس سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"میرا خیال ہے آپ اپنا آئندہ پروگرام بھی مجھے بتا دیں یا اگر نہ بتانا چاہیں تو اس کے لیے میں اصرار نہیں کروں گا۔"

"میری خواہش ہے کہ بوڑھے کو خفیہ طور پر یہاں سے نکال لے جاؤں۔ اس کے لیے مجھے کچھ کارروائیاں کرنی ہیں مثلاً اُسے یہاں سے نکال لے جانے کا بندوبست میں اسی طرح کر سکتا ہوں جس طرح ہم جاپان سے اس بوڑھے کو لے کر فرانس پہنچے تھے، ان تمام باتوں سے پہلے ہمیں ایک ایسے خفیہ ٹھکانے کی ضرورت ہے جہاں لے جا کر ہم بوڑھے کو رکھ سکیں!"

"ہاں اس کے لیے کوئی عارضی جگہ حاصل کی جا سکتی ہے کوئی مناسب کرائے کا مکان۔"

"یقیناً یہی مناسب ہو گا۔"

"وہ میں کر لوں گا، اگر کوئی خاص علاقہ آپ کے ذہن میں ہو تو آپ فرما دیجیے، ورنہ کسی بھی مناسب جگہ ایک دو ماہ کے لیے کوئی عمارت حاصل کی جا سکتی ہے یہ کام یہاں کے پراپرٹی ڈیلر کر سکتے ہیں، اور میرا خیال ہے اس میں کوئی مشکل نہیں ہو گی۔"

"تم کل دن میں یہ کام کر لو اور اس سلسلے میں جو بھی اخراجات ہوں مجھے ان کا بل دے دو، میں ادا کر دوں گا بلکہ تم مزید کچھ رقم رکھ لو وہ تمھارے کام آئے گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے مسٹر میکے براؤن۔ جولیا نے پچاس ہزار روپے مجھے دیے ہیں۔ وہ اس کام میں آ سکتے ہیں۔"

"نہیں ڈیئر، وہ اب تمھاری ملکیت ہیں۔ اس کے علاوہ بھی تمھیں کچھ رقم دے دوں گا، جسے تم ایڈوانس تصور کرنا۔ میں چاہتا ہوں کہ اب تم کوئی بے حیثیت انسان نہ رہو۔ تمھیں کسی کی ملازمت کی ضرورت پیش نہ آئے۔ ہم اپنی پلاننگ کچھ اس طرح کر سکتے ہیں کہ تم بوڑھے کو اغوا کر کے اس عمارت میں پہنچا دو، اور وہاں اس کے تحفظ کا معقول بندوبست کر دو، اور اس کے بعد میں اسے یہاں سے لے جانے کی کارروائیاں کر لوں، جب میں واپس پہنچ جاؤں تو کچھ عرصے کے بعد تم یہ ملک چھوڑ کر میرے پاس آ جاؤ اور ہم مشترکہ طور پر کام شروع کریں۔ مجھے یقین ہے کہ ویلینی کی تلاش میں اور اس بوڑھے کے ذہن سے اس کا راز اگلوانے میں تم میرے بہترین معاون ثابت ہو گے!"

"یقیناً! بوڑھے کے ساتھ میں نے جو طرزِ عمل اور طریقِ کار اختیار کیا ہے، اس کے نتائج خاصے بہتر نظر آتے ہیں۔"

"میں تمھاری صلاحیتوں پر مکمل بھروسا کرتا ہوں، ورنہ میکے براؤن کے منہ سے اس کا راز اگلوا لینا آسان کام نہیں تھا۔" میکے براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر مجھے اجازت، آپ سے اب یہیں ملاقات ہو گی۔"

"ہاں! تم مجھے یہاں رِنگ کر سکتے ہو لیکن یہاں میرا نام جارج فش ہے، ذہن میں رکھنا۔"

"ٹھیک ہے! میں یاد رکھوں گا۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا پھر میکے براؤن نے بڑی گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔

جب میں کوٹھی میں داخل ہوا تو ماحول سنسان تھا۔ عمارت کے رہنے والے اپنے حال میں مست لوگ تھے۔ کبھی دل چاہا تو رات کو دن بنا دیا اور کبھی اس طرح خاموشی چھا جاتی کہ محسوس ہوتا کہ یہاں کسی انسان کا وجود ہی نہیں۔ مجھے یہ صورت حال بہت ہی پُرسکون محسوس ہوئی تھی اس وقت ذہنی دباؤ اس شدت پر تھا کہ میں کسی سے ملنا نہیں چاہتا تھا کریم بابا نے حسب معمول کھانے کے لیے پوچھا لیکن چونکہ میں کھانا کھا چکا تھا، اس لیے میں نے ان سے معذرت کر لی۔ اور اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔

خواب گاہ کا دروازہ بند کر کے میں رائٹنگ ٹیبل پر جا بیٹھا مجھے اس سلسلے میں پلاننگ کرنی تھی۔ کوئی ایسا منصوبہ ترتیب دینا تھا جو موثر ثابت ہو۔ میرا ذہن خیالات میں ڈوب گیا۔ بہت سی باتیں ذہن میں آئیں۔ یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، میں تین خطرناک انسانوں کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا۔ حسن صاحب جو سب کچھ ہونے کے باوجود خزانوں کے رسیا تھے اور ولادی واسکاٹ کے اس عظیم الشان خزانے کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی جو مجرمانہ طور پر اپنے دوست کے خلاف بھی کارروائی کر سکتا تھا اور جس کے تعلقات خطرناک لوگوں سے تھے میکے براؤن جو مکمل طور پر مجرمانہ ذہنیت کا مالک تھا۔ ان تینوں میں سے مجھے ایک آدمی کا انتخاب کرنا تھا اور صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے وہ شخص حسن صاحب کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ حسن صاحب کی شخصیت اس مرحلے پر آ کر پھر ایک دم پُراسرار سی ہو گئی تھی کیا وہ ولادی واسکاٹ کے خزانے سے مایوس ہو چکے ہیں یا پھر ان کا پروگرام مزید آگے بڑھ چکا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ بات زیادہ وزنی محسوس ہوتی تھی کیونکہ ندرت کا کردار اس میں شامل ہو گیا تھا جس کے بارے میں نہ میکے براؤن کو معلوم تھا اور نہ ڈاکٹر طاہر علی کو، اس کے ساتھ ساتھ ہی حسن صاحب کی لاپروائی بھی اپنے اندر ایک معنی خیزی رکھتی تھی۔ ساری باتیں اپنی جگہ تھیں۔ یہ کوئی ایسا کام نہیں تھا جسے جرم سے تعبیر کیا جا سکے۔ ایک خزانے کے حصول کے لیے اپنے اپنے طور پر کوششیں کی جا رہی تھیں، چنانچہ معاملات کسی بھی نہج پر پہنچیں، میرا فیصلہ حسن صاحب کے حق میں تھا اور اب حسن صاحب کے مفادات کے تحفظ کے لیے مجھے بوڑھے کی حفاظت کرنا تھی۔ مجھے اس بات پر خوشی تھی کہ مجھ جیسے ٹھنڈے ذہن اور صاف ستھرے ماضی کے مالک شخص کی ملاقات قادر جیسے کام کے آدمی سے ہو گئی تھی۔ قادر بلاشبہ اس وقت میرے لیے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

میں نے گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر ٹیلیفون اٹھا کر قادر کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ قادر سے رابطہ قائم ہونے میں کوئی دقت نہیں پیش آئی تھی۔ اس نے میرا نام سننے کے بعد دوستانہ انداز میں کہا۔ "کہو جانِ من سب خیریت تو ہے نا؟"

"یار قادر تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے!" میں نے بے تکلفی سے کہا۔

"کیا گڑبڑ ہو گئی یار۔ میں نے تو کوئی قصور نہیں کیا!"

"قصور تمھارا نہیں قادر! دراصل میں کچھ ایسے حالات میں پھنس گیا ہوں کہ تم میرے لیے بیحد اہم شخصیت بن گئے ہو، لیکن اپنی کاوشوں کا کوئی معاوضہ نہ لے کر تم نے میرے قدم روک دیے ہیں اور میں کوئی بات تم سے کہتے ہوئے بڑی جھجک محسوس کرنے لگا ہوں۔"

"یاری کوئی چیز نہیں ہوتی؟" قادر نے شکایتی انداز میں کہا۔

"قادر تمھارے سینے میں دوستی کے جس قدر زندہ جذبے موجود ہیں وہ میرے لیے بہت قیمتی ہیں پھر بھی اگر تم میرے ذہن سے یہ کانٹا نکال دو تو میں تمھارا شکرگزار ہوں گا۔"

"کوئی کام تو بتاؤ میرے یار، چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے بھلا قادر تم سے رقم لے گا؟ کوئی بڑا کام ہو مجھ سے تو ٹھیک ہے۔ تھوڑا بہت معاوضہ لے لیا جائے گا لیکن وہ بھی اس وقت جب تم دینے کی پوزیشن میں ہو گے۔ کام بتاؤ کوئی اور کام پیش آ گیا ہے کیا؟"

"ہاں قادر!"

"تو پھر بولو یار، اتنی زیادہ فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" قادر نے کہا۔

"کل کس وقت تم سے ملاقات کر سکتا ہوں؟"

"صبح سے لے کر رات تک جس وقت بھی تم چاہو۔" قادر نے کہا۔

"تو پھر ساڑھے پانچ سے لے کر چھ کے درمیان میں تمھارے پاس پہنچوں گا۔"

"ٹھیک ہے آ جاؤ اس وقت میں بالکل فارغ ہوں!" قادر نے کہا اور پھر رسمی گفتگو کے بعد میں نے فون بند کر دیا۔ میں اپنے ذہن میں ایک شاندار منصوبہ ترتیب دے چکا تھا۔

دوسرے دن صبح کو جب دفتر جانے کے لیے نکلا تو کوٹھی سے تقریباً دو میل دور ایک نسبتاً سنسان سڑک پر دفعتاً جولیا نظر آ گئی۔ وہ اپنی کار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ چونکہ میں نے دور ہی سے اُسے دیکھ لیا تھا اس لیے کار کی رفتار سست کر دی۔

"میں تمھارا ہی انتظار کر رہی تھی۔" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص بات ہے جولیا؟"

"رات بھر بے چین رہی ہوں۔ یہاں میں تفریحاً آنا چاہتی تھی لیکن ڈیڈی نے ایک مصیبت گلے میں ڈال دی ہے۔ ان لوگوں کے درمیان سے بار بار غائب ہو جانا بہت پریشان کن ہوتا ہے۔ سوالات کے جواب دینا مشکل ہو جاتا ہے، حالانکہ یہ سب بیحد مخلص ہیں۔"

"میڈم جولیا! یہ سڑک بھی مخدوش ہے۔ حسن صاحب اور اُن کے اہلِ خاندان اسی سے گذرتے ہیں۔"

"تو پھر الاسکا...."

"وقت پر پہنچنا بھی ضروری ہے!"

"بس تھوڑی دیر! یہ بتاؤ ڈیڈی سے تمھاری کیا گفتگو ہوئی؟"

"ہم دونوں ایک دوسرے سے مطمئن ہو گئے ہیں۔"

"کیا تم ہمارے ساتھ چلو گے؟"

"ابھی نہیں! لیکن بالآخر مجھے تمھارے پاس آنا ہوگا۔"

"بات ہو گئی ہے ڈیڈی سے؟" اُس نے خوش ہو کر پوچھا۔

"ہاں!"

"گڈ نیوز! میں آج کا دن انھیں کے ساتھ گذاروں گی۔ دراصل تمھیں فون کرتے ہوئے بھی خوف محسوس ہوتا ہے۔ براہِ راست ایجنسی میں بھی نہیں آ سکتی۔"

"ہاں! یہ کسی طور بھی مناسب نہیں ہوگا!"

"تو پھر ملاقاتیں کیسے ہوں، یہ بتاؤ۔"

"کوئی ترکیب سوچ لیں گے۔ یہ وقت اس کے لیے مناسب نہیں ہے۔" میں نے اُلجھتے ہوئے کہا۔ برابر سے گذرنے والے ہمیں غور سے دیکھتے ہوئے گذر رہے تھے۔

بمشکل تمام جولیا سے چھٹکارا ملا اور میں آفس چل پڑا۔ حسن صاحب ابھی نہیں آئے تھے۔ یہاں سے میں نے چند پراپرٹی ڈیلروں سے فون پر بات کی اور ایک ڈیلر نے مجھے ایک عمدہ علاقے میں کرائے کی ایک عمارت بتائی۔ میں نے فون پر ہی اس سے عمارت کی تفصیل پوچھی اور معاملات طے کر لیے۔ میں نے اُس سے کہا کہ میں ٹھیک ساڑھے چار بجے ملاقات کروں گا۔ ڈیلر سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے میکے براؤن کو فون کیا۔

"عمارت کا بندوبست ہو گیا ہے، آج چار پانچ بجے تک میں اُسے حاصل کر لوں گا۔"

"گڈ! میری بیٹی میرے پاس موجود ہے، ہم دونوں تم سے بہت مطمئن ہیں۔ دوسرے کام کا کیا طے ہوا؟" میکے براؤن نے گفتگو میں کافی احتیاط برتی تھی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا!"

"کب ملاقات کرو گے؟"

"کام ہونے کے بعد! میرا مطلب ہے تیاریوں کے بعد۔"

"ہاں کوئی حرج نہیں ہے، مجھے بھی ایسی جلدی نہیں ہے!" براؤن نے جواب دیا۔ اس کے بعد میں نے فون بند کر دیا اور دفتر کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

شام چار بجے میں نے سیٹ چھوڑ دی۔ پہلے میں پراپرٹی ڈیلر سے ملا، اور اس کے ساتھ ہی عمارت دیکھنے گیا۔ عمارت بہت عمدہ تھی لیکن یہ صرف میکے براؤن کو مطمئن کرنے کے لیے حاصل کی گئی تھی۔ ورنہ میرے پروگرام کے تحت اس کا کوئی مصرف نہیں تھا۔ اصل کام کچھ اور ہی تھا۔ ساڑھے پانچ بجے میں قادر کے ہوٹل پہنچ گیا۔ یہ بُرا آدمی اس وقت میرے لیے بہت قیمتی ہو گیا تھا۔ اُس نے میرا پُرتپاک استقبال کیا۔

"کس چکر میں اُلجھ گئے ہو میری جان! اس خوب صورت چہرے پر فکر کی جتنی لکیریں ہیں مجھے دے دو۔ تمھارا چہرہ صاف رہنا چاہیے!"

"یار قادر! تم اتنے مخلص نکلو گے مجھے اندازہ نہیں تھا۔"

"میں تم سے اتنا پیار کرنے لگوں گا اس کا مجھے بھی اندازہ نہیں تھا غزالی۔ مگر بات کچھ اور ہے!"

"کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ اور قادر مسکرانے لگا۔

"یار میں فلسفہ نہیں جانتا۔ نہ مجھے اس سے دلچسپی ہے لوگ فطرتاً بُرے نہیں ہوتے، ماحول انھیں بُرا بنا دیتا ہے۔ کوئی خاندانی آدمی نہیں ہوں۔ باپ سنار تھا۔ درمیانی آمدنی لیکن پھر کسی اسمگلر سے اُس کی دوستی ہو گئی، اور وہ سنار جیولرز بن گیا۔ وہ جیولرز بنا تو ہم اپنے چھوٹے مکان کو چھوڑ کر

کوٹھی میں منتقل ہو گئے، پھر میرے باپ کو اپنی دقیانوسی بیوی بُری لگنے لگی۔ میری ماں میرے باپ کو دیوانوں کی طرح چاہتی تھی۔ وہ بیوی تھی اور میں اولاد۔ اُسے اولاد سے پیار تھا بیوی سے نفرت۔ جب اُس نے ایک نوجوان اور ماڈرن لڑکی سے شادی کر لی تو میری ماں کو ٹی بی ہو گئی۔ میں باپ کا اور کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا، بس بُرا بن کر اُسے اذیت دینے لگا۔ ماں مر گئی۔ سوتیلی ماں جیسی ہوتی ہے ویسی ہی تھی۔ میں باپ کی اس پسند کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکا، سوائے اس کے کہ اپنے سلسلے میں اس کی توقعات نہ پوری ہونے دوں۔

پھر وہ بُرائی عادت بن گئی، جس کے نتیجے میں، میں وہ کچھ بن گیا جو تمھیں نظر آ رہا ہوں۔ کچھ لوگ فطرتاً بُرے نہیں ہوتے حالات ان کے لیے راستے بناتے ہیں۔ تم سب کو میں اچھا سمجھتا تھا۔ تمھاری عزت کرتا تھا، اور خود کو تم جیسا نہ پا کر احساس کمتری کا شکار ہو جاتا تھا۔ اور یہی احساس مختلف شکلوں میں خاصا ظاہر ہوتا تھا۔ اب تم آئے تو کچھ فخر سا محسوس ہوا، یوں لگا جیسے میں بھی کام کا آدمی ہوں۔ یہ احساس بڑا قیمتی ہے اور اس کے صلے میں نوٹ کوئی قیمت نہیں رکھتے۔ سمجھتے ہو؟ ہاں یہ بتاؤ کہ کیا پیو گے؟" وہ مسکرا کر بولا۔

"کچھ بھی منگا لو۔" میں نے مضمحل لہجے میں کہا۔ قادر کی کہانی نے اداس کر دیا تھا۔ اس نے کافی کے ساتھ اور بھی بہت کچھ منگا لیا تھا۔ پھر اس نے کہا "اب تم اپنا کام بتاؤ۔"

"لمبا کام ہے قادر! اب میں تکلف نہیں کروں گا۔"

"مجھے خوشی ہوگی۔"

"دو آدمی اور درکار ہیں جن کا کوئی کام نہیں ہوگا۔ انھیں چند روز ایک کوٹھی میں رہنا ہوگا اور بس! اور انھیں یہ سمجھانا ہے کہ اگر کوئی اُن سے پوچھے کہ وہ کون ہیں تو وہ یہی جواب دیں کہ انھیں ایک شخص کی نگرانی کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔ اُس کی تفصیل میں انھیں سمجھا دوں گا۔ اس کے علاوہ ایک ایسی محفوظ جگہ کی ضرورت ہے جہاں ایک اغوا شدہ انسان کو کچھ عرصے رکھنا ہوگا۔ جگہ اتنی محفوظ ہونی چاہیے کہ نہ تو وہ وہاں سے فرار ہو سکے اور نہ کسی کو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے۔"

"کون ہے وہ؟ کوئی لڑکی؟"

"نہیں ایک بوڑھا آدمی!"

"ٹھیک! اغوا کون کرے گا؟"

"تم!"

"یہ بھی ٹھیک ہے! کب یہ کام کرنا ہے؟"

"وقت میں تمھیں بتا دوں گا!"

"ہوں!" قادر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا "اگر وہ جگہ شہر سے کچھ دور ہو تو؟"

"کوئی حرج نہیں ہے!"

"بس یہ کام بھی ہو جائے گا!"

"کوئی جگہ ہے ذہن میں؟"

"ہاں، دریا پار کالینی میں میرا ایک اڈا ہے۔ عمدہ جگہ ہے۔ کچھ کام ہوتے ہیں وہاں۔ لیکن تمھاری ضرورت پوری ہو جائے گی۔"

"یہ بڑا مسئلہ تھا میرے لیے قادر۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"چلو یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا اور کوئی بات!"

"ہاں!"

"کہو۔"

"اسے اغوا کرنے کے لیے ایک گہری چال چلنی ہوگی۔ مجھے تمھارے ہی آدمیوں کے دو گروپ درکار ہوں گے۔ ایک گروپ وہ جو اُسے اغوا کر کے لے جائے گا لیکن راستے میں تمھارا ہی دوسرا گروپ انھیں روک کر اُسے دوبارہ اغوا کر لے گا اور یہ دوسرا گروپ اُسے کالینی لے جائے گا۔"

"گڈ... ویری گڈ... چکر کیا ہے یار؟ کچھ تو بتا دو۔ اسکیم اتنی عمدہ ہے کہ پھڑک کر رہ گیا ہوں۔ کسی کو ڈبل کراس کرنا ہے۔"

"ہاں قادر! ڈبل بھی نہیں بلکہ ٹرپل کراس سمجھو۔ چکر کے بارے میں تفصیل ادھار رہی۔ تمھیں معلوم ہے کہ میں محسن کے گھر رہ رہا ہوں۔ محسن میرا دوست ہے اور اس کے اہلِ خاندان میرے لیے قابلِ احترام ہیں۔ یہ بوڑھا شخص جس کی نگرانی کے لیے میں نے تمھارے ایک آدمی کو لگا رکھا ہے کچھ غیر ملکیوں کے لیے باعثِ دلچسپی ہے۔ وہ حسن صاحب کا کوئی عزیز نہیں بلکہ ایک اجنبی شخصیت ہے۔ غیر ملکی میرے ذریعے اُسے اغوا کر لینا چاہتا ہے۔ اگر یہ کام میں نہیں کروں گا تو وہ کچھ اور لوگوں کو اس پر آمادہ کرے گا۔ حسن صاحب شریف انسان ہیں، وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے میں یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔ اُسے اغوا کرواؤں گا، پھر دوبارہ اغوا کرا دوں گا اور اس طرح بوڑھا، حسن صاحب ہی کے پاس رہے گا۔"

"گڈ... بلکہ ویری گڈ! مگر اس غیر ملکی نے تم سے رابطہ کیسے قائم کیا؟ معاف کرنا، صرف دلچسپی کی وجہ سے پوچھ رہا ہوں۔"

"لمبی کہانی ہے۔ ادھار رہی۔"

"چلو ٹھیک ہے! کام ہو جائے گا۔ بس تم اشارہ کرو۔ بلکہ فیروز خان کو بھیج دینا میرے پاس۔ وہ تمھیں بتا بھی دے گا... باقی میں سب سنبھالی لوں گا۔"

"بیحد شکریہ قادر! لیکن اب تم نے یہ اندازہ تو لگا لیا ہوگا کہ اس سلسلے میں اخراجات میرے نہیں ہو رہے... اس لیے تم۔"

"مگر جس کے اخراجات ہوں گے اس کا کام تو نہیں ہوگا۔" قادر مسکرا کر بولا۔

"موذی کو مارنا ثواب ہے!"

"یار میرے پاس بہت کچھ ہے۔ کام ٹھیک ہو جانے پر ان سب کو ہزار ہزار روپے دے دینا خوش ہو جائیں گے، بس اُس موضوع پہ اور کوئی بات مت کرنا۔"

"دو آدمی جو یہ کام کریں گے کب تک مل جائیں گے مجھے؟"

"کل فیروز خان کو پتا بتا کر بھیج دینا۔ دن کو دس بجے کے قریب۔ وہ اُن دونوں کو وہاں پہنچا دے گا۔"

"شکریہ قادر اب اجازت دو۔" قادر نے پہلے سے بھی زیادہ گرمجوشی سے مجھے رخصت کیا۔ اُس سے مل کر میرا ذہن بہت ہلکا ہو گیا تھا۔ اگر قادر جیسا آدمی نہ ملتا تو میں تنہا یہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے بڑی نوک پلک سنوار کر یہ منصوبہ بنایا تھا اور اس وقت اس سے عمدہ کوئی منصوبہ نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس پر عمل کے بعد میرے لیے بھی کافی پریشانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ ممکن ہے حسن صاحب بھی بددل ہو جائیں لیکن وقتی طور پہ سب کچھ برداشت کرنا ہوگا۔ اس کے بعد حسن صاحب کو ساری تفصیل بتا کر سنبھالا جا سکتا تھا۔

میں جونہی کوٹھی میں داخل ہوا' غول بیابانی نے میری کار پہ حملہ کر دیا۔ دوسرے دن چھٹی تھی اور یہ لوگ پکنک کا پروگرام بنا چکے تھے جن میں میرا نام بھی شامل تھا۔ ان سے بچ نکلنے کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی اور مجبوراً مجھے چلنے پر تیار ہونا پڑا۔ دوسرے دن کے معاملات ایسے سنگین نہیں تھے اس لیے یہ دن ضائع کرنے میں کوئی حرج بھی نہ تھا۔ واپس آکر بوڑھے بابا کے پاس گیا تو قادر بیگ نے اشارے سے بتایا کہ سب ٹھیک ہے اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ وہ سمجھدار آدمی تھا اور ہدایت کو اچھی طرح ڈیل کر رہا تھا اس لیے ہدایت کو اس سے کوئی شکایت نہیں پیدا ہو سکی تھی۔

اس کام سے فارغ ہو کر مجھے فیروز خان کو بھی اسی وقت کل کے بارے میں ہدایات دینا تھیں۔ میں ٹہلنے کے سے انداز میں کوٹھی سے نکل آیا۔ فیروز خان اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا۔ میں خود ہی اُس کے قریب پہنچا تو وہ حیران رہ گیا۔ "تمھاری ڈیوٹی سب سے زیادہ سخت ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"نہیں صاحب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں مزے میں ہوں۔ ہم لوگ تو ایسے کاموں کے عادی ہوتے ہیں۔"

"کل دس بجے واپس چلے جانا فیروز، میں تمھیں ایک [illegible] بناتا

ہوں اُسے ذہن نشین کر لو، کل دو آدمیوں کو وہاں پہنچا دینا۔ ماسٹر کو تمام صورت حال معلوم ہے۔"

"ٹھیک ہے صاحب بعد میں، واپس آکر اپنی ڈیوٹی سنبھال لوں؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا اور پھر وہاں سے واپس آگیا۔ انیکسی میں داخل ہوا تو کریم بابا کے کسی سے گفتگو کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اندر پہنچا تو جولیا نظر آئی۔ "اوہ! کہاں چلے گئے تھے گازالی؟"

"بس ذرا ایسے ہی، خیریت؟" میں نے تعجب سے جولیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ پہلی بار اس طرح انیکسی میں آئی تھی۔

"سب خیریت ہے پریشان کیوں ہو گئے؟ آؤ اندر چلو!" اُس نے کہا اور میں اندر آگیا۔ جولیا نے ایک نگاہ چاروں طرف ڈالی اور پھر ایک جگہ منتخب کر کے بیٹھ گئی۔

"کچھ پیو گی جولیا؟"

"ہاں، چائے!" اُس نے جواب دیا۔ بہت زیادہ حیرت کا اظہار اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس لیے میں نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا کریم بابا کو بلا کر چائے بنانے کی ہدایت کی اور پھر جولیا کے سامنے آ بیٹھا۔

"تم نے تو پہلی ہی ملاقات میں ڈیڈی کا دل جیت لیا گازالی۔ ورنہ وہ بہت سخت دل انسان ہیں۔ کبھی کسی سے متاثر نہیں ہوتے یقین کرو مجھے تو بہت حیرت ہوئی ان کی باتیں سُن کر۔ ویسے بھی معاف کرنا، ڈیڈی مشرقیوں کو احمق سمجھنے کے عادی ہیں۔"

"یہ غلط فہمی تو آپ کی پوری نسل کو تھی جولیا۔ کچھ اس جنت سے نکل آئے، کچھ ابھی تک وہیں موجود ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں نکل آنے والوں میں سے ہوں۔ اس لیے براہ کرم مجھ پر چوٹ نہ کرو۔" اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر بولی "ڈیڈی کہہ رہے تھے کہ تم سخت مزاج، ذہین اور پھرتی سے عمل کرنے والوں میں سے ہو۔ کہہ رہے تھے کہ اتفاق سے ایک ایسا شخص مل گیا ہے جس سے مستقبل میں بھی بہت سے اہم کام لیے جا سکتے ہیں وہ تمھیں فرانس لے جائیں گے بلکہ یوں سمجھو اب تم ہم میں سے ایک ہو۔"

"جولیا! آپ بلجیم سے آئی تھیں، فرانس سے آپ کا کیا تعلق ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بلجیم میں ہم نے بعد میں رہائش اختیار کی تھی۔ پہلے ہم پیرس میں ہی تھے۔ وہاں اب بھی ہماری کافی جائداد اور کاروبار ہے۔"

"آپ کے ڈیڈی مجھ سے مطمئن ہیں۔"

"ہاں! جبکہ یہ اُن کی فطرت کے خلاف ہے۔ ہمارے درمیان

بہت سی باتیں ہوئی ہیں اور ڈیڈی نے مجھے تم سے دوستی کی اجازت دے دی ہے۔ بلکہ میں نے نہایت چالاکی سے یہ اجازت حاصل کی ہے!"

"وہ کیسے؟"

"میں نے ہما کے بارے میں، ڈیڈی کو بتا دیا۔ یہ تفصیل سُن کر وہ سوچ میں ڈوب گئے پھر بولے کہ کیا ہما 'گازالی پر اس حد تک اثرانداز ہو سکتی ہے کہ وہ ڈاکٹر طاہر علی کے لیے کام کرنے پر مجبور ہو جائے میں نے کہا اس کے امکانات ہیں۔ تو انھوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے، کسی بھی قیمت پر نہیں ہونا چاہیے پھر انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں ہما کے اثرات ختم کرنے کے لیے تم سے دوستی کروں۔ اور میں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔"

مجھے ایک دم ہنسی آگئی، میں نے کہا "مسٹر براؤن ہر محاذ پر لڑنے کے عادی ہیں مس جولیا۔"

"وہ ایک تجربے کار جرنیل ہیں۔ کوئی محاذ خالی نہیں چھوڑتے۔"

"لیکن یہ تو آپ کی شرارت ہے!"

"مجبوری تھی، تم سے دوستی رکھنے کا اور کوئی طریقہ نہ تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"ڈیڈی آسانی سے تو مجھے تم تک نہ آنے دیتے۔ اب مجبوری ہے جس راستے پر انھوں نے مجھے دھکیلا ہے اس پر دوڑتی ہوئی میں اتنی دور نکل جاؤں کہ واپسی ممکن نہ ہو تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟" جولیا نے شرارت سے آنکھیں نچاتے ہوئے کہا۔

"اس طرح کچھ الجھنیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں جولیا۔" میں نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"مثلاً!"

"ڈاکٹر طاہر علی نے بھی یہی راستہ اختیار کیا ہے۔ وہ ہما کے توسط سے ہی مجھ تک پہنچے ہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے!"

"ہما انھیں تمھارے بارے میں ضرور بتا دے گی اور طاہر علی الرٹ ہو جائے گا۔ وہ یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ تم نے مسٹر براؤن کے ایما پر یہ راہ ہموار کی ہے۔"

"سوچتا رہے۔ ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ ہاں تمھارے بارے میں ابھی تک الجھی ہوئی ہوں۔"

"کیوں؟"

"تمھارے اپنے دل میں ہما کا کیا مقام ہے؟"

"میں اس کے راز افشا نہیں کرتا۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تنویر اور فریحہ بتا چکی ہیں۔ اسی لیے تو میں نے ہمت نہیں ہاری۔ میں جانتی ہوں تم ہما کو ذرا بھی گھاس نہیں ڈالتے اور صرف محسن اور فریحہ کے لیے اُسے برداشت کرتے ہو۔ ویسے ڈاکٹر طاہر علی خود بھی اناڑی ہے۔ اُس نے خود ہی مجھ سے کہا تھا کہ میں تم سے ملاقات کر کے میکے براؤن کی طرف سے سودے کی بات کروں۔ میں اس کا مقصد اچھی طرح سمجھ گئی تھی لیکن میں نے اس موقع سے پورا فائدہ اُٹھایا۔"

"کیا مقصد تھا اس کا؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھے منظرِ عام پر لا کر وہ تم پر رعب ڈالنا چاہتا تھا' اور اس کے ساتھ ہی میرے شانوں کا بوجھ بھی ہلکا کرنا چاہتا تھا تاکہ تمھیں شریکِ راز کرنے سے اگر کوئی نقصان پہنچ جائے تو ذمہ داری صرف اس پر نہ آئے۔ تمھارے سلسلے میں اُس کے ذہن میں خدشات تو ضرور ہوں گے یہ پہلو اُس نے نہیں سوچا تھا کہ اس طرح تمھارے اور ڈیڈی کے درمیان براہِ راست بھی واسطہ ہو سکتا ہے؟"

"یہ تمھارا تجزیہ ہے جولیا!" میں نے محبت سے کہا۔

"ہاں! بزنس مین کی بیٹی ہوں!"

"خوب!" میں نے گہری سانس لی۔ کریم بابا نے چائے کے برتن نفاست سے سجا دیے۔ جولیا نے خود اُٹھ کر چائے بنائی، پھر چائے پینے کے بعد وہ اُٹھ گئی۔ میں اُسے نیچے تک چھوڑنے گیا۔

❋

دوسرے دن سویرے تنویر آگئی۔ اُسی نے مجھے جگایا تھا۔

"خالقِ کائنات نے اس جہاں کو اتنا حُسن بخشا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ کبھی اُبھرتے سورج کا منظر بھی دیکھ لیا کریں!"

"بہتر!" میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھنا شروع کر دیا۔ اور تنویر جھینپ گئی۔ وہ گردن جھکا کر ہنسنے لگی تھی۔ "تبھی تو میں کہوں کہ یہ لڑکیاں آپ کے معاملے میں اتنی احمق کیوں بن جاتی ہیں۔ جبکہ آپ زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ یہ حرکتیں ہی ہیں جو انھیں بیوقوف بناتی ہیں... جلدی سے اُٹھیے دیر ہو رہی ہے۔ جلیے اچھا ہو کر آجائیے، سب انتظار کر رہے ہیں۔" وہ اس طرح جھینپی کہ رک نہ سکی۔

میں نے بستر چھوڑ دیا۔ غسل کر کے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا اور پھر باہر نکل آیا۔ تین گاڑیاں تیار کھڑی تھیں۔ ان کی ڈکیاں سامان سے بھری ہوئی تھیں۔ پکنک کے لیے ایک کھنڈر کا علاقہ منتخب کیا گیا تھا جہاں تاریخی عمارتیں بکھری پڑی تھیں۔ میں اس سے قبل بھی یہ علاقہ دیکھ چکا تھا۔

سفر شروع ہو گیا۔ ہما بہت خوب صورت لباس میں تھی۔ جولیا نے اپنی دانست میں وہ تمام سامان کر لیا تھا جو کسی کو تباہ کرنے

کے لیے کافی ہو۔ ندرت بھی سادہ لباس میں موجود تھی۔ اتنی ہی خاموش اتنی ہی سنجیدہ۔ پکنک پوائنٹ پر پہنچ کر ملازمین انتظامات میں مصروف ہوگئے۔ ہم سب ایک جگہ منتخب کرکے بیٹھ گئے۔ جولیا کھنڈرات کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ بولی: "بیٹھے رہنا تو عقل مندی نہیں بہتر ہے کہ سب اپنے طور پر تفریح کریں۔"

محسن نے جلدی سے اس کی بات لپک لی "کیا عمدہ تجویز ہے آؤ فریحہ!" فریحہ ہنستی ہوئی کھڑی ہوگئی۔ ہما کو ذرا دیر ہوگئی، وہ اٹھی ہی تھی کہ جولیا نے بے تکلفی سے میری کلائی پکڑتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے ان کھنڈرات کی تفصیل بتاؤ۔ تمھیں یقیناً ان کے بارے میں معلوم ہوگا؟"

اس موقع پر میں ہما سے آنکھ ملانے کی ہمت نہیں کرسکا تھا۔ جولیا سے بھی کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا، چنانچہ میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ اور جتنی جلدی ممکن ہوسکا کھنڈرات میں داخل ہوگیا۔

"کیا وہ آپ کو ساتھ لائی ہے!" جولیا نے کہا۔

"آپ کے اس اچانک حملے کے لیے وہ بالکل تیار نہیں تھی۔"

"بہت تیاریاں کرے گی۔ پلیز گازالی اب اس کا کھیل ختم کردو۔ میں بھی عورت ہوں میرے بھی جذبات ہیں۔ اب میں اس سچولیشن کو کھیل میں بھی برداشت نہیں کرسکتی۔"

"آپ کے وجود میں کوئی مشرقی روح ہے جولیا۔ یورپ تو بہت جدید ہے۔"

"یہی سمجھ لو!"

"میں اگر راستے میں رہ گیا تو کہیں کا نہ رہوں گا!"

"مجھ پر اعتبار کرنے کی کوشش کرو۔" جولیا سنجیدہ ہوگئی۔

"آؤ میں تمھیں ان کھنڈرات کے بارے میں بتاؤں۔"

"نہیں مجھے صرف اپنے بارے میں بتاؤ۔ مجھ سے میرے بارے میں پوچھو۔ میں... میں گازالی میں..." جولیا میرے نزدیک آگئی۔ "میں اپنی زندگی میں..."

قریب ہی کوئی پتھر لڑھکا، اور جولیا سنبھل گئی۔ قدموں کی چاپ نمایاں ہوگئی۔ پھر محسن اور فریحہ نظر آئے: "یہ آپ لوگ ہمارا تعاقب کیوں کررہے ہیں۔" محسن نے کہا۔ فریحہ ہنسی روکنے کی کوشش کررہی تھی اس کا چہرہ سرخ ہورہا تھا۔

"میرا قصور نہیں ہے بڑے بھائی" میں نے کھسیاتے ہوئے کہا، اور محسن کا قہقہہ ابل پڑا۔ فریحہ بھی بے تحاشا ہنس پڑی تھی۔ میں ان کی ہنسی کی وجہ سمجھ رہا تھا۔

"آیئے ہم کو واپس لے چلیں۔" محسن نے کہا۔

"ابھی تو میں ان کھنڈرات کے بارے میں کچھ بھی نہیں جان سکی۔" جولیا نے احتجاج کیا۔

اچانک مجھے احساس ہوا کہ ہم نے بداخلاقی کی ہے۔ تنویر ہے، دوسرے لوگ ہیں۔ وہ کچھ عجیب محسوس کررہے ہوں گے "آؤ غزالی!" محسن نے کہا اور واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ جولیا کا موڈ خراب ہوگیا تھا لیکن محسن نے اس کی پروا نہیں کی۔ میں پلٹا تو جولیا نے بھی آگے قدم بڑھا دیے۔

تنویر، ہما سے باتیں کررہی تھی۔ میں نے ہما کی آنکھوں میں شدید غصے کی چمک دیکھی۔ تنویر چہکی: "اتنی جلدی کیا کھنڈرات میں بھوت نظر آگئے تم لوگوں کو؟"

"نہیں وہاں جاکر ہمیں احساس ہوا کہ ہم بھوتوں کو تو وہیں چھوڑ آئے ہیں۔ اور وہ کھنڈرات بھوتوں کے بغیر بے رونق لگ رہے تھے۔" محسن نے کہا۔ محسن کے دونوں بھائی ندرت سے باتیں کررہے تھے اور ندرت مسکرا رہی تھی۔ میں نے پہلی بار اسے مسکراتے دیکھا تھا۔ مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کی اجنبیت نہ جانے کہاں غائب ہوگئی تھی میں ایک لمحے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"کیا یہیں بیٹھ کر وقت گذارا جائے گا؟" تنویر نے کہا۔

"سب آزاد ہیں جس کا جو دل چاہے کرے۔" محسن بولا۔ اور پھر میرا بازو پکڑ کر وہاں سے ہٹ گیا۔ "تمھاری وجہ سے ہم نے اتنے خوب صورت وقت کی قربانی دی ہے۔ فریحہ نے تم دونوں کو دیکھا تو گھبرا کر بولی کہ اسے دیکھو وہ جولیا، غزالی بھائی کو پکڑ لائی ہے۔ اور ہم تمھیں بچانے چل پڑے۔ اور پھر ہم نے سُنا، مجھ پر اعتبار کرنے کی کوشش کرو۔ اور جواب سُنا۔ آیئے میں آپ کو کھنڈرات کے بارے میں بتاؤں۔ پھر کوئی بولا، میں اپنی زندگی میں..." وہ ہنستے ہنستے دُہرا ہوگیا۔

"محسن!" میں نے جبڑے بھینچ کر کہا۔ "تمھاری یہ نوکری بہت سخت ہوگئی ہے۔"

"عشق کا الاؤنس تمھیں الگ سے مل جائے گا، برادرم! نہ شد دو شد۔ ہما تو ہماری ضرورت تھی لیکن اب ان میں جولیا کا کیا کیا جائے۔ ان پر یہ عذاب کب سے نازل ہوا۔"

"خدا جانے!" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں جولیا کو سنبھالتا ہوں تم ذرا ہما کو درست کرو، ورنہ بڑی پریشانی اٹھانی پڑے گی پلیز... اسے دوستی کے کھاتے جمع کردو۔" محسن لجاجت سے بولا۔ اور میں ہنس پڑا۔

واپس جاکر محسن نے چالیں چلنا شروع کردیں اور نہ جانے کس طرح جولیا کو پھسلا کر ساتھ لے گیا۔ تنویر بھی اس کے ساتھ چلی گئی تھی، ندرت بدستور محسن کے بھائیوں میں مصروف تھی حالانکہ یہ سنہری موقع تھا، ندرت کبھی میرے ہاتھ نہیں لگتی تھی لیکن موجودہ حالات قطعی اجازت نہیں دیتے تھے کہ میں ندرت سے بات بھی کروں۔ اب میں ہما کے رحم و کرم پر تھا۔

"آپ یہاں کیسے رہ گئے۔ جولیا کے ساتھ نہیں گئے؟" ہما کا لہجہ استہزائیہ تھا۔

"عجیب احمق لڑکی ہے یہ جولیا۔ دراصل ان کے معاشرے میں کسی بھی اجنبی سے بے تکلف ہوجانا کوئی عیب نہیں ہوتا۔"

"وہ اجنبی خاتون ہے تمھارے لیے؟"

"کیا مطلب؟"

"دن رات کا ساتھ ہے۔ ایک جگہ رہتے ہو۔"

"تمھیں علم ہے ہما! میں ان لوگوں سے الگ تھلگ ہی رہتا ہوں۔"

"غزالی! میں تمھیں اب اس کوٹھی میں نہیں رہنے دوں گی۔ میں ڈیڈی سے بات کرتی ہوں۔ تم یہ نوکری چھوڑ دو بس، میں اپنی کوٹھی میں تمھارے لیے بندوبست کرتی ہوں۔"

"اس موضوع پر پھر کبھی گفتگو کریں گے۔ آؤ وہ اس طرف کیا ہے؟" میں نے ایک سمت اشارہ کیا، اور ہما کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ پورا دن میں جولیا اور ہما کے درمیان پنگ پانگ کی گیند بنا رہا۔ خدا خدا کرکے واپسی کا وقت آیا اور یہ مصیبت ختم ہوئی۔ جولیا خوش تھی اور ہما ناخوش۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ اب کچھ الجھنوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔

دوسرے دن دفتر سے فون پر میں نے مسٹر براؤن سے رابطہ قائم کیا اور انھیں اطلاع دی کہ میں نے عمارت کا بندوبست کرلیا ہے۔

"کیا میں اس کا جائزہ لے سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں! براہ کرم پتا نوٹ کرلیں۔" میں نے کہا، اور اصل عمارت کے بارے میں پوری تفصیل مسٹر براؤن کو بتادی۔

"میں چاہتا ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے میں یہاں سے روانہ ہوجاؤں۔ جولیا تمھارے ساتھ آئے گی۔ میں نے صرف تمھارے بھروسے پر اپنے مہمان کو ساتھ لے جانے کے انتظامات شروع کردیے ہیں لیکن مکمل کارروائی اسی وقت ہوگی جب وہ ہماری تحویل میں آجائے گا۔"

"ملاقات کس وقت ہوسکے گی؟"

"یہ تم پر منحصر ہے!"

"تو پھر آج چھ بجے!"

"میں انتظار کروں گا!" مسٹر براؤن نے کہا اور فون بند ہوگیا۔



شام کو ٹھیک چھ بجے میں نے مسٹر براؤن کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ اور مجھے داخلے کی اجازت مل گئی۔ آج مسٹر براؤن کے انداز میں کافی تپاک تھا۔ رسمی گفتگو کے بعد کام کی باتوں کا آغاز ہوگیا۔

"میں نے عمارت دیکھ لی ہے۔ نہایت مناسب جگہ ہے وہاں دو آدمی بھی تعینات کردیے ہیں تم نے۔ بہت مستعد لوگ معلوم ہوتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ نہایت کارآمد ہیں!"

"میرے لوگوں کا بندوبست ہوگیا؟"

"بالکل!"

"پھر اب دیر کس بات کی ہے؟"

"مناسب وقت کے انتظار میں ہوں۔ اس سلسلے میں، میں نے ایک پروگرام ترتیب دیا ہے۔"

"مجھے بتانا پسند کرو گے؟"

"کیوں نہیں! بوڑھے پر بعض اوقات جنون کے دورے پڑتے ہیں اور وہ اپنی رہائش گاہ سے فرار ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ میں یہ جائزہ لینے میں مصروف تھا کہ یہ دورے کس وقت پڑتے ہیں۔ مجھے علم ہوا ہے کہ وہ مٹی سے کچھ بنانے کی کوشش کرتا ہے اور جب اس کی تکمیل میں ناکام رہتا ہے تو جنونی ہوجاتا ہے۔ کل میں اُسے اس پر آمادہ کروں گا۔ میں اسے موقع فراہم کروں گا کہ وہ باہر نکل جائے اور اسی وقت میرے آدمی اُسے وہاں سے غائب کرلیں۔ اس طرح بات گول مول ہوجائے گی، اور صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں ہونے پائے گا، یہی سوچا جائے گا کہ وہ خود کہیں روپوش ہوگیا ہے۔"

"تجویز بری نہیں ہے اس وقت تم کہاں ہوگے؟"

"اسی کوٹھی میں، وہاں رہ کر حالات سنبھالنا بھی تو ہوں گے۔"

"اگر تم اجازت دو، تو اس وقت میں آس پاس ہی رہوں۔ ذرا کام کی نگرانی رہے گی۔ میں نے کرائے پر کار حاصل کرلی ہے۔ اگر مجھے وقت کا اندازہ ہوجائے تو اس وقت میں کوٹھی کے پاس موجود رہوں گا، خود ان لوگوں کے کام کی نگرانی کروں گا۔ انھیں میرے بارے میں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خفیہ طور پر ان کے پیچھے لگا رہوں گا۔"

میں نے صرف ایک لمحے سوچا اور پھر میں نے پورے اعتماد سے کہا "یہ بہت عمدہ رہے گا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"وقت کا تعین کر سکو گے؟"

"رات کو دس بجے کے بعد کسی بھی وقت ممکن ہے آپ وہاں تک انتظار کرنا پڑے۔"

"ٹھیک ہے! میں پونے دس بجے وہاں پہنچ جاؤں گا۔" میکے براؤن نے کہا۔

"اس سلسلے میں اور کوئی ہدایت؟"

"اب تمہیں ہدایت دینے کی گنجائش نہیں رہی ہے لڑکے مجھے تم پر اعتماد ہے۔ میں تمہاری پلاننگ سے متفق ہوں، جولیا کے ذریعے مجھے ان دواؤں کے بارے میں معلوم ہوا تھا، وہ زیادہ کام تو نہیں کر سکی لیکن موٹی موٹی باتوں کے بارے میں مجھے اس سے معلوم ہو چکا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر براؤن! اب مجھے اجازت ہے!" میں نے کہا اور پھر وہاں سے واپس چل پڑا۔ جولیا نے اگر مسٹر براؤن کو کوٹھی کی کیفیات سے آگاہ کیا ہے، تو اس میں ندرت کا کوئی ذکر تو نہیں آیا؟ میں سوچتا رہا۔ یہ کارڈ محفوظ رہنا چاہیے۔ اگر ندرت ان لوگوں کی نگاہوں میں آ گئی تو حسن صاحب چت ہو جائیں گے۔ لیکن میکے براؤن نے اب تک ایسا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ ندرت خود بھی بیحد محتاط تھی۔ اس کے اور بوڑھے کے درمیان کوئی ربط ضرور تھا لیکن اس نے اس ایک رات کے بعد بوڑھے سے ملنے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ حالانکہ میں اس کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ وہ جانتی تھی کہ میں نرم طبیعت ہوں۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ میں نے اس کا راز افشا نہیں کیا۔ اس نے مجھ پر اعتماد کا اظہار کر کے اپنی مجرمانہ حرکتوں کی معافی مانگی تھی۔ وہ اگر چاہتی تو اس راز کو ہمیشہ راز ہی رہنے دیتی لیکن باضمیر تھی مجھ سے معافی مانگے بغیر نہ رہ سکی۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود وہ سخت بھید تھی۔ بلاشبہ اس کا کردار بوڑھے سے بھی زیادہ پُراسرار تھا۔

بہر حال میں نے اپنا پروگرام میکے براؤن کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ اور اب ہر قیمت پر اس پر عمل کرنا تھا۔ واپسی پر میں قادر کے پاس پہنچ گیا۔ قادر نے حسب معمول پُرتپاک استقبال کیا۔

"کہو چیف! پروگرام کیسا چل رہا ہے؟"

"تمہاری مہربانی سے بالکل ٹھیک ہے قادر۔ اس عمارت کی کیا پوزیشن ہے، جہاں ہم اس بوڑھے کو قید کریں گے؟"

"ایک نگاہ دیکھ لو جی چاہے تو۔ وقت ہے تمہارے پاس؟"

"ہاں اگر یہ ممکن ہو سکے تو۔"

"ابھی ممکن ہو جائے گا۔ گاڑی ہے تمہارے پاس۔"

"ہاں، یقیناً ہے!" میں نے جواب دیا، اور قادر نے کسی کو بلانے کے لیے گھنٹی بجائی۔ ایک ملازم کے آنے پر اس نے کسی رام داس کو بلانے کے لیے کہا۔ رام داس بھاری بدن کا خطرناک شکل کا آدمی تھا۔

"رام داس، صاحب کو دیوراج لے جاؤ۔ کلیا گھاٹ پر موہن موجود ہو گا۔ ٹیلے والے راستے سے چلے جانا، پل سے پار جانے کے لیے لمبا راستہ طے کرنا پڑے گا۔ عمارت دکھا کر صاحب کو کلیا گھاٹ چھوڑ دینا، اور تم گھر چلے جانا۔"

"جی مہاراج!" رام داس نے کہا۔

"کچھ پی لو غزالی!" قادر نے کہا۔

"نہیں قادر شکریہ۔ پھر سہی۔"

"چلے جاؤ! اگر اطمینان ہو تو رام داس کو بتا دینا، اگر پسند نہ آئے تو پھر کسی دوسری جگہ کا انتظام کریں گے۔ ویسے دریا پار کا علاقہ ایسے کام کے لیے بہت اچھا ہے۔ رام داس تم باہر رکو صاحب ابھی آتے ہیں۔" اس نے کہا اور رام داس باہر چلا گیا۔

"عمارت پسند آ گئی تو کام کب کرنا ہو گا۔ میں یہ تو پوچھنا بھول گیا!"

"کل ساڑھے تین بجے قادر!"

"سارے انتظامات ہو گئے ہیں؟"

"تقریباً!"

"ٹھیک ہے، ایکبار پھر پروگرام دُہرا دو، تاکہ میں اپنے انتظامات کر لوں۔ ساڑھے دس بجے کام چالو ہو گا۔ میرے آدمی کو بوڑھے کو کہاں سے نکالنا ہو گا۔ کیا محسن کی کوٹھی سے؟"

"نہیں! وہ کوٹھی سے خود ہی باہر نکل آئے گا۔ تم اُسے اُٹھا لینا۔ اُس کا حلیہ ذہن نشین کر لو۔" میں نے قادر کو بوڑھے کا حلیہ بتا دیا۔ "کوٹھی کے راستے پر تقریباً دو میل چلنے کے بعد سندھیا والا علاقہ آ جاتا ہے وہ جگہ سنسان ہے وہاں تمہارے آدمی اُس کا راستہ روکیں گے اور بوڑھے کو اپنی تحویل میں لے لیں گے ایک خاص بات کا تمہیں خیال رکھنا ہے قادر۔"

"کیا بات؟"

"ایک غیر ملکی اپنی گاڑی میں کوٹھی سے تمہارا تعاقب کرے گا۔ بوڑھے کے دوسرے اغوا تک اسے پرچ نہیں کرنا لیکن اغوا کے بعد اُسے سنبھالنا پڑے گا، تاکہ وہ پیچھا نہ کر سکے۔"

"اوہ! اس کا مطلب ہے کہ پروگرام میں تبدیلی کرنی پڑے گی۔" قادر نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"پہلے میرا خیال تھا کہ پہلے اغوا میں، میں ساتھ رہوں، دوسرا اغوا میرے اور آدمی کریں گے لیکن اب مجھے الگ رہنا ہو گا تاکہ میں اس پیچھا کرنے والے کو سنبھالوں جس گاڑی میں

کرے گا اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکتا ہے؟"

"مشکل ہے!"

"کوئی بات نہیں، وقت ایسا ہے کہ اندازہ ہو جائے گا۔ بس ٹھیک ہے میں یہ کام بھی کر لوں گا۔ اور کچھ؟"

"بس تمہاری مہربانی قادر! تمہارا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"کوئی بات نہیں کسی موقع پر ہم بھی تمہارا احسان لے لیں گے اور حساب برابر ہو جائے گا۔"

"میں اس وقت کا انتظار کروں گا!" میں نے قادر سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ اور باہر نکل آیا۔ رام داس ایک اسٹول پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور پھر ہم دونوں کار میں بیٹھ کر چل پڑے۔ وقتاً فوقتاً رام داس نے مجھے راستہ بتایا۔ تقریباً رات ہو چکی تھی۔ اس وقت دریا کا گھاٹ سنسان پڑا تھا۔ سوائے کنارے پر چلنے والی کشتیوں کے جن کے ملاح اُن پر بیٹھے ہوئے باتوں میں اور بیڑی پینے میں مصروف تھے۔

"رام داس پل یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"چار میل دور صاحب۔ سات بجے کے بعد پل پر پولیس لگ جاتی ہے اور ہر گاڑی چیک کی جاتی ہے۔"

"اور یہاں کلیا گھاٹ کی چھان بین نہیں کی جاتی؟"

"یہاں پار بہت سے مندر ہیں صاحب! پوجا پاٹ کرنے والے اِدھر آتے جاتے رہتے ہیں، اس لیے اُدھر دھیان نہیں دیا جاتا۔"

"یہاں تمہاری کشتی ہر وقت رہتی ہے؟"

"ہاں صاحب! اِدھر اپنا دھندا ہے اس لیے موہن کی ڈیوٹی یہیں رہتی ہے۔"

"موہن تمہارا آدمی ہے؟"

"جی صاحب!" ہم کار کو مناسب جگہ کھڑا کر کے موہن کے پاس پہنچ گئے جو دھوتی اور شلوکے میں ملبوس تھا۔ رام داس نے اُس سے بات کی اور موہن نے گردن ہلا دی۔ پھر بادبانوں کے رُخ مڑ گئے اور موہن پتوار چلانے لگا۔

دیوراج عمارت تاریکی میں ڈھکی ہوئی تھی۔ یہ سرخ پتھر کی سلوں سے بنی ہوئی قدیم عمارت تھی۔ جن پر اب کائی مسلط ہو چکی تھی۔ بہت مضبوط اور اندر سے کشادہ تھی۔ یہاں قادر کے تقریباً دس آدمی موجود تھے۔ تاش کی بازی لگی ہوئی تھی اور نوٹ بکھرے ہوئے تھے۔ مجھے اس عمارت کے بارے میں اندازہ ہو گیا کہ یہ کیا ہے۔ بہر حال موزوں جگہ تھی۔ اطراف میں مندر بکھرے ہوئے تھے اس لیے اردگرد تقدس کی فضا بھی تھی۔ میں نے عمارت دیکھنے کے بعد واپسی کے لیے... راستے میں رام داس سے کچھ سوالات کیے اور مطمئن ہو گیا۔ گھاٹ پر پہنچ کر میں نے رام داس سے کہا کہ قادر کو میرے مطمئن ہونے کی اطلاع دے دے۔

تقریباً پونے گیارہ بجے کوٹھی واپس پہنچا تو کریم بابا نے طنزیہ لہجے میں بتایا کہ جولیا دو بار آ چکی ہے۔ "ایک بات کہیں صاحب؟"

"کیا بات ہے کریم بابا؟"

"یہ گورے لوگ اچھے نہیں ہوتے، ان پر اعتبار مت کرنا۔"

"نہیں کروں گا، آپ کھانا لگا دیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور کریم بابا باہر نکل گئے۔ کھانے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

دوسری طرف جولیا تھی "خیریت! کہاں رہ گئے تھے؟"

"یونیورسٹی کے کچھ پرانے دوستوں کے درمیان گھر گیا تھا جولیا۔ کوئی خاص بات ہے۔"

"ہاں!"

"فون پر بتانے کی ہے؟"

"بالکل ہے!"

"تو بتاؤ!"

"آج تمہیں دیکھا نہیں ہے، کچھ بے چینی ہے۔"

"کل بھی نہیں دیکھ سکو گی۔ صبر کرنا سیکھو۔"

"کیوں... کل کیوں؟"

"بس کچھ لوگوں نے مصروف کر رکھا ہے۔ تم جانتی ہو۔ اور یہ بھی عرض کرنا ہے کہ فون کی دوسری لائنیں بھی ہیں، کسی نے اُٹھا لیا تو... اس لیے خدا حافظ!" میں نے فون بند کر دیا۔ یہ بیوقوف لڑکی کہیں مروا ہی نہ دے۔ کمبخت اتنی مشرق پسند ہو گئی تھی کہ عشق کے بھی مشرقی انداز ہی اپنائے لے رہی تھی۔ مجھے ان سب لڑکیوں کی بیوقوفی پر ہنسی آ گئی جو ایک ہی طرح کی ہوتی ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھ کر میں بوڑھے بابا کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ دروازے پر ہی نادر بیگ سے ملاقات ہو گئی: "ہدایت کہاں ہے نادر؟" میں نے سوال کیا۔

"اُسے ملیریا ہو گیا صاحب! اس وقت سو رہا ہے!"

"واہ۔ عمدہ خبر ہے۔ کوئی دوا وغیرہ لی ہے اس نے؟"

"جی۔ دوا لینے گیا تھا۔"

"بوڑھے کی کیا کیفیت ہے؟"

"پہلے سے مختلف نہیں ہے آج سمندر کی تصویر کو چھو کر دیکھ رہا تھا۔ اس تصویر سے اُسے خاص دلچسپی ہے۔ آپ کے لائے ہوئے کھلونوں کو لے کر باہر چلا گیا۔ ان سب کو صحن کی مٹی میں دفن کر آیا ہے۔"

"گڈ... کل تمہارا امتحان ہے نادر! ہدایت کی بیماری سے

ہم پورا فائدہ اُٹھائیں گے۔ تمھیں اُس کی دوا میں خواب آور گولیاں پیس کر ملانی ہوں گی، اس کے علاوہ کل بوڑھے کو صحن میں لے جاؤ۔ اُسے مٹی گوندھ کر دو۔ بلکہ خود بھی اُس کے ساتھ اُلٹے سیدھے کھلونے بناؤ۔ کیا سمجھے ؟"

"سمجھ نہیں سکا صاحب!" نادر بیگ نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"کل اُس پر جنون کے دورے پڑنے چاہئیں۔ تم اُسے دن بھر پریشان کرتے رہنا، لیکن شام سے قبل اُسے اس عمارت سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ البتہ رات کو..." میں نے نادر بیگ کو کام کی پوری تفصیل سمجھائی۔ "اس کے بعد تمھاری یہاں کی ڈیوٹی ختم ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے صاحب!" نادر بیگ نے چند سوالات کے بعد گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

آج کی رات بڑی بے چینی کی رات تھی۔ بہت کچھ سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت تھی۔ ایکبار پھر جائزہ لینا تھا کہ جو خطرناک کھیل میں نے شروع کیا ہے وہ مناسب بھی ہوگا یا نہیں۔ دل نے یہی کہا کہ محسن نے ابتدائی سہارا دیا ہے، ساری زندگی کا ٹھیکہ نہیں لیا۔ اور اگر یہ ملازمت برقرار بھی رہے تو مجھے اسی پر تو زندگی نہیں گذارنی۔ بعد کے واقعات کچھ بھی ہوں۔ یہ کام جاری رکھنا ہی بہتر ہے، پھر حسن صاحب سے نمک حرامی بھی نہیں کر رہا، میں۔ بلکہ ان کے بددیانت دوستوں سے انھیں آگاہ بھی کر دوں گا آخر میں۔



دوسرے دن بدن میں سخت اینٹھن ہوتی رہی۔ کسی کام میں جی نہیں لگا۔ دن بھی اتنا طویل ہو گیا تھا کہ بیان سے باہر۔ خدا خدا کرکے شام ہوئی تو میں آفس سے نکل کر گھر چل پڑا۔ راستے میں ایک جگہ رک کر پبلک کال بوتھ سے مسٹر براؤن کو فون کیا۔ وہ مستعد تھے۔

"کیا پوزیشن ہے ؟"

"اطمینان بخش! آپ سے اب دوسری ملاقات کب ہوگی ؟"

"رات کو مل سکتے ہو۔ پونے دس بجے کوٹھی کے پاس ؟"

"مناسب نہیں ہوگا!"

"تو پھر کل دس بجے آفس جانے سے پہلے میرے پاس آ جانا!"

"او کے! آپ ہوشیاری سے اپنا کام کریں!" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

اس کے بعد گھر آ گیا۔ سب لوگ موجود تھے لیکن کوئی ہنگامہ نہیں تھا۔ البتہ شام سات بجے محسن میرے پاس آ گیا۔ خوش نظر آ رہا تھا۔

"کوئی مصروفیت تو نہیں ہے ؟"

"کیوں خیریت!"

"یار میرے پیارے والدین کو آخر میرا خیال آ ہی گیا۔ آج فریحہ کے والدین اسی موضوع پر گفتگو کرنے آ رہے ہیں۔ رات کے کھانے پر ساتھ رہنا۔"

"اس پرائیویٹ تقریب میں میری موجودگی مناسب ہوگی ؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل مناسب ہوگی! تاریخ وغیرہ طے ہونی ہے۔ ابتدائی گفتگو وہ لوگ کر لیں گے۔ ہم تو صرف کھانے میں شریک ہوں گے۔"

"خادم کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اور پھر خوشی کی یہ خبر میرے لیے بھی اہم ہے!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مگر کچھ تیاریاں نہیں نظر آ رہیں ؟"

"صرف دو آدمی آ رہے ہیں۔ تیاریاں کیا ہوتیں!" محسن پونے آٹھ بجے تک میرے ساتھ رہا۔ میں اُسے چھوڑنے انیکسی سے باہر آ گیا۔ محسن جیسے ہی اندرونی عمارت میں داخل ہوا، میں بوڑھے کی طرف چل پڑا۔ اندر قدم رکھتے ہی مجھے ہنگامے کا احساس ہوا۔ نادر بیگ برآمدے میں مل گیا۔ "کیا پوزیشن ہے ؟"

"وہ سخت جنون کے عالم میں ہے۔ میں نے کمرے میں بند کر دیا ہے!"

"ہدایت کی کیا کیفیت ہے ؟"

"بیہوش ہے! میں نے کام کر دیا ہے اس پر۔"

"اس پر جنون کیسے طاری ہوا ؟"

"میں صبح سے کوششوں میں مصروف تھا۔ لیکن وہ بالکل پُرسکون رہا۔ پھر اُس وقت جب وہ سمندر والی تصویر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ تو میں نے وہ تصویر اُدھر سے ہٹا لی تو اُس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔"

"حملہ کر دیا۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں! میں بمشکل اس کمرے سے باہر نکل سکا۔ وہ بےحد خونخوار ہو رہا تھا، اور مجھ سے تصویر چھین لینا چاہتا تھا۔ کمرے کا دروازہ میں نے باہر سے بند کر دیا۔ اس وقت سے وہ شدید جنونی ہو رہا ہے۔ دروازے پر مسلسل ضربیں لگائے جا رہا ہے۔"

"تصویر کہاں ہے ؟"

"میرے پاس ہے!"

"دروازہ مضبوط ہے نا، ٹوٹ تو نہیں جائے گا ؟"

"نہیں صاحب! دروازہ مضبوط ہے!"

"ٹھیک دس بجے اُسے کھول دینا۔ اور خود اُس کے سامنے نہ آنا۔ ہوشیاری سے سارا کام کرنا ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں صاحب!" نادر بیگ نے کہا۔ اور پھر

اُس نے وہ تصویر میرے حوالے کر دی۔ تصویر لے کر میں انیکسی میں واپس آ گیا۔ کافی دیر تک میں تصویر کا جائزہ لیتا رہا لیکن سمجھ میں نہیں آیا کہ اس میں بوڑھے کی دلچسپی کیا معنی رکھتی ہے۔

محسن کی دعوت کا وقت ہونے والا تھا۔ اس لیے میں اس دعوت میں شرکت کی تیاری کرنے لگا۔ پھر تنویر بلانے آ گئی اور میں اُس کے ساتھ چل پڑا۔

ڈرائنگ روم میں محسن کے ساس سسر سے ملاقات ہوئی۔ یہاں صرف حسن صاحب، بیگم حسن، محسن، تنویر اور دونوں مہمان تھے۔ جولیا موجود نہیں تھی مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ ندرت بیچاری کو تو وہاں موجود ہی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ تعارف ہوا اور پھر کھانے کا وقت آ گیا۔ جوں جوں وقت گذر رہا تھا میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ کھانے کے بعد دونوں مہمان کافی دیر تک رُکے رہے اور پونے دس وہیں بج گئے۔ محسن کی وجہ سے میں اُٹھ بھی نہیں سکا لیکن میری جان لبوں پر تھی۔ خدا خدا کرکے مہمان اُٹھے۔ ہم اب انھیں باہر چھوڑنے آئے۔ جونہی مہمانوں کی کار باہر نکلی، بوڑھے بابا کے علاقے سے کسی کے چیخنے کی آواز ابھری۔ حسن صاحب واپس پلٹتے پلٹتے رک گئے۔ سب ہی موجود تھے۔ پھر کوئی باہر نکل آیا۔ تاریکی میں بھی میں نے بوڑھے بابا کا ہیولا پہچان لیا تھا۔

نادر بیگ شور مچاتا ہوا باہر نکلا۔ لیکن آج بوڑھا واقعی خطرناک ہو رہا تھا۔ وہ ایک قدم دونوں دوڑتے ہوئے آئے لیکن بوڑھا دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پھر چوکیدار کی چیخ ابھری اور حسن صاحب چیخے "غزالی وہ باہر نکل گیا۔" میں گیٹ کی طرف دوڑا۔ دوسرے لوگ بھی پیچھے آ رہے تھے۔ باہر نکل کر مجھے اندازہ ہوا کہ بوڑھا میرے اندازے سے کہیں تیز دوڑ رہا ہے۔ صورتِ حال تھوڑی سی خطرناک ہو گئی تھی۔ اگر حسن صاحب بھی گیٹ سے باہر نکل آئے تو ممکن ہے وہ بوڑھے کو اغوا کرنے والوں کو دیکھ لیں۔ میں نے چالاکی سے لوہے کے دروازے پر لات ماری تاکہ وہ بند ہو جائے اور اس کے بعد اسی سمت دوڑنے لگا جس طرف بوڑھا بھاگا تھا۔ بہت دور میں نے کسی کار کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سُنی لیکن کوئی روشنی نظر نہیں آئی۔ پھر دوسری کار بھی اسٹارٹ ہوئی۔ یہ آواز عقب سے آئی تھی۔ ایک اور کار زن سے میرے نزدیک سے گذر گئی۔ حسن صاحب، محسن اور دوسرے لوگ بھی باہر آ گئے تھے۔ میں دوڑتا ہوا کافی دُور نکل آیا۔ نادر اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا، جبکہ دوسری کار سو فیصدی مسٹر براؤن کی تھی۔ دُور سے میں نے دیکھا کہ حسن صاحب اور محسن وغیرہ گیٹ کے پاس ہی کھڑے ہیں۔

میں دوڑتا ہوا واپس آیا۔ "نہ جانے کدھر نکل گیا!" میں نے بدحواسی کے انداز میں کہا۔ حسن صاحب شاید کسی ملازم کو ٹارچ لانے کے لیے بھیج چکے تھے۔ دوسرے ملازم باہر پھیل کر بوڑھے کو تلاش کر رہے تھے۔ پھر ٹارچ آ گئی اور حسن صاحب میرے ساتھ پیدل ہی دُور تک بوڑھے کو تلاش کرتے رہے۔ وہ بالکل خاموش تھے۔ پندرہ بیس منٹ تک ہم دونوں باہر کے نیم تاریک ماحول میں اِدھر اُدھر دوڑتے پھرے لیکن بوڑھے کا نشان اب کہاں تھا۔ "وہ... وہ کہیں دور نکل گیا۔ میں سائیکلوں پر ملازموں کو بھیجتا ہوں۔ اس طرح اب وہ نہیں مل سکتا۔" حسن صاحب نے اکھڑے ہوئے سانسوں کے ساتھ کہا۔ اور ہم کوٹھی کی طرف واپس چل پڑے۔ حسن صاحب کی صحیح کیفیت کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ محسن گیٹ کے چوکیدار کے سر پر پٹی باندھ رہا تھا جو بوڑھے کے دھکے سے آہنی گیٹ سے ٹکرا کر زخمی ہو گیا تھا۔

"عمارت کا چوکیدار بھی زخمی ہے۔ اس کا سر پھٹ گیا ہے۔" محسن نے بتایا۔

"کون... ہدایت ؟" حسن صاحب بولے۔

"نہیں دوسرا ملازم۔ ہدایت بیمار ہے!"

"زیادہ زخمی ہوا ہے وہ ؟"

"زیادہ نہیں ہے۔ تنویر نے اس کے سر پر مرہم پٹی کر دی ہے۔"

حسن صاحب ملازموں کو سائیکلوں پر بوڑھے کو تلاش کرنے کی ہدایت دینے لگے۔ تنویر نے کہا: "ڈیڈی پولیس کو فون کر دیں۔ وہ کسی اور کو نقصان نہ پہنچا دے۔"

"نہیں۔ تم لوگ جاؤ، آرام کرو!" حسن صاحب نے کھردرے لہجے میں کہا۔ اور تنویر اور بیگم حسن اندر چلے گئے۔ ملازم سائیکلیں لے کر باہر نکل گئے تھے۔ حسن صاحب خاموش گیٹ کے نزدیک کھڑے رہے۔ پھر محسن سے بولے "جاؤ محسن تم بھی آرام کرو۔" محسن خود بیزار نظر آ رہا تھا۔ وہ مجھے معذرت آمیز انداز میں دیکھتا ہوا اندر چلا گیا۔

"بہت غلط ہو گیا۔ ایسا جنون اس پر پہلے کبھی نہیں طاری ہوا۔ اس سے پہلے اس نے کبھی کسی پر حملہ بھی نہیں کیا تھا۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ... وہ... کسی کو کچھ بتا نہیں سکتا۔ اور پولیس... کیا خیال ہے۔ پولیس سے اس سلسلے میں کوئی مدد لی جائے ؟"

"جیسا مناسب سمجھیں۔ یہ سب کچھ غیر متوقع ہوا۔" میں نے شرمندگی کے انداز میں کہا۔

"مجھے خطرہ تھا... اسی کا خطرہ تھا مجھے۔ داور اُسے مارتا رہتا تھا لیکن تم نرم دل انسان ہو۔ ظاہر ہے، وہ سب کچھ تم نے نہ

کیا ہوگا۔ ڈاکٹر طاہر علی ناراض ہوگا۔ بہرحال دیکھو کیا ہوتا ہے۔ کوئی خبر ملے تو مجھے اطلاع دینا۔ میں جاگ رہا ہوں۔" حسن صاحب کوٹھی کی طرف بڑھ گئے۔

میں انتظار کرتا رہا۔ ملازم ایک ایک کرکے واپس آئے۔ وہ ناکامی کے سوا اور کیا اطلاع دے سکتے تھے۔ میں نے انیکسی میں آکر حسن صاحب کو فون کیا۔ اور ملازموں کی ناکامی کے بارے میں بتایا۔

"پولیس کو میں اس سلسلے میں کوئی اطلاع نہیں دوں گا۔ طاہر علی کو فون کیا ہے میں نے، وہ ابھی تھوڑی دیر میں آنے والے ہیں۔ ممکن ہے وہ کوئی حل سوچ سکیں۔"

"میں ازحد شرمندہ ہوں حسن صاحب!"

"اس سے کیا ہوتا ہے... خیر!" حسن صاحب نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی حسن صاحب کا یہ ردِ عمل فطری تھا۔

ڈاکٹر طاہر علی کا استقبال میں نے کوٹھی کے گیٹ پر ہی کیا۔ انھوں نے چھوٹتے ہی پوچھا "کوئی پتا چلا؟"

"نہیں۔ پتا نہیں کمبخت کو زمین نگل گئی یا آسمان!"

"تم پر اس کی مکمل ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کل دوپہر کو جو بھی پوزیشن رہے، ایک بجے مجھ سے کوٹھی پر ملاقات کرنا۔" طاہر علی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ اور کار پورچ کی طرف لے گیا۔ میں پھر انیکسی میں واپس آگیا۔ دو گھنٹے تک میں انتظار کرتا رہا۔ لیکن میرا بلاوا نہیں آیا۔ پھر میں نے کھڑکی سے طاہر علی کی کار واپس جاتے دیکھی۔

بے اطمینانی مجھے بھی تھی۔ لیکن دوسروں جیسی نہیں۔ بوڑھے کے اغوا کے بعد بھی بیشمار کام تھے جو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دینا تھے۔ اب جاگتے رہنا بیکار تھا، اس لیے میں بستر پر دراز ہوگیا۔ مجھے لیٹے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے اُسے حسن صاحب کا فون سمجھ کر ہی اٹھایا لیکن دوسری طرف سے قادر کی آواز سنائی دی: "غزالی بھائی۔"

"کون قادر؟"

"ہاں غزالی بھائی۔ میں ہی بول رہا ہوں!"

"شکریہ قادر! میں تمھارا یہ احسان!"

"سنو تو سہی غزالی بھائی۔ بہت بڑی گڑبڑ ہوگئی۔"

"کیا؟" میں بے اختیار اچھل پڑا۔

"پہلا کام ہوا اور پھر دوسرا کام بھی ہوگیا۔ پروگرام کے مطابق ہم اُسے لے کر گھاٹ پر آگئے۔ اس آدمی کو بھی ٹھیک کرلیا جس نے پیچھا کیا تھا۔ لیکن جونہی اس بڈھے کو کشتی میں اتارا۔ اُس نے ہاتھوں میں بندھی رسیاں توڑ دیں۔ بڑی مضبوط رسیاں تھیں۔ لیکن اُس نے نہ صرف رسیاں توڑ دیں بلکہ میرے پانچ آدمیوں کو کشتی سے اُٹھا کر پانی میں پھینک دیا۔ اور پھر خود بھی پانی میں کود گیا۔ میرے آدمیوں نے اس کے باوجود اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور پانی میں اُسے پکڑنے کو کود پڑے۔ ان کا کہنا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی میں اتنے طاقتور انسان سے جنگ نہیں کی تین آدمی سخت زخمی ہوگئے۔ دو بمشکل جان بچا سکے اور وہ نکل گیا۔ مجھے اس کی امید نہیں تھی غزالی بھائی۔ اس لیے پیچھا کرنے والے سے نمٹ کر میں واپس آگیا تھا۔ ابھی ابھی مجھے اس بارے میں فون پر اطلاع ملی ہے۔ تمھیں فون کرنے کے بعد میں ابھی کچھ لوگوں کو لے کر گھاٹ جا رہا ہوں اُسے تلاش کرلیا جائے گا۔ تم فکر مت کرو۔ بس میں نے تمھیں اطلاع دے دی ہے۔"

میں سناٹے میں رہ گیا۔ میرے پورے بدن سے پسینہ چھوٹ رہا تھا۔

ریسیور سے قادر کی ہیلو ہیلو کی آوازیں اُبھر رہی تھیں لیکن مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ میری سماعت جیسے گم ہوگئی تھی۔ اس اطلاع نے میرے اعصاب مفلوج کر دیے تھے۔ قادر کا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں دھماکے کر رہا تھا۔ بوڑھا بابا فرار ہوگیا تھا، پانچ طاقتور آدمیوں کو زخمی کرکے۔ اُن کا کہنا تھا کہ انھوں نے اپنی زندگی میں اتنا طاقتور آدمی نہیں دیکھا۔ کیا یہ ممکن ہے...؟ کیسے ممکن ہے۔ بوڑھے کی شخصیت کا یہ پہلو کیا قابل تسلیم ہے؟ میری آنکھوں میں اس کی شکل گھوم رہی تھی۔ اس کا قد و قامت بس مناسب تھا۔ اسے ایک تندرست بوڑھا کہا جا سکتا تھا۔ بدن کی بناوٹ میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ داور جس وقت اس کی پٹائی کرتا تھا اس وقت وہ ایک بے بس اور خوفزدہ شخص نظر آتا تھا جو داور کا کچھ نہ بگاڑ سکتا ہو۔ اُس وقت اس کا جنون بھلا اپنا جوش و جلال کیوں نہ دکھاتا تھا۔ آخر اب یہ انقلاب کیوں پیدا ہوا؟

کہیں یہ قادر کی اختراع تو نہیں ہے۔ کیا قادر کسی اور کے جال میں تو نہیں پھنس گیا۔ قادر کے خلوص پر شک کرتے ہوئے دل دُکھتا تھا۔ اُس نے جس طرح میری پذیرائی کی تھی وہ کسی بھی شبہے سے پاک تھی۔ اُس نے مجھے اپنی کہانی بھی سنائی تھی، وہ سب کچھ جھوٹ نہیں تھا۔ مجھے اس کے خلوص میں کوئی کھوٹ نہیں نظر آئی تھی، لیکن وہ جس پیشے سے تعلق رکھتا تھا اس میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ اس کی چال ہے تو کس کے ایما پر؟ کیا ڈاکٹر طاہر علی نے اُس سے رابطہ قائم کرلیا ہے۔ اُسے کسی بڑی رقم کی پیشکش کردی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے... مگر کس طرح... کیا اُسے میرے پروگرام کا علم ہوگیا تھا۔

یا پھر میکبے براؤن نے اُس سے معاملہ کرلیا ہے۔ اس شاطر شخص سے یہ بات ممکن تھی۔ ممکن ہے اُس نے ان دونوں آدمیوں سے قادر کے بارے میں معلومات حاصل کی ہوں جو اس مکان پر تعینات تھے جسے میں نے اُسے دھوکا دینے کے لیے حاصل کیا تھا وہ وہاں گیا تو تھا اور اس نے ان لوگوں سے ملاقات بھی کی تھی۔ شاید اس کے بعد وہ قادر سے ملا ہو۔ اسے براہِ راست کوئی پیشکش کردی ہو، اور قادر نے سوچا ہو کہ یہ رقم کیوں گنوائی جائے جبکہ میرے معاملات وہ دوستی میں ہی نمٹا رہا تھا۔ کیا قادر ایسا کرسکتا ہے؟

دفعتاً مجھے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریسیور کا خیال آیا۔ اور میں نے اُسے کان سے لگا لیا۔ لیکن دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا تھا۔ میں نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ مجھ پر شدید ہیجانی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ ساری ہوشیاری دھری رہ گئی تھی۔ حسن صاحب کے تیور یاد آرہے تھے۔ اس وقت تو میں مسکرا دیا تھا لیکن اب اچانک صورتِ حال بدل گئی تھی۔ اگر ساری حقیقت حسن صاحب کو بتا دوں تو کتنی ذلت ہوگی۔ محسن کی دوستی بھی کام نہیں آئے گی۔ بلاشبہ یہ اُن سے غداری قرار پاتی جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں تھا۔ میں تو کچھ کرنے کے بعد ان کے سامنے سرخرو ہونا چاہتا تھا لیکن اب بساط ہی اُلٹ گئی تھی، اب ان سے سچ بولنا مناسب نہیں تھا۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ فون کی گھنٹی پھر بج اٹھی۔ میں نے ریسیور پر جھپٹا مارا۔ قادر کی آواز اُبھری۔ "غزالی بھائی؟"

"ہاں قادر۔ میں بول رہا ہوں۔"

"بہت پریشان ہو غزالی بھائی؟"

"یوں سمجھ لو قادر! میں ڈوب گیا۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"میں شرمندگی کا اظہار نہیں کروں گا غزالی بھائی۔ مجھ سے جو غفلت ہوئی ہے اس کی تلافی کروں گا۔ یہ میری ذمہ داری ہے کہ اُسے تلاش کروں اور تمھیں واپس کروں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ قادر نے پھر کہا۔ "آرام سے سو جاؤ۔ اس وقت میرے تین آدمی دریا کو کھنگال رہے ہیں۔ میں خود اُن کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔ تمھیں فون کرتے ہی چل پڑا تھا۔ ویسے غزالی بھائی اُس نے میرے آدمیوں کو بُری طرح زخمی کر دیا ہے تمھیں اُن سب سے ملاؤں گا۔ وہ کوئی کمزور لوگ نہیں تھے بلکہ ملنے ہوئے زورآور تھے۔ آخر وہ کیا بلا تھا؟"

"قادر! میں نے تم پر ہر شخص سے زیادہ اعتماد کیا ہے!"

"بیچ سڑک پر کھڑا کرکے جوتے مار لینا غزالی بھائی۔ جو سزا دو گے قبول ہوگی مگر صورتِ حال کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ اس وقت تک رزق حرام ہے جب تک تمھارا کام نہ ہو جائے۔"

"میں جمنا گھاٹ آرہا ہوں قادر۔"

"آجاؤ! اس سے اچھی بات کیا ہوگی۔ میں تمھیں وہیں ملوں گا۔" قادر نے کہا۔ میں نے فون بند کر دیا۔ حالانکہ رات کافی گزر گئی تھی لیکن اس وقت آرام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پورے بدن میں اینٹھن ہو رہی تھی۔ ممکن ہے کچھ بات بن جائے۔ قادر سے ملاقات کرکے کم از کم یہ اندازہ تو لگا لیا جائے کہ یہ سازش اُس نے نہیں کی ہے۔ دل کو تھوڑا بہت سکون تو مل جائے گا۔ اس وقت کوٹھی سے نکلنا کسی کے لیے تعجب خیز بھی نہیں ہوگا۔ سب جانتے ہیں کہ میں بوڑھے بابا کے سلسلے میں ذمہ دار تھا، اور اس کے فرار سے بے چین ہوں گا۔

میں لباس تبدیل کرکے باہر نکلا تو کریم بابا بیٹھے ہوئے تھے۔ "ارے آپ جاگ رہے ہیں کریم بابا۔" میں ان سے مخاطب ہوا۔

"ہاں میاں جاگ رہا ہوں!"

"کیوں؟ آپ آرام کریں۔"

"بدنصیبی ہے میاں میری کہ کمبخت انسان ہوں۔ سینے میں سوکھا سڑا دل بھی ہے جس میں سب کچھ مر چکا ہے مگر تمھاری محبت زندہ ہے۔ غصہ آرہا ہے تم پر مگر ملازم ہوں، اس کا اظہار کرکے جھڑکیاں نہیں سننا چاہتا۔ کیا ضرورت تھی تمھیں ذمہ داری لینے کی۔ پہلے کہا تھا، نا میں نے۔ اب کیا کرو گے؟ ساری بات تم پر ہی آئے گی۔ اُسے تو ایک دن بھاگنا ہی تھا۔ گھر میں اور پاگل خانے میں فرق تو ہوتا ہے نا!"

کریم بابا کے لہجے میں سخت غصہ تھا۔ میں چونک کر انھیں دیکھنے لگا۔ دل کو ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا۔ اس غصیلے لہجے میں کائنات کی ایک حسین سچائی سانس لے رہی تھی۔ اس لہجے میں کوئی کھوٹ نہیں تھی۔ یہ ایک انسان کا انسان سے پیار تھا بے لوث اور سچا پیار۔ میرے جلتے ہوئے ذہن، جلتے ہوئے دل کو ایک ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ کریم بابا، ابا جان کے انداز میں بولے تھے طویل عرصے کے بعد ایک بچھڑا ہوا لہجہ سنا تھا۔ دل بھر آیا۔ میں چند لمحات ساکت کھڑا رہ گیا۔

لیکن کریم بابا کو جیسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اُن کا دھواں دھواں چہرہ میرے سامنے تھا۔ اس چہرے پر خوف چھایا ہوا تھا۔ اپنی حیثیت یاد آگئی تھی انھیں۔ اندر کا انسان اچانک بول پڑا تھا مگر باہر والا اس بات سے ڈر رہا تھا۔ نتیجے کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن میں اس عظمت، اس تقدس کو پامال نہیں

دیکھ سکتا تھا، اس سچائی کی بے حرمتی مجھے گوارا نہ تھی۔ اس سے پہلے کہ کریم بابا اپنی غلطی، اپنے لہجے کی معافی مانگیں میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اُن کے بازو پکڑتے ہوئے کہا "اب غلطی ہو چکی ہے بابا! اسے نبھانا ہی پڑے گا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ نکل جائے گا۔ آپ نے واقعی سچ کہا تھا۔ بس بے وقوفی تھی میری۔ لیکن جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب اُسے تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ آپ جاگتے رہیں واپس آکر آپ کو بتاؤں گا کہ اِس سلسلے میں کیا ہوا؟"

کریم بابا کا چہرہ ایک عجیب سی روحانی مسرت سے دمک اٹھا۔ انھوں نے کچھ کہنا چاہا مگر میں نے کہا "واپس آکر باتیں ہوں گی آپ سوئیے نہیں۔"

"انتظار کروں گا میاں!" کریم بابا نے کہا اور میں مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔ میں اب تک ایک شدید ذہنی کوفت کا شکار تھا لیکن اب ایکدم طبیعت میں جولانی سی پیدا ہو گئی تھی۔ وسوسوں کے پھنکارتے ہوئے ناگ خاموش ہو گئے تھے۔ بابا کے لہجے، ان کے غصے ... کو عجیب تسکین، ایک عجیب لذت سے آشنا کیا تھا۔ مجھے اچانک احساس ہوا تھا کہ میں تنہا نہیں ہوں، بہت طاقت

رشتہ ہے میری پشت پر۔

کار اسٹارٹ کر کے میں باہر نکل آیا۔ چوکیداری کے فرائض ایک اور ملازم نے سنبھال لیے تھے۔ کار برق رفتاری سے دوڑنے لگی۔ اب میں قادر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اگر اُس نے غداری کی ہے تو اس بات کو میری نگاہوں سے چھپا نہیں سکے گا۔ دیکھ لوں گا اُسے بھی۔ دو تین موڑ مڑا تھا کہ ایک عجیب سا احساس ہوا۔ ان دو روشنیوں کو میں بہت دیر سے دیکھ رہا تھا۔ شاید یہ اسی وقت سے میرے پیچھے تھیں جب میں کوٹھی سے نکلا تھا۔ سڑکیں سنسان نہ ہوتیں تو شاید احساس بھی نہ ہوتا، لیکن ویران سڑکوں پر مسلسل ایک ہی فاصلے سے ان کا نظر آنا چونکنے کا باعث بنا تھا۔ "تعاقب" میرے ذہن میں ابھرا۔ اس قسم کے معاملات سے کبھی سابقہ نہیں رہا تھا اس لیے چند لمحوں کے لیے پریشان ہو گیا۔ اب کیا کروں! دل جیسے دھڑکنے لگا۔ ایسے موقعوں پر کیا کیا جا سکتا ہے۔ کار کی رفتار خود بخود سست ہو گئی لیکن روشنیوں کا فاصلہ کم نہ ہوا۔ گویا وہ کار بھی سست ہو گئی تھی۔ اس سے ایک خیال ذہن میں آیا۔ اور میں نے خود پر قابو پا کر کار کی رفتار پھر پہلے کے مانند کر دی، نہ تیز نہ سست۔ اب میں نے گھاٹ پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ اس طرح تو صورتِ حال بہت خراب ہو جائے گی۔ تھوڑی

دیر کے بعد ایک سینما ہاؤس کے پاس سے گزرا۔ یہاں چند دکا کھلی ہوئی تھیں۔ مجھے اچانک ایک خیال آیا اور میں نے پان کی دکان کے سامنے کار روک دی۔ انجن بند کر کے نیچے اترا، اور دکان سے ایک گلوری خرید کر منہ میں دبائی۔ زندگی میں پہلا پان کھایا تھا۔ پان کھانے والوں سے سخت اُلجھتا تھا، لیکن مصلحت تھی۔ اب کوئی شبہ نہیں رہا تھا۔ بہت دُور سیاہ رنگ کی کار نظر آ رہی تھی جو رک گئی تھی اور اس کی روشنیاں بجھا دی گئی تھیں۔ اس کے علاو اور کوئی گاڑی آس پاس نہیں تھی۔ پان کھانے کے بعد میں نے دوبار کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ لیکن عقب نما آئینے میں، میں نے اس رکی ہوئی کار کو نگاہ میں رکھا۔ پھر میری گاڑی کے آگے بڑھتے ہی وہ بھی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی اور اس کی روشنیاں جل اٹھیں۔ تو میرا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ لیکن کیوں؟ وہ لوگ جو کوئی بھی ہیں میرے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہیں اور موقع کے منتظر ہیں یا صرف تعاقب پر اکتفا کریں گے؟ کون ہو سکتے ہیں۔ قادر کے آدمی؟ کیا وہ مجھے گھاٹ تک پہنچنے سے روکنا چاہتے ہیں۔ لیکن کیوں؟ ذہن نے خود ہی اس خیال کی تردید کر دی۔ قادر کو معلوم ہے کہ میں نے ابھی کسی اور کو اپنا ساتھی نہیں بنایا اور صرف اُسی پر بھروسا کیا ہے۔ میں کسی اور کو حقیقت بتا کر اُس کے پاس نہیں پہنچوں گا بلکہ بالکل رازداری سے گھاٹ پر آؤں گا۔ اس لیے اگر اسے میرے خلاف

کچھ کرنا ہی ہے تو وہاں بھی کر سکتا ہے۔ یہ اس کے آدمی نہیں ہو سکتے۔ کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا البتہ اب گھاٹ پر جانا حماقت کے سوا کچھ نہ تھا۔ ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے ضروری تھا کہ میں اپنے اس وقت کوٹھی سے نکلنے کا جواز پیدا کروں۔ لیکن یہ سوال ابھی تشنہ جواب تھا کہ ان کے تعاقب کی وجہ کیا ہے اور یہ کہ وہ صرف تعاقب کرنا چاہتے ہیں یا میری زندگی کے گاہک ہیں۔ اس کا فیصلہ مشکل تھا۔ وہ یقیناً جرائم پیشہ لوگ تھے اور میرا ایسے حالات سے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔

سڑک آگے چل کر پھر سنسان ہو گئی اور ہر لمحہ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی دھماکا سنائی دے گا، اور گولی عقبی شیشے کو توڑتی ہوئی میری گدی میں اتر جائے گی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کئی سنسان سڑکوں سے گزرنے کے بعد کم از کم یہ اطمینان ہو گیا کہ و لوگ مجھے قتل یا زخمی نہیں کرنا چاہتے، ورنہ اُن سڑکوں پر انھیں پورا پورا موقع مل سکتا تھا۔ میں تقریباً دو گھنٹے تک آوارہ گردی کرتا رہا۔ جواز خود بخود پیدا ہو گیا تھا۔ اگر میرا تعاقب کرنے وا بوڑھے کے معاملے میں ہی ملوث ہیں تو سوچ سکتے ہیں کہ میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ دو گھنٹے سڑکیں ناپنے کے بع میں واپس کوٹھی چل پڑا۔ قادر میرے ذہن میں تھا۔ میرے ن

پہنچنے سے اُس نے نہ جانے کیا سوچا ہو گا۔ لیکن ان لوگوں کو پیچھے لگا کر میں گھاٹ نہیں جا سکتا تھا۔

میں پہنچا تو چوکیدار جاگ رہا تھا۔ کوٹھی کے کچھ حصے بھی روشن نظر آ رہے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اندر بھی کچھ لوگ جاگ رہے ہیں۔ میں کار کھڑی کر کے انیکسی میں پہنچ گیا۔ کریم بابا اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے جلدی سے پوچھا "کچھ پتا چلا میاں؟"

"نہیں کریم بابا!"

"چائے بنا لاؤں؟"

"بنا لائیے لیکن اپنے لیے بھی۔ آپ کو بھی اپنے ساتھ جگاؤں گا۔" میں نے لاڈ سے کہا۔ اور کریم بابا چلے گئے۔ جوتے اتار کر میں آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کریم بابا آ گئے۔ چائے کی ٹرے ان کے ہاتھ میں تھی۔ میں نے ٹرے اپنے سامنے سرکا کر اُن کے لیے بھی چائے بنائی اور خود اُٹھا کر انھیں دی۔

"وہ میاں... ہم... شرمندہ ہیں... کچھ دماغ سٹھیا گیا ہے۔ آپ نے... آپ نے..."

"بابا! جو کچھ دے چکے ہو کیا وہ چھین لینا چاہتے ہو؟"

"کیا میاں؟"

"مجھے ڈانٹتے رہا کرو۔ کوئی غلط کام کروں تو ٹوک دیا کرو۔ تمھاری ڈانٹ مجھے بہت اچھی لگی... بابا ہو تم میرے... اس خیال کو دل سے نکال دو، کہ میں نے تمھاری ڈانٹ کا بُرا مانا ہو گا۔"

چائے کی پیالی کریم بابا کے ہاتھوں میں لرزنے لگی۔ انھوں نے اُسے نیچے رکھ دیا اور آنسو خشک کرنے لگے پھر بولے "میاں ہم نہیں چاہتے کہ تمھیں کوئی کچھ کہے... بہت بُرا لگے گا ہمیں! ہم جھوٹ نہیں بول رہے۔ پرانے نمک خوار ہیں اس گھر کے، سرکار نے تمھاری خدمت ہمارے سپرد کی ہے۔ بس ہمیں کچھ نہیں معلوم۔"

"کریم بابا، میں اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا کہ تم میرے بابا ہو۔"

"خدا اور بلندی دے تمھیں!" کریم بابا نے گلوگیر لہجے میں کہا، پھر انگوچھے سے آنسو خشک کر کے چائے کی پیالی اٹھا لی۔ میں خاموشی سے سوچتا رہا۔ میری ذہنی کیفیت اب بھی ٹھیک نہیں تھی۔ یہ تعاقب کرنے والے آخر کون تھے جو کوٹھی سے پیچھے لگے تھے اور کوٹھی تک آئے۔ ذہن مختلف باتیں سوچ رہا تھا۔ قادر پر ہی شبہ جاتا تھا لیکن یہ خیال بھی آتا تھا کہ قادر میرے حق میں بُرا نہیں ہو سکتا اور پھر اُسے اس قسم کی کسی حرکت سے فائدہ بھی کیا تھا۔

کریم بابا کو میں نے سونے کے لیے بھیج دیا، اور خود بھی جا لیٹا لیکن نیند جیسے آنکھوں کی راہ بھول گئی ہو۔ خیالات کے ہجوم میں رات کا سفر جاری رہا۔ اس وقت تقریباً پونے چار بجے تھے جب ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس گھنٹی کی آواز میرے لیے کسی بم کے دھماکے سے کم نہیں تھی۔ میں بُری طرح اچھل پڑا۔ اس وقت بھلا کون مجھے فون کر سکتا ہے؟ میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے قادر کی آواز سنائی دی "معاف کرنا غزالی بھائی، بہت ہی ناوقت فون کیا ہے، لیکن میں جانتا تھا کہ تمھیں نیند نہیں آئی ہو گی، کیا ہوا؟ گھاٹ پر کیوں نہیں پہنچے؟ بڑی دیر تک انتظار کرتا رہا میں تمھارا! خیریت سے تو ہو؟"

"ہاں قادر خیریت سے ہوں، سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ کچھ کامیابی ہوئی؟"

"نہیں غزالی بھائی، بڑی عجیب سی بات ہے، ابھی تک کوئی پتا نہیں چل سکا، بس ابھی ابھی واپس پہنچا ہوں لیکن میرے آدمی ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ دریا کے کناروں سے ہٹ کر پہلی پار اور اس پار، دونوں طرف کی نگرانی جاری ہے۔"

"قادر اس سلسلے میں بس تم سے اتنا ہی کہوں گا کہ اگر وہ نہ ملا تب مجھے اپنی زندگی کے سب سے بڑے نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"بدنصیبی ہے میری غزالی بھائی کہ اپنے تمام تر خلوص کے باوجود تمھارے لیے وہ نہیں کر سکا، جو تم نے کہا تھا۔ البتہ اس بات کا اطمینان دلا سکتا ہوں کہ اب یہ کام صرف تمھارا ہی نہیں بلکہ میرا بھی ہے۔ اُسے تلاش کر کے تمھارے سپرد کرنا اب میری ذمہ داری ہے۔ شرمندگی کے اظہار کے لیے مزید الفاظ میرے پاس نہیں ہیں۔"

میں چند لمحات خاموش رہا اور پھر میں نے کہا "تمھارا شکریہ قادر! تمھارے پاس میں اس لیے نہیں پہنچ سکا کہ کوٹھی سے نکلتے ہی ایک کار نے میرا تعاقب شروع کر دیا تھا اور مسلسل میرے پیچھے لگی رہی تھی۔"

"کار کا نمبر دیکھا؟" قادر نے چونکتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں دیکھ سکا، فاصلہ اتنا تھا کہ اُس کے نمبر پر میری نگاہ نہیں پہنچ سکی۔ میں نے یہی سوچا کہ اُسے اپنے پیچھے لگا کر گھاٹ پر جانا مناسب نہیں ہو گا۔ اس لیے آوارہ گردی کرنے کے بعد واپس آ گیا۔"

"اگر تم مجھے اپنے راز میں شریک کر لیتے غزالی بھائی تو میں کوئی فیصلہ بھی کر پاتا۔ اب بتاؤ کیا کروں کیسے پتا چلاؤں کہ وہ کار

کس کی تھی؟"

"کل تم سے ملاقات کرنے کے بعد ساری باتیں طے کروں گا قادر۔ مجھے افسوس ہے کہ تمھیں بھی میری وجہ سے ایک جھگڑے میں بے سبب پھنس جانا پڑا۔"

"افسوس تو مجھے ہے غزالی بھائی کہ میں بڑا طرم خان بنتا تھا لیکن اپنے یار کا ایک چھوٹا سا کام بھی نہیں کر سکا۔"

"کل کسی وقت بھی تم سے ملوں گا، دن میں کوئی مصروفیت تو نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں، یوں بھی اب اس کام کے سوا میں اور کوئی کام نہیں کروں گا۔ جب تک کہ تمھارا کام نہ بن جائے مجھ پر سکون حرام ہے۔" قادر نے پھر اسی انداز میں کہا۔

"میں انسانوں کی پرکھ میں مہارت نہیں رکھتا تھا، لیکن نجانے کیوں قادر کے لہجے میں مجھے سچائی محسوس ہوئی۔ خدا کرے کہ وہ کسی لالچ کا شکار نہ ہوا ہو، اور اس سارے معاملے میں اُس کا ہاتھ نہ ہو۔ میرے دل سے بے اختیار دعا نکلی۔ میں اگر پریشان تھا تو صرف اسی لیے کہ قادر جیسے آدمی سے میں باآسانی نہیں نمٹ سکوں گا۔ اس کے ہاتھ لمبے تھے اور پھر وہ کسی حد تک میرا رازدار بھی تھا۔ چند اور جملوں کے تبادلے کے بعد قادر نے فون بند کر دیا اور میں بستر پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

نیند کمبخت تھوڑی دیر کے لیے ہی آجاتی تو کم ازکم ذہن کی یہ گرانی ختم ہو جاتی، لیکن سونے کی خواہش کے باوجود آنکھوں ہی آنکھوں میں صبح ہو گئی۔ غسلخانے میں جا کر دیر تک غسل کیا، پھر باہر نکلا تو محسن میرے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اتنی صبح جاگنے کا عادی نہیں تھا، لیکن آج نہ صرف یہ کہ جاگ گیا تھا بلکہ تیار ہو کر میرے کمرے میں آبیٹھا تھا۔ اس بات سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ محسن رات والے سلسلے میں ہی میرے پاس آیا ہے۔

وہ مجھے گہری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "معلوم نہیں کیوں، تم نے خود کو ان جھگڑوں میں الجھا لیا غزالی۔ تم میرے اتنے عزیز دوست ہو کہ تمھارے نام ہلکی بات منسوب کی جائے تو میں برداشت نہیں کر سکتا، کاش میں نے تمھیں سنجیدگی سے اس سلسلے میں منع کیا ہوتا۔"

"اب کیا الجھن ہے محسن؟"

"کوئی الجھن نہیں ہے، بس تمھاری وجہ سے پریشان ہوں، تمھاری یہ سُرخ آنکھیں بتا رہی ہیں کہ رات کو ایک لمحہ بھی نہیں سوئے، آخر تم نے کیوں یہ مصیبت اپنے گلے لگا لی۔ کیوں یہ روگ پال لیا؟"

"محسن! بعض اوقات کچھ واقعات اس طرح پیش آجاتے ہیں کہ انسان ان کے بارے میں صحیح طور پر نہیں سوچ پاتا ہے۔ تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ اُس رات میں نے یہی سمجھا تھا کہ بوڑھا شخص کوئی چور ہے۔ اگر کوئی نوجوان آدمی ہوتا تو شاید میں داور کا ہاتھ نہ روکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہتا کہ اُسے پولیس کے حوالے کر دیا جائے۔ اُس کے بڑھاپے کو دیکھ کر میں نے یہ بات سوچی تھی کہ ممکن ہے وہ کسی مجبوری کی بنا پر چوری کرنے آیا ہو۔ بعد میں مجھے جو کچھ معلوم ہوا، وہ میرے لیے بالکل غیر متوقع تھا۔ تم مجھے انسان کیوں نہیں سمجھتے۔ دوسرے انسانوں کی طرح میرے اندر بھی تجسّس کا مادہ پایا جاتا ہے۔ یہ صرف تجسّس ہی تھا جس نے مجھے اُس کی طرف متوجہ کیا، اور اس کے بعد جو واقعات پیش آئے وہ صرف اتفاقات کا نتیجہ ہیں۔ اس سے پہلے بھی وہ کئی بار بھاگنے کی کوشش کر چکا تھا لیکن اس بار کامیاب ہو گیا۔ داور کے غیر انسانی سلوک کو تم لوگ بھی ناپسند کرتے تھے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ بوڑھے کے فرار ہونے کے نتیجے میں جو بھی حالات پیدا ہو سکتے ہیں ان کی ساری ذمہ داری مجھ پر ہے۔ میں اس کا الزام کسی اور کو نہیں دوں گا۔"

"نہیں الزام وغیرہ کا کوئی معاملہ نہیں ہے غزالی، ڈیڈی رات بھر جاگتے رہے ہیں، میری کئی بار آنکھ کھلی تو میں نے اُن کے کمرے میں روشنی دیکھی۔ یقیناً وہ اُس کے فرار سے بہت زیادہ متاثر معلوم ہوتے ہیں، میں دراصل اس لیے فکرمند ہوں کہ نجانے اب اُن کا رویہ کیا ہو؟"

"تم سے اُن کی ملاقات تو نہیں ہوئی؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں، ابھی وہ اپنے کمرے ہی میں ہیں!"

"ٹھیک ہے محسن جو نقصان انھیں میری ذات سے پہنچا ہے، میں اُسے پورا کرنے کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا لیکن میں اُن کے اس نقصان کو اپنا ذاتی نقصان محسوس کرتا ہوں اور جو بھی قدم اٹھاؤں گا وہ اسی احساس کے ساتھ اٹھاؤں گا۔"

"معلوم نہیں کیا قصہ ہے، ڈیڈی نے خواہ مخواہ معاملات کو معمہ بنا ڈالا ہے۔ میں تم سے صرف یہی کہنے آیا تھا یار کہ اگر ڈیڈی کوئی اونچی نیچی بات کہہ جائیں تو اپنے دوست کی خاطر برداشت کر لینا وہ بُرے دل کے آدمی نہیں ہیں، بس قصے میں اگر کچھ کہہ دیں تو تم اُسے زیادہ محسوس نہ کرنا۔" محسن میری طرف سے بہت زیادہ فکرمند تھا۔ مجھے اُس پر بے اختیار پیار آگیا۔

"تم مطمئن رہو محسن، میں اتنا ناسپاس نہیں ہوں!" میں نے ہنس کر کہا۔

"بس اب میں چلتا ہوں، اور ہاں تم اطمینان رکھو، بوڑھے

کی تلاش میں تم تنہا نہیں ہو گے۔ میں بھی اپنے طور پر اُسے تلاش کروں گا۔ آخر کار مل ہی جائے گا۔ پاگل آدمی ہے آخر کہاں چھپے گا۔ اس میں اتنی عقل نہیں ہے کہ کوئی منصوبہ بندی کرے۔ کہیں نہ کہیں سے اطلاع مل ہی جائے گی۔ اس کے بارے میں تم زیادہ پریشان نہ ہونا۔" محسن مجھے تسلیاں دیتا ہوا چلا گیا۔

کریم بابا نے میرے سامنے ناشتا لگا دیا تھا۔ وہ بھی رات بھر نہیں سوئے تھے۔ میں نے اُنھیں اپنے ساتھ ہی ناشتے پر بٹھا لیا۔ کریم بابا نے بہت کوشش کی کہ وہ میرے ساتھ ناشتا نہ کریں، لیکن میں نے انھیں مجبور کر دیا۔ "ایک بات آپ کان کھول کر سُن لیجیے کریم بابا، اب آپ کم ازکم صبح کا ناشتا میرے ساتھ ہی کیا کریں گے، جو محبت اور جو خوشی آپ نے مجھے دی ہے اب اُسے چھیننے کی کوشش نہ کریں۔ میں اپنوں سے بچھڑا ہوا تھا، اور مجھے آپ مل گئے ہیں۔"

کریم بابا نے میری بات سُن کر گردن جھکا لی۔ ہم دونوں نے خاموشی سے ناشتا کیا اور پھر کریم بابا برتن اُٹھا کر لے گئے۔ میں تیار ہونے لگا کہ دفعتاً میری خوابگاہ کے دروازے پر دستک ہوئی اور اس کے بعد حسن صاحب دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔ حسن صاحب کو دیکھ کر میں چونک پڑا، مجھے ان کے اس طرح چلے آنے کی توقع نہیں تھی۔ میں نے ان کا استقبال کیا اور انھیں احترام سے بٹھایا۔

"کوئی پتا چلا اُس کا؟" انھوں نے بیٹھتے ہی پوچھا۔

"ابھی تک نہیں!"

"آخر کہاں گم ہو گیا؟ یوں لگتا ہے جیسے باہر نکلتے ہی اُسے زمین نگل گئی۔"

"میں خود حیران ہوں!"

"اس کی ذمہ داری کون قبول کرے گا؟" ان کا لہجہ تُرش تھا۔

"میرے سوا اور کون کر سکتا ہے؟" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ حسن صاحب چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ پھر بولے: "اب کیا کرو گے؟"

"اسے تلاش کروں گا۔"

"مجھے صرف ایک بات پر تعجب ہے کہ وہ غائب کہاں ہو گیا۔ رات کی تاریکی میں چھپ ضرور سکتا تھا لیکن ایسا بھی نہیں کہ کوئی اس کا نشان بھی نہ پا سکتا۔ میرے ذہن میں ایک شبہ ہے۔"

"کیا؟"

"اُسے غائب کیا گیا ہے۔"

"مگر ایسا کون کر سکتا ہے؟" میں نے حسن صاحب کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اور ان کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ وہ اچانک برہم ہو گئے۔

"مجھ سے پوچھ رہے ہو! تم نے خود اس معاملے میں ٹانگ اڑائی تھی، میں نے تم سے درخواست تو نہیں کی تھی۔ داور اُس کی دیکھ بھال ایک طویل عرصے سے کر رہا تھا۔ اُس نے اُسے اپنے کنٹرول میں رکھا تھا۔ وہ عمارت سے نکل بھاگتا تھا لیکن داور اتنا چوکس تھا کہ بالآخر اُسے واپس آنا پڑتا تھا۔ آخر ہم لوگوں کو بھی کوئی اندازہ تھا۔ ہم جانتے تھے کہ اُسے کیسے کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ تم نے اُس سے رحمدلی کا مظاہرہ کیا۔ اس کی وجہ سے داور سے جھگڑا کیا اور میں نے تمھاری بات مان لی، جس کا یہ نتیجہ نکلا۔ تم نے تو ایک چیلنج قبول کیا تھا۔ چیلنج قبول کرنے کے بعد اس طرح ہتھیار تو نہیں ڈالے جاتے۔ مجھے بتاؤ اس کے بعد میں نے تمھارے کسی معاملے میں مداخلت کی۔ کیا تم سے اس بارے میں کچھ پوچھا؟ میں بھول تو نہیں گیا تھا۔ میں انتظار کر رہا تھا۔ اور آج تمھارا جواب مل گیا۔ یہ سوال مجھ سے کر رہے ہو کہ کون ایسا کر سکتا ہے۔ تم خود ایک ذمہ داری قبول کرنے کے بعد اس سلسلے میں کیا کرتے رہے ہو؟"

"آپ کا فرمانا درست ہے حسن صاحب! لیکن میں نے آپ سے عرض کیا ہے کہ اس کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔ ذمہ داری قبول کرنے کا مطلب ہے کہ میں ہی اُسے دوبارہ آپ کے حوالے کرنے کا ذمہ دار ہوں۔"

"یہ اتنا آسان نہ ہو گا تمھارے لیے۔ اتنے دن ہو گئے ہیں تم اب تک کیا معلوم کر سکے ہو اُس کے بارے میں۔ اب آئندہ کیا امید رکھی جا سکتی ہے تم سے!"

"جہاں تک اس کے بارے میں معلوم کرنے کی بات ہے حسن صاحب، تو کیا آپ میری معلومات کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں؟"

"میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں ہے۔ میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ براہِ کرم اب ان معاملات سے کنارہ کشی اختیار کر لو، اور اپنی نرم دلی اور رحم دلی کو بے جا استعمال نہ کیا کرو، اس کے نکل جانے سے مجھے بہت سے نقصانات بھی پہنچ سکتے ہیں اور میری تم سے درخواست ہے کہ اگر تمھیں میری ذات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی، تو مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش مت کرو، بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان انھیں خود ہی کنٹرول کر سکتا ہے، میں نے اُسے بے شک کسی دماغی ہسپتال میں داخل نہ کرا کر تھوڑی سی مجرمانہ ذہنیت کا ثبوت دیا لیکن یہ بات صرف میں جانتا ہوں

کر ہسپتال اُس کے لیے اور میرے لیے کس قدر نقصان دہ ہو سکتا تھا۔ بہر حال اب مَیں خود ہی اُسے تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس سلسلے میں آج مجھے متعدد انتظامات کرنا ہیں، مجھے یقین ہے کہ تم پولیس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کرو گے، یا کوئی ایسا اقدام نہیں کرو گے جس سے مجھے اختلاف ہو، یہ معاملات اونچی سطح کے ہیں، انھیں ہماری ہی حد تک رہنے دو، تم صرف اپنا کام کرو۔"

حسن صاحب کے الفاظ اتنے سخت تھے کہ مَیں برداشت نہیں کر سکا، حالانکہ میں تحمل سے کام لینا چاہتا تھا، اور اس سلسلے میں کسی جذباتی کمزوری کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن حسن صاحب نے جس مہذب انداز میں مجھے میری اوقات کا طعنہ دیا تھا وہ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا، لیکن ظاہر ہے اُن کے ساتھ کوئی گستاخی نہیں کی جا سکتی تھی، چنانچہ مَیں نے انتہائی، نرم لہجے میں کہا۔

"آپ کے حکم کی تعمیل کرنا میرا فرض ہے حسن صاحب، دفتری معاملات میں اگر آپ میری خدمات کو اطمینان بخش پاتے ہیں تو میری ملازمت کو برقرار رکھیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ کو اختیار ہے کہ مجھے اس سلسلے میں بھی نااہل قرار دے دیں۔ البتہ جو ذمہ داری مَیں نے قبول کی تھی اس کے لیے مَیں خود کو کسی طور ناکارہ نہیں سمجھتا۔ مَیں نے پورے شعور اور اعتماد کے ساتھ آپ کا چیلنج قبول کیا تھا اور اس کا بھرپور جواب دینا چاہتا تھا کہ درمیان میں یہ حادثہ پیش آ گیا۔ جہاں تک آپ کے اس جملے کا تعلق ہے کہ یہ معاملہ اونچی سطح کا ہے تو مَیں اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کروڑوں یا اربوں روپے کی مالیت کے خزانے بے شک ہم جیسے درمیانہ درجے کے لوگوں کی پہنچ سے بہت دور ہوتے ہیں۔ آپ ان خزانوں کے بارے میں جو تحقیق کر رہے ہیں بلاشبہ وہ آپ ہی جیسے مرتبے کے لوگوں کے مناسب حال ہے۔ ہم جیسے لوگ تو اس سلسلے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ لیکن جہاں تک بوڑھے بابا کے سلسلے میں چیلنج کا تعلق ہے، تو حسن صاحب یہ بات آپ، آپ کے دوست میکے براؤن اور آپ کے ساتھی طاہر علی بھی نہیں بتا سکتے کہ وہ کون ہے۔ آپ نے صرف ولاڈی واسکاٹ کی کہانی سننے کے بعد اس کا یقین کر لیا تھا کہ ولاڈی واسکاٹ کی موت کے بعد ولینی اس راز کی امین ہو سکتی ہے، لیکن حسن صاحب آپ کی کوششیں ولینی کی تلاش کے سلسلے میں کامیاب نہیں ہو سکیں۔ اور اس بوڑھے شخص کو آپ نے محض گمان کی بنیاد پر حاصل کیا ہے۔ بہر طور اگر آپ اُس سے کوئی بڑی توقع وابستہ کیے ہوئے ہیں تو ٹھیک ہے۔ مَیں تو آپ سے صرف یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اُسے تلاش کر کے آپ تک پہنچانا میرا کام ہے۔ یہ میری ذمہ داری ہے۔"

مَیں نے دیکھا کہ حسن صاحب میری باتیں سُن کر مبہوت ہو کر رہ گئے ہیں۔ پھر وہ واپس پلٹے اور میرے بالکل نزدیک آ گئے۔ فرطِ حیرت سے ان کی شکل بدل سی گئی تھی۔ بدن میں لرزش سی پیدا ہو گئی تھی اور وہ کوشش کے باوجود کچھ بول نہیں پا رہے تھے۔

"مَیں اپنے فرائض کی بجا آوری کے لیے جانا چاہتا تھا حسن صاحب، کوئی اور حکم تو نہیں میرے لیے؟"

"بیٹھ جاؤ، خدا کے لیے بیٹھ جاؤ۔" حسن صاحب ہانپتے ہوئے لہجے میں بولے اور ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ مَیں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا انھیں دیکھتا رہا۔

"تت... تمھیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

"جو کچھ مَیں نے آپ کو بتایا ہے، آپ کے اس ارشاد کے جواب میں بتایا ہے حسن صاحب کہ آپ نے مجھ سے میری اپنی اوقات میں رہنے کے لیے کہا تھا۔ میرا وعدہ ہے حسن صاحب کہ آپ کے کسی مسئلے میں اپنی اوقات سے باہر ہونے کی کوشش نہیں کروں گا۔ لیکن بوڑھے بابا کی بازیابی تک مجھے میرے حلقے میں آزاد رہنے دیں۔" مَیں نے بدستور نرم لہجے میں کہا۔

"پلیز، غزالی پلیز، تم محسن کے دوست ہو۔ میرے لیے میرے بچوں ہی کی طرح ہو۔ ممکن ہے اس سے پہلے بھی تمھیں میری کوئی بات بُری لگی ہو تو مَیں اس کے لیے تم سے معذرت خواہ ہوں۔ خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ یہ معلومات تم نے کہاں سے حاصل کیں؛ یہ سب کچھ...؟"

"حسن صاحب آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ میرے بزرگ ہیں۔ ایک شفیق بزرگ۔ آپ میرے محسن ہیں۔ آپ کو بگڑنا ہی چاہیے تھا، ظاہر ہے تین سال سے آپ اس کی حفاظت کر رہے تھے اور اب میری وجہ سے وہ نکل گیا۔ مَیں آپ سے قسم کھا کر یہ بات کہتا ہوں کہ مَیں نے آپ کی باتوں کا بُرا نہیں مانا، لیکن جہاں تک اس چیلنج کا تعلق ہے تو اُسے مَیں نے قبول کیا ہے اور آپ کو آپ کی اسی بات کا جواب دے رہا ہوں، لیکن ابھی آپ کو اس سلسلے میں کچھ نہیں بتا سکتا کہ مَیں نے یہ معلومات کس طرح حاصل کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مَیں آپ کی خدمت میں سب کچھ عرض کروں گا لیکن اس وقت جب مَیں آپ کے سامنے گردن اٹھا کر کھڑا ہو سکوں گا۔ مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ بوڑھے کو آپ کے حوالے کرنے کے بعد وہ تمام تفصیلات جو میرے علم میں ہیں آپ کو بتا کر مَیں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں گا اور پھر ان

معاملات سے کوئی واسطہ نہیں رکھوں گا۔ یہ محض ایک اتفاق تھا جو مَیں ان حالات کا ایک کردار بن گیا، محض ایک اتفاق۔ اگر مَیں نے داور کو اس بوڑھے کی پٹائی کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میرا ان معاملات سے کوئی دُور کا بھی تعلق نہ پیدا ہوتا۔ مَیں نے ایک بے زبان بوڑھے کو ایک سخت گیر اور زور مند آدمی کے ہاتھوں بھیانک تشدد کا شکار ہوتے دیکھا، اور پھر وہ کچھ ہوا جو ہوا۔ اگر مجھے اس سلسلے میں پہلے سے کچھ بھی معلوم ہوتا تو مَیں کبھی دخل نہ دیتا۔"

"نہیں غزالی نہیں! کیا تمھارے خیال میں اب مَیں سکون سے بیٹھ سکوں گا۔ ایک ایک لمحہ بے چینی میں گزرے گا میرا! میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ جو راز صرف میرے سینے میں محفوظ تھا وہ کسی اور تک کیسے پہنچ گیا۔ میری عقل ساتھ چھوڑ چکی ہے۔ جب تک تم مجھے بتاؤ گے نہیں، مَیں سخت اذیت میں رہوں گا غزالی!"

"مَیں اس سلسلے میں آپ سے انتہائی معذرت خواہ ہوں۔" مَیں نے گہرے احساسِ مجبوری کے ساتھ سر جھکا کر کہا۔ حسن صاحب بے بسی سے مجھے دیکھتے رہے، وہ جس طرح تلملا رہے تھے اس کا اندازہ ان کی کیفیت سے بخوبی ہو رہا تھا پھر وہ گہری سانسیں لیتے ہوئے بولے: "ٹھیک ہے، تمھیں اس کا اختیار ہے۔ مَیں نے تم سے جتنا سخت لہجہ اختیار کیا اور جو الفاظ استعمال کیے اس کے جواب میں تم مجھ سے یہ انتقام لے سکتے ہو، ہاں تمھیں اس کا اختیار ہے۔ بہر طور مَیں انتظار کروں گا۔" حسن صاحب خاموش ہو گئے۔

تب مَیں نے آہستہ سے کہا "حسن صاحب آپ کو غلط فہمی ہوئی۔ مَیں آپ سے قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میرے ذہن میں بدلے کا تصور تک نہیں ہے۔ بے شک آپ کے الفاظ میرے لیے سخت تھے لیکن آپ کی عنایات اس سے کہیں زیادہ رہی ہیں اور مجھ پر آپ کا بہت کچھ قرض ہے۔ مَیں اس قرض کی مکمل ادائیگی چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک جیسے مناسب سمجھو کرو۔ مَیں تم سے شرمندگی کا اظہار کر چکا ہوں اور اس بات کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ تمھیں سمجھنے میں مجھ سے غلطی ہوئی۔ اگر بوڑھے کی تلاش کے سلسلے میں میرے ساتھ کوئی تعاون کرنا چاہو تو مَیں تمھیں خوش آمدید کہوں گا، ورنہ مَیں اپنے طور پر بھی کوششیں کر رہا ہوں۔" حسن صاحب اپنی جگہ سے اُٹھے اور باہر نکل گئے۔

مَیں نے مزید کچھ کہنے کی کوشش نہیں کی۔ اُن کے جانے



کے بعد مَیں خود بھی باہر نکل آیا اور اپنی کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ اب مَیں پہلے سے کہیں زیادہ محتاط تھا۔ پچھلی رات جو کار میرا تعاقب کرتی رہی تھی وہ اس وقت بھی میرے ذہن سے محو نہیں ہوئی تھی اور مَیں عقب نما آئینے میں اور اپنے اطراف مسلسل اس بات کا جائزہ لے رہا تھا کہ اب بھی کوئی میرے تعاقب میں ہے یا نہیں لیکن اس وقت مجھے ایسا کوئی شبہ نہیں ہوا۔ مَیں سیدھا دفتر گیا۔ دفتر پہنچ کر تمام معاملات کو اسی طرح دیکھا جس طرح روزانہ کا معمول تھا۔ نجانے کتنی دیر گزری تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور مَیں نے ریسیور اُٹھا لیا، دوسری طرف سے جولیا کی آواز سُنائی دی: "گازالی... گازالی! کیا تمھیں علم ہے؟ کیا تمھیں تمام صورتحال کا علم ہے؟"

"ٹیلی فون پر کوئی گفتگو مناسب نہیں ہے۔" مَیں نے جواب دیا۔

"لیکن۔ لیکن مَیں! مَیں کتنی پریشان ہوں۔ اس کا تمھیں اندازہ ہے؟"

"ہاں ہے!" مَیں نے آہستہ سے کہا۔

"مَیں تم سے فوراً ملنا چاہتی ہوں۔ دفتر سے فوراً اُٹھ جاؤ۔ پلیز اُٹھ جاؤ گازالی۔ مَیں بڑی مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔" جولیا کے لہجے سے بے چینی ٹپک رہی تھی۔

"ابھی مَیں دفتر سے نہیں اُٹھ سکتا لیکن تقریباً گیارہ بجے میں تم سے ملاقات کر سکتا ہوں۔ بتاؤ کہاں پہنچوں؟"

"وہیں آ جاؤ، جہاں وہ ٹھہرے ہوئے ہیں، مگر گیارہ بجے کیوں؟ ابھی کیوں نہیں؟"

"ٹھیک گیارہ بجے میڈم!" مَیں نے جولیا کا نام لیے بغیر کہا اور فون بند کر دیا۔ اس سے زیادہ خطرہ میں مول نہیں لے سکتا تھا بلکہ اب جو صورتحال پیدا ہو گئی تھی اس کے تحت مَیں

نے فیصلہ کیا تھا کہ جولیا کو قطعی طور پر منع کر دوں کہ وہ مجھے دفتر فون نہ کرے تاکہ اس سے میرا رابطہ کسی طور ظاہر نہ ہو۔ میکے براؤن کے بارے میں مجھے اطلاع مل چکی تھی کہ اس کے ساتھ کیا صورتحال پیش آئی ہے۔ اب اس کا رویہ بھی دیکھنا تھا، ویسے بڑے انوکھے واقعات تھے۔ میں عجیب و غریب حالات کا شکار ہو گیا تھا جن سے میرا ذہن الجھ کر رہ گیا تھا۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکا میں نے دفتری معاملات نمٹائے اور پھر باہر نکل آیا۔ لیکن کار میں بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کرتے ہوئے میرے ذہن میں پھر وہی خیال پیدا ہو گیا یعنی کہیں میرا تعاقب نہ کیا جا رہا ہو۔ لیکن میکے براؤن سے ملنا ضروری تھا، چنانچہ اللہ کا نام لے کر چل پڑا اور سڑک پر نکل آیا مگر میں نے فوراً ہی میرینا کا رُخ نہیں کیا بلکہ اُس سے بالکل ہی مخالف سمت چل پڑا اور جان بوجھ کر ایک ایسا لمبا راستہ اختیار کیا جس پر زیادہ رش نہیں ہوتا تھا۔ تاہم دن کا وقت تھا اور کوئی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ کون سی گاڑی میرے تعاقب میں ہو سکتی ہے۔ خوب غور و خوض کرنے کے بعد آخر میں ایک ایسی عمارت کے قریب پہنچ گیا جس کی سچویشن مجھے معلوم تھی۔

کار عمارت کے پارکنگ لاٹ میں پارک کرنے کے بعد میں اندر داخل ہوا اور دروازے کے دوسری طرف پہنچ کر میں نے آڑ میں ہو کر شیشے سے باہر جھانکا اور کافی دیر تک یہ دیکھتا رہا کہ کوئی کار فوراً ہی وہاں آ کر تو نہیں رُکی اور اس سے کوئی نیچے تو نہیں اترا، لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس کے باوجود میں نے بے احتیاطی سے کام نہیں لیا اور عمارت کے دوسرے دروازے کی جانب چل پڑا جو ایک تپلی گلی میں کھلتا تھا۔ یہ علاقہ دفتروں کا علاقہ تھا۔ خاصی چہل پہل رہتی تھی یہاں۔ تپلی گلی کے دوسری طرف ایک اور عمارت تھی۔ میں اس عمارت میں داخل ہو گیا۔ یہ اس عمارت کا پچھلا دروازہ تھا اور اس کا سامنے کا حصہ ایک اور چوڑی سڑک پر کھلتا تھا، چنانچہ میں اس سڑک پر آ گیا۔ اپنے طور پر تو میں نے خاص احتیاط برتی تھی۔ اب اس کے بعد جو کچھ بھی ہوتا اس کے لیے بھلا کیا کیا جا سکتا تھا۔ چند لمحوں کے بعد عمارت کے سامنے نمالی ہونے والی ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر میں ہوٹل میرینا کی جانب جا رہا تھا۔ اس ٹیکسی نے مجھے میرینا کے سامنے اُتار دیا، اور میں کرایہ ادا کر کے پھرتی سے اندر داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں میکے براؤن کے کمرے کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

دروازہ جولیا ہی نے کھولا۔ مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہوئے تھے۔

میرے اندر داخل ہونے کے بعد اُس نے فوراً ہی دروازہ بند کر دیا۔ مسہری پر میکے براؤن دراز تھا۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ کہنیوں کے بل اُٹھ کر بیٹھ گیا، اور میں اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے اُس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی دیکھ کر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا "ارے مسٹر براؤن! آپ یہ آپ!"

براؤن کی تیز آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں پھر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی "گویا رات کے واقعات کا تمھیں علم نہیں ہے؟"

"کیوں نہیں! میرے آدمیوں نے مجھے اطلاع دے دی تھی۔"

"اس کے باوجود تم نے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا۔"

"کوشش کی تھی رابطہ قائم کرنے کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا!" میں نے فوراً ہی جواب دیا۔

"وہ کیوں؟"

"میں رات کو کار لے کر نکلا تھا، خیال یہ تھا کہ سیدھا آپ کے پاس آؤں اور آپ سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں لیکن ایک کار میرے تعاقب میں لگ گئی اور مسلسل تعاقب جاری رکھا گیا۔ اس شکل میں آپ تک آنا مناسب نہیں تھا۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"اوہ، کیا تم نے اس کار کا نمبر وغیرہ دیکھا؟" براؤن چونک کر بولا۔

"نہیں! مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا!"

"اس کا مطلب ہے کہ ہم پر بھرپور نگاہ رکھی جا رہی ہے اور اس طرح... اس طرح تو اب میرینا میں میرے لیے ٹھہرنا بہت خطرناک ہو گیا ہے۔"

"لیکن یہ زخم مسٹر براؤن... یہ زخم!" میں نے مضطربانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"تمھارے آدمیوں نے تمھیں اس کی اطلاع دی کہ بوڑھے کو ان کی تحویل سے نکال لیا گیا؟" اُس نے میری بات کا جواب دینے کی بجائے مجھ سے سوال کیا۔

"جی ہاں! انھوں نے یہ اطلاع مجھے رات ہی کو دے دی تھی اور اس کے بعد میری جو کیفیت ہوئی میں آپ سے بیان نہیں کر سکتا!"

"صرف کیفیت سے کام نہیں چل سکتا۔ وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں جنھوں نے یہ حرکت کی۔ تم... تم اس سلسلے میں مکمل ذمہ دار ہو غزالی تمھیں اندازہ ہے کہ کیا کچھ ہو گیا ہے، ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے!"

"براہِ کرم پہلے آپ مجھے یہ بتائیے کہ کیا آپ نے اس اغوا

کی نگرانی کی تھی۔"

"ہاں! میں پروگرام کے مطابق وہاں موجود تھا۔ جب وہ لوگ اس بوڑھے کو لے کر چلے تو میں بھی اُن کے پیچھے لگ گیا لیکن تھوڑی ہی دُور چلنے کے بعد اُن کا راستہ روکا گیا اور بوڑھے کو اُن سے حاصل کر لیا گیا، مجھے بھی مجبوراً رُکنا پڑا لیکن میری تمام توجہ اس وقت انہی لوگوں کی جانب تھی اور میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اس سلسلے میں مجھے کس حد تک مداخلت کرنی چاہیے۔ جیسے ہی میں کار سے نیچے اترا عقب سے کسی نے مجھ پر حملہ کر دیا اور مجھے زخمی کر کے فرار ہو گیا۔ نجانے کتنی دیر تک میں زخمی حالت میں پڑا رہا اور جب ہوش آیا تو بدقت تمام واپس ہوٹل پہنچا۔ کیا تمھارے آدمیوں نے تمھیں یہ نہیں بتایا کہ بوڑھے کو اغوا کرنے والے کون تھے؟"

"نہیں! ان لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ اس سلسلے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکے۔"

"اوہ... اوہ... غزالی۔ مسٹر غزالی میں اس سلسلے میں تمھیں مکمل طور پر ذمہ دار قرار دیتا ہوں۔ جن لوگوں کا تم نے انتخاب لیا یہ ان کی ذمہ داری تھی۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ بوڑھے کی دستیابی ضروری ہے!"

"مسٹر براؤن آپ جارحانہ انداز میں گفتگو کر رہے ہیں میں خود اتنا پریشان ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ حسن صاحب کی نگاہوں میں الگ ذلیل ہو چکا ہوں کیونکہ بہرطور بوڑھے کی ذمہ داری مجھ پر تھی۔ مس جولیا شاید رات کے واقعات کے بارے میں بتا سکیں، میں ساری رات سو نہیں سکا، اس کا اندازہ شاید آپ میرے چہرے سے بھی لگا سکتے ہیں اور اس کے بعد آپ بھی اس انداز میں گفتگو کر رہے ہیں۔ کیا مجھے کہیں سے اخلاقی مدد بھی نہیں مل سکے گی۔" میں نے بیچارگی کے انداز میں کہا۔

"سوال یہاں اخلاقی مدد کا نہیں پیدا ہوتا مسٹر غزالی! اس سلسلے میں ہمارے اور تمھارے درمیان ایک سودا ہوا تھا۔ ہم نے تمھیں اس سودے کی پیشگی رقم بھی ادا کر دی تھی۔ باقی منصوبہ بندیاں تمھاری اپنی تھیں۔ وہ لوگ مکمل طور پر اس کے ذمہ دار ہیں جن کو تم نے کرائے پر حاصل کیا تھا۔ میں زخمی ہو گیا ہوں۔ خون کافی بہہ گیا ہے میرے بدن سے، لیکن اس کے باوجود اپنے طور پر میں تمھاری مدد کرنے کو تیار ہوں۔ بوڑھے کی بازیابی کے ذمہ دار مکمل طور پر تم ہو مسٹر غزالی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ اب تم اس سلسلے میں کیا کام کرو گے اور وہ کتنا موثر ہو گا؟"

"ڈیڈی پلیز! میں آپ کو پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ غزالی ساری رات جاگتے رہے ہیں، اور میں اس بات کی بھی اطلاع دے چکی ہوں کہ یہ کار لے کر نکلے تھے اور کافی رات گئے واپس آئے تھے۔ مجھے اس بات کا بھی علم ہے کہ یہ حسن صاحب کے عتاب کا شکار ہو گئے ہیں۔ اس وقت ہمارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم بھی انھیں پریشان کریں، جو ہونا تھا ہو چکا ہے اب صرف اس معاملے کا حل سوچنا ہے۔" جولیا نے میری حمایت کی۔

"حل؟ میں جن حالات میں ہوں ان کا تمھیں اندازہ نہیں ہے!" براؤن نے کہا۔ میکے براؤن کافی اُلجھا ہوا تھا۔ چند لمحات خاموشی طاری رہی۔ پھر اُس نے کہا۔ "لیکن تم نے اس سلسلے میں کیا کیا۔ کچھ کرو مسٹر غزالی۔ کوئی ٹھوس قدم اُٹھاؤ۔"

"میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھا رہا۔" میں نے جواب دیا۔

"سارا پروگرام چوپٹ ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا وہ کون ہو سکتے ہیں؟" میکے براؤن اُلجھے انداز میں بولا۔

"اس بارے میں آپ مجھ سے بہتر سوچ سکتے ہیں مسٹر براؤن۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ کون ہو سکتا ہے جو بوڑھے کی حقیقت سے واقف ہے۔ آپ۔ حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی۔ وہ حسن صاحب کے قبضے میں تھا اور انھیں اس کے بارے میں کوئی خدشہ نہیں تھا، نہ وہ ہمارے پروگرام سے واقف تھے۔ اس کے علاوہ اگر وہ بوڑھے کو کہیں اور رکھنا چاہتے تو انھیں کوئی نہیں روک سکتا تھا، اس لیے صرف ایک ہی شخصیت رہ جاتی ہے۔"

"طاہر علی!" میکے براؤن اچھل کر بیٹھ گیا۔

"ہاں! صرف طاہر علی۔"

"اوہ... اوہ! مگر اُسے کیسے علم ہو گیا... کیا وہ؟ اُسے تو میری آمد کی خبر بھی نہیں۔" میکے براؤن خاموش ہو گیا۔

میں نے یہ شوشہ جان بوجھ کر چھوڑا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی کے رات کے لہجے سے اندازہ ہو چکا تھا کہ ایک نجی کی ملاقات میں وہ مجھ سے کس طرح گفتگو کرے گا، اس لیے یہ پیش بندی غیر مناسب نہیں تھی۔ اپنی پوزیشن سنبھالنے کے لیے ان دونوں کو اُلجھانا ضروری تھا۔ اور اس دوران ممکن تھا کہ بوڑھے کا سراغ مل جاتا۔ میں صرف حسن صاحب سے مخلص تھا۔ تب براؤن بولا۔ "تمھارا تجزیہ درست ہے۔ بات دل کو لگتی ہے۔ اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ممکن ہے اس کے آدمی بھی تاک میں لگے ہوں۔ وہ سب کچھ جو ہم کرنا چاہتے ہیں ممکن ہے وہ تنہا کرنا چاہتا ہو۔ لیکن وہ احمق ہے۔ اس کی بھلا کیا اوقات ہے۔ وہ صرف مہرہ بن سکتا ہے صرف مہرہ۔ غلطی مجھ سے ہی ہوئی ہے۔ میکے براؤن تم احمق ہو۔ تم بہت ہی پست ذہنی سطح کے لوگوں کے چکر میں پھنس گئے۔" وہ خود کلامی کے انداز میں بولا۔ اس کے بعد دیر

تک خاموش رہا۔ پھر کہنے لگا۔" غزالی! تم میرے ساتھ رہو گے۔ جو کچھ ہوگیا اُسے بھول جاؤ۔ مجھے خود میدانِ عمل میں اترنا پڑے گا۔ میں سب کچھ ٹھیک کرلوں گا۔ فکر مت کرو... میں سب کچھ ٹھیک کرلوں گا۔"

" میرے لیے کیا ہدایت ہے؟" میں نے پوچھا۔ اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا" اپنے طور پر اس کی تلاش جاری رکھو۔ اور سب سے اہم ہدایت یہ ہے کہ مجھے اپنا شریکِ راز رکھو۔ کسی کو ہمارے درمیان رابطے کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔"

" ٹھیک ہے مسٹر براؤن!" میں گہری سانس لے کر بولا۔

" بس اب جاؤ اور احتیاط رکھو۔" میکے براؤن نے کہا۔ اور میں اُٹھ گیا۔

" میں بھی جاؤں پیا؟" جولیا نے پوچھا۔

" نہیں! تم ابھی رکو جولی۔ او کے مسٹر غزالی... خدا حافظ۔" میکے براؤن نے کہا۔ اور میں باہر نکل آیا۔

مجھے خود پر ہنسی آرہی تھی۔ خوب جال میں پھنسا تھا۔ لطف آنے لگا تھا اب تو۔ لیکن زندگی اسی کا نام ہے۔ حسن صاحب کو دفتر سے میری غیر حاضری کی اطلاع مل جائے گی۔ لیکن کوئی خدشہ نہیں تھا۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ میں بوڑھے کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ میں نیچے آگیا۔ اور سیدھا قادر کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن اس سے پہلے اسے فون کرلینا ضروری تھا۔ چنانچہ پیدل ہی چل پڑا۔ اور ایک جگہ سے قادر کو فون کیا۔ فون قادر نے ریسیو کیا۔

" ہاں غزالی بھائی، میں ہی بول رہا ہوں۔" اُس نے میری آواز پہچان کر کہا۔

" کہیں جانے کا پروگرام تو نہیں ہے؟"

" نہیں آجاؤ... آرہے ہو؟"

" ہاں!"

" میں انتظار کررہا ہوں۔" قادر نے کہا۔ اور میں نے فون بند کردیا۔ ٹیکسی لی اور الفادر روانہ ہوگیا۔

قادر باہر ہی ٹہلتا ہوا ملا۔ اُس کے چہرے پر بھی رات کے جاگنے کے آثار تھے۔ فون پر اُس سے جو گفتگو ہوئی تھی، اُس سے اندازہ ہوگیا تھا کہ بوڑھے کا سراغ نہیں مل سکا۔ اس وقت اس کی شکل بھی یہی بتا رہی تھی" میرے آدمی واپس آگئے ہیں!" اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے کہا۔

" کوئی پتا نہیں چل سکا؟"

" نہیں!" اُس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ پھر چند لمحات خاموش رہ کر بولا" لعنت ہے یار مجھ پر۔ کتنا معمولی کام تھا۔ کاش مجھے اندازہ ہوتا کہ وہ اتنا طاقتور ثابت ہوسکتا ہے۔ میں نے اچھی طرح تحقیقات کی ہے غزالی بھائی۔ اپنے آدمیوں سے اس کی ایک ایک حرکت کے بارے میں پوچھا ہے۔ جس وقت اُسے کوٹھی کے سامنے پکڑا گیا تھا غزالی بھائی! اُس وقت بھی اُس نے مداخلت کی تھی لیکن ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اس وقت اس کی قوت ایک عام آدمی کی سی تھی اور انھیں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے اغوا میں بھی اُس نے نکل بھاگنا چاہا تھا لیکن انھوں نے اس کی یہ کوشش بھی باآسانی ناکام بنادی تھی۔ پھر نہ جانے کیا ہوگیا! کیا تم اُن لوگوں سے ملنا پسند کروگے جنھیں اُس نے زخمی کیا ہے؟ دریا میں پہنچ کر اُس نے اُن کی گردنیں دبوچ کر آپس میں ٹکرا دی تھیں اور اتنی قوت سے ٹکرائی تھیں کہ اُن میں سے دو کے سر کھل گئے اور وہ بیہوش ہوگئے۔ اگر دوسرے لوگ انھیں نہ نکال لیتے تو وہ شاید پانی میں ڈوب کر مرجاتے۔"

" مجھے بھی اس کا اندازہ نہیں تھا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

" کمبخت نکل کہاں گیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کوئی جگہ نہیں چھوڑی گئی۔ غزالی بھائی میں تم سے بہت شرمندہ ہوں، اور تم جو کہو میں کرنے کے لیے تیار ہوں۔ مگر ایک شکایت ضرور ہے تم سے اب تو مجھے اس کے بارے میں کچھ بتادو آخر وہ ہے کیا بلا؟ ممکن ہے میں اپنی ناقص عقل کو استعمال کرسکوں۔"

" جو کچھ میں کہوں گا تم شاید اس پر یقین نہیں کروگے قادر!"

" خدا کی قسم یقین کروں گا! اور تمھیں خدا کا واسطہ میری نیت پر کوئی شبہ نہ کرنا۔ میں شاید اپنے کسی ماں جائے بھائی ہی سے اتنا مخلص ہوسکتا تھا جتنا تم سے ہوں۔"

" تو سنو قادر! میں اس بوڑھے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا!" میں نے کہا۔

قادر متحیر اور سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔" بات انسانی ہمدردی سے شروع ہوئی تھی بعد میں معلوم ہوا کہ کچھ پُراسرار لوگ اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ ایک غیر ملکی بھی اُن میں شامل تھا۔ وہی جسے تم نے زخمی کیا ہے۔ میری رگِ تجسس بھی پھڑک اُٹھی اور میں نے سوچا کہ اس بوڑھے کو حسن صاحب کی کوٹھی سے الگ رکھ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ بظاہر میں اس غیر ملکی سے تعاون کیا تھا لیکن در پردہ میں اُسے ڈبل کراس کررہا تھا۔"

" اچھا! مگر وہ غیر ملکی اس بوڑھے کے بارے میں کچھ نہیں بتاتا؟"

" ظاہر ہے، بھلا وہ اپنا راز کیسے بتائے گا؟"

" حسن صاحب تو اس کے بارے میں ضرور جانتے ہوں گے؟"

" یقیناً، لیکن میں محسن کا دوست ہی نہیں، حسن صاحب کا ملازم بھی ہوں۔ میں اُن سے ان کے کسی راز کے بارے میں کچھ پوچھنے کی کیسے جرأت کرسکتا ہوں۔ اور وہ مجھے کیوں بتائیں گے؟"

" کوئی چال چلو!"

" ضرور چلتا! لیکن اب تو صورتِ حال ہی بدل گئی ہے۔ اگر بوڑھا ہماری تحویل میں ہوتا تو اُس کے بارے میں معلومات حاصل کی جاسکتی تھیں۔"

" صحیح ہے! لیکن یار کیا وہ واقعی پاگل تھا۔ آخر اُس نے اتنے عرصے تک اپنی طاقت کا مظاہرہ کیوں نہیں کیا؟"

" خدا جانے!"

" مجھے بتاؤ غزالی بھائی۔ مجھے بتاؤ، اب میں کیا کروں۔ اس منحوس بوڑھے کو کہاں تلاش کروں جس نے مجھے تمھاری نگاہوں میں ذلیل کرایا ہے۔"

" اس کی تلاش کے سلسلے میں میری مدد کرو، اس کے علاوہ میں تم سے کچھ اور بھی چاہتا ہوں!"

" کہو غزالی بھائی، کہو!"

" وہ کار یاد ہے جس نے میرا تعاقب کیا تھا۔"

" ہاں بالکل میں اس کے بارے میں سوال کرنے ہی والا تھا۔"

" تو یہ سمجھ لو کہ میں خطرات میں بھی گھر سکتا ہوں، اور یہ تمھیں اسی لیے بتا رہا ہوں کہ..."

" بس بس غزالی بھائی۔" اُس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا" مجھے یہ بتاؤ کہ میں تعاقب کرنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کروں؟" قادر نے پُراضطراب اور گمبھیر لہجے میں کہا۔

" صرف معلومات حاصل کرو۔ پتا لگاؤ وہ کون ہیں۔ نادر بیگ وغیرہ کی اب ضرورت نہیں ہے۔ سب کو واپس بلالو۔ اگر میرا تعاقب ہو تو تمھارے آدمی بس یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ وہ کون لوگ ہیں۔" میں نے کہا۔ اتنی دیر میں قادر گھنٹی بجا چکا تھا اُس کا ملازم آیا تو اُس نے کہا" شمشاد جہاں کہیں بھی ہو اُسے بلاؤ۔"

ملازم واپس چلا گیا۔ قادر اپنی جگہ سے اُٹھا اور عقب میں رکھی ہوئی ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری کھول کر اُس نے ایک پستول نکالا اور اسے چیک کرنے کے بعد واپس آگیا" غزالی بھائی، موجودہ حالات میں یہ ضروری ہے کہ آپ اسے اپنے پاس رکھیں۔ میں فالتو کارتوس بھی آپ کو دے دوں گا، ابھی اس کے چیمبر بھرے ہوئے ہیں۔ اس پستول کے استعمال کی مکمل ذمہ داری مجھ پر ہے۔"

میں نے پستول ہاتھ میں لے لیا۔ قادر کے اس اقدام کو میں نے دل ہی دل میں بیحد سراہا۔ پستول حاصل کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ میرے لیے ممکن نہیں تھا، اور اس کی ضرورت اچانک ہی مجھے محسوس ہوئی تھی۔ اتنے میں ایک دراز قامت شخص اندر داخل ہوا۔ وہ چہرے ہی سے بہت سنگین، دکھائی دیتا تھا۔

" شمشاد! انھیں پہچان لو! میرے بچپن کے دوست ہیں اور میرے لیے بھائیوں کی طرح ہیں۔ شنکر اور دانیال کو اپنے ساتھ رکھو۔ دانیال سے کہو کہ اپنی موٹر سائیکل پر رہے۔ ان کا پیچھا کیا جارہا ہے۔ تمھیں اندازہ لگانا ہے کہ پیچھا کرنے والے کون لوگ ہیں۔ میں نے تمھیں خاص طور سے ان کی ذمہ داری سونپی ہے کوئی عذر قبول نہیں کروں گا، انھیں کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ کوئی سوال؟"

" جی!" شمشاد نے کہا۔

" بولو!"

" کوئی خراب صورتحال ہوجائے تو 'جھٹکا' کیا جاسکتا ہے؟"

" صرف 'جھٹکا' ہی نہیں 'جھٹکے' تمھیں اجازت ہے۔" قادر نے کہا۔ اور شمشاد مسکرایا۔ جب وہ چلا گیا تو قادر بھی مسکرا کر بولا۔" اس کے باپ، دادا پیشہ ور جلاد رہے ہیں۔ انگریزوں کے ملازم تھے۔ نہ جانے کتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار ڈالا۔ یہ اُن کا صحیح معنی میں وارث ہے۔ جھٹکے سے زیادہ دلچسپ مشغلہ کوئی نہیں ہے اس کا۔ یہ میرا سب سے خطرناک آدمی ہے اور میں اسے خاص موقعوں پر ہی استعمال کرتا ہوں۔"

" جھٹکے کا مطلب..." میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

" چھٹی!" قادر گردن پر ہاتھ پھیر کر بولا۔

" اوہ، نہیں قادر! میں کسی انسانی زندگی کا خاتمہ نہیں چاہتا۔ بس میری یہ خواہش ہے کہ مجھے نقصان پہنچانے والوں کو روک لیا جائے۔ اس حد تک جانا اچھا نہیں ہوگا۔"

" میں اسے ہدایت کردوں گا۔ اور پھر وہ خود بھی بلاوجہ ایسا نہیں کرے گا۔" قادر نے مجھے اطمینان دلایا۔

" اب مجھے اجازت دو قادر۔"

" بار بار شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے غزالی بھائی۔ جو کچھ ہوا ہے میرے لیے بہت شرم کا باعث ہے۔ بس یہ مت سمجھ لینا کہ میں تم سے ندامت کا اظہار کرکے اپنا فرض پورا کرچکا ہوں۔ میرے آدمی اس بوڑھے کو اس وقت تک تلاش کرتے رہیں گے جب تک وہ مل نہ جائے۔"

میں باہر نکل آیا! قادر سے اس ملاقات کے ایک ایک لمحے کو ذہن میں دوہراتا ہوا میں کار ڈرائیو کرتا رہا۔ انسان کے باطن کی گہرائیوں میں جھانکنے کا کوئی حتمی طریقہ تو نہیں ہے۔ صرف الفاظ

اور تاثرات ہی اس سلسلے میں معاون ہوتے ہیں۔ چنانچہ قادر سے گفتگو کرنے کے بعد، اس کا جائزہ لینے کے بعد میرا دل یہی کہتا تھا کہ وہ بلاشک وشبہ کھرا آدمی ہے۔ اور وہ مجھے کبھی دھوکا نہیں دے گا۔

حسن صاحب اور میکے براؤن سے ملاقات ہوچکی تھی۔ قادر سے بھی مل لیا تھا، اب طاہر علی رہ گئے تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ سب سے ٹیڑھی کھیر ثابت ہوں گے چنانچہ اُن سے ملاقات کے لیے خود کو پوری طرح تیار کرنا تھا۔

ٹھیک ایک بجے میری کار اُن کی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ برآمدے میں ہما مل گئی۔ انتظار تو میرا ہی کر رہی تھی لیکن کسی قدر سرد مہری تھی اُس کے انداز میں۔ "ہیلو!" اُس نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب کی کار نہیں نظر آرہی؟"

"ڈیڈی کو کچھ دیر لگ جائے گی۔ مجھ سے کہہ گئے ہیں کہ آپ کو روک لوں۔" مجھے ہما کے لہجے میں اجنبیت محسوس ہوئی۔ میں اس نئی صورتحال کو سنبھالنے کے لیے تیار ہوگیا، مگر نہ جانے کیا بات تھی؟

"آئیے!" اُس نے کہا اور واپس مڑ گئی پھر ہم ڈرائنگ روم میں داخل ہوگئے۔ "کیا پئیں گے آپ؟"

"ایک کپ زہر مل سکتا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

ہما چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ "مذاق فرما رہے ہیں؟"

"نہیں سنجیدہ ہوں۔"

"زہر پئیں آپ کے دشمن، آج آپ کو زہر پینے کا خیال کیوں آگیا۔" اُس کا لہجہ استہزائیہ تھا۔

"اس لہجے کی وجہ معلوم کرسکتا ہوں؟"

"مجھ سے سننا ضروری ہے؟"

"مجبور نہیں کروں گا۔ تمہارا گھر ہے!"

"کاش میں کوئی گھر بنا سکتی۔ بہت بدنصیب ہوں اس سلسلے میں۔ بنیاد رکھتی ہوں، دیواریں اُٹھاتی ہوں لیکن وہ گر جاتی ہیں۔"

"کونسی دیوار گر گئی ہما؟"

"پلیز غزالی! اتنے بے رحم نہ بنو۔ سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی انجان بنتے ہو۔ میں نے ایسی تو کوئی بُرائی نہیں کی تمہارے ساتھ۔ تمہیں دوست کہا ہے، دوست سمجھا ہے۔ کیوں زخموں پر نمک چھڑکتے ہو۔"

"ہما! کیا ہوگیا ہے تمہیں؟" میں نے عاجز آکر کہا۔ ہما اس وقت بہت سنجیدہ نظر آرہی تھی۔

"بار بار نہیں بتاؤں گی کہ مجھے کیا ہوگیا ہے۔ ایک بار کہہ چکی ہوں، کئی بار کہہ چکی ہوں۔ کیا بات ہے کیا چاہتے ہو کھل کر بتا دو۔ اتنا انصاف تو کرو میرے ساتھ۔ کیا انسانیت کے رشتے سے بھی میرا اتنا حق نہیں بنتا۔ تم تو ایک اعلیٰ انسان مشہور ہو۔" ہما کا لہجہ اتنا عجیب تھا کہ مجھے اچنبھا ہوا۔ اس کے لہجے نے مجھے بہت متاثر کیا۔ میں دیر تک اُسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا "ہما کوئی غلط فہمی ہوگئی ہے تمہیں؟"

"نہیں بولو گے، سچ نہیں بولو گے۔ تمہاری مرضی!" وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ہما مجھ سے پوچھو۔ سوال کرو مجھ سے۔ وعدہ کرتا ہوں کہ سچ بولوں گا صرف اِس وقت۔ اِس وقت سے جو فائدہ اُٹھا سکتی ہو اُٹھا لو یا اس کے بعد کوئی وعدہ نہیں ہوگا۔ بولو کیا ہے تمہارے دل میں؟ بولو ہما!"

"کاش میں تمہیں کوئی قسم دے سکتی۔ کاش کسی ایسے شخص کو جانتی میں جو تمہیں عزیز ہو۔ ایک بار سچ سچ بول دو غزالی"

"وقت نکل جائے گا ہما تم دیر کر رہی ہو۔" میں نے کہا۔ میں کچھ جذباتی ہوگیا تھا۔ اس احساس کی تذلیل نہیں کرسکتا تھا جو ہما کے انداز نے سینے میں پیدا کردیا تھا۔ میں اس لمحے ہر مصلحت کو توڑنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔

"دیکھو غزالی یہ سچ ہے کہ میں کالج میں فلرٹ مشہور تھی۔ یہ بھی سچ ہے کہ میں نے یونیورسٹی کے کئی نوجوانوں کو بیوقوف بنایا ہے اور بدنام ہوئی ہوں یہ بھی سچ ہے غزالی کہ کوئی شریف نوجوان جو مجھ سے واقف ہو مجھے اپنی شریکِ زندگی بناتے ہوئے ڈرے گا۔ ہاں میں اُن مصلحت پسندوں کی بات نہیں کرتی جو تلاش ہوں اور میری دولت کے سبب انھیں میری ذات کے عیب نظر نہ آتے ہوں۔ ہاں یہ سب کچھ درست ہے، یہ بھی درست ہے غزالی کہ تم وہ نہیں ہوسکتے جسے میری دولت سے دلچسپی ہو۔ اگر تم وہ ہوتے تو صورتِ حال دوسری ہوتی۔ میں تمہاری بیحد عزت کرتی ہوں غزالی، اور اس وقت جو کچھ کہہ رہی ہوں اُسی عزت کی قسم کھا کر کہہ رہی ہوں کہ میں کتنی بھی پست سہی لیکن میں نے جان بوجھ کر نہیں اُلجھنے میں کسی اندرونی جذبے کی مضبوط گرفت میں رہ کر اپنی نسوانیت کو مجروح نہیں ہونے دیا۔ میں نے سب کچھ کیا لیکن کسی بھی مرد کو اپنی خلوت میں قبول نہیں کیا۔ میں کہہ چکی ہوں کہ اس میں میری کسی سوچ کو دخل نہیں تھا بلکہ یہ شاید میری امّی کی پاک روح تھی جو میرے وجود میں سرایت کرکے مجھے غلاظت کی اس دلدل میں غرق نہیں ہونے دیتی تھی۔ ایسے لمحات بارہا آئے کہ میں مغلوب ہوگئی لیکن اندر کی طاقتور روح نے مجھے سنبھال لیا۔ میری مرحوم امّی شاید میرے سینے میں کچھ بند سموگئی تھیں۔ وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتی تھیں۔ اگر وہ

زندہ ہوتیں تو شاید مجھ سے برائے نام بھی کوئی لغزش نہ ہوتی۔ میں کسی برائے نام بدنامی کا بھی ہدف نہ بنتی۔ لیکن وہ نہیں تھیں، ڈیڈی تھے جو اپنی بیٹی کے معاملے کی نزاکتوں سے ناواقف تھے۔ ممکن ہے کبھی کوئی بات اُن تک پہنچی ہی نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پہنچی ہو تو انھوں نے نظرانداز کردی ہو۔ یہ بلاشبہ اُن کی محبت تھی، اس کے نتیجے پر انھوں نے غور نہیں کیا تھا، یا کیا تھا تو غلط فیصلے کرلیے تھے۔ انھوں نے سوچا ہوگا وہ ان لغزشوں کو نوٹوں کے انبار تلے گم کردیں گے۔ کون سمجھاتا مجھے غزالی، کوئی تھا ہی نہیں سوائے اس لطیف روح کے، جس کے ہاتھ نہ تھے جس کی زبان نہیں تھی۔ تم پسند آئے تھے غزالی، اسی طرح جس طرح دوسرے پسند آئے تھے۔ پھر نہ جانے کیوں دل میں یہ خواہش اُبھری کہ تمہیں دوسروں سے مختلف درجہ دیا جائے۔ تمہیں دل کی سچائیاں دے دی جائیں۔ فریحہ اور محسن کو بارہا دیکھا، اُن کی آنکھوں میں جذبوں کی جو سچائیاں دیکھیں وہ اتنی پسند آئیں کہ تمہیں اپنانے کو جی چاہا، لیکن یہ میری غلط اندیشی تھی۔ میں وہ نہیں ہوں جو فریحہ ہے۔ وہ مجھ سے بلند ہے غزالی۔ مجھے ان حقیقتوں پر رونا چاہیے تھا۔ مجھے سسکنا چاہیے تھا لیکن میں سچائیاں قبول کر چکی ہوں۔ بس ایک آرزو ہے دل میں غزالی، تمہاری زبان سے اپنے بارے میں فیصلہ سننے کی، سناؤ گے؟"

میں بُری طرح متاثر ہوگیا تھا۔ اور یہ بھول گیا تھا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں۔ اب میں اپنے آپ کو اس کے سامنے سچ بولنے پر مجبور پاتا تھا۔ سو میں نے کہا "سنو ہما، آج پہلی بار میرے دل میں تمہاری عزت پیدا ہوئی ہے اور میں تمہارے لیے اپنے دل میں احترام کا ایک عجیب سا جذبہ پا رہا ہوں۔ اس لیے اب میں تم سے یہ بات ہرگز نہیں چھپا سکتا بلکہ اب اسے چھپانا ایک جرم سمجھتا ہوں کہ میں نے تمہیں کبھی ایک محبوبہ کی حیثیت سے نہیں دیکھا۔ یہ محسن کی ضد تھی کہ تم سے پینگیں بڑھاؤں تاکہ تمہارے ذریعے وہ فریحہ سے ملتا رہے۔ اس طرح میں محسن کے ایک دوست کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ تمہارے بارے میں میرا خیال تھا کہ تم مجھ سے اُکتا جاؤ گی۔ کوئی اور تمہاری نگاہوں میں آبسے گا۔ کوئی اُلجھن نہیں تھی یہ سب کچھ کرتے ہوئے مجھے۔ لیکن اِس وقت سے صورتِ حال بدل گئی ہے۔ اب تم میرے لیے ایک عزیز اور محترم ہستی ہو۔ ہمارے درمیان سچے رشتے آج ہموار ہوئے ہیں ہما۔"

"وضاحت کرو غزالی! ممکن ہے میں غلط فہمی کا شکار ہو جاؤں۔" ہما نے جذباتی انداز میں کہا۔

"تمہارے نام اور تمہاری شخصیت کے ساتھ میرے ذہن میں محبوبہ کا تصور کبھی نہیں آتا۔"

"جولیا کو پسند کرتے ہو؟" ہما نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں!"

"پھر وہ کون ہے جسے تم چاہتے ہو؟"

"تمہارے سر کی قسم کوئی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ ہما کے چہرے پر ایک دم تغیر نمودار ہوا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک پیدا ہوگئی۔ پھر اس نے کہا "کوئی نہیں۔ کوئی بھی نہیں! تم یقیناً سچ کہہ رہے ہو غزالی۔ مجھے شکست نہیں ہوئی۔ یہی میری فتح ہے۔ سچ کہہ رہے ہو نا غزالی، جولیا کو بھی وہ مقام حاصل نہیں جو مجھے نہیں مل سکا؟"

"ہاں ہما! بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"ایسا کیوں ہے غزالی، کوئی لڑکی ابھی تک تمہاری زندگی میں نہیں آئی!"

"میرے شب و روز تمہارے سامنے ہیں ہما۔ ابھی میری زندگی سفر میں ہے، قیام کا، منزل کا ابھی دور دور تک کوئی امکان نہیں ہے۔ بس چل رہا ہوں۔ نہ جانے اگلے قدم پہ مجھے کس صورتحال کا سامنا کرنا پڑے۔"

ہما مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اُٹھ گئی۔

"کہاں جا رہی ہو بیٹھو۔ تم نے مجھے اداس کردیا۔"

"زہر منگوالوں تمہارے لیے۔" اُس نے کہا اور ملازم کو طلب کیا۔ "دو پیالی عمدہ سی کافی بنا لاؤ۔ جلدی۔" ملازم چلا گیا۔ پھر اُس نے کہا "غزالی! جی خوش کردیا تم نے۔ میں ایک بلی کے مانند ہوں، جو ملتی نہیں تو لڑھکا دینا پسند کرتی ہے۔ ایک سبکی سی محسوس ہوئی تھی مجھے۔ بہت برا کہا تمہیں میں نے۔ سوری۔ ویری سوری۔ جانتے ہو میں نے کیا کیا سوچا تھا؟"

"بتاؤ!"

"سوچا تھا عورت کے نام پر داغ بن جاؤں گی۔ اتنی بدنامیاں لپیٹ لوں گی خود پر کہ میرا وجود چھپ جائے۔ خود کو تم سے منسوب رکھوں گی اور اس طرح تم سے انتقام لوں گی۔ نہ جانے کیا کیا سوچتی رہی ہوں اِن دنوں۔ خیر رشتے تو بہت سے ہوتے ہیں اور پھر زندگی فقط پانے ہی کا نام تو نہیں، کھونے کا نام بھی تو ہے غزالی۔ بولو کیا تم اِس بدنام لڑکی کو اپنی دوستی کے قابل بھی نہ سمجھو گے؟"

"رُلانا چاہتی ہو ہما؟ خدا کی قسم رو پڑوں گا۔ کبھی نہیں رویا۔ میرا مان نہ توڑو۔ تم دوستی کی بات کرتی ہو۔ اگر اس سے بھی کوئی اونچا مقام ہے تو میں تمہیں وہ مقام دینا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھوں گا۔" میں نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مجھے تم کوئی بھی رشتہ بخش دو غزالی۔ میں اس کے بعد تم سے اور کچھ نہیں مانگوں گی۔" اُس کی آواز سسک پڑی۔ وہ بے اختیار

اٹھی اور میرے قدموں میں جھکنا ہی چاہتی تھی مگر میں نے اُسے روک لیا اور اُس کے شانے پکڑ کر اٹھایا اور کھڑا کر دیا۔

"میں اس سر کو اونچا دیکھنا چاہتا ہوں ہما۔ اب یہ سر میرا غرور ہے اس کی توہین نہ کرو۔" میں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

"اِس لمس کا کیا نام ہے غزالی جانتے ہو۔ بولو، کیا میں نے تمھیں پا نہیں لیا۔ کیا اب بھی کہو گے کہ کوئی تمھارے وجود میں نہیں آیا۔ بولو، مجھ سے اونچا مقام ہے کسی کا؟ ہے اب کوئی میرا ہم پلہ۔ اب بتاؤ مجھے غزالی، میں کون ہوں تمھاری؟" وہ ہیجانی انداز میں بول رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔

"میں اِس لمس کو ایک نام دوں گا ہما۔ مگر ابھی میں اس قابل نہیں ہوں۔ وقت آنے دو۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ نہ جانے کمبخت دل کا کونسا گوشہ زخمی ہو گیا تھا، نہ جانے کس طرح سلگتی آنکھوں میں نمی اُبھر آئی تھی۔ میرے رخسار بھی بھیگنے لگے تھے۔

ہما مسکرا رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ یہ گنگا جمنی مجھے بہت بھا رہی تھی۔ میں نے جیب سے رومال نکال کر اُس کے رخسار خشک کیے۔ "اب خود کو سنبھالو ہما۔ ملازم کافی لاتا ہو گا۔"

"کسی سے نہیں ڈرتی اب میں!" اُس نے غرور بھرے لہجے میں کہا۔ "لوگ مجھے کتنا ہی بدنام کریں۔ کچھ بھی کہیں میرے بارے میں، اب مجھے کسی کی پروا نہیں ہو گی۔ تمھاری پُراعتماد نگاہیں جب میری طرف اُٹھیں گی تو میرے بدن کو پاکیزگی کی اتنی ردائیں لپیٹ لیں گی کہ کچھ کہنے والے خود شرمندہ ہو جائیں گے اور غزالی ان رداؤں پر کوئی دھبہ نہ ہو گا۔ ہما جھوٹ نہیں بول رہی۔ تم میری ذات کا آخری حوالہ ہو۔ اس کے بعد کچھ نہیں ہے۔ کچھ بھی نہیں۔"

"اب کچھ نہ کہو ہما! بس خاموش ہو جاؤ، خاموش!"

"ہم ایسا کریں گے غزالی، ابھی کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔ راز رکھیں گے اس نئے رشتے کو..." وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ ملازم کافی لے آیا۔ میں نے خود اُسے کافی بنا کر دی۔ ہم دونوں خاموشی سے کافی پیتے رہے۔ اسی دوران فون کی گھنٹی بج اُٹھی اور ہما نے پیالی رکھ کر ریسیور اُٹھا لیا اور دوسری طرف کی آواز سن کر بولی۔ "ہاں ڈیڈی میں بول رہی ہوں۔ ہاں آ گئے ہیں۔ جی ہاں... ہاں ٹھیک ہے... ابھی نہیں جائیں گے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ بات کریں گے اُن سے؟ نہیں... آپ اطمینان سے آ جائیں... او کے۔" اُس نے ریسیور رکھ دیا۔

"ڈیڈی کچھ اور لیٹ ہو جائیں گے، کہہ رہے تھے تم سے ضروری ملاقات کرنی ہے۔ معذرت کر رہے تھے دیر ہونے کی۔ کہہ رہے تھے تمھیں روک کے رکھوں۔"

"ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا!"

"کوئی خاص بات ہے غزالی؟ ڈیڈی سے کیوں ملاقات کرنی تھی۔ وہ رات سے کچھ پریشان بھی ہیں۔" ہما نے سوال کیا۔ اور میرا دماغ ایکدم سے بھک سے اُڑ گیا۔ یہ خیال تو مجھے رہا ہی نہیں تھا۔ یہ کیا ہو گیا۔ ڈاکٹر طاہر علی کے لیے تو میں ایک خطرناک بیج بو چکا ہوں۔ میں نے میکے براؤن کو اُس کی طرف سے بدظن کر دیا ہے۔ میکے براؤن اس سلسلے میں ضرور کچھ کرے گا۔ کیا اب ان حالات میں، میں ڈاکٹر طاہر کے خلاف کچھ کر سکوں گا؟ اِس وقت جو کچھ ہوا تھا وہ قطعی غیر متوقع تھا۔ یہ فطری کیفیات تھیں جن سے عاری ہو کر انسان خود کو انسان نہیں کہہ سکتا۔ ڈاکٹر طاہر علی ہما کا باپ تھا۔ ہما کے باپ کو کوئی نقصان پہنچانا اب میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ ہما ان چند لمحات میں میرے لیے نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھی۔ اُس کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"ڈیڈی کے اور تمھارے درمیان کوئی خاص معاملہ چل رہا ہے کیا؟"

"تم اِس کا جواب دو ہما، ڈاکٹر صاحب نے اس بارے میں تم سے کچھ کہا ہے؟"

"صرف یہ کہ تم انھیں بھی پسند ہو۔ انھوں نے یہ بھی کہا تھا، ایک بار کہ میں تمھیں مٹھی میں رکھوں تاکہ کسی اور جال میں نہ پھنس جاؤ تم۔ تمھارے بارے میں اکثر پوچھتے رہتے ہیں وہ۔ کیا معاملہ غزالی؟ ایک بار انھوں نے مجھے جولیا سے بھی ہوشیار کیا تھا اور کہا تھا، خیال رکھوں، جولیا میرے راستے میں نہ آ جائے۔"

"کب کی بات ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ابھی ایک ہفتے کے اندر اندر کی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا جیسے میرے علاوہ بھی وہ کسی وجہ سے تم میں دلچسپی لے رہے ہیں"

میں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا "اِس بات کا جواب بھی مجھ پر قرض رہنے دو ہما۔ بتا دوں گا، نہ صرف بتا دوں گا بلکہ اس سلسلے میں تم سے مدد بھی لوں گا۔" میں نے چند لمحوں بعد کہا۔

"صرف اسی سلسلے میں نہیں۔ میں ہر طرح تمھارے کام آنے کے لیے تیار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس باب میں کوئی تکلف نہیں برتو گے، ورنہ مجھے شکایت ہو گی۔"

"ہاں ہما اب اس کی گنجائش نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ صورتِ حال اس قدر پریشان کن ہو گئی تھی کہ میں چکرا کر رہ گیا تھا۔ سارے کھیل اُلٹے ہو گئے تھے۔ طاہر علی کے خلاف دل میں بہت کچھ تھا۔ وہ خطرناک آدمی تھا۔ حسن صاحب کے

اعتماد کو دھوکا دیا تھا اس نے۔ بوڑھے بابا کو وہ ایسی دوائیں استعمال کراتا رہا تھا کہ اُس کے خلاف مقدمہ قائم ہو سکتا تھا جس کے بعد وہ کہیں کا نہ رہتا، دوسری طرف میکے براؤن تھا۔ طاہر علی بہت غیر محفوظ تھا۔ لیکن ہما نے کھیل کا پانسا ہی پلٹ کر رکھ دیا تھا۔ اِن چند لمحوں میں وہ کچھ ہو گیا تھا، جواب تک ناقابلِ تصور تھا۔ ہما بُری لڑکی نہیں تھی غلط تربیت اور صحیح محافظ نہ ہونے کی وجہ سے وہ بھٹک گئی تھی اور صورتحال معلوم ہونے کے بعد میں نے اُس کے وجود کی کرچیں سمیٹ لی تھیں انھیں یکجا کیا تھا، جوڑا تھا اور دل کی گہرائیوں میں اُسے ایک نام دیا تھا، بہن کا مقدس نام۔ ابھی اِس نام کا اعلان نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کے بعد لاتعداد ذمہ داریاں آ پڑتی تھیں اور میں، حالات کے بھنور میں پھنسا ہوا انسان ان ذمہ داریوں کا پورا بوجھ نہیں سنبھال سکتا تھا۔ اِس کے لیے وقت درکار تھا، اور اب طاہر علی...

سوچ کا سفر ابھی جاری تھا کہ باہر کچھ آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر ڈاکٹر طاہر علی ڈرائینگ روم کا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اِس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ "ہیلو!" اُس نے بھاری آواز میں کہا۔

"آداب عرض ہے!" میں نے حسبِ معمول کہا۔ طاہر علی گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا، پھر اُس نے کہا۔ "ہما مجھے غزالی سے کچھ باتیں کرنی ہیں، جو تمھاری موجودگی میں مناسب نہیں ہوں گی۔"

"میں چلی جاتی ہوں ڈیڈی، لیکن کیا دھوپ بہت تیز ہے؟"

"نہیں!"

"پھر آپ کا چہرہ اتنا سُرخ کیوں ہو رہا ہے؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے شاید بلڈ پریشر ہائی ہو گیا ہے۔ او کے ہما۔ تم آرام کرو۔" ڈاکٹر طاہر نے کہا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"مجھ سے مل کر جانا غزالی!" ہما کہتی ہوئی باہر نکل گئی۔ ڈاکٹر طاہر علی نے مجھے بیگانہ سی نگاہوں سے دیکھا پھر بولا۔ "کیا پوزیشن ہے۔ وہ ملا یا نہیں؟"

"ابھی تک نہیں!"

"اِس کا نتیجہ جانتے ہو؟" طاہر علی نے کہا۔ اور میرا پارہ چڑھنے لگا لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا۔ "کچھ وضاحت فرمائیں گے ڈاکٹر صاحب؟" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"یہ سازش تم نے کس کے لیے کی ہے؟"

"آپ کا کیا خیال ہے؟"

"میں نے تم سے سوال کیا ہے!" اس کا لہجہ اشتعال انگیز تھا۔

"تو پھر سازش کا تعین فرمائیں!"

"وہ خود نہیں گیا۔ اُسے فرار کرایا گیا ہے اور پھر غائب کیا گیا ہے اور تم جانتے ہو کہ اب وہ کہاں ہے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے پُریقین لہجے میں کہا۔

"وہ خود سے گیا ہے ڈاکٹر صاحب، پہلے بھی وہ بھاگنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔" میں نے اُسے یاد دلایا۔

"ہاں، اور تم نے اُس کی اسی کوشش سے فائدہ اٹھایا ہے۔"

"یہ آپ کی غلط فہمی ہے ڈاکٹر صاحب، بھلا میں ایسا کیوں کرتا؟" میں نے بدستور نرم لہجے میں کہا۔ میں مسلسل قوتِ برداشت سے کام لے رہا تھا۔

"دولت کے لیے، صرف دولت کے لیے۔ لیکن تم نے اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لی ہے غزالی۔ تم نے جو کچھ کھویا ہے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جانتے ہو میں نے تمھارے بارے میں کیا سوچا تھا؟"

"آپ کے دل کی بات بھلا میں کیسے جان سکتا ہوں ڈاکٹر صاحب!" نہ چاہتے ہوئے بھی میرا لہجہ استہزائیہ تھا۔

"سنو صاحبزادے، میں ڈاکٹر ہوں۔ یہ پیشہ میں نے اس لیے اپنایا تھا کہ یہ میرے باپ کی خواہش تھی۔ بنیادی طور پر میں صرف ایک مہم جو ہوں۔ اور اس بار اپنی زندگی کی آخری مہم میں اہم حصہ لینا چاہتا تھا۔ میرے پاس بہت کچھ ہے۔ مجھے دولت کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔ کچھ بھی نہ کروں تو زندگی بھر اسی طرح ٹھاٹ سے خرچ کر سکتا ہوں۔ ایڈونچر میرا شوق ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ ہما کو تم سے منسوب کر کے اپنا سب کچھ تمھیں دے دوں گا، اس کی ذمہ داریاں تمھیں سونپ دوں گا اور اپنے اِس آخری شوق کی تکمیل کے لیے نکل جاؤں گا۔ یہ تمھارا امتحان بھی تھا، میں جاننا چاہتا تھا کہ تم میں وفا کی کتنی بو ہے۔ وعدوں کو کس حد تک نباہ سکتے ہو تم۔ لیکن وہ لوگ جو سنہری سکوں اور نوٹوں کے ڈھیر دیکھ کر ہر ایک کے سامنے دُم ہلا سکتے ہیں، کبھی اِس قابل نہیں ہوتے کہ ان پر اعتماد کیا جائے۔ لاکھوں کی جائداد کا نقصان کیا ہے تم نے۔ کروروں روپے کا اعتماد توڑا ہے۔"

ڈاکٹر طاہر نے دوسرے الفاظ میں مجھے دنیا کا کتا کہا تھا۔ اب میرے لیے اپنے طیش پر قابو پانا مشکل ہو گیا تھا۔ "ہما کو درمیان میں نہ لائیں ڈاکٹر صاحب! اس کے پسینے کی ایک بوند آپ کی لاکھوں روپے کی جائداد سے کہیں قیمتی ہے۔ اس کی بات جانے دیں۔ اپنی بات کریں۔ بہت کچھ کہہ چکے ہیں آپ۔ اور بہت کچھ برداشت کیا ہے میں نے اور کس وجہ سے برداشت کیا ہے، یہ ابھی آپ کو نہیں بتاؤں گا۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ اپنی اصلاح کر لیں۔ سوچ کا انداز بدل دیں،

ممکن ہے آپ کی غلط فہمیاں دور ہونے میں دیر نہ لگے۔"

"تم دوسروں کو اپنی لچھے دار باتوں سے بے وقوف بنا سکتے ہو، مجھے نہیں۔ تم نے میرے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہے مسٹر غزالی۔ تم اپنے آپ کو بہت ذہین سمجھتے ہو، لیکن طفلِ مکتب ہو میرے سامنے۔ کیا میرے چند سوالوں کے جواب دو گے؟"

"جی۔ فرمایئے؟" میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"ہدایت سے کیا سودے بازی کی تھی تم نے؟"

ڈاکٹر طاہر علی کا یہ سوال سُن کر مجھ پر بجلی سی گر پڑی۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا "ہدایت سے بھلا کیا سودے بازی کر سکتا تھا میں؟"

"چار سو روپے ماہوار دے رہے تھے تم اُسے؟"

"بکواس ہے! کس نے کہا آپ سے؟" میں نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"میں نے بوڑھے کی دوائیں تبدیل کی تھیں۔ تم نے یہ بات جاننے کے بعد ہدایت سے پرانی دوائیں کیوں تلاش کرائی تھیں؟"

"لیکن یہ تو اس وقت کی بات ہے جب میرے اور آپ کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔" میں نے کہا۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ ہدایت نے دغا کی ہے۔ لیکن اس وقت تو اپنی مدافعت میں اور کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"اور معاہدے کے بعد تم نے میری ہدایات پر عمل کیا؟"

"سو فیصدی!"

"یہ ہیں وہ دوائیں جو میری تجویز کردہ دواؤں کی بجائے تم اُسے استعمال کراتے رہے ہو۔۔۔ یہی ہیں نا!" ڈاکٹر نے جیب سے دواؤں کا پیکٹ نکال کر میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ یہ وہی دوائیں تھیں جو گذشتہ دنوں میں بوڑھے کو استعمال کراتا رہا تھا۔

"حسن صاحب کی کوٹھی سے آرہے ہیں آپ؟" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"موضوع سے ہٹنے کی کوشش مت کرو۔ بولو یہی وہ دوائیں ہیں نا جو تم اسے استعمال کرا رہے تھے۔"

"جی ہاں!" اب اعتراف کے علاوہ چارہ نہ تھا۔

"وجہ؟" ڈاکٹر نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"انسانی ہمدردی! آپ جانتے ہیں کہ میں صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہی دادر سے اُلجھ گیا تھا۔"

"نہیں عزیزم! میں نے بڑے بڑے بقراط دیکھے ہیں۔ ان کا تجزیہ کیا ہے۔ مجھ سے اُڑ رہے ہو۔ سمندر کی تصویر، کھلونے جو تم خرید کر لائے تھے، کیا یہ سب کچھ محض انسانی ہمدردی کی بنیاد پر تھا؟"

"سو فیصدی ڈاکٹر صاحب! میں اُس کی یادداشت واپس لانا چاہتا تھا۔"

"کس لیے؟"

"اس لیے کہ وہ پاگل نہ رہے اور ایک صحیح الدماغ آدمی ہو جائے۔ میں نے اس کا جائزہ لیا تھا، وہ مٹی کے کھلونے بنا کر اُن میں کچھ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔"

"ہوش میں آجاؤ غزالی ہوش میں آجاؤ۔ ہما تمھیں چاہتی ہے، وہ بے وقوف لڑکی میری مجبوری ہے۔ ورنہ تم۔۔۔ تم ایک منٹ میں سیدھے ہو جاتے۔ سُنو جو کچھ میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو؟"

"آپ کا ذہن ماؤف ہو چکا ہے، ڈاکٹر صاحب! اتنے بوڑھے ہو چکے ہیں آپ کہ آپ کے اعصاب آپ کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ میں آپ کے لیے کوئی بُرا لفظ استعمال نہیں کر سکتا۔ افسوس کہ میں نے اپنی زباں بندی کا اہتمام خود ہی کیا ہے۔ ایک ایسے رشتے نے مجھے روک دیا ہے جو اب سے پہلے میرے اندر موجود نہیں تھا۔۔۔ پوچھیے ڈاکٹر صاحب کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟"

ڈاکٹر طاہر کا چہرہ کچھ اور سرخ ہو گیا۔ اور اچانک ایک بھیانک مسکراہٹ اُس کے چہرے پر پھیل گئی۔ چند لمحوں تک وہ مجھے دیکھتا رہا۔ ایک عجیب سی چمک تھی اُس کی آنکھوں میں کسی بھوکے بھیڑیے کی آنکھوں کی چمک۔ پھر اُس کی آواز اُبھری: "نادر بیگ کون تھا؟"

بڑا غیر متوقع اور سنسنی خیز سوال تھا۔ میں نے یہ جھٹکا بھی برداشت کیا، اور بولا: "ایک ملازم!"

"کیوں رکھا تھا اُسے؟"

"ہدایت نے اس کی فرمائش کی تھی اُس کا کہنا تھا کہ وہ تنہا اس بوڑھے کی دیکھ بھال نہیں کر سکتا۔"

"اب کہاں ہے وہ؟"

"کوٹھی پر ہو گا!" میں نے جواب دیا۔ لیکن دل ہی دل میں اعتراف کیا کہ میں نے نادر بیگ کو فوراً ہٹا کر اچھا نہیں کیا۔ اسے ابھی کچھ اور دن وہاں رہنا چاہیے تھا۔ یہ میری ناتجربہ کاری تھی۔

"وہ وہاں نہیں ہے۔ پُراسرار طور پر غائب ہو گیا ہے۔"

"ممکن ہے لیکن اُسے تلاش کیا جا سکتا ہے۔"

کہاں سے لائے تھے تم اُسے؟"

"کوٹھی میں ملازمت تلاش کرتا ہوا آیا تھا۔ کوئی اہم کام نہیں تھا اس لیے میں نے اس کے بارے میں تحقیقات ضروری نہ سمجھی اور اُسے ملازم رکھ لیا۔۔۔ مگر اُس کی وجہ سے کیا مصیبت آگئی؟" میں نے جھلا کر پوچھا۔

"کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں عزیزم؟ تمھیں آئینہ دکھا رہا ہوں۔ اب یہ بتاؤ، بوڑھا کہاں ہے۔ کیا نادر بیگ کے پاس۔۔۔؟"

"جہنم میں ہو گا۔ مجھے نہیں معلوم۔"

"گڈ ویری گڈ۔ اس وقت تم انسانی ہمدردی کے خول سے اچانک نکل آئے ہو لیکن بوڑھے کے بارے میں تو تمھیں بتانا ہی ہو گا۔"

"میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں، مل گیا تو آپ کو ضرور اطلاع دوں گا۔"

"اچھا اب آخری بات بتاؤ۔ کس کے آلۂ کار ہو۔ اور کن شرائط پر؟"

"دلچسپ گفتگو کرتے ہیں آپ، ڈاکٹر صاحب۔ اب تو آپ پر غصہ بھی نہیں آرہا۔ چلیں آپ ہی بتا دیں، میں کس کا آلۂ کار بن سکتا ہوں۔"

"بہت پیچھے سے چل رہا ہوں میں۔ اُس وقت سے سوچ رہا ہوں جب تم حسن کی کوٹھی پر آئے تھے۔ شاید باہر کا کوئی آدمی بوڑھے کی اصلیت سے واقف ہو گیا ہو اور اُس نے تمھیں اس کام پر لگا دیا ہو۔ دوسری شخصیت حسن کی ہو سکتی ہے۔ تم نے اُسے بتایا ہو گا کہ میں کیا چال چل رہا ہوں۔ اور پھر مشورے ہوئے ہوں گے۔ سوچا گیا ہو گا کہ بوڑھے کو کہیں چھپا دیا جائے، اور مجھ سے پوشیدہ رکھ کر کام کیا جائے۔ یا پھر وہ سفید چوہیا ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے وہ اپنے باپ سے کچھ ہدایات لائی ہو۔"

"یہ سب ایک بوڑھے دماغ کی کمزور سوچ ہے ڈاکٹر! احسن صاحب اس سلسلے میں مکمل اختیارات رکھتے ہیں۔ انھیں آپ کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ دوسری بات جو لیا کی ہے جسے آپ نے سفید چوہیا کا نام دیا ہے تو کیا وہ اتنی ہی ذہین ہے؟"

"تم سے بہت گاڑھی چھن رہی ہے اُس کی۔ اور تم دولت کے خواہش مند ہو۔ آخر میں کیوں نہ ان خطوط پر سوچوں۔"

"ضرور سوچیے! میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ بہرحال اب مجھے اجازت دیں۔" میں نے تنگ آکر کہا۔

"جاؤ ضرور جاؤ! میں تمھاری طرف سے اپنا دل صاف کر سکتا ہوں۔ انسانی کمزوری سمجھ کر تمھیں معاف کر سکتا ہوں لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ مجھ سے تعاون کرو۔ اگر وہ کسی اور کی تحویل میں ہے تو تم لوگوں کے لیے بیکار ثابت ہو گا۔ کوئی کچھ نہیں معلوم کر سکے گا اُس کے بارے میں۔ اگر تم نے خود یہ کوشش کی ہے تو حماقت کی ہے۔ اُس کی کہانی بہت عجیب ہے جسے کوئی نہیں مان سکے گا۔ کبھی نہیں جان سکے گا۔ ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو۔ لیکن خیال رکھنا، ابھی وقت ہے۔ اس سے پہلے کہ میں کوئی آخری فیصلہ کروں، تم اپنی اصلاح کر لو۔ میں تمھارے فون کا انتظار کروں گا، خدا حافظ۔" ڈاکٹر نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ گیا پھر وہ باہر نکل گیا۔ کمبخت نے میرے دماغ کی چولیں ہلا ڈالی تھیں۔ سر دُکھنے لگا تھا۔ گفتگو تو اُس سے میں ایسی کرتا کہ اُسے بھی لطف آجاتا لیکن زباں بندی ہو گئی تھی۔ ایک ایسا رشتہ قائم ہو گیا تھا جس کی رعایت کرنا واجب تھا۔

میں باہر نکل آیا۔ ہما نے کہا تھا کہ اُس سے مل کر جاؤں۔ ایک ملازم سے اُس کے بارے میں پوچھا۔ اور ملازم نے مجھے اُس کی خواب گاہ کا راستہ دکھا دیا۔ میں خواب گاہ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ طاہر علی کسی طرف سے نکل آیا۔ اُس نے مجھے روکتے ہوئے کہا: "ہما سے اب تمھارا نہ ملنا بہتر ہے۔"

"جو حکم! مگر وہ مجھ سے اس کی وجہ پوچھے تو؟" میں نے سوال کیا۔ اور ڈاکٹر مجھے گھورنے لگا۔ پھر بولا: "ٹھیک ہے۔ لیکن اُسے اس بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے تم۔ اِس کا وعدہ کرو۔"

"او کے ڈاکٹر! میں وعدہ کرتا ہوں کہ اُسے کچھ نہیں بتاؤں گا۔" میں نے کہا، اور ہما کی خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ دستک دی تو اُس نے اندر بلا لیا۔ ایک کتاب دیکھ رہی تھی۔

"چلتا ہوں ہما۔ پھر ملاقات ہو گی۔"

"جلدی ہے؟" ہما نے پوچھا۔

"ہاں!"

"خدا حافظ! میں کوٹھی آؤں گی۔ مجھے فون ضرور کیا کرو!"

اُس نے کہا اور میں اُلٹے قدموں باہر نکل آیا۔ کار میں بیٹھ کر کار آگے بڑھائی تو دماغ چکرا گیا۔ طبیعت اندر سے اُکھڑی سی رہی تھی۔ حالانکہ کافی وقت تھا لیکن میں کوٹھی کی طرف ہی چل پڑا۔ لان پر سناٹا طاری تھا۔ کریم بابا نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"کیسی طبیعت ہے میاں؟"

"ٹھیک ہوں بابا۔ کوئی خاص بات تو نہیں؟"

"نہیں کچھ نہیں۔ چائے یا کافی بناؤں؟"

"نہیں بالکل نہیں! غسل کر لوں۔ آرام کروں گا۔" میں نے کہا اور کریم بابا نے جلدی سے میرے کپڑے نکال دیے۔ شاور کے نیچے تھا کہ ہدایت کا خیال آیا اور میں چونک پڑا۔ جلدی جلدی غسل کیا اور لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ پھر سیدھا انیکسی سے نکل کر بوڑھے بابا کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ پوری عمارت دیکھ لی مگر ہدایت کا کہیں پتا نہیں تھا۔ کمروں کی تلاشی لی، اُس کا سامان موجود تھا۔ باہر نکل کر چوکیدار کے پاس پہنچا۔ "خان بابا! ایک بات بتاؤ!"

"جی صاب! بولو۔" بوڑھے خان نے کہا۔ اُس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ یہ زخم بوڑھے بابا نے لگایا تھا۔

"کیا ڈاکٹر صاحب یہاں آئے تھے؟"

"ہاں صاب وہ آیا تھا۔"

"حسن صاحب گھر پہ تھے اس وقت؟"

"نہیں صاب، بڑا صاب تو صبح سے گیا ہوا ہے۔"

"پھر ڈاکٹر صاحب کہاں گئے تھے؟"

"میرے کو نہیں معلوم صاب... وہ تھوڑا دیر بعد چلا گیا تھا۔"

"ہدایت کہاں ہے؟"

"وہ باہر گیا ہے صاب!"

"اُسے گئے ہوئے کتنی دیر ہوئی خان صاحب؟"

"بہت دیر ہوگیا۔ وہ ڈاکٹر صاب کا گاڑی میں گیا تھا، ہم دیکھا صاب۔ ڈاکٹر صاب باہر نکلا، باہر گاڑی روکا پھر ہدایت باہر نکلا ڈاکٹر صاب دروازہ کھولا، ہدایت اندر بیٹھا اور چلا گیا۔ ابھی واپس نہیں آیا۔"

"اچھا خان صاحب!" میں نے کہا اور واپس انیکسی چل پڑا۔ ہدایت مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ یہ ساری معلومات اس سے کس طرح حاصل کی گئی ہوں گی، اس کے بارے میں اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔ حالات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا، مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ انیکسی آکر بستر پر لیٹ گیا۔ تھکے ہوئے ذہن میں چنگاریاں بھری ہوئی تھیں۔ سونے کی کوشش کی اور قوتِ ارادی سے کام لے کر سو گیا۔ جاگا تو اندھیرا ہو گیا تھا۔ کریم بابا نے اس لیے روشنی نہیں کی تھی کہ آنکھ نہ کھل جائے۔ غسل خانے میں جاکر منہ دھویا پھر واپس آکر روشنی کی جسے دیکھ کر کریم بابا اندر آگئے۔ ان کی آنکھوں میں شفقت کا نور جھلک رہا تھا۔

"چائے کریم بابا!" میں نے کہا۔

"لاتا ہوں میاں۔ محسن میاں آئے تھے کہہ رہے تھے کہ آپ جاگ جائیں تو اُن کے ساتھ چائے پئیں لیکن اب دیر ہو چکی ہے۔"

میں نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ساڑھے سات بجے تھے۔ کریم بابا کے ہاتھوں کی بنی ہوئی چائے پی کر بال وغیرہ سنوارے اور باہر نکل آیا۔ لان پر روشنی ہو رہی تھی، موسم خوشگوار تھا۔ تنویر، محسن، فریحہ، جولیا اور دوسرے لوگ وہاں جمع تھے۔

"لیجیے آگئے!" محسن نے کہا پھر بولا "طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔ ناوقت کیسے سو رہے تھے؟"

"سوری محسن! تم لوگوں نے چائے پہ انتظار کیا ہوگا؟"

"جی ہاں! ہم لوگوں نے آپ کے انتظار میں ابھی تک تیسری چائے نہیں پی۔" تنویر نے جواب دیا۔

"تب تو مجھے واقعی افسوس ہے کیونکہ میں چائے پی آیا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں! ڈنر میں شرکت کر لینا۔"

"خوب! کیا فریحہ بھابی کے والدین کہیں گئے ہوئے ہیں؟" میں نے چوٹ کی۔

"جناب اب ہم اتنے بے حقیقت بھی نہیں، منگیتر ہیں آخر ان کے۔ ذرا آنکھیں دکھائیں تو سب ٹھیک ہو جائیں، ویسے خدا مہرباں ہے۔ محترمہ والدہ صاحبہ اور قبلہ و کعبہ کے ایک عزیز محترم خدا کے فضل سے مرحوم و مغفور ہو گئے ہیں۔ دونوں بزرگانِ گرامی ان کی آخری رسومات میں شرکت کے لیے روانہ ہو گئے ہیں، امکانات اس بات کے ہیں کہ سوئم میں بھی شریک ہوں گے۔ آپ لوگ آمین کہیں۔" محسن نے مسخرے پن سے کہا۔

"ہم کیا کہیں آپ خود کہہ لیں۔" تنویر نے کہا۔

"دیکھا غزالی! یہ بہنیں ہیں آجکل کی۔ خدا کرے تیری بھی منگنی ہو جائے اور مجھے بھی آمین نہ کہنے کا موقع ملے۔"

حسن صاحب کے اچانک چلے جانے سے ایک سکون سا احساس ہوا، ان سے ملاقات بہت کٹھن لگ رہی تھی۔ خدا نے واقعی یہ موقع فراہم کر کے مجھ پر احسان کیا تھا جس کی مجھے خوشی تھی۔ میں ان سے بوڑھے بابا کی بازیابی کے بعد ہی ملاقات کرنا چاہتا تھا!

فریحہ کی موجودگی میں محسن دعاگو آشفتہ ہو جاتا تھا، چنانچہ محفل بڑی پُر رونق رہی، پھر بوڑھے بابا کا تذکرہ نکل آیا۔ "اس سلسلے میں کوئی امید افزا خبر ملی؟" محسن نے پوچھا۔

"نہیں محسن۔ ابھی تک نہیں۔ میں حسن صاحب سے...!"

"تم بلاوجہ اتنے پریشان ہو رہے ہو غزالی۔ غلطی ڈیڈی کی بھی ہے۔ خواہ مخواہ اسے سب لوگوں کے لیے معمہ بنا ڈالا تھا۔ کسی کو اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ بتا دیتے۔ اگر اس کی ذات کو ایک سربستہ راز نہ رکھتے تو آج یہ مسئلہ نہ ہوتا اور وہ تو اس سے پہلے بھی فرار ہونے کی کوششیں کر چکا تھا اس بار کامیاب ہو گیا اس میں کسی کا کیا قصور؟"

"میرا خیال ہے داور واقعی مجھ سے زیادہ ذمہ دار ثابت ہوا۔ میں نے بلاوجہ مداخلت کی۔"

"مسٹر غزالی! میں حسن صاحب کا بیٹا ہوں۔ اُن کے مزاج کو پہچانتا ہوں۔ میرا دعویٰ ہے کہ ڈیڈی اب اس کے لیے پریشان نہیں ہیں۔ ان کا موڈ بالکل ٹھیک ہے۔"

"تاہم اُسے تلاش کرنا میری ذمہ داری ہے۔"

"خدا کی قسم میں بھی اس کے لیے کافی پیٹرول پھونک چکا ہوں۔ تو غزالی اس کی تلاش جاری رکھو لیکن خود پر سوگ طاری نہ کرو۔" محسن نے خلوص سے کہا۔ اس دوران جولیا سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ وہ غیر معمولی طور پر خاموش تھی۔ دفعتاً وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

"خیریت جولیا تم کہاں چلیں؟" تنویر بولی۔

"سوری! میں ذرا آرام کروں گی۔" اُس نے کہا اور جواب کا انتظار کیے بغیر کوٹھی کی طرف چل پڑی۔ سب چند لمحات کے لیے خاموش ہو گئے تھے۔ تنویر نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "غزالی صاحب! جولیا کی کیفیت میرے لیے معمہ بن گئی ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"اچانک بکھر گئی ہے، آپ سے کوئی بات ہوئی ہے؟"

"نہیں!" میں نے جواب دیا۔

"وہ اداس ہے۔ میرے پوچھنے پر بھی اُس نے کچھ نہیں بتایا۔ کیا آپ نے اُسے مایوس کر دیا ہے؟"

"آپ اس کی خوشیوں کی ٹھیکیدار کیوں بن گئی ہیں محترمہ؟ کیا آپ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ غزالی کو پلیٹ میں رکھ کر اسے پیش کریں گی۔ نہیں غزالی، ہرگز نہیں تم اپنی مرضی سے عشق کرو گے میرے دوست، دنیا کی کوئی طاقت تمھیں مجبور نہیں کر سکتی۔ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔" محسن بہت موڈ میں تھا۔

"دیکھ رہی ہیں فریحہ بھابی! کیسے چہک رہے ہیں جناب! لیے غزالی صاحب پلیز آپ بتائیں کوئی بات ہوئی ہے جولیا سے؟" تنویر نے کہا۔

"نہیں تنویر، کوئی بات بھی نہیں ہوئی۔ مس جولیا میرے لیے قابلِ احترام ہیں کہ وہ تمھاری دوست ہیں اور بس!" میں نے جواب دیا۔

"تو ہما جیت گئی، جولیا ہار گئی۔" تنویر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیوں غزالی، کیا مشرق جیت گیا، مغرب ہار گیا؟" محسن اپنی ترنگ میں بولا۔

"عرض کرتا ہوں!"

"ارشاد!" محسن سجیدہ ادب نواز، لہجے میں بولا۔

"تم جانتے ہو، محسن، ہما کے بارے میں یونیورسٹی میں بہت سی داستانیں گردش کرتی تھیں لیکن اس کے کسی بدترین دشمن نے بھی یہ نہیں کہا کہ وہ بدکردار ہے۔"

"ہرگز نہیں! تمھیں سجاد یاد ہے جو ہما کے ہاتھوں پٹا تھا؟"

"ہاں یاد ہے! بات چونکہ آج کی نہیں ہے، ہما کو میں ایک عرصے سے جانتا ہوں، اُس کے بارے میں میرا ایک تصور ہے۔ وہ ایک ناپختہ ذہن کی لڑکی ہے۔ اس کی رہنمائی نہیں ہوئی کبھی۔ کوئی اُسے سنبھالنے والا نہیں تھا۔ اُس کی غلط ناز برداریاں ہوئیں۔ وہ جس راستے پر آگے بڑھی، بڑھتی رہی۔ طاہر علی صرف اُس کی دلجوئی چاہتے تھے۔ انھوں نے کبھی باپ کا صحیح کردار ادا نہیں کیا لیکن اس کے باوجود اُس نے اپنے ضمیر کو زندہ رکھا۔ کیا اِس بات کو نظر انداز کر دیں گے ہم لوگ؟"

"ہاں غزالی بھائی! اس کی تائید میں بھی کرتی ہوں۔ خدا کی قسم وہ ساری باتوں کے باوجود باکردار رہی ہے۔" فریحہ نے کہا۔ وہ ہما کی دوست تھی۔

"آپ لوگ سب اس کے دوست ہیں، آپ سب سے میری ایک درخواست ہے کہ اُس کو بدلنے کی کوشش کریں۔ اُسے احترام دیں، عزت دیں اور کسی وجہ سے نہیں تو کم از کم میری خاطر۔ وہ قابلِ ہمدردی ہے قابلِ مذاق نہیں!"

"ہما زندہ باد! خدا کی قسم شیر کا شکار کیا ہے اُس نے۔ بھئی واہ لطف آگیا یہ ہوئی نا بات۔" محسن نے کہا۔

"ہما کی شخصیت نہ بدل دوں تو تنویر نام نہیں۔ بس آپ یہ مجھ پر چھوڑ دیں غزالی صاحب!" تنویر نے کہا لیکن اس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔ بس ایک لمحے کے لیے مجھے یہ احساس ہوا وہ بھی شاید اس لیے کہ میں اتفاق سے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا ورنہ مجھے یہ بات محسوس بھی نہ ہوتی۔ شاید وہ جولیا کی وجہ سے افسردہ ہو گئی تھی۔ میں نے کہا "تمھارے لیے واقعی مشکل ہو گئی تنویر۔ مجھے افسوس ہے۔" تنویر کے چہرے پر زردی سی کھنڈ گئی تھی۔ اُس نے میری طرف کچھ عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ پھر زبردستی مسکرا دی۔ "واہ میرے لیے کیوں؟"

"جولیا تمھاری دوست ہے؟ تم اُسے چاہتی ہو۔"

"جی نہیں! وہ آپ سے زیادہ نہیں میرے لیے، ہم سب کے لیے۔" اُس نے جلدی سے اپنا جملہ درست کیا۔

"میرا خیال ہے لان کی نشست ختم کی جائے! کیوں فریحہ بھوک لگی ہے؟" محسن نے کہا اور سب ہنس پڑے۔ "کوئی مزاحیہ جملہ کہہ گیا میں؟" محسن بُرا مان کر بولا۔

"ارے نہیں بھائی۔ بھلا آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ کہہ دیں فریحہ بھابی آپ کو بھوک لگی ہے۔" میں نے کہا۔

"دوسرے بھی تو ہیں!" فریحہ نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"کوئی نظر آ رہا ہو تو کہوں نا۔" محسن ڈھٹائی سے بولا۔ اور ہم سب ہنستے ہوئے اندر چل پڑے۔ جولیا کھانے پر بھی موجود نہیں تھی۔ تنویر خود اسے بلانے گئی اور واپس آگئی۔ اُس نے بتایا کہ جولیا کے سر میں درد ہے۔

کھانے کے بعد محسن، فریحہ کو چھوڑنے چلا گیا۔ میں انیکسی واپس آگیا۔ دن میں سو لیا تھا اس لیے اس وقت تازہ دم تھا۔ بوڑھے بابا کا خیال ذہن میں آتا تو طبیعت عجیب سی ہو جاتی تھی۔ کہیں وہ دریا میں تو نہیں ڈوب گیا۔ اور اگر بچ گیا ہے تو کہاں ہے کن لوگوں کے ہاتھ لگ گیا ہے، نہ جانے کون تھا بیچارہ۔ ویلینی

کی کہانی میں اُس کا تذکرہ بہت مختصر تھا۔ یہ لوگ بوڑھے کو صرف شبہے کی بناء پر پکڑ لائے تھے کوئی ثبوت تو نہیں تھا اس بات کا کہ وہ ویلینی کے معاملات سے متعلق ہی ہے۔ ممکن ہے وہ کسی اور بناء پر ویلینی کی دلچسپی کا باعث ہو۔ بقول میکے براؤن کے ولاڈمی واسکاٹ نے اپنی ڈائری میں اس شخص کا تذکرہ کیا تھا اور اسے ویلینی سے متعلق قرار دیا تھا تو یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ولاڈمی واسکاٹ کو بھی یہ غلط فہمی ہوئی ہو۔ ممکن ہے مونٹ سورلٹ کے اس خزانے کے بارے میں بوڑھے کو بھی کچھ معلوم نہ ہو اور یہ سب بلکہ ہم سب احمق بن رہے ہوں لیکن سچی بات یہ تھی کہ میری بوڑھے بابا میں دلچسپی کی وجہ خزانہ نہیں تھا۔ میں تو انسانی رشتوں کے تحت اس کے لیے فکر مند تھا۔

میں بستر پر لیٹا سوچتا رہا۔ پھر باہر کسی کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی اور میں چونک کر باہر نکل آیا۔ جولیا تھی جو کریم بابا سے اُلجھی ہوئی تھی۔ کریم بابا کہہ رہے تھے۔ "تمھاری گٹ پٹ ہم نہیں سمجھتے بی بی۔ بس وہ سو رہے ہیں۔" مجھے دیکھ کر دونوں چونکے۔ پھر جولیا پاؤں پٹختی میرے پاس آگئی۔ "پہرا لگا رکھا ہے خود پر!" وہ ذرا گرم لہجے میں بولی۔

"کریم بابا میرے بزرگ ہیں، پہریدار نہیں جولیا۔ آؤ اندر آؤ۔" میں نے کہا اور جولیا میرے ساتھ اندر آگئی اور ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔

"خیریت تو ہے نا؟"

"ڈیڈی واپس چلے گئے۔" اُس نے جواب دیا۔

"کہاں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"فرانس!"

"اچانک؟ اتنی جلدی؟"

"ہاں!"

"مجھ سے تذکرہ بھی نہیں کیا۔ جاتے ہوئے ملے بھی نہیں!"

"بددل ہو گئے ہیں وہ تم سے۔ کہہ رہے تھے کہ اب انھیں تم پر بھی اعتبار نہیں رہا، تم کسی اور کے جال میں بھی پھنس سکتے ہو۔ اگر وہ یہاں رہے تو ان کا راز فاش ہو سکتا ہے۔ ان کی یہ تشویش غلط نہیں تھی گازالی مجھے بتاؤ بوڑھا کہاں گیا۔ ڈیڈی کو کس نے زخمی کیا؟ تمھارے سوا حقیقت کون جانتا تھا۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے۔ اُن کا راز تو اب بھی فاش ہو سکتا ہے جولیا! میں جن لوگوں کے جال میں پھنس گیا ہوں وہ مجھ پر یقین کریں گے اگر میں انھیں بتا دوں کہ میکے براؤن یہاں آئے تھے۔ تاہم کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارے درمیان صرف پچاس ہزار روپے ہیں۔ کل میں یہ رقم تمھیں واپس کر دوں گا!"

جولیا مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی "کیا ہمارے درمیان صرف پچاس ہزار روپے ہیں۔ صرف؟"

"ہاں جولیا! غریب اور ملازمت پیشہ آدمی ہوں۔ بہت بڑی رقم ہے یہ میرے لیے۔ اور پھر یہ کہ میں جن لوگوں کے جال میں پھنس گیا ہوں، انھوں نے یقیناً مجھے اس سے بڑی رقم پیش کی ہوگی۔"

"میرے لیے کچھ نہیں کہو گے؟"

"نہ اپنے آپ سے مذاق کروں گا جولیا اور نہ تم سے۔ تم ایک دولت مند باپ کی بیٹی ہو اور مجھ سے زیادہ ان کی بات سے اتفاق کرو گی!"

"نہیں گازالی! میں صرف تمھارے لیے رُکی ہوں۔ تم اُسے تلاش کرو، ہم دونوں اُسے لے کر یورپ چلے جائیں گے۔ ڈیڈی کی غلط فہمیاں خود بخود دور ہو جائیں گی، اور وہ اپنی بدگمانی پر نادم ہوں گے۔"

"غور کروں گا جولیا! اب تو سوچنا پڑے گا اس بارے میں، تم نے ڈاکٹر طاہر سے ملاقات نہیں کی؟"

"نہیں!"

"انھوں نے تمھیں فون وغیرہ کیا؟"

"نہیں!" جولیا نے جواب دیا۔

"جولیا! میں بوڑھے کو تلاش کر رہا ہوں، مل گیا تو تمھیں اطلاع دوں گا۔ اس کے بعد ہی ہم کوئی مناسب فیصلہ کریں گے۔"

"میرا موڈ بہت خراب ہے۔ تم نے توجہ بھی نہیں دی، پوچھا بھی نہیں۔ کیا دوسروں کے سامنے مجھے نولفٹ کر کے میرا مذاق نہیں اُڑایا تم نے؟"

بڑے لوگوں کے موڈ خراب ہوں جونیا تو انھیں چھیڑنا نہیں چاہیے۔ بہرحال اب یہ باتیں بیکار ہیں، پہلے میری پوزیشن صاف ہو جائے اس کے بعد ہم آپس میں کوئی فیصلہ کریں گے۔ ہاں تم ڈاکٹر طاہر علی سے ضرور ہوشیار رہنا۔ میکے براؤن کا راز ان پر فاش نہیں ہونا چاہیے ورنہ حالات کے بگڑنے کی ذمہ داری صرف تم پر ہوگی۔"

"میں خیال رکھوں گی۔ مگر تم اُس بوڑھے کو جلدی تلاش کرو، جو ہمارے لیے عذاب بن گیا ہے۔ پلیز میری باتوں کا خیال نہ کرنا۔ ڈیڈی سے تمھارے بارے میں جو گفتگو ہوئی تھی اُس نے مجھے اُلجھا دیا تھا، گازالی۔"

میں نے رویہ نرم کر لیا۔ اس بلا سے اسی طرح پیچھا چھڑایا جا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلی گئی۔ میں میکے براؤن کے بارے میں سوچنے لگا۔ کیا واقعی وہ چلا گیا۔ اچانک اتنی جلدی؟ یقین نہیں آیا۔ پھر ایک خیال کے تحت میں ٹیلیفون کے

پاس آگیا۔ ٹیلیفون ڈائرکٹری میں ایرپورٹ انکوائری کے نمبر دیکھے اور اُنھیں ڈائل کر کے فرانس اور بلجیم کی پروازوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ فرانس کے لیے دو مختلف کمپنیوں کی پروازیں صبح چار اور ساڑھے سات بجے جا چکی تھیں اور شام تک کوئی پرواز نہیں تھی۔ اس کے بعد میں نے میکے براؤن کے ہوٹل رنگ کر کے اس کے کمرے کا نمبر مانگا تو دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز سنائی دی۔ "سوری سر! مسٹر براؤن ہوٹل چھوڑ چکے ہیں۔"

"کب؟"

"تقریباً ایک بجے دوپہر!" جواب ملا اور میں نے شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ میرا شبہ درست تھا۔ میکے براؤن نے صرف ہوٹل چھوڑا تھا۔ ملک نہیں۔ ممکن ہے اس سلسلے میں جولیا کو بھی معلوم نہ ہو یا پھر ممکن ہے دونوں باپ بیٹی کا گٹھ جوڑ ہو اور براؤن نے جولیا کو اس لیے میرے پاس چھوڑا ہو کہ وہ مجھ پر نگاہ رکھے، جو کچھ بھی ہے ان لوگوں سے تو نمٹ لوں گا۔ میں نے سوچا اور پھر بستر پر آگیا۔

***

دوسرے دن کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ قادر کی طرف سے بھی کوئی اطلاع نہیں تھی۔ دن کو گیارہ بجے کے قریب میں نے قادر کو ٹیلیفون کیا تو قادر موجود نہیں تھا۔ میں نے اس کے لیے پیغام چھوڑ دیا کہ اگر وہ پانچ بجے سے پہلے آ جائے تو مجھے فون کرے۔

ساڑھے بارہ بجے قادر کا فون ملا۔ "غزالی بھائی! تمھارا فون آیا تھا۔"

"ہاں قادر، تمھاری طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"بہت شرمندہ ہوں غزالی بھائی! بس کیا بتاؤں۔ یوں سمجھ لو ساری کوششیں کر چکا ہوں مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ یوں لگتا ہے غزالی بھائی وہ کسی کے ہاتھ لگ گیا۔"

"میں خود بھی اسی کام میں مصروف ہوں۔ دیکھو کیا بنتا ہے۔ ہاں اُس کار کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"حیران کُن بات ہے، ابھی تک کسی کار کو تمھارے تعاقب میں نہیں دیکھا گیا۔ ممکن ہے اب وہ تمھارے پیچھے نہ ہو۔"

"تمھارے آدمی؟"

"وہ بدستور تمھاری نگرانی کر رہے ہیں۔ مجھے رپورٹیں مل رہی ہیں، کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔"

"آج شام میں آوارہ گردی کروں گا۔ اگر کسی طرح تمھارا رابطہ ان لوگوں سے ہو جائے جو میرے پیچھے ہیں تو انھیں ہوشیار کر دینا۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ تو اب بھی تمھارے دفتر کے پاس موجود ہیں۔"

"او کے قادر!" میں نے فون بند کر دیا اور کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ پھر کچھ کاروباری لوگ آ گئے اور ان سے بات چیت میں کافی وقت گزر گیا۔ شام کو پانچ بجے دفتر سے اٹھا اور باہر نکل آیا۔ پھر یونہی سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے لگا۔ قادر کے آدمی بڑی ہوشیاری سے میرا تعاقب کر رہے تھے۔ میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ ممکن ہے اب ان لوگوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا ہو۔ خیال بار بار ڈاکٹر طاہر علی کی طرف ہی جاتا تھا۔ اس رات میرا تعاقب کرنے کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ میرے جھوٹ سچ کا اندازہ لگانا چاہتا ہو۔

لاتعداد گتھیاں تھیں جن میں دماغ اُلجھ کر رہ گیا تھا۔ پھر ایک سنسان سڑک سے گزرتا ہوا کوٹھی آگیا۔ اینکسی میں داخل ہوا تو ہما کو دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ بیرونی کمرے میں میرا انتظار کر رہی تھی۔

"تنہا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اور کون ہوتا میرے ساتھ؟" ہما نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے ساتھ میرے کمرے میں آگئی۔

"میرا مطلب ہے تنویر وغیرہ سے نہیں ملیں؟"

"ملنا نہیں چاہتی تھی اسی لیے اپنی کار بھی نہیں لائی ٹیکسی سے آئی تھی۔ اور چوکیدار کو چکمہ دے کر ادھر نکل آئی۔ مگر تم نے اتنی دیر کہاں لگا دی۔ میں نے یہاں سے دفتر فون کیا تھا۔ پتا چلا تم پانچ بجے نکل گئے تھے۔"

"ہاں بس کچھ کام تھے۔ سناؤ سب خیریت ہے؟"

"کچھ باتیں کرنی تھیں۔"

"اچھا لیکن چائے بھی پی؟"

"کریم بابا نے پوچھا ہی نہیں۔ بڑی کڑی نظروں سے گھورتے رہتے ہیں مجھے۔ کیا معاملہ ہے؟" ہما نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"کریم بابا میری پوری نگرانی کرتے ہیں۔ انھیں خطرہ ہے کہ میں کسی کے جال میں نہ پھنس جاؤں۔"

"غزالی! ڈیڈی سے تمھارا کیا معاملہ چل رہا ہے۔ کوئی گڑبڑ ہے تم دونوں کے درمیان؟" ہما کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"کیوں؟ کیسے اندازہ ہوا تمھیں؟"

"اُس دن جب ہمارے درمیان بات چیت ہوئی تھی اور ڈیڈی آ گئے تھے تو مجھے ان کے موڈ پر شبہ ہوا تھا۔ میں انھیں اچھی طرح پہچانتی ہوں۔ اس کے بعد میں نے تم دونوں کی گفتگو بھی سُنی تھی۔ ایک بار مجھے پہلے بھی شبہ ہوا تھا کہ ڈیڈی کی تم سے دلچسپی صرف میری وجہ سے نہیں ہے۔ بات چیت پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن اتنا اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی اختلافی مسئلہ ہے۔ اسی رات کھانے کے بعد ڈیڈی نے تمھارے بارے میں مجھ سے بہت سے سوالات کیے۔ میں نے ان کی گفتگو سے

محسوس کیا کہ وہ تم سے کچھ برگشتہ ہیں مجھے بھی کچھ ہدایتیں دی گئیں۔"

"مثلاً ؟" میں نے سوال کیا۔

"ہر چمکتی چیز کو سونا نہ سمجھوں۔ غزالی بظاہر اچھا انسان ہے لیکن کچھ اوباش فطرت معلوم ہوتا ہے۔ میں نے قبول نہیں کیا تو مجھ سے کہا کہ تم اپنے طور پر حقیقت معلوم کر سکتی ہو۔ ایک طرح سے مجھے تمھاری جاسوسی پہ لگا دیا گیا!"

"کیا شبہ ہے انھیں مجھ پر ؟"

"فی الحال جولیا کی نشاندہی کی گئی ہے۔ کہا گیا ہے کہ بہت ہوشیاری سے معلوم کروں کہ تم کوٹھی کے علاوہ اور کہیں بھی جولیا سے ملاقات کرتے ہو یا نہیں۔" ہما نے کہا اور میں ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔ تو طاہر علی کو جولیا پر شک ہو گیا ہے اور اس نے ہما کو مخبری پر مامور کیا ہے۔ میں نے خود کو سنبھال کر کہا "تو پھر جاسوسی کی تم نے ؟"

"اسی لیے تو آئی ہوں۔ جولیا کا تو خیر کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں غزالی کہ ڈیڈی کو تم سے کیا اختلاف پیدا ہو گیا ہے ؟"

ہما کے سوال پر میں نے صرف چند لمحات سوچا پھر ایک فیصلہ کر لیا۔ ہما کو اس سلسلے میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات وجدانی طور پر میں نے محسوس کر لی تھی اسی لیے میں نے کہا "ہمارے درمیان تنازعے کی وجہ وہ بوڑھا شخص ہے جو یہاں حسن صاحب کی کوٹھی میں رہتا تھا۔"

"وہی پاگل بوڑھا جس کا علاج ڈیڈی کر رہے تھے ؟" ہما کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں وہی! وہ یہاں سے فرار ہو گیا ہے اور ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ میں نے اُسے چھپا رکھا ہے!"

"کیوں ؟ تم اُس کا کیا کرو گے ؟"

"یہ شاید ڈاکٹر صاحب خود بھی نہیں جانتے!"

"یہ تو عجیب بات ہے!"

"بہت عجیب بات ہے، مگر ڈاکٹر صاحب نے الزام مجھ پر لگا لیا ہے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں ؟"

"کہو تو میں ڈیڈی سے اس بارے میں بات کروں ؟"

"نہیں ہما صورتِ حال اور بگڑ جائے گی۔ ہمیں اُن کی یہ غلط فہمی دور کرنے کے لیے کچھ اور کرنا ہو گا!"

"مجھے بتاؤ کیا کرنا ہے ؟"

"یہ معلوم کرنا ہے کہ ڈاکٹر صاحب بوڑھے کے لیے اتنے پریشان کیوں ہیں۔ اس دوران میں بوڑھے کو تلاش کرنے کی کوششیں جاری رکھوں گا۔ مل گیا تو اُسے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پیش کر کے ان کی غلط فہمی دور کر دوں گا۔"

"تعجب ہے مجھے آخر ایسی کیا بات ہے اُس بوڑھے میں۔ وہ تو حسن صاحب کا کوئی دُور کا عزیز ہے۔ مگر تم کہتے ہو کہ ڈیڈی سے اس سلسلے میں بات بھی نہ کروں!"

"ہاں، یہ قطعاً مناسب نہ ہو گا۔"

"تو پھر کیا کروں میں ؟"

"وہی جو اُن کے لیے کرنا ہے تمھیں۔ انھوں نے مجھ پر نگاہ رکھنے کو کہا ہے نا۔ تم مجھ پر نگاہ رکھو۔ لیکن میرے لیے اُن پر بھی نگاہ رکھو۔ اُن کے فون سنو۔ یہ معلوم کرو کہ وہ میرے خلاف کیا کچھ کر رہے ہیں۔ ہمیں صرف اُن کی غلط فہمی دور کرنی ہے ہما! اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔"

"کمال کی بات ہے کہ یہ مسئلہ اتنا اہم ہو گیا۔ ٹھیک ہے۔ اطمینان رکھو کوئی خاص بات ہوئی تو میں ضرور تمھیں اطلاع دوں گی۔"

"مگر انھیں کیا اطلاع دو گی ہما ؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اتنی جلدی رپورٹ تو نہیں دی جا سکتی۔ ابھی تو میں جاسوسی کر رہی ہوں۔ ویسے ڈیڈی نے جولیا ہی پر توجہ کیوں دی ہے ؟"

"خدا بہتر جانتا ہے!"

"میری ایک درخواست ہے غزالی۔ ڈیڈی کی طرف سے دل میں بُرائی نہ لانا، مسئلہ کچھ بھی ہو میں اُن کا دل صاف کروں گی۔ اور یہ کہ کہیں مجھ پر کوئی شبہ نہ کرنا۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو ہما! ایسا کوئی خیال کبھی دل میں بھی نہ لانا۔"

"تھینک یو غزالی... تھینک یو۔ اب میں چلوں۔"

"چلو میں چھوڑ آتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"بالکل نہیں۔ تم آرام کرو کسی نے دیکھ لیا تو نہ جانے کیا سوچے گا۔ میں آنکھ بچا کر نکل جاؤں گی۔" ہما نے کہا۔ میں اُسے دروازے تک چھوڑنے گیا۔ پھر میں ڈاکٹر طاہر علی کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ میری طرف سے بڑی طرح بدظن ہو چکا ہے اور اب سارے حربے آزما لینا چاہتا ہے لیکن ہما کے جملوں سے ایک اور انکشاف ہوا تھا، وہ یہ کہ اب وہ جولیا کے بارے میں بھی سوچ رہا ہے۔ ممکن ہے اس کا خیال ہو کہ کہیں میں نے جولیا کی معرفت میکے براؤن سے تو گٹھ جوڑ نہیں کر لیا۔ اس کی یہ سوچ حقیقت پر مبنی تھی۔ بہر حال ڈاکٹر خطرناک آدمی ثابت ہوا تھا اور اس سے بہت محتاط رہنا تھا۔

❦

دوسری صبح سو ہی رہا تھا کہ کریم بابا نے جگا دیا "غزالی

یاں بڑے صاحب آئے ہیں۔"

"کون بڑے صاحب ؟" میں نے نیند اسی آواز میں پوچھا۔

"حسن صاحب!" کریم بابا نے کہا اور میری آنکھیں کھل گئیں۔

"کہاں ہیں ؟" میں ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔

"باہر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر وہ نہ کہتے تو میں نہ جگاتا!" کریم بانے کہا اور میں نے بستر چھوڑ دیا۔ مُنہ پر پانی کے چھپکے مارے رتیزی سے باہر نکل آیا۔ حسن صاحب ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ے۔ چہرے کے تاثرات خوشگوار نہیں تھے۔

"سوری غزالی، مگر تمھیں جگانا ضروری تھا۔" وہ بھاری زیں بولے۔

"کوئی بات نہیں ہے اندر تشریف لے آیئے۔ مجھے بلوا لیا ا۔" میں نے کہا اور حسن صاحب اندر آ گئے۔ وہ گاؤن پہنے ئے تھے۔ اندر آ کر انھوں نے گاؤن کی جیب سے ایک اخبار ل کر میرے سامنے پھینک دیا۔ "اس حماقت کے لیے کسی بشورہ ضروری تھا یا نہیں ؟"

"کس حماقت کے لیے ؟" میں نے اخبار اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کیا ہے ؟" حسن صاحب نے اخبار میرے ہاتھ سے یا چھین لیا اور پھر ایک صفحہ میرے سامنے کر دیا۔ پہلے صفحے کے حصے میں بوڑھے بابا کی تصویر نظر آ رہی تھی۔ اس کے اوپر شُدہ گمشدہ کی سرخی تھی۔

"شاہد علی خاں صاحب۔ عمر تقریباً پچاس سال دماغی توازن درست نہیں ہے۔ تیسری تاریخ کی رات سے گھر سے غائب ہیں۔ جن صاحب کو ملیں انھیں براہ کرم مندرجہ ذیل پتے پر پہنچا دیں یا فون پر اطلاع دیں۔

نیچے انیکسی کا فون نمبر درج تھا اور کوٹھی کا پتا لکھا ہوا تھا ں کے ساتھ آمد و رفت کے اخراجات کے علاوہ پانچ ہزار روپے بلکش بھی تھی۔ میں اشتہار پڑھ کر دنگ رہ گیا۔

حسن صاحب بولے۔ "یہ اشتہار دے کر تم نے مجھے تباہ کر ہے غزالی! تم نے یہ نہیں سوچا کہ میں نے اُسے دوسروں سے یدہ رکھنے کے لیے اسے ہسپتال تک میں نہیں داخل کرایا تم نے مجھے برباد کر دیا ہے۔ بولو اب میں کیا کروں گا۔ ذلیل و خوار ہوں گا اور... اور شدید خطرات میں بھی پھنس جاؤں گا کہ نہ ے کون کون اس کی تلاش میں ہو گا۔ نہ جانے کس کس کی نگاہیں اس کوٹھی کی طرف اُٹھ جائیں گی۔ بتاؤ اب میں کیا کروں ؟"

"حسن صاحب! یہ اشتہار میں نے نہیں دیا۔ میں یہ حماقت نہیں کر سکتا تھا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا ؟" حسن صاحب کا مُنہ حیرت سے کھل گیا۔

"جی ! اخبار کے دفتر سے اس کے بارے میں معلوم کرنا مشکل نہیں ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ میری بات پر اعتبار کریں گے۔"

"تم نے نہیں دیا تو پھر کس نے دیا۔ ہماری کوٹھی کا حوالہ ہے انیکسی کا فون نمبر ہے۔" حسن صاحب بولے۔

میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ یہ سب کچھ کون کر سکتا ہے۔ یہ بھی کوئی سازش ہے یا کسی کی مخلصانہ حماقت۔ کئی نام ذہن میں آئے۔ ان لوگوں کی فہرست سامنے تھی جو ایسا کر سکتے تھے لیکن ایک نئے خیال سے میں چونک پڑا۔ میں نے غور سے اس اشتہار کو دیکھا۔ بوڑھے بابا کی تصویر میں ان کی قمیص کا کالر نظر آ رہا تھا۔ یہ چیک کی قمیص تھی اور بوڑھے بابا کی داڑھی بھی خاصی مختصر تھی۔ میں نے حسن صاحب کا چہرہ دیکھا۔ وہ پریشان نظر آ رہے تھے۔

"حسن صاحب کیا کسی وقت بوڑھے بابا کی تصویر اتاری گئی تھی ؟"

"کیا مطلب ؟" حسن صاحب چونک کر بولے۔

"تصویر دیکھیے آپ ہی بتا سکتے ہیں کہ یہ تصویر کتنی پُرانی ہے۔ ذرا غور سے دیکھیے اور فرمایئے کہ یہ کب کی تصویر ہے۔"

حسن صاحب نے اخبار پر نگاہ جما دی اور تصویر دیکھتے رہے پھر تعجب سے بولے "یہ تو... یہ تو پرانی معلوم ہوتی ہے۔"

"کس کے پاس ہو سکتی ہے یہ تصویر ؟ اور یہ بھی آپ ہی بتا سکتے ہیں کہ یہ کب اور کیوں بنائی گئی۔ لیکن کم از کم اس سے میری بیگناہی کا ثبوت ضرور ملتا ہے۔ میں ابھی جا کر بوڑھے بابا کے سامان میں یہ قمیص تلاش کر سکتا ہوں ممکن ہے موجود ہو۔ آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے یہ تصویر اس کے سامان میں ہو لیکن۔"

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم نے کہا مجھے یقین آ گیا۔ پھر یہ کون شخص ہو سکتا ہے۔ اور اس کا مقصد کیا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے یا کسی اور نے اس کی کوئی تصویر کبھی نہیں اتاری، کوئی ضرورت ہی پیش نہیں آئی، اور پھر یہ تو اس کی پرانی تصویر ہے۔ اُس کے پاس کوئی سامان نہیں تھا جس میں یہ ہوتی۔ ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ واقعی یہ تو بڑی عجیب بات ہے!" حسن صاحب خود کلامی کے انداز میں بولے۔

"آپ اخبار کے دفتر سے مزید تحقیقات کریں۔ اس بارے میں معلومات ہونا ضروری ہے۔ میں بھی کوشش کرتا ہوں۔"

حسن صاحب خیالات میں ڈوبے رہے۔ پھر انھوں نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔ "میاں معاف کرنا، میں غصے میں کافی

سخت باتیں کہہ گیا ہوں تم سے!"

"میں نے ان کا بُرا نہیں مانا!" میں نے جواب دیا۔ "مجھے تو بس یہ افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ کو کافی الجھنا پڑا ہے۔ اگر میں داور کے کام میں مداخلت نہ کرتا تو..."

"نہیں غزالی! تم نے جو انکشافات کیے وہ غیر معمولی تھے۔ میں اُس وقت سے سخت بے چین ہوں۔ ایک عزیز کا انتقال ہو گیا تھا اس لیے جانا پڑا۔ خیال تھا کہ ان کے سوئم کے بعد واپس آؤں گا لیکن بیمپنی نے وہاں رُکنے نہ دیا۔ رات کو واپس آیا ہوں، خیال تھا کہ صبح تم سے ملاقات کر کے تمھاری معلومات کی تفصیلات معلوم کروں گا۔ اخبار دیکھا تو پارہ چڑھ گیا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ سکا کہ بوڑھے کی بازیابی سے مایوس ہو کر تم نے یہ اشتہار دیا ہے۔ تم خود بتاؤ اور کیا سوچ سکتا تھا۔ میں نے ان باریکیوں پر غور نہیں کیا تھا۔ یہ صورت حال تو اور پُراسرار ہو گئی۔ آخر اشتہار دینے والا کون ہو سکتا ہے؟"

"چھان بین کرنی پڑے گی۔"

"سنو اخبار کے دفتر سے تحقیقات میں کرا لوں گا۔ آفس میں گیارہ بجے کے قریب میرے پاس آ جانا اس وقت تک میں بھی ضروری کام نمٹا لوں گا اس کے بعد گفتگو کریں گے۔"

"بہتر!" میں نے جواب دیا۔

"چلتا ہوں!" حسن صاحب اُٹھ گئے۔ اُن کے جانے کے بعد میں نے چند لمحات سوچا پھر فون کے قریب جا بیٹھا۔ ذہن میں صرف تین افراد تھے لیکن بات قابلِ یقین نہیں تھی۔ تاہم خود کو مطمئن کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ پہلے محسن کو فون کیا۔ محسن جاگ گیا تھا وہ فون پر آ گیا۔ "سوری محسن! صبح صبح پریشان کر رہا ہوں۔"

"کون غزالی! خیریت؟" محسن کی چونکی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تم نے بوڑھے بابا کے لیے 'تلاشِ گمشدہ' کا اشتہار دیا ہے محسن؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ کیوں؟"

"ہمارے حوالے سے آج اخبار میں اشتہار چھپا ہے۔ جو میں نے نہیں دیا اور حسن صاحب نے بھی نہیں دیا۔ بہر حال کوئی خاص بات نہیں ہے، میں نے سوچا کہ شاید تم نے یہ کوشش کی ہو، اچھا ٹھیک ہے خدا حافظ!" میں نے فون بند کر دیا۔ محسن کا نام تو ذہن میں یونہی آ گیا تھا۔ اصل میں دو آدمی تھے جن کی طرف بار بار خیال جاتا تھا۔ یعنی میکے براؤن ——————

اگر وہ یہاں موجود ہے تو یا پھر ڈاکٹر طاہر علی۔ لیکن طاہر علی سے میں براہِ راست یہ سوال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ قادر نے اس وقت بھی یہی بتایا تھا کہ اب میرا تعاقب نہیں کیا جا رہا جس پر میں نے اُس سے کہا کہ اب اپنے آدمیوں کو میری نگرانی سے ہٹا دے۔ قادر نے کہا بھی کہ اس میں اسے کوئی دقت نہیں ہے، میں ابھی احتیاط کروں۔ لیکن میرے اصرار پر وہ مان گیا۔ تاہم میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں کوئی خطرہ محسوس کروں گا تو اُسے بتا دوں گا!"

ناشتا کرنے کے بعد میں تیار ہو کر دفتر چل پڑا۔ دفتر میں کوئی مسئلہ الجھا ہوا نہیں تھا اس لیے کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر سوچ میں ڈوب گیا۔ بوڑھے بابا کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہو گیا تھا۔ اب تو مایوسی ہونے لگی تھی، چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ حسن صاحب سے اب کوئی بات چھپانا بے سود ہے۔ انھیں تمام حقیقتوں سے روشناس کرانا ضروری ہے ممکن ہے انھیں سے کوئی اشارہ مل جائے۔ دوسری اہم بات جو خود میرے ذہن میں کلبلا رہی تھی، وہ یہ تھی کہ حسن صاحب بوڑھے بابا کے سلسلے میں یقیناً ان دونوں سے زیادہ باخبر ہیں۔ وہ ضرور اس کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔ بنیادی طور پر میرے اس خیال کی وجہ ندرت تھی۔ ندرت کے تصور نے مجھے بُری طرح چونکا دیا۔ ان الجھنوں میں ایک زبردست حماقت کی تھی میں نے۔ بوڑھے کی گمشدگی پر مجھے ندرت کا ردِعمل تو دیکھنا چاہیے تھا کہ آخر اس کی کیا کیفیت ہے خیال ہی نہیں آیا تھا۔ پتا تو چلتا کہ اس پر کیا گذری، ندرت واقعی اس سلسلے میں سب سے زیادہ پُراسرار حیثیت کی مالک تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی نے کوٹھی کے معاملات معلوم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، سب کچھ اس کے علم میں تھا لیکن ندرت کا نام اس کی زبان پر نہیں آیا تھا۔ دوسری طرف میکے براؤن تھا جو سب کچھ جانتا تھا لیکن اس پُراسرار سی لڑکی کے بارے میں اُسے کچھ نہیں معلوم تھا جو ایک دن بوڑھے کا سر اپنے زانو پر رکھے رو رہی تھی۔ یہ حسن صاحب جانتے تھے کہ وہ کون ہے۔ اور حسن صاحب اگر دیانت سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہوئے تو مجھے اُن سے ندرت کے بارے میں ضرور پوچھنا چاہیے۔

ٹھیک گیارہ بجے اُن کا فون آ گیا۔ "غزالی! فرصت ہے؟"

"جی ہاں بالکل!"

"تو پھر آ جاؤ!" انھوں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ چند لمحوں کے بعد میں ان کے دفتر میں تھا۔

"اخبار کے دفتر سے معلومات حاصل کر لی ہے میں نے!"

انھوں نے میرے کرسی پر بیٹھتے ہی کہا۔

"خوب، تو کچھ پتا چلا؟"

"نہیں! وہ لوگ اشتہار دینے والے کے بارے میں کوئی اندراج یا تفصیلات نہیں رکھتے۔ نقد رقم لے کر اُسے روپوں کی رسید دے دیتے ہیں۔ اشتہار قبول کرتے وقت بس یہ دیکھ لیتے ہیں کہ اس کے متن میں اخلاق سے گری ہوئی کوئی بات تو نہیں۔ یہ تو یوں بھی تلاشِ گمشدہ کا اشتہار تھا اس لیے جو شخص بھی اُسے دینے آیا تھا اُس کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی!"

میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا پھر حسن صاحب بولے۔ "یہ سب کچھ پہلے بھی بہت پُراسرار، اور الجھا ہوا معاملہ تھا غزالی، لیکن جتنا اب اُلجھ گیا ہے اس سے قبل اتنا الجھا ہوا نہیں تھا۔ معلوم نہیں اس بوڑھے کے ذہن میں کیا کچھ پوشیدہ ہے اور شاید یوں ہے کہ ہمارے علاوہ بھی کوئی اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔"

"میں آپ سے پہلے بھی معذرت کر چکا ہوں حسن صاحب اور آپ مجھے اس سلسلے میں..."

"میرا یہ مقصد نہیں تھا!" حسن صاحب نے میری بات درمیان سے کاٹ دی۔ "میں تمھیں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ یہ تمام معاملہ نہ میرے وقار سے تعلق رکھتا ہے نہ اس کی کوئی کاروباری نوعیت ہے۔ اسے صرف میرا شوق سمجھ لو، میرا جنون سمجھ لو۔ جو کچھ تم نے مجھ سے اُس وقت کہا تھا میں اُس پر شدید حیران ہوں۔ بہت غور کیا ہے میں نے اس بات پر کہ اس کوٹھی میں محدود رہ کر تم نے اتنی معلومات کہاں سے حاصل کر لیں۔ صرف ایک طرف ذہن جاتا ہے لیکن یقین نہیں آتا کیونکہ... کیونکہ... جس شخصیت کی طرف میرا ذہن جاتا ہے اُسے اتنا کچھ نہیں معلوم ہو سکتا۔ یہ جادوگری ہے تمھاری۔ مجھے بتاؤ کہ کیا معلومات حاصل ہوئی ہیں تمھیں اس سلسلے میں اور تم نے جو نام لیے تھے اُن کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"کچھ چہرے بے نقاب ہوں گے حسن صاحب، کچھ اذیتیں برداشت کرنا ہوں گی آپ کو۔ کچھ اعتماد ٹوٹیں گے لیکن اس کا قصور وار میں نہیں ہوں گا۔" میں نے کہا۔

"یقیناً تم قصور وار نہ ہو گے!" حسن صاحب بے چینی سے بولے۔

"تو پھر کہانی جاپان کے ایک ہوٹل کی اس رات سے شروع ہوتی ہے جب آپ اپنے بزنس پارٹنر میکے براؤن کے ساتھ ایک کمرے میں مقیم تھے اور برابر والے کمرے میں آپ کی ملاقات ایک لمبی شخص سے ہوئی جس کا نام ولاڈی واسکاٹ تھا۔" میں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ حسن صاحب نڈھال سے ہو کر کرسی کی پشت سے ٹک گئے۔ اُن کے اعصاب بُری طرح کشیدہ ہو گئے تھے...

"ولاڈی واسکاٹ کی ڈائری آپ لوگوں کے ہاتھ لگ گئی اور اس طرح مونٹے سورلٹ کا خزانہ آپ کے علم میں آیا۔ ان الفاظ میں پوری کہانی چھپی ہوئی ہے۔ ویلینی کی پُراسرار شخصیت اس کی رہائش گاہ سے ملنے والا بوڑھا اور ڈاکٹر طاہر علی۔ یوں سمجھ لیجیے حسن صاحب کہ یہ اس کہانی کا مختصر سا خاکہ ہے۔"

"یہ خاکہ نہیں میاں، مکمل کہانی ہے۔ اس کے بعد کیا رہ جاتا ہے۔" حسن صاحب بجھے ہوئے لہجے میں بولے۔

"بہت کچھ رہ جاتا ہے حسن صاحب لیکن اطمینان رکھیں، اس بارے میں بھی میں ہی آپ کو بتاؤں گا۔" میں نے حسن صاحب کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ انھوں نے میری بات پر توجہ نہیں دی تھی اور اپنے ہی خیال میں ڈوبے رہے تھے۔ پھر وہ گردن اٹھا کر بولے "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میکے براؤن نے یہ تفصیل اپنی بیٹی کو کیوں بتائی۔ اس نے جولیا پر اتنا اعتماد کیوں کیا؟ اور کیا کہا تھا تم نے؟ کچھ چہرے بے نقاب ہوں گے۔ کون سے چہرے بے نقاب ہوں گے۔ تم کھلتے کیوں نہیں؟"

"خاموش رہنے کی گستاخی نہیں کر سکتا حسن صاحب! یہ کہانی مجھے خود مسٹر براؤن نے سنائی ہے۔" میرے ان الفاظ پر حسن صاحب کی حالت اور خراب ہو گئی۔ وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولے "لیکن یہ کیسے ممکن ہے، براؤن یہاں کہاں دھرا ہے جو وہ تمھیں یہ کہانی سناتا۔"

"دراصل حسن صاحب! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بوڑھے بابا سے مجھے صرف اس لیے ہمدردی ہوئی تھی کہ داور ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کر رہا تھا۔ اس کے بعد ہی کچھ تفصیلات میرے علم میں آئیں لیکن دوسری بار بھی میں خود کو اس ہمدردی کے احساس سے دور نہ رکھ سکا۔ اس کے بعد آپ نے بوڑھے کی ذمہ داری ایک دلچسپ انداز میں میرے سپرد کر دی۔ میں صرف مشغلے کے طور پر اس کے بارے میں تحقیقات کرتا رہا۔ تب مجھے علم ہوا کہ ڈاکٹر طاہر علی اس کے دماغی مرض کے علاج کی آڑ میں دراصل اس کی دماغی حالت تباہ کر رہا ہے۔ جو دوائیں طاہر علی اسے استعمال کرا رہا تھا وہ اس کا ذہنی توازن درست کرنے کے لیے نہیں بلکہ مزید خراب کرنے کے لیے تھیں۔ ایک دوسرے مشہور اسپیشلسٹ سے میں نے اس کا تصدیقی سرٹیفکٹ حاصل کر لیا ہے۔ طاہر علی کو جب اس بات کا شبہ ہوا کہ میں نے اُس کا راز جان لیا ہے تو اُس نے مجھے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی اور اس کے لیے میکے براؤن کی بیٹی جولیا کا سہارا لیا، جس نے مجھے اس سلسلے میں صرف زبان بند رکھنے کے لیے پچاس ہزار کی رقم پیش کی۔ لیجیے حسن صاحب اب پوری کہانی

سُن ہی لیجیے۔ طاہر علی دراصل میکے براؤن کا آلۂ کار بن گیا تھا، اور دونوں یہ چاہتے تھے کہ آپ کی تحویل میں بوڑھے کا ذہنی توازن درست نہ ہو سکے اور وہ حویلی کا راز آپ کو بتا نہ سکے۔ جولیا نے اپنے باپ کو بتایا کہ میں کام کا آدمی ہوں چنانچہ پچھلے ماہ کی ستائیس تاریخ کو میکے براؤن یہاں آگیا۔ اُس نے مجھ سے ملاقات کی اور مزید رقم پیش کر کے چاہا کہ میں مکمل طور پر اُس کے لیے کام کروں، اس کی بھنک وہ طاہر علی کو بھی نہیں دینا چاہتا تھا، لیکن یہ سب کی بدقسمتی کہ بوڑھا خود ہی نکل بھاگا۔ یہ ہے مکمل کہانی حسن صاحب!" میں نے نہایت احتیاط سے اپنی کہانی چھپالی تھی۔

حسن صاحب کی شکل دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ ان پر کیا بیت رہی ہے۔ دیر تک وہ سر پکڑے بیٹھے رہے، پھر کمزور لہجے میں بولے "کاش غزالی تم مجھے پہلے ہی یہ سب کچھ بتا دیتے۔"

"اس میں کوئی بات آپ کے مفاد کے خلاف نہیں جاتی تھی حسن صاحب! میری خواہش تھی کہ تمام تفصیل معلوم کرنے کے بعد ہی... معاف کیجیے آپ کے چیلنج کا جواب دوں۔"

"میکے براؤن تو غیر ہے، ایک کاروباری آدمی۔ ایک ایسا شخص جو مفاد پرست ہے لیکن طاہر علی اس طرح اس کے ساتھ شامل ہو جائے گا اس کی مجھے امید نہیں تھی۔ اس کمینے نے مجھے اتنا بڑا دھوکا دیا اور میں اس کے اشاروں پر ناچتا رہا۔ غلطی میری ہی تھی مجھے سوچنا چاہیے تھا، مجھے خود ہی غور کرنا چاہیے تھا۔ میں نے ہی ان دونوں کا تعارف کرایا تھا اور... لیکن کوئی بات نہیں طاہر علی نے مجھ سے غداری کر کے خود کو تباہ کر لیا ہے۔ میں اُسے ایسی سزا دوں گا جسے وہ عمر بھر یاد رکھے گا۔"

"نہیں حسن صاحب! یہ سب کچھ آپ کے خلاف جائے گا!" میں نے کہا۔

"کس طرح؟ آخر کس طرح؟ تم مجھے ان دواؤں کی تفصیل دو گے۔ میں اُس پر کیس کر دوں گا، وہ کہیں کا نہ رہے گا!"

"وہ کہہ سکتا ہے کہ اُس نے آپ کے ایما پر ایسا کیا تھا۔ مجرم آپ بھی گردانے جائیں گے حسن صاحب کیونکہ آپ نے ایک دماغی مریض کو ہسپتال میں داخل کرانے کے بجائے گھر میں رکھ چھوڑا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی کہہ سکتا ہے کہ آپ اس کے دماغی توازن کی درستی نہیں چاہتے تھے اور وہ صرف آپ کا آلۂ کار تھا۔ ورنہ ایک دماغی مریض کو گھر میں رکھ چھوڑنا کیا معنی رکھتا ہے۔"

حسن صاحب شدید الجھن میں گرفتار نظر آ رہے تھے۔ دیر تک وہ خاموش رہے پھر گہری سانس لے کر بولے "جو کچھ ہوا ہے غزالی، بہتر ہوا ہے، واقعی کچھ ایسے لوگ بے نقاب ہو گئے جن پر میں مستقبل میں کوئی بڑا انحصار بھی کر سکتا تھا۔ ان کے بارے میں جان کر مجھے فائدہ ہوا ہے کوئی نقصان نہیں ہوا، میں نے تم سے جھوٹ نہیں بولا غزالی۔ مجھے خزانے سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ خدا کے فضل سے میں نے بہت کچھ کما لیا ہے، یہ سب کچھ صرف دلچسپی اور شوق کی بنیاد پر ہوا ہے۔ لیکن یہ دونوں شاید جنون کی حدوں میں داخل ہو گئے ہیں۔ میکے براؤن کے ساتھ ایک بڑے کاروبار میں میری پارٹنر شپ ہے، بہت سے مشترکہ معاملات ہیں ہمارے۔ وہ اب تک کسی کاروبار میں بددیانت ثابت نہیں ہوا لیکن اس معاملے میں... ارے ہاں! تم نے بتایا ہے کہ وہ یہیں ہے۔ تو کہاں ٹھہرا ہوا ہے۔"

"ٹھہرا ہوا تھا کہیں!" میں نے کہا۔

"چلا گیا؟"

"بظاہر!" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مجھے یہی اطلاع ملی ہے کہ وہ چلا گیا۔ لیکن میں نے اُس کی اچانک روانگی پر حیران ہو کر اُس کے بارے میں تصدیق کی تو پتا چلا کہ وہ واپس نہیں گیا۔ البتہ وہ اس جگہ موجود نہیں ہے جہاں اُس نے قیام کیا تھا۔"

"اوہ!" حسن صاحب تھوک نگل کر مجھے دیکھنے لگے۔ پھر بولے "اب یہ بھی بتا دو کہ اُس نے تم سے کیا کام لینا چاہا تھا۔"

"بوڑھے بابا کا فرار! اس کی خواہش تھی کہ میں بوڑھے بابا کو آپ کی کوٹھی سے فرار کر کے اس کی تحویل میں دے دوں۔" میں نے حسن صاحب کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "وہ اُسے یہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔" میں نے جملہ پورا کر دیا۔ حسن صاحب نے صرف ایک نگاہ مجھے دیکھا، پھر گہری سانس لے کر بولے "تو کیا تمھارے خیال میں وہ کامیاب ہو گیا؟"

"کیا مطلب؟"

"ضروری تو نہیں ہے کہ تم نے جن ذرائع سے اُس کی روانگی کی تصدیق کی ہو اُس نے وہی ذرائع اختیار کیے ہوں۔ بہت سے دوسرے طریقے ہو سکتے ہیں۔ ورنہ بوڑھا ہوا میں تو تحلیل نہیں ہو گیا۔"

"لیکن بوڑھا اس کے ہاتھ کیسے لگ گیا؟" میں نے سوال کیا۔ حسن صاحب عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے پھر بولے "وہ اسے یہاں سے نکالنا ہی تو چاہتا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ کس طرح نکلا۔ میں تم پر شبہ نہیں کر رہا غزالی، حالات اس کے شاہد ہیں کہ اگر تم یہ سب کچھ کرتے تو مجھے ان تفصیل سے آگاہ نہ کرتے لیکن پھر بھی بوڑھا نکل تو گیا۔ تمھارے علاوہ دوسرے وسائل بھی اُس نے ضرور مہیا کیے ہوں گے

پھر ڈاکٹر طاہر علی اس کا ساتھی ہے۔ جو شخص اتنے گہرے انداز میں مجھے احمق بنا سکتا ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔"

"یہاں کچھ دوسرے دلچسپ نکتے بھی ہیں حسن صاحب!"

"وہ کیا؟"

"ڈاکٹر طاہر علی نے مجھ سے سودے بازی کر کے میری ملاقات جولیا سے کرائی تھی جس نے مجھے پچاس ہزار روپیہ پیش کر کے کہا تھا کہ میں بوڑھے کے سلسلے میں اسے تمام کوائف سے آگاہ کرتا رہوں۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے ایک اور پیشکش بھی کی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ میں براہ راست میکے براؤن سے رابطہ قائم کر لوں اور اصل معاملات کی ڈاکٹر طاہر علی کو بھی ہوا نہ لگے، اس کے بعد میکے براؤن کی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی اور مجھے یقین ہے کہ اس نے ڈاکٹر طاہر علی سے بھی اپنی آمد چھپائی ہے۔ اس کی درخواست مجھ سے بھی کی گئی تھی۔"

"اگر ایسا بھی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اُس نے دوسروں کا سہارا حاصل کر لیا ہو گا۔ لیکن یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اب بوڑھا میکے براؤن کی تحویل میں ہے۔ مجھے اور کوئی فکر نہیں ہے، ہاں اس غداری پر غصہ ضرور ہے جو میکے براؤن نے مجھ سے کی ہے اور ڈاکٹر طاہر علی اس سے بھی زیادہ قابلِ نفرت ہے!"

"حسن صاحب پورے خلوص سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں، اگر ان معاملات سے آپ کی دلچسپیاں اب بھی برقرار ہیں تو میں اس سلسلے میں آپ کے لیے کام جاری رکھ سکتا ہوں۔"

"میری ذہنی کیفیت بہت خراب ہو گئی ہے غزالی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟"

"بہتر ہے کہ اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کر لیں۔ میری پیشکش برقرار رہے گی۔ اب اجازت چاہتا ہوں۔" میں نے اٹھنے کے لیے پہلو بدلا ہی تھا کہ حسن صاحب ہاتھ اُٹھا کر بولے "بیٹھو کوئی خاص مصروفیت ہے کیا؟"

"جی نہیں، میں آپ کو سوچنے کا موقع دینا چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اور کچھ نہ سہی لیکن بوڑھے بابا کے کوٹھی سے نکل جانے کے معاملے میں آپ کا ذہن میری طرف ضرور جا رہا ہو گا۔ اس کا فیصلہ کر لیں جلدبازی مناسب نہ ہو گی۔"

حسن صاحب مجھے پُرخیال نگاہوں سے دیکھتے رہے پھر ان کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ ہاتھ آگے بڑھا کر میرے بازو پر رکھتے ہوئے بولے "میں نے حالات کا تجزیہ کیا ہے بیٹے! خدا کی قسم میرا دل صاف ہو گیا۔ مجھے اب تم پر کوئی شک نہیں ہے۔ یہ آخری بات ہے۔"

"شکریہ حسن صاحب!"

"اب اس سلسلے میں کیا کریں غزالی میاں؟ تم یہ کیسے معلوم کرو گے کہ بوڑھا میکے براؤن کی تحویل میں نہیں ہے۔"

"یہ کام آسان نہیں ہے لیکن جولیا کو میں اس کے لیے استعمال کر سکتا ہوں۔ وہ میرے اور میکے براؤن کے درمیان رابطے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔"

"دیکھو غزالی! میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں نے ان معاملات میں پوری پوری دلچسپی لی ہے، خود کو بالکل ہی نیک اور پارسا نہیں کہتا کیونکہ کچھ کام میں نے بھی میکے براؤن سے پوشیدہ رکھ کر کیے ہیں لیکن ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ میں اُس سے چھپا کر خزانہ حاصل کرنے کی کوشش کروں بلکہ یہ صرف حقیقتوں تک پہنچنے کی ایک کوشش تھی۔ میں ان سارے معاملات پر لعنت بھیجتا ہوں اور اس کے بعد سے اس سلسلے میں کوئی کوشش نہیں کروں گا۔ لیکن براؤن نے جو کچھ کیا ہے وہ مجھے اپنے لیے ایک چیلنج معلوم ہوتا ہے۔ مجھے مشورہ دو کہ کیا اس جھگڑے کو اپنے ذہن میں ختم کر دوں یا جاری رکھوں؟"

"یہ فیصلہ صرف آپ کریں گے حسن صاحب!" میں نے کہا۔

"جی نہیں چاہتا ہار ماننے کے لیے۔ لیکن میں ان لوگوں کی طرح سازشی ذہن نہیں رکھتا۔ اب صرف ایک ہی شرط پر میں اس کام کو جاری رکھ سکتا ہوں وہ یہ کہ تم اگر خوشی سے یہ پوری ذمہ داری قبول کرو۔ خدا کی قسم خزانہ میری منزل نہیں ہے بس یہ ایک شوق کی تکمیل تھی۔ اگر ان کوششوں کے نتیجے میں کچھ ہاتھ لگ جائے تو میرے حصے میں سے آدھا تمھارا ہو گا۔ ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہے۔ اس دوران تمام اخراجات میرے ہوں گے اور جہاں بھی میں تمھاری مدد کر سکتا ہوں ضرور کروں گا۔ دل چاہے تو یہ پیشکش قبول کر لو ورنہ اس کے بعد میری طرف سے یہ کھیل بند!"

"دونوں باتیں ہیں حسن صاحب! آپ نے مجھے ایسے لمحوں میں سہارا دیا تھا جب میں واقعی بے یار و مددگار تھا اور میرے لیے شہر کے فٹ پاتھوں کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں تھی۔ مجھے آپ نے محسن کے حوالے سے ہی سہی جو کچھ دیا وہ تاحیات مجھ پر احسان ہے جسے میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ اس حساب سے مجھے آپ کی شکست خوردگی قبول نہ ہو گی۔ دوسری بات یہ کہ میں اپنے لیے بھی ایک اچھے مستقبل کا خواہش مند ہوں جسے اس شکل میں نظر انداز نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں یہ پیشکش احسان مندی کے جذبات کے ساتھ بخوشی قبول کرتا ہوں اور آج سے خود کو اس معاملے سے پوری طرح متعلق کر رہا ہوں۔ اب جو کچھ ہو گا آپ کے لیے نہیں بلکہ میں اپنے لیے کروں گا۔ اس بارے میں کیا اور

کوئی بات باقی رہ گئی۔"

"نہیں! ویسے مجھے خوشی ہوئی ہے تمہارے اس فیصلے سے" حسن صاحب نے کہا۔

"اب آپ اس پُراسرار ہنگامے کے ایک ایک پہلو سے مجھے روشناس کرائیں۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ولاڈی واسکاٹ اور ویلینی کے معاملے سے صرف دو افراد واقف تھے، یعنی آپ اور میکے براؤن، میکے براؤن نے ویلینی کے گھر سے اغوا کیے جانے والے بوڑھے بابا کو آپ کی تحویل میں دے دیا۔ شاید اپنی مصروفیات کی وجہ سے یا پھر ممکن ہے پہلے اس کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ آپ اس مسئلے کو اس سے بہتر طور پر حل کر سکتے ہیں۔ بعد میں اس کے دل میں بے ایمانی پیدا ہوئی اور اس نے کچھ وقت نکالنے کے لیے ڈاکٹر طاہر علی کا سہارا لیا تاکہ بوڑھا حواس میں واپس آ کر آپ کو صحیح صورت حال نہ بتا دے۔ پھر جب وہ اپنی مصروفیات سے فارغ ہو گیا تو اس نے سوچا کہ اب بوڑھے کو اپنی تحویل میں لے کر اس کا علاج کرائے اور اس کے لیے اس نے جولیا کو صورت حال کی پڑتال کے لیے بھیجا۔ اتفاق سے میں ایک کارآمد مہرے کی شکل میں اسے نظر آ گیا اور اس نے مجھ سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور اب بوڑھا غائب ہے۔ یہی تفصیل ہے نا؟"

"سو فیصدی یہی!"

"میکے براؤن اب طاہر علی سے بھی چھٹکارا چاہتا ہے۔ اگر بوڑھا میرے ذریعے اس کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ خاموشی سے اسے لے کر یہاں سے نکل جاتا۔ بعد میں ہم تینوں یعنی میں، آپ اور ڈاکٹر طاہر ایک دوسرے سے الجھتے رہ جاتے۔ طاہر علی سے وہ کہہ دیتا کہ بوڑھے کی گمشدگی کے بعد کھیل ختم ہو گیا۔ ہاں اس راز کے افشا کا خطرہ اُسے صرف مجھ سے رہ جاتا تھا اس لیے ممکن ہے وہ مجھے ساتھ لے جاتا جیسی اس نے اور اُس کی بیٹی نے پیشکش کی تھی۔ اور پھر راستے میں کسی جگہ وہ مجھے بھی ٹھکانے لگا دیتا۔"

"بالکل ایسا ہی ہوتا!" حسن صاحب نے کہا پھر بولے "لیکن کیا تمہیں یقین ہے کہ بوڑھا کسی طرح اس کے ہاتھ لگ گیا ہے؟"

"اس کا امکان تو ہے، حسن صاحب! لیکن... یہ اتنا آسان نہ ہو گا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"معاملہ اب میرے ہاتھ میں ہے اور سازش کے جواب میں سازش بھی کی جا سکتی ہے۔" میرا لہجہ بدستور سرد تھا۔

"کیا کرو گے؟"

"اس کا فیصلہ بعد میں کروں گا۔"

"اب بات اس اشتہار کی آتی ہے۔ اگر بوڑھا واقعی ان دونوں میں سے کسی کے ہاتھ نہیں لگا تو پھر یہ اشتہار دونوں میں سے کسی نے دیا ہو گا۔ بلکہ امکانات میکے براؤن کے ہی زیادہ ہو سکتے ہیں۔ پہلے چونکہ مجھے اس کی آمد کے بارے میں معلوم نہیں تھا اس لیے میرا ذہن اس کی طرف نہیں گیا تھا لیکن اب۔ ویسے یہ تصویر میکے براؤن کے پاس ہی ہو سکتی ہے۔ یہ یقیناً اس دور کی تصویر ہے جب وہ اس کے پاس تھا۔ بالکل یہی بات ہے لیکن اس اشتہار کا مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے ہاتھ بھی نہیں لگا اور اس طرح وہ اسے دوبارہ ہم تک پہنچانا چاہتا ہے۔"

"ہاں ممکن ہے! لیکن حسن صاحب یہ کام اب مجھے کرنا ہے۔ آپ مجھے دوسری باتیں بتائیے۔"

"ایں... ہاں... اب کیا بات رہ جاتی ہے؟"

"کچھ نہیں رہ جاتی؟" میں نے گہری نگاہوں سے حسن صاحب کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں تو کوئی بات اب باقی نہیں رہی ہے لیکن اگر تمہارے ذہن میں کوئی سوال ہے تو ضرور پوچھ لو۔" حسن صاحب نے کسی قدر الجھ کر کہا۔

"کیا آپ اس بات کا اعتراف نہیں کریں گے حسن صاحب کہ میکے براؤن کی نسبت آپ ان معاملات سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں؟"

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ناقابلِ یقین ہے حسن صاحب! بوڑھے بابا کو یہاں لائے ہوئے طویل عرصہ گذر گیا۔ آپ کو اس سلسلے میں کوئی خاص پریشانی نہیں تھی بلکہ آپ بڑے صبر و سکون کے ساتھ اپنے کاموں میں مصروف تھے، اس کا گواہ میں ہوں۔ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو شاید آپ اب بھی پُرسکون رہتے۔"

"میں تمہیں یہ بتا چکا ہوں غزالی کہ میں اس سلسلے میں بہت زیادہ پُرامید نہیں تھا۔ جو چیز اٹلی کی حکومت نہ تلاش کر سکی اسے ہم آسانی سے تو نہیں پا سکتے۔ اس کے علاوہ بوڑھے کے بارے میں تمہیں علم ہو چکا ہے کہ وہ براہِ راست کچھ بھی نہیں ہے۔ ولاڈی واسکاٹ نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا اور ویلینی نے اُسے اتنی احتیاط سے رکھا ہوا تھا اس لیے وہ ہمارے لیے قابلِ توجہ بن گیا۔ وہ صرف ویلینی کی تلاش کا ایک راستہ تھا اس لیے میں اس کی یادداشت کی واپسی ضرور چاہتا تھا، لیکن بہت زیادہ پُرامید نہیں تھا۔"

"اور آپ نے صرف بوڑھے پر قناعت کی۔" میں نے کہا۔

"اصولاً آپ کو اور بھی کچھ کرنا چاہیے تھا۔"

"مثلاً؟" حسن صاحب نے مجھے حیران نگاہوں سے دیکھ کر پوچھا۔

"جاپان، تبت اور آس پاس کے دوسرے علاقوں میں ویلینی کی تلاش!" میں نے جواب دیا اور حسن صاحب نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسا لیں وہ میز کی سطح پر کہنیاں رکھ کر آگے جھک آئے۔ "تمہیں نظر نہ لگے غزالی۔ بہت ذہین ہو مجھے یقین ہے کہ تم اس معاملے کو ضرور سنبھال لو گے۔ ہاں میں نے ایسا کیا ہے۔ تبت میں میرا ایک آدمی ویلینی کو تلاش کر رہا ہے اس کا نام ٹائیگر چونگ لی ہے۔ مشہور ریسلر ہے اور جرائم پیشہ افراد کا پورا گروہ رکھتا ہے۔ میں بہت روپے برباد کر چکا ہوں ویلینی کی تلاش پر، مگر کمبخت کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔"

"تبتی باشندہ ہے؟"

"نہیں! کوریا سے تعلق رکھتا ہے مگر وہیں آباد ہے۔"

"حسن صاحب کیا میکے براؤن نے یہ کوشش نہ کی ہو گی؟" میں نے سوال کیا۔

"ضرور کی ہو گی وہ احمق نہیں ہے۔ لیکن حالات بتاتے ہیں کہ اُسے بھی کوئی کامیابی نہیں حاصل ہوئی۔"

"اس سلسلے کا آخری سوال حسن صاحب!" میں نے کہا۔

"پوچھو! مجھے اب لطف آ رہا ہے" حسن صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ندرت کون ہے؟" یہ سوال کرتے ہوئے میں نے اپنی نگاہیں حسن صاحب کے چہرے پر مرکوز رکھی تھیں۔ یہ نہایت اہم سوال تھا اور اس کا یہ پہلو میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا کہ طاہر علی یا میکے براؤن میں سے کسی کو ندرت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا جبکہ جو کچھ میں نے دیکھا تھا اس کے بعد دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ ندرت کا بوڑھے سے کوئی گہرا تعلق ضرور ہے۔ بات صرف انسانی ہمدردی کی ہوتی تو بعد میں اس راز کو چھپانے کے لیے وہ مجھ پر قاتلانہ حملے نہ کرتی۔

حسن صاحب چونکے ضرور تھے لیکن کوئی پریشان کن کیفیت یا کوئی اور احساس ان کے چہرے پر نہیں پیدا ہوا تھا۔ پھر انہوں نے کہا "اس سوال کا ان معاملات سے کیا تعلق؟"

"براہِ کرم مجھے اس بارے میں بتائیے۔"

"بھئی ندرت ایک بالکل علیحدہ شخصیت ہے اسے کسی بھی طرح ان معاملات میں ملوث نہیں کیا جا سکتا۔" حسن صاحب پُرخیال انداز میں بولے۔ "تمہیں شاید یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ وہ میری اولاد نہیں لیکن اس کی حیثیت میری نگاہوں میں اپنے بچوں جیسی ہے۔"

"اس کا آپ سے کیا تعلق ہے؟"

"وہ... وہ میری کوئی نہیں ہے! اُن دنوں میں ایک کاروباری سلسلے میں لندن گیا ہوا تھا۔ لندن کئی بار جا چکا ہوں۔ جب کاروباری امور سے فرصت ملتی تو میں اس کے نواح کی سیر ضرور کرتا۔ اس وقت بھی کچھ ایسی ہی صورت حال تھی۔ میں ایک ڈسٹرکٹ کے علاقے میں نکل گیا تھا۔ یہ پُراسرار رومانی علاقہ مجھے ہمیشہ سے پسند ہے۔ جھیل ونڈرمیر کے دوسرے کنارے پر سرسبز و شاداب پہاڑیوں میں گھرے ہوئے حسین قصبے گراس میر میں میرا ایک دوست چارلس رہتا تھا، جو ان دنوں وہاں موجود نہیں تھا۔ چنانچہ ایبل سائڈ کی کیمپنگ میں، میں نے قیام کیا۔ اور دوسری صبح جھیل کے وسط میں تیرتے ہوئے جزیرے کی سیر کے لیے نکل گیا۔ میں نے ایک کشتی کرائے پر حاصل کی اور جزیرے پر پہنچ گیا۔ اس پُراسرار جزیرے پر زندگی جیسے تھم گئی ہے۔ اس وقت بھی یہ جگہ دنیا سے الگ تھلگ خاموش اور پُرسکون تھی۔ بلند اور تناور درختوں کے سائے میں کانٹے دار جھاڑیوں کے درمیان سے گذرتی ہوئی ہوا کی سنسناہٹ کے سوا اور کوئی آواز نہیں تھی۔ وہیں وہ مجھے نظر آئی۔ بکھرے بال، خشک چہرہ، آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں، لباس بوسیدہ، ایک نگاہ دیکھنے سے وہ جزیرے کی پُراسرار روح معلوم ہوتی تھی۔ عجیب سے انداز میں وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے دل میں اس کے لیے بے پناہ ہمدردی اُمڈ آئی۔ نہ جانے کیوں میرے دل میں احساس ابھرا کہ وہ اس وقت میری ہمدردی کی مستحق ہے۔ میں نے اُسے پیار سے بلایا اور وہ میرے نزدیک آ بیٹھی۔ میں نے اس سے اس کے بارے میں کئی سوالات پوچھے لیکن وہ گردن جھکائے خاموش بیٹھی رہی۔ جب اس نے میری کسی بات کا جواب نہ دیا تو مجھے الجھن ہونے لگی۔ میں کسی اسکینڈل سے بھی بچنا چاہتا تھا۔ نہ جانے کون ہے کس مصیبت کا شکار ہو کر یہاں بھٹک رہی ہے؟ میں نے سوچا لیکن میں اسے وہاں تنہا نہ چھوڑ سکا۔ اسے میری کمزوری سمجھ لو یا اس کی بیچارگی کا احساس کہ میں چاہتے ہوئے بھی اُسے نظر انداز نہ کر سکا اور واپسی میں اپنے ساتھ لے آیا۔ خیال یہی تھا کہ اس کی ذات کے ساتھ یورپی معاشرے کی کوئی گھناؤنی کہانی وابستہ ہو گی۔ لندن میں، میں نے اسے اپنے پاس ہی ہوٹل میں رکھا۔ میرا خیال تھا کہ جب اسے مجھ پر اعتماد ہو جائے گا تو وہ مجھے اپنے بارے میں بتا دے گی۔ میں نے اس کی ہر طرح مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ البتہ دو دن گذر چکے تھے اور میں نے اس کی آواز نہیں سنی تھی۔ وہ بولتی ہی نہیں تھی۔ عموماً اس کی آنکھیں جھکی رہتی تھیں لیکن... لیکن مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے تمام سوالات کے جواب ان جھکی ہوئی آنکھوں میں ہوں۔

"پھر میں واپسی کی تیاریاں کرنے لگا۔ میں اس کی خاموشی سے کسی قدر جھنجلا بھی گیا تھا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کے لیے کیا کروں، میں نے اس سے کہہ بھی دیا کہ اگر تم اب بھی اپنے بارے

میں کچھ نہیں بتاؤ گی تو میں مجبوراً تمہیں پولیس کی تحویل میں دے دوں گا۔ اس سے زیادہ میں اور کیا کر سکتا ہوں۔ یہ اس رات کی بات ہے جس دن میں نے اُس سے یہ الفاظ کہے تھے۔ میں سو گیا تھا' وہ بھی دوسرے بستر پر سو رہی تھی کہ مجھے کچھ آہٹیں سنائی دیں اور میں جاگ گیا۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور مدھم روشنی میں مجھے کچھ انسانی سائے نظر آ رہے تھے۔ میرے بستر سے اٹھتے ہی وہ کمرے سے نکل بھاگے، دوسری مسہری خالی تھی' یعنی وہ مسہری پر موجود نہیں تھی۔

" ایک عجیب سا لگاؤ ہو گیا تھا مجھے اُس سے۔ لیکن اس کی پُراسرار شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ وہ جس طرح مجھ تک آئی تھی اسی طرح گم ہو گئی تھی۔ نہ جانے وہ پُراسرار سائے کون تھے۔ میں نے احتیاطاً اپنے سامان کا جائزہ بھی لیا لیکن سب کچھ ٹھیک تھا۔ میں کئی روز تک اُلجھا رہا پھر سوچا کہ کسی اور الجھن میں نہ پھنس جاؤں اس لیے خاموشی اختیار کر لی۔

" پھر میں یہاں آ گیا۔ کئی بار اُس کے بارے میں سوچا لیکن کوئی خاص بات نہیں تھی، زندگی میں ایسے واقعات اکثر پیش آتے ہیں۔ شاید وہ ہمیشہ کے لیے میرے ذہن سے محو ہو جاتی لیکن پھر ایک دن وہ مجھے دوبارہ نظر آ گئی' یہیں اسی شہر میں کوٹھی کے نزدیک۔ نہ جانے وہ کس کی تلاش میں بھٹک رہی تھی۔ میں نے اُسے پہچان لیا۔ اُس نے نگاہ اُٹھا کر مجھے دیکھا۔ غزالی اُس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا سحر ہے۔ وہ بولتی نہیں لیکن اُس کی آنکھیں بولتی ہیں۔ ذہن خود بخود مفہوم تراش لیتا ہے۔ میں دنیادار آدمی ہوں' بال بچوں والا' کسی بھی جھگڑے' کسی بھی اسکینڈل سے خود کو محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ اُسے دیکھ کر بہت سی الجھنیں ذہن میں اُبھر آئیں لیکن اس کی آنکھوں کے مقناطیسی سحر نے میرے ذہن سے سب کچھ بھلا دیا' اور میرے دل میں اس کے لیے پھر وہی محبت وہی اُنسیت اُبھر آئی جو انگلستان کے اس پُراسرار جزیرے میں اُبھری تھی۔ وہ آگے بڑھی اور اس نے شناسائی کے انداز میں میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا' اس کے بعد میں اُسے کوٹھی میں لے آیا۔ مجھے اُس سے تنویر ہی کے مانند محبت ہے۔ اس کے بارے میں مجھ سے طرح طرح کے سوالات کیے گئے۔ کچھ آنکھوں میں شبہات بھی اُبھرے لیکن کوئی کچھ نہیں کہہ سکا۔ اس کا نام میرے علم میں نہیں تھا دوسروں سے روشناس کرانے کے لیے میں نے اُسے ندرت کا نام دیا' بعد میں' میں نے بہت کوشش کی کہ اس سے اس کے بارے میں پوچھوں لیکن وہ نگاہیں جھکائے رہتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ مسکرا دیتی ہے۔ اس سے زیادہ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں جانتا ہوں کہ میرے اہلِ خاندان نے اُسے اپنے درمیان دل سے قبول نہیں کیا ہے۔ وہ سب کے لیے بے ضرر ہے۔ میں نے اس کے لیے سب کو ہدایات دی ہیں کہ گھر کے ایک فرد ہی کے مانند اس کا احترام کیا جائے۔ اور اس کے بعد میرے ذہن میں تجسس کے خانے خود بخود بند ہو گئے۔ اب تو میں اس کے بارے میں سوچتا بھی نہیں ہوں۔ ہاں یہ خیال میرے ذہن میں ضرور ہے کہ وقت آنے پر اُسے بھی تنویر کے مانند کسی اچھے سے نوجوان سے بیاہ دوں گا۔ اب وہ ٹوٹی پھوٹی زبان سیکھ گئی ہے اپنا مفہوم ادا کر لیتی ہے اور بس۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں ہے۔"

میں احمقوں کی طرح مُنہ اٹھائے حسن صاحب کی باتیں سن رہا تھا۔ ندرت اب اس داستان کا سب سے پُراسرار کردار بن گئی تھی۔ حسن صاحب خدا جانے سچ کہہ رہے تھے یا انھوں نے اپنی زندگی کے کسی تاریک پہلو پر ایک جھوٹی کہانی کا پردہ ڈال دیا تھا۔ ندرت کے پُراسرار کردار سے یہ چشم پوشی کچھ غیر فطری تھی۔ اتنی حیران کُن شخصیت کے ماضی کے بارے میں غیر دلچسپی کا یہ رویّہ کچھ غیر فطری تھا۔ اور اگر حسن صاحب سچ کہہ رہے تھے تو پھر ندرت کون ہے اور اُس کا بوڑھے سے کیا تعلق ہے؟ لیکن اب یہ سوالات حسن صاحب سے کرنا بیکار تھے۔

" تمہارے ذہن میں ندرت کا خیال کیوں آیا؟" انھوں نے پوچھا اور میں اُن کی آواز سُن کر چونک گیا۔

" کوئی خاص وجہ نہیں۔ بس وہ مجھے اس گھر میں اجنبی معلوم ہوئی تھی۔ "

" کم از کم ان واقعات سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ذہن نہ اُلجھاؤ۔"

" ٹھیک ہے حسن صاحب!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

" یہ کیسے معلوم ہو غزالی کہ براؤن یہاں موجود ہے؟"

" فی الحال جولیا ہی اس کا ذریعہ ہے۔ میں کوشش کروں گا"

" میں بھی کوشش کروں گا۔ آخر اُسے بے نقاب تو کیا جائے"

" آپ کیا کریں گے؟"

" کسی کاروباری سلسلے میں اُس سے فون پر بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں، پتا چل جائے گا کہ وہ واپس یورپ پہنچا یا نہیں"

" ضرور کریں! بہر حال میں بوڑھے کی تلاش ترک نہیں کروں گا۔ اگر وہ ہمیں مل جائے تو اس بار اُس کی موجودگی سے فائدہ ضرور اٹھائیں گے۔ اگر وہ واقعی کسی خزانے کی کنجی ہے تو پھر اس کنجی سے پورا فائدہ اُٹھانا چاہیے۔"

" میں نے اس داستان کا ہر پہلو تمھارے سامنے کھول دیا ہے۔ اب ان راستوں پر میں صرف تمھارا ہمسفر رہوں گا راستے تم خود متعین کرو گے۔"

" ایک اور درخواست ہے!"

" ضرور۔ کہو!"

" حالات کا تقاضا ہے کہ آپ ڈاکٹر طاہر علی سے اپنا رویّہ ذرّہ برابر تبدیل نہ کریں۔ اُس سے اس سلسلے میں مسلسل رابطہ رکھیں۔ اس کا اعتماد قائم رکھیں، خواہ اس کے لیے مجھ پر شبے کا اظہار کیوں نہ کرنا پڑے۔"

" ٹھیک کہتے ہو۔ میں خیال رکھوں گا۔"

" بوڑھے کے سلسلے میں آپ نے اُسے کیا بتایا تھا؟"

" میں نے ایسے ہی ایک جھوٹی کہانی تراش لی تھی مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ حقیقت جانتا ہے۔" حسن صاحب نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

" آپ کو خود پر قابو رکھنا ہوگا حسن صاحب! طاہر علی کو شبہ بھی نہ ہونے پائے ان حالات کا۔ ان معاملات سے فارغ ہو کر ہم نیا پروگرام ترتیب دیں گے۔"

" مجھ سے جو کچھ بھی چاہو، بے تکلفی سے بتا دینا۔ اب کسی تکلف کی گنجائش نہیں رہی ہے۔"

" جی بہتر!" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد ذہن میں ہزاروں الجھنیں لیے میں ان کے کمرے سے نکل آیا۔ یہ بہت طویل نشست ہو گئی تھی۔ وقت کا اندازہ نہ ہو سکا۔ اسٹاف لنچ پر جا چکا تھا۔ میں اپنے آفس میں آ بیٹھا۔ حسن صاحب سے ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ ذہن میں محفوظ تھا۔ بظاہر بوڑھا صرف ولیتی تک پہنچنے کا ایک وسیلہ تھا اور ان لوگوں کی نگاہوں میں اس کی بس یہی اہمیت تھی کہ ممکن ہے دماغی توازن درست ہونے کے بعد وہ انھیں ولیتی کے بارے میں کچھ بتا سکے۔ لیکن میرے خیال میں بوڑھا بابا اس قدر غیر اہم نہیں تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ولیتی نے اُسے اتنی حفاظت سے کیوں رکھ چھوڑا تھا۔ وہ اس کے لیے اس قدر اہم کیوں تھا۔ اور پھر ولیتی روپوش کیوں ہو گئی تھی۔

دفعتاً ایک خیال ذہن میں آیا اور میں خود کو باز نہ رکھ سکا۔ میں نے فوراً حسن صاحب کو فون کیا۔ "معاف کیجیے گا حسن صاحب ایک بات پوچھنا بھول گیا۔"

" ہاں کہو؟"

" وہ ڈائری کہاں ہے؟"

" کونسی ڈائری؟"

" جو آپ کو واسکاٹ کے کمرے سے ملی تھی۔"

" وہ میرے پاس موجود ہے!"

" آپ ہی کے پاس ہے نا؟"

" ہاں!"

" میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

" رات کو لے لینا۔ میں نے اُسے احتیاط سے رکھ چھوڑا ہے۔"

" بہتر!" میں نے فون بند کر دیا۔ بہت سے خیالات تھے لیکن اُن میں سب سے اہم خیال ندرت کا تھا۔ وہ بار بار میرے ذہن میں اُبھر رہی تھی۔ لاکھ دل کو سمجھا رہا تھا کہ ندرت ان معاملات میں ایک غیر اہم کردار ہے لیکن آنکھوں نے جو کچھ دیکھا تھا اور جو اس کے بعد ہوا تھا وہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مان لیا وہ ایک مظلوم انسان کی دوسرے مظلوم انسان کے ساتھ ہمدردی تھی لیکن پھر اس ہمدردی کے چشم دید گواہ کو ختم کرنے کی کوشش کیوں کی گئی؟ ندرت جیسی بے ضرر لڑکی کے دل میں کسی کو قتل کرنے کی خواہش کیوں بیدار ہوئی۔ اس ملاقات اور اس منظر کو پوشیدہ رکھنے کا جذبہ اتنی انتہا کو کیوں پہنچا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کے علاوہ حسن صاحب نے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ انتہائی تعجب خیز تھا۔ انھوں نے اس کے اندر پوشیدہ ایک پُراسرار قوت کا تذکرہ بھی کیا تھا۔ اور دفعتاً مجھے ندرت کی آنکھیں یاد آ گئیں، حسین اور پُرکشش آنکھیں۔ ایک نگاہ دیکھتے ہی ان آنکھوں کی کشش کا احساس ہوتا تھا۔ یہ صرف ان کا حسن تھا یا کچھ اور... ندرت کون ہے؟ بوڑھے کی گمشدگی کے بعد میں نے اس کو ایک نگاہ بھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس سے ملنا چاہیے۔ ممکن ہے اس کی کیفیت سے کوئی اندازہ ہو۔ آج ہی ملوں گا اس سے۔ لیکن احتیاط کے ساتھ۔ اگر لوگ اُس کے بارے میں نہیں جانتے ہیں تو میں بھی اس معاملے کو دوسروں سے پوشیدہ رکھوں گا۔

شام کو پانچ بجے تھکا تھکا سا اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ سوچا تھا کہ کوٹھی جا کر کچھ دیر آرام کروں گا۔ دماغ بُری طرح تھکا ہوا تھا لیکن کار اسٹارٹ کر کے چلتے ہوئے قادر کا خیال آ گیا۔ اس سے ملاقات کر لی جائے۔ کام کا آدمی ہے' بے لوث ہے کہیں یہ نہ سوچے کہ میں اس سے برگشتہ ہو رہا ہوں۔ اور پھر میکے براؤن کو سامنے لانے کے لیے جو خیال میرے ذہن میں آیا تھا' اس کے لیے بھی قادر کی ضرورت تھی۔ گو میں اس پر ابھی عمل نہیں کرنا چاہتا تھا۔

" القادر" پہنچا تو پہلے ہی اندازہ ہو گیا کہ قادر اس وقت موجود نہیں ہے۔ یہاں چند لوگ اب مجھے قادر کے گہرے دوست کی حیثیت سے پہچان گئے تھے۔ ان میں سے ایک میرے پاس آ گیا۔ "نیٹو ماسٹر تو دوپہر سے گئے ہوئے ہیں' کوئی خدمت جناب؟"

" واپسی کا کب امکان ہے؟"

" اگر کوئی اہم ضرورت ہو تو انھیں فون پر تلاش کیا جا سکتا ہے۔"

" نہیں بس انھیں میری آمد کی اطلاع دے دینا۔" میں نے کہا

پھر میں واپسی کے لیے پلٹ ہی رہا تھا کہ قادر سے ملاقات ہو گئی۔ وہ گاڑی سے اتر رہا تھا۔ "آؤ غزالی بھائی۔ واپس جا رہے تھے؟"

"ہاں۔ بس یونہی چلا آیا تھا۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ قادر نے میرے لیے کافی منگوانے کا حکم دیا پھر کہنے لگا "تمھاری شکل دیکھ کر ایک شرمندگی سی ہونے لگتی ہے غزالی بھائی۔ ہاں وہ اشتہار کا کچھ نتیجہ نکلا؟ میرے خیال میں تم نے ٹھیک ہی کیا ہے۔ جہاں کہیں بھی ہو گا اطلاع تو ملے گی میرا خیال ہے اشتہار کا سلسلہ جاری رکھو۔"

"وہ اشتہار میں نے نہیں دیا قادر؟"

"حسن صاحب نے دیا ہو گا؟"

"انھوں نے بھی نہیں!"

"تو پھر؟"

"کسی نامعلوم شخصیت نے دیا ہے وہ اشتہار، اخبار کے دفتر سے بھی کوئی پتا نہیں مل سکا۔"

"ارے... کمال ہے مگر!" قادر بھی حیران ہو گیا۔ پھر گردن جھٹکتے ہوئے بولا۔ "اپنی کھوپڑی سیکنڈ ہینڈ ہو گئی ہے غزالی بھائی یا پھر یہ چکر ہی اپنے بھیجے میں فٹ نہیں ہو رہا۔ بوڑھا نہ ہوا طلسم ہوشربا ہو گیا۔ یعنی کسی نے تلاش گمشدہ کا اشتہار دیا اور پھر پتا بھی تمھارا لکھوایا کمال ہے۔"

"تمھاری ضرورت پھر پیش آئے گی قادر۔ تیار رہو۔"

"دل و جان سے تیار ہیں غزالی بھائی۔ خدا کی قسم چانس دو تاکہ شرمندگی دور کرنے کا موقع ملے۔ دنیا کے لیے اتنا کچھ کر دیا بس اپنے یار ہی کا کام خراب ہو گیا۔"

"جو ہونا تھا اُسے کون روک سکتا تھا قادر!" میں نے کہا۔

قادر کے ساتھ کافی وقت گذارا اور پھر سات بجے کے قریب وہاں سے چل پڑا۔ اکتوبر کا مہینہ تھا سات بجے خاصی رات ہو گئی تھی۔ موسم میں ایک خوشگوار خنکی رچی ہوئی تھی۔ دن بھر کی ذہنی تھکن کو دور کرنے کے لیے ایک لمبا راستہ اختیار کیا اور گرانڈ ٹرنک روڈ سے ہوتا کوٹھی کی طرف چل پڑا۔ اس وقت میں ٹوٹے دروازے نامی ایک سنسان علاقے سے گذر رہا تھا کہ دفعتاً ایک دھماکا ہوا پھر دوسرا ہلکا دھماکا اور کار اچانک بے طرح ڈولنے لگی۔ رفتار چونکہ تیز نہیں تھی اس لیے کار روکنے میں کوئی دقت نہ ہوئی لیکن کار رکتے رکتے ذہن نے ایک تجزیہ کر لیا تھا۔ دو دھماکے صرف ٹائر برسٹ ہونے کے نہ تھے۔ پہلا دھماکا کسی اور نوعیت کا تھا یقیناً کار کے پچھلے ٹائر پر فائر کیا گیا تھا۔ ذہن کی چرخی برق رفتاری سے گھومنے لگی قادر کا عطیہ موجود تھا۔ میں نے پھرتی سے پستول نکال لیا اور چاروں طرف کا جائزہ لینے لگا۔

ابھی میں کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ دفعتاً تیز روشنی میں نہا گیا۔ یہ روشنیاں عقب سے آئی تھیں اور مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھیں۔ یقیناً کوئی گاڑی میرے تعاقب میں تھی پہلے اس کی بتیاں بجھی ہوئی تھیں لیکن میری کار کو نشانہ بنانے کے بعد انھیں اچانک روشن کر دیا گیا تھا۔ دل میں خیال آیا کہ کھڑکی سے ہاتھ نکال کر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دوں لیکن نہ جانے کیوں میں ایسا نہ کر سکا۔ شاید اس لیے کہ ذہن میں ان کے بارے میں تجسس تھا۔ وہ کون ہیں اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ کہیں یہ جلد بازی کو پچھتاوا نہ بن جائے۔

دوسری کار، میری کار کے بالکل قریب آ کر رک گئی پھر اس کے چاروں دروازے کھلے اور چار آدمی نیچے اتر کر میری طرف لپکے۔ اُن میں سے ایک نے کھڑکی سے ہاتھ ڈال کر میرا گریبان پکڑ لیا۔ "نیچے اتر آؤ صاحبزادے! تمھاری اڑان ختم ہو گئی۔ چلو نیچے اترو۔" اُس نے میرے گریبان کو جھٹکا دیا اور میرے دماغ میں دھماکے ہونے لگے۔ یہ آواز میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ یہ اچھی طرح جانی پہچانی آواز تھی

اُس آواز کو سن کر میں بھونچکا رہ گیا۔ اُسی وقت اُن سے کسی نے میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کو دیکھا اور دوسرے لمحے میری کلائی پر پستول کے دستے سے ایک زوردار ضرب لگائی گئی۔ میں اپنے حلق سے نکلنے والی کراہ کو نہیں روک سکا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے کار کا دروازہ کھول کر نیچے گھسیٹ لیا گیا اور میں توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ میں بری طرح نیچے گرا نیچے گرتے ہی کئی ٹھوکریں میری کمر اور پسلیوں پر پڑیں۔ اور اس کے بعد ٹھوکر مارنے والے نے مجھے گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔

"مجھے پہچانو صاحب زادے! آنکھیں پھاڑ کر دیکھو۔ بڑا ہے تم پر... جی چاہتا ہے کہ سب کچھ وصول کر لوں لیکن..." اُس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

وہ داور تھا بوڑھے بابا کا محافظ جو میرے ہاتھوں زخمی ہونے کے بعد ہسپتال پہنچ گیا تھا، اس وقت وہ ہٹا کٹا میرے سامنے کھڑا تھا۔ میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ بدن پر پڑنے والی ضربوں نے میرا سانس بند کر دیا تھا لیکن میں خود کو قوت ارادی کے ساتھ کنٹرول کر رہا تھا۔

"کوئی حسرت ہے دل میں تو نکال لو شہزادے۔ اس کے بعد ممکن ہے ہم دونوں کو موقع نہ مل سکے۔ بے فکر رہو، یہ ہمارے تمھارے درمیان نہیں بولیں گے۔" اُس نے اپنے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"کیا چاہتے ہو؟" میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"تمھاری ہڈیاں چبا جانا چاہتا ہوں... خون پی جانا چاہتا ہوں، تمھارا... یہ ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ تم کچھ کرو تاکہ قسم کھا سکوں۔ غصہ کرو مجھ پر!" داور نے میرا گریبان جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

"اس کا موقع پھر ملے گا داور... مجھے تم پر اعتبار نہیں ہے... جو فرق مجھ میں اور تم میں ہے تم اسے اچھی طرح جانتے ہو۔ تم چند نوٹوں کے لیے اپنی عمر سے دوگنی عمر کے ایک مظلوم بوڑھے کو ہنٹروں سے مارتے تھے۔ اُسے جو تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا، اور میں نے اس کی ہمدردی میں دو مرتبہ تمھیں تمھاری حرکت سے باز رکھا، میری اور تمھاری دشمنی اس بوڑھے کے سلسلے میں تھی۔ وہ اس وقت ہمارے درمیان نہیں ہے بہرحال تم اپنا مشن پورا کر لو، اس کے بعد ہم آپس میں فیصلہ کر لیں گے۔" میں نے تحمل سے کہا۔ میری بردباری بزدلی نہیں تھی بلکہ میں آنے والے لمحات کے لیے خود کو محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ یوں بھی میں احمقانہ دلیری کا قائل نہیں تھا اور داور کے جرائم مجھے معلوم تھے۔

داور گالیاں دیتا ہوا مجھ پر پل پڑا اور پھر کنپٹی پر پڑنے والے ایک گھونسے نے میرے حواس گم کر دیے اور میں نہ جانے کب تک بے ہوش رہا۔ ہوش آیا تو خود کو اجنبی جگہ پایا۔ یہ ایک لمبا چوڑا کمرہ تھا جس کی چھت کافی بلند تھی۔ ایک گوشے میں سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جو اوپر جا کر ایک چوکور دروازے پر ختم ہوتی تھیں۔ بائیں گوشے میں آتشدان تھا جس میں بجھی ہوئی لکڑیاں پڑی تھیں۔ اس کے علاوہ کمرے میں کچھ نہیں تھا۔ اپنی جگہ پڑے پڑے میں اس جگہ کے بارے میں اندازہ لگاتا رہا اور مجھے بہت جلد یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ کوئی تہ خانہ ہے جو ایک طویل عرصے سے استعمال نہیں کیا گیا۔ سیلن کی بو میرے اس اندازے کی تصدیق کرتی تھی۔

گذرے ہوئے واقعات میرے ذہن میں آئے اور میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا، سات بجے تھے۔ گھڑی چل رہی تھی۔ مگر سات... وہ واقعہ تو سات بجے کے بعد پیش آیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ میری بے ہوشی یا نیند گویا تو بارہ گھنٹے گذر چکے تھے یا چوبیس یا پھر ممکن ہے اس سے بھی کچھ زیادہ وقت گذرا ہو۔ مجھے اپنی اس طویل بے ہوشی پر حیرت ہوئی۔ میں کافی دیر اسی طرح بیٹھا رہا۔ ذہن پوری طرح ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ حواس بحال ہو گئے۔ مجھے اغوا کیا گیا تھا، اور چونکہ داور نے یہ کام کیا تھا اس لیے ذہن طاہر علی کی طرف ہی جاتا تھا۔ طاہر علی سے کوئی بات بعید نہیں تھی۔ لیکن اب کیا کیا جائے۔ طاہر علی مجھ سے ضرور رجوع کرے گا، اس کا انتظار کروں یا کیا کروں؟ میں سوچتا رہا۔ ساتھ ہی مجھے شدید بھوک لگ رہی تھی۔

لیکن ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا مجھے گوارا نہ ہوا کم از کم ان لوگوں کو اپنے ہوش میں آنے کی اطلاع ہی دے دوں۔ خوف و دہشت کا کوئی احساس میرے دل میں نہیں تھا لیکن ذہن پر تاسف کی کیفیت ضرور طاری تھی۔ اگر میں اس وقت پستول استعمال کر دیتا تو شاید صورت حال میرے حق میں ہوتی۔ ان لوگوں کو میرے پاس پستول ہونے کا گمان بھی نہ ہوا ہو گا۔ وہ اتنے قریب آ گئے تھے کہ میں آسانی سے انھیں شکار کر سکتا تھا۔ ان لمحوں میں، میں نے ایک فیصلہ کیا۔ جو کھیل میں نے شروع کیا ہے اس میں میرا واسطہ ان لوگوں سے نہیں پڑے گا جو انسانیت کا احترام کرتے ہیں۔ یہ جرم کی دنیا ہے اور یہاں صرف طاقت کی زبان سمجھی جاتی ہے۔ اگر اس زبان کو استعمال کرنے کی اہلیت ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ ان معاملات سے کنارہ کشی ہی اختیار کرنی مناسب ہو گی۔ اور اب اتنی دور نکل آنے کے بعد اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

میں اپنی جگہ سے اٹھا اور سیڑھیوں پر چڑھ کر اس چوکور دروازے کے پاس پہنچ گیا جو چھت میں نصب تھا۔ اس کو قریب سے دیکھ کر معلوم ہوا کہ لوہے کا ہے۔ اس پر دستک دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور اسے چھوا ہی تھا کہ پورے بدن کی جان نکل گئی۔ اتنا زوردار کرنٹ لگا کہ توازن برقرار نہ رکھ سکا، اور لڑھکتا ہوا نیچے آ گرا۔ گھٹنے اور کہنیاں بری طرح چھل گئیں۔ لیکن زمین پر ٹکرانے سے بچ گیا تھا ورنہ کلیان ہی ہو جاتا۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچ رہے تھے۔ اٹھنے کی کوشش کی تو ہاتھ پاؤں بالکل بے جان محسوس ہوئے۔ میں وہیں پڑے پڑے چکراتے ہوئے دماغ کو سنبھالنے کی کوشش کرتا رہا۔ ابھی آنکھوں کے سامنے سے تاریکی چھٹی بھی نہیں تھی کہ چھت میں لگا ہوا لوہے کا وہ ڈھکن نما دروازہ کسی بندوق کے ڈھکن کی طرح اوپر اٹھتا نظر آیا۔ پھر دو پاؤں خلا سے نیچے گرتے ہوئے دکھائی دیے اور پھر ڈاکٹر طاہر علی میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کی نال کا رخ میری طرف تھا۔

"اپنے ہوش میں آنے کی اطلاع دینے کا شکریہ۔ اس ڈھکن کے ساتھ ایک الارم منسلک ہے جو اُسے چھونے سے بجنے لگتا ہے۔ میں اسی کے بجنے کا انتظار کر رہا تھا۔" اُس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ تب ڈاکٹر نے کہا۔ "کیا میں تمھیں سہارا دوں۔ سنو میں تمھارے مقابلے میں کمزور ہوں لیکن میرا یہ ساتھی بہت مضبوط ہے۔ میرا نہیں تو اس کا خیال ضرور رکھنا۔" اشارہ پستول کی جانب تھا۔

"کیا چاہتے ہیں ڈاکٹر صاحب؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہید مجھے بھی ناپسند ہے بڑا عمدہ سوال کیا ہے تم نے۔ لیکن اگر دل چاہے تو اپنی موجودہ کیفیت کے بارے میں کچھ سوال کر سکتے ہو۔ اصولاً تمھیں کچھ گالیاں دینی چاہئیں تھیں۔ بلکہ میرا خیال تھا کہ تم اشتعال کی حالت میں مجھ سے گتھم گتھا ہو جاؤ گے۔ تو کیا تم میں بالکل سکت نہیں رہی ہے؟"

"نہیں ڈاکٹر! بدقسمتی سے میرے اور آپ کے درمیان ایک ایسا رشتہ ہے جس کا میں ہمیشہ ہر حالت میں احترام کروں گا!" میں نے جواب دیا۔

"قہقہے لگانے کو جی چاہ رہا ہے۔ عزیزم میرے اور تمھارے درمیان صرف نفرت کا رشتہ ہے صرف دشمنی کا رشتہ ہے کیونکہ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ تم نے چالاک بننے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ کوشش مسلسل جاری ہے۔" ڈاکٹر مجھ سے کچھ فاصلے پر جا کھڑا ہوا۔ پھر بولا "لیکن بالآخر تم حالات کے جال میں پھنس گئے۔ اپنے لیے آنے والی کسی مدد کا تصور بھی نہ کرنا غزالی۔ یوں سمجھ لو یہ تمھاری آخری آرام گاہ ہے۔ یہ بھی سمجھ لو کہ صرف مجھ سے تعاون کرنا ہی اب تمھیں زندگی دے سکتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوا تو... تو تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کیا ہوگا!" ڈاکٹر کا لہجہ خوفناک ہو گیا۔

"آپ کا لہجہ پُراثر ہے ڈاکٹر! ماردیں گے مجھے یہی ہوگا نا؟"

"موت سے بڑی سزا ہے تمھارے ذہن میں غزالی؟" ڈاکٹر نے سوال کیا۔

"میری معلومات محدود ہیں!" میں آہستہ آہستہ خود کو سنبھالتا جا رہا تھا۔

"میں ان میں اضافہ کر سکتا ہوں۔ سنو میں تمھیں قتل نہیں کروں گا۔ میں برین اسپیشلسٹ ہوں، صرف ایک انجکشن لگاؤں گا، صرف ایک انجکشن اور اس کے بعد تمھیں کسی بھری پُری سڑک پر چھوڑ دوں گا۔ تمھارا یہ خوب صورت ورزشی بدن بے لباس ہوگا اور تم سڑک پر کتوں کی طرح بھونکتے پھرو گے۔ فیصلہ کر لو غزالی، میں تمھارے تعاون کرنے پر تمھاری اب تک کی حماقتوں کو معاف کر سکتا ہوں۔"

"اس معافی کو حاصل کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا ڈاکٹر؟"

"بوڑھے کا پتا بتا دو۔ کہاں چھپایا ہے تم نے اُسے؟" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس کے بعد ڈاکٹر! اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"فی الحال تمھارا کام صرف اتنا ہے۔ بعد کا فیصلہ بعد میں ہوگا!"

"گویا اس وقت آپ نے مجھے صرف بوڑھے کا پتا معلوم کرنے کے لیے ہی اغوا کرا کر قید کیا ہے؟"

"ہاں!"

"شکریہ ڈاکٹر! کم از کم آپ نے میری ایک الجھن تو دور کر دی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر آتشدان کے پاس جا بیٹھا۔ ڈاکٹر گرم نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔

"کونسی الجھن دُور ہو گئی تمھاری؟ ڈرامائی انداز میں بات مت کرو، میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"یہی کہ بوڑھا بابا آپ کی تحویل میں نہیں ہے!"

"کیا مطلب؟"

"میرا خیال تھا کہ بوڑھا آپ کے قبضے میں ہے!"

"بکواس کر رہے ہو! مجھے بیوقوف بنانا چاہتے ہو۔ تمھارا کیا خیال ہے، وہ اشتہار تمھاری پوزیشن صاف کر سکتا ہے۔ ایک چھوٹے سے ذہن کا مالک نوجوان جو یونیورسٹی سے نکلا تو نوکر ہو گیا مجھ جیسے شخص کو بیوقوف نہیں بنا سکتا۔ سنو صاحبزادے، حسن تو اس اشتہار سے احمق بن سکتا ہے میں نہیں۔ اُس نے ضرور یقین کر لیا ہوگا کہ تم بڑی تندہی سے اُس بوڑھے کو تلاش کر رہے ہو۔ لیکن میں تمھاری چالاکی اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ تم نے اشتہار دے کر خود کو میری اور حسن کی نگاہوں سے محفوظ کرنا چاہا ہے!"

"مزید شکریہ ڈاکٹر صاحب! میری دوسری اُلجھن بھی دُور ہو گئی۔ میری دوسری اُلجھن وہ اشتہار تھا جو نہ تو میں نے دیا ہے اور نہ حسن صاحب نے۔ محسن وغیرہ نے بھی وہ اشتہار نہیں دیا، گویا معاملہ واقعی بہت پیچیدہ صورت اختیار کر گیا ہے۔"

"غزالی! تمھاری موت کا مجھے افسوس ہوگا۔" طاہر علی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"تو مجھے زندہ رہنے دیں ڈاکٹر صاحب! میں نے آپ کا کچھ نہیں بگاڑا۔ آپ خود سوچیں، بوڑھے سے میرا صرف اتنا تعلق تھا کہ میں انسانی بنیاد پر اُس سے ہمدردی رکھتا تھا۔ وہ کون ہے کیا ہے، مجھے ان سوالوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ آپ نے میری مالی امداد کرائی اور مجھے مستقبل کے خواب دکھائے تو میں آپ کے اشاروں پر چل پڑا۔ آپ کے پچاس ہزار روپے میرے پاس موجود ہیں۔ میں اتنی آسانی سے اتنی بڑی رقم پالوں گا اس کا یقین مجھے آج تک نہیں آ سکا تھا اسی لیے میں نے اُس میں سے کچھ خرچ نہیں کیا۔ اور پھر وہ کمبخت بوڑھا نکل بھاگا۔ ہاں میں اس کوتاہی کی ذمہ داری ضرور قبول کروں گا کہ اُس کی ٹھیک سے حفاظت نہیں کر سکا۔" میں نے متانت کے ساتھ کہا۔

"ابھی اس دنیا میں قدم رکھا ہے تم نے صاحبزادے، آہستہ

آہستہ اوپر اُٹھو، ایک دن پرواز کرنا سیکھ جاؤ گے۔ مگر ابھی سے اتنی اونچی چھلانگ لگا کر تمھیں پستیوں میں گرنا پڑے گا۔ ہدایت کو تو خوب جانتے ہو؟"

"اوہ جی ڈاکٹر صاحب! اور یہ بھی معلوم ہے کہ اب وہ آپ کی تحویل میں ہے۔" میں نے اعصاب پر قابو پا کر کہا۔

"تم نے اُسے دھمکیاں دے کر میرے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں اور پھر تم نے بوڑھے کے بارے میں خود معلومات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ دوائیں تبدیل کیں۔ اُس کے لیے کھلونے مہیا کیے۔ تصویروں کی مدد سے اُس کے ذہن کو کھولنے کی کوشش کی۔ اپنے لیے ایک معاون رکھا جو بالآخر بوڑھے کو نکال لے گیا۔ ہدایت بیمار تھا اس رات، جس رات بوڑھے کو اس قید سے نجات ملی اور وہ تمھاری نئی قید میں پہنچ گیا۔ دنیا کو دکھانے کے لیے تم نے بہترین طرزِ عمل اختیار کیا۔ رات بھر پریشان رہے۔ آوارہ گردی کرتے رہے پھر کوٹھی واپس آ گئے۔ اشتہار دیا۔ غرض ایسے اقدامات کیے جن سے اندازہ ہو کہ بوڑھے کے اغوا سے تمھارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

میں خاموشی سے ڈاکٹر کو دیکھتا رہا۔ ڈاکٹر نے جو کچھ کہا تھا اُس کی تردید کرنا بیکار تھا۔ ہر تاویل بے اثر ہوتی وہ کھل کر مجرمانہ کارروائیوں پر اتر آیا تھا، اور اُس کے ارادے خطرناک محسوس ہو رہے تھے۔ ہدایت کی زبان اُس نے کھلوا لی تھی، چنانچہ اب اس کی باتوں کی تردید نہیں کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ پینترا بدلنا ضروری تھا۔

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے!" اُس نے گھڑی دیکھ کر کہا۔

"ضرورت سے زیادہ معلومات حاصل کر چکے ہیں ڈاکٹر! بات کافی بگڑ گئی ہے۔ اب سودے کی بات کریں؟" میں نے لہجہ بدل کر کہا۔ اور وہ چونک پڑا۔ "کیا مطلب؟"

"بوڑھا لاکھوں روپے کی چیز ہے۔ مجھے کیا ملے گا؟" میں نے کہا۔ طاہر علی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اُس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ پیچ و تاب کھانے لگا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔

"موت صرف موت!"

"اور اس کے بعد آپ کو کیا ملے گا؟" میں نے سکون سے پوچھا۔

وہ مجھے گھورتا رہا۔ پھر بولا "کیا چاہتے ہو؟"

"یوں تو بہت کچھ چاہتا ہوں ڈاکٹر! آپ کے ساتھ مل کر اس بوڑھے کے سلسلے میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے بوڑھے کی اصلیت بتا دیں۔ اور اگر یہ نہ کرنا چاہیں تو پھر بات دس لاکھ روپے سے شروع کی جا سکتی ہے۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمھارا۔ پاگل ہو گئے ہو۔ دس لاکھ کبھی خواب میں بھی دیکھے ہیں؟" وہ چیخ کر بولا۔

"نہیں دیکھے ڈاکٹر دیکھنا چاہتا ہوں۔ ایک دوسری صورت بھی ہے۔ میں آپ کی قید میں ہوں۔ بوڑھے کو تلاش کر دیکھیں مل جائے تو واپس آ کر مجھے گولی ماردیں، نہ ملے تو پھر کچھ کم و بیش پر بات طے ہو سکتی ہے۔ غور کر لیں ابھی فیصلہ کرنا چاہیں تو ابھی کر لیں یہ آپ پر منحصر ہے!"

"تم... تم انتہائی ذلیل آدمی نکلے، غزالی! میں نے تمھارے بارے میں بہت کچھ سوچا تھا۔ یہ خیال بھی آیا تھا، میرے ذہن میں کہ اگر ہما تمھیں پسند کرتی ہے تو... تو تمھارا امتحان لینے کے بعد میں... مگر تم ذلیل ہی نہیں احمق بھی ہو۔ تم نے اپنی حماقت سے ایک سنہری مستقبل کھو دیا... ایک شاندار زندگی گنوا دی تم نے۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہوا ہو ڈاکٹر! لیکن اب بہت ہو چکا ہے!"

"او کے! میں انتظار کروں گا۔ اس وقت کا انتظار کروں گا، جب تم زبان کھولنے پر آمادہ ہو جاؤ گے۔ تین دن، تین ہفتے تین مہینے، کب تک بھوکے پیاسے رہ سکتے ہو، آزماؤں گا تمھیں۔"

"ضرور ڈاکٹر۔ لیکن میری موت سے پہلے میری خبر گیری ضرور کریں، ورنہ پھر زندگی بھر کے لیے بوڑھے سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔" میں نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا اور ڈاکٹر پاؤں پٹختا ہوا باہر نکلا اور دروازہ بند ہو گیا۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد میں اُلجھ گیا۔ صورتِ حال بہت خراب ہو گئی تھی۔ ہدایت کی وجہ سے بات بالکل بگڑ گئی تھی۔ جو کچھ اُس نے ڈاکٹر کو بتایا ہوگا، اُس کی روشنی میں کوئی بھی مجھ پر شک کر سکتا تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ ڈاکٹر کیا فیصلہ کرے گا۔ کیا واقعی مجھے یہاں بھوکا پیاسا مار دے گا۔ ویسے یہ بات قرینِ قیاس نہیں تھی۔ کیونکہ بوڑھے کے نہ ملنے کی صورت میں میں ہی رہ جاتا تھا جس سے اس سلسلے میں وہ کوئی امید وابستہ کر سکتا تھا۔ بہرحال یہ بات طے ہو گئی تھی کہ تلاشِ گمشدہ کا اشتہار اُس نے بھی نہیں دیا تھا۔ اب صرف ایک شخص رہ جاتا تھا یعنی مسٹر براؤن، جس نے ظاہر تو یہ کیا تھا کہ وہ یہاں سے جرمنی واپس جا چکا ہے لیکن میرے خیال میں وہ گیا نہیں تھا، یہیں تھا۔ وہ قادر کے ہاتھوں زخمی ہو گیا تھا اور اس وقت اس جگہ موجود نہیں تھا، جہاں بوڑھا، قادر کے آدمیوں کے قبضے سے نکل بھاگا تھا۔

طاہر علی بھی اداکاری نہیں کر رہا تھا۔ اگر بوڑھا کسی طرح اس کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ اس حد تک نہ جاتا۔ مجھے اس طرح اغوا کر کے قید کرنا معمولی بات نہیں تھی۔ یہ اقدام اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ پھر اس نے مجھے کیوں قید کر رکھا تھا؟ اس کا مطلب تو یہ تھا کہ وہ میری زندگی کا خاتمہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ اس مرحلے پر مزید کچھ سوچنے کے بجائے مجھے یہاں سے نکلنے کی کوئی راہ ڈھونڈنی تھی۔

لیکن کس طرح! بہت کچھ سوچا میں نے مگر کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آئی۔ آتش دان کی چمنی کو بھی دیکھا لیکن وہ اتنی تنگ تھی کہ اس سے گزرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وقت گزر رہا تھا۔ بھوک کی وجہ سے سر میں درد ہو رہا تھا۔ لیکن صبر کے سوا چارہ نہیں تھا۔ کئی بار سیڑھیوں پر چڑھا لیکن دروازے کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ایک بار تجربہ ہو گیا تھا۔

گھڑی نے پھر سات بجائے۔ تہ خانے کا بلب مسلسل روشن تھا، اس لیے دن اور رات کا فرق ہی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ فرش پر لیٹے لیٹے میری نگاہ یکایک اس بلب پر پڑی اور برق کی طرح ایک خیال ذہن میں کوند گیا۔ اس خیال کے تحت میرا ہاتھ جیب پر پڑا اور میں ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ اس وقت مجھے ایک سکے کی ضرورت تھی۔ داور نے پرس میری جیب سے نکال لیا تھا اور کوئی سکہ میرے پاس نہیں تھا۔ بعض اوقات چھوٹی سی کوئی شے کتنی اہم ہو جاتی ہے۔ اس کا احساس مجھے اس وقت ہوا تھا۔ لیکن پھر یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ آستین میں مخصوص طرز کے بٹن لگے ہوئے تھے جو تانبے کے بنے ہوئے تھے اور ان کی گولائی کسی سکے کے مانند ہی تھی۔ میں نے فوراً ہی بٹن نکال لیا اور اس کا اوپری حصہ دانتوں کی مدد سے توڑ لیا۔ بس ایک امید تھی کام بن جانے کی۔

تقدیر آزمانا چاہتا تھا، اس کو چٹکی میں سنبھال کر میں دھڑکتے دل کے ساتھ سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ بلب کا ہولڈر دیوار میں لگا ہوا تھا اور ساتویں سیڑھی پر کھڑے ہو کر اس تک ہاتھ پہنچایا جا سکتا تھا۔ میں نے ساتویں سیڑھی پر رک کر ہولڈر سے بلب نکال لیا اور تاریکی پھیل گئی۔ اب ہولڈر بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ تاہم کوشش کر کے میں نے دھات کا ٹکڑا بلب پر رکھا اور آہستہ اندازے سے ہولڈر میں دبا دیا۔ نتیجہ خاطر خواہ ہوا۔ ہلکا سا اسپارک ہوا اور فیوز اڑ گیا۔ بلب ہٹایا تو بٹن نیچے گر گیا۔ میں نے دوبارہ ٹٹول کر بلب ہولڈر میں لگا دیا لیکن اب بلب نہیں جلا۔ یہاں تک تو کامیابی نصیب ہو گئی تھی۔ اب دیکھنا تھا کہ فولادی دروازے میں دوڑنے والے کرنٹ کا تعلق اس لائن سے تھا یا نہیں؟ یہ خطرہ بھی تھا کہ کہیں ڈاکٹر کو اس کا پتا نہ چل گیا ہو۔ اس نے الارم کا ذکر بھی کیا تھا۔ اگر پوری لائن اڑ گئی تو صورت حال خراب ہو جائے گی، چنانچہ جتنی جلد ممکن ہو عمل کر ڈالنا چاہیے۔ لیکن آہنی دروازے کو چھونے کا عمل خطرناک تھا۔ اس کے لیے بھی ایک ترکیب ذہن میں آ گئی۔ نیچے آ کر صرف اندازے سے آتش دان کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں سے ایک جلی ہوئی لکڑی اٹھالی اور دوبارہ سیڑھیاں چڑھ کر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ لکڑی اس سے لگا کر طاقت لگائی تو ڈھکن ہلتا ہوا محسوس ہوا۔ پوری قوت صرف کر ڈالی تو ڈھکنا کھلنے لگا۔ پھر وہ پورا کھل گیا۔ ایک لمحے کی دیر کیے بغیر میں اس خلا سے باہر نکل آیا۔ باہر سے اندازہ لگایا تو یہ دروازہ غیر معمولی محسوس نہیں ہوا۔ ہاں دو تار اس کے کنڈے سے منسلک نظر آئے جو تھوڑے فاصلے پر دیوار میں لگے ہوئے ساکٹ میں لگا دیے گئے تھے۔ اب چونکہ یہ لائن ہی اڑ گئی تھی۔ اس لیے نیچے کا بلب اور تو ہے میں دوڑنے والا کرنٹ ختم ہو گیا تھا۔ جس جگہ میں نکلا تھا وہاں بھی اندھیرا تھا۔ یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ یہ کونسی جگہ ہے۔ ہاں سامنے کی دیوار میں روشنی کا ایک ننھا سا دھبہ نظر آ رہا تھا، چنانچہ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ ٹٹول کر دیکھا تو دروازہ تھا اور روشنی اس کے چابی کے سوراخ سے پھوٹ رہی تھی۔ اس سے ایک اطمینان اور بھی ہوا وہ یہ کہ باہر روشنی موجود ہے اور یہ لائن باہر کی لائٹ سے الگ ہے۔ امکانات تھے کہ اگر ڈاکٹر طاہر علی کوٹھی میں موجود ہے تو اسے میری کارروائی کا پتا نہیں چل سکا ہو گا۔

دروازے کے ہینڈل پر قوت آزمائی کی تو پتا چلا کہ وہ باہر سے بند ہے۔ ہونا ہی چاہیے تھا۔ ڈاکٹر اب اتنا لاپروا بھی نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ عام ملازم وغیرہ اس طرف نہیں آتے ہوں گے اور اس انتظام کے بعد ڈاکٹر نے مجھ پر پہرے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی ہو گی۔ یہاں تک تو شاندار کامیابی نصیب ہوئی تھی، اب معاملہ اس کے بعد کا تھا۔ ہینڈل کا ایک بار پھر جائزہ لیا، اور اس پر طاقت صرف کرنے لگا۔ میں یہ ہینڈل توڑ سکتا تھا لیکن اس کے بعد بھی دروازہ تو نہ کھلتا، کچھ اور بھی کرنا پڑے گا۔ میں نے سوچا۔ تاریکی کی وجہ سے کمرے کا جائزہ لینا ممکن نہیں تھا۔ میں دروازے کے قریب کھڑا سوچتا رہا۔ طاقت آزمائی آس پاس کے لوگوں کو ہوشیار کر سکتی تھی۔ لیکن آس پاس کوئی موجود بھی ہے یا نہیں؟ کی ہول سے آنکھ لگا کر جھانکا۔ سامنے ایک ستون نظر آ رہا تھا بس اس سے زیادہ کچھ نہ دیکھ سکا۔ کوئی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ایک بار پھر میں نے ہینڈل کو مٹھی میں جکڑا اور اسے اوپر نیچے کرنے لگا پہلے آہستہ آہستہ پھر طاقت سے۔ ہینڈل پرانا تھا۔ مجھے اپنی یہ کوشش کارگر ہوتی محسوس ہوئی۔ وہ ڈھیلا پڑ رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے اس پر پورا وزن ڈال دیا اور پھر اوپر کیا تو ہینڈل ہاتھ میں آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی ہلکی سی آواز بھی سنائی دی تھی۔ یہ آواز دروازے کی چوکھٹ کی لکڑی ٹوٹنے کی تھی جس میں لاک پھنسا ہوتا ہے۔ لاک کے ایک سمت کی پتری نے جگہ چھوڑ دی تھی۔ اس میں ناخون پھنسا کر دروازہ کھسکایا تو وہ کھل گیا۔ خوشی کی ایک لہر رگ و پے میں دوڑ گئی۔ میں آزاد ہو گیا تھا۔ اب اس آزادی کو کسی قیمت پر گنوایا نہیں جا سکتا، خواہ اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے۔ میں نے فیصلہ کیا۔

میں باہر نکل آیا۔ یہ ڈاکٹر طاہر علی کی کوٹھی تھی اور یہ کوٹھی کا بائیں سمت کا حصہ تھا۔ تھوڑی دور چل کر ایک راہداری سے نیچے اترتا تو بغلی حصے میں پہنچ جاتا، یہاں سے گیٹ تک پہنچنا مشکل نہ ہوتا۔ لیکن اب میرا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ اس طرح فرار ہونا بزدلی تھا، چنانچہ میں نے ڈاکٹر سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور راہداری میں آگے بڑھنے لگا جو گھوم کر سامنے والے حصے تک جا پہنچتی تھی۔ سامنے کے حصے میں پہنچ کر پورچ میں کھڑی ہوئی کاروں کو دیکھا۔ ڈاکٹر کوٹھی میں موجود تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کا کمرہ کہاں ہے۔ آٹھ بجنے والے تھے لیکن کوٹھی سنسان تھی۔ ملازم اپنے اپنے کام ختم کر چکے تھے۔ ڈاکٹر کے کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ یقیناً وہ اندر موجود تھا۔ اندر سے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ غور سے سنا تو دوسری آواز ہما کی تھی۔ میں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

ڈاکٹر گون پہنے ہوئے ایک آرام کرسی پر دراز تھا۔ اس کے نزدیک ہی ہما بیٹھی ہوئی تھی۔ دروازہ کھلنے کی ہلکی سی آواز پر دونوں نے دروازے کی طرف چونک کر دیکھا اور دیکھتے ہی ڈاکٹر کے ہاتھ سے سلگتا ہوا پائپ نیچے گر پڑا۔ چنگاریاں قالین پر بکھر گئیں۔ ہما اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ڈاکٹر طاہر علی پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ جلتے ہوئے تمباکو کا کچھ حصہ اس کے گون پر گرا تھا، اور اس سے دھواں اٹھ رہا تھا لیکن وہ اس سے بے خبر تھا۔ پھر ہما نے آگے بڑھ کر تمباکو گون سے جھاڑا اور میری طرف مڑ کر بولی۔

"کیا بات ہے غزالی... ڈیڈی! آپ کو کیا ہو گیا۔ یہ سب کیا ہے۔ یہ آپ دونوں ایک دوسرے کو کس طرح گھور رہے ہیں۔ غزالی یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے۔ کہاں سے آ رہے ہو۔"

"بیٹھ سکتا ہوں ڈاکٹر طاہر علی صاحب؟" میں نے ایک کرسی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اور طاہر علی سنبھل گیا۔ "جاؤ... یہاں سے چلے جاؤ... جاؤ غزالی گیٹ آؤٹ۔" اس نے کڑک کر کہا۔

"کہاں ڈاکٹر صاحب، واپس اسی قید خانے میں؟"

"میں کہتا ہوں چلے جاؤ یہاں سے... ورنہ!" وہ بہت تیزی سے کرسی سے اٹھا اور کمرے کے گوشے میں پڑی ہوئی میز کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے میز کی دراز سے پستول نکال لیا اور اس کا رخ میری طرف کر کے بولا۔ "اگر تم ایک لمحے بھی یہاں رکے تو میں..." اس کی انگلی ٹرائیگر پر پہنچ گئی۔

"ڈیڈی!" ہما چیخی اور دوڑ کر میرے سامنے آ گئی اور میری ڈھال بن گئی۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت تھی۔ "ڈیڈی یہ غزالی ہیں۔ آپ غزالی پر گولی چلانا چاہتے ہیں، غزالی پر؟ آپ... کیا ہو گیا آپ کو... پستول رکھ دیجیے... اچھا نہ ہو گا، ڈیڈی پستول رکھ دیجیے، خدا کی قسم اچھا نہ ہو گا۔" ہما کی آواز میں غراہٹ پیدا ہو گئی۔

طاہر علی خونی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "ہما اپنے کمرے میں جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گی ڈیڈی، ہرگز نہیں جاؤں گی... غزالی پر پستول تانا ہے آپ نے ڈیڈی... خدا کی قسم اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے... پستول رکھ دیجیے ڈیڈی ورنہ... میں اسے آپ کے ہاتھ سے چھین کر خود کو ہلاک کر لوں گی۔" ہما کی آواز میں حیرت، جوش، طیش اور دکھ، یہ سب کیفیتیں شامل تھیں۔

طاہر علی نے جھنجلاہٹ میں پستول دیوار پر دے مارا۔ ایک ڈیکوریشن پیس چور چور ہو گیا۔ وہ منہ پھیر کر خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر غرا کر بولا۔ "غزالی! فوراً میری نگاہوں سے دور ہو جاؤ... فوراً..."

"ہرگز نہیں ڈیڈی... غزالی تم نہیں جاؤ گے... خدا کے لیے مجھے بتایا جائے کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ دماغ پھٹ جائے گا میرا۔ مجھے بتاؤ خدا کے لیے مجھے بتاؤ۔ یہ کیا دیکھا ہے میں نے... خدا کے لیے..." وہ رو پڑی۔

"میں نے تم سے کہا تھا ڈاکٹر، میں نے تم سے ایک رشتے کی بات کی تھی۔ میں نے بتایا تھا تمھیں کہ بدقسمتی سے میرے اور تمھارے درمیان ایک ایسا رشتہ ہے جس کا میں ہمیشہ ہر حالت میں احترام کروں گا۔ اور تم نے کہا تھا کہ تمھارا قہقہہ لگانے کو جی چاہ رہا ہے۔ میرے اور تمھارے درمیان صرف نفرت اور دشمنی کا رشتہ

ہے۔ ان الفاظ کو تم نے میری بزدلی کہا تھا۔ یہ رشتہ ہے میرے اور تمھارے درمیان ڈاکٹر، تم نے دیکھ لیا' اب قہقہے لگاؤ ڈاکٹر۔ تمھارے قہقہے ہما کے آنسو خشک کر دیں گے۔"

ڈاکٹر پر ایک ناقابلِ بیان کیفیت طاری تھی۔

"یہ نوبت کیسے آئی ڈیڈی۔ غزالی... خدارا کچھ تو بتاؤ۔" ہما سسکتے ہوئے بولی۔

"میں چوبیس گھنٹے سے ڈاکٹر کا قیدی ہوں ہما۔ ممکن ہے کہ اس سے بھی زیادہ وقت گذر چکا ہو۔ تمھاری اسی کوٹھی میں ایک تہ خانہ ہے جسے میرا قید خانہ بنایا گیا تھا۔ میں وہاں بھوکا پیاسا قید تھا" ڈاکٹر نے کہا تھا کہ وہ مجھے اسی قید خانے میں ہلاک کر دیں گے۔ میں نے اپنا چہرہ نہیں دیکھا، ممکن ہے اس پر چوٹوں کے نشانات ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے چند غنڈوں کی مدد سے مجھے ایک سڑک پر سے اغوا کرایا تھا۔ انھوں نے پہلے مجھے مارا پھر جب میں بیہوش ہو گیا تو اٹھا کر یہاں لے آئے۔ میں جس قید خانے میں قید تھا اس کے دروازے میں برقی رو دوڑا دی گئی۔ ایک الارم بھی منسلک کر دیا گیا اس سے، تاکہ میں فرار ہونے کی کوشش کروں تو ڈاکٹر کو علم ہو جائے۔ میں نے یہ کوشش کی، کرنٹ لگا مجھے اور ڈاکٹر میرے پاس آ گئے اور ہما میں نے اُن سے کہا کہ ڈاکٹر، میرے اور آپ کے درمیان ایک رشتہ ہے جس کی وجہ سے میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہما تم انھیں بتا دو کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ میرا ایک تہذیبی ماضی ہے۔ میں رشتوں کا احترام جانتا ہوں، انھیں نبھانے کا عزم رکھتا ہوں۔ انھیں بتا دو ہما، میرا ان سے کیا رشتہ ہے۔"

ہما کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھیں لیکن اب اُن میں ایک آگ روشن تھی۔ وہ ڈاکٹر کو گھور رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اس کی طرف دیکھا اور پھر جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولا "معلوم ہو گیا تمھیں۔ اب یہاں سے چلی جاؤ، جاؤ۔"

"ڈیڈی! یہ سب کچھ بھی کر سکتے ہیں آپ!"

"ہاں کر سکتا ہوں، اور کیا کہنا ہے تمھیں..." ڈاکٹر غرا کر بولا۔

"صرف اتنا ڈیڈی کہ آپ... آپ مجھے بالکل اجنبی اجنبی لگ رہے ہیں۔ آپ ڈاکٹر طاہر علی نہیں ہیں..." وہ چند لمحے کے لیے خاموش ہوئی اور پھر بولی: "میں غزالی کے ساتھ جا رہی ہوں ڈیڈی!"

"اور میں تمھیں جانے دوں گا!" ڈاکٹر غرایا۔ اس کی نگاہیں پستول کی طرف اُٹھ گئی تھیں جسے اُس نے دیوار پر دے مارا تھا۔

میں نے صورتِ حال محسوس کر لی۔ اور اس سے پہلے کہ ڈاکٹر اُس کی طرف بڑھتے میں نے اُس پر چھلانگ لگا دی۔ پستول میرے ہاتھ میں آ گیا۔ میں نے اس کا چیمبر خالی کیا اور اُسے دوبارہ پھینک دیا پھر میں نے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا: "ڈاکٹر صاحب سُنیے! جو کچھ ہوا ہے میں اسے بھول جاؤں گا۔ آپ کے اس جرم کے متعلق کسی سے کچھ نہ کہوں گا، اور اس کے ساتھ ہی آئندہ شہر میں ہر جگہ ہر سڑک پر، ہر گلی میں آپ کی دوسری کارروائی کا منتظر رہوں گا۔ اپنے کرائے کے ٹٹوؤں سے کہہ دیجیے گا کہ دوسری کوشش احتیاط سے کریں غزالی نے خود کو بدل لیا ہے۔ اب وہ نرم ثابت نہ ہو گا۔"

اس کے بعد میں نے ہما سے کہا "ہما! معاملہ میرے اور ڈاکٹر کے درمیان رہنے دو، اور انتظار کرو، اور جب محسوس کرو کہ ڈاکٹر کا سینہ انسانیت کے ہر جذبے سے خالی ہو گیا ہے تو میرے پاس آ جانا۔ میں اپنی زندگی کے راستے بدل لوں گا۔" میں نے ہما کے شانے پر تھپکی دی اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ڈاکٹر کا مُنہ کچھ کہنے کے لیے کھلا پھر بند ہو گیا۔ میں نے دروازے پر رُک کر ہما کو دیکھا اور پھر باہر نکل آیا۔

یہ خیال میرے ذہن میں تھا کہ داور وغیرہ کی ڈیوٹی یہیں نہ لگا دی گئی ہو۔ اس کا پورا امکان تھا۔ لیکن میں گیٹ سے باہر نکل کر سڑک پر آ گیا اور کوئی واقعہ نہیں پیش آیا تو کسی قدر اطمینان ہوا۔ تھوڑی دُور پیدل چلنے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ بہت سی الجھنوں سے نمٹنا تھا۔ بیشمار خیالات ذہن کو الجھا رہے تھے۔

کوٹھی کے گیٹ کے پاس ٹیکسی رکوائی، میٹر دیکھا جیبیں ٹٹولیں لیکن یاد آ گیا کہ داور اور اس کے ساتھیوں نے جیبیں صاف کر دی تھیں، نہ جانے کلائی پر گھڑی کیوں چھوڑ دی گئی تھی۔ چوکیدار کو بھیج کر میں نے کریم بابا سے پیسے منگوائے اور ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے کوٹھی میں داخل ہوا اور اُنیکسی کی طرف بڑھ گیا۔ سب لوگوں کے سامنے جواب دہی کرنی تھی کہ اب تک کہاں تھا۔ اس کے لیے راستے بھر تیاریاں کرتا رہا تھا۔ دروازے سے اندر داخل ہوا ہی تھا کہ کریم بابا ہانپتے کانپتے سامنے آ گئے۔ ان کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار تھے۔

"کوئی حق نہیں ہے ہمیں... نوکر ہیں تمھارے... پر انسان تو مان لو... انسان تو ہیں ہم۔ مالک ہی رہو گے، کوئی نہیں کہے گا کہ ہمارا تمھارا کوئی رشتہ ہے۔ کیا چلا جاتا اگر ہمیں بتا دیتے۔ یہ کہہ دیتے کہ کوئی کام ہے کہیں جا رہے ہو۔ دو ایک دن میں واپس آ جاؤ گے۔ اتنا حق تو دے دو میاں... اتنا حق تو...؟" ان کی آواز رندھ گئی۔

"کریم بابا!" میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ان سادہ سے لفظوں میں احساسات کی کائنات چھپی ہوئی تھی اس فقرے میں پیار کا سمندر موجزن تھا۔ کیا نہیں تھا میرے پاس۔ خون کے رشتے ہی تو سب کچھ نہیں ہوتے۔ اصل رشتے تو دل کے رشتے ہوتے ہیں۔ ہما نے دل کی گہرائیوں میں گھر کر لیا تھا۔ سینے میں عجیب پیار جگا دیا تھا اُس نے اور کریم بابا نے باپ کی جگہ لے لی تھی۔ الفاظ میں میری حیثیت کا خوف تھا لیکن لہجے میں وہی اضطراب تھا، وہی تڑپ تھی جو اب منوں مٹی کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ یوں لگا جیسے گھر میں داخل ہوا ہوں اور بابا ناراض ہوں، دیر سے آنے پر ڈانٹ رہے ہوں۔ سینے میں ہوک سی اُٹھی اور آنکھوں میں نمی آ گئی۔ پھر میں چونک پڑا۔ کریم بابا کا ہاتھ گرم ہو رہا تھا۔ "بخار ہے آپ کو؟" میں نے بھرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"مارے گئے ہیں ہم بھیا۔ نوکری چھوڑ دیں گے۔ کہیں دُور جا رہیں گے۔ حد سے بڑھ گئے ہیں ہم جانتے ہیں پر کچھ نہیں کر سکتے مجبوری ہے، بوڑھا سمجھ کر معاف کر دو، سٹھیا گئے ہیں لعنت ہے ہم پر!" کریم بابا کے لہجے میں عجب دُکھ تھا، عجب اذیت تھی۔

"بالکل مجبور تھا بابا، اپنی مرضی سے کہیں نہیں گیا تھا۔ آپ یقین کریں اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو آپ کو بتائے بغیر نہ جاتا۔ خدا کی قسم کریم بابا جھوٹ نہیں بول رہا، معاف کر دیں۔"

کریم بابا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

"میں آپ کا بیٹا ہوں کریم بابا! آپ کو کوئی بات بُری لگے تو ڈانٹ دیا کریں۔ کب سے بخار ہے آپ کو؟"

"میاں بس نزلہ ہے ٹھیک ہو جائے گا۔ چائے بنا دوں!"

"پہلے کچھ کھاؤں گا بابا، بھوک لگ رہی ہے۔"

"ابھی تیار کر کے لاتا ہوں... بس ابھی۔" کریم بابا جلدی سے باورچی خانے کی طرف چلے گئے۔ میں کمرے میں آ گیا۔ جان بوجھ کر کمرے میں روشنی نہیں کی۔ ورنہ روشنی دیکھ کر گھر کے سب لوگ آ مسلط ہوتے۔ غسل خانے میں جا کر غسل کیا۔ لباس تبدیل کیا اور کمرے میں آ بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کریم بابا آ گئے۔ ٹرے ہاتھ میں تھی۔ "کچھ پکا یا نہیں تھا ہم نے... اس سے کام چل جائے گا؟" انھوں نے ٹرے سامنے رکھ کر کہا۔ سینڈوچ اور کافی تھی۔

"بالکل چل جائے گا۔ آ جائیے!" میں نے کہا۔

کریم بابا بتی جلانے کے لیے پلٹے تو میں نے انھیں منع کر دیا۔

"ابھی ایسے ہی رہنے دیں بابا! روشنی دیکھ کر گھر والے آ جائیں گے اور میرے اور آپ کے درمیان بات چیت نہیں ہو سکے گی۔ آئیے میرے ساتھ کچھ کھائیے!" میں نے اصرار کر کے کریم بابا کو اپنے ساتھ بٹھا لیا۔

"یہاں تو سب لوگ پریشان ہوں گے؟"

"ایک ایک۔ بیگم صاحبہ تک دو بار انیکسی میں آ چکی ہیں۔"

"اس کے علاوہ کوئی خاص بات؟"

"بس اور کچھ نہیں۔ جب تمھاری کار اسٹیشن پر ملی تو لوگ اور بھی پریشان ہو گئے۔" کریم بابا نے کہا۔

"کار اسٹیشن پر ملی!" میں نے چونک کر کہا۔

"شام کو ہی تو محسن میاں لے کے آئے ہیں اُسے۔ کیوں تم نے اُسے اسٹیشن پر نہیں چھوڑا تھا؟" کریم بابا نے کہا۔

"ہاں میں نے ہی چھوڑا تھا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا! ابھی کافی حلق سے اتری بھی نہیں تھی کہ محسن آندھی اور طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا۔ "کریم بابا! کیا غزالی...؟" اُس نے کہا۔ اور پھر اُس کی نگاہ مجھ پر پڑی: "تشریف لے آئے آپ!" اُس نے سخت رنجش آمیز اور شکایتی لہجے میں کہا۔ پھر ایک لمحے خاموش رہ کر بولا: "اور یہ اندھیرا کیوں کر رکھا ہے؟" پھر اس نے خود ہی سوئچ آن کر دیا۔

"محسن سوری! ایک ایسی بات ہو گئی تھی کہ مجھے فوراً جانا پڑا۔ مجھے افسوس ہے کہ تمھیں پریشانی ہوئی۔"

"گردن مار دینی چاہیے تمھاری کہیں سے فون بھی نہیں کر سکتے تھے۔ سب کو پریشان کر کے رکھ دیا۔" محسن نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"یار اتنی دیر لگ جانے کا مجھے گمان تک نہ تھا۔ بہرحال میں شرمندہ ہوں۔ تمھیں میری واپسی کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے کہا۔

"چوکیدار نے بتایا ہے۔ تمھارے لیے ہی مرتا پھر رہا تھا۔ چلے کہاں گئے تھے آخر؟"

"بتاؤں گا بھائی، ذرا صبر کرو۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اُٹھو ان لوگوں سے مل لو پورے گھر پر نحوست طاری ہے۔ بُری طرح پریشان ہیں سب۔ ٹھہرو میں ذرا فریحہ کو فون کر دوں۔" محسن نے فون کے قریب پہنچ کر فریحہ کا نمبر ڈائل کیا اور انتظار کرنے لگا۔ پھر بولا "براہِ کرم فریحہ سے بات کرا دیں۔ جی ہاں محسن بول رہا ہوں۔" چند لمحات انتظار کرنے کے بعد اُس نے کہا: "ہاں فریحہ سب خیریت ہے، وہ غزالی واپس آ گئے ہیں۔ ہاں پکنک منانے گئے تھے۔ بالکل ٹھیک ہیں۔ کل اُن سے ملنے آ جاؤ۔ بھئی گھر والوں کو معلوم ہے کہ غزالی۔ ہاں شام کو چائے پر ٹھیک ہے۔ او کے انتظار کروں گا۔ پانچ سے کچھ پہلے آ جاؤ۔ بھئی صرف چائے ہی تو سب کچھ نہیں ہوتی، اخلاقاً چائے سے کچھ پہلے آنا اور کچھ دیر کے بعد

واپس جانا ہوتا ہے۔ سب جانتے ہیں۔ ہمارے یہاں کے آداب ابھی سے سیکھ لو، بعد میں دقت ہوگی۔ او کے... او کے!" اُس نے فون بند کر دیا۔

"شاندار کاروباری ثابت ہوگے محسن، ہر موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس وقت تو شاندار منگیتر ثابت ہونا چاہتا ہوں۔ ویسے تمھاری گمشدگی کی پبلسٹی اسی لیے کی تھی کہ اس سے کچھ فائدہ ہی اٹھایا جائے۔ آؤ چلیں۔" محسن نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ "چلے کہاں گئے تھے آخر؟" اُس نے پوچھا۔

"وہی چکر ہے۔ یعنی بوڑھے بابا کی تلاش۔ ایک اشارہ ملا تھا لیکن ناکامی ہوئی۔ اطلاع غلط تھی۔"

"ٹرین سے گئے تھے کیا۔ تمھاری کار ناصر نے اسٹیشن پر دیکھ کر مجھے اطلاع دی۔ ڈپلی کیٹ چابیاں میرے پاس تھیں۔ میں لے آیا۔ بھلے آدمی کہیں سے فون کر دیتے۔ گئے کہاں تھے؟"

"بس نمازی آباد تک!" میں نے جواب دیا۔ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ بیگم حسن سے سب سے پہلے ملاقات ہوئی اور پھر مجمع جمع ہو گیا۔ طرح طرح کے سوالات کیے جانے لگے۔ بیگم حسن اس بوڑھے کو کوس رہی تھیں جو عذاب بن گیا تھا سب کے لیے۔ انھوں نے میرا صدقہ دینے کی ہدایات جاری کر دیں۔ جولیا بھی موجود تھی۔ واقعی سب پریشان رہے تھے میرے لیے۔

حسن صاحب کچھ دیر کے بعد آئے۔ مجھے ایکبار پھر سوالات کے جواب دینا پڑے۔ پھر وہ مجھے اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے گئے۔

"اصل واقعہ کیا تھا؟" انھوں نے کمرے میں داخل ہو کر پوچھا۔

"بات اسی کے متعلق ہے حسن صاحب! میں کوشش کر رہا ہوں کہ کسی طرح اُسے ڈھونڈ نکالوں۔" میں نے گول مول انداز میں کہا۔ طاہر علی کے بارے میں سب کچھ بتانا ابھی مناسب نہیں تھا لیکن حسن صاحب بہت زیرک آدمی تھے، میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔ "کیا چھپا رہے ہو مجھ سے۔ اور کیوں چھپا رہے ہو غزالی! بیٹے تم اس طبیعت کے آدمی نہیں ہو۔"

"میں سمجھا نہیں حسن صاحب؟"

"غیر ذمہ داری تمھاری عادت نہیں ہے، دفتر سے لے کر ذاتی معاملات تک، کبھی میں نے تمھیں غیر ذمہ دار نہیں پایا۔ تم اس طرح کسی کو بتائے بغیر اتنی دیر کے لیے غائب نہیں ہو سکتے تھے۔"

"ابھی اس بارے میں کچھ نہ پوچھیں حسن صاحب، یہ میری درخواست ہے!" میں نے لجاجت سے کہا۔

"میں الجھا رہوں گا، خیر اگر تمھاری یہی مرضی ہے تو میں مجبور نہیں کرتا۔ کل رات سے میں بہت بے چین ہوں تمھاری غیر موجودگی نے الجھن اور بڑھا دی۔ میرے پاس سے وہ ڈائری غائب ہو گئی ہے جس کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا۔ اس کے بارے میں کسی لاپروائی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ بڑی احتیاط سے رکھی تھی۔ اُسے چرایا گیا ہے۔"

"اوہ!" میں نے حسن صاحب کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "چور کے بارے میں کوئی اندازہ ہے آپ کو؟"

"بہت غور کیا ہے میں نے۔ ایک ایک چیز کی تلاشی لی ہے لیکن اور سب کچھ موجود ہے سوائے ڈائری کے۔ اور اسے وہی غائب کر سکتا ہے غزالی جو اس کی اہمیت سے واقف ہو۔ یہاں کوٹھی میں کون ہو سکتا ہے۔ ویسے بھی وہ میری اور براؤن کی مشترکہ ملکیت تھی۔ براؤن مجھ سے اس کا تقاضا بھی کر سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اُسے کون لے گیا؟"

میں خاموشی سے حسن صاحب کو دیکھتا رہا۔ بہت اہم بات تھی۔ میں نے ایکبار حسن صاحب کے کمرے میں داخل ہو کر اُن کی کتابوں کی تلاشی لی تھی اور اس کوٹھی میں صرف میں ہی ایسا فرد تھا جو ان معاملات سے واقف تھا۔ حسن صاحب کچھ بھی سوچ سکتے تھے۔

"دوسری بات یہ کہ براؤن کے بارے میں بلجیم اور فرانس دونوں جگہ سے پتا چلا ہے کہ وہ وہاں موجود نہیں ہے بلکہ دورے پر ہے۔ اس دورے کی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔"

"اچھا!" میں نے گردن ہلائی۔

"گویا تمھارا اندازہ درست نکلا اس بارے میں۔ لیکن وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ اس کا پتا کیسے چلے۔ بات صرف اس معاملے کی نہیں ہے، اس کے اور میرے درمیان بہت سے معاملات مشترک ہیں۔ جو شخص اتنا خود غرض اور مجرمانہ ذہنیت کا حامل ہو اس سے دوسرے معاملات میں بھی نقصان پہنچ سکتا ہے!"

"ڈائری کی گمشدگی کی الجھن دُور ہونی چاہیے حسن صاحب۔"

"میری عقل ساتھ نہیں دے رہی۔ بہت سوچا ہے اِس بارے میں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ بہرحال غزالی، خزانوں کے اسرار اس سے بھی کہیں زیادہ الجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ لاتعداد انسانی زندگیاں ایسے خزانوں کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔ میں اس سارے جھگڑے پر لعنت بھیج سکتا ہوں، لیکن معاملے کو اِس طرح چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا، ایک سبکی کا احساس ہوتا ہے۔ خزانہ ملے یا نہ ملے لیکن اس گتھی کو ضرور سلجھنا چاہیے۔ اور میں اس بارے میں اب صرف تم پر اعتماد اور انحصار کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تم خود بھی اس میں دلچسپی لو۔ آخر انسان کس پر بھروسا کرے۔ طاہر علی جیسے دوست نے کیسا دھوکا دیا۔ بات یہ ہے

جہاں دولت درمیان میں آئی وہیں خرابی پیدا ہوئی۔ سوچتا ہوں تو خون کھولنے لگتا ہے کہ میں نے اُس سے کیا چاہا تھا اور اُس نے کیا کیا۔"

"اور اب آپ دوبارہ دھوکا کھا رہے ہیں حسن صاحب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"مجھ پر بھروسا کر کے! یہ دولت ہمارے درمیان بھی تو ہے!"

"کوئی جذباتی بات کہنا فریب سے تعبیر ہوگا غزالی، دل چاہے تو یقین کرنا۔ ڈائری گم ہوئی تو ایک بار تمھارا خیال بھی ذہن میں آیا تھا کیونکہ تم سے اس بارے میں گفتگو ہوئی تھی۔ چاہتا تو چھان بین کرتا، تحقیقات کرتا کہ تم کون سے راستے سے اور کب یہاں آئے لیکن پھر اپنے آپ سے سوال کیا۔ اپنے جانچنے کی صلاحیتوں کو پرکھا سوچا کر یا تو خود کو احمق تصور کر لوں اور یہ مان لوں کہ زندگی بھر صرف جھک ماری ہے یا سچائی کھوج نکالوں، اور میں نے سچائی پالی۔ ضمیر نے تائید کر دی اور بات ختم ہو گئی۔ میں نے یقین کر لیا کہ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ اور اب یہ یقین موت تک قائم رہے گا۔ یہ آخری بات ہے!"

حسن صاحب کے الفاظ نے بڑا اثر کیا مجھ پر۔ دل کو ایک ندامت کا احساس ہوا۔ کئی باتیں میں نے حسن صاحب سے چھپائی تھیں۔ اب یہ باتیں دل میں چبھ رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ "حسن صاحب، اس کے جواب میں چند الفاظ میں بھی عرض کروں گا۔ میرے والد اپنی بستی کے نیک نام آدمی تھے۔ انھیں ایک شریف النفس اور ایماندار شخص کی حیثیت سے جانا جاتا تھا، اس حیثیت کو میرے بھائیوں نے میرا حق غصب کر کے مجروح کیا لیکن مجھے اپنے مرحوم والد کی عظمت عزیز ہے۔ اُن کے افکار میرا ورثہ ہیں۔ اُن کی پاک روح کی قسم آپ کے احسانات کا بدلہ برائی سے کبھی نہیں دوں گا۔ اگر حالات کے تحت آپ سے کچھ چھپایا ہے تو بددیانتی کے خیال سے نہیں، وقت کی ضرورت سمجھ کر۔ بہرحال وہ مجھ پر آپ کا قرض ہے، جسے میں ہر قیمت پر ادا کروں گا!"

"ٹھیک ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ آئندہ کے لیے بھی تمھیں اس کی اجازت ہے، بس غزالی ان عیار لوگوں کو چھوڑنا نہیں ہے۔ ان کی سازشوں کا بھرپور جواب ملنا چاہیے انھیں!"

"آپ کی طرف سے اجازت ہے؟"

"مکمل طور پر! نہ صرف اجازت بلکہ میں اپنا تعاون بھی تمھیں پیش کرتا ہوں۔ بے فکر رہو، کوئی بات بگڑی تو میں سنبھال لوں گا۔" حسن صاحب نے پورے اعتماد سے کہا۔

حسن صاحب مطمئن ہو گئے تھے۔ مجھے بھی اطمینان ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں اُن سے اجازت لے کر انیکسی واپس آ گیا۔ بستر پر لیٹ کر میں نے گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ میں ڈاکٹر طاہر علی سے قطعی غیر مطمئن تھا۔ وہ کوئی بھی قدم اٹھا سکتا تھا۔ اس سے ہوشیار رہنا ضروری تھا۔ فوراً مجھے قادر کا خیال آیا۔ میں قادر کو براہِ راست دادر سے بھیج بھی سکتا تھا لیکن ابھی یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ بوڑھے بابا کا کوئی سراغ لگ جاتا تو سب کچھ ٹھیک ہو جاتا۔ نہ جانے وہ کہاں تھا۔ میرا یہ شبہ یقین میں تبدیل ہونے لگا تھا کہ بوڑھے بابا کی مسلسل گمشدگی کا سبب کوئی اور شخص ہے۔ وہ نیم پاگل شخص خود کہیں روپوش ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ یقیناً وہ کسی کے ہاتھ لگ گیا ہے مگر کس کے؟ اس کے بعد تاریکی تھی۔

حالانکہ چوبیس گھنٹے سخت بے آرامی میں گذرے تھے، پانی تک نہیں ملا تھا۔ سینڈوچ وغیرہ کھانے کے بعد غنودگی طاری ہو جانی چاہیے تھی لیکن نیند اس طرح آنکھوں سے اڑی تھی کہ کسی طور نہیں آ رہی تھی۔ مجھے بار بار ہما کا خیال بھی آ رہا تھا۔ نہ جانے کیا گذر رہی ہوگی اُس پر۔ اُسے مجھ سے کیسی بے لاگ محبت تھی۔ وہ ڈاکٹر کے جرم کی گواہ تھی۔ ایک گونہ اطمینان بھی تھا مجھے کہ وہ اُسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچا سکتا وہ ڈاکٹر کی اکلوتی اولاد ہے۔ بہرحال مجھے اب کیا کرنا چاہیے؟ ایک لمحے کے لیے خیال آیا کہ قادر کو فون کروں، لیکن گھڑی میں وقت دیکھا تو اس خیال سے باز آ گیا۔ اور سوچا کہ صبح کو قادر سے رابطہ قائم کروں گا۔

آنکھیں بند کر کے کروٹیں بدلتا رہا۔ نیند کی شدید خواہش تھی لیکن اُلجھے ہوئے ذہن نے کسی طور یہ خواہش پوری نہ ہونے دی۔ دفعتاً کہیں کوئی آواز ہوئی۔ عجیب سی آواز تھی۔ یہ آواز نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی۔ میں کوئی آواز پیدا کیے بغیر فوراً بستر سے اٹھا۔ کچھ خیال آیا تو تکیے کو لمبائی میں مسہری پر رکھ دیا اور اُسے کمبل سے اس طرح ڈھک دیا کہ نیم تاریکی میں کوئی سوتا ہوا محسوس ہو۔ میں ایک لمحے اپنی جگہ ساکت رہا پھر پھرتی سے دروازے کے قریب جا کھڑا ہوا۔ میں دروا[illegible] کبھی [illegible] سے بند نہیں کرتا تھا۔ اس وقت بھی اس کی چٹخنی کھلی ہوئی تھی۔ میرے حساس کان ہر آواز سُن رہے تھے۔ کریم [illegible] سے اُن کے ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز آ [illegible] تھی۔

یکبارگی دل زور سے دھڑکا۔ دروازہ کھلنے کی ہلکی سی چرچراہٹ سُنائی دی تھی اور یہ آواز میری خواب گاہ کے بالکل برابر کے کمرے سے آئی تھی۔ کوئی ہے، یقیناً کوئی ہے۔ میں نے سانس روک لیا۔ سارے بدن کا خون کنپٹیوں میں جمع ہو گیا تھا۔ اعصاب بُری طرح تنے ہوئے تھے۔ میں خود کو آنے والے سے

مقابلہ کرنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔ اگر یہ ڈاکٹر طاہر علی کی طرف سے ایک اور کوشش ہے تو کل کا دن اس کے لیے منحوس ترین دن ہو گا۔ اب میں اس شخص کی پردہ پوشی نہیں کروں گا۔ اب اسے مزید چھوٹ نہیں دی جا سکتی۔

قدموں کی چاپ سے اندازہ ہوتا تھا کہ آنے والا بہت محتاط ہے لیکن میری بیدار سماعت اس چاپ کو سن رہی تھی۔ دروازے پر ہلکی سی آواز ابھری۔ جو کوئی بھی تھا، اب دروازے سے لگا کھڑا تھا۔ ممکن ہے چابی کے سوراخ سے اندر کا جائزہ لے رہا ہو۔ پھر کواڑ آہستہ آہستہ اندر کی طرف دبنے لگے۔ پھر دروازہ ایک فٹ کے قریب کھلا اور پھر دو فٹ اور میں اس کی آڑ میں سمٹ گیا۔ پھر ایک سایہ اندر داخل ہوا۔ آنے والا سیاہ لباس میں ملبوس تھا۔ اس کا ہیولا اب میری نگاہ کے سامنے تھا۔ اعصاب چیخ رہے تھے۔ دماغ ہیجان سے پھٹا جا رہا تھا۔ بدن کے تناؤ اور شدید اعصابی دباؤ سے مغلوب ہو کر میں نے آنے والے پر حملہ کر دیا۔ میرا گھونسا اس کے جبڑے پر پڑا۔ وہ ایک سمت جھکا تو میں نے موقع دیے بغیر اس پر چھلانگ لگا دی اور اسے لیے ہوئے زمین پر آ رہا۔ اس کے بدن پر میری گرفت سخت تھی لیکن میرے بیدار ذہن کو فوراً ہی احساس ہو گیا کہ میرے ہاتھوں کے شکنجے میں جکڑا ہوا بدن نسوانی ہے۔ اس احساس نے ابھی میری پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی تھی کہ دفعتاً اس نے میری کلائیاں پکڑ لیں۔ نرم و نازک ہاتھوں میں شاید فولادی کمانیاں لگی ہوئی تھیں۔ اپنی گرفت کو ڈھیلا کرنے میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا بلکہ یہ اس فولادی قوت کا کرشمہ تھا کہ میں اس پر اپنی گرفت برقرار نہ رکھ سکا اور اس کا جسم بآسانی میرے شکنجے سے نکل گیا۔ پھر مجھے ایک آواز سنائی دی۔

"مسٹر گزالی! یہ مائیں ہائے۔ ناؤ ڈُرٹ۔"

میں نے یہ آواز پورے ہوش سے سنی، پہچانی اور اس کے بعد مجھ پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی۔ حیرت، خجالت اور حماقت کے تاثرات میرے چہرے پر منجمد ہو گئے۔ ہر احساس شدید تھا۔ میں نے اس کے جبڑے پر گھونسا مارا تھا، میں نے اسے دبوچ کر بے بس کر دیا تھا۔ اس پر میں بہت خجل تھا۔ ندرت اس وقت چور دل کی طرح میرے پاس آئی تھی اور اس نرم و نازک لڑکی نے میرے مضبوط ہاتھوں کی سخت ترین گرفت کو بڑی آسانی سے شکست دے دی تھی۔ اس پر مجھے سخت حیرت تھی اور میں نے جو بلا سوچے سمجھے اس پر حملہ کر دیا تھا تو میری حماقت سے ناواقف ندرت اسے حماقت کے سوا اور کچھ نہیں سمجھ سکتی تھی۔ لہٰذا میں خود اپنے آپ کو احمق محسوس کر رہا تھا۔

"پلیز راؤشنی کرو۔ مائیں سوئچ نائیں جانتا۔" اس کی آواز دوبارہ ابھری اور میں ہوش میں آ گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر سوئچ کو آن کر دیا۔ وہ شب خوابی کے لباس میں تھی۔ بال منتشر تھے، آنکھیں سوئی سوئی سی تھیں۔ مگر ان کا جادو جاگ رہا تھا۔ اس کے ہونٹ دھیرے سے مسکرائے اور اس نے کہا "سوری... مائیں ڈسٹرب کیا... بٹ مائنڈہ ہائے۔"

"شرمندہ تو میں ہوں ندرت... تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا اس پر میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا... یقیناً تمہیں چوٹ لگی ہو گی۔ میں سخت شرمندہ ہوں... ندرت مجھے معاف کر دو۔" میں نے لجاجت سے کہا۔

"اوہ نو پلیز نو... قاصور میرا ہائے۔ بٹ ماجبورا... بورا... بوری تھا۔" وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔ میں یہاں اس کے جملوں کو ہو بہو نقل کر رہا ہوں۔ اس کی یہ اردو مجھے بہت مزہ دے رہی تھی۔ انگریزی وہ اچھی طرح بول لیتی تھی، اگرچہ تلفظ اس کا بھی ٹھیک نہیں تھا۔

"بیٹھو ندرت! تم آئیں بھی تو میری بدقسمتی کہ تمہارا استقبال کس طرح کیا۔ پلیز بیٹھ جاؤ۔"

"اف یو نقصان نہ باؤ لو لائٹ آف بناؤ۔ ڈِم لائٹ پلیز۔ میں نائیں مانگتا، ڈوسرا لوگ۔ آئی مین۔"

"ہاں یقیناً!" میں نے اس انگریزی اور اردو کھچڑی کے دال چاول الگ الگ کیے اور اس کا مفہوم سمجھ کر تیز روشنی بجھائی اور نائٹ بلب جلا دیا۔ وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئی۔ میں نے بھی اس دوران کافی حد تک خود کو سنبھال لیا تھا۔ سب سے زیادہ دکھ مجھے اس گھونسے کا تھا جو میں نے اس کے جبڑے پر رسید کیا تھا اور سب سے زیادہ حیرت اس کی اس انوکھی طاقت پر تھی، جس کے مقابلے میں میرے مضبوط ہاتھوں کی شدید ترین گرفت کچھ بھی تو نہ تھی۔ ندرت میرے لیے پہلے بھی معمہ تھی اور اس وقت اور بھی پُراسرار ہو گئی تھی، جب حسن صاحب نے اس کی کہانی سنائی تھی۔ اس وقت اس کی ذات کا ہر پہلو چھپا ہوا تھا۔ کوئی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اگر اس دن وہ مجھے بوڑھے بابا کے کمرے میں اس کے سر کو اپنے زانو پر رکھے روتی ہوئی نظر نہ آتی تو میں اس کی طرف اتنی سنجیدگی سے متوجہ نہ ہوتا۔ اور اس کی کہانی کبھی حسن صاحب سے نہ پوچھتا۔ اس کے بارے میں یہ سوچ اسے پہلے سے زیادہ پُراسرار بنا دیتی تھی۔ اور اب اس کے وجود میں چھپی ہوئی یہ بے پناہ قوت میرے لیے ایک اور معمہ بن گئی تھی۔

میں نے اس کی طرف دیکھا اور بے اختیار بول اٹھا: "ہاں کچھ لوگ مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس وقت آہٹ ہوئی

تو میں نے یہی سمجھا تھا کہ ان میں سے کوئی..." میں ایکدم خاموش ہو گیا۔ ندرت نے مجھ سے یہ سوال تو نہیں کیا تھا۔ پھر یہ سوال میرے ذہن میں کیوں گونجا تھا۔ یہ جواب میرے ہونٹوں سے کیوں پھسل پڑا تھا۔ میں نے حیرت سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔

"کاؤن لوگ ہائے؟"

"وہ جو بوڑھے بابا میں دلچسپی رکھتے ہیں۔" میں نے تھکے تھکے لہجے میں جواب دیا۔ وہ خاموش ہو گئی۔ چند لمحات خاموش رہی پھر اس نے اپنے لباس میں ہاتھ ڈالا اور کوئی چیز نکال کر میری طرف بڑھا دی۔ میں نے اس کے ہاتھ سے وہ چیز لے لی۔ یہ ایک ڈائری تھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اس نے کہا "پلیز... حاسن صاحب کو مت بولا... مائیں ڈریا... پلیز... اب مائیں جایا جائے... بائی۔" وہ اٹھ گئی۔

"بیٹھو ندرت! میں تو خود تم سے ملنا چاہتا تھا۔ مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں... میں بہت پریشان ہوں۔ تم اس رات بوڑھے بابا کے لیے رو رہی تھیں۔ دیکھو تمہیں مجھ پر اعتماد ہونا چاہیے۔ تمہیں شبہ تھا کہ میں یہ بات کسی کو بتا دوں گا۔ میں نے ایسا نہیں کیا۔ تم نے میری جان لینے کی کوشش کی اور مجھ سے اس کا اعتراف کیا۔ میں نے وہ سب کچھ بھی کسی کو نہیں بتایا۔ تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں قابلِ اعتماد ہوں۔ دیکھو ندرت مجھے بوڑھے بابا سے صرف ہمدردی ہے۔ اس کی ذات سے میرا تعلق نہیں ہے... میں دن رات اسے تلاش کر رہا ہوں۔ اور میں نے اس کی وجہ سے کچھ لوگوں کو اپنا دشمن بھی بنا لیا ہے۔ کیا تم اس سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کرو گی؟"

ندرت رک گئی۔ پھر اس نے کہا "مائیں کیا بتایا؟" اس کے طرزِ گفتگو کو میں سمجھ گیا تھا۔ اور اب اس کے الٹے سیدھے الفاظ میرے لیے قابلِ فہم ہو گئے تھے۔ چنانچہ میں اس کا مفہوم سمجھ گیا۔ میں نے کہا "تمہیں کوئی اندازہ ہے کہ وہ کہاں ہو سکتا ہے؟"

"نائیں... مائیں نائیں... آئی مین۔"

"تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟ تم کون ہو ندرت؟" میں نے اس سے پوچھا۔

وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی "سوری... مائیں نہیں بتایا سکتا... ویری سوری!" اور پھر وہ چھپاک سے باہر نکل گئی۔ میں کھلے دروازے کو دیکھتا رہ گیا... معاً مجھے خیال آیا کہ دیکھوں تو سہی کہ وہ کس راستے سے آئی ہے۔ برابر والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ کریم بابا اس دروازے کو بند رکھتے تھے۔ میں اندر داخل ہو گیا اور پھر میں نے ندرت کو اسی کمرے کی کھڑکی کے نزدیک لگے ہوئے پائپ سے نیچے اترتے دیکھا۔ وہ پھرتی سے نیچے اتر رہی تھی اور اسی پھرتی سے تاریکی میں گم ہو گئی۔ میں کھڑکی کے قریب کھڑا رہ گیا۔

یہ پُراسرار ہستی کون ہے... کون ہے یہ آخر... کیا بھید ہے اس کا؟ میں جتنا بھی غور کرتا، اس کی شخصیت اتنی ہی پیچیدہ ہوتی جاتی۔ کوٹھی کے دوسرے لوگوں کے درمیان وہ خاموش اور لاتعلق دکھائی دیتی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ نہ کوئی اس سے مانوس ہے نہ اس کی طرف متوجہ۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ان کے درمیان احساسِ کمتری کا شکار ہو۔ لیکن اب یہ خیال غلط لگنے لگا تھا۔ ممکن ہے ندرت نے خود ہی ان میں سے کسی کو قریب آنے کا موقع نہ دیا ہو۔ وہ خود ہی ان سے الگ تھلگ رہتی ہو تاکہ اپنا راز، راز رکھ سکے۔ پہلی بار وہ لندن میں حسن صاحب کو ملی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا سے ناواقف نہیں ہے جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے بلکہ وہ دنیا دیکھے ہوئے ہے۔ اپنے راز کو راز رکھنے کے لیے وہ قتل بھی کر سکتی ہے۔ اگر اس دن میں بچ نہ جاتا تو اس کے خنجر کا شکار ہو گیا تھا۔ کار کے سلسلے میں بھی اس نے کمال دکھایا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اسٹیئرنگ راڈ کا نٹ نکال دینے سے حادثہ ہو سکتا ہے۔ آخر وہ کیا ہے؟ میں سوچے جا رہا تھا لیکن اس سوال کا جواب دینے والا اس کے سوا، روئے زمین پر اور کوئی نہیں تھا۔

کافی دیر اسی طرح کھڑے کھڑے گزر گئی تو میں واپس اسی کمرے میں آ گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی میری نگاہ اس ڈائری پر پڑی جو وہ مجھے دے گئی تھی۔ کیا وہ صرف یہ ڈائری دینے آئی تھی؟ دروازہ اندر سے بند کر کے میں نے تیز روشنی جلا دی اور پھر ڈائری کھول کر دیکھی۔ پہلے ہی صفحے پر ایک نام دیکھ کر میں چونک پڑا۔

"ولاڈی واسکاٹ... نپولیون... اٹلی..." ذہن میں ایک جھماکا ہوا... ولاڈی واسکاٹ... کیا یہ وہ ڈائری ہے جو حسن صاحب کی خواب گاہ سے گم ہو گئی تھی، جو انہیں جاپان میں واسکاٹ کے ذریعے ملی تھی؟ بے صبری سے میں نے ڈائری کے اوراق الٹنے شروع کر دیے اور چند ہی لمحات کے بعد میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ یہ وہی ڈائری تھی۔ گویا اسے ندرت نے حسن صاحب کی خوابگاہ سے اڑایا تھا... نہیں ندرت اب تمہیں نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ تم بہت اہم... بہت ہی اہم چیز ہو۔ اس کے بعد یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ تمہارا بوڑھے بابا سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن تمہیں نظرانداز کر کے اب تک جو حماقت کی گئی ہے وہ آئندہ نہیں ہو گی۔ ممکن ہے تم ہی اس عقدے کا حل بن جاؤ جس میں ہم الجھے ہوئے ہیں۔ میں نے دل میں سوچا اور فیصلہ کر لیا کہ اب ندرت کا بھید، حقیقت کا بھی کھوج لگانا

ہے۔ اس کے بعد میں نے ڈائری کھول لی۔

اس میں وہ پوری کہانی تھی جو میکے براؤن مجھے سُنا چکا تھا۔ بوڑھے کے تذکرے میں بھی کوئی نئی بات نہیں تھی۔ میں نے ڈائری بند کر دی اور سوچ میں ڈوب گیا۔ بہت سے باب کھُل گئے تھے الجھنوں کے۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ندرت نے یہ ڈائری مجھے کیوں دی ہے۔ کیا مقصد ہے اس کا؟ کیا اُسے علم ہو گیا ہے کہ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں... کیسے؟ اُسے کیسے معلوم ہوا؟ یا پھر دوسری شکل بھی ہو سکتی ہے۔ یہ جاننے کے بعد کہ میں بوڑھے کے سلسلے میں کام کر رہا ہوں وہ مجھے اس ڈائری سے روشناس کرانا چاہتی ہو۔ اُس نے یہ خطرہ بھی مول لیا تھا کہ اگر حسن صاحب کو اس ڈائری کی چوری کے بارے میں معلوم ہو گیا تو اس کی چوری میرے ذریعے کھل جائے گی۔ واقعی یہ ایک اندھا اعتماد تھا، مگر یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ اپنے بارے میں اس نے ایک لفظ بھی نہیں بتایا تھا، مگر اس سلسلے میں کیا بھی کیا جا سکتا تھا۔ نہیں ندرت صاحبہ اب یہ سب کچھ نہیں چلے گا۔

دوسری بات یہ تھی کہ میں اس ڈائری کا کیا کروں۔ اس کا میرے پاس ہونا تو بہت خطرناک ہو سکتا تھا۔ اگر حسن صاحب کو علم ہو گیا تو ان کے اعتماد کی ساری عمارت گر پڑے گی، میں کسی طرح یہ ثابت نہیں کر سکوں گا کہ یہ کسی اور ذریعے سے میرے پاس آئی ہے۔ تلف کرنا بھی خطرناک ہے۔ ممکن ہے حسن صاحب کے لیے مصیبت بن جائے۔ آخر یہی فیصلہ کیا کہ اُسے چوری چھپے حسن صاحب کی خواب گاہ میں واپس پہنچا دوں۔

بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن نیند جانے کہاں غائب ہو چکی تھی۔ دماغ کو سکون ملتا تو نیند بھی آتی۔ جاگتا رہا، صبح ہو گئی۔ اُٹھ کر غسل کیا۔ کریم بابا معمول کے مطابق جاگ گئے تھے۔ ناشتا لائے تو میں نے کلائی چھو کر دیکھی، مسکرا کر بولے۔ "بالکل ٹھیک ہوں میاں اب کیسا بخار۔"

ناشتے سے فارغ ہو کر سوچتا رہا کہ اب کیا کروں۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تو تیار ہو کر دفتر چل پڑا۔ گیارہ بجے کے قریب فریحہ کا فون موصول ہوا۔ "غزالی بھائی، میں فریحہ بول رہی ہوں۔"

"ہیلو فریحہ! خیریت ہے نا؟"

"ہما کے بارے میں معلوم ہے غزالی بھائی؟"

"کیا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"سنٹرل ہسپتال میں ہے، انکل طاہر علی بے حد پریشان ہیں۔ ابھی مجھے فون کیا ہے کہ وہاں پہنچ جاؤں۔" فریحہ نے پریشان لہجے میں کہا اور میں ششدر رہ گیا۔ اس خبر نے مجھے شدید ذہنی جھٹکا دیا تھا۔

"اُسے ہوا کیا ہے فریحہ؟" میں نے بمشکل پوچھا۔

"کچھ پتا نہیں! میں ہسپتال جا رہی ہوں، وہیں جا کر معلوم ہو گا۔ آپ آ رہے ہیں غزالی بھائی؟"

"ہاں! براہِ کرم یہ بتاؤ کہ وہ کونسے وارڈ میں ہے؟"

"روم نمبر بیس اسپیشل وارڈ نمبر ۲ یاد رہے گا؟"

"ہاں!" میں نے کہا اور فریحہ نے فون بند کر دیا۔ یقیناً کوئی اہم بات ہوئی تھی، دل لرز گیا میرا۔ اس کے بعد میں ایک لمحہ نہ رکا اور کار لے کر سنٹرل ہسپتال کی طرف دوڑ پڑا۔ ہسپتال کے پارکنگ میں ڈاکٹر طاہر علی کی کار نظر آگئی تھی۔ میں اسپیشل وارڈ نمبر ۲ تلاش کر کے کمرہ نمبر ۲۰ کے سامنے پہنچ گیا۔ فریحہ ابھی نہیں پہنچی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھولا تو ڈاکٹر طاہر علی نظر آیا۔ ایک نرس ہما کی ناک پر لگی ہوئی نلکی درست کر رہی تھی۔ طاہر علی دو ڈاکٹروں کے ساتھ کھڑا کے قریب کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ چہرہ اترا ہوا تھا۔ مجھے دیکھا تو خاموش ہو گیا۔ یوں محسوس ہوا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو، لیکن کوشش کے باوجود کچھ نہ کہہ سکا۔ ڈاکٹروں کو چھوڑ کر آگے بڑھ آیا۔ ہما کی آنکھیں بند تھیں۔

میں اُس کے بائیں جانب کھڑا اُسے دیکھتا رہا۔ طاہر علی کی کشمکش کو محسوس کر رہا تھا۔ لیکن پھر اچانک دروازہ کھلا اور فریحہ اندر گھس آئی۔ "کیا ہوا انکل ہما کو۔ اب کیسی طبیعت ہے غزالی بھائی۔" اُس نے بے اختیار پوچھا۔ نرس سیدھی ہو گئی تھی۔ "انکل بتائیے تو اچانک..." فریحہ نے ڈاکٹر طاہر علی سے کہا۔

"اب ٹھیک ہے۔ کوئی خطرہ نہیں ہے!" طاہر علی نے بجھی ہوئی آواز میں کہا۔ فریحہ ہونٹ کھول کر رہ گئی۔ اسی وقت دو نوجوان ڈاکٹر طاہر علی کے قریب آگئے۔ "سر آپ کچھ دیر آرام کر لیں، پلیز ساری رات آپ کو اسی طرح کھڑے گذر گئی۔ آپ ان کی دیکھ بھال کی طرف سے بالکل مطمئن رہیں۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔ ڈاکٹر طاہر علی نے جھکتی نگاہوں سے پہلے مجھے پھر فریحہ کو دیکھا اور بولا "میں یہیں ہوں ڈاکٹر نوید کے دفتر میں کوئی ضرورت ہو تو..."

فریحہ نے گردن ہلا دی۔ طاہر علی باہر نکل گیا تو فریحہ نے بے چینی سے پوچھا۔ "مگر ہوا کیا اچانک... پہلے تو کوئی اطلاع نہیں تھی۔ انکل نے آپ کو کچھ نہیں بتایا غزالی بھائی؟"

"پوچھنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔" میں نے جواب دیا۔

"سسٹر اسے کیا ہوا ہے؟" اس بار فریحہ نے نرس سے پوچھا۔

"سوری مس! مجھے اس بارے میں کسی کو کچھ بتانے کی اجازت نہیں ہے آپ سرجن صاحب سے ہی معلوم کریں۔" نرس نے جواب دیا۔ میں صورتحال کا کسی حد تک اندازہ لگا چکا تھا۔ دفعتاً میں نے نرس سے پوچھا "اسٹمک واش ہو چکا ہے؟"

"جی ہاں اب کوئی خطرہ نہیں ہے!" نرس نے چونک میں جواب دیا۔ اور پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"آپ فکر نہ کریں سسٹر! ہم سرجن طاہر علی کے بہت قریبی عزیز ہیں۔" میں نے کہا۔

"براہ کرم میرے لیے کوئی مصیبت نہ کھڑی کر دیں آپ جانتے ہیں میں نے اس بارے میں ایک لفظ نہیں کہا۔" اُس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"سسٹر آپ بالکل اطمینان رکھیں۔ یہ بتائیں اب یہ خطرے سے باہر تو ہیں؟"

"ہاں! صبح نو بجے تک ان کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں تھی۔ ساری رات ان کی زندگی بچانے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ ایک رات میں اٹھارہ انجکشن دیے گئے ہیں۔ نہ جانے کونسا زہر استعمال کیا تھا، ابھی تک پتا نہیں چل سکا۔"

فریحہ دہشت زدہ رہ گئی۔ اُس نے بے اختیار میرا بازو پکڑ لیا۔ اس کی انگلیوں کی گرفت بہت سخت تھی جس سے اس کے ذہنی ہیجان کا اندازہ ہوتا تھا۔ میں اُسے وہاں سے ہٹا کر کھڑکی کے پاس لے آیا۔

"اُس نے... اُس نے خودکشی کی کوشش کی تھی!" فریحہ نے لرزتی آواز میں کہا۔

"ایک درخواست کروں فریحہ۔ جو کچھ آپ کو معلوم ہو چکا ہے براہ کرم اسے اپنے دل میں چھپا لیں، وعدہ کریں کہ کسی سے بھی اس کا اظہار نہیں کریں گی۔ دراصل ڈاکٹر طاہر علی اس خودکشی کے اقدام کو راز میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ورنہ پولیس مداخلت کرے گی اور وہ مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ اگر وہ خود برین سرجن نہ ہوتے تو بات بگڑ جاتی۔ ہسپتال کے ڈاکٹروں نے اُن سے تعاون کیا ہے ورنہ باہر پولیس ہوتی۔" میں نے کہا۔

"میں سمجھ رہی ہوں!" فریحہ نے گردن ہلائی۔ پھر بولی "آپ کو ڈاکٹر انکل نے بتایا تھا؟"

"نہیں!"

"پھر آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"بس اندھیرے میں تیر چلایا تھا!" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

فریحہ ہیجانی انداز میں ہاتھ ملتی رہی۔ پھر بولی "ہما اور خودکشی کی کوشش۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ ممکن ہے کسی اور نے زہر دیا ہو۔"

"نرس کے الفاظ سن چکی ہیں آپ... کسی اور کی حرکت کو ڈاکٹر طاہر علی چھپانے کی کوشش نہ کرتے۔ بہرحال معلوم ہو ہی جائے گا۔ اس وقت اگر وہ اس بات کو راز میں رکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے انتظامات کر چکے ہیں تو ہمیں اُن سے تعاون کرنا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"یقیناً! میں نے آپ کے بعد محسن کو بھی فون کر دیا تھا، اسی لیے کچھ دیر ہو گئی۔ میرا خیال ہے کہ آپ تو فوراً چل پڑے تھے؟"

"ہاں فریحہ!" میں نے گہری سانس لے کر کہا "محسن نے آنے کے لیے کہا ہے؟"

"پہنچنے ہی والے ہوں گے!"

"محسن غیر نہیں ہیں۔ لیکن وعدہ یاد رکھنا۔"

"آپ اطمینان رکھیں غزالی بھائی لیکن ہما خودکشی نہیں کر سکتی۔ ہاں پچھلے دنوں سے اس کے اندر کچھ تبدیلیاں ضرور پیدا ہوئی ہیں، لیکن وہ اس نوعیت کی نہیں ہیں، وہ زندگی سے لطف لینا جانتی ہے ایسا کیوں کرنے لگی!"

"خدا جانے! خود ہی بتائے گی!"

فریحہ نے گردن گھما کر ہما کو دیکھا پھر بولی "ایک بات پوچھوں غزالی بھائی۔"

"ہاں، ضرور!"

"آپ کے دل میں ہما کے لیے کوئی مقام پیدا ہو گیا ہے؟ میں اس موقع پر یہ گفتگو کر کے حماقت کا ثبوت دے رہی ہوں، آپ چاہیں تو اس موضوع کو مسترد کر سکتے ہیں۔ تنویر نے بھی مجھ سے کہا تھا کہ اب ہما صرف ایک مذاق نہیں ہے، آپ اس کے لیے سنجیدہ ہیں کیا یہ سچ ہے؟"

"ہاں فریحہ، میں ہما کے لیے سنجیدہ ہوں!"

"محسن نے مجھے بتایا تھا کہ آپ صرف ہم دونوں کے لیے ہما کو برداشت کر رہے ہیں کیونکہ ڈیڈی کے طاہر علی انکل سے گہرے مراسم ہیں اور ڈیڈی مجھے صرف ہما سے ملاقات کے لیے منع نہیں کرتے۔"

"یہ پرانی بات ہے! اس کے بعد..." میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ محسن، تنویر اور جولیا اندر داخل ہو گئے۔ سب ہی بوکھلائے ہوئے تھے۔ سب ہما کے گرد جمع ہو گئے۔ تنویر ہما کو دیکھتی رہی پھر اُس نے میری طرف دیکھا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میرے چہرے میں کچھ ٹٹول رہی ہو۔ محسن جھک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ پھر وہ میری طرف رُخ کر کے بولا۔ "کچھ پتا چلا کہ اچانک ہوا کیا؟"

"طاہر علی صاحب کا کہنا ہے کہ دو تین دن سے طبیعت خراب تھی۔ رات اچانک بے ہوش ہو گئی اور حالت بگڑ گئی!" میں نے جواب دیا۔ نرس کے چہرے پر اطمینان نظر آ رہا تھا۔

"پتا ہی نہیں چل سکا۔ آپ نے بھی ذکر نہیں کیا غزالی بھائی!" تنویر نے کہا اور دوسری طرف مڑ گئی۔ مجھے اُس کے لہجے میں

عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی، لیکن میں نے اس پر زیادہ غور نہیں کیا۔

جولیا میرے بالکل قریب آکھڑی ہوئی تھی۔ اُس نے کہا "مسلسل غائب ہو۔ ایسے مجھے ذرا بھی وقت نہیں دے رہے۔ دفتر فون کیا تھا تو معلوم ہوا کہ نہیں ہو۔ ایسی کیا مصروفیت ہے؟"

"دفتر کب فون کیا تھا؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے۔ نہ جانے کیا کرتے پھر رہے ہو۔ مجھے بھی تھوڑا سا وقت تو دینا چاہیے تھا۔" جولیا کی آواز اتنی بلند تھی کہ سب نے سُن لی۔ تنویر اور محسن نے چونک کر اسے دیکھا۔ فریحہ مسکرا دی۔ تنویر نے آہستہ سے کہا۔ "جولیا پلیز۔ میرا خیال ہے..."

"کتنی دیر رکو گے یہاں؟ مجھے تم سے کچھ کام ہے۔" جولیا نے تنویر کی بات بھی پوری نہیں ہونے دی۔

"تنویر!" محسن نے درشت لہجے میں کہا اور تنویر نے جولیا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "اِدھر آؤ جولیا، پلیز ذرا اِدھر آؤ!" وہ جولیا کو آگے لے گئی۔ محسن نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔ "سوری غزالی! بعض اوقات تھوڑی سی تفریح مصیبت بن جاتی ہے۔ اس وقت محسوس نہ کرنا تم اس کی کیفیت سمجھ رہے ہو گے۔ پلیز یار! میں اس مصیبت کو کسی نہ کسی طرح جلد ہی تمھارے سر سے اتار دوں گا۔"

"محسن!" میں نے اُس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ فریحہ بدستور مسکرا رہی تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی کے آنے پر ہم سب سنجیدہ ہو گئے۔ ڈاکٹر نے ہم سب کو دیکھ کر کہا "میں رات بھر جاگتا رہا ہوں۔ بہت تھک گیا ہوں۔ اگر تم لوگ اجازت دو تو میں چلا جاؤں؟"

"آپ مطمئن ہو کر آرام کریں ڈاکٹر انکل، ہم سب موجود ہیں!" فریحہ نے کہا اور ڈاکٹر طاہر علی گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ البتہ میں حیران رہ گیا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی کا اس طرح چلا جانا تعجب خیز تھا۔ میرے خیال میں اُس نے خطرہ مول لیا تھا۔ کیا اُسے یہ خدشہ نہ تھا کہ ہما ہوش میں آکر حقیقت بتا دے گی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اندازہ ہو گیا۔ طاہر علی احمق نہیں تھا۔ ایک اور نرس پلیٹ میں سرنج اور انجکشن لے آئی تھی۔ اُس نے یہ پلیٹ دوسری نرس کو دے کر کہا۔ "ڈاکٹر نوید نے کہا ہے کہ یہ انجکشن مریض کو دے دو۔ اس کا سوتے رہنا ضروری ہے!" میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس طرح ڈاکٹر نے ہما کے ہوش میں آکر کچھ بتا دینے کے خطرے کو ٹال دیا تھا۔ ڈاکٹر نوید سے مشورہ کر کے اُس نے یہ کام کیا ہو گا۔ نرس نے خاموشی سے انجکشن لے لیا اور ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کیا۔ محسن، تنویر اور فریحہ سے ہما کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ جولیا اس کے نزدیک بیزار سی کھڑی ہوئی تھی ــــ اسے موقع ملا تو وہ پھر میری طرف لپکی۔ "یہاں کب تک رکو گے؟"

"بس کچھ دیر جولیا، کوئی خاص کام ہے مجھ سے؟"

"ہاں!"

"آؤ باہر چلیں! محسن میں ابھی واپس آرہا ہوں۔" میں نے کہا۔ محسن جو اس کی وجہ سے پھر مضطرب ہو گیا تھا، میرے اطمینان پر خود بھی مطمئن ہو گیا۔ میں جولیا کے ساتھ ہسپتال کے لان پر آگیا۔ جولیا سنجیدہ نظر آرہی تھی۔ ایک جگہ رُک کر اُس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے اب تم مجھ سے بیزار ہو گئے ہو۔ مسلسل نظر انداز کر رہے ہو۔ وجہ معلوم کر سکتی ہوں اس کی؟"

"یہ احساس تمھیں کیوں ہوا جولیا؟"

"تین دن سے ملے تم مجھ سے؟ دو دن تک غائب رہے۔ مجھے اس کی وجہ بتائی؟ اور اس وقت میرا خیال ہے اس کے سب سے پہلے تیمار دار تم ہو گے گازالی۔ شاید تم اس کے باپ سے بھی پہلے آگئے تھے۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟" اُس کی آواز میں غراہٹ سی پیدا ہو گئی۔

"تمھارا خیال کسی حد تک درست ہے جولیا لیکن تمھیں خود ہی اس کی وجوہ پر غور کر لینا چاہیے تھا۔" میں نے بھی خشک لہجے میں کہا اور جولیا چونک پڑی۔

"وجوہ؟" وہ سوالیہ انداز میں بولی۔

"ہاں جولیا! مسٹر براؤن نے اپنی اور میری پہلی ملاقات کے بارے میں تمھیں کچھ بتایا ہو گا۔ میں پچاس ہزار یا دو لاکھ کا آدمی نہیں ہوں۔ میں نے مسٹر براؤن سے کہہ دیا تھا کہ میں اس وقت تک ان سے تعاون نہیں کروں گا جب تک معاملات مجھے نہیں بتائے جائیں گے۔"

"ڈیڈی کو تمھاری یہ بات پسند آئی تھی۔ انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ تم قابلِ اعتماد آدمی ہو۔ کیونکہ ضدی ہو۔ ایسے لوگ..."

"میں یہی کہنا چاہتا تھا جولیا۔ میں ضدی ہوں اور تم لوگ یورپین ذہنیت کی پوری نمائندگی کرتے ہو۔ ہر حالت میں صرف خود پر بھروسا کرنا، دوسروں کو شک کی نگاہ سے دیکھنا۔ مجھ پر اعتماد کا اظہار کرنے کے بعد بھی تم نے اور مسٹر براؤن نے مجھ پر اعتبار نہیں کیا۔"

"میری بات کیوں کرتے ہو؟" وہ تنک کر بولی۔

"اِس لیے کہ تم مسٹر براؤن کو مجھ پر اعتبار دلا سکتی تھیں۔"

"وہ کہتے ہیں کہ وہ مجھ سے زیادہ تجربہ رکھتے ہیں۔"

"پھر مجھے بتاؤ جولیا میں کیا کروں۔ میری پوزیشن خراب ہو گئی ہے، حسن صاحب کی نگاہ میں بھی اور مسٹر براؤن کی نگاہ میں بھی۔ میں اسی فکر میں سرگرداں ہوں۔ یہ دو دن میں نے اِسی کوشش میں گذارے ہیں کہ کسی طرح اس بوڑھے کا پتا ڈھونڈ نکالوں۔

میں نے موثر لہجے میں کہا۔ اور جولیا سوچ میں ڈوب گئی۔ میں نے گرم لوہے پر ضرب لگائی۔ "جولیا! تمھاری دی ہوئی رقم تمھاری امانت کے طور پر میرے پاس رکھی ہے۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بس مسٹر براؤن کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں بددیانت آدمی نہیں ہوں۔ تم میری اُن سے کب ملاقات کراؤ گی۔ صرف ایک ملاقات!"

میری نگاہیں جولیا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ اس نے میری بات نہیں سُنی۔ یا تو وہ اعصاب پر قابو رکھنا جانتی تھی یا پھر چالاک براؤن نے اسے بھی یہ بات نہیں بتائی تھی کہ وہ یہیں موجود ہے واپس نہیں گیا ہے۔ پھر اُس نے کہا۔ "اس کے لیے کچھ انتظار کرو گے گازالی! ڈیڈی مجھ سے رابطہ کریں گے تو سب سے پہلی بات یہی کروں گی ان سے۔" میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ دفعتاً وہ پھر بھڑک اٹھی۔ "ہاں یہ بتاؤ تم یہاں کیوں ہو؟"

"فریحہ نے مجھے فون کر کے بلایا تھا!" میں نے جواب دیا۔

"تمھیں ہی کیوں! محسن کافی نہیں تھا؟"

"سمجھا کرو جولیا! اتنے دن ہو گئے تمھیں یہاں۔ مشرقی روایات میں کچھ پابندیاں ہیں۔ ہما، فریحہ کی گہری دوست ہے۔ فریحہ محسن کی منگیتر، وہ براہِ راست محسن کے گھر اپنے حوالے سے فون نہیں کر سکتی۔ میں اس کا ذریعہ ہوں... آؤ اندر چلیں... آؤ پلیز!" میں نے اسے مزید بولنے کا موقع نہیں دیا اور اندر آگیا۔ اندر کا ماحول حسبِ معمول تھا۔

سب لوگوں نے سارے پروگرام ملتوی کر دیے تھے اور اس وقت تک یہیں رہنا چاہتے تھے جب تک ہما ٹھیک نہ ہو جائے۔ جولیا البتہ بور ہو گئی۔ "گازالی مجھے گھر چھوڑ دو پلیز میں تھک گئی ہوں۔" میں نے بدحواس ہو کر محسن کو دیکھا اور محسن جلدی سے بول پڑا۔ "آؤ جولی! میں گھر جا رہا ہوں۔ اِن لوگوں کے لیے لنچ کا بندوبست کرنا ہے۔ آؤ پلیز جلدی!" اُس نے جولیا کو بولنے کا موقع نہیں دیا۔ میرے نزدیک سے گذرتے ہوئے اُس نے کہا۔ "یار وہ میری سسرال والے آرہے ہیں۔ میرا بھاگ جانا ضروری ہے۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر آجاؤں گا۔ فریحہ کو ان کے ساتھ نہ جانے دینا۔" یہ کہہ کر وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔ جولیا بھی مُنہ پھلائے اُس کے ساتھ چل پڑی۔

میں ابھی محسن کے الفاظ پر غور کر رہا تھا کہ فریحہ کی والدہ اور والد اندر داخل ہوئے۔ ماحول پر تکلف طاری ہو گیا۔ تھوڑی دیر وہ لوگ رُکے پھر فریحہ کو کچھ ہدایات دے کر رخصت ہو گئے۔

تنویر نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہما کا کیس سمجھ میں نہیں آیا غزالی صاحب؟"

"میں خود بھی اُلجھا ہوا ہوں!"

پرسوں ہی میری اس سے ملاقات ہوئی، بالکل ٹھیک تھی۔" تنویر نے کہا اور پھر فریحہ کی طرف دیکھ کر ہنستی ہوئی بولی۔ "یار فریحہ بھابی اس جولیا سے غزالی صاحب کی جان بچاؤ۔ اب تو فیصلہ ہو گیا ہے کہ ہما کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے لیکن یہ سفید بی شکست ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

"تمھاری دوست ہے تم نمٹو!" فریحہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دیکھا غزالی صاحب! یہ میری بھابی کتنی خود غرض ہے، ابھی سے یہ حال ہے تو آگے کیا ہو گا؟"

"بھئی میں کیا کر سکتی ہوں۔ بلکہ کوئی کچھ نہیں کر سکتا غزالی بھائی خود ہی اپنی مدد کریں۔" فریحہ شرارت بھرے انداز میں بولی۔

"خواتین آپ پریشان نہ ہوں۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا!" میں نے ان کی گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ پھر نرس کی وجہ سے خاموشی چھا گئی۔ جو ہما کی ڈرپ ہٹانے آگئی تھی۔ پھر محسن بھی آگیا۔ "انکل طاہر علی نے کوٹھی فون کیا تھا۔ انھوں نے کہا ہے کہ ڈاکٹر ہما کو گھر بھیجنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ اس لیے تھوڑی دیر کے بعد ہما یہاں سے چلی جائے گی کیوں نرس؟" محسن نے سوال کیا۔

جی ہاں سرجن صاحب پہنچ گئے ہیں۔ ڈاکٹر ہر کاشن بھلا کے کمرے میں ہیں آپ چاہیں تو وہاں چلے جائیں۔" نرس نے جواب دیا۔

محسن بولا "اس بے ہوشی کے عالم میں ہما کو آخر یہاں سے لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ دیکھتے نہیں یہ لوگ چاروں یکجا ہیں۔ آہ یہ ظالم سماج چاروں کو چار گھڑی یکجا نہیں ہونے دے گا۔"

"آپ نے پانچویں انسان کا کوئی خیال نہیں کیا محسن بھائی کھانا کہاں ہے؟"

"ہوٹل شریمتی میں! ظاہر ہے ہمیں ہما کے ساتھ میڈیکل اسٹاف کی حیثیت سے نہیں لے جایا جائے گا۔ اور ہما کے جانے کے بعد اس کمرے میں بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتے اس لیے میں نے یہ حماقت نہیں کی۔" محسن نے جواب دیا۔

"پھر اس ہوٹل بازی کی کیا ضرورت ہے؟ میرا خیال ہے میں تو ہما کے ساتھ جاؤں گی۔" فریحہ نے کہا۔

"اپنے مجازی خدا کی اجازت کے بغیر؟" محسن نے اس انداز سے کہا کہ سب کو ہنسی آگئی۔ اُسی وقت ڈاکٹر طاہر علی چند لوگوں کے ساتھ اندر آگیا۔ ہمیں دیکھ کر اس نے کہا۔ "ڈاکٹر بھلا کا خیال ہے کہ ہما کو اب ہسپتال میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر بھلا، دو نرسیں اس کی تیمار داری کے لیے بھیج رہے ہیں۔ تم لوگ فری۔ تم سب اب آرام کرو۔ تم سب کا بہت بہت شکریہ!"

ڈاکٹر نے سب کی چھٹی کر دی تھی۔ ان بیچاروں میں سے کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ ڈاکٹر ہما کی بے ہوشی کے باوجود خطرہ محسوس کر رہا ہے اور اسے ہسپتال میں نہیں رہنے دینا چاہتا۔ اس لیے وہ اسے واپس لے جا رہا ہے۔ کوئی کیا تعرض کر سکتا تھا ہم سب ہما کے ساتھ باہر آ گئے۔ ایمبولنس کے بجائے ہما کو ڈاکٹر کی لائی ہوئی وین میں پہنچا دیا گیا۔ زرین ہما کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ ڈاکٹر طاہر علی خود وین ڈرائیو کر کے لے گیا۔

"یار غزالی، ڈاکٹر کی کیفیت، بلکہ یہ پورا کیس ہی پُراسرار ہے۔ آخر ہما کو اچانک کیا ہوا۔ ڈاکٹر کے انداز میں اتنی راز داری کیوں ہے؟ مجھے تو کچھ کال میں کالا نظر آ رہا ہے!"

"کمال ہے لوگو! اس 'کال' کے 'والے' کو غزالی صاحب سعید کر سکتے ہیں، ان سے مدد کیوں نہیں لی جاتی؟" تنویر نے کہا۔

"چلو پیٹ بھرتے ہوئے اس مسئلے پر غور کریں گے۔" محسن نے کہا۔ پھر بولا "غزالی تمھاری کار بھی کھڑی ہے نا؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"تنویر کو لے کر شریمتی پہنچو۔ ہم دونوں بھی آ رہے ہیں۔ آؤ فریحہ!" اس نے جواب کا انتظار بھی نہ کیا اور فریحہ کا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ تنویر خاموش کھڑی رہ گئی۔ "شادی کے بعد تو محسن بالکل ہی ہاتھ سے نکل جائے گا۔ تنویر صاحبہ، کیا خیال ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دونوں بہت چاہتے ہیں ایک دوسرے کو۔ قابلِ رشک ہیں۔" تنویر آہستہ سے بولی۔ ہم دونوں پارکنگ کی طرف چل دیے۔ کار میں میرے برابر بیٹھتے ہوئے وہ دھیرے سے ہنس پڑی۔ میں نے اگنیشن میں چابی گھمائی اور کار آگے بڑھا دی پھر پوچھا۔ "کیا یاد آ گیا؟"

"نہیں کچھ نہیں!" اس نے جواب دیا۔ جب میں نے مزید کچھ نہ پوچھا تو خود ہی بولی "سوچ رہی تھی کہ اگر اس وقت ہما یا جولیا ہمیں دیکھ لیں تو ایک اور کیس تیار ہو جائے گا۔"

"کس کی مجال ہے تنویر کہ... کہ..." میں مناسب الفاظ تلاش کرنے لگا "کہ میرے اور آپ کے بارے میں کوئی غلط بات سوچے!" تنویر نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد وہ کچھ نہ بولی۔ میں نے اس کی خاموشی کو محسوس نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ہم شریمتی پہنچ گئے۔ عمدہ ہوٹل تھا۔ پارکنگ میں محسن کی کار نہیں نظر آئی۔ اندر داخل ہو کر ہم نے ایک کیبن کا رخ کیا اور اس میں بیٹھ کر پردہ کھینچ لیا۔

"محسن سے بعید نہیں ہے کہ وہ کسی اور ہوٹل میں جا گھسا ہو۔" میں نے کہا۔

"ایں! نہیں ایسا نہیں کریں گے وہ... مشکل ہے۔" تنویر نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد محسن اور فریحہ آ گئے۔

"ہم نے ذرا لمبا راستہ اختیار کیا تھا!" محسن شرارت سے بولا۔

"شکر ہے وہ اسی طرف آتا تھا، ورنہ ہم سوکھتے رہتے!" تنویر بولی اور اس کے بعد ہندوجاز کے بہترین کھانوں کا آرڈر دے دیا گیا۔ یہ انتخاب فریحہ کی وجہ سے ہوا تھا۔ کھانے کے دوران مختلف موضوعات زیرِ بحث رہے۔ ہما کے بارے میں ہر پہلو پر غور کیا گیا لیکن کوئی فیصلہ نہیں ہو پایا کہ معاملہ کیا ہے ہاں فریحہ نے ایک خطرناک بات ضرور کہی: "ہما جذباتی لڑکی ہے۔ ممکن ہے انکل طاہر علی کی کسی بات پر بگڑ کر کوئی خطرناک اقدام کر بیٹھی ہو۔ اب اس کی حالت درست ہو تو کچھ معلوم ہو۔ ویسے انکل طاہر علی کی کیفیت بھی کچھ پُراسرار نظر آ رہی تھی۔ میرا خیال ہے اگر میں آپ لوگوں کو اطلاع نہ دیتی تو وہ مجھے نہ چھوڑتے۔"

کسی نے اس بات پر تبصرہ نہیں کیا۔ کافی دیر وہاں گزارنے کے بعد سب اٹھ گئے۔ محسن، فریحہ اور تنویر کو لے کر چلا گیا۔ میں نے معذرت کر لی۔ اور کہا کہ میں ابھی کچھ دیر کے لیے دفتر جاؤں گا۔ ہما کے لیے دل بے چین تھا۔ اصل صورت حال مجھے معلوم تھی کہ ہوا کیا تھا۔ یقیناً ان دونوں باپ بیٹی کو میں جن حالات میں چھوڑ آیا تھا وہ ایسے ہی کسی حادثے کو جنم دے سکتے تھے۔

بہت دیر تک دفتر میں بیٹھا رہا۔ حسن صاحب موجود نہیں تھے۔ کچھ خواہ مخواہ کے کام کرنے پڑے۔ دل چاہا کہ فون کر کے طاہر علی سے ہما کے بارے میں معلوم کروں لیکن یہ جلتے پر نمک چھڑکنے کے مترادف تھا۔ دفتر بند ہونے پر اٹھا تو گھر جانے کو جی نہ چاہا۔ ہما کی خیریت کسی طرح معلوم ہونی چاہیے تھی۔ طاہر علی کے بارے میں سوچتا تو بہت سے وسوسے جاگنے لگتے۔ کیا اب وہ کوئی انتقامی کارروائی نہیں کرے گا۔ کیا قادر سے رجوع کیا جائے... یا خود ہی احتیاط رکھی جائے۔ بہت عجیب کیفیت تھی۔ ایک گھر کے دو رہنے والوں میں ایک دوست تھا، دوسرا دشمن، اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تو کوٹھی میں پہنچ گیا۔ اور اندر جانے کی بجائے سیدھا نیکسی کی طرف چل پڑا۔ کریم بابا سے ملاقات ہوئی تو وہ فوراً بول پڑے: "محسن میاں سے ملاقات ہو گئی؟" میں نے اندازہ لگایا کہ محسن نے میرے بارے میں کریم بابا سے کچھ پوچھا ہو گا۔ جب فریحہ نے یہاں ہما کے سلسلے میں فون کیا تھا۔ چنانچہ میں نے گردن ہلا کر کہا۔ "ہاں! اور کوئی خاص بات کریم بابا؟"

"نہیں میاں! بس اس بچی کے لیے دل جانے کیوں پریشان ہے۔ ابتدا میں جب یہاں آئی تھی تو میری ہی ڈیوٹی لگی تھی اس پر۔ یوں لگتا تھا میاں جیسے کوئی ننھا سا بچہ اپنے چاروں طرف

حیرت سے دیکھتا ہو۔ کچھ معلوم ہی نہ تھا بچی کو۔ کبھی ایکدم سمجھدار بن جاتی تھی اور کبھی منی بچی۔ گٹ پٹ میں ماہر تھی، مگر اردو ٹھیک سے بول پاتی تھی۔ اللہ جانے کہاں چلی گئی۔" میں اندر جاتے جاتے رک کر کریم بابا کو دیکھنے لگا۔

"کون بچی؟" میں نے تعجب سے کہا: "کس کی بات کر رہے ہیں آپ کریم بابا؟"

"ندرت کی میاں! ندرت کی بات کر رہا ہوں۔ تم تو کہہ رہے تھے محسن میاں سے مل لیے ہو!"

"کیا ہو گیا ندرت کو؟" میں نے سخت حیرت سے کہا۔

"اللہ جانے۔ نوکر کہتے ہیں ناراض ہو کر چلی گئی ہے۔ کچھ صحیح پتا نہیں میاں۔"

"ندرت!" میرے منہ سے نکلا اور دوسرے لمحے میں باہر دوڑ پڑا۔ ندرت غائب ہو گئی کہاں... کیوں؟ رات کے واقعات میرے ذہن میں گردش کرنے لگے۔ اس کی پُراسرار آمد۔ اور اس کے بعد پیش آنے والی صورت حال اور پھر اس کی گمشدگی۔ کیا وہ مجھ سے آخری ملاقات کرنے آئی تھی؟

برآمدے سے اندر پہنچا تو منہ کا مزہ خراب ہو گیا۔ جولیا سامنے آ گئی اور رک کر مجھے دیکھنے لگی۔ "ہیلو جولیا! کہیں جا رہی ہو؟" میں نے اخلاقاً پوچھا۔

"نہیں! اپنے کمرے میں جا رہی تھی، آؤ!"

"واپسی میں آؤں گا حسن صاحب نے بلایا ہے!" میں نے جواب دیا۔ اور انتظار کیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ پھر ایک ملازم سے محسن کے بارے میں پوچھا اور یہ معلوم کر کے کہ وہ اپنے ہی کمرے میں ہے۔ سیدھا اس کے پاس پہنچ گیا۔

"ہیلو غزالی! نیا واقعہ سن لیا؟" محسن نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"ہاں۔ کیا واقعی ندرت؟"

"حالات یہی بتاتے ہیں بیٹھو! میں نے کریم بابا کو فون کر کے کہا تھا کہ جونہی تم آؤ مجھ سے مل لو۔ یار غزالی ہمارا گھر تو طلسم ہوشربا بنتا جا رہا ہے۔ کیا یہ ساری باتیں تعجب خیز نہیں ہیں؟"

"ہاں ہیں تو! لیکن ندرت کے بارے میں یہ یقین کیوں کر لیا گیا کہ وہ ناراض ہو کر کہیں چلی گئی ہے۔ اور اب واپس نہیں آئے گی، ممکن ہے واپس آ جائے۔"

"وہ کسی سے ناراض ہو کر تو نہیں گئی۔ پورے گھر سے یہ بات معلوم کر لی گئی ہے لیکن اپنے قیام کے اس طویل عرصے میں یہ پہلا موقع ہے کہ وہ تنہا گھر سے نکلی ہے۔ ملازمہ کا کہنا ہے کہ وہ رات کو اپنے کمرے میں نہیں تھی۔ اور اس کا بستر بے شکن تھا، اور اب تک اس کا کوئی پتا نہیں ہے... یہ ہے صورت حال۔"

"حسن صاحب کو اس بارے میں معلوم ہو گیا؟"

"ہاں! انھیں ہم سے پہلے پتا چل گیا تھا۔"

"پریشان ہوں گے؟"

"معلوم نہیں! میں یہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہے۔ میں نے اب تک کبھی اپنے گھر کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔ سیدھے سادے معاملات رہے ہیں یہاں کے۔ خدا کے فضل سے کوئی الجھن نہیں رہی ہے اب تک۔ ڈیڈی کاروبار بخوبی چلا رہے ہیں۔ مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ لیکن یہ صورت حال تشویشناک ہے۔ دونوں گم ہونے والے غیر سہی لیکن اُن کا اِس کوٹھی سے تعلق رہا ہے۔ مجھے اپنے گھر کے بارے میں کچھ تو معلوم ہونا چاہیے۔ بات اپنوں سے نکل کر غیروں تک نہ پہنچ جائے تم سے اس سلسلے میں مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔"

میں خاموشی سے محسن کی شکل دیکھتا رہا۔ اس کا احساس بالکل ٹھیک تھا۔ وہ اپنی تشویش میں بالکل حق بجانب تھا۔ اور حسن صاحب اس کی تشویش دور کر سکتے تھے۔ اگرچہ میں بھی یہ کام کر سکتا تھا لیکن یہ مصلحت کے خلاف تھا۔ چنانچہ میں نے کہا "اتنی تشویش کی بات نہیں محسن۔ تاہم تم اس سلسلے میں حسن صاحب سے گفتگو کر سکتے ہو کیونکہ یہ دونوں کردار حسن صاحب کے ذریعے ہی اس کوٹھی میں داخل ہوئے تھے اور آخر تک انھیں کی ذات تک محدود رہے۔"

"تمھارے خیال میں یہ مسئلہ زیادہ تشویشناک نہیں ہے؟"

"بظاہر تو نہیں! بوڑھا بابا کسی نامعلوم جگہ سے آیا تھا، فرار ہو گیا۔ ندرت کا معاملہ بھی یہی تھا۔ حسن صاحب سے بات کرو محسن، پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے کروں گا۔ اب میرے خیال میں ڈیڈی کو کھل ہی جانا چاہیے، تاکہ میں بھی اپنی کچھ ذمہ داریاں سنبھالوں۔ ٹھیک ہے مجھے ڈیڈی سے بات کرنی چاہیے!"

محسن کو تو اطمینان دلا دیا تھا لیکن خود میری کیفیت بہتر نہیں تھی۔ جو کچھ میں جانتا تھا وہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ جو حالات مجھے معلوم تھے وہ خود حسن صاحب کو بھی نہیں معلوم تھے۔ ندرت جہاں کہیں بھی گئی تھی اپنی مرضی سے گئی تھی۔ اسے اغوا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کم سے کم میں تو یہ بات جانتا تھا۔ وہ ایک حیران کن شخصیت تھی لیکن وہ گئی کہاں، اور کیوں، کیا اسے بوڑھے بابا کا کوئی سراغ مل گیا تھا؟ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ ندرت کا بوڑھے بابا سے کوئی تعلق گہرا ہے۔ صورت حال کچھ ایسی تھی کہ ایک واقعے سے ذہن زور آزما ہوتا تھا کہ دوسرا پیش آ جاتا۔ طاہر علی کا اقدام، ہما کی کیفیت، ندرت کی مجھ سے حیران کن ملاقات اور پھر گمشدگی۔ کتنے مختصر وقت میں یہ سب کچھ ہو گیا تھا۔ محسن کے پاس سے واپس آیا تو دماغ دکھ رہا تھا۔ سوچتا رہتا تو رات یونہی گزر جاتی اس لیے بستر پر لیٹ کر آنکھیں

بند کرلیں اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن نیند تھی کہ نہیں آرہی تھی۔ بیشمار خیالات تھے جو دماغ میں اودھم مچائے ہوئے تھے۔

اتنے میں گھنٹی بج اٹھی۔ یہ ٹیلی فون کی نہیں دروازے کی گھنٹی تھی۔ میں نے پھرتی سے بستر چھوڑ دیا۔ کریم بابا دروازہ کھولنے چلے گئے تھے۔ میں خود بھی وہیں پہنچ گیا۔ حسن صاحب کو دیکھ کر میرا منہ تعجب سے کھل گیا۔ کریم بابا فوراً دروازے سے ہٹ گئے۔ حسن صاحب نے مجھے دیکھا اور پھر غیر محسوس سے انداز میں کوئی اشارہ کیا جسے میں اُس وقت تو نہ سمجھ سکا لیکن جب وہ دو قدم آگے بڑھے اور ان کے پیچھے ڈاکٹر طاہر علی کی شکل نظر آئی تو میں اس اشارے کا مفہوم سمجھ گیا۔ البتہ میرے لیے یہ ایک ہوشربا بات تھی۔

حسن صاحب نے کریم بابا سے کہا "کریم بابا آپ انیکسی سے باہر چلے جائیں۔ نیچے بیٹھیں اور کوئی اس طرف آئے تو اُسے منع کردیں، کوئی بھی ہو، خیال رکھیں۔" کریم بابا گردن ہلا کر باہر نکل گئے۔

"تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں مسٹر غزالی۔ ان صاحب کو تو تم جانتے ہی ہوگے؟" حسن صاحب کا لہجہ طنزیہ تھا۔ گو میں ابھی تک صورتِ حال سمجھ نہیں پایا تھا لیکن اتنا سمجھ گیا تھا کہ حسن صاحب ڈاکٹر طاہر علی کی وجہ سے رویّہ بدلے ہوئے ہیں۔

"تشریف لائیے!" میں نے کہا اور ان دونوں کو اپنی خوابگاہ میں لے آیا۔ دماغ ہیجان سے پھٹا جارہا تھا۔

"بیٹھو طاہر علی۔ تم بھی بیٹھو غزالی۔ میں اس وقت... میں اس وقت فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ... کہ خود کو کیا سمجھوں۔ تمھارے سلسلے میں؟ میں محسن کا تمھارے دوست کا باپ بھی ہوں۔ محسن تمھیں میرے پاس لایا تھا اور اس نے بس اتنا ہی کہا تھا کہ تم اس کے دوست ہو اور تمھیں ملازمت درکار ہے۔ بعد کا کام میرا تھا اور میں نے شاید تمھیں ہمیشہ محسن کی برابر نہ سہی لیکن اس سے بہت کم نہیں سمجھا۔ بڑا اعتماد کیا تھا تم پر۔ اور... اور تم لوگوں نے... تم نے مجھے قابلِ اعتماد نہیں سمجھا، سب کچھ ہوتا رہا۔ میں تو بالکل... بالکل ہی..." حسن صاحب بے ربط انداز میں بول رہے تھے، یوں لگتا تھا جیسے ان کے ذہن میں خیالات کا سمندر موجزن ہو اور وہ اپنے جذبات کا صحیح اظہار نہ کر پا رہے ہوں۔ "اور آج بھی... آج بھی خود پر پڑی ہے تو... تو میرے سامنے زبان کھولی گئی ہے ورنہ شاید مجھے صرف بیوقوف ہی بنایا جاتا۔ میں تم سے سوال کرتا ہوں غزالی کیا تم مجھے ان حالات سے آگاہ نہیں کرسکتے تھے؟"

میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے بھاری لہجے میں کہا "میں سمجھ نہیں سکا۔ دو بڑے آدمی یکجا ہوکر مجھ ناچیز تک کیوں پہنچے ہیں۔ کیا چاہتے ہیں آپ لوگ مجھ سے؟ پہلے مجھے سمجھائیے!"

"تم جانتے ہو غزالی! دُکھ تو یہی ہے کہ تم جانتے ہو۔ تمھیں علم تھا کہ ڈاکٹر طاہر علی ایک دوست کے اعتماد کو دھوکا دے رہے ہیں۔ ایک مجرمانہ کھیل کھیل رہے ہیں اور تم خاموش رہے... کیوں آخر کیوں؟" حسن صاحب نے کہا۔ میں نے حسن صاحب کی آنکھوں میں دیکھا اور ایک لمحے کے لیے اُن آنکھوں میں ایک خاموش ابھر آیا لیکن پھر وہ پہلے کے مانند ہوگئیں۔ حسن صاحب ڈراما کر رہے تھے اور یقیناً اس کی کوئی وجہ ہوگی۔ بہرحال مجھے ان کا دینا تھا۔ چنانچہ میں بھی ڈرامے کے لیے تیار ہوگیا۔

"ڈاکٹر طاہر علی صاحب! حسن صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ کو مجرمانہ کھیل کا الزام لگا رہے ہیں آپ پر... آپ انھیں خاموش نہیں کرواتے؟ آپ کے پاس تو بہت سے غنڈے ہیں!"

"میں نے ہتھیار ڈال دیے ہیں غزالی۔ جو کچھ کہنا چاہتے کھل کر کہہ لو۔ گالیاں سننا چاہتا ہوں میں تمھارے منہ سے۔ تم سارا قرض چکا دینا چاہتا ہوں۔ جوتا اتارو اور جتنا دل چاہے مجھے۔ اگر یہاں کوئی قباحت محسوس کرتے ہو تو جہاں دل چاہے جاؤ۔ اب مجھ میں کوئی بوجھ اٹھانے کی سکت نہیں رہی ہے!"

میں نے ڈاکٹر طاہر علی کے منہ سے یہ الفاظ سنے اور کچھ چاہا مگر الفاظ میری زبان سے نہیں نکل سکے۔ میں کانپ کر رہ گیا۔

"ڈاکٹر طاہر علی نے یہ تحریری اعتراف نامہ پیش کیا۔ غزالی!" حسن صاحب نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر میری بڑھا دیا۔ وہ ڈاکٹر طاہر علی کے کلینک کے لیٹر پیڈ پر ہاتھ سے لکھی ایک تحریر تھی۔

"میں طاہر علی ولد مظہر علی! بہ ثبات عقل و ہوش یہ اعتراف کر رہا ہوں اور اس کے لیے نہ مجھ پر کوئی جبر کیا گیا ہے اور نہ کوئی دباؤ ڈالا گیا ہے۔

میرے دوست حسن احسان نے اپنے ایک بزرگ عزیز کے دماغی علاج کے لیے مجھے مقرر کیا لیکن میکے براؤن نامی ایک نے جو حسن احسان کا بزنس پارٹنر تھا کسی کاروباری مخالفت کی بنا پر مجھے پیشکش کی کہ میں اس بوڑھے شخص کا اُلٹا علاج کردوں جس کے عوض مجھے بھاری رقم ادا کی گئی اور میں نے یہ مجرمانہ کارروائی کردی۔ میں نے مندرجہ ذیل دواؤں کے ذریعے بوڑھے شخص کا توازن مزید خراب کردیا (اس کے بعد دواؤں کے نام تحریر تھے) اس طرح نہ صرف میں نے اپنے مقدس اور معزز پیشے سے غداری کی بلکہ قانون کا مجرم بھی ہوا، اور اپنے اس جرم کا اعتراف کرتے ہوئے میں اس کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔ بوڑھا شخص میری وجہ سے اپنی دماغی صلاحیت حاصل نہ کرسکا اور دیوانگی کی حالت میں فرار ہوگیا۔ اگر وہ کسی حادثے کا شکار ہو جاتا ہے تو اس کا قاتل گردانا جاسکتا ہے۔

میرا دوسرا جرم یہ ہے کہ غزالی نامی نوجوان کو میں نے اپنا آلۂ کار بنانے کی کوشش کی اور اس کے انکار کے بدلے میں اُسے اپنی کوٹھی کے ایک تہ خانے میں چوبیس گھنٹے تک بھوکا پیاسا حبس بیجا میں رکھا۔ اور اس کے ساتھ انتہائی سخت اور اہانت آمیز رویّہ اختیار کیا۔ میں نے اُسے اسی تہ خانے میں موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن وہ اپنی کوششوں سے وہاں سے نکل گیا۔ یہ تحریر میں نے اپنے ضمیر کے دباؤ سے مجبور ہوکر لکھی ہے اور اس میں صرف سچائی ہے، اسے کسی دباؤ یا کسی ذہنی مرض کا نتیجہ نہ سمجھا جائے۔"

ڈاکٹر طاہر علی!

میں نے متحیرانہ نگاہوں سے ڈاکٹر طاہر علی اور حسن صاحب کو دیکھا۔ طاہر علی کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ بلاشبہ وہ بے حد دل شکستہ اور شکست خوردہ نظر آرہے تھے۔ ان کی اس کیفیت کا سبب جاننا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ ان کی اکلوتی اولاد ہما نے کچھ کیا تھا اس کے بعد ڈاکٹر طاہر علی ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے تھے۔ اب میں نے انھیں ایک اور ہی نظر سے دیکھا۔ مجھے وہ لمحات یاد آگئے جب ہما میرے لیے جذباتی ہوگئی تھی اور اپنے باپ سے اس طرح پیش آرہی تھی جیسے میرے کسی دشمن سے میرا تحفظ چاہتی ہو۔ طاہر علی آخر ہما کے باپ تھے۔ وہ اُن کی عزیز ترین اکلوتی اولاد تھی اور اب میری وجہ سے ان رشتوں میں دراڑیں پڑ رہی تھیں۔

طاہر علی کے سلسلے میں دفعتاً میرا دل نرم ہوگیا تھا۔ میں نے اس اعتراف نامے کو تہ کیا۔ حسن صاحب نے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ مقصد یہ تھا کہ میں یہ کاغذ اُن کے حوالے کردوں۔ لیکن میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کرکے اس کاغذ کو پرزے پرزے کردیا۔ حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی دونوں چونک اُٹھے اور مجھے دیکھنے لگے۔ کاغذ کے پرزے میں نے مٹھی میں دبا لیے اور پھر کریم بابا کو آواز دی۔ کریم بابا جو اپنے مالک کی موجودگی کی وجہ سے دروازے کے آس پاس ہی موجود تھے، فوراً ہی اندر پہنچ گئے۔ میں نے کاغذ کے پرزے اُنھیں دیتے ہوئے کہا "کریم بابا چولہا جلا کر کاغذ کے پرزے چولہے پر رکھ دو اور اس وقت تک وہاں کھڑے رہو جب تک کہ یہ جل کر خاکستر نہ ہو جائیں۔"

"جی صاحب!" کریم بابا نے کاغذ کے پرزے مٹھی میں لیے اور باہر نکل گئے۔ حسن صاحب نے بھاری لہجے میں کہا "تم نے امانت میں خیانت نہیں کی غزالی؟ وہ کاغذ میری ملکیت تھا۔"

"وہ کاغذ آپ کے عزیز ترین دوست اور ہما کے باپ کے خلاف ثبوت تھا حسن صاحب! اور ایسی کسی چیز کو محفوظ نہ رکھنا لازم ہے۔ جو کچھ میں نے کیا اسے آپ میری مجبوری تصور کریں۔"

ڈاکٹر طاہر علی نے نگاہیں اُٹھا کر مجھے دیکھا اور ایک بار پھر ان کی گردن جھک گئی۔ حسن صاحب گہری سانس لے کر کرسی کی پُشت سے ٹک گئے، پھر انھوں نے کہا "مگر میرے ساتھ تو غزالی تم نے بھی بھلائی نہیں کی اور ڈاکٹر طاہر علی نے تو میری دوستی کا بُری طرح مذاق اُڑایا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ آخر میں کیا کروں؟"

حسن صاحب کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا جاسکا۔ کوئی جواب تھا بھی نہیں۔ کمرے میں مکمل خاموشی چھائی رہی، پھر حسن صاحب ہی کی آواز اُبھری۔ "میں ایک کاروباری آدمی ہوں۔ اور میری زندگی پوری سنجیدگی اور انہماک کے ساتھ کاروبار ہی میں گذری ہے، لیکن یہ سب کچھ میرے لیے بالکل نیا تھا اور میکے براؤن، طاہر اور غزالی۔ ان میں سے کم از کم دو نام میرے لیے کاروباری نہیں تھے۔" یہ کہہ کر وہ چند لمحوں کے لیے ایک اداس سکوت میں گم ہوگئے۔ اور پھر بولے "مجھے سوچنا ہوگا طاہر علی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، اچھا خدا حافظ!" حسن صاحب اچانک اُٹھے اور باہر نکل گئے۔ ڈاکٹر طاہر علی نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کریم بابا کو آواز دی اور وہ اندر آگئے۔

"کافی پئیں گے ڈاکٹر صاحب؟" میں نے پوچھا۔

طاہر علی نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بھرائی ہوئی سی آواز میں بولے "ہاں!"

"کریم بابا! زحمت کریں!"

"ابھی لایا میاں!" کریم بابا نے کہا اور باہر نکل گئے۔

"ہما کی طبیعت اب کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ خطرے سے باہر ہے!"

"کیا ہوا تھا اُسے؟"

"نائٹرو قل کھالیا تھا۔ بس بچ گئی!" ڈاکٹر نے مجرمانہ انداز میں کہا۔

"کہاں سے مل گئی تھی یہ چیز اُسے؟"

"میرے پاس موجود تھی اور وہ اس کے بارے میں جانتی تھی۔" ڈاکٹر نے جواب دیا اور میں خاموش ہوگیا۔

طاہر علی کچھ دیر کے بعد بولے "مجھے معاف کردو گے غزالی؟"

"جو کچھ ہوا اُسے بھول جائیے ڈاکٹر صاحب! آپ تک پہنچنے والے تمام راستے ہما کے نزدیک سے گذرتے ہیں اور ان پر نفرت کا سفر نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے تہ خانے میں بھی آپ سے یہی کہا تھا!"

"میں اُس وقت سمجھا نہیں تھا۔" ڈاکٹر نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

کریم بابا کافی لے آئے۔ ہم نے خاموشی سے کافی پی۔ پھر میں نے کہا "آپ صرف ہما کی خبرگیری کریں اس کے سوا اور کچھ نہ سوچیں۔"

باقی حالات میں ٹھیک کرلوں گا۔"

"کل ناشتا میرے ساتھ کرسکتے ہو؟ ہما بہت سکون محسوس کرے گی!" ڈاکٹر نے عاجزی سے کہا۔

"حاضر ہو جاؤں گا!"

"اب چلتا ہوں!" انھوں نے کہا اور کھڑے ہوگئے۔ میں انھیں ان کی کار تک پہنچانے گیا۔ ڈاکٹر نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ بڑی جھجک تھی ان کے انداز میں لیکن میں نے گرمجوشی سے اُن کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر کار میں بیٹھ کر باہر نکل گئے۔

میں مڑا ہی تھا کہ درختوں کی آڑ سے ایک ملازم باہر نکلا اور اُس نے بڑے ادب سے کہا۔ "صاب! میری ڈیوٹی لگائی گئی تھی کہ جب ڈاکٹر صاحب چلے جائیں تو آپ کو بڑے صاحب کا پیغام دے دوں۔"

"کیا بات ہے؟"

"وہ اپنے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"چلو!" اور پھر میں نے سوچا کہ نہ دن اپنے رہے اور نہ راتیں۔ حسن صاحب مجھے دیکھ کر مسکرائے۔

"شکر ہے آپ کا موڈ خراب نہیں ہے۔"

"کیوں بھئی! یہ تو بڑی دلچسپ سچویشن تھی۔" حسن صاحب نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے ڈاکٹر کا اعتراف نامہ پھاڑ دیا تھا۔"

"تم نے بہت اعلیٰ کردار کا ثبوت دیا۔ شاباش!" حسن صاحب نے گہرے جذبے کے ساتھ کہا۔

"میں تو ڈر رہا تھا کہ کہیں آپ میرے اس اقدام پر مجھ سے ناراض نہ ہوں۔" میں نے مودبانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

حسن صاحب ہنسنے لگے، پھر بولے۔ "بھئی زمانۂ طالب علمی سے لے کر کالج اور یونیورسٹی کی زندگی میں بھی کبھی کسی ڈرامے میں حصّہ نہیں لیا، لیکن یوں لگتا ہے ہم بھی کامیاب اداکار ہیں۔ آج صرف اداکاری کرتے ہوئے ہی تمھارے پاس پہنچے تھے۔ دراصل غزالی میں نہیں چاہتا تھا کہ مجھے جو کچھ معلوم ہے اُسے طاہر علی کے علم میں لاؤں۔ میں تمھیں اُس کی نظروں میں محفوظ رکھنا چاہتا تھا، اور یہ تم پر کوئی احسان نہیں تھا بلکہ درپردہ اس طرح میں طاہر علی کا تم پر اعتماد برقرار رکھنا چاہتا تھا تاکہ وہ یہی سمجھے کہ تم نے ابھی تک مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا اور آئندہ بھی تمھیں اپنی ذہنی حالت سے آگاہ رکھے۔ میں نے تمھیں جو اشارہ کیا تھا وہ اسی سلسلے میں تھا، شکر ہے تم سمجھ گئے۔"

"سمجھا تو نہیں تھا لیکن اتنا اندازہ ضرور ہوگیا تھا کہ آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں!"

"ہاں! اب پوری بات سُنو، شاید طاہر علی کی بیٹی ہما تم سے بہت زیادہ متاثر ہے۔ لیکن میں خود بھی اس بات پر متحیر ہوں کہ تم نے مجھ کو بھی حقیقت نہیں بتائی۔ یہ تو آج معلوم ہوا کہ تمھاری لمبی غیر حاضری بوڑھے کی تلاش کے سلسلے میں نہیں تھی بلکہ تم طاہر علی کی قید میں تھے!"

"ڈاکٹر طاہر علی نے کیا تفصیل بتائی آپ کو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں! میں خود بھی تمھیں سُنانا چاہتا ہوں۔ کہنے لگا کہ جس وقت میں نے اس سے بوڑھے کے علاج کے سلسلے میں رابطہ قائم کیا اُس کے کچھ ہی دن کے بعد میکے براؤن نے اس سے رابطہ قائم کرلیا اور اُسے ایک بھاری رقم دے کر یہ پیش کش کی کہ بوڑھے کے علاج کے سلسلے میں وہ اُسے غلط دوائیں دے تاکہ اس کا حافظہ بحال نہ ہو سکے۔ میکے براؤن نے اُس سے یہ بھی کہا کہ بوڑھا ایک بہت بڑے خزانے کی چابی ہے۔ اس کی کچھ تفصیل بھی اُس نے طاہر علی کو بتائی۔ اور یہ پیش کش کی کہ جب وہ اپنے کاروباری معاملات سے فارغ ہولے گا تو بوڑھے کی یادداشت بحال کرکے خزانہ تلاش کیا جائے گا۔ طاہر علی اُسی وقت سے سازشوں میں مصروف ہوگیا۔ وہ ایک ماہر ترین سرجن ہے۔ اسی لیے اُس نے کوئی ایسی دوا تو نہیں دی بوڑھے کو، جو اس کا دماغ مکمل طور پر معطل کردے، لیکن اس کی یادداشت بھی واپس نہ آنے دی۔ پھر طاہر علی نے مجھے بتایا کہ میکے براؤن نے جولیا کو یہاں بھیجا اور اُس کے ذریعے طاہر علی کو کچھ پیغامات بھجوائے۔ یہاں اتفاق سے تم بوڑھے کے نگران مقرر ہوگئے تھے اس لیے طاہر علی نے تم تک بھی ہاتھ بڑھائے اور اپنی دانست میں تمھیں اچک لیا۔ وہ یہی تمام تفصیلات بتا رہا تھا۔ اُس نے کہا کہ بوڑھے کی تلاش کے سلسلے میں اُس نے تمھیں اغوا کرکے قید کرلیا تھا، لیکن اس کی بیٹی ہما تمھیں بہت چاہتی ہے۔ تم قید خانے سے نکل کر فرار ہوئے اور ہما کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اُس نے زہر کھالیا اور خودکشی کی کوشش کی اور اس کی اس حالت کے پیشِ نگاہ ڈاکٹر کا ضمیر جاگ اٹھا، چنانچہ اُس نے مجھ سے آکر یہ تمام اعترافات کرلیے۔

"میں یہ نہیں چاہتا تھا غزالی کہ اس بات کا اظہار کروں کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ معلوم ہے، چنانچہ میں نے طاہر علی کے سامنے تمھیں بہت بُرا بھلا کہا اور ڈاکٹر کو لے کر تمھارے پاس آگیا۔ یہ اعتراف نامہ اُس نے مجھے اس لیے پیش کیا تھا کہ میں جو چاہوں اُسے سزا دوں۔ یہ ہے صورتِ حال، ظاہر ہے اس سے زیادہ میں اُس سے اور کوئی بات نہیں کرسکتا تھا، تم سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔ ویسے تم نے مجھ سے یہ تفصیل کیوں چھپائی؟"

"میں آپ سے کہہ چکا ہوں حسن صاحب کہ بہت سی باتیں

ایسی ہیں جو میں آپ سے چھپائے ہوئے ہوں اور وقت آنے سے پہلے کبھی ظاہر نہیں کروں گا۔"

"بھئی کمال کے انسان ہو! بہر حال تم پر اعتماد ہے مجھے، جو کچھ میں نے ڈاکٹر طاہر علی کے سامنے کہا کہیں اُسے حقیقت نہ سمجھ بیٹھنا!"

"نہیں حسن صاحب آپ کے اس اعتماد پر مجھے فخر ہے۔" میں نے متاثر لہجے میں کہا۔

"سوال یہ ہے عزیز کہ اب آئندہ پروگرام کیا ہو؟"

"ڈاکٹر طاہر علی اب ایک پٹا ہوا مہرہ ہیں، بات میکے براؤن کی رہ جاتی ہے اسے اور چیت کرنا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"بڑی عمدہ بات کہی تم نے۔ واقعی اس اکھاڑے میں طاہر علی تو چیت ہوگیا۔ میکے براؤن اکھاڑے میں آجائے تو پھر اصل کھیل شروع کیا جائے۔" حسن صاحب نے پُرمسرت انداز میں کہا۔

"طاہر علی کے ساتھ اب کیا رویّہ رہے گا آپ کا؟"

"جو کچھ اُس نے کیا ہے میرے خیال میں اب نہیں کرے گا۔ چنانچہ کیوں نہ اُسے معاف کردیا جائے۔"

"یقیناً یہ بہتر ہوگا!" میں نے تائید کی۔

حسن صاحب نے کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ میکے براؤن کی آمد کے بارے میں ڈاکٹر طاہر علی کو بتایا جائے یا نہیں؟"

"ضروری نہیں ہے! البتہ دوسرے طریقے سے طاہر علی کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ مسٹر براؤن سے رابطہ قائم کریں!" میں نے کہا۔

حسن صاحب پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجانے لگے۔ پھر مسکرا کر بولے۔ "ٹھیک ہے طاہر علی کا یہ تعاون کارآمد رہے گا۔ بس مجھے تم سے یہی بات کرنی تھی۔ رات بہت گذر گئی ہے آرام کرو۔"

"ندرت کی طرف سے آپ بالکل بے فکر ہیں حسن صاحب!" میں نے کہا۔

"نہیں بھئی! تحقیقات کرچکا ہوں اس سلسلے میں، ویسے اس بارے میں کئی بار اس انداز میں سوچ چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ایک دن وہ یہاں سے چلی جائے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"اس خاندان میں اسے کبھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ تم نے خود بھی دیکھا ہوگا کہ کوئی اسے لفٹ نہیں دیتا تھا۔ سب اس سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ کب تک اس ماحول میں گذارا کرتی۔ میں سب سے معلوم کرچکا ہوں کوئی خاص بات نہیں ہوئی، وہ خود ہی چلی گئی ہے۔" حسن صاحب کے لہجے میں سادگی تھی۔ وہ اب تک ندرت کی اہمیت سے واقف نہیں تھے اور اس کے چلے جانے کو معمولی واقعہ سمجھتے تھے۔

میں نے پوچھا۔ "کیا آپ اُسے تلاش نہیں کریں گے یا آپ کو اُس کے جانے کا افسوس نہیں ہے؟"

"میاں! انسان کو انسان سے پیار ہو ہی جاتا ہے۔ میں نے اُسے بیٹی کہا تھا لیکن اس کی شخصیت کے لیے میں ان لوگوں کی توجہ نہیں حاصل کرسکا۔ مجھے احساس رہتا تھا کہ وہ یہاں ناخوش ہے۔ مل گئی تو سمجھا بجھا کر لے آؤں گا ورنہ... اور پھر تم جانتے ہی ہو وہ اسی طرح ملتی ہے اور اسی طرح چلی جاتی ہے۔"

"ٹھیک ہے حسن صاحب! اجازت دیجیے!" میں نے کہا اور حسن صاحب کو سلام کرکے چلا آیا۔ ندرت کے بارے میں حسن صاحب کی رائے اس سے زیادہ نہیں تھی لیکن میں کسی قیمت پر ندرت کے بارے میں کوئی انکشاف نہیں کرسکتا تھا۔ اس کی ذات کے بھید میرے لیے چیلنج تھے اور میں ہی انھیں کھولنے کا خواہش مند تھا۔



دوسری صبح کسی کو کچھ بتائے بغیر میں طاہر علی کی کوٹھی چل پڑا۔ نو بجنے میں دس منٹ باقی تھے جب میری کار ان کی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ طاہر علی برآمدے ہی میں تھے۔ آگے بڑھ کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔ "تمھارے لیے ہی کھڑا تھا۔"

"سوری ڈاکٹر دیر تو نہیں ہوگئی؟"

"قطعی نہیں۔ آؤ!"

"ہما کے پاس چلیں!" میں نے کہا اور ڈاکٹر کے ساتھ ہما کے کمرے میں پہنچ گیا۔ ہما جاگ رہی تھی۔ ایک نرس اس کے پاس موجود تھی۔ اُس نے مجھے اور طاہر علی کو یکجا دیکھا تو میرے چہرے کا جائزہ لیتی رہی اسی وقت ڈاکٹر نے نرس سے تنہائی کی درخواست کی اور وہ باہر چلی گئی۔

"ناشتا ہمارے ساتھ ہی کروگی ہما؟" ڈاکٹر نے کہا۔

"ڈیڈی آپ بھی باہر چلے جایئے!" وہ بولی۔ اور ڈاکٹر گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔

میں ہما کے بستر پر بیٹھ گیا۔ "محترمہ! مجھے آپ سے شکایت ہے۔ اتنا سخت قدم اُٹھاتے ہوئے آپ نے میرے بارے میں کچھ نہیں سوچا... کیوں؟"

"تم نے غزالی... تم نے ڈیڈی کو معاف کردیا؟ انھوں نے معافی مانگی تھی تم سے؟"

"ہاں! انھوں نے مجھے شرمندہ کیا تھا۔ میرے اور ان کے درمیان اب کوئی دشمنی نہیں ہے، پہلے بھی نہیں تھی، وہ کیسے ساتھ کچھ بھی کرتے، آخر کو تمھارے ڈیڈی تھے اس لیے میرے

بہت کچھ تھے۔"

"غزالی! مجھے بہلا تو نہیں رہے۔ دل سے معاف کر دیا ہے تم نے ڈیڈی کو؟ بہت بُرا کیا تھا انھوں نے تمھارے ساتھ۔ تمھارے جانے کے بعد میری اُن سے زبردست جنگ ہوئی۔ بچ گئی ہوں ورنہ بچنا نہیں چاہتی تھی۔"

"ڈاکٹر صاحب نے مجھے ناشتے پر بلایا ہے۔ تم پر کوئی پابندی تو نہیں ہے، ناشتا تو ہمارے ساتھ ہی کرو گی؟"

"ہاں چلو مجھے سہارا دو۔ ڈیڈی کے پاس لے چلو، بہت بدتمیزی کی ہے میں نے اُن سے۔" ہما نے کہا

ہم دونوں ڈاکٹر طاہر علی کے پاس پہنچ گئے پھر ناشتا کیا گیا۔ ہما کے لیے ناشتا الگ تھا اس دوران باتیں جاری رہیں۔ ڈاکٹر نے ہما کے سامنے ہی کہا۔ "غزالی! میں جس چکر میں الجھ کر مصیبت میں گرفتار ہوا ہوں، اس سے کوئی دلچسپی نہیں رکھنا چاہتا مجھے اب بوڑھے یا میکے براؤن سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اگر کسی طرح ممکن ہو سکے تو تم حسن کامل میری طرف سے معاف کر دو، جو کچھ ہوا میرے لیے بہت ہے کیا تم میرے لیے زحمت کرو گے؟"

"یہ میری ڈیوٹی ہے ڈاکٹر صاحب زحمت کیسی... خود میری پوزیشن بھی خراب ہے کچھ وقت گذر جانے دیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ہاں تمھاری پوزیشن واقعی بہت خراب ہو گئی ہے اور اس کا ذمہ دار میں ہوں۔ تم نے میرے ہاتھوں اتنی تکلیف اٹھانے کے باوجود حسن کو کچھ نہیں بتایا؟ بہت بڑے ہو بیٹے، بہت اچھے ہو۔ میں بھی بھٹک گیا تھا بہت پستیوں میں چلا گیا تھا ڈوبتے ڈوبتے بچا ہوں۔ ہما چلی جاتی تو پھر کیا رہ جاتا میرے پاس، جو رہ جاتا اس کا کیا کرتا۔" ڈاکٹر کی آواز بھرا گئی۔

"آپ کو یقین آ گیا ہے، ڈاکٹر صاحب کہ بوڑھے کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"پلیز غزالی! اب کچھ نہ کہو!"

"تھوڑی سی معلومات حاصل کر سکتا ہوں آپ سے؟"

"ہاں ضرور... کہو؟"

"میکے براؤن کو آپ نے بوڑھے کی گمشدگی کی اطلاع دی؟"

"جولیا نے دے دی ہے!"

"اس کی طرف سے کوئی جواب ملا؟"

"ابھی تک نہیں۔ جولیا یہی کہتی ہے۔"

"اگر ممکن ہو سکے تو اس سے رابطہ قائم کریں اور یہ اطلاع دے کر اس کا ردِعمل معلوم کریں۔"

"تم چاہتے ہو تو ٹھیک ہے... کروں گا۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ کافی دیر تک میں ان لوگوں کے ساتھ رہا اور پھر وہاں سے چلا آیا۔ راستے میں میرے ذہن میں بے شمار خیالات تھے۔ سیدھا دفتر ہی پہنچا تھا۔ وہاں بھی اسی بارے میں سوچتا رہا۔ بوڑھا غائب تھا۔ ندرت گم ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی راہِ راست پر آ گئے تھے میکے براؤن گم تھا۔ ڈائری میرے پاس تھی۔ اب اس کھیل کو آگے کس طرح بڑھایا جائے۔ اگر میں بھی اس سے دلچسپی ختم کر دوں تو پھر بات ہی کیا رہ گئی، اتنی تگ و دو بیکار جائے گی۔ کھیل ختم نہیں ہونا چاہیے۔ کچھ ہونا چاہیے۔ لیکن کیا؟ سوچ کا سفر جاری رہا اور پھر ایک خیال دماغ میں آیا تو میں اچھل پڑا۔ اس پر غور کرنے لگا اور کرتا رہا۔ یہ پروگرام کچھ جم رہا تھا لیکن اس میں خاصا پھیلاؤ تھا، اس پر کام کرنا پڑتا۔ حسن صاحب سے مشورہ ضروری تھا۔ ان کے آفس فون کیا تو وہ موجود نہیں تھے۔

رات کو کوٹھی پر اُن سے ملاقات ہوئی۔ مزید خوش اخلاقی اور محبت سے پیش آئے۔ میں نے ڈاکٹر طاہر علی سے ملاقات کی تفصیل بتائی تو ہنسنے لگے۔ "ٹھیک ہے! وہ صبح کا بھولا تھا لیکن میں اس براؤن کے بارے میں بہت غور کر رہا ہوں۔ نہ جانے کیوں شبہ ہو رہا ہے غزالی کہ بوڑھا کسی طرح براؤن کے ہاتھ لگ گیا ہے۔"

"مجھے اس خیال سے اختلاف ہے حسن صاحب!"

"ہوں! تمھارے پاس کوئی ٹھوس دلیل ہو گی۔"

"اگر بوڑھا میکے براؤن کو مل جاتا تو وہ یہاں نہ چھپا ہوتا بلکہ اُسے لے کر کب کا نکل چکا ہوتا اور اس کے بارے میں یہی پتا چلتا کہ وہ فرانس یا بلجیم میں ہے۔ اگر وہ یہاں سے چلا گیا ہوتا تو جولیا بھی اب یہاں نہ ہوتی۔ بوڑھا اس کے ہاتھ نہیں لگا۔"

"گویا جولیا اپنے باپ کی یہاں موجودگی سے واقف ہے؟"

"ممکن ہے ایسا نہ ہو۔ لیکن میکے براؤن کو برآمد کیا جا سکتا ہے!"

"کیسے؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"میرے ذہن میں ایک پروگرام ہے!" میں نے جواب دیا اور حسن صاحب مجھے دیکھنے لگے۔ اُن کی آنکھوں میں دلچسپی کے تاثرات تھے۔ "مجھے بتاؤ کیا پروگرام ہے؟"

"میکے براؤن کے ساتھ اب کوئی رعایت نہیں برتی جا سکتی اس نے سازش کی ابتدا کی ہے، اب اسے صرف جواب دیا جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ جولیا کو اغوا کر دوں۔" میں نے کہا اور حسن صاحب اچھل پڑے۔

"کیا؟" اُن کے مُنہ سے بے اختیار نکلا۔

"مجبوری ہے حسن صاحب! میں تمام اقدار کا احترام کرتا

لیکن براؤن کی سازش کو طشت ازبام ہونا چاہیے۔ طاہر علی تائب ہو چکے ہیں اور میکے براؤن بھی ہتھیار ڈال دیتا ہے تو پھر یہ آپ پر منحصر ہے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ اس طرح یہ کھیل آگے بڑھے گا، ورنہ بوڑھا نکل گیا ہے کوئی اور شکل بھی سامنے نہیں ہے، خاموشی کے سوا ہمارے پاس کیا چارہ ہے۔"

حسن صاحب پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجاتے رہے۔ پھر انھوں نے کہا "اس پروگرام کے دوسرے پہلوؤں پر بھی غور کر لیا؟"

"مثلاً؟"

"جولیا ہمارے پاس آئی ہے!"

"بیشک!"

"اس کی دیکھ بھال ہماری ذمہ داری ہے۔ براؤن سے میرے کافی گہرے تعلقات ہیں۔ اس کی سازش کم از کم منظرِ عام پر نہیں آئی ہے۔ اس طرح کچھ مروت باقی رہ جاتی ہے اور پھر وہ بچی تنویر کی دوست بھی ہے۔ دوسری بات اس کی اپنی حیثیت کی ہے۔ اس کے گم ہونے کے بعد پولیس بھی متحرک ہو جائے گی، بات بگڑ کر رہ جائے گی۔"

"پروگرام اس انداز میں ترتیب دیا جائے گا کہ بات نہ بگڑے!" میں نے کہا۔

"کوئی ایسا پروگرام شاید تمھارے ذہن میں ہے۔ آخر کیا کرو گے؟"

"پروگرام بنانا پڑے گا۔ آپ صرف یہ فرمایئے کہ آپ اسے ناپسند نہیں کریں گے؟"

"نیں!" حسن صاحب بہت الجھ گئے تھے۔ پھر انھوں نے کہا "اس بچی کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچے گا؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ واپس تو آئے گی نا؟"

"ہاں کیوں نہیں!"

"واپس آ کر وہ کیا بیان دے گی؟"

"جو کچھ بھی کہے گی ہمارے خلاف نہیں ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"جیسا مناسب سمجھو کرو! لیکن بات بگڑ نہ جائے میکے براؤن خاصا بااثر آدمی ہے اگر وہ نیچا دکھانے پر کچھ کر بیٹھا تو ہمیں سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔"

"میں کوئی موثر پلان بناؤں گا۔ آپ اطمینان رکھیں بس آپ کی اجازت ضروری ہے۔"

"او کے! دیکھو یہ بھی کر کے۔" حسن صاحب نے کہا۔

اس کے بعد سارا کام میرا تھا۔ حسن صاحب نے ٹھیک کہا تھا۔ میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا ایک غیر ملکی سرمایہ دار کی بیٹی کے اغوا کا معاملہ اتنا معمولی نہیں ہو گا۔ پولیس بھی حرکت میں آ جائے گی۔ ایسی شکل میں اگر بات کھل گئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ حسن صاحب کی بھی پوزیشن خراب ہو جائے گی، کوئی ایسی ترکیب ہو کہ کام بھی ہو جائے اور کوئی مشکل بھی نہ ہو۔ بہت غور کیا اس موضوع پر لیکن ٹھوس بات ذہن میں نہیں آئی۔

دوسری شام میں کوٹھی واپس آیا تو ساری پلٹن لان پر ڈیرا جمائے ہوئے تھی۔ فریحہ بھی تھی، محسن کیوں نہ ہوتا۔ تنویر اور جولیا بھی تھیں، مجھے بھی زور زور سے آوازیں دے کر وہیں بلوا لیا گیا۔

"پچھلے کچھ دنوں سے فضا پر کچھ بے کیفی چھائی ہوئی ہے۔ اس سے نجات پانی چاہیے۔ یہ کانفرنس اسی سلسلے میں ہے۔" محسن نے کہا۔

"خوب! کیا تبدیلیاں عمل میں لائی جا رہی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"تمھارا مشورہ بھی شامل ہونا چاہیے۔ کہیں لمبا نکلا جائے، کوئی ایسا پروگرام بناؤ جو چند روز کے لیے باہر نکل چلیں۔" محسن نے کہا اور اُسی وقت ایک خیال ذہن میں آ گیا اور کچھ ایسا ہی کہ فوراً ہی میں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ "سوری حضرات! بدقسمتی سے میرے سپرد ایک اور ذمہ داری کر دی گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟" محسن نے چونک کر پوچھا۔

"بس بھائی ملازم قسم کے آدمی ہیں، جو ڈیوٹی مل جائے۔"

"ڈیوٹی کیا ہے آخر؟"

"ہما کی بیماری تمھارے علم میں ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی اسے میرے ساتھ رانی کھیت بھیج رہے ہیں، ہما میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ جانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس کی کیفیت کچھ ایسی ہے کہ میں انکار بھی نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔

جولیا کا تنفس بند ہو گیا تھا، پھر وہ بول پڑی۔ "تو کیا اب آپ نے ڈاکٹر کی ملازمت اختیار کر لی مسٹر گازالی۔ یہ یہاں سے نوکری کب چھوڑی؟"

جولیا کی بات کو سب نے ہی محسوس کیا۔ تنویر جلدی سے بولی۔ "ڈاکٹر انکل غیر نہیں ہیں جولی۔ تم نہیں جانتیں اُن سے ہمارے کیسے تعلقات ہیں۔"

"اوہ! ہاں واقعی۔ وہ بہت مخلص انسان ہیں۔" جولیا نے طنزیہ انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے طنز کو میں نے تو سمجھ لیا تھا، کوئی اور نہیں سمجھا لیکن جولیا کا لہجہ کسی کے لیے بھی خوشگوار نہیں تھا۔

محسن نے کہا "کیوں نہ ہم لوگ بھی رانی کھیت چلیں غزالی؟"

"سوری بھئی! مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ تم لوگ بھی پر تولے بیٹھے ہو لیکن میری درخواست ہے تم کہیں اور چلے جاؤ۔ ہما صرف میرے ساتھ جانا چاہتی ہے۔ امید ہے محسوس نہ کرو گے۔"

فریحہ مسکرا دی۔ جولیا آگ بھبھوکا ہو گئی، تنویر کا چہرہ کسی خاص تاثر کا مظہر نہیں تھا۔ اُس نے کہا۔ "اس میں حرج بھی کیا ہے۔ اور پھر ہم اتنا لمبا پروگرام نہیں بنا سکتے۔ اگر غزالی صاحب مصروف ہیں تو انھیں اس پروگرام میں نہ گھسیٹا جائے ہم لوگ کوئی نزدیکی جگہ منتخب کر لیتے ہیں۔"

"یقیناً!" فریحہ نے کہا۔

"تم کب تک جا رہے ہو غزالی؟" محسن نے پوچھا۔

"شاید کل ہی۔ رانی کھیت میں ایک خوب صورت عمارت حاصل کر لی گئی ہے۔ ڈاکٹر کے کسی دوست کی ملکیت ہے۔ سُنا ہے اس علاقے میں اس سے خوب صورت عمارت اور نہیں ہے!" میں نے جواب دیا۔

"واپسی کا کیا پروگرام ہو گا؟"

"کوئی تعین نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ ایک موہوم سی کوشش تھی لیکن داؤ اچھا تھا اگر کامیاب ہو جاتا تو ساری مشکلات حل ہو سکتی تھیں۔ ابھی تک آثار بہت بہتر تھے۔ جولیا خون کے گھونٹ پی رہی تھی۔

ڈنر کے فوراً بعد وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح انیکسی میں داخل ہوئی "تم رانی کھیت نہیں جاؤ گے... سمجھے کبھی نہیں جاؤ گے!"

"مس جولیا!" میں نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا۔

"میں تمھیں نہیں جانے دوں گی، سمجھے!" اُس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"پتا نہیں کیوں آپ مجھے اپنی ملکیت سمجھ بیٹھی ہیں۔"

"میں تمھیں چاہتی ہوں۔ میں تمھیں کسی اور کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی۔"

"تمھاری چاہت سے مجھے کچھ نہیں ملے گا، تمھارے ڈیڈی مجھے ٹھکرا چکے ہیں جولیا۔ اپنا اور میرا وقت برباد مت کرو۔" میں نے مزید خشک لہجہ اختیار کیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میں سب ٹھیک کر لوں گی۔"

"ضرور ٹھیک کرو! ٹھیک کر لو تو مجھے اطلاع دے دینا۔ فی الحال میں ہما کے ساتھ رانی کھیت جا رہا ہوں۔"

"تم نہیں جاؤ گے!"

"جاؤں گا مس جولیا۔ مجھے جانا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ جولیا مجھے گھورتی رہی، پھر پیر پٹختی باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کھیل شروع تو ہو گیا تھا لیکن اس کے خطرناک ہونے کا اندیشہ بھی تھا۔ بہت سے خیالات ذہن میں آئے۔ پھر میں نے ہما کو اس پروگرام سے آگاہ کر دینا ضروری سمجھا۔ ممکن ہے نتیجہ وہ نہ نکلتا جو میرے ذہن میں تھا بلکہ کچھ اور ہی گڑبڑ ہو جاتی۔ فون پر ہما مل گئی۔

"ہیلو ہما! کیسی طبیعت ہے؟"

"ٹھیک ہوں۔ کہاں سے بول رہے ہو؟"

"کوٹھی سے۔ بھئی ایک کام تمھارے سپرد کر رہا ہوں۔"

"ہاں کہو!" ہما نے خلوص سے کہا۔

"حسن صاحب کی کوٹھی سے کوئی بھی فرد اگر تم سے یہ پوچھے کہ کیا تم میرے ساتھ رانی کھیت جا رہی ہو تو تم اقرار کر لینا۔"

"ٹھیک ہے!" ہما نے جواب دیا۔

"اگر ڈاکٹر صاحب بھی یہ سوال کر بیٹھیں تو اُن سے بھی کہہ دینا کہ ہم نے سیر کا پروگرام بنایا ہے۔"

"کب جا رہے ہیں ہم لوگ؟" ہما نے پوچھا۔

"کل!"

"او کے!"

"تم نے اس کی وجہ نہیں پوچھی ہما؟" میں نے کہا۔

"نہیں!"

"کیوں؟"

"تم نے کہا ہے کافی نہیں ہے!" ہما اعتماد سے بولی۔

"شکریہ ہما۔ کل ملوں گا۔"

"خدا حافظ!" اُس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

صبح کو میں نے اس ڈرامے میں کچھ اور رنگ آمیزی کر دی۔ کریم بابا سے بھی یہی کہا تھا کہ میں کچھ دن کے لیے باہر جا رہا ہوں اور پھر میں ایک اٹیچی لے کر باہر نکلا۔ بس ایک داؤ تھا جس کی پچیس فیصد کامیابی کے امکانات تھے۔ کار میں بیٹھ کر چل دیا۔ آفس جانے کے بجائے ہما کے گھر کا رُخ کیا۔ ہما نے بتایا کہ اس سلسلے میں کسی نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ ڈاکٹر طاہر علی موجود نہیں تھے۔ ہما کے پاس بیٹھا، میں اس سے باتیں کر رہا تھا کہ فریحہ پہنچ گئی۔ ہم دونوں نے اس کا استقبال کیا۔

"تو یہ قصہ تھا ہما! تم واقعی عمدہ ڈرامہ باز ہو۔ میں سمجھی واقعی تم نے کوئی گڑبڑ کر ڈالی مگر اب بات سمجھ میں آ گئی۔ یہ کسی پہاڑی سیرگاہ جانے کا پروگرام تھا، جس کے لیے تم اچانک بیمار ہو گئیں!"

"رانی کھیت!" میں نے تصحیح کی۔

"ہمیں بھی ساتھ لے لیا ہوتا۔ ہم کوئی بُرا چاہنے والوں میں ہیں کیا؟" فریحہ نے کہا۔

"اصل میں آپ کے ساتھ جھگڑے بہت ہیں مس فریحہ! ظاہر ہے آپ تنہا نہ جاتیں بلکہ جناب محسن صاحب آپ کے ساتھ ہوتے، پھر جناب آپ کو خیال آتا کہ نند بیچاری اداس ہو جائے گی چنانچہ یہ رعایت بھی کی جاتی، نند یعنی تنویر صاحبہ بھلا اپنی پیاری امپورٹیڈ سہیلی کے بغیر کیسے جا سکتی تھیں، نتیجے میں رانی کھیت، چنے کا کھیت بن جاتا کیا فائدہ؟" میں نے مسکرا کر کہا اور فریحہ ہنس پڑی۔

"چلو ٹھیک ہے اللہ مالک ہے۔ جاؤ خدا خیر سے واپس لائے۔" فریحہ نے بڑی بوڑھیوں کے سے انداز میں کہا۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی گئی۔ میں نے ہما کو بتایا کہ کس طرح میں نے بطورِ مذاق یہ الفاظ رات کو کہہ دیے تھے اور کس طرح ان لوگوں نے بات کا بتنگڑ بنا دیا۔ ہما مسکرا کر رہ گئی۔ اس لڑکی میں اتنی عظیم تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں کہ اس کی شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔

"لیکن اب یہ مذاق سنجیدگی اختیار کر گیا ہے کچھ کرنا ہو گا۔" میں نے ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی ہمیں کہیں جانے سے منع نہیں کریں گے!" ہما نے کہا۔ اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ "میرا یہ مطلب نہیں ہما! میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ اب کسی مناسب طریقے سے پروگرام کینسل ہونے کی خبر پھیلائی جائے۔"

"اوہ!" ہما کی آنکھوں میں روشن چراغ بجھ گئے لیکن پھر اُس نے فوراً سنبھل کر کہا "یہ بھی کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ میں کہہ دوں گی کہ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ابھی میں سفر کے قابل نہیں ہوں اس لیے ہم نے یہ پروگرام عارضی طور پر ملتوی کر دیا ہے۔"

"ہم رات کو اچانک نمودار ہوں گے اس سے قبل یہی سمجھا جانا چاہیے کہ ہم جا چکے ہیں۔"

"پھر کہیں نکل جاتے ہیں یا کچھ اور کام ہے تمھیں؟" ہما نے پوچھا۔

"ہاں! کچھ مصروفیت ہے۔ شام کی چائے تمھارے ساتھ پیوں گا۔" میں نے جواب دیا اور پھر ہما سے رخصت ہو کر طاہر علی کی کوٹھی سے نکل آیا۔ اب مجھے جولیا کی فکر تھی، اس کے اقدامات پر ہی پروگرام کی کامیابی کا انحصار تھا۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ پھر ایک کیمسٹ کی دکان سے کریم بابا کو فون کیا اور ان سے جولیا کے بارے میں دریافت کیا۔

"ہمیں کچھ نہیں معلوم صاحب کوئی خاص بات ہے کیا! آپ ابھی گئے نہیں؟"

"کریم بابا! آپ کو پوری احتیاط اور رازداری کے ساتھ یہ بات معلوم کر کے مجھے بتانی ہے کہ جولیا کوٹھی میں ہے یا نہیں؟ اس طرح معلوم کریں کہ کسی کو شبہ نہ ہو۔"

"اس کے لیے ہمیں جانا پڑے گا۔" کریم بابا بولے۔ اور پھر میں نے

"تھوڑی دیر کے بعد میں آپ کو فون کروں گا۔"

"یہ ٹھیک ہے!" کریم بابا نے کہا۔ اور میں نے فون بند کر دیا۔ کیمسٹ کا شکریہ ادا کر کے اُسے کال کی قیمت ادا کی اور واپس کار میں آ بیٹھا۔ دفتر کا رُخ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، یونہی آوارہ گردی کرتا رہا۔ ایک گھنٹے کے بعد دوبارہ کریم بابا کو فون کیا۔ انھوں نے بتایا کہ جولیا صبح سے گئی ہوئی ہے اور ابھی تک واپس نہیں آئی۔

"کیسے معلوم ہوا آپ کو؟" میں نے سوال کیا۔

"چوکیدار سے باتوں باتوں میں پوچھ لیا۔ پھر کوٹھی میں جا کر ایسے ہی معلوم کر لیا کسی کو شبہ نہیں ہو سکا ہے۔"

"شکریہ کریم بابا!" میں نے کہا — اور فون بند کر دیا۔ کچھ کچھ اطمینان ہوتا جا رہا تھا لیکن ابھی مکمل سکون نہیں تھا۔ حسن صاحب کو صورتِ حال سے پوری طرح آگاہ کرنا تھا کیونکہ اس کے بغیر بات نہیں بن سکتی تھی بہت غور و خوض کے بعد بالآخر دفتر پہنچ گیا۔ حسن صاحب کی کار دفتر کی عمارت کے سامنے موجود تھی۔ میں سیدھا اُن کے کمرے میں چلا گیا۔

"آؤ غزالی! میں نے تھوڑی دیر قبل گھر فون کیا تھا۔ عجیب اطلاع ملی، وہاں سے ناصر نے بتایا کہ تم نے اچانک کسی پہاڑی مقام پر جانے کا پروگرام بنا لیا اور شاید روانہ بھی ہو گئے۔ مجھے یقین نہیں آیا لیکن حیران ضرور ہو گیا... کیا قصہ ہے کیا واقعی...؟"

"اسی تفصیل کے لیے حاضر ہوا ہوں!"

"بیٹھو۔ کھڑے کیوں ہو! بیٹھو پلیز۔" حسن صاحب نے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ "ہاں اب بتاؤ؟"

"یہ افواہ میں نے رات کو اُڑائی تھی۔ اور صبح کو کچھ ایسے اقدامات کیے کہ لوگ اس افواہ کو حقیقت سمجھیں۔"

"اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟"

"وہی عرض کر رہا ہوں! معاف کیجیے گا حسن صاحب کچھ ایسی باتیں کرنی پڑ رہی ہیں جو احتراماً نہیں کرنی چاہئیں لیکن مجبوری ہے۔ ہما میری یونیورسٹی کی دوست ہے اور میں اس کے لیے دل میں بھائیوں کا سا جذبہ رکھتا ہوں لیکن کچھ لوگ ہماری اس محبت کو دوسری نگاہ سے دیکھتے ہیں، انہی میں میکے براؤن کی بیٹی جولیا بھی ہے۔ وہ آزاد ماحول کی لڑکی مشرق میں رومان تلاش کرتی پھر رہی ہے اور اس نے مجھے بھی نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ میں اس کی اس حماقت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اس وقت میری خود غرضی نے مجھے ایک قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔"

"بڑی اُلجھی اُلجھی باتیں کر رہے ہو!"

"رات کو میں نے اس پروگرام کا اعلان صرف جولیا کی وجہ

"سوری ہی خاطر خواہ نکلا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو جولیا تو سے بیٹھے ہی رانی کھیت کے لیے روانہ ہو چکی ہوگی۔"

ہماصرف نیا ہے حسن صاحب اُچھل پڑے۔

"جی ہاں! اُس کے کوٹھی سے چلے جانے کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"لیکن کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ مجھے ہما کے ساتھ تنہا کسی تفریحی مقام پر نہیں چھوڑ سکتی۔"

"رقابت؟"

"جی ہاں!"

"لیکن اس کا مقصد؟"

"اس کا رانی کھیت تک پہنچنا۔ وہاں مجھے تلاش کرنا اور پھر وہاں سے واپسی، کم از کم ایک ہفتہ لگ جائے گا۔ وہ چونکہ گھر میں کسی کو بتا کر نہیں گئی ہوگی اس لیے آپ کو یقیناً اس کی گمشدگی پر بہت پریشان ہونا چاہیے۔ کل صبح تمام انگریزی اخبارات میں جولیا کی تلاش کا اشتہار چھپوا دیں۔ اردو اخبارات کو یہ اشتہار قطعی نہ دیا جائے کیونکہ پھر ایک بہت بڑی آبادی اس کی تلاش میں مصروف ہو جائے گی۔ ہمیں یہ اخبار صرف میکے براؤن کو پڑھوانا ہے، اس کے علاوہ وہ قانونی کارروائیاں بھی کرنی ہیں جو اس سلسلے میں کی جا سکتی ہیں ان چند روز میں ہی ہمیں یہ سب کچھ کر لینا ہے، جب تک کہ جولیا واپس نہیں آ جاتی۔"

"اوہ۔ خدا کی پناہ! تو گویا یہ اس پروگرام کا ایک حصّہ ہے۔" حسن صاحب نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں! واپس آکر جولیا یہ نہیں کہہ سکے گی کہ اسے اغوا کیا گیا تھا یا کوئی اور سازش کی گئی تھی اُس کے خلاف!" میں نے جواب دیا اور حسن صاحب آنکھیں پھاڑے مجھے گھورتے رہے۔ پھر بولے "کمال کیا ہے تم نے غزالی۔ بڑی ذہانت سے پروگرام بنایا ہے۔ اگر سب کچھ توقع کے مطابق ہو جائے تو واقعی بڑی بات ہوگی اس سے عمدہ طریقہ دوسرا نہیں ہو سکتا۔ واہ۔"

"آپ اس سلسلے کے ضمنی کام کر لیں۔"

"ہاں! کم از کم شام تک انتظار تو کر لیا جائے۔ گھر میں تھوڑا سا تشویش کا ماحول بھی تو پیدا کرنا ہوگا۔ یا پھر میں یوں کرتا ہوں کہ ابھی سے اس سلسلے میں کارروائی کا آغاز کر دیتا ہوں کوئی صورت نکالتا ہوں۔ بس خدا کرے وہ ارادہ ملتوی کر کے واپس نہ آ جائے۔ حالانکہ غزالی اس بچی کے لیے دل کڑھ رہا ہے۔ خدا کی قسم میکے براؤن کتنا ہی کمینہ کیوں نہ ہو اس بچی سے مجھے کوئی پرخاش نہیں ہے اگر نکل گئی تو نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتی پھرے گی، کسی بڑی مصیبت میں نہ گرفتار ہو جائے۔"

"ایسا نہیں ہوگا حسن صاحب! آپ کی شرافت آپ کو یہ احساس دلا رہی ہے، ورنہ وہ اتنی معصوم نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں وہ کسی مصیبت میں نہیں پھنسے گی۔ آپ اپنا کام شروع کریں۔" حسن صاحب نے گردن ہلا دی۔

جولیا کا چلا جانا کوئی سنگین بات نہیں تھی، اس سے قبل بھی وہ کئی بار سارا سارا دن گھر سے غائب رہی تھی، خاص طور سے ان دنوں جب میکے براؤن ہوٹل میرینا میں تھا، جولیا دن دن بھر اس کے پاس رہتی تھی لیکن حسن صاحب نے اس وقت کچھ ایسا ماحول پیدا کیا کہ ہر شخص کو چند ہی گھنٹوں میں یہ احساس ہونے لگا کہ جولیا حیرت انگیز طور پر گم ہو گئی ہے۔

حسن صاحب نے ناصر، محسن اور دوسرے تمام افراد کو بھی اس سلسلے میں مصروف کر دیا کہ وہ جولیا کو تلاش کریں اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں کہ اُسے کسی نے اغوا کیا ہے یا وہ خود اپنی مرضی سے کہیں گئی ہے!

میں خود بھی اس کام میں مصروف ہو گیا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ ندرت کی گمشدگی کی وجہ سے یہاں ذہنوں میں یہ کیفیت آسانی سے پیدا ہو گئی ہے۔ بہر حال دوسرے دن صبح کے اخبارات میں جولیا کی تلاش کا اشتہار موجود تھا۔ سارا پروگرام معمول کے مطابق عمل میں آیا تھا۔

دن کو ساڑھے دس بجے حسن صاحب سے دفتر میں ملاقات ہوئی تو انھوں نے پوچھا: "اشتہار دیکھ لیا؟ تمھاری توقع کے مطابق ہے نا؟"

"ہاں! گھر میں آپ نے جو ماحول پیدا کیا ہے حسن صاحب، وہ واقعی قابلِ داد ہے، سب لوگ یہی محسوس کر رہے ہیں کہ جولیا کو یقیناً کوئی حادثہ پیش آگیا ہے۔ ویسے رات کو اس کا واپس نہ آنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ کل ہی یہاں سے نکل گئی۔"

"ہاں! لیکن میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس لڑکی کو اس علاقے کے بارے میں تفصیلات وغیرہ کس طرح معلوم ہوئی ہوں گی؟"

"کوئی مشکل کام نہیں ہے حسن صاحب! آپ جانتے ہیں کہ یورپین سیاح لڑکیاں دنیا کے گوشے گوشے کی خاک چھانتی پھرتی ہیں، ویسے بھی رانی کھیت ایک پہاڑی سیرگاہ ہے، وہاں پہنچ کر جولیا کو کوئی بڑی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ سوائے اس کے کہ وہ مجھے تلاش کرنے میں سرگرداں رہے گی اور ناکام ہوگی۔" میں نے کہا اور حسن صاحب مسکرانے لگے پھر بولے "شام کے اخبارات میں بھی یہ اشتہار بک کرا دیا ہے، میں یہ اشتہار مسلسل دیتا رہوں گا۔ اس کے علاوہ غزالی میں نے محتاط انداز میں اپنے علاقے کے تھانے میں بھی رپورٹ دے دی ہے، انچارج میرا شناسا ہے، میں نے کچھ

گول مول سے انداز میں اسے تفصیلات فراہم کی ہیں اور بتایا ہے کہ یہ لڑکی اکثر بغیر اطلاع گھومنے پھرنے نکل جاتی ہے۔ ایک بہت بڑے باپ کی بیٹی ہے۔ لاابالی فطرت کی مالک، تم میرا مطلب سمجھ رہے ہوگے۔ اس طرح میں نے ایک قانونی ضرورت بھی پوری کر دی ہے اور ان لوگوں کو یہ موقع بھی نہیں دیا کہ وہ بہت زیادہ سرگرمی دکھائیں۔"

"جی ہاں! میرا خیال ہے بہت مناسب قدم اٹھایا ہے آپ نے۔"

حسن صاحب مجھ سے دیر تک اس موضوع پر بات چیت کرتے رہے، وہ بہت زیادہ مطمئن نظر آ رہے تھے۔ جب میں ان سے رخصت ہوا تو کہنے لگے "غزالی! تمھارے بارے میں جتنا سوچتا ہوں حیران ہو جاتا ہوں۔ تم بیحد ذہین ہو اور ان معاملات کو تم نے جس طرح کنٹرول کیا ہے بلاشبہ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں نہیں کر سکتا تھا۔ دیکھو حالات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اگر تقدیر نے ہمیں موقع دیا تو ہم اس سلسلے میں آگے قدم ضرور بڑھائیں گے اور میں تمھیں اپنی مدد کے لیے مجبور کر دوں گا۔" میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

دوسرا دن بھی اسی طرح گذر گیا، اشتہار آج بھی صبح اور شام دونوں وقت کے اخبارات میں آیا تھا اور تیسرے دن اس کا نتیجہ نکل آیا۔ غالباً دن کے گیارہ بجے تھے اور میں آفس میں اپنی میز کے گرد بیٹھا ایک دفتری کام میں مصروف تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے ڈاکٹر طاہر علی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو غزالی، میں ڈاکٹر طاہر علی بول رہا ہوں!"

"اوہو! فرمایئے طاہر علی صاحب، خیریت؟" میں نے سوال کیا۔

"میکے براؤن رات کو میرے پاس پہنچ گیا ہے، اُسے جولیا کی گمشدگی کی اطلاع مل گئی ہے۔ پاگل ہو رہا ہے وہ اپنی بیٹی کے لیے۔ رات بھر مجھے جگائے رکھا ہے، ابھی تھوڑی دیر قبل اس سے میری جان چھوٹی ہے تو میں نے تمھیں فون کیا۔۔۔ وہ اب اس وقت حسن کے گھر چل پڑا ہے، مجھ سے تفصیلات پوچھتا رہا۔ اُسے بوڑھے کی گمشدگی کی اطلاع بقول اس کے جولیا نے دی تھی۔ حسن کے بارے میں بہت بُرے خیالات رکھتا ہے، صورتِ حال کو فوراً نگاہ میں رکھنا، کوئی بری بات نہ ہونے پائے۔"

"بہت بہتر! آپ کی ہدایات پر عمل کروں گا اور کوئی حکم؟"

"نہیں بھئی! بس اطلاع دینی تھی، فوراً حسن کو یہ خبر پہنچا دو، کیا وہ آفس میں موجود ہیں؟"

"جی ہاں! میں ابھی انھیں یہ خبر دے دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور رسمی گفتگو کے بعد ڈاکٹر طاہر علی نے فون بند کر دیا۔ میں مسرور انداز میں اُٹھ کر حسن صاحب کے کمرے کی جانب چل پڑا اور پھر میں نے انھیں میکے براؤن کے آنے کی اطلاع دی، حسن صاحب چونک پڑے تھے، پھر وہ گہری سانس لے کر بولے "اس کا مطلب ہے کہ تمھارا تیر نشانے پر بیٹھا، اب دیکھتا ہوں اس میکے براؤن کے بچے کو، ذرا کاغذات وغیرہ بھی چیک کر دوں گا اس کے اور یہ معلوم کروں گا کہ یہ حضرت کب تشریف لائے ہیں۔ کیا کہیں گے یہ اس بارے میں مجھ سے۔ کیا میں گھر جاؤں؟"

"نہیں حسن صاحب! گھر سے کوئی اطلاع آنے دیجیے!" میں نے کہا۔

"او کے! تمھیں خبر کر کے جاؤں گا۔" حسن صاحب بولے۔

"آپ کو میکے براؤن سے محتاط رہنا ہے، اُسے بڑے سلیقے سے ہینڈل کیجیے گا، ہم ابھی بات بگاڑنا نہیں چاہتے۔"

"بالکل مطمئن رہو، میں ہر کام احتیاط سے کروں گا۔"

میں حسن صاحب سے گفتگو کرنے کے بعد اپنے کمرے میں چلا آیا۔ اب کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ حسن صاحب نے انٹرکام پر ہی مجھ سے رابطہ قائم کر کے گھر سے فون آنے کی اطلاع دی اور بتایا کہ وہ جا رہے ہیں، میں نے اُن سے پوچھا کہ میں کس وقت پہنچوں، تو کہنے لگے کہ بہتر ہوگا شام کو پروگرام کے مطابق ہی تم کوٹھی واپس آؤ۔ تاکہ کسی شبہے کی گنجائش نہ رہے۔"

میں نے انٹرکام بند کر دیا، اس کے بعد وقت گذارنا مشکل ہو گیا، دن بھر ذہن میں یہی تصورات آتے رہے۔ اور میں ذہنی طور پر الجھا رہا۔ پونے پانچ بجے اپنی جگہ سے اُٹھا اور برق رفتاری سے کوٹھی کی جانب چل پڑا۔

کوٹھی پہنچ کر اندازہ ہوا کہ وہاں ابھی کوئی خاص بات نہیں ہوئی ہے۔ ڈنر پر توقع تھی کہ حسن صاحب مجھے بلائیں گے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ آٹھ بجے کے قریب میں نے ڈاکٹر طاہر علی کو کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھا۔ ڈاکٹر طاہر علی ابھی برآمدے ہی میں تھے کہ حسن صاحب اُن کے سامنے آ گئے۔ میکے براؤن اس وقت ان کے ساتھ نہیں تھا، حسن صاحب، ڈاکٹر طاہر علی کو لے کر انیکسی کی طرف بڑھے تو میں خود ہی نیچے اتر آیا اور ان کا انتظار کرنے لگا، یقیناً اب وہ مجھ سے اس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی اور حسن صاحب کو میں نے انیکسی کے بائیں سمت والی مہندی کی باڑھ کے پیچھے خوش آمدید کہا اور وہ مجھے یہاں دیکھ کر چونک گئے۔

"گویا تم بھی حالات سے پوری طرح باخبر ہو؟" حسن صاحب مسکرا کر بولے۔

"جی ہاں ظاہر ہے معاملہ ہی ایسا ہے!" میں نے ہنستے

ہوئے کہا۔

"وہ پاگل ہو رہا ہے، بالکل ہی دیوانہ ہو گیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس سے اس سلسلے میں آخری گفتگو کرنے کا پروگرام رکھا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس گفتگو کو تم لوگ بھی سنو۔ طاہر کو بھی میں نے اسی لیے بلایا ہے۔ تمھیں اپنا کردار بھی ادا کرنا ہے!"

"آپ فکر نہ کریں، مگر ہم لوگ یہ گفتگو کہاں سے سُنیں گے؟"

"میری نشست گاہ کے پچھلے حصے میں جو کمرہ ہے وہاں پہنچ جاؤ۔ میکے براؤن سے میں وہیں ملاقات کروں گا، ابھی وہ اپنے کمرے میں ہے، میرا خیال ہے غزالی تم طاہر کو لے کر عقبی سمت کے دروازے سے اندر داخل ہو کر میرے کمرے کے عقبی کمرے میں پہنچ جاؤ۔"

"بہت بہتر۔" میں نے جواب دیا اور حسن صاحب طاہر علی کو اشارہ کر کے واپس چلے گئے۔ میں طاہر علی کے ساتھ عقبی حصے کی جانب بڑھ گیا۔ راستے میں طاہر علی مجھ سے کہنے لگے۔ "تمھاری ترکیب بہت شاندار رہی غزالی، بڑے کامیاب انسان ہو!"

"شکریہ ڈاکٹر صاحب! لیکن اب آپ صرف مجھے ہی کامیاب انسان نہ کہیں، ہم سب مشترکہ طور پر یہ سب کچھ کر رہے ہیں، ویسے میکے براؤن نے آپ سے تو بہت کچھ کہا ہو گا؟"

"ہاں! مسلسل بُرا بھلا کہتا رہا ہے مجھے اور کہتا ہے کہ درحقیقت میں اس قابل نہیں تھا کہ مجھے اتنے اہم راز میں شریک کیا جاتا، جب میں نے آڑے ہاتھوں لیا تو ذرا حواس درست ہوئے بیوقوف آدمی نے مجھے کوئی گھٹیا درجے کا انسان سمجھ رکھا تھا۔" ڈاکٹر طاہر علی نے جواب دیا اور میں دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے سوچا کہ ڈاکٹر طاہر علی گھٹیا انسان تو آپ ہیں اب یہ دوسری بات ہے کہ ہما جیسی اچھی لڑکی کے باپ ہیں۔

ہم نشست گاہ کے اس عقبی کمرے میں پہنچ گئے جس کے درمیان ایک کھڑکی تھی اور اس کھڑکی سے ہم دوسری طرف ہونے والی گفتگو سن سکتے تھے۔ دوسرے کمرے میں جانے کا ایک دروازہ بھی تھا جو ہماری ہی طرف سے بند تھا۔ ہم نے دو کرسیاں کھڑکی کے نزدیک کر لیں اور اس طرح بیٹھ گئے کہ ہم کسی طور بھی دوسری جانب سے نہ دیکھے جا سکیں۔ پھر حسن صاحب نے بھی اس کا معقول انتظام کیا تھا یعنی جب وہ نشست گاہ میں داخل ہوئے تو انھوں نے تیز روشنیاں جلا دیں، جبکہ ہمارا کمرہ تاریک تھا، اس طرح اب اس طرف سے ہمیں دیکھ لیے جانے کا کوئی خدشہ باقی نہیں رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد حسن صاحب کی آواز اُبھری "ہاں میکے اب بتاؤ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ چکا ہوں حسن مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا تم بدعہدی کے مرتکب ہوئے ہو، میں اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ وہ بوڑھا خود یہاں سے نکل بھاگا۔ میرا خیال ہے تمھیں یہ اطلاع مل گئی ہو گی کہ اب میں فراغت پا چکا ہوں۔ تم نے سوچا ہو گا کہ یقیناً اب میری توجہ اس جانب ہو گی اور تم نے اس کے لیے ایک سازش کر ڈالی۔"

"یہ سب کچھ کہتے ہوئے تمھیں پرانے تعلقات کا خیال بھی نہیں آتا میکے براؤن؟"

"افسوس تو اسی بات کا ہے کہ میں پرانے تعلقات کو سامنے رکھ کر تمھاری شخصیت کو پرکھنے میں ناکام رہا۔ دیکھو حسن جو کچھ ہوا ہے وہ کچھ اچھا نہیں ہوا۔ سب سے پہلے مجھے میری بیٹی چاہیے۔ میں جولیا کی گمشدگی کو بھی تمھاری سازش کا ایک حصہ قرار دے سکتا ہوں۔"

"اور کچھ کہنا چاہتے ہو میکے براؤن؟" حسن صاحب نے درشت لہجے میں سوال کیا۔

"میں کہنے کا عادی نہیں کرنے سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ میری تھوڑی سی کوشش تمھیں بُری طرح ذلیل و خوار کر دے گی حسن میں اپنے سفارت خانے کے ذریعے یہ بات آگے بڑھاؤں گا اور صاف صاف کہہ دوں گا کہ تم مجھ سے ایک کاروباری مخاصمت کا بدلہ لینا چاہتے ہو۔"

"حالانکہ تم جانتے ہو کہ ایسا نہیں ہے۔" حسن صاحب نے تحمل سے کہا۔

"میں کچھ نہیں جانتا، مجھے صرف دو چیزیں درکار ہیں، بوڑھے کو واپس لاؤ اور اس سے قبل جولیا کو میری تحویل میں دو۔" میکے براؤن نے کہا۔

"دوسری صورت میں میکے براؤن، میرے تمھارے کاروباری تعلقات کیا رہیں گے؟"

"جو کچھ ہو گا تمھارے تصور سے بھی باہر ہو گا، تم جانتے ہو کہ میں اپنے دشمن کو چھوڑنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو؟" حسن صاحب بولے۔

"دھمکیاں نہیں بلکہ میں وہ کہہ رہا ہوں، جو مجھے کرنا ہے۔ بوڑھا تمھاری تحویل میں ہے۔ اُسے تین دن کے اندر اندر برآمد کر دو اور چونکہ تم بدعہدی کے مرتکب ہوئے ہو اس لیے بوڑھے کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور اپنے طور پر اس سے معلومات حاصل کروں گا اور اس کے بعد ضروری نہیں ہے کہ تمھیں بھی ان

معلومات کے بارے میں اطلاع دی جائے۔ اس کے علاوہ جولیا کو فوری طور پر واپس لا کر میرے حوالے کر دو۔"

"پھر سوچ لو میکے براؤن۔ جولیا میرے لیے بھی اولاد کی مانند ہے، میرے ہاتھوں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"سب فضول باتیں ہیں۔ میں ان میں سے کوئی بات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔" میکے براؤن نے کہا۔

"تو پھر مجھے بھی یہ کہنے دو میکے براؤن کہ تم سے بڑا سازشی، تم سے بڑا مکار اس روئے زمین پر کوئی دوسرا نہیں ہے۔ تم مجھے بدعہد کہتے ہو، اگر یہ میرا گھر نہ ہوتا تو میں تمہیں اس کا مناسب جواب عملی شکل میں دیتا۔"

"گویا۔ گویا تم۔" میکے براؤن کا لہجہ غصے کی شدت سے لرزنے لگا۔

"ہاں میکے براؤن، میں نے بہت زیادہ برداشت کر لیا۔ کیا میں تمہیں اس بات کا جواب پیش کروں کہ میں کیا ہوں اور تم کیا ہو؟" حسن صاحب نے کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" میکے براؤن غرّا کر بولا اور حسن صاحب اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے دروازے کے قریب آ کر کہا۔ "ڈاکٹر طاہر علی باہر آ جائیں" میں نے کھڑکی پر پڑے ہوئے پردے کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا۔ میکے براؤن کا چہرہ میری نگاہوں کے سامنے تھا، دفعتاً میں نے اس پر سراسیمگی کے آثار دیکھے۔ ڈاکٹر طاہر علی خاموشی سے کمرے کا دروازہ کھول کر نشستگاہ میں داخل ہو چکے تھے۔ میکے براؤن ڈاکٹر طاہر علی کو گھورنے لگا اور طاہر علی نے شانے اچکا کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "بدقسمتی ہے میکے براؤن، میری بھی اور تمہاری بھی۔"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" میکے براؤن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"حسن اس بے وقوف شخص کو بتاؤ کہ میں یہاں کیا کر رہا ہوں، اس سے قبل بھی یہ مجھ سے اسی انداز میں گفتگو کرتا رہا ہے۔ دراصل ان لوگوں کے دماغ میں خناس بھرا ہوا ہے اور یہ بیوقوف اپنے آپ کو ہم سے برتر سمجھتے ہیں اور اسی انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔"

"ڈاکٹر میں کہتا ہوں کہ تمہاری یہاں آمد کیا معنی رکھتی ہے؟" میکے براؤن ہتھیلی پر گھونسہ مار کر بولا۔

"میں یہ بتانے آیا ہوں میکے براؤن کہ تم نے میرے اور حسن کے درمیان اتنا وسیع خلاء پیدا کر دیا کہ شاید اب کوشش کے باوجود بھی ہم دونوں وہ ذہنی ہم آہنگی نہ پیدا کر سکیں جو کبھی ہمارے درمیان تھی۔ میں یہ کہنے آیا ہوں حسن کے سامنے کہ میں دولت کے لالچ میں بھٹک گیا تھا اور تم نے مجھے مجبور کیا تھا کہ میں اس بوڑھے کی ذہنی قوتوں کو واپس نہ آنے دوں، اُس کا علاج خود کروں اور یہ علاج غلط ہو۔ میکے براؤن میں نے وہی سب کچھ کیا، جو تم نے کہا تھا۔ اگر تم اس بات سے انحراف کرو گے، تو میرے پاس تمہاری ہدایات کے باقاعدہ ثبوت موجود ہیں، میں جرائم پیشہ آدمی نہیں تھا، لیکن دولت کے لالچ نے مجھے یہ سب کچھ کرنے پر مجبور کر دیا۔

"میں جو کچھ کر چکا ہوں اس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔ حسن کے سامنے میری نگاہیں ہمیشہ کے لیے نیچی ہو گئی ہیں۔ کاش کوئی ایسی ترکیب ہوتی کہ میں اپنا وقار بحال کر سکتا۔ ہاں مسٹر میکے براؤن میرے پاس اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ آپ نے مجھے اس بوڑھے کا ذہنی توازن خراب کرنے کی ہدایت کی تھی اور کہا تھا کہ اس کے عوض ایک بڑی دولت ہمارا راستہ دیکھ رہی ہے۔ اگر حسن اس سلسلے میں قانون کا سہارا لینا چاہیں تو میں مانتا ہوں کہ میں بھی اتنا ہی پھنسوں گا جتنے تم میکے براؤن۔ یہ دوسری بات ہے کہ حسن ایسا نہ کریں اور تمہارے اور اپنے معاملات کو آپس ہی میں نمٹا لیں لیکن یہ بات طے ہے کہ میں نے تمہارے ایماء پر بوڑھے کو ایسی دوائیں دی تھیں جن سے اس کا ذہنی توازن مزید خراب ہو جائے۔" طاہر علی نے سرد لہجے میں کہا۔

میکے براؤن کی حالت بہت زیادہ خراب نظر آنے لگی تھی۔ اس نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم سب... تم سب ایک جیسے ہو۔ ٹھیک ہے حسن ٹھیک ہے۔ طاہر علی کہتا ہے کہ میں نے بوڑھے کا ذہنی توازن خراب رکھنے کی سازش کی، ہو سکتا ہے ایسا ہوا ہو لیکن بوڑھے کو غائب تم نے کیا ہے۔"

"اس سلسلے میں بھی تمہاری تسلی کے لیے میں کچھ پیش کروں گا میکے براؤن بوڑھے کو میں نے غائب نہیں کیا بلکہ وہ تمہاری تحویل میں ہے۔" حسن صاحب نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" میکے براؤن چیختی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم یہاں کب پہنچے تھے مسٹر میکے براؤن؟" حسن صاحب نے کہا اور میکے براؤن ایک دم ڈھیلا ہو گیا۔ "کیا مطلب ہے تمہارا۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"آپ یہاں کب تشریف لائے تھے مسٹر میکے براؤن؟" حسن صاحب نے اسی انداز میں سوال کیا۔

"کل آیا ہوں۔"

"جی نہیں۔ آپ کل نہیں آئے، آپ کو آئے ہوئے کافی عرصہ ہو گیا ہے اور آنے کے بعد آپ نے بوڑھے کو یہاں سے لے جانے کے لیے جو کوششیں کی ہیں اور جن جن لوگوں کو اس

کے لیے استعمال کیا ہے وہ بھی آپ کے خلاف گواہی دینے کو تیار ہیں۔ غزالی باہر آؤ۔"

جب میں کمرے میں پہنچا تو میکے براؤن نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ سارا کھیل ختم ہو گیا ہے۔ حسن صاحب نے منہ سے کچھ نہ کہا۔ میں میکے براؤن کے سامنے کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ گردن اٹھا کر بولا۔ "او کے حسن او کے۔ تم نے بڑی کامیابی سے مجھے ناکام بنا دیا ہے۔ ٹھیک ہے لیکن ہمارا کھیل ختم نہیں ہوا۔ ابھی تو یہ کھیل جاری رہے گا۔" انداز بدل گیا ہے اس کا۔ "ٹھیک ہے میں چلتا ہوں لیکن سنو جولیا کا معاملہ سو فیصدی تمہاری ذمہ داری ہے۔ اسے میرے پاس پہنچا دو۔ میں ہوٹل میرینا میں قیام کروں گا۔ تم وہاں مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"اگر تم چاہو میکے براؤن تو جولیا کی بازیابی تک یہیں قیام کر سکتے ہو، ہمارے تمہارے کاروباری تعلقات بھی ہیں۔"

"میں نہیں، تھے اور اب بہت جلد ہی ختم بھی ہو جائیں گے۔" میکے براؤن نے جواب دیا۔

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے میکے براؤن میرے پاس اتنا کچھ موجود ہے کہ اگر دو چار کاروبار بند ہو جائیں تو میرے اوپر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"او کے، او کے۔ لیکن جولیا کی بات کو ذہن میں رکھنا۔" میکے براؤن نے کہا اور پھر تیز تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔ لازمی بات تھی کہ وہ اب کوٹھی میں نہیں رک سکتا تھا۔ ہم لوگ ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر مسکرانے لگے ——— حسن صاحب نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ "بے وقوف آدمی اپنی سازشی کارروائیوں سے ہم دوستوں کے درمیان پھوٹ ڈلوانے آیا تھا، یار طاہر علی جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے ذہن میں بھی اب کوئی ایسی بات نہیں رہی ہو گی۔ بھئی ہم تو تمہیں کھو کر خوش نہ تھے۔"

"خاموش رہو حسن پلیز خاموش رہو۔ میرے اور تمہارے کردار میں بڑا فرق ہے۔ میں تمہارے سامنے بہت چھوٹا رہ گیا ہوں مگر اب جو ہونا تھا وہ ہو گیا تقدیر میں یہی لکھا تھا۔"

"ٹھیک ہے یار اب ان باتوں کو ذہن میں رکھنے سے کیا فائدہ۔ ہاں غزالی اب جولیا کا مسئلہ ذرا سنگین ہو گیا ہے کیوں نہ تم رانی کھیت روانہ ہو جاؤ۔ اسے تلاش کرو اور لے آؤ۔"

"اگر آپ کی یہ ہدایت ہے حسن صاحب تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال ہے جولیا کو ایک دو دن میں واپس آ جانا چاہیے۔ اس دوران ذرا میکے براؤن کے تڑپنے کا تماشا بھی دیکھ لیا جائے۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن اگر جولیا کو کچھ ہو گیا تو بات کافی خراب ہو جائے گی۔"

"ہمارا اس میں کوئی قصور نہیں ہے بلکہ اب تو بہتر ہے کہ یہ معاملہ باقاعدہ پولیس کے حوالے کر دیا جائے تاکہ ہماری ذمہ داری ہی ختم ہو جائے۔ پولیس افسران کو یہ بتا دیا جائے کہ جولیا کا باپ میکے براؤن ہوٹل میرینا میں مقیم ہے اور اس سلسلے میں جو اطلاع ہو اسے وہیں دے دی جائے۔" میں نے کہا۔ حسن صاحب کچھ سوچنے لگے پھر بولے۔ "نہیں نہیں۔ اب اتنا بھی مناسب نہیں ہے۔ کم از کم اس بار اسے یہاں سے چلا جانے دو، باقی بعد میں جو صورتِ حال بھی ہو....."

"تو پھر آپ کا کیا حکم ہے؟"

"انتظار کر لو۔ تھوڑا سا اور انتظار کر لو۔ اس دوران اگر وہ نہ آئے تو اسے تلاش کرو اور لے آؤ۔"

حسن صاحب فطرتاً شریف آدمی تھے۔ اتنا کچھ ہونے کے باوجود وہ جولیا کے سلسلے میں مسلسل پریشان تھے لیکن اس وقت اس کی تلاش میں نکل جانا بھی خطرناک ہو سکتا تھا۔ میکے براؤن اتنے دن یہاں چھپا رہا تھا۔ یقیناً اس نے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا پسند نہیں کیا ہو گا۔ وہ خود بھی کچھ نہ کچھ کرتا رہا ہو گا۔ ایسی صورت میں میری سرگرمیاں اس کے علم میں بھی آ سکتی تھیں۔

پانچویں دن یہ مشکل بھی حل ہو گئی۔ شام چھ بجے ہم لوگ کوٹھی کے لان پر چائے کا انتظار کر رہے تھے کہ ایک ٹیکسی کوٹھی کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی اور جولیا اس سے باہر نکلی ——— ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ حسن صاحب اس وقت موجود نہیں تھے لیکن وہ جس تقریب میں گئے تھے اس کے بارے میں محسن کو معلوم تھا چنانچہ اس نے فوراً ہی اندر جا کر حسن صاحب کو ٹیلی فون کر دیا اور انہیں جولیا کی آمد کی اطلاع دے دی۔

جولیا لان کی طرف آنے کے بجائے سیدھی اپنے کمرے کی سمت بڑھتی چلی گئی۔ میں نے تنویر کو اشارہ کیا اور تنویر اٹھ کر اندر چلی گئی۔ ہم سب انتظار کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جولیا تنویر کے ساتھ باہر آ گئی۔ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ چہرہ تھکا تھکا نظر آ رہا تھا۔ اس پر جھنجلاہٹ کے آثار تھے۔ وہ کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ مجھ سے نگاہ ملی تو اس کی آنکھوں میں نفرت ابھر آئی لیکن منہ سے کچھ نہیں بولی۔ تھوڑی دیر بعد چائے لگ گئی۔ چائے کے دوران تنویر نے کہا۔ "کچھ بھی سہی تمہیں اس طرح نہیں جانا چاہیے تھا جولیا۔ آخر تم ہماری ذمہ داری تھیں۔ یہاں سب ہی سخت پریشان تھے۔"

"میں نہ بے وقوف ہوں اور نہ بچی۔ اس سلسلے میں، میں یورپ میں بھی کسی کی پابندی قبول نہیں کی، میرے ڈیڈی تک مجھے

کہیں جانے سے نہیں روکتے۔ پلیز تنویر اس موضوع کو ختم کر دو۔"

جولیا کا لہجہ تلخ اور درشت تھا۔ تنویر خاموش ہو گئی۔

محسن نے کہا۔ "مسٹر میکے براؤن تمہارے لیے بہت پریشان ہیں۔ وہ تمہاری وجہ سے یہاں آئے ہیں۔"

"کیا؟" جولیا حیرت سے اچھل پڑی۔

"ہاں مسٹر میکے براؤن یہاں آ چکے ہیں۔"

"کہاں ہیں ڈیڈی؟ کہاں ہیں؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے محسن کو دیکھا، پھر میری طرف گھوم گئی لیکن پھر فوراً ہی اس طرح رُخ بدل لیا کہ جیسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہو۔ پھر وہ محسن کے پیچھے پڑ گئی۔ "مجھے فوراً ڈیڈی کے پاس لے چلو۔ کیا وہ یہاں کوٹھی میں نہیں ہیں؟ کہاں ٹھہرے ہیں وہ؟"

"ہوٹل میرینا میں۔" میں نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور جولیا میری طرف گھوم گئی۔ مجھے دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کی چنگاریاں سُلگ رہی تھیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے سامنے رکھی ہوئی چائے تیزی سے اپنے حلق میں انڈیلی اور پھر اٹھ کر کسی سے کچھ کہے بغیر اندر چلی گئی۔ اسی وقت حسن صاحب کی کار کوٹھی میں داخل ہوئی۔ شاید وہ جولیا کی وجہ سے اپنا پروگرام ملتوی کر کے واپس آئے تھے۔ ہمارے پاس آتے ہی انہوں نے کہا۔ "کہاں ہے جولیا؟"

"اندر ہے۔ اسے اطلاع دے دی گئی ہے کہ اس کا باپ ہوٹل میرینا میں مقیم ہے اور شاید وہ وہیں جانے کی تیاریاں کر رہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"فوراً جا رہی ہے؟"

"جی ہاں۔"

"اس سے پوچھا کہ کہاں چلی گئی تھی؟ اور ہاں اسے تنہا چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ ہم خود اسے میکے براؤن کے پاس پہنچا کر آئیں گے۔ آؤ۔" حسن صاحب نے کہا۔ میں، محسن اور تنویر، حسن صاحب کے ساتھ ہی اندر پہنچے۔ جولیا اپنا سامان سمیٹ رہی تھی۔ ہم سب کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے رکی اور پھر اس نے اپنے سوٹ کیس کو بند کر دیا۔

"تم کہاں چلی گئی تھیں جولی۔ مجھے کوئی اطلاع بھی نہیں دی؟" حسن صاحب نے سوال کیا۔

"سوری انکل۔ یہ میری عادت ہے۔ میں اگر کہیں جاتی ہوں تو کسی سے نہ مشورہ کرتی ہوں نہ کسی کو اپنے پروگرام کے بارے میں اطلاع دیتی ہوں۔ یہاں اکتا گئی تھی، ایسے میں تفریح کرنے نکل گئی۔ آپ پلیز اب مجھ سے یہ نہ پوچھیں کہ میں کہاں چلی گئی تھی۔ میں اب ڈیڈی کے پاس جا رہی ہوں، او کے تنویر۔ بہت اچھا وقت گذرا ہے میرا یہاں۔" جولیا کے لہجے میں طنز تھا۔ تنویر نے کوئی جواب نہیں دیا۔

حسن صاحب چند لمحات کے بعد بولے۔ "اگر تم وہاں جانا ہی چاہتی ہو تو ابھی سامان وغیرہ لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے باپ سے مل لو اس کے بعد جیسا بھی پروگرام بنے۔"

"سوری انکل۔ میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ اب میں یہاں ایک منٹ بھی نہیں رکوں گی۔" جولیا نے کہا اور حسن صاحب نے شانے اچکا دیے۔ تاہم انہوں نے اسے تنہا نہیں جانے دیا۔ بلکہ ایک ڈرائیور کو خاص طور پر یہ ہدایت کی کہ اسے ہوٹل میرینا پہنچا دے۔

جولیا کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گئی۔ جاتے ہوئے اس نے کسی کو خدا حافظ بھی نہیں کہا تھا۔ غصے کی شدت سے پاگل ہو رہی تھی وہ، اور میں جانتا تھا کہ یہ غصہ دراصل کس پر ہے۔ بے وقوف نے یہ تک معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ میں رانی کھیت کیوں نہیں پہنچا۔ بہرحال جولیا کی کہانی تقریباً ختم ہو گئی تھی، بشرطیکہ میکے براؤن اسے کسی اور انداز میں آگے بڑھانے کی کوشش نہ کرتا۔

حسن صاحب نے اس دوران ذرا بھی غفلت نہیں برتی۔ نہ جانے کیسے انہوں نے میکے براؤن کی نگرانی پر لگا دیا تھا۔ تیسرے دن انہوں نے صبح سویرے ٹیکسی فون کر کے کہا۔ "غزالی براؤن آج صبح پانچ بجے کی فلائٹ سے بلجیم چلا گیا۔"

"جولیا کے ساتھ؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں دونوں باپ بیٹی چلے گئے۔"

"آپ کو اتنی صبح کیسے اطلاع مل گئی؟"

"میں نے انتظام کیا تھا اس کا۔ بہرحال غزالی یہ بہتر ہوا کہ اس نے یہاں کوئی الٹی سیدھی حرکت نہیں کی ورنہ نقصان اٹھاتا لیکن ہمیں ہوشیار رہنا ہو گا۔ میں اس کی فطرت سے واقف ہوں۔ وہ مرتے دم تک چین سے نہیں بیٹھے گا۔"

"آپ نے بجا ارشاد فرمایا، وہ کسی بھی حرکت سے باز نہیں آئے گا۔" میں نے کہا۔

"بہرحال ہم غافل نہیں ہیں ———" حسن صاحب نے کہا اور فون بند کر دیا۔ ان واقعات کو کئی دن گذر گئے۔ حالات اب پُرسکون تھے لیکن میرے ذہن میں بوڑھا بابا پھر جاگ اٹھا تھا۔ والڈی واسکاٹ کی ڈائری ابھی میرے پاس ہی تھی۔ اسے حسن صاحب کے کمرے میں پہنچانے کا کوئی موقع نہیں مل سکا تھا۔ میں کئی بار اس کا جائزہ لے چکا تھا لیکن کوئی خاص نکتہ نہیں تلاش کر سکا تھا۔

پھر ایک شام اپنے معمولات سے فارغ ہو کر میں واپس کوٹھی پہنچا تو لان کی محفل گرم تھی۔ فریحہ آئی ہوئی تھی، ہما کو بھی بلا لیا گیا تھا۔ میرا انتظار کیا جا رہا تھا چنانچہ مجھے راستے سے ہی اُچک لیا گیا اور میں ان لوگوں کی تفریحات میں شامل ہو گیا۔ جولیا کا ذکر بھی درمیان میں آیا اور فریحہ بول اٹھی "بھئی میں اسے ہما کی سچائی کا اعجاز سمجھتی ہوں ورنہ بس جولیا تو بڑے ساز و سامان کے ساتھ تشریف لائی تھیں اور بڑے زبردست انداز میں ہمارے غزالی بھائی پر حملہ آور ہوئی تھیں۔ کیوں غزالی بھائی! اللہ اب تو ایک بار اپنی زبان سے اعتراف کر لیں کہ ہما مستقبل میں ہماری بھابی بنے گی۔"

"مستقبل سے زیادہ حال دلچسپ ہے فریحہ صاحبہ۔ اپنے سوال سے پہلے آپ ہمارے سوال کا جواب دیں کہ آپ محسن سے کب ہماری جان چھڑا رہی ہیں۔ آپ یہاں آ کر اپنا محاذ سنبھالیں ہمیں دوسرے کام کرنے ہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بات گول کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔" فریحہ جھینپ کر بولی۔

"خیر ہما سے پوچھے لیتے ہیں۔" محسن نے فریحہ کی مدد کی، اور وہ سب ہما کے پیچھے پڑ گئے لیکن ہما نہ جھینپی نہ شرمائی بلکہ اس نے سپاٹ لہجے میں کہا "شاید یہ کبھی نہیں ہو گا۔ آپ لوگ اپنے ذہن صاف کر لیں۔ اس سلسلے کے دوسرے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔" ہما کے لہجے نے سب کو ششدر کر دیا۔ پھر میری طرف اس توقع پر دیکھا گیا کہ شاید میرے چہرے پر غم و اندوہ کی کیفیت ابھر آئی ہو گی لیکن میرا چہرہ ہر کیفیت سے عاری تھا۔

حسن صاحب اور مسز حسن کے آ جانے سے اس موضوع کو ختم کر دیا گیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر طاہر علی بھی آ گئے۔ دیر تک یہاں نشست رہی۔ پھر طاہر علی ہما کو لے کر چلے گئے۔ محسن کو ہدایت کی گئی کہ وہ فریحہ کو چھوڑ آئے۔ میں بھی انیکسی کی طرف چل پڑا۔ کریم بابا نے دروازہ کھول کر کہا "وہ میاں ہدایت آیا ہے۔ تم سے ملنا چاہتا ہے۔ چھپ کر بیٹھا ہوا ہے بہت دیر سے کہتا ہے کسی کو اس کے بارے میں نہ بتایا جائے۔"

"ہدایت!" میں نے حیرت سے کہا اور اندر داخل ہو گیا۔ ہدایت ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ "بیٹھو ہدایت۔ کریم بابا! ہدایت کے لیے چائے وغیرہ کا بندوبست کیجیے۔" کریم بابا کے جانے کے بعد میں نے کہا "تم خیریت سے ہو ہدایت؟ تمہارے بارے میں تو نہ جانے کیا کیا سُنا تھا۔"

"مجھے حکم دیا گیا تھا صاحب کہ دوبارہ اس شہر [illegible] نظر نہ آؤں مگر ایک اطلاع آپ کو دینا ضروری تھی، اس لیے [illegible] کی بازی لگا کر آیا ہوں۔"

"کیسی اطلاع؟"

"بوڑھے بابا کا پتا چل گیا ہے۔" ہدایت نے کہا اور میں حیرت سے اسے تکتا رہ گیا۔

ہدایت کے الفاظ مجھ پر بم کی طرح گرے۔ مجھے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ جو کچھ کانوں نے سُنا ہے ہدایت نے وہی کہا ہے۔ چند لمحوں تک میں سکتے کے عالم میں رہا پھر میں نے سنبھل کر پوچھا "کس کا پتا چل گیا ہے ہدایت؟"

"بوڑھے بابا کا صاحب! بہت سمجھایا اپنے آپ کو کہ مصیبت میں نہ پڑوں، رُخ بھی نہ کروں اِدھر کا۔ مجھے کیا پڑی ہے۔ بڑے لوگوں کے معاملات ہیں۔ وہ جانیں اور ان کا کام جانے لیکن صاحب آپ کی وجہ سے دل نہیں مانا۔ میں جانتا ہوں کہ اس کے بھاگ جانے [سے] آپ بھی مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔ اور پھر اپنی کچھ غرض بھی تھی۔ نوکری تو صاحب یہاں سے جا کر کوئی ملی نہیں۔ جیب میں کوڑی نہیں ہے، جن سسروں کے حوالے کیا گیا تھا، انھوں نے گھڑی تک اتار لی ایک پیسا جیب میں نہ چھوڑا۔ بلا ٹکٹ سفر کرنا پڑا۔ مصیبت آئی تھی تو بھگتنا ہی تھا۔ اب سسرال کی روٹیوں پر پڑا ہوں۔ اس امید پر آپ کے پاس آیا ہوں کہ بوڑھے بابا کے مل جانے کی خوشی میں آپ میری کچھ مدد کر دیں گے۔"

"بوڑھا کہاں ہے ہدایت؟" میں نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"بلند شہر کے پاس، مان کھیڑہ گاؤں میں۔ پربھات سنگھ کھتہ کا نام سُنا ہے آپ نے؟" ہدایت نے پوچھا۔

"تمھیں کیسے معلوم کہ وہ وہاں ہے؟" میں نے اس کی بات اَن سُنی کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے خود دیکھا ہے صاحب!"

"تم وہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"اپنی سسرال وہیں ہے۔ آپ کو میری کہانی نہیں معلوم [illegible]۔ آپ نے سوچا ہو گا کہ میں خود بھاگ گیا۔ میں خود نہیں گیا تھا۔ ایک دن آپ موجود نہیں تھے کہ ڈاکٹر صاحب میرے پاس آئے۔ انھوں نے بڑی نرمی سے مجھ سے بات کی اور بوڑھے بابا کے فرار کے بارے میں پوچھتے رہے پھر رازدارانہ انداز میں بولے کہ میں تھوڑی دیر بعد باہر آ کر ان سے ملوں اور پھر وہ کوٹھی سے نکل گئے۔ میں سوچ [بھی]

نہیں سکتا تھا کہ اُن کے دل میں کیا ہے۔ میں باہر نکل کر اُن کے پاس پہنچا تو وہ کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھ سے کار میں بیٹھنے کے لیے کہا تو میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد صاحب انھوں نے مجھے ایک گھر کے سامنے اتارا۔ اور اپنے ساتھ اندر آنے کے لیے کہا۔ اندر کئی غنڈے موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے ان غنڈوں کے حوالے کر دیا، تب مجھے اندازہ ہوا کہ اُن کے دل میں کیا ہے۔ صاحب ان سب نے مجھے بُری طرح مارا اور ڈاکٹر صاحب نے اپنی نگرانی میں مجھے پٹوایا۔ پھر انھوں نے مجھ سے بوڑھے بابا کے فرار کے بارے میں پوچھا۔ جو کچھ مجھے معلوم تھا صاحب وہ میں نے بتا دیا لیکن ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ میں کچھ اور بھی جانتا ہوں۔ چنانچہ مجھے تین دن تک وہیں بند رکھا گیا اور چار چوٹ کی مار ماری گئی۔ چوتھے روز ڈاکٹر صاحب آئے اور مجھے حکم دیا کہ یہاں سے نکل جاؤں اگر یہاں دیکھا گیا تو قتل کر دیا جاؤں گا۔ میری بُری حالت تھی، جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ اس گھر سے نکل کر سیدھا ریلوے اسٹیشن پہنچا اور گاڑی میں بیٹھ گیا یہ تو شکر تھا کہ اپنے راستے کی گاڑی تھی ورنہ اور مصیبتیں اٹھانی پڑتیں۔ بلند شہر پر اتر گیا اور پھر وہاں سے کھیڑہ آ گیا۔ حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ سسر صاحب نے بیوی بچوں کو بھی وہیں بلوا لیا اور..." وہ تو باقاعدہ داستانِ امیر حمزہ سنانے بیٹھ گیا۔

"ہدایت! بوڑھے بابا کو تم نے کہاں دیکھا؟"

"کنور کھتہ کی بگھی میں۔ حالت ٹھیک ہو گئی تھی کچھ۔ کالی تلیا پر اپنے سالے کے ساتھ مچھلی کا شکار کھیلنے نکل گیا تھا۔ کالی تلیا کے پاس کنور کھتہ کا باغ ہے، تلیا کے ساتھ سڑک گزرتی ہے۔ اسی سڑک پر میں نے بگھی جاتی دیکھی جو باغ سے نکلی تھی۔"

"اور بوڑھا اسی بگھی میں تھا؟"

"جی صاحب!"

"بگھی کھلی ہوئی تھی؟"

"اس کی چھت پلٹی ہوئی تھی۔" ہدایت نے جواب دیا۔

"تمھیں یقین ہے کہ وہ بوڑھا بابا ہی تھا؟"

"مجھے اور یقین نہ ہو گا صاحب؟ میں تو اُس کے ساتھ مہینوں رہا ہوں۔"

"اُس وقت اس کا کیا حلیہ تھا؟"

"بہت اچھے کپڑے پہن رکھے تھے، صاف ستھرا نظر آ رہا تھا۔"

"اور کون تھا اُس کے ساتھ؟"

"کوچوان کے علاوہ تین آدمی اور تھے، دو سامنے بیٹھے ہوئے تھے ایک پیچھے کھڑا تھا۔ وہ سب پربھات کھتہ کے نوکر دکھائی دیتے تھے۔" ہدایت نے بتایا۔ یہ بڑا پراسرار انکشاف تھا جس نے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔

"بوڑھے بابا کی کیفیت میں تم نے کوئی تبدیلی محسوس کی تھی ہدایت؟" میں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد پوچھا۔

"اتنا موقع کہاں ملا صاحب، میں نے اسے دیکھا اور پہچان لیا۔ اس دوران بگھی آگے بڑھ گئی۔ جو کچھ ہم پر بیت چکی تھی صاحب اس کے بعد اس کی گنجائش کہاں تھی کہ ہم اس چکر میں پڑتے۔ اگر آپ کا خیال نہ آ جاتا تو اِدھر کا کبھی رُخ بھی نہ کرتے!" ہدایت نے جواب دیا۔

میں کافی دیر تک خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر میں نے کہا "تم فکر مت کرو، ہدایت یہ بتاؤ اب تمھارا کیا پروگرام ہے؟"

"اپنی پریشانی آپ کو بتا چکا ہوں، اب آپ جو چاہیں کریں، آپ مالک ہیں!"

"یہاں کام کر کے تم مطمئن تھے؟"

"کیوں نہیں صاحب! کچھ لوگوں نے ہی بہکایا تھا، ورنہ آپ معلوم کر لیں کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔"

"تو ٹھیک ہے سمجھو تمھاری یہاں کی ملازمت برقرار ہے جتنے دن غیر حاضر رہے ہو اس کی تنخواہ پوری ملے گی اور کوئی تم سے تمھاری غیر حاضری کے بارے میں نہیں پوچھے گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں صاحب! یہاں کے علاوہ کہیں اور کچھ ہو سکے تو۔ ڈاکٹر صاحب اس بار زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"خیر آج رات تو تم یہیں کریم بابا کے پاس سو جاؤ، میں اُن سے کہے دیتا ہوں لیکن اس وقت تک یہاں سے باہر مت نکلنا جب تک میں نہ کہوں۔ کل میں تمھیں دو ہزار روپے دے دوں گا جو تم اپنی بیوی کو بھجوا دینا۔ تمھیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی اس کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔"

"بہتر جناب!" ہدایت نے کہا۔ میں اُسے کریم بابا کے حوالے کر کے واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ دل چاہ رہا تھا کہ فوراً مان کھیڑہ پہنچ جاؤں اور بوڑھے بابا کو اپنے قبضے میں لے لوں۔ مگر کچھ نئے نام سامنے آئے تھے۔ کنور پربھات سنگھ کھتہ جو ایک بڑا زمیندار تھا، بوڑھا بابا بقول ہدایت کے اس کی بگھی میں سفر کر رہا تھا۔ اتنا اہتمام بلا وجہ تو نہ ہو گا۔ کنور کھتہ کا بوڑھے سے کیا تعلق ہے۔ کیا بوڑھا اتفاقیہ اس کے ہاتھ لگ گیا ہے، یا کھتہ اس کی شخصیت سے کچھ واقف ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو معلوم نہیں کہ کنور کا کون سا مفاد اُس سے وابستہ ہو۔ اور اگر اس کا کوئی مفاد بوڑھے بابا سے وابستہ ہے تو وہ بھلا کاہے کو مجھے اس تک پہنچنے دے گا۔ ایسی صورت میں اگر اُسے علم ہو گیا کہ میں بوڑھے کا دعویدار ہوں تو وہ میرے ساتھ بھی جانے کیا سلوک کرے۔ کوئی احمقانہ جلد بازی مناسب نہیں

تھی۔ میں اس بارے میں بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔

کافی رات ہو گئی تھی مگر بات ایسی تھی کہ ہضم نہیں ہو سکی چنانچہ لباس تبدیل کر کے انیکسی سے باہر آ گیا۔ پورچ میں ڈاکٹر طاہر علی کی کار کھڑی تھی۔ اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ رات کو جاگنے والے ایک ملازم سے حسن صاحب کے بارے میں پوچھا تو اُس نے بتایا کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں ہیں۔ "میں انھیں ابھی کافی دے کر آیا ہوں صاحب!"

"ایک پیالی اور پہنچا دو ان کے کمرے میں!" میں نے کہا اور حسن صاحب کی خواب گاہ کی طرف چل پڑا۔ دروازے پر ہلکی سی دستک دی تو اندر سے اجازت مل گئی۔ لیکن دونوں مجھے دیکھ کر حیران رہ گئے۔

"خیریت غزالی۔ سب خیریت ہے نا؟" حسن صاحب بے صبری سے بولے۔

"بالکل! ناوقت مخل ہوا ہوں اگر مصروفیت ہو تو کچھ دیر کے بعد..."

"بالکل نہیں آؤ۔" حسن صاحب بولے۔ اور پھر انھوں نے گھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ملازم کو بلا رہے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، ہم لوگ کافی پی رہے ہیں تم بھی پیو۔" حسن صاحب بولے۔

"میرے لیے آ رہی ہے!" میں نے کہا اور حسن صاحب کے اشارے پر اُن کے سامنے بیٹھ گیا۔

"طاہر علی سے میری بہت گہری دوستی ہے غزالی۔ درمیان میں شیطان آ گیا تھا، لیکن خدا کے فضل سے ہم پھر یکجا ہو گئے ہیں۔ اس وقت ہم شیطان کے بارے میں ہی گفتگو کر رہے تھے۔ طاہر نے مجھے فون کیا تو میں نے انھیں بلا لیا!"

"ہما ٹھیک ہیں ڈاکٹر صاحب؟"

"بالکل غزالی میاں، کچھ اعترافات کر رہا تھا حسن کے سامنے۔ حسن صاحب جانتے ہیں کہ خدا کے فضل سے میں قلاش انسان نہیں ہوں۔ میکے براؤن نے جو لالچ دیا تھا اُس سے صرف میں اس لیے مغلوب ہو گیا تھا کہ خزانے کا لفظ ایک پُراسرار دلکشی کا حامل ہے۔ میں، حسن اور خود میکے براؤن ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو اپنے مصائب دور کرنے کے لیے کسی خزانے کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بس ایک شوق ہے۔ اب جبکہ حسن اور میں سارے معاملات سے واقف ہو چکے ہیں تو میں سوچتا ہوں کہ ہم خزانے کی تلاش کی دوڑ میں میکے براؤن کو آگے کیوں نکلنے دیں؟ ظاہر ہے وہ خزانے کی تلاش سے دستبردار نہیں ہو گا اور ہر طرح کی جدوجہد کرے گا۔ ہم اپنے طور پر اس سلسلے میں کام کریں گے بلکہ زیادہ موثر انداز میں کریں گے۔ تمھاری کیا رائے ہے؟"

"میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے!" میں نے جواب دیا۔

"ہم دونوں بھی اس پر متفق ہو گئے ہیں۔ بوڑھے کے بارے میں اب تک جو نظریہ قائم ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ شخص خزانے کی جائے وقوع سے واقف ہے ممکن ہے یہ ان فوجیوں میں سے کوئی ہو جو جرمنوں کی پسپائی کے وقت اُن کے ساتھ ہو۔ ممکن ہے وہ خود جرمن ہو۔ ہم اُس کی قومیت کا کوئی تعین تو نہیں کر سکے ہیں۔ وہ جرمن باشندہ ہو سکتا ہے، کوئی بہت بڑا جرمن جنرل ہو سکتا ہے جس کا ذہنی توازن کسی حادثے کے سبب خراب ہو گیا ہو اور پھر وہ خطرناک جاسوسہ ولینی کے ہاتھ لگ گیا ہو۔ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ ولینی نے خود اس کا ذہنی توازن کچھ خاص دواؤں کے ذریعے سے خراب کیا ہو گا کہ وہ خزانے کا راز اگل نہ دے۔ بوڑھے کو اس نے جس طرح پہرے میں رکھا تھا اُس سے اس شبہے کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ ولینی نے اس خزانے کے رازدار کو ہلاک کیوں نہ کر دیا۔ اس سوال کا یقیناً کوئی جواب نہیں ہے۔ ہمارے پاس بوڑھا مٹی کے کھلونے بنا کر غالباً گمشدہ ماضی یاد کرتا تھا جو اس کے ذہن کی گہرائیوں میں کھو گیا ہے۔ ہم تو بس اسی قسم کے اندازے لگا سکتے ہیں۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے غزالی کہ اب کیا کیا جائے؟" حسن صاحب نے کہا۔

"بوڑھا اگر مل جائے تو اب میں اس کا فوراً آپریشن کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ میں اس کی کھوئی ہوئی یادداشت واپس لے آؤں گا۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"ویسے آپ اس کی ذہنی کیفیت کو تو پوری طرح سمجھتے ہی ہوں گے؟" میں نے ڈاکٹر طاہر سے پوچھا۔

"بڑی حد تک سمجھتا ہوں۔ اگر وہ ہاتھ لگ جائے تو اب دوسرے انداز میں اس کا علاج کروں گا۔ ابھی تک تو میں صرف براؤن کی ہدایات پر عمل کرتا رہا ہوں۔ لیکن یہ تو ایک سادہ سی بات ہے کہ کھلونے بنا کر توڑ دینا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اس کا سویا ہوا ذہن جاگنے میں کوشاں ہے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"مگر وہ بوڑھا تو یوں لگتا ہے جیسے زمین کی گہرائیوں میں گُم ہو گیا۔ کوئی نشان تو ملے اس کا۔ پتا تو چلے کہ زندہ ہے یا مر گیا۔ میرے ذہن میں تو بار بار ایک ہی خیال آتا ہے اور وہ یہ کہ دیوانگی کے عالم میں اُس نے خودکشی کر لی، شاید دریا میں ڈوب مرا۔ لیکن لاش تو ملنی چاہیے تھی۔" حسن صاحب نے کہا۔

"اس وقت میں اسی سلسلے میں حاضر ہوا تھا۔" میں نے کہا۔

"کوئی تجویز ذہن میں آئی ہے؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"جی نہیں! ہدایت آیا ہے!" میں نے شگفتگی سے کہا۔

"کیا مطلب؟" طاہر علی بوکھلا کر بولے۔

"بُری طرح خوفزدہ ہے کیونکہ اُسکے آئندہ اس شہر میں دیکھے جانے کی سزا موت تھی لیکن بچوں کی بھوک اُسے واپس لے آئی ہے۔" میں نے بدستور اسی انداز میں کہا۔ اور طاہر علی خجالت سے حسن صاحب کو دیکھنے لگے۔

"بھئی کچھ ہماری سمجھ میں بھی تو آئے؟" حسن صاحب اُلجھ کر بولے۔

"وہ بوڑھے کی خبر لے کر آیا ہے اور جان بخشی کا طالب ہے۔"

"اوہ کیا... کیا اُسے بوڑھے کے بارے میں کوئی اطلاع ملی ہے؟" ڈاکٹر طاہر علی حیرت سے اچھل پڑے۔

"میں کہتا ہوں مجھے بھی تو کچھ بتاؤ۔" حسن صاحب نے پھر مداخلت کی۔

"میں تمھیں ہدایت کے بارے میں بتا چکا ہوں حسن! کیوں بار بار مجھے شرمندہ کرتے ہو۔ میں نے اُسے یہاں سے بھگا دیا تھا۔ ہاں غزالی میاں، تو وہ کیا خبر لایا ہے بوڑھے کے بارے میں؟"

"اُس نے بوڑھے کو دیکھا ہے اور مجھے بتانے دوڑا آیا ہے۔"

"کہاں دیکھا ہے؟" طاہر علی نے شدید بے چینی سے پوچھا۔

اور میں نے ہدایت کی پوری کہانی سُنا دی۔ حسن صاحب بھی بہت پرجوش ہو گئے۔ انھوں نے کچھ بولنا چاہا لیکن طاہر علی ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "مان کھیڑہ کا کنور پربھات سنگھ۔ یہی نام لیا ہے تم نے؟"

"جی ہاں! آپ اُسے جانتے ہیں؟"

"اچھی طرح، اُس کی بیٹی میرے زیر علاج ہے۔ لیکن وہ تو بیحد شریف آدمی ہے اس سے کسی مجرمانہ اقدام کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ حسن تم بھی تو جانتے ہو گے اُسے؟" طاہر علی نے کہا۔

"نام آشنا لگتا ہے! شاید کبھی ملاقات ہوئی ہو، لیکن طاہر علی بوڑھے کی وہاں موجودگی کنور کے کسی مجرمانہ اقدام کی نشاندہی تو نہیں کرتی۔ ممکن ہے وہ اتفاقیہ طور پر اُس کے ہاتھ لگ گیا ہو اور کسی نیم پاگل، عمر رسیدہ شخص پر کوئی بھی رحم کھا کر اسے اپنے گھر میں جگہ دے سکتا ہے۔"

"ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے!" طاہر علی نے کہا۔

"ہدایت کہاں ہے؟"

"میں نے اُسے انیکسی میں ہی جگہ دے دی ہے اور وعدہ کر لیا ہے کہ اس کی نوکری بحال کر دی جائے گی۔ وہ مالی طور پر پریشان ہے۔"

"کیا ہدایت کی ضرورت ہے؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"مان کھیڑہ کے سلسلے میں؟"

"ہاں!"

"پہلے یہ فرمائیے کہ اب اس اطلاع کے بعد آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بوڑھے پر فوراً قبضہ کر لینا چاہیے!" حسن صاحب نے کہا۔

"میں اس سے متفق ہوں!" طاہر علی بولے۔

"طریقۂ کار کیا ہو گا؟"

"وہی طے کرنا ہے۔ تم بتاؤ طاہر جیسا کہ تم نے کہا کہ بوڑھے کی اس کے پاس موجودگی اتفاق بھی ہو سکتی ہے اگر ہم پربھات کھتہ سے بات کریں اور بوڑھے کے بارے میں..."

"قطعی مناسب نہیں ہے!" میں نے حسن صاحب کی بات پوری نہ ہونے دی۔

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے پھر بولے "یہ صرف ایک تجویز تھی۔ کیوں طاہر تمھارا کیا خیال ہے؟"

"یہ ہو سکتا ہے لیکن غزالی اس کی مخالفت کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ایسا نہیں کیا جائے گا!"

"یہ تصویر کا ایک رُخ ہے۔ فرض کریں یہ صرف اتفاق نہ ہو اور کنور پربھات سنگھ، بوڑھے کی اصلیت سے واقف ہوں تو زبردست نقصان ہو جائے گا۔ وہ کبھی ہمیں اس تک نہ پہنچنے دیں گے بلکہ محتاط ہو جائیں گے کہ ہم بوڑھے کی ان کے پاس موجودگی سے واقف ہیں۔ ان امکانات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ ہم یہ خطرہ کیوں مول لیں۔ میں اس ضمن میں ایک بات اور عرض کر دوں اس پر بھی براہِ کرم غور کریں۔ ولاڈی واسکاٹ آپ لوگوں کو جاپان میں ملا اور اس نے مرتے ہوئے بے بسی کے ایک احساس کے ساتھ آپ کو کچھ تفصیل بتا دی۔ پھر اُس کی کہانی اخبارات میں چھپی تو آپ کے خیال میں کیا وہ کہانی چند نگاہوں تک محدود رہی ہو گی۔ کیا خزانوں کے دوسرے رسیا اُس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ہوں گے؟ کیا ان کی تحقیقات ولینی اور اس کے بعد اس بوڑھے تک نہ پہنچی ہوں گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ سب سے پہلے آپ اس بوڑھے پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس امکان کو نظر انداز کرنا کہ بوڑھے سے کوئی اور بھی واقف ہو سکتا ہے معاف کیجیے عقلمندی نہیں ہے۔"

حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی حیرت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میرے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ اسی انداز میں مجھے گھورتے رہے۔ پھر بیک وقت دونوں کی آوازیں ابھریں "اوہ۔ واقعی یہ..." دونوں ایک ہی جملہ ادا کر کے خاموش ہو گئے۔ طاہر علی نے جملہ پورا کیا۔ "اس پر غور ہی نہیں کیا۔ یہ بات ذہن میں آئی ہی نہیں۔"

"اگر ایسا ہے تو اس سے قبل ایسی کوئی کوشش کیوں نہیں ہوئی

حسن صاحب نے پوچھا۔

"کوشش ضرور ہوئی ہوگی، کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ اندازہ نہیں ہوا کہ بوڑھا کہاں ہے اور اچانک بوڑھے کے بارے میں انکشاف ہوگیا۔ آپ بھول گئے حسن صاحب بوڑھے بابا کے بارے میں انکشاف کو آپ بھول گئے!" میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" حسن صاحب نے کہا۔

"اخبار کے اشتہار اور بوڑھے بابا کی تصویر کو آپ بھول گئے" میں نے کہا۔ اور ڈاکٹر طاہر علی نے سر تھام لیا۔ حسن صاحب بھی نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گئے۔ "اس لڑکے کی ذہنی قوتوں کو تماشا دیکھ رہے ہو حسن۔ قیامت خیز ذہن کا مالک ہے۔ کتنا باریک بیں ہے۔ امکانات ہیں اس کے۔ بڑی موثر دلیل ہے، ایسا یقیناً سکتا ہے۔ اٹلی کے حکام اس خزانے کو پانے میں ناکام رہے ہیں مت لوگوں نے کوششیں کی ہوں گی اور متعدد لوگ اب بھی کوشش کر رہے ہوں گے۔ پربھات سنگھ بھی ان میں شامل ہو سکتا ہے۔ تم یا میکے براؤن کیا جرائم پیشہ لگ ہو؟ اپنی دلچسپی کی وجہ سے ہی تو تم اس حد تک گئے۔ اور لوگ بھی تمھاری طرح ہو سکتے ہیں لیکن تم سے کہیں زیادہ پُرجوش ہو سکتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ بوڑھا اُن کے ہاتھ نہیں لگا، تمھارے ہاتھ لگ گیا۔"

"لیکن بوڑھے کی تصویر کس طرح ان لوگوں کے ہاتھ لگ گئی؟" حسن صاحب بولے۔

"کسی کے اپنے ذرائع بھی ہو سکتے ہیں۔ کوئی ہم سے زیادہ بھی جان سکتا ہے، ہم لوگ تو بوڑھے کے بس نگراں ہی رہے ہیں ممکن ہے کوئی اس کی اصلیت سے بھی واقف ہو۔ یہ بھی جانتا ہو کہ وہ کون ہے!"

حسن صاحب تشویشناک انداز میں گردن ہلانے لگے، پھر بولے "اگر یہ بات ہے تو کیا پربھات سنگھ ہمیں اس کی ہوا بھی لگنے دے گا؟"

"فیصلہ کرنا مشکل ہے حسن! ضروری نہیں ہے کہ پربھات سنگھ بھی اُنھیں لوگوں میں سے ہو۔ لیکن اس سے ملاقات سے قبل اس امکان کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔ ہمیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہوگا۔ اگر بوڑھا اتفاقیہ طور پر اس کے ہاتھ لگا ہے تو ہم آسانی سے اُسے حاصل کر لیں گے اور اگر وہ بوڑھے سے دلچسپی رکھتا ہے تو پھر کچھ اور کرنا پڑے گا۔"

"اب تو بہت سے خیالات آ رہے ہیں میرے ذہن میں، ممکن ہے پربھات سنگھ کو کسی طرح بھنک مل گئی ہو اور اس کے لوگ میری کوٹھی کے آس پاس موجود رہے ہوں۔ اس تاک میں رہے ہوں کہ..."

"سب کچھ ہو سکتا ہے۔ یہ سوچو کہ اب ہمیں فوری طور پر کیا کرنا چاہیے غزالی تمھارا کیا خیال ہے اس سلسلے میں؟"

"میرے خیال میں کسی پیچیدہ طریقہ کار کو اختیار کیے بغیر سیدھی راہ اختیار کی جائے۔ ہم لوگ مان کھیڑہ چلتے ہیں۔ ہدایت کو بھی ساتھ لے لیا جائے تو بہتر ہے۔ وہ ہم سے الگ رہ کر ہماری ہدایات کے مطابق کام کرے گا۔ ہاں ڈاکٹر صاحب آپ نے فرمایا تھا کہ آپ پربھات سنگھ کی بیٹی کا علاج کر رہے ہیں؟"

"ہاں، میں اس کا معالج ہوں۔"

"وہ اپنی بیٹی کو خود آپ کے پاس لایا تھا؟"

"ہسپتال میں لایا تھا، بعد میں اس کی خواہش ہوئی کہ گھر ہی اس کا علاج کرائے چنانچہ اب..."

"کچھ فائدہ ہے اس کی بیٹی کو؟" میں نے ان کی بات کاٹ دی۔

"تقریباً چالیس فیصد، وہ میرے علاج سے مطمئن ہے۔"

"آپ سے اچھی سلام دعا ہوگی؟"

"بہت عزت کرتا ہے میری!"

"جاتے رہتے ہیں وہاں؟"

"تین چار بار گیا ہوں... ضرورت پڑنے پر جا سکتا ہوں کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے۔"

"بس تو ٹھیک ہے! ہم کل وہاں چلتے ہیں۔ حسن صاحب کو مان کھیڑہ میں ایک صنعت لگانے کے لیے مناسب جگہ کی تلاش ہے۔ اس سلسلے میں آپ ان کی معاونت کریں گے اور ہم لوگوں کو لے کر مان کھیڑہ پہنچ جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ کے کسی دوست کو مان کھیڑہ میں کسی بھی قسم کا کام ہے تو آپ اُسے لے کر کنور پربھات سنگھ کے پاس نہ جائیں گے تو کہاں جائیں گے؟"

"ہاں مناسب بات ہے۔ کل کس وقت چلنا ہے؟"

"بہتر ہوگا کہ صبح کو ناشتے کے بعد... کام بن گیا تو کل ہی واپسی بھی ہو جائے گی، نہ بنا تو وہاں ٹھیر بھی جا سکتا ہے۔"

"ہوں!" ڈاکٹر طاہر علی سوچ میں ڈوب گئے پھر بولے "بوڑھے کے بارے میں تذکرہ کیسے کروں گا پربھات سنگھ سے؟"

"اس کا بھی ایک طریقہ ہے! ہم اشتہار والا اخبار ساتھ رکھیں گے۔ میں ایک تیسری شخصیت بن جاؤں گا۔ اگر بوڑھا بابا ہمیں عام حیثیت میں وہاں نظر آ جاتا ہے تو ٹھیک ہے ہم براہِ راست اس کے بارے میں بات کر کے اُسے ساتھ لے آئیں گے اور اگر وہ ہمیں نہیں ملتا تو آپ اس کا معاملہ مجھ سے متعلق کر دیں، میں کہہ دوں گا کہ مجھے کسی سے اس کے یہاں دیکھے جانے کی اطلاع ملی تھی اور میں اس کی تلاش میں آیا ہوں۔ بات کسی نہ کسی طرح بن ہی جائے گی ڈاکٹر صاحب! پہلے ہم وہاں پہنچ جائیں اگر کوئی غلط صورتِ حال ہے تو پھر کنور پربھات سنگھ کم از کم حسن صاحب کی شخصیت سے مزید آشنا ہوگا۔ اس کا اندازہ ملاقات ہوتے ہی ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ وہ بوڑھے بابا کو حسن صاحب کے گھر سے اُٹھا لایا ہو اور ان کو جانتا تک نہ ہو۔"

"تو پھر کل دس بجے؟" حسن صاحب نے کہا۔

"بالکل طے رہا۔ اب مجھے اجازت دو حسن! بائی روڈ چلیں گے زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ انتظامات میں کروں گا۔ تم دونوں مجھے تیار ملنا۔" ڈاکٹر طاہر علی اُٹھتے ہوئے بولے۔

اُن کے جانے کے بعد حسن صاحب نے کہا "اب یہ بالکل ٹھیک ہو گیا ہے غزالی! ہم اس پر بھروسا کریں گے۔ ہدایت کے سلسلے میں جو کچھ تم نے سوچا ہے وہ بھی ٹھیک ہے، ہاں صبح کو ناشتا میرے ساتھ ہی کرنا!"

"ہدایت کو بھی ساتھ ہی لے چلیں گے!"

"قابلِ اعتماد ہے۔ وہ کوئی اُلجھن تو نہیں پیدا کرے گا؟"

"بالکل! اس کی طرف سے آپ مطمئن رہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی حرج نہیں ہے۔" حسن صاحب نے کہا اور پھر وہ واپس چلے گئے تو میں انیکسی میں آ گیا۔ صبح کو جلدی جاگنا تھا اس لیے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسری صبح کریم بابا سے ہدایت کو ناشتا کرانے کے لیے کہہ کر حسن صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ ہم نے ساتھ ہی ناشتا کیا اور حسن صاحب مجھ سے آج کے پروگرام کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ "میں نے تمھیں اپنے ساتھ ناشتا کرنے کے لیے اس لیے کہا تھا کہ اگر رات کو کوئی بات ذہن میں آئے تو طاہر علی کے آنے سے قبل اس پر گفتگو کر لوں۔ پروگرام بالکل ٹھیک ہے بوڑھے کے معاملے کو تم مکمل طور پر خود سے منسوب کر لو تاکہ پربھات سنگھ اگر اس معاملے میں ملوث ہے تو اس کی نگاہ صرف تم پر رہے ہم درپردہ اس کی نگرانی کریں گے۔"

"بہت مناسب!" میں نے جواب دیا۔

"ہدایت سے مزید کوئی بات ہوئی؟"

"نہیں اب کروں گا۔ اور کوئی حکم ہے میرے لیے؟"

"بس طاہر علی کا انتظار ہے۔ وہاں قیام طویل بھی ہو سکتا ہے چند جوڑے کپڑے رکھ لینا۔"

"ڈاکٹر صاحب آ جائیں تو فون کر کے مجھے بلا لیجیے!" میں نے کہا اور حسن صاحب کے پاس سے چلا آیا۔ انیکسی میں آ کر پہلے میں نے کریم بابا کو اپنے دو چار دن باہر رہنے کی اطلاع دی۔ اس کے بعد ہدایت کے پاس پہنچ گیا۔

"دیکھو ہدایت! یہ بات تمھیں معلوم ہے کہ کچھ عرصہ قبل ڈاکٹر طاہر علی، حسن صاحب کو دھوکا دے رہے تھے اور تمھارے ذریعے بوڑھے بابا کو غلط دوائیں استعمال کرا رہے تھے۔"

"کیا ہمیں اس کی گواہی دینی پڑے گی کہیں... ایسا نہ کریں غزالی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ ہم ان دواؤں کے بارے میں نہیں جانتے تھے بس جو ڈاکٹر صاحب کہتے تھے وہی..."

"ضرورت سے زیادہ نہ بولو ہدایت پوری بات سُن لو۔ یہ تمام باتیں حسن صاحب کو معلوم ہو چکی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے اُن کی بات ہو چکی ہے اور حسن صاحب نے اُنھیں معاف بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ اب ڈاکٹر صاحب کو تم سے بھی کوئی دشمنی نہیں رہی ہے۔ میں نے تمھارے بارے میں بات کر لی ہے حسن صاحب تمھیں دوبارہ اسی حیثیت سے ملازم رکھنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن تمھارے اوپر ایک ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔"

"سب کچھ کریں گے غزالی صاحب! آپ کی مہربانیوں سے اب سر نہیں اُٹھا سکتے۔ فرمایئے۔"

"بوڑھے بابا کو برآمد کرانا اب تمھارا کام ہے۔ ہاں یہ بتاؤ یہ پربھات سنگھ کس قسم کا آدمی ہے؟"

"ہمیں اس سے زیادہ واقفیت نہیں ہے غزالی صاحب! سسرال کے لوگ بتاتے ہیں کہ شریف آدمی ہے کوئی شکایت نہیں ہے کسی کو اس سے۔ خود بھی سکون سے زندگی گزارتا ہے اور کسی کو پریشان بھی نہیں کرتا۔"

"بڑے زمیندار کی حیثیت سے اس نے کسی پر کوئی ظلم تو نہیں کیا؟"

"ایسی کوئی بات نہیں سُنی!"

"یہ بتاؤ اس کی حویلی میں تمھارا کوئی شناسا ہے؟"

"میرا تو نہیں مگر حویلی کے باغ کے مالی سے میرے سالے کے بڑے اچھے تعلقات ہیں وہ اکثر باغ کی سبزی میری سسرال میں دے جاتا ہے۔"

"بہر حال تم میرے ساتھ چل رہے ہو۔ حسن صاحب اور ڈاکٹر صاحب بھی جا رہے ہیں اور ہاں پہلے میں تمھیں پیسے دے دوں۔ ایک منٹ!" میں نے اندر جا کر دو ہزار روپے نکالے اور ہدایت کو لا کر دے دیے۔

"آپ کا یہ احسان!" ہدایت نے کہنا چاہا لیکن میں نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے روک دیا۔ "تم ہمارے ساتھ چل رہے ہو۔ مان کھیڑہ کی سرحد کے پاس گاڑی سے اُتر کر تم اپنی سسرال چلے جانا کوئی ایسی جگہ بتاؤ جہاں مان کھیڑہ میں تم سے ملاقات ہو جائے؟"

"مان کھیڑہ چھوٹی سی جگہ ہے۔ پوری بستی میں آٹے کی پسائی کی ایک ہی چکی ہے، جو میرے سسر کی ہے۔ سارا دن وہیں ملتا ہوں۔ آپ کو اُسے تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"گڈ! ہدایت، ہم اور تم اس بارے میں کسی کو ایک لفظ مت بتانا۔ اگر ضرورت پڑی تو تم سے کچھ کام لیا جائے گا۔ ہم واپسی میں تمھیں ساتھ لے آئیں گے۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں!" ہدایت نے جواب دیا۔ دو ہزار روپے اس کی جیب میں منتقل ہو گئے تھے اور اس کا چہرہ خوشی سے

گلنار تھا۔

ساڑھے دس بجے حسن صاحب کا فون آ گیا۔ طاہر علی کو میں ایک سیاہ لینڈ روور میں آتے ہوئے دیکھ چکا تھا اور اب حسن صاحب کے فون کا انتظار ہی کر رہا تھا۔

"غزالی! ڈاکٹر صاحب آ گئے ہیں۔ تم فوراً آ جاؤ۔"

"بہتر!" میں نے جواب دیا اور فون بند کر کے اپنا کٹ بیگ اُٹھایا جسے ہدایت نے فوراً میرے ہاتھ سے لے لیا۔ "ڈاکٹر صاحب کے سامنے چلتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے صاحب!" ہدایت نے ساتھ سیڑھیاں اترتے ہوئے کہا۔

"ضرور ڈرتے رہو، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور تیز قدموں سے چلتا ہوا لینڈ روور کے پاس پہنچ گیا... باوردی ڈرائیور ساتھ تھا جس نے ہدایت کے ہاتھ سے بیگ لے کر اندر رکھ دیا اسی وقت حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی بھی پہنچ گئے۔ ہدایت نے انھیں سلام کیا جس کا جواب دے کر وہ دونوں اندر بیٹھ گئے۔ ان دونوں میں سے کسی نے ہدایت سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ مجھے تو محسن کی چنڈال چوکڑی پر حیرت تھی جس نے ان معاملات میں ذرا بھی مداخلت نہیں کی تھی، اس وقت بھی سب اندر موجود تھے۔ محسن کی کار بھی نظر آ رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ حسن صاحب نے کسی کو بھی اس سفر کے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہوگا۔ ویسے جولیا کے چلے جانے کے بعد سے کچھ سناٹا سا پھیل گیا تھا۔ شام کی چائے اب لان پر نہیں پی جاتی تھی۔ زیادہ تر لوگ اندر ہی گھسے رہتے تھے۔ ندرت کے سلسلے میں بھی کسی کو تردد نہیں تھا اور اس کی وجہ یہی ہو سکتی تھی کہ یہاں کسی کو اُس سے دلی تعلق نہیں تھا۔ وہ جس طرح آئی تھی اسی طرح چلی گئی کون فکر میں پڑتا۔

لینڈ روور کا انجن بے آواز تھا۔ سڑکیں طے ہوتی رہیں اور ہم شہر سے باہر جانے والی سڑک پر نکل آئے۔ بلند و بالا عمارتیں آنکھوں سے اوجھل ہو چکی تھیں اور اب دو رویہ کھیت اور باغات نظر آ رہے تھے۔ اب تک مسلسل خاموشی طاری رہی تھی۔ پھر حسن صاحب نے ہی یہ سکوت توڑا۔ "ہدایت جو کچھ تم نے کہا ہے پورے وثوق سے کہا ہے نا؟ تمھاری آنکھوں کو دھوکا تو یقیناً نہیں ہونا چاہیے؟"

"نہیں بڑے سرکار! ہمیں دھوکا نہیں ہوا۔" ہدایت نے جواب دیا۔

"تمھیں اس وقت تک وہیں رہنا ہے جب تک ہم اپنا کام نہ کر لیں۔ تم ہمارے ساتھ ہی واپس آؤ گے۔"

"سرکار کا حکم ہمیں مل چکا ہے!"

اس کے بعد پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ بلند شہر آ گیا اور یہاں سے ایک کچی سڑک مان کھیڑہ کٹ گئی۔ یہ علاقہ ضروریاتِ زندگی کی بنیادی چیزوں سے محروم تھا لیکن قدرتی حسن سے مالا مال تھا۔ جدھر نگاہ اٹھتی سبزہ ہی سبزہ نظر آ رہا تھا۔ کچی سڑک آگے چل کر اور پتلی ہو گئی تھی۔ دونوں سمت باغ لہلہا رہے تھے۔ ہدایت نے کہا: "یہ کنور صاحب کے باغات ہیں۔"

"مان کھیڑہ اب کتنی دور ہے؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"چار کوس!"

"ہاں تم تو یہاں آتے رہے ہو۔ ویسے عموماً کس طرح آتے ہو؟"

"میں بلند شہر میں گنگا رام چورسیا کے ہاں رکتا ہوں۔ کنور صاحب وہاں اپنی جیپ بھیج دیتے ہیں۔ چورسیا دراصل کنور صاحب کا کارندہ ہے!"

"صاحب اگر دل چاہے تو گوبھن باغ پر گاڑی رکوائیں صفائی بھی ہو جائے گی۔" ہدایت نے کہا۔

"یہ باغ بھی کنور صاحب کا ہے کیا؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"یہ ساری زمین اور باغ انھیں کے ہیں سرکار۔ باغ کے کنارے پر کنواں ہے وہیں گاڑی دھو لیں گے۔"

"ٹھیک ہے ہم لوگ بھی اپنا حلیہ درست کر لیں گے۔" طاہر علی بولے۔ اور پھر گاڑی آخری باغ کے پاس رک گئی۔ کچی سڑک سے اتر کر ککیا اینٹوں کا احاطہ بنا ہوا تھا جس میں ایک بڑا گول دروازہ بھی تھا۔ یہی باغ میں جانے کا راستہ تھا۔ دروازے سے ملحق ایک چھوٹی سی عمارت تھی جو شاید مالی وغیرہ کی رہائش کے کام آتی تھی۔ بائیں سمت زمین سے چار فٹ اونچی گگر والا کنواں بنا ہوا تھا جس کی چرخی میں ڈول کی رسی پھنسی ہوئی تھی۔ ڈول پتھر کی ایک سل پر رکھا تھا۔ اس سے کچھ ہٹ کر ویسی ہی اینٹوں کی ایک پیاؤ موجود تھی جس کی چھوٹی کھڑکی کے پیچھے گھٹے سر والا پنڈت تانبے کا لوٹا لیے بیٹھا تھا۔

ہمیں دیکھ کر اس نے لوٹا رکھ دیا اور پیاؤ کے پچھلے حصے سے باہر نکل آیا۔ اوپری بدن سے ننگا، گلے میں جنیو، نچلے بدن پر چھوٹی سی دھوتی باندھے، ہاتھ جوڑے وہ ہمارے پاس پہنچ گیا۔ "جے رام جی کی مہاراج!" اس نے دونوں ہاتھ ماتھے سے لگا کر کہا۔

"پانی چاہیے پنڈت جی!" ہدایت نے کہا۔ اور پنڈت جی کنویں کے پاس پہنچ گئے۔ وہ کنویں میں ڈول ڈال کر پانی کھینچتے رہے اور ہدایت ڈرائیور کے ساتھ گاڑی دھونے میں مصروف ہو گیا۔ گاڑی صاف ہونے کے بعد ہم نے اپنے چہرے دھوئے، بال سنوارے اور پنڈت جی کو کچھ رقم دے کر وہاں سے چل پڑے۔ اب مان کھیڑہ زیادہ دور نہیں تھا۔ مان کھیڑہ سے تھوڑی دور پر ہدایت کو ضروری ہدایات دے کر اتار دیا گیا اور پھر لینڈ روور، کنور پربھات سنگھ کی حویلی کی طرف چل پڑی۔ عظیم الشان حویلی چاروں طرف سے درختوں میں گھری ہوئی تھی۔ سامنے کے رُخ پر اونچا دروازہ نظر آ رہا تھا جس پر نیا پھاٹک لگوایا

گیا تھا۔ پھاٹک پر دو پہریدار کھڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے لینڈ روور کو دیکھ کر گیٹ کھول دیا۔ لیکن ڈاکٹر طاہر علی نے لینڈ روور گیٹ کے پاس رکوالی۔ "کنور جی موجود ہیں؟" انھوں نے پوچھا۔

"نمستے سرکار! کنور جی اندر حویلی میں ہیں!"

ڈاکٹر طاہر علی نے یہ سُنا تو ڈرائیور کو اشارہ کیا۔ اور ڈرائیور نے لینڈ روور آگے بڑھا دی۔ سامنے ہی حویلی کا صدر دروازہ تھا۔ بائیں سمت اونچے ستونوں کی وسیع عمارت نظر آ رہی تھی جس کے سامنے پانچ سیڑھیوں کے بعد ایک دالان تھا۔ دالان میں بہت خوبصورت در بنے ہوئے تھے۔ دو تین ملازم مستعد کھڑے تھے۔ لینڈ روور دالان کی سیڑھیوں کے پاس جا کر رکی۔ ملازموں نے آگے بڑھ کر دروازے کھول دیے اور ہم نیچے اتر گئے۔ ایک ملازم نے ہماری پیشوائی کی اور ہم دالان کی سیڑھیاں چڑھ کر، دالان سے گذرتے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ اندر پہنچ کر مجھے اندازہ ہوا کہ میں جسے کمرہ سمجھ رہا تھا وہ ایک ہال ہے جسے ڈرائنگ روم بنایا گیا تھا۔ وکٹورین طرز کے چوڑے پایوں والا فرنیچر، قیمتی قالین، دبیز ریشمیں پردے۔ آرائش کی لاتعداد قیمتی اشیاء نفاست سے آراستہ تھیں۔ ہم صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"یہ مہمان خانہ ہے!" ڈاکٹر صاحب نے آہستہ سے کہا۔

"ہونا ہی چاہیے!" حسن صاحب مسکرا کر بولے۔ چند ہی منٹ بعد ایک ملازم نے چاندی کے جھلملاتے ہوئے گلاسوں میں ٹھنڈا پانی پیش کیا۔ اس اثناء میں طاہر صاحب خاموش بیٹھے رہے تھے۔

"کنور صاحب کو اطلاع کیسے ہوگی؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"ان کا محکمۂ اطلاعات بہت ایکٹو ہے۔" طاہر علی نے جواب دیا۔ اور ہم انتظار کرتے رہے۔

ٹھیک دس منٹ بعد سفید براق دھوتی اور کرتے میں ملبوس قابلِ رشک صحت کا مالک ایک بلند و بالا آدمی اندر داخل ہوا۔ آنکھوں پر سنہرے فریم کی عینک، سُرخ و سفید رنگ، گھنی مونچھیں جن میں سفید بال جھلک رہے تھے۔ موٹے موٹے ہونٹوں پر مسکراہٹ۔ طاہر علی کے ساتھ حسن صاحب اور میں بھی کھڑے ہو گئے۔ آنے والے نے مسکراتے ہوئے مصافحہ کیا اور بولا "آپ کے اچانک آنے سے بڑی خوشی ہوئی ڈاکٹر صاحب۔ کوئی اطلاع نہیں بھجوائی۔ سب خیریت ہے نا؟"

"بالکل خیریت ہے۔ ہماری اوشا کیسی ہے؟"

"آپ اس کے معالج ہیں تو کیوں نہ ٹھیک ہوگی۔ دوستوں سے تعارف کرائیے۔"

"حسن افتخار۔ اور میرے نوجوان دوست غزالی۔ آپ تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ میں پہلے ہی آپ کا تعارف کرا چکا ہوں۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

"بڑی عزت دی ہے آپ نے ہمیں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ تشریف رکھیے!" کنور صاحب نے پُرتپاک انداز میں کہا۔

"حسن بہت بڑے کاروباری ہیں۔ دنیا کے بہت سے ملکوں میں ان کا کاروبار پھیلا ہوا ہے۔ اور غزالی ان کے دستِ راست ہیں۔ ان دونوں کا ایک کام آ پڑا تھا۔ میں نے سوچا کہ اس سلسلے میں آپ کی توجہ حاصل کی جائے!"

"اگر وہ کام ہمارے بس میں ہوا تو سمجھیں ہو گیا۔ ہمیں بہت خوشی ہوگی۔" کنور صاحب نے کہا۔ چند لمحوں کے بعد ملازم نہایت نفیس برتنوں میں ایک مشروب لے کر آ گیا۔ اور اس نے مشروب کے گلاس بھر کر سب کو پیش کیے۔ ہمیں مشروب پینے کی دعوت دے کر کنور صاحب نے کہا۔

"آپ نے وعدہ کیا تھا کہ کبھی کچھ وقت ہمیں بھی دیں گے۔ ہمارے ساتھ شکار کھیلیں گے۔ اس بار یہ وعدہ بھی کیوں نہ پورا کر دیں۔ آج کل چکارا تنگ کر رہا ہے۔"

"چکارے کی تقدیر اچھی ہے کہ اس بار بھی وہ ہماری گولیوں سے بچ جائے گا۔ لیکن یہ وعدہ جلد پورا ہوگا۔ ویسے ہم لوگ ایک دو دن ضرور آپ کی خدمت میں حاضر رہیں گے۔"

"چلیں یہی سہی!" کنور صاحب نے کہا۔ اور پھر ایک طرف لٹکی ہوئی خوبصورت ڈوری کھینچی۔ دو ملازم اندر داخل ہوئے۔

"مہمانوں کے لیے کمرے تیار کرو اور خانساماں کو کھانا تیار کرانے کی ہدایت کر دو۔"

کنور صاحب کی پُرسحر شخصیت نے ہم سب کو متاثر کیا تھا۔ دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ پھر ڈاکٹر طاہر علی، کنور صاحب کے ساتھ اوشا کماری کو دیکھنے چلے گئے۔ مجھے اور حسن صاحب کو برابر کے کمروں میں پہنچا دیا گیا جو بہترین طور پر آراستہ تھے۔

رات کے کھانے کے بعد کنور صاحب سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے کنور صاحب سے کہا کہ حسن شہر کی زندگی سے دور کسی پُرفضا مقام پر ایک فیکٹری لگانے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔ فرانس سے مشینیں درآمد کر کے وہ سلک تیار کرنے کا ایک بڑا کارخانہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے انھیں جگہ کی تلاش ہے۔ میں نے کہا یہ علاقہ بھی دیکھ لیں اگر مان کھیڑہ کے آس پاس کوئی جگہ پسند آ جائے تو کنور صاحب سے مدد لی جا سکتی ہے۔"

"سارا مان کھیڑہ آپ کا ہے حسن صاحب۔ جہاں چاہیں کام شروع کرا دیں۔ کل دن میں گھوم لیں جو بھی جگہ پسند آئے بلاتکلف بتا دیں۔" کنور صاحب کے لہجے میں بڑی گرمجوشی تھی۔

"بہت بہت شکریہ کنور صاحب آپ کا۔ میں آپ کی نوازش اور مرحمت سے ضرور فائدہ اٹھاؤں گا۔" حسن صاحب نے کہا۔

"غزالی میاں کا مسئلہ ذرا گمبھیر ہے۔ ان کے ایک دور کے

عزیز جن کا ذہنی توازن کچھ درست نہیں تھا' اچانک کوٹھی سے غائب ہو گئے ہیں۔ اخبارات میں اشتہار دیے دوسرے تمام طریقے بھی ان کی تلاش کے سلسلے میں استعمال کیے لیکن ان کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔ ابھی ایک دن پہلے اطلاع ملی کہ انھیں مان کھیڑہ کے آس پاس دیکھا گیا ہے۔ وہ میرے زیرِ علاج تھے۔ خاص طور سے آج انھیں کی وجہ سے اچانک آنا پڑا۔ اوّل تو وہ میرے مریض اور پھر میرے ایک عزیز دوست کے رشتے دار ہیں، اس لیے ہم وقت ضائع کیے بغیر یہاں پہنچ گئے۔ ہمیں خاص طور پر اس سلسلے میں آپ کی توجہ درکار ہے۔" طاہر علی صاحب نے کہا۔

"آتے ہی کیوں نہ کہہ دیا۔ ہر کارے دوڑا دیے جاتے۔ کل صبح سے کام شروع ہو جائے گا۔ کہاں دیکھا گیا ہے انھیں؟" کنور صاحب نے معلوم کیا۔

"اسی بستی میں آوارہ پھرتے ہوئے!" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"پتا چل جائے گا چنتا نہ کریں۔ کوئی تصویر، حلیہ، عمر وغیرہ؟" کنور صاحب نے پوچھا۔ ڈاکٹر صاحب کے اشارے پر میں نے اخبار نکال کر کنور صاحب کو پیش کیا۔ بوڑھے بابا کی تصویر سامنے تھی۔ میری جان آنکھوں میں کھنچ آئی تھی۔ بڑے صبر آزما لمحات تھے۔ ہماری نگاہیں کنور صاحب کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ کنور صاحب نے تصویر دیکھی اور اچانک یوں محسوس ہوا جیسے ان کے ذہن کو جھٹکا سا لگا ہو۔ تصویر اتنے غور سے دیکھنے کی چیز نہ تھی لیکن وہ دیر تک اس پر نظریں جمائے رہے۔ پھر جیسے انھیں احساس ہو گیا انھو ں نے اخبار مجھے واپس کرتے ہوئے کہا۔ "صبح کو یہ تصویر ہر کاروں کو دکھا دی جائے گی۔ وہ چاروں طرف پھیل جائیں گے۔ آپ فکر نہ کریں اگر وہ مان کھیڑہ یا اس کے آس پاس ہوئے تو ضرور مل جائیں گے۔"

فیصلہ ہو گیا تھا۔ سب نے ان لمحات میں اندازہ لگا لیا تھا کہ کنور صاحب اس مسئلے سے غیر متعلق نہیں ہیں۔ تصویر دیکھ کر ان کے چہرے پر جو تاثر ابھرا تھا اس نے ساری کہانی سنا دی تھی اور اب صورتِ حال عجیب ہو گئی تھی۔ کنور پربھات سنگھ اس مسئلے کے ایک فریق ثابت ہوئے تھے۔ ان کی ذات غیر جانبدار نہیں رہی تھی۔ یہ بات کسی طرح قابلِ قبول نہیں تھی کہ ان کی بگھی میں ان کے کوچوان اور ان کے آدمیوں کی نگرانی میں جو شخص سفر کر رہا تھا اس سے کنور صاحب بالکل لاعلم ہوں۔ یا پھر کوئی ایسی شخصیت تلاش کرنی پڑے گی جو اس حویلی میں اتنی اہم حیثیت رکھتی ہو۔ میں نے ہی نہیں حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی نے بھی محسوس کیا تھا کہ اس گفتگو کے بعد کنور صاحب کا انداز کچھ کھویا کھویا سا ہو گیا ہے۔

دیر تک گفتگو ہوتی رہی پھر کنور صاحب نے اجازت طلب کر لی۔ دونوں کاموں کے لیے انھوں نے اپنی خدمات پیش کر دی تھیں۔ ان کے جانے کے بعد ہم حسن صاحب کے کمرے میں آ گئے۔ دروازہ کھلا رکھا گیا تاکہ باہر کی صورتِ حال بھی سامنے رہے۔ مزید ایک بار باہر کا جائزہ لینے کے بعد ہم سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

"کیا کہتے ہو طاہر علی؟"

"پربھات کی کیفیت چغلی کھا رہی تھی کہ وہ لاعلم نہیں ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن اب مشکلات کا کچھ اندازہ ہے؟"

"مثلاً؟"

"پہلے تو یہ فیصلہ کیا جائے کہ پربھات جی کی پوزیشن کیا ہے۔ آیا وہ بوڑھے کے معاملات سے واقف ہیں، اور خود بھی اس میں دلچسپی لے رہے ہیں یا اور کوئی مسئلہ ہے!"

"یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"تو پھر اس بات کے لیے تیار رہنا چاہیے کہ پربھات ہمارا راستہ روکے گا۔ اگر اسے یہ بات معلوم تھی کہ بوڑھا اتنا عرصہ میرے پاس رہا ہے تو اس کا مجھ سے واقف ہونا میرا مطلب ہے کم از کم آشنا ہونا ضروری تھا۔ اس کے انداز؛ در رد دیتے سے اس کا اشارہ نہیں ملا۔ میں نے بغور اس کے چہرے کی کیفیات کا جائزہ لیا تھا۔ بوڑھے کے بارے میں اس کی معلومات کچھ بھی ہوں، اسے چھپانے کی کوشش اہمیت رکھتی ہے۔ اب اس کے ذہن میں یہ بات بھی آ گئی ہو گی کہ یہ اچانک آمد معمولی نہیں اور ہمارا مقصد صرف بوڑھے کا حصول ہے۔ چنانچہ وہ راتوں رات کوئی بنیادی قدم اٹھائے گا اور ممکن ہے اس کے بعد بوڑھا مان کھیڑہ میں نہ رہے۔" حسن صاحب نے کہا۔

"کیوں غزالی! تم خاموش کیوں ہو؟" ڈاکٹر صاحب مجھ سے مخاطب ہو گئے۔

"آپ دونوں کی سوچ درست ہے! میں اس سے اختلاف نہیں رکھتا۔"

"پھر کیا کیا جائے؟"

"یہاں قیام کی مدت طویل کر دی جائے۔ ظاہر ہے راتوں رات جو ہو جائے گا ہم اسے نہیں روک سکتے لیکن کنور صاحب کو زبان کھولنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور انھیں مجبور کرنے کے لیے کچھ دوسرے گر استعمال کرنے ہوں گے!"

"مثلاً؟"

"کچھ اور نزدیک آ جائیے!" میں نے کہا اور دونوں متجسس انداز میں میرے قریب آ گئے۔ "ہدایت کو طلب کیا جائے گا۔ وہ کنور صاحب کی بگھی کے کوچوان اور ان ملازموں کو پہچان لے گا جو اس دن بوڑھے کے ساتھ تھے۔ پھر کوچوان سے ہم اس بوڑھے کے بارے میں معلوم کریں گے اور اس طرح یہ پتا چل جائے گا کہ کنور صاحب براہِ راست

اس سلسلے میں ملوث ہیں یا اس کوٹھی میں کوئی اور ہے جو اس کارروائی میں حصہ لے رہا ہے۔ اگر کنور صاحب خود ہی بوڑھے کے سرپرست ہیں تو انھیں زبان کھولنی ہی پڑے گی۔"

"بہت عمدہ آئیڈیا ہے غزالی! لیکن کنور صاحب کو مجبور کس طرح کیا جا سکتا ہے؟" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"اس کی ذمہ داری مجھ پر چھوڑ دیں۔ اگر کنور صاحب ان معاملات سے غیر متعلق ہوتے تو کھیل مختصر ہوتا لیکن اب ذرا طوالت اختیار کر گیا ہے۔"

دونوں بزرگ گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر طاہر علی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں غزالی کی اس تجویز سے پوری طرح متفق ہوں۔"

"ہدایت سے کس طرح ملاقات کرو گے؟"

"میں مل لوں گا اس سے! آپ مطمئن رہیں۔" میں نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر حسن صاحب بولے: "ٹھیک ہے، دیکھو اس جنون میں کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ کیا خیال ہے اب آرام کیا جائے؟"

"ہاں! ایک درخواست کے ساتھ!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"ذہن میں کسی تردد کو جگہ نہ دیں۔ ان سارے معاملات کو صرف ایک کھیل کے انداز میں دیکھا جائے۔ تردد الجھنیں پیدا کرتا ہے اور الجھنیں جھنجلاہٹیں جو صلاحیتوں کو ختم کر کے صرف جنون پیدا کرتی ہیں۔"

"ہاں یقیناً! ظاہر ہے یہ مسئلہ ہم میں سے کسی کے لیے زندگی یا موت کا مسئلہ نہیں ہے۔ او کے حسن خدا حافظ!" طاہر علی اٹھ گئے۔ باہر نکل کر ہم دونوں نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا اور اپنے اپنے کموں کی طرف بڑھ گئے۔

میں ان لوگوں کو سکون کی تلقین کر کے آیا تھا لیکن خود بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ نہ جانے کیا کیا خیالات ذہن میں آ رہے تھے۔ ہر پہلو پر غور کرتا رہا۔ کنور کھتہ شریف صورت انسان تھا اس کی گفتگو اور انداز میں جو شرافت تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ مجرمانہ ذہنیت کا حامل نہیں ہے۔ لیکن بوڑھے کی شخصیت نے سب کی ذہنیت خراب کر دی تھی۔ حسن صاحب کون سے جرائم پیشہ انسان تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی کیا سے کیا بن گئے تھے۔ خزانہ لوگوں کو جو کچھ دیتا ہے اس سے کہیں زیادہ چھین لیتا ہے۔

دفعتاً ایک خیال ذہن میں آیا۔ کیوں نہ یہ رات حویلی کی تلاشی میں گزاری جائے۔ خطرناک کام تھا لیکن کام کی بات بھی ہو سکتی تھی۔ اگر کسی جگہ پکڑا گیا تو بے شمار الجھنیں پیدا ہو جائیں گی۔ دیر تک سوچتا رہا لیکن خود کو اس خیال سے باز نہ رکھ سکا۔ اور پھر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ مہمان خانے کے بیرونی حصے میں تاریکی تھی۔ ملازم سو چکے تھے۔ کوئی آہٹ نہیں تھی۔ میں نیم روشن حصے سے گزرتا ہوا ایک ایسی جگہ آ گیا جہاں سے ایک چھوٹی سی دیوار کود کر حویلی کی طرف جایا جا سکتا تھا چنانچہ دیوار کود کر میں حویلی کے احاطے میں اتر گیا۔ بہت دور حویلی کے بڑے پھاٹک پر چوکیداروں کی چہل پہل نظر آ رہی تھی باقی ہر طرف خاموشی تھی۔

میں اپنی جگہ ساکت کھڑا چاروں طرف کا جائزہ لیتا رہا۔ کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے۔ کتوں کا خوف بھی تھا۔ ممکن ہے حویلی میں کتے بھی پلے ہوں لیکن پھر یہ سوچ کر تسلی ہوئی کہ کتے ہوتے تو گیٹ پر کئی چوکیدار نہ رکھے جاتے۔ پھر اس دوران کوئی آواز بھی نہیں سنی تھی ان کے بھونکنے کی۔ اس اطمینان کے بعد احاطے کی دیوار کے سہارے سہارے حویلی کی اصل عمارت کی طرف سرکنے لگا اور پھر چند لمحات کے بعد حویلی کی بغلی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں دیوار سپاٹ تھی اور دُور دُور تک کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں سے حویلی کی عمارت میں داخل ہوا جا سکے۔ ہمت ہارے بغیر آگے بڑھتا رہا۔ اس عظیم الشان حویلی کے بارے میں دن میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اب احساس ہو رہا تھا کہ وہ بہت وسیع ہے۔ پشت پر پہنچتے ہوئے کافی وقت لگ گیا۔ یہاں پہنچ کر اندازہ ہوا کہ حویلی کے عقبی حصے کو سامنے والے حصے سے بالکل علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ درمیان میں ایک اونچی دیوار حائل تھی اور اس دیوار میں سے دوسری طرف جانے کا کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ گویا یہ کوشش بے مقصد ہی رہی۔ یہاں رک کر سوچتا رہا۔ پھر ایک دم مجھے اپنی جگہ چھوڑنی پڑی۔ اچانک ہی ایک آہٹ کے ساتھ کچھ روشنی سی ابھری۔ نگاہ اوپر اٹھ گئی۔ ایک کھڑکی کھلی تھی جس کی وجہ سے روشنی باہر رینگ آئی تھی۔ ایک درخت کے تنے سے چپک کر میں کھلی ہوئی کھڑکی کا جائزہ لیتا رہا لیکن کوئی واقعہ ظہور پذیر نہ ہوا۔ البتہ جس درخت کے نیچے کھڑا تھا اس کی پھیلی ہوئی شاخیں مجھے دیوار کے اوپر سے گزرتی ہوئی نظر آئیں۔ چند لمحات کے بعد کھڑکی بند ہو گئی۔

آخری کوشش! ایک آخری کوشش۔ کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہے اگر کنور صاحب کے کچھ کرنے سے پہلے کوئی کامیابی نصیب ہو جائے تو کیا کہنا۔ ہمت سے کام لینا ہو گا۔ ابھی تو ابتدا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو تسلی دی۔ درخت پر چڑھنا معمولی بات تھی، بچپن کا بہت بڑا حصہ درختوں پر گزرا تھا۔ جوتے جیبوں میں ٹھونسے اور تنے کو ٹٹول کر اوپر چڑھنے لگا۔ کھڑکی دیوار سے کچھ اوپر تھی لیکن اب اس کی درزوں سے روشنی نہیں چھن رہی تھی اس کا مطلب تھا کہ جس نے کھڑکی کھولی تھی وہ اسے بند کر کے جا چکا تھا۔ درخت کی کسی بھی شاخ سے اس کھڑکی تک پہنچنا ممکن نہیں تھا اور پھر

جانے بوجھے بغیر اس کے ذریعے اندر داخل ہونے کی کوشش خطرناک بھی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ دوسری طرف اترنا ہی مناسب سمجھا۔ دیوار کا سہارا لیا۔ جھانک کر دوسری طرف دیکھا۔ ادھر بھی تاریکی تھی۔ احاطے کے ساتھ ساتھ درخت اس طرف بھی تھے۔ اور دیوار سے دوسری طرف بھی، ایک درخت کے ذریعے نیچے اترا جا سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد قدم نیچے جا لگے۔ پیروں کے نیچے نرم گھاس آ گئی تھی۔ یہاں سے آگے بڑھا۔ کسی مناسب جگہ کا اندازہ کیے بغیر عمارت کی جانب قدم بڑھانا مناسب نہیں تھا اس لیے درختوں کے سہارے سہارے آگے بڑھتا گیا۔ طویل و عریض احاطے کو دیکھ کر چکرا رہا تھا۔ یہ حویلی بہت بڑی جگہ گھیرے ہوئے تھی۔ درختوں کا سلسلہ کہیں ختم نہیں ہوتا تھا لیکن دفعتاً ٹھٹکنا پڑا۔ میں جس جگہ رکا تھا، وہاں درختوں ہی کے درمیان ایک اور وسیع جگہ تھی یعنی احاطے کی دیوار ایک کٹاؤ کی شکل میں تھی اور اس کٹاؤ میں زمین پر ستارے جگمگاتے نظر آ رہے تھے۔

یہ کیا ہے؟ میں نے متجسس نگاہوں سے اس چمکنے والی شے کو دیکھا پھر آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ گیا۔ یہ ستارے ہی تھے جو پانی میں چمک رہے تھے۔ سفید سفید کنارے بھی نظر آ رہے تھے اور قریب پہنچنے پر کچھ بنچیں بھی۔ گویا کوئی تالاب بنایا گیا تھا یہاں۔ قدم آگے بڑھ گئے۔ حویلی کے اس علاقے کا جائزہ لے لینا بھی مناسب ہو گا۔ آئندہ پروگرام میں ممکن ہے کوئی ضرورت پیش آ جائے۔ میں نے سوچا۔

پانی کو چھو کر چلنے والی ہوائیں خوشگوار تھیں۔ قریب ہی کہیں رات کی رانی مہک رہی تھی۔ میں تالاب کے کنارے جا کھڑا ہوا۔ اس وقت میری پوزیشن بے حد مشکوک تھی۔ دیکھ لیا گیا تو کہنے کو کچھ نہ ہو گا لیکن اب خطرہ مول لے ہی لیا تھا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

میں کوٹھی کی طرف دیکھنے کو مڑا ہی تھا کہ رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کچھ فاصلے پر۔ صرف چند گز کے فاصلے پر کوئی موجود تھا۔ کون تھا کب آیا تھا؟ کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ قدموں کی آہٹ بھی تو نہیں ہوئی تھی۔ لیکن جو کوئی تھا مجھے دیکھ چکا تھا، مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔ ساکت خاموش۔ دل اتنے زور سے دھڑک رہا تھا، مانو پسلیوں کا پنجرہ توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ بمشکل تمام دھڑکنوں پر قابو پایا۔ دیکھنے والا ساکت کھڑا تھا۔ آنکھیں اب تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں اور پھر ستاروں کی مدھم چھاؤں بھی مدد کر رہی تھی، چنانچہ مجھے اندازہ ہوا کہ کوئی نسوانی وجود ہے۔ لباس سفید تھا۔ سیاہ زلفوں کا بادل کمر اور کولہوں سے اترتا ہوا پنڈلیوں کو چوم رہا تھا۔ لیکن اس کے بدن میں ذرا سی بھی جنبش نہیں تھی۔

کیا وہ انسان ہے؟ معاً ایک اور خیال دل میں آیا۔ کوئی مجسمہ تو نہیں؟ نہ کوئی آواز ہے نہ جنبش۔ اس خیال نے ڈھارس بندھائی۔ تجسس نے آگے بڑھایا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

لیکن مجسمے سانس نہیں لیتے۔ اس کے لباس میں ہوا کی لرزش تھی۔ زلفیں بھی ہوا سے اڑ رہی تھیں اور نیم وا آنکھوں میں ساری مستی شراب کی سی تھی۔ اس کے خدوخال کی دلکشی سحرانگیز تھی اور سانسوں کا زیروبم طرفہ قیامت تھا۔ تجسس قریب لایا تھا، دلکشی اور قریب لے گئی اور پھر ذہن اس کے سحر میں کھو گیا۔ خوف کا ہر احساس اس کی بے پناہ کشش میں جذب ہو گیا۔ ہونٹوں نے کہا "تم کون ہو؟"

یوں لگا جیسے یہ بت آواز سے متحرک ہوتا ہو۔ اس کے بدن میں جنبش پیدا ہوئی اور اس نے کہا "کنول!"

"یہاں کہاں رہتی ہو؟" سوال ہونٹوں نے کیا تھا۔ تحریک دل سے ابھری تھی۔ دونوں کے معاملات میں میرا کوئی دخل نہ تھا۔

"اس تالاب میں۔" اس نے اپنی مخروطی انگلی سے اشارہ کیا۔

میرے دماغ پر ایک ضرب سی پڑی۔ "کیا مطلب؟" میں نے سنبھل کر کہا۔

"چاند کب نکلے گا؟" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔

"خدا جانے! لیکن تم اس تالاب میں رہتی ہو؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"میں اسی میں کھلی ہوں۔ دیکھو وہ سبز پتے پھیلے ہوئے ہیں وہ میرا گھر ہیں۔ دن کی روشنی مجھے سلا دیتی ہے۔ سورج کی کرنیں آنکھوں میں چبھتی ہیں تو میں آنکھیں بند کر لیتی ہوں۔ تب نیند آ جاتی ہے اور پھر ستارے تالاب میں اتر کر مجھے جگاتے ہیں اور میں پتوں کے گھر سے باہر آ جاتی ہوں۔ مجھے چاند بہت پسند ہے۔ میں یہاں کھڑے ہو کر اس کا انتظار کرتی ہوں۔" اس کے لہجے میں اتنی معصومیت تھی کہ میرا دل ڈولنے لگا لیکن جیتی جاگتی دنیا کا کوئی انسان خوابوں میں نہیں کھو سکتا۔ یہاں کے ماحول نے لڑکی کے پُراسرار اور حسین وجود نے چند لمحات کے لیے ذہن کو سلا دیا تھا لیکن اب میں حواس میں تھا۔ ہوش میں آ کر یہ سوچنا ضروری تھا کہ یہ کون ہے۔ مجھے اپنی مخدوش پوزیشن کا احساس تھا۔ اس نے مجھے یہاں دیکھ لیا تھا، اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ لڑکی میری موجودگی سے بے نیاز آسمان کی جانب دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے مایوسی سے کہا "کیا آج چاند نہیں نکلے گا؟"

"نکلے گا۔ کچھ دیر انتظار کر لو!" میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "تم ہر روز چاند کا انتظار کرتی ہو؟"

"ہاں۔ ہر روز!"

"لیکن کنول رانی تمہارا اور نام بھی تو ہو گا؟"

"نام؟" اس نے میری طرف دیکھے بغیر کہا۔ "اور کوئی نام نہیں

ہے کنول ہوں صرف کنول۔" میں سوچ رہا تھا کہ شاید وہ میرے بارے میں بھی کچھ پوچھے لیکن وہ خود میں کھوئی ہوئی تھی۔ بہرطور میں اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں تھا، کہیں کوئی مصیبت نہ کھڑی ہو جائے۔ چنانچہ میں واپسی کے لیے مڑا اور اسے دیکھتا ہوا واپس ہونے لگا۔ وہ بدستور آسمان کی جانب نگراں تھی۔ اب کیا کروں۔ لڑکی میرے لیے خطرہ بھی بن سکتی تھی۔ وہ میرے لیے ایک سوال بن کر رہ گئی تھی۔ میں اس جگہ سے نکل آیا لیکن زیادہ دور نہ گیا اور ایک جگہ چھپ کر اس کا جائزہ لیتا رہا۔

دس پندرہ منٹ گزرے تھے کہ دفعتاً کچھ آوازیں سنائی دیں اور میں اپنی جگہ سمٹ گیا۔ حویلی کے بغلی حصے سے کوئی اس طرف آ رہا تھا۔ آوازیں کئی آدمیوں کی تھیں۔ ایک اور آواز بھی تھی جس کا تعین اس وقت نہ ہو سکا جب تک وہ چیز سامنے نہ آ گئی۔ یہ بگھی تھی جسے حویلی کے عقبی حصے میں لے جایا جا رہا تھا۔ کوچوان اپنی جگہ بیٹھا تھا۔ پچھلے حصے میں دو دو آدمی کھڑے تھے۔ دو آدمی بگھی کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ بگھی حویلی کے احاطے کی دیوار کے قریب پہنچی اور باہر نکل گئی، تب مجھے علم ہوا کہ حویلی کا ایک عقبی دروازہ بھی ہے ایک پھاٹک جس سے بگھی باہر نکل سکتی تھی۔

سخت بے چینی پیدا ہو گئی۔ بگھی میں کون ہے اور اس وقت کہاں جا رہا ہے؟ چند لمحے سوچتا رہا۔ یہ قطعاً نامناسب تھا کہ باہر نکل کر اس بگھی کا تعاقب کرتا، یا کم از کم آگے بڑھ کر یہ دیکھتا کہ وہ کس طرف جا رہی ہے۔ ہدایت اگر بگھی کا تذکرہ نہ کرتا تو شاید اتنی بے چینی نہ ہوتی۔ اس وقت تو ایک ہی خیال ذہن میں آ رہا تھا۔ کنور پرجات سنگھ نے بوڑھے کو کہیں اور بھیج دیا۔ بگھی میں بوڑھا ہی تھا۔ دل کی کیفیت بہت خراب ہو گئی۔ ایک غیر متوقع کامیابی حاصل ہونے والی تھی لیکن راستہ بند ہو گیا اور اب۔

جو آدمی بگھی کے ساتھ عقبی دروازے تک گئے تھے وہ واپس آ رہے تھے اور پھر وہ اسی طرف چلے گئے جدھر سے نمودار ہوئے تھے۔ میں دم سادھے اپنی جگہ چھپا رہا۔ پھر جب مکمل خاموشی چھا گئی تو باہر نکل آیا۔ اب وہ لڑکی تالاب کے کنارے موجود نہیں تھی۔ میں نے اسے چاروں طرف دیکھا، تالاب میں جھانکا لیکن کچھ نہیں تھا۔ آسمان پر بادل چھا گئے تھے۔ حویلی کے بغلی حصے میں جانے کی ہمت نہیں کر سکا۔ پہلی ہی رات میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ جس طرح یہاں تک پہنچا تھا اسی طرح واپس مہمان خانے میں داخل ہو گیا۔ کسی کو میری اس کارروائی کا شبہ نہیں ہوا تھا۔ جا کر بستر پر لیٹ گیا مگر نیند نہیں آئی۔

دوسری صبح حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی سے اس موضوع پر بات کرنے کا موقع نہیں مل سکا کیونکہ کنور صاحب کے آدمی ناشتے کے لیے بلانے آ گئے تھے۔ جلدی جلدی نہا دھو کر ہم ناشتے کے لیے چل پڑے۔ کنور صاحب نے پرتپاک استقبال کیا اور ناشتے کے کمرے میں لے گئے۔ ان کے اہل خاندان بھی موجود تھے لیکن ایک کرسی پر رات کی کنول کو دیکھ کر میں سنبھل گیا۔

دن کی روشنی نے لڑکی کے حسن کو ماند نہیں کیا تھا۔ وہ اتنی ہی پُرسحر تھی۔ کنور صاحب نے سب کا تعارف کرایا۔ لڑکی کا تعارف انھوں نے اوشا کماری کے نام سے کرایا۔ اور میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ڈاکٹر طاہر اسی کا علاج کر رہے تھے۔ وہ ذہنی مریضہ تھی۔ گویا رات وہ دورے کی کیفیت میں تھی۔ کنول، چاند! یہ سب دیوانگی کی باتیں تھیں۔ بات عجیب تھی اور افسوسناک بھی۔ اتنی خوبصورت لڑکی اور پاگل! کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟ میں نے سوچا۔ مگر اس وقت وہ نارمل دکھائی دے رہی تھی۔

ناشتے کے دوران میں احتیاط سے کنور صاحب کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا، اس پر کوئی خاص کیفیت نہیں تھی۔ ہاں غور سے دیکھنے پر ان کی آنکھوں میں سرخی نظر آتی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ وہ رات کو جاگے ہوں۔ ممکن ہے بگھی کے ساتھ گیٹ پر جانے والوں میں وہ بھی ہوں۔

کنور صاحب ناشتے کے دوران مخلصانہ انداز میں باتیں کرتے رہے۔ اوشا کماری ناشتے کے بعد اٹھ گئی۔ "کہاں چلیں اوشا بیٹھو گی نہیں؟" کنور صاحب نے کہا۔

"بیٹھوں ڈیڈی، کوئی کام ہے؟"

"نہیں! مہمانوں کے ساتھ بھی کچھ وقت گزارو۔"

"ڈاکٹر انکل کو دیکھ کر میں خود کو بیمار سمجھنے لگتی ہوں۔ اور ڈاکٹر صاحب! نہ جانے آپ کب کہیں گے کہ اب میں ٹھیک ہوں۔" اس نے کہا۔

"اوہ! نہیں اوشا بیٹے۔ ہم نے آپ کو بیمار کب کہا ہے اور یہ تصور ہمارا بھی نہیں ہے، یہ آپ کے بہت چاہنے والے ڈیڈی آپ کے لیے بہت فکرمند رہتے ہیں کہ کہیں آپ کی صحت خراب نہ ہو جائے۔ ہمارے نزدیک آپ بالکل ٹھیک ہیں۔" ڈاکٹر طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کی گفتگو کا انداز ڈاکٹر انکل معاف کیجیے گا انکل حسن اور مسٹر غزالی، آپ لوگوں سے پہلی ملاقات ضرور ہے لیکن میں ڈیڈی کے تمام دوستوں کو قابل احترام سمجھتی ہوں، ذرا فیصلہ کیجیے، مجھے غور سے دیکھیے، میری عمر کتنی ہے۔ کیا میں بچی ہوں۔ کیا ڈاکٹر انکل کے انداز میں بچوں کو بہلانے والی بات نہیں ہے؟ میرے ساتھ ہمدردی کی جاتی ہے بہلانے کے انداز میں مجھے صحت مند کہا جاتا ہے اور میں

سوچنے لگتی ہوں کہ مجھے کوئی بیماری ضرور ہے۔ ورنہ سب لوگ مجھ سے ہمدردی کیوں کرتے۔ ڈاکٹر صاحب بار بار کیوں آتے ہیں؟"

" اوشا! ایسی بات نہیں ہے بیٹے۔ صرف تمہاری نگہداشت کی جاتی ہے تاکہ تم تندرست رہو۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

" اور اس نگہداشت کے لیے انجکشن لگائے جاتے ہیں، دوائیں کھلائی جاتی ہیں۔ سوری انکل کوئی بات نہیں آپ اپنا کام جاری رکھیے۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اچھا تو میں جاؤں ڈیڈی؟"

" اگر اکتاہٹ محسوس کر رہی ہو تو ٹھیک ہے بیٹے!" کنور صاحب نے کہا۔ اور وہ خاموشی سے گردن جھکا کر باہر نکل گئی۔ فضا کچھ بوجھل ہو گئی تھی۔ پھر کنور صاحب نے سنبھل کر کہا "کیا پروگرام ہے ڈاکٹر صاحب کچھ شکار وغیرہ کا موڈ بنا؟"

" آپ کی کیا مصروفیات ہیں کنور صاحب؟"

" کوئی خاص نہیں! ہاں وہ اخبار کہاں ہے؟ اس فوٹو کی کاپیاں نکلوالی جائیں میں کچھ لوگوں کو یہ ذمہ داری سونپ دیتا ہوں اور حسن صاحب آپ کے لیے ہم ابھی چلتے ہیں۔"

" یہاں مان کھیڑہ میں فوٹو کی کاپیاں تیار کرانے کا بندوبست ہو سکتا ہے؟"

" ہاں! یہاں ایک فوٹو گرافر ہے۔ کوئی آدمی فوٹو کی کاپیاں تیار کرالائے گا۔"

" یہ کام میں خود کرلوں گا!" میں نے کہا۔

" مسٹر غزالی آپ گاڑی لے لیں! کھیڑہ چھوٹی سی جگہ ہے یہاں آمد و رفت کے لیے کوئی بندوبست نہیں ہے سوائے نامعقول یکوں کے۔" کنور صاحب نے کہا۔

" جناب شہر کی ہنگامہ خیز زندگی سے دور یہ لمحات بڑے فرحت بخش ہیں۔ میں اس موقع سے پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔ اس لیے میں پیدل ہی جاؤں گا۔"

" گڈ! تو پھر میں تھوڑی دیر میں آپ کے پاس پہنچتا ہوں۔" کنور صاحب نے کہا۔ اور ہم حویلی سے باہر نکل آئے۔ مہمان خانے کی طرف جاتے ہوئے ڈاکٹر طاہر علی نے پوچھا۔

" تمہارا کیا پروگرام ہے غزالی؟"

" کچھ باتیں گوش گذار کرنی ہیں۔ اس کے بعد میں اس بستی کی کوچہ گردی کے لیے نکل جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

" کوئی خاص بات ہے؟" انھوں نے پوچھا۔

" یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ رات میں حویلی میں ایک آوارہ روح کے مانند گھومتا رہا ہوں۔"

" اوہ!" ڈاکٹر صاحب کے منہ سے نکلا۔

" کس وقت نکلے تھے؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

" آپ لوگوں کے سونے کے تھوڑی دیر کے بعد۔ تفصیل یہ ہے کہ جب میں حویلی کے عقبی حصے کی طرف سے گذرا تو وہاں تالاب کے پاس مجھے اوشا ایک مجسمے کی طرح کھڑی نظر آئی۔ وہ چاند نکلنے کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا تم کون ہو تو اس نے کہا کہ میں کنول ہوں، اور اس تالاب سے اگی ہوں۔ اور ہر رات چاند سے ملنے کو باہر نکلتی ہوں!"

" وہ دورے کے عالم میں ہو گی!" ڈاکٹر صاحب جلدی سے بولے۔

" یقیناً! بہرحال اس کے بعد میں نے جو کچھ دیکھا وہ قابلِ غور ہے" میں نے کہا۔

" کیا؟" دونوں نے بیک وقت پوچھا اور میں نے انھیں بگھی کے بارے میں بتایا۔ دونوں حضرات کے چہرے لٹک گئے۔ ڈاکٹر صاحب بولے "غالباً کنور نے بوڑھے کو یہاں سے نکال دیا اور یہ صرف ہماری وجہ سے کیا گیا ہو گا۔"

" کنور صاحب سے گفتگو کرنے کے بعد ہی مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اب بوڑھے کا ہاتھ لگنا مشکل ہے۔" حسن صاحب مایوسی سے بولے۔

" بہرحال اس وقت اس موضوع پر تفصیلی گفتگو نہیں کی جا سکتی۔ ہم رات کو اس بارے میں بات کریں گے۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

" میرے خیال میں آپ لوگوں کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں آنی چاہیے۔" میں نے دونوں بزرگوں سے عرض کیا "کنور اگر بوڑھے کے بارے میں کوئی بات کریں تو بڑی خوش اسلوبی سے بات کی جائے۔"

" فکر مت کرو۔ او کے!" حسن صاحب بولے۔

" اچھا تو میں چلتا ہوں۔ خدا حافظ!" میں نے کہا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔



مان کھیڑہ ہندوستان کے عام دیہات کے مانند تھا۔ حویلی کے علاقے سے نکلا تو وہی کچے راستے تھے اور راستے کے ادھر ادھر لہلہاتے ہوئے چنے اور سرسوں کے کھیت ایک طرف شمشان تھا جس میں جگہ جگہ جلی ہوئی ہڈیوں کی راکھ بکھری ہوئی تھی۔ آس پاس کے سوکھے ہوئے بغیر پتوں کے پیڑوں پر بیٹھے ہوئے گدھ۔ کچھ دور ایک جوہڑ تھا جس میں بھینسیں تیر رہی تھیں اور ننگ دھڑنگ بچے ان بھینسوں کی پیٹھ پر سوار آتی پاتی کھیلنے میں مگن تھے۔

ایسی ہی بستی میری بھی تھی۔ کبھی، برسوں پہلے یہی کھیل میں بھی کھیلتا تھا۔ میرے بھائی میرے ساتھ ہوتے تھے۔ ایک بار پوکھر بارش کے پانی سے پوری بھر گئی تھی۔ گلاب چند کمہار کی دو بھینسیں پوکھر کے بیچوں بیچ کنویں میں ڈوب گئی تھیں اور کالی چرن اہیر ان بھینسوں کی تلاش میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ میں بھی ایک بھینس کی پیٹھ پر بیٹھ کر پوکھر کو پار کر رہا تھا کہ بھینس کے پاؤں کیچڑ

میں پھنس گئے۔ اس وقت میرے بھائی رفعت نے جان پر کھیل کر مجھے پوکھر سے نکالا تھا۔ ان دنوں اماں زندہ تھیں، سب کے دل ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ ہم بھائی آپس میں بہت محبت کرتے تھے۔ رفعت بھائی نے زندگی کی بازی لگا دی تھی میرے لیے۔ انھوں نے اماں تک کو یہ بات نہیں بتائی تھی کہ مجھے ڈانٹ نہ پڑے۔ اس وقت ہم سب بچے تھے۔ خدا غارت کرے اس سمجھ کو جس نے ہم سے ہمارا پیار چھین لیا۔ رشتے تباہ کر دیے۔ جان کی بازی لگانے والا بھائی معمولی سی زمین کے لیے سب کچھ بھول گیا۔

بستی کی اس فضا نے احساس کے دریچے کھول دیے تھے۔ ایک ایک منظر مجھے اپنی یاد دلا رہا تھا۔ میں اس وقت تک کچھ اور نہ سوچ پایا جب تک کھیڑہ کے بازار میں نہ داخل ہو گیا۔ ایک راہگیر سے آٹے کی چکی کے بارے میں پوچھا تو اس نے سامنے اشارہ کر دیا۔ بس بے خیالی کا عالم تھا ورنہ چکی کی مخصوص آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ ہدایت نے دور سے ہی مجھے دیکھ لیا اور آگے آ کر استقبال کیا۔ پھر وہ مجھے اندر لے گیا جہاں بانوں کی چارپائی بچھی ہوئی تھی۔

" صبح ہی آ گیا تھا۔ آپ کا انتظار کر رہا تھا۔" میں چارپائی پر بیٹھ گیا تو ہدایت نے میری تواضع شروع کر دی۔ بڑے سے گلاس میں مٹھا لایا جس پر مکھن کا لوندا تیر رہا تھا۔ "صبح گھر سے لایا تھا آپ کے لیے۔ اور افسوس ہو رہا تھا کہ باسی ہو رہا ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔ جی نہیں چاہ رہا تھا لیکن ہدایت کی بے غرضی اور خلوص کی خاطر پینا پڑا۔ اس کے بعد ہدایت نے کہا "کچھ کام بنا صاحب!"

" نہیں ہدایت کنور صاحب نے سرے سے انکار کر دیا۔ تم ایک بات بتاؤ خوب غور کر کے، تمہیں دھوکا تو نہیں ہوا؟"

" میں نے پہلے بھی کہا تھا صاحب اگر بات بوڑھے بابا کی نہ ہوتی تو میں کوئی دعویٰ نہ کرتا!"

" بگھی کنور صاحب ہی کی تھی؟"

" پورے کھیڑے میں صرف دو بگھیاں ہیں اور دونوں کنور جی کی ہیں کسی اور کے پاس یہاں بگھی ہے ہی نہیں۔"

" اس کوچوان کو پہچان سکتے ہو جو اس وقت بگھی چلا رہا تھا جب بوڑھا بگھی میں بیٹھا تھا؟"

" ضرور صاحب! بڑی بڑی مونچھیں رکھتا ہے۔ اچھے بدن کا جوان ہے۔ میں اسے دیکھوں گا تو ضرور پہچان لوں گا۔" ہدایت نے جواب دیا۔ میں ایک خیال میں ڈوب گیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔

" ہدایت تمہارے پاس کوئی ایسی جگہ ہے جو بہت محفوظ ہو؟ دیکھو دوست! اب تک جو کچھ ہوا ہے اسے نظر انداز کرنا ہو گا۔ تم اب ہمارے قابلِ اعتماد آدمی بن چکے ہو۔ بلکہ یوں سمجھ لو کہ بوڑھے کے سلسلے میں پورے

پورے راز دار ہو۔ بوڑھے بابا کو حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت کرنی پڑے گی۔ اگر یہ کام ہو گیا تو میں تمہیں ذاتی طور پر انعام دوں گا۔ غور کرو اگر تمہیں تین ہزار روپے اور مل جائیں تو تمہارے کتنے دلدر دور ہو جائیں گے مگر اس کے لیے محنت کرنی پڑے گی۔"

" روپوں کی کوئی بات نہیں ہے جناب! آپ نے مجھے اس قابل سمجھا یہی بہت بڑی بات ہے۔ بس یہ مزدوری مار دیتی ہیں ورنہ ایک پیسہ بھی آپ سے نہ لیتا۔ جگہ کا بندوبست ہو جائے گا۔ اگر کسی کھیت میں ایک کچا گھر ہو تو کام چل جائے گا۔"

" آس پاس کا علاقہ سنسان ہے؟"

" بالکل، کرنا کیا ہو گا غزالی صاحب؟"

" کوچوان کی زبان کھلوانی ہے۔ اور یوں سمجھ لو ہدایت کہ تم پر آخری درجے کا اعتماد کیا جا رہا ہے۔"

" خدا کی قسم صاحب جان چلی جائے آپ سے غداری نہیں کروں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔" ہدایت نے کہا۔

" ٹھیک ہے! اب تم ایک کام کرو۔ پوری احتیاط کے ساتھ اس کوچوان کا پتا چلاؤ اور مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں رہتا ہے؟"

" آپ کو اطلاع کہاں دی جائے؟"

" حویلی کے آس پاس کہیں آ سکتے ہو؟"

" جہاں کہیں! ویسے حویلی کے بائیں طرف ایک کچی پگڈنڈی ہے جو ایک دھرم شالے پر ختم ہوتی ہے۔ ہمارے کام کے لیے وہ جگہ بھی بری نہیں رہے گی صاحب۔ سنسان جگہ ہے کوئی اس طرف نہیں جاتا آپ کہیں تو میں آج شام کو آپ سے وہیں ملوں!"

" بہت ٹھیک ہے! شام کو کس وقت وہاں پہنچو گے؟"

" سات بجے!"

" ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر ہدایت کے ساتھ رہا۔ پھر چلا آیا۔ بستی گھومی۔ اس کا گھومنا ہی کیا۔ یہ اس کا اکلوتا بازار تھا۔ دوپہر کو واپس حویلی پہنچ گیا۔ مہمان خانے میں نوکروں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ میرے لیے کھانا دیا گیا۔ کھانے کے بعد کچھ دیر سونے کی ٹھانی اور بستر پر دراز ہو گیا۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ دروازے پر آہٹ ہوئی۔ اور پھر کوئی اندر آ گیا۔ اتنا اندھیرا بھی نہیں تھا کمرے میں کہ میں آنے والے کو نہ پہچان سکتا۔ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ اوشا کماری تھی۔ خوب صورت سفید ساڑھی میں بڑی پُر وقار نظر آ رہی تھی۔

" ہیلو!" اس نے کہا۔

" ہیلو کماری جی! آپ نے کہاں تکلیف کی، مجھے بلوا لیا ہوتا۔" میں نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔ "آئیے تشریف رکھیے!"

" تشریف رکھیے! کیا صرف بیٹھیے نہیں کہا جا سکتا؟" اس نے

حسین آواز میں کہا۔

"جی... جی ہاں!"

"کچھ پڑھے لکھے ہیں آپ؟"

"جی ہاں تھوڑا بہت! بیٹھیے۔ آپ کا کھڑا رہنا مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔" میں نے کہا اور وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"ایک تعلیم یافتہ انسان ہونے کی حیثیت سے آپ کو انسانی فطرت کا کچھ اندازہ ضرور ہوگا۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم اس حد تک کہ فطرت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔"

"جی ہاں کیوں نہیں!"

"عمر کی تین منزلیں ہوتی ہیں۔ بچپن جوانی اور بڑھاپا۔ بچپن معصوم خواہشوں کا زمانہ ہوتا ہے۔ جس چیز کی خواہش ہوتی ہے وہ مانگ لی جاتی ہے۔ اچھے کھانے، مٹھائیاں، کھلونے، وہ سب کچھ جو دل میں آئے۔ اس کے بعد جوانی آتی ہے... آتی ہے نا؟"

"جی!"

"اس عمر کی خواہش بے دست و پا کیوں ہوتی ہے؟ جس طرح بچپن میں مانگے اور بن مانگے سب کچھ مل جاتا ہے جوانی میں کیوں نہیں ملتا۔ عمر کی ہر منزل میں کچھ ضرورتیں ہوتی ہیں۔ ہر عمر کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ جوانی کی عمر کے تقاضوں اور ضرورتوں پر کیوں پابندیاں لگا دی جاتی ہیں؟" وہ کسی رکاوٹ اور جھجک کے بغیر بول رہی تھی۔

مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ ڈاکٹر طاہر علی اتنی ہوشمند لڑکی کا دماغی علاج کر رہے ہیں لیکن پھر مجھے گذشتہ رات یاد آگئی جب وہ کنول تھی اور تالاب میں اُگ گئی تھی۔ ممکن ہے وہ صرف دورے کی حالت میں نارمل نہ رہتی ہو۔ اُس وقت اس کی باتیں بڑی عجیب تھیں۔ بہر حال مجھے اس بات کو سامنے رکھ کر گفتگو کرنی تھی کہ وہ کنور پربھات سنگھ کی بیٹی ہے۔ کوئی نازیبا بات نہ ہو۔

"کماری جی کیا اس سوال کا جواب ضروری ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آئی تو اسی لیے تھی آپ کے پاس۔ اگر ذہن ساتھ نہیں دیتا تو جانے دیں۔ آپ نے جس نام سے مجھے مخاطب کیا ہے اُسی نے مجھے بد دل کر دیا۔" وہ مُنہ بنا کر بولی۔

"نہیں سمجھا!" میں نے تعجب سے کہا۔

"آپ کی پسندیدہ ڈش کیا ہے؟" وہ بولی۔

"جی؟" میں نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ ایک حسین بستر پر کتنی دیر آرام کر سکتے ہیں۔ مجھے جواب دیجیے۔ پلیز صرف ہاں اور جی نہ کرتے رہیے۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میرا نام اوشا ہے۔ مجھے ہر وقت ہر لمحہ کماری جی، چھوٹی رانی، کہلانا اچھا نہیں لگتا۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا کوئی ہم عمر کم از کم آپ جیسا مجھے اوشا کہے، صرف اوشا... آپ نہیں تم کہہ کر مخاطب کرے... آہ یہ سونے کی زنجیریں میری تقدیر بن گئی ہیں۔ یہ احترام میرے ڈیڈی کی خرید ہے اور میں اس میں الجھ کر رہ گئی ہوں۔ ہمیں انسانی رشتوں سے اتنا دُور کیوں کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہوتا ہے۔ غزالی ہے نا آپ کا نام؟"

"جی ہاں!" میں نے کہا۔

"مسٹر غزالی! آپ کو ڈوب مرنا چاہیے۔ آپ آپ۔ اور کیا کہوں آپ سے، آپ اتنے شاندار مرد ہیں۔ آپ اتنی دلکش شخصیت کے مالک ہیں۔ لیکن... لیکن... آپ جیسے شخص سے کچھ کہنا بیکار ہے۔ اوکے ٹھیک ہے۔" وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔

میں خود کو کسی جھگڑے میں نہیں الجھانا چاہتا تھا لیکن پھر سوچا کہ ذرا اس کتاب کو کھول کر تو دیکھا جائے کیا ہے اس میں۔ وہ دروازے تک پہنچی تھی کہ میں نے کہا۔

"اوشا! رکو تو سہی۔" وہ رکی، مڑی اور پھر ہنس پڑی۔

"چابی سے چلتے ہو؟"

"جی نہیں محترمہ! بات یہ ہے کہ آپ کے طبقے کے لوگوں کو ادب آداب ہی سے خوش ہوتے دیکھا ہے۔ بے تکلفی اور بے ساختہ طرزِ تخاطب آپ کے مزاج کو برہم کر دیتا ہے اور آپ کو اپنا منصب گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ مجھے کیا ضرورت تھی کہ میں آپ کو خود سے برگشتہ کرتا۔ آؤ بیٹھ جاؤ۔" میرے لہجے میں تحکم تھا۔ میں اُس کے مزاج کو سمجھ چکا تھا۔

یوں لگا جیسے وہ ان لفظوں سے بندھ گئی ہو۔ چنانچہ وہ واپس آکر کرسی پر بیٹھ گئی۔ "جو کچھ تم نے کہا اسکا جواب چاہتی ہو؟"

"ہاں!"

"یہ بتاؤ کہ بچپن کے کھلونے جوانی کے طاق میں آسجیں تو پھر کس شے کی طلب ہوتی ہے؟"

"خود سے جواب مانگو!" اُس نے کہا۔

"نہیں اوشا جی، جوانی سب کے لیے ایک جیسا تجربہ نہیں ہوتی بلکہ ہر شخص کے لیے ایک جداگانہ تجربہ ہوتی ہے۔"

"بکتے ہو! گرمیوں کی سنسان دوپہریں، جاڑوں کی لمبی راتوں میں، اس وقت جب آنکھ سوتے سوتے اچانک کھل جائے، بار کی اُس بھیگی شام میں جب تنہا کمرے کی کھڑکی سے ننھی ننھی پھواریں آکر بدن بھگونے لگیں، تمھارے دل میں کچھ نہیں ہوتا؟ کوئی احساس، کوئی خواہش نہیں جاگتی؟ اس عمر کے، اس طلب کے تمام راستے ایک ہی سمت جاتے ہیں۔"

"کیا یہ آخری بات ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں یہ مٹی کی مانگ ہے۔ سانس کی طلب ہے۔ حقیقتوں کو کیسے جھٹلا سکتے ہو تم؟"

"یہ بتاؤ اوشا تمھیں الجھن کیا ہے؟"

"جو کہنا چاہتی ہوں نہیں کہہ پاتی۔ مجھے غور سے دیکھو!" وہ کھڑی ہوگئی۔ "کیا میں صرف احترام کیے جانے کے قابل ہوں۔ میرے لیے کسی کی آنکھوں میں خمار نہیں اتر سکتا۔ مجھے دیکھ کر کسی کے ہونٹ خشک نہیں ہو سکتے۔ کوئی مجھے دیکھ کر احترام کے مصنوعی تقاضے نہیں بھول سکتا۔ اس حویلی میں رہنے والوں کو صرف میرا احترام سکھایا گیا ہے۔ کسی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ مجھے غور سے دیکھے۔ دل کے جذبات زبان پر لانا تو درکنار آنکھوں تک بھی نہ لا سکے۔ اس طرح کچل دیا گیا ہے، روح کو۔ یہ سب قابلِ نفرت ہیں اور تم بھی... تم سب!" اُس نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ اس کا چہرہ لال بھبھوکا ہو گیا تھا۔ آگ ہو گئی تھی وہ۔ اُس کی خوب صورت آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ وہ ایک ہیجانی انداز میں میرے بالکل قریب آگئی بے حد قریب۔ اُس کے اوپر کے ہونٹ پر پھیلے ہوئے سرمئی روئیں میں پسینے کے قطرے اُلجھے ہوئے تھے اس کی سانسیں کسی زہریلی ناگن کی آتشیں پھنکاریں محسوس ہو رہی تھیں۔ میں اُس سے ڈر گیا۔ میں ہانپنے سا لگا۔

اُسی وقت دو لڑکیاں گھبرائی ہوئی اندر داخل ہوئیں۔ انھوں نے کچھ کہنے کے لیے مُنہ کھولا اور پھر اوشا کو دیکھ کر مودب ہو گئیں۔ پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔

"کماری جی! آپ یہاں ہیں۔ یہ آپ کے سونے کا سمے ہے۔ آئیے... آئیے کماری جی۔" انھوں نے دونوں طرف سے اوشا کے بازو پکڑ لیے۔ وہ مجھے دیکھتی رہی۔ پھر ہنس پڑی۔ اور ان کے ساتھ مڑتی ہوئی بولی۔

"شاید! باہر چاند نکل آیا ہے!" دونوں لڑکیاں اُسے لیے ہوئے باہر نکل گئیں۔ میں حیرت زدہ کھڑا رہ گیا۔ لڑکی میری سمجھ میں آگئی تھی۔ ڈاکٹر طاہر علی اس کا مرض شاید نہیں سمجھ سکے تھے۔ "باہر چاند نکل آیا ہے!" کوئی اشارہ تھا میرے لیے یا یہ "دیوانے کی ایک بڑ" تھی؟ میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔

میں سر پکڑ کر ایک کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔ اُس بے پناہ حُسن نے اس وقت میرا دماغ گھما کر رکھ دیا تھا۔ اگرچہ میری جوانی نے یونیورسٹی کی آزاد فضا میں سانس لیے تھے۔ مگر میں نے اپنے جذبات کو سنبھالے رکھا تھا۔ اور اپنے نام کے ساتھ کسی کو مسکرانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اُس وقت گرمیوں کی سنسان دوپہروں میں، جاڑوں کی لمبی سیاہ راتوں میں یا بادلوں بھری شاموں میں کوئی انگڑائی ٹوٹتی تو میں اپنی نگاہوں پر پاکیزگی کا پردہ ڈال لیتا۔ پھر حالات بدل گئے اور مجھ سے میری شخصیت ہی چھین لی گئی۔ ہما اور جولیا نے بارہا ذہن کو اپنی طرف راغب کیا لیکن دل بجھ گیا تھا۔ اور اب شاید یہ دل کبھی روشن نہیں ہو سکتا تھا۔ اوشا نے بہت آگے قدم بڑھایا تھا۔ بے وقوف لڑکی سوچے سمجھے بغیر آگے آگئی تھی۔ چاند کا حوالہ بھی شاید ایک اشارہ تھا میرے لیے۔ میں نے سوچا اس اشارے کو سمجھ جاؤں۔ اپنے مقصد کے لیے... وہ پاگل نہیں تھی۔ میں اُس سے سودا کر سکتا تھا لیکن یہ سودا بے حد خطرناک تھا۔ اگر مجھے وہاں دیکھ لیا گیا تو وہ کچھ ہوگا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اوشا تو شہزادی تھی مگر مجھ غریب کی جان ایک آفت میں پھنس جاتی۔ پھر یہ کہ میں کسی بھی قیمت پر اپنے ضمیر کو داغدار نہیں کر سکتا تھا۔

پانچ بجے کے قریب کنور صاحب واپس آگئے۔ چھ بجے تک ساتھ رہے اور چائے کے بعد اُٹھ گئے۔ اُن کے جاتے ہی حسن صاحب اور ڈاکٹر صاحب مجھ سے میری آج کی کارکردگی کے بارے میں پوچھنے لگے۔

"ہدایت سے ملاقات کے سوا میں نے اور کچھ نہیں کیا۔" میں نے کہا۔

"کوئی کام کی بات ہوئی۔"

"ہدایت ابھی تھوڑی دیر کے بعد مجھے ملے گا اور بگھی کے کوچبان کے بارے میں معلومات فراہم کرے گا۔"

"کہاں ملے گا؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"یہاں سے تھوڑی دور ایک دھرم شالہ ہے۔ وہیں ملنے کا وقت دیا ہے اُس نے۔" میں نے جواب دیا۔

"گڈ! ویسے اس صورتِ حال کے بارے میں تمھاری رائے میں کوئی تبدیلی ہوئی؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"نہیں! یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ کنور صاحب بوڑھے کو چھپانا چاہتے ہیں۔ انھوں نے اُسے ہماری وجہ سے یہاں سے ہٹایا ہے۔ کسی ایسی جگہ پہنچا دیا ہے جو ہماری نگاہوں میں نہیں آسکتی۔" میں نے انھیں جواب دیا۔

"سوال یہ ہے کہ کنور اس کے بارے میں کیا جانتا ہے۔ کیا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو ولاڈی واسکاٹ کے معاملات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ بات اس سے کیسے اگلوائی جائے؟" حسن صاحب نے کہا۔

"یہی سوچنا ہے ویسے آپ کا آج کا پروگرام کیسا رہا؟" میں نے دریافت کیا۔

"بالکل بے مقصد تضیع اوقات کے سوا کچھ نہیں۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"کنور صاحب کو شبہ تو ہو ہی چکا ہے۔ کسی طرح انھوں نے اس شبہے کا اظہار بھی کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"قطعی نہیں، حسن نے ایک زمین پسند کی ہے۔ کنور اُسے مفت پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ظاہر ہے ہم نے اُسے منظور

نہیں کیا۔ طے یہ ہوا ہے کہ حسن کچھ اور متعلقہ لوگوں کو یہ جگہ دکھائیں گے اس کے بعد کوئی فیصلہ ہو جائے گا۔ بظاہر اب ہمارے یہاں رُکے رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ بس کنور کی خواہش پر دو ایک روز اور یہاں ٹھہر جائیں گے۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

"مجھے دیر ہو جائے گی، بقیہ باتیں رات کو ہوں گی اب مجھے اجازت دیجیے!" میں نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ اور پھر وہاں سے نکل آیا۔ اندھیرا پھیل گیا تھا، میں نہایت احتیاط سے دھرم شالے کی طرف روانہ ہوا۔ اس بات کو مدِّ نظر رکھا جانا ضروری تھا کہ کہیں میرا تعاقب نہ کیا جائے۔ میں نے پوری احتیاط کے ساتھ لمبے راستے طے کرتے ہوئے دھرم شالے تک کا سفر طے کیا۔ اس بات کا پوری طرح خیال رکھا کہ کہیں تعاقب تو نہیں کیا جا رہا لیکن خیریت ہی رہی۔ سات بج چکے تھے۔ ہدایت خود ہی دھرم شالے کے ایک گوشے سے نکل کر میرے پاس پہنچ گیا۔

"مجھے کچھ دیر ہو گئی ہدایت!" میں نے اُس سے کہا۔

"نہیں صاحب! میں بھی ابھی دو منٹ پہلے ہی یہاں آیا ہوں۔ سوچ رہا تھا کہ آپ انتظار کر رہے ہوں گے۔" ہدایت نے کہا۔

"کچھ کام بنا؟"

"جی ہاں! کوچوان کا نام سروپ چند ہے۔ سب اُسے سروپا کہتے ہیں۔ بامنی کے ٹوہرے میں رہتا ہے۔ بامنی کا ٹوہرہ حویلی سے کوئی ایک میل ہے۔ یوں تو کنور صاحب کے بہت سے ملازم حویلی ہی میں نوکروں کے احاطے میں رہتے ہیں لیکن سروپا کے تین بھائی ان کے بیوی بچے اور خود سروپا کے بیوی بچے ملا کر بہت ہو جاتے ہیں اس لیے اتنے بڑے خاندان کی گذر وہاں نہیں تھی۔ چنانچہ سروپا اپنے گھر میں ہی رہتا ہے رات کو آٹھ بجے وہ حویلی سے نکل کر اسی طرف سے اپنے گھر جاتا ہے صاحب۔" ہدایت نے بتایا۔

"کیا یہ ساری معلومات اطمینان بخش ہیں ہدایت؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"بالکل جناب! میں نے خود سروپا کو پہچانا ہے۔ مالی نے میری مدد کی ہے۔ اور وہ بہت بھروسے کا آدمی ہے!" اُس نے کہا

"ہدایت، تم نے قابلِ انعام کام کیا ہے۔ تمھیں انعام ضرور ملے گا۔ آٹھ بجنے میں بیس منٹ باقی ہیں۔"

"جی ہاں... میرے پاس گھڑی نہیں ہے۔"

"یہ گھڑی تمھاری ہو گی لیکن تمھاری واپسی کے بعد۔" میں نے اپنی کلائی کی گھڑی اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ "اس موقع سے ہم کیوں نہ فائدہ اُٹھائیں؟"

"ضرور صاحب، جو آپ کا حکم ہو۔"

"اغوا! سروپ چند کو اغوا کر کے اس دھرم شالے میں لانا ہے یہاں ہم اُس سے معلومات حاصل کریں گے۔"

ہدایت خاموش ہو گیا۔ میں نے اس کی کیفیت محسوس کر کے کہا۔ "تمھیں بالکل ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کسی مسئلے میں پھنس جاؤ تو میں اجازت دیتا ہوں کہ میرا نام لے لینا۔ اب غور سے سُنو ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ لو یہ رومال اپنے چہرے پر کس کر باندھ لو۔ ہم اُسے اٹھا کر یہاں لائیں گے۔ پھر میں انگریزی میں اس سے بات کروں گا تم اس کا ترجمہ کرو گے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اگر کسی کو اپنے اغوا کی کہانی سنائے تو کہے کہ اُسے اغوا کرنے والوں میں سے ایک انگریز تھا۔"

"مگر ترجمہ... ہم کیسے کریں گے صاحب؟" ہدایت نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"اس کی فکر نہ کرو۔ میں تمھیں بتائے دیتا ہوں کہ میں کیا کہوں گا اور اُس سے کیا پوچھنا ہے۔ آؤ اس راستے کی طرف میری رہنمائی کرو۔ جہاں سے وہ گذرتا ہے۔" میں نے کہا اور ہدایت میرے ساتھ چل پڑا۔

وہ پگڈنڈی دھرم شالے سے کوئی سو گز کے فاصلے سے گذرتی تھی جو حویلی سے بستی جانے کا مختصر راستہ تھی۔ ہم ایک درخت کی آڑ میں چھُپ گئے۔ یہاں میں نے ہدایت کو اُن سوالات کی پوری تفصیل سمجھائی جو مجھے کوچوان سے کرنے تھے۔

چاروں طرف ہو کا عالم تھا۔ بہت دور کہیں گیدڑ بول رہے تھے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد بستی میں بھونکنے والے کتوں کی آوازیں سنائی دے جاتی تھیں۔ تاریکی میں گھورتے رہنے سے ہماری آنکھیں تاریکی کی عادی ہو گئیں۔ تقریباً سوا آٹھ بجے ہدایت نے اچانک کہا "آ رہا ہے!"

"ہاں۔ وہ سایہ مجھے بھی نظر آ رہا ہے۔ تمھیں یقین ہے کہ وہی ہے؟"

"جی ہاں!"

"تیار ہو جاؤ۔"

"مجھے... مجھے کیا کرنا ہے صاحب؟" ہدایت کی آواز گھگھیائی ہوئی تھی۔

"کچھ نہیں... یہ کام میں کروں گا۔" میں نے کہا۔ سایہ قریب آتا جا رہا تھا۔ ہدایت نے آہستہ سے کہا۔

"جی ہاں! سو فیصدی وہی ہے!"

کوچوان درخت کے نزدیک پہنچا۔ دو قدم آگے بڑھا تو میں نے پھرتی سے درخت کی آڑ سے نکل کر اس پر حملہ کر دیا۔ میرا گھونسا اس کی گدّی پر پڑا۔ وہ ہرے رام کہہ کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

دوسرے لمحے میں اس کی پشت پر سوار تھا۔ میں نے اس کی گردن دبالی تھی۔

کوچوان دو تین بار چیخا پھر اُس کی آواز بند ہو گئی۔ میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اُسے کھڑا کیا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ بیہوش نہیں ہوا تھا لیکن خوف سے ساکت تھا۔

"آگے بڑھو۔ اگر اب چیخنے کی کوشش کی تو گولی ماردی جائے گی۔" میں نے انگریزی میں کہا۔ اور ہدایت کا گراموفون بج اٹھا۔

"گورا صاحب کہتا ہے کہ دھرم شالے میں چلو نہیں تو مارے جاؤ گے۔" میں نے پُر اطمینان انداز میں گردن ہلائی اور اُسے پوری طرح دبوچے ہوئے دھرم شالے کی طرف گھسیٹنے لگا۔ کوچوان کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی مزاحمت نہیں کرے گا۔ ہم اُسے بآسانی دھرم شالے میں لے آئے۔ یہاں روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا لیکن اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں نے پھر انگریزی میں کہا۔

"کوچوان! تمھیں اس جگہ ختم بھی کیا جا سکتا ہے۔ جان بچانے کی ایک یہی صورت ہے کہ جو کچھ تم سے پوچھا جائے اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دو۔" ہدایت نے ترجمہ کیا۔

"گورا صاحب پوچھتا ہے تم اس بوڑھے کو کہاں لے گئے ہو۔" میں نے محسوس کیا کہ ہدایت کا ترجمہ کھیل بگاڑ دے گا۔ وہ خود بھی خوفزدہ تھا اور شاید میرے سکھائے ہوئے جملے بھول گیا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک اور طریقہ استعمال کیا۔ میں بگڑی ہوئی اردو میں بولا۔ "ویل ثائیس... تمھیں کوئی خطرہ ناہیں۔ اگر تم سچ بولے گا تو ہم تمھیں چھوڑ دے گا۔ ناہیں تو جان سے مار دے گا۔"

"ہری رام... شبو شنکر رادھے شیام۔ رادھے شیام۔" کوچوان کی کپکپاتی ہوئی آواز نکلی۔

"بولے گا۔ سانچ بولے گا؟" میں نے کہا۔

"گورا صاحب بولتا ہے سچ بولو گے تو جان بچ جائے گی۔" ہدایت نے ٹکڑا لگایا۔

"بولے گا مائی باپ... اولاد کسم... ہم سچ بولے گا!" کوچوان کی آواز بمشکل تمام نکلی تھی۔

"ویل ٹم بتاؤ... پچھلا راٹ ٹم اس بوڑھے آدمی کو بگھی میں کدھر لے گیا؟"

"شکار بنگلے میں مائی باپ... شکار بنگلے میں!"

"اور کون ٹمارا ساتھ تھا؟"

"کک کلوا... اور گھونا تھ مائی باپ۔"

"ادھر شکار بنگلہ میں اور کون ہے؟"

"بھگوان سوگند... للو ہے کی ماں کی سوگند... ہمیں نامعلوم سرکار، ہو ہو ہو۔" کوچوان کی آواز ابھری۔

"اس سے پہلے بوڑھا کہاں تھا؟"

"حویلی میں سرکار... حویلی میں..."

"شاباش ٹمیں زندگی چاہیے۔ یا مرنا مانگتا؟"

"جینا مانگتا مائی باپ... ایک بار چھوڑ دو... ہائے دیا... اری سوے کی ماں۔"

"تو پھر زبان بند رکھنا مانگتا... بالکل بند رکھنا مانگتا... او کے..." میں نے کوچوان کی گردن دباتے ہوئے کہا۔ اور وہ پھر پہلے کی طرح ساکت ہو گیا۔ "چالو، بھاگ جاؤ... واپس مڑ کر مت ڈیکھنا۔" میں نے اسے دروازے کی طرف دھکا دے دیا۔ اُس کے بھاگنے کے انداز پر مجھے ہنسی آ گئی۔ میں اور ہدایت باہر آ کر اسے تاریکی میں گم ہوتے دیکھتے رہے۔ پھر میں نے ہدایت سے کہا۔ "آؤ ہدایت ہمارا کام ہو چکا ہے۔" اور ہم دونوں دھرم شالے سے باہر آ گئے۔ راستے میں میں نے کہا۔ "شکار بنگلے کے بارے میں، میں خود معلومات حاصل کر لوں گا۔ فی الحال تمھارے لیے کوئی کام نہیں ہے لیکن کسی بھی وقت تمھاری ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ اگر تم سے ملاقات مقصود ہو تو چکی پر ہی۔"

"جی ہاں! اگر میں موجود نہ ہوں تو بلوا لیں۔"

"بس اب تم جاؤ لیکن ایک بات یاد رکھنا تم کسی بھی قیمت پر یہ سب کچھ مُنہ سے نہیں نکالو گے۔"

"ہدایت نمک حرامی نہیں کرے گا صاحب! آپ کے لیے تو اب جان بھی دے سکتا ہوں۔ میں بھی انسان ہوں، احسان ماننا جانتا ہوں۔ آپ نے مجھ سے نقصان اٹھانے کے بعد بھی میرے لیے جو کچھ کیا ہے میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔"

مہمان خانے تک پہنچنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ چوکیدار پہچانتے تھے۔ اندر حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی باتیں کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر سنبھل گئے۔ میں نے انھیں کوچوان کی کہانی سنائی اور دونوں حیران رہ گئے۔

"آج ہی تو ہم شکار بنگلے کے سامنے سے گذرے تھے۔ کنور صاحب نے بتایا تھا کہ یہ بنگلہ ایک باغ کے درمیان واقع ہے۔ اسے بھی شکار باغ کہا جاتا ہے۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر جنگل شروع ہو جاتے ہیں جہاں شکار ملتا ہے۔ کنور صاحب نے پیشکش کی تھی کہ اگر ہم شکار کے لیے کچھ وقت نکال سکیں تو وہ انتظام کر دیں لیکن ہم نے معذرت کر لی۔" حسن صاحب نے کہا۔

"تو بوڑھا وہاں موجود ہے۔" طاہر علی نے پُرخیال انداز میں کہا۔ پھر میری طرف رُخ کر کے بولے۔ "کیا خیال ہے غزالی؟"

"کیا مطلب؟" حسن صاحب چونک کر بولے۔

"شکار بنگلے پر ریڈ کیا جائے؟"

"مجھے اس سے اختلاف ہے۔ بات ہماری پوزیشن کی ہے۔ اگر کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو کیا ہو گا۔ ہماری عمر بھلا ان کاموں کی ہے؟"

"غلطی ہو گئی یار! داور کو کچھ لوگوں کے ساتھ اگر لے آئے ہوتے تو اس وقت کام بن جاتا۔ غزالی کو بھی اس سے زیادہ نہیں استعمال کیا جا سکتا۔" طاہر علی ہاتھ ملتے ہوئے بولے۔

"کنور صاحب کے بارے میں بھی مجھے شبہ ہے۔ وہ بلند شہر کے بجائے کہیں شکار بنگلے نہ گئے ہوں۔ اصولاً اس بات سے واقف ہونے کے بعد کہ ہم لوگ بوڑھے کی تلاش میں ہیں انھیں محتاط ہو جانا چاہیے اور وہ ہو گئے۔ چنانچہ بوڑھے کو یہاں سے نکال کر شکار بنگلے پہنچا دیا گیا۔ اب ممکن ہے اُسے وہاں سے بھی نکال دیا جائے۔" میں نے کہا اور طاہر علی کا چہرہ سکڑ گیا۔ میں نے بارہا محسوس کیا تھا کہ حسن صاحب سے زیادہ طاہر علی اس معاملے سے دلچسپی لے رہے ہیں۔

چند لمحات خاموش رہنے کے بعد طاہر علی نے کہا۔ "کنور پربھات اس سلسلے میں ہمارا حریف بن گیا ہے۔ ہم بہت دن سے اس کام میں مصروف ہیں، میکے براؤن جیسے شیطان کو ہم نے قبول نہیں کیا تو پربھات کیا حیثیت رکھتا ہے۔ کچھ کوشش کیے لیتے ہیں، اگر سیدھے ہاتھوں گھی نہ نکلا تو پھر انگلیاں ٹیڑھی کرنی ہوں گی۔ میں اس کی بیٹی کا معالج ہوں۔"

"اوہ نہیں طاہر علی! میں تمھیں اس کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔ بات ان لوگوں تک رہے جو متعلق ہیں۔ اس بچی کو کوئی نقصان پہنچانا ہرگز درست نہ ہو گا۔" حسن صاحب نے کہا۔

طاہر علی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سب آرام کے لیے اٹھ گئے۔ اس سلسلے میں کسی اور کارروائی کا کوئی پروگرام نہیں بنا تھا اور طے ہوا تھا کہ دوسرے دن اس موضوع پر بات ہو گی۔ حسن صاحب کے کمرے میں سے طاہر علی ساتھ ساتھ باہر نکلے تھے۔ طاہر علی نے آہستہ سے کہا۔ "نیند نہ آ رہی ہو تو آؤ میرے کمرے میں کچھ دیر بیٹھو۔" میں خاموشی سے ان کے پیچھے چلتا ان کے کمرے میں آ گیا۔

"حسن فطرتاً شریف آدمی ہے ایسے شخص کو اصولاً ایسے میدان میں قدم ہی نہیں رکھنا چاہیے۔ میرا خیال ہے غزالی کہ میں داور کو یہاں بلا لوں۔ حالات بتا رہے ہیں کہ اس کی ضرورت پیش آ جائے گی، بوڑھے کو کنور کی تحویل میں نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

"اوشا کی بیماری کیا ہے طاہر علی صاحب؟" میں نے اچانک سوال کیا۔

"کیوں؟" طاہر علی چونک پڑے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت وہ اوشا سے متعلق کسی سوال کے لیے تیار نہیں تھے۔

"میرے خیال میں وہ بیمار نہیں ہے۔ وجوہ آپ بہتر جانتے ہوں گے لیکن میری اس سے کچھ گفتگو ہوئی ہے جس سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ اپنے مستقبل سے غیر مطمئن ہے۔ نوجوان لڑکی ہے کچھ آرزوئیں اس کے ذہن میں تشنہ ہیں اور ان تشنہ خواہشات کا ہجوم اسے منتشر کر دیتا ہے۔ مجھے تعجب ہے طاہر علی صاحب کہ آپ لوگ... ویسے کنور صاحب کو فوراً اس کی پسند کی شادی کر دینی چاہیے۔"

طاہر علی صاحب مجھے بغور دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ مسکرا کر بولے۔ "میں تمھارے شعبے کا تعین نہیں کر سکتا غزالی، ہر معاملے میں ٹانگ اڑا دیتے ہو اور صحیح کوڑی نکال لاتے ہو۔ ڈاکٹر نہیں ہو ورنہ شاید مرض کا نام بھی بتا دیتے۔ وہ مریضہ ہے، ایک خوفناک بیماری ہے اسے۔ کنور پربھات نے مجھے اس کا پس منظر بتایا ہے۔ ایک معالج کی حیثیت سے مجھے بہت سی باتیں راز رکھنی پڑتی ہیں۔ تفصیل نہیں بتا سکوں گا، بس اتنا سمجھ لو کنور پربھات بدقسمتی کا شکار ہو گیا۔ وہ بچی ایسی عمر میں ایک حادثے کا شکار ہو گئی جب وہ اس کے قابل نہیں تھی۔ حادثے کے ذمہ دار شخص کو موت کی سزا دے دی گئی، اس سے زیادہ کیا کیا جا سکتا تھا لیکن جو ہونا تھا ہو گیا۔ کنور نے اسے صرف ایک حادثہ قرار دیا اور سوچا کہ بات ختم ہو گئی لیکن بات ختم نہیں ہوئی۔ وہ زندگی کے ایک اہم راز سے اس وقت آشنا ہو گئی جب وہ اُسے سمجھ بھی نہیں سکتی تھی اور... اور پھر مسلسل پابندی نے اس کا دماغی توازن بگاڑ دیا۔ اس کے سلسلے میں تمھارا اندازہ درست ہے لیکن شادی اس کے مرض کا حل نہیں ہے۔ وہ نارمل نہیں ہے۔ اس کا ایک طویل علاج ہے، یہ علاج بھی بہت پیچیدہ ہے۔ یا تو وہ بے جان ہو جائے گی بالکل پتھر... یا اگر تقدیر ساتھ دے گئی تو ممکن ہے نارمل ہو جائے۔"

"اوہ!" میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔ عجیب کردار تھا، قابلِ رحم بھی بے گناہ بھی اور خوفناک بھی۔

"تمھیں اس کا خیال کیوں آیا؟"

"صرف اس تصور سے کہ کیا وہ ہمارے کام آ سکتی ہے؟"

"ہرگز نہیں اس کے بارے میں بھول کر بھی نہ سوچنا۔ اسے اپنے ساتھ تنہائی کا موقع کبھی نہ دینا۔ داور کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

"سوال یہ ہے کہ کنور صاحب ان معاملات میں کس حد تک ملوث ہیں کم از کم اس کا پتا تو چل جائے۔ آج کی ان کی غیر موجودگی کس نوعیت کی ہے۔"

"اس کی زبان کھلوانے کا ایک ہی طریقہ ہے!"

"کیا؟"

"ہم کھل کر سامنے آ جائیں۔ میرے علاج سے اوشا کو کافی [illegible]ہوا ہے۔ میں اس کے ذہنی خلیوں سے وہ واقعہ فراموش کرانے [illegible]شش کر رہا ہوں۔ کنور کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کا دماغی توازن [illegible]وجہ سے خراب ہے۔ تم یوں سمجھ لو کہ پہلے وہ اظہار نہیں کر پاتی [illegible]اب اظہار کر دیتی ہے۔ گویا مرض سامنے آ گیا ہے۔ اور اس کے [illegible]اس کا علاج دریافت ہوا ہے۔ اس طرح میں کنور کا رازدار بن [illegible]ں، اور اس کی عزت میری مٹھی میں ہے۔ میں اس سے بوڑھے [illegible]ادا کروں گا۔"

"کیا یہ مناسب ہو گا؟" میں نے ذرا ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ مناسب ہے کہ اس نے ہم سے "مجھ" سے بوڑھے کے [illegible]لے میں تعاون نہیں کیا جبکہ اُسے کرنا چاہیے تھا!"

"میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا ہے طاہر علی صاحب!"

"کیا؟"

"حسن صاحب صورت حال سے اس حد تک واقف نہیں تھے پھر بقول آپ کے وہ شریف آدمی ہیں۔ آپ اس ٹرمپ کارڈ کو [illegible]س شکل میں کیوں نہ استعمال کریں۔ ہم شکار بنگلے چل کر بوڑھے کو تلاش [illegible]اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو کنور کی زبان بند کی جا سکتی ہے بلکہ اس [illegible]آپ اس سے اپنی خواہش کا اظہار اس شکل میں بھی کر سکتے [illegible]جس میں آپ چاہتے ہیں۔ دوسری شکل میں کنور یہ بھی کہہ سکتا ہے [illegible]در حقیقت ایسے کسی بوڑھے سے لاعلم ہے۔"

"میرے منہ کی بات چھین لی تم نے۔ کیا خیال ہے ہم دونوں چلیں؟"

"بالکل! میں تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"تو پھر دیر کیوں! اٹھو یہ ہوئی نا بات!" طاہر علی نے پُرجوش [illegible]میں کہا اور میں مسکرا دیا۔ طاہر علی مزے کی چیز تھے، حسن صاحب [illegible]کہیں زیادہ پُرجوش۔ ہم خاموشی سے اٹھے اور دبے قدموں باہر نکل [illegible]لینڈ روور میں بیٹھ کر طاہر علی صاحب نے سیٹ کے نیچے ہاتھ [illegible]ڈال کر دو پستول نکال لیے اور ان میں سے ایک میری طرف بڑھا کر [illegible]غیر شریفوں کو شرافت سکھانے کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں [illegible]بندوبست کر کے چلا تھا۔"

"کمال ہے طاہر صاحب! میں اس کی کمی محسوس کر رہا تھا۔ ویسے [illegible]ایک پستول داور کے پاس ہے۔ کسی کی امانت ہے دلوا دیں واپس [illegible]ل گا۔"

"اس وقت اس کا تذکرہ کر کے ذلیل کرنا ضروری تھا؟" طاہر [illegible]صاحب نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ اور ہم گیٹ پر پہنچ [illegible] چوکیدار نے فوراً گیٹ کھول دیا۔ میں طاہر علی صاحب کی [illegible]بات پر مسکرا کر رہ گیا۔ چند لمحات کے بعد وہ پھر بولے۔ "دلوا دوں [illegible]اس کی فکر نہ کرو۔"

"شکریہ!" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ لینڈ روور سبک روی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ "شکار بنگلے کا راستہ آپ کے ذہن میں ہے؟" تھوڑی دیر کے بعد میں نے پوچھا۔

"ہاں! میں اس سلسلے میں خاصی مہارت رکھتا ہوں۔ کوئی بھی جگہ ایک بار دیکھ لوں نہیں بھولتا۔" طاہر علی صاحب نے جواب دیا۔ رات کی تاریکیوں میں یہ سفر تقریباً پچیس منٹ جاری رہا پھر دُور سے کچھ روشنیاں نظر آئیں اور طاہر علی صاحب نے کہا۔ "وہ رہا شکار بنگلہ!"

"آپ نے کہا تھا کہ وہ کسی باغ میں ہے؟"

"باغ احاطے کے اندر ہے۔ یہ اس کا دروازہ ہے۔"

"ہوں!" میں نے گردن ہلائی۔ "میرے خیال میں گاڑی کچھ فاصلے پر روکی جائے دروازے پر محافظ ہوں گے۔"

"اندر کیسے داخل ہوں گے؟"

"احاطے کی دیوار پھلانگ کر۔ آپ کو اس میں دقت تو نہیں ہو گی۔؟"

"برخوردار مجھے بوڑھا ثابت کرنے کی کوشش نہ کرو۔ عمر کتنی بھی ہو لیکن میں ڈاکٹر ہوں، زندہ رہنے کا فن جانتا ہوں۔"

"تو پھر کوئی مناسب جگہ منتخب کریں۔" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر طاہر علی نے لینڈ روور ایک جگہ پارک کر دی۔ انجن بند کر کے انھوں نے چابی نکالی اور پھر ایک ٹارچ ہاتھ میں لے کر نیچے اتر آئے۔ ہم نے احتیاطاً لینڈ روور کے دروازے لاک نہیں کیے تھے۔ ٹارچ دیکھ کر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس گاڑی سے اور کیا کیا برآمد ہو گا؟"

"وہ سب کچھ جس کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ آؤ۔" ہم دونوں احاطے کی طرف چل پڑے۔ روشنی صرف دروازے پر تھی، احاطے کے گرد لگے ہوئے درخت اندھیرے میں چھپے ہوئے تھے۔ احاطے کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کودنا مشکل نہ ثابت ہوا، طاہر علی نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا۔ وہ بآسانی اندر کود گئے۔ کافی وسیع باغ تھا درختوں کے درمیان چلتے ہوئے ہم بے آواز آگے بڑھنے لگے۔ ٹارچ روشن کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔ درختوں کے سوا تھا بھی کیا۔ ہوا سیبوں اور سنگتروں کی خوشبو پھیلا رہی تھی۔ پھر ہم درختوں کے آخری سرے تک پہنچ گئے۔ ہمیں سامنے مٹیالے رنگ کی عمارت نظر آ رہی تھی جس کے کسی اندرونی کمرے میں روشنی تھی۔ یہاں رک کر ہم عمارت کا جائزہ لینے لگے۔ ہماری نگاہ گیٹ کی طرف بھی گئی تھی لیکن اوّل تو فاصلہ بہت تھا اور پھر کچھ درخت درمیان میں آ گئے تھے جن کی وجہ سے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہاں

چوکیدار وغیرہ ہیں یا نہیں۔

دفعتہً ڈاکٹر طاہر علی کے منہ سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔ انھوں نے بے اختیار ٹارچ روشن کرلی۔

"کیا ہے؟" میں نے روشنی کے حلقے کی طرف دیکھا اور میری نگاہ ایک خونخوار کتے پر پڑی جو بے تکے انداز میں زمین پر پڑا تھا۔ دوسرے لمحے میں بھی طاہر علی کے ساتھ جھک کر اسے دیکھنے لگا۔ انتہائی شاندار السیشین تھا۔ لیکن وہ زندہ نہ تھا۔ طاہر علی نے دو تین ٹھوکریں ماریں اور پھر سیدھے ہوکر بولے۔

"مر چکا ہے۔"

"وہ اس طرف۔" میرے منہ سے بے اختیار نکلا اور میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اس لاش سے دس گز دور ویسے ہی ایک اور کتے کی لاش موجود تھی۔ طاہر علی صاحب نے جلدی سے ٹارچ بجھا دی۔ "کوئی گڑبڑ ہے۔" انھوں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"یہی اندازہ ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"آؤ۔ ہوشیار، اب میں ٹارچ نہیں جلاؤں گا، پستول سنبھال لو۔" ہم دونوں مزید احتیاط کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے عمارت تک پہنچ گئے۔ کتوں کی موجودگی بتاتی تھی کہ یہاں چوکیدار وغیرہ نہیں ہیں۔ لیکن کسی نے کتوں کو ہلاک کر دیا تھا، کیوں؟ عمارت کا صدر دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ایک لمحے وہاں رک کر ہم نے اندر کی آہٹ لی اور پھر طاہر علی نے کھلے دروازے سے اندر قدم رکھ دیا۔ انھوں نے ٹارچ روشن کرلی تھی۔ ابھی وہ پوری طرح اندر داخل بھی نہیں ہوئے تھے کہ ان کے حلق سے ایک آواز نکلی اور وہ اچھل کر مجھ پر آپڑے۔ میں اس ناگہانی کے لیے قطعاً تیار نہیں تھا چنانچہ طاہر علی کی لپیٹ میں آگیا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ سائے ہمیں پھلانگتے ہوئے باہر نکل گئے۔ میں نے ایک لمحے میں خود کو سنبھالا اور دوڑتے ہوئے سایوں پر فائر کر دیا۔ جواب میں لگاتار کئی گولیاں ہمارے سروں سے گذر گئیں۔ میں نے پھر دو فائر کیے لیکن ان دوسرے فائروں کا جواب نہیں ملا گرتے ہوئے ٹارچ طاہر علی کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی لیکن چونکہ وہ روشن تھی اس لیے اسے ڈھونڈنا نہیں پڑا۔ اور میں نے لپک کر اسے اٹھالیا۔ طاقتور ٹارچ کی روشنی میں نے دور تک ڈالی لیکن اب کسی کا پتا نہیں تھا۔

"آپ زخمی ہیں ڈاکٹر۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں عزیزم۔ بس ذرا جبڑا کھسک گیا ہے۔ منہ سیدھا کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔" طاہر علی بھرائی ہوئی آواز میں بولے پھر جلدی سے کہنے لگے۔ "ٹارچ بند کرکے اپنی جگہ چھوڑ دو۔ اندر اور لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔"

میں نے بوکھلا کر ٹارچ بجھا دی اور پھرتی سے بائیں سمت رینگ گیا۔ طاہر علی بھی کھسک کر میرے پاس آگئے۔

"وہ لوگ گیٹ کی طرف نہیں گئے۔" میں نے سرگوشی کی۔

"جہاں بھی گئے ہوں ہمارے ہاتھ نہیں آسکتے۔ ویسے میری زندگی کا بدترین واقعہ ہے۔ خدا کی پناہ کسی عورت نے کبھی اتنا زبردست گھونسا کسی کو نہ مارا ہوگا۔" طاہر علی نے کہا۔

"عورت۔؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ایک سو دس فیصدی۔"

"آپ نے اسے دیکھا تھا؟"

"جی نہیں۔ میں صرف دروازے کی چوکھٹ دیکھ سکا تھا کیونکہ اس کے طاقتور گھونسے نے تھوڑی کا زاویہ بدل دیا تھا۔" طاہر علی صاحب تمسخرانہ انداز میں بولے۔

"پھر آپ کو کیسے اندازہ ہوا۔"

"کمال کے آدمی ہو یار۔ گھونسا دس فٹ کے فاصلے سے نہیں مارا جاتا۔ پہلے میں اس سے ٹکرایا اور اس نے گھونسا جڑ دیا اور کوئی ٹکرا جائے تو اندازہ ہو ہی جاتا ہے کہ ٹکرانے والے کا جغرافیہ کیا ہے۔"

میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آگئی۔ ایک گھونسے نے طاہر علی کو شگفتہ کر دیا تھا۔ چند منٹ تک ہم لوگ انتظار کرتے رہے۔ اندر سے نہ تو قدموں کی چاپ سنائی دی نہ کوئی باہر نکلا۔

"کیا خیال ہے عزیزم ایک اور گھونسا کھایا جائے۔"

"آئیے۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم دونوں پھر صدر دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ طاہر علی پیچھے ہٹتے ہوئے بولے "بس۔" تم کھالو۔ ممکن ہے وہ ایک ہی زاویہ پسند کرتے ہوں، اس جبڑے میں تو کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔" میں پستول سیدھا کیے اندر داخل ہوگیا۔ دروازہ ایک وسیع ہال میں کھلتا تھا۔ سامنے ہی دوسرا دروازہ نظر آرہا تھا جس سے روشنی چھن رہی تھی۔ ہم دونوں اس دروازے سے بیک وقت اندر داخل ہوئے چھوٹی سی کشادہ راہداری نے ایک اور دروازے تک پہنچا دیا۔ روشنی راہداری میں لگے ہوئے بلب کی تھی لیکن دوسرے دروازے کے ادھ کھلے کواڑوں سے بھی روشنی چھن رہی تھی۔ ہم دبے پاؤں وہاں تک پہنچ گئے۔ پھر میں نے ایکدم پورا دروازہ کھول لیا۔ اور ہم دونوں پوزیشنیں لے کر اندر داخل ہوگئے۔ یہ بھی ایک کمرہ تھا قدیم طرز کے فرنیچر سے آراستہ۔ زمین پر قالین بچھا ہوا تھا۔ چھت میں فانوس لٹکا ہوا تھا اور فانوس کے عین نیچے دو انسانی بدن اوندھے سیدھے پڑے ہوئے تھے۔ اس منظر نے ہمیں

ساکت کردیا۔ کسی خیال کے تحت طاہر علی نے پلٹ کر دروازہ بند کردیا۔ اس کمرے میں اور کوئی دروازہ یا کھڑکی نہیں تھی۔ میں نے ایک نگاہ پورے کمرے پر ڈالی اور پھر ڈاکٹر طاہر علی کے پاس پہنچ گیا جو ان دو جسموں پر جھکے ہوئے تھے۔

"ان میں سے ایک مر چکا ہے۔" طاہر علی نے انکشاف کیا۔

"اوہ۔ یہ مقامی نہیں ہیں۔" میرے منہ سے نکلا۔ طاہر علی نے ان کے چہرے سیدھے کر دیے تھے۔ ان میں سے ایک بوڑھا آدمی تھا۔ جس کے چہرے پر سفید گلپھے تھے، عمر کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا تھا لیکن صحت شاندار تھی۔ دوسرا کوئی تیس بتیس سال کا تھا۔ بھاری اور سخت جبڑوں والا۔ وہ مر چکا تھا۔ ان کے جسموں پر سلیپنگ سوٹ تھے جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ دونوں اسی عمارت میں مقیم تھے۔

"ان کے جسموں پر زخم نہیں ہیں۔"

"اس کی موت گردن کی ہڈی ٹوٹنے سے ہوئی ہے مجھے اس کا چہرہ سیدھا کرتے ہوئے اندازہ ہوا ہے۔" طاہر علی بولے۔

"دوسرا۔؟"

"وہ صرف بے ہوش ہے۔"

"بوڑھا۔" میرے منہ سے بے اختیار نکلا اور طاہر علی بھی اچھل پڑے۔ پھر انہوں نے کہا۔ "تم ہمت کرو۔ عمارت زیادہ بڑی نہیں ہے۔ ہوشیاری سے تلاشی لو۔ میں اس بے ہوش آدمی کو ہوش میں لانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ راہداری دوسری طرف گھوم گئی تھی۔ عمارت میں اس ہال کے علاوہ چار کمرے اور تھے۔ دو شاندار اور کشادہ خواب گاہیں تھیں۔ ایک اسٹور تھا جس میں پرانا کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ میں نے پہلے تینوں کمرے گھومے پھر کاٹھ کباڑ کے کمرے کی تلاشی لی اس کے بعد خواب گاہ میں آگیا۔ دونوں غیر ملکی ایک ہی خواب گاہ میں مقیم تھے۔ الماریوں میں ان کے لباس موجود تھے، اس کے علاوہ سوٹ کیس بھی تھے۔ ایک سوٹ کیس میں ہلکی اور جدید ساخت کی اسٹین گن رکھی تھی۔ ایک کیمرہ ملا اور کافی مقدار میں مقامی کرنسی بھی دوسرے چھوٹے سوٹ کیس میں ان کے پاسپورٹ مل گئے۔ گلپھے والا جان آسٹن تھا اور دوسرا پال آسکر۔ دونوں اٹلی سے آئے تھے اور مقامی اندراج ایک ماہ قبل کا تھا۔ یہ تمام چیزیں میں نے ان کی جگہ رکھیں اور دوسرے کمرے میں آگیا۔ یہاں ایک مسہری تھی جس پر بچھا ہوا بستر شکن آلود تھا۔ اسے بھی استعمال کیا جارہا تھا۔ بوڑھا میرے ذہن میں ابھرا۔ اور اب وہ یہاں موجود نہیں ہے گویا کوئی اسے نکال لے گیا۔

یہاں کوئی خاص سامان نہیں تھا۔ بہرحال یہ ثابت ہو چکا تھا کہ اگر بوڑھا یہاں تھا تو اب نہیں ہے۔ میں نے کچھ ایسے نشانات تلاش کرنے کی کوشش کی جن سے بوڑھے کی موجودگی کے بارے میں کچھ ثبوت ملے لیکن کوئی ایسی چیز نہ مل سکی۔ طاہر علی صاحب کی طرف سے بھی فکرمند تھا چنانچہ تلاشی مکمل کرکے واپس اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں طاہر علی موجود تھے۔ !وہ جان آسٹن کو ہوش میں لانے میں کامیاب ہوگئے تھے اور اب وہ بستر پر چت لیٹا ہوا تھا۔ وہ حواس میں تھا، اس نے گردن گھما کر مجھے دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"کیسے مزاج ہیں مسٹر جان آسٹن؟" میں نے سوال کیا اور آسٹن بری طرح چونک پڑا۔ طاہر علی صاحب نے بھی مجھے تعجب سے دیکھا تھا۔

"کون ہو تم۔؟" آسٹن نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"سمجھو تو دوست۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ صاف گفتگو کرو۔" اس بار اس کا لہجہ سخت تھا۔

"بوڑھا کہاں ہے؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔ اور وہ پھرتی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "کیا وہ۔ کیا وہ موجود نہیں ہے۔؟" ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ نیچے اتر آیا اور پھر وہ برق رفتاری سے کمرے کے دروازے کی طرف لپکا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ طاہر علی نے بھی اس کے پیچھے نکلنا چاہا لیکن میں نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر انھیں روک دیا۔ "انتظار کریں۔ وہ واپس آئے گا۔"

"نکل گیا تو مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ یہاں لاش بھی ہے۔" طاہر علی نے کہا اور میں الجھ کر رہ گیا۔ جان آسٹن چند منٹ کے بعد واپس آگیا۔ لیکن اسے دیکھ کر مجھے ایک بھیانک غلطی کا احساس ہوا۔ بیشک مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی۔ جان آسٹن کے ہاتھ میں اسٹین گن دبی ہوئی تھی، اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں

"بوڑھا کہاں ہے؟" اس نے غراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ طاہر علی تو اسٹین گن دیکھ کر بوکھلا گئے۔ لیکن میں نے حواس قائم رکھے۔ اور حقارت آمیز لہجے میں بولا۔ "ہوشمندی کی بات کرو مسٹر آسٹن، میں نے خود تم سے اس کے بارے میں پوچھا تھا یہ ہتھیار میں تمہارے سوٹ کیس میں دیکھ چکا ہوں اگر ہم غلط لوگ ہوتے تو یہ وہاں نہ ملتا تمہیں۔ آؤ بیٹھ جاؤ آسٹن، یہاں آس پاس کوئی موجود نہیں ہے جن لوگوں کو کام کرکے جانا تھا وہ نکل چکے ہیں۔"

آسٹن کچھ سوچنے لگا۔ پھر میں نے اس کے اعضا کے تناؤ میں کمی محسوس کی "پال کی موت کا مجھے بہت افسوس ہے۔ تم دونوں پربھات سنگھ کے مہمان ہونا۔۔۔؟" میں نے کہا اور آسٹن کے ہاتھ جھکسد گئے۔ وہ پریشان سے انداز میں آگے بڑھا اور پال کی لاش کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کہا "تم مسٹر کھتہ کے آدمی ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔ ان کے مہمانوں کی حیثیت سے ہم تمہارا احترام کرتے ہیں۔"

"اسے پال کی موت کی اطلاع دو۔ پال۔ وہ لوگ۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ۔ لیکن۔" اس نے چونک کر مجھے دیکھا، پھر بولا "براہِ کرم کھتہ کو پال کی موت کے بارے میں اطلاع دے دو۔" وہ بے پناہ الجھا ہوا تھا۔

"کنور صاحب بلند شہر گئے ہیں وہ حویلی میں موجود نہیں ہیں۔" میں نے کہا۔

"ایں۔۔۔؟ اوہ۔ ہاں۔ اس نے مجھ سے کہا تھا۔ کل وہ واپس آجائے گا۔"

"ہاں۔"

"تو پھر تم لوگوں کا کیا خیال ہے۔ میں یہاں رکوں یا تمہارے ساتھ حویلی میں ہی چلوں۔ یہاں میرے لیے خطرات ہیں۔ شاید میں تنہا۔ پال میری قوت تھا۔ میں اب یہاں نہیں رکنا چاہتا۔"

"میں خود یہی کہنا چاہتا تھا، آپ ہمارے ساتھ چلیں کل کنور سے مل کر بقیہ پروگرام طے کر لیں گے۔" میں نے کہا۔ ڈاکٹر طاہر علی اس دوران بالکل خاموش رہے تھے۔

"مجھے اپنے ساتھ لے چلو پلیز۔" اس کے انداز سے تھکن جھلک رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "میں اپنا سامان ساتھ لے لوں۔؟"

"ہاں یقیناً۔ آئیے ہم آپ کی مدد کریں۔" آسٹن نے ہمارے ساتھ مل کر سامان پیک کیا اور پھر ہم باہر نکل آئے۔ آسٹن اس وقت تک مشتبہ رہا تھا جب تک ہم حویلی میں داخل نہ ہو گئے۔ مہمان خانے میں داخل ہو کر میں نے اس کا سامان اپنے کمرے میں رکھا تو آسٹن لجاجت آمیز لہجے میں بولا۔ "اجازت دو تو میں لیٹ جاؤں چکر آرہے ہیں۔"

"ضرور۔ آپ آرام کریں۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ میں ڈاکٹر کے ساتھ ان کے کمرے میں آگیا۔

"بوڑھا پھر نکل گیا۔" طاہر علی جھلائے ہوئے لہجے میں بولے۔

"ہاں۔ بہت ناوقت نکلا ہے اگر ہم کچھ دیر پہلے پہنچ گئے ہوتے تو۔"

"کتے کی موت مار دیے جاتے یہاں معاملہ بہت آگے کا معلوم ہوتا ہے۔ تم شاید کتوں کی لاشیں بھول گئے۔"

"یہ لوگ کون ہو سکتے ہیں۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"میکے براؤن۔ صرف میکے براؤن۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا اور میں چونک پڑا۔ اس دوران ایک بار بھی میرے ذہن میں میکے براؤن کا خیال نہیں آیا تھا۔ طاہر علی کی اس بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ "آپ اتنے وثوق سے یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ان دو غیر ملکیوں کو دیکھ کر تمہارے ذہن میں کوئی نام اور بھی ابھرتا ہے؟"

"ضروری نہیں ہے طاہر علی صاحب لیکن اس امکان کو نظرانداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"تمہارے ذہن میں اور کون آتا ہے؟"

"یہ کوئی دوسری پارٹی بھی ہو سکتی ہے۔ ہم اس امکان پر گفتگو کر چکے ہیں، اس کے علاوہ اگر ان لوگوں کو ہم میکے براؤن سے متعلق قرار دے دیں تو پھر اُن لوگوں کے بارے میں کیا کہیں گے جو بوڑھے کو ان کے چنگل سے نکال لے گئے۔" میں نے سوال کیا۔

طاہر علی کسی سوچ میں ڈوب گئے۔ کافی دیر تک وہ خاموش رہے پھر بولے۔ "اس کا مطلب ہے کھیل لمبا ہو گیا۔ کچھ اور لوگ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ ایک بات سوچ رہا ہوں غزالی۔ اگر کچھ اور لوگ بھی ان معاملات میں ملوث ہو گئے ہیں تو کیا ہماری ٹیم ان سے ٹکر لے سکے گی؟ ہم تو سب سے کمزور ہیں سب ہے ہی کون ہمارے ساتھ۔ حسن ایک مرنجاں مرنج شخص ہے۔ میں حالات سے ٹکرانے کی ہمت رکھتا ہوں، بس لے دے کر ایک تم ہو جو اس وقت اس ٹیم کے سربراہ ہو۔"

"کھیل شروع بھی تو ہو طاہر علی صاحب۔" "ابھی تو صرف الجھنیں ہی چل رہی ہیں۔ ایک بات بھی ذہن میں واضح نہیں ہو سکی۔ کوئی سرا ہاتھ نہیں آسکا، کھیل شروع ہو جانے کی شکل میں ان انتظامات پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔"

"اگر داور ہی آجاتا تو کم از کم۔"

"داور تیسرے درجے کا غنڈا ہے کسی بڑے کام میں وہ نقصان دہ ہی ثابت ہو گا۔ اس لیے اس کے خیال کو ذہن سے نکال دیں۔"

"ہم کچھ اور لوگوں پر بھی غور کر سکتے ہیں فی الحال میں داور کا نام اس لیے لے رہا تھا کہ وہ جانا پہچانا آدمی ہے۔ حالات بتا رہے ہیں کہ معاملہ صرف ذہنی ورزش کا نہیں ہے، عملی طور پر بھی بہت کچھ کرنا ہو گا۔"

"دیکھتے ہیں۔ کنور کی شخصیت بھی اب کھل جائے گی۔ ان حالات میں وہ اپنی لاعلمی کا اظہار کیسے کرے گا۔"

"ہاں یہ مسئلہ اس انداز میں حل ہوتا نظر آرہا ہے۔ بڑے عجیب و غریب حالات ہیں۔ دماغ کی چولیں ہلی جا رہی ہیں۔ حسن

خوب ہے۔ بڑے آرام سے سو رہا ہے۔ تم بھی سو جاؤ غزالی، میں کسی قیمت پر نہیں سو سکتا۔"

"ایک عرض کر دوں ڈاکٹر صاحب۔ یہ سب کچھ ہماری دلچسپی ہے اگر یہ اتنی بڑی مصیبت بن جائے کہ راتوں کی نیند چھین لے تو پھر تو میں اسے جنون کہوں گا۔ ان لوگوں کی زندگی اختیار کیجیے جن کے پاس خزانے نہیں ہوتے۔"

"دولت کی قدر نہیں ہے ابھی تمہیں غزالی۔ وقت آئے گا تو بہت کچھ تو جان جاؤ گے۔ بہرحال اپنی کمزوری بتائی ہے تمہیں۔ اب جو جی چاہے کر لو۔"

"آپ آرام کریں۔ میں زمین پر سو جاتا ہوں۔"

"کہا نا کہ بستر مجھے چبھے گا۔ تم آرام سے سو جاؤ۔ میں یہاں ٹھیک ہوں۔" طاہر علی کے بے حد اصرار پر میں ان کے بستر پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک دماغ پر خیالات کی یلغار رہی پھر نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

دوسری صبح بہت دیر سے جاگا۔ کمرے میں طاہر علی کے ساتھ حسن صاحب بھی موجود تھے۔ دونوں سر جوڑے کھسر پھسر کر رہے تھے، میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"جاگ گئے تم۔ ناشتا منگوا لو طاہر۔ جلدی تیار ہو جاؤ بھائی میری حالت خراب ہے۔" حسن صاحب نے کہا۔ اور میں مسکراتا ہوا باتھ روم کی طرف چل دیا۔ ناشتے کے دوران ہی بات چیت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ طاہر علی نے حسن صاحب کو پوری کہانی سنا دی ہو گی۔

"مہمان آسٹن کس حال میں ہے؟"

"اس نے ناشتا کر لیا ہے۔ اپنے ساتھی کے سلسلے میں بے چین ہے۔ ہم سے اس موضوع پر گفتگو ہوئی ہے، کنور کی واپسی کا انتظار تو کرنا ہی پڑے گا۔" طاہر علی نے کہا اور پھر چونک کر بولے۔ "میں نے حسن کو پورے واقعات بتا دیے ہیں۔"

"آسٹن اپنے ساتھی کی لاش کے سلسلے میں کیا چاہتا ہے۔ کیا اسے لاش کہیں بھجوانی ہے؟"

"میں نے پوچھا تھا۔ کہتا ہے اس کی ضرورت نہیں ہے پال بالکل تنہا ہے اور اس کا تعلق صرف آسٹن سے تھا۔ بس وہ چاہتا ہے کہ یہیں اس کی تدفین کر دی جائے۔ خاص مسئلہ اس کی موت کے سلسلے میں قانونی معاملات کا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ پال کی موت غیر طبعی ثابت ہو۔"

"میرا خیال ہے یہ کنور کا دردِ سر ہے۔"

"ہاں کنور اس مسئلے کو بہ آسانی سنبھال لے گا۔"

"وہ یہاں دونوں کس حیثیت سے آئے تھے؟"

"سیاحوں کی حیثیت سے۔"

"اور کچھ بتایا ہے آسٹن نے؟"

"ہم نے کوئی سوال نہیں کیا۔ رات کی نسبت اس وقت زیادہ بے چین ہے۔ بہت نروس نظر آتا ہے۔ شکار بنگلے جانا چاہتا تھا لیکن ہم نے روک دیا ہے۔"

"ہاں وہ پال کی لاش کے لیے بے چین ہو رہا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے غزالی۔ یہ سب کچھ کس نے کیا۔ کیا ایک بار پھر ہم اندھیرے میں نہیں پہنچ گئے، اب تو خونریزی بھی شروع ہو گئی۔ یہ قتل بوڑھے کے حصول کے سلسلے میں ہی ہوا ہے۔ بوڑھے سے تو ہم لوگ بھی متعلق ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر ہم اپنی کوشش جاری رکھیں تو کیا ہمارے لیے بھی خطرات نہ پیدا ہو جائیں گے؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"سمجھاؤ اس شریف آدمی کو سمجھاؤ۔ جرمن فوجیوں نے اس خزانے کے راز کو راز رکھنے کے لیے اپنے بے شمار ساتھی اور قیدی موت کے گھاٹ اتار دیے۔ اس کے بعد بھی نہ جانے کیا کیا ہو رہا ہو گا۔ ظاہر ہے خزانہ پلیٹ میں رکھ کر ہمارے سامنے پیش نہ کر دیا جائے گا۔"

"لیکن خطرات۔۔۔؟"

"وہ تم ہمارے لیے چھوڑ دو۔"

"خدا محفوظ رکھے بھائی۔ میں اس قتل سے بڑا خوفزدہ ہو گیا ہوں۔" حسن صاحب گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولے۔

"آؤ آسٹن کے پاس چلیں۔ اس سے گپ شپ کریں گے۔" طاہر علی نے کہا۔

ہم آسٹن کے کمرے میں پہنچ گئے۔ وہ مسہری پر تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھا خلا میں گھور رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں زندگی لوٹ آئی۔

"کھتہ آگیا؟" اس نے سوال کیا۔

"ابھی نہیں مسٹر آسٹن۔ لیکن اب آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جو ہونا تھا ہو چکا اس سے زیادہ کچھ نہیں ہو گا۔"

"تم لوگ دلاسے دے رہے ہو مجھے۔" وہ پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "میں خوفزدہ نہیں ہوں زندگی اور موت میرے لیے کھیل رہے ہیں، میں تو بس۔" وہ چند لمحے کے لیے رکا پھر بولا۔ "گہرا اثرانداز ہوئی ہے مجھ پر، اس کا اعتراف کر لینا چاہیے۔ پال فولادی انسان تھا۔ دس آدمیوں سے لڑ جانے والا، بڑی ہمت تھی اس سے۔ یوں سمجھ لو میں دماغ تھا وہ بدن یہ پارٹنر شپ ٹوٹ گئی اس کے بعد۔۔۔"

"ہمیں آپ کے ساتھی کی موت کا افسوس ہے۔"

"نہیں۔ یہ سب کچھ بیکار لگتا ہے۔ یہ جملے کسی کو کچھ نہیں دیتے۔ کھتہ کے بارے میں معلوم کراؤ۔"

ایک ملازم کو بلا کر کنور کھتہ کے بارے میں معلومات کرائی گئیں تو پتا چلا کہ وہ ابھی ابھی آیا ہے۔ "میں اس سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔" آسٹن اٹھ کھڑا ہوا۔

"اگر آپ اجازت دیں مسٹر آسٹن تو انھیں یہیں بلالیا جائے۔"

"ہاں سر جلدی۔ بہتر ہے پال کی لاش خراب نہ ہو۔"

فون پر کنور صاحب سے رابطے کی کوشش کی جارہی تھی کہ وہ خود ہی پہنچ گئے۔ کسی ملازم سے انھوں نے ہمارے بارے میں معلوم کرلیا تھا۔ اندر داخل ہوئے تو آسٹن کو دیکھ کر ساکت رہ گئے۔ ان کا چہرہ ملی جلی کیفیات کا آئینہ دار تھا۔ ہم سب جانتے تھے کہ اس وقت وہ کس کیفیت کا شکار ہیں۔ ہم بھی خاموش رہے۔ پھر وہ خود ہی آگے بڑھے۔ جان آسٹن جلدی سے کھڑا ہوگیا تھا۔ "پال کو قتل کردیا گیا کنور اور وہ لوگ بوڑھے کو لے گئے۔" اس نے کہا۔

"کیا۔؟" کنور اچھل پڑا۔

"اس کی لاش تمہارے باغ بنگلے میں پڑی ہے۔ بہت بُرا ہوا کنور۔ تم اندازہ نہیں کرسکتے۔"

"افسوس۔ پال۔ مگر آسٹن تم یہاں۔ میرا مطلب ہے تم یہاں کب آئے؟"

کنور کہنا چاہتا تھا کہ تم یہاں کیوں آگئے۔ لیکن اس نے بات بدل دی تھی۔

"رات کو انھیں لوگوں کے ساتھ آگیا تھا۔ میں وہاں غیر محفوظ ہوگیا تھا کنور۔ ان سب نے میری بہت مدد کی ہے۔"

"ہمیں اجازت دو کنور۔ ہم لوگ جانا چاہتے ہیں۔" طاہر علی نے کہا اور کنور چونک کر ہمیں دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "ابھی اتنی جلدی ہرگز نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مجھے ابھی آپ لوگوں سے بہت سے کام ہیں ڈاکٹر۔"

"اس سے زیادہ میں ہسپتال سے غیر حاضر نہیں رہ سکتا۔ اور پھر ان دونوں کو بھی کئی کام ہیں۔"

"تو پھر کل چلے جانا۔ پلیز صرف ایک دن پہلے تو آپ لوگوں کو کوئی جلدی نہیں تھی۔" کنور کے لہجے میں، میں نے ایک چبھن محسوس کی تھی۔ معلوم نہیں دوسرے لوگوں کو اس کا احساس ہوا تھا یا نہیں؟

"کیوں حسن۔؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"جیسا مناسب سمجھو۔" حسن صاحب نے جواب دیا۔ اور طاہر علی گہری سانس لے کر خاموش ہوگئے۔

"مجھے کچھ دیر کی اجازت درکار ہے۔ امید ہے آپ لوگ محسوس نہیں کریں گے۔" کنور نے کہا۔ پھر وہ آسٹن کی طرف رخ کرکے بولا۔ "آؤ آسٹن میرے ساتھ آؤ۔ سوری۔" اس نے ایک بار پھر معذرت کی اور آسٹن کو ساتھ لے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

ہم لوگ خاموش بیٹھے رہ گئے۔ حسن صاحب نے کہا۔ "کیا اس کا رویہ اہانت آمیز نہیں ہے؟"

"تو تمہارے منہ سے پھول کیوں جھڑنے لگے تھے۔ میں نے اسی بات کو محسوس کرکے تو یہاں سے جانے کی اجازت طلب کی تھی۔ تم نے مجھ پر چھوڑ دیا حالانکہ میں متوقع تھا کہ تم لوگ بھی میری مدد کروگے۔"

"انتظار کرلیں حضرات کوئی تبدیلی متوقع ہے۔ تھوڑا سا وقت اور سہی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کنور کی ایسی تیسی۔ دیکھ لوں گا اسے۔ ناک نہ رگڑوا دوں تو طاہر علی نام نہیں۔" میں مسکرا رہا تھا۔ طاہر علی نے مجھے دیکھا پھر بولے "کیا کہا تھا تم نے کچھ تبدیلیاں متوقع ہیں؟"

"ہاں ہوشیار۔"

"آخر تم کیا سوچ رہے ہو۔" غزالی۔ "ہمیں بھی تو بتاؤ۔"

"آپ لوگوں نے کنور کے لہجے پر غور کیا؟"

"کوئی خاص بات تھی؟"

"اس کی سوچ بدل گئی ہے۔ اب جو کچھ وہ سوچ رہا ہے وہ یہاں رہ کر ہمارے لیے خطرناک ہوسکتا ہے۔"

"کیا سوچ رہا ہے وہ؟" حسن صاحب نے چونک کر پوچھا۔

"ہم نے اس مسئلے پر غور ہی نہیں کیا حسن صاحب۔ مجھے بوڑھے کی تلاش ہے۔ بوڑھا یہاں شکار بنگلے پر موجود تھا۔ کنور بلند شہر گیا تھا، ہم شکار بنگلے پہنچ گئے جہاں پال قتل ہوا اور بوڑھا نکل گیا۔ کنور اسے ہماری سازش اور کارروائی بھی سمجھ سکتا ہے وہ سوچ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ ہم نے کیا ہے۔" میری بات سن کر وہ دونوں ہکا بکا رہ گئے۔ کئی منٹ تک ان کے منہ سے بات ہی نہیں نکل سکی، پھر طاہر علی نے کہا "نہیں نہیں۔ وہ ہمیں قاتل نہیں سمجھ سکتا۔"

"ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہو۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔ لیکن ان دونوں کے چہرے فق ہورہے تھے۔ پھر طاہر علی نے کہا "لعنت بھیجو اخلاقیات پر۔ چلو چلتے ہیں، اب یہاں ایک منٹ رکنا مناسب نہیں ہے۔ میں اس کنور کو وہ مزہ چکھاؤں گا کہ یاد رکھے گا، اب یہاں رکنا بیکار ہے۔"

"میں اس طرح جانے سے اختلاف رکھتا ہوں طاہر علی صاحب میرا خیال ہے ہمیں کنور کی واپسی کا انتظار کرلینا چاہیے اگر ہم اس طرح چلے گئے تو کنور کا شک یقین میں بدل جائے گا اور پھر بھی الجھے رہیں گے، کوئی حل تو نکلنا چاہیے ان سب باتوں کا۔ جان آسٹن کارآمد چیز ہے اسے اس طرح نہیں چھوڑا جاسکتا۔ رہا کنور تو اس سے ہوشیار رہیں گے۔"

وہ دونوں پھر سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر طاہر علی نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں کہا۔ "یہ بھی ٹھیک ہے۔"

عجیب صورتحال ہوگئی تھی۔ حسن صاحب اور طاہر علی کو اپنے کمرے میں چھوڑ کر میں باہر نکل آیا۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ میرا یہ خیال غلط نہیں ہے کہ کنور کے ذہن میں کوئی خیال پیدا ہوچکا ہے۔ مہمان خانے سے نکل کر میں حویلی کے دوسرے حصے میں آگیا اور پھر حویلی کے باغ کی سیر کرنے لگا، ایک بار دل میں ہدایت کا خیال آیا اور سوچا کہ اس سے ملاقات کروں لیکن پھر یہ خیال ملتوی کردیا۔ اگر کنور کو ہدایت کے بارے میں پتا چل گیا تو ہدایت پھر مارا جائے گا۔ اب میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ کنور اس شبہے کے تحت زیادہ سے زیادہ ہمارے خلاف کیا کارروائی کرسکتا ہے۔ شکل وصورت سے وہ شریف آدمی نظر آتا تھا لیکن ایسے معاملات میں اچھے اچھے شریف۔ ذات شریف بن جاتے ہیں۔

میں باغ کی روش پر ٹہل ہی رہا تھا کہ اوشا سامنے آگئی۔ ڈھلی ڈھلی سفید ساری میں ملبوس۔ اس کے ہونٹوں پر کپکپاہٹ تھی۔

"ہیلو کماری جی۔"

"کہاں گھوم رہے ہو؟"

"بس ایسے ہی۔ آپ کے باغ کی سیر کے لیے نکل آیا تھا۔"

"سنو۔ ایک بات کہوں۔"

"ضرور۔ فرمائیے؟"

"میں تمہیں کیسی لگتی ہوں؟"

"بہت اچھی ہیں آپ۔!"

"میں ساری رات تالاب پر تمہارا انتظار کرتی رہی۔ پھر میں نے سوچا کہ شاید تم میرے کمرے پر پہنچے ہوگئے تھے وہاں۔؟"

"جی۔؟ نہیں تو۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"کیوں۔ آخر کیوں؟ کیا میں کسی کو متاثر نہیں کرسکتی۔ وہ کون لوگ ہوتے ہیں جن کے لیے لوگ زندگی پر کھیل جاتے ہیں۔ تو کیا صرف افسانے ہیں، افسانے تو زندگی ہی سے تعلق رکھتے ہیں نا۔ یہاں سب لوگ میرے لیے آنکھوں میں احترام رکھتے ہیں یا تو مجھے بچی سمجھتے ہیں وہ۔ یا پھر ایک شجر ممنوعہ۔ میں شجر ممنوعہ نہیں ہوں، انسان ہوں، عورت ہوں۔ تم لوگ۔ تم لوگ مجھے صرف ایک عورت کی نگاہ سے کیوں نہیں دیکھتے بولو۔ جواب دو۔ مجھے غور سے دیکھو اگر تمہاری بینائی کمزور نہیں ہے اگر تم اندھے نہیں ہو۔" اس کی آواز غراہٹ میں بدل گئی۔

میرے اوسان خطا ہوگئے تھے۔ میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔ "آپ تو بے حد خوبصورت ہیں کماری اوشا۔"

"سنگ مرمر کی ہوں۔ حسین مگر پتھر۔ کہو کہو بھئی کہہ دو کم از کم۔"

"نہیں اوشا ایسی بات بھی نہیں ہے۔"

"سنو۔ اگر تم ڈرتے ہو تو خوف دل سے نکال دو۔ اگر تم چاہو تو مجھے یہاں سے کہیں بھی لے چلو میں تمہارا ساتھ دوں گی میں صاف کہوں گی کہ میں اپنی مرضی سے تمہارے ساتھ ہوں سنو ایک وعدہ کرو۔ رات کو تالاب پر آؤ گے بولو آؤ گے۔"

"ضرور۔ ضرور آؤں گا۔ وعدہ۔" میں نے گھبراتے ہوئے کہا۔

وہ آگے بڑھی اور میرا ہاتھ تھام کر بولی۔ "پھر میں تمہیں احتیاط سے اپنے کمرے میں لے جاؤں گی۔ وعدہ نہ بھولنا ایک ایک لمحہ مشکل سے کاٹوں گی۔ ٹھیک ہے۔"

"جی ٹھیک ہے۔" یہ چھوٹا جملہ ادا کرتے ہوئے میری زبان لڑکھڑا گئی۔

"میں چلتی ہوں کسی کو شبہہ نہ ہوجائے۔ جانے رات کب آئے گی۔ اچھا۔" وہ واپسی کے لیے مڑ گئی۔ اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو میں اس طرح سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگا کہ مہمان خانے میں آکر ہی سانس لی۔ اس حسین لڑکی کی یہ حالت افسوسناک تھی لیکن میں اس کے لیے کچھ بھی تو نہیں کرسکتا تھا۔

شام کو چار بجے کے قریب کنور پربھات پھر ہمارے پاس آگیا۔ وہ تنہا تھا اور اس کا چہرہ عجیب ہورہا تھا۔ حسن صاحب کے کمرے میں ہماری نشست ہوئی۔ کنور خاموش خاموش سا تھا۔ ہم لوگ بھی خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔ پھر کنور نے کہا۔ "بڑی پیچیدگیاں پیدا ہوگئی ہیں ڈاکٹر۔" اس کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ کنور نے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر بولا۔ "مجھے اپنی بدترین پوزیشن کا احساس ہے لیکن۔"

"کوئی خاص بات ہے کنور۔؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"میں آپ لوگوں کی بہت عزت کرتا ہوں۔ لیکن ہر انسان کے کچھ ذاتی مسائل ہوتے ہیں۔ لیکن معاملات ہر طرح کے نفع نقصان سے بالاتر ہوتے ہیں جو کچھ ہوا ہے بہت بُرا ہوا ہے فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ قصور کس کا ہے۔"

"پہیلیاں بجھا رہے ہو کنور۔ جو کچھ کہنا ہے صاف صاف کہو۔" طاہر علی نے سرد لہجے میں کہا۔

"پال کو آپ لوگوں میں سے کس نے قتل کیا ہے؟" کنور نے سینے کے دباؤ سے بے چین ہوکر کہہ ہی دیا۔

"یہ سوال کر رہے ہیں کنور صاحب یا آپ کی تحقیق ہے؟" طاہر علی طنزیہ انداز میں بولے۔

"میں حقیقت جاننا چاہتا ہوں۔"

"کس حیثیت سے؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"جو کچھ آپ لوگ سمجھ لیں۔"

"کچھ سمجھنے کی گنجائش کہاں رہ گئی ہے کنور۔ میرے خیال میں کوئی بہتر بات سوچنا تو اب ممکن ہی نہیں رہا ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ پال کو ہم میں سے کسی نے قتل ہے تو پولیس سے رجوع کرو۔ ہم لوگ جا رہے ہیں پولیس کو ہمارا پتا بتایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مان کھیڑہ میں تمہاری ساری طاقت جمع ہے، دوسری کوئی شکل اختیار کرنا چاہو تو یقیناً کر لو۔ ہم تیار ہیں اور یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ تمہیں تمہارے گھر پر شکست دے کر جائیں گے۔"

طاہر علی کا لہجہ بہت سخت ہو گیا تھا۔ کنور کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ چند لمحات وہ باری باری ہم سب کو دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"نہیں ڈاکٹر۔ میں جرائم پیشہ انسان نہیں ہوں۔ میرا ماضی کھنگال لو۔ صرف ایک بار میری پیشانی پر کالک لگائی گئی تھی جس کے جواب میں میں نے کچھ اقدامات کیے۔ وہ سب کچھ میرے ضمیر پر داغ ہے جس کی جلن میں اب تک محسوس کرتا ہوں لیکن تم شاہد ہو کہ — کہ میں کتنے بڑے خسارے سے دوچار ہوا ہوں۔ میری ساری زندگی زخم بن گئی ہے۔"

"ہمارا داغ دار ماضی تمہیں کہاں سے نظر آ گیا کنور؟" طاہر علی نے کہا۔

"میں یہ تو نہیں کہہ رہا۔" کنور دھیمے لہجے میں بولا۔

"جو کچھ کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو۔"

"آپ نے کہا ڈاکٹر کہ آپ مجھے مان کھیڑہ میں شکست دے کر جائیں گے۔" کنور بولا۔

"دفاع تو کرنا پڑے گا کنور۔"

"میں شکست تسلیم کرتا ہوں ڈاکٹر۔ میں اپنے بے بس ہو جانے کا اعلان کرتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں پولیس کو ان واقعات کی اطلاع نہیں دی جا سکتی۔ پال کی موت کو چھپانے کے لیے میں نے انتظامات کر دیے ہیں ایک اور شخص کو پال کی حیثیت سے یہاں سے روانہ کر دیا جائے گا اس طرح قانونی ضروریات پوری کر دی جائیں گی یہ میری ذمہ داری ہے۔ اب میرے لیے آپ لوگوں کے دلوں میں کوئی گنجائش نکل سکتی ہے؟"

طاہر علی کسی سوچی سمجھی لائن پر گفتگو نہیں کر رہے تھے۔ نہ ہمارے درمیان اس گفتگو کے لیے کوئی لائحہ عمل طے پایا تھا لیکن جو کچھ وہ بول رہے تھے وہ میرے یا حسن صاحب کے لیے غیر تسلی بخش نہیں تھا اس لیے ہم خاموش رہے۔ یوں بھی ان دونوں کے درمیان گہری شناسائی تھی جبکہ ہم اجنبی تھے۔

"کیا گنجائش چاہتے ہو؟"

"بوڑھے کے بارے میں، میں نے آپ سے تعاون نہیں کیا تھا۔ اس سے لاعلمی کا اظہار کیا تھا، یہ معلوم ہونے کے بعد کہ میں اس سے واقف ہوں یقیناً آپ لوگ مجھ سے برگشتہ ہو گئے ہوں گے۔ آپ کی سوچ کا انداز ہی بدلنا چاہیے تھا۔ ہمارے درمیان بہتر فضا نہ رہی۔ میں بھی پریشان ہو گیا تھا اور اس پریشانی کے عالم میں شاید میں آداب میزبانی بھی فراموش کر بیٹھا۔ مجھے ان تمام باتوں کا اعتراف ہے۔"

"اپنی معلومات میں اضافہ کر لو کنور۔ ہماری آمد کی پہلی رات تم نے بوڑھے کو حویلی کے عقبی راستے سے نکال دیا تھا۔ وہ لمحات بھی ہماری آنکھوں سے اوجھل نہ تھے۔"

"میں اس سے انکار نہ کروں گا۔ مجھے ان معلومات پر شدید حیرت ہے۔ لیکن آپ سے کسی سوال کا حق مجھے نہیں رہا، ہاں میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں اگر آپ اجازت دیں ڈاکٹر۔"

"ضرور فرمائیے کنور صاحب؟" طاہر علی نے کہا۔ میں نے پہلو بدلا۔ میرے خیال میں اب طاہر علی کو نرم پڑ جانا چاہیے تھا۔ کنور مصالحت پر آمادہ نظر آ رہا تھا۔ اس کی مسلسل تذلیل اس کی غیرت کو جگا سکتی تھی۔ اپنی پوزیشن کا ہمیں احساس تھا اس وقت مصالحت کے علاوہ اور کوئی عمل ممکن نہیں تھا۔ کنور نے کہا "اس وقت میں حسن کو نہیں جانتا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ حسن کون ہیں۔ مجھے یہ علم نہیں تھا کہ حسن وہ ہیں جن کی تحویل میں بوڑھا کافی عرصے سے تھا۔ آپ نے بھی صرف مسٹر غزالی کے بارے میں بتایا تھا کہ یہ بوڑھے کی تلاش میں ہیں جبکہ ان کا نام میرے لیے بالکل اجنبی تھا۔ یہ معلومات مجھے آج ہی حاصل ہوئیں کہ حسن صاحب کون ہیں۔ میں بلند شہر نہیں گیا تھا بلکہ آپ لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا اور جب مجھے حسن صاحب کی وہ حیثیت معلوم ہوئی تو میں شرمندہ ہو گیا۔ میں نے واپس آتے ہوئے یہی سوچا تھا کہ حالات کچھ بھی ہوں کسی مناسب سمجھوتے کے ساتھ بوڑھے کو آپ کے حوالے کر دوں میں اسی نیت سے آپ کے پاس آیا تھا لیکن یہاں پہنچ کر اور پال کے قتل کی خبر سن کر میں بھڑک گیا۔ پال کا قتل میرے لیے بھی ایک سانحہ ہے وہ دونوں میرے مہمان تھے اور — اور — ہمارے مفادات مشترک تھے۔"

"فطری بات ہے کنور صاحب، اجازت ہو تو ایک سوال کروں —؟" طاہر علی صاحب کے بولنے سے قبل میں نے بات اچک لی۔

"جی فرمائیے؟"

"آپ کو یقین ہے کہ پال کو ہم نے قتل کیا ہے؟"

"نہیں۔" کنور نے جواب دیا۔

"حالات تو یہی بتاتے ہیں۔"

"میں صرف حالات کی زبان میں بات کر رہا تھا حقیقت سے لاعلمی مجھے یہ سوچنے پہ مجبور کر رہی ہے جبکہ دل تسلیم نہیں کرتا۔"

"آپ نے فرمایا ہے کہ آپ نے شکست قبول کر لی ہے۔ حالات کو قبول کر لیا ہے اور اب آپ ہمارے دلوں میں گنجائش چاہتے ہیں؟"

"ہاں یہی بات ہے۔"

"تو پھر پہلے یہ سن کر دل کو تھوڑی سی تسلی دے لیں کہ پال کے قتل سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ اب ہمارے درمیان کوئی مخاصمت نہیں ہے بلکہ اس کے بعد کی گفتگو دوستانہ فضا میں ہو گی ہم ایک دوسرے سے مکمل تعاون کریں گے۔"

کنور پر بھات نے ڈاکٹر طاہر کی اور پھر حسن صاحب کی طرف دیکھا۔ اور طاہر علی بول پڑے "غزالی کی گفتگو ہماری ترجمانی کریگی۔"

"میں نے خلوص دل سے آپ کی یہ عنایت قبول کر لی ہے مسٹر غزالی بہت بہت شکریہ۔" کنور گہری سانس لے کر بولا۔

"آپ تسلیم کرتے ہیں کنور صاحب کہ بوڑھا آپ کی تحویل میں تھا؟"

"ہاں وہ میرے پاس تھا۔"

"اور اب نہیں ہے؟"

"نہیں۔ اب کہاں سے آیا۔ یہ حقیقت ہے کہ پال کو اسی کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ کوئی اسے نکال لے گیا۔"

"وہ آپ کے ہاتھ کہاں لگا؟"

"نگینہ گھاٹ سے۔ لیکن اس سے قبل میں آپ لوگوں کو کچھ اور بتانا چاہتا ہوں۔"

"ضرور فرمائیے۔"

"ایک سوال اور لوں؟"

"ہمارے درمیان مکمل دوستانہ فضا میں گفتگو ہو رہی ہے۔ گزرے ہوئے لمحات ہم نے خلوص دل سے اپنے ذہنوں سے نکال پھینکے ہیں۔ پلیز ڈاکٹر، یہ دوستی اگر قائم رہے تو ہم سب کے حق میں ہو گی۔" میں نے آخری جملے ڈاکٹر کی طرف دیکھ کر کہے۔

"ان تلخ لمحات کے لیے میں معافی چاہتا ہوں کنور، غزالی تمہیں بتا چکے ہیں کہ ہم نے پال کو قتل نہیں کیا۔"

"شکریہ ڈاکٹر۔ آپ لوگ بوڑھے سے کیا دلچسپی رکھتے ہیں؟"

"کیا لارڈ واسکاٹ کا نام لے دینا کافی نہ ہو گا؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ کافی ہے۔" کنور نے گہری سانس لے کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم لوگ بھی اس مرض کا شکار ہیں۔ میں تقریباً ایک سال پہلے اس مرض میں گرفتار ہوا۔ ریاستوں کا خاتمہ ہو چکا ہے، تھوڑے سے وظیفے اور تھوڑی سی زمینوں سے خاندان کی عزت برقرار رکھنا کتنا مشکل کام ہے اس کا اندازہ شاید آپ کو ہو۔ آئندہ نسلوں کے لیے کچھ نہیں رہا ہمارے پاس، حالات کا تقاضا تھا کہ کچھ اور سوچا جائے۔ ذہن اس طرف نہیں گیا تھا کبھی، لیکن جب کوئی ایسا اتفاق ہو جائے تو انسان بھٹک ہی جاتا ہے اور میں بھی انسانوں سے الگ کوئی چیز نہیں ہوں۔ جان آسٹن کا تعلق اٹلی سے ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں وہ اس اتحادی فوج کے ساتھ تھا جو جرمن افواج کا پیچھا کر رہی تھیں۔ وہ اٹالین سیکرٹ سروس میں تھا اور جب لارڈ واسکاٹ سے لوٹے ہوئے خزانے کے بارے میں معلومات حاصل کی جا رہی تھیں تو کرنل جان آسٹن بھی پوچھ گچھ کرنے والوں میں شریک تھا۔ اس کے بعد جب مونٹ سورلٹ کے علاقے میں خزانہ تلاش کیا جا رہا تھا تو بھی آسٹن اپنے وطن کے لیے یہ خزانہ حاصل کرنے میں پرجوش تھا۔ اس وقت اس کے دل میں صرف حب الوطنی کا جذبہ تھا اور وہ اس خزانے کو اپنے وطن کی امانت سمجھتا تھا۔ وقت گزرتا گیا۔ کرنل ریٹائر ہو گیا۔ زندگی آگے بڑھ گئی، کرنل کے ساتھ کچھ ناانصافیاں ہوئیں، وہ حالات سے بددل ہو گیا اور پھر کسی طرح اس کے ذہن میں وہ خزانہ آیا جو اٹلی کی حکومت کو حاصل نہ ہو سکا تھا۔ کرنل جان آسٹن نے اس پر سنجیدگی سے کام شروع کر دیا۔ لارڈ واسکاٹ کے نام کے ساتھ ویلینی کا نام بھی تھا جو اس سلسلے میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ پھر لارڈ واسکاٹ کی جاپان میں موت کی خبر اسے معلوم ہوئی اور اس کی مکمل کہانی شائع ہوئی۔ چنانچہ جان آسٹن نے اپنے بھتیجے پال کو اپنے ساتھ شامل کیا جو ایک نڈر مہم جو نوجوان تھا۔ دونوں جاپان پہنچے اور تبت وغیرہ بھی گئے۔ ویلینی کا نام تو ملتا تھا لیکن اس کا نشان نہ مل سکا۔ کچھ لوگوں سے البتہ یہ بات ضرور معلوم ہوئی کہ ویلینی کو آخری بار ایک بوڑھے شخص کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ یہ اطلاع دینے والا ویلینی کا ایک ادنیٰ ملازم تھا جو اسی تلاش کے دوران ہاتھ لگ گیا تھا۔ یہ شخص ویلینی سے علیحدگی کے بعد ایک چھوٹا سا ہوٹل چلا رہا تھا۔ اسے اپنے قدیم سامان میں اس بوڑھے کی ایک تصویر بھی مل گئی جسے ملازم نے ان کے حوالے کر دیا۔

بوڑھے کے بارے میں یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ ویلینی کے سب سے قریبی لوگوں میں تھا اور ویلینی اس کی زبردست نگہداشت کرتی تھی۔ یہ لوگ اس بوڑھے کو تلاش کرتے رہے اور اس کے ایک ٹھکانے تک پہنچ گئے، وہاں سے انہیں علم ہوا کہ بوڑھا کچھ عرصہ قبل یہاں ضرور تھا لیکن پھر پراسرار طور پر غائب ہو

گیا۔ جان آسٹن کو زبردست مایوسی ہوئی لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ وہ دنیا کے مختلف حصّوں میں ان دونوں کو تلاش کرتا رہا، جہاں جہاں اس کے وسائل تھے وہاں اس نے اپنے دوستوں کو اس کام پر مامور کر دیا۔ میری اس سے کوئی چند سال قبل ملاقات ہوئی تھی ہم دونوں گہرے دوست بن گئے۔ چنانچہ جان آسٹن نے ایک بار مجھے بھی اس سلسلے میں مدعو کیا۔ اس نے اس خیال کے تحت کہ ہندوستان ہی تبت کے قریب ترین ہے مجھے خاص طور سے بوڑھے کی تصویر اور اطلاع بھجوائی تھی۔ پھر اس نے ایک بار مجھ سے ملاقات بھی کی اور تمام صورتِ حال بتاتے ہوئے پیشکش کی کہ اگر حالات ہمارا ساتھ دے جائیں تو مجھے بھی اس عظیم الشان خزانے سے ایک بڑا حصّہ مل سکتا ہے۔ میں نے دل میں خواہش ضرور محسوس کی تھی لیکن بات اتنی دور کی تھی کہ میں پوری طرح متوجہ نہ ہوا۔ یہ صرف اتفاق ہے کہ بوڑھا مجھے مل گیا۔"

"یہ نگینہ گھاٹ کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"غازی آباد کے مشرقی علاقے سے جمنا گزرتی ہے، اس گھاٹ کے ساتھ کھتیان نامی جنگل پھیلا ہوا ہے۔ اس جنگل میں مور ملتے ہیں اور مور کا شکار میرا محبوب مشغلہ ہے۔ میں نگینہ گھاٹ میں کیمپ لگائے ہوئے تھا۔ مور کا شکار شام کے جھٹپٹے میں ہوتا ہے جب وہ نیچے زمین پر سو جاتے ہیں۔ درختوں کے پتوں میں ان کی تلاش ممکن نہیں ہوتی۔ گھاٹ کے ساتھ پھیلے ہوئے جنگل ہیں، ہم گھاٹ لگائے بیٹھے تھے کہ پانی میں کچھ آوازیں سنائی دیں پھر ہم نے اسے کنارے پر آتے دیکھا۔ اور اسے دیکھ کر چونک پڑے۔ بہت سے خیالات آئے ہمارے ذہن میں ہم خاموش بیٹھے رہے۔ پھر جب وہ ہمارے قریب آیا تو میرے لوگوں نے میرے اشارے پر اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔"

"کیا اس نے مقابلہ کیا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں بالکل نہیں۔ اس نے بھاگنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ ہم اسے اپنے کیمپ میں لے آئے۔"

"ایک منٹ کنور صاحب۔ آپ لفظ ہم استعمال کر رہے ہیں۔"

"میری مراد میرے شکاری ملازموں سے ہے۔ اس وقت تین ملازم میرے ساتھ تھے۔"

"آپ کا کوئی دوست وغیرہ۔۔۔؟"

"نہیں ملازموں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔"

"جس وقت آپ نے اسے پکڑا کیا وقت ہوا تھا؟"

"صحیح وقت تو نہیں بتا سکتا لیکن بس یہی سات ساڑھے سات بجے ہوں گے۔"

"شام کے؟"

"ہاں۔" کنور نے جواب دیا۔ اور میں گہری سانس لے کر پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ بوڑھے نے ایک رات اور ایک دن پانی میں گذارا تھا۔ اتنی دیر وہ کیا کرتا رہا۔ جمنا سے نکل گیا تھا یا اتنا لمبا عرصہ تیرتا ہی رہا۔ اور اگر درمیان میں دریا سے باہر آیا تھا تو پھر کہاں رہا اور پھر دوبارہ پانی میں کیوں آ گیا۔ اس بات کا علم میرے علاوہ کسی اور کو نہیں تھا کہ بوڑھا پانی میں دلچسپی لیتا ہے۔ ہدایت نے مجھے یہ بات بتائی تھی کہ وہ سمندر کی تصویر کو بہت غور سے دیکھتا رہے اور ایک بار ہدایت نے وہ تصویر ہٹا دی تھی تو بوڑھے پر جنون طاری ہو گیا تھا۔

کنور پرکاش نے کہا "ہم اسے کیمپ میں لے آئے۔ رسوئیا کھانا پکا چکا تھا جسے دیکھ کر وہ بے قابو ہو گیا اور کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے رسوئیے کو اٹھا کر دور پھینک دیا تھا پھر وہ بڑی بے صبری سے کھانا کھاتا رہا۔ ہم مستعد کھڑے تھے۔ مجھے اس وقت تک اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ لیکن دفعتاً مجھے وہ تصویر یاد آ گئی جو جان آسٹن نے مجھے بھیجی تھی۔ وہ تصویر اس بوڑھے کی تھی۔ میں نے تیز روشنی میں اس کے چہرے کا اچھی طرح جائزہ لیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی بوڑھا ہے۔ ان حالات میں میری دلچسپی بڑھنی چاہیے تھی۔ میں نے فوراً وہاں سے کیمپ سمیٹا اور واپس حویلی میں آ گیا۔ میں نے اسے حویلی کے اندرونی حصّے میں رکھا۔ دوسرے دن میں نے پہلا کام یہی کیا کہ جان آسٹن کو ٹیلکس کر دیا۔ اس دوران مجھے اندازہ ہوا کہ بوڑھا یا تو اس ماحول سے نامانوس ہے یا پھر ذہنی طور پر غیر متوازن ہے۔ میرے ذہن میں ڈاکٹر طاہر علی آئے تھے لیکن پھر میں نے سوچا کہ یہ معاملہ جان آسٹن ہی کو دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ میں آسٹن کا انتظار کرنے لگا۔ آسٹن پانچویں دن یہاں پہنچ گیا۔ پال اس کے ساتھ تھا۔ اس نے بھی بوڑھے کو دیکھا اور یہی فیصلہ کیا کہ اس کا ذہنی توازن درست نہیں ہے۔ ان دونوں کو میں نے دوسروں کی نگاہوں سے بچانے کے لیے شکار بنگلے میں ٹھیرا دیا تھا۔ بوڑھے کے لیے یہی جگہ محفوظ تصوّر کی گئی تھی۔ آسٹن اکثر بوڑھے کے ساتھ رہتا تھا اور اس کو بولنے پر آمادہ کرتا رہتا تھا۔ لیکن اسے اس میں ناکامی ہوئی۔ ہم لوگ بوڑھے کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پائے تھے۔ پھر ایک اخباری اشتہار میری نگاہ سے گذرا۔ اخبار پرانا تھا اور اتفاق سے اس وقت تک میری نگاہ سے نہیں گذرا تھا، اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ آسٹن کے اور میرے درمیان اس موضوع پر گفتگو ہوئی تو آسٹن نے ایک تجویز پیش کی۔ اس نے کہا کہ کیوں نہ ان لوگوں سے رابطہ قائم کیا جائے جو بوڑھے کے دعویدار ہیں۔ ممکن ہے وہ دلچسپی کے باب میں کچھ بتا سکیں لیکن پال نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اس بات کو ذہن میں رکھا جائے کہ بوڑھا پُراسرار طور پر اپنی جگہ سے گم ہوا تھا۔ وہ لوگ جن کی تحویل میں بوڑھا تھا بلاوجہ ہی اسے نہ لائے ہوں گے۔ ہم

لوگ اسی کشمکش کا شکار تھے کہ آپ لوگ آ گئے۔ آپ نے بوڑھے کے بارے میں گفتگو کی تو میں سمجھ گیا۔ میں نے احتیاطاً اسی رات بوڑھے کو شکار بنگلے میں منتقل کر دیا۔ پال اور آسٹن کو میں نے آپ لوگوں کے بارے میں بتا دیا تھا۔ وہ بھی پریشان تھے پھر میں اشتہار والا اخبار لے کر روانہ ہو گیا۔ بلند شہر جانے کے بجائے میں مسٹر حسن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گیا تھا۔ واپسی میں میں نے فیصلہ کیا تھا کہ حسن صاحب سے بوڑھے کے موضوع پر بات کروں گا اور یہ بتاؤں گا کہ بوڑھا ہماری تحویل میں ہے اور ہم لوگ مل جل کر کام کرنا چاہتے ہیں۔ آپ لوگ یقین کریں میں یہی سوچ کر آیا تھا۔ لیکن یہاں مجھے پال کی موت کی اطلاع ملی۔ میں صاف گوئی سے کام لے کر کہوں گا کہ میرا شبہ آپ کی طرف ہی تھا۔ میں سمجھا کہ آپ نے پال کو قتل اور آسٹن کو زخمی کر کے بوڑھے کو حاصل کر لیا۔"

کنور کی داستان ختم ہو گئی۔ ہم سب حیران بیٹھے ہوئے تھے۔

حسن صاحب بے اختیار بول اٹھے۔ "پھر کون اسے لے گیا؟"

"میکے براؤن۔" طاہر علی صاحب نے تڑسے کہا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آپ لوگ فیصلے کرنے میں کتنی جلد بازی کرتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔ اوّہ۔ وہ۔ وہ عورت جو مجھ سے ٹکرائی تھی میکے کی بیٹی جولیا ہی تھی۔ وہ بدبخت اب بھی یہاں موجود ہے۔ سو فیصدی وہ یہاں موجود ہے۔"

"میکے براؤن کون ہے؟" کنور نے مداخلت کی۔

"میرے خیال میں یہ دونوں بزرگ اس معاملے میں بے حد پُرجوش ہیں کنور صاحب۔ حسن صاحب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ نے یہ فیصلہ کیوں کیا کہ آپ ہمیں بوڑھے کے بارے میں تفصیل بتا دیں گے۔"

"مجھے ان کے بارے میں ہر جگہ سے یہی معلوم ہوا تھا کہ یہ ایک شریف قسم کے کاروباری ہیں اور بے داغ زندگی کے مالک ہیں۔"

"ڈاکٹر طاہر علی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

"طاہر علی میرے محسن ہیں، میری بیٹی کے معالج ہیں اور ایک اچھے انسان۔"

"میں حسن صاحب کا ملازم ہوں۔ پتا نہیں کیسا انسان ہوں، لیکن ان دو شریف آدمیوں کے حوالے سے کہتا ہوں کہ ہم نے پال کو قتل کیا اور نہ بوڑھے کو حاصل کیا۔ شکار بنگلے کی داستان صرف اتنی ہے کہ ہم بوڑھے کی یہاں موجودگی کی اطلاع پر ہی آئے تھے اور اس امید پر طاہر علی کو یہاں لائے تھے کہ اگر وہ آپ کی تحویل میں ہے تو دوسرے ہی دن اسے یہاں سے لے کر روانہ ہو جائیں گے۔ لیکن جب آپ نے انکار کر دیا تو ہمیں بہت مایوسی ہوئی۔ اسی رات ہم نے اسے یہاں سے جاتے ہوئے بھی دیکھ لیا۔ ہماری اطلاعات نہایت مستند تھیں چنانچہ یہ سمجھ لیا گیا کہ آپ بوڑھے کو چھپانا چاہتے ہیں۔ شکار بنگلے ہم اسی کی تلاش میں گئے تھے۔ وہاں آپ کے کتے مردہ پائے گئے اور اندر جان آسٹن اور پال کو دیکھا۔ جس وقت میں اور طاہر علی اندر داخل ہوئے تو کچھ لوگ باہر نکل رہے تھے۔ کسی نے طاہر علی پر حملہ بھی کیا اور وہ نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد ہم جان آسٹن کو یہاں لے آئے۔"

کنور نے ایک گہری سانس لی پھر اس نے کہا۔ "طاہر علی نے کسی میکے براؤن کا نام لیا تھا؟"

"یہ وہ شخص تھا جو مسٹر حسن کے ساتھ مل کر بوڑھے کو جاپان سے لایا تھا۔"

"اوہ، تو آپ لوگوں نے ہی اسے وہاں سے حاصل کیا تھا؟"

"ہاں کنور صاحب۔ طویل کہانی ہے۔ میکے براؤن بوڑھے کو یہاں سے لے جانا چاہتا تھا لیکن بوڑھا ہمارے ہاں سے بھاگ نکلا اور نہ جانے کس طرح یہاں تک پہنچ گیا۔ میکے براؤن نے سوچا کہ ہم بدعہدی کرنا چاہتے ہیں چنانچہ وہ ہم سے بددل ہو گیا۔"

"تب پھر ممکن ہے طاہر علی کا خیال درست ہو۔ میکے براؤن کے ٹھکانے کا کوئی علم ہو سکتا ہے؟"

"کسی طرح ممکن نہیں۔"

"پھر اب کیا کیا جائے؟" کنور نے پریشانی سے کہا۔

"فی الحال ہم سب اندھیرے میں ہیں۔ میکے براؤن کے بارے میں بھی کوئی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ میں ایک عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اب تک صرف یہ سوچا گیا ہے کہ چند ہی لوگ اس معاملے میں ملوّث ہیں آخر ایسا کیوں۔ جس طرح جان آسٹن اور کنور صاحب بھی اس سے متعلق نکل آئے کیا دوسرے خطرناک لوگ نہیں ہو سکتے۔"

"ہو تو سکتے ہیں لیکن اچانک سب ادھر ہی چل پڑے۔" طاہر علی نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"سب ہی اپنے طور پر کام کر رہے ہوں گے۔ اور کوئی احمق اتنا بڑا کام کرنے کے لیے تنہا نہیں چل پڑا ہوگا۔"

"بہرحال اگر میکے براؤن کو بھی ذہن میں رکھا جائے تو اچھا ہوگا ہمیں اس چالاک دشمن کو ذہن سے فراموش نہیں کرنا چاہیے۔" طاہر علی نے کہا۔

"یہ دوسری بات ہے۔"

"کنور صاحب آپ ہماری داستان پر یقین کرتے ہیں یا نہیں؟" میں نے کنور کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس اب مجھے اور شرمندہ نہ کریں آپ لوگ۔ طاہر علی سے

تو میں آنکھ بھی نہیں ملا سکتا انھیں بہت مایوسی ہوتی ہوگی مجھ سے کیا کردں یہ سب کچھ یوں ہی ہونا تھا۔"

"آسٹن کہاں ہے؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"اندر حویلی میں ہے۔ پال اس کا بھتیجا تھا۔ اس کی موت نے اس کو نڈھال کر دیا ہے۔ یوں بھی لاکھ فوجی سہی لیکن بوڑھا آدمی ہے۔ اس کے اعصاب اب اتنے مضبوط نہیں رہے۔"

"معاف کیجیے گا، ایک بات پر مجھے بہت ہنسی آ رہی ہے۔ سارے شریف لوگ ولاڈی واسکاٹ کا خزانہ حاصل کرنے چل پڑے ہیں۔ اس پُرخطر کام کے لیے تو عام طور سے وہ لوگ میدانِ عمل میں اُترتے ہیں جو مضبوط، نڈر اور درندہ صفت ہوں۔ اپنے حریفوں کو گھاس کی طرح کاٹ کر آگے بڑھ سکتے ہوں لیکن یہاں سب مرنجاں مرنج لوگ اس نیک کام کے لیے دوڑتے نظر آتے ہیں۔"

"وقت آنے دو میاں، دیکھ لینا ہم بھی نرم چارہ ثابت نہ ہوں گے۔" طاہر علی نے کہا۔

"آپ لوگ آسٹن سے ملاقات کریں گے؟" کنور نے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔ پہلے آپ اسے ہمارے لیے ہموار کریں۔ پوری کہانی سنائیں اور اگر اسے اس کہانی پر یقین آجائے تو ہماری اس سے ملاقات کرادیں۔"

"ٹھیک ہے۔ یوں کر لیتے ہیں۔" کنور نے کہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "حسن صاحب، آپ بوڑھے کو جاپان سے لائے تھے؟"

"ہاں، میکے براؤن میرے ساتھ تھا۔ کچھ عرصہ وہ فرانس میں رہا پھر میں اسے یہاں لے آیا۔ طویل عرصہ سے وہ میرے پاس تھا۔"

"کیا اس کا ذہنی توازن خراب تھا؟"

"طاہر علی اس کا علاج کر رہے تھے۔" حسن صاحب نے کہا۔

"کیا اس کے درست ہونے کی امید تھی؟"

"یقیناً اس کے امکانات تھے۔"

"کوئی اندازہ تو لگایا ہوگا آپ نے اس کے بارے میں؟"

"ہم اس کے صحیح الدماغ ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔"

"آپ نے ویلینی کو تلاش کرنے کی کوشش بھی کی؟"

"اسی دوران کی تھی لیکن ویلینی کا کوئی نشان نہیں ملا۔ اس کے بعد کوئی کوشش نہیں کی جاسکی۔"

"کیا خیال ہے اس خزانے کے حصول کی کوئی کوشش کامیاب ہو سکتی ہے؟"

"بڑا مزاحیہ سوال ہے، ہنسی آ رہی ہے۔ خزانہ ملے نہ ملے لیکن واقعات بہت دلچسپ پیش آ رہے ہیں۔ کم از کم پُرسکون ماحول میں ہی وقت گذر رہا ہے لیکن ہم ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہیں۔" طاہر علی نے جواب دیا۔

"جو کچھ بھی ہو اس کے لیے مجھے بھی بے قصور سمجھیں آپ لوگ، ایک تجویز آ رہی ہے میرے ذہن میں۔ اگر ہم لوگ ایک گروہ بنا لیں تو زیادہ موثر انداز میں کام کر سکتے ہیں۔ کیا آپ لوگ مجھے لفٹ دیں گے؟"

طاہر علی ہنس پڑے۔ "کیوں نہیں۔ شریفوں کے اس گروہ میں کوئی بھی نجیب الطرفین شامل ہو سکتا ہے۔ چمگادڑ کے مہمان والی بات ہے۔ خوش آمدید!"

"ایک دلچسپی، ایک سہارا ہی سہی۔ نتیجہ کچھ بھی نکلے۔" کنور پربھات نے کہا۔ ماحول کا بھاری پن کچھ کم ہو گیا تھا۔ کنور پربھات کافی دیر تک باتیں کرتا رہا پھر وہ اجازت لے کر اٹھ گیا۔

اس کے جانے کے بعد طاہر علی نے کہا۔ "غزالی میاں۔ عمر میں چھوٹے ہو لیکن عقل میں بڑا مان لیا ہے تمھیں، بلکہ تم ثابت کر چکے ہو حالات کی یہ کروٹ بھی تمھاری ہی تحریک کا نتیجہ ہے۔ اس لیے ان واقعات پر باہرانہ روشنی بھی تم ہی ڈال سکتے ہو۔ کیوں حسن؟"

"بھئی خزانے میں اپنا حصہ میں نے تم دونوں میں برابر تقسیم کیا میری کھوپڑی اس سے آگے صفر ہو گئی ہے۔ مجھ بزدل آدمی کو معاف کر دو۔ میں ایک اور فیکٹری لگا کر اپنا حصہ اس میں سے نکال لوں گا۔" حسن صاحب بولے۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہم لوگ خزانہ خزانہ کھیلیں گے اور کھیلتے رہیں گے اس کھیل میں تم برابر شریک رہو گے۔" طاہر علی نے کہا۔

"غزالی سے میرا معاملہ کچھ اور بھی ہے یہ محسن کے دوست اور میرے کاروباری ساتھی ہیں۔ اس طرح میں ان پر دہرے حقوق رکھتا ہوں چنانچہ میں خزانے کے حصول کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں بھی اُنھی کو سونپتا ہوں۔ اگر تم لوگ مجبور کرو گے تو بس تمھاری ہدایت پر اپنی ڈیوٹی ضرور پوری کروں گا۔"

"کنور کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے غزالی؟"

"کنور کی حیثیت سے وہ کچھ بھی ہو۔ مجموعی طور پر شریف آدمی ہے"

"اور اس راز کا شریک بھی۔ خیر اس کے بارے میں سوچیں گے ہاں۔ اب ذرا یہ بتاؤ کہ میکے براؤن کے سلسلے میں کیا کیا جائے۔"

"آ... سمجھ میں آتی ہے میکے براؤن انتہائی چالاک آدمی ہے۔ اس نے ایک بار پھر ہمیں ڈاج دیا ہے۔ وہ یہیں کہیں موجود ہے بلکہ ممکن ہے جا کر واپس آگیا ہو۔ جولیا کے بارے میں تمھیں علم ہے کہ وہ اپنے باپ کے ایما پر یہاں آئی تھی گویا وہ پوری طرح اس سلسلے میں کام کر رہی ہے اور یہ لوگ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے ہیں اب بوڑھا ان کے قبضے میں ہے۔ اور اب وہ فرانس یا بلجیم ہی کے کسی پرائیویٹ ہسپتال میں ملے گا۔ میکے براؤن ہم پر سبقت حاصل کر چکا"

"آپ پھر جلد بازی سے کام لے رہے ہیں ڈاکٹر صاحب۔ ہم

صرف قیاس کر سکتے ہیں یقین نہیں جب تک اس کا ثبوت نہ مل جائے۔"

"حسن تم میکے براؤن کے سلسلے میں کچھ کر سکتے ہو؟"

"کچھ لوگوں کو فرانس اور بلجیم میں اس کے پیچھے لگا سکتا ہوں۔ اگر ایسی بات ہے تو یقیناً میں معلوم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔" حسن صاحب نے کہا۔

"خوب، یہ ہوئی بات۔ مجھے تعجب ہے غزالی۔ تم براؤن کے سلسلے میں مشکوک کیوں ہو؟"

"اس لیے ڈاکٹر صاحب کہ جولیا کو میں نے بھی کچھ دن دیکھا ہے۔ اس کے بارے میں اندازہ لگایا ہے وہ ایک کھلنڈری لڑکی ہے۔ اپنے کسی شوق کی تکمیل کے لیے کوئی چھوٹی ذمہ داری تو قبول کر سکتی ہے لیکن کسی کو قتل کر کے اور معاف کیجیے آپ کو اتنا زوردار گھونسہ لگا کر نہیں نکل سکتی۔"

"اوہ۔" ڈاکٹر طاہر علی کا منہ تعجب سے کھل گیا۔ پھر انھوں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "اس سلسلے میں تمھارے تجربے کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے وہ کوئی اور عورت ہو جسے میکے براؤن نے حاصل کیا ہو۔"

"میکے براؤن نے ہی کیوں۔ کسی جان آسٹن یا کرسٹوفر نے ہی کیوں نہیں؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"سنو میاں، کچھ لے دے کر میری ذمہ داریاں بھی تم ہی قبول کر لو۔" ڈاکٹر طاہر علی نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا اور حسن صاحب بے اختیار مسکرا پڑے۔

"پریشان نہ ہوں طاہر علی صاحب۔ جان آسٹن سے ملاقات کر لیں اس کے بعد کوئی مناسب فیصلہ کریں گے۔" میں نے کہا اور بات ختم ہوگئی۔

اور کچھ ہو نہ ہو اس پوری داستان میں مجھے لطف بہت آ رہا تھا۔ میں حسن صاحب کا ملازم تھا، انھیں کے ایما پر ان ہنگامہ خیزیوں میں الجھا تھا۔ اگر مجھے روزِ اوّل ہی سے سختی سے منع کر دیا جاتا کہ ان معاملات سے کوئی سروکار نہ رکھوں تو شاید میں باز آجاتا کیونکہ اس وقت یہ ملازمت میرے لیے بہت قیمتی تھی جس نے مجھے اعتماد بھی دیا تھا اور ایک گھر بھی۔ لیکن حسن صاحب مجھے اس میں گھسیٹ لائے تھے۔ میری دلچسپیاں بھی شامل تھیں کیونکہ خزانے کا وجود میرے لیے بھی دلکش تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ میں نے اس خزانے کو ان لوگوں کے مانند اس قدر سہل الحصول نہیں سمجھا تھا اور اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اس کے حاصل کرنے کے لیے بڑے بڑے خطرناک لوگوں سے نمٹنا پڑے گا۔ حسن صاحب اس سلسلے میں سب سے کمزور کردار تھے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنے ضمیر کے خلاف کوئی کام کرنے پر کبھی نہیں آمادہ ہوں گے۔ میکے براؤن ایسا ہی تھا جیسا اسے ہونا چاہیے تھا۔ طاہر علی بھی کافی حد تک فٹ تھے کیونکہ وہ ضمیر کی آواز کے پابند نہیں تھے۔ اب یہ نئی ٹیم سامنے آئی تھی یعنی کنور پربھات سنگھ اور جان آسٹن جو کافی حد تک ان معاملات کے قریب تھا۔ پال کیا چیز تھا اس کو جاننے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔ کرنل جان آسٹن کے وسائل ابھی نامعلوم تھے۔ کنور بھی زیادہ کھایا کھیلا آدمی نہیں تھا اور اس کے اندر بھی شرافت کے جراثیم موجود تھے۔ لے دے کے میں رہ جاتا تھا جو خود اپنا تجزیہ نہیں کر پایا تھا۔ یہ اندازہ ہوتا جا رہا تھا کہ سارا بوجھ میری گردن پر ہی آ پڑے گا لیکن کیا میں اس بوجھ کو اٹھانے کے قابل ہوں، اس کا مجھے خود بھی اندازہ نہ تھا۔ صورتِ حال ایسی ہو گئی تھی کہ یہ سارے کردار کمبل ہو گئے تھے۔ اگر میں ان سے بھاگنے کی کوشش کرتا تو یہی سمجھا جاتا کہ میں نے اپنا کھیل الگ سے شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے خواہ میں کوئی کپڑے کی دکان کھول کر ہی کیوں نہ بیٹھ جاتا۔

میں نے خود کو سمجھایا کہ بھائی ایگریکلچرسٹ تمھارے خواب تو ماضی کی گرد میں گم ہو گئے، کوئی واضح مستقبل بھی سامنے نہیں ہے اس لیے جو لکیر سامنے آئی ہے اس پر چلتے رہو۔ اور اسے ہی اپنا مستقبل سمجھ لو۔ اگر کوئی پُرمذاق واقعہ تمھیں خزانے کے پاس پہنچا دے تو واہ، ورنہ زندگی تو گذر رہی ہے لیکن ان سارے خزانہ بازوں کا بوجھ اٹھانے کے لیے گردن کو کچھ مضبوط بھی کرو۔ خود کو پُراعتماد بنیادوں پر مستحکم کرو، اس کے علاوہ چارۂ کار نہیں ہے۔

پربھات سنگھ نے اطلاع بھجوائی کہ رات کا کھانا مہمان خانے کی بجائے اس کے ساتھ کھایا جائے۔ کھانے کی میز پر کرنل جان آسٹن بھی موجود تھا جو اب پوری طرح سنبھل گیا تھا۔ اس نے گرمجوشی سے ہم سے مصافحہ کیا اور کہا کہ بہت بُرے وقت میں ہم نے اس کی مدد کی۔ کھانے کے بعد اندرونی کمرے میں نشست ہوئی۔ کنور پربھات نے کہا۔ "آپ لوگوں کی اجازت سے میں نے جان آسٹن کو آپ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ اس ملاقات میں آپ لوگ کھل کر تمام گفتگو کر سکتے ہیں۔"

"میں آپ لوگوں سے ملنے کے لیے بے چین تھا بسٹر حسن خاص طور سے آپ سے۔ میں جانتا ہوں میری پوزیشن بہت کمزور ہے اور کسی مضبوط بنیاد پر میں آپ کو مجبور نہیں کر سکتا کہ آپ مجھ سے تعاون کریں۔ یہ صرف آپ کی مرضی پر منحصر ہے کہ آپ مجھے خود میں شریک کریں یا نہ کریں۔ میں اگر اس سلسلے میں آپ کی کچھ معاونت کر سکتا ہوں تو وہ یہ ہوگی جس کی میں تفصیل پیش کرتا ہوں۔ اٹلی میں آپ لوگوں کو بہترین رہائش گاہ جہاں آپ کو ہتھیار اور ضرورت کی دوسری اشیا فراہم کرنا میری ذمہ داری ہوگی۔ مونٹ سورلٹ کے مکمل نقشے اور ان علاقوں میں ہر طرح کی سہولت۔ اس وقت کا ریکارڈ جب جرمن فوجیں پسپا ہو کر فرار ہوئی تھیں اور اتحادی فوجیں ان کا تعاقب کر رہی تھیں۔ وہ جن راستوں سے گذری تھیں اور جہاں تک پہنچی تھیں ان کی مکمل تفصیل وغیرہ۔ اگر یہ حقیر تفصیل کسی قابل ہو تو مجھے اپنا شریکِ کار کر لیں۔"

"کرنل آسٹن، اس خزانے کی کہانی صرف ہماری مہم جو فطرت کی تسکین کرتی ہے ہم ہمیشہ ورانہ طور پر یہ سب کچھ نہیں کر رہے ہیں چنانچہ ان شرائط

کے بغیر ہی ہم آپ کو اور کنور پربھات سنگھ کو اپنے درمیان خوش آمدید کہتے ہیں آپ یہ پیشکش اپنے ذہن سے نکال دیں۔" حسن صاحب نے کہا۔

"بے حد شکریہ۔ اب کچھ سوالات کا تبادلہ ہو جائے۔"

"ہاں ضرور۔"

"مسٹر حسن بوڑھا شخص آپ کو کہاں ملا تھا؟"

"جاپان کے ایک رہائشی علاقے میں۔"

"اس کہانی میں آپ کہاں سے شریک ہوئے؟"

"اس کے منظر عام پر آنے کی ابتدا ہم سے ہوئی تھی۔ جاپان میں جن لوگوں نے جاپانی پولیس کو واسکاٹ کی موت کی اطلاع دی وہ ہم ہی تھے۔"

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ۔ اوہ، کیا واسکاٹ آپ کو زندہ حالت میں ملا تھا۔"

"وہ شدید زخمی تھا اور اس نے ہمارے سامنے دم توڑ دیا تھا۔ ویلینی اور بوڑھے کے بارے میں اس نے ہی ہمیں بتایا تھا۔"

"کیا اس نے ویلینی کی رہائش گاہ کے بارے میں بتایا تھا؟" آسٹن نے پرجوش لہجے میں پوچھا۔

"وہ خود اس کی تلاش میں تھا اور جاپان میں اس کی آمد اسی سلسلے میں تھی۔"

"واسکاٹ کو قتل کیا گیا تھا۔"

"ہاں سو فیصدی۔"

"آپ قاتلوں کو دیکھ سکے تھے؟"

"قطعی نہیں۔"

"آپ کے خیال میں وہ کون ہو سکتے ہیں؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ آپ کو واسکاٹ کی حیثیت معلوم ہے۔ قاتل کوئی بھی ہو سکتا ہے۔"

"بوڑھا آپ کے پاس تھا مسٹر حسن۔ آپ اس کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکے کہ وہ کون ہو سکتا ہے؟"

"اسی کوشش میں تو مصروف تھے ہم لوگ۔"

"بہرحال وہ پھر نکل گیا۔ آپ مجھ سے سوالات کر سکتے ہیں۔ ہاں ایک اہم بات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔" جان آسٹن نے کہا اور اپنے لباس کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکال لیا۔ "یہ کام میرے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے موقع پاکر اٹیلین سیکرٹ سروس کے ریکارڈ سے ویلینی کی تصویر نکال لی تھی۔ ویلینی کو پہچاننے میں یہ تصویر اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔" اس نے لفافے سے ایک تصویر نکال کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ اچانک اتنی اہم چیز ہمارے سامنے آئی تھی۔ ہم تینوں ہی بے اختیار اس پر جھک گئے۔

"ارے۔" حسن صاحب کے منہ سے نکلا۔

"یہ تو۔" میں بھی بے اختیار بول اٹھا۔ ناقابلِ یقین، ناممکن، گھوڑی جیسے فضا میں معلق ہو گئی۔ آنکھیں دھندلا گئیں۔ تصویر ہمارے سامنے تھی لیکن ذہن اس پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔

زبانیں گنگ ہو گئی تھیں۔ ڈاکٹر طاہر علی کی پیشانی شکن آلود تھی، حسن صاحب حیرت سے آنکھیں پھاڑے تصویر کو گھورے جا رہے تھے۔ میری کیفیت ملی جلی تھی۔ پھر ڈاکٹر طاہر علی نے سکوت توڑا۔

"یہ لڑکی تو حسن تمہارے گھر میں تھی۔ کیا یہ وہی نہیں ہے کیا نام تھا اس کا؟"

"ندرت۔" حسن صاحب بے اختیار بولے۔

"ہاں وہی۔ میں نے اسے کئی بار تمہارے ہاں دیکھا ہے ہو بہو وہی ہے، کوئی فرق نہیں مگر تم نے اس کے بارے میں کچھ بتایا تھا مجھے۔ تم نے کہا تھا کہ وہ لاوارث ہے اور تم نے اسے پناہ دی ہے۔"

"ہاں یہ تصویر اسی لڑکی کی ہے۔" حسن صاحب پھولے ہوئے سانس کے ساتھ گھبرائے ہوئے بولے۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت ان کے دل پر کیا بیت رہی ہو گی۔ کیسے کیسے خیالات ان کے ذہن میں آ رہے ہوں گے۔ پراسرار ندرت ان میں سے ایک ایک کی نگاہ سے اوجھل تھی، کوئی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا سوائے میرے۔ لیکن کیسی دلچسپ بات تھی کہ میں بھی اس کے بارے میں اتنا کچھ جانتے ہوئے اس سے ناواقف تھا۔

میں نے اس دوران خود کو سنبھال لیا۔ اس تصویر کے سامنے آنے کے بعد اور ایک انتہائی پراسرار انکشاف کے باوجود میں ندرت کے سلسلے میں اپنی معلومات کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ اس طرح میری پوزیشن بہت خراب ہو جاتی۔ یہ لوگ مجھ پر اب پورا اعتماد کرتے تھے لیکن انھیں جب یہ حقیقت معلوم ہو گی کہ میں ندرت کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا اور ان سے چھپاتا رہا تھا تو ان کے ذہن تکدر کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ فطری بات تھی چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ خود بھی ان کی لاعلمی اور حیرت میں شریک ہو جاؤں۔

"معاف فرمائیں حضرات، آپ لوگ مجھے فراموش کر بیٹھے ہیں۔ آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔" جان آسٹن نے کہا۔

کنور پربھات آسٹن کی اس بات کو نظر انداز کر کے بولا "جو گفتگو آپ لوگ کر رہے ہیں وہ مسٹر آسٹن نہیں سمجھ پا رہے۔ میرے خیال میں آپ اس تصویر سے واقف ہیں۔ کیا یہ بات مسٹر آسٹن کو نہیں بتائی؟"

"اوہ۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مسٹر آسٹن اب ہمارے لیے ایک محترم شخصیت ہیں۔ سوری مسٹر آسٹن، اس

تصویر کو دیکھ کر ہم حیران رہ گئے تھے دراصل یہ شکل ہماری دیکھی ہوئی ہے۔" میں نے کہا۔ حسن صاحب اور طاہر علی نے ایک نگاہ مجھے دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہ بولے، یوں بھی انھوں نے میرے معاملات میں مداخلت نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

"آپ نے اسے کہاں دیکھا تھا؟" آسٹن حیرانی سے بولا۔

"آپ کو یقین ہے کہ یہ تصویر ویلینی کی ہے؟" میں نے اس کے سوال کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

"اسے حاصل کرنے کے لیے مجھے شدید محنت کرنی پڑی ہے مسٹر۔ ظاہر ہے اتنی محنت سے کوئی حماقت نہیں کی جا سکتی۔"

"اور وہ بھی۔ وہ بھی غائب ہو گئی۔" حسن صاحب بے اختیار بول پڑے۔ ظاہر ہے ندرت کے سلسلے میں وہی سب سے زیادہ سوچ سکتے تھے۔

"جی۔" کنور پربھات نے انھیں چونک کر دیکھا۔ میں نے فوراً مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "یہ لڑکی بھی حسن صاحب کے گھر میں رہتی تھی۔ اسی گھر میں جہاں یہ بوڑھا رہتا تھا۔ وہ بھی ہمارے ساتھ مقیم تھی۔ لیکن ابھی چند روز قبل وہ پراسرار طور پر غائب ہو گئی۔"

"بات واضح ہوتی جا رہی ہے حسن۔ اب تو بات چھپی نہیں رہی کہ بوڑھا کس طرح فرار ہوا، کہاں گم ہو گیا اور اب کہاں ہے؟" طاہر علی نے حسب معمول جلد بازی سے فیصلہ کر لیا۔

"اب تو آپ لوگوں کی گفتگو پر مجھے بھی اعتراض ہے ڈاکٹر۔ کچھ حالات ہمارے علم میں بھی تو لائیے۔" کنور پربھات نے کہا۔

"انھیں سب کچھ بتاؤ غزالی۔ میرا دماغ تو اب پھٹنے والا ہے ایک بات جو سمجھ میں آ رہی ہو۔" حسن صاحب نے کہا۔

"مسٹر آسٹن نے اپنے تعاون کی پیشکش کی ہے۔ ہم واقعی ایک ٹیم بنا کر ہی کام کر سکتے ہیں۔ یہ شخص اپنا کردار ذمہ داری سے ادا کرے گا۔ ان حالات میں ہم لوگ اگر تمام صورت حال سے واقف ہو جائیں تو۔ کیا خیال ہے ڈاکٹر، اس میں کوئی حرج ہے؟" کنور پربھات نے کہا۔

"بھائی۔ جب یہ سب کچھ ایک تفریح کی حیثیت رکھتا ہے تو پھر اس میں کیا حرج ہے۔ اگر ایک دوسرے سے فراڈ کرنا ہے، ایک دوسرے سے حالات کو چھپانا ہے تو اس کے لیے طویل عرصہ درکار ہے۔ یہ کام اس وقت کے لیے چھوڑ دو جب ہم خزانے کے قریب ہوں۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے بشرطیکہ غزالی تیار ہو۔" حسن صاحب نے کہا۔

"کرنل آسٹن اور کنور کھتہ صاحب، اس میں شک نہیں ہے کہ کرنل آسٹن نے ویلینی کی تصویر دکھا کر ہمیں حیرت میں ڈال دیا ہے۔ یہاں تک یہ داستان آپ لوگ سن چکے ہیں کہ مسٹر میکے براؤن اور حسن صاحب نے ولاڈی واسکاٹ سے اس وقت ملاقات کی جب وہ مر رہا تھا۔ مرتے ہوئے وہ ان لوگوں کو کچھ اشارات دے گیا جن کے ذریعے بوڑھے تک ان کی رسائی ہوئی۔ مختلف حالات سے گزر کر بوڑھا حسن صاحب کی تحویل میں پہنچ گیا۔ یہاں سے ڈاکٹر طاہر علی صاحب بھی اس کہانی میں داخل ہو گئے۔ یہ لڑکی جس کا نام حسن صاحب کو بھی نہیں معلوم ایک بے بس اور لاوارث لڑکی کی حیثیت سے حسن صاحب کو ملی، چونکہ اس نے اپنا کوئی نام نہیں بتایا تھا اس لیے حسن صاحب نے اسے ندرت کے نام سے روشناس کرایا۔ اور وہ خاموشی سے ان کی کوٹھی میں رہتی رہی۔ اس پر کبھی کوئی شک نہیں ہو سکا نہ بوڑھے سے کبھی اس کا کوئی تعلق ظاہر ہوا۔ کسی کے ذہن میں یہ گمان بھی نہیں تھا کہ وہ کسی طور بوڑھے سے متعلق ہو سکتی ہے۔ بوڑھے کی گمشدگی کے کچھ عرصہ بعد وہ بھی اچانک غائب ہو گئی۔ ظاہر ہے اس کی تصویر دیکھ کر سب کو حیرت ہونی چاہیے۔" میں نے تفصیل بتا دی۔ اپنی پوشیدہ معلومات کو میں نے چھپا لیا۔

آسٹن گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا "اس کا مطلب ہے کہ ویلینی اسے تلاش کرتی ہوئی آپ کے پاس پہنچ گئی اور اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ موقع ملتے ہی بوڑھے کو لے اڑی۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" طاہر علی نے کہا۔ اس کے بعد مکمل خاموشی چھا گئی۔ دیر تک خاموشی کا طلسم طاری رہا پھر پربھات سنگھ نے کہا۔ "دوستو۔ اسے خوش بختی کہہ لو یا بدبختی کہ حالات جہاں سے شروع ہوئے اور جہاں تک پہنچے ان سے ہم پانچوں واقف ہیں اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ آگے نکل چکا ہے اور دوسرے پر فوقیت رکھتا ہے۔ یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ کوئی خزانے کے حصول میں سبقت لے جانے میں کوشاں نہیں ہے۔ ایک بار پھر میں درخواست کرتا ہوں کہ ان پانچوں افراد کی ٹیم بنائی جائے کسی ایک شخص کو ٹیم کا سربراہ بنا لیا جائے اور ہر شخص اپنی ذمہ داری پوری کرے۔ سب مل کر کوشش کریں اور اگر کامیابی حاصل ہو جائے اور کچھ ہاتھ آ جائے تو تمام غربا آپس میں تقسیم کر لیں ورنہ ایک ایڈ دگیر ہی رہے۔ ایک مخلصانہ پیشکش ہے اور وہ یہ کہ اس سلسلے کے اخراجات بھی آپس میں تقسیم ہو جائیں گے۔"

"آپ کی بات خوشی سے قبول کی جا سکتی ہے کنور۔ لیکن اس کے لیے کچھ مہلت درکار ہے۔ ہمیں آپس میں مشورہ کرنا پڑے گا۔" طاہر علی نے کہا۔

"نہ مجھے اور نہ مسٹر آسٹن کو اس پر کوئی اعتراض ہے۔" کنور

نے کرنل آسٹن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بالکل مسٹر کیتھ۔ پال کی موت کے بعد میں بے دست و پا ہو گیا ہوں۔ میرا اب اس سلسلے میں کوئی دعویٰ نہیں رہا ہے۔ میں تو ایک کمزور بوڑھا آدمی ہوں جسے کسی بھی لمحے راستے سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ آپ لوگ اگر مجھے کوئی اہمیت دیں گے تو یہ صرف آپ کی شرافت ہوگی ورنہ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں اب کچھ نہیں ہوں۔"

"میں پال ہوں کرنل آسٹن۔ آپ مجھے پال کہہ کر پکار سکتے ہیں۔ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ آپ کے بغیر میں اس ٹیم میں شامل نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ کنور پربھات اور ڈاکٹر طاہر علی چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ حسن صاحب کے ہونٹوں پر پسندیدگی کی مسکراہٹ پھیل گئی انھوں نے کہا "غزالی ہم میں سب سے بڑا انسان ہے۔ مجھے اس سے انھیں الفاظ کی توقع تھی۔ میں سب سے پہلے غزالی کو پال تسلیم کرتا ہوں۔"

"تب تو یہ شریف لوگ ایک نام کے لولب کو بھی نہیں ٹھکرائیں گے۔" کنور پربھات پھیکی سی مسکراہٹ سے بولا۔

"گویا اب مشورے والی بات تو خود بخود ختم ہو گئی۔ کیوں غزالی؟" طاہر علی نے کہا۔

"ہاں اس ٹیم کی تشکیل کے سلسلے میں کسی مشورے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم پانچوں ایک سڑک پر کھڑے ہیں اور ہم میں سے کوئی منزل کی نشاندہی نہیں کر سکتا تو پھر کیوں نہ ہم ساتھ سفر جاری رکھیں۔"

"ٹھیک ہے بھائی آگے بڑھو۔"

"آج کی یہ نشست ختم کی جاتی ہے۔ دوسری ملاقات کل کسی وقت رکھی جاتے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" کنور نے تائید کی۔

"کل کوئی مصروفیت تو نہیں ہے کنور صاحب؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل نہیں، صبح کا ناشتا ہم دونوں تمھارے ساتھ ہی کریں گے۔" کنور نے کہا۔

"غزالی یہ تصویر اب تمھارے حوالے، کچھ اور چیزیں بھی میں تمھیں دوں گا۔ ویلینی کے بارے میں میرے پاس کچھ معلومات ہیں ممکن ہے تمھارے کام آسکیں۔" کرنل آسٹن نے کہا اور اس کے بعد ہم اٹھ گئے۔

مہمان خانے میں واپس آکر ڈاکٹر طاہر علی نے کہا "آسٹن کے سلسلے میں تم جذباتی نہیں ہو گئے غزالی؟"

"غزالی ابھی تک تمھاری سمجھ میں نہیں آیا طاہر علی۔ براہ کرم اس کو سمجھو، یہ ضروری ہے۔" میرے بجائے حسن صاحب نے کہا۔

"ٹھیک ہے شریف لوگو، جو مناسب سمجھو کرو۔ لیکن اب پروگرام کیا ہے۔ واپسی کے بارے میں کیا سوچا۔ کیا یہ پروگرام طویل نہیں ہو گیا؟"

"نکل چلو، اب یہاں رکنے سے کیا فائدہ، ماں کیرٹرہ میں اب کیا رہا ہے۔ وہ اپنا کام کر کے نکل گئی۔ مگر طاہر علی میں نے اپنی ز[ندگی] کا سب سے بڑا دھوکا کھایا ہے، خدا کی پناہ ندرت۔ میں سو[چ] بھی نہیں سکتا تھا کہ ندرت۔ وہ پراسرار طور پر مجھے ملی تھی اور گم ہو گ[ئی] پھر وہ دوبارہ میرے پاس آئی۔ اس کا آنا بے مقصد نہیں تھا۔ [...] ہم سب کو۔"

"کچھ وقت اور خرچ کروں گا آپ لوگوں کا۔ ذرا میری [ایک] مشکل کا حل دریافت کر دیجیے۔" میں نے کہا۔

"ضرور بھائی، بیٹھو۔" حسن صاحب نے کہا اور ہم سب بیٹھ گئے۔

"ڈاکٹر صاحب آپ نے حسن صاحب کے گھر ندرت کو دیکھا تھا؟"

"ہاں، مگر سرسری طور پر۔ کبھی غور نہیں کیا اس پر۔"

"آپ سے تو یہ سوال ہی بے سود ہے حسن صاحب۔ ذ[را] اس تصویر پر غور فرمائیے۔" میں نے تصویر ان دونوں کے درمیا[ن] رکھ دی۔ حسن صاحب پوری دلچسپی سے اس پر جھک گئے۔ ڈا[کٹر] طاہر علی نے حسب عادت بولنے میں پہل کی "سرسری ضرور د[یکھا] ہے لیکن بخوبی پہچان سکتا ہوں۔ سو فیصدی وہی ہے۔"

"آپ کیا فرماتے ہیں حسن صاحب؟" میں نے حسن صاحب کو دیکھا۔

"وہی ہے، اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ تم خود بھی تو اس سے ناواقف نہیں ہو، اچھا خاصا وقت گزار چکے ہو اس کے ساتھ۔ تمھارا کیا خیال ہے؟" حسن صاحب نے کہا۔

"میرا خیال؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "میرا خیال ہے کہ یہ ندرت کی تصویر نہیں ہے۔"

"جیتے رہو میاں، ایک مہربانی کر دو گے ہم پر بلکہ مجھ پر حسن کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔" طاہر علی نے کہا۔

"جی فرمائیے؟" میں مسکرا کر بولا۔

"میرے اس کدو نما سر کو بغل میں دبا کر لے جاؤ اور پوری قوت سے سامنے کی دیوار سے ٹکرا دو، تم گتھیاں پیدا کرنے کے ماہر ہو، مان لیا مگر اب کھوپڑی جواب دے گئی ہے۔"

"آپ لوگوں کے تجربے کو چیلنج کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا لیکن میری خواہش ہے کہ تصویر پر پھر غور کریں۔ کوئی بھی شخص کسی بات سے ناواقف نہیں ہے۔ ویلینی دوسری جنگ عظیم میں اتحادی جاسوسہ تھی۔ کتنی عمر ہو گی اس وقت اس کی؟ یہ تصویر آپ کے خیال میں کون سے سن میں کھینچی گئی ہو گی۔ اس کا رنگ

[...]ہے کہ یہ قدیم ہے یعنی دوسری جنگ عظیم کے دوران یہ بنائی [...] اور پھر آپ یہ بھی بھول رہے ہیں کہ وہ دا اسکاٹ کے دو بیٹوں [کی م]اں ہے جو اب جوان ہو چکے ہوں گے۔ اب ندرت کو یاد کیجیے گا، [حس]ن صاحب معاف کیجیے گا اس کے چہرے اور بدن کو ذہن میں [لائ]یے گا۔ وہ دو جوان بیٹوں کی ماں ہو سکتی ہے؟"

"ارے۔ اوہ۔ ہاں واقعی۔ ہرگز نہیں۔ ناممکن میرے خدا۔ [وہ] تو نوخیز تھی، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" حسن صاحب متحیرانہ انداز [میں] بولے۔

ڈاکٹر طاہر علی سر کھجا رہے تھے "یار حسن۔ وعدہ کرو کسی [کو] بتاؤ گے نہیں۔" طاہر علی نے کہا۔

"کیا؟"

"یہی کہ ہم دونوں اعلیٰ پائے کے گاؤدی ہیں۔ اتنی سی [بات] ذہن میں نہیں آئی یار، حالانکہ سامنے کی بات ہے۔ شکل [بے ش]ک اس سے ملتی ہے لیکن لیکن بات واقعی درست لگتی ہے۔"

"مگر پھر ندرت۔ وہ اس کی ہم شکل کیوں تھی؟" حسن صاحب [پری]شان انداز میں بولے۔

"اور وہ غائب کیوں ہو گئی؟" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا اور [پھر] میری طرف رخ کر کے بولے "کیوں غزالی کیا تم یہ بھی تسلیم [نہیں] کرو گے کہ ندرت کا کوئی نہ کوئی تعلق ویلینی سے ضرور ہے۔ اتنا ہم شکل ہونا یوں تو ممکن نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے ولاڈی واسکاٹ سے اس کے دو بیٹے ہی نہ ہوں کوئی بیٹی بھی ہو۔ یا پھر اس کے بعد ویلینی کا کسی سے کوئی تعلق رہا ہو اور وہ پوشیدہ طور پر کسی بیٹی کی ماں بھی بن گئی ہو۔ بھئی ظاہر ہے وہ کوئی شریف مشرقی دوشیزہ تو تھی نہیں۔"

"اس بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"سوچو اور مجھے کچھ دیر کے لیے وقت دو، میں سونا چاہتا ہوں اگر نہ سو سکا تو بس پتھر اٹھا کر لوگوں کو مارنا شروع کر دوں گا۔"

"او کے ڈاکٹر صاحب۔ آپ آرام کریں۔" میں نے کہا اور ڈاکٹر طاہر علی حسن صاحب کو خدا حافظ کہہ کر چلے گئے۔ حسن صاحب کچھ دیر ٹھوڑی کھجاتے رہے پھر میری طرف دیکھ کر بولے "تم خود ان معاملات سے پریشان نہیں ہو رہے غزالی میری طرف سے اجازت ہے، جب بھی دل چاہے تو اس جھگڑے پر لعنت بھیج سکتے ہو۔ تمام صلاحیتوں کا ستیاناس نہیں ہوا جا رہا ہے؟"

"سنو بیٹے۔ میکے براؤن جیسے شخص پر تو میں ویسے ہی لعنت بھیجتا ہوں۔ بے حد خود غرض اور سازشی انسان تھا۔ جہاں تک نفع نقصان کا تعلق ہے میاں تو جوانی میں خوب کما لیا اب تو یوں بھی آرام کے دن ہیں۔ مالی طور پر کوئی الجھن نہیں ہے مجھے کاروبا[ر]

بہترین لوگوں کے ہاتھ میں ہے، اس میں بھی کوئی الجھن نہیں ہے۔ اس سلسلے کو جاری رکھنے کا خواہش مند ہوں مگر تمھیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔"

"میں بھی اپنی دلچسپی کے تحت یہ سب کچھ کر رہا ہوں حسن صاحب۔ آپ پر کوئی احسان نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تم بہت صاف گو اور نفیس انسان ہو غزالی۔ جان آسٹن کے بارے میں کسی تاخیر کے بغیر تم نے جو کچھ کیا خدا کی قسم میرا سر اونچا ہو گیا۔ طاقتور کے تو سب ساتھی ہوتے ہیں کسی کمزور کا ساتھی بننا دل والوں کا کام ہے۔"

"شکریہ حسن صاحب۔ خدا کا احسان ہے کہ آپ نے میری اس بات کو ناپسند نہیں کیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کرنا چاہیے۔"

"مزید غور کریں گے۔ تم نے ندرت اور ولینی کا فرق بڑی ذہانت سے ظاہر کر کے میرے ذہن کا بوجھ ہلکا کر دیا ہے لیکن اس کے باوجود کچھ باتیں بے حد پراسرار ہو گئی ہیں۔ آخر یہ ندرت تھی کون؟ اگر ولینی کی بیٹی بھی تھی تو میرے پاس کیوں آئی تھی؟ غزالی کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ندرت کا یہی مشن ہو کہ کسی طرح وہ بوڑھے کے بارے میں معلوم کر کے میری کوٹھی تک آئے، میری ہمدردیاں حاصل کرے اور موقع پاتے ہی بوڑھے کو لے اڑے۔"

"ممکن ہے بوڑھے سے اس کا کوئی تعلق ہو لیکن کم از کم بوڑھے کے فرار سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ پربھات سنگھ سے سن چکے ہیں کہ وہ اسے کس طرح ملا۔" میں نے کہا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ وہ بچی۔ وہ ہمیشہ میرے لیے پراسرار رہی۔ یقین کرو اس سے کوئی تعلق نہ ہونے کے باوجود مجھے اس سے انسیت ہو گئی تھی۔ بعض اوقات مجھے یہ بات ناگوار گزرتی تھی کہ تنویر اور دوسرے بچے اس سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور وہ خود کو تنہا محسوس کرتی ہے۔ اس کے غائب ہونے سے میں پریشان رہا ہوں لیکن ماضی کے واقعات نے مجھے ڈھارس دی۔ وہ پہلے بھی اسی طرح چلی گئی تھی اور پھر یہاں مجھے ملی۔"

"یہ لڑکی واقعی پراسرار ہے۔" میں نے کہا۔

"کوٹھی میں میں نے اسے کبھی بوڑھے کی طرف متوجہ نہیں دیکھا؟"

"ہاں، مجھے کبھی اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔" میں نے دل پر جبر کر کے کہا۔ ایک بات چھپائی تھی تو اسے نبھانا ضروری تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے غزالی؟"

"ہاں کیپٹن سے واپس چلیں۔ میرے خیال میں ایک مفروضہ خزانے سے کنور اور آسٹن کو علیحدہ کر دینا مناسب نہیں ہے۔ ان لوگوں کو اطمینان دلا دیا جائے کہ جب بھی اس سلسلے میں کام شروع کیا گیا انھیں دعوت دی جائے گی۔"

"بس ٹھیک ہے۔ اب آرام کرو۔" حسن صاحب نے کہا اور میں ان کے پاس سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ بستر پر لیٹ کر سونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ حالات نے ذہن پر یلغار کر دی تھی۔ ندرت ولینی کی ہم شکل کیوں ہے؟ اگر ولینی کی کوئی بیٹی تھی تو پوشیدہ کیوں رکھا گیا۔ اگر لارڈ ڈی واسکاٹ سے علیحدہ ہونے کے بعد اس کی ولادت ہوئی تھی تب بھی اس کی عمر نہیں بتاتی تھی کہ وہ اتنی کمسن ہے۔ پھر وہ اس طرح بھٹک کیوں رہی ہے۔ اس نے مجھے ڈائری کیوں دی تھی؟ کیا چاہتی تھی وہ مجھ سے؟

ہزاروں سوالات تھے جو یکے بعد دیگرے ذہن میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ لیکن دماغ ابھی ان گتھیوں کو نہیں سلجھا سکتا تھا تاوقتیکہ حالات کوئی اور سمت اختیار نہ کریں۔ بہرحال بوڑھا معمولی چیز نہیں تھا، فی الحال وہی توجہ کا مرکز تھا، سب ہی لوگ اس کی طرف متوجہ تھے۔ سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ اگر ندرت، ولینی یا اس سے متعلق کوئی شخصیت تھی تو خود اس نے اتنے طویل قیام کے دوران بوڑھے کو وہاں سے لے اڑنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ یہ بات اس خیال کی تائید کرتی تھی کہ کم از کم یہاں شکار بنگلے سے بوڑھے کو اغوا کرنے والی ندرت نہیں ہے۔ لیکن ندرت کو ان واقعات سے الگ بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔

سونا ضروری تھا اس لیے قوت ارادی سے کام لے کر سو گیا۔ دوسری صبح جلد ہی آنکھ کھل گئی۔ لیکن حسن صاحب اور طاہر علی مجھ سے قبل جاگ چکے تھے۔ طاہر علی نے ملازم سے چائے طلب کر لی۔ ساڑھے نو بجے کنور صاحب آسٹن کے ساتھ آ گئے اور ناشتا کیا گیا۔

کنور صاحب نے کہا "میرے اور جان آسٹن کے درمیان رات کو دیر تک گفتگو ہوتی رہی ہے۔ جان آسٹن ہمارے درمیان وہ واحد شخصیت ہے جو ریٹائرڈ زندگی گزار رہا ہے جبکہ ہم لوگوں کو دوسری مصروفیات بھی ہیں۔ اس کی پیشکش ہے کہ پارٹی لیڈر سب سے پہلے اسے کسی کام میں مصروف کر دے۔ اور وہ فوراً عمل کا آغاز کر دے۔ اس کے علاوہ ہم دونوں نے اپنے اپنے طور پر اس پارٹی کے لیڈر کا انتخاب بھی کر لیا ہے۔ ہمارا یہ انتخاب ایک دوسرے سے پوشیدہ ہے یعنی ہم نے پرچوں پر نام لکھ کر اپنے پاس محفوظ کر لیے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ لوگ بھی ایسا ہی کریں اور پھر تمام پرچے ایک ساتھ کھولے جائیں۔ کیا خیال ہے؟"

"کسی کو لیڈر بنانا کیا ضروری ہے؟" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"بے حد۔ اس طرح کام میں آسانی ہو گی۔ یہ کاغذ ہے اور یہ قلم۔ آپ لوگ بھی اس میں حصہ لیں۔" کنور پربھات نے کہا اور اس کی خواہش

پر ہمیں یہ کام کرنا پڑا۔ میں نے اطمینان سے کرنل جان آسٹن کا نام لکھ لیا تھا۔

پرچے کھولے گئے۔ حسن صاحب نے میرا نام لکھا تھا۔ پھر جان آسٹن نے اپنا پرچا کھولا اور میں حیران رہ گیا۔ اس میں بھی میرا نام لکھا گیا تھا۔ طاہر علی اور کنور پربھات مسکرا رہے تھے۔ ان دونوں کے پرچے کھلے تو ان پر بھی میرا نام نظر آیا۔

"اب پانچویں پرچے کی ضرورت نہیں رہ جاتی کیونکہ ہماری اکثریت لیڈر منتخب کر چکی ہے۔"

"یہ میرے لیے بہت زیادہ ہے۔" میں نے کہا۔

"اس مہم جو پارٹی کا لیڈر جوان اور ذہین ہونا چاہیے تھا سو ہے۔ ہم بوڑھے دماغ ان پیچیدہ گتھیوں کو نہیں سلجھا سکتے۔" کنور پربھات نے کہا۔

"میں اس مہم کے لیے اپنی طرف سے بیس ہزار ڈالر پیش کرتا ہوں۔ یہی میں نے اس کے لیے مخصوص کیے تھے۔" کرنل آسٹن نے کہا۔

"ہاں، ہم ایک مخصوص فنڈ پارٹی لیڈر کے حوالے کر دیں گے تاکہ اس مہم کے اخراجات پورے ہوتے رہیں اور لیڈر کو اس میں دقت نہ ہو۔" کنور پربھات نے کہا۔

"اس کے بعد جو گفتگو ہو گی وہ لیڈر کی وساطت سے ہو گی۔" طاہر علی بولے۔ میں نے کچھ کہنا چاہا تو حسن صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے "یہی مناسب ہے غزالی۔ مجھے یقین ہے کہ تم دوسروں کی خواہش کا احترام کرو گے۔"

"بہتر۔" میں نے گردن خم کر کے کہا۔ اور پھر چند لمحات کی خاموشی کے بعد میں نے کہا "ہم لوگ واپس جا رہے ہیں بوڑھے کو ماں کیپٹن یا اس کے نواح میں تلاش کرنا بے سود ہے جس نے بھی اسے یہاں سے حاصل کیا ہے اس کے وسائل لامحدود ہوں گے اور اس کا یہاں پہنچ جانا بھی اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ وہ بوڑھے کے بارے میں شدت سے کوشاں تھا۔ اور ایک پرائیویٹ کو ٹریس کر کے یہاں تک پہنچا ہے۔ ظاہر ہے اپنے مقصد کی تکمیل کے بعد اس کا یہاں رکنا بے معنی ہے اور اب یہاں اس کی گرد بھی نہیں ملے گی۔ وہ کون ہے یہ جاننا بھی ہمارے لیے ممکن نہیں ہے کیونکہ لارڈ ڈی واسکاٹ کی کہانی صرف ہم تک محدود نہیں ہے۔ ولینی کا اس بوڑھے سے کیا تعلق ہے اور خزانے تک رہنمائی میں وہ کہاں تک معاون ہو سکتا ہے اس کا تعین ہم لوگ بھی نہیں کر سکے جو طویل عرصہ تک بوڑھے کے قریب رہے ہیں۔ دوسروں کے بارے میں صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے ان کی معلومات ہم سے زیادہ ہوں کہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ان حالات میں ایک مناسب فیصلہ میرے خیال میں صرف یہ ہو سکتا ہے کہ بوڑھے کی تلاش ترک کر دی جائے اور اپنی تمام تر قوتیں اور وسائل ولینی کی تلاش پر مبذول کی جائیں۔ اس کے لیے اب تبت جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ آپ سے ان باتوں کے بارے میں رائے چاہتا ہوں۔"

"میں تمھارے ایک ایک لفظ سے متفق ہوں۔" آسٹن نے کہا۔

"میرے خیال میں ہم میں سے کسی کو ان باتوں سے اختلاف نہیں ہے۔" حسن صاحب بولے۔

"میری پیشکش ہے کہ پہلے مجھے تبت روانہ کر دیا جائے میں ایک سیاح کی حیثیت سے وہاں جا کر ٹھکانہ بنائے لیتا ہوں اس کے بعد جب آپ لوگ پہنچ جائیں گے تو پروگرام کے مطابق کام شروع کر دیا جائے گا۔"

"یقیناً یہ پیشکش قابل قدر ہے لیکن اس کی تکمیل کے لیے کچھ وقت درکار ہو گا اس کا فیصلہ چند روز میں کر لیا جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا یہ ممکن نہیں کہ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ چلوں؟" بوڑھے آسٹن کے سوال پر میں نے حسن صاحب کی شکل دیکھی تو وہ جلدی سے بولے "مسٹر آسٹن کو مہمان بنا کر مجھے خوشی ہو گی لیکن کنور کو یہ اطمینان ہونا چاہیے کہ ان کی غیر موجودگی میں کوئی فیصلہ نہیں ہو گا۔"

"خود میرا کردار اس سلسلے میں داغدار ہے۔ اس لیے میں کوئی شرط لگانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ اب تو سب کچھ آپ لوگوں کی مہربانیوں پر منحصر ہے۔" پربھات نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"دوستو، ہم پانچ افراد یہ طے کر چکے ہیں کہ اب اس سلسلے میں جو کاوش بھی ہو گی ہم پانچوں اس میں شریک ہوں گے۔ خزانہ سامنے نہیں رکھا کہ لوٹ مار شروع ہو جائے، اس لیے ہر شخص کو ایک دوسرے پر اعتماد ہونا چاہیے۔ کنور کی پھیکی مسکراہٹ مشکوک ہے۔ پرانی باتیں بھلا دی گئی ہیں اس لیے اب باہم اعتماد ہمارے راستے روشن کرے گا۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"مجھے اپنی مسکراہٹ کے اس پھیکے پن کا اعتراف ہے لیکن اس کے بعد آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔" کنور نے کہا۔

"تو پھر دوپہر کی ایک عمدہ دعوت کا انتظام کرو۔ اور مسٹر آسٹن آپ تیار ہو جائیں، کھانے کے بعد ہم روانہ ہو جائیں گے۔" طاہر علی نے کہا اور کنور پربھات روانہ ہو گیا۔ "آئیے آسٹن چلیں۔" اس نے کہا اور دونوں مہمان خانے سے چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد میں نے ان دونوں سے سوال کیا۔

"میری کوئی بات قابلِ اعتراض تو نہیں تھی؟"

"ہمارا لیڈر جو فیصلہ کرے گا، ہمیں منظور ہوگا۔" حسن صاحب مسکراتے ہوئے بولے۔

"تو پھر مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دے دیجیے ذرا ہدایت سے مل کر اسے واپس پہنچنے کی ہدایت کر دوں۔" میں نے کہا اور ان سے اجازت لے کر باہر نکل آیا۔ بستی تک پیدل ہی آیا تھا۔ ہدایت چکی پر موجود تھا اس نے مجھے دور سے ہی دیکھ لیا اور چھلانگ مار کر باہر نکل آیا۔

"کسی نے خبر دے دی تھی میری؟" اس نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"کل شام کو بھی ایک گھنٹے تک حویلی کے آس پاس چکراتا رہا کہ شاید آپ نظر آجائیں صبح بھی آٹھ بجے سے وہیں تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو واپس آیا ہوں۔" ہدایت نے کہا۔

"اوہ، کوئی خاص بات ہے کیا؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ممکن ہے آپ کے لیے ہو بس اسی لیے پریشان تھا کہ آپ کو فوراً اطلاع دوں مگر حویلی میں کسی سے کہنے کی ہمت نہیں پڑی۔"

"کیا بات ہے پیارے بول بھی پڑو؟"

"کل شام ندرت بی بی کو دیکھا تھا۔ سرمئی رنگ کی کار میں تھیں اور خود کار چلا رہی تھیں۔ چکی سے تھوڑے فاصلے پر کار بند ہو گئی تھی لوگوں سے پوچھ رہی تھیں کہ یہاں کہیں فین بیلٹ مل سکتی ہے؟"

"ندرت؟" میں اچھل پڑا۔

"جی ہاں اپنی ندرت بی بی، حویلی میں آپ ان سے ضرور ملے ہوں گے۔ میرا مطلب ہے۔" ہدایت مجھے سمجھانے لگا لیکن میرے دماغ کی چولیں ہل گئیں۔ ندرت؟ یہاں مان کھیڑہ میں؟ وہ کار چلا رہی تھی؟ ہدایت کو غلط فہمی نہیں ہو سکتی تھی۔ بوڑھے کی نشاندہی بھی اسی نے کی تھی۔ لیکن ندرت کیا وہ واقعی ویلینی کا دوسرا روپ ہے؟ اس کی جوانی اس کی عمر کیا دھوکا ہو سکتی ہے اور کیا بوڑھا؟ طاہر علی کے چہرے پر پڑنے والا گھونسا مجھے یاد آگیا اور وہ وقت بھی جب میں نے ایکسی میں ندرت پر حملہ کیا تھا اور اس نے اس حملے کا نوٹس بھی نہیں لیا تھا۔ میں نے خود کو سنبھال کر پوچھا۔ "تم اس کے سامنے آئے تھے ہدایت؟"

"ہاں صاحب۔ فین بیلٹ میں نے ہی تو بدلوائی تھی۔ یہاں ایک مکینک کے پاس پرانی مل گئی تھی۔ ندرت بی بی نے اسے پورے سو روپے دے ڈالے۔ انھوں نے ریڈی ایٹر میں پانی بھی۔۔۔"

"تمھیں پہچان لیا تھا اس نے؟"

"جی صاحب فوراً پہچان لیا تھا۔"

"اس نے تم سے تمھارے بارے میں پوچھا؟"

"کچھ بھی نہیں۔ وہ کچھ عجیب سی ہیں صاحب۔ زیادہ بولی بھی نہیں بس فین بیلٹ کے لیے کہا پھر پانی کے لیے اشارہ کیا۔ سو کا نوٹ انھوں نے مجھے ہی دیا تھا۔"

"کسی کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا؟"

"بالکل نہیں۔ میں نے کہا، آپ مجھے پہچان گئیں ندرت بی بی تو انھوں نے گردن ہلا دی اور بس۔ پھر فین بیلٹ بدلوانے کے بعد انھوں نے کار اسٹارٹ کی اور چلی گئیں۔"

"آخری سوال ہدایت، اس کار کا نمبر دیکھا تھا تم نے؟"

"بعد میں سوچا تھا صاحب۔ یہ غلطی ہو گئی۔"

"رنگ کیسا تھا؟"

"سرمئی۔"

"کون سی گاڑی تھی؟"

"یہ بھی نہیں معلوم۔ اگر آپ چاہیں تو ایک کام کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا؟"

"بابو کے پاس چلیں۔ کار کے بارے میں وہ بتا سکتا ہے۔ ممکن ہے اس نے نمبر بھی دیکھا ہو۔"

"ہاں، چلو کہاں رہتا ہے وہ؟"

"بس تھوڑی دور۔ آئیے۔" ہدایت نے کہا اور میں اسے ساتھ لے کر چل پڑا۔ لیکن یہاں بھی ناکامی ہوئی۔ بابو موٹر پارٹس خریدنے شہر چلا گیا تھا اور اس کی دکان بند تھی۔

"بڑی حماقت کی تم نے ہدایت۔ کم از کم نمبر تو دیکھنا چاہیے تھا۔ اب تمھاری ڈیوٹی ہے کہ تم بس رکو۔ بابو آجائے تو اس سے کار کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کر کے آؤ ہم لوگ آج واپس جا رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے صاحب۔ جوں ہی بابو آجائے گا میں اس سے معلومات کر کے واپس پہنچ جاؤں گا۔"

ہدایت کے اس انکشاف نے بری طرح الجھا دیا تھا۔ راستے بھر میں ندرت کی پُراسرار شخصیت کے بارے میں غور کرتا رہا۔ درحقیقت وہ بوڑھے بابا سے بھی زیادہ پُراسرار تھی۔ میں نے اسے بوڑھے بابا کی رہائش گاہ میں اس کا سر زانو پر رکھ کر روتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ رونا کیا معنی رکھتا تھا۔ سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا تھا کہ بوڑھے کے لیے خوفزدہ تھی۔ پھر اپنے دیکھ لیے جانے پر اس نے مجھے ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔ ایک بار خنجر سے اور دوسری بار کار میں خرابی پیدا کر کے۔ مجھے اچانک

احساس ہوا کہ اس خرابی کے پیدا کرنے کا مطلب تھا کہ اسے کار کے میکنزم سے پوری طرح واقفیت تھی۔ پھر اس نے نہایت چالاکی سے خنجر بھی غائب کر دیا۔ لیکن اس کے اندر شرافت بھی تھی۔ ورنہ وہ مجھ سے معافی مانگ کر خود کو بے نقاب کیوں کرتی۔ بات اس تک تو کسی طرح نہیں جاتی تھی۔ اس کے بعد اس نے مجھے ڈائری دی۔ یہ بھی اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ مجھے ان حالات سے متعلق رکھنا چاہتی تھی۔ اور اس رات وہ غائب ہو گئی۔ اور اب ہدایت کا انکشاف۔

ساری کہانی بے پناہ الجھی ہوئی تھی۔ بوڑھا بابا یہاں سے غائب ہو گیا تھا پھر وہ یہاں کیا کر رہی تھی۔ حویلی میں داخل ہوتے ہوئے میں نے اپنا پرانا فیصلہ برقرار رکھا۔ یعنی اب بھی میں ان لوگوں کو ندرت کے بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔

دوپہر کے کھانے پر زبردست اہتمام تھا۔ پرندوں کا گوشت تیار کیا گیا تھا۔ کنور ہماری دوستی حاصل کرنے میں کوشاں تھا۔ نو بجے ہم مان کھیڑہ سے چل پڑے۔ شکر ہے اس دوران اوشا سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ یہ لڑکی خوفزدہ کر دیتی تھی۔ واپسی میں کرنل آسٹن بھی ہمارے ساتھ تھا اور اس کی وجہ سے ہمیں تمام گفتگو انگریزی میں کرنی پڑ رہی تھی۔



فیڈورکو کوٹھی کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی تو ہنگامہ ہو گیا۔ استقبال کرنے والوں میں ہما اور فریحہ شامل تھیں۔ مجھے وہیں روک لیا گیا۔ محسن نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "سنائیے چچا جان آپ کی صحت کیسی ہے۔ لگتا ہے اس آوارہ گردی نے آپ کو درنکھار دیا ہے۔"

"چچا جان؟" فریحہ ہنس کر بولی۔

"ڈیڈی اور انکل طاہر کے دوستوں کو چچا جان ہی کہا جا سکتا ہے۔ پہلے یہ ہمارے دوست تھے لیکن اب صورتحال کا تمھیں خود اندازہ ہے۔"

"ان کی تو کوئی بات نہیں۔ لیکن اس شریف لڑکی کا کیا قصور ہے جسے ہمیں چچی جان کہنا پڑے گا۔" فریحہ ہنس کر بولی۔

"شریف لڑکی انھیں سمجھاتی کیوں نہیں۔" محسن ہما کی طرف دیکھ کر بولا اور ہما پُروقار انداز میں مسکرا دی۔ اس تخاطب پر اس نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

"ارے ہاں۔ یہ ہمارے نئے مہمان کون ہیں؟ جو ڈیڈی کے ساتھ اندر تشریف لے گئے ہیں؟"

"کرنل جان آسٹن۔"

"کرنل کبھی ہوں گے اب تو۔"

"دوسری جنگ عظیم میں لڑ چکے ہیں۔ ویسے آپ لوگوں کو ان کا احترام کرنا ہوگا۔"

"ہاں بھائی، لیکن تیسری جنگ عظیم نہ شروع کر دیں۔"

"اب آپ لوگ اجازت دیں اپنے گھر بھی ہو آؤں۔" میں نے کہا اور فریحہ جلدی سے بولی۔

"ابھی وہاں جا کر آپ بور ہی ہوں گے۔ گھر والی کا بندوبست کریں پہلے۔"

"محسن کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ تجربہ کرے تو پھر غور کر دوں گا۔" میں نے ترکی بہ ترکی کہا۔ اور اس کے بعد میں وہاں سے ایکسی آگیا۔ کریم بابا دروازے پر ہی انتظار کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ پُراضطراب انداز میں اٹھے اور پھر جھک گئے۔ پہلے تو میرے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا تھا لیکن ان بوڑھے بازوؤں کی طلب میں نے سمجھ لی تھی۔ میں نے انھیں پُراحترام انداز میں سلام کیا۔ اور آگے بڑھ کر ان کے سینے سے لپٹ گیا۔ کریم بابا نے مجھے سینے سے بھینچ لیا۔

کریم بابا سے معلوم ہوا کہ صرف ایک بار قادر کا فون آیا تھا۔ کہنے لگا کوئی کام نہیں ہے۔ آجائیں تو سلام کہہ دیں۔ رات کا کھانا حسن صاحب کے ساتھ کھایا۔ اس دوران ہما وغیرہ جا چکی تھیں۔ کھانے پر آسٹن بھی تھا۔ اس وقت سب سے اس کا تعارف کرایا گیا۔ آسٹن سب سے محبت سے ملا۔۔۔ اس کے بعد حسن صاحب کے مخصوص کمرے میں نشست جم گئی۔ موضوع بوڑھے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔

"یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ بوڑھے کو کہاں لے جایا گیا۔ لیکن عزالی، میں تمھاری بات سے متفق ہوں کہ اب ہمیں ویلینی پر کام کرنا چاہیے۔"

"اس لڑکی کے بارے میں کیا سوچا تم لوگوں نے؟" آسٹن نے کہا۔

"ویلینی سے متعلق آپ کے پاس کچھ کاغذات تھے؟" میں نے آسٹن کو مخاطب کر کے کہا۔

"ساتھ لایا ہوں۔" آسٹن بولا اور اس نے اپنی جیب سے سفید رنگ کا ایک لفافہ نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیا۔ "یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے مجھے سخت محنت کرنی پڑی ہے۔"

میں اور حسن صاحب کاغذات پر جھک گئے۔

نام۔ ویکولین ویلینی۔

امریکی جنرل گرین اور براٹن کے 263 اتحادی گروپ میں شامل ہوئی۔

میورنخ ہیڈ کوارٹرز کے مکمل نقشے فراہم کیے۔
بریک چارٹ پروگرام کی انچارج رہی۔
العیش کے مقام پر ایک جرمن بٹالین کو تنہا اڑا دیا۔ اس کے علاوہ مختلف محاذوں پر اتحادیوں کے لیے کام کیا۔
نرم مزاج، مسرور لہجے میں بات کرنے والی، ہنستے ہنستے کسی کو قتل کر دینا اس کی صفات ہیں۔ فطرتاً سفاک ہے لیکن چہرے سے اندازہ نہیں ہوتا۔
اس کے علاوہ اس کے قد و قامت کے بارے میں تفصیل تھی کچھ اور کارناموں کی فہرست تھی لیکن یہ باتیں ہمارے لیے بہت مفید نہ تھیں۔
"اس کی صحیح قومیت کی کوئی تفصیل نہیں ہے؟" میں نے کہا۔
"حکومت اٹلی کو حاصل نہ ہو سکی ہو گی۔" مسٹر آسٹن نے جواب دیا۔
"آپ نے خود بھی اندازہ لگایا ہو گا مسٹر آسٹن کہ ان میں کوئی کارآمد چیز نہیں ہے سوائے اس تصویر کے۔ میں اس تصویر کی کچھ کاپیاں اور بنواؤں گا۔ ہاں ایک ذاتی دلچسپی کا سوال آپ سے ضرور کروں گا۔"
"ہاں ضرور۔" مسٹر آسٹن نے کہا۔
"مونٹ سورلٹ کی کہانی کم از کم اٹلی میں تو عام ہو گی؟"
"اس وقت تک نہیں ہوئی تھی جب تک جاپان کے اخبارات نے ولاڈسی واسکاٹ کی داستان شائع نہیں کی تھی۔ لیکن اس کے بعد یہ علاقہ اور اس سے متعلق داستانیں اخبارات کی زینت بننے لگیں۔ حکومت اٹلی چونکہ ان حالات سے خود بھی دلچسپی رکھتی تھی اس لیے طویل عرصہ تک تو وہاں حکومت کی طرف سے ہی کام ہوتا رہا۔ میں دعوے سے تو نہیں کہتا لیکن حالات کا تجزیہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں کی حکومت اس سلسلے میں بڑی سنجیدگی سے کام کرتی رہی ہے۔"
"کیا یہ ممکن نہیں مسٹر آسٹن کہ حکومت کامیاب ہو گئی ہو؟"
"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں نے اس سلسلے میں بڑی عمدگی سے کام کیا ہے۔ چونکہ خود بھی ان معاملات سے متعلق رہا ہوں اس لیے مجھے عام لوگوں سے زیادہ معلومات حاصل رہی ہیں۔"
"یعنی آپ دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ حکومتِ اٹلی کو مونٹ سورلٹ کا خزانہ نہیں مل سکا۔"
"ہاں اندازہ تو یہی ہے۔"
"کیا عام لوگوں نے اس خزانے کے حصول کے لیے کوششیں نہیں کیں؟"
"ایک ہنگامہ سا کچھ دنوں تک۔ نوجوانوں کی ٹولیوں نے تو اس علاقے میں ڈیرے ڈال دیے تھے۔ اس سلسلے میں غلط فہمیاں ہونے پر خونریزی بھی ہوئی چنانچہ حکومت کو اس علاقے پر پابندی لگانی پڑی۔"
"پھر اب وہ علاقہ حکومت کی نگرانی میں ہے؟"
"ایک مخصوص حد تک۔ کیونکہ علاقہ بہت پُرخطر اور دشوار گزار ہے۔ اس جگہ جو تصور کی گئی ہے وہاں تک تو عام لوگوں کا انتظامات کے بغیر پہنچنا ہی مشکل ہے۔" آسٹن نے جواب دیا۔
حسن صاحب پیشانی مسل رہے تھے۔ پھر انھوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اور ہم لوگ اس خزانے کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔ بلکہ سوچ رہے ہیں کہ ہم سے زیادہ بوجھ بجھکڑ اور کوئی نہیں ہے۔"
"ہر کام مشکل ہوتا ہے مسٹر حسن۔ یہ سوچ کر کہ ہم سے زیادہ ذہین لوگ وہ کام نہیں کر سکے تو ہم کیا کر سکیں گے، اپنے ارادے ترک نہیں کر سکتے۔ مجھ بوڑھے کو دیکھیے، ساری زندگی فوج کی صعوبتوں میں گذار دی اور یہ آخری عمر جو آرام کرنے کی تھی خزانے کی تلاش میں بسر کر رہا ہوں۔" آسٹن نے کہا اور حسن صاحب گردن ہلانے لگے۔ نشست کافی طویل ہو گئی تھی۔ بہت دیر تک اس موضوع پر باتیں ہوتی رہیں۔ پھر میں اجازت لے کر نکل آیا۔

❖

دوسرے دن دفتر جا کر وہاں کے معاملات سنبھالے۔ کام بہت خوش اسلوبی سے ہو رہے تھے، حسن صاحب بھی دفتر آئے تھے۔ وہیں سے انھوں نے مجھے فون کیا۔ "دفتری کاموں کی کیا پوزیشن ہے غزالی؟"
"سب ٹھیک ہیں۔"
"ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں اکبر کو تم ضروری امور سمجھا دو ویسے تو وہ خود بھی ذہین نوجوان ہے اور ہمارے معاملات سنبھالنے کی اہلیت رکھتا ہے لیکن بہتر ہو گا کہ تم اسے کچھ اختیارات اور سونپ دو۔"
"جی۔ مجھے کیا کرنا ہو گا؟" میں نے سوال کیا۔
"خزانے کی تلاش۔" حسن صاحب ہنس کر بولے۔
"گویا یہ میری سرکاری ڈیوٹی ہے۔"
"نہیں چیف آپ کے ذہن کو آرام دینا چاہتے ہیں ہم لوگ۔ آپ جیسے قیمتی شخص کو دفتری کاموں میں سر نہیں کھپانا چاہیے۔ آپ شاید بھول رہے ہیں کہ آپ ہماری ٹیم کے لیڈر ہیں۔"
"اوہ۔ حسن صاحب۔"
"کوئی بیکار بات کی تو ناراض ہو جاؤں گا سمجھے۔ بس اکبر کو

اس کی ذمہ داریاں سمجھا دو یہ کہہ کر کہ ان دنوں تم دوسرے کاموں میں مصروف ہو۔"
"بہتر۔" میں نے جواب دیا۔ اکبر میرا اسسٹنٹ تھا، ایک ذہین نوجوان جو بے تکان کام کرنے کا شوقین تھا۔ دن کو ڈیڑھ بجے تک اکبر کے ساتھ مصروف رہا پھر فریحہ کا فون موصول ہوا۔
"وہ غزالی بھائی۔ شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیے گا۔ اچانک پروگرام بنا ہے یہ نہ محسوس کیجیے گا۔"
"نہیں بھابی حضور۔ آپ کے حکم کو ٹالنے کی مجال کسے ہے؟" میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔
"آٹھ بجے۔"
"کچھ پہلے آنے میں کوئی حرج ہے؟"
"ہرگز نہیں۔" فریحہ نے جواب دیا۔ میں فون بند کرنے کے بعد دیر تک مسکراتا رہا تھا۔ چار بجے حسن صاحب دفتر سے اٹھے تو میرے کمرے میں مجھ سے ملتے ہوئے گئے۔ میں نے انھیں رات کی مصروفیات کے بارے میں بتا دیا۔
"ٹھیک ہے، شام کی چائے تو ہمارے ساتھ ہی پیو گے۔ سات بجے میں ایک میٹنگ میں جاؤں گا۔ آسٹن کو ساتھ لے جاؤں گا۔ شریف انسان ہے محسن وغیرہ سے دوستی گانٹھ لی ہے اس نے۔"
"اوہ۔ یہ عمدہ بات ہے۔"
"میں سمجھتا ہوں اس نے ایسا کیوں کیا ہے۔"
"کیا مطلب؟"
"سوچ رہا ہے کہ ہم پر بار نہ بنے اور کام شروع ہونے تک اپنے آپ کو مصروف رکھے۔"
"ہوں۔" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔
"تم سوچ رہے ہو گے کہ یہ آسٹن کی کوئی چال تو نہیں ہے یعنی اس طرح وہ بچوں میں گھل مل کر کسی سلسلے میں کوئی سراغ تو نہیں چاہتا۔" حسن صاحب نے کہا اور میں اچھل پڑا۔ درحقیقت یہی خیال میرے ذہن میں آیا تھا جسے حسن صاحب نے پڑھ لیا۔
"میں آپ کی اس خیال شناسی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ حسن صاحب درحقیقت میرے ذہن میں یہی خیال آیا تھا۔"
"چھوڑو میاں۔ زندگی میں کبھی خود کو ذہین ثابت کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں ملا۔ اس میں بھی ہماری خیال شناسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اس کا اظہار خود اسی نے کیا تھا۔"
"آسٹن نے؟"
"ہاں کہنے لگا مسٹر حسن، بچے مجھے بہت پیارے لگتے ہیں۔ کچھ لمحات ان کے ساتھ گذاروں گا مگر خدا کے لیے یہ مت سوچنا کہ میں ان کے ذریعے کوئی سراغ رسانی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ موضوع میرے اور آپ کے درمیان ہے اور اس پر ایک لمبی لیے اہرہا۔ نہیں کہوں گا کیا مجھے اجازت ہے۔ میں شرمندہ ال رکھا جائے۔"
"بدقسمتی ہے اس گروپ کی۔" میں نے ہنستے ہنستے عظیم ہے
"کیا مطلب؟" حسن صاحب نہ سمجھنے والے انداز میں دیکھنے لگے۔
"ایسے پروگرام میں شاطر اور چالباز لوگوں کی ضرورت ہے یہاں ایک بھی کام کا آدمی نہیں ہے۔"
"ایک تو تھا نکل گیا۔"
"میکے براؤن؟"
"ہاں۔"
"اس کا نکل جانا ہی بہتر رہا۔"
"اوکے غزالی۔ میں چلتا ہوں۔ شام کو اندر آ جانا چائے پر انتظار کروں گا۔" حسن صاحب نے کہا اور باہر نکل گئے۔
کوٹھی میں داخل ہوا تو لان پر ہنگامہ دیکھا۔ تنویر، ناصر، محسن وغیرہ آسٹن کے گرد جمع تھے۔ مجھے زور زور سے اشارے کر کے قریب بلایا گیا اور میں وہاں پہنچ گیا۔
"بھئی غزالی صاحب انکل آسٹن کے یہاں لانے کا شکریہ۔ آپ نے تو ہمیں ایک شاندار انکل دیے ہیں۔ پہلے تو ہمیں یہ اچھے نہیں لگے تھے لیکن اب تو صورت حال ہی بدل گئی۔" ناصر نے کہا۔
"ہمارے ساتھ رہے تو یہی مزے رہیں گے ناصر میاں کیا ہو رہا ہے؟"
"بس یوں سمجھ لیں دوسری جنگ عظیم ہمارے سامنے ہو رہی ہے۔ انکل بہت دلیر آدمی ہیں۔"
"تھوڑی سی گپ بھی مار رہا ہوں ضرورت کے تحت۔ جان" آسٹن نے آنکھ دبا کر کہا۔
"چلے گی انکل بالکل چلے گی۔ ہاں وہ نارمنڈی کے بارے میں بتا رہے تھے آپ۔" ناصر نے کہا۔
"اب کل بتائیں گے بیٹے۔ آپ کے ڈیڈی اشارہ کر کے گئے ہیں۔ مسٹر غزالی کیا آپ چائے پر آ رہے ہیں؟"
"یقیناً مسٹر آسٹن۔" میں نے جواب دیا۔
"وہ فریحہ کی طرف سے یقیناً تمھیں پیغام مل گیا ہو گا، اہلیہ محترمہ نے رات کے کھانے کی دعوت دی ہے۔" میں بڑا ہی تھا کہ محسن نے ٹوک دیا۔
"جی ہاں آپ کا خیال تھا یہ دعوت میرے بغیر ہو سکتی تھی۔"
"چائے پر لمبے نہ ہو جانا۔ چچا جان اور ہم لوگ بس تیار ہو رہے ہیں ساتھ چلیں گے۔"
انیکسی میں آ کر میں نے لباس تبدیل کیا پھر حسن صاحب کے

ذرا دیر قبل کنور پربھات کا فون آیا تھا جس کے بارے میں
نے مجھے بتایا، جانے پر گفتگو ہوتی رہی۔ طاہر علی
آپریشن کر رہے تھے اس لیے مصروف تھے پھر
گیا، مجھے اجازت مل گئی ــــ میں حسن صاحب کے
نکل کر محسن کی طرف جا رہا تھا کہ تنویر راستے میں مل
دیکھ کر رک گئی "تیار نہیں ہوئے آپ؟"
"نکل تیار ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ یہیں سے تمہارے
دل گا۔ آؤ محسن انتظار کر رہے ہیں۔"
تنویر ایک لمحے کھڑی رہ گئی۔ یوں لگا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو لیکن پھر دوسرے لمحے اس نے آگے قدم بڑھا دیے۔ میں اس کے تذبذب کو سمجھ نہ سکا تھا لیکن محسن کے کمرے میں اس کی وضاحت ہو گئی۔

"کتنی دیر لگے گی بھئی۔ میں تو بس دس منٹ لوں گا۔"
"غزالی صاحب تیار ہیں ہو میرے بجائے تنویر نے کہا لہجے میں کسی قدر طنز تھا۔ محسن نے ناقدانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا۔ "یار عزیزہ منگیتر صاحبہ کے ہاں جا رہے ہیں ہم لوگ کچھ ٹیپ ٹاپ کر لو ورنہ لوگ سمجھیں گے مجھ سے جل گئے۔ کیوں اپنی پوزیشن خراب کرنے پر تُل گئے ہو، جاؤ شاباش۔"
"کیوں پریشان کر رہے ہو محسن۔ میں تو تیار ہو کر نکلا تھا۔"
"محسن بھیا کم از کم اس وقت غزالی صاحب کو وہ گرے رنگ کا سوٹ تو پہننا چاہیے جو انھوں نے صرف ایک بار پہنا ہے۔ وہی جس پر ہلکی سیاہ لائنیں ہیں آخر ہما آئے گی اس کے جذبات کا خیال رکھنا ہمارا فرض ہے۔" تنویر نے کہا۔
"تنویر پلیز ایکسی تک جانا پڑے گا۔"
"تو جائیے مجبوری ہے۔" تنویر نے شرارت سے کہا۔
سوٹ تبدیل کرتے ہوئے مجھے تنویر کی ہچکچاہٹ کا خیال آیا۔ وہ شاید تنہائی میں مجھ سے لباس تبدیل کرنے کے لیے نہیں کہہ سکی تھی لیکن محسن کے سہارے اس کی زبان کھل گئی تھی۔
سوٹ پہن کر تیار ہی ہوا تھا کہ دونوں آ گئے۔ مجھے گرے کلر سوٹ میں دیکھ کر تنویر کی آنکھوں میں ایک چمک سی اتر آئی۔ دوسرے لمحے اس نے رُخ بدل لیا۔ راستے میں محسن نے کہا "یہ کرنل آسٹن کون ہیں، بے حد دلچسپ شخصیت ہیں۔ جنگِ عظیم کے واقعات بڑے دلچسپ انداز میں سناتے ہیں۔"
"طاہر علی کے دوست ہیں۔ مال کیرہ میں ملاقات ہوئی تھی حسن صاحب نے یہاں کی دعوت دے دی۔"
"بڑی اچھی شخصیت کے مالک ہیں۔ ایک پُر وقار بزرگ دوست۔"

فریحہ اور ہما برآمدے میں کھڑی تھیں پورچ میں آ کر انھوں نے ہمارا استقبال کیا ــــ "کوئی اور نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔
"اور کون ہوتا یہ خاص لوگوں کی محفل ہے۔" فریحہ نے جواب دیا۔
"آئیے مسٹر خاص۔" میں نے محسن کے لیے راستہ چھوڑتے ہوئے کہا۔
"اوں، ہاں آؤ تم لوگ بھی آ جاؤ۔" محسن نے اکڑ کر کہا اور آگے قدم بڑھا دیے۔ سب ہنستے ہوئے اندر چل پڑے۔ یہاں فریحہ کے والدین نے ہمیں خوش آمدید کہا۔ کھانے کے دوران سنجیدگی طاری رہی کیونکہ ساتھ بزرگ تھے پھر سمجھدار بزرگوں نے خود ہی ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور محفل میں شوخی آ گئی۔
"تقریب بہت عمدہ رہی۔ کھانا بہت شاندار تھا لیکن اس اچانک دعوت کا محل کیا تھا۔" میں نے فریحہ سے پوچھا۔
"آپ اسے اپنے اعزاز میں سمجھ سکتے ہیں۔" فریحہ مسکراتی ہوئی بولی۔
"منہ کھلواؤ گی میرا بھابی بیگم۔ کمال ہے یہ منگنی شدہ اور شادی شدہ کسی کنوارے بوڑھے سے بھی ملیں گے تو خود کو مدبر اور اسے بے وقوف سمجھنے پر مصر ہوں گے۔ حالانکہ ان کے اشارے کنائے، ایک ایک حرکت دنیا کے علم میں ہوتی ہے لیکن یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بچے ابھی ان باتوں کو کیا جانیں۔ اس سے پہلے بھی یہ حضرت مجھے اور بے چاری ہما کو ڈھال بنا کر ہمیں الو بناتے رہے ہیں۔"
"ارے ارے، اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے میاں اور کون سے گھاٹے میں رہے ہو تم۔ تمہارا بھی تو عشق کرا دیا ہم نے۔ اور کیا کسی کی جان لو گے۔" محسن نے ہاتھ نچا کر کہا۔
"دیکھ لیا آپ نے تنویر۔ ہونے والی بیوی کی حمایت میں کس قدر پیش پیش ہیں۔ آگے تم لوگوں کے ساتھ کیا ہو گا اس کا اندازہ ابھی سے لگا لو۔" میں نے کہا۔
تنویر ہنسنے لگی ــــ پھر اس نے کہا۔ "بھائی کی حمایت نہیں کر رہی غزالی صاحب لیکن میرا خیال ہے ہما کو آپ کے قریب لانے میں کسی حد تک ان حضرت کا ہاتھ ضرور رہا ہے۔"
"خدا تمھیں خوش رکھے تنویر۔ حق بات کہنا بھی عبادت ہے۔" فریحہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ میں نے چونک کر تنویر کو دیکھا ــــ کسی اور نے محسوس کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن اس وقت تنویر کے ان جملوں میں کوئی ایسی خاص بات ضرور تھی جو میرے ذہن میں چبھی۔ مجھ سے یہ جملے کہتے ہوئے اس کی آنکھیں مجھ پر گڑی رہیں۔ حالانکہ اس نے کبھی مجھ سے نگاہ نہیں ملائی تھی لیکن اس وقت وہ براہِ راست میری آنکھوں میں جھانک رہی تھی ــ جیسے ان الفاظ کا ردِعمل

جاننا چاہتی ہو۔ جیسے کسی راز کی عقدہ کشائی چاہتی ہو۔ اس کی آنکھوں میں، اس کے لہجے میں کچھ جاننے کی تڑپ تھی۔ متضاد کیفیتیں تھیں اس کے انداز میں جیسے اسے کچھ لوگوں سے شکایت ہو۔
یہ تمام احساس ایک لمحے کا تھا صرف ایک لمحے کا۔ اس کے بعد مجھے ہما کی طرف متوجہ ہونا پڑا جو کہہ رہی تھی۔ "بھائی بات دو منگیتروں کے درمیان رہنے دو۔ مجھ غریب کی ٹانگ کیوں گھسیٹی جا رہی ہے۔"
"ایک فیصلہ کرنا ہے مس ہما۔ آخری فیصلہ۔" فریحہ نے کہا۔
"کیسا فیصلہ؟" ہما نے پوچھا۔
"آخر ہم لوگ ہی کیوں ہدف بنتے رہیں۔ آپ لوگ بات اپنے تک پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ ایسا پراسرار عشق آج تک دیکھا نہ سنا۔ یعنی آنکھ میں پیار بھی ہے، زبان پر مٹھاس بھی ہے ایک دوسرے کے لیے ایثار بھی ہے، قربانی بھی ہے اور ان تمام باتوں کے ساتھ انحراف بھی۔ یہ نہیں چلے گی۔ آج آپ لوگوں کو اعتراف کرنا پڑے گا۔ دوستی کے نام پر، اپنائیت کے نام پر۔" فریحہ نے کہا۔
"کیسا اعتراف؟" میں نے پوچھا۔
"اپنے رشتے کا۔ ہما صاحبہ فرماتی ہیں اور لہجے میں اعتماد بھی پیدا کر لیتی ہیں کہ ہم لوگ کبھی شادی نہیں کریں گے۔ غزالی صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہے آپ لوگ ہما کو احترام دیں گے، اس کی شخصیت کی کبھی تضحیک نہ ہو گی۔ وجہ؟ کیا یہ متضاد کیفیات نہیں ہیں؟ کیا ہمیں الو نہیں بنایا جا رہا؟"
"بھابی جان کی زبان تو کچھ زیادہ ہی کھلتی جا رہی ہے محسن۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"معقول سوال ہے۔" محسن نے سرد مہری سے کہا۔
"حد ہو گئی ہے منافقت کی۔"
"میں محسن بھائی کی تائید کرتی ہوں۔" تنویر نے کہا۔
"ہما۔ حالات میرے لیے کافی ناسازگار ہو گئے ہیں کیا خیال ہے چلیں یہاں سے؟"
"نہیں غزالی۔ ہم بزدل ہیں کیا؟" ہما نے کہا۔
"سبحان اللہ۔ یہ ہوئی نا عورتوں والی بات۔" محسن نے کہا۔
"محسن میں ہما کو کسی ایسے سوال کا ہدف نہیں بنانا چاہتا جو اس کی شخصیت کو داغدار کرے۔ میں نے اور ہما نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ یوں سمجھ لو ہما میرے لیے ایک مقدس سچائی ہے۔ اس کے اور میرے درمیان وہ تمام پاکیزہ رشتے ہیں جو دو سچے دوستوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ ان رشتوں میں کہیں کوئی آلودگی نہیں ہے۔ ان میں کہیں قربتوں کا تصور نہیں ہے ہما کی شادی ہو گی کسی ایسے شخص کے ساتھ جسے میں اس کے قابل

پاؤں گا۔ میری مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہو گا۔ مجھے اس کا پورا حق ہے کیونکہ ہما میری ہے۔ میں اس کے لیے ایک ایسے شخص کا انتخاب کروں گا جو اسے سمجھ سکے۔ اور تنویر صاحبہ میں نے اسی لیے ابھی ہما سے کہا تھا کہ ہما کا پورا احترام کیا جائے۔ اس کا خیال رکھا جائے، اسے معنی خیز سرگوشیوں کا شکار نہ بنایا جائے کیونکہ وہ عظیم ہے وہ قابلِ احترام ہے وہ پیار کے قابل ہے۔"
"اماں واللہ۔ حیرت سے منہ کھول دیا تم نے۔" محسن آنکھیں پھاڑ کر بولا۔
"عجیب بات ہے۔ وہ شخص آپ نہیں ہو سکتے غزالی بھائی۔" فریحہ نے کہا۔
"جی نہیں۔ خدا آپ کو توفیق دے تو آپ ہمارے درمیان قائم رشتے کی گہرائیوں میں پہنچنے کی کوشش کریں بھابی صاحبہ۔"
"بھئی ہم تو زمین کے بسنے والے ہیں، وہی کرتے ہیں جو باپ دادا کرتے آئے ہیں۔" محسن نے منہ بنا کر کہا۔ فریحہ ہما کی شکل دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا "کیوں ہما تم غزالی بھائی سے متفق ہو؟"
"سو فیصدی۔" ہما نے جواب دیا۔ لیکن اس کے لہجے میں ایک کسک تھی ایک کراہ تھی۔
"خواہ مخواہ اس حسین ماحول کو تباہ کر دیا۔ اب اس موضوع کو تبدیل کر دیا جائے ورنہ ہم چلے۔" میں نے کہا۔
"جی نہیں ابھی گلو خلاصی نہیں ہو گی آپ کی۔ بہرحال ہم لوگ آپ کے ان جذبوں کی گہرائیاں تلاش کریں گے۔ ان کی پیدائش کی وجوہ تلاش کریں گے۔ پھر اس موضوع پر آپ سے گفتگو کی جائے گی۔"
"اس وقت اگر مجھے اجازت مل جائے تو دعائیں دوں گی۔" ہما نے کہا۔
"بیٹھ جاؤ شرافت سے ہما ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔" فریحہ چمک کر بولی۔ کافی دیر اس دلچسپ گفتگو میں گذر گئی۔ پھر تنویر نے ایک تجویز پیش کی۔ "ہر شخص اپنی اپنی پسند کا ایک شعر سنائے۔"
"خدا خیر کرے۔ آپ کو شاعری کیوں ہو گئی۔" فریحہ بولی۔
"نہ ہوں فریحہ بھابی۔ میری تائید ہی میں خیریت ہے آپ کی ورنہ سوچ لیں اثرات دور تک جا سکتے ہیں۔" تنویر نے کہا۔
"تو میں انکار کب کر رہی ہوں۔ بسم اللہ۔" فریحہ نے فوراً ہتھیار ڈال دیے۔ قرعہ اندازی ہوئی پہلا نمبر محسن کا نکلا۔ دیر تک وہ نخرے کرتا رہا۔ پھر بولا "میں صرف اپنا شعر سنا سکتا ہوں اور حسبِ حال شعر موزوں کرنے کے لیے کاغذ قلم درکار ہو گا۔ اس

لیا جائے۔"

"آپ کو فرار ہونے کا کوئی موقع نہیں ملے گا۔ ابھی پیش ہوں۔" فریحہ نے کہا۔ پھر سب لوگوں کو کاغذ اور قلم دے دیے گئے۔ اور سب ہی مصروف ہو گئے مجھے بھی یہ کام کرنا پڑا تھا۔ پھر محسن نے پہلا شعر سنایا۔ ارشاد ہے:

خواب سے تیری اداؤں نے جگایا ہے مجھے
تیرے انداز کو، کیا ہوشربا نظم کروں

"تائید کرتی ہوں اس شگنی سے پہلے محسن بھیا دوپہر کو بارہ بجے تک سوتے تھے۔" تنویر نے کہا۔

دوسرا نام ہما کا نکل آیا تھا۔ اس نے کہا "میرا شعر صرف شعر ہے۔ اور محسن بھائی کی طرح میں نے اسے نام سے منسوب نہیں کر لیا ہے۔ چنانچہ اسے صرف شعر سمجھا جائے۔"

"ارشاد ارشاد۔" تنویر اور فریحہ نے بیک وقت کہا۔

سجائے رہتے ہیں چہرے پہ جو ہنسی کی کرن
نہ جانے روح میں کتنے شگاف رکھتے ہیں

"صرف شعر ہے۔ اللہ کے واسطے اسے صرف شعر سمجھا جائے۔" فریحہ مضحکہ خیز انداز میں بولی۔

تیسرا شعر مجھے پڑھنا پڑا تھا:

اب چھوڑیے بھی آپ مرے حسن کا بیاں
اللہ شرم آتی ہے، جانے بھی دیجیے،

فریحہ نے پڑھا:

کچھ تو ہی مرے درد کا مفہوم سمجھ لے
ہنستا ہوا چہرہ تو زمانے کے لیے ہے

"حسب حال تو نہیں ہے؟" تنویر نے تشویش سے پوچھا۔

"قطعی نہیں کم از کم میرے حسب حال نہیں۔" فریحہ نے کہا۔

"اشارہ کس کی طرف ہے یہی بتا دیجیے۔"

"میں اشارے بازی نہیں کرتی۔" فریحہ نے جواب دیا۔ "چلو شعر سناؤ۔"

"آج کی نہیں۔ کل کی بات ہے۔" تنویر شوخی سے بولی۔

کل یار کی محفل میں یار و انداز بڑا شاہانہ تھا
شمع تھی گھنٹہ گھر سے بڑی، ہاتھی سے بڑا پروانہ تھا

"لاحول ولاقوۃ۔ یہ ذوق ہے تمہارا۔" محسن نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"شکریہ۔ بندی کس قابل ہے۔" تنویر نے آداب کرتے ہوئے کہا۔ وہ کاغذ کا پرزہ اس کے ہاتھ میں تھا جس پر اس نے اپنا شعر لکھا تھا۔ اس نے اس پرزے کو پھینکنے کی بجائے سنبھال کر رکھ لیا تھا۔ اس وقت تو میں نے غور نہیں کیا لیکن فریحہ نے جب آج کی محفل کی یادگار کے طور پر سب کے تحریر کردہ اشعار مانگے تو تنویر نے اپنا پرزہ جلدی سے پیچھے ہٹا لیا "جی نہیں۔ میں اپنی تحریر کسی کو دینے کی قائل نہیں ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے پرزہ اپنے پرس میں ٹھونس لیا۔ اسی وقت ہما اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سوری مجھے جانا ہے۔" ہما کی بات پر سب اس طرف متوجہ ہو گئے۔ تنویر کے کاغذ کا پرزہ پرس کے بجائے نیچے گر پڑا تو میں نے بس یونہی بے خیالی میں اسے اٹھا لیا۔ ہما کے ساتھ سب اٹھ گئے تھے۔

"میں چھوڑ آؤں ہما۔" میں نے پیش کش کی۔

"ڈرائیور ساتھ ہے کوئی دقت نہیں ہوگی۔" ہما نے کہا۔ ہم لوگ اسے باہر تک چھوڑنے آئے۔ ہما خدا حافظ کہہ کر اپنی گاڑی میں جا بیٹھی اور پھر اس کی گاڑی گیٹ سے باہر نکل گئی۔

"ایک بات کہے بغیر نہ رہ سکوں گی۔ آپ دونوں کے درمیان کوئی اسرار ضرور ہے۔ نہ جانے روح میں کتنے شگاف رکھتے ہیں۔ یہ روح کے شگاف کوئی حقیقت رکھتے ہیں۔ اور تنویر تم نے ہما کی تبدیلیاں محسوس کی ہیں۔ کیا بن گئی ہے۔ نہیں صاحب نہ بتائے کوئی۔ لیکن حقیقت ایک دن منظر عام پر ضرور آئے گی۔" فریحہ نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہم لوگ بھی چلیں۔" تنویر نے کہا۔

"جی تو نہیں چاہتا مگر۔" محسن بولا۔ پھر اس کے بعد ہم لوگ بھی اندر نہیں گئے۔

خوب لطف رہا تھا فریحہ کی دعوت میں، راستے میں بھی خوش گپیاں ہوتی رہیں۔ کوٹھی پہنچ کر محسن اور تنویر اندر چلے گئے۔ اور میں انیکسی میں آ گیا۔ لباس تبدیل کرتے ہوئے جیبیں ٹٹولیں تو کاغذ کا وہ پرزہ ہاتھ آ گیا جس پر تنویر نے شعر لکھا تھا۔ ہما کے مسئلے میں الجھ کر یہ کاغذ میں نے بے خیالی میں جیب میں رکھ لیا تھا۔ تنویر کے شعر پر ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ پرزہ کھول کر دوبارہ اس شعر کو پڑھا اور حیران رہ گیا۔ یہ وہ شعر نہیں تھا جو تنویر نے سنایا تھا۔ پرزے پر لکھا تھا۔

اے چشم ساقی کیوں اتنا تغافل
رہ رہ گئے ہم ساغر اٹھا کر

تنویر کی تحریر تھی، وہی پرچہ تھا، لیکن شعر۔ ایک لمحے کے لیے ذہن الجھ گیا۔ تنویر۔ اس نے یہ شعر لکھا تو پڑھا کیوں نہیں۔ چھپایا کیوں اسے؟ اے چشم ساقی کیوں اتنا تغافل۔ مطلب؟ اسی کی نگاہیں یاد آئیں اس کا استفسار۔ ہما سے اس کی دلچسپی۔ میری ایک بات "ہما کا خیال رکھا جائے۔" اس نے گرہ میں باندھ لی تھی۔ کیوں؟

دل کچھ اشارے کرنے لگا۔ لیکن عقل نے سنبھالا۔ سنبھلو

غزالی یہ حسین نظر کوئی المیہ نہ جائے۔ تنویر حسن صاحب کی بیٹی اور محسن کی بہن ہے اور یہ سب تمہارے محسن ہیں۔ ان کے احسان کو مٹی میں نہ ملا دینا۔ اتنی سی بات کو افسانہ بنانا ٹھیک نہیں ہے۔

یہ رات تنویر کے نام تھی۔ نہ جانے کب نیند آئی۔ آخری سوچ یہی تھی کہ اس شعر پر غور نہ کیا جائے۔ دوسری صبح دفتر نہیں جانا تھا۔ حسن صاحب کی ہدایت تھی کہ پہلے اس مسئلے سے نمٹ لیا جائے۔ ابھی تک ان سے رابطہ قائم نہیں ہو پایا تھا۔ لیکن پارٹی لیڈر کی حیثیت دے دی گئی تھی اس لیے سنجیدگی سے ان معاملات پر غور بھی کرنا تھا۔ حسن صاحب کی ڈائری میرے پاس تھی۔ آج تک اسے واپس کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ کوئی مشکوک حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے ایک ترکیب سے جی ڈائری پیک کر کے بذریعہ ڈاک حسن صاحب کے پتے پر پوسٹ کر دی جائے۔ ویسے بھی اسے قبضے میں رکھنے کی کوئی تک نہیں تھی۔ ضرورت ہوئی تو پھر بھی مل سکتی ہے بہرحال بوڑھے کے ملنے کی کوئی امید نہیں تھی البتہ ندرت نے دل و دماغ لپھار رکھے تھے۔ وہ کیا کرتی پھر رہی ہے؟ کار کس کی تھی؟ اور وہ ماں کھیڑہ کیوں گئی تھی؟ یہ خیالات ذہن میں آتے تو دماغ چک پھیریاں کھانے لگتا تھا لیکن ان کا حل جانا ناممکن ہی نظر آتا تھا۔ دوسرے لوگوں سے میں بالکل متفق تھا کہ اگر اس سلسلے میں کچھ کرنا ہے تو اب ان اوپری جھگڑوں میں پڑنے کی بجائے ویلینی کی تلاش سے آغاز کرنا چاہیے۔ اور اس سلسلے میں ایک لائحہ عمل ضروری تھا چنانچہ آج یہی کام کرنا تھا۔

حسن صاحب شاید دفتر چلے گئے تھے۔ حسن صاحب کے بارے میں کچھ پتا نہیں چل سکا۔ میں ایک ریلنگ پیپر تیار کر کے ڈائری پیک کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ابھی اس کام سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ کریم بابا آ گئے۔ "طبیعت تو ٹھیک ہے میاں، آج دفتر جانے کا ارادہ معلوم نہیں ہوتا؟"

"ہاں کچھ بیرونی ذمہ داریاں دی ہیں حسن صاحب نے۔ ممکن ہے کریم بابا طویل عرصہ کے لیے ملک سے باہر جانا پڑے۔"

"خوشی کی بات ہے۔ ترقی ہو رہی ہے۔ خدا خوش رکھے۔" کریم بابا نے مطمئن انداز میں کہا اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ میں نے ڈائری پیک کی اور باہر نکل آیا۔ ایک بالکل ہی غیر متعلقہ علاقے کے پوسٹ آفس سے وہ ڈائری حسن صاحب کو رجسٹری کر دی اور پھر آوارہ گردی کرنے لگا۔ کافی وقت ایک ریستوران میں گزارا۔ میرے تبت جانے میں کوئی دقت نہیں تھی حسن صاحب اور طاہر علی بھی ساتھ چل سکتے تھے۔ لیکن اگر وہ ابھی نہ جا سکتے تو آسٹن کو ساتھ لے جایا جا سکتا تھا۔ شانگر جنگ لی کے بارے میں حسن صاحب نے بتایا تھا۔ ایسا آدمی کام کا ثابت ہو سکتا تھا۔ بہرحال مسئلہ یہ تھا کہ اب بوڑھے یا ندرت کے چکر میں پڑنا وقت ضائع کرنے کے مترادف تھا۔

ریستوران سے باہر نکلا، کافی دیر تک مارا مارا پھرتا رہا۔ اور پھر واپس کوٹھی چل پڑا۔ انیکسی میں پہنچا تو ہدایت کو دیکھ کر چونک پڑا۔ ہدایت سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔

"کیا رہا؟"

"نمبر معلوم ہو گیا صاحب۔ ڈی بی ۱۸۰۲ تھا۔ بابو نے اچھی طرح نمبر دیکھا تھا۔"

میں نے بے اختیار گھڑی دیکھی اور واپس پلٹ پڑا۔ "آؤ ہدایت ابھی وقت ہے۔" ہدایت کچھ پوچھے بغیر میرے ساتھ چل پڑا۔ میں نے کار میں بیٹھ کر برق رفتاری سے رجسٹریشن آفس کا رخ کیا۔ یہاں تھوڑی سی کوشش کرنی پڑی اور گاڑی کے مالک کا پتا چل گیا۔ یہ کوئی آر پی بھٹناگر تھا۔ پتا بھی لکھا ہوا تھا۔ ہم اس پتے کو نوٹ کر کے چل پڑے۔ آر پی بھٹناگر کی کوٹھی ایک شاندار علاقے میں تھی۔ گیٹ کے سامنے ہی ہدایت چیخ پڑا "وہ۔ وہ کار کھڑی ہے صاحب۔" میں نے بھی کار دیکھ لی تھی۔

ہم دونوں دروازے سے اندر داخل ہو گئے تھے۔ سفید ساڑھی میں ملبوس درمیانی عمر کی ایک عورت برآمدے میں کھڑی سوالیہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھی۔

"بھٹناگر صاحب سے ملنا ہے۔ کیا وہ موجود ہیں؟"

"وہ بے چارے کہاں جائیں گے آئیے!"

"شکریہ آپ کون ہیں ان کی؟"

"بڑے بھیا ہیں وہ میرے۔ ہم دونوں بہن بھائی رہتے ہیں یہاں۔ مگر آپ کو ان سے کیا کام ہے؟"

"بس کچھ ضروری معلومات حاصل کرنی تھیں۔ آپ انھیں ہمارے بارے میں اطلاع دے دیں۔"

عورت ہمیں ڈرائنگ روم میں لے گئی اور پھر خود اندر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ادھیڑ عمر شخص کے ساتھ اندر داخل ہوئی جو ایک وہیل چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔

"میں آپ لوگوں کو نہیں جانتا۔" اس نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔

"یقیناً یہ ہماری پہلی ملاقات ہے مسٹر بھٹناگر کچھ معلومات درکار ہیں آپ سے؟"

"کس سلسلے میں؟" اس نے پوچھا۔

"باہر ایک گاڑی کھڑی ہوئی ہے ڈی بی ۱۸۰۲ وہ آپ کی ہے؟"

"ہاں!"

"تین دن تک وہ کسی کے استعمال میں تھی؟" میں نے اس شخص کے چہرے پر نگاہ جما کر کہا۔

وہ چونک پڑا۔ "کوئی حادثہ ہو گیا کیا، کوئی خاص بات ہے؟" اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"مسٹر بھٹناگر، براہ کرم پہلے ہمارے سوالات کے جواب دے دیں۔ بعد میں آپ کو تفصیل بتا دی جائے گی۔"

"آپ لوگ۔ میرا مطلب ہے آپ کا تعلق؟"

"جی ہاں ہمارا تعلق انتظامیہ سے ہے۔ اگر آپ نے کوئی بات چھپانے کی کوشش کی تو مصیبتوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میری تو زندگی پہلے ہی میرے لیے مصیبت بن گئی ہے بھیا۔ جوڑوں کے درد کا مریض ہوں۔ السر کا شکار ہوں۔ پچھلے دنوں ایک آفت مسلط ہو گئی تھی ہم پر۔ ایک انوکھی آفت، وہ پریشان حال آئی تھی کلونتی سے ملی اور کہا کہ اسے سر چھپانے کا ٹھکانا چاہیے۔ کلونتی اسے میرے پاس لے آئی۔ تم لوگ یقین کرو یا نہ کرو وہ جادوگرنی تھی۔ آنکھوں میں دیکھتی تھی تو دماغ سو جاتا تھا۔ دل اندر سے کہتا تھا کہ جو وہ کہہ رہی ہے کرو۔ ہم اس کے غلام بن گئے تھے۔ میرا چھوٹا سا کاروبار ہے۔ بیٹی بیٹے ہیں میرے لیکن سب نے مجھے چھوڑ رکھا ہے، بس میری بہن کلونتی میرے ساتھ رہتی ہے۔ وہ آرام سے یہاں رہنے لگی۔ یہ کار اسی کے استعمال میں تھی۔ جس دن کی تم بات کر رہے ہو اس دن سے ایک دن پہلے وہ گاڑی لے کر گئی تھی چالیس گھنٹے غائب رہی پھر کسی لمبے سفر سے واپس آئی تھی وہ۔ کہاں گئی تھی اور کیا کر کے آئی تھی ہمیں نہیں معلوم۔ کار اسی کے پاس تھی۔"

"اب کہاں ہے وہ؟" میں نے پوچھا۔

"کل شام چلی گئی۔ ہمارا بہت شکریہ ادا کر کے گئی ہے۔ بڑے خوش تھے ہم جان چھوٹ جانے سے مگر بھیا کیا مصیبت کھڑی کر گئی ہے وہ ہمارے لیے؟"

"آپ بالکل پریشان نہ ہوں بھٹناگر صاحب، بات آپ کی نہیں اس کی ہے۔ ہمیں صرف اس کی تلاش ہے چونکہ اسے اس کار میں دیکھا گیا تھا اس لیے ہم آپ تک پہنچے۔ وہ کہاں گئی ہے؟"

"نیپال۔" کلونتی نے جواب دیا۔

"اس نے آپ کو بتایا تھا؟"

"نہیں۔ میں نے اس کا پاسپورٹ اور کاغذات دیکھے تھے اس وقت جب وہ غسل خانے میں تھی۔ انھیں کاغذات میں اس کا ہوائی ٹکٹ تھا۔ کل ہی کی تاریخ تھی اس پر۔"

"وہ کتنے دن آپ کے پاس رہی؟"

"ایک ہفتے کے قریب۔"

"اس دوران کوئی اس سے ملنے بھی آیا۔ یا کسی نے اس سے فون وغیرہ پر بات چیت کی؟ فون تو ہے آپ کے ہاں۔"

"ہاں۔ کل شام کو ہی وہ فون پر کسی سے بات کر رہی تھی۔ اس سے پہلے اس نے کبھی یہاں سے کسی کو فون نہیں کیا۔ نہ ہی کوئی اس سے ملنے آیا۔" بھٹناگر کے بجائے کلونتی نے جواب دیا۔

"میں تو جوڑوں کے درد کا مریض ہوں۔ گھر کی ساری دیکھ بھال بے چاری کلونتی۔" بھٹناگر نے پھر کہا لیکن اس کی بات پوری ہونے سے قبل میں کھڑا ہو گیا۔ "اجازت دیجیے بھٹناگر صاحب۔ آپ اطمینان رکھیں۔ آپ کو مزید کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔" میں نے ان لوگوں کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا۔ سیدھے سادے لوگ تھے۔ اور ایک ایک لفظ سچ بول رہے تھے۔

راستے میں ہدایت سے کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔ میرا ذہن سوچ میں ڈوبا رہا۔ نفضائی کمپنی سے ندرت کی روانگی کی تصدیق ہو سکتی تھی۔ لیکن اس کی جلدی نہیں تھی۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ وہ نیپال کیوں گئی ہے۔ اب تک کے حالات سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ ندرت کا بوڑھے سے گہرا تعلق ہے۔ وہ اتفاقیہ طور پر حسن صاحب کو ملی اور وہاں سے گم ہو گئی۔ یقیناً اس وقت بھی وہ بوڑھے کے پیچھے تھی۔ پھر وہ بوڑھے کا پتا لگاتی ہوئی اس ملک میں آئی اور یہ صرف اتفاق تھا کہ جس جگہ بوڑھا مقیم تھا وہ حسن صاحب ہی کی کوٹھی تھی۔ اس کی پرانی شناسائی بھی کام آئی۔ اگر نہ ہوتی تب بھی ندرت جیسی پراسرار لڑکی کے لیے اس گھر میں جگہ بنا لینا مشکل نہیں تھا۔ جس طرح اس نے بھٹناگر کے چھوٹے سے خاندان پر بہ آسانی تسلط جما لیا تھا۔ ندرت کی اس پراسرار قوت کا مشاہدہ میں بذاتِ خود کر چکا تھا۔ حسن صاحب بتا چکے تھے اور اب بھٹناگر نے بھی یہی کہانی سنائی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اس نے خود ہی حسن صاحب کے اہل خاندان سے الگ تھلگ رہنا پسند کیا تھا۔ ورنہ وہ چاہتی تو یہاں موجود ایک ایک فرد اس کا مطیع ہو جاتا۔ لیکن اس نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس نے بوڑھے پر حادر کے مظالم کیوں برداشت کیے تھے جبکہ وہ اپنی قوتوں سے کام لے کر اس کے لیے اس عذاب سے نجات کی آسانی بھی فراہم کر سکتی تھی۔ وہ بوڑھے سے اپنے لگاؤ کو کیوں چھپانا چاہتی تھی۔ اس کی بھی ایک وجہ سمجھ میں آتی تھی۔ ممکن ہے وہ اس کی دماغی کیفیت درست ہونے کا انتظار کر رہی ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ اس سے لاعلم تو نہ ہو گی کہ حسن صاحب بوڑھے کا علاج کرا رہے ہیں۔ ہاں جو سازش میکے بلاڈن کر رہا تھا وہ اس کے علم میں نہ ہو گی۔ اس کا مطلب

کہ اسے صرف بوڑھے سے دلچسپی تھی اور یہ دلچسپی کسی خزانے کے حصول کے سلسلے میں نہیں ہو سکتی تھی ورنہ اس کے لیے ندرت کی آنکھوں سے آنسو نہ بہتے۔ ولیمنی سے ندرت کا کوئی بھی تعلق ہو لیکن وہ کنور پربھات سنگھ کے شکار بنگلے سے بوڑھے کے اغوا میں ملوث نہیں تھی۔ کیونکہ ابھی تک اس کے ساتھ کسی دوسرے کی شمولیت کا کوئی نشان نہیں ملا تھا۔ البتہ یہ ہو سکتا تھا کہ وہ اس اغوا سے واقف ہو گئی ہو۔ یقیناً وہ بوڑھے کا سراغ لگاتی ہوئی مان کھیڑہ تک پہنچی تھی۔ اور اسے علم ہو گیا تھا کہ اسے کہاں لے جایا گیا ہے۔ واقعات کی ایک زنجیر بنتی جا رہی تھی۔ نیپال وہاں سے تبت۔ بار بار یہی علاقہ سامنے آ جاتا تھا۔ گویا ندرت کی وہاں روانگی اس بات پر دلالت تھی کہ بوڑھے کو نیپال لے جایا گیا ہے۔

کوٹھی پہنچا تو حسن صاحب سامنے ہی نظر آ گئے۔ آسٹن کے ساتھ لان پر ٹہل رہے تھے۔ "آؤ ہدایت لیکن اس وقت کی میری کارروائی کے سلسلے میں زبان بند رکھنا۔" میں نے کہا۔

"آپ اطمینان رکھیں جناب۔" ہدایت نے کہا اور میں اس کو ساتھ لے کر حسن صاحب کے پاس پہنچ گیا۔

"ہیلو غزالی، کہیں گئے تھے؟"

"جی۔" میں نے جواب دیا اور پھر بولا۔ "ہدایت کو اس کی نئی ذمہ داری بتا دیں حسن صاحب۔ میں نے اسے اس کی ملازمت پر بحال کر دیا ہے۔"

"ٹھیک ہے تم اپنی جگہ پر جاؤ، یہاں کی صفائی وغیرہ کر لو۔ بعد میں کوئی کام تمھیں دے دیا جائے گا۔"

ہدایت سلام کر کے چلا گیا۔ تب حسن صاحب میرے اور آسٹن کے ساتھ لان کی کرسیوں پر آ بیٹھے۔ "ہاں بھئی کیا فیصلہ کیا تم نے؟"

"ولیمنی کی تلاش ہمارا بنیادی مسئلہ ہے۔"

"اور اس کے لیے تبت جانا ضروری ہے۔ ہم یہ سوچ رہے تھے غزالی کہ جاپان میں بوڑھے کی رہائش گاہ کے بارے میں چھان بین کیوں نہ کریں۔ ممکن ہے وہاں سے ولیمنی کی کوئی نشاندہی ہو سکے۔"

"اس میں بہت طوالت ہو جائے گی۔ اس کے برعکس میں یہ چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسی ترکیب ہو جائے جس کے ذریعے اس تک پہنچنے کے راستے مختصر ہو جائیں۔"

"تبت کے بارے میں تمھاری جغرافیائی معلومات کیا ہیں؟"

"صرف عام سی معلومات حاصل ہیں۔ ہندوستان سے وہاں داخل ہونے کے کئی راستے ہیں۔ نیپال کا راستہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ لداخ زیکن سے بھی وہاں داخل ہوا جا سکتا ہے۔ یا کسی بھی ہمالیائی راستے سے۔ لیکن میرے خیال میں کام لہاسہ سے شروع کیا جائے تو بہتر ہے۔"

"وہاں کسی صحیح جگہ کا تو کوئی تعین نہیں ہے۔ میں نے تم سے چانگ لی کا تذکرہ کیا تھا؟"

"جی ہاں۔"

"چانگ لی تسانگ ڈسٹرکٹ کے کیپٹل تیگاتشی میں مل سکتا ہے۔ میں تمھیں اس کا پورا پتا دوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ وہاں تمھارے لیے پہلا معاون ثابت ہو گا۔"

"یقیناً، وہاں قدم جمانے کے لیے ابتدا میں کسی سہارے کی ضرورت ہو گی لیکن میں کوئی قدم اٹھانا چاہتا ہوں، جس کی مدد سے وہاں ولیمنی کی تلاش میں آسانیاں ہو جائیں۔"

"کوئی پروگرام ہے تمھارے ذہن میں؟"

"بس یوں سمجھ لیں اٹکا ہوا ہے کسی بھی لمحے باہر آ جائے گا۔"

"کنور مسلسل رابطہ قائم کیے ہوئے ہے ممکن ہے کل آ جائے۔ آج ہی مجھے اس کا فون موصول ہوا ہے۔"

"بہرحال یہ فیصلہ آخری ہے کہ ہمیں تبت روانہ ہونا ہے۔"

دیر تک ہم اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے اور اس کے بعد میں نے ان سے اجازت طلب کر لی۔ ذہن سخت الجھا ہوا تھا ندرت بار بار یاد آ جاتی۔ دل یہ کہتا کہ کچھ بھی تھا وہ مجھ سے تعاون چاہتی تھی۔ خود کیا کر رہی تھی کیا کرنے کی خواہش مند تھی اس کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی تھی لیکن میرا خیال تھا کم از کم وہ لڑکی خزانے کے لیے سرگرداں تو نہیں ہو سکتی۔ ولیمنی سے اس کی شکل ملتی تھی اور ولیمنی بوڑھے سے متعلق تھی یہ کسی رشتے کا مسئلہ بھی ہو سکتا تھا۔

اینکسی میں آ گیا تھا لیکن دل نہیں لگ رہا تھا۔ فون کر کے محسن کے بارے میں معلوم کیا تو تنویر نے فون ریسیو کیا۔ "غزالی صاحب۔" وہ آواز پہچان کر بولی۔

"ہاں محسن شاید موجود نہیں ہیں۔"

"کہیں گئے ہوئے ہیں۔ آپ اینکسی سے بول رہے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"یہاں آ جائیے نا۔"

"مناسب نہ ہو گا تنویر۔ آنے کا کوئی مقصد تو ہو۔"

"آپ خود کو یہاں سے اجنبی رکھ کر کن سے فاصلے پیدا کرنے کے خواہش مند ہیں یہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔"

"وہ فاصلے تنویر جو قدرتی ہوتے ہیں۔ میں محسن کا دوست ہوں۔ لیکن اس گھر کا نمک خوار بھی ہوں یہاں سب لوگ کشادہ ذہن ہیں۔ محبتیں نبھانا اور قائم کرنا جانتے ہیں۔ اگر ان پیار کرنے والوں

کو مجھ سے کوئی شکایت پیدا ہو تو میری اپنی کیفیت کیا ہوگی۔ میرے سینے میں دھڑکنے والا دل بھی تو ان کی خوشنودی چاہتا ہے۔ میں انھیں کسی شکایت کا موقع دے کر کیسے زندہ رہ سکتا ہوں۔"

تنویر خاموش ہو گئی۔ میں نے دبے لہجے میں اس سے سب کچھ کہہ دیا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ بولی "آپ جیسا مناسب سمجھیں۔" اس کے لہجے میں یاسیت تھی۔ پھر وہ بولی "بھیا سے کوئی کام ہے؟"

"نہیں بس دل گھبرا رہا تھا۔"

"آ جائیں گے تو ان سے کہہ دوں گی اگر فاصلوں کی بات نہ ہوتی تو میں خود آ جاتی۔ لیکن۔ لیکن مجھے آپ کی زندگی عزیز ہے۔" یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ میں دیر تک ریسیور ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا۔ پھر میں نے ٹھنڈی سانس لے کر ریسیور رکھ دیا۔ تنویر کو میں نے سنبھلنے کا موقع دیا تھا بشرطیکہ یہ میری غلط فہمی نہ ہو۔ ریسیور رکھا تو فون کی گھنٹی بج اٹھی اور میں نے دوبارہ ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔ مسٹر غزالی سے بات کرنی ہے۔"

"کون صاحب بول رہے ہیں؟"

"قادر۔"

"اوہ قادر میں غزالی ہی بول رہا ہوں۔"

"خدا کا شکر ہے تم ملے تو سہی۔ کتنے فون کیے ہیں میں نے کچھ معلوم ہوا تمھیں۔"

"آج ہی واپس آیا ہوں۔"

"پتا چلا تھا کہ کہیں گئے ہوئے ہو۔ سب خیریت تو ہے نا؟"

"ہاں بالکل۔"

"ملاقات تو کر لو بھلے آدمی۔ محبت ہو گئی ہے تم سے۔ اچھے وقت کی یادگار ہو۔ ورنہ ہم لوگوں کو محبتیں کرنے کا موقع کہاں ملتا ہے۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر کہا۔ "اس وقت کیا کر رہے ہو، فرصت ہے؟"

"تمھارے لیے تو ساری زندگی فرصت ہے غزالی بھائی۔ آ جاؤ۔ آ رہے ہو؟"

"ہاں کچھ باتیں ہی رہیں گی۔" میں نے کہا اور پھر لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں قادر کے آفس میں داخل ہو رہا تھا۔ دو آدمی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا اور پھر ان سے بولا۔ "میں بہت جلد بندوبست کر کے آپ کو اطلاع دوں گا۔ جو ذمہ داری میں نے سنبھالی ہے آپ اطمینان رکھیں اسے پورا کروں گا۔"

"اوکے۔" ان میں سے ایک نے کہا اور دونوں اٹھ گئے۔

تب قادر بولا۔ "کہاں چلے گئے تھے غزالی۔ بہت بار فون کیا مگر بات ہی نہیں ہوئی۔ اس کام کا کچھ ہوا؟"

"بوڑھے کا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں یار اس کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے شرم آتی ہے مجھے۔" قادر نے کہا۔

"نہیں قادر ابھی تک کچھ نہیں ہو سکا۔ البتہ کچھ خبریں ملی ہیں اس کے بارے میں۔" میں نے یونہی روا روی میں کہا۔

"کیا خبریں ملی ہیں کچھ میرے دل کو بھی تسلی دو۔"

"وہ لمبا نکل چکا ہے۔"

"امریکہ، فرانس، برطانیہ کہاں نکل گیا ہے ماں کا جنا، کچھ پتا تو چلے۔" قادر نے کہا۔

"سنا ہے نیپال پہنچ گیا ہے۔"

"نیپال؟" قادر چونک کر بولا۔

"ہاں اطلاع یہی ہے۔"

"کچھ پتا نشان مل سکتا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ نیپال، تبت یا بھوٹان میں ہے تو ماں کے جنے کو پکڑوا لوں گا وہاں سے، تم کچھ نشان تو بتاؤ۔"

"کیسے قادر؟" میرے ذہن میں بجلی سی کوند گئی۔

"قادر کے ہاتھ اب کافی لمبے ہو چکے ہیں غزالی بھائی اور پھر یہ علاقے تو اپنے لیے سب سے زیادہ دھندے کے علاقے ہیں۔ ابھی جو یہ دونوں اٹھ کے گئے ہیں لہاسہ سے آئے تھے۔ گوالا سندھا کے علاقے میں ان کی گانجے کی سب سے بڑی کاشت ہے۔ ابھی کچھ دن قبل دس من گانجا امریکہ پارسل کیا تھا۔ بیس لاکھ روپے کا سودا تھا۔ بیس پرسنٹ اپنا۔ کام فرسٹ کلاس ہوا تھا اس لیے اب ان سے پارٹی ہو گئی ہے۔"

"مگر یہ لوگ وہاں کے مقامی تو نہیں تھے۔"

"مشرق وسطٰی کے ہیں یہ۔ مگر وہاں بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ گوالا سندھا میں فیکٹری بنا رکھی ہے انھوں نے، وہاں گانجے اور بھنگ کی مصنوعات تیار ہوتی ہیں۔ یہاں سے کچھ کیمیکل لینے آئے تھے جو آسانی سے نہیں نکل سکتا۔ سودا میرے ذریعے ہوا ہے، مال بھی مجھے ہی ڈسپوز کرنا ہے مگر جس راستے سے کام کرنا تھا وہاں کچھ بدلیاں ہو گئی ہیں۔ کیمیکل کی انھیں فوری ضرورت ہے اور مجھے کام کے آدمیوں کا انتظار کرنا پڑ رہا ہے۔ ممکن ہے مجھے خود جانا پڑے۔"

میرا ذہن ان تمام معلومات کو تیزی سے ہضم کر رہا تھا۔ ایک نئی سوچ ابھر رہی تھی۔ میں خاموشی سے قادر کی شکل دیکھتا رہا۔

"تم مجھے کچھ ادرا تا پتا دو تو میں اس بوڑھے کو....."

"قادر۔ تبت کے علاقے کے دوسرے حصوں میں بھی تمھاری جان پہچان ہو گی؟" میں نے اس کی بات پر توجہ دیے بغیر پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ منشیات سب سے زیادہ مقدار میں ادھر

سے ہی آتی ہیں۔ کھٹمنڈو میں بہت بڑا مرکز ہے ان کی کھپت کا۔ میں نے ان علاقوں میں کافی لوگوں سے شناسائی کی ہوئی ہے۔"

"تم وہاں کب جاؤ گے؟" میں نے سوال کیا۔

"شاید بہت جلد، اس سودے کو چھوڑوں گا نہیں۔ اسی طرح ساکھ بنتی ہے کچھ زیادہ رقم خرچ کرنی پڑ جائے گی اس لیے سوچ رہا ہوں کہ انتظار کر لوں۔"

"تم اگر جاؤ گے تو کون سے راستے سے جاؤ گے؟"

"ہم جیسے لوگوں کے راستے ذرا دوسرے ہوتے ہیں غزالی بھائی۔ آپس کی بات ہے سرحدیں ملی ہوئی ہیں بھائی چارے میں کام چل جاتا ہے۔"

"اگر میں بھی تمھارے ساتھ جانا چاہوں تو؟"

"مذاق کر رہے ہو؟"

"بالکل سنجیدہ ہوں قادر۔"

"تو کوئی مشکل ہی نہیں ہے۔ طریقے میں بتا دوں گا جب دل چاہے جاؤ جب دل چاہے آ جاؤ۔ مگر تم کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"وہاں مجھے کچھ لوگوں کی تلاش ہے؟"

"بوڑھے کے علاوہ؟"

"ہاں۔"

"تمھارا چکر کیا ہے غزالی بھائی یہ آج تک اپنی سمجھ میں نہیں آیا۔ ہم نے بھیجا بھی نہیں لڑایا کیونکہ بات یاروں کی ہے لیکن یہ سمجھ لو کہ یورپ وغیرہ کی بات دوسری ہے جہاں چاہو گے آسانیاں مل جائیں گی۔"

"کسی دلیپنی کا نام سنا ہے تم نے؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"کیا کرتی ہے؟"

"یہ نہیں معلوم؟"

"مشکل ہے اپنی فیلڈ کی ہوتی تو کوئی بڑی بات نہیں تھی کوئی نہ کوئی اس کا جاننے والا نکل آتا۔ تمھیں اس کی تلاش ہے؟"

"ہاں اس کی بھی۔"

"ہوں یہ پتا چل جاتا کہ ہے کون۔ کوئی مشہور عورت ہے یا بس یونہی غلط دھندے کرتی ہے یا شریف عورت ہے۔ اتا پتا لگا تو علاقے کا تعین کر کے اس کی تلاش مشکل نہ ہوتی۔"

"ہوں۔ امکان اسی بات کا ہے کہ اس کے راستے شریفانہ نہ ہوں گے۔ دوسری جنگ عظیم میں وہ جاسوسی کرتی رہی ہے اور اب تبت میں اس کی موجودگی کا پتا چلا ہے۔"

"پھر تو بڑی چیز ہوئی۔ میں اس کے بارے میں نہیں جانتا لیکن اگر تم ان علاقوں میں نکل جاؤ تو شاید کچھ پتا چل جائے۔ اس بات کا اطمینان رکھو کہ وہاں تمھیں ہر طرح کی مدد مل جائے گی۔"

"قادر میں کل شام کو تمھارے پاس آؤں گا۔ اس سلسلے میں یقیناً مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہو گی۔"

"میں تیار ہوں۔" قادر نے کہا۔ پھر اس نے میری خاطر مدارت کی اور میں ذہن میں سینکڑوں خیالات لے کر وہاں سے نکل آیا۔ راستے بھر اسی بارے میں سوچتا رہا۔ دوسرے دن گیارہ بجے ایکسی کی کھڑکی سے ایک شاندار کار کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھی۔ کھڑکی ہی سے یہ بھی دیکھا کہ کنور پربھات کے ساتھ بلائے جان بھی نیچے اتری تھی یعنی کماری اوشا۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اس مصیبت سے ملے بغیر چلا آیا۔ لیکن اب فرار مشکل تھا۔

خود وہاں جانے کی کوشش نہیں کی لیکن آدھے گھنٹے کے اندر سے بلاوا آ گیا۔ ڈرائنگ روم میں نشست جمی ہوئی تھی۔ سب موجود تھے۔ بیگم محسن، تنویر، اوشا لیکن محسن نہیں تھا۔ اوشا سنہری کناری کی ایک خوبصورت ساری باندھے ہوئے تھی۔ ماتھے پر بندی لگی تھی۔ اس کا بے پناہ اور جان لیوا حسن ایک نگاہ میں دل میں اترتا محسوس ہوتا تھا۔

"ہیلو۔" کنور نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا۔ اوشا نے مجھے دیکھا تو چونک پڑی۔ "اوہ۔ آپ بھی یہاں ہوتے ہیں۔ مجھ سے ملے بغیر چلے آئے تھے۔ اس بات کو کبھی نہیں بھولوں گی۔" اس نے دوسروں کو نظر انداز کر کے کہا۔

"کنور جی نے شاید آپ کو بتایا نہیں کماری، ہمیں بڑی جلدی میں آنا پڑا تھا۔"

"یہاں سے بچ کر بھاگو تو جانیں۔" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔

"ہم انھیں کہاں جانے دیں گے کماری۔ تم فکر مت کرو۔" کنور نے پھیکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔ "بیٹھو غزالی۔ تم تو بھول گئے لیکن ہم آسانی سے کہاں پیچھا چھوڑنے والوں میں ہیں۔"

"اس کا اندازہ مجھے بھی ہو گیا ہے۔" دروازے سے آواز آئی۔ یہ ڈاکٹر طاہر علی کی آواز تھی۔ ہما بھی ان کے ساتھ آئی تھی۔

"میں نے سنا تھا کہ تم شام تک آؤ گے۔"

"شام کا انتظار مشکل تھا اور پھر تمھاری فرمائش پر اوشا کو بھی ساتھ لے آیا۔"

"ہاں تبدیلی آب و ہوا صحت کے لیے مفید ہوتی ہے۔ اوشا کو یہاں آ کر کافی ذہنی سکون ملے گا۔ ہما یہ اوشا ہے۔ میں تمھیں اس کے بارے میں بتا چکا ہوں۔"

اوشا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے سے لگائے اور ہما اس کے پاس جا بیٹھی۔

"تعارف کی رسم ہو گئی بھئی۔ اب ہم بوڑھوں کو ذرا اپنی جوانی

کی باتیں کرنے دو چنانچہ جواباً سے معذرت۔" حسن صاحب نے کہا اور سب اٹھ گئے۔ حسن صاحب بیگم صاحبہ سے بولے۔ "آج دوپہر کے کھانے کے سلسلے میں باورچیوں کو تمھاری خصوصی رہنمائی درکار ہو گی بیگم۔ ویسے کنور صاحب گائے کے علاوہ ہر جانور کے دشمن ہیں۔"

"ہاں بھابی جی۔ گائے کا گوشت پکائیں تو مجھے بتائے بغیر کھلا دیں۔" کنور پربھات نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں بھائی آپ کے جذبات کا احترام ہمارا فرض ہے۔" بیگم حسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آؤ غزالی۔" حسن صاحب نے کہا تو دشا فوراً بول پڑی "ارے نہیں انکل حسن کچھ غلطی ہو رہی ہے آپ سے۔ انھیں کہاں لے جا رہے ہیں آپ، شاید آنٹی کے بجائے ان سے ساتھ آنے کے لیے کہہ بیٹھے۔"

"نہیں بیٹی۔ یہ اس صدی کے سب سے بوڑھے آدمی ہیں بس ذرا صحت اچھی ہے۔ تم فکر مت کرو ہم سے نمٹ کر یہ تمھارے حصے میں آ جائیں گے۔" حسن صاحب نے سادگی سے کہا اور سب ہنستے ہوئے باہر نکل آئے۔ حسن صاحب ہمیں اپنے کمرے میں لے گئے۔ طاہر علی کو انھوں نے کنور کے آنے کے بعد فون کر کے بلایا تھا۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا۔

"سچی بات کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے بھائی آپ لوگوں کے آنے کے بعد سے ایک رات بھی سکون سے نہیں سویا۔ بس یہی سوچتا رہا کہ نہ جانے کیا کھچڑی پک رہی ہو گی۔" کنور نے کہا۔

"کھچڑی تو واقعی مسلسل پک رہی ہے لیکن ابھی تک گلی نہیں۔"

"میں نے تقریباً سو سو کوس کے سارے علاقوں میں معلومات حاصل کی ہیں کہ کسی طرح یہ پتا چل جائے کہ بوڑھے کو کس طرف سے کہاں لے جایا گیا ہے مگر کوئی پتا نہیں چل سکا۔" تنویر نے کہا۔

"بوڑھے کا فائل تو بند کر دیا گیا ہے۔" طاہر علی بولے۔

"اور وہ لڑکی؟"

"اس کے سلسلے میں بھی کچھ نہیں ہو سکا۔ کوئی اندازہ نہیں سوائے اس کے کہ وہ ویلینی ہی ہو سکتی۔"

"تو پھر اب اس کے بارے کچھ سوچنا بھی بے کار ہے کہ ہم تبت جا کر ویلینی کو تلاش کریں۔"

"ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور سب میری طرف متوجہ ہو گئے۔

"ضرور چیف۔ آپ کم بولتے ہیں لیکن خوب بولتے ہیں۔" طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم ویلینی کو پانے میں کامیاب بھی ہو گئے تو کیا کریں گے اس سے کیسے یہ بات کہلوا سکیں گے کہ وہ خزانے کے بارے میں جانتی ہے یا اگر اس نے اعتراف بھی کر لیا کہ وہ خزانے کی تفصیل جانتی ہے تو اسے کیسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ ہمیں اس کے بارے میں بتا دے۔ وہ یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ خزانہ میں نے حاصل کر لیا ہے اور اب وہ اس کے تصرف میں ہے۔ پھر اس میں ہمارا حق کیسے بنتا ہے۔ اگر واقعی خزانہ اس نے حاصل کر لیا ہے تو اس دولت کے بل پر اس نے ایسے مددگار بھی نہ جمع کر لیے ہوں گے جو اس کی راہ پر لگنے والوں کو ٹھکانے لگاتے ہوں۔ جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ وہ اتحادی جاسوسہ رہ چکی ہے اور وہ بھی معمولی نہیں، تو یا وہ اپنے دشمنوں سے نمٹنا نہ جانتی ہو گی؟"

میری اس بات پر ان لوگوں کے چہرے اتر گئے۔ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ طاہر علی گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گئے۔ حسن صاحب آسٹن کو دیکھنے لگے جان آسٹن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "خدا کی قسم اسی پر غور کرتا رہا ہوں۔"

"غور تو کرنا ہی چاہیے۔ یہ بتائیں کہ کوئی حل بھی سوچا؟"

"حل نہیں بس ایک بات پر غور کیا تھا لیکن وہی سوال دماغ گھما دیتا ہے۔"

"یعنی؟"

"بوڑھا اگر ویلینی کے لیے کوئی اہمیت رکھتا تھا تو ہم اس کے بل پر اسے بلیک میل کر سکتے تھے۔"

"کیا وہ اس حد تک ویلینی کے لیے اہم ہو سکتا ہے؟" پربھات نے پوچھا۔

"جس طرح ویلینی اس کی حفاظت کر رہی تھی اس سے یہ خیال تو پیدا ہو سکتا ہے بلکہ ممکن ہے ویلینی اسے تلاش کرتی رہی ہو اور اس وقت بوڑھا اسے مل چکا ہو۔ ہم کوئی بات نظر انداز نہیں کر سکتے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شکار بنگلے سے بوڑھے کو حاصل کرنے والی خود ویلینی ہو۔ طاہر علی صاحب وہ زبردست گھونسہ نہ بھول سکے ہوں گے۔" میں نے کہا۔

سب کی سٹی گم ہو گئی تھی دیر تک کسی کے منہ سے کوئی بات نہیں نکل سکی۔ میرے ان الفاظ نے سب کے حوصلے پست کر دیے تھے۔ پھر حسن صاحب بھرائی ہوئی آواز میں بولے "میں مشورہ دے سکتا ہوں۔"

"کیا؟" سب کی نگاہیں حسن صاحب کی طرف گھوم گئیں۔

"ہم لوگ اس خزانے کی تلاش کے اخراجات کے لیے ایک فنڈ مخصوص کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اس مشترکہ فنڈ میں کچھ اضافہ کیا جائے اور خوب غور و خوض کر کے اس سے کوئی صنعت لگائی جائے کوئی تجارت کی جائے اور اس کی ذمہ داری غزالی کو سونپی جائے اس آمدنی کو خزانہ تصور کر لیا جائے۔ خزانہ حاصل کرنے کا اس سے عمدہ طریقہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"نہیں خدا کے لیے نہیں۔ ایسا نہ کہو مجھے آس میں جینے دو۔ میری زندگی کی آخری کوشش ہے اسی میں مر جانا چاہتا ہوں۔" جان آسٹن نے بے تاب ہو کر کہا۔

"ہم کوشش کریں گے کرنل۔ ہم زندگی کے آخری سانس تک کوشش کریں گے۔ خواہ اس کے لیے ہمیں مجرمانہ طریق کار ہی کیوں نہ اختیار کرنے پڑیں۔ ہم آسانی سے ہار نہیں مانیں گے۔" میں نے کہا۔

"خزانے درختوں پر نہیں اُگتے۔ ان کے حصول کے لیے ناپسندیدہ راستے اختیار کرنے ہی پڑتے ہیں۔ غزالی میں تمھارے ساتھ ہوں۔" طاہر علی نے کہا۔

"میں اپنی کوشش کے بارے میں رپورٹ پیش کر رہا ہوں۔ میں نے کچھ ایسے ذرائع تلاش کیے ہیں جن کی مدد سے میں نیپال کے راستے یا کسی اور راستے سے ہمالیہ کی گود میں جاؤں گا۔ اور وہاں ویلینی کو تلاش کروں گا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ویلینی جیسی عورت کو اپنے کسی کام کے لیے تیار کر لینا بظاہر ناممکنات میں سے ہے لیکن ہماری کاوشیں اس وقت تک جاری رہیں گی جب تک ہمیں مایوسی نہ ہو جائے۔ یا ہمیں یقین ہو جائے کہ خزانہ مونٹ ...لٹ سے نکل چکا ہے اور اب اس کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں رہا ہے تو ہم پُرسکون ہو جائیں گے اور اپنی ان کاوشوں کو صرف ...ک سمجھیں گے۔ اس وقت ہمیں کوئی ملال نہیں ہو گا لیکن اس سے قبل ہماری کوششیں مسلسل جاری رہیں گی۔"

"ان ذرائع کے بارے میں ہمیں بھی کچھ بتاؤ۔" طاہر علی نے کہا۔

"میں اس سلسلے میں سوچتا رہا ہوں، اور میں نے کچھ ذمہ داریاں تقسیم کرنے کا فیصلہ بھی کیا ہے۔ اگر ہم لوگ کاروباری پروگرام سے یا سیاحت کے پروگرام سے تبت کے علاقے میں داخل ہوتے ہیں تو ہماری کاوشیں بہت سی نگاہوں میں ہوں گی اور ممکن ہے اس انداز میں کچھ رکاوٹیں ہماری راہ میں مزاحم ہوں۔ اگر ایسا نہ بھی ہو تو ہم براہ راست ان لائنوں پر کام نہیں کر سکیں گے جن کے ذریعہ ہمارا مقصد حل ہو گا اور ہمیں محتاط رہنا پڑے گا اس لیے میں نے تین گروپ بنائے ہیں۔ ایک گروپ تنہا فرد میں ہوں اور اپنے مطلب کے لوگوں کو وہیں تبت میں تلاش کروں گا۔ بقیہ دو گروپوں میں آپ چار افراد آتے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر علی اور کرنل آسٹن پہلے جاپان جائیں گے۔ حسن صاحب ان تمام جگہوں کی نشاندہی کریں گے جہاں سے انہیں ویلینی کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوتی تھیں۔ یہ دونوں حضرات بوڑھے کی رہائش گاہ کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے اور اگر کوئی کامیابی حاصل ہو جائے تو فوراً وہاں سے تبت پہنچیں گے یا اگر ویلینی کی رہائش کے بارے میں کسی دوسری جگہ کی نشاندہی ہو تب بھی تبت میں حسن صاحب سے رابطہ قائم کر کے انھیں اطلاع دی جائے گی۔"

"تبت میں؟" حسن صاحب نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں تیسرے گروپ کے دونوں افراد یعنی آپ حسن صاحب اور کنور پربھات آپ لہاسہ روانہ ہو جائیں۔ ٹائیگر چنگ لا جہاں بھی مقیم ہے آپ اس سے اپنے طور پر ملیں اور ویلینی کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ ایک مخصوص وقت پر آپ کا رابطہ ان دونوں حضرات سے ہو گا۔ اس وقت میں آپ سے وہیں ملاقات کروں گا۔ اور ہم ایک دوسرے کو اپنی رپورٹیں پیش کریں گے۔"

"اور تم؟" طاہر علی نے بے چینی سے پوچھا۔

"میں نیپال کے راستے تبت میں داخل ہوں گا میں نے ایک گروہ سے رابطہ قائم کیا ہے اور نیپال کی سرحد عبور کر کے میں ان کے ساتھ تبت میں داخل ہوں گا۔ اس طرح کچھ قطعی غیر متعلق افراد میرے معاون ہوں گے۔ ممکن ہے ان کے ذریعہ میں ویلینی کی راہ پر لگ جاؤں۔" میں نے نگاہیں اٹھا کر سب کے چہرے دیکھے۔ ان پر حیرت اور سوچ کی لکیریں نمایاں تھیں۔ ڈاکٹر طاہر علی گہری سانس لے کر بولے "چیف کی ہدایت پر عمل کیا جائے گا۔"

"مگر تمھارا فیصلہ بے حد خطرناک ہے غزالی۔ تم نے کچھ کہا تو نہیں ہے لیکن میرے خیال میں جن لوگوں کے ساتھ تم سرحد عبور کرو گے وہ ٹھیک ٹھاک لوگ نہیں ہیں۔ تم خود سوچو کہ ایسے لوگوں میں تم خود کو کس طرح ضم کرو گے۔ اور پھر اس طرح تمھاری زندگی کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔" حسن صاحب نے کہا۔

میں مسکرانے لگا۔ "خطرات کا آغاز تو ہو چکا ہے حسن صاحب۔ کیا آپ سب لوگ خطرے میں نہیں ہوں گے؟" میں نے پوچھا۔

"میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ۔"

"آپ کچھ نہیں کہیے، غزالی نے بہترین پروگرام پیش کیا ہے۔ میں سمجھ گیا میاں، وہاں تمھیں ایک جرائم پیشہ شخص کی مدد حاصل ہو گی جس پر تم بھروسہ کرتے ہو۔ جاپان میں، میں صورت حال پر غور کروں گا۔ ہم نے اس کام کے لیے صحیح راستے منتخب کیے ہیں اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔" طاہر علی نے بات کاٹ دی۔

"آپ لوگوں کو میرے کام سے اتفاق ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"سو فیصدی چیف، اس سے قبل تو ہم گھر کی چارپائیوں پر بیٹھ کر خزانے کے حصول کے خواب دیکھتے رہے ہیں"۔ طاہر علی نے کہا۔

"آج سے آپ لوگ اپنی روانگی کی تیاریوں میں مصروف ہو جائیں، اس میں جتنی دیر ہوگی وہ آپ کی طرف سے ہوگی میں کسی بھی وقت اپنے کام پر چل پڑوں گا"۔

"لیکن وہ کون لوگ ہیں جن سے تم نے؟" حسن صاحب بولے۔

"افسوس اس کے بارے میں میں کچھ نہیں بتاؤں گا"۔ میں نے جواب دیا اور سب خاموش ہو گئے۔

طاہر علی نے یہ ذمہ داری قبول کر لی کہ ان تمام لوگوں کی روانگی کے کاغذات وغیرہ تیار کر لیں گے، دوسرے لوگوں کو اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ حسن صاحب اور کنور پربھات نے اس سفر کے لیے دوسری تیاریوں کی ذمہ داری سنبھال لی۔ چنگ لی کے بارے میں میں نے کہا کہ وہاں پہنچنے سے قبل اس سے رابطہ قائم کرنا مناسب نہیں ہے اور اس کے بعد یہ میٹنگ ختم ہو گئی۔

دوپہر کے کھانے پر کافی اہتمام تھا۔ بھلا فریحہ کو اس محفل سے کیسے الگ رکھا جا سکتا تھا، اسے اس کے والدین سمیت دعوت دی گئی تھی اس لیے ذرا سنجیدہ فضا رہی۔ اوشا سب سے زیادہ بیباکی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ محسن کو بھی اس نے گہری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ پتا نہیں اس کے پاگل پن کے بارے میں ان دوسرے لوگوں کو کچھ بتایا گیا تھا یا نہیں۔

کھانے کے بعد موقع ملا تو میں نے ڈاکٹر طاہر علی سے اس کے بارے میں سوال کیا "اوشا کا یہاں آنا خطرناک تو نہیں ہے"۔

"تم سے اس کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے وہ پاگل نہیں ہے، بس ایک حادثے کا شکار ہے مصروف رہے گی تو منتشر نہیں ہوگی لیکن تنہائیاں ملیں تو اس کا ذہن پھر فاسد خیالات میں گھر جائے گا۔ ایسے حالات میں امکان نہیں ہے کہ اس پر دورہ پڑے"۔

"اس کے لیے کوئی بہتری کی راہ نہیں ہے ڈاکٹر صاحب"؟

"میں بہت سست رفتاری سے اس کا ٹریٹ منٹ کر رہا ہوں عزالی۔ جو دوائیاں میں اسے استعمال کرا رہا ہوں وہ اس کے سینے میں ابھرنے والے سفلی جذبات کو تسکین دیتی ہیں۔ اگر میں ان کی خوراک بڑھا دوں تو اس کی پوری زندگی ایک المیہ بن جائے گی اور پھر یہ، یوں سمجھ لو یہ جذباتی طور پر قطعی مردہ ہو جائے گی۔ بہرحال میں یقین رکھتا ہوں کہ کچھ دیر ضرور لگے گی لیکن یہ نارمل ہو جائے گی"۔

"اس دوران ڈاکٹر صاحب ہما کے بارے میں آپ نے کیا سوچا ہے؟

"کیا مطلب؟"

"ہما تنہا ہے"۔

"حسن کے گھر رہے گی وہ۔ تمہارے ذہن میں کچھ اور ہو بیٹے تو صاف کہہ دو میں تمہارے جذبات کی پذیرائی کروں گا"۔

"نہیں۔ ہم اسے یہاں پورے اعتماد سے چھوڑ سکتے ہیں"۔

"انکل طاہر، کیا آپ ان کا بھی علاج کر رہے ہیں"؟ عقب سے اوشا کی آواز سنائی دی اور ہم چونک پڑے۔ "جوانوں کو بوڑھا بنا کر آپ کوئی تجربہ کرنا چاہتے ہیں"؟

"نہیں اوشا رانی یہ جوان ہم بوڑھوں کو جوان بنانے کے تجربات میں مصروف ہے ہم سب اس کے شکار ہیں"۔

"لائیے، ہمارا ساتھی ہمارے حوالے کریں۔ عجیب ہو ہیں آپ بوڑھے لوگ بھی"۔

"کنور سمجھا لو اپنی اس بیٹی کو، مجھے مسلسل بوڑھا کہے جا رہی" ڈاکٹر طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں آگے بڑھ کر محسن فریحہ کے پاس پہنچ گیا۔ پھر ہم لوگ وہاں سے چل پڑے۔ کوٹھی عقبی حصے میں درختوں کے نیچے ڈیرہ ڈال دیا گیا اور خوش گپیاں ہونے لگیں۔

"میں ذرا بے تکلف لڑکی ہوں دوستو۔ دل میں کوئی بات آئے تو اسے سینے میں گھونٹنا کوئی اچھی بات ہے؟" اوشا نے کہا

"ہرگز نہیں اوشا"۔ تنویر بولی۔

"یہ ماحول مجھے اتنا پسند آیا ہے کہ میں یہاں کچھ دن رہنا چاہتی ہوں کیا آپ لوگ اس سلسلے میں میری مدد کریں گے؟"

"ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ کنور صاحب اوشا کو یہاں سے لے جا کر دکھا دیں"۔ محسن بولا۔

"ہائے کوئی مجھے ہمیشہ کے لیے یہاں رکھ لے"۔ اوشا کراہتی ہوئی بولی۔ فریحہ کڑی نظروں سے محسن کو دیکھ رہی تھی

"یہ معاملہ ذرا ٹیڑھا ہے"۔ محسن سر کھجاتے ہوئے بولا اور اوشا ماں کھیڑہ کے بارے میں کچھ کہانیاں سنانے لگی۔ ہما نے گردن گھما کر مجھ سے سرگوشی کی "یہ لڑکی کچھ عجیب نہیں ہے"؟

"کیسے؟"

"بس اس کی باتیں۔ یا تو یہ بہت معصوم ہے یا پھر بگڑی ہوئی۔ ڈیڈی اس کا علاج کر رہے ہیں"۔

"چلو تمہیں معلوم ہے تو پھر یہ سوال بیکار ہے"؟

"عام حالات میں تو ٹھیک ہے"۔

"ہاں الجھا ہوا ذہن ہے بے چاری کا"۔

"فریحہ پر غور کرو"۔ ہما مسکرا کر بولی۔

"کیوں کیا ہوا"؟

"چند گھنٹوں میں ہی الجھ گئی ہے۔ اوشا لڑکیوں کی نسبت مردوں میں زیادہ دلچسپی لے رہی ہے"۔

"محسن سے کوئی بات ہوئی ہے"؟ میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"اردگرد گھوم رہی ہے اس کے۔ بہت سے مشورے بھی دے چکی ہے صحت اور جوانی سنبھال کر رکھنے کے"۔

"تب تو خوب رہے گا"۔

"نہیں فریحہ بہت حساس ہے کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے"۔

"محسن کو سمجھا دیں گے"۔

"آپ سے بھی بہت بے تکلف ہے"۔

"فطرتاً ایسی ہے ورنہ صرف ڈاکٹر صاحب کے ذریعہ اس سے ملاقات ہوئی تھی وہ بھی مختصر"۔ میں نے جواب دیا۔ ہما مطمئن ہو گئی۔

شام کو پانچ بجے تنویر انیکسی میں آ گئی۔ ایسا ایک آدھ بار ہی ہوا تھا۔ میں اسے دیکھ کر چونک پڑا "خیریت۔ آپ؟"

"معافی چاہتی ہوں۔ ڈیڈی نے پیغام دیا ہے کہ چلئے آپ ان کے ساتھ ہی بیٹھیں"۔

"ارے فون کر دیتے مجھے"۔

"کر رہے تھے۔ میں نے کہا یہ پیغام میں دے دوں گی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ بھی میری آمد سے اس طرح الجھ جائیں گے"۔ تنویر بولی۔

"میں آپ کو الجھا ہوا نظر آتا ہوں محترمہ"۔ میں نے کہا۔

"ایسا ہی لگ رہا ہے"۔

"تشریف تو رکھیے"۔

"شکریہ"۔ وہ بیٹھ گئی۔

"پتا نہیں کیا غلطی ہو گئی، بعض اوقات پرخلوص الفاظ کی ادائیگی میں بھی غلطی ہو جاتی ہے۔ حالانکہ آپ کی آمد کے بارے میں پوچھنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ۔ کہ آپ بہت کم ادھر آتی ہیں"۔

"آنا چاہتی ہوں لیکن ہر بار راستہ رک جاتا ہے"۔ تنویر نے کہا اور میں اس کے لہجے کی سنجیدگی پر چونک پڑا "تب میں نہیں سمجھا"؟ میں نے تعجب سے کہا۔

"آپ مصروف ہی اتنے رہتے ہیں کبھی کسی چکر میں کبھی کسی میں۔ بوڑھے کا معاملہ ختم ہوا تو اور نہ جانے کیا بکھیڑے لے بیٹھے اور پھر رہتے ہیں اس بات پر کہ خود کو ہم لوگوں سے الگ تھلگ ظاہر کریں"۔ تنویر نے کہا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنے الفاظ سے بوکھلا گئی تھی اور اب بے تکے انداز میں بول رہی تھی۔ پھر وہ گہرے گہرے سانس لینے لگی اور بولی "اس بے تکلفی کے لیے معافی چاہتی ہوں لیکن جو دل میں تھا کہہ گئی"۔

"شکایت تو یہی ہے تنویر کہ دل سے کچھ کہہ جاتی ہیں تو معافی مانگ لیتی ہیں۔ گویا اعتراف کرتی ہیں کہ آپ سے غلطی ہو گئی"۔ میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔ اس کی بوکھلاہٹ سے لطف آ رہا تھا۔

"میرا یہ مطلب تو نہیں تھا"۔ اس کی آواز میں لرزش پیدا ہو گئی۔

"چلیے پھر مطلب بتا دیجیے"۔

"آپ۔ آپ تختِ طاؤس بن گئے ہیں، کبھی انگریزوں کے قبضے میں کبھی مغلوں کے اور کبھی ہندوؤں کے"۔ وہ بولی اور ہنس پڑی۔ اب وہ خود کو سنبھال رہی تھی۔

"انگریز، مغل، ہندو؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"انگریز جولیا۔ طاہر انکل مغل ہیں۔ اور اوشا۔ دیکھیے آپ نے خود ہی بے تکلفی کی اجازت دی ہے"۔ تنویر ہنس پڑی۔ میں نے بھی اس ہنسی میں اس کا ساتھ دیا۔ پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی "چلتی ہوں چائے کا وقت ہونے والا ہے۔ خدا حافظ"۔ وہ رکی اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"وہ تنویر، تمہاری ایک چیز میرے پاس آ گئی ہے۔ اتفاق سے۔ ایک منٹ دیتا ہوں"۔ میں نے کہا اور کاغذ کا وہ پرزہ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا جس پر شعر لکھا ہوا تھا۔

"یہ میرا ہے"؟ اس نے قریب آ کر ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر بری طرح چونک پڑی "ارے یہ۔ یہ"؟ اس نے پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر پرزہ جھپٹ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔ میں شرارت آمیز انداز میں مسکراتا رہا۔

تنویر کے لباس کی خوشبو دیر تک کمرے میں بکھراتی رہی۔ میں نے کپڑے تبدیل کیے اور باہر نکل آیا۔ لان کے ہنگامے بے حد دلچسپ تھے۔ فریحہ بے حد دلچسپ لڑکی تھی اور محسن کا چہرہ کچھ اترا اترا نظر آ رہا تھا۔ پھر لان پر چہل قدمی ہونے لگی۔ محسن موقع دیکھ کر میرے پاس آ گیا "یار عزالی سنبھالو زندگی کی گاڑی کا ایک پہیہ کچھ ٹیڑھا ہو گیا ہے"۔ محسن نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا ہوا"؟

"فریحہ سخت اپ سیٹ ہے۔ یہ کماری اوشا دیوی کیا چیز ہیں آخر"؟

"کیا ہوا"؟ میں بے اختیار ہنس پڑا۔

"یار خوفناک لڑکی ہے۔ بے موقع اور بے تُکا بولتی ہے۔ کہنے لگی رات کو بارہ بجے کے بعد زندگی جوان ہوتی ہے ایک

جگہ منتخب کر کے مجھے دعوت دے دی ہے کہ پیڑوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ فریحہ نے سن لیا اور غضب ہوگیا۔ وہ تو فوراً جا رہی تھی بڑی مشکل سے روکا ہے میں نے۔"

"اوشا دماغی مریضہ ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں ڈاکٹر طاہر علی کے زیرِ علاج ہے جو کچھ بکتی ہے دیوانگی کے عالم میں بکتی ہے۔"

"اماں نہیں۔ اچھی خاصی تو ہے مذاق کر رہے ہو مجھ سے!"

"ڈاکٹر طاہر علی سے پوچھ لو۔"

"مگر دیوانگی کا یہ انداز؟"

"اس کے بارے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

"افسوس بھی ہوا۔ بے حد خوبصورت لڑکی ہے مگر بھائی کچھ مدد کرو ذرا فریحہ کو سنبھال لو۔"

"مجھے کیا پڑی ہے بھگتو۔"

"دوستی کے نام پر۔" محسن گڑگڑایا اور میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ کوشش کرتا ہوں۔ اطمینان رکھو۔" پھر وہاں سے آگے بڑھ کر اوشا کے قریب پہنچ گیا۔ "کماری اوشا اب یہاں بہت خوش نظر آتی ہیں۔"

"ہاں مگر تم سے ناراض ہوں!" اوشا نے کہا۔ میں نے چور نگاہوں سے فریحہ کو دیکھا، وہ قریب ہی موجود تھی۔ اور یقیناً ہماری گفتگو سن رہی تھی۔

"اوہ کیوں کماری جی؟"

"مان کھیڑہ سے مجھ سے ملے بغیر چلے آئے۔ جیسے میں کچھ ہوں ہی نہیں۔ ساتھ گزاری ہوئی حسین راتیں بھی تمہیں یاد نہ رہیں۔ تالاب کا کنارہ، خنک ہوائیں اور تنہائی۔ سب کچھ ایک لمحے میں بھول گئے سب کچھ اور اب یہاں اس طرح اجنبی ہو جیسے پہلے ملاقات ہی نہ ہوئی ہو۔"

"کماری اوشا۔ میں آپ کا ہم پلہ کہاں ہوں۔ اسی لیے جرأت نہیں کر سکا تھا۔" میں نے گردن سہلاتے ہوئے کہا۔

"فضول باتیں ہیں۔ جب میں تمہیں چاہتی ہوں تو تمہیں کیا ڈر ہے۔ سنو رات کو میں اپنے کمرے میں تمہارا انتظار کروں گی۔ وعدہ کرو آؤ گے۔"

"رات کو بارہ بجے تو آپ اپنے کمرے میں موجود نہ ہوں گی۔"

"تمہارا انتظار کروں گی۔ بھولنا نہیں۔" اس نے کہا۔ اسی وقت کنور صاحب اس طرف آ گئے اور یہ سلسلۂ گفتگو منقطع ہوگیا۔ لیکن اوشا کے الفاظ سے مجھے بخار چڑھ رہا تھا۔ انوکھی مصیبت تھی۔ کہیں کوئی حادثہ نہ ہو جائے۔ اسے تو دیوانہ قرار دے دیا جائے گا لیکن میری صفائی مشکل ہوگی۔

میں نے فریحہ کو بھی اسی وقت سمجھانا ضروری سمجھا ورنہ میری پوزیشن خراب ہو جاتی۔ "محسن نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ اس سے ناراض ہوگئی ہیں بھابی بیگم؟"

"یہ سب کیا ہے غزالی بھیا۔ مجھے معاف کیجیے میں آپ کی اور اوشا کی باتیں سن چکی ہوں، بارہ بجے رات کو اس نے محسن کو لان پر آنے کی دعوت دی ہے۔"

"وہ بدنصیب لڑکی دماغی عارضے کا شکار ہے۔ معلوم نہیں اس کی زندگی میں کونسا دکھ بھرا حادثہ ہوا ہے۔ بظاہر ٹھیک ہے لیکن ان باتوں کی عادی ہے۔ مان کھیڑہ میں وہ مجھے ملی تو میں پریشان ہوگیا پھر ڈاکٹر طاہر علی نے مجھے اس کے بارے میں بتایا۔ وہ اس کے معالج ہیں۔ ان باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیں بھابی بیگم رات کو وہ اطمینان سے آپ کے کمرے میں سوتی رہے گی۔"

"خدا کی پناہ۔ کیا واقعی؟"

"ڈاکٹر طاہر علی موجود ہیں۔" میں نے ڈاکٹر صاحب کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں نہیں آپ جو کہہ رہے ہیں غلط تو نہیں ہوگا۔ یہ تو محسن کو بھی مسلسل بور کیے جا رہی ہے۔"

"اوہ۔ خیریت۔ میرے خیال میں محسن مجھ سے یہی کہنا چاہ رہا تھا۔" میں نے انجان بن کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"بس اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ غزالی یہ اوشا کیا مصیبت ہے، ضرورت سے زیادہ فری ہونے کی کوشش کر رہی ہے کہ اسی وقت حسن صاحب قریب آ گئے۔"

"واقعی یہ لڑکی تو کسی کو بھی بدنام کر سکتی ہے۔"

"نہیں فریحہ اسے جان لینے کے بعد کوئی اس کی باتوں پر توجہ نہیں دے گا۔ بہرحال بے چارے کنور پربھات کی بدقسمتی ہے کیا کیا جا سکتا ہے۔" میرا جملہ سن کر فریحہ کے چہرے پر اطمینان کی لہریں پھیل گئیں۔

دوسرے دن کنور پربھات مان کھیڑہ چلے گئے لیکن کماری جی ضد کر کے یہیں رہ گئی تھیں۔ تنویر وغیرہ ان کی پذیرائی کر رہی تھیں۔ فریحہ نے تنویر کو بھی صورتِ حال بتا دی تھی اور تنویر نیک نفس لڑکی تھی اس لیے وہ بطور خاص اوشا کی خاطرداریوں میں مصروف تھی۔

کنور پربھات ضروری تیاریوں کے لیے مان کھیڑہ گیا تھا۔ چوتھے دن واپس آیا تو اس کے ساتھ دو خادمائیں اور ایک نوجوان

تھا۔ خادمائیں اور سکریٹری کو اس لیے لایا گیا تھا کہ جب بھی کماری جی یہاں سے اکتا جائیں تو انہیں واپس لے جایا جائے۔ طاہر علی کے تعلقات واقعی شاندار تھے۔ انہوں نے چند روز میں ہی مکمل انتظامات کر لیے اور سب سے پہلی ٹیم کی روانگی کا وقت آ گیا۔ کنور پربھات اور حسن صاحب کو سب سے پہلے روانہ ہونا تھا۔ حسن صاحب نے مجھے ڈائری ڈاک کے ذریعے مل جانے کا واقعہ سنایا لیکن یہ بھی کہا کہ انہوں نے یہ بات کسی کو نہیں بتائی ہے۔ میں نے اس پر حیرت کا اظہار ضرور کیا تھا لیکن کوئی تبصرہ نہیں کیا البتہ حسن صاحب بہت حیران تھے۔ ہم لوگ انہیں ایئرپورٹ چھوڑنے گئے۔ گھر کے دوسرے لوگ بھی تھے۔ حسن صاحب سے آخری گفتگو ہوئی اور پھر وہ کنورز کے ساتھ چلے گئے۔ واپسی میں محسن نے کہا۔ "سنا ہے تم لوگوں کو بھی کہیں جانا ہے۔ یہ چکر کیا ہے آخر؟"

"حسن صاحب نے کچھ کاروباری ذمہ داریاں میرے سپرد کی ہیں۔"

"تم بھی تبت جاؤ گے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کتنے دن کا پروگرام ہے؟"

"پندرہ بیس دن سے زیادہ کا نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اصل بات کسی کو نہیں بتائی جا سکتی تھی، میٹنگ میں اس کا فیصلہ ہو گیا تھا۔ محسن کے جانے کے بعد تنویر اینکسی میں آ گئی۔ چہرے پر سنجیدگی طاری تھی۔

"ہیلو تنویر۔ خیریت؟" میں نے پرخلوص انداز میں کہا۔

"آپ کا پروگرام طویل بھی ہو سکتا ہے کیا؟" اس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کونسا پروگرام؟"

"آپ کے باہر جانے کا۔" تنویر نے اسی سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں اس کے امکانات ہیں۔" میں نے کہا اور تنویر نے گردن جھکا لی۔ چند لمحات خاموش رہی پھر بولی "زیادہ سے زیادہ کتنا طویل ہو سکتا ہے؟"

"کوئی کام ہے مجھ سے تنویر۔ بہت سنجیدہ ہیں آپ۔ اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ کافی دنوں سے آپ پر یہ کیفیت طاری ہے جبکہ آپ بے حد شگفتہ مزاج تھیں۔"

"میں آپ سے شرمندہ ہوں غزالی۔ خود کو اس حماقت سے روکنا چاہتی ہوں لیکن خود اپنا تجزیہ کر کے چونکنا ہو گئی ہوں۔ ان داستانوں کا ہمیشہ مذاق اڑاتی رہی ہوں لیکن کچھ ہے ضرور جس کے چرچے ہیں۔ غزالی کہوں گی نہیں تو بے چین رہوں گی۔ دل کو سکون دینا چاہتی ہوں۔ بہت سوچتی رہی ہوں۔ بہت غور کرتی رہی ہوں خود پر۔ یہ احساس بھی ہے کہ الفاظ زبان تک آ کر رسوا کر دیتے ہیں، ذات کا بھرم ٹوٹ جاتا ہے۔ خود کو بہت طاقتور سمجھتی تھی لیکن بے بس ہو گئی ہوں۔ آپ نہ جانیں گے تو کیسے سوچیں گے میرے بارے میں۔ کہنا تو ضروری ہوتا ہے نا غزالی۔"

میں خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا اور حیران تھا اور پریشان بھی۔ تنویر دل کی امانت مجھے سونپنا چاہتی تھی۔ مجھے وہ کچھ دینا چاہتی تھی جو میں نہیں لینا چاہتا تھا۔ میرے ناہموار راستے اس بوجھ کے متحمل کہاں تھے۔ لیکن وہ میری کیفیت سے ناآشنا گردن جھکائے کہے جا رہی تھی۔

"آپ کو ہما سے منسوب کر لیا گیا۔ کوئی آپ کا نام لیتا تو ہما کا نام بھی ساتھ ہوتا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ لوگ آپ کے بارے میں کچھ کہیں تو مجھے شرم آئے۔ میری آنکھوں میں حیا گھل جائے۔ لیکن جب آپ نے ہما کے بارے میں کوئی تردید نہ کی تو میں نے خود کو سنبھالا۔ سمجھایا۔ اچھا نہ لگتا تھا یہ سب کچھ۔ آپ ہمارے پاس آئے تو ہم نے، میں نے آپ کو بالکل اپنا سمجھا بلا شرکتِ غیرے۔ لیکن ہما کے نام پر آپ نے اعتراض نہ کیا تو میں نے سمجھا کہ آپ ہما کے ہیں۔ یقین کریں خدا کی قسم سنبھال لیا تھا خود کو، یہ سوچا تھا کہ آپ ہمارے ضرور ہیں،

میرے نہیں۔ پھر جولیا نے آپ پر حق جتایا، سرگوشیاں کیں، ہما کچھ پیچھے سرک گئی۔ میں نے آپ کو دیکھا لیکن آپ نے اس کی بھی تردید نہیں کی تو میں نے سوچا کہ کیا ہما بھی غلط فہمی کا شکار رہے۔ جولیا چلی گئی۔ ہما رہ گئی۔ ہما کا حادثہ ہوا تو آپ نے کہا کہ ہما پر توجہ دی جائے۔ اس کا احترام کیا جائے۔ آپ ہما سے پوچھ لیں۔ اس دن کے بعد میں نے ہما کا ہمیشہ خیال رکھا آپ کے نام پر غزالی۔ آپ میرے نہیں ہمارے تو تھے۔ پھر آپ دونوں نے اپنے درمیان سرگوشیوں کے کسی رشتے کی تردید کر دی۔ مجھے کسی پر نہیں آپ پر اعتماد تھا غزالی، آپ جھوٹ نہیں بولتے۔ اس تردید نے میرے دل میں پھر طوفان جگا دیے۔ اور کچھ کہوں غزالی۔ اور کچھ کہنا ضروری ہے؟" اس کی آواز رندھ گئی۔ وہ واپسی کے لیے مڑ گئی۔ میں نے اسے روکنا چاہا لیکن آواز نہیں نکل سکی۔ اور وہ برق رفتاری سے ٹیکسی سے باہر نکل گئی۔

میں پریشان کھڑا رہا۔ تنویر بے حد نفیس طبیعت کی مالک تھی۔ کوئی اوچھا پن نہیں تھا اس میں لیکن ہر عمر کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ وہ نوجوان تھی، جذبے رکھتی تھی اور ان جذبوں کے اظہار میں حق بجانب تھی۔ بدقسمتی میری تھی کہ میں اس کے جذبوں کا جواب ابھرتے جذبوں سے نہیں دے سکتا تھا۔ میرے تو حالات ہی مختلف تھے۔ ان نزاکتوں کا بوجھ سنبھالنا ابھی میرے لیے ممکن ہی کہاں تھا۔ دل کو اس احساس میں جلانا شروع کر دیتا تو سوزش ہی مقدر میں ہوتی۔ اور میں اس آگ سے دور ہی رہنا چاہتا تھا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ تنویر کے لیے کیا کروں۔ اسے سمجھانے کے لیے میرے پاس مناسب الفاظ نہیں تھے۔



دوسرے دن دوپہر کو طاہر علی میرے پاس آ گئے۔ آسٹن بھی ساتھ تھا۔ انھوں نے اطلاع دی کہ آج رات وہ بھی روانہ ہو جائیں گے، کہنے لگے۔ "اب مزید کٹھن کام نہیں رہ گیا ہے اس لیے وقت ضائع کرنا حماقت ہے لیکن تمہارا پروگرام نہیں معلوم ہو سکا۔ تمہیں کتنا وقت لگے گا؟"

"صحیح بات آپ کو ایئرپورٹ پر بتاؤں گا۔ میں خود اسی سلسلے میں نکلنے والا تھا۔"

"اندازاً!" طاہر علی نے پوچھا۔

"اس ہفتے کے اندر اندر۔" میں نے جواب دیا۔

"میں بھی جاپان کے قیام کو مختصر ترین کروں گا۔ حسن نے مجھے واسکاٹ کی ڈائری دکھائی تھی اور ان جگہوں کی نشاندہی کر دی تھی جہاں سے ان لوگوں نے بوڑھے کو حاصل کیا تھا۔ میں انتہائی کوشش کروں گا کہ وہاں حقائق معلوم کروں۔ زیادہ سے زیادہ دو ہفتے وہاں رکوں گا اس کے بعد لہاسہ پہنچ جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے طاہر علی صاحب، مقررہ جگہ پر میں آپ سے ملوں گا۔ ہمارے درمیان پروگرام طے ہے۔"

"ہاں غزالی۔ لیکن تمہارا پروگرام سب سے زیادہ مخدوش بلکہ خطرناک ہے۔ اس لیے میری ہدایت ہے کہ بہت سنبھل کر کام کرنا۔ خدا کرے کہ ہم نے تمہیں اس خطرناک راستے کو منتخب کرنے کی اجازت دے کر کوئی غلطی نہ کی ہو۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔" میں نے جواب دیا۔ طاہر علی سے پورا پروگرام معلوم کر لیا گیا اور اس کے بعد وہ آسٹن کے ساتھ واپس چلے گئے۔ میں نے قادر سے فون پر رابطہ کیا۔ قادر موجود تھا۔ "تم بھول تو نہیں گئے قادر۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اس دوران تم نے فون تو نہیں کیا تھا غزالی بھائی؟"

"نہیں۔ کیوں؟"

"میں موجود نہیں تھا۔ اسی سلسلے میں گیا تھا۔"

"اوہ کیا پوزیشن ہے۔"

"میں نے کہا تھا غزالی بھائی کہ کچھ بدلیاں ہوئی ہیں جن کی وجہ سے قدرے مشکل ہو گئی ہے۔ حالات ابھی ٹھیک ہوتے نہیں نظر آ رہے اس لیے دوسرا کام کرنا پڑے گا۔"

"کب تک؟"

"بس اب کوئی بات نہیں ہے۔ جب بھی پروگرام بنا لو۔ آج مل لو مجھ سے ساری رام کہانی سنا دوں گا۔"

"پروگرام تو پکا ہے نا؟"

"پکے کی بات کر رہے ہو۔ میں اب اس میں زیادہ وقت نہیں ضائع کرنا چاہتا۔ آج ان لوگوں کو اطمینان دلا کر روانہ کر دیا ہے۔"

"چلے گئے وہ لوگ؟"

"ہاں صبح دس بجے چلے گئے۔"

"میں تین بجے کے قریب تمہارے پاس پہنچوں گا!"

"انتظار کروں گا۔" قادر نے جواب دیا۔ اور میں نے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ ذہن شدید انتشار کا شکار تھا۔ ایک دو مسئلے ہوں تو انسان ان سے نمٹ لے لیکن یہاں تو مسائل کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد لیٹنے کے بجائے تیاریاں کرنے لگا۔ تیاریوں سے نمٹ کر باہر نکل آیا۔ دن کے تین بجے تھے اس لیے ماحول پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ تنویر کی خواب گاہ کی کھڑکی پر نگاہ پڑی تو دل میں ایک عجیب سا خیال آیا۔ نہ جانے کیا کر رہی ہوگی۔ اس خیال کو ذہن سے جھٹک کر باہر نکل آیا اور پھر کار قادر کی رہائش گاہ کی طرف دوڑنے لگی۔ القادر کے سامنے کار سے اترتے ہوئے میں نے دوسرے سارے خیالات ذہن سے جھٹک دیے تھے۔

قادر میرا منتظر تھا۔ ہمیشہ کی مانند پرتپاک انداز میں مجھ سے ملا۔ اور پھر میرے لیے کافی طلب کر کے اس نے اپنے آدمی سے کہا کہ اب کسی کو اس وقت تک اندر نہ آنے دے جب تک وہ اجازت نہ دے دے۔

کافی پیتے ہوئے اس نے کہا۔ "غزالی بھائی آج کچھ ایسی باتیں کرنے کو جی چاہ رہا ہے جو ممکن ہے تمہیں پسند نہ آئیں۔ لیکن میری درخواست ہے کہ انہیں صرف دوستانہ باتیں سمجھنا۔ وعدہ کرتے ہو کہ برا نہیں مانو گے؟"

"قادر میرے دوست یونیورسٹی میں ہمارے تعلقات زیادہ گہرے نہیں تھے لیکن اس دور کے حوالے سے ہی میں دوبارہ تم سے ملا ہوں اور تم نے جس طرح میری پذیرائی کی ہے اسے میں بھلا نہیں سکتا۔ آج تک میں ہی تمہیں پریشان کرتا رہا ہوں تمہارے لیے میں نے کیا کیا؟ اس لیے دوست میں تمہارے خلوص پر کوئی شک نہیں کر سکتا۔"

"شکریہ غزالی بھائی۔ تم شریف آدمی ہو اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے مجھے لیکن کیا یہ سب کچھ پراسرار نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ بوڑھا کون تھا جو میرے لیے رسوائی کا سبب بن گیا اور آج تک میں خود پر لعنت بھیجتا ہوں کہ تمہارا اتنا سا کام نہ کر سکا۔ بات پراسرار ہے، ایک پولیس مین بھی اس میں ملوث تھا۔ مختصراً ہی سہی لیکن مجھے بتاؤ تو یہ جھگڑا کیا ہے اور اب غیر قانونی طور پر تبت جانا چاہتے ہو جبکہ قانونی طور پر بھی تمہارا وہاں جانا مشکل نہیں ہے۔"

"میرے پیارے دوست، میری فطرت کے بارے میں تم اندازہ لگا چکے ہو گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں مجرمانہ ذہنیت کا انسان نہیں ہوں۔ ساتھ ہی مجھ میں یہ خرابی بھی ہے کہ اگر مجھے کوئی اپنا راز سونپ دے اور اس کا مجھے امین بنا دے تو پھر وہ راز میری زندگی کا حصہ بن جاتا ہے۔ یہ کہانی بھی کچھ ایسی ہی ہے یوں سمجھ لو کہ حسن صاحب اور ان کے کچھ دوست ایک الجھن کا شکار ہیں اور انہوں نے اس معاملے میں مجھے رازدار بنا لیا ہے۔ یہ بتلانے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ معاملہ اسی بوڑھے کا ہے۔ اس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ تبت میں کہیں روپوش ہے ہم اسے تلاش کرنے کے لیے ہی سفر اختیار کر رہے ہیں۔"

"ہم سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میں، حسن صاحب اور چند دوسرے افراد۔"

"تو کیا تمہارے ساتھ دوسرے لوگ بھی جا رہے ہیں؟"

"میرے ساتھ نہیں!" وہ لوگ قانونی طور پر وہاں جا چکے ہیں۔ لیکن مجھے ایک پوشیدہ کردار کی حیثیت سے وہاں کام کرنا ہے۔ اس لیے میں الگ تھلگ رہنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ۔ یہ معاملہ ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تم وہاں جا کر کیا کرو گے؟"

"بوڑھے کی تلاش۔"

"آسان کام نہ ہوگا۔"

"اب جو بھی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور قادر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر اس نے کافی کا آخری گھونٹ لے کر پیالی رکھ دی اور بولا "نیپال کے راستے سے تبت میں داخل ہو کر تمہاری پہلی منزل کونسی ہوگی؟"

"اس دوران میں نیپال کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔ کھٹمنڈو سے ساگرماتھا کے علاقے میں داخل ہوں گا اور پھر وہاں سے اپنا کام کرتا ہوا لہاسہ پہنچ جاؤں گا جہاں وہ لوگ میرے منتظر ہوں گے۔ اس دوران کہاں کہاں جاؤں گا۔ اس کا کوئی پروگرام نہیں ہے میرے ذہن میں۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہیں یقین ہے کہ تم اپنا کام کر لو گے؟"

"اسی ارادے سے جا رہا ہوں قادر۔ کامیابی اور ناکامی تو تقدیر کے کھیل ہیں۔ تمہاری لائن کے لوگوں سے ملاقات ہو گئی تو میرا کام آسان ہو جائے گا بہرحال یہ ایک جوا ہے جو کھیلنا ضروری ہے۔"

"بہت مخدوش پروگرام ہے لیکن تم بہتر سمجھتے ہو گے۔ میں تمہیں چند لوگوں کے نام اور پتے دے دوں گا۔ یہ یقیناً تمہارے کام آئیں گے لیکن غزالی بھائی نہ جانے کیوں ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے دل کچھ کہہ رہا ہے بس جی چاہتا ہے کہ تمہیں اس کام سے روک دوں۔" قادر نے پھیکے سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں قادر۔ اس کا تو اب کوئی امکان ہی نہیں ہے۔"

"تو گویا تم تیار ہو بالکل؟"

"ہاں۔ قطعی۔"

"ہم کل ہی روانہ ہو جائیں گے۔ میں نے تمہیں بتایا ہے نا کہ جو لوگ سرحدوں پر اپنے شناسا تھے وہ وہاں سے ہٹ گئے ہیں۔ لیکن کاروبار تو کاروبار ہوتا ہے۔ میں کچھ ایسے لوگوں سے ملنے گیا تھا جو ان راستوں پر کام کرتے ہیں۔ پتا چلا کہ ان علاقوں پر آجکل سختی ہے۔ ادھر مال پہنچانا بھی ضروری ہے میں نے ان دونوں سے وعدہ کر لیا ہے۔ لمبی پکڑ ہے اور پھر مستقل کام ہے اس لیے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ تمہاری بات نہ ہوتی تو پرواہ نہیں تھی لیکن خیر کوئی ترپ لگائیں گے۔"

"کیا مطلب۔"

"سودا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ مال نہیں لے جا سکتے تھے اب مجھے خود اس کی ڈلیوری دینی ہوگی۔ اکیلے سرحد پار کر جانا تو کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن مال کے ساتھ ذرا مشکل ہوتی ہے۔ دوسرے ہندوستانی سرحدیں چین کی وجہ سے کڑی چل رہی ہیں، صرف نیپال کا راستہ رہ

جاتا ہے۔ تمہیں تو علم ہی ہے کہ نیپال کے تین طرف ہندوستان ہے اور شمالی علاقہ تبت سے ملتا ہے۔

"ہاں یقیناً۔"

"تو پھر تیار ہو جاؤ۔ ہمیں ٹرکوں کے ذریعے سفر کرنا ہے۔"

"میں تیار ہوں قادر۔ اگر دور تک تمہارا ساتھ ہو جاتا ہے تو اور لطف رہے گا۔ میں تو اس پروگرام سے بہت خوش ہوں۔"

"تو ہم بھی خوش ہیں۔ کل شام کو چھ بجے ساری تیاریوں کے ساتھ یہاں آجاؤ۔ نو بجے کے قریب یہاں سے چل پڑیں گے۔" قادر نے کہا۔ مزید کچھ دیر گفتگو کے بعد میں قادر کو خدا حافظ کہہ کر چلا آیا۔ بدن میں ایک سرد سی اینٹھن ہو رہی تھی۔ اب تک جو کچھ ہوا تھا اپنے وطن اپنی سرزمین میں ہوا تھا لیکن اب بات وطن سے باہر نکل رہی تھی اور زندگی میں پہلی بار اپنی سرزمین چھوڑ رہا تھا، وہ بھی انتہائی خطرناک حالات میں۔ اپنی ناتجربہ کاری کا پورا پورا احساس تھا۔ قادر نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی کانوں میں گونج رہا تھا۔ ایسے حالات پر اگر سنجیدگی سے غور کیا جاتا تو واقعی مضحکہ خیز تھے۔ پانچ بے وقوف ایک ایسے خزانے کی تلاش میں مصروف تھے جسے حکومتیں بھی حاصل نہ کر سکی تھیں۔ پانچوں ان معاملات میں ناتجربہ کار تھے، کسی کے سامنے کوئی لائحہ عمل نہیں تھا اور ایک ایگریکلچرسٹ ان کی ٹیم کا سربراہ تھا۔ پُرلطف داستان تھی۔

میں کوٹھی میں واپس آیا تو دل میں طرح طرح کے خیالات امنڈے چلے آ رہے تھے۔ شام کو طاہر علی وغیرہ کو چھوڑنے جانا تھا۔ مسٹر آسٹن انہیں کے پاس چلے گئے تھے چنانچہ میں طاہر علی کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ ہما نے برآمدے میں میرا استقبال کیا تھا۔ وہ اب بالکل ہی تبدیل ہو گئی تھی۔ لباس نہایت سادہ ہو گیا تھا، طبیعت میں بھی بڑی نمایاں تبدیلی ہو گئی تھی۔ طاہر علی اور آسٹن مختصر سامان کے ساتھ تیار تھے۔ میں انہیں اپنی کار میں لے کر چل پڑا۔ ہما بھی میرے ساتھ تھی۔ ایئرپورٹ پر ان دونوں کو خدا حافظ کہا۔ طاہر علی نے ہما کی پیشانی چومی اور مجھے ہدایت کی کہ اب ہما کو حسن صاحب کی کوٹھی پر لے جاؤں۔

راستے میں ہما نے کہا۔ "کیا یہ دیوانگی نہیں ہے غزالی؟"

"کیا مطلب؟"

"ان میں سے ایک بھی تو غیر سنجیدہ یا کم عمر نہیں ہے۔ سب ہی تجربہ کار اور عمر رسیدہ لوگ ہیں۔ ڈیڈی نے مجھے بتایا ہے کہ تم لوگوں کا مشن کیا ہے، کیا صرف زندگیاں خطرے میں نہیں ڈالی جا رہی ہیں؟"

"بس ایک شوق ہے ہما۔ دیکھو اس کی تکمیل کس طرح ہوتی ہے۔ ویسے ہما یہ بات تمہیں اپنے دل میں رکھنی ہے اور دوسروں کو اس بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔"

"ڈیڈی نے مجھ سے کہہ دیا تھا۔ اس لیے اطمینان رکھو۔" ہما نے جواب دیا۔ اسے پہنچانے اندر گیا تو اوشا کماری نظر آ گئیں۔ فوراً ہی ہماری طرف لپکی تھیں۔ "کہاں سے آ رہے ہو تم دونوں؟"

"آپ کیسی ہیں اوشا کماری؟" میں نے اس کے بے تکے سوال کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔

"سخت بور ہو رہی ہوں۔ بے رنگ زندگی ہے یہاں کی۔ ہر شخص خود میں مگن ہے۔ سنو تم اپنے سارے پروگرام ترک کر دو مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"تنویر کہاں ہیں؟" میں نے پھر اس کی بات نظرانداز کر دی تھی۔

"آؤ اوشا اندر چلیں اگر آپ مصروف ہیں غزالی تو جائیں۔ میں اوشا کماری کو بوریت سے بچا لوں گی۔" ہما نے کہا۔

"ہائے تم میرے درد کا درماں نہیں بن سکتیں۔ تم کیا جانو مجھے کیا چاہیے۔" اوشا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ہما کسی نہ کسی طرح اسے اندر لے گئی۔ میرا دل بھی چاہا کہ میں اندر جا کر تنویر کو دیکھوں لیکن پھر خود کو اس سے باز رکھا اور واپس اینکسی میں آ گیا۔ کریم بابا کو بھی کل کی روانگی کے بارے میں بتانا ضروری تھا۔ وہ بے چارے یہی سمجھ رہے تھے کہ حسن صاحب نے کاروباری امور میں میری ذمہ داریاں بڑھا دی ہیں اور میری ترقی ہو گئی ہے چنانچہ انہوں نے بہت سی دعائیں دے ڈالیں۔

رات کو بستر پر لیٹ کر صحیح معنوں میں لطف آیا تھا۔ لاتعداد وسوسے اور ہزاروں خیالات ذہن میں سر ابھار رہے تھے۔ تبت کی پُراسرار سرزمین مجھے آواز دے رہی تھی، نہ جانے کیسے کیسے ہنگامے وہاں انتظار کر رہے تھے۔ لیکن دل کو مضبوط کرنا ضروری تھا اسی طرح مستقبل بنتا ہے، ورنہ ساری زندگی بے مقصد گزر جاتی ہے۔

صبح اٹھا تو بالکل پُرسکون تھا۔ ابھی کسی کو اپنی روانگی کے بارے میں بتانا ضروری نہ سمجھا۔ خواہ مخواہ سوالات کا نشانہ بن جاؤں گا۔ لیکن پورا دن گھر میں ہی گزارا تھا، شام کو پانچ بجے محسن کو بتایا کہ میں چھ بجے تک روانہ ہو رہا ہوں اور متوقع ہنگامہ ہو گیا۔ ذرا سی دیر میں بیگم صاحبہ تک اینکسی میں آ گئیں لیکن ان میں تنویر نہیں تھی۔ میں ہر آہٹ پر اس کے آنے کا گمان کرتا رہا لیکن پونے چھ بجے تک تنویر نہیں آئی۔ بیگم صاحبہ جا چکی تھیں۔ ہما میرے ساتھ تھی۔ اوشا کماری ناراض ہو کر چلی گئی تھیں۔ میں ان لوگوں سے معذرت کر کے کوٹھی کی طرف چل پڑا اور پھر تنویر کی خواب گاہ کے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ۔" اس کی آواز ابھری لیکن مجھے دیکھ کر وہ ششدر رہ گئی۔ ایک کھلی کتاب اس کے ہاتھ میں تھی۔

"میں آپ سے ملنے آیا ہوں تنویر۔"

"میں بس آ رہی تھی۔ کچھ طبیعت خراب ہے۔ دیر ہونے کی معافی چاہتی ہوں۔"

"خدا حافظ تنویر۔ آپ سے ملے بغیر نہیں جا سکتا تھا۔ آرام کیجیے۔" میں نے کہا اور فوراً ہی باہر نکل آیا۔ کچھ عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے مجھے تنویر سے شکایت ہو۔ محسن نے تھوڑی دیر لیٹ جانے کی پیش کش کی تو میں ہنس پڑا۔

"غریب آدمی ہوں یار۔ ہوائی جہاز کے سفر کی عیاشی نہیں کر سکتا، آرام کرو مجھے بس ایک ٹیکسی کی ضرورت ہے جو راستے سے لے لوں گا۔"

"کیا فضول بات ہے۔" محسن بگڑ کر بولا۔

"سچ محسن ہوائی سفر نہیں کروں گا۔" بمشکل محسن سے پیچھا چھڑایا تھا اور پھر ایک ٹیکسی سے القادر پہنچ گیا۔ قادر کے پاس چند اور بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور وہ انہیں اپنی غیر موجودگی کے کام سمجھا رہا تھا۔ میں خاموشی سے ان کے پاس بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلے گئے تو قادر نے کہا۔

"صحیح وقت پر آ گئے غزالی بھائی۔ پروگرام میں معمولی سی تبدیلی ہوئی ہے۔ بس آدھے گھنٹے کے بعد یہاں سے نکل چلیں گے۔"

"اور اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔ قادر سے اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ اس نے کئی فون کیے تھے۔ کوڈ کی زبان میں گفتگو کرتا رہا۔ پھر ایک ملازم نے گاڑی آنے کی اطلاع دی۔ یہ سیاہ رنگ کا ایک ٹرک تھا جس کا پچھلا حصہ ترپالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں اور قادر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گئے اور ٹرک اسٹارٹ ہو کر چل پڑا۔ راستے میں ایک جگہ ٹرک رکا اور دو آدمی اس کے عقبی حصے میں سوار ہو گئے۔

"پیچھے آرام کا انتظام ہے۔ بیٹھے بیٹھے تھک جاؤ تو پیچھے چلے جانا۔" قادر نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ میں سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اس لیے قادر سے مزید کوئی گفتگو نہیں کی۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے ذہن آزاد چھوڑ دیا تھا اب کسی فضول سوچ کو ذہن میں جگہ دینا حماقت تھی۔ دل جمعی سے سارے کام کرنے تھے۔

اب میرا ذہن کام کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا بے چارے قادر نے میری ساری ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں اس سے اچھا مجھے کوئی ساتھی نہ مل سکتا تھا۔

رات کے چار بجے ٹرک رک گیا۔ اور پھر عقب سے ایک دوسرے آدمی نے آ کر ڈرائیونگ سنبھال لی۔ قادر نے اصرار کر کے مجھے پیچھے بھیج دیا اور میں پیچھے جا کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ اس وقت میرے دل میں بھائیوں کا خیال آیا۔ میرے بھائی، باپ کی چھوڑی ہوئی زمینوں پر عیش کر رہے تھے اور میں۔ لیکن دل سے ان کے لیے کوئی بددعا نہ نکلی۔ وہ میرے اپنے تھے۔ نہ جانے کب نیند آ گئی۔ آنکھ کھلی تو عجیب سی بو ناک میں آ رہی تھی۔ ٹرک رکا ہوا تھا۔ اٹھ کر کنارے آیا تو ایک دلچسپ منظر دیکھا۔ ٹرک سڑک کے کنارے رکا ہوا تھا اور مٹی کے تیل کے چولہے پر کڑھائی چڑھی ہوئی تھی، جس میں مچھلیاں تلی جا رہی تھیں۔ قادر فولڈنگ اسٹول پر بیٹھا مچھلیاں تلنے والوں کو ہدایات دے رہا تھا۔ مجھے دیکھا تو ہنس کر بولا۔ "چلو غزالی بھائی۔ یہ پورا جنگل بیت الخلا ہے۔ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں، لوٹا اٹھاؤ اور عیش کرو۔ مگر جلدی آجانا مچھلیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔" میں ہنس کر نیچے اتر آیا تھا۔

مچھلیوں کا ناشتا بہت عمدہ تھا۔ قادر نے بتایا کہ ایک نہر کے کنارے سے گزرتے ہوئے یہ تازہ مچھلیاں خریدی گئی تھیں۔ ناشتے سے فارغ ہو کر سفر پھر جاری ہو گیا۔ جب تک سورج کی تمازت تیز نہیں ہوئی ہم پیچھے رہے اس کے بعد آگے آ کر بیٹھ گئے۔ قادر نے کہا "امید ہے کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ بس کھٹمنڈو سے سرحد عبور کرتے ہوئے کچھ دشواری ہو گی۔ میں تمہارے ساتھ "وینگ چو" تک جاؤں گا۔ اور پھر وہیں تمہیں خدا حافظ کہہ دوں گا۔"

"پروگرام کچھ بدلا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"پچھلی چوکی سے ہدایت ملی ہے۔"

"پچھلی چوکی سے۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔ اور قادر ہنسنے لگا۔ "اس کھیل کی دنیا عجیب ہوتی ہے، غزالی بھائی جاگو تو جانو۔ مگر تمہیں کیا ضرورت ہے تم شریف آدمی ہو۔ تم سو رہے تھے تو پہلی چیکنگ ہوئی اور وہیں سے کلیرنس سرٹیفکیٹ مل گیا۔ تمہاری وجہ سے میں نے مسلسل بھاگ دوڑ کی ہے۔ ورنہ میں تو ایسے ہی نکلنے کی کوشش کرتا۔"

"اوہ۔ کلیرنس سرٹیفکیٹ سے تمہاری مراد ہے...." میں نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا اور قادر ایک آنکھ دبا کر مسکرانے لگا۔

"کیا کروں قادر تم نے سونے کی جگہ اتنی آرام دہ بنا دی ہے کہ میں گہری نیند سو گیا۔ اور پھر ان ہچکولوں نے بچپن کی یاد تازہ کر دی تھی۔" میں نے کہا۔ آہستہ آہستہ میں ان حالات سے مانوس ہوتا جا رہا تھا۔ اب دل میں وسوسے بھی نہیں رہے تھے۔ قادر سے اس زندگی کے بارے میں بات چیت ہوتی تھی اور وہ مجھے بہت کچھ بتاتا رہتا تھا۔ اسی دوران اس نے مختلف حصوں میں کام کے آدمیوں کے پتے اور ان سے رابطے کے طریقے بھی بتا دیے تھے۔ میں نے حیرت سے کہا تھا "قادر تم نے یونیورسٹی سے نکل کر اتنی جلدی اس لائن میں اتنے تجربات کہاں سے حاصل کر لیے۔؟"

"یاد مت دلاؤ یار۔ یوں سمجھو اپنی تقدیر میں یہی لکھا تھا۔ شروع سے ایسے لوگ مل گئے جو اس طرف رغبت دلاتے رہے۔ انسانی زندگی کی ابتدا جس انداز میں ہو جائے بس یوں سمجھو وہی نقش آخر ہوتا ہے۔"

سفر اسی طرح جاری رہا اور پھر تھوڑی دیر میں پہاڑی سلسلے شروع ہو گئے جہاں کا موسم اور نظارے ہی مختلف تھے۔ ٹرک کے لیے اب ہموار راستے نہیں رہے تھے۔ بلکہ وہ دشوار گذار راستوں پر سفر کر رہا تھا۔ کچھ پکی سڑکیں بھی نظر آ جاتی تھیں لیکن وہ فوجی مقاصد کے لیے تھیں اور ان پر سفر کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔

دوپہر کے وقت ٹرک کو گھنے درختوں کے ایک جھنڈ میں روک لیا گیا۔ "ہم پہلی منزل پر آ گئے ہیں،" قادر نے بتایا۔

"کیا مطلب؟"

"ان پہاڑیوں کی دوسری طرف نیپال ہے۔"

"اوہ۔ مگر یہاں سرحدی فوجی تو نہیں نظر آ رہے؟"

"یہاں سے نظر نہیں آ سکتے۔ بائیں سمت فوجی چھاؤنی ہے۔"

"سرحد کہاں سے عبور کرو گے؟"

"اسی پٹی سے۔ نیچے اتر کر دیکھو تو کسی نہ کسی گاڑی کے نشانات نظر آ جائیں گے۔"

"یہاں اس جگہ؟"

"ہاں۔ غیر فوجی گاڑیاں اسی جگہ سے سرحد عبور کرتی ہیں۔" قادر نے معنی خیز انداز میں کہا۔ پھر کھانے پینے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد قادر نے کہا۔ "اب میں چلتا ہوں ممکن ہے واپسی پر دیر ہو جائے۔ یہاں آرام سے وقت گذارو۔ ہاں خیال رکھنا اس جگہ درندے ہو سکتے ہیں۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

"پرمٹ لینے۔ سرحد عبور کرنے کے لیے پرمٹ ضروری ہے۔ ذرا یاروں سے بھی مل لوں۔"

"یہ کام باقاعدہ ہوتا ہے قادر۔؟"

"بس آنکھ کی شرم کی بات ہے ورنہ بے قاعدہ بھی شروع ہو جائے۔" قادر نے کہا اور چلا گیا۔ جاتے ہوئے اس نے دو پستول لوڈ کر کے اپنے لباس میں چھپائے تھے۔ شام کے سات بجے وہ واپس آ گیا۔ اس نے بتایا کہ صورت حال سے وہ بالکل مطمئن ہے۔ پرمٹ مل گیا۔ ساڑھے بارہ بجے یہاں سے نکلیں گے۔ اس نے مجھے تفصیل بتائی۔

باقی وقت ادھر ادھر کی گپ شپ میں گذر گیا۔ بہت کچھ دیکھنے اور سننے کو مل رہا تھا اور مجھے ان تمام چیزوں سے دلچسپی ہو رہی تھی۔ ساڑھے بارہ بجے سب ٹرک میں آ گئے اور ٹرک اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اس کی بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔ اور بڑی احتیاط اور سست رفتاری سے ڈرائیونگ کی جا رہی تھی۔ ہم ایک راستے سے گذرے پھر بلندیوں پر چڑھنا پڑا اور پھر ہموار میدان آ گئے۔ ایک وسیع میدان عبور کرنے کے بعد ٹرک ہرے بھرے درختوں کے درمیان سے گذرنے لگا۔ صبح تک یہ سفر جاری رہا اور تمام رات ہم لوگ پوری مستعدی سے جاگتے رہے۔ رات کی تاریکی میں اطراف کے مناظر اجاگر نہیں تھے۔ کہیں روشنی پھوٹی تو دور دور تک مخصوص طرز کی عمارتوں کے آثار نظر آنے لگے۔ میں دلچسپی اور مسرت سے یہ مناظر دیکھ رہا تھا۔ بالآخر ایک پہاڑی ٹیلے کی آڑ میں ٹرک روک لیا گیا۔

"اب ہم نیپال کی فضا میں سانس لے رہے ہیں۔" قادر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔ "رات بھر کی تھکن جب بھی دور ہو جائے گی سفر شروع کر دیں گے۔ اب یہ سفر زیادہ طویل نہیں رہا۔ ہاں اگر تم کچھ وقت یہاں رک کر کھٹمنڈو دیکھنا چاہو تو ضرور دیکھو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے خدا حافظ۔" وہ سونے کے لیے لیٹ گیا۔ باقی دونوں آدمی بھی سو گئے۔ لیکن میں جاگ رہا تھا نیپال کی تاریخ میرے ذہن میں کلبلا رہی تھی۔

ہزاروں سال پہلے صرف کھٹمنڈو کو وادیٔ نیپال کہا جاتا تھا۔ لیکن اٹھارویں صدی میں نیپال ایک الگ حیثیت سے ابھرا جب پرتھوی نارائن شاہ نے مختلف فتوحات کے بعد اس علاقے کو متحد کیا۔ پرتھوی نارائن شاہ گورکھا

حکومت کے بانی دراویا شاہ کی نسل سے تھا۔ اس نے ۱۷۶۸ء میں کھٹمنڈو پر اس وقت قبضہ کیا جب وہاں کے مقامی لوگ اندر جاترا کا تہوار منانے میں مصروف تھے کھٹمنڈو وادی کے دوسرے علاقے بھی جلد ہی فتح ہو گئے۔ اور اس طرح کھٹمنڈو سلطنت نیپال کا دار الحکومت قرار پایا۔ ۱۸۱۴ء میں نیپال کا بادشاہ بکرم شاہ تھا لیکن یہاں کی اصل حکومت وزیر اعظم بھیم سین تھاپا کے ہاتھ میں تھی۔ اس وقت نیپال پر ہندوستان سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوجوں نے سرحدی جھگڑے کی بنا پر حملہ کر دیا۔ نیپال کی فوجوں کو شکست ہوئی اور ۱۸۱۶ء میں ایک معاہدے پر دستخط ہوئے جس کی رو سے نیپال کو اپنے خاصے علاقوں سے دستبردار ہونا پڑا۔ ان علاقوں میں کچھ علاقے نیپال کو رانا جنگ بہادر کی حکومت کے زمانے میں اس وجہ سے واپس مل گئے کہ رانا جنگ بہادر کی فوجوں نے ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران انگریزوں کی مدد کی تھی۔ رانا جنگ بہادر کا خاندان نیپال کی حکومت پر ایک سو چار برس تک قابض رہا۔ برطانیہ نے نیپال کو ایسی خود مختار حکومت تسلیم کیا جو اقتدار اعلیٰ رکھتی تھی۔ جمہوریت کی تحریکیں یہاں بھی زور پکڑتی رہیں۔ اور جب نیپال کے بادشاہ تری بھون بیر بکرم شاہ نے کھٹمنڈو میں موجود بھارتی سفارت خانے میں پناہ لی تو تحریک آگ کی طرح بھڑک اٹھی۔ عوام اپنے بادشاہ کی حمایت میں نکل آئے اور ۱۹۵۱ء میں رانا جنگ بہادر کی قائم کردہ حکومت زوال پذیر ہو گئی۔ تری بھون بیر بکرم شاہ کو وہاں بابائے قوم کا خطاب دیا گیا اور اس کے انتقال کے بعد شاہ مہندرا بیر بکرم شاہ برسر اقتدار آ گیا۔ ہمالیہ کا پہاڑی سلسلہ نیپال کے انیس فیصد رقبے پر پھیلا ہوا ہے اور اس میں بے شمار بلند چوٹیاں ہیں جن میں کئی آٹھ ہزار میٹر سے زیادہ بلند ہیں اور ماؤنٹ ایورسٹ یعنی دنیا کی بلند ترین چوٹی بھی اسی سلسلے میں موجود ہے اور اس مقام کو ساگر ماتھا کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری بڑی چوٹیوں میں کنچن جنگا، مانا سلو اور پورنا کا نام آتا ہے۔ ان پہاڑوں میں عجیب و غریب زندگی پائی جاتی ہے۔

نجانے کب تک میں نیپال کی تاریخ میں کھویا رہا اور اس کے بعد نیند آ گئی۔ آنکھ کھلی تو شام کی کجلاہٹیں فضا کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھیں۔ موسم نہ سرد تھا نہ گرم، خوشگوار ہوائیں چل رہی تھیں۔ اپنے اطراف میں دیکھا تو سب ہی جاگ گئے تھے۔ میں ٹرک سے نیچے آ گیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر وہ تینوں بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر قادر نے ہاتھ ہلایا اور میں... بھی ان کے نزدیک جا بیٹھا۔

"تھوڑے ہی فاصلے پر آوارہ گردوں کا ایک کیمپ لگا ہوا ہے۔ پہلے تو ہمیں اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا لیکن کچھ آوازیں سن کر ہم اس طرف متوجہ ہوئے تو انھیں دیکھا۔"

"یہاں اس جگہ۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں نیپال اور خاص طور پر کھٹمنڈو کے یہ اطراف ان لوگوں کے لیے بے حد پُرکشش ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں منشیات کے حصول میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔"

میں نے اس سمت کے بارے میں پوچھا جدھر آوارہ گردوں کے ڈیرے لگے ہوئے تھے۔ اس بابت میرے پوچھنے پر قادر نے ایک طرف اشارہ کر دیا پھر بولا۔ "ابھی کچھ دیر رک جاؤ جب رات کی سیاہی زمین پر اتر آئے گی تو ان لوگوں میں زندگی کی لہر دوڑ جائے گی اور اس کے بعد تم ان کا دلچسپ نظارہ کر سکتے ہو۔"

میں نے اس بات سے دلچسپی کا اظہار کیا اور فیصلہ کیا کہ رات کو تھوڑی دیر تک ان لوگوں کی تفریحات دیکھی جائیں گی اس کے بعد کچھ اور کریں گے۔ پھر کھانے پینے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ قادر سے میں نے پوچھا کہ یہاں کتنا وقت صرف کیا جائے گا تو وہ کہنے لگا۔

"غزالی بھائی۔ میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں نے تو تمہیں پیشکش کی تھی کہ اگر کھٹمنڈو کی سیر کرنا چاہو تو میں ایک دن تمہیں دے سکتا ہوں ہم آج نہ سہی کل رات اپنے سفر کا آغاز کر لیں گے۔"

"نہیں قادر۔ حالات اس کی اجازت نہیں دیتے، ہمیں پہلے اپنا کام کرنا ہے۔"

قادر نے شانے ہلائے اور کہنے لگا۔ "تو پھر ٹھیک ہے تھوڑی دیر تک ان کے درمیان تفریح کر کے ذہن کو تازہ کر لو اس کے بعد ہم اپنا سفر دوبارہ شروع کر دیں گے۔ درحقیقت یہاں رکنا ایک طرح سے بے معنی ہے۔" میں نے قادر سے اتفاق کیا۔

شفاف آسمان پر جب چاند کی پہلی جھلک نظر آئی تو ہم اپنی جگہ سے آگے بڑھ گئے۔ صرف ایک آدمی کو وہاں چھوڑ دیا گیا تھا اور ہم تین افراد اس ڈھلان سے اتر رہے تھے جو کافی گہرائیوں تک چلا گیا تھا۔ ڈھلان کے اختتام پر آوارہ گردوں کا کیمپ لگا ہوا تھا۔ جگہ جگہ سے دھواں اٹھ رہا تھا اور اس دھوئیں کے درمیان دھوئیں جیسے لوگ چلتے پھرتے محسوس ہو رہے تھے۔ پھر ایک طرف سے ڈھول بجنے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی گٹار کے تار بھی متحرک ہو گئے۔ ہم تیز رفتاری سے ڈھلان طے کرتے ہوئے ان کے درمیان پہنچ گئے۔ جھاڑ جھنکاڑ چہروں والے آوارہ گرد بد مستیوں میں مصروف تھے۔ چرس اور گانجے کے دھوئیں کی بو فضا میں بکھری ہوئی تھی۔

شعلے لپک رہے تھے اور دھوئیں کے غٹ کے غٹ آسمان کی جانب بلند ہو رہے تھے۔ جس جگہ ڈفلی اور گٹار بج رہا تھا وہاں چند ہپی لڑکیوں نے اچھل کود شروع کر دی تھی۔ اپنے وجود کی لطافتوں سے بے نیاز وہ نشے اور منشیات میں گم تھیں تاہم سب کچھ دلچسپ تھا۔ ہم ان کی بدمستیاں دیکھتے رہے۔

گھڑیاں ساڑھے بارہ بجا رہی تھیں۔ میں نے قادر کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولا۔ "یہاں سے جانے کو کس کا دل چاہے گا۔ لیکن جانا ضروری ہے۔"

"ہاں قادر۔ یہ سب فرصت کی باتیں ہیں۔" میں نے کہا اور ہم واپسی کے لیے چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد ٹرک کے قریب پہنچ گئے۔ ٹرک میں ڈیزل کے بڑے کنٹینر رکھے ہوئے تھے انہیں ٹرک کی ٹنکی میں خالی کر کے وہیں پھینک دیا گیا اور اس کے بعد ٹرک اسٹارٹ ہو کر چل پڑا۔

دن میں نیند پوری ہو چکی تھی اس لیے اس وقت ہم سب چاق چوبند تھے، راستے میں، میں نے پوچھا "یہ سفر کتنا طویل ہوگا قادر؟"

"رات بھر سفر کریں گے اور پھر دن کو گیارہ بجے تک۔ اس کے بعد قیام کیا جائے گا۔ پھر رات کو بارہ بجے ہم سرحد عبور کریں گے۔"

"تم پہلے بھی اس راستے سے آچکے ہو قادر؟"

"نہیں۔"

"پھر اتنا صحیح سفر کیسے؟"

"کرن داس اس راستے کے بارے میں جانتا ہے، یہ اکثر اس طرف آتا رہتا ہے۔" قادر نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ کرن داس انہیں دو لوگوں میں سے ایک تھا جو ہمارے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اس کے بعد کچھ پوچھنے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔

سفر جاری رہا۔ چاند آسمان پر آنکھ مچولی کر رہا تھا بادلوں کی اوٹ میں آتا تو اطراف میں بکھری چٹانیں سیاہ کمبل اوڑھ کر بیٹھے ہوئے بھوتوں کی شکل اختیار کر جاتیں پھر جب چاند نکلتا تو یہ بھوت روپ بدل لیتے تھے۔ پھر روشنی کی کرنوں نے اس صورت حال کو بدل دیا اور بھوتوں کا کھیل ختم ہو گیا۔ تاحد نگاہ پھول درخت اور سبزہ اُگے بکھرے ہوئے تھے۔ پس منظر میں ہمالیہ کا بلند سلسلہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے زمین کی حد ہو۔ یہاں زمین ختم ہو گئی ہو اور یہ بلندیاں آسمان سے جا ملی ہوں اور اس کے بعد کچھ نہ ہو۔

بالآخر دن کو ایک بجے ٹرک روک دیا گیا۔ یہ ایک چھوٹا پہاڑی سلسلہ تھا۔ "اس کی دوسری طرف تبت ہے۔" قادر نے بتایا۔

"اور یہ پہاڑی سلسلہ کتنی دور ہے جہاں زمین کی حد ختم ہوتی محسوس ہوتی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"اتنا ہی دور سمجھ لو جتنا ہم سفر کر چکے ہیں۔" قادر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ حالانکہ یوں لگتا تھا جیسے یہ پہاڑی سلسلے بالکل قریب ہوں۔ رات ہونے تک ہم وہیں رکے اور پھر مقررہ وقت پر ٹرک نے سست رفتاری سے سفر کا آغاز کر دیا۔ قادر اس وقت بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ سب لوگ چوکنے تھے۔ قادر نے کہا۔ "اس سرحد کو عبور کر لیں تو گویا جنگ جیت لیں۔ یہ اس سفر کا سب سے خطرناک مرحلہ ہے۔"

ٹرک کی روشنیاں گل تھیں اور قطعی پتا نہیں چلتا تھا کہ آگے کیا ہے۔ کوئی ایک گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد ہم ایک درّے میں داخل ہو گئے جو ناہموار تھا۔ ٹرک بری طرح اچھل رہا تھا اور ڈرائیونگ کرنے والے کو اس کا اسٹیرنگ سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا پھر دور سے کسی کتے کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں اور ڈرائیور نے گھبرا کر بریک لگا دیے۔ "استاد خطرہ ہے۔ کتے کی آوازیں سن رہے ہو۔" اس کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

"انجن بند کر دو۔" قادر نے کہا اور ڈرائیور نے جلدی سے سوئچ آف کر دیا۔ دس منٹ تک ہم اسی طرح کھڑے آہٹیں لیتے رہے اور پھر قادر کے اشارے پر ٹرک آگے بڑھا لیا گیا۔ اس کے بعد کتے کی آواز نہیں سنائی دی۔ لیکن قادر کچھ سمجھ رہا تھا۔ اس نے ڈرائیور سے کہا۔ "درّے سے نکلتے ہی رخ بدل لینا۔ راستہ خواہ دائیں سمت نظر آئے یا بائیں سمت۔ سیدھے چلنا خطرناک ہے۔"

"جی استاد۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔ لیکن مشکل سے مزید دس منٹ گزرے تھے کہ ہواؤں کے دوش پر کتوں کی آوازیں پھر سنائی دیں اور ڈرائیور نے جلدی سے پھر انجن بند کر دیا۔ تھوڑی دیر انتظار کیا گیا۔ آوازیں اب مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ قادر نے ٹرک کے پچھلے حصے سے دو اسٹین گنیں نکالیں اور ان دونوں کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "تم لوگ پچھلے حصے میں چلے جاؤ۔ ڈرائیونگ میں کروں گا۔ غزالی بھائی یہ پستول رکھ لو۔ اور میرے پاس بیٹھ جاؤ۔" میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی اور دل کسی آنے والے خطرے کی پیش گوئی کر رہا تھا۔

قادر نے ٹرک اسٹارٹ کیا۔ اس بار اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ قادر بڑی ہوشیاری سے اچھلتے کودتے ٹرک کو سنبھالے ہوئے تھا۔ درّہ کافی طویل تھا اس کے دوسرے سرے کا کہیں پتا نہیں تھا۔ لیکن قادر راستے کی پرواہ کیے بغیر ٹرک دوڑائے جا رہا تھا۔ دفعتاً پہاڑوں میں کہیں۔ روشنی چمکی اور قادر نے بے اختیار بریک پر پاؤں رکھ دیا۔ کتے زور زور سے بھونک رہے تھے۔ اور ان کی آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ پھر اچانک ہمارے بائیں سمت سے تیز سرچ لائٹ کی روشنی نیچے اترنے لگی اور قادر کے حلق سے غرّاتی ہوئی آواز نکلی۔

"لعنت ہے یار۔ گھر گئے۔" اس نے انجن بند کر دیا۔ روشنی اسی طرف

آ رہی تھی اور چند لمحوں میں ٹرک تک پہنچنے والی تھی۔ "نہیں غزالی بھائی کھیل خراب ہو گیا۔ کود نیچے کود جاؤ۔ جلدی۔" اور وہ خود بھی دوسری طرف کا دروازہ کھول کر نیچے کود گیا۔ پچھلے حصے میں بیٹھے ہوئے دوسرے دونوں آدمی بھی نیچے کود گئے تھے۔ قادر کے اشارے پر ہم روشنی کے دائرے سے بچتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے۔ اور پھرتی سے ایک چٹان کی آڑ میں پہنچ گئے۔ اسی وقت روشنی ٹرک پر سے گزری اور آگے بڑھ گئی لیکن فوراً ہی اس کا رخ بدلا اور وہ تیزی سے واپس آ کر ٹرک پر مرکوز ہو گئی۔ اس کے بعد کچھ ہلچل سی ہوئی کئی پتھر لڑھکے۔ اور کچھ آوازیں سنائی دیں۔ کچھ اور لوگوں کو ہوشیار کیا گیا اور دوسری طرف بھی روشنی ہو گئی اب یہ روشنیاں ٹرک پر مرکوز ہو گئیں۔ دوسری سرچ لائٹ کا دائرہ آہستہ آہستہ گردش کرنے لگا۔ غالباً وہ اطراف کا جائزہ لے رہے تھے۔ روشنی کا دائرہ ہم پر سے بھی گزرا لیکن ہم اوٹ میں ہونے کی وجہ سے محفوظ رہے۔ دائرہ چٹان سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ چند لمحوں تک ایک اضطرابی کیفیت طاری رہی اور پھر اچانک کتوں کی آوازوں کا طوفان آ گیا۔ چھوٹے چھوٹے پتھروں کے لڑھکنے کا شور بھی بلند ہوا اور صورتِ حال سمجھ میں آ گئی۔ انہوں نے ہماری تلاش کے لیے کتے چھوڑ دیے تھے۔

"بھاگو۔" قادر کی آواز ابھری۔ اور اس آواز کے ساتھ ہی وہ چٹان کے عقب سے نکل بھاگا۔ ہمارے متحرک ہوتے ہی فائرنگ شروع ہو گئی۔ ہمیں دیکھ لیا گیا تھا اور اب گولیاں ہمارے دائیں بائیں سے نکل رہی تھیں۔ دفعتاً ایک دلدوز چیخ لہرائی اور ہم میں سے ایک آدمی کم ہو گیا۔ کتے اب ہمارے پیچھے لگ گئے تھے۔ اس وقت رک کر یہ دیکھنے کی فرصت کسے تھی کہ کون گولیوں کا شکار ہوا۔ جس کا جدھر منہ اٹھا تھا دوڑ رہا تھا۔

دفعتاً قادر نے پلٹ کر فائر کیا اور ایک خونخوار شکاری کتا جو ہمارے سروں پر پہنچ گیا تھا قلابازی کھا کر نیچے گر پڑا۔ لیکن عقب میں دو کتے اور تھے۔ ایک کتا زقند لگا کر بائیں سمت سے مجھ پر آیا تو میں نے دانت کچکچا کر فائر کر دیا۔ گولی نشانے پر لگی لیکن اسی وقت تیسرے کتے نے قادر کے شانے کو دبوچ لیا۔ اور وہ قادر کو دبوچے ہوئے زمین پر گر پڑا۔ ہمارا تیسرا ساتھی آگے بڑھ گیا تھا۔ لیکن میں اس صورتِ حال سے واقف ہونے کے بعد آگے نہیں جا سکتا تھا۔ پستول سیدھا کیے ہوئے میں ان دونوں کے سر پر پہنچ گیا۔ قادر کتے کو خود پر سے دھکیلنے میں مصروف تھا اس کا پستول گر چکا تھا اور کتے نے اس کے شانے میں دانت گڑو دیے تھے۔ دونوں میں شدید کشمکش ہو رہی تھی۔ میں نے بالکل قریب

پہنچ کر کتے کی ایک ٹانگ پکڑلی اور اسے پوری قوت سے گھسیٹا اس کے ساتھ ہی میں نے پستول کی نال اس کے بازو پر رکھ کر ٹریگر دبادیا۔ کتا ایک خوفناک غراہٹ کے ساتھ اچھلا اور قادر اس کی گرفت سے آزاد ہوگیا۔

فائرنگ کا رخ ہماری طرف تھا اور گولیاں ہمارے آس پاس چٹانوں کو ادھیڑ رہی تھیں۔ "ادھر۔ اس طرف" قادر نے بائیں سمت اشارہ کیا۔ ہم درّے کی پہاڑی دیوار کے بالکل قریب آگئے تھے اور اس دیوار میں ایک رخنہ نظر آرہا تھا جو بلندی کی طرف چلا گیا تھا۔

"اوپر۔ اوپر" قادر کی آواز کرب میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"آؤ قادر" میں نے اسے سہارا دیا اور ہم دونوں تیز رفتاری سے اوپر چڑھنے لگے۔ چھوٹے چھوٹے پتھر ہمارے پیروں تلے آکر لڑھک رہے تھے اور ہم بمشکل توازن برقرار رکھ پارہے تھے۔ لیکن جس طرح بھی بن پڑا ہم اوپر چڑھتے رہے۔ ایک عجیب سی سنسناہٹ کانوں میں ابھر رہی تھی۔ نہ جانے کیسی آواز تھی لیکن دور سے آتی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔

"میں زیادہ دور نہیں جاسکوں گا غزالی بھائی۔ پلیز اس وقت صرف اپنی جان بچانے کی کوشش کرو" قادر کی آواز ابھری۔

"چلتے رہو قادر۔ فکر مت کرو، موت کا یہ کھیل مجھے ناپسند نہیں ہے۔ چلتے رہو" میں نے کہا۔ اور قادر کو اوپر گھسیٹنے لگا۔ یہ جان لیوا چڑھائی نہ جانے کتنی دیر میں طے ہوئی۔ گولیوں کی آوازیں اب بھی ابھر رہی تھیں۔ ہمارے تیسرے ساتھی کا نہ جانے کیا حشر ہوا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ایک ساتھی کو تو ہم خود اپنی آنکھوں سے مرتے ہوئے دیکھ چکے تھے۔ درّے کی دیواریں ہمیں گولیوں سے محفوظ رکھے ہوئے تھیں۔ روشنیاں بھی اس طرف نہیں آرہی تھیں لیکن کبھی کبھی ان کے جھماکے ہوتے محسوس ہورہے تھے۔ بالآخر ہم بلندیوں تک پہنچ گئے۔ اوپر تیز ہوائیں چل رہی تھیں یا پھر اتنی دیر تک پتلی دراڑ میں سفر کرتے رہے تھے کہ ہمیں ہوا زیادہ تیز محسوس ہورہی تھی۔ میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ چٹانوں کے سوا کچھ نہیں تھا لیکن وہ سنسناہٹ بدستور کانوں میں گونج رہی تھی۔ وہ عجیب سنسناہٹ تھی۔

"غزالی بھائی" قادر کی تھکی تھکی آواز سنائی دی۔ "ایک درخواست کررہا ہوں پوری کردو۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے مان لو، یہ ضد کا وقت نہیں ہے۔ تم مجھے اسی جگہ چھوڑ دو اور یہاں سے نکل جاؤ۔ ضروری ہے غزالی بھائی ورنہ میرے ساتھ تم بھی پھنس جاؤ گے"

"قادر۔ مجھ سے وہ نہ کہو جو میں کر نہیں سکتا۔ میں تمہارا دوست ہوں یار یہ کیسے ممکن ہے۔ جو ہونا ہے ہونے دو" میں نے جذبے کی شدید کیفیت کے ساتھ کہا۔

"مان لو غزالی بھائی۔ تمہارا احسان ہوگا۔ میں بہت زخمی ہوگیا ہوں کتے نے میرا بازو ہی نہیں سینہ بھی ادھیڑ دیا ہے"

"آؤ یہ جگہ چھوڑ دیں انہیں ہمارے نشانات نہیں ملنے چاہئیں" میں نے قادر کو پھر سنبھال کر اٹھایا اور قدم قدم آگے بڑھنے لگا قادر کے حلق سے اب کراہیں نکل رہی تھیں۔ اس نے اب پورا وزن مجھ پر ڈال دیا تھا اور میں جس طرح بھی بن پڑ رہا تھا اسے سنبھالے ہوئے چل رہا تھا۔ ایک جگہ پاؤں پتھر پر پڑا تو پتھر نے جگہ چھوڑ دی اور لڑھکتا ہوا گہرائیوں میں جانے لگا۔ میں نے خود کو سنبھال لیا۔ لیکن اندازہ ہورہا تھا کہ دوسری طرف گہرائی ہے۔

"بس غزالی بھائی بس۔ رکو ذرا رکو۔ اوف۔ یہ ہوا زخموں کے راستے ہڈیوں میں اتر رہی ہے۔ خدا کی پناہ غزالی بھائی۔ یار تمہارے لیے کچھ کرنا میری تقدیر میں ہی نہیں ہے۔ اب دیکھو نا یہ سب مجبوری ہے غزالی بھائی معاف کردینا"

"ہمت ہار رہے ہو قادر" میں نے کہا۔

"تمہارے لیے۔ مگر تم۔ مگر تم سنو۔ جو کچھ میں نے بتایا ہے تمہیں۔ نکل جاؤ۔ یہاں سے نکل جاؤ۔ پلیز غزالی بھائی۔ مجھے بیٹھ جانے دو۔ وہ اندھوں کی طرح ٹٹولنے لگا۔ میں رک گیا۔ قادر کے قدم بے جان ہوگئے۔ اس کے علاوہ چارۂ کار نہ رہا کہ میں اسے بٹھادوں میں کسی مناسب جگہ کے لیے تاریکی میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ دفعتاً اطراف کا سارا علاقہ منور ہوگیا۔ میری آنکھیں اس تیز روشنی کی تاب نہ لاسکی تھیں۔ اور اسی وقت گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنائی دی۔ قادر اچھل کر میرے اوپر آگیا اور میں توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ پیچھے کی سمت گرا۔ لیکن کسی چٹان یا زمین پر نہیں بلکہ خلا میں۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا میں کسی سہارے کو پکڑنے کے لیے خلا میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا لیکن وہاں کان پھاڑ دینے والی ہواؤں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میرا بدن کسی بے جان پتھر کی طرح نیچے گرنے لگا۔

ہواؤں کی سنسناہٹ نے ذہن معطل کردیا تھا۔ دل اچھل کر حلق میں آگیا تھا اور سوچنے سمجھنے کی قوتیں مفلوج ہوچکی تھیں۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ میرے ساتھ ہورہا ہے۔ چند لمحوں میں زوردار آواز کے ساتھ کسی نرم چیز پر گرا۔ اور پھر یوں لگا جیسے خنکی کی قبر میں دفن ہوگیا ہوں۔

یخ پانی تھا جس کی گہرائیوں کا کوئی اندازہ نہیں ہوا بس یوں محسوس ہوا جیسے بدن میں لاکھوں برچھیاں پیوست ہوگئی ہوں۔

——— پھر کوئی چیز مجھے اوپر اٹھانے لگی۔ پھر میں کسی برق رفتار

دھارے پر سفر کرنے لگا۔ میں نے گھوڑے کی لگامیں تھامنی چاہیں لیکن میرے ہاتھوں میں جنبش کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی تھی۔ آنکھوں میں دھند سی چھائی جارہی تھی۔ پھر سوچنے سمجھنے کی ساری قوتیں سو گئیں کوئی احساس باقی نہ رہا۔ میرا بدن نہ جانے کتنا فاصلہ طے کرچکا تھا جب مجھے ہوش آیا۔ پاؤں کے نیچے پتھریلی زمین تھی سر پر سورج چمک رہا تھا کھلا نیلا شفاف آسمان زندگی کی خبر دے رہا تھا۔ رفتہ رفتہ احساسات جاگتے گئے واقعات یاد آتے گئے۔ قادر ذہن پر ابھرا اور دل پر ایک گھونسہ لگا۔ میں دیوانوں کی طرح اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کہاں ڈھونڈوں، کہاں دیکھوں۔ لیکن دل کو معلوم تھا کہ یہ سب محض دل کی تسلیاں ہیں۔

اسی وقت کانوں میں ایک عجیب سی آواز ابھری یہ کسی ساز کی آواز تھی۔ نہایت بے سنگم بے سُری۔ میری گردن اس طرف گھوم گئی۔ بہت فاصلے پر ایک چھوٹا سا لڑکا سبز پتوں کا ایک عجیب سا ساز بجا رہا تھا۔ بائیں سمت ایک ندی کا پاٹ پھیلا ہوا تھا۔ یہ وہی ندی تھی جس نے میری جان بچائی تھی۔ پہاڑوں کی بلندیوں کے عقب سے ابھرنے والا شور اسی ندی کا تھا جسے میں نے اس وقت سنا تھا جب قادر زخمی ہوا تھا۔ آہ یہ سب کیا ہوگیا۔ ہمارے حالات غیر متوقع تھے۔ سرحدی محافظوں کی کارروائی نے سارا کھیل بگاڑ دیا تھا لیکن اب؟

ندی کے چوڑے پاٹ میں پانی کی روانی مدھم پڑ گئی تھی، یہاں اس کی گہرائی بھی نہ بہت زیادہ اور نہ بہت کم تھی۔ شاید اسی وجہ سے میری جان بچ گئی تھی۔ داہنی سمت ڈھلواں پہاڑیاں نظر آرہی تھیں۔ جن پر نباتات برجستہ فرنگی پانی اور فبازی کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ میں کراہتا ہوا اٹھ گیا۔ بدن میں جان تھی جو اس جان لیوا سفر کو جھیل گیا تھا۔ پتھروں کی رگڑ نے بدن پر جابجا خراشیں ڈال دی تھیں جن میں ہواؤں کی برچھیاں پیوست ہورہی تھیں۔ نہ جانے اس نیم بستہ پانی سے کیسے جان بچ گئی تھی ورنہ یہ ممکن تو نہیں تھا۔ سورج کی طلائی کرنیں بدن کو سینک پہنچارہی تھیں۔ فضا میں متعدد گدھ اڑ رہے تھے اور بہت دور افق پر ہمالیہ کی بلند و بالا فصیل پھیلی ہوئی نظر آرہی تھی۔

گرتا پڑتا میں اس لڑکے کی طرف چل پڑا جو پتوں کا ساز بجانے میں مگن تھا۔ پھر اس نے شاید میرے قدموں کی آواز سن لی اور ساز بند ہوگیا۔ لڑکے نے میری طرف دیکھا اور اس پتھر سے اٹھ کھڑا ہوا جس پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی زبان میں کچھ کہا جو میری سمجھ میں نہ آسکا۔ میں نے اشاروں کی زبان میں اسے اپنی

بپتا سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ میرے مضحکہ خیز اشاروں سے کچھ نہ سمجھ سکا اور بے اختیار ہنس پڑا۔

میں نے دانت پیس کر اسے دیکھا پھر نہ جانے لڑکے کو کیا سوجھی کہ اس نے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑ لیا اور مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ ناچار میں اس کے ساتھ اسی طرح آگے بڑھ گیا جیسے اندھے کسی کا سہارا لے کر سڑک پار کرتے ہیں۔ لڑکے نے ایک سمت اختیار کی تھی وہ مجھے لیے ہوئے ایک موڑ تک آگیا جہاں بھورے آسمان تلے پتھروں سے اٹی ہوئی ایک سڑک ندی کے کنارے کنارے چلی جارہی تھی۔ کچھ آگے بڑھا تو چند عورتوں کو دیکھا جو ارغوانی رنگ کی شالیں اوڑھے ہوئے تھیں۔ اور بائیں نتھنوں میں پیتل کی نتھیں سجی ہوئی تھیں۔ وہ سروں پہ چمکتی ہوئی نقرئی مچھلیوں کے ٹوکرے آگے بڑھ رہی تھیں یقیناً کوئی بستی قریب تھی۔

میں گرتا پڑتا لڑکے کی راہنمائی میں آگے بڑھتا رہا ایک پشتے کے اوپر سے گذرتے ہوئے میں نے ایک چھوٹی نہر دیکھی جس کے ساتھ نرسلوں کے جھنڈ اُگے ہوئے تھے۔ دوسری طرف چاول کے سرسبز کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ کچھ اور آگے ایک کسان دو بھینسوں کے ذریعے کٹے ہوئے گیہوں گاہ رہا تھا اور ادھر اُدھر بکھر جانے والے گیہوں کے خوشے سمیٹ کر بھینسوں کے سموں تلے پھینک رہا تھا۔ بالآخر بستی کے آثار نظر آگئے۔ کتے اور مرغیاں، کیچڑ اور گندگی کے ڈھیر کرید رہے تھے۔ ان کے آس پاس پالتو سؤر غول بنائے گلے سڑے پھلوں اور ان کے چھلکوں پر منہ مارتے پھر رہے تھے۔ ان مناظر سے گذرتا ہوا میں اس خستہ حال گاؤں کے ایک جھونپڑے پر جارکا جس کی حالت بوسیدہ تھی۔ لڑکے نے مسکراتی ہوئی معصوم نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر اندر گھس گیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ ایک بوڑھی عورت کے ساتھ واپس آیا۔ عورت نے میری شکل دیکھی، میری خستہ حالی پر غور کیا اور پھر مجھ سے کچھ کہا۔ لیکن جو کچھ اس نے کہا وہ میری سمجھ میں نہیں آسکا۔ دو تین بار اس نے وہی جملے دہرائے پھر لڑکے سے کچھ کہا۔ لڑکا میرا بازو پکڑ کر مجھے اندر لے گیا۔

جھونپڑا باہر سے جتنا چھوٹا لگتا تھا اندر سے نہیں تھا۔ مجھے زمین پر بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا اور میں ٹھنڈی سانس لے کر بیٹھ گیا۔ بوڑھی عورت جھونپڑے کے دوسرے حصے میں چلی گئی۔ لڑکا میرے سامنے بیٹھ کر مسکرانے لگا۔ اس کی آنکھوں میں انوکھی مسرت چمک رہی تھی۔

"میرے پہلے میزبان تمہارے اس احسان کو میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" میں نے کہا۔ لڑکے کی سمجھ میں نہ جانے کیا آیا کہ اس نے اپنا پتوں والا ساز اٹھایا اور منہ سے لگا کر اسے بجانے لگا۔ زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ بوڑھی عورت اندر آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں کچھ برتن تھے۔ مٹی کے پیالے میں دیسی شکر کی چائے تھی، اس کے ساتھ گیہوں کی روٹی اور تازہ کھیرے کے کٹے ہوئے ٹکڑے تھے۔ کھانا سامنے آیا تو بدن میں تازگی دوڑ گئی۔ یہ عجیب کھانا کتنا لذیذ تھا اس کے لیے الفاظ ناکافی ہیں۔ میں نے شکرگزاری کے جذبات کے ساتھ یہ چیزیں قبول کر لیں۔ بھوک کا اندازہ اب ہوا تھا۔ آن کی آن میں، میں نے سب کچھ صاف کر دیا۔ پیٹ بھرا تو عقل نے بھی کام کرنا شروع کیا۔ ان بھولے بھالے میزبانوں کا بس اتنا احسان ہی کافی تھا کہ انھوں نے زندگی کی ایک اہم ضرورت پوری کر دی تھی اس سے زیادہ انہیں کیا تکلیف دی جاتی۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے لڑکے سے اس کا نام پوچھا۔ لیکن وہ تو کچھ سمجھ ہی نہیں سکا تھا۔ مزید کیا کہتا۔ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ شکرگزاری کے انداز میں بوڑھی عورت کے بازو چھوئے اور باہر نکل آیا۔ لڑکا میرے ساتھ ساتھ باہر آ گیا۔ پورا گاؤں زبوں حالی کا شکار تھا۔ میں لڑکے کے ساتھ گاؤں کے اطراف میں گھومتا رہا۔ خیال تھا کہ کوئی ایسا شخص نظر آئے جو اردو بھوج پوری یا پوربی سمجھتا ہو تو اس سے اس علاقے کے بارے میں معلوم کروں لیکن کوئی غیر قبائلی شکل نظر نہ آئی۔ بے چارہ لڑکا بدستور میرے پیچھے لگا ہوا تھا۔

گاؤں تھا ہی کتنا بڑا، آخر اس کا چکر پورا ہو گیا اور میرے دل میں مایوسی پیدا ہو گئی۔ بڑی مشکل ہو گئی تھی کہ اب کیا کروں۔ جیبیں خالی تھیں ندی کے سفر نے لباس بھی جگہ جگہ سے بوسیدہ کر دیا تھا، اپنی شکل نہیں دیکھ پایا تھا لیکن اندازہ تھا کہ بھکاریوں جیسی ہو گی ورنہ یہ لڑکا ترس نہ کھاتا اور بوڑھی عورت یہ نہ سمجھ لیتی کہ میں بھوکا ہوں۔ میں نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا اور پھر فیصلہ کیا کہ گاؤں سے باہر نکل جاؤں اور کوئی ایسا جگہ تلاش کروں جہاں کام بن سکے۔ اس خیال کے تحت میں نے لڑکے کو اشارے سے سمجھایا کہ اب میں چلتا ہوں وہ واپس جائے۔ یہ کہہ کر میں چل پڑا۔ لیکن لڑکا بہت دور تک میرے پیچھے پیچھے آیا اس نے کئی بار ساز بجا کر مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن پھر مایوس ہو کر رک گیا۔ میں تیز قدموں سے چلتا ہوا گاؤں سے بہت دور نکل آیا۔ جی چاہ رہا تھا کہ آرام کروں اس کے لیے میں نے ایک چٹان کا سایہ منتخب کر لیا اور اس کے نیچے بیٹھ گیا۔ لباس خود بخود خشک ہو گیا تھا۔ بدن نے واقعی ساتھ دیا تھا ورنہ اس عذاب ناک سفر سے نہ جانے کیا صورتِ حال پیدا ہو جاتی۔

کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اب کیا کروں؟ جگہ کا اندازہ ہو تو کچھ سوچوں، دل کے نرم گوشوں میں پھر قادر کا تصوّر ابھر آیا۔ آنکھیں بھیگ گئیں۔ قادر نے بُرے وقت میں ساتھ چھوڑا تھا۔ ابھی تو میں ان علاقوں سے روشناس بھی نہیں ہوا تھا۔ اس کی باتیں ذہن میں دوہرائیں کچھ نام یاد آئے لیکن ابھی تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ میں کہاں ہوں۔ اس برق رفتار ندی نے میرے لیے کون سے جہان منتخب کیے تھے۔ آئندہ کیا کروں گا۔ ہولناک احساسات منہ کھول کر آ کھڑے ہوئے تھے اور میں دل میں شدید خوف محسوس کر رہا تھا۔ آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا، پاؤں سکوڑ لیے اور نہ جانے کہاں سے نیند آنکھوں میں دوڑ آئی۔ آنکھ کھلی تو چاروں طرف ہیبت ناک تاریکی پھیلی ہوئی تھی رات ہو گئی تھی۔ تاحدِ نگاہ تاریکی اور سناٹے کا راج تھا۔ کوئی آہٹ ہوتی تو دل دہشت سے دھڑک اٹھتا۔ سناٹے کے بھوت سرگوشیاں کرتے گذر رہے تھے۔ اپنے حال پر ہنسی آ گئی۔ یہ کوئی انجانی بپتا تو نہیں ہے۔ میں نے اپنے لیے ان راستوں کا انتخاب خود کیا ہے۔ یہ سب کچھ تو ہونا تھا اور یہ تو کچھ بھی نہیں، ہے خود کبھی ایسے حالات سے نہیں گذرا لیکن ان راستوں راہی تو نہ جانے زندگی کے کیسے کیسے عذاب برداشت کرتے ہیں۔ ہمت سے کام لینا ہو گا اس طرح پست ہمتی تو سارے کام بگاڑ دے گی۔

ان احساسات نے بدن میں خون کی روانی تیز کر دی ذہن کھلنے لگا۔ واقعات اچانک ایک نیا رخ اختیار کر گئے تھے لیکن انہیں میں اپنے لیے راستہ تلاش کرنا ہو گا۔ ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنا ہو گا۔ دل کو کچھ سخت کرنا ہو گا۔ اپنا جائزہ لیا تو خود کو اس کے لیے تیار پایا۔ نئے حوصلے اور نئی امنگ کے ساتھ صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ نیند چونکہ پوری ہو چکی تھی اس لیے رات کے کسی حصے میں دوبارہ نیند نہیں آئی اور میں نے طلوعِ آفتاب کے حسین منظر کو دیکھا پھر ایک انجانی منزل کی جانب قدم بڑھا دیے۔

پیٹ کی آگ شدت اختیار کر رہی تھی، اس کا فیصلہ پیدا کرنے والے پر چھوڑ دیا اور مایوسی نہ ہوئی۔ زیادہ سفر نہیں کیا تھا کہ کچھ جھاڑ نظر آئے جن میں کھیرے کی بیلیں الجھی ہوئی تھیں۔

جنت میں یہ بے مزا غذا دوسری بار سامنے آئی تھی۔ خدا کی اس دین کا شکر ادا کیا، خوب کھیرے کھائے اور کئی کھیرے توڑ کر زادِ راہ کے لیے رکھ لیے پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

شام کی جھلکتی ہوئی گلابی ہٹوں میں ایک بستی گہرائیوں میں نظر آئی اور میرے قدموں کی رفتار تیز ہو گئی۔ پُررونق بستی تھی۔ دکانیں نظر آ رہی تھیں، ان میں کھانے پینے کی اشیاء موجود تھیں لیکن میری جیب میں کچھ نہیں تھا۔ یہاں بھی آنکھیں کسی ایسے چہرے کو تلاش کرنے لگیں جو کم از کم زبان ہی سمجھ سکے لیکن تقدیر نے اس سلسلے میں ساتھ نہ دیا۔ پھر اچانک ہی کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ پڑی۔ اور دل خوشی سے اچھل پڑا۔ میں نے گھڑی اتاری، چل رہی تھی اور بالکل ٹھیک حالت میں تھی اور قیمتی تھی جو پہلا دکاندار نظر آیا میں نے گھڑی اس کے سامنے کر دی۔ دکاندار نے پہلے حیرت سے مجھے دیکھا پھر گھڑی کو۔ شاید کچھ اور حیرت ہوتی اسے لیکن گھڑی کی خوبصورتی نے اسے متوجہ کر لیا۔ اس نے اسے ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ پھر مجھے۔ اور پھر اپنی زبان میں کچھ سوال کیا جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ بمشکل تمام دکاندار نے کچھ روپے نکال کر میرے سامنے رکھے تو میں نے ان پر جھپٹا مار دیا۔ جب کسی چیز کو فروخت ہی کرنا پڑے تو پھر قیمت کیا دیکھنا۔ بُرے وقت میں اس نے بڑا ساتھ دیا تھا۔ پھر بھی دکاندار بددیانت نہیں تھا اس نے اپنی دانست میں گھڑی کی مناسب قیمت لگائی تھی۔

اس کے بعد ایسی کسی جگہ کی تلاش کے علاوہ اور کیا کام ہو سکتا تھا کہ جہاں کھانا مل سکے۔ چنانچہ سرخ ٹوپی والے ایک خوش باش ہوٹل والے نے چاولوں پر مشتمل کھانا لا کر سامنے رکھ دیا جو بھوک میں ایک نعمت سے کم نہیں تھا۔ خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور طبیعت سیر ہو گئی۔ رات گذارنے کے لیے ایک سایہ دار درخت کا انتخاب کر لیا اور اس کے نیچے پڑا رہا۔ دیر تک ہی سوچتا رہا کہ کوئی مناسب جگہ کیسے دستیاب ہو۔ کیسے پتا چلے کہ صحیح سمت اختیار کروں۔ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر سونے کی کوشش کی اور خوب گہری نیند سویا۔ دوسری صبح جب میں جاگا تو اپنے سونے کی جگہ سے چند گز کے فاصلے پر کچھ خیمے نظر آئے۔ اچھی طرح یاد تھا کہ رات کو یہ خیمے یہاں موجود نہیں تھے گویا رات ہی کے کسی حصے میں یہاں یہ آبادی ہوئی ہے۔ خیموں کے درمیان لوگ چلتے پھرتے نظر آئے اور انہیں لوگوں کو دیکھ کر احساس ہوا کہ مولا نے مشکل کشائی کی ہے۔ ان میں سفید چمڑی والے لوگ اور پتلونیں نظر آ رہی تھیں۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس طرف چل پڑا۔ سامنے ہی دو بھوٹانی نوجوان نظر آ رہے تھے۔ میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ "تم لوگ ہندی یا اُردو سمجھتے ہو۔۔۔؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا بات ہے۔۔۔؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"میں مقامی زبان نہیں جانتا۔ ان علاقوں میں اجنبی ہوں۔ کیا تم مجھے اس جگہ کے بارے میں بتا سکتے ہو۔۔۔؟"

"یہ پربت بستی ہے کالی گندر کے پاس آباد ہے۔ یہاں سے وہ سیدھا راستہ دھولگری کی طرف جاتا ہے۔" اس شخص نے بتایا اور میں اپنے ذہن میں اس علاقے کا تعین کرنے لگا۔ ابھی اس نے کچھ اور نہیں کہا تھا کہ ایک یورپین لڑکی چست پتلون میں ملبوس اس طرف نکل آئی۔ مجھے دیکھ کر وہ رک گئی اور مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ دفعتاً اس نے وہیں سے سوال کیا۔ "کیا تم انگلش بول سکتے ہو؟"

"یقیناً میڈم۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"پلیز ادھر آؤ۔" لڑکی نے کہا اور میں اُس کے قریب پہنچ گیا۔ "میرا نام تھریسا ہے ہم لوگ سیاح ہیں اور ان علاقوں کی سیاحت کے لیے آئے ہیں۔ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ ان مقامی لوگوں کو ہم نے مزدور کی حیثیت سے ساتھ لیا تھا لیکن ان میں سے کوئی انگلش نہیں جانتا۔"

"میرا نام غزالی ہے میڈم۔ آپ نے کوئی گائڈ ساتھ نہیں لیا؟"

"لیا تھا۔ لیکن وہ بیمار ہو کر واپس چلا گیا۔ اس کے بعد سے ہم بہت پریشان ہیں۔ ہم ان علاقوں کی تفصیل جاننا چاہتے ہیں لیکن گائڈ نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور یہ مزدور ہماری زبان نہیں سمجھتے۔"

"آپ کو واقعی پریشانی ہو رہی ہو گی۔"

"آپ بہت عمدہ انگلش بول لیتے ہیں مسٹر گا۔ گازالی۔ کیا آپ ہماری مدد نہیں کر سکتے؟"

"افسوس میں ان علاقوں سے ناواقف ہوں۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟" وہ تعجب سے بولی۔

"میں بھی ایک ایسا ہی سیاح ہوں جس کا گائڈ بیمار ہو کر چلا گیا۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"دلچسپ بات ہے۔ لیکن آپ کو کچھ آسانیاں حاصل ہیں۔ آپ ان کی زبان تو سمجھتے ہیں مسٹر گازالی آپ چاہیں تو ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ ان جگہوں کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں لیکن ہمیں بتا نہیں سکتے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ہمارے ساتھ۔۔۔؟"

"یقیناً ہو سکتا ہے میڈم تھریسا۔ آپ مجھے ایک ایسے

شخص کی حیثیت سے اپائنٹ کر سکتی ہیں جو آپ کے اور ان مزدوروں کے درمیان رابطہ بن جائے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آیئے میں آپ کو اپنے ڈیڈی سے ملاؤں۔" تھریسا بولی اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ دوسری طرف گھوما تو کافی کی سوندھی بو ناک سے ٹکرائی۔ پیٹ میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ دوسری طرف ایک خیمے کے سامنے فولڈنگ اسٹولوں پر کئی افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ دو معمر آدمی تھے۔ ایک انہیں کی ہم عمر خاتون تھیں۔ تین نوجوان لڑکے تھے اور تھریسا کے علاوہ تین لڑکیاں اور تھیں۔ تھوڑے فاصلے پر چند ملازم یا مزدور قسم کے لوگ شاید ناشتا تیار کر رہے تھے۔ اسٹولوں پر بیٹھے لوگوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔ اسی وقت تھریسا بول اٹھی۔ "مسٹر گازالی۔ اور مسٹر گازالی۔ یہ میرے ڈیڈی۔"

"ہیلو۔" معمر بوڑھوں میں سے ایک نے کہا۔

"ہیلو۔ میرا نام غزالی ہے۔"

"ڈیڈی مسٹر گازالی ہمارے نئے گائیڈ بن سکتے ہیں۔ میں نے ان سے بات کی ہے۔"

"آیئے مسٹر گازالی پلیز۔" معمر شخص نے ایک خالی اسٹول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میں بیٹھ گیا۔

"میرا نام رابرٹ جم ہے۔ یہ میرے دوست مسٹر ڈکیلسن رامکن ہیں اور یہ۔" وہ ایک ایک کا تعارف کرانے لگا۔ سب نے گردن خم کی تھی۔ آخر میں مسٹر رابرٹ نے کہا۔ "اور یہ میری بیٹی تھریسا ہے۔"

"کیا آپ ان علاقوں میں گائیڈ کے فرائض انجام دیتے ہیں؟" مسٹر رابرٹ نے پوچھا۔

میرے بجائے تھریسا بول پڑی۔ "دلچسپ بات ہے ڈیڈی مسٹر گازالی خود بھی ایک سیاح ہیں اور ان علاقوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"اوہ۔ پھر آپ ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں۔۔؟"

"ڈیڈی۔ یہ مزدوروں سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ اسی حالت میں ہمیں ان سے کافی مدد مل سکتی ہے۔"

"ویری گڈ۔ کام چل جائے گا لیکن مسٹر گازالی کیا آپ ہماری کمپنی پسند کریں گے۔۔؟"

"یقیناً مسٹر رابرٹ۔ میں کچھ ایسے حالات کا شکار ہو گیا ہوں جو میرے لیے پریشان کن ہیں۔ میں کسی ایسی جگہ تک آپ کا ساتھ دے سکتا ہوں جہاں سے آپ کو ایک اچھا گائیڈ مل جائے۔"

"ہم سب آپ کے شکر گزار ہوں گے۔" مسٹر رابرٹ نے کہا اور تھریسا مسکرانے لگی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کا ایک بڑا مسئلہ حل کر دیا تھا۔

ان لوگوں کا ساتھ مل جانے سے بے حد اطمینان ہوا لیکن اپنا حلیہ دیکھ کر ہنسی آ رہی تھی۔ کیا سوچ رہے ہوں گے وہ میرے بارے میں۔ شکر ہے انہوں نے مجھے ایک گائیڈ کی حیثیت سے قبول کر لیا تھا ورنہ حالات تو ایسے تھے کہ میں ان کے ساتھ ایک مزدور کی حیثیت سے بھی سفر کرنا اپنی خوش نصیبی سمجھتا۔ ناشتے میں انہوں نے مجھے بھی شریک کیا۔ کافی کی بو نے پہلے ہی پاگل کر رکھا تھا۔ پیٹ بھر کر عمدہ ناشتا ملا تو طبیعت خوش ہو گئی۔ میں نے ایک ایک کا جائزہ لیا تھا۔ مسز رابرٹ کو کئی بار میں نے اپنی طرف نگراں پایا تھا۔ لیکن یہ برا ماننے کی بات نہیں تھی۔ ان حالات میں کسی بھی اجنبی کی شخصیت مشکوک ہو سکتی تھی۔ باقی لوگوں کے انداز میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔

ناشتے کے بعد سب اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ مسٹر رابرٹ نے مجھ سے کہا۔ "میرے خیال میں مسٹر گازالی آپ فوراً اپنا کام سنبھال لیں۔ مزدوروں کو اپنے چارج میں لے لیں اور ان سے اس بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔ اس وقت سے آپ کی پیشکش کے مطابق یہ ذمہ داری آپ کے سپرد۔"

"او کے مسٹر رابرٹ آپ مطمئن رہیں۔ ان میں جو لوگ ہمارے کام کے ثابت ہو سکتے ہیں میں ان سے بات کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور مزدوروں کے درمیان پہنچ گیا۔ دس مزدور تھے۔ خچر بھی ساتھ تھے۔ میں ان میں گھل مل گیا۔ بیشتر ہندی جانتے تھے ان سے نہ صرف ان علاقوں کے بارے میں تفصیل معلوم ہو گئی بلکہ ان مہم جوؤں کے بارے میں بھی پتا چل گیا جو مہا سے بہا آئے تھے مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ ان لوگوں کی شخصیت میں کوئی مشکوک بات نہیں ہے۔

مزدوروں کے کہنے کے مطابق اس وقت ہم دھولگری کے علاقوں میں تھے جس کی برف پوش چوٹیاں سامنے کھڑی ہوئی تھیں۔ دریائے کالی گنڈر کے ساتھ اس کی معاون ملگا ندی یہاں سے چار میل کے فاصلے پر تھی اور ہمیں اس کے ساتھ آگے بڑھنا تھا۔ دوپہر کو یہ معلومات میں نے مسٹر رابرٹ تک پہنچا دیں۔

"گڈ۔ بات تو بن گئی۔ ہمیں اسی سمت چلنا ہے۔ دراصل مسٹر گازالی میں ان علاقوں کے بارے میں ایک کتاب لکھنا چاہتا ہوں۔ یہاں کے رسم و رواج علاقے اور یہاں رہنے والوں کی زندگی قریب سے دیکھ رہا ہوں۔ یہ سب تبت کی پراسرار کہانیوں سے مسحور ہیں اور میرے ساتھ آ گئے ہیں۔ اگر آپ کچھ وقت ہمارے ساتھ گزار لیں تو ہماری خوش قسمتی ہو گی کم از کم اس وقت تک ہمارا ساتھ دیں جب تک ہمیں کوئی گائیڈ نہ مل جائے۔ اس سلسلے میں

ہمیں آپ کی کیا خدمت کرنا ہو گی۔۔؟"

"میں نہیں سمجھا مسٹر رابرٹ۔"

"معافی چاہتا ہوں۔ اس کا کوئی معاوضہ وغیرہ؟"

"ہاں۔ جب آپ کی یہ کتاب تیار ہو جائے تو اس کی ایک جلد مجھے بھی ارسال کر دیں یہی میرا معاوضہ ہو گا۔"

"بے وقوف تھریسا نے مجھے یہ بات کہنے پر مجبور کیا ورنہ میں از خود یہ بات نہ کرتا۔ بعض اوقات اپنے سے چھوٹوں کی بات مان کر انسان کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔" مسٹر رابرٹ خجالت سے بولے۔

"مس تھریسا سے میرا شکریہ ادا کر دیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بات وہیں پر ختم ہو گئی۔

لنچ کے بعد خیمے اکھاڑ لیے گئے اور آگے کا سفر شروع ہو گیا۔ مسز رابرٹ ایک خچر پر سوار ہو گئی تھیں، باقی لوگ پیدل تھے اس طرح یہ سفر سست رفتاری سے جاری ہو گیا۔ اپنی فوری ضرورتوں کا میرے ذہن سے بوجھ اتر گیا تھا۔ حالات کا یہ نیا رخ میرے لیے پریشان کن ضرور تھا لیکن کیا کہا جا سکتا تھا۔ اب جو کچھ بھی ہو۔ حسن صاحب اور دوسرے لوگوں کا کئی بار خیال آیا تھا۔ ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے اس لیے انہیں تشویش نہیں ہو گی لیکن جوں جوں دن گزرتے جائیں گے صورت حال ان کے لیے پریشان کن ہو جائے گی۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک آگے کے سفر کے لیے حالات بہتر نہیں ہو جاتے میں ان لوگوں کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔

شام تک سفر جاری رہا۔ دریائے کالی گنڈر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا اور خاصے فاصلے پر ایک بہت بڑا آبشار نظر آ رہا تھا جو بادلوں سے گزرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی مترنم آواز کانوں کو بہت بھلی لگ رہی تھی۔ ایک مزدور نے بتایا کہ آگے تاتو تامی گاؤں ہے۔ میں نے یہ اطلاع مسٹر رابرٹ کو دی اور انہوں نے خوش ہو کر کہا کہ ہم اس گاؤں تک سفر کریں گے اور اس کے آس پاس ہی قیام کریں گے۔ چنانچہ سفر کی رفتار تیز کر دی گئی اور رات ہوتے ہوتے ہم گاؤں کے قریب پہنچ گئے۔ مدھم روشنیاں ٹمٹما رہی تھیں۔ سب سے قریب کی ایک کٹیا میں شاید پن چکی چل رہی تھی اطراف میں جگہ جگہ لنگور غول بنائے پھر رہے تھے۔ جس جگہ خیمے لگائے گئے تھے وہاں بھی چند لنگور کھانے پینے کی اشیاء کی تاک میں چکر لگا رہے تھے۔ کئی بار مزدور انہیں بھگانے کی کوشش کر چکے تھے لیکن ان کوششوں کا ان لنگوروں پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ مزدور پھرتی سے خیمے وغیرہ لگا کر فارغ ہو گئے تو کیروسین کے چولہے جل اٹھے۔ اور پھر فضا میں کھانوں کی خوشبوئیں چکرانے لگیں۔ آسمان پر بادل گھر آئے تھے۔ کبھی کبھی بجلی بھی چمک اٹھتی تھی۔ مسٹر رابرٹ بس صورت حال سے پریشان ہو گئے۔ "ان علاقوں میں بارش بڑی پریشان کن ہوتی ہے۔ ہم دو دفعہ اس عالم سے گزرے ہیں۔" انہوں نے کہا۔ اور پھر مسز رابرٹ کے آواز دینے پر اس طرف چل پڑے۔ میں گھوم کر ایک خیمے کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ اس وقت اس خیمے سے ایک آواز ابھری۔ "اس کے باوجود وہ اجنبی ہے۔" یہ ایک نوجوان کی آواز تھی۔

"اجنبی تو یہ مزدور بھی ہیں ہمارے لیے۔" دوسری آواز تھریسا کی تھی۔

"ان کی بات دوسری ہے تھریسا ان کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ وہ پیشہ ور مزدور ہیں جبکہ یہ شخص۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم تو ہو کہ وہ کون ہے۔ تم نے اس سے اس کے بارے میں کچھ پوچھا۔"

"میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتی تمہارے پاس کون سا خزانہ ہے جو تم تشویش کا شکار ہو۔"

"اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ اس سے ہوشیار رہا جائے۔"

"تمہیں اس کی اجازت ہے۔ ہوشیار رہنے کا کام تم سنبھالو۔" تھریسا نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرے دل میں اس نوجوان کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں راستہ بدل کر اس خیمے کے سامنے آ گیا۔ زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ تھریسا باہر نکل آئی اس کے پیچھے وہ نوجوان بھی تھا جس کا تعارف مجھ سے گریس کہہ کر کرایا گیا تھا۔ دل میں ایک شرارت ابھری اور میں نے فیصلہ کیا کہ مسٹر گریس آپ ان پریشان کن لمحات میں تھوڑی سی تفریح کا سامان بن سکتے ہیں۔

مسٹر رابرٹ نے رات کے کھانے پر بلایا تو میں ان کے درمیان پہنچ گیا۔ سب ہی موجود تھے میں نے مسٹر رابرٹ کی طرف دیکھا پھر گریس کی طرف، گریس مجھے گھور رہا تھا جبکہ مسٹر رابرٹ اطمینان سے کھانے میں مصروف تھیں۔ کھانے دوران کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ لیکن جب ہم لوگ کھانے سے فارغ ہو کر یہاں سے ہٹے تو گریس میرے پاس پہنچ گیا تھا۔

"آپ کی شخصیت میرے لیے بہت دلکش ہے مسٹر گازالی۔" اس نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"میں اس سلسلے میں بے قصور ہوں۔" میں معذرت آمیز لہجے میں بولا۔

"جی۔۔؟"

"کوئی خدمت کر سکتا ہوں۔" میں نے پوچھا۔

"جی۔ جی نہیں۔ شکریہ۔" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں چلا گیا۔ حالات کی تھکن اس طرح ذہن پر طاری تھی کہ ان پریشانیوں کے باوجود طبیعت شگفتگی کی طرف مائل تھی۔ چنانچہ میں نے رات کو کچھ تفریح کرنے کا پروگرام بنا لیا اور وقت گذرنے کا انتظار کرنے لگا۔ سب لوگ اپنے اپنے خیموں میں آرام کرنے چلے گئے تھے۔ بادل گرج رہے تھے اور کسی بھی لمحہ بارش شروع ہو سکتی تھی۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ گریس کون سے خیمے میں ہے۔ چنانچہ میں انتظار کرتا رہا۔ اور پھر اندازے کے مطابق رات کے ساڑھے بارہ یا ایک بجے میں اپنے خیمے سے باہر نکل آیا۔ گریس کے خیمے کے پاس پہنچ کر میں ٹھوکر کھا کر گرا اس طرح کہ آواز پیدا ہو اور پھر صرف ایک لمحہ انتظار کرنا پڑا۔ دوسرے لمحے میں آگے بڑھ گیا کیونکہ خیمے کے اندر گریس کے اٹھنے کی آواز میں سن چکا تھا۔ میں نے خیمے کے دروازے کی طرف اس کے قدموں کی چاپ سنی جب مجھے یقین آ گیا کہ وہ مجھے دیکھ چکا ہے تو میں آگے بڑھ گیا۔

ماحول پر گہرا سکوت طاری تھا، کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی لیکن میں گریس کے قدموں کی چاپ مسلسل سن رہا تھا۔ مجھ پر بھی تفریح کا بھوت سوار تھا اس لیے خیموں سے تقریباً ایک میل دور نکل آیا۔ میں جانتا تھا کہ گریس کے ذہن کی اس وقت کیا حالت ہوگی۔ بہر حال ایک چٹان کے عقب میں پہنچ کر میں رک گیا۔ جھانک کر دیکھا تو گریس بھی چھپنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہا تھا۔ میں نے یہاں پہنچ کر لباس اتارا صرف زیرِ جامہ میرے جسم پر رہ گیا۔ اوپری لباس کی گٹھری سی بنا کر میں باہر نکل آیا۔ اور پھر میں نے پاگلوں کی طرح اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ دس منٹ تک میں یہ ورزش کرتا رہا۔ اس کے بعد دوبارہ چٹان کی اوٹ میں چلا گیا۔ لیکن ابھی میں اوپری لباس پہننے بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً بارش شروع ہو گئی۔ آسمان میں ایک دم جیسے سوراخ ہو گیا تھا۔ بارش اس طرح آئی تھی کہ آنکھیں بھی نہ کھلنے دے رہی تھی میں اوپری لباس پہنے بغیر دوڑ پڑا۔ بارش سے بچنے کے لیے میں پوری قوت سے دوڑ رہا تھا اور پھر بہت جلد میں خیموں تک پہنچ گیا۔ بارش کی وجہ سے لوگ جاگ گئے تھے لیکن خیمے سے باہر کوئی نہیں آیا تھا۔ اپنے خیمے میں آ کر میں نے جلدی سے اپنا تر بتر لباس نچوڑا اور پھر اسے اسی حالت میں پہن لیا اور دبک گیا۔ بھیگے ہوئے کپڑوں کی وجہ سے ناگوار خنکی کا احساس ہو رہا تھا لیکن یہ مجبوری تھی۔ مجھے گریس پر ہنسی آ رہی تھی اول تو اس کی کھوپڑی پہلے ہی چکرا گئی ہوگی اور اب رہی سہی کسر پانی نے پوری کر دی ہوگی۔

زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ باہر سے مسٹر رابرٹ کی آواز آئی۔ "مسٹر گازالی کیا تم سو رہے ہو۔۔۔؟"

میں آنکھیں ملتا ہوا باہر نکل آیا۔ "بارش بہت تیز ہے۔۔۔ اس علاقے میں کوئی خطرہ نہ ہو۔ پانی بھرتا جا رہا ہے۔" مسٹر رابرٹ نے کہا۔

"اگر آپ چاہیں تو بستی کی طرف چلیں وہاں شاید کوئی مناسب جگہ مل جائے۔"

"جیسا مناسب سمجھو۔ ان لوگوں سے مشورہ بھی کر لو۔ ویسے رات کا وقت ہے مناسب جگہ کہاں ملے گی۔" مسٹر رابرٹ نے کہا۔ میں خدا کا شکر اس بات پر ادا کر رہا تھا کہ اندھیرے کی وجہ سے وہ میرے گیلے کپڑے نہیں دیکھ سکے تھے۔

"صبح کا انتظار کریں کیا وقت ہوا ہے۔۔۔؟"

"پونے دو بجے ہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں سے پانی نہ آ جائے۔" رابرٹ نے کہا۔ "تمام لوگ جاگ گئے تھے۔" دفعتاً کسی نے کہا۔ "گریس کہاں ہے۔۔۔؟"

"گھوڑے بیچ کر سو رہا ہوگا اسے جگا لو۔" مسٹر رابرٹ بولے اور کوئی گریس کے خیمے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر اس نے آ کر اطلاع دی کہ گریس موجود نہیں ہے۔

"کہاں گیا۔۔۔؟" مسٹر رابرٹ چونک کر بولے اور ایک نیا مسئلہ آ کھڑا ہوا، گریس کی گمشدگی سے سب پریشان ہو گئے تھے۔ ٹارچیں روشن ہو گئیں اور چاروں طرف اسے تلاش کیا جانے لگا۔ سب ہی پریشان تھے۔ اس کی وجہ سے بستی کی طرف جانے کا ارادہ بھی ملتوی ہو گیا۔ پھر جب تقریباً ایک گھنٹہ گذر گیا تو مجھے بھی تشویش ہوئی، غریب بارش کی وجہ سے کسی حادثے کا شکار نہ ہو گیا ہو۔ میں بھی دوسروں کے ساتھ اس کی تلاش میں مصروف ہو گیا۔ صبح کے چار بج گئے مگر گریس واپس نہ آیا۔ مسٹر رابرٹ اب بری طرح بگڑ رہے تھے مزدور اس کی تلاش میں دور دور تک پھیل گئے تھے۔ ساڑھے چار بجے کے قریب گریس دو مزدوروں کے ساتھ واپس آیا۔ وہ سردی سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"کہاں چلے گئے تھے تم۔۔۔؟" مسٹر رابرٹ دہاڑے۔

"راستہ۔ آچھیں۔ راستہ بھول گیا تھا۔" گریس نے مسلسل چھینکتے ہوئے کہا۔

"اپنے خیمے کا راستہ بھول گئے تھے۔۔۔؟"

"ہاں انکل۔ بارش کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔"

"میں کہتا ہوں گئے کہاں تھے۔ کیا جنگلی جانوروں کی خوراک بننے؟" رابرٹ غصے سے بے قابو ہوتے ہوئے بولے۔

"جی نہیں۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ کہاں گیا؟" گریس کو اب میرا خیال آیا تھا۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا، میں سامنے ہی کھڑا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"کون۔ کس کی بات کر رہے ہو؟"

"وہ۔ وہ۔ آچھیں۔ وہ۔ وہ آچھیں۔"

"جاؤ اپنے خیمے میں جا کر لباس تبدیل کرو۔" مسز رابرٹ نے کہا اور گریس تیزی سے اپنے خیمے میں بھاگ گیا۔ مجھے بے اختیار ہنسی آ رہی تھی لیکن ضبط کیے ہوئے تھا۔ مسٹر رابرٹ اپنی بیگم پر بگڑتے رہے وہ کہہ رہے تھے۔ "اس لڑکے کی خبط الحواسی اب ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی ہے تم لکھ لو یہ ضرور کسی حادثے کا شکار ہو جائے گا۔ یا ہمارے لیے مصیبت بنے گا۔"

"پتا نہیں کیا ہو گیا ہے اسے۔" مسز رابرٹ نے کہا۔

"گازالی میرے خیال میں بارش رکے گی نہیں۔ پلیز تم خیمے اکھڑوا لو۔ ہمیں بستی کی طرف چلنا چاہیے۔"

تمام لوگ بارش میں بھیگتے ہوئے بستی میں داخل ہوئے اور آخر کار ہمیں ایک اسکول کی عمارت میں پناہ مل گئی۔ اس طرح بارش سے نجات ملی جو خوفناک حد تک تیز ہوتی جا رہی تھی۔ گریس کی چھینکیں مسلسل جاری تھیں۔ مزدوروں نے کافی تیاری کی اور اس شدید بارش میں یہ کافی مزا دے گئی۔ مسٹر رابرٹ بھی جھکی آدمی تھے وہ مسلسل گریس کا پیچھا لیے ہوئے تھے۔ پھر گریس شاید انہیں میرے بارے میں بتانے لگا۔ میں نے مسز رابرٹ کو کہتے ہوئے سنا۔

"یہ بالکل پاگل ہو گیا ہے۔ میں نے اُسے خود اس کے خیمے سے نکلتے دیکھا تھا۔ سو رہا تھا وہ۔"

"آپ یقین کریں انکل۔" گریس نے ہکلا ہکلا کر کہنا چاہا۔

"بکواس بند کرو۔ تم احمق آدمی ہو۔" مسٹر رابرٹ نے اسے ڈانٹ دیا۔ بارش مسلسل جاری تھی۔ یلگا ندی چڑھ گئی تھی۔ تیز دھارے میں مٹی کے تودے اور بڑے بڑے پتھر لڑھکتے جا رہے تھے جن کی آوازیں یہاں تک سنائی دے رہی تھیں۔ صبح ہو گئی لیکن بارش کا زور نہیں ٹوٹا۔ گاؤں میں کاروبارِ زندگی شروع ہو گیا لیکن سب بارش کا شکار تھے۔ گاؤں سے اوپر بڑی بڑی چٹانیں ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی تھیں۔ راستے بند ہو چکے تھے۔ بارش کی وجہ سے اسکول بھی بند تھا۔ منتظم سے مسٹر رابرٹ کی ملاقات ہوئی تو اس نے خوشی سے ہمیں اسکول میں اس وقت تک قیام کی اجازت دے دی جب تک بارش جاری ہے۔ خدا خدا کر کے دوسرے دن بارش بند ہو گئی لیکن آسمان اب بھی سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ مسٹر رابرٹ اس سے زیادہ عرصہ یہاں قیام نہیں کر سکتے تھے چنانچہ سفر پھر جاری ہو گیا۔

اس بار سفر مشکل تھا۔ جگہ جگہ چٹانی راستے دریا کی وجہ سے بند ہو گئے تھے اور کہیں کہیں اوپر سے گرنے والے تودوں نے سلسلے منقطع کر دیے تھے۔ چنانچہ مزدوروں کے مشوروں کی روشنی میں نئے راستے تلاش کرنے پڑے۔ کہساروں کی ڈھلانیں پھسلواں تھیں۔ ان پر بار بار قدم ڈگمگا جاتے تھے۔ ایک ڈھلان کی بلندی پر پہنچے تو بائیں جانب ایک خانقاہ نظر آئی جہاں ذبح شدہ بکروں کے سینگوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ درختوں کی شاخوں کے ساتھ سرخ فیتے بندھے ہوئے تھے۔ سیبانگ کے ایک پہاڑی گاؤں کے قریب سے گذرے تو وہاں ڈھول بج رہا تھا۔ مسٹر رابرٹ کے لیے یہ منظر بہت دلچسپ تھا۔ ہندو آبادی درگا پوجا کر رہی تھی۔ ہمارے سامنے ایک بھینس ذبح کی گئی اور لوگ بڑی عقیدت سے ان کا خون پینے میں مصروف ہو گئے۔ یہاں ہمیں سفید چاولوں کا ایک مشروب پیش کیا گیا جسے مسٹر رابرٹ نے خوشی سے قبول کر لیا۔ اور اس کے بعد ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ پھر شاہ بلوط کے درختوں کی چھاؤں میں ہم نے ایک جگہ کیمپ لگا لیا۔ مسٹر رابرٹ مجھ سے بہت خوش تھے۔ تقریباً سبھی خوب مانوس ہو گئی تھی البتہ گریس جب بھی مجھے دیکھتا اس کی آنکھوں میں خوف ابھر آتا تھا۔

اسی شام مسٹر رابرٹ نے مجھ سے کہا "گازالی بہت مختصر عرصے میں تم ہماری اہم ضرورت بن گئے ہو۔ ان راستوں اور جگہوں سے ناواقفیت کے باوجود تم نے نہایت خوش اسلوبی سے بلکہ بہت ماہرانہ انداز میں ہماری ضرورت پوری کی ہے میں تو صرف یہ سوچتا ہوں کہ تمہیں اس کے صلے میں کیا دوں گا۔۔۔؟"

"نہیں مسٹر رابرٹ۔ میں آپ کے ساتھ ہر طرح مطمئن ہوں مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ایک بات کا ہمیشہ احساس ہوتا ہے وہ یہ کہ تمہارے بارے میں ہمیں کچھ بھی نہیں معلوم۔"

"میں صرف ایک آوارہ گرد سیاح ہوں اور کچھ بھی نہیں۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر رابرٹ خاموش ہو گئے۔ کافی دیر تک وہ سوچتے رہے پھر بولے۔ "آگے کے بارے میں تم نے کچھ معلوم کیا۔ ہمیں کوئی بڑی آبادی کب ملے گی۔۔۔؟"

"قلیوں کے کہنے کے مطابق کل شام تک ہم دھود یقین نامی آبادی میں پہنچ جائیں گے جو ایک قصبے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بعد ترا کوٹ صرف تیس میل رہ جاتا ہے۔ ترا کوٹ کافی بڑی اور مشہور جگہ ہے۔"

"گڈ۔ میں اب اس فاصلے کو مختصر کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ کل سے سفر کی رفتار تیز کر دی جائے گی۔"

میں نے کہا۔ میں خود بھی تو یہی چاہتا تھا۔ مسنز رابرٹ کے انداز سے بھی اب شک کا احساس ختم ہو گیا تھا۔ رات کو کھانا کھاتے ہوئے انہوں نے کہا۔ "گازالی تمہارا لباس بہت بوسیدہ ہو گیا ہے۔ کیا تم نے مجھ سے ایک لباس لینا پسند کرو گے۔۔؟"

"کام تو اس لباس سے بھی چل رہا ہے مسنز رابرٹ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تم محسوس نہ کرو تو نیا لباس لے لو۔"

"یہ بات میری مسنز ہی کہہ سکتی ہیں۔ میں اس کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔" مسٹر رابرٹ نے کہا۔

"اس قدر اہم بات بھی نہیں ہے مسنز رابرٹ اگر کوئی لباس اسپیئر ہو سکتا ہے تو مجھے دے دیں۔" میں نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد تھریسا سیفٹی ریزر، ایک لباس اور شیو کا دوسرا سامان لے کر میرے پاس آ گئی۔ "یہ چیزیں ممی نے بھجوائی ہیں۔"

"شکریہ مس تھریسا۔" میں نے کہا اور یہ سامان قبول کر لیا۔ دل خود بھی اس لباس میں اکتا گیا تھا جو کافی بوسیدہ اور گندا ہو چکا تھا اس لیے میں نے زیادہ تکلف نہیں کیا۔ لباس انہیں نوجوانوں میں سے کسی کا تھا اور میرے بدن میں بالکل فٹ تھا۔

میں نے طویل عرصہ کے بعد داڑھی صاف کی، بال درست کیے تو آدمیوں کی سی شکل نکل آئی، ورنہ تھریسا کے دیے ہوئے آئینے میں تو میں بھی خود کو پہچان نہیں سکا تھا۔ پرانے لباس کو رکھنا بیکار تھا۔ میں نے بنڈل بنایا اور باہر نکل آیا۔ سامنے ہی نینسی نظر آئی۔ یہ رابرٹ کی ساتھی لڑکیوں میں سے ایک تھی اس نے مجھے دیکھا اور ساکت رہ گئی۔ میں اسے مخاطب کیے بغیر آگے بڑھ گیا تھا۔ لباس کی گٹھری میں نے ایک گڑھے میں اچھال دی۔ واپس پلٹا تو ایک مجمع جمع تھا جس میں مسٹر رابرٹ مسنز رابرٹ اور دوسرے تمام لوگ جمع تھے سب میری طرف دیکھ رہے تھے۔

"میرے خدا۔ واقعی نینسی نے ٹھیک کہا تھا۔" مسنز رابرٹ نے کہا۔ میں ان کے قریب پہنچ گیا۔

"خیریت کیا بات ہے۔" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا میک اپ اتر جانے پر ہم سب حیران ہیں۔" مسٹر رابرٹ بولے۔

"میک اپ۔۔؟"

"بڑی چالاکی سے تم نے خود کو چھپائے رکھا تھا۔ اور اب یہ بتانا تمہارے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ تم کون ہو۔۔؟"

"دلچسپ بات ہے۔ میں غزالی ہوں۔ اور اگر داڑھی کو آپ میک اپ کہتے ہیں تو مجھے تعجب ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری شخصیت چھپی ہوئی تھی مسٹر گازالی۔ لیکن اب ہم تمہیں سامنے لے آئے ہیں نینسی کہتی ہے تم کوئی انڈین لارڈ ہو جو کسی خاص وجہ سے ان پہاڑوں میں بھٹک رہے ہو۔"

"مس نینسی کا شکریہ۔" میں نے ہنس کر کہا۔

میں نے سب لوگوں کے رویے میں ایک نمایاں تبدیلی دیکھی تھی ان کا رویہ بالکل ہی بدل گیا تھا۔ میں ان کے اس رویے سے عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ اب خاص طور سے میں لڑکیوں کی دلچسپی کا باعث بن گیا تھا۔ میں نے ان بے باک یورپین لڑکیوں کی آنکھوں میں بہت سی کہانیاں پڑھی تھیں لیکن میں بھلا ان کہانیوں کا متحمل کہاں ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے اپنا رویہ سرد رکھا۔

بھوٹ تبتیوں کی آبادی بھو۔ تین کافی گندی جگہ تھی۔ جگہ جگہ کیچڑ نظر آ رہی تھی۔ میلے کچیلے بچے اس کیچڑ میں لت پت کھیل رہے تھے اونچی جسامت کے کتے بڑی تعداد میں نظر آئے جو ان لوگوں کا امتیازی نشان ہوتے ہیں۔ پہلے تو یہی فیصلہ کیا تھا کہ یہاں کچھ وقت قیام کریں گے اور تھکن اتاریں گے لیکن پھر یہ قیام مختصر کر لیا گیا۔ مسٹر رابرٹ نے کہا۔ "یہ علاقہ طویل قیام کے لیے نہایت ناموزوں ہے۔ میرے خیال میں یہاں سے اگر ترا کوٹ کے سفر کے لیے کوئی مناسب بندوبست ہو سکے تو ٹھیک ہے ورنہ ان سے راستہ پوچھ کر آگے بڑھ چلو!"

ہم نے کچھ آگے جا کر کھلی جگہ میں خیمے لگا دیے۔ قصبے کے ہر مکان پر بدھ مت کا علامتی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ میدان کے ایک سمت پتھروں سے بنی ہوئی ایک خانقاہ نظر آ رہی تھی۔ بہت سے لوگ ہمارے خیموں کے پاس آ گئے۔ میں ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ ان میں مرد بھی تھے، عورتیں بھی۔ مجھے ان کی شکل امریکی باشندوں کی مشابہت محسوس ہوئی۔ سرخ ہندیوں کا انداز ان میں بہت پایا جاتا تھا یا پھر انہیں منگولوں سے تشبیہ دی جا سکتی تھی۔ پستہ قامت، چھوٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں۔ عورتیں فیروزی اور نقرئی زیورات اور منکوں کی مالائیں پہنے ہوئے تھیں۔ گندھی ہوئی زلفیں اور کندھوں پر دھاری دار کمبل۔ لوگ عموماً اسی خونخوار نسل کے کتے رکھتے ہیں جو یہاں عام ہے۔

شام کو عبادت گاہ میں چہل پہل ہو گئی۔ تھریسا میرے قریب پہنچ کر استدعا کی۔ "کیا تم مجھے اس عبادت گاہ تک لے جا سکتے ہو۔ میں ان کی عبادت کا طریقہ دیکھنا چاہتی ہوں"

"کیا دوسرے لوگوں کو اس سے دلچسپی نہیں ہے مس تھریسا۔۔؟" میں نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"مگر میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔" اس کے انداز میں ضد تھی۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ بولی "آؤ پلیز۔" پھر وہ بے تکلفی سے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئی۔ میں مجبوراً اس کے ساتھ چل دیا۔ عبادت گاہ کے قریب پہنچ کر ہم نے عبادت کا منظر دیکھا۔ چاروں طرف سے "روم منی پدم ہم" کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ ایک ادھیڑ عمر عورت ایک ہاتھ سے مالا کے آبنوسی منکے پھیر رہی تھی اور دوسرے سے چاندی اور تانبے سے بنا ہوا عبادت کا پہیہ گھما رہی تھی۔ وہ ایک منتر بھی الاپ رہی تھی منتر کی تحریر پہیے پر بھی کندہ تھی اور بار بار سامنے آ رہی تھی۔

یہاں ہمیں رات ہو گئی۔ میں بھی عبادت کے اس طریقے کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ پھر رات کا احساس ہوا تو میں نے تھریسا سے واپسی کے لیے کہا۔ اور وہ واپس مڑ گئی۔ لیکن عبادت گاہ سے کچھ دور آ کر اس نے کہا "نہیں خیموں کی طرف نہیں۔"

"پھر کہاں۔۔؟"

"وہ اس طرف۔ آؤ پلیز کچھ دیر بیٹھیں گے۔"

"دوسرے لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے مس تھریسا۔"

"کرنے دو۔ آؤ۔" میں اس کے ساتھ پتھروں سے بنے ہوئے ان کھنڈرات کی طرف چل پڑا جو تاریکی میں ڈوبے ہوئے بہت پُراسرار لگ رہے تھے۔ یہاں بے حد سکون تھا۔ چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ تھریسا ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔

"تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"جی فرمایئے۔۔؟"

"تم کون ہو۔۔؟"

"خوب۔ دلچسپ سوال ہے اب یہ بھی بتا دیجیے اس کا کیا جواب دوں کیونکہ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں بتاؤں تم کون ہو۔۔؟" تھریسا بولی۔

"مجھے خوشی ہو گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کسی ہندوستانی ریاست کے شہزادے ہو جو یا بھیس بدل کر سیر و سیاحت کے لیے نکلے ہو یا پھر۔"

"ہاں یا پھر۔۔؟"

"اپنے گھر سے دوڑ کر چلے آئے ہو۔" تھریسا نے کہا۔

"اور کسی بھی دن کچھ گھڑ سوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے آئیں گے۔ مجھے سلام کر کے عاجزی سے کہیں گے کہ شہزادے حضور واپس چلیے جہاں پناہ کی حالت بہت خراب ہے وہ آپ کے غم میں سوکھ سوکھ کر کانٹا ہو گئے ہیں اور صرف آپ کو یاد کرتے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ کچھ ایسا ہی ہو گا۔"

"دنیا کو حقیقت کی نگاہ سے دیکھیے مس تھریسا، یہ کہانیاں اب بہت پرانی ہو گئی ہیں۔ میرے خیال میں گریس آپ سے زیادہ سمجھ دار ہے وہ آج تک مجھے شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اسے یقین ہے کہ موقع ملتے ہی میں آپ لوگوں کو لوٹ کر فرار ہو جاؤں گا۔"

"یہ بات تمہیں کیسے معلوم۔۔؟"

"آپ لوگ بے چارے گریس پر بھروسہ ہی نہیں کرتے حالانکہ وہ بے حد سمجھ دار انسان ہے۔"

"ڈفر ہے وہ، بے وقوفوں کی سی باتیں کرتا ہے۔ اگر یہ باتیں تمہارے کانوں تک پہنچ گئی ہیں تو انہیں اہمیت نہ دو۔ تم بڑی خوبصورتی سے بات گول کر گئے۔ میں تمہیں ایک بات بتاؤں؟"

"ضرور۔۔!" میں نے کہا۔

"جس وقت تم نے اپنا روپ نہیں بدلا تھا اس وقت بھی میں نے تمہاری شخصیت کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا۔ میں نے نینسی اور گریشا سے کہہ دیا تھا کہ تم کوئی بڑے آدمی ہو۔ بعد میں وہ لوگ میری قائل ہو گئیں۔"

"اب چلیں بہت وقت ہو گیا ہے۔"

"سنو تو۔ سنو تو سہی۔" اس نے میری آستین پکڑتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ میں تمہیں پیار کرتی ہوں۔ اس وقت نہ سہی پھر کسی وقت تمہیں کسی کو نہیں لیکن مجھے اپنے بارے میں بتانا ہو گا۔ سمجھے تم۔" تھریسا نے جذباتی انداز میں کہا۔ میں رک کر اسے دیکھنے لگا۔ ہنسی آ رہی تھی خود پر بھی اور تھریسا پر بھی۔ ان لڑکیوں کو اس کے علاوہ اور کوئی کام ہی نہیں ہوتا۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد صرف رومان ہوتا ہے۔ عجیب بات تھی کوئی تو تبدیلی ہوتی سب کا انداز یکساں، سب کے راستے ایک۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ سب مل کر مجھے اس شعبے کا ایکسپرٹ بنانے پر تلی ہوئی تھیں۔

"ایک بات بتاؤ گی تھریسا۔۔؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں پوچھو۔۔؟"

"تمہارے ساتھ کئی نوجوان لڑکے ہیں، کیا ان میں سے کوئی تمہاری طرف راغب نہیں ہے۔"

"ہیں مگر مجھے ان میں سے کوئی پسند نہیں ہے۔"

"وہ تمہارے ہم نسل ہیں، تمہارے ہم پلہ ہیں۔ میرے بارے میں تم جان لو کہ تمہارے ذہن میں کچھ بھی ہو لیکن میں بالکل معمولی انسان ہوں۔ کسی ریاست کا گمشدہ شہزادہ نہیں۔ لیکن میں ایک ایسا انسان ہوں جس کی اس کے معاشرے میں کوئی عزت نہیں ہے، جس کا کوئی مقام نہیں ہے۔ ایک بالکل ہی ناکام و ناکارہ شخصیت جس سے تمہاری محبت تمہیں کچھ نہ دے سکے گی۔"

"اس کے باوجود میں تمہیں چاہتی ہوں۔ تم اگر معمولی انسان ہو تو میرا پیار تمہیں بلند کر دے گا۔ میں بہت بڑی دولت کی تنہا وارث ہوں۔"

"کمال ہے۔ یہ ساری لڑکیاں اپنے والدین کی دولت مجھے ہی دینے پر کیوں تلی ہوئی ہیں؟" میں نے بے اختیار کہا۔ شکر ہے کہ اس بے اختیاری میں اپنی زبان استعمال کی تھی ورنہ ان بہت ساری لڑکیوں کی تفصیلات بھی بتانی پڑتیں۔

"میں نہیں سمجھی۔" تھریسا نے کہا۔

"آؤ تھریسا ہم اس مسئلے پر غور کریں گے۔"

"میں نے تم پر اپنے دل کا راز آشکارا کر دیا ہے تمہیں میری محبت کا جواب محبت سے دینا ہوگا میں بہت ضدی ہوں سمجھے۔"

"سمجھ گیا۔ اب چلیں۔۔؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ اور اس کا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔

یہاں کے معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ بھور تین میں یہ رات گذارنے کے بعد دوسرے دن بستی میں داخل ہو کر تراکوٹ تک سفر کے ذرائع تلاش کیے گئے لیکن اس ملی جلی آبادی کے لوگ سواریوں کا تصور بھی نہیں رکھتے تھے۔ وہ پیدل ہی سفر کرتے تھے۔ صاحب حیثیت لوگوں میں سے صرف دو افراد ایسے ملے جن کے پاس گھوڑے موجود تھے صرف دو گھوڑے۔ یہ لوگ پیدل سفر کرتے تھے اور عموماً قطاروں کی شکل میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے اس وقت ان کے ساتھ صرف بڑی نسل کے خونخوار کتے ہوتے تھے جن کی زنجیر کسی بزرگ کے ہاتھ میں ہوتی کتے کی گردن میں ایک تحریر ضرور پڑی ہوتی جس پر لکھا ہوتا "نیلے کتے کا منہ بند ہے۔ اسے کھلوانے کی کوشش نہ کیجیے۔"

البتہ ان لوگوں سے تراکوٹ کے راستے کا صحیح نقشہ اور وہاں تک کے سفر کے دشوار گذار مرحلوں کے بارے میں ساری تفصیل معلوم ہو گئی تھی۔ چنانچہ آگے کا سفر شروع کر دیا گیا۔

تیس میل کا یہ سفر لاتعداد کہانیوں کا حامل تھا۔ دوران سفر بے شمار دلچسپ واقعات پیش آئے۔ آج کے دور میں تیس میل کا سفر دن میں دس بار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہمارا یہ سفر قدیم داستانوں کی عملی تصویر پیش کرتا تھا۔ دس میل کے بعد پہلا پڑاؤ کیا گیا۔ پھر مزید دس میل کے بعد دوسرا البتہ بقیہ دس میل کسی قدر تیز رفتاری سے طے کیے گئے تھے کیونکہ خیال تھا کہ دن کی روشنی میں ہی منزل پر پہنچ جائیں۔

تراکوٹ کے آثار نظر آ گئے تھے۔ تراکوٹ کسی قدر ڈھلانوں میں آباد ہے۔ ہماری نگاہ سب سے اونچے اونچے بانسوں کے ایک تودے پر پڑی جہاں سورج چاند اور آگ کی علامتیں آویزاں تھیں۔ پھڑپھڑاتے ہوئے سفید عبادتی جھنڈوں کے درمیان خچر گھاس چر رہے تھے۔ نیچے جانے کا راستہ آلوؤں کی پٹیوں اور سیاہ گندم کے کھیتوں سے گذرتا تھا۔ شہری آبادی کی ابتدا میں ایک جھونپڑی کے چھجے تلے نیلے سنہری سبز اور سرخ رنگ میں بدھ کے سات مجسمے نصب تھے جو "ساکیا منی" کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کرتے تھے۔

ہم ان راستوں سے گذر کر نیچے آبادی میں داخل ہو گئے۔ "قصبے کے مکانات پتھر سے بنے ہوئے تھے۔ ہر عمارت کئی منزلہ قلعے کی مانند تھی جس کے اوپر عبادتی جھنڈے لہرا رہے تھے طویل مسافت طے کر کے ہم لوگ یہاں پہنچے تھے لیکن اس جگہ کی پراسرار دلکشی نے ذہن کو خود میں الجھا کر ساری تھکن دور کر دی تھی مسٹر رابرٹ بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے کہا "اب جس قدر ممکن ہو سکے کسی جگہ قیام کا بندوبست کر لو تاکہ ہم یہاں اپنا کام شروع کر سکیں۔ میرے خیال میں ہوٹل وغیرہ کی گنجائش تو یہاں کم ہی ہو گی بلکہ ممکن ہے اس کا وجود ہی نہ ہو۔ لیکن ہمیں کوئی ایسی جگہ ضرور مل جائے گی جہاں ہم خیمہ زن ہو سکیں۔"

مسٹر رابرٹ نے مجھ پر احسانات کیے تھے ورنہ اس بے کسی کے عالم میں مجھے نہ جانے کیسے کیسے پریشان کن حالات سے گذرنا پڑتا اس لیے یہاں تک آنے کے باوجود میں فوراً ہی ان کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ کرنسی وغیرہ کے مسائل بھی تھے جو کسی حد تک ان سے حل ہو سکتے تھے اس لیے میں نے ان کی ہدایت پر عمل شروع کر دیا۔ پہاڑوں کے دامن میں خچر روک دیے گئے لیکن یہ جگہ عام آبادی سے دور تھی۔ یہاں خیمے نہیں لگائے گئے تھے بلکہ بس یونہی عارضی قیام گاہ بنالی گئی تھی۔

مسٹر رابرٹ نے کیمرہ گلے میں لٹکایا اور میرے ساتھ چل پڑے ہمیں کسی مناسب جگہ کی تلاش تھی۔ آبادی میں زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ چکی ہوئی پگڑی اور مخصوص طرز کی داڑھی سے میں نے ایک سردار جی کو پہچان لیا۔ ایک ہندوستانی اور ایک انگریز کو دیکھ کر سردار جی رک گئے۔ میں نے قریب پہنچ کر کہا۔

"ست سری اکال سردار جی۔"

"ست سری اکال بھائی جی ست سری اکال۔ کہو جی ہمارے لیے کوئی خدمت۔۔؟"

"ہاں سردار جی ہمیں یہاں کسی ایسی جگہ کی تلاش ہے جہاں ہم اپنے خیمے لگا سکیں۔ یہاں کسی کی اجازت کی ضرورت تو نہیں ہوتی۔۔؟"

"ہوتی ہے بھائی جی۔ ہر جگہ خیمے نہیں لگائے جاتے تسی ادھر کیمپنگ میں کیوں نہیں چلے جاتے ادھر سیاحوں کے لیے ہر طرح کی سہولت ہوتی ہے پانی کا انتظام سرکاری ہے۔ باقی ساری چیزیں بھی سستے داموں مل جاتی ہیں۔ بہت سے لوگ ملیں گے میاں جی۔"

"بڑی مہربانی سردار جی کیا نام ہے آپ کا۔۔؟"

"اننت سنگھ جی۔ ادھر آلوؤں کی ایکسپورٹ کا کام کرتا ہوں۔ آپ ادھر کیمپنگ میں چلے جاؤ سب سے اچھی جگہ ہے۔"

"راستہ کس طرف سے ہے؟" میں نے پوچھا۔

"او جی ادھر جو اونچی پہاڑی نظر آ رہی ہے بس اسی کے پیچھے کیمپنگ ہے۔ بڑی چنگی جگہ ہے جی۔" سردار جی نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔ مسٹر رابرٹ خاموشی سے کھڑے ہماری باتیں سن رہے تھے۔ میں نے سردار جی کا ایک بار پھر شکریہ ادا کیا اور پھر مسٹر رابرٹ کو اس کیمپنگ کے بارے میں بتانے لگا۔

"یقیناً ایسی ہی جگہ ہمارے لیے بہتر رہے گی۔ آؤ پھر پہلے اپنے لیے مناسب جگہ تلاش کر کے خیمے لگا دیں اس کے بعد آرام سے بیٹھیں گے۔"

کیمپنگ تک پہنچنے میں پورا ایک گھنٹہ صرف ہوا شام جھک آئی تھی، خیمے وغیرہ لگاتے لگاتے رات ہو گئی۔ کیمپنگ کے حالات پہلے ہی نظر آ گئے تھے بین الاقوامی آوارہ گردوں کے غول کے غول یہاں نظر آ رہے تھے جو چرس اور گانجے کے نشے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں لباس کی ترتیب سے بے نیاز جگہ جگہ ڈیرے جمائے ہوئے تھے۔ کچھ باقاعدہ خیمے بھی جگہ جگہ استادہ تھے۔ پتھاروں پر دنیا کی ہر چیز موجود تھی۔ آوازیں بھی لگائی جا رہی تھیں جنہیں دکانداروں کی معصومیت کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کیونکہ ان آوازوں کو سمجھنے والے اکا دکا ہی لوگ ہوں گے۔ ویسے یہ علاقہ تبت کے رومانی حسن کی مثال تھا۔ بہت دور ایک آبشار کی سفیدی متحرک نظر آ رہی تھی جس سے بننے والی ندی کیمپنگ کے پاس سے گذرتی تھی اسی لیے سردار جی نے کہا تھا کہ پانی کا انتظام سرکاری ہے۔

ہم نے ایک الگ تھلگ جگہ منتخب کی تھی۔ پتھاروں سے کھانے پینے کی صاف ستھری اشیاء کی خریداری کی گئی۔ کوئی مقامی پکی ہوئی چیز خریدنے سے احتیاط کی گئی تھی کیونکہ ان علاقوں میں ہر جاندار شے حلال تھی اور اس کی ڈشیں تیار کرنے میں ان لوگوں کو کمال حاصل تھا۔ البتہ تہذیب اور دنیاوی قوانین کے باغی یہی آوارہ گرد حرام و حلال کے فلسفے سے بے نیاز ہر اس شے کو بے تکان خرید رہے تھے جو ان کے حلق کے راستے معدے تک پہنچ کر اس میں وزن پیدا کر سکتی تھی۔ ساتھی مزدور کھانے کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ تھریسا اور گریشا میرے پاس آ بیٹھیں اور میں گھبرائی ہوئی نگاہوں سے مسٹر رابرٹ کی طرف دیکھنے لگا جو کچھ لوگوں کو کھانے کے بارے میں ہدایات دے کر میری طرف آنے والے تھے۔

"خاموش نوجوان اب تم کیا سوچ رہے ہو۔۔؟" گریشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ سوچ رہا ہوں مس گریشا وہ آپ کو ہرگز نہیں بتایا جا سکتا۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم نے بے چارے گریس کے حقوق چھین لیے اور اس کا مستقبل تاریک کر دیا۔ کوئی دوسرا بھی تم سے تمہارے حقوق چھین سکتا ہے۔" گریشا بولی۔

"گریس کو آپ اپنی طرف راغب کر سکتی ہیں لیکن میرے حقوق چھیننا آپ کے لیے ممکن نہ ہوگا۔"

"بڑے دعوے کرنے لگا ہے یہ ہندوستانی تمہارے بارے میں تھریسا۔" گریشا مسکراتی ہوئی بولی۔

"میں ان حقوق کی بات کر رہا ہوں مس گریشا جو آپ میری خاموشی کی سوچ کے بارے میں استعمال کر رہی تھیں۔"

"اچھا بات سنو گازالی۔ ان آوارہ گردوں کے بارے میں بڑی کہانیاں سن رکھی ہیں میں نے۔ سنا ہے یہ دن میں مردہ اور رات کو زندہ ہوتے ہیں۔ نشے کے عالم میں ناچتے گاتے لوگوں کو دیکھنے کے لیے ہم جاگتے رہیں گے تم ہمارے ساتھ چلو گے۔" تھریسا نے کہا۔ میرے جواب دینے سے قبل مسٹر رابرٹ ہمارے پاس آ گئے۔ ان کی آمد پر دونوں لڑکیاں خاموش ہو گئی تھیں۔ مسٹر رابرٹ نے کہا۔ "یہاں پہنچ کر بہت سکون ملا ہے گازالی۔ ہمارا یہاں قیام طویل ہو جائے گا کل سے تیار ہو جاؤ تمہارا کام شروع ہو جاتا ہے۔"

"مجھے کیا کرنا ہوگا مسٹر رابرٹ۔۔؟"

"مقامی لوگوں سے اس علاقے کے بارے میں سوالات، اطراف میں ہم تصویر کشی بھی کریں گے تم ان کے افکار و خیالات مجھے بتاؤ گے یہ کام تم سے بہتر اور کوئی نہیں کر سکتا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر رابرٹ۔ جس حد تک ممکن ہو سکا۔ لیکن کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ یہاں آپ کسی گائیڈ کی تلاش بھی جاری رکھیں میں نے پہلے بھی آپ سے عرض کیا تھا کہ میں طویل عرصہ آپ کا ساتھ نہ دے سکوں گا۔"

"اس وقت تک ضرور جب تک مجھے میرے مطلب کا کوئی بہتر آدمی نہ مل جائے۔" مسٹر رابرٹ نے کہا۔

رات کے کھانے کے بعد نوجوانوں نے ٹولیاں بنائیں اور آوارہ گردوں کی بدمستیوں سے لطف اندوز ہونے چل پڑے۔ تھریسا کے مجبور کرنے پر میں بھی ساتھ ہو لیا۔ ہرے کرشنا ہرے راما کا ورد ہو رہا تھا، چرس کی بو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایک انوکھی دنیا آباد تھی۔ یورپین نوجوان رقص کرنے والوں میں شامل ہو گئے اور میں موقع پا کر وہاں سے کھسک آیا۔ مسٹر رابرٹ مجھے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے لیکن اب میں ان کا زیادہ ساتھ نہیں دے سکتا تھا میری اپنی زندگی کچھ اور تھی۔

تاہم دوسرے دن میں نے ان کے لیے کافی کام کیا۔ تین چوٹیوں کے پیشِ منظر میں آباد اس شہر کے بارے میں، میں نے مسٹر رابرٹ کو کافی معلومات فراہم کیں جو وہاں کے رہنے والوں کے ذریعہ مجھ تک پہنچی تھیں۔ اٹھارویں صدی میں گورکھوں نے سلطنت نیپال کی بنیاد رکھی تھی اس سے پہلے تراکوٹ، 'ٹیچورانگ' کی بادشاہت کا صدر مقام تھا جس کے معنی تبتی زبان میں خوشبودار پانیوں کی وادی ہے۔ اس وادی کے باسی تبت کی پُراسرار روایات کے امین ہیں۔ ہمیں ان روایات کی تفصیلات فراہم ہو رہی تھیں۔ مسٹر رابرٹ میرے ذریعہ اپنا کام کر رہے تھے۔

پورا دن آوارہ گردی میں گذرا۔ شام کو چھ بجے کے قریب ہم واپس لوٹے تو مسٹر رابرٹ بہت خوش تھے پہلے دن ہی انہوں نے کافی کام کر لیا تھا اور کہا تھا "کاش تم پورا دن میرے ساتھ گذار سکتے۔ ایک گائیڈ وہ ساری ضروریات نہیں پوری کر سکتا جو تم سے پوری ہو رہی ہیں۔" میں ان کے خیمے کے سامنے کھڑا ہوا تھا کہ دفعتاً تھریسا کے خیمے کا پردہ ہٹا اور وہ باہر نکل آئی۔ اس کے ساتھ ایک اور لڑکی بھی تھی جسے دیکھ کر میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ اس کی نگاہیں بھی مجھ سے ملیں اور اس کا مسکراتا ہوا چہرہ بھی سکڑ گیا۔ شدید حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئی تھیں۔ دوسرے لمحے وہ بے اختیار آگے بڑھ آئی "میرے خدا یہ۔ یہ تم ہی ہو گازالی"۔ اس کے منہ سے آواز نکلی۔

میرے ذہن میں شدید سنسنی پھیل گئی تھی۔ ان لمحات کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ پھر میں نے سنبھل کر کہا۔

"ہیلو۔ جولیا۔"

تھریسا بھی آگے بڑھ کر ہمارے پاس پہنچ گئی "کیا تم مسٹر گازالی کو جانتی ہو جولی۔ مگر کیسے۔؟" لیکن جولیا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "تم یہاں۔ میں کیسے یقین کروں۔ مگر یہ خواب بھی نہیں ہے۔ تم یہاں کیسے آ گئے۔ ایک اور۔ اوہ تھریسا یہ۔ مسٹر گازالی ہیں یہ۔" جولیا نے تھریسا کی طرف رخ کر کے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں جانتی ہوں۔ لیکن تم انہیں کیسے جانتی ہو۔" تھریسا جولیا کی اس بے تکلفی کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھ رہی تھی۔

"تم صرف جاننے کی بات کرتی ہو۔ یہ۔ ہیلو انکل رابرٹ مجھے پہچانے آپ۔؟" جولیا نے مسٹر رابرٹ کے قریب آ جانے پر کہا۔

"اوہ جولیا میری بچی۔ میکے براؤن کہاں ہے۔ کیا وہ بھی تبت میں ہے۔" مسٹر رابرٹ نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں انکل۔ میں ڈیڈی کے ساتھ ہی یہاں آئی ہوں۔ ڈیڈی ادھر خیمے میں ہیں۔ اس طرف ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آپ اچانک یہاں مل جائیں گے۔ انکل آپ ان صاحب کو جانتے ہیں تھریسا تو ان سے واقف معلوم ہوتی ہے۔" جولیا نے گفتگو کا رخ پھر میری طرف موڑ دیا۔

"مسٹر گازالی۔ تم ان سے واقف ہو جولیا۔؟"

"نہ صرف واقف۔ ہم لوگ تو ساتھ بھی رہ چکے ہیں۔"

"تب تم ہی مجھے اس پُراسرار انسان کے بارے میں کچھ بتاؤ گی میں تو ان کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ ایک شریف اور تعلیم یافتہ نوجوان ہیں۔"

"تھریسا مجھے اچانک ملی تو مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی۔ مجھے یہاں لے آئی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ گازالی بھی یہاں موجود ہیں۔ سوری انکل، سوری تھریسا مجھے اجازت دو میں گازالی کو ڈیڈی کے پاس لے جا رہی ہوں۔ گازالی تم تنہا ہی ہو نا۔؟"

"نہیں جولی یہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اور اس وقت ان کا تمہارے ساتھ جانا ممکن نہیں ہے مجھے ان سے کام ہے۔" تھریسا نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔ کیا گازالی نے انکل جم کی ملازمت کر لی ہے۔ کیوں گازالی۔؟"

"نہیں۔ بیٹے۔ لیکن کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں میکے براؤن کو یہیں بلوا لوں۔؟" رابرٹ نے کہا۔

"اس وقت نہیں انکل۔ مجھے گازالی سے کام ہے۔ آپ میرے اور ان کے تعلقات کو نہیں جانتے۔"

"ڈیڈی۔ گازالی اس وقت جولیا کے ساتھ نہیں جائیں گے۔" تھریسا سرد لہجے میں بولی۔

مجھے واقعی لطف آ رہا تھا۔ چند لمحات میں جولیا کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی، وہ اس دلچسپ گفتگو کی وجہ سے کم ہو گئی تھی۔ وہ دونوں اپنے اپنے حقوق کا استعمال کر رہی تھیں اور میں دوسری باتیں سوچ رہا تھا۔ میکے براؤن بھی تبت پہنچ گیا ہے۔ کیسے؟ کس پوزیشن میں؟ جاننا ضروری تھا! اور یہ معلومات میرے کام آ سکتی تھیں۔ میں مسٹر رابرٹ کے ساتھ تراکوٹ پہنچ گیا تھا۔ یہاں سے یوں بھی ان کا ساتھ چھوڑنا تھا۔ مسٹر رابرٹ صرف سیاح تھے اور تفریحی دورہ کر رہے تھے، میں ان کی سست رفتاری کا ساتھ کہاں دے سکتا تھا اور پھر میرا مشن کچھ اور ہی تھا ان شریف لوگوں کو اس میں الجھانا مناسب نہیں تھا۔ میکے براؤن بلاوجہ ہی یہاں نہ پہنچا ہوگا۔ وہ میرے کام بھی آ سکتا تھا اس لیے اس وقت تھریسا کو ہی ہزیمت اٹھانی تھی۔

"نہیں تھریسا۔ گازالی ہمارے ملازم تو نہیں ہیں اور پھر مسٹر میکے براؤن سے ان کی شناسائی ہے۔ وہ جانا چاہتے ہیں تو ضرور جائیں۔" مسٹر جم نے کسی قدر خجل ہوتے ہوئے کہا۔

"آؤ گازالی"۔ جولیا نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ تھریسا کے چہرے کی طرف دیکھنا اس وقت مناسب نہیں تھا۔ معلوم لڑکیوں کی نہ جانے کب کی دوستی ختم ہو گئی تھی۔ جولیا کا پھر میرے قدم بڑھاتے ہی کھل اٹھا تھا۔ وہ تیز قدم اٹھاتی ہوئی خیمے سے دور نکل آئی تھی اس نے پلٹ کر دیکھا اور پُر غرور انداز میں بولی "میرے مقابل آ رہی تھی احمق۔"

"وہ تمہاری دوست ہے جولیا۔ تم نے میری وجہ سے اس سے . . ."

"تمہاری وجہ سے تو پوری دنیا سے دوستی ترک کی جا سکتی ہے گازالی۔ وہ کیا چیز ہے۔" جولیا نے میری بات درمیان سے کاٹ دی پھر بولی۔ "پہلے میں تم سے کہیں بیٹھ کر باتیں کروں گی اس کے بعد تمہیں ڈیڈی سے ملاؤں گی۔"

"او کے جولیا۔ تمہارے قبضے میں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جولیا نے میرے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ پھر بولی۔ "وہ تم پر اتنا دعویٰ کیوں کر رہی تھی۔؟"

"وہی بتا سکتی ہے۔" میں نے شانے ہلا کر کہا۔

"کوئی وجہ تو ہوگی — ؟"

"اس کے ذہن میں ضرور ہوگی۔"

"آؤ اس طرف چلتے ہیں۔ ادھر سدھارت یونگ کے پاس وہ جگہ سنسان ہوتی ہے۔" جولیا نے اشارہ کیا۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا۔ اطراف کے مناظر نمایاں تھے، بائیں سمت ایک مکان نظر آیا۔ نچلا حصہ بھیڑ بکریوں اور دوسرے مویشیوں کا اصطبل تھا۔ لکڑی کی سیڑھی بالائی منزل تک جاتی تھی — یہاں سامنے ہی ایک جسیم کتا بندھا ہوا تھا۔ دوسرے چھوٹے جانور نیچے اور چوزے بالائی منزل پر مکینوں کے ساتھ ہی قیام پذیر تھے۔ چھجے کے بانسوں پر جانوروں کے سینگی سر نصب تھے۔ جن کے ساتھ بھیڑ کی کھالیں، تونبے اور خشک گوشت کے ٹکڑے لٹک رہے تھے۔

سدھارت یونگ بدھ کے ایک بڑے قدیم اور بوسیدہ مجسمے کو کہا جاتا تھا جو دریائے بھیری کے کنارے تھا ہم تختہ نما کھیتوں میں سے ہوتے ہوئے اس سمت جا رہے تھے۔ کھیتوں میں جار مختلف اقسام کے پودے لہلہا رہے تھے بیچ میں پھلیاں اور لوکی کی بیلیں پھیلی ہوئی تھیں۔ دریائے کے قریب ہمالیائی لنگوروں کا ایک گروہ سرخ جوار کے کھیتوں کو تباہ کر رہا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے ماؤں کی گردنوں سے لپٹے ہوئے تھے۔ گوتم کے بڑے مجسمے کے بائیں سمت ہم ایک سنسان جگہ جا بیٹھے۔ جولیا نے ایک پتھر پر بیٹھ کر مجھے دیکھا اور پلکیں جھپکائے بغیر گھورتی رہی۔ اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے دو تین بار اس کے بدن میں اینٹھن سی محسوس ہوئی اور میں جل تو جلال تو کا ورد کرنے لگا۔ اس سنسان جگہ تو کوئی میری مدد کو بھی نہیں آسکتا تھا۔

مجھے برف پا کر جولیا نے خود کو سنبھالا اور پھر کسی قدر لرزتی آواز میں بولی "ایک بار بھی یاد کیا مجھے — ؟"

"ایک بار کی بات کیوں کرتی ہو جولیا بار بار۔"

"میں یقین نہیں کرتی۔"

"کوئی ثبوت نہیں ہے میرے پاس۔"

"یہ نہیں بھول سکتی کہ تم نے دوسروں کے لیے ڈیڈی کی پیشکشوں کو ٹھکرا دیا تھا۔ جن میں، میں بھی شامل تھی۔"

"غلط ہے جولیا صرف تمہارے اور مسٹر براؤن کے سوچنے کا فرق تھا۔ تم جانتی ہو میں حسن صاحب کا ملازم تھا۔"

"بھاگے تو نہیں تھے۔ اس کے ساتھ باہر جانے کا پروگرام کس نے بنایا تھا۔"

"وہ صرف اسے بہلانے کی بات تھی۔ میں گیا — ؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"کیا کروں۔ تم پر غصہ بھی آتا ہے اور دل کے ہاتھوں مجبور بھی ہوں۔ تمہیں بری طرح مس کرتی رہی ہوں۔ ڈیڈی سے خوب اختلاف ہوگیا تھا تمہارے بارے میں۔ وہ اب تم پر بالکل بھروسہ نہیں کرتے۔"

"اور تم مجھے ان سے ملانے جا رہی ہو — ؟"

"کیا تم ان سے نہیں ملو گے — ؟"

"کیا فائدہ۔ صرف بے عزتی ہوگی میری۔ وہ اگر میرے بارے میں بری رائے رکھتے ہیں تو تم انہیں کیوں مجبور کر رہی ہو۔"

"کچھ بھی ہو انہیں اپنی رائے بدلنا ہوگی۔ میں انہیں مجبور کر دوں گی تم فکر نہ کرو۔"

"میری ایک رائے مانو گی جولیا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کہو ؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"پہلے تم ان سے میرے بارے میں گفتگو کر کے دیکھ لو۔ اُن سے میرا تذکرہ کرو اس کے بعد جو صورت حال ہو اس سے اندازہ لگا لینا۔"

"اور تم واپس انکل رابرٹ کے پاس چلے جاؤ کیوں۔ ؟" جولیا طنزیہ انداز میں بولی پھر کہنے لگی "تم آخر ہو کیا بلا۔ گازالی تمہاری ذہنی کیفیت کا کبھی اظہار ہی نہیں ہوتا۔ میں بے وقوف نہیں ہوں تنویر تمہارے لیے دل میں جو رکھتی تھی ہر چند کہ میرے استفسار پر اس نے کبھی اعتراف نہیں اور بات مذاق میں ٹال دی لیکن میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ لڑکی بھی تمہیں اپنی ملکیت سمجھتی تھی اور تمہاری کم بات سے بددل نہیں ہوتی تھی۔ مجھے بھی تم نے دل برداشتہ نہیں کیا۔ ؟ میں کون تمہیں اپنا سمجھیں اور اب یہ تھرلیسا میرے سامنے بول رہی تھی۔ لولو گازالی اس کی کیا حیثیت ہے۔ ؟"

"انوکھی لڑکی ہو تم جولیا۔ ہم اپنے اپنے وطن سے ہزاروں میل دور ایک اجنبی جگہ ملے ہیں۔ ایک ایسی جگہ جہاں کا تصور بھی نہیں کیا تھا، ہمیں ایک دوسرے کی خیریت پوچھنا چاہیے یہاں آنے کی وجہ پوچھنا چاہیے اس کے بجائے یہ باتیں شروع ہو گئیں۔"

"نہیں ہونی چاہیں تھیں۔ ؟" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ان کی باری تو سب کے بعد میں آنی چاہیے تھی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جولیا چند لمحات اس طرح مجھے دیکھتی رہی جیسے میری باتوں پر غور کر رہی ہو اور اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مانتی ہو گازالی۔ مگر۔ مگر اس تھرلیسا نے مجھے غصہ دلا دیا تھا۔ آخر وہ تم سے ایسے لہجے میں گفتگو کیوں کر رہی تھی ؟ گازالی روپ جانے کے بعد بھی میں ایک لمحے کو تمہیں فراموش نہیں کر سکی حالانکہ

تم نے ڈیڈی سے غداری کی تھی۔ وہاں ہماری بے عزتی ہوتی تھی۔ سب کچھ ہوا تھا۔ ڈیڈی شدید غصے کے عالم میں تھے۔ انھوں نے کہا کہ تم انھیں ڈبل کراس کر رہے ہو۔ میں اس بات پر ان سے لڑ لی۔"

"کیا کہا تم نے۔ ؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے ڈیڈی کو قائل کر لیا۔ انھیں خاموش ہونا پڑا۔ میں نے ان سے کہا کہ ڈیڈی گازالی اپنے حالات کا شکار ہے وہ مسٹر حسن کا ملازم ہے وہ کیسے اُن سے فریب کر سکتا تھا اور پھر میں نے کہا کہ اس نے فریب کہاں کیا۔ جب آپ نے اس پر شک کا اظہار کیا اور اپنی چالیں بدل دیں تو وہ اپنی پوزیشن بچانے پر مجبور ہو گیا ان حالات میں وہ کیا کرتا جب آپ روپوش ہو گئے تھے۔"

"پھر وہ کیا بولے۔ ؟"

"پھر کہنے لگے ہم نے تو اسے بڑی پیشکش کی تھی۔ وہ مان گیا۔ بہرحال میں نے انھیں قائل کر لیا تھا، انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر موقع ملا تو وہ تم سے دوبارہ رابطہ قائم کریں گے۔"

"اوہ۔ تم لوگ یہاں کب پہنچے جولیا۔ ؟"

"تقریباً ایک ماہ ہونے کو آیا۔ ہم لہاسہ آئے تھے وہاں سے تسانگ تن گئے پھر جو مارد اور جو مارد سے یہاں آئے ہیں یہاں آئے ہوئے ہمیں نو دن ہو چکے ہیں۔"

"کون کون ہے تمہارے ساتھ۔ ؟"

"یورپ سے جانگ ہمارے ساتھ آیا تھا جانگ کے ساتھ چار ساتھی تھے اس کے علاوہ ریس اور برکلے بھی ہمارے ساتھ آئے تھے مگر وہ لہاسہ میں رک گئے۔"

"یہ دونوں کون ہیں۔ ؟"

"بلجیئم کے غنڈے۔ دونوں وہاں ایک کلب چلاتے ہیں۔"

"جانگ کون ہے۔ ؟"

"تبتی باشندہ ہے فرانس کی جیل سے رہا ہوا تھا وہ بھی جرائم پیشہ انسان ہے ڈیڈی نے اس کو جیل سے نکلوا دیا ہے اور اس کے چاروں ساتھیوں کو بھی۔ ڈیڈی کا بے دام غلام ہے۔ مارشل آرٹس کا ماہر اس نے فرانس میں ایک بینک لوٹا تھا۔"

"بڑے خطرناک لوگوں کے ساتھ آئی ہو۔"

"تم کیوں فکر کرتے ہو۔ ؟"

"جانگ کہاں ہے۔ ؟" میں نے پوچھا۔

"اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی کام سے گیا ہے۔"

"کہاں۔ ؟"

"یہ نہیں معلوم۔ آج چوتھا دن ہے۔ میری لائن کی چیز نہیں تھی اس لیے میں نے ڈیڈی سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ مجھ سے سب کچھ پوچھے جا رہے ہو اپنے بارے میں بھی کچھ بتاؤ گے۔ ؟"

"مجھے میرے تمام سوالات کے جواب دے دو۔ اس کے بعد میں تمہارے سوالوں کے جواب دوں گا۔"

"اچھا صرف ایک بات بتا دو۔ ان معلومات کو تم ہمارے خلاف تو استعمال نہیں کرو گے۔ کہیں میں نادانستگی میں اپنے ڈیڈی کی گردن کے لیے پھندا تو نہیں بن جاؤں گی اگر ہم تمہیں اپنے ساتھ پُر خلوص سے شمولیت کی پیشکش کریں تو تم اسے قبول کر لو گے۔ ؟"

"تمہیں مجھ پر بس اتنا ہی اعتماد ہے جولیا۔ ؟" میں نے کہا۔

"سچ بولوں گی تو برا مان جاؤ گے۔"

"نہیں سچ بولو۔"

"میں نے اپنے کانوں سے تمہیں ہمدردی کرتے سنا تھا۔ وہ کونسا جذبہ تھا۔ تم نے کبھی کھل کر میری محبت کا اعتراف نہیں کیا۔ سب کو یکساں نگاہ سے دیکھتے ہو تم۔ کیا یہ اعتبار کی باتیں ہیں۔ ؟"

"میں نے بالکل برا نہیں مانا جولیا۔ اس کے جواب میں اتنا ہی کہوں گا کہ انسانی رشتے بھی کوئی اہمیت رکھتے ہیں۔ تم نے ڈاکٹر طاہر علی کے ایما پر ہی مجھے اپنا راز دار بنایا تھا۔ اس سے قبل بھی تو ہمارے تعلقات تھے۔ کچھ باتیں دوسرے رشتوں سے بھی نبھانی پڑتی ہیں جولیا۔"

"شاید۔ ؟" جولیا نے کہا۔

"جانگ کے بارے میں تمہیں واقعی نہیں معلوم۔ ؟"

"نہیں۔"

"مسٹر براؤن یہاں کیوں آئے ہیں۔ ؟"

"وہی خزانے کا معاملہ ہے۔ لعنت ہو اس خزانے پر، مجھے تو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہیرے جواہرات کے انبار لگانے سے آخر فائدہ۔ ڈیڈی کو جنون ہے اس چکر میں گروہ بنا کر آئے ہیں اور اب یہاں کام کرتے پھر رہے ہیں انہوں نے کیا کیا یقین کرو مجھے نہیں معلوم۔"

"مجھے خوف ہے جولیا کہ مسٹر براؤن مجھ پر اعتبار نہیں کریں گے۔"

"اس کی ذمہ داری مجھ پر چھوڑ دو۔ اب یہ بتاؤ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ ؟"

"مسئلہ وہی ہے خزانے کا چکر۔"

"میں جانتی ہوں اور یقین کرو تمہارے سچ پر مجھے خوشی ہوئی ہے اگر تم یہ اعتراف نہ کرتے تو میں تمہیں جھوٹا سمجھتی۔ انکل

رابرٹ بھی اسی چکر میں آئے ہیں۔!"

"نہیں جولیا یہ بے چارے تو صرف سیاح ہیں کچھ پریشان کن حالات میں ان سے ملاقات ہو گئی ان لوگوں نے بے سروسامانی کے عالم میں میری مدد کی ہے اور بس۔"

"صرف اتنی سی بات ہے۔؟"

"ہاں جولیا۔"

"مگر تم ان حالات کا شکار کس طرح ہوئے۔"

"بس یوں سمجھ لو کچھ آوارہ گردوں کے ہاتھ لٹ گیا۔"

"آوارہ گردوں کے ہاتھوں"

"ہاں۔"

"ان کے ہاتھ کیسے لگے۔؟"

"نیپال کے راستے آوارہ گردوں کے گروہ میں شامل ہو کر یہاں پہنچا تھا۔"

"کمال ہے۔ مسٹر حسن اور ڈاکٹر بھی تو اس خزانے کے چکر میں تھے کیا وہ لوگ تمہارے ساتھ نہیں آئے۔؟"

"نہیں جولیا۔ میرے اور ان کے درمیان اختلاف ہو گیا تھا میں نے حسن صاحب کی نوکری چھوڑ دی۔"

اب اٹھو چلیں یہاں سے، میں برداشت نہیں کر پا رہی۔ ڈیڈی کو بھی یہ خوشخبری سنا دیں اور یہ بھی سن لو۔ ہم انکل رابرٹ کے تمام احسانات جس شکل میں وہ چاہیں گے اتار دیں گے۔ مقر لیسا کو تم بالکل لفٹ نہیں دو گے۔ تمھیں کسی نوکری کی ضرورت نہیں ہے ہمارے پاس سب کچھ ہے۔"

"تم کوشش کرنا چاہتی ہو جولیا تو ضرور کر لو۔ میرا خیال ہے مسٹر براؤن ہم ایڈجسٹ کر سکیں گے۔"

"آؤ۔ پہلے سے کوئی فیصلہ نہ کر لیا کرو۔ چلو۔" جولیا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا اور میں چل پڑا۔ جولیا کے بارے میں صحیح اندازہ مجھے آج ہوا تھا۔ اس قدر ذہین نہیں تھی جتنی محسوس ہوتی تھی۔ بہر حال میکے براؤن جیسے زیرک آدمی کا سامنا کرنا معمولی بات نہیں تھی ہر پہلو محفوظ رکھنا تھا۔ اسے یہاں دیکھنے کے بعد نظر انداز کرنا بھی ممکن نہیں تھا کیونکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اب وہ حسن صاحب کا دشمن ہے۔ وقت کافی گزر چکا تھا۔ ممکن ہے طاہر علی اور آسٹن بھی جاپان سے یہاں پہنچ گئے ہوں اور میرے لیے پریشان ہوں لیکن ان حالات میں، میں ان شریف لوگوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ میرا کام تو ابتدا ہی میں بگڑ گیا تھا اگر قادر کے ساتھ مطلوبہ جگہ تک پہنچ جاتا تو صورت حال ہی دوسری ہوتی کہیں بے چارہ قادر۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں میکے براؤن قیام پذیر تھا۔ بہت عمدہ خیمہ تھا جس کے سامنے کے حصے میں اعلیٰ درجے کی نئی جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ میکے براؤن یہاں خوب منظم تھا اور اس نے بہترین وسائل حاصل کر لیے تھے۔ جولیا نے خیمے کا پردہ ہٹایا اور اندر داخل ہو گئی۔ میں باہر ہی رک گیا تو "ہیلو ڈیڈی" جولیا کی آواز سنائی دی۔

"دیر لگا دی جولی تم نے۔ کہاں رہ گئی تھیں؟"

"ادھر دیکھیے ڈیڈی کون آیا ہے۔" جولیا نے کہا اور پھر جلدی سے بولی "ارے تم باہر کیوں رک گئے اندر آؤ۔" اور میں خیمے کا پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو گیا۔ میکے براؤن ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی کیفیت میری توقع کے برعکس نہیں تھی۔ وہ شاید اپنی بینائی پر شک کر رہا تھا۔ میں بھی خاموش کھڑا رہا۔ پھر میکے براؤن نے خود کو سنبھالا "میری آنکھیں دھوکا تو نہیں کھا رہیں مسٹر گازالی۔؟"

"نہیں مسٹر براؤن آپ کی بینائی تو ضرورت سے بھی کچھ زیادہ ہی ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"انسان کی گہرائیوں میں جھانکنے کے لیے بصارت کی نہیں تجربے کی ضرورت ہوتی ہے نوجوان۔ بہر حال مجھے یقین تھا کہ تم لوگوں سے ملاقات ضرور ہو گی۔ نہ ہوتی تو عجب ہوتا۔ آؤ بیٹھو۔ جولی اسٹول دو۔ جولیا نے ایک اسٹول میکے براؤن کے قریب کھسکا دیا۔ اور میں بے تکلفی سے اس پر بیٹھ گیا۔ "کب پہنچے گازالی۔؟" براؤن نے پوچھا۔

"تراکوٹ آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا۔"

"کون کون ہے۔ میرا مطلب ہے حسن اور طاہر کے علاوہ۔؟"

"بتا دوں گا مسٹر براؤن فی الحال میں جولیا کا مہمان ہوں۔"

"ڈیڈی گازالی تنہا ہیں۔ یہ ان لوگوں کے ساتھ نہیں آئے۔" جولیا نے کہا۔

"اوہ اس کا مطلب ہے کہ وہ دونوں تراکوٹ میں نہیں ہیں الگ الگ کارروائیاں کر رہے ہو تم لوگ۔"

"یہ ان لوگوں کے ساتھ تبت نہیں آئے ڈیڈی۔ آپ پوری بات معلوم کیے بغیر گفتگو نہ کریں۔" جولیا کسی قدر جھلاتے ہوئے انداز میں بولی۔

میکے براؤن نے مسکراتی نگاہوں سے جولیا کو دیکھا۔ اور پھر میری طرف "بہر حال خوش آمدید۔ جولی کے مہمان ہو۔ عمدہ بات ہے یہ تمہارے لیے مجھ سے لڑتی رہی ہے۔ حالانکہ میں نے اسے رنگ و نسل کا فرق سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ میں نے اسے بتایا کہ گازالی جس طرح اپنے لوگوں کا وفادار ہو سکتا ہے ہمارا نہیں بے وقوف لڑکی ابھی تک نہیں سمجھ سکی ہے۔ لیکن سمجھ جائے گی۔"

"گازالی۔ آؤ، ہم باہر بیٹھیں گے۔ آؤ پلیز۔"

"ارے نہیں جولی بیٹے بیٹھو تم بھی بیٹھو۔ کچھ خاطر مدارت کرو اپنے دوست کی۔ کیا پیو گے گازالی۔"

"آپ کا جو دل چاہے پلا دیں مسٹر براؤن۔"

"جولی پلیز۔ کافی بناؤ گازالی کے لیے۔ میں تمھارا انتظار ہی کر رہا تھا۔"

"آپ گازالی سے دوستانہ گفتگو کریں ڈیڈی۔ آپ کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ گازالی پلیز۔ ڈیڈی صورت حال سے ناواقف ہیں اس لیے ان کی بات کا مائنڈ نہ کرنا۔"

"فکر مت کرو جولی۔ میں مسٹر براؤن کے انداز گفتگو سے واقف ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جولیا خیمے سے باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میکے براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈیئر گازالی۔ اس بے وقوف لڑکی کو کیا کہانی سنا دی ہے تم نے۔ مجھے بھی وہی سناؤ گے یا کچھ تبدیلی ہو گی اس کہانی میں۔"

"کہانی تو وہی سناؤں گا مسٹر براؤن۔ لیکن آپ کہانی سننے پر ہی کیوں مصر ہیں۔ کافی کی ایک پیالی پلائیں اور چلتا کر دیں اور وہ بھی میرے لیے نہیں جولی کے لیے۔ میں اس کے ساتھ نہیں آنا چاہتا تھا۔ سمجھایا تھا میں نے اسے لیکن تعجب ہے باپ بیٹی کے درمیان ذہنی ہم آہنگی نہیں ہے جو اندازہ آپ کے بارے میں مجھ اجنبی کو ہے آپ کی بیٹی کو نہیں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"میں نے جولیا کو سمجھایا تھا اس سے کہا تھا کہ مری کاس سے ملاقات ہو گئی کافی ہے مسٹر براؤن مجھ سے اچھی طرح نہیں ملیں گے وہ نہ مانی۔"

میرے ان الفاظ پر میکے براؤن چند لمحات کے لیے خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے سرد لہجے میں کہا "تم نے اس کی گنجائش چھوڑی تھی گازالی۔؟"

"نہیں چھوڑی تھی۔ لیکن میں اپنے اس طرز عمل کی معافی مانگنے کے لیے تبت نہیں آیا۔"

"پھر بھی برائے حوالے سے ہم کچھ گفتگو تو کر سکتے ہیں۔"

"گویا آپ کہانیاں ضرور سنیں گے۔؟"

"انسانی کمزوریوں سے منحرف کیوں ہو۔؟ تم سے تمہارے بارے میں پوچھنا فطری امر ہے۔"

"اور اس پر یقین نہ کرنا فطرت ہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بد قسمتی سے تمہاری یہ سرکش فطرت ہی پسند آ گئی تھی۔ یاد ہے وہ گفتگو جو تم نے ہوٹل میں کی تھی اس سے محسوس ہوا تھا کہ تم ناقابل تسخیر ہو لیکن بعد کا تجزیہ غلط ثابت ہوا اور تم پھر مسعود کر رہے ہو۔" میکے براؤن مسکراتا ہوا بولا۔ اسی وقت جولیا نے پردہ ہٹا کر اندر جھانکا اور ہم دونوں کو دیکھ کر بولی "کافی تیار ہو رہی ہے میں نے اس لیے جھانکا تھا کہ آپ لوگوں کے درمیان کی فضا معلوم کروں۔"

"فضا خوشگوار ہوتی جا رہی ہے جولی۔ تم فکر کرو کافی لاؤ۔" میکے براؤن نے کہا۔ اور جولیا نے پردہ برابر کر دیا۔

"کیا واقعی حسن اور طاہر علی تمہارے ساتھ تراکوٹ میں نہیں ہیں۔ ویسے اب جو بات ہو گی دوستانہ فضا میں ہو گی، کم از کم اس وقت تک جب تک تم اس خیمہ میں موجود ہو۔"

اگر وہ موجود بھی ہیں تو ظاہر ہے میں آپ کو اس بارے میں نہیں بتاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے تعلقات کے ٹوٹے دھاگے پھر سے جڑ جائیں تم اس کا ذریعہ کیوں نہ بنو۔"

"اپنے مفادات کے فیصلے میں خود کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ بڑی ہوشیاری سے کام لینا پڑ رہا تھا براؤن ایسٹ انڈیا کمپنی کا نمائندہ تھا جس نے ہندوستان پر قبضہ جما لیا تھا۔ اسے سنبھالنا آسان کام نہیں تھا اس کے لیے مجھے بھی بڑی محنت کرنی تھی۔ میکے براؤن خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک طرف رکھے سامان سے سگریٹ بکس نکال لایا۔ اس نے ایک سگریٹ خود نکالا اور بکس میری طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ میں نہیں پیتا۔"

"یاد نہیں رہا تھا۔" اس نے سگریٹ کے چند کش لیے پھر بولا۔ "تراکوٹ میں کہاں قیام ہے۔"

"کچھ فاصلے پر چند خیمے لگے ہوئے ہیں انہیں میں سے ایک میں۔"

"لیکن اب یہ ان خیموں میں نہیں رہیں گے ڈیڈی۔" جولیا کافی کا سامان سنبھالے ہوئے اندر داخل ہو گئی۔

"کیا مطلب۔" میکے براؤن نے پوچھا۔

"اب یہ ہمارے ساتھ رہیں گے۔ کیا گازالی نے آپ کو انکل رابرٹ کے بارے میں بتایا۔؟"

"کون رابرٹ۔؟"

"انکل رابرٹ جم۔ یہ انہی کے ساتھ تھے۔"

"رابرٹ جم۔ وہ یہاں کہاں۔؟" میکے براؤن تعجب سے اچھل پڑا۔

"کچھ فاصلے پر ان کے خیمے لگے ہوئے ہیں۔ گازالی انہیں کے ساتھ رہتے تھے مجھے اچانک مل گئے اور ڈیڈی وہ۔"

"بے وقوف لڑکی یہ بات تم مجھے اتنی دیر میں بتا رہی ہو۔ وہ احمق تبت کی طرف کہاں نکل آیا۔ تم لوگ کافی پیو میں اس سے مل کر واپس آتا ہوں۔ کس طرف ہیں اس کے خیمے جولی" میکے براؤن نے کھڑے ہو کر پوچھا اور جولیا ان خیموں کا جائے وقوع بتانے لگی۔ "میں ابھی تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں۔" میکے براؤن نے کہا اور باہر نکل گیا۔

"عجیب ہیں ڈیڈی بھی۔ لیکن انکل رابرٹ سے ہمارے بہت گہرے تعلقات ہیں۔ وہ سیاحت پسند انسان ہیں اکثر بقراً لیسا بھی ان کے ساتھ نکل جاتی ہے اس نے مجھے اپنی مہم جویانہ زندگی کی بہت سی کہانیاں سنائی ہیں۔"

"اس وقت جولیا مسٹر براؤن ان کے لیے نہیں ان سے میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے گئے ہیں، میری بات کی تصدیق کرنے گئے ہیں۔"

"اگر ایسی بات بھی ہے تو تم فکرمند کیوں ہو۔ اچھا ہے انہیں اطمینان ہو جائے گا۔" جولیا میرے ساتھ کافی پیتی رہی پھر ہم باہر نکل گئے۔ قصبے پر رات چھائی جا رہی تھی۔ جولیا نے کہا "کیا خیال ہے کہیں گھومنے چلیں۔ یا یہیں رہیں۔"

"جیسا تم پسند کرو میرے خیال میں مسٹر براؤن کو واپسی میں دیر لگ جائے گی۔"

"ان لوگوں کا طریق عبادت بہت دلچسپ ہے تم نے دیکھا ہے۔؟"

"مختصراً۔"

"آؤ میں تمہیں دکھاؤں۔ لطف آتا ہے۔ تراکوٹ میں ان کی بڑی عبادت گاہ زیادہ دور نہیں ہے اور یہ عبادت کا وقت بھی ہے۔" میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور ہم دونوں چل پڑے۔ کیمپنگ سے قریباً ایک میل جا کر راستہ تین سمتوں کو مڑ جاتا تھا۔ بائیں سمت کے آخری راستے کے ڈھلوان پر ایک عظیم خانقاہ نظر آ رہی تھی۔ لوگ سرخ ٹوپیوں میں ملبوس جوق در جوق اس خانقاہ کی طرف قطاریں بنائے بڑھ رہے تھے۔ خانقاہ تک پہنچنے کا راستہ ایک چوبی پل سے گزرتا تھا جو ایک گہری کھائی پر بنا ہوا تھا۔ پل پر سے گزرتے ہوئے میں نے کھائی پر نگاہ ڈالی اور متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ کھائی بہت گہری تھی۔ نیچے دیکھتے ہوئے بہت خوف آتا تھا۔

"اس خانقاہ میں دن رات پوجا ہوتی ہے شاید یہ باہر سے آنے والوں کے لیے بہت مقدس ہے کیونکہ میں نے اس طرف جب بھی نگاہ ڈالی ہے یہی مجمع پایا ہے۔ یہ سب لوگ تراکوٹ کے باشندے تو نہ ہوں گے۔"

"ممکن ہے۔" میں نے مختصراً کہا۔ چوبی پل کو عبور کر کے ہم دوسری سمت پہنچ گئے اور بیشمار انسانوں کے ہجوم میں گم ہو گئے۔ خانقاہ کی بلند میناروں کے سنہری کلس روشنی میں جگمگا رہے تھے ان کی نوکیں آسمان کو چھوتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔

"یہ کلس خالص سونے کے ہیں۔" جولیا نے بتایا۔

"تم نے ان کے بارے میں کافی معلومات حاصل کی ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں مجھے اس سیاحت میں بہت لطف آیا ہے۔ ڈیڈی اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں اور میں اپنے میں۔ ویسے گازالی ایک بار میں نے اس خانقاہ کو اندر سے بھی دیکھا ہے۔ یہاں اتنا سونا اور جواہرات ہیں کہ اگر یورپ کے ڈاکوؤں کو معلوم ہو جائے تو جان کی بازی لگا دیں۔ میں نے تو ڈیڈی سے ایک بار کہا بھی تھا۔"

"کیا۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"میں نے کہا تھا ڈیڈی جس خزانے کی تلاش میں آپ سرگرداں ہیں کیا وہ یہاں موجود خزانے سے بڑا ہو گا کسی ترکیب سے یہ خزانہ حاصل کریں اور نکل چلیں۔"

"مسٹر براؤن نے کیا جواب دیا۔؟"

"سنجیدہ ہو گئے تھے اور بڑی بے بسی سے کہا تھا کاش یہ ممکن ہوتا۔ سنا ہے مقدس روحیں ان جواہرات کی حفاظت کرتی ہیں ان کے بارے میں بڑی کہانیاں مشہور ہیں۔"

میری نگاہ رنگ برنگے مبترک جھنڈوں پر سے گزرتی ہوئی خانقاہ کے بائیں سمت کی وادی تک پہنچ گئی جہاں بہت سے بھکشو جمع تھے ان سب کے ہاتھوں میں عبادت کے چرخے نظر آ رہے تھے۔

"آؤ اندر چلیں۔ عبادت گاہ میں داخل ہونے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"لیکن رش بہت ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا فرق پڑتا ہے اندر کا منظر دیکھو گے تو خوش ہو جاؤ گے" جولیا نے کہا اور کسی نہ کسی طرح ہم اندر داخل ہو گئے۔ اندر بے شمار لوگ تھے لیکن بے حد سکون تھا۔ صرف منتر پڑھنے کی سرگوشیاں سنائی دے رہی تھیں۔ لاتعداد سونے کے چھوٹے بڑے بت ایستادہ تھے جن کے جسموں میں جگہ جگہ ہیرے جڑے ہوئے تھے ایک پراسرار ہیبت پورے ماحول پر چھائی ہوئی تھی۔ کافی دیر تک ہم اس ماحول سے لطف اندوز ہوتے رہے اور پھر وہاں سے باہر نکل آئے۔ اس کے بعد اس بات کی گنجائش نہیں تھی کہ کہیں اور جائیں چنانچہ خیموں کی طرف چل پڑے۔

میکے براؤن واپس آ گیا تھا اس کے چہرے پر اب تپاک تھا

کہاں چلے گئے تھے تم لوگ۔؟"

"میں گازالی کو سیر کرانے لے گئی تھی۔" جولیا نے جواب دیا۔

"گازالی نے تمہارے ساتھ قیام کرنا منظور کر لیا ہے۔؟" میکے براؤن نے پوچھا۔

"یہ انکار کر سکتے ہیں ڈیڈی۔ آپ انہیں کچھ بھی سمجھیں لیکن میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" جولیا نے کہا اور میکے براؤن عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "میرا خیال ہے کھانا وغیرہ کھا لیا جائے۔ جولیا انتظام کرو۔" اور جولیا باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میکے براؤن نے کہا۔ "رابرٹ تم سے بہت متاثر ہے تمہاری خوبیوں کا تذکرہ کر رہا تھا اور تمہیں ساتھ رکھنے پر مصر تھا۔ وہ کسی گائڈ کے لیے پریشان ہے میں نے اس سے گائڈ کی فراہمی کا وعدہ کیا ہے۔ ایک سوال کر سکتا ہوں گازالی۔؟"

"ضرور۔؟"

"رابرٹ کو اس بارے میں کچھ معلوم تو نہیں ہے۔ وہ خود بھی تو کسی چکر میں نہیں ہے۔"

"آپ کو زیادہ بہتر معلوم ہو سکتا ہے مسٹر براؤن۔ میں نے اس کی ذاتیات کو نہیں ٹٹولا۔ ویسے آپ میرے بارے میں تو اس سے سب کچھ معلوم کر چکے ہوں گے۔؟"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ میں درحقیقت سب سے پہلے اس سے تمہارے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن میری حیرتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ میں تم سے گفتگو کرنے کے لیے بے چین ہوں۔"

"کھانا تیار ہے ڈیڈی۔ لگوا دوں۔" جولیا نے پردہ ہٹا کر جھانکتے ہوئے کہا۔ اور میکے براؤن نے اجازت دے دی۔ کھانے کے بعد کافی پی گئی اور کافی پی کر جولیا اونگھنے لگی۔ "نہ جانے مجھ پر نیند کا اتنا شدید غلبہ کیوں ہوا ہے میری پلکیں آپس چپکی جا رہی ہیں۔" اس نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"آرام کرو۔ اٹھو میں تمہیں تمہارے خیمے میں پہنچا دوں۔" میکے براؤن نے کہا اور پھر وہ جولیا کا بازو پکڑ کر باہر نکل گیا۔ میں اس کے خیمے میں رکھے سامان پر نگاہ دوڑانے لگا تھا۔ چند لمحات کے بعد وہ مسکراتا ہوا خیمے میں داخل ہو گیا۔ "یہ ضروری تھا۔" اس نے میرے سامنے بیٹھ کر کہا۔

"کیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ جاگتی رہتی تو ہمیں کبھی باتیں نہ کرنے دیتی میں نے اس کی کافی میں خواب آور گولی ڈال دی تھی۔" میکے براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ اس بات سے اس شخص کی فطرت کا اندازہ ہوتا تھا۔ ایک ایک لمحہ اس کے ساتھ احتیاط سے گزارنا ضروری تھا۔ بہرحال میں نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

"اس بات سے تم میری بے چینی کا اندازہ لگا سکتے ہو چنانچہ اب دیر کرنا مناسب نہیں ہو گا۔"

"کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی مسٹر براؤن۔؟" میں نے لہجہ کسی قدر سرد کر کے کہا۔

"اپنی یہاں آمد اور ان حالات کے بارے میں بتاؤ۔ یہ سب کیا ہے دوسرے لوگ کہاں ہیں۔؟"

"آپ نے یہ فیصلہ کیسے کر لیا کہ میں آپ کو ساری تفصیلات بتا دوں گا۔" میں نے اسی انداز میں کہا۔ اور میکے براؤن کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ چند لمحات احمقوں کی طرح میری صورت دیکھتا رہا۔ پھر بولا "اس میں کوئی شک نہیں ہے گازالی۔ میں اس کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ لیکن اگر تم پسند کرو تو میں آج بھی تمہیں اپنے ساتھ شمولیت کی پیشکش کر سکتا ہوں اور ان تمام شرائط پر جو تمہیں پسند ہوں۔ بات اگر نمک حلالی کی ہے تو میں تمہیں اپنے ساتھ معاوضے پر کام کرنے کی پیشکش بھی کر سکتا ہوں اگر قوم پرستی کی بات ہے تو سنو گازالی اس دنیا میں کوئی کسی کے لیے غم نہیں کھاتا۔ تم اگر مضبوط ہو تو سب سے بڑے آدمی ہو، سب تمہارے سامنے جھکیں گے اور اگر نہیں تو انتظار کریں گے کہ تم اپنا فرض پورا کرو۔ دوسروں کے آلۂ کار کیوں بنتے ہو گازالی اپنے پیروں پر کھڑے کیوں نہیں ہوتے۔"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے مسٹر براؤن جو قوم پرستی کی بات ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ کچھ لوگ صرف اپنے مفاد کے لیے عمل پیرا ہیں میں بھی اپنے مفاد کے لیے کام کر رہا ہوں لیکن آپ مجھے اپنی ملازمت کی پیشکش کر رہے ہیں آپ جانتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے۔"

"جن نے تمہیں جو شرائط پیش کی ہیں میں تمہیں ان سے بہتر شرائط پر اپنے ساتھ کام کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

"کیا آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ ایک بار پہلے بھی تو میں آپ کی پیشکش قبول کر چکا ہوں۔"

"ہاں لیکن تم نے اس وقت میرا ساتھ نہیں دیا۔"

"یہی بات اس وقت بھی مجھے آپ کے ساتھ تعاون سے روک رہی ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"بوڑھے کو آپ کے لیے وہاں سے نکالا گیا تھا۔ وہ فرار ہو گیا اور آپ نے سارے رشتے ختم کر دیے۔ آپ کا اعتماد اس قدر ناپائیدار ہے تو آئندہ آپ پر اعتماد کرنے کا کیا جواز ہے۔"

"حالات ایسے ہی تھے میں کیا کرتا اور پھر تم نے میرا راز بھی کھول دیا سب کچھ بتا دیا تم نے ان لوگوں کو۔"

"ایسے حالات میں اور مجھے کیا کرنا چاہیے تھا، خود کو ان لوگوں

کا غدار ثابت کر دیتا۔؟ جس کے لیے غداری کی تھی جب وہی مجھ پر اعتماد نہیں کرتا تھا پھر میری کیا پوزیشن ہو جاتی آپ بھی مجھ پر شک کرنے لگے تھے مسٹر براؤن اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ضروری تھا میرے لیے۔"

میکے براؤن پرُخیال انداز میں گردن ہلاتا رہا پھر بولا "حالات ہی اتنے پیچیدہ ہو گئے تھے۔ آخر اسے فرار کرانے والے کون تھے؟ وہ کون لوگ تھے جو اسے لے گئے کیا بوڑھا تمھیں مل گیا غزالی۔؟"

"اسے لے جانے والوں کا نام سنیں گے تو آپ دنگ رہ جائیں گے مسٹر براؤن۔" میں نے کہا۔ اور براؤن چونک پڑا۔ "یہ بات معلوم ہو گئی۔؟"

"ہاں۔ کافی حد تک۔"

"کون تھے وہ۔ اور کیا تم لوگوں نے اسے حاصل کر لیا۔؟"

"جن لوگوں نے اسے اڑایا تھا ان سے بوڑھے کو دوبارہ نہیں حاصل کیا جا سکتا تھا۔"

"پلیز ساری رنجشیں بھول کر بتا دو۔ وہ کون تھے۔" میکے براؤن نے عاجزی سے کہا۔

"ویلینی۔" میں نے جواب دیا اور میکے براؤن پر ان الفاظ کا وہی رد عمل ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ دیر تک اس کے منہ سے کوئی بات نہیں نکل سکی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ بمشکل تمام اس نے کہا "تمہیں یقین ہے۔ تمہیں یقین ہے۔؟"

"آپ حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی اتنے بڑے کام کے اہل نہیں تھے مسٹر براؤن جتنے بڑے کام کے لیے آپ نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ سب بوڑھے کو تنہا سمجھ رہے تھے حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اس کی ایک مددگار اسی کوٹھی میں موجود تھی جو ویلینی کے اشارے پر اس کی نگرانی کر رہی تھی۔"

"کون تھی وہ۔؟"

"کوٹھی میں اس کا نام ندرت تھا اور یہ نام اسے مسٹر حسن نے دیا تھا جب کہ اس کا اصل نام کوئی نہیں جانتا تھا۔ کیا آپ اس لڑکی کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔؟"

میکے براؤن سوچتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ہاں حسن کی کوٹھی میں یہ لڑکی موجود تھی۔ میں نے جولیا کو ہدایت کی تھی کہ وہ حسن کی کوٹھی میں موجود افراد کے بارے میں مجھے تفصیل فراہم کرے۔ اس نے مجھے اس لڑکی کے بارے میں بھی لکھا تھا کہ ایک پُراسرار شخصیت کی مالک ہے اور حسن کی کوٹھی میں ایک عجیب حیثیت رکھتی ہے لیکن میں نے اس کے بارے میں اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔ میں نے اسے حسن کا کوئی خاندانی معاملہ سمجھا تھا لیکن یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ۔"

"کچھ وقت گذرنے کے بعد وہ لڑکی بھی غائب ہو گئی۔ اس کے سامان سے جو کچھ برآمد ہوا اس نے اسے بوڑھے سے متعلق ظاہر کر دیا۔ سب ششدر رہ گئے تھے۔ اس کا تعلق ویلینی سے تھا اور وہ صاف بوڑھے کو اڑا لے گئی۔" میں نے انکشاف کیا۔ براؤن کی حالت قابل دید تھی دیر تک وہ حیرت میں ڈوبا رہا پھر بولا۔ "گویا بوڑھا دوبارہ تم لوگوں کے ہاتھ نہیں لگا۔؟"

"اس کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔"

"یقیناً اس لڑکی کے دوسرے مددگار بھی ہوں گے۔ انھوں نے ہی مجھے بھی زخمی کیا ہو گا کیونکہ میں ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ بڑی غلطی ہو گئی پھر تو حسن سے میں بلا وجہ ہی بگڑ گیا۔ اب مجھے افسوس ہو رہا ہے مگر گمازالی حالات ہی ایسے تھے میں بھی انسان ہی ہوں۔ وہ لوگ کہاں ہیں۔؟"

"آپ مجھ سے باتوں ہی باتوں میں سب کچھ پوچھے جا رہے ہیں مسٹر براؤن۔ کیا اتنا کافی نہیں ہے۔"

"اپنی غلط فہمی کی میں معافی چاہتا ہوں گازالی۔ مجھ سے جو غلطی ہوئی تھی مجھے اس کا اعتراف ہے۔ اگر کر سکتے ہو تو میرے دوست کے درمیان صلح کروا دو۔ میں ان لوگوں سے اپنی حماقت کا اعتراف کر لوں گا۔ تمھارے سلسلے میں، میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ جولیا تمھیں پاگلوں کی طرح چاہتی ہے میرا کاروبار بہت بڑا ہے دولت کی کمی نہیں ہے میرے پاس۔ یہ خزانہ بس میری دلچسپی ہے اس کا حصول میرا جنون بن چکا ہے۔ شاید یہ پیشکش تمھیں عجیب محسوس ہو یا پھر ممکن ہے تم اسے دھوکا ہی سمجھو جو کبھی سوچو حق بجانب ہو لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم دونوں نے چاہا یعنی تم نے اور جولیا نے تو میں تمھیں ساری زندگی کے لیے یکجا کر دوں گا۔ ایسی حالت میں خزانہ میری قبر میں نہیں جائے گا جو کچھ ہو گا تم لوگوں کے لیے ہو گا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہوں گا مجھے جلدی نہیں ہے اس پیشکش پر غور کر لینا۔ جاؤ اب آرام کرو۔"

میکے براؤن زچ ہو گیا تھا۔ اس کی پیشکش میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی جولیا جیسی لڑکی کو میں زندگی کا ساتھی بنانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن حالات کافی دلچسپ ہو گئے تھے۔ میکے براؤن جیسے شاطر پر بھروسہ کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا وہ اپنے مقصد کے لیے کوئی بھی پیشکش کر سکتا تھا اس پر سوچنا بھی حماقت تھی۔ اور پھر اس تصور کو اگر کبھی ذہن میں جگہ ملتی تو ایک شعر ذہن میں ابھر آتا۔

اے چشم ساقی۔ اتنا تغافل!
رہ گئے ہم تو ساغر اٹھا کے

ایک شکل آنکھوں میں گھوم جاتی۔ اور بس اس کے آگے کچھ نہ میں خود بھی نہیں جانتا تھا کہ اس سے آگے کیا ہے۔

براؤن میری صورت دیکھ رہا تھا۔ اس سے جو گفتگو کی تھی وہ ...چی سمجھی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ کیا کہے گا اور مجھے اس کے جواب میں کہنا ہے۔ ابھی تو بہت کچھ باقی تھا میں نے بھاری لہجے میں کہا "میں ان لوگوں کو چھوڑ چکا ہوں۔"

"کسے۔ اُن کو۔ ان سب کو۔؟" میکے براؤن نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ اس کے بعد ہمارے درمیان مفاہمت نہ رہ سکی۔ بوڑھے ...گمشدگی کو انھوں نے میری ذمہ داری قرار دیا کیونکہ انھوں نے اس ...س کی نگرانی مجھے سونپ دی تھی۔"

"اوہ میرے خدا۔ حالانکہ یہ حقیقت معلوم ہو چکی تھی کہ اس کی ...شدگی کی ذمہ دار وہ لڑکی تھی۔؟"

"یہ بعد میں معلوم ہوا۔"

"مگر تم تو وہیں تھے۔؟"

"حسن صاحب تلخ ہو گئے تھے، میں بوڑھے کی تلاش میں سرگرداں تھا اور اس وقت انھیں چھوڑنا چاہتا تھا جب بوڑھا مل جائے۔ لیکن اس کے ملنے کے امکانات اس وقت ختم ہو گئے جب ندرت کی حقیقت معلوم ہوئی۔ حسن صاحب نے خود اپنی آستین میں سانپ پال رکھا تھا۔ یہ بات واضح ہو جانے کے بعد ان لوگوں کو میرے ساتھ اپنے رویے کا افسوس ہوا لیکن میرے خیال میں یہ بعد از وقت تھا چنانچہ میں نے ان کا مزید ساتھ گوارہ نہ کیا اور ان سے معذرت کر لی۔"

"گویا واقعی تم ان سے علیحدہ ہو گئے۔" میکے براؤن کے لہجے میں خوشی کا عنصر تھا۔

"ہاں۔ یہ میرے لیے مشکل تو نہیں تھا۔"

"پھر تم یہاں۔؟"

"یہ اس کے بعد کی کہانی ہے۔"

"بعد کی کہانی کیا ہے۔؟" میکے براؤن نے پوچھا۔

"میں نے اپنے طور پر اس سلسلے میں کام کرنے کا فیصلہ کر لیا اور نیپال کے راستے تبت میں داخل ہو گیا۔ راستے میں کچھ چھوٹے چھوٹے حادثے پیش آئے میرا سامان چوری ہو گیا اور مکمل بے سرو سامانی کے عالم میں مسٹر رابرٹ کا مہمان بن گیا۔"

میکے براؤن گہری سوچ میں ڈوب گیا کافی دیر تک وہ خیالات میں ڈوبا رہا۔ پھر گردن اٹھا کر بولا۔ "تم بھی تو کسی بنیاد پر ادھر آئے ہو گے۔؟"

"ممکن ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ بنیاد کیا ہے۔؟"

"ظاہر ہے کسی کو بتانا پسند نہیں کروں گا۔"

"گویا تم نے ابھی تک میرا ساتھ قبول نہیں کیا ہے۔"

"پوری کہانی آپ سن چکے ہیں مسٹر براؤن اس کے بعد بھی آپ مجھے ساتھ رکھنے کے لیے تیار ہیں۔ میرے خیال میں حالات سے واقف ہونے کے بعد میرے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے آپ کو سوچنا چاہیے۔ اب نہ مسٹر حسن میرے ساتھ ہیں کہ میں آپ کو ان کی معلومات سے فائدہ پہنچانے کی کوشش کروں۔ ممکن ہے میرے ذہن میں اس سلسلے میں کام کرنے کی جو اسکیم ہے وہ بالکل ناقص ہو آپ مجھ سے کہیں آگے نکل گئے ہوں اس شکل میں مجھے اپنا ساتھی بنا کر آپ گھاٹے میں رہیں گے۔ یہ سودا آپ کیلئے مہنگا نہیں رہے گا۔ میرے خیال میں فیصلہ کرنے سے قبل غور کر لیں۔ آپ کے پاس وقت ہے۔"

میکے براؤن مجھے بغور دیکھتا رہا، پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔ "میں صرف پنگ پانگ کھیلنے یہاں نہیں آ گیا گازالی۔ کچھ کام کر کے ہی آیا ہوں اس کے علاوہ یہاں میرے پاس کام کے لوگ موجود ہیں اور مجھے مزید آدمیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن تم ذہین ہو۔ حالات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہو تمھارے اندر کچھ ایسی خوبیاں ہیں جنھیں محسوس کیا جاتا ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جولیا تمھیں پسند کرتی ہے۔ تمھارے پاس سے ہم لوگ چلے گئے میرے ذہن میں تمھارے خلاف کینہ تھا لیکن جولیا نے کبھی مجھ سے اتفاق نہیں کیا۔ اس نے اس بات کو بھی تمھاری خوبی گردانا کہ تم نے حسن سے دغا نہیں کی مجھے ایک ذہین ساتھی چاہیے جس سے میں صلاح مشورے کر سکوں جو میری سطح کا ہو۔ اس لیے تمھاری ضرورت ہے مجھے اور اس ضرورت میں کوئی کاروبار نہیں ہے مجھے جولیا کی خوشیاں بھی عزیز ہیں۔"

"گویا آپ اپنے فیصلے پر قائم ہیں۔؟"

"ہاں سو فیصدی۔ تم نے اس سلسلے میں کیا پروگرام بنایا ہے کبھی دل چاہے تو مجھے بتا دینا۔ میں کیا کر رہا ہوں اس کی تفصیل وقت آنے پر میں بھی تمھیں بتا دوں گا بس تم اب میرے ساتھ رہو گے۔ ہاں اب ایک بات تو کم از کم بتا ہی سکتے ہو۔"

"جی۔ فرمائیے۔؟"

"ان لوگوں نے اس سلسلے میں کیا پروگرام بنایا ہے۔ کچھ معلوم ہے تمھیں۔؟"

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو اس وقت ان لوگوں سے ہماری ملاقات لہاسہ میں ہو سکتی ہے۔"

"کیا۔؟ کیا واقعی۔؟ وہ یہاں پہنچ چکے ہیں۔؟"

"یقیناً پہنچ چکے ہوں گے۔ کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔"

"کون ہیں وہ۔؟" میکے براؤن نے پوچھا۔

"ایک اٹالین کرنل جو دوسری جنگ عظیم میں لڑ چکا ہے اور جو ویلینی کو اچھی طرح جانتا ہے۔ دوسرا مقامی آدمی ہے اس کے بارے میں، میں نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"اٹالین کرنل۔ جو ویلینی کو جانتا ہے۔ یہ ان لوگوں کے ہاتھ کہاں سے لگ گیا۔"

"اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"و تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔!"

"جتنا مجھے معلوم ہے وہ بھی مجھے بتایا نہیں گیا بلکہ یہ میری کاوش ہے کیونکہ بوڑھے کی گمشدگی کے بعد حسن صاحب نے مجھ پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا تھا۔"

"وہ اٹالین کرنل۔ یقیناً کام کی چیز ہوگا۔" میکے براؤن پرخیال انداز میں بولا۔

"اس کے پاس ویلینی کے بارے میں کافی معلومات موجود ہیں۔"

"کمبخت حسن بہت خوش نصیب ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو اس کرنل نے ضرور ٹھوس بنیاد پر کام شروع کیا ہوگا۔" میکے براؤن بڑبڑاتا ہوا بولا۔ پھر اس نے ایک دم چونک کر کہا "تم جب ان سے جدا ہوئے تھے تو اس نے تمہیں علیحدگی کی اجازت دے دی تھی۔؟"

"میں بتا چکا ہوں کہ ندرت کی حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد وہ شرمندہ تھے۔ میں ان سے مل کر نہیں آیا بس خاموشی سے علیحدہ ہو گیا۔"

"وہ مارا۔ گویا گنجائش ہے۔"

"کیسی گنجائش۔؟"

"ان لوگوں سے دوبارہ مل بیٹھنے کی۔ اگر تم اچانک ان کے سامنے پہنچ جاؤ تو وہ تمہیں نظر انداز نہیں کریں گے بلکہ اگر تمہارے ذریعہ انھیں کچھ معلومات فراہم ہو جائیں تو میرے خیال میں وہ تمہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔"

"لیکن میں ان کے پاس جاؤں گا ہی کیوں۔؟" میں نے کہا۔

"مصلحتاً میری جان۔ مصلحتاً۔ اٹالین کرنل کام کی چیز ہے۔ تم میرے لیے ان کے درمیان جاؤ گے۔ ہم کوئی خوبصورت پلان ترتیب دیں گے تم ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ گے اور ہم ان کے سارے راز حاصل کر لیں گے کیا سمجھے۔؟" میکے براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولا "رات زیادہ ہو چکی ہے آرام کرو۔ اور سنو ذہن سے یہ تردد نکال دو۔ سکون سے سو جاؤ کل دن میں گفتگو ہوگی مجھے اب تم پر مکمل اعتماد ہے۔ او کے۔!"

"او کے مسٹر براؤن مجھے میرے آرام کی جگہ بتا دی جائے"

"جولیا کے برابر والے خیمے میں چلے جاؤ۔ آؤ میں دکھادوں" میکے براؤن نے کہا اور میں اس کے ساتھ خیمے سے باہر نکل آیا جس خیمے میں مجھے پہنچایا گیا وہ آرام دہ تھا۔ اس دوران بڑی صعوبتیں جھیلنی پڑی تھیں۔ رابرٹ کے مل جانے سے کچھ آسانیاں ضرور فراہم ہو گئیں تھیں لیکن ایک اضطراب ایک الجھن تھی۔ لیکن اب دل کو سکون تھا۔ بستر پر لیٹ کر میں چکراتے ہوئے ذہن کو سکون دینے لگا۔ بڑے داؤ پیچ استعمال کرنے پڑے تھے میکے براؤن کے سامنے گرگٹ بھی کیا رنگ بدلتا ہوگا جس طرح یہ شخص رنگ بدلتا تھا اس گفتگو میں اس نے کتنی زیادہ قلابازیاں کھائی تھیں مجھے ان کا بخوبی اندازہ تھا۔ لیکن اس وقت میں نے بھی کمال کیا تھا اس کا سارا تجربہ خاک میں ملایا تھا دورانِ گفتگو بے شمار مراحل آئے تھے اور میں نے نہایت ہوشیاری سے میکے براؤن کو چت کر لیا تھا۔ کرنل آسٹن کا تذکرہ اس گفتگو کا سب سے اہم حصہ تھا۔ ممکن تھا میکے براؤن کو اب حسن صاحب سے کوئی دلچسپی نہ رہتی اور وہ اپنے کام میں مصروف رہتا لیکن کرنل آسٹن کے تذکرے نے میرے لہاسہ پہنچنے کے انتظامات کر دیے تھے۔ نہ صرف لہاسہ پہنچنے کے بعد بلکہ اب ان لوگوں سے جدا ہوتے ملاقات کرتے میں بھی کوئی دقت نہیں رہ گئی تھی۔ میں اپنی گفتگو سے بے حد مطمئن تھا۔ اور پھر ابھی تو کئی کارڈ تھے میرے ہاتھ میں۔ قادر جو آسانیاں فراہم کی تھیں انھیں تو ابھی چھوا بھی نہیں گیا تھا۔ میں آہستہ آہستہ ان کارڈز کو استعمال کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ اب سو جانا چاہیے۔ میں نے آنکھیں بند کر کے ذہن کو خالی چھوڑ دیا اور تھوڑی دیر کے بعد سکون کی نیند سو گیا۔

دوسری صبح ذرا دیر سے آنکھ کھلی۔ بستر پر اٹھ کر بیٹھا ہی تھا کہ جولیا خیمے کا پردہ اٹھا کر اندر آ گئی۔

"ہیلو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔" میں کسلمندی سے بولا جولیا میرے پاس آ کر بے تکلفی سے بیٹھ گئی۔

"تو ڈیڈی سے تمہاری مفاہمت ہو گئی یہ میری جیت ہے گازالی۔ میں اس جیت پر بہت خوش ہوں۔"

"سچی بات یہ ہے جولیا کہ خود مسٹر براؤن میری طرف سے بدظن ہو گئے تھے ورنہ میں پہلے بھی بے قصور تھا۔"

"اطمینان رکھو آئندہ ہمارے درمیان کبھی کوئی غلط فہمی نہیں ہو گی ایک دلچسپ بات بتا دوں۔؟"

"ساری دلچسپ باتیں بتا دو جولی۔"

"تھریسا صبح ہی صبح آئی تھی تمہیں اپنے باپ کی ملکیت

سمجھ رہی تھی میں نے طبیعت خوش کر دی اس کی۔"

"خوب۔ کیا کہا تم نے۔؟"

"کچھ نہیں صرف یہ اطلاع دی تھی اسے کہ تم میرے منگیتر ہو۔ بڑی منت کر رہی تھی کہ تم سے میں چند لمحات کے لیے ملاقات کی اجازت دے دوں لیکن یہ میری مرضی تھی کہ اجازت دیتی یا نہ دیتی کیا خیال ہے۔؟"

"ٹھیک کیا تم نے۔ میں اس سے نہیں ملنا چاہتا۔"

"اوہ گازالی تم جس طرح اب کھل کر سامنے آئے ہو اس سے قبل نہیں کھلے تھے میں بہت خوش ہوں گازالی۔"

"اور اسی خوشی میں ناشتا بھول گئی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم ضروریات سے فارغ ہو جاؤ۔ ناشتا ابھی لگتا ہے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں میکے براؤن کے سامنے تھا۔ ناشتا خاموشی سے کیا گیا۔ پھر براؤن نے کہا۔

"جولی ہم لوگ کچھ باتیں کریں گے۔ تم ہمیں تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو گی۔"

"جو گفتگو آپ لوگ کرنا چاہتے ہیں میرے سامنے کریں۔ میں غیر نہیں میں کوئی بھی بات آپ سے یا گازالی سے پوچھ سکتی ہوں۔ اگر پہلے میں آپ کی باتوں سے واقف ہوتی تو آپ کے درمیان خلیج حائل نہ ہونے دیتی اب میں تمام باتوں سے واقف رہنا چاہتی ہوں۔"

"نہیں جولی بیٹے۔ ضد نہیں کرتے۔ تم بچی ہو کوئی بھی بات کہیں تمہارے منہ سے نکل گئی تو ہم لوگوں کے لیے مصیبت بن جائے گی۔" براؤن نے کہا۔

"ہرگز نہیں ڈیڈی۔ میں اکیلی کہاں بور ہوتی پھروں گی۔" میکے براؤن نے بے بسی سے مجھے دیکھا تو میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے مسٹر براؤن۔ یوں بھی مس جولیا تقریباً تمام باتوں کا علم رکھتی ہیں، ہمیں ان پر اعتماد کرنا ہوگا۔"

"شکریہ گازالی۔" جولیا بیٹھ گئی۔ میکے براؤن تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"اس وقت تک کی کہانی تم بخوبی جانتے ہو گازالی جب میں حسن کے پاس سے چلا آیا تھا۔ جولیا موجود ہے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے ہم پہلے فرانس گئے پھر بلجیم۔ میں کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اپنے طور پر میں ویلینی کا سراغ لگاتا رہا تبت کے باشندے خاص طور سے میرے مرکز نگاہ تھے اسی دوران مجھے جانگ کے بارے میں معلوم ہوا۔ یہ تبت کا ایک خطرناک آدمی تھا جو قیدی تھا۔ میں نے اسے اپنا ممنون کر لیا اور جیل سے رہا کرا کر اس بات کے لیے آمادہ کر لیا کہ وہ ویلینی کی تلاش کے سلسلے میں میری مدد کرے۔ جانگ کھمبا ہے اور اس قبیلے کے لوگ عجیب و غریب قوتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ جانگ نے وعدہ کیا ہے مجھ سے کہ اگر تبت کے علاقے میں کسی ویلینی کا کوئی وجود ہے تو وہ اس کا پتا چلا لے گا۔ ہم پروگرام ترتیب دے کر یہاں آ گئے اور جانگ نے اپنا کام شروع کر دیا۔ میرے ساتھ چند اور لوگ بھی ہیں جو کام کے آدمی ہیں ان کے بارے میں تمہیں بعد میں تفصیل بتا دوں گا یوں سمجھ لو سب کے سب ذہین اور خطرناک ہیں اور ضرورت پڑنے پر آتش فشاں کے دہانے میں چھلانگ لگا سکتے ہیں میں نے انھیں مختلف جگہوں پر پھیلا دیا ہے اور سب کام کر رہے ہیں۔ جانگ آجکل میرے پاس موجود نہیں ہے لیکن اس ماہ کی انتیس تاریخ کو وہ مجھے لہاسہ میں ملے گا اور مجھے اپنی کاروائی کے بارے میں رپورٹ دے گا۔"

"ابھی تک اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"صرف ایک کام کی بات معلوم ہوئی ہے۔ لیکن جانگ کی واپسی پر ہی اس کی تصدیق ہو سکے گی۔"

"کیا معلوم ہوا ہے۔؟" میں نے سوال کیا اور میکے براؤن کسی قدر جھجکنے لگا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "نہیں مسٹر براؤن جس بات کے لیے یہ احساس دل میں آئے کہ اسے بتانا تمہارے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے براہ کرم اسے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس دوسری ملاقات کے بعد میں تمہارے دل میں شک نہیں چاہتا۔"

"وہ صرف ایک نام ہے۔ سیمبو تورد۔"

"کیا مطلب۔؟" میں نے پوچھا۔

"ایک راہب ہے جو مالا کی ایک خانقاہ میں رہتا ہے ایک سیاح کو اس نے زیورات کا ایک انبار لے کر ایک شخص کی تلاش کے لیے کہا تھا۔ اس نے سیاح سے کہا تھا کہ اگر وہ اس شخص کا پتا لگا کر اس کے بارے میں بتا دے گا یا اسے اس تک پہنچا دے گا تو اسے ایک عظیم خزانہ دیا جا سکتا ہے۔ اور گازالی جو زیورات اس نے اس سیاح کو دیے تھے ان کے بارے میں انکشاف ہوا کہ وہ جنگ عظیم میں اٹلی کے جواہریوں کی دو کانوں سے لوٹے گئے تھے۔" میکے براؤن نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔؟" میں نے متحیر ہو کر پوچھا۔

"مطلب تم خود اخذ کر سکتے ہو۔"

"آہ اس طرح تو بہت سی باتوں کا انکشاف ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مونٹ سوارٹ کا خزانہ اب اٹلی میں نہیں ہے۔"
میں نے بدستور اسی انداز میں کہا۔
"یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔" میکے براؤن نے کہا۔
"اس کے علاوہ کوئی اور خیال بھی ذہن میں آ سکتا ہے مسٹر براؤن۔؟" میں نے سوال کیا۔
"اس بات کا شبہ تو پہلے بھی تھا گازالی کو ویلینی اس خزانے تک پہنچ گئی ہے اور اگر اس نے پورا خزانہ نہیں تو اس کا کچھ حصہ ضرور اڑا لیا ہے اور اسے استعمال کر رہا ہے۔ گویا یوں سمجھ لو کہ اب اگر خزانہ حاصل کرنا ہے تو کسی کو مونٹ سوارٹ جانے کی ضرورت نہیں ہے اس کے لیے صرف ویلینی کی تلاش اور اسے پا لینا ہی کامیابی ہے۔"
میرے ذہن میں دھماکے سے ہو رہے تھے۔ ایک سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ راہب سمبوتورا کون ہے میکے براؤن کا مقصد بھی سمجھ رہا تھا اس کا خیال تھا کہ سمبوتورا ویلینی کا آدمی ہے۔ پھر میں نے کہا۔
"وہ سیاح کون تھا۔؟"
"جین بلمانڈو جس نے فرانس کے ایک ارب پتی کو قتل کر دیا تھا جیل میں یہ بات اس نے جانگ کو بتائی تھی۔ زیورات اس کے سامان سے برآمد ہو کر حکومت فرانس کی تحویل میں جا چکے ہیں اور وہیں سے یہ تحقیق سامنے آئی کہ ان زیورات کا تعلق اٹلی سے ہے۔ جین بلمانڈو نے یہ بات اس لیے جانگ کو بتائی تھی کہ جانگ تبت کا باشندہ ہے بلمانڈو جیل سے فرار ہونے کی کوشش میں پولیس کی گولیوں کا نشانہ بن گیا۔"
"خدا کی پناہ۔" میں نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ "کیا جانگ کو یہ بھی معلوم ہے کہ سمبوتورا کس آدمی کی تلاش میں ہے۔؟"
"ہاں بلمانڈو نے اسے ایک تصویر دکھائی تھی۔" میکے براؤن نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔
"جانگ نے اس تصویر کے بارے میں آپ کو کچھ بتایا۔؟"
"ہاں۔!" میکے براؤن نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔
"کیا مطلب۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔
"تصویر کے خدوخال اس پراسرار بوڑھے کے تھے۔ جانگ نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔" میکے براؤن کی گھٹی گھٹی آواز ابھری۔
اب تو حیرت کی کیفیت بھی ختم ہو گئی تھی یہ لمحہ سنسنی خیز تھا ہر جملہ ایک نیا انکشاف کرتا تھا دماغ کی چولیں ہل گئی تھیں۔
میں دیر تک پھٹی پھٹی آنکھوں سے میکے براؤن کو دیکھتا رہا۔ میکے براؤن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "سمبوتورا نے بوڑھے کو پہنچا دینے کا مطلب ہے کہ خزانے کا ایک بڑا حصہ حاصل کر لیا جاتے۔ کتنا بے حقیقت سمجھ لیا تھا ہم نے اسے بہت کچھ ہاتھوں سے نکل گیا سب کچھ۔"
میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دماغ کی چرخی تیز رفتاری سے چل رہی تھی جولیا پر حیرت تھی جس نے ابھی تک کسی بات میں دخل نہیں دیا تھا اور خاموش بیٹھی رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔
"جانگ نے اس کی تصدیق کیسے کی تھی۔؟"
"میرے پاس بوڑھے کی تصویر دیکھ کر میرے پاس اس تصویر کے کئی پرنٹ ہیں جو میں نے اخبار کے اشتہار میں چھپوائی تھی۔"
میکے براؤن نے کہا۔ میں نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ حالات جوں کے توں تھے کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی جا سکتی تھی۔ سمبوتورا کو بوڑھے کی تلاش کیوں تھی۔ مونٹ سوارٹ کا خزانہ اب کہاں تھا سینکڑوں سوالات تھے جن کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"آپ سمبوتورا سے ملے مسٹر براؤن۔؟"
"نہیں۔" جانگ اسی کی تلاش میں ہے۔"
"لیکن چوحالا کی خانقاہ میں۔" میں نے تعجب سے کہا۔
"تقریباً پانچ ماہ قبل وہ وہاں سے جا چکا ہے۔"
"کہاں۔؟"
"یہی تو نہیں معلوم۔ جانگ اس کی تلاش میں سرگرداں ہے اور اس کے بارے میں تحقیقات کر رہا ہے۔"
"ایک سوال اور ہے مسٹر براؤن۔ کیا جانگ وفادار ہے، آپ کا ساتھ دے گا۔؟"
"کتے سے بھی زیادہ وفادار ہے وہ۔ اسی قسم کا آدمی ہے کہ میرے لیے گردن کٹا سکتا ہے اپنی۔" میکے براؤن کو ابھی تک کچھ نہیں معلوم تھا لیکن معلومات کا دعویٰ ہم لوگ بھی نہیں کر سکتے تھے البتہ جانگ کے بارے میں جو کچھ سننے کو ملا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ کرنل آسٹن کی فراہم کی ہوئی ویلینی کی تصویر کا ایک پرنٹ اب بھی میرے لباس میں موجود تھا گو وہ پانی میں بھیگ کر خراب ہو گیا تھا لیکن خدوخال محفوظ تھے اگر یہ تصویر جانگ کو مل جاتے تو اسے ویلینی کی تلاش میں آسانی ہو سکتی ہے لیکن اس تصویر کی حفاظت تو اب اور ضروری ہو گئی تھی۔ براؤن کو اس کی ہوا بھی نہیں لگنی چاہیے۔
"اس اعتماد کے لیے شکرگزار ہوں مسٹر براؤن۔ میرے لیے اب کیا حکم ہے۔؟"
"یہاں رکنا چاہتے ہو۔؟"

"آپ کو تمام صورت حال بتا دی ہے جس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں خزانہ تلاش کرنے والوں میں سب سے زیادہ بے وسائل اور بے حقیقت انسان ہوں اس لیے اگر آپ پسند کریں مسٹر براؤن تو میرے پروگرام اب آپ کو ہی ترتیب دینا ہوں گے۔"
"اب تو تم بے وسائل نہیں ہو۔ اب تو بے حقیقت نہیں ہو۔" جولیا نے جلدی سے کہا۔
"ہاں۔ اب تمھاری حیثیت بدل گئی ہے گازالی۔ بہرحال یہاں سے میں نے جانگ کو اس کے کام کے لیے رخصت کیا ہے میں خود بھی لہاسہ جانے کے لیے تیار ہوں میرے خیال میں کل ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔"
"اوکے مسٹر براؤن۔ ہمارے ساتھی۔؟"
"معمول کے مطابق ہمارا تعاقب کریں گے یہ ان کے لیے ہدایت ہے میں نے انھیں قریب آنے کی اجازت نہیں دی ہے ہمیں ایک دم غفلت کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔"
"گڈ۔ آپ نے بہت عمدگی سے اپنا پروگرام ترتیب دیا ہے۔" لیا نے تعریفی انداز میں کہا۔
"سنو گازالی۔ حالات کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں قائم کیا ا سکتا کس وقت حالات کیا رخ اختیار کر لیں۔ لہاسہ میں میرا قیام ان میں ہو گا۔ یہ ایک ہوٹل ہے لیکن یہاں لوگ قیام نہیں کرتے۔ ان کے کاؤنٹر سے تم اپنا نام بتا کر میرے بارے میں معلومات اصل کر سکتے ہو۔ تمھیں مجھ تک پہنچا دیا جائے گا تمھیں کیا کرنا ہے یہ بھی سن لو۔"
"جی سر۔" میں نے کہا۔
"لہاسہ پہنچ کر حسن وغیرہ کی تلاش۔ پھر تم ان سے مل بیٹھنے ی کوشش کرنا یہ تمھارا کام ہو گا اگر وہ لوگ تمھیں خوشی سے اپنے اتھ شریک کر لیں تو ٹھیک ہے کوئی خطرہ محسوس کرو تو انھیں ھوڑ سکتے ہو سیدھے میرے پاس آ جانا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو ان معلومات حاصل کرنا کرنل آسٹن [illegible] انھیں کیا بتایا ہے یہ معلوم رنا تمھارا کام ہے۔ ضرورت [illegible] و ہم کرنل کو اغوا کر لیں گے یہ ب تمھاری مدد سے ہی ممکن ہو گا۔"
"میرے سپرد آپ جو ذمہ داری کریں گے مسٹر براؤن میں اسے پوری رنے کے لیے تمام صلاحیتیں وقف کر دوں گا۔"
"تمھیں اب یہ جملے کہنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے تم پر تماد کرنے کے بعد ہی تمھیں اپنا شریک کار بنایا ہے۔ کیوں جولیا ہیں اب بھی مجھ سے شکایت ہے اس سے زیادہ میں اور کیا کر سکتا وں۔" میکے براؤن نے اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے کہا۔
"شکریہ ڈیڈی میں مطمئن ہوں۔" جولیا نے جواب دیا۔

"اوکے گازالی۔ تم لوگ اب آرام کرو۔" جولیا میرا پیچھا کہاں چھوڑنے والی تھی مجھے ساتھ لے کر ہی باہر آئی اس کے چہرے سے مسرت کا اظہار ہو رہا تھا میرا ہاتھ پکڑے پکڑے وہ ایک سنسان گوشے کی طرف چل پڑی میں اس کا ساتھ دے رہا تھا تھوڑی دور پہنچنے کے بعد اس نے کہا۔
"یہ بہتر جگہ ہے آؤ یہاں بیٹھیں گازالی۔" میں خاموشی سے اس کے ساتھ سامنے پڑے پتھر پر بیٹھ گیا دوسرے پتھر پر وہ میرے بالکل قریب بیٹھ گئی تھی۔
"انسان کا دل بہت غلط سوچتا ہے گازالی میری سوچ ہے میں کیا کروں نجانے کیوں مجھے بار بار یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ میری اس بار کی کوششیں بھی رائیگاں جائیں گی۔"
"میں نہیں سمجھا جولیا۔"
"تم پر یقین نہیں آتا بار بار یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ تم میرے نہیں ہو سکو گے۔ دیکھو گازالی اگر ایسا ہوا تو میں خودکشی کر لوں گی میرے بہت سے شناسا میری قربت کے خواہش مند ہیں انھیں جب یہ معلوم ہوا کہ میں کسی ہندوستانی نوجوان سے دل لگا بیٹھی ہوں تو انھوں نے میرا بڑا مذاق اڑایا شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ خود ڈیڈی نے مجھے بے حد سمجھانے کی کوشش کی۔ مجھے بتایا کہ تم ایک نسل پرست آدمی ہو اگر نسل پرست نہ ہوتے تو ہم لوگوں سے بھرپور تعاون کرتے۔ میں نے ڈیڈی سے یہی کہا تھا گازالی کہ تم جو کچھ بھی ہو میں تمھیں اپنی زندگی میں شامل کرنے کے لیے کوشش کرتی رہوں گی۔ ڈیڈی بہت سمجھا کر یہاں لائے تھے لیکن یوں لگتا ہے جیسے ہماری تقدیر کے ستارے ایک ہی ہوں اور بالآخر ہمیں یکجا ہونا ہو تو تم بتاؤ گازالی۔ کیا تمھاری یہاں آمد میری اس بات کی تصدیق نہیں کرتی۔؟"
"ہاں جولیا۔ میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ تم مجھے یہاں مل جاؤ گی۔"
"اچھا گازالی ایک بات بتاؤ۔ جب میں وہاں سے چلی آئی تھی تو تمھیں افسوس ہوا تھا۔"
"حقیقت جاننا چاہتی ہو جولیا۔ یا تمھیں خوش کرنے کے لیے بات کروں۔"
"نہیں پلیز۔ حقیقتیں بتاؤ میں حقیقتوں کی تلاش میں ہوں۔"
"تو سنو جولیا۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ تم میرے مسئلے میں سنجیدہ ہو اور اس کی کچھ وجوہات تھیں مثلاً یہ کہ تم ایک غیر ملکی خاتون تھیں۔ تم نے زندگی میں تعیشات کے سوا کچھ نہیں دیکھا میں نے تمھارے بارے میں جب بھی سوچا اس انداز میں سوچا کہ تم مشرق پسند ہو اور نوادرات کی شوقین۔ ہندوستان میں آ کر تم نے تفریحی مشغلے کے طور پر مجھ

سے محبت کی پینگیں بڑھانا شروع کیں اور جب یورپ واپس چلی جاؤ گی تو مجھے بھول جاؤ گی۔ جب تم میکے براؤن کی غلط فہمی کی بنیاد پر وہاں سے چلی آئیں تو میں نے تمہیں یاد ضرور کیا تھا لیکن سوچا تھا کہ یہی ہونا تھا ——— اور یہ تفریح کتنے دن تک جاری رہ سکتی تھی مجھے تو اب یہ جان کر تعجب ہوا کہ تم میرے معاملے میں اتنی سنجیدہ ہو اور اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ میکے براؤن مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانے کے لیے تیار ہے۔"

"تمہاری یہ اصطلاح میری سمجھ میں نہیں آئی۔" جولیا نے کہا۔

"خالص ہندوستانی اصطلاح ہے تمہارے ہاں ٹاٹ کا کیا تصور؟ ہم لوگ کسی بہت خوبصورت چیز میں ایک بدنما شے کو منسلک کر دینے پر یہ محاورہ کہتے ہیں درحقیقت میرا اور تمہارا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ میں تمہارے سامنے بہت ہی معمولی شخصیت کا مالک ہوں اس لیے اگر تمہیں یاد بھی کرتا تو اس سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوتا میں نے ان حقیقتوں کو قبول کر لیا تھا یعنی میں یہ جانتا تھا کہ تم مجھے نہیں مل سکو گی اور جو چیز حاصل نہ ہو سکے اس کے لیے دکھ میں ڈوبے رہنا کیا معنی رکھتا ہے۔" جولیا مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔

"لیکن یہ بات بالکل ہی غیر حقیقی بھی نہیں تھی دلوں کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے میں تو واقعی اس سلسلے میں بعض اوقات حیران رہ جاتی ہوں یوں لگتا ہے جیسے قدیم کلاسیکی کہانیاں زندہ ہو گئی ہوں جذبے اور طلب اس طرح انسان کو اتنے فاصلوں پر کھینچ لاتے ہیں اس کا اندازہ مجھے پہلی بار ہوا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے اب ہمیں تقدیر کے فیصلوں کا انتظار کرنا چاہیے دیکھتے یہ ہیں کہ مسٹر میکے براؤن میرے سلسلے میں کہاں تک پر اعتماد رہتے ہیں۔ مجھے ہمیشہ یہ خوف رہے گا کہ میرا ہندوستانی ہونا کہیں ان کی بدگمانی کا باعث نہ بنتا رہے۔"

"میں جو ہوں گازالی، میں ایسی ہر کوشش کو ناکام بنا دوں گی مجھے تم پر اعتماد ہے اور ڈیڈی کو تم پر اعتماد کرنا پڑے گا۔" جولیا نے پُر تاثر لہجے میں کہا۔



اس رات بستر پر لیٹا تو دل کو ہلکی سی چبھن کا احساس ہوا۔ جولیا کے الفاظ ذہن میں ہلچل پیدا کر رہے تھے۔ یہ لڑکی سنجیدہ معلوم ہوتی تھی۔ بےشمار شواہد تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس نے ایسے ماحول میں پرورش پائی جہاں جو چاہا وہ حاصل کر لیا اس لیے میرے حصول کو اس نے مشکل نہیں سمجھا تھا۔ میں نے کئی انداز سے اس کے بارے میں سوچا لیکن تمام باتوں کو جھٹلاتا جاتا تو معصومیت ہی نکلتی تھی۔ ہم نے اسے میکے براؤن کی آلہ کار سمجھا تھا۔ یقیناً تھی لیکن کسی گہرائی میں نہیں تھی۔ میکے براؤن نے اسے کچھ ہدایات دی تھیں ان پر عمل کرنے کی حد تک میکے براؤن اسے لے گیا تھا نہ جاتی تو کیا کرتی لیکن وہ مجھ سے بددل نہیں ہوئی تھی۔ اس کے ذہن میں میرے متعلق بدظنی نہیں تھی۔ یہاں ملی تو جو کچھ معلوم تھا سب بتا دیا۔ میکے براؤن اگر نہ بھی کھلتا تو مجھے اس کا پروگرام جاننے میں دقت نہ ہوتی۔ جولیا معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ بنتی رہتی۔ میکے براؤن جس مزاج اور جس حیثیت کا مالک تھا درحقیقت اس میں میرے جیسے کسی شخص کے لیے اتنی بڑی گنجائش نہیں نکلتی تھی۔ وہ تمام کارروائیاں کر کے آیا تھا، کامیابی یا ناکامی دوسری بات تھی۔ وہ صرف جولیا کی وجہ سے مجھے یہ حیثیت دینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں اس کے ذہن میں کیا ہے۔ ممکن ہے اس نے یہ بھی سوچا ہو کہ کام ہونے کے بعد مجھے راستے سے ہٹانے کے لیے کوئی ہتھکنڈہ لگائے۔ بہرحال جولیا مخلص تھی اور مجھے صرف یہ پریشانی تھی کہ اس جیسی مخلص لڑکی کو میں کیسے دھوکا دوں۔

یہ تمام لوگ جو خزانے کے حصول کے لیے کوشاں تھے ایک دوسرے کے لیے دل میں کیا خیالات رکھتے ہیں۔ اس کے بارے میں کوئی بات واضح نہیں تھی۔ سب مل جل کر کام کر رہے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو فوقیت حاصل ہو جائے تو وہ دوسرے کو راہ سے ہٹانے کی کوشش ضرور کرے گا۔ یہاں حسن صاحب پر شک نہیں کیا جا سکتا تھا کم از کم وہ اس قسم کے آدمی نہیں تھے اتنا زمانہ شناس تو میں بھی تھا۔

معاملات کوئی بھی شکل اختیار کریں۔ جولیا ایک اہم مسئلہ ہے۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ بحیثیت محبوبہ میرے دل میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی بلکہ شاید کلی طور پر میں اپنے دل میں کسی لڑکی کے لیے ایسے جذبات نہیں پاتا تھا۔ ہما اب دوسری حیثیت اختیار کر چکی تھی اور وہ اس راستے سے ہی ہٹ گئی تھی۔ جولیا کے چلے جانے کے بعد یہ ڈرامہ تقریباً ختم ہو گیا تھا۔ لیکن پس منظر سے ایک اور کردار ابھر کر سامنے آیا تھا یہ تنویر تھی۔ تعجب ہوتا تھا کہ اس کے بارے میں سوچ سوچ کر۔ محسن کی بہن کی حیثیت سے میں نے ہمیشہ اس کا احترام کیا تھا اور بھول کر بھی نہ سوچا تھا کہ اس سے ایسا کوئی ذہنی رشتہ قائم ہو گا۔ اس کے کسی انداز پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ لیکن محترمہ تنویر دل کی گہرائیوں میں کچھ اور ہی چھپائے بیٹھی تھیں۔ اور جب میدان صاف ہو گیا تو انہوں نے اس کے اظہار میں بھی تکلف نہ کیا۔

حیرت ہوتی تھی۔ یہ لڑکیاں کتنی دیوانی ہوتی ہیں۔ پلکیں جڑ گئیں اور رات خوابوں میں گذری۔ دوسری صبح جاگا تو جولیا خیمے

میں بیٹھی ہوئی تھی نگاہیں میری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

'تم مجھے کافی پریشان کرو گی لڑکی'، میں نے دل میں سوچا۔

"صبح بخیر۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"کب سے بیٹھی ہو جولی ——؟"

"جاگ کر سیدھی یہاں آ گئی تھی۔ ڈیڈی کے خیمے میں مسٹر رابرٹ بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"اوہ، تنہا ہیں ——؟"

"جی نہیں، جولیٹ بھی ہیں۔"

"کون ——؟"

"مس تھریسا۔"

"اوہو تو آپ میری نگرانی کر رہی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جو سمجھ لو۔"

"اس نے تمہارے ساتھ آنے کی کوشش نہیں کی ——؟"

"میں نے لفٹ ہی نہیں دی۔"

"لیکن جولیا دوسرے لوگوں نے محسوس کیا ہو گا ——؟"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"مگر وہ تمہاری دوست ہے۔"

"ہے نہیں تھی، اور رہتی اگر تمہاری دعوے دار بننے کی کوشش نہ کرتی۔" جولیا نے ناک سکوڑ کر کہا۔

"تو اب میرے لیے کیا حکم ہے، محترمہ ——؟"

"تیار ہو جاؤ، میرا خیال ہے مسٹر رابرٹ ناشتا ڈیڈی کے ساتھ ہی کریں گے۔ انہوں نے دھمکی دے دی ہے۔" جولیا نے کہا اور ہنس پڑی۔

"اوہ تو کیا میرا انتظار ہو رہا ہے؟" میں نے گھبرا کر پوچھا۔

"سو فیصدی، چلو جلدی سے لباس تبدیل کر لو اور ہاں تمہیں کچھ ہدایات دینا ضروری ہیں ——"

"جی۔ جی فرمائیے۔ فرمائیے۔" میں نے کہا۔

"تھریسا کو بالکل لفٹ نہیں دو گے۔ واجبی سے گفتگو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن تمہاری کسی بھی بات میں اس کے لیے لگاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔"

"ہو بھی نہیں سکتی۔ جولیا، ظاہر ہے، میں نے کبھی اُسے اس نگاہ سے نہیں دیکھا۔"

"لیکن وہ تو دیکھتی ہے، میرا خیال ہے وہ آخری کوشش کرنا چاہتی ہے۔ چلو جلدی کرو۔" جولیا نے کہا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا، یہ خصوصی قسم کے معاملات تھے جو پروگرام میں شامل نہ تھے، اور ان کے لیے میں قطعی تیار نہیں تھا، بہرطور ان معاملات سے بھی نپٹنا تھا، دلچسپ صورتحال ہو گئی تھی۔ تیار ہو کر مسٹر براؤن کے خیمے میں پہنچا تو رابرٹ جم نے مسکراتے ہوئے کھڑے ہو کر میرا خیر مقدم کیا۔ "ہیلو مسٹر گازالی۔ تم تو ایک خواب کی مانند ہماری زندگی میں آئے، اور اتنی جلدی ہماری آنکھیں کھول دیں، کہ ہم اپنے آپ کو ایڈجسٹ بھی نہ کر سکے۔" انہوں نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"دراصل مسٹر رابرٹ۔" میں نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ہاں کوئی بات نہیں میکے براؤن نے مجھے تمہارے بارے میں تفصیلات بتا دی ہیں، اور سچ بات یہ ہے مسٹر گازالی کہ میں نے پہلے بھی کبھی تمہارے بارے میں ایسے نہیں سوچا تھا، کہ تم کوئی معمولی شخصیت ہو اگر یقین نہ آئے، تو میری بیٹی سے پوچھ لو، بلکہ یہ خود بھی مجھ سے متفق تھی، اور بچکانہ انداز میں سوچتی رہتی تھی، کہتی تھی کہ وہ انڈین پرنس ہے، اپنے گھر سے لڑ کر بھاگ آیا ہے، اور آوارہ گردی کر رہا ہے، بات غلط بھی نہیں تھی، مسٹر براؤن نے بتایا ہے کہ تم نے ایک بہت بڑی جائیداد صرف ایک معمولی سی بات پر چھوڑ دی، واقعی بڑے دل کا کام ہے۔ بہرطور تمہاری طلب اتنی شدت سے معلوم ہو رہی تھی کہ میں تم سے خود ہی ملنے چلا آیا، اور معذرت کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ساتھ تمہیں کچھ آسائش نہیں مل سکیں۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ مسٹر رابرٹ ایسے وقت میں مجھے آپ کا سہارا حاصل ہوا تھا، جب میں بہت بُرے حالات کا شکار تھا، اس بات کو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔" تھریسا خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، ایک بار اس سے آنکھیں ملیں تو آنکھوں میں ایسی تحریریں پڑھنے کو ملیں کہ دل کانپ گیا، اپنے آپ پر قہقہے لگانے کو دل چاہتا تھا۔ محبت اور عشق کی دولت جگہ جگہ سے مل رہی تھی لیکن مجھے جو اپنے مستقبل کا چیلنج قبول کرتا تھا، اس کے سلسلے میں ابھی تک کسی طرف سے راہنمائی نہیں ہوئی تھی، حقیقت یہ ہے کہ عجیب و غریب تقدیر لے کر پیدا ہوا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی ہما کے ذریعے اپنا سب کچھ مجھے دینے کو تیار تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ان کی مالی حیثیت کیا ہے، یا ان کا بینک بیلنس کتنا ہے۔ لیکن ظاہر یہی ہوتا تھا، کہ خوب کمایا ہے اور خوب جمع کیا ہے۔ ہما کو اگر میں اپنی شریکِ حیات کی حیثیت سے قبول کر لیتا، تو وہ سب کچھ مجھے مل جاتا۔ دوسری شخصیت جولیا کی تھی، میکے براؤن ذرا مشکوک آدمی تھا لیکن جولیا اس کی تمام تر توجہ کا مرکز تھی، اور اسی بات کے امکانات تھے کہ وہ جولیا کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔ گویا ڈاکٹر طاہر علی سے کہیں بڑی دولت جولیا کے ذریعے میرے ہاتھ آ سکتی تھی۔ لیکن سچ بات یہ ہے کہ کیا کسی فلمی ہیرو کی مانند مجھے عورت کے ذریعے

حاصل ہونے والی دولت کو ٹھکرانا نہیں دینا چاہیے۔ بات عزت وقار کی عزتِ نفس کی ہوتی ہے۔ یہ دولت میری تو نہ تھی، میں کبھی بھی اسے اپنی جائز کمائی نہیں کہہ سکتا تھا۔

ناشتے کا انتظام کیا گیا اور ہم سب ناشتے میں مصروف ہو گئے مسٹر میکے براؤن نے شاید مسٹر رابرٹ کو اپنی روانگی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا کیونکہ اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد تھریسا نے پہلی بار لب کشائی کی۔ "مجھے تم سے کچھ کام ہے مسٹر گازالی کیا تم مجھے کچھ وقت دے سکو گے"

میں نے گھبرا کر جولیا کی طرف دیکھا جولیا دوسری طرف نگاہیں کیے بیٹھی تھی۔ بڑے مخمصے کا شکار ہو گیا تھا۔ صاف منع کر دینا بھی عجیب سی بات تھی مسٹر میکے براؤن نے میری مشکل آسان کر دی تھی۔ "ہاں۔ ہاں کوئی حرج نہیں ہے تم لوگ اگر چاہو تو باہر چلے جاؤ یا پھر ہم لوگ۔۔"

"نہیں آؤ مسٹر گازالی" تھریسا نے کہا اور جولیا پہلو بدل کر رہ گئی۔ بہر طور میں تھریسا کے ساتھ باہر نکل آیا۔ تھریسا خاموشی سے میرے ساتھ چلتی ہوئی تھوڑے فاصلے پر پہنچ گئی۔ میں نے اسے پیش کش کی کہ وہ میرے خیمے میں چلے لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔ ہم لوگ اسی جگہ پہنچ گئے جہاں جولیا کے ساتھ میں پچھلی رات بیٹھا ہوا تھا تھریسا ایک گہری سانس لے کر بولی "کیا یہ نہیں ہو سکتا مسٹر گازالی کہ تم ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ دو۔ ہمارے ساتھ رہو جو کچھ تمہارے بارے میں مجھے ڈیڈی کے ذریعے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ مسٹر براؤن سے تمہارا کوئی گہرا ربط نہیں ہے بلکہ صرف ان سے تمہاری ملاقات ہوئی تھی اور تم لوگ کسی اہم مسئلے میں کام کرنے کا معاہدہ کر چکے تھے۔ دیکھو گازالی یہ سب کچھ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ میں تمہیں پوری سچائی سے یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ تم میری زندگی میں بہت دور تک اتر گئے ہو تمہاری شخصیت میں پہلے ہی دن سے مجھے ایک کشش محسوس ہوئی تھی۔ میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں گازال اور اگر تم میری زندگی سے نکل گئے تو میں طویل عرصے تک بے سکون رہوں گی"

"بات دراصل یہ ہے مس تھریسا کہ میں آپ لوگوں کا بے حد احسان مند ہوں۔ سب ہی نے اور خاص طور سے آپ نے میرے ساتھ اس بے سروسامانی کی حالت میں بہت اچھا سلوک کیا اور مجھے ایک بدترین زندگی سے بچا لیا۔ اس کے صلے کے طور پر میں آپ کا صرف احسان مند ہی ہو سکتا ہوں، باقی جہاں تک ساتھ رہنے کا تعلق ہے تو مس تھریسا یہ کس طرح ممکن ہے۔ میری اپنی بھی ایک زندگی ہے میں اپنے کچھ پروگرام رکھتا ہوں۔ آپ خود غور کیجیے کہ کیا ان پروگراموں میں اس بات کی گنجائش ہے کہ زندگی کو صرف محبت تک محدود کر دیا جائے"

"نہیں۔ یقیناً نہیں ہے لیکن محبت کا بھی ایک وجود تو ہے انسانی زندگی میں مجھے ایک بات کا جواب دے دو صرف"

"کیا۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم جولیا کو چاہتے ہو؟"

"دل کے راز، راز ہی رکھے جاتے ہیں میرے دل میں کسی لڑکی کے لیے کیا گنجائش ہے میں اس کا ڈھنڈورا نہیں پیٹنا چاہتا چنانچہ آپ کے اس سوال کا جواب دینے کے لیے اپنے آپ کو معذور پاتا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ مجھے معاف کر دیں گی"

"میرے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے" تھریسا نے آنسو بھری آواز میں کہا۔

"معذرت خواہ ہوں" میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے جھنجلاہٹ سی چڑھ گئی تھی۔ کوئی عقل کی بات ہے سرِراہ چلتے چلتے خواہ مخواہ محبتوں کا اظہار ہو جائے اور پھر ان کا جواب بھی دیتے پھرو۔ یہ ساری لڑکیاں احمق ہو گئی تھیں۔ معلوم نہیں مجھ بے وقوف سے انسان میں انہیں کیا خوبیاں نظر آتی تھیں کہ جیسے دیکھو عشق کا ڈھول گلے میں ڈالے ہوئے پیٹتا چلا آ رہا ہے۔ تھریسا کو میرے لہجے کی جھنجلاہٹوں، کا اندازہ ہو گیا تھا چنانچہ اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "مجھے بہت افسوس ہے کہ میں نے آپ کو پریشان کیا"

"کوئی بات نہیں ہے مس تھریسا۔ اتنے دنوں کے ساتھی کے طور پر آپ کو یہ مشورہ دے سکتا ہوں کہ آپ اگر میری جانب راغب بھی ہوئی تھیں تو غلطی کر رہی تھیں میں آپ کے وطن آپ کے ملک سے بھی تو تعلق نہیں رکھتا نہ میں آپ کا ہم قوم ہوں ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ آپ خود کو سنبھال لیں۔ اور اپنے ہی کسی ہم قوم کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کی کوشش کریں۔ حقیقتوں کو ہم کسی طور نظر انداز نہیں کر سکتے"

"مجھے تمہاری نصیحتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ مجھے کرنا ہے ظاہر ہے اپنے طور پر ہی کروں گی" تھریسا نے جواب دیا اور تیزی سے اٹھ کر واپس چلی گئی۔

میں سپاٹ نگاہوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا میں نے کوشش بھی نہیں کی تھی کہ اس کا تعاقب کروں۔ پھر دفعتاً مجھے اپنے عقب میں کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں۔ پلٹ کر

دیکھا تو جولیا تھی۔ واقعی جولیا نے اس وقت کمال کر دیا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس نے فوراً ہی ہمارا تعاقب کیا ہو گا اور ہماری گفتگو سننے کی کوشش کی ہو گی۔ یہ اچھا ہی ہوا ورنہ اسے نجانے کتنے جواب دینا پڑتے جولیا کے چہرے پر اطمینان مسکراہٹ کھیل رہی تھی اس نے آہستہ سے کہا "شکریہ گازالی"

رابرٹ تھوڑی دیر کے بعد تھریسا کے ساتھ واپس چلا گیا اور اس کے جاتے ہی میکے براؤن نے مجھ سے کہا۔ "پلیز گازالی۔ خیمے وغیرہ اکھاڑنے میں میری مدد کرو اس وقت کسی اور کو میں اپنے قریب نہیں آنے دوں گا تمہیں ہی یہ کام کرنا ہو گا۔ ہمیں جتنی جلد ممکن ہو سکے اب یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے میں اپنے آدمیوں کو ہدایات جاری کر چکا ہوں اور وہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے" میں سمجھ گیا کہ میکے براؤن نے رابرٹ کو یہاں سے روانگی کی ہوا بھی نہ لگنے دی ہو گی۔ چالاک آدمی تھا خواہ مخواہ کی الجھنیں نہیں پالنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ہم تینوں ہی مصروف ہو گئے اور آدھے گھنٹے ہی میں اس کام سے فراغت حاصل ہو گئی۔ میکے براؤن کی شاندار لینڈ روور کی چھت پر کیریئر لگا ہوا تھا۔ تمام چیزیں اس کیریئر پر رکھ کر انہیں کس دیا گیا۔ ضرورت کی چیزیں سمیٹ کر لینڈ روور کے عقبی حصے میں رکھ دی گئی تھیں۔ اور اس کے بعد میکے براؤن نے خود ہی اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ ہم تھوڑی دیر کے بعد تراکوٹ کی سرحد کو خیر باد کہہ رہے تھے۔ جولیا میرے بالکل برابر بیٹھی ہوئی تھی اور باہر کے مناظر سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ ہمالیہ کی برف پوش چوٹیاں آسمان کی بلندیوں کو چھوتی ہوئی نظر آ رہی تھیں اور ان کے دامن میں سینکڑوں رازہائے سربستہ مدفون تھے۔

ہم جس سڑک سے گذر رہے تھے وہ کافی کشادہ اور خوبصورت بنی ہوئی تھی۔ دونوں طرف کھیتوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا اور ان کے پس منظر میں درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ سرسبز و شاداب علاقہ تھا جو نگاہوں کو خود میں جذب کر لیتا تھا۔ سفر بڑا پُرسکون کٹ رہا تھا۔ ویسے روانہ ہونے سے قبل میکے براؤن نے مجھے جدید امریکی ساخت کا ایک پستول دیا تھا دوسرا جولیا کو اور تیسرا خود اپنے پاس رکھ لیا تھا تاکہ ضرورت پڑنے پر کام آ سکے۔ اس ضرورت کے بارے میں اس نے تفصیل نہیں بتائی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ اس کے ذہن میں کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔

پورا دن سفر جاری رہا جگہ جگہ خانقاہیں نظر آتی تھیں۔ کئی چھوٹی چھوٹی بستیاں اس سڑک کے کنارے آباد تھیں۔ سڑک کے بارے میں میکے براؤن نے بتایا کہ یہ براہِ راست لہاسہ جاتی ہے اور ہمیں راستے میں ایک جگہ قیام کرنا ہو گا تاکہ رات گذارنے کے بعد دوسرے دن سفر کیا جا سکے۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت ہم لہاسہ پہنچ سکتے تھے۔ تقریباً چھ گھنٹے کے سفر کے بعد میکے براؤن نے لینڈ روور سڑک کے ایک سائیڈ کھڑی کرتے ہوئے کہا۔ "اب اسٹیرنگ تم سنبھالو میں تھک گیا ہوں"

میں نے فوراً ہی اس کی جگہ سنبھال لی۔ مزید دو گھنٹے سفر جاری رہا اور پھر تاریکی جھک آئی۔ میکے براؤن نے مجھے بتایا کہ ابھی بارہ میل کا سفر اور طے کرنا پڑے گا اس کے بعد ہم ایک خانقاہ کے قریب پہنچ جائیں گے جو ایک گھاٹی سے گذرنے کے بعد کسی قدر بلندی کا سفر طے کر کے نظر آئے گی میکے براؤن نے کہا کہ یہ خانقاہ ان علاقوں میں ایک بڑی حیثیت رکھتی ہے اور زائرین یہاں کافی تعداد میں آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ لوگ بھی جو اس قسم کے معاملات میں دلچسپی لیتے ہیں۔ بارہ میل کا سفر خاصی تیز رفتاری سے طے کر لیا گیا پھر ہمیں روشنیاں نظر آئیں۔ یہ خانقاہ کی روشنیاں تھیں ان کے آگے زائرین کا کیمپ لگا ہوا تھا یہیں ہم نے لینڈ روور روک دی۔ تھوڑا بہت کھایا پیا اور پھر جولیا نے میکے براؤن سے اجازت لے لی کہ وہ خانقاہ کے اندرونی منظر دیکھے گی۔

میرے بغیر وہ بھلا کیسے اندر جا سکتی تھی چنانچہ ہم خانقاہ میں داخل ہو گئے۔ اندر پوجا پاٹ ہو رہی تھی۔ روشنی کے لیے بہت سی مشعلیں اور لیمپ جلائے گئے تھے۔ میں سرخ قالین بچھے ہوئے راستوں سے جولیا کے ساتھ گذرتا ہوا اندر پہنچ گیا۔ وسیع و عریض ہال میں چربی کے سینکڑوں لیمپ روشن تھے۔ دیواروں کے ساتھ لگی ہوئی مشعلوں کے شعلے بڑا خوفناک منظر پیش کر رہے تھے۔ فضا میں ہر سمت عود و عنبر کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی جس سے ہوا بھاری بھاری ہو رہی تھی۔ دیواروں میں بنے ہوئے طاقچوں میں رکھے ہوئے عجیب و غریب بتوں کی شکلیں ہمیں ہر سمت سے گھور رہی تھیں۔ سرخ قالین تقریباً ہر جگہ بچھا ہوا تھا ہم اس پر چل کر کئی محرابوں سے گذرتے ہوئے اس جگہ پہنچے جہاں سترہ ماؤں کے رنگین پتلے دیوار کے سہارے ایستادہ تھے۔ ان کے گرد عبادت کے جھنڈے لگے ہوئے تھے یہ پتلے ان سابق لاماؤں کے تھے جو ابتداء سے لے کر اب تک اس عظیم خانقاہ میں حکومت کرتے رہے تھے۔

بھجن کی آوازیں کانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ سات پھریرل والے دروازے کو عبور کرنے کے بعد ہم اندر داخل ہو گئے یہ بڑی عبادت گاہ کا دروازہ تھا یہاں کچھ لاما ایک قطار میں بیٹھا تھا

بدھ کے سامنے جھکے ہوئے سجدہ ریز تھے۔ انہی میں اک خانقاہ کا بڑا لاما بھی تھا گوتم بدھ کا بت سنگِ مرمر کے ایک بڑے چبوترے پر رکھا ہوا تھا اس کے نیچے ایک چوڑا سا زینہ تھا جس پر لاما پیشانی جھکائے عبادت میں مصروف تھے۔ سونے کا بنا ہوا یہ بت قد آدم تھا۔ دایاں ہاتھ سینے کے ساتھ لگا ہوا دل کے قریب تھا اور ہتھیلی اوپر کو اٹھی ہوئی تھی مجھے مہاتما بدھ کی تاریخ یاد آگئی۔ ذہن پر ایک عجیب سا احساس طاری ہو رہا تھا اس میں بدھ کی تعلیمات کے بارے میں عقیدت تھی۔

کافی دیر تک ہم وہاں رہے اور اس کے بعد جب خوب رات ہوگئی تو واپس لینڈ روور میں آگئے خیمے وغیرہ نکالنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی چونکہ ایک رات ہی کی تو بات تھی چنانچہ لینڈ روور کے عقبی حصے میں ہم تینوں آرام و اطمینان سے سو گئے۔

دوسری صبح اٹھے ہلکا پھلکا سا ناشتا کیا اور اس کے بعد میں نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ گاڑی ایک بار پھر پختہ سڑک پر آگئی تھی اور اب ڈرائیونگ میں کر رہا تھا رفتار کافی تیز رکھی تھی۔ میکے براؤن کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ جولیا نے جان بوجھ کر درمیان میں بیٹھنے کی کوشش کی تھی اور کئی بار میرے شانے پر سر رکھ دیا تھا۔ میکے براؤن کی موجودگی میں اس کی یہ بے باک کوشش مجھے بے چینی کا شکار کر رہی تھی لیکن میکے براؤن ان تمام کیفیات سے بے نیاز تھا۔ دفعتاً اس نے چونک کر گردن اٹھائی اور بولا۔ "لہاسہ کے بارے میں تم نے معلومات تو ضرور کی ہوں گی۔ کیونکہ تم کچھ معلوم کیے بغیر ہی ان علاقوں میں نہ آنکلے ہوگے۔"

"صرف جغرافیائی حد تک۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے خیال میں تمہیں وہاں قیام کے لیے کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر براؤن۔" میں نے جواب دیا اور پھر سامنے آتی ہوئی ایک گاڑی کو دیکھ کر اسٹیئرنگ سنبھالنے لگا۔ میکے براؤن خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے اس موضوع پر مزید کوئی بات نہ کی۔ لیکن لہاسہ کی پہلی عمارت نظر آتے ہی اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر مجھے لینڈ روور روکنے کے لیے کہا۔ اور میں نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔

"تم نے ضرور سوچا ہوگا گازالی کہ میں نے تمہیں کافن کا پتا کیوں بتایا تھا۔ میں تمہیں اپنے ساتھ وہاں سے بھی جا سکتا تھا۔ در اصل میں محتاط آدمی ہوں کوئی مجھے لہاسہ میں دیکھ بھی لے تو مجھے اس کی پروا نہیں ہے لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی تمہیں میرے ساتھ وقت سے پہلے دیکھ لے۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔ شہر میں داخل ہوتے ہی اتر جانا اور اپنے طور پر جہاں دل چاہے قیام کرنا۔ انہیں تلاش کرنا تمہاری اپنی کاوش ہوگی۔"

"اگر وہ یہاں موجود نہ ہوں مسٹر براؤن ___؟"

"وہ دوسری بات ہے۔ ہمارے پاس وقت ہے۔ ابھی تو تیرہ تاریخ ہے جانگ انتیس تاریخ کو واپس آئے گا۔ اس دوران تم ان کے بارے میں چھان بین ضرور کرنا لہاسہ کی سیر کرنا۔ اگر کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے تو کسی بھی وقت آسکتے ہو۔ ورنہ تمہاری ملاقات چھبیس تاریخ کو ہوگی۔"

ایک دم ذہن میں کھٹکا ہوا تھا۔ اس سے قبل میکے براؤن نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی یہ اچانک تبدیلی کیوں ہوئی یا پھر یہ سب کچھ اس کے ذہن میں پہلے سے موجود تھا۔ کمبخت بہت ہی فتنہ پرور تھا یقیناً وہ جاننا چاہتا تھا کہ خود میری کیا پوزیشن ہے اور میں اپنے طور پر کیا کروں گا۔ نہ جانے اس نے اپنے آدمیوں کے بارے میں کیسے بتا دیا تھا۔ شاید یہ حماقت ہوگئی تھی اس سے۔ بہرحال میں جانتا تھا کہ اس کے آدمی لہاسہ میں میرے پیچھے لگے رہیں گے اس لیے مجھے بھی محتاط رہنا ہوگا۔

جولیا نے میری توقع کے مطابق مداخلت کی۔ "لیکن ڈیڈی گازالی ہمارے ساتھ رہ کر بھی تو کام کر سکتے ہیں۔ آپ نے پہلے تو یہ نہیں کہا تھا۔"

"ہر بات پہلے کہنا ضروری نہیں ہوتا یہ فیصلہ میں نے راستے میں کیا ہے اور یہ ضروری ہے۔ بات صرف اس وقت تک کی ہے جب تک ان لوگوں کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا اس کے بعد گازالی ہمارے ساتھ رہیں گے۔"

"انہیں یہاں تنہا رہ کر پریشانی ہوگی۔"

"نہیں جولیا پلیز ___ یہ ضروری ہے۔"

"انہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی گازالی یہ رکھو۔" میکے براؤن نے مقامی کرنسی کی ایک موٹی گڈی مجھے دیتے ہوئے کہا۔ "بے دھڑک خرچ کرنا ضرورت پڑے تو فکر نہ کرنا اس کی کوئی کمی نہیں ہے۔ میرے خیال میں صورت حال سمجھ گئے ہوگے۔ نئے لباس کا حصول یہاں مشکل نہ ہوگا۔"

"شکریہ مسٹر براؤن۔ موجودہ حالات میں اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے گڈی جیب میں رکھ لی۔ جولیا خاموش ہوگئی تھی میں اسٹیئرنگ سے ہٹ گیا اور پھر ایک جگہ میکے براؤن نے مجھے اتار دیا۔

تبت کا دار الحکومت نگاہوں کے سامنے تھا اور میں صرف جغرافیائی طور پر اس سے واقف تھا لینڈ روور نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ میں نے اطراف کا پوری طرح جائزہ لیا کوئی اور گاڑی

کے پیچھے نہیں گئی تھی۔ راستے میں بھی میں نے براؤن کے ان ساتھیوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی جو بقول اس کے ہمارا تعاقب کر رہے تھے لیکن ان کی کوئی جھلک نظر نہیں آئی تھی معلوم نہیں یہ سچ تھا یا جھوٹ۔ ممکن ہے سرے سے کسی نے تعاقب نہ کیا ہو۔ میکے براؤن نے بہت کچھ سچ کہا تھا لیکن اس کے ثبوت مل رہے تھے کہ کچھ کارڈز اس نے صرف اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں۔

شہر میں ملے جلے لوگ نظر آرہے تھے۔ تلک لگائے دھوتی میں ملبوس بند دار پگڑی والے سکھوں کی بہتات تھی۔ مخصوص لباسوں والے پٹھان بھی نظر آجاتے تھے۔ ماحول میں اتنی اجنبیت نہیں تھی جتنی دوسرے چھوٹے علاقوں میں۔ عمارتیں خوب صورت تھیں اور کئی کئی منزلہ تھیں۔ ٹیکسیاں ہاتھ سے کھینچنے والے رکشا جن میں انسان جانوروں کی طرح جتے ہوتے تھے اور دوسری سواریاں۔ میں پیدل چلتا رہا۔ مجھے علم تھا کہ ان لوگوں سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے لیکن سیدھا ان کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے لیے بڑے گھماؤ پھراؤ کی ضرورت تھی۔ پھر نہ جانے کتنے راستوں سے گزرتا ہوا ایک بازار میں آگیا۔ جابجا دکانیں اور شوروم بکھرے ہوئے تھے۔ چینی زبان میں ایک بورڈ نظر آیا یہ جنرل اسٹور تھا جہاں شوکیسوں میں جدید تراش کے ریڈی میڈ سوٹ ٹنگے ہوئے تھے۔ ضرورت کی اور بھی بہت اشیاء موجود تھیں۔ میں اسٹور میں داخل ہوگیا۔ ایک خوبصورت سی چینی لڑکی نے میرا استقبال کیا۔ رواں انگریزی میں اس نے مجھ سے میری ضرورت کے بارے میں پوچھا اور میں نے اس سے لباس کی فرمائش کر دی۔ جب میں اسٹور سے باہر نکلا تو میرے بدن پر نیا لباس تھا۔ یہاں لباس وغیرہ تبدیل کرنے کا معقول بندوبست تھا جس سے میں نے فائدہ اٹھایا تھا۔ باقی چیزیں ایک خوبصورت اٹیچی کیس میں رکھی ہوئی میرے ہاتھ میں موجود تھیں۔ چینی لڑکی سے میں نے کچھ اور معلومات بھی حاصل کرلی تھیں جن میں ہوٹل کنٹین بھی تھا۔ چنانچہ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے کنٹین کا پتا بتا دیا۔

کنٹین واقعی خوبصورت تھا۔ اس میں لان کی جگہ جھیل بنائی گئی تھی جس میں کشمیری انداز کے شکارے پڑے ہوئے تھے۔ پوری جھیل کی وسعت میں احاطہ بنایا گیا تھا جس میں ایک جگہ کھڑے ہو کر دوسری طرف کی دیوار نظر نہیں آتی تھی۔ اصل عمارت جھیل کے مشرقی گوشے میں تھی جو چھ منزلہ تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کنٹین اتنا بڑا ہوٹل ہوگا۔ بہرحال میکے براؤن کے خرچ پر عیاشی بھی کی جا سکتی تھی۔ جتنی شاندار باہر کی ڈیکوریشن تھی اندر کے کمرے اتنے اچھے نہیں تھے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ کرایہ بھی زیادہ نہیں تھا۔ بہرحال پانچویں منزل کے ایک کمرے میں مجھے جگہ مل گئی۔

پورے ہوٹل میں چپٹی ناک والی لڑکیاں ویٹرس کی حیثیت سے کام کرتی نظر آرہی تھیں۔ جو اسسٹنٹ لڑکی مجھے لائی تھی اس نے میرا سامان ایک الماری میں سجایا بڑا گھریلو انداز تھا، بہرحال وہ ٹپ لے کر چلی گئی۔ اور میں ہوٹل کے باتھ روم میں داخل ہوگیا۔ خوب جی بھر کے نہایا۔ لباس تو تبدیل کر لیا تھا لیکن بدن پر میل کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ شیو بنانے کا سامان بھی اسٹور سے خرید لیا تھا۔ نہا دھو کر نکلا تو بڑی فرحت کا احساس ہوا۔ ویٹرس کو بلانے کے لیے بیل کا بٹن دبا دیا۔ اور وہ اندر آگئی۔

"مینو۔" میں نے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ویٹرس نے مینو میرے سامنے لا کر رکھ دیا۔ کھانوں کے انتخاب میں توجہ رکھی تھی چنانچہ میں نے گوشت سے خصوصاً پرہیز کیا۔ کھانے کے بعد آرام کرنے لیٹ گیا۔ اور دنوں کا حساب لگانے لگا۔ کافی دن ضائع ہوگئے تھے۔ طاہر علی وغیرہ یقیناً جاپان سے واپس آگئے ہوں گے اور یہ سب لوگ بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ بہرحال میکے براؤن پر یہ اظہار تو کرنا ہی تھا کہ میں نے بڑی کوشش کے بعد انہیں تلاش کیا ہے اور اس کے لیے لہاسہ میں خوب آوارہ گردی کرنی تھی۔ اس آوارہ گردی کے لیے یہ ضروری تھا کہ لہاسہ شہر کے بارے میں پوری معلومات حاصل کی جائیں۔ لیکن آج آرام کرنے کو جی چاہتا تھا۔

سات بجے سو کر اٹھا طبیعت ہشاش بشاش تھی منہ ہاتھ دھو کر لباس تبدیل کیا اور کمرے کو تالا لگا کر نچلی منزل کی طرف چل پڑا۔ وہاں سے باہر آکر جھیل کی بہار دیکھنے لگا۔ شکارے سروس کر رہے تھے۔ ویٹرس لڑکیاں شکاروں پر موجود مہمانوں کے لیے کھانے پینے کی اشیاء لے جا رہی تھیں۔ بڑی جدت کی گئی تھی اور قیام کرنے والوں کو حسین ماحول مہیا کیا گیا تھا۔ بہت سے لوگ جھیل کے کنارے بھی چہل قدمی کر رہے تھے اور صرف دوسروں کی تفریحات سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ایک سروس شکارہ ساحل سے میرے پاس ہی آ لگا۔ اور ویٹرس لڑکی اس سے اتر کر میرے پاس آگئی۔ "ایکسکیوزمی۔ آپ کو نمبر سات پر بلایا جا رہا ہے۔ وہ رہا نمبر سات۔" اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔

شکاروں پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔ سات نمبر کا شکارہ یہاں سے دور نہیں تھا۔ لیکن اس پر کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ "کون ہے وہ۔ کیوں بلا رہا ہے مجھے ___؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میڈم ندرت۔ انہوں نے یہی نام بتایا ہے آپ کے لیے۔" لڑکی نے جواب دیا۔

اب تو ذہن میں اتنے دھماکے ہو چکے تھے کہ دماغ شاک پروف ہو گیا تھا۔ ندرت کا نام سنسنی خیز تھا۔ اچانک اور اس طرح مل جانے کا کوئی گمان نہیں تھا اس لیے چند لمحات تو ویٹرس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔ بہرحال ندرت کے بارے میں یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ وہ نیپال کے راستے تبت میں داخل ہو چکی ہے اس لیے اس کا یہاں مل جانا ناممکنات میں نہیں تھا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے سر؟" ویٹرس نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"اوہ۔ معاف کرنا کیا تم مجھے اس شکارے تک پہنچا سکتی ہو؟" میں نے کہا۔

"کیوں نہیں جناب۔ تشریف لائیے۔" ویٹرس نے کہا اور میں اس کے شکارے پر سوار ہو گیا۔ شکارا سست روی سے پانی کے سینے پر سفر کرنے لگا۔ میرے ذہن میں بدستور سنسناہٹ ہو رہی تھی اور میری نگاہیں مسلسل شکارے نمبر سات پر جمی ہوئی تھیں۔ چند لمحات کے بعد میرا شکارا سات نمبر کے شکارے کے پاس پہنچ گیا۔ شکارے پر بنی ہوئی چھوٹی سی جھونپڑی کے دروازے پر ندرت نظر آئی اور میں گہری سانس لے کر اس پر اتر گیا۔

ندرت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ رس بھرے نقوش کی لڑکی میں اس وقت ایک انوکھی کشش محسوس ہو رہی تھی۔ میرے شکارے پر اترتے ہی وہ دو قدم آگے بڑھی اور اس نے شیریں لہجے میں کہا۔

"ہیلو مسٹر گازالی۔"

"ہیلو ندرت۔" میں نے کسی قسم کے جذبات کا اظہار نہیں کیا تھا۔

"آؤ پے۔" ندرت نے پھر اُردو کی مٹی پلید کی تھی میں مسکراتا ہوا اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

"تم چھوٹی سی ہو ندرت۔ لیکن میرے لیے حیرتوں کا پہاڑ ہو۔ جب بھی تم سامنے آئیں میں حیرتوں کے دامن میں جا کھڑا ہوا۔ اب تو جی چاہتا ہے کہ تمہیں مار ڈالوں یا خود مر جاؤں۔"

"پلیز۔" ندرت نے مسکراتے ہوئے چینی طرز کی ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔ ندرت بھی میرے سامنے بیٹھ گئی تھی وہ بدستور مسکرا رہی تھی۔

"آپ لوگ بھی۔ ادھر۔ آگیا۔؟" ندرت نے کہا۔

"سوالات کے انبار سینے میں بھرے ہوئے ہیں ندرت۔ تمہاری اردو اس وقت مزا نہیں دے گی کیوں نہ ہم انگریزی میں بات کریں۔"

"اردو۔ اچھی ہائے۔ مجھے اچھا بولنا اچھا لگتا۔" میں نے تصحیح کی۔

"ہاں۔ ایسا والا۔ ادھر میں اردو نائیں بولا۔ دل مانگتا۔" ندرت نے کہا۔

"بہتر خاتون۔ آپ دل کی مانگ ضرور پوری کریں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ساب لوگ۔ کاؤن ہائے؟"

"اس کا انگریزی میں ترجمہ کریں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ہاسن مسٹر ٹائر اور کون آیا؟"

"تمہیں ان لوگوں کے بارے میں کیسے معلوم۔؟"

"مائیں جانتا وہ آئے گا۔" ندرت نے پراعتماد لہجے میں کہا اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"تم تو اس سے زیادہ بھی بہت کچھ جانتی ہو ندرت۔ مجھے بس ایک بات پر تعجب ہے۔"

"کاؤن سا۔؟"

"مجھ سے چھپ بھی سکتی تھیں تم۔ کیا ضروری تھا مجھے بلانا۔ کیوں ملیں مجھ سے۔ نہ کچھ چھپاتی ہو نہ کچھ بتاتی ہو۔ میں تمہارے اس رویے پر احتجاج کرتا ہوں۔ وہاں کوٹھی میں بھی تمہارا سلوک میرے ساتھ عجیب رہا۔ ایک دن بوڑھے بابا کے ساتھ نظر آئیں تو اس راز کو راز رکھنے کے لیے میری جان لینے کی کوشش میں مصروف ہو گئیں۔ اس کے بعد مجھ سے ملیں معافی مانگی اور پھر ایسا اظہار کیا جیسے مجھ پر اعتماد کرنے لگی ہو اور پھر بتائے بغیر غائب ہو گئیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب تم اپنے بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتیں تو مجھ سے ملتی ہو کیوں ہو۔؟"

ندرت نے گردن جھکا لی۔ چند لمحات اسی طرح بیٹھی رہی پھر بولی۔ "ابھی تھوڑا۔ رکو گازالی۔ میرے کو۔ اجازت نائیں ہے۔ آئی ایم سوری۔ تم اچھا۔ بہت اچھا ہائے۔ میں تمہیں یاد کرتا جائے میرا دل مانگتا میں تمہیں بتائے۔ مگر ساموں۔ ساموں۔" وہ ایکدم رک گئی۔

"ساموں کیا؟" میں نے پوچھا۔

"میرا مطلب ہائے۔ ابھی ٹھیک نائیں ہائے۔ پلیز ناراض ہو جاؤ نہیں۔"

"سبحان اللہ۔" میں نے گردن ہلائی۔ "کیا حسین گفتگو ہے۔ اچھا یہ بتاؤ یہاں کب آئیں؟"

"تھوڑا دن ہوا۔"

"نیپال کے راستے آئی تھیں؟"

"ہاں۔" ندرت نے جواب دیا۔ اسی وقت شکارے کو

ملکا لگا۔ اور ندرت کچھ بولتے بولتے خاموش ہو گئی۔ باہر آواز سنائی دی اور پھر وہی ویٹرس قہوے کی چھوٹی چھوٹی ...شک میوؤں کی ایک بڑی پلیٹ کے ساتھ لے کر ...

تھینکیو۔" ندرت نے کہا۔ ویٹرس واپس چلی گئی اور ندرت ...میرے سامنے سرکا دی۔

تم کچھ کہتے کہتے رک گئی تھیں ندرت؟"

...نے پوچھا "کائی ہاں؟"

"تنہا یہاں آئی ہو؟"

ہاں۔" اس نے جواب دیا۔ میں پلیٹ سے کچھ چیزیں اٹھا...نے لگا۔ ندرت قہوہ پیالیوں میں انڈیلنے لگی تھی۔ پھر ...کہا۔ "دوسرا لوگ۔؟"

...ہاں حسن صاحب بھی ہیں طاہر علی بھی اور بھی کچھ لوگ ...ندرت معاف کرنا مجھے اس وقت تم سے مل کر خوشی نہیں ...ہے بلکہ ایک الجھن ایک جھنجھلاہٹ پیدا ہو گئی ہے میرے ..." میں نے کہا اور ندرت کا چہرہ ایک دم اتر گیا۔ اس نے ...اہ مجھے دیکھا۔ قہوے کی پیالی میرے سامنے رکھی پھر ...لہجے میں بولی۔ "سوری۔"

...دل چاہتا ہے ندرت تم پر ناراض ہوؤں خوب برا کہوں ...میں نے تمہیں کب اور کہاں نقصان پہنچایا۔ اتنی چھوٹی سی ...کسی سے نہیں کہی تمہاری، اس کے بعد سے آج تک ...کے بارے میں کسی سے تذکرہ نہیں کیا۔ یہ بھی نہیں معلوم ...کہ حسن صاحب کے کمرے سے ولاڈی واسکاٹ کی ڈائری ...اڑائی تھی اور پھر وہ ڈائری تم نے مجھے دی۔ میں نے تو ...کے بارے میں کسی سے کچھ بھی نہیں کہا ہے۔ ایک ہی بات ...چاہیے تھی ندرت یا تو مجھ پر اعتبار کرتیں یا پھر نہ کرتیں۔ یہ ...کیفیت مجھے جھنجھلاہٹ کا شکار کرتی ہے۔ میرے ساتھ ...تمہارا وہی رویہ ہوتا جو دوسروں کے ساتھ ہے تو مجھے کوئی شکایت ...تم کوٹھی سے چلی آئیں۔ سب نے ایک دوسرے سے ...ندرت کہاں گئی۔ میں بھی لوگوں سے ہی پوچھتا رہا کسی کو نہیں ...نے تمہارے بارے میں۔ پھر مجھے پتا چلا کہ تم مان کھیڑہ ...میں۔ بعد میں مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تم نیپال اور وہاں سے ...کے لیے چل پڑی ہو لیکن کوئی اس بات سے واقف ...ہے۔"

"کیوں۔؟" ندرت نے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں نے تمہارے راز کو اپنا سمجھا۔ اس لیے کہ ...تم سے اور بوڑھے بابا سے ہمدردی ہے۔ میں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ خاص طور سے تمہیں۔"

"مجھے۔ کیوں۔؟" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"ندرت۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ میری خواہش ہے کہ تم مجھ سے کچھ کام لو۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا تھا۔ میں تمہیں بے وقوف نہیں سمجھتا ندرت۔ میں جانتا ہوں اور پھر ابھی تم نے کہا تھا کہ تم اُن لوگوں کی یہاں آمد کے بارے میں جانتی تھیں۔ کیا یہ بھی نہیں بتا سکتیں کہ تم ان کی آمد کے بارے میں کیسے جانتی ہو۔؟"

ندرت مجھے دیکھتی رہی۔ میری آنکھوں میں جھانکتی رہی اور میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں اب میری کھوپڑی میں گھس جاؤ۔ اپنی قوتوں سے میرے دماغ کو خالی کر دو اور مجھے حکم دو کہ تم سے کچھ نہ پوچھوں۔"

"او مائی گاڈ۔ تم یہ بھی جانتا گازالی۔؟"

"اور بھی بہت کچھ جانتا ہوں ندرت۔ تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ میرے دماغ کو بالکل الٹ دو۔"

"نائیں پلیز۔ ایسا نائیں بولو۔ میں پر۔ کچھ جانتا ہے۔ بنڈی۔ پائے۔ ورنہ مائیں بولتا۔ بتا دیتا۔ پلیز۔ میرے کو ہیسٹ نہ کرو۔ میں مجبور ہائے۔ ان لوگ کا۔ مائیں جانتا ڈاکٹر ٹائر گومین کو دشمن کرتا۔ اس کا آدمی۔ وہ ڈاور۔ گومین کو مارتا۔ میں ڈاور کو مرڈر کر دیتا۔ مگر انتظار کرتا۔ میں پریشان تھا۔"

"گومین کون۔؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اولڈ مین۔ گومین۔" ندرت نے کہا۔

"بوڑھے بابا کا نام گومین ہے؟"

"ہاں۔"

"کہاں سے تعلق ہے اس کا؟"

"ابھی نائیں۔ یہ پیو۔" ندرت نے قہوے کی طرف اشارہ کیا اور میں نے بے اختیار پیالی اٹھا لی۔

"ٹھیک ہے یہ مت بتاؤ۔ آگے بولو۔" میں نے کہا اور ندرت ہنس پڑی۔

"گازالی تم اچھا ہے۔ بائی کوراسا تم اچھا ہے۔"

"یہ بائی کوراسا کیا ہے۔؟"

"سنسر ہائے۔" ندرت پھر ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی بیحد دلکش تھی۔ کبھی نہ مسکرانے والی اس لڑکی کو ہنستے دیکھ کر عجیب لگ رہا تھا۔ خوشی بھی ہو رہی تھی۔ اس نے اپنی پیالی میں دوبارہ قہوہ انڈیلا اور اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتی ہوئی بولی۔

"مائیں مسٹر ہاسن کو لندن میں ملا۔ ادھر گرانڈ دسکر مجھے ہیرس کرتا۔ میں اس سے بچتا۔ پھر ہاسن صاب ملا۔ اتفاق۔

میرے کو ہیلپ کیا۔"

"یہ گرانڈ وسکر بھی سنسر ہے کیا؟" میں نے کہا۔

"نائیں۔ وہ مین مونٹ سوالٹ کا ٹریٹر مانگتا۔ وہ میرے کو ویلینی سمجھتا۔ میں جانتا تم ویلینی سمجھتا ہائے۔"

"ہاں۔ مگر گراؤنڈ وسکر کون تھا؟"

"ایک گنگیسٹر۔ ڈینجر ہائے۔ دوسرا لوگ بھی واسکاٹ کیس پر کام کرٹا ہائے۔ مگر میں گراؤنڈ واسکر کا مرڈر کر دیا۔ وہ مجھے پاکڑ لیا تھا۔ انڈر گراؤنڈ کر دیا تھا۔ پھر میں ادھر سے آیا۔ میں گومین کو تلاش تھا۔ اور گومین ہاسن صاحب کا پاس تھا۔ ہاسن صاب اچھا آدمی ہو۔ بٹ وہ بھی ٹریٹر ہے۔"

"بہت خوب۔ مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ گومین حسن صاحب کے پاس ہے وہ دنیا کے کسی بھی خطے میں ہو سکتا تھا۔"

"یہ بات سنسر ہے۔" ندرت پھر ہنس پڑی۔

"ایک بات سن لو ندرت۔ ایک دن۔ یقیناً ایک دن میں یہ سنسر شپ ہٹا دوں گا۔ ایک ایک لفظ پوچھ لوں گا تم سے سب کچھ بتاؤ گی تم مجھے اور صرف تم ہی بتاؤ گی۔"

"مائیں جانٹا۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ——؟"

"سنسر۔" وہ بولی۔

"ٹھیک ہے۔ اچھا پھر تم نے حسن صاحب کو ٹرانس میں لے کر وہاں اپنا ٹھکانہ بنا لیا مگر تم گومین کو وہاں سے لے کر نکل کیوں نہ گئیں ——؟"

"سنسر۔" اس بار وہ سنجیدگی سے بولی۔

"اب بوڑھا بابا کہاں ہے ——؟"

"بائی کوراسا۔ مائیں نائیں جانٹا۔ ماگر وہ ادھر ہائے اور سیریس ہائے۔"

"تم اسے تلاش کر رہی ہو ——؟"

"ہاں!"

"مان کھیٹرہ بھی تم اسی کی تلاش میں گئی تھیں ——؟"

"ہاں۔ مجھے انڈیکیشن ملا تھا۔"

"پھر ——؟"

"وہ ادھر نہیں ملا۔"

"یہ معلوم ہوا تمہیں کہ وہ تمہارے پہنچنے سے پہلے وہیں تھا ——؟" میں نے کہا۔

"ہاں مائیں بولا انڈیکیشن ملا۔ ماگر وہ ادھر نہیں ملا۔ بٹ مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ ادھر لایا گیا ہے۔"

"اور اسے یہاں لانے والی ویلینی تھی۔ کیوں ——؟" میں نے کہا اور ندرت خاموشی سے کچھ دیر سوچتی رہی پھر آہستہ سے کہا۔

"نائیں۔ وہ ویلینی نائیں۔"

"کیا ——؟" میں اچھل پڑا۔ "پھر کون لایا اسے؟"

"ویلینی نائیں اور کوئی بھی؟"

"دعوے سے کہہ رہی ہو ندرت ——؟"

"ہاں۔"

"پھر اسے یہاں لانے والا کون تھا۔ اور۔ وہ اسے لے کر تبت ہی کیوں آیا۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔ ندرت نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ندرت کی باتیں اس قدر سنسنی خیز اور الجھی ہوئی تھیں کہ میرا ذہن چکرا کر رہ گیا تھا۔ نہ جانے کیا کیا خیالات تھے ذہن میں لیکن الجھے جا رہے تھے۔ تب سے سوالات بھی بھول گیا جو رہا تھا پوچھتا جا رہا تھا۔ دفعتاً ایک خیال آیا۔ میں نے لباس میں ویلینی کی تصویر تلاش کی اور ندرت کے سامنے کرتا ہوا بولا۔

"یہ کون ہے ——؟"

ندرت نے تصویر دیکھی۔ اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولی "ویلینی۔"

"تم اس کی ہم شکل کیوں ہو ندرت ——؟"

"مائیں نائیں بتا سکتا۔" ندرت آہستہ سے بولی۔

"کیا وہ تمہاری ماں ہے؟"

"نائیں۔"

"بڑی بہن یا۔"

"نائیں ایسا بات نائیں ہے پلیز اس لائن پر مائنڈ لگاؤ ایسا بات نائیں ہائے۔" ندرت بے چینی سے بولی۔

"تب پھر ندرت۔ یہ بھی بتا دو آخر تم نے مجھے بلایا۔ صرف پریشان کرنے کیلئے۔ میرا دماغ خراب کرنے اب تمہارے پاس سے جا کر میں الجھتا رہوں گا۔ پریشان رہوں گا۔ بڑی عجیب لڑکی ہو تم۔ بہرحال میں تمہیں مجبور کر سکتا ہاں ایک پیشکش ہے تمہیں۔ جب بھی دل چاہے میری ضرورت محسوس کرو مجھے بلا لینا۔ میں تمہاری ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

"مسٹر گازالی۔ تم ناراض ہائے۔ اور میں ماجبور۔ ایک کام کرو۔ پلیز یہ میرا راز ہائے۔ میں تم کو دیا۔ دوسرا نائیں صرف تم۔ اگلا مہینہ۔ فل مون۔ نائٹ کو گیارہ

بجے تھوڈک ویلز کا عبادت گاہ میں میرے کو ملو۔ مائیں تمہارا ویٹ کرے گا۔ اور تمہیں کام ہو گا۔ بٹ دوسرا لوگ نائیں۔ کسی کو مت بولو۔"

"آر تھوڈک ویلز۔ گیارہ بجے۔" میں نے کہا۔

"ہاں!"

"ٹھیک ہے ندرت۔ میں آؤں گا۔"

"تھینک یو اوکے۔" ندرت نے جواب دیا اور میں اٹھ گیا ندرت مجھے باہر چھوڑنے نہیں آئی تھی۔ باہر آ کر میں نے ایک شکارے کو اشارہ کیا اور وہ قریب آ گیا۔ اندر بیٹھی ڈرائیورس نے خوشی سے مجھے جھیل کے کنارے چھوڑنا قبول کیا۔

✯

کنارے پر آ کر میں وہاں نہ رکا۔ ایک بار پھر دماغ کی چولیں ہل گئی تھیں کسی اور چیز میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔ سر چکرا رہا تھا۔ گہری تھکن سی محسوس ہو رہی تھی۔ ندرت۔ پُراسرار لڑکی جب بھی سامنے آتی نئے اسرار چھوڑ جاتی تھی۔ آج تو بہت سی باتیں ہوئی تھیں اس سے۔ ہر بات سنسنی خیز لیکن کوئی حل نہیں نکلتا تھا اس سے۔ خود بھی حل نہیں نکال سکتا تھا۔ کافی دیر تک خود کو پُرسکون کرنے کی کوشش کرتا رہا پھر اٹھ گیا۔ ان تمام باتوں کو ذہن میں جمع کیا جائے ان پر غور کیا جائے حواس مجتمع کر کے میں نے ان باتوں کو یاد کرنا شروع کیا۔

ندرت نے کہا تھا کہ اسے کچھ بتلانے کی اجازت نہیں۔ اس نے دوبارہ ساموں ساموں کہا۔ ساموں کیا ہے؟ بوڑھے بابا کا نام گومین ہے۔ یہ گومین کون سی زبان کا نام ہے؟ ندرت قسم کھاتی ہے۔ بائی کوراسا۔ لندن میں گرانڈ وسکر ندرت کو ویلینی سمجھتا تھا۔ ندرت نے اسے ہلاک کر دیا۔ ندرت گومین کی تلاش میں تھی۔ کس پُراسرار ذریعہ سے وہ اس کے بارے میں پتا لگا لیتی ہے۔ ابھی تک وہ اسے تبت میں تلاش نہیں کر سکی۔ ندرت ویلینی کی ہمشکل ضرور ہے لیکن دونوں کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے۔ کیوں؟ اور پھر آر تھوڈک ویلز۔

یہی گفتگو ہوئی تھی ندرت سے۔ اب اس سے کیا نتائج اخذ کیے جا سکتے تھے۔ بظاہر کچھ نہیں سوائے چند باتوں کے۔ ندرت، ویلینی اور گومین ایک ہی زنجیر کی کڑی ہیں لیکن یہ سلسلہ کیا ہے اس بارے میں کچھ نہیں پتہ چلتا تھا۔ ایک نیا نام میکے براؤن کی معرفت سامنے آیا تھا "سمبو تورا"

دفعتاً میں چونک پڑا۔ یہ غلطی ہوئی تھی۔ سمبو تورا کو بھی گومین کی تلاش تھی اور اس تلاش کے لیے وہ بڑا خزانہ دے رہا تھا۔ وہ خزانہ جو ویلینی سے منسوب تھا گویا وہ بھی اسی زنجیر کی ایک کڑی ہے۔ ندرت سے اس کے بارے میں پوچھنا بھول گیا تھا۔ دل چاہا کہ دوڑ کر باہر جاؤں اور ندرت سے اس بارے میں معلوم کروں۔ مگر عجیب سا لگتا تھا۔ خود کو اس جلد بازی سے باز رکھا اور بے چینی سے کمرے میں ٹہلتا رہا۔ بار بار ندرت کو پریشان کرنا مناسب نہیں تھا وہ مجھ سے بیزار ہو جاتی۔ اس نے کہا تھا کہ اس پر پابندیاں ہیں اس سے زیادہ وہ اور کیا کہہ سکتی تھی۔ بس اب جتنا معلوم ہو چکا ہے ٹھیک ہے اس کے بعد دوسری ملاقات پر ہی مناسب ہو گا۔

دل سینے میں مچل رہا تھا۔ اب میں حسن صاحب وغیرہ سے مل لینا چاہتا تھا۔ قوت برداشت ساتھ چھوڑتی جا رہی تھی۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ان لوگوں سے مل لینا چاہیئے۔ کچھ سکون ملے گا۔ لیکن ندرت۔ اس کے سلسلے میں میری زبان آج تک دوسروں کے سامنے بند رہی تھی۔ خدا جانے کیوں؟ کیا یہ بھی ندرت کا اعجاز تھا۔ کیا اس نے میرے ذہن کو مسحور کیا تھا؟ مگر اس کے نشان نہیں ملتے تھے۔ اگر ندرت ایسا کرنا چاہتی تو مجھے اس وقت قابو میں لا سکتی تھی جب میں نے اسے بوڑھے کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔ حالانکہ اپنے راز کو راز رکھنے کے لیے وہ بے چین تھی اور اس نے مجھے قتل کرنا چاہا تھا۔ وہ قتل کر سکتی ہے کیونکہ اس نے گرانڈ وسکر کے قتل کا اعتراف کیا تھا۔

ندرت۔ تیرا راز نہ کھولا تو غزالی نام نہیں۔ لیکن ابھی میں تیرے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ کسی کو بھی نہیں۔

یہ رات کسی نہ کسی طرح گزاری، دوسرے دن سے میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ہوٹلوں کی چھان بین۔ ایک کے بعد دوسری جگہ سب سے آخر میں، میں نے اس جگہ کو رکھا تھا جہاں وہ لوگ موجود تھے۔ اس دوران میکے براؤن کے آدمیوں کے بارے میں اندازہ لگاتا رہا تھا۔ کافی دیر تک ان لوگوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا لیکن پھر ایک سکھ نوجوان پر میری نگاہ پڑی جسے اس کی سرخ پگڑی کی وجہ سے میں نے پہچان لیا۔ میرے ذہن میں یوروپین لوگ تھے جن کے بارے میں براؤن نے کہا تھا۔ لیکن میکے براؤن شیطان تھا اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس نے کیا چال چلی ہے ممکن ہے یہاں بھی اس نے میرے ذہن کو غلط راستے پر ڈالا ہو۔ ورنہ یہ سکھ نوجوان اتنی دیر سے کیوں نظر آ رہا ہے۔

کمبخت میکے براؤن بہت خطرناک تھا۔ اس نے کون سی بات سچ کہی ہے کون سی غلط کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کوئی فرق نہیں پڑتا تھا اب میں آخری جگہ جا رہا تھا۔

جس ہوٹل میں وہ لوگ مقیم تھے اس میں داخل ہوتے ہی کنور پربھات سنگھ نظر آیا جو ہوٹل کے سرسبز لان پر پشت پر دونوں ہاتھ باندھے ٹہل رہا تھا کنور پربھات سنگھ نے مجھے نہیں دیکھا تھا میں یہ دیکھ کر کافی مطمئن ہوا کہ یہ لوگ یہاں موجود ہیں اور میری طویل غیر حاضری سے پریشان ہو کر کسی اور چکر میں نہیں پڑے۔ کنور پربھات سنگھ کے نظر آ جانے کے بعد میں اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا چنانچہ میں اس کے قریب پہنچ گیا کنور نے میری شکل دیکھی تو اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگا جیسے مجھے پہچاننے میں دقت ہو رہی ہو اور پھر اس کے چہرے پر شدید سنسنی ابھر آئی۔

"اوہ۔ مسٹر غزالی۔ آپ، یقیناً یہ آپ ہی ہیں۔"

"ہیلو کنور صاحب۔ کیا آپ میری آمد کے سلسلے میں مایوس ہو گئے تھے۔" میں نے کہا۔ کنور نے آگے بڑھ کر پرجوش انداز میں میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا تھا۔

"مسٹر غزالی۔ درحقیقت آپ نے ہمیں سولی پر لٹکا رکھا تھا۔ اتنی سخت پریشانی تھی ہم لوگوں کو کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے آپ خیریت سے تو ہیں نا۔۔۔؟"

"ہاں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ باقی لوگ تو ٹھیک ہیں نا؟"

"ہاں ٹھیک ہیں بالکل ٹھیک ہیں۔ آیئے براہ کرم اندر آیئے۔ دلچسپ بات ہے کہ یہ خوشخبری میں ہی انہیں دینے کا باعث بن رہا ہوں۔"

"چلیے۔" میں نے کہا اور کنور پربھات مجھے لے کر ہوٹل کے اندرونی حصے کی طرف چل پڑا اس کے تجسس اور جوش سے میں اندازہ لگا رہا تھا کہ یقیناً میرے سلسلے میں یہ لوگ سخت پریشان تھے بہرطور کنور مجھے لیے ہوئے اوپری منزل کے ایک دروازے کے سامنے پہنچا دروازے پر دستک دی اور دروازہ کھولنے والے حسن صاحب تھے کنور پربھات سنگھ کے ساتھ مجھے دیکھ کر انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔

"دیکھا۔ میں نہ کہتا تھا کہ ہم لوگوں کی کیا حالت ہے؟"

"غزالی۔ خدا کی پناہ۔ شکایت کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ تم کن پریشانیوں کا شکار تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ خون کے آنسو رو رہے تھے ہم لوگ تمہارے لیے۔ کنور ذرا جلدی سے ڈاکٹر اور کرنل آسٹن کو اطلاع دو۔" حسن صاحب نے کہا اور کنور مجھے چھوڑ کر دروازے سے باہر نکل گئے۔ حسن صاحب اوپر سے نیچے تک مجھے دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"بالکل خیریت سے ہو نا بیٹے؟"

"ہاں۔ بالکل خیریت سے ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اسی وقت ڈاکٹر طاہر علی اور کرنل آسٹن دیوانہ وار اندر داخل ہو گئے۔ کنور پربھات سنگھ ان کے پیچھے تھا ڈاکٹر طاہر نے آگے بڑھ کر مجھے ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"کوئی ٹوٹ پھوٹ تو نہیں ہوئی تم میں۔ کہاں رہے تھے غزالی بڑا پریشان کیا ہے تم نے ہمیں۔"

"چاروں کی شکایتیں سن چکا ہوں۔ اب اجازت ہو تو آپ لوگوں سے بھی کچھ گفتگو کروں؟"

"بھئی معاف کرنا بس یہ شکایت محبت کی شکایت تھی۔ تمہیں شاید اس بات کا اندازہ نہ ہو کہ ہم دنیا کے ہر فرد پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچے در اصل تم نے جو طریقہ کار اپنایا تھا وہ ہمارے لیے بہت ہی پریشان کن تھا اور ہم اس کی وجہ سے زیادہ خوفزدہ تھے کہ کہیں تم کسی مصیبت میں تو نہیں پھنس گئے۔ کوئی ایسی الجھن تو نہیں پیش آ گئی جس کی وجہ سے تم تنہا رہ کر عذاب جھیل رہے ہو بس یہ ساری باتیں تھیں تمہارے لیے پریشان ہونے کی باقی سب تو ٹھیک تھا۔" ڈاکٹر طاہر نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ کا شکریہ ڈاکٹر طاہر علی یقیناً ایسی ہی بات ہو گئی تھی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"در اصل تمہارے سلسلے میں ذہن اس لیے پریشان تھا کہ تم فطرتاً نیک نوجوان ہو اور مجرمانہ زندگی سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جن حالات میں تم نے اپنے لیے تبت کا فیصلہ کیا تھا ہم ان سے متفق نہیں تھے لیکن تمہارے اس فیصلے سے اختلاف بھی نہیں کر سکتے تھے۔" طاہر علی نے کہا۔

"اور سنو میرا کچھ بولنا بھی ضروری ہے کیونکہ میں بھی پانچواں سوار ہوں۔ آپ لوگوں نے غزالی کو فوراً سوالات کی دھار پر رکھ لیا ہے۔ ممکن ہے انہیں آرام کی ضرورت ہو۔" کنور پربھات نے کہا۔

"ہم نے تمہارے لیے ایک کمرہ بک کرا رکھا ہے یہ بتاؤ آرام کرو گے یا تھکے ہوئے نہیں ہو۔ تمہیں ضرور اندازہ ہو گا کہ ہم تمہارے لیے کتنے پریشان ہو گئے ہیں؟" حسن صاحب نے کہا۔

"نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"کیا پیو گے؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"جو دل چاہے منگوا لیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ان لوگوں کی ایسی ہی کیفیت کا متوقع تھا۔

"تمہیں تندرست و توانا خوش و خرم دیکھ کر طبیعت اتنی خوش ہوئی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ ہماری حالت ان چار بیویوں جیسی ہے جن کا شوہر لام پر گیا ہو۔" طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ حسن صاحب نے بیل بجا کر ویٹر کو بلایا اور سب کے لیے کافی منگوالی۔

"اصولاً تو کچھ تکلف ہونا چاہیئے۔ تم سے کچھ پوچھنے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیئے لیکن انسان کمبخت بے حد خود غرض ہے اپنی ذات کی صداقتوں سے خود ہی دور ہو سکا ہے۔ اس لیے ہماری خواہش ہے کہ تم سے سب کچھ معلوم کر لیں۔" ڈاکٹر طاہر علی بولے۔

"کوئی حرج نہیں ہے ڈاکٹر صاحب۔ آپ جاپان سے کب آ گئے؟"

"رات ہو گئی اور یہاں آ کر اپنی اس بازی پر غصہ بھی آیا۔ کم از کم جاپان میں رہ کر تمہاری غیر موجودگی کی کوفت تو نہ برداشت کرنی پڑتی۔" طاہر علی نے جواب دیا۔

"جاپان میں کچھ کام کیا۔۔۔؟" میں نے پوچھا اور کرنل آسٹن مسکرا پڑا۔ اس نے کہا۔

"بالکل صحیح بات ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ شاید ڈاکٹر طاہر علی یہ بات بھول گئے ہیں کہ ہم چیف کے سامنے ہیں۔ ہم ان سے سوالات کا حق نہیں رکھتے بلکہ پہلے ہمیں رپورٹ لینا ہو گی۔"

"کرنل فوجی ہیں۔ ڈسپلن نہیں بھولتے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"یس چیف ہم سے ہی سوالات کرو۔" طاہر علی نے گہری سانس لے کر کہا۔

"جاپان میں آپ نے کیا کیا۔۔۔؟"

"کچھ کام ہوا ہے۔ ویلینی کے بارے میں کوئی پتا نہیں چل سکا۔ ہاں اس بوڑھے کی رہائش گاہ کے ایک ملازم سے ملاقات ہو گئی۔ اس بوڑھے خبط الحواس سے پتا چلا کہ بوڑھا ویلینی کے لیے بہت محترم تھا۔ کچھ بوڑھے کا علاج کر رہے تھے اور ویلینی اس پر خوب دولت خرچ کر رہی تھی۔ پھر بوڑھا گم ہو گیا۔"

"ملازم ویلینی کو جانتا تھا۔۔۔؟"

"ہاں۔ وہ اس کی مالکہ تھی۔"

"وہ کہاں رہتی تھی۔۔۔؟"

"ملازم کے بیان کے مطابق کہیں اور۔ اس کے بارے میں اسے کچھ نہیں معلوم تھا ہاں بابا لوگ کے بارے میں وہ جانتا تھا۔"

"بابا لوگ۔۔۔؟"

"ویلینی کے دونوں بیٹے۔ گوئن واسکاٹ اور گوئل واسکاٹ۔" طاہر علی نے جواب دیا۔

"اوہ۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "یہ دونوں جاپان ہی میں۔۔۔؟"

"ہاں۔ وہ جاپان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اور ویلینی جب بھی ان کے پاس آتی تو بوڑھے کے پاس ہی قیام کرتی تھی۔"

"وہ جس اسکول وغیرہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے وہاں۔"

"تعلیم پوری کر کے وہ وہاں سے جا چکے تھے۔"

"ان کا ریکارڈ مل سکا۔۔۔؟"

"بے مقصد رہا۔ رہائش گاہ کے طور پر اسی جگہ کا پتا لکھا ہوا تھا جہاں بوڑھا رہتا تھا۔ باپ کا نام ولا ڈی واسکاٹ تھا۔"

"جو رقومات ان لوگوں کی تعلیمی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے آتی تھیں ان کی کچھ نشاندہی ہو سکی کہ کہاں سے آتی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"کرنل۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کرنل آسٹن کی طرف دیکھا۔ "اب بولو کیا کہتے ہو چیف کے بارے میں۔۔۔؟"

"نوجوان ذہین ہے۔ زرخیز اور پھرتیلا۔ ایسا ہی ہونا چاہیئے بڑی پرمسرت بات ہے۔" کرنل آسٹن نے کہا۔

"براہ کرم جواب دیں۔"

"در اصل یہ خیال ہمیں اس وقت آیا تھا جب ہم ان معلومات کے حصول کے بعد جاپان سے لہاسہ روانہ ہونے کے لیے پر تول چکے تھے۔ بس یہ شکر تھا کہ اس طیارے نے پر نہیں کھولے تھے جو ہمیں لہاسہ لے جانے کے لیے تیار تھا فلائٹ کینسل کرائی گئی اور ہمیں مزید کچھ دن جاپان میں قیام کرنا پڑا۔ اس وقت تمہارے اس سوال نے اسی لیے ہمیں متاثر کیا ہے کہ جو بات ہم نے اتنی دیر سے سوچی اس کے بارے میں تم نے فوراً ہی سوال کر لیا۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"جواب چاہیئے۔ ڈاکٹر صاحب۔ جواب چاہیئے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اس کے بعد ایک بار پھر ہم نے اسکول کے شریف لوگوں کو تکلیف دی اور انہیں اس کے لیے پورا ریکارڈ دوبارہ نکالنا پڑا جو رقومات اسکول میں ان دونوں کے تعلیمی اخراجات کے لیے بھیجی جاتی تھیں وہ مقامی طور پر ہی جاپان

کے مارشل آرٹس کے ایک ادارے سے اسکول کو موصول ہوتی تھیں۔

"ادارے کا نام ۔۔؟"

"چن ہوشا۔ لیکن براہ راست چن ہوشا کا ان رقومات سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ یہ وہاں کے ایک انسٹرکٹر مسٹر سمبوتورا کے ذریعے اس ادارے کو حاصل ہوتی تھیں۔" میں بری طرح اچھل پڑا۔ سمبوتورا کا نام یہاں بھی سامنے آرہا تھا گویا یہ شخصیت بلاشبہ کوئی حیثیت رکھتی تھی۔

"سمبوتورا کا اس مارشل آرٹس کے ادارے سے ہی تعلق تھا یا وہ کوئی اور بھی حیثیت رکھتا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے لیے ہمیں مارشل آرٹس کے اس ادارے میں جانا پڑا اور وہاں سے جو اطلاعات ملیں وہ مایوس کن تھیں اور اس کے بعد راستہ بند ہوگیا تھا۔" ڈاکٹر طاہر علی نے جواب دیا۔

"کیا مطلب ۔۔؟"

"سمبوتورا مارشل آرٹس کا بادشاہ تھا وہاں اس ادارے میں اس پُراسرار شخص کے بارے میں بے شمار کہانیاں پائی جاتی تھیں کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ ایک تارک الدنیا راہب ہے جس کے پاس روحانی قوتیں ہیں اور مارشل آرٹس کے سلسلے میں وہ جس کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے وہ دنیاوی قوتوں سے تعلق نہیں رکھتی۔ سمبوتورا کے بے شمار شاگرد مارشل آرٹس کے اس ادارے میں موجود تھے بلکہ موجود ہیں اور وہاں اس کی حیثیت ایک ولی کی سی ہے وہ لوگ اس کا نام لے کر اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں۔"

"کیا سمبوتورا کی کوئی تصویر وہاں سے حاصل ہوسکی ہے؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم نے اس کے لیے بھی کوشش کی تھی لیکن پتا یہ چلا کہ درویش صفت سمبوتورا بے شمار مقابلوں میں شریک ہوا اور اس نے اپنے ہر مقابل کو چند لمحات میں چت کردیا لیکن تصویر کھنچوانے کے سلسلے میں وہ سخت محتاط تھا اور جب بھی کبھی ایسی کوئی کوشش کی گئی اس نے نہایت سختی سے اپنے شاگردوں سے کہہ دیا کہ اگر اس کی کوئی تصویر بنائی گئی تو پھر وہ یہاں نظر نہیں آئے گا۔ اس کا احترام کرنے والے اس کے حکم سے انحراف نہیں کرسکتے تھے چنانچہ سمبوتورا کی کوئی تصویر نہیں حاصل ہوسکی اور اس کے بعد سے سمبوتورا کی کہانی تاریکی میں چلی گئی اور ہمیں انتہائی کوششوں کے باوجود اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوسکا۔ مارشل آرٹس کے اس ادارے میں وہ ایک اجنبی کی حیثیت سے آیا تھا اور وہاں اس نے اس وقت اپنے آپ کو روشناس کرایا جب مارشل آرٹس کا ایک بہت بڑا مقابلہ جاری تھا اس نے اپنے مدمقابلوں کو آن کی آن میں شکست دے دی اور ادارے کے مالک نے اس سے درخواست کی کہ وہ یہاں انسٹرکٹر کی حیثیت سے کام کرے پھر وہ اچانک ہی ادارے سے غائب ہوگیا تھا اور اس کے بعد ادارے کے منتظمین کو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ یہ ہے کہ سمبوتورا کی کہانی۔ ہم نے ان لڑکوں کے بارے میں بھی جس قدر معلومات حاصل کی جاسکتی تھیں حاصل کیں لیکن یہ پتا نہیں چل سکا کہ پھر وہ کہاں گئے بہرطور اب وہ جاپان میں نہیں ہیں۔" ڈاکٹر طاہر علی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"ادارے کے کسی شخص کو سمبوتورا سے ان لڑکوں کے تعلق کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا؟"

"نہیں۔" ڈاکٹر طاہر علی نے جواب دیا۔

حسن صاحب، ڈاکٹر طاہر علی کے خاموش ہوجانے کا انتظار کررہے تھے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ جلدی سے بولے۔

"ہم دونوں نے یہاں آکر تمہارے لیے پریشان ہونے کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔" سب اس بات پر ہنس پڑے تھے۔ پھر حسن صاحب بولے۔ "ٹائیگر کو میں نے یہاں طلب کرلیا ہے اور اس کے آدمی ہماری حفاظت کے لیے چھپے ہوئے ہیں۔ وہلیمی کے بارے میں ٹائیگر کچھ بھی نہیں کرسکا۔ پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کررہی ہے۔"

"چنگ لی یہاں لہاسہ میں موجود ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہاں بھی اس کی برانچ ہے اور صرف میری وجہ سے وہ آجکل یہاں موجود ہے۔"

"آپ نے بتایا تھا حسن صاحب کہ اس نے مارشل آرٹس کا کوئی ادارہ کھول رکھا ہے؟"

"ہاں زبردست۔ وہ ان علاقوں کا گرانڈ ماسٹر ہے۔" حسن صاحب نے بتایا۔

"آپ نے ٹائیگر چنگ لی سے سمبوتورا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی ڈاکٹر صاحب؟" میں نے سوال کیا۔ اور سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ پھر ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"جائے استاذ خالی رہنے دی تھی۔"

"واقعی یہ خیال ہی نہیں آیا۔" حسن صاحب پشیمان لہجے میں بولے۔

"چیف کا انتظار بلاوجہ تو نہیں تھا۔" کنور پربھات سنگھ مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں یہ کام ابھی کرسکتا ہوں۔" حسن صاحب بولے۔

"اتنی جلدی نہیں ہے کرلیں گے۔ آپ لوگ بور تو نہیں ئے کوئی ملال تو نہیں ہوا تھا۔"

"تمہارے علاوہ کوئی پریشانی نہیں تھی۔" حسن صاحب نے کہا۔

"استاد صاحب کچھ آپ کی طرف سے بھی ہوجائے۔" ہر علی پُرمزاح انداز میں بولے اور میں مسکرا دیا۔

"میں بھی کوئی تیر نہیں مار سکا سوائے کچھ سنسنی خیز خبروں ے۔ جن میں ایک افسوسناک خبر بھی ہے۔"

"کیا ۔۔؟" حسن صاحب چونک پڑے۔

"قادر سے آپ لوگ نہیں ملے۔ وہ میرا یونیورسٹی کا اتھی تھا۔ محسن بھی اسے جانتے ہیں۔ کچھ ایسے حالات کا کار ہوگیا تھا وہ کہ اسے جرائم کی زندگی کے علاوہ کوئی اور مدگی راس بھی نہیں آسکتی تھی لیکن ان راستوں کا راہی ہونے ے باوجود انسان تھا۔ دوستوں کے لیے جان کی بازی لگا دینے الا کسی لالچ کے بغیر۔"

"تم اس کے لیے 'تھا' کا لفظ استعمال کررہے ہو۔۔؟" اہر علی بولے۔

"ہاں۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔۔؟" میری آواز بھرا گئی۔

"ارے کیا ہوا۔۔؟"

"سرحدی محافظوں کے ہاتھوں مارا گیا۔"

"تم ۔۔ تم اس وقت کہاں تھے؟" حسن صاحب نے گھبرا کر پوچھا۔

"اس کے ساتھ ہی موجود تھا۔ ہم جس شکل میں آرہے تھے اں کے بارے میں، میں پہلے بھی آپ کو بتا چکا ہوں۔ ہم نے نیپال کی سرحد عبور کرلی لیکن نیپال سے تبت میں داخل ہوتے ہوئے ہم پر چھاپہ پڑا اور ہم گولیوں کا شکار ہوگئے میں اتفاق سے بچ گیا۔" میں نے ہولناک لمحات کے بارے میں کچھ واقعات سنائے اور سب دم بخود رہ گئے۔ میں نے انہیں بتایا کہ کس طرح میں ایک تیز رفتار نالے میں گر کر ان سے بچ سکا۔ پھر میں نے مسٹر رابرٹ کی کہانی سنائی اور ترا کوٹ کے سفر تک تفصیل بتائی۔

"خدا کی پناہ۔ بڑی مشکلات کا شکار ہوئے تم۔ ہمارے دلوں میں خدشات ضرور تھے تمہارے بارے میں لیکن اس حد تک نہیں۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا؟"

"اگر ایک شناسا ہستی نہ مل جاتی تو شاید اتنی جلدی میں آپ تک نہ پہنچ پاتا۔"

"معاف کرنا چیف۔ تمہارے اس طرح سفر کرنے کا مقصد ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر تم جائز طریقوں سے یہاں آتے تو کیا حرج تھا۔ مقصد تو یہی تھا کہ یہاں مشترکہ طور پر کام کریں۔" کنور پربھات نے کہا۔

"مرحوم قادر کے ذریعے میں یہاں یہاں کچھ ایسے لوگوں سے روشناس ہونا چاہتا تھا جن کا تعلق جرائم کی زندگی سے ہے اور اپنے کام کے لیے وہ تبت کے گوشے گوشے سے واقفیت رکھتے ہیں۔ خیال تھا کہ ممکن ہے ان میں سے کوئی وہلیمی سے واقف نکل آئے۔"

"آئیڈیا برا نہیں تھا۔" طاہر علی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"وہ شناسا کون تھا جس نے تمہاری مدد کی۔؟" حسن صاحب نے درمیان میں مداخلت کی۔

"میکے براؤن۔" میں نے جواب دیا۔ حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی کے منہ کھلے رہ گئے تھے۔

"وہ۔ ترا کوٹ میں۔ تبت میں۔" حسن صاحب نے بمشکل کہا۔

"اور اب لہاسہ میں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ طاہر علی سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ انہونی نہیں ہے کہ وہ یہاں موجود ہے۔ حیرتناک بات یہ ہے کہ اس نے تمہاری مدد کی۔"

"نہ صرف مدد کی بلکہ اب میں اس کا آلۂ کار بھی ہوں۔ اور اس کے لیے کام کررہا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خدا کی پناہ اسے دوبارہ شیشے میں اتار لینا تمہارا ہی کام تھا۔ معمولی بات نہیں ہے وہ تو ہم سب سے بددل ہوکر گیا تھا۔ کیا وہ تنہا یہاں آیا ہے یا ۔۔؟"

"پوری فوج ہے اس کے ساتھ اس وقت بھی اس کے چند فوجی باہر نگرانی کررہے ہیں۔"

"کس کی ۔۔؟" حسن صاحب بولے۔

"فی الحال میری کر رہے تھے اب آپ کی کریں گے۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"تفصیل ڈیئر۔ تفصیل بتاؤ بڑی سنسنی خیز خبر سنائی ہے۔ جی خوش ہوگیا ہے اسے ہماری یہاں موجودگی کے بارے میں معلوم ہے۔"

"میں اس کا آلۂ کار ہوں اسے یہ اہم اطلاع کیوں نہ دیتا

کہ آپ لوگ بھی یہاں مصروف عمل ہیں۔"

"ہُم۔ واقعی کیا۔ اس کے لیے سنجیدہ ہو گئے؟" طاہر علی نے کہا۔

"ذہین ڈاکٹر کے منہ سے یہ الفاظ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ واقعی یہ شخص دن میں ایک بار حماقت کی کوئی بات ضرور کرتا ہے۔" حسن صاحب نے کہا۔ اور ڈاکٹر طاہر علی ان کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر جھنجھلا کر بولا۔

"اب یہ سسپنس ختم کرو غزالی۔ دماغ پھٹ جائے گا!"

"میں نے اسے بتایا کہ میری آپ لوگوں سے کھٹ پٹ ہو گئی ہے اور اب میں صرف اپنے لیے کام کر رہا ہوں حالات ایسے تھے کہ اسے یقین آ گیا اور اس نے مجھے اپنے درمیان شامل کر کے اپنے بیشتر راز مجھے دے دیے۔ میں نے اسے بتایا کہ آپ لوگ بھی یہاں آ چکے ہیں ظاہر ہے آپ کی کارروائیوں کے بارے میں کیں نہیں جانتا تھا۔ کرنل آسٹن کے بارے میں، جب میں نے انکشاف کیا تو وہ بدحواس ہو گیا۔ اٹلی کے ایک فوجی باشندے کو ویلینی کے بارے میں جو کچھ معلوم ہو سکتا ہے کسی اور کو کہاں۔ اس نے خواہش ظاہر کی کہ میں اب اس کے لیے دوبارہ آپ لوگوں سے رابطہ قائم کروں اور کسی طرح کرنل آسٹن کے راز معلوم کروں۔ چنانچہ کافی تگ و دو کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی ہے اور اس کے آدمی میری اس کارروائی کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"اوہ گویا یہاں تمہیں ہماری رہائش گاہ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا—؟"

"کیسے ہو سکتا تھا—؟"

"گڈ۔ گویا ڈبل کراس۔" کنور پربھات نے کہا۔ ڈاکٹر طاہر علی بولے۔

"خود اس سے تمہیں کچھ معلوم ہوا یعنی کوئی ایسی بات جو ہمارے لیے کارآمد ہو—؟"

"بہت سی۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ کچھ ٹھوس معلومات لے کر آیا ہے۔"

"آپ نے جو کچھ جاپان میں رہ کر معلوم کیا ہے ڈاکٹر۔ اس سے کچھ مختلف لیکن معلومات اسے حاصل ہو چکی ہیں۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے پاس بھی کوئی ٹھوس پلان نہیں ہے لیکن میکے براؤن بے حد چالاک انسان ہے۔ اس کے دل کی گہرائیوں میں کیا ہے یہ کون جان سکتا ہے۔"

"اس نے تمہیں کچھ بتایا ہے؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اور تمہیں یقین ہے کہ اس نے تمہیں غلط راہوں پر ڈالنے کی کوشش نہیں کی ہے؟"

"اگر وہ کوئی بہت ہی گہرائی نہیں رکھتا تو بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اب اس کی اور میری منزل ایک ہی ہو گی۔ اگر وہ مجھے غلط راہوں پر لے جا رہا ہے تو انہیں غلط راہوں پر اسے بھی سفر کرنا ہو گا۔"

"گویا اس نے تم پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہے؟"

"ہاں، محسوس تو یوں ہی ہوتا ہے۔"

"خیر اس کا تجزیہ تم نے کر لیا ہو گا۔ ہمیں تمہاری بے پناہ صلاحیتوں پر اعتبار ہے مگر اس کی معلومات کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے گا چیف۔" طاہر علی نے کہا۔

"اس بار بقول اس کے وہ بہت سے لوگوں کو ساتھ لایا ہے۔ ان میں میرے خیال میں سب سے خطرناک ایک شخص ہے۔"

"کون—؟"

"جانگ۔ یہ تبتی باشندہ ہے۔ فرانس کی ایک جیل سے میکے براؤن اسے نکال کر لایا ہے وہ ایک خطرناک مجرم ہے اور اب میکے براؤن کا عقیدت مند ہے۔ جانگ ویلینی کی تلاش میں ہے۔ ایک اور کہانی بھی میکے براؤن سناتا ہے کہ تبت کی ایک خانقاہ کے ایک بھکشو نے ایک سیاح کو کچھ قدیم زیورات اور جواہر دے کر ایک آدمی کی تلاش کے لیے مامور کیا تھا۔ اس نے اس شخص کی تصویر بھی اس سیاح کو دی تھی۔ سیاح کسی حادثے کا شکار ہو گیا۔ زیورات پولیس کے ہاتھ لگے اور ان کے بارے میں انکشاف ہوا کہ یہ وہ زیورات تھے جو جرمن فوجوں نے اٹلی کے جوہریوں سے لوٹے تھے۔ گویا اس خزانے کا ایک حصہ جو مونٹ سولاٹ میں دفن تھا۔ گویا یہ بات پایہ تکمیل تک پہنچ گئی ہے کہ مونٹ سولاٹ کا خزانہ اب کم از کم مونٹ سولاٹ میں نہیں ہے۔" میں نے ان لوگوں کی شکلیں دیکھیں سب کے چہرے اتر گئے تھے۔

"پھر—؟" ڈاکٹر طاہر علی نے پوچھا۔

"کچھ لوگ وہ خزانہ حاصل کر چکے ہیں۔"

"مگر وہ بھکشو کون تھا—؟" کرنل آسٹن نے پوچھا۔

"سمبو تورا۔" میں نے انکشاف کیا اور سب لوگ اچھل پڑے۔

"کون۔ کون—؟" طاہر علی نے ڈوبتے لہجے میں کہا۔

"سم۔ بو۔ تو را۔" میں نے ٹکڑوں میں جواب دیا۔

"یہ نام۔ گویا یہ نام۔ تم۔ تم سن چکے تھے—؟"

"یقیناً۔ جب آپ نے غزالی کے سامنے یہ نام لیا تھا تو میں نے انہیں چونکتے ہوئے دیکھا تھا۔" کنور پربھات نے جواب دیا۔

"اوہ میرے خدا یا کہانی تو الجھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ سمبو تورا کے پاس وہ زیورات کہاں سے پہنچے۔"

"یہ بات تو پہلے الجھی ہوئی تھی اب سلجھی ہے ڈاکٹر صاحب۔ پہلے میں الجھا ہوا تھا کہ سمبو تورا کون ہے اور یہ زیورات اس کے پاس کہاں سے آئے۔ لیکن آپ نے اس کا جواب پیش کر دیا ہے۔"

"یعنی—؟"

"سمبو تورا ویلینی کے لڑکوں کی نگہداشت کر رہا تھا کیا اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ ویلینی کا آدمی ہے۔"

"ہاں۔ بیشک۔" حسن صاحب بولے۔

"گویا ویلینی وہ خزانہ وہاں سے نکال چکی ہے؟"

"یہ بات تقریباً طے شدہ ہے۔"

"پھر ہم کیا کریں گے—؟" کنور پربھات بولا۔

"جو کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے ویلینی سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ حکومت اٹلی کی مجرم ہے بلکہ کئی حکومتوں کو اس کی تلاش ہے۔ ویلینی پر گرفت کی جا سکتی ہے بشرطیکہ وہ ہمارے ہاتھ لگ جائے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"بہت مشکل ہے بے حد مشکل۔" حسن صاحب نے مایوسی سے کہا۔

"مشکل ضرور ہے ناممکن نہیں ہے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا۔

"راہب سمبو تورا نے جو تصویر اس سیاح کو دی تھی جانتے ہیں وہ کس کی تھی؟" میں نے کہا۔

"کس کی تھی—؟"

"بوڑھے بابا کی۔" میں نے کہا۔ اور حسن صاحب نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ "بس غزالی بس۔ اب دماغ پھٹ جائے گا۔ خدا کے لیے بس۔" انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا کنور پربھات کرنل آسٹن اور ڈاکٹر طاہر علی بھی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر تک مکمل خاموشی رہی پھر ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔ "بیشک معاملات پُراسرار ہیں۔ سمبو تورا ممکن ہے اب ویلینی کے ان آدمیوں میں سے ہو جو اس کے دست راست ہیں۔ یہ کام ایک اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے حسن۔ ویلینی خود اس خزانے کو نہیں ہضم کر سکتی۔ اگر وہ اسے مونٹ سولاٹ سے حاصل کر چکی ہے تو اسے اس میں سے ہمارا حصہ دینا ہو گا۔"

"جو دل چاہے فرض کر سکتے ہو ڈاکٹر۔ ایک درخواست میں بھی کروں گا۔" حسن صاحب نے کہا۔

"کیا—؟"

"میں اس خزانے سے دست بردار ہوتا ہوں میں پہلے بھی اس میں جنون کی حد تک دلچسپی نہیں لے رہا تھا ویسے بھی میں اس سلسلے میں کسی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے اپنی صلاحیتوں کا احساس ہے تم لوگ اگر چاہو تو اپنا کام جاری رکھو میں پورے خلوص سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔"

"اب اتنا پریشان ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے حسن۔ خزانے کا حصول کیا ہے بس ایک تفریح ہو رہی ہے اسے جاری رکھو۔ دوستوں کا ساتھ بھی رہے گا تم خواہ مخواہ الجھ رہے ہو۔" طاہر علی نے کہا۔

"میکے براؤن سے میری براہ راست ٹھن جائے گی۔ اور پھر سنو میں پورے خلوص سے کہہ رہا ہوں۔ غزالی اگر چاہیں تو بصد خلوص میں انہیں اس کام کو جاری رکھنے کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ تم لوگ بھی اپنا مشن جاری رکھو۔ میں ایک اور ذمہ داری سنبھالے لیتا ہوں۔"

"کیا—؟"

"کنور چاہیں تو اپنی کچھ گھریلو ذمہ داریاں مجھے سونپ دیں، اوشا کا خیال رکھوں گا۔ ہما بیٹی تو خیر میرے پاس ہی ہے۔ تم لوگ یقین کرو گے کہ میں پورے خلوص سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔"

"خیر اس موضوع پر ہم بعد میں گفتگو کر لیں گے۔ ان حالات کی روشنی میں غزالی اب تمہارا کیا پروگرام ہے—؟"

"روشنی ہی روشنی ہے ڈاکٹر۔ سمبو تورا کی تلاش۔ ویلینی کی تلاش۔ اگر مل جائیں تو پھر خزانے کی تلاش۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فرض کرو حسن۔ چلے جائیں تو تمہارا کیا پروگرام رہے گا۔؟"

"جو آپ لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہو۔"

"میں ایک بات اور کہوں۔ میں واپس چلا جاتا ہوں غزالی میری نمائندگی بھی کریں گے۔"

"کیوں غزالی—؟"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"غزالی بیٹے جس کام سے میں الجھ رہا ہوں اسے کس طرح انجام دے سکتا ہوں تم خود سوچو خواہ مخواہ کسی جگہ بوجھ بن جاؤں گا، تم سب کے لیے تم لوگ اپنا کام جاری رکھو میں اس معاملے میں واقعی بزدل ہوں۔"

"ٹھیک ہے حسن صاحب۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو ہم آپ کو مجبور نہیں کریں گے۔ میں آپ کی سیٹ بھی سنبھالے لیتا ہوں۔"

نے کہا۔

"مجھ سے جو مفادات تمہیں حاصل ہو سکتے ہیں وہ سب حاصل ہوں گے جیسے ٹائیگر چانگ۔ وہ اب تمہارے احکامات کی تعمیل کرے گا۔ تم چاہو گے میں اس سے تمہاری ملاقات کرا دوں گا۔"

"اس کے لیے رکنا پڑے گا۔ بہرحال حالات پوری طرح آپ لوگوں کے علم میں آچکے ہیں اب جو بھی متفقہ فیصلہ ہو۔" میں نے کہا۔

ایک بار پھر خاموشی چھا گئی تھی۔ سب ہی ان واقعات کے طلسم میں گرفتار تھے ڈاکٹر طاہر علی نے اس طلسم کو توڑا۔ "ہم اس سلسلے میں چیف کے فیصلے کے ہی منتظر ہیں۔ حسن بھی اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ چیف آپ آگئے ہیں ہمارے لیے جو حکم بھی ہو۔"

"میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب۔ حسن صاحب کو مجبور کرنا درست نہیں ہو گا۔ میں ان کی جگہ ہوں۔ حالات واقعی انتہائی پیچ وخم رکھتے ہیں اور کوئی بات یقینی نہیں ہے۔ حسن صاحب کے ذریعہ چانگ سے ملاقات مناسب رہے گی لیکن طاہر علی صاحب یہ ملاقات آپ کریں۔ میرا غائبانہ تعارف ضرور کرا دیں اس سے تاکہ جب مجھے اس کی ضرورت پیش آئے تو میں اس سے کام لے سکوں۔ میکے براؤن سے میں مسلسل رابطہ رکھتا ہوں اور اسے یہ یقین دلا دیتا ہوں کہ میں اس کے لیے کام کر رہا ہوں۔ اس طرح اس کی مصروفیات بھی علم میں رہیں گی ممکن ہے کوئی بات اسے ہم سے پہلے معلوم ہو جائے۔ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ براؤن کے آدمی آپ کا تعاقب بھی کر سکتے ہیں۔ محتاط رہنا سخت ضروری ہے۔"

"میں چانگ سے سمبوتورا کے بارے میں پوچھوں؟" طاہر علی نے کہا۔

"ہاں ضرور۔ اس سے بات کریں۔"

"تمہارا اب کیا پروگرام رہے گا؟"

"میں دوبارہ آپ میں شامل ہو گیا ہوں لیکن حسن صاحب نے اس بات کی شدید مخالفت کی ہے جبکہ آپ لوگ میرے حق میں تھے اور اسی وجہ سے حسن صاحب ہمارا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ بات ذرا وزن دار ہو جاتی ہے جبکہ حسن صاحب جلنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو دوسری شکل اختیار کی جاتی۔ اس کے علاوہ کرنل آسٹن کی معلومات بھی میکے براؤن کو پہنچائی جائیں گی تاکہ میں اس کا اعتماد حاصل کر سکوں۔"

"چیف جس طرح مناسب سمجھیں۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد طاہر علی نے کہا۔ "ابھی چلے جاؤ گے یا ہمارے ساتھ بھی کچھ وقت گذارو گے ---؟"

"ایک اور دن یہاں رک جانے میں کوئی حرج نہیں۔"

"میں تمہارا کمرہ کھلوائے دیتا ہوں۔" طاہر علی نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ کسی کے ساتھ ٹھہر جاؤں گا اس کمرے کو چھوڑ دیں۔" میں نے کہا۔ اور طاہر علی نے گردن ہلا دی۔ تمام لوگ میری سلامتی سے خوش تھے۔ بہت سی باتیں ہوئیں اور پھر رات ہو گئی۔ کھانے کے بعد حسن صاحب سے تنہائی میں بات چیت ہوئی۔ "میں اس مسئلے میں سنجیدہ ہوں غزالی۔ یہ معلومات ان لوگوں کے حوالے کرو اور خود ان سے معذرت کر لو ہمیں خزانے کی ضرورت نہیں کتنی پریشانیاں اٹھانی پڑی ہیں تمہیں۔ اگر خدانخواستہ سرحدی محافظوں کے ہنگامے میں تمہیں بھی کوئی نقصان پہنچ جاتا تو کیا ہوتا، اپنے بچوں کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔ لعنت ہے ایسے خزانے پر ہمیں محنت کا پیسا ہی راس ہے۔ اگر تم بذات خود اس میں دلچسپی رکھتے ہو تو میں تمہیں نہیں روکوں گا۔"

"اس کام کو میں آخری حد تک جاری رکھنا چاہتا ہوں حسن صاحب اگر آپ کی اجازت ہو۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔ میں تمہیں صرف اس لیے روکنا چاہتا ہوں کہ میں خود بھی اس سلسلے میں کام نہیں کر رہا جبکہ میں نے خود ہی تمہیں اس طرف متوجہ کیا ہے حالات کی اس قدر پیچیدگی کا مجھے بھی اندازہ نہیں تھا۔ بہرحال تم اگر دلچسپی لے رہے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں خود کو اس قابل نہیں پاتا تمہیں اندازہ ہو گا کہ میں بہت عرصے سے الجھ رہا ہوں۔"

اسی لیے میں نے بھی آپ کو روکنے پر اصرار نہیں کیا۔"

"ممکن ہو سکا تو میں ایک آدھ دن میں ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ چانگ کو میں خفیہ طور پر ہدایت کر دوں گا کہ وہ صرف تمہارے احکامات پر عمل کرے۔"

"ٹھیک ہے۔ کل صبح کو میں نکل جاؤں گا۔ آپ اگر میری غیر موجودگی میں بھی چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ واپسی پر ملاقات ہو گی۔"

بہت دیر تک حسن صاحب سے گفتگو ہوتی رہی دوسرے لوگوں کے آجانے پر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ طاہر علی نے کہا "میں نے تو بہت کوشش کی لیکن کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے میں ناکام رہا جو تمہاری نگرانی کر رہا ہو۔"

"براہ کرم آپ ایسی کوشش نہ کریں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

دوسرے دن ناشتے کے بعد میں ان سے رخصت ہو کر چل پڑا۔ کنٹین کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ یہاں تک آتے ہوئے بھی میں نے تعاقب کو نگاہ میں لانے کی کوشش کی تھی لیکن اب تو وہ سکھ نوجوان بھی نظر نہیں آیا تھا بہرحال اس کی کوئی فکر نہیں تھی۔ ہوٹل میں کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ مجھے ندرت کا خیال آیا۔ جی چاہا کہ اس کے بارے میں معلوم کروں کہ وہ خود کہاں ہے۔ اس خیال کی تکمیل سے خود کو باز نہ رکھ سکا۔ اور باہر نکل آیا۔ موسم ابر آلود تھا اور جھیل میں شکارے تیر رہے تھے۔ سات نمبر کا شکارہ خالی ایک کنارے سے لگا کھڑا تھا۔ دفعتاً مجھے وہی ویٹرس یاد آگئی اور میں سروس شکاروں پر نگاہ ڈالنے لگا۔ لڑکی کو بڑی مشکل سے پہچانا تھا کیونکہ یہاں کی لڑکیاں بڑی حد تک ہمشکل تھیں یا پھر لگ رہی تھیں۔ وہ سروس شکارے پر ہی تھی۔ میں اس کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ کنارے پر اتری تو میں اس کے قریب پہنچ گیا "ہیلو"

"یس پلیز" لڑکی خوش اخلاقی سے بولی۔

"کل تم نے سات نمبر کے شکارے پر مجھے ایک لڑکی کا پیغام دیا تھا۔" میں نے کہا۔ اور ویٹرس غور کرنے لگی پھر بولی "کوئی غلطی ہو گئی ہے سر ---؟"

"تمہیں یاد ہے یا نہیں ---؟"

"میں بھول گئی ہوں۔" اس نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ یہ شکارے صرف ہوٹل میں مقیم لوگوں کے لیے ہیں یا باہر کے لوگ بھی انہیں حاصل کر سکتے ہیں؟"

"نہیں جناب۔ کوئی بھی مہمان انہیں حاصل کر سکتا ہے۔ وہ جو ہوٹل میں آئے۔"

"اوہ۔ اچھا ٹھیک ہے شکریہ۔"

"میں کوئی خدمت کر سکتی ہوں؟"

"نہیں مجھے اسی لڑکی کی تلاش تھی۔ شکریہ۔" میں نے کہا اور ویٹرس آگے بڑھ گئی۔

میکے براؤن سے ابھی نہیں ملنا چاہتا تھا۔ کچھ وقت گذار لینا مناسب سمجھا اور پھر تیسرا دن اسی ہوٹل میں گذار دیا۔ دوسرے لوگوں کو بھی میں نے ہدایت کر دی تھی کہ کنٹین میں مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ دوسرے دن میں لہاسہ دیکھنے نکل پڑا۔ ایک انوکھی زندگی میرے سامنے تھی۔ ہندو اور سکھ یہاں بہت زیادہ تھے ان کے کاروبار خوب چل رہے تھے بعض علاقے تو ہندوستان ہی معلوم ہوتے تھے۔ شام تک اس زندگی کا تجزیہ کرتا رہا۔ شام کو میں نے طاہر علی وغیرہ سے ملاقات کی ان کے ساتھ رات کا کھانا کھایا اور پھر کنٹین واپس آگیا۔

کمرے میں داخل ہوا تھا کہ ایک ویٹرس پلیٹ میں چٹ رکھے ہوئے اندر آگئی۔ میں نے چٹ اٹھا کر پڑھی تو لکھا تھا۔

"کافن میں انتظار کر رہا ہوں۔ براؤن۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میکے براؤن انتظار نہ کر سکا۔ کافن کے بارے میں اس نے مجھے تفصیلات بتا دی تھیں۔ حالانکہ ابھی اس سے نہیں ملنا چاہتا تھا لیکن اب میں نے بلا لیا تھا۔

ہوٹل سے باہر نکلا تو ایک ٹیکسی میرے پاس آکر رک گئی۔ اسٹیرنگ پر وہی سکھ نوجوان تھا۔ اس نے جلدی سے پچھلا دروازہ کھول دیا۔ "آیئے صاب جی ---!"

"کہاں سے جاؤ گے ---؟" میں نے اسے مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کافن۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں گہری سانس لے کر ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ ٹیکسی چل پڑی۔ ڈرائیور خاموش تھا۔ میں نے بھی اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ راستے خوب پر رونق تھے۔ ٹیکسی نے طویل فاصلہ طے کیا تھا۔ راستے میں کافی حصہ سنسان بھی تھا لیکن کافن جہاں واقع تھا وہاں خوب رونق تھی۔

عجیب جگہ تھی۔ میں اندر داخل ہوا تو عجیب سا احساس ہوا۔ یوں لگا جیسے کسی قدیم مقبرے میں آگیا ہوں۔ فضا میں خوشبوئیں رچی ہوئی تھیں، لوگ موجود تھے مگر کوئی آواز نہیں تھی۔ ہوٹل کی شکل بھی کسی تابوت جیسی تھی۔ پتلی راہداریاں جنہیں دو آدمی ساتھ ساتھ چل کر طے نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے درمیان گھٹن تھی۔ نہ جانے کون سے نظریے کا اظہار کیا گیا تھا۔ پھر ایک کھلی جگہ آیا۔ اور پھر ایک گوشے میں شمع جلتی نظر آئی یہ شمع ایک میز پر رکھی ہوئی تھی اور اس کے گرد کچھ بیٹھے ہوئے تھے۔ قریب پہنچ کر میکے براؤن اور جولیا کو پہچان لیا ایک تیسرا شخص بھی تھا جو میرے پہنچتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ کوئی سفید فام ہی تھا۔ وہ کچھ کہے بغیر چلا گیا۔ اور میکے براؤن نے خوش اخلاقی سے میرا استقبال کیا۔ جولیا شکایتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ "بیٹھو گازالی۔ کیسے ہو ---؟"

"بالکل ٹھیک۔" میں نے جواب دیا۔

"کھانا تو کھا چکے ہو گے۔ یہ بتاؤ کیا پیو گے؟"

"اب کچھ نہیں وقت بہت ہو چکا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اناناس کی چائے شاید تم نے نہ پی ہو۔ عمدہ چیز ہے چکھ کر دیکھو۔" میکے براؤن نے کہا۔ اور میز پر رکھی گھنٹی پر ہاتھ مار دیا۔ ویٹر نے چند لمحات میں کرسٹل کے خوبصورت جگ اور گلاس میز پر سجا دیے تھے۔ جولیا اس دوران بالکل خاموش

رہی تھی۔ چائے واقعی عمدہ اور عجیب تھی۔ اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے براؤن نے کہا۔ "کیا رہا ــــــ؟"

"آپ انتظار نہیں کر سکے مسٹر براؤن" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"بالکل محسوس نہ کرنا۔ بس بے چینی تھی"

"اس کے باوجود کہ آپ کے آدمی میرا مسلسل تعاقب کر رہے تھے" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میکے براؤن آہستہ سے بولا۔

"اس میں کوئی حرج نہیں تھا مسٹر براؤن یقیناً آپ نے ان لوگوں کو یہ ہدایات بھی دی ہوں گی کہ اگر میں کسی الجھن میں پھنس جاؤں تو میری مدد کریں"

"کن لوگوں کی بات کر رہے ہو؟"

"ان میں یہ بھی تھا جو مجھے یہاں لایا ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے اطمینان یوں تھا کہ میں جانتا تھا ان لوگوں کے ذریعہ آپ کو صورت حال معلوم ہو گئی ہوگی"

"تم شاندار ہو گازالی۔ ذہین اور چوکس۔ مجھے مسلسل ثبوت مل رہے ہیں" میکے براؤن نے فوراً پینترا بدل لیا۔

جولیا نے ملبے ملبے گھونٹ لے کر اپنا گلاس خالی کر دیا تھا۔ پھر وہ غرّا کر بولی۔ "آپ خود ہی بے اعتمادی کی فضائیں پیدا کر رہے ہیں ڈیڈی"

"اوہ۔ نہیں جولی۔ یقین کرو وہ سب گازالی کے خفیہ مددگار تھے" میکے براؤن بولا۔

"جولی۔ اس کا خیال مت کرو۔ ہاں مسٹر براؤن ان لوگوں سے میری ملاقات ہو گئی ہے۔ آپکو معلوم ہو چکا ہو گا کہ میرے اور ان کے درمیان کیا گفتگو ہوئی ہے"

"ارے نہیں اب اس حد تک بھی نہیں۔ نہ میں نے اس کی کوشش کی۔ خدا کی قسم ایسی کوئی بات نہیں" براؤن جلدی سے بولا۔

"وہ سب متعجب رہ گئے تھے۔ چار افراد ہیں۔ کنور پربھات سنگھ، کرنل آسٹن، حسن صاحب اور طاہر علی۔ حسن صاحب مجھ سے سخت برگشتہ ہیں انہیں اس پر بھی اعتراض ہے کہ میں تبت میں کیوں موجود ہوں۔ میں ان کے خیال میں آستین کا سانپ ہوں۔ کیونکہ ایک غیر متعلقہ شخص ہونے کے باوجود صرف ان کی دی ہوئی رعایت کی وجہ سے میں اس معاملے میں ملوث ہوا ہوں اور مجھے حق نہیں پہنچتا کہ میں ان بڑے لوگوں کی برابری کروں" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"ہونہہ۔ بڑے لوگ" میکے براؤن نے طنزیہ کہا۔

"دوسرے لوگوں نے کسی ردِعمل کا اظہار نہیں کیا۔ ڈاکٹر طاہر علی خاص طور سے میرے حق میں تھے اور انہوں نے حسن صاحب کو اس سلسلے میں سمجھانے کی کوشش بھی کی تھی۔ لیکن مسٹر حسن کسی بھی طرح میرا ساتھ قبول کرنے کو تیار نہیں تھے"

"تو کیا تم نے انہیں اپنا ساتھ پیش کیا تھا؟" میکے براؤن نے سوال کیا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، میں اس طرح ان سے ملا جیسے اچانک ملاقات ہو گئی ہو، کنور پربھات سنگھ سے میری ملاقات وہیں پر ہوئی تھی میرا مطلب ہے حسن صاحب کی کوٹھی میں۔ کنور پربھات مجھے پہچانتا تھا، جس وقت میں ان لوگوں کے پاس پہنچا، تو کنور پربھات باہر لان پر چہل قدمی کر رہا تھا۔ میری اس سے ملاقات ہوئی اور اُس نے مجھے دیکھ کر سخت حیرت کا اظہار کیا اور پھر اُسی نے مجھے ان لوگوں کی موجودگی کی اطلاع بھی دی۔

میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ وہ مجھ سے ملنا پسند نہیں کریں گے لیکن کنور پربھات نہ مانا، اس نے مجھے اندر چلنے کی پیشکش کی۔ اس طرح میں نے اس ملاقات کو بالکل ہی اتفاقیہ رنگ دے دیا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے دیکھا۔ ڈاکٹر طاہر علی، کرنل آسٹن اور حسن صاحب تینوں ہی ایک جگہ موجود تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی تو چونک کر حیرت سے کھڑا ہو گیا۔ حسن صاحب کے چہرے پر طنزیہ تاثرات پھیل گئے اور انہوں نے میرے سلام کا بھی جواب نہیں دیا۔

ڈاکٹر طاہر علی نے مجھ سے یہاں آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے بے باکی سے کہہ دیا کہ جس مقصد کے لیے وہ بڑے لوگ یہاں پہنچے ہیں، میں چھوٹا سا آدمی بھی یہی خواہشات لے کر تبت میں داخل ہوا ہوں۔ اس پر حسن صاحب چراغ پا ہو گئے اور انہوں نے سخت لہجے میں کہا کہ مجھے اس کا کوئی حق نہیں پہنچتا، کیونکہ یہ ساری معلومات ان کی وجہ سے مجھے حاصل ہوئی ہیں انہوں نے مجھے اور بھی کچھ ایسی سخت دست باتیں کہیں، جن کے جواب میں، میں نے ان سے کہا کہ چونکہ میں ان کا نمک کھا چکا ہوں اس لیے ان کی باتوں کا جواب نہیں دوں گا، ورنہ میرے پاس بھی زبان موجود ہے"

"گڈ ویری گڈ، پھر کیا ہوا" میکے براؤن نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ ڈاکٹر طاہر علی، حسن صاحب سے کہنے لگے کہ غزالی اس سلسلے میں بے قصور ہے اور اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی جو ان کے لیے اتنی ناخوشگوار ہو، اس پر حسن صاحب

نے کہا کہ انہیں مجھ پر اب ذرا بھی اعتبار نہیں ہے۔ میں نے ان کے ساتھ رہ کر ان کے سینے میں چھرا گھونپا ہے اور یقیناً ان کے ذریعے معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی میں نے بوڑھے بابا کو وہاں سے غائب کرایا ہے۔

حسن صاحب سخت برگشتہ تھے جبکہ کنور پربھات اور کرنل آسٹن بھی انہیں سمجھا رہے تھے، لیکن وہ کسی طور ماننے کو تیار نہیں تھے، یہاں تک کہ ڈاکٹر طاہر علی ان سے کچھ تلخ ہو گیا۔ اس نے کہا کہ وہ کسی بھی سلسلے میں کوئی یکطرفہ فیصلہ قبول نہیں کرے گا، حسن صاحب کو تمام لوگوں سے تعاون کرنا چاہیے۔ جس پر حسن صاحب نے ان سے کہا کہ وہ کسی خزانے وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے صرف دوستوں کا ساتھ تھا جس کی بنیاد پر وہ یہاں تک آ گئے، وہ واپس بھی جا سکتے ہیں"

"خوب خوب۔ واقعی دلچسپ صورت حال پیدا ہو گئی۔ پھر" میکے براؤن نے پوری پوری دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"بس میں نے بھی کسی طرح اپنی کمزوری کا اظہار نہیں کیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں اتنا بے حیثیت بھی نہیں ہوں جتنا وہ سمجھ رہے ہیں اور نہ ہی میں ان کے پاس کسی غرض سے پہنچا ہوں، میں تو اتفاقیہ طور پر ہی ادھر نکل آیا تھا اور کنور پربھات سے میری ملاقات ہو گئی تھی۔ بہرطور دوستوں کے اصرار پر حسن صاحب نے خاموشی اختیار کر لی۔ پھر میں نے ان لوگوں سے جانے کی اجازت چاہی، ڈاکٹر طاہر علی نے مجھ سے پوچھا کہ اگر وہ مجھ سے دوبارہ ملاقات کرنا چاہیں تو کہاں ملاقات کر سکتے ہیں، اس پر میں نے انہیں کنٹین کا پتا بتا دیا، بس اتنی ہی گفتگو ہوئی ہے میرے اور اُن کے درمیان" میں نے کہا اور میکے براؤن پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا، تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا، پھر بولا۔

"میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا گازالی اگر تمہیں ان لوگوں پر اعتراض ہے جو تمہارا تعاقب کرتے رہے ہیں، تو ان کے لیے اتنا ہی سن لو کہ تم غلط فہمی کا شکار ہو، یہ اجنبی جگہ ہے تمہارے لیے، اگر کسی الجھن میں پھنس جاؤ گے تو تمہیں بروقت امداد مل جائے گی"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں مسٹر میکے براؤن۔ لیکن اس طرح مجھے یہ احساس ہوا کہ آپ ان تمام تر باتوں کے باوجود مجھ سے مطمئن نہیں ہیں ــــــ؟"

"ڈیڈی مجھے بھی آپ سے یہی شکایت ہے، آپ کچھ بھی کہہ لیں لیکن یہ کارروائی ہر طرح سے غیر اخلاقی تھی!" جولیا نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"نہ جانے کیوں تم لوگ میرا مقصد نہیں سمجھ رہے گازالی پر مجھے مکمل اعتماد ہے اور جو لوگ اس کی نگرانی کر رہے تھے انہیں ہدایت تھی کہ جس وقت بھی گازالی کسی الجھن کا شکار ہو اس کی مدد کی جائے"

"اس کے باوجود ڈیڈی۔ گازالی جو نہیں چاہتے وہ کیوں کیا جاتا ہے"

"ٹھیک ہے اب نہیں ہو گا۔ اس چھوٹی سی بات کو مسئلہ نہ بناؤ۔ گازالی پلیز یہ صرف میری تشویش تھی اگر تم نے اسے محسوس کیا ہے تو سوری۔ آئندہ ایسا نہیں ہو گا"

"میں مطمئن ہوں مسٹر براؤن" میں نے جواب دیا۔

"کیا پروگرام ہے اب ــــــ؟"

"آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں" میں نے کہا، اور میکے براؤن کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"وہ لوگ کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں اس بارے میں تو کچھ نہیں معلوم ہو گا"

"اس کی نوبت ہی کہاں آئی ــــــ؟"

"اب آئے گی، تمہیں بڑی محنت سے اپنا کردار انجام دینا ہے۔ ان لوگوں پر یہ ظاہر کرو جیسے تم کچھ پُراسرار کارروائیاں کر رہے ہو، لیکن اس طرح کہ وہ غیر محسوس انداز میں اس سے روشناس ہوں۔ اس طرح کم از کم ڈاکٹر طاہر علی تم سے ضرور متاثر ہو گا اور تمہیں اپنے درمیان جگہ دینے پر مصر ہو جائے گا۔ تم خود ذہین انسان ہو۔ حالات کے تحت کارروائی کر سکتے ہو۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتا کہ ان لوگوں کی معلومات حاصل کر لوں۔ اور خاص طور سے۔ گازالی کسی طرح یہ کرنل آسٹن ہمارے ہاتھ نہیں آ سکتا"

"مشکل ہے۔ وہ کنور پربھات کا دوست ہے۔ میں نہیں جانتا کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے کیا حیثیت رکھتے ہیں"

"چلو چھوڑو ان باتوں کو لیکن ان میں داخل ہو کر تم کرنل آسٹن سے اس کی معلومات تو حاصل کر ہی سکتے ہو"

"ہاں۔ میں اس میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا" میں نے کہا۔

"او کے۔ جانگ کی واپسی سے پہلے تمہیں یہ کام کر لینا ہے۔ ممکن ہے جانگ کے آنے پر ہمیں یہاں سے کہیں اور جانا پڑے"

"جانگ ستائیس تاریخ کو واپس آئے گا نا"

"ہاں!"

"میرے خیال میں اس وقت تک میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"میں تمہاری کامیابی کے لیے دعاگو ہوں۔" میکے براؤن نے کہا۔

"مجھے اجازت۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"اب اس وقت جا کر کیا کرو گے۔ صبح کو چلے جانا۔" جولیا نے کہا۔

"نہیں جولی مناسب نہیں ہوگا۔ ڈاکٹر طاہر علی کسی بھی وقت مجھے فون کر سکتا ہے۔"

"ہاں جولی۔ گازالی ٹھیک کہتے ہیں۔ اوکے گازالی۔ ہری سنگھ باہر موجود ہے وہ تمہیں کنٹین چھوڑ دے گا۔" میکے براؤن نے کہا۔ جولیا باہر تک میرے ساتھ آئی تھی۔

"کچھ ناراض ناراض نظر آ رہی ہو جولی۔۔؟"

"ناراض نہیں ہوں۔ پریشان ہوں۔"

"کیوں۔۔؟"

"نہ جانے تم سب پر کیا دیوانگی طاری ہو گئی ہے۔ عیش و آرام سکون کی زندگی چھوڑ کر ان ہنگاموں میں الجھ گئے ہو۔ ڈیڈی بھی پاگل ہو گئے ہیں اور دوسرے سب بھی۔ میں تمہاری جدائی نہیں برداشت کر سکتی یوں لگتا ہے جیسے تم ان ہنگاموں میں گم ہو جاؤ گے۔ مجھے حاصل نہ ہو سکو گے۔"

"اب اس حد تک آگے بڑھ آئے ہیں جولی تو کچھ وقت اور سہی تم خود کو سنبھالے رکھو۔"

"اپنا فون نمبر بتاؤ۔" جولیا نے کہا۔ میں نے ایک لمحہ غور کیا اور پھر جولیا کو فون نمبر دے دیا۔ اس کے بعد میں ہری سنگھ کے پاس پہنچ گیا۔ ہری سنگھ تیار تھا اس نے جلدی سے ٹیکسی کا دروازہ کھول دیا۔ کنٹین تک کا سفر خاموشی سے طے ہوا تھا نہ ہری سنگھ نے مجھ سے کوئی بات کی تھی نہ میں نے۔

کنٹین پہنچ کر اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ رات بہت گزر چکی تھی۔ بستر میں گھس گیا۔ دماغ کو اب الجھنیں برداشت کرنے کی عادت ہو گئی تھی اس لیے نیند نہ آنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

دوسری صبح بھی دس بجے آنکھ کھلی تھی۔ شکر تھا کسی نے ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔ غسل سے فارغ ہو کر ناشتہ طلب کر لیا۔ ویٹرس نے بتایا کہ میرے لیے فون کال تھی۔ آپریٹر نے اس سے میرے بارے میں پوچھا تھا تو ویٹرس نے کہہ دیا کہ میں ابھی سو رہا ہوں۔ کال آپریٹر نے نوٹ کر لی ہے۔

"تمہارے اس تعاون کا شکریہ ڈیئر۔" میں نے کہا۔

ناشتے سے فارغ ہو کر ہی میں نے آپریٹر سے رابطہ قائم کیا تھا۔ "جی ہاں جناب۔ مسٹر طاہر علی کی کال تھی نمبر نوٹ کیجیے آپ انہیں فون کر لیں۔" آپریٹر نے جواب دیا۔

"شکریہ آپریٹر۔" میں نے جواب دیا۔ اور فون بند کر کے صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ فیصلہ کرنا تھا کہ اب کیا کرنا ہے طاہر علی سے ملاقات کی جائے۔ میکے براؤن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ مکار انسان تھا۔ ظاہر ہے وہ قیامت تک میری طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ ہونا بھی نہیں چاہیئے تھا خود میری نیت ہی کونسی ٹھیک تھی۔

ویسے درحقیقت حسن صاحب کا ان معاملات سے نکل جانا ہی بہتر تھا۔ وہ شریف آدمی تھے ایسے ہنگاموں سے گھبراتے تھے۔ اگر حالات خطرناک رخ اختیار کر گئے تو سب سے زیادہ نقصان انہیں ہوگا۔ سچی بات یہ ہے کہ ان کے علاوہ مجھے کسی کی پروا نہیں تھی سب اپنی مرضی کے مالک تھے اور اپنی حفاظت کے ذمہ دار تھے۔ حسن صاحب کی حفاظت مجھ پر فرض تھی کیونکہ وہ میرے محسن تھے اور محسن کے والد تھے۔ محسن میرے لیے بڑی حیثیت رکھتا تھا اور تنویر۔ اگر کوئی گڑبڑ ہو گئی تو حسن صاحب کی وجہ سے سوچنا پڑے گا اگر وہی اس کھیل سے نکل جائیں تو پھر میں آزاد تھا۔ میرا کیا تھا آگے "ناتھ تھی نہ پیچھے "پگا"۔ جو دل چاہے گا اپنی مرضی سے کروں گا۔

ندرت کے سلسلے میں، نہ جانے کیوں آج تک میں کسی کے سامنے زبان نہیں کھول سکا تھا۔ بعض اوقات تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ندرت نے غیر محسوس انداز میں میری زبان پر تالا لگا دیا ہو۔ یہ سوچ کر ایک عجیب سا احساس ہوتا تھا لیکن غور کرتا تو خود ہی اپنے خیال کی نفی کرنی پڑتی۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں خود ہی ندرت کو دوسروں سے چھپائے ہوئے تھا۔ اس کا کردار ہی ایسا تھا کہ اسے کوئی نقصان پہنچانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

بہرحال حسن صاحب کے علاوہ اور کوئی ایسا نہیں تھا جس کی وجہ سے مجھے پریشانی ہوتی۔ میں نے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل آیا۔ ایک ٹیکسی مجھے لے کر مطلوبہ جگہ چل پڑی۔ راستے میں خیال آیا کہ میرے ذریعہ میکے براؤن کو ان لوگوں کے بارے میں بھی معلوم ہو چکا ہے۔ اس لیے یہ یقینی امر ہے کہ اب ان لوگوں کی بھی نگرانی ہو رہی ہو گی۔ یاد نہیں آیا کہ میں نے اس سلسلے میں انہیں ہوشیار کیا تھا یا نہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ سب نے میرا استقبال کیا تھا۔ اور پھر ہم ایک کمرے میں جمع ہو گئے۔

"یہاں سے جانے کے بعد کہیں گئے تھے۔۔؟" طاہر علی

نے پوچھا۔

"نہیں۔ آپ کو یہ خیال کیسے آیا۔۔؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اس کی کوئی خاص وجہ نہیں۔ صبح کو دیر تک سوتے رہے تھے اس لیے پوچھ رہا تھا۔ یا پھر یونہی رات کو جاگتے رہے تھے۔"

"نہیں آپ کا خیال درست ہے۔ میکے براؤن سے صبر نہیں ہو سکا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ گویا۔۔؟"

"ہاں رات ہی کو اس نے مجھے بلوا بھیجا تھا۔ میں نے آپ لوگوں سے کہا تھا کہ اس کے آدمی میرا مسلسل تعاقب کر رہے ہیں۔ اسے معلوم ہو گیا کہ میں آپ سے مل چکا ہوں۔"

"گڈ۔ کیا کہنے لگا۔۔؟"

"وہی سب کچھ جو اسے کہنا چاہیئے تھا۔ میں بتا چکا ہوں کہ میں نے آپ لوگوں کے بارے میں اس سے کیا کہا تھا۔ بس اسی کی روشنی میں اس سے بات ہوئی۔ ہاں ایک سوال کا جواب دیں۔ اس دوران آپ لوگوں کی کیا مصروفیت رہی۔۔؟"

"کس دوران۔۔؟" حسن صاحب نے پوچھا۔

"مجھ سے ملاقات کے بعد۔"

"غالباً کچھ بھی نہیں۔ ہم لوگوں نے یوں بھی خود کو محدود رکھا ہے زیادہ باہر نہیں نکلے۔ کیوں طاہر۔۔؟"

"ہاں مگر میں غزالی کا مقصد سمجھ رہا ہوں۔ کیوں غزالی تمہارے خیال میں میکے براؤن کے آدمیوں نے ہماری بھی نگرانی شروع کر دی ہو گی۔۔؟" طاہر علی نے کہا۔

"سو فیصدی۔ نہ صرف نگرانی شروع کر دی ہو گی بلکہ اس بات کا امکان بھی ہے کہ آپ کا فون ٹیپ کر لیا ہو گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا کوئی آدمی یہاں اس ہوٹل میں مستقل ہی آ گیا ہو تاکہ آپ لوگوں پر نگاہ رکھے۔" میں نے کہا۔

"یہ بات میں نے کل رات ہی کنور سے کہی تھی۔ میں غیر محتاط نہیں ہوں کیوں کنور۔۔۔ ہاں فون کا خیال میرے ذہن میں نہیں آیا تھا لیکن شکر ہے ہم نے چنگ لی وغیرہ سے بھی فون پر گفتگو نہیں کی۔" طاہر علی نے کہا۔ کنور پربھات نے اس کی تصدیق کی تھی۔

"ایک نگاہ باہر ڈال لیں ڈاکٹر صاحب۔" میں نے کہا اور سب ایک دم محتاط ہو گئے۔ ڈاکٹر طاہر علی اس طرح اٹھے جیسے باتھ روم جا رہے ہوں لیکن دروازے کے ہول کی رینج سے باہر نکلتے ہی وہ ایک دیوار کے قریب پہنچ گئے اور پھر کھسکتے ہوئے دروازے کے قریب پہنچ گئے انہوں نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور پوری قوت سے دروازہ کھول دیا۔

سب سنسنی کا شکار تھے۔ میں طاہر علی کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا۔ اس ٹیم میں سب سے مستعد شخصیت تھی ان کی۔ باہر شاید کوئی نہیں تھا۔ طاہر علی باہر نکل گئے اور پھر واپس آ کر بولے۔

"راہداری سنسان پڑی ہے۔"

"دروازہ بند کر دیں۔ حسن صاحب آپ کا کیا پروگرام ہے؟" میں نے کہا۔

"بھئی میری خواہش ہے کہ مجھے جانے دو۔ میں اکتا گیا ہوں اور بڑی بیزاری محسوس کر رہا ہوں۔"

"آپ چلے جایئے حسن صاحب۔ یہی مناسب ہے۔"

"نہ جاتے تو اچھا تھا میں نے بات کی تھی حسن سے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"نہیں ڈاکٹر صاحب۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ان کا نعم البدل موجود ہوں۔" میں نے کہا۔

"پارٹی لیڈر کی حیثیت سے بھی تمہاری بات ماننا ہمارا فرض ہے۔" طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میکے براؤن کو بھی میں نے ہی اطلاع دی ہے کہ حسن صاحب واپس جا رہے ہیں اور اس کی وجہ میں ہوں۔"

"کیا مطلب۔؟" طاہر علی نے پوچھا اور میں نے پوری تفصیل بتا دی۔ طاہر علی نے تحسین آمیز انداز میں کہا۔

"بہت عمدہ۔ اس طرح تم نے اس پر سکہ جما لیا۔ بہرحال حسن جانا چاہتے ہیں تو ضرور چلے جائیں ان کی کمی کا احساس ہوتا رہے گا یہ خود بھی الجھے رہیں گے۔"

"میں وقتاً فوقتاً چنگ لی سے رابطہ قائم کر کے آپ لوگوں کے بارے میں معلوم کرتا رہوں گا۔" حسن صاحب نے کہا۔

"اوکے اوکے۔ ان حالات میں یہ ٹھیک ہے مگر غزالی اب آئندہ پروگرام کیا رہے گا۔۔؟"

"ہمیں ستائیس تاریخ کا انتظار کرنا ہو گا جانگ سمبو تورا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گیا ہے۔ وہ ستائیس تاریخ کو واپس آئے گا۔ میرے خیال میں اتفاقیہ طور پر ہمارے اور میکے براؤن کے راستے یکساں ہیں۔ اس وقت سمبو تورا ہی ٹارگٹ ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے ڈاکٹر۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات آپ کے ذہن میں ہے۔۔؟"

"نہیں۔"

"جانگ اگر سمبو تورا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر لیتا ہے تو میکے براؤن مجھے ان سے بے خبر رکھے گا۔ یا اگر

ایسا کرے گا بھی تو میں اس سے بے خبر نہیں رہوں گا۔ براؤن کی بیٹی جولیا وہاں میری نمائندہ ہے وہ مجھے حالات سے باخبر رکھے گی۔ اس کے بعد ہم لوگ جانگ کی معلومات سے فائدہ اٹھائیں گے۔ میرے خیال میں اس سے بہتر طریق کار اور کچھ نہیں ہے۔"

"یقیناً میں تم سے متفق ہوں۔" طاہر علی نے کہا۔

"تو یہ بات طے ہوئی کہ حسن واپس جائیں گے۔" کرنل آسٹن نے کہا۔

"ہاں۔ اب یہ آخری بات ہے۔" حسن صاحب نے کہا۔

دیر تک ان لوگوں سے گفتگو ہوتی رہی۔ پھر میں نے اپنی جیب سے ویلینی کی تصویر نکالتے ہوئے کہا۔ "یہ تصویر بطورِ امانت رکھیں اور کرنل، ویلینی کے بارے میں آپ کے پاس جو ریکارڈ موجود ہے۔ اس کی ایک نقل تیار کرالیں۔ کیونکہ اصل چیزیں چوری ہونے والی ہیں۔"

"کیا۔؟" کرنل آسٹن اچھل پڑا۔

"ہاں کرنل آسٹن۔ آپ کا کام نقل سے بھی چل جائے گا۔"

"مم مگر اس چوری کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم کون چرائے گا ان چیزوں کو؟" کرنل آسٹن نے کہا۔

"میں۔ میکے براؤن کے ایما پر بلکہ اس کے لیے ایک اور عمدہ تجویز ہے۔ کیوں نہ کسی اور کے ذریعہ یہ چیزیں چوری کرائی جائیں۔ یہ زیادہ اچھا آئیڈیا ہے۔ کرنل یہ کام آپ کل دن میں ضرور کر لیں۔ تمام اہم چیزوں کی تفصیل طاہر علی صاحب کے پاس محفوظ کرا دیں۔ طاہر علی صاحب آپ سمجھ رہے ہیں نا۔"

"یقیناً چیف۔" طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ مناسب ہوگا۔؟" کرنل آسٹن نے کہا۔

"چیف کے احکامات سے انحراف کریں گے آپ کرنل!" طاہر علی نے کہا۔

"نہیں یقیناً مسٹر گازالی نے کچھ بہتر سوچا ہوگا۔"

"کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا ہوتا ہے کرنل۔ آپ نقلیں محفوظ رکھیں۔ ہمارا کام ان سے بھی چل جائے گا اور پھر آپ بھول رہے ہیں کہ اب خزانہ مونٹ سولاٹ میں نہیں۔ یہ سب بے مقصد چیزیں ہیں لیکن ان کے ذریعہ ہمیں میکے براؤن کا اعتماد حاصل ہو رہا ہے۔"

"او کے او کے۔ میں سمجھ گیا۔"

"ذرا دیر میں سمجھے کرنل۔ غزالی میکے براؤن پر اسی طرح اپنا اعتماد قائم کر سکتے ہیں۔ ان کی مدد ضروری ہے۔ اور پھر واقعی اب یہ سب بے مقصد چیزیں ہیں۔"

اس دن شام تک ان لوگوں کے ساتھ رہا۔ بمشکل تمام حسن صاحب کے ساتھ تنہائی کے کچھ لمحات میسر ہو سکے تھے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"پورا دن یہاں گزارنے کا صرف یہی مقصد تھا کہ آپ سے تنہائی میں کچھ گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

"اوہ۔ کوئی خاص بات؟" حسن صاحب نے متجسس لہجے میں کہا۔

"بہت خاص نہیں ہے۔ لیکن آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا ضروری تھا۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ میں نے ایک بار بھی آپ کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ میری خواہش تھی کہ آپ واپس چلے جائیں۔"

"ہاں کچھ احساس تھا مجھے۔ لیکن میں نے اس پر غور نہیں کیا۔"

"آپ کا چلا جانا ضروری ہے۔ معاملات اس حد سے آگے بڑھ چکے ہیں جس تک میکے براؤن اور ہماری پارٹی محدود ہے۔ میں کچھ نئے راستوں سے واقف ہوا ہوں جن کے بارے میں قطعی زبان نہیں کھول سکتا۔ لیکن یہ کافی آگے کی بات ہے حسن صاحب اور اس بات کے امکانات ہیں کہ مجھے میکے براؤن اور طاہر علی دونوں کو ہی چھوڑنا پڑے۔"

"اوہ۔" حسن صاحب کا سانس پھولنے لگا۔

"ان لوگوں کو چھوڑ سکتا ہوں۔ لیکن اگر آپ بھی ان میں شامل رہتے تو میرے لیے مشکل ہو جاتی۔ غیر مخلص میں ان سے بھی نہیں ہوں لیکن جو بات کسی کو نہ بتانے کی ہو وہ انہیں نہیں بتائی جا سکتی اس طرح میرے راستے میں رکاوٹیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا۔؟"

"ہاں کسی حد تک۔"

"اس لیے آپ کا چلے جانا بہتر ہے۔"

"تم فکر مت کرو۔ اب میں فوراً انتظام کروں گا۔ لیکن ایک بات آخری طور پر تم سے کہنا چاہتا ہوں۔"

"حکم۔؟"

"خدا کی قسم غزالی۔ میں ایسے ہزاروں خزانوں پر لعنت بھیجتا ہوں جن کے حصول میں تمہاری زندگی کو خطرہ لاحق ہو۔ تم جن حادثوں سے گزر چکے ہو میں ان پہ ہی پریشان ہوں اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔ تم اب بھی اگر چاہو تو میرے ساتھ واپس چلو۔ ان لوگوں سے ہم حلفیہ کہہ دیں گے کہ ہم اس خزانے سے اپنی۔ تمام دلچسپیاں ختم کر چکے ہیں اور اب اگر وہ اسے حاصل کر لیں تو وہ صرف ان کی ملکیت ہوگا۔ ہم قطعی اس پہ

کوئی دعویٰ نہیں کریں گے۔ تم مجھے جن الجھنوں سے بچانا چاہتے ہو مجھے بھی تو تمہارے لیے ان کا خیال ہے۔"

"یقیناً آپ کی شفقت اسی طرح میرے لیے بھی ہے جس طرح محسن کے لیے لیکن حسن صاحب میں خود کو آزمانا چاہتا ہوں مجھے یہ سب کچھ کرنے دیں یہ میری خوشی ہے۔"

"ٹھیک ہے بیٹے جس طرح تم پسند کرو۔ چینگ لی سے مل لینا اس کی طرف سے مطمئن رہو۔ ڈاکٹر طاہر علی آگے بڑھ کر کام کرنے کا عادی ہے۔ چینگ کو بھی وہ شیشے میں اتارنے کی کوشش کرے گا لیکن چینگ لی جانتا ہے کہ اسے کس کے لیے کام کرنا ہے۔"

"آپ ہر طرح کا اطمینان رکھیں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد کوئی بات نہیں رہی تھی۔

میں کنٹین چلا آیا۔ کوئی کام نہیں تھا اس لیے کنٹین کی تفریحات میں گم ہو گیا۔ کافی دلچسپیاں تھیں یہاں دوسرے دن کسی سے ملنے کا پروگرام نہیں تھا۔ میکے براؤن سے بھی کوئی وعدہ نہیں تھا۔ اس لیے لہاسہ کی سیر کا پروگرام بنا لیا۔ دن کو دس بجے کنٹین سے نکلا تھا شام چھ بجے واپس پہنچا۔ لہاسہ کا یہ دن نہایت خوشگوار گزرا تھا۔ کاؤنٹر سے چابی طلب کی تو کاؤنٹر مین نے اطلاع دی۔

"آپ کی ایک مہمان آئی ہوئی ہیں جناب۔ بہت دیر سے آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

"کوئی نام بتایا ہے انہوں نے۔؟" میں نے متجسسانہ انداز میں کہا۔ ذہن میں ندرت آئی تھی۔

"شاید جولیا براؤن۔"

"کہاں ہیں۔؟"

"باہر جھیل کی سیر کر رہی ہیں۔ مجھ سے آپ کے کمرے کی چابی طلب کر رہی تھیں لیکن یہ اصول کے خلاف ہے۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا اور الٹے قدموں باہر نکل آیا۔

جھیل میں بدستور رونق تھی۔ میری نگاہیں جولیا کو تلاش کرنے لگیں لیکن یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کون سے شکارے میں ہے۔ اس کی آمد نے کوئی خاص تاثر نہیں پیدا کیا تھا۔ گوند قسم کی لڑکی تھی۔ اگر میکے براؤن کے پاس ہی رکنا ہوتا تو زندگی عذاب ہو جاتی۔ بہرحال میکے براؤن نے کم از کم اتنا ضرور کیا تھا کہ اب اپنے آدمیوں کو مجھ پر سے ہٹا لیا تھا۔ آج کی آوارہ گردی کے دوران میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا لیکن تعاقب کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ اگر اس کے لیے اس نے کوئی بہت ہی گہری چال چلی ہو تو دوسری بات تھی۔

شکارے اِدھر سے اُدھر آ جا رہے تھے۔ پھر جولیا نے ہی مجھے دیکھ لیا اور اس کا شکارا کنارے پر آ گیا۔

"ہیلو گازالی۔" میں اس کی آواز سن کر چونکا تھا۔

"ہیلو جولی۔"

"میری تلاش میں تھے۔؟"

"ہاں۔ ابھی واپس آیا تو کاؤنٹر سے تمہارے بارے میں معلوم ہوا۔"

"اوہ بہت خوبصورت جگہ ہے۔ آئیڈیل۔ یہاں تو تم بہت خوش ہو گے ایک وہ کافن ہے بور جگہ۔ گازالی کیوں نہ ڈیڈی کو بھی مجبور کریں کہ وہ بھی یہیں منتقل ہو جائیں۔"

"جیسا تم پسند کرو۔"

"چلو اپنے کمرے میں چلو۔ مجھے یہاں آئے ہوئے تین گھنٹے ہو گئے۔ کہاں چلے گئے تھے تم۔؟"

میں اس کے ساتھ واپس پلٹ پڑا۔ "کہاں چلے گئے تھے تم۔؟"

"بس لہاسہ کی آوارہ گردی کرنے۔"

"میں تو اس دوران کافن میں ہی رہی۔ سچ مچ وہ ایک تابوت ہے۔ انتہائی بور۔ مگر میں باہر نکلتی بھی کس کے ساتھ تم تو یہاں ہو اکیلے سیر کرنے میں کوئی لطف بھی نہیں آتا۔ اگر تمہیں کوئی خاص کام نہ ہو تو کل سے میرے ساتھ یہاں کی سیر کرو۔"

کمرے کا دروازہ کھول کر میں اسے اندر لے آیا۔ اس نے کمرے کا جائزہ لیا اور بولی۔ "کنٹین ہر لحاظ سے کافن سے بہتر ہے آج ہی ڈیڈی سے بات کروں گی۔"

"مسٹر براؤن کی کیا مصروفیات ہیں۔؟"

"میں نہیں جانتی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں مگر میں ان کے ساتھ بور نہیں ہونا چاہتی۔"

"کہیں جاتے ہیں وہ۔؟"

"روزانہ۔ صبح دس بجے سے غائب ہیں آج بھی۔ جاتے ہوئے مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ میرا کیا پروگرام ہے۔ میں نے بھی آج انہیں ڈاج دے دیا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"بس اس طرح لیٹ گئی جیسے سونا چاہتی ہوں لیکن جونہی وہ نکلے میں بھی فوراً تیار ہو کر باہر نکل آئی۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تمہارے پاس آؤں گی لیکن باہر نکلی ہی تھی کہ موالس مل گیا۔"

"موالس کون ہے۔؟"

"ہمارا ساتھی ہے۔ احمق اور گدھا پتا نہیں گدھا زیادہ

سے ہے یا احمق۔ میں اس کی نگاہیں سمجھتی ہوں۔"

"نگاہیں ۔۔۔؟" میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ارے ہاں۔ عشق جھاڑ رہا ہے مجھ سے۔ لیکن۔ اوہ گازالی تم اپنے ذہن میں کوئی خیال نہ کرنا مورالس جیسے ایک ہزار احمق تمہارے راستے میں نہیں آ سکتے۔"

میں نے دل میں سوچا کاش مورالس میرے راستے میں آ جائے۔ جولیا کہنے لگی۔ "بس لگ گیا میرے پیچھے اسے بھی فرصت تھی میرے کئی گھنٹے برباد کر دیے۔ آخر اسے کائی سو میں چھوڑنا پڑا۔"

"کائی سو ۔۔۔؟"

"ہاں ایک ایسا ریستوران جس کے دو دروازے تھے۔ باتھ روم کے بہانے اٹھی اور باہر نکل آئی لیکن یہاں آ کر بھی سخت کوفت ہوئی کیونکہ تم موجود نہیں تھے۔ مگر یہ جگہ بے حد خوبصورت ہے۔ وقت آسانی سے کٹ گیا۔"

"مسٹر براؤن روزانہ کہاں چلے جاتے ہیں ۔۔۔؟"

"میں نہیں جانتی بس ان کی مصروفیات ہیں۔ پتا نہیں ڈیڈی نے کیوں یہ عذاب مول لیا ہے۔"

میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ جولیا سے کوئی کام کی بات نہیں معلوم ہو سکی تھی۔ اور اب اسے برداشت کرنا تھا۔ نہ جانے کب تک کے لیے نازل ہوئی تھی۔ میں کچھ بولنے ہی والا تھا کہ دفعتاً وہ بول پڑی۔ "ہاں ایک بات بتاؤ لیکن سچ سچ ۔۔۔؟"

"پوچھو۔"

"تمہارے لیے اکثر ڈیڈی سے لڑتی رہتی ہوں۔ اک وقت جب تم ڈیڈی سے مل کر آئے تھے تو میرے اور ان کے درمیان کافی تلخ کلامی ہوئی۔"

"کیوں ۔۔۔؟"

"میں نے ڈیڈی سے کہا کہ وہ تم سے مخلص نہیں ہیں تمہیں وہ مقام نہیں دے رہے جو دینا چاہیے تھا۔ میں نے کہا کہ آخر انہوں نے تمہارے پیچھے اپنے آدمی کیوں لگائے تھے کیا اس طرح گازالی ان پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔"

"ہوں۔ پھر ۔۔۔؟"

"کیا اب بھی ان کے آدمی تمہارے پیچھے رہتے ہیں ۔۔۔؟"

"پتا نہیں۔ میں نے غور کرنا ہی چھوڑ دیا۔ میں ان سے مخلص ہوں تو پھر مجھے اس کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ ایک ہزار آدمی لگا دیں وہ میرے پیچھے ہیں۔ کوئی کام ان کے مفاد کے خلاف نہیں کر رہا۔"

"مجھے یقین ہے۔ اچھا یہ بتاؤ سات نمبر کے شکارے پر تم نے کسی سے ملاقات کی تھی ۔۔۔؟" جولیا نے کہا اور میرے ذہن میں ایک دم سنسنی پھیل گئی۔

"کب ۔۔۔؟" میں نے خود کو سنبھال کر پوچھا۔

"تین چار دن قبل۔ اس وقت جب ڈیڈی کے آدمی تمہارے پیچھے لگے ہوئے تھے۔"

"یاد کرنے دو جولیا۔ پورا واقعہ سناؤ مجھے۔ میرے ذہن میں نہیں آ رہا۔"

"ڈیڈی نے ریلیش ہو کر یہ بات مجھے بتائی تھی۔ کہنے لگے گازالی پُراسرار آدمی ہے۔ اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس وقت ڈیڈی کے آدمی تمہارے پیچھے تھے۔ ایک ویٹرس نے تمہیں کوئی پیغام دیا تھا اور پھر تم اسی کے شکارے پر سات نمبر میں گئے تھے وہ کوئی لڑکی تھی۔"

"اوہ۔ یہ اس دن کی بات ہے جس دن میں کنٹین میں آیا تھا۔"

"ہاں ہاں اسی دن۔"

"مسٹر براؤن تو بہت ذہین ہیں۔ انہوں نے خود کیوں نہیں معلوم کر لیا اس لڑکی کے بارے میں یا ان کے آدمی بالکل احمق ہیں۔ وہ خود اس لڑکی کے بارے میں معلوم کر سکتے تھے۔"

"وہ لڑکی کے پیچھے گئے تھے لیکن اس پر نگاہ نہ رکھ سکے۔ تم مجھے بتاؤ وہ کون تھی۔"

"ایک پیشہ ور لڑکی جسے کسی گاہک کی تلاش تھی۔" میں نے تلخ لہجے میں جواب دیا اور جولیا چونک پڑی۔

"اوہ۔ اوہ مگر تم اس کے پاس کیوں گئے تھے۔"

"جولیا۔ کچھ عقل ہے تمہارے دماغ میں یا۔ مسٹر براؤن کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی کسی کے خلوص پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ میں جھیل کے کنارے تنہا کھڑا ہوا تھا۔ اس لڑکی نے شکارے سے مجھے دیکھا اور کسی شناسا کے انداز میں مجھے بلا بھیجا۔ جب میں حیران سا وہاں پہنچا تو کہنے لگی کہ شاید مجھے کسی ساتھی کی تلاش ہے۔ میں اس سے معذرت کر کے واپس آ گیا۔"

"میرے خدا۔ بس یہ ڈیڈی خود بھی ذلیل ہوتے ہیں اور مجھے بھی ذلیل کراتے ہیں پلیز گازالی۔ میرے لیے تم ان کی فضول باتیں برداشت کر لو آئندہ میں انہیں بالکل فٹ کر دوں گی۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ خود ان کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھوں گی اور اگر اب انہوں نے تم پر شبہے کی نگاہ ڈالی تو۔ تو پھر۔" جولیا غصیلے انداز میں خاموش ہو گئی۔

"مسٹر براؤن نے اس سلسلے میں کیا کہا تھا ۔۔۔؟"

"بس وہی جو میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ آخر وہ لڑکی کون تھی؟"

"تم خود مسٹر براؤن کے اعتماد کا اندازہ لگا لو جولیا۔"

"اس کے بعد یہ سب کچھ نہ ہوگا میرا وعدہ ہے۔ مگر یہ تو بڑی مخدوش جگہ ہے گازالی۔ یہاں کال گرل بھی ہوتی ہیں۔ تم تو بالکل غیر محفوظ ہو۔ خیر کوئی بات نہیں میں یہاں آ جاؤں گی۔ تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" جولیا نے بڑے اعتماد سے کہا۔ بمشکل تمام میں اس سے پیچھا چھڑا سکا تھا۔ میکے براؤن کا حوالہ دینا پڑا تھا جو اس کے لیے پریشان ہوگا۔

جولیا کے جانے کے بعد میں اس کی احمقانہ باتوں پر ہنستا رہا۔ کچھ بھی تھا ابھی یہ لڑکی میرے لیے غنیمت تھی۔ کم از کم میکے براؤن کی حرکتوں کا تو پتا چلتا رہتا تھا۔

دوسرے دن حسن صاحب چلے گئے۔ طاہر علی نے فون کر کے مجھے بلا لیا تھا آخری ملاقات حسن صاحب سے ان کے کمرے میں ہی ہوئی تھی۔ میرے لیے فکرمند تھے میں نے انہیں خوب تسلیاں دی تھیں۔ چلتے ہوئے انہوں نے سرگوشی کے انداز میں کہا تھا۔

"چینگ لی سے رات کو فون پر تفصیلی بات چیت ہو گئی ہے تم جب چاہو اس سے مل سکتے ہو۔"

طاہر علی اور دوسرے لوگ حسن صاحب کو رخصت کرنے گئے تھے۔ میں جان بوجھ کر نہیں گیا تھا تاکہ میرے اور ان کے درمیان اختلاف کا اظہار ہو جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہیں کنٹین چلا آیا۔ اور پھر اسی رات میں کافن پہنچ گیا۔ میکے براؤن نے میرا پرتپاک خیر مقدم کیا تھا۔

"کوئی نئی اطلاع ۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"بس اطلاعات کی تلاش میں گھومتا رہتا ہوں۔ جب تک جانگ واپس نہیں آ جاتا کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ میں اپنے طور پر مختلف ذرائع سے کام کر رہا ہوں بظاہر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔"

"میرے پاس آپ کے لیے ایک اطلاع ہے۔"

"کیا ۔۔۔؟" میکے براؤن نے بے اختیار پوچھا۔

"مسٹر حسن واپس چلے گئے۔ اس دوران ان کی دوسرے لوگوں سے بحث چلتی رہی ہے سب سے بددل ہو کر گئے ہیں اور اپنے ہر طرح کے حقوق سے دستبردار ہو گئے ہیں۔"

"وہ کاروباری شخص اس زندگی کو سوٹ بھی نہیں کر سکتا۔ یہ ایک الگ دنیا ہے۔ ویسے بنائے مخاصمت تم ہی تھے ۔۔۔؟"

"میرا خیال ہے ایسی بات نہیں ہے۔ ویسے وہ میری شکل بھی دیکھنے کے روادار نہیں تھے لیکن خزانے کے حصول سے مایوسی بھی ان کی واپسی کی وجہ ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اب یہ سب کچھ ناممکن ہے۔ خزانے کا تیا پانچہ ہو چکا ہے۔"

میکے براؤن کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔ "دوسرے لوگ ابھی تک پُرامید ہیں۔"

"ہاں مایوس نہیں ہوئے۔"

"اس کی کیا وجہ ہے ۔۔۔؟"

"ابھی تک اندازہ نہیں ہو سکا۔"

"اصل کام یہی ہے ڈیئر۔ بس یہ معلوم کرو کہ انہیں اب کیا امید ہے۔ بلاوجہ ہی وہ وقت نہ ضائع کر رہے ہوں گے اور ہاں وہ کرنل آسٹن یہی نام لیا تھا تم نے ۔۔۔؟"

"ہاں۔"

"اس کے پاس جو کچھ ہے اس کے حصول کے لیے تم نے کیا کیا ۔۔۔؟"

"ابھی تک کچھ نہیں۔ حسن صاحب کی موجودگی میں یہ ممکن بھی نہیں تھا۔ اب کچھ کام بن جائے گا میرے خیال میں۔ اب میں کنٹین چھوڑ دوں گا۔ ان لوگوں کے ساتھ رہ کر ہی کچھ کام بن سکتا ہے۔"

"جولیا کو بھی میں یہی سمجھا رہا ہوں۔ وہ بے وقوف اس بات پر مصر ہے کہ کنٹین میں رہے۔ میں نے اسے یہی بتایا ہے کہ گازالی وہاں نہیں رہے گا پھر کیا فائدہ۔ اور پھر ہم یہاں محفوظ ہیں۔ جانگ کو بھی میں نے اسی جگہ کا پتا دیا ہے۔ یہاں میرے لیے ہر طرح کی آسانیاں ہیں۔"

"ہاں جولی۔ اگر تم میری وجہ سے کنٹین آ رہی تھیں تو واقعی بیکار ہے۔ ممکن ہے میں کل ہی کنٹین چھوڑ دوں۔"

"جہاں تم جا رہے ہو وہ کیسی جگہ ہے ۔۔۔؟"

"وہاں تین بوڑھے میری حفاظت کریں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میکے براؤن پُرخیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا۔ "کام جاری رکھو گازالی۔ ان لوگوں کے ارادوں سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ ہم ان کے لیے کوئی راستہ کھلا نہیں چھوڑ سکتے۔"

"میں مسلسل کوشش میں مصروف ہوں۔"

"آج رات میں تمہارے ساتھ کنٹین میں رہ سکتی ہوں۔" جولیا نے کہا اور میں چونک کر میکے براؤن کو دیکھنے لگا!

"نہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔" براؤن نے سخت لہجے میں کہا اور جولیا ٹھنک کر رہ گئی۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا تھا۔ بیباک بیٹی کا کمزور دل باپ اگر اسے اجازت دے دیتا تو۔

دوسرے دن صبح کنٹین چھوڑ کر طاہر علی کے پاس پہنچ گیا۔ میرے لیے جو کمرہ حاصل کیا گیا تھا وہ کینسل کر دیا گیا تھا۔ لیکن حسن صاحب کا کمرہ موجود تھا۔ اسی میں میرے قیام کا بندوبست کر دیا گیا۔ وہ لوگ میرے پہنچ جانے سے خوش تھے۔

رات کو ایک خصوصی میٹنگ ہوئی اور اس میں آئندہ پروگرام کے لیے بحث ہونے لگی۔ میں نے پہلے بھی ان لوگوں سے کہا تھا کہ جانگ کی واپسی ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ وہ مقامی باشندہ ہے۔ ممکن ہے سمبوتورا کا کھوج نکال ہی لائے۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی کچھ کرنا مناسب ہوگا۔ اس وقت بھی میں نے اپنا ہی موقف دوہرایا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر سمبوتورا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو جائیں تو پھر ہم کیا کریں گے ۔۔۔؟"

"اس کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے کہ سمبوتورا سے خزانے کی حقیقت معلوم کی جائے۔ وہ کسی سیاح کو خزانہ دے سکتا ہے تو ہم بھی اس پر جال ڈال سکتے ہیں۔ دوسری شکل میں یہ اندازہ تو ہو جائے گا کہ خزانہ مل بھی سکتا ہے یا نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں موجودہ حالات بہت الجھے ہوئے ہیں۔ ولیمتی کو ہم اسی لیے تلاش کر رہے تھے کہ تا کہ اس سے مونٹ سولاٹ کے اس علاقے کے بارے میں معلوم کریں جہاں خزانہ دفن ہے ولیمتی وہ خزانہ نکال چکی ہے تو اب صرف وہی کچھ کار آمد ہو سکتی ہے۔ اور سمبوتورا اس کا دست راست ثابت ہو چکا ہے۔ میرے خیال میں غزالی کی بات درست ہے۔" کنور پربھات نے کہا۔

"میں نے اختلاف نہیں کیا۔ صرف ایک صحیح پروگرام کا تعین کر رہا ہوں۔ کیوں غزالی۔ ہم لوگ کل چنگ لی سے ملاقات کیوں نہ کر لیں ۔۔۔؟" طاہر علی نے کہا۔

"کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس کے لیے احتیاط کرنی ہوگی۔"

"کس سلسلے میں۔"

"میکے براؤن کے آدمی تعاقب کریں گے۔"

"اس کا کوئی حل سوچ لیتے ہیں۔ چنگ لی کو بہ آسانی میکے براؤن کے پیچھے لگا کر اس کا دماغ درست کرایا جا سکتا تھا۔ لیکن اس سے ایک غرض اٹکی ہوئی ہے جس کی وجہ سے اسے برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔"

"ابھی اسے برداشت کرنا ہوگا ڈاکٹر صاحب۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ میں جانتا ہوں۔ کل یوں کریں علی الصبح یہاں سے نکل جائیں۔ میں ہوٹل کے عقبی راستے سے جاؤں گا اور ۔۔۔ اور کوئی ایسی جگہ تعین کیے لیتے ہیں جہاں میں تم سے مل جاؤں۔ تم اپنے طور پر ان لوگوں کے بارے میں اندازہ لگا لینا۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ۔۔۔"

"میں سمجھ رہا ہوں ڈاکٹر۔ لیکن اگر انہوں نے عقبی راستے پر بھی نگاہ رکھی ہو تو ۔۔۔؟"

"کوشش کروں گا کہ انہیں ڈاج دے سکوں۔ تم مجھے بالکل ہی بیکار نہ سمجھو۔" طاہر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے وہ جگہ کون سی ہوگی۔ جہاں ہم ملاقات کریں گے ۔۔۔؟"

"اسٹیل ٹمپل مشہور جگہ ہے۔ ٹمپس ٹاور کے عقب میں ٹمپس پارک ہے وہیں مجھے مل جاؤ۔ ٹھیک گیارہ بجے۔"

"میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

دوسری صبح میں جاگا بھی نہیں تھا کہ ڈاکٹر طاہر علی چلے گئے۔ میں ناشتے کے بعد اطمینان سے باہر نکلا تھا۔ اس وقت لاپرفائی سے کام نہیں لینا تھا اس لیے ٹیکسی میں ایک طویل ترین چکر کاٹا اور اندازہ ہو گیا کہ کوئی تعاقب میں نہیں ہے۔ پھر ٹیکسی چھوڑ دی اور ٹمپس پارک تک پہنچتے ہوئے بھی دو ٹیکسیاں تبدیل کیں۔ ڈاکٹر طاہر علی میرے منتظر تھے۔

"کیا رہی ۔۔۔؟"

"بالکل نارمل مجھے کوئی شبہ نہیں ہو سکا۔"

"تب پھر چلیں۔" میں نے کہا۔

"آؤ۔" طاہر علی بولے۔ یہاں سے نکل کر ہم نے پھر ٹیکسی لی اور چل پڑے۔ طاہر علی نے ڈرائیور کو پتا بتا دیا تھا۔ چنگ شاؤ ایک خوبصورت مقامی طرز کی عمارت تھی جس کے وسیع احاطے میں بہت سے ملکی اور غیر ملکی نوجوان یوگا ورزشیں کر رہے تھے۔ کہیں کہیں کنگ فو اور کراٹے کی مشقیں ہو رہی تھیں۔

چنگ لی سے ہماری ملاقات ایک وسیع ہال میں ہوئی۔ اس نے بڑے تپاک سے ڈاکٹر کا خیر مقدم کیا تھا۔ ڈاکٹر نے میرا تعارف کرایا تو وہ کسی قدر چونک پڑا۔

"اوہ مسٹر گیزلی۔ میں آپ سے متعارف ہوں اچھی طرح متعارف ہوں۔" اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"تمہیں مسٹر حسن کے جلنے کا علم ہو گیا ہوگا۔" طاہر علی نے کہا۔

"ہاں۔ مجھے علم ہے۔"

"اور کوئی اطلاع چنگ۔"

"بالکل نہیں مجھے کوئی کام بتائیے۔ ایک سو جوان آپ لوگوں کی ہر طرح مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

"ایک نام کے بارے میں تم سے معلومات حاصل کرنی ہیں چنگ۔"

"کیا نام ہے ۔۔۔؟"

"سمبوتورا۔ یہ شخص بھی تمہاری لائن کا آدمی ہے۔ جاپان کے ایک کلب میں انسٹرکٹر کی حیثیت سے رہا ہے۔ درویش صفت آدمی تھا۔ ان دنوں تبت میں ہے۔ کچھ جانتے ہو اس کے بارے میں۔"

"سمبوتورا۔" چنگ لی نے پر خیال انداز میں کہا۔ "کوئی غیر معروف شخصیت ہے۔ میں اس کا نام پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"کچھ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں اس کے بارے میں ۔۔۔؟"

"اگر وہ مارشل آرٹس کے حوالے سے جانا جاتا ہے تو میرے خیال میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔"

"اس کا تعلق ولیمتی سے ہے۔ تمہیں پوری پوری کوشش کرنی ہوگی۔" طاہر علی نے کہا۔

"آپ کا یہ کہہ دینا کافی ہے ڈاکٹر۔ میں اپنی کوشش میں کمی نہیں کروں گا۔ اور کوئی حکم مسٹر گیزلی ۔۔۔؟"

"اگر اسی شخص کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے مسٹر چنگ تو شاید کچھ کام بن جائے۔" میں نے کہا۔

"آپ اطمینان رکھیں کسی بھی وقت میری ضرورت پیش آئے میں حاضر ہوں۔" چنگ نے اپنے طور پر ہی ہماری خاطر مدارت کی اور پھر ہمیں چھوڑنے باہر تک آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی مسافت گاہ پہنچ گئے۔ میں نے کرنل آسٹن سے اس کام کے بارے میں پوچھا جو میں نے اس سے کہا تھا۔

"ابھی تک نہیں کرایا۔ میکے براؤن کے آدمیوں سے خوفزدہ ہوں۔"

"آپ اپنا کام کریں مسٹر آسٹن۔ میں اس مسئلے کو بھی جلد ختم کر دوں گا۔ بلکہ آئیے میں خود بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔"

اس دوران میں نے صاف محسوس کیا تھا کہ دو سفید فام ہمارے تعاقب میں ہیں۔ مجھے شدید غصہ آیا تھا۔ ایک کھلی چھت کے ریستوران میں کرنل آسٹن کو بٹھا کر میں باہر نکل آیا۔ دونوں سفید فام فٹ پاتھ پر سجی ہوئی ہینڈی کرافٹ دیکھ رہے تھے ان کی کار سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک نے مجھے دیکھا اور دوسرے کو اشارہ کیا۔ دونوں کچھ بوکھلا سے گئے تھے۔ میں ان کے سر پر جا کھڑا ہوا۔ ان کے اعصاب کشیدہ ہو گئے تھے۔

"اس کے بعد اگر میں نے تم دونوں کو اپنے پیچھے دیکھا تو گولی مار دوں گا۔ اس کا خیال رکھنا۔"

"جی۔ وہ سر۔ مسٹر آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" ان میں سے ایک نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آخری بات۔ اس کے بعد تمہاری شکل نہ دیکھوں۔ ورنہ اپنی موت کے ذمہ دار خود ہو گے۔" میں نے غضب ناک لہجے میں کہا اور واپس مڑ گیا۔ وہ دم بخود رہ گئے تھے۔ ریستوران واپس آکر میں نے آسٹن کو ساتھ لیا اور وہاں سے نکل آیا۔ ہم دونوں فٹ پاتھ پر دور تک چلے گئے۔ وہ دونوں اپنی جگہ کھڑے رہے تھے یہاں تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

"آپ اپنا کام کر کے واپس چلے جائیں کرنل اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"او کے۔ تم۔"

"میں کچھ دیر کے بعد واپس پہنچ جاؤں گا۔" میں نے کہا۔ اور آسٹن سر ہلا کر آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک ٹیکسی لی اور اس میں بیٹھ کر کافن چل پڑا۔

میکے براؤن جولیا کے ساتھ کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔

"اوہ اچانک۔ آؤ خیریت۔"

"جولیا مجھے افسوس ہے کہ مسٹر براؤن اپنی ڈبل چال سے باز نہیں آ رہے۔ اس وقت کے بعد سے مسٹر براؤن میں اعلانیہ آپ سے الگ ہو رہا ہوں آپ کو اجازت ہے کہ آپ جو دل چاہے کریں میں آپ کا مقابلہ کروں گا۔ میں نے آپ کے ان گدھوں کو بھی وارننگ دے دی ہے۔ بس اتنا ہی کہنے آیا تھا۔"

"گازالی۔ پلیز سنو تو۔ آؤ بیٹھو پلیز۔ کیا بات ہوئی۔ کیا ہو گیا میں نہیں سمجھا۔" براؤن نے سخت تعجب سے کہا۔

"اپنے علاوہ آپ سب کو بے وقوف سمجھتے ہیں مسٹر براؤن۔ کیا آپ کے خیال میں وہ لوگ اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ کچھ نامعلوم لوگ ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ آپ نے میری شخصیت بھی ان کی نگاہوں میں مشکوک کر دی ہے۔ میں کہتا ہوں جب آپ نے ۔۔"

"لیکن گازالی۔ میں نے انہیں ہدایت کر دی تھی کہ وہ صرف ان کے معمولات پر نگاہ رکھیں تمہارے لیے تو۔"

"ان معمولات پر نگاہ رکھ کر آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے خیال میں آپ کے احمق ساتھیوں کے تعاقب سے واقف ہو کر وہ اپنے معمولات جاری رکھیں گے۔ وہ محتاط نہ ہو جائیں گے۔"

"تو وہ لوگ جانتے ہیں ۔۔۔؟"

"جی ہاں اور باہر آنے جانے کے لیے اطمینان سے عقبی راستے استعمال کرتے ہیں۔"

"اوہ مائی گاڈ" میکے براؤن حیرت سے بولا

"انہوں نے اپنی سرگرمیاں اس وقت تک کے لیے بند کر دی ہیں جب تک وہ ان نامعلوم لوگوں کے بارے میں معلومات نہ حاصل کریں۔ مجھ پر بھی وہ فوراً ہی تو اعتبار نہیں کریں گے۔ کرنل آسٹن مجھے لے کر باہر نکلا تھا۔ وہ مجھے کہیں لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن آپ کے دو ذہین ساتھی سرخ رنگ کی ایک کار میں ہمارے تعاقب میں چل پڑے۔ مجھے تو آپ پر اعتماد تھا مسٹر براؤن اس لیے میں نے غور بھی نہیں کیا۔ لیکن آسٹن نے انہیں دیکھ کر پروگرام ملتوی کر دیا۔ میں اصرار بھی نہیں کر سکتا تھا اور انہیں یہ بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ ان کا تعلق میکے براؤن سے ہے۔"

میکے براؤن نے بوکھلا کر جولیا کی طرف دیکھا اور پھر ہکلاتے ہوئے لہجے میں بولا "غور کرو۔ خود سوچو۔ وہ تمہارا تعاقب نہیں کر رہے تھے اس دن کے بعد سے کسی نے تمہارا تعاقب نہیں کیا۔ عجیب احمق ہیں کمبخت۔ آخر تمہارے پیچھے کیوں چل پڑے۔"

"لیکن مسٹر براؤن۔ مجھے نہ ڈاکٹر طاہر علی سے دلچسپی ہے نا ہی میں آپ کا محتاج ہوں۔ میں تنہا زیادہ پرسکون تھا اور۔"

"نہیں پلیز نہیں۔ اب ہمارا تمہارا ہمیشہ کا ساتھ ہے تم غور تو کرو اس میں تم پر بے اعتمادی کہاں ثابت ہوتی ہے وہ تو۔"

"میں خود ان لوگوں کے درمیان گیا تھا مسٹر براؤن یلجانا چاہتا تھا، مجھے ان سے کوئی غرض تھی۔"

"نن نہیں۔"

"آپ کے ساتھی کی حیثیت سے ہی ان تک پہنچا ہوں۔"

"ہاں۔ یقیناً۔"

"پھر ان کے پیچھے لگے رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا آپ کے مفاد کی باتیں میں نوٹ نہیں کروں گا۔ کیا ان کے کھل کر کام کرنے سے مجھے بہتر معلومات نہیں حاصل ہو سکیں۔ آپ جانتے ہیں ان کے درمیان میری پوزیشن معمولی ہے۔ کیا مجھے اپنی محنت سے ہی ان کا اعتماد نہ حاصل کرنا ہوگا۔ کیا اس طرح میں کچھ معلوم کر سکتا ہوں۔"

"تم مجھے ہدایت کر دیتے۔ میں اس سے انحراف نہ کرتا۔ میں سب کو ہٹا لوں گا۔ تم کہہ کر تو دیکھتے۔ یقین کرو گازالی میں بے قصور ہوں اس سلسلے میں۔ براہ کرم میری طرف سے بدظن نہ ہو۔" میکے براؤن کا انداز خوشامدانہ تھا۔ مجھ سے زیادہ وہ جولیا سے پریشان تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ جولیا اس پر کس طرح حاوی ہے۔

جولیا نے سرد لہجے میں کہا۔ "گازالی میں جانتی ہوں تم صرف میری وجہ سے پس رہے ہو۔ ڈیڈی تمہیں آج تک نہیں سمجھ سکے۔ گازالی میرے علاوہ تمہیں اور کوئی نہیں سمجھ سکا۔ سنو گازالی اب بہت ہو گیا ہے۔ میں تم سے کہتی ہوں۔ ہاں میں تمہیں اجازت دیتی ہوں کہ ڈیڈی سے اب کوئی تعاون نہ کرو۔ وہ تم پر اعتبار نہیں کرتے وہ شاید اس دنیا میں کسی پر اعتبار نہیں کرتے۔ انہوں نے مجھے بھی بھٹکانے کی کوشش کی تھی لیکن۔۔۔ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ڈیڈی، گازالی اب تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو جولیا۔ میں کہہ چکا ہوں، جو صورتحال ہے میں بتا چکا ہوں اس کے باوجود۔ گازالی یہ تو بے وقوف ہے تم سمجھ گئے ہو گے۔ اور پھر میں تو کسی بات سے انحراف نہیں کر رہا۔ میں نے کہا نا کہ اب میرا کوئی آدمی تمہارے یا کسی کے قریب نہیں پھٹکے گا۔ یہ تو اس وقت تک کی بات تھی جب تم ان لوگوں کے درمیان نہیں پہنچ گئے تھے۔ اور یہ صرف اتفاق ہے کہ۔"

"اس کے باوجود ڈیڈی۔ میں صرف اپنے لیے گازالی کو اتنا ہلکا نہیں کرنا چاہتی۔ میری وجہ سے اس کی شخصیت مسخ ہو گئی۔ آہ کیا کیا نہیں برداشت کیا اس نے میرے لیے۔"

مجھے ہنسی روکنا مشکل ہو رہا تھا۔ مس جولیا بہت زیادہ خوش فہمی کا شکار تھیں۔ حالات سنبھالنا تھے اس لیے میں نے کہا۔ "اب مجھے کام کرنے دیں مسٹر براؤن صرف وہ کریں جو میں کہوں۔ آپ اپنے طور پر جو کچھ کر رہے ہیں مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے لیکن جو کچھ میں کر رہا ہوں اس میں روڑے نہ اٹکائیں۔"

"یسوع کی قسم ایسا ہی ہوگا۔" میکے براؤن جلدی سے بولا۔

"ایک اطلاع ہے آپ کے لیے۔"

"ہاں کہو۔" میکے براؤن ہمہ تن گوش ہو گیا۔

"کرنل آسٹن دو سو آٹھ میں ہے آپ کے آدمی جانتے ہیں۔ جس الماری میں اس کے لباس لٹکے ہوئے ہیں اسی میں ایک لفافے میں وہ چیزیں موجود ہیں جو آسٹن اٹلی سے لایا ہے۔ رات کو نو بجے میں ان لوگوں کو لے کر نیچے ہال میں چلا جاؤں گا۔ آپ کے ساتھی کسی طرح آسٹن کا کمرہ کھول کر وہ چیزیں نکال سکتے ہیں۔ یہ وہی بہتر جانتے ہیں۔ ساڑھے دس بجے سے پہلے یہ کام ہو جانا چاہیے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ لیکن تم خود۔" براؤن نے کہا۔

"قطعی مناسب نہیں ہوگا مسٹر براؤن۔ میں ان کی نگاہ میں مشکوک نہیں ہونا چاہتا۔ آپ خود غور کریں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا تھا۔ میں یہ کام پوری ذمہ داری سے کر لوں گا تم مطمئن رہو۔"

"ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ مسٹر میکے براؤن میں آپ سے یہ آخری درخواست کر رہا ہوں کہ میرے راستوں میں رکاوٹ

ڈالنے کی کوشش نہ کریں۔ اگر آپ کو کبھی یہ محسوس ہو کہ میری طرف سے کوئی ایسی کارروائی ہو رہی ہے جو آپ کے مفاد کے خلاف ہے تو اس کے بعد آپ کو آزادی ہوگی کہ آپ اپنے مفادات کی نگرانی کریں۔ میرے ذہن میں یہ خیال نہ پیدا ہونے دیں کہ میں آپ سے مخلص ہونے کے باوجود آپ کی نگاہوں میں شکوک و شبہات کا شکار ہوں۔ آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان احساسات کے ساتھ کوئی کام نہیں کیا جا سکتا۔" میکے براؤن چند لمحات خاموش رہا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد تمہیں شکایت نہیں ہوگی۔"

میکے براؤن سے رخصت ہو کر میں چلا آیا۔ اب تک کی تمام کارروائی بخیر و خوبی چل رہی تھی۔ حالات جوں کے توں دلچسپ تھے۔ اتنی ہنگامہ خیزیاں ہو چکی تھیں لیکن اگر ان کا حساب کرنے بیٹھتا تو آج بھی روز اول کی طرح اپنے ہاتھ میں کچھ نہ پاتا۔ واقعات کی الجھنیں جوں کی توں برقرار تھیں سوائے اس کے کہ ایک ندرت کا کارڈ ہاتھ میں رہ جاتا تھا اس سے کیا انکشاف ہوتا ہے بس یہ دیکھنا تھا۔

آج رات کی کارگردگی کے لیے پلاننگ کرنے لگا۔ کرنل آسٹن اور دوسرے لوگوں کو صورتحال بتا ہی چکا تھا اور ریجنل کاغذات کی چوری درحقیقت کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ یہ کاغذات بھی اسی ڈائری کی مانند تھے جو حسن صاحب کے پاس موجود تھی اور جس کا کوئی خاص مصرف نہیں تھا سوائے اس کے کہ چند باتیں علم میں آ گئی تھیں۔ واپس پہنچنے کے بعد ان لوگوں کے ساتھ ہی وقت گزرا۔ کرنل آسٹن اپنا کام کر کے واپس آ چکا تھا۔ تمام کاغذات کی نقول طاہر علی کے پاس موجود تھیں۔ ندرت کی وہ تصویر بھی انہیں اور ریجنل کاغذات کے ساتھ رکھ دی گئی تھی جو درحقیقت ندرت کی نہیں تھی بلکہ بقول کرنل آسٹن کے یہ تصویر ویلینی کی تھی۔

وعدے کے مطابق میں ان لوگوں کو لے کر نیچے ہال میں آ گیا اور اس کے بعد ہم اپنے طور پر گفتگو میں مصروف ہو گئے۔ ہال میں مختلف پروگرام پیش کیے جا رہے تھے لیکن میرے ساتھ موجود بوڑھوں کو ان پروگراموں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کسی ایک نے بھی ان رقاصاؤں پر تبصرہ نہیں کیا جو مقامی رقص پیش کر رہی تھیں اور جس میں تقریباً تمام ہی نوجوان دلچسپی لے رہے تھے۔ طاہر علی نے ہنس کر کہا۔

"کیسی دلچسپ بات ہے کہ ہمارے کمروں میں چوری ہو رہی ہے اور ہم اس سے واقف ہونے کے باوجود یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔" میں بھی اس بات پر مسکرا دیا پھر میں نے چونک کر پوچھا۔

"ڈاکٹر صاحب کاغذات کی وہ نقول کیا آپ کے سامان میں محفوظ ہیں۔۔۔؟"

"نہیں بھائی۔ میں ذرا جاسوسی ناول وغیرہ پڑھتا رہا ہوں۔ مہمات کی زندگی سے تو میرا کوئی واسطہ نہیں رہا ہے لیکن نوجوانی کی عمر میں، میں نے جرم و سزا کی بے شمار کہانیاں پڑھی ہیں۔ اس بات کو مدنظر رکھا تھا میں نے کہ کہیں میکے براؤن کے فرمانبردار یہ نہ سوچیں کہ ممکن ہے دوسرے لوگوں کے سامان میں بھی ایسی ہی قیمتی چیزیں موجود ہوں۔ تم سمجھ رہے ہو نا میں تو کرنل آسٹن کے سامان کی طرف سے ہی متفکر ہوں کہ ان کاغذات کے ساتھ ساتھ کہیں ان کی کچھ اور قیمتی چیزیں نہ غائب ہو جائیں اس لیے میں نے کاغذات کا پیکٹ اپنے پاس محفوظ کر لیا ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ڈاکٹر صاحب کہ آپ کی نوجوانی کی عمر میں پڑھی ہوئی جاسوسی کہانیاں اس وقت کارآمد ثابت ہو رہی ہیں۔ یہ آپ نے بڑا اچھا کیا واقعی اگر ان کاغذات کی نقول وہاں رہ جاتیں تو ان کے لیے خطرہ ہو سکتا تھا۔ باقی جہاں تک بات رہی کرنل آسٹن کی قیمتی چیزوں کی، اس کے لیے آپ بالکل مطمئن رہیں۔ میں میکے براؤن کے حلق میں ہاتھ ڈال کر وہ تمام چیزیں واپس لے آؤں گا۔" میں نے کہا اور سب ہنسنے لگے۔

"وہ لوگ وقت کی پابندی کریں گے نا۔" کرنل آسٹن نے سوال کیا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کرنل آسٹن کو دیکھا۔

"کم از کم چوری کے معاملے میں تو وقت کی پابندی کرنا چاہیے۔ وہ چور بھی کس کام کے جو دیے ہوئے وقت پر اپنا کام پورا نہ کر سکیں۔"

"دراصل میں ان فضولیات سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا جو میرے سامنے ہیں۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ چور چوری کرنے کے بعد واپس چلے جائیں تو میں اپنے کمرے میں پہنچوں۔" کرنل آسٹن نے کچھ اس انداز میں کہا کہ سب کو ہنسی آ گئی۔

"ہاں بھئی چوروں کو تو کم از کم وقت کی پابندی کرنی ہی چاہیے۔ زندگی کے اور شعبوں میں تو یہ خوبیاں ختم ہو ہی چکی ہیں۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

بہر طور وقت گزرتا رہا اور جب ہمیں یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ لوگ اپنا کام کر کے واپس جا چکے ہوں گے تو ہم ہال سے اٹھ گئے۔ سب ہی کرنل آسٹن کے کمرے کی جانب چل پڑے تھے۔ میں نے اطراف کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔ ان لوگوں

کے بارے میں یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ کہیں ان میں سے کوئی موجود تو نہیں ہے لیکن بظاہر ایسے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ کرنل آسٹن کے کمرے کا تالا بند تھا۔ ہم اندر داخل ہوئے اور کرنل آسٹن نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا پھر اس نے اپنی ڈریسنگ الماری کا جائزہ لیا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا کر بولا۔

"گڈ۔ گڈ وہ لوگ اپنا کام کر چکے ہیں۔"

"تب آرام کریں کرنل۔ میرا خیال ہے خاصا وقت ہو گیا ہے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم لوگ اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ اب اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ میں نے چونکہ ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ میکے براؤن جانگ کا انتظار کر رہا ہے۔ جانگ واپس آ جائے تو اس کے بعد ہی میکے براؤن کے بارے میں پتا چل سکتا ہے اور جب ہمیں ان اقدامات کے بارے میں پتا چل جائے گا تو ہم سمبوتورا کے سلسلے میں کچھ کر سکیں گے۔ اس وقت تک کے لیے مکمل خاموشی اختیار کر لی جائے۔ پارٹی لیڈر کی حیثیت سے میری یہ بات تسلیم کر لی گئی تھی۔ ویسے بھی ان لوگوں کے پاس کرنے کو کچھ نہیں تھا لیکن دوسری صبح ناشتے کے بعد ڈاکٹر طاہر علی نے مجھ سے درخواست کی کہ میں تھوڑی دیر اس کے ساتھ باتیں کر دوں اور میں اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔

"غزالی۔ کیا تمہارے خیال میں واقعات طویل نہیں ہوتے جا رہے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے اس سلسلے میں ہم کوئی مؤثر کارروائی نہ کر پا رہے ہوں۔ یہ چنگ لی بھی بالکل ہی بے کار آدمی ہے۔ سمبوتورا کے بارے میں بھی اسے کچھ معلوم نہیں ایسی کون سی ترکیب کی جائے جس کے ذریعے ہمیں اس تک پہنچنا نصیب ہو سکے۔۔۔؟"

"اگر کوئی تجویز آپ کے ذہن میں ہے ڈاکٹر صاحب۔ تو آپ پورے اطمینان کے ساتھ مجھے بتائیں میں اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"نہیں۔ نہیں میرا یہ مقصد نہیں ہے۔ بس پتا نہیں کیوں واقعات کی اس طوالت سے اکتاہٹ ہو رہی ہے کوئی منزل تو ملے کوئی راستہ تو ملے۔ یہ فیصلہ تو ہو سکے کہ ہم اس خزانے میں سے کچھ حاصل کر سکیں گے یا نہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو تم یقین کرو کہ وقت کے اس زیاں کا شدید افسوس ہو گا مجھے۔"

"ڈاکٹر صاحب۔ اگر کوئی تجویز کارگر ہو سکے تو میں اس کا خیر مقدم کرنے کو تیار ہوں اگر آپ واپس چلنے کے لیے بھی کہیں تو سب سے پہلا آدمی میں ہوں گا جو آپ سے اتفاق کرے گا۔ آپ مجھے بتایئے اس سلسلے میں اور کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"نہیں بھائی۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ چنگ لی پر ہی کیوں انحصار کیا جائے۔ تم نے کہا تھا کہ قادر نے تمہیں کچھ دوسرے لوگوں کے پتے بھی دیے تھے۔ کیوں نہ ہم ان سے رجوع کریں اگر ویلینی یا سمبوتورا ان اطراف میں ہوتے تو ان کے بارے میں کوئی نہ کوئی نشان تو ملتا۔ یہاں تو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی انہیں جانتا ہی نہ ہو۔"

"وہ لوگ کوئی ایسی اہم شخصیت نہیں ہیں جنہیں سب جانتے ہوں۔ اپنا اپنا کام کر رہے ہیں وہ اور اپنے اپنے طور پر مطمئن ہیں۔ انہیں کیا ضرورت ہے کہ وہ اپنے آپ کو عام لوگوں میں روشناس کراتے پھریں۔" ڈاکٹر طاہر علی گہری سانس لے کر خاموش ہو گئے میں نے ان سے کہا۔

"واقعات کی سست روی بے شک تکلیف دہ ہے ڈاکٹر طاہر علی۔ میں نے خود بھی اس پر غور کیا ہے لیکن یقین کریں کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس کے تحت ہم ان میں تیزی پیدا کر سکیں۔ ہمیں بہر طور صبر و سکون سے کام لینا ہو گا اور اس سست رفتاری کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔"

"نہیں۔ نہیں۔ اب اتنی پریشانی بھی نہیں ہے مجھے بس یونہی سوچ رہا تھا۔ کیوں نہ ہم اس سلسلے میں کچھ مزید لوگوں سے بھی رابطہ قائم کریں۔ تمہارا انتظار تھا اور میں نے یہ سوچا تھا کہ تمہارے آنے کے بعد ہم تبت کے چھوٹے بڑے تمام شہروں میں گھومیں گے ہر جگہ جائیں گے اور یہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے کہ ویلینی کہاں ہے اس کے دونوں بیٹوں کو بھی اب ذہن میں رکھنا ہو گا ممکن ہے ان میں سے کوئی ہماری نگاہوں میں آ جائے۔ کمبختوں کا کوئی نشان تو ملے۔ سارے کے سارے گم ہو گئے ہیں اور کسی ایسی جگہ جا بیٹھے ہیں جہاں انہیں تلاش کرنا ناممکن ہی ہے۔" ڈاکٹر طاہر علی کی بے مقصد باتوں سے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے کمرے میں آ گیا اور پھر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ کافن تک پہنچنے میں اب مجھے کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ راستے میں بہت سی باتیں سوچتا رہا تھا۔ جب میں کافن پہنچا تو میکے براؤن بے چینی سے میرا منتظر تھا۔ اس کے چہرے پر جوش کے آثار نظر آ رہے تھے میں جانتا تھا کہ وہ اتنا پرجوش کیوں ہے۔ جولیا بھی اس کے ساتھ ہی موجود تھی۔ میرے کمرے میں داخل ہوتے ہی میکے براؤن نے دروازہ بند کر لیا اور پر تجسس نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

"غزالی۔ کبھی تمہیں کرنل آسٹن کے کاغذات دیکھنے کا موقعہ ملا۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا میکے براؤن میں صرف ان کا تذکرہ سنتا رہا ہوں آپ یہ بتایئے کہ آپ کے ساتھی۔"

"ہاں۔ ہاں۔ تمہاری نشان کردہ جگہ سے انہوں نے وہ لفافہ حاصل کر لیا ہے اور مجھے معاف کرنا غزالی تمہاری اجازت کے بغیر ہی میں اسے کھول بیٹھا ہوں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ بتایئے اس میں کوئی کام کی بات معلوم ہوئی؟" میں نے سوال کیا۔

"ویلینی کے بارے میں۔ ایک منٹ خود ہی دیکھ لو۔" میکے براؤن نے کہا۔ اور اپنے اندرونی لباس سے وہ لفافہ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔ جولیا کے چہرے کا تجسس ہی بتا رہا تھا کہ وہ بھی ان معاملات میں پوری طرح دلچسپی لے رہی ہے۔

"سب سے پہلے یہ تصویر دیکھو۔ دیکھو تو سہی انتہائی حیرت شدید حیرت کی بات ہے۔" میکے براؤن نے ویلینی کی تصویر نکال کر میرے سامنے رکھ دی اور پھر کہنے لگا۔

"یہ تصویر سیکریٹ سروس کے ان فائلوں سے نکالی گئی ہے جو اٹلی میں محفوظ تھے اور یہ تصویر ویلینی کی ہے۔" میں نے تصویر دیکھی اور بڑی طرح چونکنے کی اداکاری کی۔ جولیا نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"پہچان گئے نا اسے۔ پہچان گئے نا اس فتنہ انگیز لڑکی کو۔"

"یہ۔ یہ جولیا۔ آہ۔ تم نے تو اسے دیکھا ہے۔ تمہیں تو یاد ہو گی۔ آپ اس کے بارے میں کچھ جانتے ہیں مسٹر میکے براؤن۔" میں نے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتا تھا جولیا نے بتایا ہے اور غزالی سچ بات یہ ہے کہ میرے ہوش اڑ گئے ہیں۔ رات بھر نہیں سو سکا اور انہی واقعات پر غور کرتا رہا ہوں۔ سر میں چکر آ رہے ہیں۔ عقل یہ سب کچھ تسلیم کر لینے کو تیار نہیں ہے اس لڑکی کے بارے میں جولیا نے بتایا کہ یہ تو حسن ہی کی کوٹھی میں رہتی تھی ندرت نام تھا اس کا۔ اور بہت پراسرار سی لڑکی تھی اب تم بتاؤ۔ اب تم بتاؤ حسن کے کردار کے بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔"

"مجھے تعجب ہے۔ سخت تعجب ہے لیکن ایک بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں مسٹر حسن کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ویلینی ان کے ساتھ مقیم ہے۔"

"اوفوہ۔ قیامت ہو گئی قیامت۔ میں نے واقعات کا تجزیہ کیا ہے تو مجھے بس یہی اندازہ ہوتا ہے کہ حسن ویلینی کے بارے میں نہیں جانتا تھا اور ویلینی کا اس سے کوئی ربط نہیں ہو سکتا۔ حسن میرا کاروباری ساتھی رہا ہے۔ میں جانتا ہوں وہ اتنا گہرا آدمی نہیں ہے حالانکہ میرے ذہن کو یہ شبہ گذرا تھا کہ ممکن ہے حسن نے ہم سب کو احمق بنا دیا ہو۔"

"میں نہیں سمجھا مسٹر براؤن۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ میں نے یہ سوچا تھا بلکہ ممکن ہے تم اس سلسلے میں میری رہنمائی کر سکو۔ میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ کہیں یوں تو نہیں کہ حسن نے ویلینی کے ذریعے خزانہ حاصل کر لیا ہے اور باقی تمام لوگوں کو احمق بنانے کے لیے ساری کارروائیاں کرتا رہا ہے۔ ہمارے ساتھ شریک ہے اور ہم سب کو احمق بنا کر یہ احساس دلانے کی کوشش کرتا رہا ہے کہ وہ خود بھی ویلینی اور خزانے کی تلاش میں ہے۔ لیکن درحقیقت خزانہ اس کی تحویل میں پہنچ چکا ہے۔ بڑی پریشان کن کیفیت ہے۔ کیا یہ ممکن ہے غزالی۔ کیا یہ ممکن ہے۔۔۔؟ حسن کی واپسی مجھے اور مشکوک کرتی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے تمہارا سہارا مل گیا ہو اور اس بات کو ذریعہ بنا کر وہ ہم لوگوں کو یہاں چھوڑ کر چلا گیا۔"

"جہاں تک میرا تجربہ کہتا ہے مسٹر براؤن یہ بات ممکن نہیں ہے۔ حسن واقعی اتنے گہرے انسان نہیں ہیں۔ اگر ایسی بات ہوتی تو کسی نہ کسی کو تو وہ اپنے راز میں شامل کرنے کی کوشش کرتے۔ چلیے یہ بھی مانتا ہوں کہ خزانے کے سلسلے میں وہ کسی کو اشارے نہیں دینا چاہتے تھے لیکن اس طرح وہ تمام سلسلوں میں پریشان نہ ہوتے۔ میں نے ان لمحات کا تجزیہ بھی کیا ہے جب بوڑھا بابا وہاں سے غائب ہو گیا تھا مسٹر حسن اس کے لیے انتہائی پریشان تھے اور اسی بنیاد پر انہوں نے مجھ سے اپنے تعلقات بھی خراب کر لیے۔"

"تم غور کرو۔ ذرا غور کرو کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ سب بڑا پراسرار ہے۔ یہ سب کچھ وہ لڑکی خدا کی پناہ وہ لڑکی ویلینی تھی۔ وہاں پر اتنے عرصے رہی اور کسی کو یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کیوں جولیا تم کیا کہتی ہو۔ تم بتاؤ۔ تمہارا اپنا تجربہ کیا ہے؟"

"لڑکی بے حد پراسرار تھی اس میں کوئی شک نہیں ہے کسی سے ملتی جلتی نہیں تھی وہاں کے لوگ بھی اس پر توجہ نہیں دیتے تھے بلکہ تنویر وغیرہ تو اس سے نفرت کرتی تھی وہ سب الرجک تھیں۔ اس سے سوائے مسٹر حسن کے کوئی بھی اس لڑکی سے دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔"

"کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی بھئی تم بھی کچھ کہو۔"

"میں کچھ سوچ رہا ہوں مسٹر میکے براؤن میں کچھ سوچ رہا ہوں۔ ذرا کچھ اور کاغذات بھی دکھایئے مجھے۔" میں نے کہا اور پھر کرنل آسٹن کے تمام کاغذات کی جانچ پڑتال کرتا رہا۔ میرے

چہرے پر غور و فکر کے آثار تھے اور میکے براؤن میری صورت دیکھ رہا تھا۔ ظاہر ہے مجھے وہی انکشاف اس کے سامنے بھی کرنا تھا جس کے ذریعے میں نے باقی لوگوں کو مطمئن کر دیا تھا اور ندرت کی پوزیشن صاف کر دی تھی۔ دیر تک غور و خوض کرنے کے بعد میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"نہیں مسٹر میکے براؤن آپ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ آپ نے ایک اہم بات پر غور نہیں کیا ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ جیسا ذہین آدمی اس بات پر توجہ کیوں نہیں دے سکا۔"

"مقصد۔ مقصد بتاؤ۔" میکے براؤن نے کہا۔

"آپ ویلینی کی اس تصویر کی تاریخیں دیکھ رہے ہیں۔ یہ اس وقت کی تصویر ہے جب ویلینی اتحادی جاسوسہ تھی اور اٹلی کی سیکریٹ سروس کے لیے کام کر رہی تھی۔ دوسری جنگ عظیم میں جاسوسی کرنے والی یہ خطرناک عورت کیا اس عمر میں بھی اتنی ہی نوجوان ہو گی جتنی ندرت ہے، کیوں جولیا تم اس سلسلے میں کیا کہتی ہو۔ تم نے ندرت کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ تمہارے خیال میں اس کی عمر کیا ہو گی۔" جولیا میری صورت دیکھتی رہی اور پھر اس نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"زیادہ سے زیادہ تئیس یا چوبیس سال۔" میں نے میکے براؤن کی طرف دیکھا۔ میکے براؤن کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے پھر وہ عجیب سے انداز میں بولا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس کا مقصد ہے کہ ہمارا یہ خیال غلط ہے۔"

"سو فیصدی۔ اگر یہ ویلینی کی تصویر ہے تو ویلینی، ندرت نہیں ہو سکتی۔"

"ہاں۔ بالکل نہیں ہو سکتی۔ میں تمہاری تائید کرتی ہوں گازالی۔"

"لیکن یہ شکل، جیسا کہ جولیا کا کہنا ہے کہ یہ ہو بہو وہی لڑکی ہے یا تو یہ تصویر غلط ہے یا پھر۔" میکے براؤن الجھے ہوئے انداز میں بولا۔

"نہیں مسٹر میکے براؤن تصویر غلط نہیں ہو سکتی۔ آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔ تصویر کا کاغذ بتاتا ہے کہ یہ یقیناً دوسری جنگ عظیم کے دوران ہی کی ہو سکتی ہے۔ جدید دور میں نہ تو یہ کاغذ استعمال ہوتا ہے اور نہ تصویریں اتنی معمولی حیثیت کی ہوتی ہیں۔"

"یہاں بھی تم درست کہتے ہو۔" میکے براؤن گہری سانس لے کر بولا۔

"چنانچہ یہ ثابت ہو گیا کہ ندرت کم از کم ویلینی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ایسی بات ہے تو یہ بات بھی غلط ہے کہ مسٹر حسن کس طرح ویلینی سے رابطہ قائم کر کے خزانہ حاصل کر چکے ہیں۔"

"ہاں۔ ان حالات میں تو یہ بات نہیں سوچی جا سکتی بے شک میں تمہاری تائید کرتی ہوں۔" میکے براؤن نے کہا اور میں نے گہری سانس لے کر جولیا کی طرف دیکھا۔ جولیا مسکرا رہی تھی۔

"کیوں ڈیڈی اب کیا کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں آپ۔"

"بے حد ذہین ہے۔ بہت ہی ذہین انسان ہے یہ۔" میکے براؤن نے معترف لہجے میں کہا۔

"مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے مسٹر براؤن کہ اگر ندرت ویلینی نہیں ہے تو پھر وہ ویلینی کی اس قدر ہم شکل کیوں ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"یقیناً۔ دوسری بات میں بھی یہی کہنے والا تھا۔"

"یہ معمہ ہے جسے حل کرنا ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ان کاغذات کو دیکھنے کے بعد خاصی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ ویلینی کے بارے میں اس میں کوئی شک نہیں کہ کرنل آسٹن نے اپنے طور پر خاصی جدوجہد کی ہو گی سیکریٹ سروس کے ان کاغذات کو حاصل کرنے کے سلسلے میں، لیکن ان سے بھی کوئی خاص نشاندہی نہیں ہوتی۔"

"ہاں۔ ان حالات میں تو یہی اندازہ ہوتا ہے اور ہم پھر خلاؤں میں بھٹکتے رہ جاتے ہیں۔"

"میں بہت زیادہ پُرامید بھی نہیں تھا کیونکہ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ لوگ خود بھی تو اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ جب وہ بھی تاریکی میں بھٹک رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ انہیں کرنل آسٹن کے ذریعے کوئی ایسی اہم بات نہیں معلوم ہو سکی۔ مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے سامنے ویلینی، سمبو تورا یا ویلینی کے لڑکے رہ جاتے ہیں۔ جب تک ان میں سے کوئی ہمارے ہاتھ نہیں لگے گا ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

"آپ بوڑھے بابا کو بھول رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"یقین کرو غزالی۔ وہ بوڑھا تقریباً بے کار ثابت ہو گا ہمارے لیے کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکیں گے ہم اس سے اس کے لیے ہم جتنی جدوجہد کر چکے ہیں بے مقصد رہی۔ آئندہ ہم اس کی تلاش پر کوئی توجہ نہیں دیں گے۔"

"لیکن اس کی کسی حیثیت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کچھ لوگوں کے لیے وہ اہمیت رکھتا تھا۔"

"ہاں۔ ممکن ہے وہ بھی ناواقف لوگ ہوں اور ابتدائی لائنوں پر بھٹک رہے ہوں۔"

"گویا بوڑھا اب کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔"

"حالات بتاتے ہیں کہ وہ ویلینی سے متعلق تھا ممکن ہے اس کا کوئی عزیز ہو۔ کچھ ہوا اس کے لیے لیکن ویلینی بھی تو اسے تلاش نہیں کر پائی تھی۔ وہ پاگل بوڑھا شاید کبھی درست نہ ہو سکے۔ فرض کرو ہم اس کی تلاش میں بھی وقت ضائع کریں اور کسی طرح اس تک پہنچ جائیں تو کیا ملے گا۔ پہلے اس کا دماغ درست کرایا جائے۔ فضول۔ سب سے زیادہ بے کار۔" براؤن نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

حالانکہ کرنل آسٹن کے کاغذات میرے قبضے میں آ گئے تھے اور میرے ذریعے میکے براؤن کو مل چکے تھے، لیکن میں ابھی تک، ڈاکٹر طاہر علی وغیرہ کے ساتھ ہی قیام پذیر تھا، میکے براؤن کو میں نے یہ بات ذہن نشین کرا دی تھی کہ میرا ان لوگوں کے ساتھ ہی قیام کرنا مناسب ہے، کم از کم اس وقت تک، جب تک جانگ واپس نہ آ جائے، حالانکہ جولیا نے اس سلسلے میں بڑے ہاتھ پاؤں مارے تھے، لیکن میں کسی بھی قیمت پر میکے براؤن کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا تھا، میرے بہت سے معاملات متاثر ہو سکتے تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی بھی میری وجہ سے خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے طور پر ابھی تک کسی اور کارروائی کے بارے میں نہیں سوچا تھا میکے براؤن سے بات ہوئی تو میں نے انہیں بتایا کہ وہ لوگ کاغذات کی گمشدگی کی وجہ سے سخت پریشان ہیں اور خوفزدہ بھی وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ کسی کو ان کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں، میں نے بھی اس سلسلے میں کافی اداکاری کی اور اب شاید وہ لوگ یہاں سے بھاگ جانے کے چکر میں ہیں، اس پر میکے براؤن نے سوال کیا تھا کہ وہ کہاں جائیں گے تو میں نے اُسے بتایا کہ ابھی تک مکمل خاموشی ہے، اس چھوٹے سے گروہ کے لیڈر ڈاکٹر طاہر علی ہی ہیں، اور ان کے ذہن میں کیا ہے، یہ معلوم کرنے کی میں دن رات کوشش کر رہا ہوں۔

ندرت کے دیے ہوئے وقت میں اب زیادہ دن باقی نہیں تھے۔ میں ندرت سے ملاقات کے بعد ہی کوئی صحیح فیصلہ کر سکتا تھا۔ اس دن دوپہر کے کھانے کے بعد جب تمام لوگ اپنے اپنے کمروں میں آرام کے لیے لیٹ گئے، میں باہر نکل آیا۔ بس یونہی آوارہ گردی کرنے کا پروگرام تھا بے اختیار ہی کنٹین کی طرف نکل آیا تھا اور اس خوشگوار دوپہر میں جھیل کے کنارے کھڑے ہو کر شکاروں میں سیر کرنے والوں کا نظارہ کر رہا تھا کہ دفعتاً ایک ویٹرس میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے ایک چھوٹا سا سرخ لفافہ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"سر یہ اُن خاتون نے دیا ہے۔" اس نے عقب میں اشارہ کیا اور میں چونک کر اس سمت دیکھنے لگا، جس طرف ویٹرس نے اشارہ کیا تھا، وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔

"کن خاتون نے۔۔؟" میں نے سوال کیا اور ویٹرس متحیرانہ انداز میں بولی۔

"اوہ، شاید وہ چلی گئیں۔" اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں، اس نے مایوسی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"یقیناً وہ یہ لفافہ دینے کے بعد چلی گئیں، میں سمجھی تھی کہ وہ وہیں موجود ہیں۔"

"ٹھیک ہے ویٹرس، تھینک یو۔" میں نے جیب سے ایک کرنسی نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھایا تو وہ آہستہ سے بولی۔

"نہیں سر اس میں ٹپ لینے کی کوئی بات نہیں ہے پلیز۔" وہ مڑی اور واپس چلی گئی۔ میں نے شانے ہلائے، اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر ایک گوشے میں آ کھڑا ہوا۔ یہیں میں نے لفافہ کھول کر وہ پرزہ نکالا جس پر بگڑی ہوئی غلط انگریزی میں ایک پیغام لکھا ہوا تھا۔

"مسٹر گازالی میں نے آپ کو جو جگہ بتائی تھی اب وہ مخدوش ہو گئی ہے۔ براہ کرم اسی رات اور اسی وقت اس جگہ پہنچ جایئے جس کے بارے میں، میں بتا رہی ہوں۔ "لیک اوٹویا" جس کے بائیں سمت ایک چھوٹی سی خانقاہ بنی ہوئی ہے میں اسی خانقاہ کے قریب آپ کا ٹھیک دس بجے رات کو انتظار کروں گی۔ لیک اوٹویا تک آنے کے لیے آپ کو گیشودنگ پہنچنا ہو گا۔ ٹیکسی ڈرائیور آپ کو گیشودنگ باآسانی پہنچا دے گا، گیشودنگ کے بارے میں آپ کو معلوم نہ ہو مسٹر گازالی تو آپ کسی بھی ٹیکسی ڈرائیور سے کہہ دیں۔ یہاں سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا سفر ہے، کوئی ایک سو ساٹھ کلو میٹر پر یہ جگہ موجود ہے، البتہ وہاں سے خانقاہ تک آپ کو پیدل ہی سفر کرنا ہو گا اور یہ سفر ڈیڑھ میل سے کم نہیں ہے، اس تکلیف دہی کے لیے معافی چاہتی ہوں۔ لیکن اس تبدیلی کی وجہ، ملاقات ہونے پر ہی بتائی جا سکتی ہے۔

ندرت۔"

میں نے متحیرانہ انداز میں دو تین بار اس پرچے کو پڑھا اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ کہیں کوئی میری طرف متوجہ تو نہیں ہے، لیکن کسی بھی جگہ سے یہ شائبہ نہ ہو سکا، ایک گہری سانس لینے کے بعد میں نے سرخ لفافے اور پرچے کو پرزے پرزے کر کے اپنی مٹھی میں دبا لیا۔ کسی ایسی جگہ پھینکنا چاہتا تھا جہاں سے یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے، اچھا ہی ہوا کہ میں اس طرف نکل

آیا، ورنہ شاید ندرت آسانی سے مجھے تلاش نہ کر پاتی اور میں بلاوجہ بھٹکتا پھرتا، البتہ وہ جس طرح غائب ہوگئی تھی اس پر مجھے تعجب تھا، لیکن یہ بھی سوچ رہا تھا کہ جگہ کی تبدیلی بلاوجہ نہیں ہوگی، پتا نہیں یہ پُراسرار لڑکی کیا کرتی پھر رہی ہے۔

بہرطور جو کچھ بھی تھا اس وقت ندرت میرے لیے بہت اہم تھی اور میں اس سے معلومات حاصل کرکے آئندہ اقدام کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔ اب میں نے اس بات پر سوچنا چھوڑ دیا تھا کہ اس تمام جدوجہد کا نتیجہ کیا ہوگا، جو کچھ بھی ہوگا سامنے آ ہی جائے گا، بلاوجہ الجھنوں میں پڑنے سے کیا فائدہ۔

کنٹین سے نکل کر کچھ اور جگہوں پر آوارہ گردی کرتا رہا کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا، سڑکوں کے کنارے لگے ہوئے ڈسٹ بن میں سے ایک میں، میں نے مٹھی میں پکڑے ہوئے کاغذ کے ٹکڑے ڈال دیے اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

دوسرا دن اور تیسرا دن بھی اسی طرح گذر گیا۔ آج وہ دن تھا جب مجھے ندرت کے پاس پہنچنا تھا۔ صبح ہی سے ذہنی سنسنی کا شکار تھا اور طبیعت میں ایک اینٹھن سی تھی۔ فیصلہ کیا تھا کہ جلد از جلد یہاں سے نکل جاؤں گا، تاکہ کسی طرح کی کوئی گڑبڑ نہ ہو سکے اس پروگرام میں، کوئی بھی غیر متوقع معاملہ پیش آ سکتا تھا۔ اس لیے کسی سے رابطہ نہ رکھا جائے تو بہتر ہے۔ دس بجے کے قریب ڈاکٹر طاہر علی سے یہ کہہ کر نکل آیا کہ کچھ مصروف رہوں گا۔ ممکن ہے رات کو واپس آنے میں دیر ہو جائے۔"

ڈاکٹر طاہر علی نے کوئی سوال نہیں کیا تھا، میں نے ضروری تیاریاں کیں اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ وقت کسی مناسب جگہ گذارنے کا ارادہ تھا اور ایسی مناسب جگہیں یہاں پر بہت سی تھیں۔

ساڑھے بارہ بجے کے قریب ایک ریستوران میں جا بیٹھا اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں طلب کرلیں پروگرام یہ تھا کہ ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ گذارنے کے بعد ٹیکسی میں بیٹھ کر گیشو ونگ پہنچ جاؤں گا اور باقی وقت وہیں گذار کر ان اطراف کے بارے میں معلومات حاصل کرلوں گا۔

ریستوران میں بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ میں نے چنگ لی کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا ایک اور دبلا پتلا مقامی آدمی اُس کے ساتھ تھا۔ چنگ لی ریستوران کے اوپر جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔ میں نے اُسے مخاطب نہیں کیا۔ لیکن سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے اُس نے ہی میری شکل دیکھ لی تھی۔

وہ ایک دم ٹھٹھک گیا، پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے اوپر جانے کے لیے کہا اور خود نیچے اتر کر میرے پاس پہنچ گیا۔

"ہیلو مسٹر گیزلی۔ آپ — ؟"

"بیٹھو چینگ لی۔ میں نے تمہیں دیکھ لیا تھا لیکن اس لیے مخاطب نہیں کیا تھا کہ پتا نہیں تم کس کام میں مصروف ہو۔"

"یہاں ایک دوست سے ملنے آیا تھا، آپ لوگ اس دن کے بعد سے نہیں آئے مسٹر گیزلی۔ اپنی خیریت بتائیے۔"

"سب ٹھیک ہے، ابھی تک اس سلسلے میں کچھ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ سیمبوتورا کے بارے میں تمہاری طرف سے بھی کچھ پتا نہیں چل سکا۔"

"میں صرف ایک بات بتا سکتا ہوں مسٹر گیزلی۔ سیمبوتورا مارشل آرٹس کی دنیا کا کوئی معروف نام نہیں ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو یقیناً میں اس سے واقف ہوتا، دراصل ہمارے ہاں مارشل آرٹس کو ایک روحانی حیثیت بھی حاصل ہے اور بہت سے کونوں کھدروں میں ایسے تارک الدنیا راہب مل جاتے ہیں جو مارشل آرٹس کنگ ہوتے ہیں لیکن اپنے اس فن کو وہ صرف اپنی روحانی قوتوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

شاید آپ کو مارشل آرٹس کی تاریخ معلوم نہیں، اس سے جسمانی قوتوں کا کوئی تعلق نہیں ہے، درحقیقت روحانی اور اس کے بعد دماغی قوتوں کا استعمال ہی مارشل آرٹس کے تمام فنون کی روح ہوتا ہے۔ ہم اپنے بدن کی قوتوں سے وہ کام نہیں لے سکتے، جو دماغ کی قوتوں سے لے سکتے ہیں اور دماغ کو طاقتور بنانے کے لیے روح کو طاقتور بنانا بے حد ضروری ہے، مارشل آرٹس کی تمام تعلیمات میں خاص طور سے اس بات کی تلقین کی جاتی ہے کہ اپنی روح کی پاکیزگی اور اچھے خیالات کا خیال رکھا جائے۔ چنانچہ یہ ہو سکتا ہے کہ سیمبوتورا بھی کوئی تارک الدنیا راہب ہو اور کسی خاص وجوہ کی بناء پر وہ جاپان کے کسی خاص آرٹس کلب سے منسلک ہو، ایسے لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"ویلینی کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔"

"آپ یقین کریں مسٹر گیزلی کہ میرے آدمی تقریباً مایوس ہو گئے ہیں۔ اس نام کی کسی شخصیت کا انہیں وجود نہیں ملا۔"

"ٹھیک ہے، بہرطور ابھی تو ہم لوگ کوششوں میں مصروف ہیں، اگر مایوس ہو گئے تو واپس چلے جائیں گے۔" چینگ لی تھوڑی دیر تک میرے ساتھ بیٹھا اور پھر اُس نے مجھ سے اجازت طلب کرلی۔ اُس کے جانے کے بعد میں بھی وہاں سے اٹھ گیا تھا، باہر نکل کر تھوڑی دیر تک میں یہ جائزہ لیتا رہا کہ

میرے اطراف میں کوئی موجود تو نہیں ہے اور اُس کے بعد ایک ٹیکسی کو اشارہ کرکے روک لیا۔

"گیشو ونگ جانا ہے۔" میں نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے پھرتی سے اتر کر عقبی دروازہ کھول دیا۔ غالباً وہ اس لمبے سفر کے لیے بخوشی تیار ہو گیا تھا۔ میں ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا اور اپنے اردگرد پھیلے ہوئے مناظر کو دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی ایک لمبی اور شفاف سڑک پر نکل آئی جو خاصی عمدہ بنی ہوئی تھی۔ لہاسہ کی عمارتیں پیچھے رہ گئی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے کارخانے اور معمولات زندگی کے دوسرے مناظر یہاں بکھرے ہوئے تھے۔ ٹیکسی کی رفتار کافی تیز تھی اور کھلی سڑک پر ڈرائیور برق رفتاری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ چنانچہ صرف ایک گھنٹہ بیس منٹ کے اندر اندر میں گیشو ونگ پہنچ گیا۔

گیشو ونگ ایک صنعتی قصبہ تھا۔ تبت کی دیہی زندگی کے مناظر یہاں بھی بکھرے ہوئے تھے۔ قصبے کے باہر بڑے بڑے پتھروں پر کھودے ہوئے محافظ 'دھولیا' پہرہ دے رہے تھے قدیم اسٹوپا کے دروازے پر یاتریوں کو 'سوم رس' پیش کیا جا رہا تھا۔ میں نے اسے قبول نہ کیا کیونکہ ہولی کے تہوار پر بھنگ کی کارستانی اکثر دیکھنے میں آتی تھی۔ معبد کے اندر ماستا دیوتا کے حضور بکروں کے سروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ پتھر کی جھونپڑیاں لکڑی کے خوفناک انسانی مجسموں سے آراستہ تھیں۔ عام زندگی کے مناظر جگہ جگہ موجود تھے۔ گھروں کے صحن میں عورتیں دھن کٹے سے اوکھلی میں باجرہ کوٹ رہی تھیں یا لکڑی کے گھڑوں میں پانی بھر کر دوہری ہوتی جا رہی تھیں۔ ان کے لباس سیاہ تھے جبکہ مرد عموماً خاکستری لباسوں میں نظر آتے تھے۔

میں نے نیک اودٹیا کے بارے میں پوچھا تو وہ میرا منہ دیکھنے لگے۔ یہ میری بات نہیں سمجھ پائے تھے۔ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی تھی۔ چند لمحات سوچتا رہا پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ایک کارخانے کے پاس پہنچ کر میں نے کسی پڑھے لکھے آدمی کو تلاش کیا۔ اس کا اندازہ صرف لباس ہوا تھا۔ مجھے اودٹیا کی سمت معلوم ہو گئی۔ ساڑھے دس بجے وہاں پہنچنا تھا لیکن میں نے اس اجنبی راستے کو روشنی ہی میں طے کر لینا مناسب سمجھا۔ اور سمت معلوم کرنے کے بعد اس طرف چل پڑا۔

قصبے سے نکلنے کے بعد جَو کے کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سیاہ رنگ کے یاک گلے کی شکل میں جگہ جگہ ان کھیتوں میں نظر آ رہے تھے جَو کے کھیتوں سے پرے شلجم کے کھیت پھیلے ہوئے تھے جن میں بانسوں پر مردہ کوّے جگہ جگہ لٹکے نظر آ رہے تھے۔ یہیں میری ملاقات ہری داس سے ہوئی جس نے تبت کی رہائش اختیار کی ہوئی تھی اور یہیں کھیتی باڑی کرتا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر مجھے پرنام کیا تھا۔ میں رک گیا۔

"کیا تم ہندی بول سکتے ہو — ؟"

"کیوں نہیں سرکار ہم ہندوستانی ہی ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا نام ہے تمہارا — ؟"

"ہری داس۔"

"یہیں رہتے ہو — ؟"

"جی سرکار یہ کھیت ہمارے ہی ہیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر ہری داس۔ میں جھیل اودٹیا جانا چاہتا ہوں۔"

"سیدھا راستہ ہے سرکار آگے چل کر سوکھے صنوبر کے جنگل ملیں گے۔ انہیں پار کریں گے تو جھیل کنارے پہنچ جائیں گے۔ مگر سرکار بائیں سمت کی طرف نہ جائیں وہ جگہ اچھی نہیں ہے۔"

"کیوں۔ وہاں کیا ہے — ؟"

"بھوت بسیرا کریں ہیں وہاں۔ بہت سی پرانی کہانیاں ہیں سرکار۔ وہاں ایک گاؤں تھا کسی پرانے زمانے میں بدھ رشی پدم شمبھو جب پہاڑی راکھشسوں کا خاتمہ کرنے کے لیے یہاں آئے تو ایک مادہ راکھشش وہاں سے بھاگنے لگی۔ اس نے گاؤں والوں کو ایک ہیرہ مالمول کہا کہ وہ پدم شمبھو کو اس کے بارے میں نہ بتائیں۔ پدم شمبھو نے وہ ہیرا گوبر میں بدل دیا تو گاؤں والے سمجھے کہ راکھشش انہیں دھوکہ دے گئی۔ انہوں نے پدم شمبھو کو سب کچھ بتا دیا۔ اور اس کے بدلے میں اس راکھشش نے گاؤں پر سیلاب چھوڑ دیا۔ سارے گاؤں والے مر گئے اور اب ان کی روحیں وہاں بھٹکتی رہتی ہیں۔"

میں ہنس دیا۔ ہری داس نے مجھے پنیر اور مولیاں کھلائیں اور میں اس کا شکریہ ادا کرکے آگے بڑھ گیا۔ بالآخر یہ فاصلہ طے ہو گیا اور میں جھیل اودٹیا پہنچ گیا۔ یہ جھیل تقریباً ایک میل چوڑی اور نہ جانے کتنی گہری تھی اطراف کے مناظر دیکھ کر اندازہ ہوا کہ اس کے آس پاس کوئی تند دریا نہیں ہوگا اور کسی زلزلے نے چٹانی تودوں سے اسی دریا کا راستہ بند کر دیا ہوگا جس کی وجہ سے یہ جھیل وجود میں آئی۔ ایک خانقاہ کے علاوہ یہاں اور کوئی آبادی نہیں تھی اور یہی خانقاہ میری منزل تھی۔

اندھیرا تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا اور مناظر اس میں ڈوبتے جا رہے تھے۔ خانقاہ کے پاس ہی ایک جگہ منتخب کرکے میں بیٹھ گیا اور وقت گذرنے کا انتظار کرنے لگا۔ اطراف سے

نہ جانے کیسی کیسی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ بڑی خوفناک جگہ تھی۔ خانقاہ میں بھی کوئی رونق نہیں تھی شاید یہاں کوئی تھا ہی نہیں۔ اس پُراسرار اور ہیبت ناک ماحول میں عجیب عجیب خیالات ذہن میں آرہے تھے۔ بری داس کی کہانیاں بھی ذہن میں آرہی تھیں اور رسیلاب کی آواز کان میں ابھر رہی تھی۔ وقت گذرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ دفعتاً کسی طرف سے روشنی محسوس ہوئی اور میں اچھل پڑا۔ میں نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا خانقاہ میں کوئی چراغ روشن ہوا تھا۔ اس کا مطلب ہے کوئی اندر موجود ہے۔

چند لمحات کچھ سوچتا رہا۔ پھر اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ خانقاہ کے بوسیدہ دروازے سے کوئی برآمد ہوا اور میں اپنی جگہ سمٹ گیا۔ بدھ بھکشو کے لباس میں ایک طویل القامت سایہ برآمد ہوا تھا۔ ابھی میں اسے دیکھ رہا تھا کہ اس کے پیچھے یکے بعد دیگرے کئی سائے باہر نکل آئے۔ یہ سب عبادت گزار تھے۔ لیکن نہ جانے کیوں یہ لوگ مجھے بے حد پُراسرار لگ رہے تھے۔ وہ ایک قطار بنائے ہوئے آگے بڑھنے لگے اور خانقاہ کے بائیں سمت کے ڈھلان میں اتر گئے ان کا انداز مشینی تھا۔ میں دھڑکتے دل سے انہیں دیکھتا رہا۔ ذرا سی دیر میں وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔

خانقاہ کا چراغ روشن تھا۔ پھر آسمانی چراغ روشن ہو گیا۔ چاندنی اطراف میں پھیل گئی۔ اور ماحول کچھ اور پُراسرار ہو گیا۔ گھڑی کی سوئیوں نے رات کے دس بجائے تو میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ہمت کر کے میں خانقاہ کے دروازے پر آگیا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ندرت کہاں سے آئے گی۔ کیا اس ہولناک رات میں وہ اتنا فاصلہ طے کر کے یہاں تک پہنچے گی یا پھر وہ یہیں کہیں موجود ہے۔

خانقاہ کے دروازے کے پاس پہنچا تو چاندنی میں ندرت کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ دل دہل کر رہ گیا تھا۔ کیا یہ ندرت ہی ہے۔ ندرت ایک پُراسرار کردار۔ ایک زندہ وجود۔ لیکن جس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔

"ہیلو" اس کی آواز ابھری۔

"ندرت" میں نے کہا اور تیز قدموں سے اس کے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ۔ باہر کی فضا ٹھیک نہیں ہے" اس نے کہا اور واپس مڑ گئی۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔

"فضا ٹھیک نہیں ہے سے تمہاری کیا مراد ہے۔۔؟"

"کچھ لوگ سائے کی طرح ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں"

"ابھی ابھی اس خانقاہ سے" میں نے کہا لیکن ندرت نے میری بات کاٹ دی۔

"میں دیکھ چکی ہوں" وہ ایک خالی دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔ خانقاہ میں بدن ٹھٹھرا دینے والی سردی تھی جبکہ باہر بالکل سردی نہیں تھی۔ یا پھر یہ خوف کا احساس تھا جو میرے وجود میں جاگزیں تھا۔

ایک طویل راہداری سے گذر کر وہ ایک کمرے میں داخل ہو گئی۔ جہاں کچھ نہیں تھا۔ ندرت نے ایک دیوار کے پاس جا کر کچھ ٹٹولا پتھر کھسکنے کی آواز سنائی دی اور تیز روشنی سے کمرہ منور ہو گیا۔ روشنی کا رنگ ملگجا ضرور تھا لیکن اس گھور تاریکی میں وہ بہت تیز لگ رہی تھی۔

"آؤ گارڈلی" اس نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ یہ کسی تہ خانے کی سیڑھیاں تھیں۔ آٹھ سیڑھیاں طے کر کے میں نیچے پہنچ گیا۔ جہاں دیواروں میں تین مشعلیں روشن تھیں لیکن ان کی روشنی کافی تھی۔ اور اس روشنی میں ایک شخص ہرن کی کھال کے مرگ چھالے پر پالتی مارے بیٹھا تھا۔ سیاہ کفن نما لباس میں ملبوس بڑی عجیب سی شخصیت تھی اس کی۔

"یہ۔ سمبو تورا ہائے" ندرت کی آواز ابھری۔

ملوث

ایک نوجوان کی زندگی کی داستان
ناقابلِ یقین مگر قابلِ بیان
نئے اسرار اور نئی مہک۔



اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات دوسرے اور تیسرے (آخری) حصہ میں ملاحظہ فرمائیں

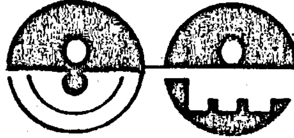
حِصّہ دوم

سامون





ایم اے راحت



اِس پراسرار ماحول اور اس انوکھی صورت حال نے مجھ پر سحر سا طاری کر رکھا تھا جو اس نام کو سن کر ٹوٹ گیا۔ میرے ذہن میں چھن سے آواز ہوئی تھی۔

"کون ــــ ؟" میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"ادھر کا لوگ اس کو سمبوتورا بولتا ہائے۔ بٹ یہ وائی مین ہائے۔ اوگن وائی مین۔" ندرت نے کہا۔

اسی وقت سیاہ کفن میں لپٹے ہوئے شخص نے پہلو بدلا۔ اور شستہ انگریزی میں بولا۔

"تمہارا نام غزالی ہے ؟"

"ہاں۔ میں ہی غزالی ہوں۔ کیا تم سے میرا تعارف ہو چکا ہے۔" میں نے اب خود کو سنبھال لیا تھا۔

"ہائیسا نے تمہارے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ تم ایک مخلص اور شریف النفس نوجوان ہو۔" سمبوتورا نے کہا۔

"ہائیسا ؟"

"تم اسے ندرت کہتے ہو۔"

"اوہ" میرے منہ سے ہلکی سی آواز نکلی۔ ندرت نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن تم مجھے ناؤ ڈرٹ ہی بولیا گا زالی۔ آؤ بیٹھے۔"

ندرت کو اردو کے ساتھ زیادتی کرنے میں ہی لطف آتا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ زمین پر پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

"وہ لوگ کون تھے ندرت جو ابھی خانقاہ سے باہر نکل کر گئے تھے ؟" میں نے پوچھا۔

ندرت، کسی سوچ میں گم ہو گئی۔ پھر اس نے کہا۔ "مائیں نائیں جانتے۔ بٹ وہ لوگ ڈینجر۔ میرے کو ہوتا وہ لوگ ادھر۔"

"ہائیسا۔ وہ زبان بولو جو میں سمجھ سکوں۔" سمبوتورا نے درمیان میں مداخلت کی۔

"سوری وائی مین۔ گازالی ان لوگوں کے بارے میں پوچھ رہے تھے جنہیں انہوں نے خانقاہ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"وہ لوگ مسٹر غزالی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ وہی لوگ تھے جو میری تلاش میں ہیں۔"

"کون لوگ ہیں یہ ؟"

"ہماری بدنصیبی۔" سمبوتورا نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا مطلب ؟"

"ہائیسا نے تمہیں آر تھوڈوک ویلز آنے کو کہا تھا نا ؟"

"ہاں۔"

"انہیں لوگوں کی وجہ سے وہاں کی ملاقات ملتوی کی گئی تھی۔ صرف یہی نہیں بہت سے لوگ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ وہ مجھے قبضے میں کر کے مجھ سے کچھ کام لینا چاہتے ہیں۔"

"کیا کام؟"

"میں اس بارے میں نہیں جانتا۔" سمبوتورا نے کہا۔

"گازالی۔ آج تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ ہم لوگ ہم سب لوگ مصیبت زدہ ہیں کسی کو اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے۔ ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے اگر ہم اپنے بارے میں تمہیں کچھ بتائیں گے تو تم اسے سمجھ نہیں پاؤ گے۔ الجھ جاؤ گے ہمیں جھوٹا سمجھو گے۔ اس لیے گازالی ہمارے بارے میں جاننے کی کوشش مت کرو۔ صرف ہماری مدد کرو۔ تم ایک اچھے انسان ہو۔ میں سمبوتورا کو تمہارے بارے میں سب کچھ بتا چکی ہوں۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ تم گومین کے نگراں تھے۔ دوسرے لوگ اس کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے تم نے اس کی جان بچائی۔ ایک بات بتاؤ گازالی کیا تم بھی اس خزانے سے دلچسپی رکھتے ہو جو ویلینی کے پاس ہے؟"

"کافی حد تک۔" میں نے جواب دیا۔

"اگر میں تم سے وعدہ کروں کہ خزانے کا ایک بڑا حصہ تمہیں مل سکتا ہے تو تم مجھ پر یقین کرو گے؟"

"ندرت۔ تمہارے الفاظ میرے لیے بہت دلکش ہیں، لیکن تم شاید میرے بارے میں اندازہ لگا سکی ہو کہ میری زندگی میں کچھ اصول بھی ہیں۔ دولت میری ضرورت ہے لیکن اس کے حصول کے لیے میں اپنے ضمیر کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتا۔ آنکھیں بند کر کے خزانے کی خواہش میں کبھی نہیں کر سکتا۔ مجھے پتا چلنا چاہیے کہ اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

"کام اگر تمہارے ضمیر کے خلاف نہ ہو تو؟" اس بار سمبوتورا نے کہا۔

"تو میں جس قابل بھی ہوں حاضر ہوں۔"

"تمہیں سب کچھ بتا دیا جائے گا۔ لیکن اس کے لیے ہمیں کچھ وقت درکار ہو گا۔ ہاں ایسے کام تو تم کر سکتے ہو جو اب تک کر سکتے ہو؟"

"مثلاً۔؟"

"گومین کی تلاش۔؟" سمبوتورا نے کہا۔

"وہ جسے تم بوڑھا بابا کہتے رہے ہو۔؟" اس بار ندرت نے کہا۔

"ہاں۔ میں بوڑھے بابا کو تلاش کرنا چاہتا ہوں۔"

"کسی اور کے لیے نہیں ہمارے لیے۔" ندرت بولی

اور میں کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

"اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ بشرطیکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تم لوگ اس کا حصول کیوں چاہتے ہو؟"

"اس لیے کہ وہ ہم میں سے ایک ہے۔ اور یہ بات تم جانتے ہو گازالی۔" ندرت نے کہا۔

"تم بتا چکی ہو۔"

"سنو گازالی۔ سمبوتورا سے اچانک میری ملاقات تبت میں ہو گئی۔ دراصل ہم لوگ۔ ہم لوگ ایک دوسرے کی بو پہچانتے ہیں۔ ہمیں علم ہو جاتا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ بو ہم بہت دور سے سونگھ لیتے ہیں اور اس کی راہ پر لگ جاتے ہیں۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو اسی خوشبو سے پہچانا۔ ورنہ سمبوتورا ایک بدھ راہب کی شکل میں تھا۔"

"ایک سوال کروں ندرت سوری ہائیسا۔؟" میں نے کہا۔

"نہیں پلیز تم مجھے ندرت ہی کہو۔"

"یہ بو تم کتنی دور سے سونگھ سکتی ہو؟"

"یہ ہواؤں پر منحصر ہے۔" ندرت نے عجیب لہجے میں کہا۔

"کیا تم تبت کی فضاؤں میں گومین کی بو محسوس کرتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"اگر ایسا ہو جاتا ہو تو۔ تو ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت نہ پیش آتی۔" سمبوتورا نے کہا۔

"گویا وہ تبت میں نہیں ہے؟"

"بات ہواؤں کی ہے۔ اگر وہ یہاں ہے تو کسی ایسی جگہ ہے جہاں سے اس کی بو ہم تک نہیں پہنچ سکتی۔"

بات جس قدر عجیب تھی میں محسوس کر رہا تھا لیکن ابھی سب کچھ پوچھ لینا مناسب نہیں تھا۔ آخر یہ کون لوگ تھے جو عام لوگوں سے مختلف تھے۔ ایک دوسرے کی بو سونگھ لیتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ خود ندرت کے اندر میں کچھ پراسرار چیزیں دیکھ چکا تھا لیکن اس کے باوجود وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق تو نہیں معلوم ہوتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ کسی دوسرے خطے کی عورت کہا جا سکتا تھا۔ لیکن۔

"تو میں کہہ رہی تھی کہ سمبوتورا سے میری ملاقات اچانک ہوئی۔ ہم نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ اور آپس میں مل بیٹھے لیکن اس کے دشمن اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اس لیے وہ بے چین ہے۔"

"یہ دشمن کون ہیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"نہ جانے کون کون ہیں۔ میں نہیں جانتا۔ بے شمار لوگ۔

میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ وہ ہمیں ہمارے کام سے روکتے ہیں۔" سمبوتورا نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ندرت۔ یہ حقیقت ہے کہ میں اب تک کچھ نہیں سمجھ سکا۔ بہرحال یہ بتاؤ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"گازالی۔ ہمیں کسی ایسے ٹھوس انسان کی ضرورت ہے جو ماحول کو سمجھتا ہو۔ ہر جگہ سے واقف ہو۔ بہت اعلیٰ پیمانے پر کام کرنا ہے۔ ہمیں سب سے پہلے گومین کی تلاش ہے۔ اس کے بعد۔"

"ہاں اس کے بعد۔؟" میں نے پوچھا۔

"سنسر۔" ندرت نے کہا اور ہنس پڑی۔ میں کوئی جواب بھی نہیں دینے پایا تھا کہ دفعتاً کچھ آہٹیں سنائی دیں اور میں خاموش ہو گیا۔ ندرت نے بھی یہ آوازیں سن لی تھیں۔

"کوئی ہے۔" اس نے سرگوشی کی۔ یہ آوازیں ہمارے سروں پر گونج رہی تھیں۔ پھر دھماکے سنائی دینے لگے۔ یہ فرش کو کسی ٹھوس چیز سے پیٹنے کے دھماکے تھے۔

"اس کا مطلب؟" ندرت بدستور سرگوشی کے لہجے میں بولی۔

"فرش کے نیچے کی جگہ خالی ہونے کا اندازہ لگا رہے ہیں غالباً۔ انہیں کسی تہ خانے کی تلاش ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"یقیناً ایسا ہی ہے۔" ندرت بولی۔

سمبوتورا ابھی تک خاموش تھا اس نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔ آہٹیں مسلسل ابھر رہی تھیں اور اندازہ ہوتا تھا کہ وہ لوگ ہمیں تلاش کر کے ہی دم لیں گے۔

"باہر نکلنے کا کوئی اور راستہ ہے؟" میں نے پوچھا۔ اور اسی وقت سمبوتورا مرگ چھالے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ۔ میرا خیال ہے وہ نیچے آنے کا راستہ تلاش کر لیں گے۔"

میں اور ندرت اس کے ساتھ ایک سمت بڑھ گئے۔ سمبوتورا تیز قدموں سے چلتا ہوا ایک بڑے سنگی مجسمے کے پاس پہنچ گیا۔ اور پھر مجسمے کے عقب میں موجود ایک خلا میں ہم تینوں اتر گئے۔ غالباً کوئی سرنگ تھی جس میں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ سمبوتورا نے کہا۔

"میرے قدموں کی آواز پر چلے آؤ یہاں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔" ہمیں زیادہ سے زیادہ پچاس گز کا فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد چڑھائی شروع ہو گئی۔ مزید پچیس گز چلنے کے بعد ہوا کے جھونکے اور روشنی محسوس ہوئی۔ ہم خانقاہ کے احاطے میں ہی نکلے تھے۔ باہر چاند نکلا ہوا تھا اور اس کی پراسرار روشنی میں احاطہ نمایاں تھا۔!

"اصل دروازے سے نکلنے کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔"

سمبو تورا بولا۔ اور تیزی سے احاطے کی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ احاطے کی دیوار اتنی بلند نہیں تھی کہ اسے عبور کرتے ہوئے کوئی خاص مشکل پیش آتی۔ ندرت بھی اطمینان سے دیوار کود گئی تھی۔ اس طرف ایک وسیع میدان تھا لیکن کسی قدر ڈھلان میں تھا۔ آس پاس کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جس کی آڑ لے کر آگے بڑھا جائے۔ مجبوراً اسی راستے پر آگے بڑھنا پڑا۔ لیکن چند گز دور گئے ہوں گے کہ فضا میں سیٹیوں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ یہ سیٹیاں منہ سے بجائی جا رہی تھیں۔

"دوڑو" میں نے کہا اور ہم تینوں بھاگنے لگے لیکن فوراً ہی گولیاں چلنے لگیں۔ اور بیشتر چنگاریاں ہمارے جسموں کو چھوتی ہوئی گذر گئیں۔ میں نے بدحواس ہو کر سمبو تورا اور ندرت کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں بھی ان گولیوں سے بچ گئے تھے۔

پیچھے سے چیختی ہوئی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ لوگ دوڑتے ہوئے ہمارا تعاقب کر رہے تھے اور گولیاں برسا رہے تھے۔

"گر جاؤ۔ نیچے گر جاؤ" سمبو تورا نے کہا۔ اور ہم ایکدم زمین پر بیٹھ گئے۔ پھر اوندھے لیٹ گئے۔

"نہ سکا تو آستا" سمبو تورا کے منہ سے کچھ بے معنی الفاظ نکلے۔ پھر اس نے کہا "ہائیسا" اور ندرت اسے دیکھنے لگی۔

"آستا ایکانہ"

"ایکانہ" ندرت نے جواب دیا۔ اور پھر فوراً بولی۔ "گازالی اب ان سے مقابلہ کرنے کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے"

"آنے دو" میں نے کہا۔

دوڑتے ہوئے لوگ برق رفتاری سے ہماری طرف آ رہے تھے۔ میرے ذہن میں ایک خیال گذرا۔ وہ لوگ جو پستول رکھتے ہیں۔ ایسے اناڑی بھی نہیں ہوتے کہ کھلے میدان میں دوڑتے ہوئے تین آدمیوں کو نشانہ نہ بنا سکیں۔ انہوں نے صرف ہمیں روکنے کے لیے گولیاں برسائی ہیں۔

پھر میں نے سمبو تورا کو ایک عجیب حرکت کرتے دیکھا۔ اس نے اپنی کلائی میں پڑے ہوئے ایک کڑے کو کلائی سے اتار لیا۔ ویسا ہی دوسرا کڑا اسی کلائی میں پڑا ہوا۔ اتارا ہوا کڑا کوئی دو فٹ دور ہو گیا لیکن وہ شاید کسی باریک تار سے منسلک تھا کیونکہ وہ سمبو تورا کے ہاتھ کی حرکت کے ساتھ جنبش کر رہا تھا۔

میری نگاہیں ان لوگوں کی طرف اٹھ گئیں جو اب ہمارے سروں پر پہنچ گئے تھے۔ ان کی تعداد چھ تھی۔ وہ سیاہ لبادوں میں لپٹے ہوئے تھے لیکن ان کے چہرے کھلے ہوئے تھے۔ چار تبتی باشندے تھے دو سفید فام تھے۔ تبتی باشندوں کے ہاتھوں میں سیاہ چمکدار ڈنڈے دبے ہوئے تھے۔ ان میں ایک تبتی باشندہ ان سب میں نمایاں شخصیت کا مالک تھا۔ اتنے دراز قامت تبتی میں نے کم ہی دیکھے تھے۔ چوڑی کلائیاں لبادے میں چھپے ہوئے بدن کی قوت کی مظہر تھیں۔ اس کا چہرہ بھی بے حد خطرناک تھا۔ انہوں نے ہمارے گرد گھیرا ڈال لیا۔ پھر ایک سفید فام نے جس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا کڑک کر کہا۔ "کھڑے ہو جاؤ۔ کوئی جنبش کی تو"

"کیا چاہتے ہو؟" سمبو تورا نے کہا۔

"کھڑے ہو کر سوال کرو" سفید فام کرخت لہجے میں بولا اور سمبو تورا زمین پر ہاتھ ٹکا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاتھ اوپر رکھو۔ اے تم بھی" دوسرے سفید فام نے میرے بدن پر ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ سمبو تورا کے کچھ شروع کرنے سے پہلے میں بھی خود کو کنٹرول رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن جب ایک تبتی نے ندرت کے بال پکڑ کر اسے کھڑا کرنے کی کوشش کی تو میں خود کو باز نہ رکھ سکا۔ میں نے ایک زبردست ٹھوکر اس تبتی کی پنڈلی میں ماری اور اس کے حلق سے ایک کریہہ چیخ نکل گئی۔ ندرت نے نہ جانے کیا کیا کہ تبتی فضا میں بلند ہو کر نیچے گرا اور اس کی دوسری آواز بڑی دردناک تھی۔ پتھریلی زمین پر اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔

اس کے ساتھ ہی کھیل شروع ہو گیا۔ طویل القامت تبتی نے اچانک میرے شانے پر ہاتھ مارا۔ اور میں اپنا توازن نہ سنبھال سکا۔ جونہی میں نیچے گرا قوی ہیکل پہلوان نما تبتی نے میرے سینے پر سوار ہو کر اپنے چوڑے ہاتھ سے میری گردن گرفت میں لے لی لیکن میں نے عقب سے دونوں پاؤں اٹھا کر اس کی کنپٹیوں پر دے مارے جس کی بنا پر میری گردن آزاد ہو گئی۔ میں نے اسے خود پر سے ڈھکیل لیا۔

دفعتاً فضا میں شائیں کی آواز ابھری اور ایک سفید فام جو سمبو تورا کا نشانہ لے رہا تھا بری طرح چیخ پڑا۔ شائیں شائیں کی آوازیں اب ایک مسلسل ترنم پیدا کر رہی تھیں اور میں دنیا کا سب سے حیرت انگیز منظر دیکھ رہا تھا۔ سفید فام کی کلائی صابن کی طرح کٹ گئی تھی اور پستول اس کے ہاتھ کے ساتھ اچھل کر دور جا پڑا تھا۔ بات اسی حد تک ہوتی تو قابل قبول ہوتی لیکن دوسرے لمحے سفید فام کے بدن پر پڑنے والی لکیروں سے خون کی دھاریں پھوٹ بہیں اور پھر اس کے پورے بدن کے بیشمار ٹکڑے زمین پر بکھر گئے۔ شائیں شائیں

کی آوازیں سمبو تورا کی کلائی سے منسلک اس کڑے سے بلند ہو رہی تھیں جس کا دوسرا حصہ اب فضا میں گردش کر رہا تھا۔

دوسرے سفید فام پستول بردار کا بھی یہی حشر ہوا۔ پستول وہ دونوں ہی استعمال کر رہے تھے۔ باقی تینوں نے چمکدار سیاہ ڈنڈے سنبھال لیے اور پیچھے ہٹ گئے۔

زمین پر گرے ہوئے قوی ہیکل تبتی نے کسی مینڈک کی طرح زمین پر ہاتھ پاؤں ٹکا کر مجھ پر چھلانگ لگائی۔ وہ شاید مجھے اٹھنے نہیں دینا چاہتا تھا لیکن میں بھی غافل نہیں ہوا تھا۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور اس کی چھلانگ خالی گئی۔ لیکن اس کمبخت نے ایک لمحہ رکے بغیر اسی طرح دوسری چھلانگ اور پھر تیسری چھلانگ لگائی۔ بے حد خوفناک انداز تھا اس کا۔ اگر میں بھی بجلی کی طرح نہ تڑپ رہا ہوتا تو وہ میرے اوپر ہی آ پڑا تھا۔ چوتھی بار میں نے ایک اور ترکیب کی اس بار جونہی وہ میرے اوپر آیا میں نے پاؤں سیدھا کر دیا اور پوری قوت سے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ اس بار وہ الٹ گیا تھا۔

ندرت پیچھے ہٹ گئی تھی اور تین تبتی سمبو تورا سے الجھے ہوئے تھے۔ وہ ڈنڈے دونوں ہاتھوں میں سنبھالے پینترے بدل رہے تھے۔ سمبو تورا خاموشی سے کھڑا ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً تینوں تبتی دہاڑتے ہوئے سمبو تورا پر حملہ آور ہوئے اور شائیں شائیں کی آواز پھر گردش کرنے لگی۔ میں نے ان تینوں کے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ڈنڈوں کو ٹکڑوں میں تقسیم ہوتے دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک تبتی جوان درمیان سے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

بس اس منظر کو دیکھتے ہوئے چوک ہو گئی۔ کمبخت دراز قامت تبتی نے اس بار مجھے چھاپ لیا۔ اس نے میرے بال پکڑ کر میرا سر زمین پر دے مارا اور میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ اگر ندرت اسے میرے اوپر سے اٹھا کر دور نہ اچھال دیتی تو شاید وہ میرا بھیجہ پاش پاش کر دیتا۔ میں نے اسے خود پر سے اچھل کر دور گرتے دیکھا تھا۔ اور اس کے بعد مجھے کچھ نہیں نظر آیا تھا۔ دماغ پر قابو پانے کی ساری کوششیں ناکام ہو گئی تھیں۔ اور میرے ذہن نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

پھر ایک عجیب سی آواز مجھے ہوش میں لائی تھی۔ غور کیا تو یہ ناقوس کی آواز تھی۔ لیکن پاس ہی بھجن کی آوازیں بھی ابھر رہی تھیں۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ ماحول پر غور کیا تو خود کو ایک جھولداری میں پایا۔ اطراف میں کوئی نہیں تھا۔ اٹھنے کی کوشش کی تو پنڈلی کے پاس چبھن کا احساس ہوا۔ بہرحال اٹھ بیٹھا۔ پنڈلی کو ٹٹولا تو یہاں ایک باریک سی سوئی پیوست تھی۔ میں نے اس سوئی کو کھینچ کر حیرت سے دیکھا۔ پنڈلی کے علاوہ پاؤں کی پانچوں انگلیوں میں ویسی ہی مخصوص ساخت کی سوئیاں پیوست پائیں ایسی ہی چند سوئیاں میری کنپٹیوں میں پیوست تھیں۔ دل کو عجیب سے خوف کا احساس ہوا۔ یہ سب کیا ہے کون سی جگہ ہے گذرے ہوئے واقعات ذہن سے دور نہ رہے۔ وقت کا اندازہ کیا تو شاید پو پھوٹ رہی تھی۔ رات گذر چکی تھی۔ لیکن یہ سب۔

اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ چند گز کے فاصلے پر ایک بدھ خانقاہ نظر آ رہی تھی جہاں عبادت ہو رہی تھی بیاتری قطار در قطار ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے۔ اطراف میں بیشمار جھولداریاں بکھری ہوئی تھیں۔ میں پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ لیکن سمبو تورا یا ندرت کہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔

خدا کی پناہ۔ آخر یہ سب کیا ہے۔ یہاں کیسے آ گیا اور وہ دونوں کہاں غائب ہو گئے۔ یاتریوں میں ان لوگوں کی تلاش ناکام ہو گئی۔ ٹہلتا ہوا جھولداریوں سے کافی دور نکل آیا تھا۔ قرب و جوار میں عمارتیں نظر آ رہی تھیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ شہر میں ہوں۔ لیکن لہاسہ میں یا کہیں اور۔

آخر میں یہی فیصلہ کیا کہ یہاں رک کر ندرت یا سمبو تورا کا انتظار بے مقصد ہے۔ ان کے بارے میں تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ رات کو ان کا کیا حشر ہوا۔ مجھے یہاں لانے والے ضروری تو نہیں ہے کہ وہی دونوں ہوں۔ ان کے مخالف یا کچھ اجنبی بھی ہو سکتے ہیں۔

جوں جوں حالات پر غور کر رہا تھا عقل ساتھ چھوڑتی جا رہی تھی۔ سمبو تورا کی خوفناک جنگ جو ناقابل یقین تھی۔ وہ انوکھا ہتھیار جو صرف دو لوہے کے کڑوں پر مشتمل تھا اور اس کی کاٹ۔ ندرت کی پھرتی اور قوت۔ ان دونوں کی نامانوس زبان۔ خدا کی پناہ — خدا کی پناہ۔ میں نے دکھتے ہوئے سر کو سنبھالا۔ سر کے عقب میں دوسرا سر ابھرا ہوا تھا۔ یہ اس قوی ہیکل تبتی کی وجہ سے نمودار ہوا تھا اور وہ سوئیاں —؟

ایک اور خیال ذہن میں آیا۔ مجھے یہاں اس جھولداری میں کسی خاص مقصد کے تحت تو نہیں چھوڑا گیا۔ ممکن ہے وہ لوگ تعاقب کر کے میرے ساتھیوں کے بارے میں اندازہ لگانا چاہتے ہوں۔ ایسی شکل میں اگر میں اس ہوٹل کا رخ کروں جہاں "تین ناکا" ٹھہرے ہوئے تھے تو ان لوگوں پر مصیبت نازل ہو جائے گی۔ اس کے بجائے اگر میکے براؤن۔ لیکن پھر یہ خیال بھی ملتوی کرنا پڑا۔ ابھی ذہن اور حلیہ اس قابل نہیں تھا کہ میکے براؤن کا سامنا کیا جا سکے۔ کیوں نہ کنشین میں چلا جاؤں۔ دوبارہ وہاں رہائش اختیار

کروں۔ خود کو پرسکون کر کے حالات کا جائزہ لوں اور پھر کوئی کارروائی کروں لیکن اس کے ساتھ ہی ایک نیا نام بھی ذہن میں ابھرا تھا۔

ٹائیگر چانگ لی۔ یہ نام سب سے مؤثر اور سب سے کارآمد تھا اگر کوئی میرے تعاقب میں ہے تو چانگ لی کی رہائش گاہ اس کے لیے کافی دلچسپ ثابت ہوگی۔ اس خیال سے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی تھی۔ میں نے تیز رفتاری سے ان عمارتوں کی طرف قدم اٹھا دیئے جو زیادہ دور نہیں تھیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک چوڑی سڑک پر پہنچ گیا۔ لہاسہ کی عمارتوں کو میں نے پہچان لیا تھا۔ جو کوئی بھی مجھے لایا تھا اس نے خاصی محنت کی تھی۔ بہرحال تھوڑی دور پہنچ کر مجھے ٹیکسی مل گئی۔ اور اس ٹیکسی نے مجھے چانگ کی رہائش گاہ پر اتار دیا۔

بڑے سے ہال میں چانگ لی اپنے شاگردوں کو تربیت دے رہا تھا۔ اس کے اطراف دو عمر رسیدہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر چانگ اٹھ گیا۔

"ہیلو مسٹر غزالی"

"ہیلو چانگ" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے مصافحہ کیا۔

"آؤ اندر چلیں۔ سب خیریت ہے نا؟"

"ہاں!" میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اور ایک بڑے کمرے میں داخل ہوگیا۔

"تمہارے لیے قہوہ منگواؤں یا کچھ اور پیو گے؟"

"صرف قہوہ" میں نے اس کے اشارے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور اس نے ایک نوجوان کو بلا کر قہوے کے لیے کہہ دیا۔

"تمہیں اس قدر عمدہ انگریزی بولتے دیکھ کر حیرت ہوئی ہے چانگ!"

"نہیں مسٹر غزالی۔ اس میں حیرت کی بات نہیں۔ میں اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ یورپ اور امریکہ میں گذار چکا ہوں۔ بنیادی طور پر میں ریسلر ہوں۔ امریکہ کے میڈیسن اسکوائر گارڈن میں بے شمار کشتیاں لڑ چکا ہوں"

"شاید اسی وجہ سے"

"تمہیں اپنے کام میں کوئی کامیابی ہوئی؟" چانگ لی نے پوچھا۔

"ابھی تک کچھ نہیں"

"ایک بات میں کہہ دوں تم سے۔ ویلینی کا اب کوئی وجود نہیں ہے۔ ممکن ہے وہ مر چکی ہو۔ اگر وہ زندہ ہوتی تو اس کا کوئی وجود تو ملتا۔ میں نے ہر ممکن جگہ کوشش کرلی ہے"

"اور سمبوتورا کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"مارشل آرٹس کی دنیا میں یہ نام نہیں ہے"

"اس کے باوجود میں کوشش تو کر رہا ہوں چانگ مزید کچھ دن اور کوشش جاری رکھوں گا۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا"

"میں کسی بھی کوشش میں تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں"

"شکریہ۔ فی الحال تو مجھے کسی آرام گاہ کی تلاش ہے"

"کیا مطلب؟"

"چند گھنٹوں یا چند دنوں کے لیے کوئی قیام گاہ"

"ہوٹل"

"نہیں۔ ہوٹل نہیں"

"تو پھر یہ جگہ موجود ہے۔ یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی"

"اور تمہیں"

"مہمان کبھی باعث تکلیف نہیں ہوتے مجھے خوشی ہوگی"

قہوہ پینے کے بعد چانگ لی نے مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا جہاں آرام کی تمام چیزیں موجود تھیں۔ غسل کرنے کے بعد میں بستر پر دراز ہوگیا۔ بہرحال یہاں میں محفوظ تھا اور اگر کسی نے میرا تعاقب بھی کیا ہوگا تو چانگ کے بارے میں جان کر وہ پریشان ہو جائے گا۔

بستر پر لیٹتے ہی خیالات کا سمندر میرے ذہن میں موجزن ہوگیا۔ ایک ایک بات یاد آ رہی تھی۔ ایک ایک تصور باعث حیرت تھا۔ ندرت سے ملاقات۔ ندرت کا نام ہانیسا ہے۔ وہ لوگ ہواؤں میں سونگھ کر ایک دوسرے کا پتا چلا لیتے ہیں۔ ان کی زبان اجنبی اور ناقابلِ فہم ہے۔

جس سمبوتورا کی تلاش میں طاہر علی اور میکے براؤن دونوں ہیں ندرت اس سے قریب ہے۔ اور پھر سمبوتورا کی جنگ کا انداز اس کا عجیب و غریب ہتھیار۔ ساری باتیں ہی انوکھی ہیں۔ سب کچھ پراسرار ہے آخر کیوں کون ہیں وہ۔ ویلینی۔ آہ ویلینی کے بارے میں کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ وہ کون تھے جو اچانک ہم پر حملہ آور ہوگئے تھے۔ خونخوار تبتی۔ میری تقدیر نے ہی مجھے اس سے بچا لیا تھا ورنہ اس کا قوی ہیکل بدن مجھے پیس کر رکھ دیتا۔ وہ کون تھا اور یہاں کیا کر رہا تھا۔ سمبوتورا نے بھی اس سے واقفیت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ یقیناً یہ وہی لوگ تھے جنہیں میں نے خانقاہ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ نہ جانے کس شبہے کے تحت وہ لوگ واپس آگئے تھے سمبوتورا مجھ سے کچھ امداد چاہتا تھا اور اس کے لیے وہ ویلینی کے خزانے کا ایک بڑا حصہ مجھے دینے کے لیے تیار تھا۔ خزانہ سمبوتورا کے پاس ہے۔ اس بات کا ثبوت اس طرح بھی ملتا تھا کہ میکے براؤن نے اس کے بارے میں ایک کہانی سنائی تھی۔

سب کچھ پراسرار تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سمبوتورا ویلینی کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ یہ لوگ کہاں گئے۔ کیا ندرت دوبارہ مجھے مل سکے گی۔ کوئی جواب نہیں تھا ان باتوں کا۔

ٹائیگر چانگ نے مجھے ہر طرح کا آرام فراہم کر دیا تھا۔ وہ خود بھی اس عمارت میں مقیم تھا اور یہاں اپنے لوگوں کو تربیت دے رہا تھا۔ دوسرے دن میں جلدی جاگ گیا۔ غسل وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے میں باہر نکل آیا۔ باہر مخصوص آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یہ آوازیں ہال سے ابھر رہی تھیں۔ میں اسی طرف بڑھ گیا۔ چانگ موجود تھا اور اس کے شاگرد مختلف قسم کی مشقیں کر رہے تھے۔ چانگ مجھے دیکھ کر مسکرایا۔

"مسٹر غزالی"

"ہیلو چانگ"

"آؤ۔ ان لوگوں کو دیکھو۔ یہ سب تمہیں عجیب لگے گا لیکن یہ ایک نئی دنیا ہے"

"نہیں چانگ۔ آج کی دنیا میں یہ سب کچھ اتنا عجیب نہیں ہے۔ لوگوں کو مارشل آرٹس کی افادیت کا احساس ہوتا جا رہا ہے"

"جدید دنیا قدیم ترین طریقۂ جنگ سے پوری طرح دلچسپی لے رہی ہے۔ یہ اس فن کی خوبی ہے"

"بے شک"

"تمہیں اس سے دلچسپی نہیں ہے مسٹر غزالی —؟"

"مجھے کبھی موقع نہیں ملا چانگ"

"جب بھی موقع ملے اسے سیکھنے کی کوشش ضرور کرنا۔ بات صرف اتنی سی نہیں ہے کہ تمہیں اپنے دشمنوں سے نجات مل جاتی ہے بلکہ مارشل آرٹس دماغی صلاحیتوں کو جلا بخشتے ہیں اس کی مشقوں سے ذہنی قوتوں کو یکجا کرنے کی صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں"

دفعتاً مجھے ایک سمت سے کچھ آوازیں ابھرتی محسوس ہوئیں۔ اور میں چونک پڑا۔ شائیں شائیں کی ایک مانوس آواز تھی۔ میں نے اس طرف گردن گھمائی تو ایک نوجوان لکڑی کے دو ٹکڑوں کو بجلی کی رفتار سے گھما رہا تھا۔ یہ دونوں ٹکڑے ایک زنجیر سے آپس میں منسلک تھے اور انہیں سے آوازیں ابھر رہی تھیں۔ مجھے گذرے ہوئے لمحات یاد آگئے۔ وہ لمحات جن میں، میں نے انسانی جسموں کو ٹکڑوں کی شکل میں بکھرتے دیکھا تھا۔

"یہ کیا ہے چانگ؟"

"کہاں —؟"

"وہ لڑکا جو گھما رہا ہے؟"

"اوہ۔ وہ ننچکو ہے"

"کیا کام ہے اس کا؟"

"ایک نوجوان بیس دشمنوں کے سروں کے ٹکڑے اڑا سکتا ہے اس ہتھیار کی مدد سے"

"اس کی کوئی شکل بھی ہوتی ہے؟"

"یہ اپنی مرضی پر منحصر ہے"

"کیا مطلب؟"

"ہر ماہر اپنے طرز کے ہتھیار ایجاد کرتا ہے۔ اور اس کے عمل میں مہارت حاصل کرتا ہے۔ بظاہر بے ضرر لیکن حقیقت میں خوفناک۔ اس میں گول لٹو بھی استعمال ہوتے ہیں اور نوکیلے ستارے بھی"

"کیا اسے گول کڑوں کی شکل میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے؟"

"کڑے —؟"

"ہاں دو ایسے گول فولادی کڑے، جو ایک ہاتھ کی کلائی میں پڑے ہوں اور ان میں سے ایک کڑا اتار لیا جائے، تو وہ کسی ایسے باریک تار سے منسلک ہو، جو نظر بھی نہ آتا ہو پھر وہ کڑا شائیں شائیں کی آواز کے ساتھ فضا میں گھومے اور سامنے کھڑے ہوئے شخص کے بدن سے خون کی دھاریں پھوٹ نکلیں اور ہوا کا کوئی تیز جھونکا اس کے جسم کے حصوں کو کئی ٹکڑوں میں منتقل کر دے"

چانگ لی پہلو بدل کر میری طرف متوجہ ہوگیا اس کی آنکھوں میں اشتیاق تھا اس نے کہا۔

"کیا تم نے ایسا کوئی مظاہرہ دیکھا ہے —؟"

"ہاں ایک بار" میں نے جواب دیا۔

"کہاں، کب —؟"

"پرانی بات ہے، غالباً جاپان میں" میں نے بات بنانے کے لیے کہا۔

"اوہ کون تھا وہ۔ کیا نام تھا اس کا، کچھ معلوم ہے؟"

"نہیں چانگ لی، یہ ایسے ہی ایک رات کا واقعہ ہے وہ ایک بوڑھا آدمی تھا اور شاید اپنے دشمنوں میں گھر گیا تھا تب اس نے یہ مظاہرہ کیا تھا"

"تب پھر وہ کوئی بہت بڑا استاد ہوگا اور یہ فن اس کی اپنی ایجاد ہوگا۔ میں نے آج تک ایسا کوئی مظاہرہ نہیں دیکھا، لیکن بات سمجھ میں آتی ہے۔ گول کڑا اگر ٹھوس اور وزنی لوہے کا بنا ہوا ہو اور اس میں کوئی ایسا تار منسلک ہو جس کی کاٹ زبردست ہو۔ غالباً پلاٹینم اور فولاد کے اشتراک سے بنایا ہوا ایسا کوئی تار اتنی ہی خوفناک کاٹ کا مالک ہو سکتا ہے، کڑے گھمانے والا اسے انسانی جسم کے مختلف حصوں میں اس طرح گذار دے کہ کھڑے ہوئے آدمی کو بھی معلوم نہ ہو کہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا، لیکن اس کا بدن صابن کی طرح کٹ جانے۔ واہ کیا آئیڈیا ہے، لیکن یہ کسی بہت بڑے استاد کا کام ہو سکتا ہے، کاش، مجھے اس کے بارے میں معلوم ہو سکتا" چانگ لی

اپنے مطلب کی بات سے بہت مسرور نظر آ رہا تھا۔ اور میں سمبو تورا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

ڈاکٹر طاہر علی نے اُس کے بارے میں جو معلومات حاصل کی تھیں اُن سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ سمبو تورا نے مارشل آرٹس میں اپنا ایک مقام بنایا ہے اور وہ اس کا زبردست ماہر ہے جیسا کہ ڈاکٹر طاہر علی کو معلوم ہوا کہ وہ مارشل آرٹس کے کلب میں اتالیق رہ چکا ہے اور اس کے ذریعے دولت کما کر ویلینی کے بیٹوں کو تعلیم دلاتا رہا ہے۔

ذہن ایک لمحے کے لیے بھٹک گیا تھا، ویلینی کے دونوں بیٹے یاد آ گئے تھے، کسی کم بخت سے تو کہیں ٹکراؤ ہو، کچھ تو پتا چل سکے، لیکن ہمدرت اور سمبو تورا کے بارے میں میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ وہ مجھے نظر انداز نہیں کریں گے اور اگر واقعی ان کا ساتھ ہو گیا تو، مجھے شاید ویلینی تک پہنچنے کا موقع مل سکے۔

"کس سوچ میں کھو گئے مسٹر غزالی ——؟"

"نہیں کچھ نہیں، کوئی خاص بات نہیں، بس اُسی استاد کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"بہت بڑی چیز ہو گا وہ۔ نجانے کہاں تھا۔ ؟ تم شاید اس بات پر یقین نہ کرو غزالی کہ تبت کی سرزمین میں بلکہ یہی نہیں، تھائی لینڈ، رنگون، برما میں ایسے ایسے استاد پڑے ہوئے ہیں، جن کی کارکردگی کے بارے میں اگر انسانوں کو بتایا جائے تو وہ مسکرانے پر مجبور ہو جائیں۔ لیکن ان کے سامنے وہ چیزیں آئیں جو ہتھیار کے طور پر استعمال ہوتی ہیں تو وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ جائیں۔"

"شکریہ جانگ، بس یونہی خیال آیا تھا، سو میں نے معلوم کر لیا ——!"

"نہیں۔ بڑا اچھا آئیڈیا دیا ہے تم نے مجھے، اگر موقع مل سکا تو کبھی اس سلسلے میں تجربات کر کے دیکھوں گا۔" جانگ نے بتایا۔

اس دن دوپہر تک میں جانگ لی کے ساتھ رہا اور پھر اس کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے باہر نکل آیا۔ دیکھنا یہ تھا کہ کوئی میرا تعاقب کرتا ہے یا نہیں۔ گذرے ہوئے پراسرار واقعات اس وقت بھی میرے ذہن میں اس طرح تازہ تھے جیسے ابھی تھوڑی دیر قبل میں ان واقعات سے گذر کر آیا ہوں۔ جانگ کے کلب سے تقریباً تین میل کے فاصلے تک میں نے پیدل سفر کیا اور جب مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ میرے تعاقب میں کوئی نہیں ہے تو پھر میں ایک فیصلہ کر کے وہاں سے چل پڑا، میرا رخ کافن کی طرف تھا۔

کافن پہنچنے کے بعد میکے براؤن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور چند لمحات کے بعد جولیا میرے سامنے تھی۔ وہ کچھ عجیب سی کیفیات کا شکار نظر آ رہی تھی۔ اس لڑکی کے بدلے ہوئے روپ میرے علم میں تھے۔ اور بہر طور ان میں سے کچھ چیزیں مجھے ناگوار ضرور گذرتی تھیں۔ لیکن برداشت کیے بغیر اور کوئی چارہ کار بھی تو نہ تھا۔ اس نے سرد مہری سے مجھ سے گفتگو کی۔

"اب میں تمہارے مزاج کے بارے میں پوچھوں گا جولیا۔ ظاہر ہے تم اس کی منتظر ہو گی۔"

"نہیں میں اپنی زندگی سے بیزار ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیوں ——!"

"تم اور صرف تم ——"

"ہاں جولیا۔ بعض اوقات مجھے احساس ہوتا ہے کہ میں تمہارے لیے بڑا دردِ سر بن گیا ہوں، لیکن کیا کروں، لیکن کیا کروں، میری بدنصیبی میرے راستوں میں رکاوٹ بنتی رہی ہے، کچھ کر بھی تو نہیں سکتا ——!"

"ارے ارے تم کچھ اداس معلوم ہوتے ہو۔" جولیا میرے لہجے پر چونکی۔

"نہیں جولیا۔ تمہاری اداسی سے خود بھی پریشان ہو جاتا ہوں۔"

"نہیں، بس غصہ آتا رہتا ہے تم پر۔ تم میرے ساتھ کیوں نہیں ہوتے، اس سے تو بہتر مسٹر حسن کی کوٹھی تھی جہاں میں تم سے جب چاہتی مل تو سکتی تھی۔"

"حالات کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"ڈیڈی بالکل ہی سنک گئے ہیں، میں کہتی ہوں آخر ہمیں اس منحوس خزانے کا کیا کرنا ہے، کون سا ہم اپنی قبروں میں خزانے لے کر دفن ہوں گے، ڈیڈی کی سمجھ میں یہ بات ہی نہیں آتی۔"

"کہاں ہیں —— ؟"

"ارے وہ جانگ آ گیا ہے، اُس کے پاس ہیں۔"

"جانگ آ گیا ہے۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں وہ واپس آ گیا ہے، لیکن زخمی ہے۔" جولیا نے بتایا۔

"کیسے زخمی ہوا۔" میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ظاہر ہے مجھے ان معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اس لیے میں نے پوچھا بھی نہیں۔"

"کیا مجھے مسٹر براؤن کے پاس پہنچا دو گی —— ؟"

"میرے پاس چند لمحات بیٹھنا بھی گوارا نہیں ہے تمہیں ؟"

"نہیں جولی۔ تم اگر چاہو گی تو میں اب دو تین دن تک

تمہارے ساتھ ہی رہوں گا۔"

"کیا واقعی۔" وہ اچھل کر بولی۔

"ہاں۔"

"میں کافن ہی میں تمہارے لیے بندوبست کر دیتی ہوں۔ پہلے تم اپنی آرام گاہ منتخب کر لو۔ اس کے بعد میں ڈیڈی سے ملاؤں گی تمہیں ——!"

"مگر جولی۔ یہ تو سمجھو کہ یہ بات مسٹر میکے براؤن کی مرضی پر منحصر ہو گی۔"

"انہوں نے مجھے کنٹین میں نہیں جانے دیا تھا، لیکن یہاں نہیں روک سکتے۔ ایک فیصلہ کن جنگ کرنا ہو گی، ان سے تمہارے لیے گازالی۔ بس اب تم میرے ساتھ کافن ہی میں رہو گے، اگر چاہو تو میرے ہی کمرے میں۔"

"یہ کسی طرح ممکن نہیں ہو گا اور نہ ہی مسٹر میکے براؤن اسے پسند کریں گے۔"

"تو پھر میں تمہارے لیے ایک جگہ منتخب کیے دیتی ہوں۔ آؤ میرے ساتھ ——!"

جولیا اور میکے براؤن کے نجانے کیا معاملات تھے کافن سے —— جولیا نے ایک چپٹی ناک والے چینی نژاد نوجوان سے ملاقات کی اور تھوڑی ہی دیر کے بعد وہاں کافن میں ایک کمرا مجھے مل گیا۔

میں پریشان تھا، لیکن میں نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ اگر میکے براؤن نے مجھ سے اس بارے میں سوال کیا تو اُس سے صاف صاف کہہ دوں گا کہ یہ سب جولیا کی کارروائی ہے اور میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔

جولیا مجھے ساتھ لے کر اس کمرے میں آ گئی۔ وہ بے حد مسرور نظر آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"بس تمہیں ملتی رہوں گی یہاں، ہر وقت تمہارے پاس ہی رہوں گی۔ دیکھتی ہوں اب ڈیڈی کو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا ڈیئر۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

ایسی ہی بے تکی لڑکی تھی۔ وہ پہلے اداس نظر آ رہی تھی لیکن اب اس کے چہرے پر مسرتیں پھوٹ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔

"اب میں یہاں آ تو گیا ہوں، میکے براؤن سے تو میری ملاقات کرا دو ——!"

"چلو ٹھیک ہے۔" اس نے کہا اور مجھے ساتھ لے کر آگے بڑھ گئی۔

جانگ واپس آ گیا تھا۔ کیا وہ سمبو تورا کے سلسلے میں کچھ معلومات حاصل کر کے آیا ہے میں سوچ رہا تھا۔ زیادہ دور نہیں جانا پڑا۔ دو تین راہداریاں طے کرنے کے بعد ہم ایک آخری کمرے کے سامنے پہنچ گئے جس کا دروازہ اندر سے بند تھا، جولیا نے دروازے پر دستک دی تو دروازہ میکے براؤن ہی نے کھولا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ چونک پڑا تھا اور اس نے بھی وہی اطلاع مجھے دی، جو جولیا نے دی تھی۔

"اوہ گازالی تم آ گئے، آؤ اندر آؤ کم آن۔" اُس نے کہا۔ اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔ میں اور جولیا اندر داخل ہو گئے تھے۔ ایک مسہری پر ایک لمبا تڑنگا شخص لیٹا ہوا تھا۔ اُس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں،

لیکن جیسے ہی میری نگاہ اس پر پڑی ایک لمحے کے لیے میرے بدن کو جھٹکا سا لگا۔ یہ شخص میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔

دوسری طرف بستر پر لیٹے ہوئے شخص نے مجھے دیکھا اور پھر ایک دم دونوں ہاتھ ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی۔ میکے براؤن ہم دونوں کی کیفیات سے لاعلم تھا۔ وہ مسہری کے پاس پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"گازالی یہ جانگ ہے۔" لیکن جانگ مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو پوری طرح سنبھال لیا اور چند قدم آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

لمبا تڑنگا آدمی جس کی پیشانی پر پٹی بندھی ہوئی تھی، بازوؤں اور کندھوں پر بھی شاید زخم تھے۔ اُس کا اوپری بدن کھلا ہوا تھا اور اس سے اس کے بدن کے بہترین مسلز نظر آ رہے تھے، ایک دم کھڑا ہو گیا۔ اس کے دانت مضبوطی سے ایک دوسرے پر بھنچ گئے، اس کی آنکھیں کسی ویرانے میں جلتے ہوئے چراغ کی مانند تھیں۔ خالی خالی اور بے نور سی۔ اس وقت یہ عجیب و غریب آنکھیں گھور رہی تھیں، بھنچے ہوئے ہونٹوں سے انتہائی سنگدلی کا اظہار ہوتا تھا۔ تب اُس نے میکے براؤن کی طرف دیکھا اور غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ کون ہے —— ؟"

"کیوں تم کچھ پریشان ہو گئے —— ؟ بیٹھو ——!"

"مجھے بتاؤ یہ کون ہے —— ؟" اس کی آواز بدستور غرائی ہوئی تھی، جولیا بوکھلا کر اُسے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے میکے براؤن کی طرف دیکھا۔ اب میکے براؤن کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ کوئی غیر معمولی صورتحال ہے، وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"جانگ بیٹھ جاؤ ——!"

"ابھی نہیں مسٹر براؤن ابھی نہیں۔" اس نے میکے براؤن کو

ایک سمت ہٹاتے ہوئے کہا اور پھر آہستہ آہستہ میری جانب بڑھنے لگا، میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اپنے آپ کو تیار رکھوں، لیکن ظاہر نہ کروں، جانگ میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اتنا قریب کہ اس کا بدن میرے بدن کو چھونے لگا۔ اس کی آنکھیں گویا میرے دماغ کی ہڈیاں توڑ کر اس میں اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہی تھیں، اس شخص کو پہچاننا میرے لیے مشکل نہیں تھا، کیونکہ چاندنی رات کو میں نے اس طویل القامت تبتی کو اچھی طرح دیکھا تھا، جو سمبو تورا کے مدمقابل اپنے ساتھیوں

کے ساتھ آیا تھا اور اس کے بعد سمبو تورا نے اس کے ساتھیوں کو شدید زخمی اور کچھ کو ختم کر دیا، یہ شخص شاید سمبو تورا کے ہاتھ سے بچ گیا تھا۔ بعد کی صورت حال چونکہ مجھے معلوم نہیں تھی اس لیے میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ سمبو تورا کے ہاتھوں کس طرح بچ نکلا، کیونکہ سمبو تورا ایسی چیز نہیں تھی، جو آسانی سے اسے چھوڑ دیتی، بہر حال ان تمام باتوں کے اظہار کا کوئی موقع نہیں تھا۔ میں نے جولیا کی طرف دیکھا، میکے براؤن ایک دم ہمارے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے جانگ کو پیچھے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"میں کہتا ہوں جانگ یہ کیا بدتمیزی ہے"۔

"نہیں مسٹر براؤن پہلے مجھے اس شخص سے کچھ گفتگو کر لینے دو ــــ اے سنو کیا تم مجھے پہچانتے ہو ــــ؟" اس نے کہا۔

"میں بھی آپ سے یہی سوال کروں گا۔ مسٹر براؤن کیا اس شخص کا کسی سے ملاقات کرنے کا یہی طریقہ ہے یا پھر جس طرح یہ میرے سر پر مسلط ہونے کی کوشش کر رہا ہے اس کا میں کوئی انتظام کر دوں"۔

میرے لہجے کی کرختگی مسٹر میکے براؤن نے بھی محسوس کی تھی، جولیا بری طرح بوکھلا کر آگے بڑھی اور اس نے میرا بازو پکڑ کر مجھے پیچھے گھسیٹ لیا۔

"سنو گازالی سنو۔ ڈیڈی یہ کیا ہے، کیا بدتمیزی ہے یہ ــــ؟"

میکے براؤن نے پھر جانگ کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن جانگ نے میکے براؤن کا بازو پکڑ کر جھٹک دیا۔

"نہیں مسٹر براؤن اس وقت میرے راستے میں نہ آؤ۔ مجھے زخمی کرنے کا باعث یہی شخص ہے۔ یہی سمبو تورا کے ساتھ تھا۔ یہی تھا وہ، میں اسے اچھی طرح پہچانتا ہوں"۔

"کیا ــــ؟" میکے براؤن کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ جولیا نے البتہ یہ بات نہیں سنی تھی، وہ جھپٹی اور دفعتاً اس نے میکے براؤن کے کوٹ کی جیب سے ریوالور نکال لیا۔ چھوٹے آٹومیٹک ریوالور

کا رخ اس نے جانگ کی طرف کر دیا اور غرائی۔

"پیچھے ہٹو، ورنہ میں تمہارے بدن میں سوراخ ہی سوراخ کر دوں گی"۔

جانگ نے چونک کر جولیا کی طرف دیکھا اور دانت بھینچ کر میکے براؤن سے بولا۔

"گویا میں یہ سمجھوں کہ میں اب دشمنوں کے درمیان ہوں"۔

"تم پاگل ہو گئے ہو جانگ، یہ میرا دوست ہے۔ یہ ہمارا ساتھی ہے، کیسی فضول باتیں کر رہے ہو تم۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، سو فیصدی غلط فہمی ــــ!"

"جس کا نام جانگ ہے مسٹر میکے براؤن سو وہ اگر ایک بار کسی کو دیکھ لیتا ہے تو مرتے وقت تک اسے نہیں بھول سکتا، سمجھے تم ــــ؟ میں نے اس شخص کو سمبو تورا کے ساتھ دیکھا تھا۔ یقین کرو، میں نے اس شخص کو ہی دیکھا تھا"۔

"فضول، بکواس، ناممکن۔ بھلا اس کا سمبو تورا سے کیا تعلق"۔ میکے براؤن نے کہا اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔

"گازالی کیا تم سمبو تورا سے مل چکے ہو ــــ؟"

"نہیں مسٹر میکے براؤن، میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اب آپ نے پاگلوں کی پرورش بھی کرنا شروع کر دی ہے"۔ میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا اور جانگ دانت پیس کر میری جانب لپکا۔ دوسرے لمحے میں نے جولیا کے ہاتھ سے پستول لپک لیا اور اس کی طرف رخ کر کے بولا۔

"اگر تم نے اس کے بعد کوئی بدتمیزی کرنے کی کوشش کی تو جولیا شاید تمہیں معاف کر سکتی ہے، لیکن میں نہیں"۔ جانگ رک گیا تھا۔ وہ بری طرح تلملا رہا تھا۔ میکے براؤن اس کے آگے آیا اور سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیلتا ہوا بولا۔

"اگر تمہیں میرے ساتھ یہی سلوک کرنا تھا جانگ تو پھر آج تک وفاداری کا ڈھونگ کیوں رچاتے رہے، یہ طریقہ ہے میرے مہمانوں سے گفتگو کرنے کا۔ پیچھے ہٹو، اپنی مسہری پر بیٹھو، صاف لہجے میں گفتگو کرو، گازالی ہمارا دوست ہے۔ وہ ہمیں کوئی غلط بات نہیں بتائے گا، اگر کسی طرح وہ تمہارے مدمقابل آیا ہے تو اس وقت وہ یہ نہیں جانتا ہوگا کہ تم کون ہو"۔ جانگ نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

"نہیں مسٹر براؤن، دیکھو میں اپنے دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کرتا، اس کی وجہ سے، اس کی وجہ سے ــــ!"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، سو فیصدی غلط فہمی، گازالی

پلیز تم ہی بتاؤ، جواب دو اس بات کا، کیا کسی وقت تم جانگ سے مل چکے ہو، براہ کرم اس کی ان کیفیات کو نظر انداز کر دو اور مجھے اس بات کا جواب دو"۔

"نہیں۔ میں نے اسے پہلی بار دیکھا ہے ــــ!"

"ناممکن۔ ناممکن۔ میں پھر کہتا ہوں میکے براؤن کہ میری آنکھوں نے کبھی دھوکا نہیں کھایا، یہ وہی شخص ہے جو سمبو تورا کے ساتھ تھا"۔

"جولیا، کیا خیال ہے واپس چلیں، مسٹر براؤن جب اس پاگل کا دماغ درست کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو بہتر یہی ہوگا کہ ہم اسی وقت ان سے ملاقات کریں ــــ!"

"آؤ"۔ جولیا نے جھٹکے دار لہجے میں کہا اور مجھے بازو سے پکڑ کر واپس لے آئی۔ میکے براؤن نے ہمیں روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہم دونوں باہر نکل آئے لیکن اب میرا ذہن ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ جانگ سمبو تورا تک پہنچ گیا تھا، وہ اس کی تلاش میں وہاں تک آیا تھا اور اس کے بعد کے حالات میرے علم میں تھے ــــ!

اب کیا ہونا چاہیے۔ جانگ یقیناً اس بات پر اصرار کرے گا کہ اس کی آنکھوں نے دھوکا نہیں کھایا ہے اور بات بھی سچ تھی، پتا نہیں کیا صورت حال رہی تھی، خیر میں میدان چھوڑ کر تو نہیں بھاگ سکتا تھا، جانگ کیا اس کا باپ بھی آ جائے۔ مجھے اس سے کیا غرض ہو سکتی تھی۔ مجھے اگر جانگ کو قتل کرنے کی ضرورت بھی پیش آ گئی، تو میں اس سے دریغ نہیں کروں گا۔

جولیا مجھے ساتھ لیے ہوئے اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ اس کا چہرہ بری طرح بگڑا ہوا تھا، اپنے کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے مجھے مسہری پر بٹھا دیا اور کہنے لگی۔

"واقعی ــــ واقعی اب ہم لوگ پاگل ہو گئے ہیں۔ گازالی ہم پاگل ہو گئے ہیں۔ براہ کرم پلیز تم اس سلسلے کو ذہن پر بوجھ بنانا۔ میں ــــ میں ڈیڈی سے آخری گفتگو کروں گی اور اس کے بعد میں وعدہ کرتی ہوں کہ اگر ڈیڈی کو نہ سنبھال سکی تو تمہیں بھی روکنے کی کوشش نہیں کروں گی۔ تمہارا جو دل چاہے کرنا، اس کے بعد میں تم پر سے اپنے تمام حقوق ختم کر دوں گی، بھلا یہ کوئی بات ہوئی طریقہ ہے، ڈیڈی تو بالکل ہی پاگل ہو گئے ہیں۔ سنک گئے ہیں وہ بالکل"۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا، جولیا چند لمحوں تک خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"ہائے ڈیئر، پلیز، کچھ پیو گے ــــ؟"

"ہاں جولیا، کچھ پلاؤ مجھے ــــ!"

"میں ابھی ویٹر کو بلاتی ہوں"۔ جولیا نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سامنے ایک عمدہ مشروب سرو کر دیا گیا۔ جولیا نے میرا گلاس بھرا اور پھر اپنے گلاس میں مشروب انڈیل کر اس کی ہلکی ہلکی چسکیاں لینے لگی۔

"یہ آدمی پاگل ہی ہو گیا ہے شاید، کوئی ایسی چوٹ لگ گئی ہے اسے، جس نے اس کا دماغی توازن چھین لیا ہے، یہ سمبو تورا بھلا تمہارا سمبو تورا سے کیا تعلق۔ ویسے گازالی تم تو اس سے کبھی پہلے نہیں ملے ــــ؟"

"جولیا دماغ خراب مت کرو میرا۔ میں ویسے ہی بہت زیادہ متاثر ہو گیا ہوں، یہ شخص جس طرح میرے ساتھ پیش آیا ہے میرا دل چاہ رہا ہے کہ اس کے پورے بدن کو چھلنی کر دوں"۔

"پستول تمہارے پاس ہے، اگر اس کے بعد وہ تم سے کوئی بدتمیزی کرے تو تم اسے قتل کر دینا اور سنو جب تم اسے قتل کر دو گے تو میں بڑے اطمینان سے قتل کا الزام اپنے سر لے لوں گی سمجھے۔ میں خود بھی تمہاری توہین برداشت نہیں کر سکتی ــــ!"

ایک لمحے کے لیے میں نے جولیا کی طرف دیکھا، نجانے کیوں اس وقت جولیا کے ان الفاظ نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا۔ یہ لڑکی واقعی بے لوث ہے اور پاگل پن کی حد تک مجھے چاہتی ہے کیا کروں اس کا۔ کیسے اسے اس کی محبت کا جواب دوں۔

جولیا خاموشی سے گردن جھکائے اپنے مشروب کے گھونٹ لے رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"بس ٹھیک ہے، اب تم اپنے ذہن کو صاف کر لو۔ کس الجھن میں پڑ گئے، لعنت بھیجو ان تمام باتوں پر۔ میں تمہارے ساتھ ہوں، ہم دونوں تفریحات کریں گے، اب دیکھتی ہوں ڈیڈی مجھے کس طرح روکتے ہیں"۔

میں خاموشی سے جولیا کی شکل دیکھتا رہا اور مشروب کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔ پھر میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے جولیا کہ جانگ نامی اس شخص کو اس بات کا خیال کیسے آیا کہ اس کے زخموں کا باعث میں ہوں، اسے یہ غلط فہمی کیوں ہوئی ــــ؟"

"میں کہتی ہوں، مت سوچو اس کے بارے میں"۔

"نہیں جولیا، سوچنا تو پڑے گا، ہم بے چینی سے اس کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ اور وہ آیا تو ایسا ماحول پیدا ہو گیا اس کی یہ غلط فہمی بہر طور رفع ہونی چاہیے وہ میکے براؤن کا آدمی ہے۔ اگر اسے میرے ہاتھوں کوئی نقصان پہنچ گیا تو مجھے اس کا بھی بے حد افسوس ہوگا اس مسئلے کا رفع دفع ہونا ضروری ہے۔ اس کا ذہن صاف کرنا ہمارے لیے انتہائی اہم ہے"۔

جولیا پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس

نے کہا۔

"گویا گازالی تم بھی — تم بھی پوری طرح اس چکر میں پھنسے ہوئے ہو، میں جانتی ہوں، تم خود بھی اُسے نظرانداز نہیں کرنا چاہتے، تم خود بھی اس میں دلچسپی لے رہے ہو، یقین کرو اگر تم بالکل دلچسپی نہ لیتے ان تمام باتوں میں — تو پھر کسی بھی قیمت پر سہی، میں ڈیڈی کو اس سے باز رکھتی۔ بہرطور اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں اس سے نہیں روکوں گی مجھے تم سے دلچسپی ہے۔ تم سے غرض ہے۔ نہ مجھے کسی جانگ سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ڈیڈی کے اس خزانے، جس کے لیے وہ پاگل ہو رہے ہیں" جولیا نے کہا اور خاموش ہو گئی۔

ہم لوگ کافی دیر تک اسی طرح بیٹھے گفتگو کرتے رہے، اس کے بعد میکے براؤن ہی جولیا کے کمرے میں آ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شرمندہ سی مسکراہٹ تھی۔

"میں نے جانگ کی تمام غلط فہمی دور کر دی ہے۔ بھلا اس کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے کہ تم اس کے لیے کسی طرح سے نقصان کا باعث بنو گے اور پھر سمبوتورا سے تمہارا کیا تعلق۔ لیکن مجھے تعجب ہے کہ اُسے یہ غلط فہمی کیوں ہوئی — ؟"

"مسٹر براؤن مجھے کون کون سی احمقانہ حرکتوں کو برداشت کرنا پڑے گا — ؟"

"بھئی اب اس میں میرا قصور تو ہے نہیں، وہ ایسی ہی صورتحال سے دوچار رہا ہے کہ اس کا ذہنی توازن بھی کسی قدر خراب ہو رہا ہے۔ شاید تمہیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ اس کے پانچ ایسے ساتھی مارے گئے ہیں، جن میں دو اس کے چچا کے بیٹے تھے۔ ایسے مارے گئے ہیں وہ کہ حیرت ہوتی ہے۔ ان کے بدن ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ ان کی لاشیں بھی سمیٹی نہیں جا سکیں اور ابھی تک ان کی لاشیں ایک ویرانے میں ایک معبد کے قریب پڑی ہوئیں چیل کوؤں کی غذا بن رہی ہیں۔ جانگ نے جو کہانی سنائی ہے وہ انتہائی حیرتناک ہے، گازالی تم جانگ کی غلط فہمی کو معاف کر دو۔ میں نے اُسے اچھی طرح سمجھا دیا میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ کم از کم وہ تم نہیں ہو سکتے۔ دراصل جس وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ رات تھی۔ ہر چند کہ پوری رات کا چاند فضا میں نکلا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود روشنی اتنی تیز تو نہیں ہوئی کہ انسان شکلوں کو پہچان لے۔ جانگ کو غلط فہمی ہوئی ہے تمہارے بارے میں۔ وہ اب بھی مجھ سے اصرار کر رہا ہے کہ اُسے تمہاری شکل پہچاننے میں غلط فہمی نہیں ہوئی۔ لیکن میں نے اُسے تمہارے بارے میں تمام تفصیل بتا دی ہے اور اس سے یہ کہا ہے کہ تم ہر طرح سے میرے وفادار اور اعتماد کے آدمی ہو۔ بہرطور اب وہ نارمل ہو گیا ہے اور اگر تم چاہو تو وہ تم سے معافی بھی مانگ سکتا ہے۔ میں نے تمہیں بتایا کہ اس کی ذہنی حالت بہت تباہ ہو گئی ہے۔"

"مگر مسٹر براؤن تعجب کی بات ہے۔ اگر اس پر یہ پاگل پن دیر تک سوار رہتا تو آپ، تو سوچیے کہ میرے ہاتھ میں کیا بات رہ جاتی ہے۔ میں بھی کم از کم اپنا دفاع کرنے کا حق تو رکھتا ہوں۔"

"اس کی نوبت میں کبھی نہیں آنے دیتا، تم اسے معاف کر دو۔ میں خود بھی شدید الجھنوں کا شکار ہو گیا ہوں گازالی۔ بعض اوقات تو دل الٹنے لگتا ہے اور میں سوچتا ہوں کہ کہیں ان تمام باتوں کا نتیجہ کسی خطرناک شکل میں نہ ظاہر ہو۔ بہرطور میں تمہیں وہ کہانی سنانا چاہتا ہوں، جو جانگ نے مجھے سنائی ہے، تم اپنے آپ کو نارمل کر لو، کیا پی رہے تھے تم لوگ میرے لیے بھی منگواؤ۔ جولیا بیٹے جانگ کی اس بدتمیزی کو تم بھی نظرانداز کر دو۔ میں جانتا ہوں کہ گازالی کے لیے اس نے جو کچھ کہا ہے وہ تمہیں بھی سخت ناگوار گزرا ہو گا۔ بس میں اس کی ذہنی حالت نارمل کر لوں گا۔ وہ اب تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔ اگر وہ تمہارے سامنے گازالی سے معافی نہیں مانگے گا تو پھر تم دیکھنا میں اس کا کیا حشر کرتا ہوں۔"

جولیا خاموشی سے اٹھی، اس نے ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی کا بٹن دبایا اور اس کے آنے پر مزید مشروب طلب کر لیا، مشروب کے گھونٹ لیتے ہوئے میکے براؤن کہنے لگا۔

"جانگ نے شدید جدوجہد کی تھی۔ سمبوتورا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی۔ نجانے کہاں کہاں بھٹکتا پھرا ہے وہ اور نجانے کس کس طرح معلومات حاصل کرتا رہا ہے۔ اس پراسرار راہب کے بارے میں جس کا سو فیصدی تعلق ویلینی سے ہے، جانگ کو بہت سے شواہد ملے ہیں۔ اس نے تبت کے دیہی علاقوں میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں اور اس پٹی پر سفر کرتا رہا ہے جس پر سمبوتورا چلتا ہوا بالآخر لہاسہ پہنچا ہے۔"

"کیا وہ لہاسہ میں ہے؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"کون۔ سمبوتورا — ؟"

"ہاں۔"

"سو فیصدی، یقیناً — جانگ کی معلومات اس سلسلے [illegible] ناقص نہیں ہیں، کچھ دن پہلے اسے معلوم ہوا تھا کہ سمبوتورا لہا[illegible] پہنچا ہے۔ چنانچہ وہ برق رفتاری سے اس کے نقش پا پر سف[illegible] کرتا ہوا لہاسہ آ گیا۔ لیکن شہر میں داخل ہونے کی بجائے ا[illegible] نے سمبوتورا کی تلاش ان خانقاہوں میں شروع کر دی، جن کے بارے میں اُسے معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ اس کے

بیان کے مطابق کچھ عرصہ قبل سمبوتورا آرتھوڈکس ویلیز کی خانقاہ میں تھا لیکن جب جانگ اس کا پتا لگاتا ہوا آرتھوڈکس ویلیز کی اس خانقاہ میں پہنچا تو سمبوتورا اس دن وہاں سے چلا گیا۔ جانگ دھن کا پکا ہے۔ اس نے وہ سارے راستے بند کر دیے جن کے ذریعہ سمبوتورا لہاسہ سے نکل سکتا تھا۔ وہ لوگوں سے سمبوتورا کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا۔ اور پھر اسے پتا چلا کہ سمبوتورا ایک ویران خانقاہ میں ہے جو لہاسہ کے ایک نواحی علاقے میں واقع ہے دو دن قبل وہ رات کے وقت اس خانقاہ میں پہنچا۔ خانقاہ میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوتا تھا لیکن وہاں موجود شخص کہاں تھا۔ اس کے بارے میں وہ معلوم نہیں کر سکا تو گویا مایوس ہو کر وہ اس خانقاہ سے بھی نکل آیا۔ لیکن پھر اس کے ذہن میں خیال آیا کہ یہاں تہ خانے وغیرہ نہ ہوں۔ اس بار اس کی کوشش کامیاب ہوئی۔ اس نے تہ خانہ تلاش کر لیا۔ لیکن سمبوتورا کو فوراً پتا چل گیا کہ کوئی چند لمحات قبل اس تہ خانے میں داخل ہوا ہے۔ اور پھر اس کا مقابلہ کچھ جادوگروں سے ہوا جن میں ایک سمبوتورا تھا۔"

"اوہ۔ جانگ نے اسے پہچان لیا؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"جانگ اس کے حلیے، اس کی شکل وصورت کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر چکا ہے۔ جانگ کے بیان کے مطابق سمبوتورا کے ساتھ ایک لڑکی اور ایک نوجوان تھا۔ جنہوں نے ان سے جنگ کی۔ سمبوتورا نے کوئی خاص ہتھیار استعمال کیا اور جانگ کے تمام ساتھیوں کو قتل کر دیا۔"

"قتل — ؟" میں نے چونک کر کہا۔

"بھیانک قتل۔ ان کے جسموں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو گئے۔ وہ ہتھیار اس طرح انہیں کاٹتا ہوا گذر گیا جیسے صابن سے تار۔ جانگ خود بھی شدید زخمی ہو گیا اور بے ہوش ہو گیا۔ یہی چیز اس کی زندگی بچانے کا باعث بنی۔ وہ شاید اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے ورنہ جانگ بھی مارا جاتا۔"

میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ سو فیصدی اداکاری تھی۔ میکے براؤن کو ابھی کنٹرول میں رکھنا تھا۔ چند لمحات کے بعد میں نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ سمبوتورا پھر نکل گیا۔"

"ہاں۔ اور اب وہ مزید محتاط ہو جائے گا۔ ویسے جانگ کے پاس بقول اس کے کچھ اطلاعات بھی ہیں۔"

"کیا — ؟"

"ابھی اس نے مجھے نہیں بتایا۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ اگر سمبوتورا اسے نہ بھی ملا تو وہ کام چلا سکتا ہے۔"

"مجھے صرف ایک بات پر تعجب ہے مسٹر براؤن۔ آخر اسے میرے چہرے پر کیوں شک ہوا — ؟"

"ممکن ہے رات ہونے کی وجہ سے وہ صحیح طور پر دیکھ نہ سکا ہو اور اسے تمہارے خدوخال سمبوتورا کے ساتھی جیسے لگے ہوں۔"

"کیا وہ اب بھی اس غلط فہمی کا شکار ہے؟"

"تعجب ہے کہتا ہے اس کی نظریں کبھی دھوکا نہیں کھاتیں لیکن جب میں نے تمہارے بارے میں تفصیل سے گفتگو کی تو کسی قدر حیران ہو گیا ہے۔"

"یہ آپ کا مسئلہ ہے مسٹر براؤن۔ بہرحال آپ کو جانگ کا انتظار تھا وہ آ گیا ہے اب اس سلسلے میں کیا پروگرام ہے۔ میں بھی اب ان پریشان کن واقعات سے بددل ہو گیا ہوں۔"

"ہاں ڈیڈی پلیز۔ اپنے اس شوق کو چھوڑ دیجیے۔ کہیں خزانے کا یہ چکر ہماری زندگیاں ہی نہ لے لے۔" جولیا نے کہا۔

"یہاں تک آیا ہوں جولی۔ تو تھوڑی سی کوشش اور کر لینا چاہتا ہوں۔ براہ کرم مجھے اس سے نہ روکو۔ بہت کچھ ضائع کیا ہے میں نے اس کے لیے۔ مجھے امید ہے کہ تم دونوں میرا ساتھ دو گے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر براؤن۔ لیکن جو کچھ کرنا ہے کر ہی ڈالیے۔ بہت وقت لگ گیا ہے۔"

"بس جانگ کو ٹھیک ہو جانے دو۔ ویسے ان لوگوں کی کیا کیفیت ہے؟"

"کون لوگ؟"

"میری مراد طاہر علی وغیرہ سے ہے۔"

"ٹھیک ہی ہیں بس اندھیرے کے مسافر ہیں میرا خیال ہے وقت ضائع کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کر رہے۔"

"کیوں نہ میدان صاف کر دیا جائے — ؟"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔ اور میکے براؤن ہنسنے لگا۔ "بھئی میری مراد ہے کہ ان لوگوں کو کہیں اور روانہ کیے دیتے ہیں۔ کوئی ایسا چکر چلا دیں کہ وہ راستے سے ہٹ جائیں۔ اب یہاں کی تقدیر ہے کہ وہ کہاں بھٹکتے ہیں۔ لیکن کم از کم وہ ہمارا پیچھا چھوڑ دیں۔"

"میرے خیال میں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ خود ہی بددل ہو کر چلے جائیں گے ویسے آپ کے ذہن میں کیا خیال تھا — ؟"

"تمہارے ذریعہ میں انہیں غلط راستے پر ڈال دیتا۔ تھوڑا بہت سفر کرتے اور پھر بددل ہو کر واپس چلے جاتے۔"

"وہ تین افراد بالکل بے کار ہیں۔ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ بیچارے خود ہی مایوس ہو جائیں گے۔ ہمیں اپنا کام جاری رکھنا چاہیے۔"

"اوکے۔ بہر حال اب تو تم یہیں ہو۔ کوئی الجھن تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ لیکن بہر حال میں ان سے ملاقات کروں گا۔"

"ضرور کرتے رہو۔ ہمیں کسی بھی قیمت پر انھیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔" میکے براؤن چلا گیا۔

دوسرے دن میں طاہر علی کے پاس پہنچ گیا۔ جولیا نے بمشکل پیچھا چھوڑا تھا۔ طاہر علی نے بڑی بے چینی سے میرا استقبال کیا تھا۔ "گویا اب یہ بھی ہوگا۔"

"کیا۔۔۔؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"تم اتنے عرصہ غائب رہو گے۔"

"میں دوہری مصیبت کا شکار ہوں طاہر علی صاحب اس لیے براہ کرم میرا محاسبہ نہ کیجیے۔"

"نہیں، ڈیئر محاسبے کی بات نہیں ہے، لیکن تم انچارج ہو، ہمیں جو حکم دو گے وہی تو کر سکتے ہیں، تمہارے بغیر تو ہم ان تین اندھوں کی مانند ہیں، جن کی لاٹھیاں کھو گئی ہوں بہر حال ایک اطلاع تھی تمہارے لیے جس پر ہم شدید بے چین ہیں اور فوری طور پر تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوششوں میں معروف تھے۔"

"کیا اطلاع ہے؟" میں نے سنبھل کر پوچھا۔

"وہ لڑکی جو ولینی کی ہمشکل تھی اور جو حسن کے گھر میں ایک پُراسرار حیثیت کی حامل رہی ہے، یہاں موجود ہے۔" طاہر علی نے بتایا اور میں اس انکشاف پر اپنے بدن میں سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔

"کیسے معلوم ہوا۔۔۔؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"یہاں ایک عمارت کنٹونا ہاؤس کے نام سے مشہور ہے۔ پرائیویٹ رہائشگاہ ہے اور اس کے ایک حصے میں ہوسٹل بنا ہوا ہے۔ اس وقت وہ اس ہوسٹل کے ایک کمرے میں موجود ہے۔"

"کیا یہ تازہ ترین رپورٹ ہے۔۔۔؟"

"ہاں میں نے خود اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہر چند کہ یہ صرف اتفاق تھا، میں ڈیمپلز اسٹورز سے کچھ خریداری کر رہا تھا کہ وہ اسٹور میں داخل ہوئی اور وہیں سے میں نے اُس کا تعاقب کنٹونا ہاؤس تک کیا اور اس کے بارے میں تمام معلومات حاصل کیں۔ کنٹونا ہاؤس میں وہ کسی بوڑھے آدمی کے ساتھ مقیم ہے۔"

"یہ ملاقات کب ہوئی تھی آپ سے؟" میں نے سوال کیا۔

"بھئی کل شام کو، پانچ ساڑھے پانچ بجے کا وقت تھا، بس یونہی آوارہ گردی کرنے نکل گیا تھا میں۔ کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔"

"تو پھر آپ نے اس سلسلے میں مزید کوئی کارروائی کی؟"

"صرف ایک۔" طاہر علی نے جواب دیا۔

"وہ کیا۔۔۔؟"

"فوری طور پر چانگ لی سے رابطہ قائم کیا اور اُس سے کہا کہ وہ اپنے کچھ اہم لوگوں کو کنٹونا ہاؤس بھیج دے اور اس لڑکی اور اس کے ساتھی کی نگرانی کرے۔"

"تو پھر۔۔۔؟"

"وہ لوگ وہاں مقیم ہیں، مجھے اطلاعات مل رہی ہیں، ابھی تک وہ وہیں ہیں۔"

"گڈ۔ اس کا مقصد ہے طاہر علی صاحب آپ نے واقعی کام کیا ہے۔"

"مذاق مت اڑاؤ بھئی۔ یہ بھی کوئی کام ہے۔ البتہ کیا اُس لڑکی کی شخصیت ہمارے لیے پُراسرار نہیں ہے۔۔۔؟"

"بے شک ہے، اب آپ کا کیا خیال ہے، کیا اُس سے ملاقات کی جائے۔۔۔؟"

"کیا ملاقات کرنا مناسب ہوگا؟"

"کم از کم یہ اندازہ تو ہو کہ اُس کا اپنا کیا چکر چلا ہوا ہے۔ اور وہ اس سلسلے میں کیا کر رہی ہے؟ اگر وہ ہمارے ہی راستوں کی راہی ہے تو پھر ہم اس کا ساتھ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔"

"اگر ایسی بات ہے اور تم بہتر سمجھتے ہو تو مل لو، لیکن کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ لڑکی جس طرح وہاں سے فرار ہوئی اور جس طرح اُس کی شخصیت پُراسرار ہے آخر اس کے پیچھے کچھ نہ کچھ تو ضرور ہوگا۔ وہ ہم سے فرار ہونے کی کوشش نہ کرے، یا ہمیں کوئی نقصان پہنچانا نہ چاہے۔"

"ایسا نہیں ہوگا طاہر علی صاحب۔" میں نے جواب دیا

"تو پھر کیا پروگرام ہے۔۔۔؟"

"کچھ نہیں۔ میں اس سے ملاقات کروں گا لیکن تنہا اور اس انداز میں کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو سکے۔"

طاہر علی کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ کرنل آسٹر خاموشی سے الوؤں کی طرح بیٹھے ہوئے میری شکل دیکھ رہے تھے۔ نجانے کیوں ان لوگوں پر مجھے بہت رحم آیا۔ تینوں بے یار و مددگار بوڑھے جو خزانے کا حصول چاہتے تھے اور جس کے لیے ایسی تگ و دو میں مصروف تھے جو بالکل بے مقصد تھی۔ انہوں نے مجھ پر بھروسہ کیا تھا جب کہ میں خود بھی

ابھی اندھیروں میں بھٹک رہا تھا میری ذرا سی لغزش ان کے لیے عذاب بن جاتی۔ کیا کروں ان لوگوں کے لیے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ یہ اپنی دنیا میں واپس چلے جائیں اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ لیکن یہ بھی احمقانہ بات تھی۔ اگر وہ لوگ مجھ سے بھی یہی سوال کریں تو میں انہیں کیا جواب دوں گا۔

بہر طور کچھ بھی تھا۔ میں ان لوگوں کو چھوڑنا پسند نہیں کرتا تھا۔ خزانہ اگر نہ ملے تو بہر طور یہ سب کچھ تقدیر ہوگی اصل صورتحال سے ان لوگوں کو آگاہ کرنا بھی میرے لیے خطرناک تھا۔ لیکن طاہر علی البتہ بہت کارآمد تھے ساور وہ کچھ نہ کچھ کر ہی رہے تھے۔ میں نے طاہر علی سے تھوڑی دیر تک گفتگو کی اور اس کے بعد وہاں سے اٹھ گیا۔ میں نے کہا تھا کہ میں اس لڑکی سے ملاقات کرنے کی کوشش کروں گا۔

"واپسی میں یہیں آؤ گے۔۔۔؟"

"نہیں اس وقت میں، میکے براؤن کے ساتھ مقیم ہوں۔ کچھ ایسی ہی صورت حال پیش آ گئی ہے۔"

"ہوں۔" طاہر علی نے کہا اور پھر بولے۔ "بہر طور چیف ہم تو صرف تمہاری ہی جانب نگران ہیں، جیسا تم پسند کرو۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"اوکے سر۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ان سے رخصت ہو کر نکل آیا۔ انتہائی احتیاط برتنی تھی مجھے میکے براؤن جیسے شیطان صفت آدمی سے کوئی بات بعید نہیں تھی کہ اس نے اب بھی میرے بارے میں کیا کیا سوچ رکھا ہوگا اور کس کس طرح میری مصروفیات جاننے میں کوشاں ہوگا۔ بظاہر یوں لگتا تھا جیسے اسے جانگ کی بات پر یقین نہیں آیا ہے۔ لیکن درپردہ کیا ہے۔ یہ تو وہی جانتا تھا۔ جانگ نے مجھے پہچان لیا تھا۔ میں بھی اس وقت اس موڈ میں تھا کہ کسی بھی طرح جانگ کا شبہ رفع ہو جائے تاکہ مجھے میکے براؤن کا ساتھ بھی نہ چھوڑنا پڑے، کیونکہ بہر طور ابھی مجھے اُس کی ضرورت تھی۔ اور اس کے علاوہ ندرت کا معاملہ بھی تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ندرت مجھ سے کیا چاہتی ہے۔ اس وقت تو حالات وقتی طور پر ایک انوکھا رخ اختیار کر گئے تھے اس لیے ندرت اور ممبو تورا اپنی بات پوری نہیں کر سکے تھے۔ لیکن اب ان سے ملاقات کرنا ضروری تھا۔

طاہر علی کے اس انکشاف نے بلاشبہ مجھے مسرور کر دیا تھا۔ کافی دیر تک میں ادھر اُدھر آوارہ گردی کرتا رہا۔ ایک بار ایک ریسٹوران میں بھی داخل ہوا اور اس کے بعد اس کا عقبی دروازہ تلاش کر کے پیچھے سے نکل گیا۔ مقصد یہی تھا کہ اگر کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے تو اُسے ڈاج دے دیا جائے اور جب مجھے مکمل طور پر یقین ہو گیا کہ میں بالکل آزاد ہوں اور کوئی میرے تعاقب میں نہیں ہے تو پھر میں نے کینٹونا ہاؤس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔

طاہر علی صاحب نے مجھے اس کے جائے وقوع کے بارے میں بتایا تھا۔ لیکن اس کے باوجود دو تین آدمیوں سے پوچھتا ہوا میں کینٹونا ہاؤس پہنچ گیا۔

عجیب عمارت تھی، بالکل یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی مصور نے تصویر بنا کر کھڑی کر دی ہو۔ کچھ انوکھے معاملات تھے اس کے۔ یہاں دفاتر بھی تھے، ہوسٹل بھی تھا اور ایسی ہی کچھ چیزیں بھی۔ رات کے اس حصے میں وہاں مکمل تاریکی اور سناٹے کا راج تھا۔ سوائے دو گورکھوں کے جو پہرہ دے رہے تھے۔ میں ان کی نگاہ بچا کر اندر داخل ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ یہ کام بہت زیادہ مشکل نہیں تھا۔ کیونکہ یہاں شاید ان تمام چیزوں کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی تھی۔ پہرہ بھی صرف عمارت کے ضوابط میں سے ہوگا، ورنہ شاید یہ بھی نہ ہوتا۔

اندر داخل ہونے کے بعد میں نے ہوسٹل کا وہ کمرہ تلاش کیا جس کی طاہر علی نے نشاندہی کی تھی۔ مجھے باہر یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ چانگ لی کے آدمی کہاں اور کس جگہ تعینات ہیں اور کس طرح ندرت کی نگرانی کر رہے ہیں۔ لیکن بہر طور مجھے ان کی نگاہوں سے بھی پوشیدہ رہنا پڑا تھا۔ میں اس کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا جس میں طاہر علی کے بیان کے مطابق وہ دونوں موجود تھے۔ دروازے کے دوسری طرف سے ہلکی ہلکی روشنی جھانک رہی تھی۔ اس کا مقصد تھا کہ وہاں کے مکین اندر ہی موجود ہیں۔ ہلکی سی دستک دینے کے بعد میں چند لمحات انتظار کرتا رہا۔ دوسری بار دستک دی تو دروازہ آہستہ سے کھل گیا۔ لیکن کسی نے باہر نہیں جھانکا تھا۔ میں نے ایک بار پھر دستک دی تو ندرت کی شکل نظر آئی۔

"ہیلو ندرت۔۔۔؟" میں نے کہا اور ندرت بری طرح اچھل پڑی۔

"اوہ تم۔۔۔ تم۔۔۔ آ جاؤ۔۔۔ اندر آ جاؤ۔" اس نے شدید متحیرانہ انداز میں کہا اور میں مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ ندرت نے جلدی سے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ کمرہ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ اس میں بستر پر ایک شخص دراز تھا، سلیپنگ سوٹ میں ملبوس اس شخص کو میں نے اچھی طرح پہچان لیا۔ ممبو تورا ہی تھا لیکن بالکل ہی بدلے ہوئے روپ میں۔ ندرت نے دروازہ

بند کرنے کے بعد پلٹی اور میرا بازو پکڑ کر بولی" بائی تورا سا۔ بائی تورا سا"

"کیا۔۔۔؟" میں نے سوال کیا۔

"میں تو کہتی ہوں تم نے اس وقت مجھے حیران کر دیا۔ گازالی۔ بہت حیران کر دیا"

سمبوتورا بھی اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اس نے مجھے دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔" آؤ، مسٹر گازالی آؤ، پلیز" وہ بولا اور میں سامنے صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔

"تمہارا کیا خیال تھا ندرت کیا تم ہی مجھے تلاش کر سکتی تھیں، میں تمہیں سونگھتا ہوا یہاں تک نہیں آسکتا تھا؟" میں نے کہا اور ندرت مسکرا دی۔" مجھے واقعی بہت حیرت ہوئی ہے" اس نے کہا۔

"بہر طور، دیکھ لو میں تمہارے پاس پہنچ گیا"

"تمہاری طبیعت تو بالکل ٹھیک ہے نا میرا مطلب ہے اس رات کے واقعات نے۔۔۔؟"

"ہاں جسمانی طور پر تو بالکل ٹھیک ہوں، لیکن ذہنی طور پر بہت خراب ہو رہا ہوں"

"میں شاید چوبیس گھنٹے کے اندر اندر تم سے دوبارہ مل لیتی۔ دراصل ہم لوگوں کے پاس کوئی صحیح ٹھکانہ نہیں تھا۔ کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں ہم قدم جما سکیں، خانقاہوں میں ہمارے لیے اب کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔ کیونکہ ہمارے دشمن ہمیں وہیں تلاش کر رہے ہیں۔ خاص طور سے وائی مین کے بارے میں ان لوگوں کا خیال ہے کہ وہ فطرتاً راہب ہے اور کسی خانقاہ میں ہی پایا جا سکتا ہے چنانچہ میں نے بڑی مشکل سے یہ جگہ حاصل اور اب ہم تم سے وہیں ملاقات کرنے والے تھے"

"یقیناً، تم غلط نہیں کہہ رہی ہو گی ندرت، بہر طور۔ میں یہاں پہنچ گیا"

"سب سے پہلے میں یہ سوال کروں گی کہ تم یہاں کیسے پہنچے؟" ندرت نے پوچھا۔ وہ انگریزی زبان بول رہی تھی اس لیے بہت شستہ اور رواں تھی۔

"ندرت تم یہاں لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رہیں، کچھ لوگوں نے تمہیں یہاں بھی دیکھ لیا ہے اور انہوں نے ہی میری یہاں تک رہنمائی کی ہے"

"اوہ کون ہیں وہ۔۔۔؟" ندرت نے پوچھا سمبوتورا بھی چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔

"ایسے لوگ نہیں ہیں جو تمہارے لیے نقصان دہ ہوں لیکن بہر طور۔۔۔ میری مراد ہے کہ طاہر علی وغیرہ تمہیں دیکھ چکے ہیں۔ تم شاید کسی اسٹور میں خریداری کر رہی تھیں، وہاں سے طاہر علی نے تمہیں دیکھا اور تمہارا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گیا"

"ٹھیک، یقیناً ایسا ہوا ہو گا۔ میں اسٹور میں خریداری کرنے کے لیے گئی تھی، یقیناً انہوں نے مجھے دیکھ لیا ہو گا" ندرت نے جواب دیا پھر بولی" طاہر علی میرے لیے خطرناک تو نہیں ہو سکتے۔۔۔؟"

"نہیں۔ ویسے بھی ان لوگوں کی تو تم فکر ہی مت کرو اور کسی نے، میرا خیال ہے تمہیں اب تک نہیں دیکھا۔۔۔!"

"تم اپنی سناؤ کس پوزیشن میں ہو؟" ندرت نے کہا۔

"تم سے اس دن گفتگو ادھوری رہ گئی تھی اس لیے پریشان ہوں۔ کیا تم یہ بات جان سکیں کہ وہ حملہ آور کون تھے۔۔۔؟" میں نے کہا۔

"ان کے بارے میں ہائیسا نہیں بتا سکتی، البتہ میں تمہیں بتا دوں، وہ کچھ پراسرار لوگ ہیں، ان میں ایک طویل القامت تبتی تھا اور باقی اس کے ساتھی۔ ان لوگوں نے کئی جگہ مجھے ڈسٹرب کیا، میں انسانوں کی زندگی سے کھیلنے کا شوقین نہیں ہوں، لیکن جب صورت حال ناگزیر ہو جائے تو پھر کچھ نہ کچھ عمل تو کرنا ہی ہوتا ہے، چنانچہ میں نے ان لوگوں کو قتل کر دیا حالانکہ یہ اچھی بات نہیں تھی" سمبوتورا کے لہجے میں افسردگی جھلک رہی تھی۔

"نہیں مسٹر سمبوتورا، اگر آپ ان لوگوں کو قتل نہ کرتے تو وہ آپ کے لیے بہت بڑی مصیبت بن سکتے تھے، آپ کو شاید علم نہیں ہے کہ جانگ بہت دور سے آپ کا تعاقب کر رہا ہے اور لہاسہ تک آپ کے پیچھے لگا آیا ہے"

"کون جانگ۔۔۔!" سمبوتورا نے چونک کر پوچھا۔

"وہی آدمی، جس کے ساتھیوں سے آپ کی جنگ ہوئی تھی۔ اس سے پہلے وہ آپ کو خانقاہ میں تلاش کر کے باہر نکل چکے تھے۔ لیکن پھر اُن کے ذہن میں یہ بات آئی کہ شاید وہاں کوئی تہ خانہ وغیرہ نہ ہو، چونکہ میرا خیال یہ ہے کہ جانگ بڑی باریک بینی سے آپ کا جائزہ لے رہا ہے، چنانچہ وہ وہاں پہنچ گیا"

"تمہیں۔ تمہیں یہ تمام باتیں کیسے معلوم ہوئیں۔۔۔؟"

"اس لیے کہ جانگ زندہ بچ گیا ہے"

"ان لوگوں میں سے کوئی زندہ بچ گیا ہے، جن سے ہماری جنگ ہوئی تھی۔۔۔؟"

"ہاں۔ اور وہی شخص ان کا سربراہ ہے"

"مجھے تعجب ہے" سمبوتورا نے جواب دیا اور پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے فوراً ہی ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں مسٹر وائی مین، مجھے آپ ان نگاہوں سے نہیں دیکھیں میری گواہی ہائیسا دے گی"

"اوہ نہیں۔ ایسی بات نہیں۔ ایسی بات نہیں۔ میں تو تمہاری معلومات پر حیران ہوں"

"جانگ جن لوگوں کا ساتھی ہے، وہ مجھے بھی اپنا ساتھی سمجھتے ہیں اور ندرت تم اُس شخص کو جانتی ہو۔ میکے براؤن جن کی لڑکی جولیا، حسن صاحب کی کوٹھی میں ہمارے ساتھ آکر رہی تھی، تم نے یہ بھی اندازہ لگا لیا ہو گا اس رات کہ میکے براؤن خود بھی گومین کی تاک میں تھا"

"اوہ ٹھیک ٹھیک، تو جانگ اس کا آدمی تھا؟" ندرت نے پوچھا۔

"ہاں اس کے تمام ساتھی مر گئے، لیکن وہ صرف زخمی ہو گیا تھا، اور بالآخر وہ واپس اپنی جگہ پہنچ گیا اور اب تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہے"

"مگر۔ مگر" ندرت نے پرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا اور پھر سمبوتورا کی طرف دیکھ کر کسی نامعلوم زبان میں گفتگو کرنے لگی۔

"یہ غلط ہے ندرت۔ کون سی ایسی بات ہے جو تم مجھ سے چھپانا چاہتی ہو۔۔۔؟"

"نہیں نہیں پلیز، مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں یہی کہہ رہی تھی کہ میکے براؤن کیا شخصیت ہے، میں وائی مین کو اس کے بارے میں تفصیلات بتا رہی تھی"

"ہوں، ہماری اور تمہاری گفتگو ادھوری رہ گئی تھی۔ ندرت البتہ ایک سوال درمیان میں اور ہے وہ یہ کہ میں اُس خانقاہ کے سامنے خیمے میں کیوں موجود تھا۔۔۔؟"

"تم شدید تکلیف کا شکار تھے اور اگر وائی مین آکوپنکچر سے تمہارا فوری علاج نہ کر دیتا تو شاید تم ایک آدھ مہینے تک بستر پر ہی پڑے رہتے مسٹر گازالی۔۔۔!"

"آکوپنکچر۔۔۔؟"

"ہاں۔ کیا تم نے ہوش میں آنے کے بعد اپنے جسم کے مختلف حصوں میں سوئیاں چبھی ہوئی محسوس نہیں کیں۔ یہ ایک چینی طریقہ علاج ہے، اور اس کے ذریعے تمہیں طور پر اُس شدید تکلیف سے آزاد کر دیا گیا جو بعد میں تمہیں نڈھال کر دیتی۔ سمبوتورا تو اس وقت تمہارے لیے اتنا ہی کر سکتا تھا، چونکہ ہمارے پاس خود اپنے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ ایسی حالت میں ہم نے تمہیں وہاں سے اٹھایا اور خانقاہ کے اس خیمے میں لے گئے، ہمیں یقین تھا کہ تم وہاں سے اپنی منزل پر واپس لوٹ آؤ گے۔ کیونکہ خانقاہ کا انتخاب غلط نہیں کیا گیا تھا، وہ شہر سے زیادہ دور نہیں تھی" ندرت نے جواب دیا۔

میں واقعی حیران رہ گیا تھا، گویا ان سوئیوں کے ذریعے میرا علاج کرنے کی کوشش کی گئی تھی، انوکھا اور عجیب طریقہ علاج تھا، جس نے واقعی مجھے میری کسی تکلیف کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔ بہر حال میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر میں نے ندرت سے کہا۔" تو اب تم مجھے تلاش کرنا چاہتی تھیں۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ تمہارے سلسلے میں ہمارا پروگرام ملتوی تو نہیں ہوا، یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ ہمیں اپنے دشمن کے بارے میں پتا چل گیا، اب ہم اس پر براہ راست نگاہ رکھیں گے۔ جانگ بتایا تم نے اس شخص کا نام۔ تبت کا باشندہ ہے نا۔۔۔؟"

"ہاں۔ میکے براؤن اُسے فرانس کی ایک جیل سے رہا کرا کے لایا ہے، جہاں وہ کسی جرم میں قید تھا، لیکن اب وہ میکے براؤن کا ساتھی ہے، خاصا خطرناک ہے"

"یقیناً۔ کئی بار وہ مسٹر سمبوتورا یا وائی مین کے بیان کے مطابق اُن تک پہنچا اور وہ اسے دھوکا دے کر وہاں سے نکل بھاگے۔ دراصل وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی سے براہ راست ان کی مڈبھیڑ ہو"

"چلو ٹھیک ہے، یہ مسئلہ تو ختم ہو گیا۔ اب یہ بتاؤ ندرت آئندہ پروگرام کیا ہے۔۔۔؟"

"بات تو ہماری ادھوری رہ گئی تھی گازالی۔ دراصل ہم تم سے ایسی امداد چاہتے ہیں، جو ہمارے مقصد کی تکمیل میں معاون ثابت ہو سکے"

"سب سے پہلی بات تو میں تم سے یہ پوچھوں گا ندرت کہ تمہارا مقصد کیا ہے۔۔۔؟"

"دیکھو گازالی، بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں انسان اپنے سب سے قریبی دوستوں سے بھی چھپنے کی کوشش کرتا ہے، تم ایک سچے اور اچھے انسان کی حیثیت سے اگر مجھ پر یقین کر سکتے ہو تو صرف اس بات پر یقین کر لو کہ ہم لوگ کوئی جرم نہیں کر رہے، ہم مجرم نہیں ہیں، ہم مصیبتوں کا شکار ہیں اور اپنی ان مصیبتوں کو رفع کرنا چاہتے ہیں ہم اپنی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہیں، ہم کھوئے ہوئے ہیں گازالی، ہم کھوئے ہوئے ہیں۔ ہم سے وہ سب کچھ چھوٹ گیا ہے جو ہمارا اپنا تھا اور ہم دوبارہ اُس کے حصول کے لیے سرگرداں ہیں اور اس سلسلے میں ہمیں تمہاری مدد درکار ہے"

"وہ سب کچھ کیا تھا جو تم سے چھین لیا گیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"افسوس اس بارے میں ابھی تمہیں کچھ نہیں بتایا جا سکتا، کیوں وائی مین اگر میں غلط گفتگو کر رہی ہوں، تو تم اس میں مداخلت کر سکتے ہو" ندرت نے سمبو تورا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں دیوی تمہارا کہنا درست ہے" وائی مین افسردگی سے بولا۔

"اچھا یہ بتاؤ، دلیپنی سے تم لوگوں کا کیا تعلق ہے؟" میں نے سوال کیا اور ندرت سمبو تورا کی طرف دیکھنے لگی تب سمبو تورا گلا صاف کر کے بولا۔ "دلیپنی ہم میں سے ایک ہے، وہ ہماری ساتھی ہے ایک ذہین ساتھی۔ لیکن بے شمار مسائل ہیں ہمارے سامنے، اگر کوئی ایک بات ہوتی تو شاید ہم اپنی ذہانتوں سے اُس پر قابو پا لیتے، لیکن ہم۔ ہم الگ جاتے ہیں، الجھ جاتے ہیں ہم لوگ۔ ہم وہ سب کچھ نہیں کر سکتے، جو کرنا چاہتے ہیں۔ دلیپنی کے بارے میں، تم نے جو پوچھا ہے تو تم یوں سمجھو کہ اگر دلیپنی کے بارے میں تمہارے پاس کچھ معلومات ہیں تو بالکل ٹھیک ہیں۔"

"مونٹ سوراٹ کے خزانے کی کیا تفصیل ہے، مجھے یقین ہے مسٹر وائی مین کہ تم اس سے انحراف نہیں کرو گے، تم جانتے ہو کہ تم نے اس سے پہلے بھی ایک یوریشین آدمی کو اس خزانے میں سے کچھ حصہ دے کر کہا تھا کہ وہ گومین کو تلاش کرے۔ وہ آدمی گرفتار ہوا، اس خزانے کی جانچ پڑتال ہوئی تو پتا چل گیا کہ یہ خزانہ وہی ہے، جو اٹلی کی پہاڑیوں میں مدفون تھا، اس کا مطلب ہے کہ تم خزانے سے واقف ہو۔ میں کم از کم اتنا حق تو رکھتا ہوں کہ تم سے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کر لوں، یہ بات بھی جان لو مسٹر وائی مین کہ میں، میکے براؤن، شاید کچھ دوسرے لوگ میرے اپنے چند ساتھی یہ سب کے سب مونٹ سوراٹ کے اس خزانے کی فکر میں سرگرداں ہیں جو اٹلی میں مدفون تھا اور یہ ساری کارروائیاں اسی سلسلے میں ہو رہی ہیں۔

"حالات کا تجزیہ اس بات کی یقین دہانی کرا چکا ہے کہ مسٹر وائی مین تم بھی اور دلیپنی خود بھی اس خزانے سے اچھی طرح واقف ہے۔ مجھے سب سے پہلے اس بات کا جواب چاہیے کہ کیا خزانہ مونٹ سوراٹ کی پہاڑیوں سے نکال لیا گیا ہے؟" میں نے کہا۔

سمبو تورا مسکرانے لگا اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں۔ وہ خزانہ اب وہاں نہیں ہے جو لوگ آج تک اسے وہاں سمجھتے ہیں وہ بے وقوف ہیں۔ خزانہ تو دلیپنی پہلے ہی نکال چکی تھی کیونکہ ہمارا مشن اس کے بغیر نامکمل تھا۔"

"گویا وہ خزانہ اب دلیپنی کی تحویل میں ہے؟"

"بے شک۔ دلیپنی اُسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر رہی ہے۔" وہ بولا۔

"تو یہ تمام لوگ اگر دلیپنی کی تلاش میں سرگرداں ہیں تو غلط نہیں ہیں؟"

"یقیناً۔"

"دوسری بات یہ مسٹر وائی مین کہ کیا آپ دلیپنی کی رہائشگاہ سے واقف ہیں؟"

"ہاں۔ اچھی طرح واقف ہوں۔" سمبو تورا یا وائی مین نے جواب دیا اور ایک لمحے کے لیے میں خاموش ہو گیا یہ انکشاف بلاشبہ میرے لیے بہت ہی سنسنی خیز تھا۔ اگر سمبو تورا کی شخصیت اور اس کے ان الفاظ کے بارے میں میکے براؤن، طاہر علی، یا دوسرے لوگوں کو علم ہو جائے تو اس کے بعد وہ سمبو تورا کے لیے پاگل ہو جائیں گے اور وہ سب کچھ کر بیٹھیں گے جو شاید سمبو تورا کے تصور میں بھی نہ ہو۔ سمبو تورا میرے چہرے پر میرے خیالات تلاش کر رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "میں بھی ان تمام حقیقتوں سے واقف ہوں غزالی۔ بلاشبہ میں جانتا ہوں کہ یہ بات اگر خزانے کی تلاش میں پاگل ہونے والوں کو پتا چل جائے تو وہ میری زندگی کے گاہک بن جائیں۔ تم پر یہ بھروسہ بلا وجہ نہیں کیا گیا۔ ہائیسا مجھے تمہارے بارے میں جو کچھ بتا چکی ہے اس سے میں تمہاری شخصیت کا اندازہ لگا لیا ہے۔ میں بھی تم سے ایک سوال کروں گا۔"

"جی مسٹر سمبو تورا۔" میں نے کہا۔

"تم بھی خزانے کے چاہنے والوں میں سے ایک ہو۔"

"ہاں۔ میں اس سے انحراف نہیں کروں گا۔"

"خزانہ۔ میں تمہیں دوں گا۔ ہماری نگاہوں میں سونے کے ان انباروں اور چمکتے ہوئے پتھروں کی کوئی قیمت نہیں ہے ہم انھیں مجبوراً اپنی تحویل میں رکھ کر لوگوں کی دشمنیاں مول لے رہے ہیں کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ ان کے بغیر ہم اپنے مقصد کی تکمیل کس طرح کر سکتے ہیں۔ یہی ایک ذریعہ ہے جو ہمیں ہمارے راستوں کی سمت لے جاتا ہے اور اسی ذریعے سے ہم پورا پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ دلیپنی ان حالات کے بارے میں ہم سب سے زیادہ اچھی طرح جانتی ہے چونکہ وہ طویل تجربہ رکھتی ہے۔"

میں خاموشی سے سمبو تورا اور ندرت کی شکل دیکھ رہا تھا حقیقتاً یہ الفاظ سننے کے بعد میری ذہنی کیفیت بھی عجیب سی

ہو گئی تھی۔ میں ایک عجیب سے احساس کا شکار ہو گیا تھا۔ آخر ان لوگوں کا مشن کیا ہے۔ گویا خزانہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا دلیپنی یا سمبو تورا کی نگاہ میں۔ وہ لوگ کسی ایسے مقصد کے لیے کام کر رہے ہیں جو خزانے سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ کیا مقصد ہے وہ؟ میں بہت کچھ سوچتا رہا۔

سمبو تورا اور ندرت خاموشی سے میری شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر سمبو تورا نے کہا۔ "آہستہ آہستہ تمہیں ہمارے بارے میں تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔ اس سے قبل بھی چند لوگوں کو ہم نے اپنا رازدار بنانے کی کوشش کی لیکن وہ غلط راستوں کی طرف بھٹک گئے اور ہمیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ دراصل وہ لوگ یہ بات تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں تھے کہ۔۔۔ سمبو تورا دفعتاً خاموش ہو گیا۔ شاید اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ گفتگو میں بہک کر کوئی اہم بات کہنے جا رہا ہے۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔ "اور اب ہم نے تم پر بھروسہ کیا ہے۔ اب ہم نے اپنے خصوصی مقاصد کے لیے تمہاری ذہانتوں کا سہارا لیا ہے۔ ہماری مدد کرو۔ نوجوان دوست ہماری مدد کرو۔ جہاں تک رہی خزانے کی بات تو تم سے اس بات کا وعدہ کیا جاتا ہے کہ اتنا بڑا خزانہ تمہیں دے دیا جائے گا کہ تم ساری زندگی عیش سے بسر کر سکو۔ یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔"

"نہیں سمبو تورا۔ بات جب مدد کی آ جاتی ہے تو پھر لالچ بے مقصد ہو جاتا ہے۔ ندرت یا ہائیسا تمہیں یہ بات بتا چکی ہے کہ میں بے غرض انسان ہوں۔ یقیناً ہماری ضروریات ہوتی ہیں لیکن کچھ اور خزانے ہمارے دلوں میں پوشیدہ رہتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم ان سے واقف ہو جائیں۔"

سمبو تورا متاثر نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔ "یقیناً۔ تم ہماری مدد کر سکتے ہو غزالی۔ ہمیں تمہارے ہی جیسے کسی ذہین اور باعمل نوجوان کی ضرورت تھی۔ تم یقیناً یہ بات بھی سوچ سکتے ہو اور آئندہ بھی تمہیں اس کا احساس ہوگا کہ آخر ہم اپنی ذہانتوں پر انحصار کیوں نہیں کر سکتے لیکن وقت ہی تمہیں یہ بھی بتا دے گا کہ ایسا کیوں نہیں ہو سکا۔ کیا خیال ہے تمہارا۔ کیا تم ہماری امداد پر آمادہ ہو۔ یہی وہ مقصد تھا جس کے لیے ہائیسا تمہیں خانقاہ لائی تھی اور یہی بات میں تم سے اس جگہ کہنا چاہتا تھا جب کچھ لوگوں نے ہماری تمہاری گفتگو میں مداخلت کی تھی۔

"مسٹر وائی مین اگر آپ مجھ پر اس حد تک اعتماد کر سکتے ہیں تو پھر میری طرف سے آپ جواب سن لیں میں ہر طرح آپ کی امداد کے لیے تیار ہوں، جو خدمت آپ لوگ میرے سپرد کریں گے میں اسے بخوشی انجام دوں گا اور اس کے نتیجے میں، میں کسی خزانے کا طالب نہیں ہوں۔ میں دراصل اپنے طور پر عجیب و غریب حالات کا شکار ہوں جن کی تفصیل میں آپ کو نہیں بتاؤں گا کہ اس میں میرا لا ولج جھلکنے لگے گا بس یوں سمجھیے کہ تنہا زندگی گزار رہا ہوں۔ اگر آپ کے لیے کچھ کر سکا تو مجھے روحانی خوشی نصیب ہوگی اور یہی روحانی خوشی میرا خزانہ ہے۔"

سمبو تورا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ میرے قریب پہنچ کر اس نے میرے دونوں کاندھوں پر ہاتھ رکھے اور میرا سر جھکا کر میری پیشانی چوم لی۔ "ہمارا مقصد تمہارے ذریعے حل ہو یا نہ ہو لیکن ایک اچھے انسان کا احترام اور اس سے محبت ہمارے سینے میں بھی موجزن ہے اور ہم تمہارے ان قیمتی الفاظ کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ نوجوان دوست کسی طور ہم سے بددل نہ ہونا۔ واقعات آہستہ آہستہ خود بخود تمہارے سامنے کھلتے رہیں گے اور یہی تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ تمام حقیقتوں کو جاننے کے بعد تمہارے دل میں تجسس ختم ہو جائے گا اور تم شاید ان راستوں پر بھٹک جاؤ جو تمہارا ذہن تمہیں دے اس لیے آہستہ آہستہ ہم واقعات تمہارے علم میں لاتے رہیں گے تاکہ تمہاری دلچسپی برقرار رہے۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو گویا اب تم ہم میں سے ایک ہو اور ہم تم پر مکمل اعتماد کر سکتے ہیں؟"

"یقیناً میں تمہارے اعتماد کو قطعی دھوکا نہیں دوں گا۔"

"ہمارے بے شمار دشمن ہمارے اردگرد بکھرے ہوئے ہیں۔ میں دراصل گومین کو سب سے پہلے تلاش کرنے کا خواہش مند ہوں۔ گومین کے بغیر ہمارے تمام مقصد بے مقصد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ دلیپی جاپان میں گومین کا علاج کرانے کی کوشش کر رہی تھی کہ گومین کو اغوا کر لیا گیا اور وہیں سے ہمارا سارا کھیل بگڑ گیا۔

"اوہ۔ کیا آپ کو علم ہے کہ گومین کو جاپان سے کس نے اغوا کیا؟"

"ہاں۔ ہائیسا نے مجھے تفصیل بتائی تھی۔ ولاڈی واسکاٹ کی ڈائری میں جو تفصیلات درج تھیں۔ ان کے تحت گومین کچھ لوگوں کے علم میں آیا۔ لیکن اس سے پہلے ہی گومین کو تمہارے ہی خطۂ زمین کے کچھ لوگوں نے اپنی تحویل میں رکھا اور اس سے اس کے بارے میں حالات معلوم کرنے کے لیے اس پر ایسا تشدد کیا کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا۔ انہوں نے اس کے دماغی خلیوں کو ایٹمی شعاعوں کے ذریعے منتشر کر کے اس کی

زندگی کا راز پانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ان خلیوں کو اس انداز میں متحرک نہ کر سکے کہ ان سے وہ گومین کی حقیقت جان لیتے البتہ انہیں تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور گومین ایک شدید ذہنی بیماری کا شکار ہو گیا۔ وہ ہمارے لیے جتنا قیمتی ہے تم اس کا تصور نہیں کر سکتے یوں سمجھو کہ ہمارے مشن کا دارومدار اس کی ذات پر ہے۔ گومین ہمارے ہاتھ لگ جائے تو اس کے بعد ہم اپنی زندگی کا دوسرا مرحلہ شروع کریں۔ بڑی لمبی اور پر پیچ کہانی ہے یہ۔ میں نے تم سے کہا تھا گازالی کہ میں تمہیں یہ کہانی بتدریج سناتا رہوں گا۔"

"تم لوگوں نے مجھ سے ایک بات کہی تھی مسٹر وائی مین کہ تم سونگھ کر اپنے ساتھیوں کی سمت کا اندازہ کر سکتے ہو۔ کیا گومین کے بارے میں تمہیں یہ اندازہ نہیں ہے کہ وہ تبت میں موجود ہے جبکہ میری معلومات مجھے یہی بتاتی ہیں کہ اسے اس سمت لایا گیا ہے۔"

"تب وہ ہماری پہنچ سے کچھ فاصلے پر ہے اور ہمیں مختلف سمتوں کا تعین کرنا ہو گا لیکن اگر تمہاری ذہانتیں کسی ایسی مخصوص سمت کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ جس کی طرف ہماری رہنمائی ہو سکے تو پھر شاید ہم گومین کے راستے پر چل سکتے ہیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں تم مجھے اس کے لیے موقع دو۔"

"موقع کی بات نہ کرو۔ تمہیں تمام تر اختیارات حاصل ہیں۔ کہ تم ہمیں اس سلسلے میں گائیڈ کرو۔ یوں سمجھ لو گومین کا حصول ہمارے مقصد کے سلسلے میں پہلی کڑی ہے اور اس کے بعد ہی ہم آگے کا تصور کر سکتے ہیں۔ میں اپنے طور پر بھی اس کی تلاش میں سرگرداں رہا ہوں۔ لیکن ابھی تک اسے پانے کے سلسلے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ بہت سی رکاوٹیں میرے راستے میں آ جاتی ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ تم یہ کام کر لو گے اور اس سلسلے میں میری اور ہائیسا کی تمام تر خدمات تمہارے لیے حاضر ہیں۔"

"یہ عارضی قیام گاہ کیا تمہارے حق میں بہتر ہو گی جبکہ تمہیں اندازہ ہے کہ لوگ تمہاری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ خود میرے اپنے ساتھی جن میں سے کچھ کو بلکہ سب کو ندرت جانتی ہے، اس وقت دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں اور سب کے سب سمبوتورا کو تلاش کر رہے ہیں اور یہ بھی اس کہانی کے تحت کہ تم نے ایک یورپی باشندے کو گومین کی تلاش کے لیے خزانے کا ایک حصہ دیا تھا اور لندن کے جوہریوں نے اس خزانے کو شناخت کر لیا تھا اور اس بات کا انکشاف کر دیا تھا کہ یہ خزانہ اٹلی کے جوہریوں کا ہے جنہیں جرمن افواج نے لوٹا تھا اور اس کے بعد پسپا ہوتے ہوئے انہوں نے یہ خزانہ مونٹ سوراٹ کی پہاڑیوں میں چھپا دیا تھا۔ یہ بات جن لوگوں کو معلوم ہوئی انہوں نے یقین کر لیا کہ خزانہ اب ولیمنی کی تحویل میں ہے اور تمہارے بارے میں سمبوتورا یہ یقین کر لیا گیا کہ تم اس سے اچھی طرح واقف ہو۔ ولیمنی کی تلاش میں ناکام ہو کر لوگ اب تمہارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

سمبوتورا کے چہرے پر تشویش کے آثار دوڑ گئے۔ وہ پُرخیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا۔ ندرت بھی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی پھر سمبوتورا بولا۔ "میں اس لیے لوگوں سے بھاگتا رہا ہوں گازالی کہ میں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ میں نے بالکل عاجز آ کر اس وقت تمہارے سامنے ان لوگوں پر ہتھیار اٹھایا تھا۔ میرا تعاقب کرنے والوں نے زندگی مجھ پر تنگ کر دی تھی اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا تھا کہ اب میں ان کا خاتمہ کر دوں۔ "گنالی" کا عہد ہے کہ جب وہ کھلتی ہے تو خون چاٹ کر واپس آتی ہے۔ میں مجبور ہو گیا تھا۔"

"گنالی ۔۔۔؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"وہ ہتھیار جو وائی مین کی کلائی میں ہے۔" ندرت نے بتایا۔

"اوہ۔ ہاں انوکھا ہتھیار ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس ہتھیار سے ایک عہد وابستہ ہے ہم اسے رکھنے والے اس کی قیمت ادا کرتے ہیں۔ میں نے بحالت مجبوری اسے کھولا تھا اور اس کے بعد اسے خون میں ڈبوئے بغیر واپس نہیں پہنا جا سکتا۔"

"بڑی دلچسپ اور بڑی انوکھی باتیں ہیں تمہاری سمبوتورا لیکن میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ اس وقت تک تمہارے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش نہیں کروں گا جب تک تم خود ہی مجھے نہ بتاؤ گے۔"

"اور میں بھی تم سے کہہ چکا ہوں مسٹر گازالی کہ حالات کے تحت میں تمہارے سامنے مکمل طور پر زبان کھولنے سے مجبور ہوں ورنہ تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گا۔"

"بات ہو رہی تھی تمہارے یہاں قیام کی، کیا تم اس جگہ کو وقتی طور پر اپنے لیے محفوظ سمجھتے ہو؟"

"مجبوری بھی ایک چیز ہوتی ہے، خائف ہوں میں وہ لوگ مجھے تلاش کر رہے تھے۔ تمہارے ہوٹلوں کی دنیا کو میں برداشت نہیں کر سکتا۔ کوئی ایسی ہی جگہ درکار تھی مجھے، جہاں میں خاموشی سے اپنے آپ کو چھپا سکوں۔ سو اس کے لیے یہ جگہ فی الحال محفوظ ہے۔ ہم دونوں کی طرف سے تم کسی تشویش کا شکار نہ ہو۔ بہت

جلد ہم کوئی ایسا مناسب فیصلہ کر لیں گے جس کی بناء پر ہمیں کوئی اچھی رہائش گاہ مل جائے۔ ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم گومین کو تلاش کر لیں۔ اگر وہ ہمارے ہاتھ لگ جاتا ہے تو پھر میں تمہیں ولیمنی کے پاس لے چلوں گا۔" سمبوتورا نے کہا۔

ایک عجیب سا احساس میرے ذہن میں پیدا ہو گیا تھا۔ ولیمنی، بڑا پراسرار نام تھا یہ۔ کیا میں واقعی اس پراسرار عورت تک پہنچ جاؤں گا جو دوسری جنگ عظیم میں جاسوسی کرتی رہی ہے؟ اس کے بارے میں بھی بہت سے خیالات تھے میرے ذہن میں لیکن سب کچھ بے کار تھا۔ سمبوتورا یا ندرت کو کسی سلسلے میں مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ان سے اجازت مانگی۔

"کہاں جاؤ گے ۔۔۔؟"

"فی الحال میکے براؤن کے پاس چونکہ میں اس کے ساتھ مقیم ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ہماری دوسری ملاقات کب ہو گی ۔۔۔؟"

"کل۔ دن میں اسی وقت۔"

"میں تمہارا انتظار کروں گا اس کے بعد ہم اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں گفتگو کریں گے۔" سمبوتورا نے کہا اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ندرت مجھے باہر تک چھوڑنے آئی تھی نجانے اس کے دل میں کیا سمائی کہ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "میکے براؤن کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تو ہے نا؟"

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ ندرت کے ہونٹوں کی خفیف سی مسکراہٹ عجیب سے احساسات کی حامل تھی۔

"ہاں وہ ہے۔"

"مجھے حسن صاحب کی کوٹھی کے واقعات یاد آ رہے ہیں۔" وہ آہستہ روی سے آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

"کون سے واقعات ؟" میں نے کہا۔

"جو لیا تم پر اپنے بہت سے حقوق جتاتی تھی مسٹر گازالی کیا ان حقوق کی کوئی خاص حیثیت تھی ؟"

"ندرت۔ مجھے تعجب ہوا تمہارے یہ الفاظ سن کر۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں ۔۔۔؟"

"میرا خیال تھا کہ تم اپنے طور پر کوٹھی کے معمولات سے بالکل ہی لاعلم رہتی ہو اور کبھی تم نے وہاں کی دلچسپیوں میں حصہ نہیں لیا۔"

"نہیں مسٹر گازالی اس دنیا کے انسانوں سے میں بھی اچھی طرح واقف ہوں کیونکہ انسان ہوں۔ یہ تمام باتیں میرے علم میں بھی آہستہ آہستہ آتی رہی تھیں لیکن وہاں کے لوگوں کے بارے میں تم نے یہ اندازہ لگا لیا ہو گا مسٹر گازالی کہ وہ مجھے زیادہ لفٹ نہیں دیتے تھے۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ تھی ندرت ؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ خاص وجہ تھی۔ میں نے ذہنی طور پر انہیں حکم دیا تھا کہ مجھ سے قربت نہ اختیار کریں۔ تم سمجھتے ہو مسٹر گازالی کہ میرا مشن کیا تھا۔ ایسے حالات میں، میں عام انسانوں کے درمیان عام زندگی تو نہیں گذار سکتی تھی۔ میں تو بس گومین کے لیے پریشان تھی، یقین کرو صورت حال جس طرح تبدیل ہوئی مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔ اگر مجھے یہ امید ہوتی کہ میں کسی طرح سمبوتورا تک پہنچ جاؤں گی تو پھر میں گومین کو وہاں سے ہر صورت نکال لاتی۔"

"ہاں۔ یہ خیال میرے دل میں بار بار آتا ہے کہ اتنا عرصہ تم نے اس کے ساتھ گذارا لیکن اس کے لیے کچھ بھی نہ کر سکیں۔"

ندرت خاموش ہو گئی۔ باہر نکل کر اس نے مجھے خدا حافظ کہا اور پھر کہنے لگی۔ "کل اسی وقت تمہارا انتظار کیا جائے گا۔"

"میں ضرور پہنچ جاؤں گا اطمینان رکھو۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں اس سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔ جی چاہ رہا تھا کہ کسی تنہائی کے گوشے میں بیٹھ کر ان تمام واقعات کے بارے میں سوچوں ان پر غور کروں اور اس کے لیے میں نے ایک چھوٹے سے حسین ریسٹوران کا انتخاب کیا اور اس میں جا بیٹھا۔

اپنے لیے تبت کا قہوہ منگوا کر میں اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔ اس ملاقات نے کچھ اور انکشافات کیے تھے۔ سمبوتورا کافی حد تک کھل گیا تھا ویسے اس کی بعض معاملات میں زبان بندی پر مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ظاہر ہے اس کی بھی مجبوریاں تھیں۔ کسی بھی انسان پر آنکھیں بند کر کے تو اعتبار نہیں کیا جا سکتا اور پھر جیسا کہ ان لوگوں نے کہا کہ ان کی زندگی کا کوئی اہم مشن ہے۔ کیا مشن ہے ان کی زندگی کا؟ گویا بات صرف مونٹ سوراٹ کے خزانے کی نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہی مسئلہ ہے۔

غور کرتا تو صورت حال انتہائی پراسرار ہو جاتی تھی۔ ولیمنی نے مونٹ سوراٹ کا خزانہ حاصل کر لیا اور اب اسے اپنے کسی مشن کے لیے استعمال کر رہی ہے۔ کہاں کے لوگ ہیں یہ، ان کی گفتگو، ان کی زبان اور ان کے انداز بڑے عجیب ہیں، گو عام حالات میں یہ عام انسانوں ہی کی مانند ہیں لیکن چند جملے، چند روایتیں انہیں کسی حد تک منفرد کرتی ہیں۔ آخر ان کا تعلق کس خطۂ زمین سے ہے؟ کہاں کے باشندے ہیں یہ لوگ؟ ایسا لگتا ہے جیسے گومین، وائی مین، ہائیسا آپس میں ایک دوسرے

سے بہت زیادہ قربت رکھتے ہیں۔ شاید ایک ہی علاقے کے باشندے ہوں وہ۔ ویلینی بھی سو فیصدی انہی سے متعلق تھی لیکن وہ ایک جاسوسہ تھی۔ ساری باتیں ایک دوسرے سے خاصا اختلاف رکھتی تھیں اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ کوئی ایسا پُراسرار چکر چل رہا ہے جو ابھی طویل عرصے تک میری سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اس کے بعد طاہر علی رہ جاتے تھے، میکے براؤن رہ جاتا تھا۔ یہ سب اپنی اپنی تگ و دو میں مصروف ہیں۔ بات ایک بار پھر گھوم پھر کر بوڑھے بابا تک پہنچ گئی تھی۔ کبھی تو یوں محسوس ہوتا جیسے بوڑھا بابا ایک ثانوی کردار ہو اور کبھی اس کی حیثیت اس طرح مضبوط اور مستحکم ہو جاتی کہ اس کے بغیر ایک قدم آگے بڑھنا بھی مشکل ہوتا۔ حسن صاحب جنے چارسے ولاڈی واسکاٹ کی ڈائری پڑھ کر میکے براؤن کے ساتھ مل کر بوڑھے بابا کو وہاں سے نکال لائے تھے۔ اگر ویلینی کو اس بات کا علم ہو جاتا کہ بوڑھا بابا کہاں ہے تو شاید وہ حسن صاحب کو شدید ترین نقصان پہنچانے سے باز نہ رہتی۔

مدت کا رابطہ ویلینی سے کٹا ہوا تھا۔ سمبوتورا کے ذریعے وہ دوبارہ ویلینی سے واقف ہوئی تھی اور۔ اور سمبوتورا ویلینی سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ سمبوتورا اس وقت میرے سامنے سب سے اہم کردار تھا اور یہ بھی اچھی بات تھی کہ میرا خود ہی اس سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ دفعتاً ایک بات یاد کر کے مجھے ہنسی آ گئی۔ سمبوتورا نے بھی وہی الفاظ کہے تھے جو حسن صاحب، طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ وغیرہ نے کہے تھے۔ یعنی اس نے مجھے مکمل اختیارات دے دیے تھے۔ میں اب تینوں پارٹیوں کا چیف تھا۔ لیکن چیف صاحب خود بھی اتنے ہی ناواقف تھے ان حالات سے جتنا باقی لوگ۔ یہ بات واقعی دلچسپ تھی اور اس پر ہنسی آنی ہی چاہیے تھی۔ بہرحال اب جا کر اس سفید بندر کو دیکھنا تھا جو اپنی الگ دنیا بسائے ہوئے تھا۔

جولیا کا خیال آتا تو میں اپنے ذہن پر بوجھ سا محسوس کرنے لگتا تھا۔ وہ لڑکی عجیب سی حیثیت اختیار کر گئی تھی میرے ذہن میں۔ اس کے صادق جذبے میرے دل کی گہرائیوں کو ٹٹولتے تھے جن میں اس کے لیے کہیں کوئی جگہ نہیں تھی اور حالات یہ کہتے تھے کہ میکے براؤن سے دور ہونا پڑے گا۔ ظاہر ہے اب ان حالات میں تو میں طاہر علی وغیرہ سے بھی متعلق نہیں رہ سکتا تھا۔

سمبوتورا نے جو ذمہ داریاں میرے سپرد کی تھیں یا جو ذمہ داریاں وہ میرے سپرد کرنے والا تھا۔ انہیں اگر میں نے پورے طور پر قبول کر لیا تو پھر صرف مجھے سمبوتورا ہی کے لیے کام کرنا پڑے گا اور اس صورت میں دوسرے لوگوں سے قطع تعلق ایک لازمی امر ہو گا۔ طاہر علی اور باقی دو افراد جن میں کرنل آسٹی اور کنور پربھات شامل تھے۔ بلاشبہ میرے حق میں برے نہیں تھے اور انہیں کسی قسم کا دھوکا دیتے ہوئے مجھے کسی بھی طور خوشی نہ ہوتی لیکن میں حالات کو کیا کرتا۔

کیا کرنا چاہیے؟ کیا صاف گوئی سے طاہر علی کو یہ بتا دیا جائے کہ میں اب ان کے ساتھ نہیں رہ سکوں گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ معاملات الٹے ہو جائیں۔ ویسے اصل مسئلہ حسن صاحب کا تھا جنہیں واپس بھیج کر میں نے اپنی زندگی کا سب سے بہترین کارنامہ انجام دیا تھا اور اس بات سے مطمئن تھا کہ حسن صاحب کی ذات کو کم از کم اس بات سے کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ خزانے وغیرہ کے معاملے سے وہ خود بھی اتنے زیادہ متعلق نہیں تھے جتنے یہ لوگ۔ بہر طور یہ فیصلہ بعد ہی میں کرنا تھا۔ پہلے یہ تو پتا چل جائے کہ سمبوتورا مجھ سے کیا کام لینا چاہتا ہے۔ میکے براؤن کے پاس پہنچا تو اس نے گہری نگاہ ہول سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا: "کہاں چلے گئے تھے گازالی ——؟"

"بس لہاسہ میں آوارہ گردی کر رہا تھا۔ ذہن ہر وقت الجھا الجھا رہتا ہے۔ انہی حالات کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے بیماری بن گیا ہے۔ "آؤ بیٹھو۔"

"جانگ کی کیا کیفیت ہے؟"

"تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہے۔ اس کے اندر قوتِ مدافعت بے انتہا ہے، ویسے بھی کافی جان دار آدمی ہے وہ۔"

"میرے بارے میں کیا کہتا ہے؟"

"خاموشی ہے اور تعجب ہے، بہر طور اسے مجھ پر یقین تو کرنا ہی تھا جب میں نے اس سے یہ بات کہہ دی کہ وہ غلط فہمی کا شکار ہے اور تمہارے سلسلے میں اسے دھوکا ہوا ہے تو پھر اس کے بعد وہ کیا کہہ سکتا تھا۔"

"جولیا کہاں ہے ——؟"

"بس بے وقوف ہے، پاگل ہو رہی ہے تمہارے لیے۔ اس لڑکی نے میرے اس مشن کو خاصا پریشان کن بنا دیا ہے۔ بعض اوقات تو سوچتا ہوں کہ اسے واپس بھجوا دوں اور اس کے بعد دل جمعی سے اپنا کام کروں۔"

"آپ نے اسے لا کر ہی غلطی کی تھی مسٹر براؤن۔ ایسے معاملات میں بھلا ان کمزور ہستیوں کو ساتھ رکھنا کہاں کی عقل مندی ہے۔"

"تم نہیں جانتے۔ وہ میری سب سے بڑی کمزوری ہے۔ درحقیقت اگر یہ کمزوری میرے ساتھ نہ ہوتی۔ تو۔ تو۔" میکے براؤن نے کہا اور خاموش ہو گیا میں اس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر میکے براؤن کہنے لگا۔ "اس سلسلے میں تمہاری طرف سے بالکل خاموشی ہے۔ تم اپنے طور پر کیا محسوس کر رہے ہو گازالی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سوال کیا۔

"مطلب یہ کہ سمبوتورا کی تلاش یا بوڑھے بابا کی تلاش کے سلسلے میں تمہاری طرف سے کوئی ٹھوس اقدامات نہیں ہوئے ہیں۔"

"میں بھی انسان ہی ہوں مسٹر میکے براؤن۔ کوئی سپرمین نہیں کہ حالات کی تہہ تک یونہی پہنچ جاؤں اب دیکھیے نا آپ، راستے کس طرح رک گئے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ سمبوتورا کو کہاں تلاش کیا جائے۔ آپ نے ایک بات کہی تھی مسٹر میکے براؤن وہ یہ کہ جانگ اس سلسلے میں اور بھی بہت کچھ جانتا ہے۔ کیا جانگ سے بات چیت ہوئی؟"

"ہاں۔ اس سے بات چیت ہوئی ہے۔"

"کیا جانتا ہے وہ ——؟"

"جانگ اس دوران جو کارروائیاں کی ہیں بلاشبہ وہ قابل تحسین ہیں۔ اس نے دبے الفاظ میں مجھ سے یہ بھی کہا ہے کہ اگر تھوڑی سی کاوشیں کی جائیں اور سمبوتورا ہمیں نہ مل سکے تو پھر ہم براہ راست بھی ویلینی تک جا سکتے ہیں۔"

میں ساکت رہ گیا تھا۔ جانگ کے بارے میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ خطرناک آدمی ہے۔ جس طرح وہ سمبوتورا کا تعاقب کر کے اس تک پہنچ رہا ہے وہ معمولی بات نہیں تھی۔ دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی اور جولیا اندر آ گئی۔ جولیا کی آمد نے سلسلہ گفتگو منقطع کر دیا۔ ہیلو گازالی۔ بڑی بے چینی سے تمہاری آمد کا انتظار کر رہی تھی۔

"ہیلو جولی۔" میں نے کہا۔

"کوئی خاص بات تو نہیں کر رہے آپ لوگ؟" اس نے کہا۔ میں نے میکے براؤن کی طرف دیکھا اور براؤن بولا۔ "ایسی کوئی بات نہیں۔ آؤ بیٹھو۔"

"نہیں ڈیڈی میں ذرا گازالی کو لے جا رہی ہوں۔ آج رات یہاں ایک پروگرام ہے ہم لوگ اسے دیکھیں گے۔"

"کیا پروگرام ہے؟"

"ان لوگوں کا ثقافتی پروگرام ہے جو یہاں کی ایک عمارت گیلونا میں ہے۔ میں نے اس کے کارڈ حاصل کر لیے ہیں۔"

"او کے۔ او کے۔ مگر پروگرام رات کو ہے نا؟"

"ہاں ——!"

"تو پھر ابھی سے گازالی کو کہاں لے جا رہی ہو؟"

"گازالی میری ملکیت ہے ڈیڈی۔ آپ لوگ مجھ سے اجازت لے کر اسے استعمال کر سکتے ہیں۔ اس پر اپنے حقوق کوئی نہ جتلائے۔"

"تو مس جولیا آدھے گھنٹے کے لیے اپنا گازالی مجھے دے دو۔ آدھے گھنٹے کے بعد واپس کر دوں گا۔" میکے براؤن نے ہنستے ہوئے کہا۔

"او کے۔ ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد۔" جولیا نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھی اور دروازے سے واپس نکل گئی۔ میکے براؤن نے گہری سانس لی تھی۔ "سوری گازالی۔ لیکن میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ میری کمزوری ہے۔ ہاں تو ہم ویلینی کے بارے میں بات کر رہے تھے۔"

"ہاں۔"

"تبت کے بعض قبائل آج بھی قطعی غیر مہذب زندگی گذار رہے ہیں۔ بے شمار فرسودہ عقائد ان کا مذہب ہیں۔ جانگ کو ایسے ہی ایک قبیلے کے چند افراد مل گئے تھے اور انہوں نے اپنے قبیلے کا نام ویلینی بتایا تھا۔"

"اوہ۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"جانگ نے ان لوگوں سے ان کے قبیلے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے عجیب انکشافات کیے۔"

"کیا ——؟"

"انہوں نے بتایا کہ پہلے ان کے قبیلے کا نام کوروتی تھا لیکن پھر ان کی نجات دہندہ ویلینی ان کے درمیان آ گئی۔ اس نے بتایا کہ وہ آسمانوں میں بیٹھی وقت کا انتظار کر رہی تھی اور وقت آیا تو وہ ان کے درمیان آ گئی اور قبیلہ خوشحال ہو گیا۔ زمین کے سوراخ پانی دینے لگے۔ کھیتیاں شاداب ہو گئیں اور اب وہ عمدہ زندگی گذارتے ہیں۔ انہوں نے اپنے قبیلے کے نام ویلینی رکھ لیا ہے۔"

"خدا کی پناہ۔" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ لیں۔

"جانگ کا خیال ہے کہ یہ ویلینی کا چلایا ہوا چکر ہے۔"

"جانگ نے اس قبیلے کا نام لیا ہے؟"

"نہیں۔ بس اس کی سمت معلوم کر لی ہے۔ اگر سمبوتورا ہمارے ہاتھ لگ جائے تو ہم ان مشکلات سے بچ جائیں۔ ورنہ دوسری شکل میں ہمیں اس سمت سفر کرنا ہو گا۔"

"دلچسپ اطلاع ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کل شام کو تم جولیا سے کسی طرح نجات حاصل کر لینا گازالی

کل ہمیں لہاسہ کے ایک نواحی علاقے میں چلنا ہے۔"

"کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔ میں تمہیں کچھ دلچسپ چیزیں دکھانا چاہتا ہوں۔"

"کس وقت چلنا ہوگا؟"

"تقریباً سات بجے۔"

"ٹھیک ہے۔ یوں کروں گا کہ شام کو نکل جاؤں گا۔ اور پھر ہم لوگ کسی جگہ ملاقات کرلیں گے۔"

"کل دن میں کوئی مصروفیت تو نہیں ہے؟"

"قطعی نہیں۔"

"جگہ کا تعین کرلیں گے۔ ملاقات تو ہوگی۔"

"ہاں یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور براؤن نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھالیا۔ پھر اس نے کہا۔ "ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ آرہے ہیں۔" اس نے فون رکھ دیا۔ پھر میری طرف رخ کرکے بولا۔ "جولیا ہے کہہ رہی ہے صرف دو منٹ رہ گئے ہیں آدھا گھنٹہ پورا ہونے میں۔"

میں جولیا کی ڈیوٹی پوری کرنے چلا گیا۔ باقی وقت جولیا کی نذر ہوگیا۔ بوریت کے علاوہ اور کیا ہاتھ لگتا۔ دوسرے دن البتہ میں نے اس سے پیچھا چھڑالیا تھا۔ صبح ہی صبح اس سے کچھ کہے بغیر نکل گیا تھا اور فیصلہ کرلیا تھا کہ اب براؤن کے پروگرام کے بعد ہی واپس آؤں گا۔ ندرت کو البتہ میں براؤن کی کہانی کے بارے میں بتانے کیلئے سوچ رہا تھا سمبوتورا اس کہانی کی تصدیق یا تردید کرسکتا تھا۔ میں پہلے طاہر علی کے پاس پہنچا۔ طاہر علی اور آسٹن کہیں گئے ہوئے تھے۔ لیکن کنور صاحب موجود تھے۔

"ہیلو چیف۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ لوگ کب اس بھاگ دوڑ سے اکتائیں گے۔"

"آپ اکتا رہے ہیں کنور صاحب۔"

"ہاں۔" کنور نے گہری سانس لے کر کہا۔ "شاید ایسا ہی ہے کیونکہ بات کچھ بن نہیں رہی۔ خزانہ میرے لیے پُرکشش ہے۔ لیکن بشرطیکہ کوئی امید ہو بظاہر مجھے یہ سب کچھ۔"

"آپ کا خیال درست ہے کنور صاحب۔ ابھی تک یہ صرف ایک ایڈونچر ہے اور اسی انداز میں اسے جاری رکھا جا سکتا ہے۔ کوئی فوری نتیجہ شاید طویل عرصہ تک برآمد نہ ہو۔"

"مشکل ہوگا میرے لیے۔ شاید میں زیادہ عرصہ نہ رک سکوں۔"

"کہاں گئے ہیں ڈاکٹر صاحب؟"

"شاید چانگ لی کے پاس۔ ممکن ہے وہاں سے کہیں اور جائیں۔"

"اوکے۔ میں چلتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہاں سے نکل آیا۔ دیر تک آوارہ گردی کرتا رہا۔ یہ خیال بھی دل میں تھا کہ کہیں طاہر علی ندرت کے بارے میں کوئی جلد بازی نہ کر بیٹھیں۔ خواہ مخواہ ان کی وجہ سے کھیل خراب ہوگا۔ براؤن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ کس کس کا تعاقب کر رہا ہے۔ بہرحال وہ چالاک آدمی تھا۔

جس وقت میں ندرت کی قیام گاہ پر پہنچا تو باہر کے معاملات پُرسکون تھے۔ میں اپنی مخصوص جگہ سے ہی اندر داخل ہوا تھا۔ ندرت اور سمبوتورا اپنی جگہ پر موجود تھے۔ "کوئی خاص بات ندرت؟"

"بالکل نہیں۔ سب ٹھیک ہے۔"

"مسٹر وائی مین۔ آپ کا کیا پروگرام ہے۔"

"نارنگ کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"نہیں یہ کون ہے؟"

"ایک تبتی قصبے کا نام ہے۔ وہاں ایک بڑی خانقاہ میں ہمیں جگہ مل سکتی ہے۔ وہاں سے اپنے پروگراموں کا تعین کریں گے۔ کیا تم ہمارے ساتھ رہنا پسند کروگے؟"

"ہاں۔ یقیناً۔ ایک سوال میں کرنا چاہتا ہوں مسٹر وائی مین۔"

"ضرور۔"

"کیا ولیمنی نامی قبیلے کے بارے میں آپ کچھ جانتے ہیں؟" میں نے سوال کیا اور ندرت اور سمبوتورا بری طرح چونک پڑے۔ وہ تعجب سے مجھے دیکھتے رہے۔ پھر سمبوتورا نے کہا۔

"ہاں میں جانتا ہوں،" یہ تمہارے سوال کا جواب تھا لیکن دوسرا سوال میں کرنے پر مجبور ہوں۔"

"یہی نا کہ مجھے اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔؟"

"ہاں۔ میں سخت حیران ہوں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ تمہارے منہ سے یہ سن کر دنگ رہ گیا ہوں۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن میں اُن سے کوئی غلط بیانی نہیں کرسکتا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا۔ "جس شخص کے بارے میں، میں نے تمہیں تفصیل بتائی تھی وائی مین۔ یا یوں سمجھو کہ وہ آدمی جو تمہارے پیچھے لگا ہوا تھا یہ بات بھی معلوم کرچکا ہے کہ ولیمنی نے کسی پسماندہ قبیلے کو اپنا مسکن بنالیا ہے اور اس قبیلے کا نام ولیمنی رکھا ہے۔ وہ اس قبیلے کی سمت کے بارے میں بھی جانتا ہے۔ اگر تم اسے مل جاتے تو وہ لوگ کبھی اتنی دردسری مول نہ لیتے لیکن بحالت مجبوری وہ ادھر کا رخ بھی کرسکتے ہیں۔"

"اس کی فکر نہیں ہے۔ اگر وہ ادھر کا رخ کرلیں تو ہمارے سارے مسئلے حل ہوجاتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ پھر ان کا خطرہ ہمیشہ کے لیے ٹل جائے گا۔"

"کم ازکم مجھے اس قبیلے کی تفصیل ہی بتادو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تم نے اپنے ایک سوال کا جواب خود ہی تلاش کرلیا ہے غزالی۔ یعنی ولیمنی کہاں ہے۔"

"وہ اس قبیلے میں ہے؟"

"ہاں۔ وہ وہاں کی مطلق العنان حکمران ہے۔ اس نے وہیں بود وباش اختیار کرلی ہے۔"

"مستقل۔؟"

"فی الحال یہی سمجھو۔"

"یہ کیسے ہوا۔؟"

"اسے اس کی ضرورت تھی۔ وہاں وہ محفوظ ہے اور اپنے مشن کے لیے وہ وہیں مصروفِ کار ہے۔"

"اس کا تعلق اب شہروں سے نہیں ہے؟"

"ہے۔ میرے ذریعہ اور کچھ دوسرے ذرائع سے وہ شہروں سے رابطہ رکھتی ہے۔"

"ہوں۔ اور اس کے دونوں بیٹے۔؟"

"اب وہ بھی اس کے ساتھ ہیں۔"

"تم نے جاپان میں ان کی پرورش کی تھی سمبوتورا۔؟"

"کیوں نہیں۔ انہیں مہذب زندگی سے روشناس کرانے کے لیے میں نے ایک عرصہ ان کے ساتھ جاپان میں گذارا ہے۔"

"ایک اور سوال میرے ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔"

"کیا۔؟"

"تمہیں جاپان کے ایک مارشل آرٹس کلب میں ملازمت کرنی پڑی تھی۔"

"ہاں۔"

"کیوں۔"

"ضرورت کے تحت۔"

"اور وہ خزانہ۔؟"

"وہ صرف ہمارے مشن کی امانت ہے۔ ہم اپنی ذات کے لیے اس میں سے کچھ خرچ نہیں کرتے۔"

"اوہ۔ یہ تمہارا اصول ہے؟"

"بنیادی اصول۔ ہمیں اس خزانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ چمکیلے پتھر اور سنہری زیورات ہمارے لیے بے معنی ہیں۔ بس یہ وقت کی ضرورت ہے اس لیے ہم انہیں استعمال کر رہے ہیں۔ اپنی ذات کے لیے ہم اپنے طور پر بندوبست کر لیتے ہیں۔"

"خوب۔ ولیمنی اس قبیلے میں یقیناً مقبول ہوگی۔ اس کا سبب کیا ہے؟"

"وہ سب کچھ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔" سمبوتورا نے جواب دیا۔ اور میں اس کے ان الفاظ پر غور کرنے لگا۔ "اصل مسئلہ گومین کی تلاش ہے۔ ولیمنی کو اپنے مشن کی تکمیل کے لیے گومین کی ضرورت ہے، صحیح الدماغ اور ہوشمند گومین کی۔"

میں پُرخیال انداز میں گردن ہلاتا گیا۔ پھر میں نے کہا۔

"بہرحال وائی مین تم جانتے ہو کہ میرے وسائل بھی محدود ہیں۔ میں گومین کی تلاش کے سلسلے میں پورے اعتماد سے کچھ نہیں کرپا رہا لیکن اپنی تمام تر توجہ میں نے اس پر مبذول کر رکھی ہے۔ ہائیسا نے تمہیں پوری کہانی سنائی ہوگی۔ گومین کو جاپان سے اغوا کرکے فرانس لے جایا گیا اور پھر وہاں سے ہندوستان لایا گیا۔ اس کا دماغی علاج کیا جارہا تھا لیکن وہ مسلسل سازشوں کا شکار رہا پھر وہاں سے فرار ہوگیا۔ آخری بار اسے ایک جگہ مان کھیڑہ میں پایا گیا لیکن یہاں سے اسے کچھ لوگوں نے اغوا کرلیا۔ اور اب تمہارے خیال میں وہ تبت میں ہے۔ ہمیں بس یہ پتا چل جائے کہ وہ اب کس کی تحویل میں ہے۔"

"یہی سب سے اہم مسئلہ ہے۔ لیکن بالآخر ہم اسے حل کرلیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم لوگ نارنگ ضرور چلیں۔ وہاں سے ایک باقاعدہ پروگرام کے تحت کارروائی کریں گے۔ نارنگ ایک پُرسکون جگہ ہے۔"

"کب تک نارنگ چلنا چاہتے ہو؟"

"میرے خیال میں ایک آدھ دن میں۔"

"میرے لیے کیا ہدایت ہے؟"

"پہلے ہم تمہارے ساتھ ایک مذاق کرنا چاہتے ہیں۔" سمبوتورا نے کہا اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔

"مذاق۔؟"

"ہاں۔ براہ کرم خود کو اس مذاق کے لیے پیش کردو۔"

"حاضر ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر آؤ اس جگہ بیٹھ جاؤ۔" ندرت نے کہا اور پھر مجھے کمرے کے بیچوں بیچ زمین پر بٹھا دیا گیا۔ ندرت اور سمبوتورا نے جوتے وغیرہ اتار دیے تھے۔ وہ اس مذاق میں سنجیدہ نظر آرہے تھے۔ میں دلچسپی سے ان کی حرکتیں دیکھتا رہا۔ دونوں نے ہاتھ پاؤں زمین پر ٹکائے اور چوپاؤں کی طرح چلتے ہوئے میرے قریب پہنچ گئے۔ ندرت نے میرے پاؤں کے تلوؤں پر ناک رکھی اور گہری گہری سانسیں کھینچنے لگی۔ وہ ہٹی تو سمبوتورا نے وہی حرکت دوہرائی۔ وہ پاؤں سے پنڈلیوں اور اسی طرح میرے سر تک پہنچ گئے۔ دونوں

سنجیدہ تھے اور بڑے انہماک سے یہ کام کر رہے تھے۔ یہ عمل آدھے گھنٹے تک جاری رہا۔ اور پھر دونوں سیدھے کھڑے ہو گئے، میری سمجھ میں اُن کی ایک حرکت بھی نہیں آئی تھی۔ کھڑے ہونے کے بعد وہ اپنی جگہ سے ہٹے اور پھر صوفے پر بیٹھ گئے۔

"اب میں کھڑا ہو جاؤں؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ ہاں پلیز!" سمبو تورا نے جواب دیا۔

"مگر اس کی وجہ تو اب مجھے معلوم ہونی چاہیے۔ یہ بھی سنسر؟"

"سنسر!" ندرت نے کہا اور ہنس پڑی۔ بڑی دلکش ہنسی تھی اُس کی، بہت کم ہنستی تھی لیکن ہنستی تھی تو اس کے تمام خدوخال یکسر تبدیل ہو جاتے تھے اور اُس کے اندر خاص جاذبیت پیدا ہو جاتی تھی۔ بہرطور ان باتوں پر توجہ دینے کا مجھے وقت نہیں تھا۔

"دیکھو ندرت تمہاری یہ سنسر شپ جو ہے نا یہ کسی وقت مجھے غصہ بھی دلا دے گی!"

"نہیں گازالی، مجھے یقین ہے کہ تمہیں ہم پر کبھی غصہ نہیں آ سکتا!"

"مگر آخر اس کی وجہ تو مجھے پتا چلنی ہی چاہیے، کیوں مسٹر والیین کیا آپ بھی مجھ پر سنسر شپ عائد کریں گے!" میں نے کہا۔

"نہیں نہیں معمولی سی بات ہے، دراصل ہم نے تمہارے بدن کی خوشبو اپنے ذہنوں میں اتاری ہے، تم سے شاید اس بات کا تذکرہ کیا گیا تھا کہ ہم لوگوں کی قوت شامہ بہت تیز ہے۔ اور ہم فضاؤں میں سونگھ کر اپنے جانے پہچانے لوگوں کا پتا چلا لیتے ہیں۔ اب یوں سمجھو کہ اگر تم ایک مخصوص رینج میں ہو تو، ہم سونگھ کر تم تک پہنچ سکتے ہیں، یا تمہارا پتا چلا سکتے ہیں!"

"اوہ تو اس سلسلے میں کوشش ہو رہی تھی!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے انداز میں حیرت تھی۔

"ہاں مسٹر گازالی، اب تم ہماری ایک اہم ضرورت بن چکے ہو، ہمیں تم سے بہت زیادہ دور نہیں رہنا چاہیے!"

"ایک بات اور بتاؤ۔ یہ رینج کتنی ہوتی ہے؟"

"ہواؤں پر منحصر ہے۔ ہوائیں جتنی دور تک یہ پیغام لے جائیں!"

"مطلب یہ کہ اگر ہوائیں مخالف چل رہی ہوں تو تم وہ خوشبو محسوس نہیں کر سکتے۔؟"

"دور کی بات کر رہا ہوں۔ مثلاً تم لہاسہ کے کسی بھی حصے میں ہو، ہم باآسانی تم تک پہنچ سکتے ہیں اور اگر تم یہاں سے نکل جاؤ تو پھر فاصلوں کا تعین ہواؤں سے ہی ہو سکتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ ہم ہواؤں کی سمتوں کو پا لیں" سمبو تورا نے جواب دیا۔

خیر تمہاری بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس سنسر شپ کو میں ابھی توڑ نہیں سکتا، اس لیے خاموش ہوا جاتا ہوں!" ندرت بدستور مسکرا رہی تھی۔ "اچھا میرے لیے مزید کوئی ہدایت۔؟"

"صرف یہ گازالی کہ نارنگ چلنے کی تیاریاں کر لو، ممکن ہے کہ ہم کل، یا زیادہ سے زیادہ پرسوں تک یہاں سے نکل چلیں، میں محسوس کر رہا ہوں کہ ہم لوگ یہاں بہت زیادہ محفوظ نہیں ہیں اور نارنگ پہنچ جانا ہمارے لیے بہت ضروری ہے!"

"میں بھی تمہیں ایک بات بتا دینا چاہتا ہوں سمبو تورا کے چند لوگ تمہاری نگرانی کر رہے ہیں، باہر نکلتے ہوئے احتیاط کرنا!"

"کون لوگ ہیں وہ۔؟" ندرت نے چونک کر پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں ندرت، یوں سمجھو کہ ڈاکٹر طاہر علی کے آدمی ہیں، خطرناک نہیں ہو سکتے وہ تمہارے لیے لیکن بہرطور وہ تمہارا پیچھا ضرور کرتے رہیں گے اور یہ جاننے کی کوشش کرتے رہیں گے کہ تم کہاں ہو۔؟"

"ہم، مگر ڈاکٹر طاہر علی کو؟"

"اوہ ڈاکٹر طاہر علی نے ہی تو تمہاری نشاندہی کی تھی۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا تمہیں، شاید تمہیں یاد نہیں ہے!"

"خیر ٹھیک ہے، اوّل تو میں باہر نہیں جاتا، کوئی اہم ہی مسئلہ ہوتا ہے تو مجبوری ہے، لیکن اب تم نے محتاط کر دیا ہے تو بہت زیادہ احتیاط رکھوں گا۔ کچھ انتظامات مجھے بھی کرنے ہیں نارنگ جانے کے لیے، ان کے لیے مجھے باہر جانا ہی پڑے گا۔" ندرت نے کہا۔

"اگر میری ضرورت ہو اس سلسلے میں ندرت تو میں حاضر ہوں!" میں نے ندرت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن کیا تم ان لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ ہو کر یہاں تک آئے ہو؟"

"ہاں میرا تم لوگوں سے تعلق ابھی تک ان لوگوں کے علم میں نہیں آ سکا!"

"گازالی بہت ذہین ہیں وائی مین، میں تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں!"

"اچھا مجھے اجازت، میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ان لوگوں سے رخصت ہو کر، میں اپنے مخصوص راستے سے وہاں سے نکل آیا۔ مجھے یقین تھا کہ طاہر علی اپنے طور پر کارروائیاں ضرور جاری رکھے ہوئے ہیں، کم از کم ان باتوں سے وہ نہیں ہٹ سکتے تھے لیکن کوئی اہم کام کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس ملاقات

کے بعد مجھے اور کوئی خاص کام نہیں تھا، جہاں تک نارنگ جانے کا مسئلہ تھا ظاہر ہے مجھے کیا انتظامات کرنے تھے، بس تھوڑے سے کپڑے وغیرہ اور چند ایسی چیزیں جو وہاں کام آ سکیں۔ نارنگ کے بارے میں میری معلومات بالکل ہی صفر تھیں۔ لیکن اب میں زیادہ تفصیلات معلوم بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ البتہ سمبو تورا اور ندرت کا پروگرام مجھے معلوم ہو چکا تھا۔ گویا وہ لوگ مجھے دیلینی تک لے جانا چاہتے تھے لیکن اس سے پہلے گومین کی تلاش سب سے اہم حیثیت رکھتی تھی۔ لیکن مسئلہ یہی تھا کہ کیا ہم گومین کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس سلسلے میں میکے براؤن سے رابطہ قائم رکھے رہنا بے حد ضروری تھا۔

میں واپس کافی پہنچ گیا اور کافن پہنچنے کے بعد تو جولیا سے پیچھا چھڑانا ممکن ہی نہیں تھا۔ وہ اپنی عادت کے مطابق مجھ سے سوالات کرتی رہی اور میں نے اسے یہی بتایا کہ میں لہاسہ میں آوارہ گردی کرتا رہا ہوں۔

بقیہ دن پرسکون ہی گذرا تھا، البتہ پروگرام کے مطابق میکے براؤن نے مجھے اس جگہ کی تفصیل بتا دی تھی، جہاں مجھے اس سے ملاقات کرنی تھی اور اس وقت مجھے جولیا کو ڈاج دے کر وہاں تک پہنچنا تھا چنانچہ میں نے جولیا سے کہا۔ "ذرا اپنے کمرے میں جا رہا ہوں اس کے بعد، ہم باہر نکلیں گے۔" اور جولیا نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ اسے شبہ بھی نہیں تھا کہ میں اس طرح اسے ڈاج دے کر نکل جاؤں گا لیکن اپنے کمرے میں جانے کی بجائے میں سیدھا کافن سے باہر ہی باہر نکلا چلا گیا تھا۔

لباس وغیرہ کے مسئلے میں کوئی خاص انتظام تو کرنا نہیں تھا چنانچہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر میں اس طرف چل پڑا جہاں کے بارے میں میکے براؤن نے مجھ سے کہا تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا اوپن ایئر ریستوران تھا، ریستوران کے خوب صورت لان پر بیٹھ کر میں نے اپنے لیے کافی منگوائی۔ اور کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر گھڑی دیکھتا رہا۔ میکے براؤن کے پہنچنے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ شام جھک چکی تھی اور روشنیاں جلتی جا رہی تھیں، مقررہ وقت پر میکے براؤن مسکراتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک خوب صورت سوٹ میں ملبوس بہت اسمارٹ نظر آ رہا تھا، میرے پاس بیٹھتے ہوئے اس نے گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

"ہمیں صرف بیس منٹ انتظار کرنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے اس دوران تم مجھے کافی پلوا دو!"

میں نے میکے براؤن کے لیے بھی کافی طلب کر لی اور پھر پُرخیال انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "ہمارے اس پروگرام میں کوئی کام کی بات نہیں ہو رہی مسٹر براؤن، بڑی عجیب صورتِ حال ہے!"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ بوڑھا اگر ہمیں نہ بھی ملا تو بھی جانگ کے ذریعے ایک کامیاب سفر کرنے کی کوشش کریں گے جس میں ممکن ہے ہماری ملاقات دیلینی سے ہو جائے!"

"مسٹر براؤن، میرا خیال ہے کہ آپ بہت ہی سطحی انداز میں کام کر رہے ہیں، جب بھی میں یہ سوچتا ہوں، میرے ذہن میں پریشانیاں گھر کرنے لگتی ہیں!"

"کیوں۔؟"

"فرض کیجیے اگر دیلینی ایک قبیلے کے لوگوں کو اپنا مطیع بنا کر انھیں اپنے ساتھ شامل کر لیتی ہے تو کیا وہ اتنی ہی کمزور ہو گی کہ ہم اسے کسی طرح خزانہ دینے کے لیے مجبور کر سکیں!" میکے براؤن تھوڑی کھجانے لگا اس دوران کافی آ گئی تھی۔ چنانچہ میں نے کافی بنا کر اس کے سامنے رکھ دی۔ اور وہ اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔ "بے شک یہ مسئلہ سب سے اہم ہے، لیکن تم یہ تو سوچو کہ ہم اس کو نظرانداز کس طرح کر سکتے ہیں۔ دیلینی کو آمادہ کرنے کے لیے ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہو گا!"

"کیا اس میں خطرات نہیں ہیں۔؟"

"بے شک ہیں۔ لیکن خزانے اس طرح حاصل نہیں ہو جاتے!"

"میری ایک رائے تھی مسٹر براؤن۔"

"وہ کیا۔؟"

"اگر ہم کسی طرح بوڑھے کو حاصل کر لیں تو میرا خیال ہے کہ ہم دیلینی کو مجبور کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے بشرطیکہ بوڑھا ہمارے ساتھ ہو۔ اس سے زیادہ موثر ذریعہ اور کوئی نہیں ہو سکتا!"

میکے براؤن ہتھیلی پر گھونسہ مار کر بولا "یہی تو بدنصیبی ہے کہ ہم اس تک نہیں پہنچ پا رہے، میں نے جانگ سے بھی اس موضوع پر گفتگو کی تھی، جانگ کہتا ہے کہ اس کے لیے ازسرِنو اسے کام کرنا پڑے گا!"

"اس کی حالت کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہے اب بالکل!" میکے براؤن نے جواب دیا۔

ٹھیک بیس منٹ کے بعد میکے براؤن اٹھ گیا میں بھی بل ادا کر کے اٹھ گیا تھا۔ پھر ریستوران سے باہر نکل آئے ایک فٹ پاتھ کے ساتھ سیاہ رنگ کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی میکے

براؤن نے اسٹیئرنگ کی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔ میرے لیے اس نے برابر کی سیٹ کا دروازہ کھول دیا تھا۔ پھر اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"یہ کار کہاں سے آئی۔؟" میں نے پوچھا۔

"کافن کی ملکیت ہے۔" براؤن نے جواب دیا۔ میں خاموشی سے باہر نگاہیں دوڑاتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا "ان چیزوں کے بارے میں مجھے کچھ نہیں بتائیں گے مسٹر براؤن جن کے لیے آپ مجھے لے جا رہے ہیں۔"

"ان کا تعلق صرف دیکھنے سے ہے۔"

"ہمارے معاملے سے تعلق ہے ان کا۔؟"

"سو فیصدی، ورنہ میں اس کے لیے کسی طرح وقت برباد نہ کرتا۔" میکے براؤن نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ کار تقریباً آدھے گھنٹے تک دوڑتی رہی پھر وہ سڑک سے اتر گئی میکے براؤن اسے اس طرح چلا رہا تھا جیسے یہ راستہ اس نے اچھی طرح دیکھ رکھا ہو۔ کچا اور ناہموار راستہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک عمارت کے سامنے پہنچ گئے۔ یہ خانقاہ نہیں تھی بدصورت اور بھدی عمارت کے احاطے میں درخت بے ترتیبی سے اُگے ہوئے تھے۔ سامنے ایک بڑا دروازہ تھا جس کے رخنوں سے روشنی چھن رہی تھی۔

"پستول ہے تمہارے پاس۔؟"

"نہیں۔"

"کوئی بھی ایسا ہتھیار جو ضرورت پر کام آسکے؟"

"کیا اس کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔"

"احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے۔"

"آپ اگر پہلے اس کا تذکرہ کر دیتے تو میں کوئی انتظام کر لیتا اس وقت تو کچھ نہیں ہے میرے پاس۔"

"خیر آؤ۔" میکے براؤن پُرخیال انداز میں بولا۔ اور میں اس کے ساتھ چلتا ہوا عمارت کے اس بڑے دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ براؤن نے پٹ کو دھکیلا تو دروازہ چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ کھل گیا۔ جس کے دوسری طرف ایک کشادہ ہال تھا جس میں لاتعداد موٹے موٹے تخت بنے ہوئے تھے۔ ان ستونوں میں چربی سے جلنے والی بہت سی مشعلیں نصب تھیں اور روشنی انھیں کی تھی۔

میکے براؤن نے اندر داخل ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر مجھے اشارہ کر کے ایک کشادہ جگہ پر پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر وہ رک گیا۔ اور پھر اس نے کہا "وہاں اس پتھر پر بیٹھ جاؤ۔" اشارہ ایک ٹوٹے ہوئے ستون کی طرف تھا۔

"بڑی پراسرار جگہ ہے۔" میں نے متاثر لہجے میں کہا۔

"خوفناک بھی ہے کیوں۔؟"

"یقیناً۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے تمہیں کوئی ہتھیار ضرور ساتھ لانا چاہیے تھا۔ خیر یہ میرے حق میں بہتر ہے۔ اسے دیکھو۔" میکے براؤن نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر پستول نکال لیا۔ اس کے تمام چیمبر بھرے ہوئے ہیں۔ اور اب دیکھو اس کی نال کا رخ تمہارے دل کی طرف ہے نشانہ ٹھیک ہے نا۔؟"

"کیا مطلب؟"

"میری انگلی کا ہلکا سا دباؤ تمہارے دل میں سوراخ کر دے گا اور دل کے سوراخ کا مطلب تم ضرور جانتے ہو۔"

"کوئی دلچسپ مذاق ہے یہ؟" میں نے اپنے بدن میں ہونے والی سنسنی کو چھپانے کی کوشش کی۔

"ہرگز نہیں بلکہ ایک سنگین حقیقت ہے۔ یہ پرسکون جگہ تمہاری دائمی آرام گاہ بھی بن سکتی ہے۔" میکے براؤن کے لہجے کی سفاکی ہرگز چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔ کوئی نیا مرحلہ۔ میں نے دل میں سوچا ——— "مسٹر براؤن۔" میں نے سرد لہجے میں پوچھا

"تمہیں یہ بتانا ہے ہندوستانی احمق کہ تم خود سے کہیں زیادہ ذہین لوگوں کو بے وقوف بنانے میں کوشاں ہو۔ روز اوّل سے یہ بات میرے علم میں تھی کہ تم کبھی مجھ سے مخلص نہیں ہو سکتے۔ اور یہ سچ نکلا۔ میں نے تمہیں پوری چھوٹ دی تھی کہ تم اپنی ذہانت استعمال کرتے رہو۔ میں عین وقت پر تمہاری گردن پکڑ دوں گا۔"

"یہاں آنے کا یہی مقصد تھا۔؟"

"سو فیصدی۔"

"تو پھر اب کیا پروگرام ہے۔"

"تمہاری زبان اب صرف سچ بولے گی۔"

"کونسے سچ۔؟"

"تم انھیں لوگوں کے لیے کام کر رہے ہو۔؟ میری مراد طاہر علی وغیرہ سے ہے۔ ان کو کس پروگرام سے اور کہاں بھیجا گیا ہے"

"جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے براؤن حقیقت وہی۔"

"وہ لڑکی کون تھی جو تمہیں کنٹین کے ایک فنکار پر ملی تھی۔؟"

"اس کے بارے میں بھی تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"یعنی ایک پیشہ ور لڑکی۔"

"ہاں۔"

"اور وہی لڑکی اس ویران خانقاہ میں تمہارے ساتھ تھی جہاں جانگ سمبو تورد کی تلاش میں گیا تھا۔"

"یہ بکواس دوبارہ دہرانے کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟" میں نے بدستور سرد لہجے میں پوچھا۔

"اسلیے کہ جانگ اپنی یادداشت کو، اپنی نگاہ کو اپنا ایمان سمجھتا ہے۔ اس نے کبھی اس بارے میں دھوکا نہیں کھایا کنٹین کی اس ویٹرس لڑکی نے ندرت کی تصویر کی تصدیق کر دی جو تمہارے بیان کے مطابق ویلینی کی تصویر ہے۔ جانگ نے اس لڑکی کو پہچان لیا جو اس وقت اس پُراسرار راہب کے ساتھ جنگ کر رہی تھی اور وہ پراسرار راہب سمبو تورد ہے جس سے تمہارا رابطہ قائم ہو چکا ہے۔" میکے براؤن نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"بڑی دلچسپ کہانیاں سنا رہے ہو براؤن۔ کیا اس پروگرام میں تمہاری بیٹی بھی شریک ہے۔؟" میں نے کہا۔

"اس کا حوالہ دے کر مجھے کمزور کر رہے ہو گازالی۔ لیکن میں مختلف آدمی ہوں۔ تم اگر مجھ سے تعاون کرتے تو سب کچھ تمہیں دے دیتا لیکن تم براؤن کے ساتھ شطرنج کھیل رہے ہو۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو۔ ہاں بتاؤ سمبو تورد کہاں ہے۔؟"

"یہ بکواس کب تک جاری رہے گی۔؟" میں نے کہا۔

"جب تک تمہاری زبان نہ کھل جائے۔" براؤن نے کہا اور پھر ایک ستون کی طرف رخ کر کے بولا۔ "آجاؤ۔ اسے تمہاری ہی ضرورت ہے۔" میری نگاہیں بے اختیار اس طرف اٹھ گئیں جدھر سے مجھے آہٹ سنائی دی تھی۔ ستون کی آڑ سے جانگ باہر نکل آیا تھا۔

جانگ اب بالکل تندرست نظر آ رہا تھا۔ اس کا اوپری جسم بے لباس تھا اور اس کے مسلز ابھرے ہوئے تھے۔ ایک نظر میں وہ لوہے کا بنا معلوم ہوتا تھا اس کی پیشانی پر پیلے رنگ کی پٹی بندھی ہوئی تھی جس میں ایک سرخ موتی جگمگا رہا تھا آنکھیں شیشے کی گولیوں کی مانند چمک رہی تھیں۔

"میکے براؤن۔ اس سے قبل بھی تم مجھ پر شبہ کر کے شرمندہ ہو چکے ہو۔ ایک بار پھر وہی حرکت دہرا رہے ہو۔ اس وقت میں تمہارے قبضے میں ہوں جو چاہو سو کر لو۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ایک دفعہ اور غور کر لو۔" میں نے کہا۔

"اتنا الجھ گیا ہوں میں گازالی کہ اب ایک ہی ترکیب سمجھ

میں آتی ہے۔ راستے کی گھاس کاٹنا شروع کر دوں۔ جتنے غیر متعلق اس سلسلے میں الجھے ہوئے ہیں انہیں ختم کرتا چلوں۔ اس سے کم از کم یہ فائدہ ضرور ہو گا کہ اگر میں اس خزانے کو نہ حاصل سکوں کو کم از کم دوسرے بھی کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں۔" براؤن نے جواب دیا۔

"لیکن میں تم سے اب بھی مخلص ہوں۔"

"یہ مذاق میں بہت عرصے سے برداشت کر رہا ہوں۔ اور پھر جانگ کو سمیو تورا کی تلاش ہے۔ صرف میرے لیے نہیں بلکہ اپنے لیے بھی کیونکہ اس نے اس کے ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے۔"

"لیکن میں۔" میں نے کہنا چاہا اسی وقت جانگ آگے بڑھ کر میرے مقابل پہنچ گیا۔

"مجھ سے جنگ کرو۔ صرف جنگ۔ یا پھر اس قاتل کا پتا دو۔" جانگ کی آواز ابھری۔

"مجھے ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم جانگ۔" میں نے خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ درحقیقت میں خوفزدہ نہیں تھا بلکہ اس طرح میں میکے براؤن کے قریب پہنچ جانا چاہتا تھا جس کے پاس پستول موجود تھا۔ جوڈو کراٹے کے ماہر جانگ سے میں مارشل آرٹس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا لیکن اگر میکے براؤن کا پستول ہاتھ آجائے تو کچھ کام بن سکتا تھا۔

"تم جانتے ہو۔" جانگ نے کہا۔ اور اسی وقت وہ فضا میں اچھلا جیسے ہی وہ بلند ہوا میں نے میکے براؤن پر چھلانگ لگا دی۔ جانگ کسی برق رفتار پرندے کی طرح مجھ پر آیا تھا میں میکے براؤن سمیت دوسری طرف ہٹ گیا۔ لیکن گرتے گرتے بھی میں نے وہ حیرت انگیز منظر دیکھ لیا تھا۔ جانگ نے فضا میں دو تین قلابازیاں کھائیں اور اس طرح اس نے اپنا رخ تبدیل کر لیا ورنہ وہ ہم دونوں پر ہی گرتا۔ چونکہ میں میکے براؤن کو باقاعدہ نشانہ نہیں بنا سکا تھا اس لیے اس کا پستول بھی میرے ہاتھ نہ آسکا۔ میکے براؤن نے اسے سیدھا کر کے فائر کر دیا۔ جانگ نے ایک بار پھر فضا میں اچھل کر اپنی جگہ چھوڑ دی ورنہ میکے براؤن کا غلط نشانہ اسے چاٹ جاتا۔ لیکن اس بار جانگ میرے بجائے میکے براؤن کے قریب گرا تھا اور اس نے نہ جانے کس طرح براؤن کے ہاتھ سے پستول نکال لیا تھا۔

"جو میرا شکار ہوتا ہے مسٹر براؤن اسے کسی دوسرے کو مارنے کی اجازت میں کبھی نہیں دیتا۔" جانگ کی غرائی ہوئی آواز ابھری۔

میکے براؤن میری لپیٹ میں آکر بری طرح گرا تھا اور اس کے بدن پر چوٹیں بھی لگی تھیں۔ وہ خود کو سنبھالنے لگا اور مجھے موقع مل گیا۔ میں نے سوئپ لگا کر جانگ کی ٹانگوں کو الجھاتے کی کوشش کی لیکن مجھے ایسا ہی لگا تھا جیسے میری ٹانگیں دو ستونوں میں جا پھنسی ہوں۔ جانگ نے پہلے تو میری کوشش کو دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا پھر اس نے ایک پاؤں میری کمر پر رکھ دیا۔ مجھے ایسا ہی لگا جیسے میری ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ بمشکل تمام میں بدن کی پوری قوت صرف کر کے اس کے پاؤں کے نیچے سے نکل سکا تھا۔

"جانگ اسے گولی مار دو۔" براؤن ہانپتا ہوا چیخا۔ لیکن جانگ کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اس نے پستول کھول کر پہلے اس کے چیمبر خالی کیے اور پھر اسے ایک طرف اچھال دیا۔ "اٹھو۔" اس نے مجھے مخاطب کیا۔ میری نگاہیں اس دوران چاروں طرف کا جائزہ لے چکی تھیں۔ کوئی ایسی ترکیب سمجھ میں نہیں آرہی تھی جس کے ذریعہ اس مصیبت سے چھٹکارا پا سکوں۔ بہرحال میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"سمیو تورا کہاں ہے؟" جانگ نے پھر پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔ اور اس بار جانگ کی لات میرے پیٹ پر پڑی۔ میں کرب سے جھکا تو اس نے دوسری لات میری ٹھوڑی پر ماری اور میں اچھل کر گر پڑا جانگ اب مشین بن چکا تھا۔ اس نے عجیب انداز میں رقص کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی ہلکی پھلکی ٹھوکریں میرے بدن پر پڑ رہی تھیں لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے بدن پر ہتھوڑے سے ضربیں لگ رہی ہوں۔ ہر ٹھوکر پر حلق سے کراہ نکل جاتی تھی۔ بارہا میں نے ہاتھ ٹکا کر پھرتی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن جانگ کا انداز اتنا نپا تلا ہوتا کہ میرے ہاتھ بدن کو سہارا نہ دے پاتے۔

"جب برداشت کرنے کی قوت ختم ہو جائے تو سمیو تو کے بارے میں زبان کھولنے کا اظہار کر دینا۔" وہ بولا۔ میری برداشت کرنے کی قوت واقعی ختم ہوتی جا رہی تھی۔ پورے بدن کی ہڈیاں چیخ رہی تھیں۔ جانگ ہڈیوں کے جوڑوں پر ضربیں لگا رہا تھا۔ اس سلسلے میں اسے خاص مہارت نصیب ہوئی تھی۔ پھر میرے حلق سے ایک آخری کراہ نکلی اور میرا دماغ تاریکیوں میں گم ہو گیا۔

اس کے بعد کی کیفیات عجیب تھیں۔ ہوش آیا تو خود کو فضاؤں میں تیرتے ہوئے پایا۔ آسمان کہر آلود تھا۔ خنک ہوا بدن میں زخم ڈال رہی تھیں۔ کرب سے آنکھیں بند کیں تو نہ کھلیں۔ دوسری بار رات کے ہولناک سناٹوں میں آنکھ کھلی

تھی۔ کانوں میں شیر کی دھاڑ گونج رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے شیر کہیں قریب ہی موجود ہو۔ وحشت زدہ ہو کر اٹھنے کی کوشش کی تو ٹوٹی ہوئی ہڈیاں چیخ پڑیں۔ ایسی تکلیف ہوئی کہ حلق سے صرف چیخوں کے علاوہ اور کوئی آواز نہ نکل سکی۔ اور پھر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ تیسری بار آنکھ کھلی تو بدن پر ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ بینائی نے کام شروع کیا تو ایک چوکور دروازہ نظر آیا جس کے دوسری طرف پانی کا سفید دھارا گرتا نظر آرہا تھا۔ پانی اتنا قریب تھا کہ کسی پتھر پر گرنے کی وجہ سے یہ پھواریں میرے بدن تک آرہی تھیں۔ جھرنے کے گرنے کی آوازیں میرے کان بخوبی سن رہے تھے۔ خود کو سنبھال کر اٹھنے کی کوشش کی تو ناکامی نہیں ہوئی۔ البتہ حیرت ضرور ہوئی تھی کہ میں اٹھ سکتا ہوں۔ بدن میں اب درد نہیں تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

کھلا ہوا چوکور دروازہ کسی چھولداری کا تھا جس کی چھت کافی بلند تھی۔ مزید کوشش کی تو اٹھ کھڑا ہوا۔ دل کو ایک عجیب سی مسرت کا احساس ہوا تھا۔ حیرت انگیز بات تھی کہ بدن کی توانائیاں بحال تھیں بلکہ جسم میں ایک انوکھی قوت کا احساس ہو رہا تھا۔

میں آہستہ قدموں سے باہر نکل آیا۔ حسین جھرنا میرے سامنے تھا۔ پہاڑوں کی بلندیوں سے ایک لمبی چوڑی سفید لکیر زمین کی طرف گر رہی تھی۔ اطراف میں حسین مناظر بکھرے ہوئے تھے لیکن آس پاس کوئی انسانی وجود نہیں تھا۔ یہاں تک پہنچنے کی کہانی کیا ہے، ماضی ذہن سے اوجھل نہیں تھا۔ سب کچھ یاد آگیا۔ جانگ نے میرے پورے بدن کی ہڈیاں چٹخا دی تھیں۔ شاید کوئی ہڈی سلامت نہیں رہی تھی۔ لیکن اب مجھے اپنا بدن پہلے سے کہیں زیادہ طاقتور محسوس ہو رہا تھا۔ آخر کیسے؟

"کوئی ہے؟" میں نے زور سے پکارا۔ اور اسی وقت جھرنے سے بننے والی ندی سے ایک انسانی وجود نے سر ابھارا۔ [illegible] کا دھوکا نہیں تھا۔ وہ ایک لڑکی ہی تھی جس کے لمبے لمبے بال پانی میں بھیگ کر اس کے بدن سے چپٹے ہوئے تھے۔ اس نے مجھے دیکھا اور دوبارہ پانی میں غوطہ لگا دیا۔

چند لمحات تو میں حیرت کا شکار اس جگہ نگاہیں جمائے کھڑا رہا، جہاں لڑکی پانی میں گم ہوئی تھی۔ لیکن غور سے دیکھا تو وہ گم نہیں ہوئی تھی۔ شفاف پانی میں اس کا حسین وجود بے چینی سے گردش کر رہا تھا۔ مجھے ایک دم اس کی وحشت کا احساس ہوا۔ اور میں واپس پلٹ پڑا۔ یقیناً اس کے کپڑے کہیں آس پاس ہوں گے۔ میری وجہ سے وہ ان تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد میں ایک بار پھر باہر نکل آیا اور اس طرف دیکھا جہاں لڑکی موجود تھی لیکن اب یہاں کچھ نہیں تھا۔ آنکھوں کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا۔ تاحد نگاہ سناٹے کا راج تھا۔ ہاں چھوٹے چھوٹے جانور [illegible] ادھر ادھر پھرتے نظر آرہے تھے۔

"کوئی ہے تو سامنے آئے؟" میں پھر چیخا اور جواب میں قدموں کی چاپ سنائی دی اور میں اس سمت نگاہیں دوڑانے لگا۔ وہی [illegible] وہ قریب پہنچا تو میں ششدر رہ گیا۔ وہ [illegible] تھی۔

میں نے متحیرانہ انداز میں دیکھا، ندرت کے بھیگے ہوئے بالوں سے یہ احساس ہوتا تھا کہ پانی میں وہی تھی، لیکن اس وقت میں اسے نہیں پہچان سکا تھا، کیونکہ اس کے بھیگے ہوئے بالوں کا بڑا حصہ اس کے چہرے پر بھی تھا۔ ندرت کی بے پناہ حسین اور پرکشش آنکھوں میں اس وقت ایک عجیب سی حیا نظر آرہی تھی، میرے قریب پہنچ کر بھی وہ چند لمحات بالکل خاموش رہی، میں حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ اس کے بدن پر ڈھیلا ڈھالا لباس تھا۔ اس سے قبل میں نے ندرت کے وجود میں ایسی دلکشی نہیں دیکھی تھی جو اس وقت نظر آرہی تھی۔ میں نے اس کے بھدے نقوش کی بناء پر کبھی اس پر توجہ ہی نہیں دی تھی، جبکہ اس کی جاندار آنکھیں لاکھوں حسین لڑکیوں پر بھاری تھیں، پھر میں نے خود کو سنبھالا اور [illegible] انداز میں بولا "ندرت!"

"ہاں میں۔ کیوں؟" اس نے خفیف سی مسکراہٹ کے بعد کہا۔

"پانی میں۔ پانی میں تم ہی تھیں؟"

"ہاں کیوں؟" وہ پھر اسی انداز میں بولی، وہ مجھ سے نگاہیں نہیں ملا رہی تھی۔ شرم و حیا سے اس کا سمٹا ہوا وجود اس وقت اتنا دلکش لگ رہا تھا کہ نگاہیں اس پر سے ہٹ نہ پا رہی تھیں اور شاید میری یہی بے باکی ندرت کو شرمسار کر رہی تھی۔ میں ایک دم چونک پڑا۔ کیا حماقت ہے، میں نے دل ہی دل میں سوچا، اور پھر رخ بدلتے ہوئے بولا۔ "میں تمہیں پہچان نہیں سکا تھا ندرت!" میں نے کہا اور پھر چھولداری کی طرف بڑھ گیا۔

"ادھر کیوں جا رہے ہو، کچھ تھکن؟" اس نے حسب عادت جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور میں رک گیا۔ "نہیں ندرت میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"تو آؤ پھر ادھر بیٹھو۔" اس نے کہا اور میں نے اس کے اشارے کی سمت دیکھا۔ چھوٹے چھوٹے پتھر پڑے ہوئے تھے جو اوپر سے سپاٹ اور ہموار تھے، اس کے کہنے پر میں ایک پتھر پہ جا بیٹھا اور ندرت دلکش چال چلتی ہوئی میرے سامنے

کے پتھر تک پہنچ گئی، اس نے پتھر سے اپنا بدن آہستہ سے لگایا اور پھر بولی "تم ٹھیک ہے گازالی ؟"

"ہاں۔لیکن شاید میری بینائی خراب ہو گئی ہے۔ یہ بتاؤ، میں نے تمہیں پانی میں کیوں نہیں پہچانا تھا ؟"

"میں کیا بتائے" وہ شرگیں لہجے میں بولی۔

"چلو چھوڑو، یہ کونسی جگہ ہے ندرت اور میں یہاں کیسے پہنچ گیا ۔۔۔ ؟"

"ایسا سوال دوسرا نائیں" ندرت نے کہا اور میں اُس کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اُس کے لہجے میں ہلکی سی لرزش تھی۔

"مجھے حیرت ہے ندرت۔ ہونی چاہیے اور اب تمہیں دیکھ کر میں یہ بات بآسانی سوچ سکتا ہوں کہ مجھے زندگی کی طرف واپس لانے والی تم ہو ۔۔۔ !"

"مائے نائیں وائی مین !" ندرت نے جواب دیا۔

"میں تم دونوں کو الگ الگ نہیں سمجھتا" میں بولا اور ندرت عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی "نائیں۔ ہم ایسا مانے اور وہ وائی مین، ہم دونوں الگ مانے، الگ مانے" اُس کی اردو مجھے بے اختیار مسکرانے پر مجبور کر دیتی تھی۔ چنانچہ میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور وہ بھی مسکرا دی ۔۔۔

"مائے گلط نائیں"

"نہیں بالکل نہیں۔ واقعی تم، تم ہو اور وہ۔ لیکن میں بھی میں ہوں اور یہ پوچھ سکتا ہوں کہ مجھے کیسے بچایا گیا"

ندرت سنجیدہ ہو گئی۔ اس کے انداز میں جو کیفیت پائی جاتی تھی اس نے ایک لمحے کے لیے مجھے عجیب احساس کا شکار کر دیا تھا، لیکن ہم دونوں ہی سنبھل گئے۔ ندرت نے مجھے غور دیکھتے ہوئے کہا "آہستہ بولو۔ تم کیسا ؟"

"ٹھیک ہوں، اب بالکل ٹھیک ہوں، بلکہ ہوش آنے کے بعد خود کو پہلے سے کہیں زیادہ تندرست و توانا پا رہا ہوں"

"وہ کون تھا جس نے تم کو مارا" ندرت بولی۔

"میں تمہیں کس کیفیت میں ملا تھا ۔۔۔ !"

"افسوس میں نائیں تھا، خود سمبو تورا یا وائی مین تھا۔ وہ تم کو سونگھتا ہوا اُدھر تک گیا تھا۔ پھر تم کو دیکھا اور کینٹوناہا کس میں مجھ کو لایا اور ہم لوگ تمہارا سیریس کنڈیشن دیکھ کر اُدھر سے چلا"

"اوہ۔ گویا تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وائی مین مجھے سونگھتا ہوا اس جگہ تک پہنچ گیا تھا جہاں میں زخمی پڑا ہوا تھا" میں نے کہا۔

"میری کیا کیفیت تھی ندرت، یہ بتاؤ"

"بہت ڈینجر۔ بہت ہی ڈینجر۔ اتنا کہ ہم لوگ چھ سات دن سیریس رہا، ہم سوچا کہ تم مر جائے گا" ندرت نے کہا۔

"کیا میرے بدن کی ہڈیاں ٹوٹی ہوئی تھیں" میں نے سوال کیا۔

"بہوت، بہوت زیادہ !"

"مگر ندرت اب میں اپنے پیروں پر کھڑا ہوں، اور میرے جسم کی کسی بھی ہڈی میں تکلیف کا احساس نہیں ہوتا، یہ کون کی مسیحائی ہے"

"وائی مین کام کیا، ہم نہیں جانتا، وہ ڈاکٹر مانے" ندرت بولی اور میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ "تم لوگ سب کچھ ہو، لیکن اس قدر الجھے ہوئے ہو کہ تمہارے بارے میں سوچتے ہوئے دماغ کی رگیں پھٹنے لگتی ہیں۔ اگر وائی مین ڈاکٹر ہے تو گومین کا علاج اس نے کیوں نہیں کیا، اتنا شاندار ڈاکٹر ہونے کے باوجود وہ گومین کے علاج میں ناکام رہا۔ جبکہ تمہاری رسائی گومین تک تھی ندرت"

"میرا کھیال ہے وہ بیرین ڈاکٹر نائیں" ندرت نے جواب دیا اور ہنس پڑی۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر اُسے دیکھا۔ یہ لڑکی جب بھی ہنستی تھی اُس وقت اُسے نہ دیکھنا گناہ تھا، اس کی ہنسی میں ایسی پرکشش پاکیزگی تھی کہ انسان اس کی طرف دیکھتا ہی رہے۔ اور دیکھنے کے بعد اُس کے لیے ترستا ہی رہے۔

میرے اس طرح دیکھنے پر اُس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک انوکھی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ندرت کا یہ انداز اجنبی تھا اس سے قبل وہ سنجیدہ اور غیر جذباتی رہی نظر آتی رہی تھی، لیکن نجانے اس ماحول نے اس پر کیا اثر کیا تھا چہرے کی یہ شرماہٹیں، بدن کی یہ لرزش اور آواز کا بھاری پن یہ احساس دلاتا تھا کہ اس کے اندر کی عورت جاگ رہی ہے۔ لیکن یہ غلط تھا، میرے نقطۂ نگاہ سے یہ سب کچھ غلط تھا اور میں اس ہنسی اور اس شرماہٹ کی پذیرائی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔ "لیکن یہ کون سی جگہ ہے ندرت؟ اس کے بارے میں تو تمہیں معلوم ہو گا، یا تم یہ بھی نہیں جانتا" آخری الفاظ میں نے اُسی کے انداز میں بولے تھے۔

ندرت مسکرائی اور کہنے لگی۔ "ڈینی کلاؤز نے ہے یہ جگا جنگلی علاقہ ہے، دور دور تک ایسا ہی ماحول مانے"

"سمبو تورا کہاں ہے ؟" میں نے پوچھا۔

"آنے گا ابھی تھوڑا دیر سے آنے گا" اُس نے جواب دیا اور پھر بولی "تم کو بھوک لگا گازالی ۔۔۔ ؟"

"بھوک۔ نہیں ابھی تو نہیں ہے۔ کیا یہاں کھانے

کا انتظام بھی کر رکھا ہے تم نے ۔۔۔ !"

"ہاں کیوں نائیں" اس نے جواب دیا اور پھر بولی۔ "آؤ مائے تم کو دکھاتے" وہ مسلسل اردو بول رہی تھی اور اُردو میں جو جملہ نہیں کہہ پاتی تھی اس کی انگریزی میں ٹانگ توڑ دیتی تھی۔ چھولداری کے عقب میں ایک اور چھولداری دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی۔ یہ ندرت کی رہائشگاہ تھی، چونکہ میں اپنی چھولداری کے سامنے والے حصے سے باہر نکلا تھا اس لیے عقبی حصے کی طرف توجہ نہیں دے سکا تھا، پشت سے پشت ملائے ایک اور چھولداری وہاں نصب تھی اور اس میں کھانے پینے کی اشیاء کے ذخیرے بھی موجود تھے۔

"مجھے یہاں تک کیسے لایا گیا ؟"

"گھوڑے پر" ندرت نے جواب دیا۔

"بہرطور بڑی حسین جگہ ہے"

"بہت خوب صورت۔ بٹ ادھر جنگلی جانور بھی ہوتا" ندرت نے کہا اور پھر سامان میں سے ایک رائفل نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ "یہ اپنا پاس ضرور رکھو، پستول بھی ہے"

"خوب، یہ اسلحہ کہاں سے حاصل کیا تم لوگوں نے ؟"

"میں پھر ایسا بولے گا۔ میں نئیں جانتا، سمبو تورا کیا" ندرت نے کہا اور ہنسنے لگی۔ بہرطور اُس کے ساتھ کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی تھی، صورت حال میری سمجھ میں آ رہی تھی لیکن جہاں تک تعجب کی بات تھی وہ اپنی جگہ تھی، ان لوگوں نے مجھے سونگھ کر میری خوشبو اپنے ذہن میں بسا لی تھی اور پھر اُس وقت شاید میں ان کی رینج میں تھا جب ان لوگوں نے مجھے سونگھا اور بروقت سمبو تورا وہاں پہنچ گیا۔ وہ مجھے اٹھا کر یہاں لے آیا اور اس نے میرا علاج کیا۔ یہ تھی بے ہوش ہونے کے بعد کی کہانی اور اب ندرت میری تیمارداری کر رہی تھی لیکن یہ تیماردار خاتون اس وقت جن کیفیات کا شکار تھی اس کی کم از کم ندرت جیسی سنجیدہ لڑکی سے توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ بہرطور کچھ بھی ہو، لڑکیاں ہر جگہ لڑکیاں ہی ہوتی ہیں، خواہ کسی سیارے ہی کی مخلوق کیوں نہ ہوں، ندرت پر بھی اس وقت ماحول کے اثرات تھے۔ لیکن میں جانتا تھا کہ وہ جس وقت خود کو سنبھالنا چاہے گی، بآسانی سنبھال لے گی اور اُس کی کیفیت کم از کم جولیا یا ہما جیسی نہیں ہو گی۔ ان دونوں کا تصور کر کے ذہن میں متعدد خیالات ابھر آئے۔ ہما تو اب میرے لیے ایک مقدس چیز بن چکی تھی اور جولیا تو کیا میکے براؤن کی حرکت کا علم ہو گیا ہو گا ۔۔۔ !

ویسے تعجب کی بات یہ تھی کہ میکے براؤن جب مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا تو اس نے مجھے اس طرح کیوں چھوڑ دیا تھا، کیا مجھے مردہ سمجھ لیا گیا تھا، میری جو کیفیت تھی اس سے واقعی کوئی بھی شخص یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ تھوڑی دیر کی زندگی اگر میرے بدن میں باقی ہے تو ہے، ورنہ اس کے بعد میں یقیناً عالم بالا کو پرواز کر جاؤں گا۔ ممکن ہے میکے براؤن مجھے مردہ سمجھ کر ہی وہاں سے چلا آیا ہو اور وہ کم بخت جانگ فولاد کا انسان تھا۔ اتنا طاقتور انسان کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

ندرت نے شاید چائے کا پانی چڑھا دیا تھا۔ چائے کی ہلکی ہلکی خوشبو فضا میں منتشر ہونے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد اُس نے ایک چھوٹی سی خوبصورت کیتلی میں چائے ڈال لی۔ دو کپ اٹھائے اور کہنے لگی۔ "آؤ فال کے پاس چلتے ہیں ۔۔۔ !"

میں خاموشی سے اٹھا اور ہم دونوں چھولداری سے باہر نکل آئے، جھرنے کے کنارے چھوٹے چھوٹے سیاہ پتھر پڑے ہوئے تھے جنہیں بآسانی کرسیوں کی حیثیت سے استعمال کیا جا سکتا تھا، ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی اور سفید متحرک دیوار پہاڑوں کی بلندی سے زمین تک مسلسل اپنا سفر طے کر رہی تھی۔ اس جگہ چائے نے بڑا لطف دیا، یوں لگتا تھا جیسے ہم کسی پکنک پر آئے ہوں۔ اگر میرے ذہن میں انتشار نہ ہوتا تو میں اس ماحول سے خاصا لطف اندوز ہوتا۔ لیکن میں ان تمام باتوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ "اب میں ٹھیک ہوں ندرت، یہاں سے چلنے کا کیا پروگرام ہے ۔۔۔ ؟"

"میں نائیں بولے گا سمبو تورا آئے گا، پھر ہم ادھر سے جائے گا" ندرت نے جواب دیا اور میں گہری سانس لے کر چائے پیتا رہا۔ ندرت بھی خاموشی سے کسی سوچ میں ڈوبی رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے کہا۔ "تم ان لوگوں کو جانتا جس نے تم سے جنگ کیا ۔۔۔ !"

"ہاں ندرت جانتا ہوں اُنہیں اچھی طرح" میں نے جواب دیا۔

"کون تھا" ندرت متعجبانہ انداز میں بولی۔

"یہ بات تمہیں نہیں معلوم ؟"

"سمبو تورا پتا لگاتا، میں نائیں جانتا، میں تو اُس وقت سے ادھر تمہارے ساتھ ہے جب تم انجرڈ ہوا" ندرت نے جواب دیا۔

"میکے براؤن اور اس کے ساتھی تھے" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔بٹ وہ ایسا کیوں کیا؟"

"وہ اب دوسرے لوگوں کو راستے سے ہٹانے کی فکر میں سرگرداں ہو گیا ہے ندرت تاکہ اپنے طور پر کامیابی یا ناکامی کے لیے کام کرتا رہے۔ وہ اب دوسروں کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کی کیفیت کسی پاگل کتے کی سی ہو گئی ہے۔ اور ندرت اب مجھے ان لوگوں کے لیے بھی خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔"

"کن لوگوں کے لیے؟" ندرت نے سوال کیا۔

"ڈاکٹر طاہر علی وغیرہ، وہ میکے براؤن کے مقابلے پر کچھ بھی نہیں ہیں، کہیں میکے براؤن میری ہی طرح اُن کی زندگی کا دشمن بھی نہ بن جائے۔" میں نے تشویش زدہ لہجے میں کہا اور ندرت گردن جھکا کر خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کہنے لگی۔

"اب جب تک سمبوتورا نہیں آتا، ہم خاموش ہو گا۔ اور بعد میں اس کو مشورہ کرے گا۔" میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔ در حقیقت میکے براؤن نے میرے ساتھ جو کیا تھا اس سے طاہر علی وغیرہ کے بارے میں تشویش ہو گئی تھی، یہ خیال تازہ تازہ میرے ذہن میں آیا تھا کہ کہیں وہ ان لوگوں کو بھی راستے سے ہٹانے کی کوشش نہ کرے۔

شام آہستہ آہستہ جھکتی آ رہی تھی۔ ندرت سے میری بیشمار باتیں ہوئی تھیں۔ اس دوران ندرت کے انداز میں وہی مخصوص کیفیت مسلسل جھلکتی رہی تھی۔ شام کے جھٹپٹے سے قبل ہی اس نے ایک عجیب سا برتن نکالا۔ ایک آئل اسٹوو پر آگ جلائی اور اس برتن میں کوئی سیال ڈال کر اسے پانی سے بھر دیا۔ میں اس کی یہ حرکات دیکھتا رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے جب ایک اور غیر مانوس حرکت کی تو میں چونکے بغیر نہیں رہ سکا۔ چند نوک دار پتھر تھے جو گہرے بھورے رنگ کے تھے۔ اس نے ان پتھروں کو برتن میں ڈال کر برتن اوپر سے بند کر دیا۔ میں نے تعجب سے اس کی یہ کیفیت دیکھی اور دفعتاً مجھے ایک روایت یاد آ گئی جب ایک عورت اپنے بچے کو ہانڈی میں پتھر پکا کر تسلیاں دے رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ کھانا پک جائے تو وہ انہیں کھلائے گی۔ میں نے مسکراتے ہوئے انداز میں کہا۔ "کیوں، کیا تم یہ پتھر پکا رہی ہو؟"

"ہاں۔" ندرت نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

"کیا ہے یہ ـــ؟"

"تمہارا شام کا کھانا۔" اس نے جواب دیا۔

"ارے۔ ارے۔ یہ مذاق تمہیں کیوں سوجھا ندرت۔"

"یہ مذاق کئی دن سے ہوتا ہے یہ دوسرا بات ہے کہ تم ہوش میں ایسا نہیں کیا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"اسٹون سوپ۔ تم پتھروں کا سوپ پیتا ہے اور تم فیل نہیں کیا کہ تمہارا بدن کتنا فٹ ہے۔" ندرت نے جواب دیا۔

"کیا واقعی یہ حقیقت ہے؟"

"ہاں، سمبوتورا میرے کو بولا۔" ندرت نے جواب دیا۔

اور میں حیران رہ گیا۔ واقعی یہاں میرے لیے ہر طرف حیرت ہی حیرت تھی۔ کہاں تک ان الجھنوں میں گرفتار رہتا۔ چنانچہ ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ رات تک یہ پتھر ابلتے رہے اور اس کے بعد ندرت نے مجھے خوبصورت سے شیشے کے گلاس میں گہرے بھورے رنگ کا یہ سیال پیش کیا جو پتا نہیں کیسا تھا۔ لیکن جب میں نے اس کا پہلا گھونٹ لیا تو وہ کافی خوش ذائقہ تھا۔ "کمال ہے۔ لوگ پتھروں کو اس طرح نظر انداز کیوں کرتے رہے ہیں۔ یہ تو بہت نفیس چیز ہے۔"

"اس کو فائن کیا گیا۔" ندرت مسکرا کر بولی۔

چاروں طرف رات پھیل گئی تھی۔ جنگلی جانوروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، رات گئے تک میں ندرت کے ساتھ رہا اور پھر ندرت کے کہنے پر اپنی چھولداری میں آ گیا۔ ندرت نے مجھ سے کہا تھا کہ سکون سے سوؤں، اب تک یہاں کوئی خطرہ پیش نہیں آیا ہے۔ اس لیے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ لیکن چھولداری میں پہنچنے کے بعد سکون کہاں سے ملتا، خیالات کے طوفان ذہن میں امڈے چلے آ رہے تھے۔ سوچنے کے لیے اتنا کچھ تھا کہ جس طرف بھی نکل جاتا سوچ ہی سوچ ہوتی۔ طاہر علی وغیرہ کے بارے میں بھی ذرا سی تشویش تھی۔ خوش بختی تھی حسن صاحب کی کہ وہ اس جہنم سے باہر نکل گئے تھے۔ یہاں تو مسائل کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا جو نجانے کب تک جاری رہے گا اور معلوم نہیں اس کا انجام کیا ہو گا۔ میکے براؤن یاد آیا۔ اپنی دانست میں وہ میرا خاتمہ کر چکا تھا اور اب اس کے اپنے حساب کے مطابق کم از کم اس کے راستے سے ایک خطرناک آدمی ہٹ گیا تھا لیکن جولیا کو اس نے کیا کہہ کر بہلایا ہو گا۔ میں جانتا تھا کہ اس چالاک یورپین نے جولیا سے یہی کہا ہو گا کہ میں مخلص آدمی نہیں تھا کوئی اشارہ پا کر یہاں سے فرار ہو گیا۔ جولیا سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور اسی قسم کی دوسری باتیں۔ معلوم نہیں بے چاری نے کس طرح خود

کو سمجھایا ہو گا لیکن اب آگے کیا کچھ ہو گا۔ یہ سمبوتورا یا اس کا دوسرا نام جو میرے سامنے وائی مین کی حیثیت سے آیا ہے معلوم نہیں کیا کچھ ہے۔

میں نے اُسے مارشل آرٹس بلکہ ایک عجیب و غریب فنِ جنگ کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھا تھا اور اب وہ مجھے پتھروں کا سوپ پلا رہا تھا اور میرے بدن کی توانائیاں بحال ہو رہی تھیں۔ مجھے خود بھی احساس ہو رہا تھا کہ اس سے پہلے میں نے کبھی اپنے آپ کو اس قدر توانا نہیں محسوس کیا۔ رات کے آخری حصے تک جاگتا رہا، سونے کی بے انتہا کوشش کی، لیکن نیند ہی نہیں آ رہی تھی۔ پھر صبح کی خنک ہوائیں چھولداری کے رخنوں سے اندر آنے لگیں اور میری آنکھ لگ گئی۔

جاگا تو خوب دن چڑھ چکا تھا اور موسم میں تبدیلی رونما ہو گئی تھی۔ گو یہ تبدیلی ناخوشگوار نہیں تھی لیکن اس کے باوجود یہ اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ موسم کسی قدر گرم ہو گیا ہے۔

چھولداری کا دروازہ ہٹا کر باہر نکلا تو سامنے ہی سمبوتورا اور ندرت کو پایا۔ دونوں پتھروں پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر سمبوتورا کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس کے اندر وہ پراسرار کیفیت نہیں رہی تھی۔ اور وہ کسی قدر چاق چوبند نظر آتا تھا۔ لباس بھی اس وقت راہبوں کا سا نظر نہیں آتا تھا بلکہ ڈھیلے ڈھالے تبتی لباس میں تھا۔ ندرت نے مجھے دیکھا اور کھڑی ہو گئی۔ "اچھا یہ ہو گا کہ تم پہلے نہا لو۔" اس نے انگریزی میں کہا۔ سمبوتورا کے سامنے وہ اردو بولنے کی کوشش نہیں کرتی تھی۔ میں نے نہانے سے منع کر دیا اور ندی کے کنارے جا کر منہ ہاتھ دھو لیا۔ ندرت نے چھولداری میں جا کر ناشتا تیار کیا اور میرے لیے لے آئی، غالباً پہلے ہی سے اس نے ناشتے کی تیاریاں کر لی تھیں۔ چونکہ اسے جانے اور آنے میں ایک منٹ بھی نہیں لگا تھا۔ اس دوران میں سمبوتورا سے گفتگو کرنے لگا تھا۔ سمبوتورا نے مجھ سے پوچھا۔ "تمہاری اندرونی کیفیت کیسی ہے گازالی؟"

"حیرت انگیز طور پر ٹھیک ہوں سمبوتورا، ہانیسا مجھے بتا چکی ہے کہ وہ مجھے پتھروں کا سوپ پلاتی رہی ہے۔"

"ہاں۔ میں تمہیں اپنا آئیڈیل بنانے کا فیصلہ کر چکا ہوں مجھے پتا چل چکا ہے اور ابھی میں ندرت کو یہی بتا رہا تھا کہ تمہیں زخمی کرنے والے میکے براؤن اور اس کے ساتھی ہیں۔ میکے براؤن کے بارے میں مجھے تھوڑی بہت معلومات ہانیسا نے دی تھیں اور اس سے پہلے تم سے بھی اس کے بارے میں گفتگو ہو چکی تھی۔ میں نے کوفن میں اسے تلاش کیا۔ کوفن اس نے چھوڑ دیا ہے۔"

"اوہ۔" میں نے چونک کر سمبوتورا کو دیکھا اور پھر ہانیسا کی آمد نے گفتگو کا یہ سلسلہ منقطع کر دیا۔ ہم تینوں ہی نے ساتھ ناشتا کیا تھا، غالباً یہ ناشتا سمبوتورا اپنے ساتھ لایا تھا چونکہ اس میں بہت سی تازہ چیزیں بھی موجود تھیں۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد سمبوتورا نے کہا۔ "گازالی اب تمہارا کیا پروگرام ہے ـــ؟"

"میری اندرونی کیفیت کے بارے میں تو اب تم ہی بتا سکتے ہو وائی مین۔" میں نے کہا۔

"تم بالکل ٹھیک ہو بلکہ اُس مقصد کے لیے بھی اب فٹ ہو چکے ہو جو میرے ذہن میں ہے۔"

"مقصد؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ مارشل آرٹس کی تربیت دوں گا تم کو۔" سمبوتورا نے کہا۔

"اوہ۔" میں نے سمبوتورا کی طرف دلچسپ نگاہوں سے دیکھا اور پھر پوچھا۔ "کیا میں اس میں کامیاب ہو سکتا ہوں سمبوتورا؟"

"سو فیصدی۔ بالکل کامیاب ہو سکتے ہو۔ حالانکہ یہ ایک عجیب بات ہے لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم نے جس مشن کے لیے اپنا ایک آئیڈیل منتخب کیا ہے اس کی تکمیل آسان نہیں ہے۔ اس میں ذہنی اور جسمانی طور پر اتنے طاقتور آدمی کی ضرورت ہے جو کسی بھی جگہ دقتوں کا شکار نہ ہو سکے۔ میں تمہیں مارشل آرٹس کی تربیت دوں گا، جتنا کچھ مجھے معلوم ہے وہ سب تمہیں سکھا دوں گا بشرطیکہ تم اپنے طور پر اس پر آمادہ ہو۔"

"اس میں کتنا وقت لگے گا مسٹر وائی مین؟" میں نے سوال کیا۔

"سب کچھ سیکھنے کے لیے طویل وقت درکار ہوتا ہے، میں اتنا عرصہ خالی نہیں بیٹھ سکتا لیکن تمہاری تربیت کے لیے کچھ وقت ہمیں مخصوص کرنا ہو گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمارے دوسرے کام بھی جاری رہیں گے لیکن فی الحال میں کافی دن تک تمہیں یہاں سے شہر نہیں لے جاؤں گا۔"

"اور اگر اس دوران وہ لوگ اپنا کام کر کے نکل گئے تو؟"

"ان پر نگاہ رکھی جائے گی۔ اگر ایسا ہوا تو پھر ہم ان کے ساتھ چلیں گے لیکن تمہاری تربیت جاری رہے گی، بولو اپنے آپ کو اس بات پر آمادہ پاتے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"یقیناً۔ میں مارشل آرٹس کی تربیت اور وہ بھی تم جیسے

آدمی کے ہاتھوں پاکر بے انتہا خوشی محسوس کروں گا۔ میں نے کہا اور سمبوتورا پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا البتہ میرے ذہن میں بے شمار الجھنیں باقی تھیں۔ چائے پیتے ہوئے میں نے اس بارے میں بہت کچھ سوچا تھا۔ مارشل آرٹس کی تربیت کے دوران اگر یہاں مجھے کچھ زیادہ عرصے قیام کرنا پڑا تو کہیں یوں نہ ہو کہ ان لوگوں کو بالکل ہی کھو بیٹھا جائے' ویسے سمبوتورا کی معیت اس بات کا مظہر تھی کہ ساری باتیں اپنی جگہ میکے براؤن' طاہر علی' کنور پرbhات سنگھ اور کرنل آسٹن کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حسن صاحب تو واپس جا ہی چکے ہیں چنانچہ میرے اوپر ان میں سے کسی کی ذمہ داری نہیں ہے اور اگر میں ان تک نہیں پہنچ پاتا اور وہ اپنے طور پر سفر پر نکل پڑتے ہیں تب بھی انہیں کم از کم اتنی کامیابی تو نصیب نہیں ہو سکتی جتنی مجھے ہو سکتی ہے چونکہ میں ان لوگوں سے بہ طور زیادہ معلومات رکھتا تھا حالانکہ میکے براؤن، طاہر علی سب کے سب ہی سمبوتورا کی تلاش میں تھے اور اس کے ذریعے ولیمپی کی راہ پر لگنا چاہتے تھے جبکہ میں سمبوتورا سے بالکل قریب تھا۔ اس طرح میری پوزیشن ان سے کہیں بہتر تھی۔

سارا دن گذر گیا۔ سمبوتورا یہیں موجود تھا۔ وہ گھوڑے پر آیا تھا۔ سیاہ شاندار گھوڑا جھولداری سے کچھ فاصلے پر ایک درخت کے سائے میں بندھا ہوا تھا۔ رات کا کھانا ہم نے جھرنے کے کنارے کھایا اور اس کے بعد میں سمبوتورا سے باتیں کرنے لگا۔ مختلف موضوعات زیر بحث آئے۔ سمبوتورا کہنے لگا "جیسا کہ میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں گازالی۔ ہمارے یہاں رکنے کا مقصد صرف گومین کی تلاش ہے لیکن جہاں تک اندازہ ہوتا ہے گومین نہ تو میکے براؤن کو مل سکا ہے اور نہ ہی دوسرے لوگ اس کا پتا لگا سکے ہیں۔ مجھے صرف اس شخصیت کی تلاش ہے جس کے بارے میں تم نے نشاندہی کی تھی۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے کنور پربھات سنگھ کی تحویل سے گومین کو نکال لیا تھا۔ وہ ہماری نگاہوں سے آج تک اوجھل ہیں اور اس سے تم اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہو گازالی کہ وہ ذہنی طور پر خاصے طاقتور لوگ ہیں اور ابھی تک کسی کے علم میں نہیں آ سکے۔ میں اپنی تمام تر کوششیں اس بات پر صرف کر رہا ہوں کہ میکے براؤن اور ڈاکٹر طاہر علی وغیرہ کے علاوہ کوئی تیسری ایسی شخصیت منظر عام پر آئے جو ان معاملات سے دلچسپی رکھتی ہو اور اس کے لیے میں پلاننگ کر رہا ہوں۔

" بدقسمتی یہ ہے کہ میری مصروفیات اب تک خاصی مختلف رہی ہیں اور میں کسی ایک سلسلے میں پوری توجہ سے کام نہیں کر سکا۔ میری دلی خواہش ہے کہ اپنی کچھ ذمہ داریاں تمہیں سونپ کر میں اس کام میں مصروف ہو جاؤں۔ اگر اس سے قبل ہم ولیمپی کی طرف رخ کرتے ہیں تو بے سود ہو گا، جب مقصد ہی پورا نہ ہو سکے تو پھر میں اسے جا کر کیا جواب دوں گا۔"

" ٹھیک کہتے ہیں مسٹر وائی مین لیکن ہمارے لیے یہ یقین کرنا بہت مشکل ہے کہ وہ شخصیت لہاسہ ہی میں ہے یا تبت کے اور کسی علاقے میں۔ اس کے اپنے نظریات کیا ہیں اور کس انداز میں کام کر رہی ہے؟"

" ہاں۔ بالکل یہی بات ہے۔ ہم دعوے سے کچھ نہیں کہہ سکتے کم از کم جیسا کہ تمہیں تھوڑا بہت تجربہ بھی ہو چکا، گومین اگر اس علاقے میں ہوتا تو یقینی طور پر کہیں نہ کہیں سے ہمیں اس کی خبر ضرور ملتی۔ ہوائیں پیغامبر ہیں اور انہوں نے ہی مجھے تمہاری طرف متوجہ کیا۔ تم ہماری رینج میں تھے اور کیسی خوش بختی کی بات ہے کہ ہم وہ عمل دہرا چکے تھے جس کی بنا پر تم تک پہنچنا ممکن ہوا۔ گومین کے بارے میں اسی بنیاد پر میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ لہاسہ میں نہیں ہے لیکن تبت کا علاقہ مختصر نہیں۔ اسے تلاش کرنے کے لیے ہم تبت کے ایک ایک گوشے کو نہیں چھان سکتے، میں اب تک کوئی ایسی ترکیب سوچ رہا ہوں جس کے ذریعے ہمیں کامیابی نصیب ہو۔" تھوڑے ہی فاصلے پر کہیں جنگلی جانوروں کی بھاگ دوڑ سنائی دی اور ہم تینوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک تیندوا، نیل گائے کا تعاقب کر رہا تھا۔ میں متعجب نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ تیندوے نے تھوڑی دور جا کر نیل گائے پر جھپٹا مارا لیکن نیل گائے اسے چکر دے کر جھاڑیوں میں گھس گئی۔

" کافی خطرناک علاقہ ہے یہاں خونخوار جانور بھی رہتے ہیں۔ اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔"

" ان کی طرف توجہ نہ دینا۔ تم ان جانوروں سے محفوظ ہو۔" وائی مین نے جواب دیا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ "کیسے؟" میں نے سوال کیا اور وائی مین کے چہرے پر ایسے آثار پیدا ہو گئے جیسے اُسے اپنے ان جملوں پر افسوس ہوا ہو۔ بہرطور مجھے جواب دینا بھی ضروری تھا چنانچہ اس نے کہا "بس۔ میں نے کچھ اس طرح کے انتظامات کیے ہیں کہ وحشی جانور، ہمیں نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

مجھے احساس ہو چکا تھا کہ وائی مین یہ کہہ کر خود بھی کسی قدر خجل ہو گیا ہے۔ اس لیے میں نے اس سے تشریح نہیں چاہی۔ ان پُراسرار لوگوں کی بے شمار باتیں سمجھ میں نہ آنے والی

تھیں اور اس کے لیے انہوں نے مجھ سے معذرت کر لی تھی کہ میں ان کی کرید نہ کروں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم سونے کے لیے چلے گئے اور اس طرح یہ رات بھی گذر گئی۔

دوسری صبح وائی مین نے تدرت کو کچھ ہدایات دیں اور وہ اپنی جھولداری میں چلی گئی۔ وائی مین مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک سنسان سے گوشے میں پہنچ گیا۔ "اپنا لباس اتار دو، تمہارے پاس زیریں لباس موجود ہے بس اتنا ہی کافی ہے۔"

میں نے یہ پوچھے بغیر کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور وائی مین انگوٹھوں سے میرے بدن کے مختلف حصے دبا دبا کر دیکھنے لگا۔ اس دوران وہ مجھ سے سوالات بھی کرتا جا رہا تھا جن میں صرف یہی بات تھی کہ میرے جسم کے کسی حصے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہے اور میں اس کو جواب دیتا رہا۔ پورے بدن کو اس طرح ٹٹولنے کے بعد اس نے کہا۔ "تم جسمانی طور پر بالکل فٹ ہو گئے ہو۔"

"اب یہ بھی نہ پوچھوں وائی مین تم سے کہ میرے بدن کی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑنے کے لیے تم نے کون سا مصالحہ استعمال کیا تھا۔"

"جڑی بوٹیاں ازل سے انسان کی محافظ ہیں۔ ان کے بارے میں جاننا ضروری ہے اور بس۔ بڑے بڑے ڈاکٹر جن چیزوں کو اس سلسلے میں استعمال کرتے ہیں۔ ان کی نمو بھی اسی زمین سے ہوئی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مشینوں کے ذریعے ان کی ہیئت بدل دی گئی ہے۔ بہرطور میں تمہیں مارشل آرٹس کے سلسلے میں آج پہلا سبق دینا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلی بات تو تم سے یہ پوچھوں گا کہ تم ذہنی طور پر وہ بے پناہ جسمانی قوتیں قبول کرنے کو تیار ہو جو خالی ہاتھ اپنے دشمنوں کے حملوں کا دفاع کرتی ہیں۔"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ میں وہ قوتیں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو سنو گازالی انسان گوشت پوست کا لوتھڑا ہے، مٹی کا یہ پتلا اپنے اندر وہ صلاحیتیں رکھتا ہے جن سے وہ خود ناواقف ہے۔ جسم کی کوئی حقیقت نہیں، ہڈیاں ہلکی سی ضرب لگنے سے ٹوٹ جاتی ہیں لیکن تمہارے وجود میں جو سب سے طاقتور شے ہے وہ تمہارا ذہن ہے۔ ذہنی قوت کا اگر تم اندازہ لگانا چاہتے ہو تو اس سے لگاؤ کہ پانی کا ایک ریلا عظیم الشان عمارتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتا ہے لیکن پانی کی بے پناہ قوت انسان کے کنٹرول میں ہے، سمندر کی گہرائیوں کو چیر کر اس نے سمندر میں اپنے لیے راستے بنائے ہیں خوفناک طوفان بھی ان آبی جہازوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتے، جن میں ان طوفانوں سے بچنے کی تیاریاں کر لی گئی ہوتی ہیں۔ فضاؤں کی تسخیر ناممکن تھی۔ پرواز کرنے والے پرندوں کو صرف وہ قوتیں حاصل تھیں جو انہیں فضا میں بلند کر دیتی تھیں۔ لیکن آج کا انسان سیاروں تک پہنچ رہا ہے۔ جنگل کے وحشی جانور جو درختوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی قوت رکھتے ہیں۔ انسان سے دہشت زدہ ہیں اور بلاوجہ ہی نہیں۔ ایک انسان تنہا کھڑے ہو کر لاتعداد جنگلی جانوروں کا صفایا کر سکتا ہے۔ مجھے بتاؤ کیا یہ جسمانی قوت ہے؟ کیا یہ کام تم نے درخت سے کیا؟ نہیں، اس کا سبب ذہن ہی تھا۔ ذہنی قوتوں نے جسمانی ردعمل کی شکل میں اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ ذہن اس کائنات کی طاقتور ترین شے ہے اور جب تم اپنے جسمانی نظام کو ذہن کے تابع کر دیتے ہو تو ذہن وہ تمام قوتیں تمہارے معمولی سے بدن کو بخش دیتا ہے جو ناقابل تسخیر ہوتی ہیں۔ چنانچہ اپنے جسم کو سب سے پہلے ان ذہنی قوتوں کا تابع کرو، اپنے آپ کو ذہن کے بتائے ہوئے راستوں پر گامزن کرو۔ تم ایک فولادی چٹان کی مانند ہو جاؤ گے جسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تمہارے بدن کو صرف تمہارے ذہن کی طاقت کی ضرورت ہے، مارشل آرٹس کا پہلا اصول یہی ہے کہ اپنی جسمانی قوتوں کو ذہن کے کنٹرول میں دے دو اور ذہن کی قوتوں کو اپنا تابع بنا لو، یعنی تم جب چاہو اپنے ذہن کی گہرائیوں میں ڈوب جاؤ اور بدن کو بھول جاؤ۔ پہلا سبق ذہن نشین کر لو، تمہیں اپنے ذہن کو یکسو کر کے جسم کو متحرک کرنا ہے۔"

سمبوتورا نے جیب سے ماچس کی ڈبیا نکالی اور مجھے اپنا ہاتھ پھیلانے کے لیے کہا۔ "کوشش کرو کہ تم اپنے ذہن کی گہرائیوں میں پہنچ جاؤ۔ ذہن کی گہرائیوں میں پہنچنے کے بعد اپنے طور پر طے کرو کہ اس ماچس کو جلانے سے جو شعلہ ابھرے گا، وہ تمہارے اس ہاتھ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بیٹھ جاؤ گازالی بیٹھ جاؤ۔ اپنا ہاتھ پھیلا لو۔" سمبوتورا کی آواز خوابناک ہو گئی اس نے میری آنکھوں میں دیکھا اور سرگوشی کے انداز میں بولا۔ "تم اپنے ذہن کی گہرائیوں میں جا رہے ہو، سوچو غور کرو، یہ شعلہ بے اثر ہے تم پر۔ یہ شعلہ تم پر بالکل بے اثر ہے۔" اس نے ماچس کی تیلی جلائی۔ میں ہوش و حواس کے عالم میں تھا، میری آنکھیں سمبوتورا کی آنکھوں سے الجھی ہوئی تھیں۔ میں نے تیلی جلنے کی آواز سنی پھر ماچس کی یہ تیلی میری ہتھیلی پر رکھ دی گئی اور جب تک پوری تیلی جل کر راکھ نہ ہو گئی میں نے ہاتھ کو جنبش نہیں دی۔

سمبوتورا نے میرا ہاتھ پلٹ دیا تھا، پھر اس نے آنکھیں بند کیں تو مجھے ایک جھٹکا سا لگا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں اپنی ہتھیلی کو دیکھا۔ اس پر صرف ایک سفید سا نشان تھا۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ نہ سوزش، نہ چھالا۔ کتنی تعجب کی بات تھی۔ میں نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔ یہ میری دماغی قوت تھی جس نے تمہاری دماغی قوت سے ہم آہنگ ہو کر تمہیں اس شعلے سے کوئی تکلیف نہ پہنچنے دی۔ یہ قوت تمہارے اپنے ذہن میں پیدا ہونی چاہیے۔"

اس نے کہا اور میں گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا۔

چند لمحات کی خاموشی کے بعد سمبوتورا کی آواز دوبارہ ابھری "ذہن کو یکسو کر کے پھر اس کی قوتوں کو کسی خاص خیال پر مرکوز کرنے کی مشق تمہاری اس تربیت کا پہلا مرحلہ ہے۔"

"میں پوری پوری کوشش کروں گا دادائی مین۔"

"ہائیسا تمہاری پوری مدد کرے گی۔"

"اوہ تو کیا ہائیسا۔ وہ بھی مارشل آرٹس کے بارے میں جانتی ہے۔"

"خانقاہ میں اس نے ان لوگوں سے جنگ کی تھی۔ شاید تم نے غور نہیں کیا۔" سمبوتورا نے کہا اور پھر وہ مجھے ذہن کو یکسو کرنے کی ابتدائی مشق کے بارے میں بتانے لگا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد اس دن کا کام ختم ہو گیا اور سمبوتورا چلا گیا۔

جنگل کی یہ زندگی خوشگوار احساسات کی حامل تھی۔ یہاں میرے اور ندرت کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ ندرت کسی خادمہ کی طرح میرا خیال رکھتی تھی۔ وہ بے حد پُروقار لڑکی تھی میں نے کبھی اس کے اندر کوئی چھچھورپن نہیں پایا لیکن کبھی کبھی اس کی اپنائیت میں مجھے کچھ دوسرے احساسات کی جھلک نظر آجاتی تھی۔ ایسے حالات میرے لیے بڑے پریشان کن ہوتے تھے۔ میری مشق جاری تھی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ ندرت بھی ذہنی طور پر بہت طاقتور ہے۔ وہ میرے ذہن کو اپنے ذہن کے تابع کر لینے کی قوت رکھتی تھی۔ پتھروں کا عرق مسلسل میری غذا میں شامل تھا۔ مجھے اپنے بدن میں فولادی قوتوں کا احساس ہوتا جا رہا تھا۔ ایک اجنبی بدن کا مالک بن گیا تھا میں۔ کبھی کبھی خود پر غور کرتا تو ہنسی آنے لگتی تھی۔ ایک اگیریکلچرسٹ اب جوڈو ماسٹر بن رہا تھا۔ زندگی کے اس عمل کی تکمیل ہو گی تو نہ جانے کیا بن چکا ہوں گا۔

"میرے خیال میں سمبوتورا کو گئے ہوئے آج چوبیسواں دن ہے ندرت۔ کیا اس کی طویل غیر حاضری تشویشناک نہیں ہے؟" میں نے ندرت سے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"ہمیں دشمنوں کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔"

"نہیں وہ ٹھیک ہے۔"

"پورے اعتماد سے کہہ رہی ہو۔"

"ہاں!" ندرت نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"اس اعتماد کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تجربہ کرنا چاہتے ہو؟"

"کیسا تجربہ؟"

"آؤ آج اپنی اتنے دن کی کوششوں کا امتحان لے لو۔" ندرت نے کہا اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ ندرت مجھے ایک درخت کے نیچے لے گئی۔ اس نے مجھے کچھ ہدایات دیں اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر میں اپنی ذہنی قوت کو مجتمع کر کے سمبوتورا کے بارے میں سوچنے لگا اور مجھے اس کا ہیولا نظر آنے لگا۔ وہ بھورے رنگ کے لباس میں ملبوس تھا اور جس جگہ وہ موجود تھا وہ کوئی خانقاہ تھی۔ بھکشو عبادت کر رہے تھے۔

دس منٹ تک یہ کیفیت طاری رہی، میرا دماغ دکھنے لگا۔ پھر میں نے گردن جھٹک دی۔ اور حیرت سے ندرت کو دیکھنے لگا۔ میں نے اسے وہ تفصیل بتا دی۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے۔ ہماری پہنچ اس سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن میں تمہیں مبارکباد دیتی ہوں۔"

"کس بات کی؟"

"تمہاری صلاحیتیں حیرت انگیز طور پر بیدار ہو گئی ہیں۔ اس کی ایک اور وجہ بھی ہے گازالی۔"

"کیا؟"

"تم پاکیزہ خیالات کے مالک ہو۔ تمہارا ذہن غلاظتوں میں نہیں بھٹکتا، یہ چیز تمہاری معاون ہو رہی ہے۔"

"اوہ۔ کیا اس طرح ہم دوسروں کے بارے میں بھی جان سکتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہیں؟"

"کسی حد تک۔" ندرت نے جواب دیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے ندرت کو دیکھا اور بولا۔ "مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے ندرت جیسے چند روز کے اندر اندر تم لوگ مجھے خود جیسا ہی بنا لو گے۔"

ندرت نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور دھیمے آہستہ سے بولی۔ "کیا تمہیں اب یہ نہیں محسوس ہوتا کہ تم، جیسے ہو؟"

"نہیں ندرت۔ یہ گفتگو مت کرو، تم ان تمام باتوں کو سنسر کر چکی ہو۔ میں کیسے محسوس کر سکتا ہوں کہ میں تم جیسا ہوں جبکہ تمہارے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"اگر یہ سب کچھ میری ذات تک محدود ہوتا گازالی تو شاید میں تم سے دنیا کی کوئی بات نہ چھپا سکتی تھی۔ میں اتنی ہی بے بس ہو گئی ہوں۔" ندرت نے کہا۔

"بے بس۔" میں نے چونک کر کہا۔

"ہم۔ میرا مطلب ہے وہ۔"

"ہاں۔ ہاں بولو۔" میں نے آہستہ سے کہا اور وہ ہنس پڑی۔ "سنسر۔"

"تمہارے یہ الفاظ اب مجھے غصہ دلانے لگے ہیں۔"

"پلیز۔" ندرت نے ملتجی انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے میں خود ہی بے وقوف ہوں۔ پتا نہیں کیوں تم سے اس موضوع پر گفتگو کرنے لگتا ہوں۔" ندرت نے اداس نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر اٹھ گئی۔

دوسری رات سمبوتورا ہمارے پاس پہنچ گیا۔ وہ بالکل مطمئن نظر آرہا تھا اور سب سے حیرتناک بات یہ تھی کہ وہ اسی بھورے رنگ کے لباس میں ملبوس تھا جس میں، میں نے اسے دیکھا تھا۔ اس نے مجھ سے میری مشق کے بارے میں سوالات کیے تو ندرت نے ہنستے ہوئے اسے بتایا کہ میں چشم تصور سے اسے دیکھ چکا ہوں۔

"تو گویا اس میں کامیابی ہوئی گازالی کو۔" سمبوتورا نے پُراشتیاق انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ اس نے تمہارے اس لباس کی نشاندہی کی تھی جو اس وقت تمہارے بدن پر ہے۔"

سمبوتورا کی آنکھوں میں مسرت کی چمک پیدا ہو گئی۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "گازالی تم بذات خود بھی بے پناہ قوتوں کے مالک ہو۔ میں اس کی داد ہائیسا کو دوں گا کہ اس نے بہترین آدمی کا انتخاب کیا ہے۔"

"ہاں بے شک۔ ایک بہترین بے وقوف تمہارے سامنے ہے۔" میں نے کہا اور ندرت چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ میرا مفہوم سمجھ کر اس نے نگاہیں جھکا لی تھیں۔

"میں جانتا ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری خاموشی ہی ہم دونوں کے حق میں بہتر ہے۔

"یہ بتاؤ، وہاں کے حالات کیسے ہیں؟"

"حسب معمول۔ چانگ لی نامی کسی آدمی سے واقف ہو تم؟" سمبوتورا نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ "ہاں واقف ہوں۔ کیوں؟"

"چانگ لی نے مسٹر طاہر علی، کنور پربھات سنگھ اور کرنل آسٹن کو ہوٹل سے نکال کر اپنے ساتھ رکھ لیا ہے۔ شاید وہ لوگ کوئی پلاننگ کر رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کیسی پلاننگ ہے۔"

"اور میکے براؤن ----؟"

"وہ شخص بدستور کافن میں ہے۔ جانگ بھی اس کے ساتھ ہے۔ پتا نہیں کیا کیا کارروائیاں کر رہے ہیں وہ لوگ، میں نہیں جانتا لیکن ایک بات کا میں اندازہ لگا چکا ہوں اور وہ یہ کہ گوئین کا پتا نہیں معلوم نہیں ہے۔ وہ سب احمقوں کی طرح اِدھر سے اُدھر گھومتے پھرتے ہیں اور ابھی تک ان کی توجہ مجھ پر لگی ہوئی ہے۔"

"اتنا طویل عرصہ وہ لوگ وہاں گذار چکے ہیں اور بور نہیں ہوئے۔"

"اس بارے میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" سمبوتورا نے جواب دیا اور پھر کہنے لگا۔ "میں ایک ہفتے تک یہاں رہوں گا اور اب تمہاری جسمانی مشقوں کا آغاز ہو گا۔ یہ سب تمہاری محنت پر منحصر ہے کہ تم جس قدر جلد چاہو اپنے آپ کو اس کام میں طاق کر لو۔"

"اگر تم میری ابتدائی کوششوں سے مطمئن ہو سمبوتورا تو پھر یہ سمجھ لو کہ میں اپنے اس کام میں کوتاہی نہیں کروں گا۔" جسمانی مشقیں بلاشبہ جان لیوا تھیں۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ مجھے ایسے مراحل سے گذرنا پڑے گا۔ مزہ آگیا تھا۔ سمبوتورا معلوم نہیں کیا کیا حرکتیں کرتا رہتا تھا۔ درختوں کی شاخوں کو نوکیلا بنا کر انہیں بیساکھی کی شکل میں میری بغلوں کے نیچے دے دیا جاتا اور مجھ سے کہا جاتا کہ میں اپنی ذہنی قوت سے یہ محسوس کروں کہ یہ نوکیلی شاخیں میرے بدن میں چبھ نہیں رہیں، دو تین دن تک تو سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا خون نکل آتا تھا بدن سے لیکن میں نے بھی اپنی یہ مشقیں جاری رکھیں اور تیسرے دن میں پورے بدن کے ساتھ نوکیلی شاخوں پر لٹک گیا۔ مجھے ذرا بھی احساس نہیں تھا کہ مجھے کوئی تکلیف ہو رہی ہے۔

اس کے بعد گرم ریت کی باری آئی۔ میرے ہاتھوں کو جلتی ہوئی ریت میں دبا دیا جاتا اور میری کھال جھلسنے لگتی لیکن میری ذہنی قوتیں بالآخر اس تکلیف پر بھی قابو پانے میں کامیاب

ہو گئیں۔ میں طرح طرح کی جسمانی اذیتوں کی مشق کر رہا تھا۔ یوگا کے متعدد آسن میں نے سیکھ لیے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا بدن کم ہوتا جا رہا ہے۔ اب جسم کا کوئی حصہ ڈھیلا نہیں تھا، اتنی چستی اور پھرتی پیدا ہو گئی تھی میرے بدن میں کہ میں خود حیران تھا کہ کیا یہ میں ہی ہوں۔

یہ تمام چیزیں جاری تھیں۔ سمبو تورا آٹھ دن کے بجائے چودہ دن وہاں رہا اور اس چودہ دن میں اس نے میرا انگ انگ توڑ کر رکھ دیا تھا۔ لیکن وہ میری اس تربیت سے بہت زیادہ مطمئن نظر آتا تھا۔ پتا نہیں کیا کیا حرکتیں کی تھیں اس نے۔ جلتی ہوئی لکڑیوں کو ہاتھ سے مسل کر بجھانا، موٹی موٹی لکڑیاں صرف ہاتھ کے بل پر توڑ دینا اور اس کے بعد مختلف قسم کے ہتھیاروں کی مشق۔ چودھویں دن اس نے مجھ سے اجازت لی اور کہنے لگا۔ "ذرا ان لوگوں کی کیفیت کا جائزہ بھی لے لوں۔ ممکن ہے وہ کوئی نئی کوشش کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔ لیکن تم ان مشقوں کو مسلسل جاری رکھو گے۔"

میں نے اس سے وعدہ کر لیا اور یوں مزید دن وہاں گزرنے لگے۔ جنگلوں میں رہتے ہوئے کوئی کوفت تو نہیں ہوئی تھی لیکن یوں لگتا تھا جیسے مہذب دنیا سے میرا رابطہ ٹوٹ چکا ہے۔ اب تو ان لوگوں کی شکلیں بھی نگاہوں سے اوجھل ہوتی جا رہی تھیں جن سے میرا گہرا تعلق تھا۔ ایک مہینہ دس دن ہو گئے تھے، مجھے ان جنگلوں میں اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سالہا سال سے میں یہیں زندگی بسر کر رہا ہوں۔

ندرت کی وہی کیفیت تھی، خاموش لیکن ان گنت پیغام اس کی ان خاموش نگاہوں میں چھپے ہوئے تھے۔ وہ صرف میری منتظر تھی۔ اگر میری طرف سے ذرا بھی کوشش ہوتی تو شاید وہ اپنا دل کھولنے میں عار نہ محسوس کرتی لیکن میں یہ بھی جان چکا تھا کہ اگر میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی تو ندرت شاید ساری زندگی ایسی کسی بات کا اظہار نہ کرے اور میرے لیے یہی مناسب تھا۔ میں اپنے آپ پر ہنسا بھی تھا بعض اوقات کیا کیا حماقتیں میں نے اپنے اوپر نازل کر لی ہیں۔

ایک رات اچانک سمبو تورا واپس آ گیا۔ اس کا انداز پُرجوش تھا۔ "بڑی دلچسپ خبریں لایا ہوں تمہارے لیے۔" اس نے کہا۔

"کیا ہے؟"

"چانگ لی نے اپنے آٹھ آدمی طاہر علی وغیرہ کو دیے ہیں۔ اس نے ایک شرپا سے رابطہ قائم کیا ہے۔ شرپا قبائل یہاں کے اندرونی علاقوں میں آباد ہیں۔ وہ شرپا شاید ویلینی کے بارے میں کچھ جانتا ہے۔ میں ان کی صورتحال کا جائزہ نہیں لے سکا، لیکن اتنا جانتا ہوں کہ جن راستوں پر انہوں نے سفر کا آغاز کیا ہے وہ ویلینی کی سمت جاتے ہیں۔"

"اوہ۔ طاہر علی اس حد تک پہنچ گئے۔"

"ہاں۔ یقینی طور پر۔" سمبو تورا نے جواب دیا۔

"اور میکے براؤن۔"

"وہ غائب ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں اچھل پڑا۔

"ہاں۔ اچانک ہی اس نے کافی چھوڑ دیا ہے۔ اس کے بارے میں مجھے پتا نہیں چل سکا کہ وہ کہاں ہے۔"

"تو پھر اب، اب کیا پروگرام ہے مسٹر سمبو تورا۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرنا چاہیے۔ میں ان دنوں جتنا الجھا ہوا ہوں اس سے پہلے کبھی نہیں الجھا تھا۔ ان دونوں پارٹیوں کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو پھر ہمیں یہاں کیا کرنا چاہیے؟"

"یہ تم ہی بہتر سمجھتے ہو سمبو تورا۔ میں تو اب اپنے آپ کو تمہارے سپرد کر چکا ہوں، جو کچھ بھی تم چاہو۔"

"میں تو بڑی الجھنوں کا شکار ہوں۔ سوچ رہا ہوں کہ اب مجھے ویلینی سے رابطہ قائم کر ہی لینا چاہیے۔ گومین کی تلاش ناکام ہو چکی ہے۔ اس کے لیے میں ایک اور پلاننگ ذہن میں رکھتا ہوں۔"

"وہ کیا ۔۔۔؟"

"اب ضروری ہو گیا ہے مسٹر گازالی کہ میں عام لوگوں کی نگاہوں میں آ جاؤں۔ اپنے ساتھ میں دوسرے لوگوں کا اضافہ نہیں کر سکتا لیکن ہم کچھ تبتی مزدوروں کو ضرور اپنا ساتھی بنا سکتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں مسٹر گازالی کہ اب ان لوگوں کو منظرِ عام پر لانے کے لیے میں خود بھی منظرِ عام پر آ جاؤں۔"

"کن لوگوں کو منظرِ عام پر لانے کے لیے۔"

"ان لوگوں کو جن کے پاس گومین موجود ہے۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ گومین کو حاصل کرنے کے باوجود وہ لوگ ویلینی کا پتہ نہیں پا سکتے۔ اور یہ اندازہ نہیں بھی ہے کہ سب کی منزل ویلینی ہی ہے۔ مجھے تو وہ صرف اس تک جانے کا راستہ سمجھتے ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں یہ راستہ اب کشادہ کر دینا چاہیے۔"

"مگر کس طرح ۔۔۔؟"

"میں نے کہا نا اپنے آپ کو منظرِ عام پر لا کر۔ تاکہ اگر کوئی ہماری تاک میں ہے تو وہ ہم تک پہنچنے کی کوشش کرے۔"

"کیا یہ کام اتنا آسان ہو گا ۔۔۔؟"

"کوشش کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" سمبو تورا نے جواب دیا۔

"تو پھر ۔۔۔؟"

"بس تم تیار ہو جاؤ۔ ہم لہاسہ واپس چل رہے ہیں۔" سمبو تورا نے کہا اور میں دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

رات کو تقریباً تین چار گھنٹے تک بیٹھ کر سمبو تورا نے مجھے اپنی پلاننگ بتائی۔ بلاشبہ اچھی پلاننگ تھی۔ لیکن اس میں خطرات بے پناہ تھے۔ میں جانتا تھا کہ سمبو تورا حالات سے مایوس ہونے کے بعد ان خطرات کو مول لینے پر مجبور ہو گیا ہے۔ میں کسی طور اس سے انحراف نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ "ہمیں یہاں سے روانہ ہونے کے لیے ۔۔۔؟"

"میں گھوڑوں کا بندوبست کر کے آیا ہوں۔" سمبو تورا نے جواب دیا اور اس رات تقریباً ساڑھے چار بجے ہم واپس چل پڑے۔ تقریباً دو میل کا فاصلہ ہمیں پیدل طے کرنا پڑا۔ اس کے بعد ایک چھوٹی سی بستی آ گئی جو مقامی ہندوؤں کی بستی تھی۔ ہم بستی میں داخل ہوئے۔ سمبو تورا نے مکان کے دروازے پر دستک دے کر کسی کو جگایا اور پھر وہاں سے ہمیں گھوڑے مل گئے۔ ہم تینوں گھوڑوں پر سوار ہو کر لہاسہ کی جانب چل پڑے۔

شام کو چار بجے ہم لہاسہ کی ایک خانقاہ کے قریب پہنچ گئے۔ "یہاں ہمیں اپنے حلیے تبدیل کرنا ہوں گے۔ میں نے اس کا بندوبست کر لیا ہے۔" سمبو تورا نے کہا۔ میں نے گردن ہلا دی۔ ہم گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ خانقاہ میں داخل ہو کر سمبو تورا نے ایک سمت کا رخ کیا۔ یہاں راہبوں اور عبادت گزاروں کے لیے چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ سمبو تورا نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

جب ہم وہاں سے برآمد ہوئے تو جدید لباس میں تھے۔ سمبو تورا نے اپنے حلیے میں تبدیلی پیدا کر لی تھی۔ اس نے خود ہی اپنی داڑھی کے بال تراشے تھے اور اب فرنچ کٹ اسٹائل میں بالکل ہی بدلا ہوا انسان نظر آ رہا تھا۔ جنگل میں میری داڑھی بڑھ گئی تھی اور حلیہ بالکل تبدیل ہو گیا تھا۔ میں نے خود کو اسی طرح رہنے دیا۔ ندرت نے البتہ جدید طرز کے خوب صورت کپڑے پہننے کے علاوہ اور کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔

ہم نے کنٹین میں قیام کیا تھا۔ میرے لیے کنٹین جانی پہچانی جگہ تھی۔ قیام کا پہلا دن گزر گیا۔ دوسرے دن سمبو تورا چلا گیا تھا۔ دوپہر کو وہ واپس آیا اور مسکرا کر بولا۔ "رات کو الاموہال میں میرا مظاہرہ ہو گا۔ جون ہاروے جرمن باشندہ ہے اور بڑا نام پیدا کر رہا ہے۔ اس نے یہاں کے تمام لوگوں کو چیلنج کیا ہوا ہے اور اب تک آٹھ مقابلے جیت چکا ہے۔"

"گڈ۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ساڑھے سات بجے ہم الاموہال پہنچ گئے۔ بہت بڑا ہال تھا۔ تقریباً ایک ہزار نشستیں تھیں، جن پر مارشل آرٹس کے شائقین موجود تھے۔ اگلی نشستوں پر میں نے چانگ لی کو بھی دیکھا تھا۔ میں ندرت کے ساتھ دوسری قطار میں بیٹھ گیا۔ چار چھوٹے مقابلے ہوئے لیکن یہ بھی خوب تھے۔ پھر جون ہاروے کا نام لیا گیا۔ تقریباً سوا چھ فٹ کا ایک دیو ہیکل آدمی سیاہ لبادے میں ملبوس رنگ میں آ گیا۔ اس کی پیشانی پر سیاہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔ دیکھنے میں ہیبت ناک معلوم ہوتا تھا۔

اناؤنسر سے مائیک لے کر اس نے کہا۔ "لہاسہ کے دوستو، آپ لوگوں کے سامنے میرے بہت سے مظاہرے ہو چکے ہیں۔ مارشل آرٹس آپ کی زمین سے سامنے آئے ہیں لیکن کتنی دلچسپ بات ہے کہ اب ہم لوگ آپ پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اس کا ثبوت میں ان مظاہروں میں دے چکا ہوں۔ میرا نیا مقابل ایک بوڑھا آدمی ہے۔ اس نے شاید اپنا نام اس لیے پوشیدہ رکھا ہے کہ وہ گمنامی کی حالت میں مجھ سے مار کھانا چاہتا ہے۔ اصولاً تو مجھے ایسے کسی شخص سے مقابلہ نہیں کرنا چاہیے جو اپنا نام بھی نہ بتانا چاہتا ہو۔ لیکن میں نے اعلان کیا ہے کہ ہر وہ شخص مجھ سے لڑ سکتا ہے جسے خود پر زعم ہو۔ اس لیے مجبوری ہے۔ اور پھر آپ لوگوں کو خوش رکھنا بھی میری خواہش ہے۔ میرے مقابل کو آواز دیں کہیں وہ فرار نہ ہو گیا ہو۔" وہ ہنس کر بولا۔ اور سمبو تورا کراٹے کے لباس میں اندر آ گیا۔ جون ہاروے کے مقابلے میں وہ کچھ نہیں تھا۔ ہاروے نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھتے ہوئے کہا۔ "معلوم نہیں کونسی مجبوری تمہیں یہاں لے آئی ہے لیکن فکر مت کرو میں تمہیں زیادہ تکلیف نہیں دوں گا۔"

کچھ لوگ ہنس پڑے تھے۔ سمبو تورا نے کہا۔ "میرا مقابل ہاروے ایک طاقتور انسان ہے لیکن اس نے غلطی کی کہ میرا چیلنج قبول کر لیا۔ اس کا اندازہ اسے بہت جلد ہو جائے گا۔"

"اپنا نام بتاؤ۔" مجمع نے کہا۔ وائی مین جھکا اور پھر اس نے کہا۔ "مجھے سمبو تورا کے نام سے جانو۔"

چانگ میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے توقع کے مطابق اسے بے حد مضطرب دیکھا۔ وہ اپنی سیٹ سے اٹھا اور پھر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص کے کان میں کچھ کہا۔ میں اس کی اضطرابی کیفیت سے اچھی طرح واقف ہو گیا تھا۔ پھر میری توجہ سمبو تورا کی طرف ہو گئی۔

"ہاروے میرے لیے چند لمحات کا کھیل ہے۔ لیکن آپ کی تفریح طبع کے لیے میں آپ کو اس کا تماشا دکھاؤں گا۔ پھر

جب آپ کہیں گے اسے شکست دے دوں گا۔"

ہاردے نے لیا دہ اتار دیا تھا۔ میں دلچسپ نگاہوں سے سمبوتورا کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ عجیب سی کیفیت ہوگئی تھی میری۔ ہاردے کا بدن اسٹیل کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا سمبوتورا اس کے مقابل آگیا، پھر بیل بجی اور مقابلہ شروع ہوگیا۔ ہاردے بڑے ماہرانہ انداز سے پینترے بدل رہا تھا، اس کی آواز بہت بھاری تھی اور جب وہ حلق سے آوازیں نکالتا تو یوں لگتا جیسے بادل گرج رہے ہوں۔ اس نے اچانک اپنے بدن کو گھمایا اور اس کی لات سمبوتورا کے سینے پر پڑی۔ لیکن نتیجہ غیر متوقع تھا۔ یوں محسوس ہوا جیسے اس کے پاؤں میں چوٹ لگی ہو۔ سمبوتورا کے بدن کو جنبش بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے ایک دم لیٹ کر سوئپ لگائی، اور سمبوتورا کے پاؤں زمین سے اکھاڑنے چاہے لیکن زمین پر لوٹ لگا کر جلدی سے سیدھا ہوگیا۔

"اب یہ میرے سر پہ ضرب لگائے گا۔" سمبوتورا نے ہنس کر کہا، اور دوسرے لمحے جان ہاردے نے ایسا ہی کیا تھا۔ لیکن یہ کوشش بھی ناکام رہی۔

"یہ تین کوششیں کر چکا ہے اور اب میری باری ہے۔ لیکن صرف ایک۔ اس کے بعد میں اسے تین موقع اور دوں گا۔!"

سمبوتورا سنبھل گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے اور پھر اس کے حلق سے دہاڑ نکلی، اس نے کھڑا ہاتھ ہاردے کے سر پر مارا تھا۔ ہاردے کسی مردہ چھپکلی کی مانند نیچے گرا ابھرا اٹھا اور پھر گر پڑا۔ وہ خلا میں اس طرح ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا جیسے اس کی بینائی جاتی رہی ہو۔ بڑی مشکل سے وہ کھڑا ہو سکا تھا۔ اس نے کئی بار گردن جھٹکی اور ایک بار پھر سمبوتورا کے سامنے آگیا۔ ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصے استعمال کرنے کے بعد وہ اچانک سمبوتورا سے گتھ گیا۔ لیکن سمبوتورا کے پاؤں تو جیسے زمین میں گڑے ہوئے تھے۔ میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ رہی تھیں۔

"اگر تمہیں اپنی حماقت کا احساس ہوگیا ہو تو ہار مان لو اور واپس چلے جاؤ۔"

"اسے مارو۔ اسے مارو۔" لوگ چیخنے لگے۔ ہاردے بدحواس نظر آرہا تھا۔

"آپ لوگوں کا حکم۔" سمبوتورا نے کہا اور آگے بڑھا لیکن ہاردے اب نروس ہو چکا تھا۔ وہ ادھر ادھر بھاگ کر جان بچانے لگا۔ اور پھر وہ رنگ سے نیچے کود کر بھاگ گیا۔ لوگ بے پناہ شور مچا رہے تھے۔

سمبوتورا نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔ "اسے پکڑ کر رنگ میں بھیجو۔ ورنہ جانے دو۔" سمبوتورا کی جیت کا اعلان کر دیا گیا اور لاتعداد لوگوں نے اسے گھیر لیا۔ مارشل آرٹس کے شائقین اس سے اس کے بارے میں سوالات کر رہے تھے۔ مقامی اخبار کے نمائندے بھی تھے۔

میں اور ندرت دور ہی رہے۔ تقریباً گیارہ بجے ہم کمرے پہنچے لیکن اس کار کو ہم نے دیکھ لیا تھا جو ہمارا تعاقب کر رہی تھی۔ میں نے اسے پہچان لیا اس میں چانگ لی اور اس کے ساتھی تھے۔ "کوئی ہمارے پیچھے ہے۔" ندرت نے سرگوشی کی۔

"میں ان لوگوں کو جانتا ہوں۔"

"کون ہے؟"

"چانگ لی۔"

"مطلب یہ کہ۔" ندرت نے کہا اور میں نے چانگ لی کے بارے میں ندرت کو تفصیل بتا دی۔ سمبوتورا اس دوران خاموش رہا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

میری توقع کے مطابق چانگ لی سیدھا ہمارے پاس آیا اور میں نے اس کا استقبال کیا۔ بدلے ہوئے حلیے میں پہلے تو وہ مجھے نہ پہچان سکا لیکن جب میں نے مسکرا کر اسے اس کے نام سے مخاطب کیا تو وہ اچھل پڑا۔ "ہم۔ مسٹر گازالی۔" وہ شدید حیرت کے عالم میں بولا۔

"آؤ چانگ لی۔"

"تم مسٹر گازالی تم؟"

"اندر تو آؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ چانگ کی حیرت بجا تھی۔ وہ اندر آگیا، یہ میرا کمرہ تھا۔ سمبوتورا اور ندرت دوسرے کمروں میں تھے۔ "تم اس کے ساتھ ہی تھے۔ وہ کہاں ہے؟" چانگ نے پوچھا۔

"کون؟"

"سمبوتورا۔ یہ وہی ہے نا۔؟" چانگ نے پوچھا اور میں نے طویل سانس لی۔

"ہاں چانگ یہ وہی سمبوتورا ہے۔ میں نے تم سے غلط تو نہیں کہا تھا۔ کیا خیال ہے تمہارا۔"

"میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا ماہر فن نہیں دیکھا۔ وہ اس فن کا شہنشاہ ہے، آج اس نے جو مظاہرہ کیا ہے اس سے اندازہ ہے کہ وہ۔" چانگ خاموش ہوگیا۔ وہ سمبوتورا سے بہت متاثر نظر آرہا تھا۔ چند لمحات خاموشی طاری رہی پھر چانگ بولا۔ "تم نے اسے کہاں سے پایا؟"

"بس میں اس کی تلاش میں تھا۔ ایک خانقاہ میں وہ مجھے مل گیا۔"

"تمہارا کام ہوا۔؟"

"ابھی اس کی ابتدا ہوئی ہے۔"

"طاہر علی وغیرہ کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"نہیں تم سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"گوتم شرپا کو انہوں نے کہیں سے پا لیا تھا۔ اس شرپا نے انہیں ویلینی کی کہانی سنائی۔"

"کیا کہانی تھی؟"

"شرپاؤں کی ایک انوکھی زندگی ہوتی ہے۔ ان کے مذہبی رہنما انہیں انوکھی سزائیں دیتے ہیں۔ گوتم کو جنگلوں میں سات سال گذارنے کی سزا ملی تھی۔ یہ لوگ اپنے رہنماؤں کی دی ہوئی سزاؤں سے انحراف نہیں کرتے اور پوری سچائی سے انہیں پورا کرتے ہیں۔ گوتم نے سات سال گھنے جنگلوں میں گذارے لیکن سزا پوری ہونے کے بعد بھی وہ اپنی بستی میں نہیں گیا۔ وہ شرمسار تھا۔ لہاسہ میں وہ محنت مزدوری کر رہا تھا کہ کسی طرح طاہر علی سے اس کی ملاقات ہوگئی اور اس نے ویلینی قبیلے کی کہانی انہیں سنائی جس میں وہ ایک سال گذار کر آیا تھا۔"

"اوہ۔ وہ راستے جانتا تھا؟" میں نے کہا۔

"ہاں!"

"پھر کیا ہوا؟"

"طاہر علی نے کسی طرح اسے تیار کر لیا کہ وہ ویلینی تک ان کی رہنمائی کر دے اور اس کے بعد وہ چلے گئے۔"

"ان کا پروگرام تمہارے علم میں ہے چانگ؟"

"کوئی ٹھوس پروگرام نہیں تھا لیکن میں نے مداخلت نہیں کی۔ انہوں نے مجھ سے جو فرمائش کی میں نے پوری کر دی۔"

"کیا۔؟"

"تبت کے جنگلی علاقوں میں سفر کا بندوبست اور اسلحہ کی فراہمی وغیرہ۔ چند ایسے افراد بھی ان کے ساتھ کر دیے گئے ہیں جو لڑاکے بھی ہیں اور جنگلوں کے ماہر بھی۔ اس سے زیادہ میں کیا کر سکتا تھا۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"مسٹر غزالی آپ نے ان لوگوں کا ساتھ نہیں دیا۔ آپ کی گمشدگی کے بارے میں ان کے ذہن میں متضاد خیالات تھے۔"

"مثلاً۔" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کرنل آسٹن کہتا تھا کہ ان لوگوں نے تم پر قناعت کر کے غلطی کی تھی۔ تم شروع ہی سے ان لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں لے رہے تھے اور شاید تم انہیں ڈبل کراس کر رہے تھے۔"

"طاہر علی صاحب جا چکے تھے۔"

"وہ خاموش تھے۔ کنور شاید آسٹن سے متفق تھا۔"

"کتنا عرصہ ہوگیا انہیں گئے ہوئے؟"

"آج دسواں دن ہے۔ اب تم سمبوتورا کی کہانی سناؤ، اس کو جس سلسلے میں تلاش کر رہے تھے وہ مقصد پورا ہوا یا نہیں۔؟"

"پورا تو نہیں ہوا لیکن امکانات ہیں۔"

"حسن صاحب کو اطلاع دے دی اس کے بارے میں؟"

"ضرورت نہیں اس کی، انہوں نے سارے معاملات میرے سپرد کر دیے ہیں۔"

"مسٹر سمبوتورا سے میری ملاقات کراؤ۔" چانگ لی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ سمبوتورا سے معلوم کیا تو اسے کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ وہ خود اس وقت اپنی پبلسٹی کا خواہاں تھا۔ چانگ بڑی عقیدت سے اس سے ملا۔ ان لوگوں کے کچھ مخصوص انداز ہوتے ہیں۔ چانگ نے اس سے اس کے آئندہ پروگرام کے بارے میں پوچھا۔

"سات دن تک میں مقابلے کرنا چاہتا ہوں۔ تبت اور اس کے آس پاس جو لوگ بھی خود کو مارشل آرٹ کے ماہر سمجھتے ہوں میری طرف سے انہیں چیلنج ہے۔"

"اس کی ذمہ داری آپ مجھے سونپ دیں مسٹر تورا۔!" چانگ نے کہا۔

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

چانگ کے لیے یہ سنہری موقع تھا۔ وہ ہم سے رخصت ہو کر چلا گیا اور پھر اس نے واقعی کمال کر دیا۔ زبردست پبلسٹی کی تھی اس نے سمبوتورا کی اور ان سات دنوں میں چار خونی مقابلے ہوئے۔ مدمقابل اپنی قسم کے انوکھے لوگ تھے، انتہائی ہیبت ناک۔ ان مقابلوں میں سب نے تورا کے فن کو تسلیم کر لیا تھا۔ وہ ان سب پر حاوی رہا تھا۔ بعض اوقات یہ لوگ مجھے مافوق الفطرت لگتے تھے اور میں عجیب انداز سے سوچنے لگتا تھا۔ ان سات دنوں میں اچھی خاصی رقم بھی ہاتھ لگی تھی۔ لیکن وہ مقصد پورا نہ ہوا جو سمبوتورا چاہتا تھا۔ کسی نے اس سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ دلچسپ بات تھی چند روز قبل کتنے لوگوں کو اس کی تلاش تھی اور وہ پوشیدہ تھا لیکن اب کوئی اس کا پرسان حال نہیں تھا۔

آٹھویں دن سمبوتورا نے کہا۔ "اب ہمیں ویلینی کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے گازالی۔ بات اب ہمارے بس میں نہیں رہی ہے۔"

"اگر تم مناسب سمجھتے ہو تو ٹھیک ہے۔"

"اس سے ہدایات لینے کے بعد ہی ہم اب کوئی قدم اٹھائیں گے۔"

"درست۔"

"تمہیں اس سفر کی تیاریاں کرنی ہیں۔"

"میں کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہمیں چند ادھ لوگوں کی ضرورت بھی پیش آئے گی میں تمہیں ان علاقوں کے بارے میں تفصیل بتادوں۔ راستے کے بیشتر حصے جنگلوں سے بھرے پڑے ہیں۔ کچھ علاقے خشک ہیں اور وہاں بکثرت درندے پائے جاتے ہیں، ہمیں آتش فشانوں کی سرزمین سے بھی گذرنا ہوگا۔ جن لوگوں نے ولیتی کا سفر اختیار کیا ہے وہ احمق ہیں۔ وہاں تک پہنچنا اتنا آسان نہیں ہے۔ ان تمام مشکلات کو تم ذہن میں رکھنا۔"

"میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے وائی مین۔"

"کیا ___؟"

"اگر ہم تارک الدنیا راہبوں کی مانند یہ سفر کریں تو زیادہ مناسب ہے۔ یہ بات ہمارے علم میں آچکی ہے کہ دوسری کچھ پارٹیاں بھی ادھر گئی ہیں۔ کہیں بھی ان سے مڈبھیڑ ہوسکتی ہے۔ عام انسانوں کی مانند سفر کرتے ہوئے ہم مشکوک ہوسکتے ہیں لیکن دوسری حیثیت سے ہمارا کسی بھی جگہ دیکھا جانا مشکوک نہیں ہوگا۔"

سمبوتورا مسکرانے لگا۔ "اسی لیے تو ہمیں تمہاری ضرورت ہے دوست۔ تمہاری رائے بالکل ٹھیک ہے۔"

چانگ لی نے پورے خلوص سے ہماری ضروریات کے لیے کام کیا اور وہ تمام تیاریاں مکمل کرلیں جن کی ضرورت تھی۔ راہبوں کی حیثیت سے سفر کرنے کے لیے پاک مناسب تھے۔ آٹھ آدمی ہمیں دے دیے گئے جنہیں بہت اچھا معاوضہ ایڈوانس ادا کردیا گیا تھا۔

سمبوتورا نے بتایا۔ "ہمارا سفر طوفانی نہیں ہوگا۔ اس سفر کو پرسکون رہنا چاہیے۔ راستے کی روایات کا مشاہدہ تمہارے لیے دلچسپ ہوگا۔ چنانچہ اسے ذہن پر طاری نہ کرنا۔"

زرد رنگ کے مخصوص لباس میں مجھے دیکھ کر ندرت مسکرا دی تھی۔ اس نے سفید منکوں کی مالا میری گردن میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "یہ مالا میں نے خاص طور سے تمہارے لیے خریدی ہے۔ ویسے اتنا حسین راہب اس سے قبل تبت کے علاقوں میں نہیں دیکھا گیا ہوگا۔"

"شکریہ ندرت، اس کے علاوہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

ہمارے ساتھ سفر کرنے والے تبتی مزدوروں کا کھیا جنڈالی نامی ایک شخص تھا جو مقامی زبان کے علاوہ اردو اور انگریزی بھی بول لیتا تھا گو اس کے الفاظ غلط ہوتے تھے لیکن مفہوم واضح ہوجاتا تھا۔ اس کی اردو ندرت سے بھی زیادہ دلچسپ تھی بلکہ صحیح معنوں میں اسے اور ندرت کو اردو میں ہی بات کرنی چاہیے تھی کیونکہ دونوں کو سننا انتہائی پُرلطف ہوتا تھا۔

سمبوتورا نے سفر کا آغاز کرنے سے پہلے ہی ایک نقشہ ترتیب دے کر مجھے تمام صورت حال سمجھادی تھی اور بتلایا تھا کہ اگر راستے میں کوئی حادثہ پیش آجائے یا کوئی ایسی صورت حال ہوجائے جس کی بنا پر ہم لوگ ایک دوسرے سے بچھڑ جائیں تو ہمیں کس مقام پر ملنا ہے۔ ایسے آٹھ مقام تجویز کیے گئے تھے اور ان کے بارے میں مجھے تمام تفصیلات فراہم کردی گئی تھیں۔

راہبوں کے حلیے میں ہمارا یہ سفر تمام دن جاری رہا۔ ہمارے دائیں سمت کے پہاڑوں سے منگول خچروں کے قافلے گھنٹیاں بجاتے نیچے اتر رہے تھے اور پہاڑیوں کے دامن میں بہتے ہوئے دریا کے پایاب پانی سے گذر کر آگے بڑھ جاتے تھے۔ ایسے کئی قافلے ہم نے جاتے ہوئے دیکھے تھے۔ ندرت اور [illegible] ان کے بارے میں گفتگو کرتے تھے جبکہ سمبوتورا خاموشی سے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھا۔ شام کے وقت ہم ایک پہاڑی گاؤں میں پہنچ گئے جہاں بیرونی علاقے میں خانقاہیں موجود تھیں۔ خالی اور خاموش اطراف میں بکھرے ہوئے سناٹے ہولناک مناظر پیش کر رہے تھے۔

رات ایک خانقاہ میں گذارنے کے بعد صبح کو پھر ہم اپنے سفر کا آغاز کردیا۔ ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے سے گذر کر ایک گہری وادی میں داخل ہوئے جہاں سے ندی گذرتے ہوئے خاصی تیز رفتار ہوجاتی تھی۔ سمبوتورا نے اس وقت خاموشی کا سلسلہ توڑا اور ہمیں اس ندی کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔ اس نے کہا کہ دائیں سمت کے پہاڑی سلسلے ناقابل تسخیر ہیں۔ ایک بدھ قبیلہ گورونگ ان پہاڑوں کی پوجا کرتا ہے اور اس کے نزدیک ان پر پاؤں رکھنا گناہ ہے۔ قبیلے کے افراد کے کہنے کے مطابق بہت عرصہ پہلے کچھ مہم جو اس پہاڑی سلسلے کو سر کرنے چلے تھے لیکن اپنے سفر کے آٹھویں دن وہ سب کے سب توازن کھو بیٹھے۔ چند نے خودکشی کرلی اور چند واپس آگئے جنہیں علاج کے لیے ہسپتالوں میں داخل کرادیا گیا لیکن واپس آنے والوں کا ذہنی توازن کبھی درست نہ ہوسکا۔" سمبوتورا نے کہا۔

"یہاں کے بارے میں تمہاری معلومات خاصی وسیع ہیں۔"

"ہاں۔ یوں سمجھ لو گازالی کہ میں نے ان علاقوں کے

میں کافی معلومات حاصل کی ہیں اور پھر ایک راہب کی حیثیت سے یہ معلومات میرے لیے بہت ضروری بھی تھیں۔"

دوپہر کے وقت ہم ایک ہندو گاؤں کے نزدیک پہنچے یہ جگہ سطح سمندر سے تین ہزار فٹ بلند تھی۔ جبکہ یہ ہمارے سفر کا سب سے نشیبی مقام تھا۔ بستی کے لوگوں نے تازہ دھیرے اور لذیذ امرودوں کے تحفے ہمیں پیش کیے۔ یہ دلچسپ بات تھی کہ ہندو ہونے کے باوجود وہ بدھ راہبوں کی عزت کرتے تھے۔ جگہ جگہ دریاؤں کے جال پھیلے ہوئے تھے۔ تبت کے ان علاقوں میں، میں نے اب تک جتنا سفر کیا تھا اس سے ایک اندازہ مجھے ضرور ہوا تھا وہ یہ کہ یہاں دریاؤں کی بہتات ہے۔ بستی سے کچھ فاصلے پر لکڑی کے ایک مندر میں پتھر کی دوگائیں پھولوں سے ڈھکی کھڑی تھیں اس سے کچھ فاصلے پر گرم پانی کا ایک آبشار تھا۔

درحقیقت جیسا کہ سمبوتورا نے کہا تھا۔ اس نے اس سفر کو ایک تفریحی سفر کی حیثیت دے دی تھی اور ابھی تک یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ ہمارا یہ سفر کسی خاص مقصد کے لیے ہے۔ ہم کھلے علاقوں میں چھولداریاں لگاتے اور جہاں سر چھپانے کا ٹھکانہ مل جاتا وہاں غاروں یا قدیم خانقاہوں میں پناہ لیتے۔

اس وقت بھی تاحدِ نگاہ رات کی تاریکیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی چٹانوں کا یہ سلسلہ دور تک بکھرا ہوا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے لاتعداد انسان رات کی تاریکی میں سر جھکائے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے کسی دشمن کی تاک میں ہوں چٹانوں کے اطراف میں جھاڑیاں بھی نظر آتی تھیں جن میں کبھی کبھی سرسراہٹیں سنائی دے جاتی تھیں۔ چھولداریوں کے اطراف میں مزدوروں نے سوکھی لکڑیوں کے دائرے بنا کر ان میں آگ سلگادی تھی تاکہ حشرات الارض یا درندے ادھر کا رخ نہ کریں۔ میں، سمبوتورا اور ندرت آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آگ کی تپش موسم کی سردی سے ہم آہنگ ہوکر جسم کو دھیمی دھیمی خوشگوار آنچ فراہم کر رہی تھی۔ شعلوں کے سائے سمبوتورا کے جھکے ہوئے چہرے کو عجیب پراسرار شکل میں پیش کر رہے تھے۔ دفعتاً اس نے نگاہ اٹھا کر کہا۔ "تم نے اپنے ساتھیوں کے بارے میں نہیں سوچا گازالی۔"

"کیا؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"اگر کسی شرپا نے ان کی راہنمائی کرنا قبول کرلی ہے تو پھر سوچا جاسکتا ہے کہ وہ انہیں صحیح راستوں پر لے جا رہا ہوگا۔"

"کیا شرپا قابل اطمینان ہوتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں کھمباتیوں کی بہ نسبت وہ شریف النفس گردانے جاتے ہیں جبکہ کھمبا قبائل برائیوں کی جڑ تصور کیے جاتے ہیں۔ کسی بھی کھمبا پر بھروسہ کرنا، اپنے آپ کو ہلاکتوں میں ڈالنا ہے۔ اس کی نسبت شرپا قول کے دھنی اور بات کے سچے ہوتے ہیں۔"

"لیکن مسٹر وائی مین آپ نے یقیناً ان لوگوں کی ذہنیت کے بارے میں سوچا ہوگا جو ولیتی کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کچھ عرصہ قبل میں بھی دوسروں کی مانند ولیتی کے بارے میں سوچتا تھا۔ حسن صاحب جن کا تعارف کسی حد تک ندرت اور باقی میں کراچکا ہوں۔ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ مل کر یہی سوچتے تھے کہ اگر وہ ولیتی کی تلاش میں کامیاب ہوجائیں تو گویا خزانے تک پہنچ گئے۔ لیکن آج آپ سے ملنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نہ صرف میں بلکہ وہ تمام لوگ جو خزانے کی تلاش میں سرگرداں ہیں، کتنی حماقتوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ اگر وہ ولیتی تک پہنچ بھی جائیں تو ولیتی جو دوسری جنگ عظیم میں جاسوسہ کی حیثیت سے کارنامے انجام دے چکی ہے۔ اتنا تر نوالہ تو ثابت نہ ہوگی کہ خزانوں کے منہ ان کے لیے کھول دے۔"

"بالکل درست کہا تم نے لیکن چمکدار پتھر اور سونے کے انبار انسان سے اس کی عقل چھین لیتے ہیں۔ سوچنے والے بغیر سوچے سمجھے پاگلوں کی طرح اس چمکتی آگ کی طرف دوڑ پڑتے رہیں۔ یہ جانے بغیر کہ اس میں جلا دینے کی قوت ہے۔ ولیتی بے شک خزانوں سے دلچسپی نہیں رکھتی لیکن مونٹ سورٹ کا عظیم الشان خزانہ اس نے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے وقف کر دیا ہے۔ وہ خزانہ وہ اپنے مقصد کے لیے تو خرچ کرسکتی ہے لیکن خزانے کے متلاشی آسانی سے اسے حاصل نہیں کرسکتے۔ چنانچہ جو لوگ بھی اس خزانے کی وجہ سے ولیتی کی طرف دوڑ رہے ہیں بالآخر عذاب کا شکار ہوجائیں گے۔ لیکن خزانہ انہیں حاصل نہیں ہوگا۔ سمبوتورا کی بات بالکل درست تھی۔ ولیتی اتنی بڑی قوت کی مالک ہوکر کس طرح ان کے فریب میں آسکتی تھی۔ حسن صاحب اور میکے براؤن بوڑھے گومین کو حاصل کرنے کے بعد اپنی دانست میں ولیتی کا سراغ پاچکے تھے لیکن اس کا کچھ بھی نتیجہ نہیں نکلا تھا۔ اسی طرح اگر اب اپنی تمام تر کوششیں صرف کرنے کے بعد وہ ولیتی تک پہنچ بھی جاتے تو انہیں کیا حاصل ہوتا؟ یہ سب کے سب سراب کی طرف دوڑ رہے ہیں اور اس کے نتائج ان کے حق میں بہتر نہیں ہوں گے۔"

سمبوتورا مجھے ولیتی کے بارے میں کچھ اور باتیں بتلاتا رہا۔ میں نے اب اپنے ذہن سے یہ خیال نکال دیا تھا کہ ندرت یا سمبوتورا کی مرضی کے بغیر ان سے کچھ پوچھنے کی کوشش کروں۔ جب وہ مجھے متعدد باتوں سے روشناس کراچکا ہے تو آنے والے لمحات میں کبھی نہ کبھی میں اس عجیب و غریب گروہ کے

اصل مقصد سے بھی آگاہ ہو جاؤں گا جس کے لیے ان کی زبردست جدوجہد جاری ہے۔ میں اس بارے میں خود ان سے کوئی سوال کیوں کروں۔

"گازالی دو دن گذر چکے ہیں اور اس سے قبل وہ دن بھی جو ہم نے کنٹین میں گذارے۔ تمہاری مشق اب بھی ہو جانی چاہیے یہ لمحات اس کے لیے بہترین ہیں۔" سمبوتورا نے کہا۔

"میں خود بھی تم سے یہی کہنا چاہتا تھا سمبوتورا کہ جب ہمارے اس سفر میں کوئی الجھن درپیش نہیں ہے اور ہم سیاحوں کی مانند یہ سفر کر رہے ہیں تو کیوں نہ میں اس سنہری وقت سے فائدہ اٹھا کر اپنی مشق شروع کر دوں۔"

"کل صبح سورج نکلنے سے پہلے تمہیں جاگنا ہو گا۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔" سمبوتورا اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنی رہائش گاہ میں چلا گیا۔ ندرت البتہ میرے پاس بیٹھی آگ کے شعلوں کو دیکھتی رہی۔ نجانے وہ کس سوچ کا شکار تھی۔

"تمہیں نیند نہیں آ رہی ہے ندرت؟" میں نے سوال کیا۔ اور وہ جیسے چونک پڑی۔ "نہیں۔" اس نے اپنی حسین آنکھیں میری طرف اٹھا کر کہا۔

"مجھے اپنی آنکھوں کے سحر میں گرفتار کرنے کی کوشش نہ کرنا ندرت۔" میں نے پُر مذاق انداز میں کہا اور وہ چونک گئی۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھا گئی۔ "کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی گازالی؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"ارے نہیں۔ میں نے تو مذاق میں یہ بات کہی تھی۔" میں نے جواب دیا۔ ندرت کی آنکھیں پھر جھک گئی تھیں۔ میں اس کے چہرے پر چھا جانے والے تاثرات پر غور کر رہا تھا۔ اسی لمحے مجھے پھر وہی احساس ہوا جو مجھے پریشان کر دیتا تھا۔ ندرت محبت کی کیفیت کا شکار تھی۔ تعجب کی بات تھی کہ اتنے مختلف ماحول کی لڑکی بھی ان احساسات اور کیفیات میں گرفتار ہو گئی تھی۔ لیکن اپنے اس احمقانہ تصور پر مجھے خود ہنسی آ گئی۔

ندرت نے چونک کر میری طرف دیکھا اور پھر خود بھی مسکرا دی۔ "کیا بات ہے۔ کیوں ہنس پڑے؟"

"نہیں۔ بس ایسے ہی۔"

"گازالی، اس سفر کے بارے میں تمہارے تاثرات کیا ہیں؟"

"بہت اچھے ندرت۔"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔" اپنی گفتگو میں روانی رکھنے کے لیے وہ اس وقت انگریزی زبان میں گفتگو کر رہی تھی۔

"میں نہیں سمجھا ندرت۔ تم نے میرے تاثرات پوچھے تھے۔ میں نے تمہیں بتایا کہ میں بہت خوش ہوں اس سفر سے، تم میرے ساتھ ہو۔ سمبوتورا جیسی نفیس اور عجیب شخصیت میرا ساتھی ہے اور پھر اطراف میں بکھرے ہونے یہ پُراسرار مناظر یہ سب کچھ مجھے بہت پسند ہیں۔ اور ظاہر ہے اپنی پسندیدہ چیزوں کے درمیان انسان خوش ہی رہتا ہے۔"

"حسن صاحب کی کوٹھی یاد نہیں آتی تمہیں؟" ندرت نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں۔ میں نے وہاں ایک اچھا وقت گذارا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"وہاں کے رہنے والے؟" ندرت بولی۔ اور میں پھر مسکرا دیا۔

"تم ہما، تنویر، جولیا یا دوسری لڑکیوں کے بارے میں ہی پوچھنا چاہتی ہو ندرت۔ اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم بھی وہاں تھیں تو میرے لیے تمہارے ذہن میں کیا خیال ابھرا تھا؟"

ندرت اس سوال پر جز بز ہو گئی۔ اس نے نگاہیں چرا لی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر تک ادھر ادھر دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔ "میں دراصل اس وقت اتنی الجھنوں کا شکار تھی کہ کسی کی طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی تھی مجھے۔ تم نے دیکھا ہو گا گازالی کہ دوسرے تمام لوگ اپنی تفریحات میں مشغول رہتے تھے لیکن میں مجبوراً ہی کبھی ان میں سے کسی کے ساتھ شامل ہو جاتی تھی۔ تنویر اور دوسرے لوگ مجھ سے کھنچے کھنچے رہتے تھے اور اس کی وجہ میں تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں۔ میں پوری طرح اس صورتحال سے فائدہ اٹھاتی تھی۔ میرے ذہن میں ایک مقصد تھا جو اب تمہاری نگاہوں سے دور نہیں ہے۔ وہ آدمی جب گومین کو مارتا تھا تو مجھے دلی اذیت ہوتی تھی۔ بارہا میں نے اس کے خلاف انتقامی کارروائی کرنے کے لیے سوچا لیکن پھر میں نے گومین کے بہتر مفاد میں کچھ نہ کیا اور صبر کیے رہی۔ میں دراصل اس بات کی خواہاں تھی کہ گومین کا ذہنی توازن درست ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جاتا گازالی تو صورت حال بالکل بدلی ہوئی ہوتی۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"گومین اور میں خاموشی سے وہاں سے نکل آتے۔ اگر ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کی جاتی تو پھر راستہ روکنے والوں کو شدید نقصان سے دوچار ہونا پڑتا۔ یہ بات میں نہیں جانتی تھی کہ کسی سازش کے تحت گومین کا ذہنی توازن مسلسل خراب رکھنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ ویسے ان لوگوں نے اس پر بڑے مظالم کیے ہیں۔ گومین شروع ہی سے مصیبتوں کا شکار رہا ہے۔" ندرت کے لہجے میں افسردگی پیدا ہو گئی۔

"ایسے موقعوں پر مجھے شدید غصہ آنے لگتا ہے ندرت جب میں تم سے تمہارے بارے میں گفتگو کرتا ہوں اور پھر اچانک میرے راستے بند جاتے ہیں۔"

"اس کے لیے جتنی معذرت چاہو گے کر لوں گی۔ لیکن ہماری مجبوریوں کا بھی خیال کرو۔ دراصل ہمیں جس عظیم مقصد کے لیے جدوجہد جاری رکھنی پڑ رہی ہے اگر اس کی بھنک کسی کو مل گئی تو بڑی مشکلات کا شکار ہو جائیں گے ہم لوگ۔ تم یہ سمجھ لو بے شمار انسان، بے شمار تم جیسے انسان زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ مجھے تم پر بالکل اعتماد ہے گازالی، اگر اعتماد نہ ہوتا تو میں وائی مین سے تمہارا تذکرہ نہ کرتی۔ یہ نہ کہہ دیتی اس سے کہ اگر صحیح آدمی کا انتخاب اپنے مشن کے لیے کرنا ہے تو وہ گازالی ہے۔ ایسے حالات میں تم یہ سمجھ لو کہ میں کس حد تک مجبور ہوں گی کہ تمہیں کچھ نہیں بتا رہی۔ میں تم پر مکمل اعتماد کرتی ہوں۔ یقین کرو شاید اتنا ہی اعتبار کرتی ہوں جتنا خود پر۔ لیکن یہ سب کچھ۔ یہ راز میری ملکیت نہیں ہے گازالی۔ میں اپنا سب کچھ تمہیں دے سکتی ہوں لیکن۔" ندرت کو اپنے الفاظ کا احساس ہو گیا اور وہ خاموش ہو گئی۔

"میں نے تمہاری مجبوری تسلیم تو کر لی ہے ندرت۔ بس یونہی کبھی خیال آ جاتا ہے۔ چلو وعدہ آئندہ اس کی شکایت بھی نہیں کروں گا۔"

"جب ہم اپنا مقصد پا لیں گے گازالی۔ تو۔ تو۔" وہ خاموش ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔

"تو۔؟" میں نے سوال کیا۔

"سنسر۔" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔

"اس وقت تک ندرت۔" میں نے اس کی ہنسی نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارے درمیان صرف کام کی باتیں ہوں گی۔ ہم اپنے ہر احساس پر پابندی لگا دیں گے۔"

ندرت بھونچکی رہ گئی تھی۔ وہ میرے الفاظ کا مفہوم جاننے کے لیے میرے چہرے کو بغور دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "میں نہیں سمجھی گازالی۔"

"سنسر۔" میں نے کہا اور بات کا رخ بدل دیا۔ دیر تک خاموشی چھائی رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "اب اٹھیں۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور ہم اٹھ گئے۔

✯

ندرت کی کیفیت کے بارے میں سوچتے سوچتے نیند آ گئی۔ دوسری صبح سمبوتورا نے جگایا تھا۔ سورج نہیں نکلا تھا اور باہر کی فضا میں خاصی خنکی تھی۔ سمبوتورا نے میرے بدن سے اوپری لباس اتروایا اور پھر اپنی نگرانی میں مشق شروع کرا دی۔ سورج نکل آیا لیکن اس نے میری جان نہیں چھوڑی تھی۔ میرا انگ انگ چیخ رہا تھا۔ خیال تھا کہ آج شاید سفر نہ کر سکوں۔

سمبوتورا سے کئی بار میں نے اس بات کا اظہار بھی کیا لیکن اس کی پتھریلی آواز ابھری "جاری رکھو" پھر جب اس نے دونوں ہاتھ گرا کر آج کی مشق ختم کرنے کا اعلان کیا تو میں زمین پر بیٹھ گیا۔ سامنے نگاہ اٹھی تو ندرت دونوں ہاتھوں میں ایک پیالہ سنبھالے کھڑی تھی جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ سمبوتورا کے اشارے پر وہ آگے بڑھی اور پیالہ میرے سامنے کر دیا۔ طوعاً و کرہاً یہ بے مزہ سیال پینا پڑا تھا۔ لیکن آدھے گھنٹے کے بعد اس کی افادیت ظاہر ہو گئی۔ بدن اس طرح سبک ہو گیا جیسے کوئی مشقت ہی نہ کی ہو۔ اس کے بعد سفر کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور ہم چل پڑے۔

آسمان پر گہرے بادل چھاتے چلے گئے اور مناظر دھندلے سے پڑ گئے۔ کسی بھی لمحے بارش ہو سکتی تھی۔ کبھی ڈھلان اترنی پڑتی اور کبھی چڑھائیاں چڑھنا پڑتی تھیں۔ ہمارے ساتھ سفر کرنے والے قلی ان راستوں کے عادی تھے اور انہیں کوئی دقت نہ ہوتی تھی لیکن ہمیں پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا تھا۔

بادل سارا دن چھائے رہے لیکن بارش کی ایک بوند بھی نہ برسی۔ اس کے بعد ہم ایک بڑی ندی کے کنارے پہنچ گئے جس کے ساتھ قدرتی چٹانی پشتہ تھا۔ یہ پشتہ میلوں تک پھیلا چلا گیا تھا۔ پہاڑی کے دامن میں سیاہ ریچھ دیکھے جو بہت بڑے بڑے تھے۔ ان سے بچ کر ہی چلنا پڑا۔ سمبوتورا نے کہا۔ "دائیں سمت کے پہاڑوں کی بلندی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرے خیال میں ان کی چوٹیاں آسمان میں پیوست ہو گئی ہیں۔" میں نے ہنس کر مبالغے سے کام لیا۔

"برفانی انسان کا تصور انہیں پہاڑیوں سے وابستہ ہے۔" سمبوتورا نے کہا۔

"اوہ۔ تب تو یہ تاریخی حیثیت کی حامل ہیں۔"

"سو فیصدی۔"

میں ان بلندیوں پر نگاہیں دوڑاتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ ننگی چٹانوں کی یہ وادی زمین کی عظمت کی مظہر تھی۔ اسے عبور کرتے کرتے رات ہو گئی اور پھر ہم نے کیمپ لگا دیا۔ لیکن رات کی تاریکیوں میں، میں نے عجیب منظر دیکھا تھا۔ آگے جا کر پہاڑ اس طرح گھوم جاتے تھے کہ راستہ بند ہو جاتا تھا۔ میں نے سمبوتورا سے اس کے بارے میں پوچھا۔

"ہاں اگر ہم چکر کاٹنے کی کوشش کریں تو واپس اسی جگہ پہنچ جائیں گے جہاں سے سفر کا آغاز کیا تھا۔"

"تو پھر؟"

"ہمیں یہ ندی عبور کرنی ہوگی۔"

"لیکن اس کی رفتار تو بہت تیز ہے۔ کیا یاک اسے عبور کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟"

"یاک؟" سمبوتورا حقارت سے ہنسا۔ "یاک بھی یہیں تک ہمارا ساتھ دے سکتے تھے۔"

"باقی سفر پیدل طے کرنا ہوگا؟"

"نہیں۔ آگے یاک پھر مل جائیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ انہیں سنبھالنا ہوگا۔"

رات کے آخری حصے میں موسلا دھار بارش نے آلیا اور ہمیں بھاگ کر چٹانوں کی اوٹ میں پناہ لینی پڑی۔ یاک، بارش کے طوفانی تھپیڑوں سے پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ موسم میں بڑی تبدیلی پیدا ہوگئی تھی اور یہ سب دیکھتے دیکھتے ہوا تھا۔ ندی کا طوفانی شور کان پھاڑے دے رہا تھا اور مجھے دہشت سی ہو رہی تھی کہ اب ہمیں یہ طوفانی ندی عبور کرنا ہوگی۔ لیکن سورج نکلنے سے بہت پہلے سمبوتورا نے مجھے جگا دیا۔ بارش اب بھی ہو رہی تھی۔ بمشکل تمام اس طوفانی بارش میں نیند آئی تھی۔ اس وقت سمبوتورا کا جگانا بہت برا لگا۔ "کیا مصیبت ہوئی ہے؟" میں نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"مشق کا وقت ہو گیا ہے۔"

"لیکن باہر بارش ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"یہ ظلم ہے استاد محترم۔" میں نے احتجاجی انداز میں کہا۔

"اٹھ جاؤ۔ دیر ہو رہی ہے۔" سمبوتورا نے پتھریلے لہجے میں کہا۔ اور میں باہر نکل آیا۔ آج کی مشق واقعی جان لیوا تھی۔ پانی آنکھوں میں گھس رہا تھا، بدن پر کپکپی طاری تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ سب کچھ ذہن سے محو ہو گیا۔ آج ایک اندرونی قوت سنبھالا دے رہی تھی۔ میں دلجمعی سے وہ کام کرتا رہا جو سمبوتورا بتا رہا تھا۔ اور جب انتہا ہوگئی تو ندرت گرم سیال لیے آموجود ہوئی۔

پھر سفر شروع ہو گیا۔ لیکن یہ سفر [illegible] ہولناک تھا۔ بر[illegible] قلی ہمت سے راستے طے کر رہے تھے اور تیز ہواؤں اور بارش میں بھی ان کی ہمت میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ ندی قریب آتی جا رہی تھی اور سمبوتورا کی نگاہیں اسے عبور کرنے کے راستے تلاش کر رہی تھیں۔ ندی تک پہنچنے کے لیے بہت پھسلواں ڈھلان تھے جن پر قدم جما کر اترنا جان جوکھوں کا کام تھا۔ بارش کے باوجود میں نے ندی پر آر پار پڑے ہوئے ان درختوں کو دیکھا جو اس ندی کو عبور کرنے کو [illegible] تھے لیکن تیز و تند پانی ان درختوں کو بھی جنبش دے رہا تھا۔ کناروں سے بڑے بڑے پتھر لڑھک کر پانی میں گرتے تو خوفناک گڑگڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔

"دائی مین۔ کیوں نہ ہم انتظار کریں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اپنی تمام تر ذہنی قوت اس بات پر مرکوز کر دو کہ ہمیں زندہ و سلامت ان تنوں پر سے گزر کر ندی عبور کرنی ہے۔ خود کو امتحان میں ڈال دو گا[illegible]۔ کوشش کرو۔" سمبوتورا نے کہا اور مل کر ڈھلان پر پہلا قدم رکھ دیا۔ میں نے ندرت کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولی۔ "ہمیں اس میں کوئی دقت نہ ہوگی۔"

میں نے دانت بھینچ لیے۔ یہ میری شخصیت کے لیے چیلنج تھا۔ ندرت بالکل خوفزدہ نہیں لگتی تھی۔ ہم قدم بہ قدم نشیب میں اترنے لگے۔ ایک ذرا سی لغزش زندگی چھین سکتی تھی اور ہم میں سے کوئی بھی ندی میں گر سکتا تھا۔ بالآخر ہم درختوں کے تنوں تک پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک تنے پر مجھ سے پہلے ایک تبتی مزدور نے قدم رکھے اور برق رفتاری سے اسے عبور کر کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ یہ اتنا آسان کام تو نہیں تھا۔ میں ششدر رہ گیا۔ دوسرا مزدور کسی قدر خوفزدہ انداز میں آگے بڑھا تھا اور اس نے ایک دوسرے درخت پر پاؤں رکھے تھے لیکن وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور پانی میں گر پڑا۔ اس کی چند دلدوز چیخیں سنائی دیں اور آن کی آن میں وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

دل لرز گیا تھا۔ لیکن اندر سے ایک ہمت بھی پیدا ہو[illegible] جا رہی تھی۔ کچھ بھی ہو یہ مرحلہ طے کرنا ہے۔ میں نے دماغ میں اس خیال کو جما لیا کہ میں باآسانی درخت پر سے گزر کر ندی عبور کر لوں گا اور پھر دوسری طرف پہنچ کر ایک خوشگوار حیرت سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس ایک مزدور کے علاوہ اور کوئی نقصان نہ ہوا۔ ہم رکے بغیر آگے بڑھ گئے تھے۔

دوپہر گزری تو بارش رک گئی۔ اطراف میں ہر شے پا[illegible] میں ڈوبی ہوئی تھی۔ غروب آفتاب کے وقت ہم بانسوں کے ایک جنگل سے گزر رہے تھے اور جب وقت نے اپنی گھنیری زلفیں پھیلائیں تو ہمالیہ کی بلند چوٹیاں نظر آنے لگیں جو جنگل میں سفر کرنے کی وجہ سے چھپ گئی تھیں۔ چاند ان چوٹیوں کے پیچھے پوشیدہ تھا مگر اس کی مدھم روشنی وادیوں تک پہنچ رہی تھی۔ ہمارے سامنے سیاہ پہاڑ کی دیوار پھیلتی چلی جا رہی تھی۔ اسی جگہ کیمپ [illegible] دیا گیا۔ اور مزدور اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ اپنے ایک ساتھی مزدور کی ہلاکت پر وہ افسردہ تھے۔

ندرت کہنے لگی "یہ سب خاموش ہیں۔ کہیں آگے ہما[illegible] ساتھ دینے سے انکار نہ کر دیں۔"

سمبوتورا، ندرت سے کچھ گفتگو کر رہا تھا۔ میں تبتی مزدوروں کے درمیان بیٹھا ان سے اظہار ہمدردی کر رہا تھا۔ دیر تک میں ان کے پاس بیٹھا رہا پھر آرام کرنے کے ارادے سے اٹھ گیا۔ آج پھر دل میں کچھ یادیں ابھر رہی تھیں۔ سمبوتورا بدستور ندرت کے پاس بیٹھا اس سے باتیں کر رہا تھا۔

دفعتاً بلند پہاڑ کے دامن میں میری نگاہ ایک ننھے سے نقطے پر جم گئی۔ یہ روشنی کا نقطہ تھا۔ نظر کا واہمہ نہیں تھا۔ میں چونک کر کھڑا ہو گیا۔ پتا نہیں دوسرے لوگوں کو اس کے بارے میں کچھ معلوم تھا یا نہیں۔ تھوڑی دیر تک میں اسے دیکھتا رہا۔ اس ویرانے میں آخر کون ہو سکتا ہے؟ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو مجبوراً سمبوتورا کی طرف بڑھ گیا۔ اس منظر کو نظرانداز بھی نہیں کر سکتا تھا۔

دونوں نے خوشدلی سے میرا استقبال کیا تھا۔ سمبوتورا نے کہا۔ "ہانیسا تمہیں اپنی گفتگو میں شریک کرنا چاہتی تھی لیکن میں نے کہا کہ تمہیں کسی وقت تنہا بھی چھوڑنا چاہیے۔ ہر وقت ہم لوگ تم پر مسلط رہتے ہیں اور یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

"کسی خاص موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی؟"

"نہیں بس گومین کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔"

"ایک چیز دکھانا چاہتا ہوں۔"

"کیا۔۔۔؟"

"اس سیاہ پہاڑ کے دامن میں روشنی۔ اس طرف۔"

"روشنی؟" سمبوتورا نے کہا۔ اور میں نے انگلی کے اشارے سے ان دونوں کو روشنی دکھائی۔

"ہاں، ہے تو سہی اور کسی چراغ کی روشنی ہے۔" ندرت نے کہا۔

"یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔" سمبوتورا بولا۔

"کیوں۔۔۔؟"

"بدھ مت میں ترک دنیا کا فلسفہ سب سے زیادہ ہے۔ ممکن ہے وہ کوئی راہب ہو جو ان ویرانوں میں کوئی کٹیا بنا کر عبادت کر رہا ہو۔"

"صرف امکان پر ہم اسے نظرانداز نہیں کر سکتے۔ ممکن ہے یہ ہمارے لیے بہت اہم بات ہو۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" سمبوتورا نے کہا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "دیکھیں اسے؟"

"بہت ضروری ہے۔"

"تو آؤ۔" مستعدی سے بولا۔ ندرت بھی خوشی سے تیار ہوگئی تھی۔ ہم تیز رفتاری سے اس طرف بڑھ گئے۔ ہمیں فاصلوں کا اندازہ تھا، ہم جانتے تھے کہ کئی میل چلنا ہوگا لیکن اپنے تجسس کو روک بھی نہیں سکتے تھے۔ روشنی پر نگاہ جمائے ہم آگے بڑھتے رہے۔ فاصلے طے ہوتے رہے۔ چٹانوں کے درمیان ہم نے روشنی کی جگہ کا اندازہ کر لیا تھا۔

یہ ایک پہاڑی غار تھا۔ ٹھنڈا اور پراسرار۔ روشنی ایک چھوٹے کاربائیڈ لیمپ کی تھی۔ فرش پر کوئی چادر اوڑھے سو رہا تھا۔ کچھ سامان غار کے ایک گوشے میں رکھا ہوا تھا۔ چند لمحوں تک ہم غور سے سونے والے کا جائزہ لیتے رہے، پھر میں نے ایک فیصلہ کیا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے چہرے سے چادر ہٹائی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ ایک بدحال سا آدمی تھا۔ ادھیڑ عمر تھی۔ بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔ اس نے وحشت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ایک کراہ کے ساتھ اٹھ گیا۔ اب اس کی نگاہ ندرت اور سمبوتورا پر پڑی۔ "ڈاکو ہو؟" اس نے پوچھا۔ انتہائی حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ اردو بول رہا تھا اور اس کا لہجہ ہندوستانی تھا۔

"فرض کر لو۔" میں نے جواب دیا۔

"بھاگ جاؤ۔ زندہ رہنے کی کوشش کرو۔ موت بہت آسان ہے۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"تم موت کا انتظار کر رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"موت کے لیے انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ زندگی کا حصول سخت مشکل ہوتا ہے۔ کیا میں تمہیں موت دے دوں؟"

بوڑھا کچھ خبط الحواس معلوم ہوتا تھا۔ میں نے ندرت اور سمبوتورا کی طرف دیکھا۔ ندرت بوڑھے کی باتیں سمجھ رہی تھی لیکن سمبوتورا کچھ الجھا ہوا کھڑا تھا۔ میں اس کی الجھن کی وجہ سمجھ رہا تھا۔ وہ بوڑھے کی باتیں سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مذاق اڑا رہے ہو میرا۔" بوڑھا آنکھیں نکال کر بولا۔

"تم انگریزی بول سکتے ہو۔"

"چلے جاؤ یہاں سے۔ میں کہتا ہوں چلے جاؤ۔ ورنہ۔۔۔ ورنہ۔۔۔" وہ غرایا۔ اور پھر میں ہنس پڑا۔ "مگر تم ڈاکو ہو۔ ڈاکو۔" وہ اردو سے انگریزی پر آگیا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ وہ پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اس کی اب تک کی گفتگو کا انگریزی میں ترجمہ کر کے سمبوتورا کو بتایا اور سمبوتورا آگے بڑھ آیا۔

"ہم سادھو ہیں دوست۔ تم خود دیکھ سکتے ہو۔" سمبوتورا نے کہا۔

"سادھو؟" بوڑھا پھر ہنس پڑا۔ "ترک دنیا کر چکے ہو۔ ترکِ ہوس کر سکتے ہو۔۔۔؟"

"ہم نہیں سمجھے ؟" سمبوتورا نے پھر نرمی سے کہا۔

"سونا۔ میرے دوست۔ کچھ چاہیے۔ بولو کچھ چاہیے۔ رکو ایک منٹ۔ رکو۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کونے میں رکھے ہوئے سامان کی طرف بڑھ گیا۔ پھر اس نے کچھ کہا اور دفعتاً غار میں پُراسرار روشنی کی کرنیں بکھر گئیں۔ ہم نے تعجب سے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی ڈیڑھ فٹ کا مجسمہ نظر آ رہا تھا۔ ایک ایسا مجسمہ جو سونے کا تھا، مدھم ٹھنڈی پُراسرار روشنی اس مجسمے میں جڑے ہوئے ہیروں سے نکل رہی تھی۔ میرے قدم بے اختیار اس کی طرف بڑھ گئے۔ مجسمے میں پانچ ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے اور حسین تراش کے ہیرے۔ میں نے متحیرانہ انداز میں اسے دیکھا اور پھر سمبوتورا کی طرف دیکھنے لگا۔

"میری طرف سے اسے بطور تحفہ قبول کرو۔ ہاں میں اپنے بچوں کو اس کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔ لے جاؤ۔ اسے لے جاؤ۔" اس نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"ہم تم سے کہہ چکے ہیں۔ ہم ڈاکو نہیں سادھو ہیں ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔" سمبوتورا حلیمی سے بولا۔

"آہ۔ میں سادھو کیوں نہ ہوا۔ میں نے دنیا کیوں نہ ترک کر دی۔ میں۔ میں۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔ "لے جاؤ بھگوان کے لیے اسے لے جاؤ۔ میں اس نحوست سے زندگی بچانا چاہتا ہوں۔ لے جاؤ اسے۔ میں۔ میں۔!"

سمبوتورا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور نرم لہجے میں بولا۔ "تم کسی دردناک حادثے سے دوچار ہوئے ہو۔ کیا پریشانی ہے تمہاری، ہمیں بتاؤ ممکن ہے ہم تمہاری کچھ مدد کر سکیں۔"

"یہ کتنا قیمتی مجسمہ ہے تم دیکھ رہے ہو۔ بس اسے لے جاؤ۔ اور کچھ نہیں چاہیے مجھے۔"

"کیسا ہے یہ مجسمہ۔۔؟"

"تم لوگ سادھو ہو۔ انہیں پہاڑوں میں رہتے ہو۔"

"ہاں۔"

"تب تم مجھے انترا بھون کا راستہ بتا سکتے ہو۔ بولو وہ کونسی پہاڑی ہے۔ میں اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گیا ہوں۔"

"انترا بھون۔"

"ہاں ایک چٹان جو سانپ کے پھن کی مانند ہے۔ دور سے کوئی بڑا سانپ پھن کاڑھے بیٹھا نظر آتا ہے۔ انترا بھون اسی کے پیچھے ہے۔ نحوست کی دیوی انترا کا استھان۔"

"کوئی دیوانہ ہے شاید۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ لیکن بوڑھے نے سن لیا۔ "دیوانہ نہ ہوتا تو اس عذاب میں گرفتار کیوں ہو جاتا۔ سب کچھ لوٹ لیا اس نے میرا۔ بے سہارا چھوڑ دیا ہے اس سنسار میں اس منحوس مجسمے نے مجھے۔ لے جاؤ۔ اسے لے جاؤ۔ میں تمہاری منت کرتا ہوں۔" وہ پھر سسکنے لگا۔

سمبوتورا نے اس کا شانہ پکڑ کر کہا۔ "چلو باہر چلو۔ بیٹھو کچھ دیر باتیں کریں گے۔ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر دو۔ کیا کہانی ہے اس مجسمے کی۔" اس ہمدردانہ لہجے پر بوڑھا کچھ پُرسکون ہوا اور ہمارے ساتھ باہر نکل آیا۔ "بہت ستایا ہوا ہوں میں بہت پریشان حال ہوں بھائیو۔ میری مدد کرو۔ بس ایک بار، ایک بار مجھے انترا بھون پہنچا دو۔ میں اس منحوس مجسمے سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔"

"یہ مجسمہ کہاں سے ملا تمہیں ؟"

بوڑھا گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا "میرا نام شمشیر سنگھ ہے۔ رانا شمشیر سنگھ۔ رانا تیغ سنگھ کے خاندان کا فرد ہوں میں، ایک مہم جو کی حیثیت سے شاید کبھی میرا نام تمہاری نگاہوں سے گزرا ہو لیکن یہ پرانی بات ہے۔ رانا خاندان بہت دولتمند لوگوں کا خاندان تھا۔ عیش و عشرت کی زندگی اور بے فکری بہت سے شوق پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ مجھے بھی مہم جوئی کا شوق تھا۔ اس شوق کو دولت کا سہارا حاصل تھا چنانچہ اس میں کوئی رکاوٹ نہ ہوئی اور میں دنیا کے پُراسرار علاقوں کی سیر کرتا رہا۔ میں نے دوسرے باہمت لوگوں کے ساتھ شامل ہو کر بہت سے پہاڑوں کی چوٹیاں سر کیں۔ خطرناک علاقوں میں داخل ہو کر خزانے تلاش کیے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم کوئی بھی خزانہ حاصل نہ کر سکے۔ میری پوری جوانی اسی آوارہ گردی میں گزری۔ سال دو سال میں کبھی ایک بار اپنے وطن چلا جاتا تھا جہاں میرے پتاجی اور دو بڑے بھائی تھے وہ مجھ سے سخت نالاں تھے۔ جائداد کا تمام کام انہیں کے سپرد تھا۔ ایک بار میں اپنے وطن واپس آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ پتاجی اس دنیا سے گزر گئے۔ مجھے پہلی بار ایک شدید صدمے سے دوچار ہونا پڑا اور مجھے احساس ہوا کہ میں اپنے فضول شوق کی وجہ سے آخری وقت میں پتاجی کی شکل دیکھنے سے بھی محروم رہا۔ اس کے بعد میں نے کافی وقت وطن میں گزارا۔ لیکن پتاجی کی موت کا دکھ کم ہوتے ہی میرا شوق پھر ابھر آیا۔ بھائیوں کی خواہش تھی کہ میں بھی ان کے ساتھ جائداد کا کام سنبھال لوں لیکن مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ آخر میں ایک بار پھر گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ مجھے ہمالیہ کی ترائی میں پھیلے ہوئے پُراسرار علاقوں کو دیکھنے کا شوق تھا۔ چنانچہ کچھ باہمت دوستوں کے ساتھ میں اس طرف چل پڑا۔ راستے میں دشواری نہیں پیش آئی۔ میں اور میری ٹیم کے چار افراد

تبت کی سرحد کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ بدھ بھکشوؤں، لاماؤں اور پگوڈوں کا یہ شہر بے حد پراسرار تھا۔ اس علاقے کی ایک ایک چیز حیرت انگیز تھی۔ ہم آگے بڑھتے رہے اور پھر ایک دن اس جگہ پہنچ گئے جہاں چاروں طرف سیاہ رنگ کی کائی زدہ چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں۔

"بڑا ویران علاقہ تھا۔ چاروں طرف ایک عجیب سی اداسی اور ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ ان اطراف میں ہم نے پرندے تو کیا حشرات الارض تک نہ دیکھے۔ پتا نہیں یہ علاقہ جانداروں سے خالی کیوں تھا۔ میرے ساتھی اس علاقے سے ہول کھانے لگے، میں بھی اس پراسرار ماحول سے بے حد متاثر تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک انجانی سی کشش بھی محسوس کر رہا تھا۔

"شام ہو چکی تھی اس لیے ہم نے رات وہیں گزارنے کا فیصلہ کیا اور ایک مناسب جگہ کیمپ لگا دیا۔ میرے ساتھی سرِشام ہی کیمپ میں گھس گئے۔ وہ خوفزدہ تھے رہا میں، تو میں ماحول سے متاثر ضرور تھا لیکن ان کی طرح خوفزدہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد چاند نکل آیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم چاندنی رات میں ان چٹانوں کی سیر کریں۔ لیکن ان میں سے کوئی تیار نہ ہوا۔ دن کی روشنی میں وہ چٹانیں اس قدر بھیانک لگ رہی تھیں تو رات میں کیا حال رہا ہوگا۔ یہی سوچ کر وہ رک گئے۔ میں ان کی بزدلی سے جھنجھلا گیا اور تنہا ہی باہر نکل آیا۔ میں نے اپنی حفاظت کے لیے رائفل ساتھ لے لی تھی۔ یوں بھی ہمیں اس علاقے میں خونخوار درندے نظر نہیں آئے تھے اس لیے میں اس طرف سے زیادہ فکرمند نہیں تھا۔ بلاشبہ کیمپ سے باہر کا ماحول بے حد خوفناک تھا۔ سیاہ چٹانیں یوں لگ رہی تھیں جیسے گندی روحیں سیاہ کمبل اوڑھے گردن جھکائے بیٹھی ہیں۔ میں ان چٹانوں کے درمیان سے گزر کر آگے بڑھتا رہا اور کیمپ سے کافی دور نکل آیا۔ تھوڑی دیر گھومنے کے بعد میرا رہا سہا خوف بھی دور ہو گیا اور اب یہ ماحول مجھے بے حد دلچسپ لگ رہا تھا۔ میں آگے بڑھتا رہا اور کیمپ سے کافی دور نکل آیا۔ تھوڑی دیر گھومنے کے بعد میں ایک بڑی چٹان پر سے اترا ہی تھا کہ دفعتاً تقریباً سو گز کے فاصلے پر ایک اونچی چٹان کے سرے پر مجھے روشنی کا ایک ننھا سا نقطہ نظر آیا اور میں حیران رہ گیا۔ یہاں کون ہو سکتا ہے۔۔؟ میں نے سوچا وہ روشن نقطہ یقیناً کوئی چراغ تھا۔ شاید کوئی بدھ راہب اس ویرانے میں عبادت کر رہا تھا۔ اب میری دلچسپی جاگ اٹھی، ان پراسرار راہبوں کے بارے میں، میں نے بھی بڑی دلچسپ داستانیں سن رکھی تھیں چنانچہ میرے دل میں اسے دیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا اور میں چٹانیں پھلانگتا ہوا اس روشنی کی طرف بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں سانپ کے پھن جیسی اس چٹان کے پاس پہنچ گیا جو نیچے سے ناہموار اور بے ہنگم تھی اور اوپر ایک سانپ کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ اس کے اوپری سرے پر وہ چراغ روشن تھا۔ چراغ کی مدھم روشنی اس مینار کے داخلی دروازے کو بھی منور کر رہی تھی جو گولائی لیے ہوئے تھا۔

"بلاشبہ یہ چٹان قدرتی تھی لیکن کسی بدھ راہب نے اسے اپنے رہنے کا ٹھکانہ بنا لیا تھا۔ میں اس بڑے سے گول سوراخ کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے جھانک کر اندر دیکھا، اندر صاف شفاف فرش نظر آ گیا تھا۔ میں ہمت کر کے سوراخ کے اندر داخل ہو گیا۔ فرش کے اوپر پتھر کا ایک ڈیوٹ بنا ہوا تھا اور اس ڈیوٹ پر شاید کڑوے تیل کا چراغ جل رہا تھا لیکن اندر کوئی نہ تھا۔ فرش صاف ستھرا تھا اور یہاں کسی انسان کا کوئی وجود نہ تھا۔ میں نے حیرانی سے چاروں طرف دیکھا۔ گول سوراخ کے بالکل برابر والی دیوار میں مجھے دو چیزیں نظر آئیں ایک تو پتھر کا مجسمہ تھا جو اس سیاہ چٹان کو تراش کر بنایا گیا تھا۔ مجسمہ ایک ہیبت ناک شکل کی عورت کا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں تھالی تھی اور دوسرے میں ایک کرپان نما چیز جو آدھی ٹوٹ چکی تھی۔ دوسری چیز یہ مجسمہ تھا۔ ہاں یہی مجسمہ، عورت کے مجسمے کے نزدیک ہی طاق میں رکھا ہوا تھا۔ اس میں لگے ہوئے ہیرے چمک رہے تھے اور گردن میں پڑے ہوئے ہار جگمگا رہے تھے۔

"میں اس مجسمے کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا۔ میں نے قریب پہنچ کر اس میں جڑے ہوئے ہیرے دیکھے۔ اس کی گردن میں پڑے ہوئے ہار دیکھے اور ان کی قیمت کا اندازہ لگایا۔ بلاشبہ وہ انتہائی قیمتی تھے، ہار بھی نایاب تھے۔ گو یہ بہت بڑا خزانہ نہیں تھا لیکن بہرحال میرے لیے تو یہ خاصی اہمیت رکھتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس ویران علاقے میں اس کا مالک کوئی نہیں تھا۔ لیکن پھر میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا کہ یہاں چراغ روشن کرنے والا کہاں گیا۔ کسی نے تو چراغ روشن کیا ہوگا اگر وہ یہاں آگیا تو میں یہ مجسمہ نہیں حاصل کر سکوں گا۔ میں نے سوچا اور پھر میں نے فیصلہ کیا کہ اسے جلدی سے لے کر یہاں سے نکل جاؤں۔ میں نے عورت کے مجسمے کی طرف دیکھا اور نجانے کیوں مجھے محسوس ہوا کہ عورت مجھے غضبناک نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔ مجھے اس کا کرپان والا ہاتھ ہلتا ہوا بھی محسوس ہوا اور میں چند لمحوں کے لیے ٹھٹک گیا لیکن پھر میں نے سوچا کہ یہ میرا وہم ہے۔ یہ پتھر کا بت میرا کیا بگاڑ سکتا ہے اور میں نے ہاتھ بڑھا کر مجسمہ طاق سے اٹھا لیا۔ مجسمہ اٹھاتے ہی ایک عجیب سی سنسنی

میرے جسم میں دوڑ گئی لیکن صرف چند لمحے یہ کیفیت رہی پھر نارمل ہو گیا۔ اور مجسمہ لے کر دائرہ نما دروازے سے نکل آیا۔ یہ قیمتی مجسمہ حاصل کر کے میں بے حد خوش تھا۔ راستے میں، میں نے فیصلہ کر لیا کہ مجسمہ اپنے ساتھیوں کی نظروں سے چھپاؤں گا، ورنہ وہ بھی اس پر اپنا حق جتائیں گے۔ چنانچہ واپسی میں میں نے پہلے اپنے ساتھیوں کو دیکھا وہ سب بے خبر سو رہے تھے۔ میں نے مجسمہ اپنے سوٹ کیس میں کپڑوں کے نیچے رکھ دیا اور پھر آرام سے لیٹ گیا۔ اس مہم کے دوران پہلی بار کوئی ایسی چیز ہاتھ لگی تھی۔ میں بہت مسرور تھا۔ دوسرے دن ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے اور پھر ایک ماہ تک گھومنے کے بعد ہم نے واپسی کا پروگرام بنا لیا۔

"اس دوران میں وہ مجسمہ اپنے دوستوں سے چھپانے میں کامیاب رہا تھا۔ میں نے انہیں ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی جب میرے دوست دارجلنگ پہنچ کر اپنے اپنے گھروں کو چل پڑے تو میں نے سکون کا سانس لیا۔ دوسرے دن مجھے اپنے علاقے میں واپس جانا تھا۔ یہ رات میں نے وہاں کے ایک ہوٹل میں گذاری۔ میں مجسمے کو دوبارہ دیکھنے کے لیے بے چین تھا چنانچہ اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے احتیاط سے دروازہ بند کیا اور مجسمہ سوٹ کیس سے نکال لیا۔ رات ہو چکی تھی۔ کمرے کی تیز روشنی میں، میں نے اس قیمتی مجسمے کو نکالا اور دلچسپی اور حیرت سے دیکھنے لگا۔ اب اس کے نقوش واضح تھے۔ بلاشبہ یہ ایک حسین چیز تھی۔ اس میں لگے ہوئے قیمتی ہیرے چمک رہے تھے اور اس کی گردن میں پڑے ہوئے ہار اپنی قیمت بتا رہے تھے۔ میں اسے دیکھتا رہا اور پھر اچانک میری انگلی مجسمے کی پشت پر ایک ابھری ہوئی چیز سے ٹکرائی تو وہ چیز دب سی گئی۔ میں چونک پڑا۔ میں نے اسے اور زور سے دبایا اور مجسمے کی پشت دروازے کی طرح کھل گئی۔ میں نے جلدی سے اس کھلے ہوئے خلا میں انگلیاں ڈالیں تو میری انگلی ایک عجیب سی شے سے ٹکرائی، میں نے وہ چیز نکال لی۔ وہ چمڑے کا ایک تعویذ سا تھا جس کی چار تہیں تھیں۔ میں نے دھڑکتے دل سے اس تعویذ کی تہیں کھولیں، شاید کسی خزانے کا نقشہ ہے۔ میں نے سوچا لیکن چمڑے کے تعویذ پر کوئی نقشہ نہیں بلکہ تبتی زبان میں لکھی ہوئی تحریر تھی جسے کسی عجیب محلول سے لکھا گیا تھا اسی لیے چمک رہی تھی۔ میں نے وہ تحریر پڑھی۔ لکھا تھا۔ "یہ مجسمہ نحوست کی دیوی انترا کی ملکیت ہے۔ ہر اس شخص کو انتباہ ہے جو اسے پائے یا حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ اس مجسمے کو کوئی قیمتی شے سمجھ کر لے جانے کی کوشش کرے گا تو سخت نحوست کا شکار ہو جائے گا۔ اسے ایسی تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا کہ وہ زندگی سے پناہ مانگے گا اور جب تک وہ اس مجسمے کو واپس انترا بھون میں نہیں پہنچا دے گا نحوست کا شکار رہے گا۔"

"یہ تحریر پڑھ کر تھوڑی دیر تک تو مجھے خوف محسوس ہوا۔ میں نے سوچا کہ کہیں یہ تحریر حقیقت نہ ہو لیکن پھر میں اپنی حماقت پر ہنس پڑا۔ میں نے سوچا کہ دیکھوں تو سہی نحوست کی یہ دیوی میرا کیا بگاڑتی ہے۔ بہر حال میں نے واپس اسے سوٹ کیس میں رکھ دیا اور آرام سے سو گیا۔ دوسرے دن ٹرین کے ذریعہ میں اپنے قصبے کی طرف روانہ ہو گیا اور چند گھنٹوں کے سفر کے بعد اپنے قصبے میں پہنچ گیا۔ یہاں آ کر مجھے اپنے بھائیوں اور دوسرے عزیزوں سے ملنے کی مسرت نے گھیر لیا۔ اور ایک تانگہ کر کے میں اپنے گاؤں چل پڑا۔ پورے ایک گھنٹے بعد میں اپنے گاؤں میں داخل ہوا لیکن گاؤں میں داخل ہوتے ہی میرے چند جاننے والوں نے مجھے گھیر لیا۔ انہوں نے مجھے روح فرسا خبر سنائی جسے سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"انہوں نے بتایا کہ پڑوس کے زمینداروں سے میرے بھائیوں کی چل رہی تھی۔ زمین کا تنازعہ تھا چنانچہ ایک دن یہ تنازعہ خونریز تصادم کی شکل اختیار کر گیا اور دونوں گروہ بھڑ گئے۔ گولیاں چلیں اور میرا ایک بھائی، بھتیجا اور ماموں زاد بھائی اس تصادم میں ہلاک ہو گئے۔ میرے دوسرے بھائی نے دوسرے گروہ کے چھ آدمی ہلاک کر دیے تھے اس لیے وہ گرفتار ہو گیا۔ اور جیل میں ہے۔ یہ خوفناک خبر سن کر میں حواس باختہ ہو گیا اور اپنے گھر کی طرف دوڑا۔

"پورا گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر تمام عورتیں بین کرنے لگیں۔ میری بھابیاں مجھ سے برگشتہ تھیں ان کا سہاگ لٹ گیا تھا اور میں آزاد تھا۔ میں نے بمشکل خود پر قابو پایا اور پھر میں اپنے اس بھائی کے لیے تگ و دو کرنے لگا جو قتل کے الزام میں جیل میں تھا۔ میں نے پانی کی طرح دولت بہائی، زمینیں بیچیں، گھر کا سامان بیچ دیا۔ بھابیوں کے زیورات بکے یہاں تک کہ اپنا آبائی مکان بھی بیچ دیا لیکن اپنے بھائی کو پھانسی سے نہ بچا سکا اور بالآخر اسے پھانسی ہو گئی۔ میرا خاندان تباہ ہو گیا۔ دونوں بھابیوں نے بچی کھچی چیزیں آپس میں تقسیم کر لیں۔ اب میرے پاس کچھ نہ تھا۔ میں اپنا مختصر سامان لے کر شہر آ گیا۔ میرے ساتھ یہ مجسمہ بھی تھا اور جب ان پریشانیوں سے نجات حاصل کر کے میں نے طویل عرصے کے بعد اس مجسمے کو دیکھا تو مجھے وہ تحریر یاد آ گئی۔ بلاشبہ جو کچھ ہو چکا تھا وہ ایسا سانحہ تھا جو زندگی بھر مجھے رلانے کے لیے کافی تھا۔ میں نے سوچا

کیا یہ سب اس مجسمے کی نحوست تھی؟ کیا اس کے اندر رکھی ہوئی تحریر درست ہے؟ تب میں نے سوچا کہ اسے اٹھا کر پھینک دوں، پھر اس میں جڑے ہوئے قیمتی ہیروں اور اس کی گردن میں پڑے ہوئے ہار کو دیکھ کر دل میں لالچ آ گیا۔ میں اب قلاش ہو گیا تھا جو نحوست آنی تھی آ چکی اب میرا کیا بگڑ جائے گا۔ چنانچہ میں نے اسے رہنے دیا۔ زندگی گذارنے کے لیے کچھ سہارے ضروری ہوتے ہیں۔ میں بھی اپنا غم بھول کر ملازمت تلاش کرنے لگا لیکن مجھے ملازمت نہ ملی۔ میں در در کی ٹھوکریں کھاتا رہا۔ اب مجھے فاقے کرنے پڑ رہے تھے۔ ایک دن میں نے اس مجسمے کو فروخت کرنے کا ارادہ کیا اور اسے لے کر بازار میں نکل آیا۔

میں نے یہ مجسمہ ایک جوہری کو دکھایا اور وہ اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس نے اس کی قیمت ایک لاکھ روپے لگائی اور میں منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ میں اس جوہری کو پاگل سمجھ رہا تھا بہر حال میرے ہاں کرنے پر اس نے ایک لاکھ روپے کے نوٹ میرے ہاتھ میں تھما دیے۔ میری زندگی نے ایک رخ بدلا۔ میں نے ایک گھر کرائے پر لیا اور اپنی نئی زندگی کا پروگرام بنانے لگا۔ لیکن زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ ایک دن وہی جوہری کچھ آدمیوں کے ساتھ میرے مکان پر آیا۔ نہ جانے کس طرح اس نے میرا پتا لگا لیا تھا۔ جوہری بہت لال پیلا ہو رہا تھا۔ اس نے مجھے دھمکیاں دیں کہ وہ مجھے پولیس کے حوالے کر دے گا کیونکہ میں نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ جب سے اس نے یہ مجسمہ خریدا ہے اس کی دکان میں دو بار چوری ہو چکی ہے جس میں تین چار لاکھ روپے کا سامان چلا گیا۔ جوہری کا چھوٹا لڑکا اسکول سے آتے ہوئے ٹرک کے حادثے کا شکار ہو کر چل بسا۔ ابھی نہ جانے اور کیا ہوتا کہ جوہری نے کسی طرح مجسمے کے اندر رکھی ہوئی تحریر دریافت کر لی اور اسے پڑھنے کے بعد وہ مجھے تلاش کرنے لگا۔ جوہری نے مجھ سے کہا کہ میں یہ مجسمہ لے کر اس کی رقم واپس کر دوں۔ تب میں نے اس سے کہا کہ اس کی رقم کا ایک حصہ تو خرچ بھی کر چکا ہوں۔ میرے پاس صرف باسٹھ ہزار روپے باقی بچے ہیں۔ جوہری نے اس رقم پر قناعت کر لی۔ اس نے مجھ سے باسٹھ ہزار روپے کا چیک اسی وقت لے لیا اور مجسمہ میرے سر مار کر واپس چلا گیا۔

فاقہ کشی، بیماری، بھوک اور تنہائی کیا کیا نہ دیا اس نے مجھے۔ کچھ بھی نہیں رہا تھا میرے پاس۔ آہ۔ ساری دنیا مجھے ایک ویران کھنڈر لگتی تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں۔ یہ منحوس مجسمہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ میں نے اپنے دوستوں سے مدد مانگی ایک ایک کے آگے ہاتھ پھیلایا اور کوڑی کوڑی جمع کر کے ایک بار پھر تبت میں داخل ہو گیا۔ لیکن سالہا سال گذر چکے ہیں۔ انترا بھون مجھے نہیں ملتا۔ میں راستے سے بھٹک گیا ہوں میری مدد کرو۔ مجھے انترا بھون کا راستہ بتا دو اب میں تھک گیا ہوں۔"

بوڑھے کی آواز رندھ گئی۔ ہم تینوں اس عجیب کہانی پر دنگ رہ گئے تھے۔ بڑی انوکھی کہانی تھی۔ ناقابل یقین۔ سمبوتورا اور ندرت خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر ندرت نے کہا۔ "تم نے یہ مجسمہ کسی کو دے کیوں نہیں دیا؟"

بوڑھے نے ندرت کی طرف دیکھا۔ اور پھر بولا۔ "جوہری کی کہانی میں تمہیں سنا چکا ہوں۔ اس کے بعد بھی میں نے کچھ کوششیں کی تھیں لیکن ناکام رہا۔"

"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔

"ایک رات میں اسے لے کر پولیس اسٹیشن پہنچا میں نے پولیس افسر کو ایک کہانی سنائی۔ میں نے اسے بتایا کہ کوئی اسمگلر اسے اسمگل کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن خطرناک حالات میں وہ اسے میرے پاس چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ اسے پولیس کی تحویل میں دے کر میں اپنا فرض پورا کرنا چاہتا ہوں۔ پولیس افسر گورنام داس نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔ لیکن اس کے دل میں لالچ آ گیا تھا۔ اس نے مجھے اطمینان دلایا کہ وہ اسے مال خانے میں جمع کروا دے گا۔ لیکن تقریباً ڈیڑھ ماہ کے بعد وہ خستہ حال میں مجھے ملا۔ اور اس نے بتایا کہ وہ نوکری سے برخاست ہو چکا ہے اور اس کی بیٹی ایک ہی حادثے کا شکار ہو کر مر گئی ہے۔ اس نے ان پراسرار باتوں کا تذکرہ بھی کیا جو اسے پیش آئی تھیں پھر اس نے مجھے دھمکیاں دیں اور مجسمہ میرے حوالے کر کے چلتا بنا۔ آہ یہ میرے لالچ کی سزا ہے۔ مجھے ہی یہ سزا بھگتنا ہو گی۔"

"کاش ہم اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتے۔" سمبوتورا نے ہمدردی سے کہا۔

"انترا بھون کے بارے میں تم بھی کچھ نہیں جانتے؟"

"نہیں، ناگ کے پھن جیسی کوئی چٹان ہم نے نہیں دیکھی۔ اچھا اب ہمیں اجازت دو۔"

میں نے چونک کر سمبوتورا کو دیکھا۔ مجھے اس کے اس خشک انداز پر حیرت ہوئی تھی۔ بوڑھا حسرت بھری نگاہوں سے ہمیں دیکھتا رہا۔ سمبوتورا نے واپسی کے لیے قدم بڑھائے تھے۔ بہر حال میں نے اس سلسلے میں خاموشی اختیار کی۔ راستے بھر ہم نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔

"آرام کرو گازال۔" سمبوتورا نے کیمپ کے قریب پہنچ کر

کہا اور خاموشی سے اپنی آرام گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ ندرت وہیں کھڑی رہی تھی۔ "نیند آتے ——؟" اس نے کہا۔

"نہیں۔"

"تب۔ آؤ۔ بیٹھو۔!" وہ بولی اور ہم ایک طرف جا بیٹھے میں نے مسکراتے ہوئے کہا "تم اردو بولنے کے لیے بے چین رہتی ہو ندرت ——!"

"مجھے اچھا۔ لگتے۔"

"اچھا لگتے نہیں، اچھی لگتی ہے۔ مگر کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ تمہارا۔ ری۔ لینگویج ہے۔" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اس بوڑھے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"پہلے اردو کی بات۔" ندرت نے کہا۔

"اتنے عرصہ میں تم نے کسی سے اردو سیکھی نہیں؟"

"کاؤن ہائے۔ کون سے سیکھتا۔ اور سب لوگ مجھے نولفٹ کرتا۔ گازالی تم مجھے اردو سیکھو۔"

"اب تو سکھانی پڑے گی۔ چلو اردو کی بات ہو گئی اب تم بوڑھے کی بات کرو۔"

"اس کا اسٹوری میرا سمجھ نہیں آئے۔"

"کیا ہمیں اسے اس طرح چھوڑ دینا چاہیے تھا۔"

"وائی مین سیریس ہوا۔ اس نے۔ وہ سمجھ دار ہے۔"

"میرے خیال میں بوڑھا فراڈ تھا۔"

"اوہ۔ کیوں ——؟"

"وہ کہیں سے وہ قیمتی مجسمہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے اس نے فوری طور پر انوکھی کہانی گھڑی تھی تاکہ ہم اس سے خوفزدہ ہو جائیں! ممکن ہے اس سے قبل بھی وہ لوگوں کو اسی طرح بے وقوف بناتا رہا ہو۔"

"تو یہ بات تھا۔ مائیں نائیں سمجھا۔" ندرت حیرت سے بولی۔

"سو فیصدی یہی بات ہے ندرت۔"

"دلچسپ بات ہے۔"

"میں بوڑھے سے کچھ اور باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے جھوٹ کا پول کھل جاتا۔ اگر ہم اس سے وہ مجسمہ مانگ لیتے۔ لیکن یوں لگتا ہے جیسے سمبوتورا اس کہانی سے خوفزدہ ہو گیا ہو۔"

"مائیں نائیں جانتا۔"

"بہرحال قیمتی مجسمہ تھا۔ لاکھوں روپے کی مالیت کا۔" میں نے کہا۔ دیر تک ہم دونوں بیٹھے باتیں کرتے رہے پھر اٹھ گئے۔

دوسری صبح میں مشق کے لیے اٹھ گیا، اب عادت پڑ گئی تھی حالانکہ رات کو بہت دیر تک بوڑھے کی کہانی پر غور کرتا رہا تھا۔ لیکن یہی فیصلہ کیا تھا کہ اس کی کہانی جھوٹی ہے۔

سمبوتورا میرا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر سنجیدگی سے کھڑا ہو گیا، اور اس کے بعد معمول جاری ہو گیا۔ میں اب کافی ایکسپرٹ ہو گیا تھا اور سمبوتورا میری کوششوں سے بہت مطمئن تھا۔ اس نے کہا۔ "کل سے تمہیں لکڑی کا کھیل سکھایا جائے گا۔"

"جو تم مناسب سمجھو سمبوتورا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"مارشل آرٹس کا ایک انوکھا فلسفہ ہے۔ زمین پر پڑی ہوئی ہر ناکارہ چیز بطور ہتھیار استعمال کی جا سکتی ہے، بشرطیکہ اس سے کام لینے کا تہیہ کر لیا جائے۔"

"کیا مطلب؟"

"چھوٹے چھوٹے پتھر۔ لوہے کے ٹکڑے، لکڑی کے ٹکڑے رومال، کاغذ۔ جو بھی وقت پر تمہارے ہاتھ آ جائے۔ اگر تم اس سے کام لینا جانتے ہو تو وہ دشمن کے خلاف بہترین ہتھیار ہے۔"

"مگر کیسے۔"

"میں تمہیں سکھاؤں گا۔" سمبوتورا نے کہا۔ ندرت حسب معمول وہی انوکھا سیال لائی تھی۔

"تم دونوں مجھے بہت شرمندہ کر رہے ہو سمبوتورا۔"

"کیوں ——؟"

"میرے لیے ندرت بھی اتنی صبح اٹھ جاتی ہیں اور تم بھی۔"

"تم ہمارے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہو گازالی۔ ہم تمہیں وہ بنا دینا چاہتے ہیں جو تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"گازالی تم نے بوڑھے کے بارے میں وائی مین سے بات کی۔"

"ابھی تک نہیں۔"

"رات والے بوڑھے کے بارے میں؟" سمبوتورا نے پوچھا۔

"ہاں وائی مین۔ تم بوڑھے کی کہانی سے بہت متاثر ہو گئے تھے۔"

"پراسرار تبت میں راماؤں کی زمین پر ایسی کہانیاں جگہ جگہ بکھری پڑی ہیں۔ ان کہانیوں کی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی لیکن وہ اپنی جگہ درست ہوتی ہیں۔"

"گویا تمہارے خیال میں بوڑھے کی کہانی سچ تھی۔"

"وہ یہی کہتا تھا۔ تمہیں شبہ ہے؟"

"میرا کچھ اور خیال تھا۔"

"کیا ——؟"

"چالاک بوڑھے نے یہ کہانی سنا کر ہمیں خوفزدہ کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ ہم اس قیمتی مجسمے کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔"

"لیکن۔ اگر ہم چاہتے تو وہ مجسمہ ہمیں دے دیتا۔"

"نہیں وائی مین ایسی بات نہیں تھی۔"

"میرے خیال میں تھی۔ ہم اس مجسمے سے واقف نہیں تھے۔ اس نے خود ہی مجسمہ لا کر ہمارے سامنے رکھا تھا۔"

"اس کی ایک وجہ تھی۔"

"کیا؟"

"وہ ہمیں ڈاکو سمجھا تھا۔ اس وقت اس کا یہی خیال ہو گا کہ ہم اس کے سامان کی تلاشی لیں گے اس سے قبل کہ ہم ایسا کریں اس نے وہ قیمتی شے معہ کہانی کے ہمارے سامنے لا رکھی۔"

سمبوتورا مسکرانے لگا پھر بولا۔ "تمہیں دلچسپی ہو گئی ہے۔"

"نہیں۔ وہ جیسے بھی اس کے ہاتھ لگا اس کی ملکیت ہے۔ میں بس اس کی کہانی پر ہنس رہا ہوں اور تمہارے خوف پر۔"

"نہیں نوجوان۔ میں خوفزدہ نہیں ہوا۔"

"اس کی کہانی سے متاثر ضرور ہوئے تھے۔"

"اس سے انکار نہیں کر سکتا۔" سمبوتورا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا پھر بولا۔ "تمہارے خیال میں وہ کہانی جھوٹی تھی۔"

"سو فیصدی۔"

"ہم اس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔"

"کیسے ——؟"

"بوڑھے سے وہ مجسمہ مانگ لیا جائے۔ اس سے کہیں کہ وہ مجسمہ ہمیں دے کر اس نحوست سے نجات حاصل کر لے۔"

"بوڑھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں؟"

"تمہارے خیال میں وہ اب بھی وہیں موجود ہو گا ——؟"

"کیا مطلب؟"

"ہمارے آگے بڑھنے کا راستہ کون سا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ادھر سے بھی گزر سکتے ہیں جہاں وہ موجود تھا۔" سمبوتورا شاید میری بات کا مطلب سمجھ رہا تھا۔

"تب ٹھیک ہے۔ ہم ادھر ہی سے جائیں گے۔"

ناشتا کیا گیا، تیاریاں کی گئیں اور پھر ہم نے سفر شروع کر دیا۔ سمبوتورا نے پروگرام کے مطابق ادھر ہی کا رخ کیا تھا۔ بالآخر ہم اس غار تک پہنچ گئے جہاں بوڑھا موجود تھا۔ میں ندرت اور سمبوتورا، رانا شمشیر سنگھ کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگے اور پھر اس غار میں داخل ہو گئے۔ لیکن غار خالی تھا۔ شمشیر سنگھ کا کچھ بیکار سامان یہاں موجود تھا لیکن مجسمہ نہیں تھا۔

"کہاں گیا وہ۔"

"اب تو بہت دور نکل گیا ہو گا۔"

"لیکن تو کیا؟"

"مصلحت کا تقاضا تو یہی تھا کہ ہمیں بے وقوف بنانے کے بعد وہ خود یہ جگہ چھوڑ دے اس سے قبل کہ ہمیں عقل آ جائے۔"

"تعجب ہے مجھے اب بھی یقین نہیں ہے۔"

"تو اسے تلاش کر لو۔ رات بھر میں وہ کافی دور نکل گیا ہو گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

سمبوتورا خاموش ہو گیا۔ بہرحال اس نے یہاں رک کر دور تک نگاہیں دوڑائیں اور رانا شمشیر سنگھ کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔

"اپنے لوگوں کو تم زیادہ بہتر جانتے ہو۔" بالآخر اس نے کہا اور پھر وہاں سے آگے قدم بڑھا دیے۔ دیر تک سفر کرتے ہوئے ہم بوڑھے کی چالاکی پر باتیں کرتے رہے تھے۔ آج سفر بھی تیز رفتاری سے کیا گیا تاکہ زیادہ فاصلہ طے ہو جائے۔ انگریزی جاننے والا تبتی ہمیں ان علاقوں کے بارے میں بتاتا جا رہا تھا۔ راستے دشوار ضرور تھے لیکن ایسے نہیں کہ ہم انہیں عبور نہ کر پاتے۔ تبتی نے تھوڑی دور چلنے کے بعد ہمیں بتایا کہ اب کوئی قدیم بستی آنے والی ہے۔ جب میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے ایک درخت پر بیٹھے ہوئے مردہ خور گدھوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ویرانوں کے باسی ہیں لیکن آبادیوں سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ کم از کم ایسی آبادیوں سے جہاں سے انہیں غذا ملنے کی توقع ہو۔"

"تو کیا تمہارے خیال میں آس پاس کوئی قبرستان ہو سکتا ہے۔"

"ہاں۔ یقیناً یہاں انہیں یہاں مردے دستیاب ہو جاتے ہوں گے۔" تبتی نے کہا اور پھر بولا۔ "اس کے علاوہ میں آسمان پر ایسے پرندے بھی دیکھ رہا ہوں جو آبادیوں سے دور نہیں رہتے۔"

ہم اس کی پیش گوئی کی حقیقت جاننے میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑے فاصلے پر ایک کھیت نظر آیا جو ایک ندی کے کنارے تھا۔ کھیت دیکھ کر تبتی مزدور کی پیش گوئی کے درست ہونے کا یقین ہو گیا۔ ندی پر لکڑی کا مخصوص نوعیت کا پل بنا ہوا تھا جس کے دونوں طرف پھولوں کے تختے نظر آ رہے تھے، یہاں لاٹھیں بھی بنی ہوئی تھیں۔ ہر لاٹھ مجسمے کے ایک جوڑے کی شکل میں تھی۔ تبتی نے بتایا کہ یہ دھولیا ہے۔ دھولیا۔ یعنی محافظ۔ پرانی آبادی

کے لوگ انہی محافظوں کی پوجا کرتے ہیں ان میں ایک دیوی ہے اور ایک دیوتا۔"

"تمہاری پیشگوئی تو درست ثابت ہوئی لیکن بستی نظر نہیں آ رہی۔"

"وہ اس طرف، ذرا ڈھلان پر دیکھیے!" تبتی مزدور نے ایک سمت اشارہ کیا اور میں نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔ اس طرف چھوٹے چھوٹے مخصوص ساخت کے جھونپڑے نظر آ رہے تھے جن کی دیواریں کچی تھیں اور چھتوں پر مخصوص قسم کے چھتری نما چھپر بنائے گئے تھے۔ سمبوتورا نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور ہم اس جانب بڑھ گئے۔ میں نے سمبوتورا سے سوال کیا "ویلینی تک پہنچنے کے راستوں کا تم نے صحیح تعین کیا ہے نا سمبوتورا ۔۔؟"

"کیا مطلب ۔؟"

"مطلب یہ کہ اس بستی کی پیشگوئی تم نے نہیں کی تھی۔"

سمبوتورا پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر اس نے کہا "وہاں تک جانے کے راستے مختلف ہیں۔ ہمیں کم از کم پانچ سمتیں ایسی مل سکتی ہیں جہاں سے ہم اس مخصوص جگہ پہنچ جائیں جو ویلینی کی سمت جانے کے راستے کا تعین کرتی ہے۔ میں انہی راستوں میں سے کوئی راستہ اختیار کروں گا ابتدائی راستے کے لیے کوئی پریشانی نہیں ہے۔"

بستی کی طرف بڑھتے ہوئے ہم ایک جگہ پہنچے جہاں ٹھنڈے تازے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ رہا تھا، پانی اس قدر شیریں اور ہلکا تھا کہ اسے پی کر لطف آیا اور ہم نے پانی کا اپنا پرانا ذخیرہ بہا کر اس چشمے سے پانی حاصل کر لیا۔ یہیں پر میں نے غسل کیا تھا۔ ندرت بھی غسل کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے مواقع نہیں تھے۔ اطراف میں چھوٹی چھوٹی سی سبز چڑیاں اڑتی پھر رہی تھیں۔ میں نے ایک باز کو پھڑپھڑا کر ان پر حملہ آور ہوتے ہوئے دیکھا اس نے ایک ننھی سی چڑیا پنجوں میں دبوچی اور ایک چٹان پر بیٹھ کر ضیافت اڑانے لگا۔

جوں جوں ہم آگے بڑھتے جا رہے تھے، سبزہ بھی زیادہ گھنا ہوتا جا رہا تھا۔ اس وادی میں، میں نے زرد کدو، سرخ مرچیں، کاسنی تمباکو اور سرخ باجرے کے پودے بکھرے ہوئے دیکھے۔ مقامی لوگوں کا کاشت کاری کا طریقہ ہر چند کہ انتہائی قدیم تھا لیکن بہرطور وہ اپنی زندگی کو اپنے طور پر گزارنے میں کامیاب تھے۔ ہم نے پہاڑ کھود کر تازہ بنائے ہوئے کھیت میں ایک خستہ حال سے آدمی کو دو کوہانوں والا سیاہ اونٹ چلاتے ہوئے دیکھا جو ہل جوت رہا تھا۔ یہ ہل لکڑی کا ایک بھدا سا ٹکڑا تھا۔ ہزاروں سال قبل بھی انسان ایسے ہی ہل استعمال کرتا تھا سامنے بلندی پر چالیس پچاس ٹٹوؤں کا غول چلا آ رہا تھا۔ ان کے آگے آگے خچر دا رہا تھا۔ بہرطور یہ دلچسپ مناظر ان اطراف میں اجنبی نہیں تھے۔ ہم آگے بڑھتے رہے اور پھر بستی کے قریب پہنچ گئے۔ بستی کے لوگوں نے حیران نگاہوں سے ہمیں دیکھا۔ وہ سمٹ سمٹ کر ایک جگہ جمع ہوتے جا رہے تھے لیکن سمبوتورا نے یہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ بستی کے لوگوں سے ہمیں کچھ نہیں لینا تھا۔ ویسے بھی وہ ہمیں اجنبی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، اس کے علاوہ ان کے پاس بڑے سائز کے تبتی کمر دالے کتے تھے جنہیں دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا۔ ان کے گلوں میں بڑی بڑی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں اور ان کے سرے قوی ہیکل مقامی باشندوں کے ہاتھوں میں تھے۔

سمبوتورا نے بغور انہیں دیکھتے ہوئے آہستہ سے میرے نزدیک ہو کر کہا۔ "یہ لوگ ہمیں اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھ رہے بلکہ شاید ہماری طرف سے خوفزدہ بھی ہیں۔ اگر ہم نے ان سے بات کرنے کی بھی کوشش کی تو یہ اپنے کتے ہم پر چھوڑ دیں گے اور کتے واقعی بے حد خوفناک ہیں۔"

تبتی مزدور نے سمبوتورا کی اس بات کی تصدیق کر دی اور کہا۔ "یہ کتے سیاہ ریچھوں کو چیر پھاڑ ڈالتے ہیں۔ ان علاقوں میں سیاہ ریچھوں کی تعداد کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے اور یہ کتے گھر گھر ان کی وجہ سے ہی پالے جاتے ہیں۔" تبتی مزدور کے اس انکشاف نے ہمیں کچھ اور محتاط کر دیا اور ہم تیز رفتاری سے بستی سے گزر گئے۔

شام جھکنے لگی تھی۔ بستی بہت پیچھے رہ گئی تھی میرے خیال میں آج کا سفر بہت تیز رفتاری سے طے کیا گیا تھا نہ جانے آج سب مستعد کیوں تھے۔ اب ہم جس وادی سے گزر رہے تھے وہ آگے چل کر گھاٹی کی شکل اختیار کرنے لگی تھی، اوپر چٹانیں جھکی ہوئی تھیں اور بعض جگہ اس طرح آپس میں مل گئی تھیں گھاٹی سرنگ کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ دونوں طرف بڑے بڑے خوفناک غار پھیلے ہوئے تھے۔

دفعتاً ایک حادثہ پیش آ گیا۔ اچانک ایک غار سے بہت بڑے سائز کا ایک سیاہ ریچھ نکل آیا۔ اس کی ہولناک آواز سے مزدوروں میں بھگدڑ مچ گئی۔ ایک مزدور دہشت کے عالم میں ریچھ کی طرف ہی دوڑ پڑا اور ریچھ نے اس پر حملہ کر دیا۔ اس نے اگلے پنجے مزدور کے شانوں میں گاڑ دیے۔ سمبوتورا صرف لمحے میں سنبھلا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبا ڈنڈا تھا ریچھ کے قریب پہنچ کر اس نے ڈنڈے کی نوک اس کے پیٹ میں گھسائی اور دوسرے ہی لمحے ریچھ کو ڈنڈے پر بلند کر کے دوسری طرف پٹخ دیا۔ مزدور پیٹھ سے گر کر بے ہوش ہو گیا تھا لیکن ریچھ نے خود کو سنبھالا

اور سمبوتورا کی طرف بڑھنے لگا۔ سمبوتورا پینترے بدل رہا تھا۔ ایک بار جوا سے موقع ملا تو اس نے پھر اسی انداز میں ریچھ کو ڈنڈے کی نوک پر اٹھا لیا اور اس بار ریچھ کافی دور گرا تھا۔ اب سمبوتورا نے انتظار نہیں کیا اور ڈنڈے کو پکڑ کر ریچھ پر پل پڑا۔ دو چار ڈنڈوں میں ہی اس نے ریچھ کا بھیجہ باہر نکال دیا۔

مزدور دہشت بھری آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ جب ریچھ ٹھنڈا ہو گیا تو وہ اپنے زخمی ساتھی کی طرف دوڑا۔ اس کے دونوں شانے ادھڑے ہوئے تھے۔ سمبوتورا نے اپنے جادو کے پٹارے سے کسی پسی ہوئی بوٹی کا برادہ نکالا اور اسے مزدور کے زخموں میں بھر دیا۔ پھر اس نے انگریزی بولنے والے تبتی سے کہا۔ "اپنے ساتھیوں سے کہو وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔"

"آگے بڑھتے ہوئے سمبوتورا نے مجھ سے کہا۔" میں نے ۔۔۔ہیں ڈنڈے کے کھیل کے بارے میں بتایا تھا؟"

"ہاں۔"

"اس کا ایک نمونہ تم نے دیکھا پسند آیا؟"

"بے حد۔ لیکن تم بے حد طاقتور آدمی ہو۔ منوں وزنی ریچھ کو اس طرح اٹھا لینا عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"میں نہیں گازالی یہ ڈنڈا طاقتور ہے۔ اسے اٹھاتے میں ۔۔۔ کمال نہیں تھا۔"

"پھر؟"

"اگر اچانک کوئی نوکدار شے تمہارے پیٹ میں پوری ۔۔۔ سے چبھو دی جائے تو تم کیا کرو گے؟"

"کلمہ پڑھ لوں گا۔!" میں نے ہنس کر جواب دیا۔

"تم فطری طور پر اچھلو گے اور اسی وقت ذرا سی تکنیک ۔۔۔ تمہیں اوپر اٹھایا جا سکتا ہے کیونکہ وزن فضا میں ہوتا ہے ۔۔۔ تمہارے پاؤں زمین چھوڑ چکے ہوتے ہیں۔ ڈنڈے کو صرف ۔۔۔ ی محنت کرنی ہوتی ہے اصل کام تمہارا بدن کرتا ہے۔ کل میں تمہیں اس کی مشق کراؤں گا۔" سمبوتورا نے کہا۔

ہمیں تاریکی پھیلنے تک سفر جاری رکھنا پڑا تھا کیونکہ ریچھوں ۔۔۔ ل ہولناک آبادی میں قیام ممکن نہیں تھا اور گھاٹی بہت ۔۔۔ تھی سا سے عبور کر کے ہم ایک ہموار میدان میں نکل آئے اور مناسب جگہ تلاش کر کے پڑاؤ ڈال دیا۔ معمولات زندگی جاری ۔۔۔ لیے۔ زخمی مزدور ہوش میں آ گیا تھا اور اس کی حالت ٹھیک تھی۔ ۔۔۔ نے پینے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ چاند نکل آیا۔ اور ۔۔۔ ند میں پراسرار چاندنی پھیل گئی۔ ندرت نے کہا۔ "گذرے ۔۔۔ راستے بہت خوفناک تھے۔ اور سمبوتورا۔"

"کیوں۔ وہ تمہاری توقع کے خلاف تو نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تم اس کی خوبیوں سے واقف ہو گی۔ بلاشبہ وہ شاندار آدمی ہے۔" میں نے بات بنائی اور ندرت عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔ "تم مجھ پر چوٹیں کرنے سے باز نہیں آؤ گے گازالی۔"

"تم میری ذہنی کیفیت اس قدر متاثر کیوں ہوتی ہو ندرت۔"

"تم بھی تو میری ذہنی کیفیت سے بے خبر بنا چاہتے ہو گازالی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ اسی وقت سمبوتورا کی آواز دور سے سنائی دی۔ "گازالی۔ نائیسا۔ ادھر آؤ۔ اس طرف۔"

میں نے اور ندرت نے چونک کر دیکھا۔ سمبوتورا کوئی سو گز کے فاصلے پر ایک پتھر کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے اس انداز میں ہمیں پکارا تھا جیسے کوئی خاص بات ہو۔ ہم تیز رفتاری سے اس کی طرف بڑھ گئے۔ اور پھر اس کے قریب پہنچ گئے۔ سمبوتورا ایک انسانی جسم کے پاس کھڑا ہوا تھا جو بے ترتیبی سے زمین پر پڑا تھا۔

"ارے۔ یہ کون ہے؟" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"رانا شمشیر سنگھ۔" سمبوتورا آہستہ سے بولا اور میں اچھل پڑا۔ بوڑھے شمشیر سنگھ کے سینے میں سوراخ تھا جس سے نکلا ہوا خون جم چکا تھا۔

"یہ تو۔ یہ تو گولی کا نشان ہے؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اور مجسمہ اس کے پاس نہیں ہے۔"

"مگر یہ۔ اوہ۔ مجسمہ کہیں آس پاس تو نہیں ہے۔ آخر کس نے اسے گولی مار کر ہلاک کیا۔؟"

"وہ مجسمہ لے گیا۔" سمبوتورا بولا۔ میری نگاہیں اطراف میں بھٹک رہی تھیں۔ دفعتاً ایک چھوٹی سی چیز پر میری نگاہ پڑی اور میں اس طرف بڑھ گیا۔ میں نے جھک کر اسے دیکھا۔ وہ ایک مسلا ہوا سگار تھا۔ میں نے اسے اٹھا لیا۔ اور دفعتاً میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ میں نے اسے آنکھوں کے قریب کر کے دیکھا۔ اس برانڈ کا سگار میکے براؤن استعمال کرتا تھا۔ اور یہ اس کی حماقت تھی کہ سگار کما تنے بڑے ٹکڑے کو زمین پر پھینک کر مسل دیتا تھا۔ سو فیصدی وہی کیفیت اس سگار کی تھی۔

"میکے براؤن۔" میرے منہ سے بے اختیار بہ آواز بلند اس کا نام نکل گیا۔

ندرت میرے بالکل قریب تھی اس نے میرے منہ سے میکے براؤن کا نام سن لیا تھا۔ فوراً ہی اس نے کہا۔

"کون ؟ میکے براؤن۔ اوہ۔ کیا یہ سگار۔۔ ؟" اس نے میری چٹکی میں دبے سگار کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ سگار کے بارے میں مجھے کوئی شبہ نہیں تھا میں نے بارہا میکے براؤن کو اسی برانڈ کا سگار استعمال کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

سمبو تورا دور دور تک نگاہیں دوڑا رہا تھا پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔" اور وہ مارا گیا۔ تبت کی سرزمین پر یہ کہانیاں انوکھی نہیں ہیں۔"

"تب پھر میکے براؤن کا زوال بھی قریب ہے۔" میں نے کہا اور بے اختیار ہنس پڑا۔

"یہ وہی ہے جس کا تذکرہ تم کرتے رہے ہو ؟"

"ہاں سگار کا برانڈ اور اس کا چھوڑا ہوا ٹکڑا اس کی نشاندہی کرتا ہے۔"

"ہاں گاڑ الی۔ اب میں رانا شمشیر سنگھ کی کہانی پر شبہ نہیں کرتا۔ اور تم دیکھ لینا جس کے پاس وہ مجسمہ ہے وہ آسمانی آفات کا شکار ہو گا۔" سمبو تورا واپس پلٹ پڑا۔ میں نے رانا شمشیر سنگھ کی لاش پر ایک نگاہ ڈالی اور خود بھی پلٹ پڑا ندرت میرے ساتھ تھی۔ سمبو تورا ایک طرف چلا گیا ندرت ابھی میرا پیچھا چھوڑنے کے موڈ میں نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ہم دونوں ٹہلتے ہوئے واپس اسی جگہ آ گئے۔

"سونا چاہتے ہو ؟" ندرت نے پوچھا

"نہیں۔ میں اس کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ ہم اس کی لاش کے لیے کیا کر سکتے ہیں ؟"

"لاشوں کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ گدھوں کی نگاہ پڑ گئی تو وہ اسے اپنی غذا بنا لیں گے ورنہ سورج کی کرنیں اسے خشک کر دیں گی اور شبنم کی نمی اس کے بدن کو گلا دے گی۔ گوشت اور ہڈیوں میں کیا رکھا ہے۔

ندرت دیر تک میرے ساتھ رہی اور پھر ہم دونوں آرام کرنے کے لیے اٹھ گئے۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں لیکن نیند کا دور دور تک وجود نہیں تھا۔ میکے براؤن ذہن میں تھا اور رانا شمشیر سنگھ کی کہانی یاد آ رہی تھی۔ طاہر علی وغیرہ کے بارے میں بھی علم ہو چکا تھا کہ وہ اس طرف چل پڑے ہیں میکے براؤن بھی کسی سے کم تو نہیں تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ آس پاس موجود ہے۔ کہاں کتنی دور اس کا اندازہ نہیں تھا۔ کیا وہ منحوس مجسمہ میکے براؤن کے لیے بھی موت کا مجسمہ ثابت ہو گا اس پر کسی طرح نحوست نازل ہو گی۔ ویسے براؤن کی لالچی فطرت سے میں اچھی طرح واقف تھا۔ بدنصیب رانا شمشیر سنگھ نہ جانے کس طرح اس کے ہاتھ آ گیا اور میکے براؤن نے اس کی مشکل حل کر دی۔ لیکن اب۔

آنکھوں میں نیند رینگ آئی اور طرح طرح کے خواب دیکھنے لگا۔ میکے براؤن کے پورے بدن پر کوڑھ تھا اور اس کی حالت خراب تھی۔ دوسری بار اسے دلدل میں غرق ہوتے دیکھا اور سمبو تورا نے جگا دیا۔ مشق کا وقت ہو چکا تھا۔

رانا شمشیر سنگھ کی لاش اسی جگہ پڑی ہوئی تھی۔ یہاں سے اٹھا دیا گیا اور دلدلی گھاٹیوں اور سرسبز وادیوں کا سفر دوبارہ شروع ہو گیا۔ رانا شمشیر سنگھ ذہن سے بری طرح چپک گیا تھا۔ اس کی کہانی بھلائی نہیں جا رہی تھی۔ تبت کی پراسرار سرزمین انوکھے مناظر پیش کرتی رہی۔ چھوٹی چھوٹی بستیاں اپنی مخصوص روایات کی حامل تھیں۔ کہیں کا تاثر خوشگوار اور کہیں کا ناخوشگوار۔ گھنے جنگل اور چھوٹے چھوٹے حادثے سب کچھ ایک کہانی سا لگ رہا تھا جیسے کوئی بڑی خوش اسلوبی سے سنا رہا ہو۔

اس دوران خواہ کوئی بھی واقعہ پیش آیا ہو کیسے ہی حالات ہوں وانگ ین کی طرف سے میری تربیت جاری رہتی تھی اور میں اپنی ذات میں انوکھی تبدیلیاں محسوس کر رہا تھا۔ میرے وجود میں ٹھہراؤ پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے اندر میں ایک اور وجود پیدا ہو گیا ہے جو بے حد حلیم اور پراعتماد ہے۔ متردد کرنے والی کوئی بات ذہن میں آتی تو میرے اندر کا وہ وجود مسکراتا زیادہ میرے تردد کا حل پیش کر دیتا اسے میرے ذہن پر کنٹرول حاصل تھا وہ کسی بھی لمحے مجھے متردد نہ ہونے دیتا۔ ذہنی ٹھہراؤ کے ساتھ ساتھ جسمانی تربیت بھی جاری تھی لچکدار لکڑیاں میرے ہاتھوں میں آ کر برق بن جاتی تھیں۔ وانگ ین کی باتیں عجیب ہوتی تھیں۔ ناقابل یقین لیکن جب ان کے مظاہرے ہوتے تو میں ششدر رہ جاتا۔ وہ کہتا۔

"ٹھنڈی اور پرسکون موسیقی دل و دماغ کو سکون دیتی ہے وہ قدرتی ہوتی ہے۔ ہوائیں درختوں کے درمیان سنسناتی ہیں تو ان میں نغمے ہوتے ہیں۔ خشک پتے ان ہواؤں سے ملتے ہیں تو سارے راگ راگنیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ انہیں سنو تو کائنات کے راز کھلتے ہیں۔ اس کے برعکس جدید دور کی ہیجان انگیز مضطرب کر دینے والی۔ آتشیں ہتھیار فوری حملہ کرتے ہیں۔ بارود کی طاقت مصنوعی ہے ان سے مقابلہ تو ممکن ہے کسی شکل میں جب ان کا بوجھ تمہارے جسموں پر ہو۔ اور اگر یہ گذر دو تو ساری طاقت کھو جائے۔ اس کے برعکس دفاع میں قدرتی چیزوں کا سہارا سب سے بہتر ہے اور ان میں دماغ ہے اور اس کے بعد ہر چیز خواہ وہ زمین پر پڑی

۔۔۔ننھا سا کنکر اگر صحیح استعمال کیا جائے تو مقابل کی بینائی چھین ۔۔۔ہے تم اس کنکر سے کسی کو ہلاک نہیں کر سکتے لیکن اس سے ۔۔۔کی آنکھ کو نشانہ بنا سکتے ہو اور یہ کافی ہے۔"

وہ جو کچھ کہتا تھا صحیح کہتا تھا اور اس کے مظاہرے ثبوت ۔۔۔تے تھے۔ چنانچہ میں بہت کچھ سیکھتا جا رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا ۔۔۔نے کی قوت سے کہیں زیادہ مؤثر خود کو بچانے کی قوت ۔۔۔ اور اس میں کمال حاصل ہو جائے تو دشمن کی موت ہے۔ مجھے ۔۔۔اس کی باتوں سے بہت دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ دل کی گہرائیوں ۔۔۔جھانکتا تو بے شمار خیالات بلبلوں کی شکل میں ابھرتے نظر ۔۔۔۔ ہر ایک کی اپنی زبان ہوتی۔ گذرے ہوئے واقعات ۔۔۔تے تو میں سوچتا کہ میں بلاوجہ ہی اپنے بھائیوں سے ناراض ۔۔۔ قاعدہ ایک معمولی سی چیز ہی تو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ۔۔۔کے ورثے سے میرا حصہ اتنی بڑی بات تو نہ تھی۔ واقعی ۔۔۔کیا چیز ہوتی ہے۔ جسمانی آسائشوں کے حصول کا ایک ذریعہ۔ ۔۔۔سے بھی کچھ زیادہ۔ ہاں اس میں ایک قدرت ہے۔ انسان ۔۔۔اپنی توجہ خود میں کھینچ لیتی ہے۔ ایسا کیوں ہے۔ جواب ملتا۔ ۔۔۔خود کی تسکین کے لیے۔ اس کے علاوہ اس کے حصول کا اور مقصد نہیں ہے۔ کسی چھوٹی سی بستی کے ایک بوسیدہ مکان ۔۔۔ات کو آرام سے سویا جا سکتا ہے۔ صبح کو بدن کی تحریک ۔۔۔اہم کر سکتی ہے دن اور رات کا یہی مصرف ہے۔ دولت ۔۔۔نبار پر بیٹھے ہوئے لوگ بھی یہی کرتے ہیں پھر اس کے لیے ۔۔۔ب کچھ کیوں۔

لطف آ رہا تھا اس زندگی میں، صبح کو سورج نکلتا تو پرندے ۔۔۔لگتے۔ میں ان کی مصروفیات کا جائزہ لیتا۔ زمین پر حیات کا ۔۔۔ی مقصد۔ خوب کھیل ہے کھلاڑی کا۔ ساتھ آنے والے ۔۔۔زدور اب شاید آگے جانے سے ہچکچا رہے تھے۔ اس ۔۔۔ یہ تھی کہ آگے کے راستے پرخطر ہوتے جا رہے تھے اور ۔۔۔ بددلی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔

سمبو تورا نے کہا۔" انگریزی بولنے والا تبتی دو دن سے ۔۔۔ل ہے۔ اب تک وہ دوسرے مزدوروں کو قول نبھانے ۔۔۔ کرتا رہا ہے۔ لیکن اب وہ ان کی باتیں خاموشی سے ۔۔۔ہے۔"

"مطلب۔۔۔ ؟"

"شاید یہ لوگ آگے کا سفر جاری نہ رکھ سکیں۔"

"ہمیں ان کی ضرورت ہے ؟" میں نے پوچھا۔

"تھی۔ اور ہے لیکن۔ اگر وہ ہمارا ساتھ نہ دینا چاہیں تو ۔۔۔ہمارا روکنے کی کوشش بھی نہیں کریں گے۔"

"کیوں نہ اس سلسلے میں اُن سے بات کر لی جائے۔" میں نے کہا اور سمبو تورا نے گردن ہلا دی۔

جس علاقے میں اس وقت ہم سفر کر رہے تھے وہ گھنے جنگلوں سے ڈھکا ہوا تھا، پچھلے دن ایک چھوٹی سی تبتی بستی کے پاس سے گذر ہوا تھا جو کھپا قبائل سے تعلق رکھتی تھی، بستی میں کوئی حادثہ ہو گیا تھا، جس کی بناء پر وہاں کے لوگ سوگ میں ڈوبے ہوئے تھے چونکہ ہم نے بستی میں قیام نہیں کیا تھا اس لیے ہمیں اس حادثے کی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی تھی۔ لیکن اب یہ احساس ہوتا تھا کہ حادثہ یقیناً کسی جنگلی جانور کی وجہ سے پیش آیا ہو گا، کیونکہ اس علاقے میں خطرناک جانور پائے جاتے تھے۔

تبتی مزدوروں سے اس سلسلے میں گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی، کیونکہ ایک خوفناک واقعہ نے ان کے قدم اکھاڑ دیے۔ اپنی دانست میں وہ ہمیں چوٹ دے کر بھاگ گئے تھے، لیکن ان بے چاروں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ہم تو خود ہی اُن سے ان کی مشکل کے بارے میں پوچھنے والے تھے۔ واقعہ چند جنگلی جانوروں کا تھا، جس میں ایک ہاتھی اور دو شیر ملوث ہوئے تھے۔ ہم نے اسی شام ایک نالے کے قریب سے گذرتے ہوئے لمبی لمبی گھاس میں شیروں کے ایک جوڑے کو دیکھا مزدوروں کی سٹی گم ہو گئی تھی اور وہ جلدی سے جھاڑیوں میں چھپ گئے تھے۔ حالانکہ ہمارا ان سے کافی فاصلہ تھا۔

تبتی مزدوروں کا خیال تھا کہ شیروں کے جانے کے بعد وہ جھاڑیوں سے باہر نکلیں گے۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ نالے کے اس کنارے سے جدھر ہم لوگ چھپے ہوئے تھے ایک قوی ہیکل ہاتھی جھومتا ہوا برآمد ہوا۔ اس کے سامنے کے دانت کافی بڑے تھے۔ تبتی مزدور اس ہاتھی کو اپنے سامنے پا کر بری طرح بدحواس ہو گئے تھے۔ بدمست ہاتھی انتہائی شریر معلوم ہوتا تھا اس کے انداز سے اس بات کا پتا چلتا تھا۔ اس نے جب نالے کے قریب شیروں کو سینہ تانے کھڑے دیکھا تو جوش میں آ کر سونڈ اٹھائی اور بری طرح چنگھاڑا۔ یہ خوفناک چنگھاڑ اتنی ہیبت ناک تھی کہ زمین کانپتی محسوس ہوئی تھی۔ میرا خیال تھا کہ شیر اس کی آواز سن کر فرار ہو جائیں گے۔ مگر ایسا نہ ہوا، بلکہ جواب میں وہ دونوں بھی باری باری غرانے لگے اتنے فاصلے سے بھی میں ان کے تاثرات دیکھ سکتا تھا، ان کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ غضب ناک ہاتھی ہولناک آواز میں چنگھاڑتا ہوا شیروں کی طرف بڑھا اور یوں محسوس ہوا جیسے شیر بھی اس سے مقابلہ کرنے کی ٹھان چکے ہیں، چنانچہ میں نے انہیں بھی آگے لپکتے ہوئے دیکھا۔

پہلے شیر نے ایک چھلانگ لگائی اور ہاتھی کی سونڈ پر پنجہ مارا، دوسرے شیر نے ہلکا سا چکر کاٹا اور چھلانگ لگا کر ہاتھی کی پشت پر چڑھ گیا۔ اب شیر کے پنجے ہاتھی کے بدن میں گڑے ہوئے تھے۔ ہاتھی نے پشت پر جمے ہوئے شیر کو سونڈ سے پکڑنے کی کوشش کی، مگر پہلے شیر نے دوبارہ ہاتھی کی سونڈ پر حملہ کر دیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے دونوں شیر ہاتھی کے پہلے سے دشمن ہوں اور حملے کے لیے منظم پروگرام رکھتے ہوں، ہاتھی بری طرح چکر لگانے لگا۔ اس کی لرزہ خیز چنگھاڑیں اور شیروں کی ہیبت ناک آوازوں سے زمین لرز رہی تھی۔ میں سمبوتورا اور ندرت دلچسپ نگاہوں سے اس جنگ کو دیکھ رہے تھے۔ درختوں پر بسیرا کرنے والے پرندے گھبرا گھبرا کر اپنے آشیانوں سے نکل پڑے اور آسمان پر پرواز کرنے لگے تھے۔

اُسی وقت قبیلی مزدوروں نے بھاگنے کا موقع نکال لیا، سچ بات یہ ہے کہ ہمیں ان کے فرار کے بارے میں اندازہ بھی نہیں ہو سکا تھا، ان کے ساتھ جو سامان تھا اُسے وہ اپنے ساتھ ہی لے گئے تھے، بہرطور ہاتھی اور شیروں کی ہولناک آوازیں فضا میں ابھرتی رہیں، کچھ ایسی انوکھی جنگ تھی ان کی کہ ایک لمحے کے لیے اُن پر سے نگاہیں نہ ہٹائی جاتی تھیں۔ میں نے محسوس کیا کہ ہاتھی کے انداز میں وحشت ہے، جبکہ شیر دہاڑ رہے تھے، لیکن ان کا ہر حملہ نپا تُلا ہوتا تھا۔

شیروں نے ہاتھی کی ایک نہ چلنے دی اور اس طرح اُس پر حاوی ہو گئے کہ ہاتھی کو زمین بوس ہونا پڑا۔ خود دونوں شیر بھی خون میں لت پت ہو گئے تھے، اور بری طرح نڈھال تھے۔ ہاتھی کے بدن میں اب جنبش نہیں تھی اور شیر فاتحانہ انداز میں جھاڑیوں میں بیٹھے گرج رہے تھے، تھوڑی دیر کے بعد وہ لنگڑاتے ہوئے ایک سمت چل پڑے۔

جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو میں نے بے اختیارانہ انداز میں اپنی جگہ سے نکل کر ہاتھی کی لاش کے پاس پہنچ کر اُسے دیکھا۔ اس بری طرح چیرا پھاڑا تھا شیروں نے اُسے کہ دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔ وہ خون کے تالاب میں پڑا ہوا تھا اس کی سونڈ جسم سے علیحدہ ہو چکی تھی۔ دونوں کان چِرے ہوئے تھے، ادھڑے ہوئے پیٹ سے آنتیں باہر نکل کر چاروں طرف بکھر گئی تھیں۔ شیروں نے اُس کی دونوں آنکھیں بھی نکال ڈالی تھیں۔ پتا نہیں ہاتھی سے ان کی کوئی پرانی دشمنی چل رہی تھی یا پھر اتفاقیہ طور پر آمنا سامنا ہو گیا تھا۔

سمبوتورا اور ندرت بھی میرے پاس ہی آ کھڑے ہوئے تھے اور عجیب سی نگاہوں سے ہاتھی کو دیکھ رہے تھے۔ پھر دفعتاً سمبوتورا چونکا، اُس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر عقب میں دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"وہی ہوا جو میں نے کہا تھا" اُس کی آواز سنتے ہی چونک پڑا۔

"میں نہیں سمجھا"

"ہمارے ساتھی مزدور" سمبوتورا نے کہا اور میں ایک بار پھر چونک پڑا۔ میں نے ان جھاڑیوں کی طرف دیکھا، جہاں مزدور چھپے ہوئے تھے۔ لیکن اب جھاڑیوں میں کوئی جنبش نہیں تھی۔ چاروں طرف سناٹے اور خاموشی کا راج تھا۔

"بھاگ گئے"

"ہاں۔ بہرطور وہ محفوظ رہیں" سمبوتورا نے کہا میں انداز میں اُسی سمت دیکھ رہا تھا، پھر میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر ندرت کی طرف دیکھا۔ سمبوتورا کہنے لگا۔

"انہوں نے ہماری مشکل آسان کر دی ہے"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"یہ کہتے ہوئے کہ اب تم لوگ واپس جا سکتے ہو، عجیب سا محسوس ہو رہا تھا بلکہ بارہا میں نے سوچا کہ انہیں لانے کا مقصد کیا تھا، ہمارا کام تو کسی کے بغیر بھی ہو سکتا تھا، لیکن اس وقت ذہن میں یہ آسانیاں نہیں تھیں۔ ہاں ذرا یہ تو دیکھو ہمارے دوستوں نے اپنے ساتھ لے جانے والے سامان میں سے کون کون سی چیزیں منتخب کیں۔

ندرت جھاڑیوں کی جانب بڑھ گئی میں اور سمبوتورا بھی کے ساتھ ہی ہاتھی کی لاش کے قریب سے واپس پلٹ آئے تھے۔ مزدوروں کو بھلا کیا پڑی تھی کہ وہ مالِ غنیمت کا کچھ ہمارے لیے چھوڑتے۔ جو کچھ ان کے جسموں پر بار تھا وہ اٹھا کر رفوچکر ہو گئے تھے۔

سمبوتورا نے گہری سانس لی اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

"تمہیں تشویش ہو گی کہ آگے کا سفر کیسے طے ہو گا"

"زمین انسان کی نمود کرتی ہے اور اس کا تحفظ بھی" نے سمبوتورا کے الفاظ دوہرا دیے۔

تاحد نگاہ پھیلے ہوئے جنگل، پہاڑ، دلدلیں، انسانی سے دوران وحشت خیز علاقوں کو دیکھ کر عجیب عجیب خیال دل میں آتے تھے۔ کبھی صرف یہی سب کچھ ہو گا۔ جنگلی جانور کے ساتھ انسان بھی انہیں کی مانند زندگی گزارتا ہو گا۔ پھر نے اپنے لیے الجھنیں خریدیں اور تہذیب کی تلاش میں چل کتنا الجھ گیا یہ جنگل کا باسی۔ کیا ضرورت تھی۔

سمبوتورا نے میرے سوال کے جواب میں کہا "انسان ان سے مختلف ہے وہ ان کی مانند نہیں رہ سکتا تھا۔ اسے یہی سب کچھ اپنانا تھا۔ ندرت خاموشی سے ہماری باتیں سن رہی تھی۔ میری نگاہ اس کی طرف اٹھی تو اس نے مسکرا کر رخ بدل لیا۔

اسی رات جب سمبوتورا آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا تو وہ میرے پاس آ گئی۔

"اٹھو" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"خیریت ___؟"

"آؤ اس طرف بیٹھیں گے" اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ ندرت کافی دور تک چلتی رہی تھی۔ پھر ایک جگہ بیٹھ گئی اطراف میں درخت بکھرے ہوئے تھے چاندنی درختوں کی چوٹیوں سے نیچے جھانک رہی تھی۔ میں بھی بیٹھ گیا۔

"تم مطمئن ہو گازالی؟" اس نے بے تکے انداز میں کہا۔

"ہاں ___" میں نے بھی فوراً کسی اچنبھے کے بغیر جواب دیا۔

"تمہاری رفتار سست ہو گئی ہے"

"نہیں میں تمہارے ساتھ سفر کر رہا ہوں"

"منزل کے بارے میں جانے بغیر"

"ہم دکیتی جا رہے ہیں"

"اس کے بعد ___؟"

"تمہاری طرف سے سنسر ہے" میں نے جواب دیا۔

"ہماری ملاقات مختصر ضرور ہے لیکن جب سے ہم شناسائی کی حدود سے نکلے ہیں تم نے میرے اندر کوئی انحراف پایا ___؟"

"جواب چاہتی ہو؟" میں نے شرارت آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ___!"

"سنسر" میں نے جواب دیا۔ اور ندرت نے گردن جھکا لی۔ وہ پاؤں کے انگوٹھے سے زمین پر پھیلی گھاس اکھاڑتی رہی۔ پھر بولی۔

"یہ بے رحمی ہے"

"میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا"

"لیکن میں۔ میں تمہارے چند الفاظ میں کھوئی ہوئی ہوں۔ مجھے ان کا جواب چاہیے"

"کون سے الفاظ؟"

"تم نے کہا تھا ہمارے درمیان صرف کام کی باتیں ہوں گی۔ اپنے ہر احساس پر پابندی لگا دیں گے"

"ہاں" میں ... کہا تھا۔

"وہ کون سے احساسات ہیں؟"

"تمہارے لیے پریشان کن نہیں ندرت۔ اگر تمہارے ذہن میں کوئی کرید ہے تو سمجھ لو کہ تم نے میری باتوں کا صحیح مفہوم نکالا ہے۔ تمہارا ایک عہد ہے تمہیں ایک وقت کا انتظار ہے تو پھر مجھے بھی اسی وقت کا انتظار ہے۔ اس سے قبل میں بھی پابند رہنا چاہتا ہوں۔

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"

"ہمیں اپنے فیصلوں سے مخلص رہنا چاہیے جس طرح تم ہو" میں نے جواب دیا اور ندرت نے پھر گردن جھکا لی۔ پھر اچانک اس نے ایک جھرجھری سی لی اور سنبھل گئی۔

"سوری گازالی۔ ویری سوری۔ یہ ماحول بھٹکا دینے والا ہے۔ میں مسلسل تمہیں پریشان کرتی رہی ہوں یہ آخری لمحات ہیں اس کے بعد میں تمہیں پریشان نہیں کروں گی گاما بار لوسا۔ میں تمہیں پریشان نہیں کروں گی۔ اس نے کچھ الفاظ اپنی زبان میں کہے تھے۔ ابھی میں اس سے ان الفاظ کا مفہوم بھی نہیں سمجھ سکا تھا کہ دفعتاً کچھ گڑبڑ محسوس ہوئی اور ہم دونوں چونک پڑے۔ ہماری نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں جہاں سمبوتورا سو رہا تھا۔ لیکن اب وہاں عجب سی اچھل کود ہو رہی تھی۔ سمبوتورا کئی کئی فٹ لمبی چھلانگیں لگا رہا تھا۔ ہر چھلانگ کے بعد وہ ہاتھوں پیروں کے بل زمین پر گرتا اور دور دور تک کسی چھپکلی کی طرح دوڑتا چلا جاتا۔ ندرت جلدی سے کھڑی ہو گئی۔

"اسے کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ شاید کسی جنگلی زہریلے کیڑے نے اسے کاٹ لیا۔ آؤ" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"نہیں رکو" ندرت نے آگے بڑھ کر مضبوطی سے میرا بازو پکڑ لیا۔ میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے"

"نہیں پلیز۔ مگر کون۔ اوہ" ندرت ہیجانی انداز میں بولی اور پھر اس نے فضاؤں میں سونگھنا شروع کر دیا۔ اس پر بھی دیوانگی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ وہ دوڑ دوڑ کر بلند جگہوں کا رخ اختیار کرتی اور پھر گردن بلند کر کے ہواؤں میں سونگھنا شروع کر دیتی۔ سمبوتورا اسی دیوانگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرے قریب آ گیا۔ اور میں نے جھنجلا کر اسے پکڑ لیا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں" میں نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ اور سمبوتورا کی آنکھیں میری طرف اٹھ گئیں۔ میرے پورے بدن میں دہشت کی لہریں دوڑ گئیں۔ خدا کی پناہ کیا یہ انسانی آنکھیں تھیں۔ گہری نیلی روشنی ان آنکھوں میں ناچ رہی تھی۔

چمکدار اور پراسرار۔ ان میں پتلیوں کا کوئی نشان نہیں تھا۔ پوری آنکھ کسی زیرو پاور بلب کی طرح روشن تھی۔

میں نے جلدی سے اسے چھوڑ دیا اور سمبوتورا نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ وہ زمین پر اکڑوں بیٹھ گیا۔ ندرت بھی اب پرسکون ہو گئی تھی۔ وہ ہمارے پاس آ گئی۔ اس نے نامانوس زبان کے چند الفاظ دوہرائے اور سمبوتورا اسے دیکھنے لگا۔ پھر جیسے اچانک دونوں کو میری موجودگی کا احساس ہوا۔ میرے چہرے پر بیزاری کے آثار نمودار ہو چکے تھے۔

"اوہ۔ بائی تورا سا۔ بائی۔ ہم دونوں بے قابو ہو گئے تھے۔"

"میں کچھ بھی نہیں جاننا چاہتا۔ نہ میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ لیکن سمبوتورا نے میرا بازو پکڑ لیا تھا۔

"تمہیں غصہ آ رہا ہے گازالی۔ خود کو سنبھالو۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"اپنی تعلیمات کے ذریعہ احمق بنانا چاہتے ہو مجھے۔"

"نہیں دوست کچھ کمزوریاں ہم میں بھی ہیں۔ بے اختیار ہو گئے تھے لیکن قابل معافی ہیں ہم دونوں۔ فضا میں دوڑنے والی ہوائیں ہمیں ایک سنسنی خیز پیغام دے رہی ہیں، سنو گومین کہیں آس پاس ان جنگلوں میں موجود ہے۔"

"گومین؟" میں غصہ بھول گیا۔

"ہاں۔ زمین کہتی ہے کہ وہ ادھر سے نہیں گذرا۔ لیکن ہواؤں میں اس کی لہک ہے اور اب ہائیسا بھی مجھ سے متفق ہے۔ ہیں زمین پر اور ہائیسا فضا میں اس کا رخ تلاش کر رہے ہیں۔"

"کوئی اندازہ ہو سکا؟"

"نہیں۔" سمبوتورا نے کہا۔ میں سوچ میں ڈوب گیا۔ ان پراسرار انسانوں کے درمیان کافی وقت گذر چکا تھا۔ لیکن میں انہیں سمجھنے کا دعویٰ نہ کر سکتا تھا۔ ہر بار وہ ایک اجنبی حیثیت اختیار کر جاتے تھے۔

"تمہیں یقین ہے کہ ہواؤں نے تمہیں دھوکا نہیں دیا؟"

"نہیں گازالی۔ وہ دور ہے لیکن ہے۔" سمبوتورا ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"پھر اب کیا کرو گے؟"

"تلاش۔ آؤ اسے تلاش کریں۔ مجھ سے صبر نہیں ہو رہا۔"

سمبوتورا کی بے چینی سے میں پوری طرح متفق تھا۔ بات گومین کی تھی تو اس کی یہی حالت ہونی چاہیے تھی۔ میں نے اس وقت روانہ ہونے میں کوئی حجت نہیں کی اور ہم اس جگہ کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ دائی مین یا سمبوتورا کی ذہنی حالت بہتر نہ تھی وہ دس قدم آگے بڑھتا تو بیس قدم پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ کبھی سیدھا چلتے چلتے بائیں سمت مڑ جاتا اور کبھی واپس پلٹ کر دائیں سمت چل پڑتا۔ میں اور ندرت خاموشی سے اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ صبح تک یہ انوکھا سفر جاری رہا پھر سمبوتورا رک گیا۔

"بس۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ اور اس کی ہیجانی کیفیت ختم ہو گئی۔

"سفر جاری رکھو سمبوتورا۔ رکنا مناسب نہ ہوگا۔" میں نے کہا۔

"نہیں گازالی سورج کی روشنی ہواؤں کے رخ بدل دیتی۔ اس وقت ہوائیں ناقابل اعتبار ہوتی ہیں۔ چاند کے ساتھ ہواؤں کا سفر جا سکتا ہے اب آرام کرو۔" وہ آنکھیں بند کر کے زمین پر چت لیٹ گیا۔

میں نے لباس اتارا اور اپنی مشق میں مصروف ہو گیا۔ سمبوتورا نے ایک بار آنکھیں کھولیں اور مجھے دیکھ کر مسکرایا پھر آنکھیں بند کر لیں۔ ندرت اپنے کام میں مصروف تھی۔ باقی ضروریات سے فراغت حاصل کر کے میں بھی ایک جگہ منتخب کر کے لیٹ گیا۔ شام کو چار بجے کے قریب ہی آنکھ کھلی تھی۔ ایک عجیب سی مہک ناک میں آ رہی تھی۔ گردن گھما کر دیکھا تو پیلے رنگ کے پھلوں کا ایک انبار تھوڑے سے فاصلے پر لگا ہوا تھا۔ آگ جل رہی تھی اور ایک برتن سے دھواں بلند ہو رہا تھا۔ ندرت موجود تھی لیکن سمبوتورا غائب تھا۔

"کیا ہو رہا ہے ندرت؟"

"کھانے کا انتظام۔"

"یہ کیا ہے؟"

"خوراک۔"

"کہاں سے آئی؟"

"دائی مین تلاش کیا۔" ندرت نے اردو میں کہا۔

"اس برتن میں پھل ہیں۔"

"ہاں۔ بھوک لاگے؟"

"ہاں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ اور ندرت نے برتن میں ایک نوکدار لکڑی ڈال کر ایک پھل نکال لیا۔ گرم تھا اس لیے فوراً نہ کھا سکا پھر جب کھانے کے قابل ہوا تو لطف آ گیا۔ گوشت کے مانند تھا اور ہلکا سا نمکین۔ تین پھل کھائے تو پیٹ بھر گیا۔

"عمدہ چیز ہے۔ سمبوتورا کی دریافت ہے۔"

"ہاں۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"مائیں نائیں جانتا۔" ندرت نے کہا۔ اور اسی وقت سمبوتورا ایک سمت سے آتا نظر آیا۔ اس کے انداز سے تھکن نمایاں تھی چہرہ اترا ہوا تھا۔ مجھ سے رسمی گفتگو کرنے کے بعد وہ تھوڑی

دیر بعد ہی بچے کے مانند زمین پر لیٹ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ میں نے ندرت سے اس کے بارے میں مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ ندرت بھی مجھ سے مخاطب نہیں ہوئی تھی۔

سورج ڈوبا تو سمبوتورا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب وہ ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔ مزید تاریکی پھیلی تو ہم ہواؤں کی رہنمائی میں سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ سمبوتورا کے رویہ سے پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کسی نتیجے پر پہنچا ہے یا نہیں لیکن سفر سے پہلے انہوں نے ایک ڈرامہ کیا۔ ندرت نے سمبوتورا کی گردن میں ایک کپڑا باندھا اور سمبوتورا ہاتھوں اور پیروں کے بل آگے بڑھنے لگا جبکہ ہم دونوں انسانوں کے مانند ہی چل رہے تھے۔ مجھے وہ منظر یاد آ گیا جب یہ دونوں مجھے سونگھ رہے تھے۔ میں نے ندرت سے اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا اور اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ کسی انسان کا جانوروں کی طرح چلنا مضحکہ خیز بھی تھا اور مشکل بھی۔ میرا خیال تھا کہ ایسے دشوار گذار راستوں پر سمبوتورا اس طرح آسانی سے نہیں چل سکے گا۔ لیکن ان لوگوں کے بارے میں، میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ درحقیقت ان سے اتنا قریب رہ کر اتنی اپنائیت کے باوجود میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ کیا ہیں۔ چوپایوں کی طرح سفر کرتے ہوئے سمبوتورا پہلے سے کہیں زیادہ چاق چوبند نظر آتا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں پر دباؤ ڈال کر بلی کی طرح جست کرتا اور اونچی سے اونچی چٹان پر چڑھ جاتا۔ دو تین بار میں نے اس کی زبان بھی باہر لٹکی ہوئی دیکھی۔ اس وقت وہ بالکل حیوانی صفات کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ اس نے بات کرنا چھوڑ دی تھی۔ ساری رات کے سفر میں اس نے ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔ ندرت جیسے اس کے ایک ایک اشارے کو سمجھ رہی تھی۔

صبح ہوئی تو ایک جگہ پر پڑاؤ ڈال لیا گیا۔ وہی پھل کھائے گئے جو پیٹ بھرنے کے لیے برے نہیں تھے۔ مجھے بھی کسی اور چیز کی حاجت نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ سمبوتورا کسی کتے کی طرح پاؤں پھیلا کر سو گیا۔ ندرت بھی بالکل خاموش تھی۔ ہر چند کہ اس خاموشی سے مجھے بوریت ہو رہی تھی لیکن میں نے خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ اور ایک طرف پڑا رہا۔

سارا دن گذر گیا۔ شام کو پانچ بجے کے قریب آنکھ کھلی تھی۔ ندرت ایک درخت کے نیچے بیٹھی خلا میں گھور رہی تھی۔ سمبوتورا اسی طرح سو رہا تھا۔ میری آہٹ محسوس کر کے ندرت نے گردن اٹھائی اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکرا دی۔

"ہیلو۔" اس نے آواز لگائی اور میں اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو ندرت!" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"سارا سورج سر سے گذر گیا تم سوتے رہے گازالی۔"

"کیا کرتا؟"

"آج دن بھی گرم تھا۔"

"ہاں۔" میں جماہی لے کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"اس درخت کے پیچھے ایک چھوٹا سا تالاب ہے۔ ایک گڑھا جو بارش کے پانی سے بھرا ہوا ہے۔ پانی حیرت انگیز طور پر شفاف ہے اگر بدن کی کسل دور کرنا چاہو تو نہا لو۔"

"یہ خوشخبری ہے میرے لیے۔ کس طرف ہے؟" میں نے ایک دم اٹھتے ہوئے کہا اور ندرت نے اس درخت کی طرف اشارہ کیا۔ میں تیزی سے اس طرف بڑھ گیا۔ پانی واقعی صاف تھا گڑھا بھی زیادہ گہرا نہیں تھا میں گڑھے میں اتر گیا اور خوب نہایا۔ لطف آ گیا تھا دن کی گرمی کا۔ واقعی نیند میں گرمی کا احساس نہیں ہوا تھا لیکن بدن کی حالت بتاتی تھی کہ اس پر کیا گذری۔

غسل کر کے واپس آیا تو ندرت کھانا سجائے بیٹھی تھی۔

"دوپہر کا کھانا تو گول ہو گیا۔ اب اسے شام یا رات کا کھانا سمجھ لو۔"

"یہ کیا ہے؟"

"بھونا ہوا خرگوش۔"

"اوہ۔ تم نے شکار کیا ہے۔"

"خود ہی شکار ہو گیا میرا قصور نہیں ہے۔" ندرت نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آؤ پھر تم بھی شریک ہو جاؤ۔"

"ہاں ضرور۔" ندرت نے کہا۔ ابلے ہوئے پھل بھی نکال لیے تھے اس نے۔ وہ بے تکلفی سے میرے ساتھ کھانے میں مصروف ہو گئی۔ اور پھر کھانے سے فارغ ہو کر اس نے کہا۔

"بڑی کوفت کا شکار ہو گے گازالی۔ مجھے اس کا شدید احساس ہو رہا ہے۔"

"خیریت؟"

"اس تکلیف دہ سفر کے بارے میں کہہ رہی ہوں جس میں کھانے پینے یا سونے تک کی آسانی نہیں ہے۔"

"سب ٹھیک ہے ندرت۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ تو ہونا ہی تھا۔ ہم اس کے لیے تیار تھے۔" میں نے کہا۔

"مزدوروں کے بھاگ جانے سے بہرحال دقت ہوئی ہے۔"

"میرے خیال میں ہمیں بہت سی ذمہ داریوں سے نجات مل گئی ہے۔ مجھے صورت حال کا اندازہ نہیں تھا ورنہ میں تو کہتا کہ شروع ہی سے ایسی کوئی کوشش نہ کی جائے۔"

"تم مطمئن ہو؟"

"ہاں۔ میں اپنی مرضی سے تمہارے ساتھ آیا ہوں۔ تم کسی بات کو خود پر بار نہ سمجھو۔"

"شکریہ گازالی۔"

"تمہارا موڈ کچھ بہتر ہو گیا ہے۔" میں نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"پلیز۔ شرمندہ مت کرو۔"

"کیا مطلب۔؟"

"نہ جانے میرے ذہن پر کیا حماقت سوار ہو گئی تھی خواہ مخواہ تمہیں بور کرنے لگی تھی۔ غور کیا تو احساس ہوا کہ یہ غلط حرکت ہے۔ تمہارا سکون برباد کیا اور اس کے بعد یہ سب کچھ۔"

میں خاموشی سے ندرت کو دیکھتا رہا۔ مجھے اس کی کیفیت کا احساس ہو گیا تھا۔ بہرحال میں نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ ندرت مسکرا دی تھی۔ پھر میں نے کہا۔

"اس انوکھے سفر سے مطمئن ہو۔؟"

"سمبوتورا مطمئن ہے۔"

"اس سے بات ہوئی تمہاری۔؟"

"نہیں میں محسوس کرتی ہوں۔"

"اس کے اس انوکھے انداز کی تفصیل بھی سنر ہے۔؟" میں نے کہا۔

"اوہ۔ نہیں میرا خیال تھا اس کے بارے میں تمہیں معلومات فراہم کر دی گئی تھیں۔"

"نہیں۔ میں نہیں جانتا۔" میں نے گردن ہلا دی۔

ندرت چند لمحات خاموش رہی پھر بولی۔

"انسان عام حالات میں ہر مخلوق سے افضل ہے۔ اس جیسی صفات کسی دوسرے جاندار میں نہیں ہیں۔ لیکن بعض حیوان چند خصوصی قوتیں رکھتے ہیں۔ جیسے کتا۔ اس میں سونگھنے کی حس بہت تیز ہے۔ تم جانتے ہو کہ کتا میلوں دور تک زمین کو سونگھتا ہوا اپنے دشمن تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بدن میں انسانوں سے زیادہ پھرتی ہوتی ہے سمبوتورا ذہنی قوتوں کو کنٹرول کرنے کا ماہر ہے۔ اس نے خود پر اس وقت ایک کتے کی کیفیت طاری کی ہوئی ہے اس طرح اس وقت اس کے سونگھنے اور کتے کے انداز میں سفر کرنے کی قوت کسی انسان سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر وہ گومین کی راہ پر لگا ہوا ہے۔"

"اوہ گویا۔ گویا۔۔؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ اس کے اندر کا انسان سو گیا ہے اُس وقت تک کے لیے جب تک وہ اپنا مقصد نہ پا لے۔"

"کمال ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اس وقت وہ صرف ایک جانور ہے کچھ سوچ سمجھ سکتا بول بھی نہیں سکتا۔ وہ ہمارے کنٹرول میں ہے اور ہمیں اس کا تحفظ بھی کرنا ہے۔"

میں عجیب سی نگاہوں سے ندرت کو دیکھ کر رہ گیا۔ تھا کہ اس سے سوال کروں۔ اس سے پوچھوں کہ انسانوں کے ریوڑ سے تمہارا تعلق ہے۔ عام لوگ تو ایسی انوکھی صفات رکھتے۔ لیکن کچھ پوچھنا بیکار ہی تھا چنانچہ صبر کر لیا۔

"میں میکے براؤن کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"کیا۔۔؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"وہ راہ بھٹک گیا ہے۔ قیمتی مجسمہ حاصل کرنے کے وہ شاید اپنی منزل کھو بیٹھا ہے ورنہ کہیں تو اس کے نشان ملتے"

"ہاں۔ ممکن ہے۔"

"طاہر علی وغیرہ کے بارے میں بھی کوئی اندازہ نہیں کہ کہاں گئے۔ وہ سب لوگ تاریک راستوں کے راہی ہیں نہیں ملے گا کسی کو، جو لوگ اس خزانے پر قابض ہیں وہ اس کا تحفظ کرنا جانتے ہیں۔ وہ اسے صرف اپنے مشن کے لیے وقف کر چکے ہیں۔"

"وہ ملینی کی بات کر رہی ہو۔۔؟"

"ہاں۔"

"بہرحال کسی کو نہیں سمجھایا جا سکتا۔ وقت نے ان کے لیے جو کچھ تحریر کیا ہے انہیں بھگتنا ہو گا۔"

"اور تم۔۔؟" ندرت نے سوال کیا۔

"مطلب۔؟" میں نے چبھتا ہوا لہجہ اختیار کیا۔

"سوری۔ کوئی غلط مطلب نہ لینا۔ تمہارے ذہن میں تو خزانہ تھا۔"

"تھا نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔" ندرت کا لہجہ مدھم ہو گیا۔ سلسلہ گفتگو اچانک منقطع ہو گیا تھا۔ سمبوتورا اٹھ گیا تھا۔ اس نے کسی کتے کی طرح اپنے بدن کو پھڑپھڑایا اور پھر ندرت کی طرف دیکھنے لگا۔ ندرت اٹھ گئی تھی میں دلچسپی سے اس کی تمام کارروائی دیکھتا رہا۔ ندرت نے سمبوتورا کو خوراک دی تھی اور پھر سمبوتورا درخت کے عقب چلا گیا۔

رات کو پھر یہ انوکھا سفر جاری ہو گیا۔ وہ رات دوسرا اور پھر تیسری رات بھی گذر گئی۔ سفر انتہائی پُرخطر ہو گیا تھا اور اب ہم ایک برفانی علاقے میں تھے۔ ہمالیائی سلسلے کی یہ پہاڑیاں انتہائی پُراسرار تھیں۔ سردی بدن کاٹ رہی تھی نوکیلے پتھر راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔ ایک جگہ ہم چٹانوں کے درمیان

میں چھپی ہوئی ایک کھائی کا پتا لگا جہاں سخ کیچڑ برفانی دلدل کی شکل اختیار کیے ہوئے تھی لیکن یہاں سمبوتورا نے اپنی خصوصی صلاحیت سے مدد لی اور اس راستے کو بدل دیا گیا۔ اس سفر کی پانچویں رات ہمارے لیے بڑی سنسنی خیز ثابت ہوئی۔ چاندنی میں تیز رفتار ندی کے نشانات دے رہی تھی۔ فضاؤں میں انوکھا شور ابھر رہا تھا۔ اور کچھ دور جا کر ایک ہیبت ناک منظر دکھائی دیا۔ برق رفتار ندی ایک بلند پہاڑی میں بنے ہوئے گہرے غار میں گم ہو رہی تھی اور یہ شور اسی کا تھا۔ دل لرز اٹھا۔ اس غار کی کیا کیفیت ہو گی میں ابھی اس بارے میں سوچ رہا تھا کہ دفعتاً سمبوتورا کے حلق سے عجیب سی غراہٹیں نکلیں وہ ایک دم دیوانہ سا ہو گیا تھا۔ اور پھر وہ دیوانہ وار ایک طرف دوڑ گیا۔

"ندرت۔" میرے منہ سے ایک گھٹی گھٹی آواز نکلی۔ وہ میرے قریب ہی کھڑی ہوئی تھی "کہیں سمبوتورا کسی حادثے کا شکار نہ ہو جائے۔" میں نے کہا۔ ندرت نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے اس کی طرف دیکھا۔ اور راستے کے اس ہولناک سناٹے میں، شور مچاتی ہوئی ندی کی خوفناک آوازوں کے درمیان ندرت کی شکل دیکھ کر میرا دل بند ہونے لگا۔ ندرت کی آنکھوں کی پتلیاں غائب تھیں اور اس کے چہرے کے تاثرات بھی قطعی غیر انسانی ہو گئے تھے۔ میں کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ حلق سے ابھرنے والی بے اختیار چیخ کو نہ جانے کیسے میں نے روکا تھا۔

"مل گیا۔ وہ مل گیا۔" ندرت پھٹی پھٹی آواز میں بولی۔ میرا گلا خشک ہو گیا تھا۔ کوشش کے باوجود کوئی آواز منہ سے نہ نکل سکی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے ندرت کو دیکھتا رہا۔ وہ بے چین نظر آ رہی تھی۔

تقریباً بیس منٹ گذر گئے۔ پھر میں نے بہت دور ایک انسانی ہیولا دیکھا اور سنبھل گیا۔ پراسرار چاندنی تاحد نگاہ بکھری ہوئی تھی۔ چند لمحات میں میں نے پہچان لیا۔ وہ سمبوتورا ہی تھا لیکن اب وہ دو پیروں پر آ رہا تھا۔ میں متعجبانہ انداز میں اسے دیکھتا رہا تھوڑی دیر کے بعد وہ قریب آ گیا۔

"ہائیسا۔ گومین۔ گومین۔" اس کی آواز ابھری۔ اور ندرت کے حلق سے ایک پُرمسرت آواز نکل گئی۔ سمبوتورا میری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"ہماری محنت بار آور ہوئی گازالی۔ گومین یہاں موجود ہے۔ بالآخر ہم نے اسے تلاش کر لیا۔"

میں بمشکل تمام خود کو سنبھال سکا تھا۔ میں نے ندرت کا چہرہ دیکھا اس کی آنکھیں حسبِ معمول ہو گئی تھیں وہی خمار بھری آنکھیں جو ذہن پر سحر کرتی تھیں۔ لیکن جو چند لمحات قبل قطعی غیر انسانی ہو گئی تھیں۔

"کہاں ہے وہ۔۔؟" ندرت نے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ان چٹانوں کی دوسری طرف ایک وادی میں۔"

"تنہا ہے۔"

"نہیں وادی میں ایک قافلہ نظر آتا ہے۔ بہت سے یاک اور بہت سی چھولداریاں جن کے درمیان آگ روشن ہے۔"

"کون لوگ ہیں وہ۔؟"

"میں نہیں جان سکا۔"

"کیا تم نے گومین کو دیکھا۔؟"

"نہیں دیکھنا ضروری تو نہیں تھا۔ فضاؤں میں اسے محسوس کرو۔ کیا تمہیں اندازہ نہیں ہوتا۔؟"

"ہاں۔ میں اسے سونگھ چکی ہوں۔" ندرت نے جواب دیا۔

سمبوتورا میری طرف متوجہ ہو گیا۔

"تم خاموش ہو گازالی۔؟"

"تمہاری گفتگو سن رہا ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"بالآخر ہم گومین کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ وادی میں موجود ہے۔"

"وادی میں موجود دوسرے لوگوں کی تعداد کتنی ہو گی۔؟" میں نے سوال کیا۔

"بہت لوگ ہیں اور زبردست سامان سے آراستہ ہیں۔"

"کیا ہم اسی وقت وہاں پہنچ سکتے ہیں۔؟"

"ہاں راستے دشوار ضرور ہیں لیکن میں تمہیں وہاں تک لے جا سکتا ہوں۔" سمبوتورا نے جواب دیا۔

"تو پھر چلو ہمیں ان پر نگاہ رکھنا ہو گی۔" میں نے کہا اور سمبوتورا تیار ہو گیا۔ اب وہ انسانوں کے مانند سفر کر رہا تھا اور ہمیں راستوں کے پیچ و خم سے آگاہ کرتا جا رہا تھا۔ بے شمار چٹانوں کے درمیان سے گذرنا پڑا۔ ہیبت ناک ندی کے سرے سے گذرتے ہوئے بالآخر ہم ایک مسطح جگہ پہنچ گئے یہاں کوئی سو قدم چلنے کے بعد ڈھلان شروع ہو جاتی تھی اور انہیں گہرائیوں سے روشنیاں ابھر رہی تھیں۔ ہم کنارے پر پہنچ گئے۔ ہر طرح کی احتیاط ضروری تھی چنانچہ ہم کنارے پر لیٹ گئے اور یہاں سے نیچے وادی کا جائزہ لینے لگے۔ تقریباً بیس خیمے لگے ہوئے تھے۔ اور ان میں چراغاں ہو رہا تھا۔ خاص قسم کی روشنیاں تھیں جو یقیناً بیٹری یا جنریٹر سے کی گئی تھیں لیکن جنریٹر کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ اس کے علاوہ جیسا کہ سمبوتورا نے بتایا تھا بہت سے یاک بھی

موجود تھے۔ کچھ لوگ چلتے پھرتے بھی نظر آ رہے تھے دو تین جگہ الاؤ روشن تھے۔ مجموعی طور پر ان لوگوں کی تعداد چالیس پچاس کے لگ بھگ تھی۔ میں یہ سب دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔

کون لوگ ہو سکتے ہیں یہ۔ کیا میکے براؤن اور اس کے ساتھی؟ عقل تسلیم نہیں کرتی تھی۔ میکے براؤن کے ساتھ کافی وقت گذرا تھا بظاہر اس کی تیاریاں اتنی زبردست نہیں نظر آتی تھیں لیکن گہرا آدمی تھا۔ ممکن ہے در پردہ وہ ان کارروائیوں میں مصروف ہو۔ اگر اس نے واقعی یہ سب کچھ کیا ہے تو پھر میں نے آج تک اس کی صلاحیتوں کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ جن دشوار گذار راستوں سے اور جس طرح ہم چند افراد یہاں تک پہنچے تھے وہاں میکے براؤن کا اس عظیم ساز و سامان کے ساتھ پہنچ جانا حیرت انگیز بات تھی اور سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ بوڑھا بابا اس کے ساتھ موجود تھا۔

دیر تک اس بارے میں سوچتا رہا۔ ذہن اس گتھی کو سلجھانے میں ناکام رہا۔

سمبوتورا کی آواز نے خیالات سے نکال لیا۔ "تم نے ان لوگوں کو دیکھا گازالی؟"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"کون ہو سکتے ہیں؟"

"کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا؟"

"تمہارے شناساؤں میں سے کوئی؟"

"افسوس میری آنکھیں رات کی تاریکی میں یہ کام نہیں کر سکتیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں ان کے بارے میں دن کی روشنی میں ہی صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے البتہ یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ گومین ان کے ساتھ ہے۔" سمبوتورا نے کہا۔

"تم نے اس سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی؟" میں نے سوال کیا۔

"کی تھی۔ اس دوران کئی بار کر چکا ہوں۔ لیکن۔"

"لیکن کیا۔؟"

"اس کی ذہنی کیفیت جوں کی توں ہے وہ نہ پیغامات وصول کر سکتا ہے نہ جواب دے سکتا ہے۔" سمبوتورا نے افسردگی سے کہا۔

رات بھر پلک نہیں جھپکی تھی۔ ہماری آنکھیں وادی کے بنے گزینوں پر لگی ہوئی تھیں۔ ان کے درمیان خاموشی ضرور چھا گئی تھی لیکن چند لوگ رات بھر مستعدی سے پہرا دیتے رہے تھے۔ پتا نہیں جنگلی جانوروں سے خطرہ تھا یا کوئی اور بات ذہن میں تھی۔ پھر صبح کی روشنی نمودار ہو گئی۔ ہمیں اس کا اندازہ تھا کہ دن کی روشنی میں یہ جگہ چھپنے کے لیے مناسب نہیں ہے۔ بات کا بھی امکان تھا کہ وہ لوگ اس طرف نکل آئیں چنانچہ ا[...] کے آثار نمودار ہوتے ہی ہم نے انتظامات شروع کر دیے [...] پر نگاہ رکھنا بھی ضروری تھا۔ اگر واپس کچھ دور آ جاتے تو ا[...] چھوٹے چھوٹے غار مل سکتے تھے جو ایک یا زیادہ سے دو افراد کو پوشیدہ کر لیں لیکن یہاں رک کر ہم ان کی مصروف[...] پر نگاہ نہیں رکھ سکتے تھے اور اس بات کے امکانات بھی [...] کر وہ یہاں سے آگے بڑھ جائیں۔

ندرت نے تقریباً نصف فرلانگ دور لگے ہوئے د[...] کے ایک جھنڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اگر ہم ا[...] سے چل کر ان درختوں تک پہنچ جائیں تو ہمارے چھپنے کے [...] اس سے اچھی جگہ نہ ہو گی۔ وہاں سے ہم ان پر نگاہ رکھ سکتے [...]"

میں نے ندرت سے اتفاق کیا اور ہم تینوں تھوڑا [...] ہٹ کر ان درختوں کی طرف چل پڑے۔ کبھی کبھی ڈھلان [...] کنارے آ کر ان کی مصروفیات پر بھی نگاہ ڈال لی جاتی تھی۔

درختوں کے جھنڈ بے حد کارآمد تھے۔ ان کی مضبوط شاخو[ں] کو ہم نے اپنے لیے آرام گاہ بنا لیا۔ کافی مضبوط اور تناور درخت تھے جن کی جڑیں نیچے ڈھلان میں لٹک رہی تھیں۔ ان کی شاخ[وں] پر بھی ایسی ہی لچکدار جڑیں بکھری ہوئی تھیں جنہیں آپس میں مضبو[طی] سے باندھ کر جھولے سے بنا لیے گئے۔ پھر انہیں درختوں پر صبح [کا] ناشتا کیا گیا۔ ڈھلان کے کیمپ جاگ اٹھے تھے اور اب ان کے درمیان رونق ہوتی جا رہی تھی۔ وہ مختلف لباسوں میں ملبوس [...] تھے کچھ کے اوپری بدن ننگے تھے اور وہ صرف پتلونیں پہنے ہو[ئے] تھے۔ لمبے سیاہ بالوں والی کچھ لڑکیاں اور نوجوان عورتیں بھی نظر آئیں جو مختصر لباس میں تھیں۔ ایک بھی چہرہ شناسا نہیں تھا۔

میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "نہیں یہ لوگ میرے لیے قطعی اجنبی ہیں۔"

"گویا میکے براؤن ان میں نہیں ہے؟" سمبوتورا بولا۔

"بظاہر تو نہیں۔ لیکن میکے براؤن یہ انتظامات کر بھی نہیں سکتا تھا یہ کوئی اور ہی ہے۔"

"ہاں۔ جیسا کہ میرے علم میں ہے ولاڈی واسکاٹ منحوس نے بے شمار لوگوں کو ہماری زندگی کا گاہک بنا لیا تھا۔"

"ولیتی کے بارے میں جب بھی سوچتا ہوں کچھ عجیب سی کیفیات کا شکار ہو جاتا ہوں۔ اگر وہ دوسری جنگ عظیم میں جاسوسہ رہی ہے تو کیا وہ اس قدر احمق تھی کہ گومین پر کنٹرول نہ رکھ سکی اور اگر وہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا تو وہ دوبارہ اس کا سراغ نہ لگا سکی۔ کوئی جاسوسہ اس قدر احمق تو نہیں ہو سکتی۔"

ندرت اور وائی مین نے چونک کر مجھے دیکھا۔ لیکن دونوں ہی [خامو]ش رہے۔ میں نے اس کے بعد اس بارے میں کوئی گفتگو [نہ]ں کی۔ میری نگاہیں نیچے وادی کے مناظر دیکھ رہی تھیں۔ چند [...]ڑے نوجوانوں نے ایک کھیل شروع کر دیا۔ وہ یاکوں کو [...]ں ولا کر ان پر سواری کر رہے تھے۔ یاک غضبناک ہو رہے [تھے ل]یکن ان کے سامنے بے بس نظر آ رہے تھے۔ کچھ لوگ دوڑ لگا [رہے] تھے کچھ دوسری ورزشیں کر رہے تھے۔ طاقتور اور بہادر [...] معلوم ہوتے تھے کہ ان کی قومیت کا مجھے کوئی اندازہ نہیں [ہو س]کا۔ لیکن اب یہ بات وثوق سے کہہ سکتا تھا کہ یہ کوئی اجنبی [گرو]ہ ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ان لوگوں کے یہاں موجود ہونے [کا مقص]د کیا ہے۔ کیا وہ بھی اسی چکر میں ہیں یا پھر کوئی اور سلسلہ [ہے]۔ بوڑھے گومین کی ان کے پاس موجودگی کے سوا اور کوئی بات [...] نشاندہی نہیں کرتی تھی۔

سمبوتورا نے کہا۔ "میرا ذہن یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہے [کہ] ہم ان کے درمیان کیسے داخل ہوں۔"

"میں نہیں سمجھی وائی مین۔" ندرت نے کہا۔

"حالانکہ سمجھ جانے والی بات ہے۔ گومین کو ان کے چنگل [سے] کس طرح نکالا جائے۔"

"ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ خطرناک لوگ معلوم ہوتے [ہیں]۔"

"کیوں گازالی تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں۔"

"میں فوراً گومین کو ان کے قبضے سے نکالنے کے حق میں [نہ]یں ہوں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ اپنے الفاظ کی وضاحت کرو۔"

"کیا گومین کو ان کے چنگل سے نکالنے کے لیے تم ان سب [کو قت]ل کر دینا پسند کرو گے؟"

"ایک کو بھی نہیں۔ تم جانتے ہو۔" سمبوتورا نے کہا۔

"فرض کرو کہ ہماری زندگی پر بن جائے۔"

"آخری فیصلہ وقت کرے گا۔"

"ٹھیک ہے لیکن یہ آسان نہ ہو گا۔ اور پھر ہم یہ بھی نہیں [جا]نتے کہ یہ لوگ کون ہیں اور اس وادی میں ان کی موجودگی کیا [حیثی]ت رکھتی ہے۔ ممکن ہے گومین اتفاقیہ طور پر ہی ان کے [ہاتھ] لگ گیا ہو اور انہوں نے ایک انسان کی حیثیت سے ہی اسے [...]ر رکھا ہو، ممکن ہے یہ صرف مہم جو ہوں اور تبت کے اندرونی [علا]قوں میں صرف سیاحت کے لیے آئے ہوں۔ دلیر اور جیالے [...] معلوم ہوتے ہیں۔ بہترین ساز و سامان سے لیس ہیں ہمارے [...] آسان نہ ہوں گے۔ فرض کرو سمبوتورا ان کا مقصد بھی خزانے کا حصول ہو تب کیا کسی بھی شکل میں تم گومین کو ان سے حاصل کر سکتے ہو؟"

سمبوتورا سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "یہ کام جیسے بھی ہو کرنا ہے۔"

"کوئی تجویز ہے ذہن میں؟"

"ابھی تک نہیں۔ پہلے ان لوگوں کے بارے میں اندازہ لگانا ہو گا پھر مواقع تلاش کرنے ہوں گے لیکن اس دوران ہم انہیں نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیں گے۔"

"تمہارے ذہن میں کوئی آئیڈیا گازالی۔؟" ندرت نے کہا۔

"ہاں ایک خیال ہے میرے ذہن میں!"

"بائی تورا سا۔ بولو نا۔"

"اگر ہم لوگ ان میں شامل ہو جائیں؟"

"کس طرح۔ کیا وہ ہمیں قبول کر لیں گے۔ اگر ہم خود کو ان کے سامنے پیش کریں تو کیا تم دعوے سے کہہ سکتے ہو کہ وہ ہمیں ہلاک نہ کر دیں گے۔"

"یہ خطرہ تو مول لینا ہو گا۔"

"فرض کرو ہم یہ خطرہ مول لے لیں تو یہ بھی بتاؤ اپنے بارے میں انہیں کیسے مطمئن کریں گے؟"

"اوہ۔ وہ لوگ خیمے اکھاڑ رہے ہیں اور وہ۔" ندرت خاموش ہو کر ادھر دیکھنے لگی۔ تمام لوگ سفر کی تیاریاں کر رہے تھے خیمے اکھاڑ کر یاکوں پر بار کیے جا رہے تھے۔ کینوس کے تھیلے کمر سے باندھے جا رہے تھے۔ ان کے پاس پستول اور دوسرے آتشیں ہتھیار بکثرت تھے عجیب وحشی انسان تھے آن کی آن میں انہوں نے میدان صاف کر دیا۔ تب میری نگاہ ایک دراز قامت عورت پر پڑی۔ تقریباً پونے چھ فٹ قد کی مالک تھی چست لباس میں انتہائی سڈول نظر آ رہی تھی وہاں موجود لوگوں میں اس کے لیے احترام پایا جاتا تھا۔ وہ انہیں ہدایات جاری کر رہی تھی۔

ہم خاموشی سے ان کی کارروائی دیکھتے رہے اور پھر ہم نے انہیں ایک قطار میں وادی کے ایک سرے کی جانب جاتے ہوئے دیکھا۔

سمبوتورا نے کہا "نیچے ڈھلان کو عبور کرنے میں، ہمیں کتنا وقت لگ جائے گا؟"

"زیادہ تو نہیں۔"

"ان کا آخری آدمی وادی سے نکل جائے گا تو ہم ڈھلان میں اتریں گے۔ نیچے اترنے کے لیے وہی جگہ مناسب رہے گی جہاں سے ہم نے انہیں دیکھا تھا اس طرف کے راستے مشکل ہیں۔"

"ہاں۔ میں ایک بات اور سوچ رہا ہوں" میں نے کہا۔

"کیا۔؟"

"انہوں نے کسی شخص کو چھپا نہیں رکھا لیکن گومین ہمیں نظر نہیں آیا جبکہ میری نگاہیں مسلسل اسے تلاش کر رہی تھیں۔

"اس بات کے علاوہ میں کسی اور بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا گازالی کہ گومین ان کے ساتھ ہے" سمبوتورا نے کہا میرے لیے مزید کچھ کہنا ممکن نہیں رہا تھا۔ ہم درختوں سے نیچے اتر آئے۔ اور پھر ہم نے نیچے اترنے کے لیے راستے منتخب کر لیے۔ وادی میں سفر کرنے والوں کی قطار اب بہت دور نظر آ رہی تھی۔ وہ سپاٹ اور ہموار راستے پر تیزی سے سفر کر رہے تھے۔

نیچے اترتے ہوئے میں نے سمبوتورا سے پوچھا "جس سمت کا انہوں نے رخ کیا ہے وہ ہماری منزل کی طرف جاتی ہے؟"

"ہاں"

میں خاموش ہو گیا۔ ڈھلان آگے چل کر خطرناک ہو گئے تھے لیکن ہم ان جیسے راستوں کی مشق کر چکے تھے اس لیے بہت زیادہ مشکل نہ پیش آئی اور جب ہم نے وادی میں پہلا قدم رکھا تو قطار ہماری نگاہوں کی حد سے نکل چکی تھی۔

"ان کی رفتار بہت تیز ہے" ندرت بولی۔

"آؤ ہمیں بھی تیز چلنا چاہیے" سمبوتورا نے کہا اور ہم ان کے نقش قدم پر چل پڑے۔ وادی کو عبور کرتے ہوئے سورج کافی بلندی پر آ گیا تھا۔ وہاں سے آگے بڑھے تو ایک اور ڈھلان نظر آیا لیکن یہ خطرناک نہیں تھا۔ عجیب سی جگہ تھی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اور ان کے درمیان سیاہ رنگ کی لمبی گھاس نظر آ رہی تھی۔ چٹانوں کی جڑوں میں پانی تھا جس میں جونکیں اور دوسرے نمی کے کیڑے رینگ رہے تھے۔ جگہ جگہ زمین سے پانی ابل رہا تھا یہاں بہت سی جگہوں پر پھسلن تھی جس کی وجہ سے سفر کی رفتار سست کرنی پڑی۔ آگے جانے والوں کے نشانات جگہ جگہ مل رہے تھے ہم جان بوجھ کر ان کے اور اپنے درمیان فاصلہ رکھنا چاہتے تھے۔

اس ڈھلان کو طے کر کے آگے بڑھے تو بہت دور وہ لوگ نظر آئے۔

سمبوتورا نے بے اختیار کہا۔ "میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ان کا رخ ویلینی کی طرف ہے۔"

"آگے آبادی نہیں ہے" میں نے پوچھا

"اگر وہ درہ تسانگ کو عبور کر کے آگے بڑھیں گے تو انہیں تشادس کی آبادیوں سے گزرنا پڑے گا۔ اور اگر بائیں سمت مڑ گئے تو ان کے حق میں بہتر ہو گا۔"

"تشا کون ہیں؟"

"چینی نژاد قبائل جو اپنی زمین پر کسی غیر نسل کے اثر دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ ان کا مذہب ان کے عقائد ہزاروں سال قبل کے ہیں وہ عجیب و غریب لوگ ہیں اور بے حد جنگجو خطرناک۔ ان سے بچنا ضروری ہے۔"

"درہ تسانگ یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"جس رفتار سے سفر کیا جا رہا ہے اس کے تحت کر چار دن کی راہ پر۔"

"اس سے قبل ہی ہمیں ان تک پہنچنا ہو گا" میں پر خیال انداز میں کہا اور ندرت چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"ہم لوگ خود کو ان میں شامل کرنے کی بات کر رہے ہیں" میں نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن اس کا کوئی مؤثر طریق کار ذہن میں ٹھہر اگر عام انداز میں ہم ان تک پہنچے تو نہ جانے وہ ہمارے کیا سلوک کریں۔ ان کی تعداد بہت ہے اور۔"

"میرے ذہن میں ایک تجویز ہے وائی مین"

"کیا۔؟"

"ہمیں کسی ایسے انداز میں ان سے ملنا چاہیے جو پراسرار اور دلکش ہو۔ بظاہر وہ کھلنڈرے قسم کے لوگ معلوم ہیں اگر ہم کسی طرح ان کی توجہ حاصل لیں تو کام بن سکتا ہے"

"لیکن کس طرح؟" سمبوتورا نے پوچھا۔

"ہم نے ان کے رخ کا اندازہ لگا لیا ہے۔ کسی بھی طرح ان سے آگے پہنچنا ہو گا اور کوئی ایسی جگہ منتخب کرنی ہو گی ان سے ملاقات کی جائے۔ تبت میں داخل ہونے والے ملکی کے ذہن میں یہاں کے اسرار ہوتے ہیں وہ اپنے مقصد علاوہ ان پراسرار کہانیوں کی تلاش میں بھی سرگرداں ہوتے انہیں متحیر کر دیں۔ اگر یہ لوگ صرف سر پھرے سیاح بھی ہیں تبت کی دلچسپیوں سے ضرور متاثر ہوں گے اور اگر ان کے ذ میں کوئی اور تصور ہے تو ہماری پیشگوئیاں اور انکشافات ا ہم سے دلچسپی لینے پر مجبور کر دیں گے۔"

"پیش گوئیاں۔ انکشافات" سمبوتورا نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ وائی مین سمجھتے کیوں نہیں۔ فرض کرو ہم انہ غاروں میں سوتے ملیں اور جاگ کر ان سے کہیں کہ ہم صد سے سوئے ہوئے تھے۔ پھر ہم انہیں ان کے مقصد سے کریں تو کیا وہ ہمارے طلسم میں نہ کھو جائیں گے؟"

سمبوتورا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے۔ سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ ندرت کے چہرے پر مسکراہٹ

جا رہی تھی۔ پھر اس نے اور سمبوتورا نے بیک وقت ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور سمبوتورا بول اٹھا۔

"حیرت انگیز۔ بے حد دلچسپ۔ بانیسا تمہارا کیا خیال ہے اس سے عمدہ اور کوئی تجویز ہو سکتی ہے؟"

"گازالی ذہین انسان ہیں وائی مین، اس کا تجربہ تم کئی بار کر چکے ہو" ندرت نے کہا۔

"ہم دونوں تمہاری تجویز سے پوری طرح متفق ہیں گازالی ہمارے خیال میں ہمیں اس پر فوری عمل کر لینا چاہیے۔ گویا ان سے پہلے ان سے آگے نکلنے کی کوشش اور ان راہوں سے گزر کر ہم ان کی نگاہ سے دور رہ سکیں۔"

بعد کی تمام کارروائیاں سمبوتورا کی تجویز کے تحت ہوئی تھیں۔ ہم نے ایک دن اور ایک رات طوفانی رفتار سے سفر کیا۔ اس دوران میں ان لوگوں کے رخ اور ان کی رفتار کا خیال رکھا گیا تھا۔ برق رفتاری کے بعد ایک ایسی جگہ منتخب کی گئی جہاں سے ان کا گزر یقینی تھا۔ انہیں متوجہ کرنے کے لیے پتھروں کا ایک مینار بنایا جس پر رنگین کپڑے لہرائے گئے۔ اور اس کے بعد اپنے حلیے درست کیے گئے۔ باریک مٹی چھان کر اس کی تہیں بدن اور چہروں پر لگائی گئیں۔ سمبوتورا نے اس سلسلے میں بہترین سوانگ رچایا اور اپنی دانست میں خود کو خوب آراستہ کر لیا تھا۔ اس تمام کارروائی کو نہایت سنجیدگی سے کیا گیا۔ اور پھر ہم اس بڑی چٹان کے نیچے زمین میں لیٹ کر تھکن دور کرنے لگے۔

ہمارے اندازے کے مطابق وہ لوگ تیسرے دن دوپہر کے وقت اس علاقے میں داخل ہوئے تھے۔ سورج خوب چمک رہا تھا اور وہ لوگ ہماری طرف بڑھ رہے تھے۔ یہاں چٹانوں میں غار بھی موجود تھے لیکن کسی غار کا رخ کرنے کے بجائے ہم نے ایسی جگہ منتخب کی تھی جہاں وہ کسی طرح ہمیں نظر انداز نہ کر سکیں۔ تین بجے دوپہر کو وہ ہمارے قریب پہنچے ہماری آنکھیں بند تھیں لیکن ہلکی ہلکی جھری پیدا کر کے ہم انہیں دیکھ رہے تھے۔ تین آدمی ہمارے پاس پہنچے تھے۔ ایک آواز ابھری۔

"تین انسانی بدن۔ بدھ راہب ایک عورت دو مرد۔ لیکن تر و تازہ" زبان بگڑی ہوئی انگریزی تھی۔

"لاشیں۔؟"

"ہاں"

"کوئی قابل غور بات نہیں ہے۔ یہ لوگ تارک الدنیا ہوں گے یہاں عبادت کرتے کرتے مر گئے"

"ان کے بدن گرد آلود ضرور ہیں لیکن یوں لگتا ہے جیسے انھیں مرے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ بات انوکھی ہے۔ میڈم کو بتاؤ گے۔؟"

"ہاں میڈم کی ہدایت ہے کہ کوئی بھی انوکھی بات ہو انھیں ضرور بتائی جائے"

"جاؤ اطلاع دو"

"یہ لڑکی کس قدر پرکشش ہے۔؟"

"مر چکی ہے"

"ہاں" دوسرے نے افسردگی سے کہا۔

"انوکھے لوگ ہوتے ہیں۔ زندگی دنیا کی دلچسپیاں حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہے یہ لوگ زندگی سے نفرت کرتے ہیں۔ اس نوجوان کو دیکھو کیسے خوبصورت بدن کا مالک ہے"

"لڑکی کا عاشق ہو گا"

"دونوں نے شادی کرنے کے بجائے خودکشی کر لی"

دوسرے نے قہقہہ لگایا۔

"میڈم آ رہی ہیں۔ ایک نے سرگوشی کے عالم میں کہا اور دونوں خاموش ہو گئے۔ بھاری قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر ایک سپاٹ دلکش نسوانی آواز ابھری۔

"انہیں چٹان کی آڑ سے باہر لاؤ۔ بہت سے لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ہمارے جسموں کو چٹان کی آڑ سے نکال کر باہر زمین پر ڈال دیا گیا۔ بیتھال انہیں دیکھو۔ کوئی تجویہ۔ یہ مردہ ہیں لیکن ان کے جسم لچکدار ہیں۔ چند لمحات کے بعد ایک ہاتھ میرے سینے پر آیا۔ حبس دم کی مشق کام آ رہی تھی میرا سانس بند تھا۔ پھر ایک بوڑھی آواز ابھری"

"مردہ۔ لیکن انوکھے۔"

"انوکھے کیوں۔؟"

"تم نے ان کے بدن دیکھے ہیں۔ ان کے گرد آلود بدن بتاتے ہیں کہ یہ سالہا سال سے اسی طرح پڑے ہوئے ہیں لیکن ان کے جسموں میں تازگی ہے"

"کیا یہ حنوط شدہ ہیں۔؟"

"ہرگز نہیں۔ انہیں صرف ہواؤں نے حنوط کیا ہے۔ اگر آپ انھیں مصری ممیوں کے درمیان رکھیں تو یہ انوکھی چیز ہوں گے" بوڑھی آواز نے کہا۔

"تب انھیں محفوظ کر لو" نسوانی آواز نے کہا۔ مجھے وہ عورت یاد آ گئی تھی جسے میں نے ان لوگوں کو احکامات دیتے ہوئے دیکھا تھا۔ کیا کوئی عورت ان لوگوں کی سربراہ

ہے۔

ایک بار پھر ہمیں اٹھایا گیا۔ اور اس کے بعد ہمیں نرم کپڑوں کے ڈھیر پہ ڈال لیا گیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ کونسی جگہ ہے۔ نہ جانے ندرت اور سمبوتورا مجھ سے کتنے فاصلے پر تھے۔

آوازیں ابھر رہی تھیں۔ انگریزی زبان بولی جا رہی تھی بہرحال آزمائش آ پڑی تھی اور اب دوسرے مرحلے کا انتظار تھا۔ شاید میں کسی یاک کی پشت پر تھا ہلکے ہلکے ہچکولے اس کا احساس دلا رہے تھے۔

دوسرا مرحلہ رات کے وقت شروع ہوا۔ بقیہ وقت کے سفر نے انگ انگ توڑ دیا تھا ایک ہی انداز میں پڑے رہنا تھا کہ جانے کس کی نگاہ میں آ جاؤں۔ پھر رات ہونے پر انہوں نے قیام کیا تھا۔ اطراف میں لوگ بکھرے ہوئے تھے اس لیے ذرا بھی موقع نہیں مل سکا کہ ندرت اور سمبوتورا کا حشر معلوم کر سکوں۔ دیر تک ہنگامے رہے پھر مجھے اٹھا کر کہیں لے جایا گیا۔ اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی خیمہ ہے۔ پھر وہی نسوانی آواز سنائی دی۔

”بنیتھال۔ ان علاقوں میں ملنے والے نوادرات میں یہ تین انسانی بدن سب سے انوکھے ہیں۔ میں ان کے سلسلے میں تمہاری ماہرانہ رائے چاہتی ہوں۔“

”بلاشبہ یہ عجیب و غریب دریافت ہیں۔ میں خود بھی ان کے بارے میں سوچتا رہا ہوں میڈم۔“ بوڑھی آواز نے کہا۔

”تمہارے خیال میں ان کی موت کو کتنا عرصہ گذرا ہے؟“ نسوانی آواز نے کہا۔ اور پھر وہی آواز چیختی ہوئی سنائی دی۔ ”اوہ بنیتھال دیکھو۔ اس کی آنکھیں خود بخود کھل گئی ہیں۔“ کچھ آہٹیں سنائی دیں اور پھر بنیتھال کی آواز ابھری۔

”اوہ میرے خدا۔ یہ آنکھیں بے نور نہیں ہیں۔ ان میں زندگی کی چمک ہے۔ کیا یہ .....“

”مسٹر بنیتھال لڑکی کی آنکھیں بھی کھل گئی ہیں۔ ایک اور آواز نے کہا۔ اور میں نے بھی اطمینان سے آنکھیں کھول دیں۔ پھر سمبوتورا کی بھاری آواز ابھری۔ اس نے تبتی زبان میں کچھ کہا تھا۔

بنیتھال نے کہا ”اس نے کہا ہے کہ کیا یہ دنیا کا آخری دن ہے۔“

”حیرت انگیز۔ گویا یہ۔ یہ۔“ نسوانی آواز میں شدید حیرت تھی۔ اب لیٹے رہنا ضروری نہیں تھا چنانچہ سب سے پہلے اٹھ کر بیٹھنے والوں میں میرا نمبر تھا۔ میرے قریب کھڑے ہوئے دو افراد ڈر کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ میری آنکھیں سامنے ا ہوتی تھیں پھر میں نے آہستہ سے انگریزی زبان میں کہا

”کیا یہ دنیا کا آخری دن ہے؟“ سامنے ہی وہ عورت تھی۔ دراز قامت تندرست، چہرے پر عجیب سی دہشت اور کرختگی خدوخال بلاشبہ دلکش تھے اگر کرختگی نہ لیے ہوئے اس وقت وہ تصویر حیرت بنی ہوئی تھی۔

سمبوتورا نے کہا۔ ”نئی دنیا کے باسیو۔ کیا یہ دنیا کا آ دن ہے؟“

”تم کون ہو؟“ بوڑھے بنیتھال نے کہا۔

”سارتا بستو۔“ سمبوتورا بولا۔

”یہ تمہارا نام ہے۔؟“

”نام۔؟“ سمبوتورا نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہ

”ہم دنیا کے آخری دن جاگے ہیں۔؟“ ندرت نے عورت اٹھ کر میرے پاس آ گئی تھی۔ اس نے انگلی سے مجھے دیکھا۔ میرے بدن میں کئی جگہ انگلی چھوئی اور پھر تعجب

”ناقابل یقین۔ ناممکن۔“

”سارتا بستو!“ بنیتھال نامی بوڑھے نے کہا۔ کیا ہو۔ اگر تم زندہ ہو تو اس حالت میں کیوں تھے۔“

”کیا انسان پرندوں کی مانند فضا میں آ گیا ہے۔ نے کہا۔

”کیا مطلب۔؟“

”کیا سمندر کے باسی اب اسے خود سے نزدیک ہیں۔؟“ سمبوتورا بہترین اداکاری کر رہا تھا۔ ندرت بولی۔

”کیا بہت دور سے اس کی آواز سنی جاتی ہے۔؟“ پھر میں نے اپنا طے شدہ جملہ دوہرایا۔

”کیا صدیوں کے فاصلے طے ہو چکے ہیں۔ آہ۔ گئے ہیں ہمارا دن ختم ہو گیا ہے۔ سارتا بستو تم کہاں؟ بستو، کہاں ہو تم۔؟“

”میں تم سے دور نہیں ہوں استھادا۔ گینا بھی ساتھ ہے لیکن یہ دنیا کا آخری دن نہیں ہے۔ نئے د پرسکون ہے۔“

”تو ہم کیوں جاگ گئے۔ ہمیں کیوں جگایا گیا درد بھرے لہجے میں بولی۔ خیمے میں موجود لوگ دم آوازیں سن رہے تھے۔ پھر عورت نے کہا۔

”یہ سب کیا ہے بنیتھال؟“

”توقف کریں میڈم۔ انھیں سنبھل جانے د

کچھ معلوم ہو جائے گا۔“ پھر وہ ہم سے مخاطب ہو کر بولا ”سونے والو تم جاگ گئے ہو۔ کوئی ضرورت ہو کچھ درکار ہو تو ہمیں بتاؤ۔“

”ہمارے جسموں کو لباس دو۔ تم نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ تم نے ہماری صدیوں کی نیند توڑ دی ہمیں وقت سے پہلے جگا دیا یہ اچھا تو نہ کیا تم نے۔“

”ہم تمہیں دوبارہ سلا دیں گے۔ ایسی نیند کہ پھر کوئی تمہیں نہ جگا سکے گا لیکن اس سے پہلے کچھ دیر کے لیے ہوش میں آ جاؤ تو بہتر ہے۔“ عورت کی غصیلی آواز ابھری۔

”نہیں میڈم۔ ان کے ساتھ سختی نہ کریں۔ دلچسپ چیز ہیں۔“ بنیتھال نے کہا۔

”مگر یہ ہیں کیا۔؟“

”بدھ بھکشو معلوم ہوتے ہیں۔ تفصیل معلوم جائے گی۔“

”میں سب کچھ جاننا چاہتی ہوں۔ انہیں اس کے لیے تیار کرو۔ انتظار مجھے جنون میں مبتلا کر دیتا ہے۔“

”ہمارے جسموں کو لباس دو ساویت کے پرستارو برے وقت کو آواز نہ دو ورنہ پہاڑوں کے بدن تنگ ہو جائیں گے۔ آبشاروں کے رخ بدل جائیں گے اور تم اس زمین پر ہمیشہ کی نیند سو جاؤ گے۔ بولو یہ سب کچھ چاہتے ہو۔؟“ سمبوتورا کی آواز غضبناک ہو گئی۔ اور اس کے جلال نے ان پر اثر کیا۔ وہ سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔

”ان کے جسموں سے مطابقت کرتے ہوئے لباس لے آؤ۔ اور بہتر ہے میڈم کہ انہیں کچھ وقت دیا جائے۔ یہی مناسب ہو گا۔

”لے جاؤ لے جاؤ۔ انہیں یہاں سے لے جاؤ۔ اور جب ان کے حواس درست ہوں تب انہیں میرے سامنے پیش کرو۔“ عورت نے بیزاری سے کہا۔

”کیا تم اپنے قدموں چل سکو گے۔؟“ بنیتھال نے کہا۔ اور سمبوتورا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی دیکھا دیکھی میں نے اور ندرت نے بھی یہی عمل کیا تھا۔ ہم نہایت سست روی سے قدم اٹھاتے باہر نکل آئے۔ بوڑھا بنیتھال جسے ہم لوگوں نے اب غور سے دیکھا تھا ہماری راہنمائی کر رہا تھا۔ معمولی سے تن و توش کا مالک تھا اور اس چلنے کا انداز مضحکہ خیز تھا۔ اس نے ہمیں ایک خیمے کے قریب لاتے ہوئے کہا۔

”تم لوگ یہاں آرام کرو۔ میں تمہاری ضروریات کی ہر چیز تمہیں مہیا کر دوں گا کچھ دیر توقف کرو میں ابھی آتا ہوں۔“ اس نے دوستانہ انداز میں گردن ہلائی اور چلا گیا۔

خیمہ کشادہ تھا۔ اندر داخل ہو کر ہم نے اس میں نگاہ دوڑائی اور پھر زمین پر بیٹھ گئے۔ سمبوتورا نے آنکھیں بند کر لی تھیں ندرت میری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”تمہارے خیال میں گا ز ال، سب کچھ ٹھیک ہے؟“

”ہاں۔“

”لیکن وہ عورت۔ وہ مجھے ان لوگوں میں نمایاں حیثیت کی حامل لگتی ہے۔“

”یقیناً وہ ان کی سربراہ ہے؟“

”ان لوگوں کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟“

”بالکل نہیں۔“

”نہ جانے کون ہیں ویسے وہ عورت، مجھے وہ بڑی وحشیانہ فطرت کی مالک معلوم ہوتی ہے۔“ ندرت نے کہا، میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ دفعتاً سمبوتورا نے گردن اٹھا کر کہا۔

”گا ز ال۔ ذرا خیمے کے باہر جھانک لو۔“ میں جلدی سے اٹھ گیا۔ خیمے سے گردن نکال کر میں نے باہر جھانکا قرب و جوار میں کوئی نہیں تھا۔

”سب ٹھیک ہے۔“

”عورت ان کی سربراہ ہے۔“ یہ شخص بنیتھال کام کا آدمی معلوم ہوتا ہے میرے خیال میں اب تک سب ٹھیک ہے۔ بنیتھال کو قابو میں کرنا ہے وہ عورت کا مزاج شناس ہے۔

”گوین کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”وہ ہمارے بالکل قریب ہے۔“ سمبوتورا نے اعتماد سے جواب دیا۔

”اس کی تائید میں بھی کرتی ہوں۔“ ندرت نے کہا۔

”ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا سمبوتورا، دوسری کسی شکل میں وہ ہمیں برداشت نہ کرتی اور شاید خود ہی ختم کر ڈالتی ویسے اس کے بارے میں کوئی اور اندازہ بھی لگا سکے۔؟“

”نوادرات کی شوقین ہے۔ عام عورت نہیں ہے، اگر صرف سیاح ہوتی تو اس فطرت کی مالک نہ ہوتی۔“

”ہمیں یہی ڈرامہ جاری رکھنا ہے۔ جیسا کہ بنیتھال نے کہا کہ وہ ابھی آئے گا اس سے اگر محتاط گفتگو کی جائے تو کام کی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں اور انہیں ہم اپنے مطلب کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ ایک بات اور مسٹر وانی مین۔ یہ لوگ جس راستے پر ہیں وہ تشا قبائل کے درمیان سے گذرتا ہے۔“

”ہاں!“

"تب ابھی ان کی نشاندہی نہ کی جائے۔ اسے متاثر کرنے کے لیے بہت سے ڈرامے کرنا پڑیں گے۔

"تم ہمیں ہدایات دیتے رہو گازالی۔ ہمیں تم پر مکمل اعتماد ہے اور حقیقت بھی یہی تھی۔ اس سارے کھیل کے لیے اب جدید دور کے ایک دماغ کی ضرورت ہے۔ سوچنے والوں کے ذہن تک پہنچنے کے لیے ہمیں" سمبوتورا خاموش ہو گیا۔ خیمے کے پاس آہٹ سنائی دی تھی۔ پھر بینتھال دروازے کا پردہ ہٹا کر اندر آ گیا۔

"مقدس راہبو۔ جو لوگ دنیا ترک کر کے رہبانیت اختیار کر لیتے ہیں قابل احترام ہوتے ہیں میں تم سے عقیدت رکھتا ہوں اور تمہاری خدمت کر کے مجھے دلی خوشی نصیب ہو گی کیونکہ میں نے بدھ مت کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے۔ میں دلی طور پر بدھ کے فلسفے سے عقیدت رکھتا ہوں۔ تمہاری باتیں گو میری سمجھ میں نہیں آئیں لیکن مجھے تم پر یقین ہے۔ کیا تم مجھے اپنے بارے میں کچھ اور بتانا پسند کرو گے؟"

"جو کچھ اس نے کہا۔ وہ اس کے حق میں بہتر نہ تھا۔ لیکن ہم عدم تشدد کے قائل ہیں۔ وقت نے اسے بھٹکا دیا ہے۔ کون ہے وہ۔؟" سمبوتورا نے کہا۔

"دو وحشی قوموں کا امتزاج۔ اس کا باپ منگول تھا اور ماں ریڈ انڈین اس کی پرورش امریکہ میں ہوئی اور وہ وہاں کے سب سے بڑے جرائم پیشہ گروہ "مکلا سونا" سے تعلق رکھتی ہے۔"

"چمکدار پتھروں اور پیلی دھات کی تلاش میں بھٹکنے والی کو بتاؤ کہ موت اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ وہ اپنے مقصد کے حصول میں سرگرداں رہے ہم بھکشوؤں سے اسے کیا لینا۔" سمبوتورا نے کہا اور اس کے ان الفاظ کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ بینتھال کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"کیا کہا تم نے۔ چمکدار پتھر، پیلی دھات؟ اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"وہی جو تم نے جانا۔ وہی جس کے لیے تم تبت میں داخل ہوئے۔"

"تمہارے بارے میں کچھ جان سکتا ہوں مقدس راہب؟"

"ہم اس دنیا کی چمک سے اکتائے ہوئے ہیں۔ ان دونوں نوجوانوں نے دنیا چھوڑ کر اس کے اختتام کو جاننا چاہا، ہم سو گئے اس دن کے لیے جو اس کائنات کا آخری دن ہو۔ لیکن تم نے مداخلت کر کے ہمیں جگا دیا۔ نہ جانے کتنی صدیوں کی نیند اچاٹ کر دی تم نے۔"

"صدیاں۔ تو کیا تم صدیوں سے سوئے ہوئے تھے؟"

"اس وقت یہاں سمبا کروس کی حکومت تھی۔ اب کون حکمراں ہے؟"

"سمبا کروس۔ یہ نام تو تاریخ میں بھی نہیں ہے۔ شاید اُس وقت کی تاریخ لکھی بھی نہیں گئی۔" بینتھال نے کہا۔

"آہ۔ تم نے ہم پر ظلم کیا ہے!"

"تم سونا چاہتے ہو۔ مجھے بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کروں؟"

"اب کیا ہو سکتا ہے۔ بھٹکتے پھریں گے اسی زمین پر کچھ نہ کرو ہمارے لیے وقت کا یہی فیصلہ تھا!" سمبوتورا گردن جھکا کر بولا۔ پھر دفعتاً اس نے کہا۔

"اس کا نام کیا ہے۔ کیا وہ تم سب پر حکمراں ہے؟"

"ہاں۔ ہم اس کے گروہ کے لوگ ہیں اور وہ ایلن ساریا کے نام سے مشہور ہے۔"

"اس سے کہو اپنا کام جاری رکھے۔ ہمیں پریشان نہ کرے ورنہ نقصان اٹھائے گی۔"

"تم لوگ آرام کرو۔ نئی زندگی میں تمہیں دنیاوی چیزوں کی ضرورت پیش آئے تو مجھے بتاؤ۔"

"ہاں ہمیں انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والی وہ سب چیزیں درکار ہیں جو انسانی ضرورت ہوتی ہیں لیکن تم ہم پر احسان نہ کرو اس احسان کا ہم کوئی صلہ نہ دے سکیں گے۔"

"مجھے تمہاری خدمت کر کے خوشی ہو گی۔" بینتھال نے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکل گیا۔

"تسلی بخش۔" سمبوتورا نے مسکرا کر کہا۔

"امریکہ کے مکلا رونا گروہ کے بارے میں تم نے پہلے کچھ سنا ہے گازالی؟" ندرت نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں نہیں جانتا۔"

"اس کا نام ایلن ساریا ہے۔ بہرحال یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ بھی خزانہ تلاش کرنے والوں میں سے ہے۔ بینتھال کے چہرے کے تاثرات یہی بتاتے تھے۔"

ہم لوگ دیر تک آئندہ کے بارے میں فیصلے کرتے رہے اور ایک لائحہ عمل طے کر کے اس پر متفق ہو گئے۔ بینتھال نے کھانے پینے کی اشیاء بھجوا دی تھیں۔

دوسری صبح ہماری طرف کسی نے کوئی توجہ نہیں دی۔ وہ لوگ ضروریات سے فارغ ہو کر سفر کے لیے تیار ہو گئے اور پھر اسی طوفانی انداز میں سفر شروع کر دیا گیا۔ بینتھال ایلن ساریا کے ساتھ تھا۔ صبح سے اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی ہماری نگاہیں

بوڑھے بابا کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں لیکن ابھی تک اس کی شکل نہیں نظر آئی تھی۔

یہ سفر شام سورج چھپے تک جاری رہا۔ ایک پہاڑی عبور کرنے کے بعد جب ہم ایک گھنے جنگل میں داخل ہوئے تو سمبوتورا بے اختیار بول اٹھا۔

"ہوشیار گازالی۔ تشاؤں کی سرحد شروع ہو گئی ہے۔ اگر ہم بائیں سمت چل کر اس درّے کا رخ اختیار کریں تو تشاؤں سے بچنے کی آخری شکل ہو سکتی ہے ورنہ۔"

"شاید یہ لوگ یہیں قیام کریں گے۔" میں نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔ آگے چلنے والے رک گئے تھے۔ ہمارا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ یاکوں پر سے سامان اتارا جانے لگا۔ ان لوگوں نے اسی جگہ ڈیرہ ڈال دیا تھا۔ چھولداریاں برق رفتاری سے نصب کی جانے لگیں۔ اور تاریکی چھانے سے قبل ہی وہ اس کام سے فارغ ہو گئے۔ اسی وقت بینتھال ہمارے پاس آ گیا تھا۔

"مقدس راہبو۔ دن کے سفر نے تمہیں تھکا دیا ہو گا آرام کرو۔ ممکن ہے آج رات ساریا تم سے ملاقات کر لے۔"

"اس سفر میں ہمیں ساتھ رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تم لوگ ہمیں ان پہاڑوں میں تنہا نہیں چھوڑ سکتے؟"

بینتھال کے چہرے پر بے بسی کے آثار نظر آئے۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ ابھی ممکن نہیں ہے ساریا خود تمہارے بارے میں فیصلہ کرے گی۔ لیکن اگر تم یہ چاہتے ہو تو میں پوری پوری کوشش کروں گا۔ براہ کرم اس وقت تک تعاون کرو۔"

بینتھال چلا گیا۔ سمبوتورا پُرخیال انداز میں گال کھجا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "گازالی۔ کیا ہم اسی خیمے تک محدود ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ کیا ہمیں یہاں سے باہر نکلنے کی اجازت ہے؟"

"پتا نہیں۔"

"معلوم کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں پتا لگانے کی کوشش کرتا ہوں۔" میں یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ندرت بھی میرے ساتھ کھڑی ہو گئی تھی۔

"میں بھی چلوں گی۔" خیمے سے باہر نکل کر میں نے ندرت سے کہا۔

"تم اگر خیمے ہی میں رہو تو بہتر ہے۔"

"وجہ۔؟" ندرت نے بھنویں اٹھا کر پوچھا۔

"اگر کوئی گڑبڑ ہو گئی تو۔ تو صرف میں ہی اس کا شکار رہوں گا۔"

"میں بھی اسی وجہ سے تمہارے ساتھ چلنا چاہتی ہوں کہ اگر کوئی گڑبڑ ہو تو تم تنہا اس کا شکار نہ ہو۔" ندرت کے انداز میں کسی قدر شوخی پیدا ہو گئی۔

"میری بات مان لو ندرت۔"

"نائیں مانے گے۔" ندرت نے اردو میں کہا۔ اور میں گہری سانس لے کر اطراف کے ماحول پر نگاہ دوڑانے لگا۔ سب لوگ حسب معمول اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ ایک اور خاص بات میں نے محسوس کی تھی وہ یہ کہ ان لوگوں نے خیموں کو خاص انداز میں نصب کیا تھا۔ وہ دائرے کی شکل میں تھے اور سامنے کے حصے میں غالباً رات کو ہوشیار رہنے والے متعین کیے گئے تھے۔ گویا ان کے درمیان سے نکل بھاگنے کی گنجائش نہیں تھی۔ عورتیں چند خیموں میں تھیں جو اندر کی طرف تھے۔ ایلن ساریا کا بڑا خیمہ بھی ایک سمت نظر آ رہا تھا۔

ہم دونوں آگے بڑھ گئے۔ خیموں کے درمیان سے گزرتے ہوئے کئی افراد ہمارے سامنے آئے وہ ٹھٹک کر ہمیں دیکھتے ضرور تھے لیکن کسی نے کچھ نہیں کہا۔

"یہ سب لوگ امریکن ہائے۔ تم اس کا بات سنا گازالی۔"

"کس کا۔" میں نے اسی کے انداز میں کہا۔

"وہ مین بولا۔ ہم عشک نائیں کیا۔" ندرت شرمائے ہوئے انداز میں بولی۔

"آج تم پھر اردو بول رہی ہو ندرت۔" میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔

"تم میرا۔ مزاک کیوں اڑاؤ۔"

"اس لیے کہ اردو میں تم خطرناک ہو جاتی ہو۔"

"مائیں نائیں سمجھا۔" ندرت نے کہا۔ ابھی میں کوئی جواب نہیں دے پایا تھا کہ اچانک ہمارے بائیں سمت کچھ ہڑبونگ مچ گئی۔ ایک آدمی اچھل کر ہم سے کچھ فاصلے پر آ گرا۔ اور اسے پھلانگتا ہوا کوئی اور شخص ہمارے قریب آ گیا۔ اس کے پیچھے بھی کچھ لوگ دوڑ رہے تھے۔ پھلانگ آنے والے نے دفعتاً میرا بازو پوری قوت سے پکڑ لیا وہ بہت خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ یہ سب کچھ اچانک ہوا تھا اس لیے میں کچھ سمجھ بھی نہ سکا لیکن ندرت کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

"گومین۔"

معلوم ہوا کہ گومین قافلے والوں کے قابو میں ہے۔ اس قافلے کی قیادت ایلن ساریا کر رہی تھی جس کا باپ منگول اور جس کی ماں ریڈ انڈین تھی۔ وہ انتہائی تشدد پسند خاتون تھی۔ وہ کچھ پر مائل ہو گئی۔ اسی دوران ہم نے اپنے گیان کے مطابق اسے تشا قبائل والے راستے سے دور رہنے کا مشورہ دیا۔ اس نے بات کو مذاق میں اڑا دیا راستے میں تشا قبائل سے جھڑپ ہو گئی

اس جھڑپ کے بعد اس نے ہمارے مشوروں کو قبول کرنا شروع کر دیا۔ راستے میں چند افراد نے قافلے کے اوپر فائرنگ کی۔ لیکن ساریا کی حکمت عملی سے یہ گروہ گرفتار ہو گیا یہ دیکھ کر ہمیں حیرانی ہوئی کہ یہ گروہ میکے براؤن کا تھا۔ ہمارے لیے مشکل پیدا ہو گئی لیکن سمبو تورا نے راستہ نکال لیا۔ ایک صبح میں ساریا کے معتمد بینتھال کے ہمراہ قیدیوں کا جائزہ لے رہا تھا کہ میرے کانوں میں ایک مانوس آواز آئی جو مجھ سے سگریٹ یا سگار طلب کر رہی تھی۔

وہ کرنل آسٹن تھا۔ سو فیصدی کرنل آسٹن۔ لیکن وہ یہاں اس حال میں۔ اگر وہ یہاں موجود ہے تو یقیناً ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات بھی ہوں گے۔ یا صرف کرنل میکے براؤن کے چکر میں پھنسا ہے۔ تھوڑے فاصلے پر نظریں اٹھیں تو ڈاکٹر طاہر علی اور ان سے چند گز کے فاصلے پر کنور پربھات سنگھ اسی حال میں زمین پہ سوتے دکھائی دیے۔ ان کے پیروں میں بھی ویسی ہی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔

ان تینوں کو اس حال میں دیکھ کر بہت دکھ ہوا تھا لیکن اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ بینتھال نے مجھے دوبارہ پکارا تو میں آگے بڑھ گیا۔ "کیا اسے سگریٹ نہیں دو گے بینتھال ؟" میں نے اس کے قریب جا کر کہا۔

"میں استعمال نہیں کرتا۔ اور پھر مناسب بھی نہیں ہے سگریٹ دے دو گے تو چائے اور کافی بھی طلب کریں گے ان سے پوچھو زندگی کے اس آخری دور میں یہ خزانے کا کیا کریں گے۔" بینتھال نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔ دفعتاً میں نے رک کر کہا۔ "تمہارے آدمیوں نے ان دوسرے لوگوں کے پیروں میں زنجیریں نہیں ڈالیں۔ کیا یہ فرائض سے غفلت نہیں ہے ؟"

"زنجیریں۔" بینتھال چونک کر بولا۔

"ہاں سگریٹ مانگنے والے قیدی کے پاؤں میں زنجیر تھی۔"

"ہمارے ہاں زنجیریں ہیں ہی نہیں نہ ہم اس کے قائل ہیں آؤ دیکھوں۔" بینتھال کو دلچسپی پیدا ہو گئی۔ ہم واپس مڑے اور دوبارہ کرنل آسٹن کے پاس آ گئے۔

"تمہارا شکریہ ماسٹر۔ بس ایک سے کام چل جائے گا پلیز۔" آسٹن نے آس بھری نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ دیر توقف کرو۔ تمہیں سگار یا سگریٹ بھجوا دی جائے گی۔ یہ تمہارے پیروں میں زنجیر کس نے ڈالی ہے ؟" بینتھال نے پوچھا۔

"مسٹر براؤن نے۔ ہم ان کے قیدی ہیں !"

"کون مسٹر براؤن ؟"

"میکے براؤن۔ گینگ لیڈر۔ وہ شیطانوں کے اس گروہ کا لیڈر ہے۔ سنگدل وحشی۔" آسٹن کی کربناک آواز ابھری۔

"اس نے تمہیں قیدی بنا لیا ہے ؟"

"ہاں تشا قبیلوں کے پھندے میں جا پھنسے تھے ہم لوگ، ہمارے سات آدمی مارے گئے۔ ہم لوگ جھاڑیوں میں چھپ گئے تھے تب یہ منحوس میکے براؤن وہاں جا پہنچا۔ وہ بھی انہیں کا شکار تھا۔ اس کا ایمونیشن ختم ہو چکا تھا۔ دوسرا ساز و سامان بھی ان لوگوں نے چھین لیا تھا لیکن وہ کسی طرح اپنے آدمیوں کو بچا لایا۔ جھاڑیوں میں گھسا تو ہم مل گئے اور اس نے ہمیں قیدی بنا لیا۔ اس کے پاس نہ کھانے کو ہے نہ پینے کو لیکن ہمیں نہیں چھوڑتا۔ وہ ہماری زندگی کا خواہاں ہے۔"

"تمہارا تعلق اس کے گروہ سے نہیں ہے ؟"

"نہیں۔ ہم تو سیاح ہیں۔ تبت کے اسرار معلوم کرنے نکلے تھے۔ ہماری مدد کرو ماسٹر ہمیں ان کے چنگل سے آزاد کرا دو۔" کرنل آسٹن گڑگڑا کر بولا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ تم سے پھر بات ہو گی۔" بینتھال نے کہا اور میرا شانہ تھام کر وہاں سے ہٹ آیا۔ تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر اس نے دو آدمیوں کو اشارہ کیا۔ دونوں دوڑ کر قریب آ گئے تھے۔ "قیدیوں میں تین افراد کے پیروں میں زنجیریں پڑی ہوئی ہیں۔ ان کی زنجیریں اتار دو۔"

"او کے چیف۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا اور دونوں مستعدی سے آگے بڑھ گئے۔ میں نے کہا۔ "ساریا۔ قیدی کسی دوسرے کو اپنا قیدی کیسے بنا سکتے ہیں۔ یہ ساریا کی توہین ہے بلکہ میرے خیال میں تو ان لوگوں کے ساتھ بہتر سلوک کیا جانا چاہیے۔"

"تم نے ٹھیک کہا نوجوان راہب۔ چونکہ وہ ان سے تعلق نہیں رکھتے اس لیے ان کے ساتھ بہتر سلوک ہو گا۔"

"یہ تشا قبیلے وہی ہو سکتے ہیں جن سے ہماری جنگ ہوئی۔" بینتھال نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد بینتھال سے رخصت ہو کر خیمے کی طرف آ گیا۔ سمبو تورا باہر موجود تھا۔ اس کے چہرے پر بھی نقاب پڑی ہوئی تھی۔

"بہتر یہ ہے سمبو تورا کہ ہم عبادت کے لیے کوئی الگ تھلگ جگہ منتخب کریں ورنہ ایلن ساریا آج فرصت میں سارا دن بور کرے گی۔"

"ہائیسا کو بلا لوں۔" سمبو تورا نے پوچھا۔

"ہاں ضرور۔" میں نے جواب دیا۔ ہائیسا خود ہی ہماری آوازیں سن کر باہر نکل آئی تھی۔ میں نے اس سے بھی وہی کہا تو اس نے ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ ہم تینوں

دور دراز گوشے میں جا بیٹھے، یہاں سے کیمپ کے مناظر صاف نظر آتے تھے، قیدیوں پر بھی نگاہ رکھی جا سکتی۔ سمبو تورا نے اس طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ان کی حالت بہت خراب ہے۔"

"ہاں تھوڑی دیر قبل میں ان کے درمیان گیا تھا۔ ایک اور مشکل پیش آ گئی ہے والئی مین۔"

"کیا ؟" سمبو تورا نے میرے لہجے پر چونک کر مجھے دیکھا ندرت بھی میری طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"میری کہانی میں تم نے ڈاکٹر طاہر علی، کنور پربھات اور کرنل آسٹن کے نام سنے ہوں گے۔ چوتھا شخص اس کہانی سے نکل گیا تھا۔"

"مسٹر حاسن۔" سمبو تورا نے حسن صاحب کے نام کی ٹانگ توڑ دی۔

"ہاں۔ وہ تینوں بھی میکے براؤن کے ساتھ موجود ہیں۔"

"اوہ۔ بائی تورا سا۔ کیا وہ میکے براؤن سے مل گئے ہیں۔" ندرت شدید حیرت سے بولی۔

"نہیں وہ اس کے قیدی تھے۔" میں نے مختصر الفاظ میں کرنل آسٹن کی زبانی سنے ہوئے واقعات اور پھر اپنی کارروائی انہیں سنا دی۔ سمبو تورا نے فوراً کہا۔ "لیکن ہم تو خود کو ان پر بھی ظاہر نہیں کر سکتے۔ اس وقت کسی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔"

"بہت کچھ سوچنا پڑے گا سمبو تورا۔ یہاں آ کر سچویشن بہت خراب ہو گئی ہے۔" میں نے پرخیال انداز میں تھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا نقاب سرک رہا ہے راہب۔ اس کا خیال رکھو۔" ندرت نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ اور میں نے بے اختیار تھوڑی پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔ ندرت کھنکتی ہوئی آواز میں ہنس پڑی تھی۔

"بات تشویشناک ہے ندرت۔ میکے براؤن سے مجھے کوئی ہمدردی نہیں ہے لیکن ان لوگوں کو محفوظ رکھنا ہے۔ ساریا کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے ان قیدیوں کے بارے میں کیا سوچا ہو گا۔ ممکن ہے وہ ہمارے کچھ کرنے سے قبل انہیں ہلاک کر دے۔ اس طرح وہ لوگ بھی زد میں آ جائیں گے۔"

"لیکن تم ان کے لیے بینتھال سے کہہ چکے ہو گا زلی۔ کیا ان کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کرے گا ؟"

"ممکن ہے کرے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ساریا انہیں زندہ نہ رہنے دے۔ میں ان کے لیے پریشان ہوں۔"

"میرے خیال میں اس میں پریشانی کی بات نہیں ہے۔ تم یہ کام بآسانی کر سکتے ہو۔" سمبو تورا بولا۔

"کیسے ؟"

"ہم لوگ عبادت کر رہے ہیں۔ ڈوبتے چاند کی راتوں میں ستارے ہماری رہنمائی کرتے ہیں اور ستاروں کا کہنا ہے کہ تین قیدی ساریا کی مہم میں اس کے بہترین معاون ہو سکتے ہیں۔ پھر ان کی نشاندہی کر دو، ان دنوں وہ ہم پہ اعتبار کرتی ہے۔" سمبو تورا نے جواب دیا۔

"ہاں یہ ہو سکتا ہے۔" میں نے سمبو تورا کی تجویز سے اتفاق کر لیا۔ ہم دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے پھر چند لوگ ہماری طرف بڑھتے نظر آئے یہ ہمارے لیے ناشتا لائے تھے۔ اس سے ہمیں اندازہ ہوا کہ ساریا کے گروہ کے افراد کسی سے غافل نہیں ہوتے۔ ہمیں اس طرف آتے دیکھ لیا گیا تھا۔

ساریا نے آج خلاف توقع قیام کیا تھا۔ ایسے موقعوں پر اس کے ساتھی بہت خوش ہوتے ہیں اور خوشی کا اظہار اسی طرح ہوتا تھا کہ وہ وحشت خیزی کریں۔ چنانچہ کلہاڑیاں، بھالے اور چھرے لے کر نوجوانوں کی ٹولیاں جنگل میں نکل گئیں۔ جو جنگل نہیں گئے تھے وہ یہیں منگل منا رہے تھے۔ رقص و موسیقی وحشیانہ رقص جس میں ریڈ انڈین قبائل کے رقص کی جھلک پائی جاتی تھی۔

دفعتاً ندرت نے ساریا کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بینتھال کے ساتھ قیدیوں کی طرف جا رہی تھی۔ پھر ندرت بولی۔ "اس عورت نے تمہیں ہر طرح متاثر کرنے کی کوشش کی تھی گا زالی ؟"

"تھی نہیں اب بھی کر رہی ہے۔"

"کیا یہ تم پر قابو پا لے گی ؟"

"امکان تو نہیں ہے۔" میں نے الفاظ چبا کر کہا۔ اور ندرت چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ "تمہارے لہجے میں بے یقینی کیوں ہے ؟"

"آنے والے لمحات کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور ندرت مجھے گھورنے لگی۔ پھر بولی۔ "میری پیشگوئی سن لو۔ جس دن تم اس کی طرف ملتفت ہوئے وہ دن اس کی زندگی کا آخری دن ہو گا۔"

"اوہ۔ کیا اسے کوئی حادثہ پیش آ جائے گا ؟" میں نے لطف لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں وہ قتل کر دی جائے گی۔"

"کون قتل کرے گا اسے ؟"

"میں۔" ندرت نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔

"تم لوگ تو قتل و غارت گری پسند نہیں کرتے۔"

"بحالت مجبوری ایسا کیا جا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ساریا کو تو ویسے بھی راستے سے ہٹانا ضروری ہے جب اس کی ضرورت پیش آئے گی تو میں اس سے اظہار محبت کردوں گا۔" میرے الفاظ پر ندرت مسکرا دی تھی۔

آسمان ابر آلود تھا۔ آہستہ آہستہ بادلوں کے غول نمودار ہونے لگے اور پھر روشنی کافی کم ہو گئی۔ موٹی موٹی بوندیں آسمان سے گرنے لگیں اور ہمیں یہ گوشۂ عافیت چھوڑنا پڑا۔ ہم تینوں تیزی سے خیموں کی طرف جانے لگے۔ اسی وقت نوجوانوں کا ایک غول ایک شیر کی لاش ڈنڈوں میں لٹکائے ہوئے آ گیا۔ شیر کو کلہاڑیوں سے مارا گیا تھا۔ ساریا تیزی سے ان کی طرف بڑھی وہ انہیں داد دے رہی تھی۔

"افسوس اس کے سر پر وار کرنا پڑا لیکن ہم نے اس کا بقیہ بدن محفوظ رکھا ہے۔ اس کی خوبصورت کھال آپ کے لیے مخصوص کی گئی ہے میڈم۔"

"ایک منٹ۔" ساریا نے کہا اور پیش قبض سے ایک لمبا خنجر نکال لیا۔ شیر کا ایک کان پکڑ کر اس نے خنجر کا ایک خوفناک وار کیا اور شیر کی گردن علیحدہ کر دی۔ اس کے ہاتھ خون میں لتھڑ گئے تھے۔ "اب احتیاط سے اس کی کھال اتار دو۔" اس نے خنجر قریب کھڑے ہوئے ایک شخص کے لباس سے صاف کرتے ہوئے کہا اور اسے پیٹی میں اڑس لیا۔ اس کے چہرے پر شیر سے زیادہ درندگی نظر آ رہی تھی۔ نوجوان شیر کی گردن اسی طرح پڑی چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ ساریا گردن کو ٹھوکریں لگا رہی تھی۔ پھر اس کی نگاہ ہم پر پڑ گئی۔ اور اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ "وہ دیکھو وہ فرشتے آسمان کے تحفے کو ٹھکرا کر بھاگ رہے ہیں۔ اے نقاب پوش فرشتو ادھر آؤ۔"

"لعنت ہے اس پر۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ مجبوراً اس کے نزدیک جانا پڑا۔

"میں نے تو سنا تھا کہ تم لوگ آج دن بھر اسی جگہ بیٹھ کر عبادت کرو گے۔" اس نے شرارت بھری نگاہوں سے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے قیام سے ہم نے بھی فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا تھا ساریا۔" سمبوتولا نے کہا۔

"پھر وہاں سے کیوں اٹھ بھاگے۔" وہ سرکش لہجے میں کہا۔

"بارش کی وجہ سے۔"

"کیسی عبادت ہے تمہاری آسمان سے بھی مخلص نہیں ہو۔ اور زمین سے بھی بھاگتے ہو۔ بارش تو آسمان کا تحفہ ہے۔ پانی میں بھیگی ہوائیں بدن کو چھوتی ہیں تو آگ لگ جاتی ہے انگ انگ میں۔ ہر شے کو لپیٹ کر خود میں سمو لینے کو جی چاہتا ہے۔ اگر تم اپنے خدا سے مخلص ہو تو اس کی دنیا سے کیوں بھاگتے ہو، ہمیں دیکھو ہم نے اس پانی کو بدن پر روکا ہے اور بدن سے گزار دیں گے۔ احمق راہبو۔ فلسفۂ زندگی مجھ سے پوچھو۔ زندگی نام ہے ان لذتوں سے بہرہ ور ہونے کا جو انسان کے لیے ہیں اور ان سے منہ موڑنا خودکشی ہے کہ زندگی کے بعد موت یقینی ہے اور موت کے بعد ہر خواہش کا فنا ہونا لازمی ہے۔ تم کونسی زندگی گزارنا چاہتے ہو، جو موت کے مترادف ہو۔"

"انہیں لذتوں سے کنارہ کشی رہبانیت ہے۔ ساریا خود پر جبر کر کے ہم . . .۔"

"اوہ جاؤ جاؤ بس اس وقت بوجھل باتیں نہیں سننا چاہتی۔ اپنے خیمے میں جاؤ اور ان آوارہ ہواؤں کی حقیقت کو جان لو بارشیں کی چھم چھم کا مفہوم سمجھ میں آ جائے تو رات کو میں اپنے خیمے کے عقب میں تمہارا انتظار کروں گی۔" اس نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اور میں پلٹ پڑا۔ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ نوجوانوں کے ایک غول کو وحشت زدہ انداز میں دوڑتے دیکھ کر رکنا پڑا۔ دس بارہ جوان ایک سرکش گھوڑے کو رسیوں سے باندھے لا رہے تھے سیاہ رنگ کے قد آور گھوڑے کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں اس کے نتھنوں سے آگ نکل رہی تھی لیکن رسیاں اس طرح اس کی گردن اور ٹانگوں میں کسی گئی تھیں کہ وہ انہیں روند ڈالنے چبا ڈالنے میں ناکام تھا۔ جدھر کا رخ کرتا دوسری طرف سے رسیاں تان لی جاتیں اور اسے رکنا پڑتا۔

"گھوڑا۔" ساریا پُرمسرت آواز میں چیخی۔ "یہ تمہیں کہاں سے مل گیا۔؟"

"یہ وحشی خود ہی ہم پر حملہ آور ہوا تھا۔ اور دیکھ لیں میڈم اب یہ ہماری گرفت میں ہے۔" ایک نوجوان نے چیخ کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے ان اطراف میں گھوڑے ہیں۔ کیا دوسرے لوگ بھی گھوڑے تلاش کر رہے ہیں۔ اس طرف لاؤ اسے میں اس پر سواری کروں گی۔"

ماری گئی۔ میں نے دل میں سوچا۔ جنگلی گھوڑے پر سواری آسان نہیں ہوتی اس نے تو کبھی سواری کا منہ بھی نہیں دیکھا ہو میں رک کر ساریا کی سواری کا منظر دیکھنے لگا۔ چالاک تھی، بیشک چالاک تھی۔ اس نے گھوڑے کو چھوڑنے کے لیے نہیں کہا۔ جو اسی طرح اسے پکڑے رہے تھے۔ ساریا آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔ گھوڑا مسلسل اچھل کود کر رہا تھا، وہ بار بار مچل کر آگے بڑھ جاتا ساریا کو سب سے قریب پا کر اس نے آواز لگائی اور دونوں پا پر کھڑے ہو کر اس پر حملہ کر دیا۔ ساریا اطمینان سے اس کی زد سے نکل گئی اور دوسری طرف آ کر اس نے گھوڑے کی گردن میں بندھی ہوئی رسی پر ہاتھ ڈال دیا۔ بڑی شاندار کوشش تھی۔ وہ اچھل کر گھوڑے پر چڑھ گئی لیکن توازن نہیں قائم ہو سکا تھا چنانچہ دوسری طرف آ گری گھوڑے نے فوراً گھوم کر دولتی جھاڑی تھی۔ اس کا پاؤں ساریا کے شانے پر لگا اور ساریا دور جا گری۔ اگر رسیاں تانے ہوئے جوان دوسری سمت سے گھوڑے کو پوری قوت سے کھینچ نہ لیتے تو وہ دوبارہ ساریا پر پہنچ گیا تھا۔ ساریا خاموشی سے کھڑی ہو گئی لیکن اس نے شانے پر ہاتھ بھی نہیں رکھا تھا۔ وہ بھوکی نگاہوں سے گھوڑے کو دیکھ رہی تھی اور اس کا یہ انداز لرزہ خیز تھا۔

دو وحشی آمنے سامنے تھے اور فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ دونوں میں سے کون زیادہ خونخوار ہے۔ ساریا پھر گھوڑے کے قریب آ گئی۔ وہ برق کی طرح کوند کوند کر اس کے وار بچا رہی تھی۔ ایک بار پھر اس نے گھوڑے کی گردن کی رسی پر ہاتھ ڈال دیا اور پھر اتنی پھرتی سے اس کی پشت پر پہنچ گئی کہ نگاہوں کو یقین نہ آئے۔ گھوڑا سیدھا کھڑا ہو گیا۔ نوجوانوں نے وحشیانہ نعرے لگانے شروع کر دیے۔ لیکن ساریا ایک لمحہ بھی اس کی پشت پر نہ رہ سکی۔

ندرت نے عقب سے کہا۔ "کاش اس وقت یہ گدھے اس گھوڑے کی رسیاں چھوڑ دیں۔" میں نے چونک کر ندرت کو دیکھا۔ نہ جانے کب وہ میرے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ساریا گر کر دوبارہ اٹھی اور پھر گھوڑے کی پشت پر جا گئی لیکن دوسرا وحشی بھی اسے اپنی انا کا سوال سمجھتا تھا۔ وہ شدید مدافعت کر رہا تھا۔ یہ کھیل کوئی بیس منٹ تک جاری رہا دونوں کے انداز میں تھکن نہیں تھی لیکن اب ساریا کا چہرہ بگڑتا جا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ ایک بار وہ گھوڑے سے گری تو اس نے خنجر نکال لیا۔ اب پھر سیدھی کھڑی ہو گئی جونہی گھوڑا اس کے قریب پہنچا اس نے پوری قوت سے خنجر گھوڑے کے شانے میں پیوست کر دیا۔ گھوڑا سیدھا کھڑا ہوا اور پھر دوسری سمت گر پڑا۔ ساریا نے خنجر کھینچ کر اس بار اس کی گردن میں گھونپ دیا پھر وہ ایک وحشیانہ چیخ مار کر اس کے پُرگوشت شانے پر جھک گئی جس سے خون ابل رہا تھا۔ ندرت نے منہ بنا کر رخ بدل لیا۔ ساریا گھوڑے کے خون کو منہ میں لے کر اس کی کلیاں کر رہی تھی۔ اس کے سفید چمکدار دانت خون سے سرخ ہو رہے تھے۔ پورا چہرہ گھوڑے کے زخم میں دانت گاڑھ کر اس نے اس کا گوشت نوچ لیا اور اسے چبا چبا کر تھوکنے لگی۔

"ہر سرکش کا یہی انجام ہے۔ مجھ سے سرکشی کر رہا تھا۔" اس کی غراہٹ سنائی دی اور میں کانپ گیا۔ ساریا کا چہرہ گھوم گیا اور اس کی نگاہ مجھ پر آ ٹکی۔ کیسی بھیانک آنکھیں تھیں اس کی۔ مجھے بلا بار جھرجھری آ گئی۔ ساریا مسکرا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں۔ یہی تمہارا انجام ہو سکتا ہے۔

"آؤ۔" سمبوتولا نے کہا اور میں گھوم کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ میرے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔ میں پلٹ کر اس کے ساتھ چل پڑا۔ ندرت ہم دونوں کے پیچھے آ رہی تھی۔ ہم خیمے میں داخل ہو گئے۔ بدن بری طرح بھیگ گئے تھے۔ خیمہ اندر سے خراب ہو گیا۔ "لباس تبدیل کرو گے؟" سمبوتولا نے پوچھا۔

"نہیں بارش ابھی جاری ہے۔"

"تم نے اس پاگل عورت کو دیکھا؟"

"درندہ ہے بالکل۔"

"اس بات کا خیال رکھنا ہوگا۔" سمبوتولا آہستہ سے بولا۔ ندرت ایک گوشے میں جا بیٹھی تھی۔ دیر تک میری آنکھوں میں وہی منظر گھومتا رہا۔ باہر بارش رک گئی تھی لیکن پھولداریاں ٹپک رہی تھیں۔ وقفے وقفے سے دن بھر بارش جاری رہی اور باہر ہنگامے ہوتے رہے جن کی آوازیں سنائی دیتی رہی تھیں۔

شام کو بینتھال سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا۔ "یہ سب کچھ تمہارے لیے ناخوشگوار ہوگا رہا ہے۔"

"ہاں ہم عدم تشدد کے پجاری ہیں۔" سمبوتولا نے کہا۔

بینتھال نے گردن جھکا لی تھی پھر وہ بولا۔ "بہتر ہے کہ زیادہ وقت خیموں میں ہی گزارا کرو۔ یہ مناظر یہاں عام ہیں۔"

"ٹھیک ہے قیدیوں کا کیا حال ہے؟"

"ان تین قیدیوں کے لیے میں نے مراعات حاصل کر لی ہیں۔ انہیں ایک خیمہ دے دیا گیا ہے۔"

"کیا ساریا نے ان سے ملاقات کی ہے؟"

"ہاں وہ ان سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گئی تھی۔ آج شاید وہ ان کے لیڈر سے بھی ملے گی۔"

"کس وقت؟"

"جس وقت وہ چاہے گی۔" بینتھال بولا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلا گیا۔ سمبوتولا نے مجھ سے کہا۔ "میکے براؤن اور ساریا کے درمیان ہونے والی گفتگو معلوم ہونی چاہیے۔"

"ہاں میں بھی اس میں دلچسپی لے رہا ہوں۔ میکے براؤن ان کا قیدی ضرور بن چکا ہے لیکن وہ خطرناک انسان ہے۔ اس بات کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اس نے ساریا پر اعتماد قائم کر لیا تو ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔"

"میں آج رات اس سے ملاقات کروں گا۔" میں نے کہا اور ندرت چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ مجھ سے نگاہیں ملیں تو مسکرا دی۔ اس وقت اس کی مسکراہٹ سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن تھوڑی دیر کے بعد اس نے اردو میں کہا۔ "گمازالی۔ تم ہاؤ ہاؤ کا رکی ہکی۔

ہاکی کت جان لیا۔"

"کیا؟" میں نے منہ پھاڑ کر پوچھا۔

"بارش کا جھوم جھوم۔ سمجھ لیا۔ وہ تمہارا انتظار..."

"خدا کی پناہ۔ کیا ساری دنیا کی عورتوں کے کان اتنے ہی لمبے ہوتے ہیں؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور ندرت ہنس پڑی۔ "ہوتا ہائیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں میں نے بارش کی چھم چھم اور ہواؤں کی حقیقت سمجھ لی ہے۔"

"ہائیں کو بھی بتاؤ۔ میں بھی جاننے مانگتا۔ یہ سب کیا بولتے۔" ندرت نے کہا۔

"بارش کہتی ہے کہ اب پہاڑ سرد ہو جائیں گے اور ہوائیں ٹھنڈی ہو کر بدن میں سوراخ کریں گی چنانچہ ہمیں مناسب لباس کا بندوبست کر لینا چاہیے ورنہ سردی سے اکڑ جائیں گے۔" میں نے کہا۔

"ناہیں ایسا نائیں بولتے۔ وہ تم نائٹ میں ساریا کو بتائیں گا۔" ندرت نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔ پھر بولی۔ "میں تمہارا پیچھا کرے گی۔"

"نہیں ندرت ایسی حماقت نہ کرنا۔ یہ خطرناک ہو سکتا ہے۔"

"میں کرے گا۔ جادر کرے گا۔" اس نے خیمے کے ایک بانس سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

"ساریا نے میکے براؤن کو اپنے خیمے میں طلب کیا ہے۔" رات کو سمبوتورا نے مجھے بتایا۔ "اور تمہیں اب چالاکی سے اس کے اور ساریا کے درمیان ہونے والی گفتگو کا پتا چلانا ہے۔"

"اس گفتگو کا جو ردعمل ہوگا۔ اس کا اندازہ تو قیدیوں کے ساتھ ہونے والے سلوک سے ہی ہو جائے گا۔" ندرت کہنے لگی۔

"ہمیں ساریا پر اور مضبوط گرفت کرنا ہوگی۔" سمبوتورا نے کہا۔

اور ندرت خاموش ہو گئی۔ بارہ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے جب میں خیمے سے نکل کر ساریا کے خیمے کے پیچھے چل پڑا۔ سردی واقعی بڑھ گئی تھی اور ماحول میں ٹھٹھرن پیدا ہو گئی تھی۔ ساریا کے خیمے کے عقب میں روشنی ہو رہی تھی۔ قریب پہنچا تو ایک الاؤ روشن نظر آیا۔ اس کے قریب ساریا بیٹھی خاموشی سے شعلوں کو دیکھ رہی تھی۔ میرے قدموں کی آواز پر اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ آگ کے شعلے اس کے رخساروں پر جھمکسا اٹھی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہو گئی۔

"میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

"اب تک جاگ رہی ہو؟"

"تمہاری عبادت ختم ہو گئی۔؟"

"دل نہیں لگ رہا۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟"

"تمہاری آواز بار بار سنائی دیتی ہے اور میرا دل عبادت سے اچاٹ ہو جاتا ہے۔"

"تمہاری رہبانیت میری نسوانیت کے لیے چیلنج ہے راہب۔ میں ہر سرکشی کو قوت سے زیر کرتی رہی ہوں۔ میں نے اپنے اندر کی عورت پر کبھی نگاہ نہیں ڈالی۔ یہاں ان وادیوں میں وہ پہلی بار مجھے نظر آئی ہے تو میں اس کی قوتوں کو بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں نے تمہیں وقت دیا ہے جلد بازی نہ کرو۔ جب تنہائی میں میری آواز تمہارے وجود کو ریزہ ریزہ کر دے جب تمہاری رہبانیت پاش پاش ہو جائے تو میرا نام پکارتے ہوئے میرے پاس آنا۔ ابھی تمہارے چہرے پر عبادت کی نقاب ہے۔ یہ نقاب میری رقیب ہے۔ تمہارے بدن پر راہبوں کا لباس ہے، مجھے اس لباس سے نفرت ہے۔ راہب کوئی عارضی جذبہ کوئی وقتی جنون تمہیں میرے پاس لایا ہے تو میں اس کی پذیرائی نہیں کروں گی، میں تمہیں پاگلوں کی طرح اپنی طرف دوڑتے دیکھنا چاہتی ہوں۔ تمہاری زبان پر صرف اپنا نام سننا چاہتی ہوں یہ میری انا کا خراج ہے جو تم ادا کرو گے۔ یہ اس عورت کی خواہش ہے جو محبت سے مسکراتی ہوئی تمہاری طرف بڑھی تھی جس نے جھیل کے پانی میں تمہیں پکارا تھا۔"

میں نے دل ہی دل میں اس عورت کا شکریہ ادا کیا جس کے اندر اتنی انا تھی اگر وہ کوئی عام عورت ہوتی تو میرے لیے عذاب بن جاتی۔ میں آگ کے پاس بیٹھ گیا۔ ساریا مسکراتی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "اور کوئی بات کرو گازالی!"

"موضوع کا تعین کیسے کروں؟" میں نے پوچھا۔

"آج کا دن کیسے گزرا۔؟"

"بات وہیں آ جاتی ہے۔"

"نہیں آنی چاہیے۔" ساریا نے غرا کر کہا۔ اور میں سنبھل گیا۔ پاگل عورت تھی سا سے رام کرنے کی کوشش کہیں مصیبت ہی نہ بن جائے۔ چنانچہ اب یہ ڈرامہ ختم کر دینا چاہیے۔

"کل سفر ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں تیز رفتار سفر۔ اس کے لیے خود کو تیار رکھنا۔"

"تمہاری منزل کتنی دور ہے ساریا؟"

"اس کا جواب تم نہیں دو گے راہب؟"

"میں؟" میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں تم۔ بڑے گیانی ہو۔ جوانی کو ٹھکرا کر تم نے آسمان

سے دوستی کی ہے، ستارے تمہارے راہنما ہیں۔ ان رہنما ستاروں سے پوچھ کر تو بتاؤ کہ میری منزل کتنی دور ہے؟" اس کے لہجے میں کوٹ کوٹ کر طنز بھرا تھا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ پھر بولی "صرف اپنی دھن میں مست ہو یا کبھی ان لمحات کے بارے میں بھی سوچتے ہو جو گزار رہے ہو؟"

"ہم تمہارے نمک خوار ہیں ساریا۔"

"وہی سہی۔ دوستی قبول کرنے میں تمہیں صرف اس لیے اعتراض ہے کہ میرا تعلق تمہاری قوم سے نہیں ہے۔"

"نہیں ساریا۔ یہ بات نہیں ہے۔ ہماری نگاہ میں تم آسمان ہو۔ ہم تمہارا احترام کرتے ہیں۔"

"کتنے آسمان ہیں تمہارے؟ ایک آسمان وہ ہے جس میں کھو کر تم خود آسمان بننا چاہتے ہو۔ میں بھی تمہاری نگاہ میں آسمان ہوں۔ تم کہاں سچے ہو راہب کہاں جھوٹے، میں فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں۔ بتاؤ میری منزل کتنی دور ہے؟" اس کے لہجے میں غراہٹ ابھر آئی۔

"زمین کی پیمائش پوچھ رہی ہو تو ابھی طویل سفر باقی ہے۔ کئی دن اور کئی راتیں اور اپنی چاہت کی منزل کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہو تو سنو وہ تم سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"میری چاہت کی منزل کیا ہے؟"

"زر و جواہر کے وہ انبار جن کے لیے تم نے اتنا لمبا سفر کیا ہے۔ ان ویرانوں میں تمہیں ان کی محبت لائی ہے اور تمہاری وہ منزل تمہاری پہنچ میں ہے۔ ہاں ساریا چمکتے پتھر، دھکتا سونا تمہاری راہ تک رہا ہے اور سنو یہ میرا گیان ہے کہ تم صرف اس کی مالک ہوگی۔" میں نے ساریا پر نگاہ جما کر کہا۔

وار کاری تھا اس کے چہرے کے تاثرات میں نمایاں تبدیلی نظر آئی۔ اس کی آنکھوں سے وحشت غائب ہو گئی اور ان میں چمک نظر آنے لگی۔ "یہ تمہارا علم کہتا ہے؟" اس نے خوشی کے عالم میں کہا۔

"یہ ستاروں کا بیان ہے۔" میں نے کہا۔ وہ دیر تک کچھ سوچتی رہی اس دوران اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"ایک کائنات زمین و آسمان کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ سورج چاند ستارے سیارے کہانیاں سائنس لٹریچر، راکٹ۔ اس کائنات کا ایک جغرافیہ ترتیب دے دیا گیا ہے۔ ہم اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں لیکن اس سے کہیں زیادہ وسیع کائنات اس سے کہیں زیادہ پراسرار دنیا انسان کے اپنے وجود میں ہوتی ہے گازالی۔ اور کوئی جغرافیہ کوئی نقشہ اس کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔ کوئی راکٹ کوئی سیارہ اس کے تمام گوشوں میں نہیں جھانک سکتا۔ ہم اپنے وجود کی کائنات سے بے خبر ہیں۔ ہم اس کائنات کو سمجھ نہیں سکتے تمہارا خیال درست ہے۔ مونٹ سوراٹ کا خزانہ میرے لیے بہت دلکش تھا۔ میں نے اس کے حصول کے لیے بڑی محنت کی ہے۔ لیکن میں نے اپنے وجود کی کائنات میں جھانکا تو وہاں مجھے ایک اور شے نظر آئی اور اس کے سامنے مونٹ سوراٹ کا خزانہ مجھے بے حقیقت محسوس ہوا۔ ہاں گازالی ابھی مجھ پر انکشاف ہوا ہے۔ سنو اب دولت کا حصول میرے لیے کبھی مشکل نہیں ہوا۔ میں انسانوں کو کیا ملکوں کو بلیک میل کر سکتی ہوں۔ اس طرح کہ وہ اپنے خزانوں کے منہ مجھ پر کھول دیں۔ یہ خزانہ میری مہم جوئی ہے۔ میں صرف اپنی فطرت کے تحت اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جب تک میں اپنی ذات کی عورت سے روشناس نہیں تھی اس خزانے کے لیے سرگرداں تھی۔ لیکن اب وہ عورت میری ذات پر حکمراں ہے۔ وہ کہتی ہے تم نے ساری زندگی جو چاہا حاصل کیا۔ کچھ میرا بھی حق ہے تم پر۔ اور میں اس کی بات سن رہی ہوں اس کا کہنا صحیح ہے۔ زندگی بھر میں پہلی بار اس نے مجھ سے کچھ کہا ہے۔ وہ مجھ سے تمہیں مانگ رہی ہے گازالی۔ میری مدد کرو اس عورت کی مانگ پوری کر دو۔ وہ تمہیں اسی طرح چاہتی ہے جیسے میں نے کہا۔ تمہاری کوئی دوسری شکل اسے ناپسند ہوگی۔ گازالی۔ تمہارے خیال میں میری منزل دور نہیں ہے۔ وہ خزانہ میری دسترس میں ہے۔ میں کہوں کہ میں اسی جگہ سے اسی وقت واپس ہو سکتی ہوں یا اگر تم چاہو تو اسے تمہارے کسی پسندیدہ شخص کے لیے حاصل بھی کر سکتی ہوں۔ اسے اس کے حوالے کر سکتی ہوں۔ لیکن میرے اندر کی عورت کو اس کی خواہش کے مطابق زندگی دو تو کیا تم۔۔۔؟ کیا تم۔۔۔؟" اس کی آواز میں حسرت تھی۔

"مجھے اتنا بڑا کام نہ دو ساریا۔ آج شاید موسم کے زیر اثر شاید تمہاری کشش سے مجبور ہو کر میرے قدم مجھے یہاں تک کھینچ لائے۔ کل میرے اندر تمہاری تڑپ پیدا ہو سکتی ہے۔ مجھے خود کو آزما لینے دو ساریا۔"

"میری طرف سے اجازت ہے۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

میں خاموش ہو گیا۔ بڑی مشکل سے اس کا موڈ بہتر ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔ "جس مقصد کے لیے تم نے اتنا طویل سفر کیا ہے ساریا اسے پورا کرنا ضروری ہے۔ یہ سب تمہاری تقدیر ہے۔ اس میں ترمیم مناسب نہ ہوگی۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ قیدیوں کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"قیدی؟" ساریا نے کہا۔ "یہ قیدی بڑے کام کے لوگ

ہیں۔ تمہارا علم مجھے ان کے بارے میں کچھ بتا سکتا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"تمہاری ہی منزل کے راہی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ الفاظ میرا کوئی معمولی کارکن بھی کہہ سکتا ہے۔ بہرحال ان کے بارے میں کچھ دلچسپ حقائق سنو۔ میکے براؤن ان لوگوں میں سے ہے جو بوڑھے دیوانے کو جاپان سے اڑا لائے تھے۔ براؤن نے اس بوڑھے کا دماغی توازن درست کرنے کی بہت سی کوششیں کی تھیں لیکن پھر وہ کچھ دوسرے لوگوں کی سازشوں کا شکار ہو گیا اور بوڑھے کو ہندوستان میں کھو بیٹھا۔ بہت کچھ سہارنے کے بعد بالآخر وہ ویلینی کی راہ پر لگا اور اب وہ بوڑھا گدھ ویلینی کی طرف جا رہا تھا کہ میرے ہاتھ لگ گیا احمق انگریز۔ ویلینی سے خزانے کی بھیک مانگنے جا رہا تھا۔ اتنا ہی آسان سمجھ لیا تھا اس نے سب کچھ۔"

"یہ کہانی تمہیں میکے براؤن نے سنائی ہے؟"

"کچھ میکے براؤن نے کچھ دوسروں نے۔ یہ دوسرے تین قیدی ہیں جن میں دو ہندوستانی اور ایک اٹالین ہے۔ وہ میکے براؤن کے قیدی تھے اب انہیں میری طرف سے مراعات حاصل ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے دو کو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"کیسے؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"کرنل جان آسٹن اٹلی کا باشندہ ہے۔ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ویلینی کی تلاش میں نکلا تھا۔ بوڑھے کی کہانی اسے معلوم تھی۔ اس نے اپنے ایک ہندوستانی دوست کنور پربھات سنگھ کی مدد حاصل کی۔ کنور نے بوڑھے کو کسی طرح حاصل کر لیا اور اسے ایک عمارت میں پوشیدہ کر دیا۔ میں بھی بوڑھے کی تلاش میں تھی اور معلومات حاصل کرتی ہوئی میں اس بوڑھے کی رہائش گاہ تک پہنچ گئی یہاں اس شخص کے نوجوان ساتھی نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی تو میرے ہاتھوں مارا گیا۔ اسی وقت سے میں اس بوڑھے اور اس جاگیردار کو پہچانتی ہوں۔ تیسرا ان کا ایک ہندوستانی ساتھی ہے جو شاید ڈاکٹر ہے۔ وہ لوگ ایسے ہی کہہ کر پکارتے ہیں۔"

ساریا کہہ رہی تھی اور میرے ذہن میں شدید سنسنی پیدا ہو رہی تھی۔ اگر کنور پربھات سنگھ کی اس رہائش گاہ میں روشنی ہوتی اور ساریا جلدی میں نہ ہوتی تو اس وقت میں اور ڈاکٹر طاہر علی بھی اس کے لیے اجنبی نہ ہوتے۔ ڈاکٹر طاہر علی تو اس کا گھونسہ بھی کھا چکے تھے۔ بس تاریکی نے ہمیں بچا لیا تھا۔

"کیا تم نے ان لوگوں کو بتا دیا کہ بوڑھا تمہارے قبضے میں ہے؟" میں نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ بتا بھی دوں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ سب اب بے بس ہیں۔"

"ہاں ظاہر ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا پھر بولا "لیکن ساریا پاگل بوڑھے سے اب تمہیں کیا لینا ہے؟"

"یہ بات نہیں۔ وہ ہمارے پاس ایک اہم مہرہ ہے۔ یوں لگتا ہے گا زالی کہ بوڑھا ویلینی کے لیے کوئی اہم حیثیت رکھتا ہے۔ کسی مرحلے پر اگر ہمیں کوئی ناکامی ہوئی تو بوڑھا ہمارے کام آئے گا۔ ہم اس کے ذریعہ ویلینی کو بلیک میل کر سکتے ہیں۔ میں نے اسی تصور کے ساتھ اس کی حفاظت کی ہے۔ اس دوران یہ بھی خیال تھا کہ ممکن ہے وہ زبان کھول دے اور کچھ کام کی باتیں معلوم ہو جائیں۔"

"ہاں اس کے امکانات ہیں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

ساریا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بے اختیار مسکرا پڑی۔ "تمہارا یہ تجسس تمہاری واپسی کی خبر دیتا ہے۔ میں تم سے مایوس نہیں ہوں۔ اس سے قبل تم نے کبھی ایسی غیر متعلق باتیں نہیں تھیں۔ لیکن راہب تم خود سوچو۔ میرا علم یہ سب کچھ بتا سکتا ہے تمہارا یہ معلومات کیسے حاصل کر سکتا تھا۔ میں کوئی بھی پُراسرار علم نہیں جا... میری دنیاوی زندگی میری معاون بنی۔ تم اپنے ستاروں سے ان بارے میں کچھ اور پوچھو۔ کوئی ایسی بات جو مجھے معلوم نہ ہو۔"

"امتحان لینا چاہتی ہو ساریا؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ سارے علوم ہوشمندی کے ساتھ سفر کرتے ہیں۔ استغراق اور لاہوشی صرف ذہنی فتور، ہیر پاگل پن کسی کو کچھ نہیں دیتا۔"

میں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور ستاروں کو دیکھنے لگا۔ دیکھتا رہا، خوب عمدہ اداکاری کر رہا تھا میں۔ ساریا نے پہلے تو غور نہیں کیا پھر جب محسوس کیا تو وہ بھی خاموش رہی۔ چند لمحات کے بعد میں نے گردن جھکا لی۔

"تمہیں مخاطب کر سکتی ہوں آسمان کے باشندے؟" اس کی آواز ابھری۔

"تم نے کہا تھا کہ میں ان ستاروں سے وہ بات پوچھوں جو تمہیں معلوم نہ ہو۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کچھ کہتے ہیں ستارے؟"

"ہاں وہ مجھے میری محنت کا ثمر دینا چاہتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"میکے براؤن کے پاس سونے اور ہیروں کا ایک ذخیرہ جس کی مالیت کروڑوں روپے کی ہے۔ یہ سب کچھ اس کے ساتھ میں پوشیدہ ہے شاید ایک مجسمے کی شکل میں۔ کیا اس نے تم کو اس کے بارے میں بتایا؟"

"نہیں۔" ساریا نے بے اختیار کہا۔

"آسمان کا اشارہ ہے ممکن ہے اس کا کچھ اور مفہوم ہو لیکن چاہو تو اس کی تلاشی لے سکتی ہو۔"

"آسمان کا اشارہ؟" ساریا نے سرسراتی آواز میں کہا۔ "اس کا مفہوم کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔ دوسرا کیا مفہوم ہو سکتا ہے اس کا؟ اب دو راہب۔ دوسرا کیا مفہوم ہو سکتا ہے لیکن آسمان سے اس بات کی نشاندہی تو نہیں ہوتی کہ ویلینی کا خزانہ براؤن کے قبضے میں چلا جائے۔ اگر ایسی بات ہے راہب تو۔ میں آسمان کے ان ستاروں کا رخ بدل دوں گی۔ براؤن کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"نہیں ساریا۔ ان اشاروں کا یہ مفہوم نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو تمہاری کامیابی کی پیش گوئی کبھی نہ کی جاتی اور جو ایک بار تحریر ہو جاتا ہے وہ نہیں ٹلتا۔ تم کوشش کر سکتی ہو ساریا۔"

ساریا خاموش رہی۔ اس کے بعد شاید اس کی ذہنی رو اس مجسمے کی طرف بھٹک گئی تھی اور موقع غنیمت جان کر میں نے اس سے اجازت طلب کر لی۔

دوسرے دن سفر معمول کے مطابق شروع ہو گیا۔ ساریا کی کسی کارروائی کی کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ البتہ شام ہونے سے کچھ دیر قبل وہ میرے پاس آ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "آج میں قیدیوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیتی رہی ہوں۔"

"کوئی خاص بات محسوس کی ساریا...؟"

"ان کے ساتھ ایک دراز قامت تبتی ہے شاید جانگ ہے اس کا نام۔ اپنے کندھے پر ایک بڑا سا ہولڈال اٹھائے رہتا ہے۔ کسی عام بستر کا اتنا وزن نہیں ہو سکتا جو اس کے شانے پر محسوس ہوتا ہے۔ آج رات کو یہ دیکھیں گے کہ وہ اس بستر کو استعمال کرتے ہیں یا نہیں۔"

"اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی اور ایسی چیز نہیں ہے؟"

"نہیں۔ میں جائزہ لے چکی ہوں۔" ساریا نے جواب دیا۔

رات کو قیدیوں کے علاقے میں کچھ ہنگامہ ہو گیا۔ لوگ شور مچا رہے تھے جس کی وجہ سے ہم تینوں باہر نکل آئے۔ سمبو تورا کو ابھی میں نے اس سلسلے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی۔ "کیا ہوا اس طرف—؟" اس نے پوچھا۔

"آؤ دیکھیں۔" میں نے کہا۔ اور ہم تینوں اس طرف چل پڑے۔ لیکن ہمیں راستے میں ہی رک جانا پڑا۔ ساریا چند لوگوں کے ساتھ آ رہی تھی۔ اس کے قریب دو افراد چل رہے تھے جن کے ہاتھوں میں رانا شمشیر کا مجسمہ موجود تھا۔ اس میں جڑے پُراسرار ہیرے چمک رہے تھے۔ عقب میں جانگ اور میکے براؤن بھی ساریا کے ساتھیوں کے نرغے میں آ رہے تھے۔ جانگ کو مضبوط رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ البتہ میکے براؤن آزاد تھا۔ وہ کچھ کہتا ہوا ساریا کے پیچھے چل رہا تھا۔

سمبو تورا آہستہ سے بولا "مجسمہ ساریا کو مل گیا؟"

"ہاں۔ میں نے اس کی نشاندہی کی تھی۔"

"اوہ کب—؟"

"رات کی ملاقات میں۔ ایک اور حیرتناک اطلاع ہے ندرت۔ ساریا کرنل آسٹن اور کنور پربھات سنگھ کو پہچانتی ہے۔ ہم تو بھول ہی گئے تھے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ساریا وہی عورت ہے جو مان کھیڑہ سے گومین کو نکال کر لائی تھی۔ ظاہر ہے اس دوران اس نے کنور کے بارے میں معلومات حاصل کی ہوں گی۔ اسی نے کرنل آسٹن کے نوجوان ساتھی کو بھی ہلاک کیا تھا۔ وہ بخوبی ان دونوں کو پہچانتی ہے۔"

"اوہ۔ واقعی یہ بات تو ذہن سے نکل ہی گئی تھی۔ پھر اس کا ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"وہ جانتی ہے کہ وہ لوگ بھی ویلینی کی تلاش میں نکلے ہیں۔ اس کے دل کا راز نہیں معلوم ہو سکا کہ اب وہ ان لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ رکھتی ہے اور انہیں زندہ رکھنے کا کیا مقصد ہے۔"

"بہرحال وہ خطرے میں ہیں۔" ندرت نے کہا۔

"ہم سب ہی خطرے میں ہیں ندرت۔ میں نے مجسمہ برآمد کرا لیا ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ حالات کیا ہوتے ہیں۔"

ساریا اپنے خیمے کی طرف جا رہی تھی۔ اور پھر وہ خیمے میں داخل ہو گئی۔ جانگ اور براؤن کو باہر ہی روک لیا گیا تھا۔ ساریا کے آدمی ان کے پاس کھڑے تھے۔ ہم لوگ دور ہی سے یہ سب دیکھتے رہے۔ پھر واپس اپنے خیمے کی طرف چل پڑے۔ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ بینتھال ساریا کا پیغام لے کر میرے پاس پہنچ گیا۔ "میڈم طلب کرتی ہیں۔"

مجھے اس بات کا خطرہ تھا۔ بہرحال انکار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں نقاب درست کر کے بینتھال کے ساتھ چل پڑا۔ "کچھ ہنگامہ سا ہو رہا تھا قیدیوں کے کیمپ میں؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"میکے براؤن کے قبضے سے ایک عظیم الشان خزانہ برآمد ہوا ہے۔ سونے کے ایک بت کی شکل میں۔ اس نے اس بت کو ہولڈال میں لپیٹ رکھا تھا۔ اب وہ میڈم کے قبضے میں ہے۔"

"اس بت کے حصول میں کوئی رکاوٹ ڈالی گئی تھی؟"

"ہاں۔ وہ پہلوان نما تبتی مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ لیکن اسے قابو میں کر لیا گیا۔" ہم لوگ باتیں کرتے ہوئے

ساریا کے خیمے پر پہنچ گئے۔ جانگ خیمے کے سامنے زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیے گئے تھے۔ میکے براؤن البتہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بنیتھال نے مجھے خیمے کے دروازے پر چھوڑ دیا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ خیمے میں ساریا کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ اٹھی اور آگے بڑھ کر میرے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ "اوہ گازالی۔ گازالی ادھر دیکھو، دنیا کی سب سے قیمتی چیز۔ دیکھو وہ دیکھو۔" اس نے مجسمے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی اس کے قریب لے گئی۔ "میں ہیروں کی دیوانی ہوں۔ کوئی ماہر سے ماہر جوہری بھی ہیروں کی مجھ سے اچھی شناخت نہیں کر سکتا۔ اس بت میں جڑا ہوا ایک ایک ہیرا دنیا کا قیمتی ترین پتھر ہے، بے داغ اور بڑا۔ کروڑوں ڈالر کی ملکیت ہے یہ مجسمہ۔ بہت قیمتی ہے یہ۔ بہت ہی۔ اور۔" وہ رک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے بے پناہ خوشی جھلک رہی تھی۔ "اور یہ مجھے تمہاری وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ تم۔ تم عظیم ہو راہب۔ تمہاری بات سچ نکلی۔ بالکل سچ۔ اور اب۔ میں تم پر مکمل اعتماد کرتی ہوں۔ تم سچے ہو۔" میں خاموشی سے اس کی یہ حسرت دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "کاش تم مجھے مل جاؤ ہمیشہ کے لیے مل جاؤ تم اس قابل ہو کر دنیا تمہاری آرزو کرے۔ تم سے کتنے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ بتاؤ تمہیں اس خوشی میں کیسے شریک کروں، بتاؤ؟"

عالمِ حسرت میں اس کی باتیں بے ربط ہو گئی تھیں۔ میں نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔ "یہ اسی ہولڈال میں ملا۔؟"

"اس کے علاوہ کسی چیز میں ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا۔"

"میکے براؤن اس کے بارے میں کیا کہتا ہے؟"

"پاگل بے وقوف انگریز مسلسل مجھے دل ہلا دینے والی کہانیاں سناتا رہا ہے۔ اس نے بتایا کہ یہ منحوس مجسمہ ہے کسی انترابھون نامی جگہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے کہا کہ اس نے مجسمہ ایک شخص کو قتل کر کے حاصل کیا تھا اور جب سے یہ مجسمہ اس کے پاس آیا ہے اس پر نحوستوں کا نزول ہو گیا ہے۔ اس سے قبل وہ پرسکون انداز میں سفر کر رہا تھا لیکن مجسمے کے حصول کے بعد سے وہ پریشان ہے۔ خوراک کے ذخائر ختم ہو گئے۔ ہتھیار چھن گئے اور وہ قیدی بن گئے۔"

"اوہ۔ پھر وہ کیوں اس منحوس مجسمے کو لے کر سفر کر رہا تھا۔"

"اس نے اعتراف کیا کہ صرف لالچ میں۔ وہ اسے چھپانا چاہتا تھا۔ بہرحال یہ اس کی احمقانہ باتیں تھیں۔ اس کے مہم ساتھی نے مجسمے کے حصول میں مداخلت کی تھی باہر بندھا پڑا ہے۔ میں اس شخص کے بارے میں سوچ رہی ہوں کہ اسے ہلاک کر دوں۔"

"نہیں ساریا ابھی نہیں۔ تم کسی کا خون بہانے سے اجتناب کرو۔ ابھی یہ سب کچھ مناسب نہیں ہے۔"

"لیکن وہ قیدی خطرناک ہے۔"

"اس کے لیے انتظار کرو۔"

"ٹھیک ہے کیا اسے رہا کر دوں؟"

"بہتر یہی ہوگا۔ میکے براؤن سے اس کی ضمانت لے لو۔ تم نے ان لوگوں سے میرا تذکرہ تو نہیں کیا۔؟"

"نہیں اس کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

"مجھے خوشی ہے ساریا کہ میرے ذریعہ تمہیں یہ قیمتی چیز مل گئی مجھے اجازت دو۔"

"کچھ مصروف ہو؟"

"ہاں آج رات عبادت کی رات ہے۔ ہم کسی پرسکون گوشے میں عبادت کریں گے۔"

"یہ مجسمہ تو مجھے تمہارے ذریعہ مل گیا گازالی۔ تم مجھے کس کے ذریعہ ملو گے۔ کیا آسمان سے ایسا کوئی اشارہ نہیں مل سکتا۔"

"اگر ملا تو میں تمہیں ضرور بتاؤں گا۔" میں نے خوش طبعی سے کہا۔ اور ساریا ہنسنے لگی۔ وہ مجھے باہر تک چھوڑنے آئی تھی۔ میں خاموشی سے خیمے میں واپس آ گیا۔ سمبوتورا اور ندرت مجھ سے مجسمے کے بارے میں پوچھنے لگے اور میں نے تفصیل بتا دی۔ ندرت نے ہنس کر کہا۔ "دیکھنا یہ ہے کہ اب ساریا کا کیا حشر ہوتا ہے۔ کیوں گازالی کیا تم اب بھی اس کی نحوستوں کے قائل نہیں ہو؟"

"مجھ سے یہ سوال مت کرو ندرت۔"

"کیوں؟"

"اگر کبھی میرے دل میں اس کے حصول کی خواہش پیدا ہوئی تو میں اس کی ساری نحوستیں ختم کر دوں گا۔" میں نے کہا اور سمبوتورا چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر دلچسپی سے بولا۔ "گازالی۔ گازالی کتنا اعتماد ہے تمہارے لہجے میں۔ ایک عجیب لہجہ سنا ہے میں نے۔ بہت عجیب لہجہ۔ اس اعتماد کی وجہ؟"

"تم نہیں سمجھ سکو گے سمبوتورا۔ یہ تمہاری سمجھ سے باہر ہے۔"

"مجھے سمجھاؤ گے بھی نہیں۔؟"

"میرا مذہب ان سارے توہمات کو پاش پاش کرتا ہے ہر چند کہ میں اس سے بہت دور رہوں لیکن جب بھی اس طرف لوٹا تو مجھے نہ جانے کتنے سہارے حاصل ہو جائیں گے۔"

"کتنا اعتماد ہے تمہیں۔ بہت بڑی بات ہے میں بہت متاثر ہوا ہوں اس بات سے گازالی۔" سمبوتورا نے کہا۔ اس کے بعد اس نے خاموشی اختیار کرلی پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہاں۔؟" میں نے پوچھا۔

"گومین کے پاس جا رہا ہوں۔ وہ مجھ سے مانوس ہو گیا ہے میرا انتظار کرتا ہے۔"

"کوئی تبدیلی پیدا ہوئی اس میں۔"

"نہیں اس سلسلے میں ابھی تک مایوسی ہوئی ہے مجھے، لیکن ابھی گنجائش ہے۔ ابھی کافی گنجائش ہے۔" سمبوتورا چلا گیا تو ندرت مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔ "آج تم بہت جلد چلے آئے ساریا کے پاس سے؟"

"ہاں وہ مجسمے میں الجھی ہوئی ہے۔"

"کتنی ناپائیدار ہے اس کی محبت۔ کوئی میرے اطراف ایسے لاکھوں مجسمے سجا دے تو میں صرف تمہیں دیکھوں گی گازالی۔" ندرت بے اختیار بولی اور پھر خود ہی گھبرا سی گئی۔ "باہر نہیں چلو گے؟" اس نے رخ بدل کر کہا۔

میں نے ہنس کر اسے دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "آؤ۔ میں اس سے کہہ کر آیا ہوں کہ آج رات ہمیں عبادت کرنی ہے۔"

"کیوں کہا؟"

"تاکہ وہ دوبارہ نہ بلائے۔" میں نے جواب دیا ہم ایک سنسان سے گوشے میں جا کر اپنے مخصوص انداز میں بیٹھ گئے تھے۔ رات گہری تاریک تھی۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ کیمپ میں خاموشی تھی۔ صرف پہرہ دینے والے ہوشیار تھے۔ قبیلیوں کے علاقے میں کافی سخت پہرہ رہتا تھا اور وہاں موجود پہرے دار زیادہ مستعد ہوتے تھے۔ ہماری نگاہیں سنسان ماحول میں بھٹکتی رہیں۔ ندرت خاموش تھی نہ جانے کیا سوچ رہی تھی۔ ہوائیں بند ہو گئیں اور ماحول پر گھٹن سی طاری ہونے لگی۔ ندرت نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اس علاقے میں بارش بہت ہوتی ہے۔"

"تمہیں ناپسند ہے؟" میں نے سوال کیا اور ندرت گردن موڑ کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر جھٹکے دار لہجے میں بولی۔ "ہاں۔" میں خاموش ہو گیا۔ فضا میں حبس بڑھتا جا رہا تھا۔ اس سے قبل بھی بارشیں ہوئی تھیں لیکن حبس کا یہ عالم نہیں تھا۔ جب میں کچھ نہ بولا تو ندرت نے کہا۔ "تم نے پوچھا نہیں کہ کیوں۔؟"

"پوچھنے کی کیا گنجائش ہے کسی کو کسی وجہ سے کچھ ناپسند ہوتا ہے اور بس۔" میں نے جواب دیا۔

"وجہ پوچھی جا سکتی ہے۔"

"شرمندگی کا احساس رہتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"پتا نہیں کونسی بات پر تم کہہ دو کہ 'سنسر'۔"

"ہاں یہ درست ہے۔" ندرت نے افسردہ لہجے میں کہا۔ میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فضا میں ایک سنسناہٹ سی پیدا ہو گئی۔ ایک عجیب سی گونج دور دور کے پہاڑوں میں بلند ہو رہی تھی۔ ندرت کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ میں بھی پریشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔ دفعتاً یہ سنسناہٹ ایک خوفناک گڑگڑاہٹ میں تبدیل ہو گئی۔ جس جگہ ہم بیٹھے ہوئے تھے یہاں شدید جھٹکے محسوس ہونے لگے۔ ندرت کے حلق سے ایک تیز چیخ نکل گئی اس کے ساتھ ہی کیمپ سے شور بلند ہوا۔ "زلزلہ۔ یہ زلزلہ ہے ندرت۔"

"کے ناجاؤ۔" ندرت بے اختیار بولی۔ پھر ایک اور چیخ اس کے منہ سے بلند ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے فضا میں ستارے چھوٹتے ہوئے دیکھے ندرت کے اسی طرف اشارہ کیا تھا۔ تقریباً چار یا پانچ فرلانگ کے فاصلے پر فضا میں آتشبازی چھوٹ رہی تھی۔ سرخ پگھلے ہوئے پتھر گیس کے دباؤ کے ساتھ آتشیں لکیریں بناتے ہوئے آسمان کی جانب جا رہے تھے۔ پھر ایک سماعت شکن دھماکہ ہوا اور آسمان پر سیاہ دھوئیں کے مرغولوں میں چمکتے ہوئے آتشیں پتھر بلند ہو گئے۔ زمین مسلسل ہل رہی تھی اور ہم ادھر ادھر لڑھک رہے تھے۔ اگر کھڑے ہونے کی کوشش کرتے تو زندہ بچنا مشکل ہو جاتا۔ کیمپ میں ہولناک چیخیں سنائی دے رہی تھیں لیکن ان چیخوں کے درمیان میں نے قہقہے بھی سنے تھے۔ اس لرزہ خیز ماحول میں بھی وہ جنونی نہیں رہے تھے۔ اس سے لطف اٹھا رہے تھے۔ پتھروں کے فضا میں بلند ہو کر گرنے کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ گڑگڑاہٹ سے کان پھٹے جا رہے تھے۔ پھر گرم سیاہ لاوا خارج ہونے لگا اور درجہ حرارت بڑھنے لگا۔ کوئی خاموش آتش فشاں پھٹ پڑا تھا اور اس کی شدت بڑھتی جا رہی تھی۔ ہمارے آس پاس کئی جگہ سے زمین شق ہو گئی۔ یہاں بھی دھماکے سے پتھر فضا میں بلند ہو کر اولوں کی طرح ہمارے آس پاس برسنے لگے۔ ساریا خیمے سے نکل آئی اور چیخ چیخ کر ہدایات جاری کرنے لگی۔

"ندرت۔ گھٹنوں کے بل آگے بڑھو۔ ہمیں سمبوتورا کے آس پاس رہنا چاہیے۔" میں نے کہا۔ لیکن ندرت خوف سے نڈھال ہو رہی تھی۔ میری ہدایت پر اس نے عمل کرنے کی کوشش کی لیکن بار بار وہ منہ کے بل نیچے گر پڑتی تھی۔ آتش فشاں کا غضب بڑھتا جا رہا تھا اور جب آتشیں پتھر ہمارے کیمپ پر پرواز کر رہے تھے کئی خیمے ان کی لپیٹ میں آ گئے تھے اب کسی کے لیے پناہ نہیں تھی۔ لوگوں نے بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ ساریا کی چیختی آواز میں نے سنی وہ کہہ رہی تھی "جسے جہاں پناہ ملے چلا جائے۔

ہتھیار ساتھ رکھو۔ ٹولیاں بنا کر منتشر ہونے کی کوشش کرو۔"

ایک بار پھر میں نے ندرت کا ہاتھ پکڑ کر دوڑنا شروع کر دیا۔ دو تین بار گرا لیکن اسے سنبھالے رکھا۔ خیموں میں آگ بھڑکتی جا رہی تھی۔ اپنا توازن سنبھالنا مشکل تھا۔ خیموں کو بچانے کی کوشش کیسے کی جا سکتی ہے چنانچہ بہت سے خیمے جل گئے لیکن تمام خیموں نے آگ نہیں پکڑی تھی کیونکہ وہ فاصلے فاصلے سے لگے ہوئے تھے۔ نہ جانے کس طرح ہم گومن کے خیمے تک پہنچے اندر گئے۔ خیمہ خالی تھا۔ سمبوتورا بھی موجود نہیں تھا۔ ایک بڑا سا جلتا ہوا پتھر ہمارے خیمے پر گرا اور ندرت ایک ہولناک چیخ مار کر ایک سمت دوڑ پڑی۔ میں نے خود بھی بمشکل جان بچائی تھی۔ ایک طرف دوڑتے ہوئے میں بہت سے لوگوں سے ٹکرایا اور نیچے گر پڑا۔ بیشمار افراد میرے اوپر سے گزر گئے تھے۔ پھر اٹھنے کی کوشش کی تو ندرت مجھ سے آ ٹکرائی۔ میں نے اس کی کلائی مضبوطی سے تھام لی اور بائیں سمت دوڑنے لگا۔ اب چہرے کی نقاب شدید الجھنیں پیدا کر رہی تھی۔ میں نے اسے نوچ کر پھینک دیا۔ عقبی سمت میں ایک عظیم الشان چٹان مضبوطی سے زمین پکڑے ہوئے تھی۔ ہم دونوں نے اس کی آڑ میں پناہ لی لو برستے ہوئے پتھروں سے محفوظ ہو گئے۔

تاریک رات بھیانک ماحول جس میں صرف پتھروں سے بلند ہونے والی چنگاریاں روشنی پیدا کر رہی تھیں ورنہ تاریکی گھور تاریکی۔ دل و دماغ بے قابو تھے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم ہو گئی تھیں۔ زبان خشک ہو کر تالو سے چپک گئی تھی۔ پھر فضا میں روشنی پھیل گئی۔ جنگل کے خشک درختوں اور ٹہنیوں نے آگ پکڑ لی تھی۔ جنگل میں آگ لگتے ہی ایک اور مصیبت شروع ہو گئی۔ جنگلی جانوروں نے میدانوں کی طرف دوڑ لگا دی تھی۔ ان کے چیخنے چلانے کی آوازوں نے فضا کو اور بھی وحشتناک بنا دیا۔ قیامت کی رات تھی نہ جانے کیا کیا ہونے والا تھا۔ زمین مسلسل کروٹیں بدل رہی تھی۔ کبھی خاموشی چھا جاتی اور کبھی دھماکوں کا مسلسل طوفان شروع ہو جاتا۔ خدا خدا کر کے دن کی روشنی پھوٹی۔ آتش فشاں کی آتش فشانی میں کمی آتی جا رہی تھی۔ زمین کی جنبش بھی رک گئی تھی۔ لیکن جنگل مسلسل سلگ رہے تھے۔ آنکھوں میں شدید جلن تھی۔ میں نے چٹان سے ٹکی ہوئی ندرت کو دیکھا اور دفعتاً میرے پورے بدن کو زبردست شاک لگا۔ وہ۔ وہ ندرت نہیں تھی۔ ایک وحشتناک چہرہ تھا وہ۔ بال بکھرے ہوئے ہونٹ خشک۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے۔ اس کی نگاہ بھی میری طرف اٹھ گئی۔ اور دفعتاً جیسے اس کے بدن میں بجلیاں سی بھر گئیں۔ اس کے حلق سے ایک جگر فرسا چیخ بلند ہوئی۔ "گازالی!"

میرے اوسان خطا ہو گئے۔ یہ جولیا تھی۔ میکے براؤن کی بیٹی جولیا۔ اس نے مجھے پہچان لیا تھا۔ دماغ ماؤف ہو گیا، رخصت ہو گئے۔ وہ ہو گیا جو نہ ہونا چاہیے تھا۔ جولیا جس حالت میں تھی اس میں اس کے ساتھ بے اعتنائی نہیں برتی جا سکتی تھی۔ مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ رات کی تاریکی میں ایک بار تو جائزہ لے لیا ہوتا۔ وہ اچانک مجھ سے آ ٹکرائی تھی اور اس کے نسوانی خطوط محسوس کر کے میں نے اسے ندرت سمجھ لیا تھا اس کے بعد یہ غور کرنے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی تھی کہ وہ خاموش کیوں ہے۔ اگر تاریکی میں ہی پتا چل جاتا تو۔

"گازالی!" اس نے ہیجانی انداز میں میرا گریبان پکڑ لیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کا بدن کانپ رہا تھا۔ میں نے بمشکل خود کو سنبھالا اور نرم لہجے میں بولا۔

"گوتمار اوندھاؤ۔ آبوماتورے!"

"گازالی۔ یہ تم ہو۔ تم نے۔ تم نے مجھے بچایا ہے۔ تم۔ مگر تم!" جولیا کی آواز ابھری۔

"آبوماتورے!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ ٹکڑے کر دوں گی تمہارے۔ کہاں چلے گئے تھے تم۔ بے ایمان کمینے!" وہ بے اختیاری دیوانگی کے عالم میں وہ میرا گریبان جھنجھوڑ رہی تھی۔

"یو گازالی نو۔ نو!" میں نے سینے پر ہاتھ رکھ کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا۔؟" اس نے خوفزدہ ہو کر میرا گریبان چھوڑ دیا۔ اس کی آنسو برساتی آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔

"یوگا بھکشو۔ قربن دتاری بھکشو!" میں نے پھر سینے پر انگلی رکھ کر کہا۔

"تم۔ تم گازالی نہیں ہو؟" جولیا کی سسکی ابھری۔

"یو گازالی نو۔ نو!" میں نے پھر زور زور سے گردن ہلائی۔ کام بگڑ گیا تھا پھر بھی اسے سنبھالنا تو تھا کسی طرح۔

"جھوٹ بول رہے ہو۔ جھوٹ بول رہے ہو مجھ سے۔ کیوں چھپنا چاہتے ہو۔ جھوٹ مت بولو خدا کے لیے جھوٹ مت بولو۔ میں مر جاؤں گی گازالی میں مر جاؤں گی۔" وہ بلک بلک کر رو دی۔ میں سخت پریشان تھا کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اس کے رونے سے دل پگھل رہا تھا وہ اس طرح رو رہی تھی کہ کلیجہ نکلا پڑتا تھا۔ میں اس کے لیے دل میں کبھی گداز نہیں پیدا کر سکا تھا حالانکہ بار بار اس کا احساس ہو چکا تھا کہ وہ مجھے پاگلوں کی طرح چاہتی ہے۔ مگر میں کیا کر سکتا تھا۔ عجیب مخمصے میں پھنس گیا تھا۔

"گازالی۔ میرے گازالی مجھے دیکھو، غور کرو مجھ پر میں وہی جولیا ہوں جس کے لباس پر کوئی شکن نہیں ہوتی تھی۔ جس کا وجود تر و تازہ تھا۔ خدا کی قسم گازالی میں صرف تمہاری تلاش میں بھٹک رہی ہوں صرف تمہاری تلاش میں۔ ڈیڈی نے تو مجھے واپس بھجوانے کی بہت کوشش کی تھی لیکن میں نہ مانی۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ میں واپس نہیں جاؤں گی۔ میں گازالی کو تلاش کروں گی وہ مجھے یہیں بھٹکتا ہوا مل جائے گا۔ وہ ضرور مجھے مل جائے گا میرے یقین کو نہ توڑو گازالی۔ اعتراف کر لو تم گازالی ہو۔" ایسا درد تھا اس کی آواز میں ایسی التجا تھی کہ سب کچھ فراموش کرنا پڑا۔ ہر چند کہ وہ مجھے محبوب تھی لیکن انسان تھی۔ انسان کے ساتھ اس سے زیادہ وحشیانہ سلوک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اپنی پوزیشن بھی سنبھالنی تھی میں نے دل میں ایک فیصلہ کیا اور پھر بولا۔ "یہ اعتراف میری موت بن جائے گا جولیا!" وہ اچھل پڑی۔ پھر دیوانہ وار مجھ سے لپٹ گئی پاگلوں کی طرح وہ مجھ میں سمائی جا رہی تھی۔ میں نے اس کے دل کا بخار نکل جانے دیا۔

"کیوں چھپ رہے تھے مجھ سے۔ کیوں جھوٹ بول رہے تھے۔ میری موت چاہتے ہو۔ اپنے منہ سے کہہ دو مر جاؤں گی۔ کہہ دو گازالی ابھی مر جاؤں گی۔ اسی وقت کہہ دو۔"

"نہیں جولیا میری دعا ہے کہ تم زندہ رہو۔ اس وحشتناک ماحول سے نکل کر اپنی دنیا میں پہنچ جاؤ۔ تم پر ظاہر ہو کر میں مر جاؤں گا۔ میرا زندہ رہنا اب مشکل ہو گا۔"

"کیوں۔ میں نہیں سمجھی کیوں۔ کیوں مر جاؤ گے تم؟" اس نے بچوں کی طرح میرے سینے سے گردن اٹھا کر پوچھا۔

"میکے براؤن دوسری بار مجھے ہلاک کرنے کے لیے جان کی بازی لگا دے گا۔"

"ڈیڈی۔؟" وہ شدید حیرت سے بولی۔ "کیوں۔ اور تم نے "دوسری بار" کیوں کہا؟"

"میں جانتا ہوں اس نے تمہیں حقیقت نہ بتائی ہو گی۔"

"حقیقت۔ وہ کیا ہے؟"

"میکے براؤن نے اپنی دانست میں مجھے ہلاک کر دیا تھا۔ جولیا وہ جانگ کے ہاتھوں مجھے قتل کرا چکا ہے۔" میں نے کہا اور جولیا ایک دم مجھ سے الگ ہو گئی۔ اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے تھے۔ میں نے اسے پوری کہانی سنا دی۔ جولیا کے چہرے کے رنگ بدلتے رہے تھے۔ "سمبوتورا اور ندرت نے میری جان بچائی اور ایک خاص طریقے سے میرا علاج کر کے مجھے نئی زندگی دی۔ اس کے بعد میں نے تم لوگوں کو تلاش کیا تو تم لہاسہ چھوڑ چکے تھے۔"

"ندرت کون؟" جولیا نے پوچھا۔

"حسن صاحب کی کوٹھی میں تم نے اسے دیکھا ہو گا۔"

"اس سے تمہارا کیا واسطہ؟"

"میرا کوئی واسطہ نہیں۔ وہ بھی اس خزانے کی تلاش میں سرگرداں ہیں جس کے لیے سب پاگل ہو رہے ہیں۔"

"ڈیڈی!" جولیا کی غرائی ہوئی آواز ابھری۔ "وہ اس قدر سنگدل ہیں اس قدر مکار ہیں مجھے علم نہیں تھا۔ خدا کی قسم گازالی۔ خدا کی قسم میں نے آج ان سے سارے رشتے توڑ لیے۔ اب وہ میرے کچھ نہیں ہیں، کچھ بھی نہیں اب وہ میرے۔ نفرت کرتی ہوں میں ان سے شدید نفرت۔ گازالی، میں اب دشمن ہوں ان کی۔ ہر اس شخص کی دشمن ہوں جو میرے گازالی کا دشمن ہے۔ تم فکر مت کرو گازالی۔ میں تمہارے ایک ایک دشمن کو ختم کر دوں گی۔ جانگ کو میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گی۔ اگر وہ مجھے زندہ مل گیا تو اسے ہلاک کرنا میرا عہد ہے اور ڈیڈی میں تمہیں بھی نہیں چھوڑوں گی۔" جولیا غرائے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

زمین زور سے ہلی اور وہ پھر مجھ سے لپٹ گئی۔ "یہ سب یہ سب مر گئے کیا۔ مر گئے ہوں گے کمینے۔ مجھے کسی سے غرض نہیں ہے کوئی نہیں ہے اب میرا۔ بس تم زندہ رہو گازالی۔ میں بیمار ہو گئی ہوں تمہارے لیے اب ٹھیک ہو جاؤں گی۔ جانتے ہو انہوں نے مجھ سے کیا کہا تھا۔ ڈیڈی نے مجھ سے کیا کہا تھا تم جانتے ہو گازالی۔ انہوں نے کہا تھا تم ایشیائی ہو۔ تم کبھی ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے۔ تم صرف ہمیں بے وقوف بنا رہے تھے اور پھر ڈیڈی سے معلومات حاصل کر کے تم نے ہمیں چھوڑ دیا، اب تم طاہر کے ساتھ ہو گئے۔ میں نے تسلیم نہیں کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ کوئی مجبوری ہی تمہیں روک سکتی ہے تم مکار نہیں ہو۔ ڈیڈی ناراض ہو گئے مجھ سے۔ بہت دن تک انہوں نے مجھ سے بات نہیں کی۔ وہ مجھے واپس بھیجنا چاہتے تھے لیکن میں نے انکار کر دیا۔ میں صرف تمہاری تلاش میں پہاڑوں میں آئی ہوں۔ پھر ڈیڈی کو طاہر وغیرہ مل گئے تم ان میں نہ تھے۔ میں نے ڈیڈی سے سوال کیا۔ طاہر علی سے پوچھا لیکن کسی کو تمہارے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ لیکن اتنی بڑی سازش کا اندازہ نہیں تھا مجھے۔"

"میکے براؤن نے طاہر علی وغیرہ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟"

"بہت برا۔ ڈیڈی انہیں بھوکا رکھتے تھے۔ ان سے بار برداری کا کام لیتے تھے۔ جانگ ان تینوں کو رسی سے مارتا تھا۔ وہ بہت ظالم ہیں گازالی۔ وہ بہت ظالم ہیں دیکھ لو۔ کیسی سزا ملی انہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے سب مر گئے پتھروں کے نیچے دب کر۔ اب کسی کی آواز۔" جولیا خاموش ہو گئی۔ دور کہیں پھر دھماکہ سنائی دیا تھا۔ ہمارے بالکل نزدیک زمین دور تک شق ہو گئی تھی۔ آتش فشاں

اب بھی چنگھاڑ رہا تھا اور دوسری طرف جنگل میں آگ لگی ہوئی تھی۔ جولیا مجھ سے لگی بیٹھی رہی۔ سورج نکل آیا اور ماحول کی وحشت خیزی نمایاں ہو گئی۔ نقشہ ہی بدل گیا تھا اس جگہ کا۔ میدان میں پتھروں کے نیچے جھلسی ہوئی بہت سی لاشیں پڑی تھیں۔ یہاں بیٹھے رہنا اب ناممکن ہو گیا تھا۔ میں نے جولیا کا ہاتھ پکڑا اور زمین کے پھٹے ہوئے حصے کو عبور کر کے میدان میں نکل آئے۔ سامان جگہ جگہ بکھرا پڑا تھا۔ اس میں ہتھیار بھی تھے۔ جتنی لاشیں دیکھی جا سکتی تھیں دیکھیں۔ ایک پستول اپنے قبضے میں کیا۔ پانی کے دو برتن اٹھائے اور پھر جولیا کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔

لاشیں صرف ساریا کے ساتھیوں کی تھیں۔ ان میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو خوف کی وجہ سے اپنا بچاؤ نہیں کر سکی تھیں۔ مردوں کی لاشیں بہت کم تھیں۔ ساریا یا ہمارے جانے پہچانے لوگوں میں سے کوئی نہیں تھا۔ ہم نے اندازے سے ایک جانب سفر شروع کر دیا۔ درختوں سے اٹھنے والے شعلے بہت بلند تھے۔ آگ کی حدت انہیں جھلسائے دے رہی تھی۔ زمین سخت گرم تھی۔ ہم تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ بس یہی سمت محفوظ تھی۔ شام ہوتے ہوتے ہم کافی دور نکل آئے تھے اور اب ایک چٹیل میدان شروع ہو گیا تھا۔ سوکھی ہوئی جھاڑیوں کے سوا کچھ نہیں نظر آ رہا تھا۔ چاروں طرف وحشت برس رہی تھی۔ ایسا سناٹا چھایا ہوا تھا کہ انسان پاگل ہو جائے۔ اس علاقے میں بڑے بڑے گرگٹ نظر آ رہے تھے سرخ رنگ کے سیاہی مائل۔ بے حد خوفناک نظارہ تھا۔ ہم رکے بغیر آگے بڑھتے رہے۔ جولیا کی قوت اب جواب دیتی جا رہی تھی۔ اس کے چلنے کی رفتار بھی سست ہو گئی تھی۔ بھوک بھی شدت سے لگنے لگی تھی۔ پانی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اسے ہی گھونٹ گھونٹ کر کے پیتے رہے۔ اسی سے کچھ تسلی ہوتی رہی تھی۔

دفعتاً جولیا نے ایک طرف اشارہ کیا۔ "گازالی۔ وہ۔۔۔ وہ جنگل۔" میں نے اس کے اشارے کی سمت دیکھا۔ بائیں طرف ڈھلان کے اختتام پر جنگل نظر آ رہا تھا۔ میں تو اس سمت دیکھ ہی نہ سکا تھا لیکن جولیا کی نگاہ پڑ گئی تھی۔ میرے قدم بے اختیار اس طرف بڑھ گئے۔ رات ہونے سے قبل اگر ہم جنگل تک پہنچ جائیں تو شاید کچھ کام بنے۔ آتش فشاں کی آتش فشانی سے جان بچ گئی تھی۔ سب گم ہو گئے تھے۔ میں زندہ تھا۔ جولیا زندہ تھی اور کائنات کا یہ ویران گوشہ تھا۔ آگے کیا ہو گا سوچنا بھی مشکل تھا۔ مناظر بدلتے گئے۔ جنگل وسیع اور گھنا نہیں تھا۔ درختوں کے سلسلے میں داخل ہوئے تو ایک آبشار کی آواز سنائی دی جس کے دامن میں سبزہ زار پھیلا ہوا تھا۔ جنگل کے کچھ درختوں پر بیر کی شکل کے پھل لگے ہوئے تھے جن پر ہم سوچے سمجھے بغیر ٹوٹ پڑے۔ پھل ہلکے سے ترش لیکن لذیذ تھے۔ پیٹ بھر کر پھل کھائے اور پھر آبشار کے کنارے ایک مسطح جگہ لیٹ گئے۔ سر چکرا رہا تھا غالباً یہ ضرورت سے زیادہ پھل کھانے کا نتیجہ تھا۔

رات کب ہوئی کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ میں گہری نیند سو گیا تھا۔ پھر نہ جانے رات کا کون سا پہر تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ جولیا چیخ کر مجھ سے لپٹ گئی تھی۔ وہ دہشت زدہ انداز میں ایک طرف اشارہ کر رہی تھی۔ میری نگاہ بھی اس طرف اٹھ گئی۔ ایک قدآور سیاہ جانور تھا جو آبشار کے کنارے پانی پی رہا تھا اور ہم سے زیادہ دور نہیں تھا۔ میں نے پھرتی سے پستول سنبھال لیا۔ لیکن جانور کے نتھنوں سے ایک خاص آواز سن کر میں رک گیا۔ وہ جنگلی گھوڑا تھا۔ نہ جانے کیا ذہن میں سمائی میں اٹھ گیا۔ حالانکہ جنگلی گھوڑے کو قابو میں کرنے کی کارروائی میں دیکھ چکا تھا۔ لیکن پھر بھی میں گھوڑے کو چمکارتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ جنگلی گھوڑا نہیں تھا۔ اس پر باقاعدہ زین کسی ہوئی تھی۔ ساریا کے پاس گھوڑا نہیں تھا چنانچہ یہ کسی اور کا گھوڑا ہی ہو سکتا تھا۔ جانور تھکا ہوا تھا۔ میرے قریب پہنچنے پر بھی اس نے حرکت نہیں کی تو میں نے اسے پکڑ لیا۔ جولیا میرے پاس آ گئی تھی۔ "میں تو ڈر گئی تھی۔" اس نے کہا۔

"یہ گھوڑا ہمارے کام آ سکتا ہے جولیا۔"

"ہاں ہم اس پر سوار ہو کر آبادی تلاش کریں گے گازالی۔ تم خزانے پر لعنت بھیجو۔ ہم فرانس چلیں گے ایک نئی زندگی شروع کریں گے گازالی۔ چلو میری نیند پوری ہو چکی ہے۔ کیا تم سفر کرنے کے قابل ہو۔۔۔؟"

"صبح کا انتظار کرو جولیا۔ دن کی روشنی میں ہم راستوں کا صحیح تعین کر سکیں گے۔" میں نے جواب دیا اور جولیا خاموش ہو گئی۔ میری ذہنی حالت تباہ تھی۔ جولیا احمق تھی۔ دیوانگی کا شکار تھی وہ۔ اس لیے ان فضول باتوں کے علاوہ کیا کر سکتی تھی۔ وہ منصوبے بنا رہی تھی اور ان منصوبوں پر خوش تھی لیکن حالات کی سنگینی کا احساس مجھے ضرور تھا، ان لوگوں کا حشر معلوم ہو جاتا تو کوئی فیصلہ بھی کیا جا سکتا تھا، ممکن ہے ان میں سے کچھ اس طرح زندہ بچ گئے ہوں، جیسے ہم دونوں۔ اگر وہ نہ ملے تو تبت کے ان ویران علاقوں سے واپسی کا سفر بھی ناقابلِ تصور تھا۔ میں تو کوئی راستہ نہیں جانتا تھا، جن راستوں سے گذر کر ہم یہاں تک پہنچے تھے۔ وہ بالکل ذہن سے محو ہو چکے تھے، کوئی نقشہ میرے پاس موجود نہیں تھا۔ بہت دیر تک اسی پریشانی کا شکار رہا۔

اس وقت صبح کی روشنی نمودار ہو رہی تھی۔ جب اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں اچھل پڑا، میں نے جولیا

کی طرف دیکھا وہ گہری نیند سو گئی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی مست کی ہواؤں میں اس کے بال اڑ رہے تھے، اور وہ اپنے وجود سے بے خبر تھی۔ میں نے خود پر وہ کیفیت طاری کر لی جس کی مشق سمبوتورا نے مجھے کرائی تھی، اور پھر میں اپنے ذہن میں سمبوتورا کا تصور کرنے لگا۔ جس ذہنی طور پر اس تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا، کافی دیر اس طرح گذر گئی، اور اس کے بعد دفعتاً مجھے اپنے ذہن کے کچھ خانے روشن ہوتے ہوئے محسوس ہوئے، میں نے فوراً ہی سمبوتورا سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی اور چند لمحات کے بعد میرے ذہن میں کچھ آوازیں سی ابھرنے لگیں۔ "گازالی۔ گازالی تم کہاں ہو۔ کیا تم زندہ ہو۔۔۔؟"

"ہاں سمبوتورا میں زندہ ہوں۔ تم اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"تم کہاں ہو؟" میرے ذہن میں سمبوتورا کی آواز ابھری۔ اس کی صورت میری آنکھوں میں تھی۔

"میں ایک ایسے مرغزار میں ہوں جہاں آبشار گرتے ہیں، اور اس کے دامن میں گھاس کے قطعے پھیلے ہوئے ہیں، اس سے کچھ پہلے میں نے درختوں کا ایک ایسا جنگل دیکھا ہے، جہاں بیر نما پھل لگے ہوئے تھے۔"

"آہ۔۔۔" گویا تم ہمارے تعاقب میں ہو، انہیں راستوں سے گذر کر تیز رفتاری سے ہم تک پہنچنے کی کوشش کرو گازالی، ہم آگے کا سفر روک دیتے ہیں، ہم تو تمہیں مردہ تصور کر چکے تھے۔" سمبوتورا کی آواز سنائی دی اور پھر میرا اس سے ذہنی رابطہ ٹوٹ گیا، میرے سر میں ایک عجیب سی دکھن ہونے لگی تھی۔ غالباً یہ اسی تجربے کا نتیجہ تھی۔ کیا یہ سب حقیقت ہے۔ کیا میں واقعی اس قوت کے حصول میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

جولیا کے حلق سے کراہ کی آواز نکلی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ سوچ کے سلسلے ٹوٹ چکے تھے۔ میں ذہن کے ذریعے ہونے والی اس گفتگو پر غور نہیں کر سکا تھا۔ جولیا نے کروٹ بدلی۔ وہ آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "صبح ہو گئی گازالی۔"

"ہاں۔ اور اب ہمیں برق رفتاری سے آگے بڑھنا ہے۔"

"کیا تم نے راستوں کا اندازہ لگا لیا ہے گازالی میرے خیال میں تو ہمیں واپسی کے راستے اختیار کرنے چاہئیں۔ آتش فشاں سرد ہو گیا ہو گا اب وہ راستے اتنے مشکل نہ ہوں گے۔"

"تم دوبارہ اس جہنم میں جانے کی بات کرتی ہو جولیا؟"

"میں ہر قیمت پر واپسی چاہتی ہوں گازالی۔ خواہ اس کے لیے کتنے ہی جہنم راستے میں کیوں نہ آئیں۔ میں نے ساری دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ اگر جنگل کے کسی گوشے میں پوری زندگی گذر جائے تو اس سے زیادہ خوشی کی کوئی بات نہیں ہو گی میرے لیے۔ تم سوچ لو اگر دنیا سے الگ ہو کر جنگلی انسانوں کی مانند زندگی گذارنے کے لیے تیار ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اسی جگہ کو آخری آرام گاہ بنا لو۔"

میں نے گہری سانس لی اور تھوڑے فاصلے پر بندھے ہوئے گھوڑے کی طرف دیکھنے لگا جو ٹاپوں سے زمین کرید رہا تھا۔ پھر میں اس کی طرف بڑھ گیا اور اس کی رسی کھول کر اسے جولیا کے پاس لے آیا۔

"کیا فیصلہ کیا تم نے۔۔۔؟"

"تم جذباتی انداز میں سوچ رہی ہو جولیا۔ ان پہاڑوں میں زندگی کہاں۔ زندگی کے تو لاتعداد مسائل ہیں۔ چلو گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔"

"اور تم۔۔۔؟" جولیا نے پوچھا۔

"میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔ تھک جاؤں گا تو میں بھی بیٹھ جاؤں گا۔ اپنے اس نئے ساتھی پر ہمیں زیادہ بار نہیں ڈالنا چاہیے تاکہ یہ ہمارا زیادہ سے زیادہ ساتھ دے سکے۔"

"ٹھیک ہے۔" جولیا نے مجھ سے اتفاق کر لیا اور میرا سہارا لے کر گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ سمبوتورا سے ذہنی رابطہ میرے لیے ایک حیرت انگیز تجربہ تھا۔ اس سے پہلے اپنی قوتوں کی آزمائش کا موقع نہیں ملا تھا لیکن آج۔ اگر یہ صرف میری سوچ کا کرشمہ نہیں تھا اور دماغ میں گونجنے والی آواز حقیقت تھی تو میں ایک انوکھے تجربے سے دوچار ہوا تھا۔ میں گھوڑے کی لگام پکڑ کر آگے بڑھنے لگا۔ جولیا خاموشی سے صبح کے مناظر دیکھ رہی تھی۔ اب کیا کروں۔ جولیا مجھے پہچان چکی ہے۔ تمام حقیقتوں سے واقف ہو چکی ہے۔ اگر وہ سب زندہ ہوئے اور دوبارہ ہمیں مل گئے تو کیا ہو گا۔ سارے راز کھل جائیں گے اور اب تک کی ساری کوششیں ناکام ہو جائیں گی۔ کوئی حل سوچنا ہو گا اس کا۔ اسی لیے میں گھوڑے پر سوار نہیں ہوا تھا تاکہ سفر کی رفتار سست ہو جائے۔

"وہ۔ وہ دیکھو گازالی۔ وہ شاید ہرن ہیں۔" دفعتاً جولیا نے اشارہ کیا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"آؤ انہیں پکڑیں۔" وہ بچوں کے سے انداز میں بولی۔ میں مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔

"تمہارے انداز سے تو یوں محسوس ہوتا ہے جولیا جیسے تم سیر و سیاحت کے لیے نکلی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا، جولیا بھی مسکرانے لگی۔ "حقیقت یہی ہے گازالی۔ اب سے پہلے میں جس ذہنی بیماری کا شکار تھی، وہ اچانک دور ہو گئی ہے۔ مجھ سے بہت کچھ چھن گیا ہے، میرے ڈیڈی مجھ سے بچھڑ گئے ہیں لیکن ان کے بارے میں جب بھی میرے ذہن میں خیال آتا ہے

کر انہوں نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ مجھے ان سے نفرت محسوس ہونے لگتی ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے گازال جیسے ساری دنیا میں تمہارے علاوہ میں کسی کو نہیں چاہتی، اور اب مجھے کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔ اگر تمہارے ساتھ سفر کرتے کرتے مجھے ان جنگلوں ہی میں موت آجائے، تو یقین کرو مجھے اس موت کا ذرا بھی افسوس نہیں ہوگا، مگر تم بہت نیچے سے ہو۔" اس نے کہا۔

"ہاں، میں وہ کچھ سوچ رہا ہوں جولیا جو تم نہیں سوچ رہیں ہم مہذب دنیا کے لوگ ان جنگلوں میں کیسے زندہ رہ سکتے ہیں۔ زندگی کے تو۔" میں خاموش ہوگیا۔ کچھ فاصلے پر ہرنوں کی ایک خوفزدہ ڈار دوڑتی نظر آئی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ میں رک گیا۔ جولیا نے میری طرف دیکھا اور کچھ بولنے ہی والی تھی کہ دفعتاً ایک فائر ہوا اور گولی گھوڑے کی زین کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔ میں نے برق رفتاری سے جولیا کو گھوڑے سے کھینچ لیا اور اسے بازوؤں میں سنبھال کر ایک بڑے سے پتھر کی آڑ میں ہوگیا۔ اس دوران کئی گولیاں چلی تھیں۔ جن سے مجھے ان کی سمت معلوم ہوگئی۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں سے ہرنوں کی ڈار بھاگی تھی۔ یقیناً وہاں کوئی موجود تھا۔ جولیا خاموشی سے پتھر کی آڑ میں چھپی ہوئی تھی۔

"کوئی حرکت نہ کرنا جولیا۔ میں انہیں دیکھتا ہوں۔"

"نہیں گازال۔ نہیں پلیز نہیں۔" جولیا نے میرا بازو پکڑ لیا۔

"اس طرح تم نے میرے راستے روکنے کی کوشش کی جولیا تو میں تم سے بیزار ہو جاؤں گا۔" میں نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا اور جولیا سہم گئی۔ اس نے جلدی سے میرا بازو چھوڑ دیا۔ میں اس دوران اپنے لائحہ عمل منتخب کر چکا تھا۔ کچھ فاصلے پر ایک اور پتھر تھا۔ میں نے اس کی طرف چھلانگ لگائی اور کئی گولیاں میرے آس پاس سے نکل گئیں۔ جو کوئی بھی تھا بہترین نشانہ باز تھا۔ پتھر کی آڑ میں پہنچ کر میں نے ان جھاڑیوں کا جائزہ لیا جو قد آدم تھیں اور اس جگہ تک چلی گئی تھیں جہاں حملہ آور چھپے ہوئے تھے۔ جھاڑیوں میں داخل ہو کر میں آسانی سے گولیوں کی زد میں آسکتا تھا۔ لیکن ان لوگوں تک پہنچنے کا کوئی اور ذریعہ نہیں تھا۔ مجھے صرف مہارت سے کام لینا تھا، اور کوشش کرنی تھی کہ انہیں ہلتی ہوئی جھاڑیوں کا احساس نہ ہو، اسی طرح میں ان تک پہنچ سکتا تھا، بشرطیکہ وہ اپنی جگہ نہ تبدیل کر لیں، حملہ آوروں کے بارے میں میرے ذہن میں بہت سے خیالات تھے، ممکن ہے یہ اس گھوڑے کے مالک ہوں، جو ہمارے ہاتھ لگ گیا تھا، یا پھر اس بات کے امکانات بھی تھے کہ یہ ساریا کے آدمی ہوں اور دور سے ہمیں پہچان نہ سکے ہوں، بہرحال صحیح اندازہ تو ان کے قریب ہی پہنچ کر ہو سکے گا، میں نے زمین پر لیٹ کر چھپکلی کی طرح چاروں طرف ہاتھ پاؤں کے بل آگے بڑھنا شروع کر دیا، ہر چند کہ یہ بے حد مشکل کام تھا لیکن بہرحال انجام دینا تھا، گھاس کے عقب میں یہ فاصلہ طے کرتے ہوئے مجھے کافی دیر لگی، اور بالآخر میں ان چٹانوں کے قریب پہنچ گیا۔ جن کے عقب میں زندگی کے آثار محسوس ہو رہے تھے۔ ہلکی ہلکی آہٹیں اس بات کی غماز تھیں کہ ان کے پیچھے کوئی موجود ہے، ایک بار پھر انہوں نے دو تین فائر کیے اور میں بے اختیار گردن اٹھا کر اس طرف دیکھنے لگا، جہاں جولیا چھپی ہوئی تھی۔ کہیں وہ احمق لڑکی موت کا شکار نہ ہو جائے۔ میں نے سوچا لیکن یہاں سے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ ابھی تک میں نہایت کامیابی کے ساتھ گھاس کے پیچھے سفر کرتا ہوا یہاں تک آیا تھا اور اس وقت بے اختیار میں نے گردن اٹھا کر دیکھا تھا۔ یہ کوشش خطرناک بھی ہو سکتی تھی۔ لیکن ان لوگوں کی توجہ پوری طرح اس طرف مبذول نہ تھی اس لیے وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ اور اب صرف چند قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ میں ان تک پہنچ جاتا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ان کی تعداد کتنی ہے، اور وہ کون لوگ ہیں۔ لیکن اس وقت مستعد رہنا ہی ضروری تھا کیونکہ وہ مسلح تھے، اور ایک لمحے کی غفلت میرے لیے موت کا پیغام بن سکتی تھی۔ میں نے ان لوگوں کو دیکھ لیا۔ دو آدمی تھے۔ جن کے چہرے نظر نہیں آرہے تھے۔ لیکن جب میں گھاس کے عقب سے نکلا تو انہوں نے مجھے دیکھ لیا، اور دوسرے لمحے ان میں سے ایک کے منہ سے وحشت زدہ سی آواز نکلی، دوسرے نے فوراً ہی سانپ کی طرح پلٹ کر مجھ پر فائر کر دیا تھا۔ لیکن میں اس فائر کے لیے تیار تھا۔ میں نے اپنے آپ کو زمین پر گر کر بچایا اور اس کے بعد میں نے جست کر کے اس شخص کے قریب پہنچ گیا جس نے فائر کیا تھا۔ میرے سر کی زوردار ٹکر اس کے سینے پر لگی اور وہ بری طرح اچھل کر نیچے گرا، میں اس پر سوار ہو گیا تھا اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ جسے دو ہی جھٹکوں میں، میں نے نیچے گرا دیا۔ اور اس کے بعد اسے ٹانگوں پر اچھال کر پیچھے پھینک دیا۔ لیکن اب میں اس کی شکل دیکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اور اسے دیکھ کر میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا تھا۔ وہ جانگ تھا مارشل آرٹس کے ماہر جانگ نے فوراً ہی عمل کیا اور اچھل کر دونوں ٹانگیں میری گردن میں پھنسا کر مجھے پلٹنے کی کوشش کی لیکن اب صورت حال پہلے جیسی نہیں تھی۔ میں نے اس کی کوشش ناکام بنا کر اسے زمین پر دے مارا۔ جانگ نے گرتے ہی ایک بار پھر مجھ پر مارشل آرٹس کا ایک داؤ آزما

اور میں نے یہ داؤ بھی ناکام بنا دیا، اس کے ساتھ ہی میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے زور کی پٹخنی دی لیکن جانگ پھرتی سے پلٹ کر پیروں کے بل گرا اور اب شاید اس نے میری صورت دیکھ لی تھی۔ دفعتاً اس کے حلق سے ایک خوفزدہ سی آواز نکلی اور وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن اس سے مجھے نقصان ہو سکتا تھا۔ دوسرا آدمی مجھ پر گولی چلا سکتا تھا۔ اس لیے میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس چٹان کی آڑ میں چھلانگ لگا دی جہاں جانگ موجود تھا، یہ دوسری بات تھی کہ اس کا ساتھی اتفاقیہ طور پر زد میں آگیا اور اس کا منہ پتھر سے ٹکرا گیا۔ اس کے ہاتھ میں بھی پستول تھا جو اس ناگہانی ضرب سے اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ میں نے اس پستول پر قبضہ جما لیا۔ دوسرا آدمی ہاتھ زمین پر ٹکا کر سیدھا ہوا تو میرے سینے سے گہری سانس نکل گئی۔ یہ میکے براؤن تھا۔

میکے براؤن نے میری شکل دیکھی تو اس کی کیفیت بھی جانگ سے مختلف نہ ہوئی۔ وہ دوبارہ منہ کے بل گر پڑا۔ "ناممکن۔ خدا کی قسم ناممکن۔" اس کے حلق سے آواز نکلی۔

"سیدھے ہو جاؤ میکے براؤن۔ بعض اوقات بہت سے ناممکنات ممکن ہو جاتے ہیں۔ اس سے کہو کہ تمہارے قریب آجائے۔ اور کون ہے تمہارے ساتھ؟" میں نے پوچھا لیکن میکے براؤن کی جیسے سماعت ختم ہو گئی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ زخمی پیشانی سے خون بہہ بہہ کر اس کی آنکھوں تک آرہا تھا لیکن اسے کچھ ہوش نہیں تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر اس کا کالر پکڑا اور اسے ایک جھٹکے سے کھڑا کر لیا۔ لیکن میکے براؤن دوبارہ گر پڑا۔ اس کی ٹانگیں بے جان ہو گئی تھیں۔ "جانگ اس کے قریب آجاؤ۔ چلو جلدی کرو۔" میں نے کہا اور جانگ کو جیسے ہوش آگیا۔ وہ بے حد خوفزدہ تھا۔ وحشت اس کے چہرے پر منجمد تھی لیکن اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ اور میکے براؤن کے پاس آ کھڑا ہوا۔ میکے براؤن نے جانگ کا بازو پکڑ لیا اور بھرائے ہوئے لہجے میں بولا "جانگ یہ۔ یہ۔ گازال ہے؟"

"نہیں۔ اس کی روح۔" جانگ لرزتی آواز میں بولا۔

"روح۔" میکے براؤن کی سرسراتی آواز ابھری۔

"سو فیصدی مسٹر براؤن میں اس سے جنگ کر چکا ہوں۔ وہ زندہ نہیں ہے۔ زندگی میں وہ اتنا طاقتور نہیں تھا۔ آہ مسٹر براؤن۔ وہ۔ وہ روح ہے۔" جانگ کوئی ٹھوس منتر بڑبڑانے لگا جو مقامی زبان میں تھا۔

"تم پر ہنسنے کو جی چاہ رہا ہے میکے براؤن۔ تم یورپ کی جدید دنیا کے انسان ہو لعنت ہے تم پر۔"

"گازال۔ کیا تم زندہ ہو؟"

"یہاں تمہارے ساتھ اور کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اور۔ اور کوئی نہیں ہے۔" میکے براؤن نے کہا۔

"تب اٹھو اس جگہ سے آگے بڑھو۔ اٹھو میکے براؤن ورنہ میرے اور تمہارے درمیان اب رعایت کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔" میں نے پستول ہلاتے ہوئے کہا۔ میرا لہجہ حد درجہ سفاک ہو گیا تھا۔ اس لیے میکے براؤن کے جلدی سے اٹھنے کی کوشش کی۔ وہ شاید دوبارہ گر پڑتا لیکن جانگ نے اسے سنبھال لیا تھا۔ "آؤ اس طرف آؤ۔" میں نے اشارہ کیا اور انہیں چٹانوں کی آڑ سے ایک کھلی جگہ لے آیا۔ ممکن ہے ان کے پاس اور اسلحہ بھی ہو اس لیے انہیں اس جگہ سے ہٹانا ضروری تھا۔ جب وہ کھلی جگہ آئے تو میں نے آگے بڑھ کر ان کی تلاشی لی لیکن کوئی اور ہتھیار ان کے پاس سے برآمد نہیں ہوا تھا۔

"جانگ میں کوئی روح نہیں ہوں۔ وہی غزالی ہوں جسے تم نے اپنی دانست میں ہلاک کر دیا تھا۔ میکے براؤن میں زندہ ہوں اور تم سے بہتر پوزیشن میں ہوں کیا خیال ہے تمہارا؟"

"اگر تم زندہ ہو تو اب زندہ نہیں رہو گے۔ میں تمہیں روح سمجھ کر خوفزدہ ہو گیا تھا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے کسی کو زندہ نہ دیکھنا چاہا ہو اور وہ زندہ ہو۔" جانگ کی غراہٹ ابھری اور میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"ہاں جانگ میرا اور تمہارا حساب صرف انہیں چند لمحات کا ہے۔ جن میں تم نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ تم اپنا ادھورا کام پورا کرو میں تم سے اپنا حساب وصول کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔" میں نے میکے براؤن کا پستول اپنے لباس میں رکھ لیا۔ جانگ دونوں ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔ چونکہ اس کا خوف ختم ہو گیا تھا۔ اس لیے اب وہ بے حد خونخوار نظر آرہا تھا۔ میں بھی سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ جانگ نے دونوں ٹانگیں جوڑ کر مجھ پر چھلانگ لگائی لیکن میں اس کے لیے تیار تھا۔ میں نے جھکائی دے کر خود کو اس کی زد سے بچایا اور جونہی وہ زمین پر گرا میری ٹھوکر اس کے منہ پر پڑی۔ جانگ پوری قلابازی کھا گیا۔

"جانگ۔ جانگ کتے۔ سور میری اجازت کے بغیر، میری اجازت کے بغیر تو نے جنگ شروع کر دی۔" میکے براؤن لرزتی آواز میں بولا اور جانگ کے سر پر جا کھڑا ہوا۔

"اسے اجازت دے دو مسٹر براؤن۔" میں نے کہا۔ اور آگے بڑھنے لگا۔

"پلیز۔ گازال پلیز۔ پلیز۔" میکے براؤن لجاجت سے بولا۔ جانگ میکے براؤن کی مداخلت پر سست پڑ گیا۔ پھر بھی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے پھٹے ہوئے ہونٹوں سے خون پونچھنے لگا۔ اس کی

نگاہیں مجھ پر تھیں "تم پیچھے ہٹ یہاں سے دور چلا جا" براؤن پھر بولا۔

"کیوں مسٹر براؤن۔ یہ رعایت کیوں ہو رہی ہے میرے ساتھ؟"

"میں تم سے معافی نہیں مانگوں گا گازالی۔ اب اس کی گنجائش نہیں ہے لیکن مجھے امان دو میری جان بخشی کر دو۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو پھر پستول تمہارے پاس ہے۔ میرے دل کا نشانہ لو اور فائر کر دو۔ یہ تمہارا احسان ہو گا مجھ پر۔"

"مکار گدھ۔ تمہاری شاطرانہ فطرت سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اس وقت تم اپنی پوزیشن کمزور محسوس کر کے کینچلی بدل رہے ہو۔ ٹھیک ہے زندہ رہو میرا کیا جاتا ہے۔ بھٹکتے رہو ان ویرانوں میں، موت خود تمہیں تلاش کرے گی۔"

"گازالی۔ گازالی۔ سنو۔ سنو میری بات تو سن لو۔ چند باتیں سن لو میری کسی بھی حیثیت سے سہی میری کچھ باتیں سن لو۔ ہارا ہوا انسان ہوں، تھکا ہوا ہوں، بے لبس ہوں۔ بے لبس دشمن پر رحم کھا لو۔ اپنی سربلندی کے صدقے کے طور پر۔ پلیز گازالی پلیز!"

"کہو۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ میرا ذہن تیزی سے کچھ فیصلے کر رہا تھا۔

"جولیا ان پہاڑوں میں گم ہو گئی ہے۔ میری جولیا کھو گئی ہے۔ ہم ایک شدید آتش فشانی کا شکار ہو گئے تھے۔ مجھے مجھے بہت سی سزائیں مل چکی ہیں۔ میں میں۔" وہ رک کر ہانپنے لگا۔ "بس ایک کام کر دو میرا۔ اس کی تلاش میں میرا ساتھ دو۔ ممکن ہے وہ بچ گئی ہو۔ بہت سے لوگ بچ گئے تھے۔ میں ایک بہت بڑے گروہ کے ساتھ تھا۔ وہ سب چلے گئے میں چھپ گیا کیونکہ جولیا ان کے ساتھ نہیں تھی۔" میکے براؤن بے ربط انداز میں کہہ رہا تھا۔ اس کی حالت بہت خراب لگ رہی تھی۔ لیکن میں تمام حالات سے واقف تھا اس لیے اس کی باتیں میری سمجھ میں آ رہی تھیں۔

بڑی نفرت تھی اس شخص سے مجھے اپنی دانست میں اس نے میری زندگی ختم ہی کر دی تھی۔ ہر طرح سے ایک برا انسان تھا وہ۔ شاید اس نے زندگی میں کسی سے سچائی نہیں برتی تھی۔ حسن صاحب سے وہ سچا نہیں تھا اور اس نے در پردہ ڈاکٹر طاہر علی کو اس کے لیے تیار کیا تھا کہ وہ بوڑھے کا ذہنی توازن درست نہ ہونے دے۔ راناشمشیر سنگھ کو اس نے بڑی بے دردی سے قتل کر ڈالا تھا۔ لیکن اس وقت اس کی حالت قابل رحم تھی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"جولیا کو تلاش کرنے میں میری مدد کرو گازالی۔ اس کے بعد میں تمہاری دی ہوئی ہر سزا قبول کر لوں گا میں۔ میں تمہاری دی ہوئی ہر سزا قبول کر لوں گا جولیا۔ جولیا۔" وہ رونے لگا۔

"اپنے اس کتے کو قابو میں رکھو اور میرے ساتھ آؤ۔" میں نے جانگ کی طرف اشارہ کیا اور آگے بڑھ گیا۔ میکے براؤن گرتا پڑتا میرے ساتھ چل رہا تھا۔ جانگ بھی اس کے پیچھے آ رہا تھا۔ مغرور جانگ کو میں نے درست کر دیا تھا۔ دل میں خواہش تھی کہ اس سے بھرپور جنگ کروں اور اس کی ہڈیاں بھی اسی طرح توڑ دوں جس طرح اس نے مجھے نیم مردہ کر دیا تھا۔ لیکن اس کا ذریعہ موقع نہیں ملا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم سب اس جگہ پہنچ گئے جہاں جولیا موجود تھی۔ جولیا نے شاید ہمیں دیکھ لیا تھا۔ جس وقت ہم وہاں پہنچے تو وہ ایک چٹان سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ میکے براؤن اس کے بالکل قریب پہنچ کر ہی اسے دیکھ سکا تھا۔ اس کے حلق سے دلدوز چیخ نکلی۔ اور وہ جولیا کی طرف دوڑا۔ "جولیا میری بچی جولیا۔" لیکن جولیا نے اس پر پستول تان لیا۔ وہ پستول سیدھا کیے کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"اپنی جگہ رکو میکے براؤن۔ آگے بڑھے تو گولی مار دوں گی۔" اس نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جو۔ جولیا۔" میکے براؤن کے قدم رک گئے۔ اس کا منہ تعجب سے کھل گیا۔ اس نے بغور جولیا کو دیکھا پھر پلٹ کر مجھے دیکھنے لگا۔ "آہ۔ گازالی کیا۔ کیا اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے کیا یہ۔"

"ذہنی توازن پہلے بگڑ گیا تھا مسٹر براؤن۔ اس وقت پاگل تھی میں جب میں تمہاری چال میں آ گئی تھی۔ اب تو ہوش آیا ہے مجھے۔ اب میں ایک مکار شخص کی مکاری سے واقف ہوئی ہوں۔ گازالی تم نے بھون کیوں نہ دیا ان دونوں قاتلوں کو، یہ زندہ کیوں ہیں۔ کیوں زندہ ہیں یہ۔ تم نے۔ کتے تم نے گازالی کو قتل کرنے کی کوشش کی اور اپنی دانست میں۔ اسے مجھ سے چھین لیا تھا۔ میں تم سے تمہاری زندگی چھین لوں گی۔" جولیا نے جانگ کو مخاطب کر کے کہا۔ اور جوش غضب میں اس پر گولی چلا دی۔ گولی جانگ کی بائیں آنکھ میں گھس کر کھوپڑی توڑتی ہوئی نکل گئی دوسری گولی اس کے سینے کے عین درمیان لگی تھی۔

"جولیا۔" میں چیخا۔ میکے براؤن جلدی سے زمین پر لیٹ گیا تھا۔ جانگ ماہی بے آب کی مانند تڑپ رہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر جولیا سے پستول چھین لیا۔ "کیا کر رہی ہو جولیا کیا کیا تم نے۔۔۔؟"

"جو تم نے نہیں کیا گازالی۔ اس لیے کہ تم یوریشین نہیں برتر نسل کے باشندے نہیں ہو۔ میکے براؤن کی طرح۔ اٹھو ڈیڈی

تم گازالی کے شکار ہو۔ تمہیں اس کے ہاتھوں مرنا ہو گا۔ کیوں ڈیڈی یہ ایشیائی غدار ہے نا یہ ہمارا نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی کہا تھا نا تم نے؟"

میکے براؤن سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اب وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی حالت بہت خراب تھی۔ یہ سارے حالات اس کے حواس چھین لینے کے لیے کافی تھے۔ جانگ اب دم توڑ رہا تھا۔ اگر اس قدر جاندار نہ ہوتا تو کب کا مر چکا ہوتا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سرد ہو گیا۔

"بس جولیا پلیز۔ خاموش ہو جاؤ۔ مسٹر براؤن ایک بھٹکے ہوئے انسان ہیں۔ فطرتاً برے ہیں یہ اس لیے کسی پر اعتماد نہیں کرتے۔ کسی سے سچ نہیں بول سکتے۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔"

"نہیں۔ مجھے معاف کر دو گازالی۔ بس ایک بار مجھے معاف کر دو۔ بہت نقصان اٹھا چکا ہوں میں۔ بس ایک بار اور۔ صرف ایک بار۔"

"اور اس بار گازالی۔ اس بار ڈیڈی کوئی غلطی نہیں کریں گے۔ اس بار شاید وہ تمہیں اپنے ہاتھوں سے ہلاک کریں گے۔ کسی دوسرے پر بھروسہ نہیں کریں گے وہ۔ اس لیے انہیں ایک موقع اور دو۔ ڈیڈی گازالی ایک بہتر انسان ہے۔ خدا کی قسم اب میں تم پر ایک لمحہ بھروسہ نہیں کر سکتی۔ تم ساری دنیا کے لیے یکساں ہو میرے لیے بھی۔ گازالی بھول جاؤ کہ یہ شخص میرا باپ ہے۔ اس کے فریب میں نہ آنا۔"

"کیا کہتے ہو مسٹر براؤن؟" میں نے پوچھا میکے براؤن خاموش بیٹھا رہا۔ اب اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ وہ بس پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"جولیا۔ میں مسٹر براؤن کو ایک موقع اور دے رہا ہوں۔ آخری بار۔ اس کے بعد ان کے خون کا پیاسا ہو جاؤں گا۔ اور براؤن اسے لکھ لو۔ تمہاری کوئی اور حرکت اب میرے لیے ناقابل برداشت ہو گی۔ اس کے بعد میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"ہاں گازالی۔ بس آخری بار۔ اس کے بعد۔" مسٹر براؤن نے سسکی سی بھر کر کہا۔

جولیا دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ "تم نے ڈیڈی۔ تم نے مجھے اپنی نگاہوں میں بھی ذلیل کر دیا۔ مجھے اس کا غم ہے کہ میری رگوں میں تمہارا خون دوڑ رہا ہے۔ میں تمہارے نام سے پہچانی جاتی ہوں۔"

"مسٹر براؤن تمہارے لیے پاگل ہو رہے تھے جولیا۔ ان کی حالت تمہارے لیے خراب ہو رہی تھی۔ براہ کرم میرے لیے ہی سہی ایک بار انہیں معاف کر دو۔ ان کی سزا پوری ہو گئی ہے۔ پلیز۔" میں نے کہا۔ جولیا نے مجھے دیکھا اور پھر اس چٹان سے ٹک کر بیٹھ گئی، اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ جانگ کی لاش کچھ فاصلے پر پڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ میں ان دونوں کو یہاں سے ہٹا کر دور لے گیا اور ایک جگہ منتخب کر کے بیٹھ گیا۔ جولیا نے ابھی تک میکے براؤن سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ میکے براؤن نے بار بار مجھے امی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ جیسے وہ مجھ سے گفتگو کرنا چاہتا ہو لیکن شاید ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

رات ہو گئی۔ جولیا زمین پر لیٹ گئی تھی۔ براؤن مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اب بھی میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میں مسکرانے لگا۔ "تمہیں میری زندگی کا اب بھی یقین نہیں مسٹر براؤن؟"

"نہیں گازالی۔ تم زندہ رہنے کے لیے ہو۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کچھ سوالات بے چین کر رہے ہیں پوچھنے کی جرأت نہیں ہو رہی۔"

"پوچھو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا ڈاکٹر طاہر علی اور دوسرے لوگوں کے بارے میں تمہیں معلوم ہے؟"

"ہاں میں جانتا ہوں کہ تم نے کسی طرح ان پر زندگی تنگ کر دی۔ کتنی اذیتیں دی ہیں تم نے انہیں۔"

"تم کیسے جانتے ہو؟" میکے براؤن ششدر رہ گیا۔ اور پھر گہری سانس لے کر بولا "اوہ۔ جولیا نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہو گا۔ سایا کا ذکر بھی کیا ہے اس نے۔۔۔؟"

"مجھے سب کچھ معلوم ہے میکے براؤن۔ تم مجھ سے جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔" میں نے کہا۔

"تم ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھے میرا مطلب ہے کرنل آسٹن وغیرہ کے ساتھ وہ لوگ تو تم سے مکمل لاعلمی کا اظہار کرتے رہے تھے۔ میرا بھی یہی خیال تھا کہ تم مر چکے ہو۔ اگر تم ان کے ساتھ نہیں تھے تو پھر تمہارا گروہ کہاں ہے تم تنہا تو یہاں نہیں آ سکتے۔"

"میرا گروہ صرف تین افراد پر مشتمل ہے جن میں سے ایک میں ہوں دوسرا سمبو تورا اور تیسری ندرت۔"

"اوہ۔ اوہ سمبو تورا تمہارے ساتھ ہے۔ گویا جانگ کی وہ اطلاع درست تھی۔ آہ گازالی خوش نصیب ترین انسان ہو۔ بہت کچھ معلوم ہو چکا ہو گا تمہیں۔ بہت کچھ جان چکے ہو گے۔ کاش تم خلوص دل سے مجھے قبول کر لیتے۔ کاش تم میرے ساتھی

ہوتے" وہ حسرت سے بولا۔ پھر چونک کر کہنے لگا۔ "یہ لوگ کہاں ہیں؟"

"کون۔؟" میں نے پوچھا۔

"سمبو تورا اور وہ۔ لڑکی؟"

"ساریا کے پاس ہیں۔"

"کیا؟" میکے براؤن بری طرح چونک کر بولا۔

"میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس وقت بھی جب تم ساریا پر ہتھیار تان کر کھڑے ہوئے اور گرفتار ہوگئے۔ اس کے بعد بھی میں تم سے دور نہیں تھا۔ آتش فشانی کے بعد ہی میں بھی اس سے جدا ہوا ہوں۔"

"خدا کی پناہ۔ تو کیا تم اب اس کے ساتھی ہو اور سمبو تورا؟"

"میکے براؤن تم ہرگز قابل اعتبار انسان نہیں ہو۔ میں تم سے کچھ کہتے ہوئے خوفزدہ ہو جاتا ہوں اور ظاہر ہے میرا یہ خوف۔"

"ہاں۔ اب میں اس قابل نہیں ہوں۔" میکے براؤن مایوسی سے بولا۔

"اس کے باوجود میں پھر ایک جوا کھیلنا چاہتا ہوں۔ ایک بار پھر تمہیں آزمانا چاہتا ہوں۔"

"میں کوئی جواب دیتے ہوئے شرمندہ ہوں گا زالی۔"

"ساریا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"

"خونخوار عورت ہے اس نے ہمیں قید کرلیا تھا۔"

"اب بھی اس کے ہاتھ لگ گئے تو وہ تمہیں آزاد نہ چھوڑے گی۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے تمہیں زندہ کیوں رکھا ہے؟"

"ہاں میں نہیں جانتا۔"

"آتش فشانی کے بعد تمہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"وہ زندہ ہے۔ اس کے بہت سے ساتھی زخمی اور ہلاک ہوگئے لیکن وہ زندہ ہے اور ٹھیک ہے۔ میرے دو ساتھی ہلاک ہوئے باقی بدستور اس کے قیدی ہیں۔ وہ سبز پہاڑوں کی جانب گئی ہے۔ چونکہ جولیا گم ہوگئی تھی اس لیے میں جانگ کے ساتھ یہاں چھپ گیا۔ اگر اسے پتا چل جاتا تو وہ مجھے نہ چھوڑتی۔ آتش فشانی کے بعد بچ جانے والوں پر اس نے فوراً کنٹرول کرلیا تھا۔ لیکن ان کی تنظیم صحیح طور پر نہ کرسکی۔ کیونکہ خود بھی متاثر تھی۔ اسی لیے ہمیں اس سے بچ نکلنے کا موقع مل گیا۔ ورنہ اسے جولیا سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی۔ تم اگر واقعی اس کے ساتھ تھے تو اس کے بارے میں جانتے ہوگے۔ مگر گازالی۔ مگر۔؟"

"ہاں۔ کہو۔!"

"میں نے کبھی تمہیں وہاں نہیں دیکھا۔؟"

"شاید۔" میں نے اسی سلسلے میں تفصیل جاننا ضروری نہ سمجھا

میکے براؤن مجھے دیکھتا رہا تھا پھر بولا۔ "سمبو تورا سے تمہیں سب کچھ معلوم ہوگیا ہوگا گازالی۔ کیا تم نے ساریا کو ویلینی کی حقیقتیں بتادیں۔ کیا تم نے اس سے سمجھوتہ کرلیا ہے؟"

"یہ سب کچھ تمہیں بتاتے ہوئے میں خوفزدہ ہوں میکے براؤن۔ تم قطعی ناقابل اعتبار انسان ہو۔ کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ مجھ سے معلومات حاصل کرکے تم ساریا کی آغوش میں جا کر بیٹھ سکتے ہو۔"

"تمہارے شبہات بجا ہیں میرے پاس اپنی صفائی کے لیے کہنے کو کچھ نہیں ہے۔" میکے براؤن کی گردن لٹک گئی۔ پھر تھوڑی دیر خاموش رہ کر وہ بولا۔ "لیکن کچھ دلائل دے سکتا ہوں۔ ساریا وحشی صفت عورت ہے۔ بس کسی بھی طور اس کا قرب اور اعتماد حاصل کرلوں۔ کیا خزانے کے حصول کے بعد وہ مجھے زندہ چھوڑے گی۔ کیا اس جیسی عورت سے اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ کسی سے کتنی ہی مفید معلومات حاصل کرنے کے باوجود خزانے میں اپنا شریک بنالے گی۔ اگر وہ وعدہ بھی کرے گی گازالی تو تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا اس وعدے کو نبھائے گی؟"

"ہاں۔ امکانات تو نہیں ہیں اس کے میکے براؤن، لیکن اس کے باوجود کیا کہا جاسکتا ہے۔ ممکن ہے آپ کے دل میں کوئی نیا شوق پیدا ہو جائے۔ اور آپ خواہ مخواہ اس کی محبت حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے مجھے ہی اپنے راستے سے ہٹانا پسند کریں گے۔"

"گازالی۔ تمہاری معیت بہرطور اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ کم از کم تھوڑا بہت ربط تو ہے ہمارے درمیان، جبکہ وہ میرے اور تمہارے دونوں کے لیے اجنبی ہے اور ہم اس سے کسی بہتری کی توقع نہیں کرسکتے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو میکے براؤن۔"

"یہی کہ سمبو تورا کو تم نے ضائع کردیا گازالی۔ اسے اس کی تحویل میں دے کر تمہیں کیا ملا۔ یقیناً اب وہی اس خزانے سے فائدہ حاصل کرے گی۔ ممکن ہے وہ مجھے قتل ہی کردے، تمہیں اس قتل سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کے بعد تمہارے بارے میں بھی اسی طرح سوچے گی۔ خواہ تم کتنی ہی اس کی مدد کرو۔"

میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ میکے براؤن کو قابو میں لانے کے لیے مجھے اداکاری کرنا ضروری تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔ "ڈاکٹر طاہر علی، کنور پربھات سنگھ اور آسٹن بھی اس کی قید میں ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ تم نے انتہائی وحشیانہ سلوک کیا ہے میکے براؤن۔ کیا اب یہ لوگ ہمارا ساتھ دے

کرسکتے ہیں؟"

"کیا وہ تمہارے بارے میں یہ بات جانتے ہیں کہ تم ساریا کے ساتھ موجود ہو۔" براؤن نے سوال کیا۔

"نہیں کوئی نہیں جانتا۔"

"تو پھر ان سے کسی بھی طرح رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرو۔ بہتر یہی ہوگا کہ ہم پرانی ٹیم دوبارہ ترتیب دے لیں۔ یہ ہم دونوں ہی کے حق میں بہتر ہے گازالی۔ ویسے میں اس وقت تمہارے قبضے میں ہوں۔ جس طرح جولیا نے جانگ کو کتے کی موت مار دیا ہے۔ اگر تم چاہو تو تم بھی باآسانی مجھے ہلاک کرسکتے ہو۔ لیکن بہتر یہی ہوگا کہ ہم دونوں ایک بار پھر ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ اور اس طرح تمہاری معلومات اور ہماری افرادی قوت یکجا ہو جائیں۔ معاف کرنا گازالی یہ صرف ایک تجویز ہے۔ ورنہ اس وقت تو میرے لیے تم ساریا سے بھی زیادہ طاقتور ہو۔ باقی رہی دوسری باتیں تو گازالی جنگ اور محبت میں اس قسم کے واقعات اکثر پیش آتے رہتے ہیں۔

بدترین دشمنوں سے بھی بہترین مفاہمت کی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس کے اچھے نتائج نکل رہے ہوں۔ میں تمہارا مجرم ہوں قیدی بھی ہوں۔ جانگ کو جولیا نے ہلاک کردیا۔ تم نہ روکتے تو شاید مجھے بھی مار ڈالتی۔ بہرحال اب میں تم دونوں کے درمیان نہیں ہوں وہ تمہارا مسئلہ ہے۔ مجھے زندہ رکھنا چاہو تو تمہارے کام ہی آؤں گا۔"

"سب کچھ ہوسکتا ہے میکے براؤن۔ لیکن تم پر اعتماد کیسے قائم ہو؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" میکے براؤن تھکے تھکے لہجے میں بولا۔ پھر اچانک گردن اٹھا کر کہنے لگا۔ "کیا ساریا کے پاس تم نے ایک نایاب مجسمہ دیکھا ہے۔ انتہائی قیمتی انتہائی پراسرار۔ وہ میری ملکیت تھا لیکن وہ اسے چھین چکی ہے مجھ سے گازالی کیا تم پُراسرار کہانیوں سے دلچسپی رکھتے ہو۔"

"سناؤ شاید دلچسپ لگے۔" میں نے کہا۔

"تبت کے اس سفر میں ایک انتہائی نایاب مجسمہ میرے ہاتھ لگا۔ مجھ سے پہلے یہ رانا شمشیر نامی ایک شخص کے پاس تھا۔ جب اتفاقیہ طور پر میں نے اسے دیکھ لیا تو رانا نے مجھے بڑی عجیب اور خوفناک کہانیاں سنائیں۔ اس نے انتراِبھون نے اس مجسمے کو ایک منحوس مجسمہ قرار دیا۔ مجھ سے درخواست کی کہ کسی طرح اسے اس مجسمہ سے نجات دلادوں چنانچہ میں نے وہ مجسمہ اس سے لے لیا۔ اور اب مجھے قید کرنے کے بعد ساریا نے مجھ سے وہ مجسمہ چھین لیا ہے۔ تم اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہو کہ وہ کسی طرح بھی ہمارے لیے بہتر نہیں ثابت ہوسکتی ہم لوگ اگر ساریا سے نجات حاصل کریں بلکہ کوشش کرکے اسے ہلاک کردیں تو آپس میں تو خود ہی فیصلہ کرسکتے ہیں۔ لڑ بھڑ کر یا مفاہمت کرکے ہم ایک دوسرے سے سمجھوتہ کرسکتے ہیں لیکن ساریا سے خزانہ بچانا ممکن نہ ہوگا۔"

"اگر تم خلوص دل سے یہ بات کہہ رہے ہو میکے براؤن تو اس پر غور کیا جاسکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"خلوص کو درمیان سے نکال دو۔ اسے ایک کاروباری گفتگو قرار دے دو اور جس طرح چاہو سمجھوتہ کرلو۔" میکے براؤن نے کہا۔

"تمہارے آدمیوں میں سے کتنے افراد آتش فشانی میں ہلاک ہوئے؟"

"پتا نہیں۔ لیکن میں نے بہت سوں کو زندہ دیکھا ہے اب بھی بیس پچیس آدمی ضرور موجود ہیں۔"

"تمہارا ساتھ دیں گے۔؟"

"صرف میرا ساتھ دیں گے اس پر یقین رکھو۔"

"تب میکے براؤن تمہیں ان لوگوں کے ساتھ ساریا سے جنگ کرنی ہوگی۔ اسے ہلاک یا گرفتار کرنا ہوگا۔ اس کی قوت توڑنی ہوگی۔ میں اور میرے ساتھی اس جنگ میں تم سے پورا تعاون کریں گے اس کے بعد ہم خزانہ حاصل کریں گے۔ ہمارے اس وقت تک کے پروگرام مشترکہ ہوں گے جب تک ہم خزانہ نہ حاصل کرلیں۔ اس کے بعد تمہیں اختیار ہوگا کہ تنہا خزانہ کا مالک بننے کے لیے تم ہمارے خلاف کیا کرسکتے ہو۔ ہم بھی خود کو اس کے لیے تیار رکھیں گے۔" میں نے کہا اور میکے براؤن کی گردن جھک گئی۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"ایک تجویز پیش کردوں گازالی؟"

"کہو۔!"

"تم جولیا سے شادی کرلو۔ یہیں اسی جگہ یہاں سے روانہ ہونے سے قبل۔ اپنے مذہب کے مطابق۔ وہ تمہارے لیے پاگل ہے۔ تمہارے ایک بار کہنے سے اپنا مذہب تبدیل کرے گی۔ میں جولیا کا باپ ہوں۔ میں خود تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔ اپنے دین کے مطابق تم اس سے شادی کرلو۔ شاید اس طرح تمہیں یہ یقین ہو جائے کہ میں تم سے فریب نہیں کروں گا۔ جو کرچکا ہوں اس کے لیے معافی مانگنا عجیب لگتا ہے لیکن اس طرح شاید تمہارے دل سے کچھ کدورت دور ہو جائے۔"

میں میکے براؤن کا چہرہ دیکھنے لگا۔ شاید اس بار وہ سچ ہی بول رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"نہیں میکے براؤن۔ یہاں میں ایسا نہیں کروں گا۔ اگر تم

خزانے کے حصول کے بعد ایمانداری سے اس کی تقسیم کے لیے تیار ہو گئے تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہیں رہتا۔ جولیا کا معاملہ بعد میں طے کریں گے۔"

"تب تو پھر مجھ پر بھروسا کرلو۔ آخری بار۔" اس نے التجا کی۔

"او کے، ہم صبح کو یہاں سے روانہ ہو جائیں گے مسٹر براؤن اس کے بعد میں تمہیں آئندہ پروگرام کے بارے میں بتاؤں گا۔"

میکے براؤن خاموش ہو گیا۔ میں سوچ کے دھاروں پر بہنے لگا۔ میکے براؤن فی الحال مخلص ہو گیا تھا۔ جولیا کے بارے میں اس نے جو پیشکش کی تھی، وہ فریب پر مبنی نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ خود پر اعتماد دلانے کی انتہائی کوشش تھی۔ میں اسے پہاڑوں میں بھٹکتے دیکھ چکا تھا۔ وہ جولیا کے لیے سرگرداں تھا چنانچہ اس پیشکش میں کوئی کھوٹ نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ جولیا ذہنی طور پر مجھ سے اس طرح منسلک ہے کہ میرے لیے اس کی پروا بھی نہیں کرتی، تو پھر اس نے سوچا ہوگا کہ اب مجھ سے فریب مناسب نہیں ہے۔ بہرحال یہ میکے براؤن کا معاملہ تھا۔ میری اپنی کیفیت تو قطعی مختلف تھی۔ سچ بات یہ ہے کہ خزانہ تو اب راستے سے ہٹ ہی گیا تھا۔ مجھے تو اس پُراسرار مشن کے لیے مخصوص کر لیا گیا تھا۔ جس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ پتا نہیں کیوں میں ذہنی طور پر سمبوتورا اور ندرت کے لیے اس حد تک آمادہ ہو گیا تھا۔ اصل مقصد تو میرا بھی وہی تھا جو باقی تمام لوگوں کا۔ لیکن شاید ان لوگوں نے مجھے مسحور کر لیا تھا۔ کچھ ایسے ذرائع جنہیں میں سمجھ نہیں پایا تھا، اختیار کیے گئے تھے، اور سب خزانے وغیرہ کو بھول کر ان کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اب میکے براؤن کو صرف اس حد تک استعمال کیا جا سکتا تھا کہ ساریا کی قوت توڑ دی جائے۔ آتش فشانی نے اس کام میں آسانی پیدا کر دی تھی۔ ساریا بلاشبہ بہترین ساتھی رکھتی تھی۔ لیکن اس وقت وہ سب بھی شکستہ حال تھے۔ اگر میکے براؤن اپنے آدمیوں کے ساتھ اس کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی کرنے میں کامیاب ہو جائے، تو اس طرح ساریا کو مفلوج کیا جا سکتا ہے۔ بہت دیر تک مختلف خیالات کا شکار رہا۔ اور اس کے بعد سمبوتورا یاد آیا۔ چنانچہ میں نے اپنے تجربے کے مطابق ذہنی طور پر سمبوتورا سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی اور دیر تک اس میں مصروف رہا۔ تب آہستہ آہستہ میرے ذہن میں آواز کی کچھ لہریں پیدا ہونے لگیں، اور پھر مجھے سمبوتورا کی سی آواز سنائی دی۔ "کہاں تم ہو گازالی —! کہاں ہو، اور ہم تک کیوں نہیں پہنچے؟"

میں نے ذہنی طور پر اسے صورت حال سے آگاہ کیا، یہ تجربہ بلاشبہ میری زندگی کا سب سے انوکھا تجربہ ہوتا تھا۔ میں خود بھی عجیب سی کیفیات محسوس کرتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ سب حقیقت نہ ہو۔ صرف میرا تصور ہو۔ میری خوش فہمی ہو۔ لیکن اسے کیا کرتا کہ سمبوتورا کی آواز مجھے اپنے ذہن میں گونجتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ میں نے اسے خیالات کی کہانی سنائی اور اس کے بعد سمبوتورا کا جواب مجھے ملا۔ اس نے کہا۔

"ساریا تمہارے لیے دیوانی ہو رہی ہے۔ اس کے آدمی اطراف میں بھٹک رہے ہیں۔ اس نے پیلی پہاڑیوں کے عقبی حصے میں مسلسل پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔ اور تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ تمہارے بغیر وہ یہاں سے آگے نہیں بڑھے گی اور آج ہی انہوں نے مجھ سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم زندہ ہو۔ کیا میرے مل جانے کے امکانات ہیں تو میں نے اسے بڑے اعتماد سے جواب دیا ہے کہ بہت مختصر وقت جا رہا ہے، جب تم ہم تک پہنچ جاؤ گے۔"

سمبوتورا گفتگو کر ہی رہا تھا کہ دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ٹیلی فون کی لائن کٹ جاتی ہے۔ سمبوتورا سے میرا ذہنی رابطہ ایک دم منقطع ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد میں بار بار کی کوشش کے باوجود اس سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ بہرطور جو کچھ میرے ذہن تک پہنچا تھا اور جن الفاظ میں پہنچا تھا وہی اس وقت میرے لیے راہبر تھے۔ میں انتظار کرتا رہا کہ شاید معاً بارہ اس سے رابطہ قائم ہو۔ رات بھر نیند نہ آئی تھی۔ یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہو گئی۔ جولیا اپنی جگہ اٹھی اور میرے پاس آ بیٹھی۔ وہ میرے بالوں میں کنگھی کر رہی اور میں اس کی انگلیوں کے لمس سے عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں خمار آلود کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

"کیا رات کو سو نہیں سکے؟" اس نے پیار بھرے میں پوچھا۔

"ہاں جولیا نیند نہیں آئی۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"لیٹے رہو۔ پلیز مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے۔" اس کہا لیکن میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسی وقت میکے براؤن نے کروٹ بدلی اور پھر کہنیاں ٹیک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جولیا کے سکڑ گئے تھے۔

"اوہو۔ تم لوگ جاگ گئے۔ مجھے بھی اٹھ جانا چاہیے" اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جولیا نفرت سے ناک سکوڑ کر ایک چٹان پیچھے چلی گئی تھی۔

میکے براؤن نے پھیکی سی مسکراہٹ سے مجھے دیکھا اور "آب کیا پروگرام ہے گازالی —؟"

"ہمیں ساریا تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔" میں نے کہا۔

"کیا تم اس کی سمت کا تعین کر سکتے ہو؟"

"ہاں شاید۔ وہ اس طرف دیکھو، ادھر جولیا پہاڑیاں نظر آ رہی ہیں۔ کیا ان کا رنگ پیلا ہے؟"

"سو فیصدی۔ لیکن —؟"

"ساریا ان کے پیچھے ہے۔" میں نے جواب دیا اور میکے براؤن تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔ لیکن اس نے کچھ پوچھنے کی کوشش نہیں کی۔ ہم نے پیلی پہاڑیوں کی سمت سفر شروع کر دیا۔ راستے میں میکے براؤن نے کہا۔

"اگر ہم ساریا کے پاس پہنچ گئے گازالی تو پھر مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"پہلے تم ساریا کی موجودہ کیفیت کا جائزہ لو گے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ اسے کتنا نقصان پہنچا ہے۔ اس کے بعد تم اپنے آدمیوں کو اس کے لیے تیار کرو گے کہ وہ ساریا کے خلاف جنگ کریں لیکن یہ سب کچھ بہت رازداری سے کرنا ہوگا اگر ساریا کو اس کی بھنک مل گئی تو ہم میں سے کسی کی زندگی ممکن نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ لیکن میرے ساتھی نہتے ہیں۔ ساریا کے آدمیوں سے جنگ کرنے کے لیے ہتھیاروں کی ضرورت ہوگی۔"

"ساریا کے ہتھیار ہمیں اپنے قبضے میں کرنا ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"میں تمہیں اس کے مواقع فراہم کروں گا۔ میں جو کچھ کروں مسٹر براؤن اس کی چھان بین کی کوشش نہ کرنا۔ میں تمہیں ساریا کی قید سے رہائی دلا دوں گا اور اسے مجبور کر دوں گا کہ وہ تمہیں اپنے ساتھیوں میں شمار کرے اس کے بعد ہم مناسب موقع کی تلاش میں رہیں گے۔"

"جیسا تم کہو گے گازالی میں ویسا ہی کروں گا میرے ساتھی تمہاری ہدایات کے منتظر رہیں گے۔"

پیلی پہاڑیوں تک کا سفر طے کر لیا گیا اور میں نے چہرے پر وہی کپڑا ڈال لیا جو پہلے ڈالا ہوا تھا۔ اس کے بعد ہم پہاڑیاں عبور کرنے لگے۔ سمبوتورا کے الفاظ کی تائید تھوڑی دیر کے بعد ہو گئی۔ میں نے چند لوگوں کو اس طرف آتے ہوئے دیکھا اور انہیں پہچان لیا ساریا کے آدمی ہی تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ بری طرح شور مچانے لگے اور دوڑتے ہوئے ہمارے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد ساریا کے کیمپ تک پہنچنا مشکل نہیں ہوا تھا۔ مجھے زندہ سلامت دیکھ کر ساریا خوشی سے دیوانی ہو گئی اور اس وقت کچھ عجیب سی کیفیات مجھ پر طاری ہو گئیں۔ یوں محسوس ہوا جیسے میں بہت بڑا منافق ہوں اور اپنے ان تمام ساتھیوں اور دوستوں کو دھوکا دے رہا ہوں جو مجھے چاہتے ہیں۔ جولیا جس کی دیوانگی میں کوئی شک نہیں تھا جو میرے لیے سب کچھ کرنے پر آمادہ تھی لیکن میں اس سے مخلص نہیں تھا اور اب ساریا۔

میں زیادہ نہ سوچ سکا۔ ساریا میرے پاس پہنچ گئی۔ "تم زندہ ہو گازالی تم زندہ ہو۔ تو دونے مجھے یہی بتایا تھا۔ اور تمہاری زندگی میرے لیے اس کائنات کا سب سے بڑا خزانہ ہے آؤ۔ آؤ، پلیز۔ میرے خیمے میں آؤ۔" اس نے بے تکلفی سے میرا بازو پکڑ لیا۔ میری نگاہ غیر ارادی طور پر جولیا کی طرف اٹھ گئی۔ جولیا کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اور بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں دیکھ سکا۔ ساریا مجھے اپنے خیمے میں گھسیٹ لے گئی تھی، اس کی آنکھوں میں بے پایاں مسرت رقصاں تھی۔ "بیٹھو گازالی۔ بیٹھو۔ کیا کہوں تم سے۔ اپنے جذبات کے اظہار کے لیے کون سی زبان استعمال کروں۔ میں تو اس زبان سے بھی ناواقف ہوں۔ تم زخمی تو نہیں ہوئے۔ کوئی تکلیف تو نہیں ہے تمہیں؟"

"نہیں ساریا میں ٹھیک ہوں۔"

"آہ۔ کیا خوفناک مناظر تھے۔ کیا ہولناک تباہی پھیلی تھی۔ میرے بہت سے آدمی ہلاک ہو گئے۔ ہمارا آدھے سے زیادہ اہم اسلحہ تباہ ہو گیا۔ گازالی صورت حال بہت بدل گئی۔ مجھے اس قدرتی آفت کی امید نہیں تھی۔ میں نے سب سے زیادہ توجہ اسلحے پر رکھی تھی۔ میں نے سوچا تھا دیلینی کے مقابلے پر ایسی آتش فشانی کروں گی کہ وہ سوچ بھی نہ سکے گی لیکن وہ سارا پروگرام ختم ہو گیا۔ وہ تمام اسلحہ تباہ ہو گیا۔ مجھے تشویش ہو گئی ہے گازالی۔ بہت پریشان ہوں میں اب۔ چھوڑو ان باتوں کو۔ ان کے بارے میں سوچ لیں گے۔ تم مل گئے تو مجھے بہت سے خزانے مل گئے تم کیسے بچے گازالی؟"

"زندگی ابھی باقی تھی ساریا۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا اور اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر میرے چہرے سے کپڑا نوچ لیا۔

"اب یہ ختم کرو۔ میں تمہارا چہرہ سامنے چاہتی ہوں۔ تمہارے ساتھی نے اپنے علم کے حساب سے بتایا تھا کہ تم زندہ ہو لو میں نے یقین کر لیا تھا کہ وہ جھوٹا نہیں ہے۔"

"قیدیوں کی کیا کیفیت ہے؟"

"آٹھ قیدی ہلاک ہو گئے سترہ باقی ہیں۔ تین وہ ہیں جو ان قیدیوں کے قیدی ہیں میکے براؤن اور اس کی بیٹی تمہیں کیسے اور کہاں ملے؟" ساریا نے سوال کیا۔

"جنگلوں میں بھٹکتے ہوئے؟"

"انہوں نے دوبارہ میری قید میں آنا کیوں پسند کیا۔ وہ چاہتے تو فرار بھی ہو سکتے تھے۔"

"تنہا باپ بیٹی کہاں جاتے۔ انہوں نے خود ہی مجھ سے درخواست کی تھی کہ انہیں بھی ساتھ لے لوں انجام جو بھی ہو۔"

"ان لوگوں کا اب کیا کیا جائے گازالی۔ کوئی مشورہ دو۔" ساریا نے کہا۔ اور میں نے چند لمحات کے لیے خاموشی اختیار کر لی، پھر میں اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"تم نے ان لوگوں کو بلاوجہ ہی ساتھ رکھا ساریا، پہلے ہی ان سے جان چھڑا لیتیں تو اچھا تھا۔ میرے خیال میں اب یہ سوچنا تو بالکل بیکار ہے کہ یہ تمہارے خلاف سر اٹھانے کی جرأت کر سکیں گے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ انہیں اپنے اعتماد میں لے کر اپنے ان ساتھیوں کی کمی پوری کر لو جو اس قدرتی آفت کا شکار ہو کر ہلاک ہو گئے ہیں۔" میری اس تجویز پر ساریا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"ہاں۔ نہایت مناسب تجویز ہے۔ میکے براؤن اور اس کے تمام ساتھی اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ وہ ویلینی کے خزانے کی تلاش ہی کے لیے ان جنگلوں میں بھٹک رہے تھے۔ چنانچہ اگر ہم انہیں اس خزانے کا ایک حقدار تسلیم کر لیں۔ اور میکے براؤن سے اس موضوع پر سودے بازی کر لیں، تو میرا خیال ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ خود بھی مایوس ہو گا۔ اور یہ سوچ رہا ہو گا کہ بالآخر میری قید میں اسے موت نصیب ہو گی۔ اس قدرتی آفت سے وہ بھی بچ گیا۔ احمق کو بھاگ جانا چاہیے تھا۔ لیکن حالات شاید کوئی اور ہی رخ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ اور پھر گازالی ویلینی پہنچ کر ہمیں افرادی قوت کی ضرورت تو یقیناً پیش آئے گی، ہم نہیں کہہ سکتے کہ ویلینی کے باشندے کس قسم کے ہیں۔ آیا وہ جنگ و جدل کے ماہر ہیں، یا اس سلسلے میں کوئی تجربہ نہیں رکھتے میرا اپنا خیال ہے کہ دوسری جنگ عظیم کی جاسوسہ نے انہیں آتشیں ہتھیاروں کے استعمال سے تو روشناس کرا ہی دیا ہو گا، ایسی حالت میں ہمیں ان سے خوفناک مقابلہ کرنا پڑے گا، اور میرے اتنے سارے ساتھیوں کی ہلاکت میرے لیے انتہائی تشویشناک ہے۔ دیکھو گازالی یہاں تک پہنچی ہوں تو اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی فیصلہ ضرور چاہتی ہوں۔ کیسی بھی طور یہاں سے ناکام واپس جانے کا تصور نہیں رکھتی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ خزانے کا حصول میرے لیے ممکن نہ ہو لیکن آخری حد تک کوشش کروں گی بشرطیکہ تم اس کی اجازت دو۔"

میں نے اچٹتی نگاہ ساریا کے چہرے پر ڈالی۔ وہ پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "ان لوگوں کو اپنے اعتماد میں لینا تمہارے حق میں بہتر رہے گا ساریا اور مجھے یقین ہے کہ خزانے کا کچھ حصہ اگر اسے دینے کا وعدہ کر لیا جائے تو وہ تم سے کبھی منحرف نہیں ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔ یہاں سے آگے بڑھنے سے پہلے ہمیں بہت سے فیصلے کرنے ہوں گے اس ہولناک زلزلے اور آتش فشانی نے ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کیا ہے۔ میرے ساتھی شکار تلاش کر رہے ہیں تاکہ جانوروں کے گوشت کا ذخیرہ کر لیا جائے خوراک بھی بڑی مقدار میں ضائع ہوئی ہے۔ بہرطور اگر غیر مناسب نہ سمجھو گازالی تو میکے براؤن سے تم ہی بات کر لو۔ ممکن ہے میں اپنے مزاج کے مطابق اس کی کسی بات سے برگشتہ ہو جاؤں۔ ویسے بھی میں اسے ایک زبردست نقصان پہنچا چکی ہوں یعنی اس قیمتی مجسمے کا حصول" ساریا مسکرا دی۔

"مجسمہ محفوظ ہے۔؟"

"ہاں اتفاقیہ طور پر۔"

"میں اپنے ساتھیوں سے مل لوں ساریا۔؟"

"اوہ۔ ضرور۔ تورا اور ہائیسا اپنے خیمے میں ہیں۔" ساریا نے جواب دیا اور پھر وہ میرے ساتھ ہی ان کی طرف چل پڑی۔ سمبوتورا گولین کے پاس تھا۔ گولین اس آتش فشانی میں ایک پتھر لگ جانے سے زخمی ہو گیا تھا۔ اس کی پیشانی پر پٹی بندھی ہوئی تھی لیکن اس کی ذہنی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ سمبوتورا مجھے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا "گازالی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"تمہاری پیش گوئی مقدس راہب۔" ساریا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کا شکریہ میڈم۔ یہ میرا بہت قیمتی ساتھی ہے۔" سمبوتورا نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"و یہ۔" ساریا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "فیصلہ مشکل ہو گیا ہے کہ یہ کس کے لیے زیادہ قیمتی ہے۔ میری طرف سے اپنے اس قیمتی ساتھی کی زندگی کی مبارکباد قبول کرو اور اگر ہو سکے تو مجھے بھی اس کی زندگی کی مبارکباد دو۔ میں چلتی ہوں مجھے تمہاری ملاقات میں دخل انداز نہیں ہونا چاہیے۔" وہ خیمے سے باہر نکل گئی۔ سمبوتورا نے آگے بڑھ کر مجھے گلے سے لگا لیا۔ "تمہاری زندگی گازالی ہمارے لیے کامیابی کی خبر ہے۔" اس نے بھرائی آواز میں کہا۔

"بڑا خوفناک زلزلہ تھا مجھے حیرت ہے کہ ساریا کے ساتھی زندہ بچ گئے۔"

"بے حد جیالے لوگ ہیں اور شاید دیوانے بھی۔ شاید نہ کرو کہ وہ آتش فشاں کو دیکھ کر قہقہے لگا رہے تھے اور تصویریں بنا رہے تھے تین آدمی اسی کوشش میں موت کا شکار ہو گئے میرے سامنے وہ ایک وزنی پتھر کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے۔"

"گولین کا کیا حال ہے۔؟"

"حسب معمول۔ آتش فشانی کے وقت میں اس کے پاس اور اس کی حفاظت کر رہا تھا۔"

"ندرت ٹھیک ہے۔؟"

"اس سے نہیں ملے۔؟"

"نہیں ابھی نہیں۔"

"تو آؤ۔ حالانکہ میں نے اسے یقین دلا دیا ہے کہ میری تم سے ملاقات ہوئی ہے لیکن وہ اب بھی تمہارے لیے پریشان ہے۔"

"ہاں اس ذہنی رابطے کے بارے میں تم کیا کہتے ہو سمبوتورا۔ میری یہ کوشش کامیاب تھی۔؟"

"تم بہترین ذہنی قوتوں کے حامل ہو مجھے یقین تھا۔" سمبوتورا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہم گولین کے پاس سے اٹھ کر وہاں پہنچے جہاں ندرت موجود تھی۔ اس کا چہرہ ستا ہوا تھا، حسین آنکھیں اسی میں ڈوبی ہوئی تھیں مجھے دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھی اضطرابی انداز میں میری طرف بڑھی اور پھر رک گئی۔

"تمہیں زندہ سلامت دیکھ کر جو مسرت ہوئی ہے ندرت کے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔" میں نے قریب پہنچ کر کہا، ندرت کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا۔ البتہ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے، سمبوتورا نے مسکراتے ہوئے کہا "ہائیسا پتھر دل لڑکی ہے، لیکن کبھی کبھی پتھروں میں بھی گداز پیدا ہو جاتا ہے، اس کی آنکھوں کے آنسو دنیا کے وہ انمول موتی ہیں، جنہیں انسانی آنکھ بہت کم دیکھ پاتی ہے۔"

"میں زندگی کے اس سب سے قیمتی سرمائے کو ہمیشہ یاد رکھوں گا، ہائیسا اور سمبوتورا جو اس وقت میرے سامنے ہے، میری ذات کے لیے بہائے گئے یہ آنسو، میرے لیے سب سے بڑا خزانہ ہیں۔"

ندرت نے جلدی سے آنسو خشک کر لیے تھے، پھر وہ میرے بدن کو چھوتی ہوئی بولی۔ "زخمی تو نہیں ہوئے۔؟"

"نہیں ندرت۔ خدا کا احسان ہے، کہ ہم سب ہی بچ گئے، حالانکہ یہ بڑا عجیب محسوس ہوتا ہے۔"

ندرت نے کوئی جواب نہ دیا، تھوڑی دیر کے بعد بینتھال ہمارے پاس پہنچ گیا، اس نے کہا کہ ساریا مجھ سے ملنا چاہتی ہے اور اس نے پیغام بھجوایا ہے کہ اگر میں اپنے ساتھیوں سے مل چکا ہوں، تو اس کے پاس پہنچ جاؤں، میں نے جھجکتی ہوئی نگاہوں سے ندرت اور سمبوتورا کو دیکھا، تو ندرت نے کہا۔ "جاؤ گازالی ضرور مل لو اس سے بہت ضروری ہے۔" اس کے انداز میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جسے میں طنزیہ ناخوشگوار لہجہ قرار دیتا، میں نے گردن ہلائی اور وہاں سے نکل آیا۔

ساریا میرا انتظار کر رہی تھی، کہنے لگی "بڑی ذہنی کشمکش کا شکار رہی ہوں میں، تمہیں تمہارے ساتھیوں سے ملانا بھی ضروری تھا، لیکن اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی، گازالی بیٹھو میرے پاس گذرے ہوئے لمحات ایسے ہولناک رہے ہیں کہ طبیعت پر شدید بوجھ آ پڑا ہے، مجھے تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"میں حاضر ہوں ساریا، کہو کیا مسئلہ درپیش ہے۔" میں نے پوچھا۔

"وہ مسئلہ جو میری زندگی میں اب سب سے اہم حیثیت اختیار کر چکا ہے، ابھی طے ہونے والا نہیں ہے اس کے لیے تو ایک طویل عرصہ درکار ہو گا، میں یہ بتا رہی تھی تمہیں کہ میرے ساتھی کس قدر بددل نظر آ رہے ہیں، بینتھال کا کہنا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ یہ سوال کرتے ہیں، کہ ہم ویلینی تک پہنچ بھی سکیں گے یا نہیں۔ میں سوچ رہی ہوں کہ اگر ان میں یہ بددلی بڑھ گئی تو پھر میں انہیں کنٹرول نہیں کر سکوں گی، ان میں سے ہر شخص اپنی مرضی کا مالک ہے، کیا تم اپنے علم سے یہ بتا سکتے ہو، کہ ویلینی تک کے سفر میں اب ہمیں کیا کیا مشکلات درپیش ہوں گی۔"

"اس سلسلے میں ابھی کوئی جواب مجھ سے لینا بہتر نہ ہو گا ساریا، تم اس کے لیے آج کی رات انتظار کرو، مجھ سے زیادہ تجربہ کار میرا ساتھی ہے، اس سے بات کر کے میں ستاروں کا حال دریافت کروں گا، کبھی کبھی ہم سے بھی غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں، اگر نہ ہوتیں تو شاید ہم تمہیں پہلے سے اس آتش فشانی کے بارے میں بتا سکتے۔"

"ہاں۔ یہ سوال میرے ذہن میں ابھرا تھا، تم نے اس کی پیش گوئی کیوں نہ کی۔"

"میں نے کہا نا کبھی کبھی ہم سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں، ہمارا سفر پُرسکون تھا، اور بظاہر اس میں کوئی ایسی بات پیدا نہیں ہو رہی تھی، جس سے ہمیں یہ احساس ہوتا کہ ہم اپنے طور پر کسی حادثے کا شکار ہو سکتے ہیں، چنانچہ اس طرف توجہ ہی نہیں دی گئی، اگر ہم آنے والے وقت کی طرف دھیان دیتے، تو کم از کم یہ پیشگوئی کر سکتے تھے کہ ہم کسی خوفناک زلزلے سے دوچار ہونے والے ہیں۔"

"جو ہوا سو ہو گیا۔ مجھے بدترین نقصانات سے دوچار ہونا پڑا ہے، اس کی تلافی میں کبھی نہیں کر سکوں گی، لیکن حقیقت یہی ہے کہ سفر اب مجھے بہت زیادہ طویل محسوس ہونے لگا

ہے۔ واپسی کا تصور اس سے بھی زیادہ ہولناک ہے، اور اس وقت میں اپنے بددل ساتھیوں کو اپنے قابو میں نہ رکھ سکوں گی، یہ تمام باتیں میرے ذہن کو تکدر کا شکار کر دیتی ہیں، اگر اس سلسلے میں تمہارے اس ذہنی اور حیرت انگیز ساتھی سے کوئی مدد مل سکے، تو اس وقت مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"میں وعدہ کر چکا ہوں ساریا جس قدر جلد ممکن ہو سکا، ہم اس کی کوشش کریں گے۔" ساریا سے کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی، مجھے بلانے کا کوئی خاص مقصد نہیں تھا، سوائے ان احمقانہ باتوں کے جو خواتین کرتی ہیں، خواہ وہ کسی بھی حیثیت کی مالک ہوں، بہر طور فرصت مل گئی۔ ندرت اور سمبوتورا میرا انتظار کر رہے تھے، میں ان کے درمیان پہنچ گیا، مختلف رسمی باتوں کے بعد ہم اصل مقصد پر آ گئے، میں نے سمبوتورا کو میکے براؤن کی کہانی سنائی، اور سمبوتورا حیرت زدہ رہ گیا، میکے براؤن اور جولیا کی واپسی کی مکمل تفصیل بتانے کے بعد میں نے سمبوتورا کو یہ بھی بتایا کہ پروگرام کے مطابق میں نے ساریا سے گفتگو کر لی ہے، تب سمبوتورا کہنے لگا "کیا تم نے جلد بازی نہیں کی ہے گازالی۔؟"

"نہیں اگر اس پروگرام میں کوئی ایسی بات محسوس ہو رہی ہے سمبوتورا جو ہمارے لیے نقصان رساں ہو سکتی ہے، تو تم مجھے بتاؤ۔؟"

"نہیں۔ خوب سوچا تم نے اور درحقیقت اگر سب کچھ اسی طرح ہو جائے۔ جیسا کہ طے کیا گیا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے اچھی کوئی بات نہیں ہے، لیکن میں میکے براؤن کی شخصیت سے خوفزدہ ہوں، کہیں یہ شخص اپنی عادت کے مطابق دوبارہ غداری نہ کر جائے، ساریا کو حقیقت بتا کر وہ اسی سے مراعات حاصل کر سکتا ہے، اور تمہارا کیا خیال ہے گازالی، ساریا یہ جاننے کے بعد کہ تم اور میں اب تک اس سے فریب کرتے رہے ہیں، ہم سے خوش رہ سکتی ہے؛ وہ جس قسم کی عورت ہے، اس کے تحت یقینی طور پر یہ سب کچھ برداشت نہ کر پائے گی، اور ہمیں شدید نقصانات سے دوچار ہونا پڑے گا، اگر اس سارے پروگرام میں الجھن کی کوئی بات ہے۔ تو صرف یہی ہے۔؟"

"بہر طور تمہارا اپنا پروگرام بھی یہی تھا سمبوتورا کہ کسی طرح ساریا کی قوت کو کمزور کر دیا جائے، مجھے اس سے بہتر اور کوئی ترکیب نہ سوجھی تو میں نے یہ سب کچھ کر ڈالا، اور اب ہمیں صرف نتائج کا انتظار کرنا ہوگا، کیونکہ اس میں کوئی ترمیم ممکن نہیں رہی ہے۔"

"نہیں میں کسی ترمیم کی بات نہیں کر رہا ہوں، بلاشبہ بہترین پروگرام ہے۔ صرف اتنا سا خدشہ تھا کہ میکے براؤن عادت کے مطابق کوئی گڑبڑ نہ کر سکے۔؟"

"اس وقت بھی ہم حالات سے نمٹنے کی کوشش کریں گے" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے، تم اپنے طور پر کارروائی کر ڈالو، اگر براؤن کو اگر ساریا کے ساتھیوں کی حمایت حاصل ہو گئی، تو اس کے پاس ہتھیار بھی پہنچ جائیں گے، اور اس بات پر ضرور غور کرنا گازالی کہ ہتھیار ملنے کے بعد ضروری نہیں ہے کہ وہ صرف ساریا کے خلاف ہی اقدامات کرے، ممکن ہے وہ ہمیں بھی اس میں شامل کر لے۔؟"

"تمہارا خدشہ بے بنیاد نہیں ہے سمبوتورا لیکن بہر طور نگاہ رکھی جائے گی اور میں کسی بھی قیمت پر اسے نظرانداز نہیں کروں گا" میں نے کہا اور سمبوتورا نے پراطمینان انداز میں گردن ہلا دی، ندرت نے مجھ سے اتفاق کر لیا۔ میکے براؤن سے ملاقات کرنے سے پہلے مجھے ڈاکٹر طاہر علی کنور پربھات سنگھ اور کرنل آسٹن سے ملاقات کرنی تھی، تاکہ انھیں بھی یہ صورت حال اچھی طرح سمجھا دی جائے، اور اس کے لیے میں نے رات ہی کا وقت منتخب کیا، ساریا کی طرف سے مجھے جو مراعات ملی ہوئی تھیں، میں ان سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ ساریا کے پہرا دینے والوں نے دیکھا اور ان کے انداز میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہوئی، گویا وہ یہ بات جانتے تھے کہ میں اب کیا حیثیت رکھتا ہوں۔ ڈاکٹر طاہر علی اور باقی دونوں افراد کی حالت بہتر نہ تھی، ان کے لباس بڑھی ہوئی داڑھیاں گرد و غبار میں اٹے ہوئے بال سے جھانکتی ہوئی پریشانی ان کی کیفیت کا اظہار کرتی تھیں، میرے چہرے پر بدستور نقاب پڑا ہوا تھا، اس وقت خاص طور سے اس کا خیال رکھ کر میں یہاں پہنچا تھا تاکہ وہ بے چین نہ ہو جائیں، تینوں ایک ہی جگہ تھے، اور بیٹھے ہوئے کچھ سرگوشیاں کر رہے تھے، حالانکہ عام لوگوں کے سونے کا وقت تھا اور سب سوائے پہرا دینے والوں کے نیند کی آغوش میں پہنچ چکے تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا، پہلے بھی بار وہ مجھے ساریا کے ساتھ دیکھ چکے تھے، اور ظاہر ہے پہچان نہیں سکے تھے، چونکہ میں ڈھکے ہوئے چہرے کے ساتھ ان کے سامنے آیا تھا، اس وقت بھی انہوں نے مجھے اسی انداز میں دیکھا اور میں ان کے سامنے بیٹھ گیا، وہ تینوں میرے انداز پر کسی قدر چونکے ہو گئے تھے۔ تب میں نے جس حد تک ممکن ہو سکا لہجہ بدل کر ڈاکٹر طاہر علی کو مخاطب کیا۔ "آپ لوگوں کو یہاں کوئی تکلیف کوئی پریشانی تو نہیں ہے۔"

"نہیں ہم بہت خوش و خرم و مسرور ہیں" ڈاکٹر طاہر علی نے آہستہ سے کہا اور ہنس پڑے، کرنل آسٹن چند قدم آگے کھسک آیا اور کہنے لگا۔ "مقدس کاہن اگر ہو سکے، تو ہماری ایک مدد کر دو، ہمیں اس قید سے نجات دلا دو، ہم تین افراد، سچ بات یہ ہے کہ ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے، جنھیں تم نے گرفتار کیا ہے، ہم تو اپنی زندگی کے عذاب کا شکار ہیں، تم دیکھو مقدس کاہن کہ میں بوڑھا آدمی ہوں، اور اب اس سفر میں زیادہ دن تک حصہ نہیں لے سکتا، میں اپنی دنیا میں واپسی چاہتا ہوں، میں ایسی جگہ جا کر مرنا چاہتا ہوں، جہاں کم از کم میری تدفین کا معقول بندوبست ہو سکے۔"

"نہیں کرنل جان آسٹن، آپ کو زندہ رہنا ہوگا، آپ زندہ رہیں گے۔" میں نے کہا۔ ڈاکٹر طاہر علی کو شاید میرے لہجے پر شبہ ہو گیا تھا، اس وقت میں اپنی آواز پر بھی قابو نہیں رکھ سکا تھا، وہ کسی قدر بے چین ہو گئے، اور انہوں نے بھی کرنل آسٹن ہی کی طرح آگے بڑھ کر کہا۔ "تم اپنے چہرے پر یہ نقاب کیوں ڈالے رہتے ہو راہب۔؟"

"اس لیے کہ اس نقاب کے پیچھے بہت سی کہانیاں چھپی ہوئی ہیں ڈاکٹر طاہر علی۔" میں نے کہا اور اس بار میرا لہجہ بھی اصل تھا، اور انداز بھی۔ ڈاکٹر طاہر علی پاگلوں کی طرح اٹھ کر میرے قریب آ گئے اور انہوں نے بڑے ملتجی انداز میں کہا۔ "مجھے اپنا چہرہ دیکھنے کی اجازت دے دو، راہب، ایک شبہ، ایک خیال میرے ذہن میں ابھر رہا ہے، کنور، کنور پلیز ذرا ادھر آؤ، کیا تم نے، کیا تم نے۔" میں نے آہستہ سے نقاب اپنے چہرے سے الگ کر دیا، اور ڈاکٹر طاہر علی کے بدن میں کپکپاہٹ دوڑ گئی۔ "خدا کی قسم، خدا کی قسم، یہ تم ہی ہو غزالی؟ غزالی یہ تم ہی ہو۔؟ یہ تم ہی ہونا۔؟" انہوں نے آگے بڑھ کر میرے لباس کو اپنی مٹھیوں میں جکڑ لیا۔ وہ بڑی ہیجانی کیفیت کا شکار نظر آ رہے تھے۔

کنور پربھات سنگھ بھی میرے بالکل قریب پہنچ گیا، اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میرا چہرہ دیکھنے لگا، پھر اس کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی "ہاں۔ غزالی ہی تو ہے، یہ ہمارا غزالی ہی تو ہے۔" دونوں کی کیفیت بڑی عجیب ہو گئی تھی، کرنل آسٹن بے چارہ اپنی جگہ پر ساکت و جامد بیٹھا ہوا تھا، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے، ڈاکٹر طاہر علی نے مجھے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "تم غزالی یہ تم ہی ہونا۔؟ خدا کے لیے جواب دو، یہ تم ہی ہونا۔"

"ہاں ڈاکٹر طاہر علی یہ میں ہی ہوں" میں نے کہا اور ڈاکٹر طاہر علی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ وہ اپنا چہرہ میرے سینے سے رگڑ رہے تھے۔ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے میرے سینے کے گرد حلقہ بنا لیا تھا اور روئے جا رہے تھے۔

"نہیں ڈاکٹر پلیز، اس قدر بے اختیار نہ ہوں، پلیز ڈاکٹر اپنے آپ کو سنبھالیں۔"

"غزالی۔ غزالی" ڈاکٹر طاہر علی اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہہ سکے، وہ مسلسل روتے جا رہے تھے۔ کنور پربھات سنگھ بھی ساکت مجھے دیکھ رہا تھا، اس کی کیفیت بھی بہتر نہ تھی۔ تب کرنل آسٹن نے کہا۔ "مگر تم تو۔ تم تو اس خونخوار عورت کے ساتھ۔ اوہ یہ بات تھی، سنا ڈاکٹر۔ گازالی نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا، گازالی نے۔ گازالی نے۔"

"کوئی فیصلہ کرنے یا میرے بارے میں رائے قائم کرنے میں جلد بازی مت کرو، کرنل جان آسٹن، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔ تمہیں اپنے طور پر احمقانہ فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔" میں نے کسی قدر ترش لہجے میں کہا، کیونکہ کرنل جان آسٹن کا لگایا ہوا الزام مجھے بہت ناگوار گزرا تھا، ڈاکٹر طاہر علی تھوڑی دیر کے بعد اعتدال پر آ گئے، تو میں نے ان تینوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں جن مصائب سے دوچار رہا ہوں، ان کی کہانی سنے بغیر اگر آپ لوگ میرے بارے میں کوئی فیصلہ کریں گے، تو میری ذہنی کیفیت کا خراب ہو جانا، قدرتی امر ہے۔ ڈاکٹر طاہر علی مختصر الفاظ میں، میں آپ کو ان لمحات کی کہانی سنائے دیتا ہوں، جن میں، میں آپ سے دور ہوا اور جن میں میرے ساتھ عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔ آپ کو علم ہے کہ ندرت سمبوتورا اور میکے براؤن وغیرہ کے معاملات میں، میں کس طرح الجھ گیا تھا، ڈاکٹر طاہر علی آپ صورتحال کو بہت بہتر سمجھ سکتے ہیں، میکے براؤن کا اعتماد حاصل کرنا بھی میرے لیے ضروری تھا، اور دوسری جانب میں اپنے طور پر آپ سب کے ساتھ منصوبہ بندی کرنے میں مصروف تھا۔ اسی اثناء میں میکے براؤن میری طرف سے بدظن ہو گیا، اور اس نے دھوکے سے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں، میں شدید زخمی ہو گیا۔ اس وقت سمبوتورا اور ندرت نے میری زندگی بچانے کے لیے جو کچھ کیا، خدا کے فضل و کرم سے وہ میرے لیے درست ثابت ہوا، بمشکل تمام میں اس قابل ہو سکا کہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو جاؤں، ورنہ میکے براؤن نے تو مجھے ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ صحت یاب ہونے کے بعد جس میں مجھے کافی دن لگ گئے تھے، میں لہاسا واپس پہنچا اور وہاں میں نے آپ لوگوں کو تلاش کیا، لیکن آپ مجھ سے مایوس ہو کر وہاں سے نکل چکے تھے، غالباً اپنے طور پر آپ کچھ کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے، اسی طرح میکے براؤن بھی وہاں سے غائب تھا، بحالت مجبوری میں سمبوتورا کے ساتھ ان علاقوں کی سمت چل پڑا اور ہم تینوں سفر کرتے ہوئے کافی

دور نکل آئے۔ اس کے بعد ساریا سے ہماری مڈبھیڑ ہوگئی۔ ساریا کے سامنے ہم تینوں مقدس راہبوں کی شکل میں آئے جو تبت کے ویران علاقوں میں عبادت کر رہے تھے، اور آج تک اس کی نگاہوں میں ہماری وہی حیثیت ہے، جب ہم نے آپ کو اور میکے براؤن کو اس کی قید میں آتے دیکھا تو ہم انتہائی پریشان ہوگئے۔ ساریا پر ہم نے کچھ اس طرح اپنا اعتماد قائم کر رکھا ہے کہ وہ ہماری تمام باتیں مان لیتی ہے، اس وقت صرف اتنا ہی کیا جاسکتا تھا کہ ہم آپ لوگوں کو عام قیدیوں سے ہٹا کر کچھ مراعات دلوا سکیں، چنانچہ آپ کو اندازہ ہوگیا کہ فوری طور پر آپ کے ساتھ بہتر سلوک شروع کر دیا گیا تھا، ہم اپنے طور پر پلاننگ کر رہے تھے کہ کس طرح میکے براؤن کو راستے سے ہٹا کر آپ کو اپنے ساتھ شامل کیا جائے کہ یہ خوفناک حادثہ پیش آگیا، اور اس کے بعد حالات خاصے پریشان کن ہوگئے۔ ساریا کی فطرت کے بارے میں آپ لوگوں نے اندازہ لگا لیا ہوگا، ڈاکٹر طاہر علی کہ وہ بہت خوفناک عورت ہے، اور کنور پربھات سنگھ، آپ کو یہ سن کر انتہائی حیرت ہوگی کہ یہ وہی عورت ہے، جس نے آپ کے دیہی بنگلے سے بوڑھے بابا کو اغوا کیا تھا، اور جس کا گھونسا ڈاکٹر طاہر علی کے جبڑے پر پڑا تھا۔"

"کیا۔؟" کنور پربھات سنگھ اچھل پڑا اور ڈاکٹر طاہر علی بے اختیار اپنا جبڑا سہلانے لگے۔

"ہاں۔ ساریا نے بوڑھے بابا کو حاصل کر لیا، اور اس کے بعد وہ ویلینی کی جانب چل پڑی۔ وہ بوڑھے بابا کے ذریعے ویلینی قبیلے میں پہنچ کر اس عورت کو بلیک میل کرنا چاہتی ہے، جس کے پاس خزانہ متوقع ہے، میرا خیال ہے، آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ بدھ بھکشوؤں کی حیثیت سے ہم اگر اس پر یہ اعتماد قائم نہ کرتے، تو یقینی طور پر ہماری حیثیت بھی قیدیوں جیسی ہی ہوتی، لیکن اب ہم اس کی نگاہوں میں ممتاز ہیں۔ آتش فشانی میں، میں باقی لوگوں سے بھٹک گیا، اور میری ملاقات بالکل اتفاقیہ طور پر میکے براؤن سے ہوگئی، جو خود بھی بھٹکتا پھر رہا تھا، اس ملاقات پر ہم دونوں کے درمیان بہت سی دلچسپ باتیں ہوئیں اور میں نے اپنے طور پر فوراً ہی ایک پلاننگ کر لی، جس کے تحت میکے براؤن کو میں نے دوبارہ اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ میں آپ لوگوں کو بھی اس تمام پروگرام سے آگاہ کر دینا چاہتا ہوں، ڈاکٹر طاہر علی آپ حالات کی سنگینی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ساریا ہمارے لیے سب سے خطرناک شخصیت ہے، اگرچہ اس کے بہت سے ساتھی اس آتش فشانی میں ہلاک ہوچکے ہیں، لیکن اب بھی ان کی تعداد کافی ہے، میکے براؤن کے سترہ ساتھی زندہ ہیں، اور بخیر و عافیت ہیں، تین افراد آ ہیں، میں، سمبو تورا اور ندرت ہے، ہم کل تیئیس آدمی ہ ہیں، اور اگر ہمارے پاس ساریا کے ہتھیار آجائیں تو مناسب جگہ ہم ساریا کے خلاف قدم اٹھا سکتے ہیں میکے براؤن سے زیادہ ساریا پر قابو پانا ضروری ہے، کیو میکے براؤن سے کہیں زیادہ خطرناک عورت ہے۔"

وہ سب بغور میری گفتگو سن رہے تھے، میرے ہونے کے بعد بھی بہت دیر تک خاموشی طاری رہی، طاہر علی نے کہا۔ "تم ایک بار پھر میکے براؤن جیسے شخص پر بھروسا کر رہے ہو غزالی؟"

"ہاں۔ ڈاکٹر طاہر علی۔ ان حالات میں یہ سب ضروری ہے، ورنہ آپ بتائیے کہ ہم چھ افراد ان تمام کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ اگر میں ساریا کو مشتعل کر کے میکے ب اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرا بھی دوں، تو اس کے بو لوگ ساریا سے نمٹ سکتے ہیں، ساریا میکے براؤن زیادہ خوفناک ثابت ہوگی، میرے ذہن میں ایک من جس کی تفصیل میں آپ کو ابھی بتاؤں گا، پہلے آپ لو بتائیے کہ آپ کے ذہن میری طرف سے صاف ہو نہیں ہیں"

کرنل جان آسٹن نے آگے بڑھ کر بھرائی آواز "ان دونوں کی بات نہ کرو گارزالی۔ بدتمیزی میں سلے کی حد کا اندازہ نہیں لگا سکتے، اس بدبخت میکے براؤن نے ساتھ کیا سلوک کیا تھا، جانوروں کی طرح ہمیں ہانکتا وہ، ساریا کی قید میں آکر تو یوں سمجھو کہ ہم نے نئی زند ہے۔ ہم حالات سے بہت بددل ہوگئے ہیں۔ تمہا میں ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا، تمہیں اس طرح دیکھ کر نہیں..." کرنل جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا۔

"کوئی بات نہیں کرنل جان آسٹن۔" میں نے شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ کہہ چکے ہو اسے جاؤ جو پروگرام میں پیش کر رہا ہوں، اس پر غور کرو بعد مجھے بتاؤ کہ میری سوچ مناسب ہے یا نہیں۔؟"

کرنل جان آسٹن نے گردن جھکالی۔ چند لمحا کے بعد میں نے کہا، "میکے براؤن اس وقت بے د ہے اگر اس کی فطرت پر آپ لوگ غور کریں تو یہ میں مشکل نہیں ہوگی کہ وہ ان حالات میں ہم سے تعاون کرے گا۔ ساریا سے نمٹنے کے بعد ہی وہ ہمار میں سوچ سکتا ہے۔ لیکن ہم اس کے لیے پہلے

گئے۔"

"تم آج بھی ہمارے لیڈر ہو غزالی، اور ہم تم پر بھروسا کرتے ہیں۔" پربھات نے کہا۔ ان الفاظ سے عجیب سا احساس میرے دل میں پیدا ہوگیا۔ یہ لوگ مجھ پر اعتبار کر رہے تھے، بلکہ حقیقت یہ تھی کہ مجھے خود بھی اپنے آپ پر اعتبار نہیں رہا تھا۔ میں خزانے کے راستے سے نجانے کتنی دور ہٹ گیا تھا، اپنی کیفیت کا تجزیہ کرنا بھی مشکل ہوگیا تھا۔ معلوم نہیں میں کیوں اور کس کے لیے کام کر رہا تھا۔ خزانے کے تصور سے تبت کا رخ کیا تھا، لیکن راستے کہیں سے کہیں جا پہنچے تھے، میں خود فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ میں حسن صاحب سے مخلص ہوں، اپنے آپ سے مخلص ہوں یا ندرت اور سمبو تورا سے۔ طبیعت کا تجسس مجھے ندرت اور سمبو تورا سے تعاون کرنے پر مجبور کر رہا تھا اور میں جاننا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کا مشن کیا ہے۔ نکلا خزانے کی تلاش میں تھا لیکن اب اس سے اتنی زیادہ دلچسپی نہیں رہ گئی تھی، میکے براؤن، جولیا، ساریا، ڈاکٹر طاہر علی، حسن صاحب، ویلینی میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور کیا کرنا چاہتا ہوں۔ بڑا الجھا الجھا سا ان لوگوں کے پاس واپس آیا تھا۔!

ساریا کو میکے براؤن کے ہاتھوں نقصان پہنچانے کی سازش بے حد خطرناک تھی، ساریا جیسی وحشی عورت میرے لیے کسی طور باعث کشش نہیں ہوسکتی تھی، حالانکہ اس کا رویہ بہت ہی اچھا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی بھی ہما کے رشتے سے میرے لیے قابل احترام تھے۔ حسن صاحب بے چارے تو ان راستوں سے ہٹ ہی گئے تھے۔ کیا کرنا چاہتا ہوں میں، کیا خواہش ہے میرے دل میں۔؟

نجانے کب تک اس بارے میں سوچتا رہا ایک تنہا اور سنسان سے گوشے میں بیٹھ کر میں اپنے آپ پر غور کرتا رہا اور پھر کوئی فیصلہ کرنے میں ناکام رہ کر وہاں سے اٹھ گیا، جو کچھ ہو رہا ہے، اسی انداز میں ہونے دیا جائے۔ اور نتیجہ جو کچھ بھی ہوگا، دیکھا جائے گا۔ انسان اپنے آپ میں الجھ جائے تو بڑے کرب سے گزرتا ہوتا ہے۔ خزانے سے دلچسپی ختم ہو جانے کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ میں ان تمام جھگڑوں کو چھوڑ کر فرار کی راہ اختیار کرتا لیکن.....

دل الجھنے لگا تھا ان تمام تصورات سے چنانچہ میکے براؤن کی طرف چل پڑا۔ میکے براؤن اپنے ساتھیوں کے درمیان تھا اور شاید ان لوگوں کو اپنے پروگرام کے بارے میں کچھ بتا چکا تھا۔ میں نے ان کی آنکھوں میں تجسس دیکھا تھا۔

"تم لوگ اطراف پر نگاہ رکھو۔" میکے براؤن نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ وہاں سے اٹھ گئے۔ تب میکے براؤن آہستہ سے بولا "اس سے ملاقات ہوئی۔؟"

"ہاں۔ میں نے اس سے بات کی ہے۔"

"کچھ کامیابی ہوئی۔؟"

"کافی حد تک۔ میں نے اُسے پروگرام کے مطابق اس بات کے لیے تیار کر لیا ہے کہ وہ تمہیں اپنے ساتھیوں کی حیثیت سے قبول کر لے اب تمہیں اس کے سامنے پیش کیا جائے گا۔"

"ویری گڈ۔ مجھے اس سے کیا گفتگو کرنی ہوگی۔؟"

"یہ بات تم اسے بتا چکے ہو مسٹر براؤن کہ تم بھی ویلینی کے خزانے کی تلاش میں ہو۔ بات صاف یہ کرنی ہوگی کہ اس خزانے کا کتنا فیصد تمہیں ملنا چاہیے تم اس سے سودے بازی نہیں کرو گے بلکہ لاچاری کا اظہار کر کے کہو گے کہ اگر وہ تمہیں کچھ دے دے تو یہ اس کی مہربانی ہوگی۔"

"میں سمجھ گیا ہوں۔" میکے براؤن نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔ "کب ملاقات کر رہے ہو اس سے۔؟"

"میرا خیال ہے اب یہ کام کل شام ہی ہوسکتا ہے، صبح کو یقیناً ساریا یہاں سے روانہ ہو جائے گی۔ شام کے پڑاؤ میں اس سے یہ گفتگو ہوسکتی ہے۔"

"جیسا تم مناسب سمجھو۔" میکے براؤن نے جواب دیا اور پھر دفعتاً مسکرا پڑا۔ "ایک کہانی سناؤں گارزالی۔؟"

"کون سی کہانی؟"

"میں تمہیں اس مجسمے کے بارے میں بتا چکا ہوں جو بہت قیمتی تھا اور جسے ساریا نے مجھ سے چھین کر مجھے شدید اذیت کا نشانہ بنایا ہے۔ رانا شمشیر نامی شخص اس مجسمے کے بارے میں بڑی دل دہلا دینے والی کہانیاں سناتا رہا تھا مجھے، جب میں نے اُسے قابو میں کیا تو وہ یہ مجسمہ بخوشی مجھے دینے پر آمادہ تھا۔ اس نے کہا کہ یہ منحوس مجسمہ ہے اور اس کی وجہ سے اس کی زندگی تباہ ہوگئی ہے، میں ان الفاظ کو اس کی کوئی چال ہی سمجھا تھا، سوچو گارزالی بھلا کوئی مجسمہ منحوس ہوسکتا ہے۔ وہ بھی اتنا قیمتی مجسمہ جو سونے اور ہیروں کی مدد سے بنایا گیا ہو، اگر ہم رانا شمشیر کی بات پر یقین کر لیتے ہیں تو بہت سے توہمات ذہن میں ابھرتے ہیں، میں نے سوچا تھا اس بارے میں، درحقیقت جب سے یہ مجسمہ میرے پاس پہنچا تھا، میں انتہائی پریشان کن حالات کا شکار ہوگیا تھا، یقیناً یہ اتفاقات ہی ہوں گے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم پر قبائلی حملہ آور ہوئے اور ہمیں شدید ترین نقصانات سے دوچار ہونا پڑا اور اس کے بعد میں ساریا کے قبضے میں آگیا، ساریا کے قبضے میں آنے کے بعد میں نے بارہا رانا شمشیر کی کہانیوں پر غور کیا۔ لیکن دل یقین نہیں

کرتا تھا۔ اب یہ مجسمہ ساریا کے پاس پہنچا ہے تو ساریا نحوستوں کا شکار ہو رہی ہے، اگر ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو کیا اسے مجسمے کی نحوست تسلیم کیا جا سکتا ہے۔"

میں دلچسپ نگاہوں سے میکے براؤن کو دیکھنے لگا اور پھر میں نے شانے ہلا کر کہا۔ "بہر طور تمہیں بہت زیادہ نحوستوں کا شکار نہیں ہونا پڑا میکے براؤن، البتہ یہ بتاؤ کہ اگر ساریا پر قابو پالیا گیا تو کیا تم وہ مجسمہ دوبارہ اپنی ملکیت بنانا پسند کرو گے۔؟"

میکے براؤن داہنا گال کھجانے لگا۔۔۔ پھر اس نے کہا۔

"اتنی قیمتی چیز ہے وہ کہ اس کے لیے ہزاروں نحوستیں مول لی جا سکتی ہیں۔"

"بہر حال یہ تمہارا مسئلہ ہے جس طرح مناسب سمجھو کرنا۔" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے بھی اٹھ آیا۔

میرا اندازہ درست نہیں نکلا۔ ساریا کے آدمیوں نے شکار کے جانوروں کے انبار لگا دیے تھے اور اب گوشت کے پارچے بنائے جا رہے تھے تاکہ انھیں خشک کر کے محفوظ کر لیا جائے چنانچہ آج بھی آگے کا سفر شروع نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سمبو تورا اور ندرت کو میں ساری تفصیل بتا چکا تھا اور وہ لوگ ذہنی طور پر ایک نئے ہنگامے کے لیے تیار ہو گئے تھے لیکن ابھی وقت کا تعین مشکل تھا۔

ساریا نے دن کو دس بجے کے قریب بینتھال کے ذریعہ مجھے طلب کر لیا اور میکے براؤن کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے حالات سے آگاہ کر دیا۔

"تب اسے میرے پاس بلاؤ تاکہ یہ بات طے ہو جائے۔"

میکے براؤن کو طلب کر لیا گیا اور ساریا نے اس سے کہا۔ "مقدس راہب کی تجویز ہے کہ تمہیں اپنے ساتھیوں میں جگہ دوں۔ اس نے تم سے بات بھی کی ہے کیا تم خلوص دل سے میری وفاداری قبول کر سکتے ہو۔؟"

"میڈم ساریا۔ میں آپ کا قیدی ہوں اور ہر طرح آپ کے رحم و کرم پر ہوں۔ آپ کسی بھی لمحے موت کے گھاٹ اتار سکتی ہیں۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ماؤنٹ سولٹ کے خزانے کی کشش ہی مجھے یہاں تک لائی ہے۔ مقدس راہب کا کہنا ہے کہ آپ کی وفاداری سے مجھے زندگی بھی ملے گی اور شاید خزانے کا کچھ حصہ بھی۔ میں ایک غلام کی حیثیت سے آپ کی ہر خدمت کروں گا اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے۔ حالانکہ اگر آپ چاہیں تو صرف ہمیں ہماری زندگی کے عوض اپنا غلام بنا سکتی ہیں۔ میں یہ الفاظ کہتے ہوئے معذرت خواہ ہوں کہ مجھے اس خوشخبری کا یقین نہیں آیا۔"

"مقدس راہب کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ایک مستحکم حقیقت ہوتا ہے۔ مسٹر براؤن دوبارہ یہ الفاظ کہنے کی جرأت نہ کرنا۔"

"تو پھر مقدس راہب مجھے حکم دے سکتے ہیں کہ مجھے آپ کی خدمت گزاری کے لیے کیا کرنا ہوگا۔؟"

"جس طرح ہمارے دوسرے ساتھی ہمارے ساتھ کر رہے ہیں میکے براؤن، اسی طرح تم بھی ہر کام میں اپنے آدمیوں کے ساتھ اتنی ہی دلچسپی لو اور ہمارے وفادار بن جاؤ۔"

"اگر میں آپ کی وفاداری سے منحرف ہوؤں، تو یقیناً اس سے پہلے مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔" میکے براؤن نے مکاری سے کہا اور ساریا مسکرانے لگی پھر بولی "لیکن خزانے میں تمہارا حصہ کتنا ہوگا میکے براؤن۔"

"اس کا فیصلہ میں نہیں کروں گا، البتہ جو کچھ بھی مجھے مل جائے گا میں اسے اپنی خوش بختی تصور کروں گا، کیونکہ میں تو زندگی سے بھی مایوس ہو گیا تھا۔"

"میکے براؤن ذہین آدمی معلوم ہوتا ہے گازالی۔ اس سے کہو کہ ساریا فراخ دل ہے اور سچائی کی قدر کرتی ہے۔ تم اپنے آدمیوں کو اس بات پر آمادہ کرو میکے براؤن کہ وہ ہماری وفاداری کا دم بھریں اور اب تم اپنے آپ کو ایک آزاد انسان تصور کرو۔ وہ تمام مراعات دی جائیں گی جو ساریا کے ساتھیوں کو حاصل ہیں۔"

میکے براؤن نے متشکرانہ انداز میں گردن جھکا دی۔ ساریا نے اسے رخصت کر دیا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔

"کیا تم اس گفتگو سے مطمئن ہو گازالی۔"

"بالکل میڈم ساریا۔ میرا خیال ہے یہ شخص دھوکے باز نہیں ثابت ہوگا۔"

ساریا نے بینتھال کو بلایا اور اسے ہدایت کی کہ براؤن کو اپنے ساتھیوں میں تصور کیا جائے اور اسے وہ تمام ذمہ داریاں سمجھا دی جائیں جوان تمام لوگوں پر عائد ہیں۔ تقسیم کر دیے جائیں تاکہ وہ بھی اپنے طور پر مطمئن ہو جائیں۔ میں نے دلچسپی اور مسرت سے دیکھا کہ میکے براؤن اور اس کے ساتھیوں کو بچے کھچے ہتھیاروں میں سے ایک اچھا خاصا حصہ مہیا کر دیا گیا۔ اور وہ ساریا کے ساتھیوں کے ساتھ کام میں مصروف ہو گیا۔ ساریا تمام کاموں کی نگرانی کر رہی تھی۔ اس نے اپنے لوگوں کو اطلاع دے دی تھی کہ کل صبح دوبارہ سفر شروع کر دیا جائے گا اس لیے تمام کام جلد ختم کر لیا جائے۔ شام ہو گئی۔ ندرت اور سمبو تورا گولین کی نگہداشت کر رہے تھے کیونکہ سر کے زخم کی وجہ سے وہ شدید بخار میں مبتلا ہو گیا تھا اور اس پر سرسامی کیفیت طاری تھی۔

بینتھال نے ساریا کا پیغام دیا اور میں ایک بے بس انسان کی حیثیت سے اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک الگ تھلگ گوشے میں میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں قریب پہنچا تو مجھے دیکھتی رہی عجیب سی شکست خوردگی تھی اس کے انداز میں۔ پھر اس نے کہا "بیٹھو گازالی۔" اور میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ ساریا بدستور مجھے دیکھتی رہی پھر بولی "اگر اس زلزلے اور آتش فشانی سے میں ہلاک ہو جاتی تو کیا تمہارے ذہن کا کوئی گوشہ متاثر ہوتا۔؟ کیا تم میری دیوانگی پر غور کرتے، کیا میرے تصور سے تمہاری آنکھوں میں نمی آتی گازالی۔؟"

"میں آپ کی شخصیت کو اتنا کمزور نہیں سمجھتا میڈم ساریا۔ میں خود بھی زندہ بچ کر یہ سوچ رہا تھا کہ آپ زندہ ہوں گی۔"

"خوبصورتی سے میرا سوال ٹال رہے ہو۔ لیکن ایسا نہ ہونے دوں گی۔ آج کچھ اور ہی کرنا چاہتی ہوں میں گازالی۔ نہ جانے کیا کیا ہے میں نے زندگی میں۔ ایک بات پر بھروسا کر کے ہار نہیں مانی کسی سے۔ نقصانات اٹھائے لیکن شکست نہیں تسلیم کی۔ مگر اب ہارنے کو جی چاہتا ہے شکست کی لذت چکھنا چاہتی ہوں۔ ہاں گازالی میں نے تم سے کہا تھا کہ میں انتظار کروں گی۔ اس وقت کا انتظار جب تم خود میرے قدموں میں جھکو گے میرے لیے دیوانے ہو کر میرے پاس آؤ گے۔ لیکن یوں لگتا ہے گازالی کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ تم بے حد سنگدل ہو۔ تمہارے سینے میں پتھر ہے میں اس پتھر پر کوئی نشان نہیں ڈال سکی اور میں نے ہار مان لی ہے۔ اب اس شکست خوردہ وجود کو زندگی دے دو گازالی میرے محبوب۔ میں تم سے محبت کی بھیک مانگتی ہوں۔ میں تمہارے وجود میں سمانا چاہتی ہوں۔ ہار کر۔ شکست کھا کر گازالی۔ آج کی رات میں اپنی زندگی کو ایک نئے راستے پر ڈال رہی ہوں۔ اس شکست خوردہ وجود کو اپنی محبت کی بھیک دے دو۔" وہ آگے بڑھی اور اسی وقت۔ اسی وقت ساریا کی پشت پر موجود ایک چٹان کے عقب سے کوئی باہر نکل آیا اور ایک نسوانی آہٹ سنائی دی۔

"دور ہٹ بھکارن کتیا۔ اپنی اوقات سے بہت اونچی چیز طلب کر رہی ہے تو۔ پیچھے ہٹ، اگر زندگی کے کچھ اور سانس لینا چاہتی ہے تو پیچھے ہٹ ورنہ۔" پستول کی نال ساریا کی گردن سے آلگی اور میرا سانس جیسے بند ہو گیا۔

کان بری طرح جھنجھنا اٹھے۔ سماعت مجروح ہو گئی لیکن بصارت کام کر رہی تھی۔ جولیا کا لال بھبھو کا چہرہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ وہ شعلہ جوالا بنی ہاتھ میں پستول تھامے ساریا کے نزدیک کھڑی تھی۔

کسی کی آمد اور پھر یہ الفاظ ساریا کے تصور میں بھی نہیں تھے، اس لیے وہ بھی کچھ نہ سمجھ پائی۔ لیکن اس کا تعلق جرم کی زندگی سے تھا اور جولیا ایک بے وقوف لڑکی تھی۔ وہ شدت غضب اور جوش رقابت میں ساریا کے سر پر تو آ کھڑی ہوئی تھی لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ اتنے قریب آ جانے کا مطلب کیا ہے۔

ساریا کو سنبھلنے میں دیر نہ لگی۔ پستول کی نال اس کی گردن سے لگی ہوئی تھی اور جولیا کا بدن اس کے بالکل قریب تھا۔ جولیا کو اندازہ بھی نہ ہو سکا کہ کب ساریا نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور کب جولیا اس کے شانے پر سے ہوتی ہوئی ساریا کے سامنے آ گری۔ ساریا نے پھرتی سے اپنا ایک پاؤں جولیا کی کلائی پر رکھ دیا اور دوسرے پاؤں کی ٹھوکر سے پستول اس کے ہاتھ سے نکال دیا جولیا کی کلائی اس بری طرح زمین پر رگڑی گئی تھی کہ گوشت نکل آیا اور ہڈی جھانکنے لگی تھی۔ جولیا کرب سے تڑپنے لگی، ساریا نے جھک کر اس کے بال پکڑے اور سیدھا کھڑا کر دیا۔ جولیا جیسی نازک اندام لڑکی سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ اس شدید چوٹ کے باوجود وہ حواس قائم رکھ سکے گی۔

"کون ہے۔ کون ہے تو۔ پاگل کتیا۔ کیوں موت نازل ہوئی ہے تجھ پر۔" ساریا غرائی۔

"تو جس سے پیار کی بھیک مانگ رہی ہے، گڑگڑا رہی ہے جس کے سامنے، وہ میرا محبوب ہے۔ مجھ سے پیار کرتا ہے وہ۔ مجھے۔" جولیا نے کہا اور ساریا کے زوردار تھپڑ سے دور جا گری۔

ساریا آگے بڑھی تو میں اس کے راستے میں مزاحم ہو گیا۔

"نہیں ساریا نہیں۔ اس وقت تمہارے ہاتھ خون سے رنگین نہیں ہونے چاہئیں۔ ہرگز نہیں۔"

ساریا رک گئی۔ اس نے خونی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر غرائی۔ "کیا بک رہی ہے یہ؟"

"اپنے حواس قائم رکھو ساریا۔ یہ ضروری ہے۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"کیا بک رہی ہے یہ؟" ساریا چیخی۔

"تم فوراً یہاں سے چلی جاؤ۔ دفعان ہو جاؤ یہاں سے۔ میں کہتا ہوں جاؤ۔" میں جولیا پر پلٹ پڑا اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے گھورنے لگی۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اٹھ نہ سکی اور پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

"کون ہے یہ؟ کیا ہوا تھا اسے۔ اور۔ اور یہ پستول؟" ساریا کے آگے بڑھ کر پستول اٹھا لیا۔ "یہ تو میرا ہی ہے۔"

"میکے براؤن کی بیٹی ہے۔" میں نے کہا۔

"بکواس کیا کر رہی تھی یہ۔ کیا جنون طاری ہوا ہے اس پر؟"

"اپنے آدمیوں کو بلاؤ ساریا۔ اس کا مرنا ابھی ٹھیک نہ ہو[گا] اسے اس کے باپ کے پاس پہنچا دو۔"

ساریا نے چند لمحات توقف کیا۔ پھر اس نے اپنے آدم[یوں] کو آوازیں دیں اور ان کے آنے پر جولیا کو اٹھا کر اس کے باپ کے پاس چھوڑ آنے کو کہا اور بولی۔ "میکے براؤن سے کہہ دو کہ ا[س] کتیا کے بارے میں کچھ پوچھنے کے لیے ابھی میرے پاس نہ آئے۔" تین آدمی بے ہوش جولیا کو اٹھا کر لے گئے۔

میرے سارے بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ منحوس جولیا نے کھیل بگاڑ دیا تھا۔ کمبخت میری تاک میں لگی رہتی تھی ہر وقت۔ صورت حال میری سمجھ میں آ گئی تھی اور اب ساریا کو سمجھانا تھا۔ میں نے برق رفتاری سے خود کو اس کے لیے تیار کر لیا۔ "قصور ا[س] بے وقوف شخص کا ہے اور میرے خیال میں اسے مناسب سزا [ملی] ہے۔" میں نے اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"کس بے وقوف کا۔ کچھ مجھے بھی سمجھاؤ گازالی۔" ساریا [کے] لہجے میں طنز تھا۔

"تمہارا لہجہ ساریا؟" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تھوڑی سی بے وقوف میں بھی ہوں۔" وہ طنزیہ انداز میں ہنس پڑی۔

"میں تمہارے اس حق کو چیلنج نہیں کر سکتا، ساریا کہ تم جو چاہو میری تضحیک کرو، میری اپنی اوقات ہی کیا ہے، تمہارے ابرو کی ایک جنبش مجھے زندگی سے دور کر سکتی ہے، میں خاموش رہوں تو بہتر ہے۔"

ساریا میرے ان الفاظ پر سنجیدہ ہو گئی اور پھر مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "مجھے کسی بات پر اعتراض نہیں ہے، وہ میری گردن پر پستول رکھنے کی بجائے اگر میرے بدن میں پستول کی گولیاں اتار دیتی، تب میں سمجھتی کہ جو کچھ اس نے کیا، ممکن ہے اپنے باپ کے ایماء پر کیا ہو یا پھر اس بات پر کہ وہ میری قیدی بن گئی ہے مجھے صرف اس کے ایک جملے پر تشویش ہے، یہ کیا کہا اس نے کہ تم اس کے محبوب ہو۔ وہ تمہیں چاہتی ہے اور تم اسے؟"

"اس کا مطلب ہے ساریا کہ یہاں ان لوگوں میں کوئی بھی تم سے میرے بارے میں کچھ کہے تو تم فوراً ہی شک و شبے کا شکار ہو سکتی ہو، اس کے باوجود کہ تم مجھے ایک حیثیت، ایک درجہ دینے کے لیے تیار ہو۔"

ساریا میری اس بات سے متاثر ہو گئی آگے بڑھی اور میرے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "کوئی کچھ بھی کہے گا تو اس کی زبان دوبارہ کچھ کہنے کے قابل نہ ہو گی گازالی۔ لیکن اس لڑکی نے جو کچھ کہا وہ میرے لیے ناقابل برداشت ہے، اسے یہ دعویٰ کیونکر ہوا کہ تم اس کے محبوب ہو۔ اس کی رقابت کا یہ انداز مجھے پریشان کر رہا ہے آخر کیوں؟ ایسا کیوں ہوا۔؟"

"کیا اس سے قبل بھی ایسا ہوا تھا ساریا۔ وہ تو بہت دن سے تمہاری قیدی ہے، تمہیں کم از کم مجھ پر اس طرح کا شک نہیں کرنا چاہیے تھا، سنو اس کی کہانی بہت مختصر ہے اور یہ کہانی میرے علم میں بھی کچھ وقت قبل ہی آئی ہے، آتشیں حادثے نے اسے ذہنی طور پر معطل کر دیا ہے اور یہ بات اس کے باپ نے مجھے بتائی تھی۔ میرا مطلب ہے میکے براؤن نے۔ میکے براؤن نے مجھے یہ بھی بتایا کہ قیدیوں میں میکے براؤن کے جو افراد مارے گئے ہیں ان میں وہ شخص بھی تھا جس کا نام تھارن تھا، اور تھارن میکے براؤن کی بیٹی جولیا کا محبوب تھا اور نجانے کس طرح جولیا کو میرے چہرے کے نقوش میں تھارن کی جھلکیاں مل گئیں۔ میکے براؤن کا کہنا ہے کہ اس نے اپنی بیٹی کو تھارن کے مردہ بدن سے لپٹے ہوئے پایا تھا اور جب وہ اسے اٹھا کر لایا تو وہ مخبوط الحواس ہو چکی تھی۔ جیسا کہ تمہیں علم ہے ساریا کہ میکے براؤن مجھے پہاڑوں میں بھٹکتا ہوا ملا تھا۔ یہ اور اس کی بیٹی جولیا میرے ساتھ ہی واپس تمہارے اس کیمپ میں پہنچے تھے، جولیا پر دیوانگی کے دورے پڑنے لگے تھے اور وہ صرف اسی طرح ٹھیک ہو سکی کہ اسے میری شکل میں تھارن مل گیا۔ اس دیوانی لڑکی نے میرا بازو پکڑ کر کہا کہ میں زندہ ہوں نا، وہ مجھے تھارن سمجھتی ہے۔ ممکن ہے یہ اس کا خبط ہو، یا ممکن ہے میرے خد و خال اس کے محبوب سے ملتے جلتے ہوں، صرف اتنی سی بات تھی۔ قصور میکے براؤن کا یہ ہے کہ اس نے جولیا کے ہاتھ میں پستول کیسے لگنے دیا جو اس کے پاس محفوظ تھا، یہ پاگل لڑکی ذہنی طور پر درست نہیں ہے ساریا، یہ میکے براؤن کی حماقت ہے کہ اس نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ جب جولیا نے مجھے تھارن سمجھا تھا، تو میکے براؤن نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اس لڑکی کو زندہ رکھنے میں اس کی مدد کروں۔ میکے براؤن کا اس کے علاوہ دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اور مدد میں صرف اس حد تک کر سکا اس کی، کہ جولیا کی باتوں پر میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ مجھے یقین تھا کہ ذہنی توازن درست ہونے کے بعد وہ اس حقیقت سے آشنا ہو جائے گی کہ اس کا محبوب مر چکا ہے۔"

ساریا حیرت سے مجھے دیکھنے لگی، پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن اس طرح تو خطرناک حد تک پاگل یہ لڑکی کیا دوران سفر ہمارے لیے عذاب نہیں بن جائے گی؟"

"اس کا فیصلہ اس کا باپ کرے گا۔ اگر تم مجھے اجازت دو میں خود میکے براؤن سے بات کر لوں، ویسے اس لڑکی کا ہاتھ شدید زخمی ہو گیا ہے۔"

"چلو اگر ایسا ہے تو کوئی بات نہیں ہے اس نے جو کچھ کیا اس کی سزا پائی، میرا تو اس میں کوئی قصور نہیں ہے، قصوروار تو صرف وہ ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو ساریا گردن جھٹک کر بولی۔ "کمبخت نے سارا موڈ چوپٹ کر دیا، میں تم سے جو گفتگو کر رہی تھی اس کے لیے میں نے بمشکل تمام خود کو تیار کیا تھا۔ گازالی ایک شکست خوردہ انسان کی اس درخواست کو اپنے سامنے رکھنا۔ معلوم نہیں کون ہو تم۔ کیا عذاب بن کر نازل ہوئے ہو مجھ پر، سب کچھ بھول گئی، سب کچھ ختم ہو گیا میرا۔ اب اس جیسی چھچھوری اور بے وقت لڑکیاں مجھ پر پستول تان سکتی ہیں اور زندہ رہ سکتی ہیں، گازالی کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے صبر کی انتہا ہو جائے اس بات کو ذہن میں رکھنا، خود بھی مٹ جاؤں گی اور تمہیں بھی فنا کر جاؤں گی۔ یہ میرا آخری قدم ہو گا، اب تم جاؤ اور آرام کرو اور ہاں اس لڑکی کے باپ سے یہ کہتے جاؤ کہ اس کے بعد اسے کنٹرول میں رکھے، اس کا علاج ضرور کرے، کیونکہ اب وہ میرے ساتھیوں میں شامل ہو چکا ہے اور وہ بھی تمہارے ایماء پر، اس لڑکی کی دیوانگی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے، لیکن میکے براؤن کو چاہیے کہ اسے باندھ کر رکھے کم از کم اس وقت تک جب کہ اس کی ذہنی حالت اعتدال پر نہ آ جائے۔ اگر دوبارہ میں نے اس کے منہ سے یہ لفظ سنے کہ تم اس کے محبوب ہو تو شاید ایک عورت کی حیثیت سے میں اس کا پاگل پن بھی برداشت نہ کر سکوں۔" ساریا کے لہجے میں جو درندگی تھی اسے میں بخوبی محسوس کر رہا تھا، لیکن اس وقت بات بن گئی تھی۔

جولیا نے جو تباہی ہم پر نازل کرنے کی کوشش کی تھی، وقتی طور پر وہ ٹل گئی تھی اور دیکھنا یہ بھی تھا کہ کب تک ٹلتی رہتی ہے۔ ساریا نے مجھے جانے کی اجازت دے دی، تو میں اس کے پاس سے اٹھ کر واپس چل پڑا۔ لیکن ایک ایک قدم پر ذہن میں ہزاروں بھنور پڑ رہے تھے۔ ساریا کے پاس سے ہی سیدھا میکے براؤن کی طرف گیا۔ اس کے خیمے میں کھلبلی مچی ہوئی تھی جولیا کی مرہم پٹی کا بندوبست ہو رہا تھا اور میکے براؤن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ متوحش تھا اور یہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ سب کچھ کیونکر ہوا۔ مجھے دیکھ کر وہ دیوانہ وار میری طرف لپکا "گازالی۔

گازالی۔ دیکھو ساریا نے جولیا کو شدید زخمی کر دیا، دیکھو اُس کے ہاتھ کا کیا حشر کیا ہے اُس نے۔ جولیا میری بچی۔" وہ دوڑ کر پھر جولیا کے پاس پہنچ گیا جو بدستور بے ہوش تھی۔ اُس کے زخم پر پٹی کر دی گئی تھی۔ دواؤں وغیرہ کا کوئی معقول بندوبست نہیں تھا کیونکہ جو دوائیں ساتھ تھیں ان میں سے بیشتر زلزلے اور آتش فشانی کی نذر ہو چکی تھیں۔ بہت ہی مختصر سامان بچ کر ساتھ لایا جا سکا تھا۔ جن میں ہتھیار زیادہ تھے۔ باقی چیزوں پر اتنی توجہ نہیں دی گئی تھی۔ یہ رویہ ساریا کے مزاج کی عکاسی کرتا تھا۔

میں نے میکے براؤن کو بغور دیکھا اور پھر جولیا کی شکل دیکھنے لگا، اُس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا اور وہ خاصی مضمحل نظر آ رہی تھی سانسیں بھی گہری گہری چل رہی تھیں تب میں نے ٹھنڈی سانس لے کر میکے براؤن کی طرف دیکھا اور بولا "تمہیں اس لڑکی کو کنٹرول میں رکھنا چاہیے تھا میکے براؤن یہ پستول لے کر ساریا کے پاس پہنچ گئی تھی۔ اور اُسے قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہی تھی۔"

"جولیا۔۔۔! لیکن کیوں۔۔۔؟" میکے براؤن نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا۔

"اس کا پاگل پن، مجھ سے محبت کا اظہار، شاید میں نے تمہیں یہ بات مختصر الفاظ میں بتائی تھی میکے براؤن کہ میں نے ساریا کو بمشکل تمام کو قابو میں کیا ہے۔ اس جیسی وحشی عورت کو قابو میں کرنا آسان کام نہیں تھا۔ اس کے لیے جو طریقے بھی میں اختیار کر سکا، میں نے کیے۔ وہ مجھ سے اظہار الفت کرتی ہے اور میری محبت کا دم بھرنے لگی ہے اور میں نے اُس کی محبت کا جواب نفرت سے محض اس لیے نہیں دیا ہے کہ میرا مقصد پورا ہو جائے۔"

میکے براؤن پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ "یہ لڑکی، یہ لڑکی پاگل ہو گئی ہے۔ کاش میں ان ہنگاموں میں اُسے شریک نہ کرتا، بہت برا ہو گیا۔ میری تقدیر، میری بد نصیبی، نجانے مجھے تباہی کے کون کون سے گڑھوں کی جانب لے جا رہی ہے، یہ۔۔۔ یہ تجھے اتنا چاہتی ہے گازالی، اتنا چاہتی ہے تجھے کہ میں پاگل ہو رہا ہوں اُس کی چاہت پر۔ آہ گازالی ایک بات کا یقین کر لے، ایک بات کا یقین کر لے میرے دوست کہ جو کچھ میں کر چکا اُسے واپس نہیں لوٹا سکتا، لیکن اس کے بعد میرے وجود کا ایک ایک لمحہ تیری اطاعت گزاری میں صرف ہو گا۔ میری بچی کو بچا لے گازالی، میری بچی کو بچا لے۔ مجھے میری بچی واپس دے دے، میں سارے خزانوں پر تھوکتا ہوں، لعنت بھیجتا ہوں، اگر تو یہاں سے واپسی کا فیصلہ کرے گا تو وہ صرف میں ہوں گا جو تیرا ساتھ دوں گا۔ آج میں اپنے اس جذبے کو فنا کرتا ہوں گازالی، میں اعتراف کرتا ہوں تجھ سے کہ خزانے کے حصول نے مجھے پاگل کر دیا تھا، لیکن اپنی اس دیوانگی پر میں اپنی بچی کو بھینٹ نہیں چڑھا سکتا۔ ہاں گازالی، اب مجھے دلچسپی نے خزانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اس مصیبت سے نکل چلو۔ نکل چل گازالی، میں تمہیں اتنا خزانہ دے دوں گا کہ تمہاری پشتیں عیش کریں گی، جولیا کو اپنی شریکِ زندگی بنا لو۔ اس کے لیے اور کچھ نہیں ہے میری دنیا میں، کب تک بھٹکتا رہوں گا کب تک اپنے آپ کو دھوکے میں رکھوں گا میرے لالچ نے بلاشبہ مجھے اپنی زندگی، اپنی دنیا سے دور کر دیا ہے اور اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میرا یہ پاگل پن میری تباہی ہے، صرف تباہی آہ شاید، شاید رانا شمشیر نے درست ہی کہا تھا۔ مجسمے کی نحوست کچھ نہ کچھ، کسی نہ کسی شکل میں تو نازل ہونا ہی تھا مجھ پر، گازالی خدا کے لیے، خدا کے لیے یہاں سے واپسی کا بندوبست کرو، تم جس خزانے کی متلاشی ہو، میں تمہیں وہ خزانہ دے دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ میری آج تک کی جمع کی ہوئی دولت اس خزانے سے کسی طرح کم نہیں ہو گی۔"

میکے براؤن پھوٹ پھوٹ کر روتا رہا اور میرے دل میں نجانے کیسے کیسے شیشے ٹوٹتے رہے، جو کچھ وہ بدبخت کہہ رہا تھا بعد از وقت کہہ رہا تھا۔ کم از کم اس حد تک اس کی مدد ضرور کی جا سکتی تھی کہ جولیا کو اس کی دیوانگی سے باز رکھ کر اُسے اُس کی دنیا میں لے جاؤں۔ درحقیقت باقی سب کچھ بے کار تھا، لیکن وہ اتنا [illegible] تھا، اتنا بد طینت تھا کہ اُس کے بارے میں کچھ سوچتے ہوئے ہمیشہ اُس کے ماضی کا خیال آ جاتا تھا اور دل کا وہ گداز ختم ہو جاتا تھا۔ بہر طور میں نے اُسے تسلیاں دیں اور کہا کہ جولیا کو جس حد تک قابو میں رکھ سکے رکھے۔ ورنہ یہ بات اس کے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔

"تم نے۔۔۔ تم نے ساریا کو اس کے ساتھ یہ درندگی کرنے سے کیوں نہ روکا گازالی، کیا شدید زخمی کر دیا ہے اُس نے میری بچی کو۔"

"اگر یقین کر سکتے ہو میکے براؤن تو یقین کرو کہ اگر میں وہاں موجود نہ ہوتا تو اس وقت زندہ جولیا کی بجائے اُس کی لاش تمہارے سامنے پہنچتی، یہ صرف میں ہی تھا جس نے نہایت ہوشیاری سے ساریا کو اُس کی دیوانگی سے باز رکھا۔ آؤ ذرا باہر آؤ، میں تمہیں بتا دوں کہ حقیقت حال کیا تھی اور کس طرح میں نے ساریا کو جولیا کے قتل سے باز رکھا۔ میں نے ساریا سے کہا ہے اگر تم نے اس بیان سے سرِ مو بھی انحراف کیا تو یہ طرح سمجھ لو میکے براؤن کہ باقی معاملات کے ذمہ دار تم خود

میکے براؤن کو اس کے خیمے سے نکال کر میں تنہا ایک گوشے میں لے آیا، پھر میں نے اُسے وہ تمام صورت حال بتائی۔ میں نے اُسے بتایا کہ کس طرح میں نے ساریا کو اس بات کا یقین دلایا کہ جولیا کا محبوب تھارن اس آتش فشانی کا شکار ہو گیا ہے اور وہ ذہنی طور پر معطل ہو گئی ہے، صرف یہی وجہ تھی کہ ساریا نے اُسے چھوڑ دیا۔ ورنہ ساریا جیسی پاگل عورت اپنی توہین کا انتقام لیے بغیر بھلا کسی کو چھوڑ سکتی ہے۔

میکے براؤن سناٹے میں رہ گیا تھا، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔ "آہ جو کچھ بھی ہوا میرے لیے بہتر نہیں ہوا، خدا کے لیے جلدی کرو، خدا کے لیے گازالی جلدی کرو، مجھے فوراً حکم دو کہ میں ساریا کو قتل کر دوں، اس کے گروہ پر آگ برسا دوں۔ ہمارے پاس اتنے ہتھیار جمع ہو چکے ہیں کہ ہم یہ کام آسانی سے انجام دے لیں۔ میں موقع کی نزاکت کو بھی ذہن میں رکھتا ہوں، اس دوران بھی کئی بار ایسے مواقع مل چکے ہیں جب میں اور میرے ساتھی اگر چاہتے تو ان پر فائر کھول کر انہیں فنا کے گھاٹ اتار سکتے تھے۔ لیکن صرف تمہاری اجازت کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"میرا خیال ہے وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے میکے براؤن لیکن تمہیں صبر سے کام لینا ہو گا۔ میں چلتا ہوں، تمہارے پاس زیادہ دیر تک رکنا میرے لیے خطرناک ہو گا۔" یہ کہہ کر میں میکے براؤن کے پاس چلا آیا۔ ندرت اور سمبوتورا، گومین کے پاس تھے۔ ان بے چاروں کو بھی اس صورت حال کا علم نہیں تھا لیکن میرے ذہن میں مسلسل تشویش کی لہریں اٹھ رہی تھیں، یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی بات ضرور ہے۔ ساریا بظاہر تو میری کہانی سے مطمئن نظر آ رہی تھی، لیکن ممکن ہے وہ مطمئن نہ ہو اور وقتی طور پر اس بات کو ٹال گئی ہو۔ ایسی صورت میں اگر اُس نے تحقیقات شروع کر دیں تو کام خراب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہاں میں میکے براؤن سے متفق تھا کہ جو کچھ ہونا ہے جلد از جلد ہونا چاہیے۔

سمبوتورا اور ندرت مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے۔ سمبوتورا نے کہا۔ "تمہارے چہرے پر گہری تشویش نظر آ رہی ہے گازالی۔ کیا کوئی خاص بات ہوئی ہے؟"

"ہاں۔ بہت ہی خاص۔" میں نے جواب دیا اور دونوں میری طرف سنجیدگی سے متوجہ ہو گئے۔ میں نے انہیں پوری کہانی سنا دی۔

ندرت اور سمبوتورا پُر خیال انداز میں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ پھر سمبوتورا نے کہا۔ "تمہارے خیال میں کیا ساریا مطمئن ہو گئی ہو گی؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا سمبوتورا!"

"مسئلہ بہت زیادہ گمبھیر ہو گیا ہے گازالی، کچھ نہ کچھ کر گزرنا چاہیے، ورنہ حالات خطرناک ہو جائیں گے، کہیں ہماری ساری پلاننگ فیل نہ ہو جائے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ بہر طور ہمیں اب کسی مناسب جگہ کا انتخاب کر لینا چاہیے، جہاں یہ آخری خونی ڈرامہ کھیل لیا جائے۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

سمبوتورا دیر تک خاموش کچھ سوچتا رہا پھر اُس نے کہا۔ "میرے خیال میں کل کا دن مزید گزر جانے دو، ممکن ہے یہ کارروائی رات میں زیادہ مناسب طور پر ہو سکے۔ ہمیں اپنے ذہن میں چوبیس گھنٹے رکھنے چاہئیں، ان چوبیس گھنٹوں میں کچھ نہ کچھ کر ڈالا جائے گا، ساریا کا رویہ دیکھ لو۔ اگر اس کے رویے میں کوئی تبدیلی پیدا ہوتی ہے تو دوسری بات ہے تو پھر کوئی بھی بڑے سے بڑا قدم اٹھایا جا سکتا ہے اور اگر وہ نارمل ہو گئی ہے اور تمہاری باتوں سے مطمئن ہے تو پھر اس مسئلے میں ابھی کچھ مزید وقت صرف کر لیتے ہیں، میں صرف ایک مناسب جگہ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

میں نے پُر خیال انداز میں گردن ہلا دی تو سمبوتورا نے کہا۔ "میں گومین کے پاس ہی رہوں گا، تم لوگ آرام کرو۔"

میں اور ندرت اٹھ کر اس جگہ آ گئے جہاں ہماری قیام گاہ تھی۔ جو خیمے بچ گئے تھے وہ خاص خاص لوگوں کو دے دیے گئے تھے۔ ان خاص لوگوں میں ہم تینوں بھی تھے۔ ان حالات میں یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ ندرت خیمے میں داخل ہو کر بے اختیار ہنس پڑی اور اس کی دلکش ہنسی کی آواز کانوں میں رس گھولنے لگی۔ کچھ انوکھی خوبیاں تھیں اس معمولی سے خدوخال والی۔ بلکہ کسی قدر بھدے خدوخال والی لڑکی میں جن میں ایک تو اُس کی آنکھیں تھیں اور دوسری ہنسی۔ میں اس کی ہنسی کے ترنم میں کھو گیا۔ ندرت اپنی دلکش آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔ "خیریت، یہ آج آنکھوں میں شوخیوں کے کوندے کیسے لپک رہے ہیں؟"

"واٹ کون ڈی اسے۔" (کوندے) اس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

"میرا مطلب ہے چراغ۔"

"اوہ چاراغ۔" اُس نے اپنے مخصوص لہجے میں اردو بولنے کی کوشش کی اور پھر کہنے لگی۔ "میں جانتا تم بارے شان (پریشان) ہائے۔ بٹ کیا معلوم کیا کرتے ہائے، آئی مین تم دو لورز کے درمیان پھنس گیا ہائے۔"

"صرف دو" میں نے کراہتے ہوئے لہجے میں پوچھا اور ندرت چونک کر مجھے دیکھنے لگی، چند لمحات خاموش رہی پھر آہستہ سے بولی۔ "ہائے تم کو پریشان کیا ــــ؟"

"اوہ نہیں ندرت، یہ مقصد نہیں ہے اور نہ میں تمہیں ان لوگوں کی صف میں شامل کرتا ہوں۔"

"ناہیں۔ میں شامال (شامل) ہائے۔" ندرت نے کہا اور پھر آہستہ سے ہنس پڑی۔

"بہرحال جولیا نے اس وقت جو کچھ کیا ہے وہ اُس کی زندگی کے لیے بہت بڑا خطرہ بن گیا ہے۔ اگر ساریا آدمیت کے جامے میں نہ ہوتی تو اس وقت جولیا کی زندگی بچنی مشکل تھی۔ پھر بھی اُس کا ایک ہاتھ تو بری طرح گیا۔"

"مجھے افسوس ہائے، مگر وہ لڑکی کیا پاگل ہوتا۔ تھوڑا عقل تو رہتے، اب سوچو، ساریا کو جانتے بٹ وہ نائیں مانتے۔" ندرت اپنا مفہوم ادا کر رہی تھی اور میں اُس کا مقصد بخوبی سمجھ رہا تھا۔

میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا "ہاں جولیا پاگل پن کی حدود میں داخل ہو گئی ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا ندرت کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ فرض کرو اگر ساریا کا معاملہ نمٹ جاتا ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا کیا جائے گا؟"

"مائے کیا جانتا۔ تم بولو۔" ندرت نے کہا۔

"اگر تم کچھ نہیں جانتا تو پھر آرام سے سو جاؤ۔" میں نے اُسی کے انداز میں کہا اور ندرت ہنستی ہوئی ایک سمت لیٹ گئی۔ بڑی پراعتماد لڑکی تھی اور ان حالات سے ذرا بھی پریشان نظر نہیں آتی تھی، بلکہ اس دوران تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس نے مجھے ساریا اور جولیا کے لیے چھوڑ دیا ہو اور اُسے اس بات پر یقین ہو کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی میرے دل میں کسی قسم کی جگہ نہ حاصل کر سکے گی۔ لیکن بے وقوف لڑکی یہ نہیں جانتی تھی کہ خود اس کی کیفیت بھی اُن سے مختلف نہیں ہے، پتا نہیں کیسی کیسی مصیبتوں کا شکار ہو گیا تھا میں۔

رات بھر بے خوابی کی سی کیفیت طاری رہی، کبھی نیند آ جاتی اور کبھی جاگ اٹھتا، ساریا کی طرف سے دل نہیں مان رہا تھا کہ وہ میری باتوں سے مطمئن ہو گئی ہو گی۔ میں صبح ہوتے ہی باہر نکل آیا۔ ساریا کے آدمی جاگ چکے تھے۔ آج سفر شروع ہو رہا تھا چنانچہ ساریا بھی جلدی اٹھ گئی تھی، اور پھر ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے سفر شروع کر دیا۔

میکے براؤن کی طرف میں نے جان بوجھ کر رخ نہیں کیا تھا، جولیا کی خیریت بھی نہیں معلوم ہو سکی تھی، لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے اسے اپنے قدموں پر چلتے ہوئے دیکھ لیا۔ اُس کا ہاتھ بینڈیج کر کے گلے میں ڈال دیا گیا تھا، اور میکے براؤن شاید اس وقت اُس کی خصوصی نگرانی کر رہا تھا۔

سفر معمول کے مطابق جاری رہا، میں نے کوئی ایسی خاص بات نہیں نوٹ کی تھی۔ جو کسی بھی قسم کے تردد یا پریشانی کا باعث ہوتی، ہاں دوپہر کو جب کھانے کے لیے تھوڑی سی دیر کا وقفہ ہوا تو میں نے جولیا کو ندرت کے قریب دیکھا، وہ ندرت سے باتیں کر رہی تھی۔ یوں بھی اب سب ایک دوسرے کو جان چکے تھے اور جولیا نے شاید میکے براؤن سے خصوصی طور پر ندرت سے بات چیت کی اجازت لی تھی، لیکن میرے دل میں تجسس پیدا ہو گیا۔ شام کو پانچ ساڑھے پانچ بجے کے قریب مجھے ندرت کی قربت کا موقع مل گیا تو میں اُس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ ندرت نے مجھے دیکھا اور اپنے مخصوص انداز میں مسکرا دی "میں جانتا تم پریشان ہائے۔"

"خدا کے لیے اس وقت اردو مت بولو ندرت اردو میں ہماری گفتگو ذرا طویل ہو جاتی ہے اور یہ موقع اس کے لیے مناسب نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہائے، کیا پریشانی ہے تمہیں؟" ندرت نے سوال کیا۔

"جولیا تمہارے ساتھ تھی۔ یقیناً وہ تم سے کچھ باتیں بھی کر رہی ہو گی۔ کیا اس کے ارادوں سے مجھے واقف کر سکتی ہو؟"

"خطرناک حالات ہیں گازالی۔ وہ لڑکی یقیناً کوئی خوفناک قدم اٹھائے بغیر نہیں رہے گی۔" ندرت نے جواب دیا۔

"مطلب ــــ؟"

"مجھ پر بھی شک ہے اُسے، کہنے لگی کہ طویل عرصے سے غزالی کے ساتھ ہو پھر مجھ سے پوچھنے لگی کہ کیا میرے دل میں بھی کہیں تمہاری محبت کے کنول تو نہیں کھل اٹھے، ہر انسان پر شک کرتی ہے وہ، لیکن گازالی ایک بات کہوں تم سے۔ ایک عورت ہونے کی حیثیت سے میں یہ بات تمہیں بتا دینا چاہتی ہوں کہ اب وہ اس دنیا میں شاید تمہارے ہی لیے زندہ ہے، تمہارے بغیر وہ جی نہیں سکے گی گازالی، ایسا ہی لگتا ہے!"

"وہ کہہ کیا رہی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"مجھ سے کہہ رہی تھی کہ اگر تم نے مجھ سے اظہار محبت کیا ہے تو اس بات کا یقین کر لوں کہ تم مجھے بھی بے وقوف بنا رہے ہو، وہ کہہ رہی تھی کہ گازن ہم میں سے کسی کو نہیں چاہتا نہ مجھے، نہ ساریا کو اور نہ کسی اور کو۔ وہ ایک عجیب و غریب فطرت کا انسان ہے ہر شخص کو جو محبت کے دھوکے میں رکھتا ہے،

لیکن اپنے ذہن کی گہرائیوں تک کسی کو نہیں پہنچنے دیتا۔ یقیناً ساریا نے جو کچھ کیا ہے اسی بنیاد پر کیا ہے کہ وہ بھی گازالی کو چاہنے لگی ہے۔"

"پھر؟" میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ تم سے بدظن ہے وہ اس وقت۔ کہہ رہی تھی 'اگر تمہارے دل میں اس کے لیے جگہ ہوتی اور تم اس کی محبتوں کو قبول کر لیتے اور خود بھی سچے دل سے اس کی جانب متوجہ ہوتے تو ایک لمحے کے لیے بھی اُسے فراموش نہ کرتے اور اس وقت جب ساریا نے اُسے نقصان پہنچایا تھا اور اُسے زخمی کر دیا تھا تو تمہیں اُس کے لیے دیوانہ ہو جانا چاہیے تھا، یہ دیوانگی اگر تم پر طاری نہیں ہوئی تو اس کا مطلب ہے کہ تم جولیا کے ساتھ سنجیدہ نہیں ہو بلکہ صرف اُسے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔" ندرت نے بتایا۔

"اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے، وہ بے وقوف لڑکی خود مجھ پر مسلط ہوئی ہے، میں نے کبھی اُسے اتنا موقع نہیں دیا کہ وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہو جائے، کہانیاں سنانے کا وقت نہیں ہے ندرت، ورنہ میں تمہیں بتاتا کہ کس طرح میں نے اُسے بے وقوف بنایا اور کہاں کہاں بھٹکتی پھری وہ میرے لیے۔ اب تم خود سوچو ندرت، یہ تو انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ کسی کو ہمارا دل قبول نہیں کرتا تو کیا ضروری ہے کہ وہ ہم پر مسلط ہو جائے، اس کا تعلق نہ میرے کلچر سے ہے اور نہ میری زندگی کے ان راستوں سے، جو میں نے اپنے لیے منتخب کر لیے ہیں، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اس کی خواہش کے مطابق اُس کی تحویل میں پہنچ جاؤں۔"

ندرت عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، اس وقت ان نگاہوں میں ایک نیا احساس پوشیدہ تھا، دوسرے لمحے اُس نے سنبھل کر کہا "ہاں یہ حقیقت ہے، ہر انسان کو اپنی خواہش کے مطابق زندگی گزارنے کا حق ہے اور پھر محبتوں کا صحیح انداز تو یہی ہے گازالی کہ جسے چاہا جائے اس کی الجھنوں کو بھی ذہن میں رکھا جائے اگر صرف اپنی ہی کیفیات اس پر مسلط کرنے کی کوشش کی جاتی رہے تو یہ تو خلوص کی بات نہ ہوئی۔"

"جولیا ہمارے لیے خطرناک بھی ہو سکتی ہے ندرت، اس کا کوئی بھی قدم خطرے کا باعث بن سکتا ہے اس پر نگاہ رکھنا ہو گی۔ مجھے تعجب ہے میکے براؤن نے اُسے تم تک پہنچنے کی اجازت کیسے دے دی۔"

"کہہ کر آئی تھی اپنے باپ سے کہ اب وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھے گی، ضدی لڑکی ہے اور اپنے باپ کی چہیتی بھی اس لیے میکے براؤن کو مجبوراً اُسے اجازت دینا پڑی۔"

میں نے ہونٹ سکوڑ لیے اور پھر میرے منہ سے جھلائے ہوئے لہجے میں نکلا۔ "ٹھیک ہے میکے براؤن وقت سے پہلے ہی مصیبتوں کا خاتمہ چاہتا ہے تو مجھے کیا غرض پڑی ہے کہ اسے روکوں یہ سارے جھگڑے میں نے بلاوجہ ہی مول لے لیے ہیں۔"

ندرت نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموشی سے میری صورت دیکھتی رہی، بہرطور اس کے بعد میں مسلسل الجھنوں کا شکار رہا تھا۔ میں نے ایک دو بار جولیا سے قریب ہونے کی کوشش کی، لیکن جولیا میری طرف متوجہ نہیں ہوئی، میں نے اُس کے چہرے پر ایک سنگین سی خاموشی دیکھی تھی۔ اور نجانے کیوں میرا دل ڈوبنے لگا تھا۔ پھر ایک بار جولیا سے نگاہیں ملیں تو مجھے اس کی آنکھوں میں شدید جنون کے آثار محسوس ہوئے اور میں نے سمبوتورا سے ملاقات کر لینا ضروری سمجھا۔ سمبوتورا کو حالات بتاتے ہوئے میں نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ کوئی بڑا حادثہ ہو جانے سے پہلے ہی ہمیں کچھ کر لینا چاہیے۔

سمبوتورا بھی پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر اس نے کہا۔ "اگر یہ بات ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ آج ہی کی رات ہے۔ جس رفتار سے سفر ہو رہا ہے اس سے سفر کرتے ہوئے ہمیں ایک ایسی پیالہ نما وادی میں پہنچ جانا چاہیے جس کے چاروں طرف اونچے اونچے پہاڑ ہیں اور صرف سرنگوں ہی کے ذریعے ہمیں دوسری طرف جانے کا راستہ مل سکتا ہے۔ اگر ساریا اس پیالہ نما وادی میں داخل ہو جائے تو یہ اُس کے لیے بہترین جگہ ثابت ہو سکتی ہے، یہاں جو کچھ ہو گا آمنے سامنے ہی ہو گا۔ اور فیصلہ ہونے میں دقت نہیں ہو گی۔"

"تعجب ہے سمبوتورا، میں واقعی سخت متعجب ہوں، تم ان راستوں کے بارے میں اتنے اعتماد سے گفتگو کرتے ہو جیسے یہاں کے چپے چپے سے واقف ہو۔ حالانکہ بہت سی تبدیلیاں ہو چکی ہیں ہمارے اس سفر میں۔"

"نہیں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو، میں اندازے لگاتا چلا رہا ہوں راستوں کے بارے میں، ہم بالآخر اپنی منزل ہی کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں، خواہ اس کے لیے کتنا ہی گھماؤ پھراؤ کیوں نہ اختیار کر لیا گیا ہو۔" سمبوتورا نے جواب دیا میں نے اس سلسلے میں اس سے مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

شام کا پڑاؤ اس پیالہ نما وادی سے تھوڑا سا پہلے ہی ہو گیا تھا، چونکہ جب پہاڑوں نے راستہ روک لیا تو ساریا کو کچھ بے چینی سی ہونے لگی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ سرنگ دریافت کر لی گئی جس سے گذر کر دوسری سمت جایا جا سکتا تھا، لیکن یہ

اندازہ نہیں تھا کہ اس خاصی لمبی سرنگ کو عبور کرتے کے بعد کونسی جگہ سامنے آئے گی۔ اس لیے سرنگ کے ذریعے دوسری طرف جانے کا ارادہ رات کی تاریکی میں ملتوی کر دیا گیا اور طے یہ کیا گیا کہ صبح کی روشنی میں اس سے داخل ہو کر دوسری طرف پہنچا جائے گا۔

پڑاؤ ڈال دیا گیا اور ساریا کے آدمی اپنے معمولات میں مصروف ہو گئے، ساریا کی کیفیات آج کے دن میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھیں، کیونکہ اس سے بہت زیادہ قریب ہونے کا موقع ہی نہیں ملا تھا اور میں اس کی زیادہ قربت حاصل کر کے اسے کسی مزید شک کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ رات کی ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد میں باہر نکل آیا، خیال یہی تھا کہ جولیا سے ملاقات کی جائے اور اس کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے ایک آخری کوشش اور کر لی جائے، تاکہ دوسرے دن کا موقع مل جائے۔ لیکن جب میں جولیا کی طرف پہنچا تو وہ مجھے اپنے خیمے سے باہر نکلتی ہوئی نظر آئی۔ خیمے کا عقبی حصہ باہر نکلنے کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔ اسے اس طرح پردہ ہٹا کر پیچھے سے نکلتے ہوئے دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنک اٹھا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے اور کہاں جا رہی ہے، میں نے اسے ٹوکنا مناسب نہیں سمجھا، جنون سوار ہے اس پر، معلوم نہیں کیا قدم اٹھا بیٹھے، البتہ میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ جولیا مختلف راستوں سے گذرتی ہوئی بالآخر اس سمت مڑ گئی جس سمت ساریا کا خیمہ تھا اور میری رگ و پے میں شدید سنسنی دوڑ گئی۔

اگر حالات موافق ہوتے تو میں جولیا کو ہر قیمت پر راستے میں ہی روک دیتا، کیوں اس طرح نکل جانے کا مطلب کسی حد تک میری سمجھ میں آ رہا تھا، لیکن اطراف میں اتنے لوگ موجود تھے کہ مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا، یوں لگتا تھا جیسے کوئی خوفناک صورت حال پیش ہی آنے والی ہے۔ چنانچہ پوری احتیاط کے ساتھ صرف جولیا کا تعاقب کرنے پر اکتفا کیا اور میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ جولیا ساریا کے خیمے میں داخل ہو گئی تھی، ساریا کے بارے میں مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس وقت وہ اندر ہے یا خیمے سے باہر ہے۔ میں ادھر ادھر دیکھ کر ایک اونچی سی چٹان تک پہنچ گیا۔ اس چٹان میں ایک رخنہ تھا اور اس چٹان کے قریب ہی ساریا کا خیمہ لگا ہوا تھا، گویا اگر میں اس چٹان کے رخنے میں لیٹ جاتا تو ساریا کے خیمے میں ہونے والی گفتگو سن سکتا تھا۔ چنانچہ جیسے آواز میں چٹان کے نیچے رینگ گیا۔ خیمے کے دوسری طرف سے آوازیں ابھر رہی تھیں، لیکن انہیں مزید صاف کرنے کے لیے میں نے اپنی جیب سے چاقو نکالا اور خیمے کا تھوڑا سا حصہ احتیاط کے ساتھ کاٹ دیا، اندر کا منظر صاف نظر آ رہا تھا، جولیا ساریا کے سامنے کھڑی تھی اور ساریا اسے تیکھی نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

"آؤ بیٹھو" اس نے نرم لہجے میں کہا اور جولیا تھوڑے سے فاصلے پر لکڑی کے ایک اسٹول پر بیٹھ گئی۔

"کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"بہت کچھ میڈم ساریا بہت کچھ۔ اتنا کچھ کہ جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

"ہوں تمہارے باپ نے پھر تمہیں کھلا چھوڑ دیا کیا چاہتا ہے وہ تم سے، آخر کیا چاہتا ہے؟"

"تم۔ میرا۔ تم میرا مطلب سمجھنے کی کوشش کریں میڈم ساریا، اس وقت ایک ایسی بات بتانے آئی ہوں جو آپ کے لیے جان لینا بھی ضروری ہے۔"

"کہو۔۔۔؟"

"آپ نے مجھے زخمی کر دیا۔ میرا خیال تھا میڈم ساریا کہ ایک عورت کا دکھ اچھی طرح سمجھتی ہے، پہچانتی ہے اس کے دکھ کو۔ آپ کتنے عرصے سے گازالی کو چاہتی ہیں؟"

"مطلب بتاؤ۔ میں تم کو اپنی رازدار دوست یا سہیلی بنانے کا ارادہ نہیں رکھتی۔" ساریا کے لہجے میں بلا کی کاٹ تھی۔

"تو پھر سنیے میڈم ساریا یہ شخص بے شمار لڑکیوں کے لیے اذیت کا باعث بن چکا ہے، جو روپ یہ دھارے ہوئے ہے یہ اس کا اصل روپ نہیں ہے۔ یہ آزاد دنیا کا ایک آزاد باشندہ ہے۔ راہب کی حیثیت سے اس نے آپ کو بیوقوف بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس کے ساتھ جو لڑکی اور بوڑھا آدمی ہے وہ پراسرار لوگ ہیں۔ لڑکی بھی اس کے ساتھ کافی عرصے تک ہندوستان میں رہ چکی ہے، پوری کہانی تو میں آپ کو نہیں سناتی لیکن آپ یہ سمجھ لیجیے کہ یہ لوگ ولاڈی واسکاٹ کے خزانے کی تلاش میں ہیں، گازالی میری ایک دوست کے باپ کے یہاں ملازم کی حیثیت رکھتا تھا اور گو میں بھی وہیں موجود تھی میرا باپ میکے براؤن ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے جاپان سے اس بوڑھے شخص کو اغوا کیا تھا، جو ولیمنی کے خاص آدمیوں میں سے تھا اور اس کے بعد میرا باپ اسے فرانس لے گیا۔ میری دوست کے باپ مسٹر حسن اس کے ساتھی تھے چنانچہ ایک معاہدے کے تحت وہ اسے ہندوستان لے آئے اور اس کے بعد گازالی بھی اس پروگرام میں شریک ہو گیا اس نے راہب کے بھیس میں تبت کا رخ کیا اور بہت سے لوگوں کو بیوقوف بناتا ہوا بالآخر آپ تک پہنچ گیا، وہ بالکل ناقابل اعتبار آدمی ہے اور جدید دنیا کا ایک جدید باشندہ ہے

تبت کے ان پراسرار علاقوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، وہ مجھے محبت کا جھانسا دے چکا ہے۔ وہ بہت عرصے سے یہ بات کہہ رہا ہے کہ وہ مجھے چاہتا ہے لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ نہ تو وہ مجھے چاہتا ہے نہ آپ کو، وہ تیسری لڑکی تو خیر اس چکر میں ہے ہی نہیں۔ لیکن آپ کے بارے میں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ بھی گازالی کو کوئی حیثیت دیتی ہیں۔"

"اس دوست کے باپ کا کیا نام بتایا تھا تم نے جس کے یہاں گازالی موجود تھا؟" ساریا نے ظاہرہ طور پر بڑا غیر تعلق سا سوال کیا۔

"حسن۔"

"یہ حسن وہی شخص تو نہیں ہے جو کنور پربھات سنگھ کے ہاں اس کے دوست کی حیثیت سے گیا تھا؟"

"بالکل وہی ہے، میں تفصیل نہیں جانتی، لیکن جو باتیں ان لوگوں کے درمیان ہوئی ہیں، وہ میں سن چکی ہوں اور اس سے یہ اندازہ اخذ کیا ہے میں نے۔"

"مگر تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ گازالی بدھ بھکشو نہیں ہے اور اس کا تعلق تبت سے نہیں ہے؟"

"اگر آپ تبتی لوگوں کے چہروں کو پہچانتی ہیں تو آپ اس کا اندازہ خود لگا سکتی ہیں، ذرا اس کا چہرہ صاف کرا کے اسے جدید دنیا کا لباس پہنا کر دیکھیے، آپ کے سامنے ایک جدید انسان کھڑا ہو گا، میں نہیں جانتی کہ کس طرح اس نے آپ کو بے وقوف بنایا ہے۔ لیکن آپ یہ سمجھ لیجیے کہ وہ مکمل طور پر آپ کو بے وقوف بنا رہا ہے۔"

"اگر یہ حقیقت ہے لڑکی، تو مجھے اس بات کا جواب دے کہ وہ تجھے کب سے چاہتا ہے؟"

"میں نہیں جانتی، لیکن میں اسے بے پناہ چاہتی ہوں وہ صرف میری ملکیت ہے، میں آپ سے صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ اس کے ساتھیوں کو ختم کر دیجیے اور گازالی کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر میرے حوالے کر دیجیے، خزانہ آپ کی اپنی ملکیت ہو گا، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، بس اسے میرے لیے چھوڑ دیجیے، اور مجھے اس کی اجازت دیجیے کہ میں اسے اپنے ساتھ یورپ لے جاؤں، یہ جس شکل میں بھی ہو گا میرے لیے قابل قبول ہو گا، لیکن اس وقت تک، اس وقت تک یہ میرا نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اسے آپ کے درمیان مراعات حاصل ہیں۔"

ساریا کچھ دیر سوچتی رہی، پھر آہستہ سے بولی "تم اسے حاصل کرنا چاہتی ہو اور اس کے حصول کے لیے تم ہر قدم اٹھا سکتی ہو؟"

"ہاں میں اس پوری کائنات کو ختم کر سکتی ہوں اس کے لیے۔ میں اسے اتنا چاہتی ہوں کہ ساری دنیا میں کسی نے کسی کو اتنا نہ چاہا ہو گا، محبت کی جتنی داستانیں ہیں وہ صرف افسانہ طرازی ہیں، جبکہ میں اسے حقیقی طور پر چاہتی ہوں، میری زندگی میں وہ کبھی کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔"

"میرا بھی نہیں؟" ساریا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ اس کے باوجود بھی جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ سب کو بے وقوف بنا رہا ہے، آپ، آپ اس کا حصول پسند کریں گی میڈم ساریا؟"

"ہاں لڑکی میں بھی اس کے لیے اتنی ہی پاگل ہو گئی ہوں، کسی بھی ایسی شخصیت کا وجود میرے لیے ناقابل برداشت ہے جو گازالی پر اپنا دعویٰ کرے۔ تو طویل عرصے سے اس سے محبت کرتی ہے نا، میری محبت کی ابتدا ابھی تھوڑے سے ہی دن پہلے ہوئی ہے، ہو سکتا ہے اس کے دل میں تیرے لیے کوئی گنجائش ہو بلکہ یقیناً ہو گی، کیونکہ جس طرح اس نے تجھے بہلانے کی کوشش کی تھی اس سے مجھے شک ہوتا ہے اور میں ہر شک کو اپنے درمیان سے ختم کر دینے کی قائل ہوں۔ تیرا بہت بہت شکریہ لڑکی۔ تیرا بہت بہت شکریہ کہ تو نے مجھے ان حالات سے آگاہ کر دیا، میں بھی اس کے لیے وہ ہر قدم اٹھا سکتی ہوں، جو میرے اور اس کے درمیان کی رکاوٹیں ہٹا دے۔" ساریا نے کہا اور دفعتاً وہ ہو گیا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ساریا نے اپنے پٹکے میں سے ایک چوڑا اور مڑا ہوا خنجر نکال لیا اور اسے ہاتھ میں تول کر جولیا کی طرف بڑھی۔ دوسرے لمحے خنجر جولیا کے پہلو میں پار ہو گیا، جولیا کی دلخراش چیخ بلند ہوئی۔ میرے حواس گم ہو گئے، ایک لمحے کے لیے میرا ذہن میرا ساتھ چھوڑ گیا پھر جولیا کی پے در پے کئی چیخیں بلند ہوئیں اور اس کے بعد میں نے ایک انتہائی ہولناک منظر دیکھا۔ ساریا نے جولیا کو کئی زخم لگانے کے بعد نیچے گرا لیا اور اس کے بعد اس کے بال پکڑ کر خنجر اس کی گردن پر پھیر دیا۔ ساریا کے وحشی ہاتھوں نے جولیا کی گردن اس کے دھڑ سے جدا کر دی پھر وہ اسے بالوں سے پکڑ کر کھڑی ہو گئی اور اس نے نفرت زدہ انداز میں جولیا کے سر کو گھما کر دور پھینک دیا، اس پر بس نہیں کیا تھا اس نے، بلکہ نیچے بیٹھ کر اس نے جولیا کے ہاتھ پاؤں بھی کاٹ ڈالے۔

مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ جولیا کی کہانی اچانک ہی ختم ہو گئی تھی، ساریا پر جنون سوار تھا، اور اب یہاں رکنا موت کو دعوت دینا تھا، میرے خیال میں اب میکے براؤن کا کھیل شروع ہو جانا چاہیے تھا۔ چنانچہ میں دوڑتا ہوا میکے براؤن کے خیمے

میں پہنچا۔ میکے براؤن اپنے آدمیوں سے گفتگو کرنے میں مصروف تھا۔ مجھے اس طرح دوڑ کر آتے دیکھ کر اس کے چہرے پر وحشت کے آثار پھیل گئے اور وہ خوفزدہ انداز میں کھڑا ہو گیا "خیریت۔ گازالی خیریت؟"

"نہیں میکے براؤن جلدی کرو اس نے جولیا کو قتل کر دیا۔ ساریا نے جولیا کو قتل کر دیا ہے۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں اس کے بدن کے۔"

"کیا؟" میکے براؤن کے حلق سے دہاڑ نکلی اور وہ پاگلوں کی طرح دوڑ پڑا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ میں میکے براؤن کے ساتھیوں کو بتاؤں کہ میکے براؤن کی زندگی خطرے میں ہے اور اسے بچانے کی کوئی ترکیب کی جا سکتی ہے تو کی جائے۔ میکے براؤن نے اس وقت بھی پاگل پن کا ثبوت دیا تھا، کمبخت ایسے ہی دوڑ پڑا تھا لیکن اس کے ساتھی میری ہدایت پر تیار ہو گئے اور انہوں نے ہتھیار سنبھال کر اپنا کام شروع کر دیا۔ آس پاس ساریا کے آدمی اپنی روزمرہ کی مصروفیات میں مشغول تھے۔ انہیں اس آنے والی آفت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ وہ سب اپنی اپنی جگہوں پر اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے کہ دفعتاً ان پر گولیوں کی بارش ہو گئی اور پہلے ہی حملے میں بے شمار آدمی ڈھیر ہو گئے۔ وہ صورتحال کو سمجھ ہی نہیں پائے تھے۔ بیرونی حملہ آوروں سے نپٹنے کے لیے وہی حصار بندی کر لی گئی تھی جو ساریا کا معمول تھا لیکن اندرونی طور پر یہ سب کچھ شروع ہو جائے گا۔ اس کا انہیں تصور بھی نہیں تھا جس کے نتیجے میں وہ شدید نقصانات کے شکار ہو گئے اور ان کی تعداد تیزی سے کم ہونے لگی۔ میکے براؤن کے تمام ساتھی پہلے سے مستعد تھے اور وہ لوگ حالات سے لاعلم۔ اس لیے آن کی آن میں لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ میں برق رفتاری سے دوڑتا ہوا ڈاکٹر طاہر علی، کنور پربھات اور کرنل آسٹن کے پاس پہنچا اور انہیں ساتھ لے کر سمبو تورا کے خیمے کی جانب دوڑ پڑا۔ ڈاکٹر طاہر علی نے بدحواسی کے عالم میں مجھ سے پوچھنے کی کوشش کی کہ اس وقت انہیں کیا کرنا چاہیے تو میں نے انہیں جواب دیا کہ وہ صرف میری تقلید کریں۔ اس کے علاوہ کچھ نہ کریں۔ ہتھیار ان کے پاس بھی موجود تھے لیکن انہیں استعمال کرنا حماقت تھی کیونکہ اس کے بعد میکے براؤن رہ جاتا تھا۔ بشرطیکہ وہ اور اس کے آدمی ساریا پر قابو پالیں۔ جولیا کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا وہ ناگزیر تھا۔ وہ اپنی حماقت سے کوئی ایسا ہی کھیل کھیلنے والی تھی جس کا مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا تھا۔ اور میں اس کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا چنانچہ اب میں نے تمام تصورات ذہن سے نکال دیے تھے، مجھے تو صرف اپنے مقصد کی فکر تھی، سمبو تورا اور ندرت بھی صورتحال سے پوری طرح واقف ہو گئے تھے اور انہوں نے گومین کو زمین پر لٹا دیا تھا تاکہ بھٹکتی ہوئی گولیاں اسے نقصان نہ پہنچا دیں۔ ہم لوگ جھکے جھکے دوڑتے ہوئے بالآخر وہاں پہنچ گئے اور سمبو تورا نے متوحش لہجے میں کہا۔ "سب کچھ اچانک ہوا۔ مگر اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"فوری طور پر ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے کسی ایسی جگہ جہاں محفوظ رہ کر ہم ان لوگوں کا انجام دیکھ سکیں۔" میرے اشارے پر سمبو تورا نے گومین کا ہاتھ پکڑا اور اسے آگے گھسیٹنے لگا۔ ندرت، سمبو تورا، ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ اور کرنل آسٹن بھی اس طرح جھکے جھکے ہمارے ساتھ چلنے لگے۔ گومین بھی تعاون کر رہا تھا آخر ہم اس حصار سے باہر نکل آئے جو ساریا نے قائم کیا تھا، حصار تو خود بخود ٹوٹ گیا تھا ہر جگہ فائرنگ ہو رہی تھی اور ساریا کے آدمی بری طرح ہلاک ہو رہے تھے، چنانچہ تھوڑی دور نکلنے کے بعد ہم نے اس سرنگ کا رخ کیا جو پیالے نما وادی کی جانب سے جاتی تھی، اس وقت سرنگ ہی بہترین پناہ گاہ ہو سکتی تھی، دن کی روشنی میں صورتحال کا صحیح اندازہ کرنے کے بعد آئندہ کے لیے فیصلہ کرنا مناسب تھا چنانچہ تھوڑی دور دوڑنے کے بعد ہم سرنگ کے دہانے کے قریب پہنچ گئے اور یہاں ہمیں ان گولیوں سے پناہ مل گئی جو وسیع علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھیں۔

فائرنگ اتنی شدت سے جاری تھی کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے دو فوجیں آپس میں لڑ رہی ہوں، غالباً ساریا کے آدمیوں نے بھی اب پوزیشن سنبھال لی تھی۔ اس جنگ کا انجام کیا ہوگا اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا، لیکن ڈاکٹر طاہر علی وغیرہ کے پاس اچھا خاصہ ایمونیشن موجود تھا۔ میں نے بھی برے وقت کے لیے اپنے پاس انتظام کر لیا تھا میرے لباس میں پستول چھپا ہوا تھا، سمبو تورا اور ندرت بھی غیر مسلح نہیں تھے، لیکن ہم اپنے اسلحے کو اسی وقت استعمال کر سکتے تھے جب ہمیں اس کی اشد ضرورت پیش آجائے باہر کی صورتحال مسلسل اسی انداز میں چل رہی تھی کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ حالات معلوم کرنے کے لیے اس طرف کا رخ کرے آپس میں تبادلۂ خیال بھی نہیں کیا جا رہا تھا بس سب کے سب خاموشی سے انتظار کر رہے تھے۔ کافی دیر کی خاموشی کے بعد ڈاکٹر طاہر علی نے کہا "اس بات کے امکانات ہیں غزالی کہ بچے کھچے لوگ اس طرف آنے کی کوشش کریں کیا، اس کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم سرنگ کے دہانے پر بیٹھ کر ان کا انتظار کریں۔"

"اور اگر ان میں سے کچھ لوگ بچ کر یہاں پہنچ گئے تو۔" نور پربھات سنگھ نے سوال کیا۔

"تو پھر اس وقت تمام تکلفات کو بالائے طاق رکھ کر اس رف آنے والے ہر شخص کو بھون کر رکھ دیا جائے اسی میں ہماری ا ہے۔ میں یہ الفاظ انتہائی مجبوری کے عالم میں کہہ رہا ہوں کیونکہ ب دونوں پارٹیوں میں سے کوئی ہمارا دوست نہیں ہو سکتا۔" ڈاکٹر اہر علی نے کہا۔

"ہاں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا، ان میں سے یک بھی ایسا نہیں ہے جسے ہم اپنا دوست تصور کر سکیں۔ باقی رہی نسانی ہمدردی کی بات تو اس وقت یہ ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔ پہلے اپنا بچاؤ کیا جائے اس کے بعد دوسروں کے بارے میں سوچا جائے۔" سمبو تورا کے ان الفاظ سے میں نے بھی اتفاق کیا چنانچہ میں خود بھی ڈاکٹر طاہر علی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ کرنل آسٹن نے اپنی برین گن مجھے دے دی تھی، کیونکہ وہ اسے صحیح طور پر استعمال کرنے کے قابل نہیں تھا۔ ہم سرنگ کے دہانے پر ایسی جگہ چھپ گئے جہاں سے باہر بھی نگاہ رکھی جا سکے اور ہم گولیوں کا شکار بھی نہ ہوں۔ یہاں سے اس جگہ کا منظر صاف نظر آ رہا تھا جہاں یہ خوفناک خونریزی ہو رہی تھی، میرے ذہن میں متعدد خیالات تھے کوئی فیصلہ کرنا ممکن نہیں تھا، اس بات کے امکانات زیادہ تھے کہ میکے براؤن بھی ساریا کا شکار ہو جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ساریا بھی نہ بچ سکے۔ بہر طور یہ سب کچھ کسی نہ کسی وقت تو ہونا ہی تھا۔ دفعتاً کچھ بھاگتے ہوئے قدم ہماری طرف آنکلے لیکن انہوں نے سرنگ کا رخ نہیں کیا تھا اس لیے ہم نے ان سے تعرض نہیں کیا اور انہیں بھاگنے دیا لیکن یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ کون تھے۔ آیا میکے براؤن کے آدمی یا پھر ساریا کے ساتھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس ہنگامہ خیزی کا نتیجہ کیا ہوگا۔

وہ وقت بالآخر آ ہی گیا تھا جس کے لیے طویل منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ اور ہم انتظار کرتے رہے تھے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک خوفناک کارروائی جاری رہی اور اس کے بعد گولیوں کی آوازیں اکا دکا رہ گئیں۔ معلوم نہیں کیا صورتحال تھی۔ بہرحال بڑا تجسس تھا ذہن میں اور جی چاہ رہا تھا کہ کسی نہ کسی طرح معلوم کیا جائے لیکن یہ دانشمندی کے خلاف تھا، چنانچہ اس کے لیے صبح ہونے کا انتظار کرنا پڑا۔

جب اجالے نے سرنگ کے دہانے کو منور کیا تو ہم سب منظم انداز میں باہر نکل آئے، باہر کی صورتحال دور ہی سے صاف نظر آ رہی تھی، لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور زخمیوں کے کراہنے کی آوازیں فضا میں بلند ہو رہی تھیں، ہم نے اپنے طور پر فیصلہ کیا کہ دو آدمی باہر جا کر صورتحال معلوم کریں باقی لوگ وہیں مستعد رہ کر اس کے لیے تیار رہیں کہ کسی بھی لمحہ دشمن کی طرف سے کارروائی کا جواب دینے کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ ایک برین گن میں نے سنبھالی ہوئی تھی، ڈاکٹر طاہر علی کے پاس پستول تھا۔ اس طرح ہم لوگ پوزیشن لیتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور خاصا فاصلہ طے کرنے کے بعد اس جگہ پہنچ گئے جہاں یہ ہولناک خونریزی ہوئی تھی۔ ساریا کا خیمہ زمین بوس ہو چکا تھا۔ دوسرے خیمے بھی گرے ہوئے تھے، اطراف میں خون ہی خون تھا اور زمین سرخ کیچڑ سے بھر گئی تھی۔ ساریا کے آدمیوں کی لاشیں جابجا پھیلی ہوئی تھیں، انہی میں میکے براؤن کے آدمی بھی شامل تھے۔

میں اور ڈاکٹر طاہر علی ادھر ادھر کا جائزہ لیتے رہے جو زخمی کراہ رہے تھے وہ جانکنی کے عالم میں تھے۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جس کے بدن میں کئی کئی گولیاں پیوست نہ ہو گئی ہوں۔ ہم ان میں سے کسی کی مدد نہیں کر سکتے تھے اور سچی بات یہ تھی کہ اس وقت کسی کی مدد کرنے کی سکت بھی نہیں تھی۔ آتش فشانی کے بعد یہ دوسرا ہولناک حادثہ تھا جو میری نگاہوں کے سامنے آیا۔ ایسی ہولناک خونریزی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی اور میرا دل لرز رہا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی کی کیا کیفیت تھی اس کا اندازہ اس وقت لگانا مشکل تھا، دیر تک ہم چکراتے رہے اور اندازہ یہ ہوا کہ میکے براؤن کے تقریباً تمام آدمی کام آ گئے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ ساریا کے ساتھیوں میں سے بھی شاید ہی کوئی بچ سکا ہو۔ میں کسی خیال کے تحت اس خیمے کے قریب پہنچ گیا جو ساریا کا خیمہ تھا اور پھر زمین بوس خیمے کو ہم نے بمشکل تمام اپنی جگہ سے اٹھایا اور اس کے نیچے کی صورتحال کا جائزہ لینے لگے۔ میکے براؤن کی لاش خیمے کے نیچے نظر آ گئی جولیا کے کٹے ہوئے اعضا بھی وہیں پڑے ہوئے اس کی گردن بھی اسی جگہ موجود تھی جہاں ساریا نے اسے پھینکا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی کو بری طرح چکر آ گیا اور ان کے حلق سے وحشت زدہ آوازیں نکل گئیں میں نے انہیں سنبھالتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر طاہر علی ساریا کی لاش تلاش کیجیے۔"

"م م۔ میں۔ میں اب اپنے اعصاب پر قابو نہیں پا سکتا گازالی۔ براہ کرم میری مدد کرو۔"

"تب پھر آپ واپس جائیے میں ابھی آتا ہوں۔" میں نے کہا اور ڈاکٹر طاہر علی لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے سرنگ کے دہانے کی جانب واپس چلے گئے۔ میں ایک ایک گوشے میں ساریا کی لاش تلاش کرتا رہا لیکن اس بات پر مجھے انتہائی حیرت ہوئی کہ ایک ایک لاش کو دیکھنے کے باوجود ساریا کی لاش مجھے

نہیں ملی تھی۔ میں نے اطراف میں دور دور تک نگاہیں دوڑائیں ایک بلند جگہ کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھا، تاحدِ نگاہ ویرانی اور سناٹے کا راج تھا، نہ تو یہاں سے کچھ فاصلے پر کوئی لاش یا زخمی پڑا ہوا تھا اور نہ کسی زندہ انسان کا وجود نظر آتا تھا۔

ساریا کہاں گئی اس کی لاش آسمان پر تو پرواز نہیں کر سکتی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ نکل بھاگی۔ میکے براؤن جیسے بیوقوف آدمی کا ہلاک ہونا یقینی تھا، جولیا کی خبر سن کر وہ جوش کے عالم میں تنہا ہی بھاگ نکلا تھا اور یقیناً ساریا کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں تھا، ساریا نے اسے قتل کیا اور اگر فوراً ہی یہ کارروائی نہ ہو جاتی تو شاید وہ میکے براؤن کے آدمیوں کو بھی آسانی سے چن چن کر ختم کر دیتی لیکن بہرطور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جا سکتا تھا کہ وہ نکل گئی ہے۔ اس کے ساتھیوں کے بارے میں بھی مجھے شبہ تھا اور یہی گمان گذرتا تھا کہ ان میں سے بھی کچھ افراد نکل بھاگے ہیں اب یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ ساریا کے ساتھ ہیں یا پھر جدھر جس کا منہ اٹھا ہے بھاگ نکلا ہے۔ بہرطور ساریا کی طاقت ٹوٹ چکی تھی اور میکے براؤن فنا ہو گیا تھا، جولیا کے لیے بھی میرے اپنے دل میں کوئی شدید احساس نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ بہت بری طرح ماری گئی تھی۔

ہتھیار جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے اور خاصی تعداد میں موجود تھے۔ معلوم نہیں بچ کر نکل بھاگنے والے ہتھیاروں سمیت فرار ہوئے ہیں یا نہتے۔ چند لمحوں تک یہاں کا جائزہ لینے کے بعد میں نے بھی واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے اور تھوڑی دیر بعد ان لوگوں کے پاس پہنچ گیا جو سرنگ کے دہانے پر جمع تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی بھی ان کے نزدیک پہنچ چکا تھا اور اس نے انہیں تمام صورتحال سے آگاہ کر دیا تھا، سب کے چہرے سُتے ہوئے تھے، ندرت کی آنکھوں میں افسردگی کے آثار تھے۔ سمبو تورا بھی اتنے انسانوں کی ہلاکت پر غمزدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "یہ ضروری تھا گا زالی یہ ضروری تھا۔ ورنہ ویلیتی کے معصوم باشندے ان سے کہیں زیادہ تعداد میں ہلاک ہوتے، اور ان کا تحفظ فوقیت رکھتا تھا۔ اب کیا فیصلہ کیا ہے تم نے؟"

"یہ سب کچھ ہو چکا ہے سمبو تورا لیکن ساریا کی لاش نہیں ملی، مجھے یقین ہے کہ وہ زندہ بچ کر نکل گئی ہے، اور ممکن ہے اس کے ساتھ کچھ آدمی بھی ہوں۔ میں سوچ رہا تھا کہ جو لوگ بھی اس کے ساتھ گئے ہیں۔ وہ نہتے ہیں یا ہتھیار لے کر فرار ہوئے ہیں لیکن اس کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ وہاں لاشوں کے درمیان بہت سے ہتھیار بکھرے ہوئے ہیں اور دوسرا سامان بھی۔ میرا خیال ہے ہمیں اب اس سانحے کا ماتم نہیں کرنا چاہیے بلکہ آئندہ کے واقعات کے لیے خود کو تیار کرنا چاہیے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس سامان میں سے اتنا سامان ضرور حاصل کریں جو ہمارے لیے ضروری حیثیت رکھتا ہو۔ آپ سب لوگوں کو تیار ہو کر یہ کام کرنا ہو گا میری اس بات سے کسی کو اختلاف تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔" ڈاکٹر طاہر علی سب سے پہلے بولے۔ سمبو تورا، ندرت اور کرنل آسٹن وغیرہ نے بھی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ کنور پربھات سنگھ کی گردن جھکی ہوئی تھی لیکن جب ہم لوگ آگے بڑھے تو وہ بھی ہمارے ساتھ تھا۔ کھانے پینے کی محدود اشیا جنہیں ساتھ لیا جا سکتا تھا اکٹھی کی گئیں، ہتھیاروں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ ان وزنی ہتھیاروں کا انبار لگانے سے کوئی فائدہ بھی نہیں تھا چنانچہ انہیں چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد ہم سرنگ کے دہانے کی طرف چل پڑے۔ اتنی جلدی یہ سب کچھ ہو گیا تھا کہ یقین نہیں آتا تھا۔ پلاننگ تو یہی تھی لیکن انداز توقع کے خلاف تھا۔ ایک ایک واقعہ وحشت خیز تھا جس کے بارے میں سوچ کر لرزہ طاری ہوتا تھا۔

ہم سرنگ میں جوں جوں آگے بڑھ رہے تھے تاریکی ہوتی جا رہی تھی۔ اس تاریکی میں ہمارے قدموں کی آوازوں کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں تھی۔ سب گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بالآخر ہم دوسری سمت پہنچ گئے۔ اس پیالے نما وادی کو دیکھ کر آنکھیں تعجب سے پھیل گئی تھیں۔ پہاڑوں کی ناقابلِ عبور دیواروں نے اس وسیع و عریض میدان کو گھیر رکھا تھا۔ باہر جانے کے لیے صرف یہی سرنگ تھی جس کا دوسرا دہانہ میدان عبور کرکے دوسرے سرے پر تھا۔

ذہنی حالت خراب ہو رہی تھی کہ کوئی بات کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا اور سب کی یکساں کیفیت تھی۔ سپاٹ میدان میں سفر کرتے ہوئے کوئی دقت نہ ہوئی اور ہم سرنگ کے دوسرے دہانے پر پہنچ گئے۔ جی چاہ رہا تھا کہ اس وقت اس دہانے کو عبور نہ کیا جائے اور یہیں پڑے رہیں۔ میری یہ کیفیت تھی تو دوسروں کی کیفیت بھی یقیناً اس سے مختلف نہ ہوتی۔ لیکن اس وادیٔ دہشت میں رکتے ہوئے نہ جانے کیوں یہ محسوس ہوتا کہ یہ پہاڑی دیواریں ہمارے خلاف کوئی سازش کر دائیں گی کچھ ہو جائے گا۔

دہانے کے قریب ہم رکے اور حواس مجتمع کیے پھر میں نے سرگوشی کے انداز میں سمبو تورا سے پوچھا۔ "اس سرنگ کے دوسری طرف کیا ہے؟"

میرے اس بے تکے سوال پر سمبو تورا چند لمحات کے حیران رہ گیا۔ پھر سنبھل کر بولا۔ "در حقیقت میں نہیں جانتا۔"

میں سمبو تورا کو دیکھتا رہا پھر میں نے گردن جھٹک کر آگے قدم بڑھا دیے۔ سمبو تورا کو میری اس ناخوشگوار کیفیت کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ میرے قریب قریب چلنے لگا۔ سرنگ توقع کے مطابق آگے چل کر تاریک ہوتی جا رہی تھی تب سمبو تورا کی سرگوشی ابھری۔ "لیکن اب ہم اپنی منزل سے زیادہ دور نہیں ہیں۔"

"مجھے ان باتوں سے اب کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"ناراضگی کا اظہار مجھ پر زیادتی ہے لیکن تمہیں اس کا حق ہے۔" سمبو تورا نے آہستہ سے کہا اور خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک تو ذہن پر جھلاہٹ سوار رہی لیکن پھر آہستہ آہستہ ذہن اعتدال پر آتا چلا گیا۔ سمبو تورا کو میرے الفاظ سے دکھ پہنچا تھا اور یہ مناسب نہیں تھا۔ لیکن جھلاہٹ بھی فطری تھی۔ اس کی باتیں اتنی الجھی ہوئی تھیں کہ بعض اوقات غصہ آ ہی جاتا تھا۔ زندگی اور موت دونوں بے وقعت ہو کر رہ گئی تھیں۔ اس سفر میں نہ زندگی کا کوئی تحفظ تھا نہ موت آتی تھی۔ نہ ہی اب اپنے مستقبل کا کوئی ٹھوس تصور ذہن میں رہ گیا تھا۔ خزانے کی تلاش میں چلا تھا اور کہاں پہنچ گیا تھا۔ یہ تین احمق شاید ابھی تک خزانے کے خواہاں تھے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری آئندہ زندگی میں کیا لکھا ہے لیکن اب جبکہ اتنا وقت گذر چکا تھا کچھ دنوں کے لیے صبر کرنا ضروری تھا۔

سرنگ کا دوسرا دہانہ آ گیا۔ دوسری طرف کے ہولناک مناظر دیکھ کر ایک بار دل پھر وحشت کا شکار ہو گیا۔ عجیب ہولناک علاقہ تھا۔ چٹانیں اور درخت تاحدِ نگاہ بکھرے ہوئے تھے لیکن انوکھے درخت تھے یہ۔ رنگ سبز تھا لیکن زمین سے لے کر چوٹی تک وہ مکڑی کے جالے میں لپٹے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ بدنما اور ہولناک۔

"وہ جگہ ہمارے قیام کے لیے مناسب ہے۔" سمبو تورا نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اس جنگل میں درندے ضرور ہوں گے۔" طاہر علی بولے۔

"ہاں امکانات ہیں۔ یہ علاقہ سیاری کہلاتا ہے۔ درندے ہوں یا نہ ہوں لیکن ہمیں انسان نما درندوں سے ہوشیار رہنا ہو گا۔" سمبو تورا نے کہا۔

"کیا مطلب؟" کرنل آسٹن چونک پڑا۔

"تم فوجی آدمی ہو کرنل۔ اس نام سے واقف ہو گے۔"

"میرے خدا۔ مگر تم ان کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟" کرنل نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"جاپان میں اس کی کہانیاں عام ہیں۔ یوکومی نامی سیاح نے ان پر ایک مضمون لکھا تھا جو بہت مقبول ہوا تھا۔ میں بھی کچھ عرصہ جاپان میں رہا ہوں۔" سمبو تورا نے جس سمت اشارہ کیا تھا وہ ایک مسطح جگہ تھی۔ درختوں کے جھنڈ یہاں سے کچھ دور تھے اس لیے اس نے وہ جگہ منتخب کی تھی۔ ہم سب وہاں پہنچ گئے۔ گومین مشینی انداز میں ہمارا ساتھ دے رہا تھا۔ وہ ان تمام حالات سے بے نیاز تھا۔ اس دوران اس کی وحشت بھی تقریباً ختم ہو گئی تھی اور وہ ہر کام خاموشی سے کرنے لگا تھا۔ یہ غالباً اس وقت سے ہوا تھا جب سے سمبو تورا نے اسے سنبھالا تھا۔

اس مسطح جگہ پہنچ کر سب لمبے لمبے زمین پر لیٹ گئے۔ جسمانی تھکن کے ساتھ ساتھ شدید ذہنی تھکن نے نڈھال کر دیا تھا۔ بدن کو جنبش دینے کو بھی جی نہیں چاہ رہا تھا۔ طاہر علی نے رخ بدل کر کہا۔ "یہ سیاری کیا تم دونوں ہی کے ذہن میں محفوظ رہے گی؟ اگر مناسب سمجھو تو ہمیں بھی زندوں میں شمار کر لو اور اس سے آگاہ کر دو تاکہ ضرورت پڑنے پر ہم بھی ان سے اپنا دفاع کر سکیں۔"

"میں آپ لوگوں کو ان کے بارے میں بتانا ہی چاہ رہا تھا۔" سمبو تورا نے کہا۔ "سیاری جاپان کی ایک یونٹ کا نام تھا جو دوسری جنگ عظیم میں اتحادیوں سے لڑ رہی تھی اور ان کے گھیرے میں آ کر نہ جانے کون سے راستوں سے اس طرف آ نکلی تھی۔ اس کے پاس اُس دور کا اسلحہ موجود ہے۔ پھر نہ جانے کیوں شاید اتحادیوں کے خوف سے یہ لوگ یہیں رہ پڑے یا پھر انہیں نکلنے کا راستہ نہیں ملا خدا جانے کیا راز ہے لیکن اس وقت سے یہ لوگ یہیں آباد ہیں۔ یوکومی نے انہیں مہذب وحشیوں کا نام دیا ہے۔ یہ درندہ صفت لیکن موٹی قسم کے لوگ ہیں۔ یوکومی نے بہت کوشش کی کہ انہیں یہاں سے نکال لے جائے لیکن یہ اس جگہ سے جانے کو تیار نہیں ہوتے۔ انہوں نے یوکومی کو شاید اس لیے زندہ چھوڑ دیا کہ اس کے خدوخال جاپانی تھے ورنہ وہ عرصے تک اسے اتحادی جاسوس سمجھ کر قید کیے رہے تھے۔"

"اور تم نے ہمیں یہاں لا پھنسایا۔ کیا ہمارے خدوخال جاپانی ہیں۔" ڈاکٹر طاہر نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دوستو، بہتر ہے کہ مجھ سے بدظن نہ ہو۔ آتش فشانی اور زلزلے علاقوں کے نقشے تبدیل کر دیتے ہیں اور پھر ہمارا یہ سفر ہماری مرضی کے تابع نہیں تھا۔ اس پیالہ نما وادی کے بارے میں، میں نے صرف سنا تھا یہ نہیں معلوم تھا مجھے کہ اس کے دوسری طرف سیاری آباد ہے۔"

"پھر تم نے کتنے اعتماد سے اس بارے میں کیسے کہہ دیا؟"

"ان درختوں کو دیکھ کر۔ مجھے یوکومی کا مضمون یاد آ گیا تھا۔ لیکن وہ اس وادی سے نہیں گذرا۔ اس نے دوسرے راستے

اختیار کیے تھے۔ ہمیں اب یہ سمبوتورا تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "ہمیں اب شمال کا رخ اختیار کرنا ہوگا۔!"

طاہر علی چند لمحات سوچتے رہے، پھر گردن ہلا کر بولے۔ "غزالی اس سلسلے میں بہتر جانتا ہے۔ ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ تمہارا پروگرام کیا ہے؟"

میں خاموشی سے ان لوگوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ بہت سے خیالات میرے ذہن میں آرہے تھے۔ طاہر علی کی بات پر بھی میں نے کچھ نہیں کہا۔ کافی دیر تک ہم لوگ یونہی پڑے رہے یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ یہاں سے فی الحال آگے بڑھنے کا ارادہ نہیں تھا تاوقتیکہ اعصاب بالکل درست نہ ہو جائیں۔ بھوک لگ رہی تھی۔ چنانچہ متفقہ طور پر کھانے کا پروگرام بنا اور ساتھ لائے ہوئے تھیلے کھول لیے گئے۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم سب اوندھے ہوگئے۔ ڈاکٹر طاہر علی میرے قریب ہی لیٹے ہوئے تھے۔ دفعتاً انہوں نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ "کچھ باتیں کرنا پسند کرو گے غزالی؟"

"ضرور ڈاکٹر؟"

"سمبوتورا کا نام ہم سب کے لیے بے حد پرکشش تھا اور خیال تھا کہ اگر وہ ہاتھ لگ جائے تو ولیتی تک پہنچنے میں دقت نہ ہوگی۔ تم نے یہ بھی بتایا تھا کہ میکے براؤن پوری قوت سے اس کی تلاش میں ہے۔ لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ اس کے ساتھ ہونے کے باوجود تم بھی ابھی کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتے۔ مجھے اس بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟"

"سمبوتورا ولیتی کا خاص آدمی ہے ڈاکٹر۔ آپ لوگوں کو اس سلسلے میں تو معلومات ہوں گی کہ ولیتی تبت کے ایک دور دراز گوشے میں ایک قبیلے میں جا بسی ہے؟"

"ہاں اور اس قبیلے کو بھی اب ولیتی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے جواب دیا۔

"آپ کی بات کاٹ کر میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں ڈاکٹر۔ یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ نے ایسے کیا انتظامات کیے تھے جن کے تحت آپ اس طرف چل پڑنے۔ کیا آپ کو یقین تھا کہ ان حالات میں بھی آپ ولیتی سے وہ خزانہ حاصل کر سکتے ہیں؟"

"میں تمہارے سوال کا جواب پورے خلوص سے دے رہا ہوں غزالی۔ خدا کی قسم اب جب ان حالات پر غور کرتا ہوں تو ایک ناقابل یقین حقیقت سامنے آتی ہے۔ ولاڈی واسکاٹ اور مونٹ سولاٹ کے خزانے کی حقیقت وہ تاریخی حیثیت رکھتی ہے جس سے انکار ناممکن ہے۔ لیکن جن کے ذہنوں میں اس خزانے کے حصول کا مواد سمایا ہے وہ سحر زدہ ہیں۔ اس خزانے کے تذکروں میں ایک تنویمی قوت ہے جو ذہن کو جکڑ لیتی اور انسان یہ بھول جاتا ہے کہ اس کا حصول کیسے ممکن ہوگا۔ کیا تم ان تمام لوگوں میں وہ کیفیت نہیں پاتے جس کا تذکرہ میں نے کیا ہے۔ چند نام ہمارے سامنے ہیں، میکے براؤن، ساریا اور ہم خود۔ اگر ولیتی کو پا بھی لیا جائے تو کیا وہ خزانے کی دکان سجائے بیٹھی ہوگی کہ کوئی بھی آئے اور اس سے خزانہ چھین لے۔"

"اس میں سمبوتورا کا کوئی قصور ہے؟"

"میں نہیں سمجھا۔"

"آپ نے ابھی اس سے سخت کلامی کی تھی۔ میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے ڈاکٹر۔"

"آئندہ احتیاط رکھوں گا غزالی۔ لیکن کیا سمبوتورا تم سے مخلص ہے کہیں وہ ہمیں مصیبت میں نہ پھنسا دے۔"

"نہیں ڈاکٹر۔ ہم میں لعل نہیں جڑے ہوئے کہ ہمیں دفن کر دے کر وہ ہماری دولت چرا لے گا۔ وہ بھی انسان ہے۔ وہ بھٹک سکتا ہے۔" میں نے کہا اور طاہر علی خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے دیر تک کچھ نہیں کہا تو میں اس کے پاس سے اٹھ گیا اور کچھ فاصلے پر جا کر تنہا لیٹ گیا۔ تمام لوگ ایسے پڑے تھے نہ کسی حفاظت کا تصور تھا نہ کسی خطرے کا خیال۔ ایک عجیب بیزاری سی طاری تھی۔ سمبوتورا گوبین کے زخم کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ ندرت چند لمحوں کے بعد مجھ سے کچھ فاصلے پر آکر بیٹھ گئی۔ وہ خاموش تھی۔ جب وہ دیر تک کچھ نہ بولی تو میں نے ہی نرم لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ "کوئی بات ہے ندرت؟"

"ہاں۔" اس نے آہستہ سے جواب دیا۔

"کیو۔ خاموش کیوں ہو؟"

"کچھ بدظن ہو گئے ہو ہم سے؟"

"نہیں ندرت قطعی نہیں بس نہ جانے کیوں ذہن پر کچھ بوجھ سوار ہو گئی ہے۔"

"سمبوتورا اداس ہے۔"

"کیوں۔"

"تم نے اس سے ناخوشگوار لہجے میں گفتگو کی ہے۔"

"اوہ۔ میں اس سے معافی مانگ لوں گا۔ یہ ناخوشگواری حالات نے پیدا کر دی ہے اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"تمہیں خود کو کنٹرول میں رکھنا چاہیے گازالی۔ اب تو لمحات رہ گئے ہیں۔ یہ سب کچھ تو ہونا ہی تھا۔ ساریا یہاں تک پہنچ گئی تھی، ولیتی کے سادہ لوح باشندوں سے اس کی جنگ ہوتی تو وہ مارے جاتے جو قطعی بے گناہ ہوتے۔ ساریا ان پر قابو تو نہیں پا سکتی تھی لیکن ان کا نقصان زیادہ ہوتا۔ یہ لازمی تھا گازالی۔"

"ٹھیک ہے ندرت۔ لیکن بس ذہن کچھ الجھ سا گیا ہے۔"

"جولیا کی موت کا افسوس ہے یا ساریا کی موت۔ مگر ساریا کی لاش تو نہیں ملی۔"

"مجھے ان دونوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی ندرت۔ جولیا مجھے چاہتی تھی اور پاگل ہو گئی تھی میرے لیے۔ اس کی موت کا ایک بوجھ تو ہے ذہن پر لیکن میرے دل میں اس کی چاہت کبھی نہیں ابھری اور اس بوجھ کو تعلق خاطر کا نام ہرگز نہیں دیا جا سکتا۔ رہی ساریا۔ تو اس وحشی عورت پر نہ جانے کیوں دیوانگی سوار ہو گئی تھی۔ ندرت محبت ایک فطری جذبہ ہے لیکن اگر ہم محسوس کریں کہ جسے چاہا جا رہا ہے یا جس کے لیے یہ جذبہ پیدا ہو رہا ہے وہ اس سے متاثر نہیں ہے تو پھر یہ کھیل ختم کیوں نہیں کر دیا جاتا۔"

"اس لیے کہ یہ کھیل شروع نہیں کیا جاتا۔" ندرت نے کہا۔

"اوہ نہیں ندرت۔ میں نہیں مانتا۔ یہ سب اختراعات ہیں، میں ان کہانیوں کو نہیں مانتا۔"

"تورا آرہا ہے۔" ندرت نے کہا اور ہم دونوں خاموش ہوگئے۔

"میں مخل تو نہیں ہوا؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ قطعاً نہیں۔ اور معاف کرنا میں کچھ تلخ ہو گیا تھا۔ لیکن بس بعض اوقات حالات سے عدم واقفیت الجھا دیتی ہے۔ اپنی اس کمزوری پر میں آج تک قابو نہیں پا سکا۔"

"پالو گے گازالی۔ تمہاری مشق بھی تو ختم ہو گئی ہے اور اگر مشق درمیان میں ختم ہو جائے تو خطرناک ہوتی ہے۔ نامکمل انسان سب سے خطرناک ہوتا ہے اور تم ابھی نامکمل ہو۔ تم نے جسمانی قوت حاصل کر لی۔ لیکن ذہنی قوت ابھی تم میں نہیں ہے۔ ایسی حالت میں تم کہیں بھی جسمانی قوتوں کا استعمال کر سکتے ہو جو عام انسانوں کے لیے بے حد خطرناک ہوگا، اس لیے میری خواہش ہے گازالی کہ تم مشق پھر شروع کر دو۔ میری بات سمجھ رہے ہو نا۔ دماغ بدن کا حکمران ہے۔ حکمران متحمل مزاج نہ ہو تو چنگیز خان، ہلاکو خاں، تیمور لنگ اور ہٹلر بن جاتا ہے۔ بدن کی قوتیں دماغ کی قوتوں سے زیادہ ہو جاتی ہیں اور انسانیت کے لیے خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک طاقتور بدن کے لیے ایک اس سے زیادہ طاقتور دماغ ضروری ہے جو ان قوتوں کو کنٹرول کر لے۔ میں ڈاکٹر طاہر علی جیسے لوگوں کی گالیوں کی بھی پروا نہیں کرتا۔ وہ ہر لحاظ سے کمزور انسان ہیں لیکن تمہارا تلخ لہجہ بھی میرے لیے پریشان کن ہے۔"

"سوری سمبوتورا۔ مجھے افسوس ہے۔"

"میں تمہارا استاد ہوں گازالی۔"

"ہاں مجھے اعتراف ہے۔"

"بے حد شکریہ۔ تم نے میری تشویش ختم کر دی۔ اس کا مطلب ہے کہ دماغی قوتیں منتشر ہو گئی تھیں ضائع نہیں ہوئی تھیں۔"

"یہ سپاری کیا ہے؟"

"خوفناک علاقہ۔ شاید تشاؤں سے بھی زیادہ خوفناک کیونکہ وہ جنگل کے باشندے تھے اور یہ تربیت یافتہ فوجی۔"

"لیکن ہم اس طرف کیسے نکل آئے سمبوتورا؟"

"اس آتش فشانی نے ہمیں بھٹکا دیا۔ نقشے بدل گئے۔ شاید کچھ پہاڑوں نے جنبش کر کے جگہ تبدیل کر لی ہے۔ ایسی پیالہ نما وادیاں یہاں کئی ہیں۔ جن سے ایسی ہی سرنگیں گذرتی ہیں۔ پہاڑوں کی بدلی ہوئی شکل نے مجھے بھٹکا دیا ورنہ میں یہ راستہ نہ اختیار کرتا۔"

"اوہ۔ بالکل ایسی ہی وادیاں اور ہیں؟"

"ہاں بالکل ایسی ہی۔ سپاریوں کے علاقے کی شناخت صرف یہ درخت ہیں۔"

"تو ہم واپسی کا سفر کیوں نہ اختیار کریں۔"

"بہت طویل سفر ہوگا اور سمتوں کا تعین بے حد مشکل ہوگا۔ آتش فشانی اور زلزلے نے حالات یکسر تبدیل کر دیے ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ اس سے صرف انسانوں کو ہی نقصان پہنچا ہے کون کون اس سے متاثر ہوتا ہے کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن۔" سمبوتورا خاموش ہو گیا۔

"ہاں لیکن کیا۔؟"

"اگر خوش تقدیری سے ہم یہ وادی عبور کر گئے تو میلوں کا سفر طے ہو جائے گا۔ ولیتی اس وادی کے دوسرے کنارے پر ہے جبکہ ہم اگر اپنی مطلوبہ سمت سے سفر کرتے تو ابھی طویل راستے طے کرنا ہوتے۔"

"گویا اب یہ خطرہ مول لیے بغیر چارہ نہیں ہے۔"

ہاں، ویسے اگر یہ شبہ بھی ہوتا کہ ہم اس طرف آنکلے ہیں تو گازالی پروگرام میں کچھ تبدیلی کر لی جاتی۔ اس وقت یہ خیال ذہن میں نہیں آیا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا سمجھ رہے ہو؟"

"تم ساریا کو زندہ رکھتے میرا مطلب ہے اسے میکے براؤن سے نہ بھڑاتے تاکہ وہ یہاں سپاریوں سے نمٹتی۔"

"بالکل۔ اور ہم خاموشی سے یہ علاقہ عبور کر جاتے۔"

"بہرحال اب یہ سب کچھ ہو چکا ہے سمبوتورا۔ آگے بڑھنے کے لیے کیا خیال ہے؟"

"آگے بڑھیں گے لیکن ہوشیار رہو۔" سمبوتورا نے جواب

دیا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ تھکن نے نہ جانے کس وقت ذہن کو نیند کی آغوش میں پہنچا دیا۔ سو جانے سے بہت سکون ہوا۔ میں جاگا تو یوں محسوس ہوا جیسے اندھا ہو گیا ہوں، ایک لمحے کے لیے گھبرا گیا، وحشت زدہ انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور دونوں ہاتھوں سے آنکھوں ملنے لگا۔ تبھی ندرت کی آواز سنائی دی "کیا بات ہے گازالی؟"

"ندرت۔ کیا گہرا اندھیرا ہے؟" میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"بہت گہرا۔ ہمارے اطراف میں پھیلے درخت روشنی خور ہیں" ندرت نے جواب دیا۔

"آہ۔ میں نے تو سوچا تھا جیسے میری بینائی ضائع ہو گئی ہو"

"سو کر جاگے ہو۔ ایسی بات نہیں ہے۔ یہ درخت روشنی خور ہیں"

"کیا مطلب؟"

"وادی میں نے مجھے ان کے بارے میں بتایا تھا سورج چھپتے ہی ان میں زندگی دوڑ جاتی ہے۔ ان پر لٹکے ہوئے مکڑیوں جیسے جالے پھیل جاتے ہیں اور چاندنی جذب کر لیتے ہیں یہ چاندنی ہی ان کی غذا ہے"

"میں متحیرانہ انداز میں اپنے اطراف دیکھنے لگا انوکھے درخت تھے، آسمان پر تارے نکلے ہوئے تھے لیکن زمین پر ان کی چھاؤں نہیں تھی جس کی وجہ سے گھور اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔

"کیا یہ انسانی زندگی کے لیے بھی خطرناک ہیں؟"

"نہیں۔ جانداروں کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ان سے یہ مکڑی جیسے جالے جو نظر آ رہے ہیں ان میں لیس نہیں ہے بس یہ مادہ ان کے پتوں سے خارج ہوتا ہے"

"سب لوگ سو رہے ہیں؟"

"ہاں۔ یوں لگتا ہے جیسے بے ہوش ہوں" ندرت نے جواب دیا۔ حالانکہ تاریکی میں آنکھیں کھولے ہوئے دیر ہو چکی تھی۔ لیکن کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔

"میری تو نیند پوری ہو چکی ہے ندرت۔ اب کیا کروں؟"

"میں بھی سو چکی ہوں"

"ٹھیک ہے ہم پہرا دیتے ہیں" میں اور ندرت جاگتے رہے۔ گہری رات پراسرار ماحول۔ اور ندرت کا انوکھا وجود۔ ذہن میں سنسناہٹ ہونے لگی تھی۔ ساریا یاد آ گئی۔ اس کے ساتھ گذارے ہوئے لمحات یاد آئے اور وہ وقت بھی یاد آ گیا جب وہ پانی میں میرے بالکل نزدیک آ گئی تھی۔ تنفس تیز ہو گیا تھا۔ ندرت بھی خاموش تھی۔ کافی دیر اسی طرح گذر گئی پھر ندرت کی آواز سنائی دی۔ "تم تو پھر سو گئے گازالی؟"

"نہیں ندرت"

"پھر خاموش کیوں ہو؟"

"تم بھی تو خاموش ہو"

"ہیں" ندرت نے گہری سانس لی "تم بولو گازالی میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں وہ۔ وہ"

"ہاں کہو ندرت؟"

"وہ صرف مجھے شرمندہ کرے گا۔ میں بہت ہلکا محسوس کرنے لگتی ہوں خود کو، میری نسوانیت کی شکستگی بھی مجھے کچھ نہیں دے گی۔ میں جانتی ہوں" ندرت ایک سسکی سی لے کر بولی۔ گویا اس کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ میں خاموش ہو گیا۔

"جولیا جب تمہارے پاس آ گئی تھی گازالی، تو میں نے تم پر گہری نگاہ رکھی تھی لیکن تم اس کی طرف بھی متوجہ نہیں تھے"

"تمہیں بتا چکا ہوں ندرت۔ میرے ذہن میں اس کے لیے کوئی ایسی جگہ نہیں تھی۔ میں نے جواب دیا۔ اس سے قبل کہ ندرت کچھ بولتی ایک عجیب سی سرسراہٹ میں نے سنی اور چونک پڑا۔ سرسراہٹ معدوم ہو گئی تھی۔ ندرت کے اچانک خاموش ہو جانے سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ آواز اس نے بھی سنی ہے۔ کافی دیر گذر گئی تو میں نے کہا "شاید کسی نے کروٹ بدلی تھی"

"نہیں" ندرت آہستہ سے بولی۔

"کیا مطلب؟"

"ان درختوں میں کچھ سائے نظر آئے ہیں"

"نظر آئے ہیں؟ کیا تم دیکھ سکتی ہو؟"

"ہاں"

"مگر مجھے تو تم بھی نہیں نظر آ رہیں ندرت"

"مجھے تم نظر آ رہے ہو۔ خاموش" ندرت نے کہا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ اس بار انسانی قدموں کی آوازیں صاف محسوس ہوئی تھیں۔ ہم نے دم سادھ لیا۔ پراسرار آوازیں دیر تک گونجتی رہیں ہم ان آوازوں کو بخوبی سن رہے تھے اور اپنی طرف سے ہم نے جنبش بھی نہیں کی تھی۔ رفتہ رفتہ آوازیں معدوم ہو گئیں تو ندرت نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "وہ جا چکے ہیں"

"تم نے انہیں دیکھا ندرت؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ صرف ان کے ہیولے، وہ کون ہیں اس بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا"

"وہ سپاری ہیں" سمبوتورا کی آواز ابھری اور ہم دونوں چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگے۔ "سپاریوں کو ہماری یہاں موجودگی کا علم ہو گیا ہے اور یقیناً یہ بات ہمارے لیے خطرناک ہے، وہ دن کی روشنی میں ضرور ہمارے خلاف کارروائی کرنے کی کوشش کریں گے"

"تو پھر سمبوتورا کیوں نہ ہم واپس اس سرنگ سے وادی میں پہنچ جائیں۔ میرا خیال ہے اگر ہم نے آگے قدم بڑھانے کی کوشش کی تو ان کے نرغے میں پھنس جائیں گے"

"نہیں گازالی، آگے بڑھنا ہی ہمارے حق میں مفید ہے، یہ ساری باتیں تقدیر پر چھوڑ دو، اب ہمارے پاس کوئی طویل سفر اختیار کرنے کا وقت نہیں ہے جو ہوگا دیکھا جائے گا"

"ٹھیک ہے، جیسا تم مناسب سمجھو" میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد ہم سو نہیں سکے۔ پھر صبح کی روشنی نمودار ہوئی، تو تینوں افراد جاگ گئے، وہ چندھیائی ہوئی نگاہوں سے ماحول کو دیکھ رہے تھے۔ کرنل آسٹن نے متحیرانہ انداز میں کہا "میرا خیال ہے کہ ہم تیس پنتیس گھنٹے سوئے ہیں ویسے بڑی فرحت محسوس ہو رہی ہے، یوں لگتا ہے جیسے جسموں میں نئی زندگی دوڑ گئی ہو"

"کھانے پینے سے فارغ ہو کر، ہمیں آگے کا سفر شروع کرنا چاہیے" سمبوتورا نے کہا اور بھوکے افراد خشک گوشت کے پارچوں پر اور جو کچھ بھی ساتھ موجود تھا اس پر پل پڑے۔ شدید بھوک لگ رہی تھی، آنے والے وقت سے بے نیاز ہو کر کھایا گیا اور اس کے بعد سب سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ دفعتاً سمبوتورا نے کہا۔ "ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں میں آپ لوگوں سے اور یہ آپ سب کے حق میں بہتر ہوگا"

"کیا سمبوتورا" ڈاکٹر طاہر علی نے پوچھا۔

"آتشیں ہتھیار جن میں پستول تک ہو، یہیں کسی کھڈ میں پھینک دیجیے ورنہ وہ آپ کے لیے عذاب بن جائیں گے!"

سمبوتورا کے الفاظ پر میں بھی چونک پڑا تھا لیکن ڈاکٹر طاہر علی کی نگاہوں میں طنز کے آثار پیدا ہو گئے پھر انہوں نے کہا۔

"گویا تم ہمیں نہتا کر کے کسی جال میں پھنسانا چاہتے ہو؟"

"سرنگ کا دہانہ وہ سامنے موجود ہے، آپ لوگ اگر چاہیں تو واپسی کے لیے قدم اٹھا سکتے ہیں۔ ہم آپ کو روکنے کی کوشش نہیں کریں گے" سمبوتورا سرد لہجے میں بولا اور ڈاکٹر طاہر علی چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"سمبوتورا نے کسی وجہ سے ہی یہ بات کہی ہوگی ڈاکٹر طاہر علی، لیکن سمبوتورا کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ اس سلسلے میں ڈاکٹر کو بتا دیا جائے" میں نے کہا۔

سمبوتورا نے رات کو ایسی کوئی بات نہیں کی تھی اس لیے اس وقت مجھے بھی کچھ تعجب ہوا تھا۔

"سپاریوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ اور آپ لوگ ان کی ذہنی کیفیت سے واقف ہیں، دوسری جنگ عظیم میں اتحادیوں سے لڑتے ہوئے یہ جاپانی سپاہی آج تک یہ سمجھتے ہیں کہ جنگ عظیم جاری ہے اور وہ ہتھیاروں کو اپنی زندگی سمجھتے ہیں، اگر آپ لوگوں کے پاس انہوں نے ہتھیار دیکھ لیے تو وہ آنکھیں بند کر کے آپ کو بھون ڈالیں گے، اگر ہمارے پاس ہتھیار نہیں ہوں گے تو ہم انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کر سکتے ہیں کہ ہم دشمن کے سپاہی نہیں ہیں بلکہ سیاح ہیں"

"انوکھی منطق ہے یہ، مجھے تو اس میں سازش کی بو آتی ہے" کرنل آسٹن نے کہا۔

"اسی لیے میں نے آپ لوگوں سے کہا ہے کہ سرنگ کے راستے ابھی دور نہیں ہوئے، آپ واپس جا سکتے ہیں"

"لیڈر کیا کہتا ہے" کنور پربھات سنگھ نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں سمبوتورا سے ہر طرح کا تعاون کرنا چاہتا ہوں" میں نے جواب دیا۔ میرا جواب سن کر کنور پربھات سنگھ ان لوگوں کی طرف رخ کر کے بولا۔ "کمال کی بات ہے۔ اگر غزالی کہتے ہیں تو پھر اس میں تردد کیوں کیا جا رہا ہے، یا تو کسی شخص کو لیڈر تسلیم نہ کرو اور خود آگے بڑھ کر رہنمائی کرو، تسلیم کرتے ہو تو پھر یہ احمقانہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں" کنور پربھات سنگھ نے اپنی اسٹین گن اور پیٹی میں اڑسا ہوا پستول نکال کر ایک سمت اچھال دیا۔ دوسری کارروائی میں نے کی تھی، اور اس کے بعد باقی لوگوں نے بھی اس پر عمل کیا۔ ڈاکٹر طاہر علی کے جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔ شاید انہیں یقین تھا کہ سمبوتورا کوئی خوفناک سازش کر رہا ہے۔ لیکن میرے ذہن میں یہ بات نہیں تھی۔

ہم لوگ وہاں سے آگے بڑھ گئے، درختوں کے جالے جو رات کی تاریکی میں پھیل کر چھتری نما بن گئے تھے، اب پھر نیچے لٹک گئے تھے۔ یہ بدنما درخت دنیا کے عجیب و غریب درخت تھے، جوں جوں ہم آگے بڑھتے گئے، جنگل گھنا ہوتا گیا اور پھر اس وقت دن کے تقریباً ساڑھے گیارہ یا پونے بارہ بجے تھے کہ دفعتاً فائروں کی آواز سے گہرا سناٹا ٹوٹ گیا، گولیاں اولوں کی طرح برستی ہوئیں ہمارے سروں پر سے گذر کر درختوں کی شاخوں اور تنوں میں پیوست ہوتے لگیں، یوں لگتا تھا جیسے کسی پوری فوج نے حملہ کر دیا ہو۔ ہم سب منہ کے بل زمین پر گر پڑے، اگر ایک لمحے کی تاخیر ہو جاتی تو سینکڑوں گولیاں ہمارے جسموں میں سوراخ کرتی ہوئی نکل جاتیں، دہشت سے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے، دشمنوں کو ہماری پوزیشن اچھی طرح معلوم تھی اور وہ یقیناً اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ ہم ان کے مطلوبہ مقام تک پہنچ جائیں تو وہ ہم پر فائرنگ کریں۔

گولیاں مسلسل چل رہی تھیں، اور ہمارے اوپر دائیں بائیں سنسناتی ہوئی گذر رہی تھیں، درختوں کی شاخیں اور پتے ان گولیوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گر رہے تھے، چند لمحوں کے اندر اندر ٹوٹی ہوئی شاخوں اور پتوں کا ایک عظیم انبار ہمارے سامنے جمع ہو گیا۔ ہمارے بدن بھی اس میں ڈھلک گئے تھے۔ میں نے اسی ڈھیر میں سے گردن اٹھائی اور حملہ آوروں کا سراغ لگانے کی کوشش زیادہ کامیاب نہیں ہو سکی، البتہ یہ محسوس ہو رہا تھا کہ فائرنگ کرنے والے فائرنگ کرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں۔

طاہر علی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "مبارک ہو غزالی، سمبو تورا کی کاوشیں کامیاب ہو گئیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سمبو تورا ابھی ڈاکٹر طاہر علی کے ان الفاظ سے مشتعل نہیں ہوا تھا، البتہ چند لمحات کے بعد اُس نے ایک حرکت کی، سفید رنگ کا ایک کپڑا اُس نے لیا اور اُسے درخت کی ایک ٹہنی کی نوک میں پھنسا کر ٹہنی فضا میں بلند کر دی۔ ٹہنی بلند ہی ہوئی تھی کہ ایک گولی اُسے درمیان سے دو ٹکڑے کرتی ہوئی سنسناتی ہوئی نکل گئی، ایک بار پھر سمبو تورا نے کانپتے ہاتھوں سے درخت کی ایک مضبوط سی شاخ میں یہ سفید کپڑا لٹکایا اور آہستہ آہستہ اُسے اٹھا کر ہلانا شروع کر دیا۔ اس بار کسی گولی نے اس شاخ کو نہیں چاٹا بلکہ حیرت انگیز طور پر فائرنگ کی شدت میں کمی پیدا ہوتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ گولیوں کی بارش ہلکی پڑ گئی، لیکن اکا دکا فائر ہوتے رہے اور اس کے بعد ہم نے ان لوگوں کو دیکھا جو ایک دائرے کی شکل میں آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کی تعداد کافی تھی اور ان کے تعاقب میں بھی کچھ لوگ آ رہے تھے۔ ان کے لباس چیتھڑوں کی شکل میں ان کے جسموں پر جھول رہے تھے لیکن انہوں نے یہ لباس اپنے بدن سے علیٰحدہ نہیں کیے تھے۔ انہوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔

"اس وقت اگر ہمارے پاس ہتھیار ہوتے تو انہیں باآسانی مارا جا سکتا تھا۔" ڈاکٹر طاہر علی بڑبڑائے بغیر نہ رہ سکے۔

"اور اگر اس وقت اُنہیں ہمارے پاس کسی ہتھیار کا شبہ بھی ہو جاتا تو پھر ہم کسی قیمت پر نہیں بچ سکتے تھے۔" سمبو تورا نے جواب دیا۔

ڈاکٹر طاہر علی خاموش ہو گیا، آنے والے اب ہمارے بالکل قریب پہنچ چکے تھے، اُن کی بندوقوں کی نالیں ہماری جانب اٹھی ہوئی تھیں، اور ان کی تعداد ہمارے اندازے سے کہیں زیادہ تھی، بے شمار افراد تھے، جو چیونٹیوں کی طرح چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے، سب کے سب چوکنے اور مستعد تھے۔ سب سے آگے آنے والے شخص کا چہرہ انتہائی خونخوار تھا، وہ مضبوط بدن کا ایک جنرل معلوم ہوتا تھا، کیونکہ اس کے شانے پر لگے ہوئے نشانات وقت کی چیرہ دستیوں کا شکار نہیں ہوئے تھے اور اُس نے انہیں اپنے سینے پر آویزاں کر رکھا تھا۔

ہم سے کوئی پچاس فٹ کے فاصلے پر وہ رک گئے اور پھر جنرل نے ہمیں ہاتھ کے اشارے سے اٹھنے کا حکم دیا۔ ایک ایک کر کے ہم شاخوں اور پتوں میں سے باہر نکل آئے، ہم نے اپنے ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے، سب کے بدن پسینے سے تر تھے۔

جاپانی جنرل نے مڑ کر اپنے آدمیوں سے کچھ کہا اور درجن پندرہ فوجی دوڑتے ہوئے ہمارے نزدیک آ گئے اور انہوں نے ہمیں گھیر لیا۔ ان کی رائفلوں اور گنوں کے رخ ہمارے سینوں کی جانب تھے، ہر فوجی کی بیلٹ کے ساتھ ہوئے رسے کا گچھا بھی بندھا ہوا تھا، جو غالباً کسی درخت کی چھال سے بنا کر تیار کیا گیا تھا۔ آنے والوں نے سب سے پہلے ہماری تلاشی لی اور جو کچھ ہمارے پاس تھا آناً فاناً چھین کر ایک طرف ڈھیر کر دیا۔ اس ڈھیر میں ہمارے تھیلے اور تھیلوں میں بند کھانے پینے کا تمام سامان موجود تھا۔ میری جیبوں کی بھی تلاشی لی گئی اور انہوں نے رومال اور گھڑی تک نکال کر اس ڈھیر تک پھینک دیے۔ پھر جنرل ہمارے قریب پہنچ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں شرارت سی محسوس ہوتی تھی۔ اس نے جاپانی زبان میں کچھ کہا جسے ہم میں سے کوئی نہیں سمجھ سکا تھا۔ شاید سمبو تورا بھی نہیں۔ میں نے اور خود سمبو تورا نے مختلف زبانوں میں اُسے اپنے بارے میں بتانا چاہا جسے وہ نہ سمجھ سکا اور مسکراتا رہا۔ ہم نے بھی جواباً مسکرانے کی کوشش کی، لیکن نجانے اس مسکراہٹ سے اُس نے کیا نتیجہ اخذ کیا۔ اُس نے ایک دم رائفل میری طرف تان لی، اس کی انگلی لبلبی پر تھی ۔۔۔!

میں ساکت رہ گیا۔ دفعتاً اس نے بندوق کی نال سیدھی کر لی، قہقہہ مار کر ہنسا اور اپنی گردن پر انگلی پھیر کر مجھے سمجھایا کہ گولی مارنے کی بجائے ذبح کیا جائے گا۔ میں نے اشاروں سے اسے پھر بتانے کی کوشش کی کہ ہم فوجی نہیں ہیں۔ بلکہ سیاح ہیں جو تبت کے ان علاقوں کی آوارہ گردی کرنے نکلے ہیں، وہ میرے اشارے دیکھ دیکھ کر مسکراتا رہا اور گردن ہلاتا رہا، جیسے سب سمجھ رہا ہو، لیکن اندازہ یہ ہوا تھا کہ کمبخت کچھ بھی نہیں سمجھا۔ ہمیں اپنا دشمن سمجھنے کے لیے اُس کے پاس معقول وجہ یہی تھی کہ ہم جاپانی نہیں ہیں۔

بہر طور ہماری ایک نہیں چل سکی تھی۔ ان کے سامنے ان لوگوں نے رسیوں کے گچھے اپنے لباسوں سے نکالے اور ہمیں اس بے دردی سے جکڑا کہ چیخیں نکل گئیں۔ وہ ہمیں انسان

ہی نہیں سمجھ رہے تھے یا پھر ان جنگلوں میں رہ کر اُن کی فطرت جانوروں جیسی ہو گئی تھی، اور وہ ہمیں زیادہ سے زیادہ جسمانی اذیت پہنچا کر تسکین حاصل کر رہے تھے۔

مجھے بھی بُری طرح جکڑ دیا گیا تھا اور اس کے بعد انہوں نے ہمیں آگے ہانکنا شروع کر دیا۔ رسیوں کے سرے ان میں سے چند کے ہاتھوں میں تھے اور وہ بے دردی سے ہمیں کھینچ رہے تھے۔ ایسی بری حالت تھی کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر طاہر علی اور کرنل آسٹن کی حالت سب سے زیادہ خراب محسوس ہوتی تھی، اور وہ بڑبڑانے کے انداز میں کچھ کہہ رہے تھے، جب کہ کنور پربھات سنگھ حالات سے سمجھوتہ کیے ہوئے تھا۔

ہم آگے کی طرف بڑھتے رہے، کھردرے رسے ہماری ہڈیوں اور پسلیوں میں بری طرح چبھ رہے تھے، ہاتھوں اور بازوؤں اور کمر کے علاوہ انہوں نے ہماری گردنوں میں بھی پھندے ڈال دیے تھے، تاکہ بھاگنے کا کوئی امکان نہ رہے، جونہی ہمارے قدم سست پڑتے سپاہی بری طرح لاتیں اور گھونسے مارنے لگتے۔ جنرل بدستور جاپانی زبان میں انہیں یہ ہدایتیں دے رہا تھا۔ بدقسمتی اور افسوس کی بات یہ تھی کہ تمدت کو بھی نہیں بخشا گیا تھا اور اس کی کیفیت بھی دوسروں سے الگ نہیں تھی۔ ہم یہ ناقابل برداشت مصیبت جھیلتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور گھنے جنگلوں میں سے گذر کر بالآخر ایک دریا کے قریب پہنچ گئے، یہاں ٹھنڈی ہوا کے فرحت بخش جھونکوں اور درختوں کے خوشگوار سایوں نے ہمارا استقبال کیا اور کچھ جان میں جان آئی۔

دریا کے پار دوسرے کنارے پر ایک عجیب سی آبادی نظر آ رہی تھی، اچھے کچے مخصوص طرز کے مکانات یہاں بکھرے ہوئے تھے۔ ہمارے وحشی نگہبانوں نے دریا پر پانی پینے اور منہ دھونے کی اس لیے اجازت دے دی کہ خود ان کا بھی گرمی سے برا حال تھا، لیکن انہوں نے ہماری گردنوں تک کے پھندے کھولنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی اور ہم سب نے گھٹنوں کے بل جھک کر چوپایوں کی طرح دریا میں منہ ڈال کر پانی پیا۔ اور اس کے بعد ہمیں دریا پار لے چلے۔

اس انوکھی بستی کے مکانات، جن کا طرز تعمیر بھی انوکھا ہی تھا، کافی تعداد میں تھے۔ ہمیں ایک مکان کے برآمدے میں بٹھا دیا گیا۔ وہ لوگ سمٹ گئے اور ہماری طرف اشارے کر کے گفتگو کرنے لگے، کرنل آسٹن نے گھٹنوں میں سر دے رکھا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی کرخت نگاہوں سے اُنہیں گھور رہے تھے، اور پربھات سنگھ نے میری طرف رخ کر کے آہستہ سے کہا۔

"یوں محسوس ہوتا ہے غزالی کہ ہم اپنی زندگی کے سب سے بدترین وقت سے دوچار ہو گئے۔ یہ کمبخت اول تو ہماری زبان نہیں سمجھتے، دوسرے ان کی کیفیت نیم پاگلوں کی سی نظر آتی ہے، حیرت کی بات یہ ہے کہ جنرل تک انگریزی زبان نہیں سمجھ پا رہا، ممکن ہے اس نے ہلاک شدہ جنرل کے فیتے اپنے سینے پر سجا لیے ہوں۔ اور اپنی قوت کے بل پر جنرل بن گیا ہو۔ ایسا ہی محسوس ہوتا ہے، لیکن اس صورت حال سے نمٹنے کا بظاہر تو کوئی ذریعہ سمجھ میں نہیں آتا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ لوگ آپس میں صلاح مشورے کرنے کے بعد ہماری طرف آئے اور چار آدمیوں نے ہمیں اشارے سے مکان کے اندر داخل ہونے کی ہدایت کی۔ ہم برآمدے سے اٹھ کر مکان کے اندرونی حصے میں داخل ہو گئے۔ ایک بڑا سا ہال تھا، جس کا فرش لکڑی کا بنا ہوا تھا اور بوسیدہ تختے ہمارے پیروں کے نیچے چرچرا رہے تھے، اس ہال میں تاریکی اور سیلن کی وجہ سے ایک ناگوار بو پھیلی ہوئی تھی ایک گوشے میں گھاس پھوس کا فرش کیا گیا تھا۔ ہمارے بدن کی رسیوں کو وہیں دیواروں میں ابھرے ہوئے کھونٹوں سے باندھ دیا گیا اور جو افراد ہمیں اندر لے آئے تھے وہ گھاس کے بستر پر جا کر بیٹھ گئے۔ گویا یہ ہمارے مستقل نگران تھے۔

ہم بھی اس طویل اور تکلیف دہ سفر کے بعد بری حالت کا شکار تھے، اس لیے ہم سے بیٹھا نہ گیا اور سب ہی کسی نہ کسی طرح زمین پر لیٹ گئے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بندھے ہوئے رسے مسلسل ہماری پسلیوں، کہنیوں اور کمر میں زخموں کی طرح چبھ رہے تھے۔ نجانے ہماری نگرانی کرنے والے ایک شخص کو کیا خیال آیا کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں کو مخاطب کر کے کچھ کہا۔ وہ سب آگے بڑھے اور انہوں نے ہمارے جسموں سے یہ رسے ڈھیلے کر دیے۔

میں نے شکرگزار نگاہوں سے ہدایت دینے والے کو دیکھا اور مسکرا دیا۔ اب ہماری آنکھیں کمرے کے نیم تاریک ماحول سے مانوس ہو چکی تھیں۔ ہم نے نگاہیں گھما کر اِدھر اُدھر دیکھا اس ہال نما کمرے میں کچی دیواروں اور فرش کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ نجانے کتنی دیر گذر گئی، اس کے بعد چند آدمی باہر سے اندر آئے ان کے ہاتھوں میں لکڑی کے بنے ہوئے پیالے تھے، جس میں شاید چاول کا شوربہ اور کسی جانور کے گوشت کی بوٹیاں تیر رہی تھیں۔ یہ پیالے ہمیں غذا کے طور پر پیش کیے گئے۔

ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ نے تو پیالوں میں سے کچھ نہ لیا لیکن میں نے، تمدت نے، سمبو تورا اور کرنل آسٹن نے،

اس میں جو کچھ بھی تھا، کھا لیا، نجانے کتنا وقت گذر گیا، ہمارے نگران سپاہیوں نے گھٹنوں میں سر دے کر خراٹے لینا شروع کر دیے تھے، اور گہری نیند میں پہنچ گئے تھے۔

کبھی کبھی وہ کروٹ بھی بدل لیتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ منہ چلاتے ہوئے بڑبڑاتے جاتے تھے، نجانے کتنی دیر گذر گئی، تب ڈاکٹر طاہر علی نے آہستہ سے کھسک کر میرے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ "کیا ہم کوشش کر کے یہاں سے بھاگ نہیں سکتے۔ اگر کوئی ایسی چیز مل جائے جس کے ذریعے رسیوں کو کاٹا جا سکے تو شاید اس میں مشکل نہ ہو۔"

"خدا کے لیے ڈاکٹر صاحب ایسی کوئی بات مت سوچیے فرض کریں اگر ہم ان کے پھندے سے نکل بھی گئے تو جائیں گے کہاں۔ اُن کی تعداد کا اندازہ لگایا ہے آپ نے۔ چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں اور ضروری نہیں ہے کہ سب سو رہے ہوں۔ یہ ہمیں پھر پکڑ لیں گے اور فرار کی اس کوشش کے نتیجے میں دوبارہ ہماری جان بخشی نہیں کی جائے گی۔"

ڈاکٹر طاہر علی خاموش ہو گئے تھے۔ رات بھیگنے لگی، دن بھر کی تھکن نے رنگ دکھایا اور سب ہی گہری نیند میں مدہوش ہو گئے۔ اگرچہ ہمارے بدن کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا، لیکن نیند کی صداقت پر ایمان لانا پڑا اور پھر اسی وقت جاگے جب صبح ہو چکی تھی۔

ہمارے محافظ ہم سے پہلے جاگ چکے تھے اور حسب معمول ہماری نگرانی کر رہے تھے۔ صبح کو ہمیں اس مکان کی قید سے نکالا گیا اور درختوں میں ضروریات زندگی سے فارغ ہونے کے لیے چھوڑ دیا گیا، لیکن انہوں نے ہمارے رسے مضبوطی سے تھام رکھے تھے۔

ڈاکٹر طاہر علی کی سب سے بری حالت تھی، بھوک اور نقاہت سے ان کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ میں نے انہیں ہوش سے کام لینے کی تلقین کی اور کہا کہ کسی نہ کسی طرح اس مصیبت کا حل نکال لیا جائے گا، بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھیں ۔۔۔!

ڈاکٹر طاہر علی طنزیہ انداز میں بولے۔ "جب ہمارے ساتھ جان بوجھ کر یہ سب کچھ کیا گیا ہو تو پھر حل کیا نکالا جا سکتا ہے۔"

"آپ انحراف کر رہے ہیں ڈاکٹر، اور یہ بہتر نہیں ہو گا، نہ ہمارے اور نہ آپ کے حق میں۔" ڈاکٹر طاہر علی خاموش ہو گئے۔ سمبو تورا اور ندرت کے چہروں پر گہرا سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ اس دوران انہوں نے کسی سے بھی گفتگو نہیں کی تھی۔ ضروریات زندگی سے فراغت کے بعد ہمیں واپس اسی مکان کے برآمدے میں پہنچا دیا گیا اور ہمارے نگران ہمیں تاک کر بیٹھ گئے۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سامان میں سے گوشت کے پارچے اور کچھ ایسی چیزیں ہمیں پیش کی گئیں جن کا استعمال ہمارے لیے ناگوار نہیں تھا۔ اس وقت میں نے مجبور کر کے ڈاکٹر طاہر علی کو شکم سیر کیا، تاکہ نقاہت کی وجہ سے کہیں وہ لمبے ہی نہ ہو جائیں۔ میں نے آہستہ سے اُن سے کہا۔ "سمبو تورا نے غلط نہیں کہا تھا ڈاکٹر طاہر علی، اگر ہمارے پاس ہتھیار ہوتے تو شاید ان کا رویہ ہمارے ساتھ اتنا بہتر نہ ہوتا بلکہ ممکن ہے، ہم میں سے شاید کوئی زندہ ہی نہیں ہوتا۔"

ڈاکٹر طاہر علی نے گھور کر مجھے دیکھا، لیکن منہ سے کچھ نہیں کہا تھا، سمبو تورا کے سلسلے میں وہ مجھ سے شدید اختلاف رکھتے تھے۔ لیکن میں اس بات پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ ظاہر ہے سمبو تورا کو ان لوگوں سے زیادہ میں پہچانتا تھا۔

دوپہر کے تقریباً ڈیڑھ بجے کا وقت ہو گا جب میں نے ایک انوکھا منظر دیکھا۔ سمبو تورا اور ندرت دو نگرانوں کو گھور رہے تھے اور نگرانوں کی آنکھیں اس طرح ساکت تھیں کہ وہ پلک تک نہیں جھپک رہے تھے۔ وہ مسحور سی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے یہ کھیل تقریباً آدھے گھنٹے تک جاری رہا اور اس کے بعد ندرت کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ سمبو تورا نے اب دوسرے آدمی کو نشانہ بنا لیا تھا کوئی اور ان دونوں کی ان حرکات کی طرف متوجہ نہیں تھا لیکن ان کا یہ کھیل میری نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ سکا۔

وہ آٹھ افراد تھے جو ہمارے نگران تھے اور آٹھوں ہی کی کیفیت میں کچھ عجیب سی تبدیلی محسوس ہو رہی تھی، پورا دن اس طرح گذر گیا میں سمجھ نہیں پایا تھا کہ ندرت اور سمبو تورا اس کیا عمل کر رہے ہیں۔ لیکن یہ ضرور اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اپنی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ رات کو ہمیں پھر اسی ہال میں بند کر دیا گیا۔ غذا بھی دی گئی۔ نجانے وہ ہمارے بارے میں کیا سوچ رہے تھے چلے گئے تھے۔ دن کو وہ آٹھوں نگراں جو صبح سے لے کر دوپہر تک ہمارے ساتھ رہے تھے چلے گئے تھے لیکن رات کو ان میں سے دو افراد باقی چھ افراد کے ساتھ ہماری نگرانی کے لیے اسی ہال میں موجود تھے۔ اس وقت رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ ہم سب خاموشی اور بیزاری کے عالم میں تختوں کی زمین پر پڑے ہوئے تھے کہ دفعتاً ایک عجیب منظر نگاہوں کے سامنے آیا۔ دو افراد جو نگرانی کرنے والوں میں ہمارے شناسا تھے۔ دفعتاً اپنی جگہ سے اٹھے انہوں نے اپنے لباس سے خنجر نکالے اور پھر اپنے ہی ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔ دو آدمی

ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ باقی چار نے دہشت زدہ ہو کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ان پر حملہ آور ان کے اپنے ہی ساتھی تھے۔ اس لیے بوکھلا کر رہ گئے اور اسی بوکھلاہٹ میں وہ بھی ان دونوں کا شکار ہو گئے۔ ہم سب دحشت زدہ انداز میں چونک کر اٹھ بیٹھے تھے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن میرا ذہن اب اس حقیقت کو جان چکا تھا۔ چھ آدمی اپنے ہی خون میں نہائے زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ باقی دونوں نگران برق رفتاری سے ہماری طرف آئے اور انہوں نے خون آلود خنجروں سے وہ رسیاں کاٹ دیں جنہوں نے ہمارے جسموں پر زخم ڈال دیے تھے۔

یہ ڈاکٹر طاہر علی، کنور پربھات سنگھ اور کرنل آسٹن کی آنکھیں شدت حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں لیکن سمبو تورا اور ندرت جانتے تھے کہ وہ یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں، تب انہوں نے ہتھیاروں کی طرف اشارہ کیا اور سمبو تورا نے پھرتی سے آگے بڑھ کر مرے ہوئے افراد کے ہتھیار اٹھا لیے پھر دفعتاً باہر ہولناک فائرنگ شروع ہو گئی بری طرح شور مچنے لگا۔ لوگ بھاگتے دوڑتے اور حلق پھاڑ پھاڑ کر غل مچاتے ہوئے اِدھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے۔ خدا ہی بہتر جانتا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا تھا لیکن زیادہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔

سمبو تورا نے آہستہ سے کہا۔ "سامنے سے نہیں ہمیں پچھلی سمت سے باہر نکلنا ہو گا۔"

ہم ہال سے باہر آ گئے، وہ دونوں جاپانی جنہوں نے ہماری مدد کی تھی دوڑتے ہوئے باہر نکل گئے تھے اور پھر شاید انہوں نے احاطے میں موجود تمام لوگوں کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ ہم برق رفتاری سے بھاگتے ہوئے باہر نکل آئے تھے پھر عقبی سمت کا چھوٹا سا احاطہ کود کر ہم جنگل کی سمت بھاگے، گھاس پھوس اور سوکھے پھلوں کے ڈھیر میں آگ لگ گئی تھی شعلے بلند ہو رہے تھے اور سپاہی ان کے درمیان بھاگتے دوڑتے نظر آ رہے تھے۔ وہ جان بچانے کے لیے بری طرح چیخ رہے تھے۔ بمشکل تمام ہم اس مقام سے دور نکلے اور پھر سمبو تورا کی رہنمائی میں ایک سمت دوڑنے لگے۔ کسی کو کسی سے کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہوا ہے۔ سب کے سب متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے بس اس کوشش میں مصروف تھے کہ یہاں سے دور نکل جائیں۔ عقب سے گولیاں چلنے کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں اور یہ خوف بھی تھا کہ کہیں ان میں سے کسی گولی کا رخ ہماری سمت نہ ہو جائے، فضا میں دھوئیں اور بارود کی بو رچی ہوئی تھی اور ہم اندھا دھند دوڑ رہے تھے۔ نجانے کتنا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم اس آبادی کی سرحد کی طرف پہنچ گئے، یہاں ایک گہرا لیکن خشک نالہ نظر آیا تھا۔ یہ جگہ چھپنے اور سستانے کے لیے مناسب نظر آئی تھی۔ چنانچہ ہم برق رفتاری سے اس میں کود گئے، ہماری زبانیں باہر نکلی ہوئی تھیں، سینہ دھونکنی کی مانند چل رہا تھا، جب ذرا جان میں جان آئی تو ہم نے ایک دوسرے کا جائزہ لیا۔ بدن جا بجا خراشوں سے بھر گیا تھا، کرنل آسٹن کی ناک سے خون بہہ رہا تھا، ندرت کے رخسار پر ایک گہری لکیر کھنچ گئی تھی جس سے خون رس رہا تھا۔ جس کھائی میں ہم کودے تھے وہاں دلدلی زمین تھی جس کا ہمیں کودنے کے بعد احساس ہوا تھا۔ لیکن دفعتاً کرنل آسٹن کے منہ سے ایک کربناک چیخ نکل گئی۔ اور وہ اچھل کر کنور پربھات سنگھ کے اوپر جا پڑا۔ ابھی اس کے چیخنے کی وجہ بھی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ ڈاکٹر طاہر علی کے حلق سے ایک کریہہ آواز نکلی اور پھر اگلے لمحے مجھے بھی اپنے ٹانگ کے نچلے حصے میں ایک عجیب سی چبھن محسوس ہوئی۔ میں نے ایک دم اندازہ لگانے کے لیے کہ یہ چبھن کیسی ہے ہاتھ نیچے ڈالا تو اپنی چیخ نہیں روک سکا تھا۔ وہ دو دو تین تین انچ لمبی سرمئی رنگ کی جونکیں تھیں جو ہمارے بدن کے کھلے ہوئے حصوں اور گردن سے چمٹ گئی تھیں، ہم دیوانوں کی طرح ان جونکوں کو اپنے بدن سے جدا کرنے کی کوشش کرنے لگے لیکن وہ ہمارے جسموں میں اس طرح پیوست ہو گئی تھیں کہ بیان سے باہر ہے۔ جب ہم انہیں کھینچتے تو وہ ربڑ کی طرح لمبی ہو جاتیں لیکن ہماری کھال سے الگ نہ ہوتیں۔ آناً فاناً انہوں نے نجانے ہمارے جسموں سے کتنا خون چوس لیا اور پھول کر موٹی ہو گئیں۔ اس کے بعد خود بخود انہوں نے ہمارا گوشت چھوڑ دیا اور نجانے کس طرح ہم گرتے پڑتے اس خطرناک نالے سے باہر نکل سکے۔ مشرقی افق پر صبح کاذب کا دھندلکا صبح صادق میں تبدیل ہو رہا تھا۔ ہم گھنی جھاڑیوں میں راستہ بناتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ جنگل کی زندگی آہستہ آہستہ بیدار ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ درختوں پر بے شمار بندر ہمارے ساتھ سفر کر رہے ہیں، دفعتاً انہوں نے چیخ چیخ کر جنگل سر پر اٹھا لیا۔ ظاہر ہے ہم اس بات سے لاعلم تھے کہ ادھر کے جنگل بندروں سے بھرے پڑے ہیں۔ اگرچہ یہ بندر قد و قامت میں مختصر اور کسی قدر سرمئی مائل تھے لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے خاصے خونخوار ہیں، جب انہوں نے دیکھا کہ ہم کسی طرح جواب نہیں دے رہے تو وہ شاخوں پر اچھل اچھل کر دانت نکالنے اور ہمیں دھمکانے کی کوشش کرنے لگے اور اسی وقت جنگل ایک ہاتھی کی چنگھاڑ سے لرز گیا۔ ہمارے دائیں جانب ایک اونچا پہاڑی ٹیلہ تھا۔ ہاتھی کی آواز ہمیں اپنی بائیں سمت سے سنائی دی تھی۔

چنانچہ دہشت زدہ ہو کر ہم بے تحاشا دائیں جانب اس ٹیلے کی طرف بھاگے۔ ابھی ہم اس ٹیلے سے پچاس گز دور ہی تھے کہ ایک پندرہ سولہ فٹ اونچا ہاتھی درختوں کی شاخیں توڑتا اور جھاڑیوں کو چیرتا پھاڑتا نمودار ہوا، اس کی سونڈ ہوا میں لہرا رہی تھی اور اس کے کان پنکھے کی مانند حرکت کر رہے تھے۔ ہاتھی نے ہمیں دیکھ لیا اور اپنی رفتار تیز کر دی۔ میرا خیال تھا کہ یہ کوئی پاگل ہاتھی ہے کیونکہ وہ بری طرح چنگھاڑ رہا تھا اور اس کے پیروں کی دھمک سے کچی زمین بری طرح ہل رہی تھی۔

دفعتاً سمبوتورا نے چیخ کر کہا۔ ”ٹیلے پر پہنچنے کی کوشش کرو ورنہ یہ ہاتھی ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔“ ٹیلہ اب بالکل سامنے نظر آ رہا تھا لیکن ہم نے فاصلے کا اندازہ غلط لگایا تھا۔ ٹیلے تک پہنچتے ہوئے ہمیں کافی وقت صرف ہو گیا۔ بہرطور اس تک پہنچنا ضروری تھا کیونکہ اسی طرح ہاتھی سے جان بچ سکتی تھی۔ پیچھے مڑ کر دیکھتے تو ہاتھی برابر فضا میں سونڈ اٹھائے چنگھاڑتا ہوا ہمارے تعاقب میں دوڑتا نظر آتا۔ خدا خدا کر کے وہ منحوس ٹیلہ قریب آیا اور ہم نے بمشکل تمام اس پر چڑھ کر پناہ لی، ہاتھی ٹیلے پر نہیں چڑھ سکتا تھا۔ وہ اپنی اونچی سونڈ اٹھا کر ہمیں لپیٹ میں لینے کی کوشش کرتا رہا لیکن ہم اس کی پہنچ سے باہر تھے پھر دفعتاً کرنل آسٹن ہی کو خیال آیا وہ ہتھیار جو ہمیں دیے گئے تھے ہمارے ہاتھوں ہی میں تھے لیکن ان کے استعمال کا خیال ہی نہیں آیا تھا۔ کرنل آسٹن نے ٹیلے کے اوپر کھڑے ہو کر ہاتھ میں پکڑی ہوئی رائفل سنبھالی اور یکے بعد دیگرے تین فائر کر دیے۔ تینوں گولیاں ہاتھی کے سر میں لگی تھیں اور وہ بلند و بالا خوفناک ہاتھی زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ نیچے گرنے کے بعد اس کے بدن میں ذرا بھی جنبش نہیں ہوئی تھی۔ کرنل آسٹن کے اس کارنامے پر سب نے تحسین آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا تھا لیکن جو حالت ہو گئی تھی اسے خدا ہی جانتا تھا۔ اس بھاگ دوڑ میں کافی اجالا پھیل گیا تھا لیکن جنگل کے اندرونی حصے میں ابھی آدھی رات کا سا سماں تھا۔ ہمیں اپنے جسموں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ جونکوں نے اس قدر خون چوسا تھا کہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سارا بدن خون سے خالی ہو گیا ہے۔ جس جگہ جونکیں چمٹی تھیں وہاں ابھی تک انگارے دہک رہے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے گرم گرم سوئیاں بدن میں گھسی ہوئی ہوں۔ ڈاکٹر طاہر علی کا چہرہ بالکل سفید ہو گیا تھا۔

ہم ٹیلے پر نگاہیں دوڑا کر ایسی جگہ تلاش کرنے لگے جہاں اس نقاہت سے بچنے کے لیے لیٹ جائیں اور اس کے بعد ہم مزدوروں کی طرح لمبے لمبے لیٹ گئے۔ بندروں کی آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ ہاتھی مر چکا تھا اور اس کے آس پاس کوئی ہاتھی موجود نہیں تھا چنانچہ اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا لیکن بندروں سے بچنے کے لیے ہتھیاروں کو سنبھال کر رکھا گیا تھا۔ کافی دیر اسی عالم میں گزر گئی اور ہم اسی طرح لیٹے رہے۔ بولتے ہوئے بھی ایک نقاہت سی محسوس ہو رہی تھی پھر سمبوتورا ہی نے گفتگو کرنے میں پہل کی۔ ”دوستو ابھی سے ہمت نہ ہارو ابھی تو بہت کچھ کرنا ہے۔“ اس کے بولتے سے جیسے سب کے منہ کے قفل ٹوٹ گئے ہوں۔ ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ نے ایک ساتھ ایک ہی سوال پوچھا۔ ”مگر۔ مگر۔ یہ ہوا کیا؟ وہ کون لوگ تھے اور انہوں نے ہماری مدد کیوں کی؟“

”یہ تو تم ہی بتا سکتے ہو ممکن ہے تم میں سے کسی کی دعا قبول ہو گئی ہو۔“ سمبوتورا پراسرار لہجے میں بولا وہ اپنی کوششوں کو چھپانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی اپنی جانکاری کا مظاہرہ نہیں کیا اور خاموش ہی رہا۔ ڈاکٹر طاہر علی، کرنل آسٹن اور کنور پربھات سنگھ اس سلسلے میں سخت الجھے ہوئے تھے۔ لیکن ان کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا کہ اچانک ان خونی جاپانیوں میں سے چند جاپانی ان کے مددگار کیسے بن گئے اور انہوں نے اپنے ہی ساتھیوں پر اندھا دھند فائرنگ کر کے انہیں کیوں ہلاک کر دیا۔

کرنل آسٹن کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔ ”کاش ہمارے تھیلے ہی ہمارے پاس ہوتے، اب ہم کھائیں گے کیا، میرا اندازہ ہے کہ اس جنگل میں ہاتھیوں کے علاوہ شیر اور چیتے بھی ہوں۔ آخر ہماری جانیں کہاں تک بچیں گی اور پھر یقینی طور پر وہ لوگ ہماری تلاش میں اس جنگل میں ضرور داخل ہوں گے۔ ہمیں راستے بھی نہیں معلوم آخر کدھر جائیں، یقینی طور پر ہمارے عذاب ہی عذاب ہے۔“

”نہیں ایسی بات نہیں کرنل آسٹن ہم ابھی تھوڑی دیر بعد یہاں سے آگے بڑھیں گے۔“

”اور اگر ان لوگوں نے ہمیں پھر گھیر لیا تو؟“

”تو دیکھا جائے گا۔ جو کچھ بھی ہو گا اسے برداشت ہو گا۔“ میں نے جواب دیا اور کرنل آسٹن خاموش ہو گیا۔ کافی دیر وہاں گزارنے کے بعد ہم سب نے متفقہ طور پر ٹیلے سے اترنے کا فیصلہ کیا اور پھر لرزتے ہوئے قدموں سے نیچے اترے۔ پاگل ہاتھی کی لاش اسی طرح پڑی ہوئی تھی اور اس کے اوپر طرح طرح کے حشرات الارض رینگ رہے تھے۔ چند کیڑوں نے اس کے جسم میں سوراخ کر کے اندر گھسنے میں پہل کر لی تھی۔

جنگل کے اندر کوئی پگڈنڈی نہیں تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس سمت سے آمدورفت نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہم نگاہیں دوڑاتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ کمبخت بندروں نے ہمیں دیکھ کر پھر غل غپاڑہ مچانا شروع کر دیا تھا۔ جھاڑیوں کے درمیان ایک قدرتی سرنگ نظر آئی اور ہم لوگ فیصلہ کر کے سرنگ میں داخل ہو گئے۔ چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ دفعتاً کنور پربھات سنگھ نے دونوں ہاتھ پھیلا کر ہمیں آگے بڑھنے سے روک دیا۔ ”کیا بات ہے کنور؟“ میں نے سوال کیا۔

”میرا خیال ہے یہاں کسی شیر کی کچھار ہے، وہ دیکھو نرم زمین پر درندے کے پنجوں کے تازہ نشان بنے ہوئے ہیں۔ لگتا ہے وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہاں سے گزرا ہے۔“ کنور پربھات سنگھ شکاری آدمی تھا اور یہ بات ہمیں پہلے سے معلوم تھی۔ یہ چیز اس کی نگاہیں ہی دیکھ سکتی تھیں۔ سب نے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ہتھیار سنبھال لیے لیکن ہم پر دہشت طاری ہو گئی تھی۔ اس سلسلے میں شاید سمبوتورا بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کنور پربھات سنگھ نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ”ہمیں اس راستے سے نہیں جانا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کسی نئی مصیبت میں پھنس جائیں۔“

دفعتاً سامنے کی جھاڑیاں ہلیں اور ہمارے قدم رک گئے۔ میں نے سراسیمہ نگاہوں سے درندے کی ہلکی سی جھلک دیکھی تھی۔ وہ جھاڑیوں میں دبکا ہوا تھا۔ کنور پربھات سنگھ اپنی جگہ ساکت و جامد اسے دیکھتا رہا اور پھر سرگوشی کے انداز میں بولا۔ ”غالباً اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے، اور اب یہ اپنے مسکن میں آرام کر رہا ہے۔ ببر شیر ہے اگر ہم نے اسے چھیڑا تو بہت خطرناک ثابت ہو گا، بہتر یہی ہے کہ دبے پاؤں آگے بڑھو۔“

”اور اگر یہ حملہ آور ہوا تو؟“

”فکر نہ کرو۔ میں رائفل سنبھالے ہوئے ہوں میرا رخ اسی کی سمت ہو گا۔“ قدرت کو ہم نے درمیان میں لے لیا تھا۔ یہاں سمبوتورا کی ابھی شاید جواب دے گئی تھیں۔ چونکہ وہ بھی بہت زیادہ محتاط سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ ہیبت ناک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہم لوگ دل کی دھڑکنیں کانوں میں محسوس کر رہے تھے۔ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھایا جا رہا تھا۔ غل مچانے والے خوفناک بندر کمبخت یہاں سے رفوچکر ہو گئے تھے۔ ہم آگے بڑھتے رہے کنور پربھات سنگھ کے کہنے کے مطابق شیر نے کوئی تعرض نہیں کیا جنگل کے بادشاہ کے بارے میں بے شمار کہانیاں سنی تھیں پہلا موقع تھا کہ میں نے اس کا ظرف دیکھا تھا۔ اس کے حلق سے ہلکی ہلکی غراہٹیں ضرور نکلتی رہی تھیں لیکن اس نے اٹھ کر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر ہم اس سے کافی دور نکل آئے۔

تب کنور پربھات سنگھ نے سکون کی گہری سانس لی اور مسکراتی نگاہوں سے ہماری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ”یہ ببر شیر ہی کی خصوصیت ہے۔ وہ جنگل کے چھچھورے جانوروں کی طرح ہر وقت کسی کی تاک میں نہیں رہتا۔“ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا جو حالت ہم سب کی تھی وہ کہنے کے قابل نہیں تھی۔ ایک لفظ بولتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے دوسرے پر احسان کر رہے ہوں۔ آگے کا جنگل گزرے ہوئے علاقے سے بھی کہیں زیادہ گھنا تھا۔ درخت ایک دوسرے میں پیوست تھے اور ان کی شاخیں آپس میں اتنی جڑی ہوئی تھیں کہ دن کی روشنی بہت مشکل سے جنگل کے اندر پہنچ پا رہی تھی۔ ہم ان کے نیچے پہنچے تو خاصا اندھیرا محسوس ہوا ہر لمحے ایک نئے خوف کا احساس ہوتا تھا اور ہم سانس روکے آگے بڑھ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے صدیوں سے بھٹکتی ہوئی روحیں ہوں جو سکون کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ راستے میں جگہ جگہ ہاتھیوں کی لید پڑی ہوئی تھی اور یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ جنگل کے اس حصے میں ہاتھیوں کی کثرت ہے۔ مختلف مقامات پر جانوروں کی گلی سڑی ہڈیاں اور آنتیں بھی پڑی نظر آتی تھیں۔ دن کا وقت تھا لیکن مچھروں کی اتنی بہتات تھی کہ خدا کی پناہ، مرطوب آب و ہوا کے باعث ان کے بادل ایک جگہ سے اٹھتے اور دوسری طرف جاتے دکھائی دے رہے تھے۔

نجانے کتنا فاصلہ اسی طرح طے ہوا۔ اس کے بعد فضا میں تبدیلی رونما ہونے لگی، ہم جنگل کے اس انتہائی دشوار گزار اور گھنے حصے سے بخیر و عافیت نکل آئے تھے۔

ہوا میں نمی تھی جس سے یہ اندازہ لگانے میں دشواری نہ ہوئی کہ کوئی دریا جنگل کے بالکل قریب ہے۔ ابھی ہم آہستہ روی سے آگے ہی بڑھ رہے تھے کہ ایک کھلا میدان دکھائی دیا اور اس طرف سرمئی پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ تھا جو شمال سے جنوب کی طرف تاحدِ نگاہ پھیلا ہوا تھا۔ سرمئی پہاڑوں کے اس طویل سلسلے کو دیکھ کر میرے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ شاید اس کے دوسری طرف ویلیتی آباد ہو۔ میں نے متجسس نگاہوں سے سمبوتورا کی طرف دیکھا کہ شاید وہ اس کا انکشاف کرے۔ لیکن سمبوتورا کا چہرہ سپاٹ تھا اور پھر اس کی پراسرار آواز ابھری۔ ”گنگا زلی۔ ہم پھر دشمنوں کے نرغے میں آ چکے ہیں۔“ بڑے سنسنی خیز الفاظ تھے۔ میں نے حیران نگاہوں سے سمبوتورا کو دیکھا پھر دور دور تک نگاہیں دوڑائیں۔ لیکن ہمارے علاوہ اور کسی ذی روح کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

”یہ تم کس بنیاد پر۔۔۔“ ابھی میں اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور میرے بالوں کو چھوتی گزر گئی۔ کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ دوسری اور تیسری گولی بھی چلی۔ لہٰذا سب زمین

پر اوندھے منہ گر پڑے۔

میدان میں کہیں سے بھی کوئی حرکت نہیں محسوس ہوئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ گولیاں کہاں سے چل رہی ہیں، ہم ہتھیار پہلے ہی پھینک چکے تھے۔ اس لیے مقابلے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا تھا۔ پہلے تو یہی پتا چل جائے کہ گولیاں چلانے والے کون ہیں۔ پتا چل گیا۔ وہ لوگ زمین سے برآمد ہونے تھے۔ سپاٹ زمین سے ابھرے تھے ناقابل یقین بات تھی۔ لیکن آنکھوں کے سامنے ایسا ہوا تھا۔ ان کی تعداد ساٹھ ستر کے قریب تھی اور وہی کمبخت سپاری تھے۔ ان کا زمین سے نکلنا سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

آن کی آن میں وہ ہمارے سروں پر پہنچ گئے اور پھر انہوں نے ٹھوکروں سے ہماری تواضع شروع کر دی۔ ایک زوردار ٹھوکر میری پسلی پر پڑی اور میں الٹ کر سیدھا ہو گیا۔ سب ہی کی چیخیں نکل گئی تھیں۔ انہوں نے ہمیں گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ اجنبی چہرے تھے لیکن سب کی آنکھوں میں شیطنیت نمایاں تھی۔ وہ مسکرا رہے تھے۔

"خدا غارت کرے۔ میری پسلیاں توڑ دیں۔ کرنل آسٹن روہانسی آواز میں بولا اور انگریزی میں انہیں مسلسل گالیاں دینے لگا۔ انہوں نے ہمیں ایک لائن میں کھڑا کیا اور پھر ہاتھوں میں پکڑی ہوئی گنوں سے ٹھوکے دے کر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ لیکن یہ سفر واپسی کا نہیں تھا بلکہ وہ ہمیں دامن کوہ کی طرف لے جا رہے تھے۔ انہوں نے ہمارے ہاتھ پکڑ کر سروں پر رکھ دیے تھے اور اب سب اسی طرح آگے کا سفر کر رہے تھے۔ کسی کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلا اور سب خاموشی سے آگے بڑھتے رہے۔ تھوڑی دور چل کر ان کے زمین سے برآمد ہونے کا معمہ بھی حل ہو گیا۔ انہوں نے نہایت صفائی سے زمین میں گڑھے کھود رکھے تھے اور وہ سب ہمارے اس میدان میں داخل ہونے سے قبل ہی اپنے مورچے سنبھال کر بیٹھ گئے تھے۔ غالباً انہیں ہمارے اس طرف آنے کی اطلاع مل چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان گڑھوں میں ہم انہیں نہ دیکھ سکے اور اچانک ہی انہوں نے ہم پر فائرنگ کر دی۔ بہرطور اب یہ ساری باتیں سوچنا بے مقصد تھا۔ ہم ایک بار پھر پھنس چکے تھے۔

ایک گھنٹے کے جان لیوا سفر کے بعد ہم میدان کے آخری سرے پر پہنچے اور ان پہاڑوں کے دامن میں، ہمیں بھورے رنگ کی جھونپڑیوں کا ایک شہر نظر آیا۔ سپاریوں کے بارے میں اب تک جو اطلاعات تھیں وہ یہی تھیں کہ وہ جاپان کے بھٹکے ہوئے فوجی ہیں لیکن اس آبادی کو دیکھ کر شدید حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ یہاں عورتیں اور بچے بھی موجود تھے۔ ہم ان کے درمیان پہنچے تو وہ سب اپنی اپنی جھونپڑیوں سے نکل آئے۔ اور انہوں نے ہمیں دیکھ کر عجیب سے انداز میں اچھلنا کودنا شروع کر دیا جیسے پہلی بار انہوں نے اس قسم کے انسانوں کو دیکھا ہو۔ ہمیں گرفتار کر کے لانے والے بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ وہ ہمیں ایک وسیع جھونپڑی میں لے گئے انداز بالکل ویسا ہی تھا جس سے ہم ایک بار نمٹ چکے تھے۔

جھونپڑی کے اندر گھاس پھوس کا فرش تھا۔ انہوں نے ہمیں اس فرش پر دھکیل دیا لیکن شکر ہے کہ ہمارے ہاتھ پاؤں باندھنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ راستے میں ان کمبختوں نے بار بار رائفلوں کے بٹ ہمارے جسموں پر مارے تھے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر ندرت اور کرنل آسٹن کی تھی۔ ان کمبختوں نے اس سے پہلے بھی ندرت کے ساتھ بہتر سلوک نہیں کیا تھا اور اب بھی ان کی یہی کیفیت تھی۔ ہمیں جھونپڑی میں چھوڑ کر وہ باہر چلے گئے تو ڈاکٹر طاہر علی آہستہ سے بولا۔

"ان کمبختوں نے اور جو کچھ کیا ہو یا نہ کیا ہو، لیکن دوسری جنگ عظیم میں استعمال ہونے والے ہتھیار بڑی احتیاط سے رکھے ہیں، کیا خیال ہے کرنل انہیں اس کے بعد تو ہتھیار نہ ملے ہوں گے۔ اتنا بڑا ذخیرہ لے کر وہ آج تک یہاں موجود ہیں، اگر وہ چاہتے تو اپنے وطن کی طرف روانہ ہو سکتے تھے۔" کرنل آسٹن تو پسلیوں کے درد ہی سے پریشان تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی کی بات کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے، ندرت اور سمبو تورا مسلسل خاموش تھے۔ گو میں ان کے نزدیک ہی بیٹھا ہوا تھا۔ ان تمام حالات میں وہ قطعی طور پر بے تعلق رہا تھا اور کسی بھی طرح اس بات کا اظہار نہیں ہوتا تھا کہ ان واقعات کا ذرا بھی اس کے ذہن پر کوئی اثر ہے۔ گویا اس کی ذہنی حالت جوں کی توں تھی۔ کنور پرکاش سنگھ نے چند لمحات کے بعد کہا۔

"یہ تصور تو کیا جا سکتا ہے کہ سپاری کسی جاپانی یونٹ کے فوجی ہیں۔ لیکن یہ عورتیں میرا خیال ہے پہلی آبادی میں ہم نے کسی عورت کی شکل نہیں دیکھی تھی۔" کنور پرکاش کیونکہ سمبو کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ اس لیے سمبو تورا کو اس کی بات کا جواب دینا پڑا۔

"یہ عورتیں مقامی ہیں۔"

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ ان لوگوں نے آس پاس کے قبائل۔ ان عورتوں کو حاصل کیا ہو گا۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر ان لوگوں کو اُن کی ضرورت کیوں نہیں محسوس ہوئی جن کی قید میں ہم پہلے تھے۔"

"یہ میں نہیں جانتا۔ ممکن ہے یہ عورتیں ان کی مشترکہ ملکیت ہوں اور انہوں نے انہیں اس انتہائی حصہ میں رکھا ہو۔" سمبو تورا نے جواب دیا۔ یہ بات سمجھ میں آتی تھی۔ بہرطور ان کی قید میں دوبارہ آنے کے بعد صورتحال کافی تکلیف دہ ہو گئی تھی۔ کیونکہ اب جسموں میں اتنی سکت نہیں تھی کہ کوئی شدید جدوجہد کی جا سکے۔ رات ہو گئی۔ باہر سے ہلکی ہلکی روشنیاں چھن رہی تھیں، جس کا مطلب تھا کہ انہوں نے بستی میں روشنی کا کوئی انتظام رکھا تھا۔ کتوں کے بھونکنے اور گیدڑوں کے چلانے کی آوازیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے یہاں ان جانوروں کی بہتات ہے۔

رات بھلا سونے کے لیے کہاں تھی۔ ہم لوگ کبھی باتیں کرنے لگتے، کبھی اونگھ جاتے۔ پہرے داروں کے چلنے سے قدموں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ایک لمحے کے لیے ہماری طرف سے غافل نہیں ہوئے ہیں۔ کافی دیر سے مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے سمبو تورا کو مخاطب کیا۔

"کوئی نہیں جانتا سمبو تورا، لیکن مجھے یہ بات معلوم ہے کہ تم نے کس طرح ان آٹھ آدمیوں کو اپنی مدد پر آمادہ کیا۔" سمبو تورا نے نگاہیں گھما کر مجھے دیکھا اور پھر سرگوشی کے انداز میں بولا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم سمجھ چکے ہو گے۔ لیکن بہتر ہے کہ اس سلسلے میں خاموشی اختیار کرو۔"

"یقیناً سمبو تورا اب کیا پروگرام ہے؟"

"بار بار اس قسم کی سہولتیں مہیا نہیں ہوتیں۔ ہاں اگر موقع ملا تو شاید میں اس سلسلے میں کچھ کر سکوں۔" سمبو تورا نے جواب دیا۔

جنگلی مرغوں کے چلانے کی آوازیں کانوں میں آنے لگیں۔ اور ہمیں علم ہو گیا کہ صبح ہو گئی ہے۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے تیز ہو گئے اور انہوں نے ہمیں تھپک تھپک کر سلانا شروع کر دیا۔ تو وقت نیند آ رہی تھی، لیکن ہم جانتے تھے کہ ہمیں سونے کا وقت نہیں ملے گا۔ یہ حماقت کی بات تھی اور چند لمحات کے بعد اس کا اندازہ بھی ہو گیا۔

کچھ لوگ رائفلوں سے مسلح وہاں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اپنی زبان میں ہمیں وہاں سے باہر نکلنے کے لیے کہا اور ہم ایک ایک کر کے باہر نکل آئے۔ ہمارے بدن بالکل ہی مضمحل تھے، اور چہروں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ وہ لوگ ہمیں لیے ہوئے ایک اور جھونپڑے کے سامنے آئے اور پھر ہمیں شانوں پر زور ڈال کر زمین پر بٹھا دیا گیا۔ اس کے بعد کیلوں کے پتوں پر ایک عجیب قسم کی ترکاری کا سالن اور موٹی موٹی روٹیاں ہمیں پیش کی گئیں، کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کے کھانے میں کوئی عار ہوتا۔ چنانچہ ہم نے پیٹ کا دوزخ بھر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں ایک ایک پیالہ پانی دیا اور ہماری حالت کسی قدر بہتر ہو گئی۔

اس کے بعد تقریباً پندرہ آدمی رائفلوں سے مسلح ہمیں لے کر چل پڑے۔ جھونپڑوں کے اس شہر سے نکلنے کے بعد پانی بہنے کی ہلکی ہلکی آواز صاف سنائی دینے لگ گئی تھی اور جب ایک چھوٹے سے پہاڑی ٹیلوں کے سلسلے کے دوسری جانب گھومے تو ہمیں ایک دریا نظر آیا۔ پُرشور دریا تیز رفتاری سے بہ رہا تھا اور اس کے کناروں پر تقریباً ایک درجن کشتیاں کھڑی ہچکولے کھا رہی تھیں۔ یہ درختوں کے تنے کھوکھلے کر کے بنائی گئی تھیں۔ ہر کشتی کوئی پندرہ فٹ لمبی اور تین فٹ چوڑی ہو گی۔ ہمیں ایک کشتی میں بٹھا دیا گیا اور کئی کشتیاں ہمارے پیچھے سفر کرنے لگیں۔

غالباً وہ ہمیں یہاں سے کہیں دور لے جا رہے تھے۔ اس جگہ دریا کا پاٹ کوئی پچاس گز چوڑا ہو گا اور پانی کا بہاؤ بہت زیادہ تیز بھی نہیں تھا۔ چنانچہ چپوؤں کی مدد سے کشتیاں چلائی جا رہی تھیں۔ ارد گرد دریا کے کناروں پر گھنا جنگل تھا جس کی وجہ سے سمت کا اندازہ لگانے میں بھی دشواری پیش آ رہی تھی۔ بہرطور سمت کا کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ہماری نئی منزل کون سی ہو گی؟

سورج نکل آیا تھا اور جنگل پر چھائی ہوئی کہر چھٹنے لگی تھی، فضا میں گرمی بڑھتی جا رہی تھی۔ پھر اس وقت تقریباً صبح کے ساڑھے گیارہ بجے ہوں گے کہ کشتیاں کنارے کی طرف رخ کرنے لگیں اور تھوڑی دیر کے بعد ہمیں کنارے پر اتار دیا گیا۔ بظاہر یہاں جنگل ہی نظر آتا تھا۔ وہ لوگ ہمیں لیے ہوئے جنگل کے اندرونی حصے کی جانب چل پڑے اور تقریباً چار یا پانچ میل کا ایک اور پُرمشقت سفر کرنا پڑا۔ اور اس کے بعد ہم چند جھونپڑیوں کی ایک اور چھوٹی سی بستی میں داخل ہو گئے۔

لیکن ان جھونپڑیوں کے درمیان ایک مکان بھی نظر آ رہا تھا جو پکی مٹی سے ہی بنایا گیا تھا۔ مکان کے سامنے ایک وسیع و عریض احاطہ تھا جس میں شاید دریا کے کنارے سے ہموار پتھر لا کر بچھائے گئے تھے، اس احاطے میں ہمیں کھڑا کر دیا گیا اور ہمیں لانے والے پندرہ افراد احاطے کے مختلف حصوں میں ہم سے کچھ فاصلے پر ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ اُن میں سے ایک شخص اندر چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جس آدمی کے ساتھ برآمد ہوا، وہ ایک گٹھے ہوئے بدن کا طویل القامت آدمی تھا۔ اور دلچسپ بات یہ تھی کہ اُس کے جسم پر پوری فوجی وردی تھی۔

جو تھی تو اس کے بدن پر تنگ لیکن کہیں سے پھٹی ہوئی نہیں تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سپاریوں میں یہ شخص سب سے نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ اس کی چھوٹی چھوٹی چمکدار آنکھیں ہم پر جمی ہوئی تھیں۔ چند لمحات کے بعد وہ ہمارے قریب پہنچ گیا اور نہایت جارحانہ انداز میں اس نے ہم میں سے ایک ایک کی شکل اپنی طرف موڑ کر دیکھی۔ ندرت کے قریب پہنچ کر وہ رکا اور اس کی آنکھوں میں ایک شیطانی چمک رقص کرنے لگی۔ اس نے چند لمحات ندرت پر نگاہیں جمائے رکھیں اور پھر جب اس کی آواز ابھری تو ہم سب متحیر رہ گئے۔ وہ انگریزی بول رہا تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم لوگوں کا تعلق نہ تو اتحادی فوجیوں سے ہے اور نہ ہی تم جاسوس وغیرہ معلوم ہوتے ہو، کیا تم سنتے ہو؟" اسے انگریزی بولتے دیکھ کر کرنل آسٹن ایک دم آگے بڑھ آیا۔

"یقیناً آفیسر، یقیناً۔ ہم لوگ صرف سیاح ہیں جو تبت کے ان پراسرار علاقوں کی سیاحت کے لیے نکلے تھے۔ ہم انتہائی معذرت خواہ ہیں کہ ہم تمہارے علاقے کی طرف آ گئے، ہمارے ہاتھوں تمہارے ایک بھی آدمی کو نقصان نہیں پہنچا اور نہ ہی ہم اس کا ارادہ رکھتے تھے۔ ہمیں یقین ہے آفیسر کہ تم ہمارے ساتھ بہتر سلوک کرو گے۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں کیوں نہیں۔" اس نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ پھر اس نے جاپانی زبان میں اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا اور وہ لوگ آگے بڑھ آئے۔ یہ دیکھ کر میرے رگ و پے میں بجلیاں سی دوڑ گئی تھیں کہ آنے والوں نے ندرت کو حلقے میں لے لیا تھا اور پھر اسے بازوؤں سے پکڑ کر اس کچے مکان کی طرف لے جانے لگے تھے۔ میرے بدن میں تشنج سا پیدا ہوا تو سمبو تورا آہستہ سے بولا۔

"نہیں گازالی، خود کو قابو میں رکھو۔" میں ایکدم سنبھل گیا۔ جاپانی آفیسر نے ایک طرف رخ کر کے کہا۔ "سیاحو تم آرام سے یہاں قیام کرو، تمہیں ہر سہولت مہیا کی جائے گی، تم ہمارے مہمان ہو۔"

"لیکن ہماری اس ساتھی لڑکی کو۔" ڈاکٹر طاہر علی بولے بغیر نہیں رہ سکے۔

"نہیں اب وہ تمہاری ساتھی نہیں بلکہ میری ساتھی ہے۔ اس کی طرف سے مطمئن رہو۔" ایک بار پھر مجھ پر جنون سا طاری ہوا تھا لیکن سمبو تورا کی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں، ہمیں اس کچے مکان کے عقبی حصے میں ایک جھونپڑی میں منتقل کر دیا گیا۔ میں نے بے چینی سے سمبو تورا سے کہا۔

"ندرت ان لوگوں کے چکر میں پھنس گئی ہے۔ مجھے اس شخص کی آنکھوں میں ــــ"

"گازالی، ندرت کو معمولی شخصیت سمجھنا چھوڑ دو، تم پہلے بھی اس کا تجربہ کر چکے ہو، ہاں بس مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں اس جاپانی افسر کا قتل ہمارے لیے الجھن کا باعث نہ بن جائے۔" سمبو تورا کے ان الفاظ میں اتنا اعتماد تھا کہ میری زبان بند ہو گئی۔ واقعی ندرت معمولی شخصیت نہیں تھی اور یقیناً اس جاپانی افسر کو سنبھال سکتی تھی۔

وقت پھر گزرنے لگا، بے یقینی کی کیفیت ہمارے ذہنوں پر مسلط تھی اور یوں محسوس ہوتے لگا تھا جیسے یہی ہنگامے زندگی بن گئے ہوں اور اس جدوجہد کی انتہا بھی موت ہو۔ طاہر علی نے اس کا اظہار کر ہی دیا۔

"شاید ہم کبھی ویلینی نہ پہنچ پائیں۔"

"آپ لوگ تو خود بھی ویلینی کے نقشے ترتیب دے کر چلے تھے۔ ڈاکٹر کیا آپ کا خیال تھا کہ لہاسہ سے نکلیں گے تو سیدھے ویلینی میں داخل ہو جائیں گے۔ راستے کی ان صعوبتوں کے بارے میں آپ کو کچھ نہیں معلوم تھا۔ آپ ہماری رہنمائی کیوں نہیں کرتے؟" سمبو تورا نے کہا۔ اس کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا اس لیے طاہر علی خاموش ہو گئے۔

"مجھے تو تعجب ہے کہ یہ اچھے خاصے لوگ جانور کیسے بن گئے۔ اگر یہ یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتے تو کامیاب ہو سکتے تھے۔" کرنل آسٹن نے کہا۔

"آپ بھی تو فوجی ہیں کرنل۔ اس سے دریافت کر لیں ایک اتحادی فوجی سے مل کر اسے واقعی خوشی ہو گی۔" کنور پربھات نے طنزیہ انداز میں کہا۔ اور کرنل آسٹن کا رنگ فق ہو گیا۔

"اوہ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

کافی وقت گزر گیا۔ میں ندرت کے لیے سخت پریشان تھا لیکن اس وقت بالکل بے بس تھا۔ دفعتاً سمبو تورا اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ ہم نے چونک کر اسے دیکھا لیکن کوئی کچھ نہ بولا۔ سمبو تورا تقریباً پندرہ منٹ کے بعد واپس آ کر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ کسی نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ سب پر اونگھ سی طاری تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد سمبو تورا نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"ندرت بالکل خیریت سے ہے۔ اور اس نے کہا ہے کہ آپ کے لیے بالکل فکرمند نہ ہوا جائے۔"

میں نے چونک کر سمبو تورا کو دیکھا تو وہ جلدی سے بولا۔

"ہاں ہمارے درمیان مسلسل ذہنی رابطہ ہے۔"

"خدا کا شکر ہے میں اس کے لیے واقعی پریشان تھا۔ لیکن سمبو تورا اب کیا کیا جائے۔"

"یہ رات اسی طرح گزارنی ہو گی۔ تم آرام کرو۔"

"مطلب؟"

"کل صبح ہمیں کچھ جدوجہد کرنا ہو گی۔ میں نے بہت غور کیا ہے اس مسئلے کا کوئی اور حل نہیں ہمارے پاس۔"

"ہاں سمبو تورا۔ اب ذہن پر اکتاہٹ سوار ہو گئی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے یہ لوگ ہمارا اچار ڈالیں گے۔ بالآخر یہ ہمیں قتل کر دیں گے اور اس بے بسی کی موت۔"

"اس کا تصور بھی دل میں نہ لاؤ گازالی۔ ہم اتنے بے بس بھی نہیں ہیں۔"

"کیا ہے ہمارے بس میں؟"

"بہت کچھ گازالی۔ بہت کچھ۔ حالات خود ہی کوئی بہتر رخ اختیار کر جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ ــــ"

"ورنہ کیا ــ؟" میں نے سوال کیا۔ اور سمبو تورا تو سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔

"آخری فیصلہ نہیں کر سکا۔ اس لیے تمہیں نہیں بتا سکتا۔" سمبو تورا نے کہا۔ اور میں دل ہی دل میں جہنم میں جاؤ کہہ کر زمین پر دراز ہو گیا۔

دوسری صبح جاگا تو ندرت جھونپڑی میں موجود تھی۔ اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ ندرت مجھے دیکھ کر مسکرا دی۔ میری سوالیہ نگاہوں کے جواب میں اس نے کہا۔

"کچھ نہیں گازالی۔ وہ معصوم بچہ رات کو سکون سے سوتا رہا۔ اور صبح کو مجھے اپنے ساتھ لا کر یہاں چھوڑ گیا۔"

"اوہ۔ میں تمہارے لیے پریشان تھا ندرت۔"

"میں تمہارے لیے پریشان رہی کہ کہیں تم جذباتی نہ ہو جاؤ۔" ندرت نے پیار بھرے لہجے میں کہا اور میں چونک کر ان لوگوں کی طرف دیکھنے لگا جو ہم سے بے نیاز اداس الوؤں کی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی نے میری اور ندرت کی باتوں پر توجہ نہیں دی تھی۔ سمبو تورا خاموش تھا۔

وقت گزرتا رہا۔ پھر چند آدمی اندر آئے اور انہوں نے ہمیں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد وہ ہمیں باہر دھکیلنے لگے۔ "گازالی" سمبو تورا کی پاٹ دار آواز ابھری۔ اس آواز میں کوئی خاص بات تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔

"جھونپڑی کے بیرونی احاطے میں ہوشیار رہنا۔ ان لوگوں پر احاطے ہی میں قابو پا لینا مناسب ہو گا تا کہ باہر نکلتے ہی ایکشن شروع کر دیا جائے۔"

"میں نہیں سمجھا سمبو تورا۔" میں نے کہا لیکن ہمیں باتیں کرتے دیکھ کر ان میں سے ایک نے زور سے مجھے دھکا دیا اور میں گرتے گرتے بچا۔ ہمیں باہر لے جانے والوں کی تعداد پانچ تھی۔ وہ سب گنوں سے مسلح تھے۔ اس دوران سمبو تورا بھی باہر نکل آیا۔ اس نے پھر کہا۔

"احاطے میں نکلتے ہی تم لوگ اوندھے منہ زمین پر گر پڑو گے ہوشیار۔" میں نے اسے کلائی میں پڑے ہوئے کڑے کھولتے دیکھا۔ اور میرے رگ و پے میں سنسنی دوڑ گئی۔

ہم احاطے میں نکل آئے۔ سمبو تورا کٹالی دوسرے ہاتھ میں پکڑ چکا تھا۔ دفعتاً وہ زور سے چیخا۔ "برا سا لو دینا۔" میں نے ڈاکٹر طاہر علی کو پوری قوت سے دھکا دیا اور وہ کنور پربھات اور کرنل آسٹن کو لپیٹ میں لیے نیچے جا پڑے۔ شائیں شائیں کی پراسرار آواز ہوا کو کاٹتی ہوئی ابھری اور یہ سب ایک پل میں ہو گیا۔ میں سنبھل کر ان کی طرف متوجہ ہوا تو ہمارے پانچوں نگراں حیران کھڑے نظر آئے۔

"یہ۔ یہ کیا بدتمیزی۔" ڈاکٹر طاہر علی کے منہ سے نکلا لیکن پھر اس حیرت انگیز منظر نے انہیں گنگ کر دیا۔ اچانک پانچوں نگرانوں کے بدن سے خون کی پھواریں چھوٹنے لگیں۔ ان میں سے ایک دوسرے پر گرا تو دوسرے کی گردن اس کے شانوں سے لڑھک کر دور جا پڑی۔ ایک کا جسم درمیان سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک کا بازو آدھے سینے کے ساتھ الگ ہو گیا۔ باقی بدن اسی طرح کھڑا رہ گیا۔

وہ لوگ تو کچھ نہیں سمجھ سکے لیکن میں نے اور ندرت نے گرنے والوں میں سے دو کی گنیں اٹھا لیں اور پھر میں بھنچی بھنچی آواز میں غرایا۔

"ڈاکٹر طاہر علی۔ گنیں سنبھالیں۔ ہری اپ۔" وہ لوگ جیسے ہوش میں آ گئے۔ ندرت نے ایک گن کرنل آسٹن کے ہاتھوں میں ٹھونس دی تھی۔

"انہیں استعمال کرنا ہے۔ اس وقت اپنی جان بچانے کی ذمہ داری ہر شخص کی اپنی ہے۔ ہمیں دریا کی سمت جانا ہے۔" سمبو تورا نے کہا۔

احاطے کے باہر بہت سے لوگ موجود تھے لیکن اندر مرنے والے خود بھی حیران تھے کہ اچانک کون سی شئے ان کے جسموں کے پار ہو گئی۔ اسی حیرانی میں وہ چیخ بھی نہیں سکے تھے۔ اس لیے باہر والوں کو اندر کی واردات کا کوئی علم نہیں ہو سکا۔

سمبو تورا تیزی سے باہر چل پڑا۔ تقریباً دس آدمی پاس پاس کھڑے کچھ گفتگو کر رہے تھے کہ سمبو تورا ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر وہ برق کی طرح تڑپا اور میں نے کٹالی کے حلقے کو فضا میں گردش کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ لوگ سمبو تورا کی اس اچھل کود

کا مطلب بھی نہیں سمجھے تھے کہ موت نے انہیں آلیا۔ کٹالی کی گردش بے مثال تھی۔ ان میں سے ایک بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرسکا تھا۔ میں اور ندرت کودکر احاطے سے باہر نکل آئے۔ اور سب سے پہلی گولیاں ہم دونوں نے چلائیں اور دو رکھڑے دو مسلح جاپانیوں کو ہلاک کردیا۔ تیسری گولی کنور پربھات سنگھ نے چلائی تھی۔ کرنل آسٹن اور ڈاکٹر طاہر علی اس موقع پر بالکل ناکارہ ثابت ہوئے تھے۔ میری نگاہ لیڈر کے جھونپڑے پر تھی اور میری توقع غلط نہیں نکلی۔ وہ اسٹین گن لیے دروازے پر نمودار ہوا تھا۔ لیکن اس کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی میں نے اس پر فائر کردیا اور وہ دروازے پر ہی ڈھیر ہوگیا۔ اس کے بعد ہم نے دریا کی سمت بھاگنا شروع کردیا۔ گولیوں کی آواز اس پوری آبادی میں سن لی گئی تھی لیکن جو بھی ہمارے سامنے آیا مارا گیا۔ کرنل آسٹن اور ڈاکٹر طاہر علی بھی اب ہوش میں آگئے تھے۔ دو چار بے تکے فائر انہوں نے بھی کیے جنہوں نے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ جتنے لوگوں کو سمبوتورا نے پہلے ہی مرحلے پر ہلاک کردیا تھا، وہ اگر اس طرح نہ مارے جاتے تو ہمارے لیے مشکلات پیدا ہوجاتیں۔ لیکن بڑی تعداد وہیں کام آگئی تھی۔ اس لیے زیادہ دقت نہ ہوئی۔ [illegible] سے ہلاک کردیا گیا۔ پھر ہم دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ کشتیوں [illegible] بھی مسلح جاپانی موجود تھے جنہیں کچھ سمجھنے کا موقع دیے بغیر ہلاک کردیا گیا۔ اور پھر ہم نے ایک بڑی کشتی کی رسیاں کھولیں اور اس میں سوار ہوگئے۔ دوسری کچھ کشتیوں سے چند چپو اور اٹھالیے گئے تھے تاکہ تیز رفتاری سے سفر کیا جاسکے اور پھر سب ہی اس کشتی کو دریا کے دھارے پر آگے بڑھانے لگے۔ پانی کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ اس لیے کشتی سنبھالنے میں کوئی دقت نہیں ہورہی تھی۔ ہم آن کی آن میں بہت دور نکل آئے۔ سب لوگ مشینی انداز میں ہاتھ چلارہے تھے اور چالیس منٹ تک کسی نے ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کی تھی۔

آگے چل کر دریا ایک پہاڑ کے ساتھ دائیں سمت گھوم گیا تھا۔ یہاں بہاؤ بھی تیز تھا اور پاٹ کافی چوڑا ہوگیا تھا۔ چنانچہ سمبوتورا کی ہدایت پر چپو پانی سے نکال لیے گئے اور رفتار سست ہونے کی وجہ سے کشتی قابو میں رہی۔ پھر اس دریائی سفر میں پہلی بار سمبوتورا کی پُراسرار آواز ابھری۔

"دوستو۔ ویلینی کی سرزمین تمہیں خوش آمدید کہتی ہے۔ اب ہم ویلینی میں ہیں۔"

سمبوتورا کے الفاظ ایک دھماکے کی حیثیت رکھتے تھے۔ اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا اور ہم سب ہی احمقانہ انداز میں اسے دیکھ رہے تھے۔ اندازہ لگا رہے تھے کہ ہم نے واقعی یہ الفاظ سنے ہیں۔ یا یہ محض ہماری سماعت کا دھوکا ہے۔

"تم نے کچھ کہا ہے سمبوتورا۔؟" ڈاکٹر طاہر علی نے گھٹی گھٹی آواز میں پوچھا۔

"ہاں ہم ویلینی پہنچ گئے ہیں۔" سمبوتورا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سب کی گردنیں مشینی انداز میں ادھر اُدھر گھومنے لگیں ہم ویلینی کی سرزمین کو خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات سے دیکھ رہے تھے۔

"براہ کرم چپو سنبھال لو اور کشتی کو داہنے کنارے پر لے چلو۔" سمبوتورا نے کہا اور خود بھی چپو اٹھالیا۔ اس کے بعد تو سب کی مستعدی قابل دید تھی۔ آن کی آن میں درخت کا کھوکھلا تنا کنارے سے جالگا۔ میں خود بھی عجیب سے احساسات کا شکار تھا۔ ویلینی کی سرزمین ہمارے سامنے تھی مناظر دوسرے علاقوں سے مختلف نہیں تھے۔ وہی پہاڑ، جنگل سبزہ زار، وہی کلیلیں بھرتے ہوئے جانور۔ لیکن یہ پُراسرار سرزمین انوکھی روایات کی حامل تھی۔

سمبوتورا کے ساتھ سب کنارے پر اتر گئے۔ درخت کے کھوکھلے تنے کو خشکی پر کھینچ لیا گیا تھا۔ میں نے کہا "اس علاقے کے بارے میں کچھ ہدایات سمبوتورا۔؟"

"نہیں۔ یہ دوستوں کی سرزمین ہے۔ مجھے یقین ہے تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ تھکن دور کرلو اس کے بعد آگے سفر کریں گے۔"

"میرے خیال میں ہم میں سے کوئی بھی تھکا ہوا نہیں ہے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"میں تو بالکل چاق و چوبند ہوں۔" کرنل آسٹن بولا اور مجھے ہنسی آگئی۔ وہ جتنا چاق و چوبند تھا مجھے نظر آرہا تھا۔ پربھات سنگھ خاموش تھا۔ کنارے سے کچھ دور ہٹ کر سب لوگ زمین پر بیٹھ گئے۔ میں سمبوتورا کی صورت دیکھ رہا تھا۔ اس نے کچھ دیر کے لیے معذرت کی اور درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف چل پڑا۔ ندرت میرے ساتھ دوسرے لوگوں سے کچھ فاصلے پر آبیٹھی تھی۔

"کیا محسوس کررہے ہو گازالی۔"

"سنسنی۔" میں نے جواب دیا۔

"اور۔۔۔" وہ ہنس پڑی۔ پھر بولی "وہ وقت نہیں

بدرے گا کہ یہ سنسر شپ ختم ہوجائے گی۔"

"بس اسی وقت کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"کوئی افسوس تو نہیں ہے۔؟"

"کس بات پر۔؟"

"کچھ لوگ اب ہمارے درمیان موجود نہیں رہے۔"

"سارہ یا کے لیے افسردہ ہوں۔"

"جولیا کے لیے نہیں۔؟"

"وہ بعد کا پروگرام ہے۔ ویسے وہ بھی لسٹ پر ہے۔" میں نے کہا اور ندرت بے اختیار ہنس پڑی۔ ابھی ہمیں بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ کچھ سرسراہٹیں سنائی دیں اور ہم چونک پڑے۔

"تم نے یہ آوازیں سنیں ندرت۔؟" میں نے پوچھا

"ہاں"!

"کیا یہ انسانی قدموں کی آوازیں نہیں تھیں۔؟"

"شاید لیکن میرے خیال میں ان سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں اگر یہ ویلینی کے باشندے ہیں تو ہمیں ان کے ہاتھوں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔" ندرت نے جواب دیا۔

سرسراہٹیں معدوم ہوگئیں۔ ڈاکٹر طاہر علی، کنور پربھات سنگھ اور کرنل آسٹن جوش و خروش سے بیٹھے آپس میں باتیں کررہے تھے موضوع ویلینی کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا اس کا مجھے یقین تھا۔

سمبوتورا کو گئے ہوئے کافی دیر ہوچکی تھی۔ سرسراہٹ سننے کے بعد ہم لوگ بھی خاموش ہوگئے تھے اور کسی نئی صورتحال کے منتظر تھے۔

دفعتاً سمبوتورا تیز قدموں سے اس طرف آتا نظر آیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے، وہ ہم دونوں کے پاس پہنچ گیا۔ "گازالی۔ ایک پریشان کن صورتحال پیش آگئی ہے۔" اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"کیا۔؟"

"ویلینی کی طرف سے جواب نہیں مل رہا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"یہاں اس سرزمین پر آنے کے بعد میں بہت مطمئن تھا کیونکہ ویلینی یہاں تھی اور۔ اور۔" سمبوتورا نے حلق تر کرنے لیے تھوک نگلا

"تھی سے کیا مراد ہے سمبوتورا۔؟"

"پتا نہیں کیا ہوا۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا۔ کسی قسم کا کوئی اشارہ نہیں مل رہا۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ یہاں موجود ہی نہیں ہے۔"

"ممکن ہے وہ کہیں چلی گئی ہو۔"

"ہاں میں نے دوسرے لوگوں سے بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میرا ذہنی پیغام وصول کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ ویلینی کے ساتھ تو ہمارے دوسرے بہت سے ساتھی تھے۔ نہ جانے کیا ہوا ہے۔" سمبوتورا کی تشویش بتاتی تھی کہ واقعات میں کوئی پریشان کن تبدیلی واقع ہوئی ہے ورنہ بہت سی باتیں سوچی جاسکتی تھیں۔

"اس بات کے امکانات تو ہوسکتے ہیں تورا کہ ویلینی عارضی طور پر یہاں سے کہیں دور گئی ہو اور بعد میں واپس آجائے"

"ہم لوگ کافی تعداد میں ہیں گازالی۔ اور ہم میں سے ہر ایک دوسرے کا ذہنی پیغام وصول کرلیتا ہے۔ ویلینی سے رابطے کے بعد میں نے ہر اس شخص سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جو ہم میں سے ہے۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملتا۔ اور پھر ایسا۔ کیا تم یہ کوشش نہیں کرسکتیں۔"

"تم نے ہواؤں میں انھیں تلاش نہیں کیا وائی مین۔؟" ندرت نے پراسرار لہجے میں کہا۔

"کرچکا ہوں۔ براہ کرم تم بھی۔" سمبوتورا نے کہا اور پھر چونک کر خاموش ہوگیا۔ اس بار قدموں کی چاپ اور پتوں کی سرسراہٹ بہت قریب محسوس ہوئی تھی۔

اور پھر وہ ہمارے سامنے آگئے۔ سات آٹھ تبتی وحشی باشندے تھے جو مخصوص ساخت کے ہتھیار سنبھالے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے بھیانک تھے۔ وحشت و درندگی ان کے خدوخال سے عیاں تھی۔ جانوروں کی کھالوں سے انھوں نے اپنے جسم ڈھک رکھے تھے۔ موٹی موٹی کھالوں کو وہ تسموں کی مدد سے اپنے پیروں سے باندھے ہوئے تھے ان کی کرخت نگاہیں ہمیں گھور رہی تھیں اور ان کے چہروں کے تاثرات اچھے نہ تھے۔

طاہر علی وغیرہ نے بھی انھیں دیکھ لیا اور بوکھلا کر کھڑے ہوگئے۔ ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔

وہ لوگ اپنی جگہ کھڑے ہمیں گھورتے رہے۔ پھر ہماری طرف سے کوئی تحریک نہ پاکر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔

"یہ ویلینی باشندے ہیں۔؟" میں نے آہستگی سے پوچھا۔

"ہاں۔" سمبوتورا نے دھیرے سے کہا۔

"لیکن ان کا انداز۔؟"

"اچھا نہیں ہے۔" سمبوتورا نے آہستہ سے کہا۔ وہ خاموشی

سے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً سمبو تورا نے چیخ کر کہا۔

"آپ لوگوں میں سے کوئی ان سے تعرض نہ کرے۔ ہوشیار۔" سمبو تورا کے چیخنے پر انھوں نے نیزے سیدھے کر لیے لیکن سمبو تورا نے جلدی سے ہاتھ اٹھا دیے تھے۔ ہم سب نے اس کی تقلید کی۔ سب اپنی جگہ ساکت کھڑے ہوئے تھے۔

بدہیئت وحشی قریب پہنچ گئے۔ اور پھر انھوں نے ہمیں پُرامن پاکر ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور نیزوں کی نوکیں ہمارے جسموں میں چبھو چبھو کر ہمیں آگے بڑھنے کا اشارہ کرنے لگے۔ وہ طاہر علی وغیرہ کو بھی ہمارے قریب لے آئے تھے۔

"کیا تم ان کی زبان بھی نہیں بول سکتے سمبو تورا —؟"

"بول سکتا ہوں مگر ابھی خاموش رہو۔"

"سازش ہے یہ۔ سو فیصدی سازش ہے۔ گازالی تم خود بھی اس شخص کے چکر میں آ گئے ہو اور ہمیں بھی۔" کرنل آسٹن نے واویلا کرتے ہوئے کہا۔ اشارہ سمبو تورا کی طرف تھا۔

"کرنل خود کو قابو میں رکھو ورنہ اپنی موت کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔" سمبو تورا نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں، ہاں ٹھیک ہے۔ اب کون تمھارا کچھ بگاڑ سکتا ہے۔ ہم سب تو تمھارے رحم و کرم پر ہیں۔" کرنل نے کہا۔

"گازالی اس شخص کو سمجھاؤ۔ ایک آدمی کی غلط حرکت سب کی زندگی خطرے میں ڈال سکتی ہے۔" سمبو تورا بولا۔

"سچویشن تمھارے کنٹرول میں ہے سمبو تورا، جتنی دھمکیاں چاہو دے سکتے ہو۔" طاہر علی نے بھی ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"سچویشن میرے کنٹرول میں ہے؟" سمبو تورا نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"کیا تم اس وقت تک ذہنی طور پر انھیں کنٹرول نہیں کر سکے سمبو تورا —؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یہ ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوگا۔ صورتحال پُراسرار ہے اس کی وجہ جان لینے دو پھر کچھ کیا جائے گا۔ فی الحال ان سے مکمل تعاون ضروری ہے۔" سمبو تورا نے جواب دیا۔

میں خاموش ہو گیا مجھے سمبو تورا اور ندرت پر مکمل اعتماد تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی اور کرنل آسٹن وغیرہ کی فطرت کا مجھے بخوبی اندازہ تھا ان کی نسبت کنور پربھات سنگھ معتدل انسان تھا اور تحمل رکھتا تھا۔ کرنل آسٹن کو کچھ دُور چل کر اپنی حماقتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اس نے رک کر گھونسا لہراتے ہوئے کہا۔

"یہ سب تو مجھے ایک مکمل سازش معلوم ہوتا ہے۔

اور — اور میں سمجھتا ہوں کہ" لیکن بات پوری ہونے سے پہلے عقب میں چلنے والے ایک وحشی نے لکڑی کا گرز اس کے شانے پر مارا۔ اور کرنل ایک دلدوز چیخ کے ساتھ زمین پر گر پڑا۔ دو وحشیوں نے اس کے بدن میں نیزے چبھو کر اسے کھڑے ہونے پر مجبور کر دیا لیکن وہ مسلسل کراہ رہا تھا۔ وحشی نے اسے رکنے نہ دیا اور اس زور سے اس کی پشت میں نیزے چبھوئے کہ قمیص سے خون چھلک آیا۔ وہ تیز تیز چلنے لگا۔

"تم میں سے ہر ایک اس وقت اپنی زندگی کی حفاظت خود کر سکتا ہے۔ دوسرا کوئی مدد نہیں کر سکتا۔" سمبو تورا نے کہا، کرنل آسٹن کی کیفیت کو دیکھ کر سب ہی سنبھل گئے۔

اور اس کے بعد خاموشی سے یہ سفر جاری رہا۔ گھنے جنگل شروع ہو گئے تھے بعض جگہوں پر راستہ دشوار گذار تھا لیکن یہ جنگل زیادہ وسیع نہیں تھے درختوں کے بعد ہی ایک عظیم الشان میدان نظر آیا جہاں لاتعداد جھونپڑے بکھرے ہوئے تھے لیکن ان جھونپڑوں میں ایک ترتیب تھی ان کے درمیان وسیع راستے چھوڑے گئے تھے بعض جھونپڑوں کے اطراف احاطے بنے ہوئے تھے۔ ولیمینی کے لوگ نیزوں اور کلہاڑیوں سے مسلح ان کے درمیان چل پھر رہے تھے۔ لیکن عورتیں اور بچے نظر نہیں آ رہے تھے۔ ان راستوں سے گذار کر ہمیں ایک جھونپڑی کے سامنے لے جایا گیا جس کے اطراف احاطہ بنا ہوا تھا اور پھر ہم سب کو اس احاطے میں دھکیل دیا گیا۔ احاطے کی دیواریں کافی بلند تھیں ہمیں اندر داخل کر کے دروازہ بند کر دیا گیا۔ درمیان بنی ہوئی جھونپڑی کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور ہمیں اس میں داخل ہونے کی ممانعت نہیں تھی۔ کرنل آسٹن تو بیٹھ کر درد سے کراہنے لگا۔ اس کا شانہ سوج گیا تھا اور وہ کافی تکلیف کا شکار نظر آتا تھا۔ باقی لوگ احاطے میں منتشر ہو گئے۔ میں بھی ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ جھونپڑی اتنی کشادہ تھی کہ ضرورت کے وقت ہم سب اس میں سما سکتے تھے۔ احاطے کے دروازے کے باہر وحشیوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ کافی لوگ وہاں موجود تھے۔

ڈاکٹر طاہر علی جھونپڑی میں داخل ہو گئے۔ کنور پربھات سنگھ کرنل آسٹن کے شانے کا زخم دیکھنے لگا۔ ندرت اور سمبو تورا میرے نزدیک آ گئے۔

"کوئی بہت بڑی تبدیلی ہوئی ہے گازالی۔ براہ کرم تم ان دوسرے لوگوں کی طرح بددل نہ ہونا۔"

میں نے عجیب سی نگاہوں سے سمبو تورا کو دیکھا پھر زہریلے لہجے میں جواب دیا۔

"تمھارے اس حکم کی بھی تعمیل ہو گی سمبو تورا —!"

"اوہ میں تمھیں حکم دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یقین کرو خود میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آ رہا۔ یہ ولیمینی ہے۔ سو فیصدی ولیمینی لیکن یہ سب کچھ۔ آہ کچھ تو سمجھ میں آئے —!"

"جب تم جیسا واقف کار نہیں سمجھ پا رہا تو میں کیا سمجھوں گا۔ مجھے تو کچھ بھی نہیں معلوم۔"

"ان لوگوں میں سے کسی سے بھی ذہنی رابطہ قائم نہیں ہو پا رہا۔ کوئی آواز نہیں ہے دوسری طرف۔ وہ سب کہاں چلے گئے۔ ایک بھی تو نہیں رہا میں نے فضاؤں میں ان کی خوشبوئیں تلاش کیں۔"

"تب تم کسی غلط جگہ آ گئے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"گازالی۔ پلیز۔ تم دوسروں کی مانند گفتگو مت کرو میں تنہا رہ جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں خاموشی اختیار کیے لیتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد میں بھی کرنل آسٹن ہی کے پاس جا بیٹھا . ندرت اور سمبو تورا ایک اور کونے میں چلے گئے۔

کئی گھنٹے گذر چکے تھے۔ میں جھونپڑی میں اکیلا لیٹا ہوا تھا کہ ندرت ایک برتن اٹھائے اندر داخل ہوئی برتن میں پھل اور گوشت رکھا ہوا تھا۔ میرے قریب بیٹھ کر اس نے مجھے کھانے کا اشارہ کیا۔

"یہ سب —؟"

"انھوں نے کافی مقدار میں یہ سامان ہمیں دیا ہے۔ اٹھو پلیز کھا لو —!" میں نے صرف چند پھل ہی کھائے۔ ندرت خود بھی میرے ساتھ کھاتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ یوں لگتا ہے جیسے ولیمینی کو یہاں کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ حالانکہ وہ اتنی کمزور نہیں تھی۔ وائی مین اپنی قوتوں کو بروئے کار لاکر حالات جاننے کی کوشش کر رہا ہے کچھ وقت ضرور لگے گا۔ لیکن وہ اس میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"حادثہ کیا ہو سکتا ہے ندرت —؟"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آ رہا گازالی۔ یقین کرو وائی مین خود بھی بدحواس ہو گیا ہے۔ ہمیں ایسی کسی بات کی توقع نہیں تھی۔"

"بہر حال ندرت۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"یہ لوگ لگ وائی مین کو پریشان کر رہے ہیں۔ ابھی ڈاکٹر طاہر علی، وائی مین سے کافی سخت گفتگو کر چکے ہیں۔"

"میں ان لوگوں سے بات کروں گا۔"

"حالات کو سنبھالو گازالی۔ ہمیں خود کو محفوظ رکھنا ہے اور باہر چلو —" میں ندرت کے ساتھ باہر آ گیا۔ شام جھک آئی تھی۔ طاہر علی وغیرہ احاطے کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے میں دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دوسری طرف مسلسل پہرا لگا ہوا تھا۔ پھر میں سمبو تورا کے پاس آ گیا۔ سمبو تورا غور سے مجھے دیکھنے لگا۔

"خیال یہ تھا سمبو تورا کہ ولیمینی پہنچ کر صورتحال بہتر ہو جائے گی لیکن اب جو کیفیت ہے اس کے بعد کیا کرو گے۔"

"میں بہت پریشان ہوں گازالی۔"

"مجھے اندازہ ہے لیکن پتا تو چلے کہ یہ سب کچھ —؟"

"پتا چل سکتا ہے میں انتظار کر رہا ہوں۔"

"کس بات کا —؟"

"آج رات گذر جانے دو۔ صبح سورج نکلنے سے قبل کچھ نہ کچھ کروں گا۔"

"ٹھیک ہے سمبو تورا۔ ان دوسرے لوگوں کی بات میں نہیں کرتا لیکن میں تم سے پوری طرح تعاون کروں گا۔"

"تمھارا بے حد شکریہ گازالی۔" سمبو تورا نے ممنون لہجے میں کہا۔

رات کی تاریکی فضا پر مسلط ہوتی جا رہی تھی پھر چاروں طرف گہرا اندھیرا چھا گیا طاہر علی وغیرہ جھونپڑی میں چلے گئے تھے کیونکہ تاریکی چھاتے ہی کہر اتر آئی تھی اور ماحول پر دھند چھا گئی تھی۔ ندرت ایک جگہ بیٹھ کر اونگھنے لگی میں کھردری زمین پر لیٹ گیا ۔ دماغ اور بدن اس قدر تھکے ہوئے تھے کہ فوراً ہی نیند آ گئی۔ پھر اسی وقت جاگا جب ندرت نے مجھے جھنجھوڑا۔

غالباً صبح ہونے والی تھی۔ چاروں طرف ہو کا عالم طاری تھا۔ کچھ فاصلے پر کچھ ہو رہا تھا۔ ندرت مجھے جگا کر اسی جگہ لے گئی اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سمبو تورا زمین پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے بالکل سامنے دو وحشی دو زانو بیٹھے ہوئے ہیں۔ ندرت نے خاموشی سے مجھے وہاں بیٹھنے کے لیے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ سمبو تورا کے منہ سے کچھ الفاظ نکلے۔ اور اس کے جواب میں وحشیوں نے بھی کچھ کہا۔ تب ندرت بولی — وائی مین نے ان دونوں کے ذہن اپنے

کنٹرول میں کیے ہیں اور ان سے پوچھا ہے کہ یہ کونسی جگہ ہے جواب میں انھوں نے کہا ہے کہ ویلینی "۔

وائی مین ان سے پھر پوچھنے لگا۔ اور ندرت اس کا ترجمہ کرنے لگی ــــ " وہ کہتے ہیں کہ وہ آسمانی دیوی کے پجاری ہیں۔ اس نے ان کی تقدیر بدلی ہے اب یہاں کی زمین وافر غلہ اگاتی ہے وبائیں یہاں سے دور چلی گئی ہیں دیوی ان پر رحم کرتی ہے۔ آسمانی مخلوق سب پہاڑوں پر رہتی ہے۔ اس کے نمائندے ان کے لیے نجات کے راستے تلاش کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک یہاں قیدی ہیں جب تک "ویلینی" ہمارے لیے کوئی حکم نہ دے اکے ہرکارے اسے ہمارے بارے میں اطلاع دے چکے ہیں "۔

ندرت مجھے ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ بتاتی رہی۔ پھر دونوں وحشی باشندے اٹھ کر باہر بھاگ گئے۔ اور سمبو تورا نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر میری طرف رخ کرکے بولا ــــ " گازالی میری ذہنی قوتیں اب مفلوج ہوتی جا رہی ہیں "۔

" کیوں سمبو تورا ــ ؟ "

" یہ لوگ جو کچھ مجھے بتا رہے ہیں سب کچھ وہی ہے جو میں جانتا ہوں۔ یہ ویلینی کو آسمانی مخلوق کہتے ہیں۔ ویلینی نے یہاں اصلاحات کرکے ان کی حالت بہتر بنائی ہے یہاں ایک نظام قائم کیا ہے جو سب کچھ جوں کا توں ہے یہ ساری باتیں ویلینی کی کرتے ہیں لیکن ویلینی، میرا اس سے ذہنی رابطہ کیوں نہیں ہو رہا۔ ہمیں یہ لوگ ویلینی کا نمائندہ کہتے ہیں وہ سب بھی ہمارے ساتھی ہیں۔ لیکن ؟ "

" ممکن ہے سمبو تورا کوئی معمولی سی بات ہو۔ ویلینی کسی کام میں مصروف ہو "

" یہ لاتعلقی ہی غیر فطری ہے باقی سب کچھ ٹھیک ہے "۔

" انتظار کرلو۔ حالات کا تجزیہ کرو اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ذہن میں رکھو کہ ہمیں اپنا تحفظ بھی کرنا ہے۔ "

" گویمن کے لیے سخت پریشان ہوں میں۔ اگر اس کی حفاظت کا خیال نہ ہوتا تو اب تک کچھ کر چکا ہوتا "۔

" بہتر ہے کہ ویلینی کی طرف سے کچھ ہونے کا انتظار کرو "

سورج چڑھنے پر باقی لوگ بھی جاگ گئے۔ کرنل آسٹن کے شانے میں شدید تکلیف تھی۔ اور جاگنے کے بعد وہ کراہنے لگا تھا، طاہر علی نے اشارے سے مجھے قریب بلایا اور پھر کہنے لگا۔ " تم مانو یا نہ مانو غزالی یہ شخص ہم سے فراڈ کر رہا ہے "۔

" آپ سمجھدار انسان ہیں ڈاکٹر صاحب۔ وہ خود بھی ہمارے ساتھ ان کا قیدی ہے اور پھر میرے خیال میں وہ ہم سب کو دعوت دے کر نہیں لایا ہے، براہ کرم ان حالات میں اسے پریشان کرنے کے بجائے حالات کا تجزیہ کریں اور مستعد رہیں "۔

" مگر ویلینی کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا تھا ۔ ؟ "

" حالات میں غیر متوقع تبدیلی پائی جا رہی ہے جو ابھی ناقابل فہم ہے "۔

" تم جو کچھ بھی ہو غزالی میں ایک پیش گوئی کیے دیتا ہوں، سمبو تورا کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح بوڑھے کو لیکر یہاں تک آجائے اس کے لیے اس نے ہم لوگوں کو اپنا آلۂ کار بنایا اور اب کسی بھی وقت وہ بوڑھے اور لڑکی کو لے کر نکل جائے گا اور ہم ــــ "

" اگر یہ صورتحال ہے بھی ڈاکٹر تو بہرحال ہم پھنس چکے ہیں "۔

" میں خود کو اتنا بے بس نہیں سمجھتا "۔

" ٹھیک ہے آپ کو اختیار ہے اور کچھ کرسکیں تو ضرور کریں۔ اچھا ہے وہ وقت جلد آجائے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے "۔ میں نے خشک لہجے میں کہا اور پھر وہاں سے چلا آیا۔

" دوپہر ہو گئی۔ ہمیں دوبارہ کھانا دیا گیا بس دن میں ایک بار آج بھی خوراک دی گئی تھی لیکن مقدار اتنی تھی کہ اگر ہم رات کے لیے بھی بچا کر رکھتے تو پوری ہو جاتی۔

پورا دن گذر گیا۔ اب پھر وہی پریشانی اور بیزاری طاری تھی۔ رات کو میں پھر سونے لیٹ گیا بے بسی کا احساس گہرا ہوتا جا رہا تھا نہ جانے کب گہری نیند سو گیا۔ دوسری صبح سب لوگوں کے ساتھ ہی جاگا ــ خلاف معمول سمبو تورا گہری نیند سو رہا تھا۔ ندرت کی تلاش میں نگاہ دوڑائی تو وہ نظر نہیں آئی۔ وہ شاید جھونپڑی کے اندر تھی۔ میں نے سمبو تورا کو جگایا تو وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ گیا۔ " آج میں لمبا سو گیا "۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" مجھے اندازہ ہے تم پچھلی راتوں میں نہیں سو سکے ہو " سمبو تورا جمائیاں لے رہا تھا۔ پھر اس نے طاہر علی وغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ " یہ لوگ بے حد عجیب ہیں۔ مسلسل طنزیہ گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ میں نے ان کی باتیں سننا چھوڑ دی ہیں "۔

" سفلی لوگ ہیں تم محسوس نہ کیا کرو "

" مجھے صرف یہ خوف ہے کہ اپنی زندگی کے لیے کوئی خطرہ نہ مول لے بیٹھیں "

" مجبوری ہے۔ انھیں سمجھا دیا گیا ہے اس کے باوجود اگر ــ ندرت کہاں ہے "۔ میں نے جھونپڑی کی طرف دیکھ کر کہا اور پھر سمبو تورا کے پاس سے اٹھ کر جھونپڑی کی طرف چل پڑا گویمن راستے میں موجود تھا اور اس وقت زمین سے پتھر چن چن کر کچھ بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب اس کی یہ حرکتیں اجنبی نہیں تھیں اس لیے میں نے اسے نظرانداز کیا اور جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔

لیکن جھونپڑی خالی تھی۔ میں نے متحیرانہ انداز میں ندرت کو آوازیں دیں اور تھوڑی ہی دیر میں ہمیں اندازہ ہو گیا کہ ندرت غائب ہے۔ سمبو تورا اس اطلاع پر کافی مضطرب ہو گیا تھا۔ کرنل آسٹن نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

" یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔ پہلے لڑکی غائب ہوئی ہے اس کے بعد یہ دونوں بھی بیک وقت غائب ہو جائیں گے اور ــــ وہ ہذیانی انداز میں ہنس پڑا۔ " ہم رہ جائیں گے جناب ہم ــــ سمجھے گازالی۔ صرف ہم۔ "

سمبو تورا نے گھور کر اسے دیکھا۔ اور پھر مجھ سے بولا۔ " میں اس کی گمشدگی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن " وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

" ابھی کچھ اور انتظار کرنا ہوگا "

" لیکن ندرت۔ ؟ " میں نے کہا۔ سمبو تورا نے اس بات کا جواب نہیں دیا اور گردن جھکا کر سوچنے لگا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

" تم جانتے ہو۔ اس کے بارے میں معلوم ہو جائے گا "

کرنل آسٹن سمبو تورا اور بوڑھے بابا کے بارے میں مسلسل زہر اگلتا رہا اس نے کہا کہ یہ پراسرار لوگ کوئی عجیب ناٹک رچائے ہوئے ہیں ان کی سرگرمیاں نامعلوم ہیں لیکن نہ تو بوڑھا بابا پاگل ہے نہ سمبو تورا مخلص ہے یہ سب کچھ کسی پروگرام کے تحت ہو رہا ہے۔

میں سمبو تورا کو لے کر وہاں سے ہٹ آیا۔ سمبو تورا نے کہا کہ اگر تم مجھے جھونپڑی کے اندر تنہا چھوڑ دو تو شاید میں تمہیں ندرت کے بارے میں کچھ بتا سکوں۔

" میں کوشش کرتا ہوں "۔ میں نے کہا۔ بمشکل تمام میں ان لوگوں کو جھونپڑی سے دور ہٹانے میں کامیاب ہو سکا۔ ان سب کے منہ بگڑے ہوئے تھے حالات نے انھیں چڑچڑا کر دیا تھا اب ڈاکٹر طاہر علی بھی پوری طرح آسٹن کا ہمنوا بن گیا تھا " فرض کریں اگر ایسا ہے بھی ڈاکٹر طاہر علی تو اس شکل میں ہم کیا کریں گے۔ ؟ "

" اب کیا کرسکتے ہیں۔ اگر پہلے موقع ملتا تو ؟ "

" آپ کو موقع ملا تھا ڈاکٹر صاحب " میں نے کہا۔ اور طاہر علی مجھے گھورنے لگا پھر بولا۔

" میرے خیال میں غزالی تمہارے اندر بھی تبدیلی پیدا ہوتی جا رہی ہے " " ایک بار پھر درخواست کرتا ہوں طاہر علی صاحب۔ حالات بے حد پریشان کن ہیں لہٰذا خود کو قابو میں رکھیں "۔

" خاک قابو میں رکھوں۔ مر مر کے جینا پڑ رہا ہے اب زندہ واپس جانے کی کوئی امید بھی نہیں ہے زندگی سے اتنے دور ہو گئے ہیں ہم کہ ــ کہ ــ "

" حوصلہ رکھیں۔ خدا پر بھروسا کریں۔ کوئی سبیل نکلے گی، مر مر کے جینا کوئی قیمت رکھتا ہے۔ "

بڑی مشکل پیش آرہی تھی۔ وقت گذرتا رہا۔ پھر سمبو تورا باہر نکل آیا ان لوگوں کو میں نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا اس لیے ان کے سامنے سمبو تورا سے کچھ پوچھنا بھی مناسب نہیں سمجھا الگ ہٹ کر میں نے فوراً سمبو تورا سے اس بارے میں سوال کر ڈالا۔

" ہم بڑی مشکل میں پھنس گئے ہیں گازالی۔ ندرت یا تو بیہوش ہے یا پھر یہاں سے بہت دور لے جائی جا چکی ہے جہاں تک میری ذہنی پہنچ نہیں ہے اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملتا۔ "

" اب سمبو تورا دیر نہ کرو۔ جس طرح تم نے ان لوگوں کو قابو میں کرکے اپنے اشاروں پر نچایا تھا اسی طرح میرے خیال میں ان لوگوں سے بھی کام لو۔ "

" مجھے مشورہ دو گازالی۔ کیا کام لوں ان لوگوں سے۔ ؟ "

" کیا ہم ان کی قید سے نکل نہیں سکتے۔ ؟ "

" نکل سکتے ہیں "

" پھر ــ ؟ "

" نکل کر کہاں جائیں گے ــ ؟ "

" مطلب۔ ؟ " میں اسے گھورتے ہوئے کہا۔

" یہ طویل مشقت ہم نے ویلینی تک پہنچنے کے لیے کی تھی۔ ہم یہاں آگئے ہیں، حالات بے حد حیران کن ہیں

لیکن فرار ہونے کے بعد ہم واپسی کا سفر تو نہیں کر سکتے کچھ نہ کچھ تو معلومات ہونی ہی چاہئیں سارا کھیل بگڑ گیا ہے۔ آخر ویلینی۔ اور پھر یہ لوگ، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" سمبو تورا پیشانی مسلتا ہوا بولا۔

میں صورتحال سمجھ رہا تھا۔ واقعی ان لوگوں کو قابو میں کر کے ہم لوگ نکل تو سکتے تھے لیکن جاتے کہاں یہ معلومات حاصل کیے بغیر تو یہاں سے واپسی بھی حماقت تھی۔ سمبو تورا کی کیفیت کا مجھے احساس تھا۔ میں نے کہا۔

"سمبا پہاڑیاں کہاں ہیں۔۔؟"

"میں نہیں جانتا۔ یہ سب کچھ میرے لیے اجنبی ہے" سمبو تورا نے مایوسی سے کہا۔ پھر بولا "انتظار کر لو اس وقت کا جب ویلینی ہمیں طلب کرے"۔ لیکن اس کی نوبت نہ آئی دوسری صبح ایک سب سے خوفناک لمحہ میرا منتظر تھا ڈاکٹر طاہر علی نے بتایا کہ سمبو تورا کا بوڑھا بابا بھی اب احاطے یا جھونپڑی میں موجود نہیں ہیں۔

"یہ دماغ۔۔ یہ دماغ بوڑھا ضرور ہو چکا ہے لیکن ابھی اسکی صلاحیتیں مردہ نہیں ہوئیں، کہاں گئے تمہارے دوست کہاں ہیں۔ آو از دو انھیں جو تمہیں چھوڑ گئے سن لو کنور پربھات سن لو ڈاکٹر۔ اگر غزالی کو اب بھی ان پر بھروسا ہے تو پھر تیسرے مرحلے میں وہ غائب ہو جائے گا اور ان وحشیوں کے لیے صرف ہم لوگ رہ جائیں گے۔ اور اصولاً یہی ہونا چاہیے۔ خزانے کے جتنے حقدار کم ہو جائیں گے اتنا ہی بہتر ہو گا۔ تم سمجھ رہے ہو نا" کرنل آسٹن نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا۔

مجھے غصہ آگیا "احمق نہ بنو کرنل آسٹن۔ کیا تم لوگ مجھے اپنے شانوں پر بٹھا کر یہاں لائے تھے۔ کیا ضرورت تھی مجھے تمہاری جان بچانے کی۔ کونسی اعلیٰ کارکردگی کا اظہار کرتے آئے ہو تم لوگ، بتاؤ مجھے کون سے فائدے پہنچے ہیں تم سے۔ کوئی جواب دینا پسند کرو گے، مجھے آپ پر حیرت ہے ڈاکٹر۔ آپ بھی کرنل آسٹن کے ہمنوا ہیں اتنا خود غرض ثابت ہوا ہوں میں۔۔؟"

ڈاکٹر طاہر علی ٹھنڈا پڑ گیا۔ کنور پربھات نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میری رائے ان لوگوں میں شامل نہ سمجھو غزالی۔ پلیز۔" "ان لوگوں کو سمجھائیے کنور صاحب میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ سبھی اپنے قدموں سے چل کر نہیں گئے"۔

"ایک بات بتاؤ غزالی، کیا ہم لوگ بھی اسی طرح یہاں سے غائب ہو جائیں گے۔۔؟" کنور پربھات نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ میں کیسے بتاؤں" میں نے جواب دیا حسب معمول جب چند وحشی ہمارے لیے کھانا لائے تو کرنل آسٹن ان پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے شاید پہلے سے وہ نوکیلی لکڑی چھپا کر رکھ لی تھی جسے لے کر وہ ایک وحشی پر حملہ آور ہو گیا۔ پہلے ہی حملے میں اس نے لکڑی وحشی کے پیٹ میں بھونک دی۔ کھانے کے برتن دوسرے وحشیوں کے ہاتھوں سے گر پڑے اور وہ چیختے ہوئے باہر بھاگے کرنل آسٹن جانوروں کی طرح زخمی وحشی کو جھنجھوڑنے لگا۔ وہ اس کے پیٹ سے لکڑی نکال کر اس پر دوبارہ حملہ کرنا چاہتا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات اس سے چمٹ گئے اور اسے وحشی سے علیحدہ کرنے لگے لیکن نہ جانے کہاں سے اس میں اتنی طاقت آگئی کہ وہ ان کے بس میں نہ آیا۔ مجھ پر بھی جنون سوار ہو گیا۔ پاگل کرنل نے سب کی موت کا بندوبست کر لیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر کرنل کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈالے اور اسے اٹھا کر دور پھینک دیا۔

اسی وقت بارہ وحشی اندر داخل ہو گئے۔ سیاہ ریچھ کی کھال میں ملبوس ایک لمبا تڑنگا آدمی ان کی راہنمائی کر رہا تھا۔ کرنل زمین پر گرا اور پھر دوبارہ اٹھ کر مجھ پر حملہ آور ہوا لیکن میرے ایک گھونسے نے اسے زمین چٹا دی۔ اور چاروں شانے چت گرا۔ اسی وقت سیاہ ریچھ کی کھال میں ملبوس وحشی نے آگے بڑھ کر اپنا نیزہ اسکے حلق پر رکھ دیا۔ کرنل بے تحاشا گالیاں بک رہا تھا۔

ذرا سی دیر میں وحشیوں نے اسے جکڑ لیا۔ دو چند لوگ اس دوسرے وحشی کو اٹھا کر لے گئے جو زخمی ہو گیا تھا۔ پھر وہ سب کرنل کو کھینچتے ہوئے باہر لے گئے ہم سے کچھ نہیں کہا گیا۔ باہر سے وحشیوں کے شور مچانے کی آوازیں دل لرزائے دے رہی تھیں وہ بھیانک آوازوں میں چیخ رہے تھے۔

"کرنل کے پاگل پن نے موت آسان کر دی" ڈاکٹر نے پھیکے لہجے میں کہا۔ میں اور کنور خاموش رہے ہمیں آنے والے برے وقت کا انتظار تھا اور وہ بہت جلد آگیا۔ وحشیوں کا ایک اور غول اندر آیا اور انھوں نے نیزے چبھو چبھو کر باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ یہی غنیمت تھا۔ ہم خاموشی سے باہر آ گئے۔ احاطے سے کچھ دور وہ ہمیں ایک میدان میں لے آئے جہاں بہت سے تبتی وحشی موجود تھے۔ ہمارے سامنے ہی پیپل سے درخت کے تنے سے کرنل آسٹن بندھا ہوا تھا

اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کر کے درخت کے تنے سے باندھ دیے گئے تھے اس طرح پیر بھی بندھے ہوئے تھے وہ واقعی پاگل ہو گیا تھا کیونکہ اس وقت بھی وہ گالیاں بک رہا تھا اور اس کے چہرے پر وحشت چھائی ہوئی تھی۔ دفعتاً کنور پربھات سرسرائی آواز میں بولا۔

"وہ۔ وہ دیکھو۔۔ وہ دیکھو۔ اور میری نگاہ اس سمت اٹھ گئی۔ چند وحشی ایک انسانی بدن کو ہاتھوں پر اٹھائے اسی طرف آرہے تھے۔ قریب آنے پر ہم نے دیکھا وہ اسی وحشی کی لاش تھی جو کرنل آسٹن کے ہاتھوں مارا گیا تھا وہ مر چکا تھا اور اس کے بعد۔

لاش کرنل آسٹن سے کچھ فاصلے پر رکھ دی گئی۔ ہمیں لکڑی کے مٹھوں پر بٹھا دیا گیا، جو اس وقت وہاں لا کر رکھ دیے گئے تھے بہت سے وحشی ہمارے نگراں تھے اور اس وقت ہماری جنبش بھی ہمارے لیے موت کا سامان بن سکتی تھی چنانچہ ہم خاموشی سے بیٹھ کر آنے والے وقت کا انتظار کرنے لگے۔

دھوپ سر سے گذرتی رہی، وحشی خاموش تھے تقریباً دو گھنٹے تک ہم اسی طرح بیٹھے رہے پھر اچانک وحشیوں میں ہلچل مچ گئی کچھ عجیب سی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اس کے بعد وہی سیاہ ریچھ کی کھال والا اندر آیا اس وقت اس نے ایک ٹوپی اوڑھ رکھی تھی جس میں دو سینگ لگے ہوئے تھے۔ اس کے عقب میں ایک عورت تھی جو بین کرتی آرہی تھی۔ پیچھے دو بچے بھی تھے۔ روتی ہوئی عورت لاش کے پاس پہنچ گئی اور پھر وہ اچانک خاموش ہو گئی۔ اس کے چہرے پر درندگی ابھرنے لگی تھی وہ لاش کو دیکھتی رہی حیرت انگیز بات تھی کہ مردوں کی نسبت عورت بہت خوبصورت تھی اس کا رنگ پکا تھا لیکن نقوش بہت جاذب تھے اسی مناسبت سے بدن کی تراش بھی حسین تھی ویلینی قبیلے کی یہ پہلی عورت ہم نے دیکھی تھی۔

دفعتاً سیاہ ریچھ کی کھال والا زور سے چیخا اور اس نے انگلی سے کرنل آسٹن کی طرف اشارہ کیا۔ عورت چونک کر کرنل کو دیکھنے لگی پھر اس نے گردن میں پہنی ہوئی مالا اتار کر لاش کے سینے پر رکھی اور پیچھے ہٹ گئی۔ فوراً ہی دو جنگلی آگے بڑھے اور انھوں نے ایک مضبوط نیزہ عورت کے ہاتھ میں دیدیا۔ کنور پربھات آہستہ سے بولا۔

"بیچارہ کرنل۔ اس نے موت اپنا لی" میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا صورتحال میری سمجھ میں بھی آرہی

تھی۔ یعنی اس عورت کو کہیں دور سے لایا گیا تھا اور شاید وہ اس مرنے والے کی کوئی عزیز تھی شاید بیوی۔

عورت نے نیزہ لے کر اسے لاش کے خون میں ڈبویا اور تن کر کھڑی ہو گئی کرنل اس دوران فضول باتیں کرتا رہا تھا لیکن اس کے باوجود ہم اس کی موت کے خواہاں نہ تھے۔ میں اضطراب کے عالم میں کھڑا ہو گیا تو بہت سے نیزے میرے بدن سے آلگے۔ سیاہ کھال والے نے چونک کر مجھے دیکھا اور زور سے کچھ بولا۔ اس کی آواز کے جواب میں نیزے میرے بدن سے ہٹ گئے۔ تب وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ زبان تو سمجھ میں نہیں آسکی لیکن اشارے ہم نے سمجھ لیے تھے وہ مجھے کسی حرکت کے لیے منع کر رہا تھا۔

میں کر بھی کیا سکتا تھا، میں نے اس سے پُر زور لہجے میں کرنل کی جاں بخشی کی اپیل کی لیکن وہ نہ سمجھ سکا اور پھر۔ کرنل کی دلدوز چیخ نے ہمارے جسموں پر لرزہ طاری کر دیا۔ عورت نے نیزہ اس کے دل کے مقام پر پیوست کر دیا تھا۔ کرنل کا بدن پھڑکنے لگا بندشوں کے باوجود وہ بری طرح اچھل رہا تھا۔ چھوٹے بچوں نے بھی دو نیزے خون میں ڈبوئے اور بڑی مہارت سے کرنل کے بدن میں پیوست کر دیے۔ ایک نیزہ کرنل کی گردن میں ترازو ہوا تھا دوسرا پیٹ میں لیکن پہلا وار ہی کاری تھا۔ اس نے کرنل کا کام تمام کر دیا۔

عورت اور بچے پھر لاش کے قریب بیٹھ گئے اور بین کرنے لگے۔ ہمارے قریب کھڑے وحشی جوانوں نے ہمیں رکنے کا اشارہ کیا لیکن اس بار وہ ہمیں اس جھونپڑے میں نہ لائے بلکہ درخت کے مشرقی سرے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا ان کی ہدایت پر عمل کرنے کے سوا کیا چارہ کار تھا۔ چنانچہ ہم گرتے پڑتے آگے بڑھنے لگے۔ عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ ویلینی تک پہنچنے کے لیے بڑی جدوجہد کی تھی میں نے لیکن سب بیکار ہو گیا تھا۔ سمبو تورا اور ندرت بھی بچھڑ گئے تھے ان سے کسی سازش کی مجھے توقع نہیں تھی

لیکن اب تو ہمیں تبت کے ان خوفناک علاقوں میں ہی موت مقدر معلوم ہوتی تھی بظاہر تو گلو خلاصی کی کوئی امید نہیں تھی۔ میری یہ کیفیت تھی تو ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ کی کیفیت کون سی مجھ سے مختلف ہوگی۔ وہ دونوں بھی زندگی کے بوجھ کو دھکیل رہے تھے۔ بہت کچھ ہو گیا تھا اب صرف تین افراد رہ گئے تھے بے بس اور بے دست و پا۔ اور دُور دُور تک روشنی کی کوئی کرن نہیں تھی کوئی اُمید نہیں تھی کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ آئندہ کیا ہوگا۔ اس بات کے امکانات موجود تھے کہ کچھ عرصہ کے بعد ڈاکٹر طاہر علی اور کرنل پربھات سنگھ بھی صبر و ضبط کا دامن چھوڑ بیٹھیں ان کا ذہنی توازن بھی خراب ہو جائے اور وُہ بھی کرنل آسٹن کی طرح موت کو گلے لگالیں۔ بہتری کی کوئی صورت نہیں رہی تھی۔ نہ جانے سمبوتورا کا کھیل کیسے خراب ہو گیا۔ ویلینی کہاں گئی سمبوتورا کا اس سے رابطہ کیوں نہیں قائم ہو سکا۔ کیا اسرار ہے۔ میں ان حالات میں کیا کر سکتا ہوں۔

راستے کو بغور دیکھا تک نہیں تھا میں نے بس مدہوشی کے عالم میں آگے بڑھ رہا تھا۔ طاہر علی کے قدم لڑکھڑا رہے تھے ان لوگوں میں کنور پربھات ہی سب سے طاقت ور آدمی ثابت ہو رہا تھا۔ وہ اب تک نارمل رہا تھا ایک پہاڑی سلسلہ عبور کر کے ہم دوسری طرف پہنچ گئے۔ اور یہاں پہلے سے بہتر جھونپڑوں کا شہر دیکھ کر میں خیالات کی دنیا سے نکل آیا۔

یہ ویلینی کے باشندوں کی اندرونی آبادی تھی یہاں ان کی عورتیں اور بچے موجود تھے جو جھونپڑیوں کے درمیان چل پھر رہے تھے۔ بچے ہماری دنیا کے بچوں سے مختلف نہ تھے۔ ہمیں تماشا سمجھ کر وہ ہمارے پیچھے لگ گئے ہمیں لانے والے انھیں ڈانٹ ڈانٹ کر بھگا رہے تھے لیکن کچھ دُور ہٹ کر وہ پھر ہمارے پیچھے لگ جاتے عورتیں دور دور سے ہمیں دیکھ رہی تھیں ان کے قد چھوٹے تھے لیکن چہرے مردوں کی نسبت دلکش تھے عموماً وہ اپنے سروں میں پھول لگائے ہوئے تھیں یہ پھول ان کے زیور تھے اور ان میں وُہ سج رہی تھیں۔ بعض لڑکیوں کو حسین کہا جا سکتا تھا۔ یہ مناظر دیر تک سامنے نہ رہے کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں ایک جھونپڑے میں دھکیل دیا گیا۔ وہ جگہ ان کی سرحدی چوکی کی حیثیت رکھتی تھی اور یہ جگہ ان کی اندرونی آبادی تھی نہ جانے انھوں نے ہمیں یہاں لانے کا خطرہ کیوں مول لیا تھا۔

یہ جھونپڑی بھی اس پہلی جگہ سے مختلف نہ تھی بس اس کا کوئی بیرونی احاطہ نہیں تھا ویسے یہ اس پہلے قید خانے سے زیادہ کشادہ جگہ تھی۔ یہاں گھاس کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور اس کا تھلّا سا منے تھا۔ یہ بستر کے طور پر استعمال کیے جا سکتے تھے۔

طاہر علی اور پربھات اب خاموش تھے۔ وہ جھونپڑی کے فرش پر لمبے لمبے لیٹ گئے تھے اور ان کی آنکھیں بند تھیں۔ میں بھی انھیں کی مانند زمین پر لیٹ گیا۔ ذہن کو سکون کا احساس ہوا تھا۔ دیر تک اسی طرح خالی الذہن لیٹا رہا۔ جب کیفیت کافی بہتر ہو گئی تو میں نے ان حالات میں اپنے لیے راہیں نکالنے کے بارے میں سوچا۔ اس طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھے پڑے رہنا تو بے معنی تھا۔ کچھ کرنا چاہیے۔ کچھ تو ہو۔ ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ کے لیے میں کچھ نہیں کر سکتا تھا اب وہ صرف تقدیر پر زندہ تھے۔ کوئی غلط قدم اٹھائیں گے تو نقصان برداشت کرنا ہوگا۔ یہ بیزار کن کیفیت ناقابلِ برداشت تھی میرے لیے۔ میں اپنے لیے مرنے کا فیصلہ کر سکتا ان کے لیے نہیں۔

ذہن دوسرے راستوں پر سفر کرنے لگا یہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں اگر یہاں سے فرار ہو جاؤں تو کہاں تک جا سکتا ہوں کیا کر سکتا ہوں سمبا پہاڑوں کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ اگر انھیں تلاش کر کے ویلینی تک پہنچنے کی کوشش کروں لیکن کیا ویلینی مجھے قبول کر لے گی۔ حیرت تھی کہ اس نے سمبوتورا کا ذہنی پیغام کیوں نہیں وصول کیا۔ یہ انوکھی بات تھی۔ کیا اس کے اور سمبوتورا کے درمیان بھی چکر ہے۔ اگر ایسی بات تھی تو سمبوتورا کو اس سلسلے میں بتانا چاہیے تھا یہ اس کا قصور ہے۔ اب تک صرف اس پر بھروسا کیا تھا۔ وہ خود بھی بہت پُر امید تھا بلکہ یہ تھا کہ گو مین کرے کر جا رہا ہے پھر یہ سب کیوں ہو چکا ہے تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اب تو میں تنہا ہوں ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات بالکل بیکار لوگ ہیں میں نے تو انھیں اس مشن پر آمادہ نہیں کیا تھا ان کے ذہن میں خود خزانے کے حصول کا سودا سمایا تھا اس میں میرا کیا قصور تھا لیکن اب وہ مجھ پر غصہ اتار رہے تھے میں ان کو نہیں سنبھال سکتا تھا مجھے خود ہی فیصلے کرنے تھے۔

دفعتاً ایک خیال ذہن میں آیا اور میں چونک پڑا کہ اب تک اس بارے میں کیوں نہیں سوچا تھا۔ مجھے پہلے ہی یہ بات سوچنی چاہیے تھی، آنکھیں کھول کر ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھارت سنگھ کی طرف دیکھا وہ اُسی طرح بے سُدھ پڑے ہوئے تھے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور ذہنی طور پر سمبوتورا سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

اس سلسلے میں سمبوتورا نے مجھے جس طرح مشق کرائی تھی اُسی کے مطابق میں عمل کرتا رہا۔ پہلے بھی پہاڑوں میں سمبوتورا سے ذہنی رابطہ قائم کر چکا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک میں مسلسل کوششیں کرتا رہا۔ لیکن ذہن میں سمبوتورا کی آواز نہیں گونجی۔ میرا ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا، کانوں میں ہواؤں کا شور گونج رہا تھا، میرے دماغ کی لہریں اطراف میں سمبوتورا کے ذہن کو تلاش کر رہی تھیں لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سمبوتورا کا ذہن سو رہا ہو یا پھر مردہ ہو چکا ہو۔ کوئی آواز مجھے محسوس نہیں ہوئی تھی اور دماغ کی لہریں کہیں جا کر نہیں رُکی تھیں، یہاں تک کہ میرا سر دُکھنے لگا۔ مجھے احساس ہو گیا کہ جس طرح سمبوتورا ویلینی یا گمشدہ ندرت سے رابطہ قائم کرنے میں ناکام رہا اسی طرح اب میں بھی اس سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔

یہ بہت تشویش کی بات تھی۔ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ سمبوتورا کے بعد میں نے ندرت کو اپنے ذہن میں تلاش کیا اور مزید کچھ دیر تک اس کی تلاش میں ذہن دوڑاتا رہا۔ لیکن نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا ٹھنڈی سانس لے کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اس سے زیادہ میری ذہنی قوتیں کام نہیں کر سکتی تھیں۔ وہ دونوں بھی میرے لیے اُسی طرح خلا کی وسعتوں میں گم ہو گئے تھے جس طرح سمبوتورا کے لیے ویلینی ــــــ لیکن اس کی وجوہ کیا ہیں۔ یہ لوگ انہیں کہاں لے جاتے ہیں؟ کیا ویلینی بھی کسی سازش کا شکار ہو گئی ہے ــــ؟

یہ تصور میرے ذہن میں اُبھرا اور نجانے کیوں طبیعت اُس الجھن میں جھنجھلانے لگی، میں بوکھلا کر اُٹھ گیا ـــــــــ ہو سکتا ہے یہی بات ہو اور جب اس نکتے پر زیادہ غور کیا تو نجانے کیوں دل میں سمبوتورا کے لیے ہمدردی اُمنڈ آئی۔ اسی شخص نے میری زندگی بچائی تھی۔ اس وقت جب جانگ نے مجھے تقریباً موت کی آغوش میں پہنچا دیا تھا اگر سمبوتورا اور ندرت نہ ہوتے تو شاید میں انہی کھنڈرات میں دم توڑ چکا ہوتا لیکن ان دونوں نے اس طرح میری تیمارداری کی کہ مجھے نئی زندگی نصیب ہو گئی اُن کے لیے دل میں شک رکھنا مناسب نہیں ہے۔ اب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ میں ان جنگلی تبتیوں کی قید سے آزادی حاصل کر لوں اور جس طرح بھی بن پڑے ویلینی سمبوتورا اور ندرت کو تلاش کروں۔

کنور پربھارت سنگھ اور ڈاکٹر طاہر علی سے مجھے ہمدردی تھی لیکن ان حالات میں میری ہمدردی ان کے کسی کام نہیں آسکتی تھی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ میں اپنی کسی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں تو شاید ان کی زندگی بھی بچا سکوں۔ طبیعت اس بات پر کافی جم رہی تھی چنانچہ میں نے آخری فیصلہ کر لیا کہ جس طرح بھی بن پڑے گا ان کے درمیان سے فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔ حالانکہ اگر اس فیصلے کی گہرائی پر غور کرتا تو یہ بات واضح ہو جاتی تھی کہ یہ ایک احمقانہ کوشش تھی، ان کے درمیان رہ کر میں چھُپ کیسے سکوں گا، کوئی تو ترکیب ہوتی۔ لیکن کوئی بات ذہن میں نہیں آ رہی تھی، سوائے اس کے کہ پہلے ان کے بیچ سے نکل جاؤں اور آزادی حاصل کر لوں خواہ وہ کتنی ہی دیر کے لیے کیوں نہ ہو۔ وقت گزرتا رہا۔ باہر بچوں کے شور کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں، ان میں بے شمار آوازیں شامل تھیں لیکن جوں جوں شام ہوتی گئی آوازیں معدوم ہوتی گئیں اور اس کے بعد مکمل خاموشی چھا گئی۔ گہری رات زمین پر اُتر آئی تھی۔

ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھارت سنگھ کے انداز سے یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے ان کے جسموں میں زندگی ہی نہ ہو اسو قت نجانے کیا بجا تھا جب میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اُن کے قریب پہنچ گیا۔ وہ گہری نیند سو رہے تھے اور سانسوں کی آواز سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ آسانی سے نہیں جاگیں گے۔

میں نے دھڑکتے دل کو قابو میں کیا اور جھونپڑی کے دروازے پر پہنچ گیا، باہر گہرا سناٹا طاری تھا۔ جنگلی جانوروں اور جھینگروں کی آوازوں کے سوا کوئی آواز اس ویرانے میں نہیں سُنائی دے رہی تھی۔ میں نے جھونپڑی کے دروازے سے کان لگا کر پہرا دینے والوں کی نقل و حرکت کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کی لیکن کچھ پتا نہیں چل سکا۔ باہر بہت گہرا اندھیرا پھیلا ہوا تھا اور اس اندھیرے میں اُن کے قدموں کی چاپ بھی گم ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر تک انتظار کرنے کے بعد میں نے آہستہ آہستہ جھونپڑی کا دروازہ کھسکایا۔ باہر اب بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی، ذرا سا دروازہ کھول کر میں نے تاریکی میں نگاہیں دوڑائیں تو دو افراد کو زمین پر دراز پایا۔ ان کے نیزے ان کے برابر ہی رکھے ہوئے تھے۔ اب انتظار کرنا حماقت تھا چنانچہ میں دروازہ کھول کر تیزی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ مگر جیسے ہی میں نے باہر قدم رکھا پہرے داروں نے میری آہٹ سُن لی۔ ان میں سے ایک نے سنبھل کر اُٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن میری طاقت ور لات اس کے سینے پر پڑی اور اس کے بعد میں اس کی گردن پر سوار ہو گیا۔ میری انتہائی کوشش تھی کہ اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکے۔ میں نے اپنا دایاں ہاتھ اس کے گلے پر زور سے جمایا اور بایاں ہاتھ اس کے منہ پر رکھ کر

پُوری قوت سے دبا دیا۔

وہ شدید جدّوجہد کر رہا تھا، لیکن اس کا بدن میرے گھٹنوں کے نیچے دبا ہوا تھا، میں نے اسے چیخنے نہیں دیا اور پھر میں نے پُوری قوت سے ایک ضرب اس کے سینے پر لگائی۔ اس بار اس کے ہاتھ کا ایک حصہ برابر سوتے ہوئے پہرے دار کے جسم سے ٹکرا گیا اور وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ اب اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ میں اپنے شکار کا نیزہ ہاتھ میں سنبھال لوں اور اس سے نمٹ لوں۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔

دوسرے پہرے دار کو شاید صورتِ حال کا اندازہ تو نہیں ہو سکا تھا، لیکن اس نے فوراً ہی اپنا نیزہ سنبھالا اور آنکھیں پھاڑنے لگا اتنی دیر میں۔ میں نے اپنے شکار کا نیزہ اس کے سینے میں بھونک دیا تھا اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ تڑپا، مچلا، اور بالآخر بے سدھ ہو گیا۔ دوسری طرف میرا اوّلین شکار پہلے ہی بے سدھ ہو چکا تھا۔ میں نے اس کے اوپر سے کھڑے ہو کر اطراف میں دیکھا۔ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ اس دوسرے مرنے والے کی چیخ نے کس کس کو بیدار کیا ہے، لیکن اطراف میں مکمل خاموشی تھی میں نے نیزہ اس کے سینے سے نکالنے کی کوشش کی مگر وہ شاید پسلیوں کی ہڈیوں میں پھنس گیا تھا۔ البتہ دوسرا نیزہ موجود تھا، چنانچہ میں نے اُسے ہتھیار کے طور پر سنبھالا اور بدن کی تمام قوتوں کے ساتھ جنگل کی سمت دوڑنا شروع کر دیا۔

مجھے ہوش نہیں تھا کہ میں کتنی دیر تک دوڑتا رہا۔ ایک بار بھی میں نے پلٹ کر پیچھے دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جنگل کے قریب میں نے چند لمحات کیلیے رک کر سانس لی۔ میری آنکھیں پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں تاحدِ نگاہ اُونچے نیچے درخت پھیلے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ لوگ میرے فرار سے کب واقف ہوں گے۔ تاہم میں جانتا تھا کہ صبح کا اُجالا پھُوٹتے ہی انہیں اس بات کا علم ہو جائے گا کہ جھونپڑی سے کوئی فرار ہو گیا ہے اور یہ علم انہیں باہر پڑی ہوئی پہرے داروں کی لاشوں سے ہو گا۔

ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ کے لیے میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اگر انہیں بھی اپنے ساتھ فرار کی دعوت دیتا تو ان کی ذمہ داریاں بھی قبول کرنا پڑتیں اور اس وقت میں خود غرض ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

نجانے کتنی دیر تک میں دوڑتا رہا، میری انتہائی کوشش یہی تھی کہ اتنی دور جا نکلوں کہ سورج نکلنے کے بعد وہ مجھ تک نہ پہنچ سکیں، بعد میں جو کچھ ہو گا۔ وہ بعد میں ہی دیکھا جائے گا۔ میں گھنے جنگلوں میں سفر کرتا رہا اور اس وقت روشنی پھُوٹ رہی تھی جب میں نے اپنے آپ کو جنگلوں سے نکل کر ایک چٹانی میدان میں پایا۔ ایک عجیب سی آواز فضا میں اُبھر رہی تھی جس کے بارے میں مجھے اندازہ ہوا کہ غالباً اطراف میں کہیں پانی یا کوئی جھرنا موجود ہے۔ میں رُکے بغیر آگے بڑھتا رہا چٹانوں میں چھوٹے چھوٹے پتھر بکھرے ہوئے تھے اور ان پتھروں پر دوڑتے ہوئے بار بار ٹھوکریں لگتی تھیں لیکن میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا، جب یہ کوشش شروع کر دی تھی تو پھر اسے تکمیل تک پہنچانا ضروری تھا۔

ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ میں تھکن سے بُری طرح چُور ہو رہا تھا اور اب دوڑنے کی رفتار بھی وہ نہیں رہی تھی، جس رفتار سے میں اب تک دوڑتا رہا تھا۔ نجانے کتنا لمبا سفر طے کر لیا تھا میں نے ــــــ اور اس وقت سورج پوری طرح فضاؤں میں بلند بھی نہیں ہوا تھا جب دفعتاً مجھے نقاروں کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔

یہ یقیناً کھال منڈھے ہوئے نقارے ہی تھے جن کی آوازوں میں اتنی گونج تھی کہ وہ تیروں کی طرح میرے کانوں میں آ کر لگ رہی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ آوازیں چاروں طرف سے اُبھر رہی ہوں، ایک طرف ایک مخصوص انداز میں نقارہ بجتا اور پھر خاموش ہو جاتا تو دوسری طرف سے اس کا جواب ملتا۔ اتنا ناواقف بھی نہیں تھا میں کہ اس کی وجہ نہ سمجھ سکتا، سو فیصدی اطراف کے علاقوں کو کسی کے فرار کی اطلاع دی جا رہی تھی۔ چند لمحوں کے لیے میرے ہاتھ پاؤں پھُول گئے اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ میرے فرار کا علم ان لوگوں کو ہو چکا ہے اور اب اپنے قیدی کے فرار کی اطلاع چاروں طرف نشر کی جا رہی ہے۔ جنگل میں رہنے والوں کا یہ طریقۂ کار میں نے بہت بار سُنا اور پڑھا تھا۔ اب اس بات میں شک اور شبہ بے کار تھا کہ وہ لوگ میری تلاش میں نکل پڑے ہیں۔ میں جس علاقے میں موجود تھا یہ سرسبز و شاداب تھا اور یقینی طور پر میں اس کے درمیان پناہ لے سکتا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک کھڑا سوچتا رہا اور اس کے بعد آگے بڑھنے لگا، چٹانوں کے درمیان طرح طرح کے حشرات الارض نظر آ جاتے تھے۔ لمبی لمبی گھاس بکھری ہوئی تھی کہیں کہیں چھدرے چھدرے درخت بھی موجود تھے۔ کوئی بھی چٹان سبزے سے خالی نہیں تھی۔ ابھی میں ایک بلند چٹان سے نیچے اُتر کر آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ دفعتاً میرے کانوں میں انسانی آوازیں گونجنے لگیں وہ چیخ پکار کر رہے تھے میں سمجھ گیا کہ وہ میرے نزدیک آ گئے ہیں اور یقیناً وہ وحشی ہی تھے۔ میری تلاش میں سرگرداں لوگوں کو مجھ تک پہنچنے میں یقیناً اب کوئی دقت نہیں ہو گی۔

آہ مجھے پناہ چاہیے، کہیں، کسی بھی جگہ، اگر وہ میرے نزدیک پہنچ گئے تو مجھے اپنے دو ساتھیوں کے قتل کے الزام میں اسی طرح ہلاک کر دیں گے جس طرح انہوں نے کرنل آسٹن کو ہلاک کر دیا تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں اس کا مقصد ہے کہ وہ بستی کے مختلف حصے ہیں اور ہر جگہ ان کی آبادیاں موجود ہیں، بہرطور میں نے ایک سمت کا رُخ اختیار کیا۔ اب کوئی ایسی چیز تو سامنے نہیں تھی جس پر میں مکمل اعتبار کر سکتا، صرف یہی تھا کہ جس حد تک آگے بڑھ سکوں بڑھتا رہوں، چنانچہ میں جھاڑ جھنکاڑ کو روندتا ہوا کسی ایسی جگہ کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا اور پھر قدرت کو مجھ پر رحم آ گیا، درختوں کے درمیان گھِرا ہوا ایک چٹانی سرا مجھے نظر آیا جس کے دامن میں ایک بڑا سا سُوراخ موجود تھا، بہت حسین جگہ تھی۔ لیکن اس جگہ سے لطف لینے کا وقت نہیں تھا، مجھے بس ان کی نگاہوں سے روپوش ہونا تھا، چنانچہ یہ اندازہ لگائے بغیر کہ اس غار میں کیا ہو سکتا ہے میں اُس میں داخل ہو گیا۔

غار کی سطح ہموار تھی، وہ بالکل تاریک تھا، لیکن اس میں آگے بڑھنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی، میرا تو اندازہ یہی تھا کہ وہ صرف ایک چھوٹا سا غار ہے، لیکن اندر داخل ہو کر پتا چلا کہ وہ کوئی غار نہیں بلکہ شاید کوئی سُرنگ تھی، ممکن ہے کہ یہ درندوں کی پناہ گاہ ہو، ایسی حالت میں ایک چھوٹا سا نیزہ بھلا میری کیا مدد کر سکتا تھا، لیکن کیا بھی کیا جا سکتا تھا۔

اندر اگر درندے ہیں تو باہر اس سے بھی زیادہ وحشی درندے موجود تھے، ان کے دوڑنے کی آوازیں مجھے اپنے کانوں میں سُنائی دے رہی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے یوں محسوس ہوا جیسے ان میں سے کچھ غار کے قریب پہنچ گئے ہیں، شاید مجھے دیکھ لیا گیا تھا۔ میں رُکے بغیر اس سرنگ میں آگے بڑھتا رہا کم از کم اس کے آخری حصے تک ہی پہنچ جاؤں تاکہ ان لوگوں کو مجھے تلاش کرنے میں ہی کچھ دقت ہو۔ سینہ دھونکنی بنا ہوا تھا۔ نیزہ ہاتھ میں سنبھالے میں ایک دیوار سے ٹیک کر کھڑا ہو گیا اور انتظار کرنے لگا کہ کب وہ غار میں داخل ہوں۔ آوازیں مجھے سر کے اُوپر بھی محسوس ہو رہی تھیں اور غار کے دہانے کے پاس بھی۔ غالباً وہ لوگ اس چٹان پر چڑھ گئے تھے اور اوپر سے مجھے تلاش کر رہے تھے۔

سانسوں کو قابو میں کرتے ہوئے میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور سوچا کہ بُزدلی کی موت مرنے کی بجائے بہتر ہے کہ ان سے جنگ کرتے ہوئے مروں، چنانچہ دیر تک میں ان کا انتظار کرتا رہا، اُن کی آوازیں اب بھی قریب تھیں لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان میں سے کوئی بھی غار کے اندر داخل نہ ہوا ہو۔ رفتہ رفتہ آنکھیں تاریکی سے شناسا ہوتی جا رہی تھیں، میرے دائیں بائیں سیاہ ناہموار پہاڑی دیواریں تھیں جن میں بعض جگہوں پر ایسے پتھر اُبھرے ہوئے تھے کہ اگر میں اُن سے ٹکرا جاتا تو شدید زخمی ہو سکتا تھا۔ میں چند لمحات کھڑا انتظار کرتا رہا اور پھر اس سرنگ کے دوسرے حصے کی جانب بڑھنے لگا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ سرنگ کہاں تک گئی ہے، لیکن کچھ دُور چل کر مجھے محسوس ہوا جیسے وہاں پر حبس نہیں ہے جب کہ کسی غار کے سوراخ میں اتنی دُور نکل آنے کا مقصد یہ ہو سکتا تھا کہ وہاں ہوا کا گذر نہ ہو اور سانس گھُٹ جائے، لیکن ایسا نہیں ہو رہا تھا۔ میں نیزے سے ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنے آپ کو ایک وسیع و عریض ہال میں پایا۔ چاروں طرف خوفناک دیواریں مجھے گھُور رہی تھیں، گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا لیکن اب میں اس اندھیرے میں بخوبی دیکھ سکتا تھا۔

ہال نما غار بالکل صاف ستھرا تھا۔ میرے سانسوں کی آوازیں مجھے صاف سُنائی دے رہی تھیں، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ویسے یہ غار میرے لیے فی الحال تو بہترین پناہ گاہ ثابت ہوا تھا۔ میں چند لمحات سوچتا رہا اور پھر میں نے ہال میں ایک جگہ منتخب کر لی۔ یہ جگہ تقریباً پانچ فٹ کی بلندی پر اُبھری ہوئی ایک لگر سی تھی جس پر چڑھنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ میں نے سوچا کہ اگر غار کے دہانے سے اندر داخل ہو کر وہ اس ہال میں مجھے تلاش کریں اور ان کی توجہ اس طرف نہ جائے تو وہ شاید مایوس ہو کر واپس لوٹ جائیں چنانچہ میں اس پر لمبا لمبا لیٹ گیا۔ نیزہ میں نے اپنے سینے پر رکھ لیا تھا اس وقت اس ہتھیار کے علاوہ اور کوئی چیز میرے پاس نہیں تھی۔

دل جیسے کنپٹیوں میں دھڑک رہا تھا، ہر لحہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی دبے دبے قدموں چلا آ رہا ہو اور اچانک ہی مجھ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہو، اس چھوٹی سی چٹان پر لیٹے ہوئے مجھے تقریباً دس بارہ منٹ گذر گئے اور جب ذہن نے سنبھالا لیا تو یوں محسوس ہوا جیسے اب تمام آوازیں معدوم ہو گئی ہوں میں نے سہارا لیا اور اُٹھ کر چٹان پر بیٹھ گیا، دونوں پاؤں میں نے نیچے لٹکا لئے تھے۔

دیر تک اس طرح بیٹھا رہا، عجیب کیفیت ہو رہی تھی دل و دماغ کی، اب اس کا تذکرہ کرنا یا اس کے بارے میں سوچنا بے سود ہی تھا، اگر وہ لوگ میری تلاش میں ناکام ہو کر یہاں سے آگے بڑھ گئے ہیں تو یہ میری خوش بختی ہے اور اس خوش بختی سے میں پورا پورا فائدہ اُٹھاؤں گا۔ چنانچہ میرے حق میں

بہتر یہی تھا کہ ابھی میں اس غار سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کروں۔

پھر میں نے غار کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ بظاہر یہ سب کچھ قدرتی ہی معلوم ہوتا تھا۔ دیواروں کی تراش میں انسانی ہاتھوں کے کارنامے کہیں نظر نہیں آتے تھے۔ میری نگاہ ایک سیاہ سے دھبے پر پڑی۔ جو غار کے آخری حصے میں ایک اور اُبھری ہوئی چٹان کے نیچے نظر آ رہا تھا۔

دیر تک میں اس دھبے کو دیکھتا رہا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ سامان رکھا ہوا ہو ——— میں چٹان سے نیچے کودا اور داخلی دروازے سے دور تک دیکھنے لگا۔ اب یہاں پُرسکون اور پُرہول سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ اوپری سمت سے جو آوازیں اُبھر رہی تھیں اب ان کا بھی وجود نہیں تھا۔ یقینی طور پر مجھے تلاش کرنے والے مایوس ہو کر یہاں سے دور نکل گئے تھے۔ اس غار کی جانب ان کی توجہ نہیں گئی تھی۔

میں نے سوچا کہ اس چیز کو دیکھوں کہ وہ کیا ہے جو مجھے ایک دھبے کی شکل میں نظر آ رہی تھی۔ قریب پہنچا تو مجھ پر ایک اور انکشاف ہوا۔ چٹان کا ایک بڑا سا ٹکڑا اوپر اُبھرا ہوا تھا۔ اس کے نیچے ایک بڑا سا سوراخ نظر آ رہا تھا۔ اس سوراخ کا قطر تین یا ساڑھے تین فٹ ہو گا، لیکن دوسری طرف گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی ——— اس سوراخ میں کیا ہے؟ میں نے سوچا۔

بیرونی راستے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے تو خوف محسوس ہوتا تھا کہ کہیں جنگلیوں کے ہتھے نہ چڑھ جاؤں۔ کرنل آسٹن کی سی موت میں نہیں مرنا چاہتا تھا۔ بڑا بدنصیب تھا وہ کہ اسے اس عورت کے انتقام کا شکار ہونا پڑا۔ میں موت کو اپنے قریب تر محسوس کر رہا تھا اور جانتا تھا کہ کوئی بھی لمحہ زندگی سے رشتہ ختم کر سکتا ہے، لیکن بہرطور انسان کے دل میں لاتعداد خواہشیں ہوتی ہیں، کم از کم اپنی پسند کی موت ہی مر لیا جائے۔

چنانچہ سارے خطرات سے بے نیاز ہو کر میں اس چٹان کے نیچے رینگتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ نیزے کو ساتھ رکھنا ممکن نہیں تھا۔ تقریباً چار یا ساڑھے چار فٹ تک مجھے سیدھا ہی گھسنا پڑا اور اس کے بعد اچانک ہی ایک ایسی ڈھلوان جگہ آ گئی جہاں میں اپنے آپ کو کنٹرول میں نہیں رکھ سکا اور اوندھے منہ نیچے جا گرا۔ یہ بھی خوش بختی تھی کہ نیچے جو جگہ تھی اس کی گہرائی چار پانچ فٹ سے زیادہ نہیں تھی تاہم پتھریلے فرش پر گرنے سے خاصی چوٹ لگی۔

میں گھبرا گیا تھا۔ اپنے آپ کو سنبھال کر میں اٹھا تو مجھے محسوس ہوا کہ گرنے کے بعد جس جگہ پہنچا ہوں وہ تنگ نہیں ہے اور میں یہاں بآسانی کھڑا ہو سکتا ہوں۔ یہ بھی ایک سرنگ تھی جو تقریباً بیس فٹ تک گئی تھی۔ میں اس میں آگے بڑھنے لگا اور جب اس کے آخری سرے تک پہنچا تو مجھے محسوس ہوا کہ یہاں انسانی ہاتھوں کی تراش خراش موجود ہے۔ یہ سیڑھیاں تھیں جو نیچے گہرائی میں اُترتی چلی گئی تھیں مجھے حیرت ہونے لگی۔ یہاں کیا ہے، میں نے سوچا۔ یقیناً کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا ورنہ یہ سیڑھیاں یہاں نہ بنائی جاتیں ——— اگر عام حالات ہوتے تو ایسی خوفناک جگہ پر کلیجہ پھٹ بھی سکتا تھا۔ خوف و دہشت کے مارے بدن میں لہو منجمد ہو سکتا تھا لیکن اب جن حالات میں زندگی گزر رہی تھی اُن میں خوف بے حقیقت ہو کر رہ گیا تھا۔

چنانچہ میں سیڑھیاں طے کرتا ہوا ایک بار پھر ایک چوڑے اور بڑے ہال میں پہنچ گیا۔ عجیب و غریب کیفیت تھی اس ہال کی، تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ لیکن دیواروں میں نصب مشعلیں صاف نظر آ رہی تھیں جو بجھی ہوئی تھیں۔ میں متحیرانہ انداز میں دیواروں کو ٹٹولتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ روشنی اب اتنی بھی نہیں تھی کہ مجھے ہر چیز واضح نظر آ جاتی، مشعلوں کا اندازہ بھی بس اتفاق سے ہی ہو گیا تھا۔ ایک مشعل کے نزدیک پہنچ کر میں رُکا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ اس کی کیا کیفیت ہے۔ نیچے ایک اُبھرے ہوئے پتھر پر مجھے ایک ایسی چیز نظر آئی جسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔

یہ الیکٹرونک لائٹر تھا۔ اس لائٹر کی یہاں موجودگی میرے لئے جتنی تعجب خیز ہو سکتی تھی اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ہاتھ میں اُٹھا کر میں نے اس کا بٹن دبایا تو ایک چھوٹا سا شعلہ اس سے بلند ہو گیا۔ میں نے اس شعلے کو مشعل سے لگایا تو مشعل فوراً ہی روشن ہو گئی۔ مشعل کی ہلکی اور دھندلی روشنی میں غار کا ماحول نمایاں ہو گیا تھا۔ دیواروں پر سائے رینگ رہے تھے۔ نجانے مجھے کیا سوجھی کہ میں نے مشعل اس کی جگہ سے ہٹا لی اور اسے لیے ہوئے دوسری مشعلیں روشن کرنے لگا۔ طلسمی غار روشن ہو گیا تھا، میں متحیرانہ انداز میں اس کی سپاٹ دیواروں کو دیکھ رہا تھا، غار کے ایک حصے میں ایک اور چوکور دروازہ نظر آ رہا تھا، چنانچہ اب جب میں یہاں پہنچ ہی گیا تھا تو اس کے اسرار جاننے کی خواہش میرے دل میں بیدار ہو گئی۔

میں نے ایک مشعل ہاتھ میں سنبھالی اور اس چوکور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کا کوئی پٹ نہیں تھا بس یہ بھی دیوار میں تراش دیا گیا تھا۔ آگے چل کر وہ بائیں سمت گھوم گیا تھا اور یہاں پھر سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں، تقریباً

سیڑھیاں طے کر کے میں جس جگہ پہنچا وہ میرے لئے دنیا کی سب سے حیرتناک جگہ تھی۔ یہاں مخصوص قسم کے چوبی صندوق رکھے ہوئے تھے جن میں تالے پڑے ہوئے تھے۔ دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک تصور اُبھرا اور میرے بدن کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ دماغ تھوڑی دیر کے لئے چکرا کر رہ گیا۔ چوبی صندوقوں کا یہ انداز عجیب و غریب تھا اور اس میں پڑے ہوئے تالے کسی خاص بات کی غمازی کرتے تھے۔ میں اپنے تجسس کو نہ روک سکا اور ایک چوبی صندوق کے پاس پہنچ گیا۔

یہاں رکھے ہوئے چوبی صندوقوں کی تعداد...... سترہ تھی یہ کافی بڑے تھے اور اتنے وزنی تھے کہ ان میں سے ایک صندوق کو بھی دو یا تین آدمی اٹھا کر کہیں نہیں لے جا سکتے تھے۔

صندوقوں کے آس پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے تالے توڑے جا سکتے۔ لیکن نجانے کیوں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ پُراسرار خزانہ انہی صندوقوں میں موجود ہے جس کے لئے ایک دنیا سرگرداں ہے اور جس کے لئے ولاڈی واسکاٹ نے نجانے کتنے لوگوں کو اپنی کہانی سُنا کر موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے ——— اور یہی خزانہ میری طلب بھی تھا۔ لیکن جن حالات میں، میں اس تک پہنچا تھا وہ اتنے دلدوز تھے کہ خزانے کے قریب آ کر مجھے اور بھی دُکھ ہو رہا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتا رہا اور پھر دفعتاً میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ خزانوں سے متعلق بے شمار افسانے، کہانیاں اور ناول پڑھے تھے ایسے ہی تذکرے ہوا کرتے تھے کہ کوئی مہم جُو یا کوئی رسیا ان تک پہنچا تو اس حالت میں، کہ وہ ان کے حصول کے قابل نہیں ہوتا تھا۔ اس وقت میں بھی انہی کہانیوں کا ایک کردار تھا۔ لیکن خزانہ دیکھنے کا شوق نہ دب سکا، میں مشعل ہاتھ میں لئے ہوئے اِدھر اُدھر پھرتا رہا اور پھر مجھے ایک ایسا اُبھرا ہوا پتھر نظر آ گیا جس کے لیے اگر میں کوشش کرتا، تو اسے اس کی جگہ سے اُکھاڑ سکتا تھا۔ مشعل رکھنے کے لئے میں نے ایک جگہ منتخب کر لی اور اسے سیدھا کھڑا کر کے اس پتھر پر زور آزمائی کرنے لگا۔ پتھر کو مختلف سمتوں میں ہلانے جلانے کے بعد میں نے باہر نکال لیا۔ اور پھر مشعل لے کر صندوقوں کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اُن میں سے ایک صندوق کے تالے پر پتھر آزمانا شروع کر دیا۔ تقریباً دس بارہ ضربیں لگانے کے بعد تالا کھل گیا۔ میں نے اسے صندوق کے کنڈے سے باہر نکالا اور پھر صندوق کا ڈھکنا کھول دیا۔

غار میں ایک دم دھندلی دھندلی پُراسرار روشنی پھیل گئی۔ صندوق میں اعلیٰ تراش کے بے شمار ہیرے جگمگا رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی سونے کے بے شمار زیورات بھی اس میں موجود تھے جن کی ساخت بتاتی تھی کہ وہ اٹلی سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

ماؤنٹ سوراٹ کا عظیم الشان خزانہ اب میری تحویل میں تھا۔ میں اس خزانے کا مالک تھا۔ دل کو ایک فخر کا سا احساس ہوا وہ خزانہ جس کے لئے نجانے کتنے مہم جُو اور جرائم پیشہ افراد سرگرداں ہیں، میری تحویل میں ہے۔ میرے قدموں کی خاک ہے ——— ذہن پر ایک عجیب سا جنون طاری ہو گیا۔ میں نے چند ہیرے اٹھا کر انہیں قریب سے دیکھا، سونے کے زیورات کو مٹھیوں میں بھر بھر کر اُٹھایا اور انہیں نیچے گرانے لگا۔ وہی جنونی کیفیت مجھ پر طاری ہو گئی تھی جو اس قسم کے موقعوں پر ہو سکتی ہے۔

دیر تک میں اس خزانے سے کھیلتا رہا۔ اور پھر میرے ذہن میں سناٹے سے گونج اٹھے۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے میں بے ہوش ہو رہا ہوں۔ میں نے آنکھیں بند کیں اور زمین پر پاؤں پھیلا کر صندوق سے ٹیک کر بیٹھ گیا۔ میں جو مشعل اپنے ساتھ لایا تھا وہ اب بھی روشن تھی اور اس کی دھندلی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی، اس کے ساتھ ہی جگمگاتے ہیروں کی روشنی بھی شامل تھی۔ میں اپنے چکراتے ہوئے ذہن کو قابو میں کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ بہت سے حقائق میری آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ خزانہ بے شک میری دسترس میں تھا۔ میں یہ تمام صندوق کھول سکتا تھا، ان تمام چیزوں کو اپنے قبضے میں کر سکتا تھا لیکن کس لیے ——— کیا انہیں یہاں سے لے جانا ممکن ہو سکے گا؟ کیا اس خزانے کو یہاں سے لے جایا جا سکتا ہے ———؟ کیا میں اس خزانے کو حاصل کر کے دنیا کا امیر ترین آدمی بن سکتا ہوں، لیکن دنیا تک پہنچنے کے ذرائع کیا ہوں گے ———؟ جن راستوں سے گذر کر یہاں تک پہنچا تھا، ان راستوں سے خزانے کے ان وزنی صندوقوں کو گذارنا کیا آسان کام ہو گا ———؟ نہیں یہ سب کچھ میرے لئے نہیں ہے۔ میں تو صرف دیکھنے والا ہوں۔ دیکھ سکتا ہوں ان سب کو۔ انہیں اُٹھا اُٹھا کر ان سے کھیل سکتا ہوں اپنے بدن پر سجا سکتا ہوں لیکن ان تمام چیزوں سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔

بے بسی کے یہ لمحات جن کیفیات کے حامل ہو سکتے ہیں وہ الفاظ میں بیان نہیں کئے جا سکتے، نجانے کتنی دیر تک میں دیوانوں کی طرح اس عظیم الشان خزانے کو گھورتا رہا ——— پھر پھرتے ہوئے ایک اور صندوق پر پل پڑا۔ اس کی کیفیت بھی مختلف نہیں تھی۔ اندر لاتعداد سکے بھرے ہوئے تھے۔ سونے کے بڑے بڑے سکے۔ صندوق کے اوپری سرے تک موجود تھے اور اس صندوق کا وزن اتنا تھا کہ اسے اپنی جگہ سے ہلانا بھی ممکن نہیں تھا۔ میں جانتا تھا

کہ یہ سارے صندوق ایسی ہی چیزوں سے بھرے ہوئے ہیں. خزانے کے اتنے وسیع ہونے کی مجھے بھی توقع نہیں تھی اس عظیم الشان خزانے کے لئے تو سلطنتیں تباہ ہو سکتی ہیں.

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیر تک کھلے ہوئے صندوقوں کو دیکھتا رہا، پھر گہری سانس لے کر میں نے صندوق بند کر دیے. اگر دل و دماغ کو قابو میں نہ رکھا گیا تو میں جانتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہو گا. صرف یہی کہ میں ان دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر راستہ بنانے کی کوشش کروں اور بالآخر میرا سر ان دیواروں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے. موت اور صرف موت، اس لئے خزانے کا تصور بے مقصد ہے. بے کار، حماقت، نجانے کتنی دیر تک میں اسی انداز میں سوچتا رہا اور پھر ذہن معتدل ہو گیا، کسی خیال کے تحت میں نے وہ صندوق دوبارہ کھولا جس میں سکے بھرے ہوئے تھے اور پھر اس میں سے چند سونے کے سکے نکال کر اپنے لباس میں چھپا لیے. اس کام سے فارغ ہو کر میں پلٹ پڑا اور واپسی کے راستوں کی طرف چل دیا.

اس غار میں پہنچا جہاں مشعلیں جل رہی تھیں اور پھر بدن نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا. بہتر ہے کہ یہاں بدن کو کچھ آرام دیا جائے. اس خیال کے تحت میں زمین پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں. جلتی ہوئی مشعل میں نے اسی جگہ لگا دی تھی جہاں سے اسے نکالا تھا. میرے ذہن پر عجیب سا عالم طاری تھا، دماغ گھوما گھوما محسوس ہو رہا تھا، یوں لگ رہا تھا جیسے در و دیوار ہل رہے ہوں اور ہر چیز چکرا رہی ہو ——— زور سے آنکھیں بھینچ کر میں نے دماغ کو پر سکون کرنے کی کوشش کی اور دیر تک اسی طرح پڑا رہا. تب اچانک پیٹ میں ایک ٹیس سی اٹھی اور مجھے احساس ہوا کہ میں بھوکا ہوں. اس کے ساتھ ہی ہونٹوں پر شدید تپش محسوس ہو رہی تھی، پیاس بھی تھی. میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے. غار میں تمام چیزیں موجود تھیں، لیکن بدن کا دوزخ بھرنے کا کوئی انتظام نہیں تھا، سارے خزانے تھوڑی سی خوراک کے آگے ہیچ ہو جاتے ہیں، پانی کے چند قطرے اور غذا کا تھوڑا سا حصہ اس خزانے سے کہیں زیادہ قیمتی ہو سکتا ہے. یہ تمام تجربات مجھے ذاتی طور پر ہو رہے تھے.

تھوڑی دیر تک میں سوچتا رہا، اور پھر میں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے ان غاروں سے نکل جانا بہتر ہو گا، ورنہ یہیں پر بھوک پیاس کی شدت سے دم توڑنا پڑے گا. اس روح فرسا تصور نے مجھے پہلے سے کہیں زیادہ مستعد اور چوکنا کر دیا. واپسی کے راستے بڑی مہارت اور ذمہ داری کے ساتھ طے کرتا ہوا بالآخر میں غار کے اس حصے میں آ گیا، جہاں سے باہر نکلنے کے بعد کھلی فضا میں سانس لی جا سکتی تھی.

میں نے دہانے پر کھڑے ہو کر آہٹیں لیں اور اس کے بعد دہانے سے باہر نکل آیا. دل میں یہی خیال تھا کہ پیٹ بھرنے کے لئے غذا تلاش کروں اور واپس اسی جگہ آ جاؤں ——— فی الحال یہ جگہ میرے لئے محفوظ ترین تھی کیونکہ وہ لوگ اس جگہ سے میری تلاش میں مایوس ہو کر واپس جا چکے تھے. لیکن تاحد نگاہ کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جسے خوراک کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہو. گھاس تھی یا پھر درخت جن میں پتوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی. اس وقت تو کوئی بھی چیز میرے لئے قابل قبول ہو سکتی تھی بشرطیکہ وہ غذا کے طور پر استعمال کی جا سکے. کوئی ایسا درخت جس میں اور کچھ نہ ہو، کم از کم جنگلی پھل ہی لگے ہوں خواہ ان کی نوعیت کچھ بھی ہو.

میں کسی ایسے ہی درخت کی تلاش میں غار سے کافی دور نکل آیا. بھوک اور پیاس اب انتہائی شدت اختیار کر چکے تھے، نجانے کب سے میں نے کھانا نہیں کھایا تھا نہ پانی پیا تھا. دماغ ساتھ چھوڑتا جا رہا تھا، بمشکل تمام جو قوتیں مجتمع کی تھیں وہ اب بحال نہیں رہی تھیں، پاؤں لڑکھڑا رہے تھے، زبان خشک ہو گئی تھی اور ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئی تھیں میں دیوانوں کے سے انداز میں آگے بڑھتا رہا، میری آنکھیں کسی ایسی چیز کو تلاش کر رہی تھیں جسے کسی بھی طور کھایا جا سکے، لیکن کوئی جانور تک نظر نہ آیا، یوں لگتا تھا جیسے قدرت کو میرا پیٹ بھرنا منظور نہ ہو ———

اسی تگ و دو میں کافی دیر گذر گئی، اب آنکھوں کے سامنے ترمرے سے ناچنے لگے تھے اور پیاس کی شدت ناقابل برداشت ہو گئی تھی. میرے حلق سے کراہیں نکلنے لگیں. وہ نیزہ جو واپسی میں میں نے اپنے ساتھ لے لیا تھا. زمین پر ٹکا کر میں چند گز مزید آگے بڑھا اور جب پیروں میں آگے بڑھنے کی سکت نہ رہی تو وہیں بیٹھ گیا. بینائی ساتھ چھوڑتی جا رہی تھی، آس پاس کی چیزیں دھندلی نظر آ رہی تھیں. اوپر سورج چمک رہا تھا، اور دھوپ کی شدت ایسی تھی کہ بدن میں گویا آگ لگی جا رہی تھی لیکن اب میں کچھ نہیں کر سکتا تھا. سوچنے سمجھنے کی قوتیں آہستہ آہستہ مفلوج ہوتی جا رہی تھیں، پھر میں زمین پر ہی لیٹ گیا اور اس کے بعد میں رفتہ رفتہ حواس ساتھ چھوڑ گئے.

نجانے کتنی دیر اسی عالم میں گذری اور پھر ہوش آ گیا. وہی کیفیت تھی، کوئی فرق نہیں محسوس ہو رہا تھا. رفتہ رفتہ سوچنے سمجھنے کی قوتیں بحال ہوئیں تو میں نے اطراف کا جائزہ لیا اور یہ دیکھ کر بری طرح اچھل پڑا کہ یہ وہ جگہ نہیں تھی جہاں میں زمین

بیٹھا تھا. بلکہ اس بار پھر میں کسی غار ہی میں موجود تھا. بدن کے نیچے پتھریلی زمین تھی. اطراف میں دیواریں نظر آ رہی تھیں. میں نے متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا اور پھر زمین پر ہاتھ ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہو گیا.

غار سنسان تھا اس میں نیم تاریکی کی سی کیفیت تھی اور اس کے بارے میں اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ کون سی جگہ ہے. میں نے اپنی جسمانی قوتیں بحال کر کے ایک زوردار آواز منہ سے نکالی، اس آواز کو الفاظ نہیں مل سکتے تھے. بس ایک چیخ تھی جو غار میں چکرا کر رہ گئی تھی. لیکن اس کے جواب میں فوراً ہی تحریک ہوئی. کوئی تیز تیز چلتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے دھندلائی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا.

ایک خوبصورت سی لڑکی تھی، جسم پر غالباً چیتے کی کھال کا لباس تھا. گھنے بال بکھرے ہوئے تھے اور خد و خال انتہائی دلکش تھے. وہ دوڑتی ہوئی میرے پاس پہنچی اور مجھے ہوش میں دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ہنسی پھوٹنے لگی. میں نے بے بسی کی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر نجانے کس طرح منہ سے آواز نکال کر اس سے پانی مانگا. صرف یہی الفاظ میرے منہ سے ادا ہو سکے تھے. پانی. پانی.

وہ متعجبانہ انداز میں کھڑی مجھے دیکھتی رہی پھر شاید میری بات اس کی سمجھ میں آ گئی. وہ وہاں سے واپس پلٹ گئی. اور تھوڑی دیر کے بعد مٹی کے ایک برتن میں پانی لے کر آ گئی. اس وقت یہ پانی گویا میرے لئے آب حیات تھا. میں نے اس کے ہاتھ سے پیالہ جھپٹ کر ہونٹوں سے لگا لیا، تھوڑا سا پانی میرے سینے پر بھی چھلک کر گرا تھا. میں اسے ایک ہی سانس میں خالی کر گیا. پھر میں نے پیالہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا" اور دو ——— اور دو ——— مجھے اور پانی دو ———"

وہ میری بات سمجھ گئی تھی. چنانچہ پیالہ لے کر واپس ہو گئی. اور تھوڑی دیر کے بعد اسے دوبارہ بھر کر اندر لے آئی. پانی کا دوسرا پیالہ پینے کے بعد میں دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا. لڑکی تھوڑی دیر تک کھڑی مجھے دیکھتی رہی تھی. اس وقت سوچنے سمجھنے کی قوتیں ساتھ نہیں دے رہی تھیں. میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا. ذہن پر زور دیتا تو یوں محسوس ہوتا جیسے دماغ ایک پکا ہوا پھوڑا ہے جو ذرا بھی توجہ دینے سے دکھنے لگتا ہے.

لڑکی تھوڑی دیر تک کھڑی مجھے دیکھتی رہی پھر واپس پلٹ گئی اور اب کے جب وہ واپس آئی تو اس کے پاس جنگلی سیبوں کی اچھی خاصی تعداد تھی. میں نے یہ سیب بھی اس سے اسی انداز میں جھپٹ لیے. پانی پینے سے جو نقاہت بڑھ گئی تھی. سیبوں کے کھانے سے رفتہ رفتہ دور ہونے لگی. پیٹ میں غذا پہنچی تو پپوٹے بھاری ہونے لگے ایک عجیب سی مدہوشی طاری ہونے لگی تھی. اس میں نیند کا کوئی تصور نہیں تھا. بس پورا بدن ایک عجیب سی سنسناہٹ کا شکار تھا. میں اب سوچ سمجھ سکتا تھا. بس آنکھیں نہیں کھولی جا رہی تھیں.

اس غار تک میں اپنے قدموں سے چل کر نہیں پہنچا تھا کوئی مجھے اٹھا کر یہاں تک لایا تھا. کون ہو سکتا ہے وہ؟ کیا یہ لڑکی؟ کیا یہ غار کسی آبادی میں ہے. بہت سے سوالات میرے ذہن میں گردش کرنے لگے. لڑکی کے بارے میں ایک نگاہ دیکھ کر ہی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ انہی تبتی وحشیوں سے تعلق رکھتی ہے اس کا لباس، اس کا انداز یہی سب کچھ بتاتا تھا. اگر اس نے مجھے نیم بے ہوشی کے عالم میں پایا اور کسی طرح مجھے یہاں تک لے آئی تو اس کا مقصد ہے کہ اس کے دل میں میرے لئے ہمدردی کے جذبات جاگے ہیں، اس کیفیت سے کوئی فائدہ کیوں نہ حاصل کیا جائے، لیکن کس طرح ———؟ کیا ———؟ کیسے ———؟

میں سوچتا رہا، آنکھیں بند تھیں اس لئے یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ لڑکی میرے پاس ہی موجود ہے یا یہاں سے چلی گئی. یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ دوسرے لوگوں کو اس نے میرے بارے میں بتا دیا یا صرف ابھی تک خود ہی میری یہاں موجودگی سے واقف ہے بات کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا. وہ میری زبان نہیں سمجھ سکتی تھی اور نہ میں اس کی زبان بول سکتا تھا. آہستہ آہستہ ذہنی تھکن بھی دور ہوتی گئی اور میرا ذہن پوری طرح بیدار ہو گیا.

آنکھیں کھول کر دیکھا. لڑکی مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھی ہوئی مجھے دیکھ رہی تھی. میں نے ہلکی سی کراہ کے ساتھ ہاتھ زمین پر ٹکائے اور اٹھ کر بیٹھ گیا. "میں تم سے کس طرح گفتگو کروں لڑکی." میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا ——— اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی البتہ مجھے بولتے دیکھ کر وہ میرے قریب آ کر بیٹھ گئی.

میں نے اشاروں کی زبان میں اس سے اپنے بارے میں سوال کیا ——— لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا بس میٹھی میٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی تھی، میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کی آنکھوں میں ایک خاص کیفیت ہے وہی کیفیت جو کسی نوجوان لڑکی کی اپنے پسندیدہ مرد کو دیکھ کر ہو سکتی ہے. اب میں ان کیفیتوں سے ناواقف نہیں رہا تھا. قدرت نے میری تقدیر میں اس طرح کے بہت سے کھیل لکھ دیے تھے جب کہ میں خود اس قسم کا انسان نہیں تھا. دل ہی دل میں خود پر ہنسی آنے

لگی، جو چاہتا ہوں وہ نہیں ملتا اور جو نہیں چاہتا وہ قدم قدم پر موجود ہے۔

لڑکی سے گفتگو کرنے کی بہت کوشش کی۔ بارہا محسوس کیا کہ اسکی آنکھوں میں شرارت سی نمودار ہوئی ہے لیکن اس نے نہ تو میری کسی بات کا کوئی جواب دیا اور نہ ہی اس کے اندر کوئی اور تحریک پیدا ہوئی۔ وہ پتھر کے بت کی مانند میٹھی مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی تھی۔ کافی دیر اس طرح گذر گئی، تب میں نے آہستہ سے کہا۔ "مجھے کھانے کو کچھ اور نہیں مل سکتا۔۔۔؟"

وہ میرے الفاظ سنتے ہی وہاں سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔

"خدا کرے تمہاری سمجھ میں کچھ آ ہی جائے"، میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد وہ واپس آئی تو میری باچھیں خوشی سے کھل اٹھیں، اس کے ہاتھ میں ایک بھنا ہوا پرندہ موجود تھا، خاصا بڑا پرندہ تھا یہ نہیں معلوم کہ کونسا تھا، لیکن بہرطور میرے لیے بہت کچھ تھا اس نے پرندے کا گوشت مجھے پیش کیا تو میں نے شکر گزار نگاہوں سے اسے دیکھ کر اسے اس کے ہاتھوں سے لے لیا، لڑکی میرے سامنے ہی بیٹھ گئی تھی وہ مجھے دیکھتی رہی اور میں گوشت نوچ نوچ کر کھاتا رہا،

حالانکہ ٹھنڈا تھا اور شاید دیر سے بھنا ہوا رکھا تھا لیکن یہی کیا کم تھا کہ لڑکی میرا مطلب سمجھ گئی تھی اس کے بعد اس نے دوبارہ مجھے اسی مٹی کے پیالے میں پانی پیش کیا اور اب میں شکم سیر ہو چکا تھا۔

لڑکی کے بارے میں میری ذہن میں شدید تجسس تھا، یہ بھی جانتا تھا کہ میں کہاں ہوں اور وہ کس طرح مجھے اٹھا کر لائی، لیکن یہ سب کچھ ممکن نظر نہیں آ رہا تھا، تب میں اپنی جگہ سے اٹھا اور غار کے دروازے کی طرف بڑھا لڑکی نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا، لیکن جب میں غار کے دروازے سے باہر نکلنے لگا، تو اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑ لیا اور گردن نفی میں ہلانے لگی۔ یہ واضح اشارہ تھا کہ وہ مجھے باہر نہیں نکلنے دینا چاہتی تھی، لیکن اس کے انداز میں سختی نہیں بلکہ نرمی اور التجا تھی۔ میں اسے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے اس کا بازو آہستہ سے دبایا اور صرف غار سے باہر جھانکنے پر اکتفا کیا۔ کچھ نظر نہیں آیا تھا سوائے اس کے کہ باہر روشنی پھیلی ہوئی تھی، غالباً شام جھک آئی تھی، کیونکہ اس روشنی میں دھوپ کی تیزی نہیں تھی۔ میں ایک گہرا سانس لے کر غار میں واپس پلٹا تو لڑکی کے چہرے پر اطمینان کے آثار نظر آئے۔

"میری اجنبی ہمدرد سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کس طرح مخاطب کروں، تم سے ان حالات کے بارے میں کیسے معلوم کروں۔ بہرطور میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے کسی بھی جذبہ کے تحت سہی، اس وقت میری مدد کی ہے جب کہ میں بے بس ہو چکا تھا۔" میں نے کہا۔ لڑکی کو بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے بٹھایا۔

اس کے انداز میں کوئی بے چینی یا کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے یہ اظہار ہوتا کہ وہ یہاں سے چلی جانا چاہتی ہو پتا نہیں کس طرح اسے اتنی فرصت مل گئی تھی۔ مجھے خود بھی یہ خیال گذرا کہ کہیں لڑکی کی یہ ہمدردی میرے لیے مصیبت نہ بن جائے۔ یقیناً اس کے کچھ اور بھی لواحقین آس پاس موجود ہوں گے، جو اس کی طویل گمشدگی سے پریشان ہو کر اسے تلاش کرنے نکل پڑیں گے اور کہیں اس طرح میری نشاندہی نہ ہو جائے۔

میں نے اشاروں کی زبان میں اسے یہ بات سمجھانے کی کوشش کی۔ اردو اور انگریزی زبان میں بھی بہت کچھ کہا، لیکن وہ صرف مسکرانا جانتی تھی یا پھر ایک آدھ بات سمجھ جاتی تو صرف اشاروں میں ہی اس کا جواب دیتی تھی۔

اس نے یہاں سے جانے پر آمادگی نہیں ظاہر کی تھی یہاں تک کہ رات ہو گئی اور پھر تاریکی پھیل گئی۔ میں بے چینی سے کئی بار غار کے دروازے تک جا چکا تھا، لیکن ان اطراف میں انسانوں کی آمدورفت نہیں ہوتی تھی اور یہ تو سوچنا ہی غلط تھا کہ وہ انسانوں سے دور کوئی جگہ ہو گی، آس پاس نہ سہی کچھ فاصلے پر یہاں کوئی نہ کوئی بستی ضرور موجود ہو گی۔ بہرطور تقدیر پر شاکر رہنا تھا، حالات کا اندازہ لگائے بغیر یہاں سے نکلنے کی کوشش حماقت ہو سکتی تھی، چنانچہ میں رات گہری ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اور پھر جب مجھے اندازہ ہو گیا کہ رات کافی گہری ہو چکی ہے تو میں لڑکی کا بازو پکڑ کر باہر آ گیا۔

اس بار اس نے غار سے نکلنے پر کوئی تعرض نہیں کیا تھا بلکہ اس نے غار سے نکلنے کے بعد میرا بازو پکڑا اور ایک سمت چلنے لگی۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگا چاند آہستہ آہستہ پہاڑوں کی اوٹ سے نمودار ہو رہا تھا اور ماحول پر سنہری چادر پھیلتی جا رہی تھی

وہ مجھے ایک ٹیلے کے قریب لے گئی اور اس پر چڑھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے اس کی اس ہدایت عمل کیا تھا۔ ٹیلے کے اوپر پہنچ کر میں نے دوسری سمت دیکھا تو میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔

یہاں ایک باقاعدہ آبادی پھیلی ہوئی تھی یہ لڑکی یقیناً اسی بستی سے تعلق رکھتی تھی۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آبادی کی طرف اشارہ کیا اور اس نے اثبات میں گردن ہلا دی، جس سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ وہ اسی آبادی کی رہنے والی ہے۔ تب میں نے مختلف طریقوں سے اسے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ واپس چلی جائے، کہیں اس کے گھر والے اس کی تلاش میں یہاں نہ پہنچ جائیں، اس بات کے جواب میں اس نے نفی میں گردن ہلائی اور وہیں ایک چٹان پر بیٹھ گئی۔

چاندنی میں وہ پہلے سے کہیں زیادہ حسین معلوم ہو رہی تھی، ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی اور اس کے بال ہوا میں اڑ رہے تھے، اس کی آنکھوں میں ایک انوکھی چمک تھی اور وہ چمکیلی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، پتلے پتلے گلابی ہونٹوں پر حسین مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

"بدقسمتی ہے میری کہ تمہاری اس عنایت کا جواب تمہاری حسب منشاء نہیں دے سکتا" جواب بھلا کیا مل سکتا تھا۔ وہ تو بس دیکھنا اور مسکرانا جانتی تھی۔ چاند اب پوری طرح ابھر آیا تھا اور چاندنی اور تیز ہو گئی، اس چاندنی میں بستی صاف نظر آ رہی تھی۔ لیکن اب اس کے درمیان چہل پہل ختم ہو گئی تھی۔ تقریباً آدھی رات تک میں لڑکی کے ساتھ اسی طرح بیٹھا رہا۔

اشاروں، اشاروں اگر کچھ باتیں ہو جاتیں اور وہ سمجھ لیتی تو اشاروں میں ہی جواب دے لیتی۔ ورنہ خاموش اس دوران وہ مسطح جگہ اطمینان سے لیٹ گئی تھی، میرے ذہن میں کئی بار عجیب سی کیفیات بیدار ہوئیں، ماضی کے بہت سے قصے یاد آئے۔ ہما، تنویر، ولیا اور سب سے زیادہ خوفناک شخصیت ساریا، جس نے میرے ذہن کو پہلی بار چند لمحات کے لیے جھٹکا دیا تھا۔ ندست جو ایک پرسکون اور پروقار ندی کی مانند تھی اس کے ہونٹوں سے بھی گنگناہٹ ابھرتی تھی لیکن اس گنگناہٹ میں بھی سکون تھا، اس نے کبھی کوئی چھچھوری یا ہلکی بات نہیں کی تھی۔ اور اس کے بعد یہ نئی خاتون جن کا تعلق تبت کے ایک قبائلی علاقے سے تھا۔ بلاشبہ اس لڑکی کو خوبصورت کہا جا سکتا تھا اور کوئی بھی نوجوان مرد اس کی قربت کی خواہش کر سکتا تھا اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ اگر میری جگہ کوئی بھی ہلکے کردار کا مالک ہوتا تو لڑکی کی اس خودسپردگی سے فائدہ اٹھا سکتا تھا، لیکن ابھی تک ضمیر پہ یہ داغ لگانے کی نوبت نہیں آئی تھی، چنانچہ میں یہاں بھی خود کو سنبھالے رکھنا چاہتا تھا۔ البتہ اتنی لچک اب میرے اندر پیدا ہو گئی تھی کہ اگر صورتحال ناگزیر ہی ہو جاتی اور لڑکی کو اس انداز میں خوش آمدید کہنا پڑتا تو شاید اب اتنی سختی باقی نہ رہتی، بہرطور وقت گذارنا چاہتا تھا۔ پھر ہم وہاں سے اٹھ گئے، لڑکی پُراطمینان قدموں سے چلتی ہوئی میرے ساتھ غار میں آئی اور میں نے آہستہ سے اس سے کہا۔

"عزیزہ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ اب تم بھی سو جاؤ یا پھر اپنی بستی میں واپس لوٹ جاؤ کہ کہیں تمہاری یہ دلچسپی میرے لیے عذاب نہ بن جائے" بھلا وہ کیا سمجھتی یا وہ کیا جواب دیتی۔ میں خود ہی فرش پر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا اور وہ مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر میرے پیروں کے نزدیک لیٹ گئی تھی۔

میں دیر تک کروٹیں بدلتا رہا۔ لڑکی کے بدن سے اٹھنے والی ہلکی ہلکی خوشبو مجھے پریشان کر رہی تھی اور میں اس کیفیت سے بچنا چاہتا تھا۔ نیند نے بالآخر میری یہ ذہنی کشمکش ختم کر دی، کسی نہ کسی طرح آ ہی گئی تھی اور پھر اس وقت بیدار ہوا جب گوشت بھوننے کی خوشبو ناک کے نتھنوں سے ٹکرائی میں نے تعجب سے ادھر ادھر دیکھا، وہی غار تھا جہاں میں سویا تھا، خوشبو باہر سے آ رہی تھی، میں اٹھ کر باہر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ لڑکی لکڑیاں جلائے ایک بڑے سے پرندے کو بھون رہی ہے، میرے قدموں کی آہٹ پر اس نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے ہنس پڑی۔ پھر اس نے انگلی سے پرندے کی طرف اشارہ کیا اور میری طرف۔

"درست فرمایا آپ نے خاتون۔ آپ میری جو مدارات کر رہی ہیں اس کے لیے میں تہہ دل سے آپ کا ممنون ہوں لیکن افسوس اس ممنونیت کا کوئی صلہ نہیں دے سکوں گا آپ کو۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک بڑے سے مٹی کے جار کے پاس پہنچ گئی جس میں پانی بھرا ہوا تھا اس جار کے

اُوپر پیالہ رکھا ہوا تھا۔ ایک چھوٹے پیالے سے اُس نے بڑے پیالے میں پانی نکالا۔ یہ نفاست دیکھ کر مجھے تعجب ہوا تھا ورنہ ان بے ڈھنگے ۔۔۔ سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ یہ پانی بھر کر اس نے میرے سامنے پیش کیا اور دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنے لگی، مقصد یہی تھا کہ میں مُنہ ہاتھ دھولوں۔

"بڑی باقاعدہ ہیں آپ!" میں نے کہا اور پانی اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ وُہ اپنے مخصوص انداز سے میری ہر حرکت کو دیکھ رہی تھی۔ مُنہ ہاتھ دھونے کے بعد میں نے پیالہ واپس جاکر جار پر رکھ دیا اور پھر اس کے نزدیک جاکر بیٹھ گیا۔

"یہ پرندہ تم کہاں سے لائیں ۔۔۔؟" میں نے بے اختیار اس سے سوال کیا اور لڑکی مجھے دیکھنے لگی۔ لیکن اب بھی خاموش ہی رہی تھی۔

"بھلی آدمی کچھ تو بولو، کم از کم اپنی زبان کے کچھ الفاظ مجھے سکھادو۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اپنے سینے پر انگلی رکھ کر بولا "غزالی۔ غزالی۔" لڑکی نے غور کرنے کے سے انداز میں بھنویں سکوڑیں، لیکن اس کے بعد بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب میں نے اس کے کاندھے پر انگلی رکھ کر سوالیہ انداز سے اُسے دیکھا، وُہ کتراتی ہوئی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی اور پھر خاموشی سے بھنتے ہوئے پرندے کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"کیا تم گونگی ہو،" میں نے تعجب سے کہا "اگر گونگی نہیں ہو تو اپنی زبان کا کوئی تو لفظ بول سکتی ہو، کوئی بھی۔" میں نے کہا اور وُہ مجھے خاموش نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ تب مجھ پر جھنجھلاہٹ سوار ہوگئی "لعنت ہے مجھ پر۔ تم اشاروں کی زبان کا جواب بھی نہیں دے سکتیں، نہ دو بھائی، کھلا پلا رہی ہو، یہی کافی ہے۔" بھُنا ہوا پرندہ اس نے میرے سامنے رکھ دیا۔ تب میں نے اس کی طرف اشارہ کیا اور اس نے پرندے کی ایک ٹانگ توڑ کر اپنے ہاتھ میں لے لی۔

"خوب خوب۔ چلیئے یہی سہی، لیکن آپ کی ان نوازشات سے مجھے خطرہ ہی محسوس ہو رہا ہے۔" میں نے کہا اور پرندے کو اُدھیڑتا رہا، گوشت کھایا، پانی پیا یہ اندازہ بھی نہیں ہوسکا تھا کہ وُہ یہ پرندہ کہاں سے لائی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وُہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔

"جی جی فرمایئے۔ فرمایئے۔" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔؟ اور وُہ سنجیدہ ہوگئی۔ میری طرف دیکھتی رہی، پھر اس نے اپنے سینے پر انگلی رکھ کر باہر کی سمت اشارہ کیا اور مجھے وہیں رکنے کے لیے کہا۔ اس کے انداز کی گہری سنجیدگی بتا رہی تھی جیسے وُہ کہنا چاہتی ہو کہ یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش خطرناک ہوسکتی ہے۔ میں نے سوالیہ انداز میں اس سے پوچھا کہ وہ کب واپس آئے گی تو اس نے آسمان کی طرف رخ کرکے انگلی اٹھائی اور پھر چاند کی شکل بنانے لگی، میں اُن کے ان اشاروں کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ تب میں نے آہستہ سے کہا۔ "میں انتظار کروں گا۔"

یوں محسوس ہوا جیسے اس نے میری بات سمجھ لی ہو، وُہ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور پھر وہاں سے واپس چلی گئی۔ لڑکی مجھے یہاں رکنے کا اشارہ کرگئی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ میرا یہاں رکنا مناسب ہوگا بھی یا نہیں، اگر نہیں تو پھر کیا کروں، کس طرف جاؤں ۔۔۔؟ ممکن ہے یہاں کچھ وقت گذارنے کے بعد کوئی بہتر بات سمجھ میں آسکے۔ جتنی صعوبتیں اٹھاچکا تھا اس کے بعد بدن میں ایسی کیفیات محسوس کر رہا تھا جیسے مجھ میں اب بہت زیادہ جدوجہد کرنے کی سکت باقی نہ رہی ہو، اگر یہیں کچھ وقت گذر جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اب میرے سامنے کوئی خاص مقصد تو تھا نہیں جس کی فوری تکمیل ضروری ہوتی۔ چنانچہ میں نے یہیں رکنے کا فیصلہ کیا۔

لڑکی چلی گئی اور میں غار میں واپس آکر اپنے لباس کو دیکھنے لگا۔ لباس گندہ اور بوسیدہ ہوچکا تھا، اُسے دھونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، کیونکہ پانی کا یہاں کوئی انتظام نہیں تھا، لیکن تھوڑی دیر کے لیے اُسے اتارا جاسکتا تھا اور اس وقت غار میں میرے علاوہ اور کون تھا چنانچہ میں نے اپنے اُوپری جسم کو لباس سے آزاد کرلیا۔

دفعتاً مجھے سونے کے اُن سکوں کا خیال آیا جو میں نے غار سے نکلتے ہوئے جیب میں رکھ لیے تھے۔ جیبیں ٹٹولیں تو ایک دم احساس ہوا کہ سونے کا ایک بھی سکہ میری جیبوں میں موجود نہیں ہے۔ میرا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ یہ سکے کون نکال سکتا ہے، اُس لڑکی کے علاوہ کسی اور لڑکی کے بارے میں نہیں سوچا جاسکتا تھا۔ یا پھر یہ بھی ہوسکتا تھا کہ سکے وہیں کہیں جیب سے نہ نکل گئے ہوں۔ لڑکی نے اگر یہ سکے نکالے ہیں۔ تو۔ تو میں اس بارے میں کچھ فیصلہ نہ کرسکا۔ تاہم میں نے یہ ضرور سوچا تھا کہ اگر وہ دوبارہ آئی تو اس سے اس کے بارے میں پوچھوں گا۔

میں غار سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں کرسکا۔ کیونکہ لڑکی مجھے اشاروں ہی سے باہر نہ نکلنے کے بارے میں سنجیدگی سے ہدایت کرگئی تھی۔ اور پھر چونکہ میں تھوڑا سا وقت وہاں گذارنے کا خواہشمند تھا۔ اس لیے اور بھی کوئی فیصلہ نہیں کرسکا تھا۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ میں بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جب میں نے محسوس کیا کہ قرب وجوار کی تمام آوازیں معدوم ہوگئی ہیں، تو میں غار کے دہانے پر نکل آیا۔ پھر جاند پچھلی رات کی مانند پہاڑیوں کی اوٹ سے نکلا تو میں نے لڑکی کا ہیولا اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔

وہ آرہی تھی، نجانے کیوں میرے دل کو ایک خوشی کا سا احساس ہوا، وہ مسکراتی ہوئی میرے قریب پہنچ گئی۔ اُس نے میرے دونوں بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے اور چہرہ میرے چہرے کے بالکل قریب لاکر میری آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ اُس کے انداز میں عجیب سی جذباتی کیفیت تھی اور مجھے اس کے بدن سے اٹھتی ہوئی خوشبو مسحور کیے دے رہی تھی، نجانے کیوں میرے ہاتھ بھی بے اختیار آگے بڑھے اور میں نے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ لڑکی نے اپنا سر میرے سینے سے ٹکا دیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے خود کو سنبھال لیا۔ اور اُسے اپنے ایک بازو کی گرفت میں لیے غار میں داخل ہوگیا۔ لڑکی اپنے ساتھ کچھ سامان بھی لائی تھی، جو ایک جانور کی کھال میں لپٹا ہوا تھا۔ اس نے اندر آکر پوٹلی میرے سامنے کھول دی۔ اُس میں اسی طرح کے جنگلی سیب، بھنے ہوئے پرندے اور دودھ سے بنی ہوئی پنیر نما کوئی چیز تھی۔ اس نے یہ تمام سامان میرے سامنے رکھ کر مجھے کھانے کا اشارہ کیا اور میں اطمینان سے کھانے بیٹھ گیا۔ بھوک واقعی لگ رہی تھی اور میں اس کا انتظار ہی کر رہا تھا۔

میں نے اسے کھانے کی دعوت دی، لیکن وہ دونوں ہاتھ سامنے کرکے اشارہ کرنے لگی کہ وہ کھاچکی ہے اور یہ سب کچھ میرے لیے ہے۔ کافی سامان تھا، خاص طور پر سیب تو کافی تعداد میں تھے۔ میں نے ان میں سے کچھ کھائے، پنیر کھایا اور گوشت پورا چیٹ کرگیا۔ سیب وغیرہ میں نے ایک طرف سرکا دیے۔ وہ میرے لیے کسی مہربان شخصیت کی مانند پانی کا پیالہ بھر کے لے آئی تھی جسے میں نے اطمینان سے پی لیا۔

بہت سے سوالات تھے میرے ذہن میں۔ پوچھنا چاہتا تھا

کہ اس غار کا انتخاب اس نے کیسے کیا۔ یہ غار محفوظ ہے یا نہیں لیکن جواب میں ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے سوا اور کیا مل سکتا تھا۔ پھر اس نے خود ہی مجھ سے باہر چلنے کی فرمائش کی اور میں نے آمادگی کا اظہار کردیا۔

ہم دونوں غار سے نکل کر ایک سمت بڑھ گئے۔ آج لڑکی نے ایک دوسرا رخ اختیار کیا تھا۔ ایک چھوٹا سا درہ تھا۔ جو غار سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ اس کا اختتام ایک بہت حسین جگہ ہوتا تھا جہاں چاندنی کا آبشار بہہ رہا تھا۔ چھوٹی سی بلندی تھی جہاں سے پانی گر رہا تھا۔ غالباً اوپر کوئی چشمہ تھا اور یہ گرتا ہوا پانی بہتا ہوا دور تک چلا جاتا تھا۔ یہ جگہ بہت حسین معلوم ہو رہی تھی، جس جگہ پانی گر رہا تھا وہاں تقریباً بارہ تیرہ گز کی چوڑائی میں تالاب سا بن گیا تھا اور یہ تالاب دیکھ کر میری طبیعت مچل اٹھی۔ میں نے فوراً ہی اپنا اوپری لباس اتارا اور نچلے لباس سمیت پانی میں داخل ہوگیا۔ لڑکی تالاب کے کنارے بیٹھ گئی۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

ٹھنڈے پانی کے اس تالاب نے گویا بدن میں نئی زندگی دوڑا دی۔ تمام گرد مٹی صاف ہوگئی تھی، پھر میں نے اوپری لباس کو بھی رگڑ رگڑ کر دھویا، لڑکی خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی تھی، کئی بار میری حرکتوں پر اُس کی کھنکتی ہوئی ہنسی گونجی تھی، وہ ہنستی تھی تو اس کے ہونٹوں کا زاویہ بے حد دلکش ہوجاتا تھا اور ایسے موقعوں پر مجھے نگاہیں چرا لینا پڑتی تھیں۔ کیونکہ یہاں میرا ایمان ڈگمگا جاتا تھا۔

پھر جب خوب اچھی طرح میں نہا کر پانی سے باہر نکلا تو وہ میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے دونوں نرم ونازک ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیے اور عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

ان آنکھوں میں پیاس تھی، تڑپ تھی، طلب تھی، میری کنپٹیاں سلگنے لگیں۔ میں نے سلگتی ہوئی نگاہوں سے اُسے دیکھا وہ پرشوق انداز میں دو قدم آگے بڑھی اور میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ دفعتاً ہی میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا اور میرے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی، میں نے اس کا بازو پکڑا اور

اسے ساتھ لیے ہوئے ایک چٹان پر آ بیٹھا۔ وہ خود سپردگی کے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ میں اُسے دیکھتا رہا۔ حواس رخصت ہوتے جا رہے تھے۔ دفعتاً نقارہ بجنے کی آواز فضا میں گونج اٹھی اور ہم دونوں ہی چونک پڑے۔ لڑکی چونکنے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگی اور پھر دہشت سے کھڑی ہو گئی۔ اس نے میرا بازو پکڑا اور غار کی طرف دوڑنے لگی۔ دوڑتے ہوئے میں نے اپنا اوپری لباس جسے میں نے خشک ہونے کے لیے ایک چٹان پر ڈالا ہوا تھا اٹھا لیا۔ نقارے کی آواز میں پہلے بھی سن چکا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرا دل دھک سے ہو گیا تھا، گویا ان لوگوں کو میرے اطراف میں موجود ہونے کی اطلاع مل گئی ہے۔ ہم دوڑتے ہوئے غار میں واپس آ گئے۔ لڑکی نے مجھے غار کے انتہائی اندرونی حصّے میں پوشیدہ ہونے کے لیے کہا اور پھر خود برق رفتاری سے باہر نکل گئی۔

میں اس کے باہر نکلنے کے بعد خود بھی غار کے دروازے تک آ گیا، اور نقاروں کی آواز کو سننے لگا، جو چند لمحات تک فضا میں گونجتی رہیں اور اس کے بعد ایک ہیبت ناک سکوت چھا گیا۔ اب میں انتظار کر رہا تھا اس بات کا کہ میری تلاش کے لیے کیا کارروائی ہوتی ہے۔ آیا کچھ لوگوں کو میری اس غار میں موجودگی کا علم ہو گیا ہے، یا پھر اس نقارے کی وجہ کچھ اور ہے؟

وقت تیزی سے گذر رہا تھا، دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے، کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے لیکن نقارے کی آواز بلند ہونے کے بعد پھر کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد لڑکی واپس آ گئی۔ اس کی آنکھوں سے سکون کا اظہار ہو رہا تھا جیسے وہ کہہ رہی ہو، سب ٹھیک ہے فکر کی بات نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ جانے پر آمادہ تھی۔ اس نے میری طرف ہاتھ ہلایا اور مجھے بتایا کہ وہ پھر آئے گی۔ میں انتظار کروں۔ پھر وہ چلی گئی لیکن میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ سارا کھیل بگڑ گیا تھا۔ حالات ایک عجیب شکل اختیار کر گئے تھے۔ میں اپنی اس ہمدرد میزبان کے پاس کتنا وقت گذار سکتا تھا۔ اکتاہٹ سی طاری ہونے لگی تھی، اور اب میں بار بار سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ جس زندگی کی طرف میں نے قدم بڑھایا وہ میرے لیے مناسب نہیں تھی۔ حالانکہ اپنے گھر سے نکلتے ہوئے میرے ذہن میں قطعی یہ تصور نہیں تھا کہ میں کسی دفینے کے حصول کے لیے سرگرداں ہو جاؤں گا اور اس طرح اپنا مستقبل تعمیر کروں گا۔ گھر سے نکلتے وقت تو میرے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ نہیں تھا، بس وہ جذباتی لمحات تھے جن میں میں نے گھر چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا، لیکن اب بار بار یہ احساس ہوتا رہتا تھا کہ میں نے جلد بازی کر ڈالی تھی۔ ان لوگوں سے فائدہ اٹھاتا جو میری مدد پر آمادہ تھے۔ اپنے بھائیوں سے اپنا حصہ وصول کرتا، اپنی تعلیم مکمل کرتا اور پھر اپنے ان سنہری خوابوں کی تکمیل کرتا جو کبھی میرے ذہن میں جاگے تھے۔ میں نے تو ایک آئیڈیل زندگی کے بارے میں سوچا تھا، میرے ذہن میں کبھی کبھی جو خواب ابھرتے تھے وہ کچھ اسی طرح کے ہوتے تھے کہ ایک ایگریکلچرسٹ بننے کے بعد میں اپنی زمینیں آباد کروں گا اور وہاں اپنے کھیتوں کے بیچوں بیچ ایک ایسا خوبصورت بنگلہ بناؤں گا جو دور سے دیکھنے والوں کو ایک تصویر کی مانند محسوس ہو۔ اس کے چاروں طرف تاحدِ نگاہ کھیت بکھرے ہوں۔ جن میں، میں اپنے ہاتھوں سے کاشتکاری کروں، اس بنگلے میں میری چھوٹی سی دنیا آباد ہو لیکن کچھ زر پرستوں نے مجھ سے میری جنت چھین لی تھی اور میں جذبات کی رو میں بہہ کر ان کے سامنے بڑی باتیں کر کے نکل آیا تھا۔

میرے ذہن میں قطعی یہ منصوبہ نہیں تھا کہ میں کسی ایسے ذریعے سے دولت حاصل کروں۔ اگر غور کیا جاتا تو یہ صاف محسوس ہوتا کہ ان ساری کارروائیوں میں میری کسی خواہش کا دخل نہیں تھا بس تقدیر میرے لیے راہیں بناتی چلی گئی تھی۔ وہ رات جب میں نے دادو کو بوڑھے بابا کی پٹائی کرتے دیکھا تھا، میری اس تباہ کن زندگی کی ابتدا تھی۔ اور اب یہ طول طویل سفر طے کر کے میں انسانی زندگی سے اتنی دور نکل آیا تھا کہ وہاں تک کا تصور ہی فرسانِ روح تھا۔ میں سوچتا تھا کہ اگر میں سارے جھگڑوں کو چھوڑ کر یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کروں تو کیا تنِ تنہا اس میں کامیاب ہو جاؤں گا جن راہوں سے گذر کر یہاں تک پہنچا تھا وہ مجھے قطعی یاد نہیں تھیں۔ جنگلوں میں بھٹکتا ہوا مر جاؤں گا اس کے علاوہ اور کوئی طریقۂ کار نہیں تھا۔ لیکن ان وحشیوں کے درمیان کب تک چھپا رہ سکتا ہوں۔ تین آدمیوں کے قاتل کو وہ معاف نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس کی ہمت بھی نہیں پڑ رہی تھی کہ حالات کو نظرانداز کر کے یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کروں۔ کرنل آسٹن تو مارا گیا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ کی زندگی کا بھی کوئی بھروسہ نہیں تھا کسی بھی لمحے انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور پھر ان کا جو رویّہ تھا وہ ان کے اپنے حق میں بہتر نہیں تھا۔ کوئی ایسی ترکیب ہو جائے، کوئی ایسا موقع مل جائے کہ میں اور کسی کو نہ سہی تو کم از کم ان دونوں کو ہی لے کر یہاں سے نکل جاؤں۔ سمبو تورا اور ندرت کے بارے میں تو اب یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ زندہ ہیں یا مر گئے۔ غلطی سمبو تورا ہی کی تھی۔ اتنے اعتماد کے ساتھ یہاں آیا تھا اور وہ سارے سہارے مٹا دیے تھے اس نے جو کسی طور کامیاب بھی ہو سکتے تھے۔ اس کی

خواہش تھی کہ ویلینی کے باشندوں کو آتشی ہتھیاروں سے نقصان نہ پہنچے لیکن تبتی قبائل کے یہ وحشی کسی طور کم تو نہیں تھے ان کے تحفظ کا تصور بے معنی تھا۔ اگر میکے براؤن ہی زندہ رہ جاتا تو کم از کم ہم اس طرح چوہوں کی مانند ان کے قبضے میں تو نہ آ جاتے، سارا کھیل ہی کمبخت الٹا ہو گیا تھا۔

اکتاہٹ ذہن پر اس قدر سوار ہوئی کہ میں غار سے باہر نکل آیا اور ایک کھلی جگہ آ کر اطمینان سے لیٹ گیا۔ دل الٹ رہا تھا، کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ اپنی زندگی کے بارے میں، تمام خدشات کو نظرانداز کر دیا تھا میں نے، اب میں زندگی کی کوئی دوسری شکل چاہتا تھا، جو اگر موت بھی ہو تو مجبوری تھی، نجانے کب آنکھ لگ گئی اور نجانے کب میرے اطراف روشنی پھیل گئی۔ آنکھ کھول کر دیکھا تو وہ بلائے بے درماں میرے نزدیک موجود تھی۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھی تشویش زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔ غصہ سا آنے لگا تھا۔ اس حسین مورت پر خواہ مخواہ یہ عذاب میری گردن پر ہر جگہ نازل رہتا ہے۔ اب ان محترمہ کی یہ دلچسپی کس طرح برداشت کی جائے۔ میری اپنی جان پر بنی تھی اور خاتون کو عشق سوجھا تھا۔

مجھے جاگتے دیکھ کر وہ میرے قریب آ گئیں، مسکرائی اور قریب بیٹھ کر میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا یہ دلجوئی کا اظہار تھا۔ میں ایک تھکی تھکی سانس لے کر اٹھ بیٹھا تب اس نے پیار سے میرا بازو پکڑا اور غار کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔

"قید مختلف شکلوں میں ہوتی ہے۔ آیئے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ کمبخت پیٹ کی مشین مسلسل مصروفِ عمل تھی۔ نظامِ ہضم پر بھی اثر نہیں پڑا تھا حالانکہ ان حالات میں سنا یہ گیا ہے کہ بھوک پیاس مٹ جاتی ہے۔ لیکن میری بھوک اور پیاس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ اس امید پر حسین محترمہ کے ساتھ غار میں پہنچا کہ وہ یقیناً میرے لیے من سلویٰ لے کر آئی ہوں گی۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا بھنے ہوئے کئی پرندے، پنیر اور دودھ موجود تھا۔ غنیمت تھا کہ زندگی کے اس نازک دور میں خداوندِ کریم یہ چیزیں ہی میرے لیے بھیج رہا تھا منہ ہاتھ دھونے کا یا دانت صاف کرنے کا دور گذر چکا تھا۔ میں ویلینی میں تھا جہاں کی وحشتناک زندگی ان تکلفات کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ پیٹ پوجا کرنے بیٹھ گیا۔ اور خوب پیٹ بھر لیا۔ کم از کم کھا پی کر مرنے میں یہ تو سکون تھا کہ قبر میں جا کر بھوک نہیں لگے گی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اس کی طرف دیکھا وہ مسکرا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور غار کے ایک حصے سے ایک بڑی سی پوٹلی اٹھا لائی۔ یہ پوٹلی بھی شاید چیتے کی کھال کی تھی۔ اس میں کچھ سامان بندھا ہوا تھا۔ اس نے یہ کھال میرے سامنے کھول دی اور پھر مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ اوپری لباس خشک ہونے کے بعد میں نے دوبارہ بدن پر پہن لیا تھا اس کے ہاتھ میرے اوپری لباس کے جانب بڑھ گئے میں خاموشی سے اس کا یہ عمل دیکھتا رہا۔ اس نے میرا اوپری لباس اتار کر ایک طرف ڈال دیا اور پھر جب اس کے ہاتھ میرے زیریں لباس کی طرف بڑھے تو میں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

"اے۔ اے۔ خاتون، اپنے اور میرے درمیان کم از کم اتنا فرق تو رہنے ہی دو۔" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے اس نے میری بات سمجھ لی ہو، پھر اس نے چیتے کی وہ کھال اٹھائی جسے میں اب تک بیکار سمجھتا رہا تھا۔ اور اسے بدن کے نچلے حصّے پر اس طرح لپیٹی جیسے مجھے اس کے استعمال کا طریقہ سکھا رہی ہو۔

میں نے متحیرانہ انداز میں اسے دیکھا اور اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسرے لمحے میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ مجھے واقعی شدید تعجب ہوا تھا۔ لڑکی جس منصوبے پر عمل کر رہی تھی، وہ جنگل میں رہنے والی کسی الہڑ سی دوشیزہ کے لیے میں نہیں سوچ سکتا تھا، وہ مجھے چیتے کی یہ کھال اپنے نچلے بدن پر لپیٹ لینے کے لیے کہہ رہی تھی۔

"لیکن اس سے فائدہ۔" میں نے بے اختیار پوچھا۔۔۔ وہ خاموشی سے کھڑی مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے پوٹلی میں سے لایا ہوا دوسرا سامان نکالا جو عجیب سی چمڑے کی بوتلوں میں بند تھا۔ اور میرے سامنے کر دیا۔ میں ان بوتلوں کو دیکھنے لگا بڑے بڑے جانوروں کی آنتیں کسی طرح پھلا کر انہیں بوتل کی شکل دے دی گئی تھی اور غالباً دھوپ میں خشک کر لیا گیا تھا، ان بوتلوں میں مختلف قسم کے سیال بھرے ہوئے تھے، میری آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ میں اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ چند لمحات میں سوچتا رہا اور پھر میں نے اس سے تعاون کیا۔ اس سے رخ بدل لینے کی درخواست کر کے میں اپنا زیریں لباس اتارنے لگا۔ لیکن وہ اس درخواست کو بھی نہیں سمجھ سکی تھی۔ تب میں نے فوراً آگے بڑھ کر اس کے دونوں بازو پکڑے اور اس کا رخ بدل دیا۔ ایک بار پھر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ کاش میں اس جنگلی ہنسی سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت رکھتا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر میں نے اپنے بدن پر وہ مضحکہ خیز کھال پہن لی۔ جس نے میری ستر پوشی تو کر دی تھی۔ لیکن خود میں اپنی نگاہوں میں عجوبہ بن گیا تھا۔ میں اس وقت ٹارزن کی آخری نسل کا فرد معلوم ہو رہا تھا۔

لڑکی نے بڑے اہتمام سے مختلف بوتلوں سے سیال

نکال کر لکڑی کے ایک برتن پر ڈال کر انہیں ملانا شروع کر دیا۔ اس کے دونوں ہاتھ سیال میں لتھڑ گئے تھے۔ پھر اس نے وہ سیال میرے بدن پر ملنا شروع کر دیا۔ اب میری حیرت بھی ختم ہو گئی تھی۔ لڑکی مجھے ان وحشیوں کا روپ دے رہی تھی۔ مہذب دنیا کی باشندہ ہوتی تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہ ہوتی کیونکہ میک اپ کا فیشن عام ہو گیا ہے اور بہت کچھ تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن تبت کے ان غیر مہذب علاقوں میں جنگل کی ایک لڑکی میک اپ کے فن سے واقف تھی تو یقیناً یہ حیرت کی بات تھی۔ میں اس کی فنکاری دیکھتا رہا۔ بازوؤں، انگلیوں، ہتھیلیوں ہر جگہ پر اس نے وہ سیال مل دیا جس کا رنگ کافی پکا معلوم ہوتا تھا اور بڑی بات یہ تھی کہ وہ بدن پر لگ کر سوکھتا بھی نہیں تھا۔ نہ ہی اس میں ایسی چکناہٹ باقی تھی کہ اگر اسے صاف کیا جائے تو وہ بدن سے اتر جائے۔

آخر یہ سیال کس نے دریافت کیا اور لڑکی کو اس کے بارے میں کیسے معلومات حاصل ہوئیں۔ میں سوچتا رہا اور وہ مجھے لنگور بناتی رہی۔ جسم کے تمام کھلے ہوئے حصے رنگنے کے بعد اس نے ان پر اس طرح ہاتھ پھیرا کہ کہیں بھی رنگ ہلکا یا بھاری نہ محسوس ہو۔ اس کے بعد چہرے پر نوبت آ گئی اور میں خاموشی سے اس کی حرکات کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس نے دوسری شیشیاں اٹھائیں اور انگلی ڈبو کر میرے چہرے پر نقش و نگار بنانے لگی۔

"بس اسی کی کسر تھی!" میں نے آہستہ سے کہا۔ مسکراہٹ تو اس کے ہونٹوں سے چپکی ہی رہتی تھی۔ آنکھیں شوخی کا اظہار کرتی تھیں، میری بات سمجھنے کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا۔ بس یہ دائمی مسکراہٹ تھی جو ہر بار یوں محسوس ہوتی تھی جیسے میری کسی بات کے جواب میں ہو۔ اس کے بعد اس نے مجھے ناقدانہ نگاہوں سے دیکھا، میرے گرد کئی چکر لگائے اور آخری کام کر دیا یعنی میرے سر پر چمڑے کی پٹی چڑھا کر اس میں سرخ رنگ کے دو پر اڑس دیے۔

"سبحان اللہ۔ اب ایک نیزہ بھی میرے ہاتھ میں دے دیجیے گا۔" اور وہ واپس مڑ گئی۔ اس نے غار میں رکھا ہوا نیزہ اٹھایا اور میرے ہاتھ میں تھما دیا۔

"واللہ۔ آپ تو اہلِ زبان ہو گئیں۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ لڑکی نے سامان سمیٹنا شروع کر دیا تھا پھر اس نے غار کے پتھر سے رگڑ رگڑ کر اپنے ہاتھ صاف کیے اور جو کچھ گندگی باقی رہ گئی تھی، وہ اطمینان سے اپنے لباس سے رگڑ کر صاف کر لی، پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے غار سے باہر لے آئی۔ باہر اب دھوپ پھیل چکی تھی۔ اس دھوپ میں میرے بدن اور چہرے پر ملا ہوا سیال خشک ہونے لگا۔ میں نے اپنی کلائیوں کو دیکھا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دھوپ لگنے کے بعد وہ بالکل ان جنگلیوں کے رنگ کی ہو گئی تھیں۔ یہی کیفیت بقیہ بدن کی بھی تھی۔ لباس غار ہی پڑا رہ گیا تھا۔ جس کے بارے میں، میں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ خاتون تو نہیں سوچ سکیں، میں خود ہی اس سے نجات پا لوں۔ ویسے لڑکی کی اس کوشش سے میں خود بھی متفق ہو گیا تھا۔ حیرت صرف اس بات کی تھی کہ یہ تصور اس کے ذہن میں کیسے آیا اور یہ اشیاء اس نے کہاں سے حاصل کیں۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے بلاشبہ اس وقت ایک شاندار کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس طرح کم از کم مجھے ان جنگلیوں کے درمیان نقل و حرکت کی آزادی حاصل ہو گئی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں ان کی زبان نہیں بول سکتا تھا۔ لیکن کہیں سے گذرتے ہوئے اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو مجھ پر شبہ نہیں کر سکتے تھے۔ اور اپنی ہی نسل کا کوئی انسان سمجھ کر انہیں میری طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ لڑکی بھی اس بات سے مطمئن نظر آ رہی تھی۔

میں واپس پلٹا، اپنے سامان کا بنڈل بنا کر غار کے ایک ایسے گوشے میں چھپا دیا جہاں اسے آسانی سے نہ دیکھا جا سکے اور اس کے بعد باہر نکل آیا۔ تب وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اس سمت چل دی۔ جہاں ہم پچھلی رات گئے تھے۔ پانی کے چھوٹے سے چشمے میں جھانک کر میں نے اپنا حلیہ دیکھا اور لڑکی کی فنکاری پر عش عش کر اٹھا۔ اس نے واقعی میری صورت تبدیل کر دی تھی۔ اور اب کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں دلیپی کا وحشی نہیں ہوں۔ میں نے متحیرانہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا: "تم اگر اس قدر فنکارانہ صلاحیتوں کی مالک ہو، تو پھر میرے اشاروں کی زبان کیوں نہیں سمجھتیں؟" اس کے چہرے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ جس پر مجھے ایک دم غصہ آ گیا۔ کمبخت اپنی بات سمجھا دیتی ہے، اور میری ایک نہیں سنتی۔

نیزہ ہاتھ میں تھامے میں لڑکی کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ وہ کھلنڈرے انداز میں میری رہنمائی کر رہی تھی۔ تاحد نگاہ چٹانیں، درخت اور جھاڑیاں بکھرے ہوئے تھے۔ دلیپی کی آبادی کا یہ دوسرا حصہ دن کی روشنی میں، میں نے اب اچھی طرح دیکھ لیا تھا لیکن اسے دیکھنے کے بعد بھی کوئی صحیح فیصلہ کرنا مشکل تھا، میں بھلا کیا کر سکتا تھا، البتہ اس کے ساتھ سفر کرتے ہوئے یہ خیال میرے ذہن میں ضرور ابھرا اور وہ یہ کہ اگر میں ان لوگوں میں گھل مل جاؤں تو ممکن ہے، فرار کا کوئی راستہ مل سکے۔ یہی ضرور تھا، چھپ کر ان کے درمیان سے نکلنا مشکل نہیں تھا لیکن یہ موجودہ حلیہ اس سلسلے میں میری مدد کر سکتا تھا۔

لڑکی مسلسل آگے بڑھ رہی تھی، ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے

اب وہ اس غار میں واپس آنے کا ارادہ نہ رکھتی ہو کہیں یہ احمق لڑکی مجھے اپنی رہائش گاہ پہ تو نہیں لے جا رہی ہے، بے شک حلیہ تبدیل ہو گیا تھا۔ لیکن ان لوگوں کی سی حرکات و سکنات یا ان کی زبان بولنا تو میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ میں دور دور سے تو محفوظ رہ سکتا تھا لیکن لڑکی کے علاوہ اگر کوئی اور شخص مجھے ٹکرا گیا تو پھر میری پول کھل جانا یقینی تھا۔ میں رکا تو وہ ٹھٹھک کر مجھے دیکھنے لگی، اس کی آنکھوں میں سوالیہ کیفیت تھی۔

"معزز خاتون، کیا آپ میری رفاقت سے اکتا گئی ہیں؟ کہاں لیے جا رہی ہیں مجھے، کیا موت کی طرف ۔ ؟"

وہ پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی، پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

"چلیے چلیے، آپ سے تعاون نہ کرنے کا مقصد بھی میں جانتا ہوں، لیکن خدا کے لیے صرف ایک حد تک یہ تعاون طلب کیجیے گا، کیونکہ اس سے آگے کچھ میرے بس میں نہیں ہے۔ دیوار سے باتیں کرنا کیا معنی رکھتا ہے ۔ !"

دیوار میرے ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ اب ہم ایک تپلے درّے سے گذر رہے تھے۔ جس کے دونوں سمت پہاڑوں کی بلندیاں تھیں۔ درّے سے داہنی سمت گھوم کر ہم ایک چٹانی علاقے میں پہنچ گئے۔ یہاں چٹانوں میں متعدد غار بکھرے ہوئے تھے، انہی میں سے ایک غار کی طرف اس نے رخ کیا اور میں گھبرا کر بولا۔ "کیا غاروں کے علاوہ آپ کو کوئی اور جگہ نہیں مل سکتی، مجھے آپ سے خوف محسوس ہوتا ہے، آخر آپ ان غاروں کی طرف کیوں چل رہی ہیں ۔ ؟"

اس نے مجھے دیکھا اور مسکراتے ہوئے ایک غار کی طرف لے جانے لگی۔

"یہ پناہ گاہ کیا وہاں سے زیادہ محفوظ ہے ؟" میں نے سوال کیا، اس مرتبہ وہ رک گئی اور کسی قدر بے چین نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "اگر آپ لے جا سکتی ہیں تو مجھے زندگی کی سمت لے جائیے، میں اب ان ویرانوں میں بہت زیادہ عرصے زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"میں تمہیں زندگی کی طرف ہی لے جا رہی ہوں، چلتے رہو!" میرے کانوں نے سنا اور میں چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ نسوانی آواز تھی۔ انگریزی زبان تھی اور یہ آواز اسی لڑکی کے ہونٹوں سے نکلی تھی۔ لیکن کیا یہ میری سماعت کا دھوکہ ہے، کیا میرے دماغ میں خلل پیدا ہو چکا ہے۔ کیا میں دیوانگی کی حدود میں داخل ہو گیا ہوں۔

لڑکی مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ شدید حیرت سے چند لمحوں تک میری آواز نہ نکل سکی، دیر تک میں اسے دیکھتا رہا، پھر میں نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ پوچھا۔ "تم نے ۔ تم نے کچھ کہا؟"

"ہاں مجبوری ہے، اب تمہاری بات کا جواب دینا ہی پڑیگا۔"

اس بار میں نے اس کے ہونٹ ہلتے ہوئے دیکھے تھے۔ آواز بھی اسی کے ہونٹوں سے نکلی تھی، دماغ بھک سے اڑ گیا۔ ممکن تھا کہ چکرا کر نیچے گر پڑتا۔ بمشکل تمام غار کی نزدیکی دیوار کا سہارا لیا تھا۔ میری پھٹی پھٹی آنکھیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ اور اس وقت اس کی مسکراہٹ کو باقاعدہ معنی دیئے جا سکتے تھے۔ وہ شرارت آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحوں تک میں آنکھیں پھاڑے اسے گھورتا رہا۔ دو تین بار آنکھیں بھینچ کر ذہن کو جھٹکا اور پھر اس کے قریب پہنچ گیا۔ "خدا کی قسم کیا یہ تم ہی بولی تھیں۔ کیا یہ تمہاری ہی زبان تھی۔ یہ تمہارے ہی الفاظ تھے ؟"

"اندر چلو، باہر کی دنیا ابھی تمہارے لیے اتنی محفوظ نہیں ہے۔" اس بار اس نے سنجیدگی سے کہا اور میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ "خدا کی پناہ، خدا کی پناہ، میں پاگل ہو گیا ہوں یا پھر ۔ یا پھر ۔"

"بہتر یہ ہے کہ اس کا فیصلہ اندر چل کر ہی کیا جائے۔" لڑکی نے کہا اور اس بار مضبوطی سے میرا بازو تھام کر مجھے غار کے اندر لے گئی، لیکن میری جو کیفیت تھی اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ایک ناقابل یقین بات ہوئی تھی تو میں اس پر کیسے یقین کر لیتا۔ وہم کا وقفہ اتنا طویل نہیں ہوتا۔ یہ میری سماعت کا دھوکا نہیں تھا۔ لڑکی اب میرے ہر سوال کا جواب نہایت شستہ انگریزی میں دے رہی تھی۔ دفعتاً میں نے اسے عقب سے پکڑ لیا۔ "سنو لڑکی سنو۔ انسان کی قوت برداشت کے بارے میں جانتی ہو کچھ؟"

"زیادہ نہیں جانتی۔" اس نے جواب دیا۔

"جتنا بھی جانتی ہو اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ ممکن ہے میں دیوانگی کے عالم میں تمہارے یہ خوبصورت بال نوچ ڈالوں۔ یا تمہیں کھسوٹنے لگوں مجھے بتاؤ کہ یہ اچانک تمہارا گونگا پن کیسے ختم ہو گیا اور اچانک تم نے انگریزی کیسے بولنا شروع کر دی۔ کیا دلیپی میں کوئی درسگاہ بھی قائم ہو گئی ہے یا پھر ۔ یا پھر ۔ ؟"

"گے زالی تم۔ ایک مہذب انسان ہو۔ میں جانتی ہوں نہ تم میرے بال نوچو گے اور نہ تم مجھے جھنجھوڑ کھاؤ گے، آؤ بس چند لمحات کے بعد تم پر تمام باتوں کا انکشاف ہو جائے گا۔" اس نے میرا بازو پکڑ کر کہا۔ میں چل تو رہا تھا اس کے ساتھ لیکن دل و دماغ کی جو کیفیت تھی وہ میں جانتا تھا یا میرا خدا۔

غار سرنگ نما تھا۔ اس کا اختتام ایک بہت بڑے سے ہال میں ہوا تھا جو کسی قدر بیچاوٗ پر تھا، ہال میں روشنی پھیلی ہوئی تھی اور یہ روشنی بیٹری لیمپ کی تھی۔ روشنی کے قریب ہی کوئی اور موجود تھا جسے دیکھ کر میں نے متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑیں سڈول بدن کا مالک ایک ویلینی وحشی جو بارہ سنگھے کی کھال پر بیٹھا ہوا ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔

آج غالباً ویلینی میں جادو کا دن تھا۔ ہر بات انوکھی ہر چیز انوکھی۔ ویلینی کے یہ وحشی تعلیم یافتہ بھی ہیں، میں اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ قدموں کی آہٹ پر چونک کر اس شخص نے مجھے دیکھا اور پھر کتاب کو درمیان میں سے کھلا چھوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

"سونیتا مجھے بتا چکی ہے کہ تمہارا نام گے زالی ہے۔" اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اس کا داہنا ہاتھ مصافحے کے لیے پھیلا ہوا تھا۔ میں چکرائے ہوئے ذہن کے ساتھ اسے دیکھتا رہا۔ اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ کو نجانے کس طرح میرے ہاتھ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ تب وہ لڑکی کی طرف رخ کرکے بولا۔ "سونیتا باہر کا ماحول تو پرسکون ہے؟"

"ہاں پپا بالکل یہ لڑکی نے جواب دیا اور ایک ابھرے ہوئے پتھر پر بیٹھ گئی۔ اس کے ہونٹوں سے ہنسی پھوٹی پڑ رہی تھی اور اس کی شریر آنکھیں کچھ اور زیادہ مسکرانے لگی تھیں۔

"ویلینی کے انوکھے انسان کیا عالم حیرت میں حرکتِ قلب بند ہوسکتی ہے؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"نہیں، آدمی صرف بے ہوش ہوسکتا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"تو کیا تم یہ پسند کروگے کہ میں ہمیشہ کے لیے بے ہوش ہوجاؤں؟"

"قطعی نہیں قطعی نہیں، بہتر ہے کہ تم اپنی حیرت رفع کرلو۔" اس نے جواب دیا۔

"تمہارے بدن پر کھال کا یہ لباس، تمہارا یہ مٹیالا رنگ اور اس پر یہ شستہ انگریزی اور یہ کتاب۔ کیا یہ باتیں کسی انسان کو پاگل کردینے کے لیے کافی نہیں ہیں؟" میں نے کہا۔

"یقیناً ہیں۔ لیکن ایک جملہ یہ تمام حیرتیں ختم کرسکتا ہے۔ وہ یہ کہ تم مجھے زیڈال کے نام سے پکار سکتے ہو، پروفیسر زیڈال اور یہ میری بیٹی سونیتا ہے۔" ویلینی کے وحشی نے جواب دیا۔ میں پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اُسے دیکھتا رہا۔ وہ مسکرا کر بولا۔

"بیٹھو گے زالی بیٹھو، بہت سی باتیں کرنی ہیں تم سے اور سونیتا تم ذرا غار کے دہانے پر نگاہ رکھو، ہمیں بہرحال محتاط رہنا چاہیے۔"

"اوہ پپا باہر کی فکر نہ کرو، میں نے یہاں داخل ہونے سے پہلے دور تک کا جائزہ لے لیا ہے اس طرف کوئی نہیں ہے۔"

"گویا ساری باتیں تمہاری موجودگی میں ہی ہونی چاہییں۔" پروفیسر زیڈال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں پپا، مسٹر گے زالی میری دریافت ہیں، میں اس کا حق رکھتی ہوں۔" لڑکی مسکرا کر بولی۔

"ٹھیک ہے لیکن حقوق کے ساتھ زندگی کی حفاظت بھی کرو، جاؤ ایک نگاہ باہر دیکھ کر آؤ، دور دور تک کا جائزہ لے لینا۔" پروفیسر زیڈال نے کہا اور لڑکی اکتائے ہوئے انداز میں باہر نکل گئی۔

میں اب بھی شدید حیرت کا شکار تھا۔ لڑکی سے ملاقات اور اس کے بعد اس کی اداکاری یاد آرہی تھی میری ہر بات کے جواب میں اس کی آنکھیں صرف سادگی سے مسکراتی رہتی تھیں۔ ایک بار بھی اس کے چہرے سے یہ اظہار نہیں ہوا کہ وہ میری بات سمجھ چکی ہے۔ بس ایک سادہ سی دیوار کی مانند تھی وہ۔ لیکن درحقیقت جو کچھ میں کہہ رہا تھا وہ سب جانتی تھی۔ میں نے اپنی حیرت پر قابو پایا کم از کم میرے حالات میں کوئی تو تبدیلی تو رونما ہوئی تھی۔ پھر میں نے پہلی بار پروفیسر زیڈال سے سوال کیا۔ "مسٹر زیڈال آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"

"سونیتا کے ذریعے۔" پروفیسر زیڈال نے جواب دیا اور اس وقت سونیتا واپس آگئی۔

"میں کہہ چکی ہوں پپا باہر سب ٹھیک ٹھاک ہے، ہاں میرا نام کس سلسلے میں لیا گیا تھا؟" سونیتا نے سوال کیا۔

"میں بتا رہا تھا کہ گے زالی کا نام مجھے تمہارے ذریعے معلوم ہوا۔"

"ہاں مسٹر گے زالی میں نے ہی تمہیں دریافت کیا تھا پھر پپا کی مدد سے ہم تمہیں اٹھا کر لائے تھے۔"

"ٹھیک ہے، لیکن کیا اب میں تم لوگوں کے بارے میں بھی کچھ جان سکتا ہوں؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ سوال تم پپا سے کرو۔" سونیتا شرارت بھرے انداز میں بولی۔

پروفیسر زیڈال کہنے لگا۔ "مسٹر گے زالی بہتر یہ ہوگا کہ ہم دونوں اپنے بارے میں تھوڑی تھوڑی تفصیلات بتا دیں اس کی ابتدا میں ان الفاظ سے کرتا ہوں کہ ویلینی کے علاقے میں میری آمد ایک مقصد کے تحت ہوئی ہے۔ اب تم سے کیا چھپا یوں سمجھ لو کہ ولاڈی واسکاٹ کی ڈائری کے کچھ الفاظ میری دلچسپی

کا باعث بنے اور اس کے بعد ایک طویل سفر طے کرکے میں یہاں تک پہنچ گیا۔"

"تنہا؟" میں نے بے ساختہ پوچھا۔ اور اس بات پر پروفیسر ڈال کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے الجھن کے آثار نمایاں ہوگئے۔ پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ "نہیں تنہا نہیں۔ لیکن ں جواب کے ساتھ ہی اب میں تمہارے بارے میں معلوم رنا چاہتا ہوں۔"

"میرا نام تو آپ کو معلوم ہو ہی گیا مسٹر زیڈال، باقی یوں سمجھ ں کہ ولاڈی واسکاٹ کی ڈائری، ہی مجھے بھی یہاں سرگرداں کیے وئے ہے۔"

"تمہارے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں؟"

"ہیں نہیں تھے۔ ہم کل پانچ افراد تھے جن میں ایک ی تھی اور تین میرے دوسرے ساتھی۔ دو پراسرار طور پر غائب و گئے۔ دو ابھی ان لوگوں کی قید میں ہیں۔ میں بھی ویلینی کے شندوں کی قید میں تھا۔ لیکن میں وہاں سے نکل بھاگا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" زیڈال نے جواب دیا

"اس طرح آپ کو اب یہ معلوم ہوگیا کہ میری یہاں آمد کا صد کیا ہے؟"

"ہاں سو فیصدی۔ لیکن ڈیئر گے زالی تمہاری تہنیچ مجھ سے ہلیں آگے ہے، معاف کرنا میں بہت زیادہ گھماؤ پھراؤ کا دی نہیں ہوں، صاف گفتگو کرتا ہوں اور یہ کہتے ہوئے میں ھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا کہ تم میرے لیے ایک اہم میت بن گئے ہو، جانتے ہو کیوں؟"

"نہیں جانتا تو نہیں لیکن جاننا چاہتا ہوں۔"

"تمہارے لباس سے سونے کے چند سکے برآمد ہوئے ، جن کا تعلق ماؤنٹ سوراٹ کے اس خزانے سے ہے ں نے بے شمار افراد کو پاگل بنا رکھا ہے۔"

میں چونک پڑا۔ مجھے وہ سکے یاد آگئے تھے جو میں نے عظیم الشان خزانے سے حاصل کیے تھے۔ اور جو غار میں ہوش کے بعد مجھے نہیں ملے تھے۔ سکوں کی گمشدگی کا راز اب معلوم تھا۔

میرا ذہن برق رفتاری سے کچھ فیصلے کرنے لگا، پروفیسر ال اور سونیتا کی خود سے دلچسپی کو میں اچھی طرح محسوس کرچکا تھا۔ ب مجھے اس روشنی میں ان لوگوں سے گفتگو کرنی تھی۔ "ہاں سکے میرے پاس موجود تھے اور بے ہوشی کے دوران غائب گئے۔"

"میرے پاس موجود ہیں وہ، تمہاری امانت کے طور پر۔"

"ٹھیک ہے ان ویرانوں میں اس امانت کا کیا کیا جاسکتا ہے مسٹر زیڈال، یہ کارسی چیز ہے اب وہ خزانہ ہمارے لیے۔"

"نہیں دوست ایسی بات نہیں۔ میں ابھی تمہیں ساری تفصیلات نہیں بتاؤں گا، لیکن آہستہ آہستہ چند باتیں تمہیں بتا دی جائیں گی۔ میری طرف سے ایک پیش کش قبول کرو۔ وہ یہ کہ میں یہاں تمہیں مکمل طور پر پناہ دے سکتا ہوں، تمہارے ساتھیوں کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ میں ان کی بازیابی میں کامیاب ہوسکوں گا یا نہیں۔ اور اگر ان سے تمہارا کوئی ذہنی لگاؤ نہیں ہے تو پھر یوں سمجھو کہ تقدیر نے تمہیں تنہا یہ موقع دیا ہے۔ ہمارے تمہارے درمیان سودے بازی ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ تم اسے پسند کرو اور اس سلسلے میں اپنی شرائط مجھے پیش کردو۔"

"سودے بازی۔" میں نے گہری نگاہوں سے پروفیسر زیڈال کو دیکھا۔

"ہاں سودے بازی!"

"کس قسم کی؟"

"سونے کے وہ سکے تمہارے پاس کہاں سے آئے؟" پروفیسر زیڈال نے مجھے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"فرض کرو پروفیسر زیڈال میں اس خزانے کا راز معلوم کرچکا ہوں، ایسی حالت میں۔" میں نے اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا اور پروفیسر زیڈال کی نگاہوں میں ایک عجیب سی چمک پیدا ہوگئی۔ اب میں اُسے چونکہ دوسری نگاہ سے دیکھ رہا تھا اس لیے مجھے یہ مہذب وحشی اتنا حیرت انگیز نہیں لگ رہا تھا اور میں اُس کی کیفیات کو محسوس کرسکتا تھا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ تم کسی طرح اس خزانے تک پہنچ چکے ہو۔ بہرحال دل تو میرا یہ چاہتا ہے کہ فوراً ہی تم سے اسی بارے میں تفصیلات معلوم کرلوں، لیکن ظاہر ہے تم نہیں بتاؤ گے۔ کیونکہ اسی پر تمہاری زندگی کا بھی انحصار ہے۔ میں صاف گوئی سے بات کرنا پسند کرتا ہوں۔ کیا میں نے غلط کہا؟"

"نہیں پروفیسر زیڈال، تم ٹھیک کہتے ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"تو دوست کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ تم خزانے کے اس راز میں مجھے بھی شریک کرلو۔ میں ویلینی کے ان باشندوں سے تمہارا تحفظ کروں گا۔ تمہیں ہر طرح کی آسانیاں فراہم کروں گا اور اس کے بعد خزانہ حاصل کریں گے اور پھر یہاں سے نکل چلیں گے۔ اگر تم اس پر تیار ہو؟"

"کیا یہاں سے نکلنا اتنا ہی آسان ہوگا؟"

"تم آسانی کی بات کہتے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ہماری زندگی کا سب سے مشکل کام ہوگا۔ لیکن خزانے آسانی سے نہیں حاصل ہو جاتے۔ بے حد دشواریاں اور الجھنیں برداشت کرنا پڑیں گی، ہمیں۔ لیکن میں تمہیں اس کا یقین دلاتا ہوں کہ میں انتہائی حد تک خزانے کو یہاں سے نکال لینے کے لیے آسانیاں فراہم کر سکتا ہوں۔ میرے پاس اس کے ذرائع موجود ہیں۔"

میں پُرخیال نگاہوں سے پروفیسر زیڈال کو دیکھنے لگا۔ اس شخص کی معیت میرے لیے خاصی بہتر ہو سکتی تھی اور بعد کے معاملات تو بعد میں ہی دیکھے جاتے، وقتی طور پر کوئی مؤثر سہارا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے مدہم لہجے میں کہا۔ "میں آپ کے ساتھ تعاون کر سکتا ہوں پروفیسر زیڈال اور میں سمجھتا ہوں کہ جب آدمی کسی چیز سے مکمل طور پر مایوس ہو جائے تو پھر اس میں دوسروں کی شمولیت اسے گوارا کر لینی چاہیے۔ عام حالات میں شاید میں کسی بھی قیمت پر تعاون پیش نہ کرتا لیکن خزانہ یہاں سے لے جانے کے سلسلے میں۔ میں قطعی بے بس ہوں۔ بہر طور میں آپ کی خواہش پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں اور اپنے آپ کو آپ سے تعاون کے لیے پیش کرتا ہوں۔!"

پروفیسر زیڈال مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا اور پھر اُس نے پرجوش طریقے سے مجھ سے مصافحہ کیا۔ "تم مجھے ایک بہترین ساتھی پاؤ گے۔ ایک قابل اعتماد انسان۔"

"میری کیا پوزیشن ہوگی پپا؟" سونیتا نے کہا۔ پروفیسر نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک مکمل خاموشی چھائی رہی پھر پروفیسر نے کہا۔ "یہ غار تمہارے لیے بالکل محفوظ ہے فی الحال تم یہاں آرام سے رہ سکتے ہو۔ لیکن اس کے بعد تمہیں ان لوگوں میں رہنا ہوگا۔ ہمارا کام آسان نہیں ہے جو پروگرام ہم لوگ بنائیں گے وہ طویل وقت لے گا اور میں تمہیں قید نہیں رکھنا چاہتا۔"

"کیا ان لوگوں کے درمیان رہنا میرے لیے ممکن ہوگا پروفیسر؟"

"میں اس ناممکن کو ممکن بناؤں گا۔" پروفیسر زیڈال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس غار کو آپ کیسے محفوظ تصور کرتے ہیں؟"

"کیونکہ یہ میرے لیے مخصوص ہے۔ ہمارے تمہارے درمیان یہ معاہدہ ہو چکا ہے گے زال تم اس پر کاربند رہو۔ رفتہ رفتہ ہم ایک دوسرے پر اعتماد کریں گے اور بہت سی باتیں علم میں آئیں گی۔"

"معاف کیجیے گا مسٹر زیڈال۔ میرے پاس صرف ایک راز تھا جو میں نے آپ کو بتا دیا لیکن آپ ابھی مجسم راز ہیں آپ کو کھولنے کا کیا طریقہ ہوگا؟"

"میں خود بخود کھل جاؤں گا۔ اس کی فکر مت کرو۔"

"بہتر ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

پروفیسر پھر کسی خیال میں کھو گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "سونیتا اس غار میں تمہارے ساتھ رہ سکتی ہے۔ تمہیں ضرورت کی ساری چیزیں مہیا ہو جائیں گی کچھ وقت اطمینان سے گزارلو۔ اس کے بعد۔"

"ایک گزارش اور ہے پروفیسر۔ میرے دو ساتھی اس جگہ قید ہیں جہاں میں قید تھا۔ بقیہ دو ساتھی گم ہیں میری خواہش ہے کہ آپ ان لوگوں کو بھی تحفظ فراہم کریں۔"

"کیا ان سے تمہارا کوئی ذہنی رشتہ ہے؟"

"یہی سمجھ لیں۔"

"دیکھو گیزال۔ ان دونوں کی رہائی تو ممکن نہیں ہے لیکن میں تمہیں ان کی زندگی کی عارضی ضمانت دے سکتا ہوں بشرطیکہ وہ کوئی خطرناک حرکت نہ کر بیٹھیں۔ باقی دو جو گم ہو گئے ہیں ان کے بارے میں، میں تمہیں رپورٹ دوں گا۔ لیکن اس میں کچھ وقت لگ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن آپ کو یہ سب کچھ کرنا ہوگا مسٹر زیڈال آپ اسے میری شرط سمجھ سکتے ہیں۔"

"کچھ چیزیں میرے اختیار میں بھی نہیں لیکن جہاں تک مجھے اختیار ہے میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ پوری پوری کوشش کروں گا۔"

"شکریہ پروفیسر۔"

پروفیسر تھوڑی دیر تک ہچکچاتے ہوئے انداز میں مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "تم اس خزانے تک کس طرح پہنچ گئے گے زال؟"

"میں اس کے حصول کے لیے ہی آیا تھا۔"

"لیکن۔ لیکن میرا مطلب ہے تمہاری رسائی اس تک کیسے ہو گئی؟"

"میری کاوشوں سے۔"

"تمہارے پاس اس کے لیے معلومات تھیں۔"

"ہاں۔"

"وہ کہاں ہے؟ میرا مطلب ہے کیا اسی علاقے میں؟ اور تمہیں۔ تمہیں اس جگہ کا پتا۔"

"پروفیسر۔ ظاہر ہے اس بارے میں، میں تمہیں صرف اس وقت بتاؤں گا جب ہمیں ایک دوسرے پر مکمل اعتماد ہو جائے گا بلکہ اس وقت جب اسے یہاں سے لے جانے کی ساری تیاریاں مکمل ہو جائیں گی۔ میرے پاس اس راز کے علاوہ اور کیا شے ہے تم خود غور کرو!"

"یہ پریشان کن بات ہے۔"

"اصولاً مناسب ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن خزانے کو مطلوبہ جگہ منتقل کرنے کے لیے بھی پلاننگ کرنی ہوگی۔ ذرائع اختیار کرنے ہوں گے۔ یہ کوشش کرنی ہوگی کہ کم سے کم لوگ اس میں شریک ہوں تاکہ خزانے کے زیادہ حصے دار نہ بنیں۔ اگر تم اس بارے میں تفصیل نہیں بتاؤ گے تو۔"

"معذرت خواہ ہوں پروفیسر۔ ممکن ہے وقت سے پہلے آپ کو اس بارے میں بتا دوں لیکن یہ ہمارے آپ کے تعلقات کی نوعیت پر منحصر ہے۔"

پروفیسر پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا "ٹھیک ہے میں بھی جلد بازی نہیں کرنا چاہتا۔ او کے ڈیئر گے زال میں چلتا ہوں سونیتا۔ تمہیں اس جگہ کے بارے میں سب کچھ بتا دے گی۔"

سونیتا پروفیسر کو غار کے دہانے تک چھوڑنے گئی تھی۔ میں ہزاروں خیالات کے ہجوم میں گھر گیا۔ یہ بالکل نئی صورتحال تھی۔ انوکھی اور اجنبی۔ بہت کچھ سوچنا تھا اس کے بارے میں۔ پروفیسر زیڈال کیا ہے۔ اس بات پر تو یقین کیا جا سکتا تھا کہ وہ بھی خزانے کے متلاشیوں میں سے ایک ہے لیکن باقی وہ کون ہے اور کیا ہے یہ صیغۂ راز میں تھا۔ اس نے خود اپنے دوسرے کچھ ساتھیوں کا اقرار تھا۔ وہ یہاں سے نکلنے کے ذرائع رکھتا تھا لیکن اتنی کامیابی سے وہ ان وحشیوں کے درمیان محفوظ کیوں ہے؟

دوسرا کردار سونیتا کا تھا۔ سونیتا کی گہرائی کا مجھے اندازہ ہو چکا تھا۔ وہ نہایت کامیابی سے اپنا کردار نبھاتی رہی تھی۔ بہترین اداکارہ تھی وہ اور میرے خیال میں وہ پروفیسر سے زیادہ خطرناک تھی۔

ان دونوں باپ بیٹی کے بارے میں مجھے زیادہ سوچنے کا موقع نہ مل سکا، سونیتا مسکراتی واپس آ گئی تھی۔ "ہیلو۔" اس نے شرارت بھرے انداز میں کہا۔

"ہیلو جنگلی لڑکی۔"

"جنگلی مرد۔ بلکہ بالکل جنگلی۔" وہ بے تکلفی سے بولی۔

"بالکل جنگلی۔"

"ہاں۔ جو کسی کے جذبات کو نہ سمجھ سکے اسے اور کیا کہا جائے۔" اس نے ناز سے کہا۔

"شاید۔" میں آہستہ سے بولا۔

"کہاں کے باشندے ہو؟"

"ہندوستانی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"پہاڑوں بھٹکنے کیوں نکل پڑے۔"

"تمہیں یہ سوال نہیں کرنا چاہیے۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ یہی سوال میں تم سے بھی کر سکتا ہوں۔"

"میں تو پپا کے ساتھ چلی آئی۔ ورنہ مجھے ویرانوں میں زندگی گزارنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟"

"آسٹریلیا سے۔ لیکن میں نے لندن میں زندگی گزاری ہے۔ وہ آسٹریلیا کے باشندے ہیں اور ممی انگلینڈ سے تعلق رکھتی تھیں۔"

"تھیں؟"

"ہاں! وہ مر چکی ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں نے تو ان کی شکل بھی نہیں دیکھی۔ اس لیے ان کے سلسلے میں کوئی اظہار افسوس میرے لیے بے معنی ہے۔"

"پروفیسر آسٹریلیا میں کیا کرتے ہیں؟"

"نہ جانے کیا کیا۔ وہ بہترین ڈاکٹر ہیں۔ بہترین تاریخ دان ہیں۔ آثار قدیمہ کے بہت بڑے ماہر ہیں۔ نوادرات کے بہت بڑے تاجر ہیں۔ اعلیٰ پائے کے سیاح ہیں اور سیاحت پر بہت سی کتابیں لکھ چکے ہیں جن کے ترجمے دنیا کی بہت سی زبانوں میں

ہو چکے ہیں۔ دنیا کی درجنوں زبانیں جانتے ہیں خاص طور سے مشرق کی قدیم و جدید زبانیں۔"

"تب تو وہ تبتی زبان بھی جانتے ہوں گے۔"

"نہ صرف تبتی بلکہ تبت کے ان پوشیدہ قبائل کی زبان بھی جانتے ہیں وہ۔"

"اور تم ——؟"

"میں جرمن، فرنچ اور انگریزی کی ماہر ہوں۔"

"اور مقامی زبان؟"

"اچھی طرح سیکھ چکی ہوں ورنہ ان کے درمیان کیسے بسر کر سکتی۔"

"ویلینی کے باشندوں کو تم پر کبھی شک نہیں ہوا؟"

"کبھی نہیں۔"

"کتنا عرصہ گذار چکے ہو تم لوگ یہاں؟"

سونیتا سوچ میں ڈوب گئی پھر بولی۔ "میرا خیال ہے اس سوال کا جواب پپا کی پالیسی کے خلاف ہے۔"

"اوہ۔" میں نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔ سونیتا کی معلومات کی پول پہلے ہی کھل چکی تھی۔ اچھا تھا کہ اس نے اس وقت خود کو نمایاں کر دیا۔

"تم سے مل کر میں بہت خوش ہوں۔ تم نے بتایا تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی عورت بھی تھی جو گم ہو گئی ہے۔"

"ہاں۔"

"وہ کون تھی ——؟"

"عورت۔"

"میرا مطلب ہے تمہاری کون تھی؟"

"دوست۔ ساتھی۔"

"محبوبہ تو نہیں تھی۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔" میں نے جواب دیا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ پھر اس نے کہا۔ "عورت کے معاملے میں ایشیا کے باشندے بہت سنگدل اور تنگ نظر ہوتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے۔ تم لوگ نہ کھل کر عشق کرتے ہو اور نہ کسی کی اپنائیت قبول کرتے ہو جن کا مجھے عملی تجربہ ہو چکا ہے۔"

"تمہاری یہاں موجودگی میرے لیے شدید حیرت کا باعث ہے سونیتا کتنے اعتماد سے تم لوگ ان کے درمیان آ بسے ہو اگر انہیں کبھی تمہارے بارے میں شبہ ہو گیا تو؟" میں نے موضوع بدلنا چاہا۔

"ہاں ہو سکتا ہے لیکن پپا خزانوں کے عاشق ہیں یہ خطرہ تو مول لینا ہی تھا۔ ویسے اب یہ مشکل حل ہوتی نظر آ رہی ہے۔ کیا اس خزانے میں قیمتی زیورات اور ہیرے بھی ہیں؟"

"اطلی کی ساری دولت وہاں جمع ہے۔ قدیم طرز کے لاکھوں زیورات اور جواہرات جو انسانی ذہن کو ماؤف کر دیتے ہیں۔"

"لیکن تم نے اس میں سے صرف چند سکے ہی کیوں اٹھائے؟"

"یہ سکے میں نے یادگار کے طور پر اٹھائے تھے، خزانہ سمجھ کر نہیں۔"

"کوئی زیور ہی اٹھا لاتے۔ مجھے بھی نوادرات سے بہت دلچسپی ہے۔"

"شاید ان کا بہت بڑا حصہ اب تمہارے قبضے میں آ جائے۔"

"مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"مجھے اس خزانے کی ایک جھلک دکھا دو۔"

"یہ میری پالیسی کے خلاف ہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ غصہ آ گیا تھا اس پر۔ کمبخت ناز و ادا کا جال بچھا کر فریب کر رہی تھی۔ وہ چند لمحات مجھے دیکھتی رہی پھر پھیکی سی ہنسی ہنس پڑی۔

"بدلہ لے رہے ہو مجھ سے، چلو کوئی بات نہیں۔ میں نے برا نہیں مانا۔" میں خاموش ہو گیا تھا۔ پھر وہ مجھے اس غار میں میری ضرورتوں کی چیزیں دکھانے لگی۔ ایک آرام دہ جگہ تھی جہاں ایسے وحشتناک علاقے میں زندگی بسر کرنے کی مختصر ضرورتیں مہیا کر دی گئی تھیں۔

"اپنا حلیہ تبدیل نہ کرنا۔ ویسے یہاں کوئی نہیں آئے گا۔ اطمینان رکھو۔ میں جا رہی ہوں رات کو آؤں گی۔"

میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں اُسے غار کے دہانے تک چھوڑنے آیا تھا۔ اس کے نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد میں واپس آ کر غار میں لیٹ گیا۔ دماغ میں سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ پروفیسر زیڈال بے حد پراسرار شخصیت کا مالک تھا اور اس کی بہت ذہین اور چالاک لڑکی تھی۔ یہ دونوں صرف اس لیے میری طرف متوجہ ہوئے تھے کہ میرے پاس سے سکے برآمد ہوئے تھے۔ لیکن۔

شام کو سات بجے کے قریب پروفیسر زیڈال غار میں داخل ہوا اور اس نے آتے ہی مجھ سے ایک سوال کیا۔ "گے زالی ایک بات پوچھوں؟"

"ضرور پروفیسر ——؟"

"کیا تم سامون ہو؟"

میں خاموشی سے پروفیسر زیڈال کو دیکھتا رہا۔ وہ میری آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ "تم نے جواب نہیں دیا گے زالی۔ کیا تم سامون ہو؟"

"پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ سامون کیا ہوتا ہے؟"

"گویا گویا تم ان میں سے نہیں ہو؟" پروفیسر کے چہرے پر مسرت کے آثار پھیل گئے۔ میں بدستور سنجیدہ نگاہوں سے پروفیسر کو دیکھتا رہا۔ اس نے کہا۔ "مجھے خطرہ ہو گیا تھا۔ اگر تم سامون ہوتے تو ہماری ساری پلاننگ دھری رہ جاتی۔"

"میں نے بھی تم سے ایک سوال کیا ہے پروفیسر۔ کیا میرے سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہے؟"

"اوہ۔ ہاں دراصل میں اپنی ہی ترنگ میں ڈوبا جا رہا تھا۔ سوری کیا پوچھا تھا تم نے؟"

"سامون کیا چیز ہے؟"

"کچھ پراسرار لوگ سامون کہلاتے ہیں یا انہیں سامون کا نام دے دیا گیا ہے۔ میں اس بارے میں تفصیل نہیں جانتا۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ وہ سامون کی شناخت کر لیتی ہے اور ان کا کھوج لگا لیتی ہے۔ کچھ ایسے ذرائع ہیں اس کے پاس کہ سامون اس سے پوشیدہ نہیں رہتے اور وہ ان تک پہنچ جاتی ہے۔ مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو میں ڈر گیا۔ میں نے سوچا کہ اگر تم بھی سامون ہوئے تو تم تک پہنچنا اس کے لیے مشکل نہ ہو گا۔"

"کون ہے وہ؟" میں نے پروفیسر کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"لو۔ ویلینی۔ اس علاقے کی حکمران، جس کے نام سے یہ قبیلہ آباد ہے۔" پروفیسر نے جواب دیا اور میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ جواب دیتے ہوئے پروفیسر کی زبان لڑکھڑا گئی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ اور کہنا چاہتا ہو اور اس نے ایک دم بات پلٹ دی ہو۔ لیکن میں نے اس سے وضاحت نہ طلب کی۔

"یہ پراسرار لوگ کون ہیں جو سامون کہلاتے ہیں؟"

"اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔ بس میں نے ان کا چرچا سنا ہے، ویلینی ان کی دشمن ہے۔ ان کی شناخت کے لیے کوئی ایسا ذریعہ ہے اس کے پاس کہ وہ کہیں بھی چھپے ہوں وہ انہیں تلاش کر لیتی ہے۔"

"اس کے بعد وہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے؟"

"یہ کوئی نہیں جانتا۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس کے قریب ترین لوگ بھی نہیں۔"

"وہ انہیں گرفتار کر لیتی ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا بہت سے سامون اس کے قبضے میں ہیں؟"

"اس بارے میں مجھے زیادہ معلوم نہیں ہے۔" یوں محسوس ہوا جیسے پروفیسر اب اس تذکرے سے جان چھڑانا چاہتا ہو۔ میں نے بھی مزید باتیں جاننے کے لیے زیادہ اصرار نہیں کیا۔

"میرے ساتھیوں کے بارے میں کچھ پتا چلا پروفیسر؟"

"ہاں۔ وہ ابھی تک قید ہیں۔ ویسے تم اطمینان رکھو میں نے ان کے لیے ایک بندوبست کر دیا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ایک دو دن کے اندر انہیں ایک اور قید خانے میں منتقل کر دیا جائے گا اور وہ قید خانہ ان کے لیے محفوظ ہو گا کیونکہ ان کے محافظ میرے اپنے لوگ ہیں۔"

"اوہ۔ کیا انہیں رہائی نہیں مل سکتی؟"

"مل سکتی ہے۔ مگر وہ ان کے حق میں بہتر نہ ہو گی۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"دو آدمی اتنے سارے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نہیں نکل سکتے۔ کہیں نہ کہیں وہ مفرور قیدیوں کی حیثیت سے موت کا شکار ہو جائیں گے انہیں قید رہنے دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ انہیں تمام سہولتیں مہیا کر دوں گا اور انہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ کسی مناسب موقع پر انہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔"

"تب پروفیسر۔ تم اپنی تمام کوششوں کو بروئے کار لا کر انہیں اس نئے قید خانے میں منتقل کر دو۔"

"ڈیئر گے زالی۔ میری طرف سے مطمئن رہو اب تو تم میری امید کا مرکز ہو۔ میں تمہاری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہر وہ کام کروں گا، جو میرے بس میں ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کو میں رہائی نہیں دلا سکتا، کیونکہ یہ انہی کے حق میں بہتر نہیں ہو گا، لیکن مطمئن رہو کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ باقی گے زالی ایک کمزور انسان کی حیثیت سے میں اپنی اس کمزوری کا اعتراف کرتے ہوئے شرمندہ نہیں ہوں کہ تمہارے مل جانے کے بعد اور یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ تم اس خزانے کی جگہ سے واقف ہو، میرے لیے تم سے بڑھ کر اور کوئی نہیں رہا ہے اور میں اُسی وقت سے اب تک شدید ذہنی بحران کا شکار رہا ہوں اور یہی سوچتا ہوں کہ خزانہ کس طرح یہاں سے منتقل کیا جا سکتا ہے۔"

"کوئی فیصلہ کر لیا آپ نے پروفیسر ——؟" میں نے سوال

کیا اور پروفیسر کے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آہ میرے دوست یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا ہم نے تصور کرلیا ہے، جانے کتنے لوگ اس خزانے کے حصول میں سرگرداں ہیں۔ نجانے یہ کس کس کی امیدوں کا مرکز ہے اور پھر یہاں سے ایک عظیم الشان خزانے کو منتقل کرنا آسان کام نہیں ہے۔ یہ بات الفاظ میں آسانی سے کہی جاسکتی ہے۔ لیکن اس پر عمل، یوں سمجھو کہ شاید دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔"

"تو پھر یہ مشکل کام تم کس طرح انجام دو گے پروفیسر زیڈال؟"

"میں تم سے مکمل تعارف چاہتا ہوں گے زالی، جلد بازی نہ کرنا اور یہ نہ سوچنا کہ جلد از جلد ہم اپنا کام کرکے یہاں سے نکل سکتے ہیں۔ صبر اور ہمت سے کام لینا، وہی ہمیں کامیابی سے ہمکنار کرسکتا ہے، ورنہ خزانوں کی تاریخ کے مطابق ہم لوگ بھی اُس کے حصول کی کوشش میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے پروفیسر زیڈال لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ابھی ہمارے درمیان اعتماد کے وہ مکمل رشتے قائم نہیں ہوئے، جو ہونے چاہئیں۔ اور جو کامیابی سے ہمکنار کراتے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا گے زالی۔" پروفیسر زیڈال نے نگاہیں چُراتے ہوئے کہا۔

"وہ بہت سی باتیں جو تمہارے ذہن میں محفوظ ہیں تم مجھ سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو۔ بہرطور میں تمہیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔ ہم اپنے درمیان یہ طے کرلیتے ہیں کہ جو بات نہ بتانے کی ہو اسے پوچھنے پر مجبور نہ کیا جائے۔"

پروفیسر زیڈال گردن خم کرکے کچھ سوچنے لگا۔ پھر اُس نے کہا۔ "لیکن بہت جلد وہ وقت آجائے گا گے زال، جب ہم ایک دوسرے کو اپنی زندگی کے تمام راز بتادیں گے۔ میں اب چلتا ہوں۔ اپنے ساتھیوں کی طرف سے مطمئن ہوجاؤ، میں کوئی ایسی ترکیب بھی سوچ رہا ہوں جس کے ذریعے تمہارا اُن سے رابطہ قائم ہوسکے۔"

"اس کی مجھے جلدی نہیں ہے۔ بس میں اُن کی زندگی کا تحفظ چاہتا ہوں۔"

"تو اس کے لیے تو میں تمہیں مطمئن کر ہی چکا ہوں۔"

"بہتر ہے پروفیسر، ویسے ایک بات بتاؤ، جو شکل و صورت سونیتا نے مجھے دے دی ہے اس کے بعد مجھ پر پابندیاں کیا معنی رکھتی ہیں، مجھے آزادی سے یہاں گھومنے میں کیا دقت پیش آسکتی ہے؟"

"اوہو اس کا فیصلہ تم خود کرسکتے ہو گے زالی تم ان لوگوں کی زبان نہیں جانتے۔ سمجھ نہیں سکتے، کسی بھی جگہ تم کسی حادثے کا شکار ہوجاؤ گے۔"

"ہاں یہ تو ہے!" میں نے کہا اور پھر سوچ کر پروفیسر زیڈال سے بولا۔ "تو پھر ایسا کیوں نہیں کرتے تم کہ سونیتا کے ذریعے مجھے یہاں کی زبان سکھادو!"

پروفیسر زیڈال کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اُس نے کہا "دوسری ملاقات پر میں تمہیں اس بارے میں کوئی جواب دوں گا۔"

پھر میں نے اس سے مزید گفتگو نہیں کی اور پروفیسر مجھے مطمئن رہنے کی تلقین کرکے چلا گیا۔ اُس کے جانے کے بعد میرا ذہن خیالات کے سمندر میں تیرنے لگا۔ پروفیسر کے سوال نے مجھے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ سامون کا لفظ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ میں اس نام کو کئی بار سن چکا تھا۔ ندرت کی زبانی اور ایک بار بوڑھے بابا نے بھی یہ نام لیا تھا۔ حالات کی کڑیاں ملتی جارہی تھیں۔ ندرت کی گمشدگی اور اس کے بعد سمبوتورا اور گومین غائب ہوگئے تھے۔ زیڈال کہہ رہا تھا کہ ویلینی سامون کی شناخت کرلیتی ہے اور اُنہیں اپنے قبضے میں لے لیتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ندرت کو گرفتار کیا گیا اور اس کے بعد سمبوتورا اور گومین بھی ویلینی ہی کی نذر ہوگئے۔ لیکن یہاں وہی سوال پیدا ہوتا تھا کہ ویلینی اچانک اپنے ساتھیوں سے منحرف کیسے ہوگئی یا پھر یہ بھی ممکن ہوسکتا تھا کہ وہ تمام سامونوں کو اپنے پاس جمع کررہی ہو، اس خیال کے ساتھ ایک اور سوال ذہن میں پیدا ہوتا تھا۔ اگر سمبوتورا وغیرہ ویلینی کے پاس اس انداز میں پہنچ گئے ہیں تو پھر انہوں نے مجھے کیوں نظرانداز کردیا؟ یا تو وہ لوگ بھی مطلب پرست ہوسکتے ہیں کہ اپنا مطلب حاصل ہوتے ہی باقی افراد کو بھول گئے اور اپنے ساتھیوں سے جا ملے کہ یہی ان کا مقصد تھا یا پھر کوئی اور چکر ہے۔ خاص طور سے ندرت سے مجھے اس بات کی امید نہیں تھی۔ وہ لڑکی جتنی ٹھوس اور مضبوط شخصیت رکھتی تھی۔ اس میں اس طرح کی کوئی ہلکی حرکت ممکن نہیں تھی۔ کوئی مجبوری ہی اُسے باز رکھ سکتی تھی۔ ورنہ وہ میری خبرگیری ضرور کرتی اور اگر ان خطوط پر سوچا جاتا تو پھر وہی سوال سامنے آکھڑا ہوتا تھا کہ ویلینی اپنے ساتھیوں سے انحراف کیوں کررہی ہے۔

دماغ کی چولیں ہل کر رہ گئی تھیں۔ اس لیے زیادہ گہرائیوں میں جھانک لینا، کم از کم مجھ جیسے سطحی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ میں جن پیچیدگیوں میں الجھ گیا تھا انہیں سلجھانے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ میری زندگی میں بھلا ایسے الجھاوے کہاں آئے تھے۔ لیکن ماضی کی لکیروں کو پیٹنا اب نرا بے معنی

تھا اور اپنے حال پر افسوس کرنا میرے خیال میں جہالت۔ کیونکہ جس چیز سے کچھ حاصل نہ ہو اُسے ذہن پر مسلط رکھنے کا مقصد یہی ہے کہ انسان محرومیوں کا شکار ہوتا چلا جائے اور کچھ کرنے کی تمام صلاحیتیں کھو بیٹھے۔

سمبوتورا نے مجھے جو کچھ سکھایا تھا، اگر اُس پر غور کرتا تو دنیا میں اپنے آپ کو عام انسانوں سے خاصا بہتر پاتا تھا۔ اگر میں مہذب دنیا میں پہنچ جاؤں تو ایک انوکھی شخصیت کی حیثیت سے دنیا میں روشناس ہوسکتا ہوں۔ خزانہ میرے علم میں تھا۔ وہ عظیم الشان خزانہ جسے حاصل کرنے کے بعد انسان زمین پر پاؤں رکھنا پسند نہ کرے۔ لیکن کیسی دلچسپ بات تھی کہ میں اُس خزانے کا واحد شناسا ہونے کے باوجود اُسے اپنے لیے حاصل نہیں کرسکتا تھا جبکہ نجانے کتنی کتنی عظیم طاقتیں اُس کے حصول میں سرگرداں تھیں۔

اس کے خیال کے آتے ہی میں چونک پڑا۔ یہ واقعی میری انفرادیت تھی، جو تقدیر کا عطیہ تھی۔ پروفیسر زیڈال کی شخصیت کے بارے میں بہت سے اندازے قائم کیے تھے میں نے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ اُس کی طاقت کیا ہے اور یہاں وہ کتنے آدمیوں کے ساتھ مصروفِ عمل ہے۔ لیکن اتنا میں جانتا تھا کہ وہ چالاک آدمی ہے اور یہاں اپنے لیے خاصی مضبوط جگہ بنا چکا ہے اور ویلینی کا واقف ہے۔ لیکن کس طرح؟ یہ وہی جانتا تھا۔ اور اب وہ ویلینی کو دھوکا دے کر یہاں سے خزانہ نکال لے جانے کی فکر میں سرگرداں تھا۔

دل تو نہیں چاہتا تھا کہ ندرت، سمبوتورا اور گومین کو چھوڑ دیا جائے۔ لیکن جب حالات اپنی گرفت میں نہ ہوں تو پھر مجبوریاں ہی راستے منتخب کرتی ہیں۔ اگر پروفیسر زیڈال کے ساتھ یہاں سے نکلنا نصیب ہوجائے اور خزانے کا کچھ حصّہ بھی مل جائے تو بہرطور اُسے ہی غنیمت سمجھوں گا۔ کنور پربھات سنگھ اور طاہر علی کی زندگی کے امکانات بھی پیدا ہوگئے تھے۔ پروفیسر زیڈال نے ان کی ذمہ داری لے لی تھی۔ میں اپنے ان محترم دوستوں کو کسی قیمت پر نظرانداز نہیں کرسکتا تھا۔ زندگی کے کچھ اصول بھی ہوتے ہیں۔ اور دولت ان اصولوں پر فوقیت نہیں رکھتی۔

نجانے کب تک اس سلسلے میں مختلف باتیں سوچتا رہا۔ اس تنہائی سے کسی قدر اکتاہٹ بھی طاری ہورہی تھی لیکن ابھی صبر کرنا تھا کہ کہیں اور کوئی اُلجھن نہ پیش آجائے۔



دوسرے دن سونیتا میرے پاس آگئی۔ وہ میرے لیے کچھ تحائف لائی تھی۔ سونیتا کو دیکھ کر ایک گونا اطمینان ہوا کہ عارضی طور پر ہی سہی تنہائی تو دور ہوگئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے میری خیریت پوچھی تو میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اب تو تم لوگوں کا قیدی ہوں سونیتا۔ کیا ایک قیدی سے اس کی خیریت پوچھی جاسکتی ہے؟"

"ہمیں شرمندہ کررہے ہو گے زالی۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے ویسے مجھے تمہارے پاس رہنے کی اجازت مل گئی ہے۔"

"...اوہ۔ کیا پروفیسر زیڈال نے؟"

"ہاں۔ ڈیڈی نے ایک ذمہ داری میرے سپرد کی ہے اور وہ ذمہ داری یہ ہے کہ تمہیں مقامی زبان سکھاؤں۔ کم از کم اس حد تک کہ اس کے کچھ الفاظ تم بول لو اور اُسے پوری طرح سمجھ لو۔"

میں نے سونیتا کی اس تجویز سے دلچسپی کا اظہار کیا۔ میں خود بھی یہ سمجھتا تھا کہ اب جب اس ماحول میں موجود ہوں تو کم از کم ان کے درمیان نکل کر باہر آسکوں۔ سونیتا نے اسی دن سے اپنے کام کا آغاز کردیا۔ یہ بے باک لڑکی بہت ہی مشکل چیز تھی اور مجھے اس کی چالاکی کا تجربہ ہوچکا تھا چنانچہ اس سے محتاط رہنا بھی ضروری تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ سونیتا مجھے کھولنا چاہتی ہے۔ پہلے بھی وہ خزانے کے بارے میں مجھ سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرچکی تھی لیکن ظاہر ہے میں احمق نہیں تھا۔ زیڈال جن لوگوں کے خلاف کارروائی کرکے یہ خزانہ یہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔ وہ اس کے اپنے آدمی تھے اور اس قسم کا آدمی کسی کے ساتھ بھی دھوکا کرسکتا ہے۔ میری شخصیت اس کے لیے بس اسی وقت تک اہمیت رکھتی تھی جب تک خزانے تک پہنچنے کا راستہ میرے ذہن میں موجود تھا۔

سونیتا کی تمام کاوشوں کو میں بڑی ذہانت سے ناکام بناتا رہا اور اس سے مقامی زبان سیکھتا رہا۔ اسے اس زبان پر کافی عبور حاصل ہوگیا تھا اور میں بھی پوری ذہانت سے اس بیکار وقت میں یہ کام انجام دے رہا تھا۔

سات دن اسی طرح گذر گئے۔ ان سات دنوں میں زیڈال ایک بار بھی یہاں نہیں آیا تھا سونیتا کے ساتھ گذرنے والے لمحات بعض اوقات بے حد پریشان کن ہوجاتے تھے اور مجھے اچھی خاصی ذہنی کوفت برداشت کرنا پڑتی تھی۔ لیکن بہرطور میں اس کے لیے اس قدر سہل الحصول نہیں تھا۔ وہ جھنجھلاتی ناراض ہوجاتی اور سنجیدگی سے صرف اپنا کام کرتی لیکن میں

اس وقت کو بھی برداشت کرلیتا تھا۔ بعض اوقات وہ مجھ پر طنز یہ فقرے بھی کستی، ایشیائی ہونے کا طعنہ دیتی لیکن یہ سب کچھ مجھے گوارا تھا۔

سات آٹھ دن میں، میں نے کافی حد تک مقامی زبان سیکھ لی تھی اور اس کو اس لہجے میں بولنے کی مشق بھی کرنے لگا تھا۔ آٹھویں دن پروفیسر زیڈال نے صبح کو مجھ سے ملاقات کی۔ وہ مطمئن نظر آتا تھا۔ آتے ہی اس نے مقامی زبان میں مجھ سے میری خیریت پوچھی اور جب میں نے اسی زبان میں اُسے جواب دیا تو وہ متحیرانہ انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"واہ۔ شاگرد کو اتنا ہی ذہین ہونا چاہیے کہ استاد کو لطف آجائے۔ کمال ہے ویسے تم کہاں تک یہ زبان بول سکتے ہو؟"

"جہاں تک سونیتا نے سکھائی ہے۔" میں نے مقامی زبان میں جواب دیا۔

"مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تم سالہا سال سے اس سلسلے میں کوشش کر رہے ہو اور تم نے ہم پر اس بات کا اظہار نہ کیا ہو۔"

"میں اسے اپنی کامیابی کی دلیل سمجھتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بہت خوب مجھے واقعی مسرت ہو رہی ہے۔ مزید کچھ وقت اس سلسلے میں صرف کرلو میرا خیال ہے کوئی بھی شخص تمہیں ویلینی کے باشندے کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھ سکتا۔"

پھر پروفیسر زیڈال اپنی کارروائیوں کے بارے میں بتانے لگا اس نے کہا۔ اس تمام عرصے میں، میں بھی شدید مصروف رہا ہوں میں نے ہر اس امکان کا جائزہ لے لیا گے زالی جس کے ذریعے ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں لیکن افسوس بس ایک مشکل نہ ہوتی تو شاید میں اس وقت تمہیں کامیابی کی خبر دیتا۔"

"کیا مشکل پروفیسر—؟" میں نے سوال کیا۔

"جگہ کا تعین اگر ہو جاتا۔ تم مجھے اس جگہ کے بارے میں نہیں بتاؤ جہاں خزانہ محفوظ ہے لیکن اس علاقے کے بارے میں بتا دو تو میں یہ یقین کر سکتا ہوں کہ ہم وہاں سے خزانہ کس طرح منتقل کر سکتے ہیں۔"

"اور یہ کام میں اس وقت تک نہیں کروں گا پروفیسر جب تک کہ مجھے تمہاری تمام کارروائیوں کا علم نہ ہو جائے۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"میں تمہیں اس کے لیے مجبور بھی نہیں کروں گا میں جانتا ہوں کہ تمہاری اپنی سوچ کیا ہوگی۔ یقیناً تم یہی سمجھتے ہوگے کہ خزانے کا علم ہو جانے کے بعد میں تمہیں بھی راستے سے نہ ہٹا دوں۔ اپنے تحفظ کے لیے یہ سوچ کچھ غلط نہیں ہے۔ میں تم سے متفق ہوں اگر تمہاری جگہ میں بھی ہوتا تو یقیناً یہی کرتا۔ لیکن ایک بات افسوس لو گا زالی، خزانے کو یہاں سے لے جانا۔ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک ہم ویلینی کو کمزور نہ کر دیں۔ اس نے جس طرح یہاں اپنے جال پھیلائے ہوئے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہو چکا ہے مجھے کہ اگر اس کا کوئی بھی ساتھی اس سے بددیانتی کی کوشش کرے تو اس کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ تم نہیں جانتے گے زالی کہ وہ کس قدر خطرناک عورت ہے۔ بڑے بڑے سورما اُسے زیر نہیں کر سکتے وہ ذہانت کا سمندر ہے اور ہزاروں آنکھیں رکھتی ہے۔ مجھے تو کبھی کبھی اس کے وجود پر حیرت ہونے لگتی ہے۔ ویسے کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ وہ پُراسرار قوتوں کی مالک بھی ہے؟"

"نہیں۔ میں اس کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"ویلینی ایک عجیب و غریب عورت ہے۔ اس کے ماضی کے بارے میں تو ولاڈی واسکاٹ کی ڈائری سے تمہیں بھی معلومات حاصل ہو چکی ہوں گی۔ لیکن بے شمار باتیں ایسی ہیں جن کا ولاڈسی واسکاٹ کی ڈائری میں کوئی اشارہ بھی نہیں ہے۔ ویلینی بلاشبہ پُراسرار قوتوں کی مالک ہے اور انہیں پُراسرار قوتوں کے زیرِ اثر اس نے یہاں کے باشندوں کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے ورنہ ان لوگوں پر قابو حاصل کر لینا اس قدر آسان کام نہیں تھا۔" وہ سانس لینے کے لیے رکا۔

"گڈ ویری گڈ۔ بہر طور یہ مری معلومات میں اضافہ ہے۔"

"مزید بھی میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ویلینی اپنے علاقے کی حکمراں ہے لیکن آس پاس میں بے شمار ایسے لوگ موجود ہیں جو اس کی برتری قبول نہیں کرتے۔ شاید یہ بات تمہیں معلوم ہو کہ اس کے یہاں آنے سے پہلے یہ قبیلہ ویلینی نہیں کہلاتا تھا بلکہ ویلینی نے یہاں آنے کے بعد اسے اپنے قابو میں کیا اور ان لوگوں کو اپنا فرمانبردار بنا لیا تب ہی اس قبیلے کا نام بدل کر ویلینی رکھ دیا گیا اور یہ معمولی بات نہیں تھی۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک عجیب و غریب قبیلہ آباد ہے جس کا تعلق جاپان کی ان فوجوں سے ہے جو دوسری جنگ عظیم میں اتحادیوں کے خلاف برسرِ پیکار تھیں اور بھٹکتی ہوئی یہاں تک آ گئی تھیں۔ اس کے بعد انہوں نے یہاں سے واپسی مناسب نہیں سمجھی اور اس جگہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔ یہ سیاری کہلاتے ہیں اور انتہائی خونخوار اور وحشی قسم کے لوگ ہیں۔ ویلینی نے

انہیں کبھی چھونے کی کوشش نہیں کی یہ اس چالاک عورت کی نہایت ذہانت ہے۔ سیاری اس کے لیے ہراول دستے کی حیثیت رکھتے ہیں تاکہ بیرونی دنیا کے لوگوں اگر اس سمت کا رخ کریں تو اس تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکیں اور سیاریوں ہی کا شکار ہو جائیں۔ مشرق کی سمت میں ایک اور قبیلہ ہوگا کے نام سے آباد ہے۔ یہ ہوگا بہت خطرناک لوگ ہوتے ہیں۔ انتہائی جنگجو اور وحشی۔ ان کا سردار ایک لامہ ہے جو یاشوئن کے نام سے مشہور ہے۔ یاشوئن ویلینی کا بدترین دشمن ہے اور اس کی تباہی کے منصوبے بناتا رہتا ہے۔ یہ شخص بھی انتہائی پراسرار قوتوں کا مالک ہے۔ میں نے جو اہم کام کیا ہے گے زالی بلاشبہ تم اُسے سراہو گے۔"

میں نے دلچسپی سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ "وہ کیا ہے—؟"

"میں تمہیں شاید پہلے بھی یہ بات کہہ چکا ہوں کہ یہاں میں تنہا نہیں ہوں بلکہ میرے بہت سے ایسے ساتھی موجود ہیں جو صرف میرے لیے کام کرتے ہیں۔ انہیں ویلینی سے یا کسی اور سے دلچسپی نہیں ہے اور وہ میرے انتہائی وفادار اور قابلِ اعتماد دوست ہیں۔ میں اس دوران میں جو کچھ کرتا رہا ہوں وہ میں نے صرف اس بنیاد پر کیا ہے کہ تم خزانے کے بارے میں جانتے ہو اور ہم ویلینی سے الگ رہ کر یہ خزانہ لے جا سکتے ہیں۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات—؟"

"ہاں—"

"میرے آدمیوں نے مجھے ایک عجیب و غریب اطلاع دی ہے اور میں ان لوگوں کو ایک اہم کام کے لیے متعین کر آیا ہوں۔ قبائلیوں میں جادو ٹونے وغیرہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور یہ لوگ ان پر شدید اعتماد رکھتے ہیں۔ نہ صرف اعتماد بلکہ یہ حقیقت ہے کہ ان جادوئی قوتوں کے سہارے وہ بڑے سے بڑا کام لے لیتے ہیں۔ ہوگا قبیلے میں بارہ سال کے بعد ایک رسم ہوتی ہے اور اس رسم کے بارہ سال پورے ہو چکے ہیں۔ قبیلے کی سرحد پر ایک انسانی شکل کی پہاڑی موجود ہے اور اس قبیلے کی روایات ہیں کہ بارہ سال کے بعد اس پہاڑ کی چوٹی پر قبیلے کا نیا سردار نمودار ہوتا ہے، پرانے سردار کو قتل کر دیا جاتا ہے اور اس نئے سردار کو سرداری دے دی جاتی ہے۔ اور پھر وہ نیا سردار ہوگا جوان پر حکمرانی کرتا ہے۔ گے زالی میں نے ایک منصوبہ تیار کیا ہے بشرطیکہ تم مجھ سے اتفاق کرو۔"

"کیا منصوبہ ہے—؟"

"وعدہ کرو کہ تم اسے احمقانہ قرار نہ دو گے۔ دراصل تم ان حالات کا اندازہ نہیں کر سکتے گے زالی جن سے ہم لوگ اس وقت گزر رہے ہیں۔ اتنے پراسرار اور حیران کن حالات ہیں کہ غور کرنے بیٹھو تو کھوپڑی چٹخ جائے۔ اگر تم ان حالات سے اکتا جاؤ تو تمہیں ایک ہی فیصلہ کرنا پڑے گا یعنی خودکشی، صرف خودکشی۔ اور یہ بات میں زبانی نہیں کہہ رہا گے زالی۔ میں تم سے ایک سمجھوتہ کر سکتا ہوں۔"

"کیسا سمجھوتہ—؟"

"چند افراد کو قتل کر کے اس جھونپڑی سے نکل آنا دوسری بات ہے لیکن تم یہاں سے فرار نہیں ہو سکتے۔ میں تمہیں ہتھیار دے سکتا ہوں جو کچھ تم طلب کرو دے سکتا ہوں۔ نکل سکتے ہو تو یہاں سے نکل جاؤ۔ میں تعرض نہیں کروں گا لیکن تم اس بات پر یقین کر لو گے زالی کہ اب کسی کا یہاں سے نکلنا ممکن نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ویلینی اس بات پر شدید حیران ہے کہ کچھ لوگ یہاں داخل کیسے ہو گئے۔ اس نے اپنی دانست میں آمد کے تمام راستے بند کر دیے تھے لیکن اب اس نے از سرِ نو ان کا جائزہ لیا ہے اور وہاں اس قدر مضبوطیاں کر دی ہیں کہ اب کسی کا نہ اندر داخل ہونا ممکن ہے اور نہ یہاں سے باہر جانا۔ اس سلسلے میں زبردست پیمانے پر کارروائیاں کی گئی ہیں اور میں اُن کا جائزہ لے چکا ہوں۔ تم اگر اپنے آپ پر تجربہ کرنا چاہو تو خدا کی قسم میں سچے دل سے تمہیں اس کا موقع دوں گا۔ خواہ مجھے اس سے کچھ حاصل ہو یا نہ ہو۔ اور اگر تم اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا پسند نہ کرو تو پھر میرے منصوبے پر عمل کرو۔"

"نہیں مسٹر زیڈال آپ نے جو کچھ کہا ہے غلط نہیں کہا ہوگا۔ میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ میں مکمل تعاون کروں گا، لیکن خزانے کے بارے میں آپ کو بتا کر میں اپنے ہاتھ نہیں کاٹ سکتا۔"

"یہ موضوع تو ختم ہی ہو گیا گے زالی۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اگر تمہاری جگہ میں بھی ہوتا تو خزانے کے بارے میں بتا کر اپنے آپ کو ختم نہ کر لیتا۔ جگہ کے تعین کے بارے میں، میں نے صرف اس لیے بات کی تھی کہ میں یہ اندازہ لگا لوں کہ خزانہ منتقل کرنے کے لیے مجھے کیا کیا کارروائیاں کرنا ہوں گی۔ بہرطور یہ اب ضروری نہیں ہے۔ تو میں تم سے کہہ رہا تھا کہ اگر ہوگا قبائل کی سرداری ہمارے اپنے کسی آدمی کے ہاتھ آجاتی ہے تو ہمیں ایک بہت بڑی آسانی حاصل ہو جائے گی۔ یعنی ہم اس قبیلے کو کنٹرول کر سکتے ہیں اور ویلینی کے خلاف اس سے کام لے سکتے ہیں۔ ویلینی کو کسی ایسے چکر میں الجھانے کے بعد ہم اپنے لیے راستہ نکال لیں گے کہ ہم خزانہ یہاں سے منتقل کر سکیں۔"

میں حیرانی سے زیڈال کی صورت دیکھنے لگا۔ واقعی بڑا شاندار منصوبہ تھا اس کا، چند لمحات متحیرانہ انداز میں سوچتے رہنے کے بعد میں نے کہا۔ "لیکن زیڈال ہوگا قبیلے کی سرداری حاصل کرلینا کیا اتنا ہی آسان کام ہوگا؟"

"میں اُسے آسان بنانے کے لیے اپنی کارروائیوں کا آغاز کرچکا ہوں۔ صرف اس امید پر کہ تم ذہین آدمی ہو اور حالات کو سمجھ کر ضرور مجھ سے تعاون کروگے۔"

"مگر کرنا کیا ہوگا۔۔۔؟"

"سنو گے زالی اب جبکہ تم اس بات پر آمادہ ہو تو میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں، انسانی شکل کے پہاڑ کی چوٹی پر نمودار ہونے والا جوان جو بارہ سال کے بعد سرداری کے حصول کے لیے آتا ہے، ہوگا قبیلے سے نہیں ہوتا۔ وہ کہاں سے آتا ہے اور کس کا متعین کردہ ہوتا ہے یہ بات ابھی تک صیغۂ راز میں ہے۔ لیکن ایک بات کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ وہ یہ کہ یہ شخص لامہ یاشوتن کا متعین کردہ ہوتا ہے۔ یاشوتن کسی کو منتخب کرکے قبیلے سے دور کہیں اس کی پرورش کراتا ہے اور اس کے بعد اسے سردار کی حیثیت سے برآمد کرلیتا ہے۔ چونکہ اس کی آمد پُراسرار طور سے ہوتی ہے اس لیے پورا قبیلہ اسے اپنا سردار مان لیتا ہے۔"

"تم نے تو کہا تھا مسٹر زیڈال کہ یاشوتن اس قبیلے کا سردار ہے۔" میں نے پروفیسر کو یاد دلایا۔

"ہاں۔ وہ روحانی پیشواؤں کا سردار ہے قبیلے کے لیے دوسرا سردار ہوتا ہے جو یاشوتن کی ہدایات پر عمل کرتا ہے اور اسی کے اشاروں پر چلتا ہے۔"

"ٹھیک ہے پھر؟"

"اس بار یاشوتن کے منتخب کردہ سردار تم ہوگے۔ اور وہ جسے سردار کی حیثیت سے پیش کیا جانے والا ہے ہمارے قبضے میں آجائے گا۔"

"کیا یہ اتنا آسان ہوگا۔" میں نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔ لیکن یہ کیا جائے گا۔ یہ سب کچھ تم مجھ پر چھوڑ دو لیکن اس کی حیثیت اختیار کرنے کے بعد جو کچھ کرنا ہے وہ تمہیں کرنا ہوگا۔"

"یاشوتن روحانی پیشوا ہے اور جیسا کہ تم نے کہا کہ پُراسرار قوتوں کا مالک ہے تو کیا اس کی آنکھوں میں دھول جھونکنا اتنا آسان ہوگا؟"

"یہی تو تمہاری ذہانت ہوگی گے زالی۔ یاشوتن کو شبہ نہیں ہوگا کہ تم اس کے پرورش کردہ انسان نہیں ہو۔ ہم اسی طرح کام کریں گے کہ اسے کانوں کان خبر نہیں ہوگی، حالات کو ذہانت سے سنبھالنا تمہارا کام ہوگا۔ بالفرض اگر تم اس میں ناکام بھی رہے تو اطمینان رکھو وہاں تمہاری جان بچانے کے انتظامات بھی ہوں گے ہم تمہیں وہاں سے صاف نکال لیں گے۔"

"گویا وہاں تمہارا عمل دخل ہوگا؟"

"صرف اس حد تک کہ تمہاری جان بچالی جائے۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی اور اس عجیب و غریب منصوبے کے بارے میں سوچنے لگا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بقیہ زندگی ان پہاڑوں پر گذر جائے گی جو منصوبہ زیڈال نے بتایا تھا وہ بہت طویل تھا۔ چند روز میں تو یہ سب کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ میں نے دل میں سوچا۔ مسٹر غزالی تقدیر اپنے ہاتھوں نہیں لکھی جاتی اسے لکھنے والا کوئی اور ہی ہے اور جب اس کا حکم چل گیا تو اسے روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ لوگ پیدا ہوتے ہیں مختلف انداز میں زندگی گذارتے ہیں اور مرجاتے ہیں۔ تمہاری زندگی اگر ان سے مختلف انداز میں گذارنا چاہتی ہے تو اس کے راستے نہ روکو۔ کیا ضروری ہے کہ سب کچھ اپنی مرضی کے مطابق ہی ہو۔ وقت جو فیصلے کررہا ہے انہیں قبول کرتے جاؤ ان سے انحراف نہ کرو۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔ "ٹھیک ہے پروفیسر میں تیار ہوں۔"

"مجھے مسرت ہوئی گے زالی۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ تم بے شک ذہین انسان ہو۔ ہوگا کے بارے میں تفصیل سن لو۔"

"ایک منٹ پروفیسر۔ ابھی تم نے کہا کہ ولیمنی نے ان تمام سرحدوں کو بلاک کردیا ہے جہاں سے کسی کے اندر آنے یا باہر جانے کا راستہ ہوسکتا ہے۔ پھر ہم ہوگا کی سرحدوں کو کیسے عبور کرسکیں گے؟"

"ہوگا کے بارے میں تفصیل سے اس سوال کا جواب مل جائے گا تمہیں۔ ہوگا کی سرحد، ولیمنی سے ملتی ہے ان سرحدوں پر بھی پہرہ ہے۔ لیکن ہم ایک قدرتی سرنگ کے ذریعہ اس میں داخل ہوسکتے ہیں۔ یہ پانی کی سرنگ ہے اور اس سے داخل ہونا کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ پانی کی یہ سرنگ تمہیں ہوگا کی حدود کے اندر پہنچادے گی۔ ہوگا میں داخل ہوکر یوں سمجھو کہ تم ہمالیہ کے قیدی بن جاؤ گے۔ دراصل ہوگا کے چاروں طرف ہمالیہ کی بلند چوٹیاں کھڑی ہیں جنہیں عبور کرنا ممکن نہیں قبیلہ ہوگا، ہمالیہ کی ایک وادی میں آباد ہے اور یہاں پیدا ہونے والا ہر انسان ہمالیہ کا قیدی ہے۔ یہاں کے لوگ زندگی بھر باہر نہیں نکلتے اور اپنے جینے کا سامان کرتے ہیں۔ بالفرض اگر کوئی بدنصیب مہم جو ان چوٹیوں کو عبور کرکے دوسری طرف پہنچ بھی پائے تو اسے پنی زندگی کے بدترین المیے سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"کیوں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"اس لیے کہ ان پہاڑوں کے دامن میں بھیانک اور پرسکون دلدلیں پھیلی ہوئی ہیں جو ہمیشہ شکار کی تلاش میں آسمان پر نگاہ جمائے رہتی ہیں۔" پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خدا کی پناہ۔" میں نے دہشت سے کہا۔

"بے شک ان دلدلوں سے خدا ہی پناہ میں رکھے۔" پروفیسر بدستور مسکرا رہا تھا۔

دیر تک خاموشی رہی پھر میں نے کہا۔ "بہرحال پروفیسر میں تمہاری تجویز پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"گڈ۔ کوئی اور سوال؟"

"یہ کام کب تک شروع ہوگا؟"

"اس کا تعین ابھی نہیں کیا جاسکتا لیکن بہت زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔ میں تمہیں اس کے بارے میں اطلاع دیتا رہوں گا۔"

"میرے ان دونوں ساتھیوں کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے پروفیسر؟"

"کیوں نہیں۔ حسبِ وعدہ میں نے انہیں اس نئے قیدخانے میں منتقل کردیا ہے۔ وہاں انہیں تمام آسائشیں مہیا کردی گئی ہیں۔ چند روز رک جاؤ اس کے بعد میں ٹرانسمیٹر پر ان سے تمہاری گفتگو کرادوں گا۔"

"ٹھیک ہے یوں سمجھ لو کہ وہ لوگ تمہارے پاس میری امانت رہیں گے۔ میں ہر حالت میں ان کی زندگی چاہتا ہوں۔"

"ان کی طرف سے مطمئن رہو۔ اب میں چلتا ہوں۔" پروفیسر چلا گیا۔ سونیتا نے اس دوران بولنے کی ایک بار بھی کوشش نہیں کی تھی لیکن پروفیسر کے جانے کے بعد وہ ہنس پڑی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیوں گے زالی لطف آرہا ہے اس زندگی میں؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میری بات نہ کرو۔ میں تو بالکل ہی مختلف خیالات رکھتی ہوں۔ میرے خیال میں انسان کو زندگی اتنی مختصر ملتی ہے کہ اسے اس کا ایک لمحہ بھی نہیں گنوانا چاہیے۔ اسے عام لوگوں سے مختلف ہونے کا جنون ہوتا ہے اور اس کے لیے وہ زندگی کے قیمتی لمحات گنوا دیتا ہے۔ تم بھی ان جنونیوں سے مختلف نہیں ہو گے زالی۔ تم بھی خزانے کی تلاش میں آئے تھے اب اگر خزانہ تمہاری گردن میں اٹک گیا ہے تو اس میں اس کا کیا قصور۔"

"بڑی سچی بات کہی ہے تم نے سونیتا۔ لیکن ان خیالات کی حامل ہونے کے باوجود تم کیسے اس جال میں آپھنسیں۔"

"یقین کرو خزانے کے لیے نہیں، بس اپنے ڈیڈی کے لیے جنہیں میں اس کائنات میں سب سے زیادہ چاہتی ہوں۔"

"میں تمہاری عزت کرتا ہوں سونیتا۔"

"بھوک لگ رہی ہے کھانے کا بندوبست کرلوں؟"

"ضرور۔" میں نے کہا اور وہ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں پروفیسر کے منصوبے کے بارے میں سوچنے لگا۔ سوچ تو زندگی سے چمٹ ہی گئی تھی۔ اس کے علاوہ اور رہ ہی کیا گیا تھا میرے پاس۔ زرعی یونیورسٹی کا ایک طالب علم جس کے ذہن میں منصوبہ تھا کہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایک کسان کی حیثیت سے اپنی زمینوں پر سونا اگائے گا۔ ایک مثال قائم کرے گا لیکن بھائیوں نے زمین کے ان ٹکڑوں پر قبضہ کرکے اس کی زندگی کا رخ بدل دیا۔ اسے دولت مند بننے کا خبط ہو جن کے احسانات نے اسے ایک نئی زندگی دی۔ اس زندگی میں ایک حسن تھا۔ جولیا تھا اور پھر تنویر اس کے بعد ندرت۔ کوئی بھی لڑکی میری زندگی میں شامل ہوسکتی تھی لیکن۔

پروفیسر زیڈال ذہن میں آیا۔ یہ شخص جو کچھ نظر آتا ہے اس سے ہزار گنا آگے ہے۔ بظاہر وہ معمولی بننے کی کوشش کرتا ہے لیکن ولیمنی ــــ میں اس کے پنجے اتنے مضبوط ہیں کہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ وہ کون ہے اس بارے میں جان لینا ناممکن تھا۔ ذہن بلاوجہ کھپانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے ان تمام خیالات سے خود کو آزاد کرکے حالات کے سپرد کردیا۔ میں خود کو زندگی کے اس نئے مشن کے لیے تیار کرنا چاہتا تھا جس کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ میں مہذب دنیا کا وہ پہلا انسان ہوں گا جو کسی وحشی قبیلے کا سردار بنے گا۔ خود پر اکثر ہنس چکا تھا۔ لیکن ابھی اور ہنسنا تھا۔

سونیتا کھانا تیار کرکے آئی۔ یہ لڑکی بہت پرکشش تھی اور میری ایک جنبشِ ابرو سے میرے قدموں میں لاسکتی تھی۔ بعض اوقات تو جی چاہتا کہ سارے بت توڑ دوں جب لمحات پر میرا بس نہیں ہے تو خود پر پاکیزگی کا غلاف کیوں چڑھائے رکھوں لیکن پھر خود کو سنبھال لیتا۔ ممکن ہے وقت کا کوئی فیصلہ مجھے ایک بار پھر کسی مہذب ماحول میں پہنچادے اور مجھے بھی زندگی کے وہ لمحات مہیا ہوں جب امانتیں ایک دوسرے کے سپرد کی جاتی ہیں۔ اس وقت میرے ضمیر میں کسک ہوگی۔ میں اس کسک سے بچنا چاہتا تھا۔ سونیتا مجھے مقامی زبان سکھاتی رہی۔ ہم غاروں سے دور تک نکل جاتے تھے ہر طرح کی تفریحات میں حصہ لیتے تھے اور زندگی بظاہر پرسکون گذر رہی تھی۔ اس طرح کافی دن گذر گئے

پھر ایک دن پروفیسر زیڈال آگیا۔ آج اس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ سب کے سب مقامی لوگوں کے روپ میں تھے لیکن میں جان گیا کہ وہ سب مہذب آبادیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک بے ہوش قیدی بھی تھا۔

سانولے سلونے رنگ کا مالک ایک قوی ہیکل جوان جسے دیکھ کر میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ یقیناً یہ قبیلہ ہوگا کا ہونے والا نیا سردار تھا۔ بے ہوش قیدی کو غار کے ایک گوشے میں لٹا دیا گیا۔ زیڈال سے آنے والے غار سے باہر چلے گئے اور زیڈال سونیتا کے ساتھ میرے پاس آگیا۔

"آؤ گے زالی! اسے دیکھ لو تھوڑی دیر کے بعد اسے ہوش آجائے گا۔ شاندار جوان تھا جسامت میں مجھ سے کچھ نکلتا ہی ہوا تھا میں سنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ "تمہیں اس کے چہرے کو اپنانا ہوگا۔"

"کیا یہ آسان ہوگا؟"

"اسی طرح جس طرح تم اس وقت ایک دلیپنی نظر آرہے ہو۔" زیڈال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے یہ سب کچھ تمہیں کرنا ہوگا پروفیسر میں تو بس تمہارے اشاروں پر کام کروں گا۔"

"زیڈال جو کچھ کرتا ہے پورے اعتماد سے کرتا ہے تم صرف عمل کرو باقی ذمہ داری مجھ پر چھوڑ دو۔ ہم اسے ہوش میں لاکر اس سے اس کے بارے میں پوچھیں گے تمہیں اس کی نقل کرنی ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ پھر اس کا اچھی طرح جائزہ لے کر میں وہاں سے ہٹ گیا۔ زیڈال نے اپنے آدمیوں کو بلا کر نوجوان کو رسیوں سے جکڑوا لیا پھر وہ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد نوجوان نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ متوحش نگاہوں سے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر جب اس کے حواس جاگے تو اس نے کسی وحشی گھوڑے کی طرح اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ وہ بے حد طاقتور تھا۔ کئی کئی فٹ اونچا اچھل اچھل کر وہ زمین پر گر رہا تھا۔ پروفیسر دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ نوجوان اس اچھل کود سے کافی زخمی ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ نڈھال ہو گیا۔ تب زیڈال نے اس کے سامنے آکر کہا۔

"اگر تمہاری قوت ختم ہو گئی ہو تو اب پرسکون ہو جاؤ۔ ورنہ ساری زندگی اسی طرح اچھلتے رہو تب بھی آزاد نہ ہو سکو گے۔" نوجوان کی آنکھوں میں خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔

"تم کون ہو؟" اس نے پوچھا۔

"سایونیا۔ تم سے جو کچھ پوچھا جائے اس کا جواب دو۔"

"میں یہاں کیسے آگیا؟"

"کیا تم سایونیا کے علم سے منحرف ہو؟"

"نہیں لیکن میں۔ اس طرح مجھے کیوں باندھا گیا ہے؟"

"یہ بھی تمہاری سرداری کی ایک رسم ہے۔ اسے پورا کرو۔" زیڈال مقامی زبان بول رہا تھا جسے اب میں اچھی طرح سمجھ اور بول لیتا تھا۔

"اوہ۔" نوجوان نے گردن خم کر دی۔ زیڈال نے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"سانگ جو۔"

"تمہارا قبیلہ کونسا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"کس نے پرورش کی ہے تمہاری؟"

"نی تولاؤ نے۔"

"نی تولاؤ اب کہاں ہے؟"

"اسے سانپ نے کاٹ لیا۔ وہ مر چکا ہے۔"

"تمہیں کہاں لے جایا جا رہا تھا؟"

"ہوگا۔"

"کیوں؟"

"مجھے ہوگا کا سردار بنایا جائے گا۔ نی تولاؤ یہی بتاتا تھا۔"

"تم جانتے ہو تمہارے ماں باپ کون ہیں؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"جویا شوئی کون ہے؟"

"مقدس لامہ جس کی اطاعت ہر انسان پر فرض ہے۔"

"سایونیا کون ہے؟"

"جویا شوئی کے ہرکارے جو مقدس پجاری ہوتے ہیں۔" سانگ نے جواب دیا اور پروفیسر زیڈال میری طرف دیکھنے لگا اور پھر بولا۔

"تم اگر اس سے کوئی اور سوال کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔"

"نہیں اتنا ہی کافی ہے۔" میں نے جواب دیا اس کے بعد ہم اس نوجوان کے پاس سے ہٹ آئے۔

"میں فوراً کام شروع کر دینا چاہتا ہوں گے زالی تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔" پروفیسر زیڈال نے سوال کیا۔

"نہیں۔" میں آہستہ سے بولا پھر مجھے غار کے دوسرے حصے میں لے آیا گیا جہاں پروفیسر زیڈال کے دو آدمی شاید میرا انتظار کر رہے تھے۔ پروفیسر زیڈال کے بارے میں اس سے پہلے ہی میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اس کی شخصیت معمولی نہیں ہے ان پہاڑوں میں وہ نہ جانے کیسی کیسی تیاریوں کے

ساتھ آیا تھا۔ اس کا کوئی صحیح اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا۔ میں بہت محتاط ہو کر اپنا کام کر رہا تھا۔ میرے ذہن میں جو کچھ تھا اس کی میں ان لوگوں کو ہوا بھی لگنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ دونوں آدمی جو غار کے اس حصے میں موجود تھے مقامی شکل و صورت ہی میں تھے لیکن ان کے ہاتھوں کی چابکدستی قابل دید تھی۔ انہوں نے میرے چہرے کی مرمت کرنا شروع کر دی غالباً ان کی نگاہوں میں سانگ جو کی صورت محفوظ تھی چنانچہ وہ تقریباً ایک گھنٹے تک اپنا کام کرتے رہے۔ میک اپ کے جدید ترین سامان استعمال کر رہے تھے۔ وہ پلاسٹک کے ٹکڑے مخصوص قسم کے لوشن سے میرے چہرے پر چپکائے جا رہے تھے اور ایک گھنٹے کے بعد جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے ان کے پاس موجود آئینہ اٹھا کر اپنا چہرہ دیکھا۔ میں مکمل طور پر سانگ جو کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ وہی تیکھے خد و خال یہاں تک کہ آنکھوں کا انداز بھی تبدیل کر دیا گیا تھا بعد میں انہوں نے میری آنکھوں کنٹیکٹ لینس بھی لگائے اور اب کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں تبتی باشندہ سانگ جو نہیں ہوں۔

سانگ جو کے انکشافات میرے ذہن میں محفوظ تھے اور میں جانتا تھا کہ مجھے اپنی بقا کے لیے بھی ان الفاظ کو پوری طرح رٹ لینا ہے کیونکہ حالات کے مطابق مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ ہوگا قبیلہ میں میرا واسطہ انتہائی خطرناک لوگوں سے پڑے گا ہر چند کہ میں اس زندگی سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا تھا لیکن زمانہ طالب علمی میں پڑھی ہوئی کچھ تفریحی کتابیں آج بھی میرے ذہن میں محفوظ تھیں۔ کچھ فلمیں بھی اس انداز کی دیکھی تھیں اور کم از کم اتنی بات جانتا تھا کہ ہوگا قبیلہ کو کنٹرول کرنے والا جویا شوئی کوئی معمولی انسان نہیں ہوگا۔ اس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے سخت محنت کرنی تھی۔ بعد میں مجھے سانگ جو کا وہ مخصوص لباس بھی پہنا دیا گیا جو اس وقت اس کے جسم پر موجود تھا اور پھر ان دونوں آدمیوں نے اپنا کام مکمل ہونے کی اطلاع دی۔ پروفیسر زیڈال ناقدانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی پھر اس نے گرمجوشی سے میرے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں جس مقصد کے لیے تگ و دو کرنی پڑ رہی ہے۔ مسٹر گے زالی اس کی تکمیل ضروری ہے اور آنے والا وقت ہمارے لیے ایک نئی زندگی کا پیغامبر ہوگا۔ میں یہ الفاظ کہہ کر تمہارا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا گے زالی بس مختصراً اتنا ضرور کہوں گا کہ آج کی دنیا میں جینے کا بس ایک ہی راستہ ہے۔ دولت کا سراغ لگاؤ اور اس پر چل پڑو۔ اگر تم بے یار و مددگار اور مالی طور پر ناآسودہ حیثیت کے حامل ہو تو یوں سمجھ لو کہ اس دنیا میں تمہارا کوئی مقام نہیں ہے بہتر ہے کہ ہم اچھی زندگی کے لیے جدوجہد کریں اور اگر ناکام بھی ہو جائیں تو کم از کم یہ سکون تو ہو کہ ہم نے اس دنیا میں اپنا مقام حاصل کرنے کی کوشش تو کی۔ اب تمہیں ایک اور خطرناک مرحلے سے گزرنا ہوگا اور اس کے بعد ہوگا قبیلہ میں پہنچ جاؤ گے۔ یہ نہ سوچنا گے زالی کہ میں نے تمہیں تنہا اس جہنم میں جھونک دیا اور خود یہاں چین کی بانسری بجا رہا ہوں یقین کرو میرے دوست جب تک تم اپنے مشن میں کامیاب ہو کر واپس نہیں آؤ گے۔ میرا ایک لمحہ کانٹوں کے بستر پر بسر ہوگا اور یہی نہیں جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ میرے انتہائی خاص آدمی وہاں تمہارے ساتھ ہوں گے اور ضرورت پڑنے پر تمہاری مدد بھی کریں گے۔ تمہیں وہاں جو کچھ کرنا ہے اس کے سلسلے میں تمہیں مسلسل ہدایات ملتی رہیں گی۔"

"تم لوگوں سے رابطہ کا کیا ذریعہ ہوگا میرے پاس؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں مسٹر گے زالی ان سے رابطہ کا تمہارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔ تمہیں حالات پر خود قابو پانا پڑے گا۔ اس سلسلے میں تمہیں اپنے آپ پر مکمل اعتماد کرنا ہوگا۔ میں ان لوگوں سے رابطے کا اشارہ دے کر تمہاری خود اعتمادی کو ختم کرنا نہیں چاہتا یوں سمجھ لو کہ وہ لوگ خود ہی تم سے رابطہ رکھیں گے۔"

پروفیسر زیڈال کی گفتگو بظاہر سادہ اور دوستانہ ہوتی تھی لیکن میں بے وقوف انسان نہیں تھا۔ میں اس شخص کی فطرت کا اچھی طرح تجزیہ کر چکا تھا۔ بے شک وہ مخلصانہ طور پر کام کر رہا تھا اور اس نے جو منصوبہ بنایا تھا وہ بھی بڑا عجیب و غریب تھا۔ ہوگا قبائل کو دلیپنی کے خلاف کھڑا کر کے وہ ان دونوں کو آپس میں الجھا دینا چاہتا تھا اور ایسا ماحول پیدا کر دینے کا خواہشمند جس سے دلیپنی الجھ کر ہوگا قبائل میں مصروف ہو جائے اور زیڈال کو خزانہ نکال کر لے جانے کا موقع مل جائے۔ بلاشبہ یہ ایک زبردست منصوبہ تھا لیکن جہاں اس کے اپنے مفادات مجروح ہوتے تھے وہاں سے وہ بڑی احتیاط سے موڑ کاٹ جاتا تھا جن لوگوں کی اس کی نشاندہی کی تھی کہ وہ ہوگا میں میرے مددگار ہوں گے۔ ان کے بارے میں نہ بتانے سے اسے دو فائدے ہو سکتے تھے۔ یہ خیال بھی اس کے ذہن میں ہوگا کہ کسی مرحلے پر میں اس سے منحرف بھی ہو سکتا ہوں اور کسی دوسرے کو اپنے ساتھ شامل کر سکے

اُسے ڈاج دے سکتا ہوں چنانچہ اس نے مجھے یہ بھی بتادیا کہ ہُنوگا قبیلے میں مجھ پر نگاہ رکھی جائے گی اور اگر میں نے زیڈال کے مفادات پر ضرب لگائی تو وہاں میرے خلاف بھی کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اُن لوگوں کے بارے میں نہ بتا کر اُس نے نہ صرف اُن کا تحفظ کیا تھا بلکہ مجھے بے دست و پا کردیا تھا کہ میں کسی اور کی مدد سے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکوں لیکن خود میرے ذہن میں ایسی کوئی بات نہیں تھی چنانچہ میں نے اس پر کوئی تعرض نہیں کیا اب اگر میں کوئی تعرض کرتا تو کس بِرتے پر سمبوتورا۔ اور ندرت اپنے مشن میں ناکام ہوگئے تھے۔ گوہین ہمارے ہاتھ سے نکل چکا تھا کوئی بھی چیز تو نہیں تھی میرے پاس جس کو میں بنیاد بنا کر اپنے طور پر کچھ کرنے کی ہمت کرسکتا۔ چنانچہ اگر پروفیسر زیڈال واقعی اپنی کوششوں میں کامیاب ہوجاتا ہے اور یہاں سے خزانہ نکال لیتا ہے تو بہتر طور پر کچھ نہ کچھ حصہ تو مجھے بھی مل جائے گا اور جتنا کچھ بھی مجھے مل جائے گا میں اُسی پر انحصار کرلوں گا اور سوچوں گا کہ زندگی بچا کر ہی لے آنا بہت بڑا کارنامہ تھا ممکن ہے ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ کی خواہش بھی پوری ہوجائے۔ دفعتاً میں نے چونک کر کہا۔

"اپنے مشن پر جانے سے پہلے پروفیسر میں تمہیں اپنا وعدہ یاد دلانا چاہتا ہوں۔"

"کون سا وعدہ گے زالی؟"

"تم نے کہا تھا کہ تم ٹرانسمیٹر پر میری ملاقات میرے دونوں ساتھیوں سے کرادو گے جنہیں تم نے تحفظ دیا ہے۔"

"ہاں میں اس کا بندوبست کرکے آیا ہوں۔ اگر تم یہ بات نہ بھی کہتے تو میرا دوسرا قدم یہی ہوتا۔" پروفیسر زیڈال نے اپنے لباس سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ اس کا ایریل باہر کھینچ کر اُس نے یکے بعد دیگرے بٹن دبائے اور ٹرانسمیٹر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی سی آواز ابھر رہی تھی اور پھر ایک بھرّائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہاں کون ہے کون ہے؟" آواز میں اضطراب تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ پروفیسر زیڈال نے ان لوگوں کو بھی اطلاع دے دی تھی۔ میں نے ٹرانسمیٹر پر بات کی۔ طاہر علی کی آواز میں نے پہچان لی تھی۔

"ہیلو ہیلو ڈاکٹر طاہر علی۔"

"غزالی غزالی کیا یہ تم ہی بول رہے ہو غزالی۔ کیا یہ تم ہو؟" ڈاکٹر طاہر نے شدید اضطراب کے عالم میں پوچھا۔

"ہاں ڈاکٹر میں ہی بول رہا ہوں۔"

"بہت بُرا سلوک کیا ہے تم نے ہمارے ساتھ غزالی۔ ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ کر تم نے یہ ثابت کردیا ہے کہ وقت پڑنے پر کسی پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔" ڈاکٹر طاہر علی نے شکایتی انداز میں کہا۔

"مجھے اس بات کا افسوس ہے ڈاکٹر در حقیقت آپ نے اپنی فطرت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔ آپ اُسی طرح متلون مزاج ہیں۔ آپ گہرائیوں میں نہیں سوچتے ڈاکٹر۔ مجھے یہ بتایئے کہ سمبوتورا ندرت، ندرت یا میں اس ماحول پر قادر تھے۔ کیا ہم سب کچھ کرسکتے تھے ہم صرف جدوجہد کر رہے تھے۔ ڈاکٹر اور اس جدوجہد میں ہم نے آپ کو برابر شریک رکھا۔ میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا ڈاکٹر طاہر علی کہ تبت کے ان علاقوں میں آپ اپنی مرضی سے آئے تھے۔ میں اگر آپ کو ساتھ لاتا تو دوسرے معاملات کا ذمہ دار بھی ہوتا لیکن آپ نے اپنی باتوں سے اور جگہ جگہ سمبوتورا پر شبہ کرکے اُسے بددل کردیا۔ اس کے باوجود طاہر علی وہ جہاں بھی روپوش ہوا ہے اپنی مرضی سے نہیں ہوا۔ آپ اس بات پر یقین کریں یا نہ کریں۔"

"ٹھیک ہے غزالی اُن لوگوں پر ہمارا کوئی بس نہیں تھا انہوں نے جو کچھ بھی کیا یہ اُن پر منحصر ہے لیکن کیا ان حالات میں ہم دو بے یار و مددگار انسانوں کو تنہا چھوڑ دینا ایک مناسب اقدام ہے۔ تم نے بھی تو اس سے مختلف نہیں کیا۔"

"جن حالات میں، میں نے یہ سب کچھ کیا ہے ڈاکٹر طاہر علی اس کی تفصیل آپ کو اس ٹرانسمیٹر پر بتائی نہیں جاسکتی میں آپ سے صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں مسلسل زندگی کی جدوجہد میں مصروف ہوں اور اس کام میں بھی جس کے لیے ہم نے یہاں تک کا سفر کیا ہے۔ میں نے ابھی ہار نہیں مانی ہے۔ آپ دونو اگر پسند کریں تو مجھ سے اتنا تعاون ضرور کریں کہ آپ جہاں موجود ہیں وہاں سکون سے رہ کر وقت گذاریں اور کوئی ایسی حرکت کریں جو آپ کے لیے عذاب بن جائے۔ میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا کیونکہ یہ اُس کے لیے مناسب نہیں ہے جس میری وجہ سے آپ کو یہ سہولتیں فراہم کی ہیں بس اتنا ہی کہنا چاہتا تھا آپ سے۔"

"مگر سنو تو غزالی ہمیں کب تک یہاں رہنا ہوگا؟"

"اُس وقت تک جب تک آپ کو موت نہ آجائے آپ یہاں سے نکلنے میں کامیاب نہ ہوجائیں۔"

"اوہ ٹھیک ہے۔ بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے چاروں طرف صرف موت کی آواز گونجتی ہے زندگی کا کہیں نام و نشان نہیں۔ ان غاروں ہی میں اگر ہم موت کا انتظار کریں تو کیا حرج ہے۔ کیوں کنور تمہارا کیا خیال ہے؟" ڈاکٹر طاہر علی نے شاید کنور پربھات سنگھ سے سوال کیا اور کنور پربھات سنگھ نے ٹرانسمیٹر ان کے ہاتھ سے لے لیا۔

"غزالی میں پربھات بول رہا ہوں۔ تم نے جو کچھ کہا ہے میں اس سے متفق ہوں تم اطمینان رکھو۔ ہم ان ہی غاروں میں وقت سکون سے گذاریں گے اور موت کا انتظار کریں گے۔"

"صرف موت نہیں کنور صاحب ہمیں زندگی بھی مل سکتی ہے خدا حافظ۔" میں نے اس سے زیادہ گفتگو کرنا پسند نہیں کیا۔ پروفیسر زیڈال پُراطمینان نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر میرے ہاتھ سے لے کر اُسے آف کردیا اور پھر بولا۔

"تمہاری گفتگو نہایت مناسب تھی بہر طور تمہاری یہ خواہش بھی پوری ہوگئی اب یہ بتاؤ کہ تم کیا فوری طور پر یہاں سے روانہ ہونے کے لیے تیار ہو؟"

"ہاں پروفیسر اب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"تو پھر وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہوگا میرے پانچ آدمی تمہارے ساتھ سفر کریں گے اُن سے تعاون کرنا۔"

"ٹھیک ہے ہمیں پہاڑوں کے درمیان یہ سفر پیدل ہی طے کرنا پڑا ظاہر ہے یہاں سواری وغیرہ کا کوئی بندوبست نہیں تھا وہ پانچوں آدمی انتہائی محتاط انداز میں پتلے پتلے دروں میں سفر کر رہے تھے۔ بعض جگہ یہ سفر کرنے میں کافی مشکلات بھی پیش آئیں۔ ایک درہ اتنا پتلا تھا کہ بس اُسے دو چٹانوں کے درمیان ایک دراڑ کہا جاسکتا تھا اور وہاں سے ہم اس طرح سے گذرے کہ بدن پر ہلکی ہلکی خراشیں بھی پڑ گئیں لیکن بہر طور ہم اپنی منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ انتہائی بلندی پر عجیب و غریب ساخت کی چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس سے کہیں زیادہ بلندی پر ایک آبشار گر رہا تھا جو پہاڑوں کے ایک بڑے حصے کو سیراب کرتا ہوا ایک ایسی دراڑ میں آجاتا تھا جو نالے کی شکل میں نیچے کی جانب چلی جاتی تھی وہاں پر میرے ساتھی رک گئے پھر اُن میں سے ایک نے چٹان کی آڑ میں رکھے ہوئے ایک چمڑی سوٹ کیس سے غوطہ خوری کے لباس نکالے اور ان میں سے ایک لباس میرے حوالے کردیا۔

"اسے پہن لیجیے مسٹر گے زالی۔" میں نے خاموشی سے ان کی ہدایات پر عمل کیا وہ سب بھی غوطہ خوری کا لباس پہن چکے تھے پھر ان میں سے ایک نے صورتحال بتاتے ہوئے کہا۔

"یہ رسّی یہاں باندھ دی جائے گی بہت مضبوط رسّی ہے۔ اس میں جگہ جگہ بلٹو لگے ہوئے ہیں جو ہاتھوں کو گرفت رکھنے میں مدد دیں گے۔ ہم میں سے چار افراد آپ کے ساتھ پانی اس سرنگ کی دوسری جانب جائیں گے آپ جو یہ خوفناک آواز سن رہے ہیں تو یہ وہی جگہ ہے جہاں سے ہمیں ہُنوگا کی سرحد میں داخل ہونا پڑے گا۔ آپ میرے اشارہ کی طرف دیکھیے آبشار کا پانی جھاگ اڑاتا ہوا جس سوراخ میں داخل ہو رہا ہے وہی سوراخ ہمارا راستہ ہے۔" میں نے دہشت زدہ نگاہوں سے اس ہولناک منظر کو دیکھا۔ آبشار کا بہتا ہوا پانی خوفناک آوازیں نکالتا ہوا ایک چوڑے سے سوراخ میں داخل ہو رہا تھا۔ یہ تصور بھی دیوانگی کے مترادف تھا کہ اس سوراخ میں داخل ہوکر اس ہولناک پانی میں سفر کیا جائے لیکن میرے ساتھیوں نے مجھے یہی بتایا تھا۔ وہ شخص بولا۔

"ہم میں سے ایک آدمی آپ کو اس سفر کا عملی طریقہ بتائے گا۔ آپ کی اجازت سے میں شروع کر رہا ہوں۔ لوہے کی ایک موٹی سی کیل چٹان کے ایک رخنے میں گاڑ دی گئی اور رسّی کا ایک سرا مضبوطی سے اُس سے باندھ دیا گیا۔ کیل کے ایک حصے میں پیتل کی ایک چھوٹی سی گھنٹی لٹکا دی گئی جس کے بارے میں میرے رہنما نے بتایا کہ جب یہ شخص اپنی منزل پر پہنچ جائے گا تو یہ رسّی ہلا کر گھنٹی بجائے گا جس سے ہمیں اندازہ ہوجائے گا کہ وہ بغیر کسی دقت کے اپنی منزل پر پہنچ گیا ہے۔ پھر میں نے اس ہولناک سفر کا عملی مظاہرہ دیکھا۔ غوطہ خوری کے لباس میں ملبوس شخص رسّی کی گرہیں پکڑتا ہوا ہولناک گہرائیوں میں نیچے اترنے لگا۔ وہ بڑی مہارت سے پاؤں ٹکاتا ہوا پانی میں نیچے جا رہا تھا۔ آن کی آن میں وہ سوراخ کے قریب پہنچ گیا چونکہ آبشار کا پانی اس سوراخ سے دوسری طرف جا رہا تھا اس لیے پانی کے بہاؤ کے ساتھ اُسے داخل ہونے میں دقت نہیں ہوئی۔ ہاں اگر یہ پانی دوسری سمت سے آرہا ہوتا تو پھر پانی کی اس سرنگ میں سفر ناممکن تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سرنگ نے اس شخص کو نگل لیا۔ میں دھڑکتے دل کے ساتھ اس ہولناک سفر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کوئی تین منٹ ساڑھے تین منٹ گذرے ہوں گے کہ گھنٹی کی زور زور سے بجنے کی آواز سنائی دی اور میرے ساتھی مسکرانے لگے۔

پھر ان میں سے دوسرا آدمی اُسی انداز میں سفر کرکے سرنگ کی دوسری جانب پہنچ گیا۔ اس کے بعد میرا نمبر تھا۔ میں نے دل ہی دل میں کلمہ پڑھا اور ان دونوں کے آگے جاتے والے انداز میں رسّی پکڑ کر نیچے اُترنے لگا۔ چند لمحات تو الجھن رہی لیکن اس کے بعد میں نے بے جگری سے آگے کا سفر شروع کردیا۔ سوراخ کے قریب پانی کی خوفناک چنگھاڑیں گونج رہی تھیں۔ ہزاروں ٹن پانی اس سوراخ سے دھڑ دھڑاتا ہوا دوسری سمت جا رہا تھا۔ میں نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑا اور رسّی پکڑے پکڑے

سوراخ میں گھس گیا۔ سامنے سے یہ سوراخ بہت زیادہ کشادہ نہیں تھا لیکن اندر پہنچ کر اُس کا قطر بڑھ گیا تھا۔ ہولناک پانی گونج پیدا کرتا ہوا کانوں کے پردے پھاڑتا ہوا برق کی سی صورت کے ساتھ دوسری جانب جا رہا تھا اور میرے ہوش و حواس رخصت ہوئے جا رہے تھے۔ اس وقت زندگی کی ضمانت صرف یہ رسّی تھی جس کے ذریعے میں نے اپنی رفتار پر کنٹرول قائم رکھا تھا۔ اگر یہ رسّی نہ ہوتی اور اسے مضبوطی سے گرفت میں نہ رکھا جاتا تو ہیبت ناک پانی مجھے اس غار کی دیواروں پر دے مارتا اور میرا تمام جسم پاش پاش ہو جاتا۔ یہ انوکھا سفر درحقیقت دو ڈھائی منٹ سے زیادہ کا نہیں تھا۔ رسّی کے سہارے میں دوسری طرف پہنچ گیا اور پھر مجھے تقریباً چار فٹ نیچے اترنا پڑا۔ اس کے بعد پانی کی شدت ایک دم کم ہو گئی کیونکہ آگے چل کر وہ ایک ندی کی شکل میں پھیل گیا تھا اور ندی بھی اتنی کہ گھٹنے گھٹنے پانی وہاں موجود تھا بات صرف اور صرف دھار کے نیچے سے نکلنے کی تھی جو غار کے سوراخ سے گر رہی تھی۔ دھار کی زد سے نکل جائیں تو اس کے بعد کچھ نہیں رہتا تھا۔ میرے دونوں ساتھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے اپنے چہروں سے غوطہ خوری کے ماسک اتار دیے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائے اور پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔ "رسّی کھینچ کر اُدھر اطلاع دے دیجیے مسٹر گے زالی۔"

میں نے اُن کی ہدایت پر عمل کیا اور اس کے بعد رسّی دوسری طرف سے کھینچ لی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد مزید دو ساتھی بھی یہاں آ گئے اور رسّی واپس کھینچ لی گئی۔

"آیئے مسٹر گے زالی۔" میرے رہنما نے کہا اور میں تعجب سے اُسے دیکھنے لگا۔

"اور وہ پانچواں آدمی۔" میں نے سوال کیا۔

"وہ تمام سامان لے کر واپس چلا جائے گا تاکہ کسی کو ہمارے اس مشن کا سراغ نہ مل سکے۔" اس شخص نے جواب دیا۔

میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ اس نے راستے میں بتایا کہ اب ہم ہُوگا قبائل کی سرحد میں ہیں اور بہت جلد اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔ ہم چٹانوں کی آڑ میں سفر کرتے رہے۔ اس طرف کا منظر خاصا خوبصورت تھا اور جیسا کہ پروفیسر زیڈال نے مجھے بتایا تھا کہ ہُوگا قبائل ہمالیہ کی چوٹیوں کے درمیان ایک پیالہ نما وادی میں آباد ہیں اور درحقیقت وہ ہمالیہ کے قیدی ہیں تو یہاں آنے کے بعد مجھے اس کی بات کا اندازہ ہو گیا تھا۔ ابھی تک مجھے کوئی انسان نظر نہیں آیا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ یہاں ہر سبزیوں اور ترکاریوں کے کھیت پھیلے ہوئے ہیں۔ اناج بھی اُگایا جا رہا تھا اور پھلوں کے باغات بھی تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں رہنے والے ضروریات زندگی سے مالا مال ہیں اور انہیں اُن علاقوں میں زندگی گزارنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ ہم اُن مناظر کو دیکھتے ہوئے بالآخر ایک ایسے علاقے میں پہنچ گئے جہاں میں نے دور ہی سے ایک عظیم الشان پتھریلے انسان کو دیکھا جو غالباً گھٹنوں پر سر رکھے دور دور تک نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ بہت بلند و بالا قد و قامت کی پہاڑی تھی اور اس میں حیرت انگیز انسانی نقوش ترشے ہوئے تھے جو انسانی ہاتھوں کا کارنامہ نہیں تھے بلکہ ہواؤں کی تراش نے انہیں یہ شکل دی تھی۔

میرے راہنما نے جس کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا تھا اور نہ اس کی ضرورت پیش آئی تھی مجھے بتایا۔ "ہُوگا قبائل کے عقائد کے مطابق یہ دیکھنے والا دیوتا ہے اور یہی اُن کی پوجا کا مرکز ہے۔ اس کے دامن میں تمہیں بے شمار قیمتی چیزیں نظر آئیں گی۔ وہ اس کے پہلو میں قربانیاں دیتے ہیں اور بہت سی رسومات ادا کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ہر بارہ سال کے بعد ہُوگا کا نیا سردار دیوتا کا بیٹا ہوتا ہے اور یہی پتھریلا دیوتا اُسے جنم دیتا ہے تب ہی وہ اس کے سر کی چوٹی پر نمودار ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سارا کھیل جویا شوتن لامہ کا ہے اور یہ مقدس پجاری نسل در نسل اس علاقے میں چلا آ رہا ہے۔ اس کی عمر حیرت انگیز طور پر طویل ہے اور وہ نہ جانے کیسی کیسی حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے۔ یہ سب کچھ اُسی کا کیا ہوتا ہے اور نجانے اس نے کیا کچھ پس پردہ کیا ہے۔ تمہیں ان تمام چیزوں کو ذہن نشین کرنا ہو گا مسٹر گے زالی کیونکہ یہی ہمارا مشن ہے۔"

"لیکن جو کچھ پروفیسر نے مجھ سے کہا اُس کے لیے اُنہیں آمادہ کرنے کا کیا ذریعہ ہو گا؟"

"یہ بات مجھے بھی نہیں معلوم لیکن آپ کو اس سلسلے میں آگاہ رکھا جائے گا۔"

"یہ رقبہ کتنا بڑا ہے؟"

"بہت وسیع و عریض، آپ دھند میں لپٹی ہوئی اُن پہاڑیوں کو دیکھ رہے ہوں گے جو یہاں سے سرمئی بادلوں کی مانند نظر آ رہی ہیں۔ یہاں سب ہُوگا قبائل ہی آباد ہیں اور یہ سب ہی کا علاقہ کہلاتا ہے۔"

"اس طرح تو یہ رقبہ بہت وسیع و عریض ہے؟"

"سو فیصدی، اس کا رقبہ ویلینی کے علاقے سے زیادہ ہے۔" میرے رہنما نے جواب دیا۔

اس کے بعد ہم انسانی شکل کے اس پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے۔ یہاں چھوٹے چھوٹے غار نظر آ رہے تھے یوں تو جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے لیکن قریب پہنچنے

پر نظر آجاتے تھے۔ ان ہی میں سے ایک غار میں ہم لوگ داخل ہو گئے، میرے رہنما نے غار میں داخل ہوتے ہی مجھے رک جانے کے لیے کہا اور چند لمحوں کے بعد وہ دیوار سے ایک مشعل نکال کر روشن کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مشعل کی زرد روشنی تاریک غار کو منور کرنے لگی تو میں نے اس عجیب و غریب جگہ کو دیکھا۔ اس کی بلندی ناقابلِ یقین تھی۔ بہت وسیع اور کشادہ غار تھا جس میں جگہ جگہ مختلف چیزوں کے انبار پڑے ہوئے تھے۔ کھانے پینے کی اشیاء، گھاس کے بستر، درندوں کی کھالیں۔ یہ تمام چیزیں یہاں موجود تھیں لیکن جو انوکھی چیز میں نے یہاں دیکھی اُسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میری آنکھیں ساکت ہو گئیں۔ یہ چار انسانی لاشیں تھیں۔ بھورے مٹیالے رنگوں کے مالک چار قبائلی جنہیں غالباً گردنیں دبا کر ہلاک کر دیا گیا تھا اوپر تلے کونے میں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے پریشان نگاہوں سے رہنما کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولا۔ "انہیں ختم کیے بغیر سانگ جو کو یہاں سے اغوا کرنا ممکن نہیں تھا۔ پروفیسر زیڈال نے تمہیں سانگ جو کی کہانی یقیناً سنا دی ہو گی۔ وہ ایک اور قبیلے میں پروان چڑھا، یہ چاروں اس کے محافظ تھے اور اب چونکہ بارہ سال پورے ہو چکے ہیں اور کسی بھی دن یا رات نئے سردار کی آمد کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اس لیے جولا شوتن نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ سانگ جو کو یہاں لے آیا جائے چونکہ مسٹر زیڈال کی نگاہ تمام حالات پر تھی اس لیے ہم نے سانگ کو یہاں سے اغوا کر کے وہاں پہنچا دیا اور ان لوگوں کو ہلاک کر دیا تاکہ ہم تمہارے محافظوں کی حیثیت اختیار کر سکیں۔"

"اور اگر تمہاری اس غیر موجودگی کے دوران جولا شوتن کے آدمی یہاں پہنچ جاتے تو کیا وہ صورتحال سے آگاہ نہ ہو جاتے؟"

"نہیں ہمارے کچھ پراسرار مددگار ہمیں صورتحال سے آگاہ کیے ہوئے تھے۔ اگر ایسی کوئی مشکل پیش آ جاتی تو ہمیں اس کی اطلاع مل جاتی۔ اور وہ جو یہاں کی صورتحال سے آگاہ ہو جاتے وہ اپنے ٹھکانوں پر نہ پہنچ پاتے تاکہ دوسروں کو اس کی اطلاع ہو سکے۔"

میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ زیڈال کے لمبے ہاتھوں کی وسعت بڑھتی ہی جا رہی تھی وہ واقعی خطرناک آدمی تھا۔ میں نے رہنما سے کہا۔ "تو ان لاشوں کو کم از کم ٹھکانے تو لگا دو ورنہ یہ غار ہی میں ہمارے ساتھ رہیں گی۔"

"نہیں اُس وقت کیونکہ ہمیں بہت جلدی تھی چنانچہ انہیں یہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ تم مطمئن رہو مسٹر گے زالی ابھی تھوڑی دیر میں ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے گا۔ آؤ میں تمہیں تمہاری آرامگاہ دکھا دوں اور میں غار کے گوشے میں لگے ہوئے گھاس کے بستر پر بیٹھ گیا اور وہ چاروں ان لاشوں کو کاندھوں پر لادے ہوئے غار سے باہر نکل گئے۔

میں نے سنجیدہ نگاہوں سے غار کا جائزہ لیا۔ ایک مشعل پورے غار کو روشن کرنے میں ناکافی تھی صرف وہی حصہ نظر آ رہا تھا جہاں مشعل لگی ہوئی تھی۔ میں نے مشعل ہاتھ میں تھامی اور آگے بڑھ کر غار کو دوسرے حصوں کو بھی دیکھنے لگا۔ ایک جگہ ایک سوراخ بنا ہوا تھا جس میں اوپر جانے کے لیے چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں تھیں۔ غالباً یہی سیڑھیاں پہاڑ کی چوٹی تک جاتی تھیں۔ اوپری حصے میں پہنچ کر میں نے تعجب کی نگاہ سے دیکھا یہاں غار کی چھت پر ایک چوکور دروازہ بنا ہوا تھا۔ غالباً یہ اس انسانی سر میں تھا جس کے ذریعے نئے دیوتا کا ظہور ہوتا ہے۔ میں متعجبانہ انداز میں یہ سب کچھ دیکھتا رہا پھر مجھے نیچے سے میرے رہنما کی آواز سنائی دی جو مجھے پکار رہا تھا چنانچہ میں پتلی سیڑھیاں اتر کر غار میں واپس آ گیا اور مشعل اس سوراخ میں رکھنے کے بعد میں اسی پیال کے بستر پر جا لیٹا۔

وہ چاروں میری خدمت کرنے لگے۔ کھانے پینے کا معقول بندوبست تھا۔ تمام تیاریاں مکمل کر کے انہوں نے مجھے کھانا کھلایا۔ غوطہ خوری کا لباس ضائع کر دیا گیا تھا اور اب میں سانگ جو کی حیثیت سے اس پہاڑی غار میں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک آدمی غار سے باہر نکل گیا۔ جب وہ دیر تک واپس نہیں آیا تو میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو میرے رہنما نے جواب دیا۔ "وہ شخص بیرونی دنیا سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہے، ہمیں وہ حالات سے آگاہ کرے گا۔ اس کی ڈیوٹی باہر ہی ہے۔ ایک ایک دن کی ذمہ داری ہوتی ہے کل دوسرا شخص باہر چلا جائے گا۔"

"مجھے اس غار ہی میں قید رہنا ہو گا یا میں آس پاس کے علاقے دیکھ سکتا ہوں؟"

"نہیں مسٹر گے زالی بہتر یہ ہے کہ تم میرے ساتھ مقامی زبان کی مشق کرو تاکہ تمہیں کبھی کوئی دقت نہ ہو۔ غار کے باہر تمہارا دیکھا جانا خطرناک ہو سکتا ہے۔"

میں نے کوئی تعرض نہیں کیا اور اسی دن سے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ زیادہ سے زیادہ کبھی تازہ ہوا کی ضرورت محسوس کرتا تو غار کے عقبی حصے سے باہر نکل آتا۔ اس وقت میرے تینوں محافظ میرے ساتھ ہوتے تھے اور پھر میں واپس اُسی غار میں چلا جاتا تھا۔ یہاں آئے ہوئے غالباً چوتھا دن تھا۔ میں اپنے دوستوں کے ساتھ اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا کہ اُس دن

کا محافظ دوڑتا ہوا اندر آ گیا اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔

"تین قبائلی اس سمت آ رہے ہیں ان میں سے دو ایک ڈولی سی کاندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں اور اس ڈولی میں کوئی بیٹھا ہوا ہے۔"

"یقیناً وہ جویا شوتن ہو گا ہوشیار۔ مسٹر گے زالی اب یہاں سے تمہارے مشن کا آغاز ہوتا ہے۔" وہ چاروں غار ہی میں مختلف کاموں میں مصروف ہو گئے۔ میں شدت سے انتظار کرتا رہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہمیں آہٹیں سنائی دیں پھر باہر سے ایک آواز ابھری۔ "مقدس سالونیا، مقدس سردار، روحانی پیشوا تجھ سے ملاقات کے لیے آن پہنچا ہے۔ مجھ سے مل کہ میں جویا شوتن ہوں اور مستقبل میں تیرے سر کا سنہرا تاج میرے سائے میں چمکے گا۔ میں نے ایک عجیب الخلقت بوڑھے کو دیکھا۔ اس کا اوپری بدن بھاری تھا اور نچلی ٹانگیں پتلی کھپچیوں کی مانند تھیں مجھے حیرت یہ تھی کہ ان ٹانگوں پر وہ بھاری بوجھ کیسے سنبھالے ہوئے تھے۔ بلا شبہ ان پتلی پتلی ٹانگوں پر اتنا وزن برداشت کرنا اور اس برق رفتاری سے چلنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے بہیر تسمہ پا کی کہانیاں سنی تھیں کہ وہ کس طرح انسان کی زندگیوں کے لیے جنجال بن جاتے ہیں۔ یہ شخص تسمہ پا ہی نظر آ رہا تھا۔

وہ میرے سامنے پہنچ گیا اور اس نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے اور گردن خم کرتے ہوئے بولا۔ "سانگ جو میں وہ ہوں جس کی کہانیاں تجھے سنائی جاتی رہی ہیں اور اب وقت آ گیا ہے کہ ان کہانیوں کی حقیقت بھی دیکھ لے۔ آج کی رات آسمان پر پورا چاند چمکے گا اور جب چاند طلوع ہو گا تو دیوتا ہُوگا کا نیا سردار قبیلے کو پیش کر دیں گے اور یہاں سے تیری نئی زندگی کا آغاز ہو جائے گا۔ سانگ جو اور تو کسی قسم کا تردد نہ کرنا کہ مقدس جویا شوتن تیری سرپرستی کا وعدہ کرتا ہے اور تجھے یقین دلاتا ہے کہ تجھے اپنی سرداری کے دور میں کسی بھی وقت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ سو میں تجھے یہ اطلاع دینے آیا ہوں آج کی رات آج کی رات۔"

میں خاموشی سے کھڑا ہوا اس عجیب الخلقت انسان کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھیں غار کی تاریکی میں روشنیاں بکھیر رہی تھیں۔ یہ میری نظر کا واہمہ نہیں تھا بلکہ میں نے بہ ہوش و حواس دیکھا تھا کہ اس کی آنکھوں سے نہایت مدھم نیلی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ دیویاں اور دیوتاؤں کی کیفیت کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ مہذب دنیا کا ایک انسان جس نے دادیوں اور نانیوں کی سنائی ہوئی کہانیوں کے علاوہ جن بھوتوں یا پریوں کو خود کبھی نہیں دیکھا تھا بلکہ اگر کبھی ان کے تذکرے سنے بھی تھے تو ان لوگوں کی ذہنیت کا ماتم کیا تھا کہ سائنس کے اس دور میں بھی یہ لوگ بھوتوں پریتوں پر یقین رکھتے ہیں لیکن آج ایک ایسا شخص میرے سامنے تھا جسے انسان نہیں کہا جا سکتا تھا یا اگر وہ انسان تھا بھی تو ایک ایسی نسل کا باشندہ جو شاید ان پہاڑوں کے علاوہ اور کہیں نہیں ہو گی۔ تاہم میں نے خود کو سنبھال کر گردن خم کی اور آہستہ سے بولا۔ "مقدس لامہ افسوس تیرے بارے میں میرا علم بہت کم ہے۔ مجھے صرف تیرا نام بتایا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ تو میرا سرپرست اعلیٰ اور میرے مستقبل کا سب سے بڑا رہنما ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے مجھے کہ مجھے تیری اطاعت کر کے اپنی زندگی کا ہر لمحہ بسر کرنا ہے سو میں تیرے سامنے موجود ہوں اور تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جو کچھ تو چاہے گا وہی کروں گا۔ تیرے دوست میرے دوست ہوں گے تیرے دشمن میرے دشمن میری وفاداریاں تیرے سامنے پیش ہیں۔"

میرے ان الفاظ پر لامہ جویا شوتن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔ "اور یہ ثابت ہوا کہ تیری تربیت کرنے والوں نے اپنا حق نمک ادا کیا اور وہ خاص ساتھی تھا میرا جس نے تجھے مجھ سے روشناس کرایا۔ میں اس سے خوش ہوں کاش وہ زندہ ہوتا میں تیرے پاس زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکوں گا سانگ جو، میں چلتا ہوں بس آج کی رات یاد رکھنا اور یہ سالونیا تیری مکمل رہنمائی کریں گے جو تیرے محافظ ہیں۔" اس کا اشارہ میرے رہنما کی طرف تھا۔ میں دل ہی دل میں مسکرا دیا میں نے سوچا کہ واقعی یہی لوگ تو میری رہنمائی کر رہے ہیں۔

اس عجیب الخلقت آدمی نے اپنے جسم کے ایک حصے میں انگلی ڈال کر چیز نکالی اور انگلی میری پیشانی پر مسل دی۔ اس نے اس انگلی کو زبان پر رکھ کر چکھا اور اپنے سینے پر تین لکیریں بنانے کے بعد وہاں سے واپس چل پڑا۔ اسے چلتے ہوئے دیکھ کر بھی ہیبت ہوتی تھی۔ بلا شبہ کسی ویرانے میں یہ انسان کسی کمزور دل کے انسان کو نظر آ جائے تو وہ ایک لمحہ بھی دل کی دھڑکن کو اپنے بس میں نہ رکھ سکے اور دل کی دھڑکن ہی بند ہو جائے۔ وہ باہر نکل کر ڈولی میں بیٹھا اور وہ دونوں آدمی جو ڈولی کے پاس کھڑے تھے اسے اٹھا کر چل پڑے میرے چاروں ساتھی غار کے دہانے سے باہر نکل گئے تھے تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ واپس آئے میرا رہنما مسکرا رہا تھا۔ اس نے مجھے دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ تم نے نہایت کامیابی سے اپنا کردار نبھایا اور اس خوفناک جادوگر کو ایک لمحہ کے لیے بھی

شبہ نہیں ہونے دیا کہ میں وہ نہیں ہوں جو وہ سمجھ رہا ہے۔ اس کے بعد اس نے مجھے آئندہ کی کارروائی بتاتے ہوئے کہا کہ رات کو اس وقت جب آسمان پر چاند طلوع ہو گا تمہیں ان سیڑھیوں کے ذریعے اوپری حصے میں بھیج دیا جائے گا اور وہاں تیز روشنی کی جائے گی تاکہ ہُوگا قبیلے کے لوگ دیوتاؤں کے بیٹے کو دیکھ لیں اور اسے اپنا نیا سردار مان لیں۔"

اس نے مجھے تمام تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ کارروائی کے بعد ان کی ذمہ داریاں ختم ہو جائیں گی اور مجھے خود ہی بعد کے حالات سے نمٹنا ہو گا۔ میں نے کسی قسم کی پریشانی یا تشویش کا اظہار نہیں کیا تھا۔ وقت گذرتا رہا اور جوں جوں شام جھکنے لگی میرے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہوتا رہا میں سوچ رہا تھا کہ دیکھیں میں اپنا یہ کردار خوبی سے نبھا بھی سکتا ہوں یا نہیں۔ پھر رات گہری تاریک ہو گئی۔ غار میں مشعل مسلسل روشن تھی میرے رہنما نے دو تین مشعل اور جلا دیں اور پھر ان کی روشنی میں مجھے سردار کے لباس میں ملبوس کیا جانے لگا۔ سیاہ چیتے کی کھال میرے زیریں بدن پر پہنا دی گئی اور بھورے نشانات والے چیتے والی کھال میرے اوپری جسم پر۔ اس کے ساتھ ہی میرے ابھرے اور کھلے ہوئے بازوؤں پر چمکنے والی مٹی سے نقش و نگار بنا دیئے گئے اور اس کے بعد ایک انتہائی بدہیئت کلہاڑا میرے ہاتھ میں دیا گیا۔ سر پر غالباً بھینسے کے سینگوں والا ایک تاج پہنا دیا گیا جو بہت بدہیئت اور بدنما لگتا تھا اور اب میں دیوتا کا بیٹا اور اس پتھر کی اولاد بن گیا تھا۔ وہ لوگ مجھے سیڑھیوں سے اوپر لے چلے، اوپر کی جانب کھلنے والا دروازہ بدستور بند تھا۔ ابھی اس کے کھلنے کا وقت نہیں ہوا تھا۔ چاند کے بارے میں ابھی کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کتنی دیر میں نکلے گا پھر اوپری پتھریلے ڈھکن کو تھوڑا سا ہٹا کر آسمان کا جائزہ لیا گیا چاند نکلنے والا تھا۔ ستاروں کی مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی، سب سے اوپر والی سیڑھی پر کھڑے ہو کر میرا پورا بدن اس سوراخ سے باہر نکل سکتا تھا لیکن ابھی مجھے نمایاں نہیں ہونا تھا پھر آہستہ آہستہ چاندنی پھیلنے لگی ہم سب ہی دھڑکتے دلوں کے ساتھ ابھرتے ہوئے چاند کو دیکھ رہے تھے۔ یہ لمحات بڑے صبر آزما تھے یہاں تک کہ چاند نکل آیا اور تیز روشنی نے فضا کو منور کر دیا اس کے ساتھ ہی دفعتاً نجانے کیا ہوا کہ انسانی شکل کی پہاڑی کے اوپری حصے سے روشنی کا طوفان امنڈ پڑا۔ روشنی کسی خاص قسم کی دھات یا پھر انتہائی قیمتی اور چمکدار ہیروں سے پھوٹ رہی تھی جنہیں اس خاص منصوبے کی تکمیل کے لیے اس پہاڑی کے سر پر نصب کیا گیا تھا۔ تیز روشنی نما غالباً ابھرے ہوئے چاند کی پوری کرنوں سے منعکس ہوئی تھی اور اس کا مقصد تھا کہ اب مجھے اوپری سیڑھی پر آ جانا چاہیے چنانچہ میں نے آہستہ آہستہ بقایا سیڑھیاں طے کیں اور سب سے آخری سیڑھی پر پہنچ گیا۔ جوں ہی میں نے آخری سیڑھی پر قدم رکھا دفعتاً وادی میں طوفان سا آ گیا، پہاڑیاں لرزنے لگیں، چاروں طرف سے ایسا خوفناک انسانی شور بلند ہوا کہ میری سماعت زخمی ہونے لگی۔ زور زور سے نقارے بج اٹھے تھے جبکہ اس سے پہلے وادی پر مکمل سکوت چھایا ہوا تھا۔ غالباً انسانی چٹان کے سامنے پورے ہُوگا قبائل امنڈ آئے تھے اپنے نئے سردار کا استقبال کرنے کے لیے کھڑے تھے۔ میں نے اپنے عقب میں کھڑے ہوئے محافظوں کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا "اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"کچھ نہیں اس کے بعد بقایا کارروائی اُن ہی لوگوں کی ہو گی تمہیں مطمئن رہنا ہو گا۔"

"کیا تم سے کوئی ایسا نہیں ہے جو میرے آس پاس یا نزدیک موجود ہو؟"

"نہیں یہ ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔" انہوں نے جواب دیا اور میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ کان پھاڑ دینے والا انسانی شور تقریباً دو منٹ تک جاری رہا۔ نقارے بج رہے تھے، جگہ جگہ مشعلیں روشن ہوتی جا رہی تھیں جبکہ اس سے پہلے وادی میں کوئی روشنی نہیں تھی سوائے چاندنی کے نئے سردار کا ظہور ہو گیا تھا۔ میں نیچے لگائے جانے والے نعروں کو سن رہا تھا اور ان کا مفہوم بخوبی میری سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ سب ایک ہی گیت گا رہے تھے ایک ہی گردان کر رہے تھے کہ ہُوگا کی تقدیر بدلنے والے ہم تیری آمد پر خوش ہیں ہم تیرا استقبال کرتے ہیں۔ پھر چند آدمی اس پہاڑی کی جانب بڑھے اور اس کی بلندیاں طے کرنے لگے وہ سب ہاتھوں میں مشعلیں اٹھائے ہوئے تھے۔ میرے چاروں محافظ سیڑھیاں طے کر کے نیچے چلے گئے اور میں اب تنہا کھڑا رہ گیا تھا۔

دیوتا کی ناک پر کھڑے ہو کر آنے والوں نے مجھ سے استدعا کی کہ میں ان کے ساتھ ہُوگا کی گہرائیوں میں اتروں اور قبیلے والوں کو اپنا دیدار کراؤں چنانچہ میں نے ان کے ساتھ قدم بڑھا دیئے۔ اس خوفناک پہاڑی کو عبور کرتے ہوئے بار بار مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا پاؤں پھسل جائے گا اور میں اس کی گہرائیوں میں جا پڑوں گا۔ نہ جانے کس طرح اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا بالآخر میں نیچے پہنچ گیا۔ انسانوں کا جم غفیر تاحد نگاہ تھا۔ مجھے راستہ دینے کے لیے وہ سب پیچھے ہٹ گئے تھے اور میں ان کے درمیان سے گذرتا ہوا۔۔۔ غرض وہاں پہنچ گیا جہاں

میں نے جویاشون دیکھا جو عجیب شان سے ایک مرصع تخت پہ بیٹھا ہوا تھا۔ یہ تخت چوبی تختوں سے جوڑ کر بنایا گیا تھا اور اس میں اس قسم کے بتھے لگے ہوئے تھے کہ لوگ اُسے کاندھوں پر اٹھا لیں۔ یہ ایک وسیع وعریض تخت تھا اور بے شمار چوبی تھے اُس میں نصب تھے تین سیڑھیاں اُس سے لگا دی گئی تھیں اور ان سیڑھیوں کے دونوں سمت نوخیز نوجوان لڑکیاں سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے لمبے لمبے بال تخت کی سیڑھیوں پر بچھے ہوئے تھے اور مجھے ان ہی پر سے گذر کر اوپر پہنچنا تھا۔

مجھے لانے والوں نے تخت پر پہنچنے کے لیے کہا اور میں اُن سیڑھیوں کو عبور کر کے تخت پر پہنچ گیا۔ جویاشون سب سے آگے والے تخت پر تھا۔ اس کے پیچھے ایک اور چھوٹی سی زرنگار کرسی رکھی ہوئی تھی جس پر ایک درمیانی عمر کا قوی ہیکل آدمی گردن خم کیے ہوئے بیٹھا تھا۔ جویاشون نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا اور اپنی کرسی ایک سمت سرکا دی۔ دوسرا آدمی سر جھکائے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے رکوع کے انداز میں جھک کر مجھے تعظیم دی اور پیچھے ہٹ کر اس تخت کے عقب میں پہنچ گیا جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ تب جویاشون نے کچھ نامعلوم الفاظ اپنے منہ سے ادا کیے پھر اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ایک چھڑی کو بلند کیا اور یہ بات میں نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ اچانک ہی اُس چھڑی سے شعلے بلند ہونے لگے۔ جویاشون اس چھڑی کو گول دائرے کی شکل میں گھمانے لگا اور میرے سر پر شعلوں کی چھتری سی بن گئی چند لمحوں تک یہ عمل جاری رہا اور ایک بار پھر اس نے مجھ سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ میں کرسی پر بیٹھ گیا اور ایک بار پھر شوروشر کی آوازیں بلند ہونے لگیں، یہ کرسی سردار کی تھی اور اس سے آگے والی کرسی روحانی پیشوا کی۔ پہلا سردار معزول ہو گیا تھا اور اب میں اس قبیلے کا سردار تھا۔

ایک اور بوڑھے بدہیئت شخص نے تخت پر کھڑے ہو کر ہوگا قبیلے کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا "ہوگا والوں کے مقدس سردار کا نام سانگ ہے اور آج سے ہم اس کے اطاعت گزار ہیں اور وہ جویاشون کی دعاؤں کے سائے میں ہماری رہنمائی کرے گا۔" پھر اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ "سانگ تو پہاڑ کے بیٹے تو آج سے ہمارا حکمران ہے اور ہوگا کے رہنے والے آنکھیں بند کر کے وہی عمل کریں گے جو تیری خواہش ہو گی ہم سب تیری وفاداری کا اعلان کرتے ہیں۔"

چاروں طرف سے یہی آوازیں بلند ہونے لگیں کہ ہم تجھ سے وفاداری کا اعلان کرتے ہیں، میں خاموشی سے اُن سب کو دیکھتا رہا۔ پھر جویاشون نے پرانے سردار سے کہا "اور تو جو بارہ سال تک اس قبیلے پر حکمرانی کرتا رہا ہے اب رسم کے مطابق اپنا فرض پورا کر۔"

مجھے یاد تھا زیگال نے مجھے بتایا تھا کہ پرانے سردار کو نئے سردار کے آنے کے بعد موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ ایک لمحہ کے لیے میرے دل میں اس شخص کے لیے ہمدردی ابھر آئی، کاش میں اس کی زندگی بچا سکوں لیکن مجھے اس کا موقع ہی نہ مل سکا۔ پرانا سردار آہستہ آہستہ تخت کی وہ تینوں سیڑھیاں اتر گیا جن کے اردگرد سے اب نوخیز نوجوان لڑکیاں اپنے بالوں کو سمیٹ کر اٹھ گئی تھیں۔ نیچے پہنچ کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے اور اپنے لیے موت طلب کی، چھوٹے چھوٹے دستوں والے چھ نیزے فوراً ہی زمین پر نصب کر دیے گئے، میں ہمدردانہ نگاہوں سے اس قوی ہیکل شخص کو دیکھ رہا تھا۔ وہ چند قدم پیچھے ہٹا اور پھر اس نے ایک زوردار ہانک حلق سے نکالی اور فضا میں اُچھل کر ان نیزوں کی انیوں پر گر گیا۔ چھ نیزے اس کے پورے بدن میں پیوست ہو گئے اور اس کی کمر توڑ کر باہر نکل آئے۔ لوگوں نے پھر نعرے لگانے شروع کر دیے تھے۔

میرا بدن ہولے ہولے کانپنے لگا، خودکشی کا یہ خوفناک طریقہ اس سے پہلے میں نے نہیں دیکھا تھا۔ بدھ مذہب کے بارے میں یہ بات البتہ میرے علم میں تھی کہ ان کے ہاں خودکشی کی جاتی ہے۔ مختلف طریقوں سے اپنے آپ کو اذیتیں دے کر ختم کیا جاتا ہے اور یہ موت ان کے لیے ایک مقدس موت ہوتی ہے چنانچہ سردار نے اپنے لیے ایک مقدس موت منتخب کر لی تھی۔ اس کا بدن ان نیزوں میں پھڑک بھی نہیں سکا تھا کیونکہ نیزے اس کے دل کے مقام پر بھی پیوست ہوئے تھے اور اس طرح کہ اس کی کمر کی ہڈیاں توڑ کر باہر نکل آئے تھے بھلا ان حالات میں تڑپنے یا پھڑکنے کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا میں کرسی پر بیٹھا رہا میرے نزدیک ہی دوسری کرسی پر جویاشون بھی بیٹھ گیا تھا اور پھر اس عظیم الشان تخت کو لوگوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ وہ تخت کندھوں پر اٹھا کر سفر کرنے لگے ان کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ لوگوں کا جم غفیر ہمارے دائیں بائیں آگے پیچھے چل رہا تھا لیکن وہ ہم سے اتنے فاصلے پر تھے کہ تخت لے کر چلنے والوں کو آگے بڑھنے میں ذرا بھی رکاوٹ نہ ہو۔ ایک اور بات میں نے یہ دیکھی کہ تخت اٹھانے والے اپنے ساتھی بدل لیتے تھے۔ تمام لوگ آگے بڑھ کر تخت اٹھانے کو کوئی مقدس فریضہ سمجھ کر یہ رسم انجام دے

رہے تھے۔ چاند سروں سے گذر گیا اور ہم ایک عظیم الشان گہرائی میں پہنچ گئے جہاں ہوگا بستی قائم تھی۔ یہ سردار کی بستی تھی۔ اور سردار کی جھونپڑی بستی میں پھیلی ہوئی جھونپڑیوں سے کہیں زیادہ بڑی اور عظیم الشان تھی۔ اس جھونپڑی کے دروازے پر ایک قطار کی شکل میں چھ عورتیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے بال کھلے ہوئے تھے اور چہرے سے سوگواری نمایاں تھی بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سب پرانے سردار کی بیوائیں تھیں۔ جھونپڑا اندر سے بہت ہی نفاست سے آراستہ تھا۔ میں اس میں پہنچنے کے بعد ایک جگہ بیٹھ گیا، میں نہیں جانتا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ مجھے بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ دو لڑکیاں اندر داخل ہو گئیں اور میں نے انہیں پہچان لیا یہ ان ہی چھ بیواؤں میں سے تھیں جنہیں میں نے باہر دیکھا تھا۔ دونوں ہی خوش شکل اور اچھے نقوش کی مالک تھیں ان میں سے ایک کی آنکھوں میں شرارت بھری ہوئی تھی۔ میرے قریب پہنچ کر وہ دوزانو بیٹھ گئی اور آہستہ سے بولی "عظیم سانگ جو اگر قبول کرے تو میں اس کی خدمت کے لیے حاضر ہوں .... اور میں وعدہ کرتی ہوں کہ اُسے وہی تعظیم وتکریم دوں گی جو سردار کی شایانِ شان ہوتی ہے" وہ آہستہ سے پلٹی اور پیچھے ہٹ گئی پھر وہی الفاظ اُسی انداز میں اُس دوسری عورت نے ادا کیے۔

میں دلچسپ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ دوسری لڑکی بھی یہ الفاظ ادا کر کے پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے دلچسپی سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم قدیم سردار کی بیویاں ہو؟"

"ہاں ہم چھ اس کی بیویاں تھیں قبیلے کی رسم کے مطابق سب سے پہلے تم پر ہمارا حق بنتا ہے۔ اگر ہم اپنی وفاداریاں منتقل کرنے کے لیے تیار ہو جائیں اور تم اُنہیں قبول کر لو تو سب سے پہلے، تمہاری خدمت گزاری کا شرف ہمیں حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد قبیلے کی دوسری لڑکیوں کو یہ حق حاصل ہوتا ہے۔"

"مگر باقی چار کہاں گئیں؟" میں نے سوال کیا۔

"اُن چاروں نے مرنے والے کے ساتھ اپنی دلچسپی کا اظہار کیا اور اس کے عوض اُنہیں بھی قربان گاہ میں قربان کر دیا جائے گا تاکہ اُن کی روحیں اُس پرانے سردار کی روح سے جا ملیں مگر ہم مرنا نہیں چاہتیں ہم نے اس رسم سے فائدہ اٹھایا اور تمہاری خدمت میں جاں بخشی کے لیے حاضر ہو گئے۔"

"تو اب مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

"تم آج کی رات ہمیں اپنے جھونپڑے میں جگہ دے دو اور صبح کو جب تم سے پوچھا جائے کہ کیا تم نے ہمیں قبول کر لیا تو تم اس بات کا اقرار کر لینا تمہارے اقرار سے ہمیں زندگی مل جائے گی اور ہم اس بات کا وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم نے ہمیں اس قابل نہ سمجھا تو ہم دونوں میں سے کوئی کبھی تمہیں اس کے لیے مجبور نہیں کریں گے کہ تم ہمیں اپنی بیوی کی حیثیت دو۔"

میں نے مسکراتی نگاہوں سے ان لڑکیوں کو دیکھا اور دل میں فیصلہ کر لیا کہ اگر میرے ذریعے ان کی جان بچ سکتی ہے تو میں اس سے کوتاہی نہیں کروں گا میں نے اُن سے سوال کیا۔ "اور اگر میں تمہیں قبول کرنے سے انکار کر دوں تو؟"

"تو پھر ہمیں بھی قربان گاہ پر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے تم اطمینان رکھو میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔"

اُن کی خوبصورت آنکھوں میں زندگی کی روشنی چمکنے لگی۔ اُن میں سے ایک نے اپنا نام سیتو بتایا تھا اور دوسری نے شایا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جھونپڑی سے باہر نکل گئیں۔

میں آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ خاصی ہنگامی رات گذری تھی۔ رات کے آخری پہر میری پلکیں جھپک گئیں لیکن صبح کو بہت جلد آنکھ کھل گئی۔ نئے سردار کی سرداری کی خوشی میں جگہ جگہ جشن منایا جا رہا تھا۔ صبح کو چار قوی ہیکل آدمی جھونپڑی کے دروازے پر پہنچے اور انہوں نے مؤدب لہجے میں کہا۔ "مقدس سردار سانگ جو صبح کی روشنی پھوٹ آئی ہے اور عبادت گاہ کے دروازے پر عظیم جویاشون تمہارا منتظر ہے کیا صبح کی عبادت میں حصہ نہیں لو گے؟"

میں نے فوراً تیاریاں کیں اور باہر نکل آیا۔ یہ چاروں آدمی مجھے لے کر عبادت گاہ کی جانب چل پڑے، یہ سفر مجھے پیدل ہی طے کرنا پڑا تھا۔ راستے میں قطار کی شکل میں کھڑے ہوئے لوگ دونوں سمت سے میرے اوپر چھوٹے چھوٹے پھول نچھاور کر رہے تھے جو کسی اناج سے بنائے گئے تھے اور پھر میں بدھ طرز کی اس مخصوص عبادت گاہ کے سامنے پہنچ گیا جو ایک پہاڑی کے درمیان واقع تھی۔ اسٹوپا اور جھنڈے وہاں نظر آ رہے تھے۔ عبادت گاہ کے دروازے میں وہی پتلی ٹانگوں والا پجاری چمکیلی نیلی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ دن کی روشنی میں بھی ان آنکھوں میں وہی پراسرار کیفیت طاری تھی۔ اس کے ہونٹ کھنچے جیسے وہ مسکرایا ہو۔ اس کے ہاتھ میں عبادت کا پہیہ گھوم رہا تھا۔ میں بدھوں کی عبادت کا طریقہ سیکھ چکا تھا چنانچہ میں نے بھی عبادت کے پہیے کو گھمایا اور مقدس

اشلوک پڑھنے لگا جن کا میرے ذہن و دل سے کوئی تعلق نہیں تھا پھر جویا شوئن نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور مجھے اس عبادت گاہ کے اندرونی حصے میں لے گیا۔ ایک تیلی سی سرنگ سے گذرنے کے بعد ہم ایک کشادہ جگہ پر پہنچ گئے جو پتھروں کو چن کر بنائی گئی تھی۔ یہاں پر عجیب و غریب اشیاء بکھری ہوئی تھیں۔ جویا شوئن نے مجھے ایک چمڑا منڈھے ہوئے پتھر پر بیٹھنے کے لیے کہا اور خود میرے سامنے گھٹنوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا۔

اس کی پراسرار نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی تب وہ آہستہ سے بولا۔ "وہ میری طرف سے ہوگا کی سرداری تجھے مبارک ہو سانگ جو کیا تو یہ بات جانتا ہے کہ تو میرے سب سے وفادار غلام تسان شی کا بیٹا ہے۔ جب تو چھوٹا سا بچہ تھا اسی وقت میں نے تسان شی سے وعدہ کیا تھا کہ اس کا بیٹا ایک دن ہوگا کا سردار بنے گا۔ یقیناً تجھے اپنا باپ یاد نہیں ہوگا۔ سانگ جو لیکن میں تجھے تمام تفصیل بتا رہا ہوں۔ میرا وفادار غلام تسان شی میرے ایک اشارے پر موت کی نیند جا سویا تھا اور مجھے خوشی ہے کہ آج میں اپنا وعدہ پورا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ سُن آج سے تو ہوگا کا سردار ہے اور تمام ہوگا قبائل تیرے اشارے پر اپنی جان دینے میں عذر نہیں کریں گے لیکن یہ بھی سُن لے سانگ جو کہ یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہے جب تو دل و جان سے جویا شوئن کا وفادار بن جائے اور یہ بھی سُن لے سانگ جو کہ مجھ سے کسی طرح کا انحراف تیرے حق میں کبھی بہتر نہیں ہوگا۔ میری ایک انگلی کی جنبش ہوگا کی تقدیر بدل دیتی ہے اور میں جس نے تجھے آج اس سردار کے منصب پر فائز کیا ایک لمحہ میں تجھے ہوگا کا سب سے بدترین انسان بنا سکتا ہوں۔ میری طرف سے یہ دھمکی نہیں ہے بلکہ تیرے لیے ایک اشارہ ہے اور تو جانتا ہے کہ جو تقدیریں بناتے ہیں وہ بگاڑنا بھی جانتے ہیں۔"

"عظیم لامہ، میں ہر بات بخوبی جانتا ہوں مگر میں سوچتا ہوں کہ کیا میں سرداری کے قابل ہوں۔ میں نے تو ایک مختصر سی زندگی دیکھی ہے جس میں میرے سامنے کچھ نہیں تھا۔ میں نہیں جانتا کہ سردار کا کیا فرض ہوتا ہے وہ کس طرح زندگی گذارتا ہے۔ مجھے کچھ بھی تو نہیں معلوم۔" میں نے کہا۔

"تجھے ان تمام رموز سے آگاہ کیا جائے گا۔ اپنے ذہن کو ان پریشان کن خیالات میں نہ ڈال میں نے تجھے اس قبیلے کا سردار بنایا ہے۔ تو تیری سرداری کو قائم رکھنا بھی میری ہی ذمے داری ہوگی۔ مجھے جو کہنا تھا سو کہہ دیا اور میں جانتا ہوں کہ تیرے تربیت کنندہ نے تجھے یہ ضرور بتا دیا ہوگا کہ میری اطاعت تجھے سرخ رو کرے گی۔"

"مقدس لامہ میں تیرا اطاعت گزار ہوں۔" میں نے عقیدت بھرے انداز میں کہا اور جویا شوئن کے ہونٹوں پر وہی مکروہ مسکراہٹ پھیل گئی جو اس کے چہرے کو کریہہ بنا دیتی تھی۔ وہ چند لمحات مسکراتا رہا اور پھر کسی قدر شوخ انداز میں بولا "تو جوان ہو چکا ہے سانگ جو بے شمار ہوگا لڑکیاں تیرا التفات حاصل کرنے کے لیے سرگرداں ہوں گی اور کون ہے جو ایک حسین مستقبل کا خواہاں نہیں ہوتا سو میری طرف سے تجھے اجازت ہے کہ جسے چاہے اپنی زندگی میں شامل کر لے بس اب تو جا سکتا ہے۔"

میں نے جھجکتے ہوئے جویا شوئن کی طرف دیکھا اور جب میں واپس نہ مڑا تو اس نے کہا۔ "کچھ کہنا چاہتا ہے سو بے تکان کہہ مجھے جو کچھ کہنا تھا اس کے سوا میرے پاس کہنے کے لیے اور کچھ نہیں ہے باقی تمام باتوں سے میں نے تجھے آزاد کیا۔"

"میں نہیں چاہتا مقدس لامہ کہ کوئی بھی ایسا کام ہو جو تیری مرضی کے خلاف ہو۔ پرانے سردار کی چھ بیویوں میں سے دو نوجوان لڑکیاں مجھ سے التفات کی خواہاں ہیں اور مجھ سے قربت چاہتی ہیں کیا میں انہیں یہ اعزاز بخش سکتا ہوں؟"

"اگر وہ زندہ رہنے کی خواہاں ہیں تو مجھے کسی کی زندگی سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔" جویا شوئن نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ گویا سیتو اور شایا کی زندگی میری نگاہ التفات سے بچ سکتی تھی۔ میں دل ہی دل میں ہنستا ہوا واپس چل پڑا۔ اس کھیل کا تو میں عادی ہو گیا تھا بھلا یہ کھیل کھیلنے میں مجھے کیا دقت ہو سکتی تھی۔ چند لمحات کے بعد مجھے واپس میرے جھونپڑے میں پہنچا دیا گیا۔ لوگوں کا جی نہ بھرتا تھا مجھے دیکھتے ہوئے، واپسی میں بھی میں نے وہی جم غفیر دیکھا جو اس سے پہلے مجھے نظر آ رہا تھا اور اس کے بعد بستی کے لوگ سرداری کا جشن منانے میں مصروف ہو گئے۔ چاروں طرف سے شور اور ہنگامے کی آوازیں صبح سے شام اور شام سے رات اور رات سے صبح تک گونجتی رہی تھیں۔ نقارے بج رہے تھے سوغاتیں نذر کی جا رہی تھیں ہر وقت کوئی نہ کوئی ٹولی میرے پاس پہنچتی رہتی تھی بعض اوقات جویا شوئن بھی میرے پاس آ جاتا تھا۔

ایسی ہی ایک صبح کا ذکر ہے میں اپنے جھونپڑے کے سامنے میں قبیلے کے بہت سے معزز لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے ایک دیو قامت شخص کو دیکھا جو بے حد ہیبت ناک شخصیت کا مالک تھا میں نے دیکھا کہ وہ چھ آدمیوں کے ساتھ میری ہی جانب چلا آ رہا ہے۔ اس کے جسم پر بن مانس کی کھال

[illegible]ھی ہوئی تھی۔ اگر چہرے پر بھی بن مانس کا خول ہوتا تو اُسے [illegible]ہ قدیم کا کوئی روایتی بن مانس کہا جا سکتا تھا۔ قد و قامت کے [illegible]ظ سے وہ ویسا ہی تھا جویا شوئن جو میرے قریب ہی بیٹھا ہوا [illegible] میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر بولا "وہ سن یات ہے۔ ہوگا قبیلوں [illegible] سے ایک قبیلے کا شوریدہ سر جو اپنے ساتھ بے پناہ قوتیں [illegible]تا ہے اس شخص سے کمال مہربانی سے پیش آنا اور تمہیں شاید [illegible]ت ہو اس بات پر کہ اس سے قبل یہ کسی سردار کو اپنی وفاداری پیش [illegible]نے نہیں آیا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ اس نے اس طرف کا رخ [illegible] اور اس کا جائزہ لینا ہوگا کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔"

سن یات میرے سامنے پہنچا اور اس کے پیچھے آنے [illegible]ں نے موتیوں کے منکے اور مالائیں میرے قدموں میں ڈھیر [illegible]یں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ہاتھ پھیلا کر سن یات کی طرف [illegible]ھتے ہوئے کہا۔ "ہوگا کے معزز ترین شخص تجھے اس [illegible]بزاری کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ تیری شخصیت اس سے بالاتر [illegible] اور میں تجھے اپنے قریبی دوستوں میں دیکھنا سب سے [illegible]ہ پسند کروں گا۔"

سن یات اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر [illegible]نے بھاری آواز میں کہا۔ "سن یات کی دوستی کا حصول دنیا کا [illegible] سے مشکل کام ہے لیکن معزز سردار نے اس خواہش کا [illegible]ار کیا ہے تو سن یات اسے نظر انداز نہیں کرے گا البتہ وہ [illegible]کا قائل ہے کہ دوستی مضبوط بنیادوں پر ہونی چاہیے تاکہ [illegible]افات کا ہر نشان مٹ جائے۔"

"سن یات کی دوستی کے حصول کے لیے اسکی ہر خواہش کا [illegible]م کیا جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے۔ میں خلوص دل سے تیرے پاس بیٹھنا [illegible]کروں گا۔ ہاں جب میں اپنی اس خواہش کا اظہار کر دوں گا جو میرے [illegible]میں ہے اور تو اسے قبول کر لے گا تو اس کے بعد ہمارے [illegible]ان صرف سچائی ہوگی۔"

میں نے جویا شوئن کی طرف دُزدیدہ نگاہوں سے دیکھا وہ [illegible]ن تھا جیسے میرے الفاظ اس کے لیے تسلی بخش ہوں۔ سن یات [illegible]ب نشست پیش کی گئی اور وہ بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھی ایک [illegible]ت کھڑے ہو گئے تھے میں اس سے ہوگا کے بارے میں [illegible]گو کرتا رہا۔ سن یات نے کہا۔ "ہوگا کی سرحدیں قابل اطمینان [illegible]سی کی مجال نہیں ہو سکتی کہ ان کی طرف ٹیڑھی نگاہ سے دیکھ [illegible]ورنہ سن یات ان کی پشتوں کو تباہ و برباد کر دے گا۔"

"مجھے تم سے یہی امید ہے سن یات۔" میں نے جواب دیا۔ سن یات تھوڑی دیر تک میرے ساتھ رہا اور پھر میرے ہاتھ پر بوسہ دے کر واپس چلا گیا۔ جاتے وقت اُس نے کہا کہ وہ بہت جلد اپنی اس خواہش کا اظہار کرے گا جو اس کے دل میں ہے۔

جب وہ چلا گیا تو جویا شوئن نے یہ نشست برخاست کر دی۔ معززین چلے گئے اور جویا شوئن اپنی پتلی ٹانگوں سے چلتا ہوا میرے جھونپڑے میں آ گیا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے نقوش تھے اُس نے کہا۔ "سن یات ہوگا کا سب سے بڑا سرکش ہے اور یوں سمجھو کہ ہوگا کی سرحدی قوت اُس کے قابو میں ہے اگر وہ چاہے تو ہوگا کے اندر بغاوت کرا سکتا ہے اور اگر وہ چاہے تو کسی بھی سردار کا تختہ الٹ سکتا ہے۔ میں اس کی طرف سے ہر وقت پریشان رہتا ہوں لیکن اس بار یہ بہت ہی عجیب بات ہوئی ہے۔ آخر وہ کیا چاہتا ہے۔"

"میں نے اس سے جو گفتگو کی معزز لامہ کہیں اس میں کوئی ایسا لفظ تو نہیں تھا جو تمہاری پسند کے خلاف ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں بلکہ تیری نرم گفتگو نے اس کے اندر جو نرمی پیدا کی وہ میرے لیے نئی چیز ہے۔ بس میں اُس کی اس خواہش سے پریشان ہوں جو وہ تیرے سامنے کرنا چاہتا ہے۔ تاہم سُن جو خواہش وہ تیرے سامنے لائے بہتر ہے کہ اُسے قبول کر لینا اور اس کو تسلی دے دینا کہ تم اس پر عمل کرو گے بعد میں ہم لوگ مشورہ کر لیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

جویا شوئن کے جانے کے بعد میں نے سن یات کے بارے میں سوچا کہ یہ پہلا شخص ہے جس کے بارے میں جویا شوئن پریشان ہے ورنہ پورے ہوگا پر اُس کی حکمرانی تھی۔ سن یات کی شخصیت میرے لیے اس وجہ سے دلچسپ تھی کہ اگر وہ میرا دوست بن جائے تو میں اپنی مرضی سے بھی کچھ کر سکتا ہوں اور جیسا کہ جویا شوئن نے کہا کہ وہ ہوگا کا سب سے سرکش انسان ہے تو اس سے بھی یہ اظہار ہوتا تھا کہ سن یات، جویا شوئن کی وہ برتری قبول نہیں کرتا جو بظاہر اُسے پورے ہوگا پر حاصل ہے۔ میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ اس شخص کی دوستی حاصل کرنے کے لیے اس کی ہر خواہش کو دل سے مان لوں گا اس عجیب و غریب دنیا کی عجیب و غریب باتیں میرے لیے جس قدر حیرت انگیز ہو سکتی تھیں اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ الف لیلہ کے ابوالحسن کو ہارون الرشید کی بادشاہت کا ایک دن ملا تھا اور وہ حیرتوں میں گم ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے اس عجیب و غریب دنیا کی بادشاہت ملے ہوئے کئی دن گذر چکے تھے اور یہ سب کچھ عام انسانی زندگی سے مطابقت بھی نہیں رکھتا تھا لیکن بہرطور مجھے یہ سب کچھ برداشت کرنا تھا، اس امید پر کہ کسی بھی شکل میں تبت کی ان ہولناک داستانوں سے پیچھا چھوٹے اور میں

اپنی دنیا کا رخ کروں۔ اپنی دنیا میرے لیے ایک خواب بن گئی تھی، ہلکی ہلکی لطیف باتیں، پرمسزاح زندگی، مصروف دن اور رات بلاشبہ میری زندگی میں بڑی حیثیت رکھتے تھے جب کچھ چھن جاتا ہے تو اس کی کمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ورنہ عام حالات میں انسان غور بھی نہیں کرتا۔

جھونپڑے میں اس وقت میں تنہا تھا اور بہت سے خیالات میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے کہ باہر آہٹ ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد سیتو اور شایا جھونپڑے میں داخل ہو گئیں۔ اس وقت ان کے بال کھلے ہوئے نہیں تھے اور نہ شکل و صورت سے سوگوار نظر...... آ رہی تھیں۔ انہیں دیکھ کر کسی قدر سکون کا احساس ہوا کم از کم عام لوگوں سے ہٹ کر تھیں اور مجھے ان کے مسئلے میں دلچسپی تھی۔ انہوں نے شرمگیں نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر سیتو کہنے لگی۔ ”ہمیں اس طرح نہیں آنا چاہیے تھا مقدس سانگ جو لیکن اب ہم سے یہ سوال کیا جا رہا ہے کہ ہمارے زندہ رہنے کا مقصد کیا ہے۔ سو ہم نے یہی جواب دیا کہ نیا سردار ہمیں قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔ اب تمہیں اس کا اعلان کرنا ہو گا سانگ جو تاکہ ہمیں نئی زندگی مل سکے۔“

میں نے دلچسپ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ دونوں ہی لڑکیاں دلکش تھیں۔ نوجوانی کی اس عمر میں تھیں جس میں شوخیاں بدن کے ہر حصے میں سرایت کر جاتی ہیں اور انگ انگ ہنستا ہے۔ انہیں واقعی مرنا نہیں چاہیے۔ جویاشوئن مجھے اجازت دے چکا ہے کہ باقی تمام کام میں اپنی مرضی سے کر سکتا ہوں تو کیوں نہ پہلا کام یہی کروں۔ میں نے مسکرا کر انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”لڑکیو کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ میری زندگی میں ہُوگا کی حسین ترین لڑکیاں شامل ہو سکتی ہیں اور تم سابق سردار کی بیویاں ہو تو میں تمہیں کیوں قبول کروں۔“

میرے ان الفاظ پر دونوں کے چہرے اتر گئے پھر شایا نے آنسو بھری آنکھوں اور آنسو بھری آواز میں کہا۔ ”اگر تم ہمیں قبول نہیں کرو گے تو ہماری زندگی ختم ہو جائے گی۔ ہمارے گھر والے اور عزیز و اقارب تو ہمیں مردہ قرار دے چکے تھے لیکن ہم نے انہیں اپنی زندگی کا یقین دلایا ہے اور کیا اس یقین کے بعد تم ہمیں دوبارہ مایوس کرو گے معزز سردار۔“

”میں تمہاری خواہشات کا احترام کر سکتا ہوں لیکن تمہیں وہ منصب نہیں بخش سکتا جو بیویوں کو حاصل ہوتا ہے۔“ میں نے ان کے چہروں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ شایا اور سیتو نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور سیتو بولی۔ ”تو کیا، کیا تم ہمیں زندہ رہنے کا موقع دو گے؟“

”ہاں دوسروں کے سامنے میں اس بات کا اقرار کر لوں گا کہ میں نے تمہیں قبول کر لیا ہے۔ اس طرح تمہاری صرف زندگی بچ سکے گی۔“

”ہم بھی یہی چاہتے ہیں معزز سردار۔ اس سے زیادہ ہم بھی کچھ نہیں چاہتے۔“

”تو پھر اب یہ بھی بتا دو کہ مجھے کیا کرنا ہو گا؟“ میں نے سوال کیا اور دونوں لڑکیاں مجھے شوہر بننے کے گر سکھانے لگیں۔

دوسرے دن میں نے صبح کو معزز لوگوں کے سامنے ان دونوں لڑکیوں کو اپنی بیوی بنانے کا اعلان کیا۔ لوگوں نے اس اعلان کا پُرجوش خیر مقدم نہیں کیا تھا لیکن کسی نے اعتراض بھی نہیں کیا۔ اسی شام ایک احمقانہ رسم کے بعد وہ دونوں لڑکیاں میری بیوی بن گئیں اور وہ رات انہوں نے میری جھونپڑی میں ہی گزاری۔ وہ دونوں بہت ہی خوش تھیں اور نئے سردار کی بیویاں بننے کے بعد ان کی مسرتوں کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ جویاشوئن یا کسی اور شخص نے اس بات پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ دیر تک وہ میرے جھونپڑے میں رہیں اور مجھ سے اٹھکھیلیاں کرتی رہیں۔ جب رات خوب بیت گئی تو اُن سے کہا کہ میں اب سونا چاہتا ہوں تم اپنی جھونپڑی میں چلی جاؤ۔

شایا نے مجھے دیکھا اور کہنے لگی۔ ”تم سو جاؤ معزز سردار یہ رات تمہارے ساتھ بسر کریں گے۔ اس رات کا تمہارے ساتھ بسر کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد اگر تم چاہو تو ہمیں طلب نہ کرو کوئی تم سے سوال نہیں کرے گا لیکن اگر اس رات کی صبح ہم تمہارے جھونپڑے سے برآمد نہیں ہوئے تو ہمیں اس قبیلے میں قبول نہیں کیا جائے گا یہ قبیلے کی رسم ہے۔“

”تو پھر جاؤ دونوں اس گوشے میں جا کر سو جاؤ۔“ میں اپنے آرام دہ بستر پر لیٹ گیا۔ دونوں لڑکیاں دیر تک کھسر پھسر کرتی رہی تھیں اور اس کے بعد میں سو گیا۔ وہی صبح وہی شام، بیوقوفی کی وہی رسمیں، ہنگامے اُچھل کود وحشت۔ اس کے علاوہ یہاں کچھ نہیں تھا۔ سردار کی حیثیت سے ابھی میں نے کوئی کام نہیں کیا تھا۔ غالباً اس کے لیے وقت کا انتظار کیا جا رہا تھا اور میرا یہ اندازہ درست ہی نکلا۔

جویاشوئن نے ایک روز مجھے اپنی آرام گاہ میں طلب کر لیا۔ اور اسے یہ حق حاصل تھا کہ جب بھی چاہے سردار کو خانقاہ میں بلا لے۔ میں نے مؤدبانہ اس کے سامنے حاضری دی اور جویاشوئن مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ ”اپنی سرداری کے ان چند دنوں میں تمہیں کسی الجھن کا سامنا تو نہیں کرنا پڑا سانگ جو؟“

”نہیں مقدس لامہ تیری عنایتوں کے سہارے میں بہت پرسکون ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”کیا تمہاری دونوں بیویاں تمہاری وفادار ہیں؟“

”مقدس لامہ سے جھوٹ بولنا میں گناہ سمجھتا ہوں در حقیقت میں نے انہیں بیویاں تسلیم ہی نہیں کیا۔ انہوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ وہ زندہ رہنا چاہتی ہیں اور میں نے صرف ان کی زندگیوں کے لیے انہیں اپنی بیویاں بنانا قبول کر لیا ہے لیکن یہ بات میں نے ان سے پہلے ہی کہہ دی تھی کہ مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

جویاشوئن نے آگے بڑھ کر میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور پھر متاثر لہجے میں بولا۔ ”میں تم سے اسی وفاداری کا متمنی ہوں۔ سانگ جو یوں سمجھو کہ یہ الفاظ میرے اور تمہارے درمیان اتحاد کا رشتہ قائم کرتے ہیں۔ یہ بات میرے علم میں آ چکی ہے اور بلاشبہ یہ کوئی قابل ذکر بات نہیں تھی لیکن تم نے یہ سب کچھ مجھ سے نہ چھپا کر مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ تم نے جو کچھ بھی کیا مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے، ان لڑکیوں کو اگر تم نے زندگیاں بخشی ہیں تو ٹھیک ہے انہیں زندہ رہنے دو لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی تمہیں اس کی اجازت بھی دی جاتی ہے کہ تم اپنی پسند کی جتنی لڑکیوں کو چاہو اپنی بیویاں بنا لو اس کے علاوہ سانگ جو اب میں تمہیں کچھ اور رموز سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہُوگا میں سرداری کا خاص نظام ہے اور ہُوگا کے سردار کچھ عرصے کے بعد یہ بھول جاتے ہیں کہ انہیں سردار بنانے والا کون ہے اور یہی وجہ ہے کہ آخرکار وہ موت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔ میں تمہارے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ جویاشوئن اپنا اقتدار چاہتا ہے ورنہ قبیلے میں روحانی پیشوا بننے کے لیے بہت سے لوگ سرگرداں رہتے ہیں اور ان کوششوں میں مصروف رہتے ہیں کہ کسی بھی طرح نئے سردار کو اپنے قابو میں کر کے اپنی برتری منوا سکیں۔ میں نے یہ نظام قائم کر کے نہایت دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ میں اگر چاہوں تو بارہ سال کی اس رسم کو بند بھی کر سکتا ہوں۔ اور چونکہ ساری باتیں آسمانی اشاروں کے تحت ہوتی ہیں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہاری زندگی کے یا تمہاری سرداری کے بارہ سال پورے ہونے کے بعد آسمان سے روشنیاں چمکیں اور گرج کے یہ الفاظ قبیلے والوں کو سنائی دیں کہ سردار سانگ جو مزید بارہ سال کے لیے ہُوگا کا سردار رہے گا۔ یقیناً تم میری بات سمجھ رہے ہو گے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب سرداری کے چار پانچ سال گزر جاتے ہیں تو نئے بننے والے سردار کو یہ اعتماد ہو جاتا ہے کہ اب وہ ناقابل تسخیر ہے اور وہ اپنی بقا کی کوششوں میں مصروف ہو جاتا ہے حالانکہ اس کی بقا جویاشوئن کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اس سردار کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ سات سال تک اس نے جویاشوئن کے خلاف سر نہیں اٹھایا لیکن اس کے بعد اس نے میرے ایک فیصلے سے انحراف کر کے اپنی پیشانی پر موت کی مہر لگائی اور تم دیکھ لو کہ وہ موت کے دامن میں جا سویا۔ اس دوران میرے اپنے ہرکارے جو ساپونیا کہلاتے ہیں قبیلے میں ایسے کام کرنے کی کوششوں میں مصروف رہے جن کی بنا پر عام باشندوں کو اپنے سردار سے شکایتیں پیدا ہو جائیں اور جب وہ موت کے گھاٹ اتارا جائے تو اُن میں سے ایک بھی نہ ہو جو اس کا طرفدار ہو سوا ان دقت بھی یہی حالات ہیں۔ قبیلے میں قحط سالی ہے، فصلیں پوری طرح نہیں پروان چڑھ رہیں۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ اس سلسلے میں کیا کیا گیا ہے۔ چنانچہ اب تم اپنی سرداری کی ابتدا کرو، بستی والوں کو بلا کر اُن سے ان کی پریشانی پوچھو اور پھر ان پریشانیوں کو دور کرنے کا وعدہ کرو اور اس پر کام شروع کرو میں تمہارا مددگار رہوں۔“

دوسرے دن جویاشوئن کے کہنے کے مطابق میں نے بستی والوں کو جمع کر لیا اور اُن سے اُن کی ضروریات معلوم کیں۔ قبیلے میں غذا کی صورتحال، پریشان حال لوگوں کی پریشانی اور دوسری تمام الجھنیں معلوم کیں اور وہیں لوگوں کو حکم دیا کہ وہ قبیلے والوں کو آسائشیں فراہم کرنے کے لیے کیا کریں گے۔ میں نے حکم دیا کہ اس کام کا آغاز کل صبح کے سورج کے ساتھ ہو جانا چاہیے اور یہی ہوا۔ کام جاری ہو گیا اور قبیلہ کے لوگ نئی خوشیوں میں ڈوب گئے معصوم انسان چھوٹی چھوٹی باتوں سے خوش ہو جایا کرتے تھے لیکن میں جب بھی غور کرتا کہ میرا اصل مقصد کیا ہے تو ایک طرح کے کرب کا احساس ہوتا تھا، یہ سب میری وجہ سے اپنی زندگی کے بدترین مصائب سے دوچار ہوں گے، یہ احساس میرے لیے تکلیف دہ تھا۔ ویسے مجھے تعجب تھا کہ پروفیسر زیڈال نے ابھی تک مجھ سے کسی طرح کا رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ وہ غالباً وقت کا منتظر تھا اور بہرطور اس وقت کا انتظار میرے لیے بھی پریشان کن تھا۔

واقعات میں تبدیلی رونما نہ ہو تو کہنے کے لیے کچھ نہیں رہتا۔ یہ تبدیلی رونما ہوئی اور عجیب و غریب شکل میں ہوئی۔ شیر دل کا شیر دہشت ناک سن یات مجھ سے میرے جھونپڑے پر آ کر ملا اور اس کی آمد کو ہمیشہ خوف کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ میں نے سن یات کا استقبال اس کا نام سننے کے بعد جھونپڑے کے باہر کیا اور سن یات میرے ساتھ اندر آ گیا۔ ”مجھے جو تکریم تو نے دی ہے، سانگ جو اس نے دوسری بار مجھے متاثر کیا ہے اور یہ بات مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں تجھ سے دوستی استوار کروں۔

"سن یات کی دوستی میرے لیے قابل فخر ہے۔"

"میں تجھ سے وہ کہنے آیا ہوں جس کا اقرار تو نے مجھ سے کیا تھا کیا تجھے اپنا اقرار یاد ہے۔"

"کیوں نہیں سن یات سے کیا ہوا وعدہ میں کبھی نہیں بھول سکتا۔"

"تو پھر سن معزز سردار میں دوستی کے اس رشتے کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے آیا ہوں اور اس امید کے ساتھ کہ تو اپنے وعدہ سے منحرف نہ ہوگا۔"

"ہاں سن یات میں نے تم سے جو وعدہ کیا ہے اس سے کبھی منحرف نہیں ہو سکتا تم اس بات پر یقین رکھو۔"

"تو کل رات میں اپنی قیام گاہ پر تیرا استقبال کرتے ہوئے فخر محسوس کروں گا میری اس دعوت کو قبول کر معزز سردار۔"

"اپنے آدمیوں کو میرے پاس بھیج دینا میں تمہاری قیام گاہ پر پہنچ جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا اور سن یات اٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے گہتی تک مجھ سے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد باہر نکل گیا۔

میرے لیے لازم تھا کہ میں جویا شوئن کو اس بارے میں اطلاع دوں اور جویا شوئن نے وہی الفاظ پھر سے کہے "سن یات کی دوستی حاصل کرنے کے لیے اس سے مکمل تعاون حاصل کرو سانگ جو، اگر وہ کوئی ایسی بات بھی کر دے جو ہمارے لیے ناخوشگوار ہو تو ہم اسے قبول کر لیں گے اور بعد میں اس کا سدباب کر لیا جائے گا۔"

چنانچہ میں مطمئن ہو گیا دوسرے دن کی مصروفیات میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو مجھے ذہنی طور پر تھکا دیتی اس وقت شام ہو چکی تھی اور معمولات زندگی بند کر دیئے گئے تھے جب سن یات کے چار آدمی مجھے لینے کے لیے پہنچ گئے۔ میں اُن کے ساتھ چل پڑا۔ سن یات کی رہائش گاہ کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں تھا لیکن وہاں تک پہنچنے کے لیے ایک طویل سفر اختیار کرنا پڑا۔ ایک چھوٹے سے پتلے درے سے گذر کر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک الگ آبادی بنالی گئی تھی۔ درمیانی راستہ سنسان تھا لیکن یہاں بہت سے جھونپڑے بنے ہوئے تھے جن میں خاصی ترتیب نظر آتی تھی اور پھر ایک بڑے جھونپڑے کے سامنے مجھے لانے والے رک گئے اور انہوں نے مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔

جھونپڑے کے دروازے سے اندر داخل ہوا تو ایک عجیب منظر نظر آیا۔ جھونپڑا بالکل خالی تھا لیکن اس کے ایک حصے سے تیز روشنی پھوٹ رہی تھی اور یہ روشنی ایک دروازے سے ابھر رہی تھی۔ گویا مجھے اس دروازے سے اندر داخل ہونا تھا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ گیا اور روشن دروازے سے دوسری طرف پہنچ گیا۔ یہاں بے شمار مشعلیں دیواروں میں نصب تھیں اور ان مشعلوں کی روشنی میں سامنے ہی ایک تخت پر ایک حسینہ بڑی شان سے بیٹھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اس کے انداز میں جاہ و جلال تھا اور اس کی آنکھوں میں سحر، سیاہ زلفوں میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا اور وہ کسی بھی طور اس قبیلے سے نظر نہیں آتی تھی۔ ایسے حسین نقش کہ دل پر منجمد ہو جائیں۔ ایسا حسین وجود کہ اگر بارنگاہ ٹکنے کے بعد دوبارہ نہ ہٹے۔ مختلف قسم کے ہیروں کے زیورات اس کے بدن پر جگمگا رہے تھے جن سے پھوٹنے والی روشنیوں نے اُسے اپنے ہالے میں لیا ہوا تھا اور اس کے وجود کی ایک ایک دلکشی کو نمایاں کر رہی تھیں۔ اس کے بال ایک خاص انداز سے بے شمار چوٹیوں میں بندھے ہوئے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ میں چند لمحات کے لیے ساکت ہو گیا لیکن پھر میں نے خود کو سنبھال لیا، وہ اپنی جگہ سے اٹھی دونوں ہاتھ سامنے کیے اور انہیں سیدھا کیے رکوع کی شان میں جھک گئی پھر سیدھی ہو کر اُس نے مترنم آواز میں کہا "معزز سردار میں اپنے اس چھوٹے سے گھر میں خوش آمدید کہتے ہوئے فخر محسوس کر رہی ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ شرمندہ بھی ہوں کہ یہ جگہ اس کے قابل نہیں ہے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے آہستہ سے کہا۔ "یہ الفاظ میرے لیے دل خوش کن حیثیت رکھتے ہیں لیکن میں نے تو سنا تھا کہ میں ہوگا کے معزز سن یات کا مہمان ہوں۔"

"بلاشبہ یہ سن یات ہی کا مکان ہے اور معزز سردار مجھے لوئی سن کے نام سے پکار سکتا ہے۔ میں سن یات کی بیٹی ہوں۔ معزز سردار اس جگہ بیٹھنا پسند کرے گا۔" اس نے تخت کی جانب اشارہ کر دیا اور میں پُروقار انداز میں چلتا ہوا تخت تک پہنچ گیا۔ فوراً ہی ایک حسین خادمہ ایک چھوٹی سی کرسی نما شے لے کر آ گئی جو تخت سے نیچی تھی لڑکی وہاں بیٹھ گئی۔ "مقدس سانگ کو ہوگا کا قبیلہ کیسا لگا؟"

"یہ میری مملکت ہے اور اپنی مملکت کسے پسند نہیں لیکن سن یات کہاں ہے؟"

"میں حاضر ہوں معزز سردار اور معذرت خواہ ہوں گستاخی کے لیے کہ تیرا استقبال میرے بجائے میری بیٹی نے کیا" دروازے سے سن یات کی آواز سنائی دی اور وہ اندر آ گیا۔ لوئی سن نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور سن یات وہاں بیٹھ گیا۔ "اب تم جا ہو لوئی سن میں معزز سردار سے کچھ گفتگو کروں گا۔"

میں نے لڑکی کو جاتے ہوئے دیکھا اس کی چال میں ناگن لہریں لے رہی تھی، ایک ایک عضو نمونہ حسن تھا اور

میں اپنا پرتو چھوڑ گیا تھا۔ سن یات میری کیفیت کا جائزہ لے رہا تھا۔ میری نگاہیں اس سے ملیں تو مجھے کسی قدر خجالت کا احساس ہوا تب سن یات نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "نہیں تم کسی قسم کی شرمندگی محسوس نہیں کرو گے۔ یہ بات میرے لیے باعث فخر ہے کہ تمہاری نگاہوں میں میری بیٹی کے لیے پسندیدگی کے آثار ہیں اور درحقیقت معزز سردار میں چاہتا بھی یہی تھا اور یہی میری خواہش اور طلب ہے کہ لوئی سن کو میں تمہاری زوجیت میں دے دوں اور وہ تمہاری پسندیدہ ملکہ بنے۔ سنو سانگ یہ میرا گھر ہے اور ان اطراف پر پرواز کرنے والے پرندے بھی میری اجازت کے بغیر پرواز نہیں کرتے چنانچہ جو کچھ گفتگو میرے اور تمہارے درمیان ہو رہی ہے اس سے میرے اور تمہارے علاوہ کوئی اور واقف نہیں ہوگا۔ جویا شوئن ہوگا کا روحانی پیشوا ہے۔ اُس نے اپنی قوتوں سے طویل زندگی حاصل کر لی ہے اور اس کی نگاہیں بے شمار سرداروں کو دیکھ چکی ہیں اور اس کے اشارے بے شمار زندگیوں کو موت سے ہمکنار کر چکے ہیں سو تم بھی وہی ہو جسے بارہ سال کے لیے سرداری قوتیں دے دی گئی ہیں اور اس کے بعد عین جوانی کے عالم میں تمہیں یہ دنیا چھوڑ دینا پڑے گی۔ میں جویا شوئن کے خلاف تمہیں استعمال کرنا نہیں چاہتا سانگ لیکن میرے دل کے گوشوں میں یہ تصور موجود ہے کہ جویا شوئن کی پسند ہوگا کے رہنے والوں پر مسلط نہیں رہنی چاہیے۔ کوئی ایسا شخص جو قبیلے کے سردار کی حیثیت سے قبیلے کے لیے بہت اچھا ہو صرف اس لیے کیوں موت کے گھاٹ اتر جائے کہ جویا شوئن نے ایک رسم بنا دی ہے۔ قبیلے کے اندھے معتقد اُسے روحانی پیشوا سمجھتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ انسانی پہاڑ سے برآمد ہونے والا قبیلے کا نیا سردار کہاں سے آتا ہے۔ جویا شوئن اُسے پہاڑ کا بیٹا کہتا ہے مجھے بتاؤ سانگ جو کہ تمہیں کیا کسی پتھر کی ماں نے جنا تھا؟" کیا تم کسی چٹان کے رخنے سے پیدا ہوئے تھے؟ ہرگز نہیں گویا یہ بات میری اس بات کا ثبوت ہے کہ ہوتا وہی ہے جو روحانی پیشوا چاہتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ تم اس کے طلسم کو توڑ دو اور یہ اسی طور ممکن ہے جب تم مجھ سے تعاون کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ بارہ سال کے بعد وہ سب کچھ نہیں ہوگا جو دوسرے لوگوں کے ساتھ ہوتا آیا ہے اور اس کے لیے میری خواہش ہے کہ تم لوئی سن کو اپنی بیوی بنا لو اس طرح میرے اور تمہارے درمیان اعتماد کے رشتے قائم ہو جائیں گے اور تم مجھ پر زیادہ بھروسہ کرنے لگو گے۔ سنو سانگ جو میں وہ باتیں کہہ رہا ہوں تم سے۔ جویا شوئن کو معلوم ہو جائیں تو بلاشبہ وہ میرے لیے مشکلات کھڑی کر سکتا ہے۔

بلاشبہ ہوگا میں قتل و غارتگری ہو سکتی ہے، خون کی ندیاں بہہ سکتی ہیں لیکن اس کے باوجود میں تم سے اپنے دلی تاثرات نہیں چھپا رہا۔ میں جویا شوئن کا طلسم توڑنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے میں اُس پہاڑی کو تباہ کر دوں گا جس سے قبیلے کا نیا سردار برآمد ہوتا ہے، وہ سارا طلسم ختم کر دوں گا جو ہوگا کے لوگوں کو اپنے جال میں جکڑے ہوئے ہے بشرطیکہ تم میرا ساتھ دو۔ میں اس بارے میں ابھی تم سے کوئی طویل گفتگو نہیں کروں گا نہ اپنے منصوبوں کو طشت از بام کروں گا۔ پہلا قدم بس یہی ہے کہ لوئی سن تمہاری بیوی بن جائے اگر تم نے جویا شوئن کے وفادار رہتے ہوئے میری یہ تمام گفتگو اس تک پہنچا دی تو اس کے نتائج بھی سن لو سانگ جو، جویا شوئن براہ راست مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ ہاں وہ ہوگا کے باشندوں کو اس بات پر آمادہ کر سکتا ہے کہ وہ میرے خلاف اٹھ کھڑے ہوں لیکن اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔ تمہارے دور سرداری میں خون کی ندیاں بہیں گی تو ہوگا کے لوگ تمہیں منحوس سربراہ قرار دیں گے اور یوں تمہاری تنزلی کے اسباب پیدا ہو جائیں گے چنانچہ یہ نہ صرف تمہارے لیے بلکہ ہوگا کے بے شمار باشندوں کے حق میں بہتر ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان ہونے والی گفتگو راز میں رہے اور تم میری بات مان لو۔"

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر میں نے مسکراتی نگاہوں سے سن یات کو دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ "مجھے تمہاری تجویز دل سے منظور ہے سن یات۔"

سن یات اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب پہنچا اور کہنے لگا۔ "جو کچھ مجھ سے کہو سچے دل سے کہنا سانگ جو اور تمہیں اس سچائی کا بھرپور انعام ملے گا۔"

میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "جو کچھ میں کہہ رہا ہوں پوری سچائی سے کہہ رہا ہوں سن یات۔ تم اطمینان رکھو میرے اور تمہارے درمیان ہونے والی گفتگو صرف ہمارے ہی درمیان رہے گی۔ یقیناً جویا شوئن مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے مجھ سے کس خواہش کا اظہار کیا تو میں اُس سے کہہ دوں گا کہ تم لوئی سن کو میری بیوی بنانا چاہتے ہو۔ بس اس کے علاوہ کوئی اور بات اُس کے علم میں نہیں آ سکے گی۔"

سن یات نے گرم جوشی سے میرا شانہ تھپتھپایا اور خوشی کے انداز میں بولا۔ "تو پھر آؤ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔"

کھانے پر لوئی سن بھی شریک تھی اور سن یات کی کئی بیویاں بھی جن میں لوئی سن کی ماں بھی موجود تھی۔ کھانے کے بعد خود سن یات مجھے میرے جھونپڑے تک چھوڑنے آیا اور اس کے بعد واپس

چلا گیا لیکن اُسے گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ جویاشوئن خود میرے پاس پہنچ گیا اور میں احتراماً کھڑا ہو گیا۔

"سن یات سے ہونے والی گفتگو میرے لیے انتہائی باعث کشش ہے اور یقیناً سائمک جو مجھ سے کچھ چھپانا پسند نہیں کرے گا۔"

"بے شک مقدس لامہ میری یہ مجال نہیں کہ میں تم سے کچھ چھپاؤں اور نہ یہ چھپانے والی بات ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ خود تم نے مجھے اس کی اجازت دی تھی کہ سن یات جس خواہش کا اظہار کرے میں اُسے تسلیم کر لوں۔ لیکن یہ کہنے میں بھی مجھے عار نہیں ہے اور میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنا دلی مدعا بھی بیان کر دوں۔ بلاشبہ اس کی بیٹی لوئی سن ایسی ہی دلکشی کی حامل ہے کہ میں اُسے اپنی قربت دینے کا خواہاں ہوں۔"

"گویا سن یات نے اپنی بیٹی کو تمہاری بیوی بنانے کی پیشکش کی ہے؟"

"ہاں مقدس لامہ یہی اس کی خواہش ہے۔"

"یہ خواہش تو تمہارے لیے بہت دلچسپ ہے بلکہ یوں سمجھو کہ تم بہت عرصہ کے بعد پہلے سردار ہو جو سن یات کی سازشوں سے محفوظ رہو گے ورنہ سرداروں کے خلاف سازشیں کرتے رہنا اس کا محبوب مشغلہ ہے۔ کیا تم نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا؟"

"جویاشوئن کے حکم کی پابندی کرتے ہوئے۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت اچھا کیا تم نے اور کل ہی اس بات کا اعلان قبیلے میں کر دو اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے اس کام کی تکمیل کر لو کہ کہیں سن یات کا فیصلہ بدل نہ جائے۔ وہ اپنی زندگی میں پہلی بار ایک جال میں پھنسا ہے۔ ہم اُسے بے دست و پا کر دینا چاہتے ہیں۔" جویاشوئن نے کہا۔

پھر بھلا اس کے بعد کیا گنجائش رہ جاتی تھی کہ میں اعلان نہ کرتا۔ البتہ میرے لیے کچھ اور مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ کمبخت زیڈال کے آدمیوں نے ابھی تک مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ معلوم نہیں وہ اس کوشش میں ناکام ہو گئے تھے یا شاید وقت کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک وحشی قبیلے کی حسین لڑکی کو اپنی رضا مندی سے بیوی بنانے کے بعد کیا میرے لیے الجھنیں پیدا نہیں ہو جائیں گی، طبیعت پر کچھ جھنجھلاہٹ سی سوار ہونے لگی تھی۔ ان الجھنوں سے نمٹنے کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟ یہ تو واقعی پریشان کن مرحلہ تھا لیکن اپنی زندگی بھی کھونے کا خواہش مند نہیں تھا جو کچھ بھی ہو گا نمٹوں گا۔ دوسرے دن میں نے جویاشوئن کی موجودگی میں سن یات کی بیٹی لوئی سن کو اپنی بیوی بنانے کا اعلان کر دیا اور ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جس نے اس اعلان کی مخالفت کی ہو۔ اس کے بعد کی کارروائیاں دوسرے لوگوں نے کیں اور میری نام نہاد شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

اس گفتگو کے تیسرے دن ایک عظیم الشان جشن کا انتظام کیا گیا اور لوئی سن کو میری شریک حیات بنا دیا گیا۔ وہی احمقانہ رسمیں وہی فضول حرکتیں کی گئیں۔ لوئی سن کو دیکھ کر میرے دل میں پسندیدگی کے جذبات بھی ابھرے تھے۔ اس بدبخت لڑکی کو کیا معلوم تھا کہ اس کی زندگی کیسے المیے سے دوچار ہونے والی ہے۔ ظاہر ہے پروفیسر زیڈال کا منصوبہ زیادہ طویل نہیں ہو گا اور اسے میری قربت میں چند ہی لمحات مل سکیں گے لیکن بہرطور یہ اس کی تقدیر تھی اور شاید میری بھی۔ اُسے میری بیوی بنا کر میرے جھونپڑے میں پہنچا دیا گیا۔ رسومات اب بھی جاری تھیں لیکن باہر کے ہنگاموں سے بے نیاز ہو کر جب میں اپنے جھونپڑے میں پہنچا تو میرے ذہن میں پریشانیاں گھر کیے ہوئے تھیں۔ لوئی سن میرا انتظار کر رہی تھی۔

جب میں جھونپڑے کے دروازے سے اندر داخل ہوا تو ہیرول کے زیورات کی چمک سے میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ لوئی سن نے اپنے گلے سے ایک مالا اتار کر میرے گلے میں ڈالی اور اپنی حسین آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ ان آنکھوں میں شوخی تھی اور اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ بھی ایک عجیب سی کیفیت کی حامل تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ سامنے کیے، گھٹنوں کے بل بیٹھی اور پھر اپنے ہاتھوں کی انگلیاں میرے پاؤں کے انگوٹھوں پر رکھ دیں اور اسی طرح جھکے جھکے بولی۔ "ہوگا کے سردار میری تمام زندگی تیری نذر ہے۔ تیری وفاداریوں کے دوران سانس لوں گی اور تیری محبتوں کے درمیان جیوں گی۔ مجھے اپنی خادماؤں میں قبول کر۔"

"اٹھ جاؤ لوئی سن بیٹھو۔" میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ لوئی سن تم میری بیوی ہو اور اس وقت میری واحد اور تنہا رازدار۔ اپنی زندگی میں، میں نے ایک عہد کیا تھا جو تمہارے گوش گزار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں وہ عہد یہ تھا کہ اپنی سرداری کا ایک سال پورا کیے بغیر میں کسی بھی عورت کو اپنی قربت نہیں بخشوں گا۔ ایک وفادار بیوی ہونے کی حیثیت سے تم اس کی وجہ بھی سن لو۔ ایک مقدس لامہ نے مجھے بتایا تھا کہ اگر سرداری کی زندگی کا ایک سال پورا کر لوں گا تو اس کے بعد میری زندگی کو زوال نہیں ہو گا اور اگر اس سے قبل میں نے کسی عورت کو اپنی خلوت میں قبول کر لیا تو زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ چنانچہ لوئی سن تمہیں میرے اس راز کو اپنے سینے میں اس طرح پوشیدہ رکھنا ہو گا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ لگے۔ ہاں اگر تمہیں میری زندگی سے

کوئی دلچسپی نہیں ہے تو پھر میں تمہاری ہر خواہش کا احترام کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

میں نے اپنے ان الفاظ کا ردِعمل لوئی سن کے چہرے پر دیکھنے کی کوششیں کی لیکن دفعتاً اس کے حلق سے ایک قہقہہ آزاد ہو گیا اور پھر وہ بے تحاشا ہنستی رہی۔ میں متعجبانہ انداز میں اس کی صورت دیکھ رہا تھا تب لوئی سن کی آواز ابھری۔ "مہذب دنیا کے مہذب بیوقوف پتہ نہیں تم کیا چیز ہو پتہ نہیں۔" لیکن مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے کیونکہ لوئی سن نے یہ جملہ انتہائی شستہ انگریزی میں ادا کیا تھا۔ مجھے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے لوئی سن کو دیکھ رہا تھا۔ "لیکن اب تم پھنس چکے ہو۔"

"لوئی سن؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"معزز سردار کی بیوی۔" لوئی سن گردن خم کر کے بولی لیکن یہ الفاظ بھی اس نے انگریزی میں ادا کیے تھے۔

"تم۔ تم یہ کون سی زبان بول رہی ہو؟"

"وہی جو تم جانتے ہو۔"

"مگر میں کچھ نہیں سمجھتا؟"

"تم چاہو تو میں فرنچ، جرمن، ڈچ یا کسی اور زبان میں تم سے گفتگو کروں۔"

"تم یہ تمام زبانیں جانتی ہو؟"

"ہاں!"

"اور سن یات؟"

"وہ بے وقوف تبتی صرف اپنی زبان جانتا ہے۔" لوئی سن نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔ میری حیرتیں عروج پر پہنچ گئی تھیں دماغ ہوا میں اڑا جا رہا تھا۔ ایک بات جو سمجھ میں آ رہی ہو میرے ہونقپن پر لوئی سن مسلسل قہقہے لگا رہی تھی۔ "کمال کی بات ہے، اتنے بڑے قبیلے کے اتنے عظیم سردار ہونے کے باوجود تم ایک اتنی سی بات پر اس قدر حیران ہو۔" لوئی سن نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب میری قوت برداشت جواب دیتی جا رہی ہے لوئی سن ممکن ہے میں پاگل ہو جاؤں۔"

"ارے نہیں نہیں، اس طرح تو تیری بے عزتی ہو جائے گی۔ لوگ سوچیں گے کہ میں تمہاری منحوس بیوی ہوں۔ پہلی ہی رات گزرنے کے بعد تم ذہنی توازن کھو بیٹھے، ایسا ہرگز نہ کرنا میرے مجازی خدا۔ ورنہ میں بدنام ہو جاؤں گی۔"

لوئی سن بہترین انگلش بول رہی تھی اور میری عقل میرا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ میں دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا تب لوئی سن نے کہا۔ "لیکن ایک بات تو بتاؤ معزز شوہر، تم پہاڑوں میں پیدا ہوئے، ایک پتھر کی کوکھ سے جنم لیا تم نے اس کے بعد تم انگریزی کیسے سمجھ رہے ہو؟"

میں ایک دم چونک پڑا۔ اس کا یہ سوال اس کی ذہانت کی دلیل تھا۔ میں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور لوئی سن پھر بے اختیار ہنس پڑی۔ "تمہاری حالت اب قابل رحم ہوتی جا رہی ہے گے زالی اس لیے میرا جی نہیں چاہتا کہ تمہیں مزید پریشان کروں۔"

"گگ گگ، گے، زا۔ لی۔" میں نے کہا اور دفعتاً میرے ذہن میں ایک کھڑکی بن گئی۔ میں نے آنکھوں کو بھینچ کر زور سے کھولا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "اس کا مقصد ہے کہ تم لوئی سن نہیں ہو؟"

"بالکل، اس کا یہی مقصد ہے!"

"تو پھر تم سونیتا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتیں!"

"چلو خدا کا شکر ہے کہ تم جنون کی منزلوں سے تو واپس آ گئے۔"

میں بے اختیار آگے بڑھا اور میں نے سونیتا کے دونوں بازو زور سے پکڑ لیے۔

"یہ تم ہی ہو سونیتا، قسم کھاؤ یہ تم ہی ہو۔"

"کمال ہے کیا اب بھی قسم کھانے کی گنجائش رہ جاتی ہے۔" سونیتا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مگر تم یہاں، لوئی سن کے روپ میں۔ کیا لوئی سن کا کوئی وجود نہیں ہے؟"

"تھا۔ مگر اب نہیں ہے۔" سونیتا نے جواب دیا اور میرا دل دھک سے ہو گیا۔

"مطلب ہے۔ مطلب یہ کہ تم لوگوں نے۔ تم نے؟"

"ہاں مجبوری تھی۔ بہت خوب صورت لڑکی تھی، بہت ہی پیاری۔ یقین کرو اُسے قتل کرتے ہوئے مجھے تو بہت ہی دکھ ہوا تھا۔ ہم نے اُسے اتنی گہرائیوں میں دبا دیا ہے کہ اس کی لاش بھی کبھی قبیلے والوں کو دستیاب نہیں ہو سکے گی۔"

"اوہ۔ اوہ۔" میں نے چکراتے ہوئے ذہن کے ساتھ کہا۔

"لیکن تعجب ہے گے زالی۔ میں اب بھی حیرت کا شکار ہوں، آخر تم کس قسم کے انسان ہو۔ ایشیائیوں کے بارے میں۔ میں نے یہ سنا تھا کہ وہ بہت پاکیزہ فطرت کے مالک ہوتے ہیں اور عام طور سے ان کے احساسات کسی بھی حسین لڑکی کو دیکھ کر نہیں بھڑکتے۔ البتہ ان کی نسلیں بڑھتی ہیں۔ ان کے ہاں محبتوں کے واقعات بھی ہوتے ہیں، تم ان میں سے کون سے انسان ہو، کیا تمہارے دل میں کسی حسین سے حسین لڑکی کو دیکھ کر محبت

کے جذبات نہیں جاگتے۔ لوئی سن کی صورت اختیار کرنے کے لیے میں نے اور میرے ساتھیوں نے جس قدر محنت کی ہے اُس کی وجہ سے یوں سمجھ لو کہ اس کا باپ یا اس کی ماں بھی یہ شناخت نہیں کر سکی کہ میں اُن کی بیٹی نہیں ہوں۔ میں نے خود بھی اُس لڑکی کو دیکھا تھا اور یقین کرو کہ عورت ہونے کے باوجود میں نے سوچا تھا کہ وہ کسی بھی مرد کو پاگل بنانے کے لیے کافی ہے، لیکن یقین کرو، تم نے مجھ سے اجتناب کا اظہار کر کے اور یہ ایک سال کا ڈرامہ کر کے مجھے واقعی حیرت میں ڈال دیا ہے۔ کیا تم اس سنہری موقع سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے تھے۔ میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ جو کہانی تم نے مجھے سنائی وہ صرف اس لیے تھی کہ تم لوئی سن کی قربت سے بچ سکو!"

"فضول باتیں مت کرو سونیتا، تم نے مجھے واقعی بیوقوف بنا دیا ہے۔ اپنی زندگی کے اس عجیب و غریب واقعے کو میں کبھی نہیں بھول سکوں گا۔"

"اور مجھے بھول جاؤ گے۔ کیوں؟" سونیتا نے شکایتی انداز میں کہا۔

"تمہیں؟ تم تو شیطان کی استاد ہو۔ تمہیں بھلا میں کیسے بھول سکتا ہوں۔"

"بہر طور مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش مت کرو تم میرے شوہر ہو اور میں تمہاری بیوی۔ بعد کے معاملات ہم بعد میں دیکھیں گے، پہلے تم مجھے اپنی آغوش میں جگہ دو!"

"سونیتا پڑھی لکھی لڑکی ہو تم، ظاہر ہے یہ سارے ڈرامے ایک مقصد کے تحت کیے جا رہے ہیں۔ یہاں ہم اس قسم کا کھیل کھیلنے نہیں آئے ــــ!"

"ارے واہ ابھی مجھے کافی وقت لگ جائے گا یہاں کے معاملات طے کرتے ہوئے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں تمہاری اتنی قربت میں ہونے کے باوجود تمہاری بیوی کی حیثیت نہ اختیار کر سکوں۔ سن لیجیے مسٹر گے زالی میرا مطلب ہے عظیم سانگ جو، اگر تم نے مجھے اپنی بیوی کی حیثیت سے قبول نہ کیا تو میں قبیلے والوں کے سامنے اس کا اعلان کر دوں گی۔"

"نہیں سونیتا اس وقت مجھ سے مذاق بھی نہ کرو۔ میں اس مذاق کا متحمل نہیں ہو سکتا، تم میری ذہنی کیفیت کے بارے میں سمجھ نہیں رہی ہو، میں درحقیقت بے حد پریشان ہوں۔"

"اس پریشانی کی وجہ؟" سونیتا نے سوال کیا۔

"جتنی اتنے عرصے تک تم لوگ مجھ سے مسلسل دور رہے اور میں عجیب و غریب چکروں میں پھنسا رہا اور یہ سوچتا رہا کہ اب گلوخلاصی کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے میں جس دنیا کا انسان ہوں اسی میں خوش رہ سکتا ہوں، یہاں اس قبیلے میں اگر میرے پیروں میں زنجیریں پڑ جائیں تو میں کیا خوش ہو سکتا ہوں میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ تم لوگ کسی طور اپنے منصوبے میں ناکام ہو گئے۔"

"جس کا نام پروفیسر زیڈال ہے، وہ کبھی اپنے منصوبوں میں ناکام نہیں ہوتا۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ اس وقت ویلینی میں وہ ایک بہت بڑی قوت ہے، ایک قوت اور بھی ہے یہاں، جو بہر طور ان تمام قوتوں سے بڑی ہے۔ لیکن زیڈال اپنی کارروائیوں میں اس سے مخلص نہیں ہے اور میں جانتی ہوں کہ وہ اسے بھی شکست دے گا۔"

"وہ قوت کون سی ہے؟"

"وقت آنے پر تمہیں خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ بعض چیزوں کو بتانے کی مجھے اجازت نہیں ہے۔ اب چھوڑو کن فضول باتوں میں پڑ گئے۔ مجھے میرا مقام دو۔"

"سونیتا پلیز بچوں کی گفتگو مت کرو۔ تم جانتی ہو کہ یہ تمام باتیں صرف ڈرامائی حیثیت رکھتی ہیں۔"

"پھر بھی ہم اس ڈرامے کو حقیقت میں کیوں نہ تبدیل کر دیں؟"

"کیسے تبدیل کر سکتے ہیں؟"

"بس اس طرح کہ جب تک میں لوئی سن ہوں اور تم سانگ جو ہو، ہم دونوں کو اپنا ہی کردار نبھانا چاہیے۔ آخر اس قبیلے کے اسٹیج پر بھی تو اپنا پارٹ پلے کرنا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ تم اس طرح مجھ پر قابو پا لو گی۔ میں بھی قبیلے والوں کو یہ بتا سکتا ہوں کہ تم اصلی لوئی سن نہیں ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سونیتا بھی ہنسنے لگی۔

"تم بہت عجیب انسان ہو گے زالی، درحقیقت تم پر بعض اوقات بہت پیار آنے لگتا ہے۔ آخر تم عورتوں سے اتنا اجتناب کیوں کرتے ہو۔ میں تو اس کا ایک ہی مطلب نکال سکی ہوں۔"

"کیا ــــ؟"

"یہ کہ تم کسی اور کو چاہتے ہو۔"

میں خاموش ہو گیا۔ سونیتا گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس نے خود ہی کہا۔ "بہر حال اگر ایسا ہے بھی تو کوئی خاص بات نہیں ہے۔ چند لمحات کی رفاقت بھی بری نہیں ہوتی، ویسے گے زالی میں تم سے متاثر ہوں۔ بہت متاثر ہوں، اور ایک دوست کی حیثیت سے شاید میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں۔"

"شکریہ۔ بہت بہت شکریہ۔ تم نے مجھے کم از کم ایک

ذہنی عذاب سے نجات دلا دی ہے، ورنہ میں اب تک یہی سوچ رہا تھا کہ لوئی سن کو کس طرح اپنے قابو میں لا سکوں گا۔ مگر اب یہ بتاؤ تمہارا پروگرام کیا ہے اور اتنے دن تک تم لوگ کیوں پوشیدہ رہے۔ تم یہاں تنہا ہو یا تمہارے ساتھ یہاں اور بھی لوگ ہیں۔"

"بے شمار لوگ تمہارے اطراف میں موجود ہیں مسٹر زیڈال نے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ اور انہوں نے اپنے اس وعدے کی مکمل طور پر پابندی کی ہے۔"

"اچھا یہ بتاؤ سن یات، اپنی اس خواہش میں مخلص تھا، میرا مطلب ہے کہ وہ خلوص دل سے اپنی بیٹی کو میری بیوی بنانا چاہتا تھا ــــ؟"

"ہاں۔ جو کچھ وہ چاہتا تھا وہی اس نے کیا ہے اور ہم نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ایک جال بچھایا جا رہا ہے ان لوگوں کے لیے اور یہاں کے حالات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے، ظاہر ہے ہم یہ اہم کام اتنی آسانی سے تو انجام نہیں دے سکتے۔ اس کے لیے ہمیں طویل راستے اختیار کرنے پڑتے ہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار ہی نہیں تھا۔"

میں گردن جھکا کر سونیتا کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "میں یہاں بری طرح بیزار ہو گیا ہوں سونیتا، جس قدر جلد ممکن ہو سکے ان الجھنوں سے نکلو تاکہ ہم عملی زندگی اختیار کر سکیں۔"

"تو یہاں کون چاہتا ہے کہ ان پہاڑوں میں بھٹکتا رہے، یہ تحفہ میری طرف سے قبول کرو، ظاہر ہے بیوی کی حیثیت سے مجھے بھی تمہیں کچھ دینا چاہیے۔" اس نے کہا اور ایک خوبصورت گول موتی جو کافی بڑا تھا میرے حوالے کر دیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے موتی اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ لیکن دفعتاً موتی کا اوپری حصہ سرخ ہو گیا اور اس میں سے ایک باریک سی سوئی باہر نکل آئی میں نے گھبرا کر موتی نیچے رکھ دیا اور سونیتا ہنس پڑی۔ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، یہ ٹرانسمیٹر ہے جو پروفیسر زیڈال نے تمہارے لیے دیا ہے۔"

"ٹـ ٹرانسمیٹر" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ پروفیسر زیڈال اب اس پر تم سے گفتگو کر سکے گا۔"

"اوہ۔ تعجب ہے۔ بے حد خوبصورت ہے یہ۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"یقیناً۔"

"مگر پروفیسر زیڈال نے پہلے یہ ٹرانسمیٹر مجھے کیوں نہیں دیا تھا؟"

"اس لیے کہ یہ پہلے انہیں دستیاب نہیں ہو سکا تھا، وہ اس کے حصول کے لیے کوشاں تھے۔"

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ میں اب پروفیسر زیڈال سے بھی گفتگو کر سکتا ہوں۔"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ پروفیسر زیڈال تم سے گفتگو کرنے کے خواہش مند ہیں۔"

میں نے سونیتا سے اس ٹرانسمیٹر کے استعمال کا طریقہ پوچھا اور تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر زیڈال سے میرا رابطہ قائم ہو گیا، مجھے پروفیسر زیڈال کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو گے زالی۔ تم اپنا کام جس خوبی سے انجام دے رہے ہو۔ اس کی اعلیٰ رپورٹیں ہمیں لمحہ لمحہ موصول ہو رہی ہیں۔ لیکن یہ نہ سوچنا کہ ہم تمہاری طرف سے غافل تھے۔ جب بھی تمہیں کوئی دقت پیش آتی، ہمارے آدمی تمہارے نزدیک ہوتے، کوئی خاص الجھن تو نہیں ہے۔"

"اس سے بڑی الجھن کیا ہو سکتی ہے پروفیسر کہ میں ایک جنگلی قبیلے کا سردار بنا بیٹھا ہوں۔"

"اس زندگی سے بھی لطف اٹھاؤ۔ لیکن میرے خیال میں تمہیں زیادہ دیر تک اس مصیبت کا شکار نہیں رہنا پڑے گا۔ ہم برق رفتاری سے اپنی کارروائیاں کر رہے ہیں۔"

"آپ سے بہت سے سوالات کرنے ہیں پروفیسر۔"

"ہاں۔ ہاں۔ میرا خیال ہے اس وقت تم تحلیہ میں ہو اور یہاں تمہیں ڈسٹرب کرنے کوئی نہیں آئے گا۔" پروفیسر زیڈال نے جواب دیا۔ اس کے یہ الفاظ مجھے بڑے عجیب سے لگے تھے۔

چند لمحوں کے بعد وہ پھر بولے۔ "سنو مسٹر گے زالی۔ وہاں جو کچھ ہوا ہے اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ صرف سن یات کی اپنی خواہش تھی کہ اس نے اپنی بیٹی تمہارے حوالے کر دی۔ ہم صرف سونیتا کو تمہارے پاس پہنچانا چاہتے تھے تاکہ تم دونوں اس پروگرام کے بارے میں گفتگو کر سکو اور مجھ سے بھی تمہارا رابطہ قائم ہو جائے۔ اس کے لیے ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ ہمیں سن یات یا جو یا شوئن کی آپس کی چپقلش سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے لیے بے مقصد ہے۔ ہمارے کام کا آغاز اس انداز میں ہو گا کہ آج سے ٹھیک تیسرے دن یہاں تھوڑی سی ہنگامہ آرائی ہو گی۔ چند ویلینی جوان مارے جائیں گے۔ اور باقی فرار ہو جائیں گے یہ سرحد کے محافظ ہوں گے۔ جب یہ فرار ہو جائیں گے اور اپنی کیفیت قبیلے والوں کو سنائیں گے تو انہیں تشویش ہو گی اور جب وہ یہاں پہنچیں گے تو انہیں دو ہوگا جوان مردہ ملیں گے۔ اس طرح یہ بات ثابت ہو جائے

گی کہ ہُوگا جوانوں نے سرحد عبور کر کے ویلینی میں یہ قتل و غارت گری کی ہے۔ اس طرح ویلینی میں ہُوگا کے خلاف جوش پیدا ہو جائے گا۔ عام لوگ بہت زیادہ جذباتی ہیں اور اپنی سرحدوں میں کسی غیر کی مداخلت کسی طور برداشت نہیں کر سکیں گے، میں جانتا ہوں کہ اس جوش کو ٹھنڈا کرنے کی پوری پوری کوشش کی جائے گی۔ لیکن یہ جوش ٹھنڈا نہیں ہو گا کیونکہ اس کے فوراً ہی بعد تمہارے قبیلے میں بالکل ایسی ہی قتل و غارت گری ہو گی۔ اور یہ قتل و غارت گری وہی لوگ کریں گے جو وہاں موجود ہیں۔ پھر وہاں بھی چند ویلینی جوانوں کی لاشیں پائی جائیں گی، جس سے ہُوگا والوں کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ ویلینی والوں نے ان کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اس کے بعد اس جوش کو بھڑکانا تمہارا کام ہو گا۔ ایسی آگ لگانا تا کہ ہُوگا والے بے قابو ہو جائیں اور اس کے بعد ویلینی پر حملہ کر دیں۔ اس دوران تمہیں بقیہ پروگرام بھی ملتا رہے گا تا کہ تم صورت حال سے ناواقف نہ رہو۔"

پروفیسر زیڈال کا منصوبہ سن کر میں دنگ رہ گیا تھا۔ پہاڑوں میں رہنے والے یہ قبائلی باشندے سادہ سی زندگی گزارتے تھے بے شک ان کے ہاں دہشت تھی، چھوٹی چھوٹی سازشیں تھیں۔ ہنگامہ آرائیاں تھیں لیکن اس کے باوجود یہ معصوم تھے۔ ان کے خلاف یہ گھناؤنی سازش بڑی کربناک تھی۔ لیکن میں مجبور تھا کیا کرتا۔

زیڈال کی آواز نے مجھے چونکا دیا وہ کہہ رہا تھا "میں تم سے مسلسل رابطہ رکھوں گا گے زالی اور تمہیں تمام صورت حال سے آگاہ رکھوں گا اور کوئی اہم بات تو نہیں ہے؟"

"نہیں پروفیسر۔ اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"میرا منصوبہ پسند آیا؟"

"بے حد خطرناک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تم جن خطرناک حالات سے دوچار ہو گے زالی اس کا تصور بھی تمہارے ذہن میں نہیں ہو گا۔ جب حقیقتوں سے روشناس ہو گے تو دنگ رہ جاؤ گے۔ لیکن ابھی وقت نہیں آیا۔"

"کچھ اور بھی خطرناک حالات ہیں پروفیسر؟"

"ہاں بے حد خطرناک۔ انتہائی خطرناک لیکن فکر نہ کرو میں سب سنبھال لوں گا۔ اچھا خدا حافظ اور ہاں سنو اس ٹرانسمیٹر پر تم مجھ سے رابطہ قائم نہ کرنا آئندہ میں خود تمہیں مخاطب کروں گا۔"

"او کے پروفیسر۔" میں نے کہا اور دوسری طرف سے آنے والی آواز بند ہو گئی۔ سونیتا نے اس گفتگو میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ اس نے موتی میرے لباس میں پوشیدہ کر دیا۔ "اطمینان ہو گیا۔" وہ ہنس کر بولی۔

"پہلے بھی تھا۔ تم لوگوں کی دوستی میرے لیے قابل فخر ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ لیکن جس طرح ہنسا تھا میرا دل ہی جانتا تھا۔

سونیتا نے مسکراتے ہوئے کہا "اب چھوڑو ان فضول باتوں کو میرے بارے میں تم نے کیا سوچا۔"

"اس سے قبل میں دو لڑکیوں سے شادی کر چکا ہوں کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے؟"

"ہاں یہ سن کر میں بہت تلملائی تھی۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

"ان دونوں کو صرف اپنی زندگی بچانے سے دلچسپی تھی۔ انہوں نے ساری رات اس گوشے میں گزاری تھی۔"

"لیکن مسٹر سانگ جو میں رات اس گوشے میں نہیں گزار سکتی کیونکہ میں بہت بڑے باپ کی بیٹی ہوں۔"

"تو پھر میں اس گوشے میں جا پڑوں گا۔" میں مسمسی سی شکل بنا کر بولا۔ رات گئے تک سونیتا شرارتیں کرتی رہی پھر اسے نیند آنے لگی اور وہ سو گئی۔ لیکن میری آنکھوں سے نیند غائب تھی۔ دل ایک شدید بے چینی میں مبتلا تھا۔ کس مصیبت میں پھنس گیا میں کیسی کیسی سازشوں کا شکار ہونا پڑ رہا ہے۔ کیا کروں، عجیب بے بسی طاری تھی۔ اگر یہ سب کچھ ہو بھی جائے تو کیا زیڈال جیسے خطرناک آدمی سے نمٹ سکتا ہوں۔ وہ کون سے حقائق تھے جن کی نشاندہی زیڈال نے کی تھی۔ ایک گہری سانس لے کر ذہن کو پُرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس وقت ایک آواز میرے کانوں میں ابھری۔ "گازالی" اور میری آنکھیں کھل گئیں۔

میں نے حیرتناک نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ لیکن جھونپڑے میں سوئی ہوئی سونیتا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ "گازالی" آواز ابھری۔ اور اس بار ایک عجیب و غریب انکشاف ہوا۔ یہ آواز میرے کانوں نے نہیں میرے ذہن نے سنی تھی۔ یہ آواز میرے ذہن میں ابھری تھی۔

"میں سمبوتورا ہوں گازالی۔ میں دائی مَن ہوں۔" آواز نے کہا اور میرے پورے بدن کی رگیں کھنچ گئیں۔ ایک ناقابلِ برداشت تناؤ پیدا ہو گیا، وہ یقیناً سمبوتورا کی آواز تھی۔ جو مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں اس اعصابی تناؤ سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ سمبوتورا کی آواز مسلسل میرے ذہن میں گونج رہی تھی "میں سمبوتورا ہوں گازالی۔ میں دائی مَن ہوں۔ گازالی اپنے ذہن کو بیدار کرو مجھ سے گفتگو کرو۔"

بمشکل تمام میں نے خود کو سنبھالا اور پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔

"کیا یہ حقیقت ہے۔ کیا یہ تم ہی ہو سمبوتورا۔؟"

"آہ یہ میں ہی ہوں گازالی۔ اور تم سے رابطہ قائم کرنے کے لیے مجھے کتنی شدید محنت کرنا پڑی ہے یہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"مجھے یقین کر لینے دو سمبوتورا۔ بہت مشکل پیش آ رہی ہے اس بات پر یقین کرنے میں۔ تم جس قدر ذہنی ہیجان کا شکار ہوئے ہو میں بھی کسی طور اس سے کم نہیں ہوں۔ کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ مجھ پر کیا بیتی ہے اور میں اس وقت کہاں ہوں؟"

"قطعی نہیں۔ میں تو خود اپنے مصائب کا شکار تھا۔ کچھ بھی نہیں معلوم مجھے تمہارے بارے میں۔ بس پہلا موقعہ ملتے ہی میں نے سب سے پہلے تم سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتا رہا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے سمبوتورا کہ تم اس وقت آزاد ہو؟"

"ہاں۔ میں آزاد ہوں۔ اور اپنی اس آزادی کو کب تک برقرار رکھ سکتا ہوں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" سمبوتورا نے جواب دیا۔

"تم اس وقت کہاں ہو سمبوتورا۔؟"

"یہ جگہ ویلینی ہی کا ایک حصہ ہے۔ میرے بائیں سمت ایک بلند و بالا پہاڑی سے آبشار گر رہا ہے۔ اور میں اس آبشار کے ایک عقبی غار میں موجود ہوں۔"

"تنہا ہوں؟"

"ہاں بالکل تنہا ہوں۔"

"گویا میں تم سے ابھی کچھ دیر گفتگو کر سکتا ہوں۔"

"کیا تم ایسی پوزیشن میں ہو؟" سمبوتورا نے پوچھا۔

"ہاں۔ فی الحال میرے لیے کوئی خاص مشکل نہیں ہے۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ گازالی کہ تمہیں کس طرح پا سکتا ہوں۔ میں فوراً تمہارے پاس پہنچ جانا چاہتا ہوں۔"

"یوں تو ہمیں بہت سی گفتگو کرنی ہے سمبوتورا۔ لیکن میں جن حالات میں ہوں اس کے تحت یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم سے ملاقات ممکن ہے یا نہیں۔ یہ بتاؤ کہ تم کہاں کھو گئے تھے؟"

"مجھے گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ہائیسا بھی وہیں اُن لوگوں کے پاس قید ہے۔ صرف میں ہوں جو انتہائی مشکل سے وہاں سے نکل بھاگا ہوں۔ اور ابھی تک میرے خیال میں میرے فرار کا کسی کو علم نہیں ہے۔"

"تم کس کے قیدی ہو سمبوتورا؟"

"بہت ہی خوفناک سازش ہوئی ہے گازالی۔ بہت ہی خوفناک سازش ہوئی ہے ویلینی بھی اُن لوگوں کی قید میں چلی گئی ہے اور بے شمار سامون گرفتار کر لیے گئے ہیں۔"

"بدحواسی کے عالم میں تم ایک ایسا لفظ استعمال کر گئے ہو سمبوتورا جسے آج تک تم نے مجھ سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔"

"تم سامون کی بات کر رہے ہو۔ یوں سمجھ لو کہ ہم سامون ہیں۔ ویلینی بھی سامون ہے بوڑھا گومین اور ہائیسا بھی سامون ہیں۔ سامون ایک قبیلے کا نام ہے اور ہم لوگ اُسی قبیلے کے فرد ہیں۔ میں اس وقت تمہارا کوئی طنز برداشت نہیں کر سکتا گازالی۔ میری کیفیت کو سمجھو۔"

"سوری سمبوتورا۔ واقعی مجھے اس وقت یہ الفاظ نہیں کہنے چاہیے تھے۔ ہاں تو تم کہہ رہے تھے کہ ویلینی بھی قید ہو گئی ہے۔"

"ہاں۔ کچھ بیرونی لوگوں نے ویلینی آنے کے بعد ایک عظیم الشان سازش کی ہے۔ اور اس سازش کے تحت سب سے پہلے اُن تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے جو سامون قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ کچھ ایسے ذرائع اختیار کیے ہیں انھوں نے جن کے تحت وہ ہماری ذہنی کیفیتوں کو جانچ لیتے ہیں اور انھیں کے تحت معلوم کر لیتے ہیں کہ ہم میں سے کون کون سامون قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔"

"تم چونکہ اس قبیلے کے فرد نہیں ہو اس لیے شاید اُن کی دسترس سے محفوظ رہے ہو۔ ویسے کیا تم آزاد ہو؟"

"ایک طرح سے آزاد ہی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ بہت اچھی بات ہے، بہرطور ان بیرونی لوگوں نے ویلینی کو گرفتار کر لیا اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ویلینی کی جگہ اُنھوں نے کسی دوسری عورت کو متعین کیا ہے۔ اب وہی عورت ان کی سربراہ ہے اور ویلینی کی حیثیت سے وہ اس قبیلے کو اسی طرح کنٹرول کر رہی ہے جس طرح ویلینی کرتی تھی۔ ان لوگوں کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے ویلینی پر قابو پایا

لیا اور اسے قید رکھنے میں آج تک کامیاب ہیں۔“

”کیا تم ویلینی تک پہنچ چکے ہو سمبوتورا؟“

”نہیں، ہم لوگوں کو الگ الگ مقام پر قید رکھا گیا ہے اب میں دوسری کوشش یہی کرنا چاہتا تھا کہ ویلینی تک ذہنی رسائی حاصل کر لوں۔ میرا خیال ہے مجھے اس میں بہت زیادہ دقت نہیں ہو گی لیکن اس بات کا خدشہ بھی ہے مجھے کہ میرے دماغ سے جو لہریں خارج ہو رہی ہیں اور جن کے تحت میں اپنے خیالات تم تک پہنچا رہا ہوں ان لہروں سے میری سمت کا اندازہ لگا لیا جائے گا۔ اس سے پہلے بھی یہی ہوا ہے۔ ان لوگوں نے درحقیقت ہمارے ذہنوں کو پڑھنے کے بعد ہی ہم تک رسائی حاصل کی ہے۔ اُن کے پاس کوئی ایسا سائنسی ذریعہ موجود ہے جس سے وہ ہم سلمورلوں کا پتا لگا لیتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں تم تک یا ویلینی تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکوں گا یا نہیں۔ لیکن ویلینی سے ذہنی رابطہ قائم کرنے سے قبل میں نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے میں تم تک پہنچنے کی کوشش کروں۔ کیونکہ تم بہر طور اسی دور کے ایک ذہین انسان ہو۔“

”ویلینی سے تو تم نے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی پہلے بھی کوشش کی تھی سمبوتورا۔ کیا تمہارا خیال ہے اب تم اس کوشش میں کامیاب ہو جاؤ گے؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں کوشش کروں گا۔ دراصل اُن لوگوں نے ہمیں ذہنی طور پر بھی قیدی بنا دیا ہے۔ یہ بات میں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکا۔ لیکن مجھے کچھ لوگوں سے اس کا علم ہوا ہے کہ وہ ایک ایسا حصار ہمارے ذہنوں کے گرد قائم کر دیتے ہیں جس سے ہم اپنے خیالات ایک دوسرے تک منتقل نہ کر سکیں۔ اگر میں ان لوگوں کی قید سے فرار نہ ہوتا تو شاید میں تم سے رابطہ قائم نہ کر سکتا۔ اسی لیے میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ ویلینی سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا، چونکہ ممکن ہے ویلینی اسی حصار کے تحت ہو جو ذہنوں کو معطل کر دیتا ہے یا ہمارے خیالات کو ایک دوسرے تک منتقل نہیں ہونے دیتا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ میری بار بار کی کوششیں اس سلسلے میں ناکام رہی تھیں اور میں ویلینی سے رابطہ قائم نہیں کر سکا تھا۔“

”گویا اس بات کے امکانات ہیں سمبوتورا کہ اب بھی تم اگر کوشش کرو تو ویلینی سے رابطہ قائم نہ کر سکو۔“

”بہت زیادہ امکانات اسی کے ہیں۔ اگر تم آزاد نہ ہوتے یا تم بھی سامون ہوتے تو شاید میں تم سے بھی رابطہ قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو پاتا۔“

”گویا سمبوتورا، تمہارا کہنا ہے کہ ویلینی کی جگہ کسی شخصیت نے لے لی ہے۔“

”سو فیصدی یہی بات ہے۔“

”تو پھر اب ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں؟“

”گازالی مجھے اپنے پاس آنے کا موقع دو۔ میری رہنمائی کرو کہ میں کن راستوں سے گذر کر تم تک پہنچ سکتا ہوں۔“

”مجھ پر جو کچھ بیتی ہے دوست وہ سنو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔“

”بتاؤ۔ جلدی بتاؤ۔ میں پریشان ہوں۔ ہر لمحہ میرے لیے خوف کا لمحہ ہے۔ تم سے گفتگو مکمل کرنے کے بعد میں اپنی یہ جگہ تبدیل کر دوں گا تاکہ وہ لوگ میرے خیالات کی لہروں کا تعاقب کر کے مجھ تک نہ پہنچ پائیں۔ میں جگہیں تبدیل کرتا رہوں گا اور وقتاً فوقتاً تم سے رابطہ بھی قائم کرتا رہوں گا۔ تاوقتیکہ مجھے تمہارے پاس پہنچنے کا موقع نہ مل جائے۔“

”کیا ہمارے درمیان ذہنی طور پر ہونے والی یہ گفتگو کسی دوسری جگہ پہنچ سکتی ہے؟“

”میں نہیں جانتا اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“ سمبوتورا کے لہجے سے بے بسی ٹپک رہی تھی۔

”تو پھر تمہیں اپنی موجودہ جگہ بتانا کیا میرے لیے خطرناک نہیں ہو گا اور تمہارے لیے بھی؟“

”آہ۔ پھر تو کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی۔ کچھ کہو۔ کچھ سوچو۔“ سمبوتورا نے کہا اور میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔ ”سنو سمبوتورا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں غور سے سنو۔

”میں جس راستے کے بارے میں تمہیں بتا رہا ہوں اُسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ اس وقت اس سے زیادہ میں کچھ اور نہیں کر سکتا۔ اس راستے سے گذر کر تمہیں ایک ایسی جگہ پہنچنا ہے جو انسانی شکل کے پہاڑ میں بنی ہوئی ہے۔ اس عجیب پہاڑ کے نیچے ایک معبد ہے اس معبد تک پہنچنے کا تمام راستہ میں تمہیں تفصیل سے بتائے دیتا ہوں۔ اگر تم اس تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر میں تم سے ملاقات کروں گا۔ یہاں پہنچنے کے بعد میرا خیال ہے تم فوری طور پر اُن لوگوں کی دسترس سے بھی محفوظ ہو جاؤ گے۔ اور یہی ایک واحد طریقہ ہے جس کے ذریعے میں تم سے ملاقات کر سکتا ہوں۔ اور باقی گفتگو اس وقت ہو گی جب ہم دونوں آمنے سامنے ہوں گے۔“

”مجھے راستے کی مکمل تفصیلات بتاؤ۔ میں وہاں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔“

”کیا تمہیں یہ معلوم ہے کہ ویلینی کے اس پار قبیلہ ہوگا آباد ہے؟“

”ہاں میں جانتا ہوں۔ ہوگا قبیلے کے بارے میں کچھ داستانیں میں نے سُنی ہیں۔“

”تو پھر یوں سمجھ لو میں اس وقت ہوگا قبیلے میں ہوں۔“

”تم؟“

”ہاں۔ میں یہاں پہنچ چکا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میں اُن لوگوں سے محفوظ ہوں۔“

”آہ۔ تب تو یہ میرے حق میں بھی بہتر رہے گا۔ میں باقی لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اُن پر کیا بیت رہی ہے۔ لیکن اگر میں تم سے مل بیٹھا تو شاید بہتری کا کوئی راستہ نکل سکے۔“

”تو پھر اس راستے کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ تمہیں ایک انتہائی دشوار گذار سفر کر کے یہاں تک پہنچنا ہو گا۔“

میں نے سمبوتورا کو راستے کی تمام تفصیلات بتائیں اور بتایا کہ کس طرح وہ یہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ میں نے اُس سے یہ بھی کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے وہ یہاں پہنچ جائے کیونکہ اس کے بعد ایک ایسی سازش عمل میں آ رہی ہے جو ویلینی، اور ہوگا، دونوں قبیلوں کے لیے انتہائی وحشت ناک ہو گی۔

”میں اپنی انتہائی کوشش کروں گا کہ جلد از جلد تم تک پہنچ سکوں۔“ سمبوتورا نے یقین دلایا۔

راستے کی تمام تفصیلات بتانے کے بعد میں نے اُس سے کہا کہ وہ معبد میں ایک پجاری کی حیثیت سے داخل ہو اور وہاں جب تک بھی ممکن ہو سکے دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کی کوشش کرے۔ میں اپنی پہلی فرصت میں اُس سے ذہنی رابطہ کر کے اس سے ملاقات کی بات کروں گا۔ سمبوتورا نے مجھ سے وعدہ کر لیا کہ وہ شاید صبح تک اس جگہ منتقل ہو جائے۔ حالانکہ یہ سفر آسان نہیں تھا لیکن سمبوتورا بہت سی ایسی صلاحیتوں کا مالک تھا جو ابھی میرے علم میں بھی نہیں آ سکیں تھیں۔ اور جن کے ذریعے اس کا اتنی جلد وہاں پہنچنا ممکن تھا۔

اس گفتگو کے بعد ہم دونوں نے اپنے درمیان قائم ذہنی رابطہ ختم کر دیا۔ میں یہاں ہوگا قبیلے میں ایک معزز سردار کی حیثیت سے موجود تھا لیکن اس کے باوجود مجھے خطرہ تھا کہ کہیں وہ خطرناک لوگ میری اور سمبوتورا کی باتیں نہ سُن لیں اور مجھ تک پہنچ جائیں۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ سوزیتا مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ زیڈال کے بے شمار افراد ہوگا قبیلے میں مصروف عمل ہیں۔ اور اگر انہیں اس بات کا علم ہو جائے کہ میں کسی بھی طور اُن کے خلاف کوئی اور سازش کر رہا ہوں تو پھر اُن کے لیے یہ مشکل نہیں ہو گا کہ میرا کچا چٹھا کھول کر مجھے ہوگا قبیلے ہی کے ہاتھوں موت کی نیند سلوا دیں۔ چنانچہ مجھے خود محتاط رہنا ہو گا۔

ان تمام خیالات کے بعد نیند کا کیا سوال تھا۔ نیند تو آنکھوں سے بالکل ہی غائب ہو گئی تھی۔ اپنی پریشانیوں میں اتنا اُلجھا ہوا تھا کہ نیند تو ویسے بھی کم آتی تھی۔ سوزیتا میرے پاس آ گئی تھی حالانکہ اس وقت سوزیتا کی پوزیشن بھی مشکوک تھی۔ میرا اشارہ ابرو بھی اُسے خطرناک حالات سے دوچار کر سکتا تھا۔ یہ خیال میرے ذہن میں اچانک ہی آیا تھا اور دفعتاً ہی میں نے اس خیال پر دوسرے انداز میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔

صبح ہو گئی اور میرا ذہن خیالات کی آماجگاہ بنا رہا اور میں انتہائی سستی محسوس کرتا رہا۔ سوزیتا کی حسین مسکراہٹ نے میرا استقبال کیا وہ اپنی چمکدار آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں وہی شرارت لہرا رہی تھی جو ہر وقت اس کی آنکھوں میں رقصاں رہتی تھی۔

”معزز سردار کی خدمت میں لوئی سن کا سلام۔“

”میڈم لوئی سن۔ اپنے آپ کو پوری طرح قابو میں رکھیں آپ۔ کہیں ہم دونوں ہی کا راز فاش نہ ہو جائے۔“

”قابو میں نہ رکھتی تو رات کو اتنے سکون کے ساتھ کیسے سو جاتی۔ ویسے یہ میرے ساتھ زیادتی ہے۔“

”احمقانہ باتیں مت کرو۔ اب تم ہوگا کی ملکہ ہو۔ چنانچہ تمہیں اسی انداز میں اپنے آپ کو آراستہ کرنا ہو گا۔“

”مجھے ہوگا کی ملکہ ہونے سے کوئی دلچسپی نہیں معزز سردار، مجھے تمہارے دل پر حکمرانی کرنے کی خواہش ہے۔“

”وہ بھی ہو جائے گی۔ لیکن اس کے لیے جلد بازی تو نہ کرو۔ پہلے ہم اپنے معاملات سے نمٹ لیں سوزیتا اُس کے بعد پھر آگے کی زندگی کے بارے میں سوچیں گے۔“

”ہائے کیا تم یہ وعدہ کرتے ہو کہ اگر ہمیں واقعی اپنے مقصد میں کامیابی ہو گئی تو ہماری آگے بھی کوئی زندگی ہو گی۔“

”ابھی سے اس سلسلے میں کچھ کہنا قبل از وقت نہیں ہو گا سوزیتا؟“

”بس ایک بار وعدہ کر لو۔ ہم اس وعدے کے سہارے

جی لیں گے "۔ سونیتا نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

باہر سے کنیزوں کے بولنے چالنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں چنانچہ ہم دونوں محتاط ہو گئے۔ اس کے بعد دن کے معمولات جاری ہو گئے۔ میں اس بات سے خوفزدہ تھا کہ اسی دوران سمبوتورا مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ بھلا لوگوں کے اس جمگھٹ میں اُسے کیا جواب دے سکوں گا۔ لیکن خدا کا کرم ہے کہ سمبوتورا نے نے ایسی کوئی بھی کوشش نہیں کی۔

دوپہر ہو گئی۔ کھانے پر میرے ساتھ جویا شوٹن اور دوسرے چند معززین بھی شریک تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ چلے گئے لیکن اب سونیتا موجود تھی۔ اس کی پُرلطف باتیں مزہ تو دے رہی تھیں لیکن ذہن بھٹکا ہوا تھا۔ بہت سے خیالات بار بار ذہن کو پریشان کرنے لگتے تھے۔ اگر سمبوتورا یہاں تک پہنچ بھی گیا تو میری اُس سے ملاقات کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔ میں تو یہاں بیشمار لوگوں کی نگاہوں میں ہوں۔ کوئی حل بظاہر نظر نہیں آتا تھا۔

اسی ادھیڑ بن میں رات ہو گئی۔ اس وقت میرے اندازے کے مطابق غالباً رات کے ساڑھے آٹھ بجے تھے جب میرے ذہن میں سمبوتورا کی آواز اُبھری۔ سونیتا کنیزوں کی تحویل میں تھی اور وہ اسے آراستہ کر رہی تھیں۔ چنانچہ سمبوتورا سے ذہنی طور پر گفتگو کرنے میں بہت زیادہ مشکل پیش نہیں آئی۔

"گازالی تم خیریت سے تو ہو؟"

"تم اپنے بارے میں بتاؤ؟" میں نے جواباً سوال کیا۔

"تمہاری بتائی ہوئی جگہ تک پہنچ چکا ہوں۔ آہ واقعی بڑا ہیبت ناک سفر تھا۔ لیکن تم یہاں کس طرح پہنچے؟"

"کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی گیا سمبوتورا وہاں انسان نما پہاڑی میں تم کس حیثیت سے مقیم ہو؟"

"ابھی میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اپنی اصل شکل ہی میں ہوں لیکن پوشیدہ ہونے کے لیے میں نے ایک بہترین مقام تلاش کر لیا ہے۔ اس پہاڑی کے سر میں ایک سوراخ ہے اور اس سوراخ سے میں ہوگا قبیلے کی آبادی دیکھ سکتا ہوں میں اس وقت وہیں اس سوراخ کے قریب موجود ہوں۔"

تو کم از کم تفصیل گفتگو تو کر سکتے ہیں۔ میں اپنی طرف سے تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہامیسا کی گمشدگی کے بعد میں بھی پریشان ہو گیا تھا۔ لیکن پھر مجھے بھی اسی طرح وہاں سے غائب کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو میں پہاڑی غاروں میں قید تھا۔ ان غاروں میں خاص قسم کے قید خانے بنائے گئے ہیں۔ اور ان میں ہم سامون قبیلے کے افراد کو رکھا جاتا ہے۔ مجھ سے میرے بارے میں بے شمار سوالات کیے گئے۔ اور یہیں سے میں نے ان لوگوں کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم کیں۔ مختصراً میں تمہیں ان کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ یہ پراسرار لوگ بیرونی دنیا سے آئے ہیں اور یہاں آنے کے بعد انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا ہے کہ ویلینی کو گرفتار کر کے اس کی جگہ کسی اور شخصیت کو دیدی ہے۔ یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ جو شخصیت ویلینی کی جگہ کام کر رہی ہے وہی ان بیرونی لوگوں کو کنٹرول کرتی ہے یا کوئی اور بھی ہے میں نے ساریا کے بارے میں بھی اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی۔ میرا خیال اس طرف گیا تھا۔ اور میں نے سوچا تھا کہ ممکن ہے ساریا نے اپنے طور پر پہلے سے کچھ کارروائیاں کر رکھی ہوں اور ہمیں اس کا علم نہ ہونے دیا ہو۔ لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ساریا کا کیا ہوا نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ساریا اس کے پس پشت ہوتی تو کسی نہ کسی طرح یہ بات منظر عام پر آسکتی تھی۔ بس ایسے ہی میرا ذہن اس طرف گیا تھا جس کی میں نے تصدیق کر لی ہے۔"

"گویا یہ سارا کھیل ساریا کا نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہی شخصیت ہے جو یہاں عمل کر رہی ہے۔ لیکن وہ کون ہے اس کے بارے میں مجھے ابھی تک کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔ یہ لوگ سائنسی چیزوں سے آراستہ ہیں اور انہوں نے خاص طور سے سامونوں کی شخصیت کو منظر عام پر لانے کے لیے سائنسی کارروائیاں کی ہیں یقینی طور پر یہ ہم سے واقف لوگ ہیں اور ہمارے بارے میں بہت کچھ معلوم کر کے یہاں تک پہنچے ہیں۔ بظاہر ان کا مقصد صرف خزانے کا حصول ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات ابھی تک میرے علم میں نہیں آسکی۔ یا پھر اگر اس کے پس پردہ کوئی اور گہری سازش ہے تو وہ صرف تمہاری دنیا سے متعلق ہو سکتی ہے۔ ہم سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ ابھی تک اس سلسلے میں جو کچھ بھی کارروائی ہوئی ہے، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ خزانے کی تلاش میں ناکام رہے ہیں۔ اور اسی خزانے کو پانے کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ تو گازالی یہ تھی میری کہانی۔ میں ان لوگوں کی قید سے آزاد ہو گیا ہوں۔ اور آزاد ہونے کے لیے میں نے جو کچھ کیا ہے۔ اس کی تفصیل تمہارے لیے بے مقصد ہو گی۔ بس یوں سمجھ لو ایک جدوجہد کی تھی جو کامیاب ہو گئی۔ لیکن میں تنہا ہی ان کے چنگل سے آزاد ہو سکا ہوں۔"

"ندرت کے بارے میں پتا نہیں چلا کہ وہ کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

مجھے ہنسی آگئی۔ میں بھی اس سوراخ کا شکار رہ چکا تھا۔ "یار تو سمبوتورا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے

سے کس طرح ملاقات کریں؟"

"ہاں۔ اس کے لیے تمہیں خود ہی بتانا ہوگا۔ میرا تو خیال تھا گازالی کہ تمہاری مجھ سے ملاقات یہیں اسی جگہ ہو جائے گی۔"

"میرے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے سمبوتورا کہ میں اس وقت یہاں کس حیثیت سے مقیم ہوں۔"

"یہاں تک پہنچنے میں مشکلات تو بلاشبہ پیش آئی ہیں گازالی لیکن یہاں آنے کے بعد میں پورے اطمینان سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم ان لوگوں سے فی الحال محفوظ ہو گئے ہیں۔ اگر دماغی لہروں کو کنٹرول کرنے کا کوئی طریقہ انہوں نے دریافت کر لیا ہے تو اس کی کچھ حدود ضرور مقرر ہوں گی۔ اور میرا خیال ہے یہ حدود ہوگا تک پھیلی ہوئی نہیں۔ ان راستوں سے گذر کر یہاں تک پہنچنا عام لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ ہم یہاں پر کم از کم ذہنی طور پر گفتگو کرنے کے لیے آزاد ہیں۔"

"تو پھر بہتر یہی ہوگا کہ ابھی ہم آپس میں ملاقات نہ کریں بلکہ کسی مناسب موقع کے منتظر رہیں۔ ہاں ذہنی طور پر تمام تفصیلات ہم ایک دوسرے کو بتا سکتے ہیں۔ تم یہاں اپنے طور پر کوئی مستقل ٹھکانہ تلاش کر دو۔ کوئی ایسی حیثیت اختیار کر لو کہ یہاں کے لوگوں کو تم پر شبہ نہ ہو۔ ویسے بھی میرا خیال ہے کہ وہاں زیادہ لوگ نہیں ہیں۔ اور نہ عام طور سے لوگ اس سمت جاتے ہیں۔ وہ مقدس پہاڑ ہوگا والوں کے لیے بہت بڑی حیثیت کا حامل ہے، چنانچہ عام طور پر وہاں لوگوں کی آمد و رفت نہیں رہتی۔"

"میں تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ جو کچھ تم اس سلسلے میں ضروری سمجھتے ہو مجھے بتا دو۔ لیکن اس سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہاں کس حیثیت سے مقیم ہو؟"

"میں اس وقت ہوگا کا سردار ہوں۔" میں نے کہا۔ لیکن میرے جملے کے جواب میں دوسری طرف سے سمبوتورا کی کوئی آواز سنائی نہیں دی۔

"کس سوچ میں ڈوب گئے سمبوتورا؟"

"تمہارے اس مذاق پر غور کر رہا ہوں۔"

"ہاں۔ یہ مذاق میرے ساتھ حالات نے کیا ہے۔ اور میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے، وہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔"

"انتہائی تعجب خیز بات ہے گازالی۔ کیا اس پر آسانی سے یقین کیا جا سکتا ہے؟"

"نہیں۔ لیکن اس کا ایک پس منظر ہے۔ سنو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔"

"بہر طور اگر ہم ابھی ایک دوسرے سے ملاقات نہیں کر سکتے

"میں جانتا ہوں کہ وہ انہی کی قید میں ہے۔ لیکن میں نے اس سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ یہ خطرناک ہے۔ میں نے سب سے پہلے تمہیں ہی تلاش کیا۔ اور یہ سوچا کہ تم سے ملاقات ہو جائے تو اس کے بعد ہمیں ہماری مشکلات کا حل مل جائے۔ میرا خیال ہے میں نے اس سلسلے میں غلطی نہیں کی تھی۔ کم از کم تمہاری وجہ سے میں تھوڑی سی آزادی محسوس کر رہا ہوں۔ لیکن تم نے جو کچھ مجھے بتایا ہے وہ میرے لیے ناقابل یقین ہے۔ آخر تم مُوگا کے سردار کیسے بن گئے۔ کس طرح مُوگا تک پہنچے یہ ساری باتیں کیا حیرت ناک نہیں ہیں؟"

"میں چاہتا تو یہی تھا سمبوتورا کہ تمہارے سامنے بیٹھ کر تم سے گفتگو کروں۔ لیکن حالات نے اس کی اجازت نہیں دی۔ سنو میرا خیال ہے وقت گزرنے کا انتظار کرو۔ میں جن حالات کا شکار ہوں اس کے تحت ابھی زیادہ دیر تم سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ ہاں رات کو گیارہ ساڑھے گیارہ بجے کے بعد تم مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنا۔ میں اس وقت تمہیں تمام تفصیلات بتا دوں گا۔"

"اوہ۔ اگر کوئی مجبوری ہے تو کیا کہا جا سکتا ہے؟"، سمبوتورا نے کہا۔

"ہاں سمبوتورا۔ مجبوری ہی ہے۔ میرا خیال ہے اب ہمارے درمیان یہ سلسلہ ختم ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ میں کچھ لوگوں کی آوازیں سن رہا ہوں۔" سمبوتورا میرے ذہن میں خاموش ہو گیا۔

"میرا کہنا غلط نہیں تھا۔ کنیزوں نے سونیتا کو میری دلہن کی حیثیت سے آراستہ کر دیا تھا۔ اور وہ میرے پاس پہنچ گئی تھی۔ اسے دیکھ کر دل و دماغ پر ایک عجیب سا تاثر قائم ہو جاتا تھا۔ بعض اوقات تو میری ذہنی کیفیت مجھ سے بغاوت کرنے لگتی تھی۔ اور جی چاہتا تھا کہ اخلاقیات کے اس طلسم کو توڑ کر زندگی کی ان ضروریات کو اپنا لوں۔ جو انسان کے لیے بہت بڑی حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن بس ایک اخلاقی دباؤ ذہن پر تھا جو مجھے ان راستوں پر قدم بڑھانے سے روک دیتا تھا سونیتا میرے سامنے آ گئی اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھے دیکھنے لگی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ "خیریت؟"

"بس کیا کہوں تم سے۔ کیا کہوں۔"

"بیٹھو۔ کچھ الجھی ہوئی نظر آ رہی ہو۔"

"بالکل نہیں الجھی ہوئی نہیں۔ بلکہ شدید غصہ میں ہوں۔ ان لوگوں نے مجھے آئینہ دکھایا تھا۔"

"اوہو۔ پھر؟" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا۔

"میں یہ سوچنے لگی ہوں کہ میں مرد کیوں نہ ہوئی۔ کمبختوں نے اتنا خوبصورت بنا دیا ہے مجھے کہ اب میں اپنے آپ کو اچھی لگنے لگی ہوں۔ اور یہ سوچنے لگی ہوں کہ میں ایسی ہی کیوں نہیں تھی۔"

"نہیں سونیتا۔ یہ صرف تمہارا وہم ہے تم اپنی اصل حیثیت میں بھی اس سے کم نہیں۔"

"مت بکواس کرو مجھ سے۔ مت بکواس کرو۔ مجھے سچ مچ غصہ آ جائے گا۔" سونیتا نے جھلا کر کہا۔ اور میں مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا۔ میرے ذہن میں عجیب و غریب احساسات جنم لے رہے تھے

"ایک بات بتاؤ سونیتا۔ کیا پروفیسر زیڈال کو یہ بات معلوم ہے کہ تمہیں میری بیوی کی حیثیت سے میرے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنا پڑ رہا ہے۔"

"تمہیں اس کا علم نہیں۔ ڈیڈی نے تم سے گفتگو کی تھی تو کیا کچھ نہیں کہا تھا۔"

"تعجب ہے۔ کیا وہ تمہیں ایک بیوی کی حیثیت سے میرے تصرف میں دینے کے لیے تیار ہیں سونیتا؟"

"تمہارے سوچنے کا انداز مختلف ہے۔ تمہارا ذہن پسماندہ لوگوں کا ذہن ہے۔ ورنہ زندگی کی حقیقتوں سے منہ تو نہیں موڑا جا سکتا۔ اور پھر ہم اپنی ضرورتیں حاصل کرنے کے لیے بالآخر ہر قدم اٹھا لیتے ہیں۔ کسی کو قتل تک کر دیتے ہیں۔ تو یہ چیزیں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کے بعد۔"

"کچھ نہیں، ہر لمحہ اپنا تعین خود کرتا ہے۔ ہم لمحات کے محتاج ہیں۔ اپنی مرضی سے جب کچھ نہیں کر سکتے تو جو کر سکتے ہیں وہ کیوں نہ کریں۔" سونیتا بولی، میں گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔

سونیتا کی دعوت بہت ہی عجیب و غریب تھی۔ وہ جو کچھ بھی چاہتی تھی وہ کسی بھی انسان کی ذاتی خواہش ہو سکتی تھی۔ میں اپنے آپ پر غور کرنے لگا۔ آخر میں کیوں اس سے اجتناب برت رہا ہوں۔ اخلاقیات بے شک ایک حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن ان حالات میں کیا میں اپنی اس شخصیت کو برقرار رکھ سکتا ہوں، جس کے تحت میں نے اب تک وقت گزارا ہے۔ کون تھا جس نے مجھ سے تعاون کیا کون تھا جس نے مجھے انسانوں کی طرح جینے دیا۔ کوئی بھی تو نہیں تھا ایسا۔ سب اپنے اپنے مقصد کے لیے سفر کر رہے تھے۔ سب اپنی اپنی خواہشوں کے غلام تھے۔ پھر میں کیوں اپنے آپ کو قتل کر کے دوسروں کے لیے جی رہا ہوں۔ بڑی احمقانہ بات ہے۔ درحقیقت بڑی ہی احمقانہ بات ہے۔ کوئی بھی لمحہ موت کا لمحہ بن سکتا ہے تو پھر جو حاصل ہو رہا ہے اسے گنوایا کیوں جائے۔ ذہن پر ایک دم بوجھ سا پڑ گیا تھا۔ سونیتا کا سلگتا ہوا چہرہ نگاہوں کے سامنے تھا۔ ایک بے اختیارانہ سی کیفیت وجود میں اینٹھن پیدا کرنے لگی۔ میں آگے بڑھا اور میرے دونوں

ہاتھ سونیتا کے بازوؤں پر جا ٹکے۔ صرف ایک لمحے کے لیے، پھر میں سنبھل گیا، اور جب میں نے ہوش و حواس کے عالم میں سونیتا کو دیکھا تو اس کا چہرہ وفورِ مسرت سے گلنار ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خود سپردگی کی کیفیت تھی اور وہ مدہوش سی ہوئی جا رہی تھی۔ میں نے لرزتی ہوئی انگلیوں سے اس کے رخسار کو تھپکا اور آہستہ سے بولا۔ "سونیتا میں زندگی کے جس سفر پر ہوں اس میں ابھی ان لطافتوں کی گنجائش نہیں ہے۔ میرے سفر کا اختتام ہو جانے دو۔ خود کو بھی قابو میں رکھو اور مجھے بھی اپنے آپ میں رہنے دو۔ میں بھی انسان ہوں۔"

"انسان ہو تو پھر انسانوں کی ضرورت کا خیال رکھو۔ احمق مت بنو۔" سونیتا پیار کے لہجے میں بولی۔

"مجھے کچھ وقت دو سونیتا۔ کچھ وقت سوچنے کے لیے دو۔" میں نے کہا اور اس نے رخ بدل لیا۔

اس کا بدن ہلکی ہلکی لرزشوں کا شکار تھا۔ میں نے بھی اپنے جذبات پر قابو پانے کے لیے انتہائی جدوجہد کی۔ اور کسی حد تک نارمل ہو گیا۔ تب میں نے عقب سے اس کے دونوں بازو پکڑ کر اس کا رُخ اپنی سمت کر لیا۔ وہ مجھے دیکھ کر آہستہ سے مسکرا دی۔

"سوری۔ واقعی تمہارا کہنا درست ہے۔ میں نے غور کیا تو مجھے احساس ہوا کہ تم صحیح ہو۔"

"سونیتا۔"

"اپنے ذہن کو بہت زیادہ پراگندہ نہ کرو گازالی۔ سوری ویری سوری۔" اس نے کہا اور جھونپڑی کے دروازے سے باہر نکل گئی۔ میں ایک نشست گاہ پر ٹک گیا۔ اور اپنے سانسوں کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرنے لگا۔

ذہن میں چنگاریاں ہی چنگاریاں بھری ہوئی تھیں آنکھوں کے سامنے ایک تصورِ رقصاں تھا۔ ایک حسین تصورِ رقصاں تھا۔ ایک قابلِ ستائش پیکر جو پانی کی لہروں سے برآمد ہو رہا تھا۔ اور آہستہ آہستہ یہ پیکر میری نگاہوں کے سامنے آ گیا، وہ ساریا تھی۔ وہی لمحات جب زندگی میں پہلی بار میں نے اپنے انداز میں لغزش پائی تھی۔ جب زندگی میں پہلی بار میرا ذہن جل اٹھا تھا۔ اور آج یہ دوسرا موقعہ تھا۔ یہ دوسرا موقع تھا جو کسی بھی طور پہلے سے کم نہیں تھا۔ مجھے ابھی اپنے آپ پر قابو رکھنا چاہیے۔ سونیتا میرے جذبات کی منزل نہیں بن سکتی۔ وہ ایک ایسے باپ کی بیٹی ہے جو اپنے مقصد کے لیے مجھے استعمال کر رہا ہے۔ اور اگر میں اس کے معیار پر پورا اتر جاؤں تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اس نے سونیتا کو بھی میرے تصرف میں اس لیے دے دیا ہے کہ اس کے سامنے میں خزانے کی جگہ کا راز اگل دوں؟ مجھے آلۂ کار بنا کر وہ اپنے مقصد کا حصول چاہتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سونیتا مجھ سے محبت نہ کر رہی ہو بلکہ صرف اپنے باپ کے مقصد کے حصول کے لیے کام کر رہی ہو۔ ہاں ٹھیک ہی تو ہے۔ سونیتا نے کہا تھا کہ میرا ذہن پسماندہ لوگوں کا ذہن ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ زندگی کے ان لمحات کو اس قدر زیادہ اہمیت نہیں دیتی کہ ان کے لیے کوئی منزل منتخب کر لے۔ میں تو اس کے راستے میں آ جانے والا ایک سایہ دار درخت ہوں۔ وہ چند لمحوں تک اس درخت کی چھاؤں میں آرام کرے گی اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ جائے گی۔ نہیں اسے زندگی کا سنگ میل بنانا مناسب نہیں ہے۔ اس سے ابتدا نہیں ہونی چاہیے۔ یقیناً اس سے ابتدا نہیں ہونی چاہیے۔ یا پھر اپنے آپ کو اتنا مضبوط کرنا ہو گا کہ اگر اس سے ابتدا ہو تو وہ انتہا نہ بن جائے۔ کیونکہ وہ اس قابل نہیں۔

میرے ذہن میں تو کچھ اور ہی لوگ تھے۔ وہ لوگ جن کا اب میں تصور ہی کر سکتا تھا۔ اور جن کے بارے میں دعوے سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ دوبارہ کبھی ان کی صورت دیکھ بھی سکوں گا یا نہیں۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مجھے اخلاقیات کی ان زنجیروں میں جکڑے نہیں رہنا چاہیے، جو اب تک میرے راستے روکے ہوئے ہیں۔ کچھ بھی نہیں رہا ہے۔ میرے بس میں جب ہر کام حالات کے تحت ہو رہا ہے۔ تو پھر حالات کو اس کی اجازت بھی کیوں نہ دے دوں۔

متلاطم جذبات مجھے شانوں سے دھکیلتے ہوئے بہت دور تک لے گئے۔ بہت سے نئے احساسات ذہن میں جاگے اور میرا وجود ان احساسات میں تپتا رہا۔ زندگی کے اس دور کو ان لمحات کو اس وقت میں اپنی زندگی کا بُرا دور کہہ سکتا ہوں۔ بلاشبہ میں اس بُرے دور میں شامل ہو گیا تھا۔ میں اپنی آرام گاہ میں نہ جانے کب تک سلگتا رہا۔ بے چاری سونیتا نے نہ جانے کس طرح حالات سے سمجھوتا کر لیا تھا۔ اس کی اپنی کیا کیفیت تھی مجھے کچھ معلوم نہ تھا۔ لیکن وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر لیٹی ہوئی سو رہی تھی۔ اور اس کا مخملیں پیکر میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ خواہشات مچل رہی تھیں جذبات بے قابو ہو رہے تھے۔ کئی بار میں اپنی جگہ سے اٹھا میری نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس کے نزدیک پہنچ جاؤں۔ جذبات کی آنچ نے میرے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ میں نے اس تپش سے بچنے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ کر مشعلیں بجھا دیں۔ تاکہ جھونپڑی میں اندھیرا ہو جائے اور سونیتا مجھے نظر نہ آئے۔ لیکن وہ تو میری نگاہوں میں روشن تھی۔ مجھے تاریکی میں بھی وہ سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ جو درحقیقت میرے ذہن میں بسا ہوا تھا۔ اور اگر اس وقت سمبوتورا کی آواز میرے اس کھوتے ہوئے ذہن کی توجہ نہ بانٹ دیتی تو نہ جانے کیا ہو جاتا۔ سمبوتورا مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور آہستہ آہستہ میں اس کی قوت ارادی کے سحر میں گرفتار ہوتا جا رہا تھا۔ چند ہی لمحوں کے بعد مجھے اس کی آواز سنائی دی۔

"گازالی۔ تمہارے اردگرد لوگ تو موجود نہیں، تمہیں کوئی الجھن تو نہیں؟"

"ہاں۔ ہاں۔ سمبوتورا میں ٹھیک ہوں۔ میرا مطلب ہے میں تنہا ہوں" میں نے ذہنی طور پر اسے جواب دیا۔

"میں بے چینی سے اس وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے بتاؤ گازالی مجھے بتاؤ تم اس منصب تک کیسے پہنچے۔ ویسے تمہیں اس بات پر حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ میں یہاں کی تھوڑی بہت صورتحال معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ کیا تم ہی ٹموگا کے وہ نئے سردار ہو جو ٹموگا کی روایات کے مطابق اس دیس میں آئے ہو؟"

"ہاں سمبوتورا۔ وہ میں ہی ہوں۔ اور میرا موجودہ نام سانگ جو ہے۔"

"میں نے سن لیا ہے، لیکن یہ سب کچھ؟"

"اس کے لیے تمہیں پوری کہانی سنانی ہوگی۔ سمبوتورا۔ میں نے اپنے اس قید خانے سے نجات حاصل کر لی اور خود کو پوشیدہ رکھنے کے لیے سرگرداں ہو گیا۔ میں اپنی اسی کوشش میں اس خزانے تک پہنچ گیا جس کا تعلق ماؤنٹ سوبلٹ سے ہے۔ میں نے پورا خزانہ دیکھ لیا ہے اور وہ جگہ بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ جہاں خزانہ موجود ہے، میں نے اس خزانے سے چند سکے یوں ہی اٹھا کر اپنے ساتھ رکھ لیے تھے۔ لیکن یہ سکے ایک طرح سے میری جان بچانے کا سبب بن گئے۔ وہاں سے بھٹکتا ہوا میں ایک اور جگہ پہنچ گیا۔ جہاں میری ملاقات کچھ اور لوگوں سے ہو گئی۔"

پھر میں نے سونیتا اور پروفیسر زیڈال وغیرہ کے بارے میں سمبوتورا کو پوری تفصیل بتائی اور اس کے بعد اسے بتایا کہ کس طرح پروفیسر زیڈال نے مجھے ہوگا بھیجا ہے تاکہ یہاں ہنگامہ آرائی کر کے ٹموگا والوں کو ویلینی کے خلاف کھڑا کروں اور جب وہ دونوں جنگ میں الجھ جائیں تو میں زیڈال کی مدد سے خزانہ نکال لے جانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ سمبوتورا کی آواز گویا بند ہی ہو گئی تھی۔ وہ بالکل خاموشی سے میری کہانی سن رہا تھا۔ جب میں نے اپنی تمام تفصیل اسے بتا دی اور یہ بھی بتا دیا کہ پروفیسر زیڈال کی بیٹی سونیتا میرے پاس یہاں ایک اور حیثیت سے موجود ہے اور ان لوگوں نے بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر سازش تیار کر کے اپنے لیے یہ راستے تیار کیے ہیں، تب بھی سمبوتورا کی آواز نہ ابھری۔

"کیا بات ہے تم مکمل طور پر خاموش کیوں ہو گئے؟" میں نے ذہنی طور پر اسے آواز دی۔

"نہیں، نہیں، میں یہ سب کچھ سن رہا ہوں۔ کیا یہ سب کچھ قابلِ یقین ہے۔ کیا یہ انتہائی خوفناک، انتہائی حیرت ناک نہیں ہے؟"

"تم نے یہ کہانی صرف سنی ہے سمبوتورا اور مجھ پر یہ سب کچھ بیت رہا ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ سانگ جو کی حیثیت سے مجھے کیسے کیسے عذاب برداشت کرنے پڑ رہے ہیں۔ وہ چیز جس کا مجھ سے دور کا بھی واسطہ نہیں رہا ہے اب مجھ پر مسلط ہے۔ اور میں ہر لمحہ اس خوف کا شکار ہوں کہ نہیں معلوم آئندہ کیا ہوگا۔"

"درحقیقت بہت ہی خطرناک ہے یہ سب کچھ۔ میں پاگل ہوا جا رہا ہوں گازالی۔ شاید تم میری اس وقت کی حیرت پر یقین نہ کر سکو!"

"مجھے یقین ہے سمبوتورا۔ لیکن میرے بارے میں بھی تو غور کرو۔"

"گازالی تم کمال آدمی ہو۔ لیکن ان معاملات سے بہت کچھ سوچنا سمجھنا پڑے گا۔ تمہیں اس وقت ہماری مدد کرنا پڑے گی۔ میں نے بہت ہی اچھا کیا جو سب سے پہلے تم سے رابطہ قائم کیا۔ اسے میرے اعتماد کی انتہا سمجھو۔ ورنہ مجھے تم سے پہلے ویلینی سے مل کر اس صورتحال کے بارے میں معلوم کرنا چاہیے تھا۔ اور اب میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں ایسا کر لیتا اور کسی طرح انہیں ہماری ذہنی گفتگو معلوم ہو جاتی تو یہ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہوتی۔ گازالی تمہیں سوچنا ہوگا کہ تمہیں ہی کچھ کرنا ہے۔ میں تم پر مکمل اعتماد کرتا ہوں۔ سنو گازالی، کسی بھی قیمت پر ان دونوں قبیلوں میں تصادم نہیں ہونا چاہیے۔ ویلینی کبھی بھی یہ نہیں چاہے گی کہ یہ دونوں قبیلے کسی سازش کا شکار ہوں۔ یقین کرو گازالی اگر ایسا ہو گیا تو ہم اپنی منزل سے بہت دور چلے جائیں گے۔ آہ کاش، میں تمہیں اس بارے میں ساری باتیں بتا سکتا یہ کسی طور پر نہیں ہونا چاہیے یہ کسی طور نہیں ہونا چاہیے۔" سمبوتورا.... مسلسل کہے جا رہا تھا۔

"تم اطمینان رکھو سمبوتورا۔ مجھے خود بھی اس بات کا احساس ہے کہ اس سازش سے بہت سے بے گناہ انسانوں کا خون نہیں بہنا چاہیے میں اپنی زندگی میں کسی طور اس سازش کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

"گازالی کسی قیمت پر نہیں۔ اس میں صرف ویلینی کی یا ہماری بھلائی نہیں ہے بلکہ یہ بے شمار انسانوں کی زندگیوں کا مسئلہ ہے، اور انسانی زندگیاں لے کر اگر ہم نے اپنا مقصد پورا کیا تو گازالی یہ اچھا نہ ہوگا۔ ایسا تو ہم خود بھی کر سکتے تھے۔ یقین کرو، ہم ایسا کر سکتے تھے ہم کسی بھی طرح بے شمار انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنا مقصد حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔ ہم نے تو ان لوگوں کو بھی قتل نہیں کیا، جن سے مسلسل ہمیں تکلیفیں پہنچتی رہی ہیں۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں نے کہا نا۔ کم از کم میرے ذریعے یہ نہیں ہوگا۔ خواہ اس کے لیے مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔" میں نے کہا اور سمبوتورا خاموش ہو گیا۔

یہ خاموشی دیر تک جاری رہی۔ پھر سمبوتورا نے کہا۔

"اُفوہ۔ تمہاری دنیا کے لوگ کتنے خطرناک ہیں کتنے ہولناک ہیں یہ لوگ۔ وہ نہ جانے کہاں سے آئے انہوں نے ویلینی تک کا سفر کر کے ایک عظیم سازش کے ذریعے ویلینی کو اپنے قابو میں کر لیا۔ اور اس کے بعد، اور اس کے بعد، اُفوہ!" سمبوتورا بہت زیادہ حیرت زدہ محسوس ہو رہا تھا۔

"میں نے اسے تسلیاں دیتے ہوئے کہا کہ وہ ان پہاڑوں میں رہ کر صرف اپنا تحفظ کرے۔ مجھے جس وقت بھی اس کی ضرورت ہوگی میں خود اس سے ذہنی رابطہ قائم کروں گا۔ یا پھر یہ بات طے کر لی جائے کہ ایک دن میں دو دفعہ وہ مجھ سے رابطہ ضرور قائم کرے۔

"اس وقت میں ان سب کو چھوڑ کر چلا آیا ہوں۔ وہاں سب ہی تو ہیں، ویلینی، پاشیا۔ گومن، اور باقی وہ تمام جن کا تعلق میرے قبیلے سے ہے۔ میں سکون سے کیسے رہ سکتا ہوں۔ لیکن میرا سکون اب تم ہو گازالی اس بات کو ذہن میں رکھنا۔"

"آرام کرو سمبوتورا۔ مجھے سوچنے دو۔" اور اس کے بعد سمبوتورا سے میرا ذہنی رابطہ ختم ہو گیا۔

"تھوڑی دیر قبل جو خیالات میرے ذہن کو خراب کر رہے تھے اب وہ خود بخود ختم ہو گئے تھے۔ زندگی میں بے شمار ضرورتیں ہیں صرف ایسا ہی تو نہیں کہ انسان اپنی خواہشات کی تکمیل کرے۔ اپنے جیسے لوگوں کی ذمہ داریاں بھی اس پر ہوتی ہیں۔ اور اگر ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے بجائے صرف اپنے آپ کو مطمئن کر لیا جائے تو انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ مجھے اس کا احساس ہو گیا تھا۔ اور اس احساس نے مجھے ذہنی طور پر کافی معتدل کر دیا تھا۔

میں دل ہی دل میں اس بات کو سوچنے لگا تھا کہ زیڈال کی سازش کو کیسے ناکام بنایا جائے۔ میں تو سازش در سازش میں الجھ گیا تھا۔ زیڈال اگر اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گیا تو پھر ان دونوں قبیلوں کے تصادم کو کوئی نہیں روک سکے گا۔ جس کے نتیجے میں بے شمار افراد مارے جائیں گے۔ مجھے کیا طریقہ کار استعمال کرنا چاہیے۔ دیر تک میں سوچتا رہا اور آہستہ آہستہ میرے ذہن کی گرہیں کھلنے لگیں۔ میں نے ایک منصوبہ ترتیب دیا۔ اس منصوبے میں بھی کئی جانوں کو خطرہ تھا۔ لیکن بڑے خطرے کو ٹالنے کے لیے ایک چھوٹا خطرہ تو مول لینا ہی پڑتا۔ خود میری اپنی زندگی اگر خطرے میں پڑ جاتی تو کیا میں اپنے آپ کو آسانی سے موت کے حوالے کر دیتا۔ اس سے قبل بھی تو اپنے ہاتھوں سے قتل کر چکا تھا۔ چنانچہ تھوڑے سے ہنگامے کے بعد یہ بڑا مسئلہ ختم ہو جائے، تو اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔

اس وقت رات کا آخری پہر ختم ہو رہا تھا کہ جب میں اپنی جگہ سے اٹھا اور جھونپڑے کے باہر آ گیا۔ باہر کی فضا خاموش تھی۔ وہ پہریدار ہو چکے تھے۔ جو سردار کے محافظوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن اگر میں اس طرح یہاں سے آگے بڑھا تو گڑبڑ ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ دن کی روشنی کا انتظار کروں یاشوئن نے سن یات کی بیٹی سے شادی کرنے کی اجازت محض اس لیے دی تھی کہ اس طرح وہ سن یات کو اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہتا تھا۔ میں محسوس کر چکا تھا کہ سن یات ہوگا قبیلے کی دوسری بڑی قوت ہے۔ اب یہ میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ دوسری بڑی قوت پہلی بڑی قوت پر حاوی آ سکتی ہے یا نہیں۔

"پہلی بڑی قوت تو یاشوئن تھا۔ جو روحانی پیشوا ہونے کی وجہ سے بہت بڑی طاقت رکھتا تھا۔ سن یات اور یاشوئن دونوں ہی ایک دوسرے کے لیے دل میں کینہ رکھتے تھے۔ اور دونوں ہی ایک دوسرے کو میرے ذریعے نقصان پہنچانا چاہتے تھے اور میں ان دونوں ہی سے اپنا کام نکالنے کا پروگرام ترتیب دے چکا تھا۔ دوسرے دن صبح کے ساڑھے گیارہ بجے تھے جب بنیادی ذمہ داریوں سے فارغ ہونے کے بعد مجھے قدرے سکون کا وقت ملا۔ سکون کا یہ وقت اصولاً مجھے اپنی بیوی یعنی سونیتا کے ساتھ گزارنا چاہیے تھا۔ لیکن ایک سردار کے بہت سے فرائض ہوتے ہیں۔ چنانچہ میں نے سن یات سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کے پاس پہنچ گیا...

سن یات نے پرتپاک انداز میں میرا استقبال کیا، چونکہ اب میں اس کا اپنا تھا۔ لیکن میں نے چہرے پر ایک ایسی کیفیت طاری کر لی تھی جسے دیکھ کر سن یات چونکے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

"کیا بات سانگ جو، کیا بات ہے میرے عظیم دوست، کیا بات ہے میرے اپنے" اس نے میرے چہرے کے تاثرات کو پڑھتے ہوئے پوچھا۔

افسوس تمہارے لیے اچھی خبر نہیں سن یات۔ لیکن تمہارے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے میرا دل لرز رہا ہے کہ نہ جانے تم پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں۔ اور جو کچھ بھی تم پر بیتے گی، سن یات میں اسے سمجھتا ہوں۔ اچھی طرح سمجھتا ہوں۔"

"تمہاری سنجیدگی مجھے پریشان کر رہی ہے، کیا کوئی ایسی ہولناک بات ہے جو میرے لیے بہت زیادہ تکلیف دہ ہو یا اس کا تعلق صرف تمہاری ذات سے ہے۔"

"اب اس کا تعلق میری اور تمہاری دونوں ہی کی ذات سے ہے سن یات۔"

"تو پھر کہو میں برداشت نہیں کر سکتا۔"

"عظیم سن یات۔ تمہارے خلاف ایک بدترین سازش کی گئی ہے۔ ایک اتنا گھناؤنا اقدام کیا گیا ہے جس نے میرے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ میں خود بھی اتنا ہی افسردہ اور رنجیدہ ہوں سن یات، جتنا اس تفصیل کو سننے کے بعد تم ہو سکتے ہو۔ سنو سن یات میں تمہیں یاشوئن کے بارے میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ تم سے مخلص نہیں ہے۔ وہ بہت خوفناک انسان ہے اور اس کا اظہار تم بھی مجھ سے کر چکے ہو۔ تم مجھے یہ بتا چکے ہو کہ ہر سردار یاشوئن کا غلام ہوتا ہے، اور اسی غلامی سے مجھے بچانے کے لیے تم نے میرے ساتھ ایک احسان کیا تھا۔ اور وہ احسان میری زندگی بن گیا تھا سن یات۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ

لوئی سن اب میرے لیے وہی حیثیت رکھتی ہے جو دنیا کے کسی بھی مرد کے لیے اس کا خاندان یا اس کی بیوی۔ لیکن آہ لوئی سن کو میرے ساتھ ایک لمحہ بھی نہیں گذارنے دیا گیا۔ ایک ایسی ہولناک سازش کی گئی جس نے لوئی سن کو تم سے اور مجھ سے دونوں سے چھین لیا۔ وہ کہاں گئی کیا ہوا۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا لیکن جو یا شوٹن نے ہم دونوں کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہے۔"

"کیا بک رہے ہو، کیا کہہ رہے ہو سانگ جو، کہاں ہے میری لوئی سن، کیا ہوا ہے اُسے؟ کیا کیا اس نے؟" سن یات کی آواز طیش سے لرز رہی تھی۔

"عظیم سن یات۔ میری شانوں پر تم نے ہوگا کی سرداری کی ذمہ داری رکھ دی ہے۔ میں پہلے ہی مرحلے میں محسوس کر رہا ہوں کہ میں اس ذمہ داری کو اٹھانے کا اہل نہیں ہوں۔ جہاں یا شوٹن جیسے سازشی موجود ہوں وہاں میری کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ اس نے مجھ پر ہی نہیں تم پر بھی وار کیا ہے سن یات۔ اور میں جانتا ہوں کہ اس نے تمہارے وجود پر ایک کاری ضرب لگائی ہے۔"

"لوئی سن کہاں ہے مجھے صرف اس بات کا جواب دو۔" سن یات نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"آہ۔ شاید اُسے قتل کر دیا گیا ہے۔" میں نے کہا۔ اور سن یات کی آنکھیں خون برسانے لگیں۔ اس کی چمکدار آنکھوں کو دیکھ کر مجھے ایک لمحے کے لیے خوف کا سا احساس ہوا۔ میری ریڑھ کی ہڈی میں ایک ٹھنڈی لہر سرایت کر گئی۔ وہ چند لمحوں تک اسی طرح مجھے گھورتا رہا پھر اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"کس نے قتل کیا اُسے!"

"یقیناً یا شوٹن نے اپنے ہاتھوں سے۔"

"پوری بات بتاؤ!" سن یات کے انداز میں ایک دم ٹھہراؤ سا آگیا۔

"معزز سن یات۔ یہ بات تم جانتے ہو کہ جو لڑکی بیوی کی حیثیت سے زندگی میں آتی ہے، اس سے پہلے ہی مرحلے میں ذہنی لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ احساسات کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے۔ جس لڑکی کو میں نے اپنی بیوی کی حیثیت سے اپنی ذات کے لیے قبول کیا وہ دوسری تھی۔ لیکن اس کے بعد جو لڑکی لوئی سن کی حیثیت سے میرے پاس لائی گئی، اس نے انتہائی کوشش کی کہ وہ خود کو لوئی سن ثابت کر سکے، لیکن میری نگاہوں نے اُسے پہچان لیا کہ وہ لوئی سن نہیں ہے بلکہ اُسے لوئی سن بنا کر میرے پاس بھیج دیا گیا ہے۔ تاکہ یا شوٹن میری سازشوں سے باخبر رہ سکے۔ میں نے جب یہ محسوس کیا تو اپنی انتہائی کوششوں سے یہ بات معلوم کر لی کہ یا شوٹن نے ایک اور ہی لڑکی کو لوئی سن کے روپ میں میرے پاس بھیج دیا ہے اور وہ لوئی سن کی حیثیت سے نہ صرف میرے بارے میں بلکہ تمہارے بارے میں بھی یا شوٹن کو حالات سے آگاہ کرنے کی ذمہ داری قبول کر چکی ہے۔ وہ لڑکی اس وقت بھی میرے خیمے میں لوئی سن کی حیثیت سے موجود ہے۔ میں نے اس پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں اس کی اصلیت سے آگاہ ہو گیا ہوں میں تمہارے پاس آیا ہوں سن یات۔ اور سنو میرے عظیم بزرگ جذباتی فیصلے ہمیشہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ شیطانی قوتوں کا مالک یا شوٹن شاید لوئی سن کو قتل کر چکا ہے اور تمہاری بیٹی اب اس دنیا میں نہیں ہے لیکن اگر تم طاقت کے بغیر یا شوٹن پر دوڑ پڑے تو نتیجہ کچھ اور بھی نکل سکتا ہے۔ میں اپنے طور پر بھی یا شوٹن کو ہلاک کر سکتا ہوں۔ کیونکہ اس نے مجھ سے میری لوئی سن چھین لی ہے۔ لیکن میں تم سے تمہارا حق نہیں چھیننا چاہتا۔ بہتر یہ ہے کہ ہوش سے کام لو۔ اور وہ کرو جس سے یا شوٹن سے مکمل انتقام لیا جا سکے۔ وہ مذہبی پیشوا ہے۔ اور بے شمار افراد اس کے ہمنوا ہیں۔ ہمیں اندھے اقدامات نہیں کرنے چاہئیں۔ بلکہ یا شوٹن کے خلاف کوئی ٹھوس قدم اٹھانا چاہیے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن پہلے یہ بات ثابت کر دو کہ وہ لڑکی لوئی سن نہیں ہے۔"

"اس کے لیے جیسا تم پسند کرو معزز سن یات۔" میں نے کہا اور سن یات سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کے جسم میں بار بار تھرتھری پیدا ہو جاتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے غصے کو قابو میں کرنے کے لیے انتہائی قوتیں صرف کر رہا تھا۔ لیکن عقلمند آدمی تھا۔ میں نے یہ داؤ کھیلا تھا اور وہ اس داؤ میں آگیا تھا لیکن وہ خود جلد بازی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تب اس نے ٹھہرے لہجے میں کہا۔

"وہ میری بیٹی کی حیثیت سے وہاں مقیم ہے۔ میں جب چاہوں اسے اپنے پاس بلا سکتا ہوں۔ لیکن تمہاری اجازت سے۔ تو کیا میں اپنے ہرکاروں کو تھوڑی دیر کے بعد تمہارے پاس اس لیے بھیجوں کہ وہ لوئی سن کو میرے پاس لے آئیں میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم اُسے اس کی اجازت دے دینا اور اس کے بعد میں تم سے دوبارہ ملاقات کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن اس لڑکی سے ہوشیار رہنے کی کوشش کرنا وہ کون ہے، کہاں سے آئی ہے۔ یہ میں نہیں جانتا۔ البتہ تم اس کے چہرے کو ہر طرح سے آزما کر دیکھ لینا۔ یقیناً اس کے اصل چہرے کے نیچے سے کوئی دوسرا چہرہ برآمد ہوگا۔ لیکن سن یات انتہائی ہوشیاری سے وہ ہمارے ساتھ کوئی جوابی کارروائی بھی کر سکتی ہے۔ کیونکہ وہ سمجھ جائے گی کہ میں بھی تمہارے ساتھ شریک ہوں۔"

"تم بالکل مطمئن رہو سانگ جو۔ میرے سینے میں جو جہنم سلگا دی ہے تم نے وہ بہت کچھ کر کے رہے گا۔ جاؤ اب تم واپس چلے جاؤ اور مجھے ان انگاروں پر لمحات گذارنے دو جو میرے وجود کو خاکستر کیے دے رہے ہیں۔ جاؤ سانگ جو جاؤ۔ واپس جاؤ۔" سن یات نے کہا۔ اس کی آواز میں بھیڑیوں جیسی غراہٹ تھی۔

میں واپس پلٹ پڑا، لیکن میرا دل ہول رہا تھا۔ جو کارروائی میں نے کی تھی بہت زیادہ پیچیدہ نہیں تھی۔ لوئی سن کو اپنے پاس بلوانے کے بعد سن یات نے اگر اس سے حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کی تو لوئی سن کیا جواب دے گی۔ یہ میں نہیں جانتا تھا۔ تاہم یہ خطرہ تو مول لینا ہی تھا۔ اب اس کا نتیجہ جو کچھ بھی ہو۔ سمبوتورا کو ابھی اپنی اس کارروائی سے آگاہ کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ وہ بے چارہ اس سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ کم از کم وہ خود محفوظ رہا فی الحال اتنا ہی کافی تھا۔

میں اس انداز میں وہاں سے واپس آگیا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔ فوراً ہی میں نے سونیتا سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ دل کے ایک گوشے میں سونیتا کے لیے یہ احساس سر ضرور ابھار رہا تھا کہ وہ یقیناً سن یات کے ہاتھوں ماری جائے گی۔ لیکن میں اس سلسلے میں بھلا کیا کر سکتا تھا۔ بے شمار افراد کی زندگیاں بچانے کے لیے بہت سی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اور پھر سونیتا تو ایک سازش کے تحت مجھ تک پہنچی تھی۔ میرے دل میں اس کے لیے ہمدردی کے جذبات صرف انسانی رشتوں کے تحت تو جاگ سکتے تھے، اس سے زیادہ ان کی حیثیت نہیں تھی۔

میں انتظار کرتا رہا۔ اور وقت بہت زیادہ نہیں گذرا۔ میں جانتا تھا کہ بہت زیادہ وقت نہیں گذرے گا۔ چلر آدمی لوئی سن کو سن یات کا پیغام دینے کے لیے آئے۔ انہوں نے چند دوسرے لوگوں کے سامنے سن یات کا پیغام دیا کہ وہ اپنی بیٹی لوئی سن سے ملنا چاہتا ہے۔ اور اگر سردار کی اجازت ہو تو وہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔ میں نے فراخدلی سے انہیں اجازت دے دی کہ اگر لوئی سن ان کے ساتھ جانے کے لیے آمادہ ہو تو میں اسے روکنا پسند نہیں کروں گا۔ اور وہ لوئی سن کے جھونپڑے کی جانب چل پڑے۔ تھوڑی دیر بعد لوئی سن اس جگہ آئی جہاں میں موجود تھا۔ میں نے جان بوجھ کر ان لوگوں کو اپنے ساتھ رکھا تھا تاکہ میرے لیے وہ گواہوں کی حیثیت رکھیں۔ لوئی سن نے ایک لمحے کے لیے مجھ سے تنہائی میں گفتگو کرنے کی اجازت مانگی اور میں ان لوگوں سے ہٹ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"سن یات نے مجھے طلب کیا ہے۔ تم مجھے روک لو گازالی مجھے روک لو۔ اس شخص کے سامنے جاتے ہوئے مجھے شدید خوف کا احساس ہوتا ہے۔"

"سونیتا سوچو تو وہ لوئی سن کا باپ ہے۔ اور ایک باپ کسی بھی وقت اپنی بیٹی سے ملنے کی خواہش کا اظہار کر سکتا ہے۔ میرا روکنا کسی طور مناسب نہیں ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ تم ہمت سے کام لو اور اس سے اسی انداز میں بات کرو جس طرح اس کے پاس رہتی رہی ہو۔"

"اوہ پتا نہیں کیوں میرا دل ڈر رہا ہے۔ بہرطور میں جاتی ہوں۔ لیکن بہتر یہ ہوگا کہ تھوڑی دیر کے بعد تم مجھے واپس طلب کر لینا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور سونیتا ان لوگوں کے ساتھ چلی گئی، میں اسے جاتے دیکھتا رہا۔

یہ حسین دلکش لڑکی اپنے باپ کی سازشوں کا شکار ہو رہی تھی۔ بھلا میں اس کی زندگی کے لیے کیا کر سکتا تھا چنانچہ میں نے اُسے اسی لمحے صبر کر لیا۔ لیکن بعد کے حالات کے بارے میں جانتا تھا کہ کیا نوعیت اختیار کر لیں گے۔ یقینی طور پر ہنگامہ آرائی ہوگی اور میں اس میں براہ راست ملوث رہوں گا۔ مجھے جو کچھ کرنا تھا۔ نہایت ہوشیاری سے کرنا تھا۔ اس وقت تو سمبوتورا سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کا موقعہ گذر رہا تھا۔ سونیتا کے واپس آنے کا کوئی تصور میرے ذہن میں نہیں تھا۔ نہ کسی نے مجھ سے اس کے بارے میں کہا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔

رات کو میں اپنی آرام گاہ میں تنہا ہی رہا۔ میری نگاہیں بار بار اس گوشے کی طرف اٹھ جاتی تھیں جہاں سونیتا، پچھلی رات موجود تھی۔ پچھلی رات کے ہیجان خیز واقعات میرے ذہن کو اس وقت بھی خراب کر رہے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سا احساس بھی میرے ذہن میں جاگ رہا تھا۔ جب چاروں طرف مکمل خاموشی طاری ہو گئی تب میں بے چینی سے سمبوتورا سے ذہنی رابطہ قائم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اور جب اس کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو میں نے اس کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق خود ہی اس سے رابطے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔

سمبوتورا نے فوراً میرے ذہن میں کہا۔ "آہ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا کیا کر رہے ہو۔ میں تو سوچ سوچ کر ہی بیمار ہو گیا ہوں گازالی کہ اگر صورت حال بگڑ گئی تو کیا ہوگا۔؟"

"سمبوتورا میں نے وہ کیا ہے جو اپنی زندگی میں اس سے قبل کبھی نہیں کیا۔ اور اب اس کے نتائج بہت جلد ظاہر ہو جائیں گے۔"

"یعنی جو کچھ ہوا ہے ہمارے حق میں ہے؟" سمبوتورا نے

سوال کیا۔

"ہاں میری کاوشوں کا نتیجہ بہتر ہی نکلنا چاہیے۔ حالانکہ اس کے لیے مجھے ایک ایسی لڑکی کی جان لینی پڑی ہے جسے بہر طور میں اس گناہ گار نہیں سمجھتا تھا۔"

"میں تو کچھ بھی نہیں سمجھا گازالی۔" سمبو تورا نے کہا۔

"سمبو تورا میرا خیال ہے کہ میری کاوشوں کے نتائج آج رات کو یا کل دن میں سامنے آجائیں گے۔ میں نے دونوں قبیلوں کے تصادم کو روکنے کی ایک کوشش کی ہے۔ دیکھیں اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔"

"کچھ تو مجھے بتاؤ؟" سمبو تورا نے کہا۔

"اور میں نے اُسے اپنی کاوشوں کے بارے میں بتا دیا۔

سمبو تورا ساکت رہ گیا۔ اور پھر اس نے کہا۔ "یہ سب کچھ تم ہی کر سکتے ہو گازالی۔ ہمارے ذہن اس سلسلے میں ناکارہ ہیں۔ تاہم اتنا ضرور کہوں گا میں کہ اس قتل عام کو روکنے میں تمہاری یہ کوشش انتہائی سود مند ہو سکتی ہے۔ باقی تمام باتیں اس کے بعد دیکھی جائیں گی۔ پہلے تو ہم اس نئے سلسلے سے نمٹ لیں۔ ویسے میں اپنے طور پر یہاں بالکل مطمئن ہوں۔ میں نے اپنے لیے جگہ بنالی ہے۔ اور کسی کو بھی میرے اوپر شک نہیں ہو سکا ہے۔ میں اب تم سے جلد ملاقات کا خواہشمند ہوں۔"

"یہ ابھی مشکل ہے سمبو تورا۔ ہو سکتا ہے یہاں ہوگا میں ہماری ملاقات ہی نہ ہو۔" میں نے کسی خیال کے تحت کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"ابھی میں تمہیں سمجھا بھی نہیں سکتا سمبو تورا۔ بس تمہیں یہ اطمینان دلانا ضروری تھا۔ اور اس لیے میں تم سے ذہنی رابطے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انتظار کروں گا۔ ویسے صورت حال سے میں خود بھی باخبر رہوں گا۔" سمبو تورا سے میں نے ذہنی رابطہ ختم کر دیا۔ اس وقت اس سے زیادہ گفتگو کرنا مناسب نہیں تھا اور میں خود بھی الجھا ہوا تھا۔

بھری رات کا نہ جانے کونسا پہر تھا جب بستی میں ہنگامہ آرائی کی آوازیں سنائی دیں چیخ، پکار، شور و غل کی آوازوں نے بستی کے لوگوں کو جگانا شروع کر دیا تھا۔ میں خود بھی باہر آگیا۔ میرے محافظ جھونپڑے کے گرد گھوم رہے تھے۔ میں نے ان سے اس شور و غل کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے معذوری کا اظہار کر دیا تب میں نے دو محافظوں کو صورتحال معلوم کرنے کے لیے بھیجا اور محافظ دوڑ گئے۔ میں انتظار کرتا رہا۔ ویسے تھوڑا بہت اندازہ مجھے ضرور تھا کہ یہ شور و غل کس سلسلے میں ہے۔ لیکن سن یات نے کیا کارروائی کی ہے اس کا مجھے کوئی علم نہیں تھا۔ محافظ کافی دیر کے بعد واپس آئے ان کے چہرے اترے ہوئے تھے۔

"پتا نہیں کیا ہوا ہے سردار، کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ لوگ مختلف قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ سن یات کے آدمی قتل و غارت گری کرتے پھر رہے ہیں۔ لیکن واضح طور پر کسی نے کچھ نہیں بتایا۔ بس اب صبح ہونے والی ہے۔ ہمارے بہت سے ساتھی اِدھر اُدھر صورتحال معلوم کرنے کے لیے دوڑ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں اگر سردار کا کوئی خاص حکم ہو تو ہمیں دے دیا جائے۔"

"میں خود صورتحال کا جائزہ لوں گا۔" میں نے کہا۔

سردار کی حیثیت سے اپنے جھونپڑے میں چھپے رہنا مناسب بات نہیں تھی۔ کیونکہ بہر طور میرے شانے پر اس قبیلے میں امن و امان کی ذمہ داری تھی۔ میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ مشرق میں پو پھٹ رہی تھی۔ باہر نکل کر میں نے اپنے محافظ دستے کو جمع کیا اور پھر صورتحال معلوم کرنے کے لیے نکل گیا۔

شور و غل کی آوازیں ہوگا قبائل کے جنوبی حصے سے آرہی تھیں۔ اور یہی حصہ یاشوئن کی رہائش گاہ کا تھا۔ یہی وہ خانقاہ تھی جہاں یاشوئن فروکش تھا۔ میں نے اسی خانقاہ کی طرف رُخ کیا۔ یہ حقیقت تھی کہ متعدد پروہت اور کاہن خانقاہ کے سامنے مردہ پڑے ہوئے تھے۔ سن یات نظر نہیں آرہا تھا اور اب تو دوسرے لوگ بھی غالباً یہاں سے چلے گئے تھے۔ ہنگامہ آرائی کی آوازیں اب بند ہو گئی تھیں۔ کاہنوں اور پروہتوں کی لاشیں دیکھ کر محافظوں کے چہرے خوف سے سکڑ گئے۔ میں نے خود بھی حیرت سے ایک ایک کاہن کی لاش دیکھی اور پھر خانقاہ میں داخل ہو گیا۔ خانقاہ میں خون ہی خون بکھرا ہوا تھا۔ غالباً سن یات نے اس خانقاہ میں رہنے والے ہر شخص کو قتل کر دیا تھا۔ یاشوئن کی لاش ان لوگوں میں نظر نہیں آرہی تھی، لیکن اس کے قریبی لوگوں کو میں دیکھ چکا تھا۔ اور اب اس بات میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں تھی کہ سن یات نے دیوانگی کے عالم میں خونریزی شروع کر دی ہے۔ میں تمام قبیلے کا چکر لگانے کے بعد واپس اپنے جھونپڑے پر پہنچ گیا۔ پورے قبیلے میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ اور لوگ صورتحال جاننے کے لیے بے چین تھے۔ مجھے دیکھ کر ان کے چہروں پر سوالیہ تاثرات ابھرے ہوئے تھے۔ لیکن کسی نے آگے بڑھ کر مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔

میں اپنے جھونپڑے پر پہنچا تو وہاں پر بھی بہت سے لوگ موجود تھے۔ یہ سب قبیلے کے معززین اور بزرگ تھے وہ مجھ سے

اس صورت حال کے بارے میں استفسار کرنے لگے۔ میں نے ان سے کہا کہ شاید خانقاہ پر کوئی تباہی نازل ہوئی ہے۔ متعدد کاہن اور پروہت مردہ پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کا قاتل کون ہے، یہ ابھی تک علم میں نہیں آسکا۔ قتل و غارتگری کرنے والے روپوش ہو گئے ہیں۔

"کیا خانقاہ پر حملہ نیک شگون ہے۔ وہ کون بدبخت ہے، جس نے خانقاہ پر حملہ کر کے قتل و غارتگری کی ہے؟"

اسی وقت ایک غلغلہ سا اٹھا اور میں نے دیکھا کہ سن یات اپنے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ ہاتھوں میں خون آلود کلہاڑے اور بھالے لیے ہوئے اسی طرف آرہا تھا۔ اس کے عقب میں شاید سونیتا بھی تھی۔ سونیتا کو زندہ دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں پریشانی کے تاثرات ابھرے۔ لیکن پھر میں نے صورتحال کو سنبھالنے کی اپنے طور پر تیاریاں کر لیں۔ سن یات میرے سامنے پہنچا اس نے اپنا خون آلود کلہاڑا میرے پیروں کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا۔

"معزز سردار، عظیم سانگ جو، میں نے تیرے خلاف بغاوت نہیں کی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ میرا خون آلود کلہاڑا تیرے قدموں میں موجود ہے۔ اور یہی نہیں۔ میرے ساتھ جتنے بھی لوگ ہیں یہ سب تیرے اطاعت گزار ہیں۔ لیکن میرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے، میں نے اس کا انصاف خود ہی کر لیا ہے اگر اسے جرم تصور کیا جا سکتا ہے تو میں اس کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔ اسے دیکھ، اس لڑکی کو دیکھ جسے میں نے تیری بیوی کی حیثیت سے تیری زندگی میں شامل کر دیا تھا۔ میری اکلوتی بیٹی میری زندگی بھر کا ثمر جو یاشوئن کی سازش کا شکار ہو گئی۔ یاشوئن نے اُسے ہلاک کر دیا۔ اور ایک نقلی لڑکی کو میری بیٹی کی حیثیت سے تیرے پاس پہنچا دیا۔ اسے دیکھ تیری یہ بیوی، میری بیٹی لوئی سن نہیں ہے۔ بلکہ یہ کوئی اور لڑکی ہے جسے یاشوئن نے اپنے مذموم مقصد کے لیے استعمال کیا۔ مجھے بہت پہلے سے علم تھا، معزز سردار کہ طویل عرصے سے ہوگا قبیلہ یاشوئن کی سازشوں کا شکار رہا ہے۔ میں نے بارہا ہوگا کے لوگوں کی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی، لیکن بوڑھے پروہت نے اس طرح ان پر اپنا اثر قائم کر رکھا تھا کہ کوئی میری بات سننے کے لیے تیار نہیں تھا اور جب یاشوئن کا خونی ہاتھ میرے گریبان تک پہنچ گیا تو میں نے لوگوں کا تصور ذہن سے ختم کر دیا۔ میں نے خود اپنا فیصلہ کر لیا اور اس وقت ہوگا میں ایک بھی پروہت زندہ نہیں ہے۔ ہاں یہ بہت ضروری تھا معزز سردار یہ بہت ضروری تھا۔ یاشوئن اپنی وحشت خیزیوں میں اتنا درندہ بن گیا تھا کہ اس کی تفصیل اگر میں بتاؤں تو تو یقین نہیں کرے گا۔ آج میں نے اس کی تمام برائیوں کا انتقام اس سے لے لیا ہے۔ اور اب میں تیرے سامنے ایک مجرم کی حیثیت سے پیش ہوں۔ یہ دیکھ اس لڑکی کا اصل چہرہ دیکھ۔" سن یات نے سونیتا کے سر کے بالوں کو پکڑ کر پوری قوت سے انہیں کھینچ لیا اور سونیتا کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی اب اس کا اصل چہرہ سب کے سامنے تھا۔ لوگ متحیر رہ گئے۔

سن یات نے کہا۔ "میں نے غلط نہیں کہا تھا اور اس کا ثبوت میں نے پیش کر دیا۔ میں مجرم نہیں ہوں سانگ جو، میں تیرا دوست تیرا ہمدرد ہوں۔ لیکن آہ میرے دل کی دنیا اجاڑ دی گئی۔ مجھے انتقام کے لیے مجبور کیا گیا۔ اور میں نے اپنا انتقام لے لیا۔ آج یاشوئن اس دنیا میں نہیں ہے۔ میں نے اس کی لاش کے ٹکڑے کر کے بستی کے باہر پہاڑوں میں پھینک دیا ہے اور میں ہر اس شخص کو قتل کر دینا چاہتا ہوں جو کہ یاشوئن کے حق میں آواز اٹھائے۔ یہ لڑکی جس نے میری بیٹی کی جگہ لی ہے، میں نے صرف اس لیے اب تک زندہ رکھی ہے کہ اس کی اصلی شکل تیرے سامنے پیش کر دوں۔"

سونیتا کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی۔ "مجھے بچاؤ گازالی مجھے بچاؤ۔" وہ بے اختیار میری طرف دوڑی۔ لیکن اسی وقت سن یات نے اپنے قریب کھڑے ہوئے شخص کے ہاتھ سے کلہاڑا لے کر پوری قوت سے سونیتا کی طرف پھینک کر مارا۔ کلہاڑا سونیتا کی گردن میں پشت کی طرف سے پیوست ہو گیا اور اس نے سونیتا کے نازک بدن میں پوری طرح گھر کر لیا۔ سونیتا کے دونوں ہاتھ فضا میں اٹھے اور اس کے بعد ایک اور چیخ اس کے منہ سے برآمد ہوئی اور پھر وہ اوندھے منہ نیچے آرہی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس لی۔ میرا تو خیال تھا کہ سونیتا کی اصلیت معلوم ہوتے ہی سن یات اسے قتل کر دے گا۔ لیکن وہ اسے زندہ یہاں تک لایا تھا۔ میں ساکت و جامد نگاہوں سے سونیتا کو دم توڑتے ہوئے دیکھتا رہا اس حادثے نے اور اس کی شدید نوعیت نے مجھے ذہنی اور جسمانی طور پر شل کر کے رکھ دیا۔

سن یات آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گیا۔ "میں ظالم یاشوئن کی درندگی کا شکار ہوا ہوں۔ مجھے انصاف چاہیے معزز سردار مجھے انصاف چاہیے۔"

"ہم اس کا فیصلہ معززین سے مشورے کے بعد کریں گے۔ تم واپس جاؤ سن یات۔ ہم بہت جلد تم سے ملاقات کریں گے۔" میں نے نجانے کس طرح خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

میں نے اندازہ لگایا تھا کہ سونیتا مر چکی ہے۔ افسوس کہ میرا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ یاشوئن، سن یات کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ سن یات کے سلسلے میں قبیلے والوں کو خود فیصلہ کرنا تھا کہ وہ کیا کریں گے

میرا کام تو بالکل ہی مختلف تھا۔ لوگوں میں ہنگامہ آرائیاں شروع ہو چکی تھیں۔ اس وقت کوئی نہیں تھا جو سن یات کے اس فعل کی مذمت کر سکے۔ سب جانتے تھے کہ سن یات کسی بھی خونریزی سے گریز نہیں کرے گا۔ میں واپس اپنے جھونپڑے میں آگیا۔ میرے بدن میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی۔ اب اس پروگرام کے دوسرے مرحلے پر عمل کرنا تھا چنانچہ میں نے وہ ٹرانسمیٹر نکال لیا، جسے استعمال کرنے سے مجھے منع کر دیا گیا تھا کہ میں اس پر پروفیسر زیڈال سے رابطہ قائم نہ کروں سوائے کسی شدید ضرورت کے۔ لیکن اب صورتحال بالکل مختلف تھی۔ میں جانتا تھا کہ یہاں موجود لوگوں میں سے کئی یقینی طور پر زیڈال کے آدمی ہوں گے۔ چونکہ اس کے ساتھی یہاں خاصی تعداد میں پھیلے ہوئے تھے، فوراً ہی زیڈال کو اس بارے میں اطلاع پہنچ جائے گی۔ چنانچہ اس سے قبل کیوں نہ میں خود ہی اس بات کا اظہار اس سے کر دوں چنانچہ صورتحال کے پیش نظر میں نے پروفیسر زیڈال سے رابطہ قائم کیا۔ اور چند لمحات کے بعد اس کی آواز ابھری: "ہیلو زیڈال۔"

"ہیلو زیڈال، میں گازالی بول رہا ہوں۔"

"اوہ مسٹر گازالی۔ خیریت، مجھ سے گفتگو کی ضرورت کیوں پیش آئی جبکہ میں سنے۔"

"غضب ہو گیا ہے مسٹر زیڈال۔ اتنا خوفناک واقعہ ہو گیا ہے کہ آپ تصور نہیں کر سکتے۔"

"کیا ہوا؟ براہ کرم جلدی بتاؤ۔"

"مسٹر زیڈال۔ مجھے آپ کو یہ اطلاع دیتے ہوئے انتہائی افسوس ہے۔ سونیتا کو قتل کر دیا گیا ہے۔" دوسری طرف سے ہلکی سی آواز آئی جس سے یہ اندازہ ہوا تھا کہ ٹرانسمیٹر پروفیسر زیڈال کے ہاتھ سے گر گیا ہے۔ پھر اس کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا کہہ رہے ہو، پھر سے کہو، میری سماعت میرا ساتھ نہیں دے رہی، کیا کہہ رہے ہو، کیا کہہ رہے ہو۔ کیا بکواس ہے یہ؟"

"ہاں۔ پروفیسر زیڈال وحشیوں کی اس بستی میں تم نے اپنی بیٹی کے تحفظ کے لیے کوئی معقول بندوبست نہیں کیا تھا۔ تم نے ایک پروگرام پر عمل تو کر ڈالا تھا۔ لیکن اس کے لیے ایسی کارروائیاں نہیں کی تھیں، جس سے میری اور سونیتا کی حفاظت ہو سکتی۔ میں اس تمام حادثے کا ذمہ دار تمہیں قرار دیتا ہوں۔"

"ہوا کیا، کیا ہوا، جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا بالکل درست ہے کیا سونیتا مر چکی ہے، یا زخمی ہے، کیا ہوا ہے اسے براہ کرم جلدی سے بتاؤ۔"

"مسٹر پروفیسر زیڈال۔ تم نے اپنی دانست میں تمام کارروائیاں کی تھیں لیکن اب میں تمہیں یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ یہاں ہوگا میں صرف تمہارے ہی آدمی نہیں۔ بلکہ تمہاری مخالف پارٹی کے افراد بھی موجود ہیں اور انہیں تمہاری اس کارروائی کا علم ہو چکا ہے۔"

"آہ۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے صرف سونیتا کے بارے میں بتاؤ۔ صرف سونیتا کے بارے میں۔" پروفیسر زیڈال کی غراہٹ سنائی دی۔

"سونیتا کو تم نے یہاں کے ایک خونریز شخص سن یات کی بیٹی کی حیثیت سے میرے پاس بھیجا تھا۔ سن یات کی بیٹی کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ لیکن سونیتا اپنا راز سن یات سے چھپا نہ سکی۔ کل سن یات نے اسے ازراہ محبت اپنے پاس طلب کیا تھا وہ مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی۔ اور پھر واپس نہیں آئی۔ رات کے آخری پہر میں نے ہوگا قبیلے میں آہ و بکا کی آوازیں سنیں، اور جب صورتحال کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ سن یات نے یہاں کے روحانی پیشوا یاشوئن کو قتل کر دیا ہے اور خانقاہ میں موجود تمام کاہنوں اور پروہتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اس کے خیال میں یاشوئن نے یہ سازش اس کے خلاف کی تھی اور کسی اجنبی لڑکی کو اس کی بیٹی کی حیثیت سے میرے پاس بھیجا تھا۔ سن یات کے کہنے کے مطابق یہ صرف یاشوئن کی سازش تھی۔ کیونکہ وہ بہت عرصے سے ہوگا قبائل میں اپنی شان برقرار رکھنے کے لیے ایسی کارروائیاں کرتا رہا ہے۔ سن یات نے اپنا فیصلہ خود ہی کر لیا۔ مجھے انتہائی دکھ ہے پروفیسر زیڈال کہ بروقت باخبر نہ ہونے کی وجہ سے میں سونیتا کو نہیں بچا سکا۔ سن یات نے سونیتا کو بھی قتل کر دیا اور اس کی وجہ جہاں تک میری سمجھ میں آسکی ہے پروفیسر زیڈال صرف تمہاری پارٹی کی مخالف پارٹی کے افراد ہیں جنہوں نے یہ کارروائی کی ہے۔ چند پراسرار لوگوں کو میں نے سونیتا کی تاک جھانک میں دیکھا تھا اور جب میں نے انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کی تو مجھے اس میں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ یہ لوگ بظاہر جنگلیوں ہی کا روپ دھارے ہوئے تھے۔ لیکن ان میں سے ایک کے خدوخال میں دیکھ چکا ہوں۔ وہ سو فیصدی ان علاقوں کا باشندہ نہیں، بلکہ ان لوگوں کا روپ دھارے ہوئے تھا۔"

"تو سونیتا ماری گئی۔ میری زندگی ختم ہو گئی۔ بہت بڑا نقصان ہوا ہے مجھے۔ ناقابل تلافی نقصان۔ اور اس نقصان نے میری زندگی کا رخ ہی بدل دیا ہے۔ گازالی سونیتا کی لاش کہاں ہے؟"

"مجھے افسوس ہے پروفیسر زیڈال کہ اس کی لاش بھی میری تحویل میں نہیں ہے۔ میں ذہنی طور پر اس قدر پریشان ہوں کہ تمہیں بتا ہی نہیں سکتا۔ مجھے مشورہ دو پروفیسر زیڈال کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے یہاں تو سارا کھیل ہی بگڑ گیا۔ جو کارروائی ہم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بالکل ہی نئی صورت حال اختیار کر گئی۔"

"سونیتا کے قاتلوں کو معاف نہیں کیا جائیگا۔ میں ان جنگلیوں کو اس کا قاتل نہیں سمجھتا۔ اصل قاتل وہ ہیں جنہوں نے سونیتا کے خلاف جوابی سازش کی۔ نہیں گازالی نہیں۔ میں اپنی بیٹی کے غم کو کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کر سکتا۔ تم فوراً واپس آ جاؤ گازالی۔ اب تمہاری وہاں ضرورت نہیں ہے۔ پروگرام اب وہ نہیں ہوگا جو تھا۔ واپس آجاؤ گازالی۔ واپس آجاؤ۔ مجھے اب ان لوگوں کی قتل و غارت گری سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم واپس آجاؤ جب تم اس راستے سے دوسری سمت پہنچو گے تو تمہارا انتظار کروں گا۔ تاکہ صحیح صورت حال سے واقفیت ہو سکے۔ جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔ اس کے لیے انہیں اتنی بدترین سزا بھگتنا ہوگی کہ وہ ساری زندگی یاد رکھیں گے۔ تم واپس آجاؤ گازالی۔" پروفیسر زیڈال پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا اور اس کے بعد اس نے اپنی ہی طرف سے ٹرانسمیٹر کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

صورتحال کسی حد تک پرسکون تھی۔ باہر ہنگامہ آرائیاں ہو رہی تھیں۔ مجھ سے واپس آنے کے لیے کہا گیا تھا چنانچہ مجھے اس سلسلے میں کافی محنت کرنی تھی۔ لیکن اس سے پہلے سمبوتورا سے ذہنی رابطہ قائم کرنا ضروری تھا۔ میں نے اس کی کوششیں شروع کر دیں۔ حالانکہ باہر انتشار تھا۔ لیکن کسی نہ کسی طرح میں اپنے ذہن کو مجتمع کر کے سمبوتورا کے ذہن تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔ اور سمبوتورا کی آواز ابھری۔

"ہاں میں سن چکا ہوں، اور کسی حد تک دیکھ بھی چکا ہوں، اور مجھے تمہارا انتظار تھا۔"

"سمبوتورا۔ پروفیسر زیڈال کا تعارف میں تم سے کرا چکا ہوں۔ اسی کی سازش کے تحت میں اس سمت آیا تھا۔ اب واپس جا رہا ہوں اور میرا خیال ہے آج رات میں واپس ویلیتی کی سرحدوں میں ہوں گا تمہیں بھی، اسی راستے سے واپس پہنچ جانا چاہیے۔ اپنے لیے پھر کسی ایسی رہائش گاہ کا بندوبست کرو۔ جہاں میں تم سے رابطہ قائم کر لوں۔"

"سنو گازالی سنو، اب تم مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش مت کرنا۔ بلکہ میں خود ہی تم پر نگاہ رکھوں گا۔ بس مجھے اتنا بتا دو کہ تم کس وقت اس راستے سے سرحد عبور کرو گے؟"

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا سمبوتورا کہ تم اب کسی بھی مشکل میں میری قربت میں پہنچ جاؤ گے۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے کس وقت ان راستوں کی طرف نکل جانا پڑے۔ تم مجھ پر نگاہ رکھو۔"

"لیکن تم سردار کے جھونپڑے میں ہو۔"

"ہاں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ جب تم باہر نکلو گے تو میں تمہارے تعاقب میں رہوں گا۔"

"لیکن سمبوتورا تمہیں اپنی حفاظت بھی کرنا ہوگی۔"

"ہوائیں میری حفاظت کرتی ہیں میری فکر نہ کرو۔" سمبوتورا نے جواب دیا اور میں نے اس سے ذہنی رابطہ ختم کر دیا۔

وقت کا ایک ایک لمحہ سنسنی خیز تھا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ جو یاشوئن کے قتل کے بعد یہاں کیا حالات پیدا ہوں گے۔ لیکن یہ محسوس ہوتا تھا کہ سن یات ہوگا قبیلے میں بہت زبردست قوت رکھتا ہے۔ اور اس کا اظہار یاشوئن بھی مجھ سے کر چکا تھا بہر طور ہوگا کی تاریخ تبدیل ہوئی تھی۔ اور اس کے بعد ہوگا مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ دوپہر ہوئی تھی کہ ہوگا قبیلے کے بہت سے معززین میرے جھونپڑے کے قریب پہنچ گئے اور انہوں نے مجھ سے گفتگو کی اجازت مانگی۔ میں ان کے درمیان پہنچ گیا تھا۔ یہ گویا سردار کا اجلاس تھا۔ تمام چہرے خوف سے سمٹے سکڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"معزز سانگ جو۔ جو کچھ ہوا ہے اس سے پہلے قبیلے کی تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ روحانی پیشوا اور ہماری مصیبتوں کو دور کرنے والے یاشوئن کے قتل کے بعد اب ہم بے سہارا رہ گئے ہیں۔ کیا سن یات کے بارے میں تم نے کوئی فیصلہ کیا۔ معزز سردار۔ کیا سن یات جیسے وحشی جنگجو کو اس کی کارروائیوں کے لیے ایسے ہی چھوڑ دینا مناسب ہوگا۔ اس نے الزام لگایا ہے کہ جو یاشوئن نے اس کی بیٹی کو قتل کر کے ایک اور لڑکی کو اس کا ہمشکل بنایا اور تیری خلوت میں بھیج دیا۔ کیا تو ہمیں بتا سکتا ہے معزز سردار کہ یاشوئن نے ایسا کیوں کیا۔"

"سن یات ہی اس سلسلے میں ہماری بہتر رہنمائی کر سکتا ہے۔ جہاں تک میرے ذہن کی رسائی کا سوال ہے تو اس کی صرف ایک ہی وجہ نظر آتی ہے وہ یہ کہ جو یاشوئن اس لڑکی کے ذریعے میرے اور سن یات کے درمیان قائم ہونے والے تعلقات کا اندازہ لگانا چاہتا تھا۔ لیکن یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس لڑکی کو یاشوئن ہی نے میرے پاس بھیجا تھا۔ ممکن ہے کسی اور کے ذریعے یہ حیثیت اختیار کر کے وہ لڑکی مجھ تک آئی ہو۔ یا یہ

بھی ممکن ہے سن یات نے خود ہی اپنی لڑکی کو کہیں پوشیدہ کر دیا ہو۔ اور یا شوئن سے اپنی کسی پرانی دشمنی کا بدلہ لینے کے لیے اُس پر الزام لگایا ہو۔"

"ہم بھی یہ ہی کہنا چاہتے ہیں۔ معزز سانگ جو فیصلہ کرنا تیرے ہاتھ میں ہے۔ لیکن فیصلہ کرنے سے پہلے بہتر یہ ہوگا کہ اصل صورتحال کو جانچ لے۔"

"میں یہ ہی کوشش کر رہا ہوں۔ اور اس لیے میں اپنے جھونپڑے میں بند بیٹھا ہوا تھا۔ میں اب کسی سے نہیں ملنا چاہتا۔ تم لوگ آ گئے ہو میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں اور تمہیں یہ یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی مناسب کارروائی ہو کر رہے گی۔ چنانچہ تم انتظار کرو۔"

"ہم ہراساں تھے۔ ہم پریشان تھے، معزز سردار، ہم روحانی پیشوا کے قتل کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ خواہ اس کے لیے قبیلے میں خون کی ندیاں کیوں نہ بہہ جائیں۔ ہماری رہنمائی کر معزز سردار ہماری راہنمائی کر۔"

"سنو۔ میرے قبیلے کے لوگو۔ میرے دوستو، میرے معززو۔ ایک بات غور سے سنو۔ برائی کے جواب میں برائی کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ تم سن یات کو قتل کرنے کی کوشش کرو گے۔ وہ اپنے آدمیوں کے ذریعے تم سے جنگ کرے گا۔ ہوگا قبائل کے بے شمار لوگ مارے جائیں گے۔ میں یہ نہیں چاہتا۔ میں کسی قیمت پر یہ نہیں چاہتا۔ مجھے تحقیقات کرنے دو۔ اگر سن یات مجرم نکلا اور جو یاشوئن کو اس نے اپنی کسی وحشت کی نظر کیا ہے تو پھر سن یات کو اس کی جواب دہی کرنا ہوگی اور اس لیے اگر ہمیں اُس سے جنگ کرنا پڑی تو ہم مشترکہ طور پر ایک صحیح بات کے لیے جنگ کریں گے۔ لیکن وقت سے پہلے جو کچھ اس نے کر ڈالا اس کے جواب میں وہی سب کچھ تمہیں کرنا زیب نہیں دیتا۔ اور میں اس کی اجازت کسی کو نہیں دوں گا۔"

"ہم تجھ سے تعاون کریں گے معزز سردار۔ لیکن ہماری رہنمائی ضروری ہے۔ ہمارے دلوں میں انتقام کا جوش موجزن ہے اور ہم سن یات کو اس وحشت کے لیے کھلا نہیں چھوڑ سکتے۔ اسے جواب دہی کرنا ہوگی کہ اس نے قبیلے کا قانون اپنے ہاتھ میں کیوں لیا۔"

"ہاں اُسے جواب دہی کرنا ہوگی۔ لیکن اس کے لئے تمہیں بھی وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ میں کل دن کی روشنی میں تم سے اس موضوع پر کوئی بات کروں گا۔"

تمام لوگ مطمئن ہو کر گئے تھے۔ میں نے انہیں اس رات کے لیے ٹال دیا تھا اور حقیقتاً یہ رات میرے لیے بڑے ہی امتحان کی رات تھی۔ یہاں سے خیریت کے ساتھ نکل کر ویلینی کی سرحدوں میں پہنچ جاؤں۔ اس کے بعد کم از کم یہ تو ہوگا کہ قبیلے کے لوگوں کو بے وقوف نہیں بنانا پڑے گا۔ ورنہ اس طرح میں کب تک انہیں احمق بنا سکتا تھا۔ ان فسادات کی لپیٹ میں مجھے خود بھی آنا تھا، کیونکہ میرا فیصلہ کسی نہ کسی شخصیت کے خلاف تو ہوتا ہی۔ اور سن یات کی شخصیت کے بارے میں تو مجھے اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ بہرطور ہوگا کے لیے بے شمار مسائل پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن مجھے سچی بات ہے صرف اپنے مسئلے کی فکر تھی۔ ذہن پر زور دے کر کوئی فیصلہ کرنا ممکن نہیں تھا، کیونکہ جس چیز کو ذہن کہا جا سکتا ہے۔ وہ تو اب میری کھوپڑی کے حلقوں میں ٹکڑوں کی شکل میں بٹی ہوئی تھی۔

اتنے عجیب و غریب واقعات سے گزر تار ہا تھا کہ اب حیرت بھی نہیں ہوا جاتا تھا۔ شروع ہی سے اس وقت سے جب سے بوڑھے بابا کی صورت دیکھی تھی۔ مجھ پر مصیبتوں کا نزول ہو گیا تھا۔ ایک کے بعد ایک الجھی ہوئی بات، الجھے ہوئے واقعات، الجھے ہوئے حادثے، اور ان حادثوں کے نتیجے نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔ اور اب سمبوتورا کہتا تھا کہ وہ سامون ہے کسی قبیلے کا باشندہ یہ سامون کون سے قبیلے کا نام ہے، اور یہ قبیلہ کہاں آباد ہے اس کے بارے میں مجھے کچھ پتہ نہیں تھا۔ لیکن یہ بدبخت قبیلہ اس طرح دنیا گردی کرتا کیوں پھر رہا ہے۔ بوڑھے بابا کا مسئلہ کیا ہے۔ گومین کی حیثیت کیا ہے، یہ لوگ کیا چاہتے ہیں، ویلینی کا مقصد کیا ہے، یہ ساری باتیں ابھی تک صیغۂ راز میں تھیں۔ جبکہ موت بار بار میرے قریب سے گذر جاتی تھی اور کوئی بھی لمحہ میری زندگی کا خاتمہ کر سکتا تھا۔ ہر بار یہ ہی محسوس ہوتا تھا کہ اب بچنا مشکل ہوگا، لیکن زندگی مسلسل جدوجہد کر رہی تھی، اور یہ زندگی کسی کی بخشی ہوئی نہیں تھی۔ بس تقدیر ہی مجھے بچا لیتی تھی۔ شام ہو گئی۔ باہر کے حالات کا کوئی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ بہرطور جب فضا میں دھندلاہٹیں ابھر آئیں تو میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ میں باہر نکل آیا اس وقت میں نے اپنے بدن پر سرداری کا لباس نہیں پہنا ہوا تھا۔ بلکہ ہوگا قبیلے کے عام لوگوں کے لباس میں تھا۔ باہر موجود محافظوں نے مجھے تعظیم دی اور میرے ساتھ چلنے لگے۔ لیکن میں نے ان سے کہا کہ وہ اپنی جگہ قیام کریں۔ میں اپنے طور پر کسی کام جا رہا ہوں۔ عام لوگوں میں شامل ہونا ذرا مشکل کام تھا۔ لیکن بہرطور میں نے ایسے راستے اختیار کئے جس کی وجہ سے میں لوگوں کی نگاہوں میں نہ رہ سکوں۔ میری نظریں اطراف میں بھی بھٹک رہی تھی۔ میں اندازہ لگا رہا تھا کہ کوئی میرا تعاقب تو نہیں کر رہا۔ کم از کم سمبوتورا کی موجودگی

تو یقینی تھی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نے سمبوتورا کو اس پورے سفر کے دوران نہیں دیکھا۔ میں رفتہ رفتہ اسی سمت بڑھ رہا تھا جس سمت سے یہاں تک پہنچا تھا۔ وہ راستے مجھے آج بھی اچھی طرح یاد تھے اور میں انہیں ذہن میں دہراتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی مجھے احساس ہو گیا کہ کسی کو میرے اس سمت آنے کا اندازہ نہیں ہو سکا ہے نہ ہی سمبوتورا نظر آ رہا تھا۔ سمبوتورا کے لئے البتہ میں پریشان تھا۔ لیکن اس پریشانی کا کوئی حل نہیں تھا اس وقت میرے پاس۔ اگر کہیں رک کر اس سے ذہنی رابطہ قائم کرتا تو اس میں کافی وقت لگ سکتا تھا۔ اس وقت میرے لئے ضروری تھا کہ ہوگا قبیلے کی سرحدوں سے کسی نہ کسی طرح دور نکل جاؤں۔ وہ سفر خاصا دشوار گزار تھا اور جس انداز میں کیا گیا تھا اس انداز میں اب نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اب مجھے اپنی ہی قوتوں سے کام لینا تھا چنانچہ میں طویل مسافت طے کر کے آخر کار اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں سے پانی کے ذریعے مجھے دوسری طرف پہنچنا تھا۔

آہ میری زندگی کا مشکل ترین مرحلہ تھا یہ۔ اور اس مرحلے کو نہ جانے کس طرح میں نے عبور کیا۔ میرا دل ہی جانتا ہے۔ ذہنی قوتیں بار ہا ساتھ چھوڑ گئیں تھیں۔ جسمانی قوتوں نے بھی ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن زندگی تھی، ایک جدوجہد تھی جو آخر تک اعصاب کو متحرک کئے ہوئے تھی۔ اور اس جدوجہد نے بالآخر مجھے کامیابی سے ہمکنار کر دیا اور میں دوسری سمت پہنچ گیا۔ گویا اب میں ہوگا کی سرحد سے باہر تھا۔ دوسری سمت پہنچ کر جب میں اپنی جگہ سے برآمد ہوا تو میرے جسم پر ایک عجیب سی روشنی پڑی، پیلے رنگ کی اس روشنی میں شاید مجھے دیکھا جا رہا تھا اور پھر جو شخصیت میرے قریب پہنچی وہ پروفیسر زیڈال ہی کی تھی۔ زیڈال میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔ تاریکی کی وجہ سے اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن میں اس کی گہری گہری سانسیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"آؤ میرے ساتھ آؤ۔" میں نے پروفیسر زیڈال سے گفتگو کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیا تھا اور پوری طرح محتاط رہنا چاہتا تھا۔

چنانچہ میں اس کے ساتھ تھکے تھکے قدموں سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے اپنے اطراف میں کچھ اور بھی قدموں کی آوازیں بھی سنی تھیں۔ ایک مرتبہ ٹھٹھکا تو پروفیسر زیڈال کہنے لگا۔

"نہیں وہ میرے ہی آدمی ہیں۔ میں نے ہوگا سے اپنے تمام ساتھیوں کو یہاں بلا لیا ہے اور وہ دن میں یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

میں خاموشی سے پروفیسر زیڈال کے ساتھ سفر کرتا رہا۔ خاصا طویل سفر طے کرنا پڑا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ایک غار میں پہنچ گئے۔ یہ غار میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا اجنبی جگہ تھی۔ پروفیسر زیڈال نے یہاں اپنے لیے بے شمار ٹھکانے بنا رکھے تھے۔ غار میں داخل ہونے کے بعد اس نے روشنی کی۔ یہاں نشستیں موجود تھیں وہ میرے سامنے ہی ایک نشست پر بیٹھ گیا اور غمزدہ انداز میں مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اب میں اس کی صورت دیکھ سکتا تھا۔ میں نے بھی اپنے چہرے پر انتہائی غم واندوہ کے آثار پیدا کر لیے تھے۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد پروفیسر زیڈال نے کہا۔

"جب وہ تمہاری تحویل میں پہنچ گئی تھی تو کیا تم پر لازم نہیں تھا کہ اس کا تحفظ بھی کرتے۔"

"مجھے اس کا اندیشہ نہیں تھا پروفیسر زیڈال کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ بالکل میری لاعلمی میں سن یات کے پاس سے میرے پاس آئی تھی۔ اور پھر اس نے مجھ پر اپنا اظہار کر دیا تھا۔ اس لیے میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ سن یات اُسے اپنی بیٹی ہی سمجھتا ہے۔ سن یات کے طلب کرنے پر وہ اس کے پاس گئی تھی۔ حالانکہ وہ خوفزدہ تھی۔ اس نے کہا تھا مجھ سے کہ سن یات کے سامنے جاتے ہوئے اُسے عجیب سے احساسات سے گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن بہرطور یہ ضروری تھا چونکہ ابھی ہم سن یات کے لیے کچھ بھی نہیں کر پائے تھے۔ اگر مجھے اس کا شبہ ہو جاتا پروفیسر زیڈال کہ سن یات کسی بھی وقت اس کی طرف سے مشکوک ہو سکتا ہے۔ تو میں سن یات ہی کو ٹھکانے لگا دیتا۔ آہ آپ نہیں جانتے پروفیسر، آپ نہیں جانتے۔ ان چند لمحات میں سونیتا نے میرے دل میں کیا مقام حاصل کر لیا تھا۔ پروفیسر میں آپ کے سامنے یہ بات کہتے ہوئے شرمندہ ہوں کہ میں درحقیقت اُسے چاہنے لگا تھا۔"

پروفیسر کی آنکھوں سے آنسو لڑھکنے لگے۔ یہ آنسو اس کے رخساروں کو تر کرنے لگے۔ تھوڑی دیر تک وہ سوچتا رہا اور دفعتاً اس کی سسکیاں جاری ہو گئیں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا۔

"کاش میں آپ کو اپنی کیفیت کے بارے میں بتا سکتا پروفیسر، وہ آپ کی بیٹی تھی۔ لیکن، لیکن۔" میری آواز رندھ گئی اور پروفیسر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

میں اس وقت بہترین اداکاری کر رہا تھا اور یہ بلا اداکاری

میری زندگی کی ضمانت تھی۔ ظاہر ہے سونیتا سے مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی اور نہ مجھے پروفیسر زیڈال سے کوئی ہمدردی تھی۔ لیکن اس وقت میں دنیا میں اس کا سب سے بڑا ہمدرد بنا ہوا تھا۔ پروفیسر زیڈال دل کی بھڑاس نکالتا رہا اور پھر دفعتاً خاموش ہو گیا۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آہستہ آہستہ آگ سلگتی جا رہی تھی۔ چند لمحات کے بعد اس نے اپنی آنکھیں خشک کر لیں۔ اور پھر سیدھا ہو کر اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔

"تو اس کا مطلب ہے لوناوینا اب باقاعدہ میرے مقابلے پر آگیا ہے۔" یہ نام نیا میں نے پروفیسر زیڈال کی زبان سے سنا تھا۔ میں نہ سمجھنے والے انداز میں اس کی صورت دیکھتا رہا۔

لیکن دفعتاً میرے ذہن کا ایک خانہ روشن ہو گیا تھا۔ جب پہلی ملاقات میں پروفیسر زیڈال مجھے ویلینی کے بارے میں بتا رہا تھا تو اس کے منہ سے اچانک لفظ "لو" نکلا تھا۔ اور اور اس کے بعد ویلینی کا نام لے دیا تھا۔ تو یہ، لو، دراصل لوناوینا تھا لیکن یہ لوناوینا کون تھا۔ اس کا جواب پروفیسر زیڈال ہی دے سکتا تھا۔ لیکن صبر کرنا ضروری تھا۔ کوئی بھی جلد بازی نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ میں بدستور سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ تب پروفیسر نے کہا۔

"لیکن یہ اس نے اچھا نہیں کیا۔"

"لوناوینا کون ہے پروفیسر؟" بالآخر میں نے سوال کیا۔ پروفیسر خاموشی سے غار کی دیوار کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"لوناوینا کو اپنی زندگی کے سب سے بدترین وقت سے گزرنا ہو گا۔ میں اسے معاف نہیں کروں گا۔ وہ بلاشبہ بہت بڑی شخصیت ہے۔ بہت زیادہ طاقتور ہے وہ۔ اور اس کے پاس، اس کے پاس نہ جانے کیسی کیسی عفریتی قوتیں ہیں۔ لیکن اس نے سونیتا کے خلاف کارروائی کر کے اپنی بدقسمتی پر مہر لگا لی ہے۔"

"پروفیسر تم سے ایک اجازت چاہتا ہوں۔ مجھے اس کا موقع دیں پروفیسر کہ سونیتا کے قاتلوں سے خود بدلہ لے سکوں۔ میں بہت معمولی سا انسان ہوں۔ زندگی میں کبھی کسی سے متاثر نہیں ہوا۔ میں نے اپنے طور پر اپنا ایک مقصد بنا لیا تھا لیکن وہ سن یات کی بیٹی کی حیثیت سے میرے پاس آئی اور . . . .

. . . اور پروفیسر اس نے میرے وجود کو اپنے شکنجے میں کس لیا۔ اس کے بعد پروفیسر سونیتا کے علاوہ میری نگاہوں میں کوئی نہ رہا۔ میں نے اسے پیشکش کی کہ وہ تمام خزانہ جو میرے علم میں ہے اس کے قدموں پر نچھاور کر سکتا ہوں۔ مجھے اب اس خزانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ ابھی اس سلسلے میں جلد بازی نہ کروں، کیونکہ خزانے کو یہاں سے منتقل کرنے کے لیے ویلینی کو شکست دینا ضروری ہے۔ یہ لوگ آپس میں الجھ جائیں تو ہم سب سے پہلا کام یہ ہی کریں گے کہ خزانہ حاصل کر کے یہاں سے نکل جائیں گے۔ یہاں خونریزی ہوتی رہے گی اور ہم ان کی دسترس سے بہت دور نکل جائیں گے۔

"میں نے سونیتا سے یہ بھی کہا تھا پروفیسر کہ بہتر یہ ہو گا کہ میری پروفیسر سے ملاقات ہو جائے اور میں خزانہ ان کی تحویل میں دے دوں اور ان سے کہوں کہ اب وہ جس طرح بھی مناسب سمجھیں اس کے لیے فیصلہ کر لیں۔ مجھے اب خزانے میں سے کچھ بھی درکار نہیں۔ لیکن پروفیسر جب مجھے اپنی زندگی کے سب سے قیمتی خزانے پر دسترس حاصل ہوئی تو اسے مجھ سے چھین لیا گیا۔ ہاں۔ پروفیسر اٹھو، میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں وہ جگہ بتا دوں جہاں وہ خزانہ مدفون ہے یا جہاں اسے ویلینی نے چھپایا ہے۔ لیکن اس کے عوض مجھے صرف ایک موقع دو۔ صرف ایک موقع دو مجھے پروفیسر کہ میں اپنی سونیتا کے قاتلوں سے انتقام لے سکوں۔"

میرے لہجے سے جوش و غضب ظاہر ہو رہا تھا۔ پروفیسر نے میری شکل دیکھی اور پھر آہستہ سے کہا۔

"یقیناً۔ میں تمہیں ہی اس کا موقع دوں گا۔ لوناوینا کو۔ لوناوینا کو بھی میں اسی دکھ سے آشنا کروں گا، گازالی۔ جس کا شکار اس نے مجھے کیا ہے اور اس کے بعد، اس کے بعد میں اس سے نمٹ لوں گا۔ ہاں یقیناً تمہیں اس کا حق حاصل ہے، کیونکہ سونیتا کو میں نے مکمل طور پر تمہارے سپرد کر دیا تھا۔ آہ اس وقت میرے دل میں اس سے زیادہ خزانے کی وقعت تھی مگر آج میرے دل کا خزانہ خالی ہو گیا ہے۔ اب مجھے احساس ہوا ہے کہ اپنی بیٹی کو کھونے کے بعد مجھے کتنے بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ سنو گازالی، میں تمہیں تمام تفصیل بتا دیتا ہوں۔ لوناوینا جنوبی امریکہ کا باشندہ ہے۔ جنوبی امریکہ میں وہ زلزلے کی حیثیت رکھتا تھا۔ بہت ہی ہولناک قسم کا دہشت گرد اور خوفناک مجرم۔ میرا اور اس کا تعارف پیرس کی تقریب میں ہوا۔ جو پیرس کے جرائم پیشہ افراد نے منعقد کی تھی۔ میرے ہاتھ بھی مختصر نہیں ہیں۔ فرانس، برطانیہ، نیوزی لینڈ، مغربی جرمنی، یوگوسلاویہ میں پروفیسر زیڈال کو بہت اچھی طرح سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ لوناوینا کے گروہ سے ایک بار یوگوسلاویہ میں میری چپقلش ہوئی تھی اور لوناوینا اپنے اٹھارہ ساتھیوں

سے محروم ہو گیا تھا۔ وہ اپنے دل میں میرے لیے کینہ رکھتا تھا لیکن پیرس میں میری اور اس کی ملاقات ہماری دوستی کا باعث بن گئی۔ لوناوینا نے میرے ساتھ اپنے مشترکہ مفادات کا سلسلہ شروع کیا اور چند معاملات میں ہم دونوں نے مل کر کام کیا جس کے تحت ہمیں لاکھوں ڈالر کی آمدنی ہوئی اور ہم دونوں کافی قریب آ گئے۔ ان ہی دنوں ولاڈی واسکاٹ کا کیس منظر عام پر آیا۔ لوناوینا درحقیقت بہت بڑا مجرم ہے۔ اس نے جرم کو سائنسی راستوں پر استوار کیا ہے اور اس کی تحویل میں چند ایسے سائنس دان موجود ہیں جو انتہائی جدید ترین ایجادات کرتے رہتے ہیں اس کے لیے۔ اس بنیاد پر وہ مجھ سے طاقتور تھا۔ لیکن میرے گروہ کی کارکردگی بھی معمولی نہیں تھی لوناوینا نے "ولاڈی واسکاٹ" کیس کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور کافی آگے نکل گیا۔ دوسری سمت میں بھی اس سے اپنے طور پر واقفیت حاصل کر رہا تھا اور یہ معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا کہ مونٹ سوراٹ کا خزانہ ویلینی کی تحویل میں ہے اور ویلینی اس وقت تبت میں آباد ہے، چنانچہ جب ہم دونوں کی ملاقات ہوئی تو خود لوناوینا نے یہ پیش کش کر دی کہ میں اس کے ساتھ اس خزانے کے حصول میں شامل ہو سکتا ہوں۔ اس طرح ہمارے درمیان ایک مشترکہ معاہدہ ہوا اور ہم دونوں تمام ضروری اقدامات کے بعد اس سمت چل پڑے۔ طویل ترین فاصلے طے کر کے ہم تبت کے اس علاقے میں داخل ہوئے اور یہاں پہنچ کر لوناوینا نے اپنی سائنسی قوتوں سے یہ معلومات حاصل کیں کہ ویلینی درحقیقت مقامی باشندہ نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق کسی ایسے گروہ سے ہے جسے ہم اس علاقے کا باشندہ نہیں کہہ سکتے۔ وہ کسی پراسرار قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے ذہنوں میں ایک عجیب قوت پائی جاتی ہے۔ یہ تمام معلومات لوناوینا نے اپنے سائنسدانوں کے ذریعے حاصل کی تھیں اس کے بعد اس نے ویلینی کے ایک ایسے شخص کو پکڑا۔ جو درحقیقت ویلینی کا خاص ساتھی تھا اور اس سے معلومات حاصل کرنے پر اسے پتہ چلا کہ یہ لوگ سامون کہلاتے ہیں جب اس شخص کو سائنسی بنیادوں پر اس کے لیے مجبور کیا گیا کہ سامون کون ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے اور ویلینی کا خزانہ کہاں پوشیدہ ہے تو اس کے دماغ کی رگیں پھٹ گئیں اور اس کی موت واقع ہو گئی۔ لیکن لوناوینا کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ وہ کسی سامون نامی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے اندر جو خاص قوتیں ہیں ہیں۔ وہ انہیں عام انسانوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ چنانچہ لوناوینا نے ایک جگہ کو اپنا مرکز بنا کر اپنی کارروائیوں کا آغاز کیا اور اس کے سائنسدانوں نے اس کے لیے ایسے ذرائع مہیا کر دیے جن کے تحت وہ سامون کو پہچان سکتا تھا۔ اور پھر اپنا نیا منصوبہ لیکر بالآخر وہ ویلینی میں داخل ہو گیا۔ ویلینی میں داخل ہونے کے لیے اس نے سائنسی قوتوں سے کام لیا تھا۔ یہاں پہنچنے کے بعد اس نے غاروں کو اپنا مسکن بنایا اور اس کے بعد سب سے پہلے اس نے یہاں ملکہ ویلینی پر ہاتھ ڈال دیا۔ جو درحقیقت سامون ہے۔ ویلینی کے بارے میں جو کہانی منظر عام پر آئی تھی۔ اس کے تحت یہ بات صاف تھی کہ ویلینی اس خزانے کے بارے میں جانتی ہے جو مونٹ سوراٹ میں موجود ہے یا پھر تبت میں منتقل ہو چکا ہے۔ لیکن اس عورت نے زبان نہیں کھولی اور اپنے آپ کو تشدد کے لیے پیش کر دیا۔ لوناوینا اسے ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے ہلاک کرنے کے بعد خزانے کے بارے میں اسے کبھی پتہ نہیں چل سکتا تھا چنانچہ اس نے ویلینی کو قید کر دیا اور اس کی جگہ اپنی بیٹی کو ویلینی بنا کر منظر عام پر پیش کر دیا۔ یعنی ویلینی قبیلے کو آج تک یہ بات معلوم نہیں ہے کہ اصل ویلینی قید میں ہے اور نقلی ویلینی ان پر حکمرانی کر رہی ہے۔ اس کے لیے لوناوینا نے انتہائی ہوشیاری سے کام کیا تھا اور میں ہر قدم پر اس کا ساتھ دیتا رہا تھا۔ میرے سپرد یہاں کچھ حفاظتی ذمہ داریاں ہیں۔ میرا پورا گروہ بھی ویلینی کے خلاف سرگرم عمل ہے۔

"ہم لوگ اسی بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ کسی بھی طرح مونٹ سوراٹ کے خزانے کا ہمیں علم ہو جائے جس کے بارے میں کم از کم اتنا اندازہ ہم دونوں ہی کو ہو چکا ہے کہ وہ خزانہ اب مونٹ سوراٹ میں نہیں ہے بلکہ تبت میں موجود ہے اور ویلینی اس کے بارے میں جانتی ہے ویلینی بہت سخت جان ہے اس نے وہ تمام اذیتیں باآسانی برداشت کر لی ہیں جو لوناوینا اسے دے سکتا تھا۔ اور اس نے اپنی زبان نہیں کھولی لیکن لوناوینا کو یقین ہے کہ آخرکار کوئی نہ کوئی شخص ایسا ضرور مل جائے گا اسے جو خزانے تک اس کی رہنمائی کر دے گا۔ اور اسی امید پر وہ یہاں اپنی کارروائیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس نے سامونوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا ہے۔ میں بھی اس کا شریک کار تھا لیکن لوناوینا کی شخصیت میں حکمرانی ہے وہ اپنے آپ کو برتر سمجھنے کا شائق ہے۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنے اثرات مجھ پر بھی ظاہر کرنا شروع کر دیئے اور بالآخر مجھے یہ محسوس ہو گیا کہ خزانہ اگر لوناوینا کو مل جاتا ہے تو وہ مجھے ایک طفیلی قرار دیدے گا۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ میرے خلاف ہی سرگرم عمل ہو جائے۔ میرے کانوں میں کچھ ایسی باتیں بھی پہنچی تھیں کہ اگر خزانہ لوناوینا کے ہاتھ لگ گیا تو اس کے بعد

وہ ویلینی کے باشندوں کو میرے خلاف کھڑا کر دے گا۔ اور مجھے بالآخر ان کے جال میں پھنسا کر خود یہاں سے نکل جائے گا۔ جب اُس کی یہ سازش میرے علم میں آئی تو میں نے اُس سے اس سلسلے میں کوئی معلومات نہیں حاصل کیں بلکہ اپنے طور پر اپنے بچاؤ کی تیاریاں کرنے لگا اور اس کے لئے میں نے اپنی بیٹی سونیتا کو اپنا آلہ کار بنایا۔ مجھے اُس وقت تک کسی کامیابی کی اُمید نہیں تھی جب تک اچانک تم نہ مل گئے۔ تمھارے پاس سونے کے وہ سکے پاکر مجھے حیرت ہوئی اور اس کے بعد میں اور سونیتا مل کر تمھارے ذہن کو کھولنے کی کوشش کرتے رہے۔ یہ حقیقت ہے مسٹر گازالی کہ ہم اس وقت تم سے مخلص نہیں تھے لیکن بعد میں ہم نے یہ سوچا تھا کہ اگر خزانہ تمھارے ذریعے ہم تک پہنچ جائے تو ہم تمھیں اس میں برابر کا حصہ دار بنائیں گے اور اس کے بعد سونیتا کی سفارش پر میں تمھیں اپنے ساتھ فرانس لے جاؤں گا جہاں میں سونیتا کو تمام زندگی کے لئے تمھارے حوالے کر دوں گا اور تم خود سوچ سکتے ہو گازالی کہ اُس کے بعد خزانہ صرف میری ملکیت نہ ہوتا بلکہ سارا کا سارا تمھاری تحویل میں چلا جاتا کیونکہ میری زندگی میں میری بیٹی کے سوا اور کوئی نہیں تھا لیکن ایسا خزانہ کس کام کا جس میں انسان اپنی سب سے قیمتی شے کو کھو بیٹھے۔ اور میں اس نقصان سے دوچار ہو چکا ہوں۔ بونا وینا اسی قسم کا انسان ہے وہ بلاشبہ خطرناک آدمی ہے اور اس نے مجھے اپنے دست راست کی حیثیت سے استعمال کیا ہے لیکن وہ دُنیا میں کسی بھی شخص کو اپنا ہم پلہ نہیں سمجھتا اُس نے یہ بات بارہا کہی کہ اگر کسی نے اُس سے غداری کرنے کی کوشش کی تو اُسے اس غداری کے جواب میں ایسی بدترین سزا ملے گی کہ وہ تصور بھی نہیں کرسکتا اور اس قسم کی سزائیں وہ اکثر لوگوں کو دے چکا ہے۔ وہ اُن کے خلاف کھلم کھلا کوئی کارروائی نہیں کرتا بلکہ اُن کی کسی بُرائی کے جواب میں ایک ایسی بُرائی کو تخلیق کرتا ہے جو انھیں زندگی بھر کے لئے خون کے آنسو رُلاتی ہے ایسے کئی افراد اس کے شکار ہو چکے ہیں، لیکن اُس نے مجھے بھی اُسی صف میں لاکھڑا کیا۔ آہ میں برداشت نہیں کرسکتا۔

"یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔ میں اُس کے لیے کام ضرور کر رہا تھا۔ اور بلاشبہ میں نے اپنے طور پر ایک پروگرام ترتیب دیا تھا لیکن اُس کے جواب میں اُس کی یہ کارروائی کم ازکم وہ مجھ سے استفسار کرسکتا تھا۔ آہ میں تباہ ہو گیا ہوں گازالی میں تباہ ہو گیا ہوں اور اُسے تباہ کیے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔ اور تم یہ بات جان چکے ہو۔ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ اُس کی بھی ایک بیٹی ہے اور اُسی لڑکی کو اس نے ویلینی کی حیثیت سے منظرِ عام پر پیش کیا ہے وہ لڑکی نہایت سادہ اور نہایت معصوم ہے۔ اُس کی ذہنی قوتوں کو ایک خاص رُخ پر موڑ دیا گیا ہے اور جب وہ ویلینی کی حیثیت سے منظرِ عام پر آتی ہے تو مشینی انداز میں وہی عمل دُہراتی ہے جو بونا وینا نے سائنسی ذرائع سے اُس کے ذہن میں محفوظ کر دیا ہے اور عام حالات میں وہ ایک سیدھی سادھی لڑکی ہے اور گازالی تم ایک پرکشش نوجوان ہو۔ اگر تم اپنی ساحرانہ کوششوں سے اُسے اپنے جال میں پھانس سکو تو میں بونا وینا کو وہی جواب دے سکتا ہوں جو اس کے لیے مناسب ہے۔ میں اُسے بھی اُسی دکھ سے دوچار کرنا چاہتا ہوں گازالی۔ جو میرے سینے میں آبسا ہے۔ میں اُس کو اُسی کے انداز میں اُس کی اس حرکت کی سزا دینے کا خواہش مند ہوں۔ بولو گازالی کیا تم نے کیا تم اپنی سونیتا کے ... بولو کیا تم بونا وینا سے میری سونیتا کا انتقام لو گے۔ بولو گازالی جواب دو۔

زیڈال جذباتی ہو گیا تھا اور میں جانتا تھا کہ جذبات میں کھو کر انسان اپنی سُدھ بُدھ کھو بیٹھتا ہے۔ وہ ایک اجنبی شخص پر اتنا بڑا اعتماد کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے اس موقعہ سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا تھا۔ میں نے بھی جذباتی لہجے میں کہا۔

"میرا رواں رواں انتقام پکار رہا ہے پروفیسر زیڈال میں ایک لمحے کے لیے بھی سونیتا کی صورت کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں کرسکا آہ کس طرح، کس طرح، اُسے قتل کر دیا گیا۔ کاش میں تمھیں اُن لمحات کی کیفیت بتا سکتا۔"

"اب مجھے کچھ مت بتاؤ۔ اب میں سراپا انتقام ہوں۔ میں صرف انتقام لینا چاہتا ہوں۔ میں بونا وینا کو بھی اُس آگ میں جھلسانے کا خواہش مند ہوں جس میں میں جل رہا ہوں۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو پروفیسر کہ میں دل کی گہرائیوں سے اس عمل کے لئے تمھارے ساتھ ہوں لیکن میرے راستے کی رکاوٹوں کو دُور کرنا تمھارا کام ہوگا۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ بونا وینا نے ویلینی کو کہاں قید کر رکھا ہے۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ خود کہاں موجود ہے۔ اور وہ لڑکی۔"

"یہ سب کچھ تمھارے معلوم کرنے کی باتیں نہیں ہیں

اس کے لئے میں تمھیں تمام راستے مہیا کروں گا۔ پروفیسر زیڈال کو بونا وینا نے اپنی سطح کا انسان نہیں سمجھا اور یہ بات اُس نے بہت بعد میں واضح کی۔ ورنہ میں اُسے بتاتا کہ میں کس سطح کا انسان ہوں۔ آج بھی وہ غلط فہمی کا شکار ہے اُسے نہیں معلوم کہ میں نے اس کے اردگرد کیا کچھ تیاریاں کر رکھی ہیں۔ غلط فہمیوں کے مریض بونا دنیا کو شاید اس بات کا گمان بھی نہیں ہوگا کہ نبت کا یہ ویرانہ ہی اُس کا قبرستان ہے اور وہ وہاں سے اپنے ایک بھی آدمی کو زندہ بچا کر نہیں لے جاسکتا۔ یہ پروفیسر زیڈال کا عزم ہے۔ اور تم میرے شریک کار، تمھارے سینے کی آگ کا مجھے اندازہ ہے لیکن اس آگ کو کبھی مدہم مت پڑنے دینا۔ دنیا کی کوئی کوشش کوئی شے اب تمھیں سونیتا کے انتقام سے باز نہ رکھ سکے گی۔"

"مجھ سے یہ سب کچھ مت کہو پروفیسر۔ تم میری ذہنی کیفیتوں کا اندازہ صحیح طور پر نہیں کر پا رہے۔"

"ٹھیک ہے گازالی ٹھیک ہے۔ آرام کرو۔ اس وقت تک آرام کرو جب تک میں تمھیں تمھاری منزل نہ دے دُوں۔ یہ ساری تیاریاں کرنے کے لیے مجھے وقت درکار ہے بونا وینا میری طرف سے غافل نہیں ہوگا۔ میرے لیے یہ سب کچھ کرنے کے بعد اُسے کم ازکم اس بات کا یقین تو ہوگا کہ اُس نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا ہے کوئی شکایت نہیں کروں گا اُس سے۔ صرف اپنا کام کروں گا۔ صرف اپنا کام پروفیسر زیڈال نے کہا۔ اور اس کے بعد وہ اُٹھتا ہوا بولا۔

"تمھیں کچھ وقت یہاں گزارنا ہوگا۔ اُس کے بعد میں تمھیں اُن ہی غاروں میں پہنچا دوں گا جہاں میں نے ایک محفوظ جگہ بنائی ہوئی ہے وہ غار ہر طرح کے خدشے سے محفوظ ہیں۔ اس وقت تک تم ان غاروں میں رہنا جب تک میں تمھیں بونا وینا کی بیٹی تک پہنچانے کے انتظامات نہ کر دوں۔"

"ٹھیک ہے پروفیسر میں یہاں مطمئن ہوں۔" میں نے کہا اور پروفیسر زیڈال میرے پاس سے اُٹھ کر چلا گیا۔

میں سرسری نگاہ سے اس غار کا جائزہ لینے لگا بظاہر یہاں آرام کے لئے کوئی خاص جگہ نہیں تھی۔ اس چھوٹے سے غار میں صرف ایسی نشستیں پڑی ہوئی تھیں جن پر صرف بیٹھا جاسکتا تھا اور باقی یہاں کوئی آسائش نہیں تھی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد دو آدمی میرے پاس پہنچ گئے اور انھوں نے مجھ سے اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ اس غار سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر ایک اور غار موجود تھا اور

اس دوسرے غار میں جیسے تمام آسائشیں فراہم کر دی گئی تھیں جو تھوڑی دیر وقت گزاری کے لیے ضروری ہو سکتی تھیں ایک خاص قسم کا ربڑ کا بستر، چمڑا منڈھے ہوئے چند اسٹول، اور ایسی ہی چند دوسری چیزیں ان میں سے ایک شخص نے مودب لہجے میں کہا۔

"ہم دونوں غار کے باہر موجود ہیں جناب۔ جس شے کی ضرورت ہو طلب فرمالیجیے۔ کیا آپ کے لئے کافی وغیرہ کا بندوبست کیا جائے۔"

"سنو یہاں کیا کیا انتظامات ہیں۔"

"عارضی رہائش گاہ کے طور پر جو چیزیں ضروری ہو سکتی ہیں وہ سب یہاں موجود ہیں۔ آپ غسل نہیں کر سکیں گے لیکن منہ ہاتھ دھونے کے لئے پانی مل جائے گا آپ کو، اس کے علاوہ کھانے پینے کی تمام اشیاء فرمایئے کس شے کی ضرورت ہے۔"

"اگر کافی پلاؤ تو تمھاری مہربانی ہوگی۔" میں نے کہا اور وہ دونوں باہر نکل گئے۔

میں شدید اعصابی تھکن محسوس کر رہا تھا ان تمام واقعات نے اور ان سے نکلنے کی کوششوں نے مجھے ذہنی اور جسمانی طور پر بُری طرح تھکا دیا تھا۔ ربڑ کے بستر پر لیٹ کر میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

دماغ میں لاتعداد خیالات اُبھر رہے تھے اور اسی لمحے دماغ میں سرسراہٹ سی محسوس ہوئی یہ اشارہ تھا اس بات کا کہ کوئی میرے ذہن پر اثر انداز ہونے کی کوشش کر رہا ہے اور یہ سمبوتورا کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا اور چند ہی لمحات کے بعد سمبوتورا کی آواز میرے ذہن میں اُبھری۔

"کیا تم اپنے اطراف سے محفوظ ہو یا اس وقت تم سے گفتگو نہیں کرنا چاہیے گازالی۔"

"نہیں سمبوتورا فی الحال سب خیریت ہے تم اپنی سناؤ کہاں ہو۔"

یوں سمجھ لو اس سلسلے میں جذبات کا دخل زیادہ ہے نہ جانے کیوں دل کی گہرائیوں سے یہ آواز ابھرتی ہے کہ تم بالآخر ہمارے نجات دہندہ بن جاؤ گے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں سمبوتورا۔ بہرطور تمہیں مطمئن کرنے کے لیے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ مجھے ان ہی میں سے ایک کا سہارا حاصل ہے۔ جبکہ اس سے زیادہ تشویش مجھے تمہارے سلسلے میں ہے۔ تم نے جو آزادی حاصل کی ہے سمبوتورا۔ اسے برقرار رکھنے کے تمہیں بہت محنت کرنا ہو گی۔ کیونکہ وہ بدبخت کسی نہ کسی ذریعے سے تمہارے بارے میں معلوم کر لیں گے۔"

"اگر تم اس تشویش کا شکار ہو گازالی۔ تو پھر میری طرف سے مطمئن ہو جاؤ۔ میں اس وقت اپنی زندگی کے سب سے بدترین دور سے گذر رہا ہوں اور اس کے لیے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر مجھے کتنے ہی لوگوں کو قتل کرنا پڑا تو اس سے دریغ نہیں کروں گا کیونکہ ہمارا سارا مستقبل خطرے میں پڑ چکا ہے اور اب ہم اپنے ان افکار کو قائم نہیں رکھ سکتے جن کی بناء پر ہم بہت سے معاملات میں نقصانات اٹھاتے رہے ہیں۔"

میں محتاط ہوں اور ایک ایسی جگہ پوشیدہ ہوں جہاں وہ آسانی سے مجھے نہیں پا سکیں گے۔ پہلی مرتبہ تو تقریباً میں اُن کے چنگل میں آ ہی گیا تھا لیکن مجھے ان کے دو آدمی ہلاک کرنا پڑے اور اس کے بعد میں اُن کے نرغے سے نکل بھاگا۔ تاہم وہ مسلسل میری تلاش میں ہیں۔"

"اس وقت تم کہاں ہو۔"

"بہتر یہ ہے کہ اس بارے میں مجھ سے نہ پوچھو" سمبوتورا نے کہا اور میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر میں نے کہا۔

"میں نے اپنی کارروائی کا آغاز کر دیا سمبوتورا۔ اور اس بات کے امکانات ہیں کہ میں حقیقت تک پہنچ جاؤں۔ جو انکشافات مجھ پر ہوئے ہیں۔ وہ بہت خوفناک ہیں شاید تم خود بھی ابھی اُن سے پوری طرح واقف نہ ہو۔"

"مثلاً؟" سمبوتورا نے سوال کیا۔

"جس جگہ تم موجود ہو سمبوتورا کیا وہ وہاں سے دُور ہے جہاں سے تم میرا تعاقب کرتے ہوئے پہنچے تھے۔"

"ہاں۔ اُن کارروائیوں کے نتیجے میں مجھے وہاں سے فرار ہونا پڑا لیکن تم اگر چاہو تو اپنی سمت بتا دو۔" میں نے سمبوتورا کو اُن راستوں کے بارے میں بتایا۔ جہاں سے گزر کر ان غاروں میں آیا تھا۔ تو سمبوتورا نے چونک کر کہا۔

"اوہو۔ اتفاق سے میں تم سے زیادہ دُور نہیں ہوں۔ بہرطور یہ بعد کی باتیں ہیں۔ تم مجھے بتاؤ کہ تم پر کیا انکشافات ہوتے ہیں؟" اور میں نے سمبوتورا کو لوتا وینا کے بارے میں تمام تفصیلات بتا دیں جو مجھے پروفیسر زیڈال سے معلوم ہوئیں تھیں۔ اس کے بعد میں نے زیڈال سے ہونے والی دوسری گفتگو کے بارے میں سمبوتورا کو تفصیل بتائی اور سمبوتورا بغور سُنتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"تم نے بہت ہی خطرناک قدم اٹھایا ہے۔ کیا ان لوگوں کے پاس پہنچ کر تم اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکو گے گازالی۔ میں بار بار یہ کہتے ہوئے اب تو خود بھی شرمندگی محسوس کرتا ہوں کہ تم ہماری آخری امید ہو۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ویلینی پہنچنے کے بعد ہم کو ان حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ تمہیں ویلینی کے سامنے پیش کروں گا۔ اور اس کے بعد ہمارے بے شمار مسائل حل ہو جائیں گے۔ گازالی تمہیں بھی بعض اوقات حیرت ضرور ہوتی ہو گی۔ وہ کام جو ہم بے شمار لوگ مل کر نہیں کر سکے۔ اس کے لیے تم پر کیوں انحصار کر رہے ہیں۔ تو بس

"واپس آ گیا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی خطرات میں گھر گیا ہوں۔"

"اوہ خیریت۔"

"اُن لوگوں کو علم ہو چکا ہے کہ میں اُن کی قید سے فرار ہو گیا ہوں اور اس وقت وہ اپنے طور پر مجھے تلاش کر رہے ہیں۔"

"اُن کی تلاش کا طریقہ کیا ہوتا ہے۔"

"اُن کے پاس کچھ ایسے انتظامات ہیں جن کے بارے میں، میں پہلے بھی تمہیں بتا چکا ہوں۔ کچھ نظر نہ آنے والی انگلیاں ذہنوں کو ٹٹولتی ہیں۔ انداز ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ایک دوسرے سے ذہنی رابطہ قائم رکھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے لیکن اس کے بعد وہ اُن شعاعوں کے ذریعے اُس جگہ تک پہنچ جاتے ہیں جہاں اُن کا ہدف ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ صرف اسی بات سے ہوتا ہے کہ کچھ انگلیاں ذہن کو ٹٹولنے لگیں اور دوسری طرف سے کوئی آواز نہ سنائی دے تمہیں خود بھی محتاط رہنا ہو گا گازالی کیونکہ وہ لوگ تمہیں بھی تلاش کر سکتے ہیں۔"

"اوہ ٹھیک ہے۔ میں احتیاط رکھوں گا۔ لیکن کیا تم خطرے میں ہو سمبوتورا۔"

"ہاں۔ دو جگہ سے میں فرار ہو چکا ہوں۔ البتہ اب

"میں یہ ہی چاہتا ہوں سمبوتورا اگر تم اپنے آپ کو محفوظ ہو۔ میری دلی خواہش تو یہ تھی کہ کسی بھی طرح تم میرے پاس نچ جاتے لیکن جو مشن مجھے زیڈال کی طرف سے سونپا جائے اُس میں کسی اور کی گنجائش بالکل نظر نہیں آتی۔ چنانچہ میں ں سلسلے میں بالکل مجبور ہوں۔ ہاں اُس وقت تک تم سے ہنی رابطہ ضرور رہے گا جب تک میں بالکل ہی مجبور نہیں دجاتا۔ چنانچہ اب سب سے اہم بات یہ ہی ہے کہ تم اپنا فظ کرو۔ اور کسی طرح خود کو بچائے رکھو۔ تاکہ ہم ایک ے دو ہو جائیں۔"

"ٹھیک ہے" سمبوتورا نے کہا۔ اور پھر کسی قدموں کی اپ سن کر میں نے اُس سے ذہنی رابطہ ختم کر دیا۔

آنے والے میرے خادم تھے جو مجھ سے میری ضروریات چھنے آئے تھے۔ سمبوتورا سے ہونے والی گفتگو نے مجھے طمئن بھی کیا تھا لیکن وہ اضطراب جو دل کی گہرائیوں میں نہاں تھا بھلا کہاں ساتھ چھوڑتا۔ تنہائی میں اب خیالات کے علاوہ اور رہ ہی کیا گیا تھا۔ کتنے کردار تھے جو میری ندگی سے وابستہ ہو گئے تھے۔ کتنے لوگ تھے جن کے ارے میں سوچنا پڑتا تھا۔ اُن میں سے سب ہی تقریباً جُدا ہو گئے تھے۔ دو شخصیتیں ایسی تھیں جن سے مجھے اب بھی مدردی اور لگاؤ تھا حالانکہ بعض اوقات ایسے مرحلے بھی ئے تھے جب میں نے اُن سے بھی انحراف کے بارے میں وچا تھا۔ یعنی ڈاکٹر طاہر علی اور رکنور ریبھات سنگھ۔ یہ دونوں بے وقوف انسان عمر کی اس منزل میں بھی دولت کے خواہاں تھے اور اس کے لیے اپنے آپ کو صحراؤں اور ویرانوں میں گرداں کئے ہوئے تھے زندگی کی صعوبتیں اٹھا رہے تھے االانکہ دونوں ہی مالی طور پر مطمئن تھے لیکن کسی کے ے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ کیا حسن صاحب خوشحال ہانتے کرنل بھی بے چارہ ٹھیک ٹھاک زندگی گزار ہو گا۔ لیکن دولت کی تلاش میں چل پڑا تھا۔ جبکہ اُس کے اعصاب اُس کے قابو میں نہیں ہیں۔ کیسی انوکھی ہے دولت کتنا تجربہ کیا جائے اس کے بارے میں ساری دُنیا پ کچھ بھول کر اسی کے گرد چکرانے لگی ہے۔ انسان کو رکیا ہو گیا ہے۔ بہت دیر تک خیالات میں غلطاں رہا اس کے بعد تھکے ہوئے ذہن کو نیند کی آغوش میں دیا۔ دن اور رات، دن اور رات۔ بس زندگی کی ش اسی حد تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ پروفیسر زیڈال

سے ملاقات ہوئے آج مجھے چوتھا دن تھا۔ اور اس دوران اُس نے مجھے دوسرے غار میں بھی منتقل نہیں کیا تھا۔ حالانکہ جاتے ہوئے اس نے یہ ہی کہا تھا کہ میرا یہاں رہنا زیادہ محفوظ نہیں ہے۔ چوتھے دن کی رات تھی۔ آسمان پر چاند نکلا ہوا تھا اور میں غار سے باہر نکل کر ایک چٹان پر بیٹھ گیا تھا۔ کہ میں نے پروفیسر زیڈال کو دیکھا۔ وہ میری ہی سمت آ رہا تھا چونکہ چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس لیے پروفیسر زیڈال کو پہچاننے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ اس کے خدوخال بھی واضح تھے اور صاف محسوس ہو رہا تھا کہ اُس کے چہرے کی رنگت رخصت ہو گئی ہے۔ آنکھوں کے گرد حلقے نظر آ رہے تھے۔ حالت تباہ تھی۔ میں نے کھڑے ہو کر اُس کا استقبال کیا پروفیسر نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور میرے قریب پڑے ہوئے پتھر پر بیٹھ گیا۔

"مجھے تمہارے پاس پہنچنے میں خاصا وقت لگ گیا۔ لیکن درحقیقت میں اپنی کارروائیوں میں مصروف تھا۔"

"آپ جیسی اہم شخصیت کو اس طرح دیکھ کر مجھے دلی دُکھ ہوا ہے پروفیسر۔ آپ نے اپنی حالت بہت خراب کر لی ہے۔ کیا یہ حالت دوسروں کی نگاہوں میں مشکوک نہیں ہو جائے گی۔"

"کیا رکھا ہے اب میری زندگی میں۔ کس کے لیے میں اپنی حالت کو بہتر بناؤں۔ مجھے تو اب زندگی کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔ میں اب زندہ رہ بھی نہیں سکتا۔ دفعتاً ہی مجھے یہ احساس ہوا ہے کہ اپنی اس خواہش میں اتنا آگے بڑھ کر میں نے بہت کچھ کھو دیا ہے۔ کیا نہیں تھا میرے پاس ایک بہترین زندگی گزار رہا تھا۔ پتہ نہیں کیوں ذہن میں یہ سودا سمایا۔ اور میں اپنی سب سے عزیز اور سب سے قیمتی شے کو کھو بیٹھا۔"

"مجھے احساس ہے پروفیسر واقعی آپ دلی دُکھ کا شکار ہوں گے۔"

"بہرطور مجھے گزرے ہوئے لمحات کی قیمت وصول کرنی ہے۔ جو کھو چکا ہوں اُسے دوسروں کے لیے بھی قائم نہیں رہنے دے سکتا۔ چنانچہ میں اُن ٹھوس بنیادوں پر غور کر رہا تھا جو میرے مقصد میں معاون بن سکتی ہیں۔ میں اگر چاہتا تو تمہیں کسی ایسی حیثیت سے وہاں تک پہنچا سکتا تھا جو بہت زیادہ پائیدار نہیں ہوتی اور جس میں تمہیں اپنا کام کرتے میں دُشواریاں پیش آتیں۔ چنانچہ میں کوئی ایسی تدبیر ایسی

ترکیب چاہتا تھا جو انتہائی موثر ہو جو کچھ میں نے سوچا ہے بلاشبہ وہ بھی خطرناک ہے لیکن میرے دوست اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔ ہمیں خطرہ مول لینا ہوگا۔ میں بونا وینا کو اسی کرب سے دوچار کرنا چاہتا ہوں جو میرے سینے میں ہے۔ آہ میری سونتیا، میری سونتیا" پروفیسر کی آواز گلوگیر ہوگئی۔ اور ایک لمحے کے لیے مجھے پچھتاوے کا احساس ہوا۔

میں نے سونتیا کو قتل کرا کے زیادہ اچھا نہیں کیا۔ لیکن میرے حالات ایسے ہی ہوگئے تھے کیا کرتا۔ سونتیا قتل نہ ہوتی تو دوسرے بہت سے لوگ قتل ہو جاتے۔ سمبوتورا نے اس بات پر بہت اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ کہ ویلینی اور ہوگا کے درمیان تصادم رک گیا اُس کے خیال میں یہ بہت ہی خوفناک بات ہو جاتی اور میں بھی جانتا تھا کہ اگر یہ تصادم ہوگیا تو اس کے بعد پروفیسر زیڈال مجھ سے یہ خزانہ یہاں سے نکال لے جانے کی فرمائش کرے گا۔ اور اس کے بعد میں اُسے کس طرح ٹالوں گا۔ بہرطور پروفیسر زیڈال کی سسکیاں چند لمحات جاری رہیں اور اس کے بعد وہ پھر نارمل ہوگیا۔ اُس نے کہا۔

"سنو گے زالی۔ میں نے اس دوران بونا وینا کے بہت قریب رہ کر وقت گزارا ہے۔ تمہیں اُس کمینے انسان کی فطرت کے بارے میں یہ بتا دوں کہ وہ اپنے آپ پر بہت نازاں ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ ناقابل تسخیر ہے۔ وہ خود کو پراسرار قوتوں کا مالک بتاتا ہے۔ حالانکہ اس کی یہ پراسرار قوتیں اُن سائنسدانوں کی مرہون منت ہیں جنہیں اُس نے اغوا کر کے اپنے قبضہ میں کیا ہوا ہے اور جو اس کے لیے سب کچھ کرتے ہیں اور وہ ہی اُسے پراسرار قوت بنائے ہوئے ہیں۔ لیکن بونا وینا سمجھتا ہے کہ اُسے آسمانی قوتیں حاصل ہیں۔ وہ ہر شخص پر فوقیت لے جانے کی باتیں کرتا ہے۔ بہرطور اُس نے مجھ سے اس بات کا قطعی اظہار نہیں کیا کہ وہ تمہیں اپنے طور پر کوئی سزا دے چکا ہے بلکہ میں نے تو اس بارے میں پوچھا بھی نہیں۔ میں اس کی فطرت سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اپنے دشمنوں کو شکست دینے کے بعد وہ انہیں اس طرح چھوڑ دیتا ہے کہ وہ زندگی بھر سسکتے رہیں۔ اور اس کے بعد وہ اُن کی طرف رخ بھی نہیں کرتا۔ یا دیکھتا ہے تو ہمدردی کی نگاہ سے۔ اور جب وہ اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ جو اُن کے اس حال زار کا باعث ہے اُن سے ہمدردی کیوں کر رہا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ اُس کا انتقام اصولی تھا اور جو ہمدردی اس کے دل میں سرایت کر رہی ہے وہ ایک انسانی مسئلہ ہے۔ تم سمجھ رہے ہوگے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔"

"ہاں پروفیسر۔ کافی حد تک سمجھ رہا ہوں۔"

"میں اس مغرور انسان کو مٹی میں ملا دینا چاہتا ہوں۔ بہرطور وہ کسی سے مخلص نہیں ہے۔ اپنی بیٹی کو بے انتہا چاہتا ہے لیکن اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے اُس نے اُسے بھی ذہنی طور پر معذور کر رکھا ہے۔"

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ وہ بھی بونا وینا کی سازشوں کا شکار ہے۔ بونا وینا کو اُس سے یہاں ویلینی کی حیثیت سے کام لینا تھا۔ چنانچہ اُس نے اُس معصوم لڑکی کے ذہن کو ایک ایسا جھٹکا پہنچایا کہ وہ کرب کا شکار ہوگئی۔ اور اس کے بعد اس کی ذہنی کیفیت کو اپنے قبضہ میں کر کے بونا وینا نے اس سے اپنا کام لینا شروع کر دیا۔ لڑکی پاگل نہیں ہے لیکن نیم دیوانی ضرور ہے۔ وہ ایک نوجوان کو پیار کرتی ہے۔ نوجوان سمیوئل دراصل بونا وینا کا ایک ادنیٰ خادم تھا اور اس کے لئے ہر قسم کے کام کرتا تھا۔ لیکن وہ الیشلا کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ الیشلا وینا، بونا وینا کی بیٹی ہے۔ دونوں کی محبت پروان چڑھتی رہی اور جب بونا وینا کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ غصہ سے آگ بگولا ہوگیا۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ ایک ادنیٰ سے غلام کو آقا زادی کی طرف نگاہ بھر کر دیکھنے کی جرأت کیسے ہوئی چنانچہ اُس نے بڑے اطمینان سے سمیوئل کو موت کی نیند سلا دیا۔ لیکن بیٹی پر اتنے شدید ردعمل کی اُسے توقع نہیں تھی۔ الیشلا پاگل ہوگئی۔ اُس نے وحشت میں اپنے آپ کو لہولہان کر لیا تو بونا وینا کو احساس ہوا کہ اس سے بہت بڑی غلطی ہوئی۔ سمیوئل کی لاش تابوت میں رکھ کر دفنا دی گئی تھی۔ بونا وینا نے ایک ترکیب کی اور اُس کی لاش کو نکال لیا۔ اور اس کے بعد اُسے مصری طریقے سے حنوط کر لیا۔ سمیوئل کی لاش کو محفوظ کر کے اُس نے ایک تابوت میں رکھا۔ اور یہ تابوت اپنے پاس رکھ لیا۔ اس نے اپنی بیٹی کو یہ ہی تسلیاں دیں کہ وہ ایک ایسا عمل کر رہا ہے۔ جس کی بناء پر بالآخر سمیوئل کے بدن میں زندگی آجائے گی۔ معصوم لڑکی کو نہ جانے کس طرح بہلا پھسلا کر بونا وینا نے اس بات کے لیے تیار کر لیا کہ وہ اُس کی ... بن جائے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تبت کی ان واد...

...سفر اُس نے اُس لڑکی سے یہ ہی کہہ کر شروع کیا تھا یہ سب کچھ اسکی بہتری کے لیے ہی کیا جا رہا ہے۔ اور اس کے لئے اُسے ایک طویل عمل سے گزرنا ہوگا۔ چنانچہ الشیلا تیار ہوگئی اور اب وہ یہاں جو کچھ کر رہی ہے اپنی دانست میں اپنے محبوب کی زندگی کے لیے کر رہی ہے۔ وہ اُس کی واپسی چاہتی ہے اور کمبخت بونا وینا اُس معصوم لڑکی سے یہ فائدہ اٹھانے کے لئے کوشاں ہے۔ اور اسی سلسلے میں وہ ہی سب کچھ کرا رہا ہے جو چاہتا ہے۔ یہ تمام داستان سرسری انداز میں مجھے پہلے سے معلوم تھی لیکن یہ کہانی میرے اس قدر کام آجائے گی میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا بیشک انسان کے ذہن میں تبدیلیاں ہوتے دیر نہیں لگتی۔ پہلے جب میں نے یہ کہانی سنی تھی تو مجھے بونا وینا سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ یہ شخص اپنی بیٹی کے لئے بھی سازشیں کر سکتا ہے۔ اور اس کے جذبات سے کھیل رہا ہے۔ لیکن آج میں اس کہانی سے فائدہ اٹھانے کی سوچ رہا ہوں۔ مجھے اب سمیوئل یا الشیلا کی کہانی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کیونکہ وہ اس شخص کی بیٹی ہے جس نے مجھ سے میری بیٹی چھین لی۔ تو کیوں نہ میں بھی اُس کی بیٹی اُس سے چھین لوں۔"

"وہ کس طرح پروفیسر" میں نے سرسراتے لہجے میں پوچھا۔ اس کہانی نے مجھے بھی متاثر کیا تھا۔

"میں نے اس سلسلے میں عمل کر لیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں تیاریاں کر لی ہیں۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ بونا وینا کا حفاظتی ڈیپارٹمنٹ میرے پاس ہے اور میرے بے شمار آدمی اس کے اطراف بکھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اُن کے ذریعے ایسا کوئی کام کر لینا مجھے مشکل نہ ہوا۔ میں نے سمیوئل کی لاش تابوت سے غائب کر دی ہے۔"

"اوہ" میں نے متحیرانہ انداز میں پروفیسر زیڈال کو دیکھا وہ شیطانی انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"اور اب تم اُس کی جگہ لو گے۔"

"مطلب" میں حیرت سے چونک پڑا۔

"مطلب یہ ہے کہ تم سمیوئل کی صورت میں تابوت تک پہنچ جاؤ گے۔ میں تمہیں سمیوئل کی پوری کہانی سنائے دیتا ہوں۔ اُسے ذہن نشین کر لو۔ جب الشیلا تمہارے پاس آئے گی تو تم جاگ جاؤ گے۔ تم اس سے کہو گے۔ کہ بالآخر یہ کام پورا ہوگیا جس کا آغاز بونا وینا نے کیا تھا۔ اور تم اپنی نئی زندگی میں واپس آگئے ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی تمہیں یہ خیال رکھنا ہوگا کہ تمہارا راز صرف الشیلا تک رہے اور الشیلا کسی کو یہ نہ بتائے کہ تم جاگ گئے ہو ورنہ سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ اور پھر تم الشیلا کی مدد سے وہ سب کچھ کر سکتے ہو جو میری خواہش ہے۔"

پروفیسر زیڈال نے اپنا منصوبہ بڑی تفصیل سے مجھے بتایا اور میں اُسے بغور سنتا رہا۔ میں نے پروفیسر زیڈال کی طرف دیکھا اُس کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ انتقام میں ڈوبا ہوا شخص تمام انسانی اصولوں کو بھول گیا تھا۔ اور پھر وہ اس قسم کا آدمی بھی نہیں تھا۔ کیونکہ جو سازشیں وہ کرتا تھا۔ وہ بہرطور انسانی زندگی کے لئے ضرر رساں ہی ہوتی تھیں۔ تمام تفصیل سننے کے بعد میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر میں آہستہ سے بولا۔

"ٹھیک ہے پروفیسر میں تمہاری اسکیم پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن وہاں میرے تحفظ کا کیا بندوبست ہو گا۔"

"تمہیں اپنے طور پر محتاط رہنا ہوگا تاہم اگر کوئی ایسی ہی خطرناک صورتحال پیش آئی تو بہرطور میں تم سے زیادہ دور نہیں رہوں گا اور تم پر نگاہ رکھوں گا۔ اپنے اس کام کو جس حد تک جلد ممکن ہو تکمیل تک پہنچاؤ۔ اور اس کے بعد میں جو کچھ کروں گا وہ تمہاری توقع سے آگے کی چیز ہوگی۔"

"مثلاً۔"

"افسوس میں اپنے پروگرام پہلے سے کسی کو نہیں بتاتا۔ تمہیں اس سلسلے میں اتنی مدد کرنا ہی ہوگی گے زالی۔ میں تم سے انسانی بنیادوں پر سوال کرتا ہوں۔"

"میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ پروفیسر کہ سونیتا کی موت کا مجھے بھی اتنا ہی رنج ہے جتنا تمہیں۔ کیونکہ وہ میری زندگی کی گہرائیوں میں اتر گئی تھی اور اس کے بنا اب مجھے یہ دنیا بے نور نظر آتی ہے۔"

پروفیسر کو میری اس بات پر یقین آگیا تھا۔ چوٹ کھایا ہوا انسان تھا۔ اور چوٹ کھائے ہوئے انسان کی کیفیت ایسی ہی ہو جاتی ہے۔ خواہ اپنی عملی زندگی میں کتنا ہی زیرک، کتنا ہی ذہین کیوں نہ رہا ہو۔ پروفیسر مجھ پر مکمل اعتبار کر رہا تھا اور میری تمام باتوں کو صحیح تسلیم کر چکا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"پروفیسر اگر حالات کسی وجہ سے سنگین نوعیت

اختیار کر جائیں۔ تو پھر میرے لئے یہ ضروری ہوگا کہ میں وہاں سے نکلنے کی تمام کارروائیاں کروں۔"

"ہاں۔ لیکن تم اُس میں تنہا نہیں ہو گے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے پروفیسر لیکن میری ایک اور خواہش ہے۔"

"کیا۔"

"تم یقینی طور پر مجھے سیموئل کی شکل دو گے۔"

"سو فیصدی۔"

"لیکن میرے پاس میک اپ کا ایسا سامان ضرور ہونا چاہیے جو میں بہ وقت ضرورت اُسے استعمال کر سکوں۔"

"تو یہ کون سی بڑی بات ہے لیکن کیا تمھیں میک اپ کرنا آتا ہے۔"

"قطعی نہیں آتا لیکن انسان ضرورت پڑنے پر سب کچھ کر لیتا ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں تمھیں میک اپ کا سامان مہیا کر دوں گا اگر تم اس کی ضرورت محسوس کرتے ہو۔ ویسے جہاں تک لڑائی بھڑائی کا معاملہ ہے۔ تو چھوٹی موٹی کسی چیز کی ضرورت تمھارے لئے بالکل نہیں ہے۔ کیونکہ تم اگر کسی الجھن میں پھنستے ہو تو پھر وہاں شدید تر ذہنی کاوشیں ہی کام آسکتی ہیں۔ چھوٹے موٹے ہتھیار نہیں۔"

"نہیں۔ میں ہتھیار کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ میں جانتا ہوں کہ بھیڑیوں کے بھٹ میں چھوٹے موٹے ہتھیار کس کام آسکتے ہیں۔ میک اپ کا سامان مجھے دے دیا جائے اور اس کے علاوہ یہ بھی بتا دیا جائے کہ اگر وہاں مجھے کسی ایسی مشکل سے واسطہ پڑ جائے جو میرے لئے خطرناک ہو جائے تو مجھے کس سے رابطہ قائم کرنا ہوگا۔"

"میں تمھیں تفصیلات بتا دوں گا۔ اب تم تیار ہو جاؤ کہ میں تمھیں جلد از جلد وہاں منتقل کر دوں۔ میرا خیال ہے کہ الشیلا ہر رات تابوت کے پاس آتی ہے اور اُسے دیکھتی ہے تمھیں اُس وقت سے پہلے وہاں موجود ہونا چاہیئے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے پروفیسر" میں نے جواب دیا۔ اور پروفیسر مجھے اُسی غار میں واپس لے آیا۔

میک اپ کرنے میں پروفیسر اپنی بیٹی سے کم نہیں تھا ویسے سونتیا کی اس مہارت پر میں نے ہمیشہ حیرت کا اظہار کیا تھا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ درحقیقت اس سلسلے میں پروفیسر زیڈال ہی اسکا استاد تھا۔ ظاہر ہے پروفیسر زیڈال پیشہ ور آدمی تھا اور اُسے اس قسم کے کاموں میں مہارت چاہیئے تھی۔ وہ میرے چہرے پر پلاسٹک کے ٹکڑے رہا۔ اور میرے چہرے میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں جب اس نے آئینہ میرے سامنے کیا تو میں آئینہ کو کر حیران رہ گیا۔ میری صورت بالکل تبدیل ہو گئی تھی میں بھرے بھرے چہرے والا خوبصورت انگریز تھا نے مجھے وہ لباس بھی دیا۔ جسے پہن کر مجھے تابوت تھا یہ باقاعدہ قسم کا لباس تھا۔ پروفیسر نے مجھے بتایا کہ لباس لاش کے ہی بدن سے اُتارا گیا ہے۔ اور الشیلا لباس میں سیموئل کو پہچانتی ہے اُس کے بعد کی کارروائیاں انتہائی خطرناک تھیں۔ مجھے اس لباس میں ایک طویل کرایا گیا۔ پہاڑوں، دروں، غاروں سے گزرتا ہوا میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جسے تبت کی جنت کہا جاسکتا آبشار بہہ رہے تھے۔ سر سبز گھاس کے میدان دُور دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔ خوبصورت درخت جگہ جگہ موجود تھے۔ اُس پہاڑی سلسلے کو درختوں اور گھاس نے ڈھکا ہوا نہ جانے کہاں تک چلا گیا تھا۔ اسی پہاڑی سلسلے میں غار موجود تھے۔ اور انہی غاروں میں بونا وینا نے اپنی بنائی ہوئی تھی۔ مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ ان علاقوں میں خوبصورت جگہ بھی ہو سکتی ہے۔ بے شک تبت کے بہت علاقے جن سے گزر کر میں یہاں تک پہنچا تھا انتہائی خوبصورت تھے لیکن اس علاقے کو میں حسین ترین کہہ سکتا تھا۔ پتہ وینی نے اپنی رہائش گاہ کہاں بنائی تھی۔ لیکن گمان یہ تھا کہ بونا وینا کے قبضہ سے قبل یہ ہی وینی رہائش گاہ کیونکہ اس سے خوبصورت جگہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا یہاں لانے والے انتہائی محتاط انداز میں یہاں پہنچے تھے مجھے ایک سوراخ سے اندر داخل کیا گیا۔ اندر کا ماحول ناقابل یقین تھا۔ بہت ہی خوبصورت طریقہ سے اس جگہ آراستہ کیا گیا تھا جگہ جگہ دیواروں میں اور چھتوں میں قسم کے فانوس نصب تھے جن میں شمع جل رہی تھیں غار پُر نور ہو گئے تھے پھر مجھے کئی سرنگوں سے گزارا گیا اس کے بعد ایک ایسی جگہ پہنچا دیا گیا جو پہاڑوں کے ہی تھی لیکن اُس کا اُوپری حصّہ کھلا ہوا تھا۔ یہاں میں ایک سنگی چبوترے پر سیاہ رنگ کا ایک تابوت دیکھا یہ ہی تابوت میری آرام گاہ تھا اُن لوگوں نے مجھے جلد

سے تابوت میں لیٹ جانے کو کہا اور اس کے بعد جب میں تابوت میں لیٹ گیا تو وہ وہاں سے رخصت ہو گئے۔ میرا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ تابوت میں لیٹ کر میں گویا زندہ درگور ہو گیا تھا لیکن یہاں کی فضا اور یہاں کا ماحول بہت عجیب تھا۔ اور اب نہ جانے کون کون سے واقعات میرا انتظار کر رہے تھے دھڑکتے دل پر قابو پا کر میں نے آئندہ پروگرام کے بارے میں سوچا۔ وہ لڑکی، الشیلا کس قسم کی ہو گی، اس کی ذہنیت کیا ہو گی اُس کی شکل و صورت کیسی ہو گی۔ بہت سے خیالات میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ اور میں آنے والے وقت کا منتظر تھا نہ جانے کتنی دیر ہو گئی اور پھر میں نے قدموں کی چاپ سُنی تابوت میں لیٹے لیٹے مجھے کسی قدر گھٹن کا احساس ضرور ہوا تھا۔ لیکن انگلی سے اگر تابوت کے ڈھکن کو تھوڑا سا کھول لیا جاتا تو ہوا بآسانی اندر آسکتی تھی۔ اور میں نے دو تین بار ایسا ہی کیا تھا۔ اس کے علاوہ تابوت میں ایسی شدید گھٹن بھی نہیں تھی۔ کہیں نہ کہیں سے ہوا۔ اپنی جگہ بنا کر اندر پہنچ ہی رہی تھی۔ قدموں کی چاپ میرے قریب آتی گئی مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کتنا وقت ہو چکا ہے۔ اب تو میرے پاس گھڑی بھی نہیں تھی۔ جس میں کم از کم میں وقت ہی دیکھ لیتا۔ بہرطور یہ میری زندگی کا نازک ترین مرحلہ تھا۔ قدموں کی چاپ میرے نزدیک آکر رُک گئی۔ میں سانس لینا بھول گیا تھا اور ہر لمحے انتظار کر رہا تھا کہ دیکھیں اب کیا پیش آتا ہے پھر آہستہ آہستہ تابوت کا ڈھکنا کھلا اور میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ اس چہرے کو دیکھنے کے لئے خود میں ہمت بھی پیدا کرنی تھی۔ اور پھر فوراً ہی آنکھیں کھول دینا مناسب بھی نہیں تھا۔ جو کوئی بھی تھا مجھے دیکھتا رہا پھر میری پیشانی پر گرم آنسوؤں کے دو قطرے ٹپکے۔ اور میرا دل نہ جانے کیسے کیسے احساسات کا شکار ہو گیا۔ ایک لمحے کے لئے جی چاہا تھا کہ ہاتھ اُٹھا کر اپنی پیشانی صاف کر لوں۔ لیکن پھر خود کو کنٹرول کیا اور انتظار کرتا رہا۔ ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی کچھ الفاظ بھی۔ میں کان لگا کر ان الفاظ کو سننے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔"

"سیموئل واپس آجاؤ، سیموئل واپس آجاؤ، کب تک انتظار کروں گی تمھارا۔ اب تو میرے برداشت کی قوتیں جواب دیتی جا رہی ہیں۔ سیموئل واپس آجاؤ، بول پڑو، کیوں خاموش ہو، اتنے خاموش کیوں ہو۔ آنکھیں کھول دو، سیموئل میری زندگی، آنکھیں کھول دو۔ تم جس دُنیا میں چلے گئے ہو سیموئل لوگ کہتے ہیں وہاں سے کوئی واپس نہیں آتا لیکن نہ جانے مجھے کیوں یقین ہے، میرا دل کہتا ہے سیموئل کہ تم ضرور واپس آجاؤ گے۔ تم اس دُنیا میں نہیں گئے۔ تم مجھ سے روٹھ گئے ہو۔ صرف روٹھ گئے ہو تم مجھ سے۔ سیموئل میری زندگی میری روح۔"

کچھ ایسا درد بھرا انداز تھا اُس کا کہ دل کٹ کر رہ گیا۔ ذہن میں ایک گرم سی لہر اُٹھی۔ یہ لڑکی محبت کی ماری بونا وینا کی بیٹی ہے اور زیڈال اسے ختم کر دینا چاہتا ہے ایسا اُلجھا ہوا معاملہ تھا کہ میں خود بھی اُس کے بارے میں کچھ نہیں سوچ سکتا تھا۔ سونتیا میری وجہ سے ماری گئی تھی۔ وہ بہرطور جیسی بھی تھی لیکن میری قربت کی خواہاں تھی۔ مجھ سے اظہار الفت بھی کرتی رہی تھی لیکن حالات نے مجھے اس کے لئے مجبور کر دیا تھا کہ میں اُس کی زندگی کی طرف سے آنکھیں بند کر لوں یہ حالات کب تک اسی طرح سے رہیں گے۔ کب تک میں اپنے ذہن کے خلاف جنگ کرتا رہوں گا۔ لڑکی کی آواز مسلسل اُبھر رہی تھی۔ وہ بھنچے بھنچے لہجے میں دل کے درد کا اظہار کر رہی تھی۔ اور اب میرے لیے ضروری تھا کہ میں آنکھیں کھول دُوں۔ یہ ہی پروگرام بھی تھا۔ چنانچہ میں نے پلکیں جھپکائیں۔ یقیناً اُس کی نگاہیں میرے چہرے پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ اُس نے بے اختیار آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیئے وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی میں نے آنکھیں کھول دیں اور اُسے دیکھنے لگا۔ ایک بجلی سی کوند گئی تھی نگاہوں میں دودھ کی طرح براق چہرہ، روشن لیکن غمزدہ آنکھیں، پیشانی پر جھولتے ہوئے بالوں کی لٹیں سبک نقوش، صراحی دار گردن۔ اس کا سراپا ایک لمحہ میں دل کی گہرائیوں میں اُتر جانے والا تھا۔ اس وقت اُس کا چہرہ حیرت کا آئینہ بنا ہوا تھا۔ وہ بے اختیار میرے دونوں شانے جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔"

"سیموئل، سیموئل، تم، تم جاگ گئے۔ تم واپس آگئے سیموئل مجھے یقین تھا۔ آہ خدا کی قسم مجھے یقین تھا۔ میں اس انہونی کا انتظار کر رہی تھی سیموئل۔ اُٹھو دیکھو۔ میں الشیلا ہوں۔ تمھاری الشیلا سیموئل میرے سیموئل!"

وہ دیوانہ وار میرے تابوت میں جھکی اور اُس نے اپنا سر میرے سینے پر ٹکا دیا وہ بُری طرح اپنا چہرہ میرے

سینے سے گزر رہی تھی اور میں عجیب سے احساسات کا شکار ہو گیا تھا۔ میری بدنصیبی نے یہ سب کچھ میری تقدیر میں لکھ دیا تھا۔ ایسے ایسے لوگوں کو دھوکہ دینا پڑ رہا تھا جنہیں دھوکہ نہیں دیا جانا چاہئے تھا۔ میں اس فطرت کا انسان نہیں تھا جس کے لئے مجبور کر دیا گیا تھا۔ لیکن دل پر جبر کرنا تھا۔ آہستہ آہستہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے اور اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لے لیا۔

"الشیلا" میری آواز ابھری۔ اور وہ ایک بار پھر مجھ سے لپٹ گئی۔

"سمیوئل میں تمہارا انتظار کر رہی تھی آخر تم نے میری آواز سن لی۔ آخر تمہیں مجھ پر رحم آ ہی گیا سمیوئل اٹھو اس تابوت سے نکل آؤ مجھے وحشت ہوتی ہے۔ تم نہیں جانتے سمیوئل کہ میں تمہیں کس دل سے اس تابوت میں دیکھتی تھی۔ نکل آؤ سمیوئل۔ نکل آؤ۔"

"الشیلا" میں نے پھر آہستہ سے کہا۔

"ہاں سمیوئل۔ میں الشیلا ہی ہوں۔ مجھے پہچانو۔ میں تمہاری الشیلا ہی ہوں۔"

"میں جانتا ہوں الشیلا۔ میں جانتا ہوں۔"

"اٹھو سمیوئل اٹھو تابوت سے باہر نکل آؤ۔"

میں آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ فرط مسرت سے دیوانی ہوئی جا رہی تھی۔ پاگلوں کی طرح نثار ہو رہی تھی مجھ پر۔ اور پھر شدت جذبات میں وہ بہت آگے بڑھ گئی۔ مجھے اس کی یہ دیوانگی برداشت کرنی پڑی تھی لیکن خود میرے ذہن میں پھر وہی چنگاریاں سی سلگ اٹھی تھیں۔ آخر انسان تھا۔ متاثر ہونا تو فطری امر تھا۔ بہرطور میں تابوت سے باہر نکل آیا اور چبوترے پر کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک بار پھر مجھ سے لپٹ گئی تھی۔

"سمیوئل، سمیوئل، میری زندگی، میری روح، آہ تم نے مجھے دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔ تم اس دنیا میں واپس نہیں آئے سمیوئل۔ گویا میں واپس آ گئی ہوں۔ سمیوئل میرے سمیوئل۔"

وہ جو کچھ کر سکتی تھی کرتی رہی۔ میں خاموش ہی رہا تھا اس کے بعد ہم دونوں چبوترے سے نیچے اتر آئے۔ اب اس پر مسرت کا دورہ پڑا تھا اور وہ نہ جانے کیسی الٹی سیدھی باتیں کر رہی تھیں۔ تب میں نے آہستہ سے اس کا بازو تھام لیا۔

"الشیلا میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"کہو سمیوئل کہو۔ جو دل چاہتا ہے کہو۔ آؤ یہاں سے چلیں۔ آؤ سمیوئل یہاں سے نکلو۔ یہ جگہ مجھے بے حد بھیانک لگتی ہے لیکن میں تمہارے لئے آتی تھی۔ صرف تمہارے لئے۔ آہ میرے احساسات کیا کیا ہوتے تھے میں اپنے آپ کو کتنا تنہا محسوس کرتی تھی۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ ایک دن تم اسی طرح جس طرح اس وقت ہو۔ میرا ہاتھ پکڑ کر یہاں سے باہر نکل جاؤ گے ہم دونوں گفتگو کریں گے۔ دنیا بھر کی باتیں کریں گے ہم دونوں۔ میں تمہیں بتاؤں گی کہ کس طرح میں تمہارے لئے تڑپتی رہی ہوں۔ آؤ سمیوئل یہاں سے باہر چلیں۔"

"نہیں الشیلا میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔"

"کیا بات ہے سمیوئل کیا بات ہے۔ کیا کوئی پریشانی ہے۔ کیا اب بھی تمہیں واپسی کا کوئی خطرہ ہے۔"

"ہاں الشیلا۔"

"نہیں خدا کے لیے یہ الفاظ کہہ کر مجھے زندہ درگور مت کرو اب اگر جاؤ سمیوئل تو تنہا مت جانا۔ مجھے بھی ساتھ لے کر جانا۔ تم نہیں جانتے تمہارے بغیر یہ دنیا مجھے کتنی بری لگتی تھی۔"

"میں جانتا ہوں الشیلا میں سب کچھ جانتا ہوں۔ لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے بھی تم غور سے سن لو۔"

"تو کہو۔ جلدی کہو۔ تم نہیں جانتے کہ میرے دل و دماغ کی کیا کیفیت ہو رہی ہے۔"

"الشیلا تمہاری بے پناہ محبت نے مجھے روحوں کی دنیا سے واپس آنے کی اجازت تو دلا دی ہے۔ لیکن ابھی میں کسی اور کے سامنے نہیں جا سکتا۔ مجھ پر یہ پابندی عائد کر دی گئی ہے کہ میں تمہارے حبیبوں میں صرف تم سے گفتگو کروں کوئی اور مجھے جیتی جاگتی حالت میں نہ دیکھ سکے۔ الشیلا کسی اور کی نگاہ اگر مجھ پر پڑ گئی تو اس کے بعد میں چلا جاؤں گا ہمیشہ کے لیے ہمیشہ کے لئے اور پھر میری واپسی ممکن نہیں ہو گی۔" الشیلا کا چہرہ ایک لمحے کے لئے تاریک ہو گیا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی پھر سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"نہیں، نہیں کون دیکھے گا بھلا، کون دیکھے گا تمہیں میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی۔ کسی کو بھی نہیں بتاؤں گی

ارے بارے میں کہ تم جاگ گئے ہو۔ تم، تم مگر" وہ خوف سے رونے لگی اور میں نے آگے بڑھ کر اسے دلاسا دیا۔

"نہیں الشیلا رونے کی ضرورت نہیں اگر ہم دنیا کی ...ہوں سے محفوظ رہیں۔ اگر میں ایسے اوقات میں تمہارے ...اتھ یہاں نکلوں جب مجھے کوئی دیکھ نہ سکے۔ تو پھر مجھے ...نہیں ہو سکتا۔ میں تمہارے پاس ہی رہوں گا۔"

"ایسا ہی کروں گی میں۔ ایسا ہی کروں گی۔ مجال ...ہے کسی کی جو کوئی دیکھ جائے۔ یا تمہارے بارے میں ...جان جائے۔ لیکن سمیوئل اس طرح کیا تم اسی تابوت میں ...رہو گے۔"

"کیا حرج ہے۔ ہماری راتیں ہمارے لئے ہوں گی الشیلا ہم دونوں ہر رات ملاقات کریں گے۔ لیکن اس کے لئے بھی ایک شرط ہے۔"

"کیا؟" الشیلا نے پوچھا۔

تم اپنی کیفیت سے اچھی طرح واقف ہو۔ تم میرے بغیر غم زدہ رہتی تھیں۔ اداس رہتی تھیں۔ اور دوسرے لوگ تمہیں اسی شکل میں دیکھتے تھے اگر آج تم خوشی کا اظہار کرو گی ان کے سامنے تو لوگ یہ سمجھ جائیں گے کہ میں واپس آ گیا ہوں۔ پھر وہ مجھے دیکھنے کی کوشش کریں گے اور الشیلا میں تم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جاؤں گا۔"

"نہیں، نہیں، میں غم زدہ رہنے کی اداکاری کروں گی۔ کسی پر ظاہر ہی نہیں ہونے دوں گی کہ میری تم سے ملاقات ہوئی ہے اگر تم یہی بہتر سمجھتے ہو تو ٹھیک ہے میں تو بس تمہاری زندگی چاہتی ہوں۔ کتنا عرصہ ہو گیا مجھے تم سے جدا ہوئے سمیوئل۔ یوں لگتا ہے جیسے صدیاں بیت گئیں۔ اور ان صدیوں کا ایک ایک لمحہ ایک ایک کہانی ہے نہ جانے کیا کیا سوچا ہے تمہارے بغیر میں نے" الشیلا جذباتی لہجے میں بولی۔

"میں سب کچھ جانتا ہوں۔ مجھے تمہاری کیفیت کا ایک ایک لمحہ یاد ہے بس میں بول نہیں سکتا تھا۔ تمہیں دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن دل کی آنکھیں تمہیں دیکھ رہی تھیں الشیلا۔ آؤ اس طرف بیٹھیں گے" میں نے ایک سمت اشارہ کیا اور الشیلا میرے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

میں اپنے اس مقصد کو کامیابی سے سرانجام دے چکا تھا اور اس کے بعد مجھے دوسری کارروائیاں کرنی تھیں الشیلا صبح تک میرے ساتھ رہی۔ وہ بے حد جذباتی لڑکی تھی۔ اس نے اپنی تمام کہانی مجھے سنا دی تھی۔ اور میں بہت سے ایسے واقعات سے واقف ہو گیا تھا جن کی نشاندھی خود زیڈال بھی نہیں کر سکا تھا۔ صبح کی روشنی نمودار ہوئی تو میں نے خود ہی الشیلا سے کہا۔

"میری واپسی ضروری ہے الشیلا۔ کیونکہ دن کی روشنی میں مجھے روحوں کی عدالت میں حاضری دینی ہوتی ہے اور اپنے معمولات کی اطلاع پہنچانی ہوتی ہے۔ چنانچہ اب تم جاؤ۔ رات کو جوں ہی تاریکی پھیل جائے۔ اور تم محسوس کرو کہ اب کوئی ہم تک پہنچنے والا نہیں ہے۔ تو میرے پاس آ جانا۔"

"آہ پورے بارہ گھنٹے۔ بارہ گھنٹے مجھے تمہارے بغیر گزارنے ہوں گے۔" الشیلا نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

"الشیلا میرے لیے تمہیں خود پر قابو رکھنا ہو گا ورنہ تم مجھے پا کر دوبارہ کھو بھی سکتی ہو۔"

"نہیں قطعی نہیں۔ تم اطمینان رکھو۔ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ بس زبان ہی سے کہہ رہی ہوں۔ اپنے آپ کو میں پوری طرح محتاط رکھوں گی۔ اب اتنی بے وقوف بھی نہیں ہوں میں۔" الشیلا واپس چلی گئی اور میں اسی تابوت میں جا لیٹا۔

رات بھر جاگتا رہا تھا اس لئے فوراً ہی نیند آ گئی۔ لیکن دوپہر کا وقت تھا جب آنکھ دوبارہ کھل گئی۔ بھوک لگ رہی تھی پیاس بھی محسوس کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں میں نے سوچا ہی نہیں تھا نہ ہی الشیلا سے اس سلسلے میں گفتگو ہوئی۔ میں نے بڑی عجیب سی کیفیت محسوس کی اس طرح میں زندہ کیسے رہ سکوں گا۔ بہرطور اب تو الشیلا کے آنے پر ہی اس مسئلے کا حل ہو سکتا ہے۔ لیکن اس مسئلے کا حل زیڈال کے ذہن میں ضرور تھا۔ کیونکہ اس وقت دوپہر کا تقریباً ڈیڑھ بجا ہو گا۔ یہ میں صرف اندازے کی بناء پر کہہ سکتا تھا۔ جب مجھے قدموں کی چاپ سنائی دی اور میں نے سانس روک لیا۔ تابوت کی قریب کسی کی آواز ابھری۔

"مسٹر گے زالی، مسٹر گے زالی" مجھے میرے اصل نام سے پکارا گیا تھا اور وہ نام استعمال کیا گیا تھا جو پروفیسر زیڈال استعمال کرتا تھا۔

چنانچہ ایک لمحے کیلئے مجھے سکون سا محسوس ہوا لیکن میں نے خود اپنی طرف سے کوئی تحریک نہ ہونے دی۔ اور

چند لمحات کے بعد تابوت کا ڈھکن کھل گیا۔ آنکھوں کی جھری سے میں نے اس شخص کو دیکھا اجنبی چہرہ تھا۔ جنگلیوں ہی کی شکل اختیار کیے ہوئے تھا لیکن اس کے نقوش سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کم ازکم ویلینی کا باشندہ نہیں ہو سکتا۔

"مسٹر گانالی۔ میں پروفیسر زیڈال کا آدمی ہوں۔" اس نے کہا۔ اور اب اس سے زیادہ محتاط رہنا مناسب نہیں تھا۔

"کیا بات ہے؟ میں نے سوال کیا۔"

"پروفیسر زیڈال نے آپ کے لئے یہ کھانے پینے کی چیزیں بھیجی ہیں براہ کرم ان سے اپنی وقتی ضرورت پوری کر لیجئے۔ اور میرا خیال ہے وہ لڑکی ہی اس سلسلے میں آپ کی معاون ہو سکتی ہے۔"

"کیا نام ہے تمھارا؟"

"بس آپ مجھے محافظ کہہ سکتے ہیں۔"

"شکریہ محافظ۔ کھانے کی واقعی شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ لاؤ یہ مجھے دے دو۔ اور سنو اگر میں تمھارے ذریعے پروفیسر زیڈال تک کوئی پیغام پہنچانا چاہوں تو؟"

"مجھے اسی لئے مقرر کیا گیا ہے۔ کسی بھی شئے کی ضرورت ہو آپ مجھ سے کہہ سکتے ہیں۔ روزانہ دن کو میں اسی وقت آپ سے ملاقات کروں گا۔ دراصل اس وقت میری ڈیوٹی یہاں پر ہوتی ہے۔"

"مسٹر محافظ ایک بات بتاؤ۔ کیا ان غاروں کے تمام طلسم سے تم واقف ہو۔"

"جی نہیں۔ میری حدود مقرر ہیں۔ میں اس جگہ تعینات کیا گیا ہوں۔ چنانچہ میں یہیں رہتا ہوں۔ اس کے آگے اگر مجھے دیکھ لیا جائے تو میرے حق میں نقصان دہ ہو سکتا ہے اس کی اطلاع مجھے دے دی گئی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔ تو پھر پروفیسر زیڈال کو میرا یہ پیغام دے دینا کہ اب تک میں نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے لڑکی کے سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ اس کی اطلاع بھی اگر پروفیسر زیڈال اگر مجھے تمھارے ذریعے پہنچا دے تو بہتر ہے۔"

"کل تک انتظار کرنا ہوگا آپ کو۔ اچھا میں اب چلتا ہوں۔" اس نے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ کم ازکم کچھ نہ کچھ تو کھانے پینے کو ملا۔ میں تابوت میں لیٹے ہی لیٹے زیڈال کی بھیجی ہوئی کھانے کی چیزیں کھانے لگا۔ لیکن اس طرح اپنے آپ کو محدود رکھنا طویل عرصے تک ممکن نہیں ہو تقریباً شام کے چار بجے میں نے تابوت کے ڈھکن کو اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہٹایا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں اب یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اس جگہ میری نگرانی کے کیا انتظامات ہو سکتے ہیں حالانکہ جو واقعات میرے علم میں آئے تھے ان کے تحت یہ تابوت اور اس میں پڑی ہوئی حنوط شدہ لاش صرف الشیلا کو مطمئن کرنے کے لئے یہاں محفوظ کی گئی تھی۔ اس سے زیادہ لونا وینا کی نگاہ میں اس کی کیا حیثیت ہو سکتی تھی لیکن دیکھنا یہ تھا کہ اطراف کی کیا پوزیشن ہے چنانچہ یہ خطرہ مول لئے بغیر چارہ نہیں تھا۔ سب سے پہلے میں نے اوپر کی سمت نگاہ دوڑائی غاروں ہی کا ایک کنارہ تھا جس میں یہ جگہ کھلی ہوئی تھی۔ اوپر پہنچنے کے لئے یہاں ... کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس کے لیے کم ازکم دس یا گیارہ فٹ اونچی سپاٹ دیوار عبور کرنا ہوتی۔ جو تقریباً ناممکن ہی تھا۔ جس راستے سے گزر کر الشیلا آتی تھی۔ وہ بھی ایک گول سوراخ کی شکل میں تھا اور اسی راستے سے ... یہاں تک لایا گیا تھا۔ تقریباً بیس فٹ لمبی سرنگ تھی اور اس سرنگ کے اطراف میں کیا تھا مجھے نہیں معلوم تھا لیکن میں نے سرنگ کے دائیں بائیں کچھ سوراخوں سے روشنی سی آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اس سے آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی کیونکہ کچھ فاصلے پر انسانی قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں ان میں باتیں کرنے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ گویا وہاں خاصی تعداد میں لوگ موجود تھے اور میں اس سے زیادہ کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا چنانچہ وہاں سے واپس پلٹ آیا۔ رات ہوئی تو الشیلا پھر میرے پاس پہنچ گئی اور میرے اندازے کے مطابق وہ میرے لئے کھانے پینے کی اشیاء بھی ساتھ لائی تھی۔

"اب تو تمھیں ان کی ضرورت بھی محسوس ہو رہی ہو گی سمیونل۔ دن بھر بھوکے رہے ہو گے تم۔"

"نہیں الشیلا بے شک زندگی میں واپس لوٹنے کے بعد کھانے پینے کی چیزوں کی ضرورت پیش آتی تھی لیکن دن کی روشنی میں تم یہ کوششیں کبھی مت کرنا۔"

"تو اٹھو پھر یہ کھاؤ۔ میں بھی تمھارے ساتھ کھاؤں گی۔" الشیلا نے کہا اور میں نے اس کی لائی ہوئی اشیاء میں سے کچھ چیزیں لے لیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر میں نے الشیلا کی طرف دیکھا وہ مسرور نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"دن میں تم کیا کرتی رہی۔"

"زیادہ تر اپنی آرام گاہ میں رہی۔ میں کسی کے سامنے نہیں جانا چاہتی تھی۔ ویسے بھی ڈیڈی نے کچھ پابندیاں مجھ پر عائد کر رکھی ہیں عام لوگوں کے سامنے جانا میرے لئے ممنوع ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے اپنے آدمیوں میں سے بھی صرف چند افراد ایسے ہیں جو مجھ تک آ سکتے ہیں۔ ورنہ میں محدود رہتی ہوں۔"

"اس کی وجہ؟"

"کیا تم نہیں جانتے۔"

"میں کہاں جان سکتا ہوں؟ تمھیں خود اندازہ ہے۔"

"اوہ ہاں، واقعی۔ دراصل ڈیڈی یہاں کسی خاص کام سے آئے ہوئے ہیں۔ کچھ عرصے ہم یہاں رہیں گے اور اس کے بعد واپس چلے جائیں گے۔"

"وہ خاص کام کیا ہے۔"

"وہ میں نہیں جانتی۔ ڈیڈی نے مجھے بتایا ہی نہیں اور میں ایسی باتوں کا تجسس بھی نہیں رکھتی جن سے میرا کوئی تعلق بھی نہ ہو۔"

"تمھیں یہاں کیا کرنا ہوتا ہے۔" میں نے سوال کیا اور الشیلا ہنس پڑی۔

"ڈرامہ، ایک انوکھا ڈرامہ، دراصل یہ جنگلیوں کی آبادی ہے۔ یہاں رہنے والے سب وحشی لوگ ہیں جو عام طور سے بے لباس رہتے ہیں۔ عورتیں مرد سب اور وہ سب میری پوجا کرتے ہیں۔"

"تمھاری؟"

"ہاں۔ ویلینی کی حیثیت سے۔" الشیلا نے بتایا۔

"ویلینی کیا چیز ہے۔"

"یہاں کی حکمران۔ جو اب ہمارے قبضہ میں ہے۔ ڈیڈی نے اس عورت کو اپنے قبضہ میں کرنے کے بعد قید کر لیا ہے وہ ہی نہیں اس کے بہت سے ساتھی بھی ہیں جو اب ہمارے قیدی ہیں۔ مجھے اس عورت کی حیثیت دے کر یہاں ہر ماہ چاند کی چودہویں رات کو ایک پہاڑی پر لے جایا جاتا ہے اور یہاں بے شمار افراد ہوتے ہیں جو اسی قبیلے کے باشندے ہیں وہ میرے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ ویلینی سمجھ کر میری پوجا کرتے ہیں اور میرے سامنے روشن پتھروں کے انبار لگا دیتے ہیں۔ اور میں انھیں خوشحالی کی دعائیں دیتی ہوں۔ انھیں وہ ہدایات دیتی ہوں جو آئندہ انھیں کرنا ہوتی ہیں۔ سب میرے محکوم ہیں اور یہ ڈرامہ مجھے ڈیڈی کی ایما پر کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ ڈیڈی کا کہنا ہے کہ کچھ عرصہ ہمیں یہاں پر گزارنا ہے۔ اور اگر ان وحشیوں کو قابو میں نہ رکھا گیا تو یہ ہمیں نقصان پہنچا دیں گے۔"

"اوہ۔ اور وہ اصل حکمران کہاں ہے؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ سوال کیا۔

"وہ یہاں غاروں ہی میں قید ہے۔ اسے انکل ویلبی اپنے کنٹرول میں رکھتے ہیں۔ انکل ویلبی کے بارے میں شاید تم جانتے ہی ہو گے بہت بڑے سائنسدان ہیں۔ انکل ویلبی اس پر نیند طاری کیے رہتے ہیں اور وہ مزے سے سو رہی ہے۔ جب ہم یہاں سے جائیں گے تو اسے آزاد کر دیں گے اس سے زیادہ ہمیں اس سے اور کوئی غرض نہیں ہے۔"

"کیا اس عورت کے ساتھ دوسرے بہت سے لوگ بھی قیدی ہیں۔"

"ہاں۔ اس کے خاص قسم کے آدمی۔"

"تم اس جگہ کے بارے میں جانتی ہو جہاں اسے قید رکھا گیا ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ لیکن تم کیوں یہ سوال کر رہے ہو۔"

"میرے دل میں اسے دیکھنے کی خواہش ابھر رہی ہے میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ قبیلے کی حکمراں کیسی ہوتی ہے۔"

"تو پھر چاند کی چودھویں رات کا انتظار کرو۔ میں تمھارے سامنے اس قبیلے کی حکمراں کی حیثیت سے آؤں گی۔ مجھے دیکھ لینا" الشیلا نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہتا تھا۔

خود زیڈال کا بھی یہ ہی منصوبہ تھا اور اس سلسلے میں ہمارے درمیان تفصیلی گفتگو ہو چکی تھی۔ زیڈال کی خواہش تھی کہ میں کسی بھی طرح الشیلا کو بہلا پھسلا کر اس تک لے آؤں اور اس کے لئے زیڈال نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ خود ہی اپنا منصوبہ دے گا اور حالات کے تحت دے گا تاکہ میرے لئے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ زیڈال کے ذہن میں یہ ہی پروگرام تھا کہ الشیلا کو اپنے قابو میں کرنے کے بعد وہ لونا وینا کو بلیک میل کرے۔ اور پھر اس کے سامنے اس

کی بیٹی کو تڑپا تڑپا کر مار دے تاکہ بوتا وینا کو یہ احساس ہو کہ سونیتا کے قتل کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں۔ ابھی تک تو یہ ہی ظاہر ہوتا تھا کہ زیڈال کے ذہن میں صرف انتقام کا جذبہ پروان چڑھ رہا ہے۔ حالانکہ میں نے اُسے پیشکش کی تھی کہ اگر وہ چاہے تو میں کسی بھی شکل میں خزانہ اُس کی تحویل میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن اُس نے اب اس کے لئے جلد بازی نہیں کی تھی جبکہ پہلے وہ اس کے لئے مضطرب تھا اور یہ ہی چاہتا تھا کہ کسی طرح اس خزانے کو یہاں سے نکال لے جائے لیکن اب صورت حال ذرا مختلف نظر آ رہی تھی البتہ یہ بات میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا تھا کہ الشیلا کو قتل کرنے کے بعد زیڈال کا کیا پروگرام ہوگا۔ بہرطور مجھے میرے مقصد کی تکمیل کے لیے کافی موقعہ مل گیا تھا۔ اور زیڈال کی خواہشات کے مطابق عمل کرتے ہوئے مجھے اپنے مقصد کی تکمیل بھی کرنی تھی۔

یہاں رہ کر تو میں کسی بھی قیمت پر سمبوتورا سے ذہنی رابطہ نہیں قائم کرنا چاہتا تھا۔ سمبوتورا کے کہنے کے مطابق کافی خطرہ تھا۔ الشیلا مجھے میرے سوالات کے جوابات دیتی رہی اور میں نے چالاکی سے اُس سے اُس جگہ کے بارے میں بھی خاصی معلومات حاصل کر لیں جہاں ویلینی قید ہو سکتی تھی۔ اُس نے مجھے بتایا کہ وحشی حکمراں کے ساتھ مختلف غاروں میں قید ہیں اور اُنھیں انکل ویلبی نے بالکل بے دست و پا کر رکھا ہے۔ ہر چند کہ الشیلا ایک معصوم صفت لڑکی تھی اور اس سے باتیں کرتے ہوئے یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ مجھ پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کرتی ہے اور میری زندگی پر اُسے ذرا بھی حیرت نہیں ہوتی ہے اسی سے اس کی معصومیت کا اندازہ ہوتا تھا۔ تاہم میں ہر طرح سے ہوشیار رہنا چاہتا تھا۔ اور کسی بھی سلسلے میں کوئی جلد بازی کر کے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ میرے خیال میں یہ آخری موقعہ تھا جو مجھے جد و جہد کے لئے ملا تھا اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ میں اس سازش کا خاتمہ کر کے ویلینی کو آزاد کر دوں۔ اپنے طور پر میرے ذہن میں یہ ہی منصوبہ تھا کہ کسی بھی طرح ویلینی کو اُن لوگوں کی قید سے نجات دلاؤں۔ یہاں سے فرار یا خزانے کے حصول میں اب میرے لیئے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ زیڈال کے منصوبے سے بھی مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ظاہر ہے وہ بھی جرائم پیشہ آدمی تھا۔ سونیتا میرے ہی ذریعے قتل ہوئی تھی۔

اور پروفیسر زیڈال کو بھی میرے ہی ہاتھوں مارا جانا تھا۔ کیونکہ یہ لوگ اگر زندہ رہے تو یقینی طور پر ہمیں یہاں کامیابی نہیں ہوگی۔ الشیلا حسب معمول ساری رات میرے ساتھ رہی اور صبح کی روشنی پھوٹنے سے قبل واپس چلی گئی۔ میں بھی واپس اپنے تابوت میں آ گیا تھا اُسی دوپہر معمول کے مطابق زیڈال کے آدمی نے پھر مجھ سے ملاقات کی۔ زیڈال میری خیریت کے بارے میں تشویش کا شکار رہتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ ابھی تک حالات نہایت اطمینان بخش ہیں اور میں مسلسل کامیابیاں حاصل کر رہا ہوں۔ لیکن میں اس سلسلے میں جلد بازی نہیں کروں گا۔ جس کے جواب میں زیڈال کے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ جلد بازی کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ذرا سی لغزش کام بگاڑ سکتی ہے۔ میں جتنا عرصہ چاہوں حالات کو اپنے قابو میں کرنے کے لئے یہاں رہوں۔ بس پروفیسر کو میری طرف سے تشویش رہتی ہے۔ میں نے اُسے اطمینان دلایا اور وہ چلا گیا ضروریات زندگی سے فراغت حاصل کرنے کے لیے مجھے تھوڑی دیر کے لئے احتیاط سے تابوت سے باہر نکلنا ہوتا تھا۔ لیکن بہرطور یہ لمحات بھی میرے لئے بڑے خطرناک ہوتے تھے میری دلی خواہش تھی کہ میں کسی طرح اس کٹاؤ سے اُوپر نکل کر باہر کا منظر دیکھوں میں نے اس سلسلے میں تیسرے دن محافظ سے سوال بھی کر لیا اور اُس نے کہا یہ کسی طور ممکن نہیں ہے کیونکہ اوپر بوتا وینا کے آدمی کافی تعداد میں موجود رہتے ہیں البتہ اُن میں سے کسی کو اس کٹاؤ تک آنے کی اجازت نہیں ہے اور یہ کٹاؤ بھی اس کے بعد اور اُونچی پہاڑی چٹانوں میں گھرا ہوا ہے۔ چنانچہ اس تک پہنچنا بالکل بے مقصد ہوگا۔ میں نے اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو اس خیال سے باز کر لیا۔ چوتھی رات الشیلا جب میرے پاس آئی تو میں نے اُس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہاں اس تابوت میں قید رہ رہ کر میرا جسم مفلوج ہوتا جا رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے ہٹ کر میں تھوڑی بہت سیر کر دوں۔ لیکن اس کے لئے مجھے یہ ہی خطرہ ہے کہ کہیں مجھے دیکھ نہ لیا جائے۔ الشیلا کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اُس نے کہا۔

”تم میرے محافظ کا لباس پہن کر اگر چاہو تو ان غاروں کی سیر کر سکتے ہو۔“

”تمھارے محافظ کا لباس مجھے کہاں سے ملے گا اور

تمہارا محافظ کون ہے؟“

”میرا خصوصی محافظ لوئس ہے۔ لوئس شراب کا رسیا ہے اور اگر اُسے ضرورت سے زیادہ شراب دے دی جائے تو وہ اتنا غفیل ہو سکتا ہے۔ تم اگر چاہو تو میں اُس کا لباس اُتار کر تمھارے پاس لے آؤں اور اُسے شراب پلا کر اپنی رہائش گاہ میں بند کر دُوں۔“

”اگر یہ آسان ہو۔ تو کل رات کو تم ایسا ہی کرنا۔“

اور دوسری رات الشیلا نے ایسا ہی کیا۔ جو لباس وہ میرے لئے لائی تھی وہ میرے بدن پر بالکل ہی فٹ نہیں تھا۔ تاہم کام چل سکتا تھا۔ لوئس کے بارے میں اُس نے بتایا کہ اُسے وہ پوری طرح بے ہوش کر کے اپنی مسہری کے نیچے دھکیل آئی ہے۔ اس بات پر وہ بہت ہنس رہی تھی اور اپنی چالاکی پر بہت خوش تھی بہرطور وہ مجھے لئے ہوئے باہر نکل آئی اور میں نے پہلی بار سرنگ کے دوسرے حصّوں کو دیکھا۔ الشیلا مجھے ان کے بارے میں بتاتی جا رہی تھی۔ رات کے اس پہر سرنگ میں کوئی بھی نہیں جاگ رہا تھا رات کے محافظ بھی اپنی اپنی جگہ سونے کے لیے چلے گئے تھے۔

یہاں اندرونی طور پر کوئی خاص پہرہ نہیں رہتا تھا۔ صرف باہر کی نگرانی کی جاتی تھی۔ یہ تمام باتیں مجھے الشیلا ہی سے معلوم ہو رہی تھیں۔۔ ”وہ قیدی کہاں ہیں۔ جو مقامی ہیں؟“ میں نے الشیلا سے سوال کیا۔

اور وہ مجھے ایک اور سمت اشارہ کر کے چل پڑی۔ ایک بار پھر میرے بدن میں اینٹھن سی ہونے لگی میں ویلینی کی سمت جا رہا تھا۔ جبکہ خود سمبوتورا کو بھی یہ بات نہیں معلوم تھی کہ ویلینی کہاں قید ہے۔ الشیلا مجھے لیئے آگے بڑھتی رہی۔ مختلف پیچ در پیچ سرنگوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک جگہ رُک گئی۔ میں نے اس راستے کو پوری طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ یہاں ایک کشادہ غار تھا اس میں ایک جنگلہ لگا ہوا تھا۔ جس میں باہر کی سمت سے ایک تالا لگا ہوا تھا۔ غار کے باہر کوئی محافظ نہیں تھا۔ یہاں اُنھیں قید کرنے کے بعد وہ لوگ بالکل مطمئن تھے۔ اور درحقیقت ان کا اطمینان بے مقصد نہیں تھا۔ کیونکہ یہ جگہ ہی ایسی تھی کہ یہاں سے نکلنا ہی تقریباً ناممکن تھا۔ جنگلے کے دوسری طرف تقریباً دس گیارہ افراد زمین پر لیٹے سو رہے تھے۔ دیواروں میں شمعیں نصب تھیں۔ لیکن اُن کی دھندلی دھندلی روشنی اُن لوگوں کے خدوخال واضح نہیں کرتی تھی۔ تاہم میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُنھیں دیکھتا رہا۔ اُن میں کوئی عورت نہیں تھی۔ یہ سامون تھے ندرت اور روائی مین کے قبیلے کے لوگ۔ میں اُنھیں دیکھتا رہا پھر الشیلا نے مجھے ایک اور غار دکھایا۔ تیسرے غار میں میں نے کچھ عورتوں کو بھی دیکھا۔ اور جنگلے کے قریب پڑی ہوئی ایک عورت کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے اسے پہچان لیا وہ ندرت ہی تھی ہاں وہ ندرت ہی تھی وہ بھی اُن لوگوں کی قیدی بن گئی تھی۔ میں نے اس غار کو خاص طور سے ذہن میں رکھا۔ اور پھر الشیلا سے پوچھنے لگا کہ اگر ہم ان میں سے کسی قیدی کو نکالنا چاہیں تو اس کا طریقہ کیا ہوگا۔

”چابیاں حاصل کی جا سکتی ہیں مگر تم ان میں سے کسی قیدی کو کیوں نکالنا چاہتے ہو۔“

”بالکل نہیں میں تو ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔ میرے دل میں نہ جانے کیوں یہ خواہش اُبھرتی ہے کہ میں ان میں سے کسی سے اُس کے تاثرات پوچھوں۔“

”اوہ تفریحاً۔“

”بالکل۔ دراصل الشیلا اتنے عرصے تک انسانوں سے دُور رہا ہوں کہ عجیب سی کیفیت میرے دل و دماغ پر طاری ہو گئی ہے۔“

”اگر تم چاہو تو میں خاموشی سے یہاں کی چابیاں حاصل کر سکتی ہوں۔“

”اگر کر لو تو اچھا ہے“ میں نے کہا۔

”تو ٹھیک ہے۔ میں چابیاں حاصل کر لوں گی۔“

”لیکن اگر کسی کو پتہ چل گیا تو۔“

”پتہ چل ہی کیسے سکتا ہے۔ میں کوئی بے وقوف تھوڑی ہوں“ الشیلا نے جواب دیا۔

”تو ٹھیک ہے الشیلا۔ تم ان تمام قید خانوں کی چابیاں حاصل کر لو۔ ہمارا جب بھی دل چاہے گا۔ ان میں سے کسی قیدی کو نکالیں گے۔ اُس سے اس کے تاثرات معلوم کریں گے اور پھر اُسے اس کی جگہ واپس بند کر دیں گے۔ اس طرح کافی لطف رہے گا“ میں نے کہا اور الشیلا مسکرانے لگی۔ بالکل ہی معصوم تھی سوچتی ہی نہیں تھی۔

اس معصوم لڑکی کے ساتھ جو کچھ میں کرنے والا تھا۔ اس پر بہرحال دل تو بہت دُکھے گا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔ دوسری رات الشیلا نے چابیوں کا ایک گچھا میرے حوالے کرتے ہوئے ہنس کر کہا کہ اُس نے آسانی

سے محافظوں کو بے وقوف بنا کر چابیوں کا یہ گچھا حاصل کر لیا ہے اور اب وہ بے چارے پریشان پھر رہے ہیں۔

"کہیں وہ تالے تبدیل نہ کر لیں۔"

"نہیں تالے تبدیل نہیں کریں گے۔ بلکہ نئی چابیاں حاصل کر لیں گے۔" الشیلا نے کہا اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

پھر میں الشیلا سے انکل ویلبی کے بارے میں پوچھنے لگا جنھوں نے ان قیدیوں کو ذہنی گرفت میں رکھا تھا۔ تو الشیلا نے بتایا کہ انکل ویلبی عجیب سے آدمی ہیں نہ کبھی مسکراتے ہیں۔ نہ کسی سے بات کرتے ہیں۔ انھوں نے باقاعدہ ایک تجربہ گاہ بنائی ہوئی ہے یہاں۔ جہاں وہ دن رات مصروف رہتے ہیں۔ میں نے اس تجربہ گاہ کے بارے میں بھی معلومات حاصل کر لی تھیں۔

صبح ہونے والی تھی معمول کے مطابق الشیلا چلی گئی چابیوں کا گچھا میرے پاس تھا اور میں یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ ان ہی قید خانوں میں سے کسی ایک قید خانے میں دلیبنی بھی قید ہے مجھے زبردست ذہنی محنت کرنی پڑ رہی تھی۔ حالانکہ میں جرم کی دنیا کا انسان نہیں تھا اور ایسے واقعات سے میرا کبھی سابقہ نہیں رہا تھا۔ لیکن انسان جس راستے پر قدم اٹھا لیتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس میں اُسے مہارت ہو ہی جاتی ہے اور ان دنوں میں جو کچھ سوچ رہا تھا وہ میری بساط سے کہیں باہر کی چیز تھی۔ اب دل میں صرف یہی آرزو تھی کہ کسی طرح ان واقعات پر قابو پا لوں۔ اور دلیبنی کو آزاد کرا لوں۔ لیکن یہ اتنا آسان کام نہیں تھا اور سوچ سوچ کر ہی کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ راستے میں مشکلات تھیں۔ دن کی روشنی میں غاروں میں نکل نہیں سکتا تھا رات کو الشیلا مسلط رہتی تھی پھر یہ کام کس طرح ہو گا۔ زیڈال کے دل کو لگی ہوئی تھی۔ میں دونوں صورتوں میں اس کے لیے اہمیت رکھتا تھا اگر وہ صرف سونتیا کا انتقام نہیں چاہتا تھا تب بھی اس نے مجھ پر بہت بڑا اعتماد کیا تھا اور اگر خزانہ اس کے ذہن میں تھا تب بھی میں ہی اُس کی رہنمائی کر سکتا تھا چنانچہ اس کا کوئی نہ کوئی ساتھی یہ دوپہر مجھ سے ضرور ملاقات کرتا تھا۔ اس دوپہر بھی ایک بالکل نئے شخص نے مجھ سے ملاقات کی اور میں نے زیڈال کو یہی پیغام بھجوایا کہ میں مسلسل مصروف ہوں اور بہت جلد خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہو گا۔ بارہا میرے ذہن میں یہ خیال بھی آیا تھا کہ زیڈال کے محافظ اگر یہاں تک رسائی رکھتے ہیں تو پھر ان کے ذریعہ الشیلا کو اغوا کرنے کا منصوبہ کیوں نہیں بنایا گیا۔

کئی دن گذر گئے تھے لیکن کوئی منصوبہ ذہن میں نہیں آیا تھا۔ چابیاں میرے پاس محفوظ تھیں لیکن راستے بند تھے دن میں ایک دو بار کوشش بھی کی تھی لیکن چاروں طرف خطرات ہی خطرات تھے۔ پھر خدا نے یہ مشکل بھی حل کر ہی دی اسی وقت الشیلا نے بتایا کہ کل وہ میرے پاس نہ آ سکے گی کیونکہ کل چاند کی چودھویں رات ہے۔ میرے رگ و پے میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ اس رات میں الشیلا سے کوئی گفتگو بھی نہیں کر سکا تھا۔ دن بھی شدید ہیجان کے عالم میں گذرا اور پھر رات ہو گئی۔ میری آج کی کامیابی پر ہی آئندہ کے حالات کا دارومدار تھا۔ بہرحال جو وقت میں نے مقرر کیا تھا وہ آ گیا اور میں محتاط انداز میں تابوت سے نکل کر قید خانے کی طرف چل پڑا۔ راستے میرے ذہن میں محفوظ تھے اور میں پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ سرنگیں سنسان تھیں میرے قدم اس قید خانے کی طرف اٹھ رہے تھے جہاں ندرت قید تھی۔ پھر ایک راہداری سے دوسری طرف گھوما ہی تھا کہ عقب سے ایک آواز ابھری۔

"رُک جاؤ۔ بس رُک جاؤ۔ تمہارا کھیل ختم ہو گیا۔" میں سہم کر پلٹا اور —

میری آنکھوں نے اس دراز قامت شخص کو دیکھا جو ایک ڈھیلے ڈھالے مغربی لباس میں ملبوس میرے سامنے کھڑا تھا۔ خشک چہرہ، بکھرے ہوئے بال، پھیکی آنکھیں جو شاید بے خوابی کی مریض تھیں۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا رخ میری جانب تھا۔

"میں کئی دن سے تمہاری تلاش میں تھا۔" اس کی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"میری۔ میری تلاش میں؟" میری سہمی ہوئی آواز ابھری۔

"سو فیصدی تمہاری تلاش میں۔ اور آج۔" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ممکن ہے تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو۔"

"آہ۔ ہاں۔ ممکن ہے۔" اس نے پستول کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کا چہرہ سپاٹ ہی رہا تھا۔ "کون ہو تم؟"

"سیموئل۔ میرا نام سیموئل ہے۔"

"نہیں تمہارا نام سیموئل نہیں ہے۔"

"کیا مطلب —؟"

"آؤ میرے ساتھ آؤ۔ لیکن کوئی ہوشیاری دکھانے کی ضرورت نہیں ہے تمہارے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ ہے۔ اگر ہے تو اسے استعمال کرنے کی کوشش مت کرنا میں تمہارے لیے خطرناک نہیں ہوں۔ میں نے یہ پستول تم پر اس لیے تانا ہے کہ تم کوئی فوری حرکت نہ کرو۔ آؤ میرے ساتھ تم اس جگہ محفوظ نہیں ہو۔"

میں کشمکش کا شکار تھا۔ لیکن اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے لیے مجبور بھی تھا چنانچہ میں اس کے ساتھ چل پڑا یہ صورتحال میرے لیے انتہائی پریشان کن تھی، اس شخص کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا، اس نے کہا تھا کہ میں تمہارے لیے خطرناک نہیں ہوں اس بات کا کیا مطلب تھا؟ لیکن اس وقت کوئی کارروائی ممکن نہیں تھی، میں تو کسی بھی قسم کے ہنگامے سے بچنا چاہتا تھا، اور میری خواہش تھی کہ میں کسی بھی طرح ندرت وغیرہ تک پہنچ جاؤں۔ اگر ندرت میرے ہاتھ لگ جائے تو یقینی طور پر یہاں کے معاملات آگے بڑھ سکتے تھے، اور درمیان میں ہی ہنگامہ آرائی ہو گئی تو سارے منصوبے چوپٹ ہو جائیں گے۔

دراز قامت آدمی میرے آگے آگے چل رہا تھا۔ لیکن میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ میری طرف سے غافل نہیں ہے، تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک قدِ آدم سوراخ میں اندر داخل ہو گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی تھا، سوراخ کا اختتام چند سیڑھیوں پر ہوا اور اس کے بعد ایک گول دروازہ نظر آیا جو درخت کی لکڑی سے ہی بنا ہوا تھا لیکن اس پر رنگ و روغن نہیں تھا۔ دراز قامت نے دروازہ کھولا اور مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں میں نے اس غار کے ماحول کو دیکھا اور دفعتاً میرے ذہن میں ایک نام گونج اٹھا۔

"ویلبی۔" الیشلا نے یہی نام میرے سامنے لیا تھا اور کہا تھا کہ اس کے انکل ویلبی نہ ہنستے تھے نہ مسکراتے تھے، یہ خشک اور سپاٹ چہرے والا شخص ممکن ہے ویلبی ہی ہو اس کا اندازہ غار میں پھیلی ہوئی عجیب و غریب قسم کی مشینوں سے ہو رہا تھا، جو انتہائی پُراسرار اہمیت کی حامل تھیں۔

دراز قامت رکے بغیر آگے بڑھتا رہا، پستول اس کے ہاتھ میں ضرور موجود تھا، لیکن مجھے ہدایت کرنے کے بعد واپس پلٹتے ہی اُس نے پستول نیچے کر لیا تھا اور اس طرح مطمئن ہو گیا تھا جیسے میں کسی بھی طور اس کے ساتھ دغا نہیں کروں گا حالانکہ عقب سے میں چاہتا تو اس پر حملہ کر سکتا تھا، پتا نہیں اس

شخص کے اس اعتماد کی وجہ کیا تھی لیکن میں نے اس اعتماد کو دھولہ بھی نہیں دیا تھا، ایک طرف ایک دیوانی نما سے پڑی ہوئی تھی اُس نے مجھے اُس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔

"میرا نام دیکیڑ ویلبی ہے۔" اُس نے کہا اور اس کے ان الفاظ سے میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔

"مسٹر ویلبی آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں —؟"

"میں تمہاری اس جگہ موجودگی کے بارے میں سوال کر سکتا ہوں جہاں میری تم سے ملاقات ہوئی اس کے علاوہ یہ سوال بھی زیر غور ہے کہ درحقیقت تم کون ہو؟ جس شخص کا تم نے نام لیا ہے وہ مر چکا ہے اور اُس کی حنوط شدہ لاش ایک تابوت میں موجود ہے، بے شک تم نے اُس کی صورت اختیار کرنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ لیکن کم از کم ویلبی کی آنکھوں میں دھول جھونکی نہیں جا سکتی!"

"ٹھیک ہے مسٹر ویلبی میں آپ کی آنکھوں میں دھول جھونکنا بھی نہیں چاہتا، میرا نام غزالی ہے —!"

"شکریہ۔ میں تمہیں اپنے آپ سے متعارف کرا ہی چکا ہوں ویسے تمہاری شخصیت میرے لیے انتہائی پُراسرار ہے، تم سامون تو نہیں ہو؟" ویلبی نے کہا۔

"ہاں میں سامون تو نہیں ہوں بلکہ اس جیتی جاگتی دنیا کا ایک انسان ہوں، مجھے اس بات کا علم ہے مسٹر ویلبی کہ سامونوں کو ذہنی طور پر معطل کرنے کی ذمے داری آپ ہی کی

ہے لیکن آپ کو مجھ پر شبہ کیسے ہوا ؟"

"اگر تم سامون نہیں ہو تو یقیناً ٹیلی پیتھی کے ماہر ہو، میرا خیال ہے تمہیں تمام تفصیلات بتادی جائیں تاکہ تم زیادہ مطمئن ہوکر مجھ سے گفتگو کرسکو۔ کسی اجنبی اور غیر متعلق شخص کا ان غاروں میں داخل ہوجانا بالکل ناممکن ہے، لیکن اگر کوئی شخص کسی بھی طرح یہاں تک پہنچ جاتا ہے تو وہ معمولی انسان نہیں ہوسکتا۔ سامون کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔ یہ بات مجھے نہیں معلوم، اپنے اندازے کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ اس سمت کا رخ کرنے والے، صرف ولاڈی واسکاٹ کے بیان کردہ خزانے کی تلاش میں آتے ہیں، ممکن ہے تمہارا تعلق بھی انہی سے ہو مسٹر غزالی ۔۔ ؟ کیا میرا اندازہ غلط ہے ؟"

"نہیں ۔ آپ کسی حد تک درست سوچ رہے ہیں مسٹر ویلبی لیکن آپ تو لوناڈینا کے ساتھی ہیں ۔۔ !"

میرے ان الفاظ پر ویلبی کے چہرے کے عضلات میں ایک لمحے کے لیے کشیدگی پیدا ہوئی، پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور بولا۔

"اس کا مقصد ہے کہ تم ان تمام لوگوں سے بہت آگے بڑھ چکے ہو جو اب تک اس چکر میں پھنسے ہیں۔ اتنی معلومات تمہارے لیے خطرناک بھی ہوسکتی ہیں بلکہ بہت خطرناک لیکن تم اسے اپنی خوش بختی سمجھو کہ کسی اور کے ہاتھ لگنے کی بجائے تمہاری ملاقات مجھ سے ہوگئی۔ تمہارا اندازہ درست ہی ہے کہ میں لوناڈینا کا ساتھی اور اس کے تمام سائنسی امور کا نگران، پتا نہیں تمہاری معلومات کہاں تک ہیں، مختصراً میں تمہیں لوناڈینا کے بارے میں بھی بتادوں ۔ وہ بھی خزانے ہی کی تلاش میں یہاں آیا ہے۔ ویلینی کی اصل میں کوئی حیثیت نہیں ہے، یہ قبیلہ ایک سامون عورت نے اپنے نام پر آباد کیا ہے بلکہ اس قبیلے کو اپنا نام دے دیا ہے اور کچھ اس قسم کی اصلاحات کیں اس نے اور اس طرح ذہنی طور پر قبیلے کے لوگوں کو اپنا مطیع کیا کہ وہ اسے دیوی کی حیثیت دینے لگے۔ لوناڈینا نے سامونوں کے لیے بڑی محنت کی ہے اور بالآخر اس نے ویلینی میں موجود ایک ایک سامون کو قید کرلیا ہے اور ان کے ذہنی رابطے سائنسی ذرائع سے منقطع کردیے ہیں اور ان کی جگہ اپنی بیٹی کو ویلینی بناکر وہ قبیلوں کو کنٹرول کررہا ہے۔ اس کا قیام قبیلوں میں صرف اس وقت تک ہے جب تک کہ ویلینی اپنی زبان نہیں کھول دیتی لیکن وہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ویلینی کی زبان نہیں کھلوا سکا ہے اور اسی وجہ سے ابھی تک یہاں مقیم ہے۔ یہ تو رہی لوناڈینا کی کہانی میرے بارے میں سنو دوست تمہیں اس لیے رازدار بنارہا ہوں کہ بس دل چاہ رہا ہے۔ میں اس ویرانے میں بالکل تنہا ہوں۔ میری بیوی اور دو بیٹے لوناڈینا کی قید میں ہیں اور میری سائنسی صلاحیتیں میرے لیے عذاب بن گئی ہیں، اپنی صلاحیتوں کی بناء پر لوناڈینا نے مجھے قید کر رکھا ہے، ورنہ مجھے بلیک میل کرکے اپنے مقاصد کے استعمال کررہا ہے۔ اس طرح کم از کم میری پوزیشن تمہاری نگاہ میں واضح ہوگئی کہ میں بذات خود تمہارے مخالفوں میں سے نہیں ہوسکتا، کیونکہ میں تو خود مصیبتوں کا شکار ہوں۔"

ویلبی کی گفتگو سن کر میرے ذہن میں مسرت کی ایک لہر ابھر آئی تھی۔ اگر یہ شخص بھی لوناڈینا کے مخالفوں میں سے ہے تو یہ میرے لیے امدادِ غیبی تھی، اس طرح اس شخص کو اپنے ساتھ شامل کرکے مجھے کافی آسانیاں ہوسکتی تھیں۔ میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا تھا۔ ویلبی کی آنکھوں میں کرب کے آثار نظر آرہے تھے اس نے کہا۔

"ایک سائنسدان کی حیثیت سے میری زندگی مطمئن انداز میں گذر رہی تھی کہ ہم پر تباہی نازل ہوئی میری بہت اچھی بیوی اور میرے دونوں بیٹے اغوا کرلیے گئے اور میں ان کی تلاش میں سرگرداں پھرتا رہا، ہر وہ کوشش کرلی میں نے جو ان کے حصول کے لیے ممکن ہوسکتی تھی۔ پولیس بھی اس سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کرسکی تھی،

اور جب میں ان کے حصول کے سلسلے میں مایوس ہوگیا تو میری آنکھوں میں تاریک ہوگئی، اپنی بیوی اور بچوں کے علاوہ دنیا میں میرے لیے کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ خودکشی کرلوں اور جب میں خودکشی کرنا چاہتا تھا تو عین وقت پر لوناڈینا میرے پاس پہنچ گیا، اس نے مجھ سے ملاقات کرکے مجھے تمام صورت حال بتائی اور کہا کہ میری بیوی اور دونوں بیٹے اس کی قید میں ہیں، انہیں نہایت حفاظت سے رکھا گیا ہے اور اگر میں اس کے مقصد کی تکمیل کردوں تو خزانے میں سے ایک چھوٹا سا حصہ اور اپنے بیوی اور بچے واپس مل سکتے ہیں۔ میں نے بحالت مجبوری اس کے لیے کام کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اپنی تمام مصروفیات ترک کرکے اس کے ساتھ تبت کی جانب چل پڑا۔

"اس سے قبل میں نے وہ تمام سائنسی مشین تیار کر لی تھیں جو اس کی خواہش کی تکمیل کرسکتی تھیں، اس شیطان کے ذہن میں ایک عجیب منصوبہ تھا، جس کی تفصیل تمہیں بتانا بے کار ہوگی۔ میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دل سے میں لوناڈینا کے ساتھ نہیں ہوں، اور یہ بھی محسوس کررہا ہوں کہ وہ شیطان

صفت انسان، درحقیقت اپنے مطلب کا پجاری ہے، اور جب اسے خزانہ مل جائے گا تو یہاں خوفناک خونریزی پھیلے گی، صرف چند افراد زندہ بچیں گے جو اس خزانے کے حقدار ہوں گے اور ان میں، میں نہیں ہوں۔ اور بھی بہت سے لوگ نہیں ہیں اور یہ بات اتفاقیہ طور پر مجھے اس کی سوچ سے حاصل ہوئی ہے۔"

"سوچ سے مسٹر ویلبی ۔۔ ؟"

"ہاں۔ میں جس تھیوری پر کام کررہا تھا اس کے تحت یہی بات سب سے افضلیت رکھتی تھی کہ میں ٹیلی پیتھی کو ایک مشینی شکل دے چکا تھا اور اس اعلان نے مجھے اس عذاب میں گرفتار کیا۔ میں ہر شخص کے ذہن سے وہ حقیقتیں مشینی ذرائع سے اگلوا سکتا ہوں جو اس کے ذہن کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہوں، سامونوں کے ذہنوں کے لیے خاص طور سے یہ کام کیا گیا۔ سامونی ذہن ایک خاص ترتیب کے حامل ہوتے ہیں۔ ان میں قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی قوتیں پائی جاتی ہیں۔ جو ان کے شعور میں موجود ہیں۔ بہت سی چیزیں انسانی لاشعور میں پوشیدہ ہوتی ہیں اور انہیں اجاگر کرنے کے لیے شدید مشقیں اور محنتیں کرنا ہوتی ہیں، لیکن دراصل سامونوں کا تحت الشعور ہی لاشعور ہے اور لاشعور ان کے دماغ کی دوسری منزل میں ہے۔ اس کی وجہ سے وہ آسانی سے پہچانے جاسکتے ہیں، لوناڈینا نے بہت سے سامونوں کو یہاں میری کاوشوں ہی سے گرفتار کیا اور اب تقریباً تمام سامون اس کے قبضے میں ہیں، مجھ پر یہ ذمہ داری ہے کہ میں سامونوں کی جانب سے چوکس رہوں، سامونوں کو قید کرکے ان سے ان کی ذہنی قوتیں چھین لی گئی ہیں، یا یوں کہو کہ ان کے ذہنوں کو وقتی طور پر معطل کردیا گیا ہے اور اب وہ کم از کم پیغام رسانی نہیں کرسکتے، یا ایک دوسرے کو اپنے خیالات سے آگاہ نہیں کرسکتے، اس کے علاوہ اگر ان کے ذہنوں میں کوئی تحریک پیدا ہوتی ہے تو میرے مشینی ذرائع اسے سمجھ لیتے ہیں اور میں لوناڈینا کو اس سے آگاہ کردیتا ہوں۔

"ویلینی کا راز لینے کے لیے ہر کوشش کرلی گئی لیکن اس نے خزانے کے راز کو اپنے ذہن کے کچھ ایسے گوشوں میں مخفی کر رکھا ہے کہ وہ مشینی ذرائع سے سامنے نہیں آسکا اور ہم لوگ ابھی تک انہی کوششوں میں مصروف ہیں اور اس کی وجہ سے لوناڈینا یہاں مقیم ہے اور اس کی وجہ سے یہ سارا گورکھ دھندا پھیلایا گیا ہے، صرف ایک سامون ہماری قید سے فرار ہوگیا ہے اور وہ بھی بالکل اتفاقیہ طور پر کہ ہم اس کے تحت الشعور کو قیدی نہیں بناسکے تھے اور یہ صرف لاپرواہی کی بنیاد پر ہوا تھا۔ میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں، اس کے ذہنی نشانات مجھے ملتے جارہے ہیں، لیکن وہ جگہیں تبدیل کردیتا ہے جس کی وجہ سے ابھی تک ہم اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکے، اور پھر جب میرے مشینی ذرائع نے مجھے بتایا کہ ایک ایسا شخص جس کی ذہنی سطح سامونوں سے ملتی جلتی ہے، کہیں قریب ہی موجود ہے تو میں حیران رہ گیا، میں نے ان نشانات کو اجاگر کیا تو مجھ پر یہ عجیب انکشاف ہوا کہ وہ شخص سامونی قوتیں نہیں رکھتا لیکن اس کی دماغی شعاعوں میں خیالات منتقل کرنے کی قوت پیدا ہوچکی ہے اور یہ کوئی ایسا ہی شخص ہوسکتا تھا جو ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کا ماہر ہو۔

"میرے مشینی ذرائع بتاتے تھے کہ وہ ہم سے قریب تر ہے، نجانے کیوں میں نے لوناڈینا کو اس بات سے آگاہ نہیں کیا۔ میرے ذہن میں یہ تصور پیدا ہورہا تھا کہ اگر وہ شخص اس دنیا کا کوئی انسان ہے تو یقینی طور پر بے پناہ صلاحیتوں کا مالک ہوگا اور اگر وہ مجھے مل جائے، تو میں اسے اپنے ساتھ شامل کرکے اپنے مقصد کی تکمیل کروں، میں خفیہ طور پر تمہاری تلاش میں سرگرداں تھا اور اس وقت یہ صرف اتفاق ہے کہ جبکہ تمام لوگ ویلینی کے احکامات کا تماشہ دیکھنے کے لیے پہاڑوں کی چوٹیوں پر جمع ہیں تم ان غاروں میں بھٹک رہے ہو، چنانچہ میرے ذہن نے انکشاف کیا کہ تم ہی وہ شخص ہوسکتے ہو، مسٹر غزالی یہ یقینی امر ہے کہ تمہارے ذہن میں میرے لیے شکوک و شبہات پیدا ہوں۔

"وہ دیکھو اس مشین پر نظر آنے والی نیلی روشنی جو آہستہ آہستہ اسپارک کررہی ہے اس بات کا احساس دلارہی ہے کہ تم میرے جانب سے امید و بیم کی کیفیت میں مبتلا ہو اور ابھی تم نے میرے اوپر مکمل بھروسہ نہیں کیا۔ یہ بات غیر انسانی نہیں ہے، لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارا مقصد کچھ بھی ہو، میں تم سے بھرپور تعاون کروں گا۔ میں ایسے ایسے ایک لاکھ خزانوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ مجھے ان خزانوں میں سے پتھر کا ایک ٹکڑا بھی درکار نہیں ہے، میں بس یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تمہارا اشتراک لوناڈینا کو تباہ کردے اور کسی طرح مجھے میری بیوی اور بچے مل جائیں۔ میں صرف ایک سائنسدان ہوں۔ جرائم کی دنیا سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، اور میری ذہنی رسائی بھی اس قدر نہیں ہے کہ میں اپنے طور پر کوئی تدبیر سوچ سکوں لیکن جو شخص ان غاروں میں داخل ہوسکتا ہے، وہ ان تمام صلاحیتوں کا مالک ہے اس کے بعد اگر دل گواہی دے تو مجھ پر اعتبار کرلو اور سنو، میں تمہیں لوناڈینا سے محفوظ رکھ سکتا ہوں اور یہ واحد میں

ہوں جو ایسا کر سکتا ہوں میرے پاس بے شمار ذرائع ہیں، کوئی تمہارے بارے میں کچھ نہیں جان سکے گا اور تم یہاں اپنا کام کر سکتے ہو۔"

میں ویلبی کی شکل دیکھتا رہا اس کے الفاظ کی صداقت پرکھتا رہا، بظاہر سچا ہی نظر آ رہا تھا اور پھر میں تو اپنے معاملات خدا پر چھوڑ دینے کا عادی تھا، میں جانتا تھا کہ انسانی سوچ انتہائی حد تک پہنچ کر بے اثر ہو جاتی ہے اور اس کے بعد وہ قوتیں سامنے آتی ہیں جن کے بارے میں انسان کچھ نہیں جانتا اور انہیں مختلف نام دے دیا کرتا ہے چنانچہ حالات نے جب یہ نئی شکل اختیار کی تھی تو اس پر بہت زیادہ سوچ بچار بے معنی تھی۔ میں نے گردن ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر ویلبی، حالانکہ ہماری اور آپ کی ملاقات کو چند لمحات ہوئے ہیں، لیکن انسانی اصول اس سے زیادہ نہیں ہوتے، بہت غور و خوض کر کے صرف الجھنیں پالی جا سکتی ہیں اور میں اب اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں سوچنا چاہتا اور تمہاری خواہش کے مطابق تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔"

ویلبی نے گردن ہلائی اور پھر آہستہ سے بولا۔ "اس اعتماد کے لیے تمہارا شکر گزار ہوں ---!"

"اور اب ہم دوستی کی ان حدود میں داخل ہو گئے ہیں۔ مسٹر ویلبی، جو زیادہ قدیم نہیں ہیں۔ لیکن زیادہ مضبوط ہیں، شک و شبہات کے دور سے نکل کر جب ہم اعتماد کے دور میں داخل ہو چکے ہیں تو چنانچہ میں تمہیں اپنے بارے میں بھی تفصیلات بتا دوں۔"

"ہاں۔ میرے دل میں یہی خواہش ہے کہ تم اپنا مکمل تعارف بھی مجھ سے کرا دو ---؟"

"مسٹر ویلبی۔ اس رات ہمیں کتنا وقت مل سکتا ہے؟" میں نے سوال کیا اور ویلبی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"جب تک چاند آسمان پر چمکتا رہے گا جشن زیارت جاری رہے گا اور کوئی اس طرف نہیں آئے گا، چنانچہ تم مطمئن رہو، یہ لمحات تمہارے لیے پریشان کن نہیں ہیں اس کے علاوہ اگر اتفاق سے ایسی کوئی بات ہو بھی گئی تو میں تمہیں محفوظ کر دوں گا۔ میرے پاس یہاں ایسی جگہیں موجود ہیں جہاں تمہیں پوشیدہ کیا جا سکتا ہے۔"

"تب ٹھیک ہے، میری مختصر کہانی یوں ہے مسٹر ویلبی کہ میں بھی خزانے تلاش کرنے والوں ہی میں سے ہوں اور اپنے گروپ کے ساتھ تبت کے ان علاقوں میں پہنچا تھا، بے شمار مصائب و آلام سے گزرنے کے بعد میں یہاں پہنچا تو میرے بیشتر ساتھی یا تو مارے گئے یا مجھ سے بچھڑ گئے ہیں۔ دو افراد باقی ہیں، جو قیدی ہیں۔ وہ میری طرح ذہنی طور پر طاقتور نہیں ہیں اور بس خزانے کے حصول کے چکر میں میرے ساتھ چل پڑے ہیں، جہاں تک میری ذہنی قوتوں کا تعلق ہے تو تم یوں سمجھو کہ میرا رابطہ چند ساموں سے ہو گیا تھا اور انہوں نے مجھے ذہنی یکسوئی کا یہ عمل سکھایا اور اسی کے ذریعے میں تھوڑی بہت پیغام رسانی کر لیتا ہوں جس شخص کے بارے میں تم نے بتایا ہے کہ وہ فرار ہو چکا ہے وہی میرا ساتھی اور استاد ہے، چنانچہ میں تم سے پہلی درخواست یہی کرتا ہوں کہ تم کسی بھی طور لونا دینا کو اس کے بارے میں حقیقت نہ بتاؤ۔"

"ٹھیک ہے یہ میرا تم سے پہلا تعاون اور پہلا وعدہ ہے کہ وہ اگر اپنے آپ کو محفوظ رکھنے میں کامیاب ہو گیا تو میرے مشینی ذرائع اس کا انکشاف نہیں کریں گے۔" ویلبی نے جواب دیا۔

"شکریہ مسٹر ویلبی، تو میں اپنے بارے میں تمہیں تفصیلات بتا رہا تھا کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ میں بھی قید ہو گیا تھا۔ لیکن پھر میں کوشش کر کے اس قید سے فرار ہو گیا اور جنگلوں میں چھپتا رہا۔ پھر میری ملاقات لونا دینا کے ایک ساتھی پروفیسر زیڈال سے ہو گئی۔"

"اوہ۔ پروفیسر زیڈال۔ دوسرا شیطان۔" ویلبی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس شیطان کو میں نے اپنے قبضے میں کر لیا اور اگر میں تفصیل میں جاؤں گا مسٹر ویلبی تو کہانی طویل ہو جائے گی۔ یوں سمجھ لو کہ میں نے انتہائی چالاکی سے پروفیسر زیڈال کا تعاون حاصل کر لیا۔ وہ خود بھی لونا دینا سے بغاوت کرنا چاہتا ہے۔ اس نے ایک چال چلی تھی جس میں اُسے مکمل ناکامی ہوئی۔ اور وہ لونا دینا سے شدید بدظن ہو گیا، چنانچہ خفیہ طور پر اس نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔ اور یہاں بھی اس نے مجھ سے رابطہ قائم کر رکھا ہے، اس کا مقصد یہی ہے کہ لونا دینا کی بیٹی ایشلا کو میں اپنے جال میں پھانس لوں۔ اور اس کے بعد وہ خود بھی لونا دینا کو بلیک میل کر کے یہ خزانہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔"

"آہ۔ خزانوں کے چکر ایسے ہی ہوتے ہیں کوئی کسی سے مخلص نہیں رہتا۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ پروفیسر زیڈال لونا دینا کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہے، لونا دینا اُسے اپنا دشمن نمبر ایک سمجھتا ہے اور جب خزانہ حاصل ہو جائے گا تو سب سے پہلا شخص پروفیسر زیڈال ہو گا، جسے لونا دینا اپنے راستے سے ہٹائے گا۔ چنانچہ اگر پروفیسر زیڈال نے اس انداز میں سوچا ہے تو اس

ذہانت ہے۔"

"پروفیسر زیڈال ہی کے ذریعے مجھے سموئیل کی کہانی معلوم ہوئی، اور اسی کے تعاون سے میں یہ میک اپ کر کے سموئیل کی حیثیت سے یہاں پہنچا ہوں، ایشلا مجھے سموئیل سمجھتی ہے جیسا کہ لونا دینا نے اس سے کہا تھا کہ ایک دن سموئیل اپنے گھر میں واپس آ جائے گا۔ سو میں نے وہی اظہار کیا ہے لیکن اسے سمجھا دیا ہے کہ جس دن اس نے کسی پر میرا انکشاف کیا میں واپس چلا جاؤں گا۔ لڑکی بہت معصوم ہے۔ لونا دینا نے اسے اپنی شیطنت کا شکار بنا کر ایک برے انسان ہی کا نہیں ایک برے باپ ہونے کا ثبوت بھی دیا ہے۔ بہر طور مسٹر ویلبی اس طرح میں مختلف ذرائع سے یہاں تک پہنچا ہوں۔"

"کیا تمہارے ذہن میں اس سلسلے میں کوئی منصوبہ بھی ہے؟" ویلبی نے پوچھا۔

"ہاں۔ پروفیسر زیڈال کا سہارا لے کر میں یہاں تک آیا ہوں، لیکن جس ساموں کا میں نے تم سے تذکرہ کیا ہے مسٹر ویلبی۔ وہ میرا دست راست بھی ہے، میرے ذہن میں یہ پروگرام ہے کہ درحقیقت زیڈال کی اس کارروائی سے ذاتی طور پر فائدہ اٹھاؤں، اور کسی طرح ویلینی کو آزاد کرا لوں اور اسی مقصد کے تحت اس وقت میں اپنا عمل کر رہا تھا میں نے ان قید خانوں کی چابیاں حاصل کر لی ہیں۔ جن میں وہ لوگ قید ہیں، ویلینی کو کسی بھی طرح آزاد کر کے میں اندر ہی اندر سازش کر کے لونا دینا کی یہ سازش ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ یہی میرا منصوبہ تھا، ویسے مسٹر ویلبی اگر ہم ---اب میں صرف میں نہیں کہوں گا بلکہ ہم کہوں گا، اگر ہم اپنے اس منصوبے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ ہمارے دونوں ہی کام ہو سکتے ہیں۔"

"ہوں۔ لیکن ڈیئر گازالی تم تنہا اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے، تمہیں میری مدد ضرور درکار ہو گی۔"

"اس انداز میں مت سوچیں مسٹر ویلبی، جبکہ میں نے آپ کو اپنے منصوبے کی حقیقت بتا دی ہے، آپ یہ سوچیے کہ اب ہمیں کس طرح اپنا کام انجام دینا چاہیے! سنیے مسٹر ویلبی، دولت تقریباً اس دنیا میں رہنے والے ہر شخص کی نگاہ میں اہمیت رکھتی ہے، میں خود کو اس کی طلب سے الگ نہیں کہہ سکتا، لیکن جو حالات در پیش ہیں، ان کے تحت اب صرف دولت ہی میری منزل نہیں رہی ہے، میں ویلینی کے لوگوں کے کام آنا چاہتا ہوں، اور اس وقت میرے ذہن میں بڑا منصوبہ یہی ہے، اتفاق سے آپ بھی دولت کے خواہش مند نہیں ہیں، چنانچہ ہم دونوں مل کر ایک مشترکہ منصوبے میں اگر آپ کو کچھ خامیاں نظر آئیں، تو آپ اپنے طور پر اس سلسلے میں سوچ سکتے ہیں۔"

"یقیناً۔ لیکن منصوبہ کیا ہے؟"

"ویلینی کو آزاد کرا لیا جائے اور اُسے خفیہ طور پر ایشلا کی صورت دے دی جائے، یہاں جتنے ساموں ہیں ظاہر ہے سب ویلینی کے غلام ہیں، ہم ان غاروں میں ایک دم کارروائی کریں گے اور جس طرح بھی ممکن ہو سکا لونا دینا کے ساتھیوں کو اپنے قبضے میں کر لیں گے، ویلینی کے بارے میں، چونکہ مقامی باشندوں کو تفصیلات معلوم نہیں ہیں، اس لیے ویلینی انہیں ہدایت دے گی کہ ہر اس شخص کو پکڑ لیا جائے یا ہلاک کر دیا جو باہر سے آنے والا ہے، ویلینی کے باشندے کمزور نہیں ہیں۔ بے شک اس سلسلے میں سخت مدافعت ہو گی اور بہت سے لوگ ہلاک ہوں گے، لیکن اسی طرح لونا دینا کے منصوبے کو ناکام کیا جا سکتا ہے۔" ویلبی نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھی اور پھر بولا۔

"تمہاری تجویز نہایت شاندار ہے، لیکن کیا تم مجھے ایک رات اس کے لیے سوچنے کا موقع نہیں دو گے، سنو دوست اپنے تمام پروگرام ترک کر کے واپس اپنے تابوت میں چلے جاؤ، یہ میں اس خیال کے تحت کہہ رہا ہوں کہ اگر ایشلا تم سے اتنی ہی متاثر ہے تو اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ تمہارے پاس پہنچے گی، اور اب بہت زیادہ وقت نہیں ہے۔ ایشلا کو صرف اس بات کے لیے مجبور کر دو کہ وہ تمہاری زندگی کا تذکرہ اپنے آپ سے بھی نہ کرے میں تم سے خود ہی ملاقات کا راستہ نکال لوں گا اور دن کی روشنی میں تم سے ملوں گا۔"

"یہ بہت خطرناک ہے مسٹر ویلبی، کیونکہ زیڈال کے آدمی مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہتے ہیں۔"

"اس کے باوجود تم مطمئن رہو، بلکہ رکو، میں کچھ اور کرتا ہوں۔" ویلبی نے کہا اور پھر چند لمحات سوچتے رہنے کے بعد اپنی جگہ سے اٹھا اور اسی غار کے ایک گوشے میں بنی ہوئی ایک الماری کے قریب پہنچ گیا، الماری سے اس نے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور اسے کھول کر ایک سیاہ رنگ کا آلہ لیے ہوئے میرے قریب پہنچ گیا، یہ آلہ تقریباً ایک انچ مربع تھا اور اس میں چھوٹے چھوٹے ڈائل لگے ہوئے تھے، دو سفید بٹن اس کے اوپری حصے میں موجود تھے۔

"اسے اپنے پاس رکھ لو، یہ ٹرانسمیٹر ہے۔ لیکن اس سے کوئی آواز نہیں ابھرتی بلکہ استعمال کے وقت تم صرف اسے

اپنی پیشانی پر رکھ لوگے، اور میرے اور تمہارے درمیان ذہنی رابطہ قائم ہو جائے گا، میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میری تمام تر سائنسی صلاحیتیں ذہن سے ذہن تک محدود رہی ہیں اور میں نے ان ہی پر کام کیا ہے۔ اسی طرح مجھے تم سے ملاقات کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ بلکہ ہمارے درمیان ذہنی گفتگو ہو سکے گی، میں تمہیں کل گیارہ بجے کا وقت دیتا ہوں، گیارہ بجے تم اپنی کارروائی کرنا اور مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کر لینا۔"

"مجھے اس کے لیے کیا کرنا ہوگا۔؟"

"کچھ نہیں۔ یہ دو سفید بٹن ہیں، جس میں ایک پر نمبر ایک اور دوسرے پر دو لکھا ہوا ہے، نمبر ایک بٹن دبا کر تم اس آلے کو آن کر سکتے ہو اور نمبر دو دبا کر بند کر سکتے ہو، تمہیں اس کی حفاظت کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ویلبی، اب مجھے اجازت دیجیے۔"

ویلبی مجھے باہر تک چھوڑنے آیا، چابیاں میرے پاس ہی رہنے دی گئی تھیں، آج کا منصوبہ ہر چند کہ اس شکل میں ناکام رہا تھا جس شکل میں میں چاہتا تھا، لیکن میرے اپنے خیال میں وہ انتہائی کامیاب رہا تھا۔ ویلبی اچانک دریافت ہوا تھا لیکن مجھے احساس ہو گیا تھا کہ اس کے سہارے کے بغیر میں سامونوں کو ذہنی آزادی نہیں دلا سکتا تھا۔ ویلبی سے ہاتھ ملا کر میں واپس اپنے تابوت کی جانب چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد اس میں لیٹ کر ڈھکن بند کر لیا۔

اس کے بعد میں آنکھیں بند کر کے گہری سوچ میں ڈوب گیا، ویلبی کے سامنے میں نے جو منصوبہ پیش کیا تھا میرے خیال میں اس کے ذریعے ہمیں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہو سکتی تھی، لیکن اس میں میرے لیے بہت سی الجھنیں پوشیدہ تھیں۔ کیونکہ پروفیسر زیڈال بدستور مجھ سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھا اور وہ اپنے منصوبے کے مطابق عمل کر رہا تھا، دیکھیں اس کے نتائج کیا ہوتے ہیں، میں سامونوں کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا، یہ بات تو کھل کر سامنے آ چکی تھی کہ ویلنی، ندرت، سیموتورا اور گومین وغیرہ سامون کہلاتے تھے، لیکن یہ سامون کیا ہے اس کے بارے میں ابھی تک کوئی انکشاف نہیں ہوا تھا۔ سیموتورا نے بھی اپنے آپ کو سامون تسلیم کر لیا تھا۔

میری ذہنی کیفیت تو اب ایسی ہو چکی تھی کہ میں بقیہ معاملات بھول ہی گیا تھا بس یوں لگتا تھا جیسے انہی مسائل کے حل کے لیے میری زندگی وقف ہو گئی ہے۔ تمام پرانے کردار تاریکیوں میں جا سوئے تھے۔ اس حسین زندگی کو بھول گیا تھا، جس سے میں نے ابتدا کی تھی، ماضی کے واقعات یاد آتے تو ذہن عجیب سی کیفیات کا شکار ہو جاتا تھا، بعض اوقات تو مجھے خود پر ہی جھنجھلاہٹ ہونے لگتی تھی۔ جان بوجھ کر یہ سارے ہنگامے مول لیے تھے، انوکھی فطرت تھی میری بھی۔ اگر ابتدا ہی میں اپنے حق کو وصول کرنے کے لیے کمربستہ ہو جاتا تو میرے بھائیوں کی کیا مجال تھی کہ وہ میرا حصہ غصب کر سکتے۔ ان چچا جان سے مدد لیتا جو اپنے آدمیوں کے ذریعے وہ کاغذات حاصل کرنے کا باعث بنے تھے جو جعلی طور پر بنائے گئے تھے، زیادہ سے زیادہ اُن کی بیٹی کو بیوی کی حیثیت سے برداشت کرنا پڑ جاتا، یا پھر اگر یہ سب کچھ بھی نہ کرتا تو زندگی میں دوسرے بہت سے مواقع ملے تھے۔ بے شمار لوگ یورپ جا کر یورپین خواتین سے شادی کر لیتے ہیں اور اپنے وطن آ کر فخر سے سینہ تانے ہوئے پھرتے ہیں کہ انہوں نے ایک غیر ملکی جن کو بوتل میں بند کر لیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ جن انہیں خود بوتل میں بند کر لیتا ہے۔ میں بھی اگر جولیا کی بوتل میں بند ہو جاتا تو کم از کم جولیا کا شوہر ہی کہلاتا اور میکے برادران کی دولت پر عیش کرتا۔ بہت سے ایسے کردار میری زندگی میں بکھرے ہوئے تھے، جنہوں نے میرا مستقبل بنانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن بہرطور تقدیر بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔

خیالات کی رو نجانے کہاں سے کہاں بھٹک گئی تھی، ماضی کے واقعات ذہن میں جھنجھلاہٹیں پیدا کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ کوشش کر کے میں نے انہیں ذہن سے جھٹک دیا۔ اور پھر اپنے پروگرام پر غور کرنے لگا، اور پھر مجھ زندہ در تابوت کو نیند آ گئی اور شکر ہے کہ محبت کی ماری ایشلا نے ویلنی کے کردار کو ختم کرنے کے بعد مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چنانچہ اطمینان سے سوتا رہا اور پھر سورج کی خوب تیز روشنی چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ جب آنکھ کھلی، جاگا تو پروفیسر زیڈال کا آدمی تابوت کے قریب کھڑا مجھے پکار رہا تھا، غالباً اسی کی آواز سے میری آنکھ بھی کھلی تھی۔

"ہاں۔ کیا بات ہے؟"

"پروفیسر زیڈال ایک نیا منصوبہ تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ فی الحال اپنی تمام کارروائیاں ترک کر دو، شاید کچھ ایسے واقعات ہو گئے ہیں، جن سے پروفیسر زیڈال کو کسی قدر تشویش ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ جس وقت وہ اپنا منصوبہ تم تک نہ پہنچا دیں اس وقت تک تم اپنے کردار کو احتیاط سے نبھاتے رہو۔ اگر تمہارے لیے کوئی خطرہ در پیش ہوا تو تمہیں اطلاع دے دی جائے گی۔ اور تم اپنا تحفظ کر سکو گے۔ اس وقت تک کے لیے کسی بھی قسم کی کارروائی

سے گریز کرنا۔ میں چلتا ہوں، حالات بہتر نہیں ہیں۔"

وہ چلا گیا اور میں اُن حالات کے بارے میں سوچنے لگا، جنہوں نے پروفیسر زیڈال کو تشویش کا شکار کر دیا تھا۔ بظاہر تو ایسی کوئی بات میرے علم میں نہیں تھی۔ لیکن ایک طرح سے ان الفاظ سے مجھے تھوڑا سا سکون بھی ہوا تھا کہ کم از کم پروفیسر زیڈال فوری طور پر مجھ سے کوئی کام لینے کی کوئی کوشش نہیں کرے گا، اور اس طرح مجھے اپنے منصوبے کو آگے بڑھانے میں کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ اس کے بعد ظاہر ہے مس ایشلا کا نزول ہونا تھا۔ چنانچہ وہ نازل ہو گئیں۔ میری کچھ ضروریات ان کے ذریعے پوری ہو جایا کرتی تھیں۔ چنانچہ اس وقت بھی وہی کیفیت رہی۔ مس ایشلا اظہار محبت کرتی رہیں۔ لیکن ان کے قیام کا وقفہ طویل نہیں تھا۔ رات کو آنے کی دھمکی دے کر چلی گئیں۔ گویا دونوں معاملات سے فراغت حاصل ہو گئی تھی۔ دن کی روشنی میں مس ایشلا میرے نزدیک زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی تھیں۔ لیکن رات باقی تھی۔ اب مجھے ویلبی کی جانب متوجہ ہونا تھا۔ چنانچہ میں نے ویلبی کا دیا ہوا آلہ اپنی پیشانی پر رکھا اور ذہنی طور پر اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس حیرت انگیز آلے کے کمالات فوراً ہی مجھ پر ظاہر ہو گئے چند ہی لمحات کے بعد مجھے اپنے ذہن میں ویلبی کی آواز گونجتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔"

"میں تمہارے رابطے کا انتظار کر رہا تھا غزالی۔"

"کیسے ہیں آپ مسٹر ویلبی؟" میں نے دل میں سوچا۔

"بالکل ٹھیک ہوں، ساری رات نہیں سو سکا، تمہارے منصوبے پر غور کرتا رہا ہوں۔"

"یہ غور فیصلہ کن مرحلے میں بھی داخل ہوا، یا ابھی تک غور کی منزل میں ہے؟"

"نہیں۔ میں سمجھتا ہوں تمہارا منصوبہ انتہائی مکمل ہے اور خاص طور سے ان حالات میں جبکہ لونا دینا کچھ خصوصی کارروائیوں پر غور کر رہا ہے۔ لیکن ڈیئر غزالی اصل مسئلہ میری بیوی اور بچوں کا ہے، کیا تم اپنے طریقے کار کو مؤثر سمجھتے ہو؟ کیا تم واقعی لونا دینا کو اس بات پر مجبور کر سکتے ہو، کہ وہ مجھے میرے بیوی اور بچے واپس لوٹا دے؟"

"ہاں مسٹر ویلبی میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ میں اسے مجبور کر لوں گا۔"

"تو پھر مجھے تمہارے منصوبے سے مکمل اتفاق ہے۔ لیکن وہ طریق کار کیا ہوگا جس کے تحت ہم اپنی کارروائیوں کا آغاز کریں گے؟"

"ایشلا کے سلسلے میں الجھن ہے کیونکہ رات کو وہ میرے پاس آ جائے گی۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ آج رات میں اسے سنبھال لوں گا۔" ویلبی نے کہا۔

"اوہ۔ وہ کیسے مسٹر ویلبی؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے کہا نا آج کی رات وہ تمہارے پاس نہیں آئے گی میں اس کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔" ویلبی نے جواب دیا۔

"اگر آپ مطمئن ہیں مسٹر ویلبی تو ٹھیک ہے۔ میں رات کو تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تک آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"راستوں کا تعین کرنے میں دقت تو نہیں ہوگی؟"

"نہیں، آپ اطمینان رکھیے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو بس پھر بقیہ گفتگو تم سے رات کو ہوگی۔ میں خود بھی اطراف کی نگرانی رکھوں گا، اور اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو تمہیں اطلاع دے دوں گا مطمئن رہو۔" ویلبی کی آواز بلند ہو گئی اور میں نے آلہ پیشانی سے اٹھا کر اپنے لباس میں پوشیدہ کر لیا۔ اس کے بعد انتظار کے سوا اور کیا کر سکتا تھا، البتہ بار بار یہ خیال ذہن میں آیا کہ ویلبی، ایشلا کو روکنے کے لیے کیا کوششیں کرے گا، وہ لونا دینا کا قیدی ہونے کے باوجود بہرطور یہاں خصوصی اختیارات رکھتا تھا اور لونا دینا کو اطمینان تھا کہ ویلبی اس کے خلاف کوئی کارروائی کر سکے گا۔ کیونکہ اُس کا خاندان لونا دینا کے قبضے میں تھا۔

رات ہو گئی اور میں ایشلا کا انتظار کرتا رہا اور پھر اندازے کے مطابق وہ وقت ہو گیا جس کے بارے میں، میں نے ویلبی سے کہا تھا۔ ویلبی ایشلا کو روکنے کی کوششوں میں کامیاب ہو گیا تھا۔ میں نے آلہ پیشانی پر رکھ کر ویلبی سے رابطہ قائم کیا تو دوسرے ہی لمحے اُس کی آواز سنائی دی۔

"ہاں، سب ٹھیک ہے، آ جاؤ۔!"

میں تابوت سے باہر نکل آیا اور پھر محتاط انداز میں غاروں سے گزرتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں ویلبی سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ ویلبی وہیں میرا منتظر تھا۔ چاروں طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ میں ویلبی کے ساتھ اُس کے تجربے گاہ میں پہنچ گیا۔ آج ویلبی نے میرے لیے خصوصی انتظام کیا تھا، کیونکہ ہمیں اہم موضوع پر گفتگو کرنا تھی اور آج کا دن یوں تشویشناک تھا کہ تمام لوگ چودھویں رات کے اہتمام میں مصروف نہیں تھے۔

ویلبی مجھے اپنی تجربہ گاہ کے ایک ایسے پوشیدہ حصے

میں لے گیا جہاں اگر اتفاق سے کوئی آ جاتا تو ہمیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہاں پہنچ کر ویلبی نے کچھ مشینی انتظامات کیے اور ایک ایسا الارم لگا دیا کہ اگر کوئی تجربے گاہ کی طرف رخ کرنے کی کوشش کرے تو اُسے اطلاع ہو جائے اور وہ اس جگہ کو چھوڑ دے۔ اُس نے خود مجھے اپنی ان تیاریوں کے بارے میں بتایا تھا۔ اس کے سامنے ایک نشست پر بیٹھ کر میں نے اُسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا، تو ویلبی بولا۔

"تمہاری تجویز پر میں نے غور کیا اور وہ ہر لحاظ سے مجھے قابلِ عمل نظر آئی۔ سوائے اس کے میرے دوست کہ اس میں میرے اہلِ خاندان کی رہائی کی ضمانت نہیں ملتی ؟"

"مسٹر ویلبی یہ سودے بازی نہیں ہے اگر میرا کوئی گہرا مقصد بھی اس سے پوشیدہ نہ ہوتا اور ذمہ داری صرف یہ ہوتی کہ آپ کے اہل خاندان کو رہا کرایا جائے تو میں اُس میں اسی دلچسپی سے کام کرتا جس دلچسپی سے میں یہ دوسرے کام کر رہا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔ اندازہ ہو چکا ہے مجھے، لیکن میرے بچوں کی رہائی کے لیے تم کیا کرو گے۔؟"

"مسٹر ویلبی ہم ایشلا کو اپنی گرفت میں رکھیں گے۔ لونادینا کو گرفتار کر لیں گے اور اس کے بعد ایشلا کی زندگی کی قیمت پر اس سے مطالبہ کریں گے کہ وہ آپ کے اہل خاندان کو چھوڑ دے۔"

"لیکن وہ یہاں اس کے ساتھ تو نہیں ہیں، اُس نے انہیں یورپ ہی میں کہیں قید کر لیا ہے۔"

"تو ہم اس سے ان کا پتا معلوم کر لیں گے اور اس کے بعد اس وقت تک اُسے اپنی قید میں کر لیں گے۔ جب تک تمہارے اہل خاندان نہ مل جائیں۔"

"اس کے لیے لونادینا کو زندہ رکھنا ہو گا۔؟"

"اس کی مجموعی قوت یہاں ٹوٹ جائے گی مسٹر ویلبی، اگر آپ چاہیں تو اُسے اپنے ساتھ بھی لے جا سکتے ہیں اور اُسے کسی نہ کسی طرح مجبور کر سکتے ہیں۔!"

ویلبی پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا، پھر بولا "ٹھیک ہے، میں اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کروں گا باقی معاملات تقدیر پر چھوڑ دیتا ہوں۔"

"اس کے علاوہ اور کیا باتیں آپ کے ذہن میں ہیں۔"

"نہیں کچھ نہیں، اب مجھے اپنا پورا پروگرام بتاؤ۔" ویلبی نے کہا۔

"مسٹر ویلبی میں نے مختصراً آپ سے کل بھی عرض کر دیا تھا کہ ویلینی کی رہائی اس سلسلے میں پہلا قدم ہے آپ اُسے ذہنی طور پر آزاد کر دیں، میں اُس سے ملاقات کر کے پروگرام کی تکمیل کر لوں گا۔"

"ٹھیک ہے، میں یہ کام کر لوں گا اور اس کے علاوہ؟"

"پھر ہم ویلینی کو ایشلا کی حیثیت دے دیں گے اور اس کے لیے ہمیں میک اپ کا سامان درکار ہو گا۔"

"اُس کا بندوبست بھی ہو جائے گا، میک اپ کا سامان میرے پاس موجود ہے، میں ویلینی کو با آسانی ایشلا کی شکل دے سکتا ہوں۔"

"کیا واقعی آپ یہ کام با آسانی کر سکتے ہیں مسٹر ویلبی۔"

"ہاں۔ مجھے میک اپ کرنا آتا ہے، یہ مت پوچھنا کس طرح، ایک بے مقصد بات ہو گی۔"

"نہیں مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میرا خیال ہے، ہمارے راستے کی مشکلات خود بخود دور ہوتی جا رہی ہیں۔ بہر طور ویلینی کو ایشلا کی شکل دے کر ہم ایک دو دن محفوظ رکھیں گے۔ اس سے قبل ہی اس سے گفتگو کر لی جائے گی اور پھر چاند کی چودھویں رات کو ہمارا کام شروع ہو جائے گا۔ اور ویلینی سے اس سلسلے میں مکمل مشورہ کر لینا مزید بہتر ہو گا!"

"کیا ویلینی تم سے اتنا ہی تعاون کرے گی جتنا تمہارے ذہن میں ہے۔"

"سو فیصدی۔ میں آپ کو ایک بات بتاؤں مسٹر ویلبی! وہ ساموں جو آپ کی قید سے فرار ہو گیا ہے۔ مجھے یہاں لانے کا باعث بنا ہے، وہ دراصل ویلینی سے میرا رابطہ قائم کرانا چاہتا تھا۔ لیکن درمیان میں حالات تبدیل ہو گئے۔"

"ہوں۔" ویلبی پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا "لیکن مسٹر غزالی وہ شخص کسی بھی لمحے خطرات سے دوچار ہو سکتا ہے۔ میں اُس کی نشاندہی نہ بھی کروں لیکن اگر لونادینا کے آدمی اُس تک پہنچ گئے تو وہ عذاب میں گرفتار ہو جائے گا اور ممکن ہے اس کی زندگی کو کوئی نقصان بھی پہنچ جائے۔"

"اوہ۔" میں نے ویلبی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "پھر اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے مسٹر ویلبی۔؟"

"میرا خیال ہے اُسے گرفتار کرا دو۔"

"میں سمجھ رہا ہوں آپ کی بات۔ لیکن اس فرار کے بدلے میں گرفتاری کے بعد اُسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا جائے گا۔"

"ابھی تک لونادینا نے کسی ساموں کو سزا نہیں دی۔ وہ مسلسل اس چکر میں ہے کہ کوئی ایک شخص اُس کے ہاتھ ایسا لگ جائے، جسے ویلینی کے علاوہ خزانے کا علم ہو، اس کے لیے بھی اُس نے میری ہی خدمات حاصل کی ہیں اور میں ان کے ذہنوں کو ٹٹولتا ہوں، لیکن جن افراد کو میں نے ابھی تک ذہنی طور پر ٹٹولا ہے اُن میں سے کوئی بھی ویلینی کے ذاتی معاملات سے واقف نہیں معلوم ہوتا، یا پھر ان کے ذہنوں میں اپنے آپ کو چھپانے کی صلاحیتیں بھی موجود ہیں۔"

"بس تو اس ذمہ داری کے ساتھ کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ آپ خود ہی اس کی گرفتاری کے لیے کوشش کریں اور اس بات کا اظہار کریں کہ ممکن ہے وہ کام کا آدمی ثابت ہو۔" میں نے تجویز پیش کی اور ویلبی گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"ٹھیک ہے، میں یہ کام کروں گا، تم اطمینان رکھو، لیکن اس شخص کو مدافعت نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ مدافعت اُسے نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"اگر میں اس سے ذہنی رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو سکا تو میں اُسے یہ ہدایت دے دوں گا۔"

"تم ضرور اس سلسلے میں کوشش کرو، بلکہ فوراً کوشش کرو، تاکہ یہ کارروائی بھی کر لی جائے۔ وہ واپس آ جائے تو تمہارے اور ویلینی کے درمیان رابطے کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ اس وقت صورت حال مختلف ہے۔" ویلبی نے کہا۔

"اس سلسلے میں کوئی اور خاص بات مسٹر ویلبی ؟"

"نہیں تمہاری تجویز سے میں پوری طرح متفق ہوں، بس اس دوران کوئی خاص دقت پیش نہ آئے۔ ہاں یہ بتاؤ ایشلا کو تم کب قید کرو گے اور ویلینی کو کب اس کی جگہ دو گے ؟"

"میرا خیال ہے مسٹر ویلبی، اس کے لیے ہمیں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ ممکن ہے ایشلا کا رابطہ لونادینا سے رہتا ہو۔ اگر ویلینی کو قبل از وقت اس کی جگہ دے دی گئی اور ایشلا کو ہم نے اپنے قبضے میں کر لیا تو ویلینی کا راز فاش بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ لونادینا کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔"

"بالکل، میں بھی تم سے یہی کہنے والا تھا کہ ویلینی کو عین اس وقت ایشلا کی جگہ دی جائے، جب چاند رات آنے والی ہو، ہم اس سلسلے میں دوبارہ گفتگو کریں گے۔"

"ٹھیک ہے لیکن اُسے ذہنی طور پر اس کے لیے تیار کر لینا اور اس سے تمام تر گفتگو کر لینا ضروری ہے۔"

"ویلینی سے۔"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے تم ویلینی سے ملاقاتیں کر سکتے ہو، بلکہ اگر چاہو تو آج ہی رات۔؟"

"نہیں آپ کی اس نئی تجویز سے میں پوری طرح متفق ہوں اور اس بات کو زیادہ بہتر سمجھتا کہ سمبوتورا یعنی وہ شخص یہاں آ جائے، جو میرے اور ویلینی کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہے۔"

"تو ٹھیک ہے، تم اُسے ذہنی طور پر ہدایات دے دو، میں اس کی نشاندہی کیے دیتا ہوں۔"

ہمارے مذاکرات مکمل ہو گئے اور اس کے بعد مزید کوئی خطرہ مول نہ لیتے ہوئے میں اپنے تابوت میں واپس آ گیا۔ جو پروگرام میں نے ویلبی کے ساتھ مل کر بنایا تھا وہ بے حد مخدوش تھا۔ زیڈال کے پروگرام پر عمل کرتے ہوئے کم از کم اتنا اطمینان تو نہ تھا کہ اُس سے میرا رابطہ چل رہا تھا ہر چند کہ میرے ذہن میں یہی منصوبہ ویلبی کی مدد حاصل کیے بغیر بھی تھا۔ لیکن ویلبی کی امداد سے بہت سی آسانیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ اب جو سب سے اہم مسئلہ تھا وہ ایک ماہ گذارنے کا تھا جو معمولی بات نہیں تھی۔ ایک ایک دن صدی محسوس ہوتا تھا۔ تابوت میں ایک ماہ تک زندگی گذارنا جتنا مشکل ہو سکتا ہے اس کا تصور کیا جا سکتا ہے، اور پھر اپنے آپ کو مسلسل چھپائے رکھنا۔ کوئی بھی اتفاقیہ حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ ایشلا کا معاملہ تھا، واپس آنے کے بعد اس بات کا افسوس ہونے لگا کہ میں نے مسٹر ویلبی سے ایشلا کی آج رات میرے پاس نہ پہنچنے کی وجہ نہیں معلوم کی۔ بہر طور ویلبی نے مناسب ہی بندوبست کیا ہو گا۔ وہ خود بھی سمجھدار آدمی تھا۔

بہت غور و خوض کیا، لیکن کوئی ایسی صورت نظر نہ آئی جو وقت سے پہلے مجھے کامرانی سے ہمکنار کر سکتی، لیکن جو کچھ بھی ہونا ہوتا ہے، وہ وقت پر ہی ہوتا ہے۔ اور اس سلسلے میں، میں کسی بھی طور جلد بازی اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ اب مجھے سمبوتورا سے ذہنی رابطہ قائم کرنا تھا اور اس کے لیے میں نے فوراً ہی کوششیں شروع کر دیں۔

بہت دیر تک سمبوتورا کی آواز نہیں سنائی دی۔ غالباً وہ سو رہا تھا، لیکن مسلسل کوشش کرنے کے بعد میں اُس سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور میرے ذہن میں سمبوتورا کی آواز ابھری۔

"گازالی کیا یہ تم ہی ہو۔ جو میرے ذہن کو ٹٹول رہے ہو یا کوئی اور ہے ؟"

"میں گازالی ہی ہوں سمبوتورا۔!"

"ہاں گازالی کیسے ہو۔؟ خیریت سے تو ہو، اپنے بارے میں بتاؤ۔؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں سمبوتورا۔ تمہاری کیا کیفیت ہے۔"

"انتہائی پریشان کن وقت گذار رہا ہوں، وہ لوگ میری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ کئی بار میرے قریب سے گذرے ہیں۔ لیکن ابھی تک میں ان کے ہاتھ نہیں لگ سکا۔"

"اگر کوئی خاص تکلیف یا ایسی کوئی خاص بات جو قابلِ بیان ہو۔۔۔؟"

"نہیں۔ لیکن اس سے بڑی تکلیف کیا ہو سکتی ہے گازالی کہ ہم مایوسیوں اور نامرادیوں کے درمیان ہیں۔ کوئی ایسی صورت نظر نہیں آتی۔ کوئی ایسی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی کہ ہم اپنے ان مصائب سے نکل سکیں۔ میں بہت دکھی ہوں گازالی بہت ہی افسردہ ہوں۔ تم میری افسردگی کا تصور نہیں کر سکتے۔"

"سمبوتورا گازالی تمہارے ہی لیے ہے۔ میں نے اپنی زندگی کے تمام بہتر راستے تمہاری طرف موڑ دیے ہیں تم اس بات سے انکار نہیں کرو گے۔ میرا اپنا نظریہ کیا تھا اس کے بارے میں تم اچھی طرح سے جانتے ہو۔ اور میں نے اُسے ترک کر کے اپنے آپ کو کون سے راستوں پر لا ڈالا ہے یہ بھی تمہارے علم میں ہے۔"

"اس کے جواب میں۔ میں کچھ نہیں کہوں گا گازالی۔ اب میں کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں ہوں۔ کاش کہہ سکتا گازالی، کاش کہہ سکتا۔"

"نہیں سمبوتورا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، ہر الجھن کا حل نکل آتا ہے۔ جو ہدایات میں تمہیں دے رہا ہوں انہیں بغور سن لو۔ جس جگہ بھی ہو، جہاں کہیں بھی ہو، اسی جگہ مقیم رہو۔ اب جگہ بدلنے کی کوشش مت کرنا۔ تمہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ خود کو بغیر کسی جدوجہد کے ان کے حوالے کر دو۔"

"میں نہیں سمجھا گازالی۔" سمبوتورا نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ وہی الفاظ ہیں میرے جو تمہارے کانوں نے سنے یا تمہارے ذہن نے تم سے کہے۔ اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو اور قید ہو کر قیدخانوں میں پہنچ جاؤ۔"

"اوہ اس سے کوئی خاص مقصد حل ہو سکے گا۔"

"ہاں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے، وہی کرو۔"

"اگر یہ تمہاری ہدایت ہے تو میں آنکھیں بند کر کے تمہاری ہدایت پر عمل کرنے پر تیار ہوں۔"

"اس بات کا خیال رکھنا کہ تم کوئی خاص جدوجہد نہیں کرو گے۔ اور کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے گازالی، دل چاہتا ہے کہ تم سے اس کا مطلب پوچھوں۔ کیونکہ بات اتنی ہی حیرت انگیز ہے لیکن تم پر مکمل اعتماد کرتا ہوں۔ چنانچہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہی کروں گا۔"

"بس اس لیے تمہیں اس وقت تکلیف دی تھی سمبوتورا۔"

"ٹھیک ہے گازالی اطمینان رکھو، تمہاری مرضی کے مطابق ہی کام کیا جائے گا۔" سمبوتورا نے جواب دیا اور ہمارے درمیان ذہنی رابطہ منقطع ہو گیا۔

وقت گذرتا گیا، ایشلا سے ملاقات ہوئی وہی رومانی گفتگو، چاہت کا وہی انداز، صبح کی روشنی پھوٹی تو وہ چلی گئی۔ اور میرے لیے اب دن بھر سونے کے علاوہ اور کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ ہاں سونے سے قبل میں نے ویلبی سے اُس ذریعے سے ملاقات کی جو ویلبی نے اپنے اور میرے درمیان متعین کر رکھا تھا، تو اس نے بتایا کہ وہ سمبوتورا کی نشاندہی کر چکا ہے اور کسی بھی وقت وہ گرفتار ہو کر آ جائے گا۔" اس نے کہا۔ "دوسری بار جب تم مجھ سے رابطہ قائم کرو گے تو میں تمہیں سمبوتورا کے بارے میں بتا دوں گا۔"

"بس تمہاری یہ ذمہ داری ہے مسٹر ویلبی کہ تم اُسے کوئی نقصان نہ پہنچنے دو۔"

"اطمینان رکھو، میں اپنی تمام تر ذمہ داریاں بخوبی پوری کر لوں گا۔"

معمول کے مطابق ایک اور رات گذر گئی اور پھر ویلبی نے مجھے سمبوتورا کی گرفتاری کی اطلاع دی اور کہا۔

"اگر تم چاہو تو آج رات پھر میں ایشلا کو اُسی ذریعے سے سلا دوں اور تم یہاں آ جاؤ۔"

"یہ تمہارے لیے بہت زیادہ مشکل تو نہیں ہوتا۔"

"نہیں کوئی خاص نہیں بس ایشلا کو ایک مخصوص ذریعے سے بے ہوش کر دینا ہوتا ہے۔ غالباً اس نے تم سے اپنی اس گہری نیند کا تذکرہ کیا ہو گا۔ جو اچانک ہی اُس پر طاری ہو گئی تھی۔"

"ہاں وہ حیران تھی کہ اتنی گہری نیند کیوں سو گئی۔۔۔!"

"آج رات پھر وہ گہری نیند سو جائے گی اور میں تمہارے ساتھ سمبوتورا سے ملاقات کروں گا۔" ویلبی نے کہا۔ اور میں اپنے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔

ویلبی اپنا کام بہت خوش اسلوبی سے انجام دے رہا تھا۔ چنانچہ رات کو اس وقت، جو ایشلا کے آنے کا وقت ہوتا تھا، جب ایشلا میرے پاس نہ پہنچی تو میں نے جان لیا کہ ویلبی اپنا کام کر چکا ہے۔ اور اس کے بعد میں ویلبی کی جانب چل پڑا۔ ویلبی آج پچھلے دنوں کی نسبت زیادہ مستعد نظر آ رہا تھا۔ مجھے ساتھ لے کر وہ قیدخانوں کے سلسلے کی جانب چل پڑا۔

قیدخانے کی چابیاں میرے پاس محفوظ تھیں میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں، کافی دنوں کی کوششوں کے بعد میں اپنے مقصد میں کامیابی کی پہلی منزل کی جانب جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک قیدخانے کے قریب پہنچ گئے۔ محافظوں کے بارے میں، میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ وہ یہاں موجود نہیں ہوا کرتے تھے۔ ساموئوں کو پورے اعتماد کے ساتھ قید کیا جاتا تھا۔ کیونکہ ان کے ذہن معطل ہو چکے ہوتے تھے۔ ویلبی ایک قیدخانے کے سامنے پہنچ گیا اور اس نے مجھے اشارہ کیا۔ میں نے قیدخانے کے تالے کی چابی تلاش کرنا شروع کر دی اور تمام چابیاں لگا لگا کر دیکھنے لگا پھر ایک چابی سے اُس قیدخانے کے تالے کا دروازہ کھل گیا۔ اور ہم جنگلا ہٹا کر اندر داخل ہو گئے۔ ویلبی میرے ساتھ تھا۔

بہت سے ساموئن یہاں موجود تھے، ان کی شکلیں میرے لیے اجنبی تھیں۔ انہی میں۔ میں نے سمبوتورا کو دیکھا جو کھوئے کھوئے انداز میں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ ویلبی نے اپنی جیب سے ریموٹ جیسا ایک آلہ نکالا اور اُسے سمبوتورا کی جانب کر کے اُس کا کوئی بٹن دبانے لگا۔ روشنی کی شعاعیں جن کا رنگ بنفشی تھا، سمبوتورا کے چہرے پر پڑنے لگیں اور اُس کی آنکھوں کی کھوئی کھوئی کیفیت واپس آنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے جھرجھری سی لی اور چونک کر ہم دونوں کو دیکھنے لگا۔ پھر وہ بے اختیارانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ اُس کے ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچ گئی تھیں۔ ویلبی نے دو قدم پیچھے ہٹ کر مجھ سے کہا۔

"اس کی ذہنی قوتیں واپس آ گئی ہیں، تم اس سے گفتگو کر سکتے ہو۔"

سمبوتورا نے غراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "کون ہو تم؟" وہ غالباً مشتعل ہو گیا تھا۔

"میں ہوں سمبوتورا۔ میں گازالی ہوں۔" میں نے کہا اور سمبوتورا چونک کر میری صورت دیکھنے لگا۔ پھر گردن ہلا کر بولا۔

"گازالی۔ تمہارے چہرے میں یہ تبدیلیاں۔"

"یہ تبدیلیاں کرائی گئی ہیں سمبوتورا۔ میک اپ کیا ہے میں نے۔"

"اوہ اور یہ۔۔۔ یہ۔" اُس نے ویلبی کی طرف دیکھا۔

"تم اگر چاہو تو ہمارے ساتھ آ سکتے ہو سمبوتورا۔" ویلبی نے کہا اور ہم لوگ سمبوتورا کو اُس قیدخانے سے نکال لائے سمبوتورا کی چال میں اضمحلال تھا۔ لیکن بہرطور ویلبی اُسے لے کر اپنی تجربے گاہ میں پہنچ گیا۔ قیدخانے کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ تجربے گاہ کے اُس پوشیدہ گوشے میں پہنچ کر میں نے سمبوتورا سے بیٹھنے کے لیے کہا اور وہ متحیرانہ انداز میں بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہیں بار بار میرے چہرے کی جانب اٹھ جاتی تھیں۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں تمہیں اپنی اصلی صورت نہیں دکھا سکتا سمبوتورا لیکن حوالے کے لیے ندرت، ہائیسایاگومین، حسن صاحب، طاسر علی وغیرہ کافی ہیں اور اب تم اس بات پر یقین کر لو کہ تمہیں دھوکہ نہیں دیا جا رہا۔ اس کے علاوہ تم میری آواز تو پہچانتے ہی ہو گے۔"

"معافی چاہتا ہوں گازالی۔ درحقیقت میں اس سلسلے میں پریشان تھا۔ مگر یہ شخص، یہ شخص تو ہمارے دشمنوں کا ہی ساتھی ہے۔"

"ہاں۔ مگر اب دوست ہے۔ یہ مسٹر ویلبی ہیں جن سے میں نے ایک معاہدہ کر لیا ہے اور مسٹر ویلبی اب یوں سمجھو کہ ہمارے سلسلے میں ہمارے بھرپور معاون ہیں۔"

"میں آپ کا شکرگزار ہوں مسٹر ویلبی۔" سمبوتورا نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔

"اور سمبوتورا مزید وقت ضائع کیے بغیر میں تمہیں اس پر تمام پروگرام سے آگاہ کر دوں جس کے لیے میں نے تمہیں گرفتار کرایا ہے۔ تمہارا یہاں پہنچ جانا تمہارے حق میں بھی بہتر تھا ورنہ تم کب تک مفروروں کے انداز میں دربدر ٹھوکریں کھاتے پھرتے، ہمیں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اس سے بہتر وقت اور کوئی نصیب نہیں ہو سکتا تھا جو اس وقت ہمیں حاصل ہے۔"

سمبوتورا کے چہرے پر بے چینی نظر آ رہی تھی وہ سب کچھ جان لینا چاہتا تھا۔ میں نے بھی اسے پریشان نہیں کیا اور بولا "مسٹر ویلبی یوں سمجھو ان لوگوں کے قیدی ہیں جنہوں نے اس وقت ویلینی کو قیدی بنا رکھا ہے۔ اس تمام کارروائی کا روحِ رواں بوناوینا نامی ایک شخص ہے۔" میں نے سمبوتورا کو پوری تفصیل بتا دی۔ اپنے بارے میں پروفیسر زیڈال کے بارے میں ایشلا وغیرہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا پھر کہا "میرے اور مسٹر ویلبی کے درمیان کچھ معاہدے ہوئے ہیں۔ ان کی شخصیت بوناوینا کی نگاہ میں محفوظ ہے۔ اس طرح ہمیں ان کی مدد سے کام کرنے کی آسانی ہو گی۔"

"آہ گازالی۔ ہمیں ایسی سازشوں کے بارے میں کچھ نہیں آتا۔ کاش ویلینی اس خزانے کے چکر میں نہ پڑی ہوتی۔ مگر اب کیا ہو گا۔۔۔؟"

"ایک پروگرام ہے ہمارے ذہن میں اس پر عمل کرنا ہے۔" میں نے کہا اور پھر سمبوتورا کو اپنے پروگرام کی تفصیل

بتانے لگا۔ سمبوتورا اچنبھے سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کی آنکھوں سے جوش کے آثار جھلکنے لگے۔ اس نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"یہ بہت بڑا کام ہے گازالی۔ کیا ہم اسے کر سکیں گے؟"

"اسی پر ہماری بقا کا دارومدار ہے۔"

"مجھے میری ذمہ داریاں بتاؤ گازالی۔ اور مسٹر ویلبی میں آپ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہم پر اتنا اعتماد کیا۔"

"اعتماد۔" ویلبی پھیکے انداز میں بولا۔ اس سے زیادہ اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ لیکن اس کچھ نہ کہنے میں بھی بہت کچھ چھپا ہوا تھا۔

"مسٹر ویلبی ہمیں ویلینی سے ملا دیں گے۔ اس کے بعد نہایت ہوشیاری سے ہمیں اس پروگرام پر عملدرآمد کرنا ہوگا۔"

"بہت مناسب خیال ہے مسٹر ویلبی آپ یہ کام کب کریں گے؟" سمبوتورا نے کہا۔

"میری ایک تجویز ہے مسٹر غزالی۔ مسٹر سمبوتورا پہلے ویلینی سے ملاقات کریں اور اسے صورت حال سے آگاہ کر دیں اور تمام امور پر مشورہ کر لیں۔ ہم فوری طور پر یہ کر سکتے ہیں کہ مسٹر سمبوتورا کو اس قید خانے میں پہنچا دیں جہاں ویلینی قید ہے۔ اور وہاں سے ایک ساموں کو نکال کر اس جگہ پہنچا دیا جائے جہاں مسٹر تورا قید تھے۔ محافظ صرف گنتی پر توجہ دیتے ہیں یہ غور نہیں کرتے کہ کیا رد و بدل ہو گئی ہے۔ میں ویلینی کو ذہنی قید سے آزاد کر دوں گا۔ آپ اسے بتا دیں مسٹر تورا کہ محافظوں کے سامنے اسے اسی کیفیت کا اظہار کرنا ہے کہ جیسے وہ مسلسل ذہنی قید میں ہو۔ آپ کی اپنی کیفیت بھی ایسی ہی رہنا چاہیے۔ اسی عالم میں آپ ویلینی سے بات کر لیں اور اسے صورت حال سمجھا دیں۔ پھر کسی مناسب وقت پر آپ کی ملاقات بھی اس سے کرا دی جائے گی۔"

میں نے فوراً ویلبی سے اتفاق کر لیا۔ سمبوتورا بھی تیار ہو گیا تھا۔ "تو مسٹر غزالی اب آپ اپنی جگہ واپس جائیں۔ آج کے لیے ہمارا اتنا کام کافی ہے۔" ویلبی نے کہا۔

"اور کوئی سوال تو نہیں سمبوتورا۔؟"

"ہاں ایک سوال ہے۔"

"کیا؟"

"کیا اس دوران میں تم سے ذہنی رابطہ قائم کر سکتا ہوں۔"

"یقیناً کر سکتے ہیں مسٹر تورا۔ کیونکہ ذہنی رابطوں کو واچ کرنے کا کام میرے ہی سپرد ہے۔ اور کوئی اور اس میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ اس لیے آپ مطمئن رہیں۔ آپ کے ذہنی رابطے محفوظ رہیں گے۔" مسٹر ویلبی نے جواب دیا۔

"واہ۔ یہ تو بہت عمدہ ہے۔ ٹھیک ہے سمبوتورا۔ میں چلتا ہوں۔ اور تمہیں تمہاری طویل کاوشوں کا انعام ملنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ کم از کم ویلینی سے تمہاری ملاقات تو ہو جائے گی۔"

سمبوتورا نے امید و بیم کے انداز میں گردن ہلا دی۔ جیسے اسے یقین نہ ہو کہ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو سکے گا۔

اس کی یہ کیفیت غیر فطری نہیں تھی۔ جو حالات پیش آ چکے تھے ان کے بعد ویلینی ایک خواب بن گئی تھی۔ طویل عرصے تک تو یہ ہی پتہ نہیں چل سکا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ میرے لیے بھی یہ ضروری تھا کہ کسی کو شبے کا موقع دیے بغیر اپنے تابوت میں پہنچ جاؤں۔ اسی میں میری کامیابی کا دارومدار تھا۔ چنانچہ میں ان سے اجازت لے کر چل پڑا۔ اور بغیر کسی واقعہ کے اپنی جگہ پہنچ گیا۔ مجھے ایک گونہ سکون تھا کہ میری کارروائی آگے بڑھی ہے۔ خاص طور سے سمبوتورا کی باہوش و حواس ان معاملات میں شرکت باعث اطمینان تھی۔ اب ویلینی سے اس کی ملاقات ہو جائے گی۔ اور وہ میرے منصوبے کو ویلینی تک پہنچا دے گا۔ یہ پراسرار نام نہ جانے کتنے عرصے سے ہمارے ذہن میں سنسنی بپا ہوا تھا۔

خیال یہ تھا کہ سمبوتورا کے ساتھ ویلینی پہنچنے کے بعد بہت سے مسئلے خود بخود حل ہو جائیں گے۔ ایلین ساریا نے اس کام کو مشکل ترین بنا دیا تھا۔ پھر میکے براؤن اور دوسرے بہت سے کردار راستے میں آئے۔ اور یہ بات ناممکن محسوس ہونے لگی کہ ہم ویلینی تک پہنچ سکیں۔ لیکن انتہائی محنت اور کاوشوں کے بعد ہم نے جب ویلینی کے سرحدی علاقے میں قدم رکھا تو سمبوتورا نے اعلان کیا کہ ہم ویلینی میں ہیں۔ کافی دیر تک یقین نہیں آیا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے اندر ایک اور وجود پوشیدہ ہے جو مجھے آنے والے حالات سے باخبر رکھتا ہے۔ اور اس وقت میری ذہنی کیفیت یہ ہی تھی۔ میرے دل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ تمام مراحل طے کر کے ویلینی تک پہنچ چکا ہوں۔ اور میری چھٹی حس نے مجھے جو احساس دلایا تھا وہی درست تھا۔ ویلینی نہیں ملی تھی۔ نہ صرف یہ کہ ہم سب ایک مسلسل عذاب کا شکار ہو گئے تھے۔ اور اس کے بعد ہوگا کے سردار کی حیثیت سے جو زندگی میں نے بسر کی تھی اس کے بارے میں سوچتا تو شدید حیرانیوں کا شکار ہو جاتا۔ ہنسی بھی آنے لگتی تھی اپنے آپ۔ جدید دنیا کے لوگوں کو اگر میں یہ بات بتاؤں گا کہ میں کس حیثیت سے ایک وحشی قبیلے میں زندگی گزار چکا ہوں تو وہ اسے افسانہ طرازی ہی سمجھیں گے۔ لیکن

زندگی ایسے ہی واقعات سے عبارت ہوتی ہے اور ایک طویل دور گزر جانے کے بعد یہ ماضی ہی سب کچھ رہ جاتا ہے۔ لوگ یقین کریں یا نہ کریں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

دن کی روشنی اور پھر رات کی تاریکی۔ ایسلا کا پیار میرے ساتھ گزرے ہوئے لمحات میں اس کی سرور انگیز کیفیات میری اس سے دلچسپی اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا احساس کہ وہ بھی بالآخر سونیا کی طرح اپنی حماقتوں کا شکار ہو جائے گی۔ یہ سب کچھ بھی میری تقدیر میں تھا۔ ہما نے مجھ سے اظہار الفت کیا تھا۔ اور نتیجہ میں اس کی شخصیت بالکل تبدیل ہو گئی تھی۔ اس کے بعد جولیا میری زندگی میں آئی اور اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ ندرت تھی جس کے ہر عمل سے پتا چلتا تھا کہ وہ بھی اپنی شخصیت کو اور اپنی پراسرار حیثیت کو بھول کر مجھ سے متاثر ہو گئی ہے۔ ایلین ساریا بھی میرا شکار ہوئی تھی۔ اس کے بعد سونیا جس نے مجھ سے محبت کی تھی۔ اور وہ سچ مچ مجھ سے مخلص ہو گئی تھی۔ میری ہی وجہ سے موت کے گھاٹ اتری۔ اور اب یہ بیچاری ایسلا تھی۔ ہاں اگر ان میں کوئی نام باقی رہ جاتا تھا۔ تو وہ سن کی بہن تنویر کا نام تھا۔ جس نے صرف چند اشارے میری جانب کیے تھے۔ اور میرے دل میں ایک میٹھی میٹھی کسک بن کر رہ گئی تھی۔ وہ بچی ہوئی تھی۔ مجھے تو اب یوں خوف محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی بھی لڑکی اگر مجھ سے متاثر ہوئی تو یقیناً موت کا شکار ہو جائے گی۔ یہ ہی تاریخ تھی۔ لیکن خود میری اپنی زندگی کیا تھی۔ ذہن بہت زیادہ الجھنوں کا شکار ہو گیا۔ پھر میں نے یہ خیالات اپنے ذہن سے جھٹک دیے۔ اور سمبوتورا کے ارے میں سوچنے لگا تا ابھی تک نہ سمبوتورا نے مجھ سے ذہنی ابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ نہ ہی میں نے ویلبی کے اس لے کو استعمال کیا تھا۔ میں خود ان کی طرف سے ہی کارروائی اہتا تھا۔ اور بالآخر شدید انتظار کے بعد ایک شام جب سورج سپ رہا تھا۔ مجھے اپنے ذہن میں تحریک محسوس ہوئی اور مستعد ہو گیا۔ ذہن میں آہستہ آہستہ ابھرنے والی آوازیں بوتورا ہی کی تھیں۔

"گازالی، گازالی، سمبوتورا تم سے مخاطب ہے۔"

"کہو سمبوتورا۔ کیا بات ہے؟"

"تم خیریت سے تو ہو تو گازالی؟"

"ہاں بالکل۔ میری خیریت پوچھنے کے بجائے اپنی ریت بتاؤ۔"

"آہ۔ میں ویلینی تک پہنچ چکا ہوں۔ میری اس سے ات ہوئی ہے۔ طویل ملاقات۔ اور اس وقت بھی وہ میرے سامنے موجود ہے۔"

"میری طرف سے مبارکباد قبول کرو سمبوتورا۔"

"نہیں۔ ویلینی اچھی طرح جانتی ہے کہ میرا اس تک پہنچنے کا ذریعہ صرف تم تک ہو گازالی۔ صرف تم۔ میں نے ویلینی کو تمہاری شخصیت کے بارے میں شروع سے لے کر آخر تک سب کچھ بتا دیا ہے۔ اور بہتر یہ ہے گازالی کہ اب تم خود ہی ویلینی سے بات کرو۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ اور میرے دماغ میں ایک ہلکی سی آواز آئی۔ جیسے ٹرانسسٹر آف کر دیا گیا ہو۔ اور پھر آہستہ آہستہ ایک اجنبی آواز میرے ذہن میں ابھری۔

"گازالی، عظیم گازالی، ویلینی تم سے مخاطب ہے۔" بڑی گونج دار اور بڑی انوکھی آواز تھی۔ میں چند لمحات اپنے ذہن میں سنسنی محسوس کرتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"میں گازالی آپ سے مخاطب ہوں ویلینی۔"

"گازالی۔ سمبوتورا نے تمہارے بارے میں جو کچھ بتایا ہے۔ اور میری اس ذہنی آزادی میں تم نے جو کام کیا ہے۔ اس کے لیے شکریہ کے الفاظ کافی نہیں محسوس ہوئے۔ یہ صرف میرا ہی نہیں بلکہ پوری ساموں قوم کا اعتراف ہے کہ تم ہمارے لیے بہت بڑی شخصیت رکھتے ہو۔ گازالی تفصیلی گفتگو ہم اس وقت کریں گے جب ہمیں اس کے مواقع حاصل ہوں گے یوں سمجھو کہ سمبوتورا نے مجھے وہ تمام تفصیلات بتا دی ہیں۔ جو تمہارے ذریعے اس تک پہنچی ہیں۔ تمہارا مقصد اور تمہارا کام میرے علم میں آ چکا ہے۔ میں تم سے مکمل تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"تب پھر میں مسٹر ویلبی سے مل کر اس بات کا تعین کروں گا کہ وہ میری اور آپ کی ملاقات کب کراتے ہیں۔"

"میں تم سے ملنے کے لیے بے چین ہوں گازالی۔"

"میری کیفیت آپ سے مختلف نہیں ہے میڈم ویلینی۔ اور میں اپنے آپ کو ایک خوش قسمت انسان سمجھتا ہوں کہ وہ نام جو لوگوں کے ذہنوں میں ایک پراسرار حیثیت رکھتا ہے۔ آج میں اس سے مخاطب ہوں۔"

"ایسے الفاظ نہ کہو گازالی۔ تم اس وقت ہماری امداد کا ذریعہ بن رہے ہو۔ جب ہم مکمل طور پر مفلوج ہو چکے ہیں۔ اور میں یہ بات جانتی ہوں کہ گزرنے والا وقت گزر جاتا ہے اور میں اس شیطان کے خلاف کچھ نہ کر سکی جو ہم پر مسلط ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ مجھے شاید زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے۔"

"باتیں بہت سی ہیں میڈم ویلینی۔ لیکن میں آپ سے

بتانے لگا۔ "اگر... گفتگو کروں گا۔ جب میرا اور آپ کا سامنا ہو گا۔"
"اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہے؟"
"ابھی آپ اطمینان رکھیں۔ میں مسٹر ویلبی سے رابطہ قائم کر کے یہ گفتگو کروں گا اور پھر آپ کو جواب دوں گا۔"
"اتنا ہی کافی ہے گازالی۔ بہر طور تمہارا بڑا احسان ہے ہم لوگوں پر۔"
ویلینی کی آواز بند ہو گئی۔ اور اس کے بعد میرا اُن دونوں سے ذہنی رابطہ بھی ختم گیا۔ لیکن میں اپنے ذہن میں کافی دیر تک سنسنی محسوس کرتا رہا تھا۔ اور اب مجھے بھی بڑی بے چینی ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں نے فوراً ہی ویلبی سے رابطہ قائم کیا۔ اور اُس آلہ کے ذریعے اسے بتایا کہ میری ویلینی سے ذہنی ملاقات ہو گئی ہے۔
"ہاں میرے مشینی آلات بتا رہے ہیں کہ تم ویلبی سے رابطہ قائم کر چکے ہو۔"
"مسٹر ویلبی۔ ابھی چند لمحات قبل ویلینی سے پہلی بار میری بات چیت ہوئی ہے۔"
"مجھے علم ہے۔"
"کیا یہ بھی علم ہے کہ میرے اور اس کے درمیان کیا گفتگو ہوئی ہے؟"
"نہیں۔"
"تو پھر مسٹر ویلبی۔ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔"
"ٹھیک ہے۔ پہلے مجھے ایشلا کے بارے میں معلومات حاصل کر لینے دو۔ یہ اندازہ لگانا ہو گا کہ آج میں اُس پر قابو پا سکتا ہوں یا نہیں۔ دراصل ایشلا بہت ہی معصوم اور سادہ سی لڑکی ہے۔ جس جگہ وہ رہتی ہے وہاں عام لوگوں کی پہنچ ممکن نہیں ہے۔ لیکن میرا معاملہ دوسرا ہے۔ میں اُسے وہیں سلا دیتا ہوں اور اس کے لیے مجھے کام کرنا پڑتا ہے۔ اور اس سے ملنا پڑتا ہے۔ آج بھی میں یہی کوششیں کروں گا۔ اور اگر اس میں کامیاب ہو گیا تو تمہیں اطلاع دوں گا۔ ویسے ایشلا نے ملاقات کے دوران اس رات کی بات تو تم سے کی ہو گی جب وہ گہری نیند سو گئی تھی۔"
"ہاں پروفیسر ویلبی۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ اپنے سو جانے کے واقعہ پر شرمندگی اور سخت حیرت محسوس کرتی ہے۔ اور مضمحل نظر آتی ہے۔"
"بہر طور وہ دن کی روشنی میں بھی تو تم سے کبھی کبھار ملاقات کر لیتی ہے۔"
"ہاں۔ اب کر لیتی ہے۔ اور اس سلسلے میں بعض اوقات سخت بیزاری کا اظہار کرتی ہے کہ مجھے اس تابوت میں زندگی بسر کرنی پڑ رہی ہے۔"
"کہیں اس نے تمہیں تابوت سے نکالنے کے لیے کسی کارروائی کا آغاز تو نہیں کر دیا۔"
"ابھی نہیں۔ میں بمشکل تمام اُسے قابو میں رکھے ہوئے ہوں۔"
"بہر طور۔ ابھی اُس بے چاری کو مسلسل دھوکہ دیتے رہنا مناسب ہے۔ اسی میں ہماری بقا ہے۔"
"میں جانتا ہوں مسٹر ویلبی۔"
"میں آج پھر کوشش کرتا ہوں۔ تمہیں رات کو اطلاع دوں گا۔ تقریباً آٹھ بجے۔ وقت کا تعین تو کر لیتے ہو نا۔"
"ہاں" میں نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد ویلبی سے رابطہ منقطع ہو گیا۔
میں نے بڑی بے چینی اور تجسس کے عالم میں وقت گزارا تھا۔ آٹھ بجے کے بعد ویلبی نے پھر مجھ سے رابطہ قائم کیا اور بتایا کہ ایشلا اپنی خواب گاہ میں گہری نیند سو جائے گی۔ انہوں نے بندوبست کر لیا ہے لیکن وقت کا تعین وہی تھا۔ یعنی رات کو ساڑھے گیارہ بجے کے بعد مجھے ویلبی کے پاس پہنچنا تھا۔ اور رات کو ساڑھے گیارہ بجے میں ویلبی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میرا انتظار کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور بولے۔
"اب تو تمہاری کارروائی سے میرا اتنا گہرا تعلق قائم ہو گیا ہے کہ میں خود بھی وقت نہیں گزار پا رہا۔ میرے دل میں بھی طرح طرح کے وسوسے آتے ہیں۔ ایک بات میں تمہیں ذرا دوسری باتوں سے پہلے بتا دوں کہ میں نے اپنے بیوی اور بچوں کے بارے میں انتہائی چالاکی سے کام لیتے ہوئے بونا دینا سے معلوم کر لیا ہے۔ بونا دینا کو قطعی شبہ نہیں ہو سکا کہ میں کیوں یہ بات دریافت کر رہا ہوں۔ بس میں نے اسی قسم کا انداز اختیار کیا تھا کہ میں بچوں کی خیریت سے واقف ہونا چاہتا ہوں۔ بونا دینا نے بتایا ہے۔ میرے بچے اور بیوی یہیں موجود ہیں۔ بدبخت بونا دینا انہیں اپنے ساتھ ہی لایا تھا۔ اور اس غرض کے تحت کہ اگر میں کہیں اس سے انحراف کروں یا بغاوت کا اظہار کروں۔ تو اُن کے ذریعے وہ مجھے قابو میں رکھے۔ اس نے یہ بات نہیں بتائی کہ اُن لوگوں کو کہاں محفوظ رکھا گیا ہے لیکن شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو غزالی کہ اب میں فضاؤں میں اپنے بیوی اور بچوں کی بو سونگھ رہا ہوں۔ میرے دل کی حالت اتنی خراب ہو گئی ہے کہ میں بتا نہیں سکتا۔"
"میں جانتا ہوں مسٹر ویلبی۔ آپ کے جذبات کا مجھے

پوری طرح احساس ہے۔ لیکن کیا آپ ہماری اس خوش بختی کو تسلیم نہیں کریں گے کہ ہماری مشکلات خود بخود حل ہو رہی ہیں۔ اگر بدفطرت اور شیطان بونا دینا اُن لوگوں کو یہاں نہ لاتا تو ہمیں اُسے ایک طویل عرصے تک زندہ رکھنا پڑتا۔ اور وہ خطرات مول لینا پڑتے جو اُسے زندہ رکھنے کے سلسلے میں ہوتے۔ اب کم از کم یہ تو ہو سکتا ہے کہ اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے پر سودا ہو جائے۔ یعنی اگر وہ ایشلا کی زندگی چاہے تو آپ کے بیوی اور بچوں کو اسی جگہ آپ کے سپرد کر دے۔"
"بالکل، بالکل، اسی انداز میں۔ میں نے سوچا تھا غزالی۔"
اسی انداز میں، میں نے سوچا تھا۔
"مسٹر ویلبی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں نے انہیں بہت سی تسلیاں دیں اور کہا کہ اب تو صرف پلکوں کی سوئیاں رہ گئی ہیں۔ ہم آخری مراحل سے گزر جائیں تو ہماری زندگی کے لیے بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد سلسلۂ گفتگو سمبوتورا اور ویلینی کی طرف مڑ گیا۔ مسٹر ویلبی نے کہا کہ سمبوتورا کو اُسی وقت ویلینی کے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔ اور اب وہ اُسی کے پاس موجود ہے۔"
"میرا اُس سے ذہنی رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ آپ کو اس کا علم ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اُس سے مل لوں مسٹر ویلبی۔"
"ہاں۔ حالات پرسکون ہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ باعثِ تشویش ہو لیکن تم اطمینان رکھو۔ اگر کوئی ایسا مسئلہ ہو بھی تو میں اُسے سنبھالنے کی پوری پوری صلاحیتیں رکھتا ہوں۔ چلو میں تمہیں اس جگہ پہنچا دوں جہاں ویلینی قید ہے۔"
ویلینی کا یہ قید خانہ عام قیدیوں سے ہٹ کر تھا۔ اور اس کے لیے ہمیں غار در غار سفر کرنا پڑا تھا۔ بالآخر کچھ سیڑھیاں گہرائیوں میں اتریں اور ہم اس غار میں داخل ہو گئے جہاں ویلینی کا قید خانہ تھا۔ چابیوں کا وہ گچھا جو مجھے ایشلا نے مہیا کیا تھا اب مسٹر ویلبی کے پاس تھا۔ میں یہ چابیاں اُنہی کو دے گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے تالہ کھولا۔ اور اندر داخل ہونے کے لیے کہا پھر بولے۔
"میں جا رہا ہوں۔ تم ٹھیک دو گھنٹے کے بعد یہاں سے آنا۔ میں اس غار کے آخری سرے پر تمہارا انتظار کروں گا۔ اس لیے بہر طور میں رہنا زیادہ مناسب ہے۔ اس سے زیادہ وقت صرف کرنا خطرناک ہو سکتا ہے۔"
"ٹھیک ہے مسٹر ویلبی۔ میں ٹھیک دو گھنٹے کے بعد پہنچ جاؤں گا۔ جہاں کا آپ نے کہا ہے۔" میں نے جواب دیا۔
جنگلے کے دوسری طرف تقریباً تیرہ افراد موجود تھے۔ ان میں سے دو افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ابھی تک سمبوتورا یا ویلینی کو یہ پتہ نہیں چلا تھا کہ میں اُن کے غار میں آیا ہوں۔ بیٹھے ہوئے افراد میں سے ایک عورت صاف دیکھی جا سکتی تھی۔ دوسرا یقینی طور پر سمبوتورا تھا۔ وہ دونوں میری طرف دیکھنے لگے تھے۔ اور پھر جب سمبوتورا نے مجھے پہچانا تو کھڑا ہو گیا۔ اُس کے اس طرح کھڑے ہونے سے ویلینی بھی چونک کر کھڑی ہو گئی۔ تب سمبوتورا کے منہ سے ہلکی سی آواز نکلی۔
"میرا دوست، میرا ساتھی، گازالی۔"
میں سحر زدہ نگاہوں سے ویلینی کو دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ ندرت کا دوسرا روپ تھا۔ انتہائی پُر وقار، پُرشکوہ شخصیت کی حامل، یہ عورت اپنی بڑی بڑی بادامی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ آنکھیں ندرت کی بھی بے انتہا حسین تھیں۔ اور یہی حسن ویلینی کی آنکھوں میں بھی تھا۔ اُن میں ایک عجیب مقناطیسیت تھی۔ گو اس کی عمر اچھی خاصی محسوس ہوتی تھی۔ لیکن آنکھوں کی اس کشش کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جس میں ایک پوری کائنات بسی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ اور میں یوں محسوس کر رہا تھا کہ جیسے میں ان آنکھوں کی وادی میں اتر چکا ہوں۔ اور اپنا وجود بھول چکا ہوں۔ تب آہستہ آہستہ ویلینی میرے قریب پہنچی۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اُس نے اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھ دیا۔
"آؤ گازالی، آؤ میرے محسن، میں تمہیں اپنے اس قید خانے میں خوش آمدید کہتی ہوں۔" میں چونک پڑا۔ اور پھر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں واپسی کا سفر کر رہا ہوں۔
چند لمحوں کے بعد میں نے اپنے آپ کو ویلینی کے سامنے کھڑے ہوئے پایا۔ میری نگاہیں اب بھی اس کے چہرے سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔ اور میں اس سحر میں گم تھا۔ پھر ویلینی نے محبت آمیز انداز میں میرا ہاتھ پکڑا اور آگے لے جا کر اُس جگہ بٹھا دیا جہاں چند لمحات قبل وہ خود بیٹھی ہوئی تھی۔
"اگر تم میرے دورِ آزادی میں آتے گازالی تو میں تمہیں تمہاری شخصیت کے پیشِ نگاہ وہ نشست پیش کرتی۔ جو میں اپنے بیٹھنے کے لیے استعمال کرتی تھی۔ لیکن اس وقت بھی میں نے وہی جگہ تمہیں دی ہے۔ جہاں قید کے دوران میری نشست رہی ہے۔ اسے میرا احترام سمجھ لو۔" میں نے فوراً اپنی جگہ تبدیل کر دی اور جرأت سے کام لیتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اور اُسے اس جگہ بٹھاتے ہوئے کہا۔
"میڈم میں کسی بھی طور آپ کی جگہ نہیں لے سکتا۔ خواہ وہ قید خانہ ہو یا آپ کی اپنی نشست گاہ۔ میری دلی خواہش ہے کہ آپ کو آپ کے مقام پر برقرار رہنے دیا جائے۔" ویلینی ہنسنے

بتانے لگا۔
ی پھر سمبوتورا کی طرف رخ کر کے بولی۔
"سمبوتورا معزز مہمان کو میری خوشیوں سے آگاہ کرو۔"

میں مسلسل اس کا چہرہ دیکھے جا رہا تھا۔ دیلینی انتہائی پریشان کن حالات سے گذری تھی۔ لیکن چہرے کے وقار، شگفتگی اور بانکپن میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ وہ ان حالات سے بہت زیادہ خوفزدہ نہیں محسوس ہوتی تھی۔ چند لمحات کی خاموشی کے بعد میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اور آہستہ سے بولا۔

"واقعات آپ کو وائی مین کی زبانی معلوم ہو چکے ہوں گے میڈم دیلینی۔ میں جس طرح آپ کے راستے پر پڑا۔ اس کی تفصیل بھی سمبوتورا نے۔ میرا مطلب ہے وائی مین نے آپ کو بتادی ہو گی خزانے وغیرہ کا مسئلہ بلاشبہ اس دنیا میں رہنے والوں کی مانند میرے ذہن میں بھی تھا۔ لیکن اس حیثیت سے نہیں جس حیثیت سے دوسرے لوگ اس کا حصول چاہتے تھے۔ اور اب میں اس کا تذکرہ بھی حماقت سمجھتا ہوں۔ بلکہ شاید وائی مین نے آپ کو یہ بات بتادی ہو کہ میں اس خزانے تک پہنچ چکا ہوں اور اس کی نشاندہی آپ سے کر سکتا ہوں۔ بہرطور میں اپنی کسی طرح کی بڑائی نہیں کر رہا بلکہ اس بات کا آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میرے پیش نگاہ خزانے کا حصول نہیں بلکہ آپ کا منصب ہے۔"

"براہ کرم کسی خزانے کا تذکرہ مت کرو۔ وہ خزانہ میرے لیے بہت زیادہ اہم نہیں ہے۔ میں تم سے ملاقات کی خوشی کا اظہار کر چکی ہوں۔ اب ہمیں اس موضوع پر بات کرنی چاہیے۔ جس کے تحت ہم اس بدبخت لوناوینا کو کیفرکردار تک پہنچا سکتے ہیں۔ اس کی دسترس سے نجات حاصل کیے بغیر ہماری زندگی ممکن نہیں ہے۔"

"اس نے آپ کو جسمانی اذیتیں بھی پہنچائی ہیں میڈم؟" میں نے کہا۔ اور دیلینی ہنسنے لگی۔

"ہاں۔ اس نے اپنے طور پر وہ تمام کوششیں کی ہیں۔ جن کی بنیاد پر میں اسے خزانے کا پتا بتادیتی۔ لیکن وہ مجھ پر بے اثر رہیں۔ اور وہ ان کے ذریعے کامیابی نہیں حاصل کر سکا۔ میں یہ بات خود اس سے بھی کہہ چکی ہوں کہ وہ اپنی ایسی کوششوں میں عمر بھر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں دیلینی کے ان معصوم باشندوں کے لیے بھی میں پریشان ہوں۔ جو مجھ سے تعاون کر کے ایک ایسے عذاب میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ جن کا شاید ابھی انہیں احساس نہ ہوا ہو۔ لیکن رفتہ رفتہ انہیں اس کا احساس ہو جائے گا۔ کیونکہ لوناوینا اپنے مقصد کے حصول کے لیے سب کو بے دریغ قتل کر سکتا ہے۔ اور اس کے سلسلے میں وائی مین نے مجھے اس سازش کی تفصیلات بتائی ہیں جو تم گا اور دیلینی کو لڑانے کے سلسلے میں کی گئی تھیں۔ اور جسے تم نے شاندار پیمانے پر ناکام کر دیا ہے۔ یہ تمہارا مجھ پر ہی نہیں بلکہ دیلینی قبیلے پر بھی احسان ہے۔ بہرطور مسٹر گا زالی جو تجویز تمہارے ذہن میں ہے میں اس سے پوری طرح متفق ہوں۔ ایک بار میرے سامنے بھی اس کے سلسلے میں تفصیلی بات ہو جائے۔ اور پھر مجھے میری ذمہ داریاں بھی سمجھا دو۔ مزید گفتگو ہم اس وقت کریں گے جب ہم اپنے مقصد کو پالیں گے۔"

"آپ سے سلسلہ گفتگو مقصود تھی مسٹر دیلینی۔ آپ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ نہ جانے کیا کیا احساسات ہیں ذہن میں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ پہلے آپ کو اس مصیبت سے چھٹکارا دلانا میرا فرض ہے اور میں اس کے لیے آپ کی مدد کے ساتھ کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"وائی مین نے کہا کہ لوناوینا اپنی لڑکی ایشلا کو میرا روپ دے کر دیلینی کے باشندوں کو کنٹرول کر رہا ہے۔ وہ سازشی انسان بلاشبہ عظیم ذہنی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ کاش ہمارے ساتھیوں میں کوئی اتنی بڑی صلاحیت کا مالک ہوتا۔ لیکن اگر تم اسے اپنے طور پر زیر کر لو گے تو بلاشبہ یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گی کہ تم اس سے زیادہ برتر و اعلیٰ ہو اور تمہیں اپنے ساتھ پاکر مجھے جس قدر خوشی ہو گی اس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

"وائی مین آپ کو میرا پروگرام ضرور بتا دیا ہو گا جس کے تحت میں لوناوینا کو اسی کے ہتھیار سے ہلاک کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں۔ مگر اب مجھے یہ بتاؤ کہ میری ذمہ داریاں کیا ہیں۔"

"فی الحال کچھ نہیں۔ آپ کو انتظار کرنا ہو گا چاندرات کا۔ اس سے پہلے میں آپ کو ایشلا کی شکل دے دوں گا تاکہ آپ لونا کی بیٹی کی حیثیت سے کچھ وقت گذار سکیں۔ اور مقررہ وقت پر جب ایشلا، دیلینی کی حیثیت سے زیارت کی پہاڑی پر جائے آپ اس کی جگہ پہنچیں۔ اور اس کے بعد ہم اپنی کارروائی کا طور سے آغاز کر دیں گے۔ دیلینی مجھے دیکھتی رہی اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"چونکہ میں اپنے ذہن میں اس طرح کے منصوبے نہیں سکتی اس لیے مجھے تمہارے منصوبے سے اتفاق ہے۔ میں یہاں مصیبت کا شکار ہو گئی ہوں۔ اس مصیبت سے چھٹکارا کے لیے میں سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ جو تم کہو۔"

"آپ اطمینان رکھیے میڈم۔ میں اپنی آخری کوششیں اس کے لیے صرف کر دوں گا۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں اس سے رخصت کی اجازت مانگنے لگا۔

اس نے میری پیشانی کو بوسہ دیا اور اس بات کا پھر شکریہ ادا کیا کہ میں اس کے لیے اتنا کام کر رہا ہوں۔ میں نے واپسی میں دیلبی سے کہا کہ ایک شخصیت کو دیلینی کے پاس پہنچا دیا جائے اس کا نام ہائی سلہ ہے۔ دیلبی نے کہا کہ چونکہ اب سمبوتورا اور دیلینی ذہنی طور پر آزاد ہو چکے ہیں چنانچہ وہ ان سے ملاقات کرتا رہے گا۔ اور ان کی خواہشات کے مطابق عمل کرے گا۔ اندرونی طور پر یہ معاملہ اس کے سپرد رہنے دیا جائے۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد پھر میں اپنی تابوتی رہائش گاہ میں آ گیا۔ بڑی سنسنی تھی۔ ایک ایک لمحہ بدن میں اینٹھن بن رہا تھا۔ لیکن اس کیفیت کو برداشت کرنا تھا۔ ابھی تو کافی وقت مجھے اس سلسلے میں صرف کرنا پڑے گا۔ اگر اعصاب کی یہ ہی کیفیت رہی تو میں تو پاگل ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں خود کو پرسکون کرنے کی کوششوں میں مصروف رہا۔

دوسرے دن ایک اور حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔ حیرت انگیز بھی اور سنسنی خیز بھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے لیے سکون کے بہت سے لمحہ مہیا کر گیا تھا۔ وہی وقت تھا جب زیڈال کا کوئی نہ کوئی آدمی مجھ سے ملاقات کرتا تھا۔ اور اس دن بھی تابوت میں لیٹے لیٹے میں نے قدموں کی چاپ سنی اور کوئی میرے نزدیک آگیا۔ پھر تابوت کا ڈھکن اٹھایا گیا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن اسی وقت پروفیسر زیڈال کی آواز میرے کانوں میں ابھری۔

"یہ میں ہوں مسٹر گے زالی یہ میں ہوں۔" زیڈال کی آواز پہچان کر میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں آنکھیں کھول دیں پروفیسر زیڈال سنجیدہ چہرہ بنائے ہوئے میرے سامنے کھڑا ہوا تھا۔"

"آپ پروفیسر زیڈال آپ۔"

"ہاں۔ تم سے ملاقات اتنی ہی ضروری تھی کہ مجھے ہر قسم کے خطرات کو نظرانداز کر کے تم تک آنا ہی پڑا۔ نہیں۔ نہیں لیٹے رہو۔ اپنے تابوت سے اٹھنے کی کوششیں مت کرو۔ میرے پاس ایسے انتظامات ہیں کہ اگر باہر سے کوئی خطرہ محسوس ہو تو میں یہاں سے ان لوگوں کو اطلاع ہوئے بغیر نکل جاؤں۔ تمہارا تابوت سے باہر نکلنا خطرناک ہو سکتا ہے۔"

"اوہ۔ پروفیسر زیڈال۔ آپ کی آمد نے مجھے سنسنی کا شکار کر دیا ہے۔"

"مجبوری تھی۔ جو منصوبہ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے میرا تم تک پہنچنا ضروری تھا۔ اور تمہیں یہاں سے ہٹانے کی ہمت میں نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تمہارا مسئلہ بہت مشکل ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ڈیئر گے زالی تمہیں میرے مقصد کی تکمیل کے لیے کیسی شدید اذیتیں سے گذرنا پڑ رہا ہے۔ اس تابوت میں لیٹے رہنا اور زندگی گذارنا آسان کام نہیں ہے۔ تاہم میں تمہارا شکرگذار ہوں کہ تم میرے مقصد کی تکمیل کے لیے وہ سب کچھ کر رہے ہو جو میں چاہتا ہوں۔"

"مجھے اطلاع ملی تھی پروفیسر کہ آپ نے اپنے کسی منصوبے کو ترک کر دیا ہے اور میرے لیے مزید ہدایتیں فراہم کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔ میں ان دنوں مسلسل مصروف رہا ہوں گے زالی۔ ایک طرف تو میں اپنے اس منصوبے پر عمل کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ دوسری طرف مجھے احساس تھا کہ اس طرح کچھ ایسے سسٹم رہ جاتے ہیں۔ جو ہمارے اس پروگرام میں مشکلات پیدا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنا پروگرام اچانک ہی تبدیل کر دیا ہے۔"

"مقصد۔" میں نے حیرت زدہ نگاہوں سے زیڈال کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں اب ایک نئی اسکیم پر عمل درآمد چاہتا ہوں۔ تم نے یہاں غاروں میں رہ کر غاروں کی دنیا کو دیکھنے کی کوشش کی ہے۔"

"میرے لیے اس کے مواقع کہاں تھے پروفیسر زیڈال۔ میں یہ خطرات کہاں مول لے سکتا تھا۔"

"نہ لے کر تم نے اچھا کیا۔ کسی بھی لمحہ ہمارا راز فاش ہو سکتا تھا۔ اور بلاشبہ یہ صبر کی انتہا ہے۔ تاہم اب میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں کہ تم ان غاروں کی دنیا کو اپنی نگاہوں سے دیکھو۔"

"مگر پروفیسر۔"

"ہاں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ میں نے تمہارے تحفظ کے لیے ان غاروں میں معقول بندوبست کر دیا ہے۔ کمبخت لوناوینا یہاں اپنے خاص آدمیوں کے علاوہ کسی اور کو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ اگر میں خود بھی اس سے درخواست کروں کہ میں ان غاروں میں آنا چاہتا ہوں۔ تو وہ مجھے اس کی اجازت نہیں دے گا۔ کیونکہ وہ اپنے اصولوں اور اپنی چالاکیوں میں اتنا ہی سخت آدمی ہے۔ یہاں اپنے آدمیوں کو بھیجنے کے لیے مجھے چند دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یا اس وقت یہاں پہنچنے کے لیے مجھے جن جن مشکلات سے گذرنا پڑا ہے۔ ان کا تذکرہ تم سے کرنا حماقت ہے۔ تاہم یہ سمجھ لو کہ میں نے اپنی زندگی کا انتہائی خطرہ

مول لیا ہے اور اگر لونا دینا مجھے یہاں پائے تو وہ پھر یقینی طور پر میرے قتل سے کم پر وہ کسی بھی شکل میں تیار نہیں ہوگا۔ بہر طور یہ غیر ضروری باتیں ہیں گے زالی۔ سنو، یہاں ایک شخص مسٹر ویلبی کے نام سے رہتا ہے۔ غاروں کی اس دنیا کا نقشہ میں نے ترتیب دے لیا ہے۔ اسے اپنے پاس محفوظ رکھو۔" زیڈال نے کاغذ کا ایک بڑا سا ٹکڑا جو تہہ کیا ہوا تھا نکال کر میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

" اس نقشے میں مکمل ترتیب ہے ان غاروں کی۔ ابھی اسے کھول کر نہ دیکھو۔ کیونکہ میرے پاس بہت زیادہ وقت نہیں ہے۔ بعد میں اس نقشے پر اچھی طرح غور کر لینا۔ یہ تمہیں ان غاروں کی نشاندہی کرے گا۔ یہ شخص ویلبی کا ہے۔ جسے لونا دینا نے بلیک میل کر کے اپنے قبضے میں کیا ہوا ہے اور اس شخص کی سائنسی مہارتوں سے لونا دینا خاطر خواہ فائدہ اٹھا رہا ہے۔ یہ شخص ذہنوں کو کنٹرول کرنے کا ماہر ہے۔ اور اس کا تمام تر سائنسی مشغلہ یہی رہا ہے۔ لونا دینا نے اسی کے ذریعے ساموں کا ذہنی کنٹرول حاصل کیا ہے۔ اور یہ شخص اپنے مشینی ذرائع سے اُن کے ذہنوں کو قابو میں کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ گویا جو ساموں اس کے قیدی ہیں میرا مطلب ہے لونا دینا کے قیدی ہیں۔ اُن کی باگ ڈور ویلبی کے ہی ہاتھ میں ہے۔ اس شخص پر قبضہ کرو۔ اور اسے یا تو قتل کر دو یا پھر کسی طرح اس بات کے لیے مجبور کر دو کہ وہ تمہارے احکامات پر عمل کرے۔

اس کا فیصلہ تمہیں خود کرنا ہے گے زالی کہ کس طرح اس پر قابو پاؤ گے۔ اس کی رہائش گاہ کے بارے میں بھی اس نقشے میں تمام تر تفصیلات ہیں۔ ویلبی کو قابو کرنے کے بعد تم اُسے مجبور کرو کہ وہ ساموں کے اوپر اپنا مشینی کنٹرول ختم کر دے۔ ساموں ذہنی طور پر آزاد ہو جائیں تو تم اُن کے نجات دہندہ کی حیثیت سے اُن سے ملاقات کرو۔ اور انہیں بتاؤ کہ تم نے پروفیسر زیڈال کی مدد سے یہ کام کیا ہے۔ اس طرح ہم ساموں کی ہمدردیاں حاصل کر سکتے ہیں۔ ساموں خوشی سے لونا دینا کے قیدی نہیں بنے ہوں گے۔ اور انہیں احساس ہوگا۔ خاص طور سے ویلینی کو احساس ہوگا کہ لونا دینا نے کس طرح اس کی حیثیت حاصل کر کے اس کے تمام منصوبوں کو ناکام کر دیا ہے۔"

میرا مطلب ہے جس مقصد کے تحت ویلینی یہاں رہنا چاہتی تھی اُسے بتاؤ کہ اس کا خزانہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ خزانہ جو اس نے نہ جانے کتنی دقتوں کے بعد ماؤنٹ سولاٹ سے حاصل کیا ہے۔ ویلینی کو لونا دینا کی دشمنی پر پوری طرح آمادہ کر دو اور تمام ساموں کو اُن کی قید سے آزاد کر دو۔ لیکن اس کے ساتھ اُنہیں بتاؤ کہ عمل کے لیے جلدی نہ کریں بلکہ اس چاندرات کا انتظار کریں۔ جب لونا دینا کی تمام تر توجہ ویلینی کے باشندوں پر ہوتی ہے۔ اور وہ خود بھی وہاں موجود ہوتا ہے۔ اپنی بیٹی ایشلا سے تھوڑے ہی فاصلے پر نظر آتا ہے۔ اُس وقت ویلینی ساموں کے ساتھ اندرونی طور پر انتشار برپا کر دے۔ یہاں موجود جتنے افراد ہیں اُنہیں قتل کر دیا جائے۔ ویلبی کو یا تم خود ہلاک کر دو یا پھر کسی بھی شکل میں اُسے بھی اُس وقت ختم کر دو تاکہ ذہنی تسلط کا مسئلہ ختم ہو جائے۔

اس کے بعد تم ویلینی کو مشورہ دو کہ وہ قبیلے والوں سے کہے کہ باہر سے آنے والوں کو ایک ایک کر کے ہلاک کر دیا جائے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑا جائے۔ میں اپنے آدمیوں کو ایک محفوظ مقام پر پہنچاؤں گا۔ جہاں وہ محفوظ رہیں گے۔ اس کے بعد ہی یہ تمہارا کام ہے کہ ویلینی کو بتاؤ کہ میں نے اس کی آزادی میں کس قدر مدد کی ہے۔"

"ہوں۔ لیکن پروفیسر زیڈال۔ کیا ویلینی قبیلے کے لوگ باہر سے آنے والے لوگوں کا اندازہ رکھتے ہیں۔ میرا مطلب ہے۔ کیا اُنہیں یہ بات معلوم ہے کہ باہر سے آنے والے کون ہیں۔ جبکہ یہاں آنے والے سب سے سب ویلینی قبیلے کے لوگوں کی شکل میں ہی موجود ہیں۔"

"ہاں۔ وہ یہ بات بخوبی جانتے ہیں۔ ایشلا نے جب پہلی بار ویلینی کا روپ اختیار کر کے اُن لوگوں کو ہدایات دی تھیں تو اس نے یہی کہا تھا کہ وہ نئے آنے والے جو اُن میں شامل ہوئے ہیں اُن کے اپنے ہیں۔ اُن کے نجات دہندہ ہیں۔ وہ اُن کی بہتری کے لیے کام کریں گے اور انہیں ان کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ در اصل اسی انداز میں سوچو کہ قبیلے کے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے واقف ہوتے ہیں۔ اور وہ ہر اجنبی شخص کو پہچانتے ہیں۔ چنانچہ ویلینی کے باشندے نئے آنے والوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ لیکن چونکہ وہ ویلینی کی باتوں پر آنکھیں بند کر کے عمل کرتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے یہ سوچنا ہی چھوڑ دیا کہ نئے آنے والے اجنبی لوگ ہیں۔ اُن کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کرتے ہیں۔ اُن کے ساتھ رہتے ہیں اور اُنہیں اپنا سمجھتے ہیں۔

لیکن اگر ویلینی انہیں یہ ہدایت دے کہ نئے آنے والے اب خطرناک ہو گئے ہیں اور اُن کے مقاصد کے لیے نقصان دہ ہیں تو وہ سارے رشتے ناطے بھول جائیں گے اور انہیں قتل کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ میں اُن لوگوں کی سرشت اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ ویلینی کے الفاظ اُن کے لیے ایک دیوی

یا دیوی کے الفاظ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور وہ آنکھیں بند کر کے ان الفاظ پر سر عمل کرتے ہیں۔ اس طرح لونا دینا کے تمام آدمی قتل ہو جائیں گے۔

"لیکن لونا دینا کو زندہ ہی گرفتار کرنا گے زالی۔ میں تمہارا سپرد اتنا اہم کام کر رہا ہوں کہ خود بھی خوفزدہ ہوں۔ اور میں یہ جانتا ہوں کہ تم اپنی بہترین صلاحیتوں سے جس طرح آج تک عمل کرتے رہے ہو۔ اس سلسلے میں بھی کام کرو گے۔" پروفیسر زیڈال کا منصوبہ سو فیصدی میرے منصوبے سے مطابقت رکھتا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اپنے مقاصد کے لیے کام کر رہا تھا اور میں اپنے مقصد کے لیے۔

میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ پروفیسر زیڈال تم جس جگہ محفوظ رہو گے۔ یا تم جس جگہ محفوظ رہنے کی کوشش کرو گے۔ وہاں تم بھی محفوظ نہیں ہو گے۔ اور اس کے لیے میں نے اس سے سوال کر ہی لیا۔

"آپ اپنے آدمیوں کو سمیٹ کر کہاں محفوظ کریں گے پروفیسر زیڈال تاکہ جب میں ویلینی کو ہدایت دوں تو کہہ دوں کہ وہ اس سمت کا رخ نہ کرے۔ وہ سمت خطرناک ہو سکتی ہے۔"

"تمہیں وہ جگہ یاد ہے۔ جہاں، جہاں۔۔۔" پروفیسر کی آواز بھرا گئی۔ میں اُسے دیکھتا رہا چند لمحات کے بعد پروفیسر زیڈال نے کہا۔ "جہاں سونیتا نے پہلی بار تم سے ملاقات کی تھی۔ یوں سمجھو کہ وہ میرا علاقہ ہے اور میرے آدمی وہیں ہوں گے۔ میں بھی اُن ہی غاروں میں رہوں گا اور وہیں تمہاری کامیابی کی اطلاع کا انتظار کروں گا۔" میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے پروفیسر زیڈال۔ میں آپ کی مرضی کے مطابق کام کروں گا۔"

"اور اس کے بعد ممکن ہے میں اپنے آدمی کو تمہارے پاس بھیجنے کا خطرہ مول نہ لے سکوں۔ کیونکہ اس منصوبے میں رازداری اور احتیاط شرط ہے۔"

"آپ نے جو ہدایات مجھے دی ہیں۔ پروفیسر میں اُن ہی کے مطابق کام کروں گا۔ اس لیے اب اپنے آدمی کو بھیجنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ایشلا میرے لیے ضروریات کی چیزیں فراہم کر دیتی ہے۔ اور ابھی تک اس کے ساتھ میری ملاقاتیں راز میں ہیں۔"

"لیکن مجھے یہ اطلاع کیسے ملے گی کہ تم نے ویلینی کو قابو میں کر لیا ہے۔"

"اس کا فیصلہ آپ کر لیں پروفیسر۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنی ذمہ داریوں کو آسانی سے پورا کر لوں گا۔" پروفیسر زیڈال چند لمحات سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"میں کسی قسم کا پیغام رسانی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ ورنہ میں تمہیں ٹرانسمیٹر بھی فراہم کر سکتا ہوں۔ لونا دینا انتہائی چالاک ہے اگر ہم ٹرانسمیٹر پر گفتگو کریں گے تو اُسے اطلاع بھی مل سکتی ہے۔ تاہم میں مناسب وقت دیکھ کر دس بارہ دن کے اندر اپنے کسی آدمی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔ اور تم اُسے یہ اطلاع دے دینا کہ تمہارا منصوبہ کامیابی سے عمل کی طرف بڑھ رہا ہے۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں پروفیسر۔" میں نے جواب دیا اور پروفیسر زیڈال نے مجھے کامیابی کی دعا دے کر رخصت کی اجازت مانگی اور پھر وہ چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں دیر تک غور کرتا رہا۔ میں اسے تائید غیبی ہی سمجھتا تھا۔ وہی منصوبہ پروفیسر زیڈال نے اپنی طرف سے پیش کر دیا تھا جو میرے اپنے ذہن میں تھا۔ لیکن اس سے مجھے مزید آسانیاں فراہم ہو گئیں۔ یعنی ایک تو پروفیسر زیڈال کی مداخلت کا خطرہ کم ہو گیا۔ دوسرے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ ویلینی کے باشندے نئے آنے والوں کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ جبکہ خود ویلینی نے بھی اس بات کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ اور ظاہر ہے۔ وہ جانتی بھی نہیں تھی اس بارے میں کہ اُسے قید کرنے کے بعد کیا کیا کارروائیاں کی گئی ہیں۔ انتظار شدید انتظار تاہم پروفیسر ویلبی سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔

کچھ دن کے بعد میں ایک بار پھر پروفیسر ویلبی کی مدد سے ایشلا سے جان چھڑا کر ویلینی سے ملاقات کے لیے پہنچا۔ ویلینی اب بہت زیادہ پُرسکون نظر آتی تھی۔ اور دلچسپ بات یہ تھی کہ ندرت یعنی ہائیسا بھی اسی کے پاس موجود تھی۔ میں وہاں پہنچا تو ندرت نے سب سے پہلے آگے بڑھ کر بے اختیارانہ انداز میں میرا استقبال کیا۔ اور بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔

"اس دوران تقریباً ہر لمحہ تم زیر بحث رہے ہو گے زالی۔ اور میں نے میڈم ویلینی کو تمہارے بارے میں تمام تفصیلات بتائی ہیں۔" میں دلچسپ نگاہوں سے ندرت اور ویلینی کا مقابلہ کر رہا تھا۔ دونوں کے چہروں میں اتنی یکسانیت تھی کہ یقین نہیں آتا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ویلینی عمر رسیدہ اور پختہ کار نظر آتی تھی۔ اس کی نسبت ندرت انتہائی معصوم۔

بہر طور ان لوگوں کے ساتھ کافی وقت گذارا اور جب رات کا تیسرا پہر بھی ڈھل گیا تو میں نے اُن سے واپسی کی اجازت مانگی۔ بس مطمئن تھے۔ ابھی تک دوسرے ساموئوں کی ذہنی آزادی نہیں دی گئی تھی اور احتیاطاً ایسا کیا گیا تھا۔

اُس رات میری کافی گفتگو ہوئی تھی ویلینی سے۔ میں نے اُسے اپنی تمام منصوبہ بندی سے آگاہ کر دیا تھا۔ پہلے بھی میں اُسے تھوڑی بہت تفصیلات بتا چکا تھا۔ لیکن اب پروفیسر زنڈال کے منصوبے کی روشنی میں، میں نے ویلینی کو مزید تفصیلات بتا دی تھیں۔ اس سے کہہ دیا تھا کہ اُسے کس انداز میں کام کرنا ہے۔ ایشلا دوسری صبح برداشت نہیں کر سکی اور میرے پاس پہنچ گئی۔ اُس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"سیموئیل۔ ان دنوں مجھے نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ بعض راتیں اس طرح بے ہوشی کی راتیں ہو جاتی ہیں کہ مجھے ہوش ہی نہیں رہتا۔ میں گہری نیند سو جاتی ہوں۔ اور جب صبح کو جاگتی ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میرے بدن میں کسی ایک حصّے کی کمی ہو گئی ہے۔ میں اذیت سے تڑپتی رہتی ہوں۔ تمہارے ساتھ گذرنے والی راتیں کس قدر حسین ہوتی ہیں اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن سیموئیل اب مجھے اجازت دو۔ میں، میں اپنے پپا کو بتا دوں کہ سیموئیل اپنی زندگی میں واپس آ گیا ہے مجھے اس کی قربت کا آزادانہ موقع دیا جائے۔"

"ابھی وقت نہیں آیا ایشلا۔ اور میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اگر وقت سے پہلے تم نے میرے بارے میں اپنے باپ کو بتا دیا تو میرا خیال ہے وہ ہماری آخری ملاقات ہو گی۔"

"نہیں، نہیں۔" ایشلا کے چہرے پر شدید خوف کے آثار پھیل گئے۔ "میں تمہاری جدائی کسی طرح برداشت نہیں کر سکتی سیموئیل۔ آخر آخر ہو گا کیا۔ کیا اسی طرح ہم لوگ راتوں کو ملتے رہیں گے۔ دنیا سے چھپ کر۔"

"اس کے لیے ایک وقت متعین ہے ایشلا جس وقت بھی ہماری یہ معیاد پوری ہو جائے گی۔ میں اس تابوت سے نکل آؤں گا۔ اُس کے بعد ہم آزادانہ طور پر لونادینا کے سامنے پہنچ جائیں گے۔ تمہیں کچھ وقت اور انتظار کرنا پڑے گا۔ غالباً اس چاند کی چودھویں رات تک۔"

"کیا واقعی؟" ایشلا مسرور ہو گئی۔

"ہاں ایشلا۔" میں نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ کمبخت ضمیر کو کیا کرتا جو کچو کے لگاتا رہتا تھا۔

وہی تصور، وہی احساس ابھر آیا تھا۔ ایشلا حسین اور معصوم لڑکی میری وجہ سے مصیبت کا شکار ہو جائے گی۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ لونادینا کے بعد اس کی زندگی ممکن نہیں ہو گی۔ بہر طور خود کو سنبھالا۔ یہ سب تو کرنا ہی تھا۔ اب تقدیر میں یہ ہی سب کچھ لکھا۔ تو میں کس کس کا تحفظ کرتا پھروں گا۔

ایشلا کافی دیر تک میرے ساتھ رہی اور پھر موقع کی نزاکت کا خیال کر کے وہاں سے چلی گئی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ آج رات وہ پوری طرح ہوش و حواس میں رہے گی۔ اور کسی بھی قیمت پر اپنے آپ کو نیند کی آغوش میں جانے نہیں دے گی۔ اور اس کے لیے وہ یوں کرے گی کہ بستر تک جائے گی ہی نہیں۔ میں نے مسکرا کر اُسے خدا حافظ کہا اور وہ چلی گئی۔

اس کے بعد میں دیر تک عجیب سے احساسات کا شکار رہا۔ ایک مہینہ ایک سال سے بھی زیادہ طویل محسوس ہو رہا تھا۔ اس دوران صرف تین بار ویلینی سے ملاقات ہوئی۔ ویلبی بھی ساتھ تھا۔ بالآخر چاندنی رات صرف ایک دن کے فاصلے پر رہ گئی۔ دوسری رات چاندنی رات تھی۔ ویلبی میرا انتظار کر رہا تھا۔ حسبِ معمول اس نے ایشلا کو گہری نیند سلا دیا تھا۔ اور یہ اس واقعہ کے بعد سے پہلی رات تھی جب ایشلا میرے پاس نہیں آئی تھی اور اپنی کوششوں میں ناکام ہو گئی تھی۔ میں نے ویلبی سے ملاقات کی اور سمبوتورا کو اس کے ساتھ دیکھ کر کافی مسرور ہوا۔

"آج کی رات عمل کی رات ہے۔"

"ایشلا کو محفوظ رکھنے کے لیے آپ نے کیا بندوبست کیا ہے مسٹر ویلبی؟"

"یہ ذمہ داری میری ہے کیونکہ یہ فکر میرے دل کو ہے۔ چنانچہ آؤ میں تمہیں دکھا دوں کہ میں نے اُسے کہاں محفوظ کیا ہے۔"

"اوہ۔ کیا ایشلا کو آپ نے اس کی خواب گاہ سے غائب کر دیا؟"

"ہاں۔ یہ ضروری تھا۔ کیونکہ آج رات ویلینی اُس کی خواب گاہ میں جگہ لے لے گی۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

اُس نے اپنی لیبارٹری ہی کے ایک حصّے میں ایشلا کے تحفظ کا بندوبست کیا تھا۔ اور اُسے اطمینان تھا کہ وہ یہاں ایشلا کو باآسانی قید رکھ سکے گا۔ ندرت اور ویلینی کو بھی اُن کے قید خانے سے نکال کر باہر لے آیا گیا تھا۔ پروفیسر ویلبی نے اپنی تجربہ گاہ ہی میں دو یا ڈھائی گھنٹے صرف کر کے ویلینی کو ایشلا کی صورت دی تھی۔ ہر چند کہ ویلینی کی جسمانی

[ساخ]ت ایشلا سے قطعی مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ ایشلا ایک [...]رے بدن کی مالک تھی۔ جبکہ ویلینی کے بدن میں بھاری پن [...]تھا۔ لیکن اس بات کو نظرانداز کرنا تھا۔ چنانچہ ویلینی کو [...]ی خواب گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ اور اس کے بعد ہم اُس [...]میں بقیہ کارروائیوں پر غور کرتے رہے۔ ساری رات [...] معاملات کے لیے گفتگو کرنے میں گذر گئی۔ وقت کا [...]ں ہوا تو میں برق رفتاری سے اپنے تابوت کی جانب [...]را۔ خطرہ یہ تھا کہ کہیں دن میں مجھ سے ملاقات کرنے [...]کوشش نہ کی جائے اور میرا یہ خطرہ بالکل درست تھا۔

آج اتنے دن کے بعد پروفیسر زنڈال کا ایک آدمی مجھ [سے] ملاقات کرنے آیا اور اس نے مجھے اطلاع دی کہ پروفیسر [زنڈا]ل کا منصوبہ مکمل ہے۔ مجھے آج اپنا کام کرنا ہے۔ اور اس [کے] لیے تمام تر تیاریاں کرلی ہیں۔ مجھ سے یہ بھی پوچھا گیا کہ میں [نے و]یلینی پر قابو پا لیا ہے تو میں نے جواب دیا کہ اس کے لیے [پ]روگرام مکمل ہے۔ پروفیسر زنڈال کو اطلاع دے دی [جا]ئے۔ وقت کا ایک ایک لمحہ ہیجانی انداز میں گذر رہا تھا۔ [پ]ھر اس وقت رات کے تقریباً آٹھ بجے تھے۔ جب پروفیسر [...] میرے پاس پہنچ گیا اور اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے گے زالی۔ باہر نکل آؤ۔ ہماری کارروائیاں [...]یل تک پہنچنے کو تیار ہیں۔"

میں تابوت سے باہر نکل آیا۔ پروفیسر ویلبی مجھے قید خانوں [کی] جانب لے گیا۔ تمام قید خانوں کے دروازے کھلے ہوئے [تھے]۔ سمبوتورا ساموئوں سے گفتگو کر رہا تھا تمام ساموئوں کو [بیدار ک]ر دیا گیا تھا۔ وہ سب پرجوش اور باعمل نظر آتے تھے۔ [میں] نے ساموئوں کے ہاتھوں میں وہی مخصوص کٹاریاں دیکھیں [جو س]مبوتورا کی کلائی پر ایک بار دیکھ چکا تھا اور جن کا کمال [...]ل یقین تھا۔ کچھ ساموئن یہ کٹاریاں استعمال کرنے کا صحیح [طریقہ] جانتے تھے۔ اور اس وقت سمبوتورا نے انہیں ہدایت [دی ت]ھی کہ غاروں میں موجود لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنا [ضر]وری ہے۔" سمبوتورا نے مجھ سے کہا۔

"ہر چند کہ ہم قتل و غارت گری سے پرہیز کرتے ہیں۔ [لیک]ن یہ وقت اس پرہیز کا نہیں ہے۔" میں نے پروفیسر ویلبی [سے] پوچھا کہ کیا ایشلا کی حیثیت سے ویلینی پہاڑوں کی سمت [جا ر]ہی ہے تو اُس نے کہا کہ نہیں بلکہ اُس کو لے جانے کی [تیا]ریاں ہو رہی ہیں۔

کیا اُس کی نگرانی ہو رہی ہے میرا مطلب ہے کہ وہ [لوگ] جو ایشلا کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جائیں گے۔ کہیں اُسے جسمانی طور پر شناخت نہ کر لیں۔"

"اُسے لے جانے والے سب ساموئن ہوں گے۔ کیونکہ وہ لوگ جو اس کے کمرے میں پہنچے تھے ہلاک کیے جا چکے ہیں۔" ویلبی نے بڑا سنسنی خیز انکشاف کیا اور میں آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا پھر میں نے کہا۔

"کیا اس کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر جانے والوں میں، میں شامل نہیں ہو سکتا۔"

"تمہیں اس کے ساتھ ہی شامل ہونا ہے اور ویلینی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ کیونکہ وہ وقت قریب آ رہا ہے جب اُسے درشن دینے کے لیے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنا ہے۔"

میرے اندر شدید ہیجان برپا تھا۔ بہر طور اپنے آپ کو قابو میں کر کے میں ویلینی کے قریب پہنچ گیا جو اس وقت وہ ویلینی کی شکل میں موجود تھی۔

ہم پیچ در پیچ سرنگوں سے گذرتے رہے۔ ان سرنگوں میں سیڑھیاں کٹی ہوئی تھیں جو پہاڑ کی چوٹی کی جانب جاتی تھیں۔ چونکہ تمام کام معمولات کے مطابق ہو رہے تھے۔ اس لیے لونادینا کے جو آدمی ابھی تک زندہ تھے وہ کوئی تبدیلی محسوس نہیں کر سکے تھے۔ بالآخر ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ دوسری جانب بے شمار افراد کا مجمع نظر آ رہا تھا۔ ویلینی کے تمام باشندے زیارت کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ ویسی ہی زیارت گاہ یہاں پر موجود تھی۔ جیسی ہوگا میں دیکھی گئی تھی۔ چٹان تراش کر ایک پلیٹ فارم بنایا گیا تھا جہاں ویلینی کو کھڑا ہونا تھا۔ یہاں پر اس قسم کے مشینی آلات نصب کر دیے گئے تھے جن کی مدد سے ویلینی کی آواز اُن تمام لوگوں تک پہنچ سکتی تھی جو اس کی زیارت کے لیے اکٹھے ہو رہے تھے۔ چاند آہستہ آہستہ بلند ہوتا جا رہا تھا۔ اور چاندنی کی چادر فضا میں پھیلتی جا رہی تھی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد تمام ماحول منور ہو گیا۔ اور ویلینی کے باشندوں نے عجیب عجیب طرح کی آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔ زیارت کر کے وہ اپنی خوشیوں کا اظہار کر رہے تھے۔ ویلینی نے دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔ ایشلا سے زیادہ وہ جانتی تھی کہ کس طرح زیارت کرنے والوں کو مطمئن کیا جاتا ہے۔

اب وہ وقت آ گیا تھا کہ ویلینی اپنے کام کا آغاز کرے۔ میں لونادینا کے بارے میں معلومات حاصل کرتا پھر رہا تھا۔ جس جگہ لونادینا موجود تھا۔ اُس جگہ پانچ یا چھ افراد اور بھی تھے۔ اس شخص کو میں نہیں پہچانتا تھا۔ آج تک اسے دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ ساموئوں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ لونادینا کو قابو میں کرنے کے لیے انہیں کیا کرنا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ

یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ بونا وینا کو زندہ رکھنا ہے۔

پھر تھوڑی ہی دیر ویلینی کی آواز ابھری۔ جو مقامی زبان میں اپنے استقبال کے لیے آنے والوں کو خوش آمدید کہہ رہی تھی۔ یہ الفاظ اس نے رسمی انداز میں کہے تھے۔ لیکن اس کے بعد اس کے انداز میں دفعتاً ایک تناؤ پیدا ہو گیا اور اس نے کہا۔

"ویلینی کے عظیم باشندو کچھ عرصے قبل ہمارے درمیان کچھ مہمان آئے تھے۔ اور میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ لوگ ہمارے بہی خواہ اور نجات دہندہ ہیں۔ لیکن اتنا عرصہ گزارنے کے بعد مجھ پر انکشاف ہوا ہے اور آسمان سے مجھے ہدایات دی گئی ہیں کہ یہ لوگ ہمارے بہی خواہ نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارے دشمن ہیں اور ان کے ذہنوں میں ویلینی کو تباہ و برباد کرنے کا منصوبہ ہے ویلینی کے لوگوں میں ہمارے دشمن جو دوست کا لباس پہن کر ہم میں شامل ہوئے تھے۔ دیوتاؤں کی مدد سے ہم پر عیاں ہو گئے تھے۔ اور دیوتاؤں کی ہدایت ہے کہ تم ان دشمنوں میں سے ایک ایک کو فنا کر دو۔ آج کی رات تمہارے لیے اپنے دشمنوں سے نجات حاصل کرنے کی رات ہے۔ اور سنو صبح ہونے تک وہ دشمن زندہ نہ بچنے پائیں جو ہمارے درمیان آئے تھے۔ تمہاری ویلینی تمہاری دیوی تمہیں حکم دیتی ہے کہ اپنا فرض پورا کرو اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آج کی رات میں تمہیں اس کام کے لیے مخصوص کرتی ہوں۔ اور اس کے بعد نیچے جو ہنگامہ آرائی ہوئی اس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔

قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ وہ لوگ جانتے تھے کہ نئے آنے والے اجنبی کون ہیں اور ان کی تلاش میں انھیں کسی دقت کا سامنا نہیں پڑ رہا ہے۔ کیوں کہ نئے آنے والے بھی زیارت کے مجمع میں شامل ہوتے تھے۔ بونا وینا کے آدمی بری طرح موت کا شکار ہو رہے تھے لیکن وہ احمق نہیں تھے تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے بھی ہتھیار سنبھال لئے اور آتشیں ہتھیاروں کا استعمال شروع ہو گیا۔ لیکن دیوی کا حکم قبیلے والوں کے لیے موت کا حکم تھا۔ وہ زندگی کھو رہے تھے لیکن ان میں سے بیشتر آدمی بونا وینا کے ایک ایک آدمی پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ ویلینی کے اس اعلان کے ساتھ ہی میں اس طرف چھپٹا تھا جہاں بونا وینا موجود تھا اور یہاں بھی میری توقع کے مطابق ہی عمل ہو رہا تھا۔ لیکن سامون یہاں ان کے مقابلے پر تھے اور میں یہ دیکھ چکا تھا کہ سمبور تورا کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے مجبوری کے عالم میں کٹاری سنبھالی بونا وینا کے محافظ اس کے تحفظ کے لیے دوڑے وہ ان کٹاریوں کا شکار ہو گئے اور بونا وینا کے لیے سامونوں کو پہلے ہی ہدایت کر دی گئی تھی کہ اسے زندہ ہی گرفتار کیا جائے لیکن بونا
مسلح نہیں تھا۔ اس کے پاس اسٹین گن موجود تھی جس
نے فوراً ہی استعمال کرنا شروع کر دیا اور اس سے
سامون اس کی گولیوں کا شکار ہوتے میں نے انھیں
سے ہٹا دیا۔ اور میری ہدایت پر تقریباً تمام ہی لوگ حملے
تیار ہو گئے تھے۔ بونا وینا مسلسل گولیاں برسا رہا تھا
ایک لمحہ کی کیفیات کا جائزہ لیا۔ جس جگہ وہ محفوظ
کٹاؤ میں ایک غار کی حیثیت رکھتی تھی۔ دوسری جانب
سوراخ سے مجمع کو دیکھا جا سکتا تھا۔ لیکن اس سے
ہی ایک راستہ تھا۔ اگر بونا وینا دوسری طرف سے
سے نکلنے کی کوشش کرتا تو یقینی طور پر انتہائی گہری
گر کر فنا ہو جاتا۔ چنانچہ وہ وحشیوں اور پاگلوں کی
کر رہا تھا۔ سامونوں کو گو اس کی فائرنگ سے محفوظ
تھا لیکن میں جانتا تھا کہ بونا وینا ایک خطرناک
اور وہ آسانی سے ہار ماننے پر تیار نہیں ہو گا۔
نے ایک ترکیب سوچی اور پھر ایک ایسی محفوظ جگہ
گیا جہاں بونا وینا کی طرف سے چلائی ہوئی گولیاں
سکتی تھیں۔ پھر میں نے انگریزی زبان میں کہا۔

"بونا وینا تم جو کارروائی کر رہے ہو وہ تم
میں مضر ہے۔ تمہارا کھیل ختم ہو گیا ہے۔ سامون
گئے ہیں۔ ویلینی کے انکشاف سے تم نے صحیح ا
لگایا۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ تمہاری بیٹی ایشیلا
میرے ان الفاظ پر غار سے ہونے والی فائرنگ
اور پھر بونا وینا نے چیخ کر کہا۔ ایشیلا کہاں۔

"ہمارے قبضہ میں ہے بونا وینا۔ اور
اسٹین گن سے نکلی ہوئی ایک بھی گولی کسی سا
کرنے کا باعث بنی تو اس کے عوض ایشیلا کے
ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔"

دوسرے لمحے دوڑتے ہوئے قدموں کی
سنائی دیں اور بونا وینا باہر نکل آیا۔ یہ شخص
خوفناک معلوم ہوتا تھا۔ بہت بڑا چہرہ بھونڈے
خدوخال۔ آنکھیں وحشی درندوں کی طرح چمک
کے ہاتھ میں اسٹین گن اب بھی دبی ہوئی تھی
ایک دوسرے سے بھینچے ہوئے تھے۔

"کون بول رہا تھا۔ کون بات کر رہا تھا
میں اس کے سامنے آگیا ــــــ اور بونا وینا
رہا۔ "کون ہو تم۔"

"کوئی بھی ہوں بونا وینا۔ لیکن جو اطلاع میں نے تمہیں دی وہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ تمہاری بیٹی ایشیلا، ویلینی کی حیثیت سے یہاں کے باشندوں کو حکم کیوں دے رہی ہے۔ اس کا مقصد صاف ظاہر ہے وہ ایشیلا نہیں بلکہ اصل ویلینی ہے جو اب تمہاری قید سے آزاد ہو گئی ہے۔"

"اوہ۔ کیا ویلینی کتیا نے غداری کی۔ کیا، کیا، ....."
بونا وینا وحشت ناک آواز میں بولا۔

"جو کچھ بھی ہوا ہے۔ اس کی حقیقت تمہیں معلوم ہو جائے گی اور اپنی اسٹین گن مجھے دے دو۔" میں نے کہا۔

بونا وینا چند لمحات سوچتا رہا۔ اس کے انداز میں جھنجھلاہٹ پائی جاتی تھی۔ وہ کسی بھیڑیے کی طرح دانت نکال کر غرا رہا تھا۔ چند لمحات سوچنے کے بعد اس نے اسٹین گن میری طرف بڑھا دی اور اعتراف شکست کر لیا۔ میں نے سامونوں کو ہدایت کی اور انھوں نے فوراً ہی اس کے دونوں ہاتھ پشت پر کس دیئے۔

"کتو، کتو، میرے ساتھ جو سلوک کرنا چاہو کر لینا۔ لیکن ایشیلا کو، ایشیلا کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ ایشیلا، ایشیلا۔"

بونا وینا کی آواز بند ہو گئی اور اس کے خدوخال کا تناؤ ڈھیلا پڑنے لگا۔ اب وہ ایک فکر مند باپ نظر آتا تھا۔ میں نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ یہ منظر میرے لیے کرب ناک تھا۔

بہر طور میرا تعلق ان معاملات سے صرف اتنا ہی تھا۔ کہ میں خواہ مخواہ ہی اس چکر میں آن پھنسا تھا۔ لیکن بونا وینا خود بھی اتنا خطرناک آدمی تھا کہ اس پر رحم نہیں کھایا جا سکتا تھا۔ میں نے سامون کو ہدایت کی کہ وہ بونا وینا کو غاروں کی طرف لے چلیں اور خود ویلینی کا انتظار کرنے لگا۔ جو وہاں سے آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور ممنون لہجے میں بولی۔ گازالی تم نے جو کچھ کیا۔ اس کا صلہ مجھ پر باقی ہے۔ گو اس کا صلہ کسی بھی شکل میں نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن لیکن۔"

وہ شاید جملہ پورا کرنے کے لیے الفاظ نہ پا رہی تھی۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو پرجوش انداز میں بھینچتے ہوئے کہا۔

"اور مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کے کسی کام آ سکا میڈم۔"

ویلینی میرے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم غاروں میں پہنچ گئے۔ جگہ جگہ بونا وینا کے آدمیوں کی لاشیں نظر آ رہی تھیں لیکن ان کی کیفیت اتنی بھیانک تھی کہ ان کی طرف دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ کٹاریوں نے ان کے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ اور اب شاید غاروں میں ایک بھی آدمی ایسا نہیں تھا جو بونا وینا کا ساتھی ہو۔ باہر سے فائرنگ کی آوازیں مسلسل ابھر رہی تھیں اور ہمیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ کتنے آدمی ہلاک ہو چکے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں کچھ کیا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ بہر طور بونا وینا کے آدمی آخری وقت تک مدافعت کریں گے۔ وہ ہلاک ہو جائیں یا بھاگ جائیں اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ لیکن بونا وینا کا جسم ٹوٹ گیا تھا۔ تمام سامون آزاد ہو گئے تھے اور اب غاروں میں دندناتے پھر رہے تھے۔ ویلینی اس جگہ پہنچ گئی۔ جہاں پروفیسر ویلبی کی تجربہ گاہ تھی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد بونا وینا کو ویلبی کے سامنے پیش کر دیا۔ بونا وینا بری طرح دانت پیس رہا تھا غرا رہا تھا اس نے وحشیانہ لہجے میں کہا۔

"ویلبی، ویلبی، تو نے مجھ سے غداری کی کتے۔ تیری مدد کے بغیر یہ سب نہیں ہو سکتا تھا۔ تو نے، تو نے، آہ مجھے تجھ پر نگرانی رکھنی چاہیئے تھی۔ غلطی ہو گئی، آہ غلطی ہو گئی۔"

"بونا وینا تیرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے۔ خدا کی قسم میری توقع سے کہیں کم ہے۔ میں تو تجھے اس بری حالت میں دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ دیکھنے والے آنکھیں بند کر لیں۔ تو میرے لیے لفظ غداری استعمال کر رہا ہے۔ لیکن میں تیرا وفادار کب تھا۔ بونا وینا میں تو ایک مجبور انسان تھا۔ ایک ایسا مجبور انسان جو تیرے ہاتھوں عذاب کا شکار ہو گیا تھا۔ لیکن بونا وینا وقت بدلتا ہے اور آج بدل چکا ہے۔ آج تو مجبور ہے بالکل میری ہی مانند تو غداری کی بات کرتا ہے۔ ہاں میں نے عمل کیا۔ میں نے سچائی کے وہ راستے استعمال کئے جن کا میں منتظر تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ ایک دن وہ ضرور آئے گا۔ جب تو پسپا ہو گا۔ اور میں فاتح۔ ہاں بونا وینا، آج میری باری ہے۔ بتا میرے بیٹے اور میری بیوی کہاں ہے۔"

"کتے، کتے، اس دن بھی تو نے مجھ سے پوچھا تھا اور غالباً اسی لیے پوچھا تھا کہ تیرے ذہن میں ایک سازش پروان چڑھ رہی تھی۔"

"یہ درست ہے بونا وینا۔ اور تو نے مجھے بتایا تھا کہ وہ تیرے پاس موجود ہیں۔"

"ہاں لیکن تیری تمام تر کوششیں بھی انھیں نہیں پا سکیں گی۔ وہ بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے۔ جو لوگ ان کے محافظ تھے، نگران تھے۔ ممکن ہے وہ مارے گئے

ہوں۔ لیکن وہ جس جگہ قید ہیں وہاں سے خود کسی طرح نہیں نکل سکتے۔ انھیں خوراک اور دوسری چیزیں مہیا کی جاتی ہیں۔ اور جب انھیں خوراک مہیا کرنے والے نہیں ہوں گے تو وہ بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ دیں گے۔ تجھ سے اتنا خوفناک انتقام لوں گا میں کہ تو مرنے کے بعد بھی یاد رکھے گا۔"

"نہیں بونا دینا تو نے یہ نہیں سوچا کہ ایشیلا ہماری قید میں ہے۔ ٹھیک ہے تو نے میرے بیٹوں اور بیوی کو بھوک سے تڑپا تڑپا کر مار دے۔ لیکن کیا تو اپنی آنکھوں سے یہ دیکھنا پسند کرے گا کہ پہلے میں چاقو کی نوک سے ایشیلا کی دونوں آنکھیں نکال لوں، اس کے بعد اس کے دونوں ہونٹ کاٹ دوں، اور پھر اس کے رخساروں کا گوشت کاٹ دوں، اس کی ناک کاٹ دوں، اس کے سر کے بال کاٹ دوں۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کے جسم کے اوپر سے گوشت کے تھوڑے تھوڑے ٹکڑے اتارتا رہوں۔ اور یہ سب کچھ تیری نگاہوں کے سامنے تیری نگاہوں کے سامنے!!"

"نہیں۔" بونا دینا خوفزدہ لہجے میں دھاڑا۔

اس نے آگے بڑھ کر ویلبی کے سینے پر ٹکر مارنے کی کوشش کی۔ لیکن ویلبی اس کے سامنے سے ہٹ گیا۔ حملہ چونکہ اچانک ہی کیا گیا تھا اس لیے سامون یا میں بھی اسے نہ روک سکے اور بونا دینا ایک مشین سے ٹکرا گیا۔ اس کے سر میں شدید چوٹ لگی تھی۔ وہ چکر کھا کر نیچے گر پڑا۔ ویلینی نے آگے بڑھ کر بونا دینا کو اٹھانے کی کوشش کی جو بونا دینا کے قریب ہی کھڑی تھی اور ویلینی کا میک اپ اتار کر ایشیلا کی شکل تھی اسے دیکھ کر بونا دینا چیخ پڑا۔

"ایشیلا"

"نہیں۔ بونا دینا میں ایشیلا نہیں ویلینی ہوں۔ ایک دن تو نے ایشلا کو ویلینی بتایا تھا۔ آج ویلینی ایشلا کی شکل میں تمہارے سامنے موجود ہے۔ گاناما میرے چہرے سے میک اپ اتار دو میں اس کے بارے میں نہیں جانتی۔"

میرے بجائے ویلبی نے آگے بڑھ کر ویلینی کا چہرہ صاف کر دیا۔ اور بونا دینا پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ سر میں چوٹ لگنے کی وجہ سے غالباً ابھی تک اس کی آنکھوں میں چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ وہ بار بار آنکھیں بھینچ بھینچ کر کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور ایک بار پھر اس پر خوف کا غلبہ طاری ہو گیا۔ غالباً بیٹی کے احساس نے اسے پھر نروس کر دیا تھا۔

" ایشلا، ایشلا، تمھارے قبضے میں ہے؟"

ہاں بونا دینا۔ ایشلا ہمارے قبضے میں ہے۔"

"اسے آزاد کر دو۔ بولو مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"میری بیوی اور میرے بیٹے۔"

"میں تمھیں ان کا پتہ بتائے دیتا ہوں۔ وہاں سے [illegible] حاصل کر لو۔ لیکن دیکھو ایشلا کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا [illegible] تم چاہو گے میں وہ ہی کروں گا۔ میں سب کچھ ہوں [illegible] ہوں میں وحشی ہوں۔ میں انسانی زندگی کی کوئی وقعت نہیں سمجھتا۔ ایشلا، ایشلا کو میں کوئی نقصان پہنچنے نہیں دوں گا تم، تم اسے میرے سامنے لے آؤ۔ اور جو کچھ میں نے کہا ہے [illegible] کہا ہے۔ اپنی بیوی اور بچوں کو اس جگہ سے حاصل کر لو۔ [illegible] آبشار بہتا ہے۔ بہتے ہوئے آبشار کی چادر کے عقب میں [illegible] غار موجود ہے۔ اس غار پر ایک گول چٹان ڈھکی ہوئی [illegible] اور محافظ وہاں پہرہ دیتے ہیں۔ اگر محافظ وہاں موجود ہیں تو انھیں میرا پیغام دو کہ میں انھیں طلب کرتا ہوں اور ان [illegible] کو بھی جو میرے قیدی ہیں۔ لیکن اگر وہ وہاں موجود نہ ہوں تو تم اس گول چٹان کو ہٹا کر اس کے پیچھے سے اپنی بیوی [illegible] بچوں کو برآمد کر سکتے ہو۔

"ٹھیک ہے بونا دینا۔ ان لوگوں کو برآمد کر لیا جائے تب ایشلا کو تیرے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔"

"نہیں، نہیں، مجھے اس کی صورت تو دکھا دو [illegible] مجھے پتہ چل جائے کہ تم نے اسے کہیں نقصان تو نہیں پہنچا [illegible]"

بونا دینا اب ایک مجرم کی بجائے ایک باپ بن گیا [illegible] ویلینی کے مشورے سے میں نے ایشلا کو وہاں طلب کرا [illegible] لیکن ایشلا کے آنے سے پہلے ہی میں نے سیموئیل کا میک اپ [illegible] لیا تھا۔ کیوں کہ میں جانتا تھا۔ کہ ایشلا مجھے اس میک اپ [illegible] دیکھ کر کس قسم کے جذبات کا اظہار کرے گی۔ میں اس [illegible] زیادہ دردناک لمحات برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس [illegible] بونا دینا نے شاید میرے چہرے پر توجہ ہی نہیں دی تھی [illegible] خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ سیموئیل واپس آ سکتا [illegible] کیوں کہ اسے تو وہ اپنے ہاتھ ہلاک کر چکا تھا۔ میرے [illegible] اتارنے کے بعد بھی اس نے میرے چہرے پر غور نہیں کیا [illegible] بالآخر ایشلا وہاں پہنچ گئی۔ وہ حیران نظر آ رہی تھی۔ [illegible] پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان تمام مناظر کو دیکھا۔ اور پھر بونا [illegible] کے ہاتھ بندھے ہوئے دیکھ کر وہ حیرت سے اچھل پڑی۔

"ڈیڈی، یہ، یہ، یہ سب۔۔ بلم اس نے متحیرانہ انداز [illegible] اپنے قریب کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ اور پھر ویلبی [illegible] طرف مڑی۔

" انکل ویلبی۔ یہ سب کیا ہے۔ مجھے میرا مطلب ہے ڈیڈی کے ہاتھ۔ آپ کے ہاتھ۔ انکل آپ ڈیڈی [illegible]پ بھی مجھے نہیں بتا رہے۔ [illegible] کے ہاتھ کیوں نہیں کھول دیتے۔ ویلبی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ بونا دینا پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایشلا کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے پروفیسر ویلبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

" ویلبی میرے ساتھ تمھارا سلوک کچھ بھی ہو۔ لیکن میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ ایشلا کو زندہ رکھنا۔ ویلبی کوئی بھی ایسا ذریعہ نہیں ہے میرے پاس۔ نہ اخلاقی، نہ مادی کہ میں تم سے اس درخواست کو منوا سکوں۔ لیکن اگر تمھیں تمھارے بیٹے مل جائیں تو ان کی زندگی کی خوشی میں ایک زندگی بخش دینا ویلبی۔" بونا دینا کی آواز بھرا گئی۔ ویلبی سرد نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

" ٹھیک ہے بونا دینا۔ ٹھیک ہے۔"

اس کے بعد اس کا رخ دوسری طرف ہو گیا ایشلا اپنے باپ سے لپٹ گئی تھی۔

" ڈیڈی لاؤ میں تمھارے ہاتھ کھول دوں۔ میں، میں۔"

لیکن دو محافظوں نے آگے بڑھ کر ایشلا کو بازوؤں سے پکڑ لیا اور پھر میرے اشارے پر اسے گھسیٹتے ہوئے واپس اس کے قید خانے میں لے گئے۔ ویلبی نے آنکھیں بند کر کے رخ بدل لیا تھا۔ ویلینی سرد نگاہوں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سرد نگاہوں سے سمبو تورا سے کہا۔

" اپنی کارروائی کا جائزہ لو سمبو تورا۔ ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور مجھے رپورٹ دو کہ ویلینی کے باشندے کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔" پھر اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

" گازال۔ ہائی ساکو میں نے گومین کی نگرانی کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔" اب اگر تمھارے ذہن میں کوئی اور منصوبہ ہو تو مجھے بتاؤ، سمبو تورا فوراً ہی چلا گیا تھا میں نے ویلینی کو اشارے سے اپنے قریب بلایا۔ پھر اسے ایک طرف لے گیا اور بولا۔

" ابھی بونا دینا کو زندہ رکھنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک شخصیت اور بھی ہے۔ جو زیڈال کے نام سے پکاری جاتی ہے وہ ایک مخصوص علاقے میں چھپا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ بھی بہت سے لڑاکے موجود ہیں۔ میرا خیال ہے اگر یہاں کے معاملات آپ کے کنٹرول میں ہوں تو مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں وہاں کارروائی کر سکوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے کچھ لوگ بھی درکار ہوں گے۔ کیوں کہ وہاں ہمیں ایک خوفناک جنگ لڑنا پڑے گی۔"

" ہوں۔ اس کے لیے ابھی رک جاؤ۔ رات گزر جانے دو۔ دن کی روشنی میں یہ کام مناسب رہے گا۔ مجھے ابھی غاروں میں تمھاری ضرورت ہے۔"

میں نے چند لمحات سوچ کر گردن ہلا دی۔ میں جانتا تھا کہ پروفیسر زیڈال اپنے آدمیوں کو سمیٹ کر وہاں فروکش ہو گیا ہو گا اور اپنی ان کوششوں میں مصروف ہو گا کہ ان لوگوں کو محفوظ رکھے۔ نتائج کا جائزہ لے۔ جو کچھ ہوا تھا۔ وہ پروفیسر زیڈال کی مرضی کے مطابق ہی تھا۔ چنانچہ اسے یقیناً اطمینان ہو گا کہ میں نے اس کی مرضی کے مطابق ہی کام کیا ہے۔ ویسے بھی میں ویلینی کے باشندوں کو وہاں چڑھا کر نہیں لے جا سکتا تھا۔ کیوں کہ اس طرح دوسری طرف سے مدافعت کی جاتی۔ زیڈال یہ سمجھتا کہ شاید ویلینی کے باشندے کسی طرح اس کا سراغ لگا کر یہاں تک آ گئے ہیں۔ اور اب انھیں ہلاک کر دیں گے۔ نتیجے میں وہ بھی جوابی کارروائی کرتا اور وہاں زیادہ خونریزی ہوتی۔ اس کے بجائے میں چالاکی سے کام لے کر زیڈال کو اس خونریزی سے باز رکھ سکتا تھا۔

سامونوں نے غاروں میں موجود بونا دینا کے ایک ایک ساتھی کو چن چن کر ہلاک کر دیا تھا۔ بونا دینا کو ایک غار میں قید کر دیا گیا تھا۔ لیکن اسے ایشلا کے پاس نہیں رکھا گیا تھا۔ اس غار پر کئی سامونوں کا پہرہ لگا دیا گیا تھا۔ تمام کنٹرول اب سامونوں کے ہاتھ میں تھا گومین کو ہائی ساکو نے سنبھالا ہوا تھا ویلینی میرے ساتھ غار کے اس پلیٹ فارم کی جانب بڑھ گئی جہاں سے وہ اپنے قبیلے کو درشن دیتی تھی۔ یہاں کھڑے ہو کر ہم دیر تک پورے قبیلے میں ہونے والی خونریزی کا جائزہ لیتے رہے۔ جگہ جگہ گولیاں چلنے کی آوازیں ابھر رہی تھیں اور اس کے ساتھ ہی دردناک انسانی چیخیں بھی۔ یہ رات قیامت کی رات بن چکی تھی اور پورے قبیلے میں خونریزی ہو رہی تھی سمبو تورا حالات کا جائزہ لینے گیا تھا۔ اور میں اپنے ذہن میں سوچ رہا تھا کہ اب آخری مرحلہ پروفیسر زیڈال کا رہ گیا ہے۔ مجھے حالات کے تحت وہ ہی سب کچھ کرنا تھا جو اس وقت کی اہم ضرورت تھی۔ ظاہر ہے اپنے طور پر اگر ان میں سے کسی شخص کی زندگی کی درخواست بھی ویلینی سے کرتا تو اس سے کیا فائدہ ہوتا۔ میں اس شخص کے لیے کیا کر سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ اسے جنگلوں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دوں اور پھر یہ درخواست مناسب بھی نہیں تھی۔ کیوں کہ ویلینی کو ان لوگوں کے ہاتھوں جو نقصانات پہنچے تھے۔ یقیناً ان کے پیش نگاہ وہ انھیں

معاف نہیں کر سکتی تھی۔ اور نہ ہی وہ یہ پسند کرتی کہ اس کا راز بیرونی دنیا تک پہنچے۔ اور باقاعدہ ذرائع اس کی جانب متوجہ ہو جائیں۔ چنانچہ ان سب کی موت ان سب کی تقدیر بن چکی تھی اور میں اس تقدیر میں ردوبدل کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا دیر تک ویلینی خاموش کھڑی ان حالات کا جائزہ لیتی رہی۔ پھر گہری سانس لے کر بولی۔

"نہیں گازالی، کسی کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ آؤ واپس چلیں۔"

وہ مضمحل قدموں سے سیڑھیاں طے کرتی ہوئی غار میں آگئی۔ اور پھر مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک ایسی جگہ بڑھ گئی جہاں اس سے پہلے میں کبھی نہیں گیا تھا۔ یہ پیچ در پیچ راستوں سے گزرتی ہوئی ایک سرنگ تھی جو بالآخر ایک وسیع اور کشادہ غار پر جا کر ختم ہوتی تھی۔ اس غار کی شان و شوکت قابلِ دید تھی یہاں بہترین آرائش کا سامان آراستہ کیا گیا تھا۔ ویلینی نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ وہ جگہ ہے جو اس کی آرام گاہ تھی۔ تم نے ایک اجنبی ہونے کے باوجود جس طرح ہمارا ساتھ دیا ہے گازالی۔ اس کے لیے میں اپنے دل میں ایک بہت بڑا مقام پاتی ہوں کاش میں تمھیں اس کا صلہ دے سکوں۔"

"ان الفاظ کے لیے میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں میڈم کہ ان کی ضرورت نہیں۔ بس حالات اور واقعات شکلیں تبدیل کرتے رہے۔ اور میں وہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو گیا جن کے سوچ کر یہاں نہیں آیا تھا۔ اس کے باوجود تمھاری محبت کو لیے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہم تفصیل سے بیٹھیں گے تو بہت سی باتیں کریں گے۔ ابھی اس وقت ہمارے لیے بڑی الجھنوں کا وقت ہے۔ تم چاہو تو یہاں آرام کر لو۔ میں کسی ایک جگہ قرار نہیں پا رہی سوچا تھا کہ یہاں آکر ذہن کو پرسکون کر لوں۔ لیکن دل وہاں اٹکا ہوا ہے۔ اور ہاں یہ تو بتاؤ۔ یہ شخص ویلبی قابل اعتماد ہے میں ساموئوں کو حکم دیتی ہوں کہ اس کی تجربہ گاہ تباہ کر دی جائے کیا تم اس سے متفق ہو۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ظاہر ہے اب ویلبی کو ذہنی کنٹرول کی ضرورت نہیں رہی۔ اس لیے وہ تجربہ گاہ کو بچانے کی کوشش بھی نہیں کرے گا۔ وہ بھی ایک مظلوم آدمی ہے اور دل سے بونا دینا کا ساتھی نہیں ہے۔"

"مجھے ان لوگوں کی گفتگو سے اندازہ ہو چکا ہے۔" ویلبی نے جواب دیا۔

حالات غیر یقینی تھے۔ ویلینی خود بھی مضطرب تھی کسی بھی جگہ قیام نہیں کر سکتی تھی۔ لمحہ لمحہ اسے باہر کی خبروں کا خیال آتا تھا۔ میں خود بھی معطل ہو کر نہیں بیٹھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے نکل آئے۔ بونا دینا کے آدمیوں سے یہ غار پاک ہو چکا تھا اور اب صرف ساموئن وہاں بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ وقت گزرتا گیا۔ صبح ہو گئی اور اس وقت سورج نکلا ہی تھا جب سمبوتورا ہمارے پاس واپس آگیا۔ وہ باہر کے حالات کا مکمل جائزہ لینے گیا تھا۔ سمبوتورا کے ساتھ ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ کو دیکھ کر میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ اس دوران کئی بار ان کا خیال آیا تھا لیکن یہ بات بھی میرے ذہن میں تھی کہ زیڈال کی مدد کے بغیر ان کی رہائی ممکن نہیں ہے۔ ان دونوں کو دیکھ کر میں پرمسرت انداز میں ان کی طرف بڑھا۔ دونوں ہی شکل و صورت سے نڈھال نظر آ رہے تھے اور ان کی صحت کافی خراب ہو چکی تھی ڈاکٹر طاہر علی پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتے رہ گئے۔ کنور پربھات سنگھ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی پھر انھوں نے آہستہ سے کہا۔

"تو تم نے وہ سب کچھ کر دکھایا۔ جس کی توقع ان لوگوں نے تم سے کی تھی۔ اور خود جس کے بارے میں میں نے بھی اسی انداز سے سوچا تھا۔"

"آپ دونوں خیریت سے تو ہیں۔"

"ہاں بس یوں سمجھو کہ خدا نے بروقت ہماری مدد کی ورنہ شاید یہ ہماری زندگی کے آخری لمحات ہوتے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے جواب دیا۔ اور پھر سمبوتورا کی طرف دیکھ کر بولے۔

"سمبوتورا نے ہماری زندگیاں عین اس وقت بچائیں جب ہم بھی موت سے ہمکنار ہونے جا رہے تھے۔ ویلینی کے باشندے ہر اس شخص کو قتل کرتے پھر رہے تھے جس کا تعلق ویلینی قبیلے سے نہیں تھا اور ہم بھی ان کی زد میں آگئے تھے لیکن سمبوتورا نے انھیں روک دیا۔ اور ہمارا تحفظ کیا۔"

"اوہ سمبوتورا! تم نے میرے اس چھوٹے سے احسان کا بہت بڑا بدلہ چکا ہے مجھے۔"

"نہیں گازالی۔ اس کا تو ذکر ہی نہ کرو۔ ویسے یہ لوگ واقعی بال بال ہی بچے ہیں۔ ہاں میں تمھیں یہ بتاؤں کہ پروفیسر زیڈال اور اس کے ساتھی بھی ختم ہو گئے۔"

"ارے کیسے؟"

"ویلینی کے باشندے ویلینی کی ہدایت پر چپے چپے اجنبیوں کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ مجھے تو یقین تھا کہ وہ اس

سرزمین پر بکھرے ہوئے ایک ایک شخص کو چن چن کر ختم کر ڈالیں گے۔ اور کسی کا ان کی نگاہوں میں محفوظ رہنا ممکن نہیں ہوگا۔ پروفیسر زیڈال نے گو اپنے لیے بہتر بندوبست کیا تھا اور ایک ایسے علاقے میں اپنے ساتھیوں کو لے کر چھپ گیا تھا جہاں تک پہنچ ناممکن تھی۔ لیکن ویلینی نے باشندوں نے زمین کے ایک ایک سوراخ پر نگاہ ڈالی تھی اور بالآخر انھوں نے اسے بھی پا لیا۔ بے شمار افراد وہاں بھی ہلاک ہوئے ہیں۔ جن میں زیادہ تعداد ویلینی کے باشندوں کی ہے۔ کیونکہ پروفیسر زیڈال اور اس کے ساتھیوں نے انتہائی مہلک ہتھیاروں سے مقابلہ کیا تھا۔ بالآخر ویلینی کے باشندوں کی یلغار کے آگے دم توڑ گئے۔"

"پروفیسر زیڈال بھی؟"

"ہاں وہ بھی مارا گیا۔ میں نے اب لاشیں اکٹھی کرانے کا کام شروع کرا دیا ہے۔ اور وہ تمام لاشیں الگ الگ رکھی جا رہی ہیں۔ جو باہر والوں اور اندر والوں کی تھیں۔ یہ اطلاع ویلینی کو بھی دی گئی جو اس وقت اندر کسی کام میں مصروف تھی۔ اس نے غمزدہ لہجے میں پوچھا۔

"وائی ین تمھارے خیال میں ویلینی کے کتنے آدمی مارے گئے ہوں گے۔"

"اس کا ابھی صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ پرجوش نوجوانوں نے ہر باہر سے آنے والے اجنبی کو قتل کر دیا۔ لیکن وہ آتشیں اسلحہ استعمال کر رہے تھے جس کی وجہ سے ہمارے لوگوں کو شدید جانی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ لیکن اب ایک بھی باہر کا ایسا شخص زندہ جس کا تعلق قبیلہ ویلینی سے نہیں تھا۔" سمبوتورا نے جواب دیا۔

"آہ، اس قتل و غارت گری کا انتقام لینے کو جی چاہتا ہے لیکن کس سے لوں۔ میں ان کے لیے ہمیشہ دکھی رہوں گی۔" ویلینی نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

اور اس کے بعد پورا دن ان ہی ہنگامی حالات میں گزرا مجھ پر کوئی پابندی عاید نہیں تھی چند ساموئوں کو خاص طور سے مجھ پر متعین کر دیا گیا تھا اور میں جہاں بھی جاتا وہ میرے ساتھ ہوتے اور ویلینی کے باشندے انھیں اچھی طرح پہچانتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ لوگ اجنبی نہیں ہیں۔ پروفیسر زیڈال کی لاش میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ ایک عجیب سی کیفیت مجھ پر طاری ہو گئی تھی یہ شخص لالچ میں آیا تھا اور اپنی بیٹی سے ہاتھ دھو بیٹھا جب اسے ہوش آیا تو وقت بہت آگے نکل چکا تھا بہتر ہی ہوا کہ اسے موت آگئی۔ ورنہ ظاہر ہے اسے زندہ رہ کر کیا ملتا۔ پورا دن ویلینی کے باشندوں کی لاشیں اکٹھا کی گئیں اور ان لاشوں کے انبار لگ گئے۔ بہت سے لوگ ہلاک ہوئے تھے۔ بہرطور اس کے بعد مسلسل کارروائی جاری رہی اور وہ ساری رات اسی انداز میں گزری تاپچھلی رات بھی جاگتا رہا تھا۔ اور سارا دن بھی اسی جدوجہد میں گزرا تھا۔ اس لیے شدید تھکن ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں سارا دن گزرنے کے بعد سورج ڈھلتے ہی سونے کے بارے میں سوچنے لگا اور غار ہی کے ایک آرام دہ گوشے میں لیٹ کر سو گیا۔ یہیں پر کنور پرتاب سنگھ اور طاہر علی بھی تھے اس دوران ان سے گفتگو کرنے کا کوئی خاص موقع نہیں مل سکا تھا دوسری صبح جب جاگا تو وہ دونوں بیٹھے ہوئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ مجھے جاگتے دیکھ کر ڈاکٹر طاہر علی میری طرف متوجہ ہو گئے اور بولے۔

"اٹھو غزالی اب تو تمھاری نیند پوری ہو گئی۔ یہ پانی رکھا ہے۔ منہ ہاتھ وغیرہ دھو لو۔ ناشتہ آیا ہوا رکھا ہے۔"

میں نے چند لمحات توقف کیا اور اس کے بعد منہ ہاتھ وغیرہ دھو لیا۔ ایک طرف لکڑی کی ایک بڑی سی ٹرے میں پھل وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ یہ ہی صبح کا ناشتہ تھا۔ پھلوں کے ساتھ دودھ بھی تھا۔ جو بہرطور کہیں سے بھی حاصل کیا گیا ہو میں نے ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ کے ساتھ ناشتہ کیا دونوں بار بار میری صورت دیکھنے لگتے تھے لیکن انھوں نے ناشتہ کے دوران مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر ڈاکٹر طاہر ہی نے کہا۔

"تم جانتے ہو گے غزالی کہ ہماری کیا کیفیت ہے ویسے اس دوران بار بار اس طرح موت کے قریب گزرے ہیں کہ اب زندگی ایک عجیب سی چیز معلوم ہوتی ہے۔" میں نے مسکرا کر ان دونوں کو دیکھا اور پھر پوچھا۔

"خزانے کے بارے میں کیا خیال ہے آپ لوگوں کا۔" کنور پربھات سنگھ آہستہ سے ہنس پڑا تھا پھر اس نے کہا۔

"ڈاکٹر طاہر علی نے اب بھی امید کا دامن نہیں چھوڑا۔"

"گویا آپ اب بھی خزانے کا حصول چاہتے ہیں۔" میں نے ڈاکٹر طاہر علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بھئی بات سنو۔ زندگی بہت سکون سے گزر رہی ہے میری۔ اتنا مسئلہ نہیں تھا۔ لیکن شوق بہرطور شوق ہے۔ خزانہ میں اپنے مالی وسائل درست کرنے کے لیے نہیں چاہتا تھا بس ایک خواہش تھی دل میں جواب بھی ہے اور غالباً اس وقت تک رہتی جب تک موت مجھے اپنی آغوش میں نہ لے لیتی۔ تم یقیناً مجھے نارمل انسان نہیں سمجھو گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ زندگی کے ساتھ ساتھ کچھ اور جدوجہد خزانے کے حصول

کے لیے کرنا پڑے تو میں اس سے دریغ نہیں کروں گا۔" میں ڈاکٹر طاہر علی کی بات سن کر مسکرا دیا۔

"بہر حال میں اسے مستقل مزاجی کہتا ہوں ڈاکٹر صاحب۔"

"تم جو کچھ بھی کہو۔ مذاق اُڑانا چاہو تو اُڑا سکتے ہو میں ناراض نہیں ہوں گا۔ عام نقطہ نگاہ سے میں اپنا جائزہ لیتا ہوں تو یقیناً میری کیفیت نارمل انسانوں کی نہیں ہے۔ لیکن بس شوق، خزانہ اگر نہیں ملے گا تو زندگی ہی یہاں سے لے کر چلا جاؤں گا اور سوچوں گا کہ یہ بھی ایک خزانہ ہی ہے۔ جو مل گیا۔"

"ہاں یہ اندازِ فکر تو غلط نہیں ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ ساری باتیں تو ہو گئیں۔ لیکن تم نے یہ عظیم انقلاب کس طرح برپا کر دیا ہے۔ یہ تصور تو ہمارے ذہنوں میں اب بھی موجود ہے اور ہم تم سے اس کی تفصیل سننا چاہتے ہیں۔" بشرطیکہ تمہارے پاس وقت ہو۔"

"بہت طویل کہانی ہے ڈاکٹر۔ مختصراً سن لیجئے۔ آپ لوگوں کے ساتھ جب تک قید تھا اس وقت تک کے واقعات آپ کے علم میں ہیں۔ وہاں سے فرار ہوا تو پروفیسر ریڈال سے ملاقات ہو گئی۔ مختصر ترین الفاظ میں میں نے جبوگا کی سرداری، پروفیسر ریڈال کا منصوبہ اور اس کے بعد اپنی کارروائی اور ویلینی کے تعاون کے بارے میں سب باتیں بتائیں۔ لیکن یہ بات میں نے ان لوگوں سے بھی چھپائی تھی کہ مجھے خزانہ مل گیا ہے۔ یا میں اس کی جگہ سے واقف ہوں۔ میں جانتا تھا کہ اس کے بعد ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ کس انداز میں سوچیں گے۔ ان کی خواہش ہو گی کہ میری مدد سے اس خزانے کو حاصل کر کے وہاں سے فرار ہو جائیں۔ جب کہ میرے لیے یہ ممکن نہیں تھا۔ اور میں جانتا تھا بلکہ ایک ہوشمند انسان کی حیثیت سے سوچتا تھا کہ اس عظیم الشان خزانے کو لے جانا بھی آسان کام نہیں ہو گا۔ اور یقینی طور پر ویلینی اس کے لیے مدافعت کرے گی اور میرا تمام کیا دھرا مٹی میں مل جائے گا۔ چنانچہ خزانے کے تذکرے کو میں قطعی گول کر گیا تھا۔ میری تمام تر کہانی سننے کے بعد ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ کافی دیر تک خاموش رہے تھے۔ اس دوران ندرت میرے پاس پہنچ گئی۔

"سوری مسٹر گازانی۔ اگر مصروف نہ ہوں تو۔"

"نہیں۔ چلو۔" میں نے ان لوگوں سے معذرت کی اور ندرت کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ندرت کے چہرے پر بے پناہ خوشی پائی جاتی تھی۔ اس نے راستے میں کہا۔

"تم نے تو ویلینی کی تقدیر بدل دی گازانی۔"

"اردو نہیں بول رہیں ندرت۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی آہستہ سے مسکرا دی۔

"ابھی سیکھیے گے۔ پھر بولنے لگے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔" میں نے اس کے جواب کی گہرائی پر غور کرتے ہوئے کہا۔ ندرت نے یہ الفاظ معنی خیز انداز میں کہے تھے اور اس کی سیاہ حسین آنکھیں بڑے شرمگیں انداز میں مجھے دیکھتی رہی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں سمبوترا، ویلینی، ویلینی کے کچھ اور خاص ساتھی موجود تھے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ گومین بھی وہاں موجود تھا۔ لیکن تمام لوگوں سے لاتعلق وہ ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ویلینی نے بدستور بڑے پرتپاک انداز میں میرا خیر مقدم کیا اور پھر مجھے بیٹھنے کے لیے ایک نشست پیش کر دی۔

"تمام تر رپورٹیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ یوں سمجھو گازانی کہ ہمارا ابتدائی کام ختم ہو گیا ہے اور اس کے بعد ہمیں نئے سرے سے جزیرے کی تنظیم کرنی ہے۔ اس ملاقات کے بعد میں کچھ وقت مصروفیت میں گزاروں گی۔ اور پھر اطمینان سے بیٹھ کر ہمارے تمہارے درمیان تفصیلی بات چیت ہو گی۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔ میں آپ کی ذمہ داریاں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ بلکہ ان ذمہ داریوں میں اگر میرا بھی کوئی حصہ ہو تو براہ کرم مجھے بھی بتائیے۔"

"نہیں۔ بہت بہت شکریہ۔ تم اپنے حصے کی بہت ذمہ داری پوری کر چکے ہو۔" ویلینی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ان لوگوں کے بارے میں کوئی مزید رپورٹ۔ میرا مقصد ہے کہ کیا وہ تمام افراد جن کا تعلق بوناوینا سے تھا ہلاک ہو گئے؟"

"نہیں تفصیلی رپورٹ مجھے مل چکی ہے۔ ان میں سے یوں سمجھو کر تقریباً پچاسی فیصد افراد ہلاک ہو گئے۔ پندرہ فیصد وہ تھے جو جنگلوں میں نکل بھاگنے کامیاب ہو گئے۔ لیکن میں نے ان کے تعاقب کا حکم نہیں دیا۔ فرار ہونے والے بھی زندہ واپس نہیں جا سکیں گے۔ کیوں کہ بدقسمتی سے انھوں نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے وہ ہر طرف سے موت کا راستہ ہے۔ وہ سپاریوں کی طرف نکل گئے ہیں اور سپاری انھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"اوہ۔ بوناوینا کے بارے میں میڈم نے کیا فیصلہ کیا۔" میں نے سوال کیا۔ اور ویلینی کے چہرے پر ایک تناؤ پیدا ہو گیا۔

"ہمارا ایک ہی اندازِ فکر رہا ہے گازانی۔ کہ اپنی ذات سے کسی کو نقصان مت پہنچاؤ۔ اور اپنا کام خاموشی سے جاری رکھو۔ ہاں اگر حالات بالکل ہی ناگزیر ہو جائیں تو پھر مجبوری کی حالت میں ہم سب کچھ کرتے ہیں۔ اور اس وقت تمھیں اندازہ ہے گازانی۔ بوناوینا نے اپنے طور پر کسر نہیں چھوڑی تھی میں اپنے

جسم کے زخموں کو دکھانے کی روادار نہیں ہوں۔ لیکن مجھ سے معلومات حاصل کرتے وقت ہر انسانی احساس کو نظر انداز کر دیا گیا اس کے علاوہ اگر میں اپنی ذات پر یا ساموئوں پر ہونے والے مظالم کو نظر انداز کر بھی دوں۔ تو ویلینی جیسے افراد ہلاک ہوئے ہیں ان کا قرض مجھے ادا کرنا ہے اور میں اس کے لیے مجبور ہوں۔" مختصر الفاظ میں تمھیں بتاؤں کہ ویلینی کو میں نے اپنا نام دیا ہے اس سے قبل یہ قبیلہ کسی اور نام سے یہاں رہتا تھا۔ لیکن اپنا نام دینے کے بعد میں نے اس کی تمام تر ذمہ داری قبول کیں انھیں زندگی کی وہ تمام سہولتیں مہیا کیں۔ جو ان پہاڑوں اور جنگلوں میں ممکن نہیں ہو سکتی تھیں اور جنھیں وہ اپنے طور پر نہیں حاصل کر سکتے تھے۔ فرض کرو گازانی۔ کہ میں نے اپنا کام کر کے یہاں سے روانہ بھی ہو جاؤں۔ تب بھی میں ان کے واسطے ایسے راستے چھوڑ جاؤں گی۔ جن پر چلتے ہوئے وہ ایک مضبوط قوم کی حیثیت سے یہاں رہیں گے۔ میں نے انھیں زندہ رہنے کا سلیقہ سکھایا ہے اور اس کے عوض میں نے یہاں صرف وہ جگہ حاصل کی ہے جہاں میں اپنے کام کی تکمیل کر سکوں۔ ان لوگوں کا جو قتل عام کیا گیا ہے، اس کے بعد میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ بوناوینا کو میں اپنی خواہش کے مطابق زندگی اور آزادی بخش سکوں۔ چنانچہ بوناوینا کو ہر حال میں موت کی سزا دی جائے گی۔"

"اور اس کی بیٹی ایشلا کو؟" میں نے سوال کیا۔ ویلینی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

"ایشلا میرا کردار ادا کرتی رہی ہے۔ لیکن اس کے بارے میں جتنی معلومات مجھے فراہم ہوئی ہیں۔ ان کے تحت یہ پتہ چلتا ہے کہ بوناوینا نے اپنی ہوس کے زیر اثر اسے استعمال کیا ہے اور باپ بیٹی کا رشتہ ختم کر دیا ہے۔ میرے نزدیک ایشلا مجرم نہیں ہے لیکن بوناوینا کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے کیا وہ اپنے باپ کی موت پسند کرے گی؟"

"ظاہر ہے نہیں میڈم۔" میں نے کہا۔

"تو پھر اس کے بعد تم ہی بتاؤ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے" میں اسے یہاں سے زندہ نکال سکتی ہوں۔ لیکن اس کی ضمانت کسی کو دینا پڑے گی۔ کہ وہ بعد میں میرے خلاف کوئی ایسی کارروائی نہیں کرے گی جو میرے مقصد کی تکمیل تک میرے لیے نقصان دہ نہ ہو۔ کسی بھی ایسے شخص کو میں زندہ نہیں چھوڑ سکتی گازانی جو میرے مقصد کی راہ میں حائل ہو جائے۔ اس کو تم میری مجبوری تصور کر دگا"

میں ویلینی کے الفاظ پر غور کرتا رہا۔ اس کا کہنا درست تھا۔ یقیناً اس کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے

ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"بوناوینا کی زندگی کی سفارش تو قطعی نہیں کی جا سکتی ظاہر ہے وہ ایک بالکل مختلف مسئلہ ہے۔ لیکن پروفیسر ویلبی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔"

"ویلبی کو ہم اپنا محسن تصور کرتے ہیں۔ ہر چند کہ وہ بوناوینا کا ساتھی تھا اور یہ بات ہم سب کے علم میں آ چکی ہے کہ بوناوینا اسے بلیک میل کر رہا تھا۔ اور وہ اپنی بیوی اور بچوں کی وجہ سے اس کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا تھا۔ لیکن جہاں اسے موقع ملا اس نے تعاون کر کے بوناوینا کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ چنانچہ پروفیسر ویلبی کی مدد کو ہم فراموش نہیں کر سکتے اسے بھی اس سلسلے میں ایک اہم کردار کہا جا سکتا ہے۔ ہاں تمھیں یہ بتا دوں گازانی۔ کہ اس کی بیوی اور بیٹے اس کے پاس پہنچ چکے ہیں۔"

"اوہ گڈ۔ کیا اُن کا حصول آسان ہوا؟"

"نہیں چونکہ تم نے اُن کا ذکر کیا تھا۔ اور یہ بات ڈالمن کو معلوم تھی۔ چنانچہ ہم نے انھیں تلاش کیا اور بوناوینا کی بتائی ہوئی جگہ سے انھیں حاصل کر لیا۔ اور اب وہ تینوں ویلبی کے پاس ہیں اور ویلبی اپنی تجربہ گاہ کے آخری گوشے کے ایک غار میں فروکش ہے۔"

"یہ بڑی خوشی کی خبر سنائی آپ نے میڈم۔ ہاں ایک بات تو بتائیے کیا پروفیسر ویلبی پر آپ اعتماد کر سکتی ہیں؟ یعنی اسے یہاں سے جانے دیں گی؟"

"یہ اس پر منحصر ہے۔ اگر وہ ایک مخصوص عرصہ پہاڑوں میں گزارنے پر آمادہ ہو جائے تو ہم اسے وہ تمام سہولتیں فراہم کریں گے جن کی انسان کو ضرورت ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اگر وہ یہاں سے جانا چاہے۔ تب بھی ہم اسے نہیں روکیں گے۔ بلکہ اسے اس کی کاوشوں کا خاطر خواہ معاوضہ دیا جائے گا۔ میرا مطلب ہے اسے خزانے میں سے ایک حصہ جس کے لیے ایک عالم پاگل ہو رہا ہے۔" ویلینی آخری الفاظ کے بعد مسکرا دی۔ اور میں اس کی طرف بغور دیکھنے لگا۔ غالباً اس کے ذہن میں یہ ہی تصور اُبھرا تھا کہ میں بھی خزانے ہی کے چکر میں تبت کے ان علاقوں تک پہنچا تھا۔

"میں آپ کی اس مسکراہٹ کا مطلب سمجھتا ہوں میڈم۔ بہر طور میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"نہیں پلیز گازالی۔ پلیز کسی غلط انداز میں نہیں سوچنا ابھی تو میرے اور تمہارے درمیان بہت سی گفتگو ہو گی۔"

"گویا مجھے یہیں قیام کرنا ہے۔"

"کیا مطلب" ویلینی چونک کر بولی۔

"مجھے اجازت نہیں ملے گی یہاں سے جانے کی۔ یا میرے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کیا جائے گا؟"

"نہیں۔ ابھی قطعی نہیں۔ تم اپنے ان دونوں ساتھیوں کے ساتھ اور ان کے ساتھ جنھیں تم پسند کرتے ہو۔ ہمارے مہمان رہو گے، کم از کم اس وقت تک جب تک میں صورت حال کو کنٹرول نہ کر لوں۔" ویلینی نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ اور اس کا لہجہ ایسا تھا کہ میرے پاس کچھ کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ ندرت گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ جب میری اور اس کی نظریں ملیں تو اس کی آنکھوں میں شکایت کے تاثرات پیدا ہو گئے میں خاموش ہو گیا تھا۔ پھر ویلینی نے کہا۔

"وائی مین اب مسٹر گازالی کی خاطر مدارت اور دوسری آسائشوں کی ذمہ داری تم پر ہے۔"

"میں تعمیل کروں گا" سمبو تورا نے گردن خم کر کے کہا۔

"تو میں اجازت چاہتی ہوں گازالی۔ اس کے بعد تم سے تفصیلی گفتگو اسی وقت ہو گی جب ہم تمام معاملات کی تکمیل کر لیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا۔ اور ویلینی اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔

سمبو تورا اور ندرت میرے ساتھ باہر نکل آئے تھے۔ سمبو تورا نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور پھر ایک سرنگ میں جو اوپر کی جانب جاتی تھی کچھ سیڑھیاں طے کر کے وہ ایک کشادہ غار میں داخل ہو گیا۔ اس غار کو رہائش کی تمام سہولتیں دی گئی تھیں۔ عمدہ قسم کا بستر یہاں موجود تھا پتھر کی چٹانوں میں ایسے ایسے سوراخ تراشے ہوئے تھے جن سے باہر کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ روشن اور ہوادار جگہ تھی۔ سمبو تورا نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ جگہ تمہاری قیام گاہ کے لیے منتخب کی گئی ہے۔"

"کیا ضرورت تھی۔ کسی بھی غار کا کوئی بھی گوشہ میرے لیے کافی تھا۔ ویسے ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ کیا اسی جگہ رہیں گے؟"

"ان کے لیے جو جگہ منتخب کی گئی ہے۔ وہ تمہارے اس غار کی پشت پر ہے۔ یہاں سے ہر ایک چھوٹا سا راستہ وہاں تک جاتا ہے اور تم کسی بھی لمحہ یہاں رہ کر ان سے ملاقات کر سکتے ہو۔ ویسے تو غاروں کی یہ وسیع و عریض دنیا تمہارے لیے بہت زیادہ دلچسپ نہیں ہو گی۔ اور یہ بات یہیں تک محدود نہیں ہے۔ تم جب چاہو باہر جا کر سیر و سیاحت کر سکتے ہو۔ ویلینی والے اب تمہاری حقیقت کو جان چکے ہیں۔ چنانچہ جہاں کا رُخ تم کرو گے وہاں تمہارا احترام کیا جائے گا۔"

"مسٹر ویلبی کہاں ہیں سمبو تورا؟"

"مسٹر ویلبی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ یہیں پر ایک چھوٹی سی جگہ رہائش پذیر ہیں۔ کیا ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں بھائی بس۔ بہت بہت شکریہ تمہارا۔" میں نے کہا اور سمبو تورا مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔ اب میرے پاس صرف ندرت رہ گئی تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا بولا ہائے تم گازالی۔"

"خوب، خوب، کس سلسلے میں میڈم ہائی سا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نو ہائی سا۔ ناؤ ڈرٹ۔" ندرت نے ناز بھرے انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے تو کیا فرماتی ہیں آپ مس ندرت۔"

"ابی تم بولا۔ جانا کا۔"

"ہاں تو کیا مجھے بقیہ زندگی انھیں پہاڑوں میں گزارنی ہو گی۔"

"پاہاڑوں میں نائیں۔" وہ اسی انداز میں بولی۔

"آپ نے میرے بارے میں کچھ سوچا ہے؟" میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ابی سوچا۔ تم نائیں جائے گے۔ پھر اور سوچے گا۔" ندرت نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"لیکن اب میرا یہاں کیا کام ہے ندرت۔ ویلینی مل گئی ہے تم اور سمبو تورا اس کے پاس آ گئے ہو۔ مجھے اب یہاں کیا کرنا ہے۔"

"ابی سب شروع کرتا ہے۔ آبی کچھ شروع نائیں ہوا۔ ابھی شروع ہو گے۔ تم۔ ائی مین ہم سب مسافر۔ مسافر۔ کر لے گئے سامین۔ سامن ڈر۔ کرتے مائی مین۔ سامونیکو۔ روٹی او۔ پاٹی بیٹ اد مک نائی یک سامونیکو۔" ندرت کی آنکھیں پُر خیال انداز میں پھیل گئیں۔ وہ خلا میں کسی شے کو گھور رہی تھی اور اس کا چہرہ فرط مسرت سے گلنار ہو گیا تھا۔ بے خیالی کے عالم میں وہ شاید مجھے بھول گئی تھی اور اپنی زبان بول رہی تھی۔ میرے اندر سنسنی سی پیدا ہو گئی۔ شاید وہ کوئی انکشاف کرنا چاہ رہی تھی وہ انکشاف جس نے خزانے کے حصول کا تصور بھی میرے ذہن سے نکال دیا تھا۔

"ای شوک۔ ای شوک۔" ندرت نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لیا۔ اس عالم میں وہ بہت حسین لگ رہی تھی پھر وہ دو قدم آگے بڑھی اور زور سے ٹھوکر کھائی۔ میں اسے نہ سنبھال لیتا تو بُری طرح گرتی۔ لیکن اس ٹھوکر سے جیسے وہ جاگ گئی تھی۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر گھبرائے ہوئے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ "سوری گازالی سوری۔"

"کیا بات ہے ندرت۔ کیا ہو گیا ہے۔"

"کاؤچھ نائیں۔ ہیں کیوں بولے۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"پاتا نائیں۔ اوہ سوری گازلی۔ مائیں بولے۔ مائیں کیا بولے۔؟" وہ اب بھی گھبرائی ہوئی تھی اور خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا چنانچہ میں نے اسے کچھ احساس نہ ہونے دیا اور بولا۔ "میں کہہ رہا تھا کہ ندرت اب میری یہاں کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔"

"گون۔ گونجاتا ئی مین گون رہتی ہے۔" ندرت کے منہ سے لفظ گنجائش نہیں نکل سکا تھا۔ اس نے چور نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور جب مجھے اپنی جانب دیکھتے ہوئے پایا تو کسی قدر جھینپ گئی، اور پھر دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ "ابھی ویلینی تم کو بولا کہ وہ کام کرے گا اور پھر وہ کرے گا، وہ میرا مطلب ہائے ملاقات۔"

"ہوں، ٹھیک ہے اس وقت تک تو میں یہاں موجود ہی ہوں۔!"

"تانیں، اس وقت تک نائیں، دیکھو بعد کو تم ادھر ہو گا۔"

"نجانے تمہارے ذہن میں کیا ہے، بہر طور میں نے کبھی یہ جاننے کی ضد نائیں کی، اب بھی نہیں کروں گا۔"

"بٹ اب زیادہ ٹائم نائیں ہائے، آؤ اس طرف چلیں۔" ندرت نے کہا اور میں نے شانے ہلا دیے اور ندرت کے ساتھ اپنی اس آرام گاہ سے نکل آیا۔ وہ ان غاروں سے واقف معلوم ہوتی تھی، پتا نہیں کس طرح، یہ بات میری سمجھ میں نہ آ سکی، بہر طور وہ ایک غار کے دہانے سے باہر نکل گئی اور پھر تھوڑی سی ڈھلان اترنے کے بعد ہم ایک پُر فضا مقام پر پہنچ گئے۔ چاروں طرف کے مناظر خوب صورت تھے، ویسے بھی میں اس جگہ کا جائزہ لے چکا تھا، بہت خوب صورت علاقہ تھا، ایک جگہ پڑے ہوئے دو پتھروں پر ہم بیٹھ گئے پرندوں کی خوبصورت آوازیں فضا میں بلند ہو رہی تھیں اطراف میں پُر سکون سناٹا پھیلا ہوا تھا۔

ندرت خاموشی سے پاؤں کے انگوٹھے سے زمین کریدتی رہی اور میں اپنے طور پر غور کرتا رہا کہ آئندہ کیا ہو گا۔ ہم دونوں میں سے کوئی بھی بولنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا، لیکن ندرت کی خاموشی بھی زبان بنی ہوئی تھی۔ ان تمام ہنگاموں سے نمٹنے کے بعد اور اپنا دہ مقصد حاصل کرنے کے بعد، جو فی الحال صرف ویلینی تک پہنچنے کا تھا، ندرت کافی پُر سکون اور نکھری نکھری نظر آ رہی تھی حالانکہ گزشتہ دنوں وہ قید میں رہ چکی تھی۔

دفعتاً میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ندرت تم ان کی قیدی کیسے بن گئیں؟"

"وہ" ندرت شاید اپنی اس بات کو وضاحت سے بتانا چاہتی تھی، اس لیے اُردو نہ بول سکی اور انگریزی میں کہنے لگی۔ "انہوں نے مجھے پتا نہیں کس طرح خاموشی سے گرفتار کر لیا غالباً مجھے بے ہوش کر دیا گیا تھا اور جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک غار میں تھی، یہاں بہت سے سامون موجود تھے۔ لیکن عجیب کیفیت تھی سب کی۔ ہم سب کی آنکھوں میں نیم غنودگی کی کیفیت تھی، سب نجانے کیوں سوئے سوئے لگتے تھے۔ پھر نجانے کیا ہوا کہ مجھے بھی نیند سی آنے لگی اور اس کے بعد سے میں مسلسل نیند کے عالم میں رہی یقین کرو گازالی، یہ بھی نہیں بتا سکتی کہ اس عالم میں روزمرہ کے معمولات زندگی کیسے طے ہوا کرتے تھے لیکن اب معلوم ہوا کہ ہمارے ذہنوں کو ان لوگوں نے اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا اور مسٹر ویلبی۔" ابھی ندرت اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ ہمیں قدموں کی آہٹیں محسوس ہوئیں۔ میں نے گردن اٹھا کر دیکھا تو چند افراد اسی طرف آ رہے تھے۔ ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات کو میں نے پہچان لیا، لیکن ان کے پیچھے آنے والے بھی میرے لیے اجنبی نہ تھے، مسٹر ویلبی کے ساتھ ایک خوب صورت خاتون تھیں جن کے چہرے سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ زندگی کے بے شمار مصائب سے گزر چکی ہیں، اور دو بچے تھے یقیناً یہ مسٹر ویلبی کے بیوی بچے تھے۔ میں نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور مسٹر ویلبی میرے نزدیک آ گئے ان کی آنکھوں میں مسرت کی چمک تھی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ۔ تب مجھے ایک لڑکی یاد آ گئی اس کا نام ایشلا تھا، اس نے کہا تھا کہ انکل ویلبی نہ مسکراتے ہیں، نہ ہنستے ہیں، وہ بس خشک رہتے ہیں لیکن اس وقت وہ مسکرا رہے تھے۔ انھوں نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پُر جوش انداز میں اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پھر عورت کی طرف رُخ کر کے بولے۔ "یہ مسٹر گازالی

ہیں — اور مسٹر گازالی یہ میری بیوی ہیں ایمنی ویلبی۔"

ایمنی نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ "مسٹر گازالی آپ، آپ" اس سے زیادہ وہ کچھ نہ کہہ سکی، پھر اس نے اپنے بچّوں کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "انکل کا شکریہ ادا کرو۔ جونی، پاسکل" دونوں بچّے میرے نزدیک پہنچ گئے اور معصوم لہجے میں بولے۔ "تھینک یو انکل۔ آپ نے ہماری زندگی بچائی ہے۔"

"ارے نہیں نہیں بیٹے، میں — میں بھلا کیا کر سکتا تھا تم لوگوں کو بہرطور آزاد ہونا تھا، کس کی مجال تھی کہ تم جیسے پیارے بچّوں کو کوئی نقصان پہنچا سکتا —" میں نے دونوں بچّوں کو پیار کیا، مسٹر ویلبی متاثر نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے، پھر انہوں نے کہا۔ "میں آپ کو تلاش کر رہا تھا مسٹر گازالی کہ آپ کے دونوں ساتھیوں سے ملاقات ہو گئی۔ کنور پربھات سنگھ اور ڈاکٹر طاہر علی، ان لوگوں سے میرا مکمل تعارف ہو چکا ہے۔"

"ہاں یہ میرے عزیز ساتھی ہیں اور ان کی زندگی بھی میرے لیے اتنی ہی قیمتی تھی مسٹر ویلبی، جتنی آپ لوگوں کے لیے اپنے بیوی اور بچّوں کی۔" میں نے کہا۔ ڈاکٹر طاہر علی ادھر ادھر دیکھنے لگے اور پھر ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ مسٹر ویلبی مجھ سے مقامی حالات کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے اور پھر انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "بہرطور مجرم کیفرِ کردار کو پہنچ گیا، لیکن یوناوینا کی بیٹی ایشلا کے بارے میں آپ نے کیا سوچا ہے۔ کیا اسے — ؟"

"میں کسی کی بھی زندگی کو نقصان پہنچانے کا خواہشمند نہیں ہوں، لیکن یوناوینا کو زندہ رکھا نہیں جا سکتا ویلینی خود بھی اس کے لیے مجبور ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ اور اب یوناوینا سے میری کوئی دشمنی نہیں رہی ہے کیونکہ وہ تو دیسے حالات میں ہے لیکن میں ایک بات بتا دوں مسٹر گازالی کہ اگر یوناوینا کو رحم کھا کر زندگی دے دی گئی تو وہ ان پہاڑوں کو جہنم بنا دے گا، میں اس کی انتقامی فطرت سے بخوبی واقف ہوں حالانکہ میں یہ بات نہیں کہہ رہا کہ اسے ہلاک کیا جائے لیکن ویلینی کے لیے شاید یہ بے حد ضروری ہے۔"

"میں یہ سمجھ رہا ہوں مسٹر ویلبی اور ویلینی کسی قیمت پر اسے زندگی نہیں دے سکتی، ہاں ایشلا کے لیے وہ بھی سخت نہیں ہے۔"

"میں پیش کش کرتا ہوں کہ اگر آپ ایشلا کو میرے حوالے کر دیں تو میں اپنے دشمن کی بیٹی کو اپنی بیٹی ہی کی مانند زندگی دوں گا، چونکہ میں اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہوں کہ کس طرح یوناوینا نے اپنی ہوس کی تکمیل کے لیے اپنی بیٹی کو جسے بہرطور وہ حد سے زیادہ چاہتا ہے اس عذاب میں گرفتار کر دیا تھا۔"

ڈاکٹر طاہر علی اور پربھات سنگھ بھی اس گفتگو کو بغور سن رہے تھے، ویلبی ایشلا کے بارے میں تفصیلات بتا رہا تھا میں نے بھی اپنے جذبات کا اظہار کیا اور کہا کہ ایشلا کو دھوکا دیتے ہوئے مجھے کتنے ذہنی کرب سے گذرنا پڑتا تھا۔ لیکن بہرطور وہ ہماری بہت بڑی معاون بنی اور اس کے ذریعے بڑا کام ہو گیا۔

کافی دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے، ندرت بھی اس گفتگو میں حصہ لیتی رہی اور اس کے بعد ہم واپس غار کی طرف چل پڑے۔

ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔ "تمہاری رہائش گاہ ہمارے قریب ہی ہے لیکن کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم تینوں ہمیشہ کی طرح ساتھ رہیں۔ ؟"

"یہ عارضی رہائش گاہ ہے ڈاکٹر۔ میرا خیال ہے ویلینی کی مرضی کے مطابق عمل کرتے رہیں، کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہے، آپ چاہیں تو دن میں میرے ساتھ رہ سکتے ہیں۔!" میں نے کہا۔

ندرت نے گھورتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ پھر جب وہ میرے ساتھ میرے غار میں واپس آئی تو کہنے لگی "کوئی تمہارے ساتھ وقت نہیں گذارے گا، صرف میں ادھر تمہارے پاس"۔ اس کا جملہ ادھورا ہی رہ گیا۔ اور وہ ہنس پڑی۔

ندرت کی ذہنی کیفیت کو میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا، اور میرے دل میں وسوسے جاگ رہے تھے، دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ ندرت میری طرف قدم نہ بڑھائے ورنہ زندگی کھو بیٹھے گی، اب تک یہی تجربہ تھا۔

رات کو ندرت چلی گئی اور میرے لیے ہر طرح کی سہولتیں فراہم ہو گئیں، ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات رات کو تقریباً ایک بجے تک میرے ساتھ بیٹھے رہے — وہ آئندہ پروگرام کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے اور کافی متفکر تھے۔

کنور پربھات سنگھ کہنے لگا۔ "ویلینی تم سے کیا

چاہتی ہے گازالی۔ میرا خیال ہے اب تم اس سے معذرت کر لو، میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی خزانہ ہماری منزل ہے — اب ہماری منزل ہمارے گھر ہیں، بشرطیکہ ہمیں وہاں پہنچنے کا موقع مل جائے۔"

"ہم لوگوں نے بہت وقت یہاں گذار لیا ہے کنور۔ پربھات، میرا خیال ہے یہ چند دن اور گذار لیے جائیں اس کے بعد ویلینی سے گفتگو کر کے صحیح فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔"

"ہاں جلدی کیا ہے۔ بہرطور اب اس بات کی امید پیدا ہو چلی ہے کہ ہم زندگی بچا کر لے جانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو تھوڑا سا وقت اور سہی۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا لیکن میں ان کے الفاظ کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا، اور یقیناً کنور پربھات بھی۔ ڈاکٹر صاحب امید کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔

یہ لوگ چلے گئے اس کے بعد میں بستر پر لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن خیالات بہت دیر تک بے چین کرتے رہے، نہ جانے کیا کیا باتیں ذہن میں آ رہی تھیں۔

صبح کو حسبِ معمول ندرت مجھ پر مسلط ہو گئی اور صبح ہی صبح مجھے وہاں سے نکال لے گئی اس نے کہا کہ ناشتے کا انتظام کہیں باہر ہی کیا جائے گا اس نے یہ بھی کہا کہ آج کہیں دور تک چلیں گے تاکہ ڈاکٹر علی اور کنور پربھات سنگھ ہمارا پیچھا کرتے ہوئے وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔

ندرت کی لگاوٹ اور محبت کی دھیمی دھیمی آنچ مجھے اپنے قرب و جوار میں محسوس ہو رہی تھی۔ میں اب تک اسے سہارا دیتا آ رہا تھا، حالانکہ اپنی طرف سے میں نے اس کی پذیرائی نہیں کی تھی، بس اچھی دوستی اور اچھے ماحول کا طلب گار تھا میں، اسے دلی نہیں کرنا چاہتا تھا، ندرت بھی کافی جذباتی لڑکی تھی حالانکہ وہ ساموں تھی — میں نے دفعتاً اس سے کہا "ندرت تم ساموں ہو — ؟"

"ہاں، یہ بات تو اب تمہیں معلوم ہو چکی ہے۔"

"ہاں دوسروں کے ذریعے۔!"

"بس اب اس سلسلے میں کوئی اور بات مت کرنا۔" ندرت نے کہا۔

"ٹھیک ہے نہیں کروں گا، بس یہی پوچھ رہا تھا کہ تم ساموں ہو ناں — ؟ اب مجھے یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ ساموں کوئی قبیلہ ہے، لیکن یہ قبیلہ کہاں آباد ہے اس کے بارے میں ابھی معلومات حاصل کرنا باقی ہیں۔"

ندرت نے گردن جھکا لی۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ندرت اس موضوع سے کترانا چاہتی ہے۔ اس کے بعد اس موضوع پر میں نے اس سے گفتگو نہ کی۔ پورا دن گذر گیا اس کے بعد رات اور پھر تین یا چار دن اسی انداز میں گذر گئے کہ ندرت زیادہ تر میرے قریب رہتی تھی، کنور پربھات سنگھ اور ڈاکٹر طاہر علی سے بھی ملاقات ہو جاتی تھی۔ تقریباً چھٹے دن مجھے ویلینی نے طلب کر لیا۔ میں سمبوتورا کے ساتھ ویلینی کے پاس پہنچا تو اس وقت اس کی شخصیت ہی بدلی ہوئی تھی۔ ایک انتہائی قیمتی لباس میں ملبوس وہ بہت پُروقار نظر آ رہی تھی۔ اس نے سمبوتورا کو دیکھتے ہی کہا۔ "ہائیسا کہاں ہے — ؟"

"کیا میں اسے بلاؤں — ؟"

"ہاں اسے بھی بلا لو۔ دو تین افراد اس کے علاوہ اور بھی یہاں ہونے چاہئیں۔ گوین بیچارے کو ابھی رہنے دیا جائے۔ وہ ہماری گفتگو میں شریک ہونے کی حیثیت نہیں رکھتا۔ ہاں گازالی تم اگر چاہو تو اپنے ان دونوں ساتھیوں کو بھی بلا لو، جو یہیں غاروں میں مقیم ہیں میرے لیے ان کی بھی بڑی حیثیت ہے اس لیے کہ وہ تمہارے ساتھی ہیں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے میڈم بشرطیکہ آپ کو اعتراض نہ ہو —"

"نہیں گازالی۔ کیسی باتیں کرتے ہو، مجھے تمہارے کسی ساتھی پر اعتراض ہو سکتا ہے۔" ویلینی نے محبت بھرے لہجے میں کہا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ویلینی کی اس نشستگاہ میں کئی افراد جمع ہو گئے۔ سمبوتورا تھا، ندرت تھی، تین ساموں اور تھے جو عمر رسیدہ نظر آ رہے تھے اس کے علاوہ کنور پربھات سنگھ اور ڈاکٹر طاہر علی بھی موجود تھے۔

ویلینی نے چند لمحات توقف کیا پھر بولی۔ "گازالی۔ تمہارے بارے میں سمبوتورا اور ہائیسا کے ذریعے مجھے پوری کہانی معلوم ہو چکی ہے، مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ کچھ لوگ گوین کو جاپان سے اغوا کر کے لے گئے تھے اور اس کے بعد انہوں نے گوین کو اپنے ساتھ رکھا، پھر واقعات جس جس طرح تبدیل ہوتے گئے سمبوتورا اس کے بارے میں مجھے پوری حقیقت بتا چکا ہے میں تم تینوں افراد کا دلی طور پر شکریہ ادا کرتی ہوں کہ تمہاری آمد نے مجھے ایسی مصیبت سے آزادی دلائی جس میں مجھے نہ جانے کتنے دنوں تک گرفتار رہنا پڑتا مسٹر گازالی ان تمام احسانات کا کوئی صلہ ابھی تک میرے ذہن میں نہیں آیا، سمبوتورا اور ہائیسا نے تمہاری ذہنی صلاحیتوں کی جو تفصیل پیش کی ہے اس کے تحت گازالی میں ذاتی طور پر

بھی تم سے درخواست کرتی ہوں کہ ہماری مدد کرو۔ میں کسی اور وقت تمہیں اپنے بارے میں پوری تفصیلی کہانی سناؤں گی، مختصراً اتنا بتاتی ہوں کہ ہم لوگ مصیبت زدہ ہیں، اپنے گھر اپنے قبیلے سے بچھڑے ہوئے ایسے برے حالات کا شکار کہ تم تصور نہ کر سکو۔ ہم اپنی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور ہماری تمام تر کاوشیں اسی کے لیے وقف ہیں، گازالی ہم بے گھر ہیں، ہم اپنی دنیا میں واپس جانا چاہتے ہیں، لیکن ہمارے راستے بند ہیں، ہمیں ایسے ساتھیوں اور مددگاروں کی ضرورت ہے جو ہمیں ہماری منزل کا راستہ دکھا دیں ہم اپنے طور پر جو کچھ کر سکتے تھے، طویل عرصے سے کر رہے ہیں، لیکن ہماری کوششیں کسی طور بار آور نہیں ہوئیں اور اب ہمیں کسی ایسے ساتھی کی تلاش ہے جو سچے دل کے ساتھ ہماری مدد کرے اور اس کے لیے گازالی میری نگاہ انتخاب اور میرے ساتھیوں کی نظریں تمہاری طرف اٹھی ہوئی ہیں، اس کے عوض تم جو چاہو لے لو ہم تمہیں دینے کے لیے تیار ہیں۔ ہمیں ہمارا گھر دے دو گازالی ہمیں ہماری منزل پر پہنچا دو، ہم تم سے درخواست کرتے ہیں، ہم کہہ چکے ہیں کہ ہم تمہیں اس کا صلہ نہیں دے سکیں گے، بس جو بھی رشتہ، جذبات کا کوئی بھی رشتہ تصور کر لو، ہم اس رشتے کے تحت تم سے اپنی منزل کی بھیک مانگتے ہیں۔" ویلینی کی آواز آنسوؤں سے رندھ گئی تھی، میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا، کنور بہ بھات اور ڈاکٹر طاہر علی بھی چونکے ہوئے سے انداز میں ویلینی کو دیکھ رہے تھے۔

کچھ دیر ٹھہر کر ویلینی نے پھر کہا۔ "ہمارے بہت سے ساتھی ہم سے بچھڑے ہوئے ہیں وہ لوگ جو ہمیں منزل کی طرف گامزن کر سکتے ہیں ہمارے درمیان نہیں ہیں گومن ذہنی طور پر مفلوج ہو چکا ہے اور اسے مفلوج کیا گیا ہے، گومن ہمارے درمیان ایک بہت اہم شخصیت کا مالک ہے، یہ ہمیں ان راستوں کے بارے میں بتا سکتا ہے جہاں سے گزر کر ہم اپنے گھر پہنچ جائیں گے، لیکن اس کے لیے اس کی ذہنی واپسی ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمیں چار افراد کی اور ضرورت ہے، جو ہماری منزل کے راہبر ہوں، یہ پانچ افراد ہمیں ہمارے گھر پہنچا سکتے ہیں۔ ہمارا مشن بہت طویل ہے لیکن اس میں کوئی برائی نہیں ہے گازالی، ہم حادثات کے تحت اپنے گھر سے بچھڑ گئے ہیں اور ہماری تمام تر جدوجہد صرف اسی لیے ہے کہ ہمیں ہمارا گھر واپس مل جائے، گازالی تم ہماری مدد کرو، تم ہماری مدد کرو گازالی ---"

"میں اس سے منحرف نہیں ہوں میڈم، لیکن پوری تفصیل کا تو پتا چلے۔"

"وہ میں تمہیں بتا دوں گی، میں تذکرہ کرنا چاہتی ہوں مونٹ سوراٹ کے اس خزانے کا، جس کے لیے اس وقت ایک عالم سرگرداں ہے، تمہاری زمین پر یہ قیمتی شے سب کے لیے باعث کشش ہے، جب کہ شاید تم یقین نہ کرو کہ میں اس سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی، مجھے جب یہ معلوم ہوا کہ یہ شے یہاں زندگی کی اتنی بڑی ضرورت پوری کر دیتی ہے اور اس کے ذریعے ہمیں ہر شے حاصل ہو سکتی ہے تو میں نے اسے محفوظ کر لیا، صرف اس لیے کہ اس کے ذریعے کوئی ہمیں ہمارے راستے پر لگا دے، خزانہ ہمارے لیے بالکل بے کشش ہے، تم میں سے کوئی اسے حاصل کر سکتا ہے بس مجھے میرا راستہ بتا دو، صرف مجھے میرا راستہ درکار ہے۔"

ویلینی کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے گرنے لگے اور میں متاثر ہو گیا، سب ہی متاثر نظر آ رہے تھے، ساموں کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ سمبو تورا اور ندرت بھی گردنیں خم کیے ہوئے بیٹھے تھے۔ تب میں نے ایک سوال کیا۔

"میڈم یوں تو میرے ذہن میں آپ کے متعلق بے شمار باتیں موجود ہیں، بہت کچھ پوچھ لینا چاہتا ہوں آپ سے لیکن اس وقت فی الحال صرف ایک سوال کا جواب دے دیجیے۔"

"کیا۔ ؟"

"آپ نے اتحادیوں کے لیے زبردست کارنامے انجام دیے اور کوئی اتحادی جاسوسہ معمولی حیثیت کی مالک نہیں ہو سکتی، آپ کے بارے میں جو کہانیاں میں نے سنی ہیں یقیناً وہ حقیقت پر مبنی ہوں گی۔ ماؤنٹ سوراٹ کے خزانے کا حصول معمولی بات نہیں ہے جب کہ اس کے لیے نجانے کون کون سرگرداں تھا۔ اٹلی کی حکومت جرمن اور شاید دنیا کے بے شمار افراد لیکن آپ نے ان کے درمیان سے وہ خزانہ حاصل کر لیا، اتحادی جاسوسہ کی حیثیت سے کیا آپ اپنی ذہنی کاوشوں کو اس سلسلے میں استعمال نہیں کر سکتی تھیں۔ ؟"

میرے اس سوال پر ویلینی چند لمحے خاموش رہی، پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔ "گازالی میں ویلینی نہیں ہوں میرا نام گوشائی ہے۔"

"کیا۔ ؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ ڈاکٹر طاہر علی اور کنور بہ بھات سنگھ کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔

"ہاں۔ ویلینی کوئی اور تھی۔ وہ مر چکی ہے۔ وہ ولاڈی واسکاٹ کی بیوی بن چکی تھی اور دو بچوں کی ماں بھی، دو جڑواں بچوں کی ماں، مونٹ سوراٹ کا خزانہ اسی کی دریافت تھا وہ بڑی حد تک میری ہمشکل تھی اس کے علاوہ تم اسے ایک حد تک ہائیسا کی ہمشکل بھی سمجھ سکتے ہو۔ جب وہ مجھے ملی تو شدید زخمی تھی۔ موت کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی۔ اس نے مجھے مرتے ہوئے اپنے بارے میں بتایا اور اپنے دونوں بچوں کو میرے سپرد کر دیا۔ میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ میں اس کے دونوں بچوں کی پرورش کر کے انہیں اس دنیا میں رہنے کے قابل بنا دوں گی۔ اس کے بعد بے شمار واقعات پیش آئے میں نے خزانہ نکال لیا اور گومن کو ساتھ لے کر جاپان آ گئی۔ گومن اس وقت میرے قبضے میں تھا۔ پھر حالات میں تبدیلیاں ہوئیں بہت سے لوگ میرے پیچھے لگ گئے اور میں نے تبت کے یہ پہاڑی علاقے آباد کر لیے اور یہاں پناہ لے کر اپنا کام کرنے لگی۔ گومن میرے ہاتھ سے نکل گیا وہ بہت اہم شخصیت ہے۔ ہم آوارۂ منزل ہیں اپنے گھر کی تلاش میں سرگرداں، گومن ہماری امیدوں کا مرکز ہے۔ اگر اس کی ذہنی حالت درست ہو جائے تو یہ تھوساس، رگائی پا، لیبوس اور وی مین کو تلاش کر سکتا ہے اور اگر یہ پانچوں یکجا ہو جائیں تو ہماری منزل ہمیں دوبارہ مل سکتی ہے۔"

یہ اپنے وقت کی سب سے انوکھی داستان تھی۔ ناقابلِ یقین، سمجھ میں نہ آنے والی لیکن ہم دنیا کی سب سے پراسرار عورت کی زبانی ہوش و حواس کے عالم میں یہ سب کچھ سن رہے تھے۔ بہت سے سوالات تھے ذہن میں بہت سے خیالات تھے دل میں، زبان مچل رہی تھی ڈاکٹر طاہر علی بے باک آدمی تھے مجھ سے پہلے بول پڑے "گویا آپ کو گوشائی کے نام سے پکارا جائے۔ ؟"

ویلینی نے آنکھیں خشک کیں اور پھر آہستہ سے بولی "پکارنا ہی تو ہے کچھ بھی کہہ کر پکار لو۔ گوشائی ایک فردِ مجرمی کا نام ہے۔"

"کچھ باتیں سمجھ میں نہیں آ رہیں میڈم۔ ؟"

"پوچھ لیں ڈاکٹر میں نے انکار تو نہیں کیا ہے۔"

"آپ لوگ اپنی دنیا سے بچھڑے ہوئے ہیں۔"

"ہاں۔ ؟"

"کونسی دنیا ہے آپ کی۔ ؟"

"وہ جہاں زندگی سب سے حسین روپ میں موجود ہے۔ وہ جہاں سب ہمارے اپنے ہیں۔"

"کوئی نام نہیں اس دنیا کا۔ ؟"

"تم اسے حسن کا کوئی بھی نام دے سکتے ہو۔"

"اس کا اپنا کوئی نام تو ہوگا۔ ؟"

"ہم اسے بینوبین کہتے ہیں تمہاری دنیا کے مفہوم میں اسکائی ہول یا آسمان کا سوراخ کہا جا سکتا ہے۔"

"عزیزہ اس کی جغرافیائی پوزیشن کیا ہے کہاں واقع ہوئی ہے وہ۔ ؟" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"کاش یہی معلوم ہوتا۔ اگر ایسا ہو جاتا اور ہم اس کا تعین کر سکتے تو یہاں کیوں ہوتے۔"

"تمہارا مقصد صرف وہاں واپس جانا ہے۔ ؟"

"ہاں صرف یہی آرزو ہے ہماری۔" ویلینی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"جب اس کی جغرافیائی پوزیشن کا تعین نہیں ہے تو تم لوگ وہاں واپس کیسے جاؤ گے۔ ؟"

"پانچ راہنما ہمیں وہاں تک لے جا سکتے ہیں۔"

"جن میں ایک گومن ہے۔ ؟"

"ہاں۔ !"

"کمال ہے۔ بات گھوم پھر کر پھر وہیں آ گئی۔ یہ ساموں کیا ہیں۔ ؟"

"ساموتیکا کے باسی۔"

"ساموتیکا۔ ؟"

"بینوبین کے پہاڑ کا نام جس کا مطلب ہے بہتی چھت کے نیچے، ویلینی نے جواب دیا۔

"اس بہتی چھت کے نیچے سے نکلے ہوئے آپ لوگوں کو کتنا عرصہ ہو گیا۔"

"آپ لوگوں کے حساب سے تقریباً ایک سو اسی سال۔" ویلینی نے جواب دیا۔ اور ڈاکٹر طاہر علی نے کنور بہ بھات کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "اب میری ذہنی حالت خراب ہونا شروع ہو گئی ہے برائے کرم تم لوگ خود کو سنبھالے رکھنا۔"

ویلینی نے کہا۔ "آپ لوگوں کی عمریں بہت کم ہوتی ہیں مجھے معلوم ہے بہت کچھ دیکھ چکی ہوں یہاں رہ کر لیکن ساموتیکا میں عمریں طویل ہوتی ہیں۔ تمہاری دنیا کے لحاظ سے میری عمر اس وقت چار سو اسی سال ہے ہائیسا دو سو ساٹھ سال ہے وائی مین سات سو سالہ اور گومن کی عمر

آٹھ سو سال ہے۔ ہمارے ہاں جوانی دو سو سال کے بعد آتی ہے اور عمر کی آخری حد ایک ہزار اور پندرہ سو سال کے قریب ہوتی ہے۔"

کوئی کچھ نہیں بول سکا تھا۔ چند منٹ تک مکمل خاموشی چھائی رہی پھر ویلینی نے کہا۔ "مجھ سے اور کوئی سوال۔؟"

"اب ہمت نہیں ہے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے جواب دیا۔

کنور پربھات سنگھ نے پوچھا۔ "ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں ویلینی۔؟"

"تمام صورتحال میں نے آپ لوگوں کے سامنے پیش کر دی ہے۔ میں چاہتی ہوں پہلے گوہن کی ذہنی حالت درست ہو جائے۔ وہ ہوش و حواس میں آجائے تاکہ وہ بقیہ لوگوں کو تلاش کر لے اس کے بعد آپ لوگ گوہن کی مدد کریں اور ہمیں وہ سہولتیں فراہم کریں جن کے ذریعے ہم اپنی منزل پالیں۔ اس کے بدلے میں آپ کو ایک پیش کش کرتی ہوں۔"

"کیا۔؟" طاہر علی جلدی سے بول پڑے۔

"جس خزانے کی تلاش میں آپ لوگوں نے یہ سفر طے کیا ہے وہ بہت زیادہ ہے آپ کی پسندیدہ اشیاء اتنی بڑی مقدار میں موجود ہیں کہ آپ لوگ تصور نہیں کر سکتے۔ میں آپ لوگوں کو اجازت دیتی ہوں کہ اس میں سے اتنا خزانہ لے لیں جتنا آپ اٹھا سکتے ہیں۔ اسے اپنے ساتھ لے جائیں اور میری مدد کریں۔"

"ہم تیار ہیں۔" طاہر علی نے جلدی سے کہا۔

"اور آپ کنور۔؟"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں ویلینی۔"

"اپنی اس دنیا میں آپ میرے دن رات سنبھال لیں اور جہاں بھی مجھے آپ کی ضرورت ہو وہاں آپ اپنے وسائل استعمال کریں۔ کوئی ایسا کام میں آپ کے سپرد نہیں کروں گی جو آپ کی پہنچ سے باہر ہو۔"

"اس کے لیے میں خوشی سے تیار ہوں۔"

"اور تم گازالی۔" ویلینی نے پوچھا اور میں مسکرا دیا۔ سب کی نگاہیں میری طرف اٹھیں۔ اس گفتگو کے دوران میں خاموش بیٹھا ویلینی کی کیفیات کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ میرے دل میں عجیب سے خیالات آتے رہے تھے اور میں فیصلے کرتا رہا تھا۔ دولت حاصل ہو جائے تو طلب ختم ہو جاتی ہے آدمی ٹھہر جاتا ہے یا پھر اگر اس کی جدوجہد کسی حد تک رہ جاتی ہے تو وہ اس وقت کی بقا کے لیے یا اس کے ضائع ہو جانے کے خوف کے لیے۔ وہ غیر انسانی کیفیت کا شکار ہو جاتا ہے ہر شخص سے خوفزدہ رہتا ہے کہ کہیں وہ اس کی دولت کی تاک میں تو نہیں ہے، وہ کونسے راستے سے اس کی دولت تک پہنچنا چاہتا ہے۔ محبت اور یقین اس کی زندگی سے رخصت ہو جاتے ہیں کیا کوئی ایسی شے منزل ہو سکتی ہے۔ دولت کے یہ انبار لے کر میں بھی اپنی دنیا میں جا سکتا ہوں۔ اپنے بھائیوں اور بھابیوں کے سامنے سربلند ہو سکتا ہوں۔ اس کے بعد کیا کروں گا۔ کیا کچھ اور پریشانیاں میری زندگی میں شامل نہ ہو جائیں گی اس کے برعکس یہ رواں زندگی جس میں تجسس ہے، تحریک ہے، یہ اس ٹھہری ہوئی زندگی سے کہیں زیادہ خوب صورت ہے ہاں اس زندگی میں حسن زیادہ ہے۔ سوال مجھ سے کیا گیا تھا اس لیے میرا بولنا ضروری تھا۔

"میں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تمہارا اس پیش کش کے بارے میں کیا فیصلہ ہے۔؟"

"مجھے یہ پیش کش قبول نہیں۔" میں نے کہا اور سب لوگ چونک پڑے۔

"کیوں۔؟" ویلینی نے کہا۔

"اس لیے کہ وہ عظیم خزانہ میری تحویل میں ہے۔ میں اس پورے خزانے کا مالک بن چکا ہوں۔"

"پہیلیاں نہ بجھاؤ غزالی۔" ڈاکٹر طاہر علی نے پریشانی سے کہا اور میں نے جیب سے سونے کے دو سکے نکال کر ویلینی کے سامنے ڈال دیے۔ یہ سکے وہی تھے جو پروفیسر زیڈال نے مجھ سے حاصل کیے تھے اور جنہیں میں نے اس خزانے سے نکالا تھا۔ یہ دو سکے مجھے اتفاق سے حاصل ہوئے اور اتفاق سے میرے پاس ہی پڑے رہ گئے تھے۔

"کیا آپ انھیں پہچان سکتی ہیں میڈم گوشائی۔؟" میں نے کہا اور ویلینی جھک کر انھیں دیکھنے لگی۔ سب میری طرح تجسس کا شکار ہو گئے تھے۔ تب ویلینی نے آہستہ سے کہا۔ "ہاں ان کا تعلق اسی خزانے سے ہے لیکن۔"

"بہت پہلے میں وہ خزانہ تلاش کر چکا ہوں۔ ان غاروں میں ان سرنگوں میں، میں بہت پہلے پہنچ چکا تھا۔ سارا خزانہ میری تحویل میں تھا۔ چمکتے ہیروں کے انبار سنہری سکوں کے ڈھیر مجھے اس پر آمادہ نہ کر سکے کہ میں خود غرض ہو جاؤں۔ خزانہ لے کر اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر انھیں جنہوں نے مجھ سے کچھ امیدیں وابستہ کی ہیں نظر انداز کر کے ۔۔۔ اپنے لیے

خوشیاں اکٹھی کر لوں۔ میں نے ان سکوں سے ان ہیروں سے گفتگو کی۔ انھوں نے کہا دیکھ لو ہم کس قدر بے حقیقت ہیں۔ دوسروں کو زندگی بخشتے ہیں، خوشیاں دیتے ہیں لیکن خود ان غاروں سے آزاد نہیں ہوتے، ہمیں اس کی قدرت حاصل نہیں ہے۔ تم اور تم جیسے ہم سے کہیں زیادہ قیمتی ہیں بشرطیکہ تم ہمارے سحر کا شکار نہ ہو جاؤ ہمیں پا کر انھیں نہ بھول جاؤ۔ کسی تاریک دل کو روشنی کی ایک کرن دے کر دیکھو اس کی جگمگاہٹ تمہاری روح کو کس طرح منور کر دے گی۔ ہماری چمک محدود ہے اور تمہارا عمل لامحدود۔ ہم اپنے اطراف کو چند گز تک روشن کر سکتے ہیں اور تمہارا عمل بہت کچھ روشن کر دیتا ہے۔ تم ہم سے کہیں زیادہ قیمتی ہو بشرطیکہ خود کو پہچان لو۔ اور میں نے خود کو ان ہیروں کی روشنی میں پہچان لیا میں حیات کا قرض چکانا چاہتا ہوں مقروض ہو کر سمانوں پر جانا مجھے پسند نہیں۔ یہ خزانہ تم جس طرح چاہو ان لوگوں کو دیدو گوشائی۔ مجھے اس کی چاہت نہیں بلکہ حتی المقدور تمہارے مشن کی تکمیل کے لیے خود کو وقف کرتا ہوں۔"

ویلینی پر سحر طاری ہو گیا تھا۔ سمبوتورا کی آنکھوں میں فخر تھا ندرت نثار ہو جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ کنور پربھات الجھا ہوا تھا، ڈاکٹر طاہر علی کے چہرے پر تلخی نمایاں تھی باقی لوگ بے تاثر بیٹھے ہوئے تھے۔ طاہر علی نے کہا۔ "تم اس خزانے تک کس طرح پہنچے غزالی۔؟"

"وہ اپنے الفاظ کی صداقت کا ثبوت دے چکا ہے۔" ویلینی نے جلدی سے کہا۔

"وہ ہم میں سے ہے۔ وہ تم سے جدا ہو چکا ہے طاہر علی۔" سمبوتورا نے کہا۔

"بہرحال وہ اپنے عمل کے لیے آزاد ہے۔" طاہر علی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"آپ لوگ آرام کریں۔ مجھے نشانِ منزل مل چکا ہے۔" ویلینی نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ "آؤ گازالی۔" اس کے لہجے میں غرور تھا جیسے وہ مجھ پر نازاں ہو۔ میں خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ندرت اور سمبوتورا بھی ہمارے ساتھ تھے باقی لوگ مہمانوں کے سپرد طاہر علی وغیرہ کی خاطر مدارت تھی۔ ویلینی مجھے ساتھ لیے ایک دور دراز حصے میں پہنچ گئی۔ پھر اس نے کہا۔ "بے شک اب تم ہم میں سے ہو گازالی۔ وائی ین نے غلط نہیں کہا۔ اور اب یہ نہ سوچنا کہ تم سے کچھ چھپایا جائے گا۔ اور یہ سب۔ جو یہاں موجود ہیں ان کے بارے میں فیصلہ کرنا بھی تمہارا کام ہے۔"

"نہیں میڈم گوشائی۔ یہ میں نہیں کر سکوں گا۔"

"تمہاری رہنمائی میرے لیے بہت قیمتی ہے۔ میں نے تم پر انحصار کر لیا ہے گازالی۔ وہی ہوگا اب جو تم کہو گے۔"

"تب پھر فیصلہ کرنے کے لیے مجھے وقت درکار ہوگا۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔" ویلینی نے کہا۔ پھر ندرت اور سمبوتورا سے بولی۔ "گازالی کا احترام تمہاری ذمہ داری ہے تم دونوں کی صرف یہی ڈیوٹی ہے۔" دونوں نے گردن ہلا دی تھی۔

میری قیام گاہ بدل گئی۔ یہاں کچھ اور تعیشات موجود تھے لیکن میری ضرورتیں محدود ہو گئی تھیں طبیعت میں ایک عجیب سا ٹھہراؤ آگیا تھا۔ تنہائی ملی تو میرا ذہن ان لوگوں میں الجھ گیا جو یہاں موجود تھے۔ طاہر علی اب بھی خزانے سے دلچسپی رکھتے تھے کنور پربھات سنگھ نارمل آدمی تھا۔ اصل مسئلہ بونا وینا اور اس کی بیٹی اشیلا کا تھا۔ ان دونوں کا کیا کیا جائے۔ بونا وینا ایک خطرناک جرائم پیشہ انسان تھا اگر اسے آزادی مل گئی تو۔ کم از کم ویلینی کو وہ کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑے گا۔ لیکن اس کی موت کے بعد اشیلا کا کیا ہوگا۔ بونا وینا اپنی بیٹی کو بہت چاہتا تھا۔ دماغ بہت زیادہ الجھا تو میں نے اس بارے ویلبی سے مشورہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

مسٹر ویلبی اپنی آرام گاہ میں موجود تھے اور اپنے بیوی اور بچوں سے باتیں کر رہے تھے۔ "اوہ۔ مسٹر غزالی۔ کوئی کام تھا تو مجھے طلب کر لیا ہوتا۔" مسٹر ویلبی نے کہا۔

"پلیز بیٹھیے مسٹر ویلبی میں پریشان ہوں۔"

"خیریت۔ کیا بات ہے؟"

"ویلینی نے بونا وینا کا فیصلہ مجھ پر چھوڑ دیا ہے۔ اب بتلائیے میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ آپ نے دیکھا مسٹر ویلبی کہ وہ اپنی بیٹی کو کتنا چاہتا ہے اس کی وجہ سے ہم اسے قابو کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ دونوں باپ بیٹی کو جدا کرتے ہوئے کچھ عجیب سا لگتا ہے کیا ان دونوں ہی کو قتل کر دیا جائے۔؟"

"نہیں۔ اشیلا کا کیا قصور ہے۔ وہ تو بہت معصوم لڑکی ہے اور پھر بونا وینا نے مجھ سے وعدہ لیا ہے کہ اشیلا کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ پلیز غزالی اس لڑکی کو۔"

"کیا وہ بونا وینا کے بغیر زندہ رہ سکے گی۔؟" میں نے

سوال کیا اور ویلبی کی گردن جھک گئی۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر مضبوط لہجے میں کہا۔
"اگر تم ویلینی سے کہو کہ بوناوینا کو چھوڑ دے تو کیا وہ ایسا کر دے گی۔؟"
"شاید"
"تو پھر اسے اس کی بیٹی کے ساتھ آزاد کر دو۔"
"تمہیں بھی یہاں سے آزادی مل جائے گی ویلبی"
"میں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن بس اتنا کرنا مجھے اس سے کچھ پہلے نکل جانے دینا۔ میں کسی ایسے گمنام گوشے میں چلا جاؤں گا۔ جہاں بوناوینا سے ٹکراؤ نہ ہو۔ میں اپنی حفاظت کر لوں گا۔"
"او کے ویلبی مجھے اجازت دو۔" میں نے واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔
"سنیے تو سہی مسٹر غزالی۔ کیا فیصلہ کیا آپ نے۔؟"
"فیصلہ کر لیا ہے مسٹر ویلبی۔" میں نے کہا اور وہاں سے باہر آ گیا۔ بہت بڑی ذمے داری ڈال دی تھی ویلینی نے مجھ پر۔ لیکن بہرحال میں نے ان ذمے داریوں کو پورا کرنے کا بیڑا اٹھا لیا تھا۔
ویلینی کے باشندوں نے ایک ایک شخص کو چن چن کر قتل کر دیا تھا۔ بوناوینا کے قائم کیے ہوئے نظام کو مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا تھا اور اب مکمل سکون تھا۔ ویلینی نے دوسرے دن مجھ سے ملاقات کی اس دوران ندرت اور سمبوتورا سے برابر میری ملاقات ہوتی رہی تھی، ندرت جتنی بار میرے سامنے آئی میں پریشان ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس ڈھائی سو سالہ حسینہ کے ناز و انداز بالکل معصوم لور الھڑ لڑکیوں جیسے تھے۔ اصولاً تو یہ میری برنائی سے بڑی تھی لیکن اپنی دنیا کی یہ نوخیز حسینہ مجھ سے عشق کرتی تھی میں اس کے عشق کا اب کیا جواب دوں۔؟
ویلینی نے کہا "میں چاہتی ہوں گازالی کہ تم ان لوگوں کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ کر دو۔ تاکہ ہم دوسرے پروگرام پر عمل کرنے میں مصروف ہو جائیں۔ کیا تم کوئی فیصلہ کر چکے ہو۔"
"آپ کو میرا ہر فیصلہ قبول ہو گا میڈم گوشالی۔؟"
"اب تمہیں یہ سوال نہیں کرنا چاہیے گازالی۔"
"تو پھر بوناوینا کو اس کی بیٹی کے ساتھ آزاد کر دیا جائے۔"
"بوناوینا کو اس کی بیٹی کے ساتھ آزادی دے دی جائے!"

ویلینی نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔
"اشیلا کہاں ہے۔؟"
"اسے بوناوینا کے پاس رہنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔"
"ٹھیک ہے میڈم آپ کو میرے اس فیصلے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔؟" میں نے پوچھا۔
"قطعی نہیں۔"
"شکریہ۔ ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ کو خزانے کا کچھ حصہ دے کر یہاں سے روانہ کر دیا جائے میں ان کے سفر کے لیے کچھ آسانیاں بھی چاہتا ہوں۔"
"اس کے لیے میں انھیں ایک مشورہ دوں گی جو ان کے لیے کارآمد ہو گا۔"
"خزانے کا ایک حصہ اور بھی انہیں امانت کے طور پر دیا جائے گا جو حسن صاحب کے لیے ہو گا۔"
"ٹھیک ہے۔"
"ویلبی کے لیے بھی میں نے یہی سوچا ہے۔"
"میں خود بھی اس بارے میں کہہ چکی ہوں۔ اس شخص کے بھی ہم پر احسانات ہیں۔ ہم اسے اعزاز کے ساتھ روانہ کریں گے۔"
"بس اس کے علاوہ میری اور کوئی خواہش نہیں ہے!"
"تمہارے ہر حکم کی تعمیل ہو گی گازالی۔ میں احکامات جاری کیے دیتی ہوں۔" ویلینی نے کہا۔ اور پھر مجھ سے رخصت ہو گئی۔ اس نے مجھ پر بہت زیادہ اعتماد کر لیا تھا اور میرے کسی بھی فیصلے پر کوئی سوال نہیں کیا تھا ویلینی کے جانے کے بعد ندرت میرے پاس رہ گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا "تو میرے بارے کوئی فاصلہ نہیں کیا گازالی۔؟"
"تمہارے سلسلے میں کیا فیصلہ کروں ندرت۔"
"میرے کو کیا کرنا۔"
"تمہارے کو۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے اسے دیکھا ندرت کو اب بے وقوف بنانا مجھے اچھا نہیں لگتا تھا جی چاہا کہ اس وقت ندرت کو اپنی ذہنی کیفیت سے آگاہ کر دوں لیکن نہ جانے کیوں زبان نہیں کھل سکی۔ وہ نہ کہہ سکا جو کہنا چاہتا تھا۔
"بولا نائیں۔"
"ابھی میں نے تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا ندرت۔" بالآخر میں نے کہا۔

"کب کارنے گا۔؟"
"تمہیں جلدی ہے۔؟" میں نے سوال کیا اور نہ جانے ندرت نے اس سوال کا کیا مطلب نکالا کہ اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا اور پھر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ "نائیں" اس نے باہر جاتے جاتے رک کر کہا اور غائب ہو گئی۔ میں عجیب سی نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھتا رہ گیا تھا۔ ندرت کی عمر کے بارے میں معلوم ہونے کے بعد نہ جانے کیوں میرے جذبات کچھ عجیب سے ہو گئے تھے
دوسرے دن صبح ہی صبح ندرت میرے پاس آئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیلے ہوئے تھے اندر قدم رکھتے ہی اس نے کہا۔ "بوناوینا اور اس کی بیٹی مر گئے۔"
"کیا۔؟" میں اچھل پڑا۔
"ہاں۔ وہ دونوں مر گئے۔"
"کیسے۔؟"
"بوناوینا خودکشی کیا۔ اس کا بیٹی پہلے مر گیا۔ سمبوتورا سے اس کا بات ہوا۔ سمبوتورا ایترن جانتا۔"
"آؤ۔" میں نے کہا۔ اور ندرت کے ساتھ اس جگہ پہنچ گیا جہاں بوناوینا کو رکھا گیا تھا۔ ویلبی، سمبوتورا اور ویلینی یہاں موجود تھے۔ اشیلا کی لاش قید خانے کے ایک گوشے میں رکھی ہوئی تھی۔ اور سمبوتورا کی مڑی تڑی لاش دوسرے گوشے میں تھی۔
"جس وقت یہ مر رہا تھا میں اس کے پاس موجود تھا۔" سمبوتورا نے کہا۔
"اس نے خودکشی کی ہے۔"
"ہاں!"
"کیسے۔؟"
"ہیرا چبا لیا ہے۔ اس کی انگلی میں ہیرے کی انگوٹھی پڑی ہوئی تھی۔ وہ اس کی لاش کے پاس موجود ہے۔"
"اوہ اور اشیلا۔ کیا اس نے بھی۔"
"نہیں۔ اس کے دل کی حرکت بند ہوئی ہے۔"
"لیکن یہ سب کچھ۔؟"
"مرتے ہوئے بوناوینا نے مجھے بتایا تھا۔" سمبوتورا نے کہا۔
"کیا بتایا تھا۔؟"
"اس کی بیٹی کسی سیموئل نامی نوجوان سے محبت کرتی تھی۔ بہت چاہتی تھی اسے لیکن بوناوینا نے اس نوجوان کو قتل کر دیا۔ اور اس کی لاش حنوط کر کے رکھ دی وہ اشیلا کو یہ کہہ کر بے وقوف بنا رہا تھا کہ ایک دن سیموئل واپس آ جائے گا۔ وہ زندہ ہو جائے گا۔ اس قید خانے میں اشیلا مسلسل بوناوینا سے کہہ رہی تھی کہ سیموئل اس کا انتظار کر رہا ہو گا وہ واپس آ چکا ہے۔ جھلا کر بوناوینا نے اس سے کہہ دیا کہ سیموئل مر چکا ہے اور اس نے اپنے ہاتھوں سے اسے قتل کیا ہے یہ سن کر۔ یہ سن کر اشیلا کو ایک ہچکی آئی اور اس کی حرکتِ قلب بلند ہو گئی۔ بوناوینا بیٹی کی موت کا صدمہ برداشت نہیں کر سکا اور اس نے ہیرا چبا کر خودکشی کر لی۔"
میرے حلق میں ایک گولا سا اٹک گیا تھا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ اشیلا کی معصومیت اس کی سادگی اور اس کی بے پناہ محبت کا مجھ سے بڑا راز دار اور کون تھا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا "میرے خیال میں یہ بہتر ہی ہوا مسٹر ویلبی۔ نہ جانے کس کس کے حق میں۔"
مسٹر ویلبی بھی کھوئے کھوئے کھڑے تھے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے بولے۔
"ہاں۔ شاید۔"
"میں نے تمہاری ہدایت کے مطابق فیصلہ کر لیا تھا گازالی۔" ویلینی نے کہا۔
"ان دونوں کی لاشوں کو مسٹر ویلبی کے سپرد کر دیں میڈم گوشالی۔ کیا آپ نے دوسرے لوگوں کو اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔؟"
"آج پروگرام تھا۔ لیکن یہ۔"
"یہ سب کچھ تو ہوتا رہنا ہے ہمارے کام جاری رہنے چاہئیں۔" میں نے کہا اور ویلینی نے گردن ہلا دی۔ مسٹر ویلبی نے بوناوینا اور اس کی بیٹی کی تدفین کی رسومات ادا کیں اور اس کے بعد ہم سب نے ذہن جھٹک دیے جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔
رات کو ویلینی نے مسٹر ویلبی اور ان کے اہل خاندان، کنور پربھات اور ڈاکٹر طاہر علی کو ڈنر پر مدعو کیا۔ اور نہایت پُرتکلف اہتمام کیا۔ محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ ہم تبت کے ایک وحشی قبیلے میں غاروں میں موجود ہیں گوشت کی مختلف ڈشیں بنائی گئی تھیں دوسری بہت سی چیزیں بھی موجود تھیں۔ اس پُرتکلف ڈنر سے فارغ ہونے کے بعد ویلینی نے کہا۔ "مسٹر ویلبی۔ کنور پربھات

ڈاکٹر طاہر علی۔ میں آپ سے مخاطب ہوں۔ میرے بارے میں آپ لوگ جو کچھ جان چکے ہیں ایک دوست کی حیثیت سے درخواست کرتی ہوں کہ اپنی دنیا میں جانے کے بعد یہ کہانی کسی کو نہ سنائیں۔ اس سے آپ کو بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور کسی اور کو بھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ کچھ اور لوگ زندگیاں کھو بیٹھیں گے۔ میری طرف سے آپ کو اجازت ہے جس وقت یہاں سے جانا چاہیں جا سکتے ہیں سونے اور ہیروں کے ذخیرے آپ کو دیئے جائیں گے تاکہ آپ کا یہ سفر آپ کے لیے منافع بخش رہے لیکن ایک دوستانہ مشورہ اور دوں گی۔ زندگی ان چمکدار پتھروں سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ جو آپ کے حصے میں آئے اسی پر قناعت کریں لالچ اور ہوس صرف تباہی کے مختلف نام ہیں۔ ہاں اب میں آپ کو سب سے اہم مشورہ دے رہی ہوں۔ آپ لوگ اگر ان جنگلی راستوں پر سفر کریں گے تو آپ کے حق میں سود مند نہیں ہوگا۔ آپ دریائے ایلوبین کے راستے سفر کریں۔ تیز رفتار دریا میں سفر خطرناک ہے لیکن اگر آپ نے ہوشیاری سے کام لیا تو یہ سفر آپ کے لیے مختصر ترین ہوگا اور آپ تسانگ جن سے جا ملیں گے جو آپ کو کھٹمنڈو پہنچا دے گا۔ میں اس سفر کے لیے آپ کو ایسی مضبوط کشتی پیش کر سکتی ہوں جو آپ کا ساتھ دے گی۔ اگر آپ خشکی کا راستہ بہتر سمجھتے ہیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

ڈاکٹر طاہر علی کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو گیا۔ کنور پربھات نارمل تھا اور مسٹر ویلبی کسی قدر خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ "میں معافی چاہتا ہوں ابھی میں ان لوگوں کے ساتھ نہیں جا سکوں گا۔"

"میں آپ کو ویلینی میں خوش آمدید کہتی ہوں مسٹر ویلبی۔"

کنور پربھات نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہم میں سے کوئی آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا مسٹر ویلبی۔"

"اس کے باوجود میں نے اس دنیا پر اعتبار چھوڑ دیا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ویلبی اپنی مرضی کے مالک ہیں۔"

"اور تم غزالی۔؟" ڈاکٹر طاہر نے پوچھا۔

"میں نے ان پہاڑوں کی زندگی اپنا لی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کل صبح میں آپ کو خزانے پر لے چلوں گی اور آپ کو اس میں سے اپنا حصہ منتخب کرنے کی آزادی ہوگی۔"

"غزالی ہمیں کچھ وقت دے سکتے ہو۔؟" طاہر علی نے پوچھا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں ڈاکٹر طاہر علی۔ میں آپ لوگوں کے ساتھ آپ کی رہائش گاہ چل رہا ہوں۔" میں نے کہا ویلینی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ میں ان لوگوں کے ساتھ وہاں آ گیا جہاں وہ مقیم تھے۔ طاہر علی کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"تم نے دماغ کی چولیں ہلا دی ہیں۔" انھوں نے بیٹھتے ہی کہا۔

"کیوں ڈاکٹر طاہر علی۔؟"

"آخر تمہارے ذہن میں کیا منصوبہ ہے۔؟"

"آپ کے خیال میں کیا ہو سکتا ہے۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بھئی انسان ہوں دل بدگمانیوں کا شکار ہو ہی جاتا ہے۔"

"آپ جو کچھ بھی کہیں گے میں برا نہیں مانوں گا۔"

"ہمیں خزانے سے تھوڑا تھوڑا مل جائے گا۔ اور بقیہ خزانہ تمہاری ملکیت ہوگا۔ تم اسی پروگرام کے لیے کوئی لمبا کھیل کھیل رہے ہو۔" ڈاکٹر طاہر علی نے کہا۔

"کل میں خود آپ کو خزانے تک لے چلوں گا۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ میں بہت پہلے اس سے واقف ہو چکا ہوں۔ اگر خزانے کے حصول کا معاملہ ہوتا تو اب تک میں اسے لے کر جا سکتا تھا۔"

"اتنا بڑا خزانہ لے جانا آسان تو نہ ہوتا۔" طاہر علی نے مسکرا کر میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تب میں آپ کو کوئی مزید ثبوت نہیں دے سکوں گا۔"

"اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر یہاں کیوں رکنا چاہتے ہو آخر ہم سب کا مقصد ایک ہی تو تھا صرف اور صرف خزانے کا حصول۔ ویلینی یا گوشائی کا معاملہ ناقابل فہم ہے مجھے تو یہ سب افسانہ طرازی معلوم ہوتی ہے اور اگر بالفرض اسے حقیقت مان بھی لیا جائے تو یہ ان کا معاملہ ہے تم کیوں سر کھپا رہے ہو۔"

"مجھے بھی کچھ بولنے کی اجازت ملے گی ڈاکٹر۔؟" کنور پربھات سنگھ نے کہا۔

"بولو بولو یار۔ سمجھاؤ اسے۔"

"ناسمجھی کا اظہار تم کر رہے ہو ڈاکٹر۔ تم غزالی کو سمجھ نہیں پا رہے ہو وہ بلندی کی طرف جا رہا تھا آدمیت کے مدارج طے کر رہا ہے وہ کچھ پانے کی جدوجہد کر رہا ہے اس کے لیے سب کچھ کرنا اور پھر منزل پا کر اسے حقارت سے ٹھکرا دینا وہ رکنا نہیں چاہتا۔ پہلے خزانہ اس کی طلب تھا اور جب خزانہ اس کے قدموں میں آ گیا تو اس کی اہمیت ختم ہو گئی اس کی نگاہوں میں اب وہ ان بلندیوں کی طرف بڑھ رہا ہے جو آسمان کو چھو لیتی ہیں اگر اسے سمجھ نہیں پا رہے تو اس کی تضحیک تو نہ کرو۔"

"میں اسے جنون سمجھتا ہوں۔"

"جنون ہی تو بلندیوں کو تسخیر کرتا ہے ڈاکٹر۔ ہوشمند دل کو کب کامیابی ملتی ہے۔"

"تم بھی ہمارے ساتھ چلو غزالی۔ ہمیں حوصلہ رہے گا۔"

"میں اپنا پروگرام آپ کو بتا چکا ہوں۔ آپ لوگ اپنا پروگرام بنا لیں اس سے زیادہ میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔

"غزالی۔ حسن صاحب کے لیے کوئی پیغام ہے۔؟"

"ہاں ایک خواہش ہے اگر آپ پوری کر دیں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں اگر زندہ پہنچ گیا تو تمہارا کام ضرور کروں گا۔" کنور پربھات سنگھ نے کہا۔

"خزانے کا ایک حصہ حسن صاحب کو ضرور ملنا چاہیے"

"مجھ پر اعتماد کرو غزالی۔ اگر میں اپنا حصہ بحفاظت نہ لے جا سکا تو حسن صاحب کا حصہ ضرور ان تک پہنچا دوں گا۔"

"شکریہ کنور صاحب مجھے اجازت دیں۔" میں نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ ڈاکٹر طاہر علی خاموشی سے مجھے دیکھتے رہے تھے۔

دوسری صبح ویلینی نے خزانے تک جانے کی تیاریاں کیں اور جب ہم سب پہاڑوں کی طرف چلے تو میں نے ویلینی سے درخواست کی۔ "میڈم گوشائی میری خواہش ہے کہ خزانے کے غاروں کی رہنمائی میں کروں اس لیے آپ مجھے آگے رہنے دیں۔" گوشائی نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ میں آگے بڑھ کر رہنمائی کرنے لگا اور بالآخر ان لوگوں کو لے کر ان غاروں تک پہنچ گیا جہاں خزانہ محفوظ تھا۔ غاروں کے اندرونی حصے تک بھی میں ہی ان لوگوں کو لے گیا۔ اور پھر مونٹ سوداٹ کا وہ عظیم الشان خزانہ ہماری نگاہوں کے سامنے تھا۔

"ویلینی کی آواز ابھری۔" آپ لوگوں کو اجازت ہے کہ اپنی پسند کی جس قدر اشیا یہاں سے اٹھا سکتے ہیں اٹھا لیں۔ اس کے بعد آپ میں سے کوئی اس سمت کا رخ نہ کر سکے گا۔ میں خزانہ یہاں سے منتقل کر دوں گی۔ اس کے ساتھ ہی ایک عہد میں اسی جگہ کرتی ہوں۔ مجھے قتل و غارت گری پسند نہیں، لیکن اگر خزانے کے حصول کے لیے اب کسی نے اس سمت رخ کیا تو اس کی سزا صرف موت ہوگی یا پھر تو اس صرف موت۔ جاؤ ڈاکٹر تم بھی ویلبی اپنا حصہ اس سے لے لو۔ جاؤ۔"

ڈاکٹر جھجکتے قدموں سے آگے بڑھ گیا۔ ویلینی مجھے اشارہ کر کے غار سے باہر نکل آئی۔ "ایلولین یہاں سے دس میل دور ہے اس کے کنارے مضبوط کشتیاں پڑی ہوئی ہیں ایک کشتی سے انہیں روانہ کر دیں گے یہ ان کے لیے محفوظ ترین سفر ہوگا۔ مجھے بھی جب مہذب دنیا میں جانا ہوتا ہے میں یہی سفر اختیار کرتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔" میں نے معتمل لہجے میں کہا۔

ان لوگوں نے کافی دیر لگا دی تھی۔ پھر سب لڑکھڑاتے ہوئے باہر نکل آئے ویلینی نے انہیں نگاہ بھر کر دیکھا بھی نہیں تھا کنور پربھات نے کہا۔ "اس میں حسن کا حصہ بھی ہے۔ ویسے غزالی میں شرمندہ ہوں۔"

"نہیں کنور۔ سب ٹھیک ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

باقی تیاریوں میں بھی زیادہ وقت نہ لگا۔ دریائے ایلولین کی تیز رفتاری دل ہلا دینے والی تھی۔ لیکن جو کشتی اس سفر کے لیے تیار کی گئی تھی وہ بھی اپنی مثال آپ تھی۔ انتہائی مضبوط اور محفوظ۔ صرف دو افراد کو اس کشتی سے سفر کرنا تھا۔ ان کی کیفیت کا کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب وقت نہیں رہا تھا۔ کشتی کو پانی میں دھکیل دیا گیا۔ صرف چند لمحات ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات کے ہاتھ ہلتے نظر آئے اور پھر کشتی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔

"چلیں گزالی۔" ویلینی نے پوچھا۔

"ہاں چلیں۔"

"وطن بڑی پرکشش چیز ہے۔ اپنی زمین پر سانس لینے کی خواہش دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ ان لوگوں کی روانگی کے بارے میں تمہارے کیا احساسات ہیں۔"

"مجھے کسی مجبوری نے یہاں نہیں روکا ہے، میڈم گوشائی۔"

"ہاں میں جانتی ہوں آؤ واپس چلیں۔" ویلینی نے کہا۔ اور اس کے بعد ہم ایلولین سے واپس چل پڑے۔

ویلینی کے معاملات اب پُرسکون تھے۔ گوشائی نے ان سرحدوں کو از سرِ نو درست کیا جو ایک طرف سیاریوں سے ملتی تھیں اور دوسری طرف ہوگاسے اس کے علاوہ اس نے ایسے انتظامات بھی کئے کہ اب بیرونی دنیا کے باشندے زندہ ویلینی تک نہ پہنچ سکیں وہ بہت بڑی چوٹ کھا چکی تھی۔ اس دوران مجھے مکمل آزادی حاصل رہی تھی۔ ندرت کے ناز و انداز جاری تھے اور میری اس سے روزانہ ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ گوئین میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی اس کی ذہنی حالت جوں کی توں تھی، پھر ایک دن ویلینی نے کہا: گازالی۔ وائی مین نے بتایا ہے کہ تم نے کچھ مشقیں کی ہیں جو دورانِ سفر ادھوری رہ گئی تھیں؟"

"ہاں۔ میں ان کی مشق دوبارہ شروع کرنا چاہتا ہوں۔"

"کل سے شروع کردو۔ میں تمہارے لئے بہترین استاد مقرر کر دوں گی۔ یہ سب کچھ ضروری ہے۔ اب جب تم ہمارے مشن کے لیے بیرونی دنیا میں نکلو گے تو میں تمہیں ایک ناقابلِ تسخیر انسان بنا کر بھیجوں گی" ویلینی نے دوسرے دن ہی مجھے چند لوگوں سے ملایا۔

"یہ ستھاڈن ہے حبسِ دم کا ماہر۔ یہ تمہیں بتائے گا کہ حبسِ دم کس طرح کیا جاتا ہے گہرے پانیوں میں زندہ رہنے کے گُر کیا ہیں۔ اور یہ وائی تھن ہے کٹالی کا ماہر۔ اور دوسرے بہت سے ہتھیار چلانا جانتا ہے۔ یہ سب تمہیں اپنا اپنا فن دیں گے۔"

"میں ان بہت سے استادوں کی شاگردی قبول کرتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بلاشبہ زندگی میں صرف سنہری دھاتیں اور چمکدار پتھر یا کرنسی نوٹوں کے انبار ہی پُرکشش نہیں ہوتے۔ بہترین صحت، اپنی ذات پر قدرت، ماحول سے آشنائی، دلوں کی تسخیر، محبتوں کا حصول ان دنیاوی خزانوں سے کہیں زیادہ قیمتی ہوتے ہیں اور یہی چیزیں انسان کی ذات کے لئے سب سے زیادہ دلکش ہوتی ہیں، خاص طور سے مجھ جیسے انسانوں کے لئے جن کی زندگیاں دوسروں سے وابستہ نہیں ہوتیں۔ ہم اگر اپنے رشتوں میں، اپنے ماحول میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں تو ہماری ذات ان رشتوں میں گم ہو جاتی ہے۔ ہم وہ نہیں کر پاتے، جو سوچتے ہیں، اور جس میں دلکشی محسوس کرتے ہیں۔ ہمیں وہ کرنا پڑتا ہے جس کا ہماری اپنی پسند سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لیکن وہ جو ہم سے وابستہ ہوتے ہیں، ہمیں مجبور کر دیتے ہیں کہ ہم ان کے لئے جئیں۔ میں اپنی ذات کے لیے زندہ تھا، میرے بھائی بھابیاں، ان کے بچے، اپنے طور پر ان مالی وسائل سے مطمئن تھے، جو میرے والد نے ہم سب کے لئے چھوڑے تھے، چنانچہ مجھے یہ فکر بھی نہیں تھی کہ میرا کوئی قدم ان کے لیے منفعت بخش ثابت ہو۔ بس وہ اپنے طور پر زندگی گزار رہے تھے اور مجھے اپنے طور پر زندگی گزارنے کا حق تھا اور مجھ سے یہ حق فی الوقت کوئی نہیں چھین سکتا تھا۔

مسٹر ویلبی اپنے بیوی اور بچوں کے ساتھ یہیں رہ رہے تھے۔ ویلینی نے انہیں تمام آزادیاں فراہم کی تھیں۔ وہ کہیں بھی جا سکتے تھے، کچھ بھی کر سکتے تھے، انہیں رہنے کے لیے ایک عمدہ جگہ فراہم کر دی گئی تھی جہاں وہ خوش تھے، اکثر میری ان سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ مسز اینی ویلبی مجھ سے بہت زیادہ پُرمحبت انداز میں پیش آتی تھی، ہرچند کہ یہ لوگ یہاں ذہنی طور پر مطمئن نہیں تھے۔ اور ان کے دل میں اپنی دنیا میں جانے کی خواہش تھی۔ لیکن وہ کسی ایسے انداز میں یہاں سے نکلنا چاہتے تھے، جو ان کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہو۔ اور اس کے لیے مسٹر ویلبی اپنے طور پر بھی بہت کچھ سوچ رہے تھے، جس کا اظہار انہوں نے مجھ سے کیا تھا۔

ایک دن کہنے لگے "دل میں بار بار یہ خواہش ابھرتی ہے مسٹر غزالی کہ جب تم یہاں سے اپنے مشن کے لیے روانہ ہو، تو میں تمہارے ساتھ جاؤں۔"

"لیکن اس کا تعین مشکل ہے مسٹر ویلبی۔" میں نے کہا۔

"میں یہاں رہ تو رہا ہوں، ہاں اگر تم یہ وعدہ کر لو تم مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ گے، تو یوں سمجھ لو کہ میری ہر تشویش مٹ جائے گی۔"

"ممکن ہے میرے یہاں سے جانے کا انداز کچھ اور ہو؟"

"نہیں ڈیر ایسا مت کہو، جو حیثیت تم نے یہاں اختیار کر لی ہے اس کے بعد تم اسی انداز میں یہاں سے جاؤ گے، جس طرح تم خود پسند کرو گے۔"

"اگر مجھے آپ کو لے جانے کی اجازت مل گئی مسٹر ویلبی تو وعدہ کرتا ہوں کہ مجھے ذاتی طور کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ لیکن خزانہ آپ کے پاس موجود ہے۔"

"مطلب یہ کہ راستے میں میری نیت بھی بدل سکتی ہے۔"

"اگر تم مجھے گالی دینا چاہتے ہو تو دوسری بات ہے میں تمہیں مجبور نہیں کر سکتا، لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے تو پھر میری درخواست ہے کہ مجھے اتنا ذلیل نہ کرو۔"

"ارے نہیں مسٹر ویلبی یہ تو صرف مذاق کی بات تھی۔ بہرطور میرا وعدہ ہے کہ اگر مجھے آپ کو لے جانے کی اجازت مل گئی تو میں ذاتی طور کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔"

"اس کے لیے میں تمہارا از حد شکرگزار ہوں۔" مسٹر ویلبی نے کہا۔

میری مشقیں جاری تھیں۔ ندرت سے ملاقاتیں ہوتی تھیں لیکن اس کے اندر اب ایک ٹھہراؤ سا آ گیا تھا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ مجھے ذہنی طور پر مکمل آزادی بخشنا چاہتی ہو تاکہ میں مشقیں مکمل کر لوں، یہ تمام مشقیں درحقیقت روحانی قوتوں کے حصول پر مشتمل تھیں اور میری پوری توجہ ان پر مبذول تھی۔ ذہنی تربیت ہو رہی تھی جسمانی تربیت ہو رہی تھی، فطرت میں پاکیزگی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ زمین پہ رینگنے والے کیڑے بھی قابلِ احترام تھے ان کے تحفظ کی ذمہ داری بھی انسانوں پر عائد ہوتی تھی۔ موذی کی موت لازمی تھی جو عادتاً ضرر پہنچاتا ہے، لیکن ذہن کے رخنوں سے مسکراتی جھانکتی کونپلوں کو پاؤں کی ہوا بھی نہیں لگنی چاہیئے تھی کہ مرجھا جائیں یہ سب کچھ دل میں گھر کرتا جا رہا تھا۔ انسانی اجسام کی خوشبو الگ الگ محسوس ہو جاتی تھی، فضا میں ہواؤں کا شور وقت سے پہلے محسوس ہو جاتا تھا۔ پانی میں ہوائیں باتیں کرتی تھیں کہ کب بارش ہونے والی ہے، انسانی ذہن پر خود منکشف ہو جاتے تھے کون کیا سوچ رہا ہے کیا کرنا چاہتا ہے، اب کوئی بات پوشیدہ نہیں تھی۔ اس کے بعد جسمانی مشقت تھی، پتھروں کا سوپ مسلسل مل رہا تھا، کٹالی کا استعمال سکھایا جا رہا تھا۔ لوہے کے دو حلقے اور ان کے درمیان مخصوص فتح کا تار گھمانے کی مشق کرائی جا رہی تھی اور ان تمام علوم کے حصول میں وقت کا کوئی احساس نہیں رہ گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وقت کا مصرف بس یہی ہے۔

"لیکن دیکھنا،" ویلینی نے چونکا دیا۔ "تمہاری تربیت مکمل ہو چکی ہے۔"

میں چونک پڑا۔ "تربیت۔"

"ہاں تم خود میں مکمل ہوئے ہو۔"

"تکمیل کا کوئی وجود ہے گوشائی۔؟" میں نے سوال کیا اور وہ مسکرا دی

"نہیں۔"

"تو پھر میں خود میں مکمل کیسے ہو گیا؟"

"یہ تمہاری عظمت ہے۔ ویسے ہم سب ایک بات کا اعتراف کر چکے ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"پانی سے اوپر کے لوگ زیادہ صلاحیتیں اور قوتیں رکھتے ہیں بشرطیکہ حصول کی کوشش کریں۔"

"اور پانی کے نیچے کے لوگ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"زبان بند رکھو۔" گوشائی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

●●●●●...

تجربہ بڑا سخت استاد ہے۔ پہلے امتحان لیتا ہے اور اس کے بعد سبق سکھاتا ہے۔

"میرے لیے کیا حکم ہے۔؟"

"پہلا کام شروع کردو۔"

"میں تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہم پوشیدہ رہ کر تمہارا جائزہ لیتے رہے ہیں گازالی۔ تمہیں اپنے مشنوں کی تکمیل کرتے دیکھتے رہے ہیں اور اب تمہیں اپنے کام کے لیے پورے اعتماد کے ساتھ بھیج سکتے ہیں۔ سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ گوئین کی دماغی حالت درست کرنے کے لیے کسی بہتر معالج کا بندوبست کرو اس کا تحفظ کرو۔ جب وہ ہوش میں آئے گا تو دوسرے قدم کا تعین کر دے گا۔"

"ٹھیک ہے مجھے کب روانہ ہونا ہے۔"

"اس دن کا فیصلہ اب تم خود کر لو۔ میں تم سے دوسرے امور پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔؟"

"وہ کیا۔؟"

"گوئین کو کہاں لے جاؤ گے۔؟"

"میں خود بھی اس بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"کوئی فیصلہ کیا۔؟"

"ہاں۔ میں یہاں سے پہلے اپنے وطن جاؤں گا وہاں لوگوں سے مشورہ کروں گا اس کے بعد اگر اسے کسی اور ملک لے جانے کی ضرورت پیش آئی تو پھر وہاں لے جاؤں گا۔"

"ٹھیک۔ سامونوں میں سے کسے اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔؟"

"اگر صرف سمبو تورا میرا مطلب ہے وائی مین ہی میرے ساتھ رہے تو بہتر ہوگا زیادہ لوگ الجھن کا باعث بن سکتے ہیں۔"

"ہائیسیا کی ضرورت تو نہیں؟"

"بہتر ہے وہ ساتھ نہ جائے۔"

"گویا تم اور وائی مین۔؟"

"وہاں کافی رہیں گے۔"

"ویلبی تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے۔"

"میں اسے اپنے وطن تک ساتھ لے جاؤں گا۔ وہاں سے وہ اپنے طور جہاں چاہے گا چلا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے اس سلسلے میں اور کوئی خاص بات۔؟"

میرے خیال میں نہیں اس کام کی تکمیل کے بعد ہم دوسرے معاملات دیکھیں گے" میں نے جواب دیا۔ اور ویلینی مطمئن ہوگئی۔

میرے ذہن میں بھی کوئی تردد نہیں تھا سب کچھ معمول کے مطابق ہی محسوس ہوتا تھا۔ البتہ اس رات میں دیر تک اپنے پروگرام کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ گوہن کے سلسلے میں ڈاکٹر طاہر علی بھی کوئی مشورہ دے سکتے تھے بشرطیکہ ان لوگوں کو زندہ پہنچنا نصیب ہوا ہو۔ اگر وہ لوگ نہ ملے تو پھر دوسرے ذرائع اختیار کرنے ہوں گے۔ باقی لوگوں سے بھی ملاقات ہوگی۔ تھوڑی سی خوشی بھی ہو رہی تھی سب سے ملنے کی۔ ندرت کو میں نے جان بوجھ کر نظر انداز کیا تھا ورنہ وہ الجھن بن جاتی۔

دفعتاً مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ جب سے مجھے ندرت کی عمر کے بارے میں معلوم ہوا تھا میری اس سے تمام دلچسپی ختم ہوگئی تھی۔ میں نے اس کا تجزیہ کیا تو حقیقت منکشف ہوگئی۔ ذہنی طور پر میں بوڑھا نہیں ہوا تھا۔ میں نے زندگی کی دلچسپیوں سے منہ موڑا تھا۔ پسند اور ناپسند کے تمام جذبے موجود تھے۔ ہر وہ چیز ذہن میں زندہ تھی جو انسان کی ذات سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یہ کوئی غیر فطری بات نہیں تھی۔

ویلبی کو یہ خوشخبری سنائی گئی تو وہ دوڑا دوڑا پہنچ گیا۔ کیا۔

کیا یہ حقیقت ہے غزالی۔؟"

"جن لوگوں نے تمہیں یہ خبر دی کیا وہ غیر معتبر تھے۔؟"

"تمہیں بھی خوشی برداشت نہیں ہو رہی۔"

"ہم روانہ ہو رہے ہیں تمہارا کیا پروگرام ہے ویلبی۔؟"

"تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ تمہاری مدد سے کچھ اشیا فروخت کر کے کرنسی حاصل کروں گا اور پھر ہالینڈ جاؤں گا۔ میں وہیں زندگی گذارنا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہاری خواہشات پوری ہونے کی دعا کرتا ہوں۔"

"شکریہ غزالی۔ بے حد شکریہ۔"

ویلینی اپنے کاموں میں مصروف تھی۔ اس نے اطلاع دی کہ دوسرے دن مجھے اپنے اس اہم مشن پر روانہ ہو جانا ہے۔ اور میں نے خود کو ذہنی طور پر تیار کر لیا۔ دوسرے دن صبح ہی صبح ندرت میرے پاس آگئی۔ اس کی حسین آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔

"تو تم جا رہے ہو۔؟"

"ہاں ندرت۔"

"مجھے اس مشن میں کیوں شریک نہیں کیا۔؟"

"مناسب نہ تھا۔"

"اپنی حفاظت کرنا۔"

"خیال رکھوں گا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اس کے بعد ندرت خاموش ہوگئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد چلی گئی۔ ویلبی وغیرہ پہلے ہی دریا کے کنارے پہنچ گئے تھے۔ یہ کشتی بہت بڑی اور بے حد مضبوط تھی جس سے ہمیں سفر کرنا تھا۔ ضروریاتِ زندگی کی ساری چیزیں اس میں رکھ لی گئی تھیں۔ موٹے موٹے رسوں کی مدد سے اسے دریا میں اتارا گیا۔ ہم لوگ اس پہ سوار ہوئے اور پھر رسے کھول دیے گئے۔ دریا کے طوفانی دھارے پر کشتی خوفناک رفتار سے بہنے لگی۔ ہمارے لیے خود کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا لیکن کشتی میں تمام حفاظتی انتظامات موجود تھے۔ "سمبوتورا نے کہا۔ "تین گھنٹے کے سفر کے بعد اس کی رفتار معتدل ہو جائے گی یہ تین گھنٹے سخت ہیں۔"

"مجھے صرف ویلبی کا خیال ہے۔"

"وہ محفوظ ہیں" سمبوتورا نے کہا۔ اور میں تیزی سے دوڑتے ہوئے پانی کو دیکھنے لگا۔ پاٹ کافی چوڑا تھا کنارے کی کسی شے پر نظر جمانا ممکن نہیں تھا۔ مسز ویلبی کو الٹیاں ہونے لگیں لیکن ایک مخصوص گھاس کی پتیاں چبانے سے اس کی کیفیت بہتر ہوگئی۔ ویسے ابتدائی تین گھنٹے واقعی خوفناک تھے اگر اس رفتار سے دوڑتی ہوئی کشتی کسی شے سے ٹکرا جاتی تو جسموں کے ٹکڑے بھی دستیاب نہ ہوتے۔ معلوم نہیں ڈاکٹر طاہر علی اور پربھات سنگھ زندہ سلامت اپنی منزل تک پہنچ سکے تھے یا نہیں۔ تبت کا خوفناک سفر، اس دوران پیش آنے والے واقعات، ساریا، میکے براؤن اور نہ جانے کیا کیا یاد آ رہا تھا ویسے بہت سے لوگ خزانے کا شکار ہو گئے جبکہ چند منزل پا گئے تھے لیکن میں، میں تو شاید ابھی سفر کے آغاز میں ہی تھا بلکہ میں تو پانے کی آرزو بھی کھو بیٹھا تھا۔ میرے دماغ میں تو ایک عجیب سا ٹھہراؤ پیدا ہو گیا تھا۔ ایسا ٹھہراؤ جو سب کچھ پا لینے کے بعد پیدا ہو جاتا ہے۔

دریا کی تیز رفتاری آہستہ آہستہ کم ہونے لگی یہاں اس کے کنارے اور چوڑے ہو گئے تھے۔ اور اب کنارے پر اُگے ہوئے جنگلات صرف سبز دھندلاہٹوں کی شکل میں نظر آ رہے تھے۔

ویلبی نے گہری سانس لے کر کہا "اب کچھ زندگی کی اُمید پیدا ہوگئی ہے۔"

"ہمیں زندہ رہنا ہے مسٹر ویلبی۔"

"اس سے زیادہ تیز بہاؤ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن میں اس کشتی کی بناوٹ پر غور کرتا رہا ہوں۔ یوں لگتا ہے جیسے اسے اس تیز رفتار دریا ہی کے لیے بنایا گیا ہے۔"

"یہ حقیقت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہاری تو اس بارے میں ویلبی سے گفتگو ہوئی ہو گی۔ اس دریا کے سفر کے بعد ہم کہاں پہنچیں گے۔؟" ویلبی نے پوچھا۔

"یہ بات تو آپ کو بھی بتا دی گئی تھی مسٹر ویلبی۔ ہم کھٹمنڈو کے ایک غیر آباد علاقے سے گذریں گے۔ دریا آگے بڑھ جاتا ہے لیکن ہمیں کھٹمنڈو ہی میں اتر جانا ہے وہاں سے سفر کے دوسرے انتظامات ملیں گے۔"

"کیا کھٹمنڈو کا تعین کیا جا سکتا ہے۔"

"ہاں۔ تعین کر لیا جائے گا" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ کشتی کی رفتار اب اتنی معتدل ہو گئی تھی کہ ہم اطمینان سے بیٹھ سکتے تھے۔ میں بوڑھے گوہن کو سنبھالے ہوئے تھا ویسے بھی اتنا عرصہ گذر گیا تھا اور گوہن کے انداز میں اب وہ شورش نہیں تھی ان دنوں وہ نیم غنودگی کی کیفیت کا شکار رہتا تھا مسز ویلبی اپنے بچوں کو سینے سے لپٹائے بیٹھی تھی۔ میں نے ماحول کو بدلنے کی غرض سے کہا "اتنے دلچسپ ایڈونچر کو اس طرح ضائع کیا جا رہا ہے۔ آپ تو مسکرانا بھی بھول گئی ہیں مسز ویلبی۔"

"کیا ہم لوگ زندہ سلامت اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے۔؟" ویلبی نے سوال کیا۔

"ہم لوگ زندہ سلامت ہی اپنی منزل پر پہنچیں گے آپ اطمینان رکھیں۔" میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"بچو ہم لوگ ضرور زندہ رہیں گے مجھے اس شخص پر اعتبار ہے۔" اینی ویلبی نے اپنے بچوں سے کہا۔ ویلبی مسکرانے لگا تھا۔ دریائی سفر ایک دلچسپ تجربہ تھا۔ مناظر بدل رہے تھے رات کو چاروں طرف ہولناک تاریکی پھیل گئی تھی شرر شرر کے شور کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں تھی۔ صبح کے پانچ بجے تھے جب لاتعداد دریائی بچھڑوں کے شور کی آواز ابھری۔ دھندلے اجالے میں سیکڑوں کی تعداد میں یہ بچھڑے دریا میں کودتے پھلانگتے نظر آئے یہاں دریا زیادہ گہرا اور کم چوڑے پاٹ والا تھا کناروں پر بانس کے جنگل اُگے ہوئے تھے۔ کشتی کسی حادثے کے بغیر ان کے درمیان سے نکل گئی۔ اور پھر صبح کی روشنی پھوٹ اٹھی۔ سورج نکلا دھوپ پھیل گئی۔ ناشتا بڑے اہتمام سے کیا گیا۔ اس وقت بوڑھا بابا میرے پاس آ بیٹھا تھا۔

"مجھے پہچانتے ہو۔؟" میں نے اس سے پوچھا اور وہ غور سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں مسکرایا تو اس نے دونوں ہاتھ میرے بازو پر رکھ دیے۔ اسے اظہار شناسائی سمجھا جا سکتا تھا لیکن اس سے زیادہ کچھ نہ ہوا۔ دوپہر کے بعد ہمیں ایک بار دریا کے تیز بہاؤ کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یہاں خوفناک بھنور پڑ رہے تھے۔ اس لیے کشتی کے پتوار سنبھالنے پڑے۔ مسٹر ویلبی نے بھی ہماری مدد کی تھی۔ ہم کشتی کو ان بھنوروں سے بچانے میں کوشاں تھے لیکن تیز رفتاری کی وجہ سے کچھ کر نہیں پا رہے تھے۔ ایک بار تو کشتی ایک بہت بھنور کے بالکل نزدیک ہو کر گذر گئی۔ یہ تیز رفتاری رات تک برقرار رہی اور چاند نکلا تو بہاؤ مدھم پڑ گیا۔

مسز ویلبی سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔

"کب ختم ہوگا یہ سفر۔۔۔؟" اس نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا اور ویلبی اسے تسلی دینے لگا۔

آدھی رات کے وقت مخالف سمت سے آتے ہوئے دریا میں یہ دریا بھی شامل ہوگیا۔ میں نے کہا۔ "اب ہم دریائے تسانگ پو میں سفر کر رہے ہیں۔ یہی دریا ہمیں کھٹمنڈو پہنچائے گا۔"

ویلبی ہماری بات سن رہا تھا بولا "ہمیں یہ خزانہ محفوظ رکھنے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔؟"

"یہ جس طرح پوشیدہ ہے اس میں کوئی تبدیلی مناسب نہیں ہے۔ ویسے کھٹمنڈو میں ہمیں آوارہ گردوں کا روپ دھارنا پڑے گا۔"

"یہاں سے نکلنے کے لیے تو ہمارے پاس کاغذات بھی نہیں ہیں۔"

"ان کا بندوبست بھی ہو جائے گا تم پریشان نہ ہو ویلبی" میں نے کہا۔

"نہ جانے دل پر کچھ گھبراہٹ کیوں ہے۔"

"خود کو وسوسوں سے آزاد کر لو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے کہا اور ویلبی خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد کشتی میں خاموشی چھا گئی گوہن بھی اونگھنے لگا تھا۔ میرے ذہن میں دفعتاً ایک خیال آیا اور میں گوہن کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں نے اس کے ذہن کو اپنے خیالات سے متاثر کرنے کی کوشش کی اور دفعتاً گوہن کے بدن کو ایک جھٹکا لگا، وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔

"گوہن میں تم سے مخاطب ہوں۔ مجھ سے بات کرو۔ مجھے بتاؤ کہ تمہاری ذہنی حالت کس طرح خراب ہوئی۔؟"

گوہن مجھے دیکھتا رہا میرے ذہن میں لے ربط سی

آوازیں ابھر رہی تھیں ان آوازوں کا کوئی مفہوم نہیں تھا کوئی ایسی بات نہیں تھی جو سمجھ میں آسکے۔ میں بار بار کوشش کرنے لگا اور پھر دفعتاً گومین چیخ پڑا۔ کافی بلند اور بھیانک آواز تھی اس کی۔

سب چونک پڑے۔ سمبوتورا نے آگے بڑھ کر گومین کو سنبھالا لیکن ایک بار چیخنے کے بعد گومین پھر نہیں چیخا تھا۔ سمبوتورا اسے پچکارتا رہا۔ اور پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ میں خاموش بیٹھا خلاؤں میں گھور رہا تھا۔ اور صبح ہو گئی پھر شام۔ رات کی تاریکی میں ہم نے تبت کی سرحد عبور کی دریا پر کچھ روشنیاں تیرتی ہوئی نظر آرہی تھیں جو یقیناً سرحدی محافظوں کی ٹارچوں یا سرچ لائٹوں کی تھیں۔ لیکن ہم کسی رکاوٹ کے بغیر سرحد عبور کر گئے۔ دریا اب بہت سست ہو گیا تھا اور اس بات کی ضرورت پیش آگئی تھی کہ ہم چپوار استعمال کریں اس رات کی صبح ہوئی تو ہم کھٹمنڈو کی سرزمین پہ تھے۔ دریا یہاں چوڑے پاٹ میں سست رفتاری سے بہ رہا تھا۔

"یہ کھٹمنڈو ہے۔؟" دیلبی نے پرمسرت لہجے میں کہا۔

"ہاں۔"

"سفر اتنا طویل تو نہ رہا جتنا ہم نے تصور کیا تھا"؟

"بعض جگہ دریا کی تیز رفتاری نے ہمیں کسی ہوائی جہاز کی رفتار سے ہی سفر کرایا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کشتی چھوڑ دی جائے اور وہ دیکھو۔ وہ یقیناً پولیس والے ہیں" دفعتاً سمبوتورا نے کہا اور سب کی نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں۔ آٹھ باوردی افراد آٹھ وحشی کتوں کے ہمراہ اسی طرف آرہے تھے۔ میں نے سمبوتورا کو اشارہ کیا اور پھر ہم نے کشتی کنارے کی طرف بڑھانا شروع کر دی۔ فوجیوں نے ہتھیار تانے ہوئے تھے وہ کنارے پر آکر اس جگہ کھڑے ہو گئے۔ جہاں ہماری کشتی پہنچنے والی تھی۔ ان کی کڑی نگاہیں ہمیں گھور رہی تھیں۔ میں نے ان میں سے ایک شخص کو تاڑ لیا، یہ نمایاں حیثیت رکھتا تھا اور غالباً بقیہ لوگوں کا افسر تھا میں نے اس کے ذہن کو ٹٹولا۔

وہ سوچ رہا تھا "منشیات کے اسمگلر۔ عورت اور بچے بھی ہیں۔ یقیناً کوئی بڑا ذخیرہ اسمگل کر رہے ہیں۔"

کشتی کنارے سے جا لگی اور فوجی قریب آگئے "کون ہو تم لوگ اور کہاں سے آرہے ہو۔؟" ان میں سے ایک نے سخت لہجے میں سوال کیا۔

"دیکھتے نہیں ہو بھائی ہم بھکشو ہیں اور زیارت کر کے آرہے ہیں" جلدی سے میں نے ایک ہاتھ بلند کر کے کہا میں نے اپنی آنکھیں اس افسر کی آنکھوں میں گاڑ دی تھیں۔

افسر کے چہرے پر نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اس نے دوسروں کی طرف رُخ کر کے کہا "اوہ۔ یہ تو بھکشو ہیں ہمارا خیال غلط تھا۔ یہ اسمگلر نہیں ہیں۔"

"ہمارا اسمگلنگ سے کیا کام بھائی۔ ہماری مدد کرو ہمیں کسی ایسی جگہ کا پتا بتا دو جہاں سے ہم کسی آبادی میں پہنچ سکیں؟"

"آپ لوگ سیدھے چلے جائیں۔ کچھ دور جانے کے بعد آپ کو مندر کے کلس نظر آنے لگیں گے۔ وہ بستی رمباترا ہے، اس جگہ آپ کو ہر شے مل جائے گی۔"

"تمہارا شکریہ۔ آؤ دوستو اپنا سامان اتار لو کشتی خالی کر کے پانی ہی میں چھوڑ دو۔" میں نے کہا اور سب مصروف ہو گئے۔ فوجیوں نے ہماری مدد کی تھی۔ اور پھر ہم اس راستے پر چل پڑے جس طرف انہوں نے اشارہ کیا تھا۔ دیلبی حیران تھا اور سمبوتورا مسرور۔

دیلبی نے کہا "آخر ان لوگوں نے یقین کیسے کر لیا کہ ہم بھکشو ہی ہیں ہمارے تو لباس اور حلیے بھی ان جیسے نہیں ہیں۔"

"اس وقت ان باتوں کے بارے میں سوچ کر وقت ضائع نہ کرو مسٹر دیلبی دوسرے تمام لوگ اتنی آسانی سے یقین نہیں کریں گے۔ اس سے قبل کہ وہ ہماری طرف متوجہ ہو جائیں ہمیں کچھ سوچ لینا چاہیے۔"

"اور کوئی ہدایت مسٹر غزالی۔"

"آپ کے ساتھ بچے ہیں اس لیے آپ سیاحوں کی حیثیت اختیار کر لیں۔ ہم دونوں منشیات کے رسیا آوارہ گردوں کا روپ دھار لیتے ہیں ہمیں اس طرح دو گروہوں میں تقسیم ہو جانا چاہیے۔ لیکن ایک دوسرے سے زیادہ فاصلہ خطرناک ہوگا۔"

"گڈ۔ اچھا آئیڈیا ہے۔ تو پھر آبادی میں داخل ہونے سے پہلے۔؟"

"ہاں۔" میں نے کہا اور دیلبی نے گردن ہلا دی۔

آبادی کے آثار نظر آرہے تھے، جوں جوں ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ ہمیں لوگ نظر آرہے تھے۔ نہ جانے کتنے عرصے کے بعد مہذب آبادی نظر آئی تھی سب کچھ عجیب لگ رہا تھا۔ دیلبی اب ہم سے کچھ فاصلے پر چلا گیا تھا اپنی اور بچے اس کے ساتھ تھے۔ بالآخر ہم شہر میں داخل ہو گئے۔ رمباترا مندروں کا شہر

تھا ہر رنگ اور ہر نسل کے لوگ نظر آرہے تھے۔ نیپالی، ہندو اور سکھوں کی بہتات تھی مقامی لوگ الگ نظر آجاتے تھے۔ قدیم عمارتوں کے وسیع و عریض دالانوں کی سیڑھیوں پر آوارہ گردوں نے ڈیرے جما رکھے تھے۔ لگے دم مٹے غم کا دور دورہ تھا۔ کچھ ایسے غریب سیاح بھی تھے جو آوارہ گردوں میں شامل نہیں تھے لیکن مالی حالت بہتر نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے بھی ان کے ساتھ ہی ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ دیلبی نے بھی ایسی ہی ایک جگہ منتخب کر لی اور ہم دونوں یعنی میں اور سمبوتورا اس سے کچھ فاصلے پر فروکش ہو گئے۔ گومین بھی ہمارے ساتھ ہی تھا اور حسبِ معمول خاموش اور مطمئن تھا۔

"دیلبی کو اپنے خزانے کی حفاظت کرنی ہوگی۔ کہیں وہ اس سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے۔"

"ہمارے پاس اپنا بھی کافی وزن ہے۔" میں نے کہا۔

"کم از کم اپنے وطن پہنچنے تک اس کا خیال رکھو بعد میں وہ خود صورتِ حال سنبھال لے گا۔" سمبوتورا نے کہا۔

"اسے ایک بالکل غریب سیاح کی حیثیت سے یہ چند روز بسر کرنے ہوں گے۔ کہیں خزانے کی موجودگی میں وہ فراخ دل نہ ہو جائے۔"

"میرے خیال میں یہاں سب اپنی حالت میں مست ہیں کوئی ہماری طرف متوجہ نہیں ہے اس لیے دیلبی سے مل کر اس کو ہدایت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" سمبوتورا نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ لیکن سیدھا دیلبی کی طرف جانے کی بجائے وہ دور چلا گیا تھا یہاں تک کہ میری نگاہوں سے گم ہو گیا۔ مزٹ سوراٹ کے قیمتی خزانے کا بہت بڑا حصہ ہمارے پاس بھی موجود تھا جو اس لیے ساتھ لیا گیا کہ میں اور سمبوتورا اسے گومین کی صحت اور اپنے مشن کے لیے استعمال کر سکیں، وہ اس وقت میرے پاس محفوظ تھا۔

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد میں نے سمبوتورا کو دیلبی کے پاس بیٹھے دیکھا۔ اسے سمجھا کر وہ میرے پاس آگیا۔ "ہمارے پاس مقامی کرنسی نہیں تھی اور اخراجات کے لیے اس کی ضرورت تو تھی۔"

"اوہ۔ پھر کیا کیا۔؟"

"کچھ کام بن گیا ہے۔ میرے پاس چند چیزیں تھیں جنہیں میں نے فروخت کر دیا۔ کچھ رقم دیلبی کو بھی دے دی ہے۔"

"اتنی جلدی تم نے وہ چیزیں بھی فروخت کر دیں۔"

"بس خریدار کا انتخاب کرنے میں کچھ وقت لگ گیا۔ باقی اس نے وہی سب کچھ کیا جو میں نے کہا۔ دراصل ہم درویش یا تارک الدنیا نہیں ہیں ہمیں اسی دنیا کے لوگوں کی طرح زندگی گذارنی ہے اس کے بغیر ہمارے مقصد کی تکمیل نہیں ہوگی۔ ہر دکھی انسان کے لیے دل میں ہمدردی رکھو لیکن جو لوگ اچھے نہ ہوں ان کے ساتھ ہمدردی کر کے ہم زندہ نہیں رہ سکیں گے۔"

میں نے سمبوتورا کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

نشے باز آوارہ گردوں کے درمیان زندگی وہی تھی جس کا مشاہدہ مجھے پہلے بھی ہو چکا تھا لیکن مجھے اس سے کیا لینا تھا۔ دیلبی سے تھوڑے فاصلے پر ہم لوگ بھی فروکش تھے اور اپنے آپ کو مشتبہ نہ بنانے کے لیے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ ہم غیر قانونی طور پر یہاں داخل ہوئے تھے، اعلیٰ درجے کی زندگی اختیار کرنے میں بھی ہمیں کوئی قباحت نہ ہوتی، لیکن اس طرح ہم دوسروں کی توجہ کا مرکز بن جاتے چاروں طرف لگے دم اور مٹے غم کا دور دورہ تھا، رقص و موسیقی کے پروگرام پیش کیے جا رہے تھے، مسٹر دیلبی، اینی دیلبی اور دونوں بچے سہمے سہمے بیٹھے تھے اور ان ہنگاموں سے پریشان ہو رہے تھے، جبکہ دوسرے سیاح بدمست آوارہ گردوں کی ان رنگ رلیوں میں گم ہو گئے تھے کہ وہاں ذوقِ نگاہ کے لیے بہت کچھ تھا۔

سمبوتورا دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر سر کے نیچے رکھے ہوئے زمین پر دراز تھا اور میں بیٹھا ہوا یہ سوچ رہا تھا کہ اب کھٹمنڈو سے باہر نکلنے کے کیا انتظامات کیے جا سکتے ہیں شاید سمبوتورا کے ذہن میں بھی یہی خیال موجود تھا، اس نے کہا "اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ جس طرح ہم کھٹمنڈو میں داخل ہوئے ہیں اور مقامی محافظوں نے ہم سے تعرض نہیں کیا ہے اسی طرح آگے کا سفر کیا جائے۔"

"ہاں میرے ذہن میں خود بھی یہی خیال تھا۔"

"تو پھر اس میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے تجربہ کیا جائے، اچھا ہے اس طرح اپنے آپ پر اعتماد بھی بڑھے گا۔" سمبوتورا نے کہا اور میں گہرا سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔

رات گذر گئی اور صبح ہم نے روانگی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اب اس بات کا اطمینان ہو چکا تھا کہ ہماری طرف

کوئی بھی شخص متوجہ نہیں ہے اور کسی نے بھی ہمیں شک کی نگاہ سے نہیں دیکھا، معاملہ باآسانی حل ہوگیا ہے چنانچہ مسٹر ویلبی کو اپنے پاس بلانے میں کوئی الجھن پیش نہ آئی اور ہم آگے کے سفر پر روانہ ہوگئے۔

اپنی ان پُراسرار قوتوں پر مجھے خود بھی یقین نہیں آتا تھا، ذہنی کیفیت میں کچھ نمایاں تبدیلیاں پیدا ہوگئی تھیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی روح میں پاکیزگی بھی بڑھی تھی۔ یہ احساس دل میں جاگزین ہوگیا تھا کہ اگر کچھ پالیا جائے تو ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور انسانیت کا قرض ادا کرنے کا جذبہ شدید ہو جاتا ہے۔ جو خود قلاش ہو، وہ دوسروں کو کیا دے سکتا ہے، ہاں جسے کچھ مل جائے اس پر لازم ہے کہ اپنی ذات سے کسی اور کو کچھ نہ دے، تو کوئی دکھ بھی نہ دے۔ بہر طور سمبوتورا نے کہا تھا کہ ہم درویش نہیں بلکہ اپنے مقصد کے غلام ہیں، چنانچہ ہمیں درویشوں کی سی صفت نہیں اختیار کرنی چاہیے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے لیکن اپنی ذات کی بقاء بھی ضروری تھی۔ چنانچہ تمام مراحل سے نمٹنے کے لیے خود کو تیار کرلیا گیا۔

کھٹمنڈو سے باہر نکلنے کے لیے ہم نے کچھ لوگوں کو اپنا شکار بنالیا اور وہ ہمارے سحر میں گرفتار ہوگئے اور اسی سحر میں پھنسے ہوئے انہوں نے ہمارے لیے بڑی آسانیاں فراہم کردیں۔ اب ذہن ذرا مطمئن ہوتا جارہا تھا، کھٹمنڈو سے باہر نکلے تو دل میں مسرت کی کرنیں جگمگا اٹھیں، ہم اپنی سرزمین پر پہنچ گئے تھے، گو یہ سرزمین سمبوتورا کی نہیں تھی، لیکن وہ بھی میری طرح مسرور نظر آرہا تھا، اس نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ ”غزالی اپنی زمین کی خوشبو کیسی ہوتی ہے۔؟“

”زمانے بھر کی خوشبوؤں سے زیادہ حسین ترین۔“ میں نے پُرمسرت لہجے میں جواب دیا۔

”کیسا سکون محسوس ہورہا ہوگا تمہیں۔ تبت کے اس ہولناک سفر سے واپسی پر، اور یہ محسوس کرکے کہ اب تم اپنی سرزمین پر سفر کررہے ہو، جہاں تمہیں اپنی شناخت کرانے کے لیے کوئی الجھن پیش نہیں آئے گی۔ جہاں کے لوگ تمہیں ایک نگاہ دیکھ کر اپنا تسلیم کریں گے۔“

”ہاں سمبوتورا کیوں نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”ہمارے دل میں بھی اپنی زمین کے لیے ایسی ہی تڑپ ہے۔“ سمبوتورا نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں جانتا ہوں سمبوتورا، میں جانتا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

بقیہ سفر طے کرتے ہوئے ذرا بھی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور بالآخر میں نے ریلوے اسٹیشن پر اترنے کے بعد خدا کا شکر ادا کیا کہ زندگی کا وہ سب سے کٹھن سفر جو مشکل ترین تھا طے ہوا، اس کے بعد بھی سفر تھا۔ بلکہ سفر ہی سفر تھا لیکن کم از کم وہ دشواریاں نہیں تھیں اس سفر میں، جو تبت سے یہاں واپسی میں تھیں۔

ویلبی، اینی ویلبی اور ان کے دونوں بچے اور سمبوتورا وغیرہ گویا اب میرے مہمان بن گئے تھے۔ اور ان کے لیے آسائشیں فراہم کرنا میری ذمہ داری تھی، گو حسن صاحب کی کوٹھی میری اپنی نہیں تھی، لیکن اس کوٹھی کی طرف جاتے ہوئے مجھے ذرا بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ البتہ دل میں بے شمار وسوسے تھے، ذہن میں تجسس تھا کہ حسن صاحب کیفیت کیا ہوگی، ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربجات سنگھ زندہ و سلامت واپس پہنچے ہوں گے یا نہیں، اور تبت سے یہاں تک کے سفر میں دلی کیفیت وہ نہیں رہی تھی جو حسن صاحب کی کوٹھی تک جاتے ہوئے میرے دل و دماغ کی تھی۔

جانی پہچانی عمارت میں قدم رکھا وہاں کا ماحول دیکھا تو اس میں کوئی تبدیلی نہیں تھی ہوا اینکسی نگاہوں کے سامنے موجود تھی، جس میں میرے کریم بابا موجود تھے۔

چوکیدار نے دیکھا، پہچانا اور بے اختیار سینے سے آ لپٹا، میں نے بھی اس سے پُرجوش معانقہ کیا تھا۔ ویلبی، سمبوتورا اور اینی ویلبی اور اس کے دونوں بچے خاموش کھڑے تھے۔ گو میں ماحول سے لاتعلق تھا ٹیکسی واپس جا چکی تھی۔ میں نے ان لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا اور کوٹھی کی طرف رُخ کرنے کی بجائے، اینکسی کی جانب چل پڑا۔ میں کسی بے گانگی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا، بس یہی سوچا تھا کہ اینکسی میں ان لوگوں کو اپنا حلیہ درست کرنے کے مواقع فراہم کروں گا اور اس کے بعد حسن صاحب سے ملاقات کروں گا۔

اینکسی میں داخل ہوا اور دبے قدموں اندر پہنچ گیا۔ باہر کریم بابا بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھا اور بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے، اُن کے منہ سے کوئی آواز نکلنے سے قبل میں ان کے سینے سے جا لپٹا تھا۔ کریم بابا رونے لگے۔

ہ بے چارے کافی کمزور ہوچکے تھے، حالانکہ بہت زیادہ قت نہیں گذرا تھا، لیکن ان کی حالت پہلے سے کہیں زیادہ راب ہوگئی تھی۔

”کریم بابا میں آگیا ہوں۔ میں آگیا ہوں۔“

”میاں۔ میاں۔“ کریم بابا نے میرے سینے سے اپنی نکھیں رگڑتے ہوئے کہا۔

”حوصلہ رکھیے کریم بابا۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ یں واپس آؤں گا۔“

”خدا تمہیں ہزاروں سال کی عمر دے۔ خدا تمہیں یہ“

”کریم بابا میرے ساتھ کچھ مہمان آئے ہیں، ان کو سنبھال لیجیے۔“ میں نے کہا اور کریم بابا گردن ہلانے لگے۔

اینکسی میں کئی کمرے تھے، اس لیے مہمانوں کے لیے کوئی دقت نہیں تھی۔ ان سب کو کریم بابا کے سپرد کرکے میں بے اختیارانہ انداز میں اپنے کمرے کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ جہاں میرا قیام تھا، اس وقت اس عمارت کے ایک ایک چپے سے محبت محسوس ہورہی تھی۔ دروازہ کھولا اور ٹھٹھک کر رہ گیا۔

ایک عجیب سا منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا، نویر میرے کمرے میں میری مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی، اس کے دونوں ہاتھ مسہری کے گدے پر ٹکے ہوئے تھے اور آنکھیں جیسے خلاء میں گھور رہی تھیں، تنہا کمرے یں تنویر کا اس طرح موجود ہونا تعجب خیز تھا، اس نے دروازے پر ہونے والی آہٹ پر نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا، یکھتی رہی، لیکن اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ی اس کے بدن میں کوئی جنبش نہیں ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں یں نیم خوابیدگی کی سی کیفیت تھی، بس وہ مجھے دیکھے جارہی ی اور اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی کیفیت تھی، نہ وہ سکرا رہی تھی، نہ رو رہی تھی، ایک حسرت ایک یاس کی کیفیت ں کے چہرے پر پھیلی ہوئی تھی۔

تنویر کو اس کیفیت میں دیکھ کر دل کو ایک عجیب سا حساس ہوا، میں بھی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا، پھر یں چند قدم آگے بڑھا اور میں نے اسے پکارا۔ ”تنویر۔“

میری اس پکار پر بھی اس کے انداز میں کوئی تبدیلی رُونما ہوئی اور میں تشویش کا شکار ہوگیا۔ ضبط کے بندھن ٹوٹتے جارہے تھے، تنویر کی یہ کیفیت میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ مجھے حقیقت نہیں سمجھ رہی تھی، بلکہ اس کی آنکھوں میں اسی خواب کی مانند تھا جسے شاید وہ دیکھتی رہی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور آگے بڑھ کر اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔

”تنویر آپ یہاں۔“ میں نے اُسے مخاطب کیا اور اب وہ بُری طرح چونکی تھی، بالکل اسی طرح محسوس ہوا کہ جیسے زلزلہ سا آگیا ہو، وہ پاگلوں کی طرح اُٹھ کے کھڑی ہوگئی اس کے دونوں ہاتھ آگے بڑھے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ نیچے گر گئے۔ میں ایک قدم اور آگے بڑھا اور اب میں اس کے قریب تھا۔

”تنویر۔“ میں نے اسے پکارا۔

”آپ۔ آپ واپس آگئے غزالی۔“ اس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

”ہاں تنویر میں واپس آگیا۔ آپ یہاں کیا کررہی ہیں۔“

”اوہ۔ اوہ۔“ تنویر نے دونوں سمت کی دیواروں کو دیکھا۔ اس کے انداز میں ہیجانی کیفیت تھی اس کے پورے وجود میں تشنج تھا، جو دل چاہ رہا تھا وہ نہیں کرسکتی تھی، حیا مانع تھی لیکن احساسات طوفانی شدت اختیار کرتے جارہے تھے۔ اس نے رُخ بدل لیا۔ ”آپ آگئے غزالی۔؟“

”ہاں تنویر، کیا آپ کو میری واپسی کی امید نہیں تھی۔“

”نہیں۔ نہیں۔ وہ دراصل میں، میں یہاں کریم بابا کے پاس آئی تھی، کچھ کام تھا ان سے، بس اپنے ہی خیالات میں ڈوب کر یہاں بیٹھ گئی۔“

”یہ عمارت آپ کی ہے تنویر، آپ مجھ سے یہ بات کیوں کہہ رہی ہیں۔؟“ میں نے کہا اور وہ پلٹ کر مجھے دیکھنے لگی۔ جھجکتی ہوئی نگاہوں سے اس نے مجھے دیکھا، غالباً اپنے آپ پر قابو پانے کی کوششوں میں مصروف تھی۔

”جی ہاں جی ہاں، میں دوسرے لوگوں کو آپ کی آمد کی اطلاع دے دوں۔ کیا آپ اُن سے مل لیے۔۔۔؟“

”نہیں۔ میں سیدھا یہیں آرہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”جی۔ جی۔“ وہ لرزتے قدموں سے دروازے کی جانب بڑھی تو میں نے اسے آواز دی۔ ”تنویر۔“ اور وہ پھر ٹھٹھک کر رک گئی۔ اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور نگاہیں جھکا لیں۔

”آپ کیسی ہیں۔؟“

”ٹھیک ہوں، بالکل ٹھیک ہوں۔“ اس نے جواب

دیا۔ اور جھپاک سے کمرے کے دروازے کے باہر نکل گئی۔ میں خاموشی سے دروازے کو دیکھتا رہا تھا، میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ تنویر کی تمام کیفیات میرے ذہن میں تھیں اور نجانے کیوں ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہو رہا تھا، نجانے کیوں یوں لگ رہا تھا جیسے تبت کی پُر ہول وادیوں میں جو کردار مجھ سے ٹکرائے تھے، جنہوں نے میری قربت حاصل کرنے کی کوشش کی تھی جنہوں نے میرے ذہن اور دل میں عارضی طور پر آگ لگا دی تھی۔ انہیں وہ مقام نہ دے کر میں نے تنویر کے ساتھ انصاف کیا تھا۔ میرے دل میں اس کا جو مقام تھا وہ برقرار رہنے دیا تھا۔ اینی اندر آئی تو میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"اوہ مسٹر غزالی، سوری، دراصل میں آپ سے یہ پوچھنے آئی تھی کہ کیا بچوں کو غسل کرا دوں، ان کے لباس جیسے ہو رہے ہیں، آپ کو بھی اندازہ ہے، میں چاہتی تھی کہ تھوڑی سی شاپنگ کر لوں، اس کے لیے کچھ آسانیاں فراہم ہو سکتی ہیں۔"

"بالکل بالکل مسز ویلبی۔ آپ بس تھوڑا سا توقف کر لیں، میرا خیال ہے بس زیادہ سے زیادہ مزید ایک گھنٹہ برداشت کر لیں، بچوں کو نہلا دھلا دیں، میں فوری طور پر تمام انتظامات کیے دیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" اینی نے کہا اور باہر نکل گئی۔ میں بھی آہستہ آہستہ باہر نکل آیا تھا۔

کریم بابا باورچی خانے میں چائے وغیرہ بنانے میں مصروف ہو گئے تھے۔ میری آہٹ پا کر باہر نکل آئے اور میرے نزدیک آ کر ایک بار پھر مجھ سے لپٹ گئے۔ "بیٹے! غزالی بیٹے۔" انہوں نے شدت جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا اور میں اُن کا شانہ تھپکنے لگا۔ پھر میں نے اُن سے کہا "کریم بابا بہت سے کام کرنے ہیں، میرے ساتھ جو مہمان آئے ہیں ان میں جو خاتون ہیں ان کو کچھ خریداری کرنی ہے، آپ اس کا کچھ انتظام کر سکتے ہیں۔"

"بیٹے آپ کہیں تو میں ان کے ساتھ چلا جاؤں۔ ڈرائیور کو بلا لیتا ہوں گاڑی مل جائے گی، جو یہ لوگ چاہیں گے خرید لیں گے۔"

"اچھا چند منٹ توقف کیجیے، میں باہر ہو آؤں۔" میں نے کہا اور انیکسی سے باہر آ گیا۔ انیکسی کے دروازے سے نکل کر میں کوٹھی کی جانب چند قدم ہی بڑھا تھا کہ اندر سے بیگم صاحبہ، محسن، تنویر اور دوسرے کچھ افراد دوڑتے ہوئے برآمد ہوئے، وہ انیکسی ہی کی جانب آ رہے تھے۔ محسن نے میری طرف دوڑ لگائی اور پھر اچھل کر میرے سینے سے لپٹ گیا۔

"ارے میرے یار، میری جان، میری زندگی۔" اس نے میری پیشانی، میرے رخسار، آنکھیں اور گردن چومنا شروع کر دیں۔

"واہ۔ واہ۔ جمناسٹک کی مہارت تو خاصی حاصل کر لی ہے تم نے۔ پیارے بھائی ذرا تو ہوش میں آؤ۔ کیا ہی لطف ہو گا کہ ہم دونوں دھڑام سے نیچے زمین پر گر پڑیں۔"

"گر پڑ یار۔ اس وقت تو میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔" محسن نے کہا۔

بیگم صاحبہ اور تنویر بھی میرے نزدیک پہنچ گئی تھیں۔ بیگم صاحبہ نے بھی محبت سے میری پیشانی چومی، اس وقت تمام ہی لوگ مجھ سے بے پناہ محبت کا اظہار کر رہے تھے۔ تنویر کے چہرے پر تو جیسے شفق اتر آئی تھی، چہرہ گلنار ہو رہا تھا، اور آنکھیں حیا سے جھکی جا رہی تھیں، بہت ہی مسرور نظر آ رہی تھی وہ اور اس سے زیادہ اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی اور اس سے زیادہ مجھے بھی کچھ سمجھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کہا اور سمجھا جا چکا تھا، اب درمیان میں کیا رہ گیا تھا۔

بیگم صاحبہ نے شکایتی انداز میں کہا۔ "اور یہ تم انیکسی میں کیوں جا گھسے۔؟"

"اس لیے ممی کہ ہمارا اور اپنا فاصلہ برقرار رکھے، یہ شخص بہت گھنا ہے۔" محسن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں دراصل میرے ساتھ کچھ مہمان بھی تھے اس لیے میں نے سوچا کہ آپ لوگوں کو پہلے سے اطلاع دی جائے اس کے بعد انہیں آپ سے متعارف کرایا جائے۔ چنانچہ انیکسی کو اپنی ملکیت سمجھتے ہوئے میں نے وہاں کا رُخ کیا تھا۔"

"چلو ان الفاظ پر تمہیں معاف کیا جاتا ہے۔ کم از کم تم نے اس کوٹھی کی کسی چیز کو تو اپنا سمجھا۔ آؤ۔ اندر آؤ۔" محسن نے کہا۔

"حسن صاحب تو موجود نہیں ہوں گے۔؟" میں نے پوچھا۔

"انہیں اطلاع کر دی گئی ہے، خدا کرے خیریت سے پہنچ جائیں۔"

"کیوں۔؟"

"گاڑی دوڑائی جا رہی ہوگی، ڈرائیور کی گردن پر پستول رکھ دی جائے گی اور کہا جائے گا کہ گاڑی کو راکٹ بنا دیا جائے۔" محسن نے کہا۔ وہ سب مجھے اندر کوٹھی میں لے گئے۔ پیار کی تو بھرمار کر دی تھی ان سب نے مجھ پر، اندر داخل ہو کر میں نے

محسن سے کہا۔

"محسن اگر کوئی گاڑی ہو تو ڈرائیور کے ساتھ ذرا انیکسی بھیج دو، میرے ساتھ آیا ہوا خاندان لباس وغیرہ کی خریداری کرنا چاہتا ہے، جس حلیے میں ہم لوگ یہاں پہنچے ہیں اس کا اندازہ تم میرا حلیہ دیکھ کر لگا سکتے ہو، باقی لوگ کچھ اسی حال میں ہیں۔"

"ابھی ایک منٹ میں انتظام کیے دیتا ہوں، خود جائیں گے وہ لوگ یا اگر کسی اور کی ضرورت ہو تو میں کسی کو بھیج کر منگوا دیتا ہوں۔" محسن نے کہا۔

"نہیں میرا خیال ہے، مسٹر اور مسز ویلبی کو ڈرائیور کے ساتھ بھجوا دو، اور ہاں مجھے تھوڑے سے پیسے بھی چاہئیں۔"

"ابھی لو۔" محسن نے کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ سو سو کے نوٹوں کی تین گڈیاں نکال لایا اور انہیں میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "کافی ہوں گے یا اور کچھ۔"

"نہیں بھائی مجھے ہوائی جہاز نہیں خریدنا، بس یہ ایک گڈی ہی کافی ہے۔" میں نے محسن سے کہا اور پھر اسے باہر روانہ کر دیا، محسن تمام انتظامات کرنے کے بعد دس منٹ کے اندر اندر واپس پہنچ گیا تھا۔

"وہ لوگ روانہ ہو گئے ہیں، میں نے تمہاری طرف سے نوٹوں کی گڈی مسٹر ویلبی کو دے دی ہے اور اپنا تعارف بھی کرا دیا ہے، لیکن وہاں بوڑھا بابا اور ایک اور شخص بھی موجود ہے۔ یہ بوڑھا بابا تو جوں کا توں ہے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ لیکن یہ دوسرے صاحب کون ہیں۔؟"

"بیٹھو۔ اتنی بھی جلدی اچھی نہیں ہوتی ہے اس کا تعارف بھی ہو جائے گا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ کنور پربھات سنگھ اور ڈاکٹر طاہر علی واپس پہنچ چکے ہیں۔"

"دونوں واپس آ گئے ہیں۔" محسن نے جواب دیا۔ میں نے گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں، یہ پہلی خوشخبری تھی جو مجھے ملی تھی، بیگم صاحبہ مجھ سے میری خیریت دریافت کرتی رہی تھیں اور میں نے انہیں بتایا تھا کہ جس مقصد کے تحت میں گیا تھا اس کی تکمیل ہو چکی ہے، اور میں خدا کے فضل و کرم سے خیریت سے ہوں۔

زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ حسن صاحب آندھی طوفان کی طرح پہنچ گئے، وہ آتے ہی آگے بڑھے اور مجھ سے لپٹ گئے اب میرے اور ان کے درمیان کوئی اجنبیت نہیں رہی تھی، حسن صاحب نے مجھے بالکل اسی طرح سینے سے لگایا تھا جیسے محسن کو لگا سکتے تھے، انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تمہیں زندہ سلامت اس کوٹھی میں دیکھ کر جس مسرت کا احساس ہو رہا ہے اس کا اظہار میرے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"آپ اظہار کر کے مجھے شرمندہ بھی نہ کریں حسن صاحب، میں جانتا ہوں کہ یہاں اس گھر میں میری کیا حیثیت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور سناؤ۔ بالکل خیریت سے تو ہو نا، کوئی ذہنی الجھن پریشانی یا تکلیف۔؟"

"جی نہیں، خدا کا فضل ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کنور اور ڈاکٹر طاہر علی آ گئے ہیں، اور میں پوری کہانی سن چکا ہوں، وہ تحفہ جو تم نے مجھے بھیجا تھا اس کے لیے میں تمہارا شکر گذار نہیں ہوں گا کیونکہ۔" حسن صاحب نے شدت جذبات کی وجہ سے خاموشی اختیار کر لی، غالباً ان کی آواز بھرا گئی تھی، چند لمحوں خاموش رہنے کے بعد انہوں نے کہا۔ "تمہارا حلیہ بہت خراب ہو رہا ہے، شیو بناؤ، غسل وغیرہ کرو اس کے بعد اطمینان سے ملاقات ہوگی، کیا میں ان دونوں کو تمہاری آمد کی اطلاع دے دوں۔"

"کچھ وقت گذر جانے دیں تو بہتر ہے، میں آپ لوگوں کے ساتھ رہ کر ان لمحات کی تلافی کرنا چاہتا ہوں جو آپ کے بغیر گذرے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ابھی کسی کو اطلاع نہیں دی جائے گی۔ ذرا اس محسن احمق سے بھی کہہ دو، وہ شدت جذبات میں دیوانہ نہ ہو جائے۔" حسن صاحب نے کہا۔ میں نے گردن ہلا دی۔ حسن صاحب کے ساتھ چائے پینے کے بعد میں نے ان لوگوں سے اجازت مانگ لی، انیکسی میں آیا تو ویلبی اور اس کے ساتھ اس کے بیوی بچے موجود نہیں تھے۔ وہ خریداری کرنے گئے ہوئے تھے۔ کریم بابا چائے دم کیے میرا انتظار کر رہے تھے۔

"بیٹے آپ نے چائے نہیں پی۔ میں نے بقیہ لوگوں کو پلا دی ہے۔"

"لائیے کریم بابا، بس ذرا وہاں چلا گیا تھا۔" کریم بابا جلدی سے چائے لے آئے، میں نے ان سے دوسری پیالی بھی منگوائی اور وہ مسکراتے ہوئے اپنے لیے چائے لے کر میرے سامنے آ بیٹھے۔ "بیٹے تم بالکل ٹھیک تو ہو نا۔؟"

"ہاں کریم بابا۔ آپ کی دعاؤں کی وجہ سے میں بالکل خیریت سے ہوں۔"

"کریم بابا لرزتے ہاتھوں سے چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگے۔ پھر انہوں نے کہا۔ "کپڑے نکال کر استری کر دیے ہیں میں نے، غسل کر کے کپڑے پہن لو شیو بنانے کا سامان بھی سب ٹھیک کر دیا ہے۔"

"شکریہ کریم بابا۔" میں نے کہا۔ غسل خانے میں جا کر شیو بنایا، صورت ہی بدل کر رہ گئی تھی، آئینے میں، میں نے اس طرح اپنے آپ کو دیکھا، جیسے اس تمام وقفے کے دوران پہلی بار اپنی صورت دیکھ رہا ہوں۔ درحقیقت بالکل ہی تبدیل ہو گیا تھا۔ عجیب و غریب شکل ہو کر رہ گئی تھی لیکن تھوڑی دیر بعد یہ شکل اصل حالت میں آ گئی۔ میں نے دل میں سوچا کہ تنویر نے مجھے اس شکل میں دیکھ کر کیا سوچا ہو گا۔ لیکن اس نے جو کچھ سوچا تھا وہ میری نگاہوں کے سامنے تھا تنویر کے اس انداز، اس کیفیت نے ہم دونوں کے درمیان صدیوں کے فاصلے طے کرا دیے تھے۔

مزید کچھ کہنے یا سننے کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی تھی ہاں وہ لمحات بار بار ذہن میں آ جاتے تھے جنہوں نے مجھے کچھ وقت کے لیے بھٹکایا تھا۔ ایلن ساریا، ندرت، جولیا۔ یہ تمام کردار مسلسل میرے ذہن اور دل کو چرکے لگاتے رہے تھے، لیکن یہاں آنے کے بعد احساس ہوا تھا کہ ان کی محبت، ان کے پیار اور تنویر کے انداز میں کیا فرق ہے، سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا یہ بات اس وقت بھی ذہن میں آئی تھی کہ تنویر بہر طور مجھ سے کہیں بلند حیثیت کی مالک ہے گو اپنے طور پر ایک عظیم خزانے کو چھوڑ آیا ہوں جس کا حصول میرے لیے ناممکن نہیں تھا اور اس خزانے کے حصول کے بعد اگر مالی طور پر شخصیتوں کو پرکھا جائے تو میں ان سب سے کہیں زیادہ بلند ہو سکتا تھا، لیکن موجودہ کیفیت پر ہی نظر رکھنی تھی، اس لحاظ سے میں اس بات کو فراموش نہیں کر سکتا تھا کہ تنویر حسن صاحب کی بیٹی اور محسن کی بہن ہے، اور میں وہ ہوں جسے ان لوگوں نے سہارا دیا ہے۔ لیکن محبت کی راہ میں رکاوٹیں بعض اوقات نظر انداز ہی کرنی پڑتی ہیں، میں ان خیالات سے اپنے ذہن کو پراگندہ نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ طویل عرصے کے بعد تنویر کی زیارت نصیب ہوئی تھی، اس احساس سے میں اپنے جذبات کا سفر ترک نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ میں نے ان تمام خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا۔

زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ تنویر اور محسن پھر انیکسی میں پہنچ گئے۔ محسن نے کہا۔ "بھئی معاف کرنا تمہیں اب اتنا زیادہ وقت بھی نہیں دیا جا سکتا کہ تم انیکسی میں روپوش ہو کر ہی رہ جاؤ، غسل وغیرہ کر لیا تھا تو کوٹھی ہی میں آ جاتے۔"

"آ جاؤ۔ ایسا کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے، مجھے غسل ہی کرنا تھا سو کر چکا۔"

کمال ہے، بالکل جنگلی بندر بن کر آئے تھے، لیکن دیکھ لو ہمارے شہر کو کہ تمہیں ایک بار پھر سے انسان بنا دیا۔"

"بہت بہت شکریہ۔ تمہارا اور تمہارے شہر کا یہ بتاؤ ہماری فریحہ بھابی کے کیا حال ہیں۔"

"آہ۔ اے غلط انسان تیری وجہ سے بڑے خساروں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔"

"کیوں خیریت۔" میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"کچھ نہیں غزالی صاحب، دراصل فریحہ بھابی کے والدین یہ شادی کرنا چاہتے تھے، جب ابو تبت سے واپس آئے تو انہوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ شادی کر دی جائے، کیونکہ انکل کو کوئی ضروری کام تھا اور انہیں چند ماہ کے لیے ملک سے باہر جانا تھا، لیکن بھیا نے انکار کر دیا، انہوں نے کہا کہ جب تک غزالی واپس نہیں آ جائیں گے وہ شادی نہیں کریں گے۔"

"ارے محسن یہ کیا حماقت تھی، گھر میں آ کر فریحہ بھابی سے ملاقات بھابی کی حیثیت سے ہوتی تو کتنا لطف آتا۔"

"بس بس خواہ مخواہ میرے دماغ میں یہ خناس سما گیا تھا ورنہ درحقیقت تمہاری شمولیت کی کوئی خاص اہمیت تو نہیں تھی۔" محسن نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"نہیں جناب اپنی حیثیت کا اندازہ تو ہمیں اس کوٹھی میں داخل ہوتے ہی ہو گیا تھا۔" میں نے چور نگاہوں سے تنویر کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا دی، غالباً میرا مطلب سمجھ گئی تھی، کافی دیر تک محسن سے ہما، ڈاکٹر طاہر علی وغیرہ کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں، محسن نے کہا کہ تم مجھ سے تبت کے حالات پوچھے گا، اس نے بتایا کہ یہاں تو معاملات ہی گول مول ہیں، ڈیڈی جب واپس آئے تو ان کی کیفیت کچھ عجیب سی تھی، تمہارے بارے میں انہوں نے کھل کر کچھ نہیں بتایا اور ہم لوگ بے حد پریشان رہے، پھر ڈاکٹر طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ واپس آئے، اور انہوں نے تمہاری خیریت کی اطلاع دی، اس سے زیادہ انہوں نے بھی تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتایا یہ سارے پراسرار معاملات کیا حیثیت رکھتے ہیں یہ تو مجھے معلوم

یں، لیکن کیا تیر مار کر آئے ہو اس کے بارے میں تمہیں ہے بتانا پڑے گا۔"

"ضرور بتاؤں گا ڈیئر، ضرور بتاؤں گا۔"

بئی کم از کم اس کی اجازت تو دے دو، کہ تمہارے آنے کی خوشی ں میں آج رات فریحہ کو کھانے پر بلا لیا جائے۔"

"نہیں نہیں محسن میرا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ تم کسی کو نہ اؤ، بس جی چاہتا تھا کہ پہلے تم لوگوں سے خوب جی بھر کے مل ں اس کے بعد دوسرے لوگوں سے ملاقات کروں۔"

"تو پھر رہنے دیجیے نا، یہ آج کیا ضرورت ہے۔" تنویر نے کہا۔

"کمال کے انسان ہو، بھئی کل جب ان لوگوں کو پتہ چلے گا کہ غزالی آج آئے تھے، تو کیا وہ شکایت نہیں کریں گی۔"

"ان لوگوں کو بتانے کی ضرورت ہی کیا ہے، کل اطمینان سے انہیں ٹیلیفون کر دیں گے اور کہہ دیں گے کہ غزالی صاحب آج ہی صبح پہنچے ہیں۔" تنویر بولی۔

"سبحان اللہ محترمہ جھوٹ بولنے کی مشق میں کافی کامیاب ہو چکی ہیں۔" محسن نے تنویر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس بھیا کیا کروں تمہارے کچھ اثرات تو ادھر بھی منتقل ہونے ہی تھے۔" تنویر شوخی سے بولی۔

"ملاحظہ فرمائیے! یار غزالی تم میں کوئی بات تو ہے۔ جو کبھی نہیں بولتے وہ بھی بولنے لگتے ہیں۔"

"بھئی مجھے اختلاف نہیں کرنا کسی بات سے۔ تم فریحہ کو ضرور بلا لو۔"

"ظالمو اس مسئلے میں ڈیڈی کو شریک کر کے تم پہلے ہی میرے راستے بند کر چکے ہو۔ چھوڑو اس تذکرے کو اللہ مالک ہے۔"

"ہاں تنویر۔ کیا آجکل بھی فریحہ کے ڈیڈی ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔"

"ہاں لیکن ان کا یہ دورہ زیادہ طویل نہیں ہے۔" تنویر نے جواب دیا۔

"تو پھر پریشانی کیا ہے۔ وہ واپس آ جائیں۔ یہ کام ہو جائے تو اچھا ہے حسن صاحب کی اس سلسلے میں کیا رائے ہے؟"

"ڈیڈی بھی تیار تھے۔ بس محسن بھائی خود ہی جذباتی ہو گئے تھے آپ کے لیے۔"

"غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے۔ پتا نہیں کیوں ذہن ںل خیال آ گیا تھا۔ آدمی دوستی کر لے یا عشق۔" محسن نے منہ بناتے ہوئے کہا

"مسٹر اور مسز ویلبی بچوں کے ساتھ خریداری کر کے واپس آ گئے۔ میں نے محسن اور تنویر سے ان کا تعارف کرایا۔ مسز ویلبی بہت تپاک سے تنویر سے ملیں۔ "ان کی ایک جھلک تو دیکھ چکی ہوں اب تعارف بھی ہو گیا۔"

"آپ بے تکلفی سے بچوں کو غسل وغیرہ کرائیں۔ ہم لوگ لنچ ساتھ کریں گے۔"

"ہاں میں تھوڑی دیر کیلیے اجازت چاہتی ہوں۔" مسز ویلبی نے کہا اور چلی گئی۔

"ان لوگوں سے تبت میں ملاقات ہوئی تھی غزالی۔" محسن نے پوچھا۔

"ہاں طویل ساتھ رہا ہے یوں سمجھو ہم نے ایک دوسرے کی مدد سے ہی زندگی پائی ہے مسٹر ویلبی بہت بڑے سائنسدان ہیں اور اپنے فن میں کمال رکھتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میرے خیال میں ان لوگوں کو کوٹھی میں ٹھہرایا جائے یہاں انہیں تکلیف ہو گی۔" تنویر نے کہا۔

"غزالی اب ہماری ملازمت ترک کر چکے ہیں اس لیے میرے دوست کی حیثیت سے اب ان کا قیام بھی کوٹھی ہی میں ہو گا۔" محسن نے کہا

"میرا قصور جناب۔ مجھے نوکری سے کیوں نکالا جا رہا ہے۔" میں نے معصومیت سے پوچھا۔

"اتنی طویل غیر حاضری کے بعد ہم نے دوسرے آدمی کا انتظام کر لیا ہے اس لیے آپ سے معذرت چاہتے ہیں۔" محسن نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ ظلم ہے میں چھٹی پر تھا۔" میں نے فریادی انداز میں کہا۔

"اب اس اپیل پر کوئی غور نہیں ہو سکتا۔"

"آپ ہی کوئی سفارش کریں تنویر۔" میں نے کہا۔

"بڑے بھائی کے سامنے میں کچھ نہیں بول سکتی۔" تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ مناسب نہیں ہو گا، میرے ساتھ سمبوتورا اور بوڑھا بابا بھی ہے۔ ان لوگوں کو میں کوٹھی سے دور ہی رکھنا چاہتا ہوں مسز ویلبی اور مسٹر ویلبی کے لیے ضرور انتظام کر لو۔"

"اگر کوئی مجبوری ہے تو دوسری بات ہے۔" محسن نے کہا۔

"بوڑھے بابا کی کیفیت کچھ بہتر ہوئی ہے غزالی صاحب؟" تنویر نے پوچھا۔

"نہیں۔ کوئی فرق نہیں ہے اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھے انیکسی ہی میں رہنے دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے بھیا۔ اگر مجبوری ہے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"او کے۔ چلیں تنویر۔ اب لنچ پر تو ملاقات ہو ہی رہی ہے۔"

"جی چلیے۔" تنویر نے کہا اور دونوں اٹھ کھڑے ہوئے انھیں رخصت کر کے میں اس کمرے میں داخل ہو گیا جہاں سمبوتورا اور گومین موجود تھے۔ گومین کو غسل کرا دیا گیا تھا۔ پرُمشقت سفر سے تھک کر وہ گہری نیند سو گیا تھا۔ سمبوتورا نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارا تو حلیہ ہی بدل گیا غزالی۔"

"ہاں سمبوتورا میں تو اپنی اصل شکل ہی بھول گیا تھا۔"

"تم یہاں آ کر بہت خوش معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں میں بہت خوش ہوں۔"

"ہمیں فوراً ہی کام شروع کرنے کی جلدی نہیں ہے غزالی۔ میں پورے خلوص سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ تم اطمینان سے یہاں کچھ وقت گذارو، سفر کی تھکن بھی دور ہو جائے گی اور ہم نئے سفر کے لیے خود کو مستعد کر لیں گے۔ البتہ ایک درخواست میں ضرور کروں گا۔"

"وہ کیا۔؟"

"مجھے اسی پرسکون جگہ رہنے رہنا۔ گومین کی نگرانی بھی ہوتی رہے گی اور میں بھی پرسکون رہوں گا۔ تم جانتے ہو میں گھریلو ماحول سے ذرا بھی واقفیت نہیں رکھتا ان لوگوں کے درمیان تماشا بن جاؤں گا۔"

"تمہاری خواہش کے احترام کے طور پر یہ کیا جا سکتا ہے سمبوتورا۔ جبکہ محسن وغیرہ سب کے لیے اندر کوٹھی میں بندوبست کر رہے ہیں۔"

"مجھے اگر یہیں رہنے کی اجازت دیدو تو میں زیادہ مطمئن رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انہیں کسی نہ کسی طرح مطمئن کر دوں گا۔"

"بس ان سے کہہ دینا کہ میں گومین کا خادم ہوں۔"

"نہیں سمبوتورا یہ مناسب نہیں ہو گا تم شاید طاہر علی اور کنور کو بھول گئے ہو۔ وہ تمہارا تذکرہ کر چکے ہوں گے وہ تمہارے بارے میں ضرور پوچھیں گے لیکن میں ان سے کہہ دوں گا کہ تم گومین کی نگرانی کرتے ہو۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔" سمبوتورا نے کہا۔ مسٹر اور مسز ویلبی تیار ہو گئے۔ وہ لوگ خوش نظر آ رہے تھے پھر لنچ کے لیے بلاوا آ گیا اور میں ویلبی خاندان کے ساتھ کوٹھی کے اندرونی حصے میں چل پڑا۔ ویلبی نے سمبوتورا کے بارے میں پوچھا تو میں نے انھیں بھی گومین کے حوالے سے مطمئن کر دیا ہم لوگ اندر پہنچ گئے۔ تمام لوگوں کا پرُجوش خیر مقدم کیا گیا۔

حسن صاحب نے دوسرے مہمانوں کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا۔ "سمبوتورا گومین کے ساتھ ہے۔ ان دونوں کے لیے وہیں انتظام کر لیا جائے گا۔" بیگم صاحبہ نے ملازموں کو ہدایت کر دی تھی۔

کھانے کے بعد حسن صاحب مسٹر ویلبی سے گفتگو کرنے لگے مسز ویلبی بیگم صاحبہ سے گفتگو کرنے میں مصروف ہو گئیں، محسن ویلبی کے دونوں بچوں سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے۔ تنویر کمرے سے چلی گئی تھی۔

"میں ذرا ان لوگوں کی خبر لے لوں۔" میں نے کہا۔

"چلو میں بھی چل رہا ہوں۔" محسن نے کہا اور میرے ساتھ انیکسی کی طرف چل پڑا۔ "بس اتنا بتا دو غزالی۔ اب تو تم ان جھگڑوں سے آزاد ہو گئے ہو۔" راستے میں محسن نے مجھ سے پوچھا۔

"کیوں پوچھ رہے ہو۔"

"یار تمہارے بارے میں بھی کچھ سوچنا ہے۔ کیا تم ایسے ہی زندگی گذار دو گے۔ میری تو ڈیڈی سے بھی اس بارے میں بات ہو چکی ہے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ انھوں نے غزالی کو اس کے مشن سے دور کر دیا ہے۔ کیا پروگرام تھا تمہارا اور کس چکر میں پڑ گئے۔"

"ایسے ہی زندگی نہیں گذاروں گا محسن۔ کچھ نہ کچھ ضرور کروں گا۔"

"بوڑھے بابا کی واپسی میرے لیے تشویش ناک ہے سارا کھیل اسی کی وجہ سے خراب ہوا تھا اور وہ اب تک تم سے چپکا ہوا ہے۔"

"فکر مت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"اس مہم کا کیا نتیجہ نکلا۔ خزانے کا کچھ پتہ چلا یا نہیں۔؟"

"حسن صاحب سے نہیں پوچھا اس بارے میں۔؟"

"یار دراصل ہمارا اندازِ فکر مختلف ہے۔ ہمارے نزدیک وہ خزانہ سب سے زیادہ قیمتی ہے جو دلوں کو مسرت بخشے۔ باقی خزانے آتے جاتے رہتے ہیں۔" محسن نے کہا۔

"مجھے تمہارے اس اندازِ فکر سے اختلاف نہیں ہے۔"

"تو پھر کر ڈالو کوئی گہا گرم عشق، حصولِ محبوب کی مہم سر کر ڈالو اور کائنات کے اس عظیم خزانے کو حاصل کر کے مالا مال

جاؤ۔"

"غور کروں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ انیکسی میں
ل ہوا تو کریم بابا سمبوتورا کے سامنے سے برتن اٹھا رہے
ے۔ سمبوتورا نے کہا۔ "ہم لوگوں کو اتنا عمدہ کھانا کھلا کر تم ہم
ظلم کر رہے ہو غزالی۔ آئندہ بھی اس کی طلب ہو گی۔"

"اس سے بھی عمدہ کھانا پیش کیا جائے گا مسٹر سمبوتورا۔
آپ اطمینان رکھیں۔" محسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر
ہ بوڑھے بابا کا جائزہ لینے لگا۔ "بوڑھے بابا نے اس کوٹھی
و پہچانا یا نہیں۔؟"

"اوہ۔ اس کا اندازہ نہیں ہو سکا آپ کا کیا خیال ہے
سٹر سمبوتورا۔؟" میں نے سمبوتورا سے پوچھا۔

"وہ حسبِ معمول ہے۔ کوئی خاص اظہار نہیں ہو سکا۔
مبوتورا نے جواب دیا۔ محسن تھوڑی دیر تک سمبوتورا سے بات
کرتا رہا اور اس کے بعد وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔ ابھی
تک آرام کا موقع نہیں ملا تھا اس لیے میں آرام کرنے لیٹ
گیا۔ ذہن پر خیالات کی یلغار ہو رہی تھی لیکن میں نے قوت
ارادی سے کام لے کر خیال کی کھڑکی بند کر دی اور خود پر نیند
طاری کر لی۔ جس کا وقت دو گھنٹے معین کر لیا گیا تھا۔ ان
دو گھنٹوں میں کیا ہوا کون گیا کون آیا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا۔
جاگا تو باہر آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ دو گھنٹوں کی
یہ نیند اس طویل تھکن کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی
تھی جو میرے دل و دماغ پر طاری تھی لیکن بہر حال طبیعت
پرسکون ہو گئی تھی۔ مجھے چاہنے والے باہر موجود تھے۔ محسن
کی آواز سنائی دی۔ "جاگ جائیں تو اندر بھیج دیں کریم بابا۔"

"جی چھوٹے میاں۔" کریم بابا کی آواز سن کر میں مسکرا
دیا پھر میں نے باہر نکل کر کہا۔ "میں جاگ گیا ہوں محسن۔"

"اوہ۔ بڑی گہری نیند سو گئے تھے۔ جلدی سے تیار ہو
جاؤ سب لوگ انتظار کر رہے ہیں۔"

"بس چند منٹ میں آتا ہوں تم چلو۔"

"نہیں میں بیٹھا ہوا ہوں۔" محسن نے کہا۔ تیاریاں
کیا کرنی تھیں، چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے بال وغیرہ بھی
سنوارے اور باہر نکل آیا۔

"کپڑے نہیں تبدیل کرو گے۔؟" محسن نے پوچھا۔

"کیا ضرورت ہے۔؟"

"بدل لو یار۔ گڑبڑ ہو گئی ہے۔" محسن نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا ہوا۔؟"

"اب تم سے کیا چھپاؤں۔ شدتِ جوش میں فریحہ کو فون کر بیٹھا تھا۔" محسن نے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

"یار فون کا مطلب فون یعنی ٹیلی فون ہی ہوتا ہے۔"

"خوب تو پھر کیا ہوا۔؟"

"میں نے اسے بتا دیا تھا کہ تم آ گئے ہو۔"

"ظاہر ہے تم ملاقات کے کسی موقع کو کیسے ضائع کر سکتے تھے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ عورتیں بھی کمال ہوتی ہیں یار۔"

"کچھ اور بھی ہو گیا۔۔؟"

"ہاں۔ اس نے ہما کو فون کر دیا۔ بھلا یہ بات پیٹ میں کہاں رہ سکتی تھی۔ ہما کے ساتھ بھلا ڈاکٹر طاہر کیوں نہ آتے اور انہوں نے اطلاع دی ہے وہ کنور صاحب کو فون کر کے آئے ہیں اور کنور صاحب نے کہا ہے کہ وہ فوراً بذریعہ کار پہنچ رہے ہیں۔" محسن نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میرا قہقہہ چھوٹ گیا۔

"ہنس رہے ہو یار۔ ڈیڈی مسلسل خونخوار نگاہوں سے مجھے گھور رہے ہیں۔ وہ لوگ تقریباً پونے دو گھنٹے سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ بھلا تم سے ملے بغیر کیسے جا سکتے ہیں۔"

"چلو کیا فرق پڑتا ہے۔"

"فرق پڑتا ہے یار۔ اصل مسئلہ کنور بہجات کا ہے جو یہاں آئیں گے اور قیام بھی کریں گے۔"

"میرا کیا قصور ہے اس میں۔؟"

"اب میری مدد تو کرو۔ لباس پہن لو خدا کے واسطے کسی بیزاری کا اظہار مت کرنا مجھ پر برُا وقت آ پڑا ہے۔" محسن کی بدحواسی پر میں ہنستا رہا اور پھر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ جانے سے پہلے سمبوتورا کے کمرے میں جھانکا گومین سو رہا تھا۔

"تم تو قید ہو گئے سمبوتورا۔" میں نے کہا۔

"نہیں غزالی۔ مجھے تو یہ قید تمام ہنگاموں سے زیادہ پسند ہے۔ جب تک کرا سکتے ہو عیش کراتے رہو۔ میں بالکل خوش اور پرُسکون ہوں۔" سمبوتورا نے جواب دیا۔

"چلو اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور محسن کے ساتھ باہر نکل آیا۔ لان پر کرسیاں نظر آ رہی تھیں طاہر علی، حسن صاحب، فریحہ، ہما اور تنویر موجود تھیں بیگم صاحبہ بھی تھیں اور ویلبی خاندان بھی، سب ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔ مجھے دیکھ کر سب ہی کھڑے ہو گئے۔

"یقین نہیں آتا غزالی" ڈاکٹر طاہر علی مجھ سے بغلگیر ہوتے ہوتے بولے۔ ہما بھی بغیر کسی جھجک کے مجھ سے لپٹ گئی تھی۔

"کیسی ہو ہما۔؟" میں نے برادرانہ محبت سے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں بھیا تمہیں دن رات یاد کرتی رہی ہوں۔" ہما کے لہجے میں بھی پورا پورا خلوص تھا۔ طاہر علی بہت پُر جوش نظر آ رہے تھے۔ "سنا ہے سمبو تورا اور گومین بھی تمہارے ساتھ آئے ہیں۔؟" انھوں نے کہا۔

"جی ہاں وہ دونوں بھی ہیں۔"

"یقیناً کسی پروگرام سے آئے ہوں گے۔؟"

"بالکل۔"

"کیا پروگرام ہے۔؟"

"اس سلسلے میں مناسب وقت پر آپ سے گفتگو ہوگی بہت سے مشورے بھی درکار ہوں گے۔ آپ اپنی تو سنائیے۔؟"

"تاحیات کسی خزانے کا تصور نہیں کروں گا۔ واپس آ کر خدا سے توبہ کی ہے۔" طاہر علی نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ لاتے تھے آپ وہ سلامت پہنچ گیا۔؟"

"ہاں لیکن جس طرح پہنچا ہے، خدا کی پناہ۔ کیا تم نے بھی اسی دریا سے سفر کیا تھا۔؟"

"جی ہاں۔ آپ کو کیسا لگا وہ سفر۔؟"

"میں تو راستے بھر سوچتا رہا تھا کہ ویلیی نے خوب سزا دی۔ کس طرح بچ نکلے اللہ ہی جانتا ہے ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

"طاہر علی صاحب۔ دوسرے راستے سے آپ شاید زندگی بھر یہاں نہ پہنچ پاتے۔"

"واپس آنے کے بعد اس حقیقت کا بھی احساس ہوگیا تھا۔"

"بہر حال مجھے خوشی ہے کہ ہم سب ایک بار پھر زندہ و سلامت اپنے شہر پہنچ کر ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔"

"ہاں لیکن تمہاری طرف سے افسردہ ہوں۔"

"کیوں۔؟"

"کاش غزالی تم بھی ہمارے ساتھ اسی شہر میں پرسکون زندگی گذارتے لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ تم ابھی ہوش میں نہیں آئے ہو۔"

"ہاں ڈاکٹر صاحب یہ حقیقت ہے کہ میں ابھی تک ہوش میں نہیں آیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس ڈیڈی آپ کے مذاکرات مکمل ہوگئے ہوں تو اب انھیں ہمارے حوالے کر دیں۔ میں جانتی ہوں آپ انھیں کبھی نہیں چھوڑیں گے۔" ہما نے کہا۔ اور ڈاکٹر طاہر علی نے مسکراتے ہوئے شانے ہلا دیے۔

"آؤ بھیا۔" ہما نے کہا اور میں ہنستا ہوا ان لوگوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ محسن بھی ساتھ تھا۔

"آپ کی صحت تو اور شاندار ہوگئی ہے غزالی بھائی۔" فریحہ نے کہا۔

"لیکن آپ لوگ مجھے کچھ بجھے بجھے نظر آتے ہیں۔" میں نے فریحہ اور محسن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" فریحہ نے کہا۔

"میں اس صفائی سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔" محسن آہستہ سے بولا اور سب ہنس پڑے۔

"تبت کی پُراسرار زندگی کے بارے میں تو آپ اب بہت کچھ بتا سکتے ہیں لاماؤں اور بھکشوؤں کے اس انوکھے دیس میں آپ نے بہت سی چیزیں دیکھی ہوں گی۔"

"اس کے لیے میں تمہیں تبت کی تاریخ اور جغرافیہ لا دوں گا۔ کوئی کام کی بات کرو۔" محسن ناک چڑھا کر بولا۔

"پراسرار تبت عجوبوں کی سرزمین ہے بیٹھو میں تمہیں اپنا پورا سفر نامہ سناتا ہوں۔" میں نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے بھائی۔ میرے بھائی رحم نہیں ہوسکتا۔ میں رحم کی اپیل کرتا ہوں۔" محسن نے رو دینے والے انداز میں کہا

"بات کرنے دیں محسن۔" فریحہ نے کہا۔

"بات کرنے کے لیے کس کافر نے منع کیا ہے لیکن کوئی بات تو ہو۔" محسن واویلا کرنے والے انداز میں بولا۔

"وہاں کی ہواؤں میں سحر ہے۔ یہ سحر انسان کو بہت کچھ سکھا دیتا ہے۔ اس کی شخصیت کچھ انوکھے رموز سے آشنا ہوتی ہے۔"

"مگر تمہیں اس نے کچھ نہیں سکھایا۔ یہ تک نہیں کہ کس وقت انسان کے دل میں کیا احساسات ہوتے ہیں۔ کون کس وقت کیا سوچتا ہے کیا چاہتا ہے۔"

"مجھے سکھایا ہے محسن تم کچھ سوچو میں بتا دوں گا کہ تم کیا سوچ رہے ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا تو اس وقت میں جو سوچ رہا ہوں پیر و مرشد ذرا بتا دیں۔" محسن نے کہا اور آنکھیں بند کرلیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے گہری نگاہوں سے محسن کو دیکھا اور اس کے دماغ میں

جھانکنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔ "ہاں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تمہاری خواہش کے مطابق میں حسن صاحب سے بات کروں گا۔"

"کک کیا بکواس ہے۔ کیسی بات۔؟" محسن نے بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں۔

"تم سوچ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ پیارے بھائی ذرا ہم دونوں کو دیکھو، دونوں ایک دوسرے سے جب ملتے ہیں تو اجنبیوں کی طرح۔ کیا تم اتنا سا کام نہیں کرسکتے کہ اپنی تازہ ترین مضبوط حیثیت کو ہم دونوں کے یکجا کرنے کے لیے استعمال کرو اور ڈیڈی سے ہماری شادی کی بات کرلو۔"

"کیا بے تکا مذاق ہے اے فرزند۔ چائے کا وقت ہو گیا ہے میں ذرا چائے لگوا دوں۔" محسن نے خوفزدہ سے لہجے میں کہا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"یوں لگتا ہے بھیا جیسے آپ نے واقعی محسن کے دل میں جھانک لیا ان کی بوکھلاہٹ یہی بتاتی ہے۔" ہما نے کہا۔

"خیر اب تبت میں رہبانیت تقسیم بھی نہیں ہورہی مجھے بتائیے میں کیا سوچ رہی ہوں۔" فریحہ نے کہا۔

"سوچیے بھابی بیگم۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور فریحہ مجھے دیکھتے ہوئے مسکرانے لگی۔ میں نے کہا۔ "جی نہیں اب یہ آپ کو بازار میں نہیں ملے گا۔ بہت پرانی چیز ہے اور تقریباً چار سال قبل میں نے سلوایا تھا۔ ہاں اگر آپ چاہیں تو میں یہ آپ کو پیش کرسکتا ہوں کیونکہ میرے اور محسن کے بدن کا ناپ ایک ہے بشرطیکہ آپ اسے اترن پہنا سکیں۔"

فریحہ کی مسکراہٹ کافور ہوگئی وہ بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ پھر گھبراتے ہوئے انداز میں بولی۔ "جی نہیں۔ میں نے یہ بالکل نہیں سوچا تھا۔"

"چلیے غلطی ہوگئی بھابی بیگم۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"کیا بات ہوئی۔ ہمیں تو معلوم ہی نہیں ہوسکا۔" ہما نے کہا۔ اینی ویلیی نے فریحہ کی مشکل حل کر دی۔ وہ اس وقت قریب آگئی تھی۔ "بھئی ہم عمر رسیدہ ضرور ہیں لیکن اگر تم لوگ لفٹ دو تو تمہارے دوست بھی بن سکتے ہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ آئیے مسز ویلیی آپ چونکہ ممی سے باتیں کر رہی تھیں اس لیے ہم نے آپ کو ڈسٹرب نہیں کیا۔" تنویر نے کہا اور پھر دوسرے موضوعات پر گفتگو ہونے لگی۔ فریحہ بار بار متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔ پھر چائے لگ گئی۔ محسن موجود تھا وہ بھی مجھے گھورنے لگا تھا۔ چائے پی گئی۔ ڈاکٹر طاہر علی کو کوئی کام تھا اس لیے چائے کے بعد وہ چلے گئے ہما یہیں رہ گئی تھی بعد کے لمحات میں محسن اور فریحہ کچھ الجھے الجھے سے رہے چنانچہ میں نے مزید انھیں نہ چھیڑا۔ تنویر نے مجھ سے بہت کم گفتگو کی تھی اس نے جولیا کے بارے میں پوچھا۔ ان لوگوں کو میکے براؤن اور جولیا کی موت کا علم ہوچکا تھا۔

"ہاں جولیا میکے براؤن کی دیوانگی کا شکار ہوگئی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"مسٹر براؤن کو اسے تبت نہیں لے جانا چاہیے تھا۔"

انھیں ہنگاموں میں رات ہوگئی۔ ڈنر کے لیے کنور پربھات اپنی بیٹی اِدشا کے ساتھ پہنچ گئے ڈاکٹر طاہر علی بھی آگئے تھے۔ ادشا کی نگاہوں میں میرے لیے اجنبیت تھی اسے دیکھ کر میں نے تنویر سے اس کے بارے میں پوچھا تو تنویر نے کہا "اس کی حالت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کبھی تو بالکل سنجیدہ اور مطمئن ہوتی ہے اور کبھی راستے سے بھٹک جاتی ہے۔"

"آپ کے کیسے مزاج ہیں ادشا دیوی۔؟"

"ٹھیک ہوں آپ کہاں سے آئے ہیں۔؟"

"آپ مجھے پہچانتی ہیں۔؟"

"کیا ہم پہلے کبھی مل چکے ہیں۔؟"

"آپ کو یاد نہیں تو جانے دیں۔" میں نے کہا۔

"میں نے اس دنیا کو یاد رکھنا چھوڑ دیا ہے۔ یادیں کسی انسان کو کیا دے سکتی ہیں، دکھ کے سوا۔" ادشا نے کہا۔

"ہاں آپ کا خیال درست ہے۔"

"بس کچھ صورتیں نگاہوں میں پوشیدہ رہ جاتی ہیں اور اگر ذہن پر زور ڈالا جائے تو کچھ یاد بھی آجاتا ہے، دیکھے بھالے لگتے ہیں آپ۔ کیا نام ہے آپ کا۔؟"

"غزالی۔"

"کچھ یاد نہیں آتا۔ لیکن کیا فرق پڑتا ہے، انسان جب بھی مل جائے، شناسائی ہو جاتی ہے۔" ادشا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

کنور پربھات سنگھ مجھ سے میرے سفر کی داستان پوچھ رہے تھے، ویلیی کے حالات پوچھ رہے تھے، حسن صاحب بھی شامل تھے، کافی دیر تک یہ گفتگو رہی، پھر کنور پربھات سنگھ نے پوچھا۔

"غزالی، کیا تم نے اپنے فیصلے میں کوئی تبدیلی پیدا کی ہے۔؟"

"کیسی تبدیلی کنور صاحب۔۔۔؟"

"بھئی وہاں جو باتیں ہوئی تھیں، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ سب خواب ہو، یقین کرو، راتوں کو کبھی وہاں کے

مناظر خواب میں دیکھتا ہوں تو جاگ جاتا ہوں اور جاگ کر سوچتا ہوں کہ یہ خواب ہی ہو تو اچھا ہے، وہاں سے تو زندہ واپسی کا تصور ہی ذہن سے نکل گیا تھا، لیکن تقدیر تھی کہ ہم زندہ بچ آئے، وہ دریا جس میں تم نے ہمیں ڈال دیا تھا، موت کا دریا ہی تھا، جب تک اس میں سفر کرتے رہے یہ سوچتے رہے کہ خزانے کے ساتھ ہمارے جسم کے ٹکڑے اس دریا کی تہ میں بیٹھ جائیں گے، مچھلیاں گوشت چٹ کر جائیں گی اور ہڈیاں کبھی کسی ایسے شخص کو دستیاب ہو جائیں گی، جو اس دریا میں موتی تلاش کرنے کے لیے اترے۔ لیکن جب کھٹمنڈو پہنچے، تو یہ احساس ہوا کہ اس کے علاوہ یہاں تک محفوظ طریقے سے آنے کا کوئی راستہ ہی نہیں تھا۔ کھٹمنڈو میں البتہ ہمیں خاصی مشکلات سے گذرنا پڑا۔ سرحد عبور کرنے کے لیے ایک بار پھر جان ہتھیلی پر رکھنا پڑی کیونکہ سرحدی محافظ اسمگلروں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، ہمیں ان سے چھپنے کے لیے گندے نالے میں سفر کرنا پڑا تھا۔"

"بہر طور آپ یقین کیجیے کہ مجھے آپ کی خیریت سے واپسی پر دلی مسرت ہوئی تھی، وہاں پر بھی یہی سوچتا رہا تھا کہ جس محنت اور لگن سے میں نے اس ہولناک ویرانے سے آپ کو آزادی دلائی ہے اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔؟"

"ویسے میں نے اپنا فرض پوری دیانت داری سے پورا کیا ہے، حسن بھی موجود ہیں اور تم بھی۔ ڈاکٹر طاہر علی اس بات کی گواہی دے چکے ہیں کہ جو کچھ تم نے حسن کے لیے دیا تھا وہ میں نے کسی بھی شے میں ذرہ برابر کمی کیے بغیر حسن کے حوالے کر دیا تھا۔ میں نے امانت میں کوئی خیانت نہیں کی۔"

"کنور صاحب میں آپ کی ذات سے ایسی امید بھی نہیں رکھتا۔"

"کیا ہو گیا تھا طاہر علی ہم کو، کیا ہو گیا تھا، کچھ اندازہ ہے ہم وہی لوگ ہیں نا جو تبت کے ویرانوں میں جانوروں کی طرح بھٹکتے پھر رہے تھے اور کسی بھی لمحے ہمیں زندگی کی امید نہیں تھی۔ لیکن آج ہم زندہ سلامت اپنی سرزمین پر موجود ہیں۔ یہاں بیٹھے ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے ہیں۔ میں نے ڈاکٹر طاہر علی سے پوچھا تھا غزالی کہ اگر ہم ایک مہم لے کر دیلینی کی جانب سفر کریں تو کیا اس خزانے میں سے مزید کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ تو ڈاکٹر طاہر علی نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا کہ خزانے ایک انوکھا طلسم ہوتے ہیں اور اگر اس طلسم میں پھنس کر کوئی زندہ واپس نکل آئے تو پھر اسے دوسرا ساحر کہنا چاہیے۔ ہم لوگوں کو واقعی زندگی کی کوئی امید نہیں تھی۔"

"چھوڑیے ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ بہر طور میرا بھی یہی تجربہ ہے کہ خزانے زندگی کے احساسات کے قاتل ہوتے ہیں، دولت کے انبار بے کار ہیں، کچھ نہیں ملتا ان پر بیٹھ کر، بس انسان کی ضرورت پوری ہو جائے، یہی اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"بالکل ٹھیک کہتے ہو غزالی، واقعی انسان اپنی شخصیت کھو بیٹھتا ہے۔"

"مجھ سے پوچھو۔ میں نے اس سلسلے میں کیا کچھ کیا ہے جو کچھ کر چکا ہوں، اس پر اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکتا ویسے وہ تمام چیزیں بہت بڑی حیثیت کی حامل ہیں، یقین کرو غزالی ان میں سے ایک ایک ہیرا بہت بڑی قیمت رکھتا ہے۔ میں ان میں سے کچھ اشیاء کو بیرونی ممالک جا کر فروخت کرنا چاہتا ہوں، یہاں ان کی صحیح قیمت نہیں ملے گی۔ مجھے واقعی خزانے کی ضرورت تھی، میرے حالات سدھر جائیں گے اور ایک بار پھر میں اپنی ساکھ قائم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ ویسے اس مختصر سے عرصے میں ہی میں نے بہت کچھ کر لیا ہے اور غزالی یہ سب کچھ کرتے ہوئے دل میں بار بار تمہارا خیال آیا ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تمہاری ہی ذات تھی جس نے مجھے ایک بار پھر میرے اپنے وجود میں سرخرو کر دیا ہے، اپنے آپ کو قائم رکھنے کے لیے قرضے کے بوجھ اس قدر بڑھ گئے تھے کہ بعض اوقات میں بے حد ہراساں ہو جاتا تھا۔ اور سوچتا تھا کہ بالآخر وہ دن آنے والا ہے جب ڈھول کا پول کھل جائے گا۔ لیکن اب میں نے وہ تمام قرضے ادا کر دیے ہیں، اور بہت ہی مختصر وقت میں میرے پاس اب اتنا موجود ہے کہ میں اپنی حیثیت برقرار رکھ سکوں۔ بس اوشا کی ذہنی کیفیت اور درست ہو جائے۔"

میں نے ڈاکٹر طاہر علی سے اوشا کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا۔ "اوشا مکمل طور پر صحت یاب ہو چکی ہے غزالی، اگر اس کے اندر تھوڑی بہت ذہنی کجی باقی رہ گئی ہے، تو وہ اس کی شادی کے بعد بالکل دور ہو جائے گی۔ دراصل کنور پربھات سنگھ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم اوشا کی تمام تر ذہنی کیفیت سے واقف ہو اس لیے میں تمہیں یہ تفصیل بتا رہا ہوں۔ اوشا کے ذہن پر ایک بوجھ ہے اور یہ بوجھ اسی وقت دور ہو سکتا ہے جب وہ اپنے لیے کسی کو پسند کر لے۔ کنور پربھات سنگھ اب میرے مشوروں پر عمل کر رہے ہیں، اوشا کو مختلف پارٹیوں

میں لے جایا جاتا ہے، اور ایسے لوگوں کے سامنے لایا جاتا ہے جو کنور پربھات سنگھ کی حیثیت کے مطابق ہوں انتظار صرف یہی ہے کہ اوشا ان میں سے کسی نوجوان کو پسند کر لے۔ کنور پربھات سنگھ نے بھی اپنے خیالات میں تبدیلی پیدا کر لی ہے۔"

"ہاں غزالی یہ حقیقت ہے کہ میں اپنی بیٹی کو زندگی کی خوشیوں سے کب تک دور رکھ سکتا ہوں۔"

"میری دعا ہے کنور صاحب کہ آپ کو وہ تمام خوشیاں مل جائیں، جن کے آپ طالب ہیں۔" میں نے کہا۔

"اچھا اب اپنے بارے میں بات گول مت کرو، ہمیں علم ہو چکا ہے کہ سمبو تورا اور گومین بھی یہاں موجود ہیں اور تمہارے ساتھ آئے ہیں، تمہارا اپنا کیا پروگرام ہے۔"

"ڈاکٹر طاہر علی، میں آپ سے مشورہ کرنا چاہتا تھا میں ذہنی طور پر دیلینی کے لیے کام کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں سب سے پہلا کام یہی ہے کہ گومین کی ذہنی حالت درست ہو، میرا خیال ہے ڈاکٹر صاحب بیرونِ ملک آپ یقیناً کسی ایسے ذہنی امراض کے ماہر کو جانتے ہوں گے جو گومین کے لیے بہتر ثابت ہو سکے۔"

"میں تمہیں ایسے پتے کئی دوں گا، اور ان میں سے انتخاب تم خود کر لینا، بلاشبہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں ایسے بہت سے معالج موجود ہیں جو ذہنی امراض کو درست کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ میں نے جس حد تک معلومات حاصل کی ہیں گومین کے بارے میں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے ذہن کو کسی خاص ذریعے سے ڈسٹرب کیا گیا ہے البتہ اس سے پہلے مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ اس کی ذہنی ساخت بھی مختلف ہے۔"

"اس کی ذہنی ساخت مختلف ہے۔"

"سو فیصدی۔ بس یہی ایک مشکل پیش آ سکتی ہے تمہیں اس کے علاج کے سلسلے میں۔" ڈاکٹر طاہر علی وضاحت کرتے رہے اور میں غور سے ان کی باتیں سنتا رہا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "بہر حال اس سلسلے میں مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"یہ کام تم ہی کرو گے؟"

"ہاں۔"

"عجیب انسان ہو۔ بہر حال میں تمہیں روکنے کا کوئی ذریعہ نہیں رکھتا۔ کاش تم خود ہی فیصلہ کرتے تمہارے بارے میں میری ایک رائے ہے۔"

"کیا ڈاکٹر صاحب۔؟"

"تم انتہائی پر اسرار قسم کے ایب نارمل شخص ہو۔ وہ جو ذہنی عدم توازن کی بنیاد پر جنبش ہو جاتے ہیں اگر غلط راستوں پر نکل جائیں تو ہٹلر بن جاتے ہیں اور نیکیوں کی طرف چل پڑیں تو ولی اور درویش۔"

"ممکن ہے ایسا ہو۔ لیکن جو فیصلہ میں کر چکا ہوں اسے پورا کروں گا۔"

ڈنر کے بعد بھی رات گئے تک محفل جاری رہی اور پھر میں ان لوگوں سے رخصت ہو کر انیکسی میں آ گیا۔ سمبو تورا کے کمرے میں اندھیرا چھا چکا تھا۔ میں اپنے بستر پر آ گیا۔ لیٹے ہوئے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی میں نے چونک کر ریسیور اٹھا لیا۔ "ہیلو۔"

"شب بخیر۔" جواب ملا اور فون بند ہو گیا۔ آواز تنویر کے علاوہ کسی کی نہیں تھی۔ میں مسکراتی نگاہوں سے ریسیور کو دیکھتا رہا۔ اور پھر گہری سانس لے کر اسے واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

دوسری صبح حسب معمول تھی۔ محسن باہر بیٹھا ہوا تھا غسل کر کے باہر نکلا تو اسے دیکھ کر چونک پڑا۔ "ارے۔ کب سے بیٹھے ہوئے ہو۔"

"پیر و مرشد کے آستانے پر آدھے گھنٹے سے حاضر ہوں۔"

"یار جگا کیوں نہ لیا۔"

"ہرگز نہیں۔ اس یگانگت کا مظاہرہ اس وقت تک قبول نہیں کیا جا سکتا جب تک میری بات کا جواب نہ دو گے۔"

"ارشاد عالی۔"

"کل کیوں بکواس کر رہے تھے۔"

"کب۔"

"اس وقت جب تم نے میرے دل کی بات بتائی تھی۔"

"کوئی غلطی ہو گئی یار۔"

"نہیں لیکن وہ سب کچھ کیا تھا تمہیں اس کا علم کیسے ہوا۔ کیا کچھ سیکھ کر آئے ہو۔"

"اس کا مطلب ہے تکا ٹھیک لگا۔"

"اُلو مت بناؤ وہ تکا تھا۔؟"

"یار تمہارے بارے میں اور کیا سوچا جا سکتا ہے اس کے علاوہ تم خود بتاؤ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لفظ بلفظ۔" محسن نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"بس اب مرید ہو جاؤ ہمارے۔"

"اور فریحہ کو کیا بتایا تھا۔؟"

"کیا وہ تکا بھی درست نکلا۔؟"

"وہ بھی تکا تھا؟ فریکہ تم سے خوفزدہ ہو گئی ہے کہہ رہی تھی کہ جو اس کے ذہن میں تھا تم نے اسی انداز میں بتایا۔"

"اس نے کتنی بار میرے سوٹ کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور چونکہ وہ تمہارے علاوہ کسی اور کے بارے میں نہیں سوچ سکتی اس لیے میں نے وہی دوہرا دیا۔ اب یہ تم دونوں کی خوش بختی ہے کہ بات سچ نکلی۔"

"لاحول ولاقوۃ۔ اتنی سی بات کے لیے ساری رات جاگتا رہا ہوں۔ چلو ناشتا کرنے چلو سب انتظار کر رہے ہوں گے۔" محسن نے کہا اور میں ہنستا ہوا اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ناشتے پر سب موجود تھے سوائے طاہر علی کے۔ ہما جانے کے لیے نہیں آئی تھی۔ کنور پربھات سنگھ نے ناشتے کے بعد اجازت لے لی اور بولے کہ ایک آدھ دن میں دوبارہ آئیں گے۔ فریکہ رات ہی کو چلی گئی تھی۔

کنور پربھات کو رخصت کرنے کے بعد حسن صاحب نے کہا۔ "بھئی انیکسی چلو اور اپنے ان مداحوں سے کہہ دو کہ تمہیں تھوڑی دیر کے لیے معاف کر دیں میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

میں حسن صاحب کے ساتھ انیکسی میں آ گیا "ان لوگوں نے بے وقت آکر تمام منصوبے چوپٹ کر دیے۔ پتا نہیں سب کو کیسے معلوم ہو گیا۔ اب تم مجھے اپنے سفر کی پوری تفصیل بتاؤ۔"

میں نے حسن صاحب کے حکم کی تعمیل کی اور تمام حالات سنا دیے سوائے اپنی تربیت کی تفصیل کے حسن صاحب گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا "یہ بے وقوف لوگ تمہاری ذات کی بلندیاں کہاں طے کر سکتے ہیں غزالی۔ ان کی سوچ محدود ہے منزل کو منزل سمجھ کر ٹھکرانے والے ان کی سوچ کی حد سے باہر ہیں۔ میں تمہاری اس عظمت کو سمجھ رہا ہوں۔ ایک خاص بات بتانا چاہتا ہوں تمہیں۔"

"جی فرمائیے۔"

"اس دوران تم نے کسی مارٹن الیسٹرو نامی شخص کا نام سنا ہے۔"

"مارٹن الیسٹرو۔ کیا ان واقعات سے اس کا تعلق ہے؟"

"ہاں۔"

"میں نے کبھی نہیں سنا۔"

"تقریباً ایک ماہ قبل مارٹن الیسٹرو نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔ وہ گومین کی تلاش میں تھا اس نے دائی مین کا حوالہ بھی دیا اور ہائیسیا کا بھی۔ اس نے کہا کہ اسے ٹھوس معلومات حاصل ہوئی ہیں کہ میں ان لوگوں سے متعلق رہ چکا ہوں۔ میں نے اعتراف کیا کہ میں ان سب کو جانتا ہوں لیکن وہ کہاں ہیں اس بارے میں مجھے نہیں معلوم۔ تب اس نے پوچھا کہ کیا کبھی ان میں سے کسی کے دوبارہ ملنے کے امکان ہیں۔ میں نے کہا کہ ممکن ہے تب اس نے مجھے ایک تصویر دی جو اس کی اپنی ہے۔ اور ایک پتا بھی دیا جو لندن کا ہے۔ اس نے درخواست کی کہ اگر مجھے ان میں سے کبھی کسی کا پتا مل جائے تو میں اسے اطلاع دے دوں یا بذات خود ان میں کوئی مل جائے تو یہ تصویر اور پتا دے کر اس سے کہوں کہ یہ شخص تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"تصویر موجود ہے آپ کے پاس۔" میں نے پوچھا

"ہاں یہ ہے۔" حسن صاحب نے کہا۔ "اسی کے پیچھے پتا بھی درج ہے۔" انہوں نے تصویر نکال کر مجھے دے دی۔ ادھیڑ عمر کے ایک پُروقار شخص کی تصویر تھی جو جدید تراش کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"میں سمبوتورا کو بلاتا ہوں اس سے حقیقت معلوم ہو سکے گی۔"

بابا کریم سمبوتورا کو بلا لائے۔ میں نے کچھ کہے بغیر اس تصویر کو اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم اس شکل کو پہچان سکتے ہو سمبوتورا۔" اور سمبوتورا تصویر میرے ہاتھ سے لے کر دیکھنے لگا۔ دفعتاً اس کے چہرے کی کیفیت بدل گئی۔ اور اس کے حلق سے بے اختیار نکلا۔

"بائی تورا سا، لیبوس۔"

سمبوتورا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں چند لمحات کے لیے تو اس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے لیکن پھر میں ان کے بارے میں جان گیا۔ سمبوتورا نے پہلے تو اپنی زبان میں ایک لفظ کہا تھا اور اس کے بعد لیبوس کا نام لیا تھا اور جہاں تک میرا اندازہ تھا یہ نام اس سے پہلے بھی میں نے سنا تھا، گوشائی کی زبانی۔ گوشائی نے اپنے ساتھیوں کا نام لیتے ہوئے لیبوس کے بارے میں بھی کہا تھا۔ میں تعجب سے سمبوتورا کی صورت دیکھنے لگا تب سمبوتورا نے کہا۔ "ہاں گازالی یہ لیبوس ہی ہے۔"

"تمہارے ساتھیوں میں سے ایک۔" میں نے سوال کیا

"ہاں سو فیصدی، سو فیصدی۔" سمبوتورا کی آواز جوشِ مسرت سے کانپ رہی تھی۔

میں چند لمحات پُرخیال نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا اور پھر میں نے گہرا سانس لے کر کہا۔ "اس کا مقصد ہے سمبوتورا کہ تقدیر ہمارے لیے آسانیاں پیدا کر رہی ہے۔"

"جیسا کہ مسٹر حسن نے بتایا گازالی، اگر لیبوس یہاں ہم سے ملنے آیا تھا تو یقیناً اس کے پاس بہت سی معلومات ہوں گی۔ اور ہمیں وقت ضائع کیے بغیر اس پتے پر لیبوس سے مل لینا چاہیے۔"

میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ حسن صاحب ہم دونوں کی صورت دیکھ رہے تھے پھر انھوں نے کہا۔ "گویا یہ شخص تمہارا شناسا ہے۔"

"ہاں حسن صاحب، ہمیں اس کی تلاش ہے۔"

"کیا تمہیں بھی غزالی؟" حسن صاحب نے پوچھا اور میں مسکرانے لگا۔ "جی ہاں حسن صاحب مجھے ان لوگوں کے لیے کافی کام کرنا ہے۔"

"گویا تم ان کے ساتھ ہی اس شخص سے ملنے جاؤ گے۔"

"جی!" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ حسن صاحب شاید اس بات کے خلاف تھے لیکن سمبوتورا کے سامنے انھوں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ تھوڑی دیر تک سمبوتورا میرے پاس رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "کیا یہ تصویر مجھے لے جانے کی اجازت ہے۔"

"ہاں بھئی تمہاری امانت ہے تم لے لو" حسن صاحب بولے اور سمبوتورا مجھے دیکھتا ہوا واپس چلا گیا۔

جب وہ مجھے دیکھ رہا تھا تو میرے ذہن میں اس کی آواز ابھری۔ "مسٹر گازالی میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" اس کے جانے کے بعد حسن صاحب عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے گئے پھر بولے۔ "غزالی، کیا واقعی تم ان لوگوں کے ساتھ جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟ بیٹے میں تمہارا بزرگ ہوں، تمہارے دوست کا باپ اور اس سے کہیں زیادہ تمہارا احسان مند درحقیقت تمہاری شخصیت نے ہم سب کو اتنا متاثر کیا ہے کہ اب اس کے بارے میں تذکرہ کرنا بھی عجیب سا لگتا ہے میری خواہش ہے غزالی کہ اب تم کہیں نہ جاؤ جو ہنگامہ خیزیاں ہو چکی ہیں بلکہ میری حماقت کی وجہ سے ہو چکی ہیں میں ان ہی پر شرمندہ ہوں۔ آج بھی تم سے کہتا ہوں غزالی کہ خدا کی قسم خزانہ میری منزل نہیں تھا۔ طاہر علی اور کنور پربھات سنگھ کو تم نے جو کچھ دیا وہ تمہاری مرضی تھی لیکن میرے پاس جو کچھ تم نے بھیجا ہے وہ یوں سمجھ لو تمہاری امانت ہے۔ تم میرے خلوص پر یقین کرو میں وہ سب کچھ تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ یہاں اپنی زندگی کا آغاز کرو بہت قیمتی اشیا ہیں وہ۔ انھیں فروخت کرنے کے بعد تم کم از کم دو کروڑ روپیہ حاصل کر سکتے ہو اور یہ اتنی بڑی رقم ہے کہ اس سے کوئی بھی کاروبار باآسانی کیا جا سکتا ہے۔ میری رائے تو یہی ہے غزالی کہ اپنا کاروبار شروع کر دو اور مجھے یقین ہے کہ تم جیسا ذہین انسان جس کاروبار میں ہاتھ ڈالے گا اُسے چار چاند لگا دے گا۔ اپنی زندگی کو اسی مخصوص راستے پر لے آؤ جو انسانوں کی زندگی کا راستہ ہے۔ کیا فائدہ ان فضول باتوں میں الجھنے کا، یہ لوگ جو کوئی بھی ہیں ان کا مقصد جو کچھ بھی ہے ظاہر ہے وہ تم سے مطابقت نہیں رکھتا ہوگا۔ پھر تم کیوں ان الجھنوں میں پڑے ہوئے ہو۔"

"حسن صاحب، میں ان سے وعدہ کر چکا ہوں اور میرا خیال ہے، یہ الفاظ کافی ہیں۔"

حسن صاحب میرے لہجے کی مضبوطی کو محسوس کر چکے تھے۔ چند لمحات ہونٹ سکوڑے بیٹھے رہے پھر شانے ہلا کر بولے۔ "اگر تمہارے بجائے محسن ہوتا تو میں جبری طور پر اُسے روک سکتا تھا۔ لیکن میرے اور تمہارے درمیان خون کے رشتوں کے پردے حائل ہیں۔ ظاہر ہے میرا تمہارا کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے۔"

"آپ محسوس نہ کریں حسن صاحب۔ بس میرا دل کہتا ہے اور میری زندگی کچھ ایسی ہی ہو گئی ہے کہ اب میں کسی ایک جگہ قرار نہیں پا سکتا، چنانچہ مجھے آپ کی اجازت درکار ہے۔"

"میں تمہیں روک نہیں رہا۔ بس ایک بزرگ کی حیثیت سے تجویز پیش کی تھی بہرطور، اگر تم ان سے وعدہ کر چکے ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

میں تھوڑی دیر تک حسن صاحب کے پاس رہا پھر سمبوتورا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ "لیبوس کا مل جانا ہمارے لیے واقعی ایک نیک فال ہے گازالی، کیا تم یہاں زیادہ عرصہ قیام کرو گے؟"

"نہیں سمبوتورا میں بہت جلد یہاں سے لندن روانہ ہونے کی تیاریاں کر رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کل سے اس کام کا آغاز کر دیں گے ویسے یہ شخص لیبوس، مارٹن ایسٹرو کے نام سے اپنے آپ کو لندن میں روشناس کرائے ہوئے ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے خاصی آسانیاں حاصل ہیں۔"

"لیبوس بھی ان سربراہوں میں سے ایک ہے جو ہمارے لیے واپسی کے راستے تلاش کر سکتے ہیں۔ ہاں گازالی اس کے مل جانے سے شاید ہمیں دوسروں کا پتا بھی مل جائے۔ بہت ہی اچھا ہوگا یہ یوں سمجھو کہ اب تک کی تمام تر کوششوں میں سب سے شاندار کوشش اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ لیبوس، گومین کے ذہن کو درست کرانے میں ہماری مدد کر سکے۔"

"ٹھیک ہے تم اطمینان رکھو لیکن کچھ روز تو ضرور لگ جائیں گے۔ ظاہر ہے، ہمیں تیاریاں کرنا ہوں گی۔"

"میں جانتا ہوں گازالی تم میرے پرجوش ہو جانے کو ایک فطری ردّ عمل کا نام دے سکتے ہو۔"

"میں سمجھتا ہوں سمبو تورا۔" میں نے جواب دیا۔ چند لمحات تک خاموشی رہی پھر میں نے سمبو تورا سے پوچھا۔ "سمبو تورا اُن چار ناموں کے علاوہ کیا کچھ اور لوگ بھی تم سے بھٹکے ہوئے ہیں؟ میرا مقصد ہے کیا مزید ایسے افراد موجود ہیں جو منتشر ہو گئے ہوں۔"

"ہاں بہت سے، تمام لوگ ویلینی میں نہیں تھے۔ بے شمار افراد ایسے ہیں جن کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہے۔ اب تم بائیسا ہی کا نام لے لو۔ بائیسا بھی ان لوگوں میں سے تھی جو بھٹک گئے تھے۔ اور جن کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا لیکن جتنے بھی سامون ہیں وہ سب کے سب ایک ہی مشن میں مصروف ہیں۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ وہ اپنی منزل پالیں کون کہاں ہے ہم اس بارے میں کچھ نہیں جانتے اور جب ہم واپسی کا سفر طے کریں گے تو یقیناً ان تمام لوگوں کو نہیں سمیٹ سکیں گے جتنے بھی ممکن ہو جائیں باقی لوگوں کو ان کی تقدیر پر چھوڑ دیا جائے گا۔"

میں سمبو تورا کے چہرے کی جانب دیکھنے لگا واپسی کے اس سفر کے بارے میں مجھے کوئی تفصیل نہیں معلوم تھی لیکن اب تو ذہن ان تمام خیالات سے ہٹ ہی گیا تھا۔ اب تو میں کبھی یہ نہیں سوچتا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں۔ سامون کیا ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے؟ میرے دل و دماغ میں یہ احساس بیٹھ گیا تھا کہ مجھے ان کی ہر طرح کی مدد کرنی ہے باقی سب کچھ ان کا اپنا معاملہ ہے اور اسے وہی جانیں۔ سمبو تورا کو تسلیاں دینے کے بعد میں نے گومین کا جائزہ لیا۔ وہ بے چارہ حسب معمول اپنی حرکات میں مصروف تھا اپنے آپ میں گم ذہنی طور پر بھٹکا ہوا انیوس کے اس پیغام کی وجہ سے میں نے یہاں آنے کے بعد بہت سے پروگرام ملتوی کر دیے تھے۔ پہلے خیال تھا کہ اس سلسلے میں ڈاکٹر طاہر علی کی مدد لوں گا۔ اور ان سے یہ رائے مانگوں گا کہ میں گومین کی دماغی درستگی کے لیے اسے کہاں لے جاؤں اور کونسا ایسا بہترین سرجن ہو سکتا ہے جو گومین کا صحیح دماغی تجزیہ کر سکے۔ اب چونکہ لندن کا معاملہ سامنے آیا تھا چنانچہ میں نے سوچا کہ ابتداء وہیں سے کی جائے۔ اب تک تو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ گومین کی ذہنی حالت درست کرنے کے لیے کوئی کام ہی نہیں کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی ایک سازش کے تحت گومین کو مزید دماغی طور پر معذور رکھنے کی کارروائی کرتے رہے تھے۔ ممکن ہے اگر گومین کا صحیح طور پر دماغی علاج ہو جائے تو وہ اپنی اصل حالت میں واپس آ جائے اور یقیناً اگر گومین اپنی صحیح دماغی کیفیت میں واپس آ گیا تو یہ میرا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔

میری اپنی ذہنی حالت بھی عجیب تھی یہاں آنے کے بعد تنویر کو دیکھ کر دل کچھ ڈانواں ڈول ہو گیا تھا اور بارہا یہ احساس دل میں آیا تھا کہ اس حسین زندگی کو چھوڑ کر خطرناک راستوں پر سفر کرنے سے کیا فائدہ۔ لیکن جب بھی یہ احساس دل میں بیدار ہوتا کچھ لوگوں کی ملتجی نگاہیں میری طرف اُٹھ جاتیں اور چشم تصوّر سے میں اُن التجا بھرے چہروں کو دیکھتا اور فوراً ہی میرا ذہن صاف ہو جاتا۔ اور یہ بات دل میں جڑ پکڑنے لگتی کہ کچھ بھی ہو جائے مجھے ان لوگوں کے لیے کام کرنا ہے۔ بارہا یہ بھی سوچا کہ ممکن ہے یہ احساس میرے دماغ میں پیدا کیا گیا ہو لیکن اسے کسی بھی طور نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

حسن صاحب نے شاید محسن اور تنویر سے اس بات کا تذکرہ کر دیا تھا کہ چند دنوں بعد میں چلا جاؤں گا۔ کوٹھی کے معمولات جوں کے توں تھے۔ میرے واپس آنے کی خوشی میں کوئی نہ کوئی تقریب ہو جاتی تھی۔ ایک شام تنویر نے باغ کے ایک گوشے میں میرے قریب پہنچ کر کہا۔ "سوری غزالی، نہ جانے آپ کس خیال میں مصروف ہوں گے۔ لیکن مداخلت کا تھوڑا بہت حق میرے پاس بھی ہے۔ بتائیے ہے یا نہیں۔"

"کیوں نہیں تنویر آپ کے پاس تو بہت سے حقوق ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تنویر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔ "شاید مجھے ان کا پتا کبھی نہیں چل سکا۔"

"آپ نے کبھی غور نہیں کیا ہوگا تنویر ورنہ آپ کو بہت کچھ معلوم ہو جاتا۔" میں بدستور مسکرا رہا تھا۔

تنویر اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔ چند لمحات خاموش رہی پھر بولی۔ "سنا ہے آپ جا رہے ہیں۔"

"کس سے سنا۔؟"

"محسن بھائی نے بتایا ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ آپ پھر جا رہے ہیں اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کتنے عرصے کیلئے۔"

"جی ہاں تنویر میرا جانا ضروری ہے۔"

تنویر ان الفاظ پر چند لمحات خاموش رہی پھر بولی۔ "اس کے بعد کچھ کہنا بے مقصد ہی ہو جاتا ہے۔ لیکن کیا جلد چلے جائیں گے۔"

"بہت جلد بھی نہیں تاہم اگر آپ کوئی حکم دیں تو اس کی تعمیل کی جائے گی۔"

"میں کوئی حکم نہیں دے سکتی۔ دراصل کچھ عرصہ قبل محسن بھائی

ی شادی کا سلسلہ شروع ہوا تھا لیکن محسن بھائی نے یہ کہہ کر ے ملتوی کر دیا کہ جب تک غزالی نہیں آئیں گے وہ شادی نہیں کریں گے۔ اب آپ آ گئے ہیں، اگر آپ کے جانے کا کوئی سلسلہ نہ ہوتا تو میرا خیال ہے سکون سے اس موضوع پر بات چیت کی جا سکتی تھی لیکن اب اس کے لیے کچھ جلد ہی کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک محسن کی شادی نہ ہو جائے۔"

"ایسا نہ کہیے اگر یہ بات کچھ لوگوں کو معلوم ہو گئی تو پھر محسن بھائی کی شادی کھٹائی میں پڑ جائے گی۔ بھلا کون چاہے گا کہ آپ جائیں۔" تنویر محتاط انداز میں گفتگو کر رہی تھی۔

میں ہنسنے لگا اور پھر میں نے کہا۔ "تنویر یہ میرا اپنا وطن ہے اور شاید یہ میرا اپنا ہی گھر ہے۔ میرے اپنے جذبات ہیں۔ یہاں کچھ میرے اپنے ہیں جو سونے سے قبل مجھے شب بخیر کہتے ہیں۔" میں رکا، تنویر کی جانب دیکھا۔ تنویر کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور اس نے نگاہیں چرالی تھیں۔

تب میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ان تمام لوگوں کو چھوڑ کر بھلا کہاں جاؤں گا لیکن کچھ لوگوں نے مجھ پر چند ذمہ داریاں عائد کر دی ہیں اور یہ ذمہ داریاں میں نے قبول کر لی ہیں۔ کیا میرے دوست اور وہ جو مجھے چاہتے ہیں یہ بات پسند نہیں کریں گے کہ جس کسی سے میں نے کوئی وعدہ کیا ہے اسے پورا کروں؟"

"لیکن واپسی کا کوئی وقت تو ہوگا نا۔؟" تنویر نے سوال کیا۔

"ہاں تنویر، بس یوں سمجھ لیجیے کہ جو لمحات یہاں سے دور گزریں گے ذہن پر گراں ہوں گے۔ اور یہی تصور ذہن میں رہے گا کہ جلد از جلد اپنی دنیا میں لوٹ جاؤں۔"

"خدا کا شکر ہے کہ آپ نے اسے اپنی دنیا تسلیم کیا ہے۔ ہم تو یوں سمجھنے لگے تھے کہ شاید آپ اپنی دنیا کہیں اور بسانا چاہتے ہیں۔"

"میری دنیا تو بس گئی ہے تنویر اور ہر انسان کی دنیا ایک بار ہی بستی ہے۔"

"اب میں چلتی ہوں۔" تنویر نے کہا۔

"سنیے تو سہی مجھے میری دنیا میں تنہا چھوڑ کر جا رہی ہیں۔"

"پلیز۔" تنویر شرمگیں لہجے میں بولی۔

"تو پھر تنویر صاحبہ میرا خیال ہے آج ڈنر پر حسن صاحب سے محسن کی شادی کے موضوع پر بات ہو جائے۔"

"جی ہاں ضرور کر لیجیے گا۔ اس سلسلے میں دیر نہ کیجیے۔ ورنہ آپ ہی کو دیر ہو گی۔" تنویر نے کہا اور تیز قدموں سے چلی گئی۔ میں اس کے الفاظ کی بازگشت محسوس کرتا رہا۔ تنویر واقعی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اور مجھے اس سب کچھ پر اعتبار کر لینا چاہیے تھا۔ اپنے دل میں لاتعداد جذبات چھپائے ہوئے میں واپس انیکسی میں آ گیا یہاں مختلف موضوعات پر سمبو تورا سے گفتگو رہی۔

رات کو ڈنر پر میں نے محسن کی شادی کا تذکرہ بطور خاص چھیڑ دیا۔ "حسن صاحب، محسن کی شادی کے بارے میں آپ لوگوں نے کیا سوچا ہے؟"

حسن صاحب چونک کر مجھے دیکھنے لگے اور پھر بولے "بھئی جیسا تم پسند کرو۔ پہلے کچھ سلسلہ شروع ہوا تھا۔ فریحہ کے والدین نے اس کا تذکرہ کیا تھا لیکن محسن کے علاوہ خود میں بھی یہی چاہتا تھا کہ کم از کم تم اپنے مشن سے واپس آ جاؤ۔"

"میری خواہش ہے حسن صاحب کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ تقریب کر لی جائے۔"

"تو ٹھیک ہے کل ان لوگوں کے پاس چلتے ہیں۔ جیسا تم لوگ طے کرو گے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

دوسرے دن سے حسن صاحب کی کوٹھی میں ہنگامے بکھر گئے۔ محسن میرا ممنونِ کرم تھا۔ شادی کی تیاریاں زور و شور سے ہونے لگیں۔ بھلا کرنا ہی کیا تھا دعوت نامے تقسیم کرنے تھے اور کھانے کے انتظامات۔ باقی سارے انتظامات تو پہلے ہی ہو چکے تھے۔ میں اس سلسلے میں سرگرم ہو گیا۔ تنویر کا اکثر میرا آمنا سامنا رہتا تھا۔ ہما، کنور پربھات سنگھ، اوشا اور جتنے شناسا تھے ان تمام ہنگاموں میں مصروف ہو گئے۔ حسن صاحب کی کوٹھی بھر گئی۔ باہر سے بھی بہت سے مہمان آئے تھے۔ مسز ملیلبی نے جانے کی اجازت مانگی تھی لیکن انھیں اصرار کر کے اس شادی میں شریک ہونے کے لیے روک لیا گیا تھا۔ اُوشا دیوی کی حرکتیں جوں کی توں تھیں وہ جب اپنے آپ کو کنور پربھات سنگھ کی بیٹی سمجھتیں تو مغرور ہو جاتیں اور جب کبھی انھیں اس خول سے نکل کر آدمی بننے کا موقع ملتا تو ٹھیک ٹھاک نظر آتی تھیں لیکن ان کے انداز میں وہی کیفیت قائم تھی، یعنی ایک تشنگی ایک طلب۔ کبھی کبھی مجھے اس لڑکی پر شدید رحم آنے لگتا۔ میری دلی خواہش تھی کہ وہ اپنی صحیح ذہنی کیفیت میں واپس آ جائے۔ کنور پربھات سنگھ سے بھی اس سلسلے میں گفتگو ہوئی تھی اور کنور صاحب نے کہا تھا کہ ان کے ایک دوست کا بیٹا یورپ سے واپس آ رہا ہے اور وہ لوگ یہیں قیام کریں گے۔ انہوں نے بتایا تھا کہ وہ بہت خوبصورت اور مہذب نوجوان ہے۔ میں نے اس سلسلے میں ان لوگوں سے بات کر لی ہے۔ شاید اُوشا کی شادی اس نوجوان سے کر دی جائے، جس کا نام ونود ہے۔ میں نے اس خبر پر خوشی

کا اظہار کیا تھا۔

ہنگامے جاری رہے اور بالآخر وہ دن آ گیا جب فریحہ، فریحہ بھابی بن کر حسن صاحب کی کوٹھی میں آ گئیں۔ محسن اترایا اترایا پھر رہا تھا۔ سمبوتورا کو بھی اس تقریب میں شریک کیا گیا تھا۔ گومین بے چارے کی نگرانی کریم بابا کے سپرد کر دی گئی تھی۔ ہنگامے کئی دن سے جاری تھے اور کئی دن تک جاری رہے۔ میں نے بھی ایک ہوٹل میں ڈنر دیا تھا اور اس میں تمام لوگوں کو شریک کیا تھا

تقریباً تیرہ دن ان مصروفیات میں گزر گئے، دن اور رات مصروف رہنا پڑا تھا اور دلچسپیاں بھی اتنی ہی رہی تھیں۔ تنویر سے بار بار ٹکراؤ ہوتا رہا تھا اور ہر بار محبت کا ایک نیا پھول میرے دل میں کھل جاتا تھا۔ اس کے انداز میں بھی خود سپردگی کی کیفیات پائی جاتی تھیں۔ ایک شام تو ہم دونوں کے درمیان بڑی حد تک کھل کر گفتگو ہوئی۔ جس سے کم از کم میرے ذہن کو وہ سکون ملا جس کا میں طالب تھا۔

تنویر باغ کے ایک گوشے میں تنہا کھڑی تھی۔ میں نے اسے دور سے دیکھا اور اس کے قریب پہنچ گیا "خیریت۔! یہ تنہائیاں کیوں اپنالی ہیں۔؟"

"اس لیے کہ آپ جا رہے ہیں۔" تنویر نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ تنویر بالکل سنجیدہ تھی۔

"میں سمجھا نہیں تنویر۔؟"

"تنہائیوں کا مطلب سمجھا رہی ہوں آپ کو۔" وہ بھاری لہجے میں بولی اور میں تعجب سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔

"آپ اس بھری پری کوٹھی میں ہیں تنویر، یہاں سب لوگ ہیں آپ کے ساتھ، ایک میرے چلے جانے سے کیا ہو جائے گا۔"

"اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے چلے جانے سے کچھ نہیں ہوگا تو ٹھیک ہے میں آپ کی سوچ تو نہیں بدل سکتی۔"

"کچھ ناراض ہو،" میں نے سوال کیا۔؟"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ آپ جا رہے ہیں ایک نامعلوم وقت کے لیے اس سے پہلے میں یہی سوچتی تھی کہ تبت سے واپسی کے بعد آپ یہیں رہیں گے۔ لیکن... لیکن۔" وہ خاموش ہو گئی۔

"تنویر آپ میری کمی محسوس کرتی ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، میں آپ کی کمی محسوس کرتی ہوں۔"

"تو پھر تنویر ہم کچھ دن کے لیے ایک دوسرے سے سمجھوتا کیے لیتے ہیں، میں واپس آؤں گا اور آپ کے یہ الفاظ مجھے جلد واپسی کے لیے مجبور کریں گے۔ لیکن تنویر ان الفاظ کے پس پردہ بہت سے جذبوں کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ کیا کچھ اور صاف الفاظ میں ہم ایک دوسرے سے اپنے احساسات کا اظہار نہیں کر سکتے۔"

"اگر آپ زبان کو بے حیائی کی حدود میں داخل کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو اس سے روکوں گی۔ ذہنوں میں جذبات جنم لیتے ہیں اور بعض اوقات ان کا اظہار ضروری نہیں ہوتا۔ فیصلے تقدیر پر چھوڑ دیے جاتے ہیں لیکن اگر مجبوری ہی درپیش ہو تو میرے خیال میں دل کی بات کہہ دینا چاہیے اور میں ایک عورت ہونے کی حیثیت سے اس سے زیادہ واضح الفاظ نہیں استعمال کر سکتی۔ آپ خواہ مجھے کچھ ہی سمجھ لیں۔"

"شکریہ تنویر، بلاشبہ آپ نے میری پذیرائی کی ہے۔ لیکن کچھ خوف بھی ذہن میں جاگزیں ہے۔"

"کیسا خوف؟" تنویر نے سوال کیا۔

"تنویر اگر ہم دونوں ایک دوسرے سے اتنی ہی دوری محسوس کرتے رہے اور ہم نے یہ دوریاں ختم کرنے کے لیے کوششیں کیں تو کیا ان کوششوں میں ہمیں کامیابی ہوگی؟"

"میں سمجھتی ہوں آپ کی پوزیشن مستحکم ہے، آپ اچھے خاندان کے ہیں، اچھے انسان ہیں اس کے باوجود اگر کچھ رکاوٹیں درپیش ہوئیں تو ہمارے اپنے بہت سے محبت کرنے والے ان رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ غزالی میں بہت غور و خوض کرتی رہی ہوں۔ الجھ کر اور بہت پریشان ہو کر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کم از کم آپ سے واضح الفاظ میں گفتگو کر لی جائے۔ اس سے زیادہ وضاحت کی جا سکتی ہے آپ بتائیے۔؟"

"نہیں تنویر، اگر آپ کو اعتبار ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ مجھے بھی اطمینان رہے گا۔ ہم اپنے ذہن میں پوشیدہ کیفیتوں کو ابھی اپنے اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں لیکن ایک بات کا وعدہ کیجیے اگر مجھے دیر ہو جائے اور یہاں آپ کے لیے کچھ الجھنیں پیش آ جائیں تو آپ ان سے نمٹ لیں گی۔"

"آپ مطمئن رہیں میں کم از کم ان لوگوں کو یہ بتانے کی جرأت رکھتی ہوں کہ خود میرے ذہن میں کیا ہے اس کے باوجود اگر اس چیز کو ناپسند کیا گیا تو میں آخری حد تک کوشش کروں گی لیکن آپ کو مجھ سے رابطہ قائم رکھنا ہوگا۔ آپ مجھ کو اپنی خیریت کی اطلاع دیتے رہیں گے یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔"

"تنویر، میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے وہ طویل فاصلے اچانک طے کر لیے ہیں جن پر نہ جانے کتنے عرصے چلنا ہوتا۔ میں بھی صاف گوئی پسند کرتا ہوں۔ آپ نے جو کچھ کیا ہے وہ میری عزت افزائی

ہے کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا اور اپنا راز، اپنی امانت مجھے سونپ دی۔ تنویر آپ یقین کیجیے کہ زندگی بے شمار مراحل سے گزرتی ہے لیکن آپ تبت کے سفر کے دوران میرے دل میں کسکتی رہیں۔ اور میں بہت بار ایسے نازک مرحلوں سے گزرا جہاں اگر آپ کی کسک میرے دل میں نہ ہوتی تو زندگی کوئی اور رخ اختیار کر لیتی۔ آپ یوں سمجھ لیجیے تنویر کہ آپ ہمیشہ سے میرے ذہن میں ہیں۔ اس وقت سے شاید جب میں نے آپ کو دیکھا تھا اور اپنے جذبات کو پہچان نہیں سکا تھا۔ اس کے بعد میرے راستے میں جو کچھ آیا وہ آپکی ٹھوکروں کی زد میں رہا کسی کو اس مقام تک پہنچنے کا موقع نہیں مل سکا جہاں وہ پہنچنا چاہتا تھا۔"

"میں جانتی ہوں غزالی یہ بات مجھے معلوم ہے" تنویر نے کہا اور پھر بے بسی سے ہنستی ہوئی بولی۔ "خدا کے لیے اس موضوع پر اس سے زیادہ گفتگو مجھ سے نہ کریں، جو کچھ کہہ چکی ہوں اس پر نجانے کب تک شرم آتی رہے گی۔"

"ٹھیک ہے تنویر۔ میں اس سے زیادہ آپ سے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کروں گا، آئیے چلیں۔" میں نے کہا اور وہ پُراعتماد قدموں سے میرے ساتھ کوٹھی کی جانب چل پڑی۔

محسن مسرتوں میں ڈوبا ہوا تھا، فریحہ میرے سامنے آتی تو بری طرح شرما جاتی تھی، ہما کی کیفیت نارمل تھی، ہنگامے مسلسل جاری تھے۔ مسٹر ویلیبی کو اس کے بعد جانے کی اجازت دے دی گئی اور وہ اپنے اہلِ خاندان کے ساتھ رخصت ہو گئے جاتے ہوئے انھوں نے بڑے خلوص سے ہمارا شکریہ ادا کیا تھا۔

ایک رات سمبوتورا نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا "سوری گازالی، مجھے تم سے یہ بات نہیں کہنی چاہیے تھی، لیکن بس ذہن میں سوال ابھرا ہے، اور تم سے پوچھنے میں کوئی قباحت بھی محسوس نہیں کرتا کہ اب کیا پروگرام ہے؟"

"میں جانتا ہوں سمبوتورا تم نہایت الجھنوں میں یہ وقت گزار رہے ہو لیکن اس بات سے مطمئن رہو کہ میں بھی اپنے طور پر غافل نہیں ہوں، اور نہ بیکار وقت گزار رہا ہوں، جو تیاریاں ہمیں کرنی تھیں میں نے اس کی ذمہ داریاں چند افراد کو سونپ دی ہیں، اور ہمارا کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے، بس دو تین دن کے بعد میں ان لوگوں سے اجازت لے لوں گا، لیکن اب سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ کیا ہم پہلے سے لیبوس کو اپنی آمد کی اطلاع دے دیں؟"

"ضروری نہیں ہے، جو پتا اس نے بتلایا ہے اس پتے پر پہنچ کر ہم اس سے اچانک ہی ملاقات کریں گے۔" سمبوتورا نے کہا۔

"میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد سمبوتورا خاموش ہو گیا۔

دوسرے دن میں نے اس سلسلے میں حسن صاحب سے بات کی۔ محسن نے شدید مخالفت کی تھی، اس کی ہمنوا سب سے زیادہ ہما تھی، لیکن حسن صاحب نے اس سلسلے میں درمیانی رویہ اختیار کیا تھا، بلکہ انہوں نے محسن کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ جب غزالی کو جانا ہی ہے تو پھر بلاوجہ راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

تیاری تقریباً مکمل ہو گئی اور لندن کی ایک فلائٹ سے ہمارے لیے سیٹیں بک کرا دی گئیں، مکمل تیاریوں کے بعد میں نے ان سب کو خدا حافظ کہا اور پھر لندن جانے کے لیے روانہ ہو گیا، ایئرپورٹ پر تنویر خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی تھی۔ میں نے پوری خود اعتمادی کے ساتھ اس کے قریب پہنچ کر اُسے خدا حافظ کہا اور کہا کہ تنویر اپنے الفاظ یاد رکھنا۔ تنویر نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی پائی جاتی تھی۔ بہر طور اس کا احساس میرے لیے ایک قیمتی سرمایہ تھا۔ میں جہاز میں سفر کرتے ہوئے بھی اس کے بارے میں سوچ رہا تھا، سمبوتورا اور گومین ساتھ ساتھ تھے، سمبوتورا گومین کو سنبھالے ہوئے تھا۔ میں برابر والی سیٹ پر تھا۔ میرے برابر ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی، جس کا تعلق شاید یورپ ہی سے تھا۔ عقبی نشست پر ایک اور جوڑا تھا جسے میں نے دورانِ سفر ایک بار دیکھا تھا، معمر اور پُروقار شخص اور شاید اسکی بیوی۔ میرے نزدیک بیٹھی ہوئی لڑکی کے بدن سے سینٹ کی بھینی بھینی سی خوشبو اٹھ رہی تھی ابھی تک میرے اور اس کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی، لیکن جب سفر کا تقریباً ایک گھنٹہ یا اس سے کچھ زیادہ گزر گیا، تو اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا دورانِ سفر مکمل خاموشی سفر کو خوشگوار رکھ سکتی ہے؟"

میں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا، شوخ و شنگ سی خوبصورت لڑکی تھی، سنہری گھنگھریلے بال بڑی نفاست سے تراشے گئے تھے، میں نے مسکرا کر اسے ہیلو کہا۔

"ہیلو۔ میں کہہ رہی تھی کہ دورانِ سفر اجنبیت کا اظہار بہت زیادہ خوشگوار نہیں ہوتا، کم از کم تھوڑی سی بات گفتگو سے وقت کٹ جاتا ہے۔"

"سوری۔ دراصل میں کچھ خیالات میں گم تھا۔"

"میں کئی بار آپ کی طرف متوجہ ہو چکی ہوں، کیا نام ہے آپ کا۔؟"

"غزالی۔"

"میرا نام ہیلن مورگر ہے، پچھلی سیٹ پر میرے ڈیڈی اور ممی بیٹھے ہوئے ہیں، ہم لوگ تمہارے وطن کی سیر کر کے واپس جا رہے ہیں، اور میرے ذہن پر اس سیاحت کے نہ مٹنے والے نقوش ثبت ہو گئے ہیں۔"

"شکریہ۔ لیکن آپ نے یہ بات کیسے جان لی کہ میرا تعلق اس ملک سے ہے؟"

"میں پورے چار ماہ یہاں رہی ہوں، آپ لوگوں کو دیکھنے اور سمجھنے کا کافی وقت ملا ہے مجھے، اب کیا اتنا بھی نہیں پہچان سکتی۔" ہیلن مورگر کہنے لگی۔

"کیسا لگا آپ کو میرا وطن؟"

"بہت دلکش۔ بہت ہی پراسرار روایات کا حامل۔ آپ لوگ عجیب ہیں، خاموش خاموش سے، شرمائے شرمائے سے۔ آپ لوگوں کی آنکھوں میں ایک ازلی شرافت ہے، اور میں اس سے بہت زیادہ متاثر ہوئی ہوں۔"

"آپ کے ان الفاظ کا شکریہ مس مورگر۔" میں نے کہا۔

"کہاں جا رہے ہیں آپ۔"

"لندن۔"

"میرا تعلق بھی لندن ہی سے ہے، میرے ڈیڈی وہاں رہتے ہیں، اور میں تعلیم مکمل کر چکی ہوں، آجکل بیکاری کا وقت گذار رہی ہوں، ہندوستان کے بارے میں ہمیشہ ہی پڑھتی رہی ہوں، اور بہت زیادہ شوق تھا اسے دیکھنے کا، ڈیڈی نے مجھ سے وعدہ کیا تھا اور اب اس وعدے کی تکمیل کے بعد ہم اپنی دنیا میں واپس جا رہے ہیں۔"

"بہت مسرت ہوئی ہے آپ سے مل کر مس مورگر۔"

"لندن میں آپ کہاں قیام کریں گے مسٹر غزالی۔"؟ اس نے سوال کیا۔

"دراصل وہاں کچھ ایسی مصروفیات کے تحت جا رہا ہوں، جن کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں ہے، تاہم کسی ہوٹل ہی میں قیام کیا جائے گا۔"

"اچھے دوست اگر کہیں بھی مل جائیں تو ان سے راہ و رسم رکھنا ضروری ہے۔ لندن میں اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ سے ایک دو بار ملاقات کر دوں۔"

"ضرور مجھے خوشی ہوگی۔" مس مورگر صاف ستھری لڑکی تھی، اس سے گفتگو کرتے ہوئے کسی قسم کے ذہنی بوجھ کا احساس نہیں ہوتا تھا۔

اس نے کہا: "اگر آپ پسند کریں تو لندن کی سیر میں ہی آپ کو کراؤں گی۔ یہ ایک طرح سے بدلا ہوگا، ان دوستوں کی نوازشات کا جنہوں نے آپ کے ملک میں مجھے اپنا وقت دیا اور یہاں کی تمام چیزوں سے روشناس کرایا۔"

"کاش میں بھی ان میں شامل ہوتا، تاہم میں آپ کی اس پیشکش کو خلوص دل سے قبول کرتا ہوں۔"

بہت سی گفتگو ہوتی رہی مس مورگر سے پھر اس نے اپنے ڈیڈی سے میرا تعارف کرایا۔ ان کا نام ڈاکٹر جے مورگر تھا اور ایلینا مورگر ان کی بیگم تھیں، کافی دلچسپ سفر رہا اور اس کے بعد ہم لندن ایئرپورٹ پر اتر گئے۔ مسٹر جے مورگر نے مجھ سے اخلاقاً پوچھا کہ کیا وہ یہاں میری کچھ مدد کر سکتے ہیں، میں نے ان کا شکریہ ادا کر دیا۔ بہرحال رخصت ہوتے ہوئے انہوں نے مجھے اپنا وزیٹنگ کارڈ دیا اور انکی لڑکی ہیلن مورگر نے مجھ سے سوال کیا کہ میں کون سے ہوٹل میں قیام کروں گا؟ میں نے اس کے جواب میں اس سے یہی کہا کہ جس ہوٹل میں بھی میں قیام کروں گا۔ اس کے بارے میں اسے ٹیلیفون پر اطلاع دے دوں گا۔ اچھی بات تھی کسی مخلص شخص سے شناسائی ہو جائے، مسٹر جے مورگر سے بھی میں کافی متاثر ہوا تھا، بڑے حلیم شخصیت کے مالک تھے۔

بہرطور یہاں اترنے کے بعد ہی ہوٹل کا انتخاب کیا گیا اور ہم نے ہوٹل ویلنٹائن منتخب کر لیا، ویلنٹائن فائیو اسٹار ہوٹل تھا، تعیشات کی تمام سہولتوں سے آراستہ، سمبوتورا اور گومین کے لیے ایک کمرہ حاصل کیا گیا تھا، میں نے دوسرا کمرہ منتخب کیا، کافی دیر تک آرام کرنے کے بعد ہم نے اپنے آئندہ اقدامات کے بارے میں فیصلہ کرنے کیلیے میٹنگ کی۔ سمبوتورا اور میں اس سلسلے میں سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

"ہاں تو سمبوتورا مسٹر مارٹن ایسٹر وینی لیبوس سے ملاقات کے لیے ہمیں کیا پروگرام ترتیب دینا چاہیے؟"

**

مسلوت

ایک نوجوان کی زندگی کی داستان
ناقابل یقین مگر قابل یادگار
نئے اسرار اور نئی پیکار

اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات تیسرے (آخری) حصہ میں ملاحظہ فرمائیں

ایک بلند حوصلہ نوجوان کی ایسی داستان جس کا ہر موڑ نئی حیرتیں اور نئے اسرار لیکر آئے گا جو اپنے ماضی سے منہ موڑ کر مستقبل کو فتح کرنے کے ارادے سے نکلا تھا اور اس سلسلہ میں آتش و آہن سے کھیلتا چلا گیا

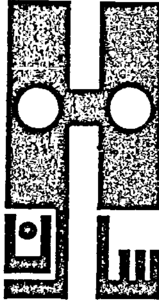
سامری

تیسرا حصّہ

ایم۔ اے راحت

علی میاں پبلیکیشنز

۲۰۔ عزیز مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور فون ۷۲۴۷۴۱۴



"مسٹر گازالی" پہلے اس پتے کے بارے میں معلومات کیوں نہ حاصل کر لی جائے، یہ پتا چل جائے کہ بیوس واقعی وہیں رہتا ہے تو پھر اس سلسلے میں کوئی قدم مناسب ہوگا، اور میرا خیال ہے یہ معلومات تمہیں تنہا کرنی ہوں گی، کیونکہ ہوٹل کے اس کمرے میں گومین کو اکیلا نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

"میں جانتا ہوں۔ ویسے میں تمہاری اس تجویز سے متفق ہوں، پہلے میں اس پتے پر معلومات حاصل کیے لیتا ہوں اور اگر ممکن ہو سکا تو مسٹر مارٹن ایسٹروسے ملاقات بھی کر لیتا ہوں تاکہ ان کی کیفیت کا پتا چل جائے بعد میں ہم سب ان سے ملاقات کریں گے۔ یا پھر جیسا بھی پروگرام رہا۔"

"میں اس بات سے پوری طرح متفق ہوں۔" سمبوتو رلنے کہا۔ اس وقت تو اس کا موقع نہیں تھا، لیکن دوسرے دن کے لیے میں نے پروگرام ترتیب دے لیا۔

دوسرے دن صبح کے ناشتے کے بعد میں نے ضروری تیاریاں کیں، وہ پتا اور تصویر ساتھ رکھی اور اس کے بعد نیچے اتر کر میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ ٹیکسی میرے نزدیک پہنچ کر رک گئی تو میں نے اُسے کلارک ووڈ چلنے کے لیے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

کلارک وُوڈ پر سکون رہائشی علاقہ تھا۔ لندن کی بے مثل خوبصورتی کے بارے میں اب تک صرف کہانیاں سنی تھیں اس سے پہلے کبھی لندن کا تصور بھی نہیں کیا تھا، لیکن میں اب نہایت اعتماد سے اس کی سڑکوں گلیوں اور کوچہ و بازار کو دیکھتا ہوا جا رہا تھا۔ حسین مناظر نگاہوں کے سامنے بکھرے ہوئے تھے۔ شہر بے مثال اپنی تمام تر روایات کے ساتھ جاگ اٹھا تھا۔ ٹیکسی بالآخر کلارک ووڈ میں داخل ہو گئی اور میں کرایہ ادا کر کے نیچے اُتر گیا۔ اب مجھے اپنی مطلوبہ عمارت کی تلاش تھی اس کے لیے معلومات حاصل کرنا پڑیں، اور میں ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت کے گیٹ کے سامنے پہنچ گیا۔ جہاں مارٹن ایسٹرو کے نام کی پیتل کی تختی لگی ہوئی تھی۔

میں نے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا اور چند لمحات کے بعد بھرے بھرے بدن کی ایک پُر وقار عورت نے دروازہ کھول کر مجھے ہیلو کہا۔

"خاتون میرا نام غزالی ہے اور میں مسٹر مارٹن ایسٹرو سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔"

"اندر تشریف لائیے۔" اس نے کہا اور مجھے اپنے ساتھ لیے ہوئے ایک خوبصورت ڈرائنگ رُوم میں پہنچ گئی۔ "آپ یہاں چند لمحات انتظار کیجیے! میں مسٹر مارٹن ایسٹرو کی سکریٹری

کو اطلاع دیتی ہوں۔"

میں انتظار کرنے لگا، ذہن میں ایک سنسنی سی ہو رہی تھی، دل چاہ رہا تھا کہ لیوس سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں، لیکن ابھی جلد بازی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں عورتیں اندر داخل ہو گئیں، دوسری بھی اس کی ہم عمر تھی۔ اس نے رسمی گفتگو کے بعد مجھ سے میرے بارے میں پوچھا۔

"میرا نام غزالی ہے اور مسٹر مارٹن ایسٹرڈ مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے میرے ملک گئے تھے، میں اس وقت وہاں موجود نہیں تھا وہ میرے لیے اپنی ایک تصویر اور اپنا پیغام دے گئے تھے، کیا وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں؟"

"جی ہاں۔ وہ کسی ضروری کام کے سلسلے میں گئے ہوئے ہیں اور میں آپ کو یہ نہیں بتا سکتی کہ کہاں گئے ہیں لیکن ان کی واپسی بہت جلد متوقع ہے، براہ کرم آپ مجھے اپنا ایڈریس دے دیجیے اور یہ بتا دیجیے کہ آپ ان سے ملاقات کیوں کرنا چاہتے ہیں، تاکہ جیسے ہی وہ آئیں میں انہیں آپ کے بارے میں اطلاع دے دوں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے میڈم کہ آپ فوری طور پر وہ جہاں بھی ہوں وہاں انہیں میرے بارے میں اطلاع دے دیں میرا خیال ہے وہ بھی مجھ سے ملاقات کے لیے اتنے ہی بے چین ہوں گے جتنا کہ میں ہوں۔"

"انتہائی معذرت چاہتی ہوں مسٹر غزالی، دراصل مسٹر ایسٹرڈ کے بارے میں مجھے یہ علم نہیں ہے کہ اس وقت وہ کہاں ہوں گے۔ ہاں یہ وعدہ کرتی ہوں کہ اگر انہوں نے اس دوران مجھ سے رابطہ قائم کیا تو میں فوراً انہیں آپ کے بارے میں اطلاع دے دوں گی۔"

میں نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑ لیے یہ تو ذرا الجھن کی بات تھی، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ ہم لوگ اچانک ہی پہنچے تھے اور ہم نے مسٹر مارٹن ایسٹرڈ کو اطلاع بھی نہیں دی تھی، ویسے بھی کافی دن پہلے مسٹر ایسٹرڈ حسن صاحب کو ملے تھے اور کسی کے پہنچنے کا کوئی تعین بھی نہیں ہوا تھا۔ اس لیے ان کا چلے جانا غیر فطری بات نہیں تھی۔ میں نے مسٹر ایسٹرڈ کی سکریٹری ڈینی پاسکل کو ہوٹل ویلنٹائن میں اپنے کمروں کا نمبر وغیرہ بتایا اور اس سے کہا کہ اس دوران جس قدر جلد مسٹر ایسٹرڈ سے ملاقات ہو سکے تو انہیں ہماری آمد کے بارے میں اطلاع دے دی جائے اور ان سے کہہ دیا جائے کہ گومین اور مسٹر وائی مین وغیرہ یہاں آ چکے ہیں اور ان سے فوراً ملنا چاہتے ہیں۔

"بہت بہتر، لیکن آپ نے تو اپنا نام غزالی بتایا تھا؟"

"جی ہاں۔ میں ان کے دو دوستوں کے ساتھ یہاں آیا ہوں"

"کیا وہ بھی آپ کے ساتھ ویلنٹائن ہی میں مقیم ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"بہت بہتر آپ کے لیے چائے۔" اس نے دروازے کی طرف رخ کر کے کہا اور اسی وقت ایک اور عورت ٹرالی ڈھکیلتی ہوئی اندر داخل ہو گئی، یہ بھی عمر رسیدہ عورت تھی۔ تین عورتوں کو ایک ہی عمر کا دیکھ کر مجھے تھوڑی سی حیرت ہوئی تھی لیکن بہرطور اس سلسلے میں کوئی تجسس ضروری نہیں تھا۔ چائے آ گئی۔ میں نے تھوڑا سا تکلف کیا لیکن ان لوگوں کے اصرار پر سکریٹری کے ساتھ چائے پی۔ چائے لانے والی عورت تو اسی وقت واپس چلی گئی تھی، لیکن باقی دونوں عورتیں وہیں موجود رہی تھیں، انہوں نے مکمل خاموشی اختیار کر رکھی تھی اس کے بعد انہوں نے مجھ سے رسمی گفتگو بھی نہیں کی۔ چائے پینے کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا، اور وہ تینوں مجھے بیرونی دروازے تک چھوڑنے آئیں۔ کچھ عجیب سی کیفیت کا اظہار ہو رہا تھا۔ جس عورت نے مین گیٹ پر مجھے ریسیو کیا تھا وہ وہیں مین گیٹ پر مجھے یہ بتا سکتی تھی کہ مسٹر ایسٹرڈ موجود نہیں ہیں لیکن وہ مجھے باقاعدہ اندر لے گئی، البتہ ایک بات ضرور تھی اس نے ڈرائنگ روم سے نکلتے ہوئے کہا تھا کہ وہ سکریٹری کو اطلاع دینے جا رہی ہے۔ ہو سکتا ہے یہ میرا شک ہی ہو، مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے مارٹن ایسٹرڈ موجود ہو لیکن اس نے سکریٹری کے ذریعے مجھے یہ پیغام بھجوا دیا ہو۔ یہاں سے ہوٹل واپس ہونے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔

سمبو تورا میرا انتظار کر رہا تھا۔ اسے صورتحال بتائی تو اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "مجھے خود بھی یقین نہیں تھا کہ لیوس سے اتنی جلدی ملاقات ہو جائے گی۔ اس کا پتا تو ہمیں ملا ہے، لیکن بس نجانے کیوں میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اس سلسلے میں کچھ رکاوٹیں ضرور پیش آئیں گی۔ ویسے میں اس دوران لیوس سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوششیں بھی کرتا رہا ہوں۔ لیکن مجھے اس کی طرف سے جواب موصول نہیں ہوا۔ میرا خیال ہے میں نے یہ ذہنی رابطہ طویل دائرہ عمل میں کیا تھا۔ ان خواتین کا کہنا درست ہے کہ لیوس یہاں موجود نہیں ہے۔"

"گڈ۔ اس کے باوجود سمبو تورا میرا خیال ہے کہ تم یہ کوششیں کرتے رہو، میں تم سے یہ بھی مشورہ چاہتا ہوں کہ پہلے لیوس سے ملاقات کرنا ضروری ہے یا اپنے طور پر گومین کے لیے

میں کسی ذہنی معالج کو بھی تلاش کروں۔"

سمبو تورا میرے اس سوال پر سوچ میں ڈوب گیا تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد اس نے کہا۔ "لیوس کی واپسی کا کوئی تعین نہیں ہو سکا ہے۔ اس لیے اس کام کو بھی جاری کیوں نہ رکھا جائے۔ لیکن گازالی تم اس سلسلے میں کیا کرو گے؟"

"جو کچھ بھی ممکن ہو سکا۔ میں اپنے طور پر کم از کم اور کچھ نہیں تو چند ڈاکٹروں سے گومین کے بارے میں مشورے ہی کر سکوں گا، ممکن ہے کوئی کام کی بات ہو جائے اور اس دوران اگر لیوس واپس آ جائے تو ہم اس سے ملاقات کریں گے اور اس سے مشورہ بھی طلب کریں گے، مجھے یقین ہے کہ لیوس یہاں کے ماحول میں رہ کر یہاں کے بارے میں بہت کچھ جان چکا ہو گا اس نے گومین کے لیے میرے ملک تک کا سفر بلاوجہ ہی نہیں کیا..... ہو گا، اب مجبوری ہے سمبو تورا۔ انتظار تو کرنا ہی پڑے گا۔ ویسے کیا تم اب بھی گوشہ نشینی ہی اختیار کرو گے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر لندن کی کسی فضا میں کچھ دیر کے لیے سانس لینا چاہو تو میں اس وقت تک گومین کے ساتھ رہ سکتا ہوں" میں نے کہا۔

"نہیں نہیں۔ تم جانتے ہو گازالی، مجھے پرسکون گوشے پسند ہیں، حالانکہ یہ ہوٹل پرسکون نہیں ہے۔ لیکن لندن جیسی ہنگامہ خیز جگہ پر ہم ظاہر ہے سکون کی جگہ تلاش بھی نہیں کر سکتے۔ میں گومین کے پاس رہنا ہی پسند کروں گا، تم اپنے طور پر جو بھی مصروفیت مناسب سمجھو کر اختیار کرو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔

دوپہر کا کھانا میں نے سمبو تورا کے ساتھ ہی کھایا تھا اور اس کے بعد میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ لندن کی بہت سی مشہور جگہیں دیکھنے کی خواہش دل میں تھی اس کے لیے تنہا ہی سفر کرنا پڑا، لیکن ہوٹل سے باہر نکلنے کے بعد دفعتاً مجھے ہیلن مورگر یاد آئی۔ لڑکی یقینی طور پر تکلیف دہ نہیں تھی۔ چنانچہ اگر اس سے کیا ہوا وعدہ بھی پورا کر دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ ایک پبلک کال بوتھ سے میں نے ہیلن مورگر کے دیے ہوئے نمبروں پر فون کیا۔ کسی مرد نے فون اٹھایا تھا۔ ہیلن مورگر کے بارے میں پوچھا تو اس نے انتظار کرنے کے لیے کہا۔ اور چند لمحات کے بعد ہیلن کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو۔"

"میں غزالی بول رہا ہوں مس مورگر۔" "آپ کا جہازی ہم سفر گازالی کہہ دینا ہی کافی تھا۔ میں تمہارا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو گئی تھی۔ میں نے سوچا کہ شاید لندن میں اپنی مصروفیتوں کے درمیان تم میری مداخلت پسند نہ کرو۔"

"نہیں مس موگر کچھ مصروفیتیں ضرور تھیں لیکن فی الحال چند گھنٹوں کے لیے خالی ہوں۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کو ٹیلی فون کروں گا، چنانچہ آپ کو ٹیلی فون کر دیا۔"

"کہاں قیام کیا ہے تم نے۔؟"

"ہوٹل ویلنٹائن کمرہ نمبر پانچسو دس، پانچسو گیارہ۔"

"دو کمرے۔!"

"ہاں۔ میرے ساتھ دو ساتھی اور بھی ہیں۔"

"اوہو۔ لیکن جہاز میں تو تم نے تعارف نہیں کرایا۔"

"اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔ بہرطور کسی وقت تعارف کرا دوں گا۔!"

"تو میں ویلنٹائن آ رہی ہوں۔"

"نہیں۔ میں ویلنٹائن سے نکل چکا ہوں اور ایک پبلک کال بوتھ سے تمہیں فون کر رہا ہوں۔!"

"تب پھر یہاں سے تم ریجنٹ پارک پہنچ جاؤ۔ میں وہیں آ رہی ہوں۔"

ایک ٹیکسی نے مجھے ریجنٹ پارک اتار دیا۔ ہیلن موگر کا زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ وہ چند منٹ بعد ایک خوبصورت کار میں میرے پاس پہنچی اور مجھے اندر بٹھا کر کار آگے بڑھا دی۔ ہیلن موگر بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "تمہارے ساتھی تمہارے ساتھ نہیں ہیں مسٹر غزالی۔"

"وہ گوشہ نشین لوگ ہیں۔ اور ان میں سے ایک مصیبت کا شکار ہے۔"

"کیا مطلب۔"

"وہ ذہنی فتور میں مبتلا ہے اور یہاں میں اسی کے علاج کے سلسلے میں آیا ہوں۔ بلکہ میں تم سے بھی درخواست کروں گا ہیلن کہ ذہنی امراض کے ماہر کسی بہت اچھے ڈاکٹر کے بارے میں معلوم کر کے مجھے بتاؤ۔ کیا تم اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکتی ہو۔"

ہیلن نے چونک کر گردن گھمائی مجھے دیکھا اور پھر مسکرا دی۔ "کیوں نہیں میں تمہیں ایک ایسے ڈاکٹر سے ملا سکتی ہوں جسے پورے یورپ میں برین اسپیشلسٹ کی حیثیت سے یکتا سمجھا جاتا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"سو فیصدی۔ تم اس کے بارے میں تحقیقات کر سکتے ہو۔"

"تم نے تو میری بہت بڑی مشکل حل کر دی۔ میرا خیال ہے تم فوراً اس سے اپائنٹمنٹ لے لو۔ یہ کام کب تک ہو سکے گا۔"

"کل ہو جائے گا۔ کل ٹھیک گیارہ بجے۔"

"اپائنٹمنٹ اتنی آسانی سے مل جائے گا۔؟"

"میں لے لوں گی میرے اس سے بہت اچھے تعلقات ہیں۔"

"ویری گڈ بے حد شکریہ۔ اب میں مطمئن ہوں۔"

"لندن پہلی بار آئے ہو۔؟"

"ہاں بالکل پہلی بار۔"

"کیسا لگ رہا ہے میرا شہر۔؟"

ابھی تو میں نے لندن کی پراخلاق لڑکی ہیلن موگر کو ہی دیکھا ہے اور اس کی شخصیت سے بہت متاثر ہو رہا ہوں۔ میرے خیال میں لندن کے حسن میں اس کے اچھے اخلاق کے کچھ نقوش ضرور ہوں گے۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔ "شکریہ۔ تمہارے ملک میں میری جس طرح پذیرائی ہوئی اس کا قرض ادا کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ قرض بری طرح آپ کے ذہن پر سوار ہے مس موگر۔ کیا میں کبھی آپ کے دوست کا مقام نہیں حاصل کر سکتا۔" میں نے کہا۔

ہیلن چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ سوچتی رہی پھر مسکرا کر بولی "سوری۔ واقعی میں نے غلط الفاظ ادا کیے ہیں لیکن قصور میرا بھی نہیں ہے۔ تمہارے ملک میں میری ملاقات اتنے اچھے اور محبت کرنے والے لوگوں سے ہوئی ہے کہ نہ جانے کب تک میں اپنے ذہن کو ان کے سحر سے آزاد نہ کرا سکوں۔" میں مسکرا دیا۔ پروگرام یہی تھا کہ کسی اچھے اسپیشلسٹ سے گومین کے لیے وقت لوں، یہ کام ہیلن موگر کے ذریعہ ہو گیا تھا اس لیے اب فرصت تھی۔ ہیلن موگر میری میزبان بن گئی۔ مشہور زمانہ ٹرافلگر اسکوائر کے چوک میں السناہ بلند و بالا ستون کی چوٹی پر کھڑے ہوئے لارڈ نیلسن کو دیکھا جس کی ترچھی ٹوپی پر کئی کبوتر بیٹھے غٹرغوں کر رہے تھے۔ نیشنل گیلری کے یونانی ستون اور سینٹ پال کے گرجا گھر ان کبوتروں سے بھرے ہوئے تھے۔ ایک ایک شے روایتی تھی اور میں سحر زدہ سا لندن دیکھ رہا تھا۔ اسی دوران ایک خوبصورت ریستوران میں ہیلن نے مجھے شام کی چائے پلائی اور پھر مختلف علاقے گھماتی رہی یہاں تک کہ شام اور پھر رات ہو گئی۔ لندن خوش فکروں سے بھرا ہوا تھا۔ آکسفورڈ اسٹریٹ کے سامنے شافسبری ایونیو کے درمیان پکاڈلی سرکس کی لاکھوں روشنیاں جگمگا اٹھی تھیں۔ پکاڈلی کے درمیان ایروز کے مجسمے کے قریب ہپی آوارہ گرد ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ سریلی گھنٹیوں اور ڈھولکیوں کی تھاپ کے ساتھ ہرے راما ہرے کرشن کا بھجن جاری تھا اور منشیات کی ترنگ میں ڈوبے ہوئے بدمستوں کے گرد مجمع لگا ہوا تھا۔ کچھ آگے سوہو کو نکلنے والی سڑک پر تسبیح، منکوں کی مالائیں گھنٹیاں اور کرتے

وغیرہ فروخت ہو رہے تھے۔ ہر شے ایک ندرت کی حامل۔ پارک لائنو نامی ریستوراں میں رات کے کھانے کے بعد میں نے ہیلن سے درخواست کی کہ اب مجھے ویلنٹائن چھوڑ دے۔

"کل کے پروگرام کے تعین کے بعد۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کل تو ہم دن میں ملاقات کر رہے ہیں، اس کے بعد بقیہ پروگرام طے کر لیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں ایک ہفتے کے پروگرام کی فہرست بنا لوں گی اور وہ تمہیں پیش کر دی جائے گی۔ تم نے جو مقصد بتایا ہے وہ تو کل پورا ہو جائے گا اور ظاہر ہے کسی ذہنی مریض کے ساتھ تم خود اسپتال میں داخل نہیں ہو گے۔ اس کا علاج تمہاری پسند کے مطابق ہوتا رہے گا اور میں تمہیں لندن گھماؤں گی۔"

میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی تھی۔ بہرطور اس کے خلوص کو ٹھکرایا نہیں جا سکتا تھا۔ بعد میں اپنے پروگرام کی تفصیلات سے میں اسے اس حد تک آگاہ کر دوں گا جس حد تک ممکن ہوا۔ چنانچہ ہیلن موگر مجھے ویلنٹائن چھوڑ گئی۔ میں نے اسے اپنے ساتھ آنے کی دعوت نہیں دی تھی اور یوں بھی وقت کافی ہو چکا تھا۔

اس کے جانے کے بعد میں لفٹ کے ذریعے اپنی منزل پر آ گیا۔ سمبوتورا کے کمرے میں روشنی ہو رہی تھی، دستک دی تو سمبوتورا نے دروازہ کھول دیا، وہ واقعی گوشہ نشینی سے مطمئن رہتا تھا، مجھے دیکھ کر استقبالیہ انداز میں مسکرایا اور اندر آنے کی دعوت دی۔

"یقیناً تم لوگ رات کا کھانا کھا چکے ہو گے۔؟"

"ہاں۔ لیکن یہ یقین کرنے کے بعد کہ تم ڈنر سے قبل واپس نہیں آؤ گے۔؟"

"تکلفات میں پڑنا بھی نہیں سمبوتورا، میں اپنے کام میں مصروف ہوں۔"

"میں جانتا ہوں گازالی، اور ویسے بھی حقیقت یہی ہے کہ طویل عرصہ تمہاری اس دنیا میں گذارنے کے بعد بھی مجھے اس دنیا سے خوف سا محسوس ہوتا ہے اور میں ان رنگین لوگوں کے درمیان خود کو اجنبی محسوس کرتا ہوں بلکہ شاید ہم میں سے ہر سامون کی یہی کیفیت ہوتی ہے اور وہ جو ہنگاموں سے گھبراتے ہیں، گوشہ نشینی ہی کو سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں، چنانچہ تم میری فکر مت کیا کرو۔"

میں نے سمبوتورا کو بتایا کہ کل دن میں گومین کے معائنے کا بندوبست کر لیا گیا ہے اور ہم لوگ ساڑھے دس بجے یہاں سے نکل چلیں گے۔ سمبوتورا نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی تھی اور اس سلسلے میں مجھ سے مزید سوالات نہیں کیے تھے وہ ایسی ہی فطرت کا مالک تھا۔

تھوڑی دیر اس کے ساتھ گذارنے کے بعد میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ ہیلن موگر کے ساتھ لندن کے مختلف حصے دیکھے تھے اور اس کے خلوص کا اعتراف کرنا پڑا تھا۔ وہ ضرورت سے زیادہ مہمان نوازی کر رہی تھی لیکن میں اس پر زیادہ بوجھ نہیں بن سکتا تھا۔ میں نے دل میں سوچ لیا تھا کہ خوبصورتی سے اسے اس کی اس مہمان نوازی سے روک دوں گا، میرے لیے تو بے شمار مسئلے یہاں تیار کھڑے تھے، جب بھی کام شروع ہو جائے۔ کل دن میں گومین کا معائنہ کرا لیا جائے اور اگر واقعی کوئی صحیح ڈاکٹر ہوا، جیسا کہ ہیلن موگر نے کہا تھا، تو پھر گومین کو دماغی ہسپتال میں داخل کرا دیا جائے گا۔ لیوس جب بھی واپس آ جائے۔ اگر اس نے کوئی خاص ہی مشورہ دیا تو پھر دوسری بات ہے۔

رات کو نجانے کس وقت آنکھ کھل گئی اور میری نگاہوں میں پھولوں کے کنج کے پاس کھڑا ہوا ایک حسین چہرہ ابھر آیا۔ تنویر نے ان تمام شخصیتوں کو شکست دے دی تھی، جنہوں نے عجیب عجیب انداز میں میری جانب بڑھنے کی کوشش کی تھی اور جن سے میں کتراتا رہا تھا۔ ہما، جولیا، اور نجانے کون کون۔ لیکن تنویر اچانک ہی ایک طوفان بن کر مجھ پر چھا گئی تھی اور میں اپنے دل میں ایک سکون سا محسوس کرتا تھا کہ میں بالکل ہی تنہا نہیں ہوں۔ بیچاری ندرت تو جیسے میرے ذہن سے اتر ہی چکی تھی۔ ندرت کے بارے میں بھی جب سوچتا تو عجیب سے تاثرات ذہن پر چھا جاتے۔ تعجب بھی ہوتا اور ہنسی بھی آتی۔ بلاشبہ اس کی اپنی عمر کے لحاظ سے اس کے جذبات جوان تھے لیکن میری عمر۔ ہنسنے کی بات ہی تھی

دوبارہ سویا تو دیر سے آنکھ کھلی، کسی نے جگانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ٹیلی فون پر سمبوتورا سے رابطہ قائم کیا تو اس نے بتایا کہ وہ ناشتا کر چکا ہے، میں اپنے طور پر ناشتا کر لوں۔

ناشتے کے بعد گھڑی میں وقت دیکھا تو پونے دس بج رہے تھے۔ میں نے ایک بار پھر ٹیلی فون پر ہی سمبوتورا کو گومین کے ساتھ تیار ہو جانے کی ہدایت کی اور خود تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ سوا دس بجے میرے کمرے کے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور آپریٹر نے بتایا کہ مس موگر مسٹر گوزلی سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔ مس موگر کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو غزالی۔"

"ہیلو۔!"

"تیار ہونا غزالی۔" ہیلن مورگر کی آواز سنائی دی۔

"ہاں۔ تم نے اپائنٹمنٹ لے لیا ہے۔؟"

"یہ میرا شہر ہے اور جو کچھ میں کہوں اس پر تمہیں آنکھیں بند کر کے یقین کر لینا چاہیے۔"

"تو پھر آنکھیں بند کر کے میں کہاں پہنچ جاؤں۔؟" میں نے سوال کیا۔!

"آنکھیں بند کیے بیٹھے رہو میں خود تمہارے پاس آ رہی ہوں۔ ڈاکٹر سے گیارہ بج کر بیس منٹ کا وقت ملا ہے۔"

"شکریہ ہیلن، واقعی تم نے میری ایک بہت بڑی مشکل حل کر دی ہے۔" میں نے کہا اور تیاریاں کرنے کے بعد گومین کے کمرے میں پہنچ گیا۔ سمبوتورا نے گومین کو بھی تیار کر لیا تھا، ویسے گومین اب پرسکون ہی نظر آتا تھا۔ طویل عرصے سے اس پر وہ ہذیانی کیفیت طاری نہیں ہوئی تھی بلکہ بعض اوقات تو اس کے چہرے سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سنجیدگی سے کسی مسئلے پر سوچ رہا ہو جبکہ اس سے پہلے کبھی اس کے چہرے پر سوچ کے آثار نہیں ہوتے تھے بلکہ بس ایک الجھا الجھا انداز پایا جاتا تھا، جیسے وہ ماحول سے غیر مطمئن ہو۔

میں نے سمبوتورا کو بتایا کہ تھوڑی دیر کے بعد میری دوست ہیلن مورگر یہاں پہنچ رہی ہے، اور ہمیں اس کے ساتھ جانا ہوگا بے چارے سمبوتورا نے ہیلن مورگر کے بارے میں ایک سوال بھی نہیں کیا تھا۔ بڑا ہی قناعت پسند آدمی تھا۔

ہیلن مورگر کو میں نے اپنے کمرے کے دروازے پر ہی خوش آمدید کہا۔ اور اُسے ساتھ لیے ہوئے سمبوتورا کے کمرے میں آ گیا۔ میں نے اس سے سمبوتورا کا تعارف کرایا تو وہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔ "سامبوتورا۔ عجیب نام نہیں ہے۔؟"

"ہاں۔"

"مسٹر تورا کا تعلق کہاں سے ہے۔ شکل و صورت سے تو ایشیائی باشندے ہی لگتے ہیں۔؟"

"ہاں، مسٹر سمبوتورا تبت کے علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔" میں نے کہا اور ہیلن نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ اس سے زیادہ اس نے سمبوتورا کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

ہم تینوں ہیلن کے ساتھ نیچے اتر آئے اور ہیلن کی کار میں بیٹھ کر چل پڑے۔ میں ہیلن کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک انتہائی شاندار عمارت کے سامنے کار رکی اور ہیلن مورگر دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی۔ کار لاک کر کے وہ ہمیں اندر لے گئی، حسین عمارت کے انتہائی نفیس ویٹنگ رُوم میں گیارہ بج کر بیس منٹ کا انتظار کیا گیا۔ پھر ایک باوردی شخص نے باہر آ کر مسٹر غزالی کا نام پکارا اور ہیلن مورگر کھڑی ہو گئی، ہم سب ایک راہداری سے گذر کر ایک کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ گئے، دروازے پر ڈاکٹر جے مورگر کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔

میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ جے مورگر تو ہیلن کا باپ تھا۔ باوردی شخص نے فوراً ہی دروازہ کھول دیا اور میں حیرت زدہ سا اندر داخل ہو گیا۔ کشادہ کمرے میں ایک عظیم الشان سیاہ میز کے پیچھے ڈاکٹر مورگر بیٹھا ہوا تھا۔ اُسے دیکھ کر مجھے کوئی شبہ نہ رہا اور پھر مجھے وہ لمحات یاد آ گئے جب میں نے ہیلن سے کہا تھا کہ میں ایک دماغی مریض کو علاج کی غرض سے لندن لایا ہوں اور یہاں کے کسی بہترین برین سرجن کا پتا چاہتا ہوں، تو اس نے چونک کر مجھے دیکھا تھا، مسکرائی تھی اور پھر اپنی خدمات پیش کر دی تھیں۔ تو اس کا مقصد یہ تھا کہ جے مورگر، اس کا باپ ہی ایک معروف برین سرجن تھا۔

جے مورگر نے مجھے دیکھا، مسکرا کر مجھ سے ہاتھ ملایا اور پھر گومین اور سمبوتورا کو دیکھنے لگا۔ اور پھر اس نے گردن کے اشارے سے ان لوگوں کو بیٹھنے کی پیش کش کی۔

"جہاز میں تم سے تعارف ہوا تھا مسٹر غزالی، اور اس کے بعد ہیلن نے تمہارا پرابلم مجھے بتایا تھا، بہر طور میں جس قابل ہوں، حاضر ہوں، میرا خیال ہے میرا مریض وہ شخص ہے۔ کیا نام ہے اس کا۔؟"

"ہم اسے گومین کے نام سے پکارتے ہیں۔"

"گڈ، آپ مجھے اس کے بارے میں کچھ تفصیلات بتائیے، اس کے بعد میں اس شخص کا معائنہ کروں گا۔ آج کا ڈیڑھ گھنٹہ میں نے اس کے لیے وقف کر دیا ہے۔ مسٹر سمبوتورا آپ بھی براہ کرم یہاں آ جائیے۔"

ہیلن مسکراتی ہوئی ایک طرف بیٹھ گئی تھی ڈاکٹر جے مورگر نے مجھ سے سوالات کرنے شروع کر دیے تھے۔ "مسٹر گومین کی دماغی حالت کتنے عرصے سے خراب ہے اور اسکے عوامل کیا تھے۔"

میں نے اپنی معلومات کے تحت مختصر تفصیل ڈاکٹر مورگر کو بتا دی، جو اس کے لیے ناکافی تھی۔ وہ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتا رہا۔ اور میں اسے جواب دیتا رہا۔ ایک دو بار سمبوتورا کو بھی درمیان میں بولنا پڑا تھا۔ بالآخر میں نے ڈاکٹر جے مورگر سے کہا "ڈاکٹر مورگر کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ اپنے طور پر اس شخص کا دماغی تجزیہ کریں، اور ان حالات کا جائزہ لیں، کیونکہ آپ کے سوالات کے جواب میں جو کچھ ہم کہیں گے وہ آپ کے لیے کافی نہیں ہوگا۔"

"تمام باتیں الجھی ہوئی ہیں اور درحقیقت میں اب تک کچھ نہیں سمجھ سکا۔ تاہم میں تمہاری مرضی کے مطابق اسکے ابتدائی ٹیسٹ لیتا ہوں۔ ہیلن تم اپنے مہمانوں کو اٹینڈ کرو، میں مریض کو لیے جا رہا ہوں۔"

ڈاکٹر مورگر گومین کا بازو پکڑ کر کمرے کے اندر ہی بنے ہوئے ایک دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ گومین نے تعرض نہیں کیا تھا۔ ہیلن مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگی تو میں بھی مسکرا دیا۔ "واقعی تمہارے تعلقات تو مسٹر مورگر سے بہت ہی گہرے ہیں تو پھر اپائنٹمنٹ کیسے نہ ملتا۔"

"یقین کرو غزالی چونکہ ڈیڈی بہت عرصے کے بعد کلینک آئے ہیں اور اس دوران ان کے پاس کوئی اپائنٹمنٹ نہیں تھا اس لیے یہ وقت مل گیا، ورنہ میں تم سے فخریہ کہتی ہوں کہ میرے ڈیڈی کے پاس بالکل وقت نہیں ہے۔ تم اگر چاہو تو ڈاکٹر جے مورگر کے بارے میں کہیں سے بھی معلومات حاصل کر سکتے ہو۔ ڈیڈی کے پاس خاص ہی خاص کیس آتے ہیں بہت زیادہ اُلجھے ہوئے۔"

"مجھے تم پر یقین ہے ہیلن۔" میں نے جواب دیا۔

ہیلن نے میرے لیے کافی منگوائی، لیکن اصولوں کے تحت اسے ایک ملحقہ کمرے میں جانا پڑا تھا، جو مہمانوں کی تواضع کے لیے مخصوص تھا۔ وہاں بیٹھ کر ہم کافی پینے لگے۔ ہیلن نے ایک بٹن دبا کر دروازے کے باہر بلب روشن کر دیا۔ تاکہ اگر ڈاکٹر مورگر کو ہماری تلاش ہو تو اسے علم ہو جائے کہ ہم یہاں موجود ہیں۔

پینتس منٹ گذر چکے تھے۔ چھتیسویں منٹ پر ڈاکٹر مورگر کی آواز ایک انٹرکام پر سنائی دی۔ "مسٹر غزالی، براہ کرم یہاں ٹیسٹ روم میں آ جائیے۔"

میں کھڑا ہو گیا۔ کافی پی جا چکی تھی، ہیلن خود مجھے ٹیسٹ رُوم کے دروازے تک چھوڑنے آئی اس نے مجھے اندر جانے کے لیے کہا اور خود واپس لوٹ گئی۔ اندر کا ماحول میری توقع سے کہیں زیادہ گمبھیر تھا۔

ایک وسیع و عریض ہال تھا جس میں متعدد مشینیں لگی ہوئی تھیں، مدہم روشنیاں چاروں طرف جل رہی تھیں، ایک میز پر گومین لیٹا ہوا نظر آ رہا تھا، اور اس کے سر پر ایک بہت بڑی مشین سے مختلف قسم کی شعاعیں نکل کر اس کے سر اور چہرے کو اپنے دائرے میں لیے ہوئے تھیں، تھوڑے ہی فاصلے پر ایک ٹیلی ویژن اسکرین روشن تھا جس پر مختلف قسم کے نشانات نمودار ہو رہے تھے۔ ڈاکٹر مورگر اسی اسکرین کے سامنے موجود تھا اس نے گردن گھما کر مجھے دیکھا اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ جے مورگر کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اس نے اشارے سے مجھے اپنے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ اور پھر ویژن اسکرین کا بٹن آف کر دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک بٹن دبا کر تیز روشنی کر دی۔ لیکن یہ روشنی بھی محدود تھی۔ اور صرف مجھے اور ڈاکٹر مورگر کو اپنے دائرے میں لیے ہوئے تھی۔ ڈاکٹر مورگر کی نگاہیں عجیب سے انداز میں چمک رہی تھیں اور وہ خاموشی سے میری صورت دیکھ رہا تھا۔

ڈاکٹر مورگر کا یہ انداز مجھے بہت عجیب سا لگ رہا تھا، مشینوں کے درمیان ویسے ہی ماحول کافی پُراسرار ہو گیا تھا، میں ڈاکٹر مورگر کی صورت دیکھتا رہا، تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔ "غالباً آپ کچھ عرصے پہلے بھی اس مریض کو یہاں لا چکے ہیں، مسٹر غزالی۔"

"نہیں ڈاکٹر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تب پھر یہ دوسرا انوکھا مریض ہے جو میرے پاس آیا ہے، میں بہت اچھی یادداشت کا مالک نہیں ہوں، لیکن وہ انوکھا کیس مجھے اچھی طرح یاد ہے، اور پھر زیادہ وقت بھی نہیں گذرا غالباً چھ یا سات ماہ قبل کی بات ہے، کوئی ایک ایسے ہی مریض کو میرے پاس لایا تھا۔ میں نے اس کا معائنہ کیا تھا اور پھر دوبارہ اُسے بلایا تھا، لیکن اس کے بعد وہ مریض میرے پاس نہیں آیا۔"

"میں تو پہلی بار لندن آیا ہوں ڈاکٹر، بلکہ یوں سمجھیے آپ کے ساتھ ہی میں نے پہلی بار اس جہاز سے لندن کا سفر کیا ہے۔" میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا، ظاہر ہے تم جھوٹ کیوں بولو گے۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں ڈاکٹر کہ جب آپ برین اسپشلسٹ ہیں تو آپ کو اس مریض کے معائنے پر تعجب کیوں ہوا۔"

"بھئی میں تمہیں ذرا تفصیل سے سمجھاؤں۔" ڈاکٹر مورگر نے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر مشینوں پر کچھ کارروائی کی، گومین کے سر پر جلتی ہوئی روشنیاں بھی بجھ گئی تھیں، ڈاکٹر مورگر نے میرا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے ہٹ کر ایک اور نشست پر آ بیٹھا مجھے بھی اس نے اپنے ساتھ بیٹھنے کی پیشکش کر دی تھی، پھر وہ کہنے لگا۔ "یہ سب کچھ میرے لیے اتنا دلچسپ ہے کہ میں دوسرے تمام کام چھوڑ سکتا ہوں، ویسے بھی میرا آج کوئی اور اپائنٹمنٹ

نہیں ہے، تمہیں تو جلدی نہیں ہے؟"

"نہیں ڈاکٹر۔ قطعی نہیں۔"

"ٹھہرو۔ میں ہیلن کو اطلاع کر دوں کہ وہ اس دوسرے شخص کو سنبھالے رکھے جو تمہارے ساتھ آیا ہے، ہم ذرا تفصیلی گفتگو کریں گے۔"

"بہتر ڈاکٹر۔"

ڈاکٹر مورگر نے انٹرکام پر ہیلن کو مخاطب کیا اور اس سے کہا کہ معائنے کا وقت دو ڈھائی گھنٹے بھی ہو سکتا ہے اس دوران مسٹر سمبوتورا کو بور نہ ہونے دیا جائے۔ یہ ہدایت دینے کے بعد ڈاکٹر مورگر پھر میرے سامنے آ بیٹھا۔ وہ پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجلاتے ہوئے بولا۔ "میں اس شخص کے ذہن کا ابتدائی معائنہ کر کے ہی حیران ہو گیا تھا، دراصل انسانی دماغ کی ایک مخصوص بناوٹ ہوتی ہے مختلف دماغوں میں بس معمولی معمولی فرق ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے انسانی اجسام، اعضا، نقوش ایک جیسے ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے تھوڑے تھوڑے مختلف ہوتے ہیں، کچھ تندرست، کچھ کمزور، کچھ کے زاویے بدلے ہوئے، لیکن ان کی ہیئت ایک ہی ہوتی ہے۔ ہاتھوں میں پانچ انگلیاں، پیروں کی بناوٹ، ناک، آنکھ، کان وغیرہ۔ یہی کیفیت انسانی دماغ کی ہے، اس کے خلیے چھوٹے بڑے اور ساخت میں ایک دوسرے سے ذرا مختلف ہوتے ہیں لیکن ان کی بناوٹ اور ان کا فنکشن ایک ہی ہوتا ہے، اگر تمہیں کسی دماغ کے خلیوں کی بناوٹ ہی میں فرق نظر آئے اور لاکھ دو لاکھ، دس لاکھ دماغوں میں ایک دماغ منفرد ہو تو کیا تمہیں حیرت نہ ہو گی۔ جس شخص کو میرے سامنے لایا گیا تھا، وہ بھی ایسی ہی دماغی بناوٹ رکھتا تھا۔ اس کے خلیوں میں کچھ ایسی انوکھی صفات تھیں کہ میں حیران رہ گیا تھا۔ میں نے اس دماغ کی فوٹو پلیٹ بھی حاصل کی تھی، جو یقیناً میرے ریکارڈ میں ہو گی میں بعد میں اس مریض کا اچھی طرح تجزیہ کرنا چاہتا تھا، لیکن وہ دوبارہ میرے پاس آیا ہی نہیں، اور اس وقت بھی وہ مجھے بہت زیادہ وقت نہیں دے سکا تھا۔

"اگر وہ تم نہیں تھے، تو پھر یہ ایک حیرت انگیز بات ہے مسٹر غزالی کہ ایک ہی بناوٹ کے دو دماغ میرے سامنے آئے، اس کا مقصد ہے کہ یہ دونوں آپس میں کوئی تعلق رکھتے ہیں، میں بہت آگے نہیں بڑھنا چاہتا، لیکن اگر میں یہ کہوں تو حق بجانب ہوں گا کہ یہ دونوں انسانی بناوٹ رکھنے کے باوجود کچھ غیر انسانی خصوصیات کے مالک ہیں، مگر یہ کون ہیں اور ان کے دماغوں کی بناوٹ میں اتنا نمایاں فرق کیوں ہے یہ بات قابلِ غور ہے، اور اس سلسلے میں غزالی میں اپنی تسلی کے لیے تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی مسٹر مورگر۔" میں اپنے بدن میں ہونے والی اینٹھن کو بمشکل تمام برداشت کرتے ہوئے بولا، ڈاکٹر مورگر جو کچھ کہہ رہا تھا، بلاشبہ حقیقت پر مبنی تھا، لیکن ایک ایسی حقیقت جس کی تفصیل میں خود بھی نہیں جانتا تھا۔

مورگر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "پہلی بات تو مجھے یہ بتاؤ کہ اس شخص کا تعلق کہاں سے ہے؟"

میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا کہ ڈاکٹر مورگر کو مکمل حقیقت بتانا مناسب نہیں ہو گا۔ بلکہ اس کی کسی بھی انداز میں تسلی کر دی جائے تو بہتر ہے چنانچہ میں نے فوراً ہی جواب دیا۔ "ان لوگوں سے ڈاکٹر مورگر، میری ملاقات تبت کے ایک وحشی قبیلے میں ہوئی تھی میں سیاحت کا رسیا ہوں، گو بہت زیادہ وسائل نہیں رکھتا لیکن پھر بھی بہت کچھ ہے خدا کے فضل سے میرے پاس۔ تبت کے ان علاقوں میں بھی میں سیاحت ہی کی غرض سے گیا تھا اور ایک وحشی قبیلے کے درمیان پھنس کر انتہائی پریشان کن حالات کا شکار ہو چکا تھا کہ ان میں سے اس شخص نے میری مدد کی جو باہر ہیلن کے ساتھ موجود ہے۔ یہ مدد اس نوعیت کی تھی کہ آپ یوں سمجھ لیجیے مجھے نئی زندگی ملی۔ مجھے بچانے کے لیے اس شخص نے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی تھی، میں اس کا ممنون ہو گیا، تب اس نے اس دوسرے شخص سے ملاقات کرائی جو آپ کے پاس مریض کی حیثیت سے موجود ہے، اور مجھے دکھ بھرے انداز میں بتایا کہ اس کا یہ عزیز ذہنی فتور کا شکار ہے، جس کی وجہ سے وہ سخت پریشان ہے، اس احسان کے جواب میں ڈاکٹر مورگر میں بھی اس کے ساتھ کچھ کرنا چاہتا تھا، چنانچہ میں اسے دماغی علاج کے لیے اپنے وسائل سے یہاں لندن لے آیا، اس سے زیادہ میں ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، میرے دوست سمبوتورا نے مجھے یہی بتایا کہ وہ تبت کا باشندہ ہے۔"

"تعجب ہے، بے حد تعجب، لیکن میرے دوست میری ایک مدد اور کرو۔"

"کیا مسٹر مورگر؟"

"کیا میں اس شخص یعنی سمبوتورا کا ذہنی جائزہ بھی لے سکتا ہوں۔"

بڑا ٹیڑھا سوال تھا، میں چند لمحوں تک ڈاکٹر مورگر کو دیکھتا رہا، پھر میں نے کہا۔ "اس کے لیے آپ کو مجھے کچھ وقت دینا ہو گا ڈاکٹر، میں اس شخص کو ذرا ترکیب سے اس بات پر آمادہ کر لوں گا یہ میرا وعدہ ہے۔"

"ٹھیک ہے، ظاہر ہے فوری طور پر یہ کام کیا بھی نہیں جا سکتا

"لیکن ڈاکٹر گومین کے ذہنی انتشار کے بارے میں آپ کیا کہیں گے، دماغ کی بناوٹ اپنی جگہ لیکن وہ نیم پاگل کیوں ہے؟"

"اس کا تجزیہ ہم ابھی تھوڑی دیر کے اندر کر لیں گے، لیکن غزالی کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ تم اپنے اس دوست کو اجازت دے دو اور اس سے کہو کہ تم کسی بھی وقت اس شخص گومین کو لے کر واپس ہوٹل پہنچ جاؤ گے۔"

"نہیں ڈاکٹر یہ مناسب نہیں ہو گا لیکن ایک درخواست ہے آپ سے ہیلن کو اگر کوئی مصروفیت نہ ہو تو براہ کرم اسے اجازت دے دیں کہ وہ سمبوتورا کو ہوٹل چھوڑ آئے کیونکہ یہاں تو جانے کتنی دیر لگے۔"

"تو پھر آؤ اس سے بات کیے لیتے ہیں۔ میں کچھ اور ہدایات بھی دوسرے لوگوں کو دے دوں۔" ڈاکٹر مورگر نے کہا اور ہم دونوں گومین کو اسی طرح میز پر لیٹا چھوڑ کر باہر نکل آئے۔ ہیلن، سمبوتورا سے گفتگو میں مصروف تھی اور سمبوتورا مطمئن نظر آ رہا تھا، ہیلن نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا۔

"کیوں۔ کام ہو گیا؟"

"نہیں بے بی ابھی نہیں۔ بلکہ ممکن ہے آج کا تمام دن ہمیں اس مریض کے دماغی معائنے میں لگ جائے۔ چنانچہ اگر مسٹر سمبوتورا پسند کریں تو تم انھیں واپس ان کے ہوٹل چھوڑ دو اور تم بھی آرام کرو، مسٹر غزالی میرے ساتھ رہیں گے۔"

"اوہو! کیا بہت لمبا کام ہے؟" ہیلن نے ہونٹ سکوڑ کر پوچھا۔

"ہاں بے بی خاصا وقت صرف ہو جائے گا۔"

"میں مسٹر سمبوتورا کو ان کے ہوٹل پہنچائے دیتی ہوں اور غزالی آپ سے پھر اس وقت ملاقات ہو گی جب آپ کو فرصت ہو جائے گی۔"

"میں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں ڈاکٹر۔ اگر اس ویٹنگ رُوم میں میری موجودگی کسی پریشانی کا سبب نہ ہو تو مجھے یہیں رہنے دیا جائے۔ میں نہایت اطمینان سے یہاں دن گزار لوں گا۔" سمبوتورا نے کہا۔ میں نے ڈاکٹر کی طرف دیکھا اور ڈاکٹر گردن ہلا کر بولا۔ "نہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مسٹر سمبوتورا۔ اور ہیلن تم جب تک چاہو مسٹر سمبوتورا کے ساتھ رہو، اور جب چاہو واپس چلی جانا۔"

"اوکے ڈیڈی، آپ اپنے کام میں مصروف رہیں مسٹر سمبوتورا بڑی سادہ سی شخصیت کے مالک ہیں میں ان سے باتیں کر رہی ہوں، بور ہو جاؤں گی تو چلی جاؤں گی۔"

ڈاکٹر مورگر نے اطمینان سے گردن ہلائی اور پھر متعلقہ عملے کو مزید ہدایات دے کر میرے ساتھ واپس اپنی لیبارٹری میں آ گیا۔ اس نے میرے تعاون سے کچھ اور مشینوں کو اسٹارٹ کیا اور پھر اسٹریچر نما میز ایک بڑی صندوق نما مشین کے اندر داخل کر دی گئی اور مشین کے دروازے بند ہو گئے۔ ڈاکٹر ایک بار پھر اس ویژن اسکرین کے سامنے آ گیا تھا۔ اس نے اسکرین سے ایک کیمرہ نما مشین کی لیڈ منسلک کی اور پھر اس صندوق نما مشین کے پاس جا کر اس کے کچھ بٹن آن کر دیے۔ ویژن اسکرین پر مکھیاں سی بھنبھنانے لگیں اور پھر آہستہ آہستہ ایک خاکہ نمودار ہونے لگا۔ میں ڈاکٹر کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ خاکہ ایک انسانی دماغ کی شکل اختیار کر گیا۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا، چنانچہ میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکا۔ ڈاکٹر بغور اس خاکے کو دیکھ رہا تھا۔ تقریباً دس منٹ تک یہ کارروائی جاری رہی اس کے بعد ڈاکٹر اپنی جگہ سے اٹھا۔ تمام مشینیں بند کیں اور گومین کو اس صندوق نما مشین سے نکال کر کھلی ہوا میں لایا گیا۔

گومین کو شاید بے ہوش کر دیا گیا تھا کیونکہ اس کی آنکھیں بند تھیں اور مسلسل ساکت تھا۔ پھر ڈاکٹر نے اس کیمرے نما مشین کو کھول کر اس میں سے ایک فلم نکالی اور اس فلم کو لے کر ایک پروجیکٹر کے پاس پہنچ گیا جو چند گز کے فاصلے پر رکھا ہوا تھا۔ جدید ترین مشینوں سے یہ فلم تیار کی گئی تھی اس لیے اس میں مزید کسی کام کا مرحلہ نہیں تھا۔ پروجیکٹر سے ڈاکٹر، ایک اسکرین پر ان تصویروں کو دیکھنے لگا۔ وہ ایک ایک تصویر کو اسٹل کر کے سرخ پنسل سے نشانات لگاتا تھا اور اس کے بارے میں سامنے رکھے ہوئے ایک کاغذ پر ریمارکس لکھتا جاتا تھا۔ میں اس دوران بڑے صبر کے ساتھ اس کی یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر نے خود بھی ایک بار مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وقت کا کوئی اندازہ ہی نہ ہو سکا۔

کام گو میرے لیے قطعی غیر دلچسپ تھا لیکن معاملہ چونکہ مجھ سے متعلق تھا اس لیے میں اس میں پوری پوری دلچسپی لے رہا تھا پھر ڈاکٹر اپنے کام سے فارغ ہو گیا اور مختلف چارٹ لیکر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

اس نے ایک بڑی سی میز پر رکھے ہوئے اسکرین پر پیچھے کی سمت وہ فلم لگا دی اور میرے پاس بیٹھ کر مجھ سے کہنے لگا "اب تم ان تمام تصویروں کو دیکھو۔" اس نے ایک بٹن دبایا اور اسکرین پر گومین کے دماغ کی ایک تصویر نمایاں ہو گئی۔ ڈاکٹر نے ایک چھوٹا سا چارٹ نکال کر میرے سامنے رکھا جس پر دماغ کی ایک تصویر بنی ہوئی تھی اور پھر وہ بڑی تفصیل سے دماغی خلیوں کے بارے میں بتانے لگا۔ اس نے کہا۔ "یہ ایک مکمل انسانی

دماغ ہے تم اسے غور سے دیکھو اور پھر اسکرین پر بنے ہوئے اس دماغ کو دیکھو تبدیلی تمہیں صاف محسوس ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ جیسا کہ تم نے کہا کہ یہ ایک منتشر دماغ ہے یعنی اجنبی ہونے کے علاوہ اس میں کچھ ایسی خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے وہ شخص ذہنی فتور کا شکار ہے۔ تو ان خرابیوں کا اندازہ ان سیاہ لکیروں سے ہوتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شدید جھٹکے پہنچے ہوں اس دماغ کو جس کی وجہ سے خلیوں کے درمیان کچھ خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ سامنے کے حصوں میں ان چند خلیوں میں یہ خلاء نظر آتا ہے لیکن جو اندرونی حصے ہیں یقیناً وہ بھی اس سے متاثر ہوں گے اس دماغ کو یا تو کوئی بہت بڑی چوٹ پہنچی ہے یا پھر خاص قسم کے جھٹکوں کے ذریعے اسے منتشر کیا گیا ہے۔ یہ سیاہ لکیریں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں اور میرا خیال ہے یہی اس شخص کے ذہنی فتور کا سبب ہے۔"

"گڈ۔ ڈاکٹر! کیا اس کا علاج کیا جا سکتا ہے۔"

"ہاں لیکن بہت ہی مشکل چیز ہے وہ رطوبت جوان خلیوں کی لکیروں میں جمع ہو کر ان کے خلاء کو پُر کرتی ہے اور انھیں متحرک بھی رکھتی ہے بہت ہی نایاب چیز ہے۔ اس رطوبت کو ان خلیوں میں صحیح جگہ داخل کرنا اور پھر اسے وہاں ٹھہرانا ہی اس شخص کا علاج ہے۔ یہ خلاء پُر ہو جائیں گے تو دماغ صحیح کیفیت میں کام کرنے لگے گا لیکن یہ علاج بے پناہ مشکل ہے بے پناہ مشکل۔"

"ڈاکٹر میں اس شخص کا علاج چاہتا ہوں۔"

"بہت ہی لمبا کام ہو گا مسٹر غزالی۔ لیکن میرے لیے غیر دلچسپ نہیں ہے۔ آپ اپنے طور پر فیصلہ کر لیجیے کہ کتنا وقت اس کے لیے دے سکیں گے۔ ہر چند کہ میں کوشش کروں گا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ کام کر لیا جائے۔ لیکن میرے دوست اس کے لیے مجھے کچھ اور ڈاکٹروں کے مشورے بھی درکار ہوں گے میں یہ کام اپنے طور پر بھی کر سکتا ہوں لیکن اخراجات بے پناہ ہو جائیں گے اور پھر اس کے علاوہ وقت بھی۔"

"ڈاکٹر یہ کام ہمیں کرنا ہے۔ گومین کو ہم آپ کی کلینک میں داخل کر دیں گے اور اخراجات کا مسئلہ بھی طے کر لیں گے۔ آپ اس کے لیے تیاریاں کیجیے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"تو پھر اگر آپ چاہیں تو گومین کو آج ہی سے آپ کے پاس چھوڑ دیا جائے۔"

"دو تین دن رک جاؤ میں طویل عرصے کے بعد واپس لوٹا ہوں۔ ہر چند کہ یہاں کام ہو رہا ہے لیکن میں اس کا مکمل طور پر جائزہ نہیں لے سکا چنانچہ چند دن کے انتظامات کے بعد میں تمہارے اس مریض کو اپنے کلینک میں داخل کر لوں گا۔"

ڈاکٹر جے مورگر نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے غزالی کہ ہم اس سلسلے میں کیا کریں یعنی ہمیں کیسے یہ معلوم ہو کہ اس شخص کی دماغی ساخت مختلف کیوں ہے۔ تم اس دوران سمبوتورا کو بھی اپنے دماغی معائنے کے لیے تیار کر لو میں اس مسئلے میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں اور ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ سمبوتورا کا دماغی جائزہ لینے کے بعد مجھے اس شخص کے علاج میں بھی آسانی ہو جائے گی سمبوتورا کا پہلے ذہنی تجزیہ کر لیا جائے اس کے بعد ہم اس سے یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ اس کا دماغ عام دماغوں سے مختلف کیوں ہے۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر یہ کام آپ کر لیں، لیکن وہ شخص میرے لیے باعثِ دلچسپی ہے جس کا تذکرہ آپ نے کیا ہے۔ وہ کون تھا؟ وہ سمبوتورا نہیں تھا۔ لیکن کیا ایک ایسا دوسرا آدمی آپ کے لیے تعجب خیز نہیں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"بالکل ہے۔ میں اپنا ریکارڈ نکلواتا ہوں اسکے ذریعے تمہیں اس شخص کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ ممکن ہے وہ انہی کی نسل کا کوئی آدمی ہو۔ سمبوتورا تمہیں اس کے بارے میں یقیناً تفصیلات بتا سکے گا۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر، آپ یہ کام کیجیے۔"

ڈاکٹر لیبارٹری سے باہر نکل کر اپنے آفس میں پہنچ گیا۔ سمبوتورا کو ابھی اطلاع نہیں دی گئی تھی کہ ہم اپنے کام سے فارغ ہو گئے ہیں۔ مجھے اس کی طرف سے کوئی تشویش بھی نہیں تھی۔ ڈاکٹر نے متعلقہ افراد کو بلایا اور پھر اس سال کا پورا ریکارڈ چھاننے کے لیے کہا گیا۔ میں خود بھی چونکہ اس معاملے میں اتنی ہی دلچسپی لے رہا تھا چنانچہ مجھے وقت کے ضائع ہونے کا کوئی افسوس نہیں تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے کی کوشش کے بعد ڈاکٹر نے ایک بڑا سا لفافہ مختلف رپورٹوں کے ساتھ جو ایک فائل میں لگی ہوئی تھیں نکلوا لیا اور اسے اپنے سامنے رکھ لیا۔

"آج سے ٹھیک سات ماہ پہلے اس شخص کو لایا گیا تھا۔ اسے لانے والے ایک صاحب "مارٹن ایسٹرڈ" تھے جن کا پتا بھی میرے پاس موجود ہے۔"

"مارٹن ایسٹرڈ اس شخص کو لانے والے تھے یا خود اس شخص کا نام مارٹن ایسٹرڈ تھا۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

ڈاکٹر نے مزید کچھ کاغذات دیکھے پھر ان میں سے کچھ کاغذات کو میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "نہیں، مریض کے

سرپرست کا نام مارٹن ایسٹرڈ تھا اور مریض کا نام لیبوس۔ اس شخص کی تصویر بھی موجود ہے۔"

یہ انکشاف میرے لیے چونکا دینے والا تھا کیوں کہ حسن صاحب سے جس شخص نے ملاقات کی تھی وہ لیبوس تھا لیکن اس نے اپنا نام "مارٹن ایسٹرڈ" بتایا تھا اور اسی نام اور پتے کے ساتھ اس نے حسن صاحب کے پاس پیغام چھوڑا تھا اور کہا تھا کہ ہم لوگ اس سے مل لیں۔ پھر یہ دو الگ الگ شخصیتیں کیسے ہو گئیں۔ لیبوس کی تصویر بھی ریکارڈ میں موجود تھی اور اس کے دماغ کے تجزیے کی تمام تفصیلات بھی۔

میں نے ایک بار پھر ڈاکٹر مورگر سے کہا "مسٹر مورگر براہِ کرم غور کر کے بتلائیے کہ یہ شخص جس کے دماغ کی تفصیلات آپ کے پاس موجود ہیں بذاتِ خود مارٹن ایسٹرڈ کی حیثیت سے آیا تھا یا کوئی اور اسے لے کر آیا تھا۔"

"نہیں بھائی مارٹن ایسٹرڈ تو اس شخص کو لے کر آیا تھا۔ جہاں تک میری یادداشت کا تعلق ہے اب مجھے یاد آ رہا ہے کہ وہ ایک بھاری بدن کا لمبے قد کا آدمی تھا، شاندار شخصیت کا مالک اور جس شخص کو وہ لے کر آیا تھا وہ بھی ٹھیک ٹھاک آدمی معلوم ہوتا تھا، مارٹن ایسٹرڈ نے اس کا تعارف لیبوس کی حیثیت سے کرایا تھا اور شاید اس نام پر میں نے یہ بھی سوال کیا تھا کہ یہ کون سے خطے کا نام ہے۔"

"اس کا کوئی جواب دیا گیا تھا؟"

"شاید نہیں یا شاید میں نے غور نہیں کیا تھا تم۔ کیا انہیں کسی کو پہچانتے ہو؟"

"نہیں قطعی نہیں، بس مجھے حیرت ہوئی اس بات پر۔"

"بہر طور، یہ اس کے دماغی تجزیے کی رپورٹ ہے اس کے دماغ کی بناوٹ سو فیصدی ویسی ہی تھی جیسی تمہارے اس ساتھی گومین کی ہے۔ لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ اس کے خلیے صحتمند تھے اور اپنا کام کر رہے تھے۔ لیکن گومین کے دماغ کی یہ کیفیت نہیں ہے۔ اور بہر طور اس کی ظاہری حالت بھی یہی بتاتی ہے۔"

میں نے مارٹن ایسٹرڈ کا پتا دیکھا۔ یہ پتا بھی وہی تھا جس پر میں اس کے گھر پہنچا تھا۔ بہرحال یہ چونکا دینے اور حکرا دینے والی بات تھی لیکن ڈاکٹر جے مورگر پر میں نے اس کا اظہار نہیں کیا میں نے ڈاکٹر مورگر سے کہا "تو پھر ڈاکٹر صاحب یہ بات طے رہی کہ میرا آپ سے رابطہ رہے گا اور جس دن آپ مجھ سے کہیں گے میں اپنے مریض کو آپ کے کلینک میں داخل کرا دوں گا۔"

"اس شخص کا علاج میرے لیے بھی کافی دلچسپی کا باعث ہے بلکہ شاید میں دماغی بناوٹ کے انوکھے انکشاف کو دوسرے ڈاکٹروں کے سامنے پیش کر کے ان سے اس سلسلے میں معلومات بھی حاصل کروں۔ یہ میرے لیے ایک دلچسپ چیز ہے اگر وہ شخص دوبارہ میرے کلینک میں آجاتا تو شاید اس وقت بھی میں یہی کرتا لیکن چونکہ وہ نہیں آیا اور میں اپنی دوسری مصروفیات میں لگ گیا اس لیے یہ بات ذہن سے فراموش ہو گئی۔"

"او کے ڈاکٹر اب ہمیں اجازت دی جائے۔"

"دس منٹ انتظار کرنا پڑے گا تمہیں۔ گومین کو ایک انجکشن دے کر ہوش میں لایا جائے گا اور اس کے بعد تم اسے لے کر جا سکتے ہو۔"

تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ڈاکٹر مجھے سمبوتورا اور گومین کو خدا حافظ کہہ رہا تھا۔ ہیلن، سمبوتورا کے بیان کے مطابق کافی دیر پہلے وہاں سے جا چکی تھی چنانچہ ہمیں ایک ٹیکسی کے ذریعے ہوٹل ویلنٹائن آنا پڑا۔ راستے میں سمبوتورا نے مجھ سے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کی۔ میں بھی خاموش رہا بالآخر ہم ویلنٹائن میں سمبوتورا کے کمرے میں پہنچ گئے۔ گومین کسی قدر نڈھال نظر آ رہا تھا چنانچہ وہ بستر پر جا کر لیٹ گیا اور سمبوتورا سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"ڈاکٹر جے مورگر بلاشبہ ایک اچھا ڈاکٹر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے جس طرح گومین کا جائزہ لیا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے سمبوتورا کہ وہ اپنے فن میں ماہر ہے۔ اس نے اس بات کا اظہار بھی کیا ہے کہ گومین قابلِ علاج ہے۔ گومین کے ذہنی مرض کی تھوڑی بہت تشخیص اس نے کر لی ہے۔ بہر طور ہم گومین کا علاج بہت جلد شروع کرا دیں گے اس کے لیے ڈاکٹر جے مورگر صحیح وقت کا تعین کرے گا لیکن سمبوتورا ایک نئی الجھن میرے ذہن میں پیدا ہو گئی ہے۔"

"کیا؟" سمبوتورا نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب سے تقریباً سات ماہ قبل لیبوس کا ذہنی تجزیہ بھی ڈاکٹر جے مورگر ہی نے کیا تھا اور لیبوس کو جو شخص ڈاکٹر جے مورگر کے پاس لے کر آیا تھا اس کا نام مارٹن ایسٹرڈ تھا۔"

"کیا مطلب؟" سمبوتورا نے تعجب سے کہا۔

"ہوں، لیبوس خود مارٹن ایسٹرڈ نہیں ہے۔ اسے تم نے شناخت کیا تھا سمبوتورا، ورنہ وہ حسن صاحب کو اپنا نام مارٹن ایسٹرڈ ہی بتا کر آیا تھا۔"

"میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آئی گا زالی" سمبوتورا نے کہا۔

"ہاں بات واقعی اتنی الجھی ہوئی ہے۔ لیکن..... لیکن ڈاکٹر جے مور گر کہتا ہے کہ سات ماہ قبل جو شخص، لیبوس کو لے کر ذہنی تجزیے کے لیے پہنچا تھا وہ خود لیبوس نہیں بلکہ مارٹن ایسٹرو تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حسن صاحب کے پاس جو شخص گیا تھا وہ مارٹن ایسٹرو تھا یا لیبوس۔ حسن صاحب نے جو تصویر ہمیں دی تھی ظاہر ہے یہ اس شخص کی ہو سکتی تھی، جو ان سے ملا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حسن صاحب یہ بات ضرور بتاتے کہ ملنے والا کوئی اور تھا اور تصویر کسی اور کی ہے۔ لیکن اگر لیبوس ہی حسن صاحب سے ملا تھا۔ اور اسے ہی تمہاری تلاش تھی تو پھر اس نے اپنا نام مارٹن ایسٹرو کیوں بتایا جبکہ اس نام کا ایک ایسا شخص اس کے ساتھ موجود ہے جس کا اپنا نام مارٹن ایسٹرو ہے۔"

سمبوتورا نے آنکھیں بند کر کے صوفے کی پشت سے گردن ٹکا دی اور پھر اسی طرح آنکھیں بند کیے کیے مسکرا کر بولا۔

"گازالی، میرا تو دماغ ہی یہ تمام باتیں سن کر چکرا گیا ہے۔ یہی صلاحیت تو نہیں ہے ہمارے اندر کہ ہم ان پیچیدہ مسائل کو سلجھا سکیں۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو اور تمہیں اس میں کیا الجھن نظر آ رہی ہے۔ براہ کرم خود ہی اس کا تجزیہ کرو۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے بس اس بات نے مجھے الجھا دیا ہے کہ اگر لیبوس کا تعلق کسی طرح مارٹن ایسٹرو سے تھا تو اس نے اپنا نام مارٹن ایسٹرو کیوں بتایا۔ وہ کہہ سکتا تھا حسن صاحب سے کہ مجھے فلاں فلاں شخص کی تلاش ہے۔ بہر طور ابھی اس بات کو ہم تشویش ناک نہیں سمجھتے جب تک کہ مارٹن ایسٹرو سے ملاقات نہ ہو جائے۔"

سمبوتورا پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا، پھر اس نے کہا۔

"واقعی بڑے پیچیدہ معاملات ہیں۔ معلوم نہیں ہمیں کون کون سے مراحل سے گزرنا پڑے گا۔ لیکن گازالی، لیبوس سے اگر ملاقات ہو جائے تو ہمیں بڑی آسانیاں ہو سکتی ہیں۔ وہ ذہنی طور پر بہت طاقتور ہے اور یقیناً اس کے ذریعے بہت سے انکشافات ہو سکتے ہیں۔ کاش! لیبوس ہمیں صحیح حالت میں مل جائے۔"

"اگر تم چاہو تو ایک بار پھر میں کلارک ووڈ جا کر لیبوس کے بارے میں بلکہ مارٹن ایسٹرو کے بارے میں معلومات حاصل کروں ویسے تو میں نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ جس وقت بھی مارٹن ایسٹرو واپس آئیں فوری طور پر انہیں ہمارے بارے میں اطلاع دے دی جائے۔ اگر وہ لیبوس ہی ہے تو ظاہر ہے کہ تفصیلات سن کر بے چین ہو جائے گا۔"

"سو فیصدی، ہم سب کو ایک دوسرے کی تلاش ہے۔"

سمبوتورا نے آہستہ سے کہا اور میں کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ اپنے آپ کو میں نے کبھی ذہنی طور پر بہت طاقتور نہیں سمجھا تھا اور نہ اپنی چھٹی حس کے بارے میں کوئی دعوا کرتا تھا لیکن نہ جانے کیوں میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اس معاملے میں کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ اور وہ گڑبڑ کیا ہو سکتی ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ سمبوتورا بے چارہ صاف صاف کہہ چکا تھا کہ اس قسم کی الجھنوں سے نمٹنے کی اس میں صلاحیت نہیں ہے۔ نہ وہ کوئی فیصلہ کر پاتا ہے۔ چنانچہ یہ ذمہ داری مجھے ہی قبول کرنی تھی۔ کلارک ووڈ اسٹریٹ جانا، نہ جانے کیوں مجھے خود بھی پسند نہیں آیا تھا۔ اگر لیبوس، گومین اور سمبوتورا کی تلاش میں ہندوستان تک پہنچ سکتا ہے تو پھر ہمارے بارے میں اطلاع ملنے پر اُسے بے چین ہو جانا چاہیے۔ معلوم نہیں کیا چکر تھا۔ کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں اپنے طور پر دیر تک الجھن کا شکار رہا۔ شام کی چائے میں نے سمبوتورا اور گومین کے ساتھ ہی پی۔ گومین کی تھکن اب غالباً دور ہو چکی تھی لیکن اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

اس وقت شام کے تقریباً ساڑھے سات بجے تھے جب دروازے پر دستک ہوئی یہ میرے کمرے کا دروازہ تھا میں نے دروازہ کھولا تو اپنے سامنے ہیلن کو کھڑے ہوئے پایا میں نے اسے پرتپاک انداز میں خوش آمدید کہا۔ ہیلن مسکراتی ہوئی اندر آ گئی۔

"آج کے تو سارے پروگرام چوپٹ ہو گئے غزالی۔ میں نے سوچا تھا کہ سیر و سیاحت کے لیے نکلیں گے۔ اور میں تمہارے کام سے نمٹنے کے بعد تمہیں ساتھ لے کر چلی جاؤں گی لیکن بہر طور تمہارا اپنا کام بھی ضروری تھا۔ یہ بتاؤ ڈیڈی سے مطمئن ہوئے یا نہیں۔"

"کیوں نہیں ہیلن۔ ظاہر ہے مسٹر جے مور گر ایک بہترین دماغی معالج ہیں لیکن لطیفہ دلچسپ رہا۔ تم نے مجھے ان کے بارے میں نہ بتا کر اچھا خاصا بیوقوف بنایا۔"

"مجھے بھی بہت مزہ آیا۔ بہرحال ایک بات کا اطمینان رکھو کہ ڈیڈی اس سلسلے میں جو مشورہ دیں گے وہ تمہارے لیے نہایت کارآمد ہو گا۔"

"مجھے یقین ہے۔"

"اچھا اب یہ بتاؤ کہ ہوٹل ہی میں گھسے رہنے کا ارادہ ہے یا کہیں نکلو گے۔"

"جیسا تم کہو ہیلن۔"

"واقعی!" ہیلن نے شرارت آمیز لہجے میں پوچھا۔

"ہاں اچھے دوست بہت مشکل سے ملتے ہیں اور میں تم جیسی اچھی دوست کو کسی طور ناراض کرنا نہیں چاہتا۔"

"بس تو پھر تیار ہو جاؤ۔ ہم رات کا کھانا کسی عمدہ سی جگہ کھائیں گے۔" ہیلن نے کہا۔

ہوٹل سے نکلتے ہوئے میں نے سمبوتورا کو اطلاع دے دی تھی اور اس سے کہا تھا کہ وہ رات کا کھانا وغیرہ کھا کر فارغ ہو جائے۔ میں کھانا کھا کر آؤں گا۔ ہیلن کی کار نیچے موجود تھی ہم اس میں بیٹھ کر چل پڑے۔ ایک بار پھر لندن کی سڑکیں ناپنی شروع کر دی گئیں۔ لندن کی سیر میں بلاشبہ بہت ہی لطف تھا اور وہ بھی ہیلن جیسی خوبصورت لڑکی کے ساتھ لیکن پہلے میرا کام ہونا ضروری تھا۔ نہ جانے کیوں ذہن بار بار مارٹن ایسٹرو اور لیبوس کی شخصیت کے بارے میں سوچنے لگتا تھا۔ رات گئے تک ہم لوگ تفریحات میں مشغول رہے پھر ہیلن نے کہا۔

"رات کا کھانا ہم لوگ گرین شپ میں کھائیں گے۔ گرین شپ میں ایک خصوصی شو ہے۔ آج کل کوئی غیر ملکی لڑکی ڈوئن کاربو آئی ہوئی ہے جو عجیب و غریب شو بھی دکھاتی ہے۔ وہ رقاصہ ہے لیکن رقص کے دوران وہ لوگوں کو ان کے ماضی حال اور مستقبل کے بارے میں بتاتی ہے۔ میری ایک دوست بڑی تعریف کر رہی تھی اس کے فن کی۔"

"جہاں تم پسند کرو۔" میں نے ہیلن سے کہا۔

"گرین شپ واقعی ایک حسین ریستوران تھا اور اپنے نام کی مناسبت سے پورے کا پورا گرین۔ وہ زمین سے چند فٹ کی بلندی پر بنایا گیا تھا اور اس کی بیرونی شکل بالکل جہاز کے مانند تھی۔ چمنیاں اور کیبن وغیرہ سب وہی منظر پیش کرتے تھے۔ لیکن درمیانی حصے میں بہت بڑا ہال تھا جس میں ہلکی سبز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ روشنی کہاں سے آتی ہے۔ اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ ماحول بے حد حسین اور زندگی سے بھرپور تھا۔ ہم لوگ بھی اندر داخل ہو گئے نشستیں تقریباً پُر ہونے لگی تھیں اور تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ سب نشستیں پُر ہو گئیں۔

ہیلن نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اتفاق ہے کہ ہم وقت سے کچھ پہلے پہنچ گئے، اس کا مطلب ہے کہ ڈوئن کاربو کا شو بہت مقبول ہے۔"

مجھے ان تمام چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ایک حسین اسٹیج بنا ہوا تھا جس پر سازندے بیٹھے ہلکی آواز میں موسیقی نشر کر رہے تھے۔ موسیقی کی دھنیں فضاؤں میں کھنکتے ہوئے قہقہوں سے ہم آہنگ تھیں۔ ویٹر نے ہمارے سامنے مینو لا کر رکھ دیا اور ہیلن نے اُسے آرڈر بک کرا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سامنے سفید رنگ کا ایک مشروب پہنچ گیا جس کے بارے میں میں نے ہیلن سے معلوم کر لیا تھا کہ اس میں کوئی نشہ آور چیز تو نہیں ہے۔ ہیلن نے بتایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مشروب واقعی خوش ذائقہ تھا ہم اس کی چسکیاں لیتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسٹیج پر ایک رقاصہ نمودار ہوئی اور رقص کرنے لگی پھر ایک گلوکارہ آئی اس کے بعد کچھ مزاحیہ پروگرام پیش کیے گئے۔ اسی دوران ڈنر کا وقت ہو گیا تھا چنانچہ ویٹر نے ہمارا آرڈر کیا ہوا سامان میز پر چن دیا اور ہم پُرتکلف ڈنر میں مصروف ہو گئے۔ اسٹیج کے پروگرام جاری تھے۔ ڈنر سے فارغ ہوئے ہی تھے اور میرے ایما پر کافی پی جا رہی تھی کہ ڈوئن کاربو کا نام پکارا گیا۔ ہیلن اس رقاصہ میں بہت دلچسپی لے رہی تھی چنانچہ مجھے بھی اسٹیج کی جانب متوجہ ہونا پڑا۔

ایک دراز قامت اور بلاشبہ حسین ترین نقوش کی تقریباً ستائیس یا اٹھائیس سالہ حسینہ اسٹیج پر نمودار ہوئی اور اسٹیج پر آرکسٹرا کی دھنیں تبدیل ہو گئیں۔ وہ نمائشی قسم کے لباس میں ملبوس تھی لیکن عجیب پُرسحر شخصیت کی مالک تھی۔ لمبے لمبے بال اس کے دراز قامت کے باوجود گھٹنوں سے نیچے تک آ رہے تھے۔ اس نے رقص کرنا شروع کر دیا وہ ہلکے ہلکے ہچکولے سے لے رہی تھی اور موسیقی کی دھنوں پر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے تمام اعضا فضا میں تیر رہے ہوں۔ ایک عجیب سا ٹھہراؤ تھا یا پھر نظریں دھوکہ کھا رہی تھیں کیونکہ جب اس کے لہراتے ہوئے بازو فضا میں اٹھتے تو ایک لکیر سی بنتی چلی جاتی جس میں لاتعداد بازو نظر آتے۔ یہی کیفیت اس کے پورے بدن کی تھی۔ اپنی جگہ سے ہٹتی تو بے شمار سائے چھوڑ جاتی یا پھر یہ روشنیوں کا کمال تھا۔ کوشش کے باوجود بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ دفعتاً ماحول پر ایک گہری خاموشی طاری ہو گئی۔ روشنیاں بھی تبدیل ہو گئی تھیں اور اب روشنی کا دائرہ اس لڑکی کو دائرے میں لیے ہوئے تھا۔ مدھم روشنیوں میں تیز روشنی کے اس دائرے کے اندر وہ بے حد نمایاں نظر آ رہی تھی تب اس کے ہونٹوں سے ایک ہلکی سی آواز نکلی، ایک سرگوشیوں میں ڈھلے ہوئے نغمے کی صورت میں جس کے بول پُراسرار اور الجھے ہوئے تھے۔ لیکن جس کا مفہوم یہی تھا کہ وہ دلوں میں رہنے والی ہے۔ وہ آرزو ہے، سرگوشی ہے، ہوا ہے جو سینوں کو چھوتی ہوئی گزرتی ہے اور راز کھل جاتے ہیں۔

اس نغمے کے ساتھ آہستہ آہستہ رقص کرتی ہوئی وہ اسٹیج

سے نیچے اتر آئی ایک میز کے سامنے رک کر رقص کرتی رہی اور پھر میز پر جھک کر جوڑے سے سرگوشیاں کرنے لگی پھر ایک قہقہہ لگا کر آگے بڑھ گئی لیکن جوڑا متحیرانہ انداز میں اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔ غالباً اس نے جو کچھ کہا تھا وہ حقیقت پر مبنی تھا۔ اسی طرح وہ میزوں کے درمیان تھرکتی رہی لوگ ہاتھ اٹھا اٹھا کر اسے اپنی جانب متوجہ کرنے لگے۔ اور وہ رک رک کر ان کے سوالوں کے جواب دیتی رہی۔ میرے نزدیک بیٹھی ہوئی ہیلن نے کہا "کیا تم بھی اسے بلاؤ گے غزلی"۔

"کیا مطلب"۔؟

"اس سے اپنے دل کا حال پوچھو۔ اس سے معلوم کرو کہ تمہارے ذہن میں کیا ہے؟ تم کیا سوچ رہے ہو۔؟"

"گویا تم اس کا امتحان لینا چاہتی ہو"۔

"ہاں"۔

"تو پھر تم اس سے جو پوچھنا چاہتی ہو پوچھ لو"۔

ہیلن نے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھا ہاتھ اٹھایا اور چند لمحات کے بعد وہ شعلۂ جوالہ ہماری میز کے نزدیک پہنچ گئی۔ ہیلن نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور وہ رقص کرتی ہوئی جھک گئی ہیلن کی آنکھوں میں جھانکا پھر چونک کر میری طرف دیکھا اور گانے ہی کے انداز میں بولی "جو کچھ تم پوچھنا چاہتی ہو وہ اس کے ذہن میں ہے تمہارے ذہن میں نہیں۔ اپنی بات کرو اپنی بات کہو" میں نے مسکرا کر اس سے پوچھا کہ یہ لڑکی کیا پوچھنا چاہتی ہے تو وہ بولی۔

"یہ جاننا چاہتی ہے کہ کوئی تمہارے دل میں ہے کوئی تمہارے ذہن میں ہے کیا تم کسی کو چاہتے ہو؟ کیا تم کسی سے محبت کرتے ہو؟"

"ہوں، تو تم میرے ذہن سے یہ سب کچھ معلوم کر لو"۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور فوراً ہی اپنی قوت ارادی سے کام لیتے ہوئے خود اس کے ذہن سے رابطہ قائم کر لیا۔ اس پر اپنی ذہنی قوتوں کے اثرات ڈالے اور میں نے اس سے سوال کیا کہ پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم خود کون ہو؟ دوسروں کے دلوں کا راز کیسے جان لیتی ہو؟ لڑکی کے بدن کو جیسے جھٹکا سا لگا۔ وہ چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔ چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار تھے پھر اس نے آرکسٹرا کی موسیقی کے سہارے پورے بدن سے لہریں لیں اور سیدھی کھڑی ہو گئی "میں تمہارے سوال کا جواب دوں گی لیکن ابھی نہیں"۔ اور وہ ایک لمبی لہر لے کر دوسری میز کے پاس پہنچ گئی لیکن یہ اس کی آخری میز تھی۔ وہاں رکنے کے بعد وہ واپس اسٹیج کی جانب چلی گئی جبکہ ہاتھ اٹھے ہوئے تھے لوگ اس سے اپنے مستقبل کے بارے میں پوچھنا چاہتے تھے۔ وہ اسٹیج پر پہنچ کر رقص کرنے لگی اور پھر اس نے گردن خم کر دی۔ گویا اس نے اپنا پروگرام ختم کر دیا تھا۔ کچھ لوگوں نے اس بات پر احتجاج کیا لیکن وہ اسٹیج چھوڑ کر چلی گئی اور فوراً ہی دوسری رقاصاؤں نے اس کی جگہ لے لی۔ ہیلن کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا لیکن وہ رقاصہ کے اس انداز پر متعجب بھی نہیں ہوئی کیونکہ بہر طور یہ ایک تفریحی پروگرام تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے ہیلن کی جانب دیکھا تو وہ بھی مسکرانے لگی۔

"ویسے وہ واقعی حیرت انگیز ہے میرا خیال ہے وہ لوگوں کو ان کے بارے میں بہت کچھ بتاتی رہی ہے۔ خاصی مشہور ہو رہی ہے ان دنوں"۔

میں نے رقاصہ میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی تھی، چنانچہ چند لمحات کے بعد یہ موضوع ختم ہو گیا۔ وقت کافی ہو گیا تھا میں نے ہیلن سے اٹھنے کے لیے کہا تو وہ فوراً اٹھ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہیلن نے مجھے ویلنٹائن کے گیٹ کے پاس چھوڑ دیا اور دوسرے دن ملاقات کا وعدہ کر کے چلی گئی۔ خاصا خوشگوار وقت گذرا تھا حالانکہ دن بھر کافی مصروفیت رہی تھی لیکن میرا جسم اب ان مشقتوں کا عادی ہو گیا تھا اور تھکن جیسی چیز میرے قریب سے بھی نہیں گذرتی تھی۔ میں ہوٹل کی لابی میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا لفٹ کی جانب بڑھ گیا۔ لفٹ نے مجھے میری منزل پر چھوڑا۔ سمبوتورا کے کمرے پر نگاہ ڈالی تو اندر تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ مدھم روشنی بھی نہیں تھی شاید سمبوتورا سو گیا تھا۔ میں اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کیا دفعتاً میری نگاہ دروازے میں پڑی ہوئی ایک سفید سی چیز پر پڑی، کوئی کاغذ کا پرزہ تھا۔ میں نے چونک کر آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔ اسے کھولا تو اس پر ایک تحریر نظر آ رہی تھی جو بگڑی ہوئی انگریزی زبان میں تھی۔ تحریر کا مفہوم یوں تھا "گازالی میں گومین کو لے کر جا رہا ہوں۔ حالات اچانک خراب ہو گئے ہیں۔ تفصیل اس وقت بتاؤں گا جب اپنے لیے کوئی جگہ منتخب کر لوں گا۔ نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتا پھروں گا۔ اس سے زیادہ اور نہیں لکھ سکتا۔ وقت کم ہے"۔

میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ کیا سمبوتورا اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ میں برق رفتاری سے باہر نکلا۔ سمبوتورا کے کمرے کے دروازے کو دھکیل کر دیکھا تو دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندر پہنچ کر میں نے تیز روشنی کر دی اور چاروں

طرف دیکھنے لگا۔ ایک جگہ خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے، اس سے چند ہی فٹ کے فاصلے پر خون کی خاصی مقدار فرش پر موجود تھی۔ میرے ہوش و حواس گم ہونے لگے۔ اس کا مقصد ہے اس کمرے میں کچھ ہوا ہے۔ یہ خون کس کا ہے؟ کیا سمبوتورا یا گومین زخمی ہوئے ہیں۔ لیکن کیسے؟ کیا قصہ ہے؟ میں چکرائے ہوئے ذہن سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ خون کے ان چھینٹوں کے علاوہ اور کوئی نشان ایسا نہیں تھا جو کسی جدوجہد کی خبر دیتا۔ تمام سامان اپنی جگہ موجود تھا۔ فرنیچر وغیرہ بھی متاثر نہیں ہوا تھا لیکن یہ سب... یہ سب۔ میں چند لمحات سوچتا رہا۔ خون کے یہ دھبے دیکھ لیے جائیں گے اور پھر سمبوتورا کی گمشدگی کی وجہ سے خاصی الجھنیں پیدا ہو جائیں گی۔ چنانچہ میں نے جلدی سے جیب سے رومال نکالا، غسل خانے میں جا کر بھگویا پھر واپس آ کر جس حد تک ممکن ہو سکتا تھا اس خون کو صاف کر دیا۔ قالین پر سے دھبے پوری طرح نہیں مٹے تھے لیکن اتنے مدھم ہو گئے تھے کہ انہیں فوراً ہی نہیں دیکھا جا سکتا تھا، اس کے علاوہ قالین پر سرخ رنگ کے پھول بھی بنے ہوئے تھے جن میں دھبے مدغم ہو گئے تھے۔ تمام نشانات وغیرہ صاف کرنے کے بعد میں اس کمرے سے باہر نکل آیا۔ ذہن ماؤف ہو رہا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، سمبوتورا کی اچانک گمشدگی بلاوجہ نہیں تھی۔ اس چٹ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی اہم واقعہ پیش آیا ہے۔ لیکن وہ حالات پر قابو پانے کے بعد یہاں سے نکل بھاگا ہے۔ وہ واقعہ کیا تھا؟ وہ کون لوگ تھے؟ جنہوں نے سمبوتورا کو ڈسٹرب کیا تھا۔

میں اپنے کمرے میں پہنچ کر شدید ذہنی پریشانی کے عالم میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر کچھ خیال آیا اور میں آنکھیں بند کر کے سمبوتورا سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ میرے دماغ میں سنسناٹیں گونجتی رہی لیکن سمبوتورا کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا یا تو وہ اتنے فاصلے پر نکل گیا تھا کہ میری ذہنی گرفت میں نہیں آ رہا تھا یا پھر اس نے کسی خوف کے پیش نظر جواب دینا پسند نہیں کیا۔ کیا پھر ویلنی جیسے حالات پیش آ رہے تھے؟ کیا یہاں بھی کچھ ایسی شخصیتیں پوشیدہ تھیں جو ساموئیوں کو پہچانتی تھیں۔ کیا بات ہے آخر کیا واقعہ ہے؟ کوئی معمولی بات ہوتی تو سمبوتورا کبھی فرار نہ ہوتا لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ سمبوتورا سے ذہنی رابطے کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی تھیں اور اس کے بعد میں نے یہ سلسلہ ترک کر دیا تھا اگر واقعی کوئی ایسی بات تھی تو خود میرے لیے بھی نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ سارا کھیل ہی بگڑ کر رہ گیا تھا۔ گومین کی ذہنی درستی کے کچھ آثار پیدا ہوئے تھے تو یہ واقعہ پیش آ گیا۔ شدید پریشانی میں وقت گذرتا رہا پھر ایک ہی خیال میرے ذہن میں آیا کہ مجھے خود بھی یہ کمرہ چھوڑ دینا چاہیئے کہیں اس کے بعد وہ لوگ میری جانب رجوع نہ کریں۔ ان لوگوں کا صرف تصور ہی کیا جا سکتا تھا، کسی کا تعین مشکل تھا رات کے اس حصے میں یہ کمرہ چھوڑنا ویسے بھی مشکل تھا۔ کیا کرتا کیا نہ کرتا۔ بہر طور فیصلہ کیا کہ رات یہیں گذاری جائے۔ آدھی رات کے وقت میں سمبوتورا کے کمرے میں دوبارہ داخل ہو کر وہ مختصر سا سامان سمیٹ لایا جسے سمبوتورا چھوڑ گیا تھا۔ اب یہ سوچنا تو حماقت تھی کہ سمبوتورا واپس اسی ہوٹل میں آئے گا۔ اگر اسے موقع ملا تو وہ خود مجھ سے ضرور ذہنی رابطہ قائم کرے گا۔ اس امید پر میں نے بھی اس ہوٹل کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ البتہ رات کو میں بے حد محتاط رہا، تقریباً ساری رات جاگتا رہا، اس دوران بہت سے خیالات دل میں آئے۔ کیا اپنی اس الجھن سے نجات پانے کے لیے ہیلن مورگر کا سہارا لوں لیکن ان لوگوں کو پریشان کرنا مناسب نہیں تھا اور پھر مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ ہو جاتی۔ مسٹر مورگر میرے بارے میں تھوڑا بہت جان چکے تھے۔ نہ جانے وہ کس ٹائپ کے آدمی ہوں اور میرے لیے کیا سوچیں۔ ہیلن مورگر سے کسی وقت بھی ملاقات کی جا سکتی تھی۔ اگر موقع ملا اور مناسب ہوا تو اسے اپنا رازدار بنانے کی کوشش کروں گا۔ فی الحال یہی مناسب ہے کہ کسی اور ایسے ہوٹل میں پناہ لوں جہاں کوئی مجھ تک نہ پہنچ سکے۔

ناشتے کے بعد میں نے باقاعدہ ہوٹل کے کاؤنٹر پر جا کر بل وغیرہ ادا کیا اور دونوں کمرے چھوڑ دیئے۔ مجھ سے میرے ساتھیوں کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا گیا کیونکہ بل وغیرہ کی پوری ادائیگی میں نے کر دی تھی۔

میں باہر آنے کے بعد بھی اس خوف کا شکار رہا کہ ممکن ہے میرا تعاقب کیا جا رہا ہو۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر چلا تو نگاہیں پیچھے ہی جمی رہیں لیکن گاڑیوں کے اس جم غفیر میں بھلا یہ کیسے اندازہ ہو سکتا تھا کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے۔ شدید پریشانی کے عالم میں تھا۔ بہر طور ٹیکسی ڈرائیور ہی کے مشورے سے ایک سستے سے ہوٹل کا انتخاب کیا جو پرانے لندن کے علاقے میں تھا۔

میں نے ایک اور فیصلہ کیا تھا۔ اب محتاط رہنا ضروری ہے کسی ایک جگہ ٹک کر لوگوں کو خود تک پہنچنے کا موقع نہیں دینا چاہیئے کم از کم اس وقت تک جب تک سمبوتورا کے

بارے میں تفصیل معلوم نہ ہو جائے۔ چنانچہ ہوٹل کے اس کمرے میں آنے کے تقریباً ایک گھنٹے کے بعد میں ہوٹل کے بغلی دروازے سے باہر نکلا تاکہ اگر تعاقب کیا جا رہا ہو تو اس کا خیال رکھا جائے۔ کافی فاصلہ پیدل طے کرنے کے بعد میں دوبارہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا اور ایک تیسرے ہوٹل میں کمرہ حاصل کر کے اس میں داخل ہو گیا۔ تعاقب اگر کیا گیا ہو گا اور لوگوں کو یہ بات معلوم ہو گی کہ میں کون سے ہوٹل میں مقیم ہوں تو زیادہ سے زیادہ وہ یہی سوچیں گے کہ میں اسی میں قیام پذیر ہوں اور اس ہوٹل تک پہنچنا ممکن نہیں ہو گا۔ اپنی دانست میں میں نے یہ سلسلہ کارروائی نہایت ذہانت سے کی تھی۔ ہوٹل میں داخل ہو کر بدن کو ایک عجیب سی تھکن کا احساس ہونے لگا۔ چنانچہ میں غسل خانے میں داخل ہو گیا۔ غسل وغیرہ کر کے میں مسہری پر دراز ہو گیا۔ دماغ طوفانی خیالات میں گھرا ہوا تھا۔ صورتحال بہت ہی پریشان کن ہو گئی تھی۔ میں ایک بار پھر سمبوتورا سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گیا لیکن نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر ذہن کو جھٹکا کہ اب ان حماقتوں میں پڑنا بے کار ہے۔ سمبوتورا خود بھی تو مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ یقیناً وہ ایسے ہی حالات کا شکار ہے کہ اسے اس کا موقع نہیں مل سکا۔ چنانچہ خود کو پرسکون کر کے ہی کوئی کام کیا جا سکتا ہے۔ ہیلن مورگر سے ملاقات کا وقت بھی نکل چکا تھا۔ بے چاری کو جب یہ علم ہوا ہو گا کہ میں کمرہ چھوڑ کر چلا گیا ہوں تو نہ جانے کیا کیا سوچے گی۔ بہرطور ذمہ داری سے کام کرنا تھا۔ جو مشن میرے سپرد کیا گیا تھا اس کے سلسلے میں یہ الجھنیں تو بہرحال توقع کے برعکس نہیں تھیں۔ کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی تھا۔

سوچنا صرف یہ تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا ہے۔ اور اس کا پس منظر کیا ہے۔ لے دے کر ذہن ایک ہی سمت جاتا تھا یعنی مارٹن ایسٹرڈ۔ یہ شخص دوہری شخصیت کا مالک تھا جبکہ اس نے اپنے آپ کو ایک ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے بارے میں بھی کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ ایک بار سوچا کہ کیوں نہ دوبارہ کلارک ووڈ اسٹریٹ جا کر پھر مارٹن ایسٹرڈ کو ٹرائی کیا جائے لیکن اس کی ہمت نہیں پڑی۔ میرے خیال میں یہ جلد بازی ہو جاتی۔ بہتر یہ تھا کہ کچھ وقت خاموشی سے گذار کر سمبوتورا کی طرف سے انتظار کیا جائے۔ اور جب تک وہ مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کر کے مجھے اپنے موجودہ حالات سے آگاہ نہ کر دے اس وقت تک میں خاموش ہی رہوں۔ یہ فیصلہ مجھے زیادہ ہی مناسب معلوم ہوا اور میں اپنے ذہن کو آزاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ خود پر ہنسی بھی آ رہی تھی۔ تبت کی ہنگامہ خیزیوں سے نجات پانے کے بعد اپنے وطن میں سکون کے کچھ سانس میسر ہوئے تھے۔ ہمدردوں نے کہا تھا کہ اب یہاں سے کہیں نہ جاؤ۔ اگر ان کی بات مان لیتا تو کیا بہتر نہ ہوتا۔ لیکن پھر ان لوگوں کا کیا کرتا جو مجھ سے آس لگا بیٹھے تھے، شاید میں ہی احمق تھا واقعی میں احمق ہی تھا۔ جن صاحب نے خزانے کا چکر شروع کیا تھا کس کی ہمت تھی کہ ویلینی کی زندگی میں اس کی گرد بھی پا جاتا۔ صرف میری وجہ سے ان لوگوں کو خزانہ حاصل ہو گیا تھا اور اب میں ہوں کہ احمقوں کی طرح اس ہوٹل میں بیٹھا ہوا ہوں۔

پورا دن اسی طرح الجھنوں میں گذر گیا۔ ذہن شدید پریشانیوں کا شکار تھا۔ سامان اس دوسرے ہوٹل کے کمرے میں چھوڑ آیا تھا اور اس میں بہت سی اہم خبریں بھی تھیں لیکن اگر کسی نے وہاں تک تعاقب کیا ہو گا، تو رات کو وہاں قیام خطرناک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ رات اسی ہوٹل میں گذارنے کا فیصلہ کر لیا۔ ذہن کو ضرورت سے زیادہ پریشانیوں میں الجھانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا جو کچھ بھی ہو گیا تھا اسے برداشت کرنا تھا۔ اس کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا تھا۔

میری طبیعت صبح کو بوجھل تھی۔ دیر تک بستر میں پڑا اینڈتا رہا۔ پھر ناشتے کے لیے فون کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ویٹر نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا لیکن دروازے پر ویٹر نہیں تھا بلکہ ایک دراز قامت لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔

"بیتو۔ داؤسانے کوآئی تارے۔" اس نے کہا۔

"ہیلو۔؟" میں حیرانی سے بولا۔

"آگووائی سارونے۔ سارونے۔" اس نے پراسرار انداز میں میری صورت دیکھتے ہوئے کہا۔

"تشریف لائیے۔ کس سے ملنا ہے آپ کو۔؟" میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ وہ اندر آ گئی۔

"آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔" اس نے کہا۔

"کیا ہمارے درمیان تعارف ہو چکا ہے۔؟"

"تعارف تو نہیں۔ بس ایک ملاقات۔ میرے شو میں آپ ایک لڑکی کے ساتھ آئے تھے۔ میرا نام ڈوئن کاربو ہے۔"

"ڈوئن کاربو۔ اوہ سوری میڈم کاربو۔ واقعی میں آپ کو

نہیں پہچان سکا اس وقت آپ میک اپ کیے ہوئے تھیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ یقیناً آپ مجھے نہیں پہچان سکے ہوں گے۔ میں بڑی مشکل سے آپ کو تلاش کر سکی ہوں۔"

"میرے لائق کوئی خدمت میڈم کاربو۔؟"

"ہاں۔ آپ نے مجھے حیران کر دیا تھا اس رات۔ میں دوسروں کے دلوں کا حال بتا رہی تھی اور آپ نے۔ آپ نے یہ فن کہاں سے سیکھا۔؟"

"فن۔" میں نے حیران ہونے کی اداکاری کی۔

"آپ کا نام پوچھ سکتی ہوں۔"

"غزالی۔"

"آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟" اس نے کہا اور میری آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ میں نے اپنے ذہن کے پردوں پر کچھ انگلیاں سی رینگتی ہوئی محسوس کیں۔ میں چونک پڑا۔ میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ یہ سامونوں کا انداز تھا۔ میں اس طریقے سے واقف تھا۔

"سامون۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ اور دفعتاً وہ مسرت سے کھل اٹھی۔ اس نے بے اختیار اٹھ کر میرے دونوں بازو پکڑ لیے۔

"تاگوبیتوسانے۔ کوآئی تارے دوتانے۔ تاگوبیتو۔"

"تم سامون ہو ڈوئن کاربو۔؟"

"ویتو۔ لوآنے۔ باتی تورا سا۔ ایتو بوآنے۔" اس نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"لیکن میں سامون نہیں ہوں۔" میں نے کہا۔ اور اس کا جوش سرد پڑ گیا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"پھر تم کون ہو؟" اس نے کہا۔

"اطمینان سے بیٹھو ڈوئن۔ میں سامونوں کا دوست ہوں گوشائی کا نمائندہ۔"

"گوشائی۔" اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"میں گومین اور وائی مین کے ساتھ یہاں آیا ہوں۔"

"گومین۔ وائی مین۔" وہ چیخ پڑی۔ "وہ۔ کیا وہ بھی یہاں ہیں۔"

"ہاں ڈوئن کاربو۔ یہ طویل کہانی ہے۔ مجھے تمہارے اس طرح مل جانے پر بے حد خوشی ہے۔ حالات کچھ اس قسم کے ہو گئے تھے کہ میں بالکل تنہا رہ گیا تھا اور پریشانی کا شکار تھا، میرا خیال ہے پہلے میں تمہیں اپنے بارے میں حقیقتیں بتا دوں، اس کے بعد تمہیں مجھ پر بھروسا کرنے میں آسانی ہو گی اور شاید اسی وقت تم مجھ سے کھل کر گفتگو کر سکو۔"

ڈوئن کاربو نے شکر گزار نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔ "جو حوالے تم نے دیے ہیں وہ کوئی عام آدمی نہیں دے سکتا لیکن یہ بہت اچھا ہو گا کہ پہلے میں تمہارے بارے میں جان لوں اور اس کے بعد ہمارے درمیان خلوص کے سوا اور کچھ نہ ہو۔"

"میرا نام غزالی ہے ڈوئن کاربو۔ میں ہندوستان سے تعلق رکھتا ہوں اور سب سے پہلے میری ملاقات گومین سے ہوئی تھی جو ذہنی طور پر منتشر تھا اور میں اس کی مدد کے لیے صرف انسانی رشتوں کی بنیاد پر آمادہ ہو گیا تھا۔"

اس کے بعد میں نے اختصار کے ساتھ ڈوئن کاربو کو اپنی داستان حیات سنائی۔ ویلینی یا گوشائی اور سمبوتورا یا وائی مین کے بارے میں بتایا اور اس کے بعد کہانی لندن تک پہنچ گئی۔ میں نے لیوس کا تذکرہ اس سے کیا تو ڈوئن کاربو نے آنکھیں بند کر کے گردن صوفے کی پشت سے لگا دی۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔

جب میں خاموش ہوا تو اس نے آنکھیں کھول کر مجھے بغور دیکھا پھر کہنے لگی۔ "اس طرح تو تم ہمارے لیے بہت بڑی حیثیت کے مالک ہو مسٹر غزالی۔ میں بہت حیران ہوں لیکن اب مجھے اس بات پر بھی شبہ نہیں رہا کیونکہ تم بہرحال ان لوگوں کے تربیت یافتہ ہو لیکن یہ بات کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں تھی کہ وہ ہماری خصوصیات کو اپنا لے تاہم مجھے اب تم پر بالکل اعتماد ہے۔ ہاں مسٹر غزالی وہ لیوس ہی کی شخصیت تھی جس نے مجھے لندن کی جانب متوجہ کیا۔ میری کہانی اس کہانی سے الگ نہیں ہے جو تمہیں سامونوں کی زبانی معلوم ہوئی۔"

"ہم ہیں اپنے دیس سے بھٹکے ہوئے، کچھ لوگوں کی سازشوں کا شکار، ہماری بدنصیبی نے ہمیں منتشر کر دیا اور اب ہم یکجا ہو کر اپنی دنیا میں واپس جانا چاہتے ہیں چونکہ تمہاری یہ دنیا حسین ترین ہونے کے باوجود ہماری زندگی سے میل نہیں کھاتی، جہاں ہم رہتے ہیں وہاں ہمارے خاندان صدیوں سے آباد ہیں اور ہم انہی کے درمیان مسرور زندگی گذار سکتے ہیں۔ مسٹر غزالی میری کہانی بہت طویل نہیں ہے بس یوں سمجھ لو کہ بھٹکنے والوں میں سے میں بھی ہوں، جس لڑکی یا ٹیسا کا تم نے ذکر کیا وہ میری گہری دوست ہے۔ گوشائی کے بارے میں ہمیں اس بات کا علم ہوا تھا کہ وہ ایشیا کے ایک علاقے میں ہے لیکن افسوس میں اس علاقے کے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم کر سکی تھی ورنہ شاید گوشائی کے پاس ہی پہنچ جاتی۔ بے شمار سامون تمہاری اس دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور

ہم اس کوشش میں مصروف ہیں کہ ہم یکجا ہوجائیں۔ میں بھی نجانے کہاں کہاں کون کون سی آبادیوں کی خاک چھانتی رہی ہوں۔ میں نے تم لوگوں کے درمیان رہ کر تمہیں جانا ہے اور پھر اسی انداز میں زندگی گذارنی شروع کر دی ہے۔ رقص و موسیقی انسان کی ذات میں شامل ہیں۔ خوشیاں ملتی ہیں تو بدن تھرکتے ہیں لیکن یہاں اس تھرکنے کی نمائش بھی ہوتی ہے اور لوگ اسے پسند کرتے ہیں۔ میرے پاس جو کچھ تھا اسی کے ذریعے میں اپنی زندگی گذار سکتی تھی چنانچہ میں نے یہ طریقۂ زندگی اپنا لیا۔ اسی طرح مختلف ہوٹلوں اور کلبوں میں شو کرتی ہوں۔ میں اپنی ذہنی قوتوں سے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کے ذہنوں کو پڑھ لیتی ہوں اور ان کے دل کی بات ان کے سامنے بیان کر دیتی ہوں اور میری اسی قوت کو وہ لوگ نہ جانے کیا کیا نام دیتے ہیں لیکن بہرطور یہ میرے لیے زندگی گذارنے کا ذریعہ ہے۔"

"کچھ عرصہ قبل لی بوس سے میرا ذہنی رابطہ اتفاقیہ طور پر قائم ہوگیا تھا اور اس نے ایک سامون ہونے کی حیثیت سے مجھے اپنے پاس آنے کی پیشکش کی تھی۔ میں اسے تلاش نہیں کر سکی لیکن طویل عرصہ ہوگیا کہ مجھے کسی سامون سے ملنے کی خوشی نصیب نہیں ہوئی چنانچہ میں آج بھی لی بوس کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ میں سوچ رہی ہوں کہ ایک سے دو ہوجائیں تو ہمارے لیے کچھ آسانیاں پیدا ہوں اور پھر لی بوس تو ہم میں بڑی شخصیت کا مالک ہے وہ جو سربراہوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لی بوس کی پناہ میں آکر شاید ہم کچھ کام کی بات کر سکتے لیکن میری تقدیر میں تو ابھی یہ بھی نہیں ہے۔"

ڈوئن کاربو کا لہجہ اداس ہوگیا۔

میں دلچسپی سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اب مجھے اس بات پر کوئی شک نہیں تھا کہ وہ سامون ہی ہے۔ ویلینی اور ہائیا کے بعد یہ دوسری سامون عورت مجھے ملی تھی۔ دل ہی دل میں میں نے یہ بھی سوچا کہ ممکن ہے اس کی عمر ایک ہزار سال ہو یا پانچ سو سال یا چار سو سال، بہرطور ہماری دنیا میں اسے اٹھائیس انتیس سال سے زیادہ کا نہیں کہا جا سکتا تھا۔ تاہم مجھے ان تمام چیزوں سے غرض نہیں تھی میں نے ڈوئن کاربو سے کہا "تم مجھ تک کیسے پہنچیں؟"

"بس یوں سمجھ لو کہ انسانی اجسام کی بکھری ہوئی خوشبوؤں میں سے تمہاری ہلکی سی بو میرے پاس رہ گئی تھی اور وہ بھی صرف اس تصور کے ساتھ کہ تم نے انوکھے انداز میں میرے ذہن کی گہرائیوں میں جھانک لیا تھا۔ میں اسی ہلکی سی خوشبو کو سونگھتی ہوئی تمہیں تلاش کر رہی تھی اور بالآخر میں نے تمہیں پالیا۔"

"ہاں۔ میں تمہاری اس قوت سے آگاہ ہوں لیکن کیا فضا میں لی بوس کی خوشبو نہیں ملتی؟"

"نہیں۔ میں نے اس سے ذہنی رابطے کی تمام تر کوششیں کی ہیں لیکن یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ بہت دور ہے۔"

"تم سامون ہو ڈوئن کاربو جبکہ میں اسی دنیا کا آدمی ہوں۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وائی مین جسے میں سمبوتورا کہتا ہوں اچانک گومین کے ساتھ کہیں غائب ہوگیا ہے اور اپنی مرضی سے کہیں گیا ہے۔ لیکن میری کوششوں سے کام نہیں بنا اور میں اس سے رابطہ نہیں قائم کر سکا۔ تم اس سلسلے میں کوشش کرو گومین سے تو ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش بالکل بے مقصد رہیگی کیونکہ وہ ابھی تک ذہنی طور پر منتشر ہے لیکن اگر وائی مین تمہیں ذہنی راستوں پر مل جائے تو اس سے کہو کہ غزالی تمہارے پاس موجود ہے کوشش کرو ڈوئن کاربو کوشش کرو۔"

ڈوئن کاربو میری طرف دیکھتی رہی اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے۔ سمبوتورا کو ہم لوگ ضرور تلاش کریں گے۔" اس نے آنکھیں بند کیں۔ یوگا کے آسن کے مخصوص انداز میں بیٹھ گئی اور پھر شاید ذہنی طور پر لندن کی فضاؤں میں وائی مین کو تلاش کرنے لگی۔

دو منٹ، پانچ منٹ، دس منٹ گذر گئے لیکن وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ تب اس نے آنکھیں کھول دیں اور گہری سانس لے کر بولی "نہیں۔ میرا اس سے ذہنی رابطہ نہیں قائم ہو سکا۔"

"میں خود بھی بہت کوشش کر چکا ہوں ڈوئن لیکن اس میں ناکام رہا۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو تفصیلات تم نے مجھے بتائی ہیں ان کے تحت بظاہر وائی مین کو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا اور خاص طور سے اس پرچے کے مضمون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جہاں بھی گیا ہے اپنی مرضی سے گیا ہے لیکن جن حالات کا اس نے تذکرہ کیا ہے وہ کیا ہو سکتے ہیں۔؟"

"میں خود بھی اس کے لیے پریشان ہوں ڈوئن۔ ویسے مارٹن ایسٹرو میری نگاہوں میں مشکوک ہوگیا ہے۔"

میں چپ ہوا تو ڈوئن بول پڑی۔ "ایک اور شخصیت بھی مجھے اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے غزالی۔"

"کون۔۔۔؟"

"ڈاکٹر جے موزگر۔ مارٹن ایسٹرو کے بارے میں تم نے جو

کچھ بتایا ہے بلاشبہ اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ شاید لی بوس اس کے قبضے میں ہو اور مارٹن ایسٹرو کسی خاص بنیاد پر ہم لوگوں کی تاک میں ہو۔ لیکن ڈاکٹر جے مورگر کا تصور میرے ذہن میں غلط نہیں ہے۔ ممکن ہے ذہنوں کا یہ ماہر اپنے طور پر گومین کی ذہنی حالت کا تجزیہ کر کے نام کمانا چاہتا ہو اور اس نے ان تمام باتوں سے واقف ہونے کے بعد وائی مین تک پہنچنے کی کوشش کی ہو جس کی وجہ سے وائی مین کو فرار ہونا پڑا۔ تم ڈاکٹر جے مورگر کو بھی ذہن میں رکھو۔"

"اوہ۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر گردن ہلائی۔ ڈوئن کاربو کے یہ الفاظ وزن رکھتے تھے۔

کافی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ پھر ڈوئن نے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے بولی۔ "اب تمہارا کیا پروگرام ہے غزالی؟"

"کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی ڈوئن۔ تاہم میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے تم لوگوں کے مشن کی تکمیل۔ میں نے اس کے لیے بہت کچھ چھوڑ دیا ہے ڈوئن بہت کچھ۔"

"مجھے اپنے ساتھ رکھنا پسند کرو گے غزالی۔" ڈوئن نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے ڈوئن، میری کہانی سننے کے بعد تمہیں اندازہ ہوگیا ہوگا کہ میری زندگی کا اہم مقصد کیا ہے؟ بلکہ مجھے تو تمہارے مل جانے سے خوشی ہوئی ہے کم از کم اس طرح ہم دونوں اس موضوع پر تبادلۂ خیال کر سکتے ہیں ورنہ میں تنہا رہ گیا تھا۔"

"میں بھی طویل عرصے سے تنہا ہوں۔ یوں لگتا ہے جیسے صدیاں بیت گئی ہوں۔ اب تم ملے ہو تو میں تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتی۔"

"ٹھیک ہے ڈوئن۔ میں بخوشی تمہارا ساتھ قبول کرتا ہوں۔"

"تم کسی طرح کی فکر مت کرو۔ میں ہوٹلوں اور کلبوں میں شو کر کے اتنا کما لیتی ہوں کہ ہم مالی پریشانیوں کا شکار نہیں ہونگے۔ میں اپنا کام جاری رکھوں گی۔ ہاں میں نے یہاں رہائش کے لیے ایک فلیٹ کرائے پر حاصل کر لیا ہے۔ ہوٹل کی زندگی سے وہ فلیٹ بہتر ہے۔"

"یہ تو اور اچھی بات ہے لیکن ڈوئن تمہیں شو کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ گوشائی نے اس مشن کے اخراجات کے لیے مجھے بہت کچھ دے دیا ہے۔"

"میرے ذہن سے اتر گیا تھا یہ اور اچھی بات ہے اس طرح ہمیں یکسوئی سے کام کرنے کی آسانیاں مل جائیں گی۔"

"میرا ابھی سامان ضروری سامان ایک دوسرے ہوٹل میں ہے میرے خیال میں اسے ہم وہیں رہنے دیتے ہیں۔ کمرے کا کرایہ ادا کیا جاتا رہے گا۔ ہوٹل والوں کو اس کے خالی رہنے پر کیا اعتراض ہوگا۔ ہمارے پاس ہنگامی ضرورت کے لیے ایک پناہ گاہ بھی رہے گی۔"

"ٹھیک ہے غزالی۔ ویسے یہ حقیقت ہے کہ گوشائی نے ایک مناسب فیصلہ کیا ہے۔ ہم لوگ جو کچھ بھی ہیں لیکن تمہاری دنیا کے لوگوں کے سے انداز سے نہیں نمٹ سکتے ہیں اس انداز سے تم خود ان سے نمٹ سکتے ہو۔"

"کاش میں تمہارے مشن کی تکمیل میں تمہارے کام آسکتا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

ڈوئن کاربو پر اب کوئی شک نہیں رہا تھا، اس لیے میں ہوٹل چھوڑ کر اس کے ساتھ اس کے فلیٹ پر آگیا۔ فلیٹ چھوٹا تھا لیکن زندگی کی تمام ضرورتوں سے آراستہ۔ ڈوئن بھی میرے آجانے سے بہت خوش تھی۔ دوسرے دن شام تک ہم اسی موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔ ڈوئن نے کئی بار سمبوتورا سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ شام کو ڈوئن نے کہا کہ اگر میں مناسب سمجھوں تو باہر چلا جائے۔ فلیٹ میں کافی وقت گذر چکا ہے۔

میں خود بھی اکتاہٹ محسوس کر رہا تھا۔ ہم دونوں تیار ہو کر باہر نکل آئے۔ ایک ٹیکسی ہمیں لے کر چل پڑی۔ کوئی خاص منصوبہ ذہن میں نہیں تھا۔ مختلف جگہوں پر آوارہ گردی کرتے رہے۔ رات کو ایک رستوران میں ڈنر کے لیے داخل ہو گئے۔ کھانے کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوبصورت لڑکی ہمارے پاس آگئی۔

"معاف کیجیے گا آپ مس کاربو ہیں۔؟" اس نے ڈوئن کاربو سے کہا۔ اور وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"ہیلو۔ تم کون ہو؟"

"ایلن سائمن۔ آپ نے اپنے شو میں مجھے میرے دل کی باتیں بتائی تھیں۔ اس وقت سے میں آپ کی مداح ہوں۔"

"شکریہ۔"

"آپ کے دوست۔" یہ لڑکی میری طرف متوجہ ہو کر بولی۔

"ہیلو۔" میں نے بھی اخلاقاً کہا۔

"کیا آپ لوگ میرے ساتھ ڈنر کی دعوت قبول کرینگے۔ میرے ڈیڈی اور ممی بھی ساتھ ہیں، ڈیڈی نے اپنے ایک دوست کو بھی مدعو کیا ہے۔"

"اچھی لڑکی بے حد شکریہ۔ لیکن میں اپنے دوست سے

ضروری گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ اس لیے اس وقت معذرت قبول کرو ہاں اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو مجھے اپنا فون نمبر دے دو پھر کسی وقت تم سے نشست رہے گی۔"

"اوہ۔ کیا آپ میرے گھر آنا پسند کریں گی ۔؟"

"کیوں نہیں۔" ڈوئن نے کہا۔

"بہت شکریہ۔" لڑکی نے ایک کاغذ نکال کر ڈوئن کو دے دیا۔ اور ڈوئن نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ لڑکی کو فون کر کے اس سے ملاقات کا وقت متعین کرے گی۔ اس کے جانے کے بعد ڈوئن نے گہری سانس لی۔

"یہ مشکل بھی ہے۔"

"یقیناً تم لندن میں کافی مقبول ہو گئی ہو۔"

"مجبوری تھی ورنہ مجھے مقبول ہونے کا شوق نہیں ہے یہ فلیٹ بھی ایک خاتون کی پیشکش ہے۔ کرائے کے لیے میں نے انھیں مجبور کیا تھا ورنہ وہ کرایہ لینے پر بھی تیار نہیں تھیں۔"

"ان کے دل کی بات بتا دی ہو گی تم نے۔"

"ہاں ایک دن ان کے دل کی، دوسرے دن انکے شوہر کے دل کی۔" ڈوئن نے کہا اور آہستہ سے ہنس پڑی۔

"کوئی خطرناک بات تھی۔"

"ہاں، پہلے دن خاتون تفریحاً متوجہ ہوئی تھیں۔ اپنے شوہر کے بارے میں سوال کیا تھا کہ کیا وہ ان سے محبت کرتے ہیں یا کسی اور لڑکی کے چکر میں ہیں۔ غالباً خاتون کو شبہ ہو گا۔"

"پھر"

"پہلے دن متاثر ہو گئیں دوسرے دن شوہر کو لے آئیں۔ شوہر صاحب واقعی ایک دوسری لڑکی کا شکار تھے۔"

"گڈ۔ وہیں ہنگامہ شروع ہو گیا ہو گا۔؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں بس گریبان سے پکڑ کر لے گئی تھیں۔" ڈوئن ہنس کر بولی۔

"اوہ۔ تب تو شوہر کو تم نے دشمن بنا لیا۔"

"نہیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ شوہر اسی رات فرار ہو گیا تھا اور خاتون اس بات سے بہت خوش تھیں کیونکہ وہ خود اپنے شوہر سے طلاق لے کر اپنے پسندیدہ شخص سے شادی کرنا چاہتی تھیں۔"

میں ہنس دیا۔ پھر میں نے کہا "ڈوئن۔ کیا تمہاری دنیا میں بھی سب کچھ ہوتا ہے۔"

"نہیں۔" اس نے مختصراً کہا اور خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے ایک جملہ بھی نہیں کہا۔ ہم نے اپنا آرڈر بک کرایا اور سرو ہونے کے بعد کھانے میں مصروف ہو گئے ان لوگوں پر سے ہماری توجہ ہٹ گئی تھی جن میں سے وہ لڑکی ہمارے پاس آئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کھانے سے فارغ ہو گئے۔

تبھی ایک آواز مجھے سنائی دی۔ "کم از کم ہم کافی کی پیشکش تو کر سکتے ہیں۔" آواز اسی لڑکی کی تھی۔ ہم دونوں چونک پڑے۔

"سوری۔ میں نے ڈیڈی سے کہہ دیا تھا کہ مس کارلو کسی وقت خود ہم سے ملیں گی لیکن آپ لوگ خود ہماری میز کی طرف دیکھ لیں۔" لڑکی نے پھر کہا۔

"کیا مطلب ؟" ڈوئن نے کہا اور اس کیساتھ میری نظریں بھی ان کی میز کی طرف اٹھ گئیں۔ پھر میری جان نکل گئی کیونکہ میں نے لڑکی کے اہل خاندان کیساتھ مسٹر جے مورگر اور ان کی بیٹی ہیلن کو بھی بیٹھے دیکھا۔

"مسٹر مورگر نے کہا کہ آپ لوگ ان کے شناسا ہیں اور اگر میں دوبارہ کہوں تو ان سے ملنا ضرور پسند کریں گے۔"

"او کے بے بی۔ ہم ابھی آرہے ہیں۔" میں نے کہا۔ ہیلن کی آنکھوں میں، میں نے شکایتی انداز دیکھا تھا۔

"پلیز آئیے۔" لڑکی واپس چلی گئی۔

"کون لوگ ہیں یہ غزالی ۔؟" ڈوئن نے پوچھا۔

"ڈاکٹر جے مورگر۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بائی تو راسا۔" ڈوئن تشویش زدہ لہجے میں بولی۔ "اب کیا کرو گے۔"

"کچھ نہیں۔ مل لیں گے۔ ایک کام ضرور کرنا ڈوئن۔"

"کیا۔؟"

"ہم دونوں اس میز پر چل رہے ہیں۔ میں جے مورگر سے گفتگو کروں گا اور تم اس کے دل میں جھانکو گی۔"

"او کے۔" ڈوئن کارلو نے کہا اور ہم دونوں اٹھ کر اس میز پر پہنچ گئے۔

جے مورگر نے کہا۔ "ہیلو مسٹر غزالی بڑی دلچسپ اور غیر متوقع ملاقات ہوئی تم سے۔ ہیلن کا خیال تھا کہ تم بھی اسی طرح غائب ہو گئے جس طرح پہلے۔ سوری میں کیسی باتوں میں الجھ گیا تم میرے دوست کے مہمان ہو۔ پلیز بیٹھو۔"

"ڈیڈی یہ مس ڈوئن کارلو ہیں۔" ڈوئن کی فین لڑکی نے اپنے باپ سے میرا اور ڈوئن کا تعارف کرایا۔ پھر بولی "یہ اتفاق ہے انکل مورگر کہ آپ مسٹر غزالی سے پہلے سے

متعارف ہیں۔ ہیلن کیا تم نے کبھی ڈوئن کارلو کا شو دیکھا ہے؟"

"ہاں۔ صرف ایک بار۔ اس رات مسٹر غزالی میرے ساتھ تھے اور آج یہ ڈوئن کارلو کے ساتھ ہیں۔" ہیلن کے لہجے میں طنز تھا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ کارلو نے اس کی بات کا نوٹس نہیں لیا۔ وہ نیم باز آنکھوں سے مسٹر مورگر کو دیکھ رہی تھی۔

ڈوئن کی فین لڑکی اس کی تعریفیں کرتی رہی اس کے فن کے بارے میں باتیں کرتی رہی۔ اس نے ڈوئن سے چند سوالات بھی کیے جن کے ڈوئن نے سرسری انداز میں جواب دیئے۔ مسٹر مورگر نے مجھ سے کہا۔ "تم غائب کیوں ہو گئے غزالی۔ میں اس بات پر حیران ہوں۔ وہ کیس میرے لیے بہت دلچسپ تھا اور یقین کرو میں نے اس کے لیے بہت تیاریاں کی ہیں چند اور لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کیا ہے بلکہ اپنے ایک ذہین ساتھی کو نیوزی لینڈ سے یہاں آنے کی دعوت دی ہے۔ وہ دو ایک دن میں یہاں پہنچ جائے گا۔ اس دوران میں اور ہیلن تمہیں نہ جانے کہاں کہاں تلاش کرتے رہے ہیں۔"

"یقیناً ایسا ہوا ہو گا مسٹر مورگر۔ لیکن میں ایک حادثے کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"حادثہ۔؟" ہیلن نے طنز سے مسکرا کر ڈوئن کو دیکھا۔ لیکن میں نے اس پر توجہ نہیں دی۔

"وہ دونوں اچانک غائب ہو گئے۔ میرے لیے وہ ایک ملب چھوڑ گئے تھے جس میں لکھا تھا کہ وہ خطرناک حالات کا شکار ہو کر فرار ہو رہے ہیں۔ مجھے ان حالات کے بارے میں ابتک کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ اور میں ان دونوں کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں۔"

"اوہ۔ واقعی۔ مجھے ان حالات کا اندازہ نہیں تھا۔ تم مجھے فون کر کے اطلاع دے دیتے میں بھی تمہاری مدد کرتا۔ مجھے افسوس ہے۔ تم نے پولیس کو اس بارے میں اطلاع دی۔؟"

"میرے ساتھی خود گئے تھے۔ اور جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ انھیں کیا خطرہ درپیش ہے میں پولیس سے کیا کہوں۔"

"ہاں یہ بھی درست ہے۔ بہر حال کوئی حرج نہیں ہے وہ جب بھی مل جائیں تم مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو اگر اس سلسلے میں میری کوئی مدد درکار ہو تو تکلف نہ کرنا۔"

"شکریہ مسٹر مورگر۔ اب ہم لوگوں کو اجازت۔" میں نے کہا۔ اس دوران کافی پی جا چکی تھی۔

"کیا آپ دونوں ساتھ ہی رہتے ہیں۔؟" ہیلن نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور اٹھ گیا۔ ہیلن کا یہ انداز مجھے سخت ناگوار گذرا تھا۔

"کہاں۔؟" اس نے پوچھا۔

"اچھا مسٹر مورگر۔" میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا اور اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے باہر نکل آئے۔ نیچے آ کر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر ڈرائیور کو اس پہلے ہوٹل کا پتا دیا جہاں میں نے ویلنٹائن سے نکلنے کے بعد عارضی قیام کیا تھا۔ ٹیکسی چل پڑی۔

"وہاں کیوں۔؟" ڈوئن نے سرگوشی کی۔

"ممکن ہے ہمارا تعاقب کیا جائے۔"

"مگر تم نے مجھے دوسرے ہوٹل کے بارے میں بتلایا تھا جہاں تمہارا سامان رکھا ہے۔"

"اس ہوٹل میں بھی میرے پاس کمرہ ہے۔"

"اوہ۔" ڈوئن نے ہونٹ سکوڑے پھر مسکرا دی "تم واقعی چالاک آدمی ہو غزالی۔" تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل پہنچ گئے میں اطمینان سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد میں نے باہر جھانکا۔ راہداری سنسان پڑی تھی، ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر جانے کے لیے میں نے وہی عقبی راستہ اختیار کیا جس سے پہلے بھی ایک بار گذر چکا تھا۔ اس کے بعد ہم ڈوئن کارلو کے فلیٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔

"تم نے جے مورگر کو پڑھا ڈوئن۔؟"

"اس کی طرف سے یہ خیال ذہن سے بالکل نکال دو غزالی کہ گومین کے مسئلے سے اس کا تعلق ہے۔"

"پورے وثوق سے کہہ رہی ہو۔؟"

"ہاں۔ گفتگو چونکہ ان دونوں کے متعلق ہو رہی تھی، اس لیے اس کے ذہن میں وہی خیالات تھے۔ ان خیالات میں کوئی ایسی بات نہیں تھی۔"

"مجھے خود بھی یقین تھا، بہر حال ذہن صاف ہو گیا اور اب ایک ہی شخصیت ایسی رہ جاتی ہے جو مشکوک ہو سکتی ہے۔ یعنی مارٹن ایلٹرو۔"

"کیوں نہ ہم اسے چیک کریں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" میں نے گہری سانس لیکر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

—x—

کلارک۔ ووڈ اسٹریٹ کی اس خوبصورت عمارت کے

سامنے ہم دونوں ٹیکسی سے اتر گئے۔ کال بیل پر انگلی رکھی تو وہی عورت نظر آئی جس سے پہلے ملاقات ہوئی تھی۔
"شاید آپ مجھے پہچان گئی ہوں میڈم۔"
"ہاں تشریف لائیے۔"
"کیا مسٹر ایسٹرو اپنے دورے سے واپس آ گئے ہیں۔؟"
"ہاں وہ موجود ہیں۔" عورت نے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گئی۔ ہم دونوں بھی اس کے ساتھ تھے۔ اسی جانے پہچانے ڈرائنگ روم میں ہمیں بٹھا دیا گیا۔ عورت باہر نکل گئی۔
"ہوشیار ڈوئن۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ اور ڈوئن نے گردن ہلا دی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازہ کھلا لیکن اندر داخل ہونے والا مارٹن ایسٹرو نہیں تھا بلکہ ان کی تعداد پانچ تھی اور وہ ہاتھوں میں پستول لیے ہوئے تھے۔ آن کی آن میں وہ ہمارے سروں پر پہنچ گئے۔ پستول کنپٹی پر رکھ کر انھوں نے ہماری تلاشی لی اور جو کچھ ہماری جیبوں میں تھا نکال کر اپنے قبضے میں کر لیا۔
ہم دونوں دم بخود تھے۔ "چلو۔" ان میں سے ایک نے کہا اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے میں نے سنبھل کر کہا۔ "ہمیں مہمان نوازی کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے دوستو۔؟"
"کیوں نہیں۔ دراصل مارٹن ایسٹرو جدت پسند ہے۔ مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کا ایک ہی طریقہ صدیوں سے رائج ہے۔ چائے کافی شراب وغیرہ۔ ایسٹرو نے اپنے مہمانوں کے استقبال میں کچھ جدت کی ہے۔" اس شخص نے چہکتے ہوئے کہا وہ ظریف طبع معلوم ہوتا تھا۔
ایک لمبی راہداری سے نکال کر ہمیں ایک کمرے کے دروازے کے سامنے لے جایا گیا۔ یہ دروازہ کسی دھات کا بنا ہوا تھا اور اس کا ہینڈل کسی بحری جہاز کے اسٹرنگ کے مانند تھا۔ انھوں نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور ہمیں اندر دھکیل دیا گیا۔ اندر گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک کمرے کی وسعت وغیرہ کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ لیکن آنکھیں تھوڑی ہی دیر کے بعد تاریکی کی عادی ہو گئیں۔
کمرے کی بناوٹ عام کمروں سے مختلف تھی اس کی دیواریں تک دھات کی بنی ہوئی تھیں یا پھر ان پر دھات کی پلیٹیں چڑھی ہوئی تھیں۔ کوئی کھڑکی یا روشندان نہیں تھا۔ صرف دیواروں میں ایک مخصوص بلندی پر چھ چھ سوراخ بنے ہوئے تھے۔ ان کا قطر ایک انچ سے زیادہ نہیں تھا۔ ان سے مسلسل تازہ ہوا آ رہی تھی۔

ڈوئن کاربو دفعتاً آگے بڑھی اور اس نے دیوار میں لگا ایک سوئچ آن کر دیا۔ چھت کے پاس لگی لائٹ جل اٹھی۔ ڈوئن کاربو نے کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کر دیا۔ وہ تعجب سے میری صورت دیکھنے لگی۔ میں اس کے قریب پہنچا اور اس کے کان سے منہ لگا کر بولا۔
"ہماری آواز کہیں اور بھی سنی جا سکتی ہے، اس لیے کوئی ایسی بات نہ کہنا جو مشکوک ہو۔" ڈوئن نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے زور سے کہا۔
"نہ جانے یہ سب کیا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے مسٹر ایسٹرو ہماری طرف سے کسی غلط فہمی کے شکار ہو گئے ہیں۔" جواب میں ایک زبردست قہقہہ سنائی دیا اور ہم چونک پڑے۔ ڈوئن کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ پھر ایک سرگوشی ابھری۔
"ہماری آواز کہیں اور بھی سنی جا سکتی ہے۔ اس لیے کوئی ایسی بات نہ کہنا جو مشکوک ہو۔" یہ وہ سرگوشی تھی جو میں نے ڈوئن کے کان میں کی تھی، پہلے آہستہ پھر زور سے اور پھر بہت زور سے یہ سرگوشی اس کمرے کی فضا میں ابھری۔ اور پھر وہی قہقہہ۔ میں سرد نگاہوں سے در و دیوار کو دیکھ رہا تھا۔
پھر ایک آواز ابھری۔
"نہ صرف تمہاری سرگوشیاں بلکہ تمہاری ایک ایک جنبش دیکھی جا رہی ہے دوستو۔ اس سے تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ تم کس مشکل کا شکار ہو گئے ہو۔"
"کون ہو تم۔ اور اس حرکت کا مقصد کیا ہے؟"
"خادم کو مارٹن ایسٹرو کہتے ہیں۔ وہی جس سے تم ملاقات کرنے آئے تھے۔"
"ملاقات اس طرح ہوتی ہے؟"
"مارٹن ایسٹرو کے بارے میں کچھ معلومات بھی کی تھیں یا ایسے ہی چلے آئے تھے۔" اس کی طنزیہ آواز ابھری۔
"ہم تمہاری دعوت پر یہاں آئے تھے اور پوری دیانتداری سے تمہارے پاس پہنچے تھے تم خود ہی یہاں ہندوستان گئے تھے۔" میں نے کہا۔
"ذہین نوجوان تمہارا نام کیا ہے؟"
"غزالی۔"
"کیا تم سامون ہو؟"
"نہیں۔" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اور وہ قہقہہ پھر ابھرا۔ [illegible]

"اس شخص کا ایک ملازم جس کے پاس تمہارا پیغام پہنچا تھا۔ اس نے تمہاری خواہش پر گومین اور وائی مین کو میرے ساتھ تمہارے پاس بھیجا تھا۔"
"وہ دونوں کہاں ہیں؟"
"اچانک غائب ہو گئے ہیں۔ میں ان کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔"
"اور یہ شعبدہ گر رقاصہ۔؟" سوال کیا گیا۔
"یہ صرف میری دوست ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"میری اطلاعات ذرا مختلف ہیں مائی ڈیئر۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس پوشیدہ جگہ کے بارے میں جانتے ہو جہاں وہ دونوں جا چھپے ہیں۔"
"یہ اطلاع غلط ہے۔ ہم خود ان کے لیے پریشان ہیں۔"
"مجھے غلط اطلاع دینے والے زندہ نہیں رہتے اس لیے مجھے کوئی غلط اطلاع کبھی نہیں ملتی۔ تم یہ بتاؤ کہ سچ بولنا پسند کرو گے یا میں کوشش کروں؟"
"میں نے سچ بولا ہے اگر تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہو تو میں مجبور ہوں۔"
"تم نے سچ بولا نہیں۔ بلکہ بولو گے۔ ابھی بولو گے۔ صرف چند لمحات کے بعد۔ دیواروں میں یہ سوراخ دیکھ رہے ہو۔ چند لمحات کے بعد یہ سوراخ آگ اگلیں گے اور تمہارے بدن جھلس جائیں گے، پھر تمہاری زبان سے نکلا ہوا سچ ہی تمہیں اس عذاب سے نجات دلائے گا۔ نمونہ ملاحظہ کرو۔" آواز بند ہو گئی
میں نے پریشان نگاہوں سے ڈوئن کاربو کو دیکھا۔ وہ بھی خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ دفعتاً کمرے کی فضا میں گرم ہوا کے بھبکے آنے لگے اور ہماری سہمی ہوئی نگاہیں ان سوراخوں کی طرف اٹھ گئیں۔ سوراخوں سے ہلکی ہلکی سرخی جھلکنے لگی تھی۔ تپش بڑھتی جا رہی تھی۔ سوراخوں سے ہر چند کہ شعلے نہیں نکل رہے تھے۔ لیکن آنچ اتنی تیز تھی کہ آن کی آن میں کھال چٹخنے لگی۔ سارا بدن پسینے سے شرابور ہو گیا۔ حلق بری طرح خشک ہونے لگا تھا۔ اور اب تو لباس بھی بدن پر ناگوار لگ رہا تھا سوچنے سمجھنے کی قوتیں زائل ہو رہی تھیں۔
"غزالی!" ڈوئن کاربو نے آہستہ سے مجھے آواز دی۔ اور میں دہشت زدہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔
"میں خود کو اس آگ سے محفوظ رکھ سکتی ہوں۔ لیکن تم! تمہارے لیے میں کیا کروں؟"
"کیا مطلب ڈوئن! تم خود کیسے اس آگ سے محفوظ رہ سکتی ہو؟"
"اپنی قوت ارادی کو مجتمع کر کے خود کو اس تپش سے بچایا جا سکتا ہے۔ اور جلن کے اس احساس کو اپنی قوت ارادی کے ذریعے تابع کیا جا سکتا ہے۔"
"اوہ! تم اپنا کام کرو ڈوئن پلیز۔ میں بھی کوشش کرتا ہوں میرے لیے فکر نہ کرو۔"
ڈوئن نے مجھے ایک راہ سجھا دی تھی۔ حالانکہ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی۔ لیکن فوری عمل ضروری تھا۔ میں پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اصل کام خود کو چند لمحات کے لیے اس کیفیت سے آزاد کرنے کا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور کوشش میں مصروف ہو گیا۔ تپش سے حواس گم ہوئے جا رہے تھے۔ کمرے کی آکسیجن ختم ہو چکی تھی اور پھیپھڑے پھٹنے لگے تھے۔ ایسے حالات میں ذہن پر قابو پانا آسان نہیں تھا۔ لیکن سمبو تورا نے مجھے جو مشقیں کرائی تھیں وہ معمولی نہیں تھیں۔ آہستہ آہستہ ذہن پر تاریکی کا غلبہ ہونے لگا۔ دماغ کا بدن سے رشتہ ٹوٹ رہا تھا۔ وہ جسمانی تکلیف کم ہوتی جا رہی تھی، جس نے چند لمحوں قبل پاگل کر رکھا تھا۔ جھلستی ہوئی کھال اب تکلیف نہیں دے رہی تھی۔ رفتہ رفتہ میں نے خود کو ہر احساس سے عاری کر لیا۔ اور بدن کی تکلیف جیسے کہیں کھو گئی۔ کوششیں بار آور ہوئیں۔ اور اب چاروں طرف سکون ہی سکون تھا۔ نجانے کب تک ذہن سوتا رہا۔ اور پھر کسی آواز ہی نے مجھے چونکایا تھا۔ ذہن میں گونجنے والی آواز ڈوئن کاربو کی تھی۔ "غزالی!" میں نے آنکھیں کھول دیں۔
"بہت عمدہ غزالی! میرے خیال میں تم نے سامولوں کی تمام خصوصیات اپنا لی ہیں۔" ڈوئن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے دیوار کے ان سوراخوں کی طرف دیکھا۔ اور پھر گہری سانس لے کر ڈوئن کی طرف دیکھنے لگا۔ بدن میں اب کوئی تکلیف نہیں تھی۔ ڈوئن کا یہ طریقہ کار بھی راستہ بتلانے والا تھا اگرچہ ہماری سرگوشیاں بھی ریکارڈ کر لی جاتی تھیں۔ لیکن ذہنوں میں گونجنے والی آوازوں کو یقیناً مارٹن ایسٹرو کی کوئی کوشش نہیں پکڑ سکتی تھی۔ چند لمحوں خاموشی رہی۔ پھر میں نے ذہنی طور پر ڈوئن کاربو سے کہا۔
"میرے خیال میں تپش ختم ہو گئی ہے۔" غالباً اس نے ہماری جسمانی قوتوں کا تجزیہ کر کے مشینیں بند کر دی ہیں۔" سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا کیا جائے؟"

"بے ہوش ہو جاؤ۔" ڈوئن کاربو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس نے مسکرا کر آنکھیں بند کیں اور گردن ہلا دی۔

"ہاں بے ہوش ہو جاؤ۔ یقیناً اُس کے ذہن میں یہی ہوگا کہ یہ آگ ہمارے ہوش و حواس چھین لے گی۔ بہر طور غزالی وہ ہمیں ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔" ڈوئن کاربو کی تجویز غلط نہیں تھی۔

میں نے اُس سے ذہن ہی ذہن میں کہا۔ "ٹھیک ہے ڈوئن! میرے خیال میں اب ہمیں دوسرے راستے اختیار کرنے چاہئیں۔ اِس بات کا انکشاف تو ہو ہی چکا ہے کہ مارٹن ایسٹرو ہمارا دشمن ہے۔ اور ہمارے ذریعے گوین اور وائی مین کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس بات کا اندازہ بھی ہو چکا ہے کہ یہ دونوں کم از کم اُس کے قبضے میں نہیں ہیں۔"

"ویسے تمہارا کیا پروگرام ہے غزالی؟ اس کے قبضے سے نکلنے کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

"وہ سب کچھ جو ان حالات میں ممکن ہو سکتا ہے۔ تیار رہو!" میں نے جواب دیا اور ڈوئن کاربو خاموش ہو گئی۔ ہم دونوں آنکھیں بند کر کے اس طرح زمین پر اوندھے سیدھے پڑ گئے جیسے کہ ہمارے بدن بے جان ہو چکے ہوں لیکن ذہنی طور پر ہم جاگ رہے تھے۔ ڈوئن کاربو کا اور میرا ذہنی رابطہ قائم تھا۔ اور اب تمام گفتگو بھی اسی ذہنی رابطے کے ذریعے ہو رہی تھی۔ ڈوئن کاربو میری صلاحیتوں سے مسرور تھی کہنے لگی۔ "غزالی! ایک غیر ساحون کو میں نے زندگی میں پہلی بار ساحونی خصوصیتوں سے بھرپور دیکھا ہے اور میرا خیال ہے ساحونوں کی دنیا تمہارے لیے بے حد دلکش ہوگی۔ کیا تمہیں یہ سب کچھ کرتے ہوئے عجیب نہیں لگتا غزالی!"

"اب نہیں لگتا ڈوئن! میں نے تمہیں اپنے حالاتِ زندگی کافی حد تک سُنا دیے ہیں۔ لیکن اِن میں ابھی کچھ ایسی باتیں باقی ہیں جن کے بارے میں تمہیں تفصیلات معلوم ہو جائیں تو تم حیران ہوگی۔ وائی مین جسے ہم سمیو تورا کہتے ہیں۔ میرا اُستاد ہے۔ اور اُس نے مجھے بہت کچھ سکھایا ہے۔"

"یقیناً یقیناً! ہر چند کہ وائی مین ہمارے سربراہوں میں سے نہیں ہے لیکن انہیں سربراہوں کا معاون کہا جا سکتا ہے۔ اور اُن کی ذہنی صلاحیتیں بے پناہ ہیں۔ مگر گوین۔ بیچارہ گوین۔ پتا نہیں یہ لوگ کہاں چلے گئے۔"

"ٹھیک ہے۔ انہیں بھی تلاش کر لیا جائے گا۔ فی الحال لیبوس میری توجہ کا مرکز ہے۔"

ڈوئن کاربو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم لوگ خاموش پڑے رہے۔ دفعتاً ڈوئن کاربو کے ذہن نے مجھے مخاطب کیا۔ "شاید کوئی آرہا ہے غزالی!"

"کیسے اندازہ ہوا تمہیں؟"

"زمین سے کان لگا دو۔ قدموں کی دھمک سنائی دے جائے گی۔"

میں نے اُس کی ہدایت کے مطابق عمل کیا اور مجھے احساس ہو گیا کہ آنے والا ایک نہیں بلکہ کئی افراد ہیں۔ اُن کے قدموں کی ہلکی ہلکی چاپ اُبھر رہی تھی۔ زمین ہی یہ پیغام ہمیں دے سکتی تھی۔ ورنہ چاپ بے حد مدھم تھی۔ چند ہی لمحوں کے بعد دروازہ کھُلا۔ ہم نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ لیکن وہ معمولی سی جھری جو اس انداز میں پیدا کر لی گئی تھی کہ جیسے کسی بے ہوش شخص کی آنکھیں کھلی رہ گئی ہوں، ہماری مدد کر رہی تھی۔ اور ہم آنے والوں کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ اُن کی تعداد پانچ تھی۔ دو افراد سب سے آگے تھے اور اُن کے ہاتھوں میں پستول دبے ہوئے تھے۔ باقی تین اِن کے پیچھے اندر آئے تھے اور اندر آکر انہوں نے اطراف کا جائزہ لیا۔ اور پھر مطمئن انداز میں اپنے اپنے پستول بغلی ہولسٹروں میں ڈال لیے۔ پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔ "اٹھاؤ اور لے چلو۔"

دو دو آدمی ہم دونوں کی جانب بڑھ گئے۔ ڈوئن کاربو کے بارے میں مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ وہ لڑنے بھڑنے کی صلاحیتیں رکھتی ہے یا نہیں، جبکہ ندرت یعنی [illegible] کے بارے میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ وقت پڑنے پر ایک مرد سے زیادہ طاقتور ثابت ہو سکتی ہے۔ میں اپنے ساتھ ساتھ ڈوئن کاربو کا تحفظ بھی چاہتا تھا۔ اور اس وقت مجھے علم تھا کہ پانچ مسلح افراد میرے سامنے موجود ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو پستول نکالنے کا موقع مل گیا تو اس کا مقصد ہے کہ ہم دونوں کی زندگیاں بھی جا سکتی ہیں۔ بہر طور میں کسی قیمت پر کم از کم جانے بوجھے حالات میں مرنا نہیں پسند کرتا تھا۔ اتفاقیہ موت آجائے تو ظاہر ہے اُسے دنیا کا کوئی شخص نہیں روک سکتا۔

دو آدمیوں نے جھک کر مجھے ہاتھ اور پیروں سے پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن انہیں یہ کوشش سخت مہنگی پڑی۔ جوں ہی انہوں نے مجھے اٹھایا، میں نے اُچھل کر اُن دونوں کو آپس میں ایک دوسرے سے

ٹکرا دیا۔ اور اُس کے بعد میں کسی اسپرنگ کے گڈے کی طرح فضا میں اُچھلا۔ اور میری دونوں لاتیں اُس شخص کے سینے پر پڑیں جو اس کارروائی کی نگرانی کر رہا تھا۔

باقی دو افراد ڈوئن کاربو کو اُٹھا رہے تھے۔ میری زبردست لات کچھ اس قوت سے اس شخص کے سینے پر پڑی تھی کہ وہ فضا میں اُچھل کر دیوار سے ٹکرایا اور اس کا سر پاش پاش ہو گیا۔ لیکن اس نے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ اُس کے ساتھ کیا ہوا۔ میں تو پھرتی سے اُن دونوں پر جھپٹ پڑا تھا، جنہوں نے ڈوئن کاربو کو اُٹھا لیا تھا۔ میں انہیں رگیدتا ہوا دور تک لے گیا۔ ڈوئن کاربو اب پوری طرح آزاد ہو گئی تھی اور بالکل تازہ دم تھی۔ لیکن آزاد ہونے کے بعد اُس نے کوئی حماقت نہیں کی۔ بلکہ اُن دونوں پر ٹوٹ پڑی، جنہوں نے مجھے اُٹھایا تھا اور جو میری کوششوں سے زمین بوس ہو گئے تھے۔ اور اب سنبھل کر پستول نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ڈوئن کے نوکدار جوتے کی ٹھوکر ان میں سے ایک کی پیشانی پر پڑی۔ اور دوسرے کی ٹھوڑی کے نیچے گردن پر۔ ضربیں خاصی زوردار تھیں۔ وہ زمین پر جا پڑے۔ عین اُسی وقت ڈوئن نے اُن میں سے ایک کے ہاتھ سے پستول چھین لیا تھا، جس نے پستول نکال لیا تھا۔ لیکن اُسے استعمال کرنے کی مہلت نہیں ملی تھی۔ پستول اُس کے ہاتھ سے لے کر ڈوئن نے سب سے پہلے اُسی کی پیشانی کا نشانہ بنایا۔ اور گولی چلا دی۔ اس کی دلخراش چیخ اُبھری تھی۔ لیکن ڈوئن نے اس کی پروا نہیں کی۔ اُس نے فوراً ہی دوسرے آدمی کا نشانہ لے کر اُسے بھی ٹھنڈا کر دیا۔ میں اُن دونوں سے بھڑا ہوا تھا، جنہیں میں نے ڈوئن کے پاس سے ہٹایا تھا۔ وہ دونوں باکسر معلوم ہوتے تھے۔ چنانچہ پینترے بدل بدل کر مجھ پر حملے کر رہے تھے۔ میں نے پھرتی سے کام لیتے ہوئے انہیں اس کا موقع نہیں دیا تھا کہ وہ اپنے پستول نکال سکیں۔ یا شاید اُن کے پاس پستول موجود ہی نہیں تھے۔ کیونکہ لڑائی کے دوران انہوں نے پستول نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ دفعتاً میرا داؤ لگ گیا۔ میں نے اُن کی گردنیں پکڑ لیں اور پھر کسی برق رفتار گھوڑے کی طرح دوڑتا ہوا انہیں دیوار تک لے گیا۔ وہ لوگ شاید میرے اس ارادے کو نہیں سمجھ پائے تھے۔ آخر میں نے پوری قوت سے دیوار کے قریب جا کر اُن کے سر دیوار سے ٹکرا دیے۔ اُن میں سے ایک نے غیر اختیاری طور پر دونوں ہاتھ دیوار پر لگا دیے تھے۔ لیکن دوسرا میری کوشش کا شکار ہو گیا تھا۔ اُس کا سر کسی خربوزے کی طرح کھل گیا۔ جس شخص نے ہاتھ ٹکا کر کے خود کو دیوار سے ٹکرانے سے بچایا تھا اُس کی گردن پر میں نے بھرپور ہاتھ مارا، اس نے بچنا چاہا لیکن ڈوئن نے اُسے بھی مہلت نہیں دی اور گولی چلا دی۔ گولی اُس کی گردن میں داخل ہو کر گُدی کے پار نکل گئی۔ وہ دونوں ہاتھ فضا میں پھیلا کر اوندھے منہ زمین پر آرہا۔

ان پانچوں کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ پورے کمرے میں خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔ اور ماحول بے حد بھیانک ہو گیا تھا۔ پانچ لاشیں ہمارے سامنے پڑی تھیں۔ اور اب اُن میں سے کوئی جنبش نہیں کر رہا تھا۔ ڈوئن نے پستول کے چیمبر چیک کیے اور پھر اُسے پھینک کر دوسرے آدمی کی جانب بڑھ گئی۔ اُس نے اُس آدمی کے ہولسٹر سے بھی پستول نکال لیا تھا، جو پورا بھرا ہوا تھا۔ اُس کی دیکھا دیکھی میں نے اپنے شکاروں کی تلاشی لی۔ لیکن اُن کے پاس پستول نہیں تھے۔ جو شخص انہیں ہدایت دے رہا تھا۔ اور جسے میں نے سب سے پہلے دیوار سے ٹکرا کر ہلاک کر دیا تھا۔ اُس کے پاس سے البتہ مجھے ایک پستول مل گیا۔ چنانچہ اب ہم دونوں مسلح ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ہمارا رُخ ظاہر ہے دروازے کے علاوہ بھلا اور کس سمت ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ہم دروازے سے باہر نکل آئے۔ باہر راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی۔ میں نے ڈوئن کاربو کی طرف دیکھا تو اُس نے ایک سمت اشارہ کیا۔ اور ہم راہداری میں سامنے چلنے کے بجائے بغلی سمت مڑ گئے۔ ڈوئن کاربو آگے آگے جا رہی تھی۔ چند لمحات کے بعد اُس نے رُک کر پوچھا۔

"کیا خیال ہے غزالی! یہاں سے نکل چلیں۔ یا مارٹن ایسٹرو سے ملاقات کرو گے؟"

"پتا نہیں وہ موجود ہے یا . . . ."

"میرا خیال ہے۔ اُسے موجود ہونا چاہیے۔ اور اگر نہیں بھی ہے تو ہم یہاں سے فرار ہو کر کچھ نہیں حاصل کر سکتے۔ جس مقصد کے لیے آئے ہیں اُس کی تکمیل کیے بغیر یہاں سے روانہ ہونا مناسب نہیں ہے۔ یعنی لیبوس کی تلاش! ممکن ہے مارٹن ایسٹرو نے اسی عمارت کے کسی گوشے میں لیبوس کو چھپا رکھا ہو۔" بات سمجھ میں آنے والی تھی۔ میں نے گردن ہلا دی۔ اور ہم عمارت کے کمروں میں جھانکتے پھرے۔

ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں ہمیں مارٹن ایسٹرو نظر آگیا۔ وہ ایک لمبا گاؤن پہنے ہوئے تھا اور غالباً کوئی کتاب دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں پر چشمہ لگا ہوا تھا۔ جب کہ عام حالات

میں وہ چیمبر نہیں لگاتا تھا۔ رُخ چونکہ ہماری جانب نہیں تھا۔ اس لیے ہمیں یہی اندازہ ہوا کہ وہ کتاب پڑھ رہا ہے۔ ویسے جس کمرے میں ہم قید تھے وہ ساؤنڈ پروف تھا اور ہونا بھی چاہیے تھا۔ اُسے اذیت گاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اور اُس میں لگے ہوئے پائپوں سے خارج ہونے والی گیس یا آگ باہر نہیں آسکتی تھی۔ چنانچہ گولیوں کی آوازیں بھی باہر نہیں سنائی دی تھیں۔ ورنہ شاید مارٹن ایسٹرو اس طرح مطمئن نہ ہوتا۔ میں نے ڈوئن کاربو کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا۔ تاکہ وہ باہر کا معاملہ سنبھالے رکھے۔ اور اُس کے بعد میں نے نیم وا دروازے پر ایک زوردار لات ماری۔ اور برق رفتاری سے اندر گھس گیا۔ پستول کا رُخ مارٹن ایسٹرو کی جانب تھا۔ مارٹن ایسٹرو چونک کر میری طرف مُڑا اور موٹی سیاہ جلد والی کتاب اُس کے ہاتھ سے نیچے گر گئی۔ چیمبر ڈھلک کر ناک پر آگیا۔ وہ متعجب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے، میرے ہاتھ میں دبے پستول کی جانب دیکھا۔ اور اُس کے بدن کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ میں سنجیدہ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے بھاری لہجے میں کہا۔ "مارٹن ایسٹرو اس کھیل میں مجھے فتح حاصل ہوئی ہے۔ اور تم اپنی اُس کوشش میں ناکام رہے ہو۔ فتح اور شکست دونوں میں سے ایک چیز انسان کو قبول کرنا پڑتی ہے۔ چنانچہ تم اب میرے رحم و کرم پر ہو۔"

"کمال ہے۔ تم اپنے پیروں پر کھڑے نظر آرہے ہو۔ کیا اُس آگ نے تمہیں متاثر نہیں کیا۔؟"

"میں تمہارے سوالوں کا جواب دینے نہیں آیا مارٹن ایسٹرو۔ بلکہ تمہیں اب میرے سوالات کا جواب دینا ہے۔"

دفعتاً مارٹن ایسٹرو نے سنبھالا لیا۔ اور اس کے انداز میں لاپرواہی پیدا ہوگئی۔ "نہیں بے وقوف آدمی! اپنی اس چھوٹی سی کامیابی کو اہمیت نہ دو، میرا نام مارٹن ایسٹرو ہے۔"

"ٹھیک ہے مارٹن ایسٹرو میں اب بڑی کامیابی بھی حاصل کرنے کی کوشش کروں گا، مجھے بتاؤ لیبوس کہاں ہے؟"

"سوال میرا بھی اِس سے مختلف نہیں ہے۔" مارٹن ایسٹرو نے میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کو دیکھ کر کہا۔ "میں تم سے اُن دونوں کے بارے میں معلومات چاہتا ہوں، وہ دونوں کہاں گم ہوگئے۔ میری مراد گومین اور وائی مین سے ہے۔"

"اُن دونوں کے بارے میں ڈیر ایسٹرو! مجھے خود پتا نہیں ہے۔ غالباً تم نے انہیں حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور وہ دونوں فرار ہوگئے۔ لیکن میں لیبوس کے لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ میں تم سے اُس کا پتا معلوم کرکے ہی جاؤں گا۔ کیا لیبوس اس عمارت میں موجود ہے؟"

"تمہاری اطلاع کے لیے میں تمہیں بتاؤں کہ لیبوس یہاں سے بہت دور ہے اس قدر دور کہ تمہاری رسائی اس تک نہیں ہوسکتی۔ لیکن وہ دونوں چوہے جہاں بھی چھپے ہوئے ہیں انہیں ضرور تلاش کرلوں گا۔ تمہارے حق میں یہ ہی بہتر تھا کہ تم مجھ سے تعاون کرتے۔ تمہارا تعلق اُن لوگوں سے نہیں ہے۔ بقول تمہارے میں اگر یہ بات مان بھی لوں کہ تمہیں اُس شخص نے جس کا نام حسن تھا بھیجا ہے تو ظاہر ہے تم اُس کے ساتھی یا ملازم ہوگے۔ تمہیں ایک معاوضہ ملنا ہوگا۔ اگر میں تمہیں اتنی رقم دے دوں کہ تمہیں ہندوستان واپس جانے کی ضرورت ہی نہ پیش آئے تو کیا اُس کے باوجود تم مجھ سے تعاون نہیں کرو گے؟ دیکھو دوست! تم صرف حق وفاداری ادا کر رہے ہو جب کہ وہ دونوں میری اہم ضرورت ہیں۔ اور اُن کے حصول سے مجھے بہت فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ چنانچہ مجھ سے سودا کرلو۔ فائدے میں رہو گے۔"

"میں تمہیں صرف پانچ تک گننے کی مہلت دیتا ہوں مارٹن ایسٹرو، تمہارے وہ سب ساتھی ہلاک ہوچکے ہیں، جو ابھی میرے پاس پہنچے تھے۔ اور اس کے بعد تمہاری ہلاکت بھی میرے لیے نقصان دہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ تمہاری موت کے بعد میں زیادہ بہتر طریقے سے لیبوس کو تلاش کرسکوں گا۔ وہ کہیں بھی ہو ہم لوگ اُسے یقیناً پالیں گے۔"

"تو ٹھیک ہے! مجھے بھی مار ڈالو۔" مارٹن ایسٹرو نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔ میں خونی ہوچکا تھا۔ جو کچھ میں نے مارٹن ایسٹرو سے کہا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ یہ شخص راہ کی رکاوٹ تھا۔ چنانچہ لیبوس کو تلاش کرنے سے پہلے اس کو ختم کردینا ضروری تھا۔ ہر چند کہ اس سے بہت سی معلومات حاصل ہوسکتی تھیں۔ لیکن مجھے اپنا کام عزیز تھا۔ چنانچہ میں نے تنبیہ کے طور پر اُس کے داہنے پاؤں کو نشانہ بنایا اور گولی چلادی۔ مقصد یہی تھا کہ اُسے زخمی کرکے زبان کھولنے پر مجبور کردوں۔ مارٹن ایسٹرو نے اپنا داہنا ہاتھ گھٹنے کے سامنے کیا اور ایک عجیب و غریب منظر میری نگاہوں کے سامنے آگیا۔ گولی اُس کی داہنی ہتھیلی پر لگی اور اُچٹ گئی۔

میں نے اچھی طرح محسوس کرلیا تھا کہ گولی نے اُس کے گھٹنے کی ہڈی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ دوسرے لمحے میں نے دوسری گولی چلادی اور مارٹن ایسٹرو نے پینترا بدل کر اس گولی کو بھی اپنے ہاتھ پر روک لیا۔ لیکن اِس طرح اُس شخص کی گہرے سیاہ رنگ کی ہتھیلی میرے سامنے آگئی۔ نیلاہٹ مائل سیاہی اُس کے ہاتھ پر جھلک رہی تھی۔ اور دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ اُس کا داہنا ہاتھ مضبوط اسٹیل سے بنا ہوا ہے۔ یا کوئی اور ایسی ہی مضبوط دھات ہے جس پر گولی روکی جاسکتی ہے۔ یہ تجربہ میرے لیے انتہائی دلچسپ اور حیرت انگیز تھا۔ اس بار میں نے جھلا کر تیسری گولی اُس کے پیٹ پر چلائی تھی۔ لیکن مارٹن ایسٹرو نے اس گولی کو بھی اپنے ہاتھ ہی پر روکا۔ پتا نہیں یہ سب کچھ کیا تھا۔ یا تو اس کے ہاتھ میں کوئی ایسی مقناطیسی قوت تھی کہ پستول سے نکلنے والی گولی اپنا رُخ تبدیل کردیتی تھی اور سیدھی اُس کے ہاتھ پر جا لگتی تھی۔ یا پھر وہ اتنا پھرتیلا اور چوکنا تھا کہ گولی کی سمت کا اندازہ لگا کر وہیں اپنا ہاتھ کرلیتا تھا۔ بہر طور میں نے مسلسل پانچ گولیاں اُس پر چلائیں۔ لیکن ردّعمل قابلِ دید تھا۔ چھٹی گولی میں نے آخری نشانے کے لیے محفوظ رکھی تھی۔

مارٹن ایسٹرو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ "بچوں کا یہ کھیل مجھے پسند ہے۔ لیکن بے وقوف نوجوان مارٹن ایسٹرو کے سامنے کھڑے ہونے سے پہلے اگر تم کہیں سے اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرلیتے تو تمہارے حق میں بہت بہتر ہوتا۔ تم نے اپنی بدترین موت کو دعوت دی ہے۔ تم نے کہا ہے کہ تم نے میرے پانچوں آدمیوں کو ہلاک کردیا ہے۔ چنانچہ اب تو مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں تمہیں مار ڈالوں۔ لیکن اس کے باوجود میں تمہاری جان بخشی کرسکتا ہوں۔ اگر تم اُن دونوں کو تلاش کرنے میں میری مدد کرو۔"

میں چونکا تھا اور اس بار میں اُسے موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے انتہائی احتیاط سے اِس بار گولی اُس کے داہنے بازو پر چلائی تھی۔ خیال یہ تھا کہ اُس کا اسٹیل کا ہاتھ زیادہ سے زیادہ کہنی تک ہوگا۔ کیونکہ اُس کی جنبش یہی بتاتی تھیں کہ وہ آسانی سے اپنے اس ہاتھ کو حرکت دے سکتا ہے۔ لیکن اُس نے ہاتھ کو ذرا سی جنبش دے کر میرے اس آخری فائر کو بھی ناکام بنادیا تھا۔

"چلو تمہاری مشکل حل ہوگئی۔ اب تمہارے پستول میں گولیاں نہیں ہیں۔ اسے پھینک دو۔ دست بہ دست جنگ کرنے کا تصور بھی مت کرنا۔ کیونکہ میرا یہ ہاتھ دیکھ رہے ہو

تم۔ اس کی قوت کا مظاہرہ کرکے میں اپنا نقصان نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن یہ تمہارے بدن کے جس حصے پر بھی پڑا، وہ حصہ دوبارہ کبھی جُڑ نہیں سکے گا۔"

مجھے یقین ہوگیا تھا کہ کم از کم اس سلسلے میں وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ غلط نہیں ہے۔ جس چیز پر پستول کی گولی اثر انداز نہیں ہوسکی، میں اُس کا کیا بگاڑ لوں گا۔ چنانچہ اب وہ غور کرنے کی چیز تھا۔ مارٹن ایسٹرو کے چہرے کے تاثرات بدلے جا رہے تھے۔ اور اب اُس کے خدوخال بے حد

بھیانک نظر آنے لگے تھے۔ اُس کی سُرخ آنکھیں مجھ پر جم گئی تھیں

"جواب دو! وہ دونوں کہاں ہیں؟ یہ بات میں نہیں مان سکتا کہ تمہیں اُن کا علم نہیں ہے؟"

"میں تمہیں اُن کے بارے میں بتا سکتا ہوں مارٹن ایسٹرو لیکن اس سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم اُن کا حصول کیوں چاہتے ہو۔ اور لیبوس کہاں ہے؟"

"تم اِس قابل نہیں ہو لڑکے کہ میں تمہیں اپنے معاملات میں شریک کروں۔ تمہاری حیثیت ہی کیا ہے! کسی گدھے کے ہاتھ میں بھی پستول دے دو تو وہ بہر طور وہی سب کچھ کر سکتا ہے جو تم نے کیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اُن پانچ افراد کو تم نے کس طرح قتل کر دیا۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ آگ کا حربہ تم پر ناکام کیسے رہا۔ لیکن میں تمہیں اس کے باوجود کوئی اہمیت نہیں دے سکتا۔ اس سے قبل کہ میرا ذہنی توازن خراب ہو جائے تم میری بات کا جواب دو۔" وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ البتہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ اُس کے اسٹیل والے ہاتھ سے بچنے کے لیے کیا کارروائی کرنی چاہیے۔

چند لمحوں کے بعد وہ میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اسکی آنکھیں بے حد بھیانک ہو رہی تھیں۔ پھر اُس نے اپنا دوسرا ہاتھ بڑھا کر میرا گریبان پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن میں اپنے لیے لائحہ عمل مرتب کر چکا تھا۔ چنانچہ میں پھرتی سے نیچے بیٹھ گیا اور دونوں ٹانگیں اُس کی ٹانگوں میں پھنسا کر میں نے پوری قوت سے اپنی ٹانگیں کھول دیں۔ میری یہ کوشش کارگر ہوئی۔

وہ جھکا تو میں نے تھوڑا سا مزید نیچے کھسک کر ایک لات اُس کے جسم کے پچھلے حصے پر رسید کر دی۔ اور وہ میرے اُوپر سے اُچھل کر دروازے کے قریب جا گرا۔ میں جانتا تھا کہ باہر ڈوئن کاربو اپنی ڈیوٹی پر مستعد ہے۔ نیچے گرتے ہی مارٹن ایسٹرو اُٹھ کھڑا ہوا اور اس بار اُس نے غراتے ہوئے انداز میں مجھ پر چھلانگ لگا دی ۔۔۔ اپنے بھاری تن و توش اور لمبی جسامت کے باوجود وہ بے حد پھرتیلا تھا۔ اگر میں انتہائی مہارت سے کام لے کر اُس کا یہ وار خالی نہ دیتا تو اُس نے میرے سر کو اپنے لوہے کے ہاتھ کا نشانہ بنا لیا تھا۔ وہ اپنی جھونک میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میں نے ایک کرسی اُٹھالی تھی۔ مارٹن ایسٹرو اب شدید غصے میں آ گیا تھا۔ اس نے ایک بار پھر مجھ پر چھلانگ لگائی۔ اور میں نے کرسی اُس کے سامنے کر دی۔ لیکن اُس نے اپنا اسٹیل والا ہاتھ کرسی پر مارا۔ اور وہ ٹوٹ گئی۔ میں نے پھرتی سے ٹوٹی ہوئی کرسی کا ایک حصہ گھما کر اُس کی ٹانگ پر مارا۔ لیکن کمبخت کو اپنے ہاتھ سے کام لینے کا بہترین تجربہ تھا۔

چنانچہ اُس نے اِس وار کو بھی اپنے اسٹیل والے ہاتھ پر روکا۔ اور دوبارہ ہاتھ میری طرف گھما دیا۔ اُس کا ہاتھ لکڑی پر پڑا۔ اور کرسی میرے ہاتھ سے اُچھل کر دیوار سے جا ٹکرائی۔ پھر وہ نہایت پھرتی سے آگے بڑھا۔ اور اُس نے اپنا اسٹیل والا ہاتھ میرے شانے پر مارنے کی کوشش کی۔ لیکن اگر یہ ہاتھ میرے بدن کے کسی حصے پر لگ جاتا تو کھیل ہی ختم تھا۔ میں اپنی تمام توجہ اُس کے اِن واروں سے بچنے پر صرف کر رہا تھا۔ ابھی تک میں نے کوئی ایسا حربہ نہیں استعمال کیا تھا جس کی مجھے تربیت دی گئی تھی۔ میں تو لڑنے بھڑنے والا انسان تھا ہی نہیں۔ لیکن حالات نے مجھے جو کچھ دیا تھا بہر طور اُس کا استعمال بھی مجبوراً ضروری تھا۔ چنانچہ اس بار میں نے ذرا چالاکی کی۔ اُس کے اِس وار سے بچنے کے بعد میں نے اُس کے جبڑے پر ایک گھونسا رسید کرنا چاہا۔ انداز یہی تھا جیسے میں ۔۔۔ اُس کے جبڑے پر گھونسا مار رہا ہوں۔ لیکن کام ذرا مختلف تھا۔ اُسے اپنے ہاتھ کی جانب متوجہ کر کے میں نے جوتے کی بھرپور ٹھوکر اُس کی پنڈلی پر لگائی۔ اور یہ ٹھوکر اُس کی پنڈلی کی ہڈی پر پڑ گئی تھی۔ میری اس ضرب سے اُس کے چہرے پر تکلیف کے آثار پیدا ہوئے تھے۔ لیکن اب اُس نے اپنے ہاتھ کو سامنے کر کے اُسے کسی لاٹھی کی طرح گھمانا شروع کر دیا تھا۔ شائیں شائیں کی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ اور میں اُچھل اُچھل کر اُس کے اِس وار سے بچ رہا تھا۔ سنگ مرمر کی ایک میز میری پشت پر آئی تو مجھے رکنا پڑا۔ اور وہ میرے سر پر پہنچ گیا۔ اُس نے پوری قوت سے اپنا ہاتھ گھما کر میرے سر پر مارا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہاتھ سنگ مرمر کی میز پر پڑا تھا۔ اور وہ ریزہ ریزہ ہو گئی تھی۔ میں نے اِسی پر اکتفا نہ کی بلکہ میز کا ٹوٹا ہوا پایہ اُٹھا کر پوری قوت سے اُس کی پشت پر دے مارا۔ اس بار بھی وہ میری ضرب سے نہیں بچ سکا تھا۔ اب یہ پایہ ایک ڈنڈے کی طرح میرے ہاتھ میں موجود تھا اور میں بندروں کی سی پھرتی سے کام لے کر اُسے نشانہ بنا رہا تھا۔ اپنے اسٹیل والے ہاتھ کو وہ مسلسل استعمال کر رہا تھا۔ لیکن میری پھرتی اُسے کبھی نہ کبھی چکر دے ہی جاتی تھی۔ اور میز کا پایہ اُس کے جسم کے مختلف حصوں پر پڑ چکا تھا۔ غالباً اُسے بھی میری پھرتی کا اندازہ ہوا تھا۔ اور جو چوٹیں اُس کے بدن پر لگی تھیں، وہ اُسے تکلیف پہنچا رہی تھیں۔ مجھ سے لڑتے لڑتے وہ ایک بار دیوار کے قریب جا کر رُکا۔ میں نے یہ اندازہ نہیں لگایا تھا کہ اُس نے کیا کیا۔ لیکن جب میں اُس کے نئے حملے کا منتظر تھا تو دفعتاً میں نے کمرے کی زمین میں ایک لمحے کے لیے ایک سوراخ نمودار ہوتا ہوا دیکھا اور دوسرے لمحے وہ اُس سوراخ میں گم ہو گیا۔ میں متحیرانہ انداز میں

دیکھتا رہ گیا۔ خود بھی اُس سوراخ کی طرف دوڑنا تو حماقت تھی۔ اور دوڑتا بھی تو کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ چونکہ چند ہی لمحوں کے اندر وہ برابر ہو گیا تھا۔ یقیناً یہ کوئی خفیہ راستہ تھا۔

میں چند لمحوں کے بعد اُس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اُس جگہ کو بہت ٹٹول ٹٹول کر دیکھا۔ لیکن سفید ٹائلوں کے درمیان اُس سیاہ ٹائل میں کوئی رخنہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ یقیناً یہ سیاہ ٹائل کسی تہہ خانے کا دروازہ تھا۔ لیکن دروازہ کھلنے کے بارے میں کیا کرتا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہ تھا۔ میں احمقوں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ایک بار میں نے اُن ٹائلوں پر پاؤں بھی رکھے۔ زور زور سے اُس پر پاؤں بھی مارے۔ لیکن یہ حرکت حماقت ہی محسوس ہو رہی تھی۔ زمین کو بھلا کہاں جنبش ہوتی ہے۔ دفعتاً مجھے یاد آیا کہ وہ اِس ٹائل پر آنے سے پہلے دیوار کے قریب جا کر کھڑا ہوا تھا۔ میں اُس دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ ابھی میں نے دیوار پر کوئی کارروائی بھی نہیں کی تھی کہ ڈوئن کاربو نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا اور کہنے لگی۔ "تمہارا کام ہو گیا غزالی؟ یا ......" لیکن پھر وہ خاموش ہو گئی۔ اُس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ اس کمرے سے باہر نکلنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ سوائے اس دروازے کے جس پر ڈوئن کاربو مستعد کھڑی ہوئی تھی۔ لیکن مارٹن ایسٹرو غائب تھا۔ اور اس بات پر ڈوئن کاربو کو حیران ہونا ہی چاہیے تھا۔

"ارے! لگ کہاں گیا وہ؟ کہاں چلا گیا؟" اُس نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"وہ اِس ٹائل کے نیچے کسی تہہ خانے میں چلا گیا ہے۔ ایک منٹ ڈوئن کاربو ایک منٹ۔" میں نے اُس دیوار کو ٹٹولتے ہوئے کہا جس کے بارے میں مجھے شبہ تھا کہ مارٹن ایسٹرو نے وہاں کھڑے ہو کر ٹائل کے نیچے جانے کا راستہ بنایا تھا۔ لیکن دیوار کو اچھی طرح ٹھوکنے بجانے کے باوجود مجھے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آ سکی جس کے بارے میں یہ اندازہ ہو سکتا کہ وہ ٹائل کو متحرک کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔ اس تلاش سے مایوس ہو کر میں ڈوئن کاربو کی طرف متوجہ ہو گیا جو میری اس کارروائی کو بغور دیکھ رہی تھی۔ پھر میں نے کسی خیال کے تحت کہا۔ "ڈوئن کاربو! ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے۔ نیچے جانے کے راستے کی تلاش خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔ اِس دوران وہ ہمارے لیے کوئی مؤثر کارروائی کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

ڈوئن کاربو نے مجھ سے اختلاف نہیں کیا۔ ہم دونوں دوڑتے ہوئے عمارت کے بیرونی حصے کی جانب چل پڑے

یہاں کسی اور کی موجودگی بھی ممکن ہو سکتی تھی۔ لیکن اگر کوئی ہمیں دیکھ لیتا تو صورتحال ہمارے خلاف ہو جاتی۔ کلارک ووڈ اسٹریٹ کی اس عمارت کو بعد میں بھی دیکھا جا سکتا تھا۔ مارٹن ایسٹرو بلاوجہ ہی تہہ خانے میں نہیں گیا ہوگا۔ یقیناً اس کے لیے باہر نکل جانے کا کوئی اور راستہ ہوگا۔ اُس کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی ہمیں نکل جانا چاہیے۔ چنانچہ ہم دوڑتے ہوئے سڑک پر آ گئے تھے۔ اور پھر کافی دور پہنچنے کے بعد ہم نے اپنے سانسوں کو معتدل کیا تھا۔

ڈوئن کاربو اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ پھر اُس نے کہا۔ "اب کیا خیال ہے واپس چلا جائے؟"

"ہاں! یہاں اب ہمیں کچھ نہیں ملے گا۔" میں نے کہا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک ٹیکسی ہمیں لیے ہوئے جا رہی تھی۔ لیکن ایسے موقع پر میں سیدھا ڈوئن کاربو کے فلیٹ تو نہیں جا سکتا تھا کیونکہ کسی بھی ذریعے سے تعاقب کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔ اُس ہوٹل کے علاوہ اور کون سی جگہ ہمارے لیے موزوں ہو سکتی تھی جسے میں نے ایسے ہی موقعوں کے لیے ابھی تک محفوظ رکھا تھا یہاں بھی اگر کوئی بات ہو جائے تو دیگر بات ہے۔ ہوٹل کے کمرے میں پہنچنے کے بعد میں نے ڈوئن کاربو کو کمرے میں ہونے والی کارروائی کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ اور وہ گردن ہلا کر رہ گئی۔

"اِس کا مطلب ہے کہ یہ مارٹن ایسٹرو باقاعدہ ایک جرائم پیشہ آدمی ہے۔ لیکن اسٹیل ہینڈ...... بلاشبہ وہ ایک انوکھی چیز ہو گی۔ ہمارا اس سے مقابلہ کافی سخت رہے گا غزالی! ویسے کم از کم اس بات کا اطمینان تو ہو گیا کہ گوین اور وائی مین اس کے قبضے میں نہیں پہنچے اور شاید وہ آزاد ہی ہوں۔ کیونکہ ڈاکٹر جے مورگر کو چیک کر چکی ہوں۔ وہ اِن معاملات سے بالکل بے نیاز ہے۔ اب صرف مارٹن ایسٹرو کی شخصیت ہی رہ جاتی ہے۔ کیونکہ اُس کے علاوہ ہمارا اور کوئی دشمن یہاں نہیں ہے۔ لیکن غزالی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کمبخت مارٹن ایسٹرو کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟ لیبوس کو اُس کے قبضے سے نکالنے کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے؟

"ہماری تمام تر کارروائی اب اُس ہی کے گرد ہونی چاہیے۔ غزالی، میں اس سلسلے میں کوئی مؤثر کردار ادا نہیں کر سکتی۔ میری خوش بختی ہے کہ مجھے تمہارا ساتھ حاصل ہو گیا ہے۔ براہ کرم میری ذمہ داریاں بغیر کسی الجھن کے میرے سپرد کر دینا۔ اطمینان رکھو میں بھی اُن لوگوں کے لیے تر نوالہ نہیں ثابت ہوں گی۔ میری زندگی کا مقصد اِس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ ہم سب یکجا ہو جائیں۔"

"میں سب جانتا ہوں ڈوئن۔ میں جانتا ہوں"۔ میں نے متاثر لہجے میں کہا۔

"ہمارے لیے تم جو کچھ کر رہے ہو غزالی! پتا نہیں ہم تمہیں اس کا صلہ بھی دے سکیں گے یا نہیں۔ ویسے ظاہر ہے گوشائی کے دوست معمولی تو نہیں ہو سکتے"۔ "تمہارے اور گوشائی کے درمیان جو معاہدات طے ہوئے ہوں گے وہ یقیناً مستحکم ہوں گے"۔

"اس بارے میں سوچنا بھی حماقت ہے ڈوئن! کبھی اپنے ذہن کو اس طرف راغب مت کرنا۔ میں مارٹن ایسٹرو کے بارے میں سب سے پہلے مکمل معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آخر یہ شخص ہے کیا چیز۔ پتا نہیں عمارت سے ہمارے فرار کے بعد اس نے ہمارے لیے کیا کیا کارروائیاں کی ہوں گی۔ اس کے پانچ ساتھی ہمارے .... ہاتھوں ہلاک ہو گئے"۔

"یقین کرو غزالی! میں اس کے لیے تیار نہیں تھی۔ وہ صرف تمہاری زندگی کے تحفظ کا احساس تھا جس نے مجھ سے یہ غلطی سرزد کرا دی۔ ہم لوگ زندگیوں سے نہیں کھیلتے۔ زندگیوں کو ہم آسمانی امانت سمجھتے ہیں اور امانت میں خیانت ہمارا مسلک نہیں ہے۔ لیکن مجھے بتاؤ اس موقع پر اور کیا کیا جا سکتا تھا؟"

میں نے گہری سانس لے کر صوفے کی پشت سے گردن ٹکا دی اور ڈوئن کاربو سے کہنے لگا۔ "شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو ڈوئن کاربو! کہ میں تم میں سے نہ ہوتے کے باوجود اسی نظریے پر یقین رکھتا ہوں۔ میری زندگی کی ابتدا جس انداز میں ہوئی تھی اُسے سامنے رکھتے ہوئے کبھی یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ میرے ہاتھوں کسی انسان کو کوئی تکلیف پہنچے گی۔ میں تو زندگی میں محبتوں کا قائل ہوں لیکن ہمارے نظریے کے مطابق ہم جو کچھ سوچتے ہیں وہ آخری بات نہیں ہوتی۔ ہمارے ہاں ایک تقدیر نام کی چیز ہوتی ہے، جو اپنی نظر نہ آنے والی انگلیوں پر ہمیں نچاتی رہتی ہے۔ ہم یہ سوچ کر رات کو سو جاتے ہیں کہ صبح کو اٹھیں گے اور اپنے معمولات میں مصروف ہو جائیں گے۔ لیکن صبح ہمارے لیے کیا راستے منتخب کرتی ہے، اس کا پتا صبح ہی کو چلتا ہے"۔

ڈوئن کاربو نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ پریشانی سے بیٹھی سوچتی رہی تھی۔ پھر اُس نے کہا۔ "بدقسمتی سے ہم صرف دو ہیں۔ مارٹن ایسٹرو بہت بڑی قوت رکھتا ہو گا یہاں۔ اگر وہ بہت سے افراد کو ہمارے پیچھے لگا دے، مسٹر غزالی! تو کیا ہم اُن سب کا مقابلہ کر سکیں گے؟"

"میں بھی اس سلسلے میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا ڈوئن کاربو۔ وقت اور حالات جس چیز کے لیے انسان کو آمادہ کر دیں اُس سے گریز خود اُس کی اپنی ذات کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ اگر یہ لوگ اس بات پر تل گئے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں انسانی زندگیاں ضائع کرائیں تو پھر ہم بھی مجبور ہیں۔ اپنے تحفظ ہی کے لیے سہی۔ لیکن یہ سب کچھ ہمیں جاری رکھنا ہو گا۔ کیا تم کنالی کا استعمال جانتی ہو۔ میں نے پوچھا اور ڈوئن کاربو پھر چونک پڑی۔

چند لمحات وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ اور پھر آہستہ سے بولی۔ "غزالی! کیا تم ہمارے ساتھ ہماری دنیا میں چلنا پسند نہیں کرو گے۔؟ اب تم میں اس دنیا کے لیے کیا رہ گیا ہے؟ اُن چیزوں سے واقف ہو تم جو سامو نو(ا) کے لیے مذہبی حیثیت رکھتی ہیں۔ کنالی سے متعلق ہمارا ہمارے دیوتاؤں سے ایک مقدس عہد ہے۔ اس کا استعمال اُن لمحات میں کیا جاتا ہے کہ جب انتہائی مجبوری پیش آ جائے اور اس میں کامیابی بھی دیوتاؤں ہی کی رہین منت ہوتی ہے۔ اگر کنالی کا پہلا وار کسی پر کامیاب نہ ہو تو تمہیں اس سے دوبا(رہ) استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اور اگر پہلی کوشش بار آور ہو جائے تو ....

یوں سمجھو کر اس میں دیوتاؤں کی مرضی شامل ہے۔ کنالی کا استعمال تمام ساموں جانتے ہیں مگر اس کا غلط استعمال ان کے لیے جائز نہیں ہے"۔

"لیکن ڈوئن کاربو! آئندہ حالات جس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اُس کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے تحفظ کے لیے تمام حربے استعمال کریں جو کر سکتے ہیں۔ تم ایک بار پھر لیبوس یا وائی مین سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرو۔ ممکن ہے کوئی تبدیلی ہوئی ہو"۔

ڈوئن کاربو نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ لیکن نتائج محض صفر نکلے۔ اُس نے تھکے تھکے سے انداز میں مجھے بتایا۔ "(جس) قدر ذہنی قوتیں میں استعمال کر سکتی ہوں کر چکی ہوں لیکن ہمارے دائرہ عمل سے باہر ہیں"۔

"ٹھیک ہے! وائی مین اور گومین کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا چونکہ حالات یہ بتا رہے ہیں کہ وہ جہاں بھی ہیں، بہر طور آزاد ہیں۔ سمبو تو میرا مطلب ہے وائی (مین) ایک سمجھدار انسان ہے۔ ہر چند وہ حالات سے واقف نہ(یں) ہے، لیکن کسی نہ کسی طرح کام چلانے کی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ معاملہ اب صرف لیبوس کا ہے۔ لیبوس کو ہمارے قبضے میں چاہیے اور اس کا ذریعہ صرف مارٹن ایسٹرو ہو سکتا ہے"۔

"مجھے بھوک لگی ہے غزالی! کچھ کھانے پینے کا بندوبست کرو"۔ ڈوئن کاربو نے بڑی بے تکلفی سے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ زندگی کے یہ معمولات بھی ضروری ہوتے ہیں۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہم لوگ مستقبل کی پلاننگ کرنے لگے۔ میں نے یہ رات یہیں گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور ڈوئن کاربو نے مجھ سے اختلاف نہیں کیا۔ ہم مختلف خیالات میں گم رہے تھے۔ بہت سے منصوبے ترتیب دیے گئے۔ لیکن ایک بھی ایسا نہیں تھا جس پر ذہن تیار ہو جاتا۔ بالآخر میں نے کہا۔ "کل صبح تم اپنے فلیٹ پر چلی جاؤ ڈوئن کاربو اور اپنے آپ کو وہاں محصور کر لو، اُس وقت تک جب تک میں تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہ کروں، تمہیں فلیٹ پر ہی رہنا ہے۔ ہاں اگر اس دوران تم کر سکتی ہو تو اپنے تمام ذرائع سے کام لے کر وائی مین اور گومین سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتی رہنا۔ لیبوس کو بھی ذہنی طور پر تلاش کر سکتی ہو۔ میں کل دن میں مارٹن ایسٹرو کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اب وہ ایک زخمی سانپ ہے اور یقیناً وہ ہم لوگوں کی تلاش میں سرگرداں ہو گا۔ ہمیں اُس سے محفوظ رہنا چاہیے"۔

ڈوئن کاربو کی آنکھوں میں تشویش کے آثار اُبھر آئے۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن غزالی! میں تمہارے لیے متفکر رہوں گی اس اجنبی جگہ جو ہم دونوں کے لیے غیر ہے، تم کسی بھی مصیبت کا شکار ہو سکتے ہو۔ اگر میں تمہارے ساتھ رہوں گی تو کم از کم اُس مصیبت میں ہم دونوں ہی گرفتار ہوں گے۔ میں تنہا تو تمہارے بے نز تڑپتی رہوں گی"۔

"نہیں ڈوئن کاربو! اس بات پر بھی غور کرو کہ مارٹن ایسٹرو اگر اپنے ساتھیوں کو ہمارے بارے میں کچھ ہدایت دے گا تو اُس میں یہ بات واضح طور پر کہی جائے گی کہ ایک مرد اور ایک عورت کو تلاش کرنا ہے۔ اس طرح کم از کم ہم اُن لوگوں کو تھوڑا بہت دھوکا دے سکتے ہیں۔ مارٹن ایسٹرو کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اُس کے مفادات کو نقصان پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ اور اِس طرح اُسے مجبور کروں گا کہ وہ ہمیں لیبوس کے بارے میں تفصیلات بتا دے۔ اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ میرے ذہن میں نہیں آتا ہے"۔

ڈوئن کاربو پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ اور پھر اُس نے دونوں شانے ہلا دیے "جیسا تم پسند کرو غزالی! بہر طور ہم اپنے آپ کو بہت محدود پاتے ہیں"۔

رات پُرسکون گزر گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے مارٹن ایسٹرو ہنگامی طور پر وہاں سے فرار ہوا ہو۔ اور اُس کے بعد اپنے ساتھیوں کو ہمارے بارے میں کوئی اطلاع نہ دے سکا ہو۔ گویا ہم وہاں سے نکلتے ہوئے تعاقب سے محفوظ رہے تھے ورنہ اب تک کچھ نہ کچھ ضرور ہو جاتا۔ صبح کو میں ڈوئن کاربو سے جدا ہو گیا۔ ذہن میں بہت سے خیالات تھے۔ چہروں کو تبدیل کرنے کا فن مجھے تھوڑا بہت تو آتا ہی تھا۔ یوں بھی لندن جیسی جگہ میں بہروپ بدلنے کے لیے کوئی خاص مشکل نہیں ہو سکتی تھی۔ یہاں ایسے ریڈی میڈ میک اپ بھی مل جاتے تھے جو عارضی طور پر انسان کے چہرے کو کم از کم اس حد تک تبدیل کر دیں کہ کوئی گہرا شناسا ہی انہیں پہچان سکے۔ عام لوگ اُن سے ناواقف ہی رہیں۔ درحقیقت نہ صرف مجھے بلکہ ڈوئن کاربو کو بھی اپنا چہرہ بدلنے کی ضرورت تھی لیکن مجھے ایسی جگہوں کی معلومات نہیں تھیں جہاں اس قسم کی چیزیں دستیاب ہو جائیں۔ لیکن تلاش کرنے سے کیا نہیں ملتا۔ اسی مقولے کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں لندن کے بازاروں میں آ گیا۔ اور سڑکوں پر بھٹکنے لگا۔

یہ بات بے حد خطرناک تھی لیکن اب انسان خطروں ہی کے بارے میں سوچتا رہے تو آگے کس طرح بڑھے۔ میں ایک بھری پُری سڑک سے گزر رہا تھا کہ دفعتاً ایک کار میرے نزدیک آ کر رُکی اور اُس میں سے کسی نے ہاتھ نکال کر میری جانب ہلایا۔ پلٹ کر دیکھا تو ہیلن مور گر تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ اُسے دیکھ کر ذہن کو اُلجھن کا سا احساس ہوا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے میں نے اپنی اسکیم بدل دی۔ اس وقت مجھے زیادہ سے زیادہ سہاروں کی ضرورت تھی۔ ہیلن مور گر کو اگر کسی طرح شیشے میں اُتار لیا جائے۔ تو تھوڑی بہت امداد تو اُس سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ ویسے بھی یہ لڑکی میرے لئے بہت زیادہ تکلیف دہ نہیں ہوئی تھی۔ یہ دوسری بات تھی کہ ڈوئن کاربو کو دیکھ کر اس کی تیوریاں چڑھ گئی تھیں۔

میں اُس کے نزدیک پہنچا تو اُس نے کہا۔ "سوری مسٹر غزالی! درحقیقت مجھے آپ کو مخاطب نہیں کرنا چاہیئے تھا لیکن میں نے دل میں سوچا کہ میں ایک مہذب قوم کی فرد ہوں۔ اور کسی شناسا کو نظرانداز کرنا اچھی بات نہیں ہے"۔

میں مسکرا کر گردن ہلانے لگا۔ اور پھر میں نے کہا۔ "یقیناً ہیلن! تمہاری شرافت کا میں دل سے قائل ہوں۔ ویسے کہاں جا رہی ہو۔؟"

"میرے ساتھ چلنا پسند کرو گے"۔

"اگر تم اس کی اجازت دو تو"۔ میں نے شانہ ہلا کر کہا۔

اُس نے دوسری جانب کا دروازہ کھول دیا۔ میں اُس کے

نزدیک بیٹھا تو اُس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی پھر کہنے لگی۔ "مجھے معاف کرنا! میں تو ایک فضول سی شخصیت ہوں۔ کوئی مصروفیت نہیں ہے میری لیکن کہیں میں تمہارا وقت تو نہیں ضائع کر رہی؟" اس کے لہجے سے غصہ نمایاں تھا۔

میں نے چہرے پر بے بسی کے آثار پیدا کیے اور اُداس نگاہوں سے ہیلن مورگر کو دیکھنے لگا۔ وقت نے اب سب کچھ سکھا دیا تھا جو زندگی خود بخود مجھ سے منسلک ہو گئی تھی اب اُسی کے مطابق عمل کرتا تھا۔ چنانچہ اداکاری سے ناواقفیت کے باوجود میں نے اس سلسلے میں کوشش کی اور شاید کامیاب کوشش کیونکہ ہیلن مورگر نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا میرے چہرے پر اُداسی دیکھ کر وہ کچھ مضطرب سی ہو گئی۔ "کیا میں نے ایسی کوئی بات کہہ دی جو تمہیں بُری لگی ہو؟"

"نہیں ہیلن، تمہاری یہ مہربانی ہی کیا کم ہے کہ ان پریشان کن حالات میں، میں تمہاری کار میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اور تم نے مجھے تھوڑی بہت اہمیت بھی دی ہے۔"

"اُس لڑکی کے سامنے تم نے میری بے عزتی کی تھی غزالی، میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم لوگ کہاں رہ رہے ہو، تم نے میری بات کا جواب دینا بھی پسند نہیں کیا تھا۔"

"جن حالات سے میں گزر رہا ہوں ہیلن اُن میں اپنے ذہن پر قابو پانا ہی میرے لیے مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے میرے انداز سے تمہیں یہ احساس ہوا ہو لیکن اگر مجھ پر تھوڑا بہت بھی یقین کر سکو تو کر لو کہ میرے ذہن میں دور دور تک تمہاری توہین کا تصور نہیں تھا۔ میں ذہنی اُلجھن میں شاید تمہارے سوال کا جواب نہیں دے پایا ہوں گا۔"

ہیلن دل کی بری نہیں تھی وقتی طور پر مجھے ڈوڈون کارلو کے ساتھ دیکھ کر وہ رقابت کا شکار ہو گئی تھی لیکن میرے ان الفاظ پر ایک دم نرم ہو گئی۔ "سوری غزالی سوری، میں نے بہت بُری طرح محسوس کیا تھا اس کو۔ لیکن دیکھ لو اس کے باوجود میں تمہیں نظر انداز نہیں کر سکی اور جہاں تک تم الجھنوں اور پریشانیوں کا تذکرہ کر رہے ہو تو میرے خیال میں تمہیں اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں مجھے بتاؤ میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں۔ اوہ، دیکھو وہ سامنے "بلوموں" ہے کیا تم بلومون میں تھوڑی دیر میرے ساتھ بیٹھ سکتے ہو؟"

میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ ظاہر ہے کوئی بہت اہم پروگرام میرے سامنے نہیں تھا اور ہیلن مورگر اُس میں حائل نہیں ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اُس پُرسکون ریستوران کے ایک پُرسکون کونے میں بیٹھے تھے۔ ہیلن میرے الفاظ سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھی۔ اُس نے اُلجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنی اُلجھنیں بتاؤ غزالی، اگر میں تمہارے کسی کام آ سکی تو مسرت محسوس کروں گی۔ بالآخر ہم دوست ہیں۔"

"ہیلن شاید تم نے حالات کا کوئی اندازہ لگایا ہو، میرے وہ دونوں ساتھی جنہیں لے کر میں یہاں پہنچا تھا اور جن میں سے ایک کے ذہنی علاج کا معاملہ میرے سپرد کیا گیا تھا۔ گم ہو گئے ہیں، بلکہ انہیں گم کر دیا گیا ہے۔ اور اُس کے بعد سے چند افراد میری زندگی کے درپے ہیں۔ بڑے عجیب و غریب حالات سے سابقہ پڑا ہے مجھے، میری ذہنی قوتیں سلب ہو گئی ہیں اور میں... میں۔" میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"اوہ۔ کون لوگ ہیں وہ، تم اُن کے بارے میں پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دے دیتے، میں ڈیڈی سے کہہ کر تمہیں ایک ایسے پولیس افسر سے ملا سکتی ہوں جو میرے ڈیڈی کے شناسا ہیں اور جو اس سلسلے میں تمہاری پوری پوری مدد کر سکتے ہیں۔ تم بالکل مطمئن رہو، میں تمہارا یہ کام کرا دوں گی۔ آخر تم ہمارے مہمان ہو اور میں تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ ہندوستان میں رہ کر میں وہاں کے لوگوں سے بے حد متاثر ہوئی ہوں۔ لیکن ڈوڈون کارلو سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ وہ تمہارے پیچھے کیوں لگ گئی۔ ہ"

"نہیں، وہ میرے پیچھے نہیں لگی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان سے روانہ ہوتے ہوئے مجھے اُس کے بارے میں تفصیلات بتائی گئی تھیں اور کہا گیا تھا کہ اُس سے لندن میں ملاقات کروں لیکن میں اُسے صورت سے نہیں جانتا تھا اور نہ یہ بات مجھے معلوم تھی کہ وہ اس طرح لندن کے ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں شو پیش کرتی ہے۔ مجھے تو اُس کے مکان کا پتا بتایا گیا تھا۔ میں نے جب اُس کے مکان پر اُس سے رابطہ قائم کیا تو یہ ڈوڈون کارلو نکلی جو ہوٹلوں میں رقص کرتی تھی۔ اس اتفاق پر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ وہ صرف اس لیے میرے ساتھ ہے کہ اُن دونوں آدمیوں کو تلاش کرے۔ اس سے زیادہ اُس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہی ہے کہ مجھ سے زیادہ اُن دونوں کو اُس سے تعلق ہے اور اگر وہ مل جاتے ہیں تو پھر ڈوڈون کارلو سے مجھے کوئی واسطہ نہیں رہے گا۔"

"اوہ۔ انسان بھی کتنی غلط فہمیوں میں پڑ جاتا ہے۔ میں نے یہ سوچا تھا کہ شاید تمہیں اُس کا یہ فن پسند آیا اور تم نے اُس سے ربط و ضبط بڑھا لیا۔ بس غزالی غلط فہمی ہو گئی تھی چلو معاف کر دو۔"

"نہیں ڈیئر۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اچھے دوستوں کے درمیان کبھی کبھی غلط فہمیاں ہو ہی جاتی ہیں۔"

"لیکن تمہارے یہ دشمن، کیا تمہیں ان سے کوئی خطرہ ہے؟"

"سو فیصدی، لیکن اگر میں پولیس سے رابطہ قائم کروں گا تو پھر میرے وہ دونوں ساتھی خطرے میں پڑ جائیں گے۔ تم درحقیقت یہ معاملات نہیں سمجھتیں۔ ڈاکٹر جے مورگر کو تھوڑی بہت حقیقت معلوم ہے بلکہ شاید میں اُن سے مل کر کسی وقت اُنہیں اس سلسلے میں تفصیلات بھی بتاؤں۔"

"تو پھر آج ہی کیوں نہ چلو۔ جب تک تمہیں اپنے دشمنوں سے خطرہ ہے تم ہمارے ساتھ رہو، ہوٹلوں میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"یہ اور بھی خوفناک ہو گا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ میں پہلے اپنے ان معاملات سے فراغت حاصل کر لوں۔ میں اپنے اُس ساتھی کو جو ذہنی مریض ہے ہر قیمت پر ڈاکٹر جے مورگر کی تحویل میں دینا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر سے اچھا برین سرجن، میرا خیال ہے پورے لندن میں مجھے دوسرا کوئی نہیں ملے گا۔ لیکن پہلے میں اپنے اُن دشمنوں سے دو دو ہاتھ کر لوں، جو میری جان کے درپے ہیں۔"

"ہوں، ہیلن پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی، پھر بولی۔

"ویسے غزالی، وہ خطرناک لوگ تمہیں کہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ یوں کرو کہ ہوٹلوں میں قیام کرنا چھوڑ دو۔ میرے پاس سوہو سائیڈ پر ایک ٹرالر موجود ہے۔ سوہو سائیڈ کے بارے میں جانتے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت ہی پُرفضا مقام ہے۔ ہمارا ٹرالر وہاں موجود ہے۔ جب کبھی چھٹیوں میں ہم لوگ سیر و سیاحت کے لیے جاتے ہیں تو اُسی ٹرالر میں قیام کرتے ہیں۔ تمہیں وہ جگہ بہت پسند آئے گی۔ میرا خیال ہے رہائش کے لیے تم ہمارا ٹرالر استعمال کرو۔ ہوٹلوں میں کسی بھی وقت تمہارے دشمن تمہیں تلاش کر سکتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟"

میں چند لمحات سوچتا رہا اور پھر میں نے ہیلن مورگر کی یہ پیشکش قبول کر لی اور کہا۔ "ڈاکٹر مورگر کو اگر اس کے بارے میں معلوم ہوا تو کہیں وہ محسوس نہ کریں۔"

"اوّل تو ڈیڈی ایسی کسی بات کو قطعی محسوس نہیں کریں گے جو میں نے کی ہو۔ لیکن اُنہیں بتائے گا کون۔ ہمارا ٹرالر ہے تم اُس میں قیام کرو گے اگر ڈیڈی اس دوران وہاں جانے کے بارے میں سوچیں گے تو میں اُنہیں روک لوں گی۔ تم جانتے ہو کہ وہ میرے بغیر کہیں بھی نہیں جاتے۔"

"تب تمہارا شکریہ، ہیلن، مجھے واقعی اُس کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"اور بھی میں تمہارے لیے بہت کچھ کروں گی ڈیئر، تم اطمینان رکھو۔ اب تم اس مسئلے میں تنہا نہیں ہو۔ جب ایک اچھا دوست لندن میں موجود ہے تو پھر تم اپنے آپ کو تنہا کیوں سمجھتے ہو۔ اب میں تمہارے چہرے پر ذرا سی بھی اداسی نہ دیکھوں سمجھے۔"

میں نے شکرگزاری کے انداز میں گردن ہلا دی۔ ہم نے وہاں ایک مشروب سے شغل کیا اور اُس کے بعد ہیلن بل ادا کر کے اُٹھ گئی۔

"آؤ میں تمہیں سوہو سائیڈ لے چلوں۔"

میں اُس کی کار میں بیٹھ کر چل پڑا۔ میں نے دل میں سوچا تھا کہ اس طرح کم از کم ایک ایسی جگہ میرے ہاتھ آ جائے گی جہاں اگر میں کوئی کارروائی کرنا چاہوں تو آرام سے کر سکتا ہوں۔ جبکہ لندن میں میرے پاس اس کے مواقع نہیں تھے۔ سوہو سائیڈ سمندری علاقہ تھا لندن کا ایک پُرسکون گوشہ، جہاں سمندر سے کچھ فاصلے پر ایک خوبصورت پارک بنایا گیا تھا۔ اونچے اونچے درختوں سے گھرے ہوئے اس پارک میں لاتعداد لکڑی کے کیبن بنے ہوئے تھے۔ جنہیں مختلف رنگوں میں پینٹ کیا گیا تھا۔ درمیان میں جگہ جگہ ٹرالر کھڑے ہوئے تھے جن پر اُن کے نام درج کر دیے تھے۔ لکڑی کے کیبنوں پر کمپنی کے اشتہاری بورڈ نظر آ رہے تھے۔ رونق بھی خاصی تھی۔ غالباً عام دنوں میں بھی لوگ یہاں تفریح کی غرض سے آ جاتے تھے۔ ساحل پر بے شمار افراد سمندر کی لہروں سے کھیلتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ کار ایک خوبصورت ٹرالر کے سامنے جا کر رک گئی جس پر 'کالا گلاب' لکھا ہوا تھا۔ ابھی ہمیں رکے ہوئے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ ایک سائیکل پر تیرہ، چودہ سال کا ایک لڑکا تیز رفتاری سے ادھر آتا ہوا نظر آیا۔ آن کی آن میں وہ ہمارے قریب پہنچ گیا اور پھر اُس نے ایک چابی ہیلن مورگر کو پیش کر دی۔ ہیلن نے اُس کا شکریہ ادا کر کے اُسے کچھ ٹپ دیا اور لڑکا ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"کسی چیز کی ضرورت میڈم؟" اُس نے پوچھا۔

"ابھی نہیں، ضرورت ہوئی تو تمہیں بتا دیا جائے گا۔" ہیلن نے کہا اور لڑکا واپس چلا گیا۔ ہیلن ٹرالر کا تالا کھولنے لگی، پھر اُس نے کہا۔ "یہاں ایک کمپنی ہے جو اِن ٹرالروں کی حفاظت اور صفائی وغیرہ کرتی ہے۔ اُسے ہر ماہ تھوڑی سی رقم دینا ہوتی ہے۔ ٹرالر کی چابیاں اُس کے پاس رہتی ہیں۔ وہ جو کیبن دیکھ رہے ہو نا تم وہ اُس کمپنی کا ہے۔ اگر کہیں جاؤ اور فوراً ہی واپسی کا ارادہ نہ ہو تو چابی اُس کیبن میں دیتے جانا۔"

میں ٹرالر میں داخل ہوگیا۔ ایک خوبصورت ٹرالر تھا، جس میں ضروریات زندگی کی تمام چیزیں مہیا کر دی گئی تھیں۔ ایک چھوٹا سا کچن بھی تھا جس میں کھانے پینے کے سربند ڈبے بھرے ہوئے تھے۔ کافی وغیرہ بنانے کا معقول بندوبست تھا۔ میں نے تشکر گزار نگاہوں سے ہیلن کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہیلن، یہ جگہ میرے لیے واقعی کارآمد ہے۔"

"تم اطمینان سے اسے استعمال کرو، ڈیئر غزالی، میں تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گی یہ میرا وعدہ ہے۔"

کافی دیر تک ہیلن میرے ساتھ بیٹھی رہی پھر اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر تم یہاں فوراً ہی رکنا چاہو تو ضرور رکو اور اگر کہیں جانا ہے تو میرے ساتھ چلو بعد میں یہاں واپس آجانا۔ رات کو دراصل مجھے ایک پارٹی میں شریک ہونا ہے وہ پارٹی میرے ایک ایسے دوست کی ہے جس کی دعوت کو میں نظر انداز نہیں کر سکتی۔ اس لیے اب تم سے کل ملاقات ہوگی، بشرطیکہ تم یہاں موجود ہو۔"

"یہاں سے ٹیکسی وغیرہ کا بندوبست ہو سکتا ہے ہیلن؟" میں نے سوال کیا۔

"ادھر آؤ، اتفاق ہے کہ میں تمہیں اس بارے میں بتانا بھول گئی۔ یہ جو بٹن دیکھ رہے ہو نا یہ ٹیکسی کے لیے ہے۔ تم بس یہ بٹن دبا دو گے ٹیکسی تمہارے پاس پہنچ جائے گی کبھی کوئی دقت نہیں ہوتی۔"

"بہت بہت شکریہ ہیلن تب پھر میں یہاں تھوڑی دیر قیام کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں ہیلن کو ٹرالر کے دروازے تک چھوڑنے آیا۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے سلسلے میں سخت ہو گئی تھی غزالی لیکن براہ کرم اسے محسوس مت کرنا۔"

"نہیں پلیز، اب اس پر غور بھی نہ کرو۔" میں نے کہا اور ہیلن مجھے خدا حافظ کہہ کر اپنی کار میں بیٹھ گئی۔ اس کی کار نگاہوں سے اوجھل ہوئی تو میں نے گہری سانس لی۔ اس کی اس امداد کو میں بھول نہیں سکتا تھا۔ وہ ایک سادہ لوح لڑکی تھی اور بظاہر اس کے انداز میں ایسی کوئی بات بھی نہیں پائی جاتی تھی جو میرے لیے ذہنی الجھن کا باعث ہوتی۔ اس کا تاثر میری سمجھ میں آرہا تھا۔ میں واپس جا کر ٹرالر میں بیٹھ گیا اور حالات پر غور کرنے لگا۔

میں درحقیقت میک اپ کا سامان خریدنے کے لیے نکلا تھا اور سوچا تھا کہ اپنا حلیہ تبدیل کروں گا۔ لیکن پہنچ گیا تھا سوہو سائیڈ۔ بہرطور، یہ بھی برا نہیں ہوا تھا۔ اس پرسکون ٹرالر میں دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ تھا اور یہاں بیٹھ کر آئندہ کے لیے پلاننگ کر سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ مارٹن الیسٹرو جیسا شخص مجھ سے انتقام لیے بغیر نہیں رہے گا۔ اوّل تو اسے اس بات پر یقین تھا کہ میرا رابطہ سمبو تورا اور گومین سے ہے۔ اس نے میری بات کو تسلیم نہیں کیا تھا دوسرے یہ کہ اسے میرے ہاتھوں زک پہنچی تھی اور اس کے پانچ ساتھی ہمارے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے۔ مجھے انسان شناسی کا دعویٰ تو نہیں تھا لیکن مارٹن الیسٹرو کے چہرے کی بناوٹ اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ وہ کینہ پرور ہے اور اپنے دشمن کو معاف کرنا پسند نہیں کرتا۔ ویسے اس کمبخت کا وہ اسٹیل والا ہاتھ میرے لیے انتہائی حیران کن تھا۔ بلاشبہ اگر وہ ہاتھ پوری قوت سے کسی پر پڑ جائے تو پھر اس کا بچنا ممکن نہیں تھا۔ بڑی عجیب و غریب خصوصیات تھیں اس کی۔ چند گز کے فاصلے سے چلی ہوئی گولی کو وہ بہ آسانی اس ہاتھ پر روک لیتا تھا اور اس کام کی اسے کافی مہارت تھی گویا وہ اپنے دور کے خطرناک لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا۔

بہت دیر تک میں اس بارے میں سوچتا رہا یہ ٹرالر اچانک ہی میرے ہاتھ آیا تھا۔ گھڑی میں وقت دیکھا تو سہ پہر کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ ٹرالر کے کچن میں داخل ہو کر میں نے چند ڈبے نکالے خوش ذائقہ کھانا گرم کیا کافی بنائی اور پھر ٹرالر کی ایک چھوٹی سی کھڑکی کھول کر اس چھوٹی سی میز پر بیٹھ گیا جو دو افراد کے لیے تھی۔ ڈبوں کا کھانا اور کافی اس وقت بہت خوش ذائقہ محسوس ہوئی تھی۔ ان معاملات سے فارغ ہونے کے بعد ڈوڈن کاربو کا خیال آیا اور میں نے کھڑکی بند کر کے اپنے آپ کو یکسو کیا اور ڈوڈن کاربو سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا، جس میں مجھے دقت نہیں ہوئی۔

میرے دماغ کی لہریں جلد ہی ایک مرکز پر جمع ہو گئیں۔ اور مجھے فوراً ہی دوسری طرف سے جواب موصول ہوا۔

"ہاں غزالی، میں ڈوڈن کاربو ہوں۔"

"تمہیں اس بات کا علم کیسے ہوا ڈوڈن کہ تمہیں مخاطب کرنے والا میں ہوں۔"

"صرف اندازہ، کیونکہ تمہاری ہدایت کے مطابق کئی بار میں ان تمام افراد سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر چکی ہوں لیکن مجھے اس میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اس وقت کسی نے میرے ذہن کو ٹٹولا تو صرف تمہارا ہی تصور میرے ذہن میں پیدا ہوا۔"

"اپنے فلیٹ پر ہو کیا کر رہی ہو؟"

"اپنے فلیٹ پر نہیں ہوں اور خاصی ہنگامہ خیزیوں سے گذر چکی ہوں۔"

ڈوڈن کاربو کے جواب نے مجھے حیران کر دیا تھا۔ "کیا مطلب؟"

"میں واپس ہوٹل آگئی ہوں غزالی، میں تمہاری ہدایت

کے مطابق اپنے فلیٹ پر پہنچی۔ دروازہ کھولا، اندر قدم رکھا تھا کہ دو پستولوں کی نالیں دونوں سمتوں سے میری پیشانی سے آ چپکیں۔ وہ دو افراد تھے جو ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ یعنی میرا اور تمہارا اور شاید انہوں نے ساری رات میرے فلیٹ ہی میں گذاری تھی۔ درحقیقت غزالی، ان لوگوں نے کسی نہ کسی طرح اس فلیٹ کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔ میں نہیں جانتی اس کے لیے انہوں نے کیا طریقۂ کار استعمال کیا لیکن مارٹن الیسٹرو کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ ممکن ہے اس نے اپنی تفتیش کا مرکز صرف ڈوڈن کاربو کو بنایا ہو۔ اور ممکن ہے اسے یہ بات معلوم ہو گئی ہو کہ ڈوڈن کاربو اس فلیٹ میں رہتی ہے۔ یہ معلوم ہو جانا بہت زیادہ مشکل کام نہیں تھا کیونکہ بہرطور میں جن ہوٹلوں میں شو پیش کرتی رہی ہوں وہاں کے سب لوگوں کو میری رہائش گاہ کے بارے میں معلومات حاصل تھیں۔

"انہوں نے مجھے قابو میں کیا اور ایک کرسی سے جکڑ دیا۔ اس کے بعد انہوں نے نہایت سفاکانہ انداز میں میرے بالوں کو مٹھیوں میں پکڑ کر مجھ سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اندازہ یہی ہوتا ہے غزالی کہ وہ تمہارے سلسلے میں بہت زیادہ نہیں جانتے۔ میں نے بالآخر انہیں ٹرانس میں لے لیا۔ ان دونوں کمبختوں کو قابو میں کرنا نہایت مشکل ہوا لیکن بالآخر میں کامیاب ہو گئی۔ اور پھر انہوں نے خود ہی مجھے کھول دیا۔ میں انہیں اپنے فلیٹ میں بند کر کے بھاگی۔ چلتے ہوئے چند ضروری اشیاء اپنے ساتھ لے لی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ ان کے کچھ اور ساتھی بھی آس پاس ہی موجود ہوں گے چنانچہ اپنی دانست میں کافی چکر دیتی ہوئی بالآخر ہوٹل پہنچی۔ دراصل میری نقل و حرکت اب بھی محدود ہے۔ اب تو تمہیں میرے بارے میں اندازہ ہو ہی چکا ہوگا کہ میں بھی بہت زیادہ لوگوں سے رابطہ نہیں رکھتی۔ مجھے ہوٹل کے علاوہ اور کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آئی جہاں میں پہنچ سکتی اور اس وقت سے میں ہوٹل ہی میں بند ہوں۔ مجھے شبہ ہے کہ آس پاس کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہے۔ ان دو افراد کو تو تنہائی میں میں نے ٹرانس میں لے لیا تھا لیکن ممکن ہے مجھے اس کام میں مسلسل کامیابی نصیب نہ ہو۔ چنانچہ مجھے اب بتاؤ میں کیا کروں۔"

ڈوڈن کاربو کی یہ خوفناک کہانی سن کر میں حیران رہ گیا تھا۔ واقعی وہ ایک بڑی مصیبت سے بچی تھی۔ لیکن اب بھی مصیبت کا شکار تھی۔ ڈوڈن کاربو کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ان لوگوں نے یہی سوچا ہوگا کہ میں بھی اس کے ساتھ ہی اس کے فلیٹ پر پہنچوں گا۔ لیکن یہ اتفاق تھا کہ میں نے اس کے ساتھ رات کو رہنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا اور یہی فیصلہ ہمارے بچنے کا باعث بن گیا تھا۔ ورنہ رات کو وہ زیادہ آسانی سے ہم دونوں کو ہلاک کر سکتے تھے، یا بہ جبر اغوا کر سکتے تھے۔ جو حکم بھی انہیں مارٹن الیسٹرو کی طرف سے ہوگا، انہیں اسی کی تعمیل کرنی تھی۔ میں چند لمحات خاموش رہا، پھر ڈوڈن کاربو کی آواز میرے ذہن میں ابھری "کیا سوچنے لگے غزالی؟"

"تمہارے بارے میں ہی سوچ رہا ہوں ڈوڈن۔ اس کا مطلب ہے کہ مارٹن الیسٹرو کے پاگل کتے اب ہمیں جگہ جگہ تلاش کرتے پھر رہے ہیں اور انتقام لینے کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ ایسی حالت میں ہمیں اپنے تحفظ کے لیے فوری بندوبست کیا کرنا چاہیے۔"

"تم اس وقت کہاں ہو غزالی؟" ڈوڈن کاربو نے سوال کیا۔

"ایک چھوٹا سا دلچسپ واقعہ میرے ساتھ پیش آیا ہے۔ میں اس وقت سوہو سائیڈ کے ایک ٹرالر میں ہوں جس کا نام 'بلیک روز' ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"سوہو سائیڈ۔ بلیک روز۔ لیکن تم وہاں کیسے پہنچ گئے؟ جہاں تک میری معلومات ہیں سوہو سائیڈ کے ٹرالر تو سب پرائیویٹ ہیں اور وہاں کوئی ٹرالر کرائے پر حاصل نہیں ہو سکتا۔"

"میں بھی ایک پرائیویٹ ٹرالر ہی میں ہوں اور یہ ٹرالر ڈاکٹر جے مورگر کا ہے۔ دراصل اتفاقیہ طور پر ایک بازار میں ہیلن مورگر کی مجھ سے ملاقات ہو گئی۔ غالباً وہ میرا اور تمہارا ساتھ پسند نہیں کرتی۔ شکایتی انداز میں مجھ سے ملی لیکن میں نے اسے ہموار کر لیا اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا جس کی بنیاد پر وہ مجھ پر مہربان ہو گئی اور اس نے مجھے عارضی طور پر رہنے کے لیے یہ ٹرالر دے دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں ڈوڈن کہ اس ٹرالر کا حصول ہمارے لیے کافی کارآمد ہوگا اس طرح کم از کم ہمیں ایک ایسی جگہ دستیاب ہو گئی ہے جہاں سے ہم اپنی کارروائی کر سکتے ہیں۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے جس طرح مارٹن الیسٹرو کے کتے ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں، اس سے عدم تحفظ کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ ہمارے لیے ایسی جگہ ضروری تھی۔"

"اگر تم کچھ الجھن محسوس کر رہی ہو ڈوڈن تو میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔ یہ مشکل نہیں ہوگا۔"

"نہیں پلیز اس وقت یہ بہتر ہے کہ تم میرے پاس آنے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم فلیٹ پر جاتے تو وہاں پر بھی مشکلات میں پھنس سکتے تھے۔ میرا اندازہ ہے کہ یہ جگہ بھی محفوظ نہیں ہے۔ فی الحال مجھ سے دور رہو، یہاں آنا خطرناک ہوگا۔ میں آٹھ بجے تم سے دوبارہ ذہنی رابطہ قائم کروں گی اور اس وقت تک کی رپورٹ پیش کروں گی۔ اگر ہماری ملاقات فوری طور پر

ضروری ہوئی تو میں تم سے ملوں گی۔ ورنہ کچھ اور بندوبست کر لیا جائے گا۔"

"ڈوئن اگر تم یہ محسوس کرتی ہو کہ یہ ہوٹل بھی تمہارے لیے مخدوش ہے تو پھر؟"

"ہاں میں یہ محسوس کر رہی ہوں لیکن اس کا فیصلہ ہم رات کو آٹھ بجے ہی کریں گے۔ میرا اندازہ ہے کہ اگر وہ لوگ کسی کارروائی کا ارادہ رکھتے ہیں تو رات ہی کا وقت اس کے لیے منتخب کریں گے۔ کم از کم رات کو میں اس ہوٹل میں قیام نہیں کروں گی۔ رات کو آٹھ بجے ذہنی رابطے کے لیے تیار رہنا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد ہم دونوں نے اپنے درمیان رابطہ ختم کر دیا۔ ڈوئن کاربو کے انکشاف نے مجھے کسی قدر پریشان کر دیا تھا خود کو سنبھالا اور سوچا کہ ٹھیک ہے کہ میں ان راستوں کا راہی نہیں ہوں لیکن اب جب ان پر قدم بڑھا ہی دیے، ہیں تو اپنی تمام قدریں بالائے طاق رکھنا ہوں گی اور عمل کرنا ہوگا۔ خدا کے فضل و کرم سے عمل کی دنیا میں، میں کبھی پیچھے نہیں رہا تھا۔ تبت کے دشوار گزار اور خطرناک علاقوں میں جو کچھ مجھے کرنا پڑا تھا وہ میری فطرت سے بالکل مختلف چیز تھی۔ بھلا کون سوچ سکتا ہے کہ ایک ایگریکلچرسٹ کسی وحشی قبیلے کا سردار ہوگا۔ کیا کیا نہیں ہوا تھا۔ اس دوران سازشوں کے درمیان زندگی گزاری تھی۔ بڑے بڑے خطرناک لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔ ی۔ کے۔ براؤن، ایلن ساریا اور نہ جانے کون کون۔ لیکن بہرطور تقدیر نے مجھے سرفرازی عطا کی تھی اور اب بھی میں حالات سے پریشان ہونے والا نہیں تھا۔ لیبوس کا حصول اب میرا مقصد بن چکا تھا۔ میں نے گوشاں سے اس کے لیے کام کرنے کا وعدہ کیا تھا اور وہ لوگ جو دوسروں کے لیے بے ضرر تھے اور بحالت مجبوری ان ہنگاموں میں الجھ گئے تھے، مجھ پر آس بھری نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔ میں نے وہ عظیم الشان خزانہ چھوڑ دیا تھا اپنے مقاصد کے لیے تو پھر ان حالات سے گھبرانا کیا معنی رکھتا تھا، جس طرح بھی بن پڑے گا، میں ان لوگوں کے لیے کام کروں گا۔ بس یہ ہے کہ مجھے اپنے انداز میں بہت سی تبدیلیاں کرنی پڑیں گی ورنہ خود ان لوگوں کے جال میں پھنس کر جان سے جاؤں گا۔

یوں بھی اب صورتحال بالکل مختلف ہو گئی تھی۔ میری زندگی اب تنہا میری زندگی نہیں تھی۔ اس زندگی میں کسی کی حسین آنکھوں میں کھیلتی ہوئی مسکراہٹ شامل ہو گئی تھی۔ کسی کی آرزو شامل ہو گئی تھی۔ اب میں بھی اپنے آپ کو اس کی طلب سے بے نیاز نہیں پاتا تھا۔ تنویر میری تنہائیوں کی ساتھی تھی اور اس کے وجود کی طلب میرے لیے مایوسیوں میں روشنی بن جاتی تھی۔ حالات نے اگر واقعی ساتھ دیا تو پھر جس طرح بھی بن پڑے گا اپنے آپ کو تنویر کے قابل بناؤں گا۔ آگے تقدیر کا جو بھی فیصلہ ہو۔ اس بات پر میرا ایمان تھا جو میں نے ڈوئن کاربو سے کہی تھی۔ یعنی رات کو سوتے وقت ہم صبح کے پروگرام ترتیب دیتے ہیں۔ لیکن یہ صبح ہونے پر ہی پتا چلتا ہے کہ ہم اُن پروگراموں پر عمل پیرا ہو سکیں گے یا نہیں۔

بہت دیر تک خیالات کے ہجوم میں گھرا رہا پھر ٹرالر سے باہر نکل آیا۔ خطرات تو ہر جگہ موجود تھے، لیکن ان خطرات کی وجہ سے کسی گوشے میں پوشیدہ ہو جانا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ فی الحال میک آپ کے سامان کا حصول بھی ترک کر دیا تھا۔ یہ چیزیں یقیناً بہت ضروری تھیں لیکن ان کی تلاش کے لیے کافی چھان بین کرنا ہوتی اور مجھے اس سلسلے میں کوئی تجربہ نہیں تھا۔ چنانچہ اس کے لیے وقت درکار تھا۔ پہلے ڈوئن کاربو کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو جائیں اگر وہ چل سکتی ہے تو اُسے یہاں ٹرالر میں بلا لوں گا۔ ویسے ہیلن مورگر کو اس سے زیادہ اپنا رازدار نہیں بنا سکتا تھا چونکہ بہرطور نا سمجھ لڑکی تھی اور کسی بھی وقت میرے لیے خطرہ بن سکتی تھی۔ یہاں بھی حالات بہت سنسنی خیز ہو گئے تھے۔ وہاں پہاڑوں میں وہ جنگلی وحشی تھے اور خزانے کے طلب گار، جرائم پیشہ افراد جن سے مجھے نبرد آزما ہونا پڑا تھا اور اب یہاں میرا ایک خطرناک دشمن تھا جو بہرطور لندن کا باشندہ ہونے کی وجہ سے مجھ پر فوقیت رکھتا تھا۔ اور اس کے ہاتھ بہت دراز تھے۔ نہ جانے کب اور کس جگہ اس کے ہاتھ میری گردن دبوچ لیں۔ مجھے اپنے آپ کو اس سے محفوظ رکھنا تھا۔

ٹرالر کے باہر بھی کسی شے کی کمی نہیں تھی۔ اطراف میں تفریحی مناظر بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے تھوڑی دیر تک باہر چہل قدمی کی اور پھر احمد واپس آ گیا۔ محسوس کیا تھا کہ شکاری لڑکیاں یہاں بھی منڈلا رہی ہیں۔ اور یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ذرا دیر اور باہر ٹہلتا رہا تو کوئی نہ کوئی مجھ پر مسلط ہونے کی کوشش کرے گی۔ اور میں اس وقت ہر شخص سے بچنا چاہتا تھا۔ کون جانے کب کوئی مصیبت گلے پڑ جائے۔ البتہ ٹرالر کی کھڑکی کے پاس بیٹھا میں دور دور تک کے مناظر دیکھتا رہا۔ لندن کی آزاد زندگی یہاں مزید آزاد ہو گئی تھی چنانچہ میں نے کھڑکی بند کر دی اور بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ کافی وقت تھا پیٹ بھی تقریباً بھر چکا تھا اس لیے سونے کی ٹھانی، جو ہوگا دیکھا جائے گا فی الحال سونا چاہیے تھا۔ چنانچہ ٹرالر کا دروازہ بند کر کے میں بستر پر دراز ہو گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ یہ کام میرے

لیے مشکل نہیں تھا کہ میں اپنے ذہن کو ہر قسم کے خیالات سے پاک کر لوں اور اس کے بعد نیند نہ آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ البتہ میں نے اپنے آپ کو ہدایت کر دی تھی کہ ٹھیک سات بجے مجھے جاگ جانا ہے۔ چونکہ آٹھ بجے ڈوئن کاربو سے گفتگو کرنی تھی۔

یہی ہوا۔ اس تمام عرصے میں سکون کی نیند سوتا رہا اور ٹھیک سات بجے جاگ گیا۔ ٹرالر کے باتھ روم میں جا کر غسل کیا اور اس کے بعد باہر نکل آیا۔ پہننے کے لیے دوسرا لباس نہیں تھا۔ لیکن یہ تو معمول تھا اور اب میں ان معمولات کا عادی ہو گیا تھا۔ کچن میں جا کر اپنے لیے عمدہ قسم کی کافی بنائی اور ہیلن مورگر کا دل ہی دل میں شکریہ ادا کر کے کھڑکی کے قریب بیٹھ کر کافی پینے لگا باہر اندھیرے اتر آئے تھے اور ماحول پر تاریکی مسلط ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ ٹرالر روشن ہو چکے تھے۔ کیبنوں میں بھی کہیں کہیں روشنی نظر آ رہی تھی۔ ان کے بارے میں مجھے مکمل معلومات کی ضرورت بھی کیا تھی۔ مجھے بہرطور اب ڈوئن کاربو کے رابطے کا انتظار تھا۔ گھڑی کی سوئیاں سست رفتاری سے آگے بڑھتی رہیں۔ کافی کی دو پیالیوں نے مجھے تازہ دم کر دیا تھا اور سو جانے سے جو کسل مندی بدن اور ذہن پر سوار ہو گئی تھی وہ اب بالکل دور ہو گئی تھی۔ میں اپنے آپ کو تروتازہ پا رہا تھا۔

ٹھیک آٹھ بجے میرے دماغ میں ایک کھڑکی سی کھلی۔ یہاں ٹیلیفون کی گھنٹی تھی جس کا کوئی آلہ نہیں تھا۔ بس ذہن سے ذہن تک کا معاملہ تھا۔ میں نے اپنے دماغ کے خانے کھول دیے اور ڈوئن کاربو کی آواز میرے ذہن میں ابھری۔ "غزالی، تم خیریت سے تو ہونا؟"

"بالکل ڈوئن کاربو، اور تمہارے رابطے کا انتظار کر رہا تھا۔"

"لیکن میں خیریت سے نہیں ہوں۔" ڈوئن کاربو نے جواب دیا اور میں سناٹے میں رہ گیا۔ چند سیکنڈ خاموش رہنے کے بعد میں نے پوچھا۔ "خیریت ڈوئن کاربو، بتاؤ کیا معاملہ ہے؟"

"اُن لوگوں کو اندازہ ہو چکا ہے کہ میں اس ہوٹل میں مقیم ہوں۔ کمرہ چونکہ تمہارے نام سے بک ہے اس لیے وہ رجسٹر سے میرے بارے میں پتا نہیں چلا سکے۔ البتہ انہوں نے ہوٹل کی چوتھی منزل پر کچھ کمروں میں گھسنے کی حرکت کی تھی۔ یہاں خاصا ہنگامہ ہو گیا اور وہ لوگ نکل بھاگے۔ وہ اچانک ہی کسی کمرے میں داخل ہو جاتے تھے اور کمرے میں موجود لوگوں کو مارتے پیٹتے تھے دیوانے ہی ہو گئے ہیں کمبخت۔ انہوں نے لوگوں کے چہرے چھیل دیے ہیں۔ غالباً انہیں میک اَپ کا شبہ بھی ہے۔ بہرطور پولیس آ گئی تھی اس لیے وہ فرار ہو گئے۔ لیکن یہ بات صرف میں ہی جانتی ہوں کہ وہ میری تلاش میں تھے اور انہیں اس کا اندازہ ہو چکا ہے کہ میں اس ہوٹل میں موجود ہوں۔"

"واقعی بات بہت خطرناک ہے۔ میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں ڈوئن، میرا تم انتظار کرو۔"

"کیا کہہ رہے ہو غزالی، غضب ہو جائے گا۔ ایسی حرکت کرنے کے بارے میں سوچنا بھی نہیں۔ میں خود ہی تمہارے پاس آ رہی ہوں، میرا انتظار کرو۔"

"لیکن ڈوئن کاربو۔"

"نہیں غزالی، مجھ پر اعتماد کرو، بہرطور میں اتنی کچی نہیں ہوں۔ میں نے اپنے لیے راستہ منتخب کر لیا ہے۔ ظاہر ہے ہوٹل کے بیرونی دروازے سے نہیں آؤں گی۔ لیکن تمہارا یہاں پہنچنا بے حد خطرناک ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تم ٹرالر سے باہر نکلو۔ اگر تم نے میرے تحفظ کے لیے بھی آنے کی کوشش کی تو یہ نہ صرف تمہارے لیے بلکہ میرے لیے بھی خطرناک ہوگا۔ تم میرا انتظار کرو حالانکہ تم نے مجھے 'بلیک روز' کے بارے میں تفصیل بتا دی تھی۔ لیکن میں نے سوچا کہ پہلے تمہیں اطلاع دے دوں اور یہ معلوم کر لوں کہ تم خود بلیک روز میں موجود ہو یا نہیں۔ بس غزالی میں سلسلہ منقطع کر رہی ہوں چونکہ اس کے فوراً بعد ہی مجھے یہاں سے نکلنے کی تیاریاں کرنی ہیں۔ ممکن ہے مجھے سوہو سائیڈ پہنچنے میں کچھ وقت لگ جائے۔ لیکن تمہیں میرے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کسی الجھن میں پھنس بھی گئی تو تمہیں صورت حال سے آگاہ کروں گی۔"

"ٹھیک ہے ڈوئن، مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں۔"

"اور مجھے خوشی ہے کہ تم اس وقت میرے ساتھ نہیں ہو۔" ڈوئن کاربو نے کہا اور اس کے بعد ہمارے درمیان سلسلہ منقطع ہو گیا۔

میرا ذہن شدید پریشانیوں کا شکار ہو گیا تھا۔ اور میں اب کم از کم اس وقت تک پُرسکون نہیں ہو سکتا تھا جب تک ڈوئن کاربو یہاں نہ پہنچ جاتی۔ میں اپنی جگہ بیٹھا ڈوئن کاربو کے بارے میں غور کرتا رہا۔ مارٹن الیگزینڈر نے جس طرح میری تلاش کی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اب بھیڑیا بن چکا ہے۔ اور اس سے محفوظ رہنے کے لیے مکمل ذرائع استعمال کرنا ہوں گے۔ لیکن ڈوئن کاربو بیچاری خیریت سے یہاں پہنچ جائے۔ افسوس! میں اس وقت اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ ہوٹل سے سوہو سائیڈ تک پہنچنے کے لیے اُسے وقت درکار ہوگا۔ لیکن بس ایک بے چینی ذہن میں جاگزیں ہو گئی تھی۔ ٹرالر

کے دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ اور ہر آنے جانے والی گاڑی کی روشنیوں پر نگاہیں جمائے رہا۔ رونق اب بھی یہاں کافی تھی۔ رات کی خاموش تاریکیوں میں چہل قدمی کرتے ہوئے جوڑے کھنکھناتے ہوئے قہقہے اور کبھی کبھی کچھ ایسی قابل اعتراض آوازیں جن کی جانب خواہ مخواہ توجہ مبذول ہو جاتی تھی۔ میں نے ٹرالر میں روشنی نہیں کی تھی۔ لیکن یہاں پر ٹرالر کے بیرونی حصے پر ایک ننھا سا بلب ضرور روشن ہوتا تھا۔ جو ٹرالر کے نام کو نمایاں کر دیتا تھا۔ اور یہ بلب میرے ٹرالر پر بھی روشن تھا۔ اندر تاریکی کی وجہ سے کم از کم باہر کے لوگ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میں بار بار کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتا رہا۔ کمبخت گھڑی کی سوئیاں بھی بڑی ہی سست رفتاری سے کھسک رہی تھیں۔ گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔ مجھے تقریباً دو گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ اور یہ دو گھنٹے مجھ پر کتنے صبر آزما گزرے اس کا اندازہ بس مجھے ہی ہو سکتا ہے۔ کافی دیر سے کوئی گاڑی اس طرف نہیں آئی تھی۔ اب میں ذہنی طور پر کافی پریشان ہو گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ دوبارہ ڈوئن کاربو سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں۔ اُس کا اتنی دیر تک یہاں نہ پہنچنا پریشان کن تھا۔ حالانکہ اُس نے کہہ دیا تھا کہ اُسے دیر لگ سکتی ہے۔ میں ٹرالر کا دروازہ بند کر کے واپس ہی پلٹا تھا کہ دفعتاً ہلکی سی دستک سنائی دی۔ جب دوسری بار میں نے یہ دستک سنی تو لپک کر دروازہ کھول دیا۔ ڈوئن کاربو ٹرالر کے دروازے پر کھڑی تھی۔ وہ فوراً ہی ٹرالر میں داخل ہو گئی اور اُس نے خود ہی دروازہ بند کر دیا۔ چہرہ پر کوئی خاص بات نہیں تھی بلکہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"ہیلو!"

"ہیلو ڈوئن! سب خیریت تو ہے نا؟"

"ہاں ابھی تک۔" اُس نے جواب دیا۔ میں اُسے دیکھتا رہا۔ ڈوئن ایک صوفے پر بیٹھ گئی پھر اُس نے کہا "بہتر یہ ہے کہ روشنی گل کر دو۔"

میں نے اُس کی ہدایت پر عمل کیا لیکن وہ چھوٹی سی کھڑکی کھول دی تھی جس سے مدھم سی روشنی اندر آ رہی تھی۔ ڈوئن آرام دہ سیٹ پر دراز ہو گئی پھر اُس نے کہا۔ "مجھے یوں محسوس ہوتا ہے غزالی! جیسے یہاں تک میرا تعاقب کیا گیا ہے!"

"اوہ! اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ...!"

"نہیں! اگر وہ میرے پیچھے آئے ہیں تو یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ میں کون سے ٹرالر میں گئی ہوں۔"

"یہ کمبخت تو بُری طرح پیچھے پڑ گئے ہمارے۔ یہ تمہارے ساتھ کیا ہے؟" میں نے کہا۔

"میرا مختصر سا سامان۔ ظاہر ہے دو ایک جوڑے کپڑے تو لانے ہی تھے۔" ڈوئن نے جواب دیا۔

"اس کے بعد ہوٹل میں کوئی کارروائی ہوئی؟"

"ہاں وہ لوگ مسلسل ہمیں تلاش کرتے رہے ہیں سوراہل وہاں پر انہیں یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ میرا کمرہ کون سا ہے۔ کئی کمروں میں وہ داخل ہوئے۔ لیکن اب پولیس باقاعدہ اُس ہوٹل میں گشت کر رہی ہے۔ اور پولیس ہی کی وجہ سے مجھے وہاں سے نکلنے میں آسانی ہوئی۔ ورنہ شاید میں اتنی آسانی سے نہ نکل سکتی۔"

"تعاقب کا شبہ کیسے ہوا ڈوئن؟"

"بس! میں نے اپنے عقب میں روشنیاں دیکھیں تو میں نے ٹیکسی...... کئی سڑکوں پر مڑوائی لیکن اُن روشنیوں نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ یقیناً کوئی کار مسلسل تعاقب میں رہی ہے۔ لیکن مجھے یہاں تو آنا ہی تھا۔ اس لیے میں یہاں سے کافی فاصلے پر اتر گئی۔ اور پھر وہاں سے ٹرالروں کے پیچھے چھپتی چھپاتی یہاں تک پہنچی۔ بلیک روز کو تلاش کرنے میں بھی کافی وقت ہوا۔ چونکہ رات کی تاریکی میں صحیح طور پر بہت سے نام نہیں پڑھے جا سکتے تھے۔ تاہم مجھے کامیابی ہو گئی۔" پھر اُس نے ٹرالر کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ اور اس کے بعد مسکرا کر بولی۔ "ہیلن مورگر کا یہ ٹرالر بے حد خوبصورت ہے۔ کیا اُس نے خود یہاں آنے کے لیے نہیں کہا؟"

"نہیں! ظاہر ہے وہ ایک اچھے گھرانے کی لڑکی ہے۔ اُس نے مجھے صرف ہمدردی کی بنا پر یہ ٹرالر مجھے دیا ہے۔"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ بس ایسے ہی سوال کر لیا تھا۔" ڈوئن نے جلدی سے جواب دیا پھر کہنے لگی۔ "میں لباس تبدیل کرنا چاہتی ہوں۔"

"ویسے تو یہ غسل خانہ موجود ہے۔ لیکن میں باہر چلا جاتا ہوں۔"

"ارے نہیں، نہیں میرا کام چل جائے گا۔" ڈوئن اپنے لائے ہوئے سامان میں سے کپڑے نکالتی ہوئی بولی۔ لیکن میں ٹرالر کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ ڈوئن کے بیان کے مطابق وہ لوگ سوہو سائیٹ پہنچ چکے تھے۔ اور اس بات کے امکانات تھے کہ وہ یہاں بھی ہمیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ مارٹن الیسٹرو بُری طرح میرے پیچھے پڑ گیا تھا۔ اور اب اُس سے کسی طرح فرار ممکن نہیں تھا۔ سمبوتورا اور گومین مسلسل غائب تھے۔ لیبوس کا کوئی نشان ہی نہیں ملا تھا۔ اس طرح تو میری تمام کارروائی بیکار رہی۔ گوشائی نے مجھ پر بہت بڑا بھروسا کیا تھا۔ ابھی تو صرف لیبوس کا ہی سراغ ملا ہے۔ باقی افراد باقی ہیں۔ کیا میں گوشائی کے معیار پر پورا اتر سکوں گا؟ کیا جو ذمہ داری میرے سپرد کی گئی ہے اُسے نبھانے میں میری یہ معمولی سی صلاحیتیں کارآمد ہو سکتی ہیں؟ جو کچھ آج تک کرتا رہا ہوں، وہ اتنی خاص باتیں نہیں تھیں۔ جرائم پیشہ افراد کی دنیا سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور نہ میں ان کے بارے میں بہت زیادہ معلومات رکھتا تھا۔ جنگ و جدل، لڑائی بھڑائی بھی مجھ سے الگ ہی چیز تھی۔ میں تو محبتوں کا قائل تھا۔ لیکن اگر اسی طرح انسانی زندگیاں میرے ہاتھوں فنا ہوتی رہیں تو کیا یہ بہتر ہو گا؟ کیا یہ سب کچھ میرے حساب میں درج نہیں ہو گا۔ نجانے کیا کیا خیالات ذہن میں آتے رہے۔

اسی وقت ڈوئن کاربو نے ٹرالر کے دروازے میں آ کر کہا۔ "بیشک یہ جگہ بہت حسین ہے۔ بے حد خوبصورت ہے میں اس سے پہلے بھی ایک آدھ بار یہاں آ چکی ہوں۔ لیکن اس وقت یہ ہمارے لیے مخدوش ہے غزالی! آؤ اندر آ جاؤ پلیز۔" اُس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اور پھر سہارے کے لیے مجھے ہاتھ دے دیا۔ میں نے اخلاقاً اُس کا سہارا قبول کر لیا تھا۔ تاکہ وہ محسوس نہ کرے کہ میں خصوصی طور پر اُس سے اجتناب کر رہا ہوں۔ اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں نے کافی کے لیے پانی چڑھا دیا ہے، پیو گے نا؟"

"اوہ یقیناً!" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"ویسے بہت ہی خوبصورت ٹرالر ہے۔" ظاہر ہے لوگوں نے اپنی آسائشوں کے لیے اس دنیا ہی کو نجانے کیا سے کیا بنا لیا ہے۔ لیکن ہماری تقدیر میں آسائشیں نہیں ہیں غزالی کیونکہ ہم بھٹکے ہوئے ہیں۔ ہم اپنے گھر میں نہیں ہیں۔"

تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اس دوران ہم کافی پیتے رہے تھے۔ یا پھر اُن لوگوں کے بارے میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ پھر ڈوئن کاربو نے کہا۔ "میرا خیال ہے اب آرام کرو۔ وہ لوگ تھک کر واپس جا چکے ہوں گے۔ ان اطراف میں تو کہیں کوئی گڑبڑ محسوس نہیں ہوئی۔"

"ہاں! صبح کو مزید اس سلسلے میں کچھ سوچیں گے۔" میں نے کہا اور ڈوئن کاربو بستر پر جا لیٹی۔ میں دوسرے بستر پر آ گیا تھا۔ میں نے ڈوئن کاربو سے تو یہ کہہ دیا تھا کہ اس بارے میں صبح کو کچھ سوچیں گے۔ لیکن میرا اپنا ذہن خیالات کی یلغار میں تھا۔ اور میں اسی بارے میں سوچ رہا تھا۔ گوشائی سے اگر معذرت بھی کی جائے تو کس طرح۔ وہ یہاں سے ہزاروں میل دور تھی۔ سمبوتورا اور گومین سے بھی رابطہ کٹ چکا تھا۔ ویسے یہ دونوں بھی میرے بھروسے پر ہی یہاں آئے تھے۔ اور میں محسوس کر رہا تھا کہ میں سمبوتورا کی حفاظت کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ لیکن میں کیا کرتا۔ حالات ہی اس تیزی سے پیش آئے تھے۔ اور واقعات نے اس قدر پیچیدگیاں اختیار کر لی تھیں کہ میرا ذہن بھی کچھ سوچنے سمجھنے سے قاصر تھا۔ سمبوتورا بھی اس سلسلے میں کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھا سکا تھا۔ لیکن یہ بات بھی کم نہیں تھی کہ وہ گومین کو بچا کر لے گیا تھا۔ پتا نہیں وہ خود زخمی ہوا تھا یا اُس نے کسی کو زخمی کر دیا تھا۔ ویسے سمبوتورا کی پراسرار صلاحیتوں کا مجھے آج بھی اعتراف تھا۔ وہ آسانی سے چند افراد کے قبضے میں آنے والا نہیں تھا۔

میں ان ہی خیالات میں گم تھا اور بہت زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ ڈوئن کاربو بھی کروٹیں بدل رہی تھی کہ دفعتاً ایک خوفناک دھماکے نے فضا کو لرزا دیا۔ دھماکہ انتہائی تیز تھا۔ میں اور ڈوئن کاربو گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کچھ ہو گیا غزالی! کچھ ہو گیا۔" میں پھرتی سے دروازے کی جانب دوڑا تو ڈوئن کاربو نے پیچھے سے میرا بازو پکڑ لیا۔

"نہیں! اتنی جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ غور کرو یہ دھماکہ کسی اور مقصد کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔"

میں رک کر ڈوئن کاربو کی صورت دیکھنے لگا تو وہ آہستہ سے بولی۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ دھماکہ کر کے یہاں ٹرالروں میں رہنے والوں کو سامنے لانا چاہتا ہو۔"

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہم باہر کی آہٹیں لے رہے تھے۔ پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک اور خوفناک دھماکہ ہوا اور ہمارا ٹرالر لرز گیا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ انسانی چیخیں سنائی دیں۔ اور پھر کہیں بہت دور سے پولیس کے سائرن سنائی دینے لگے۔ اب میرے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں ٹرالر میں بند رہ کر تیسرے دھماکے کا انتظار کروں۔ چنانچہ میں دروازہ کھول کر پھرتی سے باہر نکل آیا۔ ڈوئن کاربو بھی میرے پیچھے ہی کود دی تھی۔ ٹرالروں میں روشنیاں ہونے لگی تھیں۔ چنانچہ میں نے بھی اس تصور کے تحت کہ اس ٹرالر میں روشنی نہ دیکھ کر لوگ ہمیں مشکوک نہ سمجھیں اپنے ٹرالر میں بھی روشنی کر دی۔ لیکن ہم دونوں اس روشنی کی زد میں نہیں آئے تھے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ہم نے دو ٹرالروں سے آگ اور دھوئیں کے بادل بلند ہوتے ہوئے دیکھے۔

ڈوئن کاربو نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔ "انہوں نے دو ٹرالر تباہ کر دیے۔ غالباً انہیں ان پر شبہ ہو گیا ہو گا۔ اور اگر پولیس نہ آتی تو اور کارروائیاں بھی کی جاتیں۔ لیکن پولیس کا آنا کچھ مؤثر ثابت نہیں ہوا تھا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر

کھڑے ہوئے مزید دو ٹرالروں میں دو دہشتناک دھماکے ہوئے اور انسانی چیخیں شدید سے شدید تر ہوتی گئیں۔ ان ٹرالروں میں جو لوگ موجود تھے اُن کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

پولیس کی گاڑیاں، ایمبولینسیں برق رفتاری سے چلتی ہوئی ٹرالروں کے نزدیک پہنچ رہی تھیں۔ لوگوں کو میگا فون پر ان ٹرالروں سے دور رہنے کی ہدایت کی جا رہی تھی۔ شروع میں پولیس کی گاڑیوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی۔ لیکن پھر کچھ ہی دیر میں پولیس کی گاڑیوں نے اس پورے علاقے کو گھیر لیا۔ اور ان کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہوتی چلی گئی۔ اب میگا فون کے ذریعے سو ہو سائیٹ پر رہنے والوں کو ہدایات دی جا رہی تھیں۔

کوئی پولیس آفیسر گونج دار آواز میں کہہ رہا تھا۔ "پولیس نے ایک حصار قائم کر لیا ہے۔ ہر شخص کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے ٹرالروں کے پاس رہے۔ اور گرد و پیش سے محتاط رہے۔ اگر کوئی بھی پولیس کے حصار سے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا تو اُسے گولی مار دی جائے گی۔ ہوشیار! ہوشیار رہا جائے۔" اس کے ساتھ ہی سرچ لائٹیں روشن ہونا شروع ہو گئی تھیں، جو پولیس کی گاڑیوں پر نصب تھیں۔ پھر شاید فائر بریگیڈ کی گاڑیاں بھی آگئیں۔ یہ کام جس برق رفتاری سے ہوا تھا وہ قابلِ دید تھا۔ ٹرالروں کی آگ بجھائی جانے لگی۔ اور پولیس مصروفِ عمل ہو گئی۔ سو ہو سائیٹ کے تمام لوگوں نے پولیس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ دفعتاً ڈوئن کاربو نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "میں اندر جا رہی ہوں غزالی! ابھی چند لمحات میں باہر آجاؤں گی۔ ذرا ہوشیار رہنا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ڈوئن کاربو ٹرالر کے دروازے سے اندر چلی گئی۔ پتا نہیں وہ کیا کرنے گئی تھی۔ لیکن چند لمحات کے بعد جب وہ واپس آئی تو میری آنکھیں اُسے دیکھ کر حیرت سے پھیل گئیں۔ ڈوئن کاربو ایک باریک سی نائٹی میں ملبوس تھی جس سے اُس کا بدن جھلک رہا تھا۔ ہونٹوں پر لپ اسٹک کے مٹے مٹے نشانات تھے۔ اور اُس کا حلیہ بیحد عجیب نظر آ رہا تھا۔ بالکل ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ رات کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہو رہی ہو۔ اور اُسے بُری حالت میں باہر نکلنا پڑا ہو۔ میری تحیر خیز آنکھوں کو دیکھ کر وہ آگے بڑھی اور دوسرے لمحے اُس نے ایک ایسی حرکت کی کہ میں ششدر رہ گیا۔ میرے رخسار اور پیشانی پر اُس کے ہونٹوں کی لپ اسٹک منتقل ہو چکی تھی۔ جسے اُس نے اپنے ہاتھ سے پھیلا دیا۔ اور پھر معذرت آمیز لہجے میں بولی۔ "یہاں سب اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں قیام کرنے والوں کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ ہمارا اس طرح صاف ستھرا دیکھا جانا پولیس کے لیے شک کا باعث ہو سکتا ہے غزالی! اس لیے میں نے یہ سب کچھ کیا۔ اگر تم میری بات سے متفق ہو تو براہِ کرم ذرا لباس تم بھی تبدیل کر لو۔ جاؤ پلیز جاؤ۔ یہ ضروری ہے۔"

بات میری سمجھ میں آگئی تھی۔ ڈوئن کاربو نے واقعی ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ حالانکہ عجیب سی بات تھی۔ لیکن بہر طور میں بھی ٹرالر میں چلا گیا اور چند ہی لمحات کے بعد میں بھی بُرا سا حلیہ بنائے باہر نکل آیا۔ اپنے اس حلیے پر خود ہی شرم آ رہی تھی۔

ڈوئن کاربو نے مجھے دیکھا تو مسکرا دی۔ "ہمیں جن لوگوں سے واسطہ ہے غزالی! اُن کے لیے اُن ہی جیسی ذہانت سے کام لینا ہوگا۔ کہیں بھی چوک گئے تو مار کھا جائیں گے۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پولیس والوں نے غالباً اطراف کے ماحول پر کنٹرول حاصل کر لیا تھا۔ اب کوئی نیا دھماکہ بھی نہیں ہوا تھا۔ جو ٹرالر ان دھماکوں سے تباہ ہوئے تھے اُن کے اطراف پڑی ہوئی لاشوں کے ٹکڑے اٹھا لیے گئے تھے۔ اگر کوئی زخمی تھا تو اُسے بھی ایمبولینس کے ذریعے ہسپتال بھیج دیا گیا تھا۔ تمام کارروائیاں ہو رہی تھیں۔ لیکن عام لوگوں کو ان کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں تھیں۔ ہم لوگ بھی خاموشی سے یہ تمام مناظر دیکھتے رہے۔ پولیس والے فرداً فرداً وہاں موجود لوگوں سے اُن کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے۔

اچانک ڈوئن کاربو نے کہا۔ "یہ لوگ ہم سے بھی ہمارے بارے میں سوالات کریں گے۔ کیا جواب دینا ہے غزالی؟"

"اوہ! اس طرح تو ہیلن مور گر مصیبت میں پھنس جائے گی۔ کیا خیال ہے؟"

"نہیں! پولیس یہاں سے کسی بھی فرد کو مشتبہ حالت میں نہیں نکلنے دے گی۔ میرا خیال ہے تمہارا نام پال ہلٹن ہے اور میں موزیلی۔ میں تمہاری گرل فرینڈ ہوں۔ سمجھے تم کارل برو کے فلیٹ نمبر ستائیس میں رہتے ہو۔ اور یہاں میرے ساتھ کچھ وقت گزارنے آئے ہو۔ سمجھے! ٹرالر کے بارے میں اگر کوئی سوال نہ کیا جائے تو اسے گول ہی رکھنا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ ڈوئن کاربو کی یہ کارروائی سود مند ہی ثابت ہوئی تھی۔ کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک پولیس آفیسر دو کانسٹیبلوں کے ساتھ میرے پاس پہنچ گیا۔ بقیہ ٹرالروں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کی جا رہی تھیں۔

"ہیلو سر!" اس نے خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو!"

اُن لوگوں نے ٹارچ کی روشنیوں میں ہمارا جائزہ لیا تھا۔ لیکن

اُن کے چہرے پر اُس کا کوئی ردِ عمل نہیں تھا۔ ہم جس حلیے میں تھے وہ سب کچھ یہاں کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ ڈوئن کاربو نے جس ذہانت سے یہ کارروائی کی تھی وہ قابلِ داد تھی۔

"ان دھماکوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے مسٹر؟"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ اب یہ جگہ بھی مجرموں سے محفوظ نہیں ہے۔ پتا نہیں کون لوگ ہیں، جنہوں نے یہ کارروائی کی ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔"

"مقصد منظرِ عام پر آجائے گا۔ ویسے آپ نے اس دوران یہاں کوئی کارروائی ہوتے دیکھی جو آپ کی نگاہوں میں مشتبہ ہو؟"

"نہیں! میں موزیلی کے ساتھ آرام کر رہا تھا کہ دفعتاً ہی کان پھاڑ دینے والا دھماکہ سنائی دیا۔ پھر دوسرا اور اس کے بعد مزید دو۔ ہمارے اعصاب کشیدہ ہیں آفیسر۔ براہِ کرم ہم سے بہت زیادہ سوالات نہ کریں۔"

"آپ کا نام مسٹر؟"

"پال ہلٹن۔"

"میڈم آپ کی...؟"

"گرل فرینڈ ہیں۔"

"آپ کہاں رہتے ہیں مسٹر پال ہلٹن؟"

اور میں نے پہلے سے طے شدہ جگہ کا پتا بتایا۔ پولیس آفیسر نے ایک ڈائری پر تمام چیزیں نوٹ کر کے نیچے میرے اور ڈوئن کاربو کے دستخط لیے اور پھر آہستہ سے بولا۔ "آپ لوگ یہیں قیام کرنا پسند کریں گے یا یہاں سے باہر نکلنا چاہتے ہیں۔"

"نہیں آفیسر! اگر آپ کی اجازت ہو تو اس وقت تو ہم لوگ یہیں رکیں گے۔ صبح کو یہاں سے جانا ہوگا۔"

"یہ آپ پر منحصر ہے۔ لیکن اگر آپ جانا چاہیں تو پولیس [illegible]پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتی۔ صبح کو اس سلسلے میں مزید کارروائیاں [illegible]گی۔ اور ہمیں امید ہے کہ ایک اچھے شہری کی حیثیت سے [illegible] پولیس سے تعاون کریں گے۔"

"یقیناً آفیسر!"

"بے حد شکریہ!" پولیس آفیسر نے کہا اور پھر بولا۔ "اگر آپ [illegible] اپنے ٹرالر میں جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیے۔ پولیس مستعد ہے۔"

میں نے ایک بار پھر اُس کا شکریہ ادا کیا۔ اور پولیس آفیسر [illegible] ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں [illegible] ڈوئن کاربو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہاری بروقت سوجھ نے [illegible] بڑی مصیبت ٹال دی ڈوئن۔ [illegible] لوگ کسی جال [illegible] بھی پھنس سکتے تھے۔"

"سو فیصدی سو فیصدی!" ڈوئن کاربو نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد ہم لوگ ٹرالر میں آگئے۔ ڈوئن کاربو فوراً ہی باتھ روم میں چلی گئی۔ جہاں اُس نے دوسرا لباس لٹکایا ہوا تھا۔ اُس نے اپنا چہرہ وغیرہ صاف کیا۔ اور نیا لباس پہن کر باہر آگئی تو مجھے ایک دم شرمندگی کا احساس ہوا۔ چونکہ مجھے بھی اپنا حلیہ خراب کرنا پڑا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں پھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

ڈوئن کاربو چند لمحات تک خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی، اور اُس نے اپنے سامان کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ چند لمحوں کے بعد وہ واپس آئی تو اُس کے ہاتھ میں ایک ایسی چیز دبی ہوئی تھی جسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ یہ کڑیوں کے دو سیٹ تھے۔ ڈوئن کاربو نے ... میری طرف ہاتھ بڑھایا اور میں نے بادلِ نخواستہ اپنا ہاتھ اُس کے سامنے کر دیا۔ اُس نے کڑی میرے ہاتھ میں پہنا دی۔ دونوں کڑے ایک ہی سائز کے تھے۔ اور ہلکی نیلاہٹ مائل کسی دھات کے بنے ہوئے تھے۔ اُن کے درمیان آنسوؤں کا ایک لچھا تھا جو ایک کڑے کے خول میں پیوست تھا، جو کلائی میں پھنسا ہوا رہتا تھا۔ دوسرا کڑا ٹھوس تھا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں کڑی کو دیکھا۔

ڈوئن کاربو نے دوسری کڑی اپنے ہاتھ میں پہن لی تھی۔ پھر اُس نے اپنا ہاتھ سیدھا کیا۔ اور مجھ سے کہنے لگی۔ "میرے انگوٹھے اور چاروں انگلیوں سے اپنا ہاتھ ملاؤ غزالی!" میں نے اُس کی ہدایت پر عمل کیا۔

اُس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں پیوست کر دیا تھا۔ اور پھر اُس کی آواز ابھری۔ "لاتا ایرا الوتے لاتا ایرا۔"

یہ الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ لیکن اُس نے تین بار یہ الفاظ دہرائے اور پھر پُراسرار لہجے میں بولی۔ "ہمیں مجبور کیا گیا ہے، مقدس دیوتا! ہمیں مجبور کیا گیا ہے کہ ہم دشمن کے مقابلے پر اُسی انداز میں آجائیں۔ جس انداز میں دشمن چاہتا ہے چنانچہ میں اور میرا ساتھی عہد کرتے ہیں کہ اب دشمن کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ ہمارا بھی ایک مقصد ہے۔ ہم بھی جینا چاہتے ہیں [illegible] سامنے جینے کے راستے بند ہو چکے ہیں۔ ان دروازوں کو کھولنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ ہم مجبور ہیں اور اس مقدس عہد سے کچھ عرصے کے لیے باہر آنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اجازت دی جائے۔ لاتا ایرا الوتے لاتا ایرا۔"

میں خاموشی سے ڈوئن کاربو کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اُس نے ہاتھ سیدھا کرنے کے بعد چند لمحات خاموشی اختیار کی۔ پھر مجھ سے کہنے لگی۔ "تم سے مشورے کے بغیر میں نے یہ کارروائی کی ہے غزالی۔ لیکن اتنا جانتی ہوں کہ ہمارے مقصد سے

تم بھی اتنے ہی مخلص ہو جتنا کوئی سامون ہو سکتا ہے۔ اس لیے میں نے یہ کوشش کر ڈالی ہے۔ درحقیقت ہم عام حالات میں کٹال کبھی نہیں استعمال کرتے۔ لیکن تم دیکھو اُن لوگوں نے ایسی وحشیانہ کارروائیاں شروع کر دی ہیں، جنہیں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ ہماری وجہ سے بے گناہ انسانوں کی زندگیاں ضائع ہوں۔ یہ بات کیا تم پسند کرو گے؟ میرا خیال ہے نہیں۔ جو لوگ ٹرالرولی کے ان حادثوں میں ہلاک ہوئے ہیں اُن کا بھلا ہم سے کیا تعلق تھا۔ لیکن وحشی صفت مارٹن ایسٹرو نے صرف شبے کی بنیاد پر ان لوگوں سے بھی زندگیاں چھین لیں۔ لوہم اپنے آپ کو اس کا مجرم قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ ہم پر اب فرض ہو گیا ہے کہ مارٹن ایسٹرو کے مشن کو پوری طرح ناکام بنا دیں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا ان حالات میں ہم مارٹن ایسٹرو کی زبان کھلوا کر اُس سے لیبوس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہو گا بلکہ وہ کمینہ انسان خود ہماری تلاش میں اس طرح سرگرداں ہے۔ لو ہمارے لیے نجانے کیا کیا کرتا پھر رہا ہے۔ اب یہ ضروری ہے غزالی! کہ اُس سے مقابلہ کیا جائے۔"

"ٹھیک ہے ڈوئن کاربو! مجھے اس سلسلے میں تم سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

"غزالی! کیا تم کٹال کا استعمال بہتر طور سے جانتے ہو؟ تمہارے ساتھ رہ کر بعض اوقات بڑے عجیب عجیب احساسات سے گزرنا ہوتا ہے۔ اور میں حیران رہ جاتی ہوں کہ تم سامون نہیں ہو۔ لیکن یہ بات میں تم سے بارہا کہہ چکی ہوں کہ تمہاری بے شمار خصوصیات سامونوں جیسی ہیں۔ تم نے مجھے اس کی وجہ بھی بتائی تھی کہ وائی مین نے تمہیں کافی مشقیں کرائی ہیں۔ کٹال کے استعمال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"

"میں اس سے کام چلا سکتا ہوں ڈوئن کاربو۔"

"بس تمہارا یہ کہہ دینا ہی کافی ہے۔ تمہارے مزاج کو میں اب سمجھنے لگی ہوں۔" ڈوئن کاربو نے ہلکی سی مسکراہٹ سے کہا۔ پھر وہ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد بولی "مارٹن ایسٹرو کے ساتھ اب کوئی انسانیت روا نہیں رکھی جا سکتی۔ آخر وہ خود بھی تو اپنا خاندان رکھتا ہو گا۔ اُسے بھی تو کچھ لوگ عزیز ہوں گے، ایسے لوگ جن کے لیے وہ یہ تمام مجرمانہ کارروائی کرتا ہے۔ سمجھ رہے ہو نہ میری بات غزالی؟"

"ہاں! کہتی رہو۔"

"وائی مین اور گومین میرے لیے اہل خاندان کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیبوس ہمارے لیے ایک مقدس ہستی ہے۔ جس سے ہم بہت سی امیدیں وابستہ رکھتے ہیں۔ جب مارٹن ایسٹرو نے ہمارے ان ساتھیوں کو زندہ درگور کر رکھا ہے تو پھر اُس کے ساتھ کوئی منصفانہ بات کیسے کی جا سکتی ہے۔ دشمن کو دشمنی سے جواب دیا جائے گا۔ مارٹن ایسٹرو کے خاندان کو ہم اپنے قبضے میں کر کے اُس سے اپنے ان ساتھیوں کو طلب کریں گے۔ ممکن ہے وائی مین اُس کے قبضے میں نہ ہو لیکن لیبوس تو اُس کے پاس ہے۔ لیبوس ہمیں مل جائے تو ہم اپنے بہت سے مسائل سے نمٹ سکتے ہیں۔ چنانچہ اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ مارٹن ایسٹرو کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اُس کے خاندان کا پتا چلایا جائے۔ اور پھر اُس کے اہل خاندان کو ہم اپنے قبضے میں کر کے مارٹن ایسٹرو سے سودے بازی کریں۔ اور اس سلسلے میں ہمیں جتنی مشکلات درپیش ہوں اُن سے نمٹنے کے لیے طاقت استعمال کریں۔ غزالی! میں دعویٰ تو نہیں کرتی لیکن ہم مارٹن ایسٹرو کے بہت سے افراد پر بھاری پڑ سکتے ہیں۔ بس ذرا سی ہمت اور تھوڑی سی ذہانت سے کام لینا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے ڈوئن کاربو! لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم مارٹن ایسٹرو کے اہل خاندان کو کہاں سے پائیں گے؟"

"اُن کے بارے میں معلومات حاصل کی جائے گی غزالی!"

"مگر کیسے؟"

"کسی بھی طرح! ہر اس شخص سے جس کا مارٹن ایسٹرو سے ذرا سا بھی تعلق ہے۔ میرا خیال ہے ایک بار پھر ہمیں اُس عمارت کا رخ کرنا ہو گا، جو کلارک ووڈ اسٹریٹ پر واقع ہے۔ اُس عمارت میں کوئی نہ کوئی ضرور ہو گا۔ لو اگر وہ عمارت ہمیں خالی تو پھر ہم اُس کے بارے میں یہ معلومات حاصل کریں گے کہ وہ عمارت کس کی ہے؟ اور اس عمارت کا مالک کہاں رہتا ہے۔ اگر وہ عمارت خود مارٹن ایسٹرو کی بھی نہیں ہے تو جس سے اُس نے حاصل کی ہو گی تو اُس سے مل کر کم از کم یہ تو پتا چل سکتا ہے کہ مارٹن ایسٹرو سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ غزالی! کام کرنے کے مختلف طریقے ہوتے ہیں۔ ہم اگر کام کرنے پر تل جائیں گے تو پھر یہ سب کچھ ہمارے لیے بہت زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔"

میں تعجب سے ڈوئن کاربو کی صورت دیکھ رہا تھا۔ واقعی یہ بات میرے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ اور اس سلسلے میں تمام ذہانت ڈوئن کاربو ہی سے منسوب کی جا سکتی تھی۔ ابھی تک میرا ذہن یہ فیصلہ کرنے سے قاصر رہا تھا کہ مارٹن ایسٹرو کو دوبارہ پانے کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا۔ لیکن ڈوئن کاربو نے جو تجویز پیش کی تھی، اُس سے مجھے پورا پورا اتفاق تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا "گوشائی نے ذرا سی غلطی کی ہے ڈوئن کاربو۔"

"کیا؟" ڈوئن کاربو نے سوال کیا۔

"اُس نے مجھ پر انحصار اس لیے کیا تھا کہ میں اس دنیا کا نہیں

ہوں اور سامونوں سے متعلق نہیں ہوں۔ مجھ پر پوری طرح اعتبار کرنے کے بعد اُس نے یہ ذمہ داری مجھے سونپی تھی۔ حالانکہ اُس کے بے شمار ساتھی دنیا کے مختلف حصوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اور اس دنیا کے بارے میں بہت کچھ جان چکے ہیں۔ اُن میں بے پناہ ذہین لوگ بھی موجود ہیں جیسے ڈوئن کاربو۔ اگر گوشائی ان سبھی کو یکجا کرنے کی کوشش کرے تو میرا خیال ہے اُس کا مسئلہ خود اُس کے اپنے ہاتھوں حل ہو سکتا ہے۔"

"نہیں غزالی! گوشائی نے جو بھی فیصلہ کیا ہے، سوچ سمجھ کر ہی کیا ہو گا۔ ہم لوگ اُس پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرتے ہیں۔ چونکہ۔ چونکہ وہ ہماری۔ وہ ہماری پلانسر ہے۔" ڈوئن کاربو نے کہا اور پھر ایک دم خاموش ہو گئی۔

میں اس کی اس خاموشی کی وجہ سمجھتا تھا۔ لیکن اب اس وجہ پر میں نے توجہ دینا چھوڑ دیا تھا۔ ہاسا بھی کچھ بتانا چاہتی تھی۔ لیکن بتاتے بتاتے وہ خاموش ہو جاتی تھی۔ کیونکہ اُن پر پابندیاں عائد تھیں۔ پتا نہیں کون ہیں یہ سامون۔ کون سی دنیا ہے ان کی۔ اس کائنات کے کون سے حصے میں بستے ہیں یہ۔ اور ان کا اپنا مسلک کیا ہے۔ بہرطور اب میں ان تمام چیزوں کے بارے میں بہت زیادہ نہیں سوچتا تھا۔ مجھے تو کام کرنے کی لگن تھی اور ڈوئن کاربو نے جو منصوبہ پیش کیا تھا۔ میرے خیال میں وہ بہت معقول تھا۔ اور اس طرح واقعی ہم مارٹن ایسٹرو کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے تھے۔

ڈوئن کاربو کہنے لگی "کیا خیال ہے غزالی! اب کیوں نہ کچھ دیر آرام کر لیا جائے۔ میرا خیال ہے یہاں کے معاملات پولیس نے اپنے کنٹرول میں رکھے ہیں اور بظاہر اس بات کا امکان ہے کہ پولیس دوبارہ ٹرالرولی کے رہنے والوں کو تکلیف نہیں دے گی۔ چنانچہ ہمیں صبح تک نیند لے کر چاق و چوبند ہو جانا چاہیے۔ کیا رات کو سوتے ہوئے تمہیں کوئی دقت محسوس ہوتی ہے؟"

"نہیں۔"

"بس تو پھر آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ۔"

میں نے ڈوئن کاربو کی ہدایت پر عمل کیا۔ وہ دھماکے اب بھی ذہن میں ہو رہے تھے۔ اور خیالات کا ہجوم دماغ کی طرف امڈا چلا آ رہا تھا۔ لیکن دل نہیں چاہ رہا تھا کہ اس بارے میں کچھ سوچوں۔ چنانچہ اپنے ذہن کو خالی کیا اور نیند کو اپنے اوپر مسلط کر لیا۔

دوسری صبح جب آنکھ کھلی تو سات بج رہے تھے۔ ڈوئن کاربو مجھ سے پہلے جاگ چکی تھی۔ اور ایک فرض شناس عورت کی طرح کچن میں مصروف تھی۔ میں اٹھا اور باتھ روم کی جانب چل پڑا۔ ڈوئن کاربو غالباً غسل کر کے لباس وغیرہ بھی تبدیل کر چکی تھی۔ جب میں باتھ روم سے باہر آیا تو سامنے ٹرالی پر ناشتا لگا ہوا تھا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ اور پھر ناشتے کی میز پر آ بیٹھی۔ میں بھی ہنسنے لگا۔

"کیوں؟" وہ مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"عورت کا وجود شاید اس ساری کائنات میں یکساں ہے۔ وہ یہ فرائض اس خوش اسلوبی سے ادا کرتی ہے کہ بعض اوقات حیرت ہوتی ہے۔ تم نے ایک عورت ہی کی مانند ناشتا تیار کیا ہے۔"

"مانند کا لفظ کیوں استعمال کرتے ہو؟ کیا تم مجھے عورت تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہو؟" ڈوئن کاربو نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"نہیں! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ عورت تو تم ہو ڈوئن کاربو اور رات کو تم نے جو خوفناک حرکت کی تھی اُس سے تو مکمل طور پر عورت جھلک رہی تھیں۔"

"نہیں پلیز! مجھے شرمندہ مت کرو۔ وہ حرکت اُس وقت کی ضرورت تھی۔"

"ڈوئن کاربو! سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ آخر ہم لوگ دوست ہیں۔ میں نے یہ بات صرف مذاق میں کہی تھی۔"

"اور مجھے مجھے۔ نجانے کیوں ایک شرم سی محسوس ہوتی ہے۔" اُس کے چہرے پر واقعی حجاب پھیل گیا تھا۔ میں خاموشی سے ناشتا کرنے لگا۔ ڈوئن کاربو بھی مسکراتی رہی۔

اُس نے ہنس کر میری طرف دیکھا اور کہنے لگی "کیا تم عورت کے وجود سے منکر ہو غزالی؟"

"نہیں بھائی! کون بے وقوف یہ بات کہتا ہے۔"

"بس ایسے ہی میں نے پوچھا تھا۔ تمہاری عورت کہاں ہے؟"

"میری عورت ...؟" میں نے کہا اور دفعتاً میری نگاہوں میں اپنی عورت کی تصویر ابھر آئی۔ میری عورت مجھ سے بہت دور ایک ایسی جگہ موجود تھی، جو پاکیزگی کا گھر تھی۔ جہاں لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ دنیا کی برائیوں سے بے نیاز۔ اپنی اپنی زندگی میں مصروف۔ پرسکون، مسرور۔ اور میں۔ میں اپنی عورت سے بہت دور تھا۔ بہت دور۔ ڈوئن کاربو گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہی تھی۔ اور جب میں نے اُس کی طرف دیکھا تو وہ ہنس پڑی۔ میں ایک دم چونک پڑا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ میں ان خیالات میں کھو کر اپنے ذہن کے گرد چڑھے ہوئے اُس خول سے باہر نکل آیا تھا، جہاں دوسرے کی رسائی نہیں ہو پاتی تھی۔ اور اس وقت ڈوئن کاربو

میرے ذہن کا جائزہ لے رہی تھی۔ اُس کی ہنسی کی وجہ بھی یہی تھی۔ "میری طرف سے مبارکباد غزالی! یقیناً وہ ایسی ہی عورت ہوگی، جو تم جیسے اعلیٰ معیار کے انسان کے قابل ہوگی۔"

ڈوئن کاربو کی اس شرارت کو میں نے دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا۔ اور کہنے لگا۔ "ٹھیک ہے ڈوئن! میں کسی وقت تم سے تمہارے مرد کے بارے میں پوچھوں گا۔ اور اگر تم جواب نہیں دو گی تو میں تمہارے ذہن میں جھانک لوں گا۔"

ڈوئن کاربو قہقہہ لگا کر ہنس پڑی تھی۔ پھر اُس نے کہا۔ "جب جی چاہے جھانک لینا غزالی! بدقسمتی سے وہ لمحات مہیا نہیں ہو سکے۔ اور پھر اُس وقت ہم ان مسائل کا شکار ہو گئے جب میری عمر اس قابل بھی نہیں تھی، اس لیے کوئی مرد میرا مرد نہیں بن سکا۔ ہاں اب میرے ذہن میں کبھی کبھی کسی کے لیے پسندیدگی کے سے جذبات ابھر آتے ہیں۔ اور مجھے احساس ہوا ہے کہ میں جوانی کی جانب بڑھ رہی ہوں!"

اب میرے ہنسنے کی باری تھی۔ یہ جوانی جو دو تین سو سال میں ان لوگوں پر آتی تھی اب ڈوئن کاربو تک پہنچی تھی۔ تاہم میں نے اُس کی عمر پوچھنے کی کوشش نہیں کی چونکہ ایک بار پہلے ہی کی عمر معلوم ہونے کے بعد بڑی عبرت ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم سنجیدہ ہو گئے۔ ہم نے تیاریاں کیں اور اُس کے بعد ٹرالر سے باہر نکل آئے۔ ہم اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے روانہ ہو جانا چاہتے تھے۔

ڈوئن کاربو نے پوچھا "کیا واپس اسی ٹرالر میں آؤ گے۔ یا کہیں اور قیام کرنے کا ارادہ ہے؟"

"یہ فیصلہ بعد میں کریں گے ڈوئن۔"

"میں اس لیے یہ بات کہہ رہی تھی کہ یہاں ہیلن کے لیے کوئی پیغام چھوڑ دو۔ تاکہ وہ تمہاری واپسی کا انتظار نہ کرے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہاں واپس نہ آیا تو ہیلن کو ٹیلی فون کر کے بتا دوں گا۔ ویسے یہ چابی یہاں ایک کیبن میں دی جا سکتی ہے۔"

باہر نکلنے کے بعد ہم نے اطراف کے ماحول کا جائزہ لیا۔ چار ٹرالر تباہ کیے جا چکے تھے۔ اور پولیس اُن کے گرد موجود تھی۔ لوگ سہمے سہمے سے تھے۔ اور رش کافی کم ہو گیا تھا۔ جو لوگ یہاں تعطیلات منانے آئے تھے انہوں نے واپسی میں عافیت سمجھی تھی۔ ویسے بھی پولیس کے جھگڑوں میں پڑنے کی کوشش کون کرتا۔ لیکن پولیس نے ہمیں روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے کیبن میں آ کر چابی اُسی لڑکے کے حوالے کر دی جس نے یہ چابی ہیلن کی موجودگی میں مجھے دی تھی۔ اور اس کے بعد ہم پیدل ہی آگے بڑھ گئے۔ جس ٹیکسی اسٹینڈ کے بارے میں ہیلن نے مجھے بتایا تھا وہ بھی زیادہ دور نہیں تھا۔ ہم نے وہیں پہنچ کر اپنے لیے ایک ٹیکسی حاصل کی اور اس کے بعد اُس میں بیٹھ کر چل پڑے۔ لیکن راستے میں ہم نے تعاقب کا خیال رکھا تھا۔ کافی دور نکلنے کے باوجود یہ احساس نہیں ہو سکا کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ پتا نہیں وہ لوگ پولیس کی کارروائیوں سے خوفزدہ ہو کر ہمارا پیچھا چھوڑ چکے تھے۔ یا پھر ٹرالروں کو تباہ کرنے کے بعد کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔ بہرطور ٹیکسی ایک بالکل ہی غیر متعلقہ جگہ چھوڑ دی گئی۔ اور پھر ہم کافی دیر تک اِدھر اُدھر چہل قدمی کرتے رہے۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ کوئی ہماری تاک میں نہیں ہے تو ہم نے ایک اور ٹیکسی لی اور بلارک ووڈ اسٹریٹ کی جانب چل پڑے۔ اب ہم پر مشن سوار ہو گیا تھا۔ اور ہم دوسرے تمام خیالات سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ اس دوران ڈوئن کاربو نے لیبوس یا سمبو تورا وغیرہ سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ٹیکسی میں بیٹھے بیٹھے یہ خیال میرے ذہن میں آیا۔ لیکن اب یہ بعد کی بات تھی۔ پہلے ہمیں اپنے اس مشن میں کامیابی حاصل کرنی تھی۔ ٹیکسی لندن کی سڑکوں پر دوڑتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔ ٹیکسی کو اُس عمارت سے کافی فاصلے پر رکوا کر ہم نے بل ادا کیا اور پھر ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھنے لگے۔ سخت احتیاط کی ضرورت تھی۔

میں نے ڈوئن کاربو سے کہا۔ "ہمیں اپنے درمیان تھوڑا سا فاصلہ پیدا کر لینا چاہیے۔ ہم دو سمتوں سے گھوم کر اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔ میرا خیال ہے میں عقبی حصے سے داخل ہوؤں گا۔"

"ٹھیک ہے لیکن عمارت میں پہنچ کر ہم یکجا ہو جائیں گے" ڈوئن کاربو نے جواب دیا۔ اور ہم نے ایسا ہی کیا۔ اطراف کا ماحول پُرسکون تھا۔ میں عقبی دیوار پھلانگ کر داخل ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ڈوئن کاربو بھی مجھے مل گئی۔

"کیوں کیا پوزیشن ہے؟"

"کسی نے دروازے پر مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ عمارت بظاہر سنسان نظر آ رہی ہے۔ ممکن ہے مارٹن الیسٹرو نے اس جگہ کو چھوڑ ہی دیا ہو۔"

"آؤ!" میں نے کہا اور ہم عمارت کے اندرونی حصے کی جانب چل پڑے۔ ہمارا اندازہ غلط تھا کہ عمارت خالی ہے۔ ہماری پہلی ملاقات ایک دراز قامت ملازم قسم کے آدمی سے ہوئی جو بٹلر تھا۔ وہ ہمیں اندرونی حصے میں دیکھ کر چونک پڑا۔ بعد سوالیہ نگاہوں سے ہمیں دیکھنے لگا۔

"مسٹر مارٹن الیسٹرو موجود ہیں؟"

"نہیں! لیکن آپ لوگ اندر کیسے آ گئے؟ کیا آپ نے اندر آنے کی اجازت لی تھی؟"

"ہاں! کیا اور کوئی بھی موجود نہیں ہے؟"

"نہیں! صرف سکریٹری صاحبہ ہیں۔ کیا میں آپ کے بارے میں انہیں اطلاع دوں؟"

"ہاں پلیز! ہمیں اُن کے پاس لے چلو۔" بہت ہی اہم کام ہے۔" میں نے کہا اور ملازم واپسی کے لیے مڑا۔ لیکن اُس ہی وقت میرا بھرپور گھونسہ اُس کی گدی پر پڑا۔ اور ملازم کسی مردہ چھپکلی کی مانند چٹ سے نیچے جا پڑا۔ ڈوئن کاربو نے فوراً ہی اُس کی ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹا اور ایک طرف لے گئی۔ ایک آڑ میں پہنچ کر اُس نے ملازم کے لباس ہی سے اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے اور منہ میں کافی کپڑا ٹھونسنے کے بعد اپنے کام سے فارغ ہو گئی۔ یہ کام اُس نے اتنی پھرتی اور مہارت سے کیا تھا کہ مجھے اُس سے بڑا اطمینان ہوا۔ ڈوئن کاربو بہترین کارکردگی کی مالک تھی۔ اور اب ہم ڈینی پاسکل کی تلاش میں تھے۔

سکریٹری ڈینی پاسکل سے میری ملاقات ایک بار ہو چکی تھی۔ اور میں اُسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔ پتہ نہیں اس ملازم کے علاوہ اور کوئی بھی گھر میں تھا یا نہیں۔ ہم لوگ ایک ایک کمرہ جھانکتے پھر رہے تھے۔ اور پھر ایک کمرے کی کھڑکی سے ہمیں ڈینی پاسکل کی جھلک نظر آ گئی۔ غالباً یہ اُس ہی کا کمرہ تھا۔ میں نے ڈوئن کاربو کی طرف دیکھا اور پھر کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ ڈینی پاسکل کی آواز سنائی دی۔ "آ جاؤ۔ دروازہ کھلا ہوا ہے۔" غالباً وہ بٹلر ہی کو سمجھی تھی۔

میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ میرے پیچھے ہی پیچھے ڈوئن کاربو بھی تھی۔ ڈینی پاسکل ایک میز پر جھکی ہوئی کچھ کام کر رہی تھی۔ اُس نے گردن اٹھا کر ہمیں دیکھا اور دوسرے لمحے اُس کا منہ کھلا رہ گیا۔ وہ بہت زیادہ خوفزدہ نظر آنے لگی تھی۔ غالباً ایک نگاہ ہی میں اُس نے ہم دونوں کو پہچان لیا تھا۔ اُس کے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھے ہوئے تھے۔ چند لمحات کے بعد وفعتاً وہ جھکی۔ لیکن اُس نے میز کی نچلی دراز کھولنا چاہی۔ لیکن میں نے آگے بڑھ کر میز پر ایک زوردار ٹھوکر رسید کی۔ اور میز پوری قوت سے ڈینی پاسکل کے سینے سے ٹکرائی۔ اُس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی تھی۔ تب میں نے ڈینی پاسکل کا وہ بازو پکڑا جو میز کی نچلی دراز کی جانب جا رہا تھا۔ اور اُسے ایک جھٹکے سے میز سے آگے کھینچ لیا۔

"تت تم! تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ کک کیا بات ہے۔ کیا بدتمیزی ہے یہ؟ کیا مقصد ہے تمہارا؟" اُس نے کہا اور میرا الٹا ہاتھ اُس کے منہ پر پڑا۔ ڈینی پاسکل کا داہنا رخسار کٹ گیا تھا۔ اُس کے ہونٹ کے گوشے سے خون کی ایک لکیر بہہ نکلی تھی اور اُس کے بدن پر ہلکی سی کپکپی طاری ہو گئی تھی۔ "تم میں کہتی ہوں۔ تم لوگ آخر کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے پہچانتی ہو ڈینی پاسکل؟"

"ہاں! ام میں۔ میں جانتی ہوں تمہیں۔ لل لیکن۔ لیکن مارٹن الیسٹرو موجود نہیں ہیں۔"

"تم تو ہو ڈارلنگ! اور مجھے تم سے ہی کام ہے۔" میں نے زہریلے انداز میں اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ام میں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ میں کچھ نہیں بتا سکتی تمہیں۔ بھلا۔ بھلا میں کیا بتا سکتی ہوں؟" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بول رہی تھی۔

ڈوئن کاربو نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ہاں غزالی! یہ بیچاری کیا بتا سکتی ہے۔ میرا خیال ہے تم اس پر تشدد نہ کرو۔ اس سے جو کچھ پوچھنا ہے میں معلوم کروں گی۔ ویسے بھی یہ شکل و صورت سے شریف عورت نظر آتی ہے۔ جاؤ جاؤ تم باہر رکو۔ باہر کی نگرانی کرو۔ میں اس سے بہت کچھ معلومات حاصل کر لوں گی۔ پلیز غزالی باہر جاؤ۔" ڈوئن کاربو نے کہا اور میں گردن ہلاتا ہوا باہر نکل آیا۔

ڈوئن کاربو پر مجھے کافی اعتماد ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ باہر کے ماحول پر بھی نگاہ رکھنا واقعی ضروری تھا۔ اور شاید ڈوئن کاربو نے اسی مقصد کے لیے مجھ سے یہ بات کہی تھی۔ آہستہ آہستہ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اتفاقیہ طور پر ہی میری نگاہیں اُس طرف اٹھ گئیں۔ جہاں میں نے ملازم کو ڈالا تھا۔ ڈوئن کاربو نے اُس کے لباس سے اس کے ہاتھ پاؤں کسے تھے۔ لیکن ملازم اپنی جگہ موجود نہیں تھا۔ ناقابل یقین بات تھی۔ وہ بے ہوش بھی تھا اور اُس کے ہاتھ پاؤں کس کر منہ میں کپڑا ٹھونس دیا گیا تھا پھر وہ کہاں غائب ہو گیا؟ ضرور کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔

پستول میرے پاس موجود تھا۔ یہ وہی پستول تھا جو یہاں سے حاصل کیا گیا تھا اور بھرا ہوا تھا۔ دوسرا پستول البتہ خالی ہو گیا تھا اور اُس کے لیے ہمارے پاس فالتو راؤنڈ نہیں تھے۔ میں نے پستول ہاتھ میں لے لیا اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ملازم کا گم ہو جانا معمولی بات نہیں تھی۔ یا تو یہاں اور کوئی بھی موجود تھا جو ہماری نگرانی کر رہا تھا۔ یا وہ ملازم ہی کوئی اونچی چیز تھی اور اُس نے بے ہوش رہنے کا ڈھونگ رچایا تھا۔ بہرطور پریشانی کی بات تھی۔ اور کسی بھی وقت کوئی بھی خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔

اب اگر میں یہاں کے مختلف حصوں میں بھٹک کر ان لوگوں کو تلاش کروں تو ممکن ہے وہ ڈینی پاسکل کے کمرے تک پہنچ جائیں۔ اس طرح ڈوئن کاربو خطرے میں پڑ جائے گی۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ ڈوئن کاربو کے قریب ہی رہا جائے۔ اور یہاں رک کر نگرانی کی جائے۔ اس کے بعد جو صورتحال بھی پیش آئے۔

میں واپس اس جگہ آ گیا۔ جہاں اندر ڈوئن کاربو اپنی کارروائی میں مصروف تھی۔ پتہ نہیں وہ ڈینی پاسکل کو کس طرح رام کر رہی تھی۔ پانچ منٹ، دس منٹ، پندرہ منٹ اور پھر بیس منٹ گذر گئے۔ بیس منٹ کے بعد ڈوئن کاربو باہر نکل آئی۔ اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور ایک کاغذ میری جانب بڑھا دیا۔ "اس کی بتائی ہوئی تمام تفصیلات میں نے اس کاغذ پر نوٹ کر لی ہیں۔" ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں ایک تحریر لکھی ہوئی تھی۔ میں نے سرسری سی نگاہ اس پر ڈالی۔ اور ڈوئن کاربو سے کہا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ اس نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے؟"

"ہاں! وہ میرے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتی تھی۔" ڈوئن کاربو معنی خیز لہجے میں بولی اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"اوہ واقعی! میں یہ بات بھول ہی گیا تھا کہ وہ تمہارے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتی۔ لیکن ڈوئن اب اس کے لیے کیا پروگرام ہے؟ میرا مطلب ہے کیا وہ اس بات کی اطلاع مارٹن الیسٹر کو نہیں دے دے گی؟"

"ایک منٹ کے لیے اندر آؤ۔" ڈوئن کاربو نے کہا اور میں اس کے ساتھ واپس کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ ڈینی پاسکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ ڈوئن کاربو نے پھر مجھے اشارہ کیا اور غسل خانے کی جانب بڑھ گئی۔ میں متعجبانہ انداز میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس نے غسل خانے کا دروازہ کھولا۔ وسیع و عریض باتھ روم کے ٹب میں پانی بھرا ہوا تھا۔ لیکن اس پانی کا رنگ تیزی سے سرخی مائل ہوتا جا رہا تھا۔ اور اسی ٹب میں ڈینی پاسکل کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ لیکن اس کا چہرہ انتہائی ہیبت ناک ہو گیا تھا۔ دونوں نتھنے چر گئے تھے۔ نچلا ہونٹ باچھوں کی جگہ سے پھٹ کر بالکل نیچے آ لٹکا تھا۔ بال جگہ جگہ سے اکھڑے ہوئے تھے۔ آنکھیں دہشتناک انداز میں کھلی ہوئی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے میرا بدن کانپ گیا۔ ڈوئن کاربو نے یہ سب کچھ کیا تھا۔ ڈوئن کاربو نے یہ سب کچھ کیا تھا۔ ڈوئن کاربو نے جو بظاہر ایک معصوم سی لڑکی تھی۔ لیکن اپنے عہد کو توڑنے کے بعد وہ کسی زخمی بھیڑیے سے زیادہ خونخوار ہو گئی تھی۔

اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔ اور پھر میرے بازو کو تھپتھپاتے ہوئے بولی۔ "آؤ غزالی! ممکن ہے میری اس بات کو تم نے ناپسند کیا ہو۔ لیکن ان لوگوں کو بھی ذہن میں رکھو جو بے گناہ تھے۔ اور صرف ہماری تلاش میں ان کے جسموں کو ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم لوگ دروازے سے باہر نکل آئے اور پھر صدر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے دفعتاً ڈوئن کاربو کی نگاہ بھی اسی سمت اٹھ گئی۔ جہاں اس نے ملازم کو بندھا ہوا چھوڑا تھا۔ اور پھر وہ بھی چونک پڑی۔

"ہاں ڈوئن کاربو! وہ یہاں نہیں ہے۔ اس وقت بھی نہیں تھا جب میں باہر نکلا تھا۔"

ڈوئن کاربو کچھ کہنے بھی نہیں پائی تھی کہ دفعتاً صدر دروازے کے پاس ہی کسی کار کے بریکوں کی چرچراہٹ سنائی دی۔ بریک پوری قوت سے لگائے گئے تھے۔ اور اس کے بعد بہت سے قدموں کی آوازیں ابھریں۔

"پہنچ گئے وہ لوگ۔" ڈوئن کاربو نے پرسکون لہجے میں کہا۔ اور ہم تیزی سے واپس اندر کی جانب مڑ گئے۔ وہ لوگ اس عمارت کو اب گھیرے میں لے رہے تھے۔ جس کا اندازہ ہمیں بخوبی ہو رہا تھا۔

"غالباً وہ ملازم ہوش میں تھا اور کسی طرح اس نے اپنی بندشیں کھول ڈالی تھیں۔ خیر کوئی بات نہیں ہے۔ ان کی تعداد کا پتہ نہیں کتنے ہیں؟ ویسے وہ مسلح ہوں گے۔ لیکن غزالی! تم پستول استعمال مت کرنا۔ بلکہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے ہم خاموشی سے انہیں ماریں گے۔ میرا خیال ہے ہمیں ایک جگہ نہیں رہنا چاہیے لیکن فاصلہ اتنا ہو کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکیں۔"

میں اندرونی حصے کی جانب چل پڑا۔ راہداری کے ایک ستون کی آڑ میں، میں نے اپنے لیے جگہ بنائی۔ اس سے تقریباً پندرہ گز کے فاصلے پر ایک دوسرے ستون کی آڑ میں ڈوئن کاربو کھڑی ہو گئی تھی۔ میں نے اپنی کلائی سے کٹالی کا وہ حلقہ نکال لیا جو آزاد رہتا تھا اور جو زیادہ وزنی تھا۔ نیلے رنگ کا تار لٹک گیا تھا۔ یہ کافی سخت تار تھا اور صرف زور سے جھٹکنے پر ہی کھلتا تھا۔ ڈوئن کاربو بھی شاید تیار ہی کھڑی تھی۔

زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ ہم نے ایک شخص کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ پستول اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے بڑے چوکنے انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ غالباً وہ لوگ عمارت کے مختلف گوشوں میں پھیل گئے تھے۔ اور ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ ابھی میں کچھ سوچنے بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً زناٹے کی

ایک آواز ابھری اور میں نے ڈوئن کاربو کے ستون کے عقب سے کٹالی کا حلقہ بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا اور دوسرے لمحے ایک دلخراش چیخ فضا میں گونج اٹھی۔ پستول بردار شخص کا داہنا ہاتھ جس میں وہ پستول پکڑے ہوئے تھا۔ اس کے بدن سے جدا ہو کر دور جا پڑا تھا۔ یہ ہاتھ ہڈی سمیت اس صفائی سے کٹ گیا تھا کہ آنکھوں کو یقین نہ آئے۔ تھوڑے فاصلے پر ہاتھ الگ تڑپ رہا تھا۔ اور وہ شخص ہولناک چیخیں مارتا ہوا پلٹ کر واپس دوڑ گیا تھا۔

میں ایک بار پھر کانپ کر رہ گیا۔ کٹالی کا استعمال میں نے بھی سیکھا تھا لیکن اتنی زبردست مہارت مجھے حاصل نہیں تھی۔ جتنی مہارت کا مظاہرہ ڈوئن کاربو نے کیا تھا۔ اس نے حلقہ نشانے پر پھینکا تھا۔ حلقے نے اپنا کام کیا تھا اور ہاتھ کو صابن کی طرح کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اور پھر وہ حلقہ واپس ڈوئن کاربو کے ہاتھ میں پہنچ گیا تھا۔ ڈوئن کاربو کی طرف سے جنبش بھی نہیں ہوئی۔ میں بھی اپنی جگہ ساکت کھڑا رہا۔ لیکن میرا ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ ڈوئن کاربو اتنی خونخوار اور خوفناک ہو گی۔ اس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن حقیقت یہی تھی۔ ان لوگوں کے بارے میں اتنا عرصہ گذرنے کے باوجود بھی مجھے مکمل معلومات حاصل نہیں ہو سکی تھیں۔ دوڑنے والا شاید باہر جا کر گر پڑا تھا۔ کیونکہ اس کے فوراً ہی بعد فائرنگ شروع ہو گئی۔ اور چار افراد گولیاں برساتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ کٹالی کے حلقے کی سنسناہٹ ایک بار پھر سنائی دی۔ اور میں نے اس میں سے ایک شخص کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ لوگ ہر طرف گولیاں برسا رہے تھے بہت سی گولیاں ان ستونوں پر بھی لگی تھیں۔ جن کی آڑ میں ہم لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے درحقیقت ابھی تک موقع نہیں مل سکا تھا کہ میں اُن پر وار کروں۔ لیکن صورت حال بڑی عجیب ہو گئی تھی۔ کٹالی کے استعمال کا موقع ذرا مشکل ہی تھا۔ اور اب چونکہ وہ لوگ بھی گولیاں چلا رہے تھے اس لیے مجھے گولیاں چلانے میں کیا عار ہو سکتا تھا۔ پھر میں نے پستول سیدھا کیا اور دوسرے لمحے ان میں سے ایک آدمی کو نشانہ بنا لیا۔ ان لوگوں نے دوڑ کر پوزیشن لینے کی کوشش کی۔ لیکن اسی اثنا میں دوسرے آدمی کو بھی نشانہ بنا چکا تھا۔

دوسری طرف ڈوئن کاربو ستون کے پیچھے ہی سے کارروائی کر رہی تھی۔ کٹالی کے حلقے نے ایک اور شخص کو شانے سے لے کر کمر تک کاٹ ڈالا تھا۔ باقی دو افراد بری طرح چیختے ہوئے باہر دوڑ گئے تھے۔ لیکن پھر وہ باہر رک کر دروازے کی سمت گولیاں برسانے لگے۔ تب ڈوئن کاربو نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اور آہستہ آہستہ دروازے کی جانب بڑھنے لگی۔ اس نے دروازے کی آڑ میں کھڑے ہو کر باہر کی سن گن لینا شروع کر دی۔ میں خاموشی سے اس کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ پھر دفعتاً ڈوئن کاربو نے دروازے پر ٹھوکر ماری۔ اور ایک وحشیانہ انداز کے ساتھ باہر نکل گئی۔ اس کے بعد میں جب تک باہر پہنچتا۔ وہ ان دونوں کا بھی صفایا کر چکی تھی۔ جو کسی آڑ کے بغیر کھڑے گولیاں برسا رہے تھے۔ مجھے تو زیادہ کارروائی کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ ڈوئن کاربو نے غالباً ان سب ہی لوگوں کو مار لیا تھا۔ میں بھی باہر نکل آیا۔ اور اس کے بعد ہم اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ اس بات کے امکانات تھے کہ کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ ہوں۔ لیکن ابھی تک کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ تاہم ہم لوگ بہت احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے اور پھر ہم عمارت کے صدر دروازے سے باہر نکل آئے۔

صدر دروازے کے عین سامنے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ یہ وہی کار تھی جس سے وہ لوگ آئے تھے۔ کار کی اگنیشن میں چابی لگی ہوئی تھی۔ غالباً ڈرائیونگ کرنے والا بھی بدحواسی کے عالم میں چابی اگنیشن میں لگی چھوڑ کر اندر دوڑ آیا تھا اور بالآخر ہمارا شکار ہو گیا تھا۔ میں نے ڈوئن کاربو کی طرف دیکھا۔ اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا اور پھر دوسری طرف کا بھی دروازہ کھول دیا تاکہ میں اندر آ جاؤں۔ میں اندر بیٹھا تو ڈوئن کاربو کار اسٹارٹ کر چکی تھی۔ میں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ ڈوئن نے کار برق رفتاری سے آگے بڑھا دی تھی اور پھر ہم دونوں نے راستے بھر کوئی گفتگو نہیں کی۔ ڈوئن نے ایک بھری پری سڑک پر کار چھوڑ دی۔ اسٹیئرنگ اور کار کے ہینڈل پر سے ہاتھوں کے نشانات صاف کیے۔ میری طرف کے بھی نشانات صاف کر دیے گئے تھے۔ ۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ یہ دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کار سے اتر کر اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "ڈوئن کون کہتا ہے کہ تمہارا تعلق اس دنیا سے نہیں ہے۔ تم نے تو تقریباً یہاں کے تمام ضروری معاملات ذہن نشین کر لیے ہیں۔ یہ بڑی ذہانت کی بات ہے۔"

"بہت سے ذہین لوگ ہماری تلاش میں اب اور شدت پیدا کر دیں گے، مسٹر غزالی، چنانچہ پہلے ان کی ذہانت سے بچ نکلنے کے لیے کوئی مناسب فیصلہ کرو۔ رالر کی جانب جانا قطعی مناسب نہیں ہے۔ صورتحال اس وقت ہمارے لیے بہت سنگین ہے۔ اس کے بعد فیصلہ کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

ڈوئن نے ریستوران کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں لیکن جس جگہ ہم لوگ موجود تھے وہاں آس پاس کوئی ریستوران نظر نہیں آ رہا تھا۔ چنانچہ ہمیں وہاں سے کافی آگے بڑھنا پڑا اور پھر تھوڑی دور پہنچ کر ہمیں ایک ریستوران مل گیا۔ یہ پرسکون جگہ تھی سو ڈوئن ایک کرسی پر بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

پھر اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور آہستہ سے بولی "تمہیں میری کسی کارروائی پر اعتراض تو نہیں ہے غزالی؟"

"نہیں ڈوئن قطعی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

اس نے ایک کاغذ میرے سامنے کر دیا اور بولی "جس میز پر ڈینی پاسکل بیٹھی ہوئی کچھ کاغذات دیکھ رہی تھی وہیں سے میں نے یہ کاغذ لیا ہے۔ اور اس پر ڈینی کی بتائی ہوئی معلومات درج کر لی ہیں۔ میرا خیال ہے غزالی ہمیں اس سلسلے میں دیر نہیں کرنی چاہیے فی الحال ہم یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں کہ یہاں سے نکل کر ہم کس جگہ قیام کریں گے۔ ہر جگہ مخدوش ہو گئی ہے۔"

"کیا ہے یہ؟" میں نے کاغذ کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"وہ معلومات جو ہمیں ڈینی پاسکل سے حاصل ہوئی ہیں۔"

"کیا تمہیں یقین ہے ڈوئن کہ جو کچھ ڈینی پاسکل نے تمہیں بتایا ہے وہ درست ہے؟"

"ہاں۔ اور اس یقین کی وجہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔" ڈوئن نے پُراعتماد لہجے میں کہا اور پھر بولی۔ "ہمیں دو پتے حاصل ہوئے ہیں غزالی، اس کے علاوہ ڈینی پاسکل نے بتایا ہے کہ مارٹن الیسٹرو اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔ وہ کہاں ہے اس کے بارے میں ڈینی پاسکل کچھ نہیں جانتی تھی البتہ اس نے بتایا ہے کہ آج سے تیسرے دن وہ ایک میٹنگ میں شرکت کے لیے وائن برگ آئے گا اور اس میٹنگ کا تعلق خالصتاً اسی سے ہے۔ وائن برگ ایک چھوٹا سا علاقہ ہے جو لندن ہی کے نواح میں ہے۔ اس کی سرخ عمارت جو پرانی کورٹ کہلاتی ہے اس میٹنگ کے لیے منتخب کی گئی ہے۔ میں نے اس کے بارے میں ڈینی پاسکل سے مکمل معلومات حاصل کر لی ہیں۔ چند لوگ اور بھی وہاں موجود ہوں گے۔ گویا اگر ہم مارٹن الیسٹرو تک رسائی حاصل کرنا چاہیں تو وہ ہمیں آج سے تیسرے دن دستیاب ہو سکتا ہے اس کے علاوہ غزالی، میں نے جو سب سے اہم بات معلوم کی ہے وہ یہ ہے کہ مارٹن الیسٹرو کے تقریباً تمام معاملات کا نگران ایک اور شخص ہے اور اس شخص کا نام بل ٹیرو ہے۔

"بل ٹیرو لندن کی نواحی آبادیوں میں سے ایک قصبے "دوگ" میں آباد ہے۔ "دوگ" درحقیقت مارٹن الیسٹرو ہی کی ملکیت ہے۔ تقریباً تیرہ ہزار افراد کی آبادی ہے۔ خوبصورت قصبہ ہے اور اس کے اطراف بھی مارٹن الیسٹرو ہی کی ملکیت ہیں۔ ان اطراف میں اس نے چھوٹی چھوٹی صنعتیں لگائی ہوئی ہیں اور دوگ کی تقریباً تمام آبادی انہی صنعتوں سے متعلق ہے۔ سو وہ تمام لوگ انہی کارخانوں میں کام کرتے ہیں۔ جو مارٹن الیسٹرو کی ملکیت ہیں اور ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ دوگ پر مارٹن الیسٹرو کی حکمرانی ہے۔ دوگ میں قائم شدہ پولیس اسٹیشن کا عملہ مارٹن الیسٹرو کے احکامات پر عمل کرتا ہے اور یہ شخص جس کا نام بل ٹیرو ہے نسلاً آئرش ہے اور مارٹن الیسٹرو کے تمام مفادات کا نگران، مجھے شبہ ہے غزالی کہ لیبوس اسی کے قبضے میں ہے۔ اور اس نے کوئی ایسی کارروائی کی ہوئی ہے کہ ہماری ذہنی پہنچ لیبوس تک نہیں ہو سکتی۔ ڈینی پاسکل کو خود بھی اس سے زیادہ معلومات نہیں حاصل تھیں جو کچھ اس نے بتایا ہے اس میں البتہ اس نے غلط بیانی سے کوئی کام نہیں لیا مجھے یقین ہے۔"

ڈوئن کاربو کی معلومات بہت دلچسپ تھیں۔ دونوں ہی باتیں اہم تھیں اور اب اس سلسلے میں کوئی متفقہ فیصلہ کرنا تھا۔ میں نے سامنے رکھے ہوئے مشروب کے چند گھونٹ لیے اور پھر ہونٹ خشک کر کے ڈوئن کاربو کی طرف دیکھنے لگا۔ "تو پھر ڈوئن اس سلسلے میں کیا فیصلہ کیا ہے تم نے؟ میں تمہاری رائے کا منتظر ہوں۔"

"غزالی۔ حالات جس قدر خراب ہو چکے ہیں اور ہم اپنی کارروائیوں میں جتنے آگے بڑھ چکے ہیں اُن سے مجھے یہ بھی خطرہ ہے کہ کہیں پولیس ہماری راہ پر نہ لگ جائے۔ مارٹن الیسٹرو احمق ہے۔ اگر ڈرائر کے سلسلے میں وہ چاہتا تو پولیس کو ہمارے پیچھے لگا سکتا تھا۔ اور اُس وقت ہمارے پاس نکلنے کے مواقع بہت کم ہوتے۔ لیکن یہ بات اس کے ذہن میں نہیں آئی۔ تاہم ان حالات میں پولیس خود بھی ہماری طرف متوجہ ہو سکتی ہے اور شاید لندن پولیس کے بارے میں تمہاری معلومات کچھ کم ہوں، لیکن میں بہت عرصے سے یہاں موجود ہوں۔"

"کہنا کیا چاہتی ہو ڈوئن؟"

"صرف یہ غزالی کہ ہمیں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں اُن کے تحت کام کریں۔ میں تمہیں اپنی ذہن کی بات صاف گوئی سے بتا دیتی ہوں، میری خواہش ہے کہ میں وائن برگ نکل جاؤں میرے لیے مشکل نہیں ہو گا کہ وہاں اپنی جگہ بنا لوں اور آج سے ٹھیک تیسرے دن جب مارٹن الیسٹرو، وائن برگ میں اس میٹنگ میں شرکت کے لیے پہنچے تو میں اُسے اپنی نگاہ میں لے لوں اور پھر جس طرح بھی ممکن ہو میں اُس سے لیبوس کے بارے میں معلومات حاصل کر دوں۔ اب صورتحال کافی

مختلف ہو گئی ہے غزالی۔ میرا خیال ہے میں زیادہ اعتماد سے اس سلسلے میں کام کر سکتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے، لیکن کیا تم تنہا وائن برگ جاؤ گی اور کیا میں اس بات پر اطمینان کر سکتا ہوں کہ وہاں تم اپنے تحفظ کا معقول بندوبست کر لو گی؟"

"تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیے غزالی، اور پھر ہم لوگ آزاد ہیں۔ وائن برگ اور دوگ کے درمیان اتنا فاصلہ نہیں ہے کہ وہ ہماری ذہنی پہنچ سے باہر ہو، میں تمہیں دن میں ایک بار اپنی خیریت کی اطلاع دیتی رہوں گی۔ ہم دونوں میں سے کوئی بھی اگر کسی الجھن میں پھنسا تو ہم میں سے آزاد شخص دوسرے کی مدد کے لیے پہنچ جائے گا اور پھر اگر میں مارٹن الیسٹرو پر اپنا تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی تو تم اس بات پر یقین رکھو غزالی کہ میں اس کا ذہن کھلوا لوں گی۔ اب تک دراصل ہم نے جس انداز میں کام کیا اس میں ہمیں یہ موقع ہی نہیں مل سکا کہ ہم اپنی صلاحیتوں سے کام لے سکیں۔"

ڈوئن کاربو کے منصوبے پر میں دیر تک غور کرتا رہا۔ مجھے اس کی بات سے اختلاف نہیں تھا۔ میں دوگ جا کر بل ٹیرو سے ملاقات کر سکتا تھا اور اس سے لیبوس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش بھی کی جا سکتی تھی۔ لیکن ڈوئن کاربو کو تنہا مارٹن الیسٹرو کے مقابلے پر چھوڑنا مجھے خطرناک محسوس ہو رہا تھا۔ باقی اور ذرائع ایسے نہیں تھے جن کا سہارا لیا جا سکتا۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ ڈوئن کاربو تو ایک اتفاقیہ دریافت ہے۔ اگر وہ مجھے نہ ملتی تو تنہا ہر ہے بالکل تنہا رہ کر مجھے اس سلسلے میں کارروائی کرنا پڑتی۔ ڈوئن کاربو بہرطور ابھی تک اپنے آپ کو قابلِ اعتماد ثابت کر چکی تھی۔ کرٹی کلاؤ پر ہاتھ ڈالنے کے بعد اُس نے جس کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا وہ انتہائی حیرت انگیز تھی۔

تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے ڈوئن اگر تم سمجھتی ہو کہ ہم دونوں اس طرح الگ الگ رہ کر آسانی سے کام کر سکتے ہیں۔ تو بھلا میرے لیے اعتراض کی کیا گنجائش ہے۔"

"میری طرف سے تم بالکل مطمئن رہو غزالی، میں پوری کوشش کر کے اپنے اس مقصد کو حاصل کروں گی خواہ اس کے لیے مجھے کچھ ہی کرنا پڑے۔ ہاں اگر فکر ہو گی تو صرف تمہاری طرف سے چونکہ تم دشمنوں کے ایک وسیع علاقے میں جا رہے ہو اور وہاں تمہیں بے شمار افراد سے نمٹنا ہو گا۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، میں نے آہستہ سے کہا۔ "شکریہ ڈوئن، لیکن بہرطور کام کرنا ہے اور جو معلومات ہمیں حاصل ہوئی ہیں انھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔"

"اس کے علاوہ یہ بھی درست ہے کہ فی الحال ہم لندن شہر سے نکل جائیں تو یہ ہمارے حق میں سود مند ہو گا۔"

دیر تک ہم اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے اور بالآخر یہ بات طے پا گئی کہ ڈوئن کاربو، وائن برگ چلی جائے اور میں دوگ۔

ڈوئن کاربو نے کہا۔ "میں تو وائن برگ کے بارے میں معلومات حاصل کر لوں گی۔ لیکن دوگ کے بارے میں مجھے بھی زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں، میں نہیں جانتی کہ یہ لندن سے کتنے فاصلے پر ہے اور یہاں تک پہنچنے کے آسان ذرائع کیا ہو سکتے ہیں۔"

"یہ کام میں کروں گا ڈوئن، تم اس سلسلے میں بالکل مطمئن رہو۔"

"تو پھر ٹھیک ہے ہمیں یہیں سے رخصت ہو جانا چاہیے اور جیسا کہ میں تم سے کہہ چکی ہوں، تم کہیں بھی ہو، رات کے ٹھیک آٹھ بجے مجھ سے ذہنی طور پر رابطہ قائم کرنے کے لیے تیار رہنا میں تم سے ضرور گفتگو کروں گی۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہم ریستوران سے اُٹھ گئے۔ اور باہر نکلنے کے بعد ہم نے دو مختلف راستے اختیار کر لیے میں دور تک پیدل چلتا رہا۔ میں اس وقت ہر خطرے سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ کچھ وقت پہلے ہم نے جو کچھ کہا تھا میں نے اسے اپنے ذہن سے نکال دیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ دوگ کے بارے میں کس طرح معلومات حاصل کی جائیں۔ اس سفر کے لیے مجھے خاصی تیاریاں کرنی تھیں۔ بل ٹیرو کے بارے میں بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئی تھیں لیکن یہ معلومات دوگ پہنچنے کے بعد ہی حاصل کی جا سکتی تھیں۔ فی الحال دوگ پہنچنے کا مسئلہ تھا اور میرے ذہن میں اس سلسلے میں ایک ہی ترکیب آئی جو سب سے زیادہ عام اور سب سے زیادہ آسان ہو سکتی تھی۔ میں نے سب سے پہلے بازار سے ایسی اشیاء کی خریداری کی جن کی موجودگی میں، میں خود کو ایک سیاح ظاہر کر سکوں سفری تھیلا پرانے انداز کے جوتے اور اسی قسم کا لباس جو مجھے ایک سیاح ثابت کرنے میں معاون ہو۔ میک اپ وغیرہ کا تصور میں نے اس خیال سے چھوڑ دیا تھا کہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی اور یہ سب کچھ حماقت محسوس ہوتا تھا۔

اس کارروائی سے فارغ ہونے کے بعد میں نے لندن کے ایسے مقامات کا رخ کیا جہاں سے گزرتے ہوئے

وہ مسکرانے لگی۔ "لندن کب آئے تھے۔"؟

"کافی دن ہو گئے اور اب یہاں سے باہر نکلنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"کہاں جاؤ گے۔؟"

"یوں تو بہت سی جگہیں ہیں لیکن میں نے ایک قصبے ووگ کے بارے میں سنا ہے۔ اس طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"ووگ تو جانے کی جگہ نہیں ہے، پاگلوں کی بستی ہے دیوانوں کا شہر، وہاں جانے والے عموماً لٹ جاتے ہیں۔ یا پھر اگر ان کے پاس لٹنے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تو ٹوٹ پھوٹ کر واپس آ جاتے ہیں اور اگر ذرا جی داری دکھائی تو پھر واپس ہی نہیں آتے۔"

"بہت خوب، تمہیں ووگ کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہیں۔"

"ہاں، میں وہاں تقریباً تین سال رہ چکی ہوں، اپنی ماں کے انتقال کے بعد ووگ سے چلی آئی تھی۔"

"بہت خوب، میری خواہش ہے کہ میں اس قصبے کو دیکھوں۔"

"اس کے لیے تمہیں خاصا طویل سفر کرنا پڑے گا۔"

"کیا تم میری راہ نمائی کر سکتی ہو۔" میں نے اس سے سوال کیا۔

"راہ نمائی کی کیا ضرورت ہے، تمہیں لندن اور اطراف کے نقشے ہر جگہ دستیاب ہو جائیں گے، کہیں سے ووگ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔ لیک ڈسٹرکٹ کے راستے پہ ہے۔ بس یوں سمجھو کر جھیلوں کے ضلع کی آخری منزل سے ووگ کا راستہ شروع ہوتا ہے۔ تمہیں مانچسٹر تک جانا ہوگا۔ وہاں سے راشڈیل روڈ پر جہاں مختلف سواریاں مل جاتی ہیں اور اگر زیادہ رقم خرچ کرنے کا ارادہ نہ ہو تو پھر بذریعہ لفٹ جھیلوں کے ضلعوں تک سفر کرو۔ یہ طریقہ کسی تنہا آدمی کے لیے سب سے زیادہ آسان ہے۔"

میں نے شکر گزار نگاہوں سے لڑکی کی طرف دیکھا۔ واقعی اس نے بڑی مشکل حل کر دی تھی اور اس کا اس وقت کا بل ادا کرتے ہوئے مجھے ذرا بھی کوفت نہیں ہوئی جب میں وہاں سے اٹھا تو اس نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔ "بس اتنی سی دیر، ابھی تو آنکھوں کی پیاس بھی نہیں بجھی۔"

"میری آنکھوں کی پیاس پوری طرح بجھ گئی ہے۔ اس لیے اب خدا حافظ۔" میں نے اپنا تھیلا کاندھے پر ڈالا اور وہاں سے چل پڑا۔

مانچسٹر تک کا سفر کرنے کے لیے ٹیکسی کا سہارا لیا تھا

میں نے ان ہپی آوارہ گردوں کو دیکھا تھا جو دنیا مافیہا سے بے خبر نشہ آور اشیاء کی ترنگ میں مست مختلف علاقوں میں پڑے رہا کرتے تھے میں لیسٹر اسکوائر پہنچ گیا جس کے فٹ پاتھ پر ایک ہجوم جمع تھا اور چوک کے چاروں طرف بنے ہوئے لاتعداد قہوہ خانے اور شراب خانے ان ہپیوں سے بھرے ہوئے تھے میں انہی میں سے ایک قہوہ خانے کی طرف چل پڑا۔ شراب خانے میں داخلے کی ہمت نہیں تھی کیونکہ وہاں بیٹھ کر صورتحال خطرناک ہو سکتی تھی، قہوہ خانے میں کہیں بھی جگہ نہیں تھی لیکن دروازے سے چند ہی قدم چلا تھا کہ کسی نے میری آستین پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ پلٹ کر دیکھا تو عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا۔

وہ لڑکی یورپین نہیں معلوم ہوتی تھی۔ کالے بال پستہ قد لیکن پرکشش، اس کے کھلے ہوئے لمبے بال کمر سے نیچے تک بکھرے ہوئے تھے اور بڑی بڑی آنکھوں میں ایک عجیب سی کشش تھی لباس یورپی طرز کا ہی تھا۔ بڑے کالروں والا جھولدار بلاؤز اور شوخ رنگ کا منی اسکرٹ۔

"ہیلو! تمہیں یہاں جگہ نہیں ملے گی، آؤ اس سے پہلے کہ دوسرا اس کرسی پر قبضہ کر لے تم بیٹھ جاؤ۔"

میں نے پھرتی سے کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔ اس وقت حماقت سے کام نہیں چل سکتا تھا۔

وہ مسکرا دی۔ "سیاح؟" اس نے سوالیہ انداز میں مجھ سے پوچھا۔

"ہاں، اور تم۔؟"

"عورت ہوں۔" اس نے عجیب سا جواب دیا۔

میں چونکی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"میں نے چند چیزیں کھائی ہیں، قہوہ پیا ہے تمہیں صرف اس کا بل ادا کرنا ہوگا اور اس کے بعد جو دل چاہے۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے بوکھلا کر اس کی شکل دیکھی اور پھر آہستہ سے بولا۔ "ٹھیک ہے میں تمہارا ہر قسم کا بل ادا کروں گا"

"کچھ گھبرائے گھبرائے سے لگتے ہو۔ سگریٹ پیو گے۔" اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ ہونٹوں سے لگائی۔

"نہیں شکریہ، میں سگریٹ نہیں پیتا۔"

"اور شراب بھی نہیں پیتے"!

"ہاں۔"

"تعلق کہاں سے ہے۔؟"

"میں دنیا گرد ہوں، ہر جگہ سے تعلق ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اور پھر وہاں سے بس پر سوار ہو کر راشڈیل روڈ پر آ گیا جو لنکاسٹر کو جاتی تھی۔ لنکاسٹر سے پرے لیک ڈسٹرکٹ تھا جس کے بارے میں انگریزوں کو بڑا فخر تھا اور وہ کہتے تھے کہ لیک ڈسٹرکٹ، سوئٹزر لینڈ سے کسی طرح کم نہیں ہے، راشڈیل روڈ پر اترنے کے بعد میں نے اس طریقۂ کار کو آزمانے کا فیصلہ کیا جس کے تحت لندن میں عموماً سفر ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ کافی دیر تک میں سڑک پر کھڑا گذرتی ہوئی گاڑیوں کو انگوٹھے دکھاتا رہا، لیکن کسی نے میرے انگوٹھے پر توجہ نہیں دی تھی، جب تھک گیا تو تھیلا کندھے سے اتار کر سڑک کے کنارے گھاس پر رکھا اور اس سے کمر ٹکا کر بیٹھ گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد سبزی لے جانے والا ایک ٹرک قریب پہنچا اور اس کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک ادھیڑ عمر بوڑھے نے منہ سے پائپ نکال کر غور سے میری طرف دیکھا۔ میں پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔ اس شخص کی آنکھوں میں مجھے کچھ توجہ کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"سونے کے لیے یہ جگہ کافی اچھی ہے لیکن اگر مزید کچھ وقت گذر گیا تو پھر یہاں سے کہیں جانے کے لیے تمہیں کوئی گاڑی نہیں ملے گی۔ میں لنکاسٹر تک جا رہا ہوں اگر چاہو تو میرے ساتھ آ بیٹھو۔" میں نے بوڑھے کی پوری بات بھی نہیں سنی تھی پھرتی سے تھیلا اٹھایا اور بوڑھے کا شکریہ ادا کر کے ٹرک میں بیٹھ گیا۔

بوڑھے نے پائپ دانتوں میں دبائے دبائے ٹرک رفتار سے آگے بڑھا دیا۔ خاصا زوردار جھٹکا لگا تھا۔ لیکن بوڑھا جوانوں کے انداز میں ڈرائیونگ کرنے کا عادی تھا۔ دلچسپ شخصیت تھی، راستے میں وہ مجھے اپنے بارے میں بتاتا رہا ٹرک کے انجن کی آواز کافی تیز تھی اور پھر ہوا بھی ایک طرف کی کھڑکی سے گھس کر دوسری کھڑکی سے باہر نکل رہی تھی اور بوڑھے کے زیادہ تر الفاظ دوسری کھڑکی سے باہر نکل جاتے تھے لیکن میرے لیے ہاں اور ہوں میں جواب دینا ضروری تھا تاکہ اس کی دلچسپی برقرار رہے اس نے کیا کہا، میں نے کیا سنا اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم البتہ ٹرک کی رفتار کسی طور کم نہیں ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ ہم لنکاسٹر پہنچ گئے۔ اور اس نے ایک قدرے سنسان سی جگہ ٹرک روک دیا۔ "بس یہاں اتر جاؤ، میں اس طرف سے مڑ کر سمندر کے ایک ساحلی قصبے کی طرف چلا جاؤں گا۔"

شام ہو چکی تھی، میں نے سوچا کہ اب شاید لنکاسٹر تک کا سفر پیدل ہی طے کرنا پڑے گا، گو شہر زیادہ دور نہیں تھا لیکن کچھ تھکن سی سوار ہو گئی تھی چنانچہ رات گذارنے کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کر لینا ضروری تھا۔ میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ تاحد نظر ہرے بھرے کھیت چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ میں سڑک سے نیچے اتر کر پہلو میں جاتی ہوئی ایک پگڈنڈی پر چل پڑا جو تھوڑی دور جا کر لکڑی کے ایک پھاٹک کے پاس ختم ہو گئی تھی۔ پھاٹک کی دوسری جانب ایک وسیع میدان نظر آ رہا تھا۔ تالاب کے کنارے بطخوں کا ایک غول کیڑے مکوڑے چگنے میں مصروف تھا۔ میں چند لمحات سوچتا رہا پھر میں نے اپنا سامان پھاٹک کے اوپر سے پھینکا اور لکڑی کے ایک تختے پر پیر جما کر دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ تالاب کے کنارے ایک ہموار جگہ پر میں نے اپنا سامان رکھا اور وہیں زمین پر لیٹ گیا۔

ابھی مجھے کمر سیدھی کرنا بھی نصیب نہ ہوئی تھی کہ دفعتاً میرے کانوں میں کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو تالاب سے کافی دور کچی پگڈنڈی پر کوئی شخص کتے کے ساتھ اس طرف آتا ہوا نظر آیا۔ نگاہیں کچھ اور جمائیں تو آنے والے کے بارے میں احساس ہوا کہ وہ کوئی لڑکی ہے سفید بلاؤز اور ٹخنوں تک نیچے اسکرٹ میں سنہری بالوں والی یہ لڑکی اس وقت کچھ عجیب سی محسوس ہو رہی تھی۔ شفق کے پس منظر میں اس کا پیکر کسی مصور کی تخلیق کردہ تصویر معلوم ہوتا تھا، میں اسے قریب آتا ہوا دیکھتا رہا اور چند ہی لمحوں کے بعد وہ اپنے ایک چھوٹے سے سفید کتے کے ساتھ تالاب کے کنارے پہنچ گئی، خوبصورت اور صحت مند لڑکی تھی چہرے کی شگفتگی اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ وہ شہر کے ہنگاموں سے دور کھلی فضا میں زندگی بسر کرنے کی عادی ہے۔ اس کا چہرہ میک اپ کی غیر موجودگی میں بھی دلکش نظر آ رہا تھا۔ چند لمحوں تک وہ کتے کی زنجیر پکڑے تالاب کے دوسرے کنارے کھڑی مجھے گھورتی رہی شاید میرے بارے میں کوئی اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

لڑکی تالاب کا فاصلہ طے کر کے میرے قریب پہنچ گئی اور اس نے مجھ پر اور میرے سامان پر نظر ڈالی اور کھردرے سے لہجے میں بولی۔ "یہ تالاب اور اس کے گرد و نواح کا سارا علاقہ ہماری ملکیت ہے اور تم بغیر اجازت اندر گھس آئے ہو۔ یہ پھاٹک پھلانگ کر اندر داخل ہونے کا مطلب ہے کہ تم نے قانون شکنی کی ہے۔ کیا تمہیں اس بات کا اندازہ ہے کہ اس قانون شکنی کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں؟"

"میں نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ "مجھے نہیں معلوم،

تھا میڈم کہ یہاں داخلے پر پابندی ہے در حقیقت آپ کو ایسا کوئی بورڈ پھاٹک کے آس پاس لگا دینا چاہیے تھا۔ بہر طور میں معذرت خواہ ہوں، اگر آپ کو میرے یہاں آنے سے کوئی تکلیف پہنچی ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں؟"

میں نے اپنا سفری تھیلا اٹھایا تو اس نے ایک دم ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "پھاٹک کی موجودگی ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس احاطے کی دوسری طرف آنا ممنوع ہے، تاہم تم اندر آ ہی گئے ہو تو میں بداخلاقی کا ثبوت نہیں دوں گی۔ لیکن یہاں تم رات بسر نہیں کر سکتے اوّل تو یہاں مچھر بہت ہیں اور پھر رات کافی خنک ہو جاتی ہے اور میں محسوس کر رہی ہوں کہ تمہارے پاس سردی سے بچاؤ کا بھی معقول بندوبست نہیں ہے شاید تم سیاح ہو۔"

"ہاں میں لنکا سٹر جانا چاہتا ہوں لیکن اتنا تھک گیا کہ رات گذارنے کے لیے کسی جگہ کی تلاش شروع کر دی اور بالآخر یہاں تک پہنچ گیا۔"

"خیر کوئی بات نہیں ہے ایک رات کے لیے تمہیں جگہ دی جا سکتی ہے۔ آؤ میرے ساتھ آؤ اپنا یہ سامان اٹھا لو۔"

میں تھیلا کندھے پر رکھ چکا تھا۔ لڑکی کتے کی زنجیر پکڑ کر واپس لوٹی تو میں اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ یہاں سے وہ عمارت مجھے نظر نہیں آئی۔ لیکن تھوڑے فاصلے پر جب ہم ایک ڈھلان تک پہنچے تو میں نے ڈھلان کے اختتامی حصے میں درختوں کے گھنے جھنڈ کے عقب میں اس قدیم طرز کی عمارت کو دیکھا جو کافی وسیع و عریض تھی۔ اس عمارت کے گرد ایک وسیع میدان پھیلا ہوا تھا، جس کے چاروں طرف ایک حفاظتی دیوار بنی ہوئی تھی۔ درمیان میں لوہے کا پھاٹک لگا ہوا تھا۔

لڑکی نے پھاٹک کو کھولا اور اندر داخل ہو گئی تھوڑے فاصلے پر چھت کے اُوپر لگی ایک چمنی سے سفید دھوئیں کی لکیر فضا میں بلند ہوتی نظر آ رہی تھی۔ صدر دروازے پر پہنچ کر لڑکی نے گھنٹی کا بٹن دبایا اور ایک بوڑھے انگریز نے دروازہ کھول دیا۔ وہ ٹوئیڈ کے کوٹ اور سلیٹی رنگ کی پتلون پہنے ہوئے تھا۔ اس نے پہلے لڑکی کو اور پھر بھنویں اچکا کر اس کے عقب سے مجھے دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر سوالیہ تاثرات پیدا ہو گئے۔

"اوہ، مسٹر ٹام، یہ سیاح ہیں اور تالاب کے کنارے رات گزارنا چاہتے تھے۔ میں نے انھیں یہاں ایک رات کے لیے دعوت دیدی ہے۔ براہ کرم تم ان کے لیے بندوبست کر دو۔"

بوڑھے نے خشک نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر گردن گھماتا ہوا لڑکی سے بولا۔ "تم جانتی ہو بے بی، مسٹر بل ٹیرو، کسی اجنبی کو ہم لوگوں کے قریب دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ کیا تم ان کی ہدایت سے انحراف کرنا چاہتی ہو۔ کم از کم میرے لیے یہ مشکل ہو گا۔"

بوڑھے نے جو کچھ کہا اسے میں نے بھی سُنا اور دفعتاً ہی میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ میرے ذہن میں ایک ہی نام گونج رہا تھا۔ "بل ٹیرو...... بل ٹیرو"

لڑکی کے چہرے پر غصے کے تاثرات پھیل گئے۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے اپنی شدید توہین کا احساس ہوا ہو۔ اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا جیسے اس بارے میں میرے تاثرات جاننا چاہتی ہو۔ پھر بوڑھے ٹام کی طرف۔ میں نے جلدی سے خود کو سنبھال کر کہا۔ "کوئی بات نہیں ہے مس۔ اگر مسٹر ٹام میرا یہاں ایک رات کا قیام پسند نہیں کرتے تو میں چلا جاؤں گا۔ رات ہی تو گذارنی ہے سڑک کے کنارے سہی۔ سوری مسٹر ٹام۔"

"مسٹر ٹام۔" لڑکی کے حلق سے بھنچی بھنچی آواز نکلی۔ اور بوڑھا ٹام نروس ہو گیا۔

میرا قطعی یہ مطلب نہیں تھا مسٹر۔ ظاہر ہے لین اگر کسی کو اپنے ساتھ یہاں تک لائی ہے تو میری مجال نہیں کہ میں کچھ کہہ سکوں۔ دراصل مسٹر بل ٹیرو۔ اوہ آپ سامان اٹھائے کھڑے ہیں لائیے یہ مجھے دے دیں پلیز۔" اس نے آگے بڑھ کر میرا تھیلا ہاتھ سے لے لیا۔ لڑکی پاؤں پٹختی ہوئی اندر چلی گئی تھی۔

"آئیے اندر آئیے۔ بس حماقت ہو گئی۔ اب نہ جانے مجھے اس چھوٹی سی بات کی کتنی بڑی سزا بھگتنی پڑے۔ آپ آئیے اندر تو آئیے ویسے میرا نام ٹام بل ہے مسٹر۔ ٹام بل۔"

"اور یہ عمارت بل ٹیرو کی ہے۔"

"آپ کیسے جانتے ہیں؟" بوڑھا چلتے چلتے رک گیا۔ اس کے اس انداز پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ بوڑھے نے پھر آگے قدم بڑھا دیے۔ ہم ایک ہال کے درمیان سے گذر کر اوپر جانے والی سیڑھیاں عبور کرنے لگے اور چند لمحات کے بعد بوڑھا ایک کمرے کے سامنے رک گیا۔

اس عمارت میں لاتعداد کمرے خالی پڑے ہیں۔ میرے خیال میں یہ کمرہ آپ کو پسند آئے گا۔ اس نے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور میرا تھیلا اٹھائے اندر داخل ہو گیا۔ سوکٹورین طرز کے قدیم فرنیچر سے آراستہ کمرہ بے حد آرام دہ دکھائی دے رہا تھا۔ بوڑھے نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ باتھ روم ہے میں چلتا ہوں۔" اس کے انداز میں گھبراہٹ نمایاں تھی۔ پھر وہ میرا تھیلا رکھ کر باہر نکل گیا۔ میں کمرے کا جائزہ لیتا رہا اور غسل خانے کی طرف بڑھ گیا۔ پانی سے جی کہاں بھرتا ہے۔ خوب دیر تک غسل کیا اور غسل کے دوران ان لوگوں کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس عمارت کا تعلق بل ٹیرو سے ہے۔ یقیناً یہ وہی بل ٹیرو ہے۔ لڑکی کون ہو سکتی ہے۔ بوڑھے نے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا بہر حال میرا تجسّس بیدار ہو گیا تھا۔ غسل خانے سے نکل کر مسہری پر آ بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹام آ گیا۔ "کھانا کس وقت کھانا پسند کریں گے۔"

"نہیں مسٹر ٹام اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میری زندگی کے چند ہی روز باقی ہیں۔ انہیں گذر جانے دو۔ کیوں وقت سے پہلے مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہو۔" بوڑھے نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"کھانا کس وقت کھانا پسند کرو گے؟"

"اگر ضروری ہے تو پھر جس وقت آپ کھلا دیں۔ کیا مس لین سے ملاقات نہیں ہو گی؟"

"بوڑھے نے شاکی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا۔ "شاید نہ ہو۔"

"کیوں؟"

"وہ آتش فشاں ہے اور آتش فشاں پھٹ گیا ہے لیکن میں بھی تو بے قصور ہوں۔ مالک کی بات مانوں یا مالک کی بیٹی کی۔"

"مس لین بل ٹیرو کی بیٹی ہے؟"

"آپ بل ٹیرو کو کس طرح جانتے ہیں؟" بوڑھے نے بالکل پہلے کے سے انداز میں پوچھا۔

"ووگ کے بل ٹیرو کو کون نہیں جانتا۔" میں نے بوڑھے کے چہرے پر نگاہ جماتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ شیطان کو سبھی جانتے ہیں۔" بوڑھے نے اتنی آہستگی سے کہا کہ شاید کوئی اور نہ سن پاتا۔ لیکن میں نے اس کے الفاظ سن لیے تھے۔ تاہم میں نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ پھر بوڑھے نے واپسی کے لیے پلٹتے ہوئے کہا۔ "تھوڑی دیر کے بعد میں کھانا یہیں لے آؤں گا۔"

"مسٹر ٹام۔ کیا یہاں آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے آپ کے اور لین کے علاوہ؟"

میری بیوی ہے لیکن وہ گئی ہوئی ہے دو تین دن کے بعد آئے گی۔"

"مجھے تعجب ہے آپ بل ٹیرو کی نوکری کیسے کر رہے ہیں۔" میں نے کہا اور بوڑھے نے چونک کر مجھے دیکھا پھر تیزی سے باہر نکل گیا۔ بوڑھے کے الفاظ مجھے یاد تھے اور ان سے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ خود بھی بل ٹیرو کو پسند نہیں کرتا۔ ممکن ہے اس کی زبان کھل جائے تو بل ٹیرو کے بارے میں کچھ اور معلوم ہو جائے۔ میں اس کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ وہ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد واپس آیا تھا۔ ہاتھوں میں ایک بڑی ٹرے تھی ہوئی تھی جس میں گائے کا گوشت اور انتہائی لذیذ پڈنگ تھی۔ میں نے بے تکلفی سے کھانا شروع کر دیا۔ بوڑھا ٹام بیزاری کے انداز میں ایک طرف بیٹھ گیا تھا۔ غالباً اس انتظار میں تھا کہ میں کھانا کھا لوں تو وہ ٹرے لے جائے۔

"لین کافی غصہ ور معلوم ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

"اپنے باپ سے بالکل مختلف ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"کوئی مطلب نہیں تم اپنے کام سے کام رکھو۔"

"بل ٹیرو کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ کوئی ایک رات کے لیے یہاں آیا تھا۔"

"کس ہوا میں ہو۔ جانتے بھی ہو اسے؟" بوڑھے نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"میں نے کب کہا تھا کہ میں اسے جانتا ہوں۔"

"کہا تو تھا تم نے۔"

"صرف نام کی حد تک بات تھی۔ کسی نے ووگ کا نام لیا تو بل ٹیرو کا نام بھی آ گیا تھا۔"

وہ۔ ووگ کا شہنشاہ ہے ایک اور حکومت قائم کی ہوئی ہے اس نے۔ ووگ میں کبھی کوئی اجنبی نہیں داخل ہوتا اور شاید ووگ کے باشندوں کو بھی وہاں سے کہیں جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

"کمال ہے یہ کیسے ممکن ہے۔"

"کبھی وہاں جا کر دیکھ لو۔"

"تم نے باتیں ہی ایسی کی ہیں کہ اب تو جانا ہی پڑے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جہنم میں جاؤ مجھے کیا۔"

"کیا وہ بل ٹیرو سے تمہاری شکایت کر دے گی؟" تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔

"کون؟"

"لین کی بات کر رہا ہوں۔"

"نہیں وہ ایسی نہیں ہے۔ ہرگز نہیں لیکن اب احمقوں

موڈ خراب رہے گا۔ مجھے اندازہ ہے ویسے میں تمہیں مشورہ دوں بھول کر بھی وڈگ کا رخ مت کرنا وہ زمین کا جہنم ہے اور وہاں عذاب کے فرشتے رہتے ہیں۔" بوڑھے نے کہا۔

"لیکن مسٹر مارٹن الیرٹو تو کچھ اور کہہ رہے تھے۔" میں نے اندھیرے میں ایک اور تیر پھینکا۔

"کوئی کچھ کہتا ہو لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں حقیقت وہی ہے۔" بوڑھے نے اس نام پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ میں خود وڈگ جا کر دیکھوں گا۔"

"کھانا ختم کرو تاکہ میں جاؤں۔" بوڑھے نے کہا۔ اور اس کے بعد میں کوشش کے باوجود اس سے کچھ اور نہ معلوم کر سکا۔

رات کو میں دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا تھا۔ وڈگ واقعی ایک پر اسرار قصبہ تھا۔ وہاں اجنبی نہیں داخل ہوتے تھے اور ہو جاتے تھے تو۔ بہرحال یہ تو اب وہاں جا کر ہی معلوم ہو سکے گا۔ سوال یہ تھا کہ کیا لیبوس وہاں مل سکے گا۔ کیا ڈینی پاسکل نے مرنے سے پہلے سچ بولا تھا یا۔۔۔؟ لیکن اس کا کوئی جواب میرے پاس نہیں تھا۔

لین سے کچھ معلوم کرنے کے لیے اسے بھی شیشے میں اتارنے کی کوشش کی جا سکتی تھی لیکن بیکار تھا۔ بوڑھے ٹام نے جو کچھ بتایا تھا اس سے زیادہ کچھ معلوم بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہاں رک کر وقت ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ صبح کو ان لوگوں کے جاگنے سے قبل یہاں سے نکل جاؤں گا۔ اور میں نے ایسا ہی کیا۔ رات کو ٹھیک سے نیند بھی نہیں آسکی تھی۔ جونہی صبح کی روشنی کا احساس ہوا میں اٹھ گیا۔ باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا اور باہر نکل آیا۔ نکلتے سورج کا منظر میں نے کشادہ سڑک پر آ کر دیکھا تھا اور وہ فارم میری نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

وڈگ کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ ابھی کافی دور ہے اور کسی سے لفٹ لیے بغیر وہاں پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ کم از کم اس سلسلے میں یہاں دقت نہیں تھی۔ سڑک پر بہت دور تک پیدل چلنے کے بعد ایک گاڑی میرے پاس آ کر رکی تھی۔

"پیدل چلنے کا کوئی ریکارڈ قائم کر رہے ہو؟" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ادھیڑ عمر شخص نے گردن نکال کر پوچھا۔

"نہیں ایک تجربہ کر رہا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیسا تجربہ؟"

"یہی کہ کیا لفٹ مانگے بغیر بھی مل سکتی ہے؟"

"تمہاری عمر تیس سال کے قریب ہو گی۔" اس شخص نے ایک عجیب سی بات کہی۔

"میں نہیں سمجھا؟"

"میں نے ساٹھ سال کی عمر کے مکمل پاگل دیکھے ہیں۔ جبکہ تم آدھے پاگل لگتے ہو۔ تاہم آؤ بیٹھ جاؤ۔ اگر اسی سیدھ میں جا رہے ہو تو۔" ادھیڑ عمر شخص نے کہا۔ اور میں گھوم کر دوسری طرف سے اس کے پاس جا بیٹھا۔ اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ پھر بولا "کہاں جا رہے ہو؟"

"وڈگ۔" میں نے جواب دیا۔ اور اس نے ایکسیلیٹر سے پاؤں ہٹا لیا۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ اس کا گاڑی روکنے کا ارادہ نہیں تھا۔

"تب میرا خیال تمہارے بارے میں غلط نکلا۔" وہ پرخیال انداز میں بولا۔

"کس سلسلے میں؟"

"تمہاری عمر کے سلسلے میں۔ مجھے تم پورے پاگل بلکہ ضرورت سے زیادہ پاگل لگتے ہو۔"

"وجہ؟"

"وڈگ۔ کیا کوئی ہوشمند شخص ادھر کا رخ کرتا ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ تم خود بل ٹیرو کے ساتھی ہو۔" میں نے اس شخص کی بات پر غور کیا اور پھر ایک فیصلہ کر کے بولا۔ "یہ بل ٹیرو کون ہے؟"

"بل ٹیرو کی بات کر رہا ہوں۔"

"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"کسی سے دشمنی ہو گئی ہے تمہاری؟"

"تمہاری باتیں بے حد پر اسرار اور عجیب ہیں۔" میں نے ادھیڑ عمر شخص کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یا تو تم بالکل بے وقوف ہو یا پھر ضرورت سے زیادہ چالاک۔ مجھے حقیقت نہیں بتا رہے۔ بل ٹیرو کے بارے میں نہیں جانتے اور وڈگ جا رہے ہو۔ وڈگ بل ٹیرو کی سرزمین ہے اور وڈگ ایک وحشی درندہ ہے کوئی وہاں نہیں جاتا۔ یا پھر کوئی دشمن ہی کسی ناواقف کو وڈگ جانے کا مشورہ دیتا ہے۔ اس طرح سزا بھی لگتی ہے: جھگڑے اور دشمنی نکل جاتی ہے۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

"ایک ساحلی بستی کا باشندہ ہوں۔ کوئن الیرونا کی بستی میں رہتا ہوں۔"

"وڈگ سے کتنے فاصلے پر ہے؟"

"اتنے فاصلے پر کہ وڈگ کی ہوائیں وہاں نہیں پہنچتیں۔ تمہارا وڈگ جانا ضروری ہے؟"

"ہاں کچھ کام ہے مجھے۔"

"تب تم ان لوگوں میں سے ہو جنہیں ہم زندگی میں ہی قبرستان چھوڑ آتے ہیں۔ تاہم وڈگ میں کسی مصیبت میں ہی پھنس جاؤ تو ڈینی سے مل لینا۔ اس سے کہنا کہ تم ڈیل ایگم کے دوست ہو۔"

"گڈ۔ ڈینی کون ہے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ایک مسخرہ۔ جو زندہ رہنا جانتا ہے۔"

"مسٹر ڈیل ایگم کون ہیں؟"

"میں۔ یعنی اس کا چچا۔ وہ سر پھرا ہے اور سگر۔ اس سے زیادہ میں تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ بس اگر کسی مصیبت میں پھنس جاؤ تو اس سے ضرور مل لینا۔"

"کہاں تلاش کروں گا اسے؟"

"وڈگ اتنی بڑی جگہ نہیں ہے کہ ڈینی کی تلاش ممکن نہ ہو سکے۔ میں تمہیں ویلی کراسنگ پر اتار دوں گا۔ وہاں سے وڈگ کا سفر پیدل طے کرنا ہو گا۔"

"بے حد شکریہ مسٹر ایگم۔" میں نے کہا۔ مجھے بھی یہی علم ہوا تھا کہ ویلی کراسنگ کے بعد مجھے وڈگ کا سفر پیدل ہی طے کرنا ہو گا لیکن یہ بل ٹیرو تو مارٹن الیرٹو سے بھی زیادہ خطرناک معلوم ہوتی تھی۔ تعجب تھا کہ وہ حکومت کی نظروں سے بچ کر کس طرح اپنی کوئی مملکت قائم کیے ہوئے ہے۔ بہرحال مجھے ایک مشکل مہم درپیش تھی۔ اور قدم قدم پر اس کا اندازہ ہو رہا تھا۔

ویلی کراسنگ پہنچ کر مسٹر ڈیل نے گاڑی روک دی! اور ایک سمت اشارہ کر کے بولا۔ "موت کا راستہ سیدھا جاتا ہے۔ آسمانی باپ تمہاری بخشش کرے۔" اس کے ساتھ ہی اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ میں اپنا تھیلا سنبھال کر موت کے راستے کی طرف دیکھنے لگا اور پھر اس طرف چل پڑا۔ اب میرے ذہن میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ بل ٹیرو کے سلسلے میں میرے دل میں کافی خوف پیدا کیا گیا تھا لیکن میری دلچسپی بڑھتی ہی گئی تھی۔ یہ شخص تو ضرورت سے کہیں زیادہ پرکشش تھا۔ کیا پہلوس واقعی اس کے قبضے میں ہے۔ کہیں سب کچھ ٹائیں ٹائیں فش نہ ہو جائے۔ راستے میں، میں نے وڈگ کے اجنبی کے لیے بہت سے پروگرام ترتیب دیے تھے۔ اہم کام خود کو چھپانا تھا۔ بس ان لوگوں کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میری آمد کا مقصد کیا ہے۔

چاروں طرف تھوہر کی جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔ چٹانیں بھی تپ رہی تھیں۔ یہاں کا موسم انگلینڈ کے روایتی موسم سے بالکل مختلف تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ بھی بل ٹیرو کے مزاج کی نشاندہی کرتا ہو۔ راستہ بے حد دشوار گزار تھا لیکن تبت کی طرح نہیں اور پھر یہ میرے لیے مشکل نہیں تھا کہ میں خود کو راستے کی تکالیف سے ذہنی طور پر نہ بچا لوں۔ خود کو خیالات میں الجھا کر ذہنی توجہ بانٹ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے مارٹن الیرٹو کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ یہ میری مہم کا دوسرا مرحلہ تھا۔ پہلے لوگ ویلینی کے پیچھے اس لیے پڑے ہوئے تھے کہ اس کے نام سے ایک خزانہ منسوب تھا اور سب اسی کے حصول کے خواہاں تھے لیکن مارٹن الیرٹو نے اس نے پہلوس کو قبضے میں کیا تھا۔ گو میں اور دانیمین کے چکر میں تھا یقیناً اس نے پہلوس سے کچھ معلومات حاصل کی ہوں گی۔ پہلوس کو قبضے میں کرنے کا کوئی مقصد تو ضرور ہو گا۔ وہ کیا چاہتا ہے؟ راستہ طے ہو گیا۔ لیکن میرا ذہن اس سوال کا جواب تلاش کرنے سے قاصر رہا۔ کچھ فاصلے پر جو آبادی نظر آ رہی تھی، وہ وڈگ کے علاوہ کوئی دوسری نہیں ہو سکتی تھی۔ میں اس وقت کسی قدر بلندی پر تھا اس لیے یہاں سے آبادی کے مکانات وغیرہ دیکھ سکتا تھا۔ اچھے خاصے شاندار مکانات بنے ہوئے تھے۔ ایک تیز رفتار ندی بھی نظر آ رہی تھی جس کے کنارے پن چکیاں چل رہی تھیں۔ اکثر کئی کئی منزلہ عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ بالآخر میں ڈھلوان میں اتر گیا۔ اور جہاں سب سے پہلے پہنچا وہ جگہ ایک پن چکی تھی۔ جو دریا کے اس کنارے پر بنی ہوئی تھی۔ سامنے ہی ایک لکڑی کے تختوں سے بنا ہوا پل نظر آ رہا تھا۔ پھر اس سے وڈگ کے پہلے باشندے کو دیکھا۔ وہ ایک بوڑھا آدمی تھا جس کے گالوں پر نالیوں کی مانند گڑھے نظر آ رہے تھے۔ وہ کمر پر دونوں ہاتھ رکھے مجھے گھور رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن بوڑھے نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کا گال چھوا تو وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا اور پھر تعجب سے بولا۔ "کون ہو تم۔۔۔؟"

"تمہیں کیا لگ رہا ہوں؟" میں نے سوال کیا۔

"پتہ نہیں۔ یہاں کیوں آئے ہو؟"

"سیاح ہوں۔ یہاں آنے پر کوئی پابندی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ کوئی پابندی نہیں ہے لیکن یہاں سیاحوں کے لیے کچھ نہیں ہے۔ یہ جگہ تمہیں بالکل پسند نہیں آئے گی۔ اس لیے میرا مشورہ مانو تو اس جگہ سے لوٹ جاؤ۔"

"مشورے کا شکریہ۔ اس کے علاوہ بھی کوئی اور مشورہ دے سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں پوچھو۔"

"کوئی ایسی عمدہ جگہ جہاں اچھا کھانا مل سکے۔"

"اوہ۔ گویا تم میرے پہلے مشورے سے کوئی فائدہ نہیں حاصل کرنا چاہتے تمہاری مرضی۔ اگر یہ بات ہے تو اس پل کو عبور کر کے دوسری طرف جاؤ اور پھر بائیں سمت کی ڈھلوان پر چلو۔ اس ڈھلوان کا اختتام ہیری لوک کے ہوٹل پر ہو گا اور یہاں کے

ہوٹل سے عمدہ کھانا تمہیں اور کہیں دستیاب نہ ہو گا۔

"اس دوسرے مشورے کے لیے تمہارا شکریہ دوست!" میں نے ایک بار پھر اس کا گال تھپتھپا دیا اور وہ اچک کر پیچھے ہٹ گیا۔ میں واپس پلٹ پڑا تھا۔ پل کے تمام تختے میرے قدموں کے بوجھ سے چرچرا رہے تھے۔ دریا کے دوسرے کنارے پر لوگ چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ لیکن چاروں طرف ایک ہو کا عالم طاری تھا۔ لگتا ہی نہ تھا کہ یہ زندہ لوگوں کی کوئی آبادی ہے۔ پل کے دوسری طرف قدم رکھا تو لوگ اپنی جگہ ساکت نظر آئے۔ ان کی آنکھوں میں حیرت اور خوف کے آثار تھے۔ سب کی متعجب نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن پھر اچانک ان میں انتشار پیدا ہوا اور وہ جلدی جلدی قدم بڑھاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ میں نے منتشر ہو کر بھاگتے ہوئے لوگوں میں سے ایک کو پکڑ لیا۔

"کیا یہ پاگلوں کی بستی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم راستہ بھٹک کر یہاں آ گئے ہو؟" اس نے الٹا مجھ سے سوال کر دیا۔

"یہی سمجھو۔" میں نے کہا۔

"تب پھر فوراً اس پل کو عبور کر کے واپس دوڑ جاؤ۔ اور جتنی تیز دوڑ سکتے ہو دوڑتے چلے جاؤ۔ اگر بل کو معلوم ہو گیا کہ وہ اجنبی قدم اس پل کو عبور کر چکے ہیں تو تمہیں زندہ واپس نہیں جانے دیا جائے گا۔"

"بل۔ بل۔ بل۔ آخر یہ بل کیا چیز ہے۔ جسے دیکھو مجھے بل سے خوفزدہ کر رہا ہے۔ اگر تم لوگ اس سے اتنا ڈرتے ہو تو اسے ختم کیوں نہیں کر دیتے؟" میں نے کہا اور وہ مجھ سے بازو چھڑا کر بھاگ گیا تاکہ میرے مزید الفاظ کو نہ سن سکے۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بیری ادو کے ہوٹل میں داخل ہونے سے قبل میں نے ووگ کی آبادی پر نگاہ ڈالنا ضروری سمجھا اور آگے بڑھ گیا۔ بستی کے مکانات ترتیب سے بنے ہوئے تھے ان کے سامنے درخت جھول رہے تھے کیاریاں بھی لگائی گئی تھیں۔ لیکن ایک ازلی سی ویرانی چاروں طرف بسیرا کیے ہوئے تھی۔ بچے بھی نظر آ رہے تھے لیکن کھیل کود سے بے نیاز۔ میں کچھ دور چل کر واپس پلٹ پڑا۔ اور پھر اس ڈھلان کے رخ پر چلتا ہوا بیری ادو کے ہوٹل کے سامنے پہنچ گیا۔ سرخ اینٹوں سے بنی ہوئی یہ عمارت باہر سے جس قدر بھلی نظر آتی تھی اندر سے ایسی نہ تھی۔ ایک بڑے سے ہال میں میزیں اور کرسیاں بچھی تھیں۔ چند میزوں پر لوگ بیٹھے مختلف اشیاء سے شغل کر رہے تھے۔ ایک جانب کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس پر پبلک ٹیلیفون رکھا تھا۔ پیچھے شراب کی بوتلیں سجی ہوئی تھیں۔ کاؤنٹر کے پیچھے ایک تیس بتیس سال کی پرکشش عورت موجود تھی۔ جس نے کوئی میک اپ نہیں کیا ہوا تھا۔ لباس بھی موٹا اور بھدی تراش کا پہنے ہوئے تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ پرکشش تھی۔ غالباً وہ اس وقت گلاس صاف کر رہی تھی۔ میں داخل ہوا تو اس نے ایک سرسری سی نگاہ مجھ پر ڈالی لیکن دوسرے لمحے یہ نگاہ سرسری نہ رہی۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں پکڑے گلاس لکڑی کے بنے ہوئے کاؤنٹر پر رکھے لیکن ان پر سے ہاتھ نہیں ہٹائے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ اعصابی ہیجان کا شکار ہو گئی ہے۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے دوسرے لمحے اس نے ایک نگاہ چاروں طرف ڈالی اور پھر کاؤنٹر کے عقب سے نکل آئی۔

"یہ اس جگہ۔ یہاں آپ آرام سے بیٹھ جائیے۔" اس کی آواز میں لرزش تھی۔

"شکریہ۔" میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھتا ہوا بیٹھ گیا۔

"کیا چاہیے آپ کو؟" وہ بولی۔

"عمدہ کھانا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ مسٹر ہیرو کے مہمان ہیں؟"

"اگر ایسا ہوتا تو شاید بھوکا نہ ہوتا۔"

"اجنبی ہیں؟"

"ہاں۔"

"کوئی مسافر۔ لیکن کیا یہاں داخل ہوتے ہوئے۔" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ ایک فربہ اندام بوڑھا۔۔۔۔ دروازے سے باہر نکل آیا تھا۔ عورت اس کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے بوڑھے سے کچھ گفتگو کی اور وہ واپس چلا گیا۔ عورت کاؤنٹر کے عقب میں چلی گئی تھی۔ میں نے بھی اسے پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا۔ یہاں سب ایک ہی بات کہتے تھے ان کے الفاظ یکساں ہوتے تھے۔ لیکن ایک بات میں نے محسوس کی کہ ان میں سے کوئی بل ہیرو کو اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ بلکہ اسے دوسروں سے ہمدردی ہوتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد بوڑھے نے میرے سامنے سالم مرغ سلاد اور مکھن لگے چند توسٹ رکھ دیے۔ مرغ بہت عمدگی سے تلا گیا تھا۔ مجھے پسند آیا۔ عورت شراب کا جگ لیے میرے سامنے آئی تو میں نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "صرف سادہ پانی۔" وہ خاموشی سے جگ لے گئی تھی اور دوسری بار سادہ پانی کا جگ لے آئی تھی۔

"سنو۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ اور وہ رک گئی۔ "یہاں قیام کے لیے کوئی جگہ ملے گی؟"

"نہیں۔" وہ جھٹکے دار آواز میں بولی۔

"تو پھر میں رات کہاں گزاروں گا؟"

"خدا جانے۔" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میری مدد نہیں کرو گی؟"

"سیری کو جانتے ہو؟"

"نہیں۔"

"کوئی پوچھے کہ کون ہو تو لوگوں کو یہی بتاؤ کہ سلیری کے آدمی ہو اور اسی کے پاس آئے ہو۔ محفوظ رہو گے۔ کھانے سے فارغ ہو کر سلیری کے پاس چلے جاؤ۔ اگر کسی طرح اسے شیشے میں اتار سکے تو ٹھیک ہے ورنہ اس بستی میں کوئی تمہیں جگہ نہ دے گا۔"

"اوہ۔ سلیری کہاں ملے گا؟"

"دریا کے کنارے سفر کرو سب سے بڑی پن چکی کے عین سامنے جو بڑی عمارت نظر آئے وہ سلیری کی ہے اور ہاں سنو اس ہوٹل سے واپس نکلو تو بڑے دروازے سے باہر جانے کے بجائے اس کے بائیں سمت والی تنگ گلی سے گزرنا تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔" وہ گردن جھکائے بول رہی تھی اور اس بار اس نے ایک دفعہ بھی میری طرف نہیں دیکھا تھا۔ پھر وہ کاؤنٹر کے پیچھے چلی گئی۔

میں نے پورا مرغ معدے میں اتار دیا۔ فربہ اندام بوڑھا دوبارہ باہر آیا تھا۔ اس نے بار بار مشکوک نگاہوں سے کاؤنٹر کی طرف دیکھا تھا اور عورت کو مصروف پا کر مطمئن ہو گیا تھا۔

میں نے بل کی رقم ادا کی اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ لیکن بڑے دروازے پر پہنچ کر اچانک مجھے عورت کے الفاظ یاد آئے اور نہ جانے کیوں میرا رخ اس پتلی گلی کی طرف ہو گیا۔ گلی کے اختتام پر ایک اور چھوٹا سا دروازہ نظر آیا۔ لیکن میں اس دروازے تک پہنچا بھی نہیں تھا کہ دفعتاً وہی عورت میرے سامنے آ گئی۔ نہ جانے وہ کس طرف سے نکل آئی تھی۔

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ اگر سلیری کی دوستی حاصل کرنے میں ناکام رہو تو رات کو اسی چھوٹے دروازے سے اندر آ جانا اور اسی طرف چلے آنا۔ ایک نیلی روشنی تمہارا استقبال کرے گی۔" وہ تیزی سے واپسی کے لیے مڑ گئی۔ میں ایک منٹ۔۔۔ وہاں رکا اور پھر اس عقبی دروازے سے باہر نکل آیا۔ انوکھا شہر تھا عجیب بستی تھی۔ مہذب دنیا کے غیر مہذب لوگوں کی آبادی، میں نے اس سے قبل کبھی ایسی انوکھی بستی نہیں دیکھی تھی۔ بہرحال میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ جو کچھ مجھے یہاں کرنا تھا اس کے بارے میں اندازہ ہو گیا تھا کہ آسانی سے نہیں ہو جائے گا اور مجھے اس کے لیے کافی وقت صرف کرنا ہو گا۔ جیسا کہ یہاں کے لوگوں کا خیال تھا کہ بل ہیرو اس قصبے میں کسی اجنبی کو دیکھنا پسند نہیں کرتا اس کے تحت مجھے یہاں قدم جمانے میں بھی مشکلات درپیش ہوں گی لیکن وہ مجھے کس طرح روکیں گے اور اس کا طریقہ کیا ہو گا۔ ظاہر ہے یہ جگہ بھی انگلینڈ ہی کا ایک حصہ ہے۔

میں بستی کے مختلف حصوں میں گھومتا رہا ابھی تک کسی نے میرا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے پوری بستی کو میری آمد کی خبر ہو گئی ہے۔ پھر میری یہ خواہش بھی پوری ہو گئی۔ پیچھے ایک موٹر سائیکل کی آواز سنائی دی۔۔۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔۔۔۔ لیکن موٹر سائیکل میرے قریب آ کر رک گئی اور پھر ایک عزعزاتی آواز سنائی دی۔

"مسٹر۔" اسے مسٹر نہ مخاطب مجھے ہی کیا گیا تھا اس لیے میں نے پلٹ کر دیکھا۔ پولیس کی وردی میں ملبوس ایک ادھیڑ عمر شخص تھا جس کے چہرے کی کھال جگہ جگہ سے لٹکی ہوئی تھی۔ اس نے موٹر سائیکل اسٹینڈ پر کھڑی کی اور اتر کر میرے قریب آ گیا۔

"ہیلو۔" اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔ "میرا نام فلیک رائمڈ ہے اور میں پولیس انسپکٹر ہوں۔"

"پولیس ہے اس قصبے میں؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا آپ مجھے کچھ وقت دینا پسند کریں گے؟"

"گرفتار کر رہے ہیں آپ مجھے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ نہیں۔ قطعی نہیں۔ بس چند منٹ آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"کیسے؟"

"یہاں نہیں۔ براہ کرم میری موٹر بائیک پر بیٹھ جائیے۔ آئیے پلیز آپ کو پولیس سے تعاون کرنا چاہیے۔"

"اوں۔ ٹھیک ہے۔ چلیے۔" میں نے کہا اور اس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس نے موٹر سائیکل کو کک لگائی اور اسے آگے بڑھا دیا۔ پولیس چوکی کوئی ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تھی۔ یہ عمارت بھی سرخ اینٹوں سے بنی ہوئی تھی اور اس میں زیادہ کمرے بھی نہیں تھے۔ پولیس افسر مجھے اپنے آفس میں لے گیا۔

"تشریف رکھیے۔" اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا اور میں نے تھیلا اطمینان سے اس کی میز پر رکھ دیا۔ پھر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"آپ سے تعارف حاصل کر سکتا ہوں؟" اس نے پوچھا۔

"صرف اس حد تک کہ ایک سیاح ہوں اور قانونی طور پر انگلینڈ میں داخل ہوا ہوں۔"

"یقیناً ایسی ہی بات ہو گی۔ لیکن بعض علاقے ایسے ہوتے

ہیں جہاں سیاحوں کے لیے کچھ نہیں ہوتا بلکہ وہ ایسی جگہ پہنچ کر پریشان ہی ہوتے ہیں۔"

"جیسے ووگ۔"

"بالکل بالکل۔ میرا یہی مقصد تھا۔"

"آپ کی خواہش ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں؟"

"بالکل بالکل۔ میں یہی چاہتا ہوں۔"

"وجہ؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"بس یہ قصبہ سیاحوں کو راس نہیں آتا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ پولیس الجھنیں پسند نہیں کرتی۔ میری خواہش ہے کہ آپ بحفاظت یہاں سے نکل جائیں۔"

"آپ مجھے اس سلسلے میں تحریری ہدایت دے دیں تاکہ میں اس انوکھے قصبے کے بارے میں لوگوں کو بتا دوں جہاں کی پولیس سیاحوں کو بتاتی ہے کہ وہ اس قصبے میں ان کا تحفظ نہیں کر سکتی۔ میرا خیال ہے لندن کے اخبارات کے لیے یہ کہانی کافی دلچسپ ہوگی۔"

پولیس آفیسر کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار نظر آنے لگے۔ اُس نے جلدی سے کہا۔ "نہیں میرا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے۔ درحقیقت تم اس قصبے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے اور یہ کہہ کر تم نے میری مشکل حل کر دی ہے کہ تم سیاح ہو۔ دیکھو دوست زندگی بچانا ہر فرد کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ دراصل یہاں، دراصل یہاں۔" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور بولا۔ "۔۔۔ پولیس آفیسر، درحقیقت میری سمجھ میں یہ بات ہی نہیں آئی کہ آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں۔ محکمہ سیاحت نے میرے لیے اجازت نامہ جاری کیا ہے کہ میں انگلینڈ کے جس حصے میں چاہوں، سیاحت کے لیے جا سکتا ہوں۔ وہ اجازت نامہ اور دوسرے کاغذات میرے پاس موجود ہیں۔ آپ وہ حقیقت مجھے کیوں نہیں بتاتے، جس کی بنا پر آپ یہ الفاظ کہنے پر مجبور ہیں۔"

"کیا وہ حقیقت اب تک تمہیں معلوم نہیں ہوئی؟" پولیس آفیسر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"افسوس نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ حقیقت بل ٹیرو ہے، آئرلینڈ کا ایک باشندہ، جو حکومت برطانیہ سے مخاصمت رکھتا ہے اور اُس نے ووگ میں ایک طرح سے اپنی حکومت قائم کر رکھی ہے۔"

میں نے دلچسپی سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔ "گڈ لارڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ آئرش اپنی جدوجہد میں کافی کامیابیاں حاصل کر چکے ہیں اور وہ کم از کم اور کہیں نہ سہی۔ ووگ میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اس کا مقصد ہے مسٹر پولیس آفیسر کہ اب آپ انگلینڈ کے نہیں آئرلینڈ کے ملازم ہیں۔"

"تم مجھے بہت تیز و طرار آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن حقیقتِ حال کو نہیں سمجھ رہے، میرا کیا جاتا ہے، اس سے قبل جو لوگ یہاں حادثات کا شکار ہوئے ان کی رپورٹ بھی میں نے ہیڈ کوارٹر کو دے دی تھی، لیکن دوسری بار۔۔۔ مجھ سے ان کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا گیا۔ یہ صرف میری اپنی ذات ہے، جو دوسروں کو تکلیف میں دیکھنا پسند نہیں کرتی۔"

"میں پوچھتا ہوں یہ بل ٹیرو آخر ہیں کیا چیز اور قصبے پر اپنی حکومت انہوں نے کس طرح قائم کر رکھی ہے۔ کیا یہ بات قابلِ غور نہیں ہے؟"

"بہت سی باتیں قابلِ غور ہوتی ہیں، لیکن ان کی وضاحت ممکن نہیں ہوتی، تم اپنی چرب زبانی سے کام لے کر میری زبان بند کر سکتے ہو، لیکن آنے والا وقت تمہارے لیے سخت سے سخت ہوتا جائے گا۔ ابھی تک مسٹر بل ٹیرو نے تمہارے خلاف کسی کارروائی کا آغاز نہیں کیا۔ مجھے خود اس بات پر حیرت ہے ورنہ یہاں کوئی بھی ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں رہ سکتا یا تو واپس چلا جاتا ہے ۔ یا ۔۔۔؟"

"ہاں مسٹر پولیس آفیسر۔ یا ۔۔۔؟"

"بس اس سے زیادہ میں تمہیں اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"

"تو کیا بل ٹیرو نے تمہیں یہ ہدایت نہیں کی کہ مجھے یہاں سے نکل جانے پر مجبور کرو۔"

"کس نے مجھ سے کیا کہا ہے، یہ بات میں جانتا ہوں، جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا، وہ تم سے کہہ دیا۔ یہاں تمہیں قیام کرنے کے لیے کوئی جگہ نہیں مل سکے گی۔"

"اگر یہاں کے باشندے مجھے قیام کے لیے کوئی جگہ نہیں دیں گے تو بہر طور پولیس اسٹیشن تو موجود ہیں اور ایک سیاح کی حیثیت سے پولیس پر میرا تحفظ فرض بھی ہے۔ میں یہاں آجاؤں گا مسٹر پولیس آفیسر۔" میں نے شرارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور پولیس آفیسر بدحواس ہو گیا۔

"نہیں نہیں، یہاں کوئی ہوٹل وغیرہ نہیں ہے یہاں تم کیسے قیام کر سکتے ہو، بس اب تم جانا ہو تو جا سکتے ہو۔ میں نے تو یہ سوچا تھا کہ ایک شریف آدمی دوسرے شریف آدمی کو صورتحال سے آگاہ کرے گا تو دوسرا شریف آدمی اس سے تعاون کرے گا۔ لیکن تم ۔ تم ۔۔۔"

"میں شریف آدمی نہیں معلوم ہوتا، یہی کہنا چاہتے ہیں آپ آفیسر۔"

"خدا حافظ۔" بوڑھے پولیس آفیسر نے ناخوشگوار انداز میں کہا اور میں مسکراتا ہوا اٹھ گیا۔ بہر طور ووگ سے میری دلچسپیاں کچھ اور بڑھ گئی تھیں، اب وقت نہیں تھا کہ میں سلیری کو تلاش کروں، جس کے بارے میں اس لڑکی نے مجھے بتایا تھا۔ رات گزارنے کے لیے بالآخر جگہ کا انتظام ہو ہی گیا اور ظاہر ہے مجھے واپس اُسی ہوٹل جانا تھا۔ لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ دوسرے لوگوں کو اس سلسلے میں معلومات ہو سکیں۔ چنانچہ جب گہری تاریکی پھیل گئی تو میں نے ایک ایسے ویران علاقے کا رخ کیا، جو بستی کے آخری سرے پر تھا، حالانکہ اس دوران کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا تھا، لیکن یہاں آنے کے بعد جن حالات کا مجھے اندازہ ہوا تھا، اس سے یہ پتہ لگا لینا مشکل نہیں تھا کہ کچھ نگاہیں ضرور میرا تعاقب کر رہی ہوں گی۔ چنانچہ احتیاطاً ان نگاہوں سے بچنے کے لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب رات خوب گہری ہو گئی اور مجھے اپنے آس پاس مکمل طور پر گہرا سناٹا محسوس ہوا تو میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اور چوروں کی طرح آگے بڑھتا ہوا بار آخر اس ہوٹل کے عقبی حصے تک پہنچ گیا۔ جو ڈھلان پر واقع تھا اور پھر اس دروازے سے داخل ہونے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی کیونکہ دروازہ کھلا ہوا تھا اور غالباً میرے ہی لیے کھلا رہنے دیا گیا تھا۔ جس جگہ لڑکی نے کھڑے ہو کر مجھے یہ بات بتائی تھی، وہاں سے داہنی سمت ایک دروازے سے ہلکی سی مدھم سی روشنی چھن رہی تھی، اس نے یہی کہا تھا کہ یہ روشنی میرا استقبال کرے گی۔ جب میں اس روشنی کے قریب پہنچا تو مجھے ایک اور دروازہ نظر آیا جو کسی اور کمرے کا تھا۔ میں نے اس دروازے پر ہاتھ رکھا تو دروازہ کھل گیا۔ کمرے میں روشنی ہو رہی تھی اور ایک روشندان کھلا ہوا تھا جس سے روشنی کو باہر دیکھا جا سکتا تھا۔ یہاں ایک مسہری بچھی ہوئی تھی۔ چند کرسیاں پڑی تھیں۔ ایک جانب چھوٹی سی ایک میز رکھی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

میں چند لمحات کمرے کے درمیان کھڑا کچھ سوچتا رہا اور اس کے بعد مسہری پر بیٹھ کر میں نے اطمینان سے جوتے اتار لیے اپنے سامان کا تھیلا میں نے ایک گوشے میں ڈال دیا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ باہر قدموں کی چاپ سنائی دی اور میں دروازے کی سمت دیکھنے لگا۔ اندر داخل ہونے والی وہی عورت یا لڑکی تھی بلکہ کشش صورت اور پرکشش بدن کی مالک لیکن اُجڑی اُجڑی سی۔ اندر داخل ہو کر اس نے مجھے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک دلنواز مسکراہٹ پھیل گئی۔ یوں محسوس ہوا تھا جیسے اُسے میرے وہاں پہنچنے سے خوشی ہوئی ہو۔ اُس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"آ گئے تم ۔۔۔؟"

"تمہارا کہا درست تھا۔ مجھے محسوس ہو گیا کہ یہاں کوئی مجھے جگہ نہیں دے سکے گا۔"

"سلیری سے ملاقات ہوئی ۔۔۔؟"

"نہیں، ظاہر ہے، میرے لیے اتنی جلدی وہاں پہنچنا ممکن نہیں تھا۔"

"ہوں، بہرحال میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔ افسوس اس قصبے کے لوگ یہ لفظ بھول گئے ہیں۔ اور یہ ان کا قصور نہیں ہے، سب بل ٹیرو کی شرارت ہے۔ اس نے یہاں کے لوگوں کی زندگی تلخ کر دی ہے، تمہیں یہاں کسی کے چہرے پر زندگی نظر نہیں آئی ہوگی۔"

"کس نام سے تمہیں پکار سکتا ہوں۔" میں نے اُسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں اب جب تم یہاں آ گئے ہو تو پھر تعارف بھی ضروری ہے۔ میرا نام ہلڈا گارسن ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"ہلڈا گارسن۔ مسٹر گارسن کیا تمہارے شوہر تھے؟"

"نہیں۔ میرے باپ کا نام تھا جو مر چکے ہیں۔"

"تم شادی شدہ نہیں ہو؟" میں نے سوال کیا اور ہلڈا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، ایک پھیکی سی مسکراہٹ۔

"نہیں۔" اس نے مختصراً جواب دیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کی افسردہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کے چہرے پر بھی افسردگی پھیل گئی تھی۔ تب اس نے کہا۔ "اور تمہارا نام ۔۔۔؟"

"مغزالی کہہ سکتی ہو۔" میں نے کہا اور اسے میرے نام کا تلفظ ادا کرنے میں دشواری ہوئی۔ تاہم کام چل گیا تھا۔

"مسٹر مغزالی ووگ میں داخل ہونے والوں کے تاثرات خوشگوار نہیں ہوتے۔ جس نے بھی تمہیں بتایا ہوگا یہی بتایا ہوگا کہ ووگ جانوروں کی بستی ہے اور یہاں کا سب سے بڑا درندہ بل ٹیرو ہے۔ مقامی پولیس اس کے آگے بے بس ہے اس کے اختیارات اتنے وسیع ہیں کہ ووگ میں کبھی کوئی جرم پولیس کے رجسٹر میں درج نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ مجرم صرف ایک ہوتا ہے بل ٹیرو ۔۔۔!"

"ہوں، تمہاری کیا پوزیشن ہے۔ مِیڈم ہلڈا ۔۔۔؟"

"کہانی سننا چاہتے ہو۔ ہر شخص کو کہانیوں کا شوق ہوتا ہے تم نے کوئی نئی بات نہیں کی۔ میری کہانی زیادہ طویل نہیں ہے۔ پہلے ہم ووگ میں نہیں رہتے تھے۔ لیکن آ بسے۔ کیونکہ میرے چچا ایلین ووگ ہی کے باشندے تھے، میرے باپ کی موت کے بعد وہ مجھے ووگ میں لے آئے۔ لیکن جانوروں کی اس بستی میں

اٹھارہ سال گزارنے کے باوجود میں نے آج تک اسے اپنا نہیں سمجھا ہے تم خود سوچو کیا اس قید خانے میں زندگی آسانی سے گزاری جا سکتی ہے؟"

"تو تم نے یہاں سے نکلنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"اس لیے کہ مرنا چاہتی تھی۔ مجھے اچھی طرح بتا دیا گیا ہے کہ وڈگ سے باہر نکلنے کا مطلب موت ہے کیونکہ یہاں کے حالات یہاں سے باہر نہیں جانے دیے جاتے۔"

"تو کیا کوئی بھی شخص یہاں کے حالات سے واقف ہو کر کبھی باہر نہیں گیا؟"

"شاید نہیں۔"

"مگر یہ مسٹر شلیری کیا چیز ہیں؟"

"بل ٹیرو کے واحد مخالف۔ ان کا تعلق چونکہ حکومت کے اعلیٰ ترین خاندان سے ہے اس لیے انہیں حکومت کا مکمل تحفظ حاصل ہے اور یہ بات شاید بل ٹیرو کو بھی بتا دی گئی ہے کہ وڈگ میں اُن کا جو دل چاہے کرے لیکن کبھی مسٹر شلیری سے ٹکرانے کی کوشش نہ کرے۔ چنانچہ عموماً یہ لوگ ایک دوسرے کے مقابلے پر نہیں ہوتے۔ ویسے اگر مسٹر شلیری کی مدد کسی کو حاصل ہو جائے تو پھر شاید بل ٹیرو کے لیے بھی مشکلات کھڑی ہو جائیں۔ لیکن شاید ان دونوں کے درمیان کوئی معاہدہ بھی ہے۔ بل ٹیرو نہیں چاہتا کہ اجنبی یہاں سے واپس جا کر یہاں کے حالات باہر کی دنیا کو سنائیں اور اس نے مسٹر شلیری کو اس بات پر آمادہ کر لیا ہے کہ وہ بھی کسی اجنبی کی مدد نہیں کریں گے۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اگر کوئی مسٹر شلیری کو اپنی مدد کے لیے آمادہ کر لے تو شاید وڈگ میں اسے پریشانی نہ ہو۔"

میں دلچسپی سے ہلدا اگرسن کی صورت دیکھتا رہا اور پھر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن میڈم ہلدا۔ آپ نے مجھے پناہ دینے کی زحمت کیوں کی ہے۔ یہ خطرہ آپ نے کیوں مول لیا۔؟"

"فضول سوال ہے۔ اس کا میں کوئی جواب نہیں دوں گی۔"

"وجہ؟" میں نے پھر پوچھا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سسکی لے کر کہا۔ "کیا وجہ کا اندازہ تم خود نہیں کر سکتے۔ میری عمر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ تیس سال کی ہو گئی ہوں اور یہ تیس سال میں نے تنہا رہ کر گزارے ہیں، اس لیے کہ وڈگ میں ہر نوجوان عورت پر پہلا حق بل ٹیرو کا ہوتا ہے اور اس کے بعد کسی دوسرے کا۔ لیکن تم خود سوچو وہ دوسرا کون ہو سکتا ہے۔" اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک نظر آنے لگی۔

میں اس کے الفاظ پر غور کر رہا تھا۔ پھر میں نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔ "لیکن آپ یہاں سے نکلنے کی کوشش تو کر سکتی ہیں۔"

"جس دن زندگی سے اکتا گئی ضرور یہ کوشش کر ڈالوں گی۔" اس نے آہستہ سے کہا پھر بولی۔ "کھانا لاؤں تمہارے لیے؟"

"ضرور" ظاہر ہے جب مجھے کسی نے قیام کی اجازت نہیں دی تو پھر کھانے کا بندوبست کون کرتا۔"

"میں ابھی لائی۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ میرے لیے بہت سی پریشانیاں آ کھڑی ہوئی تھیں۔ یہ کمبخت بل ٹیرو تو بلاشبہ لمحہ بہ لمحہ خطرناک ہوتا جا رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کی حیثیت مارٹن الیسر سے بھی زیادہ ہو۔ بہرحال جب تک لیبوس کے بارے میں کسی صحیح صورتحال کا اندازہ نہیں ہو جاتا میں وڈگ سے جانے والوں میں سے نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہلدا میرے لیے کھانے کی ٹرے سجائے ہوئے اندر آ گئی۔ اس وقت کا کھانا بھی عمدہ تھا۔ میں نے مسکرا کر اس کی تعریف کی اور کہا کہ اتنا عمدہ کھانا مل جانے کی مجھے قطعی توقع نہیں تھی۔ ہلدا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کھانے سے فارغ ہو جانے کے بعد اس نے مجھے آرام سے مسہری پر لیٹ جانے کے لیے کہا اور بولی "رات تو تم یہاں گزارو لیکن صبح روشنی ہونے سے قبل پلیز یہاں سے چلے جانا۔ تمہیں یہاں سے نکلتے ہوئے نہ دیکھا جائے۔"

"یہ تمہارا کمرہ ہے؟"

"ہاں۔"

"تو پھر کہاں آرام کرو گی؟"

"کہیں بھی چلی جاؤں گی۔ میرے لیے فکر مند مت ہو۔ تمہاری زندگی بچ جائے۔ مجھے اس سے زیادہ خوشی اور کسی بات کی نہیں ہو گی۔ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے میرا یہی مشورہ ہے اپنے آپ کو خطرے میں مت ڈالو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ وڈگ یہ جگہ تمہارے لیے بہت بھیانک ثابت ہو گی۔"

"اتفاق کی بات ہے ڈیئر ہلدا کہ مجھے خوفناک جگہوں پر قیام کرنے کا بے حد شوق ہے۔ میں یہاں کافی وقت گزاروں گا۔ تم دیکھ لینا اپنے لیے کوئی مقام ضرور تلاش کر لوں گا۔ بل ٹیرو میرے سلسلے میں آسانی سے کامیابی نہیں حاصل کر سکے گا۔"

وہ پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر مسکرا کر بولی۔ "کبھی ہو، یہ بتاؤ وڈگ سے جانے کا کبھی نہ کبھی تو جانے کا ارادہ ہی۔ میرا مطلب ہے اگر تقدیر تمہارا ساتھ دے اور تم یہاں زندہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاؤ۔"

"ہاں یقیناً کیوں نہیں۔ وڈگ ایسی جگہ نہیں ہے جہاں ساری زندگی قیام کر سکوں۔"

"تو کیا تم مجھے بھی اس جہنم سے آزاد کرا سکتے ہو؟"

"اگر تم چاہو تو، کہاں جانا پسند کرو گی؟" میں نے ہلدا سے سوال کیا۔

"وڈگ کے علاوہ کہیں بھی۔ زندگی کے اٹھارہ سال گزارنے کے بعد میں باہر کی دنیا کو بھول چکی ہوں۔ اس وقت میری عمر بیس سال تھی، جب میں وڈگ میں داخل ہوئی تھی۔ بیرونی دنیا کے حسین مناظر اب بھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہیں۔ کاش! ایک بار پھر میں اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں۔"

مجھے ہلدا کی آواز میں بڑی حسرت محسوس ہوئی اور میں نے دل میں سوچا کہ واقعی اگر اس قصبے سے نکلنا ممکن ہو جائے اور میرا کام بن جائے تو پھر ہلدا کو یہاں سے لے جانا کوئی ایسی بڑی بات بھی نہیں ہو گی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ "تب پھر تم میری کامیابی کی منتظر رہو ہلدا۔"

⁂

وہ مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "اب تم آرام کرو۔ میرا چچا کسی بھی وقت مجھے بلا سکتا ہے۔ بہتر ہے کہ میں اپنے لیے مناسب بندوبست کر لوں"

میں نے اُسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چنانچہ وہ باہر نکل گئی۔ دروازے سے باہر نکلتے ہوئے اس نے مجھے ہدایت کی کہ میں دروازہ اندر سے بند کر لوں اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ مسہری پر لیٹ کر میں وڈگ کی آسیبیت پر غور کرنے لگا۔ بلاشبہ یہ قصبہ آسیب زدہ معلوم ہوتا تھا۔ اور اس کا آسیب بل ٹیرو تھا۔ لیکن مجھے نہ بل ٹیرو سے کوئی دلچسپی تھی۔ اور نہ اس قصبے کے لوگوں سے۔ میں تو خود اپنا کام کر کے یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا جو طویل مشن گوشالی نے میرے سپرد کیا تھا۔ اس کی تکمیل بہرطور مجھے کرنی تھی۔ اگر ذہن پر زور ڈال کر حالات کا تجزیہ کرتا تو اپنے آپ ہی کو احمق سمجھنے لگتا تھا کیسی کیسی مصیبتیں میں نے پال لی تھیں، ابھی تو صرف ایک لیبوس کا معاملہ تھا جس کے لیے اتنی دشواریاں پیش آ رہی تھیں لیبوس کے علاوہ بھی تین اور افراد تھے جنہیں مجھے تلاش کرنا تھا اور اُن کی تلاش کے سلسلے میں کیسی کیسی مصیبتوں سے گزرنا تھا۔ اس کا کوئی صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بہرطور زندگی کے اس مسئلے کے بارے میں غور کرنے کا مطلب یہی تھا کہ اپنا راستہ بند کر دوں اور آگے کوئی قدم نہ اٹھاؤں۔ مجھے تو سوچے سمجھے بغیر سفر کرنا تھا اور اپنی منزل پانی تھی۔ اپنی فطرت کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک ہی احساس دل میں بیدار ہوتا تھا وہ یہ کہ میں منزلوں کا مسافر نہیں ہوں بلکہ منزل پر پہنچنے کے بعد مجھے منزل بے حقیقت محسوس ہوتی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آگے بڑھتا رہوں۔ حالانکہ زندگی کے کچھ مقاصد بھی بن چکے تھے۔ سب سے پہلی بات تو یہی تھی کہ میں اپنی کھوئی ہوئی حیثیت حاصل کرنا چاہتا تھا اور اپنے بھائیوں کو یہ بتانے کا خواہشمند تھا کہ دولت دنیا کی آخری چیز نہیں ہوتی اور اس کا حصول اتنا مشکل نہیں ہے۔ دولت کے لیے خون کے رشتے ٹھکرائے نہیں جا سکتے۔ اور جو لوگ صرف دولت کی ہوس میں اپنوں کو ٹھکرا دیتے ہیں وہ بہرطور ذہنی طور پر کبھی مطمئن نہیں رہتے۔ میں دونوں کو نیچا دکھانا چاہتا تھا لیکن حالات یہ بتا رہے تھے کہ اب دولت میری منزل نہیں رہی ہے۔ اگر واقعی ایسا ہوتا تو میں بھی اُس خزانے کا ایک بہت بڑا حصہ اپنے پاس محفوظ کر کے زندگی کو نئے انداز میں شروع کر سکتا تھا۔ لیکن میرے دل میں تو ان بے خانماں لوگوں کی محبت رچ بس گئی تھی جو اپنی منزل سے بھٹکے ہوئے تھے اور میں نے انہیں اُن کی منزل تک پہنچانے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ عام حالات میں یہ ایک احمقانہ بات معلوم ہوتی ہے اور ممکن ہے اسے صرف ایک کہانی کا درجہ دیا جائے لیکن ایسے صاحب دل لوگوں کی کمی نہیں ہے جو بہرطور دنیا کے لیے جینا چاہتے ہیں۔ اگر لوگ دنیا کے لیے جینا چھوڑ دیں تو یہ دنیا بہت جلد مر جائے۔

نہ جانے میں کب تک انہی خیالات میں ڈوبا رہا پھر دفعتاً میں نے ایک جھرجھری سی لی۔ بلاوجہ اس سوچ میں وقت ضائع کر رہا ہوں۔ کیا لیبوس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ ابھی ڈوبی کار بو کے کام کا وقت نہیں آیا تھا۔ چنانچہ اس کی طرف سے بھی مجھے کوئی پیغام موصول نہیں ہوا تھا۔ لیکن اگر ذہنی رابطے کے ذریعے میں یہ کارروائی کروں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر ممبو تورا کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق میں نے اپنے ذہن میں لیبوس کو تلاش کیا۔ یہ شخص حالانکہ میرے لیے قطعی اجنبی تھا لیکن سلومونی کا ذریعہ پیغام رسانی مجھے معلوم ہو چکا تھا اور اسی کے انداز میں اگر کسی سامون سے رابطہ قائم کیا جائے تو ظاہر ہے وہ ضرور جواب دے گا۔ میرے خیالات لیبوس کو تلاش کرتے رہے لیکن کافی دیر کی کوششوں کے باوجود مجھے لیبوس کا جواب موصول نہیں ہوا۔ چنانچہ میں مایوس ہو گیا۔

ایک لمحے کے لیے دل میں یہ خیال بھی آیا تھا کہ ممکن ہے لیبوس بل ٹیرو کی تحویل میں نہ ہو یا اگر ہو بھی تو کم از کم وڈگ میں نہ ہو۔ یہ بات مایوس کرنے والی تھی۔ لیکن اگر لیبوس وڈگ میں نہیں بھی ہے تو کم از کم بل ٹیرو سے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ بہت زیادہ مایوس ہونے کی بھی

ضرورت نہیں تھی۔ اس کے بعد میں نے ڈوٹن کاربو سے رابطہ قائم کیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کوشش میں کامیاب ہوگیا۔ ڈوٹن کاربو کی آواز ابھری "ہیلو غزالی، کہاں ہو اور کیسے ہو؟"

"تم نے خود مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی ڈوٹو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، جان بوجھ کر میں نے ایسا نہیں کیا۔ تمہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی۔"

"بہرطور میں دوگ پہنچ چکا ہوں اور دوگ بے حد دلچسپ جگہ ہے لیکن میرا خیال ہے ڈوٹن مجھے اپنی اس کارروائی میں کافی وقت لگ جائے گا۔ تمہیں ایسی کوئی تکلیف تو نہیں ہے جس کی وجہ سے۔"

"نہیں غزالی، میں بالکل ٹھیک ہوں اور پھر سب سے بڑی چیز ہمارا مشن ہے۔ اگر اس کی تکمیل ہو جائے تو باقی کیا رہ جاتا ہے۔"

"میٹنگ کے سلسلے میں مزید معلومات۔"

"ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ میں وائن برگ کے بارے میں اچھی طرح معلومات حاصل کر چکی ہوں اور میں نے اس کا جائزہ لے لیا ہے۔ بس میٹنگ کا وقت ہو جائے اُس کے بعد میں خود تم سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"یہ میٹنگ میرا خیال ہے کل رات ہے۔"

"ہاں۔"

"تو کیا تم وائن برگ ہی میں ہو؟"

"ہاں۔" ڈوٹن کاربو نے مجھے چونکا دیا۔

"خوب، میرا خیال ہے ہم لوگ باآسانی اس دائرے میں رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔"

"اسی طرح جیسے ہمارے درمیان گفتگو ہو رہی ہے۔"

"سمبو تورا، میرا مطلب ہے وائی مین اور گومین کے بارے میں ابھی تک کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔"

"آہ، سب سے بڑی تکلیف تو یہی ہے مجھے کہ وہ لوگ آزاد ہونے کے باوجود مجھ سے اتنے فاصلے پر ہیں۔ اگر یہ دونوں میرے ساتھ ہوتے تو یقین کرو غزالی بہت کچھ ہو چکا ہوتا۔"

"میں جانتا ہوں۔ پتا نہیں وہ لوگ کس عذاب میں گرفتار ہیں۔ میں اُن کے لیے سخت پریشان ہوں۔"

"فی الحال اپنی تمام تر توجہ لیبوس پر مرکوز رکھو۔ میں نے اس دوران کئی بار کوشش کی لیکن لیبوس سے میرا ذہنی رابطہ قائم نہیں ہو سکا۔ پتا نہیں کیا قصہ ہے۔ اگر وہ اتنے فاصلے پر ہے کہ ہماری ذہنی پہنچ اُس تک نہیں ہے تو پھر بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔"

"نہیں ڈوٹن کاربو، درحقیقت میں ایک ایسے واقع سے دوچار ہو چکا ہوں کہ اُس کے بعد لیبوس کی طرف سے جواب نہ ملنا مجھے اتنا زیادہ حیرت ناک نہیں لگتا۔"

"کیا مطلب؟"

"گوشائی کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات کے بارے میں تمہیں تفصیل تو نہیں بتائی۔ لیکن مختصر واقعات بتا چکا ہوں۔ جہاں میں رہتے ہوئے گوشائی کو بھی کچھ خطرناک لوگوں سے نمٹنا پڑا تھا۔ ان لوگوں نے ایک ایسا نظام قائم کر لیا تھا جس کے ذریعہ وہ سامونوں کی ذہنی قوتوں کو قید کر دیتے تھے اور اُن کے خیالات کو درمیان ہی سے جان کر سامونوں کو گرفتار کر لیتے تھے۔ ایک ایسے ہی مشینی نظام کا بندوبست کیا گیا تھا۔ میں نے اُن مشینی نظاموں کو توڑ کر سامونوں کو ذہنی قید سے آزاد کرایا تھا۔ میں اس تصور کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا کہ سامون کسی کے جال میں نہیں پھنس سکتے۔ ممکن ہے لیبوس کے ذہن کو بھی اسی طرح قابو میں کر لیا گیا ہو اور وہ ہمارے خیالات موصول نہ کر پاتا ہو۔"

"اوہ، امکان ہے اس بات کا غزالی امکان ہے۔"

"اچھا ڈیئر کاربو اب تم جہاں کہیں بھی ہو آرام کرو میں بھی سو رہا ہوں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ڈوٹن کاربو سے ذہنی رابطہ منقطع کر دیا۔ اُس سے گفتگو کرنے کے بعد کسی قدر اطمینان ہو گیا تھا میں سو گیا کیونکہ صبح ہونے سے پہلے جاگ جاتا تھا اور اس میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔

بے چاری بلدا کو میں اپنی وجہ سے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے صبح منہ اندھیرے اُس تنگ دروازے سے باہر نکل آیا۔ ناشتے وغیرہ کا کوئی سلسلہ نہیں تھا لیکن بہرحال انہی حالات میں گزارا کرنا تھا۔ بھوک لگے گی تو دوبارہ ہوٹل واپس آ جاؤں گا۔ بہرطور یہاں معاوضہ دے کر کھانے والوں کے لیے کوئی دقت نہیں تھی لیکن ابھی اس کی کوئی جلدی بھی نہیں تھی۔ دوگ کے گلیوں اور بازاروں میں زندگی شروع ہو گئی تھی لیکن یہاں کا ماحول میرے لیے اس طرح اجنبی تھا۔ لوگ مجھے دیکھتے اور خوف زدہ ہو جاتے جیسے انہوں نے موت کا فرشتہ دیکھ لیا ہو۔ کوئی مجھ سے بات کرنا پسند نہ کرتا۔ قصبہ بہت زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن اب اتنا چھوٹا بھی نہیں کہ ایک دن میں پوری طرح دیکھ لیا جاتا۔ پھر بھی میں نے قصبے کا بڑا حصہ دیکھا اور پھر خاص طور سے میں نے اُس سمت کا رخ کیا جہاں سلیری رہتا تھا۔ یہ شخص بھی میرے لیے باعث دلچسپی تھا۔ جب میں اُس شخص کے مکان پر پہنچا تو باہر مجھے ایک دراز قد زرد سی شکل والا آدمی نظر آیا۔ اُس نے مجھے دیکھ کر منہ پھیر لیا

لیکن جب میں اُس کے قریب پہنچ ہی گیا تو اُس نے کرخت لہجے میں کہا۔ "کیا بات ہے؟"

"میں مسٹر سلیری سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"مسٹر سلیری موجود نہیں ہیں۔ کسی اور وقت آنا۔" اُس نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"کیا قصبے سے باہر گئے ہوئے ہیں؟"

"پتا نہیں، اُن کے پروگرام دوسروں کو معلوم نہیں ہوتے۔ بس اب تم جاؤ۔" اُس کا انداز اتنا خشک تھا کہ اُس کے بعد میرا وہاں رکنا کسی طور مناسب نہ ہوتا۔ میں تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تک سڑکوں اور گلیوں میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ ہر جگہ ایک ہی منظر تھا۔ کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ ویسے بل ٹیرو نے ابھی تک میری طرف توجہ نہیں دی تھی جبکہ مجھے یہاں آئے ہوئے چوبیس گھنٹے سے زیادہ گزر چکے تھے۔ پتا نہیں کیوں؟ حالانکہ سنا یہی گیا تھا کہ یہاں کوئی اجنبی ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔ بھوک جب شدت اختیار کرنے لگی تو میں نے ہوٹل کا رخ کیا۔ اس وقت اتفاق سے ہوٹل خالی تھا۔ کاؤنٹر پر بلدا موجود تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ بڑی خوش اخلاقی سے کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر میرے پاس آئی اور میرا ہاتھ پکڑ کر زور زور سے ہلاتے ہوئے بولی۔ "شکریہ بے حد شکریہ۔ تم نے میرے لیے کوئی پریشانی کھڑی نہیں کی۔"

"لیکن اب میں بھوک سے نیم جان ہو رہا ہوں۔ کیا تم میرے لیے کھانے کا بندوبست نہیں کرو گی؟"

"بہترین کھانا پیش کرتی ہوں اور سنو کھانے کا کوئی مسئلہ نہیں۔ ویسے مجھے تعجب ہے کہ تم ابھی تک زندہ سلامت اور آزاد گھوم پھر رہے ہو۔ کسی نے تمہارے راستے میں آنے کی کوشش نہیں کی۔ غالباً دوگ کی تاریخ کا نیا باب ہے۔"

"پہلے کھانا اُس کے بعد کچھ اور ویسے اس وقت تمہارا ہوٹل بالکل خالی پڑا ہوا ہے۔"

"اور مجھے خوشی ہے کہ تم اس وقت یہاں آئے ہو۔ میں ابھی کھانا تیار کر کے لاتی ہوں۔ تمہیں تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑے گا۔"

"اور تمہارے انکل؟"

"وہ بھی اتفاق سے اس وقت موجود نہیں ہیں۔"

بلدا نے مجھے بہترین کھانا پیش کیا اور میں نے اُس کا پورا پورا بل بھی ادا کیا۔ اس دوران وہ کئی بار دروازے کے باہر جا کر دیکھ آئی تھی۔ اندر آ کر اس نے کہا۔ "دن بہت گرم ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے ہوٹل کا رخ نہیں کیا۔ ویسے اسی طرح تم دوسری رات بھی گزار سکتے ہو مجھے خوشی ہوگی۔"

"شکریہ بلدا۔"

"شکریہ کی ضرورت نہیں، میں نے اپنا ایک مسئلہ تمہارے سامنے پیش کیا۔ کاش تم چوبیس کی بجائے اڑتالیس گھنٹے یہاں گزار لو۔ ویسے بہتر یہ نہیں ہوگا کہ یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔"

"ابھی نہیں بلدا۔ ابھی مجھے یہاں کچھ کام ہے۔ ویسے تم مجھے بل ٹیرو کے بارے میں کچھ اور معلومات فراہم کر سکتی ہو؟"

"اُس کے بارے میں بہت زیادہ معلومات کسی کے پاس بھی نہیں ہیں۔ بس یہ سمجھو دوگ کا بے تاج بادشاہ ہے۔ حکومت برطانیہ اُس کے بارے میں مداخلت نہیں کرتی اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اُس کے تعلقات بہت وسیع ہیں۔ یہاں پولیس اسٹیشن ضرور موجود ہے لیکن پولیس انسپکٹر کبھی اُس کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا بلکہ اُسے بل ٹیرو کی طرف سے ہدایات جاری ہوتی ہیں۔"

"بل ٹیرو کے علاوہ کوئی اور ایسا شخص جو بل ٹیرو کے دست راست کی حیثیت رکھتا ہو۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ بل ٹیرو کے خصوصی معاملات ڈی گام دیکھتا ہے اور ڈی گام بے حد خوفناک شخص ہے۔ نسلاً پرتگالی ہے۔ لیکن شاید لندن ہی میں پیدا ہوا اور نہ جانے کب سے بل ٹیرو کے ساتھ ہے۔ یہ بھی وحشی صفت آدمی ہے اور بل ٹیرو کے معاملات میں یہی سب سے پیش پیش ہوتا ہے۔"

"ہوں، سلیری کی طرف گیا تھا لیکن وہ یہاں موجود نہیں ہے۔"

"ممکن ہے موجود ہو لیکن تم سے ملنے سے انکار کر دیا ہو وہ خود بھی بلاوجہ بل ٹیرو سے الجھنیں مول نہیں لیتا۔ ہاں اگر بہت ہی کوئی کام کی بات نظر آئے تو پھر وہ توجہ دے دیتا ہے۔ پتا نہیں تم کس چکر میں ہو۔" ابھی اُس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً باہر قدموں کی آواز سنائی دی اور وہ پھرتی سے کاؤنٹر کے پیچھے چلی گئی۔ اُس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ آنے والا اُس کا بوڑھا چچا تھا جو مجھے گھورتا ہوا اندرونی حصے میں چلا گیا۔ اُس نے کچھ کہا نہیں تھا۔ اب اس سے زیادہ یہاں رکنا تقریباً بے مقصد ہی تھا۔ چنانچہ میں باہر نکل آیا۔ ضروری نہیں تھا کہ بے چاری بلدا ہی کے لیے پریشانی کا باعث بنا جائے۔

باہر نکلا تو سورج بڑی شدت سے سر پر چمک رہا تھا۔ چاروں طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور ماحول بالکل ویران نظر آ رہا تھا۔ اس سے زیادہ کہاں گھومتا پھرتا۔ کوئی چھت کوئی پناہ گاہ نہیں تھی۔ ایک گھنے اور سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ کر میں

نے آئندہ کے پروگرام کے بارے میں غور کرنا شروع کر دیا۔ اس سے زیادہ وقت ضائع کرنا بے مقصد تھا۔ بل ٹیرو کے بارے میں مزید کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔ میرا کام اس شکل میں بن سکتا تھا جب میں بل ٹیرو کے نزدیک پہنچ جاتا اور اس کے نزدیک پہنچنے کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے۔ بہت دیر تک میں سوچتا رہا۔ سورج ڈھل گیا۔ درخت کے نیچے کا ماحول کسی قدر پرسکون تھا۔

شام کو تقریباً چار بجے میں نے ایک بار پھر اپنا تھیلا اٹھایا، اور آوارہ گردی کرنے کے لیے دوگ کے ایک بازار میں پہنچ گیا۔ بازار بھی عجیب و غریب قسم کے تھے۔ بس جہاں جہاں دل چاہا تھا اس نے دکان نکالی تھی۔ ان دکانوں پر خرید و فروخت ہو رہی تھی۔ ایک جگہ شراب خانے کا بورڈ لگا ہوا تھا اور اس کے باہر کچھ لوگ جمع تھے۔ میں آہستہ آہستہ ان کی جانب بڑھ گیا۔ تب میں نے ان لوگوں کے درمیان ایک دبلے پتلے بدن کے مدقوق نوجوان کو دیکھا جس کے سنہری بال شانوں تک بکھرے ہوئے تھے۔ نوجوان بھی اچھی شکل و صورت کا مالک تھا لیکن ان لوگوں کا تختۂ مشق بنا ہوا تھا۔ وہ لوگ بری طرح اسے پیٹ رہے تھے۔ پیٹنے والوں کی تعداد چار تھی۔ باقی ایسے تھے جو صرف تماشہ دیکھ رہے تھے۔ مارنے والوں میں ایک شخص پیش پیش تھا۔ یہ مقامی باشندوں کی نسبت کسی قدر گہرے رنگ کا مالک تھا۔ شکل و صورت سے بھی خونخوار نظر آ رہا تھا۔ میں نے حیرت سے پٹنے والے نوجوان کو دیکھا اس کی باچھوں سے خون بہہ رہا تھا لیکن چہرہ ایسا پرسکون تھا جیسے مار کھانا اس کی زندگی کا سب سے دلچسپ مشغلہ ہو۔ پھر جب وہ نیچے گرا تو اسی خونخوار سے آدمی نے اسے پکڑ کر اٹھانا چاہا لیکن میں جو اب فیصلہ کر چکا تھا کہ یہاں مجھے اپنی شخصیت کا اعلان کر دینا چاہیے۔ آگے بڑھا اور میں نے عقب سے اس کی گردن پکڑ لی۔ میں نے اس کے کالر کو زور سے جھٹکا دیا اور وہ کئی قدم پیچھے لڑکھڑاتا ہوا چلا آیا۔ دوسرے لمحے میرا زوردار گھونسا اس کے جبڑے پر پڑا تھا۔ اس نے بری طرح قلابازی کھائی اور نیچے جا پڑا۔ لیکن اس کے باقی تینوں ساتھی خونخوار نگاہوں سے مجھے گھورنے لگے۔۔۔ کسی نے مجھ سے کچھ نہیں کہا لیکن پھر اچانک ہی انہوں نے مل کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں پوری طرح تیار تھا۔ میری لات ان میں سے ایک کی پنڈلی پر پڑی باقی دونوں کی گردنیں پکڑ کر میں نے ان کے سر آپس میں ٹکرا دیے۔ اور پھر پھرتی سے اس شخص کے حملے سے بچا جسے میں نے سب سے پہلے مارا تھا اور جو ان میں سے سب سے زیادہ طاقتور تھا۔ اس نے عقب سے مجھ پر حملہ کیا تھا لیکن میں نے جھکائی دے کر اس کا وار خالی کر دیا اور اسی کے ساتھ اس کی کمر پر ایک زوردار لات رسید کر دی۔ پٹنے والا نوجوان کھڑا ہوا متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ وہ تینوں جو میرے ہاتھوں مار کھا کر بری طرح گرے تھے ایک بار پھر کھڑے ہو گئے۔ لیکن میں نے انہیں سنبھال لیا اور میرے ہاتھ اس کی گردنیں سہلانے لگے۔ میرے گھونسوں نے ان کے جبڑے ہلا دیے تھے۔ تماشہ دیکھنے والوں نے اپنا دائرہ وسیع کر دیا تاکہ لڑنے والوں کو مشکل نہ ہو۔ لیکن مجھ سے لڑنے والے تینوں آدمی زمین بوس ہو گئے تھے۔ وہ چوتھا جو پہلے میرے ہاتھ مار کھا چکا تھا ایک سمت دوڑتا چلا گیا تھا۔ پٹنے والے نوجوان نے ادھر ادھر دیکھا۔ مجمع اب منتشر ہونے لگا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور دوڑنے لگا۔ میں بے اختیار اس کے ساتھ کھنچتا چلا گیا۔۔۔ وہ کافی تیز دوڑ رہا تھا مجبوراً مجھے بھی اس کے ساتھ دوڑنا پڑا لیکن بازار سے نکلنے کے بعد دفعتاً میں نے اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا اور وہ میری بانہوں میں آ رہا۔

"سوری ماسٹر سوری۔ لیکن کیا تمہارا دماغ خراب ہے۔ تمہا یہاں آنا ہی کیا کم تھا کہ اس کے بعد تم نے ہیڈلے سے جھگڑا مول لے لیا جانتے ہو ہیڈلے کون ہے؟"

"جانتا نہیں ہوں، جاننا چاہتا ہوں۔"

"وہ ڈی گام کا بھتیجا ہے۔ اور اس کا منہ بولا بیٹا۔ وہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو دوسرے نہیں کر سکتے۔"

"بزدلی دنیا کی سب سے شاندار چیز ہے کوئی تمہیں کب تک مارے گا۔ مارنے سے زیادہ پٹنے کی مشق کرنی چاہیے۔ لیکن تم نے میرا کام بگاڑ دیا۔ میں آج تک لوگوں سے پٹتا رہا ہوں اس لیے زندہ ہوں۔"

"لعنت ہے ایسی بزدلی پر۔ اس زندگی سے تو موت بہتر ہے۔"

"لعنت ہے تم پر جو اس نوجوانی کی عمر میں مجھے مرنے کا مشورہ دے رہے ہو۔ مگر اب کہاں جاؤ گے۔ تم دلیسے کون سے محفوظ تھے کہ اب تم نے ہیڈلے سے دشمنی بھی مول لی۔ وہ سیدھا ڈی گام کے پاس گیا ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ سیدھا وہیں گیا ہوگا۔ اور اس کے بعد۔ اس کے بعد ارے ہاں چلو یہاں سے میرے ساتھ ہی چلو آؤ۔ آؤ رک کیوں گئے؟" اس نے پھر میرا ہاتھ پکڑ کر دوڑنا شروع کر دیا لیکن میں نے اس کی رفتار کم کر دی۔

"اگر چلنا ہی ہے تو پرسکون انداز میں چلو۔"

"تمہارا سکون ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جائے گا۔ تھوڑا دیر انتظار تو کر لو۔"

"تو پھر تم کیوں مر رہے ہو میرے لیے۔ ظاہر ہے تم نے تو نہیں کہا تھا کہ میں اسے مار دوں۔ میں نے اپنی مرضی سے ان لوگوں کی پٹائی کی تھی۔

"اب تمہیں بھی تو نہیں چھوڑ سکتا۔ اتنا ذلیل فطرتاً بھی نہیں ہوں۔ آجاؤ میرے بھائی۔ اپنی موت کے ساتھ ساتھ کم از کم نیچے تو نہ مارو۔ میں نے تو ابھی اس دنیا میں کچھ بھی نہیں دیکھا۔" اس نے ایسے انداز میں کہا کہ مجھے ہنسی آ گئی۔ بہرطور میں اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے مکان کے دروازے کا تالا کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے پیچھے تیزی سے دروازہ بند کر دیا۔ اس کا سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔ چند لمحات وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکتے ہوئے بولا۔ "تم نے اچھا نہیں کیا۔ واقعی تم نے اچھا نہیں کیا۔"

"تو ٹھیک ہے تمہارے ساتھ جو کچھ کسر رہ گئی ہے میں پوری کیے دیتا ہوں۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور اس نے دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔"

"ارے نہیں۔ نہیں، جب دوستی کا قدم بڑھا لیا ہے تو پھر دوستی ہی برقرار رہنے دو۔ ویسے ہی دو چار ہاتھ مار کر تمہیں کیا ملے گا۔ یقین کرو میں تو کسی کتیا کے پلے سے بھی پٹنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ یہ میری پالیسی ہے اور بلاشبہ ایک بہترین پالیسی۔ میں نے بزدلی کا ریکارڈ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اب تک اپنی بات پر قائم ہوں۔ مجال ہے جو کسی کے ایک تھپڑ بھی لگایا ہو ہم نے جبکہ لوگ نہ جانے میرے ساتھ کیا کیا سلوک کرتے ہیں۔ دلیر آدمیوں کو میں نے عموماً خون میں سرخ دیکھا ہے۔ اگر خون کی سرخی کہیں کہیں جھلک آئے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن پورا بدن ہی خون میں ڈوب جائے تو تم خود سوچو کیا حشر ہوتا ہوگا۔"

اس کی احمقانہ گفتگو پر مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے اس کا گریبان چھوڑ کر اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے کہا۔ "تم دلچسپ آدمی ہو، لیکن وہ لوگ تمہیں کیوں مار رہے تھے؟"

"میں نے کہا نہ مارنے والوں کے بارے میں تو میں کبھی غور ہی نہیں کرتا۔ ویسے ان کا مارنا حق بجانب تھا۔ مگر تم درمیان میں کود پڑے۔ دو چار ہاتھ اور جھاڑ لیتے اور اس کے بعد خود ہی بڑبڑاتے ہوئے واپس چلے جاتے۔ اصل خطرہ تو اب شروع ہوا ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے سوال کیا لیکن اس سے قبل کہ وہ کوئی جواب دیتا۔ باہر زوردار آوازیں سنائی دینے لگیں اور اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ اس نے ڈرے ڈرے لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے۔ وہ آ گئے۔ کمال کی بات ہے۔ انہوں نے اتنی جلدی یہ اندازہ لگا لیا کہ ہم دونوں اس طرف آئے ہیں ضرور کسی اور نے ہمیں اس طرف آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔"

میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے کے باہر لوگوں کے بولنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اور اس دبلے پتلے نوجوان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے یہاں سے بھی نکل چلو۔ پچھلی دیوار کود کر باہر نکلنے میں بہت زیادہ دقت نہیں ہوگی۔ بہرطور میں تمہیں کوئی نہ کوئی ایسی جگہ ضرور بتا دوں گا جہاں چھپ کر ان سے جان بچائی جا سکتی ہے۔" اس کے ساتھ ہی وہ گھر کے عقبی حصے کی جانب بھاگا تھا۔ لیکن میرے لیے فرار ہونا ممکن نہیں تھا۔ دروازے پر زوردار ضربیں پڑ رہی تھیں۔ میں نے خود ہی آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ سب سے آگے وہی نوجوان تھا جسے ہیڈلے کے نام سے متعارف کرایا گیا تھا۔ وہ غصے سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ چار پانچ آدمی اس کے ساتھ اور تھے۔ ہیڈلے نے میری شکل دیکھی تو دیوانگی کے انداز میں آگے بڑھ کر کسی گینڈے کی طرح میرے سینے پر ٹکر ماری۔ میں نے اپنے آپ کو اس کی زد سے بچایا لیکن اس نے دوبارہ وہی حرکت کی تو میری بھرپور ٹھوکر اس کے چہرے پر پڑی۔ اور وہ کسی زخمی سانڈ کی طرح ڈکراتا ہوا زمین پر لڑکھڑاتا ہوا گر پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں ہاتھ ٹکا کر کھڑے ہونے میں دیر نہیں لگائی۔۔۔ دوسرے لمحے اس نے اپنا پستول نکال لیا۔ لیکن اسے موقع دیے بغیر میں نے اپنی ہتھیلی کی ضرب اس کی گردن پر لگائی اور اس ضرب نے اسے زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی آواز نکالتا یا اپنا پستول استعمال کرنے کی کوشش کرتا، میں نے اپنا ایک پاؤں اس کی کلائی پر رکھا اور دوسرا سینے پر۔ وہ انتہائی قوت صرف کر رہا تھا لیکن میں نے پستول والے ہاتھ کو رگڑ کر رکھ دیا اور پھر جھک کر اس کا پستول اٹھا لیا۔ ذرا سا موقع ملا تھا اسے۔ میرے جھکتے ہی اس نے دونوں ٹانگیں موڑ کر میری پشت پر دے ماریں اور پھر خود اپنے آپ کو میری گرفت سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اب میں اسے چھوڑ نہیں سکتا تھا۔

میں نے اس کے اٹھتے ہی ایک اور گھونسا اتنی قوت سے اس کے سر پر مارا کہ وہ آواز نکالے بغیر زمین پر گر پڑا۔ پستول اب میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے اس کھیل کو بہت زیادہ طوالت نہیں دی اور جھک کر اس کی دونوں ٹانگیں پکڑیں اور اسے اٹھا کر اس کے ساتھیوں پر پھینک دیا جو آنکھیں پھاڑے ہوئے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ پھر میں نے پستول سے جیسے ہی ہوائی فائر کیے۔

ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ ہیڈلے اپنے ساتھ ڈی گام کو نہیں لایا تھا بلکہ شایلا اپنے نئے مددگاروں کو ساتھ لے کر آیا تھا جو اُس کی نگاہ میں زیادہ بہادر تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان بہادروں نے بھی ساتھ نہیں دیا تھا۔ ویسے ہی ہیڈلے کی آمد کا اعلان ہو گیا تھا اور آس پاس کے گھروں کے دروازے کھل گئے تھے پھر پستول کی آواز نے مزید لوگوں کو چونکا دیا تھا۔ ہیڈلے کا خون میں ڈوبا ہوا جسم دروازے کے باہر پڑا ہوا تھا۔ میں نے بہت زیادہ بہادری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ سب لوگوں سے ٹکرانا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے دروازہ بند کر دیا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ جہاں تک میرا اندازہ تھا میرا نوجوان دوست پچھلی دیوار سے کود کر فرار ہو گیا تھا۔ لیکن دفعتاً ہی مجھے اُس کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "لیل گتا ہے جیسے ودگ میں اب میری زندگی کے دن بھی پورے ہو گئے۔ مجھے یقین تھا کہ اگر میں نے کبھی بہادر بننے کی کوشش کی تو یہ وقت بہت جلد نزدیک آجائے گا۔ کون سے گا میری بات کہ اس ساری کارروائی میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔"

میں نے چونک کر اُسے دیکھا۔ پسینے میں ڈوبا ہوا تھا۔ نہ جانے کہاں چھپا تھا کہ پسینے میں تر ہو گیا تھا۔ اُس کے چہرے پر خوف کے سائے لہرا رہے تھے۔

"احمق آدمی۔ میں نے تو تم سے نہیں کہا تھا کہ تم مجھے اپنے گھر لے آؤ۔"

"اخلاق بھی کوئی چیز ہوتی ہے مسٹر لیکن تم نے تو کباڑہ ہی کر دیا۔ اب بھی اگر زندگی بچانا چاہتے ہو تو میرے ساتھ عقبی دیوار کود کر نکل چلو۔ سامنے کی طرف رخ کرنا نہ صرف تمہارے لیے بلکہ میرے لیے بھی خطرناک ہو گا۔ میرا بھی نکل جانا بہتر ہے۔ کیونکہ ڈی گام کے آدمی سنتے نہیں صرف عمل کرتے ہیں۔ آؤ۔ خدا کے واسطے آجاؤ۔" اُس نے دونوں ہاتھ جوڑے اور میں نے اُس کی مشکل حل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ عقبی دیوار جو زیادہ بلند نہیں تھی کود کر ہم دونوں باہر نکل آئے۔

وہ برق رفتاری سے ایک سمت دوڑ رہا تھا۔ مکانات یہاں بھی تھے لیکن اس طرف سناٹا پھیلا ہوا تھا اور یہ سناٹا ہم دونوں کے لیے معاون ثابت ہوا۔ وہ دوڑتا رہا ساتھ ہی مجھے پلٹ پلٹ کر دیکھتا بھی جا رہا تھا۔ میں نے یہ اندازہ لگایا کہ اُس نے صرف اپنی ہی جان بچانے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ میرے لیے بھی فکرمند تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ ودگ کے اس باشندے کے اندر کم از کم احسان مندی کا جذبہ ضرور موجود ہے۔ مختلف راستوں اور ڈھلانوں سے گزرتا ہوا وہ مجھے اس دریا کے کنارے لے آیا جہاں سے ودگ کے اندرونی حصے میں داخل ہوا جا سکتا تھا۔

پھر ایک ٹوٹی ہوئی بوسیدہ پن چکی کی عمارت میں داخل ہونے کے بعد وہ عمارت کے ایک ایسے گوشے میں آگیا جو ویران پڑا ہوا تھا۔ یہاں کچھ ٹوٹا پھوٹا سامان پھیلا ہوا تھا اور کہیں بھی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں آرام سے بیٹھا جا سکے۔ اُس نے ٹین ڈبے ہٹانا شروع کر دیے۔ لکڑی کے کچھ تختے لایا اور انہیں برابر بچھا کر اتنی جگہ بنا دی کہ وہاں آرام سے لیٹا جا سکے۔ اس کام میں اُس نے کافی محنت کی تھی جس کی وجہ سے ہانپنے لگا تھا۔ میں نے کم از کم اس سلسلے میں اُس کی کوئی مدد نہیں کی پھر اُس نے ہانپتے ہوئے مجھے تختوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود مردے کی مانند لمبا لمبا لیٹ گیا۔ میں تختوں پر بیٹھ کر ٹوٹی ہوئی دیوار سے باہر کے مناظر دیکھنے لگا۔ دریا کے سطح پر آبی پرندے تیر رہے تھے اڑ رہے تھے۔ ٹوٹی ہوئی دیوار سے دریا کی طرف سے چلنے والی ہوائیں اندر آ رہی تھیں اور ان کے ٹھنڈے جھونکے بے حد خوشگوار محسوس ہو رہے تھے۔ کافی دیر تک میرا دوست اسی طرح لیٹا رہا پھر جب اُس کی سانس اعتدال پر آگئی تو اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "میرے اوپر اس سے برا وقت کبھی نہیں آیا تھا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میری ہمدردی تمہارے لیے مصیبت بن گئی۔" میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اُس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اب ایسا بھی نہیں میں بزدل ضرور ہوں لیکن کوئی میرے لیے دلیری دکھائے تو مجھے اُس کی قدر تو کرنی ہی چاہیے۔ سوری شاید میرے یہ الفاظ تمہیں یہ احساس دلا رہے ہیں کہ تمہاری اس مداخلت سے بددل ہوں۔"

"نہیں میرے دوست ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن غالباً تم ودگ کے ماحول سے واقف نہیں ہو۔ اور کیسے ہو سکتے ہو۔ سنا ہے تم یہاں بالکل اجنبی ہو لیکن اے نوجوان سیاح، سیاحت کے لیے بھی کم از کم اچھی جگہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ پتا نہیں ودگ میں داخل ہونے کا خبط تمہارے ذہن میں کیوں سما گیا۔ جبکہ مجھے یقین ہے کہ لوگوں نے قدم قدم پر تمہیں اس بارے میں بتایا ہو گا۔"

"ہاں، اور یہی چیز میری دلچسپی کا باعث بنی۔"

"جوانی بے شک سرپھری ہوتی ہے اور اگر اس میں خطرات مول نہ لیے جائیں تو پھیکی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن زندگی ان تمام تصورات سے زیادہ قیمتی ہے۔ ویسے تمہارا نام کیا ہے؟"

"مسعود" میں نے جواب دیا۔

"عجیب نام ہے، شاید میں اسے ادا نہیں کر سکتا۔ تم مجھے ڈینی کہہ سکتے ہو۔" اُس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ لیکن دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک یاد نے سر ابھارا۔ جس شخص نے

مجھے ویلی کراسنگ پر لفٹ دی تھی اُس نے ودگ میں رہنے والے اپنے بھتیجے کے بارے میں بھی بتایا تھا جس کا نام ڈینی ہی لیا تھا۔ اُس نے کہا یہ وہی ڈینی ہے۔

میں مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں، شاید میں ڈینی کو جانتا ہوں لیکن مسٹر ڈینیل ریگیم نے یہ بات نہیں بتائی تھی کہ ڈینی ایک بزدل نوجوان ہے۔ جبکہ مسٹر ڈینیل ریگیم تمہاری طرح بزدل نہیں تھے۔"

ڈینی نے چونک کر مجھے دیکھا اور تعجب سے بولا۔ "کیا نام لیا تم نے۔ ڈینیل ریگیم؟"

"ہاں، کیا وہ تمہارے چچا نہیں ہیں؟"

"آہ تم انہیں کیسے جانتے ہو؟" وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

"بس یوں سمجھو کہ ودگ آتے ہوئے انہوں نے مجھ سے یہ بات کہی تھی کہ اگر ودگ میں کسی مشکل کا شکار ہو جاؤں تو ڈینی سے رابطہ قائم کروں وہ میری مدد کرے گا۔"

"کمال ہے۔ اور تم نے مجھ سے اس طرح رابطہ کیا کہ خود میری مدد پر تل گئے۔ میرے پیارے بھائی بے شک میرے اور اُن کے درمیان چچا بھتیجے کا رشتہ ہے لیکن ودگ میں رہ کر رشتے نہیں نبھائے جا سکتے۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ یہاں تو انسان نفسا نفسی کا شکار رہتا ہے۔ تم نے خود بھی اندازہ لگا لیا ہو گا۔"

"اس کے باوجود ڈینی تم غیر فطری طور پر میری مدد پر آمادہ ہو۔ اگر تم واقعی اتنے بزدل ہو تو میرے ساتھ کیوں نظر آ رہے ہو۔ تمہیں اندازہ ہے کہ میں خطرناک حالات میں گھرا ہوا ہوں۔ تمہیں تو چاہیے تھا کہ مجھ سے دور رہتے۔"

"نہیں۔ اب یہ بھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔ بڑی مشکل پیش آئے گی۔"

"ڈیئر ڈینی تمہیں میرے ساتھ پریشان ہونے کی ذرا بھی ضرورت نہیں۔ تم اطمینان سے جہاں جانا چاہو چلے جاؤ۔ ویسے یہ جگہ میرے لیے کافی عمدہ ہے بلکہ مجھے افسوس ہے کہ پہلے میں نے اس کے بارے میں کیوں نہیں سوچا۔"

"نہیں۔ یہ محفوظ نہیں ہے۔ دریا کے کنارے محافظ دن رات گشت کرتے ہیں وہ تمہیں نظر نہیں آ سکتے۔ لیکن تم اُن کی نگاہ میں ہو گے۔ یہ تمام محافظ بل ہیرڈ کے محافظ کتے ہیں جن کے سپرد یہ ذمہ داری ہے کہ بل ہیرڈ کا کوئی بھی فرد یہاں سے فرار نہ ہونے پائے۔"

"ہوں، ڈینی تم نے بھی کبھی ودگ سے نکلنے کی کوشش نہیں کی؟" میں نے سوال کیا اور ڈینی عجیب سے انداز میں ایک ٹھنڈی سی سانس لی، پھر بولا۔ "میں تنہا ودگ سے باہر نہیں جانا چاہتا۔"

"ہاں، بظاہر لیکن میرے سینے میں کوئی اور پوشیدہ ہے۔ اگر وہ ایک بار میرے ساتھ ودگ سے نکلنے کی خواہش کا اظہار کر دے تو ڈینی وہ واحد انسان ہو گا جو ودگ سے باہر جا سکتا ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

"کیا کرو گے یہ جان کر، کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ میری محبت ایک طرفہ ہے۔ یعنی صرف میں اُسے چاہتا ہوں۔ اُس کے چاہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"کیا وہ تم سے نفرت کرتی ہے؟"

"نہیں اُسے معلوم بھی نہیں کہ ڈینی جیسا بزدل اور مریل شخص اُسے پیار کر سکتا ہے۔ دیکھو دوست بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو ہمیں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ لیکن کیا ہم اُن کی چاہت بھی دل میں چھپا کر نہ رکھیں۔ جب اس بات کا یقین ہے کہ اُس کا حصول ممکن نہیں ہے تو پھر کیا ضروری ہے کہ اس سے اظہار کر کے اس سے نفرت بھی مول لی جائے۔"

"خوب تم تو اپنی طرح کے عاشق معلوم ہوتے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ڈینی نے شاید میری بات پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی محبوبہ کے تصور میں گم ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے کہا۔ "رات کے کھانے کے لیے کیا کرو گے؟ کیا تمہارے پاس کرنسی موجود ہے؟ میرا مطلب ہے کھانا تو خریدا جا سکتا ہے؟"

"ہاں، میرے پاس کافی رقم موجود ہے۔ تم اگر چاہو تو یہ رقم مجھ سے لے سکتے ہو۔"

"کتنے افسوس کی بات ہے کہ میرے چچا نے تمہیں میرا مہمان بنا کر بھیجا لیکن میں کیا کروں۔ ودگ میں ایسے ذرائع آمدنی رہے ہی نہیں کہ انسان آسانی سے اپنا پیٹ بھر سکے اور پھر مجھ جیسے شخص کے لیے تو یہاں کوئی بھی ایسا انتظام نہیں ہے۔ اب تم خود سوچو وہ لوگ مجھے مار رہے تھے نہ مارتے تو کیا کرتے۔ میں اُن کی شراب پی گیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"انسان کو اگر تھوڑی بہت شراب کی طلب ہو تو وہ کہاں سے حاصل کرے۔ اس کے لیے باقاعدہ پلاننگ کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ میں نے پلاننگ کر کے اُن کی شراب پی لی اور اُس کے بعد یہ بات بھی میری پلاننگ ہی میں شامل تھی کہ وہ لوگ میری مرمت کریں گے۔ چنانچہ اُن شریف لوگوں نے ایسا ہی کیا اور تم ناواقفیت کی بنیاد پر میرے ہمدرد بن گئے حالانکہ میں نے مار کھانے کی بڑی مشق کی ہے۔ بہرحال تم سے کرنسی تو میں کسی قیمت پر نہیں لوں گا۔ چونکہ بہت سی چیزیں اصولوں کے خلاف

ہوتی ہیں اور ڈینی کے بھی کچھ اصول ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ رات کا کھانا تمہارے لیے لا سکوں۔"

مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "نہیں ڈینی، میرے لیے تم بالکل فکرمند نہ ہونا۔ میں کھانا باہر جا کر کھاؤں گا۔"

"کیا غضب کر رہے ہو؟ کیا تمہارا باہر جانا مناسب ہو گا؟"

"ہو یا نہ ہو لیکن بہرطور کھانا میں باہر ہی کھاؤں گا۔ اور اگر تم نے اس کی تکلیف کی تو بلاوجہ حماقت کرو گے۔"

"چلو ٹھیک ہے اگر تم اصرار کر رہے ہو تو جیسا تم پسند کرو۔"

"لو یہ تھوڑی سی رقم رکھ لو تمہارے کام آئے گی۔ سولیے میں کل صبح تمہیں یہیں ملوں گا۔ اگر کوئی دقت نہ ہو تو آ جانا۔"

"میں جاؤں۔" ڈینی نے نوٹ لے کر جیب میں رکھتے ہوئے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ ڈینی چلا گیا اور میں اس پن چکی کے جائے وقوع کا جائزہ لینے لگا۔ دریا کی سمت بل ٹیرو کے محافظ موجود ہو سکتے تھے کیونکہ وہاں بڑی بڑی گھنی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں اور ان جھاڑیوں میں کئی کئی افراد با آسانی پوشیدہ ہو سکتے تھے۔ بلکہ ڈینی نے اچھا ہی کیا کہ مجھے ان کے بارے میں تفصیلات بتا دیں۔ اگر مجھے علم نہ ہوتا اور چھپنے کے لیے کوئی جگہ درکار ہوتی تو یقیناً میں انہی جھاڑیوں کا رخ کرتا۔ بہرحال دوسری جانب سے باہر نکل کر میں بھی رات کی تاریکی میں چل پڑا۔ یہاں میری سیدھی سی گہری شناسا ایک ہی شخصیت تھی 'ہلدا کارسن' لیکن اس وقت اس کے پاس پہنچنے کے لیے عقبی راستہ استعمال کرنا مناسب تھا۔

رات کافی ہو چکی تھی چنانچہ چاروں طرف سناٹا پھیل گیا تھا۔ تاہم مجھے کوئی بھی اکا دکا فرد چلتا پھرتا نظر آتا تو میں ساکت ہو جاتا تاکہ کسی کی نگاہ مجھ پر نہ پڑ سکے۔ مجھے ہوٹل تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور اس کے عقبی دروازے سے میں اندر داخل ہو گیا۔ روشنی جل رہی تھی۔ دروازے پر پہنچ کر میں نے ہلکی سی دستک دی لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ تب میں نے انگلی سے دروازے کو دھکیلا اور دروازہ کھل گیا۔ ہلدا اپنے کمرے میں ابھی موجود نہیں تھی۔ بہرطور میں نے دروازہ اسی طرح بند کیا اور اطمینان سے اس کی مسہری پر بیٹھ گیا۔ زبردستی کا مہمان بنا ہوا تھا۔ لیکن کیا بھی کیا جا سکتا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ہلدا اندر آئی اور مجھے دیکھ کر کھل اٹھی۔ "مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔"

"وہ کیسے ہلدا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس بہت سی باتوں کا خود بخود یقین ہو جاتا ہے۔ میں ابھی واپس آئی ہوں یقیناً تم نے کھانا نہیں کھایا ہو گا۔ آج میں نے تمہارے لیے کچھ خصوصی چیزیں تیار کی ہیں۔"

میں نے تعجب سے ہلدا کو دیکھا۔ یہ صرف اتفاق تھا کہ میں نے اس کے پاس جانے کا فیصلہ کیا تھا ورنہ جن حالات سے میں گزرا تھا اُن کے تحت ممکن ہے، اس رات میں اس طرف نہ آتا۔ ہلدا واپس آئی تو اس کے پاس کچھ پھل، بھنا ہوا مرغ اور میٹھی چیزیں بھی تھیں۔ اس نے یہ تمام چیزیں میرے سامنے لگا دیں اور پھر دروازہ بند کر کے خود بھی بیٹھ گئی۔

"میں نے سوچا تھا کہ آج کھانا تمہارے ساتھ کھاؤں گی۔"

"کیا بات ہے ہلدا، آج بہت خوش نظر آ رہی ہو۔"

"ہاں، تمہاری وجہ سے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا "کھانا شروع کرو پلیز۔ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ میں نے بمشکل تمام گرم رکھا ہے۔"

کھانا کھاتے ہوئے میں نے ہلدا سے اس کی خوشی کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگی۔ "تم نے ووگ میں ایک انوکھی تحریک پیدا کر دی ہے۔ شاید تم اس بات کا اندازہ لگا چکے ہو گے کہ ووگ کے رہنے والے بل ٹیرو سے شدید نفرت کرتے ہیں۔ لیکن اُس کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ تمہیں کو یہ وقت گزر چکا ہے اور بل ٹیرو تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکا بلکہ سنا ہے کہ تم نے ڈی گا کے بھتیجے ہیڈلے کو بُری طرح مار پیٹا ہے۔ آج ہوٹل میں جتنے بھی لوگ آئے تم اُن سب ہی کا موضوع تھے۔ وہ تمہارے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور طرح طرح کی دل ہلا دینے والی پیشگوئیاں بھی کر رہے تھے۔ کچھ کا کہنا تھا کہ بل ٹیرو کا آخری وقت آ گیا اور ووگ میں داخل ہونے والا اجنبی درحقیقت کوئی انسان نہیں بلکہ آسمان سے اترا ہوا ایک ایسا فرشتہ ہے جو بالآخر ووگ کو بل ٹیرو سے نجات دلا دے گا۔"

میں نے متعجبانہ انداز میں ہلدا کی صورت دیکھی تھی۔ اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ووگ کے لوگوں کو بل ٹیرو سے نجات دلاؤ یا نہ دلاؤ لیکن جب تم یہاں سے واپس جاؤ تو ہلدا تمہارے ساتھ ہو گی۔ کیوں؟ کیا تم اس سے انکار کرتے ہو؟"

"نہیں ہلدا لیکن کیا ووگ سے واپس جانا اتنا ہی آسان کام ہو گا؟"

"میں بھی دوسرے لوگوں سے متفق ہی ہوں۔ تم بل ٹیرو کا خاتمہ کرنے کے بعد ہی یہاں سے جاؤ گے۔ اور اُس وقت ووگ سے نکلنا کسی کے لیے مشکل نہیں ہو گا۔"

میں گہری سانس لے کر ہلدا کو دیکھنے لگا حماقت تھی اُس کی۔

میرے پاس اتنا وقت کہاں تھا کہ میں ایسے کسی مسئلے میں الجھوں۔ مجھے تو اپنا کام کر کے یہاں سے چلے جانا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے تبت کے وہ قبائل یاد آ گئے جہاں مجھے ایک سردار کی حیثیت دے دی گئی تھی اور امیدیں وابستہ کی گئی تھیں کہ میں اُس قبیلے کی اصلاح کے لیے بہت کچھ کروں گا۔ لیکن وقت اس بات کی مہلت کہاں دیتا ہے اور پھر میں تنہا تھا۔ بل ٹیرو تو جانے کیا سوچ کر ابھی تک مجھ پر ہاتھ نہیں ڈالا تھا۔ لیکن جس قسم کے قصے اس کے بارے میں سنے تھے اُن سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ معمولی شے نہیں ہے۔

میں نے ہلدا سے کہا۔ "تم نے مجھ سے بہت سی توقعات وابستہ کر لی ہیں ہلدا۔ اگر میں تمہاری یہ توقعات پوری نہ کر سکا تو تمہیں بہت عرنج ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

"بس ایسے ہی کہہ رہا تھا۔ ہیڈلے کو زخمی کرنے کے بعد میرا خیال ہے یہاں کے حالات میرے لیے کافی خطرناک ہو گئے ہیں ممکن ہے اس کے بعد میں تمہارے ہوٹل بھی نہ آ سکوں۔"

"اگر کوئی بہت ہی پریشان کن صورتحال پیش آ جائے تو پھر یہاں آنے میں تکلف مت کرنا۔ جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔"

"ہلدا یہاں ووگ میں تم نے کسی اور کا سہارا تلاش کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" میں نے کہا اور ہلدا خاموش ہو گئی۔ کافی دیر گزرنے کے باوجود اُس نے اس بات کا جواب نہیں دیا تو میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "حالانکہ تم مجھے اپنی ذہنی کیفیت کے بارے میں بتا چکی ہو لیکن کیا تم نے کبھی یہ بھی نہیں محسوس کیا کہ اور کوئی تمہاری طرف متوجہ ہے؟"

"دراصل ان حالات میں ایسی باتوں پر توجہ دینے کی مہلت کہاں ملتی ہے مسٹر۔ البتہ ایک بہت ہی احمق قسم کا آدمی یہاں آ رہتا ہے۔ ووگ ہی کا باشندہ ہے لیکن شاید ووگ کا سب سے ناکارہ انسان۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ وہ ذہنی طور پر مجھ سے متاثر ہے۔ لیکن تم خود سوچو کیا انسان کسی ایسی شخصیت سے متاثر ہو سکتا ہے جس کی اپنی کوئی حیثیت ہی نہ ہو۔ میں ڈینی کی بات کر رہی ہوں۔ جسے تم نے اُن شرابیوں سے بچانے کی کوشش کی تھی۔"

"میرے خدا" میں اچھل پڑا۔ "تو ڈینی تم سے محبت کرتا ہے۔ اُس نے مجھ سے اس بات کا تذکرہ کیا تھا کہ وہ کسی کو پیار کرتا ہے۔ لیکن اس کا نام نہیں بتایا تھا اس نے۔"

"اوہ! اس کا مقصد ہے کہ میرا اندازہ درست تھا۔" ہلدا نے کہا۔

"ہاں سو فیصدی۔ ڈینی نے انتہائی افسردہ لہجے میں کہا تھ کہ زندگی میں جسے اس نے چاہا ہے اس کے حصول کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن ہلدا کیا شخصیتوں کے ناکارہ ہونے کا اندازہ بھی لگایا ہے تم نے؟"

"میں سمجھی نہیں۔ تم اچانک ہی اس موضوع پر کیوں آ گئے؟"

"اس کی کوئی خاص وجہ نہیں۔ بس تم سے تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ لیکن یہ جان کر کہ ڈینی تم سے پیار کرتا ہے مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔"

"کیسا احساس؟"

"ہلدا! بعض اوقات انتہائی ناکارہ لوگ بھی ایسی عجیب و غریب صلاحیتوں کے مالک نکل آتے ہیں کہ اُن پر یقین نہیں آتا۔"

"لیکن ڈینی میں ایسی کوئی صلاحیت نہیں ہے۔ وہ پہلے درجے کا نکما، کام چور اور بے غیرت ہے۔ دوسروں کی چیزوں پر اس طرح ہاتھ صاف کر دیتا ہے کہ آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور اس کے بعد اُسے مار لیا جائے۔ پیٹ لیا جائے۔ اس نے اسی کی مشق کی ہے۔ وہ کبھی اپنے جرم سے انکار نہیں کرتا۔ اب تم خود بتاؤ۔ اگر کوئی تمہاری جیب سے کچھ نکال لے۔ اُسے خرچ کر دے۔ اور تمہارے سامنے صورت بنا کر آ بیٹھے۔ تو تم اُس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ کیا سلوک کر سکتے ہو؟ ڈینی اس صورتحال کو جانتا ہے کہ یہاں کے لوگ ایسی باتوں پر کیا کر سکتے ہیں۔ بہرطور یہاں قانون کی حکمرانی نہیں ہے۔ بلکہ یہاں کا قانون بل ٹیرو کا قانون ہے لیکن اس کے باوجود چھوٹے موٹے مجرموں کو کوئی نہ کوئی سزا تو دی جاتی ہے۔ چنانچہ لوگ ڈینی کو قتل نہیں کرتے۔ کیونکہ قتل کرنا ایک خطرناک بات ہے۔ اور کسی بھی لمحے قاتل مصیبت میں گرفتار ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اُسے بل ٹیرو کی حمایت حاصل ہو جائے تو دوسری بات ہے۔ لیکن بل ٹیرو بھلا ایسے چھوٹے موٹے معاملات میں مداخلت کیوں کرنے لگا۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ ڈینی کی شخصیت واقعی بے حد دلچسپ ہوتی جا رہی تھی۔ تب میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور اگر ہلدا! کبھی ڈینی تم سے باقاعدہ اظہار عشق کر بیٹھے؟"

"تو میں جوتا اتار کر دس بیس جوتے اُس کے منہ پر مار دوں گی۔ اُسے ذرا بھی اعتراض نہیں ہو گا۔" ہلدا نے کہا اور بے اختیار میرا قہقہہ نکل گیا۔ پھر میں نے کہا "اس کے علاوہ بھی تو تم کچھ اور کر سکتی ہو ہلدا۔"

"کیا؟" اُس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"ڈینی کی محبت کا اقرار۔ اس کی محبت کو قبول بھی تو کر سکتی ہو تم۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو مسٹر۔" اُس نے کہا۔

"کیوں ہلدا! کیا اس ویران جہنم میں زندگی گزارنا تمہیں زیادہ پسند ہے؟ اس کے برعکس اگر ڈینی جیسی کوئی شخصیت تمہاری زندگی میں شامل ہو جائے۔ اور تم دونوں دوگس سے نکل کر اپنے مستقبل کی تعمیر کرو تو؟"

"ڈینی کے ساتھ کسی اچھے مستقبل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا ساتھ تو ایسا ہی ہے جیسے دوگ کی ویرانی میں قید رہنا۔"

"نہیں! میرا خیال ہے ایسی بات نہیں ہے۔ ڈینی کے اندر میں نے کچھ خوبیاں دیکھی ہیں۔ وہ صرف اپنے ماحول سے بیزار ہے۔ اسی بیزاری کا شکار ہے وہ بھی جس کا تم شکار ہو ہلدا! میرے خیال میں زندگی میں اگر انسان کو ایک بھی محبت کرنے والا مل جائے تو وہ بڑا خوش نصیب ہوتا ہے۔"

"میں ڈینی کی وکالت بالکل نہیں کر رہا۔ بلکہ تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ ہلدا! اگر تمہیں اور ڈینی کو یہاں سے نکلنے کا موقع ملے تو میرا مشورہ ہے کہ ڈینی کی رفاقت ضرور قبول کر لینا۔"

"میرے ساتھ ڈینی بھی نکلنے کا پروگرام رکھتا ہے۔"

"ہاں! بالکل اسی طرح جیسے تم۔"

"خیر یہ بعد کی باتیں ہیں۔ اگر یہاں سے نکلنے کا موقع ملا تو ممکن ہے میں اس بارے میں کچھ سوچوں۔ تمہارا اپنا پروگرام کیا ہے۔ کب تک یہاں قیام کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"جب تک میرا مقصد پورا نہ ہو جائے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تم سے تمہارے مقصد کے بارے میں کبھی نہیں پوچھوں گی۔ کیونکہ بتانے کی بات ہوتی اور تم مجھے اس قابل سمجھتے تو ضرور بتا دیتے۔"

"جہاں تک تمہارے قابل ہونے کا تعلق ہے ہلدا! تو اگر میں یہ کہوں کہ دوگ میں تم میری پہلی دوست ہو۔ تو غلط نہیں ہوگا۔ لیکن میرا مشن ایسا ہے کہ اگر اس کے بارے میں، میں نے زبان کھول دی تو مصیبتوں میں گرفتار ہو جاؤں گا۔"

"اور میں نہیں چاہتی کہ تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو۔" ہلدا نے پرسکون لہجے میں کہا۔ اور اس کے بعد کافی دیر تک وہ میرے پاس بیٹھی رہی۔ بیچاری نے میرے لیے جو کچھ کر سکتی تھی کیا تھا۔ آج میں کھانے کے لیے اس کا شکر گزار تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ وہاں سے چلی گئی۔ پتہ نہیں وہ کہاں سوتی تھی۔ لیکن بہرطور میں اپنے فرض سے غافل نہیں تھا۔ صبح ہونے سے پہلے نکل جانا ضروری تھا۔ تاکہ ہلدا کی پوزیشن مشکوک نہ ہو سکے۔ آج وہ رات تھی جب ڈوئن کاربو پرانی کورٹ میں میٹنگ اٹینڈ کرنے والی تھی اور یہیں وہ مارٹن الیسٹرو کے سلسلے میں کام کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ یہ رات میرے لیے سونے کی رات نہیں تھی۔ میں ڈوئن کاربو کی طرف سے کسی پیغام کا منتظر تھا۔ اس پیغام کے موصول ہونے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ میرے ذہن میں ڈوئن کاربو کی آواز ابھری تھی۔

"غزالی! کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

"سو فیصدی ڈوئن! میں تمہارا منتظر تھا۔"

"افسوس میرے پاس تمہارے لیے کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔" ڈوئن کاربو مایوس لہجے میں بولی۔ اور میں چونک پڑا۔

"خیریت! کیا بات ہوئی ڈوئن جلدی بتاؤ۔"

"نہیں نہیں! تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل وہ میٹنگ ملتوی ہو گئی ہے۔ مارٹن الیسٹرو اور دوسرے لوگ پرانی کورٹ کی عمارت میں جمع نہیں ہو سکے۔ عین وقت پر پروگرام کینسل ہو گیا۔ میں نے تمام تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ اور اگر مارٹن الیسٹرو آج یہاں آ ملتا تو یقیناً بہت سے مسئلے حل ہو جاتے۔ دوسرے لوگ پہنچ گئے تھے۔ لیکن عین وقت پر خدا اڈو کی طرف سے اس میٹنگ کے ملتوی ہونے کا اعلان ہوا۔ مارٹن الیسٹرو سرے سے یہاں پہنچا ہی نہیں۔"

"اوہ! یہ تو واقعی افسوسناک خبر ہے ڈوئن! اس کا مقصد ہے کہ اب اس کا نیا پروگرام ہمارے علم میں نہیں آ سکتا۔"

"نہیں مسٹر غزالی! اس کے لیے تم فکر مت کرو۔ میں اپنا کام جاری رکھوں گی۔ بلاشبہ مارٹن الیسٹرو یہاں نہیں مل سکا۔ لیکن وہ کب تک ہماری نگاہوں سے اوجھل رہے گا۔ کلارک روڈ اسٹریٹ کی وہ عمارت تو میرے علم میں ہے۔ اور میں جانتی ہوں کہ کام کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ اگر مارٹن الیسٹرو کو ایک بار بھی وہاں دیکھا گیا تو پھر یوں سمجھ لو کہ میں جونک کی مانند اس سے چمٹ جاؤں گی۔ اور مارٹن الیسٹرو مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکے گا۔"

"ڈوئن! اس سلسلے میں تمہیں تنہا کر خطرات بھی پیش آ سکتے ہیں۔"

"نہیں غزالی! طویل عرصے سے تنہا تھی۔ اور بالآخر کام کر ہی رہی تھی۔ اگر تم دوگ میں لیبوس کے سلسلے میں کچھ امید افزا حالات پاتے ہو۔ تو اپنا کام اطمینان سے جاری رکھو۔ میں یہاں بالکل محفوظ ہوں۔ اور تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ جب تم واپس آؤ گے تو میں تمہیں صحیح حالت میں ملوں گی۔ درحقیقت کچھ ایسے لوگوں کا ساتھ حاصل ہو جائے جن پر یہ بھروسہ ہو کہ وہ تمہاری مدد کریں گے اور تمہارا تحفظ کریں گے، تو انسان خود بخود تساہل پسندی کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ تنہا ہو اور اسے یہ احساس ہو کہ اب جو کچھ کرنا ہے اسے خود ہی کرنا ہے تو پھر وہ زیادہ مستعد، چوکنا اور طاقتور ہوتا ہے۔ اس وقت میری یہی کیفیت ہے۔ چنانچہ تم اس بات کے لیے بالکل فکر مت کرو۔ میں یہاں محفوظ ہوں۔ حالا

کا جائزہ لیتی رہوں گی۔ تم اپنا کام جاری رکھو۔ اور یہ بتاؤ کیا لیبوس کے بارے میں کوئی خبر ملی؟"

"نہیں ڈوئن! ابھی تک میں تمہیں کوئی امید افزا اطلاع نہیں دے سکتا۔"

"فکر مت کرو۔ بہرطور ہمیں کام کرنا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے اس لڑکی کی اطلاعات غلط نہیں ہو سکتیں کیونکہ اس نے سوتے ہوئے اس بارے میں بتایا تھا۔"

"ٹھیک ہے ڈوئن! ابھی کچھ وقت یہاں ضرور صرف کرنا ہوگا اس کے بعد جیسی بھی صورتحال ہوئی اس کا اندازہ ہو جائے گا۔ میں مناسب وقت پر تم سے ذہنی رابطہ قائم کر لوں گا۔ ہاں اگر کوئی وقت درمیان میں پیش آئے تو براہ کرم مجھے اس بارے میں ضرور بتا دینا۔"

"ٹھیک ہے غزالی! اب میں یہ سلسلہ گفتگو منقطع کرتی ہوں۔ تم اطمینان سے اپنا کام جاری رکھو۔" ڈوئن کی آواز بند ہو گئی اور میں گہری سانس لے کر مسہری پر دراز ہو گیا۔ بہرطور یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ڈوئن کاربو مارٹن الیسٹرو پر آسانی سے قابو پا لے گی۔ پتہ نہیں اسے اس سلسلے میں کیا دشواریاں پیش آئیں۔ میں چونکہ خود وہاں موجود نہیں تھا۔ اس لیے اس کی کوئی مدد بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مجبوری تھی کیا کیا جا سکتا تھا۔ یہاں دوگ میں اگر لیبوس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو جائیں تو کام کرنے میں زیادہ لطف آتا۔ لیکن بظاہر کوئی طریقہ کار ایسا نہیں تھا کہ بل ٹیرو تک پہنچنے سے پہلے مجھے لیبوس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو جائیں۔ حالات ایسے عجیب و غریب ہو گئے تھے کہ بل ٹیرو تک رسائی کا بھی کوئی امکان نظر نہیں آ رہا تھا۔ کوئی ایسا قدم اٹھانا ہوگا جو بہرطور مجھے بل ٹیرو تک پہنچا دے۔ خواہ کسی بھی شکل میں ہو۔ رات کو نجانے کون سے وقت نیند آ گئی۔

صبح ٹھیک ساڑھے پانچ بجے آنکھ کھل گئی تھی۔ یہ میری قوت ارادی تھی جس نے مجھے وقت پر جگا دیا تھا۔ تیار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بس منہ ہاتھ دھو کے یہاں سے خاموشی سے نکل جانا تھا۔ کیونکہ ہلدا کی زندگی بھی مجھے عزیز تھی۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ میں جانتا تھا کہ دوگ کے لوگ چھ ساڑھے چھ بجے کے بعد ہی جاگتے ہیں۔ ساڑھے پانچ بجے کا وقت انتہائی مناسب تھا اور میرے پوشیدہ ہونے کے لیے دریا کا وہ کنارہ بھی جہاں پن چکیاں بنی ہوئی تھیں۔ پرانی پن چکی میرا استقبال کرنے کے لیے تیار تھی۔ ڈینی یہاں جس گوشے میں میرے آرام کے لیے بندوبست کر گیا تھا وہ بلاشبہ ہوٹل کے اس کمرے سے کہیں زیادہ اچھا تھا۔ جو ہلدا نے میرے لیے مخصوص کیا تھا۔ یہاں بہترین ہوا چل رہی تھی۔ دریا کے پانی میں بھیگی بھیگی ہوائیں! صبح کا سہانا منظر بھی یہاں سے دیکھا جا سکتا تھا۔ نیند تقریباً پوری ہو چکی تھی۔ اس لیے مجھے دقت نہیں ہوئی اور میں اس سوراخ کے پاس جا بیٹھا۔ دریا کے مناظر دیکھتا رہا۔ ننھے ننھے خوبصورت آبی پرندے خوراک کی تلاش میں دریا کی سطح پر منڈلا رہے تھے۔ کبھی کبھی کوئی بگلا چونچ میں مچھلی دبا کر پرواز کرتا تو ایک عجیب سا احساس ہوتا۔ بہت دیر نہیں گزری تھی کہ قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اور اس چاپ ہی سے میں نے اندازہ لگایا کہ میرے دوست ڈینی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ تب ہی ڈینی کی آواز سنائی دی۔ "یقیناً تم یہاں موجود ہو گے۔"

"ہاں ڈینی! کیوں نہیں۔"

"اور یہ تعجب ہے کہ تم اتنی صبح جاگ جاتے ہو۔"

"اس لیے ڈینی! کہ سونے کے لیے میرے پاس آرام دہ بستر نہیں ہے۔"

"آہ! کاش میں اپنے مہمان کے لیے بندوبست کر سکتا۔" ڈینی تختوں پر بیٹھ گیا۔

میں اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ "تم پھر بھی بہت صبح یہاں پہنچ گئے ڈینی! میرے ذہن میں اس بات کا خیال تک نہیں تھا۔"

"تمہارے لیے کچھ ناشتہ وغیرہ لایا ہوں۔ معاف کرنا ڈینی کے ذرائع آمدنی کے بارے میں تم اچھی طرح جانتے ہو۔ چنانچہ جو کچھ ملا اسے اپنے غریب دوست کی مجبوری سمجھ کر کھا لینا۔" اس نے میرے سامنے ایک کاغذ کھولتے ہوئے کہا۔ جس میں ناشتے کا سامان موجود تھا۔ گرم اور تازہ ناشتہ۔

میں نے تعجب سے ڈینی کی طرف دیکھا اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہاں یہ اس کی تقدیر میں نہیں تھا جس کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ اب بھلا اس میں ڈینی کا کیا قصور کہ یہ ناشتہ تیار کر کے ایسی جگہ رکھا گیا تھا جہاں سے اسے اٹھانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور میں چونکہ اسی تاک میں تھا چنانچہ یہ کیسے ممکن تھا کہ یہ ناشتہ کسی اور کے پاس چلا جاتا۔"

میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے ڈینی سے کہا۔ "ڈینی! ان تمام حرکتوں کی بجائے تم دوگ میں اپنے لیے کوئی مقام کیوں نہیں پیدا کرتے؟"

"ایسی باتیں مت کرو کہ میرے اور تمہارے درمیان دوستی ختم ہو جائے۔ دوگ کا جائزہ لے چکے ہو اس کے بعد بھی یہ تصور رکھتے ہو کہ کوئی شخص یہاں اپنے لیے کوئی مقام پیدا کر سکتا ہے۔ میرا جو مقام ہے وہ ہی مناسب ہے۔"

"دوگ سے نکلنے کے بعد.....؟"

"ہاں! دوگ سے نکلنے کے بعد۔۔۔ بدر حقیقت میرے دوست ڈینی کی شخصیت ایسی ہے کہ لوگ اُسے کبھی سمجھ نہیں سکتے۔ دوگ سے نکلنے کا اعلان بہت سے لوگ کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ واحد ڈینی ہی کی ذات ہے جو دوگ سے نکل سکتی ہے۔ لیکن میں یہاں سے جانا نہیں چاہتا۔"

"کیوں؟"

"اس کی وجہ تمہیں تھوڑی بہت بتا چکا ہوں۔ ارے ناشتہ کرو۔ میں تو اتنی تیز رفتاری سے یہاں پہنچا ہوں کہ تمہیں گرم ناشتہ ملے اور تم باتوں میں وقت ضائع کیے جا رہے ہو۔ سوچو یہ مت سوچنا کہ یہ ناشتہ کس طرح حاصل کیا گیا۔ بہرطور یہ ناشتہ ہے۔"

"تم بھی آجاؤ ڈینی۔" میں نے کہا۔

"نہیں آؤں گا تو دن بھر کیا کروں گا۔ آدھا آدھا۔" ڈینی نے بچکر سے کہا اور اس کے بعد ہم دونوں ناشتے میں مصروف ہو گئے۔ ناشتے کے دوران ہی میں نے اس سے پوچھا۔ "ہاں تم کیا کہہ رہے تھے؟"

"میں اپنی محبت کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ بے شک میں نے آج تک اُس سے دل کی بات نہیں کہی ہے۔ لیکن کہنا ضروری بھی تو نہیں ہے۔ فرض کرو اگر وہ تیار ہو بھی جائے اُسے کسی طرح مجھ پر رحم آ جائے تو کیا کروں گا؟ کیا اسی طرح دوسروں کے تحفے اٹھا اٹھا کر اس کے سامنے پیش کرتا رہوں گا۔ ہاں اگر ہم دونوں کو دوگ سے نکلنے کا موقع مل جائے تو پھر ڈینی اتنا ناکارہ نہیں رہے گا۔"

"کیا وعدہ کرتے ہو ڈینی؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اگر وہ بھی تمہارے ساتھ یہاں سے نکل جانے کا فیصلہ کرے تو تم کام کے آدمی بن جاؤ گے۔"

"دوست یہ بات قبل از وقت ضرور ہے اور مضحکہ خیز بھی کیونکہ جسے یہ بات معلوم تک نہیں کہ دوگ کا سب سے گھٹیا سب سے بزدل سب سے ناکارہ آدمی اُسے چاہتا ہے۔ بھلا میرے ساتھ دوگ سے نکلنے کا تصور کیسے کر سکتی ہے؟"

"ممکن ہے ڈینی! اگر تم کبھی اس سے تذکرہ کرتے تو وہ تمہاری بات مان لیتی۔"

"ہرگز نہیں! میں جانتا ہوں کہ اس تذکرے کا نتیجہ کیا ہوتا:"

"کیا ہوتا؟"

"وہ اپنے پاؤں سے جوتا اتارتی اور میرے سر پر برسانا شروع کر دیتی۔ ظاہر ہے میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ ڈینی کی کیا حیثیت ہے۔"

"مجھے حیرت ہوئی کیونکہ بالکل یہی جملے مجھ سے بلیڈ گلارز نے کہے تھے۔ بہرطور اس موضوع پر میں نے مزید کوئی گفتگو نہیں کی۔ جب میں نے اطمینان سے ناشتہ کر لیا تو ڈینی ایک دیوار سے پشت لگا کر بولا۔ "تم ناشتہ کر چکے ہو؟ اب تمہیں وہ اطلاع دینا چاہتا ہوں جس کے لیے اتنی صبح مجھے تمہارے پاس آنا پڑا۔"

"کوئی خاص اطلاع ہے کیا؟"

"خاص نہیں! انتہائی خاص۔" ڈینی بولا اور میں دلچسپی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"ہیڈلے مر گیا ہے۔" ڈینی نے انکشاف کیا اور میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہیڈلے وہی جس کی۔۔۔"

"ہاں ہاں! وہی جس کی تم نے مرمت کی تھی۔"

"لیکن کیسے؟"

"تمہاری مار کی تاب نہ لا کر اس کے زخموں نے اُسے جانبر نہیں ہونے دیا۔"

"کیا کہہ رہے ہو ڈینی؟"

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں میرے دوست! لیکن تم ان سوگردوں کو نہیں جانتے ہیڈلے کا کوئی بھی زخم ایسا نہیں تھا کہ اُس کی موت واقع ہو جاتی۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اُسے ہلاک کیا گیا ہے۔"

"مگر کیوں؟ کس لیے؟"

"اس لیے کہ اس کی ہلاکت کا الزام تم پر عائد ہو جائے۔" ڈینی نے کہا اور میں شدت حیرت سے گنگ رہ گیا۔ کافی دیر تک میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے ڈینی کو دیکھتا رہا اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "ویسے یہ بہت برا ہوا ڈینی۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔ بہت برا۔ در اصل جہاں تک میرے اندازے کا تعلق ہے بل ٹیرو تمہاری طرف سے کسی شک کا شکار ہے۔ اگر وہ تمہاری طرف سے کسی شک کا شکار ہوتا تو اب تک تمہارا کام کر چکا ہوتا۔ لیکن نجانے کیوں اُس نے تم پر ہاتھ ڈالنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس کے علاوہ پولیس آفیسر بھی تمہاری ملاقات ہوئی تھی۔ ممکن ہے بل ٹیرو نے سوچا ہو کہ تمہارا تعلق حکومت برطانیہ سے ہو۔ تم کوئی برطانوی جاسوس ہو یا دوگ کے حالات معلوم کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے مقرر کیے گئے کوئی ایجنٹ ہو۔ بل ٹیرو نے اسی لیے امن پسندی کا ثبوت دیا۔ اور تمہیں آزاد چھوڑ دیا۔ لیکن وہ تمہاری طرف سے غافل تھا۔ ہیڈلے تمہارے ہاتھوں پٹا تو بل ٹیرو نے اُسے قتل کر دیا اور اب تم ایک قاتل کی حیثیت رکھتے ہو۔ اس حیثیت سے

مقامی پولیس پر یہ فرض عائد ہو گیا ہے کہ وہ تمہیں گرفتار کر کے سزا دے دے۔ اور یہ سزا برطانیہ کی کسی عدالت سے نہیں دی جائے گی بلکہ یہیں اس کا فیصلہ کر لیا جائے گا۔ کم از کم دوگ میں آج تک ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ اور اس سلسلے میں بل ٹیرو یقیناً اپنے خصوصی اختیارات استعمال کر لیتا ہے۔ چنانچہ میرے دوست اب تم قتل کے مجرم بن چکے ہو۔ دوگ کی سڑکوں پر آزادانہ ایک قدم نہیں اٹھا سکتے۔ بلکہ اب تمہارے لیے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ فوراً دوگ سے نکل جاؤ یا پھر اپنے تحفظ کے لیے کوئی ایسا بندوبست کرو جو تمہیں اُن کی نگاہوں میں نہ آنے دے۔"

میں نے پریشانی سے نگاہیں اٹھا کر ڈینی کو دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔ "اور اگر اپنے طور پر کوئی ترکیب سمجھ میں نہ آئے تو پھر ڈینی سے رجوع کرو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سنبھلے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ڈینی بہت سے امراض کی دوا ہے۔ بشرطیکہ کوئی اُسے سمجھنے پر تیار نہ ہو جائے۔ در حقیقت اب تمہاری تلاش قانونی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور پولیس آفیسر پر لازم ہے کہ وہ تمہیں تلاش کر کے گرفتار کرے۔ اس سلسلے میں تمہیں بچانے والا کم از کم دوگ میں کوئی نہیں ہو سکتا۔ میرے خیال میں مسٹر سلیری بھی نہیں کیونکہ ایک قاتل کا مددگار بھی قاتل ہی تصور کیا جاتا ہے۔ گو بل ٹیرو نے دوہری چال چلی ہے۔ لیکن اس طرح وہ دوگ میں آزادانہ داخل ہونے والے اجنبی کا خاتمہ بھی کر دینا چاہتا ہے۔ اور دوگ کے لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت بھی پیدا کر دینے کا خواہش مند ہے۔ یہ دوہری چال اس سانپ کے علاوہ اور کون چل سکتا ہے۔ جس کا نام بل ٹیرو ہے۔"

"ہوں! لیکن ڈینی! تم میری اس سلسلے میں کیا مدد کر سکتے ہو؟"

"میں تمہیں دوگ سے نکال سکتا ہوں۔"

"اور اگر میں ابھی نہ نکلنا چاہوں تو؟"

"تو میں تمہارے پوشیدہ رہنے کے لیے ایک ایسا بندوبست کر سکتا ہوں جو کسی کے علم میں نہ آ سکے۔"

"ہاں! یہ کام کی بات ہے۔ وہ بندوبست کیا ہو سکتا ہے ڈینی؟" میں نے سوال کیا اور ڈینی پھر مسکرانے لگا۔

"اس وقت اگر تم مسکرانے سے پرہیز کرو تو میں تمہارا شکرگزار ہوں گا۔ ویسے ڈینی تمہاری اس معاونت کے جواب میں میں بھی تمہیں کچھ دوں گا۔ وہ جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"خیر ڈینی لالچی آدمی نہیں ہے۔ اگر تم کچھ دو گے تو ڈینی قبول کر لے گا۔ ورنہ تم سے کسی بات کا خواہاں نہیں رہے گا۔ میں نے تمہارے پوشیدہ رہنے کے لیے ایک بہترین جگہ کا انتخاب کیا ہے۔"

"کون سی جگہ ہے وہ؟" میں نے پوچھا۔ بلاشبہ ڈینی کے انکشاف نے مجھے حواس باختہ کر دیا تھا۔ اب میں دوگ کی سڑکوں پر آزادانہ نہیں گھوم سکتا تھا۔ پہلے کی بات ذرا مختلف تھی۔

ڈینی چند لمحات سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ "تم نے دو چوروں کا قصہ سنا ہے۔ وہ چور تھے یا ٹھگ۔ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن دونوں ہی اپنے فن کے ماہر تھے۔ اُن میں سے ایک چور کے پاس سونے کے سکے تھے جنہیں اُس نے بار بار اپنے دوست کو دکھایا تھا اور اُس کے دوست کے دل میں سونے کے اُن سکوں کے حصول کی خواہش بیدار ہو گئی تھی۔ دونوں کا قیام ساتھ ہی تھا۔ لیکن سکے حاصل کرنے کا خواہش مند چور کئی راتوں کے قیام کے باوجود اپنے دوست کے لباس یا قیام گاہ میں وہ سکے تلاش نہ کر سکا۔ اُسے شدید حیرت ہوتی تھی کہ آخر اُس کا یہ دوست سکے کہاں چھپا کر رکھ دیتا ہے کہ انتہائی کوشش کے باوجود اُسے نہیں مل پاتے۔ بالآخر جب وہ اُن کے حصول میں ناکام ہو گیا تو اُس نے زچ ہو کر کہا۔ "میں تمہارے سونے کے سکے حاصل کرنے کے لیے کئی راتوں سے کوشاں ہوں۔ اور اب اس بات کا اعتراف کر چکا ہوں کہ میں انہیں حاصل کرنے میں ناکام رہوں گا۔ بس تم مجھے اتنا ضرور بتا دو کہ وہ سکے تم آخر چھپاتے کہاں ہو؟"

"تمہارے کوٹ کی جیب میں۔" دوسرے دوست نے جواب دیا۔

"مطلب بتاؤ ڈینی مطلب۔"

"مطلب یہ کہ اگر تمہیں بل ٹیرو ہی کے مکان میں پوشیدہ رہنے کا موقع مل جائے تو کیا تمہیں تلاش کرنے والوں کے ذہن میں بھی یہ بات آ سکتی ہے؟"

"بل ٹیرو کے مکان میں؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔"

"کیا حماقت کی بات کر رہے ہو ڈینی؟ مجھے بل ٹیرو کے مکان میں داخل ہونے کا موقع بھلا کیسے مل سکتا ہے؟"

"میں نے تم سے یہ بات بھی کہی تھی کہ ڈینی بہت سے امراض کی دوا ہے۔ بشرطیکہ کوئی اُسے شناخت کر لے۔"

"کیا مطلب؟ کیا مطلب؟ براہ کرم وضاحت کرو۔" میں نے متجسس انداز میں کہا۔ ڈینی نے ایک ایسی بات کہی تھی جو میری دلی خواہش تھی۔ بل ٹیرو کے مکان میں داخلے کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر ڈینی ایسا کوئی ذریعہ پیدا کر سکتا ہے تو۔"

"ہاں! میں ایسا ذریعہ پیدا کر سکتا ہوں۔" ڈینی نے کہا۔

"تو میرے خیال میں ڈینی! تمہیں فوراً ہی یہ کام کرنا چاہیے۔"

"فوراً نہیں! اس کے لیے تمہیں بہرحال رات کا انتظار کرنا ہوگا۔ ویسے یہ بستی اب تمہارے لیے بے حد مخدوش ہو گئی ہے۔ کیونکہ جب چھپنے کی جگہ کے لیے کوئی تصور ذہن میں آئے تو اس طرف بھی خیال جا سکتا ہے۔ تاہم آج کا دن تو تمہیں یہاں گزارنا ہی ہوگا۔ شام کو سورج ڈوبنے کے بعد میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔ اور بل ٹیرو کے مکان میں پہنچا دوں گا۔"

بڑی سنسنی خیز بات تھی لیکن ڈینی کے جانے کے بعد میں مسلسل اس بارے میں غور کرتا رہا۔ بل ٹیرو کے مکان میں پہنچ جانے کا مقصد یہ ہے کہ لیبوس کی تلاش میں آسانی ہو جائے گی۔ میں تو اس تک رسائی کے خواب ہی دیکھ رہا تھا۔ لیکن اگر خفیہ طور پر اس کے مکان میں داخلہ ممکن ہو تو۔ میں بڑی بے چینی سے ڈینی کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ سورج غروب ہوئے ڈوبا تو ڈینی آ گیا۔ مجھے دیکھ کر اس نے اطمینان کا اظہار کیا۔ پھر اس نے قصبے کی خبریں سنائیں۔

میری تلاش میں ڈی گام پاگل ہو رہا تھا۔ وہ اپنے بھتیجے کے قاتل کی تلاش کے لیے اپنے تمام تر وسائل اختیار کر رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی پولیس کے جو افراد یہاں موجود تھے، وہ میری تلاش میں سرگرداں تھے۔ مختلف لوگوں سے پوچھ گچھ کی جا رہی تھی جن میں ہلدا کارسن بھی شامل تھی۔ میں نے گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔

"ہلدا کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی ڈینی؟"

"تمہیں [illegible] مطلب؟" ڈینی نے چونک کر پوچھا۔

"ہلدا میرے لیے بے حد اہمیت رکھتی ہے۔"

"تت تمہارے لیے؟" ڈینی کے لہجے میں ہکلاہٹ تھی۔

"ہاں! اس لیے کہ میرا دوست ڈینی اس سے عشق کرتا ہے۔" میں نے کہا اور ڈینی کا چہرہ ہونق جیسا بن گیا۔

چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔ "مگر میں نے تو کبھی تم سے اس کا اظہار نہیں کیا۔ اس کا نام نہیں لیا۔ تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہو گئی؟"

"ہلدا سے۔" میں نے جواب دیا۔ ڈینی پہلے سے بھی زیادہ حیرت کا شکار ہو گیا تھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔

"ہلدا نے میرے بارے میں کچھ کہا تھا، میرا نام لیا تھا اس نے؟"

"ہاں! اور میں نے اس سے تمہارے سلسلے میں اور بھی بہت کچھ کہا۔"

"کیا؟"

"یہی کہ اگر تم دونوں ووگ سے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤ تو بلاشبہ بہترین زندگی گزار سکتے ہو۔"

ڈینی کے چہرے پر ایسے تاثرات پیدا ہو گئے جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ وہ افسردہ ہو گیا تھا۔ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "تو تم جو میں کر رہا ہوں اس کی ادائیگی ساتھ ساتھ کرتے جا رہے ہو۔ لیکن میرے دوست یہ بات تم نہیں سمجھتے کہ اگر ہلدا ڈینی کی زندگی میں آ گئی تو ایک نیا ڈینی پیدا ہو جائے گا۔ اور لوگ اس ڈینی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ جب اس نئے ڈینی کو دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔"

"یہ بات میں نے ہلدا سے کہی تھی۔ اور ہلدا نے اس بات کو دل سے تسلیم کر لیا ہے۔"

"کیا واقعی! کیا واقعی!" ڈینی پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولا۔

"ہاں ڈینی! لیکن ابھی تم ہلدا سے یہ بات نہیں کہو گے اس وقت تک جب تک تم دونوں کو میرے ساتھ ووگ سے نکل جانے کا موقع نہ ملے۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ تم نے کم از کم اس کے ذہن میں میرا نام ابھارا۔ ممکن ہے میری تقدیر میرا ساتھ دے جائے۔" ڈینی بولا اور اس کے بعد کہنے لگا۔ "آؤ اب ہم اپنی منزل کی جانب چلتے ہیں۔"

ڈینی نے بل ٹیرو کے مکان تک پہنچنے کے لیے کون کون سے راستے اختیار کیے۔ اس کا مجھے اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ مجھے تو ابھی تک یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ بل ٹیرو کون سے علاقے میں رہتا ہے۔ بہرطور میں اس کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ گھنی اور وسیع علاقے میں پھیلی ہوئی جھاڑیوں میں سے گزرتے ہوئے بالآخر ہم ایک ایسے سوراخ کے نزدیک پہنچ گئے جو زمین میں تھا۔ ڈینی یہاں رکا اور بولا۔ "تمہیں تھوڑی سی گھٹن برداشت کرنا ہوگی۔ اس سوراخ کے نیچے سے گزرتے ہوئے ہم بل ٹیرو کے عالیشان مکان کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانے میں پہنچ جائیں گے۔"

"اس سوراخ کے ذریعے۔؟" میں نے حیرت سے جھاڑیوں میں چھپے ہوئے سوراخ کو دیکھا۔

"ہاں!"

"لیکن ڈینی! یہ سوراخ تم نے کس طرح دریافت کیا!؟"

"دریافت کیا، بنایا۔؟ یہ سرنگ میں نے خود کھودی ہے بل ٹیرو کے مکان کے نیچے تک۔"

"تم نے۔؟"

"ہاں دوست! درحقیقت تم میرے بارے میں بہت سی باتیں نہیں جانتے۔ میرے ذرائع آمدنی کچھ نہیں ہیں۔

لیکن بہرطور زندگی گزارنے کے لیے انسان کو کچھ نہ کچھ تو درکار ہوتا ہے۔ اور میں ذرا گہری سوچ کا عادی ہوں۔ چھوٹا موٹا اچکا پن کرتا رہتا ہوں۔ اور لوگ اس کے عوض مجھے مار پیٹ لیتے ہیں۔ لیکن کبھی کوئی بڑی ضرورت پیش آئے تو ہلدا ووگ کے کس گوشے میں یہ ضرورت پوری کروں۔ سوائے بل ٹیرو کے اس مکان کے۔ چنانچہ کبھی کبھی میں یہاں آتا رہتا ہوں۔ اور اپنی ضروریات کی چیزیں یہاں سے حاصل کر لیتا ہوں۔ لیکن اتنی مقدار میں کہ بل ٹیرو کو ان کی گمشدگی کا احساس نہ ہو۔"

"خدا کی پناہ۔" میں نے تعجب سے ڈینی کی صورت دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب آؤ! زیادہ وقت گزارنا مناسب نہیں ہے۔"

سوراخ تنگ تھا لیکن آگے کا راستہ اتنا تنگ نہیں تھا۔ ہم دونوں گھٹنوں کے بل مینڈک کی طرح پھدک پھدک کر چل رہے تھے۔ بس اتنی ہی جگہ تھی۔ کھڑے ہو کر اس لمبی سرنگ میں سفر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تقریباً سو گز کا فاصلہ واقعی عذاب بن گیا۔ چونکہ یہاں آکسیجن کی بہت کمی تھی۔ سرنگ میں گھٹن اور گہری تاریکی تھی۔ لیکن بالآخر اس کا اختتام ایک ایسے سوراخ پر ہوا جس کا دروازہ ڈینی نے خود کھولا تھا۔ لکڑی کا بنا ہوا یہ دروازہ ایک کشادہ اور وسیع کمرے میں کھلا تھا۔

"یہ بل ٹیرو کی قیام گاہ میں بنا ہوا تہہ خانہ ہے۔ جہاں وہ کبھی کبھی آتا ہے۔ اس طرف سے دیکھو۔ یہ دیوار کے رنگ کا سوراخ میں نے ہی تیار کیا ہے۔ اور جب یہ بند ہو جاتا ہے تو دوسری جانب سے کوئی رخنہ نظر نہیں آتا۔ لیکن تم اسے تھوڑی سی جدوجہد کے بعد کھول سکتے ہو۔ اور اس ہی راستے سے باہر جا سکتے ہو۔ اس کا علم ابھی تک کسی کو نہیں ہوا ہے۔ بل ٹیرو یا اس کے کسی ساتھی کو بھی نہیں۔ بل ٹیرو تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اس نے جو خفیہ تہہ خانہ بنایا ہے۔ وہ کسی اور کی نگاہ میں بھی ہے۔ یہاں سے اس دروازے سے باہر نکلو گے۔ تو تمہیں اوپر جانے کا راستہ مل جائے گا۔ بائیں سمت کی جانب باورچی خانہ ہے اور داہنی سمت ایک راہداری بل ٹیرو کے مکان کے دوسرے حصوں میں جاتی ہے۔ تمہارا واسطہ زیادہ سے زیادہ بائیں سمت کی طرف سے رہ سکتا ہے کیونکہ کچن اسی طرف ہے۔ اور انسان کی سب سے بڑی ضرورت اسی میں موجود ہوتی ہے۔ بس ذرا احتیاط اور ہوشیاری سے۔ کچن کے کاؤنٹر کے پاس ایک چھوٹا سا ایسا حصہ ہے جو کھلا ہے۔ عموماً کچن میں کام کرنے والا باورچی کھانے پینے کی اشیاء وہیں رکھتا ہے تاکہ ہوا لگتی رہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی وہاں موجود اشیاء میرے ہاتھ بھی لگ جاتی ہیں۔ چنانچہ تم خوراک کے لیے یہاں پریشان نہ ہو گے۔ باقی چھپنے کے لیے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہے۔ اس تہہ خانے کی تمام چیزوں کو دیکھ لو۔ اگر تم کبھی ہنگامی حالات میں پوشیدہ ہونے کی کوشش کرو۔ تو بہت سی چیزیں تمہاری معاون ہوں گی۔"

میں نے ایک نگاہ اس وسیع و عریض تہہ خانے پر ڈالی۔ اور ڈینی کا شکریہ ادا کر کے بولا۔ "اس سے بڑا کام تم میرے لیے اور کوئی نہیں کر سکتے ڈینی۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے! اب میں جاؤں۔ تو ہاں! تم سے ملاقات اب اتنی آسان نہیں ہوگی۔ تاہم رات کے کسی بھی حصے میں کوشش کروں گا کہ تم سے ملاقات کرتا رہوں۔ آج نہیں لیکن کل رات تم میرا انتظار کرنا۔ تاکہ تمہیں قصبے کے حالات سے باخبر رکھوں۔"

"اگر تمہیں اس میں آسانی ہو ڈینی تو۔"

"ہاں یقیناً۔" ڈینی نے جواب دیا۔ اور وہ واپس اس سوراخ سے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے چھوٹا سا دروازہ بند کر دیا۔ اور تہہ خانے میں کھڑے ہو کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ یہاں آکسیجن کا معقول بندوبست کیا گیا تھا۔ اور زیادہ گھٹن کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ ڈینی کے ذریعے مجھے جو کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ وہ میرے تصور سے بھی باہر کی چیز تھی۔ یہ تو میرا اولین مقصد تھا کہ میں کسی طرح بل ٹیرو کی رہائش گاہ تک پہنچ جاؤں۔ اور اس کا کوئی ذریعہ دور دور تک موجود نہیں تھا۔ لیکن اچانک ہی یہ مشکل حل ہو گئی تھی۔ اور اس کے لیے میں ڈینی کا بے حد شکر گزار تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ بل ٹیرو نے یہ تہہ خانہ کس مقصد کے لیے بنایا ہے۔ بہرطور یہاں مجھے اس کی شخصیت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں آسانی ہوگی۔

میں نے سب سے پہلے تہہ خانے کے اصل دروازے کی جانب قدم بڑھائے۔ اور وہاں سے باہر نکلنے کے راستے کا جائزہ لینے لگا۔ چند سیڑھیاں اوپر گئی تھیں اور اس کے بعد داہنی سمت ایک راہداری دور تک چلی گئی تھی۔ اور بائیں سمت وہ چھوٹا سا حصہ تھا۔ جو بالآخر کچن پر جا کر ختم ہو جاتا تھا۔ اور ڈینی کا یہ کہنا بھی غلط نہیں تھا۔ کیونکہ کھانوں کی خوشبوئیں یہاں سے بھی محسوس کی جا سکتی تھیں۔ میں واپس اپنی جگہ آ گیا۔ ابھی اتنا وقت نہیں ہوا تھا کہ میں باہر نکل کر صورتحال کا جائزہ لے سکتا۔ لیکن میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تہہ خانے میں رک کر وقت نہیں ضائع کروں گا۔ بلکہ بل ٹیرو کے اس مکان میں لیبوس کو تلاش کرنے کے لیے ہر وہ عمل کروں گا۔

جو میرے لیے ممکن ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فی الحال میں نے تہہ خانے میں اپنے لیے ایسی جگہ تلاش کرنے کا فیصلہ کیا۔ جہاں کسی ہنگامی صورتحال کے تحت میں پوشیدہ ہو سکوں۔

تہہ خانے میں چند الماریاں رکھی ہوئی تھیں کچھ اور ایسی چیزیں تھیں۔ ایک مسہری بھی تھی۔ اور ان تمام جگہوں پر میرے لیے اتنی گنجائش موجود تھی کہ ضرورت پڑنے پر میں کسی بھی جگہ پوشیدہ ہو سکتا تھا۔ تہہ خانے کے دروازے پر میں نے خصوصی نگاہ رکھی تھی۔ تاکہ دھوکے سے نہ مارا جاؤں۔

اور اب اس کے بعد مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ میں بل ٹیرو کے مکان کی تلاشی کس طرح لوں۔ اندازے کے مطابق رات کے تقریباً گیارہ یا ساڑھے گیارہ بج گئے تھے۔ میں انتظار کر رہا تھا کہ عمارت میں مکمل خاموشی ہو جائے تو میں باہر نکلوں اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کروں۔ کہ اگر کسی کو قیدی بنا کر یہاں رکھا جائے تو کہاں رکھا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں اگر کوئی میرے ہاتھ لگ جاتا تو میں اسے اغوا کر کے یہاں لانے میں بھی عار نہ محسوس کرتا۔ بہرطور جب یہاں تک آنے کا موقع مل گیا تھا تو پھر لیبوس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری تھا۔ میں ابھی اسی غور و فکر میں تھا کہ دفعتاً مجھے تہہ خانے کے دروازے کے باہر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ میں نے پھرتی سے چھلانگ لگائی۔ اور الماری کی آڑ میں ہو گیا۔

آنے والا ایک درمیانی جسامت کا آدمی تھا۔ ڈھیلے ڈھالے گاؤن میں ملبوس تھکا تھکا سا نظر آ رہا تھا۔ چہرہ اچھا خاصا تھا لیکن اس پر ایک گمبھیرتا سی طاری تھی۔ اندر آنے کے بعد اس نے دروازہ بند کیا۔ اور پھر ایک آرام کرسی کی جانب بڑھ گیا۔ تہہ خانے میں تیز روشنی پھیل گئی تھی۔ یہ روشنی مختلف سمتوں میں لگی ہوئی لائٹوں کی تھی۔ آنے والا آرام کرسی پر بیٹھ کر چند لمحات اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتا رہا۔ پھر اس نے نزدیک رکھی ہوئی ایک کتاب اٹھا لی۔ اور اسے درمیان سے کھول کر بیٹھ گیا۔ میں نے بڑی احتیاط سے اسے دیکھا۔ کیا یہ بل ٹیرو ہے۔؟ صورت شکل سے ٹھیک ٹھاک آدمی معلوم ہوتا تھا۔ نہ کہیں دہشت نہ درندگی۔ بلکہ آنکھوں میں نیم غنودگی کی سی کیفیت تھی۔ جو گہرے غور و فکر کا پتہ دیتی تھی۔ وہ کتاب کی ورق گردانی کرتا رہا۔ اور میں اس کی صورت دیکھتا رہا۔ اگر یہ بل ٹیرو ہے۔ تو اس کا مقصد ہے اب تک اس کے بارے میں سنی ہوئی کہانیاں جھوٹی تھیں کم از کم یہ شخص وحشی صفت نہیں ہو سکتا تھا۔ تھوڑی دیر تک میں سوچتا رہا۔ یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اس شخص سے کس طرح گفتگو کروں۔ اس کے سامنے جاؤں یا انتظار کروں۔ کہ وہ باہر چلا جائے۔ اگر وہ ساری رات یہیں گزارنے کا ارادہ رکھتا ہو تو بہت سی باتیں ذہن میں تھیں۔ اس نے کتاب درمیان سے بند کر کے میز پر رکھی۔ اور پھر میز کی ایک دراز سے ایک موٹا سگار نکال کر دانتوں سے اس کا گوشہ توڑنے لگا۔ رخ چونکہ اس وقت الماری ہی کی جانب تھا۔ اس لیے میں واپس اپنی جگہ ہو گیا۔ تاکہ میری وہاں موجودگی کا شبہ نہ ہو سکے۔ لیکن میں اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ الماری کے پچھلے حصے کی دوسری طرف بھی ایک لائٹ لگی ہوئی تھی۔ جو الماری کے پچھلے حصے کو روشن کر رہی تھی۔ اور ایسی روشنی میں میری پرچھائیں دیوار پر پڑ رہی تھی۔ غالباً اس شخص نے میری اس پرچھائیں کو دیکھ لیا۔ مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ میں اس وقت چونکا جب دفعتاً عقب سے میری گردن پر ایک پستول کی نال آ لگی۔ میں اچھل پڑا تھا۔ یہ نال اسی ہی شخص نے میری گردن پر رکھی تھی۔ پھر اس کی بھرائی ہوئی سی آواز ابھری۔ "دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر الماری کے عقب سے باہر آ جاؤ۔" میں نے باہر نکلتے ہوئے۔ اپنے اس سائے کو دیکھا اور دل ہی دل میں خود کو کوسنے لگا کہ پہلے اس پر توجہ کیوں نہیں دی۔ بہرطور میں باہر آ گیا۔ پستول کی نال کا رخ میری ہی جانب تھا۔ اور میری ذرا سی جنبش میرے بدن کے کسی بھی حصے میں سوراخ کر سکتی تھی۔ وہی شخص تھا جسے میں اب تک دیکھتا رہا تھا۔ اور ظاہر ہے تہہ خانے میں اس کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں روشنی میں اس نے اچھی طرح مجھے دیکھا۔ اور دفعتاً اس کے چہرے پر چونکنے کے آثار نمودار ہو گئے۔ اس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔ "کیا تم وہی اجنبی ہو۔ جس کے چرچے ان دنوں ووگ میں سنے جا رہے ہیں۔؟" میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ "جواب دو! کیا تم وہی ہو۔؟ یقیناً وہی ہو۔ کیونکہ ووگ میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے۔ جو میرے لیے اجنبی ہو۔"

"کیا تم بل ٹیرو ہو؟" میں نے سوال کیا۔

اس شخص نے چند لمحات میری آنکھوں میں دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "میں پستول جیب میں رکھ رہا ہوں۔ جب تک میری طرف سے تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو یہ بہتر نہیں ہو گا کہ تم بھی میرے سلسلے میں کسی جذباتی انداز سے گریز کرو۔" بڑی سلجھی ہوئی سی گفتگو تھی۔ مجھے حیرت ہوئی اگر یہ شخص بل ٹیرو ہے تو پھر وہ قصے وہ کہانیاں

یہ انسان اتنا ہی وحشی ہو سکتا ہے۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے مسٹر! اگر تم مجھ سے تعاون پر آمادہ ہو، گفتگو کیے بغیر کسی خاص رد عمل کا اظہار نہیں کرنا چاہتے تو میری طرف سے بھی اس کا مکمل جواب ملے گا۔"

"آؤ! بیٹھ جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ تم بھی ووگ کے رہنے والے تمام افراد کی طرح میرے سلسلے میں غلط فہمیوں کا شکار ہوئے۔ دیکھو دوست! میں کوئی تمہارا دشمن نہیں۔ تم سے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ میرے ہاتھوں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اگر ہو سکے تو میرے ساتھ تعاون کرو۔ بشرطیکہ تمہیں میری ذات سے کوئی خاص دشمنی نہ ہو۔"

"اس بات کا اعتراف نہیں کرو گے کہ تم بل ٹیرو ہو۔"

"ہاں! میں ہی بل ٹیرو ہوں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر بل ٹیرو! میں آپ سے اس وقت تک تعاون کروں گا۔ جب تک آپ کوئی غلط حرکت نہیں کرتے۔"

"یہ پستول میری جیب میں ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم بھی نہتے نہیں ہو گے۔ بیٹھو آؤ بیٹھ جاؤ پلیز۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ اور خود چلتا ہوا میز کے پیچھے بیٹھ گیا۔ سامنے پڑی ہوئی کرسی میں نے کھسکا کر اپنے بیٹھنے کے لیے منتخب کر لی تھی۔ لیکن مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ میں درحقیقت اس شخص کو سمجھ نہیں پایا تھا۔

وہ اپنی چھوٹی چمکیلی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم ووگ میں داخل ہونے والے وہی اجنبی ہو نا جس کے چرچے عام ہیں۔"

"شاید۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں! کیونکہ تمہارے علاوہ فی الحال ووگ میں کوئی اور اجنبی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے! میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں وہی ہوں۔"

"اب اپنے ووگ میں داخل ہونے کی وجہ بھی بتا دو۔ یہاں صرف اتفاقیہ طور پر گھس آئے ہو۔ یا یہاں آنے کا کوئی مقصد بھی ہے۔؟"

"اس سے مجھے کیا فائدہ ہو گا۔؟"

"ممکن ہے میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔"

"مسٹر بل ٹیرو! پہلے تو میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ووگ میں تمہارے بارے میں جو کہانیاں عام ہیں۔ ان کی کیا حقیقت ہے۔؟ کیونکہ ان کہانیوں کے برعکس میں تمہیں مختلف پا رہا ہوں۔"

"کاش! میں تمہیں اتنی آسانی سے یہ سب کچھ بتا سکتا۔"

"اگر تم مجھے بتانا پسند کرو۔ تو ایک بات کا میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں میری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"یقین کیسے کروں۔؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں! اس سلسلے میں میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

"اگر تم اپنے یہاں آنے کی وجہ بتا دو۔ تو شاید میری زبان بھی کھل جائے۔ کیا تم اتفاقیہ طور پر یہاں آئے ہو۔؟ یا تمہارے پیش نگاہ کوئی مقصد ہے۔؟"

"نہیں، میں ایک مقصد ہی کے تحت ووگ میں داخل ہوا ہوں۔ اور اب جب تم سے ملاقات ہو گئی ہے تو یہ کہنے میں عار نہیں سمجھتا کہ تم ہی میرا ٹارگٹ ہو۔"

"میں جانتا ہوں۔ ووگ میں اگر کوئی شخص انتقامی جذبہ لے کر آئے گا تو وہ بل ٹیرو ہی کے خلاف ہو گا۔ کوئی بھی کسی دوسرے کا نام نہیں لے گا۔ تاہم تمہیں مجھ سے کیا دشمنی یا پرخاش ہے۔ مجھے قتل کرنے آئے ہو۔ یا کوئی اور مقصد ہے تمہارا۔؟"

"نہیں! پہلے ایک بات کا جواب دو۔ مارٹن ایسٹرو کو جانتے ہو۔؟" میں نے پوچھا اور میری نگاہیں بل ٹیرو کے چہرے پر جم گئیں۔

"ہاں! صرف نام کی حد تک۔" بل ٹیرو نے جواب دیا۔ اور اب میرے حیران ہونے کی باری تھی۔

"صرف نام کی حد تک۔ یہ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے. کیا ہے۔؟"

"نہیں! میں یہ نہیں جانتا۔ مجھے اس کا نام بتایا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ اگر کبھی اس شخص کے سلسلے میں کوئی اطلاع موصول ہو۔ تو میں اسے آگے بڑھا دوں۔"

"آگے۔؟"

"اس کا جواب ابھی نہیں دوں گا۔ تم یہ بتاؤ کہ مارٹن ایسٹرو سے تمہارا کیا تعلق ہے۔ اور تم اس نام کو کیسے جانتے ہو۔؟"

"مارٹن ایسٹرو کی قید میں ایک شخص تھا اور اس کا نام لیبوس ہے۔ لیبوس میرا خاص دوست ہے اور میں اس ہی کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ مسٹر بل ٹیرو! مجھے اطلاع ملی ہے کہ مارٹن ایسٹرو نے لیبوس کو تمہارے پاس رکھا ہے۔ اور تم اس کے نگراں ہو۔ میں یہاں لیبوس کو آزاد کرانے کے لیے آیا ہوں۔ اور اس کے لیے میں وہ سب کچھ کر سکتا ہوں جو میرے بس میں ہو۔"

"یہ لیبوس ہے کیا چیز۔؟ اور مارٹن ایسٹرو کے لیے کیا

اہمیت رکھتا ہے۔؟"

"یہ بات میں نہیں جانتا کہ وہ مارٹن اسٹیڈ کے لیے کیا اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ مارٹن اسٹیڈ نے اسے تمہارے پاس محفوظ کیا ہے۔"

"اس کا حلیہ اس کی شکل و صورت۔؟" بل ٹیرڈ نے سوال کیا۔

میں اس کی صورت دیکھنے لگا۔ "یہ سوال تم مجھ سے کیوں کر رہے ہو بل ٹیرڈ۔؟"

"اس لیے میرے دوست! کہ میں نے لیبوس نامی کسی شخص کو آج تک نہیں دیکھا۔ ہاں اس بات کے امکانات ہیں کہ میں قید خانے کا جائزہ لے لوں۔ میں جانتا ہوں کہ اگر مارٹن اسٹیڈ نے کسی شخص کو میری تحویل میں دیا ہے تو وہ کہاں قید ہوگا۔"

میں متعجبانہ انداز میں بل ٹیرڈ کی صورت دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے کہا۔

"شاید تم اسے میری چالاکی تصور کرو یا غلط بیانی۔ میں جن حالات کا شکار ہوں۔ ان کے بارے میں کسی سے کچھ بھی نہیں سکتا۔ درحقیقت میرے دوست بل ٹیرڈ کا ایک نام ہے۔ جو قصبے کے لوگوں کو خوفزدہ کرتا ہے۔ اور ان کے خلاف ہونے والی ہر کارروائی میں بل ٹیرڈ ہی پیش پیش ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات ان کارروائیوں کے بارے میں بل ٹیرڈ کو کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ وہ اپنے نام کے ساتھ نفرت سی محسوس کرتا ہے۔ لیکن کسی کو یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ بذات خود ان تمام کارروائیوں میں ملوث نہیں ہے۔"

اب میں شدید حیران ہوگیا تھا۔ میں نے چند لمحوں تک بل ٹیرڈ کی صورت دیکھی۔ اور دفعتاً میں نے اپنی ذہنی قوتیں اس پر مرکوز کردیں۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ بل ٹیرڈ جو کچھ کہہ رہا ہے حقیقت ہے یا پھر وہ فریب سے کام لے رہا ہے۔ لیکن یہ جان کر مجھے شدید حیرت ہوئی کہ اس وقت وہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔ بلکہ اس کا ذہن سچائیاں اگل رہا تھا۔

تب میں نے اس سے کہا۔

"لیکن مسٹر بل ٹیرڈ! اس کے پس پشت کون ہے۔؟"

"ایک ایسی شخصیت جو انتہائی وحشی اور خوفناک ہے۔ تم اس سے ملو گے تو محسوس کرو گے کہ اس سے زیادہ مہذب اور شریف انسان اور کوئی نہیں ہے۔ وہ ہمدرد ہے انسانوں سے محبت کرتا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ درپردہ دہشت اور درندگی کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔ اس شخص کا نام سلیری ہے۔ درحقیقت مارٹن اسٹیڈ کے تعلقات سلیری ہی سے ہیں۔ اور میں صرف سلیری کا آلۂ کار ہوں۔ سلیری اپنے آپ کو لوگوں میں میرا مخالف قرار دیتا ہے۔ اسے کچھ بیرونی قوتیں بھی حاصل ہیں۔ جن کی بنیاد پر اس نے اعلان کیا ہوا ہے کہ اگر کبھی بل ٹیرڈ اس کا مدمقابل ہوا تو اسے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بیشتر واقعات سلیری کی طرف سے ہوتے ہیں۔ جن میں بل ٹیرڈ کے اور اس کے آدمیوں میں تصادم ہوتا ہے۔ اور بالآخر یہ تصادم کسی نہ کسی طرح ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس طرح قصبے کے لوگ یہ جان گئے ہیں کہ سلیری کسی بھی طرح بل ٹیرڈ سے کم نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ میں سلیری کا قیدی ہوں۔ قصبے کے لوگ اپنے آپ کو بل ٹیرڈ کا قیدی سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ بل ٹیرڈ خود بھی ایک مظلوم شخصیت ہے۔ مجھے ہر ایسے مرحلے پر منظر عام پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ جو قصبے کے لوگوں کے لیے خوف و ہراس کا باعث ہو۔ سلیری بعض لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ اور بل ٹیرڈ پر فوقیت کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ کاش! کوئی یہ جان سکے کہ بل ٹیرڈ خود کتنا مجبور ہے۔"

میری آنکھیں شدت حیرت سے مسلسل پھٹی ہوئی تھیں۔ اس انوکھے انکشاف نے واقعی مجھ پر ایک عجیب سا اثر کیا تھا۔ سلیری کے بارے میں جو کہانیاں اب تک منظر عام پر آئیں تھیں۔ ان کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم تھی۔ جو بلدانے مجھ سے یہی کہا تھا کہ اگر مجھے سلیری کی مدد حاصل ہو جائے تو شاید ووگ میں میرے لیے مشکلات نہ رہیں۔ لیکن یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ بڑا تعجب خیز تھا۔ کاش میں سلیری سے پہلے مل لیا ہوتا۔ بل ٹیرڈ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "کیا تمہیں میری کسی بات پر یقین آیا۔؟"

"مسٹر بل ٹیرڈ! آپ کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے نجانے کیوں میرا دل گواہی دیتا ہے کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ غلط نہیں ہے۔"

"ہاں میرے دوست! یقین کرو۔ وہ سب کچھ غلط نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ سلیری سے تمہارا کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ کبھی کبھی میں اپنے آپ کو بالکل آزاد چھوڑ دوں۔ ہر خدشے سے بے نیاز ہو کر ہر تصور سے بے نیاز ہو کر۔"

"لیکن مسٹر بل ٹیرڈ! آپ سلیری کے سامنے اس قدر مجبور کیوں ہیں۔؟"

"اس لیے کہ وہ ایک وحشی درندہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جس دن میں نے اس کے معاملات سے انحراف کیا۔ وہ دن میری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ سلیری نے اس کے لیے بہترین انتظامات کر رکھے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھوں سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ لیکن مجھ سے نفرت کرنے والے قصبے کے تمام لوگ مجھ پر چڑھ دوڑیں گے۔ اور میرے خاندان کی تکا بوٹی کر دیں گے۔ اس کا مظاہرہ ایک بار ہو بھی چکا ہے۔ سلیری نے صورتحال کو سنبھالا تھا۔ ورنہ شاید میں اس دنیا میں موجود نہ ہوتا۔ لیکن یہ صرف ایک جھلک تھی۔ جس کے ذریعے اس نے مجھے یہ بتایا تھا کہ وہ یہاں کیا کر سکتا ہے۔ میری آواز بالکل محدود ہے میرے دوست! کاش تم میری بات پر یقین کر سکو۔ میں وہ نہیں ہوں جو دنیا مجھے سمجھتی ہے۔ بلکہ میں صرف ایک آلۂ کار ہوں۔ ان حالات کی روشنی میں اگر تم میرے لیے دل میں کوئی نیت رکھتے ہو۔ یا جیسا کہ تم نے کہا۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے کسی ساتھی کو میں نے قید کر رکھا ہے۔ تو جو سلوک چاہو۔ میرے ساتھ کر سکتے ہو۔ اور اگر نہیں تو پھر تمہیں میری ایک مدد کرنا ہوگی۔

"میں نہیں جانتا کہ سلیری تم سے کیا چاہتا ہے۔ اور اس نے کیوں تمہیں اتنی آزادی دی ہوئی ہے۔ لیکن بہرطور کچھ نہ کچھ بات ضرور ہے۔ تم اگر سلیری سے مجھے نجات دلا سکو۔ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو کچھ تم چاہو گے۔ وہی کروں گا۔ میری دلی خواہش تھی کہ میں کوئی ایسا شخص دریافت کروں جو سلیری کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال دے۔ سلیری اپنی ہی کسی سازش کا شکار ہو جائے۔ کاش! یہ کام میں تم سے لے سکوں۔"

میں نے ایک بار پھر بل ٹیرڈ کی ذہنی کیفیت کو ٹٹولا۔ اور میری تمام تر ذہنی قوتوں نے انکشاف کیا کہ وہ بالکل سچ بول رہا ہے۔ وہی سب کچھ اس کے ذہن و دل میں ہے جو وہ اپنی زبان سے ادا کر رہا ہے۔ اور یہ نئی صورتحال میرے لیے بہرطور دلچسپ تھی۔ اگر میں واقعی بل ٹیرڈ کی مدد پر آمادہ ہو جاؤں تو سلیری کی چالیں اسی پر الٹی جا سکتی ہیں۔ میں چند لمحات خاموش رہ کر حالات پر غور کرتا رہا۔ کم از کم یہ بات میں اچھی طرح جان گیا تھا کہ بل ٹیرڈ جھوٹ نہیں بول رہا۔ صورتحال کا اندازہ کرنے سے تفصیلات بھی سمجھ میں آ گئی تھیں۔ سلیری نے اپنے آپ کو ایک اچھے انسان کی حیثیت سے ووگ میں رکھا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو ایک طاقتور شخصیت بھی بنا کر پیش کیا تھا۔ اور بل ٹیرڈ کے مظالم کے خلاف وہ لوگوں کی مدد بھی کرتا رہتا تھا۔ اس کے تاثرات ہر جگہ پائے جاتے تھے۔ بل ٹیرڈ کو اس نے آلۂ کار بنا کر ووگ کی ناکہ بندی کر لی تھی۔ تاکہ اس کی مرضی کے خلاف کوئی نہ داخل ہو سکے۔ اور اگر کبھی کوئی بڑی مصیبت آ جائے۔ تو اس کا ذمہ دار بل ٹیرڈ ہی قرار پائے۔ وہ ووگ میں کیا کر رہا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اور نہ مجھے اس سے دلچسپی تھی۔ لیکن اب اس بات پر مجھے یقین تھا کہ لیبوس اسی کے قبضے میں ہے۔ تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد میں نے کہا۔

"مسٹر بل ٹیرڈ! آپ نے جو کچھ کہا۔ مجھے اس پر کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور میں آپ کی خواہش کے مطابق آپ کے ساتھ کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ یقیناً سلیری کے بارے میں آپ بہت کچھ جانتے ہوں گے۔ میرا خیال ہے ہم اس موضوع پر گفتگو کر کے تمام معاملات طے کیے لیتے ہیں۔ میری خواہش صرف اتنی ہے کہ میں لیبوس کو یہاں سے لے جاؤں۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔"

"یقیناً اگر اس نام کا کوئی شخص سلیری کا قیدی ہے تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں دوست! کہ اسے حاصل کرنے میں تمہاری پوری پوری مدد کروں گا۔ بلکہ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ میں تمہیں بہت جلد معلومات حاصل کر کے یہ اطلاع دوں کہ ایسی کوئی شخصیت سلیری کے قبضے میں ہے یا نہیں۔ لیکن اس کے عوض تمہیں مجھے اور ووگ کو سلیری سے نجات دلانا ہوگی۔ اور یہ کام تم ہی کر سکتے ہو۔ کیونکہ تمہارے بارے میں اب تک جو داستانیں میرے علم میں آئی ہیں۔ ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ تم میں کام کرنے کی بہترین صلاحیتیں موجود ہیں۔ اور تم اپنا تحفظ بھی کر سکتے ہو۔ اس بات پر بھی پورا پورا اطمینان رکھو کہ بل ٹیرڈ کی حیثیت سے میں تمہاری جتنی مدد کر سکتا ہوں۔ ووگ میں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔"

"میں جانتا ہوں۔ ڈیئر بل ٹیرڈ! میں جانتا ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

حالات عجیب و غریب رُخ اختیار کر گئے تھے۔ ڈینی نے مجھے بل ٹیرڈ کی اس رہائش گاہ پر اس لیے پہنچایا تھا کہ میں دشمن کے گڑھ میں رہ کر اپنا تحفظ کر سکوں۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ چند ہی گھنٹے کے اندر اندر حالات بالکل تبدیل ہو گئے تھے۔ اور اب میں ایک دوست کی حیثیت سے بل ٹیرڈ

کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس بل ٹیرو کے سامنے جس کا نام لیتے ہوئے لوگ خوف سے کانپنے لگتے تھے۔ اس سلسلے میں بھی بہت سے سوالات میرے ذہن میں تھے۔ جن کی وضاحت میں نے بل ٹیرو سے کرلی۔

" تم جب ایک وحشی اور طاقتور انسان کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے آتے ہو بل ٹیرو! تو انھیں اس بات کا پتہ کیوں نہیں چلتا کہ تم ذہنی طور پر وہ نہیں ہو۔ جو وہ لوگ سمجھتے ہیں۔"

" پتہ کیسے چلے گا۔ جب میں اس کا اظہار ہی نہ ہونے دوں گا۔ اور میری زندگی اسی میں ہے کہ میں ان پر اس کا اظہار نہ ہونے دوں۔" بل ٹیرو نے جواب دیا۔

" میں صورتحال کو سمجھ گیا ہوں۔ ڈیئر بل ٹیرو! اور تمہیں اطمینان دلا چکا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ مکمل تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔ سلیری کے بیرونی وسائل کیا ہیں یہ بات تو میں بھی نہیں جانتا لیکن بہرطور اتنا ہو سکتا ہے کہ میں ودگ کو سلیری سے نجات دلا دوں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب مجھے کرنا کیا چاہیے۔ تم اس سلسلے میں میری کس طرح مدد کر سکتے ہو۔؟"

" ہم لوگ بیٹھ کر پلاننگ کیے لیتے ہیں۔ اب مجھے اس بات کا جواب دے دو۔ کہ تم یہاں تک کیسے پہنچے۔؟"

" میں ایک خفیہ راستے سے تمہارے اس تہہ خانے میں داخل ہوا ہوں۔ جس کا علم یقیناً تمہیں بھی نہیں ہوگا۔"

" کیا مطلب۔؟ کیا اس تہہ خانے میں داخل ہونے کا کوئی خفیہ راستہ بھی موجود ہے۔؟"

" ہاں۔" میں نے بل ٹیرو کو اس خفیہ راستے کے بارے میں بتایا۔ بلکہ وہ سرنگ کے آخری سرے تک پہنچ کر یہ راستہ دیکھ کر بھی آیا۔ وہ شدید حیران تھا۔ پھر اس نے کہا۔" اور یہ راستہ تم نے بنایا ہے۔؟"

" نہیں! بلکہ اسے صرف میری دریافت سمجھو۔ کس نے بنایا ہے۔ اور کیوں بنایا ہے۔ اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا۔"

" میں نے تمہاری اس بات پر یقین نہیں کیا۔ تاہم اگر تم نہیں بتانا چاہتے تو اس میں کوئی مصلحت ہی ہوگی۔ چھوڑو اب میں اس بارے میں اور کچھ نہیں پوچھنا چاہتا۔ میں تم سے یہ کہہ رہا تھا کہ اس وقت تم ایک قاتل کی حیثیت سے بل ٹیرو کے مجرم ہو۔ یا بل ٹیرو کے نہ سہی تو ودگ کے مجرم ہو۔ مجھے یہ اندازہ بھی ہے کہ یہ قتل درحقیقت تم نے نہیں کیا کیونکہ اگر تم نے کیا ہوتا تو سلیری کی طرف سے مجھے یہ اطلاع نہ ملتی کہ تم قاتل بن چکے ہو۔ اور اب میں تمہیں گرفتار کر کے فوراً ہی ختم کر دوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ چال سلیری نے تمہارے خلاف چلی ہے۔ ڈبی گام بہت خطرناک آدمی تھا۔ وہ میرا ہی ساتھی ہے۔ لیکن اسے حقیقتوں کا علم نہیں ہے۔ اس کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ ہن کا بھتیجا ہمارے ہاتھوں موت کا شکار ہو گیا ہے۔ یہاں اس سلسلے میں میری موت کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اور اس کا فیصلہ مجھے ہی کرنا ہوگا۔ سلیری پر یہ ظاہر کرنے کے لیے میرے اور تمہارے درمیان کسی قسم کا ربط نہیں ہے ایک طریقہ کار میرے ذہن میں آیا ہے۔ وہ یہ کہ میں تمہیں بند کرلوں اور پھانسی پر چڑھا دوں۔" بل ٹیرو نے کہا اور میں چونک کر اس کی صورت دیکھنے لگا۔ بل ٹیرو مسکرا دیا تھا

" ہاں! تمہیں کسی بھی جگہ سے گرفتار کیا جائے گا۔ اور اس کے بعد تمہیں پھانسی کی سزا دے دی جائے گی۔ اس طرح تمہارا قصہ ختم ہو جائے گا۔ اور سلیری تمہاری طرف سے بالکل غافل ہو جائے گا۔ وہ یہی سوچے گا کہ تمہارا خاتمہ میرے ہاتھوں ہو چکا ہے۔ اور اس کے بعد وہ مطمئن ہو جائے گا۔ تب ہی ہم اس کے خلاف آسانی سے کاروائی کر سکتے ہیں۔"

" لیکن پھانسی۔؟"

" ہاں میرے دوست! اس پھانسی کی تمام تر ذمہ داری مجھ پر ہوگی۔ اور تم اس بات پر مکمل طور پر اطمینان رکھو کہ تمہیں وہ پھانسی نہیں دی جائے گی۔"

" اوہ! اس کا مقصد ہے کہ مجھے ایک خطرہ مول لینا پڑے گا۔"

" اگر مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہو۔ تو ضرور کر لو۔ اس میں ہم دونوں کا فائدہ ہے۔ تم بل ٹیرو کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ سلیری کو اس بات کا شبہ بھی نہیں ہو سکے گا۔ کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی ربط قائم ہو چکا ہے۔ وہ تمہاری طرف سے مطمئن ہو جائے گا۔ ودگ سے کسی اجنبی کا خدشہ ختم ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد ہم جس انداز میں کام کریں گے۔ وہ بلاشبہ ہمیں کامیابی سے ہمکنار کریگا۔"

بات قابل غور تھی۔ بل ٹیرو نے مجھ سے کہا کہ میں اگر چاہوں۔ تو اس پر ابھی غور کر سکتا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ میری گرفتاری کے لیے ایک دو دن اور لگ جائیں گے۔ اگر میں اس بات کو مناسب سمجھوں تو ٹھیک ہے ورنہ بل ٹیرو

وہ کرنے کے لیے تیار تھا جو میں چاہوں۔

میں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد گردن ہلائی۔ اور آہستہ سے کہا۔" ٹھیک ہے۔ مسٹر بل ٹیرو! میں پھانسی پانے کے لیے تیار ہوں۔"

بل ٹیرو نے کھڑے ہو کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔ اور آہستہ سے بولا۔" اسی پر میری زندگی کا دارومدار بھی ہے۔ تم بھی خطرہ مول لو۔ میں بھی خطرہ مول لیتا ہوں۔ لیکن کم از کم اس بات پر تمہیں یقین کرنا چاہیئے کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ بل ٹیرو کا عہد ہے۔"

" جب میں نے فیصلہ کر لیا ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

" تو پھر ٹھیک ہے۔ کل دن کی روشنی میں کسی بھی وقت تمہیں کسی مناسب جگہ سے گرفتار کر لیا جائے گا۔"

بل ٹیرو نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اور اس کے بعد بولا۔" لیکن رات تم یہاں آرام سے گذار سکتے ہو۔ یہ مسہری تمہارے لیے آرام دہ ثابت ہوگی۔ صبح کا ناشتہ بھی تمہیں یہیں مل جائے گا۔ ناشتے کے بعد چلے جانا۔ اور بہتر یہ ہوگا کہ مجھے اپنے چھپنے کی جگہ بتا جانا۔ تاکہ میرے آدمی تمہیں وہاں تلاش کر سکیں۔"

" اس سلسلے میں دریا کے کنارے موجود پن چکیوں میں سے ایک بوسیدہ پن چکی مناسب ترین جگہ ہے۔ وہیں سے مجھے گرفتار کیا جا سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

بل ٹیرو چند لمحات سوچتا رہا پھر گردن ہلا کر بولا۔" اچھا خدا حافظ! اب میں چلتا ہوں۔" وہ چلا گیا۔ اور میں مسہری پر بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا۔ میں نے پھانسی کی جو سزا قبول کی تھی۔ وہ بلاشبہ بڑا سنسنی خیز قدم تھا۔ بل ٹیرو کے ذہن کو اگر نہ پڑھ چکا ہوتا تو شاید اس کے لیے تیار نہ ہوا ہوتا۔ بظاہر تو یہی محسوس ہوتا تھا کہ بل ٹیرو نے جو کچھ کہا ہے۔ سچ کہا ہے۔ لیکن اگر میرے خلاف کوئی گہری سازش کی جاتی۔ اور اس طرح مجھے پھندے میں پھنسایا جاتا۔ تو درحقیقت یہ ایک شاندار کاروائی ہوتی۔ میں اپنے قدموں سے چل کر پھانسی کے پھندے تک پہنچتا۔ اور پھانسی پر لٹک جاتا۔ اور میرے دشمن مجھ پر قہقہے لگاتے کہ کتنا احمق آدمی تھا۔ رات کو ٹھیک سے نیند بھی نہیں آئی تھی۔ بار بار ذہن میں یہی خیال آیا کہ کہیں بل ٹیرو کی سازش کا شکار نہ ہو رہا ہوں۔ لیکن صبح ہوتے ہوتے دل مطمئن ہو گیا تھا۔ بہرطور زندگی اور موت خدا کے ہاتھ ہے۔

میں نے اپنے مقدر کی تکمیل کے لیے یہ کاروائی قبول کی ہے۔ اگر خدا کو میری زندگی منظور نہیں ہے تو پھر یوں ہی سہی۔ صبح کو جاگا تو ناشتہ موجود تھا۔ پتہ نہیں رات کے کون سے حصے میں یہ بندوبست کیا گیا تھا۔ جب کہ میں تو ٹھیک سے سو بھی نہیں سکا تھا۔ تاہم ناشتہ کرنا ضروری سمجھا۔ اور ناشتے کے بعد اسی سرنگ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ بیچارے ڈبینی نے اپنی دانست میں میرے لیے انتہائی معقول بندوبست کیا تھا۔ لیکن کتنی مایوسی ہوگی اُسے میری گرفتاری کی خبر سن کر۔ اور وہ بھی پرانی پن چکی سے۔ اُسے تو یہ بھی پتہ نہیں چل سکے گا کہ میں پرانی پن چکی کیوں گیا تھا۔ میں وہیں پہنچ گیا جہاں میں پچھلی دو راتوں سے چھپا ہوا تھا۔ ایک بار دل چاہا کہ بلدا سے ملاقات بھی کرلوں لیکن پھر اپنی اس حماقت پر خود ہی ہنسی آگئی۔ میں اس دنیا سے رخصت تو نہیں ہو رہا تھا۔ اگر پھانسی کے پھندے تک پہنچتے ہوئے یہ احساس ہو گیا کہ میں سازش کا شکار ہوا ہوں تب بھی جدوجہد کر دوں گا۔ اور کچھ نہ کچھ کر کے ہی دم لوں گا۔ لیکن بہرطور یہ انتہائی سنسنی خیز لمحات تھے۔ اگر اس طرح مجھے کامیابی حاصل ہو جائے۔ تو یہ ساری کاروائی بری نہیں تھی۔

پرانی پن چکی پہنچتے ہوئے مجھے زیادہ وقت نہیں گذرا تھا۔ غالباً دن کے سوا نو بجے تھے۔ اس وقت جب میں نے پن چکی کے اطراف میں بے شمار لوگوں کی آوازیں سنیں۔ اور اس کے بعد مجھے پولیس آفیسر کی آواز سنائی دی۔

" تمہیں دیکھ لیا گیا ہے۔ اور چاروں طرف سے تمہیں گھیرا جا چکا ہے۔ اگر باہر نکل کر فرار ہونے کی کوشش کی۔ تو پورے بدن میں سوراخ ہی سوراخ ہو جائیں گے۔ بہتر ہے خود کو میرے حوالے کر دو۔"

میں نے پولیس آفیسر کی آواز صاف پہچان لی تھی۔ دوسری اور تیسری بار بھی وارننگ دی گئی اور اس کے بعد پرانی پن چکی کی اینٹیں کھڑکھڑ گرنے لگیں۔ اس کا مقصد تھا کہ وہ لوگ اندر آ رہے ہیں۔ میں خود کو اس کیلئے تیار کر چکا تھا لیکن آنے والے لمحات بے حد سنسنی خیز تھے اور میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی شدید اعصابی تناؤ کا شکار ہو گیا۔

مجھے اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کون لوگ ہیں لیکن یہ ضرور جانتا تھا کہ وہ کس مقصد کے لیے یہاں آئے ہیں۔ ان میں صرف پولیس آفیسر کی آواز شناسا تھی۔ ایک بار پھر اس کی آواز سنائی دی: "ووگ کے اجنبی مجھے اس کے لیے مجبور مت کرو کہ میں تم پر گولیاں برساؤں خود ہاتھ بلند کرو اور باہر آجاؤ۔"

پولیس آفیسر کی آواز کانپ رہی تھی اس کی وجہ میرے متعلق مشہور کہانیاں تھیں جنہوں نے مجھے ووگ میں ایک پراسرار حیثیت دے دی تھی۔ بہرحال میرے لیے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں باہر نکل آؤں۔ چنانچہ میں دونوں ہاتھ بلند کیے ہوئے باہر نکل آیا۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جس نے مجھے دیکھتے ہی چیخنا شروع کر دیا تھا۔ وہ منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکال رہے تھے۔

"خود کو پولیس کے حوالے کر دو۔ اگر تم نے کوئی غلط کارروائی کی تو۔" پولیس آفیسر نے کہا۔

خوش قسمتی سے ڈی گام ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھا ورنہ ممکن تھا کہ وہ شدت جذبات میں مجھ پر ٹوٹ ہی پڑتا دیسے اس کی امید نہیں تھی کہ وہ اس ہجوم میں شریک ہوتا۔ بل ٹیرو نے یقیناً اس کا انتظام کر لیا ہوگا۔ ہجوم میں سے کچھ لوگوں نے مارو پکڑو کے نعرے لگائے تو پولیس آفیسر نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "اگر کسی نے قانون کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کی تو میں گولی چلانے پر مجبور ہو جاؤں گا۔" اس نے پستول کو جنبش دی تو لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ پولیس افسر نے ہتھکڑیاں میری طرف بڑھائیں اور میں نے بلاتعرض دونوں ہاتھ آگے کر دیے۔ عجیب مضحکہ خیز سچویشن تھی یوں لگتا تھا جیسے اسے خود بھی یقین نہ ہو کہ میں اس آسانی سے گرفتاری پیش کر دوں گا۔ بہرحال مجھے ہتھکڑیاں لگا دی گئیں اور پولیس افسر ہجوم کو منتشر ہونے کی ہدایت کرنے لگا۔ میں نے خود ہی آگے کی طرف قدم بڑھا دیے مجھے تعاون پر آمادہ پاکر پولیس افسر نے کسی قدر سکون کا سانس لیا۔ اور مجھے لے کر اس پولیس اسٹیشن کی جانب چل پڑا جو صرف ایک ڈمی پولیس اسٹیشن تھا۔ اور درحقیقت وہاں ہونے والی تمام کارروائی بل ٹیرو کے نام پر ہوتی تھی۔ حکومت برطانیہ کا قانون اس قصبے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ بستی کے بے شمار لوگ بھی پولیس اسٹیشن تک میرے ساتھ آئے تھے۔ لیکن جب مجھے اس کی عمارت میں اندر لے جایا گیا تو پولیس کے افراد نے انھیں منتشر ہونے کے لیے کہا۔ اور تھوڑی سی کوشش کے بعد انھیں منتشر کر دیا گیا۔

پولیس آفیسر نے بغور میرا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو تم اس لیے یہاں آئے تھے۔؟ حالانکہ میں نے تمہیں آگاہ کیا تھا کہ یہاں رکنا تمہارے لیے مناسب نہیں ہوگا۔ اور بہتر ہے کہ تم چلے جاؤ۔ لیکن جوانی کے جوش میں تم نے میری باتوں پر غور نہیں کیا۔ اور بالآخر مصیبت میں پھنس گئے۔"

"کون سی مصیبت کی بات کر رہے ہو۔ پولیس آفیسر۔؟"

"کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے اوپر ہیڈلے کے قتل کا الزام ہے۔ اور ہیڈلے ڈی گام کا بھتیجا تھا جسے تم نے مار مار کر زخمی کیا۔ یہاں تک کہ اس نے دم توڑ دیا۔"

"جب تم پورے وثوق سے یہ بات کہہ رہے ہو، پولیس آفیسر تو پھر اس بات پر افسوس کا اظہار کیوں۔؟ اگر میں نے قتل کیا ہے تو برطانوی قانون کے تحت مجھے سزا دی جائے۔ میرا مقدمہ کہاں چلے گا۔؟"

پولیس آفیسر نے ادھر ادھر دیکھا۔ اور پھر بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔ "بے وقوف انسان یہ بات تو میں نے پہلے بھی تمہیں بتائی تھی کہ یہاں کسی پر کوئی مقدمہ نہیں چلتا۔ تمہارا فیصلہ بل ٹیرو کے ہاتھ میں ہے۔ وہ سماعت بھی نہیں کریگا اور تمہارے بارے میں فیصلہ دے دیگا۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ فیصلہ کیا ہوگا۔"

"کیا اس قصبے کو تم برطانوی قوانین سے آزاد قرار دیتے ہو۔؟"

"فضول باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ برطانوی قوانین اس قصبے تک پہنچ کر خود مفلوج ہو جاتے ہیں، تو میں کیا کروں۔"

"لیکن تمہیں تنخواہ تو حکومت برطانیہ ہی سے ملتی ہوگی"

"میں نے کہا نا ان تمام باتوں کے لیے میں تمہیں جوابدہ نہیں ہوں۔ میں نے کبھی جواب دہی کی کوشش کی تھی لیکن اس کے نتیجے میں مجھے جو کچھ بھگتنا پڑا، وہ میں ہی جانتا ہوں۔ اور اس بات کا مجھے اچھی طرح علم ہو چکا ہے کہ آئرلینڈ کا یہ باشندہ جس کا نام بل ٹیرو ہے۔ یہاں اپنی مکمل حکومت قائم کیے ہوئے ہے۔ چنانچہ تمہیں بھی یہ بات تسلیم کر لینی چاہیے تھی۔ لیکن بہرطور موت اگر تمہیں یہاں گھسیٹ کر لائی تھی، تو اس سلسلے میں کسی کا قصور نہیں ہے۔ اب میں تمہیں قید خانے بھجوا رہا ہوں۔ تمہاری قسمت کا فیصلہ تمہاری غیر موجودگی میں ہوگا اور اس فیصلے سے تمہیں بہرطور آگاہ کر دیا جائے گا۔"

میں خاموش رہا لیکن میرے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ بیرونی دنیا کو اگر یہ بات معلوم ہو جائے کہ حکومت برطانیہ کا ایک چھوٹا سا قصبہ ایسا بھی ہے جہاں برطانوی قانون کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو شاید کوئی بھی اس بات پر یقین نہ کرے۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ مہذب دنیا کے اس مہذب ترین ملک کا یہ چھوٹا سا قصبہ اتنا تہذیب یافتہ نہیں تھا۔ بہرطور جس قید خانے میں مجھے لے جایا گیا، وہ کافی مضبوط تھا۔ انہوں نے پورے اطمینان کے ساتھ مجھے یہاں اس لیے بھیجا ہوگا کہ میں یہاں سے نکل نہ سکوں۔ لیکن صورتحال کچھ اور تھی۔ اور اس بات کا اندازہ یقیناً پولیس آفیسر کو بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ بل ٹیرو نے اپنے معاملات میں بہت زیادہ لوگوں کو شریک نہیں کیا ہوگا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ آئندہ میرے لیے کیا ہوتا ہے۔

قید خانے میں تقریباً چھ گھنٹے گزر گئے۔ چھٹے گھنٹے کے اختتام پر پولیس آفیسر اندر آیا۔ اور اس نے افسردہ لہجے میں کہا۔ "بیرونی دنیا کے اجنبی! تمہارے لیے موت کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ اور کل صبح تمہیں پھانسی کی سزا دے دی جائے گی۔"

"بلاوجہ زحمت کی تم نے! اس بات کا یقین تو میں پہلے ہی کر چکا تھا۔ ظاہر ہے بل ٹیرو میرے لیے موت کے علاوہ اور کیا چیز منتخب کر سکتا تھا۔"

"میں تمہارے لیے افسردہ ہوں۔ اگر بیرونی دنیا میں اپنے عزیز و اقارب کو کوئی پیغام بھجوانا چاہو تو مجھے بتا دو۔"

"کیسی احمقانہ باتیں کر رہے ہو پولیس آفیسر! یہ پیغام دیتے ہوئے تمہیں اس بات کا اعتراف کرنا ہوگا کہ برطانوی حکومت کی مرضی کے خلاف یہاں مجھے مقدمہ چلائے بغیر موت کی سزا دی گئی ہے۔ تم میرا پیغام بیرونی دنیا کو کس طرح دو گے؟ کیا تم سے یہ باز پرس نہیں کی جائے گی۔"

پولیس آفیسر کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آنے لگے۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "میں بہت جلد، بہت جلد یہ ملازمت چھوڑ دوں گا۔ اس کے علاوہ میں کچھ اور نہیں کر سکتا۔" وہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔ بہرطور پروگرام لمحہ بہ لمحہ اپنی منزل کی جانب بڑھ رہا تھا۔

میرے ذہن پر بڑی سنسنی سی چھائی ہوئی تھی۔ رات بھی میں نے بے سکونی کی حالت میں گزاری۔ طبیعت بوجھل تھی۔ کیونکہ پچھلی رات بھی بے سکونی کا شکار رہا تھا۔ دوسری صبح غالباً سورج ابھی نکلا بھی نہیں تھا، جب چند افراد اندر آئے۔ اور انہوں نے مجھے میری موت کا مژدہ سنایا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے آخری انجام کے لیے تیار ہو جاؤں۔

دو گھوڑوں کی بند گاڑی میں پھانسی گھر کی جانب جاتے ہوئے، میں اس دلچسپ صورتحال پر کافی غور کر رہا تھا کہ دفعتاً بند گاڑی کا سامنے والا حصہ کھلا۔ اور کوچوان نے ذرا سا منہ اندر کر کے کہا۔ "جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اسے غور سے سنو۔ تمہیں باقاعدہ پھانسی دی جائے گی، لیکن جو آدمی تمہاری گردن میں پھندا ڈالے گا، یہ اس کا کمال ہوگا کہ پھندا بظاہر تمہاری گردن میں ہو، لیکن تم محفوظ بھی رہو۔ البتہ تمہیں اداکاری ایسی ہی کرنی ہے، جیسی کسی شخص کو پھانسی دیتے وقت کی جا سکتی ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھنا۔ ہر قسم کے شک و شبہ کو اپنے دماغ سے نکال دو۔ اور پوری طرح مطمئن رہو۔" اس کے بعد اس نے کھڑکی بند کر دی۔

یہ کون تھا؟ میں نہیں جان سکا تھا۔ اور نہ اسکی آواز میری شناسا تھی۔ گاڑی پھانسی گھر کے میدان میں آکر رک گئی۔ اور میرے لیے یہ لمحات مزید سنسنی خیز ہو گئے۔ گویا اب جدوجہد کا لمحہ صرف وہ ہوگا، جب جلاد میری گردن میں پھانسی کا پھندا ڈالے گا۔ اگر مجھے اطمینان نہ ہوا کہ رسیاں اس انداز میں نہیں باندھی گئیں کہ میں بچ سکوں، تو پھر جدوجہد کا آغاز وہیں سے کر دوں گا۔ بہرطور ایک کرخت آواز نے مجھے گاڑی سے نیچے اترنے کے لیے کہا۔ پھر دو مضبوط ہاتھوں نے سہارا دے کر مجھے نیچے اتارا۔ اس کے بعد وہ مجھے اس منحوس جگہ لے گئے، جہاں پھانسی کا پھندا جھول رہا تھا۔ جو کچھ ہو رہا تھا، برق رفتاری سے ہو رہا تھا۔ مجھے یہاں تک لانے والے پیچھے ہٹ گئے۔ اور پھر ایک جلاد تیزی سے اپنے فرائض ادا کرنے لگا۔ اس نے میرے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں نکال دیں۔ اور ایک رسی سے میرے ہاتھ پشت پر باندھ دیے لیکن اپنے ہاتھوں پر رسی کی گرفت محسوس کر کے مجھے سکون ہوا تھا۔ یہ گرفت ایسی تھی کہ ضرورت پڑنے پر میں اپنے ہاتھ آزاد کر سکتا تھا۔

اس کے بعد جلاد نے رسی کا کمال دکھانا شروع کر دیا۔ اس نے مجھے اپنے بدن کی چوڑائی میں چھپا کر رسی کا پھندا بظاہر میری گردن میں ڈالا۔ لیکن میں نے اپنی بغل میں دونوں سمتوں سے رسیاں گزرتی محسوس کیں۔ اور بلاشبہ اب میرے بدن کے بوجھ کا انحصار صرف ان ہی رسیوں پر تھا۔ میں نے نظریں اوپر اٹھائیں تو اوپر کی رسیاں دوہری معلوم ہوئیں۔ یعنی ایک پھندہ جو بظاہر میری گردن میں تھا، ایک الگ ٹکڑے سے منسلک تھا۔ اور بغلوں کی رسیاں ایک الگ

رسّی سے بندھی ہوئی تھیں۔ میں نے ایک پُر سکون سانس لی۔ اِس کا مطلب ہے کہ بل ٹیرو نے اپنا کام نہایت احتیاط کے ساتھ مکمل کرلیا ہے۔ میرے چہرے کو سیاہ تھیلے سے ڈھانپ دیا گیا۔ اور اس کے بعد تھوڑی سے کارروائی ہوئی اور پھر میرا بدن بغلوں کے وزن پر لٹکنے لگا۔ میں اب اس بات سے مطمئن ہو کر کہ میری گردن کو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا، بغلوں کے زور پر خوب زور زور سے اُچھلنے لگا۔ تاکہ دیکھنے والوں کو یہ احساس ہو کہ یہ دم توڑتے ہوئے ایک توانا انسان کی آخری جدوجہد ہے۔ چند ہی لمحات کے بعد کھیل ختم ہوگیا۔ جلاد ہی نے آگے بڑھ کر میری لاش کو نیچے اتارا۔ اور میں نے دم سادھ لیا۔ پھر مجھے شاید اسی یا کسی اور دوسری گاڑی میں پہنچا دیا گیا۔ تاکہ میری تدفین کردی جائے۔

یہ سارے کام اتنی برق رفتاری سے ہوئے تھے کہ سوچنے سمجھنے کا زیادہ موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔ بند گاڑی چل پڑی۔ اور میرے بدن کو ہلکے ہلکے ہچکولے سے لگنے لگے۔ میں موت کے منہ سے باہر نکل آیا تھا۔ درحقیقت اگر بل ٹیرو ایسے موقع پر بدعہدی کرتا۔ یا میرے ساتھ کوئی سازش ہوئی ہوتی، تو بھلا اپنے بچاؤ کے لیے میں زیادہ سے زیادہ کیا کرسکتا تھا۔ لیکن موت کے منہ میں پہنچ کر واپس آنے کا یہ مزہ جیسا تھا، اسے میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ دفعتاً بند گاڑی کا وہی حصّہ پھر کھلا، جہاں سے کوچوان نے ایک بار مجھے کچھ ہدایات دی تھیں۔ لیکن اس بار جو چہرہ مجھے نظر آیا، اُسے دیکھ کر میں شدّت حیرت سے اُچھل پڑا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ یہ ڈینی تھا۔ سو فیصدی ڈینی۔ اس نے مجھے مسکرا کر آنکھ ماری اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"ڈینی! یہ تم ہو۔ کیا واقعی یہ تم ہو۔۔؟"

"ہاں! میں ہی ہوں۔ تمہیں حیرت ہوئی نا؟" ڈینی نے سوال کیا۔

"کوئی اور بھی ہے تمہارے ساتھ۔۔؟"

"نہیں! تمہاری تدفین کی تمام ذمّہ داریاں مجھے ہی سونپی گئی ہیں۔" ویسے بھی اِس قسم کے کام میں کرلیتا ہوں۔ حالانکہ یہ مسئلہ ذرا مختلف تھا لیکن اب اِسے کیا کیا جائے کہ مسٹر بل ٹیرو نے آنکھیں بند کرکے مجھ پر اعتبار کرلیا۔"

"میں باہر آسکتا ہوں۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"ارے نہیں نہیں! خدا کے لیے اِس قسم کی کوئی حرکت مت کرنا۔ ورنہ ورنہ۔" ڈینی خاموش ہوگیا۔ اس نے رُخ بدل لیا تھا۔ غالباً گھوڑوں کو کنٹرول کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ چند لمحات کے بعد اس نے پھر کہا "بہتر یہ ہے کہ اب ہم قبرستان میں چل کر ہی بات چیت کریں بشرطیکہ وہاں اور کوئی موجود نہ ہو۔ اگر کوئی اور موجود ہوا تو ذرا الجھن پیش آئیگی۔"

میں متحیرانہ انداز میں ڈینی کو دیکھتا رہا تھا۔ وہ ایک ماہر کوچوان کی طرح بگھی ہانک رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ قبرستان میں داخل ہوگئے۔ چاروں طرف قبریں بکھری ہوئی تھیں۔ اور ان پر سوکھی لکڑیوں سے نشانات لگائے گئے تھے۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ قبرستان کے اطراف میں تقریباً چار فٹ بلند کچی دیوار بنی ہوئی تھی۔ راستہ صرف ایک تھا، جس سے بگھی گذر کر اندر آئی تھی۔ ڈینی نے اسے ایک جگہ چھوڑ دیا اور پھر کھڑے ہوکر پورے قبرستان میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ اور اس کے بعد پُرسکون لہجے میں بولا "اب اگر تم چاہو تو باہر آسکتے ہو۔ خوش بختی سے قبرستان میں اور کوئی موجود نہیں ہے۔"

میں جلدی سے گھوڑا گاڑی سے باہر نکل آیا "کیوں کیا یہاں گورکن موجود نہیں ہوتا۔؟" میں نے گہری گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں! قبرستان کے لیے کوئی باقاعدہ گورکن نہیں ہے۔ بستی کے چند حرام خور یہ کام ضرورت پڑنے پر کرلیا کرتے ہیں۔ جیسے میں۔" ڈینی نے جواب دیا۔ اور پھر بولا "بہرحال تمہیں اپنی قبر تیار کرنے کے سلسلے میں میری تھوڑی بہت مدد تو کرنی ہی ہوگی۔"

میں ڈینی کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا "لیکن میری تدفین کی ذمّہ داریاں تمہارے سپرد کیسے کردی گئیں؟ اور وہ بھی تنہا۔"

"اِس سلسلے میں بس مسٹر بل ٹیرو کی کرم فرمائی ہے۔ ورنہ ایسا نہ ہوتا۔"

"کیا تمہیں اِس کے لیے ہدایت کی گئی تھیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"پوری بات بتادوں۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ تمہیں پھانسی ملنے کے باوجود زندہ دیکھ کر مجھے حیرت کیوں نہیں ہوئی۔"

"ارے ہاں! واقعی۔ یہ بات فوری طور پر میرے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ لیکن۔ لیکن ڈینی! مجھے بتاؤ۔ کچھ تو بتاؤ۔" میں نے سوال کیا۔

ڈینی مسکرانے لگا۔ پھر بولا "تمہاری گرفتاری کی خبر ایسی نہیں تھی کہ میں اسے سن کر نظر انداز کرسکتا۔ میری ذہنی کیفیت خراب ہوگئی۔ اور یقین نہ آیا کہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں درست ہے۔ کیونکہ میں تو تمہیں ایک ایسی جگہ پہنچا آیا تھا، جہاں تم مکمل تحفظ میں تھے۔ میں اور کچھ نہ کرسکا تو سرنگ کی جانب دوڑ گیا۔ اور اس تہہ خانے میں داخل ہوگیا۔ تہہ خانے میں میری ملاقات تمہارے بجائے مسٹر بل ٹیرو سے ہوگئی، جنہیں کسی کے آنے کا اندازہ ہوگیا تھا۔ مسٹر بل ٹیرو نے پستول کی نال پر مجھ سے سب کچھ اگلوالیا۔ اور یہ میری فطری کمزوری سمجھو کہ میں ان سے کچھ نہ چھپا سکا۔ اعتراف کرتا ہوں اِس بات کا کہ میں بہت زیادہ خوفزدہ ہوگیا تھا۔ لیکن بل ٹیرو نے جو کچھ مجھے بتایا، وہ میرے لیے انتہائی حیرت انگیز تھا۔ اور پھر مجھے بھی اِس تجویز میں شامل کرلیا گیا۔ اور مسٹر بل ٹیرو نے یہ خدمات میرے سپرد کردیں کہ پھانسی گھر سے تمہاری لاش لے کر میں ہی قبرستان جاؤں گا۔ اور تمہاری تدفین کر دوں گا۔ اور اس کے بعد تمہیں ایک ایسی جگہ پہنچا دوں گا۔ جو مسٹر بل ٹیرو کی ملکیت ہے۔"

ڈینی کی کہانی بے حد حیرت انگیز تھی۔ پتہ نہیں بل ٹیرو نے اس پر اتنا اعتماد کِس طرح کرلیا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا "تو مسٹر بل ٹیرو نے تمہیں پوری کہانی سنادی۔؟"

"ہاں! اور مجھے اِس بات پر تعجب نہیں ہوا۔ شاید تم یقین نہ کرو کہ کچھ عرصے قبل کچھ ایسے واقعات پیش آئے تھے، جنہوں نے مجھے شبہ میں مبتلا کردیا تھا۔ اور مجھے یہی اندازہ ہوا تھا کہ سلیری بہت اونچی چیز ہے۔ تاہم مسٹر بل ٹیرو نے مجھے اپنا مکمل پروگرام نہیں بتایا۔ صرف ضرورت کی باتیں بتادی ہیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ اب ہم جلدی سے ایک قبر تیار کرکے یہ خالی تابوت اس قبر میں اتار کر اسے بند کردیں۔ تاکہ کسی کو شبہ نہ ہوسکے۔ اور اس کے بعد میں تمہیں پہاڑوں میں ایک ایسی جگہ چھوڑ دونگا جو تمہارے لیے انتہائی موزوں ہوگی۔" ڈینی نے گھوڑا گاڑی کے پچھلے حصّے میں رکھا ہوا تابوت اتار کر نیچے رکھا اور اس کا ڈھکن کھول کر اِس میں سے زمین کھودنے کے اوزار نکالنے لگا۔

"پیارے بھائی! میں بہت زیادہ طاقتور آدمی نہیں ہوں۔ ایک قبر تیار کرنا آسان کام نہیں ہوتا۔ براہ کرم میری مدد کرو۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کدال اٹھالی۔ لیکن ابھی میں نے پہلی ہی کدال زمین پر چلائی تھی کہ دفعتاً کچھ دور گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی۔ اور ڈینی اُچک کر گھوڑا گاڑی پر چڑھ گیا۔ اس نے گھوڑا گاڑی کے اوپری حصّے پر کھڑے ہوکر دیکھا تو دفعتاً ہی اس کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھیل گئیں۔ اور اس کے منہ سے خوفزدہ سی آواز نکلی "اوہ! میرے خدا۔ میرے خدا۔"

"کیا بات ہے ڈینی۔؟"

"جلدی کرو، جلدی تابوت میں لیٹ جاؤ۔ تابوت میں لیٹ جاؤ۔ پتہ نہیں یہ کمینہ بدبخت اِسطرف کیسے آنکلا۔"

"کون ہے۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"سلیری، جو اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ اِسی طرف آرہا ہے۔"

میرے اوسان خطا ہوگئے تھے۔ لیکن بہرطور میں برق رفتاری سے تابوت میں لیٹ گیا۔ اور ڈینی نے ڈھکن بند کردیا۔

چند ہی لمحات کے بعد گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز بالکل قریب سنائی دی پھر ایک بھاری آواز گونجی "اوہ اوہ! گ کے مسخرے! آج تو گورکن کا کام انجام دے رہا ہے۔ لیکن تنہا۔ یہ ذمّہ داری تنہا تیرے سپرد کیسے کی گئی۔؟ چلو تم سب مل کر اِس کی مدد کرو۔ نیک کام میں حصّہ لینا اچھی بات ہے۔ یہ بیچارہ تنہا یہ سب کچھ نہیں کرسکے گا۔" غالباً یہ الفاظ سلیری نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کرکے ادا کیے تھے۔

مجھے ٹھنڈے پسینے چھوٹ رہے تھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سلیری کو اس بارے میں کچھ معلوم ہوگیا ہو۔ اس کے انداز میں طنز نمایاں تھا۔ اس وقت صورت حال بہت خوفناک ہوگئی تھی۔ حالات بتاتے تھے کہ بل ٹیرو مجھ سے مخلص تھا اور اس نے بدعہدی نہیں کی تھی لیکن سلیری کو ضرور کسی ذریعہ سے کچھ معلوم ہوگیا تھا اور اب۔

"آہ۔ یہ قبر تو ابھی ذرا بھی گہری نہیں ہوئی۔ چلو ڈینی تم پیچھے ہٹ جاؤ کمزور آدمی ہو۔ میرے ساتھی یہ کام جلدی کریں گے۔" سلیری کی آواز ابھری اور چند ہی لمحات کے بعد زمین پر کدالیں چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں، سچ بات یہ ہے کہ اس وقت میرے اوسان بری طرح خطا ہوگئے تھے دماغی صلاحیتیں جواب دے گئی تھیں۔ سلیری کے انداز سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ مردود مجھے زندہ ہی قبر میں دفن کردے گا اور کوئی رعایت نہیں کرے گا۔

"بل ٹیرو اصول پسند انسان ہے۔ سازی خرابیوں کے باوجود وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ تعجب کی بات ہے کہ اس نے اس تدفین کے لیے تنہا تمہارا انتخاب کیا۔ آخر کیوں۔؟" مخاطب ڈیبی تھا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں لارڈ۔" ڈیبی کی سہمی ہوئی آواز ابھری۔

"پھر ان حقیقتوں کی نقاب کشائی کون کر سکتا ہے اب یہ مردہ تو بولنے سے رہا۔"

میرے بدن میں چنگاریاں بھر گئیں۔ سلیری کے بارے میں جو کچھ سن چکا تھا وہ بہت کچھ تھا۔ برطانوی قانون اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ ووگ میں اس نے نہایت چالاکی سے بل ٹیرو کو آلۂ کار بنا کر خوف و ہراس پھیلا رکھا تھا اور اب اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ اب میں اسے اپنا ایسا دشمن تصور کر لوں جس سے بچنے کی تمام کوششیں ناکام ہو گئی ہوں۔ حقیقت یہی تھی سلیری جیسے سنگدل انسان سے یہ بات بعید نہیں تھی کہ وہ مجھے زندہ ہی قبر میں دفن کرا دے۔ جیسا کہ بل ٹیرو نے اس کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ ایک ستم ظریف سنگدل ہے اور اس طرح کے کام بآسانی انجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ میرا حق بنتا تھا کہ اب میں اس سے مقابلہ کروں اور اسے ختم کرنے کی کوشش کروں یعنی میں مفاہمت کی آخری حد سے گزر گیا تھا۔ ویسے بھی ان ابتدائی معاملات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مجھے سلیری سے دو دو ہاتھ تو کرنے ہی تھے کیونکہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ لیبوس اس کے قبضے میں ہے۔ لیبوس کے حصول کے لیے صرف ابتدائی معاملات کنٹرول کرنا تھے۔ ورنہ بل ٹیرو کے بیان کے مطابق لیبوس سلیری ہی کا قیدی تھا اور اسے حاصل کرنے کے لیے صرف بل ٹیرو ہی کافی نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے بہرطور اس کے مقابلے پر آنا تھا چنانچہ میں تابوت کا ڈھکن آہستہ آہستہ اوپر اٹھانے لگا۔

غالباً اس وقت سلیری کی نگاہ مجھ پر نہیں تھی وہ یا تو قبر کھودنے والوں کو دیکھ رہا تھا یا پھر ڈیبی کی جانب متوجہ تھا۔ تابوت کا ڈھکن پوری طرح ہٹانے کے بعد میں تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گیا تبھی سلیری کے دو ساتھیوں کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی دونوں بیک وقت ہی چیخے تھے اور سلیری تابوت کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ میں نے اطراف کے منظر کو دیکھا اس کے ساتھ چھ افراد تھے جن میں سے تین آدمی قبر کی کھدائی میں مصروف تھے ایک ڈیبی کے پاس کھڑا ہوا تھا اور دو سلیری کے اپنے نزدیک موجود تھے۔ غالباً انہی لوگوں نے مجھے دیکھا تھا اور وہی چیخے تھے۔ ان کے چیخنے پر سلیری تابوت کی طرف متوجہ ہو گیا تھا لیکن مجھے دیکھ کر کسی حیرت کا اظہار کرنے کے بجائے اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

میں نے اس کے مکار چہرے کو دیکھا وہ چوڑے چہرے والا خطرناک آدمی تھا باریک باریک ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور آنکھیں بےحد خونخوار تھیں اس کی مسکراہٹ میں بھیڑیوں جیسی غراہٹ شامل تھی تب اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "واہ بھائی دیکھو کیا شان ہے ہماری۔ مردے تک ہمارے استقبال کے لیے جی اٹھتے ہیں۔ ووگ کے اجنبی بہتر یہ ہے کہ تابوت سے باہر آ جاؤ۔ ذرا تم سے بھی ملاقات ہو جائے۔"

میں اطمینان سے تابوت سے نیچے اتر آیا۔ ڈیبی کا بدن زرد تھا وہ کانپ رہا تھا۔ سلیری کے تمام افراد مسلح تھے اب وہ لوگ بھی رک گئے جو قبر کھود رہے تھے لیکن سلیری نے اپنی کمر سے چمڑے کا ایک سیاہ رنگ کا چابک نکال کر اسے لہراتے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں، تم لوگ اپنا کام جاری رکھو۔ مردہ عارضی طور پر زندہ ہوا ہے۔ بہرطور اسے اس قبر کی گہرائیوں میں تو دفن ہونا ہی ہے۔ چلو اپنا کام جاری رکھو۔" اس نے ہنٹر فضا میں لہرایا اور اس کا سرا میرے بدن کو چھوتا ہوا گزر گیا۔

میں سرد نگاہوں سے سلیری کو دیکھ رہا تھا اس کے وہ ساتھی جو ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے سمٹ کر اس کے قریب پہنچ گئے۔ ڈیبی اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ سب کے سب مسلح تھے اور ان کے ہاتھوں میں پستول نظر آ رہے تھے۔ سلیری نے ایک لمحے کے بعد انگلی سے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا وہ اب بھی گھوڑے کی پشت پر ہی سوار تھا جبکہ اس کے بقیہ ساتھی اپنے اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے تھے۔ میں نے اس کے اشارے کی جانب توجہ نہیں دی اور اسے دیکھتا رہا

"مجھے یقین تھا۔ مجھے یقین تھا۔" اس نے آہستہ سے کہا اور اب اس کا چہرہ انتہائی بھیانک نظر آنے لگا پھر وہ غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "بل ٹیرو نے اپنی زندگی میں پہلی بار بغاوت کرنے کی کوشش کی ہے اور میں جانتا ہوں کہ ایسا کیوں ہوا تمہارے بارے میں ضرورت سے زیادہ خبریں پھیل چکی ہیں اور بعض احمق گدھے یہ پیش گوئی کرنے لگے تھے، بلکہ کہنے لگے تھے کہ ممکن ہے تم ووگ کے لیے نجات دہندہ بن جاؤ۔ عام بےوقوف بل ٹیرو ہی کا نام لیتے ہیں۔ سلیری ان کی نگاہ میں ایک امن پسند آدمی ہے اور صرف بل ٹیرو سے اس کی دشمنی ہے۔ لیکن ووگ میں داخل ہونے والے

ہی یقیناً بل ٹیرو سے تمہاری ملاقات ہو چکی ہے اور اس کا اندازہ میں نے صرف چند باتوں سے لگا لیا۔ یہاں کا بےوقوف پولیس آفیسر تمہارے لیے پریشان تھا۔ اس نے مجھ سے ملاقات کر کے کہا کہ اگر ووگ میں داخل ہونے والے کو زندہ ہی نکل جانے دیا جائے تو کیا حرج ہے مجھے اس کی مدد کرنی چاہیے۔ میں نے اس سے کہہ دیا کہ بل ٹیرو کے معاملات میں مداخلت میرے لیے ممکن نہیں ہے اور ووگ کا اجنبی اگر میرے پاس آتا اور اس سلسلے میں مجھ سے کسی قسم کی مدد کی درخواست کرتا تو شاید میں سوچ بھی سکتا تھا لیکن میں اس مغرور انسان کے لیے کچھ کرنے کو تیار نہیں ہوں آفیسر کے انداز میں ایک ایسی کیفیت تھی جس سے مجھے شبہ ہوا کہ اس بات کے امکانات ہیں کہ ووگ میں داخل ہونے والا کسی طرح رعایتیں حاصل کر لے چنانچہ میں نے بل ٹیرو پر نگاہ رکھی۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے مجھے بل ٹیرو پر شبہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ مجھے بل ٹیرو سے اتنی ذہانت کی امید نہیں تھی لیکن بعض اوقات خارش زدہ چوہا بھی کچھ نہ کچھ کر ڈالتا ہے۔ گڈ ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ اب بل ٹیرو کی تباہی کا دور شروع ہو گیا جب اس کے دل میں سلیری کے خلاف نفرت کے جذبے اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ وہ کسی باہر والے کی مدد لینے کے لیے تیار ہے تو پھر اس کا خاتمہ ضروری ہے۔ سلیری کے لیے یہ مشکل نہیں ہے بلکہ واہ، کیا اچھا آئیڈیا ذہن میں آیا ہے۔ بل ٹیرو کی ہلاکت تو ووگ کے لوگوں کو سلیری کا پرستار بنا دے گی۔ ہاں بےشک اس موقع پر بل ٹیرو کو زندہ رکھنا مناسب نہیں ہے۔ اور یہ بات ووگ کے مسخرے ڈیبی میں تیرے سامنے بھی کہہ رہا ہوں اور جانتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟"

"نہیں لارڈ، میرا دماغ بہت چھوٹا سا ہے۔" ڈیبی نے انگلیوں سے اشارہ کر کے اپنے دماغ کا سائز بتایا۔

"کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ کیا اس تابوت میں تم دونوں سما سکتے ہو۔ بہتر یہی ہوگا کہ تم اس زندہ مردے کے ساتھ تابوت میں لیٹ جاؤ۔ میرے آدمی تمہیں احترام کے ساتھ قبر کی گہرائیوں میں دفن کر دیں گے۔ تھوڑی ہی دیر کی بات ہوگی زمین کی گہرائیوں میں تمہیں موت کے حصول میں زیادہ دقت نہیں ہوگی، اب چھوٹا پستول کی گولیاں بدن میں سوراخ بھی کرتی ہیں۔ دھماکے بھی کرتی ہیں۔ تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ہاں تم لوگ اپنے کام میں مصروف رہو اور قبر کو اتنا گہرا کر دو کہ اس کے بعد ان لوگوں کو موت کے حصول میں کوئی دقت نہ ہو۔"

"مسٹر سلیری، میں ووگ میں اس لیے نہیں داخل ہوا کہ اتنی آسانی سے آپ لوگوں کے ہاتھوں موت کی آغوش میں چلا جاؤں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ اپنی زندگی بچانے کے لیے مجھ سے وہ گفتگو کریں جو میں چاہتا ہوں۔ مجھے اگر میرا مقصد حاصل ہو جائے تو شاید میں آپ کے ساتھ کوئی رعایت کروں۔ کیا خیال ہے۔؟"

"سنو! بدزبانی سلیری نے کبھی نہیں برداشت کی۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے پورے بدن کو گولیوں سے چھلنی کر دوں تم اور تمہاری اوقات کیا، تم سلیری کے سامنے ہو جس کا حکومت برطانیہ پر گہرا اثر ہے۔ تم کسی بھی ملک کے باشندے ہو کوئی بھی حیثیت رکھتے ہو تمہیں حکومت کے حوالے کرنے کے بعد بھی موت کی سزا دلوا سکتا ہوں۔ لیکن میں سوچتا ہوں کہ جو فیصلے میں خود کر سکتا ہوں اس کے لیے دوسروں کو کیوں پریشان کیا جائے۔"

"گویا تم اس کے لیے تیار نہیں ہو کہ مجھ سے اس اہم مسئلے پر گفتگو کرو جس کے لیے میں ووگ میں داخل ہوا ہوں۔"

"میں کسی بھی اہم مسئلے کو اپنے ذہن میں جگہ نہیں دیتا۔ تم جس مقصد کے لیے بھی ووگ آئے ہو فی الحال تمہیں ضرور موت کے آغوش میں جانا ہے۔"

"یہ دیوانگی ہے سلیری، بہتر ہے دیوانے نہ بنو۔"

"میں دیوانہ ہی سہی لیکن میری دیوانگی کا جو مظاہرہ اس وقت ہونے والا ہے وہ تمہارے تصور سے بھی باہر ہوگا۔"

میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ میں نے کلائی میں پڑی ہوئی وہ چوڑی پٹی ہٹا لی جس کے نیچے کٹالی چھپی ہوئی تھی۔ مجھے یہی حکم دیا گیا تھا کہ کٹالی کا استعمال بالکل آخری حالات میں کیا جائے اور میرا خیال ہے یہ حالات آخری ہی تھے کسی کو احساس بھی نہ ہو سکا کہ میں نے کٹالی کیوں ہٹائی ہے لیکن میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا قبر کے قریب پہنچ گیا۔ تب میں نے قبر کی کھدائی کرنے والوں کے شانے تھپتھپائے اور ان سے کہا کہ وہ قبر سے باہر آ جائیں۔ انھوں نے کدالیں روک کر سلیری کی طرف دیکھا اور سلیری کی آنکھوں میں پھر دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی۔

"کیوں؟ قبر کھودنے سے کیوں منع کر رہے ہو انھیں۔ کیا تمہیں یہ قبر پسند نہیں۔"

"نہیں، میرا خیال ہے اس کی گہرائی کافی ہو گئی ہے۔ میں

پہلے اس احمق گدھے کو اس قبر میں دفن کرنا چاہتا ہوں، جس نے میرے لیے ایک ناقص منصوبہ بنایا۔" میں نے ڈینی کی طرف رُخ کر کے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور ڈینی کی آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئیں۔

"مم میں نے۔ میں نے کیا کیا ہے ماسٹر؟ مم۔ میرے اوپر تو بلاوجہ مصیبت نازل ہو گئی ہے۔ آہ یہی تو کہتے ہیں نا کہ احمقانہ قسم کی دوستی ہمیشہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ میں دوگ کا ایک بزدل شخص بڑے سکون سے یہاں زندگی گزار رہا تھا نہ کوئی الجھن تھی نہ کوئی پریشانی کہ مسٹر بل ٹیرو نے، میرا مطلب ہے۔ میرا مطلب ہے۔"

سلیری کے حلق سے ایک زور دار قہقہہ نکل گیا۔

"ہاں ہاں چلو بات پوری کرو۔ کیا مسٹر بل ٹیرو نے کیا کہا؟"

"گگ۔ کچھ نہیں ماسٹر۔ بہتر ہے کہ اب میں مر ہی جاؤں ویسے بھی یہ خواہش آخری مرحلے میں داخل ہو گئی ہے۔"

"تو اس کے لیے میں نے یہ قبر منتخب کی ہے مسٹر ڈینی تمہیں اس قبر میں زندہ دفن ہونا ہو گا بغیر تابوت کے۔ تم لوگ باہر آجاؤ۔" میں نے اس انداز میں ان دونوں سے کہا کہ وہ دونوں اپنی اپنی کدالیں چھوڑ کر باہر آ گئے۔ میں نے کدالیں ایک طرف ہٹائیں اور ڈینی کا گریبان پکڑ لیا۔ ڈینی کا بدن کانپ رہا تھا اس کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ شدتِ حیرت سے وہ کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ میرا یہ رویہ اس کے لیے انتہائی حیرت انگیز تھا۔ اسے گمان بھی نہیں تھا کہ جس کے لیے وہ اتنی محنت کر رہا ہے خود وہی اس کے دشمنوں میں شامل ہو جائے گا۔ میں نے ڈینی کو گھسیٹ کر قبر میں اتار دیا اور خود بھی قبر میں کود گیا۔ سلیری میری اس حرکت کے بارے میں ذرا بھی غور نہیں کر سکا تھا۔

قبر میں ڈینی کو بٹھا کر میں نے کہا۔ "بے وقوف شخص قبر سے گردن نکالنے کی کوشش مت کرنا ورنہ کوئی نہ کوئی گولی تجھے چاٹ جائے گی۔"

ڈینی نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور منہ پھاڑے قبر میں بیٹھا رہ گیا۔ قبر اتنی گہری ہو چکی تھی کہ اب ڈینی اس میں بآسانی چھپ سکتا تھا۔ میں باہر نکل آیا۔

سلیری نے ایک قہقہہ لگایا۔ "چلو ٹھیک ہے۔ اگر تم اس کے ساتھ تابوت میں دفن نہیں ہونا چاہتے تو کوئی بات نہیں۔ ہم تمہارے لیے دوسری قبر تیار کر دیں گے۔"

میں نے کٹالی کا تار نیچے گرا لیا اور حلقہ میرے ہاتھ سے بٹ کر زمین کو چھونے لگا۔ تب کسی کی توجہ اس جانب ہو گئی۔ دوسرے لمحے سلیری کے آدمی نے اپنے قریب کھڑے ہوئے ساتھی کو اس جانب متوجہ کیا لیکن میرے پاس اب اس سے زیادہ وقت نہیں تھا۔ کٹالی کا حلقہ سمٹا اور میرے دوسرے ہاتھ میں آ گیا اور پھر میں نے اسے اپنے مخصوص انداز میں سلیری کے گھوڑے کی جانب پھینکا۔ کٹالی کی حشر سامانی کا مجھے بخوبی اندازہ تھا اور اس کا استعمال بھی میں نے اچھی طرح سیکھ لیا تھا۔ حلقہ بجلی کی طرح چمکا۔ گھوڑے کی جانب بڑھا اور واپس میرے ہاتھ میں آ گیا لیکن گھوڑے کی دہشت ناک ہنہناہٹیں فضا میں ابھریں اور اس کے ساتھ ہی سلیری دھڑام سے زمین پر آ رہا۔ گھوڑے کی چاروں ٹانگیں کٹ گئی تھیں اور اس کے بدن سے علیحدہ ہو گئی تھیں۔ کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آ سکی تھی۔ گھوڑے کا گرنا اور پھر اس کے بدن سے بہتا ہوا خون اور تڑپنے کا منظر اُن سب کے لیے انتہائی حیرت ناک تھا اور میں نے اس حیرت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ کٹالی کا حلقہ ایک بار پھر چمکا اور سلیری کے آدمیوں کے شانوں سے گردن کو جدا کرتا ہوا واپس میرے پاس آ گیا۔ بقیہ دو افراد کے حلق سے دہشت بھری چیخیں نکل گئی تھیں سلیری جو گھوڑے سے نیچے گرا تھا کھڑا ہو کر اپنا پستول سنبھال ہی رہا تھا کہ دفعتاً کٹالی کا حلقہ اس کی جانب بڑھا۔ میں اگر چاہتا تو اُسے اس کے ہاتھ سے محروم کر سکتا تھا لیکن میں نے صرف پستول کو نشانہ بنایا اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ اس کے ساتھ ہی سنسناہٹ کی آواز کے ساتھ کٹالی کا حلقہ دو ان لوگوں کی جانب بڑھا جو سلیری کے ایما پر مجھ پر گولیوں کی بارش کرنے کے لیے تیار تھے۔ میں نے حلقے کو نہایت مہارت سے ان کے بازوؤں سے گزار دیا اور ان کے کٹے ہوئے ہاتھ زمین پر تڑپنے لگے۔

سلیری کی آنکھیں دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں اس نے بھاگنے کی کوشش کی۔ میں نے غراتے ہوئے کہا۔ "نہیں سلیری اپنی جگہ کھڑے رہو۔ کیا تم گھوڑے کی مانند اپنی دونوں ٹانگوں سے محروم ہونا پسند کرو گے۔؟"

سلیری کے قدم اس طرح جم گئے جیسے زمین نے انھیں پکڑ لیا ہو۔ وہ جنبش بھی نہیں کر پا رہا تھا۔ اس کے تقریباً تمام آدمی کام آ چکے تھے۔ دو ایسے تھے جن کے

صرف بازو کٹے تھے۔ باقی چار موت کا شکار ہو گئے تھے۔ میں کیا کرتا۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقۂ کار نہیں تھا۔ سمبو تورا کی یہ ہدایت مجھے یاد تھی کہ جب کٹالی کے استعمال کا موقع آ جائے تو پھر رحم کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اب بہرطور میں اپنا کام کر چکا تھا۔ چنانچہ کٹالی کا حلقہ ایک بار پھر میری کلائی کے نیچے زمین کو چھونے لگا۔ سلیری دہشت بھری آنکھوں سے کٹالی کے حلقے کو دیکھ رہا تھا اور قبر میں ڈینی چھپا ہوا شاید ان تمام باتوں سے بے نیاز تھا۔ وہ پتا نہیں ہوش میں تھا بھی یا نہیں ورنہ کم از کم چیخوں کی آواز پر تو گردن اٹھا کر دیکھتا ہی لیکن یقیناً اسے حیرت ہو گی کہ ابھی تک گولی کی آواز فضا میں نہیں ابھری جبکہ لوگ مسلسل چیخ رہے ہیں۔ کٹے ہوئے بازو والے زمین پر گر کر تڑپ رہے تھے۔ ان کی آنکھیں دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں اور زمین پر تڑپنے کی آوازیں خاصی زوردار تھیں۔ پھر رفتہ رفتہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ اب صرف سلیری تھا جو ہوش میں تھا۔

میں نے پتھر کی طرح اپنی جگہ جمے ہوئے اس شخص کو دیکھا اور کٹالی کے حلقے کو لپیٹ کر کلائی میں واپس چڑھا لیا۔ سلیری پاگلوں کے سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا اس کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ گھوڑا ابھی سرد ہو گیا تھا بقیہ گھوڑے البتہ تھوڑے سے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے۔ تب میں نے سلیری سے کہا۔ "اب تم اپنے قدموں سے چل کر اس قبر تک پہنچو سلیری یہی تمہارے لیے مناسب ہے۔ چلو جلدی کرو۔" میں نے کلائی پر ہاتھ رکھا تو سلیری ایکدم چیخ پڑا اس نے دونوں ہاتھ سامنے کیے اور پھر دوڑتا ہوا قبر تک چلا گیا۔ ڈینی لیٹ کر چیخا۔ "نہیں ماسٹر، بھلا مم۔ میرا۔ میرا کیا قصور۔"

"ڈینی باہر نکل آؤ۔" میں نے کہا اور وہ کسی مرغے کی طرح گردن اونچی کر کے اِدھر کو دیکھنے لگا۔ پہلے اس نے سلیری کو دیکھا اور پھر اطراف میں پڑے ہوئے لوگوں کو اور پھر دوسرے لمحے وہ چیختا ہوا قبر میں منہ چھپا کر بیٹھ گیا۔

"ڈینی باہر آجاؤ۔" میں نے پھر کہا اور وہ پریشانی کے عالم میں گردن اٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے قبر کا کنارا پکڑ کر باہر نکل آیا۔

"ہاں سلیری، چلو اب تم اس قبر میں اتر جاؤ۔"

سلیری خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

"ڈینی، اس کی کمر میں ایک لات رسید کر کے اسے قبر میں داخل کر دو۔"

"ارے توبہ توبہ، مم میں۔ میں بھلا۔ میں بھلا۔"

"ہوں، ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے ڈینی تو تم نے ان لوگوں کا حشر بھی دیکھ لیا ہو گا۔ تمہارا حشر اس سے مختلف نہیں ہو گا۔"

"یہ۔ یہ سب کچھ یہ سب کچھ اُف۔ اِن کے بازو اور یہ گھوڑے کی ٹانگیں کہاں گئیں۔"

"میں کہتا ہوں فضول بکواس مت کرو، چلو مسٹر سلیری قبر میں اتر جاؤ۔"!

"کک۔ کوئی کوئی ایسی راہ نہیں نکل سکتی کہ تم۔ کہ تم۔" سلیری پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔

"ہاں نکل سکتی ہے، یقیناً نکل سکتی ہے۔ بشرطیکہ تم اپنی اوقات کو پہچان کر مجھ سے سچ بولنے پر آمادہ ہو جاؤ۔"

"مم۔ میں بالکل سچ بولوں گا۔ تم یقین کرو میں بالکل سچ بولوں گا۔ تم۔ تم اس کا مطلب ہے لوگوں کا کہنا درست تھا۔ تم بلاشبہ کوئی بُری رُوح ہو۔ یہ کیا چیز ہے جو تمہارے ہاتھ میں ہے۔؟ اور جس سے تم نے۔ جس سے تم نے۔"

"سلیری، سوالات کا حق صرف میں رکھتا ہوں اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم وقت ضائع کر رہے ہو لیکن اس بات کا اطمینان رکھو کہ اگر تمہارے پچاس ساتھی اور بھی یہاں آ گئے تو تمہیں ان پچاس کی قبریں خود ہی تیار کرنا ہوں گی۔ کیا سمجھے۔؟"

"نہیں نہیں۔ اب کوئی نہیں آئے گا۔ مم۔ میں میرا مطلب ہے تم۔"

"ہاں ہاں، گویا تم کام کی بات کرنے پر آمادہ ہو۔ ٹھیک ہے یہ بتاؤ مسٹر سلیری کہ مارٹن ایسٹرو سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

سلیری کے بدن کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ اس کی آنکھیں ایک بار پھر اپنے حلقوں سے باہر نکل پڑی تھیں۔ اس نے متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھا۔ منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا۔

"مارٹن ایسٹرو سے تمہارا کیا تعلق ہے؟" میں نے ایک بار پھر سرد لہجے میں پوچھا۔

"مسٹر۔ مسٹر ایسٹرو۔ مسٹر ایسٹرو میرے سرپرست ہیں۔ اور اور۔"

"ہوں، کہاں ہے وہ؟" میں نے سوال کیا۔

"تم یقین کرو مجھے، مجھے کیا معلوم ہو سکتا ہے۔ بھلا ماتحتوں کو اپنے آقاؤں کے بارے میں اتنی معلومات کہاں ہوتی ہیں، لیکن تم۔ تم ایک بار مجھے یہ تو بتا دو کہ کیا تم مارٹن ایسٹرو کی تلاش میں وڈگ میں آئے ہو۔؟"

"نہیں سلیری بالکل نہیں، تم یہ بتاؤ کہ اس وقت وہ کہاں مل سکتا ہے۔"

"یقین کرو میں نہیں جانتا۔ ابھی تھوڑے دن پہلے وہ وائن برگ میں تھا لیکن اس کے بعد کہاں گیا، مجھے نہیں معلوم۔"

"ہوں، مارٹن ایسٹرو نے جس شخص کو تمہاری تحویل میں دیا تھا اس کی کیا کیفیت ہے؟" میں نے پھر سوال کیا اور سلیری آہستہ آہستہ زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ اس کی ٹانگوں کی قوت غالباً جواب دے گئی تھی اور اب اس میں کھڑے رہنے کی سکت نہیں تھی۔

"بہت وقت ضائع کر رہے ہو سلیری۔ میرا خیال ہے مجھے تمہیں جلد زبان کھولنے کے لیے آمادہ کرنا پڑے گا۔" میں چند قدم آگے بڑھا اور سلیری کے سر پر پہنچ گیا۔ سلیری کی آنکھوں میں دہشت کے نقوش ابھر آئے تھے۔ "وہ۔ وہ میری قید میں ہے۔ میری رہائش گاہ کے نیچے تہہ خانے میں محفوظ ہے۔"

"کیا نام ہے اس کا۔؟"

"لی۔ لی کی۔" سلیری کے منہ سے اتنا ہی نکل سکا۔

"لیبوس! کیوں؟" میں نے سوال کیا اور سلیری نے زور زور سے گردن ہلا دی۔

"کیا کیفیت ہے اس کی؟ تم اسے کس عالم میں رکھتے ہو۔"

"اُسے اُسے مارٹن ایسٹرو کی ہدایت کے مطابق ہمیشہ بے ہوش رکھا جاتا ہے۔ میں اُسے مسلسل بے ہوشی کے انجکشن دیتا رہتا ہوں بس غذا کے اوقات میں اُسے ہوش میں لایا جاتا ہے۔ ورنہ ورنہ۔"

"اس کے علاوہ تمہیں اس شخص کے بارے میں کیا معلوم ہے؟"

"مجھے کچھ نہیں معلوم۔ یہ مسٹر مارٹن ایسٹرو کا پروجیکٹ ہے۔ میں ان کے ذاتی معاملات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ بس وہ مجھے ہدایات دیتے ہیں۔"

"ہوں، بل ٹیرو کے سلسلے میں مارٹن ایسٹرو کی کیا ہدایت ہیں۔؟"

"کک۔ کچھ نہیں، انکے مشورے پر میں نے بل ٹیرو کو اپنا آلۂ کار بنایا تھا تاکہ میں اپنے طور پر محفوظ رہوں لیکن تم۔ تم کم از کم مجھے یہ تو بتا دو کہ مسٹر مارٹن ایسٹرو سے تمہارا کیا تعلق ہے۔"

"فی الحال میرا تعلق صرف تم سے ہے سلیری۔ مجھے تہہ خانے میں داخلے کا راستہ بتاؤ۔" میں نے کہا اور سلیری چند لمحات کے لیے سوچ میں گم ہو گیا۔

دوسرے لمحے اس کا چہرہ دہشت سے سفید پڑ گیا۔ "نن۔ نہیں میں نہیں بتاؤں گا۔ میں بالکل نہیں بتاؤں گا" اس نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا۔

"کیوں سلیری؟"

"اگر اگر تمہیں اس شخص کی تلاش ہے۔ اگر تم اس کے لیے یہاں آئے ہو تو پھر میری زندگی کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ میں تمہیں خود اس تک پہنچاؤں۔ اگر میں نے تمہیں اس کا پتہ بتا دیا تو تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے آہستہ سے کہا۔ "سلیری، تمہیں زندہ چھوڑنا ویسے بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ تمہارے بجائے بل ٹیرو نے میری مدد کی ہے اور بل ٹیرو بے چارہ وہ ہے جس نے ہمیشہ تمہاری وجہ سے دوسروں کی نفرتوں کے درمیان زندگی گزاری ہے۔ جہاں تک لیبوس کا معاملہ ہے۔ میں اُسے تلاش کر لونگا۔ بلکہ تمہاری غیر موجودگی میں اسے زیادہ آسانی سے تلاش کیا جا سکتا ہے۔ ہاں یہ درست ہے ڈیر سلیری کہ میں لیبوس ہی کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تو ممکن ہے سچ کہتے ہو۔ مارٹن ایسٹرو باقی رہ گیا ہے۔ دراصل میں جاننا چاہتا تھا کہ مارٹن ایسٹرو لیبوس کا کیا کرنا چاہتا ہے اور اس کے مقاصد کیا ہیں؟ ہاں سلیری ایک پیشکش تمہیں کی جا سکتی ہے وہ یہ کہ اگر تم یہ بتا دو کہ مارٹن ایسٹرو لیبوس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے؟ تو تمہاری زندگی بخش دی جائے گی۔"

"نن۔ نہیں، میں تم سے جھوٹ بھی نہیں بول سکتا۔ یقین کرو، یقین کرو مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" سلیری نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے ڈیر، میں اس وقت انتہائی مجبور ہوں کیونکہ تمہاری زندگی میرے لیے مصیبت کا باعث بن سکتی ہے۔ سوری ڈیر سوری۔" میں نے کٹالی ایک بار پھر اس

ہاتھ کے حلقے سے نکال لی اور سلیری دہشت زدہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ "نن۔ نہیں پلیز نہیں۔" اس نے کہا لیکن کٹالی کا حلقہ برق رفتاری سے اس کی جانب بڑھا اور سلیری کا دھڑ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔

ڈینی نے دہشت زدہ چیخ ماری۔ اور اس کے بعد اُلٹی چھلانگ لگائی لیکن سر کے بل نیچے آ رہا۔ ایک پتھر لگ جانے کی وجہ سے گر کر بے ہوش ہو گیا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ سکی تھی کہ اچانک ہی مسٹر سلیری ایک سے دو کیسے ہو گئے تھے۔ اب یہاں میرے سامنے پانچ لاشیں اور دو زخمی پڑے ہوئے تھے۔ میرے لیے بڑا مسئلہ ہو گیا تھا کہ ان کا کیا کروں۔ ظاہر ہے میں تنہا ان سب کو ٹھکانے نہیں لگا سکتا تھا۔ دور دور تک سناٹا اور ویرانی پھیلی ہوئی تھی۔ ان لاشوں کو یہاں اسی طرح چھوڑ جانا مناسب نہیں تھا۔ سلیری کے قتل کی اطلاع چاروں طرف پھیل جاتی۔ اس وقت صرف ڈینی تھا جو اس واقعہ کا شاہد تھا۔ ڈینی کو سنبھالا بھی جا سکتا تھا۔ چنانچہ اور کوئی تدبیر اس کے سوا نظر نہ آئی کہ یہاں مصروف رہوں اور ان لاشوں کو دفن کر دوں۔ چنانچہ میں نے کدال اٹھائی اور اس کے بعد اس قبر کو زیادہ سے زیادہ چوڑا اور گہرا کرنے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ڈینی ہوش میں آیا تھا۔ وہ مجھے قبر پر کام کرتے دیکھتا رہا اور پھر لرزتا ہوا اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ "ماسٹر۔ ماسٹر۔" اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"او ڈینی گدھے تو میرا دوست ہے تو میرا ساتھی ہے تجھے خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

"لیکن لیکن۔ یہ۔ یہ یہ سب۔؟"

"ان سب کا یہی ہونا تھا۔" میں نے کہا اور ڈینی مسلسل کانپتا رہا۔

"میں کافی دیر سے اس قبر کی کھدائی میں مصروف ہوں بجائے اس کے کہ تو میری مدد کرتا، تو آرام سے گہری نیند سو رہا۔ چل اپنی کدال سنبھال اور اس قبر کو کشادہ کر۔"

ڈینی نے ایک بار پھر سہمے ہوئے انداز میں ادھر اُدھر دیکھا اور پھر کدال اٹھا کر میری ہدایت کے مطابق مصروف ہو گیا۔ تین گھنٹے مسلسل محنت کے بعد ہم نے اتنی چوڑی قبر تیار کر لی کہ پانچ لاشوں کو اس میں دفن کیا جا سکے۔ لیکن بدقسمتی سے وہ دونوں آدمی بھی جن کے بازو شانے کے پاس سے کٹ گئے تھے جانبر نہیں ہو سکے تھے۔ اس طرح قبر میں ہمیں سات لاشیں دفن کرنا پڑیں۔ یہ کام خوشگوار نہیں تھا لیکن مجبوری تھی کیا کیا جاتا۔

ڈینی کی حالت بھی کافی خراب ہو رہی تھی۔ اسکے چہرے پر خوف و دہشت کے آثار منجمد تھے۔ غالباً اپنی زندگی میں اس نے اس قسم کا کوئی کام کبھی نہیں کیا تھا۔ میں نے اسے تسلی دی۔ اور کہا کہ یہ سب کچھ بے حد ضروری تھا۔ اور اتفاقیہ طور پر ہمیں سلیری کو ٹھکانے لگانے کا موقع مل گیا۔

میں نے اسے گھوڑا گاڑی کے قریب لیجاتے ہوئے کہا "ڈینی! اگر تم نے ہمت سے کام نہیں لیا تو تمہارے لیے جو مصیبتیں کھڑی ہوں گی ان کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔ ان گھوڑوں کو یہاں سے منتشر کر دو۔ ظاہر ہے گھوڑے کی لاش کا ہم کچھ نہیں کر سکتے اگر کوئی اس طرف آیا۔ اور اس سلسلے میں تحقیقات ہوئی تو پھر صورتحال جو بھی ہو گی، دیکھا جائیگا۔ میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے واپسی پر فوراً بل ٹیرو سے ملاقات کر لینی چاہیے۔ اور اُسے صورتحال سے آگاہ کر دینا مناسب ہو گا۔ بل ٹیرو نے اب تک جو کچھ کیا ہے، اس سے اس کی نیت واضح ہو جاتی ہے۔ گویا وہ ہمارا دشمن نہیں ہے۔"

"ہاں یہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ لیکن لیکن تم جانتے ہو چیف کہ میں میں ذرا کمزور اعصاب کا آدمی ہوں۔ لیکن تم نے یہ سب کچھ کیا کیا۔؟ اوہ! ان کی تعداد سات تھی۔ اور وہ چھ جو اس کے ساتھ تھے، اس کے دست راست مانے جاتے ہیں۔ اور سلیری کے تمام معاملات کے نگراں ہیں۔ بلکہ تھے۔ اور تم نے ان سب کو کاٹ کے رکھ دیا۔ ہاں ذرا یہ تو بتاؤ۔ یہ تمہاری کلائی میں کون سا ہتھیار پوشیدہ ہے۔؟"

"جو کچھ بھی ہے ڈینی! بہتر یہ ہو گا کہ اب یہاں سے نکلنے کی تیاریاں کر لو۔ ان گھوڑوں کو چابک مار مار کر منتشر کر دو، اور یہ تابوت اٹھا کر گاڑی میں واپس رکھوا دو۔"

"حالات بے حد خراب ہو گئے ہیں چیف! اگر کہیں بھی لغزش ہو گئی تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے نتائج کیا ہونگے۔" ڈینی نے کہا۔

"اگر تم مجھے سمجھانے کی کوشش کر رہے ہو ڈینی! تو یہ صرف تمہاری حماقت ہے۔ یہ بتاؤ میری تدفین کے بعد یہ گھوڑا گاڑی تمہیں کہاں پہنچانی تھی۔؟"

"مسٹر۔ مسٹر بل ٹیرو کے پاس۔ مجھے ہدایت دی گئی تھی کہ یہاں تمہاری قبر بنانے کے بعد تمہیں مشرقی سمت کی پہاڑیوں کے غاروں میں منتقل کر دوں۔ وہاں تمہاری آسائش کا بندوبست بھی کر دیا گیا تھا۔ اور اس کے بعد یہ گھوڑا گاڑی لے کر بل ٹیرو کے پاس پہنچ جاؤں۔ مسٹر بل ٹیرو نے

اس سلسلے میں تمام انتظامات کر دیے تھے"۔

"تو ٹھیک ہے۔ بس تم اتنی سی تبدیلی کر دو کہ مجھے اُن پہاڑیوں میں منتقل کرنے کے بجائے مسٹر بل ٹیرو کے پاس ہی لے چلو۔ میرا خیال ہے کہ وہاں مجھے پوشیدہ رہنے کی کوئی جگہ ضرور مل سکتی ہے۔ بعد میں میں صورتحال کو سنبھال لوں گا"۔

ڈینی نے گردن ہلا دی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس چل پڑے۔ میں گھوڑا گاڑی کی درمیانی نشستوں کے نیچے پوشیدہ ہو گیا تھا تاکہ مجھے دیکھا نہ جا سکے۔ میں نے ڈینی کو تلقین کی تھی کہ وہ اپنے اعصاب کو قابو میں رکھے۔ چنانچہ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ اور جب گاڑی طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد ووگ کے بازاروں میں داخل ہوئی تو ڈینی اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا۔ بل ٹیرو کی رہائش گاہ پر پہنچ کر اس نے گھوڑا گاڑی ایک جگہ کھڑی کر دی۔ اور نیچے اتر کر مجھ سے بولا۔ "مجھے اب کیا کرنا چاہیے چیف۔؟"

"کیا تم مسٹر بل ٹیرو کو اطلاع نہیں دو گے کہ اپنا کام کر کے واپس آ گئے ہو۔؟"

"مجھ میں یہ جرأت نہیں ہے۔ کیونکہ اسکی ہدایت مسٹر بل ٹیرو نے نہیں کی تھی"۔ دفعتاً ڈینی چونک کر بولا۔ "اوہ! مسٹر بل ٹیرو ہماری ہی طرف آ رہے ہیں۔ اب میں کیا کروں۔؟"

"کچھ نہیں! آس پاس کوئی اور موجود ہے یا نہیں؟"

"نہیں کوئی بھی نہیں ہے"۔

"تو پھر یہ اچھی بات ہے۔ بل ٹیرو کو نزدیک آنے دو"۔ تھوڑی دیر کے بعد بل ٹیرو ڈینی کے قریب پہنچ چکا تھا۔

اس نے سرد لہجے میں پوچھا "کسی قسم کی کوئی دقت تو نہیں ہوئی ڈینی۔؟" ڈینی کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی۔ اس نے نجانے کس طرح گاڑی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"کیا مطلب۔؟" بل ٹیرو نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"اس کا جواب میں آپ کو دوں گا مسٹر بل ٹیرو! مجھے فوری طور پر آپ سے تنہا ملاقات کرنے کی ضرورت ہے"۔ میری آواز سن کر بل ٹیرو اچھل پڑا۔ وہ تیزی سے گاڑی کے قریب آیا۔ اور مجھے اس کے اندر دیکھ کر ڈینی کی طرف گھورنے لگا۔ "میں نے تو تجھ سے..."

"نہیں بل ٹیرو! ڈینی اس سلسلے میں قصور وار نہیں ہے۔ میں نے کہا نا مجھے فوری طور پر تم سے کچھ گفتگو کر[نی] ہے۔ اس کا انتظام کرو"۔

بل ٹیرو نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر وا[پس جانے] کے لیے مڑتا ہوا بولا "گھوڑا گاڑی اس طرف لے آؤ [اور] وہاں اس درخت کے نیچے کھڑی کر دو"۔ ڈینی نے فو[راً] ہی کوچوان کی سیٹ سنبھال لی۔ بل ٹیرو ذرا ہٹ [کر] چلنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد گھوڑا گاڑی درخت [کے] نیچے پہنچ گئی۔ درخت کے بالکل ہی نزدیک عمارت [کے] بغلی حصے کا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ بل ٹیرو چند لمحا[ت] کے بعد وہاں پہنچ گیا۔ اور پھر اس نے آہستہ سے کہ[ا] "اس دروازے سے اندر داخل ہو جاؤ"۔

میں نے بل ٹیرو کی ہدایت پر عمل کیا۔ "اور تم [یہاں] رُکنا۔ کہیں جانے کی ضرورت نہیں"۔

"بہ بہتر۔ بہتر چیف!" ڈینی نے مردہ سے [لہجے] میں کہا۔ اور بل ٹیرو بھی اسی دروازے سے اندر آ گ[یا]۔ کئی راہداریاں گھومنے کے بعد وہ مجھے ایک اندرو[نی کمرے] میں لے گیا۔ اور اس نے تعجب خیز لہجے میں کہا۔ "[تمہارا] یہاں آنا میری سمجھ میں نہیں آیا"۔ میں نے ڈینی سے [کہا]۔

"ایک منٹ۔ ایک منٹ بل ٹیرو! میں تمہارے [لیے] کچھ خوشخبریاں بھی لایا ہوں"۔

"اوہ لیکن۔ لیکن..." بل ٹیرو نے متعجبانہ انداز [میں کہا]۔

"میں کہہ رہا ہوں نا کہ میرے پاس تمہارے [لیے] خوشخبری بھی ہے۔ مثلاً پہلی بات یہ کہ تم مطمئن ہو ج[اؤ]۔ دشمن سلیری اب اس دنیا میں نہیں ہے"۔

میرے الفاظ کا خاطر خواہ ردعمل ہوا۔ پہ[لے تو اس] کی سمجھ میں میری بات ہی نہ آ سکی۔ اور جب اس نے م[یری بات] کا مفہوم سمجھا تو اس کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ ا[یک لفظ بھی] اس کے منہ سے نہیں نکل سکا۔

میں نے ہی اس کے شانے کو تھپتھپاتے [ہوئے کہا]۔ "ہاں! سلیری کو میں نے قتل کر دیا ہے مع اس کے [ان ساتھیوں] کے جو سنا گیا ہے کہ اس کے زبردست ساتھیوں [میں سے] تھے"۔

"ن۔ نہیں نہیں! کیا کہہ رہے ہو تم۔ کیا کہ[ہ رہے ہو]"۔

"پوری تفصیل سن لو۔ اس کے بعد جو سوال [کرنا ہو کرنا]"۔ میں نے کہا اور مختصراً اس وقت سلیری کے و[ہاں] کی داستان سنائی۔ جب میں اپنی قبر کی تیاریوں [...]

اور پھر میں نے اسے بتایا کہ کس طرح سلیری کو میں نے [موت] کی نیند سلا دیا۔

بل ٹیرو چند لمحات تعجب سے مجھے دیکھتا رہا تھا۔ [اس]ے میرے الفاظ پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے [نا]قابل یقین انداز میں کہا۔ "کیا کہہ رہے ہو تم! میری سمجھ میں [تم]ہاری گفتگو کا ایک لفظ بھی نہیں آ رہا"۔

"اور میں اس سے زیادہ الفاظ ضائع نہیں کرنا [چ]اہتا۔ بل ٹیرو! صاف اور واضح الفاظ میں میں نے تمہیں [بت]ا دیا کہ تمہارا دشمن سلیری اب اس دنیا میں نہیں ہے"۔

"آہ! کیسے یقین کر لوں۔ کیسے یقین کر لوں"۔

"اگر یقین نہیں آتا تو اپنے اس مسخرے ڈینی کو یہاں [ط]لب کرو۔ وہ تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کر دے گا"۔

"نہیں نہیں! مجھے ایک منٹ کا موقع دو۔ ذرا سوچ [لوں]۔ ذرا سوچ لوں کہ جو کچھ میرے کانوں نے سنا ہے، وہی [حق]یقت ہے یا کچھ اور"۔

میں خاموشی سے بل ٹیرو کی صورت دیکھتا رہا۔ [اس]کی کیفیت واقعی عجیب ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد [اس] نے گہری سانس لے کر کہا۔ "کیا واقعی سلیری اب اس [د]نیا میں نہیں ہے۔؟"

"وہ ہے اسی دنیا میں۔ ابھی تمہیں اسکی تر و تازہ لاش [م]ل جائے گی، جسے میں نے اس کے چھ ساتھیوں سمیت دفن [ک]ر دیا ہے اسی قبر میں جو میرے لیے تیار کی جا رہی تھی"۔

"آہ! اگر یہ حقیقت ہے۔ یہ حقیقت ہے، تو۔ تو نہیں! [ک]یا واقعی یہ حقیقت ہے۔؟" بل ٹیرو آگے بڑھ کر میرے [ق]ریب پہنچ گیا۔ اور میرے انداز میں ناخوشگواری کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ "میں تم سے جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتا مسٹر بل ٹیرو! [ا]گر تم اس وقت میری بات پر یقین نہ کرنا چاہو تو بہتر ہے [ک]ہ جاؤ اپنے طور پر تحقیقات کر لو۔ اور پھر جب تم تحقیقات [م]کمل کر لو، تو مجھ سے ملاقات کر لینا"۔

"ارے نہیں نہیں! میں خوشی کی یہ خبر برداشت نہیں کر پا رہا۔ کہیں مجھے شادی مرگ نہ ہو جائے۔ ہم میں [سے ک]ئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ شیطان اس طرح جہنم رسید ہو سکتا ہے"۔

"ایک بات بتاؤ بل ٹیرو! سلیری کی قوت سے خوفزدہ [ر]ہتے یا اس کے بیک گراؤنڈ سے۔؟"

"میں سمجھا نہیں"۔

"میرا مطلب ہے کہ تمہارے دل میں خود بھی تو کبھی یہ خواہش جاگی ہو گی کہ سلیری سے نجات حاصل کر لو۔ تم بظاہر اتنے کمزور آدمی نظر نہیں آتے۔ کیا تم نے اس طرح کی کوئی کوشش نہیں کی کبھی۔؟"

"اس کوشش کا نتیجہ جانتا تھا"۔

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ سلیری اور اس کے چھ ساتھی زبردست قوتیں رکھتے تھے۔ تم تو انھیں قتل کرنے کی بات کر رہے ہو۔ میں اگر اس قتل کے بارے میں سوچتا بھی تھا، تو مجھ پر دہشت سوار ہو جاتی تھی۔ وہ کمبخت ایسی عجیب و غریب قوتوں کا مالک تھا کہ اسے اپنے دشمنوں کے ارادوں کی بہت پہلے سے خبر ہو جاتی تھی۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ اس کے دشمن اس پر کوئی وار کر سکیں۔ وہ خود ہی ان کا خاتمہ کر دیتا تھا۔ یہاں ووگ میں ایسے بے شمار واقعات ہو چکے ہیں"۔

"اس کا مطلب ہے کہ صرف تمہیں سلیری کی قوت سے خوف تھا"۔

"ہاں! سو فیصدی۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں۔ سلیری کے باہر کے معاملات کیا تھے۔ ظاہر ہے مجھے اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں تو صرف ووگ ہی تک محدود ہوں۔ البتہ یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر کبھی میں نے سلیری کے خلاف حکومت کی امداد حاصل کرنے کی کوشش کی، تو مجھے اس میں خاطر خواہ کامیابی نہیں نصیب ہو گی۔ اور منہ کی کھانا پڑے گی۔ کیونکہ بیرونی معاملات میں اس کی قوت بہت زیادہ تھی"۔

"بل ٹیرو! اب سلیری کی موت کے بعد ظاہر ہے تمہارے لیے کم از کم یہ خطرہ تو ختم ہو گیا کہ تمہارا دشمن تمہارے خلاف کوئی کارروائی کرے گا۔ سلیری اپنے چھ ساتھیوں سمیت دفن ہو چکا ہے۔ اور جب تک کوئی اس کی نشاندہی نہ کرے، یہ بات منظر عام پر کبھی نہیں آئے گی۔ اگر کبھی تم سے اس بارے میں پوچھا جائے، تو تم یہ ہی جواب دو گے کہ تم اس کی مصروفیات کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ وہ یقیناً کہیں چلا گیا ہو گا"۔

"ہاں! اگر سلیری زندہ نہیں ہے تو پھر مجھے کوئی خدشہ نہیں ہے۔ میں صرف اس سے خوفزدہ تھا۔ ورنہ تم جانتے ہو کہ ووگ میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جو میری آواز کے آگے اپنی آواز بلند کرنے کی ہمت کر سکے۔ میں یہاں کے معاملات بخوبی سنبھال لوں گا۔ اگر مجھے خطرہ تھا تو صرف سلیری کی ذات سے"۔

"گڈ وری گڈ! گویا اب تم اس خطرے سے آزاد ہو۔"

"ہاں! لیکن مجھے معاف کرنا۔ اس بات کا یقین کرنے میں مجھے بہت دقتیں پیش آئیں گی۔ اور جب یقین کر لونگا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ میری ذہنی کیفیت کیا ہو جائے گی۔"

"میں تمہیں اسی سے روکنا چاہتا ہوں بل ٹیرو! یہاں ووگ میں جو ایک تصور قائم ہے کہ اگر تمہارا کوئی مدمقابل ہے تو صرف سلیری۔ اس تصور کو قائم رہنے دو۔ باقی تم اپنی حیثیت سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ۔ اور جو کچھ اب تک نہیں کرتے تھے، وہ کرنا شروع کر دو۔ یعنی ووگ کے باشندوں پر بل ٹیرو کا خوف قائم رہنے دو۔ لیکن ان کے خلاف کارروائیاں ختم کر دو۔ رفتہ رفتہ وہ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ جن لوگوں کو سلیری نے تمہارے شانوں پر بندوق رکھ کر نقصان پہنچایا ہے، وہ تو تم سے کبھی خوش نہیں ہوں گے۔ لیکن تم اپنی قوت سے انھیں زیر ضرور رکھ سکو گے۔ یعنی میرا اب وہ کام ختم ہو گیا جو کم از کم تمہاری ذات سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اب تم مجھے یہاں پوشیدہ کرنے کا بندوبست کرو۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ سلیری کی رہائش گاہ کے زیر زمین تہہ خانوں میں جو شخص قید ہے اسے لے کر خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں۔"

"سو فیصدی سو فیصدی۔ اگر سلیری اب اس دنیا میں نہیں ہے تو پھر اس کی رہائش گاہ میں میرا راستہ روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ اگر تم اجازت دو تو میں ڈینی کو یہاں بلا لوں۔ ذرا اس سے بھی کچھ بات چیت ہو جائے۔"

میں نے گردن ہلا دی تھی۔ اور بل ٹیرو تیزی سے باہر نکل گیا۔ ڈینی اور وہ ذرا دیر میں میرے پاس آ گئے لیکن اب بل ٹیرو کی کیفیت کافی بہتر نظر آ رہی تھی۔ اس نے پرمسرت انداز میں میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "آہ! مجھے یقین آتا جا رہا ہے۔ مجھے یقین آتا جا رہا ہے۔ سوری! مجھے معاف کرنا میرے دوست! بات ہی ایسی ہے۔ لیکن ڈینی نے تمہاری تمام باتوں کی تصدیق کر دی ہے۔ بس میں تم سے اس کے لیے معافی چاہتا ہوں کہ میں اس بات پر آسانی سے یقین نہیں کر پایا تھا۔"

"ان فضول باتوں کو ترک کر کے اب بہتر یہ ہو گا بل ٹیرو کہ سب سے پہلے میرے لیے کسی رہائش گاہ کا بندوبست کرو۔"

"ارے یہ پوری عمارت خالی پڑی ہے تمہارے لیے۔ تم نے وہ کام کیا ہے کہ میں میں تمہیں اپنے بہترین دوستوں میں گردان سکتا ہوں۔ میں ابھی تمہارے لیے بندوبست کیے دیتا ہوں۔ باقی رہا سلیری کی رہائش گاہ میں کسی تہہ خا کی تلاش، تو میں اس کے لیے فوری طور پر کوئی منظم کار کر سکتا ہوں۔"

"اگر سلیری کی رہائش گاہ میں تمہیں کسی تہہ خانے تلاش ہے تو اس کے لیے اس سانپ کا بندوبست کرو" ڈینی نے اپنے سینے پر انگلی رکھ کر کہا۔

"کیا مطلب۔؟" بل ٹیرو بولا۔

"چیف! ویسے تو میں نے کبھی اپنے بارے میں کسی کوئی بات نہیں کہی لیکن درحقیقت میری فطرت میں سانپ کی فطرت شامل ہے۔ میں بلوں کی تلاش بڑی آسانی سے کر لیتا ہوں۔ سلیری کی رہائش گاہ میں اگر کوئی تہہ خانہ تو وہ میری نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ مگر اس تہہ خانے سے مجھے کیا نکالنا ہے۔؟"

"اوہ! ڈینی! کیا تم محفوظ رہ کر یہ کام کر سکتے ہو۔؟"

"سو فیصدی۔ میں نے کہا نا کہ اس سلسلے میں تو تم فکر مت کرو۔ تمہیں علم ہے چیف! کہ اپنے دوست کو میں تمہاری رہائش گاہ میں لایا تھا۔"

"ہاں! ڈینی! یہ کام میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تو تمام تر ذہانت سے کام لے کر سلیری کی رہائش گاہ میں اس تہہ خانے کو تلاش کر۔"

"او کے چیف او کے! یہ ذمہ داری میرے س" ڈینی نے کہا اور پھر اجازت لے کر وہاں سے چلا گیا۔

بل ٹیرو مجھے لیے ہوئے اپنی عمارت کے ایک مخ حصے میں پہنچا۔ جہاں اس نے میرے آرام کے لیے بندوبست کر دیا۔ ذہنی طور پر اب وہ بہت مطمئن نظ تھا۔ خاص طور سے اس لیے کہ اس کا بدترین دشمن اس کا نگراں نہیں تھا۔ نجانے کب تک وہ میرا دل رہا۔ بار بار وہ چونک کر یہی پوچھنے لگتا تھا کہ کیا واقعی جیسا خوفناک انسان میرے ہاتھوں موت کا شکار

اس نے تعجب بھرے لہجے میں مجھ سے پوچھ

"لیکن مسٹر! کیا تم مجھے یہ بتانا پسند نہیں کرو گے کہ کیا ہو۔ اور جس شخص کی تلاش میں تم یہاں آئے تمہارے لیے کیا حیثیت رکھتا ہے۔؟ دیکھو نا سوال کرنے میں حق بجانب ہوں کیونکہ۔ کیونکہ وسائل رکھنے کے باوجود سلیری کا کچھ نہیں بگا لیکن جب سے تم ووگ میں داخل ہوئے، تم نے

تباہی پھیلا دی۔ اور نتیجے میں سانپ کو۔ سلیری کو۔ آہ! یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے بھی مجھے کچھ عجیب سی کیفیت کا احساس ہوتا ہے۔"

"میرے بارے میں کسی قسم کی تشویش مت کرو بل ٹیرو! تمہیں مختصراً بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق برطانیہ سے نہیں ہے۔ باہر کا آدمی ہوں۔ سلیری کی قید میں ایک شخص تھا، جسے تم میرا ساتھی کہہ سکتے ہو۔ اور اس شخص کو قید کرنے والا مارٹن ایسٹرو نامی ایک شخص ہے، جو لندن ہی میں رہتا ہے۔ لیکن بے پناہ وسائل رکھتا ہے۔ درحقیقت میرے علم میں تو صرف یہ بات تھی کہ میرا ساتھی مارٹن ایسٹرو کی قید میں ہے۔ لیکن بعد میں مجھے پتہ چلا کہ مارٹن ایسٹرو کا دست راست بل ٹیرو نامی شخص ہے جو ووگ میں رہتا ہے۔ اور اس کے مسائل بل ٹیرو ہی دیکھتا ہے۔ چنانچہ حقیقت تو یہ تھی کہ میں تمہاری تلاش میں یہاں آیا تھا لیکن یہاں آ کر صورتحال مختلف ہی ہوئی۔"

"آہ! اس کا مقصد ہے کہ اگر میں وہ شخص ہوتا، تو آج سلیری کی جگہ۔ سلیری کی جگہ...."

"سوری بل ٹیرو! حقیقت ہے یہی ہوتا۔"

"بہرطور یہ میری خوش بختی ہے۔ لیکن اب تمہارا کیا پروگرام ہے۔؟"

"ووگ کے معاملات تو تمہیں ہی سنبھالنا ہوں گے بل ٹیرو! اور مجھے یقین ہے کہ تمہیں اس میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔ تمہاری ساکھ تمہارے کام آئے گی۔ یہ بات تو شاید ہی کوئی جانتا ہو کہ درحقیقت بل ٹیرو ووگ میں کچھ نہیں تھا۔ اور سلیری نے ایک گھناؤنا جال پھیلایا ہوا تھا۔ باقی اگر میرا ساتھی مجھے مل جاتا ہے تو میں اسے لے کر یہاں سے نکل جانا پسند کروں گا۔ اور اس کا انتظام تمہیں ہی کرنا ہو گا۔"

"تم بالکل فکر مت کرو۔ ظاہر ہے آج تک ووگ کے لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ ووگ سے واپس نہ جانے والے بل ٹیرو ہی کے حکم پر واپس نہیں جاتے۔ لیکن تم یہاں سے واپس جاؤ گے۔ پورے اطمینان کے ساتھ۔ یہ میری اپنی ذمہ داری ہے۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔ اب ڈینی کو اپنا کام کرنے دو۔ اور اگر وہ اس سلسلے میں ناکام رہتا ہے تو پھر مجھے از سر نو کام کرنا پڑے گا۔ ممکن ہے میں کچھ اور بھی راستے اختیار کروں۔"

بل ٹیرو نے میری بڑی خدمت کی۔ ہر طرح کی سہولتیں مجھے فراہم کر دیں۔ میں اپنے طور پر گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اب نجانے کیوں دل کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ زیبوس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ بشرطیکہ مارٹن ایسٹرو کی طرف سے کوئی فوری کارروائی نہ ہو جائے۔ میں جانتا تھا کہ سلیری اس سلسلے میں آخری چیز نہیں ہے۔ اور جیسا کہ سلیری نے مجھے بتایا کہ وہ صرف مارٹن ایسٹرو کا آلۂ کار ہے۔ اور اس کے معاملات سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ مارٹن ایسٹرو سلیری کے سلسلے میں کیا کارروائی کر سکتا ہے۔ اگر اس نے سلیری سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ اور اس میں ناکام رہا، تو اس بات کے امکانات بھی تھے کہ وہ ووگ پہنچ جائے۔ جی تو چاہتا تھا کہ مارٹن ایسٹرو کا انتظار کروں۔ اور اس سے بھی حساب کتاب کر لوں۔ بہت سی باتیں میرے ذہن میں الجھی ہوئی تھیں۔ یہ بات آج تک نہیں جان سکا تھا کہ اگر مارٹن ایسٹرو ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو صرف ویلینی کا خزانہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ تو پھر اس کا مقصد کیا ہے۔ بظاہر یہی احساس ہوتا تھا کہ مارٹن ایسٹرو کے ذہن میں خزانے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ وہ کیا چاہتا ہے۔ یہ بات اگر معلوم ہو جاتی تو مجھے اپنے کام میں آسانیاں فراہم ہو سکتی تھیں۔ لیکن بہرطور سارے ہی کام تو مرضی کے مطابق نہیں ہو جاتے۔

ڈینی رات کو تقریباً دس بجے واپس آیا۔ اس کی آنکھوں میں فتح مندی کے تاثرات دیکھ کر میرا دل خوشی سے اچھل پڑا تھا۔ اتفاق سے بل ٹیرو بھی اس وقت میرے پاس ہی موجود تھا۔ اور کسی سوچ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ڈینی کے لیے اس نے اپنے آدمیوں کو ہدایات کر دی تھیں۔ چنانچہ ڈینی کو بلا کسی روک ٹوک کے یہاں پہنچا دیا گیا تھا۔ میں ششدر سا کھڑا ہو گیا۔ ڈینی کے الفاظ پر میرے بہت بڑے کاموں کا دارومدار تھا۔

ڈینی نے کہا "میں نے کہا تھا چیف! کہ میں سانپ ہوں۔ اور بلوں کی تلاش میں مجھ سے اچھا آدمی کوئی نہیں ثابت ہو سکتا۔ وہ ایک درمیانی عمر کا آدمی ہے، جس کے چہرے پر جھاڑ جھنکار اگے ہوئے ہیں۔ اور وہ ایک مسہری پر گہری نیند سوتا رہتا ہے۔ میں نے کئی گھنٹے اس کی نگرانی کی ہے۔ اس دوران میں نے ان لوگوں کی کارروائیاں بھی دیکھی ہیں۔ تین افراد ہیں

جن کے نام میں مسٹر بل ٹیرو کو بتا سکتا ہوں۔ جو اس کی نگرانی پر معمور ہیں، ان میں ایک ڈاکٹر سوئیٹ ہے، جو ان کا انچارج ہے۔ باقی دو اس کے ماتحت۔ ڈاکٹر سوئیٹ نے اس دوران اس شخص کو ایک انجکشن دیا تھا۔ اور پھر اپنے آدمیوں کو ہدایت کی تھی کہ رات کی غذا اُسے ٹھیک تین بجے دی جائے"۔

"گویا گویا۔ تم اس تہہ خانے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔؟" میں نے پھولے ہوئے سانس کیساتھ کہا۔

"میں تمہیں اس شخص کے بارے میں بتا رہا ہوں چیف، جو ان تہہ خانوں کا قیدی ہے"۔

"آہ ڈینی ویری گڈ ویری گڈ! مسٹر بل ٹیرو! اس شخص نے وہ کارنامہ انجام دیا ہے جسکی جتنی تعریف کی جائے کم ہے"۔

"ووگ کا سب سے خطرناک آدمی ہے یہ۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ لوگ جو اپنے آپ کو کچھ ظاہر نہیں کرتے۔ اور ہمیشہ دوسروں کے سامنے بزدلی کا اظہار کرتے ہیں۔ بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا میں نے بلاوجہ ہی اس شخص کو اپنے خاص ساتھیوں میں شامل کیا ہے۔ مجھے بھی ایسے لوگوں کی شناخت ہے"۔

"تو پھر مسٹر بل ٹیرو! اب اس شخص کے حصول کا بندوبست کرنا ہے ہمیں"۔

"یہ کام بالکل مشکل نہیں ہوگا۔ تم بے فکر رہو۔ رات ہونے کا انتظار کرو۔ ذرا گہری رات ہو جائے تو ہم لوگ سلیری کی رہائش گاہ کی طرف چلیں گے۔ اور ڈینی ہماری رہنمائی کرے گا"۔

میں بڑا تجسس محسوس کر رہا تھا۔ بہر طور جتنے بھی گھنٹے گزرے، میرے لیے بہت ہی عذاب ناک تھے۔ پھر بل ٹیرو تیار ہو گیا۔ اس نے مجھے پستول فراہم کیا۔ ڈینی کو بھی مسلح کر دیا گیا تھا۔ زیادہ لوگوں کو ہم نے ساتھ لینا مناسب نہیں سمجھا۔ ڈینی نے گھوڑا گاڑی سنبھالی اور ہم دونوں اس میں بیٹھ کر سلیری کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑے۔ سلیری کی رہائش گاہ سے تقریباً آدھے فرلانگ کے فاصلے پر ایک درخت کے جھنڈ میں گھوڑا گاڑی رکوا دی گئی۔ اور اس کے بعد ہم ڈھلان اتر کر سلیری کی رہائش گاہ پہنچ گئے۔

ڈینی ہمیں رہائش گاہ کے پچھلے حصے میں لے گیا تھا۔ وہاں تقریباً چھ فٹ اونچے احاطے کی ایک دیوار پار کرنی تھی اس کے بعد ڈینی جھاڑیوں میں گھس گیا۔ یہ جھاڑیاں اس رہائش گاہ کے عقبی حصے میں تھیں۔ لیکن ان کی آڑ میں چھپ کر اصل رہائش گاہ تک پہنچا جا سکتا تھا۔ ڈینی تمام بندوبست کر کے آیا تھا۔ چنانچہ رہائش گاہ کے عقبی دروازے کی کنڈی اندر سے بند نہیں تھی۔ ہم دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ اور ڈینی ہماری رہنمائی کرتا ہوا تاریکی میں ایک سمت بڑھنے لگا۔ پھر وہ سلیری کی رہائش گاہ کے ایک مخصوص حصے میں پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے ایک چھوٹے آتش دان پر رکھے ہوئے ایک کانسی کے مجسمے کو اپنی جگہ سے ہلانا جلانا شروع کیا۔ اور آتش دان کے عین نیچے ایک دیوار میں خلا پیدا ہو گیا۔ یہ اندر جانے کا راستہ تھا۔ بلاشبہ ڈینی کو اس سلسلے میں جادوگر کہا جا سکتا تھا۔ بلوں کی تلاش کرنا تو شاید مشکل کام نہ ہو لیکن تہہ خانے میں داخلے کا یہ دروازہ تلاش کرنا جادوگری ہی تھی۔ کیونکہ آسانی سے ایسی چیزوں کی طرف توجہ نہیں ہو سکتی۔ ہم لوگ تہہ خانے میں داخل ہو گئے۔ ٹارچ کا انتظام ڈینی ہی نے کیا تھا۔ ورنہ ہم اپنے ساتھ روشنی نہیں لائے تھے۔ تہہ خانے کی چودہ سیڑھیاں عبور کرنے کے بعد ہم تہہ خانے میں داخل ہو گئے اور ڈینی ہماری رہنمائی کرنے لگا۔

میں نے ڈینی سے پوچھا کہ کیا تہہ خانے میں روشنی کا کوئی بندوبست نہیں ہے تو اس نے آہستہ سے کہا "تم یہ بات بھول رہے ہو ماسٹر، کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد سوئیٹ کے وہ دونوں آدمی یہاں آتے ہوں گے جنہیں رات کو تین بجے اس شخص کو غذا دینے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور اس وقت اپنی گھڑی میں دیکھو کہ وقت کیا ہوا ہے"۔ یہ بات بھی نہایت ذہانت کی تھی، جو ڈینی نے کی۔ درحقیقت یہ پراسرار شخص اب مجھے بھی متاثر کر رہا تھا۔ تین بجنے میں زیادہ دیر نہیں تھی۔ چنانچہ ہمیں ان لوگوں کا انتظار کرنے کے لیے ایسی ہی جگہیں تلاش کرنی پڑیں، جہاں پوشیدہ رہا جا سکے۔ اس کے بعد ہم تین بجنے کا انتظار کرنے لگے۔

تین بجکر شاید چھ یا سات منٹ ہوئے تھے کہ دفعتاً ہمیں تہہ خانے کی سیڑھیوں پر آوازیں سنائی دیں۔ اور یہ خوش بختی تھی کہ ان دونوں کے ساتھ ڈاکٹر سوئیٹ بھی تھا۔ یقیناً سلیری کے تہہ خانے کا راز زیادہ افراد کو نہیں معلوم ہوگا۔ تہہ خانے کی بناوٹ اور اس کی ساخت سے ہم اندازہ لگا چکے تھے کہ وہ پوری طرح محفوظ ہے۔ اور کسی اور کی مداخلت

کا وہاں امکان نہیں ہے۔ چنانچہ سوئیٹ اور اس کے ساتھیوں کا مسئلہ بھی اسی جگہ طے کر دینا تھا۔ کیونکہ وہی لیبوس کے سلسلے میں رازدار تھے۔ اور وہ ہی بتا سکتے تھے کہ لیبوس کو یہاں سے اغوا کر لیا گیا۔ ہم لوگ انتظار کرتے رہے۔

روشنی میں وہ لوگ اپنی کارروائی میں مصروف ہو گئے۔ ڈاکٹر سوئیٹ نے لیبوس کو ایک انجکشن دیا اور پھر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھنے لگا۔ ہم لوگ انھیں صاف دیکھ سکتے تھے۔ چند لمحات کے بعد میں نے لیبوس کے بدن میں جنبش محسوس کی۔ غالباً وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ میں اس وقت شدید سنسنی کا شکار تھا۔ جس شخص کی تلاش میں میں نے سخت جدوجہد کی تھی وہ اس وقت میرے سامنے موجود تھا۔ ایک آدھ بار ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ یہ شخص لیبوس ہے بھی یا نہیں لیکن ابھی اس کی تصدیق نہیں کی جا سکتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد لیبوس کو اٹھا کر میز پر بٹھا دیا گیا اور پھر چمچوں سے اسے غذا دی جانے لگی اس پر نیم بے ہوشی سی طاری تھی۔ غذا کھانے کے بعد ڈاکٹر سوئیٹ نے اسے دوبارہ نیند کا انجکشن دینا چاہا لیکن یہیں ہمیں مداخلت کرنی تھی۔ چنانچہ ہم برق رفتاری سے باہر نکلے اور ہمارے پستول اُن کی کنپٹی سے جا لگے۔ مجھے اور بل ٹیرو کو یکجا دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے۔

بل ٹیرو نے خونخوار لہجے میں کہا "چلو اس طرف ہٹ جاؤ۔ کوئی حرکت کی تو!"

ڈینی بیچارہ ایسے معاملات سے ہمیشہ دور بھاگنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ وہ کمزور دل کا آدمی ہے۔ اور لڑائی بھڑائی کے موقعوں پر اس کے اعصاب شل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایسے معاملات میں اسے بالکل ہی معذور سمجھا جائے۔ اور اس وقت بھی اس نے اپنی جگہ سے جنبش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بل ٹیرو کی ہدایت پر ڈاکٹر سوئیٹ اور اس کے آدمی اس طرف ہٹ گئے، جدھر بل ٹیرو نے اشارہ کیا تھا۔ لیبوس بدستور مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا۔ ڈاکٹر سوئیٹ اور اس کے دونوں ساتھی تھر تھر کانپ رہے تھے۔ یقینی طور پر وہ بھی قصبے کے لوگوں میں شامل تھے جو بل ٹیرو سے دہشت زدہ رہتے تھے۔ اور اس وقت بل ٹیرو کی یہی ساکھ کام آ رہی تھی۔ اس نے معنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

میں چند قدم آگے بڑھ آیا "ڈاکٹر سوئیٹ! میں تم سے جو سوال کرونگا اس کا جواب مجھے بالکل صحیح ملنا چاہیے۔ ورنہ نتیجے کے تم ذمہ دار خود ہو گے"۔ ڈاکٹر سوئیٹ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے پوچھا "یہ شخص کون ہے۔؟"

"مم! مسٹر! آپ یقین کیجیے کہ میں نہیں جانتا۔ بس اتنا معلوم ہے مجھے کہ یہ مسٹر سلیری کا قیدی ہے۔"

"ہوں! کتنے عرصے سے یہ مسٹر سلیری کا قیدی ہے۔؟" میں نے سوال کیا۔

"غالباً تین ماہ ہو گئے۔"

"جو انجکشن تم اسے لگانے والے تھے یہ کس نوعیت کا ہے۔؟"

"یہ صرف ذہن کو سلا دیتا ہے اور جب تک دوسرا انجکشن لگا کر اسے جگایا نہ جائے وہ سوتا رہتا ہے۔"

"اس شخص پر اس انجکشن کے مضر اثرات۔؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں! یہ صرف خواب آور انجکشن ہے۔ اس سے زیادہ اس کی حیثیت کچھ نہیں۔"

"کیا یہ انجکشن زیادہ تعداد میں لگانے سے اس شخص کی ذہنی قوتیں ہمیشہ کے لیے زائل ہو سکتی ہیں۔؟"

"قطعی نہیں! یہ صرف عارضی نوعیت کی چیز ہے"۔

میں بل ٹیرو کی طرف مڑا۔ اور میں نے پیچھے ہٹ کر کہا۔ "مجھے اب اس سے اور کچھ نہیں پوچھنا، اس کا کام ختم ہو گیا"۔ میرے یہ الفاظ قطعی اس لیے نہیں تھے کہ بل ٹیرو وہ قدم اٹھائے۔ جو دوسرے لمحے اس نے اٹھا لیا، میں نے تو اس سے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ مجھے اس شخص سے اور کچھ نہیں پوچھنا۔ لیکن بل ٹیرو پہلے سے تیار تھا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول سے یکے بعد دیگرے تین گولیاں نکلیں اور ان لوگوں کے سینوں میں پیوست ہو گئیں۔ لیکن اس نے اسی پر اکتفا نہ کی۔ دوسری تین گولیاں ان کی پیشانی کو سوراخ دار بناتی ہوئی کھوپڑی میں گھس گئیں۔ اور اس کے بعد ان میں چیخنے کی سکت بھی نہ تھی۔ البتہ الماری کے پیچھے سے ڈینی کی چیخ ضرور سنائی دی تھی۔ میں بل ٹیرو کی اس حرکت سے حیران رہ گیا تھا۔ لیکن پھر میں نے بھی اس سے اتفاق کر لیا۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ ظاہر ہے ڈاکٹر سوئیٹ اگر زندہ رہ جاتا تو وہی اس راز کی نقاب کشائی کا ذریعہ بنتا۔ اب یہ راز ہمیشہ کے لیے اس تہہ خانے میں سو گیا تھا۔ میں نے اپنی جگہ سے ہٹ کر ڈینی کو الماری کے پیچھے سے گھسیٹا اور وہ کانپتا ہوا

باہر نکل آیا۔

"خدا کی پناہ۔ میں نے اس سے پہلے اتنا خون کبھی نہیں دیکھا۔ میں کیا کہوں، مسٹر بل ٹیرو کے سامنے زبان کھولنے کی جرات نہیں رکھتا۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔؟"

"کچھ نہیں ان لاشوں کو گھسیٹ کر ان الماریوں کے پیچھے ڈال دو، تمہارا کام ختم۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور ڈینی بے بس نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ لیکن اس نے مزید کچھ بولنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ لاشوں کو یہاں سے باہر لے جا کر ٹھکانے لگانا اول تو ضروری نہیں تھا۔ کیونکہ اس تہہ خانے کے بارے میں پتہ نہیں کسی اور کو بھی معلومات حاصل تھیں یا نہیں۔ اس کے علاوہ سلیبری کی اس رہائش گاہ میں آزادانہ نقل و حرکت ممکن بھی نہیں تھی۔ لیبوس کو میں نے بازو پکڑ کر اٹھایا تو وہ خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے بغور اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ بس خالی خالی نگاہوں سے وہ زمین کو تکے جا رہا تھا۔ اس نے ہم لوگوں کو بھی نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ لیبوس کو ساتھ لے کر ہم باہر نکل آئے۔ اور پھر اسی راستے سے واپسی کا سفر طے کیا، جدھر سے یہاں تک پہنچے تھے۔

بل ٹیرو کی رہائش گاہ میں پہنچنے کے بعد ہم نے سکون کا سانس لیا تھا۔ بل ٹیرو بہت مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس نے اپنے کمرے میں پہنچ کر مجھ سے کہا۔ "اس سے زیادہ خود اعتمادی میں نے کبھی محسوس نہیں کی۔ ووگ کے باشندوں نے تمہارے بارے میں طرح طرح کی پراسرار کہانیاں گھڑ لی تھیں۔ مایوس ذہن ہر اجنبی کو آس بھری نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اور سوچتے تھے کہ شاید یہ ان کا نجات دہندہ بن جائے۔ اس سے پہلے بھی ایسی کہانیاں منظر عام پر آتی رہی ہیں۔ لیکن کمبخت سلیبری نے میرے شانوں پر بندوق رکھ کر ایسے کسی شخص کو یہاں سے زندہ واپس نہ جانے دیا، جو ووگ کی کہانیاں حکومت برطانیہ کے کسی اور شہر میں جا کر سنا سکتا۔ جو سرکاری نمائندے یہاں تک کبھی بھی پہنچے، انھیں حقیقتوں سے بے خبر رکھا جاتا تھا۔ یا اگر وہ حقیقتوں کے شناسا بھی ہوتے تھے تو پھر ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو سلیبری کے حاشیہ بردار ہوتے۔ چنانچہ ووگ کی کہانی ووگ ہی میں رہی۔ لیکن اب میں اس کہانی میں تبدیلیاں پیدا کروں گا۔ اور لوگ بل ٹیرو کو ایک بالکل نئی شکل میں دیکھیں گے۔ میں یہاں برطانوی قانون نافذ کروں گا۔ اور میرا سب سے پہلا کام یہی ہو گا کہ حکومت برطانیہ کے اہم عہدیداران سے مل کر ان سے کہوں گا کہ ووگ میں ایک مضبوط قانون لاگو کریں۔ تاکہ یہاں لاقانونیت کا دور دورہ ختم ہو جائے۔"

"یہ ایک اچھی بات ہو گی، مسٹر بل ٹیرو! اور میں اپنے مقصد کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اس بات کی خوشی بھی محسوس کروں گا کہ ووگ کے پریشان حال لوگ کسی حد تک میری وجہ سے سکون کی زندگی بسر کریں گے۔"

"اب میرے لیے یہ ضروری ہے کہ میں ووگ سے تمہاری واپسی کا بندوبست کر دوں۔ حالانکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اب اس میں کوئی قباحت نہیں رہی ہے۔ لوگوں کو اگر پتہ بھی چلتا ہے تو چلتا رہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ تم خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤ۔"

"میں بھی یہی مناسب سمجھتا ہوں، مسٹر بل ٹیرو!" میں نے جواب دیا۔

"بہر طور کچھ گھنٹے تمہیں میرے ساتھ ضرور گزارنا ہوں گے۔ میں ذرا صورتحال کا جائزہ لے لوں۔ میرا خیال ہے کہ کل شام کے کسی حصے میں تمہیں ووگ سے باہر جانے کی سہولتیں فراہم کر دوں گا۔ اور تم جس خاموشی سے آئے تھے، اسی خاموشی سے واپس چلے جانا۔ سلیبری کا نام بھی سامنے نہیں آنا چاہیے۔ اور سلیبری کا نام اسی وقت سامنے آ سکتا ہے جب لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ تم زندہ ہو۔ تمام کام اسی خاموشی سے ہو جائیں گے جس کے ہم خواہاں ہیں۔"

میں نے بل ٹیرو سے مکمل اتفاق کیا تھا۔ بل ٹیرو ایک محتاط آدمی تھا۔ چنانچہ اس نے ڈینی کو بھی اجازت نہیں دی کہ وہ یہاں سے کہیں جائے۔ لیکن میں نے رات کے اس پہر بل ٹیرو سے کہیں جانے کی اجازت مانگی تھی۔ اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ پھر اس نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔ "تمہیں روکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر میں تم سے یہ سوال کروں کہ اس وقت تم کہاں جانے کے خواہشمند ہو، تو کیا تم مجھے اس کا جواب دینا پسند کرو گے۔؟"

"صرف اس حد تک ڈیئر بل ٹیرو کہ میں نے ایک اور ہستی سے وعدہ کیا ہے کہ اسے یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔ اور یہ ہستی وہ ہے جس نے ووگ میں داخل ہونے کے بعد پہلی بار میری مخلصانہ مدد کی تھی۔"

"تب ٹھیک ہے۔ میں تم سے اس کے بارے میں نہیں پوچھوں گا۔ کیونکہ تم حالات کو اتنا ہی سمجھتے ہو جتنا میں۔ تاہم یہ مناسب ہو گا کہ وہ ہستی بھی یہیں منتقل ہو جائے۔

تاکہ میں زیادہ پرسکون رہوں۔"

"اگر یہ ممکن ہو سکا تو میں ایسا ہی کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں وہاں سے نکل آیا۔ میرے ذہن میں ہلدا اگارسن تھی۔ اور میں کچھ دلچسپ باتیں سوچ رہا تھا۔ مثلاً یہ کہ ڈینی ہلدا اگارسن سے محبت کرتا تھا۔ اور ہلدا اگارسن بھی اس بارے میں جانتی تھی۔ اگر یہ دونوں یکجا ہو جائیں تو کم از کم ووگ سے ایک یادگار لے جاؤں گا۔ چنانچہ رات کو ویران سناٹوں میں جب کہ بستی کے بھونکنے والے کتے بھی گہری نیند سوئے ہوئے تھے میں اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں سے ہلدا اگارسن کے کمرے تک جایا جا سکتا تھا۔ عقبی دروازہ اب میرے لیے جانا پہچانا تھا۔ اور اسی طرح ہلدا کی رہائش گاہ بھی۔ جب میں اس کے کمرے کے دروازے پر پہنچا تو اندر مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ میں نے آہستہ سے دروازہ پر دستک دی۔ لیکن شاید ہلدا سکون کی گہری نیند سو رہی تھی۔

تین چار بار دستک دینے کے بعد اندر سے اس کی ننداسی آواز سنائی دی۔ "کون ہے۔؟"

"براہ کرم دروازہ کھولو ہلدا!" میں نے کہا۔ لیکن وہ میری آواز نہیں پہچان سکی تھی۔ مزید کچھ توقف کے بعد اس نے بالآخر دروازہ کھول دیا اور نیند بھری آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ شب خوابی کے لبادے میں ملبوس اس لڑکی یا عورت کی کیفیت اس وقت بہت عجیب نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے بار بار آنکھیں ملیں۔ اور پھر اس کے حواس پوری طرح جاگ گئے۔ اور آنکھوں نے مجھے پہچان لیا، تو وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار پھیلے ہوئے تھے۔ وہ ایسے مجھے دیکھ رہی تھی جیسے کسی مافوق الفطرت ہستی کو دیکھ لیا ہو۔ پھر اس کی سرسراتی ہوئی سی آواز ابھری۔ "نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔"

"ہلدا! کیا تم مجھے نہیں پہچان سکیں۔؟"

"نہیں! میں میں ان توہمات پر یقین نہیں رکھتی۔ نہیں پلیز نہیں۔" اس کے انداز میں اب کسی قدر خوف نمایاں ہو گیا تھا۔ مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔ لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ ہلدا کو بھی میری موت کی اطلاع ملی ہو گی۔ اور اس نے یہ سمجھ لیا ہو گا کہ میں مر چکا ہوں۔ اب مجھے زندہ دیکھ کر اس کی یہ کیفیت فطری تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اور آہستہ سے بولا۔ "نہیں ہلدا! میں زندہ ہوں۔"

میرے اس انداز پر ہلدا پہلے تو جھجکی۔ لیکن اس کے بعد بے اختیارانہ انداز میں دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی سسکیاں جاری ہو گئی تھیں۔

"نہیں نہیں! یہ۔ یہ عجیب بات ہے۔ میں کیسے مان لوں، کیسے تسلیم کر لوں، کاش تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ، وہ سچ ہو۔ آہ! کاش یہ سچ ہو۔" میں نے مسکرا کر اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

"نہیں ہلدا! جو کچھ تم دیکھ رہی ہو، وہ سچ ہی ہے میں واقعی زندہ ہوں۔"

"لیکن مجھے تو علم ہوا تھا۔ میں تو گھنٹوں رو چکی ہوں تمہارے لیے۔ آہ! کیا یہ سچ ہے مسٹر غزالی! کیا یہ سچ ہے؟" وہ ایک بار پھر رو پڑی تھی۔ مجھے پہلے اس بات کا اندازہ نہیں ہوا تھا۔ بہر طور یہ اس کی محبت تھی کہ وہ میرے لیے اس قدر افسردہ تھی۔ بمشکل تمام میں اسے یقین دلانے میں کامیاب ہوا کہ میں کوئی روح نہیں بلکہ جیتا جاگتا انسان ہوں۔ تب اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اور اس نے تعجب سے کہا۔ "لیکن۔ لیکن یہ سب۔ میرا مطلب ہے یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا تھا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا نا ہلدا! کہ میں ووگ میں اس لیے نہیں داخل ہوا کہ بل ٹیرو کا شکار ہو جاؤں۔ بلکہ میں اس لیے یہاں تک پہنچا ہوں کہ بل ٹیرو کا طلسم توڑ دوں۔ سو دیکھ لو۔ میں نے وہ سب کچھ کر دکھایا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ہلدا میں نے تم سے ایک وعدہ بھی کیا تھا۔"

"ہاں کیا تھا۔ مجھے یاد ہے۔ مجھے یاد ہے۔ تو کیا۔ تو کیا۔۔۔۔"

"ہاں ہلدا! میں تمہیں ووگ سے نکالنے کے لیے آیا ہوں۔"

ہلدا پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دیر تک اسی طرح رہی۔ پھر بے یقینی کے انداز میں مجھے دیکھ کر آہستہ سے مسکرائی۔ "ایک ایسی بات کہہ رہے ہو جو ناقابل یقین ہے۔"

"ناقابل یقین تو یہ بھی ہے ہلدا کہ میں پھانسی پانے کے باوجود تمہارے سامنے موجود ہوں۔"

میرے ان الفاظ پر وہ چونک پڑی۔؟ اور پھر اس کے چہرے پر سنجیدگی پھیل گئی۔ "کیا تم مجھے یہاں سے نکال سکو گے؟ کیا یہ سچ ہے۔؟"

"سو فیصدی سچ۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر مجھے لے چلو۔ ابھی لے چلو یہاں سے۔ پلیز مجھے لے چلو۔ میں اس تصور کے بعد تنہا نہیں رہ سکوں گی۔ یہ تصور میرے لیے بہت عجیب ہے کہ کبھی کوئی ایسا وقت آئے گا جب میں ووگ سے باہر نکل سکوں گی۔"

"اگر تم ابھی چل سکتی ہو بلدا! تو ٹھیک ہے ابھی چلو میرے ساتھ۔"

وہ شاید مجھ پر اب اعتبار کر چکی تھی۔ چنانچہ دیوانوں کے سے انداز میں وہ واپس پلٹی۔ ایک اٹیچی کیس نکال کر مسہری پر ڈالا اور پھر اس میں بڑے الٹے سیدھے انداز میں اپنے لباس ٹھونسنے لگی۔ اس نے زیورات کا صندوقچہ بھی اٹیچی میں رکھ لیا تھا۔ میں نے اس کی کسی بات پر تعرض نہیں کیا۔ اور خاموشی سے اس کی کارروائی دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اٹیچی ہاتھ میں اٹھا کر سہمی ہوئی سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور آہستہ سے بولی۔ "چلو نا! واقعی ابھی چلوں۔؟"

"آؤ!" میں نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ اور وہ کسی سحر زدہ انسان کی مانند میرے پیچھے پیچھے باہر نکل آئی۔ باہر جانے کے لیے ہم نے وہی عقبی راستہ استعمال کیا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں اسی انداز میں واپس پلٹ پڑا جس طرح وہاں تک پہنچا تھا۔ بلدا میرے ساتھ ساتھ قدم اٹھا رہی تھی۔ جب ہم اس جگہ پہنچے جہاں سے بل ٹیرو کا علاقہ شروع ہوتا تھا، جس سے ہم اندر داخل ہو سکتے تھے تو بلدا سہم کر رک گئی۔ "آہ یہ جانتے ہو۔ جانتے ہو یہ کون سی جگہ ہے؟"

"میرے ساتھ ساتھ چلی آؤ بلدا! تمہیں مجھ پر اعتبار کرنا چاہیے۔" میں نے کہا اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم بل ٹیرو کی اس رہائش گاہ میں داخل ہو رہے تھے جو میرے لیے مخصوص کی گئی تھی۔ ڈینی بھی یہیں موجود تھا۔ بل ٹیرو البتہ جا چکا تھا بلدا میرے ساتھ اندر داخل ہوئی تو ڈینی اچھل کر کھڑا ہو گیا وہ اپنی مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا۔ میرے ساتھ اس نے بلدا کو دیکھا تو اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے۔ بلدا بھی ڈینی کو دیکھ کر چونکی تھی۔ پھر ڈینی مسہری سے نیچے اتر آیا۔ اور اس نے تعجب سے بلدا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم [illegible] بلدا گارسن! کیا یہ تم ہی ہو۔؟"

"اور تم یہاں کہاں سے ہو۔؟" بلدا نے ڈینی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اور ڈینی مجھے دیکھنے لگا۔

"یہ ڈینی ہے بلدا! جو ہمارے ساتھ کل یہاں سے واپس جائے گا۔"

"کل؟" بلدا نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں! کل شام کے جھٹپٹے میں ہم ووگ چھوڑ دیں گے۔"

"آہ! کاش میری سمجھ میں کچھ آسکتا۔ مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ رات میں کوئی دوا کھا کر سو گئی ہوں۔ اور اس وقت ایک عجیب و غریب خواب کی کیفیت میں ہوں۔ کاش کوئی مجھے یقین دلا دے کہ میں خواب نہیں دیکھ رہی۔"

"میں یقین دلا سکتا ہوں۔" ڈینی نے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔ اور بلدا اسے دیکھنے لگی۔

"ڈینی ڈینی! کیا واقعی یہ سب کچھ درست ہے؟ اگر نہیں تو میرے خواب میں کیسے آگئے۔؟"

"آج پہلی بار میں تمہارے خوابوں میں پہنچا ہوں بلدا! ورنہ اس سے پہلے تم ہی چہل قدمی کرتی ہوئی اس طرف آجاتی تھیں۔" ڈینی نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے بلدا سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ اور پھر خود بھی اطمینان سے جوتے اتار کر بیٹھ گیا۔

بل ٹیرو کے بارے میں میں نے ڈینی سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ بلدا اب بھی پریشان نگاہوں سے کبھی مجھے اور کبھی ڈینی کو دیکھنے لگتی تھی۔ تب میں نے بلدا سے کہا۔

"دراصل بلدا! تمہیں ووگ سے رہائی دلانے کا سہرا ڈینی کے سر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے پھانسی سے بچانے والا بھی یہی شخص تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو شاید میں بل ٹیرو کی بھینٹ چڑھ چکا ہوتا۔ لیکن ڈینی نے ماسٹر آف ہپنوٹیشن کو مجھے نہ صرف بل ٹیرو کے شکنجے سے نکالا۔ بلکہ ووگ سے نکلنے کے انتظامات بھی کر دیے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ محبت کے راستوں پر چل کر انسان اپنی حیثیت سے کہیں زیادہ طاقتور ہو سکتا ہے۔ اگر ڈینی کے دل میں تمہارا پیار نہ ہوتا اگر وہ سچے دل سے تمہیں نہ چاہتا ہوتا تو میرا خیال ہے میری زندگی بھی نہ بچ سکتی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس کا شکریہ ادا کروں۔ ڈینی کا یا تمہارا یا کسی اور شخصیت کا، جس نے ہمیں ووگ سے نکالنے کے انتظامات کیے ہیں۔ لیکن جہاں تک میرا ذہن کام کرتا ہے، مجھے اس سلسلے میں ڈینی ہی کا شکر گزار ہونا چاہیے یا پھر تمہارا کہ تمہاری محبت میں گرفتار اس شخص نے جان کی بازی لگا کر صرف اس بنیاد

پر کہ میں نے تمہیں ووگ سے نکالنے کی ذمہ داری قبول کی تھی، میری زندگی بچائی اور ہمیں ووگ سے نکلنے کے مواقع فراہم کر دیے۔"

بلدا کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ میرے ان الفاظ سے بہت متاثر ہوئی ہے۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہوئی وہ ڈینی کے قریب پہنچ گئی۔ اور پھر اس نے متاثر لہجے میں کہا۔ "کاش میں تمہیں پہلے جان سکتی ڈینی! واقعی واقعی زندگی میں اگر ایک شخص محبت کرنے والا مل جائے تو سب کچھ بے حقیقت ہو جاتا ہے۔ سوری ڈینی سوری! میں تمہیں نظر انداز کرتی رہی ہوں۔"

ڈینی کا منہ تعجب سے پھیل گیا تھا۔ آنکھیں گول ہو گئی تھیں۔ وہ احمقوں کی طرح منہ پھاڑے بلدا کو دیکھ رہا تھا۔ اور پھر دفعتاً اس نے ایک دبی دبی سی چیخ ماری۔ اور میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ان دونوں کے درمیان مداخلت کرنے کا مجھے کوئی حق نہیں تھا۔ ویسے بھی جو دلچسپ بات میں نے سوچی تھی، وہ تکمیل تک پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ رات گزارنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔

دوسری صبح میں نے ان دونوں کو زحمت دی اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ ڈینی پیٹ کے ہلکے نے غالباً بلدا گارسن کو بہت کچھ بتا دیا تھا۔ کیونکہ وہ متجسس نظر آرہی تھی۔ پھر اس نے مجھ سے اس بارے میں بہت سے سوالات بھی کیے اور میں ڈینی کو گھورنے لگا۔

"سوری چیف سوری! درحقیقت میرے پاس اس کے علاوہ اسے دینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔"

میں برا سا منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔ بہر طور یہاں سے نکل جانے کے بعد یہ لوگ جائیں جہنم میں مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ مجھے تو بس اس وقت تک محتاط رہنا تھا جب تک بل ٹیرو اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جائے۔ وہ دن جس انداز میں گزرا وہ میں ہی جانتا تھا۔ لیبوس کی کیفیت پہلے کی مانند تھی۔ وہ بے ہوش تو نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس کے انداز میں ہوش مندی کے آثار بھی نہیں تھے۔ بس وہی کھوئی ہوئی سی کیفیت۔ ایک بار بھی اس نے ہماری طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ میں نے بھی جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ ورنہ اگر میں چاہتا تو اس سے ذہنی رابطہ قائم کر سکتا تھا۔ یا پھر اس کے ذہن کو اپنے ذہن کی قوت سے جھٹکے دے کر بیدار کر سکتا تھا۔ لیکن یہ قبل از وقت تھا۔ کیونکہ اس کے بعد ممکن ہے لیبوس کو سنبھالنا مشکل ہوتا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مجھ پر اعتبار نہ کرتا اور اپنے آپ کو ان ہی لوگوں کا قیدی سمجھتا۔ چنانچہ یہ سب کچھ ووگ سے نکلنے کے بعد کرنا مناسب تھا۔

شام کو تقریباً ساڑھے سات بجے فضاؤں میں گہری کہر اتر گئی۔ بل ٹیرو ہمارے پاس پہنچا۔ اور ہمیں اشارہ کر کے باہر نکل آیا۔ ایک کھلی چھت کی پرانی کیڈلک گاڑی بل ٹیرو کی رہائش گاہ کے عقبی حصے کے باہر کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ڈینی کو چابی دیتے ہوئے کہا۔ "تم جانتے ہو کہ تمہیں کون سے راستے اختیار کرنے ہیں۔ میں نے ان راستوں کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ چنانچہ تمہیں ڈرائیونگ میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔ میں اپنے دوستوں کو ووگ سے خدا حافظ کہتا ہوں۔ کیونکہ میں یہاں سے آگے نہیں جاؤں گا۔ میں نے اپنے سپرد دوسری ذمہ داریاں لے رکھی ہیں۔ یعنی تم لوگوں کے تحفظ کی ذمہ داریاں اور تم سے دور ہو کر میں تمہارا تحفظ کر سکتا ہوں۔"

ڈینی نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چابی کو خوفزدہ نگاہوں سے دیکھا۔ اور مجھے گھورنے لگا۔ میں نے اسے اسٹیئرنگ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ ڈینی نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ بل ٹیرو نے مجھ سے پرجوش انداز میں معانقہ کیا۔ ڈینی سے معانقہ کیا۔ اور پھر ڈینی کو ایک پرس دیتے ہوئے بولا۔ "اس میں تمہارے لیے کچھ ہے ڈینی! میں اپنے دوست کو تو یہ پیش کش نہیں کر سکتا لیکن ممکن ہے یہ تھوڑی سی چیز تمہارے کام آجائے۔"

ڈینی نے وہ تھوڑی سی چیز فوراً اپنے اندرونی لباس میں رکھ لی۔ اسے کرنسی کی اچھی خاصی پہچان تھی۔ بہر طور ہم دونوں بھی اس کے نزدیک ہی بیٹھ گئے، اور کیڈلک اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ بل ٹیرو نے صحیح کہا تھا کہ ڈینی ووگ سے باہر نکلنے کے صحیح راستے جانتا ہے۔ ایسی خاموش سڑکیں اس نے اپنائیں جہاں لوگوں سے مڈبھیڑ نہ ہوئی اور ہم تھوڑی دیر کے بعد ووگ کی سرحد کو عبور کر رہے تھے۔ ووگ کی سرحد کو عبور کرتے ہوئے بلدا گارسن نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اسے یقین نہیں تھا کہ زندگی میں کبھی وہ اس سرحد کو عبور کر سکے گی۔ اور جب کیڈلک ووگ کو بہت پیچھے چھوڑ آئی، تو بلدا نے آنکھیں کھولیں۔ اور پھر بے اختیار انداز میں چیخ مار کر مجھ سے لپٹ گئی۔

ڈینی نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"بلدا! شاید تم میرے دھوکے میں مسٹر مسٹر........

میں نے مسکرا کر ہلدا کو خود سے علیحدہ کر دیا۔ اور آہستہ سے بولا۔ "ڈینی کی موجودگی میں اب تمہارا یہ بے تکلفانہ انداز مناسب نہیں ہے ہلدا!"

"اوہ یہ ڈفر ہے۔ احمق بے وقوف گدھا۔" ہلدا نے کہا۔

ڈینی نے مسکرا کر مجھے آنکھ مار دی۔ "اس شرط پر بھی اس کی محبت اور اس کی رفاقت قبول کرنے کے لیے تیار ہوں کہ میرے سلسلے میں یہ اپنے الفاظ پر کوئی کنٹرول نہ کرے۔"

ہلدا مسکرانے لگی تھی۔ اس کے چہرے پر بے پناہ خوشیوں اور مسرتوں کی جگمگاہٹ تھی۔ وڈگ سے نکل آنے کا یقین ہونے کے بعد اس کی شخصیت ہی بدل رہی تھی۔ پھر ہم اس سڑک پر آ گئے، جو ہمیں ہماری منزل تک لیجا سکتی تھی۔

لیبوس نے راستے بھر کوئی ایسی حرکت نہیں کی تھی جو ہم لوگوں کی توجہ کا باعث ہوتی۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں پچھلی سیٹ پر گردن جھکائے بیٹھا رہا تھا۔ تاہم میں اس کی طرف سے چوکنا تھا۔ کیونکہ کسی بھی لمحے کوئی ایسی بات ہو سکتی تھی، جو میرے کیے کرائے پر پانی پھیر دے۔ طویل ترین فاصلہ مختلف سڑکوں میں طے ہوا۔ اور ہم لندن میں داخل ہو گئے۔ ڈینی اور ہلدا گارسن کو میں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا۔ ظاہر ہے یہاں آنے کے بعد میرے لیے پھر وہی حالات پیدا ہو گئے تھے۔ لیبوس کے سلسلے میں میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے چنانچہ ایک جگہ میں نے گاڑی رکوالی۔ اور ڈینی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "بس ڈیئر ڈینی! ہمارا اور تمہارا ساتھ یہیں تک تھا۔ اس کے بعد میں تم سے اور مسز ڈینی۔ میرا مطلب ہے تمہاری ہونے والی بیوی سے اجازت چاہوں گا۔"

"کیوں چیف کیوں! کیا تم کچھ دیر ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتے۔؟ میرا مطلب ہے کہ ہماری آخری رسومات میں تو شریک ہو جاؤ۔" ڈینی اپنے مخصوص انداز میں بولا

"سوری ڈینی! میرے لیے اب یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھے اجازت دو۔"

ان لوگوں نے انتہائی شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ مجھے اور لیبوس کو رخصت کیا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ لندن میں اترنے کے بعد لیبوس کو ڈاکٹر مورگر کے پاس لے جاؤں گا لیبوس کو بیہوشی کے انجکشنوں کے اثرات کے بعد صحیح الدماغ ہونا چاہیے۔

صرف ڈاکٹر جے مورگر ہی لیبوس کی ذہنی حالت کا صحیح تجزیہ کر سکتا تھا۔ اور اس کے علاوہ حقیقی بات یہ تھی کہ لندن میں میرا کوئی اور دوست بھی نہیں تھا۔ ڈوٹن کا ربو پتہ نہیں کہاں تھی۔ ممکن ہے وہ واشن برگ ہی میں ہو۔ یا ممکن ہے کسی اور چکر میں پڑی ہوئی ہو۔ پہلے لیبوس کے لیے کوئی صحیح جگہ منتخب کرنا ضروری تھا۔ ایک ٹیکسی نے ہمیں ڈاکٹر جے مورگر کے مکان پر اتار دیا۔ اور میں لیبوس کو ساتھ لیے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ مارٹن الیسٹر کا دھڑکا بھی لگا ہوا تھا کہ کہیں لندن میں وہ میری تاک میں نہ ہو۔ حالانکہ اس کے امکانات تو نہیں تھے۔ مارٹن الیسٹر اور فرشتوں کو بھی ابھی تک یہ گمان نہیں تھا کہ میں وڈگ پہنچ گیا ہوں اور کیا کارنامہ انجام دے چکا ہوں۔ لیکن اس بات کے امکانات تھے کہ وہ مجھے لندن کی سڑکوں اور گلیوں میں تلاش کر رہا ہو۔ اور کہیں اسی طور میں اس کی نگاہوں میں نہ آ جاؤں۔ چنانچہ بے حد محتاط رہا تھا۔ اور ٹیکسی کے سفر کے دوران بھی یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کہیں میرا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ وڈگ کی رجسٹرڈ کیڈلک کو بھی میں نے اسی لیے چھوڑ دیا تھا کہ وہ کسی کی نگاہوں میں نہ آ جائے۔

ڈاکٹر جے مورگر اس وقت اپنی کوٹھی پر موجود نہیں تھا میں نے ہیلن مورگر کے بارے میں پوچھا تو ایک ملازم نے جواب دیا کہ وہ اندر موجود ہے۔ ہیلن مورگر نے مجھے دیکھا تو حیرت سے اچھل پڑی۔ اس نے گرنے سے بچنے کے لیے ایک ستون کا سہارا لیا تھا۔ اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا تو وہ تعجب سے بولی۔ "یہ تم ہی ہو۔؟ کیا واقعی یہ تم ہی ہو مسٹر غزالی۔؟"

"کمال کی بات ہے ہر تیسرا شخص مجھ سے یہی سوال کرتا ہے کہ کیا یہ میں ہی ہوں، اب مجھے بتاؤ کہ میں کیا کہوں"

"اوہ! کہاں چلے گئے تھے تم۔؟ بڑے ہی عجیب انسان ہو۔ اتنے عجیب کہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ دوسروں کا تو تمہیں کوئی احساس ہی نہیں ہے۔ صرف اپنے مقصد سے غرض رکھتے ہو۔ غزالی! میں تم سے ناراض ہوں۔ کیا کہوں؟ کن الفاظ میں کہوں، تم! تم درحقیقت صرف اپنی ذات میں مگن ایک انسان ہو۔ اور شاید دوسرے کسی شخص سے تمہیں دلچسپی نہیں ہے۔۔"

"بیشک تمہیں بہت سی شکایتیں کرنے کا حق ہے

ہیلن! کیونکہ تم حقائق سے واقف نہیں ہو۔ اور مجھے اس بات پر شرمندگی بھی ہے کہ میں ہر مرتبہ تمہیں ایک نئی کہانی سناتا ہوں۔ لیکن کیا کروں۔ کہانیاں میرا مقدر بن گئی ہیں۔ اتنی کہانیاں میری ذات سے وابستہ ہیں ہیلن کہ تم نے بیٹھوں تو کتابیں تیار ہو جائیں۔ لیکن یقین کرو کہ ان میں سے کوئی بھی کہانی جھوٹی نہیں ہے۔"

"آؤ آؤ۔ اندر آؤ۔ سوری! میں نے تمہارے ساتھی سے تعارف تو حاصل ہی نہیں کیا۔ یہ شخص۔ یہ شخص۔ اوہ! میرا مطلب ہے یہ صاحب میرے کہیں دیکھے ہوئے ہیں۔ آؤ اندر تو آؤ۔ تم غالباً کوئی لمبا سفر طے کر کے یہاں تک پہنچے ہو۔ تمہارے لباس پر پڑی ہوئی گرد اور دھول سے اٹا ہوا چہرہ اسی کا مظہر ہے۔"

"شکر ہے تم نے مجھ پر توجہ دی۔ اور اپنی شکایتوں کا دفتر بند کر دیا۔ پہلے میں غسل کرنا چاہتا ہوں تاکہ ایک طویل ترین سفر کی تھکان دور ہو۔ باقی رہا میرے ساتھی کا تعارف۔ تو یہ ڈاکٹر جے مورگر کا کیس ہے۔"

"پھر کوئی کیس لے آئے۔؟ میں تو سچ مچ عاجز آ گئی ہوں۔ تم تو عجیب دغریب چیز ہو۔۔۔" ہیلن نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد وہ ہمیں اندرونی کمرے میں لے گئی غسل خانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "جاؤ غسل کر لو۔ تمہارا لباس وغیرہ نکال دوں۔"

میں نے شکریہ ادا کیا اور غسل خانے میں داخل ہو گیا لیبوس کو میں نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔ غسل خانے میں ٹھنڈے پانی کی پھوار کے نیچے ذہن کچھ ہلکا ہوا۔ ہیلن مورگر نے میرا لباس غسل خانے کا دروازہ کھول کر اندر بڑھا دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکل آیا۔

ہیلن مورگر مجھ سے کہنے لگی۔ "میں نے تمہارے ساتھی سے گفتگو کرنے کی کوشش کی تھی۔ بلاشبہ یہ تو مجھے کوئی ذہنی مریض ہی معلوم ہوتا ہے۔ ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا اس کی زبان سے۔ لیکن مجھے اس کی صورت دیکھی ہوئی کیوں محسوس ہو رہی ہے۔؟"

"اس لیے کہ ڈاکٹر جے مورگر نے ایک بار ان کا تذکرہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ مسٹر لیبوس ذہنی تجزیے کے لیے ان کے پاس لائے جا چکے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے میں نے انہیں وہیں دیکھا ہو۔ بہر طور مسٹر! کیا آپ غسل بھی نہیں کریں گے۔؟"

میں نے سوالیہ نگاہوں سے لیبوس کی طرف دیکھا۔ اور پھر خود اٹھ کر اس کا بازو پکڑ کر اسے باتھ روم میں لے گیا۔ لیکن یہاں آنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ لیبوس شاید اپنے طور پر کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں ہے۔ بہر طور مجھے اس پر ترس بھی آ رہا تھا۔ میں نے خود ہی اس کا چہرہ وغیرہ دھو ڈالا اور بدن کے کھلے ہوئے حصے صاف کیے۔ اور پھر اسے لیے ہوئے باہر آ گیا۔ لیبوس کے لیے میرے پاس کوئی لباس نہیں تھا۔ اس کے لیے بہت سے انتظامات خود ہی کرنے تھے۔

ہیلن مورگر نے مجھ سے کہا۔ "میں کافی کا بندوبست کر دوں یا پھر کھانا پسند کرو گے۔"

"فی الحال کافی سے ہی کام چل جائے گا۔" وہ باہر نکل گئی۔ اور میں نے لیبوس کو ایک آرام دہ صوفے پر بٹھا دیا۔ وہ نیم دراز ہو گیا تھا۔ اور اس نے صوفے پر پاؤں پھیلا لیے تھے۔ تھوڑی دیر میں ہیلن خود ہی کافی کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آئی۔ اس پر خشک میوے اور کچھ پھل رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ٹرالی ہمارے سامنے سرکا دی اور کافی بنانے لگی۔ میں نے کافی کی پیالی لیبوس کو پیش کی تو اس نے پہلی بار اپنے طور پر دونوں ہاتھ بڑھائے۔ اور کافی کی پیالی میرے ہاتھ سے لے لی۔ پھر میں نے اسے پھل وغیرہ بھی کھلائے۔ اور اس نے کافی پی لی۔ مجھے بیحد خوشی ہوئی وہ اس لیے کہ اس دوران میں لیبوس کی یہ پہلی حرکت تھی جو اس نے خود ہی کی تھی۔

ہیلن مورگر کئی بار اس کا چہرہ دیکھ چکی تھی۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔ "ہاں اب سناؤ۔ تم لندن سے کہاں غائب ہو گئے تھے۔؟ وہاں تو خوفناک تباہی پھیلی۔ مجھے تو خدشہ تھا کہ کہیں تم اپنے دشمنوں کا شکار نہ ہو گئے ہو۔ ڈیڈی نے تمہاری تلاش کے لیے بہت کوشش کی۔ بلکہ مجھ پر ناراض بھی ہوئے کہ میں نے تمہیں وہاں کیوں منتقل کر دیا۔ یہاں اپنی رہائش گاہ پر بھی تمہیں لایا جا سکتا تھا۔ پتہ نہیں وہ تم سے کیوں اس قدر متاثر ہو گئے ہیں۔ بار بار تمہارے بارے میں پوچھتے ہیں۔ میں جب انہیں یہ بتاؤں گی تو وہ بہت حیران ہوں گے۔ میرا خیال ہے میں انہیں ٹیلیفون کر دوں۔"

"ابھی نہیں! ویسے ان کی واپسی کس وقت تک ہو گی۔؟"

"سہ پہر کو تقریباً ساڑھے تین بجے وہ واپس آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے ہم ان کا انتظار کیے لیتے ہیں۔"

"لیکن مجھے یہ تو بتاؤ کہ وہاں ٹرالردں میں کیا ہوا تھا۔؟ اور اس کے بعد تم اتنے طویل عرصے کے لیے آخر کیوں غائب ہو گئے تھے۔؟"

"کہانی اتنی ہی طویل ہے ہیلن! جتنے طویل عرصے کے لیے میں غائب ہوا تھا۔ لیکن بہتر یہ نہیں ہے کہ تم ابھی اس کہانی کے چکر میں نہ پڑو۔ بس یوں سمجھ لو کہ میرے دشمن وہاں آپہنچے تھے۔ اور انہوں نے اپنے طور پر بہت کوشش کی تھی۔ لیکن میں ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔"

"ہوں! خیر تفصیل تم سے بعد میں بھی معلوم کر لی جائے گی۔ مجھے بتاؤ اب میں کیا کروں۔؟"

"میرے لیے کھانے کی تیاری۔"

"وہ تو ہو رہی ہے۔ میں باورچی سے کہہ کر آئی ہوں۔"

"تب مجھے لنچ کے وقت تک آرام کرنے کی اجازت دو۔ کیونکہ میں نے بہت طویل سفر طے کیا ہے۔"

"بے حد چالاک ہو۔ اس وقت بھی مجھے ٹال رہے ہو۔ لیکن دیکھوں گی کہ ایسا کب تک کرو گے۔"

"نہیں ڈیئر! یہ بات نہیں ہے۔ بار بار تمہیں میرے سلسلے میں غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے اس بار تم غلط فہمی کو اپنے دل میں جگہ نہ دو۔"

"اگر یہ تمہاری درخواست ہے تو ٹھیک ہے۔ میں مان لیتی ہوں۔ چلو آرام کرو۔ تم بھی کیا یاد کرو گے۔" ہیلن چلی گئی۔ میں نے لیبوس کی طرف دیکھا۔ اور اس کے قریب آ بیٹھا۔ چند لمحات میں اس کی صورت دیکھتا رہا۔ اور پھر میں نے اس کے ذہن سے اپنا ذہن ملانے کی کوشش شروع کر دی۔ ہمارے درمیان فاصلہ بالکل نہیں تھا۔ میں اپنے ذہن میں لیبوس کی ذہنی قوتوں کو تلاش کرنے لگا۔ اور اس کوشش میں مجھے ناکامی ہوئی۔ لیبوس کا ذہن منتشر تھا۔ خیالات کی غیر مربوط لہریں اس کے ذہن سے منتشر ہو رہی تھیں۔ ان میں کوئی لفظ نہیں تھا۔ بس بگڑے بگڑے سے تاثرات تھے۔ میں نے خوفزدہ انداز میں سوچا کہ کہیں لیبوس کی کیفیت بھی گومین کی مانند نہ ہو گئی ہو۔ بوڑھے گومین کی ذہنی کیفیت بھی بالکل ایسی ہی تھی۔ یا پھر کم از کم مجھے ایسی محسوس ہوئی تھی۔ اگر ایسا ہے تو یہ دوسرا بڑا المیہ ہوگا۔ کیونکہ ہمیں لیبوس کے مل جانے سے بہت سی توقعات وابستہ تھیں۔ کافی دیر تک میں اس سلسلے میں کوشش کرتا رہا۔ لیکن مجھے ناکامی ہوئی۔ میں نے اپنی اس آرام گاہ کا دروازہ بند کر لیا تھا تاکہ کوئی مجھے ذہنی طور پر الجھا نہ سکے۔

اس کے بعد میں نے ڈوٹن کاربو سے ذہنی رابطہ قائم کیا۔ اور اس سلسلے میں کافی کوشش کے بعد مجھے کامیابی نصیب ہو گئی۔ ڈوٹن کاربو کی آواز میرے ذہن میں ابھر آئی تھی۔

"اوہ عزالی! یہ تم ہو۔؟ میں تمہارے دماغ کی لہروں کو پڑھ سکتی ہوں۔ لیکن تم غالباً بہت فاصلے پر ہو۔ کہاں ہو اس وقت۔؟"

"لندن میں۔"

"کیا تم لندن واپس پہنچ گئے۔؟"

"ہاں ڈوٹن کاربو! لیکن تم کہاں ہو۔؟"

"لندن سے تقریباً دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہل پورٹ نامی ایک قصبے میں۔"

"وہاں کیا کر رہی ہو۔؟"

"بس یوں سمجھ لو کہ کچھ عجیب و غریب حالات مجھے یہاں تک لے آئے ہیں۔ تفصیل تم سے ملاقات کے بعد ہی بتا سکوں گی۔"

"کیا تم ہل پورٹ چھوڑ سکتی ہو۔"

"فوراً! مجھے اس میں اب کوئی دقت نہیں ہے۔ چونکہ یہاں جس مقصد کے تحت آئی تھی، اس کی تکمیل ہو چکی ہے۔"

"کامیابی کی کوئی صورت۔؟"

"نہ ہونے کے برابر۔" ڈوٹن کاربو نے جواب دیا۔

"اگر تم کچھ وقت وہاں رکنا چاہتی ہو تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ جگہ تمہارے لیے بالکل ہی بے مقصد ہو تو پھر لندن واپس آجاؤ۔ اور یہاں پہنچنے کے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرو۔ لیکن خبردار! اس بات کو نظر انداز نہ کرنا کہ مارٹن لیسٹر و ہماری تاک میں ہے۔"

"نہیں! میں اس بات کو کبھی نظر انداز نہیں کروں گی۔ تم بالکل مطمئن رہو۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ جب تم یہاں لندن پہنچ جاؤ گی تب میں تمہارے ذہنی رابطے کا انتظار کروں گا۔ اس کے بعد تمہیں اپنی کارروائی سے آگاہ کروں گا۔"

"ٹھیک ہے عزالی! اب میں فوراً ہی وہاں واپس پہنچ رہی ہوں۔" ڈوٹن کاربو سے ذہنی رابطہ منقطع ہو گیا۔ میں نے دانستہ طور پر اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ میں لیبوس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں

اور بہت سے الجھا دیے تھے جن سے مجھے خود ہی نمٹنا تھا۔ ویسے ڈوٹن کاربو سے مجھے بڑی تقویت رہتی تھی۔ بہت ہی شاندار شخصیت تھی اس کی۔ اور بڑی اچھی کارکردگی کی مالک تھی۔ ہل پورٹ نامی جگہ یقیناً وہ بے مقصد نہ گئی ہوگی۔

میں لیبوس کی جانب دیکھنے لگا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آرہے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ لیکن بہت زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہیلن مورگر نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ مجھے جاگتے دیکھ کر وہ میرے پاس آگئی۔

"سوری! یہ دیکھ رہی تھی کہ تم سو تو نہیں گئے۔"

"نہیں! کیا تمہیں آرام کرتے ہوئے دیر ہو گئی۔؟"

"اگر تم مجھ پر طنز کر رہے ہو تو کرتے رہو۔ مجھے کسی بھی طنز کی فکر نہیں ہے۔ میں تمہارے لیے متجسس ہوں۔"

"ارے نہیں نہیں ہیلن ڈیئر! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا طنز کا۔ آؤ بیٹھو۔"

"میں تم سے یہ معلوم کرنے آئی تھی کہ کیا تم اس دوران لندن میں نہیں تھے۔؟"

"نہیں۔"

"پھر کہاں چلے گئے تھے۔؟"

"ووگ نامی قصبے کے بارے میں کچھ سنا ہے۔؟"

"ووگ۔ ہاں غالباً۔ لیکن صرف نام کی حد تک۔ مجھے اس کے بارے میں کوئی واقفیت نہیں ہے۔"

"بس تو یوں سمجھ لو کہ میں ووگ گیا تھا۔"

"لیکن کیوں۔؟"

"اسی شخص کو لینے کے لیے جو میرے سامنے موجود ہے۔"

"اوہ! یہ ووگ سے آئے ہیں۔؟"

"ہاں۔"

"لیکن ان کی ذہنی کیفیت کیسے خراب ہو گئی۔؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ یہ تو سب کچھ ڈاکٹر جے مورگر ہی بتا سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نے جان بوجھ کر ڈیڈی کو ٹیلیفون نہیں کیا۔ حالانکہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں انہیں تمہاری آمد کے بارے میں بتا دوں۔ اس دوران وہ بار بار مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھ چکے ہیں۔"

"کوئی حرج نہیں! ڈاکٹر جے مورگر کو ان کے وقت پر واپس آنے دو۔ ان سے ملاقات کر لی جائے گی۔" لنچ کی میز پر ہم نے لیبوس کو بھی شریک کیا تھا۔ اور لیبوس خاموشی سے کرسی پر بیٹھ کر پلیٹوں کو گھورتا رہا تھا۔ پھر جب ہیلن مورگر نے خود ہی کچھ چیزیں نکال کر اس کے سامنے رکھیں تو اس نے عجیب سے انداز میں ہم دونوں کا چہرہ دیکھا۔ ہم نے کھانا شروع کر دیا تو لیبوس خود ہی پلیٹ کی جانب متوجہ ہو گیا۔ اس کے کھانے کے انداز میں نفاست اور سلیقہ تھا۔ مجھے مسرت تھی اور اندازہ ہو رہا تھا کہ لیبوس بالکل ہی ذہنی طور پر دیوالیہ نہیں ہوا ہے بلکہ شاید ان لوگوں کی سختیوں نے اس کے سوچنے سمجھنے کی قوتیں عارضی طور پر چھین لی ہیں۔ اور تھوڑے دن کے بعد وہ بحال ہو جائے گا۔ کھانا ختم ہوا۔ اور اس کے بعد ہم بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ لیبوس کو تنہا چھوڑ دیا گیا تھا۔

ٹھیک ساڑھے تین بجے ڈاکٹر جے مورگر کی کار کا ہارن سنائی دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اندر داخل ہو گیا۔ ہیلن کے ساتھ مجھے دیکھ کر وہ حیرت سے اچھل پڑا تھا۔ "او مائی گارڈ! تم آگئے۔ تم آگئے۔ مسٹر عزالی!"

میں نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر جے مورگر سے ہاتھ ملایا۔ اور مسکراتا ہوا بولا۔ "ہاں ڈاکٹر جے مورگر! بعض اوقات تھوڑی سی شناسائی ایسی مصیبتوں کا باعث بن جاتی ہے جو آسانی سے انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ لیکن کیا کیا جائے۔ مجبوریاں بعض لوگوں کو ایسی ایسی حیثیتیں دے دیتی ہیں کہ انہیں پھر خود اپنے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے شرمندگی ہوتی ہے۔"

"اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم لفظوں کی فضول خرچی کر رہے ہو۔ ان الفاظ کی کیا ضرورت تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم الجھنوں کا شکار ہو۔ مجھے اس دوران تمہارے بارے میں بہت سی باتیں معلوم ہو گئی ہیں۔"

"اگر ایسا ہے تو پھر میرے پاس کہنے کے لیے کچھ بھی باقی نہیں رہا ہے!"

"لیکن تم کب یہاں پہنچے۔؟"

"کافی دیر ہو گئی۔ میں لنچ کر چکا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہیلن! تم انہیں بٹھاؤ۔ میں لباس تبدیل کر کے ابھی آتا ہوں۔" ڈاکٹر بولا اور مجھ سے چند لمحات کی معذرت کر کے وہاں سے چلا گیا۔ ہیلن مجھے لیے ہوئے ڈرائینگ روم میں آگئی۔

ڈاکٹر جے مورگر نے واپسی میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ پھر

وہ ایک صوفے پر اطمینان سے بیٹھتا ہوا بولا۔ "ہاں اب مجھے بتاؤ تم اتنے دن کہاں غائب رہے۔؟"

"بس ڈاکٹر جے مورگر! میں کیا کہوں۔ آپ کے لیے معیتس تلاش کرنے گیا تھا۔ اور تلاش کر کے لے آیا ہوں۔۔"

"مطلب۔؟"

"اگر آپ یہاں سے اٹھنا پسند کریں تو ایک شخص سے آپ کی ملاقات کراؤں۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں، چلو۔" ڈاکٹر جے مورگر اٹھ کھڑا ہوا۔ ہیلن بھی ہمارے ساتھ تھی۔ میں جے مورگر کو لیے ہوئے اس کمرے میں آ گیا، جہاں لیبوس موجود تھا۔ لیبوس اس وقت بھی مسہری پر بیٹھا ہوا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ ڈاکٹر جے مورگر اسے دیکھ کر چونک پڑا۔ ایک بار اور پھر دوسری بار وہ حیرت سے اچھل پڑا۔ "ارے ارے یہ تو وہی شخص ہے۔ وہی شخص۔ میرا مطلب ہے لیبوس۔"

ڈاکٹر جے مورگر کے منہ سے یہ الفاظ سن کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ لیکن مورگر نے میری جانب توجہ نہیں دی۔ وہ لیبوس کے پاس پہنچ گیا۔ "ہیلو!" اس نے لیبوس کو مخاطب کیا۔ لیکن لیبوس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ڈاکٹر جے مورگر خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ اور پھر اس نے تشویش زدہ انداز میں گردن ہلائی "ہوں! اس کی کیفیت بتاتی ہے کہ یہ۔ یہ کسی ذہنی تکلیف کا شکار ہے۔ کیوں مسٹر غزالی! تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا لیبوس کو تم صحیح الدماغ کہہ سکتے ہو۔؟"

"مجھے حیرت ہے ڈاکٹر کہ آپ نے ایک لمحے میں نہ صرف انہیں پہچان لیا۔ بلکہ ان کا نام بھی آپ کو یاد آ گیا۔"

"تھوڑی دیر کے بعد تمہاری حیرت خود بخود رفع ہو جائے گی۔ میں تمہیں ایک ایسی ہی حیرت انگیز خبر سنانے والا ہوں۔"

"کیا ڈاکٹر جے مورگر۔۔؟"

"نہیں! ابھی کچھ نہیں! ابھی مجھے وقت درکار ہے۔۔" جے مورگر نے جواب دیا۔ اور میں خاموشی سے ڈاکٹر کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ بولا۔ "اگر تم پسند کرو تو ہم وقت ضائع کیے بغیر اس کا ذہنی جائزہ لے لیتے ہیں۔ کم از کم یہ اندازہ ہو جائے گا کہ یہ کس ذہنی عارضے کا شکار ہے۔"

"ڈاکٹر! اگر آپ پسند کریں تو میری تو خود ہی دلی خواہش ہے۔" میں نے کہا۔ ڈاکٹر جے مورگر کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ اس نے اپنی رہائش گاہ میں بھی ایک چھوٹی سی تجربہ گاہ بنا رکھی ہے۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ تجربہ گاہ میں داخل ہو گیا۔ ہیلن نے کہا۔ "میں یوں محسوس کر رہی ہوں کہ اس دوران میری ضرورت نہیں رہی ہے۔ کیونکہ مجھے کوئی مخاطب ہی نہیں کرتا۔"

"نہیں! تم ہمارے ساتھ رہو!" ڈاکٹر جے مورگر مسکرا کر بولا۔ اور ہیلن نے شانے ہلا دیے۔ تجربہ گاہ میں لیبوس کو مختلف مشینوں سے گزارا گیا۔ ڈاکٹر پوری سنجیدگی سے اس کا ذہنی جائزہ لے رہا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے کام سے فارغ ہو گیا۔ اس نے لیبوس کو اطمینان سے ایک صوفے پر بٹھا دیا تھا۔ اور پھر وہ میری طرف دیکھ کر گہری سانس لے کر بولا۔ "یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اسے شدید اذیتوں میں رکھا گیا ہے اور میرا خیال ہے اس کے ذہن کو معطل کرنے کے لیے بیگارین استعمال کی گئی ہے۔"

"بیگارین۔ یہ کیا چیز ہے ڈاکٹر۔؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک دوا ہے، جو انسان کے ذہن کو سلانے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ لیکن اگر اس کے ضرورت سے زیادہ انجکشن لگا دیے جائیں تو پھر دماغ پر ایک رطوبت سی چڑھ جاتی ہے جو سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو عارضی طور پر مفلوج کر دیتی ہے۔ اس انجکشن کے اثرات سے انسان سوتا رہتا ہے۔ اور اس کی ذہنی قوتیں کافی حد تک کمزور پڑ جاتی ہیں۔ مجھے یہ اسی کا شکار معلوم ہوتا ہے۔۔"

"سو فیصدی ڈاکٹر مورگر سو فیصدی۔" میں نے متاثر لہجے میں کہا۔ ڈاکٹر جے مورگر کی صلاحیتوں پر مجھے پورا پورا اعتماد ہو چکا تھا۔ پھر میں نے سوال کیا۔ "ڈاکٹر! اگر اس مرض کے۔ میرا مطلب ہے کہ اس انجکشن کو استعمال کرانے کے بعد اگر کسی کو ذہنی طور پر طویل عرصے تک سلائے رکھا جائے تو کیا اسے عارضی طور پر جگایا بھی جا سکتا ہے؟"

"ہاں صرف اس کی نیند توڑی جا سکتی ہے۔ لیکن وہ سوچنے سمجھنے کی قوتوں سے محروم ہوتا ہے۔"

"کیا یہ ممکن ہے کہ اس رطوبت کو آسانی سے ختم کیا جائے؟"

"آسانی سے تو تم نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ بہر طور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ انجکشن اسے کتنے عرصے استعمال کرائے گئے ہیں تو ان کا توڑ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ بھی آہستہ آہستہ۔ انسامی نامی ایک انجکشن ایسی نیند کو توڑ دیتا ہے۔ اور اگر انسامی کا مسلسل استعمال جاری رہے اور اس میں ایک اور دوا شامل کر دی جائے تو پھر یہ ذہنی رطوبت خود بخود خشک ہو جاتی ہے اور انسان کی ذہنی قوتیں واپس آ جاتی ہیں۔"

"ڈاکٹر! کیا سلانے والا انجکشن کسی شدید خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کیا اس کا مریض ذہنی طور

قطعی معطل بھی ہو سکتا ہے۔؟"

"نہیں! اس کے امکانات نہیں ہوتے۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ "تو ڈاکٹر میں آپ کو وہ عرصہ بتا سکتا ہوں۔ جس عرصے میں اسے وہ انجکشن مسلسل لگائے جاتے رہے ہیں۔۔"

"گڈ ویری گڈ۔ کتنا عرصہ ہوا ہے۔؟"

"تقریباً تین ماہ۔"

"تب پھر کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ تین ماہ کا عرصہ کچھ بھی نہیں۔ میرا خیال ہے چھ یا سات دن کے اندر اندر اس شخص کی تمام ذہنی قوتیں واپس آ جائیں گی۔ اور یہ ایک نارمل آدمی ہو گا۔"

"تو پھر ڈاکٹر! یہ نیا کیس آپ کے سپرد۔"

"بالکل بھئی بالکل! ظاہر ہے میں اسے چھوڑنا کب پسند کروں گا۔۔"

"اب تو میں اس کا حقدار ہوں ڈاکٹر کہ آپ مجھے اپنے اس سنسنی خیز انکشاف سے آگاہ کریں، جس کا ذکر کر کے آپ نے مجھے ذہنی الجھن میں ڈال دیا ہے۔"

"ہاں! ہر چند کہ یہ ایک ایسی بات ہے، جس کے لیے مجھے شدت سے تاکید کر دی گئی ہے کہ میں اپنی زبان سے نہ نکالوں۔ لیکن اس تاکید کے لیے تمہاری شرط نہیں لگائی گئی۔"

"مطلب۔؟"

"جس شخص نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ میں اس کے راز کو راز رکھوں، اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اسے گازالی کی تلاش ہے۔"

"کیا۔؟" میں شدت حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں! وہ تمہارا نام اسی انداز میں لیتا ہے۔ اور تم سمجھ گئے کہ وہ کون ہو سکتا ہے۔۔"

"ڈاکٹر! ڈاکٹر پلیز!" میں شدت جذبات سے سرخ ہو گیا تھا۔ گازالی مجھے ایک ہی شخص کہہ سکتا تھا لندن میں۔ اور اس کا نام میں اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ سمبوتورا تھا۔ ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ "ہاں بھئی! میں سمبوتورا ہی کی بات کر رہا ہوں۔ یا پھر دوسرے الفاظ میں وائی مین۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"اوہ ڈاکٹر! کیا۔ کیا سمبوتورا سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔ کیا وہ یہاں لندن میں موجود ہے؟ کیا آپ کو اس کے بارے میں معلوم ہے ڈاکٹر۔؟"

"اگر تم اس وقت مجھ سے اس بارے میں سوال کرو تو میں تم سے یہ کہوں گا کہ میں قطعی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔ اگر تم اس سے میری ملاقات کی بات کرتے ہو تو اس کا میں اعتراف کرتا ہوں کہ ہاں وہ مجھ سے اس دوران کئی بار مل چکا ہے۔ اور اس نے اپنے مریض کو میرے کلینک میں داخل کرا دیا ہے۔۔"

"اپنے مریض۔؟ یعنی گومین۔"

"ہاں! فی الحال میں تمہاری غیر موجودگی میں اسے سمبوتورا ہی کا مریض کہہ سکتا ہوں۔ کیونکہ اس کے لیے مجھے سمبوتورا نے کافی بڑی رقم کی پیش کش کی ہے۔ بلکہ ادائیگی بھی کر دی ہے۔"

"گویا وائی مین۔ میرا مطلب ہے سمبوتورا آپ سے مل چکا ہے۔ اور اس نے گومین کو آپ کے کلینک میں داخل کرا دیا ہے۔ گومین وہی ہے ڈاکٹر جس کا میں نے آپ سے ذہنی معائنہ کرایا تھا۔؟"

"ہاں ہاں! اتنی تفصیل میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسی باتیں آسانی سے بھول نہیں جاتیں۔"

"اوہ ڈاکٹر! واقعی آپ کا انکشاف بے حد سنسنی خیز ہے۔ اور آپ تصور نہیں کر سکتے کہ اس انکشاف سے مجھے کتنی مسرت ہوئی ہے۔ میرے تو تصور میں بھی نہیں تھا کہ سمبوتورا اس طرح آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔"

"ہاں۔ ایک رات تقریباً ساڑھے تین بجے اس نے مجھے ٹیلیفون کیا اور کہا کہ وہ میرے کلینک کے قریب موجود ہے کیونکہ میری رہائش گاہ اس کے ذہن سے نکل گئی ہے۔ اسے میری شدید ضرورت ہے۔"

"اس نے اپنا تعارف کرایا تو میں دلچسپی لیے بغیر نہیں رہ سکا۔ رات کو کلینک پہنچ کر میں اسے اپنی رہائش گاہ پر ہی لے آیا، تب اس نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ وہ دشمنوں میں گھرا ہوا ہے اور نہ جانے کہاں کہاں چھپتا پھرا ہے۔ اسے میری مدد کی ضرورت ہے۔ گومین اس کے ساتھ تھا۔ دوسری صبح میں نے گومین کو کلینک میں داخل کر لیا اور اس کا حلیہ تبدیل کر دیا تاکہ وہ لوگ جو سمبوتورا کی تاک میں لگے ہوئے ہیں کم از کم گومین تک نہ پہنچ سکیں۔"

"سمبوتورا نے کہا کہ وہ میرے اوپر بار نہیں بنے گا بلکہ کوشش کرے گا کہ میرے کلینک سے اور مجھ سے دور رہے۔ تاکہ اس کے دشمنوں کی توجہ کلینک کی جانب نہ ہو سکے۔ اس نے مجھ سے درخواست کی کہ گومین کا میں علاج کروں۔ اور میں نے اس کی درخواست پر اس کا علاج شروع کر دیا۔۔"

"بے شک ڈاکٹر جے مورگر آپ نے لندن میں ہمارے

لئے جو کچھ کیا ہے اس کا ہم شکریہ نہیں ادا کر سکتے۔"

"جو کام نہ کر سکو اس کا تذکرہ ہی بے مقصد ہوتا ہے۔"

"لیکن ڈاکٹر اب لیبوس بھی آپ کی توجہ کا مرکز ہے۔"

"میرا کام یہی ہے مسٹر غزالی، بھلا اس میں الجھنے کی کیا ضرورت ہے۔۔"

"باقی معاملات کے لئے میں آپ سے کچھ نہیں کہوں گا۔ ڈاکٹر لیبوس کو میرا خیال ہے گومین کے مقابلے میں آسانی حاصل ہے۔ اور اب اس کے علاج میں بہت زیادہ دقت نہیں ہوگی۔۔

"گومین واقعی الجھا ہوا کیس ہے کسی خاص ذریعے سے اس کے ذہنی خلیوں کو الٹ پلٹ کر دیا گیا ہے۔ اور مجھے تعجب ہے کہ ایسا کس طرح کیا گیا۔ دماغ کے کسی حصے میں کوئی شدید چوٹ لگتی ہے تو وہ حصہ متاثر ہو جاتا ہے۔ باقی دماغ اپنی جگہ رہتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ متاثرہ حصے کی وجہ سے پورا دماغ معطل ہو جاتا ہے۔ لیکن گومین کے دماغ کے ہر خلیے کو چھیڑا گیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اسے کسی چیئر پر بٹھانے کے بعد اس کے سر کو ایسی کسی مشین سے ٹھیک کیا گیا ہے جو بہت تیزی سے متحرک ہوتی ہو۔ اور اس قوت سے ٹھیک کیا گیا ہے کہ وہ بالکل ہی منتشر ہو کر رہ گیا۔ اس کے ان خلیوں کے حصے ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں۔ اگر ہم اسے دوبارہ ٹھیک کر کے ان کی جگہ واپس لانے کی کوشش کریں تو اس میں شدید خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ وہ ذہنی طور پہ بالکل مر بھی سکتا ہے۔ اور ہماری ضرورت بھی پوری نہیں ہو سکتی، چنانچہ آہستہ آہستہ ایک عمل کے تحت میں اس کے خلیوں کو واپس ان کی جگہ لانے کی کارروائی کر رہا ہوں اور اس میں کافی وقت صرف ہو جائے گا۔ لیکن مجھے امید ہے کہ میں ان خلیوں کو ان کی جگہ جمانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس کے لئے مجھے کافی شدید محنت کرنی پڑے گی۔ میں اس کے دماغ کے ہر حصے کی متعدد تصاویر بناؤں گا کیونکہ مجھے ذرا ذرا سی چیز پر نگاہ رکھنی ہے۔ ان تصویروں کی مدد سے مجھے انتشار دماغ کا پتا چل جائے گا۔ اور پھر میں خلیے کو اس کی اصل جگہ بٹھانے کی کوشش کروں گا۔ دراصل مسٹر غزالی یہ سب بہت مختلف قسم کی باتیں ہیں۔ لیکن میں آپ کو بتانے کے لئے مجبور ہوں۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرے سامنے جو انسانی دماغ ہیں...... اُن کی ساخت ان انسانی دماغوں کی ساخت سے مختلف ہے۔ اور اس اصل ساخت کو سمجھنے کا موقع مجھے ذرا مشکل ہی سے ملے گا۔ لیکن آپ نے ایک بہت بڑی مشکل حل کر دی ہے۔ میں دراصل لیبوس کی دماغی تصاویر بھی حاصل کروں گا تاکہ گومین کے دماغ کو پڑھنے کا موقع مل سکے۔ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ مجھے ان دونوں کی دماغی ساخت یکساں لگتی ہے۔۔۔

"گڈ ویری گڈ ڈاکٹر۔ میں ڈاکٹر تو نہیں ہوں لیکن آپ نے جن آسان الفاظ میں یہ تفصیلات مجھے بتائی ہیں ان سے میں سمجھ سکتا ہوں کہ آپ کو کیا کیا مشکلات درپیش ہو سکتی ہیں۔ بہرحال یہ عظیم ذمہ داری آپ کو پوری کرنی ہے ڈاکٹر اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میرا اور سمبو تورا کا آپ کے نزدیک نظر آنا خطرناک ہو سکتا ہے میں چاہتا ہوں کہ کسی کو ذرہ برابر شبہ نہ ہو کہ میرا آپ سے کوئی رابطہ ہے۔"

"ہاں، یہ دوسرا مرحلہ تمہارا ہے اور اگر تم مجھے اطمینان سے کام کرنے کا موقع دو گے تو مجھے بہتر طور آسانیاں ہونگی۔"

میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔ ہیلن مورگر کو اس کے خلوص کا جواب دینے کے لئے وقت درکار تھا۔ میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اس سے بہر طور گفتگو کر لوں گا۔ اور اسے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔ ڈاکٹر جے مورگر سے تمام تفصیلات طے ہو گئیں اور اس کے بعد مجھے آزادی مل گئی۔ کچھ وقت ہیلن مورگر کے ساتھ گزارا۔ ڈاکٹر لیبوس پر مصروف ہو گیا تھا۔ ہم نے اسے ڈسٹرب نہ کیا۔ ہیلن مورگر کو مختصراً حالات بتا کر میں نے اس کے لئے تیار کر لیا کہ ابھی وہ مجھے اپنے ساتھ رہنے کے لئے نہ کہے۔ ورنہ ڈاکٹر مورگر کو مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔ لڑکی نے مجھ سے تعاون کا وعدہ کیا تھا البتہ وہ ڈوٹن کاربو سے رقابت محسوس کرتی تھی چنانچہ میں نے خاص طور سے اس سے ڈوٹن کاربو کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔

رات کو جب مجھے تنہائی نصیب ہوئی تو میں نے سمبو تورا سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی اور سمبو تورا کی آواز اپنے ذہن میں محسوس کر کے میں اچھل پڑا۔ دوسری طرف سمبو تورا کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی "گازالی اوہ ڈیئر گازالی۔ یہ تم ہی ہو۔؟"

"ہاں سمبو تورا۔ کہاں ہو اس وقت۔؟"

"میں لندن ہی میں ہوں۔ گازالی، تم کہاں ہو۔!"

"میں بھی لندن ہی ہوں اور ڈاکٹر جے مورگر کے گھر میں مقیم ہوں۔"

"اوہ، لیکن میں تو تم سے ذہنی رابطہ قائم کرنے میں ناکام رہا تھا۔"

"اور میں بھی مسلسل ناکام تھا" میں نے جواب دیا۔

"کیا اس وقت بھی تم ڈاکٹر جے مورگر کے گھر سے ہی بول رہے ہو۔"

"ہاں۔"

"کیا میں تمہارے پاس آ سکتا ہوں۔؟"

"انتہائی احتیاط کے ساتھ سمبو تورا۔ ویسے تمہارے پیچھے کوئی ہے تو نہیں، میرا مقصد ہے کہ کوئی تمہاری نگرانی تو نہیں کر رہا۔؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے خود کو پوشیدہ کر لیا ہے۔"

"تو پھر بہتر ہے کہ تم براہ راست میرے پاس چلے آؤ، ڈاکٹر جے مورگر کے مکان کے بغلی حصے کا احاطہ بہت زیادہ بلند نہیں ہے میں وہیں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے آنے میں دس پندرہ منٹ لگیں گے" سمبو تورا نے کہا اور ہمارے درمیان ذہنی رابطہ منقطع ہو گیا۔

چند لمحات انتظار کرتا رہا۔ اس کے بعد کمرے کی بتی بجھائی۔ باہر نکل کر ماحول دیکھا، چاروں طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ ہیلن اپنی خوابگاہ میں سو رہی تھی اور ڈاکٹر جے مورگر اپنی خوابگاہ میں، چنانچہ میں بڑی احتیاط سے چلتا ہوا احاطے کے نزدیک پہنچ گیا اور سمبو تورا۔۔۔ کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد سمبو تورا احاطے کی دیوار کود کر اندر آ گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے ساکت رہ گیا اور پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا "ہماری زندگی عجیب مہمات کا شکار ہے بعض اوقات تو مجھے افسوس ہوتا ہے گازالی کہ تمہیں بھی ہم نے کس الجھن میں پھنسا لیا حالانکہ میں بارہا تم سے اس کا تذکرہ بھی کر چکا ہوں اور تم نے مجھے ہر بار منع کر دیا ہے کہ میں تم سے یہ باتیں نہ کروں لیکن جب بھی احساس ہوتا ہے مجھے بڑی شرمندگی ہوتی ہے۔"

"اور کوئی رسمی گفتگو سمبو تورا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں پلیز نہیں، کیا ہم کہیں بیٹھ کر باتیں نہیں کر سکتے۔؟"

"کیوں نہیں! آؤ" میں نے کہا اور سمبو تورا کو لئے ہوئے اپنے کمرے میں آ گیا۔ کمرے میں پہنچنے کے بعد میں نے مدھم روشنی جلائی اور سمبو تورا کو ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ویسے تو سلسلہ گفتگو وہیں سے شروع ہونا چاہیے سمبو تورا جہاں سے ہمارے تمہارے درمیان دوری ہوئی تھی لیکن طویل گفتگو کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ تم کن حالات میں وہاں سے فرار ہوئے تھے۔۔"

"مارٹن الیسٹرو کے بارے میں تو تمہیں معلوم ہو ہی چکا ہے۔ وہ شخص بے حد شاطر اور خطرناک ہے۔ پورے لندن میں اس کے خطرناک غنڈے پھیلے ہوئے ہیں اور وہ زیر زمین دنیا کا شہنشاہ کہلاتا ہے۔ کمبخت نے اپنے جال جگہ جگہ پھیلا رکھے ہیں۔ ہوسٹل میں اس کے آدمیوں نے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن بروقت مجھے اندازہ ہو گیا اور میں گومین کو لے کر وہاں سے نکل گیا۔ تمہارے لیے میں اطلاع چھوڑ گیا تھا۔ بہر طور اس کے بعد یوں سمجھ لو کہ لندن کے نواحات میں مجھے بالکل ہی پوشیدہ رہنا پڑا۔ بڑی تفصیلی کہانی ہے۔ وہ لوگ میرے تعاقب میں تھے ان کے پاس کچھ ایسے ذرائع ضرور ہیں جن سے وہ ہماری سمتوں کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں ڈاکٹر ویلبی کے فارمولے کے بارے میں سوچتا رہا۔ ڈاکٹر ویلبی نے کسی نہ کسی طرح ہمارے ذہنوں تک پہنچ حاصل کر لی تھی وہ نہ صرف ہمارے ذہنوں کو سلا سکتا تھا بلکہ ہمارے ذہنوں کے رابطے، اس کے علم میں آ جاتے تھے۔ ایسا ہی کوئی سلسلہ مارٹن الیسٹرو کے پاس بھی ہے اور وہ ہماری کھوج میں رہتا ہے۔ میں نے اس دوران بڑی کوششیں کی ہیں اور اپنے آپ کو چھپایا ہے۔ میں کسی بھی لمحے اپنے ذہن کو استعمال کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ ہمارے ذہنی رابطوں پر وہ ہم تک پہنچنے کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔"

"شاید یہی وجہ تھی سمبو تورا کو میری بار بار کی کوشش مجھے تم تک نہ پہنچا سکیں۔"

"ہاں یقیناً، میں بھی دل میں یہ سوچتا تھا کہ کہیں ان کوششوں سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ میں نے کبھی جوابی رابطہ نہیں کیا حالانکہ بارہا میرے ذہن تک ایسی لہریں پہنچی تھیں جو اس بات کا انکشاف کرتی تھیں کہ کوئی مجھ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ لیکن میں محتاط رہا۔ طویل عرصے تک میں نے لندن اور اس کے نواح میں پناہ لی اور جب مجھے احساس ہوا کہ میں وقتی طور پر مارٹن الیسٹرو کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا ہوں تو میں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ گومین کو لے کر ڈاکٹر جے مورگر کے پاس پہنچ گیا۔

ڈاکٹر جے مورگر بھی ویسے ایک شریف انسان ہے۔ لیکن میں جانتا تھا مسٹر گازالی کہ تمہاری اس دنیا میں لوگوں کو ہمدردی اور محبتوں کے راستے کی جانب مائل کرنا سب سے مشکل کام ہے۔ ڈاکٹر جے مورگر کی شرافت کا مجھے یقین تھا لیکن اس کے باوجود۔ اس کے باوجود۔؟"

" ہاں، اس کے باوجود، کیا سمبوتورا۔؟"

" میں نے اسے ذہنی کنٹرول میں کیا اور اس کے ذہن کو حکم دیا کہ جو کچھ میں کہوں اسے مان لے چنانچہ ڈاکٹر جے مورگر میرے ٹرانس میں ہے۔ یہ ٹرانس میں نے اسے بہت ہی احتیاط سے دیا تاکہ وہ اپنی ذہنی قوتوں کو بھی زائل نہ کر پائے اور صرف ہلکے سے اثرات میرے اس پر طاری رہیں، اس کی شرافت اس کے خلوص اور تھوڑے سے دباؤ نے میرا کام کردیا۔ اور گوبین اس کے کلینک میں داخل ہے۔ یقیناً تمہیں اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی ہوں گی۔"

" ہاں سمبوتورا! تمہاری کہانی سے زیادہ عجیب میری کہانی ہے لیکن میں بھی تمہیں مختصراً بتاؤں گا۔ تمہیں ہوٹل میں نہ پاکر کے بعد مجھے جن مشکلات سے گزرنا ہوگا اس کا اندازہ تم بخوبی کر سکتے ہو۔ انتہائی پریشان ہو گیا تھا۔ لندن میں تنہا تھا۔ بے چارے ڈاکٹر جے مورگر اور اس کی بیٹی ہیلن مورگر نے میرے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کیا اور پھر اس جگہ جہاں مجھے مشکلات درپیش تھیں انھوں نے میری مدد کی اس دوران میری ملاقات ڈوشن کاربو سے ہوگئی۔"

" کس سے۔؟" سمبوتورا چونک پڑا۔"

" ڈوشن کاربو۔ اس نے اپنا نام یہی بتایا تھا۔"

" اوہ، وہ سامون ہے۔ وہ سامون ہے۔"

" ہاں" میں نے مختصراً سمبوتورا کو ڈوشن کاربو کی یہاں موجودگی کی تفصیل بتائی اور اس سے ملاقات کی کہانی بھی اسے سنائی۔ سمبوتورا بے حد دلچسپی سے یہ تمام تفصیلات سن رہا تھا۔

میں نے کہا۔" ڈوشن کاربو مجھ سے حقیقت جاننے کے بعد میری ساتھی بن گئی اور میں اس کے فلیٹ پر پہنچ گیا اس کے بعد ہم نے تمہاری جس قدر تلاش ممکن تھی کی۔ لیکن تمہیں نہ پاکر اپنے آپ ہی کام کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ ہمیں علم ہو چکا تھا کہ مارٹن الیسٹرو نے لیبوس کو کہیں پوشیدہ کر رکھا ہے کیونکہ لیبوس سے ہمارا ذہنی رابطہ نہیں قائم ہو سکا تھا۔ ہم اسکی کھوج میں لگ گئے۔ ڈوشن کاربو نے بھی اپنے طور پر کارروائیاں شروع کردیں لیکن بہرطور ہماری کارروائیاں ابتدا میں ناکام رہیں۔

پھر ہمیں مختلف ذرائع سے گزرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ لیبوس ووگ نامی ایک قصبے میں ہے اور ایک شخص بل شیرو کا قیدی ہے۔ بل شیرو مارٹن الیسٹرو کا دست راست تھا۔ میں ووگ چلا گیا۔ ووگ جانے کے بعد مجھے بہت سی دلچسپ کہانیوں سے گزرنا پڑا۔ لیکن بہرطور میں لیبوس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔"

" گڈ ویری گڈ" سمبوتورا نے کہا" گویا لیبوس بھی اب تمہارے پاس ہے۔"

" ہاں میرے پاس ہی نہیں بلکہ اسی عمارت میں ہے۔ لیکن لیبوس کو وہاں ذہنی طور پر معطل کرکے رکھا گیا تھا میں نے سمبوتورا... کو بھی اس سلسلے میں تفصیلات بتائیں اور وہ تشویش کا شکار ہو گیا۔

" ڈاکٹر کا کیا کہنا ہے؟ کیا لیبوس کو کوئی ذہنی صدمہ تو نہیں پہنچا۔؟"

" میرا خیال ہے نہیں۔ بہت جلد لیبوس اپنی اصل حیثیت میں واپس آجائے گا۔"

" گازالی، میں ایک بار پھر یہی کہوں گا کہ تمہارا انتخاب ہماری خوش بختی کی علامت ہے۔"

" گوبین کو ڈاکٹر کے کلینک میں داخل کرنے کے بعد کیا تم نے اس کے تحفظ کا بندوبست بھی کیا ہے سمبوتورا۔؟"

" میں بھلا کیا کر سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ میں نے ڈاکٹر کو مستقل ہدایات دے رکھی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں ڈاکٹر کے کلینک میں خود بھی موجود رہتا ہوں۔ لیکن ایک معمولی سے وارڈ بوائے کی حیثیت سے جس کا علم خود ڈاکٹر کو بھی نہیں ہے میں نے وارڈ بوائے کو اپنے ٹرانس میں لاکر اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ اپنی ڈیوٹی مجھے سونپ دے۔"

" اوہ، کمال ہے سمبوتورا، تم میری تعریف کرتے ہو میں کہتا ہوں کہ جہاں کہیں ذہنی قوتوں کے استعمال کا موقع آیا تم نے وہاں حیرت انگیز ثبوت دیے ہیں۔"

" میں تو ضرورت مند ہوں گازالی۔ میں تو ضرورت مند ہوں" سمبوتورا نے جھکے جھکے سے انداز میں کہا۔

" بہرطور تم نے اپنا کوئی مستقل ٹھکانا بنایا ہے۔؟"

" نہیں ابھی تک نہیں۔ میں بھٹکتا رہتا ہوں فی الحال اس چھوٹے سے فلیٹ میں رہتا ہوں جو وارڈ بوائے کا ہے۔"

" بہرطور تم نے بڑا اچھا فیصلہ کیا ہے سمبوتورا، اس طرح تم گوبین پر نگاہ رکھ سکتے ہو گے۔"

" ہاں اس کی حفاظت تو کرنی ہی پڑتی ہے۔ لیکن ڈوشن

کاربو کہاں ہے۔؟"

" کچھ عرصے قبل وہ واشن برگ میں تھی اور اب ہل پورٹ نامی ایک جگہ پر ہے۔ ممکن ہے آج ہی رات یا کل دن کے کسی حصے میں وہ یہاں پہنچ جائے۔"

" آہ، میں خود بھی تو ہل پورٹ رہ چکا ہوں۔ لیکن میں نے ڈوشن کاربو سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی ورنہ شاید میری اس سے وہیں ملاقات ہو جاتی۔"

" وہ کب واپس آئے گی۔؟ ویسے کیا اس نے تمہاری کچھ مدد کی ہے۔؟"

" ہاں وہ مسلسل اس مسئلے میں میری دست راست رہی ہے اور ہم مارٹن الیسٹرو سے مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ مارٹن الیسٹرو بے حد خطرناک آدمی ہے۔ اس کے یہاں بہت زیادہ تعلقات ہیں جن کی بنیاد پر اس کی پہنچ ہر جگہ ہو سکتی ہے۔"

" ہاں یقیناً، ویسے کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ اس کا ایک ہاتھ اسٹیل کا بنا ہوا ہے اور اس ہاتھ سے وہ"

" ہاں۔ میری اس سے ایک جنگ ہو چکی ہے سمبوتورا"

" اور یقیناً اس جنگ میں تم نے اسے شکست دی ہوگی" سمبوتورا نے پُر اعتماد لہجے میں کہا۔ میں مسکرا کر رہ گیا تھا۔ جس انداز میں میں نے اسے شکست دی تھی وہ مجھے آج بھی اچھی طرح یاد تھا۔ میں نے سمبوتورا سے کہا" اب اگر تم چاہو تو اس وقت تک میرے ساتھ قیام کرو جب تک کہ ہمارا رابطہ ڈوشن کاربو سے نہیں ہو جاتا۔ ڈوشن کاربو بھی مل جائے۔ اس کے بعد ہم تینوں آئندہ کے پروگرام پر غور کریں گے۔"

" ٹھیک ہے ڈاکٹر جے مورگر کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔؟" سمبوتورا نے سوال کیا۔

" تم اس کے سارے اعتراضات ختم کر سکتے ہو" میں نے سمبوتورا سے کہا اور وہ بھی مسکرانے لگا۔

ساری ہی رات ہم لوگ اپنے بارے میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ میں نے سمبوتورا کو کچھ اور تفصیلات بتائی تھیں لیکن اس سے زیادہ میں نے اس سے کچھ نہیں پوچھا تھا۔

صبح کو ڈاکٹر جے مورگر سمبوتورا کو میرے پاس دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ ہیلن مورگر بھی تھی جس نے مسکراتے ہوئے سمبوتورا کا استقبال کیا تھا اور تعجب بھرے انداز میں بولی تھی" مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے کوئی خلائی مخلوق کسی اور سیارے سے اتر کر زمین پر آگئی ہے اور اس کے کچھ افراد میرے سامنے ہیں۔ آپ لوگ واقعی میرے لیے ناقابل فہم ہیں تاہم میری ڈیڈی سے بھی اس

سلسلے میں بات چیت ہوئی ہے۔ ڈیڈی چاہتے ہیں کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ مکمل تعاون کروں۔ اور آپ کو صیغۂ راز میں رکھوں۔ آپ لوگ بالکل مطمئن رہیں جب تک آپ لوگ یہاں ہیں ہمارے مہمان ہیں۔ اور اب میں کوشش کروں گا کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو ویسے مسٹر سمبوتورا آپ ہمارے ساتھ کیوں نہیں رہتے اگر آپ چاہیں تو یہ عمارت بہت بڑی ہے آپ کے لئے بھی بندوبست ہو سکتا ہے۔"

" بہت بہت شکریہ بے بی، میں پہلے ہی تم لوگوں کے احسانات تلے دبا ہوا ہوں۔ مزید بوجھ تم پر نہیں ڈالنا چاہتا۔"

ہیلن مورگر خاموش ہوگئی تھی۔ ڈاکٹر جے مورگر سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے ڈاکٹر جے مورگر سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں گوبین کو دیکھنا چاہتا ہوں تو اس نے کہا کہ دن کو ساڑھے گیارہ بجے میں ایک مریض کی حیثیت سے اس کے کلینک آسکتا ہوں۔ وہاں وہ گوبین کو مجھے دکھانے کا بندوبست کردے گا۔ لیکن سمبوتورا کا وہاں آنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ دو آدمیوں کا یکجا ہو جانا خطرناک ہو سکتا ہے۔ ہم نے ڈاکٹر جے مورگر سے اتفاق کیا تھا۔

وقتِ مقررہ پر میں ڈاکٹر جے مورگر کے کلینک پر پہنچ گیا۔ اس کے پاس میرا باقاعدہ اپائنٹ منٹ تھا۔ ڈاکٹر جے مورگر نے مجھ سے ملاقات کی اور مجھے ساتھ لیے ہوئے وارڈ میں داخل ہو گیا۔ اس کے وارڈ میں کئی مریض تھے اور انہی کے درمیان گوبین بھی موجود تھا۔ میں اس کی صورت دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ گوبین کا چہرہ داڑھی مونچھوں سے پاک تھا اس کے بال مقامی طرز پر ترشے ہوئے تھے اور وہ سوئٹزرلینڈ کا ایک مقامی شخص معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن اس کے

چہرے پر ایک عجیب سا وقار نظر آ رہا تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور اس کے سر پر ایک مشین لگی ہوئی تھی جس کے اوپر سبز رنگ کے ہندسے تبدیل ہو رہے تھے۔ ڈاکٹر نے مجھے گوین کی صورت دکھاتے ہوئے کہا۔

"اس کے علاوہ تو تم کچھ اور نہیں چاہتے تھے مسٹر غزالی"

"نہیں ڈاکٹر، آپ جو کچھ کر رہے ہیں میں اسے محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"بس تو تمہیں اطمینان رکھنا چاہیے کہ میں اپنا کام بخیر و خوبی انجام دوں گا۔ اسے میں نے ایک مریض کی حیثیت سے یہاں داخل کیا ہے اور اس کا باقاعدہ ایک فائل تیار کیا گیا ہے اس فائل میں اس کے لندن کے شہری ہونے کے کاغذات بھی موجود ہیں اور اس کی رہائش گاہ کا پتا بھی۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنے ذرائع سے کام لے کر اس کی شناخت کرانے کی کوشش کرے تو اس سلسلے میں مکمل طور پر مایوسی ہوگی۔ اس کے علاوہ مجھ سے اگر کچھ اور چاہتے ہو تو بتاؤ۔"

"نہیں ڈاکٹر، آپ کا بے حد شکریہ۔"

"تو پھر واپس چلیں۔"

"ہاں آیئے۔" میں نے کہا اور ڈاکٹر جے مورگر مجھے اپنے آفس میں لے آیا۔ پھر اس نے کہا "تم لوگوں کا اپنے گھر میں رہنا مجھے بالکل ناگوار نہیں ہے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ تم بھی مجھ سے قریب رہو۔ اگر تمہاری اپنی کچھ مصروفیات ہوں تب تو میں تمہیں یہاں رہنے کے لئے مجبور نہیں کروں گا۔ لیکن باقی اور کوئی الجھن نہیں ہے۔ میری ملاقات گھر پر بہت کم لوگوں سے ہوتی ہے۔ تمہیں میں اپنے مہمان کی حیثیت دے سکتا ہوں۔"

"آپ کا بے حد شکریہ ڈاکٹر۔ جیسا کہ میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں آپ کو آپ کے کام میں ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا۔ چنانچہ تھوڑا سا وقت درکار ہے مجھے۔ ایک شخصیت کا انتظار ہے۔ وہ آ جائے تو اس کے بعد ہم یہاں سے منتقل ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" ڈاکٹر نے کہا اور میں ڈاکٹر جے مورگر کے پاس سے واپس چلا آیا۔ سمبو تورا کو میں نے اس کی ڈیوٹی پر متعین دیکھا تھا لیکن اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا۔ چہرہ بدلنے کا کمال بھی اسے حاصل تھا۔ وہ سو فیصدی ایک مقامی شخص معلوم ہو رہا تھا۔ اور اگر مجھے اس کے بارے میں تفصیلات نہ معلوم ہوتیں تو میں بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ سمبو تورا ہے۔

واپس پہنچا تو ہیلن مورگر میرا انتظار کر رہی تھی میرے کمرے میں بیٹھی ہوئی وہ رسالے کی ورق گردانی کر رہی تھی مجھے دیکھ کر مسکراتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ "ہیلو، مل آئے ڈیڈی سے۔"

"ہاں، کیا تمہیں اس بارے میں معلوم تھا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"پتہ نہیں تم میرے ذرائع معلومات کو اتنا ناقص کیوں سمجھتے ہو میں بچی تو نہیں ہوں کہ حالات پر غور نہ کر سکوں۔"

ہیلن نے فخریہ انداز میں کہا۔

"ہاں ہیلن، بہر طور تم لوگوں کی وجہ سے ہمیں جو آسانیاں ملی ہیں اس کا شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا۔"

"چھوڑو ان باتوں کو، تم پریشانیوں کا شکار ہو۔ تمہاری مدد کر کے مجھے دلی مسرت ہوئی ہے۔ پتا نہیں کیوں ذہنی طور پر ہی بہت زیادہ تم سے قریب ہو گئی ہوں۔ بس تم اپنے ان ہنگاموں سے فراغت حاصل کر لو۔ پھر میں تمہارے ساتھ کچھ وقت گزاروں گی۔ ممکن ہے ہم لوگ لندن سے باہر چلیں بلکہ میں تو تمہیں پیرس وغیرہ بھی دکھاؤں گی۔ اگر تم میرے ساتھ کچھ وقت گزارنا پسند کرو گے۔"

"کیوں نہیں ہیلن۔ اچھے دوست بڑی مشکل سے ملتے ہیں" میں نے ہیلن کو دلاسا دیتے ہوئے کہا اور پھر بولا۔ "ہیلن لندن میں مجھے ایک ایسی رہائش گاہ درکار ہے جو عام ٹھکانوں سے ہٹ کر ہو۔ تم نے مجھے جو ٹرالر دیا تھا۔ بلاشبہ اس نے مجھے عارضی طور پر محفوظ کر دیا تھا لیکن وہاں ہمارے دشمن پہنچ گئے۔ میں کسی ایسی جگہ کا خواہش مند ہوں جہاں ہم قیام کر سکیں۔"

ہیلن پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی۔ "مجھے تمہاری پسند کی رہائش گاہ تلاش کرنے میں کچھ وقت لگ جائے گا۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ ہیلن یقیناً میری یہ مشکل حل کر سکتی تھی۔ اس گفتگو کے بعد میں مطمئن ہو گیا۔ سمبو تورا کلینک سے واپس آ گیا تھا۔ ہم دونوں مصروف تھے کہ دفعتاً مجھے اپنے ذہن میں شیشے سے چبھتے ہوئے محسوس ہوئے کوئی مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس وقت سمبو تورا میرے سامنے تھا، گوین لیبوس اس قابل نہ تھے اس تصور سے میں یکدم گھبراہٹ کا شکار ہو گیا۔ یہ کون ہو سکتا ہے۔؟"

ذہنی ذہنیت کا جائزہ لے کے میں نے اس پیغام کو وصول کیا اور دوسرے لمحے میں خوش ہو گیا۔ مجھے مخاطب کرنے والی ڈوڈین کارلو تھی۔ اس نے خیال کی زبان میں کہا۔ "میں واپس آ گئی ہوں گازالی اور یہاں ہوٹل ڈائمنڈ رنگ میں کمرہ نمبر تیس میں مقیم ہوں۔ ڈائمنڈ رنگ بندرگاہ کے علاقے میں ہے۔ تم جس قدر جلد ممکن ہو میرے پاس آ جاؤ۔"

"میں نے تمہارا پیغام وصول کر لیا ڈوڈین میں آ رہا ہوں"

"کتنی دیر لگ جائے گی؟"

"ایک سے ڈیڑھ گھنٹہ تک لگ سکتا ہے یا اگر تم کہو تو۔ کیا تمہیں کوئی خطرہ ہے۔؟"

"نہیں۔ بس میں تم سے جلد ملنا چاہتی ہوں تاہم اتنی دیر برداشت کی جا سکتی ہے باقی باتیں تمہارے یہاں آنے کے بعد ہوں گی۔"

"ٹھیک ہے" میں نے کہا اور ڈوڈین نے رابطہ منقطع کر دیا اس کی خیریت سے واپسی پر مجھے خوشی ہوئی تھی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ سمبو تورا، لیبوس اور گوین میرے پاس موجود ہوں گے سمبو تورا کو شاید میری ذہنی مصروفیت کا احساس ہو گیا تھا لیکن رابطہ ختم کرنے کے بعد بھی میں اسے کچھ نہیں بتا سکا کیونکہ ہیلن آ گئی تھی۔

لنچ کے بعد میں نے ہیلن سے اجازت لے لی اور سمبو تورا کو ساتھ لے کر باہر نکل آیا۔ ہیلن نے اپنی کار پیش کی تھی لیکن احتیاط کے پیش نظر یہ مناسب نہیں تھا اب تو ڈاکٹر جے مورگر کو دوسروں کی نگاہ سے بچانا بھی ہمارا فرض تھا۔

ڈائمنڈ رنگ کے لیے ایک ٹیکسی لے کر ہم چل پڑے۔ سمبو تورا نے حیرت انگیز طور پر خاموشی اختیار کر رکھی تھی اور مجھ سے اس بھاگ دوڑ کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔ ٹیکسی نے ہمیں بندرگاہ کے علاقے میں ہوٹل ڈائمنڈ رنگ کے سامنے اتار دیا۔

یہاں زیادہ تر سیاہ فام افریقی باشندے نظر آ رہے تھے۔ ہوٹل کا عملہ بھی انہیں لوگوں پر مشتمل تھا۔

کمرہ نمبر تیس کے سامنے پہنچ کر میں نے دروازے پر دستک دی تو ڈوڈین کارلو نے دروازہ کھول دیا میرے ساتھ سمبو تورا کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی۔

"ہیلو ڈوڈین۔"

"ہیلو" اس نے کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ دانی مین ہے۔" میں نے کہا اور ڈوڈین اچھل پڑی۔

"بائی تورا سا۔ بائی آدرا سا۔" اس نے اپنا بازو پھیلا لیا اور پھر سمبو تورا نے بھی اس کے انداز میں اپنا بازو پھیلا دیا۔ دونوں نے بازو ملائے اور پھر گردنیں ایک دوسرے کے سامنے خم کر دیں۔ ڈوڈین نے پلٹ کر جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔ وہ سمبو تورا سے مل کر بیت خوش نظر آ رہی تھی۔ دونوں اپنی زبان میں گفتگو کرتے رہے۔ میں اطمینان سے ایک صوفے پر دراز ہو گیا تھا۔ پھر ڈوڈین نے کہا۔ "سوری گازالی۔ ویری سوری۔ ہم لوگ۔۔۔۔"

"ارے نہیں ڈوڈین۔ میں جانتا ہوں تم لوگ کتنے عرصے کے بعد ملے ہو۔"

"تم نے مجھے بھی نہیں بتایا تھا گازالی کہ ڈوڈین واپس آ گئی ہے۔ ڈوڈین میری بہت قریبی ساتھی ہے اس سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ڈوڈین تم گازالی کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو گی۔ لیکن یہ شخص اس دنیا میں ہمارے لیے۔۔۔"

"نہیں سمبو تورا۔ تم لوگ اپنی باتیں کرو۔ یہ تمام باتیں مضحکہ خیز لگتی ہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ اب تم ان تمام باتوں کو ترک کر دو۔ اس طرح تم مجھے بار بار یہ احساس دلاتے ہو کہ میں تم میں اجنبی ہوں اور تمہارے مقاصد کی تکمیل کے لیے صرف ایک کرائے کا آدمی۔"

"اوہ! نہیں گازالی براہ کرم ایسا مت کہو یہ الفاظ مت استعمال کرو" سمبو تورا تڑپ کر بولا۔

"تم اس کے لیے خود ہی مجھے مجبور کرتے ہو۔ سمبو تورا۔ بہتر ہے کہ اب کام کی باتیں ہوں۔ ڈوڈین کارلو تمہیں دانی مین سے مل کر یقیناً خوشی ہوئی ہو گی۔ میں نے تمہیں جو کچھ بتایا تھا اس میں اب کچھ اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ لیبوس اب ہمارے پاس ہے۔"

میرے اس انکشاف پر ڈوڈین کارلو متحیر رہ گئی تھی غالباً سمبو تورا نے جلد بازی سے کام نہیں لیا تھا اور ڈوڈین کارلو کو یہ بات نہیں بتائی تھی کہ میں لیبوس کو ڈھونڈ چکا ہوں۔

"اس کا مقصد ہے گازالی کہ تمہیں ووگ میں کامیابی نصیب ہوئی" چند لمحات کے بعد ڈوڈین کارلو نے کہا۔

"ہاں میں لیبوس کو وہاں سے لے آیا لیکن ملٹن الیسٹر ابھی آزاد ہے اور یہ شخص جس قدر خطرناک ہے اس کا اندازہ شاید ہم صحیح طور پر نہیں لگا پائے۔ ہمیں اس سے بے پناہ خطرات ہیں۔" میں نے ووگ میں پیش آنے والے واقعات کی مختصر تفصیل ڈوڈین کارلو کو بتائی۔ ڈوڈین کارلو عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا "لیکن ابھی ہمیں لندن میں رہ کر لیبوس کی صحت یابی کا انتظار تو کرنا ہی پڑے گا۔ گوین کے سلسلے میں مجھے تشویش ہے گازالی۔ کیا ڈاکٹر جے مورگر اس کی ذہنی قوتیں بحال کرنے میں کامیاب ہو سکے گا؟"

"سو فیصدی امکانات تو نہیں ہیں ڈوڈین لیکن ممکن ہے وہ اس میں کامیاب ہو جائے۔ ویسے ہم اگر گوین کو اس کے پاس چھوڑ دیں اور وہ اپنے کام میں مصروف رہے تو اس دوران ہمارا کیا پروگرام ہو سکتا ہے۔؟"

واٹی میں اب ہمارے پاس موجود ہے۔ میرا خیال ہے تمہاری معاون کی حیثیت سے میں نے جو کچھ کیا وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا لیکن واٹی مین ہماری بے شمار مشکلات کا حل ہے۔"

"میں بھلا کیا کر سکتا ہوں، اگر ایسا ہوتا تو بھی گازالی کے ساتھ مل کر کچھ کر چکا ہوتا۔ یہاں ہم لیبوس کی تلاش میں لگے تھے۔ لیبوس ہمیں مل گیا ہے لیکن اُس کی ذہنی قوت بھی بحال نہیں ہے۔ جب تک وہ صحیح طور پر صحت یاب نہ ہو جائے اور ہمیں اُس سے مزید معلومات حاصل نہ ہوں ہم کیا کر سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں ابھی لیبوس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا چاہیے۔" سمبوتورا نے کہا۔

"ہوں، لیکن مارٹن الیسٹرو سے محفوظ رہنے کے لیے ہمیں مستقل قیام گاہیں درکار ہوں گی۔ ہوٹل ہمارے لیے محفوظ جگہ نہیں ہو سکتے۔" ڈوٹن کاربو نے کہا۔

"میں نے ہیلن مورگر سے اس بارے میں بات کی ہے ڈوٹن ممکن ہے اس کا بھی کوئی بندوبست ہو جائے۔"

"اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہوگا۔ ویسے اپنے طور پر بھی ہمیں کچھ کرنا چاہیے کیونکہ مارٹن الیسٹرو وگ میں ہونے والے حالات سے لاعلم نہیں ہوگا۔ اور یہ بات یقیناً اُس کے علم میں آگئی ہوگی کہ لیبوس کو ہم لوگوں نے حاصل کر لیا ہے۔ تم اُس کے بارے میں اندازہ لگا چکے ہو گازالی کہ وہ دیوانہ ہے اور صاحب اختیار بھی۔ ہم میں سے کسی کو اُس کی دیوانگی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔"

"فی الحال کیا تم اپنے آپ کو ڈائمنڈ رنگ میں محفوظ پاتی ہو؟ ڈوٹن کاربو۔"

"نہیں ہرگز نہیں۔ میں وائن برگ سے مل پورٹ پہنچ گئی تھی کیونکہ مجھے اطلاع ملی تھی کہ مارٹن الیسٹرو مل پورٹ میں موجود ہے میں نے اُسے وہاں دیکھا لیکن وہ محافظوں کے ایک گروہ میں گھرا ہوا تھا میں کسی بھی طرح اُس تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ جس عمارت میں وہ ٹھہرا ہوا تھا وہ بھی سرکاری عمارت تھی اور اس کے بعد وہ کب وہاں سے نکل گیا مجھے علم نہیں ہو سکا۔ میں کچھ اور لوگوں کے چکر میں پڑ گئی تھی جن پر مجھے یہ شبہ ہوا تھا کہ وہ مارٹن الیسٹرو کے خاص آدمی ہیں۔ میری کوشش صرف لیبوس کی تلاش تھی لیکن یہ کام تم نے انجام دے ڈالا گازالی اور میں کچھ بھی نہیں کر سکی۔ مارٹن الیسٹرو شیطان صفت ہے۔ اور اُس کے ہاتھ دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں چنانچہ اس وقت وہ ہمارے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔"

"اس کے باوجود تمہیں کچھ وقت ڈائمنڈ رنگ ہی میں گزارنا پڑے گا۔ میں تم سے رابطہ قائم رکھوں گا۔ فی الحال احتیاط بے حد ضروری ہے ہمیں اُس وقت تک ڈاکٹر جے مورگر کے ساتھ ہی قیام کرنا پڑے گا جب تک ہمارے لیے کسی الگ رہائش گاہ کا بندوبست نہیں ہو جاتا چنانچہ تمہیں اپنے طور پر محتاط رہنا پڑے گا۔"

"فی الحال فکر کی کوئی بات نہیں ہے مسٹر گازالی اگر تمہارے ذہن میں کوئی اور منصوبہ ہو تو مجھے بتا دو اور اگر ابھی کچھ نہیں تو اطمینان رکھو میں اپنے آپ کو اس کمرے میں قید رکھوں گی۔"

"ڈوٹن کاربو سے رخصت ہوتے ہوئے میں نے اُس سے کہا کہ فی الحال میں اُس سے رابطہ نہیں قائم کروں گا جب تک کہ لیبوس کے سلسلے میں کوئی مناسب اطلاع نہ مل جائے۔ اُسے صرف اپنی حفاظت کرنی ہے۔ ڈوٹن کاربو نے گردن ہلا دی۔ راستے میں سمبوتورا نے مجھ سے پوچھا کہ اگر ڈوٹن کاربو کو بھی ڈاکٹر جے مورگر کے گھر میں منتقل کر لیا جائے تو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے اُس سے کہا "نہیں سمبوتورا اگر یہ مناسب ہوتا تو میں اس وقت ڈوٹن کاربو کے ساتھ ہی ہوٹل سے باہر آتا۔"

"اوہ! کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں اُسے ڈاکٹر کے ہاں منتقل نہ کرنے کا سبب ہیلن جے مورگر ہے" میں نے مختصراً سمبوتورا کو ہیلن کی ذہنی کیفیت کے بارے میں بتایا۔

"ہاں عورت دنیا کے کسی بھی حصے میں ہو کسی بھی ملک سے تعلق رکھتی ہو ان کیفیتوں کا شکار ہوتی ہے۔"

ڈاکٹر جے مورگر کی رہائش گاہ پر پہنچنے کے بعد سمبوتورا تو اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا اور میں آئندہ کے سلسلے میں غور کرنے لگا۔ ماضی کے بارے میں سوچنا اب چھوڑ ہی دیا تھا۔ کوئی فائدہ نہیں تھا ان خیالات کو ذہن میں جگہ دینے سے۔ ہیلن ہر وقت میری ٹوہ میں رہتی تھی۔ دبے دبے لفظوں میں وہ مجھ سے اظہار عشق کر چکی تھی اور سچی بات یہ تھی کہ اب تو مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے جو لڑکی بھی ملے گی کچھ دن کے بعد یہی الفاظ دہرانے لگے گی۔

ہیلن نے مجھے خوشخبری سنائی کہ اُس کی ایک دوست کا ایک فلیٹ خالی ہے ٹیلیفون پر بات چیت ہوئی ہے اور اُس نے کہہ دیا ہے کہ اگر میرے شناسا کو اس فلیٹ کی ضرورت ہے تو وہ بخوشی اپنا فلیٹ اُس کے حوالے کر دے گی۔ میرے لیے یہ واقعی خوشخبری تھی۔ میں نے ہیلن سے فرمائش کی کہ اگر ممکن ہو سکے تو اسی وقت وہ فلیٹ دیکھ لیا جائے۔ ہیلن نے جواب دیا کہ آج رات کو اُس کی ملاقات اپنی دوست شیلی سے ہوگی تو وہ فلیٹ کی چابیاں اُس سے لے لے گی۔ اس سے پہلے شیلی سے ملاقات ممکن نہیں ہے۔

دوسرے دن صبح ہیلن نے مجھے بتایا کہ رات کو اُس نے شیلی سے تمام معاملات طے کر لیے ہیں چھ کمروں کا یہ فلیٹ شیلی کے بہنوئی کا ہے اور وہ ہمبرگ میں رہتا ہے۔ اس سے پہلے یہ فلیٹ کرائے پر تھا لیکن صرف دس روز قبل پرانے کرائے دار اسے خالی کر کے چلے

گئے ہیں۔ میں ہیلن کے ساتھ وہ فلیٹ دیکھنے چل پڑا۔ فلیٹ مجھے بے حد پسند آیا تھا اگر ایسا نہ بھی ہوتا تو بہر طور میرے لیے قابل قبول ہوتا۔ میں نے ہیلن سے کہا کہ ہر قیمت پر یہ فلیٹ مجھے مل جانا چاہیے تو ہیلن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ فلیٹ تو مجھے مل چکا ہے اور اب اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

فلیٹ حاصل کرنے کے بعد میرا پہلا کام یہی تھا کہ ڈوٹن کاربو اور سمبوتورا کو اس میں منتقل کر دوں لیکن وہاں سے ہیلن ہی کے ساتھ ڈاکٹر جے مورگر کی رہائش گاہ پر واپسی ہوئی تھی اس لیے فوری طور پر میں اُن لوگوں سے رابطہ قائم نہیں کر سکا۔ ہیلن نے اداس لہجے میں کہا "مجھے تو تمہارے ساتھ وقت ہی نہیں ملتا غزالی میں چاہتی ہوں کہ ہم کچھ وقت تنہا گزاریں یہاں تو تم سے ملاقات بھی ہو جاتی تھی لیکن اب بار بار تمہارے فلیٹ پر آنا کچھ اچھا نہیں لگے گا۔"

"ڈیر ہیلن، ڈاکٹر جے مورگر جیسے نفیس انسان اس دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں۔ اُن کی شاندار رہائش گاہ لندن میں میرے قیام کے لیے موزوں ترین تھی اور اس کی پیشکش ڈاکٹر جے مورگر مجھے کر چکے ہیں لیکن بات انہی حالات کی آجاتی ہے میں جن میں گھرا ہوا ہوں۔ ڈاکٹر جے مورگر سے میری بات ہو چکی ہے۔ ہم لوگ نہیں چاہتے کہ ہمارے دشمن ڈاکٹر جے مورگر کی جانب متوجہ ہوں۔ چنانچہ اس لیے الگ جگہ حاصل کی گئی ہے اگر تمہارا آنا جانا اس فلیٹ میں رہا تو ہمارے دشمنوں کو یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہوگی کہ ہم لوگ اس فلیٹ میں رہتے ہیں۔ میرا خیال ہے پنچ پر ڈاکٹر جے مورگر سے اس سلسلے میں مزید بات چیت کر لی جائے گی۔"

"تو تم یہی کہنا چاہتے ہو غزالی کہ ہم تم سے الگ رہیں۔"

"صرف اُس وقت تک ڈیر جب تک کہ میں ان مسائل سے نمٹ نہیں لیتا۔"

"نہ جانے تمہارے ان مسائل کا خاتمہ کب ہوگا۔"

ڈاکٹر جے مورگر کے آ جانے سے سلسلۂ گفتگو رک گیا میں نے ڈاکٹر جے مورگر کو فلیٹ کے بارے میں بتایا تو اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "یہ بے حد موزوں رہا۔ اس طرح ہم زیادہ محفوظ رہ کر کام کر سکیں گے۔ میرا خیال ہے تم اپنے دوست کو بھی اپنے ساتھ ہی رکھو میں اچھی طرح جائزہ لے چکا ہوں کہ میرے کلینک کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہے۔ اسے مشکوک نہ بناؤ تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر مورگر میں ابھی مس ہیلن کو یہی بتا رہا تھا کہ اس دوران ہمارے درمیان جتنا بھی فاصلہ رہے ہمارے حق میں بہتر ہے۔"

"ہاں ہیلن تم اپنے دوست کا تحفظ چاہتی ہو تو اس سے دور رہو بلکہ ٹیلیفون پر بھی اس سے کوئی رابطہ نہیں رہنا چاہیے۔"

ہیلن نے ہونٹ سکوڑ کر گردن ہلا دی۔ ڈاکٹر جے مورگر کی ہدایت کے مطابق میں ڈوٹن کاربو اور سمبوتورا کے ساتھ اس آراستہ فلیٹ میں منتقل ہو گیا جو ایک پُرسکون علاقے میں تھا اور ہمارے پوشیدہ رہنے کے لیے بہترین۔

ڈوٹن کاربو فلیٹ میں منتقل ہونے کے بعد گہری سانس لے کر بولی "ہوٹل کی زندگی ہر لمحہ میرے لیے پریشان کن تھی فلیٹ منتقل ہونے کے بعد یہاں ہم کچھ وقت آسانی سے گزار سکیں گے۔"

باہر کی دنیا سے ہم نے اپنا تعلق تقریباً منقطع کر لیا تھا۔ دن میں ایک بار ڈاکٹر جے مورگر سے گول مول الفاظ میں گفتگو ہو جاتی تھی لیکن اس بات کا خیال رکھا جاتا تھا کہ یہ الفاظ کسی کے لیے شبہے کا باعث نہ ہوں۔ ہمیں صرف لیبوس کی صحت مندی کا انتظار تھا اور یہ انتظار دس دن تک جاری رہا۔

گیارھویں دن اس وقت جب شام جھکنے لگی تھی ڈاکٹر جے مورگر لیبوس کے ساتھ ہمارے فلیٹ میں اچانک پہنچ گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور لیبوس متعجبانہ انداز میں ہمیں دیکھ رہا تھا۔ سمبوتورا نے اب اپنا میک اپ ختم کر دیا تھا۔ ڈوٹن کاربو بھی اصلی صورت میں تھی لیبوس نے فوراً ہی ان دونوں کو پہچان لیا اور انہوں نے اپنے رواج کے مطابق پورے ہاتھ پھیلا کر ایک دوسرے سے محبت کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر جے مورگر کو میں اپنے ساتھ اندر لے گیا تھا جے مورگر نے میرا فلیٹ دیکھتے ہوئے کہا "لندن میں اس قسم کے فلیٹوں کا حصول آسان نہیں ہوتا لیکن ہیلن بڑی با اثر ہے کہ اس نے تمہارے لیے یہ فلیٹ مہیا کر دیا؟"

"لیبوس کی کیا کیفیت ہے ڈاکٹر؟ آپ نے ہمیں پہلے تو اس بارے میں نہیں بتایا تھا۔"

"میں تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ لیبوس اب ذہنی طور پر بالکل صحت مند ہے اس لیے میں نے اسے تمہارے پاس پہنچا دیا۔"

"کیا آپ گومین کے بارے میں بھی ہمیں کوئی سرپرائز دینا چاہتے ہیں ڈاکٹر؟" میں نے پوچھا۔

ڈاکٹر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "نہیں ڈیئر میں تمہیں کسی غلط فہمی میں نہیں رکھنا چاہتا۔ حقیقت یہ ہے کہ گومین میری زندگی کا سب سے مشکل کیس ہے۔ تاہم میں مایوس نہیں ہوا ہوں۔ تم مجھے اُس کے علاج کے لیے طویل وقت دو گے۔ اور بہتر یہی ہے کہ اب تم اُسے بھول جاؤ۔ اس علاج میں جو وقت لگے گا اُس کا کوئی تعین نہیں کیا جا سکتا۔ فی الحال تم اُس کے بارے میں کوئی ایسی بات مت سوچو لیکن لیبوس اب بالکل درست ذہنی حالت میں ہے۔"

میں جان بوجھ کر ڈاکٹر جے مورگر کو دوسرے کمرے میں لے آیا تھا تاکہ لیبوس، سمبوتورا اور ڈوٹن کاربو آپس میں وہ گفتگو کر لیں جو یقینی طور پر وہ کرنا چاہتے ہوں گے میرا خیال تھا کہ وہ لیبوس کی گفتگو میں خاصی دیر لگائیں

گئے لیکن میری توقع کے برخلاف اُن لوگوں نے ہمارے پاس آنے میں دیر نہیں لگائی غالباً مختصر الفاظ میں لیبوس کو میرے بارے میں بتا دیا گیا تھا چنانچہ اندر آنے کے بعد اُس نے بہت ہی شکر گزار انداز میں مجھ سے گفتگو کی ڈاکٹر جے مودگر سے وہ شاید پہلے بھی میرے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر چکا تھا۔ بہرحال میں نے اُس سے دوستانہ انداز میں کہا کہ وہ میرا زیادہ شکریہ نہ ادا کرے۔

ڈاکٹر جے مودگر نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا "اب مجھے اجازت دی جائے، میرا پہلا کام ختم ہو گیا ہے۔ کچھ مریضوں کو میں نے وقت دیا ہے اور رات کو اُن سے میری ملاقات ہوگی۔"

جے مودگر کے جانے کے بعد بیرونی دروازہ اندر سے بند کر لیا گیا۔ ڈروتن کار لبا در سمبو تورا بہت پُرجوش تھے اور لیبوس سے معلومات حاصل کرنے کے لیے بے چین لیکن انہوں نے میری غیر موجودگی میں اُس سے زیادہ سوالات نہیں کیے تھے جس کا اظہار سمبو تورا نے کیا۔

"ڈاکٹر جے مودگر نے ہمیں لیبوس کے بارے میں کوئی خاص ہدایت نہیں دی ہے مسٹر گازالی۔ میں نے لیبوس سے تمہارا تعارف کرایا ہے اور اسے تمہاری حقیقت بتائی ہے میں نے اُسے بتا دیا ہے کہ اُسے مارٹن البسرٹو کے چنگل سے نکال لانے والے تم ہی ہو۔ بس اس سے زیادہ ہماری لیبوس سے اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔"

"اگر ڈاکٹر جے مودگر نے ہمیں لیبوس کے بارے میں کوئی خاص ہدایت نہیں دی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہم اُس سے ہر طرح کی گفتگو کر سکتے ہیں،" میں نے کہا۔

"ہاں مسٹر گازالی میں نے وائی مین کو بتا دیا ہے کہ اب میں بالکل صحت مند ہوں۔ اور مجھے کسی بھی قسم کی گفتگو کرتے ہوئے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ آپ مجھ سے جو معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں براہ کرم کیجیے۔"

"میرا تم سے تعارف ہو چکا ہے لیبوس اس لیے اپنے بارے میں مزید کچھ نہیں بتاؤں گا۔ شاید تمہیں یہ بات معلوم نہ ہو کہ مارٹن البسرٹو نے گومین وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد میرے وطن میں میرے کچھ دوستوں سے رابطہ قائم کیا اور لیبوس کی حیثیت سے اُنہیں پیغام دے کر چلا آیا۔ ہم دراصل تم سے ملنے کے لیے یہاں پہنچے تھے۔ بعد میں ہمیں ان حالات کا علم ہوا جو تمہیں پیش آئے۔ پہلا سوال تو میں تم سے یہ کرنا چاہتا ہوں ڈیئر لیبوس کہ تم یہاں کس حیثیت سے مقیم تھے؟"

"اپنی دنیا سے بچھڑنے کے بعد ہم سب منتشر ہو گئے تھے گومین تھوساس گاگی بادروی مین کا مجھے کوئی پتا نہیں تھا ان سے ذہنی رابطے بھی قائم نہیں ہو پائے تھے۔ سب سے پہلے تو میں اس اجنبی دنیا میں اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرنے کی کوششوں میں مصروف رہا میں نے سوچ رکھا تھا کہ اس میں کچھ وقت ضرور لگے گا لیکن چونکہ ہمارے دشمن ہم سے زیادہ طاقتور ہیں اور اُن سے مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں ایک طویل منصوبہ بندی کرنی ہوگی اس لیے میں نے اپنے آپ کو محدود رکھا۔ میں یہاں ایک معمولی انسان کی حیثیت سے زندگی گزارتا رہا اور پھر مارٹن البسرٹو نے مجھے ایک کلب سے حاصل کیا۔ اُس نے مجھ سے پہلے دوستانہ انداز میں ملاقات کی تھی لیکن بعد میں مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ درحقیقت وہ کیا ہے اُس نے مجھے قیدی بنا لیا۔ اُس کے وسائل بے پناہ ہیں اور بے شمار افراد اُس کے لیے کام کرتے ہیں۔ میں اُس کے ہاتھوں بے بس ہو گیا اُس نے مجھ سے گفتگو کی اور مجھے اُس کی گفتگو سے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ کیوں ہمارے درپے ہے اور ہمیں حاصل کرنا چاہتا ہے۔

"میرے دوست وائی مین اور ڈیئر ڈروتن کار لبو درحقیقت ہمارے دشمن ہماری بو سونگھتے ہوئے اس دنیا میں آ پہنچے ہیں۔ ممکن ہے یہ بات تمہارے علم میں پہلے سے ہو اگر نہیں ہے تو میں یہ انکشاف کرتا ہوں کہ ساموبک مشن کی تباہی کے لیے ایک باقاعدہ کارروائی ہو رہی ہے اور دشمن نہایت مضبوط ہو کر ہمارے خلاف مصروف عمل ہیں انہوں نے بلاشبہ ہم سے زیادہ ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہم تو اپنے آپ کو آج تک یکجا بھی نہ کر سکے۔ لیکن ہمارے سامون دشمنوں نے یہاں ایسے لوگوں کی خدمات حاصل کر لی ہیں جو ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں ہمارے دشمن جانتے ہیں کہ اگر ہم نے کبھی اپنی دنیا کا رخ کیا تو وہاں تباہی پھیل جائے گی اور اُس کے بعد وہ ہمارے مقابلے پر نہ آ سکیں گے۔ چنانچہ وہ ہمیں اس نئی دنیا ہی میں ختم کرنے کے خواہش مند ہیں انہوں نے یہاں جرائم پیشہ افراد کی خدمات حاصل کر لی ہیں اور انہیں ایسے سبز باغ دکھائے ہیں کہ وہ اُن کے جال میں پھنس گئے ہیں۔

"مارٹن البسرٹو تنہا نہیں ہے بلکہ وہ ایک عظیم الشان تنظیم کا رکن ہے اور یہ تنظیم اس نئی دنیا کے ایک ایک چپے پر اپنا اقتدار چاہتی ہے اور اس کے لیے مصروف عمل ہے وہ کسی ایسے گم نام گوشے کی تلاش میں ہے جہاں ترقی یافتہ ممالک کی نگاہیں نہ پہنچنے پائیں اور اُن کی سائنسی ایجادات اس تنظیم کے ہیڈ کوارٹر کا سراغ نہ لگا سکیں۔ چنانچہ انہوں نے سامونوں کو حاصل کیا اور ہمارے دشمن اُن تک پہنچ گئے ہمارے دشمنوں نے اُنہیں سامون دنیا کے بارے میں بتایا اور وہ لوگ اس بات پر متفق ہو گئے کہ سامونوں کے اشتراک سے وہ اس پراسرار دنیا میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کر کے ساری دنیا پر اقتدار حاصل کرنے کے لیے کارروائیاں کر سکیں گے سامونوں نے اُنہیں پیش کش کر دی ہے کہ وہ یہ پراسرار دنیا اُن کے حوالے کر دیں گے لیکن اس کے عوض اُنہیں باقی سامونوں کو پکڑنا ہوگا! جو سارا پروگرام درہم برہم کر سکتے ہیں۔

"مارٹن البسرٹو کو ہمارے بارے میں مکمل تفصیلات بتا دی گئی ہیں اور نہ صرف وہ بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں اس تنظیم کے

افراد اُن سامونوں کو پکڑ پکڑ کر جمع کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں جو یہاں آ کر منتشر ہو گئے ہیں۔ اس کے لیے انہوں نے نہ جانے کیا کارروائی کی ہے اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا لیکن بہرحال وہ اپنی کوششوں میں برابر مصروف ہیں اور ہمارے دشمن اُن کے ساتھ مکمل تعاون کر رہے ہیں مارٹن البسرٹو نے یہ تمام تفصیل مجھے بتائی اور پھر مجھ پر شدید تشدد کیا گیا۔ وہ مجھ سے یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ گومین تھوساس گاگی بادروی مین کہاں ملیں گے۔

"میری بدقسمتی تھی مسٹر گازالی کہ چند ہی روز قبل میری ذہنی گفتگو تھوساس سے ہوئی تھی اور تھوساس نے مجھے کچھ ایسے اشارے دیے تھے جن کی بنا پر میں اُس سے ملاقات کر سکتا تھا۔ میں اس سے ملنے کے لیے منصوبہ بندیاں کر ہی رہا تھا کہ مارٹن البسرٹو کے شکنجے میں آ گیا اور اس بدبخت نے میرے ذہن سے کم از کم تھوساس کا پتا معلوم کر لیا۔ آہ مجھے یاد آتا ہے کہ شدید اذیت اور ذہنی اضطراب کے عالم میں، میں نے اسے تھوساس کے بارے میں بتا دیا تھا ہاں میں نے اسے تھوساس کے بارے میں بتا دیا تھا ممکن ہے بدنصیب تھوساس صرف میری وجہ سے اُس کے قبضے میں پہنچ چکا ہو۔"

لیبوس گفتگو کر رہا تھا اور میرے بدن میں خون کی روانی رک گئی تھی۔ جو کچھ میں نے سنا تھا وہ میرے لیے پراسرار کہانی ہی ہو سکتی تھی اس سے زیادہ میں اور کیا سوچتا۔ درحقیقت قصے اور کہانیوں ہی کی باتیں تھیں۔ زراعت کے ایک طالب علم نے اپنے آپ کو ایسے واقعات میں کبھی کہاں ملوث پایا ہوگا مگر یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ میرے سامنے تھا۔ اب تک کے واقعات ایک کہانی ہی تو تھے اور یہ کہانی میں لاتعداد بار اپنے ذہن میں دہرا چکا تھا بھائیوں کی بے مروتی اور بھابھیوں کی حماقت نے ایک سیدھے سادے شخص کو نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا اپنی ذات پر گزرے ہوئے واقعات پر غور کرتا تو یہ سچ ایک دلچسپ کہانی ہی سامنے آ جاتی تھی اور آج اس کہانی نے ایک نیا موڑ اختیار کیا تھا۔

ویلینی یا گوشائی نے مجھے ایک مشن سونپا تھا اور میں اُس سے وعدہ کر کے اپنا مستقبل قربان کر چکا تھا لیکن اب بات ایک ایسی تنظیم کی آ جاتی تھی جو دنیا پر اپنا اقتدار حاصل کرنے کی خواہاں ہے اور اس کے لیے کسی گمنام گوشے میں بیٹھ کر تباہ کن تیاریاں کرنا چاہتی ہے یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ میں معمولی سا شخص اس تنظیم کے مقاصد کی راہ میں کس طرح حائل ہو سکتا تھا میرے کون سے رابطے تھے اس کا مجھے اندازہ تھا کسی بڑے شخص سے تو آج تک ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی۔ اپنی یہ کہانی لے کر منظر عام پر آتا تو کسی پاگل خانے میں بھیج دیا جاتا لیکن ان حقیقتوں کو کیسے نظر انداز کر سکتا تھا جو سامنے آتی جا رہی تھیں۔

لیبوس مسلسل اپنی کہانی سنائے جا رہا تھا لیکن میرا ذہن ہوا میں اڑ رہا تھا۔ ہونا تو یہی چاہیے کہ میں اپنی آئندہ جدوجہد ترک کر کے واپس اپنے وطن چلا جاؤں۔ حسن صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں اور اپنی آئندہ زندگی کے لیے نئے سرے سے جدوجہد شروع کر دوں لیکن اب جس دلدل میں پھنس چکا تھا کیا اُس سے نکلنا آسان ہوگا؟ کیا گوشائی مجھے چھوڑ دے گی۔ لیبوس، سمبو تورا ڈروتن کار لبو، نہ جانے کون کون یہ تمام لوگ میرے اردگرد بکھر گئے تھے اور اب نہ چاہنے کے باوجود مجھے ان کے لیے کام کرنا ہی تھا

لیکن جو کام میں نے اپنے لیے قبول کیا تھا کیا میں اس کے "الف" تک بھی پہنچ سکوں گا؟ اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ البتہ اپنی انا اپنے وقار کو زندہ رکھنے کے لیے صرف اتنا کیا جاسکتا تھا کہ اپنی زندگی قربان کردوں اور وعدہ شکنی کا مرتکب نہ قرار پاؤں۔

لیبوس کہہ رہا تھا۔ "تھوساس نے مجھ سے ذہنی رابطہ کرنے کے بعد بے پناہ مسرت کا اظہار کیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس وقت بیس سامون اس کے پاس جمع ہو چکے ہیں اور اس نے انھیں مکمل تحفظ دیا ہے۔ ان بیس سامونوں کو یکجا کرنے کے لیے اسے بہت کچھ کرنا پڑا ہے لیکن ابھی تک وہ کسی سربراہ سے ملاقات کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا۔ پہلی بار اسے میرے بارے میں علم ہوا۔ کاش میں اس سے ملاقات کرلیتا لیکن اب یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ مارٹن ایسٹرو نے اس کے بارے میں مجھ سے معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے یقیناً اپنے جال میں پھانس لیا ہوگا۔"

میں نے خود کو سنبھال کر لیبوس سے پوچھا "لیکن لیبوس مارٹن ایسٹرو یا تنظیم کے دوسرے افراد کو یہ بات کیسے معلوم ہوتی ہے کہ کون سامون ہے۔؟"

"عام حالات میں یہ ممکن نہیں ہے مسٹر گازالی لیکن میں نے آپ کو بتایا ہے کہ ہمارے ہم وطن، ہمارے دشمن ان لوگوں سے آملے ہیں اور آپ کے ذہین لوگ ہمارے دشمنوں کے لیے ہمارے ذہنی رابطے تلاش کرتے ہیں اور درمیان میں دخل اندازی کرکے یہ معلوم کرلیتے ہیں کہ ہم کہاں موجود ہیں۔ یقیناً تنظیم کے افراد انھیں لوگوں کی مدد سے ہم تک پہنچتے ہیں۔"

"اوہ ہاں، یہ بات میرے ذہن میں نہیں آئی تھی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا پھر میں نے پوچھا "کیا تم نے دوبارہ تھوساس سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے لیبوس۔"

"ابھی تک نہیں۔"

"اس بات کے امکانات کو نظر انداز تو نہیں کیا جاسکتا لیبوس، کہ ممکن ہے تھوساس ایسٹرو کے قبضے میں نہ آیا ہو۔" لیبوس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"کیوں ڈوئن تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ہاں امکانات تو ہیں۔"

"تھوساس کے ساتھ کم از کم بیس سامون ہیں جن کے بارے میں اس نے خود بتایا تھا۔ سامون اتنے احمق بھی نہیں ہیں کہ آسانی سے قابو میں آجائیں۔"

"ممکن ہے ایسا نہ ہوا ہو۔ لیکن وقت کافی گذر چکا ہے اور۔ اور کمبخت اسٹیل ہینڈ کو بہت پہلے اس بارے میں معلوم ہوچکا ہے۔"

"تو کیا اس سے رابطہ نہیں قائم کیا جاسکتا۔؟"

"ان حالات میں یہ بے حد خطرناک ہوگا گازالی۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ۔" دفعتاً سمبوتورا خاموش ہوگیا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی خاص بات اس کے ذہن میں آئی ہو۔ ہم سب سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد سمبوتورا نے کہا۔ "لیکن اس دوران تو ہم لوگ بھی ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرتے رہے ہیں اگر ان لوگوں کے پاس اتنے عمدہ ذرائع ہوتے تو وہ ہم تک بھی پہنچ سکتے تھے۔"

"سو فیصدی۔" میں نے سمبوتورا کی تائید کی۔

ڈوئن کاربو اور لیبوس خاموشی سے غور کر رہے تھے تب لیبوس نے کہا۔ "اگر آپ لوگوں کی رائے ہو تو میں تھوساس سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں۔؟"

"تھوساس نے تم سے ملاقات کی خواہش بھی کی ہوگی لیبوس۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔!"

"اپنا پتا بھی بتایا ہوگا اس نے۔"

"ہاں، وہ فرانس کے ایک دیہات میں رہتا ہے۔ بشرطیکہ اب بھی وہاں موجود ہو۔"

"پتا۔؟"

"میڈولیستا بروجر پوائنٹ۔"

"یہی پتا تم نے ایسٹرو کو بتایا تھا۔؟"

"ہاں۔!"

"تب پھر گازالی، ہمیں خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم فرانس کے اس دیہات تک جاسکتے ہیں اور وہاں تھوساس کو تلاش کرسکتے ہیں۔" ڈوئن کاربو نے کہا۔ اس کا انداز فیصلہ کن تھا۔ میں نے بھی اختلاف نہیں کیا تھا۔ درحقیقت لندن سے فرانس کا سفر مشکل بھی نہیں تھا اور ہم بآسانی اس کا انتظام کرسکتے تھے۔

لیبوس کے ساتھ بہت دیر تک نشست رہی اور ہم اسی موضوع پر بات کرتے رہے۔ میرے ذہن سے اب تمام تجسس ختم ہوگیا تھا۔ حالات کافی حد تک سامنے آچکے تھے اور اب ان سے کچھ پوچھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔

میں نے خود بھی بہت سے اندازے قائم کرلیے تھے اور اب ان لوگوں سے کچھ پوچھنا چھوڑ دیا تھا۔

لیبوس کا اب ڈاکٹر جے موڈگر کے پاس کوئی کام نہیں تھا اس لیے اسے بھی یہیں رکھنے کا فیصلہ کیا گیا، اور جب کافی رات گذر گئی تو میں نے ان لوگوں سے اجازت طلب کرلی۔ اپنے کمرے میں آکر میں نے پہلے غسل کیا اور پھر بستر پر دراز ہوگیا۔ ان لوگوں کی باتیں ذہن میں گردش کرنے لگیں۔ ایک بار پھر عجیب سے احساسات کا شکار ہوگیا تھا۔ جو کچھ لیبوس نے بتایا تھا وہ بے حد سنسنی خیز تھا۔ ایک ناقابل یقین داستان محسوس ہوتی تھیں یہ باتیں۔ ایک ایسی بین الاقوامی تنظیم سامونوں کے پیچھے تھی جو دنیا پر حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی اس نے چند سامونوں سے رابطہ قائم کیا تھا اور ان کی مدد کا وعدہ کرلیا تھا تاکہ انھیں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے جگہ مل سکے۔ اور ان کے مقابلے پر کون تھا۔ چند کمزور سامون، اور ان کا مرکز نگاہ میں۔ ایک معمولی سا دیہاتی جس کے وسائل کچھ بھی نہ تھے۔ خود پر ہنسی آتی تھی اپنی اصلیت جاننے کے باوجود نہ جانے کیوں ان معاملات سے کنارہ کش ہونے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ ممکن ہے سامونوں نے میرے ذہن کو جکڑ لیا ہو اور میں لاشعوری طور پر ان کے لیے کام کرنے پر مجبور ہوں۔ ذہن پر زور دینے کا مطلب تھا کہ الجھنوں کا شکار ہوجاؤں اور اب اس کی تاب نہیں تھی۔ چنانچہ سونے کی ٹھان لی، سو جانا اب میرے لیے مشکل نہیں تھا چنانچہ سوگیا۔

دوسری صبح دیر سے جاگا تھا۔ ڈوئن کاربو نے عورت ہونے کا ثبوت دیا تھا اور ناشتا تیار کرلیا تھا وہ سب میرا انتظار کر رہے تھے۔ سمبوتورا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ایک دلچسپ واقعہ پیش آچکا ہے۔؟"

"خیریت۔؟"

"ہاں خیریت ہے۔ صبح پونے سات بجے ہیلن موڈگر نے دروازے کی بیل بجائی تھی۔"

"اوہ میرے خدا۔ میں نے تو اسے منع کیا تھا۔"

"لیکن وہ آگئی۔ تم سے ملنا چاہتی تھی۔ ڈوئن دروازہ کھولنے جارہی تھی۔ میں نے احتیاطاً اسے منع کردیا لیکن یہ بات میرے ذہن میں بھی نہیں تھی کہ وہ ہیلن ہوگی۔"

"پھر۔؟"

"احتیاط کے پیش نگاہ اس وقت آئی تھی تاکہ کوئی اسے دیکھ نہ سکے۔ میں نے اسے اندر نہیں آنے دیا ورنہ وہ ڈوئن کو ضرور دیکھ لیتی اور شاید ہمیں اس فلیٹ سے ہاتھ دھونے پڑتے۔"

"کیا کہہ کر ٹالا تم نے اسے۔؟"

"یہی کہ تم فلیٹ پر موجود نہیں ہو۔ تمہارے دشمنوں کو شبہ ہوگیا ہے اس لیے تم کہیں اور روپوش ہوگئے ہو۔ میں نے اس سے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر وہ تمہاری دوست ہے تو دوبارہ ادھر کا رُخ نہ کرے ورنہ تم خطرے میں پڑ جاؤ گے۔"

"گڈ۔؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

ناشتا تیار تھا۔ ہم سب ناشتے کے لیے جمع ہوگئے اور گفتگو ہونے لگی سب سنجیدہ تھے۔ لیبوس نے کہا۔ "ہم نے کافی غور کیا ہے اور یہی فیصلہ مناسب ہے کہ ہم تھوساس سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کے بجائے خود میڈولیستا چلیں اور وہاں جاکر جائزہ لیں کہ کیا تھوساس وہاں موجود ہے یا پھر وہ ایسٹرو کے قبضے میں آچکا ہے ویسے اس دوران آپ نے بھی غور کیا ہوگا مسٹر گازالی کیا یہ مناسب ہوگا۔؟"

"مجھے آپ لوگوں سے اختلاف نہیں ہے۔" میں نے کہا اور ہمارے درمیان ضروری امور طے ہوگئے۔ یہ آخری فیصلہ کرلیا گیا تھا کہ اب تھوساس کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔ میرا ڈاکٹر جے موڈگر سے ملنا ضروری تھا۔ چنانچہ ان لوگوں سے اجازت لے کر میں ڈاکٹر جے موڈگر کی جانب چل پڑا۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت اس سے اس کے کلینک ہی میں ملاقات ہوسکتی ہے۔ البتہ کلینک پہنچ کر مجھے ڈاکٹر جے موڈگر سے ملاقات کا انتظار کرنا پڑا۔

مجھے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ "خیریت۔؟"

"ایک اطلاع دینے حاضر ہوا ہوں ڈاکٹر موڈگر۔ میں اور میرے تمام ساتھی فرانس جارہے ہیں۔ اور ممکن ہے وہاں ہمیں کافی وقت صرف کرنا پڑجائے۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ آپ کو اطلاع دینا ضروری تھا۔ ویسے بھی یہ مناسب ہے کہ آپ اپنے طور اپنا کام جاری رکھیں۔ اور ہم اپنا کام کرتے رہیں۔"

ڈاکٹر جے موڈگر نے شانے ہلائے۔ اور مسکراتا ہوا بولا۔ "بلاشبہ۔ ویسے بھی میں تمہارے کام میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ کیونکہ تم جسے کام کہتے ہو، اس کے بارے میں مجھے کچھ بھی نہیں معلوم۔ تاہم میری مصروفیات مجھے اس کی اجازت بھی نہ دیتیں۔ بہتر یہی ہے کہ مجھے صرف گومین کے سلسلے میں مصروف رہنے دو۔"

مزید چند رسمی الفاظ کے بعد میں ڈاکٹر موڈگر سے رخصت ہوگیا۔ ہیلن موڈگر کو بھی اطلاع دینا ضروری تھا۔ اخلاقیات کا معاملہ تھا۔ یہ لوگ ہمارے بہترین معاون

رہے تھے۔ اس لیے ان اخلاقیات کی پابندی بہت ضروری تھی، لیکن ہیلن مورگر کو میں نے صرف ٹیلی فون پر اطلاع دے دی تھی۔ اس نے پریشان لہجے میں مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں فلیٹ پر واپس نہیں گیا۔ اور میں نے انکار کر دیا

اب فرانس تک جانے کا مسئلہ تھا۔ یہ مسئلہ بہت زیادہ پریشان کن نہیں تھا اسی لیے تھوڑی سی تگ و دو کے بعد دوسرے دن ہم لوگ مختلف ہیئتوں اور مختلف کاغذات کے تحت فرانس کی جانب سفر کرنے کے لیے تیار تھے۔ سفر کے لیے سمندری راستے کا انتخاب کیا گیا تھا۔ ڈوور کی بندرگاہ سے اسٹیمر ڈنکرک کی جانب سفر کرتے رہتے تھے۔ اور یہی سب سے بہتر اور محفوظ راستہ تھا۔ اس میں کسی بات کا خدشہ نہیں تھا۔ بہت غور و خوض کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا تھا۔

جب شام کی دھندلاہٹیں رات کی کجلاہٹوں میں تبدیل ہوئیں تو ہمارا اسٹیمر تاریکی میں اور دبار انگلستان کی سرد اور بپھری ہوئی موجوں کو چیرتا ہوا فرانس کی بندرگاہ ڈنکرک کی جانب چل پڑا۔ انگلستان کے ساحل پر ڈوور کی مشہور زمانہ سفید چٹانیں رات کی تاریکی میں مٹیالی لگ رہی تھیں۔ چٹانوں کے پہلو میں شہر کا قدیم قلعہ برقی روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ قلعے کی سنگلاخ دیواروں سے پھوٹتی ہوئی ہلکی روشنی ایک پراسرار سی خوبصورتی پیدا کر رہی تھی۔

میں بقیہ افراد سے الگ تھلگ ایک آوارہ گرد سیاح کی حیثیت سے اسٹیمر کے عرشے کے ایک حصے میں بیٹھا ہوا ان مناظر کو دیکھ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ سفید چٹانیں مکمل تاریکی میں ڈوب گئیں۔ عرشہ ویران پڑا تھا، فضا میں خنکی محسوس ہو رہی تھی۔ اور سمندر کی نم آلود تند ہواؤں سے بچاؤ کے لیے اسٹیمر کی نچلی منزل میں قہوہ خانہ آباد تھا۔ میں اس ویران ماحول سے اکتا کر خود بھی قہوہ خانے میں پہنچ گیا۔ جہاں کافی رش تھا۔ اس جگہ لہروں کے شور کے بجائے انسانی آوازوں کا شور تھا۔ بے شمار سر پھرے میزوں پر بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ میں نے ایک گوشے میں ڈوئن کاربو کو بھی دیکھا، جس کے چہرے میں اب ہلکی سی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن ہم لوگوں نے طے کر لیا تھا کہ ایک دوسرے کی جانب متوجہ ہونے کی کوشش نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس نے بھی میری جانب توجہ نہیں دی۔ میں نے اپنے لیے کافی طلب کر لی جسے کھڑے ہو کر ہی پینا تھا۔

میرے نزدیک ہی ایک بنچ پر کوئی مسافر اپنا اونی کوٹ اوڑھے بڑے اطمینان سے ٹانگیں پھیلائے سو رہا تھا۔ اگر وہ اپنی ٹانگیں سمیٹ لے تو مجھے بیٹھنے کی جگہ مل سکتی ہے۔ میں نے سوچا لیکن اگر میں نے اس سے یہ درخواست کی تو اس کی نیند خراب ہو گی۔ ویسے یہ جگہ سونے کے لیے نہیں تھی۔ کافی دیر تک میں کھڑا رہا۔ سوچ رہا تھا کہ اس طرح کھڑے کھڑے رات تو نہیں گذر سکے گی۔ جب میں نے اس کے پاؤں ہٹا کر تھوڑی سی جگہ میں بیٹھنا چاہا تو اس نے جلدی سے اپنا کوٹ چہرے سے ہٹا دیا اور میں حیران رہ گیا۔ مدہم روشنی میں مجھے ایک نوجوان لڑکی کا چہرہ نظر آیا تھا جس کے بال لڑکوں کی طرز پر چھوٹے چھوٹے کٹے ہوئے تھے۔ شکل و صورت اچھی خاصی تھی۔ اور اس میں معصومیت شامل تھی۔ اس نے ایک قہر بھری نگاہ مجھ پر ڈالی۔ اور پھر دوبارہ کوٹ چہرے پر برابر کر لیا۔ اصولاً مجھے اس بنچ پر سے ہٹ جانا چاہیے تھا لیکن پھر وہی مسئلہ درپیش آ جاتا۔ اب جبکہ میں نے اس کی نیند خراب کر ہی دی تھی تو اس بنچ سے اٹھنا بے معنی تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ میں کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہا تھا جو اب ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ غالباً نیند ٹوٹ جانے کی وجہ سے وہ لڑکی بھی بے چین ہو گئی تھی۔ ایک بار پھر اس نے چہرے پر سے کوٹ ہٹایا۔ میری طرف دیکھا اور پھر دونوں ٹانگیں سمیٹ کر کرسی سے ہٹا لیں۔

"بے حد شکریہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کے چہرے کی تلخی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"آپ فرانس جا رہی ہیں۔؟"

"جی نہیں۔ چین جا رہی ہوں۔" وہ جھلائے ہوئے لہجے میں بولی اور اس کے جواب پر مجھے ہنسی آ گئی "لیکن اسٹیمر تو صرف فرانس تک جا رہا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس نے غصے سے اپنا کوٹ پھر چہرے پر ڈال لیا۔ اس سے زیادہ اس شریف لڑکی کو پریشان کرنا غیر اخلاقی تھی۔ اور پھر چند گھنٹے ہی تو گذارنے تھے۔ اسٹیمر کے ہلکے ہلکے ہچکولے نیند کو شدت سے قریب کر دیتے لیکن میرے لیے یہ رات سونے کی رات نہیں تھی۔

ڈوئن کاربو تھوڑی دیر کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ لیکن میں نے بقیہ وقت وہیں بیٹھے بیٹھے گذارا۔ پھر جب صبح کے آثار نمودار ہوئے تو میں عرشے پر آ گیا۔ ادھر ادھر پھیلا ہوا سمندر جو رات کو ایک دیو کی طرح چنگھاڑ رہا تھا، اب ایک وسیع سرمئی صحرا کی طرح خاموش

اور پرسکون تھا۔ دور افق پر ایک لکی سی لکیر ابھر رہی تھی۔ یہ فرانس تھا۔ آہستہ آہستہ فاصلے کم ہوتے گئے۔ اور اس کے بعد اسٹیمر فرانس کی بندرگاہ سے جا لگا۔ لوگ اسٹیمر سے نیچے اترتے رہے۔ [illegible] سب کچھ معمول کے [illegible] منزل کے لیے سرگرداں ہو گئے تھے۔ بندرگاہ سے نکل کر میں اپنے لیے سب سے پہلے کوئی ٹھکانہ منتخب کر رہا تھا۔ پروگرام کے مطابق کسی ایسے ہوٹل کی تلاش شروع ہو گئی، جو ہماری حیثیت کے مطابق ہو۔ یعنی سستا اور گندہ۔ اپنے آپ کو دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ نمایاں نہ ہوا جائے۔ ایسا ایک ہوٹل ہمیں بندرگاہ ہی کے علاقے میں مل گیا۔ اور اس کی چوتھی منزل پر برابر کے تین کمرے بھی۔ جس میں سے ایک میں نے اپنے لیے منتخب کیا۔ دوسرا ڈوئن کاربو نے اپنے لیے اور تیسرے کمرے میں لیبوس، سمبو تورا کے ساتھ مقیم ہو گیا۔ ناشتا بھی الگ الگ ہی کیا گیا تھا۔ اور اس کے بعد سونے کی ٹھانی گئی۔ بہت زیادہ جلد بازی بھی مناسب نہیں تھی۔

جاگے تو دوپہر کے پونے دو بج چکے تھے۔ آنتیں فریاد کر رہی تھیں۔ کیونکہ ناشتا بھی ہلکا کیا تھا۔ میں نے ڈوئن کاربو کے دروازے پر دستک دی تو اس نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اور مجھے دیکھ کر مسکرا دی۔ "کھانا کھا لیا؟"

"ابھی تو جاگا ہوں۔"

"سو تو میں بھی رہی تھی۔ لیکن پیٹ نے جلدی جگا دیا۔ تمہارے لیے کھانا یہیں منگوا لوں۔؟"

"ہاں۔ حالات پرسکون معلوم ہوتے ہیں۔ ان دونوں کی کیا پوزیشن ہے۔؟"

"کھانا کھا چکے ہیں۔" ڈوئن کاربو نے کہا۔ اور اپنے کمرے سے باہر نکل گئی۔ صرف میں ہی دیر تک سویا تھا۔ ممکن ہے رات کو ان لوگوں نے تھوڑی بہت نیند پوری کر لی ہو۔ جبکہ میں ساری رات ہی جاگتا رہا تھا۔ لیکن بہرطور اب طبیعت پر گرانی نہیں تھی۔ ڈوئن کاربو کا منگوایا ہوا کھانا کھانے کے بعد میں نے اس سے کہا کہ لیبوس اور سمبو تورا کو بھی یہیں بلا لے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہماری محفل جم گئی کیونکہ اب ہمیں آئندہ کا پروگرام ترتیب دینا تھا۔

"میڈ ولیستا تک کے سفر کا طریقہ کار معلوم کرنا ہو گا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم سب وہاں جائیں گے۔"

"تو پھر کیا یہاں بھی تم تنہا ہی کام کرنا چاہتے ہو گازالی!" سمبو تورا نے سوال کیا۔

"تنہا کام کرنے کا مجھے شوق نہیں ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ ہم مارٹن ایسٹرو کی طرف سے بہت محتاط ہیں۔ ہمیں یکجا تو ہونا ہی نہیں چاہیے۔"

"تو پھر ہم منتشر ہو کر میڈ ولیستا چلیں گے لیکن ہمیں یکجا ہی رہنا ہو گا میرا مطلب ہے کسی بھی خطرے کے وقت۔"

"اگر میں اس سے تھوڑا سا اختلاف کروں تو کیا تمہیں ناگوار ہو گا سمبو تورا۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہم تو تمہاری رہنمائی میں اپنے راستوں پر چل رہے ہیں۔ کسی ناگواری کا کیا تصور کیا جا سکتا ہے۔"

"تو پھر مجھے اس کی اجازت دو کہ میں میڈ ولیستا جا کر ابتدائی حالات معلوم کر لوں۔ اور تم یہیں میرا انتظار کرو۔ تھوساس اگر میڈ ولیستا میں موجود ہے۔ اور ابھی تک مارٹن ایسٹرو اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکا ہے تو میں اس سے ملاقات نہیں کروں گا۔ صرف اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے تم لوگوں کو اطلاع دوں گا۔ اور پھر تمہارے ساتھ وہاں تک چلوں گا۔"

لیبوس نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ ڈوئن کاربو کی آنکھوں میں بھی مضطربانہ کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "لیکن اگر مارٹن ایسٹرو کے ہاتھ وہاں تک پہنچ گئے ہیں تو کیا تمہیں خطرہ نہیں پیش آ سکتا گازالی؟"

"اگر ایسی بات ہوئی تو میں تمام احتیاطی تدابیر نظر انداز کر کے تم لوگوں سے ذہنی رابطہ قائم کروں گا۔ اور تمہیں اپنی پوزیشن بتا دوں گا۔ اس وقت تم جس طرح بھی مناسب سمجھو میری مدد کرنا۔"

"اگر گازالی! اس بات کے لیے بضد ہیں تو یہی بہتر ہو گی۔ ٹھیک ہے مسٹر گازالی! آپ اپنا کام جاری رکھیں۔" سمبو تورا نے کہا۔ ہوٹل سے باہر نکلنے کے بعد میں نے مختلف ذرائع سے میڈ ولیستا کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ یہ چھوٹا سا دیہات فرانس سے تقریباً ستر کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ اور وہاں تک پہنچنے کے لیے مختلف ذرائع آمد و رفت موجود تھے۔

جب میں نے تمام معلومات حاصل کیں تو مجھ پر کچھ عجیب سی باتوں کا انکشاف ہوا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ لوگ میڈ ولیستا سے نفرت کرتے ہیں۔ اور بلاضرورت اس علاقے میں جانا پسند نہیں کرتے لیکن کسی ایک نے بھی

یہ بات نہیں بتائی تھی کہ ایسا کیوں ہے۔ مجھے تعجب ہوا۔ کم از کم اس سے قبل میں نے ایسے علاقے نہیں دیکھے تھے، جو دنیا کی جدید ترین مملکتوں میں شامل ہوں لیکن وہاں کی زندگی عجیب و غریب ہو۔ ددگ کی صورتحال ہی کیا کم تھی کہ اب یہ میڈولیستا بھی سامنے آگیا تھا۔ بہرطور وہاں آنے جانے پر پابندی نہیں تھی۔ تمام معلومات مکمل کرنے کے بعد میں نے ایک سیاح ہی کی حیثیت سے میڈولیستا کی جانب سفر کرنا مناسب سمجھا۔ اور اپنے اس ارادے سے اپنے بقیہ ساتھیوں کو آگاہ کردیا۔ وہ پہلے ہی اپنی منظوری دے چکے تھے۔

دوسرے دن میں میڈولیستا روانہ ہوگیا مین روڈ سے تقریباً دو کلومیٹر کے فاصلے پر میڈولیستا آباد تھا۔ راستے میں کئی زرعی فارم اور کیٹل ہاؤس نظر آئے لیکن دیہات تک کا سفر مجھے پیدل ہی طے کرنا پڑا تھا۔ اس آبادی کی کیفیت ددگ جیسی نہیں تھی۔ دیہات کے مشرقی سرے پر آوارہ گردوں کے لیے ایک کیمپنگ بنائی گئی تھی، جہاں چھوٹے چھوٹے خیمے اور لکڑی کے کیبن بنے ہوئے نظر آرہے تھے۔ میں نے اس جگہ کو اپنے لیے پسند کیا۔ کیمپنگ میں ایک ہوٹل بھی نظر آیا جو یہاں کا واحد ہوٹل تھا لیکن اس ہوٹل میں صرف کھانے پینے کی اشیاء دستیاب ہوسکتی تھیں قیام کا یہاں کوئی انتظام نہیں تھا۔ قیام کے لیے کیمپنگ ہی میں خیمے دستیاب ہوجاتے تھے۔ اس سے اچھی جگہ میرے لیے کوئی اور نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ آبادی میں داخل ہونا فوری طور پر خطرناک بھی ہوسکتا تھا۔ میں نے معلومات حاصل کیں اور ایک خیمہ اپنے لیے مخصوص کرلیا۔

پتا چلا کہ یہاں حشیش اور دوسری نشہ آور ادویات یکسانی دستیاب ہوجاتی ہیں۔ باہر سے آئے ہوئے آوارہ گرد یہاں منشیات کی خرید و فروخت بھی کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات انھیں خاصا منافع مل جاتا ہے۔ خیمے میں آئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ ایک شریف آدمی نے خیمے کا پردہ اٹھا کر اندر جھانکا اور مجھ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ دُبلا پتلا سا آدمی تھا۔ چہرے سے ہی بے وقوف لگتا تھا۔ وہ احمقوں کی طرح منہ کھول کر کھڑا ہوگیا۔ میں کڑی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں کہو کیا بات ہے۔؟" میں نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"اوہ لارڈ اگر آپ کچھ لائے ہیں تو اس کی نکاسی کے لیے مورگن سے مناسب آدمی آپ کو اور کوئی نہیں ملے گا۔ یا پھر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے تو یہ بھی مورگن ہی کو بتائیے۔"

اگر مجھے یہاں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل نہ ہوجاتیں تو اس کے ان الفاظ پر مجھے حیرت ہوتی لیکن میں سمجھ گیا تھا کہ یہ نشہ آور ادویات کے سلسلے کا دریسا آدمی ہے یعنی بروکر۔ میں نے اپنا رویہ تبدیل کرلیا اور آہستہ سے بولا۔ "نہیں نہ میں کچھ لایا ہوں اور نہ کچھ درکار ہے۔ تمہارا بے حد شکریہ۔"

"اوہ۔" اس نے مایوسی سے ہونٹ سکیڑے، چند لمحات تک گردن جھکائے سوچتا رہا۔ پھر اسی انداز میں واپس چلا گیا۔ میں خیمے کے دروازے سے باہر نکل آیا تھا۔ دور تک میں نے اس شخص کو جاتے ہوئے دیکھا۔ اور جب نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تو واپس خیمے میں آگیا۔ جس بیڑا اٹھا کر آیا تھا، اس کی تکمیل میں دیر نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ باہر نکل آیا۔ منشیات کے عادی زندگی کی بدترین سانسیں بسر کررہے تھے۔ زرد چہرے ویران آنکھیں جو نشے میں ڈوبنے کے بعد زندگی پاتی ہیں۔ عورتیں، مرد، خوبصورت نوجوان لڑکیاں۔ سب ہی تھے۔ میں اس ہوٹل کی جانب بڑھ گیا جو تھوڑے ہی فاصلے پر نظر آرہا تھا پیٹ کی ضروریات اسی جگہ سے پوری کی جاسکتی تھیں ہوٹل کے دروازے پر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک خوبصورت بوٹے سے قد کی لڑکی اندر سے نکلتی ہوئی نظر آئی۔ مجھے کرنٹ سا لگا تھا۔ میری یادداشت ابھی اتنی کمزور نہیں کہ میں اُسے نہ پہچان سکتا۔ یہ اسٹیمر کی میری ہمسفر وہی لڑکی تھی جس نے اپنے چین جانے کا اعلان کیا تھا۔ شاید اس نے بھی میرا چہرہ بغور دیکھ لیا تھا۔ اور اس کی ٹھٹکنے کی وجہ یہی تھی۔

"تم۔" اس نے کہا اور پھر خود بخود ہی مسکرا دی۔

"آپ چین نہیں گئیں مس!" میں نے بھی مسکرا کر سوال کیا۔

"ہوں۔ تو تم بھی مجھے پہچان گئے۔"

"ہاں۔ حالانکہ آپ کی آنکھوں میں نیند تھی جبکہ میں طرح جاگ رہا تھا۔ آپ کو میرا چہرہ یاد کیسے رہ گیا۔"

"جن لوگوں پر مجھے غصہ آتا ہے ان کے چہرے میں کبھی نہیں بھولتی۔"

"تب تو آپ بیحد خطرناک ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کچھ لوگ باہر سے اندر داخل ہوتے ہوئے نظر آئے تو اس نے بے تکلفی سے میرا بازو پکڑا۔ اور ایک طرف ہٹ کر انھیں جانے کا راستہ دے دیا، پھر بولی۔ "تو تم یہاں

تھے مگر کیوں۔؟"

"یہاں بے شمار افراد نظر آرہے ہیں۔ کیا ان سب نے بتا دیا ہے کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں۔"

"بدلہ لے رہے ہو مجھ سے۔ لیکن اس وقت میں نیند میں تھی۔ آؤ، غالباً پیٹ کی آگ بجھانے آئے ہو۔"

"ہاں۔" میں نے کہا اور وہ مجھے اسی بے تکلفی سے لیے ہوئے ہال میں داخل ہوگئی۔ ہال پوری طرح بھرا ہوا تھا۔ اور یہاں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ کھانے کا وقت تھا۔ اس لیے چاروں طرف ویٹر پھرتی سے آجارہے تھے۔ اور کھانے پینے کی اشیاء میزوں پر پہنچا رہے تھے۔ میں نے مایوسانہ نگاہ چاروں طرف ڈالی۔ جو لوگ ابھی ابھی اندر داخل ہوئے تھے، وہ بھی ایک سمت کھڑے ہوئے بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کررہے تھے لیکن جگہ کا نام و نشان نہیں تھا۔ لڑکی البتہ ہال میں نہ رکی۔ بلکہ وہ ہال کی بغلی سمت ایک چھوٹی سی راہداری کی جانب بڑھ گئی، جس کے اختتام پر سیڑھیاں اوپر کی منزل کی طرف جاتی تھیں۔ میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ میرا خیال تھا کہ اوپر کی منزل میں بھی آنے والوں کے لیے میزیں پڑی ہوں گی لیکن وہ اس کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوگئی، جس کی دوسری جانب ایک خوبصورت سا کمرہ تھا، جہاں اعلیٰ قسم کا فرنیچر لگا ہوا تھا۔

"کیا مطلب۔ یہ ہوٹل میرا مطلب ہے یہ کمرہ؟"

"میرا بیڈروم ہے۔"

"یہاں رہتی ہو۔؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں یہ ہوٹل میرا ہی ہے۔"

"اوہ یہ معاملہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ایک جگہ بیٹھ گیا۔

"کھانا کھاؤ گے نا۔؟"

"کھاؤں گا تو سہی لیکن تمہارا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے ویسے کسی ہوٹل کی مالک کو اتنا پُراخلاق پہلے ہی دیکھا ہے جو اپنے معزز گاہکوں کے لیے ...."

"دیکھو میں فضول باتیں پسند نہیں کرتی۔ میں تمہیں گاہک سمجھ کر نہیں بلکہ شناسا سمجھ کر لائی ہوں۔ دراصل جب میں نے دن کی روشنی میں اپنے رات کے رویے پر غور کیا تو مجھے افسوس ہوا مجھے تمہیں جگہ دینی چاہیے تھی۔ اس کے بجائے میں تلخ الفاظ کہہ کر دوبارہ سوگئی۔ میں نے کئی بار تمہارے بارے میں سوچا تھا۔"

"تب پھر اس احساس کے لیے مزید شکریہ۔"

"میرا نام سوئیٹر ہے۔" اس نے کہا۔

"مجھے تم غزالی کے نام سے پکار سکتی ہو۔ ایشیائی باشندہ ہوں۔ نام سے ہی اندازہ ہوگیا ہوگا۔"

"ہاں۔ چہرے سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد میرے لیے کھانا آگیا۔

"شاید تم کہیں جارہی تھیں۔؟"

"نہیں کہیں نہیں۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ کھانے سے فارغ ہوکر باہر نکلی تھی۔ بس یونہی چہل قدمی کا ارادہ تھا کہ تم نظر آگئے۔"

"گڈ۔ ویسے مس سوئیٹر! کیا آپ تنہا اس ہوٹل کو چلاتی ہیں؟"

"نہیں۔ میں کسی ہوٹل ووٹل کو نہیں چلاتی بلکہ ہوٹل کی دیکھ بھال میرے ڈیڈی کرتے ہیں۔"

"لیکن تم تو لندن سے؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا، اور خاموش ہوگیا۔

"ہاں جاتی رہتی ہوں۔ میرے خاندان کے لوگ وہیں ہیں۔ دراصل میری ماں انگریز تھی اور باپ فرانسیسی۔"

"تھی۔؟"

"ہاں۔ مرچکی ہے۔" اس کے لہجے میں کوئی تاسف نہیں تھا۔ میں اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

"لندن میں۔..."

"ہاں۔ وہاں میری خالہ رہتی ہے، جو مجھے شاید ماں سے زیادہ چاہتی ہے۔ لیکن ڈیڈی بھی میرے بغیر اداس ہو جاتے ہیں۔ یہاں اس چھوٹی سی جگہ میرا دل بالکل نہیں لگتا۔ گھبرا جاتی ہوں تو لندن چلی جاتی ہوں۔ یا پھر پیرس۔ لیکن پیرس کا ایک ایک چپہ میں دیکھ چکی ہوں۔ اس لیے اب مجھے پیرس میں بھی کوئی دلچسپی نہیں محسوس ہوتی۔ ویسے تم یہاں کس لیے آئے ہو۔؟"

"سیاحت صرف سیاحت۔"

"میرا کچھ اور خیال ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"کیا۔؟"

"یہاں خاص طور سے میڈولیستا کی جانب جو لوگ سفر کرتے ہیں وہ منشیات کے بیوپاری ہوتے ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ پورے فرانس میں یہاں سے سستی منشیات کہیں نہیں ملتیں۔"

میں مسکرا کر خاموش ہوگیا تھا۔ کافی دیر تک وہ مجھ سے

باتیں کرتی رہی۔ اور پھر جب میں اٹھا تو کہنے لگی۔ "اگر تم کبھی چاہو تو مجھ سے مل سکتے ہو۔ مجھے تمہاری شخصیت پسند آئی ہے۔"

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ مجھے ہوٹل کے دروازے تک چھوڑنے آئی۔ بہر حال ایک رابطہ ہوگیا تھا اس سے اور میں اسے غنیمت سمجھتا تھا۔ رات کے کھانے کے لیے جب ہوٹل میں داخل ہوا تو وہ مجھے ایک میز پر نظر آئی۔ لیکن اسی میز پر ایک اور شخص بھی اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ جو طاقتور تن و توش کا مالک اور چہرے سے کسی قدر خطرناک نظر آرہا تھا۔ اس نے بھی مجھے دیکھ لیا۔ اور ہاتھ ہلا کر اسی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ گیا۔

"ہیلو غازالی! بیٹھو۔ یقیناً رات کا کھانا کھانے آئے ہو گے؟"

"ہاں۔ لیکن اس وقت تمہیں زحمت نہیں دوں گا۔ ورنہ تمہارا باپ قلاش ہو جائے گا۔"

"بیٹھو بیٹھو۔ میرا باپ اب اس قدر بھی مفلس نہیں۔ ان سے ملو یہ مسٹر پائپر ہیں۔ ایڈی پائپر۔ بہت بڑے آدمی ہیں اس علاقے کے۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"ہیلو۔" میں نے ایڈی پائپر کی آنکھوں میں جھانکا لیکن اس کی آنکھوں میں سرد مہری کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی نہیں آئی تھی۔ ہاتھ ملانا تو دور کی بات تھی۔ بہر طور میں بیٹھ گیا۔

ایڈی پائپر نے اپنی کرسی کھسکا کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "اب مجھے اجازت دو سوئیٹر! تم جانتی ہو کہ میں اجنبی لوگوں کے درمیان بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔"

"اوہ مسٹر پائپر۔ مسٹر پائپر۔ دراصل میں۔ یہ۔۔۔۔۔" سولیٹر نجانے کیوں گھبرا سی گئی۔ لیکن پائپر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر وہ کچھ کہے بغیر واپس چلا گیا۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے سوئیٹر کو دیکھا۔ ایک لمحے تک تو وہ کچھ مضطرب سی رہی۔ لیکن پھر اس نے شانے ہلائے اور گردن جھٹک کر میری طرف متوجہ ہوگئی۔

"غالباً مسٹر پائپر تم سے خصوصی انسیت رکھتے ہیں؟"

"ہونہہ۔ میں کس کی پروا کرتی ہوں۔ وہ کچھ بھی ہوں مجھے کیا؟"

"تم سے کس طرح کے تعلقات ہیں مسٹر پائپر کے؟"

"اب تم مجھے اس سلسلے میں بور کرو گے؟"

"نہیں سولیٹر پلیز! میں دوسری میز پر چلا جاتا ہوں۔ بس ایسے ہی تم نے ادھر بلا لیا تھا۔ ورنہ ضروری تو نہیں ہے کہ اتنی معمولی سی بات کا اتنا بڑا معاوضہ وصول کیا جائے۔ سوری ویری سوری!"

میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو اس نے میرے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ "ارے ارے اتنی سی بات پر اتنا ناراض ہونا کچھ اچھی بات نہیں بیٹھو میں نے تم سے تو کچھ نہیں کہا۔ دراصل اس شخص کی بداخلاقی نے میرا موڈ خراب کر دیا ہے بیٹھو پلیز بیٹھو۔ میں بور ہو رہی ہوں۔ ہمیشہ ہی بور ہوتی رہتی ہوں۔ آخر کروں بھی تو کیا؟" اس نے ویٹر کو اشارہ کیا۔ اور میں نے آہستہ سے کہا۔ "سوئیٹر! میں کھانے کا بل ادا کروں گا۔ ورنہ کھانا نہیں کھاؤں گا۔"

"عجیب ضدی آدمی ہو۔ کیا میڈولیسا میں تم میرے مہمان نہیں بن سکتے؟"

"مناسب نہیں ہو گا سوئیٹر پلیز!"

"تمہارا غصہ ابھی تک ٹھنڈا نہیں ہوا۔ بات دراصل یہ ہے کہ مسٹر پائپر ڈیڈی کے شناساؤں میں سے ہیں۔ اور پھر چونکہ فادر میڈلینو کے نائب ہیں۔ اس لیے ادھر میں ہی کیا سب ان کی عزت کرتے ہیں۔ ویسے آدمی بے حد خطرناک ہیں۔ لوگ ان سے سہمے ہوئے رہتے ہیں۔ انداز گفتگو بہت اچھا ہوتا ہے۔ ابھی تک میری سمجھ میں آج تک یہ بات نہیں آئی کہ لوگ ان سے کیوں خوفزدہ رہتے ہیں۔"

میں نے سوئیٹر کی بات سنی۔ لیکن خاموش ہی رہا۔ وہ میری صورت دیکھتے دیکھتے ہنس پڑی تھی۔ "بالکل روٹھے ہوئے بچے لگ رہے ہو۔" ویٹر کے آنے پر اس نے کھانے کی فہرست بتا دی۔ اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ ہی کھانا کھاؤں گی۔" اس نے کہا۔

"تم میرے اوپر احسانات کے بوجھ لاد رہی ہو سوئیٹر!"

"بس اب غصہ تھوک بھی دو نا۔ بتا تو دیا مسٹر پائپر کے بارے میں مجھ سے اکثر ملتے رہتے ہیں اور کافی مہربان ہیں۔ آج تک کوئی ایسی ویسی بات نہیں کہی انہوں نے مجھ سے۔ چنانچہ میں بھی ان کا احترام کر لیتی ہوں۔ لیکن صرف احترام!"

"فادر میڈلینو کون ہیں؟"

"پرانے گرجا کے متولی۔ پادری بھی ہیں۔ لیکن بہت پرانے آدمی نہیں ہیں۔ چند سال قبل یہاں آئے تھے۔ اور اس کے بعد اس گرجا میں رہ گئے۔ پرانے پادری کا انتقال ہو گیا۔ لوگ ان کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ وہ صرف پادری ہی نہیں بلکہ روحانی قوتوں کے مالک ہیں اور لوگوں کے کام آتے رہتے ہیں۔

ایڈی پائپر کا اپنا الگ کاروبار ہے۔ لیکن وہ فادر میڈلینو کے نائب کی حیثیت سے بھی مشہور ہیں۔ اور فادر میڈلینو ان سے خاص محبت رکھتے ہیں۔"

"تم نے گرجا کے پادری فادر میڈلینو کا قیام کہاں ہے؟"

"بھئی بروجر لوائنٹ پر ہی تو ایک گرجا ہے۔ باقی وہاں آبادی نہیں ہے۔" سوئیٹر نے بتایا اور دفعتاً ہی میرے ذہن میں کھٹکا سا ہوا۔ بروجر لوائنٹ۔ تھوساس۔ فادر میڈلینو۔ اگر میرا ذہن غلط نہیں تھا تو یہ فادر میڈلینو تھوساس ہی ہو سکتا تھا میرے ذہن میں چھناکے ہوتے رہے۔ اور اس کے بعد میں پرسکون ہو گیا بروجر لوائنٹ کے پرانے گرجا کو دیکھنا پڑے گا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ بہت زیادہ کرید اچھی بات نہیں تھی۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے سوئیٹر سے اس کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ کھانے کے بعد کافی دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ اور پھر مجھے میرے کمرے تک چھوڑنے آئی۔

رخصت ہوتے ہوئے اس نے مسکرا کر کہا۔ "کل ملاقات ہو گی۔ اور سنو فضول باتوں سے گریز کر کے جب تک یہاں ہو تم اپنے آپ کو میرا مہمان تصور کرو۔ مجھے خوشی ہو گی۔ پلیز!" اس کے لہجے میں خلوص تھا اور میں مسکرا دیا۔

اس کے جانے کے بعد میں یہ سوچنے لگا کہ بروجر لوائنٹ تک پہنچنے کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ویسے وہ شخص مسلسل میرے ذہن میں چبھ رہا تھا، جس کا نام مجھے ایڈی پائپر بتایا گیا تھا۔ نجانے کیوں مجھے اس کی آنکھوں میں کینہ توزی کی جھلک محسوس ہوئی تھی۔ شاید اس نے مجھے پسند نہیں کیا تھا مگر اس کی وجہ؟ ممکن ہے یہ سوئیٹر کا قرب ہو جس کی وجہ سے اس نے مجھے ناپسند کیا تھا۔ یا پھر کوئی اور بات ہے۔ ویسے فادر میڈلینو ممکن ہے مسٹر تھوساس ہی ثابت ہوں۔ ان کے بارے میں مختصراً جو کچھ سوئیٹر نے بتایا تھا وہ اس بات کی نشاندہی کرتا تھا۔ میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ سوئیٹر کی اس نوازش کو قبول کر لیا جائے۔

دوسرے دن جب تقریباً ساڑھے دس بجے وہ میرے خیمے میں پہنچی تو میں نے پہلے سے بالکل مختلف انداز میں اس کا خیر مقدم کیا اور بے بسی کے انداز میں بولا۔ "افسوس تمہارے استقبال کے لیے میں اپنے صحیح جذبات کا اظہار نہیں کر سکتا۔ یہ جگہ تو بیٹھنے کے لیے بھی نامناسب ہے۔"

"ناشتہ کر لیا؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔ یہاں ناشتے کے لیے بہت سی چیزیں مل جاتی ہیں۔"

"منشیات کے عادی ہو؟"

"لعنت بھیجتا ہوں ان پر۔"

"تو پھر ان کے درمیان کیوں آباد ہو گئے؟"

"میں نے کہا نا۔ دراصل مجھے دیہاتی زندگی سے عشق ہے مختلف ممالک کی سیاحت کر چکا ہوں۔ لیکن میں جدید ترین شہروں کے بجائے دیہاتوں کی زندگی دیکھنے کا زیادہ خواہشمند رہتا ہوں کسی نے میڈولیسا کا نام لے دیا تھا تو اس طرف نکل آیا۔ اور بھی بہت سے دیہاتی علاقے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ویسے میڈولیسا میں کچھ نہیں ہے۔ تمہیں یہ جگہ دیکھ کر مایوسی ہی ہوئی ہو گی۔"

"ہاں مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی کہ یہ منشیات کا تجارتی مرکز ہے۔ ویسے یہاں کے اطراف کیسے ہیں؟"

"میں نے کہا نا کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر ڈیڈی کا ذریعہ آمدنی یہی ہوٹل ہے۔ اور طویل عرصے سے وہ یہاں کام کر رہے ہیں۔ اس لیے ہم یہاں سے کہیں جا بھی نہیں سکتے اور نہ ہمارے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ ہم کہیں کسی مناسب جگہ ہوٹل کھول لیں۔ ڈیڈی مجھے اتنا چاہتے ہیں کہ مستقلاً لندن میں بھی نہیں رہ سکتی۔ ورنہ میری خالہ مسلسل اصرار کرتی رہتی ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ وقت اس کے ساتھ گزار دوں۔ آؤ یہاں سے باہر چلتے ہیں۔ یہاں کی فضا مجھے ہیبت ناک محسوس ہوتی ہے۔ اور منشیات کے دھوئیں سے میرا دماغ چکرایا رہتا ہے۔"

میں تیار ہو کر اس کے ساتھ باہر نکل آیا سولیٹر مجھے میڈولیسا کے بارے میں معلومات فراہم کرتی رہی۔ میں نے اس سے بروجر لوائنٹ کا ذکر کیا تو اس نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا "بس یہاں سے سیدھے چلے جائیں۔ تقریباً ڈھائی کلو میٹر کے فاصلے پر بروجر لوائنٹ ہے۔ دراصل یہ ایک قدرتی جھیل ہے جس کے کنارے سرسبز ہیں۔ وہیں پرانے گرجا کی عمارت ہے جو کہ اب فادر میڈلینو کی رہائش گاہ ہے کیونکہ نیا گرجا دوسری جانب بن چکا ہے اس عمارت کو سرکاری طور پر بوسیدہ قرار دے دیا گیا تھا لیکن فادر میڈلینو نے اسے ہی اپنی رہائش گاہ کے طور پر منتخب کیا ہے اور ان کی شخصیت ایسی ہے کہ کوئی انہیں ان کے کسی کام سے باز نہیں رکھ سکتا۔"

موضوع نکل آیا تھا چنانچہ میں نے فادر میڈلینو کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں اور تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ تھوساس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے کیونکہ سولیٹر نے فادر میڈلینو کی روشن ضمیری کے قصے بھی سنائے تھے اور بتایا تھا کہ لوگ کس طرح ان سے مرعوب رہتے ہیں، لیکن ان کی ذات سے کبھی کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

سولیٹر کے ان الفاظ سے مجھے کافی تسلی ہوئی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ تھوساس اپنی جگہ محفوظ ہے۔ اور ابھی مارٹن ایسٹروک کے

ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکے۔ میں نے فوری طور پر یہ ارادہ ملتوی کر دیا کہ سولیٹر کو ساتھ لے کر پیرو جیر لوائنٹ تک جاؤں۔ اب مجھے راستوں کا اندازہ بھی ہو چکا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دور تک چہل قدمی کرنے کے بعد ہم لوگ واپس چلے آئے۔ یہاں سے میں ہوٹل ہی پہنچا تھا۔ اور دوپہر کا کھانا سولیٹر کے ساتھ ہی کھایا تھا۔ ابھی تک میری ملاقات سولیٹر کے باپ سے نہیں ہوئی تھی۔ نہ میں نے اس کی فرمائش کی تھی۔ سولیٹر نے رات کو ملنے کا وعدہ لے کر مجھے رخصت کر دیا۔

اب میرے لیے انتظار کرنا ممکن نہیں تھا۔ میں پیرو جیر پوائنٹ پہنچ کر مسٹر میڈلینو یعنی تھوساس سے ملاقات کر لینا چاہتا تھا حالانکہ یہ بات پروگرام میں شامل نہیں تھی۔ لیکن اب جو صورتحال میرے سامنے آئی تھی اسے سامنے رکھتے ہوئے میرے لیے ضروری تھا کہ میں تھوساس سے رابطہ قائم کر لوں تاکہ جلد از جلد وہ بھی اپنے تحفظ کا بندوبست کر لے۔ میں بہت جذباتی ہو گیا تھا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ تھوساس سے ملاقات کرنے میں اتنی جلدی کامیابی نصیب ہو جائے گی چنانچہ میں وہاں سے رخصت ہو کر سیدھا پیرو جیر پوائنٹ کی جانب چل پڑا۔ جوں جوں آگے بڑھتا جا رہا تھا راستے سنسان ہو رہے تھے۔ اس طرف غالباً بستی کا کوئی فرد نہیں آتا تھا کچھ عجیب سی کیفیت کا احساس ہو رہا تھا۔ جگہ جگہ درختوں کے جھنڈ اگے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان سبز گھاس نظر آ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ اور یہ خیال مجھ پر اس طرح حاوی ہو گیا کہ میں اپنے آپ کو اس سے باز نہ رکھ سکا چنانچہ میں درختوں کے ایک جھنڈ کے قریب بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے حواس مجتمع کیے اور پھر اپنے ذہن میں تھوساس کا تصور کرنے لگا میں اس سے ذہنی رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ چند لمحات کی کوشش کے بعد ہی مجھے کامیابی نصیب ہو گئی۔ اور ایک اجنبی آواز میرے کانوں میں ابھری۔

”ہاں میں تم سے مخاطب ہوں۔ کون ہو تم؟“

”میرا نام غزالی ہے۔ اور میں تمہارے نزدیک موجود ہوں تم سے ملنا چاہتا تھا۔ کسی کا کوئی پیغام مجھے تم تک پہنچانا تھا۔“

”تم سامون ہو؟“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”اس بات کا جواب میں تم سے مل کے ہی تمہیں دے سکتا ہوں۔“

”تو پھر فوراً میرے پاس آ جاؤ۔“ تھوساس کی آواز میرے کانوں میں ابھری۔

”میں تم سے بہت دور نہیں ہوں۔ اور تمہارے پاس ہی آ رہا تھا۔“

”میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔“ تھوساس نے کہا۔ اور اس کے بعد ہمارا ذہنی رابطہ منقطع ہو گیا۔ میری مسرتوں کی حد نہیں تھی اپنی اس کامیابی پر نازاں میں تیز رفتاری سے پیرو جیر پوائنٹ کی جانب چل پڑا۔ اور پھر دور سے ہی تے پرانے گرجا کی عمارت دیکھی عمارت تک جانے کے راستے پر اونچی اونچی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں میں ان جھاڑیوں کی آڑ لیتا ہوا آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ پتھروں کی اس عمارت میں بیرونی جانب کافی ٹوٹ پھوٹ ہوئی تھی۔ لیکن جوں جوں میں آگے بڑھ رہا تھا، مجھے احساس ہو رہا تھا کہ عمارت مضبوط ہے۔ اس میں داخلے کا صرف ایک ہی دروازہ تھا۔ اور اطراف میں پھیلے ہوئے جھاڑ جھنکاڑ سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہاں انسانوں کی آمدورفت بہت کم ہے۔ کوئی پگڈنڈی تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ جگہ جگہ کانٹے دار جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں، جن سے بچ کر چلنا پڑ رہا تھا۔ اب عمارت کوئی سو گز کے فاصلے پر تھی اور جھاڑیاں میرے گھٹنوں سے زیادہ اونچی نہیں تھیں میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے تک پہنچ گیا۔ یہ لمبا اور آبنوسی رنگ کی کسی مضبوط لکڑی کا بنا ہوا تھا اور اس پر پیتل کی نقش کاری کی گئی تھی جو بہت دلکش تھی، اور اس میں سے لکڑی کا رنگ کہیں کہیں سے ہی جھلکتا تھا۔ دروازے کو آہستہ سے دھکیل کر میں اندر داخل ہو گیا۔ میرے سامنے ایک بلند و بالا اونچی چھت والا ہال تھا۔ جس میں شاید کبھی عبادت گاہ رہی ہو گی۔ لیکن اب فرش پر صرف لکڑی کی بینچوں کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ ہال کے عقب میں بغیر کواڑوں کا ایک چھوٹا سا دروازہ نظر آ رہا تھا۔

میں اس دروازے کے دوسری طرف پہنچا تو ایک انتہائی خوبصورت منظر نظر آیا سرو کے درخت جھوم رہے تھے پھولوں کے انتہائی نفاست سے تراشے ہوئے تختے جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ مخملیں گھاس بالکل ہموار تھی روشیں بنی ہوئی تھیں۔ باہر سے دیکھتے ہوئے اندر کے منظر پر یقین نہیں آتا تھا۔ عمارت کے تو الیسا راستہ جس پر سے گذرنا مشکل ہو اور عمارت کے اندر کا یہ منظر دو بالکل مختلف چیزیں محسوس ہوتی تھیں۔ لیکن چاروں طرف موت کا سناٹا طاری تھا۔ یہاں تک کہ اتنے وسیع و عریض باغ میں کسی پرندے تک کی چہکار نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میری نگاہیں بڑی تیزی سے ہر سمت کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کچھ آگے بڑھ کر درختوں کے ایک جھنڈ میں محراب نما دروازہ نظر آیا، اور جب میں اس دروازے کی دوسری طرف پہنچا تو اس حسین عمارت کا منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا جو باغ میں داخل ہونے کے بعد درختوں کے جھنڈ میں ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتی تھی۔ میں اس پر اسرار

واقعی سحر زدہ ہو گیا تھا۔

میرے قدم ایک لمحے کے لیے رک گئے۔ اور اسی وقت مجھے اپنے عقب سے ایک آواز سنائی دی ”رک کیوں گئے آگے بڑھو۔ مسٹر تھوساس اندر موجود ہیں۔“

اس خاموش اور پُراسرار ماحول میں یہ اچانک سنائی دینے والی آواز سماعت کے لیے کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔ میں چونک کر پلٹا اور ایک لمحے کے لیے بدن میں خون کی روانی سی رک سی گئی۔ یہ ایڈی پائپر تھا۔ اس شخص کو میں نے پہلی ہی نگاہ میں ناپسند کیا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ تھوساس نے اسے اپنا نائب کیوں قرار دیا تھا۔

وہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا میرے پاس آ گیا۔ ”آؤ میرے دوست آگے بڑھو فادر میڈلینو اندر تمہارے منتظر ہیں۔“

”یہ الفاظ دیگر مسٹر تھوساس۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے گہری سانس لے کر قدم آگے بڑھا دیے۔ اب یہ ضروری تو نہیں تھا کہ جو شخص میرے لیے ناپسندیدہ ہو وہ تھوساس کے کام کا نہ ہو۔ اس کے انداز سے پتا چلتا تھا کہ وہ میری یہاں آمد کا منتظر تھا۔ ظاہر ہے یہ بات اسے تھوساس ہی سے معلوم ہوئی ہو گی۔ میں نے ذہن سے تمام خیالات جھٹک دیے اور پائپر کے ساتھ عمارت میں داخل ہو گیا۔ عمارت اندر سے بھی شاندار تھی۔ پائپر مجھے لیے ہوئے ایک آراستہ کمرے میں داخل ہو گیا۔ ”بیٹھو۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ ہم پہلے بھی مل چکے ہیں۔“ اس نے خلاف عادت مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں، اور اس وقت تم نے بھونڈے انداز میں مجھ سے بیزاری کا اظہار کیا تھا۔“

”اس وقت مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم سامون ہو۔“ اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا تم بھی سامون ہو؟“ میں نے دفعتاً چونک کر پوچھا۔

”اہم باتوں کا جواب مسٹر تھوساس ہی دے سکتے ہیں۔“ اس نے کہا۔

”نہیں یہ سامون نہیں ہے مسٹر غزالی۔ بلکہ ایک مقامی آدمی ہے۔“ کمرے کے دروازے سے آواز ابھری اور میں نے چونک کر گردن گھمائی۔ اس بار واقعی مجھے اپنے بدن کی جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا تھا اس پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ ایک لمبے سے سیاہ ریشمی لبادے میں ملبوس مارٹن ایسٹروو میرے سامنے موجود تھا۔ اس کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی طنزیہ مسکراہٹ بتاتی تھی کہ اسے میری آمد پر کوئی تعجب نہیں ہوا ہے لیکن میری آنکھیں اب بھی یقین کرنے کو تیار نہیں تھیں۔

”تم ابھی تک کھڑے ہوئے ہو مسٹر غزالی بیٹھو پلیز ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ مارٹن ایسٹرو نے کہا۔

میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی لاکھ کوشش کر رہا تھا لیکن اعصاب ساتھ نہیں دے پا رہے تھے۔ بہر حال صوفے پر بیٹھ گیا۔ مارٹن ایسٹرو خود بھی کمرے کے آخری سرے کے ایک صوفے پر جا بیٹھا تھا۔ پھر وہ بولا ”تمہاری دوستی تم تک بہتر نہیں ہوئی میں ایک بار پھر تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ابھی تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جو کچھ تم کر چکے ہو اس میں لطف آیا ہے کیوں کہ جس طرح لوگ بہترین دوستوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں اسی طرح میں بہترین دشمنوں کا شائق ہوں اور تمہیں میں نے بہترین دشمن قرار دیا ہے۔ اعلیٰ پائے کے دشمنوں کی میں دل سے قدر کرتا ہوں۔“

مارٹن ایسٹرو مجھ پر حاوی ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر صرف تعجب ہوا تھا خوف کا کوئی شائبہ میرے ذہن میں نہیں تھا۔ چنانچہ حیرت کا یہ غلبہ بالآخر ختم ہو گیا۔

”تم جانتے ہو مارٹن ایسٹرو میں خوف زدہ نہیں ہوں۔“ میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

”ہاں، شاید۔“ اس نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا پھر پائپر کی طرف دیکھ کر بولا ”تم جاسکتے ہو اب یہاں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔“

پائپر بوکھلا کر الٹے قدموں واپس دروازے سے باہر نکل گیا۔ ایسٹرو عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا پھر بولا ”یہ سوال تو بیکار ہے کہ تم یہاں تھوساس کی تلاش میں آئے ہو گے۔“

”بولتے رہو اچھے لگ رہے ہو۔“ میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”نہیں میرے عزیز دشمن۔ میں نے تمہیں بلاوجہ یہاں آنے کی زحمت نہیں دی ہے۔ ہم دونوں یہاں پُروقار انداز میں گفتگو کریں گے۔ تم مجھے میرے سوالات کے جواب دو گے اور میں تمہیں۔ ہم دونوں کے ذہنوں میں جو الجھنیں ہیں وہ دور ہو جائیں گی ایک بات کا وعدہ کرتا ہوں جو کچھ اور

جتنا جانتا ہوں اتنا ہی بتاؤں گا تم پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کروں گا تم بھی کسی سلسلے میں بے جا ضد نہ کرنا۔ ممکن ہے میں تمہارے لیے کارآمد ثابت ہوں۔ ہاں اس بات کے امکانات ہیں تم مجھ پر یقین کر لو۔"

میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔

"کچھ بیو گے؟" اس نے سوال کیا۔

"نہیں شکریہ۔ تمہاری گفتگو مجھے بہت پسند آ رہی ہے۔" میں نے پہلی بار مسکرا کر کہا۔

اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا "مسٹر غزالی تم سے میری پہلی مڈبھیڑ ہوئی اور تم نے مجھے چونکا دیا۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو میری توجہ حاصل کر پاتے ہیں۔ تم مجھے چرکا دے کر صاف نکل گئے تھے نہ صرف نکل گئے تھے بلکہ جس مقصد کے تحت تم مجھ تک پہنچے تھے تم نے اسے حاصل کر لیا۔ اس کے بعد میں نے اپنی فطرت سے مجبور ہو کر تمہارے بارے میں چھان بین کی اور تمہارا شجرہ نسب معلوم کر لیا۔ یہ سب کچھ معلوم کر کے مجھے تمہاری ذات سے مزید دلچسپی پیدا ہو گئی۔ اگر میں یہ کہوں تو غلط نہیں ہو گا کہ تمہاری شخصیت میرے لیے انتہائی کشش کا سبب ہے ہندوستان کے ایک چھوٹے سے دیہات کا زمیندار جو اپنے اہلِ خاندان سے ناراض ہو کر گھر سے نکلا۔ ان اعلیٰ صفات کا نمونہ کیسے بن گیا؟ بات ناقابل یقین سی ہے۔ میں تمہاری کہانی تفصیل سے تمہیں نہیں سناؤں گا۔ لیکن یوں سمجھ لو کہ جتنا کچھ تمہارے بارے میں معلوم کرنا ضروری تھا میں نے معلوم کر لیا اور میں یہ جانتا ہوں کہ مسٹر حسن نے لیبوس کا پیغام ملنے کے بعد تمہیں یہاں بھیجا تھا یقیناً مسٹر حسن کو اس بات کا اندازہ ہو گا کہ تم یہاں پیش آنے والے واقعات سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتے ہو۔ تم نے بلاشبہ ان صلاحیتوں کا بہترین مظاہرہ کیا اور لاکھوں رکاوٹوں کے باوجود لیبوس کو لے اڑے۔ اس مختصر تفصیل میں اگر آپ کوئی بات تمہارے لیے مبہم ہو تو مجھ سے پوچھ سکتے ہو؟"

"خوب دو گے مارٹن ایسٹرڈ؟"

"ضرور، وعدہ رہا۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"تم سامونوں میں دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟"

"میرے اندازے کے مطابق تمہیں یہ بات معلوم ہو چکی ہے۔ اگر نہ معلوم ہوتی تو تم میڈولیسا کبھی نہ آتے۔"

"کیا مطلب؟"

"معمولی سی بات ہے ڈیئر غزالی۔ میں گومن کی تلاش میں ہندوستان پہنچا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ گومن حسن کے پاس ہے۔ پہلے میں نے اپنے ذرائع سے اسے تلاش کیا۔ چاہتا تو حسن پر تشدد کر کے اس کے بارے میں معلوم کر سکتا تھا لیکن میں کوئی کام بے مطلب نہیں کرتا۔ اسی لیے ایک ایسا کام کر آیا جس کے نتائج سو فیصدی برآمد ہوتے تم لوگ یہاں آ گئے اور پورے اعتماد کے ساتھ آتے۔ اگر تمہیں ان واقعات پر شبہ ہوتا تو تم اس انداز میں کبھی نہ آتے۔ یہ صرف تمہاری ذہانت تھی غزالی کہ تم احمقوں کی طرح منہ اٹھائے میرے پاس نہیں پہنچے بلکہ محتاط رہے۔ اس وقت میں تمہیں سمجھ نہیں سکا تھا جس کے نتیجے میں مجھے تمہارے ہاتھوں کافی نقصانات اٹھانے پڑے۔ ان نا انصافیوں پر مجھے طیش آیا تھا اور میں نے جھلاہٹ میں کچھ اقدامات بھی کر ڈالے تھے لیکن ان کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اور تم لوگ کامیابی سے لیبوس کو لے اڑے۔ غزالی میری جان اگر لیبوس کو ہوش نہ آتا تو پھر تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوتی کہ تھوساس میڈولیسا میں ہے اور اگر لیبوس کو ہوش آ گیا ہے تو تم اس بات سے قطعی واقف ہو گے کہ میں سامونوں میں دلچسپی کیوں لیتا ہوں۔ لیبوس کو تم نے حاصل کر لیا اور مجھے چونکا دیا۔ اس کے بعد میں نے تم پر کام کیا اور مجھے تم سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔

"تاہم تم نے مجھ سے سوال کیا ہے تو وعدے کے مطابق جواب دینا میرا فرض ہے۔ لیکن جو کچھ میں تمہیں بتاؤں گا اسے غور سے سننا، اور اس پر پوری توجہ دینا جو راز تمہیں وقت سے پہلے لیبوس سے معلوم ہو چکا ہے وہ تمہارے پاس کچھ لوگوں کی امانت ہے اور وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ ان کی یہ امانت غلط ہاتھوں میں جائے۔ مسٹر غزالی میں موجود حالات کی طرف تمہاری توجہ مبذول نہیں کراؤں گا، کیوں کہ اس وقت دنیا کے کسی بھی ملک میں رہنے والا ہر ذی ہوش جانتا ہے کہ برائیوں کے بوئے ہوئے بیج نئی نسل کی رگوں میں زہر پھیلا چکے ہیں، اور اب خون میں تیرنے والے ذرات میں تخریب کے جراثیم کا اضافہ ہو چکا ہے، اور یہ جراثیم ہیں تباہی اور دہشت گردی کے جراثیم جو اس وقت ہر زندہ انسان کی رگوں میں دوڑ رہے ہیں۔ اور اس کے ثبوت دنیا کے ہر ملک میں موجود ہیں۔

"یہ ایک طویل بحث ہے، انسان نے اپنی تباہی کے جتنے شاندار انتظامات کیے ہیں، اگر یہی انتظامات انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کرتے تو شاید اس وقت

پوری دنیا میں پھول ہی پھول کھلے ہوتے، بہرطور اس تباہی کا نظارہ ہر لمحہ اور ہر آن کیا جا رہا ہے۔ ایک تنظیم جسے تم محبِ انسانیت کہہ سکتے ہو ان کوششوں میں مصروف ہے کہ اس تباہی کی شدت میں کچھ کمی کی جا سکے۔ دنیا کے ہر حصے میں رفاہی تنظیمیں تشکیل پائیں، مذاہب نے لوگوں کو درسِ انسانیت دیا، لیکن ان کی آوازیں آج بے اثر ہیں۔ انسان برائیوں کی جس انتہا تک پہنچ گیا ہے وہاں سے اس کی واپسی ناممکن ہے۔ ہر طرف طاقت کی حکمرانی ہے۔ اور ان تمام ہولناک کارروائیوں کو روکنے کے لیے اتنے ہی ہولناک اقدامات کرنا ضروری ہیں، چنانچہ چند سرپھروں نے ایک تنظیم بنائی اور اس کے مقاصد کی تکمیل کے لیے دنیا کے مختلف گوشوں میں اپنے نمائندے تیار کیے اور تنظیم مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔

"اس تنظیم کے مقاصد صرف یہ ہیں کہ اپنے آپ کو سائنسی طور پر پوری طرح منظم کر لیا جائے اور جب دنیا کی بڑی قوتیں طاقت کے اظہار کے جنون میں مبتلا ہوں تو انہیں طاقت ہی کے ذریعے روکا جائے، چنانچہ اس کے لیے ضروری ہے کہ تنظیم ان سے زیادہ قوت حاصل کر لے۔ ہم سائنسی بنیادوں پر دنیا کے تمام بڑے ممالک سے زیادہ طاقت ور ہو چکے ہیں لیکن ابھی یہ تنظیم کسی ایک مرکز پر جمع نہیں ہو سکی۔ زمین کے تمام علاقے کسی نہ کسی ملک کے زیرِ انتظام ہیں۔ ہم کسی ایسی اجنبی جگہ کو اپنا مسکن بنانا چاہتے ہیں جو زمین والوں کی پہنچ سے دور ہو۔ اور اس کے لیے ہمیں اتفاقیہ طور پر سامونیکا کے بارے میں علم ہو گیا، سامونیکا میں ان دنوں سازشیں ہو رہی ہیں، اور آپس میں چپقلشیں بھی چلتی رہتی ہیں چنانچہ ہم نے ان کی چپقلش سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ وہاں دو گروہوں میں جو ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں، ایک گروہ کو دوسرے پر کچھ فوقیت حاصل ہو گئی اور انہوں نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ دوسرا گروہ اپنے اہم ترین لوگوں کو لے کر سامونیکا سے فرار ہوا لیکن ہماری دنیا میں پہنچ کر تباہی کا شکار ہو گیا۔ وہ سب منتشر ہو گئے اور دنیا کے مختلف خطوں میں جا نکلے، بڑے ہی زیرک اور اعلیٰ دماغ کے لوگ ہیں وہ۔ عجیب و غریب صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ ان ہی دنوں بالکل ہی اتفاقیہ طور پر تنظیم کے کچھ افراد کو سامونیکا کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو گئیں اور ہم نے سامونیکا سے رابطہ قائم کیا تو وہاں حکمران گروہ نے ہمیں پیشکش کر دی کہ ان کے مفرور قیدیوں کو اگر ہم اکٹھا کر کے ان کے حوالے کر دیں تو ہمیں سامونیکا میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کرنے کی اجازت مل جائے گی اور وہ لوگ مکمل طور پر ہم سے تعاون کریں گے۔

"تنظیم کے سربراہوں نے اس علاقے کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو انہیں اندازہ ہوا کہ اس سے شاندار جگہ تنظیم کے ہیڈ کوارٹر کے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتی چنانچہ سامونوں کے ایک گروہ نمبر ایک سے یہ معاہدہ کر لیا گیا کہ مفرور سامونوں کو اکٹھا کر کے ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اور یہ ساری کارروائی صرف اسی مقصد کی تکمیل کے لیے کی جا رہی ہے، نہ صرف یہاں، بلکہ جہاں جہاں تنظیم کے نمائندے پھیلے ہوئے ہیں وہاں سامونوں کو تلاش کر کے جمع کیا جا رہا ہے اور اپنی کارروائی کی تکمیل کی جا رہی ہے چنانچہ مسٹر غزالی اب تمہیں معلوم ہو گیا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔"

میں خاموشی سے مارٹن ایسٹرڈ کی باتیں سن رہا تھا اور میرے ذہن میں بہت سے سوالات گردش کر رہے تھے مارٹن ایسٹرڈ نے یہ سب کچھ مجھے بلاوجہ ہی نہیں بتا دیا تھا، گویا یہ راز میرے سپرد کر کے اس نے میری زندگی کو بھی خطرے میں ڈال دیا تھا۔ اب وہ تنظیم کب چاہے گی کہ میں ان کی گرفت سے باہر نکل سکوں۔ ایک لمحے کے لیے اس شدید خطرے کا احساس میرے ذہن میں آیا لیکن اس وقت مجھے خود کو قابو میں رکھنا تھا۔ مارٹن اب خاموش ہو کر مجھ کو دیکھنے لگا پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا "کوئی اور سوال ڈیئر غزالی؟"

"تھوساس کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اطمینان رکھو اس سے مناسب وقت پر تمہاری ملاقات کرا دی جائے گی۔" ایسٹرڈ نے جواب دیا۔

"گویا وہ تمہارے قبضے میں ہے؟"

"ہاں، لیبوس نے تمہیں یہ بات ضرور بتائی ہو گی کہ وہ مجھے تھوساس کا پتا بتا چکا ہے۔"

"میں نے تھوساس سے رابطہ قائم کیا تھا، کیا اس نے تمہاری ہدایت کے تحت مجھ سے گفتگو کی تھی؟"

"نہیں تم سے گفتگو کرنے والا تھوساس نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"چند سامون اس طرح کی میرے قبضے میں آ چکے ہیں۔ حکمران گروپ کے چند لوگ میرے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ چھ سامونوں نے تمہاری طرح تھوساس سے رابطہ قائم کیا تھا اور تھوساس نے انہیں طلب کر لیا چنانچہ

وہ پورے اعتماد کے ساتھ یہاں پہنچ گئے۔" مارٹن الیسٹرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں خاموش ہو گیا۔ مارٹن الیسٹرو نے مجھ سے جو گفتگو کی تھی، اس کا ہر لفظ سچ تھا وہ کمبخت میرے بارے میں بھی جان گیا تھا۔ اور میں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ بتانا بے معنی نہیں ہو سکتا۔ اس نے ان انکشافات کے تحفظ کا بھی معقول بندوبست کیا ہو گا چنانچہ کوئی بھی احمقانہ حرکت مصیبت کا سبب بن سکتی تھی۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا اور میں نے اس کے سوالات کے لیے خود کو تیار کر لیا تھا

"اور کوئی سوال دوست؟"

"صرف ایک۔" میں نے کہا۔

"ضرور پوچھو، ضرور پوچھو۔"

"کیا ان گرفتاروں میں گومین بھی ہے؟"

"میں نہیں سمجھا۔" مارٹن الیسٹرو نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا گومین تمہارے قبضے میں آ چکا ہے؟" میں نے اپنا سوال دہرایا۔

"ہرگز نہیں، لیکن۔"

"تمہیں یقین ہے کہ گومین تمہارے پاس نہیں ہے؟"

"فریب کر رہے ہو غزالی۔ کان کھول کر سن لو۔ میں کوئی فریب نہیں برداشت کر سکتا۔" اس کی آواز میں جھلاہٹ تھی۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پرسکون انداز میں گردن ہلانے لگا۔ مارٹن الیسٹرو قہرآلود نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بولا۔ "تمہارے اس آخری سوال سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے غزالی کہ تم اس انداز میں مجھ سے گفتگو نہیں کرنا چاہتے، جس طرح میں نے کی ہے۔"

"اور مجھے یہاں تمہاری شخصیت کے ہلکے پن کا احساس ہو رہا ہے مارٹن الیسٹرو۔ تم نے میرے سوالات کے جواب میں جو تفصیل مجھے بتائی، میں نے اس پر پورا پورا اعتماد کیا ہے۔ لیکن اگر تم مجھ سے بھی کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اسی اعتماد کا ثبوت دینا ہو گا۔ ہاں یہ حقیقت ہے کہ گومین ہماری گرفت سے نکل گیا ہے۔ شاید تمہیں یہ بات معلوم نہ ہو کہ گومین کی دماغی کیفیت لیبوس سے کہیں زیادہ خراب تھی۔ وہ کئی بار پاگلوں کے سے انداز میں فرار ہو چکا ہے۔ اور اسے دوبارہ حاصل کرنے کے لیے ہمیں شدید جدوجہد کرنا پڑی ہے۔ یہاں وہ سمبوتورا کے ساتھ تھا شاید اس وقت جب تمہارے آدمیوں نے ہوٹل پر حملہ کیا تھا سمبوتورا گومین کو لے کر نکل بھاگا تھا۔ لیکن وہ حالات پر قابو نہ رکھ سکا اور جس جگہ اس نے قیام کیا، گومین وہاں سے فرار ہو گیا۔ اور اس کے بعد سے سمبوتورا اور ڈورٹن کارلو اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اور شاید اس کے لیے بے حد پریشان۔"

مارٹن الیسٹرو گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "گویا تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ حقیقت ہے۔ تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ گومین کہاں ہے۔"

"نہیں اگر وہ تمہارے پاس نہیں ہے تو بلاشبہ اسے بدقسمتی کہا جا سکتا ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ میں کوشش کر رہا تھا کہ مارٹن الیسٹرو کو اپنے جذبات کا یقین دلا دوں۔

مارٹن الیسٹرو کافی الجھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ دیر تک وہ مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا رہا۔ اور پھر اس نے چونک کر کہا۔ "یہ ڈورٹن کارلو کون ہے۔"

"ایک ساموں لڑکی۔"

"کہاں ہیں، یہ لوگ میرا مطلب ہے وہ جسے تم سمبوتورا کہتے ہو اور لیبوس اور ڈورٹن کارلو۔ اور بھی کوئی ساموں تمہارے ساتھ ہے یا صرف یہ ہی چند افراد ہیں۔"

"نہیں۔ بس یہی لوگ میرے ساتھ ہیں۔"

"کیا تم بتانا پسند کرو گے کہ یہ سب کہاں ہیں۔"

"نہیں۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا، اور مارٹن الیسٹرو گھور کر مجھے دیکھنے لگا۔ "مطلب!"

"مطلب یہ کہ میں تمہیں ان کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

"غزالی! میں تمہارے سلسلے میں ذرا مختلف انداز میں سوچ رہا ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ مجھ سے تعاون کرو۔ پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ یہ تمہارے حق میں بہتر رہے گا۔"

"ہوں۔ میں اس کا فیصلہ اسی وقت کر سکوں گا ڈیئر مارٹن الیسٹرو جب مجھے اپنے حق کی بہتری کے بارے میں کوئی اندازہ ہو جائے گا۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"مارٹن الیسٹرو پرخیال انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "چلو چھوڑو۔ اس بارے میں بعد میں گفتگو کریں گے۔ پہلے تم اپنے بارے میں تفصیل بتاؤ۔"

"کمال ہے۔ میرے بارے میں جو تفصیل تم خود مجھے بتا چکے ہو، اسی پر میں حیران ہوں۔ کیا اس کے بعد بھی کسی تفصیل کی گنجائش رہ جاتی ہے۔"

"ہاں رہ جاتی ہے۔ جیسا کہ میں نے تمہارے بارے معلومات حاصل کی ہیں۔ اور تمہیں ان کی تفصیل بتا چکا ہوں لیکن مکمل نہیں ہوئی۔ مجھے بتاؤ تمہیں ساموںوں سے دلچسپی کس طرح پیدا ہوئی اور اس کا ذریعہ یا سبب کیا تھا۔"

"حسن صاحب جن سے تم نے لیبوس بن کر ملاقات کی تھی میرے کرم فرما ہیں۔ اور انہوں نے مجھے ایسے وقت میں سہارا دیا تھا جب میں مایوسی کے سمندر میں غوطے کھا رہا تھا۔ اس کے بعد ان کی ہر خواہش میرا ایمان بن گئی۔ گومین ان ہی کے پاس تھا اور ذہنی عدم توازن کا شکار تھا۔ ایک شخص اس کا علاج کر رہا تھا لیکن پھر وہ نکل بھاگا۔ اور میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا۔ جب میں اسے تلاش کر کے واپس لایا تو مسٹر حسن نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا۔ اور اس کے بعد تھوڑی سی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ سمبوتورا نامی ایک شخص لیبوس کی تلاش میں ہے چنانچہ میں اس کے ساتھ چلا جاؤں۔ اور یہاں لیبوس کی تلاش میں اس کی مدد کروں۔ میں یہاں چلا آیا۔ پھر سمبوتورا کسی حادثے کے تحت غائب ہو گیا۔ اسی دوران میری ملاقات ڈورٹن کارلو سے ہوئی، جو خود بھی ساموں تھی۔ ہم نے لیبوس کی تلاش کے سلسلے میں تمہارے گھر کی تلاشی لی۔ اور اس کے بعد تمہارے تشدد کا شکار ہو گئے۔ ڈورٹن کارلو اسی لڑکی کا نام ہے بہرطور کسی طرح تمہاری سیکریٹری ڈینی پر قابو پا کر ہم نے یہ معلوم کر لیا کہ لیبوس دوگ میں ہے۔ اور اس کے بعد میں دوگ پہنچ گیا، جہاں مجھے لیبوس کو حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی۔"

"لیبوس کو کیسے حاصل کیا تھا تم نے؟ وہاں تمہارا مددگار کون تھا؟" مارٹن الیسٹرو نے پوچھا۔

"یہ بتانا میرے لیے مناسب نہیں ہو گا۔"

"نہیں۔ اس کا جواب ضروری ہے غزالی۔"

"ایک بے وقوف سا آدمی میرا معاون بنا جس کے بارے میں دوگ کے لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔"

"تو گویا تم ڈینی کا نام نہیں لینا چاہتے۔" مارٹن الیسٹرو نے سرد لہجے میں کہا اور میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ مارٹن الیسٹرو خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔ "آخری سوال۔ تم ساموںوں کی سی صلاحیتیں کیسے حاصل کر سکے۔ میرا مقصد ہے کہ ذہنی رابطے کی مشق تمہیں کس طرح ہوئی، یہ بات تو یقینی ہے کہ تم ساموں نہیں ہو۔ لیکن تمہارے اندر ساموںوں ہی کی سی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اس کی وجہ؟"

"دنیا کے انوکھے علم حاصل کرنا میرا مشغلہ ہے اور میں نے سمبوتورا ہی سے تھوڑی بہت ذہنی رابطے کی مشق کی ہے۔"

"تھوڑی بہت نہیں، میرا خیال ہے بہت زیادہ۔ بہرحال ڈیئر غزالی! تم حیرت انگیز ہو۔ تم نے جس طرح مجھ سے جنگ کی اور میرے چنگل سے نکل گئے، میں اسے کبھی نہیں بھول سکوں گا مگر میں ذرا مختلف قسم کا آدمی ہوں۔ عموماً میرے ٹائپ کے لوگ انتقامی شدتوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں ہر اس شخص کی قدر کرتا ہوں، جو اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہوتا ہے تمہیں تفصیلات بعد میں بتائی جائیں گی۔ فی الحال میں ان تینوں ساموںوں کو حاصل کرنے کا انتظام کر لوں۔"

"میرے خیال میں مارٹن الیسٹرو، تم اپنی ان کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکو گے۔"

"اس کا فیصلہ بہت جلد ہو جائے گا۔ اب تم مجھے فوراً یہ بتا دو کہ میڈولیسا میں وہ لوگ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"سوری! اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔"

"چلو خیر کوئی بات نہیں ہے۔ اگر مارٹن الیسٹرو تین ساموںوں کو تلاش نہ کر سکا تو پھر اسے تنظیم میں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اب تم آرام کرو ڈیئر غزالی! میں نے تمہاری آرام گاہ کے لیے معقول بندوبست کر دیا ہے۔"

"مطلب یہ کہ تم مجھے قیدی بنانا چاہتے ہو۔"

"فی الحال قیدی۔ اس وقت تک جب تک میرے اور تمہارے درمیان بقیہ معاملات طے نہ ہو جائیں۔" مارٹن الیسٹرو نے کہا۔ اور اس کے بعد اپنی کرسی پر بیٹھے بیٹھے اس نے ایک بٹن دبا دیا، جو اس کے نزدیک ہی دیوار میں لگا ہوا تھا۔ اندر داخل ہونے والا ایڈی یا ٹیبر تھا۔

"مسٹر غزالی کو ان کی آرام گاہ میں پہنچا دو۔"

یہ آرام گاہ زیر زمین تہہ خانہ تھی۔ جس میں داخل ہونے کے بعد میں نے اندازہ لگا لیا کہ اس تہہ خانے سے فرار ممکن نہیں ہے۔ میڈولیسا کا یہ پرانا کلیسا نجانے کون کون سے رازوں کا امین تھا۔ اور نجانے مارٹن الیسٹرو نے یہاں داخل ہونے کے بعد کیا کیا کارروائیاں کر ڈالی تھیں۔ فادر میڈلینو کی حیثیت سے تھوساس نے بھی یہاں چند سال گزارے تھے۔ پتا نہیں اس سے قبل فادر میڈلینو کی کیا پوزیشن تھی۔ تھوساس نے انہیں ہلاک کر دیا یا قید رکھا۔ بہرطور ان کی جگہ حاصل کرنے کے لیے تھوساس کو بھی تھوڑی بہت جدوجہد کرنا پڑی ہو گی۔

تہہ خانے میں آرام دہ مسہری بچھی ہوئی تھی۔ اور میرے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اس مسہری پر لیٹ کر اپنے دماغ کو آزاد چھوڑ دوں۔ تہہ خانے کا جائزہ لینے کے بعد یہ اندازہ تو بخوبی ہو چکا تھا کہ مارٹن الیسٹرو یہاں سے پوری طرح مطمئن ہے۔ اور میرا نکلنا ممکن نہیں ہو گا۔ ماضی کی یادیں ذہن میں ایک اودھم مچانے لگیں۔ واقعات یاد آنے لگے۔ اپنے بارے میں اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ غیر محسوس طور پر ساموںوں نے مجھے اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔ اور میں ذہنی طور پر یہ سوچ ہی نہیں سکتا

کہ کسی بھی مرحلے پر اُن سے انحراف کروں۔ سخت اور مشکل ترین حالات میں بھی میرے ذہن میں یہ خیال جڑ نہیں پکڑتا تھا کہ میں ان تمام جھگڑوں سے آزاد ہو کر اپنی دنیا میں واپس پہنچ جاؤں۔ اپنی اُس دنیا میں جہاں حُسن ہے رنگینیاں ہیں زندگی ہے اور ہے اور زندگی کی ساتھی تنویر ہے۔

اِن خیالات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے میں نے اپنی ذہنی قوتوں کا سہارا لیا۔ اور اُس کے بعد سمبو تورا۔ ڈوٹن کار لو اور لیبوس کے بارے میں سوچنے لگا۔ بلاشبہ مارٹن ایسٹرو ان لوگوں کو آسانی سے قابو میں کرلے گا۔ اگر سمبو تورا نے جنگ وجدل کی تو اُس کے نتائج بہتر نہیں ہوں گے۔ جی چاہا کہ ذہنی طور پر اُسے اِن حالات سے آگاہ کردوں۔ لیکن اس کے بعد! اس کے بعد کیا ہوگا۔ وہ اسکیم جو میں نے خود ہی بنائی تھی، فیل ہو جائے گی۔ یہاں اگر کسی بھی صورت میں مارٹن ایسٹرو نے مجھے کوئی حیثیت دی تو میں اُسے فوراً قبول کرلوں گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے مارٹن ایسٹرو کے ساتھ رہ کر کم از کم تھوساس کا پتا تو چل سکتا ہے اور تھوساس کے حصول کے بعد آئندہ کے بارے میں سوچا جائے گا کہ کیا کیا جائے۔ لیبوس وغیرہ اگر مارٹن ایسٹرو کے قبضے میں آ جائیں تو بہتر ہی ہوگا۔ ہم لوگ ایک ہی جگہ جمع ہو کر کوئی کارروائی آسانی سے کر سکتے ہیں

تہ خانے میں نجانے کتنا وقت گذرا۔ اور نجانے میرا ذہن کون کون سے جہانوں کی سیر کرتا رہا۔ وقت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ لیکن پھر میری توقع کے مطابق میرے ساتھی سمبو تورا ڈوٹن کار لو اور لیبوس تہ خانے میں پہنچا دیے گئے۔ انہیں لانے والا ایڈی پائپر ہی تھا، جو زخمی نظر آ رہا تھا۔ اُس کی پیشانی پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اور اُس کی آنکھوں میں خوفناک تاثرات تھے سمبو تورا ڈوٹن کار لو اور لیبوس بظاہر ٹھیک ٹھاک تھے لیکن کچھ اُلجھے ہوئے سے نظر آ رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ بری طرح چونک پڑے ایڈی پائپر واپس چلا گیا تھا۔ سب سے پہلے میں نے سمبو تورا اور دوسرے لوگوں کو ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ میں جانتا تھا کہ تہ خانے میں مارٹن ایسٹرو نے وہ تمام انتظامات کر رکھے ہوں گے، جن کے ذریعے ہماری گفتگو سنی جا سکے۔ پہلے بھی میں اُس کی ایک ایسی ہی کوشش دیکھ چکا تھا سمبو تورا شاید کچھ نہیں سمجھ سکا تھا۔ لیکن ڈوٹن کار لو اُس کی نسبت ذہین تھی اُس نے سمبو تورا کے کانوں سے منہ لگا کر آہستہ سرگوشی کی

"خاموش رہنا بہتر ہے۔"

میں نے اُن تینوں کو گھورتے ہوئے پوچھا: "تو تم اپنا تحفظ بھی نہیں کر سکے۔"

ڈوٹن کار لو نے چونک کر مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولی

"جب اپنے ہی دشمنی پر آمادہ ہو جائیں تو انسان کیسے تحفظ کر سکتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا" میں نے ڈوٹن کار لو کی ذہانت سے متاثر ہو کر کہا۔

"ہم لوگوں کی نشاندہی کا ذریعہ کون بنا مسٹر غزالی؟"

"میں مجبور تھا۔ اِس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔"

"لیکن تم تنہا ہی کلیسا کی جانب کیوں دوڑ پڑے تھے، ہم لوگ تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے تھے؟"

"اگر تم لوگ ساتھ بھی دیتے تو کیا ہوتا۔ مارٹن ایسٹرو کمزور انسان نہیں ہے۔ اور لیبوس اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کا تعلق ایک بہت بڑی آرگنائزیشن سے ہے۔"

"تاہم ہمیں تم سے کوئی شکایت نہیں ہے مسٹر غزالی! کیونکہ تم ہمارے درمیان اجنبی ہو۔ لیکن کیا ہمیں اتنا بھی نہیں بتاؤ گے کہ اب ہماری تقدیر کا فیصلہ کیا ہے۔"

"حماقت کی باتیں کر رہی ہو تم۔ تقدیروں کے فیصلے بتانا میرا کام نہیں ہے۔ میں خود بھی ایک قیدی کی حیثیت رکھتا ہوں۔"

"لیکن میں تم پر اعتبار نہیں کر سکتی۔ سوری مسٹر غزالی تمہاری وجہ سے ہمیں اِن لوگوں کے قبضے میں آنا پڑا ہے اور ہمارے ساتھ نجانے کیا سلوک کیا جائے۔"

"میں اِس سلسلے میں مزید کیا کر سکتا ہوں۔ حسن صاحب جو ذمہ داریاں میرے سپرد کی تھیں۔ میں نے اپنے طور پر پورا کیا۔ لیکن تمام حالات میرے علم میں تو نہیں تھے۔ اور میں لاٹن کا آدمی بھی نہیں ہوں تم لوگوں سے معذرت چاہتا ہوں میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکا۔ لیکن اس سے زیادہ کچھ کرنا میرے بس میں نہیں تھا۔"

سمبو تورا اور لیبوس حیرت سے میری گفتگو سن رہے تھے انہوں نے بولنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ڈوٹن کار لو نے نفرت بھرے انداز میں ہونٹ سکوڑے۔ اور پھر ایک گوشے میں جا بیٹھی۔ لیکن وہ اصل گفتگو کرنے کے لیے بے چین تھی۔ میں نے اشاروں اشاروں میں اُسے سمجھا دیا کہ اِس وقت مزید کوئی گفتگو نہیں کی جا سکتی۔

بہت وقت گذر گیا پتا نہیں رات ہو گئی تھی یا صبح ہونے والی تھی۔ ہمیں نیند آنے لگی۔ ڈوٹن کار لو۔ سمبو تورا اور لیبوس ایک گوشے میں لیٹ گئے اور میں مسہری پر دراز ہو گیا۔ پھر نیند آ گئی۔ اور اُس وقت نجانے کیا ٹائم ہوا تھا، جب کسی نے شانہ جھنجوڑ کر مجھے ہلایا اور میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں

ایڈی پائپر ہی کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے مجھے ایک دم ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر ہاتھ کے اشارے سے اپنے ساتھ آنے کے لیے کہا۔ سمبو تورا وغیرہ گہری نیند سو رہے تھے۔ میں پریشان سے انداز میں ایڈی پائپر کے پیچھے چل پڑا۔ اور وہ مجھے تہ خانے سے باہر نکال لایا۔

باہر نکلتے ہی اُس نے کہا "مسٹر غزالی! براہ کرم کسی قسم کی کوئی حرکت کرنے کی کوشش مت کرنا۔ اِس وقت حالات مختلف ہیں۔ مسٹر مارٹن ایسٹرو ناشتے کی میز پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان کوئی بہت ہی عمدہ گفتگو ہونے والی ہے۔ براہ کرم جلد بازی سے کام مت لینا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ایڈی پائپر نے مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا۔ جہاں مارٹن ایسٹرو ایک بڑی سی میز کے گرد بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے انگلی سے غسل خانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "پانی یہاں نلوں میں تو نہیں آتا لیکن اس کے لیے معقول انتظام کر دیا گیا ہے۔ منہ ہاتھ دھو لو اور اُس کے بعد میرے ساتھ ناشتا کرو۔ پلیز، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔" میں خاموشی سے اُس غسل خانے کی جانب بڑھ گیا، جو انتہائی بوسیدہ اور ٹوٹی پھوٹی حالت میں تھا۔ اندر ایک بڑے برتن میں پانی بھرا ہوا تھا۔ بہرطور صاف ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ دھونے کے بعد میں باہر آیا۔ مارٹن ایسٹرو نے میرے لیے کافی کی پیالی بنالی تھی۔ وہ اُسے میرے سامنے سرکاتا ہوا بولا۔ "سب سے پہلے کافی پیو۔ تاکہ نیند کی کسل دور ہو جائے ظاہر ہے بے سکون رہے ہو گے۔" ایک لمحے کے لیے میں نے کافی کے بارے میں سوچا، تو مارٹن ایسٹرو ہنس پڑا۔ "نہیں، یہ کافی بالکل ٹھیک ہے۔ تمہیں اِس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

اس شاطر شخص کے بارے میں مجھے اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا۔ بہرحال اب جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں نے کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینا شروع کر دیے۔ مارٹن ایسٹرو بھی اپنے سامنے رکھی ہوئی کافی پینے لگا تھا۔ اُس کے بعد ناشتے کے دوسرے لوازمات وہ میرے سامنے رکھتا رہا اور میں نے پیٹ بھر کر ناشتا کرنے میں کوئی تکلف نہ کیا۔ مارٹن ایسٹرو بھی خاموشی سے میرے ساتھ مصروف تھا۔ ناشتے کے دوران اُس نے اور کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ پھر ہم نے کافی کی دوسری پیالی بنائی۔ اور اپنے اپنے سامنے رکھ لی۔ مارٹن ایسٹرو نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ سلگا لیا تھا۔ "ہاں ڈیئر غزالی! اب میں تم سے کام کی کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم یہ پسند کرو گے۔"

"مثلاً!" میں نے سوال کیا۔

"میں نے تنظیم کے ممبروں کے ذریعے تمہارے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی تھیں۔ اور میرا خیال ہے اُن کی فراہم کردہ تفصیلات غلط نہیں ہیں۔ لیکن کچھ سوالات میرے ذہن میں اٹکے ہوئے ہیں۔"

"کیا مسٹر ایسٹرو؟" میں نے سوال کیا۔

"تم ایک اچھے دولتمند گھرانے کے فرد ہو۔ کچھ لوگوں کی بے اعتنائی کے سبب تم نے اپنا گھر چھوڑ دیا۔ اور پھر اُس شخص کے ہاں ملازم ہو گئے جس کا نام تم نے شاید حسن بتایا تھا۔ یہ ملازمت کیا حیثیت رکھتی تھی۔ اور مستقبل کے لیے تمہارے ذہن میں کیا پروگرام تھے۔ کیا ان کی کوئی تفصیل بتا سکتے ہو؟"

"کوئی خاص تفصیل نہیں۔ مجھے سہارا درکار تھا۔ اُس وقت لُٹا ہوا تھا۔ مسٹر حسن کا بیٹا محسن میرا دوست تھا۔ اُس نے دوستی کے سارے رشتے نبھائے۔ اور عارضی طور پر مجھے اپنے ہی مکان میں جگہ دیدی۔"

"پھر تم ان معاملات کی جانب کیسے راغب ہوئے؟"

"بوڑھے گوبین کی وجہ سے۔ گوبین اُس وقت مسٹر حسن ہی کے پاس تھا۔"

"کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں مسٹر غزالی کہ صرف ایک شخص کی دوستی نبھانے کے لیے یا کسی کے ذاتی معاملات میں اُس کی مدد کرنے کے لیے تم نے اتنے خطرات مول لیے؟"

"تم نے بہت چالاکی سے وہ سوال کر ڈالا ہے ڈیئر مارٹن ایسٹرو جسے میں اپنے ذہن ہی میں رکھنا چاہتا تھا۔ بہرحال تم سے پردہ رکھنا بھی بے معنی ہی ہوگا۔ کیونکہ جس قدر معلومات تم نے حاصل کی ہیں وہ میرے لیے حیران کن ہیں۔ شاید تمہیں اِس بات کا علم بھی ہو کہ بوڑھے گوبین کے نام کے ساتھ ایک اور چیز بھی وابستہ تھی اٹلی کے کسی گمنام علاقے کا ایک گمشدہ خزانہ، جس کے بارے میں سنا گیا تھا کہ ویلینی نامی کوئی عورت اُسے لے اڑی ہے اور گوبین کے بارے میں مسٹر حسن نے مجھے یہ بتایا تھا کہ وہ ویلینی کا ساتھی ہے۔ مسٹر حسن نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر ہم اِس سلسلے میں کچھ مناسب معلومات حاصل کر سکے تو ممکن ہے مونٹ سورانٹ کا وہ خزانہ تھوڑا بہت ہمارے حصے میں بھی آ جائے۔"

مارٹن ایسٹرو ہنس پڑا۔

"کیوں اِس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں یہ تمام کہانیاں میں نے بھی سنی تھیں۔ اور اگر عام حالات ہوتے تو شاید میں بھی اِن ہی راستوں پر چل پڑتا۔ ویلینی ایک پراسرار نام کی حیثیت رکھتی ہے۔ بوڑھے گوبین سے اِس کا کیا تعلق ہے، اس کے بارے میں صرف ایک ہی بات کہی جا سکتی ہے کہ اگر ویلینی کا

کوئی وجود ہے تو پھر وہ سامون ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ سامونیکا سے فرار ہونے والے دنیا کے مختلف حصوں میں بکھر گئے ہیں۔ ان میں عورتیں بھی ہیں اور مرد بھی۔ بڑی عجیب و غریب خصوصیات کے حامل ہیں یہ لوگ۔ ہماری دنیا کے انسانوں سے بالکل مختلف۔ لیکن ہمیں ان تمام چیزوں سے دلچسپی نہیں ہے۔ تنظیم کے مقاصد ایک اعلیٰ حیثیت رکھتے ہیں۔ اور تمام خزانے انسانی جذبوں کے سامنے ہیچ ہوتے ہیں۔ کیا تم اس بات سے اختلاف کرتے ہو مسٹر غزالی!؟"

"نہیں مارٹن ایسٹرڈ! میں اس سلسلے میں آپ سے متفق ہوں۔" میں نے متاثر لہجے میں کہا۔

"دولت بے شک انسانی زندگی کے لیے انتہائی ضروری شے ہے، اور میں اس کے حصول کی کوششوں سے اختلاف نہیں رکھتا لیکن موہوم امیدوں پر اتنے اہم کام کرنا بھی عقلمندی نہیں ہے، سامون اپنی الگ سیاست رکھتے ہیں، وہاں بھی اقتدار کا کھیل جاری ہے۔ کچھ شکست خوردہ ہیں اور کچھ فتح مند۔ جو فتح مند ہیں، وہ اپنی فتح برقرار رکھنے کے خواہاں ہیں، میں تو سمجھتا ہوں کہ ولیمنی کے نام سے جو خزانہ منسوب کیا گیا ہے وہ صرف ایک روایتی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس کا کوئی وجود نہیں ہے، ممکن ہے یہ بھی سامونوں کا کوئی کھیل ہو اور تمہاری تمام تر کوششوں کے باوجود اس کا کوئی نتیجہ نہ نکل سکے، یہ منتشر لوگ بس یکجا ہونا چاہتے ہیں، تاکہ اپنی دنیا کا سفر کر سکیں، اور اس کے لیے وہ مختلف ذرائع سے کوششیں کر رہے ہیں، ڈیئر غزالی تنظیم اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اربوں... روپے خرچ کر رہی ہے اور کام کے لوگوں کو ان کی پسند کے مطابق معاوضے ادا کیے جاتے ہیں۔

"تم اگر ولیمنی کے خزانے کا کچھ حصہ حاصل کر بھی لو تو اس کی مالیت زیادہ سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے۔ اگر تمہیں اس جھگڑے سے نکال کر اور ایک روایتی چیز پر انحصار نہ کرنے کی پیش کش کر کے ایک معقول معاوضہ دینے کا وعدہ کیا جائے تو کیا تم تنظیم کے لیے کچھ دنوں کام کر سکتے ہو؟" مارٹن ایسٹرڈو نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے چونکنے کی اداکاری کی اور پھر پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا "میں، میں بھلا اتنی بڑی تنظیم کے لیے کیا کام کر سکتا ہوں؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں مسٹر غزالی، بعض اوقات کوئی بہت چھوٹی سی چیز بڑی اہمیت کی حامل بن جاتی ہے، تم میں سامونوں کی سی صفات ہیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کچھ سامون تم پر بھروسا کرتے ہیں، تم اس سلسلے میں تنظیم کے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہو سکتے ہو چونکہ تم سامونوں کے مفادات سے دلچسپی نہیں رکھتے بلکہ اس کے پس پردہ تمہارا اپنا مفاد ہے۔ میں تم سے کھل کر یہ بات کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جو مفاد تم نے سامونوں سے وابستہ کر رکھا ہے، میں تنظیم کی معرفت تمہارے لیے اس کا حصول آسان بنا سکتا ہوں۔"

میں پُرخیال نگاہوں سے مارٹن ایسٹرڈ کو دیکھتا رہا۔

اس نے کہا "ہاں مسٹر غزالی، ہمارے مشن کا اہم حصہ اُن مفرور سامونوں کو یکجا کر کے اُن سامونوں کے حوالے کرنا ہے جو اس وقت سامونیکا پر حکمراں ہیں، اور اس کے عوض ہمیں سامونیکا میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کرنے کی اجازت مل جائے گی، چنانچہ اگر تمہارے ذریعے دنیا کے مختلف گوشوں میں بکھرے ہوئے سامون یکجا ہو سکیں تو معاوضے کے لیے میں تمہیں ایک کروڑ ڈالر کی پیش کش کرتا ہوں۔ یہ وہ رقم ہے جو میں تمہیں اپنے اختیارات کے تحت پیش کر رہا ہوں اور یہ پوری کی رقم ایڈوانس کے طور پر تمہارے وطن میں تمہارے اکاؤنٹ میں جمع کرائی جا سکتی ہے۔ یا پھر اس کے بارے میں جو کچھ بھی تم پسند کرو۔ تنظیم اگر اپنے عظیم تر مفادات میں تمہاری خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس رقم میں کچھ اضافہ کرنا چاہے گی، تو میں اُس کی پُرزور سفارش کر دوں گا۔ تمہاری تسلی کے لیے تمہارے اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم کے کاغذات تمہیں پیش کر دیے جائیں گے۔ اور اس کے بعد تم ہمارے لیے کام کا آغاز کر دو گے۔"

اس وقت صرف خوبصورت اداکاری ہی میرے آئندہ اقدامات کا راستہ متعین کر سکتی تھی۔ میں اس طرح ساکت ہو گیا تھا جیسے میری حرکتِ قلب ہی بند ہو گئی ہو۔ میری پھٹی پھٹی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار تھے اور یہ کیفیت ایک لالچی شخص کے چہرے پر ہی ابھر سکتی تھی۔ بمشکل تمام میں نے اپنے آپ پر قابو پایا اور کھوئے کھوئے لہجے میں بولا "اگر یہ سب کچھ تم سچ کہہ رہے ہو مارٹن ایسٹرڈ، تو میرا خیال ہے کوئی احمق سے احمق شخص بھی اس حسین پیش کش کو نہیں ٹھکرائے گا۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں بلکہ تم خود میرے بارے میں جانتے ہو کہ میری جائیداد کے سلسلے میں میرے بھائیوں نے بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ تمام جائیداد اپنے قبضے میں کر لی اور مجھے اُس سے محروم کر دیا۔ اگر وہ بڑے بھائیوں کی حیثیت سے تمام جائیداد کو اپنے قبضے میں لے کر مجھ سے صرف اس محبت کا سلوک کرتے جو بھائیوں کو بھائیوں سے ہوتی ہے تو شاید دینے کا تصور بھی میرے ذہن میں نہ ابھرتا، لیکن انہوں نے مجھے راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کیا اور میں نے خود ہی ان کے راستے کو چھوڑ دیا اس چیلنج کے ساتھ کہ ایک دن میں خود ایک دولتمند آدمی کی حیثیت سے اُن کے سامنے آؤں گا۔

"ان حالات میں تم سمجھ سکتے ہو مارٹن ایسٹرڈ کہ میرا ذہن کیا ہو سکتا ہے اور اگر اس مشن کی تکمیل میں تم اس طرح میرے ساتھی بن سکتے ہو تو پھر وہ کون سی وجہ ہو سکتی ہے جو مجھے تمہارا ساتھ دینے سے روکے۔"

"ہاں، یقیناً کوئی نہیں بشرطیکہ تم خلوص سے میرے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو۔"

"یہاں میں صرف دلیل سے کام لوں گا، مسٹر مارٹن ایسٹرڈ۔ میں تم سے بالکل مخلص نہیں ہوں لیکن اپنے آپ سے کون مخلص نہیں ہوتا، بلاشبہ ولیمنی کا خزانہ ایک بڑی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ تمام سامون یکجا نہ ہو جائیں۔ اور اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ خزانے کی یہ کہانی صرف ان لوگوں کے ذہن کی اختراع ہو اور اس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔ ایسے حالات میں جب کہ کسی خزانے کا وجود ہی نہیں ہوگا تو میں ان لوگوں کا کیا بگاڑ سکتا ہوں، سوائے کفِ افسوس ملنے کے اس کے برعکس میں ایک ایسے مقصد کے تحت کام کرنا پسند کروں گا جو میری نگاہوں کے سامنے ہو۔"

"ایک عقلمند آدمی کو بلاشبہ ایسا ہی کرنا چاہیے۔" مارٹن ایسٹرڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ان شرائط پر میں آپ کے لیے خلوصِ دل سے کام کرنے کے لیے تیار ہوں مسٹر مارٹن ایسٹرڈو۔" میں نے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔

مارٹن ایسٹرڈو مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔

"اس عظیم آرگنائزیشن میں شمولیت پر میری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔ ابھی میں تمہیں تمہارے کام کے بارے میں تفصیلات نہیں بتا سکتا لیکن تم خود صورتِ حال کو کسی حد تک سمجھ چکے ہو گے، ہمارا تعلق اسی زمین سے ہے جب کہ سامون خواہ دونوں گروہوں میں سے کسی گروہ کے ہوں ہم سے مختلف ہیں۔ تمہیں دوسرے گروہ کے ذہنی رابطوں کو بھی دیکھنا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں مسٹر ایسٹرڈو۔ آپ ان لوگوں سے بھی واقف رہنا چاہتے ہیں جن کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"سو فیصدی! اس سے پہلے ہمارے پاس ان کے ذہنوں میں جھانکنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اس سے تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ تم ہمارے لیے کس اہمیت کے حامل ہو۔ میں پائپر کے ذریعے تمہیں ایک نئی رہائش گاہ میں منتقل کر رہا ہوں اب تمہیں وہیں آرام کرنا ہوگا۔" پھر مارٹن ایسٹرڈو نے یہ نشست ختم کر دی۔

میری نئی رہائش گاہ میڈولیستا میں ایک حسین جگہ واقع تھی۔

اس جگہ میری ملاقات گاتنا سے کرائی گئی۔ گاتنا ایک نوجوان اور پُرکشش عورت تھی۔ چہرے پر نرم مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔

"ہر چند ہماری یہ ملاقات کاروباری نوعیت کی ہے مسٹر غزالی لیکن ضروری تو نہیں ہے کہ ہم کاروباری رہیں۔ آپ مجھے دوست تصور کر سکتے ہیں اور دوستوں سے ہر ضرورت بیان کی جا سکتی ہے۔"

"میں آپ سے ہر ضرورت بیان کر دوں گا مس گاتنا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس نئی رہائش گاہ میں میری پہلی رات عجیب و غریب احساسات کی حامل تھی۔ میں جانتا تھا کہ اس سے قبل میں کبھی ایسے خطرناک حالات سے دوچار نہیں ہوا ہوں۔ مارٹن ایسٹرڈ کے ساتھ دوسرے گروہ کے سامون موجود تھے۔ اور وہ ہر طرح کے ذہنی تبادلوں سے واقف ہو سکتے تھے۔ اس لیے ذہن کے دروازے بند رکھنے ہوں گے تاکہ کوئی ان دروازوں سے اندر نہ داخل ہو سکے۔ میں جانتا تھا کہ اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہے۔ سمبر تورا نے جو کچھ سکھایا تھا اور جو مشقیں میں نے کی تھیں اب ان کے استعمال کا وقت آیا تھا۔ چنانچہ آدھی رات کے بعد میں نے مراقبہ شروع کر دیا اور صبح تک اپنے ذہن کے ان خانوں کو بند کرنے میں مصروف رہا جن میں کوئی اجنبی ذہن داخل ہو سکتا تھا۔ اب کوئی سامون میری مرضی کے خلاف میرے ذہن تک رسائی نہیں حاصل کر سکتا تھا، ہاں، جسے میں خود ذہنی رابطے کی اجازت دوں، اسے مشکل نہ ہوتی۔ اس کارروائی کے بعد میں نے اپنے تحفظ کا پہلا مرحلہ مکمل کر لیا تھا۔ اب اگر کوئی سامون خلاف بھی ہوتا اور میرے ذہن میں پیدا شدہ خیالات کو پڑھنے کی کوشش کرتا تو اسے کامیابی نہیں حاصل ہو سکتی تھی، جب تک کہ میں اسے اپنے ذہن میں آنے کی اجازت نہ دیتا۔

گاتنا ایک اچھی میزبان تھی۔ اس نے مجھے ایک

لمحے کے لیے بھی تکدر کا شکار نہ ہونے دیا۔ ہم دونوں نے میڈولیٹا کی سیر بھی کی۔ اس طرح چار دن گذر گئے۔ پانچویں رات مجھے اپنے ذہن میں الارم بجتا محسوس ہوا اور میں نے خود سے مخاطب ہونے والے کو اجازت دے دی۔ آواز سمبوتورا کی تھی۔

"تم کہاں ہو۔ کیا تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو۔ ہم تمہارے لیے سخت بے چین ہیں شدید انتظار کے بعد بحالتِ مجبوری تم سے رابطہ قائم کرنا پڑا!"

"ہاں سمبوتورا۔ میں کچھ ایسے حالات کا شکار ہو گیا ہوں جن سے فرار میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس سے قبل جس طرح بھی مجھ سے بن پڑا میں نے تمہارا ساتھ دیا لیکن موجودہ حالات میرے لیے ناگزیر ہیں اور شاید اب میں اپنا فرض پورا نہ کر سکوں۔"

"کیا مطلب؟" سمبوتورا نے حیرت سے کہا

"افسوس گومین کی تلاش میں اب تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا ویسے بھی اس کی ذمہ داری صرف تم پہ عائد ہوتی تھی وہ تمہارے ساتھ تھا اور تمہیں اس کی حفاظت کرنی تھی اگر تم اسے کھو بیٹھے تو اس میں میرا قصور تو نہیں ہے باقی دوسرے جن ساموئنوں کی تلاش کا معاملہ تھا تو میں بھلا اس میں تمہاری کیا مدد کر سکتا تھا میری ذہنی پہنچ اس سے زیادہ نہیں تھی سمبوتورا میں تم سے معذرت چاہتا ہوں۔"

سمبوتورا کی آواز بند ہو گئی تھی۔ میں نے اسے اپنے طور پر ایک خفیہ پیغام دیا تھا کہ حالات کچھ بھی ہوں وہ گومین کو راز رکھے۔ اگر سمبوتورا اس پیغام کو نہ سمجھ سکے تو یہ اس کی بدنصیبی ہو گی پھر میں نے خود ہی اسے مخاطب کیا "تم خاموش کیوں ہو گئے سمبوتورا۔"

"سوچ رہا تھا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا سچ ہے۔ ہم نے تم پہ بہت اعتماد کیا تھا اور ہمیں توقع نہیں تھی کہ کسی مرحلے پر تم اس طرح ہمارا ساتھ چھوڑ دو گے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا مقصد تھا کہ سمبوتورا نے صورتحال کی نزاکت سمجھ لی ہے۔ میں نے فوراً کہا مجھے بتاؤ سمبوتورا میں کیا کروں۔ میں تم لوگوں کے بارے میں کچھ بھی تو نہیں جانتا۔ تم نے مجھے صرف آلۂ کار بنا رکھا ہے اور کسی بات کو جانے بغیر میں اندھوں کی مانند آگے بڑھتا رہتا ہوں حسن صاحب شاید خود بھی تم لوگوں کی اصلیت سے واقف نہیں تھے تم نے ہم سب کو دھوکے میں رکھا ہے، سوری سمبوتورا جو کچھ کرنا ہے تمہیں خود کرنا ہے ممکن ہے میں ہندوستان واپس چلا جاؤں میں صرف حسن صاحب کو جواب دہ ہوں۔"

"لیکن کم از کم گومین کی تلاش میں تو تمہیں ہماری مدد کرنی چاہیے۔" سمبوتورا نے کہا۔

"کس طرح۔ کیا اس قید کے عالم میں تلاش کروں تمہارے خیال میں آزاد پھر رہا ہوں۔ اگر یہ سوچ رہے ہو تو یہ سوچ حماقت ہے اس وقت بھی میرا سارا بدن رسیوں سے جکڑا ہوا ہے اور میں بے بس ہوں۔ اس سے زیادہ خطرات میں مول نہیں لے سکتا سمبوتورا۔ تھوساس کے سلسلے میں اگر تم مطمئن نہیں تھے تو تم نے مجھے کیوں آگے بڑھایا۔ نہیں ڈیئر سمبوتورا۔ اب جو کچھ کر سکتے ہو تم ہی کرو۔ میں تم سے شرمندہ ہوں۔"

"تم شاید مارٹن ایسٹرو سے خوفزدہ ہو گئے ہو۔"

"ہاں۔ میں کہتا ہوں کہ میں جرم کی دنیا کا انسان ہرگز نہیں ہوں مجھے زندگی بچانا ہی مشکل لگ رہا ہے۔ میں اس سے درخواست کروں گا کہ وہ مجھے معاف کر دے دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہوتا ہے بہرحال اس مصیبت کے ذمہ دار تم لوگ ہو۔ صرف تم لوگ۔" میں نے تلخی سے کہا۔

"لیکن غزالی۔"

"سوری سمبوتورا۔ مجھے جو کچھ تم سے کہنا تھا میں نے کہہ دیا اس کے بعد براہ کرم مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش مت کرنا" میں نے رابطہ ختم کر دیا۔

مجھے یقین تھا کہ کم از کم گومین کے مسئلے کو سامنے رکھتے ہوئے سمبوتورا ڈوٹن کارلو اور لیبوس یہ فیصلہ کرنے میں فوراً کامیاب ہو جائیں گے کہ یہ گفتگو مصلحتاً تھی۔ اگر ایسا نہ ہوا تو اسے بدقسمتی ہی کہا جا سکتا تھا۔ جہاں تک میرا مسئلہ تھا تو میں تو ویلینی کا عظیم الشان خزانہ سر کر چکا تھا جو میری دسترس سے دور نہیں تھا ساموئنوں کے اس مظلوم گروہ کے مشن کو مکمل کرنا میں نے اپنا مشن لیا تھا اور اس کے لیے جان کی بازی لگا دی تھی۔ فیصلے بار بار بدلتے ورنہ وہ فیصلے نہیں ہوتے اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا۔

دوسرے ہی دن مارٹن ایسٹرو نے مجھ سے ملاقات کی اور بہت پرتپاک انداز میں مجھ سے ملا" میں نے تمہارے معاوضے کی پیشگی ادائیگی کے سلسلے میں کارروائی مکمل کر لی ہے غزالی۔ بہت جلد تمہیں وہ کاغذات مل جائیں گے جن کی رو سے تم ایک کروڑ ڈالر کے مالک ہو گے۔"

"اس کے لیے پیشگی شکریہ بھی قبول فرمائیے مسٹر ایسٹرو۔ کیسی گذر رہی ہے۔ گاٹنا ایک پرکشش اور بھرپور عورت ہے اور اسے ہدایت کر دی گئی ہے کہ۔۔۔"

"وہ ایک اچھی میزبان ہے لیکن افسوس میں مشرقی ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اچھا تمہاری مرضی۔ دراصل میں یہاں سے جا رہا ہوں

میں کچھ وقت لگ جائے گا۔ میڈونیستا بہت چھوٹی سی جگہ ہے تم اگر چاہو تو میں لندن میں تمہارے قیام کا بندوبست کر دوں؟"

"اگر آپ ضرورت محسوس کرتے ہیں تو جو مناسب سمجھیں ورنہ یہ جگہ زیادہ پرسکون ہے اور شہری ہنگاموں میں تو میں ساری زندگی اپنی گذارتا رہا ہوں شہر سے دور رہ کر یہاں قیام مجھے پسند ہے۔"

"خوشی سے یہاں رہو کم از کم اس وقت تک جب تک تمہارے سپرد کوئی ذمہ داری نہ کر دی جائے۔ ہاں ان قیدیوں سے تو تمہیں کوئی کام نہیں ہے، میرا مطلب ہے اُن سے ملاقات تو نہیں کرنا چاہتے اگر تم اُن سے ملنا چاہو تو میں ایڈن پائپر کو ہدایت کر دوں کہ اُن سے تمہاری ملاقات کرا دے میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے، اگر تم چاہو تو انہیں اپنی کسی مجبوری کی اطلاع دے سکتے ہو، اُن سے کہہ سکتے ہو کہ ان حالات میں تم معطل ہو گئے ہو اور اب ان کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔"

نہیں مسٹر مارٹن ایسٹرو۔ جب میں اُن کے راستے سے ہٹ ہی گیا ہوں تو پھر اُن کا سامنا بھی نہیں کرنا چاہتا، وہ اپنے دل جو کچھ بھی سوچیں، سوچتے رہیں میں نے حکمت عملی سے کام لے کر کہا اور مارٹن ایسٹرو گردن ہلانے لگا، پھر اس نے مجھ سے رسمی گفتگو کی اور اس کے بعد چلا گیا۔

میں خاموشی سے آنے والے حالات کے بارے میں سوچنے لگا، بہت سے خیالات ذہن میں تھے، لیکن پاؤں ٹک گئے تھے، کوئی ایسا منصوبہ ابھی تک ذہن میں نہیں آیا تھا جو مکمل ہو اور جس کے ذریعے میں قدم آگے بڑھا سکوں فی الحال تو ہم سب ہی مصیبت میں پھنس گئے تھے۔ مارٹن ایسٹرو اور اس کی تنظیم ساموئنوں کو قابو کرنے میں کوشاں تھی اور بظاہر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ لوگ اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیبوس، تھوساس۔ اور گومین نمایاں حیثیت کے حامل تھے، ویلینی نے سربراہوں کے جو نام بتائے تھے، اُن میں تین افراد تو یہی تھے باقی دو رہ گئے تھے یعنی گاٹی ہا اور روی مین۔ پتہ نہیں ان سے کسی کا رابطہ قائم ہوا تھا یا یہ ابھی تک صیغہ راز میں تھے، یہ اندازہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ خود مارٹن ایسٹرو کو بھی ان کے بارے میں معلوم ہے یا نہیں، بہرطور یہ تین افراد میرے سامنے آ چکے تھے اگر انہی کا تحفظ ہو سکے، تو بڑی بات تھی۔ اس سے آگے میں ویلینی سے معذرت بھی کر سکتا تھا، تمام زندگی اس ہنگامے میں تو ضائع نہیں کی جا سکتی تھی۔ تھوساس کے ساتھ بیس ساموئن اور قید تھے۔ اگر ان سب ہی کو رہائی مل جاتی تو میں اسے اپنا بہت بڑا کارنامہ سمجھ سکتا تھا۔ بظاہر تو اس کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی لیکن میں نے ایک موہوم سی امید پر مارٹن ایسٹرو کو اپنی

خدمات پیش کر دی تھیں۔ ممکن ہے اس پر اعتماد قائم کرنے کے بعد میں ساموئنوں کی کچھ زیادہ ہی مدد کر سکوں، ابھی میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ مارٹن ایسٹرو کی ذہنی کیفیت کیا ہے، اُسے مجھ پر اعتماد ہوا ہے یا نہیں۔ بہرحال اس سلسلے میں ابھی کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی جا سکتی تھی۔ میں انہی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ گاٹنا مسکراتی ہوئی اندر آ گئی۔

یہ صاف ستھری طبیعت کی مالک عورت تھی بلاشبہ اس کے اندر بے پناہ کشش تھی اور اسے دیکھ کر ذہن کو یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ حسین عورت ہے لیکن میں نے اس کے کردار میں کسی قسم کی خرابی نہیں پائی تھی جب کہ مارٹن ایسٹرو نے مجھ سے نہایت بھونڈے انداز میں گاٹنا کا تذکرہ کیا تھا۔

"ہیلو غزالی۔ کسی سوچ میں گم ہو۔"

"نہیں ڈیئر گاٹنا۔ کوئی خاص بات نہیں، تنہائی میں انسان خیالوں کا ہی سفر کرتا ہے یہ اس کی فطرت ہے۔"

"مارٹن ایسٹرو نے مجھے ہدایت کی ہے کہ تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی بوریت کا شکار نہ ہونے دیا جائے۔ میرا خیال ہے میں نے پہلے بھی کوشش کی ہے۔ اگر تم پسند کرو تو آؤ سیر و شکار کا پروگرام بناتے ہیں۔ مسٹر ایسٹرو تو شاید کئی دن کے لیے میڈونیستا سے باہر چلے گئے ہیں۔"

"جیسا تم مناسب سمجھو۔" میں نے جواب دیا۔

"میں ابھی انتظام کیے لیتی ہوں، میڈولیتا کے بعض نواحی علاقے شکار سے بھرے پڑے ہیں۔" گائنا نے کہا اور وہاں سے باہر نکل گئی۔ واپسی میں اس نے تقریباً ایک گھنٹہ لگایا تھا، اس نے خود لباس تبدیل کر لیا تھا اور میرے لیے بھی مخصوص قسم کا لباس لائی تھی۔

گائنا خود ہی گاڑی چلا رہی تھی اور میں اس کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا، میڈولیتا کے نواحات کو پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ لینڈ روور اسی راستے سے گذری جو بروجر پوائنٹ کہلاتا تھا اور جہاں سے پرانے کلیسا کی وہ عمارت دیکھی جا سکتی تھی جو انتہائی پُراسرار نوعیت کی حامل تھی اور جس کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ سمبوتورا اور اس کے ساتھی ہی نہیں بلکہ شاید تھوساس اور وہ بیس سامون بھی اسی عمارت میں قید ہیں لیکن میں ابھی اس کا پوری طرح جائزہ نہیں لے سکا تھا اور یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تنہا اس عمارت میں کچھ کر سکوں گا۔

کلیسا کی پرانی عمارت نگاہوں سے اوجھل ہو گئی اور ہم اونچے نیچے ناہموار راستوں سے گذرتے ہوئے بالآخر جنگل میں داخل ہو گئے۔ جنگل کا ابتدائی حصہ زیادہ گھنا نہیں تھا۔ لیکن جوں جوں ہم آگے بڑھتے جا رہے تھے، درخت قریب قریب ہوتے جا رہے تھے، اور ان کے درمیان سے لینڈ روور کو نکالنا مہارت کا کام تھا لیکن گائنا باآسانی یہ کام کر رہی تھی۔

اس نے کہا۔ "ہمیں اس انداز میں تقریباً تیس منٹ کا سفر اور کرنا ہوگا اور اس کے بعد ہم جنگل کے دوسرے سرے پر جا نکلیں گے جہاں پہاڑی علاقہ ہے۔ سنسان اور غیر آباد، اس طرف گھاس کے میدان بچھے ہوئے ہیں۔ ایک ندی ان میدانوں کو سیراب کرتی ہوئی نکلتی ہے اور اس ندی کے کنارے ہرنوں اور چیتوں کی ڈاریں پانی پینے آتی ہیں۔ یہ ایک ایسی حسین جگہ ہے غزالی جو تمہیں بے حد پسند آئے گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ گھنے جنگلوں کے درمیان ہُو کا عالم طاری تھا نہ جانے کیوں پرندوں کی آوازیں تک نہیں سنائی دے رہی تھیں، راستے بھر ہمیں جانور بھی نظر نہیں آئے۔ ہاں جب گائنا کے کہنے کے مطابق تیس منٹ کا سفر طے ہو گیا، اور ہم دوسری جانب جا نکلے تو میں نے منظر ایکدم بدلتا محسوس کیا۔ سبز گھاس سے ڈھکے ہوئے میدانوں میں ہرنوں کی ڈاریں کلیلیں کرتی پھر رہی تھیں۔ جنگلی بھینسے اور دوسرے جانوروں کے غول بھی نظر آ رہے تھے، تھوڑے ہی فاصلے پر ایک نسبتاً نیچی پہاڑی سے جھرنا نیچے گر رہا تھا۔

"بہت خوبصورت جگہ ہے۔" میں نے تعریفی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میڈولیتا کا دل ہے یہ۔" گائنا سرد لہجے میں بولی۔ پھر اس نے گاڑی خیمے سے تھوڑے فاصلے پر روک دی اور انجن بند کر کے نیچے اتر آئی۔ میں نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔

"میں اکثر یہاں آ جاتی ہوں ایک عجیب سا سکون ہے ان وادیوں میں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔"

"واقعی بہت خوبصورت جگہ ہے۔" میں نے اعتراف کیا۔

"یہیں خیمہ لگاتے ہیں، یہاں سے جھرنا قریب ہے" اس نے کہا۔ اور پھر لینڈ روور کے پچھلے حصے سے پلاسٹک کا ایک خیمہ نکال لیا۔ زمین میں میخیں لگا کر خیمہ نصب کر لیا گیا تھا۔ کافی کشادہ جگہ تھی۔ گائنا نے جدید ساخت کے دو بستر نکالے ان میں ہوا بھر کر انھیں خیمے میں لگا لیا گیا اور ہم دونوں اس کام سے فارغ ہو گئے۔

"آؤ اب کسی مظلوم کی جان لے کر اپنی شکم سیری کا بندوبست کریں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور بندوق اٹھا لی۔ ندی کے کنارے معصوم جانور نظر آ رہے تھے گائنا نے چند خرگوش شکار کیے اور پھر خود ہی ان کی کھال وغیرہ اتار کر انھیں آگ پر بھونا۔ وہ ان کاموں میں ماہر تھی میں بھی اس کا ہاتھ بٹاتا رہا۔ خرگوشوں کے بھُنے گوشت سے پیٹ کی آگ بجھالی گئی۔ پھر رات ہو گئی۔ گائنا تمام انتظامات کر کے آئی تھی۔ اس نے خیمے میں لیمپ روشن کر دیا اور پھر اپنے بستر پر دراز ہو گئی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "تم بہت سنجیدہ ہو غزالی۔"

"شاید!"

"ایسے حسین مناظر تو انسان کی فطرت میں خوشگوار جولانی پیدا کر دیتے ہیں لیکن میں نے تمہارے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں پائی کیا اس کا کوئی پس منظر ہے؟"

"کوئی نہیں بس ہر انسان کی ایک فطرت ہوتی ہے۔"

"تھوڑی دیر کے بعد چاند نکل آئے گا اور بلندی سے گرنے والا یہ آبشار سونے کا بن جائے گا۔ چاندنی

رات میں آبشار سے بننے والے تالاب میں نہانا مجھے بہت پسند ہے نہ جانے کیوں مجھے لگتا ہے جیسے جب میں غسل کر کے نکلوں گی تو میرا پورا بدن سنہرا ہو جائے گا میں سونا بن جاؤں گا۔"

"کبھی غسل کیا ہے اس تالاب میں؟"

"ہاں کئی بار۔ میں تمہیں اپنی پسندیدہ جگہ لائی ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم سونے میں نہیں تبدیل ہوئیں۔"

"یہ صرف میرا احساس ہوتا ہے ایک احمقانہ خواہش ہوتی ہے جو ظاہر ہے پوری نہیں ہو سکتی۔"

"عجیب بات نہیں ہے گائنا۔ ایک ایسی خواہش جس کے بارے میں تمہیں خود علم ہے کہ وہ کبھی پوری نہیں ہوگی۔"

"میں جانتی ہوں لیکن عملی زندگی اتنی تلخ اور تھکا دینے والی ہوتی ہے کہ اس کے بعد خوابوں میں کھو جانے کو جی چاہتا ہے یہ خواب ان ناآسودہ خواہشوں کی تکمیل کر دیتے ہیں اور وقتی سکون مل جاتا ہے۔ اور یہ سکون برا نہیں لگتا غزالی۔"

"بس میں ان خوابوں پر یقین نہیں رکھتا شاید یہی تبدیلی تمہیں میری سنجیدگی محسوس ہوتی ہو۔"

"لیکن وہ حقیقت جو خواب نہ ہوں۔" گائنا نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"جیسے میں۔" وہ بولی اور مجھے اس کی سحر خیز آنکھیں اپنے ذہن میں اترتی ہوئی محسوس ہوئیں یہ آنکھیں وسیع ہوتی گئیں ان میں ایک دنیا آباد نظر آئی ایسے دلکش نظارے ابھرے کہ انسان بے بس ہو جائے وہ مجھے چاندنی کے دوش پر وجود کی آبادیوں کا سفر کراتی رہی اور پھر دفعتاً تاریکی چھا گئی اس تاریکی کے ساتھ ہی لاتعداد شیشے ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دی تھیں۔

گائنا نے ایک اذیتناک کراہ کے ساتھ آنکھیں بند کر لیں اور میں جیسے چاندنی کے رتھ سے نیچے گر پڑا۔ ایک لمحے کے لیے تو حواس سوئے رہے پھر جاگ گیا۔ گائنا دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے بیٹھی تھی۔ میں نے اس صورت حال پر غور کیا اور حقیقت میرے علم میں آ گئی لیکن یہ انوکھی حقیقت تھی اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو گائنا سامون تھی۔ اس نے مجھے آنکھوں کے سحر میں گرفتار کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں چونکہ اس حقیقت سے واقف نہیں تھا اس لیے تیار نہیں تھا اور وہ ابتدائی کوششوں میں کامیاب ہو گئی تھی لیکن پھر وہ میرے ذہن کی اس دیوار سے ٹکرا گئی جو میں نے خود تعمیر کی تھی اور میری طرح زخمی ہو گئی۔ یہ انکشاف میرے لیے حیرت انگیز تھا لیکن میں خود اس کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

دیر تک وہ اپنے چکراتے ہوئے دماغ پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی اور پھر دو تین بار گردن جھٹک کر آنکھیں کھول دیں۔ پھر پھیکے انداز میں مسکرا کر بولی۔ "باہر چلیں؟"

"چلو۔" میں نے جواب دیا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ خوشگوار ہوا چل رہی تھی اور اس میں نہ جانے کیسی کیسی خوشبوئیں بسی ہوئی تھیں۔ آبشار کی سفیدی تاریکیوں میں شگاف ڈال رہی تھی۔ وہ آبشار کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ میں نے بھی ایک دوسری جگہ منتخب کر لی تھی۔

"غزالی۔" چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"ہوں۔"

"کیا تم۔ کیا تم واقعی سامون نہیں ہو؟" چونکا دینے والا سوال تھا۔ میں نے خود کو سنبھالا۔

"تمہیں میرے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بتانے والوں کی بات چھوڑو۔ میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔"

"کیا تمہیں یہ پوچھنا چاہیے؟"

"ہاں۔ میں کسی کی محکوم نہیں ہوں۔" اس کی آواز میں غراہٹ سی پیدا ہو گئی۔

"مارٹن الیسٹر کی بھی نہیں؟"

"کسی کی بھی نہیں سمجھے تم۔ کسی کی بھی نہیں۔ نہ جانے کیوں وہ بپھر گئی تھی۔

"مجھے تعجب ہے۔ حالانکہ اس نے کہا تھا کہ تم میرے لیے ایک خادمہ کی حیثیت رکھتی ہو۔ اور اس نے تمہیں میرے لیے مخصوص کیا ہے۔" میں نے کہا اس نے میری اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ "کیا تم سامون ہو۔؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تب۔ تب۔" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"تم سامونوں کے بارے میں کیا جانتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"سب کچھ۔ وہ سب کچھ۔ جو عام لوگ نہیں جانتے۔"

"اوہ۔ وہ کیسے۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں سامون ہوں"۔ اس نے پُراسرار انداز میں کہا۔ اور میرے خیال کی تصدیق ہوگئی۔ لیکن میں نے اس انکشاف پر دم بخود رہ جانے کی اداکاری کی تھی۔ دیر تک میں کچھ نہ بولا۔ گاٹنا بھی خاموشی سے زمین پر نگاہ جمائے ہوئے تھی۔ کافی دیر تک خاموشی رہی۔ چاند آہستہ آہستہ اُبھرتا جا رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ منظر واقعی حسین ہوگیا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور آبشار کے نزدیک پہنچ گئی۔ میری طرف اس کی پشت تھی وہ آبشار سے بہنے والی وسیع جھیل کو دیکھتی رہی پھر اس نے شاید نہانے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ میری موجودگی کو بھول گئی تھی میری پلکیں جھپک گئیں اس نے اپنا لباس ایک طرف پھینک دیا اور پانی میں گھل گئی۔ دیر تک اس کا سر پانی پر نہیں اُبھرا تھا۔ میں خاموشی سے بیٹھا جھیل کی طرف دیکھتا رہا۔ ذہن میں طرح طرح کے خیالات جنم لے رہے تھے اس انکشاف نے مجھے چونکا دیا تھا کہ وہ سامون ہے۔ اگر وہ سامون تھی تو کون سے گروپ سے اس کا تعلق تھا۔ وہ مارٹن ایسٹرو کے ساتھ تھی اس لیے یقیناً دوسرے گروپ کی ہی ہوسکتی تھی۔

دفعتاً وہ پانی میں اُبھری اور پھر کنارے پر ہاتھ جماکر باہر نکل آئی۔ چاندنی پوری طرح چٹکی ہوئی تھی اور نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سنہری ہوگئی ہو اس پر سونے کا پانی چڑھ گیا ہو۔ وہ اپنے وجود کی حشر سامانیوں سے بےنیاز بلاجھجک کنارے پر کھڑی رہی اور پھر آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگی۔ اور دفعتاً ہی مجھے اپنے بدن میں لرزشیں محسوس ہوئیں۔ ایک بیتی ہوئی رات یاد آگئی۔ جب ایسے ہی چاندنی نکھری ہوئی تھی اور۔ اور۔ ایک ایسا ہی وجود میرے سامنے تھا۔ میری کنپٹیاں چٹخنے لگیں۔ وہ میرے بالکل قریب آکھڑی ہوئی تھی۔

"غزالی" اس کی آواز اُبھری اور میں نے مدہوشی کے انداز میں اسے دیکھا۔ "اٹھو۔ میرے ساتھ پانی میں چلو۔ آؤ غزالی آؤ تو سہی"۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں جیسے اس سحر سے آزاد ہوگیا۔ میں نے آہستہ سے اس سے ہاتھ چھڑا لیا۔

"تم جذباتی ہو رہی ہو گاٹنا۔ خود کو سنبھالو۔ میں ان راستوں کا راہی نہیں ہوں"۔ میں نے جواب دیا۔ وہ مجھے گھورتی رہی اور پھر مڑکر واپس پانی میں چلی گئی۔

کیفیت تو میری بھی بہتر نہیں تھی۔ لیکن اپنے کردار کو زندہ رکھنا چاہتا تھا کسی سے کیے ہوئے وعدے کو نبھانا چاہتا تھا اور اس کا بہتر طریقہ یہ تھا کہ یہاں سے اٹھ جاؤں۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ واپس خیمے میں آگئی۔ اب وہ پورے لباس میں تھی۔ خیمے کے ایک گوشے میں بیٹھ کر وہ مجھے دیکھتی رہی۔ پھر مسکرائی اور بولی "تعجب ہے تم سامون نہیں ہو۔ غزالی جو کچھ تم سمجھ رہے تھے وہ نہیں ہے۔ درحقیقت وہ سب کچھ نہیں ہے میں صرف مارٹن ایسٹرو کی ہدایات پر عمل کر رہی تھی لیکن اب میں تمہارے سحر میں گرفتار ہوگئی ہوں میرے ذہن میں تمہارا ایک مقام پیدا ہوگیا ہے۔ اور۔ اور شاید شاید اب میں وہ نہ رہوں جو تھی۔ میں اپنے عہد سے غداری پر آمادہ ہوگئی ہوں ہاں غزالی اب میں وہ کروں گی جو تمہارا مشن ہے سمجھے غزالی۔ اب میں تمہاری پرستار ہوں۔ صرف تمہاری۔ میں تمہیں سمجھ گئی ہوں، جانتی ہوں تم کچھ نہ پوچھو گے۔ لیکن میں خود ہی تمہیں بتانا چاہتی ہوں۔

"میں سامون ہوں اور میرا تعلق حکمراں گروپ سے ہے۔ میں مارٹن ایسٹرو کے لیے کام کر رہی تھی اور مفرور سامونوں کو تلاش کرنا میرا مشن تھا۔ لیکن غزالی تمہارے لیے اب تمہارے لیے۔ صرف تمہارے لیے میں نے اپنا مشن ترک کر دیا ہے۔ اب میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اٹھو ہم واپس چلیں گے۔ اسی وقت واپس چلیں گے۔ یہ موقع اچھا ہے ایسٹرو موجود نہیں ہے۔ میں تمہاری مدد کروں گی میں جانتی ہوں سامون کہاں قید ہیں مجھے علم ہے کہ تھوساس کہاں ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ورٹی مین لیبوس اور ڈوگن کہاں قید ہیں۔ میں ان سب کو تمہارے حوالے کرنا چاہتی ہوں۔ اٹھو میں نے تم سے شکست قبول کی ہے اور میں تمہیں خراج ادا کرنا چاہتی ہوں۔ اٹھو غزالی وقت ضائع کرنے کے لیے نہیں ہوتا ممکن ہے میرے جذبات سرد پڑ جائیں۔ اس سے قبل میں تمہارا مشن پورا کرنا چاہتی ہوں"۔

وہ خود ہی خیمے کی میخیں اکھاڑنے لگی۔ سارے کام اس نے خود کیے۔ میرا ذہن گم سا ہوگیا تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت مجھ پر طاری تھی۔ پھر گاٹنا نے اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر لینڈ روور اسٹارٹ کی اور ایک جھٹکے سے اُسے آگے بڑھا دیا۔

اس جھٹکے سے دفعتاً میرے حواس بیدار ہوگئے اور پہلی بار میں نے گاٹنا کے ان الفاظ پر غور کیا۔ اچھی طرح غور کیا۔ یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ اس طرح نہیں ہونا چاہیے جس طرح ہو رہا ہے۔ ہاں یہ سب کچھ۔۔۔

گاٹنا کے چہرے پر جذبات کے سائے لرز رہے تھے۔
...سے انداز تک ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ میں خاموشی سے
...کے برابر بیٹھا سامنے نگاہیں جمائے خلا میں کسی غیر مرئی نقطے
...ور تار رہا۔ میرا ذہن ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ ایک عجیب سی
...ت بیدار ہوگئی تھی۔ لیکن اس بات سے بھی ہوشیار تھا کہ
...نا اپنی ذہنی قوتوں کا سہارا لے کر میرے خیالات سے واقف
...رنے پائے۔ میں جانتا تھا کہ وہ سامون ہے۔ اور اُن
...پراسرار ذہنی قوتوں کو زیادہ موثر طریقے سے استعمال کرسکتی
...ہے۔ جو اُن کی شخصیت کا حصہ ہیں۔ جب کہ میں نے یہ مشق
...ہی سے سیکھی تھی۔ چنانچہ کوئی ایسی بات ذہن میں لاتے ہوئے
...ڈرتا بھی تھا۔ جس سے گاٹنا واقف ہو جائے۔ حقیقت یہ
...ہے کہ گاٹنا کی یہ کایا پلٹ میرے ذہن میں بیٹھ نہیں پا رہی تھی۔
...نے مارٹن ایسٹرو کی ہدایت پر میری نگرانی کی ذمہ داریاں
...سنبھالی تھیں۔ مارٹن ایسٹرو نے خود مجھ سے یہ کہا تھا کہ گاٹنا میری
...ضرورت کا خیال رکھنے کی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ یہاں تک تو
...میں مان سکتا تھا کہ وہ مارٹن ایسٹرو کی ہدایت پر سامون ہونے
...کے باوجود اپنا آپ مجھے پیش کر دے۔ لیکن موجودہ حالات
...میرے لیے انتہائی تعجب خیز تھے۔ میں اپنی سادہ فطرت کی
...وجہ سے اپنی تمام خواہشوں کے باوجود اُن راستوں پر نہیں چل
...سکا تھا۔ جن کا تعلق بہر حال زندگی سے ہے۔ لیکن جن پر
...اخلاقیات کے کچھ پردے ہوتے ہیں میں یہ پردے اپنے
...وجود سے نہیں اتار سکا تھا۔ جب کہ گاٹنا اُن لمحات میں ایک
...مکمل عورت بن گئی تھی۔ اُس کی چاہت کا جواب نہ دینے کے
باوجود اُس کے اندر پیدا ہونے والی تبدیلی نہ میری دُنیا کے کسی
انسان کی پیداوار ہوسکتی تھی۔ اور نہ مجھے سامونوں میں اس کی کوئی
وجہ نظر آتی تھی۔ اُسے تو مجھ سے نفرت کرنی چاہیے تھی۔ اُسے تو
...مجھ سے اپنی نسوانیت کی توہین کا انتقام لینا چاہیے تھا۔ اس
کے بجائے وہ میرے مشن کی تکمیل پر آمادہ ہوگئی۔ کیوں آخر کیوں
یہ تبدیلی اِن واقعات سے کیا تعلق رکھتی ہے۔ بس یہی سوچ
میرے ذہن کو اُلجھا رہی تھی۔ گاٹنا کی پیشکش دلکش بھی تھی اور میرے
مشن سے تعلق بھی رکھتی تھی۔ لیکن اُس کا یہ جذبہ۔۔ یہ جذبہ آخر
کیا چیز تھی؟

پھر دفعتاً ہی میں نے سوچا کہ گاٹنا کی یہ تحریک ممکن ہے انتقام کے تصور نے پیدا کی ہو۔ ہاں اِس بارے میں گہرے انداز میں سوچا جا سکتا تھا۔ اگر میں اُس کے حُسن کی پذیرائی کرتا۔ تو وہ خاموشی سے اپنے کام کی تکمیل کرتی رہتی۔ لیکن اچانک ہی یہ کایا پلٹ اُس انتقامی تصور کے نتیجے میں بھی ہوسکتی تھی جو اُس کے ذہن میں پیدا ہوا۔ اُس نے مجھے سامونوں کا لالچ دے کر ممکن ہے مارٹن ایسٹرو کا دُشمن بنانے کی کوشش کی ہو تاکہ مارٹن ایسٹرو میری غداری سے برگشتہ ہوکر مجھے اپنے درمیان سے نکال دے۔ یہ ہوسکتا تھا۔ سو فیصدی ہوسکتا تھا۔ گاٹنا نے ایک بہت ہی خوفناک چال چلی تھی۔ لیکن میں اِس چال کا شکار آسانی سے نہیں ہوسکتا تھا۔ میں نے اِسی تصور کو اپنے ذہن میں جگہ دی۔ اور فیصلے کرنے لگا کہ گاٹنا کی اِس پیشکش کے جواب میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ بہت ہی محتاط طریقے سے قدم آگے بڑھانے تھے۔ ظاہر ہے میں تنہا تھا۔ اور اپنے حالات پر قادر نہیں تھا۔ جب کہ گاٹنا مارٹن ایسٹرو کی دست راست تھی۔ بہت خوفناک صورت حال پیش آگئی تھی۔ اگر یہاں ذرا سی بھی لغزش ہوئی تو میں موت کی اتھاہ گہرائیوں میں جا پڑوں گا۔ چنانچہ واپسی کا سفر طے کرتے ہوئے میں نے دل میں فیصلہ کرلیا کہ میرے آئندہ اقدامات کیا ہوں گے۔

گاٹنا کی مسلسل خاموشی میرے شبے کو تقویت دے رہی تھی۔ بالآخر ہم اپنی رہائش گاہ پہنچ گئے۔ گاڑی سے اُترتے ہوئے گاٹنا دفعتاً مسکرا پڑی۔ پھر بولی "کیا بات ہے بہت خاموش ہو غزالی!"

"ہاں گاٹنا! عجیب سے احساسات کا شکار ہوگیا ہوں"۔ میں نے پھیکے سے انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں جانتی ہوں وہ احساسات کیا ہوں گے"۔

ہم دونوں اندر داخل ہوگئے۔ گاٹنا مجھ سے تھوڑی دیر کے لیے اجازت لے کر چلی گئی تھی۔ واپس آئی تو لباس تبدیل کرلیا تھا۔ مجھے دیکھتی ہوئی بولی "ارے تم نے لباس نہیں تبدیل کیا"۔

"ضرورت نہیں پیش آئی تھی گاٹنا!"

"آؤ بیٹھو تم تو بہت مضمحل ہوگئے"۔ اُس نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک سمت بڑھتے ہوئے کہا۔ ہم لوگ رہائش گاہ کے ایک کھلے حصے میں پڑی ہوئی کرسیوں پر جا بیٹھے۔ جو بیرونی نشست کے لیے استعمال کی جاتی تھیں۔ گاٹنا کہنے لگی "مجھے بتاؤ غزالی! کیا تمہارے مضمحل ہونے کی وجہ یہ احساس نہیں ہے کہ تم سامونوں کو دوبارہ حاصل کرلو گے۔ اور اپنے اس مقصد کی تکمیل میں کامیاب ہو جاؤ گے جس کے لیے تم نے یہ سفر اختیار کیا تھا"۔

"میں عجیب سی اُلجھنوں کا شکار ہوں گاٹنا!"

"کیسی اُلجھنیں؟ میں اپنا دل کھول کر تمہارے سامنے نہیں رکھ سکتی غزالی! لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم نے اپنی پاکیزہ فطرت سے میرے دل و دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ میں نے تمہاری اِس دُنیا میں آکر۔ ہاں اب میں تم سے یہ کیسے چھپا سکتی ہوں جھوٹ بولنا چاہوں تب بھی زبان نہیں کھلے گی۔ کیونکہ میں تم سے کہہ چکی

ہوں کہ میں ساموں ہوں۔ تو میں کہہ رہی تھی کہ تمہاری اِس دنیا میں آکر میں نے بہت سے تجربات کیے ہیں۔ تمہاری یہ دنیا بلاشبہ۔ ساموں کی دنیا سے رسم و رواج میں بہت مختلف ہے یہاں کی تہذیب ساموں کے لیے ابتدا میں بے حد اجنبی ہوتی ہے۔ اور یہ ہی وجہ تھی کہ وہ ساموں جو ساموںنیکا سے فرار ہو کر یہاں تک پہنچے تھے۔ منتشر ہو گئے۔ اگر وہ یکجا رہ کر تمہاری اِس دنیا کو جاننے کی کوشش کرتے۔ اور اُس کے بعد اپنے اقدامات کا فیصلہ کرتے۔ تو شاید اُن کی تلاش آسان نہ ہوتی۔ کیونکہ تمہاری اِس وسیع دنیا میں منتشر ہو کر چھپ جانا کوئی مشکل کام نہیں ہے جب کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی خاص جسمانی فرق بھی نہیں ہے۔ بہرحال میں تم سے کہہ رہی تھی کہ تمہارے اِس کردار نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ بلاشبہ تم ساموں نہیں ہو۔ لیکن تمہاری فطرت کسی ساموں نوجوان ہی کی سی ہے۔ غزالی میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔ اگر تم دل سے مارٹن الیسٹرو کا ساتھ دینا چاہو تو خاموشی اختیار کر لو۔ مجھے بھلا کیا پڑی ہے کہ میں اپنا مشن ترک کر کے ایک نئے مشن کا آغاز کروں۔ مجھے بہرطور بے شمار افراد سے غداری کرنا ہوگی، اور اِس غداری کے نتیجے میں الجھنوں کا شکار بھی ہونا پڑے گا۔ لیکن اگر تمہارے دل میں اپنے اُن ساموں ساتھیوں کی رہائی کی خواہش ہو اور بحالت مجبوری مارٹن الیسٹرو کی دوستی اختیار کر لی ہو تو پھر میں تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ اِس وقت یوں سمجھ لو غزالی! کہ میں صرف تمہارے لیے ہوں۔ اور جو کچھ بھی کرنا چاہتی ہوں تمہاری خواہش کے مطابق کرنا چاہتی ہوں۔ میرے اس خلوص پر یقین کر لینا۔ اِس میں کوئی چال یا کوئی فریب نہیں ہے باقی سب کچھ تم پر منحصر ہے۔“

”لیکن گاشنا! کیا اُن لوگوں کی رہائی آسان ہوگی۔؟“

”میں اِسے آسان بناؤں گی۔ کیونکہ ابھی کوئی نہیں جانتا کہ میرے ذہن میں کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔“

”کس طرح؟“

”معمولی سی بات ہے غزالی! میں اگر چاہوں تو اُس جگہ تک رسائی حاصل کر سکتی ہوں۔ جہاں تمام ساموں یکجا کر دیے گئے ہیں۔ اُن میں تمہارے ساتھی دائی مین۔ گومین۔ ڈوشن کارلو تھوساس اور وہ تمام دوسرے ساموں ہیں جن کا تعلق مفروروں سے ہے۔ اگر تم انہیں آزاد کرانے کے خواہشمند ہو تو پھر مجھے بتاؤ۔ میں انہیں اصل حیثیت سے رہا کراؤں گی۔ اِس میں تھوڑی سی چال بازی سے کام لینا ہوگا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میں کامیابی حاصل کر لوں گی فیصلہ تم پر منحصر ہے غزالی!“

”لیکن رہا شدہ ساموں جائیں گے کہاں۔؟“

”ہاں اُس کے لیے ہمیں ایک لائحہ عمل تیار کرنا پڑے گا کیونکہ مارٹن الیسٹرو کے ہاتھ لمبے ہیں۔“

”کوئی ترکیب ہے تمہارے ذہن میں۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”تم اگر چاہو گے تو یہ ترکیب بھی سوچی جا سکتی ہے۔“

”تو پھر سوچو گاشنا!“ میں نے آہستہ سے کہا، اور وہ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

”دل کی بات زبان پر آ گئی نا۔“ میں نے اُسے صرف ایک نگاہ دیکھنے پر ہی اکتفا کی تھی۔ ہم دونوں کافی دیر تک اِس موضوع پر باتیں کرتے رہے۔ گاشنا مجھ سے میری نجی زندگی کے بارے میں سوالات کر رہی تھی۔ اور میں اُسے صحیح جوابات دے رہا تھا۔ تاکہ وہ یہ نہ سوچ سکے کہ میں کسی طور اُس کے لیے دل میں کوئی اور جذبہ رکھتا ہوں۔ میں نے دیر تک گاشنا سے گفتگو کی۔ اُس کے بعد ہم آرام کرنے کے لیے جدا ہو گئے۔

اپنی آرام گاہ میں پہنچ کر میں نے ذہن کے وہ دریچے بند کر لیے جن سے خیالات کی شعاعیں باہر جا سکتی تھیں، اور دوسرے اُن سے آشنا ہو سکتے تھے۔ اپنی تربیت کے اصولوں کے مطابق میں نے اپنے ذہن کو اب اپنا قیدی بنا لیا تھا۔ اور اِس میں کوئی اجنبی خیال میری خواہش کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ جو کچھ سوچنا تھا ذہن کی اِس بند کال کوٹھڑی ہی میں رہ کر سوچنا تھا۔ اور یہ کام خاصا وقت طلب تھا۔ دماغ دُکھ جاتا تھا۔ ابھی تک تو میں نے گاشنا کو ساموں ہونے کے باوجود اپنے ذہن کی گہرائیوں میں داخل نہیں ہونے دیا تھا۔ اور یہ سب سمبوتورا کی تربیت کا نتیجہ تھا۔ میں سوچتا رہا یہ بات ابھی طرح جانتا تھا کہ گاشنا بلاشبہ جس جذبے کا اظہار کر رہی ہے اُس میں مخلص نہیں ہے بلکہ ممکن ہے یہ بھی مارٹن الیسٹرو کی کوئی ایسی ہی چال ہو۔ جیسی چال اُس نے میرے ساتھ پہلے بھی چلی تھی محتاط رہنا بے حد ضروری ہے۔ ذہن کی کھڑکیوں سے کوئی اجنبی تصور اندر داخل نہیں ہونا چاہیے۔ رات کو تقریباً دو ڈھائی بجے تک میں اِسی کی مشق کرتا رہا۔ اور پھر اپنی قوت ارادی کو آواز دے کر گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر گاشنا بہت نکھری نکھری نظر آ رہی تھی۔ وہ بلاشبہ ایک دلکش عورت تھی۔ نفدرت بھی سلونی تھی۔ اور ڈوشن کارلو بھی۔ لیکن گاشنا اِن دونوں کی نسبت زیادہ حسین تھی۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ میں اُس کی عمر پوچھنے کی جسارت نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اِس کے جواب میں اگر وہ

مجھے تین چار سو سال کی عمر بتا دیتی۔ تو میں خوامخواہ احساس کمتری کا شکار ہو جاتا۔

ناشتے کے دوران گاشنا نے کہا۔ ”میں نے سب کچھ سوچ لیا ہے غزالی!“

”ویری گڈ۔ کیا سوچا ہے تم نے؟“

”مارٹن الیسٹرو کبھی کبھی یہاں سے باہر چلا جاتا ہے۔ مجھے عام حالات میں یہ پتا نہیں چلتا کہ وہ کہاں گیا ہے۔ لیکن اگر اُس پر نگاہ رکھی جائے۔ تو یہ کام آسان ہو سکتا ہے۔ اِس کے علاوہ وہ ساموں جو میرے ساتھی ہیں۔ اور مارٹن الیسٹرو کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ وہ بھی عموماً مارٹن الیسٹرو کے ساتھ ہی ہوتے ہیں۔ اور اب اُن کا کوئی ایسا کام نہیں ہے جو ان ساموں سے منسلک ہو۔ تھوساس سے معلومات حاصل کی جا چکی ہیں دائی مین اور ڈوشن کارلو بھی اِس سلسلے میں کارآمد نہیں ثابت ہوئے۔ کہ کسی اور کا پتا بتا سکیں۔ چنانچہ ان سے کام ختم ہو گیا ہے۔ اور اب وہ مارٹن الیسٹرو کے ساتھ ہوں گے۔ یا اگر یہاں موجود بھی ہوں۔ تو انہیں مفلوج کیا جا سکتا ہے۔ میں تمہیں اُس جگہ لے چلوں گی جہاں تمہارے ساتھی اور باقی ساموں قید ہیں۔ تم انہیں رہائی دلا دو۔ میں اِس دوران ایک اور بندوبست کر لوں گی، وہ یہ کہ انہیں یہاں سے کافی فاصلے پر ایک اور چھوٹی بستی میں مقیم کر دیا جائے۔ اور وہاں سے پھر ایسے لوگوں کے ذریعے انہیں باہر نکال دیا جائے۔ جو انسانوں کو اسمگل کرتے ہیں۔ اِس علاقے سے کہیں دور نکلنے کے بعد ہم اپنے تحفظ کا بندوبست کر لیں گے۔ میں اُس جگہ تمہارا انتظار کروں گی۔ جس کے بارے میں تمہیں تمام تفصیلات بتا دوں گی۔ باقی کام تمہارا ہوگا۔“

”تمہاری تجویز قابل عمل ہے گاشنا! لیکن اگر کہیں کوئی گڑبڑ ہو گئی تو میرے ساتھ تم بھی مصیبت کا شکار ہو جاؤ گی۔“

”میں تم سے اِس مصیبت کا معاوضہ وصول کروں گی غزالی! ایسے تو میں یہ سب کچھ نہیں کر رہی۔“

”جو بھی معاوضہ ہوگا میں تمہیں ادا کر دوں گا۔ چاہے اُس کی کتنی ہی بڑی قیمت کیوں نہ ہو۔“ میں نے گاشنا سے کہا۔ اور وہ مجھے دیکھ کر محبوبانہ انداز میں مسکرانے لگی۔

”تم نے غزالی! تم نے مجھے قبول نہیں کیا۔ شاید تم اِس بات پر یقین نہ کرو کہ یہ میری زندگی کی پہلی کوشش تھی مارٹن الیسٹرو نے مجھے ناحشر کرنے کی کارروائیاں ضرور کی تھیں لیکن میں نے یہ سب کچھ قبول نہیں کیا۔ اور اپنے آپ کو اپنی ذہنی قوتوں کے سہارے محفوظ رکھتی رہی۔ بھلا میرے لیے یہ کام کیا مشکل تھا کہ تمہاری دنیا کے کسی شخص کے ذہن کو اپنا تابع کر لوں۔ اور پھر مجال ہے اُس کی کہ وہ مارٹن الیسٹرو سے یہ کہہ سکے کہ میں نے اُس کے احکامات کی تعمیل نہیں کی۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے لیکن تم نے۔ تم نے۔ غزالی تم نے وہ مختلف کام کیا۔ جو اِس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں تم سے بے حد متاثر ہو گئی ہوں۔“

میں خاموش ہی رہا تھا۔ اُس کے بعد ہمارے درمیان یہ طے ہو گیا کہ گاشنا جس وقت بھی مارٹن الیسٹرو کو یہاں سے باہر پائے گی اپنے اِس پروگرام پر عمل کر ڈالے گی۔ اِس سلسلے میں اُس نے مجھے تمام تفصیلات بتا دی تھیں۔ چنانچہ میں اُس کے کہنے کے مطابق تیار تھا۔

دو دن گزر گئے۔ تیسری صبح گاشنا نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔ ”آج کا دن تمہارے لیے مبارک ہے غزالی! کیونکہ آج تم وہ کام کرنے جا رہے ہو جو تمہارے دل میں سب سے بڑی حیثیت کا حامل ہے۔“

”کیا مارٹن الیسٹرو؟“

”ہاں۔ وہ لندن گیا ہوا ہے۔ فرانس میں بھی نہیں ہے وہ۔ ہمارے پاس کافی وقت ہے، لیکن میں چاہتی ہوں کہ اُس کے آنے سے بہت پہلے ہم یہاں سے نکل جائیں۔“

”لیکن گاشنا! دوسرے تمام لوگ؟“

”وہ سب کچھ تم میرے اُوپر چھوڑ دو۔ تیار ہو جاؤ میں ابھی تمہیں ساتھ لے کر چلتی ہوں۔“

میں نے سر ہلا دیا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد گاشنا مجھے اُسی لینڈ روور میں لے کر چل پڑی۔ ایک طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم ایک ایسے اجاڑ اور ویران علاقے میں پہنچ گئے۔ جہاں اونچے نیچے ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ لیکن ان ٹیلوں کی دوسری طرف ایک چھوٹی سی بستی آباد تھی۔ گاشنا مجھے لیے ہوئے اس بستی میں داخل ہو گئی۔ یہاں اُس نے سباتا نامی کسی شخص کو پوچھا اور پرتگالی نسل سے تعلق رکھنے والا سباتا جو ایک قوی ہیکل دیو کی مانند تھا ہمارے سامنے پہنچ گیا۔

گاشنا نے اُس سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ”یہ سباتا ہے شیبوں کا شیر۔ چودہ سال کی سزا کاٹنے کے بعد رہا ہوا۔ تو پھر یہاں یہ بستی بسا کر بیٹھ گیا۔ لیکن یہ جانتا ہے کہ دولت کس طرح پیدا کی جا سکتی ہے۔ اور مسٹر غزالی! میں نے سباتا سے ایک بھاری معاوضے کے بدلے یہ بات طے کر لی ہے کہ وہ تقریباً تیس ساموں کو یہاں سے دور ایک ایسی سرحد پر پہنچا دے گا۔ جسے عبور کرنے کے بعد تم ایک دوسرے

ملک میں داخل ہو جاؤ گے۔ یہ کام سباتا نے منظور کر لیا ہے۔ سباتا یہ ہیں مسٹر غزالی جن کا میں نے تم سے تذکرہ کیا تھا۔"

سباتا نے اپنا چوڑا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اور گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ پھر بولا "میں ہر حکم کی تعمیل کے لیے تیار ہوں۔ آپ جس وقت چاہیں یہاں پہنچ جائیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر سباتا! میں اُن لوگوں کو لے کر آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔ سباتا سے کچھ ضروری اُمور طے ہوئے اور اُس کے بعد گاٹنا مجھے لے کر واپس چل پڑی۔

میں نے اُس سے پوچھا "کیا تم سباتا سے اِس سلسلے میں بات کر چکی ہو گاٹنا!؟"

"آج سے ایک دِن قبل میں نے اُس سے تمام معاملات طے کر لیے ہیں۔"

"لیکن معاوضہ؟"

"اُس کی فکر تم کیوں کرتے ہو۔ وہ میں اُسے ادا کر چکی ہوں۔"

"اوہ گاٹنا! تم تو میرے لیے واقعی بڑی الجھنیں مول لے رہی ہو۔"

"انسان ایسی ہی احمق چیز ہے غزالی! بعض اوقات اُن چیزوں پر جن پر غصہ آنا چاہیے پیار آ جاتا ہے۔ چھوڑو اِن باتوں کو اب ہم پرانے کلیسا کی جانب چل رہے ہیں۔"

"سامون وہیں کلیسا ہی میں قید ہیں"

"ہاں کلیسا کے نیچے ایک تہہ خانہ ہے اُس میں سامونوں کو رکھا گیا ہے۔" گاٹنا نے کہا۔

"لیکن اُن کی نگرانی کا بندوبست بھی تو ہو گا؟"

"ہاں۔ البتہ وہ سرنگ جس سے لے کر میں تمہیں اندر جاؤں گی۔ عام لوگوں کے علم میں نہیں ہے۔ اُسے صرف سامون جانتے ہیں یعنی ہم لوگ۔ اور کوئی بھی سامون اِس وقت ایسا نہیں ہے جو مارٹن الیسٹرو یا اُس کے ساتھی سامونوں کی اجازت کے بغیر یہاں قدم بھی رکھ سکے۔ اِس لیے وہ لوگ اِس طرف سے مطمئن ہیں۔"

پرانے کلیسا کی ہولناک عمارت کے عقبی گوشے میں کچھ چٹانیں اِس انداز میں بکھری پڑی تھیں جیسے اپنی جگہ سے ٹوٹ کر جدا ہو گئی ہوں۔ لیکن قریب سے دیکھنے پر اندازہ ہوا کہ اُن کی ایک خاص ترتیب ہے۔ اور غار کا دہانہ اُن ہی چٹانوں میں تھا۔ جس کے ذریعے سرنگ سے داخل ہو کر کلیسا کے نیچے تک پہنچا جا سکتا تھا۔ سرنگ تنگ تھی۔ اور اُس میں زیادہ سے زیادہ تین آدمی مل کر گزر سکتے تھے۔ تاریک تھی اور اُس میں سیلن کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن بہت زیادہ طویل نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے ہم یہ گھٹن برداشت کر گئے۔

میں نے راستے میں گاٹنا سے پوچھا "پرانے کلیسا کی اِس عمارت کو تم نے بڑے شاندار طریقے سے استعمال کیا ہے۔ کیا یہ سرنگ پہلے ہی سے یہاں موجود تھی۔؟"

"ہاں۔ بس اِس کا راستہ بند تھا۔ جو ہم نے کھول لیا اور اِس انداز میں کہ دوسروں کو اِس کا پتا نہ چل سکے۔" گاٹنا نے جوابدیا

اور پھر ہم یہ سرنگ طے کرنے کے بعد ایک بڑے سے تہہ خانے میں پہنچ گئے۔ اور یہاں پہنچ کر میری آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ یہاں بہت سے سامون بند تھے ان ہی میں ڈوٹن کارلو۔ سمبوتورا۔ لیبوس اور تھوساس بھی تھے۔ اُن سب کو باقاعدہ قید خانے میں رکھا گیا تھا۔ جنگلے لگے ہوئے تھے جن میں موٹے موٹے تالے پڑے ہوئے تھے۔ تہہ خانے کا دوسرا راستہ ایک دوسری سرنگ کے ذریعے آتا تھا اور اِسی سرنگ کے اختتام پر اِس تہہ خانے کے نگہبان موجود رہتے تھے۔ اِس طرف کوئی نہیں تھا۔ ڈوٹن کالور۔ تھوساس اور سمبوتورا وغیرہ نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن میں نے اُن سے لاتعلقی کا اظہار کیا تھا۔ گاٹنا الٹے قدموں واپس چل پڑی۔

اُس نے واپسی کا راستہ طے کرتے ہوئے کہا "تم ان لوگوں سے مِل لیے، اور تم نے صورت حال کا اندازہ لگا لیا۔ اب اس کے بعد بقیہ کام رات کو مناسب ہو گا۔ میں تمہیں ساری تفصیل سمجھائے دیتی ہوں۔" گاٹنا باہر نکل آئی۔ اور پھر ہم نے پہاڑیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ طے کیا۔ ایک جگہ رک کر گاٹنا کہنے لگی "یہ راستہ اُس سڑک سے یہاں آتا ہے۔ جو کلیسا کے لیے ذیلی سڑک کے طور پر بنائی گئی ہے۔ لیکن تمہیں یہ راستہ نہیں استعمال کرنا۔ وہ دیکھو اُس سمت جو ٹیلا نظر آ رہا ہے۔ تمہیں اُس کے عقب میں ایک بڑی ویگن مل جائے گی۔ ٹیلے کے نزدیک وہ درخت اُس ویگن کی پہچان ہو گا بس جس طرح بھی بن پڑے ان لوگوں کو لیکر ویگن تک پہنچ جانا۔

"لیکن گاٹنا! طریقہ کار کیا ہو گا اس کا؟" میں نے سوال کیا۔

اور گاٹنا نے اپنے لباس سے دو چابیاں نکال کر میری طرف بڑھا دیں۔ اور مسکرا کر بولی "قید خانے میں جتنے بھی تالے لگے ہوئے

ہیں۔ وہ اِن دو چابیوں کے رہین منت ہیں۔ ان سے تم وہ تمام تالے کھول سکتے ہو۔ رات کا وقت اِس لیے موزوں ہے کہ پہرہ دینے والے لوگ سارے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد آرام سے سو جاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں سامونوں کی طرف سے کوئی خاص خطرہ نہیں ہے۔ دِن کی روشنی میں البتہ ان میں سے کبھی کبھی کوئی اِس طرف کا چکر لگا لیتا ہے۔ اس لیے دِن میں یہ سب کچھ کرنا مناسب نہیں ہو گا۔"

"ٹھیک ہے گاٹنا! تمہارا بے حد شکریہ۔" میں نے دونوں چابیاں احتیاط سے لے کر جیب میں رکھ لیں۔ اور پھر میں نے گاٹنا سے پوچھا "تمہاری اپنی کیا مصروفیات رہیں گی کیا تم اُس ویگن کے ساتھ ہو گی۔؟"

"نہیں۔ میں اُسی جگہ تمہارا انتظار کروں گی جہاں سباتا رہتا ہے۔ اُس کے بعد میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلوں گی ہمیں بڑی ہوشیاری سے سامونوں کو مارٹن الیسٹرو کے چنگل سے نکال کر لے جانا ہے۔ یہ فیصلہ بعد میں کریں گے کہ ہمیں اپنے تحفظ کے لیے کیا بندوبست کرنا ہو گا۔ آؤ اب میں تمہیں رہائش گاہ میں چھوڑ دوں۔ باقی یہاں تک آنے کے لیے راستوں کا تعین کر لو۔ تاکہ تمہیں دقت نہ ہو۔"

"نہیں گاٹنا! اِس میں مجھے کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

گاٹنا نے مجھے رہائش گاہ پر پہنچنے کے بعد مزید کچھ ضروری امور سمجھائے۔ اور پھر وہ مجھے خوش بختی کی دعائیں دیتی ہوئی وہاں سے رخصت ہو گئی۔ جاتے ہوئے اُس نے کہہ دیا تھا کہ اگر کوئی اِس دوران مجھ سے گاٹنا کے بارے میں پوچھے تو میں اُسے بتا دوں کہ وہ ضروری کام سے گئی ہوئی ہے۔

گاٹنا کے جانے کے بعد میں نے ایک بار پھر تنہا ہو کر اس مسئلے پر غور کیا۔ لیکن میری چھٹی حِس مجھے بتا رہی تھی کہ گاٹنا نے جو کچھ بھی کیا ہے اُس میں مخلص نہیں ہے۔ اور اگر اتفاق سے وہ مُخلص بھی ہے تب بھی یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ مستقبل میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ سوائے اس کے کہ میں نے مارٹن الیسٹرو کے سلسلے میں جو پروگرام بنایا ہے اُس میں فیل ہو جاؤں۔ یہاں ذرا سی خود غرضی سے کام لینے کے لیے مجبور تھا۔ یعنی اگر گاٹنا مجھ سے مخلص بھی ہے تب بھی میں اُس کے ساتھ تعاون نہیں کر سکتا تھا بلکہ اُس کی اصلیت مارٹن الیسٹرو کے سامنے رکھ کر ہی میں سُرخرو ہو سکتا تھا۔ اور اِس طرح مجھے مستقبل میں سامونوں کے تحفظ کے بہتر مواقع نصیب ہو سکتے تھے۔ گاٹنا کے جانے کے بعد میں کسی قدر بے چین ہو گیا۔ اب مجھے کسی ایسی شخصیت کی تلاش تھی۔ جس کے ذریعے میں اپنے اِس پروگرام کے دوسرے مرحلے پر عمل کر سکوں۔

میں نے ایک ملازم سے ایڈی پاٹیر کے بارے میں پوچھا تو ملازم نے بتایا کہ ایڈی پاٹیر اِس وقت ہوٹل ویگنز میں مل سکتا ہے۔ میں ہوٹل ویگنز کی جانب چل پڑا۔ ویگنز کے بارے میں مجھے کچھ معلومات حاصل نہیں تھیں۔ لیکن بالآخر میں ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت میں داخل ہو گیا۔ ویگنز صرف دو منزلہ تھا اور وہاں رہائش کا بندوبست نہیں تھا۔ دوسری منزل کے ایک بڑے سے کیبن میں مجھے ایڈی پاٹیر نظر آ گیا۔ شیشے کا کیبن بنا ہوا تھا۔ میں نے دور ہی سے ایڈی پاٹیر کو دیکھ لیا۔ اور شاید اس نے بھی مجھے کیونکہ چند ہی لمحات کے بعد وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا۔ "ہیلو مسٹر غزالی! خیریت آپ اور یہاں۔ گاٹنا کہاں ہے؟" اُس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ایڈی پاٹیر! میں جس قدر جلد ممکن ہو مسٹر مارٹن الیسٹرو سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"خیریت؟"

"کیا مسٹر مارٹن الیسٹرو یہاں موجود ہیں؟"

"وہاں ہیں۔ لیکن ایسی کیا ضرورت پیش آ گئی۔"

"مسٹر پاٹیر! آپ فوری طور پر مارٹن الیسٹرو سے میری ملاقات کا بندوبست کر دیں۔ میں بہت ضروری اطلاعات انہیں دینا چاہتا ہوں۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔ آئیے آپ کو میرے ساتھ ہی چلنا ہو گا۔"

میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا تھا۔ یہاں ان لوگوں نے اسے کیا کیا جال پھیلائے ہوئے تھے اِس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ بہرحال ایڈی پاٹیر کی سُرخ خوبصورت کار میں بیٹھ کر میں چل پڑا۔ ایڈی پاٹیر خود ہی ڈرائیونگ کر رہا تھا اُس کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار نمایاں تھے۔ راستے بھر اُس نے مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد کار ایک خوبصورت عمارت میں داخل ہو گئی جب کہ میرا خیال تھا کہ مارٹن الیسٹرو سے ملاقات کے لیے مجھے پرانے کلیسا ہی کی جانب جانا ہو گا۔ لیکن یہ عمارت میرے لیے اجنبی تھی۔ عمارت میں داخل ہونے کے بعد ایڈی پاٹیر نے مجھے ایک خوبصورت ڈرائینگ روم میں بٹھایا۔ اور خود چلا گیا۔ میں نے سوچا کہ گاٹنا نے تو مجھے مارٹن الیسٹرو کے کہیں جانے کی اطلاع دی تھی۔ جب کہ ایڈی پاٹیر نے اِس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا بلکہ مجھے اُس سے ملانے لے آیا تھا۔ گویا گاٹنا کی یہ اطلاع

غلط تھی اور اُس نے میری توقع کے مطابق یقیناً میرے خلاف کوئی سازش کی تھی زیادہ نہیں سوچنے پایا تھا کہ مارٹن الیسٹرو ایڈی پاٹیر کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ ایڈی پاٹیر نے ہم دونوں کو خدا حافظ کہا۔ اور باہر نکل گیا۔ مارٹن الیسٹرو نے مسکراتے ہوئے مجھ سے ہاتھ ملایا۔

"ہیلو غزالی! میری تلاش میں بھٹک رہے تھے۔ خیریت تو ہے!"

میں خاموشی سے مارٹن الیسٹرو کی صورت دیکھتا رہا اور پھر آہستہ سے بولا: "نہیں مسٹر مارٹن الیسٹرو! خیریت نہیں ہے میں شدید الجھنوں کا شکار ہوں، ایک ایسی اطلاع آپ کو دینا چاہتا ہوں جو یقیناً آپ کو پسند نہیں آئے گی۔ لیکن اتفاق سے میرے پاس ایسے ثبوت موجود ہیں جو ناقابل تردید ہیں"۔

"کیا مطلب۔؟ میں سمجھا نہیں"۔ مارٹن الیسٹرو نے کہا۔

"مسٹر مارٹن الیسٹرو! میں آپ کے ایک کارکن کی آپ سے شکایت کرنا چاہتا ہوں"۔

"کون ہے وہ اور کیا شکایت ہے"؟ مارٹن الیسٹرو نے چونک کر پوچھا۔

"گاتنا کو آپ نے میرا نگراں مقرر کیا تھا۔ میری نگاہ میں وہ ایک عام حیثیت کی مالک تھی۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ کو اس کی حقیقت معلوم ہے۔ کیا آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ وہ ساموں ہے"۔

"وہ تمہیں کیسے اندازہ ہوا؟" مارٹن الیسٹرو نے پوچھا۔

"مسٹر مارٹن الیسٹرو! پہلے براہ کرم آپ مجھے یہ بتایئے کہ یہ بات تو آپ جانتے ہیں نا کہ وہ ساموں ہے"۔

"ہاں کیوں نہیں"۔

"اور کیا آپ نے اُسے اس کام کے لیے مقرر نہیں کیا کہ وہ نہ صرف میری خدمت گزاری کرے۔ بلکہ میری نگرانی بھی کرے"۔

"چلو ٹھیک ہے میں اِس بات کا اعتراف کیے لیتا ہوں لیکن یہ کوئی مجرمانہ کاروائی نہیں تھی۔ تمہارے سلسلے میں میں ذرا مختلف انداز میں سوچنے لگا تھا۔ کوئی عام شخص ہوتا تو میں اُس کو اتنی اہمیت نہ دیتا لیکن تم سے مجھے دوسرے کام لینے ہیں۔ اِس لیے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ گاتنا تمہاری حقیقتوں کو پالے"۔

"تو مسٹر مارٹن الیسٹرو! اُس نے میری حقیقتوں کو پالیا ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور مارٹن الیسٹرو گھورتی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا: "میں نہیں سمجھا"۔

"گاتنا نے میری حقیقتوں کو پالیا ہے مسٹر مارٹن الیسٹرو! وہ مجھ سے محبت کرنے لگی ہے۔ اُس نے اپنے آپ کو مجھے سونپنے کی کوشش کی۔ اُس کا کہنا ہے کہ بے شمار افراد اُس کی زندگی میں آئے اور اُس نے اپنی ساموںیکی قوتوں سے کام لے کر انہیں ذہنی طور پر ناکارہ کر لیا۔ اور یہی اُس کا طریقہ کار ہے۔ اور اِس سے مارٹن الیسٹرو کو بھی کوئی شکایت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے آپ کو نسوانی طور پر محفوظ رکھتی ہے۔ اور اپنے سامنے والے لوگوں کو احمق بنا دیتی ہے۔ لیکن اُس نے مجھ سے اظہار الفت کر کے مجھے اپنی زندگی کی گہرائیوں میں شامل کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اُس سے پرہیز کیا۔ تو مجھ پر غصے ہونے کے بجائے بقول اُس کے اُسے مجھ سے عشق ہو گیا۔ وہ میرے کردار کی قائل ہو گئی۔ اور میرے کردار کی قائل ہونے کے بعد اِس بات پر تُل گئی کہ میرے مشن کی تکمیل کر دے۔ وہ یہ بات جانتی ہے کہ میں مفرور ساموںوں کا ساتھی ہوں۔ اور اُن سے ہمدردی رکھتا ہوں۔ حالانکہ وہ مخالف پارٹی کی رکن ہے۔ لیکن اب میری وجہ سے صرف میری وجہ سے وہ مفرور ساموںوں کی ساتھی بن گئی ہے"۔

"کیا کہہ رہے ہو غزالی؟" مارٹن الیسٹرو نے کہا۔

"جو کچھ عرض کر رہا ہوں مسٹر مارٹن الیسٹرو! یقیناً آپ کے لیے قابل حیرت ہو گا۔ اور آپ اِس سلسلے میں بہت سی باتیں سوچ سکتے ہیں۔ لیکن میں نے آپ کو شاید پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ساموںوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں اپنی دُنیا کا انسان ہوں اور اپنی دنیا کے انسانوں کے ساتھ ہی خوش رہ سکتا ہوں۔ ساموں اگر اپنی دُنیا میں واپس چلے جائیں۔ تو بھلا مجھے اِس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ میرا مقصد تو کچھ اور ہی تھا۔ اور وہ مقصد اگر آپ پورا کر دیں گے، تو اِس کے علاوہ مجھے اور کیا چاہیے"۔

"کر دیں گے کیا غزالی! یوں سمجھو تقریباً پورا ہو چکا ہے"۔ مارٹن الیسٹرو نے کہا۔

"وہ بعد کی باتیں ہیں مسٹر مارٹن الیسٹرو! دولت کا خواہشمند ضرور ہوں۔ لیکن کُتے کی طرح دولت کے انبار دیکھ کر دُم نہیں ہلا سکتا۔ گاتنا آپ کے خلاف ایک سازش پر آمادہ ہو گئی ہے۔ آپ کسی ایسی لڑکی پر کس طرح بھروسا کر سکتے ہیں مسٹر مارٹن الیسٹرو! جو اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آپ کے دشمن کو آپ کے خلاف لاکھڑا کرے"۔

"ہوا کیا۔؟"

"اُس نے مجھے ساموںوں کی رہائی کی پیشکش کی ہے۔ اور اِس کے لیے تمام انتظامات بھی کیے ہیں"۔

"مثلاً۔؟" مارٹن الیسٹرو کا چہرہ عجیب سا ہو گیا تھا۔ میں نے

اُسے گاتنا کی سازش کی پوری تفصیل بتا دی۔ ایک ایک لفظ میں نے مارٹن الیسٹرو کے سامنے دہرا دیا۔ اور جیب وہ چابیاں نکال کر سامنے رکھ دیں۔ جنہیں مارٹن الیسٹرو اٹھا کر دیکھنے لگا تھا۔ ابھی تک وہ اِسی کیفیت کا اظہار کر رہا تھا جیسے اُسے یہ سب کچھ معلوم نہ ہو۔ چابیاں دیکھتے رہنے کے بعد اُس نے مجھ سے پرانے کلیسا کے اُس قید خانے کے بارے میں پوچھا۔ اور میں نے تمام تفصیل اُسے بتا دی۔ مارٹن الیسٹرو کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ وہ میری دی ہوئی چابیوں سے کھیل رہا تھا۔ چند لمحات وہ اِسی انداز میں سوچتا رہا۔ اور پھر اُس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"گاتنا غدار نکلے گی مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا مسٹر غزالی!"

"لیکن میں اپنے عظیم تر مفاد کے لیے دنیا کی کسی بھی شخصیت کو حیثیت نہیں دے سکتا مسٹر مارٹن الیسٹرو حقیقت آپ سے میں نے نہ پہلے چھپائی اور نہ اب چھپا رہا ہوں۔ میں صرف اپنے مقصد کی تکمیل چاہتا ہوں۔ اور اُس کے علاوہ مجھے کچھ اور نہیں چاہیئے۔ میں نے اپنے گھر سے نکلتے وقت اُن سب سے کہا تھا کہ انہوں نے دولت کو انتہائی اور آخری چیز سمجھ رکھا ہے جب کہ میں محبتوں کو زیادہ حیثیت دیتا ہوں۔ میرے بھائی اور بھابھیاں اگر مجھے اپنے سینے سے لگا لیتے تو میرے حصے کی تمام دولت اُن ہی کی تھی۔ مجھے کیا چاہیئے تھا۔ لیکن اب جب کہ میں انہیں یہ چیلنج کر کے وہاں سے نکل آیا ہوں تو مجھے دولت درکار ہے۔ مارٹن الیسٹرو! اس کے علاوہ مجھے کچھ اور نہیں چاہیئے۔ باقی ساری باتیں حماقتوں کا درجہ رکھتی ہیں۔

"تم ٹھیک کہتے ہو غزالی! حقیقت یہ ہی ہے۔ دنیا کا ہر کام ہر مسئلہ صرف دولت کے لیے ہو رہا ہے۔ انسانی رشتے محبتیں اخلاق اور اخلاقی قدریں لغت میں بے مقصد الفاظ بن کر رہ گئی ہیں۔ کبھی اِن الفاظ کے مفہوم بھی تھے۔ لیکن آج یہ صرف زیب زبان کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ دولت کا حصول اس وقت دُنیا کا اہم مقصد ہے اور اگر ہم اس مقصد کو نظر انداز کرتے ہیں۔ تو اِس دُنیا سے بہت پیچھے کے لوگ کہلائیں گے۔ بہر طور میں کوئی طویل گفتگو نہیں کروں گا۔ تم نے یہ انکشاف کر کے میرا دل جیت لیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے مسٹر غزالی! کہ تم نے اپنے آپکو اِس بات کا اہل ثابت کر دیا ہے کہ تم تنظیم کے لیے کام کرو۔ میں نے تم سے جس رقم کا وعدہ کیا ہے وہ تمہارے ملک میں تمہارے بینکوں میں جمع ہو چکی ہے اور اس کے کاغذات بہت جلد تمہارے حوالے کر دیئے جائیں گے۔ ہم تم سے اُس کے عوض جو کچھ کام لینا چاہتے ہیں وہ لیں گے۔ اور اس کام کی تکمیل کے بعد تمہیں آزادی دیدیں گے کہ تم جس طرح چاہو اپنی زندگی گزارو۔ لیکن اگر تم نے یہ پسند کیا کہ تنظیم کے مفادات کے لیے کام کرتے رہو، تب بھی ہم تمہیں تنظیم میں خوش آمدید کہیں گے۔ میں تمہیں ایک شخصیت سے ملاتا ہوں۔ یقیناً اُس سے مل کر تمہیں خوشی ہو گی"۔ مارٹن الیسٹرو نے دیوار پر لگی ہوئی کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ اور پھر ایک ملازم کے آنے پر اُس سے کہا۔

"سیکا کو بُلا لاؤ۔ سیکا۔ ملازم باہر نکل گیا۔ میں انتظار کرنے لگا۔ سیکا کون ہے اور مارٹن الیسٹرو اس وقت اُسے کیوں بُلا رہا ہے۔ دروازہ سے سیکا اندر داخل ہوئی اور میری کھوپڑی ہوا میں معلق ہو گئی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے حالات میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

دروازے سے اندر داخل ہونے والی گاتنا ہی تھی۔ سیاہ رنگ کے ایک حسین اسکرٹ میں ملبوس۔ بالوں پر سفید ربن باندھے وہ بے حد ہی حسین نظر آ رہی تھی۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اندر داخل ہو کر اُس نے مسرور نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور پھر مارٹن الیسٹرو کی جانب دیکھنے لگی۔

"ہیلو سیکا! اِن سے ملو یہ مسٹر غزالی ہیں"۔

"ہیلو مسٹر غزالی!" گاتنا نے آگے بڑھ کر مجھ سے ہاتھ ملانے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے ہاتھ نہیں اُٹھایا تھا۔ گاتنا ہنس پڑی اور پھر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔

"مسٹر غزالی شاید مجھ سے ناراض ہیں ڈیئر مارٹن الیسٹرو!"

"یقیناً ہوں گے۔ اور انہیں ہونا بھی چاہیئے کیونکہ تم نے انہیں دھوکا دیا"۔ مارٹن الیسٹرو بھی خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"لیکن آپ کی ہدایت پر مسٹر مارٹن الیسٹرو!" گاتنا نے جواب دیا۔

"ہاں مسٹر غزالی! درحقیقت آپ کے غصے کا شکار گاتنا کو نہیں مجھے ہونا چاہیئے۔ دراصل یہ بھی آپ کا امتحان تھا۔ سیکا کو یہ ہدایت میری طرف سے جاری ہوئی تھی۔ ساموںوں کے فرار کا لالچ دے کر اس بات پر تیار کرے کہ آپ ساموںوں کو لے کر یہاں سے نکل جائیں اور اسطرح آپ کا ذہنی تجزیہ کیا جائے۔ یہ جاننے کی کوشش کی جائے کہ آپ خلوص دل سے میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہیں یا آپ کے ذہن میں کوئی سازش پرورش پا رہی ہے۔ آپ نے ثابت کر دیا مسٹر غزالی! کہ جو کچھ آپ نے اپنی زبان سے کہا ہے۔ وہ ہی درست ہے اور ایک بات کا آپ کو یقین دلایا جا سکتا ہے کہ اب اس کے بعد آپ کے لیے کوئی اور امکان نہیں ہے ہم آپ کو اپنے وفادار اور مخلص ساتھیوں میں شمار کر چکے ہیں۔ آپ کو

اس سلسلے میں تنظیم کا نشان دیا جائے گا۔ بیکا! تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں۔۔۔؟"

"حقیقت یہ ہے مسٹر مارٹن الیسٹرو! کہ مجھے آخری وقت اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ مسٹر غزالی بڑی احتیاط کے ساتھ مجھے بھی احمق بنا رہے ہیں۔ انہوں نے سامونوں کے فرار سے اس طرح دلچسپی کا اظہار کیا تھا کہ بالآخر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ یہ دل سے سامونوں ہی کے ساتھی ہیں۔ لیکن اب مجھے اندازہ ہوا کہ یہ مجھے احمق بنا رہے تھے۔ پتا نہیں ہم دونوں میں سے کسے شرمندہ ہونا چاہیئے۔ میرا خیال ہے کسی کو نہیں۔ کیونکہ میری یہ ذمہ داری لگائی گئی تھی کہ میں مسٹر غزالی کو اس طرح آپ کے لیے چیک کروں۔ اور مسٹر غزالی نے یہ سب کچھ اپنی صحیح فطرت کی وجہ سے کیا۔ کیا خیال ہے آپ کا مسٹر مارٹن الیسٹرو؟"

"ہاں۔ غزالی! تم اس سلسلے میں سمجھ گئے ہو گے۔ چنانچہ اب اس موضوع کو ترک کیا جاتا ہے۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے مقصد کو سمجھ کر مجھ سے تعاون کیا۔ حالانکہ دلچسپ بات ہے کہ تم نے انتہائی جانفشانی سے لیبوس کو میرے چند ساتھیوں کے چنگل سے آزاد کرایا تھا۔ لیکن آج کا وقت بدل چکا ہے۔ میں دل میں بڑی ٹھنڈک محسوس کر رہا تھا۔ ذرا سی لغزش ذرا سی غلطی ہو جاتی۔ تو اس کے نتائج کیا ہوتے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔ قدرت نے صحیح راستوں کی طرف میری راہنمائی کی تھی۔ دل ہی دل میں میں نے سوچا کہ مارٹن الیسٹرو تمہاری تنظیم کی قبر بھی شاید میرے ہی ہاتھوں بنے گی۔ اور مغرور سامونوں کے دشمنوں کا خاتمہ بھی یقیناً میرے ہی ہاتھوں ہو گا۔ میں تمہیں تمہاری تمام چالوں ہی کے ذریعے ماروں گا۔ اطمینان رکھو۔ بعد کی گفتگو میں صرف دوستی کے جذبوں کا اظہار تھا۔ اور اس کے بعد مجھے اسی عمارت میں رہنے کی پیشکش کی گئی۔ مارٹن الیسٹرو نے کہا۔

"یہ عمارت تمہارے شایانِ شان ہے، غزالی! خاص طور سے اس لیے کہ تم نے اب اپنی حیثیت کو بالکل مختلف ثابت کر دیا ہے۔ اب ہم تمہارے لیے کسی سہارے کی ضرورت نہیں محسوس کرتے۔ رات کو ایک تقریب میں تنظیم کا نشان تمہیں دے دیا جائے گا۔" میں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا گا شنایا سیکا مارٹن الیسٹرو کے ساتھ چلی گئی۔ جانے سے پہلے مجھے اس عمارت کے بارے میں تفصیلات بتا دی گئی تھیں میرا مختصر سا سامان بھی تھوڑی ہی دیر کے بعد یہاں پہنچ گیا۔ نئی عمارت بے حد خوبصورت تھی۔ استعمال کے لیے مجھے ایک کار دی گئی تھی۔ اور یہ اجازت دے دی گئی تھی۔ کہ اب میں جہاں چاہوں آ جا سکتا ہوں۔ بہر طور مجھے کہاں جانا تھا۔ رات کو البتہ مارٹن الیسٹرو کے بلاوے پر مجھے پرانے کلیسا جانا پڑا۔ پرانے کلیسا کے اس مخصوص حصے میں جہاں مارٹن الیسٹرو فادر میڈلینو کی حیثیت سے رہتا تھا۔ چند لوگ جمع تھے۔ ان میں سولٹیئر بھی تھی۔ ایڈی پائیر بھی تھا۔ اور چند اجنبی چہرے بھی تھے۔ ایک چھوٹی سی تقریب ادا کی گئی۔ اور میرے داہنے بازو پر کندھے کے قریب ایک نشان بنا دیا گیا جو ایک گول دائرے کا تھا، اور اس کا ایک چوتھائی حصہ کٹا ہوا تھا۔ یہ تنظیم کا نشان تھا، جو ہمیشہ کے لیے میرے بازو پر کندہ کر دیا گیا تھا مارٹن الیسٹرو نے اس رسم کی ادائیگی کے بعد مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا کہ اب میں اس تنظیم کا ایک رکن ہوں۔ اور اس نشان کے سہارے دنیا بھر میں کسی بھی جگہ اپنے آپ کو تنظیم کے ارکان سے روشناس کرا سکتا ہوں۔ وہ ارکان مجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کریں گے۔ اس کے بعد بقیہ لوگوں نے بھی مجھ سے ہاتھ ملا کر مجھے مبارکباد دی۔ سولٹیئر کہنے لگی۔ "یہ گمان بھی نہیں تھا۔ کہ اسٹیمر میں اچانک ملنے والا شخص ایک دن ہمارے لیے اتنا اہم ثابت ہو گا۔"

"اور تمہیں دیکھ کر مجھے اپنی کم عقلی کا رونا آ رہا ہے، سولٹیئر! میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میڈولیسا میں میری میزبان اتنی گہری ہو گی۔ فادر میڈلینو کے بارے میں میں نے تم سے ہی تو معلومات حاصل کی تھیں۔ اور تم نے مسٹر ایڈی پائیر کے بارے میں۔۔۔ سولٹیئر ہنسنے لگی۔ اس نے ہنس کر میری بات درمیان ہی سے اڑا لی تھی۔ بہر طور میں نے بھی تفصیل میں جانا مناسب نہیں سمجھا۔

یہ چھوٹی سی تقریب رات کے کھانے کے بعد ختم ہو گئی، اور مجھے واپس میری رہائش گاہ میں بھیج دیا گیا۔ گویا کچھ وقت کے لیے مجھے پھر آزادی تھی۔ اس رہائش گاہ میں چند ملازموں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ مجھے سوچنے سمجھنے کے لیے کافی وقت مل گیا۔ اب تک جو کچھ ہوا تھا وہ میری توقع کے برعکس نہیں تھا۔ میں جب بھی کبھی اپنا جائزہ لیتا مجھے کچھ عجیب سا احساس گھیر لیتا تھا اب تو میں اس طرح کی زندگی کا عادی ہوتا جا رہا تھا۔ اور غالباً مجھے اس کا سلیقہ بھی آ گیا تھا۔ ورنہ گاشنایا بدلے ہوئے نام کے ساتھ سیکا نے مجھے چوپٹ کر دیا تھا بیکا کے بارے میں بہت دیر تک سوچتا رہا۔ سولٹیئر بھی ذہن میں آئی۔ اس کے بعد میں نے آئندہ کا پروگرام ترتیب دے لیا۔ سمبو تو ڈوئن کاربو۔ لیبوس۔ گو ہین یا تھو ساس سے اب میں کسی طرح

کا ذہنی رابطہ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میری ذرا سی لغزش سارا کھیل بگاڑ سکتی ہے۔ ان لوگوں کے لیے اسی انداز میں کام کیا جا سکتا تھا کہ میں ان کے مخالفوں میں شامل ہو جاؤں۔ یہ ہی ایک بہتر طریقہ کار تھا۔ تاہم ابھی میں مارٹن الیسٹرو پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سارے کھیل کھیل لیے گئے تھے۔ میرے بازو کو تنظیم کا نشان دے دیا گیا تھا۔ لعنت بھیجتا تھا ایسی تنظیموں پر۔ مجھے بھلا ان سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی میرے ذہن میں تو بس ان لوگوں کا خیال تھا جو تارکینِ وطن تھے۔ اور صرف اپنے وطن واپسی چاہتے تھے۔ اب تو میں نے اس سلسلے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ ویسے حالات تقریباً میرے ذہن میں واضح ہو گئے تھے اور میں سامونوں کی صورتِ حال کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ ندرت سمبو تورا یا گوشائی نے مجھ سے جو کچھ بھی چھپایا تھا، اب وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں رہا تھا۔ میں نجانے کب تک یہ تمام باتیں سوچتا رہا۔ پھر گہری نیند سو گیا۔ دوسرے دن کے لیے میں نے ایک پروگرام ترتیب دے لیا تھا۔ جب مجھے ہر طرح کی آزادی دی گئی تھی تو میں اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا چنانچہ تیار ہو کر باہر نکل گیا۔ اور پھر میڈولیسا کے مختلف گوشوں میں چکراتا رہا۔ دوپہر کا کھانا اپنی پسند کے مطابق سولٹیئر کے ریستوران میں کھایا۔ سولٹیئر اس وقت وہاں موجود نہیں تھی، کیا کیا کہانیاں سنائی تھیں اس نے مجھے۔ لیکن درحقیقت کیا نکلی تھی یہ بات کم از کم اس بات کا احساس دلا دیتی تھی کہ دنیا میں اپنے علاوہ کسی اور پر بھروسہ نہ کرو۔ کون کیا نکلے گا۔ اس کا اندازہ لگانا بے حد مشکل کام ہوتا ہے معصوم چہروں کے پیچھے نہ جانے کیسی کیسی شخصیتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ ان شخصیتوں کو پڑھنے کے بجائے صرف ایک بات پر یقین رکھو کہ دنیا کا ہر شخص تمہیں دھوکہ دے سکتا ہے۔ شاید انسانی فطرت کا صحیح تجزیہ یہ ہی تھا۔ یا کم از کم مجھے اس کا تجربہ ہوا تھا۔ اور یہ صرف میری سوچ تھی۔ اس کے بعد شام تک مارا مارا پھرتا رہا اور پھر اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گیا۔ میرے لیے کوئی پیغام نہیں تھا۔ دوسرا تیسرا اور چوتھا دن بھی اسی طرح گزر گیا۔ اس دوران مجھ سے کسی نے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ گاشنا بھی نہیں آئی تھی۔ لیکن اب میں خود بھی اس سے نہیں ملنا چاہتا تھا۔ نجانے کیوں ایک الجھن سی پیدا ہو گئی اس کے سلسلے میں میرے ذہن میں۔ لاکھ اس نے کچھ بھی کیا تھا، لیکن اس کی شخصیت میرے لیے اب ناپسندیدہ ہو گئی تھی اور والہ لا ضرورت اس کا ساتھ نہیں چاہتا تھا۔

اس شام جب میں آوارہ گردی کر کے اپنی رہائش گاہ پر واپس پہنچا، تو میرے ڈرائنگ روم میں مارٹن الیسٹرو موجود تھا وہ ایک موٹی سی کتاب ہاتھوں میں تھامے آرام کرسی پر دراز تھا میں اس کے پاس پہنچ گیا اور مارٹن الیسٹرو نے مسکراتے ہوئے کتاب رکھ دی۔

"ہیلو غزالی! میرا خیال ہے اچھی طرح آرام کر چکے ہو تم۔"

"میں تو آرام کرنا بھی نہیں چاہتا تھا مسٹر مارٹن الیسٹرو! بس صرف اس بات کا منتظر تھا کہ آپ کی طرف سے کوئی ذمہ داری مجھے سونپی جائے۔"

"ہاں یقیناً۔ میں بھی اسی سلسلے میں کارروائیاں کر رہا تھا۔ لاتعداد ذہنی الجھاوے ہیں جنہیں سلجھانا ہے۔ سب سے زیادہ پریشانی مجھے گو ہین کے سلسلے میں ہے۔ بہت سے کردار تو ہماری نگاہوں ہی سے اوجھل ہیں غزالی! لیکن وہ جو ہمارے سامنے آ چکے ہیں ان کا گم ہو جانا ہمارے لیے انتہائی پریشان کن ہے۔ میرے بیشمار آدمی فرانس اور لندن کے چپے چپے میں گو ہین کو تلاش کر چکے ہیں لیکن اس کا کوئی پتا نہیں چلتا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کا ذہنی توازن بھی درست نہیں ہے۔ چنانچہ کوئی بھی سامون ذہنی طور پر بھی اسے تلاش نہیں کر سکتا۔ ان لوگوں میں ایک خاص حس پائی جاتی ہے۔ یعنی کسی مخصوص انسان کو سونگھ کر تلاش کر لینے کی حس۔ لیکن نجانے گو ہین کہاں گم ہو گیا۔ ان لوگوں کی یہ کوشش بھی بار آور نہیں ہو سکی چنانچہ گو ہین کے سلسلے میں مجھے سخت پریشانی کا سامنا ہے۔ غزالی! میں تمہیں تنظیم کے بارے میں تفصیلات بتا چکا ہوں تنظیم بہت بڑی قوت رکھتی ہے، اور اس کے بے شمار کارکن دنیا کے مختلف گوشوں میں کام کر رہے ہیں لیکن تنظیم کے کچھ بہترین اصول بھی ہیں۔ ہم لوگ جس سلسلے میں جس شخص پر اعتماد کر لیتے ہیں۔ پھر اس پر مکمل ہی اعتماد کیا جاتا ہے اور اگر کبھی یہ اعتماد مجروح ہو جائے تو اس کے لیے بھی ہمارے پاس ذرائع ہوتے ہیں۔ یقین کرو میں تمہیں کوئی دھمکی نہیں دے رہا۔ صرف تنظیم کے مقاصد بتا رہا ہوں۔ اور ظاہر ہے کسی بھی تنظیم کے لیے اپنا ایک لائحہ عمل ضروری ہے۔ غزالی! اگر تم نے ہمارے اعتماد کو دھوکہ دیا۔ تو صرف تمہارا ہی کچھ نہیں بگڑے گا۔ تمہارے اہلِ خاندان کو ان تمام لوگوں کو جو کسی بھی طور تم سے متعلق رہ چکے ہیں سسکا سسکا کر مار دیا جائے گا۔ تنظیم ایسا ہی کرتی ہے اور ایسے کئی واقعات رونما ہو چکے ہیں میرے دوست یقیناً میری ان باتوں کا تم نے برا مانا ہو گا۔ لیکن میں تم سے ذاتی طور پر بھی درخواست کرتا ہوں کہ ایک اچھے انسان ہونے کی حیثیت سے تم اپنے یا اپنے اہلِ خاندان کے لیے کوئی

خطرہ مول مت لینا۔ تم نے پورے اعتماد کے ساتھ ہمارے ساتھ کام کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اور تمہاری ذمہ داریاں صرف اتنی ہی ہوں گی کہ تم ہمیں سامونیکا تک پہنچا دو۔ تمام سامونوں کو یکجا کر لو، اور اس کے بعد تمہارا کام ختم ہو جاتا ہے۔ نہ صرف طے شدہ معاوضہ بلکہ اپنے کام کی تکمیل کے بعد تمہیں اتنا کچھ دیا جائے گا کہ تم زندگی بھر آرام سے بسر کر سکو گے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر مارٹن الیٹرو! میں جانتا ہوں کہ یہ دھمکیاں نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ اس خیال کو ذہن سے نکال دیں کہ میں نے ان میں سے کسی بات کا برا مانا ہوگا۔ لیکن ایک درخواست میں ضرور کرتا ہوں، وہ یہ کہ جب تک میری غداری ثابت نہ ہو جائے میرے لیے دل میں میل نہ لایا جائے۔"

مارٹن الیٹرو ذاتی طور پر اس کا وعدہ کرتا ہے۔" مارٹن الیٹرو نے کہا۔

"تو پھر مسٹر مارٹن الیسٹرو! سب سے پہلے مجھے پورے اعتماد کے ساتھ یہ بتایا جائے کہ میری صرف میری ذمہ داریاں کیا ہیں۔" "ہاں بالکل ٹھیک۔ دراصل مختصر تفصیل بتانی پڑے گی تمہیں۔ ایک پراسرار اور نامعلوم خطے میں سامونیکا کے نام سے ایک دنیا آباد ہے اور یہ خطہ عام لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ ہے۔ یوں سمجھ لو کہ اس وقت دنیا کی دو بڑی طاقتوں کے مصنوعی سیارے، ان کے ذرائع معلومات بھی اس خطے کی نشاندہی نہیں کر سکتے جو سامونیکا کہلاتا ہے۔ وہ کہاں ہے اور کس جگہ واقع ہے اس کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات ہمیں حاصل ہو گئی ہیں، لیکن دنیا کے دوسرے ممالک نہیں جانتے۔ اور یہ ہی معلومات ہمارے حق میں فائدہ مند ہیں۔ اگر یہ معلومات دوسروں کو فراہم ہو جائیں تو پھر کوئی بھی اس جگہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اور بلاشبہ دنیا کے پاس ابھی ہم سے زیادہ وسائل موجود ہیں۔ چنانچہ ہم یہ خطرہ کسی قیمت پر مول نہیں لے سکتے کہ اس خطے کی معلومات کسی بھی شخص کو فراہم کریں۔ یہاں تک کہ تمہیں بھی اس بارے میں کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔ بہرطور سامونیکا میں ایک باقاعدہ حکومت ہے۔ باقاعدہ اس کی آبادی ہے۔ ان کے زندگی گزارنے کے طریقہ کار کیا ہیں، اس کے بارے میں ہمیں کوئی خاص تفصیل نہیں معلوم، لیکن وہاں حکومتوں کا بغاوت کا سازشوں کا قتل و غارت گری کا تصور موجود ہے۔ اور سامونوں کی یہ دنیا ہماری دنیا سے کسی طور پیچھے نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہاں سائنسی ایجادات کس حد تک پہنچ چکی ہیں۔ کیونکہ سامون اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں دیتے۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ بہت زیادہ سائنسی قوتوں کے مالک نہیں ہیں۔ سامونیکا کی حکمران پارٹی کے خلاف بغاوت ہوئی اور حکمران پارٹی کو معزول کر کے گرفتار کر لیا گیا۔ اس پارٹی کے اہم اہم رکن باغیوں کا نشانہ بن گئے۔ لیکن ایک گروہ جو بہترین ذہنی صلاحیتوں اور شاندار قوتوں کا مالک تھا کسی نہ کسی طرح سامونیکا سے فرار ہو گیا اور سمندری راستے سے نئے جہانوں کی تلاش میں چل پڑا۔ جہاں اپنے قدم جمانے کے بعد وہ اس بغاوت کے خلاف کارروائی کر سکے۔ اس گروہ کے افراد سامونی حکومت میں کیا حیثیت رکھتے تھے۔ اس کے بارے میں ہمیں، میرا مطلب ہے تنظیم کو کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ لیکن ان میں پانچ آدمی نمایاں حیثیت کے حامل ہیں اور یہ ہی پانچوں سامونیکا کی باغی حکومت کے لیے انتہائی خطرناک ہیں۔ سامون بڑی احتیاط سے اپنی دنیا کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ بہرطور باغیوں کا یہ گروہ فرار ہو کر ہماری دنیا تک پہنچ گیا۔ اس گروہ کے پانچ سربراہ یعنی پانچ بڑے تھوساس۔ گابیٹا۔ لیبوس۔ وی ین اور گو ین ہیں۔ گو ین اس سلسلے میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن نجانے کس کارروائی کے تحت گو ین کا ذہنی توازن اُلٹ گیا اور وہ ذہنی طور پر معزول ہو گیا۔ یہاں پہنچنے کے بعد ان پر کوئی آفت پڑی اور وہ سب منتشر ہو گئے۔ ایک بھی شخص ایک بھی جگہ نہ رہا۔ جب ہماری دنیا میں آکر انہوں نے اپنے آپ کو بہتر حالت میں محسوس کیا تو سب ایک دوسرے کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے۔ اور یکجا ہونے کی کوشش کرنے لگے تاکہ باغی حکومت کے خلاف جوابی کارروائی کر سکیں۔ لیکن ابھی تک وہ منتشر ہیں اور ایک دوسرے کو پانے میں ناکام رہے ہیں۔ اس گروہ میں بہترین ذہنی صلاحیتوں کے مالک افراد شامل ہیں۔ انہوں نے ہماری اس دنیا میں آکر بھی اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے کے لیے بہترین انتظامات کر لیے۔

میرے ہاتھ سب سے پہلے لیبوس لگا تھا۔ لیبوس سے مجھے بہت سی تفصیلات معلوم ہوئیں۔ تنظیم نے یہ شعبہ میرے سپرد کیا ہے۔ اور میں اس سلسلے میں پوری قوت سے کام کر رہا ہوں۔ چنانچہ ویلینی یا موجودہ نئے نام کے تحت گوشائی بھی ان لوگوں میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ ویلینی سے متعلق وہ کتاب میرے ہاتھ بھی لگی۔ جو ویلینی کی طرف بہت سے لوگوں کی رہنمائی کا باعث بنی۔ خزانے کے چکر چلا کر ویلینی یا گوشائی نے نجانے کیا کھیل کھیلا تھا۔ بہرطور میں جانتا ہوں کہ ان کی ساری کوششیں یکجا ہو جانے کے لیے ہیں۔ [illegible] وہ اپنے طور پر [illegible] کوششوں میں مصروف ہیں، جب [illegible] بارے

بن معلومات حاصل ہوئیں تو میں نے تمہارے ملک کی جانب رخ کیا اور تمہارے سرپرست حسن صاحب سے ملا۔ تفصیلات معلوم کیں اور لیبوس کے نام سے ایک پیغام چھوڑ آیا تاکہ گو ین وہاں پہنچ جائے۔ تم گو ین کو لے کر وہاں پہنچے۔ لیکن کچھ میری جلد بازی اور کچھ تمہاری جلد بازی نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔ ورنہ گو ین ہمارے ہاتھ آجاتا۔ گو ین کے مسئلے میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمیں اُس کی ذہنی تربیت کرنی ہے۔ اس کا دماغی توازن درست کرنا ہے۔ یہ کام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ لیبوس سے مجھے تھوساس کا پتہ ملا۔ تھوساس اور لیبوس نے آپس میں رابطہ قائم کیا تھا۔ بہرطور بات ذرا آگے بڑھ گئی ہے۔ میں تھوڑا سا پیچھے آرہا ہوں۔

سامونوں کے بارے میں معلومات حاصل ہونے کے کچھ ہی دن کے بعد تنظیم کو کچھ ایسے لوگ دریافت ہوئے جو تنظیم کا تعاون چاہتے تھے۔ اب یہ سارے معاملات تنظیم ہی جانے کہ اس نے ان لوگوں کو کیسے پایا۔ بہرطور یہ باغی جماعت کے ارکان تھے، جو سامونیکا سے ایک طویل سفر طے کر کے ہماری دنیا تک پہنچے تھے۔ انہوں نے تنظیم کے ذمہ دار حضرات سے ملاقات کر کے اپنا مقصد بیان کیا اور تنظیم نے ان سے سودے بازی کر لی۔ سامونیکا کے ارکان نے وعدہ کیا کہ تنظیم کے آپریشن ہیڈ کوارٹر کے لیے وہ ایک بہت بڑا علاقہ تنظیم کے حوالے کر دیں گے۔ اور مسٹر غزالی! تنظیم کو ایسی ہی کسی جگہ کی ضرورت تھی۔ جہاں دنیا کی نگاہوں سے مصنوعی سیاروں کی پہنچ سے دور رہ کر سائنسی معاملات پر کام کیا جا سکے۔ ہم اس کے لیے ابھی تک کوئی بہت ہی موزوں جگہ تلاش نہیں کر سکے۔ ہمارے چند ہیڈ کوارٹر جو ہم نے مختلف گوشوں میں بنائے تھے تباہ کر دیے گئے۔ مصنوعی سیاروں کے ذریعے ان کا پتا چلا لیا گیا تھا۔ چنانچہ کسی ایسی جگہ کی تلاش ہمارے لیے ناگزیر تھی۔ جہاں ان کی پہنچ نہ ہو سکے۔ اور سامونیکا اس لحاظ سے ہمارے لیے بہت بہتر ہے۔ چنانچہ تنظیم سامونیکا کی باغی حکومت کے ساتھ تعاون کرنے پر تیار ہو گئی۔ باغی حکومت صرف یہ چاہتی ہے کہ تمام سامونوں کو یکجا کر کے اس کے حوالے کر دیا جائے، تاکہ وہ ان کو پھانسی دے کر یا سزائے موت دے کر اپنی حکومت مستحکم کر لیں، جب کہ انہیں ہر لمحہ ان کی جانب سے خطرہ لگا رہتا ہے کہ یہ لوگ کوئی مؤثر کارروائی کر کے ہی دم لیں گے۔ اس طرح مائی ڈیئر غزالی! تمہیں کم از کم یہ معلوم ہوا کہ تنظیم کی سامونوں سے دلچسپی کی وجہ کیا ہے

اب میں دوسرے مرحلے کی طرف آتا ہوں۔ چونکہ سامونیکا میں ہیڈ کوارٹر کے قیام کی ذمہ داریاں مکمل طور پر میرے سپرد کر دی گئی ہیں اس لئے تمام سامونوں کو تلاش کر رہے ہیں لیکن انہیں تلاش کرنا ہمارے لیے اتنا آسان نہیں ہے یہ سادہ لوح ہوتے ہیں۔ لیکن صرف ناواقفیت کی حد تک۔ اگر ہماری دنیا سے وہ پوری طرح واقف ہو جائیں۔ تو بلاشبہ یہ ہم سے زیادہ ذہین اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ تو ڈیئر غزالی! چونکہ یہ شعبہ مکمل طور پر میری تحویل میں ہے۔ اس لیے مجھے یہ اختیارات بھی ہیں کہ میں اس کے لیے جس سے بھی چاہوں کام لے سکوں۔ اور جس سے کام لوں۔ اُسے تنظیم کی جانب سے تمام اختیارات سونپ دوں۔ تم اس سلسلے میں ایک بہت اہم حیثیت رکھتے ہو۔ اور تم نے اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کیا ہے کہ کاروباری طور پر ہی سہی لیکن تم تنظیم سے مخلص ہو۔ ہمیں سامونوں کے پورے گروہ کو حاصل کرنا ہے۔ اگر چند ایسے افراد پہنچ جائیں جو بے مقصد ہوں اور کوئی اہمیت نہ رکھتے ہوں۔ تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ بنیادی طور پر اس وقت ہمیں گو ین گابیٹا۔ اور وی ین کی تلاش ہے اور ہمارے پاس ان کا کوئی نشان نہیں ہے گو ین کا حصول اس لیے بے حد ضروری ہے کہ ہم یہاں اُس کی ذہنی حالت بحال کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ ذمہ داری بھی ہم نے قبول کی ہے۔ اب میں تمہارے سامنے ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ تمہیں یہ تجویز پسند آئے گی۔ لیکن اس کے لیے تمہیں پوری طرح مخلصانہ طور پر کام کرنا ہوگا۔"

"بار بار یہ الفاظ کہہ کر مسٹر مارٹن الیسٹرو! آپ مجھے یہ احساس دلاتے ہیں کہ ابھی آپ کے دل میں میرے لیے اعتماد کی کمی ہے۔"

"نہیں غزالی نہیں! بس جو ذمہ داری میں لے رہا ہوں یہ قبول کر رہا ہوں۔ اُس سے خوفزدہ ہوں۔"

"اس سلسلے میں میں آپ سے خاص طور سے ایک بات عرض کر دینا چاہتا ہوں مسٹر مارٹن الیسٹرو! آپ میرے بارے میں خود بھی معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ اور یہ جانتے ہیں کہ میں صرف ایک طالب علم تھا اور اپنی تعلیم مکمل بھی نہیں کرنے پایا تھا کہ حادثات کا شکار ہو گیا۔ میں جرم کی دنیا سے ناواقف ہوں۔ حسن صاحب نے کچھ ذمہ داریاں میرے سپرد کی تھیں۔ جنہیں میں نے بس اپنی صلاحیتوں ہی سے کسی حد تک پورا کیا۔ چنانچہ اگر میں ......"

"ایک منٹ" مارٹن الیسٹرو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم نے دوگ میں جو کچھ کیا ہے اُس سے میں اندازہ لگا چکا ہوں کہ

تمہاری صلاحیتیں کس حد تک ہیں۔ اور اس بنیاد پر میں تم پر مکمل بھروسہ کرتا ہوں کیونکہ ووگ میں بل لیٹرو کو شکست دینا آسان کام نہیں تھا۔ بہر طور اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس سلسلے میں تم کہیں ناکام رہو تو تنظیم تم پر گرفت نہ کرے، میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں تنظیم کے ارکان خود بھی تو تمہارے دست راست رہیں گے۔ تاہم اگر کہیں کوئی ایسی بات ہو جائے۔ تو تمہیں قطعی طور پر اس کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جائے گا۔"

"شکریہ مسٹر مارٹن الیشرو، یہی بات میرے لیے باعثِ تشویش تھی۔ میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے اس انداز میں اپنے کام کا آغاز کرو۔ میری تجویز سُن لو۔ اس میں کوئی بھی ترمیم مجھے ہر قیمت پر قبول ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ ساموئوں کا یہ گروہ جو میرے قبضے میں ہے تم اسے آزاد کرالو۔ اس کے لیے باقاعدہ ڈرامہ اسٹیج کرو۔ کچھ لوگوں کو ہلاک کرو۔ اور انہیں آزاد کرا کر گاشنا ہی کے پروگرام کے مطابق انہیں یہاں سے لے جاؤ۔ میں تمہیں ایسی جگہ مہیا کر دوں گا جہاں تم انہیں پوشیدہ رکھ سکتے ہو۔ یہ تمام ذمہ داریاں تم اپنے شانوں پر لوگے۔ ان لوگوں کو پوری طرح اپنے اعتماد میں لے لو۔ اور ان پر یہ ظاہر کرو کہ بالآخر تم ان کی رہائی کا باعث بن ہی گئے۔ یہ تم پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور شاید یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ تم ان کے خلاف عمل کرنے پر آمادہ ہو جاؤ گے۔ جذباتیت سے کام کسی جگہ مت لینا عزالی۔ اجب یہ لوگ تمہاری تحویل میں پہنچ جائیں تو تم گومین گاشنا اور وی مین کو ان کی مدد سے تلاش کرو۔ عام ساموئوں کی نسبت یہ گروہ زیادہ حساس ہے۔ تم سمجھ رہے ہوگے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ ان کی مدد سے تم گاشنا اور وی مین کو تلاش کرلو۔ گومین کو تلاش کرلو، اور جب یہ تینوں مل جائیں۔ تو پھر انہیں ہماری تحویل میں دیدو۔ بقیہ ساموئوں کی تلاش ابھی جاری ہے۔ ایک دو جگہ سے کچھ ساموئن حاصل بھی ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس بات کے امکانات ہیں کہ ہم بہت جلد ان سب کو اپنے قبضے میں کرلیں گے۔ معاملہ صرف ان سربراہان کا ہے جن میں سے صرف ابھی دو ہمارے ہاتھ آسکے ہیں۔ میں پُرخیال نگاہوں سے مارٹن الیشرو کو دیکھ رہا تھا۔ یہ تجویز بہت شاندار تھی، اور اس میں میرا ہی فائدہ تھا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"مسٹر مارٹن الیشرو! آپ کے بیان کے مطابق کچھ ساموئن دنیا کے مختلف گوشوں سے گرفتار ہوئے ہیں۔ کیا اُن کے ذریعے یہ بات نہیں معلوم ہو سکی کہ وہ وہاں تنہا تھے یا کسی کی تحویل میں تھے۔"

"نہیں بتاتے یہ کمبخت نہیں بتاتے۔ اذیتیں برداشت کرنے میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ غالباً یہ ان کی جسمانی ساخت ہے جو اذیتیں برداشت کرنے میں بہت طاقتور ہے۔ یہ زبان نہیں کھولتے۔ ہم بہت کوشش کر چکے ہیں۔ تاہم جس جگہ کچھ اور ساموئن دریافت ہوئے ہیں، وہاں باغی ساموئوں کے چند افراد پہنچ چکے ہیں۔ اور اپنے اپنے طور پر گاشنا کو تلاش کر رہے ہیں۔"

"گڈ۔ یہ ہی میرا مقصد تھا۔ جہاں تک آپ کی تجو[illegible] کا معاملہ ہے۔ مسٹر الیشرو! تو میں آپ کو داد دیتا ہوں [illegible] نہایت ہی شاندار تجویز ہے اور اس کی مدد سے میں یقیناً [illegible] کے یقینی تین بڑوں کو تلاش کر سکتا ہوں۔ لیکن آپ کو مجھ پر مکمل اعتماد کرنا ہوگا۔ میں ان لوگوں کو یہ ہی بتاؤں گا کہ [illegible] مارٹن الیشرو کو دھوکہ دے کر ان تک پہنچا ہوں اور اُس [illegible] ان کی مدد سے اپنا کام کروں گا۔" "گویا تم میری تجویز سے متفق ہو۔"

"سو فیصدی۔ میں نے جواب دیا۔

"تو بس تمہیں اجازت ہے۔ سباتا ہمارا اپنا آدمی ہے وہ دریائی راستے سے تمہیں ایک مخصوص مقام تک پہنچا دے گا۔ بیس ساموئن وہ ہیں جو میں نے گرفتار کیے تھے۔ اور باقی یہ چار ہیں۔ یعنی لیبوس، تھوساس، ڈوٹن کارلو اور [illegible] مین۔ تم ان چوبیس افراد کو یہاں سے نکال کر لے جاؤ۔ سبا[illegible] تمہیں پوائنٹ نمبر تین پر پہنچا دے گا۔ پوائنٹ نمبر تین کی تفصیل وہ ہی تمہیں خود بتائے گا۔ اس کے بعد تم جانتے [illegible] ہو تمہیں کیا کرنا ہے۔ میں تفصیلی رپورٹ تمہیں گھنٹوں کے [illegible] اندر تمہاری رہائش گاہ پر پہنچا دوں گا۔ اور اس کے بعد [illegible] سباتا تک پہنچانے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔ کیونکہ [illegible] کی ذمہ داریاں کچھ اور ہیں۔"

"بہت بہتر مسٹر مارٹن الیشرو!" مارٹن الیشرو نے [illegible] سے ہاتھ ملایا اور کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ہم دونوں [illegible] گئے تھے۔ مارٹن الیشرو کے جانے کے بعد میں گردن [illegible] بیٹھ گیا تھا۔ یہ سب کچھ قبول کرنے کے بعد ذہن پر ایک [illegible] سا آپڑا تھا۔ میں اس تجویز پر غور کر رہا تھا۔ مارٹن الیشرو [illegible] بڑا خطرہ مول لینے جا رہا تھا۔ لیکن کیا یہ صرف اعتماد کی [illegible] پر ہے۔ یعنی اس نے مجھ پر واقعی اعتماد کر لیا ہے۔ [illegible]

[illegible]

اور اس کے بعد یہ نئی دنیا کسی بھی طور ایک دوسرے سے کم نہیں تھیں۔ کردار آتے تھے۔ ختم ہو جاتے تھے۔ اور میں ابھی تک اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف تھا۔

چار گھنٹے کے بعد گاشنا ہی میرے پاس پہنچی اور اُس نے مارٹن الیشرو کی ہدایت میرے سامنے رکھ دیں۔ وہ مجھ سے اس سلسلے میں تقریباً ایک گھنٹے تک گفتگو کرتی رہی۔ کمبخت کے چہرے پر شرمندگی کا سایہ بھی نہیں تھا۔ ورنہ اُسے مجھ سے شرمندہ ہونا چاہیئے تھا کہ اُس نے کس انداز میں اپنا کام نکالا تھا۔ لیکن مجرم کی دُنیا میں شرمندگی نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ بھلا یہ کمبخت کیا شرمندہ ہو سکتی تھی۔ ساموئوں کے باغی گروہ سے اس کا تعلق تھا۔

اب تقریباً تمام معاملات میرے ذہن میں واضح ہو گئے تھے۔ کوئی ایسی بات نہیں تھی جو اب پوشیدہ رہ گئی ہو۔ سامون کا مشن میرے علم میں آگیا تھا۔ لیکن آج بھی وہ سب میرے لیے انتہائی پُراسرار تھے۔ اور میں جب بھی اُن کے بارے میں سوچتا۔ میرے ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہونے لگتا۔ بہت سے کردار جو زندہ تھے۔ آج بھی میرے ذہن میں انوکھی حیثیت رکھتے تھے۔ جیسے ندرت۔ یہ دوسری بات ہے کہ طویل زندگی کے الجھاؤ نے میرے ذہن میں اس کے لیے عجیب سے احساسات پیدا کر دیئے تھے، ورنہ عام حالات میں وہ نوجوان لڑکی تھی۔ کس قدر طاقتور کس قدر ذہین۔ گوشانی جو اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ اس مشن کے لیے وقف کر چکی تھی۔ وہ بھی انتہائی طاقتور شخصیت تھی۔ سمبوتورا لیکن یہ جان کر حیرت ہوتی تھی کہ لیبوس تھوساس اور دوسرے تین افراد ان میں سربراہوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ابھی تک لیبوس یا تھوساس نے ایسا کوئی کارنامہ نہیں انجام دیا تھا جس سے میں یہ سمجھتا کہ اُن کی ذہنی قوتیں عام لوگوں سے زیادہ بلند ہیں۔ بہر طور بے شمار خیالات تھے پھر جب آرام کرنے کے لیے لیٹا۔ تو ذہن میں تنویر داخل ہو گئی۔ کمال کی بات تھی۔ حسن صاحب کی کوٹھی میں رہ کر بھی میرا واسطہ بے شمار لوگوں سے پڑ چکا تھا۔ لیکن وہاں کوئی بھی ایسی شخصیت نہیں تھی۔ جو میرے ذہن تک رسائی حاصل کر چکی ہو۔ ہُما جو لیا۔ اوشا اور ایسے کئی کردار تھے۔ جنہوں نے میری قربت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ کچھ راستے پر آگئے کچھ راستہ بھٹک گئے۔ بہر طور میں اپنی جگہ جوں کا توں تھا۔ لیکن تنویر۔ تنویر نے ایک بھی لفظ ایسا نہیں کہا تھا جو اقدار کی سطح سے گرا ہوا ہو۔ شاید یہ ہی وجہ تھی کہ وہ آج بھی میرے دل میں زندہ تھی۔ البتہ جب کبھی اُس کا تصور آتا تو ایک ہوک سی دل میں اُٹھنے لگتی تھی۔ کیا میں ان خوفناک معاملات سے بچ سکوں گا۔ کیا میری زندگی کا اختتام اس مشن کی تکمیل میں نہیں ہو جائے گا۔

کیا پھر کبھی تنویر کا چہرہ دوبارہ دیکھنے کی خوش بختی حاصل ہو سکتی ہے۔ نجانے وہ کس کس طرح مجھے یاد کرتی ہوگی نجانے نجانے۔ ازم کی اس دنیا میں بزم آرائیاں ذرا اچھی نہیں لگتی تھیں۔ ایک طرف تو ذہن اُن خوفناک خیالات کا شکار تھا اور دوسری طرف یہ تصور۔ بہر طور رات گزار لی۔ دوسرے دن مجھے ساموئوں کو آزاد کرانے کا ڈرامہ کرنا تھا۔ اور اس کے لیے تنہا ہی میری ذمہ داریاں مخصوص کی گئی تھیں۔ کیونکہ اس سفر میں مجھے کسی کو ساتھ نہیں رکھنا تھا۔ گاشنا بتا گئی تھی کہ سباتا ہر لمحے میرا خیر مقدم کرنے کے لیے تیار ہے۔ وہ ویگن اسی جگہ موجود تھی۔ جہاں گاشنا نے پروگرام کے مطابق اُسے پوشیدہ کیا تھا۔ گویا تمام معاملات وہی تھے جو گاشنا نے ترتیب دیئے تھے لیکن اُن کی نوعیت کسی طرح بدل گئی تھی۔ پہلے یہ ایک مجرمانہ اور باغیانہ کارروائی تھی جس کے نتیجے میں مجھے مارٹن الیشرو اور تنظیم کے تمام ارکان کی دشمنی مل جاتی۔ چپے چپے پر مجھے تلاش کیا جاتا۔ ساموئوں کو موت کے گھاٹ بھی اُتارا جا سکتا تھا۔ لیکن آج وہ ہی پروگرام مارٹن الیشرو کی سرکردگی میں تکمیل کے مراحل طے کر رہا تھا۔

یہ دوسری بات تھی کہ میرے ذہن میں اس وقت بھی وہ ہی جذبے موجود تھے جو اگر گاشنا کی تجویز پر عمل کرتا تو میرے دل میں ہوتے۔ لیکن اب مجھے تنظیم کی حمایت بھی حاصل تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ شام کا لانا مشکل ہو گیا۔ بہر طور شام ہو گئی۔ اور میں اپنی تیاریوں کے بعد پرانے کلیسا کی جانب چل پڑا۔ جہاں مجھے قتل و غارت گری کا ایک ڈرامہ رچانا تھا۔ چند محافظوں پر گولیاں چلانی تھیں۔ لیکن ان محافظوں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ بھی صرف مرنے کی اداکاری کریں۔ درحقیقت مر نہ جائیں۔

اُسی راستے سے میں سرنگ میں داخل ہوا جس سے گاشنا مجھے لے کر گئی تھی۔ میرے ہاتھوں میں ایک سب مشین گن دبی ہوئی تھی۔ میں جب اُس عظیم الشان تہہ خانے میں پہنچا۔ جہاں جنگلوں کے اندر ساموئن قید تھے تو ایک بار پھر ساموئوں میں کھلبلی مچ گئی۔ تھوساس لیبوس ڈوٹن کارلو اور سمبوتورا وغیرہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے تھے۔ پتا نہیں اُن کے ذہنوں میں

میرے لیے کیا خیالات گردش کر رہے ہوں لیکن بہر طور اس وقت بھی وہ مجھے دیکھ کر سلاخوں کے پاس آ کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے اُن میں سے کسی سے کچھ نہیں کہا۔ اور غار کے اُس دوسرے دہانے کی جانب بڑھ گیا۔ جو سرنگ کی شکل میں کلیسا کے اندرونی حصّے میں جا کر نکلتا تھا، اور جہاں میری معلومات کے مطابق مسلح گارڈز ان قیدیوں کی نگرانی کرتے تھے۔ گارڈز وہاں موجود تھے انہیں غالباً پہلے سے ہدایت کر دی گئی تھی کہ انہیں کیا ڈرامہ رچانا ہے۔ چنانچہ میں نے گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ گولیاں دیواروں پر پڑ رہی تھیں۔ اور گارڈز شور مچا رہے تھے۔ چیخیں مار رہے تھے۔ اُن کی آوازیں فضا میں منتشر ہو رہی تھیں۔ ان میں موت کی چیخیں بھی شامل تھیں تقریباً تین منٹ تک میں نے یہ ڈرامہ کیا۔ اور اُس کے بعد واپس تہہ خانے کے دہانے پر مستعد رہا۔ یہاں رہ کر تو کم از کم پوری پوری اداکاری کرنی تھی۔ اور اُس ہی انداز میں کام کرنا تھا، جس میں مارٹن الیسٹرڈ نے مجھ سے کہا تھا چنانچہ کسی بھی یگانگت یا دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جب وہ سب لوگ آزاد ہو گئے تو میں انھیں لے کر غار کے دہانے سے نکل آیا۔ اور سرنگ میں چلتا ہوا بالآخر کلیسا کے اُس حصے میں جا پہنچا جہاں پہاڑی ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ اور جہاں ایک ٹیلے کے پیچھے سیاہ رنگ کی وہ بڑی ویگن پوشیدہ تھی۔ اس دوران سمبوتورا یا ڈوڈن کاربو نے مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش کی ہی کی تھی بلکہ وہ اس طرح مستعد نظر آتے تھے جیسے انھیں ان حالات میں ہونا چاہیے تھا۔ مجھ سے یہ سوال بھی نہیں کیا گیا کہ ویگن کا سفر کہاں تک کا ہے۔ میں نے ویگن کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ ڈوڈن کاربو لپک کر میرے پاس آ بیٹھی۔ باقی تمام افراد پیچھے چلے گئے۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے ڈوڈن کو دیکھا اور وہ بھی مسکرا دی۔ اُس کے چہرے پر پھیلے ہوئے اعتماد سے یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ لوگ میری طرف سے کسی ایسے ہی اقدام کے منتظر تھے۔ اور یقیناً انھیں میری اس کارروائی پر کوئی شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ سفر جاری رہا۔ ہم دونوں ہی خاموش تھے۔ باقی لوگ بھی پچھلی نشستوں پر خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ویگن کے پچھلے حصے اور ڈرائیونگ سیٹ کے دوران پارٹیشن تھا۔ جس کی وجہ سے مجھے دوسری سمت کی صورتِ حال معلوم نہیں ہو سکی تھی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ڈوڈن نے کہا۔

"ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں؟"

"امن کی جگہ۔"

"وہ تو میں جانتی ہوں۔ لیکن... لیکن غزالی! تم نے ایک ناقابلِ یقین کارنامہ انجام دیا ہے۔ کیسے آخر کیسے...؟"

"تفصیل اس وقت معلوم کرو گی ڈوڈن!"

"دل میں تو پتا نہیں کیا کیا خیالات جنم لے رہے ہیں۔ لیکن اگر تم نہ چاہو گے تو میں تم سے کچھ نہیں معلوم کروں گی ابھی۔"

"بہتر ہے خاموش رہو۔ مجھے یادداشت کے سہارے ایک سفر کرنا ہے۔" میں نے کہا۔ اور ڈوڈن نے تعاون کرنے والے انداز میں گردن ہلا دی۔ میں سباتا کی جانب جا رہا تھا۔ ایک ہی بار اس طرف آیا تھا۔ چنانچہ راستوں کو خاص طور سے ذہن میں رکھنا پڑ رہا تھا۔ لیکن میں بالآخر اپنی منزل پر پہنچ گیا سباتا کو اس سلسلے میں پہلے ہی ہدایت کر دی گئی تھی۔ چنانچہ دور سے ویگن کو دیکھنے کے بعد وہ شاید میرے استقبال کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا اور میں نے ویگن روکی۔ تو وہ تیز رفتاری سے چلتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا تھا۔

"پونگا۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"کیا؟"

"میرا مطلب ہے آپ آ گئے مسٹر گازال!"

"ہاں۔ میرے ساتھ وہ تمام لوگ بھی موجود ہیں۔"

"اوہ پونگا۔" اُس نے پھر اسی انداز میں کہا اور اپنے آدمیوں کو ہاتھ سے اشارہ کر کے قریب بلا لیا۔ تین آدمی پاس پہنچ گئے۔ اُس نے انھیں ہدایات دیں، جو غالباً فرانسیسی زبان میں تھیں اور اس کے بعد عقبی حصے سے تمام لوگ نیچے اتر آئے۔ سباتا نے ہم سب کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر ہمیں لیے ہوئے ایک ایسے مکان کے دروازے کے پاس پہنچ گیا جو بیرک نما تھا اور جس کی چھت پر کھپریلیں پڑی ہوئی تھیں۔ اُس نے دروازہ کھولا، اور ہم سب اندر داخل ہو گئے۔ سباتا بھی ہمارے ساتھ ہی اندر داخل ہو گیا تھا۔

"آپ کو چوبیس گھنٹے یہاں انتظار کرنا ہو گا ماسٹر اُس کے بعد آپ کی روانگی کے لیے بندوبست ہو جائے گا کیونکہ ابھی کچھ دقتیں پیش آئیں گی۔"

"کوئی بات نہیں ہے سباتا! باقی ذمہ داریاں تم پر ہیں۔"

"پونگا۔" وہ آہستہ سے بولا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔ ڈوڈن کاربو بے اختیار ہنس پڑی تھی۔

"یہ پونگا کیا چیز ہوتی ہے؟"

"وہ جو ابھی تک میری سمجھ میں بھی نہیں آئی ہے۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔ سمبوتورا خاموشی سے کھپریلوں کے اس مکان کو دیکھ رہا تھا جس میں فرش پر بہترین قسم کا قالین بچھا ہوا تھا۔ بس یہ ہی ہمارا بستر تھا۔ اس کے علاوہ یہاں اور کوئی سہولت نہیں تھی۔ میں نے سمبوتورا کو دیکھا جو ایک گوشے میں لیبوس اور تھوساس کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا تھا۔ باقی سامون بھی ایک جگہ جمع ہو گئے۔ وہ گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہے تھے۔ ڈوڈن کاربو البتہ میرے ساتھ ہی لگی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔

"پونگا۔" اور ہنس پڑی۔ میں بھی ہنسنے لگا تھا۔ ڈوڈن کاربو کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔ غالباً وہ اپنی اس غیر متوقع رہائی سے بہت خوش تھی۔

"اب تو پتا دو ورنہ میں بھی پونگا ہو جاؤں گی۔" اس نے اپنی کھوپڑی کو گھماتے ہوئے کہا۔

"بس ڈوڈن! بتانے کی کیا بات ہے۔ میں تم لوگوں کی رہائی کے لیے کوشاں تھا اور میں نے اس میں کامیابی حاصل کر لی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن یہ کامیابی برقرار بھی رہ سکے گی یا نہیں۔ مارٹن الیسٹروان علاقوں میں بے تاج بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیا ہم لوگ اُسے دھوکہ دے کر نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟"

"اب تو کامیاب رہے ہیں نا۔ آگے بھی اللہ مالک ہے۔"

"ہوں۔ لیکن یہ سب کچھ کرنا تمہارے لیے کتنا مشکل رہا ہوگا۔ یہ آدمی کون ہے جو سر سے پاؤں تک پونگا ہے۔"

"ایک جرائم پیشہ جو اس قسم کے کاموں کا ماہر ہے معاوضہ دے کر اُسے اس کے لیے تیار کیا گیا ہے۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم کوئی ایسا ہی گل کھلاؤ گے۔ ویسے اس وقت جب تم اُس لڑکی کے ساتھ غار میں پہنچے تھے تب ہم لوگوں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ تم کارروائیوں میں مصروف ہو۔ کیا وہ لڑکی تمہاری مددگار تھی؟"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ اور ڈوڈن کاربو ہنس پڑی۔

"کیوں اس پر ہنسنے کی کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں نہیں۔ لڑکی میرے ذہن میں آ رہی تھی۔ خوبصورت مردوں کے لیے لڑکیاں بڑی کارآمد ثابت ہوتی ہیں جیسے ڈاکٹر جے مورگر کی بیٹی ہیلن۔"

"تو تم بھی اُس سے رقابت محسوس کر رہی ہو۔"

"ہاں یقیناً! کیوں نہیں۔ میں نے تو اس دوسری لڑکی کو بھی دیکھ کر اپنے دل میں شدید رقابت محسوس کی تھی۔" ڈوڈن کاربو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ تو تم لوگوں کا دردِ سر ہے۔ میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ خود ہیلن بھی تم سے بُری طرح چراغ پا تھی۔"

"ہاں ہاں یقیناً۔ ہم لڑکیاں اپنے پسندیدہ مرد کو دوسری لڑکی کے ساتھ دیکھ ہی نہیں سکتیں۔"

"حماقت کی بات مت کرو ڈوڈن! تم بہت صاف ستھری لڑکی ہو۔"

"وہ تو ہوں اور رہوں گی۔ لیکن جسے تم حماقت کہتے ہو میں اُسے حماقت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر آہستہ آہستہ میں سمبوتورا کی جانب بڑھ گیا۔ تھوساس اور لیبوس مجھے دیکھنے لگے تھے۔ وہ دونوں ہی خاموش تھے۔ سمبوتورا انہیں غالباً میرے بارے میں سب کچھ بتا چکا تھا۔ چنانچہ تھوساس کہنے لگا۔

"نوجوان! میں ذاتی طور پر بھی تمہارا شکر گزار ہوں۔ درحقیقت مجھے بڑی مشکلوں سے گزرنا پڑا ہے۔"

"لیکن آپ اپنے بارے میں بتانا پسند کریں گے مسٹر تھوساس؟"

"کیا؟" تھوساس نے سوال کیا۔

"یہی کہ آپ فادر میڈلینو کیسے بن گئے۔ اور آپ کی جگہ مارٹن الیسٹرڈ نے کیسے لے لی۔"

"طویل کہانی نہیں ہے۔ فادر میڈلینو بہت اچھے انسان تھے۔ میں نے اُن کے پاس پناہ لی تھی۔ وہ شدید بیمار رہتے تھے دمے کے مریض تھے۔ میں نے انھیں اپنے بارے میں تو نہیں بتایا تھا لیکن اتنا ضرور بتایا تھا کہ میں ایک مفرور آدمی ہوں اور بہت سے دشمنوں سے چھپا چھپا پھر رہا ہوں۔

فادر نے میری ہر طرح مدد کی۔ لیکن وہ زندہ نہ رہ سکے، اور ایک رات خاموشی سے اُن کا انتقال ہو گیا بہت سے عقیدت مند تھے اُن کے۔ جو میڈلینا میں جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے۔ میں پریشانی میں پڑ گیا۔ چونکہ میرے مددگار صرف فادر میڈلینو ہی تھے۔ بقیہ لوگ تو مجھے جانتے بھی

نہیں تھے۔ چنانچہ مجبوراً میں نے فیصلہ کیا کہ فادر میڈلینو کی لاش کو خاموشی سے دفن کر دیا جائے۔ اور میں اُن کی جگہ لے لوں۔ اِس دوران میں اُن کا طریقہ کار اُن کا رہن سہن اُن کے بول چال کا انداز سب کچھ جان چکا تھا۔ چنانچہ میرے لیے یہ مشکل نہ ہوا کہ میں فادر میڈلینو کا روپ اختیار کر لوں۔ لیکن پھر کمبخت مارٹن ایسٹرو میرے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے جانے مخالف ساموئوں کے ذریعے میرے ذہن تک رسائی حاصل کی تھی۔ چند ساموئوں نے مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کر کے بتایا کہ وہ گمشدہ بیڑے کے مسافر ہیں۔ اور میرے پاس پہنچنا چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی میرے پاس پانچ ساموئن پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ میں نے انھیں بھی اپنے پاس طلب کر لیا۔ اور بالآخر مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ مارٹن ایسٹرو نے بھی وہی طریقہ کار اختیار کیا تھا۔ یعنی اُس نے فادر میڈلینو کی شکل اختیار کر لی۔ یہ اس کا دوسرا روپ تھا۔ اپنے اصل روپ میں وہ کبھی کبھی یہاں آتا بھی تھا۔ میرا مطلب ہے پُرانے کلیسا میں۔ مجھے اُس تہ خانے میں قید کر دیا گیا۔ اور اُس کے بعد اُس نے پتا نہیں کہاں کہاں سے پکڑ پکڑ کر ان بقیہ افراد کو بھی یہیں پہنچا دیا۔ پھر اُسے شاید لیبوس کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوئیں۔ کیونکہ میں لیبوس سے ذہنی رابطہ قائم کر چکا تھا۔ میرے ہی ذریعے وہ لیبوس تک پہنچا۔ اور اُس نے لیبوس کو بھی قابو میں کر لیا۔ یہ ہے فادر میڈلینو کی کہانی۔"

"ہوں۔ بہر طور مسٹر تھوساس! مجھے افسوس ہے کہ آپ لوگوں کو اتنی مشکلات سے گزرنا پڑا۔ مسٹر لیبوس بھی اُس کے قبضے میں آ چکے تھے۔ صورتحال بتانے کی ضرورت تو نہیں، یہ ایک خطرناک تنظیم کا معاملہ ہے، جو ساموئنکا میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کرنا چاہتی ہے۔ اور اسی کے اشتراک سے آپ کے دشمن آپ لوگوں کو پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"ہاں مجھے اندازہ ہے۔ تمہارے بارے میں بھی مجھے تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں۔" تھوساس نے کہا۔ لیکن میں نے فوراً ہی ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر اسے خاموش کر دیا۔ ڈروٹن کارلو بھی ہمارے پیچھے آ گئی تھی۔ سمبوتورا نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے اور اپنی انگلیوں کو اوپر نیچے کرنے لگا۔ یہ اشاروں کی کوئی مخصوص زبان تھی، جس کے بارے میں مجھے اب تک کوئی پتا نہیں تھا۔ سمبوتورا انگلیوں کو کھولتا اور بند کرتا رہا۔ تھوساس اور لیبوس گردن ہلاتے رہے۔ پھر تھوساس نے کہا۔

"بہر حال۔ مسٹر غزالی! آپ کا بے حد شکریہ۔ لیکن آپ ہمیں یہاں کس مقصد کے تحت لائے ہیں۔؟"

"سب سے پہلے تو میں آپ کو مارٹن ایسٹرو کی قید سے آزاد کرانا چاہتا تھا۔ اور اِس سلسلے میں مجھے سخت جدوجہد کرنا پڑی ہے۔ بہر طور میرا اور آپ کا مشن مختلف نہیں ہے۔ گاٹما وی مین اور گومین کی تلاش ہمارے لیے انتہائی ضروری ہے میں جس طرح اب تک اِس سلسلے میں مدد کرتا آیا ہوں اُسی طرح اپنی یہ کوشش جاری رکھوں گا۔ پہلے آپ لوگوں کو کسی محفوظ مقام تک پہنچا دوں۔"

"ہم تمہاری اِن عنایتوں کا شکریہ بھی نہیں ادا کر سکتے۔ صلہ ادا کرنا تو دور کی بات ہے۔" تھوساس نے کہا۔ اور پھر خاموشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں بیرک نما دروازے سے باہر نکل آیا تھا۔ کچھ فاصلے پر دو آدمی غالباً ہماری ہی خدمت پر معمور کر دیے گئے تھے۔ وہ دونوں اٹھ کر میرے پاس آ گئے

"کسی چیز کی ضرورت جناب؟"

"ہاں۔ سباتا سے کہو ہمیں کھانے پینے کی اشیا درکار ہیں"

"اُن کی تیاری ہو رہی ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں گی۔"

"سباتا کہاں ہے؟"

"چیف اپنے مشن پر گیا ہوا ہے۔ غالباً اُسے کوئی کام تھا۔ اِس وقت وہ یہاں موجود نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے اور سنو وہ غسل وغیرہ کے لیے پانی اور دوسری ضروریات۔"

"جی ہاں۔ اُس کے لیے آپ کو پچھلی بیرک میں جانا پڑے گا۔ آیئے میں آپ کو وہ جگہ بتا دوں۔"

کیا ہمیں یہاں قیدیوں کی شکل میں رہنا ہے یا ہم آزاد ہیں؟

"نہیں جناب! آپ لوگوں میں سے کوئی قیدی نہیں ہے اِس چھوٹی سی بستی میں جس کا دل جہاں چاہے جا سکتا ہے بس ہم پر یہ ذمہ داری عائد کر دی گئی ہے کہ آپ پر نگاہ رکھیں اور آپ کا تحفظ کریں۔"

"بہت شکریہ۔" میں نے جواب دیا۔ اور واپس بیرک میں آ گیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ بہت سے لوگ ہاتھوں میں بڑے بڑے خوان سے اٹھائے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ اِن پر کھانے پینے کی بے شمار اشیا رکھی تھیں پھل خشک میوے اور چائے کے برتن وغیرہ لا کر انہوں نے ہمارے سامنے رکھ دیے اتنا زیادہ سامان تھا کہ ہم سب شکم سیر ہو کر کھاتے تب بھی بچ رہتا۔ بہر طور میرے اشارے پر تمام ساموئن اُس پر ٹوٹ پڑے تھے۔ لیبوس، تھوساس، سمبوتورا اور ڈروٹن کارلو نے بھی اپنے حصے لیے اور اپنے گوشے میں جا بیٹھے میں بھی اُن کے نزدیک آ گیا تھا۔ ہم لوگ خاموشی سے کھاتے رہے۔ اور پھر اِس سے فارغ ہو گئے۔ اُس کے بعد میں نے سب سے پہلے یہ بندوبست کیا کہ کسی ایسی چیز کا جائزہ لوں جو ہماری آواز مارٹن ایسٹرو تک پہنچانے کا باعث ہو۔ اپنے طور پر میں نے اِس کی تلاش شروع کر دی۔ اِس کے مختلف ذرائع ہو سکتے تھے۔ بظاہر تو مارٹن ایسٹرو نے مجھ پر اعتماد کا اظہار کیا تھا۔ لیکن تنظیم کے اُس خطرناک آدمی کو میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ مختلف طریقے ہو سکتے تھے اِس کے۔ وہ جانتا تھا کہ میں بھی بے وقوف آدمی نہیں ہوں۔ اِن چیزوں کا خیال رکھوں گا۔ ڈروٹن کارلو چونکہ خود میرے ساتھ ایک ایسے مرحلے سے دوچار ہو چکی تھی۔ جس میں ہم نے دیکھا تھا کہ ہماری ہلکی سی سرگوشی بھی مارٹن ایسٹرو تک پہنچ جاتی تھی۔ چنانچہ وہ میرا مقصد سمجھ گئی۔ اور اُس نے تمام ساموئوں کی تلاشی لینا شروع کر دی۔

یہ ایک ذہانت آمیز اقدام تھا۔ بلاشبہ میرے ذہن میں بھی یہی بات آئی تھی کہ ممکن ہے مارٹن ایسٹرو نے اِن ساموئوں کے پاس کوئی ایسی شے پوشیدہ کر دی ہو۔ ایک ایک ساموئن کی تلاشی لے ڈالی گئی۔ اُس کے بعد بیرک کا نمبر آیا۔ بہر طور ہم یہ بات جانتے تھے کہ سباتا مارٹن ایسٹرو ہی کا آدمی ہے چنانچہ سباتا کی مدد سے بھی ایسی کوئی کوشش ہو سکتی تھی۔ میں نے اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد ایک گہری سانس لی۔ ہمیں ایسی کوئی چیز نہیں ملی تھی جس پر یہ شبہ ہو سکتا۔ لیکن اِس کے باوجود میں احتیاط رکھنا چاہتا تھا۔ اگر کسی بھی طور یہ بات مارٹن ایسٹرو پر ظاہر ہو گئی کہ میں ذہنی طور پر اُس کے ساتھ نہیں ہوں تو پھر کوئی ایسی راہ نہیں رہے گی جس کے ذریعے میں اُس کے چنگل سے نکل سکوں۔ میں ڈروٹن کارلو کو ساتھ لے کر ٹہلتا ہوا باہر نکل آیا۔ اور باہر نکلنے کے بعد ہم نے ایک ایسی جگہ منتخب کر لی جہاں ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کر سکتے تھے۔ یہ ایک چٹان تھی جو بالکل سپاٹ تھی۔ لیکن اِس کا بھی ہم نے اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔ جب ڈروٹن کارلو کو یقین ہو گیا کہ یہاں کچھ نہیں ہے تو وہ آہستہ سے بولی۔

"کیا یہاں ہم۔ ۔ ۔!"

"ہاں۔ میرا خیال ہے اِس سے زیادہ احتیاط ممکن نہیں ہے۔"

"بالکل۔ بظاہر کوئی ایسی چیز نہ میرے پاس موجود ہے نہ تمہارے پاس غزالی! جس پر ہمیں شبہ ہو سکے۔"

"ہاں ڈروٹن کارلو!"

"اب بتاؤ کیا مسئلہ ہے۔"

"ڈروٹن کارلو! سمبوتورا لیبوس اور تھوساس کو ایک بات سمجھاتی ہے، وہ یہ کہ میں ذہنی طور پر مکمل تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔ لیکن درحقیقت مجھے ایک ڈبل چال چلنی پڑ رہی ہے۔"

"کیسی ڈبل چال۔؟"

"پوری تفصیل سُن لو۔ اب سے تھوڑی دیر پہلے میں نے تمہیں ہاتھ کے اشاروں میں کوئی بات کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"ہاں۔ اشاروں کی یہ زبان تھوساس نے ہمیں بتائی ہے یہ عام طور سے رائج نہیں ہے۔"

"گڈ مجھے یہ زبان پسند آئی ہے۔ کیا تم نے بھی اِس میں مہارت حاصل کر لی ہے؟"

"ہاں۔ قید کے دوران ہم لوگ یہی تو کرتے رہے ہیں۔"

"مجھے بھی یہ زبان سمجھا دینا۔"

"یقیناً۔ یہ بات تو پہلے ہی طے کر لی گئی تھی۔"

"اچھا اب تم تفصیل سُنو۔ مارٹن ایسٹرو نے مجھے تنظیم میں شامل کر لیا ہے۔ اور میں اب اُس خوفناک تنظیم کا ایک اہم رکن ہوں، جو ساموئنکا میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کرنا چاہتی ہے۔ میں نے تنظیم کے اغراض و مقاصد قبول کر لیے ہیں اور اُس کے لیے کام کا آغاز کر دیا ہے۔ اِس تنظیم میں شامل ہونے کے لیے مجھے بہت ہی کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا ہے ڈروٹن کارلو! لیکن اُن کی تفصیلات بیکار ہیں۔ تنظیم ہی کے اشارے پر یہ اغوا عمل میں آیا ہے۔ مقصد اِس کا صرف یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو مسلسل اپنے اعتماد میں رکھوں۔ اور تنظیم کے لیے کام کرتا رہوں میں نے حالات کے پیش نگاہ تنظیم کی یہ رکنیت قبول کر لی ہے۔ اور اب کام جس طرح ہو گا۔ اُس میں تنظیم کا مفاد سر فہرست رہے گا۔ میں تمہاری لیبوس سمبوتورا اور تھوساس کی مدد سے بقیہ افراد اور گومین کو تلاش کروں گا۔ اور تنظیم کو اِن تمام کارروائیوں سے آگاہ رکھوں گا۔ لیکن ہمارا مقصد وہی ہو گا۔ یعنی یہ کہ اگر ہم اِن لوگوں کو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو اُس کے بعد یہاں سے راہ فرار اختیار کر لیں گے۔ تنظیم کا ساتھی میں اُس وقت تک ہوں جب تک کہ گاٹما اور وی مین نہیں مل جاتے باقی جو کچھ ہو رہا ہے۔ اُس سے تم بخوبی واقف

چنانچہ کسی مرحلے پر اگر تم لوگوں کو یہ احساس ہو کہ میں تمہارے ساتھ کوئی چالاکی کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

تو اسے صرف میری مجبوری سمجھ لینا۔ اور اس پر پریشان نہ ہونا بلکہ کبھی کبھی اِن خدشات کا اظہار بھی کرتے رہنا کہ کہیں میری ذہنی کیفیت کچھ بدل تو نہیں گئی ہے تم لوگ آپس میں یہ گفتگو کر سکتے ہو۔ کیونکہ خاص طور سے تمہیں اور تمہاری گفتگو کو ذہن میں رکھا جائے گا۔ اور یہ سب کچھ میرے ذریعے ہوگا۔ کیا سمجھیں۔" ڈوڈن کاربو پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی جب میں خاموش ہوگیا تو وہ کہنے لگی۔

"غزالی! تم کیا ہو۔ تم کیا ہو غزالی ڈیئر۔"

"آدمی ہی ہوں۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ میں نے دل میں ایک فیصلہ کر لیا ہے کہ تم لوگوں کے مشن کی تکمیل میں تمہاری پوری پوری مدد کروں گا جہاں تک میری صلاحیتیں اور قوتیں ہیں۔ اور اگر ان کوششوں میں کام آجاؤں گا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی کوئی افسوس۔"

"کاش ہم تمہیں تمہاری اس محبت کا صلہ دے سکتے۔"

"اس کے علاوہ ڈوڈن کاربو! پوری قوت سے اب گائیا اور وی مین کی تلاش میں مصروف ہو جانا چاہیے۔ اس سلسلے میں جتنے پروگرام بناؤ کھلم کھلا بنا سکتے ہو۔ لیکن بعد کے مراحل میں خود طے کر لوں گا۔ اس کی تم بالکل فکر مت کرنا۔"

"میں اچھی طرح جانتی ہوں غزالی! ویسے اگر تم یہ باتیں ہمیں نہ بھی بتاتے، تو ظاہر ہے ہم کیا کر سکتے تھے، اور نہ ہی ہمیں تم پر کوئی شبہ ہوتا۔ لیکن یہ سب کچھ بتانے کے بعد تم نے ہمارے ذہنوں کو اور مضبوط کر دیا ہے۔"

"ابھی جو کچھ خاص گفتگو ہوگی۔ اشاروں کی زبان میں ہوگی مجھے بھی اشاروں کی یہ زبان سکھا دو۔"

"آج ہی سے۔" ڈوڈن کاربو نے کہا اور پھر بولی۔

"اس کے علاوہ اور کچھ۔"

"نہیں، اشاروں کی زبان میں ان لوگوں کو تمام تفصیلات بتا دینا۔ ہمیں یہاں سے بھی سفر کرنا ہوگا، اور جو جگہ ہمیں دی جائے گی۔ وہ تنظیم کی نگاہوں میں ہوگی۔ مقصد یہ ہے کہ اب تمہیں اس دوہری چال کے لئے تیار رہنا چاہیے۔"

"میں سب کو ہوشیار کر دوں گی۔ میرا خیال ہے بقیہ افراد کو تو اس سلسلے میں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ میں خاص خاص لوگوں کو تفصیلات بتلائے دیتی ہوں۔"..

"او کے۔" میں نے کہا۔ اور تھوڑی دیر بعد ڈوڈن کاربو اٹھ کر ٹہلتی ہوئی بیرک میں چلی گئی۔ میں سباتا کی اس انوکھی بستی کا نظارہ کرنے لگا تھا۔ ڈوڈن کاربو نے میری ہدایت کے مطابق وہاں پہنچ کر تمام تفصیلات بتا دیں۔ اس کے اثرات ان کے چہروں سے جھلکتے تھے۔ وہ سب مطمئن انداز میں مسکرا رہے تھے۔ جیسے انہوں نے میری تجاویز کو پوری طرح دل سے قبول کر لیا ہو۔ ہم نے یہ احتیاط بھی رکھی تھی کہ ذہنی رابطے کے ذریعے کوئی گفتگو نہ کی جائے۔ کیونکہ سباتا کے ان آدمیوں میں وہ سامون بھی پوشیدہ ہو سکتے تھے۔ جو باغی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے رات گزر گئی اور اس کے بعد دوسری صبح سباتا ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اس نے آتے ہی اپنے مخصوص انداز میں پونگا کہا۔ اور پھر بولا

"ماسٹر! انتظام ہوگیا ہے چلیں۔؟"

"بالکل سباتا! اس میں دیر کرنے کی کیا بات ہے۔" میں نے کہا۔ سباتا نے یہاں سے ایک طویل سفر اختیار کیا اور ہمیں تین مختلف گاڑیوں میں لے کر چل پڑا۔ یہ سفر تقریباً چھ گھنٹے کا تھا۔ راستے کچے اور ناہموار تھے۔ جس کی وجہ سے سفر کی رفتار سست رہی۔ پتا نہیں کتنا فاصلہ طے کرنا پڑا تھا لیکن ہمارے جسموں کی چولیں ڈھیلی ہوگئی تھیں۔ بالآخر ایک سنسان سے علاقے میں ہم گاڑیوں سے اتر گئے۔ اور پھر گہری کھائیوں کا سفر کرنا پڑا۔ جو پیدل ہی کیا گیا تھا۔ اور اس میں گاڑیوں کا گزر ممکن نہیں تھا۔ لیکن اس کا اختتام ایک تیز رفتار اور چوڑے دریا کے کنارے ہوا تھا جس کے ساحل سے ایک بڑی طوفانی کشتی لگی ہوئی تھی کشتی کا انجن ڈیزل سے چلتا تھا۔ لیکن وہ کافی کشادہ تھی۔ ہم تمام لوگ اس کشتی میں اتر گئے۔ سباتا بھی ہمارے ساتھ ہی تھا۔ کشتی کے ملاحوں نے اسے چلانا شروع کر دیا۔ موٹر کشتی اس دریا میں تقریباً آٹھ گھنٹے سفر کرتی رہی اور اس وقت رات کے تقریباً دو بجے تھے جب ہم ایک آبادی میں داخل ہوگئے۔ روشنیوں سے احساس ہوا تھا کہ یہاں آبادی ہے ورنہ اطراف میں جنگل ہی جنگل بکھرے ہوئے تھے۔ نجانے کون سی جگہ تھی۔ بہر طور سباتا سے اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا گیا۔ کنارے پر اترنے کے بعد ہم لوگ پیدل ایک جانب چل پڑے اور دریا کے ساحل سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر آبادی میں داخل ہونے کے بعد ہمیں ایک مکان میں پہنچا دیا گیا۔ سباتا نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

"اب یہ جگہ آپ کی رہائش گاہ ہے۔ میری ذمہ داری یہیں تک تھی۔ میں اجازت چاہتا ہوں۔"

"ابھی واپس جاؤ گے سباتا!؟"

"ہاں جناب! یہ ضروری ہے۔" سباتا چلا گیا۔ ہم سب اس اجنبی جگہ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے

ہمیں اس جگہ کے بارے میں بھی تفصیلات معلوم نہیں تھیں۔ بہر طور ہم عمارت کا جائزہ لینے لگے۔ عمارت میں آٹھ کمرے تھے۔ کافی وسیع و عریض اور کشادہ جگہ تھی ہم نے آٹھ کمروں میں قبضہ جما لیا اور اپنی اپنی آسائشوں کا بندوبست کرنے لگے کھانے پینے کی تمام اشیاء یہاں موجود تھیں۔ سمبوتورا کہنے لگا۔

"گانالی! تم نے تو کمال ہی کر دکھایا ہے۔ یہ انتظامات کرنے کے لئے تمہیں کتنی مشکلات سے گزرنا پڑا ہوگا۔"

"ہاں سمبوتورا! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ بہر طور میں نے تم لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ میں تمہارے مشن کی تکمیل کے لئے ہر وہ کام کروں گا جو میرے بس میں ہوگا۔ دیکھو تو میں تمہیں کتنی خطرناک تنظیم کے جنگل سے نکال کر یہاں تک لے آیا ہوں۔ اب باقی جو کچھ کرنا ہے وہ تم ہی لوگوں کو کرنا ہے۔ کاش میں تمہارے دونوں ساتھیوں کو تلاش کرنے میں تمہاری بھرپور مدد کر سکتا۔ لیکن ظاہر ہے میں سامون نہیں ہوں اور وہ قوتیں نہیں رکھتا، جو سامونوں کو حاصل ہیں۔ میرا خیال ہے مسٹر لیبوس اور تھوساس سامونوں میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ کیا یہ اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کر سکتے سمبوتورا، کہ گائیا اور وی مین کو تلاش کر لیں۔ یہ کام اتنا طویل ہو چکا ہے کہ اب مجھے اس سے اکتاہٹ ہونے لگی ہے۔"

"پلیز گانالی پلیز! تم نے جس طرح آج تک ہماری مدد کی ہے بس اسی طرح ہمیں ان دونوں ساتھیوں کو بھی تلاش کرنے میں مدد دو۔ گو مین کے سلسلے میں مجھے سب سے زیادہ دکھ ہے کیونکہ وہ ہمارے ہاتھ آکر نکل چکا ہے۔"

"آخر گو مین چلا کہاں گیا سمبوتورا!؟" میں نے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتا۔ ہوٹل میں میرا قیام تھا جس وقت ہم پر ریڈ ہوا اس وقت ہم وہاں سے نکل بھاگے لیکن میں گومین کو قابو میں نہ رکھ سکا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن وہ ذہنی طور پر غیر متوازن شخص آخر کہاں چلا گیا اپنے ذہن سے تو وہ کچھ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہیں وہ کسی حادثے کا شکار نہ ہوگیا ہو۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے ویسے یہ بات واقعی قابل غور ہے اگر اسے کوئی حادثہ پیش آیا۔ تو کیا اس کی تفصیل فرانسیسی پولیس کے پاس نہیں ہوگی۔"

"ممکن ہے ایسا ہو۔" میں نے پر خیال انداز میں سمبوتورا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ سمبوتورا اسی زبان میں بات کر رہا تھا جس میں میں چاہتا تھا۔ بہر طور اس گفتگو کے نتائج مجھے دیکھنے تھے۔ میں اور سمبوتورا کافی دیر تک باتیں کرتے رہے تھے لیکن کوئی ایسی مشکوک بات نہ کی گئی جو مارٹن ایسٹرو کے لیے کسی شبے کا باعث بن سکے۔ ویسے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس عمارت کا بھی جائزہ لے ہی لیا جائے۔ لیکن یہ کام ہمیں دوسری صبح کرنا پڑا۔ رات کے دو بجے یہاں پہنچے تھے اس لیے آدھی رات سے زیادہ تو ویسے ہی گزر چکی تھی۔ بقیہ رات بھی جاگتے ہوئے ہی گزری۔

صبح کو چند ٹولیاں الگ الگ کر دی گئیں۔ کچھ لوگوں کو کھانے پینے کی تیاریاں کرنے کے انتظامات سونپ دیئے گئے تھے اور بقیہ ہم لوگ عمارت کی چھان بین میں مصروف ہوگئے تھے۔ یہ کام دوسرے مرحلے کے لیے اٹھا رکھا گیا تھا کہ ہم اس آبادی کے بارے میں تفصیلات معلوم کریں۔ یہ بھی ضروری تھا۔ کم از کم میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ یہاں ذرائع آمدورفت کیا ہیں یہ علاقہ کون سے ملک کی ملکیت ہے آیا ہم فرانس ہی میں ہیں یا دریا کے راستے ہمیں فرانس سے باہر نکال دیا تھا۔ گانالی نے ایسے کچھ الفاظ کہے تو تھے۔ لیکن ان کی تفصیلات ہمیں نہیں بتائی گئی تھیں اس عمارت کا بھی اچھی طرح جائزہ لے لیا گیا۔ لیکن کوئی ایسی شے دستیاب نہیں ہوئی۔ جس سے یہ شبہ ہوتا کہ ہماری گفتگو کہیں اور سنی جا رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

دن کو تقریباً گیارہ بارہ بجے تک ہم لوگ مصروف رہے۔ اور اس کے بعد میں سمبوتورا کو ہدایات دے کر اس عمارت سے باہر نکل آیا۔ باہر اچھی خاصی رونق ہو چکی تھی گاڑیاں چل رہی تھیں۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ یقیناً یہ کوئی فرانسیسی آبادی تھی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے اس کا اندازہ ہوگیا۔ میں نے اس کے بارے میں اور معلومات حاصل کیں۔ اس علاقے کا نام معلوم کیا یہ ایک چھوٹی سی ساحلی آبادی تھی۔ لیکن خوب صورت بلند و بالا عمارتیں اور صنعتی فیکٹریاں یہاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ گویا یہ علاقہ صنعتی تھا۔ میں کافی دیر تک سڑکوں پر سرگشت کرتا رہا۔ سوچ رہا تھا کہ اس کے بعد مارٹن ایسٹرو کا نیا پروگرام کیسے معلوم ہو سکے گا۔ دوپہر ہوئی تو ایک ریسٹوران میں بیٹھا۔ وہاں دوپہر کا کھانا کھایا ان لوگوں کو اطمینان دلا کر آیا تھا۔ ویسے بھی سمبوتورا کم از کم میری اس عادت سے واقف تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر کافی منگوالی اور کافی کا پہلا ہی گھونٹ لیا تھا کہ ایک نوعمر لڑکا میرے پاس

پہنچ گیا۔ اس نے ایک کارڈ میرے سامنے رکھتے ہوئے کچھ کہا۔ الفاظ تو میں نہیں سن سکا تھا۔ لیکن کارڈ دیکھ کر میری رگیں تن گئیں۔ کارڈ پر ایک دائرہ بنا ہوا تھا جس کا ایک گوشہ خالی تھا۔ اور یہ تنظیم ہی کا نشان تھا۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے لڑکے کی طرف دیکھا۔ تو اس نے باہر کی سمت اشارہ کر دیا۔ گرم گرم کافی حلق میں انڈیلنے کے بعد میں نے بل کی رقم پلیٹ میں ڈالی اور باہر نکل آیا۔ سرخ رنگ کی ایک لیموزین میں ایڈی پائیر کی صورت نظر آئی تھی۔ لڑکا ایک طرف بھاگ گیا۔ غالباً اسے ٹپ مل چکا تھا۔ لیموزین کے قریب پہنچا۔ تو ایڈی پائیر نے مسکراتے ہوئے برابر کا دروازہ کھول دیا اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ جا بیٹھا۔ انجن اسٹارٹ تھا ایڈی نے اسے بند نہیں کیا تھا اس نے ایک زبردست جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی میں خاموشی سے ونڈ اسکرین کی دوسری جانب دیکھ رہا تھا ایڈی پائیر نے چونکہ خود کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ اس لیے میں بھی خاموش رہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد لیموزین ایک ہوٹل کے سامنے رک گئی۔ ایڈی پائیر نے انجن بند کر کے دروازہ لاک کیا اور میرے ساتھ ہوٹل کی چوتھی منزل پر پہنچ گیا۔ ایک کمرے کے دروازے پر دستک دی تو اندر سے مارٹن ایسٹرو کی آواز ابھری۔

"آ جاؤ"۔ میں ایڈی پائیر کے ساتھ خاموشی سے اندر داخل ہو گیا تھا۔ ایک خوب صورت گاؤن میں ملبوس مارٹن ایسٹرو ایک کرسی پر بیٹھا سگار پی رہا تھا۔ کرسی بل رہی تھی۔ ایڈی پائیر مجھے دروازے سے اندر چھوڑنے کے فوراً ہی بعد باہر نکل گیا۔ مارٹن ایسٹرو پر تکلف انداز میں اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور اپنے سامنے بیٹھنے کی پیشکش کی۔

"ہیلو میرے دوست غزالی! یہاں تک پہنچتے ہوئے یقیناً تمہیں کوئی دقت نہیں ہوئی ہو گی۔ دراصل ان لوگوں کو مطمئن رکھنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ میں بہتر ذرائع سے تمہارے یہاں آنے کا بندوبست کر سکتا تھا۔"

"میں جانتا ہوں مسٹر ایسٹرو! ان تکلفاتی الفاظ کی کیا ضرورت ہے۔"

"کیا تمہیں مجھے یہاں دیکھ کر حیرت نہیں ہوئی۔" مارٹن ایسٹرو نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ مارٹن ایسٹرو معمولی شخصیت تو نہیں ہے۔"

"اوہ۔ نہیں میرے دوست! بہر طور میں تمہاری کارکردگی سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ مجھے معاف کرنا اب تک میں نے تم پر باقاعدہ نگاہ رکھی ہے۔ لیکن اس کا یہ مقصد قطعی نہیں تھا کہ تم کسی بھی طرح ناقابلِ اعتبار ہو۔ بس میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم اس کام کو کس طرح سرانجام دیتے ہو۔"

"لیکن ایک بات میرے ذہن میں بھی کھٹک رہی ہے مسٹر مارٹن ایسٹرو!" میں نے کہا۔

"کیا۔؟"

"اگر سارا پروگرام میرے علم میں آ جاتا تو کیا یہ میرے لیے زیادہ بہتر نہیں رہتا۔ میں پورے اعتماد سے کام کر سکتا تھا۔ جب کہ اب میں ایسے موقع پر یہ سوچنے لگتا ہوں کہ اگر مجھے آپ کی رہنمائی نہ حاصل ہوئی تو میں آگے کیا کروں گا۔"

"اوہ۔ نہیں غزالی! تمہیں یہ نہیں سوچنا چاہیئے۔ پہلی بات تو میں تمہیں یہ بتا دوں کہ تنظیم کے نمائندے مسلسل تمہاری مدد کے لئے تمہارے اطراف میں موجود رہتے ہیں یہاں بھی کہیں تمہیں ان کی ضرورت درپیش ہوئی وہ تم سے رابطہ قائم کرا دیں گے۔ اور پھر جہاں تک رہنمائی کا سوال ہے تو ایک نظریہ تمہارے سامنے ہے۔ اور تمہیں اسی نظریے پر کام کرتے رہنا ہے۔ ہمیں ان تینوں ساموئنوں کی تلاش ہے وہ ہمارے ہاتھ آ جائیں تو تمہارا کام ختم ہو جاتا ہے۔ تمہارے سارے راستے اسی سمت جاتے ہیں اور اس کے لیے تم انہیں کس طرح استعمال کرتے ہو جو اس وقت تمہارے ساتھی ہیں۔ یہ تمہاری اپنی ذمہ داری ہے۔ میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ ان ساموئنوں کو اعتماد دلانے کے لئے کہ تم ان کے لئے جو کچھ کر رہے ہو پورے خلوص کے ساتھ کر رہے ہو۔ تمہیں کسی ایسی جگہ تک پہنچا دیا جائے جہاں سے تم صبر و سکون کے ساتھ اپنا کام انجام دے سکو۔"

"اور وہ جگہ کون سی ہو گی۔ کیا فرانس۔؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔ کچھ کام ہمیشہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ اور پھر فرانس میں تمہارے رہنے کی ضرورت یوں بھی نہیں ہے کہ فرانس لندن اور اس کے اطراف کو میں اچھی طرح دیکھ چکا ہوں۔ یہ تینوں بقیہ افراد کم از کم ان علاقوں میں موجود نہیں ہیں۔ انہیں کسی اجنبی جگہ ہی تلاش کرنا پڑے گا اور اس سلسلے میں تم اپنے ساموئن دوستوں کی مدد لے

سکتے ہو مطلب ہے جو کام میں نہیں کر سکتا وہ میں نے تمہارے سپرد کیا ہے تو پھر اس سلسلے میں تمہیں مشورہ بھی کیا دے سکتا ہوں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ وہ لوگ تم پر اعتماد کرتے ہیں، اور میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ تم نے اپنے اعتماد کو بحال رکھا ہے۔ بہرطور آئندہ کا کچھ پروگرام میرے ذریعے تم تک پہنچے گا۔ اور اس کے بعد جو کچھ کرنا ہے۔ تمہیں خود ہی کرنا ہے۔"

"ہاں میں وہ ہی پروگرام جاننا چاہتا ہوں۔"

"سب سے پہلے تو یہ ایک ٹرانسمیٹر قبول کرو۔ اسے اپنے پاس رکھو۔ سو میل کے دائرہ عمل میں یہ کام کرتا رہے گا۔ اور تنظیم کے افراد اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوں گے چنانچہ کوئی بھی اہم اطلاع اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی کو بھی دے سکتے ہو۔ وہ بہرطور مجھ تک پہنچ جائے گی اور ان ہی کے ذریعے تمہیں اس کا جواب مل جائے گا لیکن اس کے استعمال کی ذمہ داریاں تمہیں قبول کرنا ہوں گی۔ یہ کسی دوسرے کے ہاتھ نہ لگنے پائے۔" مارٹن ایسٹرو نے ایک گھڑی نکال کر میری طرف بڑھا دی۔ خوبصورت طرز کی سوئس میڈ تھی۔ اس کے درمیان میں لگے ہوئے ڈائل پر باریک باریک نشانات بنے ہوئے تھے۔ یہ ہی ٹرانسمیٹر کا رسیور اور اسپیکر تھا۔ مجھے اس کے استعمال کا طریقہ بتایا گیا اور میں نے اپنی گھڑی اتار کر ان کے حوالے کر دی۔ بہرطور یہ ایک خطرناک چیز تھی لیکن اس خطرناک چیز کو بھی بعد میں دیکھا جائے گا۔ میں ان لوگوں کو کسی بھی طور مشکوک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مارٹن ایسٹرو کہنے لگا۔

"اس سرحدی آبادی سے سمندر بالکل قریب ہے تھوڑا سا سفر طے کرنے کے بعد تم سمندر کے کنارے پہنچ سکتے ہو میں انتظامات کر دوں گا۔ ایک بار پھر ایک موٹر لانچ تمہیں ایک بحری جہاز سرونڈسر تک پہنچا دے گی۔ سرونڈسر میں تمہارا سفر ایک دور دراز علاقے تک جاری رہے گا۔ ہرچند میں نہیں چاہتا تھا کہ طویل بحری سفر میں تمہارا وقت ضائع ہو۔ لیکن بہرطور تمہیں ہالینڈ پہنچنا ہے۔ جہاز کا سفر ایک مخصوص جگہ تک ہو گا اور پھر وہاں سے تم اپنے ذرائع سے ہالینڈ میں داخل ہو گے۔ چنانچہ تمہاری نئی منزل ہالینڈ منتخب کی گئی ہے ہالینڈ پہنچنے کے بعد سارا پروگرام تمہارا اپنا ترتیب کردہ ہو گا۔ لیکن اس طرح ساموئنوں کو کم از کم یہ اطمینان ہو جائے گا کہ وہ میری زنجیر سے باہر نکل گئے ہیں۔ اور پھر تم لوگ زیادہ دلجمعی سے کام کر سکتے ہو۔ تمہیں باقی آسانیاں بھی ملتی رہیں گی۔ میرا خیال ہے ان تمام باتوں کے بعد تمہیں کسی سلسلے میں کوئی تشویش نہیں رہی ہو گی۔" میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ اور پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے یہ واچ ٹرانسمیٹر میرا خیال ہے ہر مشکل کا حل ہے۔ جب کہ آپ کا کہنا ہے مسٹر مارٹن ایسٹرو کہ تنظیم کے ارکان سو میل کے دائرے کے اندر اندر ہی میرے آس پاس ہی موجود ہوں گے۔"

"ہاں میں نے جو کچھ کہا ہے وہ ایک ٹھوس حقیقت ہے تم اگر چاہو تو کسی بھی مسئلے پر مجھ سے مشورہ طلب کر سکتے ہو۔ اس کے بعد تو کوئی مسئلہ رہ ہی نہیں جاتا۔"

"میں اب زیادہ مطمئن ہوں۔"

"سو ڈیئر! اس سلسلے میں تمہیں اخراجات کی ضرورت بھی ہو گی۔"

"نہیں! اس لیے کہ لندن میں میرا کافی سرمایہ موجود ہے جو مسٹر حسن نے مجھے پیش کیا تھا۔ اس کے ذریعے میں کام چلا سکتا ہوں۔"

"اس کے باوجود۔۔۔۔"

"میرا خیال ہے اس سلسلے میں آپ بہت زیادہ پریشانی کا اظہار نہ کریں مسٹر مارٹن ایسٹرو!"

"خیر ٹھیک ہے لیکن تمہیں سفر کے لئے کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ تو درکار ہوں گے۔"

"ہاں! یہ مشکل مرحلہ ہے کیونکہ پچیس آدمیوں کو یہ سفر کرنا ہے۔"

"ایک بات میں تمہیں بتا دوں۔ ہالینڈ پہنچنے کے بعد تم اپنے طور پر ان ساموئنوں کے لئے کسی معقول رہائش گاہ کا بندوبست کرو گے۔ اور پھر ان سے علیحدگی اختیار کر لو گے۔ کیونکہ ان سب کو پیچھے لگائے پھرنا تمہارے لئے ممکن نہیں ہو گا۔ دو چار کا انتخاب کر لو۔ یہ دوسری بات ہے لیکن پچیس آدمیوں کا مختلف جگہوں پر سفر خاصا مشکل رہے گا۔"

"لیکن کیا ان ساموئنوں کو تنہا چھوڑا جا سکتا ہے؟"

"ہاں۔ کیونکہ جب تم انہیں چھوڑ کر وہاں سے ہٹ جاؤ گے۔ تو ہم دوبارہ انہیں اپنی تحویل میں لے لیں گے اور پھر وہ ہمارے ساتھ ہوں گے۔ یہ صرف اس وقت تک کے لئے تھا جب تک کہ تم اپنے ان خاص دوستوں کو مطمئن نہیں کر دیتے۔ ورنہ شاید میں ان بیس افراد کو

ساتھ لے جانے کی اجازت نہ دیتا۔ میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ کمبخت مارٹن ایسٹرو معمولی آدمی نہیں تھا۔ اس کی کھوپڑی میں زبردست بھیجا تھا۔ ساری باتیں طے کرنے کے بعد مارٹن ایسٹرو نے مجھے واپسی کی اجازت دے دی لیکن اس بار لیموزین مجھے چھوڑنے نہیں آئی تھی میں پیدل ہی سفر کرتا رہا اور پھر ایک ٹیکسی روک کر اپنی رہائش گاہ پر چل پڑا۔ سمبوتورا اور اس کے تمام ساتھی آرام سے یہاں وقت گزار رہے تھے۔ لیبوس اور تھوساس کے ذہن میں کیا تھا یہ بات مجھے معلوم نہیں ہو سکی۔ ڈوٹن کاربو کہنے لگی۔

"اتنا وقت گزارنے کے بعد آئے ہو غزالی! یقیناً کوئی کام کی بات ہوئی ہو گی۔"

"ہاں ڈوٹن کاربو! میں کوشش کر رہا ہوں کہ یہاں سے نکل چلوں کسی ایسی جگہ جہاں کم از کم ہمیں مارٹن ایسٹرو کا خطرہ نہ ہو۔" میں نے ڈوٹن کاربو کو آنکھ سے اشارہ کیا تھا۔

"کیا کوئی اندازہ ہو سکا غزالی! ہمارے فرار کے بعد ابھی تک مارٹن ایسٹرو کو ہماری سمت کا اندازہ تو نہیں ہو سکا۔"

"بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ نہیں۔ تاہم ہماری انتہائی کوشش یہ ہی ہونی چاہیے کہ ہم جس قدر جلد ممکن ہو سکے فرانس سے باہر نکل جائیں اور اس طرح اپنے آپ کو محفوظ کر لیں۔"

"کیا یہ کام اتنا آسان ہو گا؟" ڈوٹن نے پوچھا۔

"کوشش کر رہا ہوں۔ ظاہر ہے جو کام تم لوگ نہیں کر سکتے۔ وہ مجھے ہی انجام دینا ہو گا۔ میں انتہائی کوشش کر رہا ہوں کہ ہمیں یہاں سے نکلنے کا موقع مل جائے۔ ہماری تعداد اتنی ہے کہ کسی بھی جگہ ہم مشکوک ہو سکتے ہیں۔ ایک دو یا تین چار افراد تو چلیے کہیں بھی چھپ کر باہر نکل جائیں لیکن۔"

"ہاں یہ مسئلہ ہے واقعی تشویش ناک ہے۔ اس کے علاوہ تمہاری اس دنیا میں کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ کا بھی تو مسئلہ ہوتا ہے۔ جب کہ ہمارے پاس یہ سب کچھ نہیں ہے۔"

"اسی لئے تو الجھا ہوا ہوں۔ بہرطور یہ مسئلہ بھی کسی نہ کسی طرح حل ہو ہی جائے گا۔ کچھ وقت لگے گا اس میں میں تم سب کو یہاں سے نکال لے جانے کا منتظر ہوں ڈوٹن کاربو خاموش ہو گئی۔ اس گفتگو سے وہ اندازہ لگا چکی تھی کہ میں اسے اصل بات نہیں بتا سکتا۔ بہرطور بظاہر تو کوئی چیز ایسی نہیں تھی جس سے یہ اندازہ ہو سکے مارٹن ایسٹرو میرے آس پاس موجود ہے اور ہماری حرکات و سکنات بھی دیکھی جا رہی ہیں۔ یہ ٹرانسمیٹر کسی اور نوعیت کا حامل بھی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس کی موجودگی میں میں ڈوٹن کاربو سے کوئی گفتگو نہیں کر سکتا تھا کافی دیر تک ہم لوگ اس نوعیت کی باتیں کرتے رہے پھر میں نے ٹرانسمیٹر اتار کر ایک طرف رکھ دیا۔ اور ڈوٹن کاربو کو ساتھ لے کر وہاں سے باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر سب سے پہلی ہدایت میں نے اسے یہ ہی کی تھی کہ فوراً تھوساس کو انگلیوں کے اشاروں کی زبان میں یہ بتا دے کہ وہ اس ٹرانسمیٹر پر نگاہ رکھے۔ اور کسی طرح کا کوئی اشارہ اس پر موصول ہو تو فوراً مجھے اطلاع دے۔"

"ٹرانسمیٹر۔"

"ہاں وہ گھڑی ٹرانسمیٹر ہے جو آج ہی مجھے مارٹن ایسٹرو نے دی ہے۔"

"اوہ بائی تورا سا۔ اس کا مقصد ہے کہ مارٹن ایسٹرو یہاں بھی موجود ہے۔"

"ہاں میں نے اب تک جو احتیاط کی ہے ڈوٹن کاربو وہ ہمارے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوئی ہے مارٹن ایسٹرو مجھ پر نگاہ رکھتا ہے۔ اسے ہماری ایک ایک جنبش کے بارے میں معلومات ہیں۔" ڈوٹن کاربو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اندر چلی گئی ہے تھوڑی دیر کے بعد وہ مطمئن انداز میں گردن ہلاتی ہوئی باہر آ گئی۔

"میں نے انہیں ہدایت دے دی ہے۔"

"اب ڈوٹن کاربو! تم مجھے انگلیوں کے اشاروں کی زبان سکھا دو۔ میں اس زبان سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس کے بڑے فائدے ہیں اگر ہم یہ اشارے کسی کے سامنے بھی کرتے ہیں تو کم از کم وہ ہماری اصل بات نہیں سمجھ سکے گا۔"

"یقیناً۔ تمہارے لیے تو یہ سب کچھ بے حد ضروری ہے۔ لیکن اس کی ذمہ داری تھوساس پر ڈال جائے گی۔" ڈوٹن کاربو نے کہا اور پھر بولی۔

"لیکن مارٹن ایسٹرو سے تمہاری ملاقات پر کیا گفتگو ہوئی...؟" میں نے ڈوٹن کاربو کو پوری تفصیل سمجھا دی تھی۔ پھر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس سے قبل ڈوٹن کاربو! سمبوتورا مجھ سے رابطہ رکھتا تھا لیکن اب تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان سب نے تمہیں اپنا نمائندہ بنا دیا ہو۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے۔ انہوں نے مجھ سے یہ ہی کہا کہ میں تم سے رابطہ رکھوں۔ دراصل غزالی! میں نے تمہاری دنیا میں آ کر تم لوگوں کو جاننے کی پوری پوری کوشش کی ہے اور میرا خیال ہے میں اس سلسلے میں دوسرے ساموتوں سے زیادہ کامیاب ہوئی ہوں میں اپنے آپ کو ان کے درمیان ضم کر سکتی ہوں۔ اس کا احساس لیبوس، تھوساس وغیرہ کو ہے انہوں نے مجھے اس کی اجازت دی ہے۔ اگر تمہیں کوئی اعتراض ہے تو دوسری بات ہے۔"

"بچوں کی سی باتیں مت کرو۔ مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" اسی رات تھوساس مجھے ساتھ لے کر باہر نکل آیا۔ ٹرانسمیٹر پر ابھی تک کوئی اشارہ موصول نہیں ہوا تھا۔ تھوساس مجھے انگلیوں کے اشاروں کی زبان.. سمجھانے لگا۔ انگلیوں کے موڑوں سے ایسی شکلیں بنائی جانے لگیں جو مختلف الفاظ کی شکل رکھتی تھیں۔ خاصی مشکل زبان تھی۔ لیکن اس سلسلے میں تھوساس نے مجھ سے ذہنی رابطہ بھی رکھا تھا تاکہ میں اس زبان کو سمجھ سکوں۔ اور یہ مخصوص طریقہ میرے لئے زیادہ کارآمد ہوا۔ وہ الفاظ میرے شعور میں بیٹھ گئے۔ جو اشاروں سے وجود میں آتے تھے۔ تھوساس نے تقریباً مجھے گفتگو کے تمام گر سکھائے۔ اور پھر اس نے ان کا امتحان بھی لیا جس پر میں پورا اترا تھا۔ تاہم تھوساس کہنے لگا۔

"اس گفتگو کو پوری طرح ذہن نشین کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ رات کو بستر پر لیٹتے وقت اپنے ذہن میں کوئی تحریر کر دو اور پھر اس تحریر کو اشاروں کی زبان میں پڑھ کر دیکھو۔ یہاں بھی غلطی ہو گی تمہاری انگلی رک جائے گی۔" میں نے تھوساس کی اس ہدایت پر عمل کیا تھا۔ اور رات کی تنہائی میں اگر کوئی مجھے دیکھ لیتا تو یقیناً سب سے پہلا کام یہ ہی کرتا کہ مجھے کسی پاگل خانے میں پہنچا دیتا۔ گھڑی کی سوئیاں تین پر پہنچ چکی تھیں۔ اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہ رہا میں سو گیا تھا اور دوسری صبح اس وقت جاگا تھا جب لوگ ناشتے سے فارغ ہو گئے تھے۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو سب ہی مسکرا دیئے۔ میں نے اس مسکراہٹ کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا تو تھوساس نے اپنی انگلیاں اٹھا کر اشارے کیے اور مجھے بتایا کہ میں یقیناً رات کو دیر تک ان اشاروں میں کھویا رہا ہوں گا۔ اسی وجہ سے مجھے دیر ہوئی۔ جواب میں میں نے اس بات کا اقرار کیا تھا۔ لیکن اشاروں ہی کی زبان میں نہ صرف تھوساس نے بلکہ لیبوس، سمبوتورا اور ڈوٹن کاربو نے بھی حیرت زدہ انداز میں مجھے دیکھا تھا۔ پھر ڈوٹن کاربو نے اپنی انگلیاں اٹھائیں اور انہیں اوپر نیچے کر کے مجھے بتانے لگی کہ میں نے اس سلسلے میں کمال حاصل کیا ہے اتنے مختصر وقت میں اتنا شاندار اظہار عام لوگوں کے لیے ممکن نہیں تھا۔ سمبوتورا انگلیاں اٹھا کر بولا کہ غزالی عام آدمی تو نہیں ہے۔ بہرطور یہ مضحکہ خیز حرکتیں دوپہر تک جاری رہیں۔ تب اس دوران کیونکہ ایسی کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی، اس لیے ہم لوگ مطمئن تھے۔ پھر میں نے تھوساس وغیرہ کو انگلیوں کے اشارے سے مارٹن ایسٹرو کا پروگرام بتایا۔ اور تھوساس گردن ہلانے لگا۔ اس کے بعد اس نے جواب دیا کہ یہ پروگرام بہت بہتر ہے۔ ہم زبانی گفتگو جو کچھ بھی کریں گے وہ اس انداز کی ہو گی کہ مارٹن ایسٹرو اگر ہماری باتیں سن بھی رہا ہو تو اسے شبہ نہ ہو سکے۔ لیکن خصوصی سوال و جواب ہم صرف اشاروں کی زبان میں کریں گے۔ میں نے اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

"ہمیں مارٹن ایسٹرو کی تسلی کے لیے اپنا سارا پروگرام الفاظ کی شکل میں بنانا ہو گا۔ اصل میں اس میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ کیونکہ بات صرف اتنی سی تھی کہ مارٹن ایسٹرو اپنی دانست میں مجھے تنظیم میں شامل کر چکا تھا اور میری ہر بات کو تنظیم کے مفاد کی روشنی میں دیکھتا تھا جب کہ دل سے میں ساموتوں کا ساتھی تھا لیکن ساموتوں کے ساتھ مل کر مجھے وہ ہی اقدامات کرنے تھے جو مارٹن ایسٹرو چاہتا تھا۔ یہ بڑی آسانی ہو گئی تھی مجھے۔ اگر دونوں کے راستے مختلف ہوتے تو پھر یہ سب کچھ کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ تھوساس اور لیبوس وغیرہ میرا مقصد سمجھ چکے تھے اور انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ وہ دن بھی گزر گیا اور رواج ٹرانسمیٹر پر مارٹن ایسٹرو کی طرف سے کوئی اشارہ موصول نہیں ہوا لیکن رات کو جب میں اپنے بستر پر سونے کے لیے لیٹا تو مجھے اپنے کان کے قریب ہی ہلکی سی آواز سنائی دی یہ میرے لیے اشارہ تھا۔ میں نے پھرتی سے دروازہ بند کیا اور پھر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر کا ڈائل سرخ ہو گیا تھا اور اس سے ہلکی ہلکی روشنی خارج ہو رہی تھی۔

"ہیلو غزالی! مارٹن ایسٹرو۔"

"میں جانتا ہوں مسٹر ایسٹرو۔" میں نے کہا۔

"حالات کیسے چل رہے ہیں؟"

"بالکل ٹھیک۔ میں نے اُن لوگوں کو اطمینان دلا دیا ہے کہ

میں اُن کی یہاں سے روانگی کے لیے معقول بندوبست کر رہا ہوں؟"

"تو پھر یہ معقول بندوبست ہو چکا ہے۔ کل دن میں گیارہ بجے اُسی ہوٹل میں مل جاؤ۔ جہاں میری تم سے ملاقات ہوئی تھی۔ میں تمام چیزیں تمہارے حوالے کر دوں گا۔ شام کو سات بجے تمہیں لانچ کے ذریعے لے جایا جائے گا۔ بحری جہاز تبدیل ہو گیا ہے۔ اب اُس کا نام سوان ہے۔ سوان کا کیپٹن تمہیں خوش آمدید کہے گا۔ بقیہ لوگوں پر تم یہی ظاہر کرو گے کہ یہ تمام انتظامات تم نے کئے ہیں۔ اُس کے بعد تمہارا یہ سفر پروگرام کے مطابق ہوگا۔"

"بے حد شکر گزار ہوں مسٹر مارٹن الیسٹرو!"

"کہو اُن لوگوں کے ساتھ کوئی ایسا پروگرام ترتیب پایا جو سامونوں کی تلاش میں مدد دے سکے۔"

"ابھی کہاں مسٹر الیسٹرو! ابھی تو اصل مسئلہ یہاں سے نکل جانے کا ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ ٹھیک ہے تم پورے اعتماد کے ساتھ یہ سارا سفر کرنا۔ تفصیلات تمہیں کل گیارہ بجے ہی بتا دی جائیں گی۔"

مارٹن الیسٹرو نے کہا۔ اور اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا کسی کو مزید کچھ بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سب مجھ پر اعتبار کرتے تھے چنانچہ ٹھیک گیارہ بجے میں نے اس ہوٹل میں مارٹن الیسٹرو اور رایڈی پائپر سے ملاقات کی۔ تمام سامونوں کے پاسپورٹ اور اُن کے کاغذات میرے حوالے کر دیئے گئے اور مارٹن الیسٹرو مجھے تمام تفصیلات بتانے لگا۔ میں نے یہ تمام تفصیلات ذہن نشین کر لی تھیں۔ مارٹن الیسٹرو نے مجھے کامیابی کی دعائیں دیں اور اُس کے بعد میں وہاں سے واپس چلا آیا۔

میں خود بھی اس بات سے متفق تھا کہ پچیس آدمیوں کے اس گروہ کو لیے لیے نہ پھروں۔ ان کا کوئی مناسب بندوبست ہونا چاہیئے تھا کیونکہ یہ لوگ ہمارے کام میں رکاوٹ بن سکتے تھے ہر چند کہ مجھے یہ بھی پسند نہیں تھا کہ وہ دوبارہ مارٹن الیسٹرو یا اُس کی تنظیم کی تحویل میں چلے جائیں لیکن فی الحال مجبوری تھی اگر گوشائی تک رسائی ہو سکتی تو میں انہیں اطمینان سے اُس کے حوالے کر دیتا۔ لیکن وہ تبت میں بیٹھی ہوئی تھی تاہم اس بات کا اطمینان تھا کہ تنظیم کا اعتماد حاصل ہونے کے بعد ان لوگوں کو بھی آسانی سے رہا کرا لیا جائے گا کیونکہ بہر طور دونوں مقاصد ایک ہی راہ پر چل رہے تھے میں نے اُن سب لوگوں کو تفصیلات بتائیں اور اُن کے کاغذات اُن کے سپرد کر دیئے گئے جہاز کے سفر تک تو کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن منزل پر پہنچنے کے بعد بکھرا منتشر ہونا ضروری تھا۔ تاکہ نئی دُنیا میں ہم شک کی نگاہ سے نہ دیکھے جا سکیں۔

ڈوڈن کاربو سمبو تورا اور لیبوس وغیرہ مجھ سے اس نئی منزل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے۔ لیبوس نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا یہ ضروری ہے کہ ہم ہالینڈ ہی جائیں۔ ہماری منزل کوئی بھی جگہ ہو سکتی ہے۔ اتنا طویل فاصلہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے جواب میں میں نے اس سے کہا کہ اگر وہ اس تنظیم سے بچنا چاہتے ہیں اور اپنے لیے کسی ٹھکانے کے خواہاں ہیں۔ تو اس وقت جو بھی جگہ مل جائے غنیمت ہے فی الحال تو ہم اپنے تحفظ کے لیے سرگرداں ہیں۔ کوئی بھی پُرسکون گوشہ اپنانے کے بعد ہم اپنی کارروائیوں کا آغاز کر سکتے ہیں اور اس وقت سوان نامی جہاز ہمیں وہیں کے لیے مل رہا ہے۔ لیبوس خاموش ہو گیا تھا ایک لمحے کے لیے میں نے بھی سوچا تھا کہ اگر فرانس کے آس پاس ہی کسی آبادی میں ہمارا قیام ممکن ہوتا تو زیادہ بہتر تھا اتنا طویل فاصلہ طے کر لیا جائے گا۔ وہاں سے ازسرنو کام کیا جائے گا۔ اس میں مشکلات بھی پیش آسکتی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ گومین سے کافی فاصلہ ہو گا اور ہم اُس کی خبر گیری نہ کر سکیں گے۔ یوں بھی گومین سے ملے ہوئے کافی دن ہو گئے تھے اور اُس کے بارے میں ہمیں کوئی اطلاع نہیں تھی۔ لیکن بہر حال جو کام بھی کرنا تھا پوری ذمہ داری کے ساتھ کرنا تھا۔ بہر طور اُن لوگوں نے میری مخالفت نہیں کی تھی میں نے سوچ لیا تھا کہ اب ہالینڈ پہنچنے کے بعد ہی باقی کسی نئے پروگرام کا فیصلہ کیا جائے گا تنظیم وہاں ہماری معاونت بھی تو کرے گی اور اُس کی مدد سے میں سامونوں کو بھی سنبھال سکوں گا۔ میں نے اپنے آپ کو ذہنی طور پر مطمئن کر لیا تھا اور پھر مارٹن الیسٹرو کے پروگرام کے مطابق میں نے تمام کارروائیاں کیں۔ بڑی ہنگامی سی کیفیت رہی تھی۔

سوان تک پہنچتے ہوئے ہمیں کافی اُلجھنوں سے گزرنا پڑا کیونکہ بہر طور ہم غیر قانونی طور پر اس جہاز میں سوار ہوئے تھے یہ دوسری بات ہے کہ ہالینڈ میں داخل ہونے کے بعد ان کاغذات کی مدد سے ہماری حیثیت قانونی ہو جائے۔ مارٹن الیسٹرو کے بیان کے مطابق سوان کے کیپٹن نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا تھا۔ اُس نے سامونوں کو اجتماعی طور پر ایک بڑی سی جگہ منتقل کر دیا۔ اور میری خواہش کے مطابق لیبوس سمبو تورا اور ڈوڈن کاربو اور تھوساس کو میرے ساتھ ہی ایک بڑے کیبن میں جگہ دی گئی ہماری آسائشوں کا بھی پورا پورا خیال رکھا گیا تھا۔ جہاز کا سفر طویل ترین تھا اس بات کو میں اچھی طرح جانتا تھا۔ ویسے یہ مسافر بردار جہاز تھا بھی نہیں بلکہ کارگو شپ تھا لیکن اس میں تمام آسائشیں موجود تھیں، اور کسی خاص موقع پر ہمیں انڈر گراؤنڈ کرنے کے انتظامات بھی تھے سمندر پر رواں دواں جہاز میں ہمارا وقت گزرنے لگا

کوئی ایسی اُلجھن نہیں تھی جو ذہن کو پراگندہ کرتی۔ اشاروں کی زبان پر اب میں نے کافی مہارت حاصل کر لی تھی اور ہم لوگ کبھی کبھی اس طرح بھی گفتگو کر لیا کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں لیبوس اور تھوساس وغیرہ سے بقیہ لوگوں کی تلاش کے سلسلے میں گفتگو کرتا رہتا تھا نجانے کیا کیا تجاویز بنائی جاتی تھیں وہ بیچارے تو واقعی اپنے ساتھیوں کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ اور یہ بھی حقیقت تھی کہ جتنا اُن کا ذہن اُلجھا ہوا تھا۔ میں اس قدر نہیں اُلجھا تھا کیونکہ یہ اُن کا ذاتی مسئلہ تھا۔ میں نے اشاروں کی زبان میں اُن سے کہا تھا کہ اپنی گفتگو میں تنظیم کے مقاصد کو بھی شامل کیا جاتا رہے اور اُس کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا جاتا رہے تاکہ وہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہم لوگ تنظیم کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے محتاط رہتے ہیں۔ تھوساس وغیرہ ذہنی طور پر کیا تھے اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا کیونکہ یہ دو سربراہ پہلی بار مجھے ملے تھے۔ گوشائی اور سمبو تورا بھی جتنے ذہین تھے اس کا مجھے اندازہ ہو چکا تھا پھر ان ذہین لوگوں کے سربراہ کیا حیثیت رکھتے ہوں گے۔ یہ بات تو خود بخود سوچی جا سکتی تھی لیکن کبھی انہوں نے اپنی ذہانت کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ سربراہوں کی حیثیت سے اُن کی پراسرار خصوصیات کیا تھیں یہ بھی مجھے نہیں معلوم تھا۔ بہر طور میں نے ان سے انحراف نہیں کیا، اور اب ہماری گفتگو میں تنظیم کی باتیں شامل ہو گئی تھیں۔ ہم اُس سے نفرت کا اظہار کرتے تھے۔ میں اپنے طور پر سوچ میں سرگرداں رہتا تھا۔

تاحدِ نگاہ سمندر پھیلا ہوا تھا اور جہاز کے سفر میں ہمیں کوئی دقت نہیں پیش آ رہی تھی پھر کئی دن کے بعد ہمیں آبادیوں کے آثار نظر آئے۔ جہاں اس کارگو شپ کو کچھ سامان اُتارنا اور کچھ چڑھانا تھا پتا نہیں اس کی حیثیت کیا تھی۔ بظاہر تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ تنظیم کی ذاتی ملکیت ہو لیکن تنظیم نے سرحدوں میں اس کے تحفظ کا کچھ نہ کچھ بندوبست کیا ہو گا اور اسے کوئی نہ کوئی حیثیت تو دی ہو گی ہمیں انڈر گراؤنڈ کر دیا گیا۔ اور ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔

کپتان خوش اخلاق آدمی تھا۔ کم گو تھا لیکن باتیں بڑی نرمی سے کرتا تھا۔ اُس نے ہمیں بتایا تھا کہ جہاز کو یہاں تقریباً پچاس گھنٹے قیام کرنا ہو گا۔ جگہ کون سی تھی اس کے بارے میں نہ اُس نے ہمیں بتایا اور نہ ہم نے اُس سے پوچھا۔ ہمیں جس منزل کی جانب سفر کرنا تھا بس اُسی سے دلچسپی رکھنی چاہیے تھی۔ ان دنوں تھوساس اور لیبوس پر خاموشی کا دورہ پڑا تھا۔ اور وہ شاذ و نادر ہی گفتگو کیا کرتے تھے سمبو تورا اُن کی موجودگی میں صرف مؤدب رہتا تھا۔ اس سے پہلے اُس کی شخصیت میں جو ایک خاص بات تھی اب ختم ہو گئی تھی۔ وہ تقریباً تارک الدنیا ہی ہو گیا تھا۔ مجھ سے بھی اُس کی بہت کم گفتگو ہوتی تھی۔ پھر پچاس گھنٹے کا یہ قیام مکمل ہو گیا اور کپتان نے ہمیں اس قید خانے سے نجات دلائی۔ اور ہم اپنی پہلی جگہوں پر پہنچ گئے۔ اسی رات سمبو تورا نے سرگوشی کے انداز میں کہا کہ غالباً لیبوس اور تھوساس اپنے آئندہ اقدامات کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اور تم سے مشورہ کرنے کے خواہش مند ہیں سمبو تورا کی یہ اطلاع درست نکلی تھی۔

دوسری صبح ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد تھوساس اور لیبوس نے اشاروں کی زبان میں مجھ سے درخواست کی کہ وہ کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ وائٹ ٹرانسمیٹر کا استعمال بس اسی حد تک تھا کہ میں اُسے اپنی کلائی پر گھڑی کی حیثیت سے رکھوں مجھے ابھی تک اس بات کا شبہ تھا کہ مارٹن الیسٹرو نے مجھے کھلا نہ چھوڑ دیا ہو گا کسی نہ کسی طور پر وہ ہماری گفتگو سے واقف رہتا ہو گا

چنانچہ ایسی کوئی بات جو خفیہ ہو اشاروں کی زبان میں کی جا سکتی تھی یا پھر کسی ایسی جگہ۔ جہاں اس قسم کے امکانات نہ رہیں میں نے اشاروں ہی کی زبان میں پوچھا کہ کیا وہ گفتگو جواب ہو گی کسی طور تنظیم کے خلاف ہے جواب میں لیبوس نے مجھ سے کہا کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ ہم لوگ صرف سامونوں کو تلاش کرنے کے لیے منصوبہ بنا رہے ہیں۔ جس میں تمہاری منظوری ضروری ہے تب میں نے انہیں جواب دیا کہ یہ گفتگو تو آزادی سے بھی کی جا سکتی ہے، کیونکہ اس میں تنظیم کا مفاد مجروح نہیں ہوتا۔

ہاں ہمارا مقصد سامونوں کی تلاش ہے اور جب ہمارے بقیہ ساتھی ہمیں مل جائیں گے تو اُس کے بعد ہم تنظیم سے رابطے توڑ لیں گے وہاں تک اگر ہمیں تنظیم کی مدد حاصل رہے تو ہمارے حق میں بہتر رہے گی۔

لیبوس نے اشاروں کی مدد سے تھوساس سے کہا۔ غزالی ٹھیک کہتا ہے ہمارے منصوبے اگر ان کے علم میں آتے رہیں گے تو انہیں یہ احساس ہو گا کہ ہم ان کی طرف سے مشکوک نہیں ہیں یا کم از کم غزالی کی حد تک ان کے مفاد کے لیے کام ہو رہا ہے۔ کیونکہ وہ بھی تو بقیہ تین سامونوں کا حصول چاہتے ہیں، چنانچہ ہر طرح کی گفتگو آزاد رہ کر کی جائے۔

جب ہم تنظیم کے خلاف کھڑے ہوں گے، تو وہ وقت ہو گا جب ہمارے ساتھی ہمیں مل چکے ہوں گے، اور اس کے بعد نئے منصوبے کے تحت ہم حکمران پارٹی کے ان سامولوں سے بھی نمٹ سکیں گے جن کے خاتمے کے بغیر ہمارا اپنی دنیا تک جانا ممکن نہیں۔ تھوساس کی سمجھ میں بات آ گئی تھی چنانچہ اس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

گویا وہ اس بات سے متفق تھا اور اس کے بعد ہم نے اس طرح کی اداکاری کی جیسے تنظیم کے ارکان ہمارے سامنے ہوں یہ بھی ایک طریقہ تھا جس سے ہم تنظیم سے محتاط رہ سکتے تھے۔ انہیں مکمل طور پہ دھوکے میں رکھے جانا چاہیئے تھا تھوساس نے کہا۔

"مسٹر غزالی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ دراصل اس سفر میں ہمیں کافی فرصت نصیب ہوئی ہے۔ اور دوران سفر میں ہم یہی سوچتے رہے ہیں کہ اپنے ساموں ساتھیوں کے حصول کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ یہ کسی بھی طور ممکن نہیں ہے کہ ایک ہی جگہ بیٹھ کر انہیں تلاش کیا جا سکے ہمیں تو یہ بھی علم نہیں ہے کہ وہ ہیں کہاں۔

چنانچہ انہیں تلاش کرنے کے لیے ہمیں ایک اہم طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا۔ ڈوئن کا بلو کی تم سے ملاقات ہمارے لیے مشعل راہ بنی ہے۔ ڈوئن کار یونائٹ کیوں اور ہوٹلوں میں دلوں کے حال پڑھنے کا شغل کرتی رہتی تھی اور اس طرح اس کی رسائی تم تک ہو گئی۔ کیونکہ وہ ایک انوکھی شخصیت کی حیثیت سے روشناس ہوئی تھی اگر وہ کسی گمنام گوشے میں پڑی ہوتی تو کسی بھی طرح غزالی وہ تم تک نہیں پہنچ سکتی تھی، اس بات نے ہمیں یہ احساس دلایا ہے کہ اگر ہم اپنی تشہیر کریں تو شاید سامون ہماری جانب متوجہ ہو جائیں۔ میں نے دلچسپی سے تھوساس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایسا کیا طریقہ کار ہو سکتا ہے مسٹر تھوساس؟"

"ایک اور صرف ایک۔ وہ یہ کہ ہم ایک چھوٹا سا گروہ بنائیں جو تمہاری دنیا کے لیے دلچسپی کا باعث ہو۔ بازی گروں کا ایک گروہ جس کے کارنامے عجیب و غریب ہوں، ہم لوگ اس میں حصہ لیں اور اس قسم کی حرکات کریں کہ ہمارے ساتھی سامون ان کی جانب متوجہ ہو جائیں۔ ہم خالص وہ کھیل پیش کریں گے، جو ساموں کے ہوتے ہیں۔ اور جہاں جہاں بھی سامون موجود ہیں، وہاں وہ اس کھیل سے ضرور دلچسپی لیں گے۔

بالکل ٹھیک کہا مسٹر تھوساس آپ نے اگر ایسا کوئی کھیل آپ کھیل سکتے ہیں تو میں آپ کو اس پروگرام کی منظوری دیتا ہوں۔

"مسٹر غزالی اس کے ہر پہلو پر نگاہ ڈالیے ما یہ طریقہ کار ہمارے لیے کافی نفع بخش ثابت ہوگا، ہم جو کھیل پیش کریں گے وہ آپ کی دنیا کے لیے حیرت انگیز ہوں گے اور ہر جگہ کے اخبارات ہماری تشہیر کریں گے۔ بہر طور سامون آپ کی دنیا سے اتنے غیر متعلق بھی نہ ہوں گے کہ ان کی نگاہیں ان اخبارات تک نہ پہنچ سکیں۔ ہم عارضی طور پر اس نئی جگہ قیام کریں گے۔ کچھ عرصہ وہاں اپنی تشہیر کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک مؤثر طریقہ ہے۔

اس میں ایک خطرہ بھی ہوگا ہمیں بلیبوس نے کہا۔

"وہ کیا۔؟"

"ہم تنظیم کی نگاہوں میں آ جائیں گے اور تنظیم کے ارکان پھر ہمیں اغوا کرنے کی کوشش کریں گے۔

"یہ خطرہ تو بہر طور موجود رہتا ہی ہے۔ ہم کسی بھی جگہ ہوں گے ہمارے لیے یہ کوششیں کی جا سکتی ہیں۔ لیکن ہم اپنا تحفظ بھی کریں گے، جس طرح بھی ممکن ہو سکا، ہم مقامی حکومتوں کا تعاون بھی حاصل کریں گے۔

مجھے بتاؤ بیبوس اس کے علاوہ اور کیا بہتر ہو سکتا ہے ساموں کی تلاش کا تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی پھر بیبوس نے کہا۔

"ہاں اب عمل کی دنیا میں آئے بغیر چارہ کار نہیں ہے، آخر کسی نہ کسی طرح تو ہمیں اپنا مقصد حاصل کرنا ہی ہے، کیوں مسٹر غزالی آپ کا اس سلسلے میں کیا مشورہ ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنی ان کوششوں سے کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اپنے تحفظ کا بھی کچھ نہ کچھ بندوبست کر ہی لیا جائے گا۔

"گویا آپ اس بات سے متفق ہیں۔؟"

"ہاں میں سمجھتا ہوں کہ یہ پروگرام بہتر ہے، لیکن اس میں تمام ساموں کو شامل کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

"اگر ہم ایک باقاعدہ آرگنائزیشن بنا لیتے ہیں تو پھر اس میں ہمارے ساتھیوں کی کھپت بھی تو ہو سکتی ہے، ہمیں سب ہی کی ضرورت پیش آئے گی۔

"سوچ لیں مسٹر تھوساس، اگر یہ صورت حال آپ کے حق میں بہتر ہو تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے ان سب کو سنبھالنا ہم سب ہی کا کام ہے۔

"ہاں اور ان میں اضافہ بھی ہوتا چلا جائے گا۔ بہر طور ہم اپنے آدمیوں کی شناخت تو کر سکیں گے، حکمران پارٹی کے سامون ہم ہماری جانب متوجہ ہوں گے یوں سمجھ لیں مسٹر غزالی کہ ہمیں اعلان جنگ کرنا ہوگا حکمران پارٹی اور اس خوفناک تنظیم کے خلاف ذرا سا محتاط رہیں گے، اپنی کوششوں میں ناکام رہے تو موت کو اپنا لیں گے۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ کار نظر نہیں آتا۔ میں نے ان لوگوں کو تسلیاں دیں اور کہا کہ وہ اطمینان رکھیں، میں ان کے تحفظ کا بھرپور بندوبست کروں گا اور انہیں اپنی دنیا کے اصولوں کے مطابق وقت گزارنے کی آسانیاں فراہم کروں گا۔

بات ختم ہو گئی۔ میں تنہائی میں تھوساس کے اس پروگرام پر غور کرنے لگا۔ یہ ایک اور موڑ تھا اور میں اس کے ہر پہلو پر غور کر رہا تھا، لیکن نجانے کیوں میری چھٹی حس بتاتی تھی کہ وہ لوگ ہمارے پروگراموں سے ناواقف نہیں رہتے اور ہم سے باخبر رہتے ہیں۔

اسی دوران میں جہاز کے عرشے پر کھڑا سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا کہ میں نے ایک جوڑے کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ بھدے سے خدوخال کی ایک عورت تھی اور خمیدہ کمر کا مالک ایک ادھیڑ عمر شخص۔ میں نے پہلے بھی ان دونوں کو جہاز پر دیکھا تھا۔ ہر چند کہ یہ کارگو شپ تھا لیکن کچھ دوسرے مسافر بھی اس سے سفر کر رہے تھے۔

جوڑا میرے قریب رک گیا۔ پھر مرد کی آواز ابھری۔ ہیلو

"ہیلو۔ میں نے گردن خم کر کے کہا۔

"کیسے مزاج ہیں آپ کے۔

"شکریہ۔ ٹھیک ہوں۔ میں نے جواب دیا۔

"سمندر پرسکون ہے اور یہاں کا ماحول بھی۔ مرد بولا۔

"ہاں میرے لائق کوئی خدمت۔؟

"جو خدمت تم انجام دے رہے ہو وہ کم نہیں ہے۔ مرد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔؟

"مسٹر غزالی کچھ نہیں سمجھے لیڈی۔ کیا یہ اتنے ہی ناسمجھ ہیں مرد نے عورت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور میں چونک پڑا میں نے اپنا تعارف تو نہیں کرایا تھا۔

"سامون نہ ہو کر ساموں جیسی خصوصیات رکھنے والا اتنا ناسمجھ تو نہیں ہو سکتا۔ بھدی عورت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میرے اعصاب تن گئے۔ کون ہیں یہ دونوں۔؟

بہت سے خیالات ذہن میں آئے بہت سے نام دماغ میں ابھرے لیکن فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا۔ تب مرد نے کہا "یہ زیادتی ہے سیکا، مسٹر غزالی نے کبھی خود کو جرم کی دنیا کا انسان نہیں کہا اور جن لوگوں کا تعلق اس زندگی سے نہیں انہیں اس کا تجربہ بھی نہیں ہو سکتا۔"

"سیکا۔؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں ڈیر غزالی۔ میں ایڈی پائپر ہوں اور یہ سیکا ہے۔" مرد نے مسکراتے ہوئے تعارف کرایا۔

"اوہ میرے خدا۔ اتنا شاندار میک اپ" میں نے حیرت

کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"اب تو ہمیں اس پر فخر ہو رہا ہے اس کا مطلب ہے کہ ہم بہترین اداکار بھی ہیں تمہیں ہم پر شبہ تک نہیں ہو سکا" سیکا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ تم دونوں بھی اسی جہاز سے میرے ساتھ سفر کر رہے ہو گے اب تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ خود مارٹن ایسٹرو بھی جہاز پر موجود ہو گا۔ کہیں جہاز کا کپتان وہ خود تو نہیں۔؟"

"اوہ نہیں ڈیر غزالی وہ بے حد مصروف انسان ہے۔" پائپر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"گویا میرا امتحانی دور ابھی ختم نہیں ہوا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"امتحانی دور۔؟"

"ظاہر ہے تم لوگوں کو میری نگرانی کے لیے ہی زحمت دی گئی ہو گی۔"

"کمال ہے غزالی تم اس انداز میں سوچ رہے ہو۔ نہیں مائی ڈیر اس غلط فہمی کو اب ہمیشہ کے لیے ذہن سے نکال دو اور اگر آئندہ تم نے کبھی ایسی کوئی بات کہی تو ہمیں سخت دکھ ہوگا۔ دراصل غزالی تم صرف اتفاقیہ طور پر ہمارے اس گروہ میں آ پھنسے ہو۔ تنظیم کے لاتعداد دشمن ہیں اور جگہ جگہ ان سے خطرات درپیش ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تمہارا جرم کی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے تم مجرمانہ چالوں کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔ مسٹر ایسٹرو نے ہمیں صرف تمہاری بروقت مدد کے لیے تمہارے پیچھے بھیجا ہے۔ یوں بھی بہت سے معاملات میں تمہیں مشکل پیش آ سکتی ہے، ہم تمہیں مشکلات میں نہیں پھنسانا چاہتے۔ تم اس طرح کیوں نہیں سوچتے غزالی کہ اگر درپردہ ہمیں تمہاری نگرانی کرنا ہوتی تو تم میں سے کوئی ہمیں نہیں پہچان سکتا تھا۔" ایڈی پائپر نے کہا۔

"ہاں اس کا اعتراف تو کرتا ہوں۔"

"اس موضوع پر تو بات بھی مت کرو جانِ من۔ خیر چھوڑو سفر کیسا گذر رہا ہے؟"

"عجیب۔" میں نے کہا۔

"کیوں۔؟" سیکا بولی۔

"بس ایسے ہی خیالات ذہن میں آتے رہتے ہیں۔ سوچتا ہوں کہ تم لوگوں کے معیار پر پورا بھی اتر سکوں گا یا نہیں؟"

"اوہ، نہیں ڈیر علی، تمہیں ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔ یہ میری پیش گوئی ہے۔"

"میرا بس چلے تو فوراً ان لوگوں کو تمہارے حوالے کر کے اپنے وطن کی راہ لوں، میری وفاداریوں نے تو مجھے عذاب میں گرفتار کر دیا ہے۔ بعض اوقات وطن بہت یاد آتا ہے۔"

"ہاں وطن کی یاد سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ سامولوں کا کیا حال ہے؟"

"وہ بے چارے خود گم کردہ وطن ہیں تاہم انھیں مجھ پر بہت اعتماد ہے اور ان کا خیال ہے کہ ان کے لیے میں جو کچھ کروں گا بہتر کروں گا۔"

"تم کسی جذباتی الجھن کا شکار تو نہیں ہو گئے غزالی۔؟"

"نہیں دوست ایسی بات نہیں ہے جذباتیت نے تو اس حال کو پہنچا دیا اگر اپنے بھائیوں سے اپنا حق لینے پر کمر بستہ ہو جاتا تو وہ آسانی سے میرے حصّے کی جائیداد غصب نہیں کر سکتے تھے مگر وہاں حماقت ہو گئی، حسن صاحب نے بھی اپنے مقصد کے حصول کے لیے مجھے آگے بڑھا دیا یہاں ہر شخص صرف اپنے بارے میں سوچتا ہے چنانچہ اب میں بھی صرف اپنے بارے میں سوچ رہا ہوں باقی لوگوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"یہ حقیقت ہے علی کوئی کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ اپنا مستقبل خود تعمیر کرنا ہوتا ہے جو لوگ اپنا مستقبل دوسروں کے ہاتھوں میں دے دیتے ہیں وہ کسمپرسی کی موت مر جاتے ہیں۔ بہرحال تم اپنے کام میں مصروف رہو اور کوئی ایسا خیال دل میں نہ لاؤ۔ اس بارے میں کوئی موثر حل تمہارے ذہن میں ہے۔"

"ہاں سامولوں نے ایک پروگرام ترتیب دیا ہے۔؟"

"کیا۔؟"

"اپنے ساتھیوں کی تلاش کے لیے وہ دنیا کے ہر گوشے میں اپنی پبلسٹی کرنا چاہتے ہیں۔"

"وہ کیسے؟" ایڈی پائپر نے دلچسپی سے پوچھا۔

"سیکا جانتی ہیں کہ سامون عجیب و غریب خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں ڈوئن کارلو دلوں کے حال بتا کر لوگوں کے دل تسخیر کر لیتی ہے اور بھی بہت سے شعبدے آتے ہیں ان لوگوں کو اس طرح وہ اپنے مالی وسائل بھی پورے کریں گے اور اپنا مقصد بھی پالیں گے پوشیدہ سامون ان سے ملاقات کر سکتے ہیں۔"

"بہت عمدہ آئیڈیا ہے لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔" ایڈی پائپر بولا۔

"کیا۔؟"

"اپنی پبلسٹی سے انھیں یہ خطرہ نہیں ہے کہ مخالف سامون اور تنظیم ان تک پہنچ سکتی ہے؟"

"اس کے لیے انھوں نے کٹالیاں باندھ لی ہیں۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا کر لیا ہے؟" ایڈی پائپر کچھ نہیں سمجھ سکا تھا۔

"اس کا جواب مس سیکا دیں گی کیونکہ یہ سامون ہیں۔"

"کٹالی ایک مقدس عہد ہوتی ہے۔ مٹنے اور مٹانے کے جذبے کا اظہار، ایک ہتھیار جو بے حد خطرناک ہوتا ہے لیکن صرف سامولوں کی دنیا کے لیے، اسے صرف اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب اور کوئی راستہ نہ ہو لیکن اس فیصلے کے بعد سامون بے حد خطرناک ہو جاتے ہیں۔"

"ویری گڈ۔ لیکن سامولوں کو اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آئے گی کیوں مسٹر غزالی اور میرا خیال ہے تم نے بھی اس خیال کے تحت اس پر تشویش نہ کی ہوگی۔ ظاہر ہے اس وقت تو تنظیم بھی یہی چاہتی ہے کہ سامون اپنا مقصد حاصل کر لیں اور حکمراں سامون بھی پھر کون ان کے آڑے آئے گا۔"

"سو فیصدی یہی خیال میرے ذہن میں تھا۔"

"بہرحال مسٹر غزالی اطمینان رکھو۔ ہالینڈ میں تمہیں اپنی یہ آرگنائزیشن فارم کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی تنظیم اس سلسلے میں تمہاری پوری مدد کرے گی۔"

"میں نے ٹرانسمیٹر پر مسٹر الیسٹرڈ سے بھی بات کر لی ہے۔" میں نے گویا انکشاف کیا حالانکہ میں جانتا تھا کہ یہ دونوں اس بات سے بخوبی واقف ہوں گے۔

"اوکے ڈیر اپنا کام جاری رکھو ہم لوگ زیادہ ملاقاتیں نہیں کریں گے تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے لیکن اگر کوئی ضرورت پڑے تو تم مجھ سے یا سیکا سے ملاقات کر سکتے ہو۔"

وہ دونوں مجھے خدا حافظ کہہ کر آگے بڑھ گئے، اور میں عجیب سی نگاہوں سے انھیں دیکھتا رہا پھر شانے ہلا کر آگے بڑھ گیا میں نے فیصلہ کیا تھا کہ سمبو تورا وغیرہ کو ان دونوں کی موجودگی کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا اگر انھوں نے مشتبہ نگاہوں سے انھیں دیکھنا شروع کر دیا تو کھیل بگڑ سکتا ہے۔

بعد میں کوئی ایسی ضرورت نہیں پیش آئی جس کے تحت ان دونوں سے ملاقات کرنی پڑتی جہاز کے سفر میں میں نے انھیں کئی بار دیکھا لیکن ہم لوگ ایک دوسرے کے قریب نہیں آئے پھر یہ سفر ختم ہو گیا اور پروگرام کے مطابق ہم لوگ بہ آسانی ہالینڈ میں داخل ہو گئے۔

چھوٹی چھوٹی نہروں اور دلپزاد پن چکیوں نے ہالینڈ کی روایتی تصویر پیش کر دی۔ چھبیس ہزار مربع میل کے کل رقبے میں سے ہالینڈ کا کل سوا چار ہزار مربع میل رقبہ زیر آب ہے پورا ملک سطح سمندر سے دس فٹ نیچے ہے پورے ہالینڈ کا تقریباً آدھا رقبہ سمندر کو خشک کر کے حاصل کیا گیا ہے۔ اہل ہالینڈ فخر یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنا ملک خود بنایا ہے۔

کیونکہ ہمارا ذریعہ سفر براہ راست نہیں تھا اس لیے نواحی علاقوں سے گذرتے ہوئے ہم ایمسٹرڈم پہنچے تھے۔ یہاں کالودر اسٹراٹ پر ہمیں ایک خوبصورت ہوٹل میں قیام کے لیے جگہ مل گئی جو دیٹادون کے نام سے مشہور تھا۔ دیٹادون قدیم و جدید کا سنگم تھا اور ایمسٹرڈم کی روایتی مہنگائی کے باوجود مہنگا نہیں تھا ہمیں مختلف منزلوں پر کمرے حاصل ہوئے تھے لیکن ہم آسانی سے ایک دوسرے سے ملاقات کر سکتے تھے۔ یہاں آ کر کئی دن تک صلاح اور مشورے ہوتے رہے۔ ڈوئن کارلو کو تشویش تھی کہ جس انداز میں ہم یہاں داخل ہوئے ہیں اس کے تحت ہمیں یہاں اپنا شو کرنے کی اجازت بھی مل سکے گی یا نہیں۔ اس پر میں نے پیشکش کی کہ یہ ذمّہ داری مجھے سونپ دی جائے اور اب کام کا آغاز ہو جانا چاہیے تاکہ مزید وقت ضائع نہ ہو۔

اس دوران دیٹادون سے باہر نہیں نکلا تھا۔ ان لوگوں کو پر سکون رہنے کی ہدایت کر کے پہلی بار ہالینڈ کی سڑکوں پر نکلا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر دریائے ایمسٹل تھا جس پر باندھے گئے بند کی وجہ سے یہ شہر ایمسٹرڈم کے نام سے موسوم ہوا تھا۔ نٹ ٹاور سے گذرا تو خرید و فروخت کا ایک بڑا مرکز نگاہوں کے سامنے آ گیا کافی پر رونق جگہ تھی۔ میں پیدل ہی سفر کرتا رہا [illegible]س وقت باہر آنے کا کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ ابھی حالات کا جائزہ لے رہا تھا اور انتظار کر رہا تھا کہ خود ہی مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جائے بصورت دیگر میں ٹرانسمیٹر استعمال کر سکتا تھا۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں پیش آئی اس [illegible]قت روکن نہر کے کنارے سے گذر رہا تھا کہ خوبصورت لباس میں ملبوس ایڈی پائپر نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ [illegible] [illegible]ہانتے اسے جس روپ میں دیکھا تھا اس کے بعد اچانک۔۔۔ اصلی شکل میں پہچاننے میں کچھ دقت پیش آئی۔

"اس طرف" اس نے رسمی گفتگو کے بغیر کہا اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ ایک زیر زمین ریستوران کی پر سکون میز پر بیٹھ کر اس نے کہا "کیا لو گے غزالی۔؟"

"صرف کافی۔"

"ہاں وہی تمہارے لیے کافی ہے۔" پائپر نے مسکراتے ہوئے ایک ویٹر کو کافی کا آرڈر دے دیا۔

"مجھے تمہاری تلاش تھی۔" میں نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔"

"اب یہاں میرا راستہ رک گیا ہے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہم لوگ مسلسل تمہارے لیے راستہ بنا رہے ہیں اس کا تو تم سے وعدہ کر لیا گیا تھا۔"

"مجھ سے کوئی رابطہ بھی نہیں قائم کیا گیا۔"

"اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔" پائپر نے کافی بناتے ہوئے کہا۔

"اب کیا پوزیشن ہے؟"

"نہایت عمدہ۔ تم لوگ اپنے اسی فیصلے پر متفق ہو یا کوئی تبدیلی ہوئی ہے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ظاہر ہے میرے وسائل تو کچھ بھی نہیں ہیں۔"

"تنظیم تمہارے فیصلے سے متفق ہے۔ کل کے اخبارات میں تمہارے پہلے شو کا اشتہار ہوگا "سامونش کارنیول" کی طرف سے ایک حیرت انگیز شو جو دوسرے دن رائنگ میوزیم میں پیش کیا جائے گا اور جس میں ہالینڈ کے اعلیٰ پائے کے صنعتکار اور سرکاری عہدیداران مدعو ہوں گے۔ رائنگ میوزیم کا نمائندہ کل گیارہ بجے تم سے دیٹادون میں ملاقات کرے گا۔ اطمینان رکھنا وہ ہمارا آدمی ہوگا اور تم اس سے اپنی مرضی کے مطابق گفتگو کر سکتے ہو۔"

"ویری گڈ۔ گویا تم لوگ تیاریاں کر چکے ہو۔؟" میں نے حیرت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دراصل تمہارا یہ پروگرام اتنا غیر متنازعہ تھا کہ سب ہی نے اس سے اتفاق کیا اور کوئی اعتراض نہیں ہو سکا۔ بس اس کے بعد یہاں تیاریاں شروع کر دی گئیں اور تنظیم کے لیے یہ مشکل کام نہیں تھا۔ تم بالکل مطمئن رہو غزالی تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ تم ان سامولوں کے ساتھ مل کر ان تینوں اہم سامولوں کو تلاش کرو۔"

"رائنگ میوزیم کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

درجنوں وسیع ہالوں پر مشتمل ایک جگہ جہاں اکثر سرکاری تقریبات اور ثقافتی پروگرام ہوتے ہیں۔"

"اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"تمہیں اس سلسلے میں ہدایات ملتی رہیں گی اور ان کے تحت تمہیں ہر آسانی فراہم کی جائے گی۔"

"شکریہ مسٹر پائپر۔ واقعی آپ لوگ مجھ سے بہت تعاون کر رہے ہیں ورنہ میں مشکلات میں گرفتار ہو جاتا۔" میں نے معصومیت سے کہا۔

"نہیں ڈیر۔ تم بھی تو اپنے ذاتی مفاد کے لیے نہیں بلکہ یہ سب کچھ تنظیم کے لیے کر رہے ہو۔"

ہم لوگ کافی دیر تک وہاں بیٹھے پھر ساتھ ساتھ اٹھ گئے۔ ریستوران سے باہر نکلتے ہوئے پائپر نے کہا۔ "سامون تم پر کسی طرح شک تو نہیں کرتے؟"

"نہیں ان لوگوں کو مجھ پر اندھا اعتماد ہے۔"

"اچھا خدا حافظ، اس سے زیادہ ہمارا یکجا رہنا مناسب نہیں ہے۔" ایڈی پائپر ایک سمت چل پڑا۔ میں خاموشی سے ایک اور سمت میں چل پڑا۔ اس کے بعد کافی دیر تک میں سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا پھر وٹیا وون چل پڑا۔

ڈوئن کارلو سمبو تو رنا اور دوسرے دونوں سامون ایک کمرے میں یکجا تھے۔ ان سے ملنا کوئی قابل تشویش بات نہیں تھی اس لیے میں بھی ان کے پاس پہنچ گیا۔ ڈوئن کارلو مجھے دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑی۔ باقی لوگ بھی مسکرانے لگے۔ میں نے بھی ان کی مسکراہٹ میں شامل ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ بہت کم ہنستے اور مسکراتے ہیں اور جب ایسا ہوتا ہے تو مجھے بڑی خوشگوار کیفیت کا احساس ہوتا ہے۔ اس وقت آپ کا موڈ بہت اچھا ہے۔"

"ڈوئن کارلو تمہارے بارے میں کچھ کہہ رہی تھی غزالی۔" بن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"کہہ رہی تھی کہ غزالی اس وقت چار بیویوں کے شوہر کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں جو ان کی واپسی کا اسی طرح انتظار کرتی ہیں جیسے وفا شعار بیویاں شوہر کے راستے پر آنکھیں بچھاتی ہیں۔" لیبوس نے کہا۔

"اوہ۔ ان بیویوں سے میرا ابھی تو تعارف کرایا جائے۔"

"چاروں تمہارے سامنے ہیں۔ یعنی لیبوس، وائی مین تھوساس اور کارلو خود۔ ہم لوگ بے چینی سے تمہاری واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔" لیبوس نے کہا۔

"باقی سامونوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ہمارے مشترکہ ناسمجھ بچے ہیں۔" ڈوئن کارلو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ میری بدگوئی کر رہے ہیں، بیس بچوں کے باپ کو تو گھر واپس ہی نہیں آنا چاہیئے۔" میں نے کہا اور دیر تک ہم لوگ ہنستے رہے۔ پھر ڈوئن کارلو نے کہا۔

"کیا کر آئے غزالی؟"

"بہت کچھ، یوں سمجھو ہمارے کام کا آغاز تیز رفتاری سے ہو چکا ہے۔"

"ویری گڈ۔ کچھ تفصیل بتانا پسند کرو گے؟" ڈوئن کارلو نے کہا اور پھر ہاتھوں کی انگلیاں بلند کر کے اشاروں کی زبان میں بولی کہ یہ گفتگو مخدوش تو نہیں ہے؟ میں نے اشاروں میں کہا کہ گفتگو جاری رکھو۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"کیوں نہیں ڈوئن۔ ظاہر ہے یہ ہمارا مشترکہ مشن ہے اور تم سب کو اس کے ہر پہلو سے آگاہ رکھنا ضروری ہے۔"

تب ہم بے چین ہیں۔" تھوساس بولا۔

"ہمیں اپنا پہلا شو پرسوں شام کو ایک مقامی میوزیم میں پیش کرنا ہوگا جو مقامی حکام اور دوسرے بڑے لوگوں کے لیے ہوگا۔ کل کے اخبارات کے لیے اس شو کے اشتہارات بھی دے دیے گئے ہیں۔ میوزیم کا نمائندہ مزید تفصیلات کے لیے مجھ سے ملاقات کرنے آئے گا اس کے بعد ہمارے یہ شو ایمسٹرڈم کے مختلف ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں ہوں گے۔"

"اوہ۔ یہ سارا کام تم نے کر ڈالا غزالی؟" ڈوئن کارلو نے شدید حیرت کا مظاہرہ کیا۔

"غزالی سامون تو نہیں ہے۔ وہ اس دنیا کا انسان ہے اسی لیے وہ یہ سب کچھ کر سکتا ہے جو ہم نہیں کر سکتے۔" تھوساس نے کہا۔

"میں نے غزالی کے بارے میں غلط تو نہیں کہا تھا۔" وائی مین نے فخریہ انداز میں کہا۔

"ہماری اس آرگنائزیشن کا نام سامونس کارنیوال اور اسی نام سے اشتہار آئے گا۔"

"بائی تو را سا غزالی اس طرح ضرور ہمارے ساتھی کی طرف متوجہ ہوں گے۔" لیبوس بولا۔

"لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے دشمنوں کے استعمال کے لیے بھی تیار رہنا ہوگا۔" ڈوئن کارلو بولی۔

"بیشک یہ ضروری ہے۔" میں نے تائید کی۔

اور شو کے بارے گفتگو ہونے لگی۔ ہم ایک ایسا موثر پروگرام پیش کرنا چاہتے تھے جس کے بعد ہم کسی تعارف کے محتاج نہ رہیں۔ کافی دیر تک ہم ایسی ہی باتیں کرتے رہے اس دوران میں ہم نے اپنا پروگرام بھی ترتیب دے دیا تھا اور تنظیم کے ان ارکان کو بھی مطمئن کر دیا تھا جن کے بارے میں ہمارا اندازہ تھا کہ ہمارے ہر لمحے سے باخبر رہتے ہیں۔

دوسرے دن ٹھیک گیارہ بجے ہوٹل کے ریسپشن سے کال موصول ہوئی جس میں کسی مسٹر فلیکن کے آنے کی اطلاع دی گئی تھی۔ میری اجازت پر تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک دراز قامت اسمارٹ آدمی نے میرے کمرے میں داخل ہو کر مجھ سے مصافحہ کیا۔

"میرا نام فلیکن رابرٹ ہے اور میں رائنگ میوزیم کے بلیج ہال کا انچارج ہوں۔"

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی مسٹر فلیکن۔"

"شکریہ اب میں آپ سے آپ کی ضروریات کے بارے میں سوالات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہمیں صرف ایک اسٹیج کی ضرورت ہوگی۔ ہمارا بقیہ پروگرام بہت سادہ ہے۔"

"اسٹیج کا سائز؟"

"کم از کم بیس بائی بیس ہونا چاہیے۔"

"مزید کسی شے کی ضرورت؟"

"قطعی نہیں۔ شکریہ بس اسٹیج مضبوط ہونا چاہیے۔"

"آپ کی خواہش کے مطابق ہوگا، اطمینان رکھیں۔"

نمائندے سے کافی دیر گفتگو رہی اور پھر میں نے اسے دروازے پر خدا حافظ کہا۔ اور اس کے جانے کے بعد اس گفتگو کی تفصیل پر غور کرنے لگا۔ آج کے اخبارات سامنے تھے۔ سامونس کارنیوال کا تعارف بڑے موثر انداز میں کرایا گیا تھا۔

اجنبی سیارے سے آنے والے

زمام انسانوں کی طرح ہیں لیکن ان سے بالکل مختلف صفات رکھتے ہیں۔ حیرت انگیز سامونوں کے حیرت انگیز کمالات جو آئندہ پبلک مقامات پر پیش کیے جائیں گے۔

اسی طرح کے اشتہارات تھے، بڑے موثر انداز میں پبلسٹی کی گئی تھی جو ہمارے مقاصد کے عین مطابق تھی۔ اس اشتہار سے پوشیدہ سامونوں کو ہمارے بارے میں خبر ہو سکتی تھی۔ خطرہ اس لئے نہیں تھا۔ کیونکہ پروگرام خود تنظیم کا تھا اور تنظیم اس کی پشت پناہ تھی۔ کمال ہمارا کام اس وقت شروع ہوتا جب گائی ہا اور دی مین ہمیں مل جاتے تیسرے آدمی کا کوئی مسئلہ نہیں تھا کیونکہ وہ ہماری تحویل میں تھا۔ ڈاکٹر دیے مور گر مکمل طور سے قابل اعتماد آدمی تھا

اور مجھے یقین تھا کہ اگر وہ گومین کی ذہنی قوتیں واپس نہ بھی لا سکا تو کم از کم اس کی حفاظت ضرور کرے گا۔

شام کو ایک بار مسٹر فلیکن نے پھر مجھ سے ملاقات کی اور اس بار ہم سب اس کے ساتھ رائنگ میوزیم گئے۔ رائنگ میوزیم میں ہماری خواہش کے مطابق اسٹیج کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ تنظیم یہاں واقعی صاحب اختیار تھی کیونکہ اس آسانی سے سارے کام کرا لینا بہر طور آسان نہیں تھا۔ اسٹیج کا معائنہ کرنے کے بعد واپسی میں ہم نے ہالینڈ کے بعض دلچسپ مقامات کی سیر بھی کی اور رات گئے واپس ہوٹل لوٹے۔

رات کو اپنے بستر پر لیٹا تو بہت سی یادیں ذہن کے دریچوں سے جھانکنے لگیں۔ نہ جانے کیا کیا یاد آیا اور ان کا اختتام تنویر کے تصور پر ہوا جس کے بعد اور کوئی تصور دخل در معقولات معلوم ہوتا تھا۔ اگر تنویر کو ایک خط لکھ دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ لیکن فائدہ۔ اس کا جواب کہاں موصول کیا جا سکتا ہے۔ اضطراب بڑھ جائے گا اور فائدہ کچھ نہ ہوگا۔ کیا تنویر نے مجھے یاد رکھا ہوگا۔ کیا اس کے ذہن میں میرا تصور بھی کسک بن جاتا ہوگا۔ کیا وہ میرا انتظار کر سکے گی؟ کیا حسن صاحب کے دل میں یہ بات گنجائش پا سکے گی کہ تنویر کو میری زندگی میں شامل کر لیا جائے۔ کیا وہ مجھے یہ مقام دے سکیں گے۔ یا پھر میری حیثیت ایک ملازم کی سی رہے گی جو میں تھا اور ان ساری باتوں کے علاوہ کیا میری زندگی کا یہ مشن کبھی پورا ہو سکے گا؟ بظاہر تو ایسے آثار نہیں تھے۔ سامون ابھی جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے۔ انہیں جمع ہونا تھا اور پھر انہیں اپنی دنیا میں جانے کی تیاریاں کرنی تھیں۔ یہ سارے کام اول تو بخیر و خوبی ہونا ہی مشکل تھے۔ تنظیم حائل تھی۔ دشمن سامون کوششوں میں مصروف تھے۔ اگر وہ کامیاب ہو گئے تو میرا حشر بھی گومین وغیرہ کے ساتھ ہوگا۔ دل میں ایک لمحے کے لیے شیطان نے بھی سر ابھارا۔ ان مشکلات کا ایک حل بھی تو ہے۔ تنظیم سے تعاون کیا جائے۔ گومین کا پتا دے دیا جائے۔ گائی ہا اور دی مین ہاتھ لگ جائیں تو انہیں بھی تنظیم کے حوالے کر دیا جائے اور دولت سمیٹ کر وطن واپس چلا جائے لیکن یہ لمحاتی خیال تھا۔ میں نے خود پر نفرین کی۔ نگا ہوں میں مجھ پر اعتماد کرنے والے لوگ آ گئے جن کے دل میرے لیے آئینہ تھے۔ جو بالکل میری ہی طرح محسوس کرتے تھے، میری ہی طرح سوچتے تھے۔

نہ جانے کب نیند نے مشکل حل کر دی۔ دوسری صبح پرسکون تھی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ہم سب رائنگ میوزیم پہنچ گئے۔ بہت سے لوگ کام میں مصروف تھے۔ فلیکن کے ساتھ آج اور بھی کئی

افراد معاون کے طور پر کام کر رہے تھے۔ مہمانوں کے استقبال کیلیے انتظامات کیے جا رہے تھے۔ وسیع پولیس چاروں طرف متعین تھی، غرض سارے انتظامات سرکاری پیمانے پر ہو رہے تھے اور مجھ پر حیرت انگیز انکشافات ہو رہے تھے۔ دنیا میں جرائم پیشہ تنظیمیں اتنی قوت رکھتی ہیں کہ حکومتوں کو بھی اپنے مقاصد کے لیے اس طرح استعمال کر لیتی ہیں۔

تمام سامونوں نے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ کمپیئرنگ کرنے والے دو آدمی ہم سے ہمارے پروگراموں کی تفصیلات معلوم کرنے لگے اور انہوں نے ہماری مدد سے اپنا پروگرام تیار کیا، یہاں تک کہ شام ہو گئی اور پھر مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی معزز مہمانوں کے آتے آتے رات ہو گئی۔

پریس گیلری بھی بنائی گئی تھی۔ بازیگروں کے کسی شو کے لیے سرکاری طور پر اتنا اہتمام حیرت انگیز تھا۔ لیکن تنظیم کے ارکان اپنی طاقت استعمال کر رہے تھے اور سب کچھ حیرت ناک طور پر ہو گیا تھا۔

بالآخر پروگرام کا آغاز ہو گیا۔ کمپیئر نے کہا۔ "سامونش کا زیوال کی طرف سے اور رائنگ میوزیم کی انتظامیہ کی طرف سے معزز مہمانوں کی آمد کا شکریہ۔ سامونیکا زمین کے کسی گمنام خطے میں ہے یا خلا کی وسعتوں میں اس کا فیصلہ مشکل ہے لیکن سامونیکی باشندے ناقابل فہم ہیں اور اُن کے کمالات ناقابل یقین۔ ان میں جمناسٹر بھی ہیں اور فائٹر بھی۔ دلوں کے بھید کھولنے والے بھی ہیں اور عقلوں کو عاجز کر دینے والے بھی۔ وقت آ گیا ہے کہ آپ ان کے کمالات سے محظوظ ہوں۔ انتظامیہ کی جانب سے ایک اسپیشل طائفے کا مختصر پروگرام ابتدائیہ کے طور پر۔

ایک دم اسٹیج پر تیز برقی قمقمے جل اٹھے اور سب سے پہلے ایک خوبصورت مشرقی خد و خال کی لڑکی اسٹیج پر آئی۔ وہ گھٹنوں تک شوخ بھڑکیلا لباس پہنے ہوئے تھی۔ انتہائی لمبے سیاہ بالوں میں پھول گوندھ رکھے تھے۔ سازوں کی لے پر اس نے ایک اسپینش نغمہ شروع کر دیا جس کے بول کچھ بھی ہوں آواز بے حد دلکش تھی۔

اس کے بعد تین لڑکیوں نے ایک نہایت شریفانہ رقص کیا اور آخر میں ایک اور محترمہ نے وسیع زبان میں ایک نغمہ گایا جو سب سے زیادہ پسند کیا گیا۔ اس نغمے کے اختتام کے بعد کمنیٹر نے اعلان کیا۔

"خواتین و حضرات۔ خلائی مخلوق کا زمین پر حملہ۔"

اس کے ساتھ ہی اسٹیج پر طوفان آ گیا۔ دس بارہ سامون نوجوان اچانک ہی قلابازیاں کھاتے ہوئے اسٹیج پر نمودار ہوئے ان میں سے ایک نے کمنیٹر پر چھلانگ لگائی۔ صرف ایک لمحے کے لیے وہ اس کے کندھے پر رکا۔ پھر اپنے پاؤں اپنے ہاتھ سے پکڑے ہوئے مائیک پر ٹکا اور دوسرے لمحے قلابازی کھا کر زمین پر آ گیا لیکن وہاں سے اس نے ہال میں چھلانگ لگا دی۔ مجھے خود اس انوکھے سسٹم کا پتا نہیں تھا اب تک مجہول اور اونگھتے نظر آنے والے سامونوں کو ایک دم نہ جانے کیا ہو گیا تھا کہ وہ برق و بار بن گئے تھے۔ کمنیٹر حقیقتاً بوکھلا گیا تھا کیونکہ اس دوران بہت سے سامون اس پر سے گزر گئے تھے لیکن ان کا وزن شاید کاغذ سے بھی کم تھا کیونکہ کمنیٹر کے بدن کو جنبش بھی نہیں ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ مائک جو وہ ہاتھ میں لیے ہوئے تھا ہلا تک نہ تھا۔ جبکہ لوگوں نے انہیں مائیک پر کھڑے ہوتے دیکھا تھا۔ شاید لوگوں کو کمنیٹر پر توجہ دینے کی فرصت بھی نہیں تھی کیونکہ سامون پورے ہال میں پھیل گئے تھے اور یہ اس جگہ پہنچ رہے تھے جہاں تصور بھی نہیں جا سکتا تھا۔ چار پانچ سامون جلتی ہوئی روشنیوں سے جا چمٹے تھے۔ وہ ہوا کی طرح ہر جگہ سے گزر رہے تھے اور ان کے بدن کی سرسراہٹ بس سنی یا محسوس کی جا سکتی تھیں۔ پلک جھپکتے وہ اپنی جگہ سے غائب ہو کر دوسری جگہ پہنچ جاتے تھے۔ ہال میں طوفان سا آ گیا تھا خواتین کی سریلی چیخیں ابھر رہی تھیں۔ آن کی آن میں یہ سارے چھلاوے مہمانوں کے بیٹھنے کی جگہ کے آخری سرے تک بکھر گئے اور پھر وہاں سے سمٹ کر اسٹیج پر آ جمع ہوئے۔ اب وہ ایک قطار میں کھڑے ہو گئے تھے۔

ہال میں تالیوں کا طوفان امنڈ پڑا تھا۔ انسانی جسم کی یہ برق رفتاری ناقابل یقین تھی۔ کمنیٹر ابھی اپنی جگہ ہی کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے سنبھل کر کہا۔

"خواتین و حضرات۔ کیا ہم سب بخیریت ہیں۔ کیا یہ خلائی حملہ نہیں تھا، لیکن یہ بے وزن خلائی مخلوق . . ." اس کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ اچانک سامونوں میں پھر تحریک پیدا ہو گئی۔ اب وہ اچھل کر ایک دوسرے پر چڑھ رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ چلبلاز ایک دوسرے پر سوار ہو جاتے اور پھر ان کی جگہ تبدیل ہو جاتی کمنیٹر مائیک پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا لیکن اسے روک لیا گیا اور پھر اس کی بوکھلائی ہوئی آوازیں ابھرنے لگیں۔ سامون اس پر بھی سوار ہو گئے تھے لیکن اتنی حیرت ناک پھرتی سے کہ پتا بھی نہ چلتا کہ کون کہاں ہے۔ اور وہ اچھل اچھل کر اس طرح خود کو بچا رہا تھا جیسے مکھیوں نے حملہ کر دیا ہو۔ ایک بار پھر سامونوں کی قطار بن گئی۔ شور، تالیوں، قہقہوں اور حیرت بھری آوازوں سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ کمنیٹر اندر بھاگ گیا تھا۔

سامونوں نے گردنیں خم کیں اور پھر اندر چلے گئے۔ تعریف و تحسین کی آوازیں چاروں طرف سے بلند ہو رہی تھیں اور میں سوچ رہا تھا کہ میں سامونوں کی خصوصیات کے بارے میں دس فیصد بھی نہیں جانتا۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ وہ لوگ جمناسٹک کا مظاہرہ کریں گے۔ لیکن یہ ناقابل یقین مظاہرہ میرے تصور میں بھی نہیں تھا۔ اور پھر وہ عام سامون تھے جن کا یہ کام نہیں تھا۔ میں پتھرائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھتا رہا۔

کمنیٹر ایک سنجیدہ آدمی تھا اور اسے کامیڈی کرنے کے لیے نہیں کہا گیا تھا لیکن سچویشن نے اسے خود بخود کامیڈین بنا دیا تھا۔ تمام کمپیئرنگ اس کے سپرد تھی اور بہر حال اسے اپنا فرض انجام دینا ہی تھا لیکن اس بار تین چار افراد اسے زبردستی پکڑ کر اسٹیج پر لائے تھے۔ اسے اسٹیج پر کھڑا کر کے مائک اس کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔ بمشکل تمام اس نے کہا۔

"خواتین و حضرات، سامون جمناسٹروں کے کمالات آپ نے دیکھے، میں نے بھی دیکھے اب مزید کیا کہوں۔ اس کے بعد آپ کے سامنے آ رہے ہیں مسٹر سمبو تورا یا دوسرے الفاظ میں وائی مین۔ کراٹے کے ایکسپرٹ اور دیگر مارشل آرٹس کے ماہر ہیں آپ کے سامنے سمبو تورا۔ تبت میں ایک بار سمبو تورا کو اس رنگ میں دیکھا تھا۔ وہ اس وقت بھی اتنا ہی چاق چوبند نظر آ رہا تھا۔ دو سامون اس کے مدمقابل تھے۔ سمبو تورا مارشل آرٹس کا مظاہرہ کرنے لگا رفتہ رفتہ سامونوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ دو دو کر کے آ رہے تھے اور سمبو تورا پر حملہ آور ہو رہے تھے یہاں تک کہ ان کی تعداد بیس ہو گئی۔ وہ مختلف طریقوں سے سمبو تورا پر حملہ کر رہے تھے اور سمبو تورا ان حملوں کو ناکام بنا رہا تھا۔ مارشل آرٹس کے ایسے ایسے داؤ پیچ سمبو تورا نے پیش کیے کہ تماشائی دنگ رہ گئے۔ اس مظاہرے کے بعد سمبو تورا نے کمنیٹر سے کچھ کہا اور وہ بولا۔

"خواتین و حضرات مسٹر سمبو تورا کا کہنا ہے کہ یہ سامون ان کے ساتھی تھے ممکن ہے انہوں نے اس کے ساتھ رعایت کی ہو۔ ایسے مارشل آرٹس کے تمام ماہرین کے لیے ان کا چیلنج ہے کہ ان کا کوئی مدمقابل ان پر فتح نہیں پا سکتا۔ وہ اخبار نویسوں سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کا یہ چیلنج اخبارات میں شائع کر دیا جائے۔ ہال ایمسٹرڈم میں ابھی وہ طویل عرصے تک قیام کریں گے اور کسی ہوٹل یا نائٹ کلب سے رابطہ قائم کر کے اس میں اپنے شو پیش کریں گے۔ انہیں چیلنج کرنے والے وہاں ان سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔"

"اور اگر میں اسی جگہ سمبو تورا سے مقابلہ کرنا چاہوں تو؟"

ایک دیو قامت شخص نے کھڑے ہو کر کہا اور گردنیں اس کی طرف گھوم گئیں۔ وہ ساڑھے چھ فٹ سے بھی کچھ نکلتے قد کا مالک تھا۔ اس کے سینے کی چوڑائی اور بدن کی بناوٹ ہیبت طاری کرتی تھی۔ وہ ایک قیمتی سوٹ میں ملبوس تھا لیکن یہ شاندار سوٹ اس کی شخصیت سے ہم آہنگ نہیں تھا۔

"اگر پروگرام کے منتظمین اس کی اجازت دیں تو ضرور۔" سمبو تورا نے گردن خم کر کے کہا۔

"ضرور یہ دلچسپ مقابلہ ہونا چاہیے۔" لوگوں نے کہا۔

اور دیو قامت آدمی کودتا ہوا اسٹیج پر جا چڑھا اس نے اوپر پہنچتے ہی جوتے کی ٹھوکر سمبو تورا کے پیٹ پر ماری لیکن لٹو کی طرح گھوم کر رہ گیا۔ پھر اس نے خود کو سنبھال کر الٹی قلابازی کھائی اور دونوں پاؤں پھیلا کر سمبو تورا کی گردن پر مارے لیکن سمبو تورا نے حیرت انگیز پھرتی سے اس کے دونوں پاؤں پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا۔

پھر اس نے گردن جھکائی اور دیو قامت آدمی نے پوری قوت سے اپنا گھٹنا اس کے جھکے ہوئے سر پر مارا لیکن دیکھنے والوں نے دیکھا کہ سمبو تورا کے سر پر بھرپور وار ہوا لیکن اس نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی اور گھٹنا مارنے والا خود نیچے گر پڑا۔ اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن شاید گھٹنے کی ہڈی چٹخ گئی تھی۔ وہ دو تین بار نیچے گرا اور پھر اس نے اٹھنے کی ہمت نہیں کی۔ اس کے چہرے پر سخت کرب کے آثار تھے۔

"تم تھوڑی دیر بعد اب مقابلہ کرو" سمبو تورا نے نرم لہجے میں کہا اور وہ متوحش نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ "میرے دوست نے اگر ارادہ ملتوی کر دیا ہے تو کوئی بات نہیں وہ جب دل چاہے یہ کوشش کر سکتا ہے" سمبو تورا نے پھر کہا۔ لوگوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ چیلنج قبول کرنے والا اب اٹھنے کے قابل بھی نہیں ہے۔ سمبو تورا نے خود جھک کر اسے اٹھایا اور دوسرے لوگوں کے حوالے کر دیا اور پھر بدستور نرم لہجے میں بولا "مارشل آرٹس کا تعلق روحانیت سے ہے۔ اس کے جاننے والے جانتے ہیں کہ اس میں دھوکے بازی کی گنجائش نہیں ہے۔ للکارو وار کرو، دفاع کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے" پھر وہ گردن خم کر کے واپس چلا گیا۔ اس کے بعد رقص و سرود کی محفل جمی اور خوش گلو گلوکاراؤں نے مقامی نغمے پیش کیے۔ آخری آئٹم ڈوڈن کارلو کا تھا۔ اناؤنسر نے کہا۔

"حاضرین۔ اپنے ذہن اپنے دلوں کے دروازے بند کر لیں۔ کچھ چور نگاہیں آنکھوں کے راستے سفر کر رہی ہیں۔ وہ آپ کا ماضی آپ کا حال آپ کا مستقبل پڑھ رہی ہیں۔ وہ سب کچھ جانتی ہیں۔ وہ ہر وہ بات جانتی ہیں جو آپ کے دل میں ہے۔ ہوشیار۔ دلوں کے دروازے بند کر لیں، ہوشیار، ہوشیار۔ ہاں اگر امتحان چاہتے ہیں تو اس سے پوچھیں اس سے سوال کریں آپ کے سوال کا جواب اس کی زبان پر۔ ڈوڈن کارلو"

ڈوڈن کارلو نے اسٹیج پر آ کر گردن خم کی اور سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اس نے سامنے بیٹھے ہوئے شخص کا چہرہ دیکھا اور مسکراتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی۔ "نہیں میں ناقابل حصول ہوں۔ جو تم سوچ رہے ہو وہ ناممکن ہے" وہ آگے بڑھی اور ایک جوڑے کے سامنے رک گئی "چلو۔ تم دونوں ایک دوسرے کے کیا ہو۔ اوہ کچھ نہیں، کیوں تم بتاؤ؟" اس نے لڑکی سے کہا اور لڑکی بوکھلا کر نوجوان کی طرف دیکھنے لگی۔ کارلو نے کہا۔ "سوری کچھ بن جاؤ تو مجھے بلانا نہ بھولنا" وہ پلٹی اور ایک ادھیڑ عمر شخص کی طرف دیکھنے لگی۔ "کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ مجھ سے؟"

"کچھ۔ کچھ بھی نہیں" ادھیڑ عمر شخص نے کہا۔ اور ڈوڈن ہنس پڑی۔

"کاروبار دونوں طرح ہوتا ہے۔ لیکن پائیداری ایمانداری میں ہوتی ہے۔ بات کر لو، ممکن ہے کام بن جائے" یہ کہہ کر وہ ان لوگوں کو چھوڑ کر وہ آگے بڑھ گئی۔ یہ آئٹم سب سے زیادہ پسند کیا گیا تھا اور سب سے زیادہ وقت اسی میں صرف ہوا۔ لوگ دلوں کا حال پوچھنے کے لیے پاگل ہو گئے تھے۔ خواتین خاص طور سے اس میں دلچسپی لے رہی تھیں۔ اس کے بعد یہ کامیاب شو ختم ہو گیا۔ لیکن بے شمار لوگ بہت دیر تک سامونوں کو گھیرے رہے۔ اخبار نویسوں نے طرح طرح کے سوالات پوچھے۔ سامون کون ہیں کون سے سیارے کی مخلوق ہیں۔ اگر ان کا تعلق اسی دنیا سے ہے تو کون سے خطّے کے ہیں؟ اس سوال کا جواب میں نے دیا۔

"ہمارا تعلق اسی دنیا سے ہے لیکن ہمارے فن کی وجہ سے لوگ ہمیں خلائی مخلوق سمجھتے ہیں"

دوسرے دن کے اخبارات نے خاطر خواہ کام کیا تھا۔ "انوکھے فنکار" کے نام سے ہمارا تعارف کرایا گیا تھا۔ سامونوں کے کام کی خوب پبلسٹی کی گئی تھی اور ہمارا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ مشترکہ میٹنگ میں تنظیم کو مطمئن کرنے کے لیے ہم نے خاصی گفتگو کی تھی جس میں اس بات کا اظہار کیا گیا تھا کہ اب تنظیم اور مارٹن اسپیڈو کو ہمیں تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہو گی اور ہمیں ان سے ملاقات کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ میں نے تھوساس وغیرہ کو کافی تسلیاں دی تھیں اور کہا تھا کہ ہوشیار ضرور رہا جائے لیکن اب جو قدم اٹھایا ہے اسے ہمت سے جاری رکھنا ہے۔

زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ مقامی ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں کے نمائندوں نے ہمارا گھیراؤ کر لیا۔ وہ ہم سے کنٹریکٹ کرنا چاہتے تھے۔ میں نے ان سے ملاقات کی اور ان کی پیش کشیں وصول کیں لیکن کسی کو جواب نہیں دیا اور کہا کہ فیصلہ کر کے ایک دو دن میں انہیں آگاہ کر دیا جائے گا۔ ان تمام کاموں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں نے ٹرانسمیٹر پر ایڈی پائپر سے رابطہ قائم کیا اور اس میں دقت نہ ہوئی۔

"ہیلو غزالی، شو کی کامیابی کی مبارکباد قبول کرو"

"شکریہ ایڈی" "تم لوگوں نے حیرت انگیز کمال دکھایا ہے مقامی حکومت سے اتنے تعاون کی توقع نہیں تھی"

"اس کا تو تم سے وعدہ کیا گیا تھا غزالی۔ تمہارے ساتھیوں کا کیا حال ہے؟"

"خوفزدہ ہیں۔ انہیں تنظیم اور اپنے دشمن سامونوں سے خطرہ ہے" میں نے جواب دیا۔

"یقیناً ہو گا۔ لیکن تم انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرو"

"ہاں، میں یہ کوشش کر رہا ہوں لیکن ایک بات میرے ذ

ن بھی ہے"

"کیا؟"

"ان کے دشمن سامونوں نے ان کی تلاش کے لیے تنظیم سے بطہ قائم کیا تھا۔ وہ ان لوگوں کے حصول کے لیے اتنے سنجیدہ ہیں ہ انہوں نے تنظیم کو سامونیکا میں ہیڈ کوارٹر دینے کا وعدہ بھی کر یا۔ اب جب انہیں ان کے بارے میں براہ راست معلوم ہو گیا ہے تو کیا وہ اپنے طور پر بھی ان کے حصول کی کوشش نہیں کریں گے؟"

ایڈی پائپر بری طرح چونک پڑا پھر اس نے بے اختیار کہا۔ "اوہ میرے خدا۔ واقعی اس سلسلے میں تو نہیں سوچا گیا تھا۔ تمہارا یہ خیال بے حد وزن دار ہے غزالی۔ میرے خیال میں یہ بات خود مسٹر ایسٹرڈ کے ذہن میں بھی نہیں آئی۔ مجھے فوراً مسٹر ایسٹرڈ سے رابطہ قائم کرنا ہو گا۔ میں جو کچھ بھی ہو سکتا ہے کروں گا لیکن تمہیں خود بھی ہوشیار رہنا ہو گا۔ مسٹر ایسٹرڈ سے گفتگو کرنے کے بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گا اور پھر بتاؤں گا کہ اس سلسلے میں تمہیں کیا کرنا ہے"

"او کے مسٹر پائپر" میں نے کہا اور اس کے بعد ہمارے درمیان رابطہ منقطع ہو گیا۔ حقیقتاً یہ خیال میرے ذہن میں تھا اور میں نے سوچا تھا کہ ہمیں تنظیم کا تعاون تو حاصل ہے لیکن حکمران سامون پارٹی کے سلسلے میں کوئی مؤثر تحفظ نہیں ہے۔ یہ کام بھی فی الحال تنظیم سے ہی لیا جائے تو بہتر ہے۔

ہم سے ملاقات کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا رہا۔ خاص طور سے ڈوڈن کارلو کے طلبگار بہت تھے۔ دو چار سے تو ڈوڈن کارلو نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا پھر گھبرا گئی اور اس کے بعد اس نے معذرت کر لی اور کہا کہ وہ انتظار کریں۔ اپنے شوہر کا تعین کر کے وہ ان لوگوں کے سوالات کے جواب دے گی۔ اس کے بعد ہوٹل کی انتظامیہ سے درخواست کی گئی کہ ان کے ملاقاتیوں سے معذرت کر لی جائے۔

رات کو ساڑھے دس بجے ایڈی پائپر نے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا اور میں ازراہ احتیاط دوسرے لوگوں سے علیحدہ ہو گیا۔ تاکہ پائپر وغیرہ کو شبہ نہ ہو سکے۔

"مسٹر غزالی؟"

"میں انتظار کر رہا تھا مسٹر پائپر"

"سوری، مارٹن ایسٹرڈ بمشکل دستیاب ہو سکے۔ تنظیم کے بیشتر معاملات ہیں جن کی نگرانی انہیں کرنی ہوتی ہے"

"بیشک" میں نے کہا۔

"اس بارے میں ان سے مفصل گفتگو ہوئی ہے"

"میں ان کا خیال جاننا چاہتا ہوں"

"مسٹر ایسٹرڈ کا کہنا ہے کہ مخالف سامون کوئی حرکت نہیں کریں گے۔ ہماری دنیا میں ان کے وسائل محدود ہیں اور ان کے پاس خود کام کرنے کے ذرائع نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں تنظیم کی طاقت سے روشناس کرا دیا گیا ہے اور وہ جلد بازی کر کے تنظیم سے دشمنی مول لینا کبھی پسند نہیں کریں گے۔ پھر ان کے بہت سے ساتھی ہمارے پاس محفوظ ہیں اور ہمارے شانہ بشانہ کام کر رہے ہیں۔ اگر انہوں نے کوئی حرکت کی تو وہ تنظیم کے عتاب کا شکار ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ جو لوگ منظر عام پر ہیں ان کے بارے میں انہیں بھی علم ہے۔ اصل مسئلہ تو وہ لوگ ہیں جو ابھی غائب ہیں۔ اگر وہ تم تک پہنچیں گے تو تم سے بھی تو ان گمشدہ لوگوں کے بارے میں نہیں جان سکیں گے۔ چنانچہ مسٹر غزالی ان کے خطرے کو ذہن سے نکال دو بلکہ اگر کبھی ایسا شبہ بھی ہو تو ہمیں اطلاع دو"

"ٹھیک ہے۔ میں مطمئن ہوں۔ اب ایک اور سوال مسٹر پائپر"

"ہاں کہو"

"بہت سے لوگ بہترین معاوضوں کے تحت ہم سے کنٹریکٹ کرنا چاہتے ہیں اس سلسلے میں کیا کیا جائے؟"

"ہوٹل نیو سائنو کا نمائندہ آپ کے پاس پہنچا؟"

"ہاں شاید"

"اس سے دو ماہ کا کنٹریکٹ کر لیں۔ ہفتے میں صرف دو شو۔ شرائط آپ اپنی پسند کے مطابق طے کر لیں۔ اگر وہ آپ کو رہائش بھی فراہم کرتے ہیں تو ضرور قبول کر لیں لیکن معاہدہ دو ماہ سے زیادہ کا نہیں ہونا چاہیے"

"او کے مسٹر پائپر" میں نے مطمئن ہو کر کہا اور پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس کے بعد بستر تھا اور خیالات کا ہجوم، جن سے پیچھا چھڑانا میرے لیے بہت مشکل ثابت ہوا۔

دوسرے دن فرصت تھی۔ کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں تھا جس کے لیے تگ و دو کرنی پڑتی۔ تنظیم نے ہماری ہر طرح کی ذمہ داریاں سنبھال رکھی تھیں۔ اسے ذہانت سے زیادہ خوش بختی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ میں بھلا اتنے وسائل کہاں رکھتا تھا کہ دیار غیر میں اتنے لوگوں کو سنبھال سکوں۔ بس ایک ڈبل چال تھی جس سے کام بن گیا تھا۔ میرے پاس نیو سائنو کا نمبر بھی تھا۔ چنانچہ میں نے فون کر کے اس کے نمائندے کو طلب کیا۔

"ہم لوگوں نے طے کیا ہے کہ ہم اپنے شو آپ کے لیے کریں گے" میں نے کہا۔ اور نمائندہ یہ سن کر بہت خوش ہوا۔

"نیو سائنو اس کے لیے آپ کی تمام شرائط قبول کرتا ہے"

چنانچہ اس سے تمام معاملات طے ہو گئے۔ نیو سائنو میں قیام اور ہفتے میں صرف دو شو۔ چنانچہ ہم لوگ اسی دن نیو سائنو

منتقل ہو گئے۔ یہ ہوٹل ہمارے اس ہوٹل سے کہیں زیادہ شاندار تھا۔ ہمیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی گئی تھیں۔ تیسرے دن ہم نے نیوسائنو کے اسٹیج پر پہلا شو کیا جس کی پبلسٹی دو دن تک کی گئی تھی۔ شو دیکھنے کے لیے آنے والوں کی تعداد نیوسائنو کے منتظمین کی توقع سے کہیں زیادہ تھی انہیں انتظامات کرنا مشکل ہو گیا۔ زیادہ تعداد عورتوں کی تھی اور سب سے زیادہ مقبول اور طویل پروگرام ڈوئن کار لو کا تھا۔ لیکن اسی رات تقریباً ساڑھے چار بجے ایک حادثہ ہو گیا۔ سائنو کے کمروں میں کئی کئی ساموئوں کو جگہ دی گئی تھی لیکن ڈوئن کار لو کو علیحدہ کمرہ دیا گیا تھا۔ اس کے برابر سمبو تورا کا کمرہ تھا۔ سمبو تورا کا کہنا تھا کہ اس نے ڈوئن کار لو کی ایک چیخ سنی تھی لہٰذا ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ باہر نکلا تو راہداری سنسان پڑی تھی اور ڈوئن کار لو کے کمرے کا دروازہ کھلا پڑا تھا اس نے اندر جھانکا تو وہ بستر پر موجود نہیں تھی۔ ہوٹل کے صدر دروازے کا چوکیدار کلوروفارم کے زیر اثر بے ہوش پایا گیا تھا۔

انتظامیہ سخت پریشانی کا شکار ہو گئی۔ جب تک میں ان لوگوں کے نرغے میں رہا اس وقت تک تو کچھ نہ کر سکا لیکن جونہی کچھ فراغت حاصل ہوئی تو میں نے فوراً ٹرانسمیٹر پر ایڈی پائپر سے رابطہ قائم کیا۔

"مسٹر پائپر ہمارے خلاف کام شروع ہو گیا۔"

"ہمیں علم ہے ڈوئن کار لو کو اغوا کر لیا گیا ہے۔" ایڈی پائپر نے کہا۔

"اوہ تمہیں علم ہے!" میں چونک کر بولا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ تمام تر اطمینان کے باوجود تمہاری حفاظت کے لیے تنظیم بھی کام کر رہی ہے۔"

"اوہ تو پھر تم جانتے ہو گے کہ اسے . . .؟"

"نہیں ابھی نہیں معلوم۔ کیا بہت جلد معلوم کر لیا جائے گا۔ ہمارے آدمی اُن کے پیچھے ہیں۔"

"مگر وہ کون ہو سکتے ہیں؟"

"ہم جادوگر نہیں ہیں کہ جادو کے زور سے پتا لگا لیں۔ کام کیا جا رہا ہے۔ وہ جو کوئی بھی ہیں تنظیم کے ہاتھوں سے نہ بچ سکیں گے۔ اطمینان رکھو۔ اسے برآمد کر لیا جائے گا۔"

"کہیں میرے اندیشے کے مطابق وہ ساموئن نہ ہوں۔"

"اطمینان رکھو غزالی وہ ساموئن نہیں ہو سکتے۔ بہت جلد ڈوئن کار لو کو برآمد کر کے ان لوگوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کر لی جائیں گی۔"

"نیوسائنو کی انتظامیہ کو کیسے مطمئن کیا جائے۔ ڈوئن کا پروگرام سب سے زیادہ مقبول تھا۔"

"یہ خصوصیت کسی اور میں نہیں ہے؟"

"معلوم کرنا پڑے گا۔" میں نے کہا۔

"یہ شعبہ تم سنبھالو غزالی، جس طرح بھی بن پڑے انتظامیہ سے بات کرو۔ ہمیں اس طرف کام کرنے دو۔"

"اوکے مسٹر پائپر۔ لیکن اگر یہ سلسلہ کوئی اور شکل اختیار کر گیا تو پھر حالات کو کنٹرول کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہو گا۔"

"تم ہمارے نمائندے ہو غزالی تمہیں ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ ان لوگوں کی کل تم جانتے ہو اور یہ تمہیں معلوم ہے کہ انہیں کس طرح کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔" پائپر نے کہا۔

"تب پھر انہیں تنظیم کے شبہے میں بھی رکھا جا سکتا ہے؟"

"جس طرح بھی مناسب سمجھو کرو لیکن اس بات کا اطمینان رکھو کہ ڈوئن کو جس نے بھی اغوا کیا ہے وہ زیادہ دیر اسے قابو میں نہ رکھ سکے گا۔"

"اوکے پائپر۔ ویسے اگر انتظامیہ پولیس سے رابطہ قائم کرے تو کیا کرنا ہو گا؟"

"اگر ایسا ہو تو ہونے دینا۔ مقامی پولیس ہمارے کنٹرول میں ہے۔ وہاں سب کچھ سنبھال لیا جائے گا۔" پائپر نے کہا اور میں نے رسمی الفاظ کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا۔

میرے اندیشے کے مطابق انتظامیہ نے اس سلسلے میں پولیس سے رابطہ قائم کر لیا تھا۔ چند پولیس افسروں نے ساموئوں کے بیانات لیے اور ساری رپورٹیں تیار کر کے لے گئے لیکن کسی کو اس سلسلے میں پریشان نہیں کیا گیا۔ پولیس نے خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ کام کسی ایسے سر پھرے کا ہے جو ڈوئن کار لو کے حسن سے متاثر ہو گیا تھا۔

یہ ہنگامے دوپہر تک جاری رہے اس کے بعد کچھ سکون ہوا۔ ابھی تک ہم لوگوں نے ایک دوسرے سے تبادلہ خیال نہیں کیا تھا۔ پھر جب ہم یکجا ہوئے تو اشاروں کی زبان میں طے کیا گیا کہ اس اغوا کا شبہ تنظیم پر کیا جائے اور اس بارے میں گفتگو کی جائے۔ سب ہی ڈوئن کی گمشدگی سے پریشان تھے لیکن ان کا مجھ سے تعاون جاری تھا۔ بہر حال سلسلۂ گفتگو کا آغاز ہوا تھوساس نے کہا۔

"بالآخر وہی ہوا غزالی جس کا شبہ تھا۔"

"کیا مطلب مسٹر تھوساس؟"

"تنظیم نے کام شروع کر دیا۔ ہمیں یقین تھا کہ ایسا ہو گا۔ یہ لوگ آسانی سے تو ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔"

"مجھے اس خیال سے اختلاف ہے تھوساس۔"

"کیوں؟"

"غالباً تم نے تنظیم کی قوت کا اندازہ نہیں لگایا۔ اُن کے لیے یہ مشکل نہیں تھا کہ ہم سب کو بیک وقت اغوا کر لیتے۔ صرف ڈوئن

کو کیوں اغوا کیا گیا؟"

ہاں یہ بات قابلِ غور ہے۔"

"کوئی اور ہی سلسلہ ہے مسٹر تھوساس۔ بہر حال پریشانی کی بات ہے۔ میں اس سلسلے میں کام کر رہا ہوں۔ بہت جلد اس کے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔"

اس کے بعد اشاروں کی زبان میں گفتگو شروع ہو گئی۔ میں نے ... واقعی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ میں ڈوئن سے ذہنی رابطہ ... کے اس کے بارے میں معلوم کرتا ہوں۔"

اور پھر میں نے اپنے کمرے میں آکر ایسا ہی کیا۔ یہ کوئی خطرناک ... نہیں تھی اور مجھے اس میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔

"اوہ غزالی۔ میں خود تم سے رابطہ قائم کرنے والی تھی مجھے ابھی ... منٹ پہلے ہوش آیا ہے۔" میرے ذہن میں ڈوئن کی آواز ...

"ہوش آیا ہے؟"

"ہاں کسی سریع الاثر دوا کے ذریعے مجھے بے ہوش کیا گیا تھا۔ ... تھک کر گہری نیند سو گئی تھی۔ پھر قدموں کی چاپ پر چونکی۔ وہ ... سائے تھے۔ میں شاید چیخی بھی تھی لیکن اس کے بعد ایک تیز ... میرے دماغ میں سرایت کر گئی اور پھر مجھے ہوش نہیں رہا۔ ابھی ... تھوڑی دیر پہلے ہوش میں آئی ہوں۔ یہ ایک وسیع اور بہت ... بڑا کمرہ ہے۔ اس کا دروازہ بند ہے۔ جن لوگوں نے مجھے ... کیا ہے میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"ڈوئن! فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سب کچھ ... میرے لیے غیر متوقع نہیں۔ تم سمجھ دار ہو۔ حالات کا بخوبی تجزیہ کر ... کہ جو صورت حال سے واقف ہو کر مجھے تفصیل بتانا۔"

"میں بالکل پریشان نہیں ہوں غزالی۔ مگر تم لوگوں کو بھی کچھ ... علم نہیں ہو سکا؟"

"ابھی نہیں۔ لیکن ہو جائے گا۔"

"میں ٹھیک ہوں۔ تم سے رابطہ قائم کروں گی اور کوئی ہدایت ... ہو تو بتاؤ۔" ڈوئن نے کہا۔

"بس میں تمہارے رابطے کا انتظار کروں گا۔" میں نے کہا اور ... یہ گفتگو ختم ہو گئی۔

نیوسائنو کی انتظامیہ بہت معاون ثابت ہوئی۔ ان لوگوں نے اظہار ہمدردی کے علاوہ اپنا ہر طرح کا تعاون بھی پیش کیا۔ ... پروگرام کے سلسلے میں کوئی بات نہیں کی۔ اسی رات ڈوئن کار لو نے پھر مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کیا۔

"ہاں ڈوئن کیا رپورٹ ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ایک نیا ہی معاملہ ہے غزالی۔"

"کیا؟"

"جس شخص نے مجھے اغوا کرایا ہے وہ لوئس کارلو کے نام سے مشہور ہے۔ بہت دولت مند معلوم ہوتا ہے۔ اسمارٹ اور نڈر آدمی ہے اور تنظیم یا ساموئوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"خوب۔ کیا وہ تم سے مل چکا ہے؟"

"ہاں۔"

"کہاں؟"

"اسی عمارت میں جہاں میں قید ہوں۔ اس عمارت کے بارے میں میں کچھ نہیں جان سکی کہ کہاں واقع ہے لیکن بہت خوبصورت عمارت ہے۔ لوئس کارلو کی عمر پینتالیس اور پچاس کے درمیان ہے۔ وہ بہت شاندار شخصیت کا مالک ہے۔"

"تمہیں اغوا کرانے کی وجہ؟"

"ساموئوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ ہم لوگ کون ہیں۔"

"مقصد؟"

"وہ تمام ساموئوں سے کوئی کام لینا چاہتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اسے ایک ایسا ہی گروپ درکار تھا۔ اپنے کچھ دشمنوں کے خلاف وہ کوئی کارروائی کرنا چاہتا ہے جس کے لیے ساموئن اس کے کام آ سکتے ہیں۔ اس نے پیش کش کی ہے کہ اگر تمام ساموئن اس سے تعاون کریں تو وہ پچیس ملین ڈالر میں ہم سے سودا کر سکتا ہے۔ یہ رقم وہ ہمیں کام سے پہلے نقد ادا کر سکتا ہے۔"

"کام کی نوعیت بتائی ہے اس نے؟"

"نہیں۔ مجھ سے تمام لوگوں کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ یہ بھی پوچھ رہا تھا کہ ہمارا لیڈر کون ہے۔"

"تم نے کیا جواب دیا؟"

"تمہارا نام لے دیا۔"

"اس کے بعد کیا ہوا؟"

"اب یقیناً تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔" ڈوئن کار لو نے کہا۔

"کوئی پریشانی کار لو؟"

"بالکل نہیں۔ وہ خوش مزاج آدمی ہے۔ لیکن اس کے اندر ایک سرکشی پوشیدہ ہے اگر اس سے انحراف کیا جائے تو اس کا نتیجہ خطرناک ہو سکتا ہے۔"

"اوکے ڈوئن اس مرحلے سے بھی نمٹنا ہو گا۔ اس نے تمہاری آزادی کے بارے میں کچھ نہیں کہا؟"

"نہیں۔ وہ اب تم سے ملاقات کرے گا۔"

"ٹھیک ہے تم اطمینان رکھو۔ میرا خیال ہے ہم آسانی سے

ان معاملات سے بھی نمٹ لیں گے ۔"

اس کے بعد ڈوڈن سے مزید کوئی گفتگو کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ لیکن فوری طور پر ایڈی پائپر کو اس بارے میں اطلاع دینا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے پائپر سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا اور پائپر کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو غزالی ۔"

"تمہاری طرف سے مکمل خاموشی ہے مسٹر پائپر۔ خیریت ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے ڈیئر غزالی۔ میں چیف کا انتظار کر رہا ہوں اور اس وقت ایئرپورٹ پر ہوں۔ اب سے دس منٹ کے بعد چیف ایک طیارے سے آنے والا ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ اس کے آنے کے بعد تم سے گفتگو کروں گا۔"

"ان لوگوں کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا؟"

"ابھی تک کچھ نہیں ۔"

"مجھے معلوم ہو گیا ہے ۔"

"اوہ گڈ۔ کیا معلوم ہوا؟" پائپر نے پوچھا اور میں نے اسے ڈوڈن کاربو سے ہونے والی گفتگو سنا دی۔

پائپر خاموشی سے سنتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "طیارہ سامنے سے اتر چکا ہے تم انتظار کرنا غزالی میں تمہیں چیف سے گفتگو کے بعد صورت حال بتاؤں گا۔"

"اوکے پائپر۔ میں انتظار کروں گا۔" میں نے کہا۔ اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

رات کو تقریباً ایک بجے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس کے انتظار میں جاگ رہا تھا۔ دوسری طرف سے آنے والی آواز مارٹن الیسٹرو کی تھی۔

"مسٹر غزالی ؟"

"ہیلو مسٹر الیسٹرو ۔"

"ہیلو۔ تمہارے بارے میں تمام تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں غزالی اس لیے رسمی خیریت پوچھنا الفاظ ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ صرف ایک سوال کروں گا۔"

"جی مسٹر الیسٹرو ؟"

"پہلے سرکاری شو کے بعد سے اب تک کسی اجنبی سامعین نے تو تم سے رابطہ قائم نہیں کیا؟"

"قطعی نہیں۔ اس سلسلے میں کوئی کامیابی نہیں ہو سکی ہمیں تو" میں نے کسی قدر مایوس لہجے میں کہا۔

"اوہ نہیں مائی ڈیئر۔ یہ دیر طلب کام ہے۔ سب کچھ یہاں اسی جگہ نہیں ہو جانا تھا۔ ابھی تو اس کے لیے ہمیں نہ جانے کہاں کہاں مارے مارے پھرنا ہے۔ تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ مستقبل آسانی سے تعمیر نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں فکر مت کرو۔ ہاں لوئس کارلو کی بات کرو۔"

"کیا آپ کو اس سلسلے میں تفصیلات بتا دی گئیں مسٹر الیسٹرو؟"

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے یہاں آنے کے اتنی دیر بعد تمہیں کیوں مخاطب کیا۔"

"میں سمجھا نہیں ۔"

"اس دوران میں لوئس کارلو کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔" مارٹن الیسٹرو نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"کچھ معلوم ہو سکا؟"

"یہاں تک کہ اس کی ماں اس کی پیدائش کے وقت ہی مر گئی تھی کیونکہ اس کا وزن ساڑھے پندرہ پونڈ تھا۔ اس سے زیادہ کسی کے بارے میں اور کیا جان سکتا ہے۔ وہ ایک جرمن باپ اور یونانی ماں کا بیٹا ہے۔ دولت اسے ماں اور باپ دونوں سے ملی ہے اور پھر اس میں بے پناہ اضافہ اس نے خود کیا ہے۔ اس وقت وہ دنیا کے گنے چنے بڑے دولت مندوں میں سے ایک ہے لیکن وہ مزید دولت حاصل کرنے کے ذرائع تلاش کرتا رہتا ہے اور یقیناً یہ بھی کوئی ایسا ہی معاملہ ہو گا۔"

"مسٹر الیسٹرو کمال ہے آپ نے اتنے مختصر وقت میں کچھ معلوم کر لیا۔"

"ڈوڈن کارلو اس وقت اس کی والی بال پوائنٹ والی [illegible] میں ہے لیکن غزالی میں اسے ہالینڈ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ بہتر ہے کہ تم اسے ہالینڈ سے نکال لے جاؤ۔"

"میں ؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں ایک اندازہ ہے میرا۔ ممکن ہے غلط ہے۔ تاہم اگر ایسا ہوا تو بعد میں کچھ اور سوچ لیں گے۔ اس کا کوئی نمائندہ ڈوڈن کے حوالے سے تم سے ملے تو اس سے دلچسپی سے پیش آؤ اور اگر خود لوئس کارلو تم سے ملاقات کرے تو ضرور ملو اور اس کی پیش کردہ شرائط قبول کر لو۔ کسی تردد کی ضرورت نہیں۔ سب کچھ ہماری مرضی کے مطابق ہو گا۔ یہاں کہیں گڑبڑ ہوئی تو میں سنبھال لوں گا۔ تمہارے سلسلے میں اب میں براہ راست کام کر رہا ہوں۔"

"اوکے مسٹر الیسٹرو۔ میرے خیال میں آپ نے میری بڑی مشکل حل کر دی۔"

"ہمارے درمیان دوستی اور تعاون کا رشتہ ہے ڈیئر۔ اور کوئی خاص بات؟"

"کوئی خاص بات تو نہیں ہے ۔"

"اوکے اب آرام کرو۔"

دوسری صبح سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرنے والا ایک آفلیہ تھا۔ اس نے ڈوڈن کاربو کے حصول کے لیے کی جانے والی کوششوں کے بارے میں مجھے بتایا اور تسلیاں دے کر چلا گیا۔

دوسرے ملاقاتی وہ آدمی تھے جو خوبصورت اور قیمتی لباسوں میں ملبوس تھے۔

"آپ لوگوں نے ایمسٹرڈم میں ہلچل مچا دی ہے لیکن ہم نے سنا ہے کہ آپ کی ایک ساتھی لڑکی گم ہو گئی ہے۔ کیا آپ کو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا؟"

"افسوس کہ ابھی تک نہیں ۔"

"ہم اس سلسلے میں آپ کی مدد کر سکتے ہیں ۔"

"کس طرح ؟"

"آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا ۔"

"کہاں ؟" میں نے پوچھا۔

"اس سوال کا فوری جواب ممکن نہیں ہے ۔"

"آپ کا تعلق پولیس سے ہے ؟"

"نہیں لیکن ہم آپ کی مشکل ضرور حل کر سکتے ہیں اور اس کے لیے آپ کو ہم پر اعتماد کرنا ہو گا۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اگر کوئی دھوکا ہوا تو ؟"

"آپ کو مجبور نہیں کیا جا رہا۔ آپ انکار کر سکتے ہیں ۔"

"نہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ کیا میں کچھ لوگوں کو بھی ساتھ لے سکتا ہوں ؟"

"نہیں۔ ہمیں صرف لیڈر کی ضرورت ہے ۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

میں غور کرنے لگا اس کے بعد میں نے ان کے ساتھ چلنے پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔ سارا کھیل ہی رسک پر منحصر تھا اس لیے میں نے کسی کو اطلاع دینا ضروری نہیں سمجھا۔

سفید رنگ کی خوبصورت کار نے مجھے خوبصورت عمارت کے پورچ میں اتار دیا۔ یہاں آ کر وہ دونوں کچھ اور خوش اخلاق ہو گئے تھے۔ بالآخر مجھے ایک ہال نما کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں نفیس قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔ بہت نازک فرنیچر تھا اور ایک کرسی پر وہ خوشرو شخص بیٹھا ہوا تھا جسے پہچاننے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ وہ لوئس کارلو ہی ہو سکتا تھا۔

"ہیلو ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو ۔" میں نے بھی پر اخلاق انداز میں کہا۔

"بیٹھو ڈیئر۔ کیسے مزاج ہیں تمہارے ؟"

"شکریہ، مہربانی ۔" میں اس کے اشارے پر بیٹھ گیا۔

"کس نام سے مخاطب کروں تمہیں ؟"

"غزالی ۔" میں نے جواب دیا۔

"پہلے تو میں تم لوگوں کے سلسلے میں حیرت کا اظہار کرتا ہوں۔ اور یہ کہ تمہارے نام بھی عام لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ دوسرے احمقوں کی طرح میں یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ تمہارا تعلق کسی پراسرار دنیا سے ہے اگرچہ تم لوگوں کے کارنامے درحقیقت تمہیں دوسرے لوگوں سے الگ ثابت کرتے ہیں لیکن میں انہیں صرف تمہارا فن سمجھتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ دور چونکا دینے کا ہے اگر تم نے کسی کو حیرت زدہ کر دیا تو سمجھو کہ اپنے مقصد میں مکمل طور سے کامیاب ہوا اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ تم لوگ چونکا دینے کی اہلیت رکھتے ہو۔"

"شکریہ جناب۔ لیکن میں ابھی تک آپ کے نام سے لاعلم ہوں ۔" میں نے بدستور خلیق لہجے میں کہا۔

"اوہ یقیناً میرے ساتھیوں نے تمہیں میرا نام نہیں بتایا ہو گا تم مجھے لوئس کارلو کہہ سکتے ہو۔ ویسے لوئس کارلو کوئی اجنبی نام نہیں ہے۔ ایمسٹرڈم میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں اسے جانا جاتا ہے اور شاید تم نے بھی یہ کبھی یہ نام سنا ہو ۔"

"ہاں یہ نام سنا ہوا ہے۔ مسٹر لوئس کارلو، لیکن اس وقت میرے ذہن میں کچھ عجیب سے احساسات ہیں۔ میں آپ کی اس شاندار شخصیت سے متاثر بھی ہوں لیکن جو کچھ مجھ سے کہا گیا ہے اور جو حالات میرے ساتھ پیش آئے ہیں ان کے باعث میں الجھن بھی محسوس کر رہا ہوں ۔"

"غالباً تمہیں یہ بات دی گئی ہے کہ تمہاری ساتھی لڑکی میرے پاس ہے ۔"

"ہاں اور یہ بات میرے لیے انتہائی تعجب خیز ہے ۔"

"نہیں میرے دوست۔ تمہیں تعجب نہیں کرنا چاہیے۔ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان کو ان کے سلسلے میں خواہ مخواہ جارحیت کرنی پڑتی ہے۔ میں نے تمہارا شو دیکھا تھا۔ تم نے جو کمالات دکھائے تھے انہوں نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا۔ بس اسے جنون سمجھ لو۔ مجھے حیرت انگیز لوگوں سے عشق ہے اور میں کسی بھی طور ان کی تذلیل ہوتے نہیں دیکھ سکتا ۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے جناب، لیکن اس کا میرے ساتھی کے اغوا سے کیا تعلق ہے ؟"

"وہی بتا رہا ہوں دوست۔ تمہیں دیکھ کر میرے ذہن میں ایک انوکھا خیال ابھرا اور میں نے اس کی تکمیل کر ڈالی۔ میری عادت یہ ہے کہ جو چاہتا ہوں کر ڈالتا ہوں اور اس کے نتائج پر بعد میں غور کرتا ہوں۔ ویسے آج تک کی زندگی میں مجھے اپنے کیے پر کبھی پشیمانی نہیں ہوئی ۔"

"تب تو آپ انتہائی کامیاب آدمی ہیں مسٹر لوئس کارلو۔ ایسے لوگ بہت کم نظر آتے ہیں۔ آپ کی خود اعتمادی آپ کے چہرے سے ٹپکتی ہے۔ بلاشبہ آپ ایک متاثر کن شخصیت کے مالک ہیں لیکن میں پھر اسی سوال پر آؤں گا، میری ساتھی کا اغوا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"وہی بتانے والا ہوں مسٹر گازالی۔ میں آپ لوگوں سے ایک کام لینا چاہتا ہوں۔ میں نے یہ بات معلوم کرلی ہے کہ نیو سائنو میں دو مہینے کے لیے کیے گئے معاہدے کی رقم آپ نے کیا طے کی ہے۔ میں اس رقم کو آپ لوگوں کی شخصیت کے ساتھ ایک گندہ مذاق سمجھتا ہوں۔ آپ جیسے باصلاحیت لوگوں کو اس طرح سستے داموں نہیں بکنا چاہیے۔ لیکن یہ بھی ایک مجبوری ہے کہ ہر شخص وہ قیمت نہیں دے سکتا، جو لوئس کارلو دے سکتا ہے۔"

"قیمت؟"

"ہاں اس وقت کی جو آپ میرے لیے صرف کریں گے۔ اس کارنامے کی جو آپ میرے لیے انجام دیں گے۔ اتنی بڑی قیمت کہ آپ کم از کم ایک سال کے لیے فکر معاش سے بے نیاز ہو جائیں گے۔"

"اوہ۔ آپ کا مقصد ہے مسٹر کارلو کہ آپ ہم لوگوں سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں؟"

"سو فیصدی، ایک انتہائی دلچسپ کام جسے کرتے ہوئے نہ تو آپ کو کسی مجرمانہ کیفیت کا احساس ہوگا اور نہ آپ بوریت محسوس کریں گے۔ آپ کے انتہائی حیرت انگیز اور پھرتیلے ساتھی، آپ کا وہ کرائے فائٹر اور وہ لڑکی جو اس وقت میرے قبضے میں ہے اور جو ذہنوں کو کتاب کی طرح کھول دیتی ہے۔ آپ سب لوگ مل کر میرا وہ کام کر سکتے ہیں جس کے لیے میں کافی عرصے سے پریشان ہوں۔ معاوضہ طے کر لیجیے مسٹر گازالی تاکہ اس کے بعد آپ کو کام کی نوعیت بتادی جائے۔"

"کیا وہ کام کسی طرح غیر قانونی ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"سو فیصدی غیر قانونی، اس قدر غیر قانونی کہ اگر قانون کی نگاہ آپ پر پڑ جائے تو وہ کبھی آپ کو معاف نہیں کر سکتا۔"

"مگر ہم غیر قانونی کام نہیں کر سکتے مسٹر لوئس کارلو۔"

"اس سلسلے میں آپ کو کسی کی زندگی سے نہیں کھیلنا ہوگا۔ کسی کو زخمی نہیں کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ وہ سب کچھ جو مجرمانہ زندگی میں تصور کیا جا سکتا ہے۔ پھر بھی اگر آپ اپنے آپ کو امن پسند اور پارسا ظاہر کریں تو آپ کو سختی سے وہ کام کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور لوئس کارلو جانتا ہے کہ کوئی کام کس سے کس طرح لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ بہتر یہی ہے مسٹر گازالی کہ آپ ہم سے دوستانہ معاہدہ کریں۔ آپ کو ہر قیمت پر وہ کام انجام دینا ہوگا۔ دوسری صورت میں آپ کہیں بھی شو نہیں کر سکیں گے اور زندگی کرب و اذیت ہی میں گزرے گی۔ کیا سمجھے آپ؟ اسے صرف دھمکی نہ سمجھیں۔ میں جس کام کا تہیہ کر لیتا ہوں اس کے لیے اپنے آپ کو ہر قدم اٹھانے میں حق بجانب سمجھتا ہوں۔"

اس شخص کا لہجہ واضح تھا اور لہجے کی پختگی یہ بات بتا رہی تھی کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے اس پر عمل کرنے کی اہلیت بھی رکھتا ہے۔ میں سوچ میں ڈوب گیا اور پھر میں نے کہا۔

"اور اگر اس کام کی تکمیل کے بعد قانون کے ہاتھ ہماری گردنوں تک پہنچ جائیں تو؟"

"اس کا وعدہ کیا جا سکتا ہے کہ قانون آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ہاں جن لوگوں کے خلاف آپ یہ کام کریں گے ان کی طرف سے آپ کو خطرہ رہے گا اور اس سے نمٹنا ہی آپ کی کارکردگی کا اعلیٰ نمونہ تصور کیا جائے گا۔ بس یہ معاملہ ہے۔ لوئس کارلو یہاں آ سکتی ہے لیکن اس وقت جب آپ ہم سے اس کام کی تکمیل کا معاہدہ کرلیں۔"

"میں بحالت مجبوری نہیں بلکہ ایک بہتر معاوضے والا کام سمجھ کر آپ کی یہ پیشکش قبول کر سکتا ہوں مسٹر لوئس کارلو۔" میں نے بہت اطمینان سے کہا۔

"ہاں ہاں میں بھی یہ نہیں چاہتا کہ آپ کوئی کام میرے لیے بحالت مجبوری کریں۔ اس میں کوئی لطف نہیں۔ لطف اس میں ہے کہ آپ اپنی پوری توجہ اور محنت سے یہ کام انجام دیں۔ نیو سائنو کو آپ کے معاہدے کی پوری رقم ہرجانے کے طور پر ادا کر دی جائے گی۔ اور ظاہر ہے کہ جب آپ میں سے ایک یا کئی افراد اغوا ہو جائیں گے تو پھر نیو سائنو میں یہ شو ہو ہی نہیں سکتا، لیکن بہتر یہی ہوگا کہ نیو سائنو آپ کو آزاد کر دے۔ اگر آپ میرے کام کی تکمیل کا وعدہ کریں تو نیو سائنو سے میں نمٹ سکتا ہوں۔"

"اگر یہ رقم اتنی ہے جتنی آپ نے کہی ہے تو ٹھیک ہے۔ ہم وہ کام کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن ہم کسی کی جان نہیں لیں گے۔ اس کے علاوہ جو بھی معاملہ ہوگا اس کے لیے ہم تیار ہیں۔"

"یہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اس کام میں آپ کو کسی کی جان نہیں لینی پڑے گی۔ آپ لوگ اس بے پناہ صلاحیت کے مالک ہیں کہ کوئی ایسا کام جس میں آپ کی مزاحمت کی جائے، آپ اپنی ذہنی قوتوں سے بھی لے سکتے ہیں۔"

"ہاں اس کی ذمہ داری قبول کی جا سکتی ہے۔"

"تو پھر کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے مسٹر گازالی۔ یوں سمجھیں کہ

آپ کے اس اقرار نے ہمارے اور آپ کے درمیان دوستی کا رشتہ پیدا کر دیا ہے۔ جہاں تک معاوضے کا تعلق ہے تو یہ بھی آپ کو پیشگی ادا کیا جا سکتا ہے تاکہ آپ زیادہ سکون سے کام کر سکیں۔ کام کی تفصیل آپ کو سوئیڈن چل کر بتائی جائے گی۔"

"سوئیڈن؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے لوئس کارلو کو دیکھا۔

"ہاں سوئیڈن۔ آپ کو دو دن کے اندر اندر سوئیڈن روانہ ہونا ہوگا۔ میرے ساتھی آپ کی راہنمائی کریں گے۔ آپ کے پورے گروہ کے لیے انتظامات کر لیے جائیں گے۔ سوئیڈن میں آپ کو ایک بہترین رہائش گاہ دی جائے گی اور اس کے بعد کسی بھی وقت آپ سے وہ کام لیا جا سکتا ہے جس کے لیے آپ کو تیار کیا جا رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے، جب یہاں سے معاہدہ ختم ہو ہی رہا ہے تو پھر سوئیڈن جانا پڑے یا کہیں اور، ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

"بالکل بالکل، اب میں آپ سے دوستانہ طور پر مصافحہ کر سکتا ہوں مسٹر گازالی، ویسے یوں سمجھ لیجیے کہ یہ کام میری زندگی کا ایک اہم مسئلہ ہے اور آپ کو اس سلسلے میں اتنا ہی سنجیدہ ہونا پڑے گا جتنا کہ خود میں ہوں۔"

میں نے مخلصانہ انداز میں گردن ہلادی اور پھر ہم کافی دیر تک دوستانہ ماحول میں گفتگو کرتے رہے۔ غالباً لوئس کارلو نے اپنے کسی ساتھی کو ہدایات دے دی تھیں کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد ڈوئن کارلو بھی وہیں پہنچ گئی۔ لوئس کارلو کے ساتھ مجھے بیٹھے دیکھ کر ڈوئن کے چہرے پر حیرت کے نقوش ابھر آئے تھے جو سو فیصدی مصنوعی تھے۔ لیکن وہ ایک اچھی اداکارہ تھی۔ لوئس کارلو اس وقت ڈوئن کا چہرہ ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر اس وقت ایک فخریہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔

"ہاں میڈم کارلو، اب آپ لوگ میرے لیے ایک محترم حیثیت اختیار کر چکے ہیں کیونکہ میرے معاملات کا آپ سے براہ راست تعلق ہو گیا ہے۔"

"اگر مسٹر گازالی کسی مسئلے میں آپ کے ساتھ تعاون کرنا چاہتے ہیں مسٹر کارلو تو پھر بھلا ہم میں سے کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"سو فیصدی سو فیصدی۔ مسٹر گازالی نے ہماری پیشکش قبول کرلی ہے اور یہ نہایت سمجھداری کی بات ہے۔ ہونا بھی یہی چاہیے۔ زندگی گزارنے کے لیے انسان کو ہمیشہ وہ راستے اپنانے چاہئیں جو پرسکون ہوں اور پھر حقیقت یہی ہے مس کارلو کہ آپ لوگوں کو تقریباً ایک سال تک شو کر کے اتنی رقم نہیں مل سکتی تھی جتنی میں آپ کو اس چھوٹے سے کام کے سلسلے میں پیش کر دوں گا۔"

"یہ تمام باتیں ہم سے تعلق نہیں رکھتیں مسٹر کارلو۔ اگر چیف نے آپ کے ساتھ کوئی معاہدہ کر لیا ہے تو ہم میں سے ایک ایک شخص اس معاہدے کی پابندی کرنے پر مجبور ہے۔"

اس کے بعد لوئس کارلو نے ہماری بہت خاطر مدارات کی۔ پھر اس نے نہایت فراخدلانہ انداز میں ہمیں ہوٹل نیو سائنو بھجوانے کا بندوبست کر دیا۔ اس نے کہا تھا کہ بہت جلد نیو سائنو سے رابطہ قائم کر کے وہ ہمیں اس معاہدے سے آزاد کرا دے گا جو ہم نے نیو سائنو سے کیا ہے۔ اس وقت تک اگر ہم نیو سائنو میں ہی قیام کریں تو کوئی حرج نہیں ہے بہرحال اب ہم اس کے ساتھی ہیں۔

وہی شاندار کار مجھے اور ڈوئن کارلو کو ہوٹل نیو سائنو چھوڑ گئی۔ سیمو تورا یا سامون سربراہوں میں سے کسی کو بھی اس بارے میں ابھی تک کوئی بات معلوم نہیں تھی سوائے ڈوئن کارلو کے۔ لیکن ہم لوگوں نے طے کیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کو اس نئے پروگرام سے آگاہ کر دیں گے۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

سیمو تورا، تھوساس اور لیبوس کے ساتھ بیٹھ کر میں نے اپنی اس نئی مہم کی تفصیلات انہیں بتائیں اور وہ حیران رہ گئے۔

"لیکن ابھی تو نیو سائنو میں ہمارا ۔۔۔!" تھوساس نے کہا۔

"ہاں مسٹر تھوساس، ہم نیو سائنو کے معاہدے سے آزاد بھی ہو جائیں گے اور پھر ایک بات آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ابھی تک کسی سامون نے ہم سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے، یہ تو ہمارے پروگرام میں شامل تھا کہ ہم ہالینڈ کے بعد کسی اور ملک کا سفر اختیار کریں گے۔ یوں سمجھ لیں کہ یہ دوہرا فائدہ ہے۔ ہم ان لوگوں کے مقصد کی تکمیل کے لیے وہاں جائیں گے اور اس کے بعد اپنی پبلسٹی اسی انداز میں کریں گے جس طرح ہم نے ہالینڈ میں کی تھی۔"

"وہ بالکل ٹھیک ہے مسٹر گازالی۔ اگر آپ اپنے اقدامات سے مطمئن ہیں تو بھلا ہم میں سے کسی کو اعتراض کا کیا حق پہنچتا ہے۔" سیمو تورا نے مطمئن انداز میں کہا۔ تھوساس اور لیبوس نے بھی اس کے بعد کسی قسم کی کوئی گفتگو نہیں کی اور یہ معاملہ طے ہو

گیا۔ بعد میں میں نے ٹرانسمیٹر پر مارٹن الیسٹرو سے رابطہ قائم کر کے یہ تفصیلات بتا دیں۔ جواب میں مارٹن الیسٹرو نے کہا۔

"مسٹر گازالی، تم اگر چاہو تو اب مجھ سے رابطہ بھی قائم نہ کرو۔ یوں سمجھ لو کہ تم لوگ پوری طرح ہماری نگاہوں میں ہو۔ اُن لوگوں کے ساتھ سوئیڈن کا سفر اختیار کرو اور اس بات سے بے فکر ہو جاؤ کہ آگے تمہیں کیا کرنا ہے تنظیم کے ارکان خود ہی صورت حال کو سنبھال لیں گے۔"

"ٹھیک ہے چیف میں سب کچھ آپ کی ہدایت کے مطابق ہی کر رہا ہوں لیکن میں نہیں چاہتا کہ میں مزید کسی الجھن میں گرفتار ہو جاؤں۔ میری اولین خواہش ہے کہ آپ کے حکم کی تعمیل کر کے اپنے وطن کی راہ لوں۔ لوئس کارلو کے جھگڑے میں پڑ کر میرا اور وقت ضائع ہو سکتا ہے اس لیے۔۔۔" مارٹن الیسٹرو کے قہقہے نے میری بات کاٹ دی۔

"نہیں مسٹر غزالی۔ سنو تنظیم مالی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایسے دولت مندوں کا شکار بھی کر لیتی ہے جو اپنی بے پناہ دولت سے اکتا جاتے ہیں اور اسے گنوانے پر تلے ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ذہانت کے غلط اندازے لگاتے ہیں اور بالآخر پھنس جاتے ہیں۔ کارلو بھی ایسے لوگوں میں سے ایک ہے۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ تمہارے ذریعے وہ کیا کھیل کھیلنا چاہتا ہے۔ مسٹر غزالی ہم اگر چاہیں تو اس مرحلے پر اسے تلاش کر سکتے ہیں لیکن صرف اس لیے کہ تمہارا وقت ضائع ہو گا، ہم نے اسے اور اس کی دولت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ تم اطمینان رکھو وہ صرف تمہیں سوئیڈن تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اب میں مطمئن ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

سوئیڈن تک کا سفر کافی دلچسپ رہا۔ ساموتوں کے بارے میں، میں نے اندازہ لگایا تھا کہ ان میں مرد مکمل طور پر سنجیدہ ہوتے ہیں جبکہ عورتیں زندگی سے بھرپور اور اظہار کے جذبے سے سرشار ہوتی ہیں۔ تین ساموں عورتوں کو میں دیکھ چکا تھا جن میں پہلی ندرت تھی دوسری ڈوتھی کارلو اور تیسری سیکا۔ تینوں ہی ساموں مردوں سے بالکل مختلف تھیں۔ ندرت یا ہائی سا ابتدا میں اس لیے سنجیدہ تھی کہ وہ پریشان کن حالات سے گذر رہی تھی۔ بعد میں جب اسے ان حالات سے کسی قدر فراغت نصیب ہوئی تو اس نے زندگی کی دوسری دلچسپیوں کا اظہار بھی کیا تھا۔ اس کے اظہار عشق کا انداز دلگداز تھا لیکن میں دل میں کسی اور کو بسا چکا تھا اور پھر جب سے ہائی سا کی عمر معلوم ہوئی اس وقت سے تو میری کیفیت اور بھی بے مزہ ہو گئی تھی وہ کم سے کم میری پرنانی کی ہمسن تھی۔ اور پرنانی کی ہمسن سے عشق کرنا شاید ہی کسی کے بس کی بات ہو۔

ڈوتن کارلو بھی شوخ اور چنچل تھی، ہنسنا ہنسانا جانتی تھی اور اس کی معیت میں وقت اچھا گزرتا تھا لیکن میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس سے اس کی عمر کبھی نہیں پوچھوں گا ورنہ خواہ مخواہ اس سے بھی ہیبت زدہ ہو جاؤں گا۔ لوئس کارلو نے سوئیڈن تک کے سفر کا بندوبست دلچسپ انداز میں کیا تھا۔ ہمیں اس سفر میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ہماری منزل اسٹاک ہوم تھی۔

خوشنما ہاتھی نما بلڈنگوں کی آبادی کے ایک مخصوص حصے میں ہماری رہائش کا بندوبست کیا گیا تھا۔ بلند و بالا عمارتیں پھولوں کے حسین قطعات سے گھری ہوئی تھیں۔ چاروں طرف ایک لامتناہی سکون تھا۔ ماحول خاموش خاموش تھا جیسے کچھ ہونے والا ہو۔ ہمیں ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ لوئس کارلو ہم سے کیا کام لینا چاہتا ہے۔ تاہم جلدی بھی نہیں تھی۔ مارٹن الیسٹرو اپنے طور پر مطمئن تھا اور لوئس کارلو کے خیال میں ہم پورے خلوص سے اس کے ساتھی بن گئے تھے۔ ساموتوں کے چہرے کا سکون بتاتا تھا کہ انہیں بھی اس بارے میں کوئی پریشانی نہیں ہے۔ بعض اوقات مجھے ان کا یہ سکون دیکھ کر ہنسی آ جاتی تھی۔ اس وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ ڈوتن سامنے ہی موجود تھی، چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"خیریت غزالی۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"اوہ۔ اپنی ہنسی میں ہمیں شریک نہیں کرنا چاہتے!"

"خود پر ہنس رہا ہوں ڈوتن۔"

"کیوں؟"

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اب پوری زندگی ایسے ہی سیاحت کرتے گذر جائے گی۔ تم لوگوں کا سکون دیکھتا ہوں تو رشک آتا ہے۔"

"کیا ہم پرسکون ہیں غزالی؟" ڈوتن نے سوال کیا۔

"کم از کم میری نسبت تمہاری عمریں طویل ہیں۔ دس بیس سال گذر بھی گئے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا جب کہ

یہاں اصل زندگی ہی دس بیس سال کی ہوتی ہے۔ بچپن یوں گذر جاتا ہے کہ احساس ہی نہیں ہوتا۔ جوانی چند سال کے لیے آتی ہے اور اس کے بعد۔۔۔"

ڈوتن سنجیدہ ہو گئی، ہمبوتورا اور دوسرے لوگوں کے چہرے بھی لٹک گئے تھے۔

میں پھر ہنس پڑا "ارے تم لوگ تو سنجیدہ ہو گئے۔ میرا مطلب یہ بھی نہیں تھا میں ایسے ہی کہہ گیا تھا۔" میں نے خوش دلی سے کہا۔

"نہیں گازالی یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے جسے میں نے بارہا محسوس کیا ہے۔" ہمبوتورا نے کہا۔

"اوہ نہیں ہمبوتورا۔ میں نے اپنی زندگی تمہارے لیے وقف کر دی ہے۔ تمہارے مقصد کی تکمیل ہو جائے تو میں سمجھوں گا زندگی اچھی گذری۔" میں نے کہا کوئی کچھ نہیں بولا۔

جس عمارت میں ہمارا قیام تھا وہ سات منزلہ تھی۔ ایک منزل پہ چھ فلیٹ تھے اور ہمیں چوتھی منزل پوری دی گئی تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ عمارت کارلو کی ملکیت ہے۔ قیام کے چھ گھنٹے کے بعد کارلو نے دو آدمیوں کو ہمارے پاس بھیجا۔ اُن میں ایک مرد اور ایک عورت تھی۔ دونوں نے اپنا تعارف کرایا۔ مرد بولا۔

"مسٹر کارلو کی ہدایت ہے کہ آپ لوگوں کو کوئی تکلیف نہ ہو اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ آپ کو آپ کی پسند کی تفریح فراہم کی جائے۔ یہاں آپ کو ابھی تک کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"ابھی تو نہیں مسٹر گب۔"

"آئندہ بھی نہیں ہو گی۔ غالباً آپ کو ابھی دو دن یہاں سکون سے گذارنے ہوں گے۔ اس کے بعد مسٹر کارلو آپ سے ملاقات کریں گے۔ آپ یہ دو دن جس طرح بھی گذارنا چاہیں، براہ کرم ہمیں بتا دیں تاکہ ہم آپ کے لیے پروگرام ترتیب دے سکیں۔"

"سب ٹھیک ہے مسٹر گب۔ آپ مطمئن رہیں ہم بہت آرام سے ہیں۔"

"کیا اسٹاک ہوم آپ کے لیے جانی پہچانی جگہ ہے؟" اس بار عورت نے سوال کیا، جس کی عمر تیس اور پینتیس کے درمیان ہو گی۔

"نہیں میڈم مارگریتا۔ ہم یہاں پہلی بار آئے ہیں۔"

"تب۔ اس دوران آپ کے لیے اسٹاک ہوم کی سیاحت باعث دلچسپی رہے گی۔ میں آپ لوگوں کے لیے گاڑیوں کا بندوبست کیے دیتی ہوں، آپ جہاں چاہیں، آجا سکتے ہیں، ہمیں آپ کی یہ خدمت کر کے خوشی ہو گی۔"

"میرا خیال ہے ہمیں اس کی ضرورت نہیں کیوں مسٹر تھوماس، مسٹر لیبوس کیا آپ؟"

"نہیں ہمیں پُرسکون گوشے پسند ہیں۔" دونوں

نے بیک وقت جواب دیا اور اسی وقت ڈوئن کارلو بول اُٹھی۔

"لیکن ڈیر غزالی، فرصت کے ان دو دنوں میں اگر ہم اسٹاک ہوم اور اس کے نواحی علاقوں کی سیر کرلیں تو کیا حرج ہے۔؟"

میں نے مسکراتی نگاہوں سے ڈوئن کارلو کی طرف دیکھا تو اس نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں اُٹھا دیں اور انہیں جنبش دینے لگی۔ انداز ایسا تھا کہ کسی کو شبہ بھی نہ ہو سکے لیکن اشاروں کی زبان میں اس نے کہا کہ سب نہ سہی اگر ہم دونوں ہی اسٹاک ہوم کی حقیقتوں سے واقف ہو جائیں تو یہ ہمارے حق میں بہتر رہے گا۔

میں نے گب سے کہا "میری ساتھی اسٹاک ہوم کی سیر کرنا چاہتی ہے۔ اگر آپ آسانی سے بندوبست کر سکیں تو۔۔۔۔"

گب نے جلدی سے کہا "آسانی کا کیا سوال ہے، ہمیں تو بہت خوشی ہو گی۔ آپ لوگوں کو کل صبح گاڑی مل جائے گی، مزید لوگوں کے لیے بھی عمارت کی پارکنگ میں گاڑیاں موجود ہوں گی۔ جو جہاں جانا چاہے جا سکتا ہے۔ مسٹر کارلو کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہمارے ڈرائیور آپ کو تمام علاقوں میں گھمانے کے بعد یہاں واپس پہنچا دیں گے۔"

"تو بس پھر ایک ہی گاڑی کافی ہے۔ یہ لوگ سیر و سیاحت کے عادی نہیں ہیں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور مارگریتا بھی مسکرا دی۔

ان دونوں کے جانے کے بعد ڈوئن کارلو نے کہا۔ "میں اسٹاک ہوم دیکھنا چاہتی ہوں" کسی نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

دن گذر گیا اور رات ہو گئی۔ فلیٹ کی کھڑکیوں سے اسٹاک ہوم کے روشن مناظر نظر آنے لگے۔ زندگی سے بھرپور شہر تھا۔ انتہائی حسین اور خوشنما رات کو ہم دیر تک گفتگو کرتے رہے اور پھر جب میں اپنے کمرے میں سونے کے لیے گیا تو میں نے احتیاطاً مارٹن ایبرو سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسری طرف سے آنے والی آواز سیکا کی تھی۔ میں اب سیکا کی آواز بھی پہچاننے لگا تھا۔ اس نے کہا۔

"ہیلو۔ مسٹر غزالی، چیف تو یہاں اسٹاک ہوم میں موجود نہیں ہے۔ لیکن ایڈی پانیر ہے۔ مجھے بھی یہاں بھیج دیا گیا ہے۔"

"ایڈی اس وقت کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ انتظامات کر رہا ہے آپ لوگوں کے سلسلے میں۔ کوئی خاص بات ہو تو مجھے بتائیے۔"

"جب تم لوگ ہمارے معمولات سے اس حد تک واقف ہو تو پھر بتانا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا تمہیں علم ہے سیکا کہ ہم لوگوں کا قیام کہاں ہے۔"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ ویرن ہال اپارٹمنٹ۔ چوتھی منزل" سیکا نے جواب دیا۔

"بس۔ کوئی خاص اطلاع نہیں دینی۔ لونس کارلو اپنے کام کے سلسلے میں ہم سے دو دن کے بعد ملاقات کرے گا!"

"بالکل ٹھیک ہے۔ ہم ان معاملات سے خاصی واقفیت رکھتے ہیں۔ اگر کوئی اہم بات ہوئی مسٹر غزالی تو آپ کو اس سلسلے میں اطلاع دی جائے گی۔"

میں نے کوئی رسمی گفتگو نہیں کی اور رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

"دوسرے دن وعدے کے مطابق گب نے سرخ رنگ کی ایک خوبصورت کار ہمارے لیے بھیج دی۔ ڈوئن کارلو پہلے سے تیار ہو گئی تھی۔ وہ ایک شوخ اور بھڑکیلا لباس پہنے ہوئے تھی۔

ہم نیچے آ گئے۔ باادب ڈرائیور نے عقبی دروازہ کھول دیا۔

میں نے اس سے انگریزی زبان میں اسٹاک ہوم کے تفریحی مقامات کے بارے میں سوالات کیے تو اس نے بہت ہی شستہ انگریزی میں جواب دیا کہ یوں تو اسٹاک ہوم میں دیکھنے کے لیے بہت سی چیزیں ہیں لیکن اس کے نواحی علاقے بہت ہی خوبصورت ہیں۔ اگر آپ ان کی سیر کرنا چاہیں تو۔۔۔"

میں نے ڈرائیور کو اجازت دے دی۔ ڈرائیور کی نفیس انگریزی مجھے پسند آئی تھی۔ کار آگے بڑھ گئی۔ ڈرائیور خاموش بیٹھا تھا۔

پہلے ہم اسٹاک ہوم کی جدید نواحی بستیوں سے گذرے اور پھر چھوٹے چھوٹے خوبصورت قصبوں کے درمیان سے گذرنے کے بعد بالآخر ایک بڑی شاہراہ سے مڑ کر ہم ہرے بھرے کھیتوں کے درمیان ایک چھوٹی سی پگڈنڈی پر چل پڑے یہاں اندھیرا سا چھایا ہوا تھا۔ صنوبر کے جنگلوں سے گذرنے کے بعد دور اُفق پر ایک جھیل نظر آئی جس کے کنارے

ایک خوبصورت پارک بنا ہوا تھا۔ جھیل کے نزدیک پہنچے تو سینکڑوں لوگوں کو سوئیڈن کے مخصوص روایتی لباسوں میں ملبوس خوش گپیوں میں مصروف پایا۔ قریب کے جنگل سے کاٹے ہوئے سفیدے کے تنے، زمین میں گاڑ کر جنگلی بیلوں اور خوشنما پھولوں سے سجا دیے گئے تھے سبزے کے ان ستونوں کے پاس میزوں پر کھانے پینے کی اشیاء سرو کی جا رہی تھیں اور مقامی موسیقاروں کا ایک طائفہ سوئیڈن کے روایتی رقص کی دھن میں رقص و موسیقی کے مظاہرے کر رہا تھا۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر سجے ہوئے تنوں کے گرد ایک دائرہ سا بنا کر ناچ رہے تھے۔

ڈرائیور نے مجھے بتایا کہ یہ دن مڈسمر ڈیز کہلاتے ہیں۔ اور ان دنوں میں اس علاقے میں یہی کیفیت رہتی ہے سوئیڈن کے لوگ جوق در جوق یہاں آتے ہیں اور جشن مسرت میں شریک ہو جاتے ہیں۔

ڈوئن کارلو کو یہ جشن مسرت بہت پسند آیا تھا، چنانچہ وہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے، موسیقاروں اور رقص کرنے والوں کے درمیان سے گذرتی ہوئی ایک میز پر آبیٹھی مجھے بھی کافی دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔ ہم لوگوں نے اپنے لیے کھانے پینے کی کچھ اشیاء طلب کیں۔ ڈرائیور کار ہی میں بیٹھا رہ گیا تھا۔ کچی مچھلی کے سینڈوچ اور کافی بلاشبہ بہت لذیذ تھی۔ میں ڈوئن کارلو کے ساتھ رقص و موسیقی کی اس دنیا میں کھو کر تھوڑی دیر کے لیے ماحول کو بھول گیا۔ میری نگاہیں رقص کرتے والے کھلکھلاتے پُرمسرت جوڑوں پر مرکوز تھیں۔ بوٹے سے قد کی ایک لمبے بالوں والی لڑکی سفید لباس میں ملبوس ایک دائرے کی صورت میں گھوم رہی تھی، جس کے درمیان اس کا بدن کسی کنول کی مانند کھلا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ نجانے کیوں میری نگاہیں ان دائروں کے ساتھ سفر کرتی ہوئی اس کے چہرے پر جم گئیں۔ ایک مدھم سی ملکوتی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر چسپاں تھی۔ اور اس مسکراہٹ سے اوپر دو حسین جھیل جیسی آنکھیں مجھے تک رہی تھیں، جیسے منتظر ہوں کہ میں اُن کے قریب پہنچ جاؤں۔ پھر ان آنکھوں میں ایک شکایتی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ہونٹوں کی مسکراہٹ مدھم پڑ گئی۔ جھکی ہوئی پلکوں سے آنسوؤں کے دو قطرے بہہ کر رخساروں پر ڈھلک آئے اور دفعتاً میرے ہاتھ میں کافی چھلک گئی۔ ڈوئن کارلو نے چونک کر مجھے دیکھا اور جلدی سے اپنا رومال نکال کر میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"کیا ہوا غزالی؟" اس نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں بس ذرا کافی چھلک گئی تھی۔"

ڈوئن کارلو نے ایک لمحے کے لیے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

"تم ان دنوں کچھ بددل سے نظر آتے ہو۔ غزالی، آخر کیا بات ہے!"

"تمہاری حماقت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔"

ڈوئن کارلو اس انداز میں خاموش ہو گئی جیسے مجھے میرے حال پر چھوڑ دینا چاہتی ہو لیکن میرے الفاظ پر اس نے یقین نہ کیا ہو۔ میں بھی اس سے زیادہ اُسے کچھ بتانا پسند نہیں کرتا تھا۔ بھلا میں کیوں کہتا اس سے کہ یہ آنکھیں۔ یہ حسین آنکھیں جن میں لرزتے آنسو مجھے میرے جرم کا احساس دلا رہے ہیں، تنویر کی ہیں، وہ جو اپنی دنیا میں بیٹھی یہی سوچتی ہو گی کہ کس پاگل سے دل لگا بیٹھی۔ کیا ملے گا اُسے۔ چند لمحوں کے لیے میرا ذہن بوجھل ہو گیا۔

ڈوئن کارلو کافی دیر تک خاموشی سے رقص کرنے والوں کو دیکھتی رہی پھر بولی۔

"یوں لگتا ہے جیسے تم یہاں آکر ماضی کی کسی یاد میں کھو گئے ہو۔ اگر یہاں جی نہ لگ رہا ہو تو چلیں یہاں سے؟"

"اوہ۔ نہیں ڈوئن۔ ہاں مجھے کچھ یاد آ گیا تھا" میں نے اپنا موڈ بدلتے ہوئے کہا اور اس کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔

ڈرائیور ہمیں لے کر چل پڑا۔

ہم سینٹرل پل پر آ گئے۔ پل کے پہلو سے اسٹاک ہوم کے ٹاؤن ہال کو سیڑھیاں اُترتی تھیں۔ یہ شہر وینس کی طرح چند بڑے جزیروں کا مجموعہ ہے جنہیں اطالوی طرز کے پل ایک دوسرے سے ملاتے ہیں۔ یہاں سیر کرنے کے بعد ہم شہزادہ یوجین کا محل دیکھنے گئے جو گھنے درختوں اور سرسبز پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے۔ یہاں سے سمندر کی ایک شاخ نہر کی صورت میں اسٹاک ہوم کے شہر میں داخل ہوتی ہے۔ پھولوں کے تختوں اور بلند درختوں کے درمیان سے گذرتے ہوئے ہم سمندر کے کنارے آ گئے جہاں بے شمار لوگ بینچوں پر بیٹھے دھوپ اور سمندری ہوا سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

رات کا کھانا ایک خوبصورت سے ریستوران میں کھایا

اور پورے دن کی آوارہ گردی کے بعد ڈرائیور نے ہمیں ہماری منزل پر لاکر چھوڑ دیا اور دوسرے دن صبح آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

دوسرے دن صبح سیر و سیاحت کا موڈ نہیں بنا تھا۔ ڈوٹن کاربو نے بھی اس سلسلے میں اصرار نہیں کیا۔ چنانچہ یہ سارا دن پھیکے پھیکے سے انداز میں عمارت ہی میں گذارنا پڑا سمبو تورا وغیرہ کے ساتھ نشستیں رہیں۔ ان میں مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ لیکن نہایت محتاط کیونکہ اس خیال کو کسی بھی طور پس پشت نہیں ڈالا جاسکتا تھا کہ ہماری گفتگو مارٹن الیسٹر کے علم میں رہتی ہے۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی شکل کے ٹرانسمیٹر کے علاوہ بھی کوئی اور ذریعہ تھا جس سے وہ ہمارے اقدامات سے باخبر رہتا تھا۔ بہرحال ہم نے اشاروں کی زبان ایجاد کرکے اس کا توڑ دریافت کر لیا تھا۔

ساموئوں کی کیفیت بھی عجیب تھی۔ بعض اوقات میں خود کو ایک اسکول ماسٹر سمجھتا تھا جسے پوری کلاس کا خیال ہوتا ہے یا پھر ایک ایسا باپ جس کے بےشمار بچے ہوں اور وہ ان کے مستقبل کے لیے فکرمند رہتا ہو۔ ان لوگوں پر کبھی کبھی جھنجھلاہٹ بھی ہوتی تھی۔ مجھے مصیبت میں پھنسا دیا تھا اور خود پرسکون تھے لیکن اس اعتماد کی بھی کوئی مثال نہیں تھی جو انھیں مجھ پر تھا۔ اپنا مسئلہ میرے سپرد کرکے وہ خاموش بیٹھ گئے تھے۔ جیسے انھیں ان کی مشکلوں کا حل مل گیا ہو۔ اگر میں ان سے کسی گڑھے میں کود کر خودکشی کرنے کے لیے کہتا تو ان میں سے کون تھا جو اس سے انکار کرتا۔ یہی کیفیت مار دیتی تھی اور یہ سوچنے کے بعد سوچنے کے لیے مزید کچھ نہیں رہتا تھا۔

وقت گذرتا رہا۔ پھر گب نے ملاقات کرکے بتایا۔ "آج رات کارلو تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہے تاکہ تمھیں وہ سب کچھ بتادے جو وہ چاہتا ہے۔ کیا تم خود کو ذہنی طور پر تیار پاتے ہو؟"

"میں تو بے چینی سے اس ملاقات کا انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ڈنر تمھیں کارلو کے ساتھ کرنا ہے۔"

"کیا صرف میں اس سے ملاقات کروں گا؟"

"ہاں صرف تم۔ کیونکہ تم لیڈر ہو۔"

"بہتر ہے میں کس وقت انتظار کروں؟"

"ٹھیک آٹھ بجے۔" گب نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

گب کے جانے کے بعد میں نے دوسرے لوگوں کو اس ملاقات کے بارے میں بتایا۔ کسی نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ انھیں مجھ پر اعتماد تھا اور وہ میرے کسی فیصلے پر تبصرہ نہیں کرتے تھے۔ اس کے بعد میں نے احتیاطاً ایڈی پائپر کو گب کی اطلاع کے بارے میں بتایا اور ایڈی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمھاری اطلاع کا شکریہ۔ ہم اس پروگرام سے واقف ہیں۔"

"تنظیم جادوگروں کا گروہ ہے اس کا مجھے اندازہ ہوچکا ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تم بھی اب اس گروہ کے جادوگر ہو عزالی۔ اطمینان رکھو ہم کارلو کا گہرا جائزہ لے رہے ہیں۔ تمھیں بہت جلد اس کے چنگل سے آزاد کرالیا جائے گا۔" ٹرانسمیٹر بند کرنے کے بعد میں لوئس کارلو کے بارے میں سوچنے لگا۔

وقت مقررہ پر گب میرے پاس آگیا۔ میں تیار تھا چنانچہ وہ ایک خوبصورت کار میں مجھے لے کر چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک عمارت میں پہنچ گیا جہاں لوئس کارلو نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔

"مجھے یقین ہے کہ تمھیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوئی ہوگی۔" اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"بے حد شکریہ مسٹر کارلو، میں نے یہاں بہت اچھا وقت گذارا ہے۔"

"آؤ کھانے کا وقت ہوچکا ہے ہم کھانے کے بعد گفتگو کریں گے۔" اس نے کہا۔

ڈنر ٹیبل بہت وسیع تھی اور اس پر انواع و اقسام کے کھانے سجے ہوئے تھے۔ پوری میز پر صرف ہم دو شخص تھے۔ کھانا خاموشی سے کھایا گیا اس کے بعد ہم ایک نشست گاہ میں آگئے۔ لوئس کارلو نے ایک لمبا سگار دانتوں میں دبایا اور اسے سلگا کر گہرے گہرے کش لینے لگا پھر بولا۔

"وقت آگیا ہے کہ میں تمھیں اپنے مقصد سے آگاہ کر دوں۔ میرے پاس افراد کی کمی نہیں ہے۔ میں چاہوں تو انسانوں کی ایک پوری فوج اس جگہ بھیج سکتا ہوں جہاں میرا دشمن چھپا بیٹھا ہے۔ لیکن عام لوگ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکتے اور بلاوجہ انسانی زندگیوں کا خاتمہ مجھے پسند نہیں۔ میں نے تم لوگوں کے حیرت انگیز کارنامے دیکھے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم عام انسانوں سے یکسر مختلف معلوم ہوتے ہو۔ اس لیے میں نے تمھارا انتخاب کیا ہے۔ تم میرا کام کردو، میں تمھیں مالا مال کردوں گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اس کی صورت دیکھتا رہا۔

اس نے سگار کے بہت سے کش لیے پھر بولا "میرے اجداد وائکنگز تھے اور انھیں کا وحشی خون میری رگوں میں گردش کر رہا ہے۔ دولت میری نگاہوں میں ایک بے حقیقت شے ہے۔ میں اس کے انبار پر لات مار سکتا ہوں لیکن کسی ایسے شخص کا وجود نہیں برداشت کرسکتا جس نے کسی طور سے مجھ پر فوقیت حاصل کرلی ہو اور وہ مردود..."

لوئس کارلو نے بقیہ سگار میز کے کنارے سے رگڑ دیا، جس سے اندازہ ہوا کہ وہ سخت طیش میں آگیا ہے۔

"لیپ لینڈ کے بارے میں کیا جانتے ہو۔"

"کچھ نہیں۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"سوئیڈن کا روایتی علاقہ ہے۔ اسکیمو لینڈ سے ملحق برف کی سرزمین کا ایک بڑا علاقہ، کسی زمانے میں میکلاؤس کارلو کا مسکن تھا اور یہ شخص میرا دادا تھا، وائکنگز لٹیروں کا سردار جس نے لیپ لینڈ میں لوٹے ہوئے خزانوں کے انبار لگا رکھے تھے۔ میرا باپ اس کے نقش قدم پر نہ چل سکا اور اس نے یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کی حیثیت سے زندگی گذار دی۔ لیکن میں نے اپنے دادا سے تربیت حاصل کی تھی۔ میں دولت کا حصول اور اس کا استعمال جانتا تھا۔

"ہر چند کہ میں لٹیرا نہیں بن سکا لیکن بدلتے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ اپنے دادا کے زیر تربیت میں نے دولت بڑھانے کے گر سیکھ لیے۔ لیپ لینڈ کا تقریباً تمام خزانہ میرے قبضے میں آچکا ہے لیکن وہ علاقہ میرے لیے بہت اہمیت رکھتا تھا خاص طور سے اس لیے کہ میرے دادا نے وہاں اپنے کاروبار کے لیے بہترین انتظامات کر رکھے تھے۔ لیکن اسکیمو لینڈ کے معصوم باشندوں کو نجانے کس طرح ورغلا کر ایک چور اس علاقے میں گھس آیا۔ اور اس نے وہاں مکمل قبضہ جما لیا۔ راستے مسدود کردیے گئے۔ اور جب میں نے اس سلسلے میں کارروائی کرنا چاہی تو کچھ ایسے انداز میں مدافعت کی گئی کہ میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

"وہ ایک شاطر آدمی ہے۔ اور اپنی شاطرانہ چالوں کے ذریعے اس نے وہاں ایسے انتظامات کیے ہیں کہ اس کے خلاف کی جانے والی ہر کارروائی ناکام رہی۔ اسکیمو لینڈ کے باشندے اسے ایک دیوتا کا درجہ دیتے ہیں۔ انہیں کی مدد سے اس نے برف کی اس سرزمین پر ایسے ایسے چکر چلا رکھے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے۔ میں اپنی کئی کوششوں میں ناکام ہوچکا ہوں اور ناکامی کے اسباب کا میں نے اچھی طرح جائزہ لیا ہے۔ اس نے برف کی اس سرزمین پر جو انوکھی چیزیں بنا رکھی ہیں وہ میرے ساتھیوں کو بدحواس کردیتی ہیں۔

"تم لوگوں کو دیکھنے کے بعد میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ صرف تم ہو جو وہاں کامیاب ہوسکتے ہو، پھرتیلے برق رفتار اور پُراسرار قوتوں کے مالک۔ چنانچہ میرے دوست یہاں معاملہ دولت کے حصول کا نہیں۔ میں تو صرف اپنی شکست کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔ تم لیپ لینڈ میں داخل ہوجاؤ۔ کس طرح؟ اس کا فیصلہ کرنا تمھارا اپنا کام ہے۔ میں تو اس چور کو گرفتار دیکھنا چاہتا ہوں۔ زندہ یا مردہ۔"

میں خاموشی سے لوئس کارلو کی باتیں سن رہا تھا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"ڈیئر مسٹر کارلو۔ ہم لوگ بازی گر ہیں کسی کو قتل کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہوگا۔"

"میں تو یہ کہتا ہوں کہ وہ زندہ ہاتھ آجائے تو بہتر ہے اور یہ کام تمھیں کرنا ہی ہوگا کیونکہ میرے اور تمھارے درمیان معاہدہ ہوچکا ہے۔ اگر تم نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی تو پھر تم اپنا پروفیشن جاری نہ رکھ سکو گے۔"

لوئس کارلو کے چہرے پر اس کے آباؤ اجداد کا عکس دکھائی دے رہا تھا، وائی کنگز قبیلے جو وحشت اور بربریت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر کارلو۔ میں دراصل آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ ہم لوگ بازی گر ہیں اور دوسری طرح کے کاموں کے ماہر نہیں ہیں۔ اگر ہم اپنی ان کوششوں میں ناکام رہے تو اس کے بعد آپ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔"

"تم اپنی مخلصانہ کوششیں جاری رکھو۔ ناکام رہے تو ظاہر ہے کہ میں تمھیں مزید مجبور نہیں کروں گا، لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ کام تم ہی جیسے لوگوں کا ہے۔ جرائم پیشہ یا قتل و غارت گری کرنے والے لوگ یہ کام نہیں کرسکتے۔ لیپ لینڈ کے اطراف میں آباد اسکیمو باشندے بازی گری اور دوسری تفریحات کے رسیا ہیں۔ تم ان کے دل موہ سکتے ہو اور اس طرح تمھیں دوسروں کی نسبت آسانی

سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔"

لوئس کارلو مجھ سے کافی دیر تک گفتگو کرتا رہا۔ لیپ لینڈ میں جس شخص نے لوئس کارلو کے علاقے پر قبضہ جما رکھا تھا وہ یوگورین کے نام سے مشہور تھا۔ لوئس کارلو نے اس کی پُر اسرار قوتوں کا بطور خاص تذکرہ کیا۔ اس نے کہا۔

"اسکیمو لینڈ کے سادہ لوح باشندے اس کے سحر میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ اس نے انھیں ہپناٹائز کر دیا ہے۔"

لوئس کارلو نے اتنا ہی کہا تھا کہ باہر زوردار دھماکے سنائی دیے اور اس کے ساتھ ہی کچھ چیخیں بلند ہوئیں۔ کارلو چونک کر خاموش ہو گیا۔ پھر اسٹین گن چلنے کی آواز آئی اور کچھ اور چیخیں گونج اٹھیں کارلو اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک طرف جھپٹ کر پستول نکالا اور دروازے کی طرف لپکا لیکن جونہی اس نے دروازہ کھولا ایک زوردار ہاتھ اس کے منہ پہ پڑا اور وہ فرش کے بیچوں بیچ آگرا۔

اندر داخل ہونے والا مارٹن الیسٹرو تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر گرے ہوئے کارلو کی کلائی پر پاؤں رکھ دیا اور کارلو کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ مارٹن الیسٹرو نے اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول پر ٹھوکر مار کر اسے دور پھینک دیا۔

"وائکنگز کا دور ختم ہوئے عرصہ بیت گیا کارلو۔ تم آج تک خود کو اسی دور میں سمجھتے ہو۔"

"کون۔ کون ہو تم۔ کیا بات ہے، مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

کارلو نے خود کو چھڑانے کے لیے زور لگایا لیکن اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ الیسٹرو نے پیچھے رُخ کر کے کسی کو آواز دی۔ چند آدمی اندر داخل ہو گئے جن میں ایڈی پائپر بھی تھا۔

"اسے سنبھالو"۔ الیسٹرو نے ایڈی پائپر سے کہا اور بقیہ افراد نے کارلو کو مضبوطی سے جکڑ لیا۔ پھر وہ اسے گھسیٹتے ہوئے باہر لے گئے۔

مارٹن الیسٹرو نے مسکراتے ہوئے کہا "چنانچہ لوئس کارلو کی کہانی ختم ہو گئی۔ میں اس بے وقوف کو ہلاک نہیں کروں گا۔ اسے بس اس بات کی سزا ملی ہے کہ اس نے تمھیں پریشان کیا۔ آؤ۔"

باہر کے حالات کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ مارٹن الیسٹرو مجھے ساتھ لے کر باہر نکل آیا۔ اور پھر میں اس کے ساتھ

اس کی گاڑی میں بیٹھ کر چل پڑا۔

راستے میں الیسٹرو کسی سوچ میں ڈوبا رہا۔ اس نے مجھے میری رہائش گاہ پر اتار دیا اور بولا "تم آرام کرو۔ یہ جھگڑا اب ختم سمجھو۔ میں چلتا ہوں" یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گیا۔

سمبو تورا وغیرہ میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے انھیں صورتحال بتائی۔

دوسرا دن پُر سکون گذرا لیکن رات کو مارٹن الیسٹرو نے مجھے طلب کر لیا۔ ٹرانسمیٹر پر ایڈی کا پیغام ملا تھا اس نے میرے لیے کار بھیجی تھی۔ مارٹن الیسٹرو برنر نامی ہوٹل کے ایک کمرے میں مجھ سے ملا۔

"بات ایسی ہی تھی کہ میں نے تم سے ملنا ضروری سمجھا"

"خیریت مسٹر الیسٹرو؟"

"لوئس کارلو کے انکشافات نے ایک نئی راہ کھولی ہے۔ کیا اس نے تمھیں پُر اسرار یوگورین کے بارے میں بتایا ہے؟"

"ہاں اس کی مہم اسی کے خلاف تھی"

"اس نے کیا کہا تھا ذرا یاد کر کے بتاؤ"

میں نے لوئس کارلو کی گفتگو الیسٹرو کو سنا دی۔

"ان باتوں کو سُن کر تمھارے ذہن میں کوئی خیال نہیں ابھرا؟"

"کیسا خیال؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا وہ سامون نہیں ہو سکتا؟"

"کون!" میں تعجب سے بولا۔

"یوگورین" مارٹن الیسٹرو نے کہا اور میرے ذہن میں شیشہ سا چٹخ گیا۔

"اس کی خصوصیات۔ اس کا انداز۔ غور کرو، تھوسا سے بھی ایک روحانی پیشوا کا روپ دھارا تھا۔ اور اور"

مارٹن الیسٹرو نے شاید کچھ اور بھی کہا لیکن میرے ذہن میں گوشائی تبت کی وادیاں اور سمبو تورا آ گئے۔ یہ لوگ اسی طور پر خود کو روشناس کراتے تھے۔ تو کیا تو کیا؟

مارٹن الیسٹرو کہہ رہا تھا "ہم اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ یوگورین سامون ہو سکتا ہے۔ یہ ہماری خام خیالی بھی ہو سکتی ہے لیکن" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ میرے ذہن میں چرخیاں سی گھوم رہی تھیں۔ کیا یہ ممکن ہے۔ اگر ایسا ہے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟ مارٹن الیسٹرو کی آواز سنائی دی۔

"کیا یہ ممکن نہیں مسٹر غزالی کہ تم لیپ لینڈ کا سفر کرو اور جائزہ لو کہ وہ سامون تو نہیں ہے؟ ہم یہاں شو نہیں کرتے ضروری بھی نہیں ہے۔ پہلے تم اس کا جائزہ لے لو۔ اگر وہ سامون ہے اور ان بڑوں میں سے کوئی ہے تو ہماری محنت وصول ہو جائے گی۔"

میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ مارٹن الیسٹرو میری صورت دیکھ رہا تھا۔

پھر اس نے جیسے خود ہی فیصلہ کر لیا "میرا خیال ہے ڈیر اس سلسلے میں پس و پیش مت کرو تمھیں لیپ لینڈ جانا ہی چاہیے۔"

"اوکے، مسٹر الیسٹرو اگر آپ نے یہ فیصلہ کر ہی لیا ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟"

ہمارے درمیان یہ بات طے ہو گئی۔ نہ جانے کیوں میرا ذہن بھی اس تصور پر جم رہا تھا، حالانکہ احمقانہ بات تھی، لوئس کارلو کا دشمن ضروری تو نہیں ہے کہ کوئی سامون ہی ہو۔ صرف اس شبے کی بنیاد پر ہم لوگ ایک مشکل سفر کریں! لیکن اب چونکہ فیصلہ ہو چکا تھا اس لیے مزید سوچنا حماقت تھا۔ مارٹن الیسٹرو نے کہا۔

"یہ چند لوگ اگر ضائع بھی ہو گئے تو زیادہ افسوس نہیں ہو گا۔ لیکن اگر ہم نے اس خیال کو نظر انداز کر دیا تو ذہن میں خلش رہے گی۔ تم اگر چاہو تو اپنے ساتھیوں سے بھی مشورہ کر سکتے ہو۔ لیکن میری رائے یہی ہے کہ یہ کوشش کر لینی چاہیے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر الیسٹرو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن لیپ لینڈ تک کے سفر کے انتظامات ...."

"اس سلسلے میں تنظیم نے تمھیں آج تک پریشان نہیں ہونے دیا۔ کیا تم اس سے انکار کرو گے، غزالی۔"

"نہیں نہیں! سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بہرطور کم از کم مجھے اس سفر کا طریقہ کار تو بتا دیا جائے۔"

"ایڈی پائپر تم سے جلد ہی ملاقات کرے گا اور صورت حال بتا دے گا۔"

اس کے بعد گفتگو کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔ ہم دونوں رخصت ہو گئے۔ میں کسی قیمت پر احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہتا تھا، لہٰذا سامونوں کے سامنے میں نے یہ تذکرہ کر دیا۔ اور اپنی طرف سے شبہے کا اظہار کیا لیکن انگلیوں کے اشاروں کی زبان ان لوگوں کو حقیقی صورت حال بتا رہی تھی۔ اس کے بعد انتظار کرنے کے سوا چارۂ کار ہی کیا تھا

سویڈن کی اسکیمو لینڈ کے .... بارے میں بچپن میں کبھی پڑھا تھا۔ برف میں رہنے والوں کی زندگی سے متعلق کچھ فلمیں بھی دیکھی تھیں۔ لیکن زندگی میں پہلی بار ان سے قربت کا موقع نصیب ہو رہا تھا۔ یہ خیال بھی ذہن میں تھا کہ اگر یوگورین سامون ہے تو وہ کون ہو سکتا ہے۔ بڑوں میں تو صرف وی این اور گائی ہا ہی رہ گئے تھے ہو سکتا ہے یہ انہی میں سے کوئی نکل آئے لیکن قبل از وقت کوئی فیصلہ کر لینا درست نہ تھا۔ سمبو تورا اور دوسرے کارلو کسی قدر بے چین تھے۔ میں نے اشاروں کی زبان میں اس کی وجہ پوچھی تو سمبو تورا نے کہا۔

"غزالی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم اس سے ذہنی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں، جیسا کہ تم نے کہا، یہ تنظیم کے مفادات کے خلاف بھی نہیں ہو گا۔ اور ہمیں یہیں پتا چل جائے گا کہ وہ سامون ہے یا نہیں۔"

میں نے سمبو تورا کی اس بات سے اختلاف کیا اور اشاروں ہی کی زبان میں میں نے اس سے کہا کہ یہ سفر ہمارے لیے بے حد ضروری ہے۔ اگر وہ سامون ہے تو لیپ لینڈ میں دیکھا جائے گا۔

سمبو تورا بے چارہ کسی مسئلے میں مجھ سے اختلاف نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ وہ اس وقت بھی خاموش ہو گیا۔ پھر اس کے بعد انتظار کے سوا ہمارے پاس کوئی شغل نہیں تھا۔ لیکن یہ انتظار بھی زیادہ طویل ثابت نہیں ہوا۔ ایڈی پائپر نے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر کے مجھے ایک جگہ بلایا۔ اور پھر وہاں سے مجھے لے کر چل پڑا۔ بہت ہی نفیس قسم کے دو ٹریلر جن میں اسکیمو لینڈ کے سفر کی تمام ضروریات فراہم کر دی گئی تھیں اور اس کے علاوہ دو جیپیں ہمارے اس سفر کے لیے تیار کر دی گئی تھیں۔ میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا کہ ہمیں اب ان چاروں گاڑیوں کی ڈرائیونگ کے لیے ڈرائیور درکار ہوں گے تو ایڈی پائپر نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"اس کا بھی انتظام کر لیا گیا ہے، مسٹر غزالی! آپ کو ابھی تھوڑی دیر کے بعد ان لوگوں سے متعارف کرا دیا جائے گا۔

آپ انھیں کرائے کے آدمی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن یہ ہر طرح سے آپ کے گائیڈ ہوں گے۔"

"ویری گڈ! تو پھر ہمیں یہ سفر کب کرنا ہوگا۔"

"انتظامات سے آپ مطمئن ہیں؟ دیکھ لیجیے ہر چیز تیار ہے۔ اور یہ لیپ لینڈ کی جانب سفر کرنے کا پورا نقشہ ہے۔" اس نے ایک دیوار پر چسپاں نقشے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ہر وہ چیز جو اس برفانی سفر میں کارآمد ہوسکتی تھی، ٹرالروں میں موجود تھی۔ سفر کے بارے میں تفصیلات ہمارے گائیڈ یعنی وہ جو ڈرائیوروں کی حیثیت سے ہمارے ساتھ یہ سفر کرنے والے تھے، بتا سکتے تھے۔ کافی دیر تک میرے اور ایڈی پائپر کے درمیان گفتگو ہوتی رہی۔ اور پھر پائپر نے مجھ سے کہا کہ میں ڈرائیوروں سے گفتگو کرلوں۔ اس نے ان چاروں کو مجھ سے ملایا وہ مقامی باشندے نہیں تھے لیکن ظاہر ہے کہ سوئیڈن سے واقف تھے۔ پھر طے یہ ہوا کہ اب میں ساموئنوں کو لیکر یہاں آجاؤں اور پھر مناسب وقت پر اپنے سفر کا آغاز کردوں۔ اس کے بعد ایڈی پائپر نے مجھے میری رہائش گاہ پر چھوڑ دیا۔

ساموئن مجھ سے ہر وقت ہر طرح کا تعاون کرتے تھے اور انھیں مجھ پر پورا اعتماد تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک سوال بھی نہیں کیا گیا۔ اور ہم لوگ ٹرالروں اور جیپوں سے سفر کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔

ذہن میں کچھ خاکے مرتب کرلیے گئے تھے جن پر روانگی سے کچھ دیر پہلے مارٹن الیسٹرو سے ہونے والی ملاقات میں مشورہ کرلیا گیا تھا۔ لیپ لینڈ کے سفر کے لیے ہمیں اسٹاک ہوم سے نکلنے کے بعد وہ مخصوص شاہراہ پکڑنی پڑی جو لیپ لینڈ کی جانب جاتی تھی۔ راستے کے مناظر انتہائی دلچسپ تھے۔ ہر دس بیس میل کے فاصلے پر دیہاتی لڑکیاں روایتی لباس میں ملبوس اسٹرابیری کے سرخ بیروں کی ٹوکریاں لیے سڑک کے کنارے کھڑی تھیں۔ ہمارے ڈرائیور نے بتایا کہ یہ اسٹرابیری کا موسم ہے۔ اور اسٹرابیری سوئیڈن کی خاص چیزوں میں شمار ہوتی ہے۔ راستے میں مختلف مناظر نگاہوں کے سامنے آتے رہے۔ برفانی علاقے شروع ہوچکے تھے۔ ہمیں لیپ لینڈ کے شہر "کیرونا" جانا تھا، جہاں سے لیپ لینڈ میں داخل ہوا جاسکتا تھا سوئیڈن کو جنگلوں اور جھیلوں کا ملک کہا جاتا ہے۔ اس ملک کے کل رقبے کا پچپن فیصد حصہ جنگلوں اور تیرہ فیصد دریاؤں اور جھیلوں پر مشتمل ہے۔ صرف نو فیصد حصہ زیر کاشت ہے کیونکہ دریاؤں کا رُخ قدرتی طور پر شمال مغرب سے جنوب مشرق کی سمت ہے، اس لیے جب درختوں کو کاٹ کر شہتیروں کی صورت میں دریا میں بہا دیا جاتا ہے، تو یہ لکڑی بہتی ہوئی بحیرۂ بالٹک کے ساحل پر پہنچ جاتی ہے، جہاں اس صنعت سے وابستہ فیکٹریاں قائم ہیں۔ میں نے ڈرائیور سے سوال کیا کہ کیا آبی ذرائع سے لکڑی بھیجنے کا طریقہ کار مہنگا نہیں ہے؟ تو ڈرائیور نے جواب دیا کہ ایک اندازے کے مطابق لکڑی کا ایک شہتیر، آبی وسائل سے کسی بندرگاہ پر پہنچانا، ایک پوسٹ کارڈ کسی جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے سے بھی سستا پڑتا ہے بلکہ بعض لکڑہارے، بالٹک کی بندرگاہ پر کام کرنے والے دوستوں کے لیے تحفے کسی شہتیر کے ساتھ باندھ دیتے ہیں جو ان تک بہ حفاظت پہنچ جاتے ہیں۔

جگہ جگہ جنگلوں کے اندر مشینی آروں سے کٹائی ہورہی تھی صنوبر، شمشاد اور برچ کے ہزاروں قدآور درخت اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے۔

کچھ آگے بڑھے تو نیل گائے کے غول کے غول نظر آئے جو جنگل اور کھلے میدانوں میں کلیلیں کرتے پھر رہے تھے بہر طور یہ سفر ساموئنوں کے لیے کسی دلچسپی کا باعث بنا ہو یا نہ بنا ہو، لیکن میں ان مناظر کو اپنے ذہن کی کتاب میں درج کرتا جارہا تھا۔ شام کے قریب ہم نے ایسی جھیل کے کنارے سفر کیا جو رقبے میں اتنی وسیع تھی کہ سمندر کا گمان ہوتا تھا۔ اس کے بعد میلوں تک لہلہاتے کھیت اور کسانوں کے خوبصورت گھر آئے۔ "ورنامو" پہنچے تو سورج چھپ چکا تھا۔ اور ورنامو ہی میں ہم نے رات کا پہلا قیام کیا۔ ڈوئن کارلو بھی خاموشی سے ان مناظر کا جائزہ لیتی رہی تھی۔ اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔

آدھی رات تک ہم سب بیٹھے، آنے والے وقت کے بارے میں سوچتے رہے اور اس پر گفتگو کرتے رہے۔ برفانی دنیا کا یہ سفر ہمارے لیے باعثِ دلچسپی تھا۔ دوسرے دن آگے کے لیے بڑھ گئے اور سارا دن سفر کرنے کے بعد کرونا میں داخل ہوگئے۔ اس مہم کا ایک نیا مرحلہ شروع ہوچکا تھا۔ کرونا آنے کے بعد ٹرالر اور جیپوں کا سفر ممکن نہیں تھا۔ اسکیمو لینڈ کے سفر کے لیے کچھ اور انتظامات یہیں اسی جگہ کرلیے گئے۔ ہم مہم جوؤں کے سے انداز میں برف کی وسیع وعریض دنیا میں داخل ہوگئے۔ ہم نے اپنا انداز ایسا ہی رکھا تھا جیسا کہ کھیل تماشے دکھانے والوں کا ہوتا

ہے۔ ابتدائی علاقے میں ہماری ملاقات اسکیمو باشندوں سے ہوئی۔ یہ لوگ عام انداز میں زندگی گذارنے کے عادی تھے چیڑ اور سفیدے کے درختوں کے درمیان انھوں نے اپنی چھوٹی چھوٹی رہائشیں بنا رکھی تھیں۔ موٹی موٹی پوستین اور جانوروں کی کھال کے لباس میں ملبوس یہ باشندے بے حد خوش اخلاق تھے۔ اور جب ہم نے ان کے درمیان اپنا تماشا پیش کیا تو وہ خوشی سے دیوانے ہو گئے۔ کسی درخت کے بیجوں سے نکالے گئے مغز کی میٹھی کھیر قسم کی چیز تیار کر کے ہمیں رات کے کھانے میں پیش کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی چاولوں کی روٹی اور ایک مخصوص انداز میں بنایا گیا پنیر جو شاید سالن کی حیثیت رکھتا تھا۔ غرض یہ کہ ہم وہ کھانے کھلاتے گئے جو اس سے پہلے نہیں کھائے گئے تھے۔

پہلی بستی کے قیام کے بعد ہم نے آگے کا سفر اختیار کیا یہاں مشورہ دینے والا کوئی نہیں تھا۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ایڈی پائپر اور سیکا وغیرہ کا یہاں کوئی وجود نہیں ہے۔ لیکن مجھے اب بھی شبہ تھا کیونکہ میں نے اس دوران جہاں بھی قدم رکھے تھے، کم از کم ایڈی پائپر سے ضرور ملاقات ہوئی تھی۔ میں اب یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ مادام ایسٹرو ابھی تک میری طرف سے مشکوک ہے یا نہیں؟ لیکن یہ اندازہ آج بھی قائم تھا کہ وہ میرے ہر قدم سے باخبر رہتا ہے۔ میری کلائی پر وہ گھڑی اس وقت بھی بندھی تھی جس میں ٹرانسمیٹر تھا۔ رات کو میرے ذہن میں خیال آیا۔ اور میں نے تھوڑے سے فاصلے پر ہٹ کر ٹرانسمیٹر پر ایڈی پائپر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تو اس میں ایک لمحہ بھی نہیں لگا۔ ایڈی پائپر کی آواز بالکل صاف سنائی دے رہی تھی اس نے کہا۔

”ہیلو! غزالی! کیا تم یہ جاننا چاہتے تھے کہ میں اس وقت تمھارے قریب ہوں یا نہیں؟“

”یوں محسوس ہوتا ہے، مسٹر پائپر! جیسے آپ نے سامونوں سے خاص تربیت حاصل کر لی ہے۔“

”ارے نہیں۔ یہ نہیں ممکن ہو سکا آج تک۔۔۔ حالانکہ سیکا میری گہری دوست ہے۔ میں نے اس سے درخواست بھی کی کہ وہ مجھے اپنا کچھ فن دے دے۔ یا اپنی خصوصیات میرے اندر بھی پیدا کر دے۔ مگر ایسے لمحات میں وہ میری طرف احمقانہ نظروں سے دیکھنے لگتی ہے غالباً اس کے ذہن میں یہ تصور ہے کہ یہ سب کچھ دینے کی چیز نہیں۔ لیکن مسٹر غزالی! دوسرے لوگوں کی طرح میں یہ بات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ تم سامون نہیں ہو۔ میں نے تمھیں سامونوں سے ذرا بھی مختلف نہیں پایا۔۔۔؟“

”یہ ایک مختلف موضوع ہے، مسٹر پائپر! اور میرا خیال ہے کہ ہم کبھی فرصت سے اس پر گفتگو کر لیں گے۔ اگر آپ کی نگاہ اب بھی مجھ پر ہے تو یہ میری خوش نصیبی ہے براہ کرم میری رہنمائی کرتے رہیں۔ کیا آپ کو یہ علم ہے کہ ہم کس کس راستوں سے گذر کر کہاں تک پہنچ چکے ہیں۔؟“

”نہ صرف علم ہے بلکہ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ سامونوں نے اسکیمو لینڈ کی پہلی بستی میں کون کون سے کمالات کا مظاہرہ کیا ہے۔ ایڈی پائپر نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور میرے دونوں جبڑے۔۔۔۔۔ بھنچ گئے۔ ابھی تک میں نے کسی بد احتیاطی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ لیکن اس کے بعد میں نے ایک عہد کیا وہ یہ کہ ہر وقت اور ہر لمحہ تنظیم کے ارکان کو اپنی شہ رگ کے قریب محسوس کروں۔ اور کوئی ایسا غلط قدم نہ اٹھاؤں جس سے انہیں کوئی شبہ ہو سکے۔ ورنہ نہ صرف میری بلکہ سامونوں کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ ایڈی پائپر کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

”کیا سوچ رہے ہو مسٹر غزالی؟“

”کچھ نہیں مسٹر پائپر! میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب تک کی رپورٹ آپ کو دینا بے کار ہے۔ آپ تو خود ہی سب کچھ جانتے ہیں!“

”بالکل، ٹھیک جا رہے ہو۔ نقشے کے مطابق سفر کرتے رہو۔ میرا خیال ہے کہ تمھیں اٹھارہ یا بیس گھنٹے سے زیادہ نہیں لگیں گے کہ تم لوگورین کی جاگیر یا اس کے علاقے میں داخل ہو جاؤ گے۔ آگے کی برف اور موسم یہاں کے مقابلے میں سخت اور خطرناک ہے چنانچہ احتیاط رکھنا۔۔۔! کیا سامونوں کو برفانی زندگی کا کچھ تجربہ ہے؟“

”میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن اب تک یہی ظاہر ہوتا رہا ہے کہ یہ زندگی ان کے لیے بھی اجنبی ہے۔“

”تب ہمارے ساتھی تمھیں ان راستوں کے خطرات سے محفوظ رکھیں گے۔ بے فکر رہو۔“

رسمی الفاظ کے بعد میں نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اور اس چھوٹی سی چھولداری میں آ گیا، جو برف پر کھونٹے گاڑ کر لگائی گئی تھی۔ میری چھولداری کے بالکل برابر ڈوئن کارلو کی چھوٹی سی چھولداری تھی ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد رات کو تھیلے میں بند ہو کر میں چھولداری میں لیٹ گیا۔ سردی شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ لیکن میں نے چہرہ تھیلے میں نہیں چھپایا

زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ میرے خیمے کی وہ دیوار جو ڈوئن کارلو کے خیمے کو جدا کرتی تھی تھوڑی سی اوپر اٹھی۔ اور میں چونک کر ادھر دیکھنے لگا۔ ڈوئن کارلو کا چہرہ مجھ سے زیادہ دور نہیں تھا مجھے آنکھیں پھاڑے دیکھ کر وہ ایک دم ہنس پڑی۔

”ڈر گئے۔ غزالی۔۔۔؟“ اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

”ہاں شاید“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”بہت عجیب لگ رہا ہے۔ موسم کتنا سرد ہے۔“ ڈوئن نے کہا۔

”سویڈن کا یہی موسم ہے۔ کیا تم نے تھیلا نہیں استعمال کیا؟“

”مجھے اس میں الجھن ہوتی ہے، عجیب سا لگتا ہے۔“ ڈوئن کارلو نے جھینپے جھینپے انداز میں کہا۔

”سردی سے بچاؤ کا یہی ایک طریقہ ہے ڈوئن کہ تھیلے میں داخل ہو جاؤ اور اسے سر تک کس لو۔“

ڈوئن نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ مسلسل عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے خیموں کے پردے کی درمیانی دیوار گرا دی اور اس کا چہرہ میری نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔ ڈوئن کی نگاہوں کا مفہوم الفاظ کی شکل میں مجھ تک پہنچ گیا تھا لیکن جو کچھ وہ چاہتی تھی ممکن نہیں تھا۔ سردی سے بچاؤ کے سلسلے میں حالات کچھ اور ہی رخ اختیار کر سکتے تھے اور میرے لیے یہی مناسب تھا کہ میں اسے نظر انداز کر دوں۔ ڈوئن کی ذہنی کیفیت کا انداز اس سے پہلے بھی ہو چکا تھا لیکن یہ سب کچھ اب میرے لیے اجنبی نہیں تھا اور میں آسانی سے اس سے متاثر نہیں ہو سکتا تھا۔

رات کو کسی وقت نیند آ گئی۔ تھیلے میں پیدا ہونے والی گرمی نے برف کی سردی سے بچا لیا تھا اور صبح کو حالات پرسکون تھے۔ ہم نے ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد چھولداریاں سمیٹ لیں ہمارے وہ گائڈ جنھیں بظاہر عام آدمی کہا گیا تھا اچھی خاصی رہنمائی کر رہے تھے۔ در یقیناً تنظیم کے ارکان نے ان کا انتخاب اچھی طرح سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ غالباً وہ برف کی زندگی کے بارے میں بھی کافی کچھ جانتے تھے۔ کیونکہ یہاں سے انہوں نے قطار کی شکل میں راستہ ترتیب دیا تھا اور اس طرح برف پر آگے بڑھنے کے انتظامات کیے تھے کہ آگے چل کر کسی کو نقصان نہ پہنچے۔ سب سے آگے ان میں سے ایک شخص ایک وزنی چیز سنبھالے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا اور اس کے پیچھے ایک قطار میں دور تک باقی افراد پھیلے ہوئے تھے۔ موسم برفانی تھا آسمان پر صرف اتنی روشنی تھی کہ برف کی سفید چادر چمکتی نظر آ رہی تھی۔ سورج کا نام و نشان نہیں تھا۔ ہمارے سامنے مغرب کی طرف حد نگاہ تک عظیم الشان پہاڑوں کا سلسلہ تھا اور چاروں طرف برف کا سحر پھیلا ہوا تھا۔ برف کا ایک بے پایاں سمندر جو کہیں ہزاروں فٹ کی بلندی میں اٹھتا چلا گیا تھا اور کہیں ناقابل یقین گہرائیوں میں ڈوب گیا تھا۔ تمام سامان کینوس کے تھیلوں کی شکل میں ہماری پشت پر لدا ہوا تھا۔ برف سخت نہیں تھی اس لیے سفر کی رفتار تیز نہیں ہو سکی اور دوپہر کے بعد موسم مزید تاریک ہو گیا اور ہواؤں کا زور محسوس ہونے لگا۔ ہمارے گائڈوں نے فوراً ہی ہمیں خیمہ زن ہو جانے کا مشورہ دیا۔ ان کا خیال تھا کہ برفانی طوفان آنے والا ہے اور ان کا یہ خیال غلط نہیں تھا۔

تیز ہوائیں برف کے برادے کے ساتھ فضا کو دھواں دھواں کرنے لگیں اور سخت سردی ہو گئی۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم تھیلوں میں گھس جائیں اور اس طوفان کے ختم ہونے کا انتظار کریں۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔ تند و تیز ہوائیں چلتی رہیں اور ہمارے خیمے لرزتے رہے۔ یہ سلسلہ آدھی رات تک جاری رہا۔ رات کا کھانا بھی نہیں کھایا جا سکا تھا۔ موقع ہی نہیں تھا۔ اس کے بعد ہوائیں آہستہ آہستہ رک گئیں اور موسم معتدل ہوتا چلا گیا۔ تب آدھی رات کے بعد پیٹ کا دوزخ بھر اگیا اور پھر رات کا باقی حصہ سونے کی کوششوں میں صرف ہو گیا۔ ان حالات میں اگر نیند آ جاتی تو تعجب ہوتا۔ سب ہی جاگ رہے تھے اور اس صورت حال سے پریشان تھے۔ آنکھوں میں ایک غنودگی کی سی کیفیت پیدا ہوئی تھی کہ دفعتاً کسی کو خود سے بہت قریب پایا اور مجھے چونکنا پڑا۔ ٹٹول کر دیکھا تو وہ ڈوئن کارلو تھی۔

”ڈوئن؟“ میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں۔ میں یہ سرد موسم برداشت نہیں کر سکتی۔“ ڈوئن کارلو کی لرزتی آواز ابھری۔ لیکن ان لرزشوں میں صرف سردی کے اثرات نہیں تھے۔ میں چند لمحے خاموش رہا تو ڈوئن نے کہا ”اطمینان رکھو کھا نہیں جاؤں گی تمھیں۔“

”اوہ۔ نہیں۔ میں تمھیں آدم خور نہیں سمجھتا۔“ میں نے

ہنس کر کہا۔

ڈونن نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"نیند آرہی ہے تو سو جاؤ"

"تم سو جاؤ روکوں گی نہیں تمھیں"

"۔سامونیکا میں موسم ایسا نہیں ہوتا؟"

"نہیں" وہ جھٹکے دار آواز میں بولی۔

"برف ہوتی ہے وہاں؟"

"نہیں" اس نے مختصراً کہا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

میں اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا لیکن اسے بہلائے رکھنا چاہتا تھا۔ میرے دو تین سوالات کا جواب دینے کے بعد اس نے خاموشی اختیار کر لی اور پھر کچھ نہ بولی البتہ ایک گھنٹے کے بعد وہ میرے پاس سے چلی گئی۔

اس سفر کی مدت کا تعین غلط کیا گیا تھا۔ مارٹن ایبڑو وغیرہ کا خیال تھا کہ سفر طویل نہیں ہوگا لیکن خراب موسم اور برفانی طوفان نے صورت حال بدل دی تھی۔ دوسری صبح سفر کا آغاز کیا گیا تو برف کیچڑ میں بدل گئی تھی اور اس پر قدم جما کر چلنا مشکل ہو گیا تھا اس کے علاوہ موسم کے تیور بتاتے تھے کہ طوفان کسی بھی وقت آسکتا ہے۔

سامونوں نے تو ایک بار بھی کسی تشویس کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن ہمارے گائڈ پریشان ہو گئے تھے۔ "یہ طوفانوں کا موسم تو نہیں ہے نہ جانے موسم کیوں بگڑ گیا۔ اگر ہم اس برف پر راستہ بھٹک گئے تو بڑی مشکل پیش آئے گی" ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا اس کے امکانات ہیں؟" میں نے پوچھا

"ہو بھی سکتا ہے ہم لوگ بھی انسان ہی ہیں" اس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

بہر حال سفر جاری رہا اور وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ زیادہ سفر نہیں طے کیا گیا تھا کہ ایک بار پھر ہوائیں چلنے لگیں سرد جھکڑ اتنے شدید ہو گئے کہ قدم جمانا مشکل ہونے لگا۔ سفر رک گیا۔ اب تو قریب کی چیز بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ ہواؤں کے شور کے سوا اور کوئی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ سامون ایک دوسرے سے چمٹ گئے تاکہ ہواؤں میں اڑ نہ جائیں۔ دفعتاً مجھے اپنے پیروں کے نیچے سے زمین نکلتی محسوس ہوئی اور میں نے گرنے سے بچنے کے لیے کسی غیر مرئی شے کا سہارا لینے کی ایک کوشش کی لیکن کوئی چیز ہاتھ نہیں آئی۔ مجھے یکایک یوں محسوس ہوا جیسے میں کمر کمر تک کسی دلدل میں دھنس گیا ہوں۔ بڑی مشکل سے اس دلدل سے باہر نکلا۔ غور سے دیکھا تو اندازہ ہوا کہ میں برفانی دراڑ کے ابتدائی حصے میں گر پڑا ہوں جو آگے چل کر بتدریج چوڑی ہوتی گئی تھی اور جنوب میں تاحدِ نگاہ چوڑی ہوتی گئی تھی۔ میں حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا تاکہ دوسرے لوگ ہوشیار ہو جائیں اور آگے قدم نہ بڑھا دیں۔ لیکن جواب میں کوئی آواز نہ سنائی دی۔ آنکھیں کھولتا تو برف کے ذرات اندھا کر دیتے۔ اس ہولناک صورت حال نے دل ہلا دیا تھا یہ خاموشی کیوں ہے۔ وہ لوگ۔ وہ لوگ... اور اس کے بعد جو خیال ذہن میں ابھرا اس نے خون خشک کر دیا۔ کہیں واقعی ایسا نہ ہو گیا ہو۔ سامنے ایک دہشت ناک دراڑ تھی جو کسی بھی وقت پیچھے کی طرف پھیل سکتی تھی۔ اس لیے پیچھے ہٹنا ضروری تھا۔ میں الٹے قدموں چلتا ہوا وہاں سے دور نکل آیا۔ برف کے ویرانوں میں میری دہشت زدہ آوازیں گونجنے لگیں۔ ہواؤں کا شور ان آوازوں کو پھیلنے نہیں دے رہا تھا۔ اسی وجہ سے سامون ان آوازوں کو سن نہیں پا رہے تھے۔ لیکن وہ تھے کہاں؟۔

ابھی میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ دفعتاً ہوا کے ایک خوفناک جھکڑ نے میرے پاؤں اکھاڑ دیے۔ میں فضا میں قلابازیاں کھاتا ہوا نہ جانے کتنی دور تک چلا گیا۔ اس کے بعد نیچے گر پڑا۔ جس جگہ گرا تھا، وہاں برف سخت تھی۔ اتنے زور سے چوٹ لگی کہ تھوڑی دیر کے لیے حواس ہی گم ہو گئے۔ کرب و اذیت نے سوچنے سمجھنے کی قوتیں چھین لی تھیں اور آہستہ آہستہ حواس سوتے جا رہے تھے۔ لاکھ کوشش کے باوجود خود پر قابو نہیں پا سکا اور ماحول سے بے خبر ہو گیا۔ یہ اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ یہ بے خبری کتنی طویل تھی ہوش آیا تو سرد ہواؤں کے جھکڑ اور برف کی سفید ویرانی نہیں تھی بلکہ ماحول پر ایک سیاہی سی مسلط تھی۔ بدن بھی گرم تھا اور اندرونی کیفیت بحال ہو گئی تھی۔ دیر تک اپنی جگہ سے نہ ہلا اور ماحول کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ آہستہ آہستہ آنکھیں تاریکی کی عادی ہو گئیں تو میں نے خود کو پتھروں کی محرابی سی بلندیوں کے نیچے پایا۔ بدن کے نیچے کھردری زمین تھی۔ اعصاب پوری طرح بحال ہو گئے تو اٹھ کر بیٹھ گیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کوئی ہے؟" میں نے آواز دی تو قیامت آگئی۔ غار کی دیواریں چیخ پڑیں۔ چاروں طرف شور مچ گیا "کوئی ہے کوئی ہے۔ کوئی ہے" مجھے کان بند کر لینے پڑے۔ میں نے تو صرف ایک آواز دی تھی لیکن دیواریں خاموش ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ خدا خدا کر کے آوازیں مدھم ہوئیں اور میں سہمی نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اب ہمت نہیں تھی کہ دوبارہ کسی کو پکاروں۔ اتنا اندازہ ضرور تھا کہ یہاں تک خود نہیں آیا بلکہ لایا گیا ہوں۔ ایسی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ خود یہاں تک پہنچ گیا ہوں۔ لیکن مجھے یہاں لانے والا کون ہے۔؟

کوئی آواز نہیں سنائی دی لیکن بس اچانک ہی ذہن میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ یہ اشارہ تھا کہ کوئی سامون مجھ سے ذہنی رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ میں نے جلدی سے ذہن یکسو کیا اور جواب دینے کے لیے تیار ہو گیا۔ تب میرے دماغ میں ایک آواز ابھری۔

"تم ہوش میں آگئے؟"

"ہاں مگر تم کون ہو۔ سیمیو تورا؟"

"جہاں ہو وہاں سے بائیں سمت چلو۔ ایک سرنگ نما راستہ نظر آئے گا۔ اس سے گذر کر تم میرے پاس آسکتے ہو۔"

"لیکن" میں نے کچھ کہنا چاہا اور اس وقت میرے دماغ کی کھڑکی بند ہو گئی۔ میں ساکت رہ گیا۔ وہ کوئی اجنبی ہے ورنہ میرے شناسا سامونوں میں سے کوئی مجھ سے اس انداز میں گفتگو کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اجنبی مگر کون۔ کیا وہ جس کی تلاش میں ہم یہاں آئے تھے؟

سوچنا بیکار تھا۔ بہتر یہی تھا کہ اس کی ہدایت پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ میں نے بائیں سمت کا رخ اختیار کیا اور چند لمحات کے بعد ایک گول دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ اس دروازے کو میں غار کا دہانہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ انسانی ہاتھوں کی تراش تھی۔ دوسری طرف بنی ہوئی سرنگ بھی چوکور تھی۔ اس کی لمبائی کوئی پچاس ساٹھ گز ہو گی۔ اس کے بعد ویسا ہی دوسرا دروازہ نظر آیا اور میں بے تکان اس میں داخل ہو گیا۔

یہاں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ کوشش کے باوجود مجھے کچھ نظر نہیں آیا پھر اچانک مجھ سے کوئی اسّی گز کے فاصلے پر ایک روشنی چمکی اور دوسرے لمحے اس عظیم الشان ہال یا غار میں تیز روشنی پھیل گئی۔ مجھ سے چند گز کے فاصلے پر ایک شخص نظر آرہا تھا۔ جوگیانہ لباس میں ملبوس بلند و بالا قد و قامت کا مالک۔ لمبی سفید داڑھی سینے پر پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن چہرے اور بدن کی بناوٹ اس سفیدی سے ہم آہنگ نہیں تھی۔ میں اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"تاؤ بانا۔ بتیس واہوتی آہیاؤ۔ ہی کاؤ لوکی ہی کاؤ" اس کے منہ سے آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی کچھ طنزیہ سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

"میں سامون نہیں ہوں" میں نے جواب دیا۔

"بتیس واہوتی۔ ہی کاؤ" وہ پھر بولا۔

"میں سامونی زبان نہیں جانتا" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا تمھارے الفاظ قابل یقین ہیں؟" اس بار اس نے انگریزی میں کہا۔

"تم ان پر یقین کرنے کی کوشش کرو" میں آہستہ سے بولا اور وہ تیکھی نظروں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"یہ جدّت ہے۔ اس سے پہلے کسی سامون نے یہ نہیں کہا۔ وہ دوسری بہت سی باتیں کہتے رہے لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ میں سامون نہیں ہوں"

"وہ سامون ہوں گے"

"اور تم؟"

"میں اسی دنیا کا ایک انسان ہوں" میں نے جواب دیا۔

"لیکن سامونوں سے ذہنی گفتگو کر سکتے ہو، ان کی خصوصیات رکھتے ہو" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں یہ حقیقت ہے"

"اس کی وجہ؟"

"بتا دی جائے گی۔ مجھے خود سے بھی سوالات کرنے دو۔ تمام سوالات تم ہی کر لو گے؟"

"چلو ٹھیک ہے مجھ سے کیا سوال کرنا چاہتے ہو؟" اس نے مسکرا کر کہا۔

"تم کون ہو؟" میں نے پوچھا۔

"سامون" وہ خوش طبعی سے بولا۔

"کونسی پارٹی سے تعلق رکھتے ہو۔ موجودہ حکمراں پارٹی سے یا مصیبت زدگاں سے؟"

"خود کو لاتعلق ظاہر کرنے کے لیے اچھا سوال ہے۔ تم نے کہا ہے کہ تم سامون نہیں ہو لیکن سامونیکا کے بارے میں سب کچھ جانتے ہو"

"ہاں یہ سچ ہے"

"کیوں۔ کس طرح؟"

"مجھے میرے سوال کا جواب دیے بغیر تم نے مجھ سے پھر سوال کر دیا۔ کیا یہ درست ہے۔ چلو یہ بتا دو کہ تمھارا

نام کیا ہے؟"

"وی مین" اس نے جواب دیا اور میرے ذہن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ مسرت کا ایک عجیب سا احساس میرے رگ وپے میں سرایت کر گیا۔ اب تک کے جان لیوا سفر کی تمام صعوبتوں کا صلہ مل گیا تھا۔ ہم نے گمشدہ سورماؤں میں سے ایک اور کو پا لیا تھا۔ لیکن اس خیال کے ساتھ ہی دفعتاً مجھے دوسرے لوگوں کا خیال آ گیا۔ وہ جو میرے ساتھ ہی برفانی طوفان میں گھر گئے تھے۔ میں نے شدت جوش دبا کر کہا۔

"مسٹر وی مین کسی بھی دوسری گفتگو سے قبل آپ ان لوگوں کے بارے میں بتائیے جو میرے ساتھ تھے اور برف کے طوفان کا شکار ہو گئے تھے۔ کیا وہ سب آپ کی تحویل میں ہیں؟"

"تمہارے سوا اور کوئی ہمیں نہیں ملا۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں لیکن ان کی تلاش جاری ہے۔" وی مین نے کہا۔

"اگر آپ انہیں تلاش کر کے ان کی زندگیاں بچانے میں ناکام رہے تو آپ کو اپنی زندگی کے سب سے بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا مسٹر وی مین۔ کیونکہ ان میں وائی مین لیبوس اور تھوساس بھی ہیں اور ڈوٹن کارلو بھی ہے۔ اور بیس مصیبت زدہ سامون ہیں جن کا تعلق موجودہ حکمراں پارٹی سے نہیں ہے۔"

وی مین اچھل پڑا "کیا تم سچ بول رہے ہو؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میرے سچ جھوٹ کی تصدیق تم بعد میں کر لینا۔ اگر بچا سکتے ہو تو ان لوگوں کی جان بچاؤ۔" میں نے کہا اور وی مین نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر کئی منٹ تک کھڑا رہا۔ اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ ذہنی ٹرانسمیٹر پر اپنے ساتھیوں کو احکامات دے رہا ہے۔ چند لمحات کے بعد وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر اس نے میری طرف گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ جو کوئی بھی ہیں اگر زندہ ہیں تو یہاں پہنچ جائیں گے لیکن کیا تم مجھے یقین دلا سکتے ہو کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ درست ہے؟"

"ہاں میں کوشش کر سکتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آؤ" وہ بولا اور مجھے ساتھ لے کر اس عظیم الشان ہال کے ایک گوشے میں پہنچ گیا۔ پھر ایک چھوٹے سے سوراخ کے پتھریلے ڈھکن کو کھول کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ اندر اس کی سادہ سی آرام گاہ تھی جس میں تھوڑا سا درویشانہ سامان تھا۔ زمین پر بستر بچھے ہوئے تھے۔ اس نے مجھے بھی وہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر بولا "اگر تم کہتے ہو کہ تم سامون نہیں ہو تو میرا ذہنی پیغام تم نے کیسے وصول کیا جبکہ تنظیم کے لوگ ایسی کوئی خوبی نہیں رکھتے۔"

"اوہ تم تو تنظیم کے بارے میں بھی جانتے ہو!" میں نے چونک کر کہا۔

"میں بہت کچھ جانتا ہوں دوست۔ لیکن کیا تنظیم کے ارکان نے خود بھی سامونوں جیسی خصوصیات اپنا لی ہیں؟ اس کے لیے تو طویل ریاضت کی ضرورت ہے۔" وہ بولا۔

"میں تنظیم سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن اس کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں مجھے علم ہے کہ تنظیم تم لوگوں کی تلاش میں ہے اور مجھے تعجب ہے کہ وہ اب تک تمہیں کیوں نہیں تلاش کر سکی۔"

"اس کے لیے اسے برف کی قبر میں دفن ہونا ہوگا۔ زی لوش نے اس تنظیم کی مدد سے ہم لوگوں کی تلاش کا منصوبہ بنایا ہے جبکہ وہ گدھا یہ جانتا ہے کہ پانی کی گہرائیوں میں چند گز کے فاصلے سے بھی خیالات منتقل نہیں کیے جا سکتے شاید اس نے ان لوگوں کو بھی یہ بات نہیں بتائی اور یہ جگہ۔" ابھی وہ اتنا ہی بولا تھا کہ میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کر دیا۔ کلائی پر بندھی گھڑی میں پوشیدہ ٹرانسمیٹر وی مین کے لیے خطرناک ہو سکتا تھا۔

وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگا اور میں نے اسے گھڑی کی طرف متوجہ کیا۔ لیکن وہ کچھ نہیں سمجھ سکا۔ تب میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے گھڑی اتار کر اس کی طرف بڑھا دی۔ وہ گھڑی ہاتھ میں لیے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے اس سے ذہنی رابطہ قائم کر کے کہا۔

"وی مین یہ گھڑی ایک ٹرانسمیٹر ہے اور اس کے ذریعے تنظیم کے ارکان تمام گفتگو سن لیتے ہیں۔ پہلے اس کے لیے کوئی معقول بندوبست کرو اس کے بعد ہم گفتگو کریں گے۔"

وی مین مسکرانے لگا۔ پھر بولا "ان غاروں کی چھت کے اوپر لاکھوں ٹن وزنی برف کے تودے ہیں جن کے نیچے ہر طرح کے نشریاتی رابطے ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم ذہنی رابطے بھی نہیں قائم کر سکتے تم اس طرف سے بے فکر رہو۔ اور اگر تم اسے کوئی خطرہ سمجھتے ہو تو پھر ضائع کر دو۔"

"میں ایسا نہیں کرنا چاہتا۔" میں نے خیالات کی زبان میں کہا۔

"دلچسپ اور پُراسرار آدمی ہو۔ مجھے اپنی ذات کے طلسم میں گرفتار کرنا چاہتے ہو۔ بہرحال تمہاری باتیں مجھے پسند آ رہی ہیں۔ ٹھہرو میں اس کا بندوبست کیے دیتا ہوں" اس نے کہا اور پھر گھڑی کو پتھر کے ایک برتن میں رکھ کر برتن اوپر سے بند کر دیا "اس برتن میں ہوا کا گزرنا ممکن نہیں اس لیے اب کوئی بات باہر نہیں سنی جا سکتی۔"

میں نے ایک گہری سانس لی اور سوچا کہ اس کے باوجود کچھ ہو جاتا ہے تو مجبوری ہے۔

وی مین دوبارہ میرے نزدیک آ بیٹھا۔ میں نے کہا۔

"وی مین مجھے ان لوگوں کے سلسلے میں سخت تشویش ہے اگر انہیں کچھ ہو گیا تو تمہارے مشن کو سخت دھچکا لگے گا۔"

"پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ تم کون ہو۔ میں نے ان کی تلاش کے احکامات دیدیے ہیں۔ برف کے اس سمندر میں وہ جس حالت میں بھی ملے یہاں پہنچ جائیں گے۔"

"میرا نام غزالی ہے اور میں اسی دنیا کا انسان ہوں۔ میری سب سے پہلی ملاقات گومین سے ہوئی تھی اور...."

میں نے مرحلہ وار ہائی ساوائی مین، گوشائی، لیبوس اور تھوساس کے بارے میں بتایا اور پھر یہاں تک آنے کی کہانی، تنظیم کے بارے میں تفصیلات، اپنا اس سے رابطہ سب کچھ وی مین کو بتا دیا۔ بس گومین کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تاکہ اگر کوئی گڑبڑ بھی ہو جائے تو وہ محفوظ رہے۔

وی مین کے تاثرات بدل گئے۔ اس نے بے چینی سے کہا "ہائی تورا سا اگر یہ سب سچ ہے تو... تو... اچھا تم یہاں آرام کرو۔ جو کچھ تم نے کہا وہ کوئی دوسرا نہیں کہہ سکتا تم یہاں آرام کرو۔ میں خود سارے حالات دیکھتا ہوں۔ براہ کرم پُرسکون رہنا۔ باقی باتیں تم سے بعد میں ہوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی ان لوگوں کی خبر گیری کو دوسری تمام باتوں سے زیادہ اہمیت دیتا ہوں۔"

وی مین چلا گیا اور میں زمین پر بچھے بستر پر لیٹ گیا۔ سمبو تورا اور دوسرے لوگوں کے سلسلے میں، میں فکرمند تھا۔ اگر وہ برفانی طوفان میں موت کا شکار ہو گئے تو کھیل بگڑ جائے گا۔ دفعتاً مجھے اس ٹرانسمیٹر گھڑی کا خیال آیا اور میں جلدی سے اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ گھڑی نکال کر میں نے اس کا ٹرانسمیٹر سوئچ آن کیا۔ لیکن وی مین کا کہنا درست نکلا۔ گھڑی کے ننھے سے اسپیکر پر ہوا ڈوں کا شور بھی نہیں ابھر رہا تھا۔ دیر تک میں اسے ہر طرح ٹرائی کرتا رہا لیکن اس کا پیغام وصول نہیں کیا گیا۔ اس کی مشینری قطعی بے جان ثابت ہوئی۔

کئی گھنٹے گزر گئے۔ پھر وی مین واپس آ گیا۔ اس کا چہرہ پُرسکون تھا اور انداز میں بھی تبدیلی نظر آ رہی تھی۔

"تمہیں خوشی ہوگی وہ سب مل گئے۔"

"اوہ۔ وہ خیریت سے تو ہیں؟"

"ہاں لیکن انہوں نے عارضی موت اختیار کر لی ہے۔"

"عارضی موت؟"

"ہاں وہ بے جان ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"سامونوں نے بہت سی باتیں تمہیں نہیں سمجھائیں مسٹر غزالی۔ ہم لوگوں کا جسمانی نظام تمہارے جسمانی نظام سے تھوڑا سا مختلف ہے۔ سخت اذیت کا عالم ہو تو ہم اپنے احساسات کو بے جان کر لیتے ہیں اور ہمیں اذیت سے نجات مل جاتی ہے۔ اس حالت میں اگر ہمارے اجسام توڑ پھوڑ دیے جائیں تو دوسری بات ہے ورنہ ہم ٹھیک رہتے ہیں۔ دوسرا اسٹیج عارضی موت کا ہے۔ زندگی کا کوئی راستہ نہ رہے تو ہم عارضی موت اپنا لیتے ہیں۔ اس کے بعد ہمارے جسموں کو بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ہمارا ہاتھ توڑ دو گے تو اس کی جگہ دوسرا ہاتھ اگ آئے گا۔ سر کچل کر پاش پاش کر دو گے تو وہ کچھ وقت کے بعد اپنی اصل شکل اختیار کر لے گا۔ عارضی موت کے عالم میں ہمیں ابدی موت نہیں دی جا سکتی۔ وقت پورا ہونے کے بعد ہم جس عالم میں جائیں گے وہ وہی ہوگا جو عارضی موت اپناتے وقت تھا۔"

"اوہ... تو وہ عارضی موت کے عالم میں ہیں؟"

"ہاں، صرف وہ جو سامون ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"جو سامون نہیں ہیں وہ مر چکے ہیں۔ ہمیں چار لاشیں بھی ملی ہیں جو سامونوں کی نہیں ہیں۔"

"یہ تنظیم کے لوگ تھے۔" میں نے کہا۔

"برفانی طوفان میں سردی سے ان کے پھیپھڑے پھٹ گئے۔ میں ان کی لاشیں اٹھا لایا ہوں۔"

"باقی لوگوں کی تعداد کتنی ہے؟"

"چوبیس" وی مین نے جواب دیا۔

"گڈ۔ وہ اتنے ہی تھے۔" میں نے کہا پھر بولا "کیا تم نے ان کی شناخت کر لی ہے؟"

”ہاں وہ میرے ساتھی ہیں۔“ دی مین نے جواب دیا۔ اور میں نے سکون کی سانس لی پھر میں نے کہا۔

”اب تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ وی مین۔ یہاں تم کب سے ہو اور اسکیمو لینڈ میں تم نے اپنے قدم کس طرح جمائے؟“

میرے اس سوال پر دی مین کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔

”تمھیں اس کے لیے کچھ انتظار کرنا ہوگا مسٹر غزالی۔ تمھاری تصدیق ضروری ہے ان لوگوں کی عارضی موت کے بارے میں تو کچھ نہیں کیا جاسکتا لیکن ایک شخصیت بہت جلد یہاں آنے والی ہے۔ جب وہ تمھارے بارے میں مجھے بتادے گی تو ہم زیادہ اطمینان سے گفتگو کرسکیں گے۔“

”کونسی شخصیت؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”گوشائی۔!“ وی مین نے جواب دیا۔

گوشائی یعنی ویلینی میں نے سوچا اور حیران رہ گیا چند لمحات تو کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا تھا پھر میں نے کہا۔

”آپ گوشائی کے بارے میں ہی کہہ رہے ہیں مسٹر وی مین؟“

”ہاں مجھے معاف کرنا مسٹر غزالی ہر چند کہ ابھی تک تم نے جو کچھ بتایا ہے وہ سو فیصدی حقیقت پر مبنی ہے لیکن ہم عمر کے اس نازک مرحلے میں داخل ہیں جہاں اپنے سائے کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھنا پڑتا ہے۔ اس لیے بعض باتیں میں تمھیں نہیں بتاسکتا۔“

”اوہ مجھے جلدی بھی نہیں ہے بس اتنا بتادیں کہ گوشائی یہاں آرہی ہے؟“ میں نے کہا۔

”ہاں اور اسے زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔“

”تمھیں معلوم تھا کہ وہ کہاں ہے؟“

”نہیں لیکن اب جان چکا ہوں، اسے یہاں تک پہنچنے کے لیے ایک طویل سفر اختیار کرنا پڑے گا۔ ایسے حالات میں جب زی لوش نے ہمارے گرد لاتعداد جال بُن رکھے ہیں اس کا یہ سفر بے حد خطرناک ہے لیکن وہ آگے بڑھ چکی ہے اور پھر اس کا یہاں پہنچ جانا ضروری بھی ہے۔“ دی مین نے کہا اور میں خاموش ہوگیا۔ ضرورت سے زیادہ تجسس مناسب نہیں تھا ظاہر ہے وی مین مجھ سے پوری طرح واقف نہیں تھا اگر سمبو تورا وغیرہ ہوش میں ہوتے تو کوئی مشکل نہیں تھی۔

دی مین نے برف کی اس سرزمین پر مجھے قیام کے لیے ایک ٹھکانہ دے دیا اور میں اس میں فروکش ہوگیا اس برفانی دنیا کے بارے میں لاتعداد سوالات میرے ذہن میں تھے لیکن ابھی یہاں بالکل تنہا تھا اس لیے کچھ نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہاں گوشائی کا شدت سے انتظار تھا۔

دن اور رات کا تعین یہاں مشکل تھا کیونکہ سر پر کھلا آسمان نہیں بلکہ غاروں کی چھت تھی۔ سو جاتا نیند بھر جاتی تو جاگ جاتا۔ خوراک کا معقول بندوبست تھا جس میں برفانی سبزیاں یا گوشت کی شکل میں مچھلی مل جاتی تھی۔ بڑی اکتا دینے والی زندگی تھی بس سوچوں کے سوا کچھ نہیں تھا اور میں نہ جانے کیا کیا سوچتا رہتا تھا۔ میں نے تصورات کی دنیا آباد کرلی تھی اور ان دنوں تنویر میرے بہت قریب آگئی تھی۔ میں اس سے باتیں کرتا اور وہ بے جھجک میرے ہر سوال کا جواب دے دیتی تھی۔ ساری ہی باتیں تو کہہ دی تھیں میں نے اس سے۔ مستقبل کا پورا خاکہ ہم دونوں نے تیار کرلیا تھا اور میں مطمئن تھا۔

نہ جانے کتنے دن یا راتیں گذر گئیں۔ پھر وی مین نے مجھ سے ملاقات کی وہ خوش نظر آرہا تھا۔ ”میں گوشائی کے لیے مصروف تھا وہ ابھی تک خیریت سے اپنا سفر طے کررہی ہے اور اس کی راہ میں کوئی مشکل نہیں آئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب اسے یہاں پہنچنے میں کوئی اور دقت پیش نہیں آئے گی۔“

”میں اس کا انتظار کررہا ہوں۔“

”سُنا ہے تم اس دوران ایک بار بھی غار سے باہر نہیں نکلے۔“

”میں تمھارے لیے مشکل نہیں بننا چاہتا۔“

”اوہ نہیں میرے دوست میں نے صرف چند اصولوں کی پابندی کی ہے تمھیں نظر بند تو نہیں کیا۔ تم نے میری باتوں کا غلط اندازہ لگایا ہے۔“

”میں نے مشکل ترین حالات میں سامونوں سے تعاون کیا ہے۔“ میں نے جواب دیا اور وی مین نے گردن خم کرلی۔ پھر وہ دوستانہ انداز میں میرا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

”آؤ تمھیں سونے والوں سے ملاؤں۔ وہ تھکن دور کررہے ہیں جب کہ میں تھکن سے چور ہوں کاش کچھ دن کے لیے مجھے بھی یہ نیند میسر آسکتی۔“ میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ برف کی دنیا میں جو سرد دن اور سرد راتیں میں گذار چکا تھا ان کا یہاں نشان بھی نہیں تھا فضا بہتر تھی غاروں کا طویل سلسلہ تھا جو چھوٹی چھوٹی پیچ در پیچ سرنگوں سے گذرتا تھا۔ بالآخر ہم ایک غار میں داخل ہوگئے جو بے حد وسیع تھا اس کے عین درمیان ایک خاص قسم کی لچکیلی سی گھاس بچھی ہوئی تھی اور اس گھاس پر وہ لاشوں کی مانند چت پڑے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں بند تھیں اور ہاتھ سینوں پر بندھے ہوئے تھے۔ عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی انھیں دیکھ کر جب وہ موسم کی سختی اور صعوبت

برداشت نہ کرسکے تو انھوں نے عارضی موت اپنالی۔

میں انھیں دیکھتا رہا۔ وی مین نے کہا۔ ”ان غاروں میں جہاں تک دل چاہے جاسکتے ہو۔ چاہو تو اپنے دوستوں کے قریب بھی رہ سکتے ہو۔“

”تمھارے خیال میں یہ کب تک جاگیں گے؟“ میں نے پوچھا۔

”افسوس۔ یہ نہیں بتایا جاسکتا انھوں نے جتنے عرصے کے لیے یہ عارضی موت اپنائی ہوگی اس کا علم صرف انہیں ہی ہوسکتا ہے لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ عرصہ زیادہ طویل نہیں ہوگا۔“ میں خاموش ہوگیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اس غار سے باہر نکل آئے۔ وی مین کہنے لگا۔

”اگر تم چاہو تو باہر کے مناظر دیکھ سکتے ہو موسم اس وقت بھی کافی خراب ہے۔“

تم مصروف ہوگے دی مین میں تمہاری مصروفیت میں خلل انداز نہیں ہونا چاہتا۔“ دی مین مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا پھر بولا۔

”تمہارے انداز میں ایک ناخوشگواری رچی ہوئی ہے اور اس کی وجہ بھی جانتا ہوں کاش میں اتنی ہی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرسکتا جتنا میں ہوں لیکن میرے دوست ہم بدنصیب لوگ اپنی مرضی سے نہیں جی رہے اس مصیبت میں گرفتار ہوکر ہم اپنے تمام اختیار کھو بیٹھے ہیں آؤ میرے ساتھ آؤ۔“ میں خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا کئی سرنگوں سے گذرنے کے بعد وہ ایک ایسی جگہ آگیا جہاں سرنگ ہموار بنی ہوئی تھی لیکن اس میں سیڑھیاں تراشی ہوئی تھیں اور یہ سیڑھیاں بلندی کی جانب جاتی تھیں۔ تقریباً ایک سو بیس سیڑھیاں طے کرتے ہوئے میرا سانس تیز ہوگیا۔ لیکن ہم جس جگہ نکلے وہ ایک بلند پہاڑ تھا جس کے دہانے سے باہر نکلنے کے لیے کسی میکنزم کے ذریعے ایک بڑا گول پتھر ہٹانا پڑا تھا۔ برف کا برادہ ننھی ننھی کنکریوں کی مانند ہمارے چہروں سے ٹکرایا۔ تاہم ہم باہر نکل آئے سردی کی لہریں دفعتاً میرے بدن میں کپکپی دوڑانے لگیں ماحول دھواں دار تھا برف باری ہورہی تھی اور تھوڑے فاصلے کی چیز بھی نظر نہیں آتی تھی موسم مزید شدت اختیار کرگیا تھا۔ میں نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

”اس موسم میں تو سفر بھی موت کے مترادف ہے کیا گوشائی کی اس سمت رہنمائی کے لیے تم نے کوئی بندوبست کیا ہے وی مین؟“

”ہاں گوشائی کو میں نے جس جگہ پہنچنے کے لیے کہا ہے وہاں میرے آدمی اس کے استقبال اور رہنمائی کے لیے موجود ہیں“

”تب ٹھیک ہے۔ ورنہ۔ جیسا تم نے بتایا کہ سامونیکا میں برف کا موسم نہیں ہوتا اور گوشائی جس علاقے میں تھی اس کا کچھ

محی الدین نواب

جن کی تحریریں ہمارے معاشرے کے قریب ترین ہوتی ہیں۔ اس تحریر میں اُنھوں نے ایک انتہائی نازک موضوع پر قلم اُٹھایا ہے جس کا ہماری آج کل کی زندگی کیسا تربیت گہرا تعلق ہے۔ ایک لڑکی لڑکا بن کر بھی نامکمل، ادھوری۔ آخر کیوں؟

ادھورا ادھوری

تبدیلیٔ جنس کی ایک انوکھی کہانی

حصہ برفانی ضرور تھا لیکن وہ نہیں جہاں گوشائی موجود تھی۔“

”وہ علاقہ شاید تبت کہلاتا ہے۔“

”ہاں۔ گوشائی کا قیام وہاں کے جنگلوں میں تھا ویسے میں نے محسوس کیا ہے مسٹر وی مین کہ آپ لوگ درویشانہ انداز اختیار کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔“

”کیونکہ ہمیں اس میں سب سے زیادہ آسانی ہوتی ہے سامونیکا کی زندگی عجیب ہے وہاں بھی سب کچھ ہے درویش راہب اور اس قسم کے لوگ وہاں پائے جاتے ہیں جنھیں سامونیکا کی زبان میں تارک کہا جاتا ہے۔“

”تارک۔!“

”ہاں۔ تارک عجیب وغریب صفات کے حامل ہوتے ہیں اور وہی سامونیکا کا نظام سنبھالتے ہیں۔“

”اوہ معاف کرنا میں غلطی سے سامونیکا کے موضوع پر آگیا ہوں جس کے بارے میں تم پہلے ہی مجھے بتانے سے معذرت کرچکے ہو۔“

”اور یہی بات تمہاری ناخوشگواری کا باعث بنی ہے“ وی مین نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے ہونٹوں پر بھی ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں بولا۔

”وی مین۔ میں نے تو ایک طویل عرصے تک صرف انسانی جذبوں کے تحت گوبین کی رکھوالی کی ہے اس وقت نہ میں گوشائی کے بارے میں جانتا تھا اور نہ ہی سمبو تورا مجھے ملا تھا۔ میری بات مت کرو میں جو کچھ کررہا ہوں وہ تم لوگوں کے لیے نہیں بلکہ اپنے ان جذبوں کی تکمیل کے لیے کررہا ہوں جو میرے سینے میں ہیں اور میں ان جذبوں کی کوئی قیمت نہیں چاہتا۔“ وی مین کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے شرمندگی کے آثار سے ابھر آئے تھے۔ اس نے کہا۔

”آنے والا وقت تمہیں یہ بتلائے گا کہ ہم ناسپاس نہیں ہوتے بس کچھ اس طرح خوفزدہ ہیں ہم لوگ کہ اخلاقی حدود سے گذر گئے ہیں۔ تم نے پہلا سوال کیا تھا کہ میں نے یہاں اپنے لیے یہ مقام

کیسے بنایا۔ سو اس کا جواب زیادہ طویل نہیں ہے سامونیکا سے نکلنے کے بعد جب تقدیر اور حالات نے ہمیں تمہاری سرزمین پر لا ڈالا اور ہم سب منتشر ہو گئے تو ہم نے ہوش سنبھالنے کے بعد پہلے تمہاری دنیا کا تجزیہ کیا ذہنی طور پر بھی اور علمی طور پر بھی ہمیں یہ اندازہ ہوا کہ ہماری نسبت تم زیادہ توہم پرست ہو اور ایسی چیزوں سے بہت متاثر ہوتے ہو چنانچہ تمہارے درمیان زندگی گذارنے کے لیے ہمیں اپنے روزمرہ کے معمولات کو شعبدہ بازی کی شکل دینی پڑی تاکہ تم لوگوں کو متاثر کیا جا سکتا حالانکہ شعبدہ گری ہماری زندگی میں عام حیثیت رکھتی ہے تم لوگ اپنی دنیا میں جسے سائنس کہتے ہو ہماری دنیا میں یہ صرف علم کا درجہ رکھتی ہے اور ہر شخص کوئی نہ کوئی علم رکھتا ہے تمہاری زبان میں اس علم کو جادو بھی کہا جا سکتا ہے لیکن وہ ہمارے ہاں کی سائنس ہے ہمارے جادوگر اپنے اس علم کے ذریعے جو کام کرتے ہیں وہ تمہاری دنیا میں سائنس کے ذریعے کیا جاتا ہے نام ہی بدلا ہوا ہے ورنہ اور کوئی خاص فرق نہیں ہے ہمارے ہاں مشینیں نہیں ہیں جو لوہے پلاسٹک اور ایسی ہی دوسری چیزوں سے بنا کر تم لوگ استعمال کرتے ہو بلکہ ہمارے ہاں اپنے اجسام میں علم کے ذریعے وہ تبدیلیاں کر لیتے ہیں جو تمہاری سائنس کا ساتھ دے سکیں چنانچہ برفانی دنیا کے معصوم باشندوں کو میں نے اپنے علم سے مسحور کیا اور اس کے بعد وہ میرا ساتھ دینے کو تیار ہو گئے۔ انہی کی مدد سے میں نے برف کے نیچے دفن ان غاروں کو دریافت کیا اور یہاں اپنی ایک مضبوط پناہ گاہ تعمیر کر ڈالی تاکہ ساموِلوں کو یہاں جمع کر سکوں یہ کام میرے لیے مشکل نہیں ثابت ہوا تھا۔"

"گویا تم لوگ فطری طور پر درویش صفت رکھتے ہو۔ گوشائی نے ویلینی کے نام سے تبت کے قبائلی باشندوں کو اپنا ساتھی بنایا تھا سمبو تورا کے اندر بھی درویشی ہی پائی جاتی ہے کسی طرح سوکاف بھی ایک درگار میں راہب بن گیا تھا۔ بہر حال تمہارا شکریہ کہ تم نے اپنی روایات توڑ کر مجھے اپنے بارے میں بتا دیا۔"

"میں ایک شدید احساس کا شکار ہوں مسٹر غزالی۔" دی مین نے کہا۔

"کیا۔ ؟"

"آنے والے وقت میں جب سامون مجھے یہ بتائیں گے کہ تم ان کے بے لوث ساتھی رہے ہو اور تمہارے ساتھ میرا رویہ دیکھیں گے تو مجھے شدید شرمندگی کا شکار ہونا پڑے گا اس لیے میں نے اپنے انداز میں یہ تبدیلی پیدا کی ہے میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ تم اسے صرف میری مجبوری تصور کرنا عدم تعاون نہیں۔"

"نہیں مسٹر وی مین اس سلسلے میں مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے میں گوشائی کا انتظار کر رہا ہوں اور ان جاگنے والوں کے جاگنے کا تاکہ اس کام کو آگے بڑھایا جا سکے۔"

"وہ تنظیم جو ہمارے لیے مشکلات کھڑی کر رہی ہے بے حد طاقتور ہے بات اگر صرف زی لوش کی ہوتی تو شاید ہم کچھ عرصے کے بعد حالات پر قابو پا لیتے لیکن زی لوش نے اپنے نمائندوں کے ذریعے جو کھیل رچایا ہے وہ واقعی خطرناک ہے۔"

"ذی لوش کا تذکرہ تم پہلے بھی کر چکے ہو وی مین!"

"ہاں سامونیکا کی آبادی وسیع ترین رقبے میں پھیلی ہوئی ہے اور اس آبادی میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بہت سے تارک موجود ہیں لیکن وہ سب ہی کسی بڑے تارک کے غلام ہوتے ہیں اور یہ بڑا تارک تم یہ سمجھ لو کہ سلطنت کا حکمران ہوتا ہے ہمارا تارک گومین تھا گومین کے خلاف زی لوش نے سازش کی جو ایک بہت بڑے خاندان کا آدمی تھا اور لاتعداد تارک اس کے فرماں بردار تھے ان فرمانبرداروں نے خفیہ طور پر سازشیں کر کے گومین کو معزول کر دیا اگر زی لوش کسی اچھے اور نیک جذبے کے تحت سامونیکا کی حکمرانی چاہتا تو شاید اس سے تعاون کیا جا سکتا تھا لیکن اس کے بارے میں یہ خبریں عام ہیں کہ وہ باہر کی دنیا سے رابطہ قائم کر کے سامونیکا کو باہر کی آبادیوں میں ضم کر دینا چاہتا ہے سامونیکا کی روایتیں الگ ہیں اور وہ کسی بھی طور تمہاری اس دنیا سے میل نہیں کھاتیں۔ وہاں اگر اس ظالم دنیا کے اثرات پہنچ جائیں تو اب ہم اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ چکے ہیں اور پہلے سنتے رہے تھے کہ تباہی اور بربادی سامونیکا میں داخل ہو جائے گی۔ معاف کرنا مسٹر غزالی اپنی اس دنیا کو دیکھو دشمنیاں، رقابتیں ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوششیں، ہمارے ہاں بھی ہوتی ہیں لیکن دشمن وہی لوگ ہوتے ہیں جو کسی طرح آپس میں ایک دوسرے سے متصادم ہو جاتے ہیں باقی لوگ بالکل محفوظ رہتے ہیں جب کہ تمہاری دنیا میں دراصل دشمن روپوش رہ کر لاتعداد انسانوں کو موت کی وادیوں میں دھکیل کر خود محفوظ رہتے ہیں معصوم اور بے گناہ انسان دوسروں کی دشمنی کا شکار ہوتے ہیں اس کے علاوہ

اور بھی بہت سے ایسے مسئلے ہیں جنھیں مدِنظر رکھتے ہوئے ہم نہیں چاہتے کہ سامونیکا میں بیرونی دنیا کے اثرات داخل ہوں۔ جب کہ زی لوش اور اس کے گروہ کے افراد اس بات کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ سامونیکا پر بیرونی تسلط قائم کر دیا جائے ہم اس کے خلاف جنگ پر آمادہ ہوئے تو زی لوش نے ہمیں سامونیکا سے نکالنے کا منصوبہ بنا ڈالا اور ہم جو اپنے لیے کوئی بھرپور مقام تلاش کر کے زی لوش کا مقابلہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے اس کا شکار ہو گئے زی لوش چاہتا تھا کہ ہم سب موت کی آغوش میں پہنچ جائیں اور اس نے اسی کی تیاریاں کی تھیں۔ لیکن تقدیر نے ہمارے لیے موت نہیں لکھی تھی جن سمندری راستوں سے ہمیں باہر کی دنیا تک بھیجا گیا اور وہاں ہمیں موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی گئی وہی ہمارے راہنما بنے لیکن ہم سب منتشر ہو گئے۔ اور جگہ جگہ پھیل گئے یقیناً بعد میں زی لوش کو اپنی اس ناکامی کا علم ہو گیا ہوگا چنانچہ اس نے ساموِلوں کو ہماری تلاش میں بھیجا وہ کس طرح یہاں تک پہنچے یہ بات ہم نہیں جانتے لیکن کچھ عرصہ کے بعد ہمیں علم ہو گیا کہ ہمارے دشمن سامون ہماری زندگی کے بارے میں جان گئے ہیں ہم چونکہ منتشر ہو گئے تھے اور زمین کے چپے چپے پر ہمیں تلاش کیا جا رہا تھا اس لیے ہم خاموش بیٹھے رہے اور ایک دوسرے کی تلاش میں سرگرداں رہے تاکہ کسی ایک جگہ جمع ہو کر ہم اپنے آئندہ اقدام کے لیے کوئی فیصلہ کر سکیں اسی دوران ہمیں علم ہوا کہ گومین اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے اور اس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا ہماری سب سے بڑی بدنصیبی تھی ہمارا حکمران ہمارا بادشاہ ہمارا رہبر کسی بھی طرح ہم تک نہیں پہنچ سکتا تھا کیوں کہ ہمارے پاس ایک دوسرے کو پہچاننے کا ذریعہ وہ ذہنی رابطہ ہی تھا جو صحیح الدماغی کی حالت میں ہی قائم کیا جا سکتا ہے۔ یہ ہے ہم بدنصیبوں کی کہانی مسٹر غزالی آپ کو علم ہو گیا ہوگا کہ ہم سب اپنے معاملات میں اس قدر محتاط کیوں رہتے ہیں درحقیقت بات یہ ہے کہ ہمیں ساموِلوں سے زیادہ تمہاری دنیا کے لوگوں کا خوف رہتا ہے کیونکہ ان کے سامنے ہماری قوت بے بس ہے یہ ان کی سرزمین ہے ہماری نہیں ساموِلوں نے جس تنظیم کا سہارا لیا ہے اس کے بارے میں میری معلومات بتاتی ہیں کہ وہ انتہائی بااختیار ہے اور یہ قوت رکھتی ہے کہ ہمیں شدید نقصان پہنچا سکے۔ زی لوش کے لوگوں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں سامونیکا میں آباد کریں گے۔ اور سامونیکا کے اقتدار میں انھیں بھی حصہ دیا جائے گا تنظیم کے ارکان بھی اپنے اقتدار کے خواہش مند ہیں چنانچہ انھوں نے یہ شرط تسلیم کر کے ہمارے خلاف کارروائیاں شروع کر دی ہیں اور وہ دنیا کے چپے چپے میں ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔"

میں خاموشی سے پوری کہانی سنتا رہا یہ کہانی مختلف ٹکڑوں میں میرے سامنے آتی رہی تھی لیکن آج کچھ زیادہ تفصیل سے سننے کو ملی تھی۔ یہ جان کر شدید حیرت ہوئی کہ گومین سامونیکا کا سربراہ تھا۔ گویا اصل بات یہ تھی کہ وہ تمام لوگ منتشر ساموِنوں کو جمع کر کے گومین کی صحیح الدماغی کے خواہش مند تھے اور زی لوش کے خلاف محاذ آرائی کر کے گومین کے دوبارہ اقتدار کے خواہاں تھے کچھ اور انکشافات بھی ہوئے تھے سامونیکا کے بارے میں مثلاً وہاں کی سائنس، کیا وہ ایک انوکھی دنیا نہ ہوگی۔

دی مین کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور وہ چونک پڑا۔ "تم نے تو مجھے سب کچھ ہی بتا دیا وی مین!"

"ہاں، کچھ عجیب سا لگ رہا تھا مجھے۔ تم سے انحراف کو جی نہیں چاہتا لیکن ڈیئر غزالی مجبوریاں نجانے کیا کچھ کراتی ہیں میں نے جس طرح صورت حال تمھیں بتائی اس سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ میں غیر مخلص نہیں ہوں بس ہم میں سے ہر سامون حالات کا شکار ہے اور اپنی مجبوریوں کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے" میں خاموشی سے گردن ہلاتا رہا پھر میں نے کہا۔

"جتنا کچھ تم نے بتا دیا ہے وی مین اس سے زیادہ تم سے کچھ معلوم بھی نہیں کرنا چاہتا میں نے تو ان لوگوں کو بھی مجبور نہیں کیا جن کی میں نے قدم قدم پر معاونت کی ہے تاہم اطمینان رکھو تمھیں اپنے اس انکشاف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی" وی مین نے متشکرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اس کے بعد مضمحل سے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"اجازت دو ۔ بے پناہ مصروفیتیں ہیں ان لوگوں کے سینے پر رہ کر ان پر نگاہ رکھنی ہی پڑتی ہے تاکہ ساموِلوں کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے" میں نے گردن ہلا دی تھی۔ فی الحال کوئی مصروفیت نہیں تھی میں اب پہلے سے کسی قدر مطمئن تھا جب بھی کبھی ذہن پر بحران سوار ہوتا ان سونے والے لوگوں کے پاس پہنچ جاتا۔ دنیا سے بے خبر ہو کر بلکہ حالات

سے خوف زدہ ہو کر انہوں نے اپنے بدن موسم کے سپرد
کر دیے تھے اگر میں بروقت ان کی مدد نہ کرتا اور روی مین
کو یہ نہ بتاتا کہ یہ لوگ برفانی طوفان میں گھرے ہوئے ہیں
تو وی مین ان کے اجسام کو تلاش کرنے کی کوشش نہ کرتا
اور ایسی حالت میں یہ برف کے لاکھوں ٹن وزنی تودوں
کے درمیان دفن ہو جاتے اور اس کے بعد اگر مقررہ وقت
پر جاگنے کی کوشش بھی کرتے تو کیا ان وزنی تودوں کے
نیچے سے زندہ نکل سکتے تھے ناممکن تھا گویا ان چالیس
افراد کی کہانی جن میں سامونیکا کے دو بڑے بھی شامل
تھے برف کے نیچے ہی ختم ہو جاتی اور دنیا کبھی بھی نہ
جان پاتی کہ سامونیکا کے یہ باشندے کہاں غائب ہو
گئے انھیں دیکھ کر بار بار میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ
پھیل جاتی تھی یہ شتر مرغ تھے ریت میں چہرہ چھپا لینے
والوں کی مثال تھے چند روز اور گزر گئے اور اس کے بعد
باہر کا موسم کسی قدر بہتر ہونے لگا اور اسی بہتر موسم
میں ایک دن غار میں موجود سامونوں کے درمیان ایک ہلچل
سی پیدا ہو گئی میں نے اس بارے میں معلومات حاصل
کیں تب پتا چلا کہ گوشائی آ گئی ہے یہ اطلاع سن کر مجھے
بھی اتنی ہی خوشی ہوئی تھی جتنی سامونوں کو ہو رہی ہو گی
چونکہ اب غاروں میں میری نقل و حرکت نگاہ میں نہیں
رکھی جاتی تھی اور میں کہیں کسی بھی جگہ جا سکتا تھا۔ اس
لیے میں نے اسی سمت کا رخ کیا جہاں سے ایک بار میں
دی بین کے ساتھ باہر کا نظارہ کر چکا تھا۔

سوراخ سے باہر نکل کر میں نے چاروں طرف نگاہ
دوڑائی بائیں سمت چیونٹیوں کی ایک قطار نظر آ رہی تھی۔
موسم صاف تھا اور برف چاندی کی طرح چمک رہی تھی اس
چاندی کی طرح چمکتی ہوئی برف پر انسانوں کا ایک کافی
بڑا گروہ آ رہا تھا اور اس کا رخ اسی جانب تھا انھیں دیکھ
کر مجھے اندازہ ہوا کہ گوشائی تمام سامونوں کو سمیٹ لائی
ہے پتا نہیں وی مین نے اس کے استقبال کے لیے کیا کیا
ہے میں وہیں بیٹھ کر نظارے کرتا رہا۔

پھر وہ لوگ غاروں کے قریب پہنچ گئے برف کی
اس عجیب و غریب دنیا میں وی بین نے زیر زمین جو
جال بچھایا تھا وہ بھی ناقابل یقین ہی سا لگتا تھا۔ لیکن اب
حیرت کا کیا سوال تھا میں خود بھی ان تمام چیزوں کا
نظارہ کر چکا تھا گوشائی اور اس کے ساتھ تقریباً دو سو
سامون غاروں کی زیر زمین دنیا میں گم ہو گئے اور میں وہیں
بیٹھا اطراف کا جائزہ لیتا رہا کہ کہیں کوئی اور توان کا گمراہ
نہیں ہے بظاہر اس کے آثار نظر نہیں آتے تھے نجانے کیوں
مجھے اب بھی یہ احساس رہتا تھا کہ یہ لوگ میری پناہ میں
ہیں اور مجھ پر اتنی ہی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جتنی
ذمہ داریاں میں نے گومین کے سلسلے میں قبول کی تھیں۔
گومین کا کارڈ ابھی تک میرے ہاتھ میں تھا سوائے چند افراد
کے کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ یہاں تک کہ میں
نے وی مین کو بھی اس کے بارے میں نہیں بتایا تھا
میں اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا خود سے گوشائی
کے پاس نہیں جانا چاہتا تھا ذرا اندازہ تو لگایا جائے
کہ وی مین میرے بارے میں اس سے کیا کہتا ہے اور
اس کے بعد وہ کیا محسوس کرتی ہے۔ کافی دیر گزر گئی
اور اس کے بعد میں نے اپنی رہائش گاہ کے بیرونی حصے
میں قدموں کی آہٹیں سنیں۔ پھر کوئی اندر داخل ہو گیا اور
میں نے گوشائی یا ویلینی کو اپنے سامنے کھڑے پایا وی مین
بھی اس کے برابر کھڑا ہوا تھا۔

گوشائی کی شخصیت میں ایک عجیب سی تمکنت تھی
پہاڑوں کی حکمران ملکہ گوشائی جس طرح تبت کے قبائلیوں
پر حکومت کر رہی تھی اور جس طرح مہارت سے اپنا سکہ
بٹھا رکھا تھا وہ قابل قدر بات تھی اور یقیناً اس کی شخصیت
کا ایک حصہ بھی میں کھڑے ہو کر اس کا خیر مقدم کرنے پر
مجبور ہو گیا گوشائی مجھے دیکھنے لگی پھر چند قدم آگے بڑھی
اور میرے قریب پہنچ گئی پھر اس نے اپنا داہنا ہاتھ سیدھا
کیا اور اسے میرے شانے پر رکھ دیا۔۔۔ یہ دوستی کا اظہار
تھا۔ اس کے بعد وہ آہستہ سے بولی۔

"مسٹر گازالی۔ تم سے اس طرح پیش آنے کو جی چاہتا
ہے جیسے کوئی اپنے بالکل قریبی دوست یا عزیز سے ملے لیکن
بعض اوقات جھجک مانع ہوتی ہے مجھے گمان بھی نہیں
تھا کہ تم مجھے یہاں ان غاروں میں مل جاؤ گے آہ تمہارے
بارے میں جان کر جس قدر مسرت ہوئی ہے میں بیان
نہیں کر سکتی وی مین نے ایک شخص کا تذکرہ خاص طور
سے کیا حالانکہ ہمارے درمیان ابھی کوئی بات ہی نہیں
ہوئی صرف ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی گئی تھی
لیکن اس سے اظہار ہوتا ہے کہ وی مین بھی تم سے کس قدر
متاثر ہے کہ اس نے فوراً ہی تمہارا تذکرہ کیا اور گازالی
تمہارا نام جس طرح ذہن سے چپکا ہوا ہے وہ تو سوچنے
بھی نہیں دیتا کہ تم کون ہو گئے میں دیوانہ وار اٹھ کھڑی ہوئی

تھی اور میں نے وی مین سے پوچھا تھا کہ کیا وہ یہاں موجود ہے اور جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ تم یہاں ہو تو میں فوراً ہی دوڑی چلی آئی وی مین گازالی ہمارا وہ عظیم دوست ہے جس کے بعد دوستی کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔ اس نئی دنیا میں طویل عرصہ گذر چکا ہے لیکن اس جیسا انسان ہمیں کوئی نہیں ملا یہ سمجھ لو کہ ایک طویل عرصہ سے اس نے ساموئنوں کی بے مثال خدمات انجام دی ہیں اور جانے کتنی بار اپنی زندگی داؤ پر لگا کر اس نے ہمارے مفادات کا تحفظ کیا ہے۔" وی مین نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔۔۔

"وہ تمام پردے چاک ہو گئے مسٹر گازالی جو میں نے مجبوریوں کے تحت اپنے اور تمہارے درمیان ڈال رکھے تھے اور اب جو گفتگو ہوگی اس میں تمہاری شرکت یقینی ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ ہم لوگ ابھی تک اپنی معلومات کا تبادلہ نہیں کر سکے لیکن اب اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو ہوگی۔۔"

"آؤ گازالی آؤ۔ مجھے واقعی امید نہیں تھی کہ ہمارے مفادات کا مرکز یہاں ان غاروں میں ہوگا۔" گوشائی نے بے تکلفی سے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم یہاں سے چل پڑے وی مین عہدے اور اختیار میں گوشائی پر فوقیت رکھتا تھا کیونکہ اس کا تعلق پانچ بڑوں سے تھا اس لیے گوشائی اس کے سامنے مودّب نظر آ رہی تھی۔ تاہم وی مین کا تعاون اور انداز اس کے ساتھ دوستانہ تھا۔ میرے ساتھ وہ لوگ ایک بڑے سے ہال میں آ بیٹھے اور وی مین نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تمہارے ساتھیوں کے لیے معقول بندوبست کر دیا گیا ہے۔ ساموئن آرام کر رہے ہیں اس لیے تمھیں ان کی جانب سے کوئی تردد نہیں ہونا چاہیے۔"

"نہیں وی مین، میں نے تمہاری امانت جس حد تک ممکن ہو سکتی تھی، جمع کر کے تمہارے سپرد کر دی ہے اور اب میں ان کے لیے بالکل مطمئن ہوں۔ لیکن میں حالات کے بارے میں جاننے کی خواہش مند ہوں بشرطیکہ تم پسند کرو۔"

"آہ گوشائی دل تو یہ چاہتا ہے کہ اس دوران کی ایک ایک یاد دوہرائی جائے، لیکن ہم ابھی اس کی کیفیت میں نہیں ہیں کہ ایک دوسرے سے دل کی باتیں کریں ابھی تو حالت جنگ جاری ہے اور کامیابی نجانے کتنی دور۔ تم نے مسٹر غزالی سے فوراً ہی ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی میں خود بھی یہی چاہتا تھا۔ اس انسان میں جو سحر پوشیدہ ہے وہ کسی تارک کے سحر سے کم نہیں ہے، درحقیقت اس میں ایک تارک چھپا ہوا ہے۔"

"بلاشبہ تم نے یہ صحیح کہا وی مین ہاس دنیا کا انسان ہمارا کتنا بڑا محسن ہے، شاید تمھیں اس کی حقیقت معلوم ہو، گومین کا محافظ یہی شخص ہے، ورنہ اس بات کے امکانات بھی تھے کہ ہم گومین کو ہمیشہ کے لیے کھو بیٹھیں" گوشائی نے ممنونیت بھرے انداز میں کہا۔

"گومین کا محافظ۔ میں نہیں سمجھا" وی مین چونک کر بولا

"ہاں شاید گازالی سے تمہاری تفصیلی گفتگو نہیں ہوئی پہلے مجھے یہ بتاؤ، گازالی سے تمہاری ملاقات کیسے ہوئی۔"

"بہت عجیب و غریب حالات ہیں۔ مختصراً میں تمھیں بتاتا ہوں کہ یہ لوگ برف کی سرزمین پر ہمارے دشمن نمائندوں کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ اور برفانی طوفان کا شکار ہو کر ہماری گرفت میں آگئے۔ دراصل میں یہ تعین نہیں کر سکتا کہ اس داستان کا آغاز کہاں سے کروں۔ بڑی الجھن کی بات ہے!"

"نہیں۔ میں تمھیں بتا چکی ہوں وی مین کہ یہ شخص اسی دنیا کا باشندہ ہے ایک بڑے ذہن اور بڑے دل کا مالک اور اس نے ہمارے وہ مسائل اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے جن کی تکمیل کے لیے ہم بے حد پریشان تھے۔ ان لوگوں سے لاکھ واقفیت کے باوجود ہم جگہ جگہ الجھنوں کا شکار ہو جاتے تھے لیکن گازالی نے یہ ذمّہ داریاں اپنے شانوں پر لے لیں اور گومین کو مجھ تک پہنچا دیا اس کے بعد میں نے یہ ذمّہ داری گازالی کے سپرد کی کہ گومین کی دماغی صحت کا بندوبست کیا جائے نہ صرف یہ بلکہ تھوساس، لیبوس، وی مین اور گاقی ہا کو بھی تلاش کیا جائے ایک شخص کے شانوں پر یہ ذمہ داریاں رکھ دی گئی تھیں اور ہم اس کا انتظار کر رہے تھے کہ تمہارا پیغام مجھے مل گیا اور اس کے بعد میں نے یہی بہتر سمجھا کہ تبت چھوڑ کر یہاں تمہارے پاس آجاؤں۔ کم از کم ایک سربراہ تو میرا سرپرست بن جائے"

"تب تو تمھیں یہ بھی معلوم نہیں ہوگا گوشائی، کہ زی لوش کے نمائندے ہماری تلاش میں بہت بڑی تعداد میں اس دنیا میں آ پہنچے ہیں اور چاروں طرف بکھر گئے ہیں، یہی نہیں بلکہ انھوں نے اس دنیا کی ایک بہت بڑی طاقت کا سہارا حاصل کر لیا ہے اور وہ طاقت ساموئنوں کو گرفتار کر کے اپنے قبضے میں کر رہی ہے تاکہ انھیں زی لوش کے حوالے کر دیا جائے۔ زی لوش کے بھیجے ہوئے نمائندے ساموئنوں کے ذہنی رابطوں کو پکڑتے ہیں اور انھیں تلاش کر کے اس طاقت کے

نمائندوں کے ذریعے گرفتار کر لیتے ہیں میں ان حالات سے نمٹ ہی رہا تھا کہ مسٹر گازالی میرے ہاتھ لگ گئے۔ اور بلاشبہ انہی کے ذریعے مجھے لیبوس اور تھوساس ملے۔ وائی مین ملا اور مزید بیس ساموئن بلکہ اکیس افراد، جن میں ڈوتن کاربو بھی شامل ہے، لاسیا کی بیٹی۔"

"اوہ۔ تھوساس، لیبوس، گازالی۔" گوشائی نے آخری بات میری طرف دیکھ کر کہی تھی۔

"ہاں میڈم گوشائی۔ میں لیبوس اور تھوساس کو حاصل کر چکا ہوں۔ اور ان کے حصول کے لیے جو کچھ کرنا پڑا ہے اس کی تفصیل پھر کبھی بتاؤں گا۔ بہت سے ہنگامے بہت سے مرحلے۔ پھر جب ہم لوگ یکجا ہو گئے تو ہم نے بقیہ افراد کی تلاش کی ٹھانی۔ بہتر یہ ہے کہ میں تمھیں تفصیل بتاؤں۔ جس کا کچھ حصہ میں مسٹر وی مین کو بتا چکا ہوں۔۔ لیکن اس انداز میں نہیں جس انداز سے تم پر انکشاف کروں گا۔۔

"تنظیم نے لیبوس اور تھوساس کے علاوہ تمہارے دشمن ساموئنوں کے ذریعے بیس اور ساموئنوں کو گرفتار کیا تھا۔ اور مسلسل ان کی تلاش میں سرگرداں تھی کہ میرا اس سے رابطہ قائم ہو گیا اور پھر میرے اور ان کے درمیان زبردست جنگ چلی جس میں دھوکا دہی اور چال بازی کے ہتھیار استعمال کیے جا رہے تھے۔ ہمارے درمیان ایک پروگرام ترتیب پایا اور وہ یہ تھا کہ میں تنظیم سے بھی رابطہ رکھوں اور ساموئنوں سے بھی۔ یہ بات تنظیم نے اپنے مفاد میں سمجھی تھی، لیکن میں اسے ساموئنوں کے مفاد میں بھی سمجھتا تھا۔ کیوں کہ اس طرح مجھے تنظیم کا تعاون حاصل ہو گیا تھا۔ تنظیم دوسرے ساموئنوں کی تلاش چاہتی تھی اور میرا بھی یہی مقصد تھا چنانچہ میں نے ہوشیاری سے تنظیم کو اپنی مدد پر آمادہ کر لیا۔ اور اس سے وعدہ کیا کہ جونہی تمام ساموئن یکجا ہو جائیں گے انھیں تنظیم کے حوالے کر دیا جائے گا۔ لیکن میرا جو مقصد ہو سکتا تھا۔ اس کا اندازہ تمھیں ہو گا۔ ہمیں حالات اور واقعات کے سہارے وی مین کا علم ہوا، جو یہاں یوگورین کے نام سے مشہور تھا۔ وائی کنگ لیٹروں کے خاندان کے ایک فرد نے ہمیں یوگورین کے خاتمے کے لیے بھیجا۔ لیکن یوگورین کے بارے میں جو تفصیلات انھوں نے ہمیں بتائیں، ان سے ہمیں اندازہ ہو گیا کہ کہیں یہ کوئی ساموئن نہ ہو۔ یہاں پہنچے تو ایک برفانی طوفان کا شکار ہو گئے۔۔۔، اور اس کے بعد وائی مین، تھوساس، لیبوس، ڈوتن کاربو اور بقیہ تمام افراد موسم کی سختی برداشت نہ کرتے ہوئے اور موت کو قریب دیکھ کر بقول وی مین کے ایک عارضی موت اپنا کر گہری نیند سو گئے۔۔۔ وہ ان غاروں میں موجود ہیں۔"

گوشائی متحیرانہ انداز میں، میری کہانی سن رہی تھی۔ ان لوگوں کی یہاں موجودگی کے بارے میں سن کر وہ ایک بار پھر مضطرب ہو گئی۔

"آہ۔ میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں، کیا میں انہیں دیکھ سکتی ہوں وی مین۔۔۔؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔۔۔ ظاہر ہے اس میں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن ابھی کچھ باتیں تشنہ رہ گئی ہیں، ان پر بھی گفتگو کر لی جائے۔۔۔ لیبوس، تھوساس ہمارے پاس پہنچ گئے ہیں اور تمہارے ان ساتھیوں کی آمد کے بعد کیا تمھیں اندازہ ہے کہ مزید کتنے ساموئن منتشر ہیں۔۔۔؟"

"ہم کل کتنے افراد تھے وی مین۔ تمہارے ذہن میں ہے؟"

"ہاں ہماری تعداد تقریباً چار سو تھی، مقامی گنتی کے مطابق چار سو اور ابھی صرف تین سو کے قریب افراد ہمیں مل سکے ہیں۔ دو سو وہ جو تمہارے ساتھ آئے ہیں ستر یا اسّی کے قریب وہ ہیں جو میرے لیے کام کر رہے ہیں، اور شاید خاصی بڑی تعداد گاقی ہا کے پاس ہوگی، جس کے صحیح اعداد و شمار میرے پاس نہیں ہیں۔"

"گاقی ہا۔" گوشائی کے ساتھ میں بھی اچھل پڑا۔

"ہاں مسٹر گازالی۔۔۔ آپ سے معذرت خواہ ہوں کہ ابھی تک گاقی ہا کے بارے میں کوئی تذکرہ آپ سے نہیں ہو سکا گاقی ہا اس وقت افریقہ میں موجود ہے، اور ایک افریقی قبیلے کے سربراہ کی حیثیت سے وہاں رہتا ہے۔ بہت سے ساموئن اس کے پاس پہنچ چکے ہیں اور وہ ان کی مدد سے افریقہ کے ایک ایسے علاقے میں جو تمام لوگوں کی پہنچ سے دور ہے کارروائیوں میں مصروف ہے، اس کا مجھ سے رابطہ قائم ہے اور وہ کافی کام کر چکا ہے۔۔۔"

"اوہ گوشائی۔۔۔ میڈم گوشائی۔۔۔ میرا خیال ہے ہمارا کام تقریباً ختم ہو گیا۔۔۔ کیا سمجھیں آپ۔۔۔؟"

گوشائی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر پھیکے سے انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

"کہاں گازالی۔۔۔ کہاں، ابھی کہاں۔۔۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بچھڑے ہوؤں کی بہت بڑی تعداد مل چکی ہے،

تھوساس اور لیبوس موجود ہیں۔ دی مین موجود ہے اور گانی ہا تک ہماری پہنچ ہے۔ لیکن گومین جو ہمارا سربراہ ہے، جو سمندروں کا جانکار ہے، جو ہمارا رہنما ہے، وہ کہاں ہے اور اسکی اپنی ذہنی حالت۔"

"یہ سوال میں بھی کرنا چاہتا تھا مسٹر گازالی جیسا کہ گوشائی نے کہا کہ آپ نے ابتدا سے گومین کی محافظت کی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں ۔۔ لیکن آپ کی زبان سے گومین کا کوئی تذکرہ آج تک نہ سن سکا، کیا گومین ۔" میں نے مسکراتے ہوئے درمیان سے دی مین کی بات کاٹ دی۔

"ہمارے درمیان بہت سے پردے برقرار تھے دی مین تم گوشائی کی آمد پر میری تصدیق کر کے میرے بارے میں فیصلہ کرنا چاہتے تھے نا تو ظاہر ہے مجھے بھی گوشائی کی آمد کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ چنانچہ اس کا موقع کہاں تھا کہ میں تم سے گومین کا تذکرہ کرتا۔"

"گویا ۔ گویا ۔ گومین ۔ گومین ہماری دسترس میں ہے، آہ اگر تم یہ انکشاف کر دو تو میں خوشی سے پاگل ہو جاؤں۔ پانچ سربراہ پانچ بڑے یکجا ہو گئے ہیں۔ اور میرا علم کہتا ہے کہ جب یہ سب یکجا ہو جائیں گے تو ہمارے بہتری کا دور شروع ہو گا۔ براہ کرم مجھے گومین کے بارے میں اطلاع دو ۔!"

"گومین لندن میں موجود ہے اور ایک ذہین ڈاکٹر کے زیر علاج ہے جو برین سرجری میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ نجانے کیوں میرا دل کہتا ہے کہ ڈاکٹر جے مور گر گومین کو صحت یاب کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

" دی مین شدت جذبات سے اٹھ کھڑا ہوا ۔۔ اس نے میرے دونوں بازو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

" تو پھر ۔ تو پھر ۔ جلدی کرو ۔ جلدی کرو گومین کو یہاں لے آؤ اور اس کے بعد ہم ۔۔ ہم گانی ہا کے پاس روانہ ہو جائیں گے۔ گانی ہا بہت سی تیاریاں کر چکا ہے۔ اگر سربراہ ہم میں پہنچ جائے اور اسکی دماغی کیفیت درست ہو تو سمجھ لو کہ ساموئنوں کی واپسی کا سفر شروع ہو جائے گا۔"

"میں گومین تک جانے کے لیے تیار ہوں۔ لیپ لینڈ سے جو راستے لندن تک جاتے ہیں ان کی دشواریوں کا تمھیں احساس ہے دی مین ۔!"

" کیوں نہیں۔" دی مین نے جواب دیا۔

" اس سے پہلے تنظیم کے نشانوں پر سفر کر کے میں لیپ لینڈ تک پہنچا ہوں۔ لیکن اب اتنے عرصے کی گمشدگی سے تنظیم میری جانب سے مشکوک بھی ہو سکتی ہے البتہ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ ان لوگوں نے اس برفانی طوفان میں ہماری موت بھی ممکن سمجھ لی ہو اور اپنے طور پر یہ سوچ کر خاموش ہو گئے ہوں کہ اب ہم اس دنیا میں نہیں ہیں، جن لوگوں کو ہمارا نگراں مقرر کیا گیا تھا وہ بھی کامیابی کے ایک طویل عرصے تک ہم پر مسلط رہنے کے بعد یا تو ختم ہو گئے یا راہ سے بھٹک گئے۔ مجھے یقین ہے کہ تنظیم کو ہماری موجودہ پوزیشن کا کوئی علم نہیں ہو گا۔ چنانچہ انتہائی خفیہ پیمانے پر ہمیں لندن تک کا سفر کرنا پڑے گا۔"

" اس کا پروگرام ترتیب دے لیں گے مسٹر گازالی میں نے ان علاقوں میں کافی وقت گزارا ہے بلکہ یوں سمجھ لو کہ انہی علاقوں پر میں نے ریسرچ کی ہے، یہاں کے بارے میں بہت سی تفصیلات مجھے معلوم ہیں، یہاں کے رہن سہن اور زندگی گزارنے کے دوسرے انداز بھی میں نے اچھی طرح جان لیے ہیں چنانچہ تم اگر مجھے موقع دو تو میں اس کی تیاریاں کروں ۔!"

" اگر یہ بات ہے مسٹر دی مین تو پھر یہ طے کر لیجیے کہ ہم میں سے کس کس کو لندن چلنا ہے، میں خود تو تیار ہوں میں نے کہا۔!

" کیوں گوشائی تم اس سلسلے میں کیا کہتی ہو ۔!"

" میں ہی نہیں مسٹر دی مین بلکہ ایک ایک ساموئن کی اولین خواہش ہے کہ وہ دوسرا سانس اپنی سرزمین پر لے، مجبوریاں اگر راستہ روکتی ہیں تو یہ دوسری بات ہے، ورنہ کون چاہتا ہے کہ ہم ایک لمحہ بھی اس دنیا میں رہیں۔ ہم اپنے دشمن کو زیر کرنے کے بعد اپنی سرزمین پر رہنا سب سے اوّل سمجھتے ہیں، یہ بہت اچھی بات ہے کہ میرے یہاں پہنچتے ہی ایسے انکشافات ہوئے ہیں جو نہایت امید افزا ہیں اور گازالی آج بھی ہم لوگوں میں نمایاں ہیں ۔۔ میں چاہتی ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے گومین ہمارے درمیان پہنچ جائے، تاکہ ہم واپس کا سفر شروع کریں۔"

" تو پھر ٹھیک ہے مجھے چند روز کی مہلت دو، میں بیرونی دنیا میں جا کر انتظامات کرتا ہوں اور پھر اس کے بعد میں اور مسٹر گازالی لندن چلے جاتے ہیں اور وہاں سے گومین کو لے آتے ہیں۔!"

" صرف دو افراد ۔" گوشائی نے کسی قدر حیرت سے کہا۔

" ہاں جس قدر کم افراد ہوں بہتر ہے۔"

" جیسا آپ پسند کریں مسٹر دی مین" گوشائی نے کہا اور یہ بات طے ہو گئی کہ دی مین یہاں سے روانہ ہو جائے اور ہم اسکی واپسی کا انتظار کریں۔ چنانچہ اسی رات دی مین مجھے اور گوشائی کو ہدایات دینے کے بعد اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔

گوشائی نے تبت سے یہاں تک کا سفر اتنے بہت سے افراد کے ساتھ جس طرح بھی کیا ہو گا مجھے اس پر حیرت ہوتی تھی لیکن

بہر طور وہ کسی نہ کسی طرح یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ اس کے بارے میں، میں نے اس سے کوئی تفصیل نہیں پوچھی تھی۔ یہاں آکر وہ مجھ سے مل کر سب سے زیادہ خوش ہوئی تھی اور پھر یہ بات بھی تھی کہ اسے اپنے مقصد کی تکمیل نظر آ گئی تھی۔

اس رات کو وہ آرام کرنے چلی گئی، لیکن صبح کو اس وقت جب میں سو کر اٹھا بھی نہیں تھا وہ میرے پاس پہنچ گئی اور پھر اس نے مجھے جگایا تھا۔ اسے دیکھ کر میں مسکراتا ہوا اٹھ بیٹھا تھا گوشائی کے چہرے پر کسی قدر خجالت کے آثار تھے، کہنے لگی۔۔

" بہت دیر سے تمھارے پاس بیٹھی تمھیں دیکھ رہی ہوں اور جب قوت برداشت جواب دے گئی تو تمھیں جگا دیا۔"

" بے کار تکلف کیا میڈم گوشائی۔ فوراً ہی مجھے جگا دیتیں۔"

" بار بار یہ کہتے ہوئے اب شرم بھی آتی ہے مسٹر گازالی کہ تمھیں ہماری وجہ سے نجانے کیا کیا سہنا پڑا۔ میں جانتی ہوں کہ تمھارے ہاں عمر کا تناسب ہماری نسبت بہت کم ہے اور جوانی کی عمر کا یہ قیمتی حصہ کسی اور کے مقصد کی تکمیل میں صرف کر دینا تمھارے لیے نقصان دہ ہی ہے اور وہ عظیم ہوتے ہیں جو کسی کے لیے اتنا کچھ کریں۔ بس گازالی یہی سب کچھ سوچ کر بعض موقعوں پر جھجک پیدا ہو جاتی ہے ورنہ ہم تو تمھیں اپنی ملکیت بنا ہی چکے ہیں، اٹھو۔ میں تمھارے ساتھ ان لوگوں کو دیکھنا چاہتی ہوں جو حالات سے گھبرا کر زندگی سے منہ موڑ بیٹھے انھیں یہ نہیں کرنا چاہیے تھا ایسا تو انتہائی حالات میں کیا جاتا ہے جب اور کوئی چارۂ کار نہ رہے۔"

" تمھاری زمین برفانی نہیں ہے گوشائی۔ برف کے طوفانوں میں وہ کوئی راہ نہ پا سکے ہوں گے اور موت ان کے قریب آ رہی ہو گی ورنہ ان میں سے کوئی بزدل نہیں ہے یہ میں جانتا ہوں۔" میں نے ان کی طرف داری کرتے ہوئے کہا۔

تم ذہنی طور پر ان کے محافظ ان کے باپ بن گئے گازالی تمھارے سینے میں ان کے لیے وہ جذبے پیدا ہوتے ہیں، جو ناقابل فہم ہیں یہی تمھیں ان کا ہر طرح ساتھ دینے پر مجبور کرتے ہیں گوشائی نے کہا۔ اور اس کے ان الفاظ پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے اس سے چند لمحات کی اجازت طلب کی منہ ہاتھ وغیرہ دھویا اور پھر اس کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔ راستے میں اس نے کہا۔

"میڈم گوشائی ۔۔ یہ الفاظ مجھ سے اتنی بار ادا کیے گئے ہیں کہ اب انھیں سن کر میرے سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ کیا آپ بھی مجھے اس سلسلے میں معاف نہیں کریں گی ۔"

"بہت سی باتیں کرنی ہیں تم سے گازالی ۔۔ بہت کچھ پوچھنا ہے تم سے لیکن ابھی فرصت کہاں۔ میں تم سے بات

کروں گی اس مسئلے پر آخر وہ کون سا جذبہ ہے، کون سی بات ہے جس نے تمھیں ساموئنوں کی مدد پر آمادہ کیا ہے۔"

"یہ الفاظ بھی مجھ سے ادا کیے جا چکے ہیں میڈم گوشائی" میں نے ہنس کر کہا اور وہ بھی ہنس پڑی ۔۔ میں اٹھتے ہوئے اس وسیع و عریض غار میں پہنچ گیا، جہاں سمبو تورا اور دوسرے افراد دنیا کو بھول کر گہری نیند سو رہے تھے۔ ان کے جسموں میں زندگی کے آثار نہیں تھے۔ اور وہ مردہ نظر آ رہے تھے۔ گوشائی ایک ایک کو دیکھتی رہی اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ لیبوس اور تھوساس کو بھی دیکھا اس نے۔ ڈوٹن کاربو کو بھی اور پھر گردن جھکا کر وہاں سے باہر نکل آئی۔ بہت متاثر نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس عورت کو عروج پر دیکھا تھا۔ ویلینی کی حیثیت سے اس کا جو مقام تھا وہ معمولی نہ تھا لاتعداد انسان اس کے ایک اشارے پر گردن کٹانے کے لیے تیار رہتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ذہنی طور پر بھی بہت مضبوط تھی۔ اور اس کی مثال مونٹ سوراٹ کا خزانہ اور دوسری جنگ عظیم کی خطرناک جاسوسہ ویلینی کی ہمشکل ہونے سے فائدہ اٹھانا تھا، بہر طور ساموئنوں کی شخصیت میں میں نے ایک بات ہمیشہ محسوس کی تھی۔ وہ لوگ بے ضرر ملنسار اور شکر گزار فطرت کے مالک تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے اندر بے پناہ قوتیں بھی رکھتے تھے، جن کا اظہار انہوں نے کبھی چھچھورے انداز میں نہیں کیا تھا۔ گوشائی نے میرے ساتھ ناشتہ کیا اور اس کے بعد وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچ گئی، جہاں سے ہم باہر کے مناظر بھی دیکھ سکتے تھے۔ پتا نہیں اس جگہ کے بارے میں اسے کیسے علم ہوا تھا۔ یہاں بیٹھنے کے بعد اس نے

مجھ سے اس دوران کی کارکردگی کے بارے میں تفصیلات پوچھیں اور میں نے اسے ڈاکٹر جے مورگر کا تعاون، سمبوتورا اور گومین کی گم شدگی۔ ڈوٹن کاربو سے ملاقات، پھر لیبوس کی تلاش کے لیے ڈوگ کے ہنگامے اور اس کے بعد مارٹن ایسٹرو کی تفصیل سب کچھ بتا دیا۔ گوشائی پراسرار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحات کے بعد وہ بولی۔

”بھلا ہم تمھاری ان کاوشوں کا صلہ کیا دے سکتے ہیں؟“

”مجھے اس کے صلے کی ضرورت بھی نہیں ہے، میڈم گوشائی، جو کچھ میں کر رہا ہوں، نجانے کیوں کر رہا ہوں، شاید میں خود بھی آپ کو یہ نہ بتا سکوں۔“

”یہ بتاؤ۔ موجودہ حالات کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے۔ کیا تمھیں اس بات کی امید ہے کہ گومین کی دماغی حالت درست ہو جائے گی۔ آہ۔ اس مرحلے پر آ کر کہ چار سربراہ یکجا ہو گئے ہیں، اور پانچواں نگاہوں کے سامنے ہے، میری جو کیفیت ہو رہی ہے بیان نہیں کر سکتی، گازالی ایک طویل عرصہ گذر چکا ہے ان کاوشوں میں، یوں سمجھ لو، بہت طویل عرصہ گذر چکا ہے۔ اور کسی بھی لمحے، ہم اپنے آپ کو تھکن میں گرفتار دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ جس مقصد کے لیے ہم نے اپنی دنیا لٹا دی ہے، اس کی تکمیل کر لیں۔ مجھے بتاؤ گازالی کیا گومین کی ذہنی حالت درست ہو سکتی ہے۔“

”میں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا، میڈم گوشائی لیکن ڈاکٹر جے مورگر اپنے فن کا استاد ہے، اور پھر چونکہ وہ معاوضے کے لالچ کے بغیر، بلکہ ایک طرح سے مارٹن ایسٹرو کا خطرہ مول لے کر ہمارے لیے کام کر رہا ہے، اس لیے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں گومین پر صرف کر دے گا۔ اور ممکن ہے گومین ٹھیک ہو جائے۔“

”وہی ہماری امیدوں کا مرکز ہے گازالی۔ سنو میرے عظیم دوست۔ سامونیکا تمھاری اس دنیا سے دور ان ویران سمندروں سے قریب جہاں آبی راستے نہیں ہیں، ایک انوکھی مملکت ہے، اس کی تاریخ بھی لاکھوں سال قدیم ہے۔ شاید انسانی آبادیاں کبھی سامونیکا کی جانب متوجہ بھی نہیں ہو سکیں۔ تمھاری دنیا کی تمام تحقیقات چند جزیروں تک محدود رہی ہیں۔ بے شک تم آسمان، چاند، ستاروں، خلاء اور زمین کی گہرائیوں میں اپنے جال ڈال چکے ہو۔ لیکن سمندر کی آخری حد کا پتا لگایا تم نے کبھا تمھیں اس بات کا علم ہے کہ ایک جگہ پہنچنے کے بعد سمندر کی گہرائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ایک ایسی زمین سے جا ملتا ہے جو دنیا کے لیے نامعلوم ہے۔ وہی سامونیکا ہے۔ سامونیکا اپنی روایتوں کے تحت ہمیشہ بیرونی دنیا سے دور رہا ہے۔ چونکہ ہماری زمین سمندر کی گہرائیوں کے ساتھ ساتھ بلند ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے اوپر ایک ایسی دھند چھائی ہوتی ہے جس کا فضائی جائزہ لیا جائے تو وہ بہتا ہوا پانی ہی محسوس ہوتی ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ تمھارے سیارے اور تحقیقاتی لیبارٹریز کبھی سامونیکا کی تصاویر نہیں لے سکیں، اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے گازالی میں نے یہاں رہ کر کافی تحقیق کی ہے۔ تمھاری دنیا کی جدید کارروائیوں سے مجھے واقفیت حاصل ہے۔ تو میں بتا رہی تھی۔ اس کی ایک وجہ اور ہے وہ یہ کہ ہم نے ان ذرائع سے کام نہیں لیا جنھیں تم سائنس سے تعبیر کرتے ہو۔ ہمارے ہاں راڈار نہیں ہیں، بجلی نہیں ہے۔ ایٹم نہیں ہے۔ ایسی الیکٹرونک اشیاء نہیں ہیں، جو اشارے دیتی ہیں۔ ہم نے صرف اپنے اجسام میں پوشیدہ قوتوں کو اپنی سائنس کا نام دیا ہے اور انہی سے کام لیتے رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے تمھارے طیارے ہمارے ہاں کے کوئی سگنل موصول نہیں کر سکے۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا۔ سامونیکا ابھی عام دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ ہمارے ہاں بھی بحران پیدا ہوتے ہیں۔ طاقت کے مظاہرے ہوتے ہیں۔ تارک بدلتے ہیں اور نجانے کیا کیا ہوتا ہے۔ ہم بحرانوں سے نمٹتے ہیں۔ تمھاری عمروں کی نسبت ہماری عمریں بے حد طویل ہیں۔ چنانچہ ہم ہر چیز کو اس کی آخری حد تک پہنچانے کے لیے زندہ رہتے ہیں۔ گازالی اس بار بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ طویل عرصے کے بعد زی لوش نامی ایک شخص جو صاحب اختیار و اقتدار ہے، باغیانہ جذبوں کے ساتھ سامونیکا میں تبدیلیاں پیدا کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ بیرونی دنیا کی رونق سامونیکا میں بھی پہنچ جائے سامونیکا کا تعلق بھی اجنبی دنیا سے ہو جائے۔ جبکہ ہمارا بہت بڑا حلقہ اس بات کو پسند کرتا ہے۔ لیکن زی لوش اپنی خواہشوں میں کامیاب ہو گیا اور اس نے ہمارے خلاف کارروائی کر کے ہمیں خفیہ طور پر موت کے گھاٹ اتارنا چاہا! ہمارے بے گون سمندر میں پہنچا دیے گئے اور ہمیں ایسے راستوں کی جانب دھکیل دیا گیا، جو موت کی جانب

جاتے تھے۔ لیکن جن بے گونوں میں ہم سوار تھے، وہ تباہ نہ ہو سکے۔ البتہ منتشر ہو گئے۔ ہم لوگ نجانے کہاں سے کہاں جا نکلے اور اس کے بعد ہماری یہ زندگیاں ایک دوسرے کی تلاش ہی میں گذریں۔ ہمارا مقصد ایک ہی تھا کہ ہم اپنی دنیا میں واپس جانے کے بعد زی لوش کو ناکام بنائیں اور اسی کے لیے ہم سرگرداں ہیں گازالی یہی ہمارا مقصد ہے۔ گومین ہمارا تارک تھا یعنی حکمران اس کے دماغ کو نجانے کیا ہوا کہ وہ ذہنی طور پر معطل ہو گیا اس کے بعد کی کہانی تمھیں معلوم ہے۔ وہ کہاں کہاں رہا۔ کہاں کہاں سے گذرا۔ میں نہیں جانتی۔ لیکن جہاں وہ تمھیں دستیاب ہوا وہاں سے آگے ہی کی بات کی جا سکتی ہے۔ گازالی یہ تھی ہماری کہانی۔“

”جو میں سن چکا ہوں“ میں نے کہا اور گوشائی حیران رہ گئی۔

”گویا... گویا... تم جانتے ہو۔“

”ہاں۔“

”آہ... تم ضرور جانتے ہو گے۔ ایک بات کا جواب دے دو گازالی... صرف ایک بات۔“

”ضرور۔“

”کیا تم ہمیں۔ ہماری دنیا تک پہنچانے چلو گے۔“

”اس کے بعد وہاں سے واپسی..؟“ میں نے پوچھا۔

”اس کا بندوبست ہم کریں گے۔“

”تو ٹھیک ہے۔ میں تو پہلے ہی اس کا تہیہ کیے ہوئے ہوں... یہ انوکھی دنیا دیکھنے کی خواہش کس کے دل میں پیدا نہ ہو گی۔ جو ایک طرح سے اس زمین سے الگ تھلگ ہے۔“ گوشائی نے مسکرا کر گردن ہلا دی —— اس کے بعد وہ میرے پاس نہ رہی اور مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی۔ میں خود بھی غاروں سے باہر نکل آیا تھا۔ دو سو ساموتوں کے آنے سے غار بھر گئے تھے حالانکہ خاصی وسیع و عریض جگہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود کافی رونق نظر آ رہی تھی۔ سامون ادھر ادھر آ جا رہے تھے، اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اور خوش تھے۔ غالباً انھیں یہ اطلاع بھی دے دی گئی تھی کہ تمام سربراہ مل گئے ہیں اس لیے ان کے انداز میں ایک انوکھی خوشی پائی جاتی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہائیسا یا ندرت میرے ذہن سے نکل چکی تھی اور یہ بات مجھے یاد نہیں آئی تھی کہ گوشائی کے ساتھ ندرت بھی آئی ہو گی۔ اس وقت میں غاروں کی دنیا کے ایک وسیع حصے میں کھڑا کسی سوچ میں گم تھا کہ میری نگاہ سامنے کی جانب اٹھ گئی۔ وہ ایک چھوٹے سے غار کے دہانے سے پشت لگائے کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔ میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں میں نے ایک لمحے میں ندرت کو پہچان لیا تھا۔ لیکن ندرت کے چہرے پر پھیلے ہوئے تاثرات نے میرے بدن کو جھنجھنا کر رکھ دیا۔ وہ پہلے کی نسبت کچھ کمزور بھی ہو گئی تھی۔ مجھے دیکھ کر بھی اس نے میری طرف بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ لیکن میں برق رفتاری سے اس کے قریب پہنچا اور میں نے بے اختیارانہ انداز میں اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”ندرت تم۔ یہاں آئیں لیکن مجھ تک نہیں پہنچیں مجھ سے ملی بھی نہیں۔ کیسی ہو۔؟ کچھ کمزور نظر آ رہی ہو۔ کیا بات ہے؟“ میرے ان بہت سے سوالات کے جواب میں اس کے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور اس نے آہستہ سے کہا۔

”تم کیسے ہو گازالی۔“

”دیکھو تمھارے سامنے ہوں۔ بالکل ٹھیک ہوں، کیا تمھیں میری یہاں موجودگی کی اطلاع مل گئی تھی۔“

”ہاں۔ میرے کو گوشائی بولا۔ گازالی ہے۔“ ندرت نے جواب دیا۔

”اور تم میرے پاس نہیں آئیں۔“

”آنا تھا۔“ ندرت نے کہا۔

”یا تم مجھے بھول گئیں۔“

”نہیں بھولا۔“ اس نے کہا۔

”ناراض تھیں مجھ سے؟“

”نے۔ راز۔ تم سے نے راز ہوتے بٹ جب میں لوگ ادھر آئے تو نائیں معلوم تھے کہ تم ادھر ہائے۔“

”کب معلوم ہوا۔“

”آ۔ بھی۔“

”اور تم مجھے تلاش کرنے نکل پڑیں۔“

”ہاں۔“ اس نے گردن ہلائی۔

”کیسا وقت گذرا ندرت تم کمزور اور مضمحل نظر آ رہی ہو کیا بیمار ہو گئی تھیں۔“

”نائیں۔ ٹھیک ہائے۔ تم دالبس حن صاحب کا گھار گیا تھا سب لوگ ملا۔؟“

”ہاں۔ یہ بات بھی پرانی ہو گئی۔“

”سب ٹھیک تھا۔“

”بالکل ٹھیک تھا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”گازالی۔ تم وی مین کے پاس ہے اس کا مطلب ہائے کہ تم ....“

”کیا گوشائی نے تمہیں تفصیل نہیں بتائی۔“ میں نے پوچھا۔

”یہ ضروری نہیں تھا۔ میں فورتھ گریڈ میں ہوتا“ اس نے کہا۔

”مگر میرے لیے تم فرسٹ گریڈ میں ہو ندرت“ میں نے کہا اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک سنسان گوشے میں لے گیا۔ ندرت کی کیفیت کا احساس ہو گیا تھا اور دل کو ایک عجیب سی بے چینی ہو گئی تھی یہ سامون لڑکی کیا کر سکتا ہوں میں اس کے لیے۔ میں نے اسے بٹھا دیا۔ اور پھر میں اسے پوری تفصیل بتانے لگا۔ ندرت غور سے سن رہی تھی ایک ایک بات بتانے کے بعد میں نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ اب تم لوگوں کا اپنے وطن واپس جانے کا وقت قریب آ گیا ہے۔“

”ہاں ہیں تم جیسا انسان جو مل گیا“ ندرت انگریزی میں بولی۔

”تم نے اردو کی مشق چھوڑ دی ندرت اب تمہیں کافی دقت ہونے لگی ہے۔“ میں نے کہا اور ندرت کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔ وہ دیر تک کچھ نہیں بول سکی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

”اردو تم سے بولتی تھی گازالی۔ تمہارے لیے بولتی تھی ...“

”اوہ“ میں نے اس کی بات کی گہرائی محسوس کرتے ہوئے کہا۔ ندرت پھر خاموش ہو گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سے کیا باتیں کروں۔ ندرت پاؤں کے انگوٹھے سے زمین کرید رہی تھی۔ بالآخر میں نے ایک فیصلہ کیا اور بولا۔

”کس سوچ میں ڈوب گئیں ندرت۔“

”کچھ کہنے کو دل بولتا گازالی۔“

”کہو۔“ میں نے کہا اور اسے جیسے چکر آنے لگے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا۔ ”جو کچھ دل میں آ رہا ہے ندرت کہہ دو۔ نہ کہہ کر ہم دونوں ہی کرب کے شکار ہیں۔“

”گازالی۔ گازالی۔ تم مجھے۔ تم مجھے ہمیشہ کے لیے ہمیشہ کے لیے ناوڈرت نہیں بنا سکتے گازالی۔ مائیں ہمیشہ کے لیے تو ماری ناوڈرٹ بننا چاہتی ہوں۔ بول دو گازالی۔ آگے مائیں ایسا نائیں بولیں گا۔ پہلے مائیں ایسا نائیں سوچا بٹ تم ہما کو سسٹر بنا لیا جو تو مارا لور ہوتا۔ آفر دیا جو لیہ تم اس کو۔ آفٹر دیٹ سارا یہ۔ گازالی ہر بار میں سوچا تم کسی اور کو لو کرتا۔ اگر ایسا نائیں گازالی تو پھر۔ میرے کو۔ ناؤ۔ ناؤ“ اس کی آواز سسکیوں میں ڈوب گئی۔

میری کیفیت خراب ہونے لگی تھی۔ وہ ہمت پیدا نہیں ہو پا رہی تھی۔ جو پیدا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے بعد خاموشی ایک سنگین جرم کی حیثیت رکھتی تھی اس لیے ہمت پیدا کرنا ضروری تھا۔ بڑی مشکل سے میں نے کہا۔

”ندرت۔ اس بات کا جواب چاہتی ہو۔ ؟“

”ہاں !“

”برداشت کر سکو گی۔ ؟“

”ہاں۔“

”سنو ندرت۔ میں کسی اور کو چاہتا ہوں۔ کسی اور سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے کسی اور کو زندگی کا ساتھی بنانے کا وعدہ کیا ہے اور ندرت یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں صرف تمہاری محبت قبول کر لیتا۔ ساموئوں کے مشن کے لیے میں نے اپنی زندگی وقف کر دی ہے اور نہیں کہہ سکتا کہ اس مشن کی تکمیل کے بعد میں زندہ بھی رہ سکوں گا یا نہیں۔ اس کے پاس واپس بھی جا سکوں گا یا نہیں جس سے وعدہ کیا ہے لیکن میں اس وعدے کے ساتھ ہی جینا چاہتا ہوں۔ مر گیا تو یہ افسوس نہیں ہوگا کہ میں نے وعدہ خلافی کی تھی۔ ندرت تم لوگوں کی عمریں طویل ہوتی ہیں میں اگر تمہارا بن بھی جاتا تو زندگی کے ان مختصر لمحات میں تمہارا کتنا ساتھ دے سکتا تھا۔ اس کے بعد پھر تمہیں تنہا جینا پڑتا لیکن میں اس مختصر زندگی میں اپنے جہاد کے وہ جذبے کھونا نہیں چاہتا جو مجھے زندہ رکھتے ہیں۔“

ندرت کے چہرے کے تاثرات بدل گئے اچانک ہی اداسی کی جگہ حیرانی نے لے لی تھی اس کی ویران آنکھوں میں جیسے زندگی لوٹ آئی تھی۔ وہ مجھے تعجب سے دیکھ رہی تھی میں نے بھی اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات محسوس کیے۔ پھر وہ مسکرانے لگی۔

”گازالی۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔ ؟“ اس نے کہا۔

”اس وقت جھوٹ بول کر میں کائنات کا سب سے بڑا گناہ نہیں کر سکتا ہاں ندرت۔“ میں نے کہا۔

”پہلے نہیں بتا سکتے تھے مجھے۔ اب بتاؤ وہ کون ہے

جلدی بتاؤ تمہارا تردد مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ بتاؤ وہ کون ہے ؟“

”تنویر۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”بائی تورا سا۔ بائی تورا سا۔“ وہ ہنس پڑی پھر اس نے شگفتہ لہجے میں کہا۔ ”ساموینکا کی نوجوان لڑکیوں کی ایک رسم بتاؤں گازالی۔ ؟“

”کیا۔ ؟“ میں نے پوچھا۔

”حسن و عشق کی یہ داستانیں ہمارے ہاں بھی ہوتی ہیں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اگر کسی لڑکی کو یہ سمجھ کر قبول نہ کیا جائے کہ وہ اس قابل نہیں ہے تو اس کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی نوجوان پہلے سے کسی لڑکی کو چاہتا ہو اور وہ لڑکی پر اس کا اظہار کر دے تو لڑکی کے لیے بڑے اعزاز کی بات ہوتی ہے کیونکہ اسے اعتماد کا حق دار سمجھا جاتا ہے میں تمہیں چاہتی ہوں گازالی تم میرے مرد ہو لیکن اگر تمہارے دل میں کسی اور کی چاہت مجھ سے پہلے سے موجود ہے تو یہ نہ میرے لیے افسوس کی بات ہے۔ نہ شرمندگی کی کیونکہ وہ مجھ سے پہلے تمہاری زندگی میں تھی ہاں اگر میرے بعد آتی تو مجھے غم ہوتا۔ اب سب ٹھیک ہے گازالی۔ اب کوئی بات نہیں ہے میں اب بھی تمہیں چاہتی ہوں لیکن اب میں تمہاری محبت کی امین بن گئی ہوں۔ یہ ہماری رسم ہمارا رواج ہے۔“

”ہائی سا مجھے افسوس ہے کہ۔“

”ارے ارے۔ ایسی بات مت کرو۔ اب یہ قابل افسوس بات نہیں ہے میں سچ کہہ رہی ہوں تمہیں ہمارے ہاں کی رسموں کا علم نہیں ہے۔“ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”انوکھی رسم ہے۔“ میں نے تعجب سے کہا۔

”ساموینکا کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تمہاری دنیا کے لوگ تو کچھ نہیں جانتے تمہیں مجھ سے شکوہ رہا ہے، گازالی کہ میں نے کبھی تمہیں وہ سب کچھ نہیں بتایا جو ساموئوں سے تعلق رکھتا ہے اب میں تمہیں ساموینکا کی لوک کہانیاں سناؤں گی سب کچھ بتا دوں گی تمہیں اس کے بارے میں۔“

ندرت بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے سے اداسی کے بادل چھٹ گئے تھے یوں لگتا تھا جیسے اسے کوئی نئی خوشی نئی زندگی مل گئی ہو۔ لیکن میرے لیے یہ سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی۔ بہرحال ابھی ان کی بہت سی باتیں نہیں سمجھ میں آئی تھیں لیکن اگر ندرت اس بات سے خوش ہو گئی تھی تو میرے لیے بھی خوشی کی بات تھی مطلب سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

ندرت نے کہا ”گوشائی کے پاس جاؤ۔ میں پھر تمہارے پاس آؤں گی۔“ چنانچہ میں گوشائی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے دیکھ کر فوراً کہا۔

”اوہ گازالی۔ مجھے تمہاری ضرورت تھی۔“

”کہیے میڈم۔“

”اس علاقے کے بارے میں تفصیل جانتے ہو۔“

”زیادہ نہیں۔“

”وی مین سربراہ ہے۔ اس نے ساموئوں کی حفاظت کے لیے جو بھی بندوبست کیا ہوگا وہ کمزور نہیں ہوگا لیکن اس وقت وہ موجود نہیں ہے میں دوسرے ساموئوں سے مل چکی ہوں۔ وہ وفادار ہیں لیکن چالاک نہیں میں چاہتی ہوں ہم دونوں مستعد رہیں تاکہ کوئی خطرہ نہ پیدا ہو سکے۔“

”تم کوئی خطرہ محسوس کر رہی ہو۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے اس کے باوجود میں ہوشیار رہنا چاہتی ہوں۔“

”میرے اندازے کے مطابق اس برفانی علاقے میں یہاں کے باشندوں کے علاوہ اور کوئی زندہ نہیں رہ سکتا تم بہت اچھے موسم میں یہاں رکی ہو ورنہ یہ راستے ناقابل عبور ہیں۔ پھر بھی اگر کچھ محسوس کرتی ہو میڈم گوشائی تو اس طرح کے انتظامی امور میں تم مجھ سے زیادہ ماہر ہو۔“

”میں تم سے مشورہ کرنا چاہتی تھی میرا خیال ہے کہ ہمیں کچھ لوگوں کو متعین کر دینا چاہیے۔“

”محتاط انداز میں۔“

”ہاں یہ درست ہے۔“ گوشائی نے کہا۔ انتظامات کے لیے اس نے ان ساموئوں کا سہارا لیا تھا۔ جنہیں وہ تبت سے اپنے ساتھ لائی تھی۔ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق اس کے ساتھ تعاون کیا تھا۔ البتہ ایک بات میں شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ وہ ان سونے والوں کے بارے میں تھی انہیں جاگ جانا چاہیے تھا۔ تاکہ ہمارے پروگرام میں ان کے مشورے بھی شامل ہو جاتے لیکن ان میں جاگنے کے آثار نہیں تھے۔

دوسرے دن میں نے ندرت کو تلاش کیا اور اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ صرف ایک دن میں ندرت کے چہرے

میں نمایاں تبدیلی نظر آرہی تھی وہ بہت بہتر ہو گئی تھی۔ لیکن اب میں نے اس موضوع کو چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا تھا تعجب کی بات تھی ہمارے ہاں کی لڑکیاں تو ایسے مواقع پر سخت رقابت کی شکار ہو جاتی تھیں جان لینے اور جان دینے سے بھی گریز نہیں کرتی تھیں لیکن سامونیکا کی یہ حسینہ اس بات سے خوش تھی کہ اس کے محبوب نے اسے اپنے پیار کی حقیقت بتا دی ہے۔

ہم دونوں ایک سنسان گوشے میں جا بیٹھے۔ میں نے ندرت سے کہا۔ "سمبو تورا اور دوسرے کیسی گہری نیند سو گئے ہیں کیا انھیں جگانے کی کوئی ترکیب نہیں ہے؟"

"اپنے ہاں تم مردوں کو زندہ کر سکتے ہو۔؟"

"مگر یہ مردہ کہاں ہیں۔؟"

"اس وقت مردوں سے مختلف بھی نہیں ہیں یہ اپنی میعاد پوری کر کے ہی جاگیں گے۔"

"کہاں ہے۔"

"ہمارے ساتھ سامونیکا تو چلو گے۔؟"

"ہاں۔ گومین کو صاحب اقتدار دیکھ کر میرے مشن کی تکمیل ہو گی۔ میں خود بھی اب سامونوں کی مانند ہی اس کا خواہش مند ہوں۔"

"تم بہت اچھے انسان ہو گا زالی۔ سامون شاید کبھی تمھیں نہیں سمجھ سکیں گے۔ تو میں کہہ رہی تھی کہ جب تم سامونیکا میں داخل ہو گئے تو ہر قدم پر حیرانیاں تمھارا استقبال کریں گی۔"

"ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ ویسے تم نے مجھے اس بارے میں بتلانے کا وعدہ کیا تھا۔"

"ہاں۔ تمھیں اب یہ روداد تو معلوم ہو چکی ہے کہ ہم مغرور حکمران کے ساتھی ہیں اور ہمارا مشن کیا ہے۔"

"مجھے خود ہی بتایا گیا ہے ورنہ میں نے تو یہ خیال چھوڑ ہی دیا تھا۔" میں نے کہا۔

"مجھ سے شکایت مت کرنا بلیز۔ تم سب کچھ جان چکے ہو۔ انسان سب جگہ یکساں ہوتے ہیں ان کی ضروریات بھی یکساں ہی ہوتی ہیں سامونیکا میں بھی ایسا ہی ہے تمھارے ہاں ایجادات ہوتی ہیں اور انھیں سائنس کہا جاتا ہے ہمارے ہاں جسمانی قوتوں کو بڑھا کر یہ ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔ غیر معمولی طور پر ذہین لوگ تارک کہلاتے ہیں اور وہ عام لوگوں سے برتر تصور کیے جاتے ہیں انھیں حکمران یا دانشور سمجھ لو۔ یہ دانشور اپنے دماغ اپنے بدن کو بہت سے علوم کے ذریعہ حیرت انگیز طور پر طاقتور بنا لیتے ہیں وہ فضاؤں میں پرواز کرتے ہیں آگ اگلتے ہیں اور سب پر حاوی رہتے ہیں انھیں میں سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ ذہین شخص بڑا تارک بن جاتا ہے۔ اسے سب پر برتری حاصل ہوتی ہے وہی سزا دینے کا حق رکھتا ہے تارک اپنے طلسم کدے بناتا ہے جو عجیب و غریب ہوتے ہیں اور عام لوگ انھیں نہیں سمجھ پاتے ان طلسم کدوں میں اس کی قوت چھپی ہوتی ہے اور وہ اپنے دشمن سے باخبر رہتا ہے۔ کوئی بھی سامون خواہ وہ مرد ہو یا عورت خود کو پہچان کر اپنی ضرورت کے مطابق قوت بڑھا سکتا ہے اپنے دشمن پر حاوی ہو سکتا ہے۔"

"دشمنی کی بنیاد کیا ہوتی ہے۔؟"

"وہ شاید تمھاری دنیا سے مختلف نہیں۔ جو کچھ میں دیکھ چکی ہوں اس کی روشنی میں کہہ رہی ہوں۔"

"مثلاً؟"

"حسد۔ احساس کمتری۔ اقتدار کی خواہش وغیرہ۔" ندرت نے جواب دیا۔

رقابت۔ میرے ذہن میں ابھرا لیکن ندرت کے جذبات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ سوال نہیں کیا۔ ندرت دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے اٹھ گئے۔

دی مین کی واپسی کا انتظار تھا۔ بالآخر وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کر کے واپس آ گیا اس نے بتایا کہ وہ دو افراد کے لیے لندن روانگی کا بندوبست کر کے آیا ہے۔ وہ کہنے لگا۔

"لیپ لینڈ کے نواح پراسرار لوگوں سے بھرے ہوئے ہیں برفانی گاڑیاں سیاحوں کی ٹولیوں کی شکل میں قابل سفر برفانی راستوں پر دوڑتی پھر رہی ہیں اور یہ سب اس تنظیم کے افراد ہیں۔ وہ پاگلوں کی طرح سامونوا، کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"ان میں سے کوئی یہاں تک تو نہیں پہنچ سکا ہم نے اطراف پر گہری نگاہ رکھی ہے۔"

"یہاں تک آنا آسان نہیں ہے انھیں موت کی ستر منزلوں سے گذرنا ہو گا اور وہ نہیں گذر سکتے تم نے دیکھا ہو گا خود اسکیمو لیا یہاں تک نہیں آتے ان کے عقائد کے مطابق یہ موت کی وادیاں ہیں اور یہاں صرف مرجانے والوں کی روحیں رہتی ہیں۔"

"گویا ہم اسے محفوظ علاقہ کہہ سکتے ہیں۔" میں نے

کہا لیکن وی مین نے میری بات کا جواب نہیں دیا اور سوچ میں ڈوب گیا۔ چند لمحات کے بعد وہ بولا۔

"چونکہ وہ لوگ یوگورین کے بارے میں جانتے ہیں اور انھیں شبہ ہے کہ یوگورین سامون ہے اس لیے وہ ہمت نہیں ہاریں گے دیکھنا یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتے ہیں۔"

"گویا خطرہ موجود ہے۔"

"اس سے ہر لمحہ محتاط رہنا ہو گا۔"

"لندن کون جائے گا۔"

"میرے اور تمھارے علاوہ کون جا سکتا ہے۔ اگر وہ لوگ جاگ رہے ہوتے تو شاید میں نہ جاتا۔"

"کیا تم نے دو مردوں کے لندن جانے کے انتظامات کیے ہیں۔"

"نہیں صرف دو افراد کے۔"

"تب گوشائی میرے ساتھ جا سکتی ہیں تمھارا یہاں رہنا ضروری ہے۔ دی مین۔" میں نے کہا اور وی مین سوچ میں ڈوب گیا۔ گوشائی نے کہا۔

"یہ مناسب ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر تم بہتر سمجھتے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں صرف اس بات کی خواہش رکھتی ہوں کہ گومین خیریت کے ساتھ یہاں پہنچ جائے۔"

"ایک سوال سب سے اہم ہے دی مین اور میں اسے سوچ سوچ کر پریشان ہوتا رہا ہوں۔"

"کیا؟"

"اگر گومین کی دماغی حالت درست نہ ہوئی ہو تو۔" میں نے کہا۔ [illegible] دی مین کا [illegible] گیا میرے سوال پر وہ خوف زدہ سا ہو گیا تھا۔ گوشائی بھی دھواں دھواں چہرہ لیے میری صورت دیکھنے لگی تھی۔ چند لمحات مکمل خاموشی طاری رہی پھر وی مین نے کہا۔

"دراصل مسٹر غزالی ہماری تمام تر کاوشیں گومین کی زندگی اور اس کی ذہنی حالت کی بہتری کے ساتھ ساتھ ہیں اگر اس کا ذہنی توازن درست نہ ہو سکا تو یہ تمام کاوشیں بے مقصد ہو جاتی ہیں۔ ہم میں سے کوئی وہ قوتیں نہیں رکھتا جو زی لوش کا مقابلہ کر سکیں اور اگر ہم زی لوش کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہوتے تو پھر ہمارا سامونیکا جانا بیکار ہے بلکہ وہاں قدم رکھنا موت کو قریب کرنے کے مترادف ہے۔ اگر موت ہی درکار ہے تو اس کے لیے سامونیکا ہی کی زمین کیا ضروری ہے بلکہ ہم جیسے بدبختوں کو سامونیکا سے دور ہی مر جانا چاہیے اگر گومین کی ذہنی حالت اب بھی درست نہ ہوئی تو پھر کم از کم میرا تو یہ ہی فیصلہ ہو گا کہ ہم تمھاری ہی دنیا کے کسی سنسان خطے میں موت کو اپنا لیں اور اجتماعی خودکشی کر لیں کیونکہ جس جدوجہد کا کوئی مقصد نہ ہو وہ حماقت ہی کہی جا سکتی ہے تمھاری یہ دنیا ہمیں بس ایک مہمان خانہ ہی محسوس ہوتی ہے اور کوئی بھی شخص کتنے عرصے کہیں مہمان رہ سکتا ہے کیا فائدہ اس فضول جدوجہد سے ہمارے دشمن سامون صرف اس خوف کے شکار ہیں کہ گومین اپنی ذہنی قوتوں کی واپسی کے بعد زی لوش کے خلاف جوابی کارروائی کرنے کے لیے سامونیکا واپس نہ پہنچ جائے وہ ہماری تلاش میں بھٹکتے رہیں گے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ جاگنے والے جاگنے کے بعد میری اس تجویز سے متفق ہوں گے یا نہیں لیکن میں اپنے طور پر اس بات کو بہتر سمجھتا ہوں کہ جب مقصد کی موت واقع ہو جائے تو پھر بے مقصد زندگی کو بیکار بوجھ کی مانند گھسیٹتے رہنا فائدہ مند نہیں ہوتا ممکن ہے کہ دوسرے لوگ مجھ سے اتفاق نہ کریں تاہم یہ بعد کی بات ہے گومین اب جس حالت میں بھی ہے اُسے یہاں لے آنا ہی مناسب ہو گا کیونکہ سامونیکا سے نکلنے کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ ہم سب تقریباً یکجا ہو گئے ہیں صرف گائی ہا ہے جو ہم سے کچھ فاصلے پر ہے لیکن وہ بھی محفوظ ہے اور اس تک پہنچنا ناممکن نہیں ہو گا سامون دنیا کے کسی بھی خطے میں اگر یکجا ہو جائیں تو اپنے بارے میں مناسب فیصلہ کر سکتے ہیں۔ یہ صرف میری رائے ہے وی مین کے انداز سے مایوسی جھلکتی تھی مجھے احساس ہوا کہ یہ سوال کر کے میں نے اُسے بد دل کر دیا ہے چنانچہ میں نے ماحول کو بدلنے کی غرض سے کہا۔

"یہ صرف میرا تصور تھا مسٹر دی مین۔ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ میں گومین کو صحیح حالت میں لیکر تمھارے پاس پہنچوں یہ سوال میں نے اس لیے کیا تھا کہ تم سے معلوم کر لوں تمھارا جواب مجھے معلوم ہو گیا۔ اور یہ سچ بھی ہے تمام لوگ جمع ہونے کے بعد کوئی مناسب فیصلہ کر سکیں گے۔" دی مین نے گردن ہلا دی اور پھر گوشائی کی طرف رخ کر کے بولا۔

"کیا تم اس بات سے مطمئن ہو گوشائی کہ مسٹر غزالی کے ساتھ جا کر تم گومین کو یہاں تک لے آؤ۔"

"ہاں مسٹر غزالی اپنی ذات میں ایک گروہ کی مانند ہیں آپ کو اطمینان رکھنا چاہیے مسٹر دی مین کہ ہم لوگ جو کچھ بھی کریں گے پورے اعتماد کے ساتھ کریں گے اور یقیناً گومین کو یہاں تک لے آیا

جائے گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے میں تمام ضروری امور سمجھائے دیتا ہوں کہ کس طرح تمہیں یہاں سے جانا ہے اور اس کے بعد لندن تک کا سفر اختیار کرنا ہے یہاں سے روانہ ہوتے ہوئے اور واپسی کیلیے میں تمہیں وہ تمام پوائنٹ دیے دیتا ہوں جن کے تحت تمہیں سفر میں آسانی ہو براہ کرم ان پر پوری طرح توجہ دینا کیونکہ یہی ان لوگوں کی نظروں سے بچ کر آنے کا ذریعہ ہے میں عجیب ذہنی انتشار کا شکار ہوں یہاں بھی ان حالات میں سامونوں کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا اور یہ خوف بھی دامن گیر ہے کہ راستے ہی میں تم لوگوں کو کہیں دشمنوں کا مقابلہ نہ کرنا پڑے۔"

"اس کے لیے تمہیں ہم پر اعتماد کرنا ہوگا دی مین!" میں نے کہا۔

"یقیناً یقیناً میں تم پر پورا پورا اعتماد کرتا ہوں غزالی اب ان حالات میں بھلا اس کی کیا گنجائش ہے کہ میں تمہارے سلسلے میں کسی تشویش کا شکار ہوں بہرحال تیاریاں شروع کر دو۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور اس کے بعد میں گوشائی اور دی مین ایک تنہا جگہ جا بیٹھے دی مین کا غذ اور پنسل کی مدد سے لیکمولینڈ سے واپسی کا سفر لندن روانگی گومین کو ساتھ لیکر یہاں تک آنا اس کے لیے تمام مناسب راستے یہ سب چیزیں ذہن نشین کرانے لگا۔ اور میں تمام تر ذہنی قوتوں کے ساتھ اس کام میں مصروف ہو گیا تھا گوشائی بھی میرے ساتھ برابر کی شریک تھی بالآخر اس وقت جب رات کی تاریکیاں فضاؤں پر مسلط تھیں میں اور گوشائی تمام تر تیاریوں کے ساتھ برفانی میدانوں کے نیچے بنی ہوئی پراسرار سرنگوں کے ذریعے سفر کرنے لگے دی مین ہمیں ایک مخصوص مقام تک چھوڑنے آیا تھا۔ سفر کے لیے وہ تمام تیاریاں کر لی تھیں جو ضروری تھیں۔

برفانی راتوں کا یہ سفر یہاں تک آتے ہوئے جتنا ہولناک ثابت ہوا تھا واپسی میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں تھا۔ موسم بدستور خراب تھا لیکن ہمیں اس کا احساس ہی نہ ہو پاتا تھا دی مین نے برف کے میدانوں کے نیچے پھیلی ہوئی زمین میں یہ سرنگیں جس طرح دریافت کی تھیں وہ جادوئی کارنامہ ہی معلوم ہوتا تھا سرنگیں سو فیصدی قدرتی تھیں اور ان کے استعمال کا نتیجہ یہ تھا کہ کہیں کسی جگہ سرنگوں کا دہانہ آجاتا تھا اور ہمیں باہر نکل کر چھپتے چھپاتے دوسری نئی سرنگ کی جانب سفر کرنا ہوتا تھا بس یہی وہ وقت ہوتا جو پریشان کن ہوتا ہمارے پاس موجود نقشے میں ایک ایک قدم کی تفصیل تھی اور ہم بآسانی برف کی پتلی تہوں میں چھپ جانے والی سرنگوں کے دہانے نقشے کی مدد سے تلاش کر لیتے اور سرنگوں میں اتر جاتے جو ہمیں آگے جانے کا راستہ دیتی تھیں وہاں موسم معتدل ہوتا اور اوپر برف کے میدانوں میں سفر کرنے سے جو پریشانی ہوتی وہ یہاں آکر دور ہو جاتی یہ سرنگ ہمیں کسی اور مقام تک پہنچا دیتی اور یہاں پھر دہانے سے باہر نکلنا پڑتا نئی سرنگ میں داخل ہونے کے لیے صاف ظاہر تھا کہ یہ سرنگیں قدرتی ہیں اور ان میں انسانی ہاتھ کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بس ان کی دریافت ایک مشکل کام تھا۔ کافی دور نکل آنے کے بعد ہم نے دی مین کے بیان کے مطابق ان گاڑیوں کو دیکھا جنہیں کتے گھسیٹ رہے تھے اس کے علاوہ دوسرے ذرائع سے بھی اس خراب ترین موسم میں برف پر ہنگامہ خیزیاں جاری تھیں اور کوئی بھی سرپھرا سیاح یا سیاحوں کا گروہ ایسے موسم میں یہ خطرات مول نہیں لے سکتا تھا اور نہ ہی تفریح کے بارے میں سوچ سکتا تھا چنانچہ یہ یقیناً تنظیم کے افراد ہی تھے جو یہاں سامونوں کو تلاش کر رہے تھے ان کی نگاہوں سے محفوظ رہنے کے لیے ہمیں کافی محتاط رہنا پڑا گوشائی جسمانی طور پر ایک مضبوط اور توانا عورت تھی اور اس کے سلسلے میں کوئی پریشانی نہیں اٹھانی پڑی تھی۔ بالآخر ہم کیرونا پہنچ گئے۔ کیرونا میں رکنا مناسب نہیں تھا اس لیے پہلے مالمو اور پھر اسٹاک ہوم کا سفر اختیار کیا جہاں سے ہمیں لندن روانہ ہونا تھا۔ ہمارا سفر کافی برق رفتاری سے جاری تھا اور ہم کوئی خطرہ نہیں مول لینا چاہتے تھے۔ اسٹاک ہوم پہنچنے کے بعد ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ ابھی تک کوئی مشکل نہیں پیش آئی تھی۔ گوشائی بھی مطمئن تھی، یوں بھی اس میں کافی خود اعتمادی تھی اور وہ کسی بھی مشکل مرحلے سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ ہوٹل الاسکا میں ہمیں دو دن قیام کرنا تھا کیوں کہ دو دن کے بعد کی فلائٹ سے لندن روانہ ہونا طے پایا تھا۔ باہر کی دنیا سے چونکہ کوئی کام نہیں تھا اسی لیے یہ دو دن ہم نے اپنے اپنے کمروں میں گھسے رہ کر ہی گزار دیے۔ گوشائی بھی شاید تنہائی پسند تھی ہمارے درمیان صرف کھانے کے وقت ہی ملاقات ہوتی تھی البتہ کھانے کے بعد ہم کافی دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہتے تھے گوشائی زیادہ تر گومین کا تذکرہ کرتی رہتی تھی، وہ حسرت سے کہتی کہ اگر گومین ٹھیک نہ ہوا تو نہ جانے کیا ہوگا۔ میں بھی اس سلسلے میں تذبذب کا شکار تھا۔ کیا کہا جا سکتا تھا اس بارے میں۔

بالآخر لندن روانگی کا وقت آگیا مقررہ وقت پر ہم نے ہوٹل چھوڑ دیا اور ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ ابھی تک تنظیم کے کسی فرد سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی یہاں تک کہ جہاز نے ایئرپورٹ چھوڑ دیا اور فضا میں بلند ہو گیا۔ گوشائی میرے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی اس نے کہا۔

"گازالی کبھی تمہارے دل میں یہ احساس ابھرتا ہوگا کہ تم کس جنجال میں پھنس گئے جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تم اس وقت ان واقعات میں ملوث ہوئے جب گومین نے

حسن صاحب کے پاس تھا۔ اس وقت صرف انسانی ہمدردی کے تحت تم نے گومین کو سہارا دیا تھا۔ اس کے بعد خزانے کی بات سامنے آگئی تھی اور یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تم نے خزانہ حاصل کر کے چھوڑ دیا تھا۔ پھر وہ کون سا جذبہ ہے جو تمہیں ہمارے لیے سرگرداں کیے ہوئے ہے۔"

"شاید تم لوگوں کا سحر مجھ پر اثر کر چکا ہے۔ یا میں خود اس جذبے کا تعین نہیں کر سکا۔"

"تم آدھے سامون بن چکے ہو گازالی اس لیے کوئی سحر تم پر اثر انداز نہیں ہو سکتا تمہارے خمیر میں ہی شاید دوسروں کے لیے مٹنے کے جراثیم شامل ہیں ورنہ کوئی کسی کے لیے اتنا کچھ نہیں کر سکتا۔" میں خاموش ہو گیا تھا۔

لندن ایئرپورٹ پر اترے تو رات کا وقت تھا۔ ماحول پر کہر چھائی ہوئی تھی۔ کسٹمز وغیرہ کے معاملات سے فارغ ہو کر ہم باہر نکل آئے۔ میں ٹیکسی کی تلاش میں نگاہ دوڑانے لگا لیکن ابھی میں کسی ٹیکسی کو اشارہ بھی نہ کر پایا تھا کہ دفعتاً گوشائی نے میرا بازو پکڑ لیا۔ گرفت اتنی سخت تھی کہ میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے گوشائی کی طرف دیکھا تو اس کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

"میڈم گوشائی! کیا بات ہے؟"

"گومین۔ بائی تو راسا۔ گومین۔" اس کی کپکپاتی ہوئی آواز ابھری۔

"کہاں؟" میں اچھل پڑا۔

"گومین۔ گومین آہو تو لائی شو۔ آہو تو... وائی توشوما، وائی توشاما۔ وائی توشوما۔" گوشائی کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

"ہوش میں آؤ گوشائی۔ تمہیں خود پر قابو رکھنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"آکائی لاتارک۔ آکائی لا۔" گوشائی چیخی اور اس پاس سے گزرتے ہوئے لوگ ہمیں چونک کر دیکھنے لگے۔

"گوشائی۔ ہوش میں آؤ۔" میں نے دانت بھینچ کر اسے جھنجوڑا اور وہ سنبھل گئی۔

"بائی تو راسا، بائی تو راسا۔" اس نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے... مجھے کسی پرسکون جگہ لے چلو گازالی۔ مجھے کسی پرسکون جگہ لے چلو پلیز۔"

"آؤ۔" میں نے اسے ایک طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

اور وہ لڑکھڑاتے قدموں سے میرے ساتھ چل پڑی۔ رات کی وجہ سے ایئرپورٹ پر زیادہ رش نہیں تھا اس لیے کوئی خاص بات نہیں ہوئی اور میں گوشائی کو لیے ہوئے ایک بالکل سنسان جگہ پہنچ گیا۔ گوشائی نے خود کو سنبھال لیا تھا لیکن اس کے بدن پر اب بھی کپکپاہٹ طاری تھی اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ میں نے اسے ایک جگہ بٹھا دیا۔

"کیا بات ہے میڈم گوشائی۔ آپ جیسی مضبوط اعصاب کی مالک خاتون کی یہ کیفیت میرے لیے انتہائی پریشان کن ہے کیا ہوا آپ گومین کا نام کیوں لے رہی تھیں؟"

"گازالی۔ گومین ہوش میں آگیا ہے۔ بائی تو راسا ہوش میں آگیا ہے۔ اس کے ذہن کی لہریں فضا میں پھیلی ہوئی ہیں وہ سامونوں کو تلاش کر رہا ہے۔ وہ بڑا تارک ہے اور اس کی بے پناہ قوتوں کا مقابلہ دوسرے سامون نہیں کر سکتے۔"

"تمہیں اس کا اندازہ کیسے ہوا ہے۔" میں نے پوچھا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"آہ تم سامون نہیں ہو۔ تم نے جتنی بھی مشق کی ہے اس کے تحت اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دو۔ کسی بھی اجنبی خیال کو اپنے

ذہن میں آنے کی جگہ دو شاید تمھیں احساس ہو جائے۔"

"یہاں اس جگہ۔" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوشش کر دیکھو۔" گوشائی بولی اور میں ذہن کو یکسو کرنے لگا۔ کافی محنت کرنے کے بعد صرف ایک لمحے کے لیے ایسا محسوس ہوا جیسے روشنی کی ایک کرن دماغ کو چھوتی ہوئی گذر گئی ہو۔ اس میں کوئی آواز نہیں تھی کوئی پیغام نہیں تھا۔ دوسری بار ایسا نہیں ہوا گوشائی نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"اگر کامیاب نہیں ہو رہے گازالی تو اس وقت رہنے دو مجھے یقین کر وہ ہوش میں آچکا ہے۔"

"میں نے کوئی آواز نہیں سنی گوشائی۔ بس ایک تیز روشنی میرے ذہن کو چھوتی ہوئی گذری ہے۔"

"یہی تو ہے بائی تو راساہی تو ہے۔ وہ ساموں ذہن کھوج رہا ہے۔ آہ گازالی اس کے پاس چلو۔ تمھیں تو معلوم ہو گا کہ وہ کہاں ہے۔" گوشائی نے لجاجت سے کہا۔

"نہ جانے کب سے وہ ایسا کر رہا ہے مجھے تو ایک خطرے کا احساس بھی ہو رہا ہے، تاہم اٹھو ہم یہاں سے سیدھے جے مورگر کے گھر چلتے ہیں۔" گوشائی اٹھ گئی پھر ہم ایک ٹیکسی لے کر چل پڑے

"تم نے کون سے خطرے کے بارے میں کہا تھا۔" ٹیکسی میں بیٹھ کر گوشائی نے مدھم لہجے میں پوچھا۔

"مارٹن ایسٹرڈ، میں تمھیں اس کے بارے میں بتا چکا ہوں یہ بھی تمھیں معلوم ہے گوشائی کہ تمھارے دشمن ساموں تنظیم میں شامل ہیں اور وہ تمھارے ساتھی ساموں کو دماغی لہروں کے ذریعے پکڑتے ہیں۔"

"تمھارا خیال درست ہے۔ ظاہر ہے گومین کو اس بارے میں معلوم نہیں ہو گا۔" گوشائی نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

"اسے اس کوشش سے کسی بھی لمحے کوئی خطرہ پیش آسکتا ہے۔"

ٹیکسی سفر کرتی ہوئی بالآخر اس جگہ پہنچ گئی جہاں کے بارے میں اسے بتایا گیا تھا۔ ہم دونوں بل ادا کر کے نیچے اتر آئے تھے۔ اور پھر جے مورگر کی رہائش گاہ پر پیدل چل پڑے جو زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ ڈاکٹر مورگر کی کار نظر آرہی تھی۔ بیل بجانے پر ملازم نے دروازہ کھولا اور ہمیں فوراً ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا گیا۔ ملازم ڈاکٹر کو اطلاع دینے چلا گیا تھا اور چند ہی لمحات کے بعد ڈاکٹر مورگر ایک گون میں ملبوس اندر آگیا۔

"اوہ غزالی میرے دوست کہاں گم ہو گئے تھے تم اور تمھارے لیے کس قدر تشویش تھی ہمیں۔ تم خیریت سے ہو نا۔"

"بالکل ڈاکٹر۔ اور آپ؟"

"دیکھ لو بالکل ٹھیک ہوں۔ ہیلو میڈیم آپ۔"

"میڈیم گوشائی۔" میں نے کہا۔

"ساموں تو نہیں ہیں؟" ڈاکٹر مورگر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ساموں ہی ہیں لیکن آپ بہت خوش ہیں ڈاکٹر؟"

"اس کا مطلب ہے کہ تم ابھی گومین سے نہیں ملے، آہ کیا تمھیں میرے اس کارنامے کی خبر بھی نہیں ہے؟"

"کیا گومین ٹھیک ہو گیا ڈاکٹر؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"ٹھیک؟ صرف ٹھیک۔ وہ جو کچھ ہو گیا ہے اسے دیکھو تو حیران رہ جاؤ۔" جے مورگر نے کہا۔

میں اور گوشائی ڈاکٹر جے مورگر کے اس انکشاف سے جس قدر خوش ہوئے تھے، ناقابلِ بیان تھا، ہم دیر تک ڈاکٹر جے مورگر کے الفاظ میں کھوئے رہے، پھر میں نے پوچھا۔

"وہ کہاں ہے ڈاکٹر؟"

"میں نہیں جانتا۔" ڈاکٹر نے نہایت سکون سے جواب دیا اور گوشائی چونک کر اُسے دیکھنے لگی۔ ڈاکٹر جے مورگر مسکراتا ہوا بولا۔

"ہاں میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے، ہوش میں آنے کے بعد خود مجھ پر اتنے حیرت انگیز انکشافات ہوئے ہیں مسٹر غزالی کہ میں اپنی پوری زندگی کے تجربات کے نچوڑ سے بھی کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکا۔" ڈاکٹر جے مورگر کے الفاظ الجھا دینے والے تھے مگر میں کسی طور اس کے بارے میں کسی شبہے کا شکار نہیں ہو سکتا تھا، میں سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا، گوشائی کی آنکھیں بھی ڈاکٹر جے مورگر پر جمی ہوئی تھیں تب جے مورگر نے کہا۔

"گومین کا ہوش میں آنا بھی ایک حیرت انگیز عمل تھا۔ میں تمھیں اس کی تفصیلات ضرور بتاؤں گا، برین سرجری کے سلسلے میں لوگ جس طرح مجھے تسلیم کر چکے ہیں، اُس کی تفصیل اگر میں تمھیں اپنی زبان سے بتاؤں تو کوئی اچھی بات نہیں ہو گی ڈیر غزالی۔ لیکن گومین کی دماغی خرابی آخر وقت تک میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ میں نے اس کی زندگی کا خطرہ مول لے لیا تھا اور ایک ایسی مشین اس کے دماغ پر فوکس کر دی تھی جو ہر وقت اس کی دماغی کیفیات ایک اسکرین پر منتقل کرتی رہتی تھی اور میں نے دو دن اور دو راتیں ایک کرسی پر بیٹھ کر نگاہیں جمائے گزار دیے، یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر اس کے دماغی خلیوں میں کیا خرابی ہے، میرا تجربہ میرا ساتھ نہیں دے پا رہا تھا۔ مَیں اس کا سر کھولنے سے پہلے اس کے دماغی خلیوں کی گڑبڑ جاننا چاہتا تھا۔ تب ایک رات اس وقت جب وہ کافی کے گھونٹ لے رہا تھا، دفعتاً ہی مجھ پر ایک انکشاف ہوا اور وہ انکشاف

یہ تھا کہ گومین کے دماغی خلیے اس انداز میں حرکت نہیں کر پاتے، جس طرح انسانی دماغ کے خلیے ایک مخصوص لیس دار رطوبت کی وجہ سے متحرک رہتے ہیں۔ یہ تحریک ان خلیوں میں مفقود تھی اور دفعتاً ہی مجھے احساس ہوا کہ دراصل گومین کے دماغی خلیوں میں موجود رطوبت ختم ہو گئی ہے۔ رطوبت کو مخصوص انداز میں دماغ تک پہنچایا جا سکتا تھا، چنانچہ دوسرے ہی لمحے سے میں نے یہ عمل شروع کر دیا۔ اور بلاشبہ اس عمل میں اُس کی زندگی کو شدید خطرہ لاحق تھا۔ لیکن میں کوئی فیصلہ کر لینا چاہتا تھا۔

"رطوبت اس کے خلیوں میں پہنچی تو اس نے کسی قدر تبدیلیاں محسوس کرنا شروع کر دیں اور ڈیر غزالی تین دن کے اندر اندر گومین کی ذہنی حالت معتدل ہو گئی ہے میں توقع رکھتا تھا کہ اس عمل میں تقریباً ایک ماہ لگ جائے گا، لیکن یہ اُس کی دماغی قوت تھی کہ اس نے دماغ کی پہلی تحریک کو ہی قبول کر لیا اور اس کے دماغ نے کام کرنا شروع کر دیا۔ اس رات میں اس کا جائزہ لینے کے لیے اُس کے کمرے میں پہنچا، تو اس نے مسکرا کر مجھے ڈاکٹر جے مورگر کے نام سے مخاطب کیا۔ تم خود سوچو غزالی کہ خود میری ذہنی کیفیت اُس وقت کیا ہوئی ہو گی۔ میں تعجب سے اُسے دیکھنے لگا، تو اُس نے کہا۔

"ڈاکٹر جے مورگر جس قدر کام تم کر چکے ہو اس کے لیے میں اپنے پاس شکریے کے الفاظ نہیں پاتا۔ لیکن بعد کے کام میں، مَیں تم سے تعاون ضرور کروں گا۔ اس کے بعد غزالی اس نے مجھے کچھ ایسی چیزوں کے نام بتائے جن کے استعمال سے ذہنی رطوبت کی وہ مقدار حاصل ہو سکتی ہے جو انسانی دماغ کے لیے ضروری ہے۔ اس طرح یوں سمجھو کہ خود اس نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔ مَیں نے اُس کی خواہش کے مطابق وہ اشیاء اسے فراہم کیں اور اس نے ان کا استعمال شروع کر دیا۔ پھر ایک ہفتے کے بعد، جب میں نے ویڈیو اسکرین پر اس کے دماغ کا جائزہ لیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ رطوبت کی وہ کمی مکمل طور پر پوری ہو گئی ہے جس نے اُسے دماغی فتور کا شکار کر رکھا تھا، اور اب وہ ذہنی طور پر بالکل تندرست ہو چکا تھا، میرے لیے وہ بالکل ایک عجوبہ تھا۔ میں اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اُس نے کہا۔

"ڈاکٹر جے مورگر، تم ایک مکمل ڈاکٹر ہو اور اپنی دنیا کے علم کے مطابق تمھیں مزید کسی علم کی ضرورت نہیں۔ میرے دماغ سے تم کوئی خاص نتیجہ اخذ نہیں کر سکو گے، کیوں کہ یہ دماغ تمھاری دنیا سے مطابقت نہیں رکھتا۔ غزالی اس نے میرے ذہنی خیالات پڑھ لیے تھے، یہی نہیں بلکہ بعض اوقات تو اُس نے مجھے مشورے بھی دیے جو میرے اپنے حساب سے بے حد کارآمد تھے۔ میں نے ان مشوروں پر عمل بھی کیا تھا اور اپنے طور پر انھیں محسوس بھی کیا تھا۔ تمھیں یہ جان کر شاید حیرت نہ ہو کہ تم اس کے ساتھ کافی وقت گزار چکے ہو۔ لیکن میرے لیے یہ بات انتہائی قابلِ حیرت تھی کہ میں ذہنی طور پر اس کا غلام بنتا جا رہا تھا۔ یوں سمجھ لو کہ ایک طرح سے وہ میرے حواس اور اعصاب پر مسلط ہو گیا تھا۔ میں ہر کام اُس کی خواہش کے مطابق کرنا چاہتا تھا، میں اُس سے دوستوں کی مانند گفتگو بھی کرتا تھا اور اس کا رویّہ بھی میرے ساتھ بہت بہتر ہوتا تھا۔ لیکن وہ جب ایک مخصوص لہجے میں مجھ سے کوئی بات کہتا تو میں اُسے ماننے کے لیے مجبور ہو جاتا۔ غزالی اس نے کہا کہ اس کا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے کیوں کہ اس کے دشمن اُس کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اُس کی وجہ سے مجھ پر کوئی مصیبت آجائے۔ میں نے اُس سے اُس کے دشمنوں کے بارے میں تفصیلات پوچھیں تو اُس نے مختصر الفاظ میں مجھے بتایا کہ کچھ ایسے لوگ اُس کی تلاش میں ہیں جو ذہنی طور پر اُسے ٹھیک دیکھنا نہیں چاہتے اور اس کی زندگی کے دشمن ہیں۔ اُس نے کہا کہ وہ یہاں سے جا کر اپنے لیے کوئی مناسب جگہ بنا لے گا لیکن مجھ سے اُس کا رابطہ قائم رہے گا اور جب اس نے یہ کہا مجھ سے غزالی کہ غزالی کو اس کے بارے میں فوراً ہی خبر دی جائے کہ وہ ٹھیک ہو گیا ہے، تو مَیں حیران رہ گیا۔ مَیں نے اس سے پوچھا کہ غزالی اُس کے ذہن میں کہاں سے آیا تو وہ مسکرا کر بولا کہ وہ ابتدا سے ہی غزالی کو جانتا ہے۔ اُس وقت سے، جب غزالی نے ایک درندہ صفت شخص کو مار کر اس پر ہونے والا ظلم روکا تھا۔ اس کے بعد سے اس وقت تک کے حالات اُسے یاد ہیں جب وہ میرے پاس پہنچا۔ غزالی دماغ کی دنیا کا یہ عجوبہ میرے لیے ناقابلِ فہم ہے، اُس نے وہ باتیں کیں جو اُس دوران ہوتی رہی تھیں۔ تم اُسے لے کر جہاں جہاں گئے اُسے یاد ہے، اُس نے اس کا تذکرہ کیا تھا۔ اُسے وہ وقت بھی یاد ہے، جب تم اُسے لے کر میرے پاس آئے اور میں نے اُس کا دماغی معائنہ کیا تھا۔

"بہر طور کافی تفصیلات بتا چکا ہوں میں تمھیں اُس کے بارے میں، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔"

"جب اُس نے تم سے یہ کہا تھا ڈاکٹر جے مورگر کہ تم مجھے اُس کے بارے میں اطلاع دے دو یا جب بھی میں تم سے ملاقات کروں مجھے اس کے بارے میں بتا دو۔ تو کیا یہ نہیں بتایا تھا اُس نے کہ میں اُس سے کہاں ملاقات کر سکتا ہوں؟"

"ہاں یہ سوال کیا تھا میں نے اُس سے، جس کے جواب میں اُس نے کہا کہ غزالی خود اُسے تلاش کر لے گا۔"

"ہوں یہ بات ہے۔" میں نے معنی خیز نگاہوں سے گوشائی کی جانب دیکھا اور گوشائی نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ ڈاکٹر جے مورگر کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ پھر اس نے چونک کر کہا۔

"لیکن غزالی تم اتنے دن سے کہاں ہو۔ کہاں گئے ہوئے تھے، غالباً لندن میں نہیں تھے۔ ہیلن بھی تمہاری تلاش میں نہ جانے کہاں کہاں سرگرداں رہی ہے، وہ لڑکی تم سے بہت متاثر ہے۔"

"اس وقت ہیلن کہاں ہے؟" میں نے ڈاکٹر جے مورگر کی بات کو گول کرتے ہوئے کہا۔

"وہ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک قصبے میں گئی ہوئی ہے، اس کی کسی دوست کی سالگرہ تھی۔ چند روز گذارنے کے بعد وہاں سے واپس آئے گی۔"

"ہوں، ڈاکٹر جے مورگر، گومین کے سلسلے میں آپ نے جو کچھ کیا ہے اس کے لیے نجانے کون کون آپ کا شکر گزار ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے وہ تمام اخراجات ہمیں بتا دیں جو گومین پر ہوئے ہیں۔ ہم اُس کی ادائیگی کرنے کے قابل ہیں۔" ڈاکٹر جے مورگر مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔

"یہ الفاظ میرے لیے توہین کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ تمہارا مقصد وہ نہیں ہے۔ میں بہتر زندگی گذار رہا ہوں اور کسی سلسلے میں تھوڑی سی رقم کما لینا میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ گومین میرا شاہکار ہے۔ میں نے نجانے کتنے لوگوں کی برین سرجری کی ہے، نجانے کیسے کیسے اُلجھے ہوئے پیچیدہ کیس سنبھالے ہیں لیکن اس سلسلے میں مجھے جو تجربات ہوئے ہیں یوں سمجھ لو وہ میرا معاوضہ ہیں، چنانچہ اس مسئلے میں کوئی احمقانہ بات مت سوچو غزالی، مجھے دُکھ ہو گا!"

"ہمیں یہ رات گذارنے کے لیے کسی جگہ کی ضرورت ہے۔" میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"پوری عمارت خالی پڑی ہوئی ہے بھلا اس میں مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں بتا چکا ہوں کہ ہیلن بھی یہاں موجود نہیں ہے۔ تم آرام کرو اور جس چیز کی بھی ضرورت تمہیں پیش آئے مجھے اس کے بارے میں بتا دو۔"

"شکریہ ڈاکٹر مورگر۔ لندن میں میرے لیے آپ نے جو آسانیاں فراہم کیں، بس اس کے بارے میں کچھ کہنا اب...!"

"جب یہ محسوس کرتے ہو کہ مجھے کچھ کہنا مناسب نہیں ہے بلکہ میری توہین ہے تو پھر بار بار میری یہ توہین کیوں کرتے ہو۔" ڈاکٹر جے مورگر نے کہا اور میں شرمندہ ہو گیا۔ بہر طور میں نے اور گوشائی نے اپنے لیے ایک ہی کمرہ منتخب کیا تھا۔ گوشائی مسلسل خاموش تھی۔ اس نے میری اور جے مورگر کی گفتگو میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی، کمرے میں داخل ہونے کے بعد وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"کیا یہ وقت کمرے میں آرام کر کے گذار دینے کا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا گوشائی۔"

"تعجب ہے، تعجب ہے، کیا تم فوراً ہی یہ نہیں چاہو گے کہ ہمارا رابطہ گومین سے ہو جائے۔"

"بالکل چاہوں گا۔ لیکن تم اس کے لیے پریشان کیوں نظر آ رہی ہو۔"

"لفظ پریشانی مناسب نہیں ہے میں بے چین ہوں میں گومین سے ملنے کے لیے۔"

"اس سلسلے میں۔ میں تم سے بات بھی کرنا چاہتا تھا۔"

"کیسی بات۔"

"ان حالات میں، ہمیں یقیناً ذہنی طور پر گومین سے رابطہ قائم کرنا ہو گا۔"

"میں ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس سے ذہنی رابطہ قائم کرنا چاہتی ہوں۔"

"جو تم پسند کرو۔" میں نے کہا اور پلٹ کر کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ گوشائی کمرے کے درمیان فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ دو زانو بیٹھ کر اس نے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی کیفیت مراقبے کی سی تھی۔ میں خود بھی ایک کرسی پر جا بیٹھا۔ لیکن میں نے گوشائی کے ذہنی رابطے میں مداخلت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ گوشائی آنکھیں بند کیے خاموش رہی اور پھر اس کے اندر ایک اضطراب سا بیدار ہو گیا وہ آنکھیں بند کیے گہری سانسیں لے رہی تھی۔ اس کے ہاتھ فضا میں پھیل رہے تھے اور مٹھیاں بند ہو گئی تھیں۔ کافی دیر تک اس پر یہ اضطرابی کیفیت طاری رہی۔ میں جانتا تھا کہ اس کا گومین سے ذہنی رابطہ قائم ہو گیا ہے اور وہ الفاظ کے بجائے سوچ کے ذریعے اپنے خیالات گومین تک پہنچا رہی ہے اور اس کے خیالات وصول کر رہی ہے، پھر اس نے گفتگو کا یہ سلسلہ ختم کر دیا اور میری طرف رُخ کر کے بولی۔

"کیا تم گومین سے بات کرنا پسند نہیں کرو گے۔"

"گومین یہ چاہتا ہے۔"

"ہاں۔ تم سے گفتگو کرنے کے لیے بے چین ہے۔"

"اچھا تو پھر مجھے موقع دو۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں نے اپنی ذہنی قوتیں گومین سے رابطہ قائم کرنے میں مصروف کر دیں، ایک لمحہ بھی نہیں گذرا تھا کہ ایک آواز میرے ذہن میں گونجی۔

"غزالی۔ میرے دوست، میرے محسن، غیر سامون لیکن میرے لیے سامونوں سے بڑھ کر۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو۔"

"ہاں گومین اور اس آواز کو سن کر میں جتنا مسرور ہوں تمہیں بتا نہیں سکتا۔"

"آہ نجانے یہ خواہش کب سے میرے سینے میں مچل رہی تھی کہ میں تم سے کبھی صحیح ذہنی کیفیت میں بات کر سکوں، لیکن میں مجبور تھا۔ میرے پاس الفاظ نہیں تھے۔ میری سوچ مربوط نہیں تھی۔ لیکن آج تمہاری عنایتوں سے سب ٹھیک ہو گیا ہے غزالی یوں سمجھ لو کہ دماغی صحت کے بعد جس شخص کو میں نے سب سے پہلے یاد کیا، وہ تم تھے میری ذہنی قوتوں نے جسے سب سے پہلے تلاش کیا وہ غزالی ہی تھا۔ لیکن تم شاید یہاں سے بہت دور کسی ایسی جگہ تھے، جہاں میں تمہیں تلاش نہیں کر سکتا تھا۔"

"تم اپنی ذہنی کیفیت اب بالکل ٹھیک پاتے ہو گومین۔"

"گومین نہیں۔ بوڑھا بابا۔ کیا اب مجھے بوڑھا بابا نہیں کہو گے غزالی۔"

"اگر مجھے اس کی اجازت ہے تو ضرور کہوں گا۔ لیکن نجانے تمہاری دنیا میں تمہاری عمر کیا ہے۔"

"بوڑھا بابا ہوں میں۔ صرف بوڑھا بابا۔ کب پہنچ رہے ہو.... میرے پاس؟"

"جب تم کہو ظاہر ہے میں تو تمہاری ہی تلاش میں آیا تھا۔"

"تو پھر ابھی اور اسی وقت میرے پاس پہنچ جاؤ۔ تمہارا میرے پاس آنا مناسب ہے، میں خود بھی ڈاکٹر جے مورگر کے پاس آ سکتا ہوں۔ لیکن یہ بات مجھ سے بہتر تم جانتے ہو کہ مجھے ڈاکٹر جے مورگر کو خطرات میں ڈالنا چاہیے یا نہیں؟"

"میں کہاں پہنچ سکتا ہوں تم سے ملنے کے لیے۔"

"بہت ہی خوبصورت عمارت ہے، بہت ہی اعلیٰ درجے کی۔ ونڈسر ہاؤس۔ بہتر یہ ہے کہ تم ٹیکسی کے ذریعے سفر کرو ڈرائیور تمہیں ونڈسر پہنچا دے گا۔ لیڈی ونڈسر ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔"

"ٹھیک ہے گومین۔ میں اور گوشائی تمہارے پاس پہنچ رہے ہیں۔ اس کے بعد ہم دونوں کمرے کے باہر نکل آئے۔ ڈاکٹر جے مورگر ابھی سونے کے لیے اپنی خواب گاہ میں نہیں گیا تھا ہمیں دیکھ کر وہ ہماری طرف متوجہ ہو گیا۔

"خیریت؟" اس نے سوال کیا۔

"مسٹر مورگر ہمیں ابھی اور اسی وقت گومین کے پاس پہنچنا ہے۔ اس کی طرف سے فوری طلبی ہے۔"

"ٹھیک ہے کیا اس نے اپنی رہائش گاہ کے بارے میں بتا دیا۔"

"ہاں۔ وہ ونڈسر ہاؤس میں مقیم ہے اور تم یقیناً اس کے بارے میں جانتے ہو گے؟"

"اوہ میرے خدا لیڈی ونڈسر۔" وہ تو یہاں کی مغرور ترین عورتوں میں سے ہے، کسی شاہی خاندان کے فرد کے علاوہ وہ کسی کو گھاس ہی نہیں ڈالتی۔ تعجب ہے لیکن تعجب نہیں ہے۔" ڈاکٹر جے مورگر نے خود ہی اپنے بیان کی تردید کر دی اور پھر کہنے لگا۔ "کار کی چابی مجھ سے لے جاؤ، یا میں خود تمہارے ساتھ چلوں۔؟"

"نہیں، ہمیں ٹیکسی سے جانا ہو گا وہاں۔"

"گویا فوری واپسی کا ارادہ نہیں ہے۔"

"نہیں ڈاکٹر۔ ظاہر ہے گومین کے ساتھ کافی وقت گذارنا ہو گا۔"

"یہاں سے جانے سے پہلے مجھ سے مل کے تو سہی؟"

"انتہائی کوشش کروں گا ڈاکٹر۔ لیکن اگر عارضی طور پر حالات ناگزیر ہو جائیں تو مجھے معاف کر دینا ویسے تمہارے پاس آؤں گا ضرور۔ بہت سے احسانات ہیں مجھ پر تمہارے۔"

ڈاکٹر جے مورگر ہمیں باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔ ٹیکسی کی تلاش میں زیادہ دیر تک بھٹکنا نہیں پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی ہمیں لے کر ونڈسر ہاؤس جا رہی تھی۔

قدیم طرز کی یہ حسین عمارت وسیع رقبے میں پھیلی ہوئی تھی اور لندن کے ایک نواحی گاؤں میں تھی۔ عمارت کے صدر دروازے پر پہنچ کر ٹیکسی رکوا دی گئی اور ہم نے انٹر کام پر لیڈی ونڈسر کو اپنی آمد کے بارے میں بتایا۔ گومین شاید پہلے ہی اس کا انتظام کر چکا تھا کیوں کہ فوراً ہی ایک بٹلر نما آدمی ہمیں لینے کے لیے آ گیا۔ اور اس نے ہمیں عمارت کے وسیع ترین ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا جس میں انتہائی پرانے طرز کا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ ابھی ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ عقبی دروازے سے گومین اندر داخل ہو گیا۔ وہ بوڑھا بابا جس کی حالت کسی زمانے میں قابلِ رحم تھی اور جو حسن صاحب کی کوٹھی میں داور کے ہاتھوں میں تختۂ مشق بنا رہتا تھا۔ وہ بوڑھا شخص جس پر رحم کھا کر میں نے داور کی پٹائی کی تھی اور ندرت جس کے لیے روتی تھی۔ اور پھر ڈاکٹر طاہر علی کا اس کے ساتھ فراڈ، پھر تبت تک کا سفر، بوڑھے کی گمشدگی، اُس کی تلاش نجانے کون کون سی کہانیاں اُسے دیکھ کر میرے ذہن میں ابھر آئی تھیں۔ وہ خود بھی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ گوشائی کے انداز میں مؤدبانہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر سر جھکا کر کھڑی ہوئی تھی۔ میں ایک قدم آگے بڑھا تو گومین کئی قدم آگے بڑھا۔ اور پھر اُس نے مجھے اپنے سینے میں بھینچ لیا۔ اس کے چوڑے اور مضبوط بازو میرے بدن

کے گرد لپیٹ گئے اور میں ان کی قوت کا اندازہ کرنے لگا۔ یہ وہ
گومین تھا جو مٹی کے کھلونوں سے نجانے کیا کچھ بناتا رہتا تھا۔ آج
وہ ایک شاندار شخصیت کی حیثیت سے میرے سامنے کھڑا تھا۔
ڈاکٹر جے مور گر نے اُس کی شخصیت بدلنے کے لیے اس کی داڑھی اور
مونچھیں صاف کر دی تھیں اور یہ صاف و شفاف چہرہ اس وقت
بھی صاف تھا، چنانچہ بوڑھا بابا کہنا اُس کی شاندار شخصیت کا
مذاق اُڑانے کے مترادف تھا۔

گومین نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ وہ کافی دیر
تک مجھے سینے سے لپٹائے کھڑا رہا، پھر اس نے بڑے احترام
سے مجھے ایک صوفے پر بٹھا دیا اور گوشائی کی طرف رُخ کر کے بولا۔

"گوشائی آؤ تم بھی بیٹھو۔ احترام اچھی چیز ہے، لیکن ہم جن
حالات کا شکار ہیں، ان میں ہمیں دوستوں ہی کی مانند وقت گزارنا
ہوگا، تم کیسی ہو تم نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے، ظاہر ہے وہ سب
میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔ مسٹر غزالی تمہارے سلسلے
میں میں جن جذبات کا شکار ہوں، ان کے اظہار کے لیے بھی
میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ تم نے ایک ایسے وقت میں میرا ساتھ
دیا تھا جب میں انسان کی شکل میں جانور تھا، شاید ڈاکٹر مور گر
نے تمہیں میری اس کیفیت کے بارے میں بتایا ہو، لیکن میں
تمہارے بارے میں ایک ایک بات کو محسوس کرتا تھا۔ ہر وہ بات
جانتا ہوں میں، جو اس دوران مجھے پیش آئی تھی۔ میں بس وہ بھول
گیا تھا جو یاد کرنا چاہتا تھا یقیناً میرے ساتھیوں نے تمہیں ہمارے
بارے میں بتایا ہوگا، ہم سازشوں کا شکار معزول لوگ ہیں،
جو اپنی دنیا کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور وہیں پہنچ جانا چاہتے
ہیں۔ کیوں گوشائی کیا میرا دوست میر احسن ہمارے مقصد سے
باخبر ہے؟"

"ہاں عظیم گومین، وہ سب کچھ جانتا ہے۔"

"یہ ہماری خوش بختی ہے کہ اس دنیا کا ایک ذہین نوجوان
ہم میں شامل ہو گیا ہے، پتا نہیں تم اس کی کہانی کہاں سے جانتی ہو
گوشائی۔ لیکن میں سب کچھ جانتا ہوں۔ میں نے کھلی آنکھوں سے
اسے دیکھا ہے اور کیا ہے اس کے لیے میرے دل میں۔ کاش
میں تمہیں بتا سکتا، گوشائی میں تم سے بعد میں بات چیت کروں
گا، تمہیں آرام کے لیے جگہ بتا دی جاتی ہے، آج کی رات میری اور
غزالی کی ہے، میرے دل میں نہ جانے کیسے کیسے جذبے چھپے
ہوئے ہیں، میں اس سے باتیں کروں گا، تم آرام
کرو، مجھے امید ہے کہ تم محسوس نہیں کرو گی۔ میں یہ بھی جانتا ہوں
کہ تمہارے بھی دل میں اس طویل عرصے کا بخار ہوگا، لیکن
دوبارہ وہی الفاظ دہراؤں گا کہ میرے دل میں اس شخص کے
لیے بہت کچھ ہے۔ میں اس سے تمام باتیں کر لینا چاہتا ہوں
جو کرنے کا خواہشمند تھا اور کہہ نہیں سکتا تھا۔ اٹھو گوشائی،
میں تمہیں تمہاری آرام گاہ دکھا دوں آؤ۔" گوشائی فوراً ہی اٹھ کھڑی
ہوئی تھی۔ یہ گومین کا احترام تھا۔ ورنہ میں جانتا تھا کہ خود گوشائی
کے پاس بھی بہت ساری کہانیاں تھیں، گومین کو کوئی ہدایت
نہیں دے سکتا تھا چنانچہ خاموش رہا۔ وہ گوشائی کو کسی جگہ پہنچا کر
واپس آ گیا۔ میں ڈرائنگ روم میں اس کا انتظار کرتا رہا تھا۔ واپس
آنے کے بعد اُس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میرے
سامنے بیٹھ گیا۔ چند لمحات اسی طرح خاموشی سے گزر گئے، بہت
پہلے کا بوڑھا بابا جس کے چہرے سے مظلومیت ٹپکتی تھی، آج
کسی اور ہی حیثیت سے میرے سامنے تھا۔ اس کی نئی شکل سے
اس کا وقار اور دبدبہ ٹپکتا تھا۔ اور یہ بات تو مجھے معلوم ہو چکی
تھی کہ وہ ساموئوں کی دنیا کا تارک تھا اور تارک ہونا معمولی
بات نہیں تھی۔ اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"غزالی تمہاری کہانی کبھی مجھے نہیں سنائی گئی اور مجھے
سنانے والا تھا بھی کون۔ ویلینی کا کھیل جس لیے بھی رچایا گیا، میرے
خیال میں کار آمد تھا اور گوشائی نے یہ سب کچھ میری بہتری کے
لیے کیا تھا، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ بے حد ذہین سپہ سالار ہونے
کے باوجود وہ اس نئی دنیا کے کھیل سے واقف نہیں تھی، یہاں
کا انداز کافی مختلف ہے اس نے خزانے کا چکر چلا کر ایک عالم
کو اپنے پیچھے لگا لیا، لیکن وہ نہ کر سکی جو کرنا چاہتی تھی اور پریشانیوں
کا شکار رہی۔ بلکہ یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر
تم تبت تک کا سفر نہ کرتے اور حالات سے اُسے آگاہ کر کے
وہاں سے نہ نکلتے تو یقیناً ہم اپنی منزل سے اس قدر قریب نہ ہو
پاتے جتنے اب ہیں۔ غزالی میری کیفیت یوں سمجھو کہ میں ذہنی
طور پر معطل تھا، لیکن جو دیکھتا تھا وہ سمجھ لیتا تھا۔ کبھی کبھی مجھ
پر جنون کے دورے پڑتے تھے اور یہ اس وقت ہوتا تھا جب
مجھے وہ یاد نہیں آتا تھا جو میں یاد کرنا چاہتا تھا۔ میں مٹی کے
کھلونوں سے اپنی دنیا تعمیر کرتا تھا۔ ساموئیکا بناتا تھا اور راہ
تک واپسی کے راستے ڈھونڈتا تھا، لیکن وہ مجھے نہ ملتے تھے



تم مجھے لے کر چلے تو نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس سا ہوا کہ یہ
ماضی مجھے یاد آ جائے گا۔ میں دوہری کیفیت کا شکار تھا،
سوچ سکتا تھا لیکن الفاظ کی شکل میں ادا نہیں کر سکتا تھا،
دماغ کی وہ قوتیں چھین گئی تھیں جو اپنے خیالات اور احساسا

دوسرے تک پہنچا سکتی ہیں اور انھی چھین جانے والی چیزوں کی وجہ سے میں اپنے آپ کو نامکمل سمجھتا تھا۔ مجھے ایک ایک

لمحہ یاد ہے کہ تم کس طرح مجھے وائی مین کے ساتھ لے کر یہاں تک پہنچے اور ڈاکٹر مورگر کے حوالے کیا۔ پھر اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ میرے ذہن کی قوتیں واپس آ گئی ہیں اور اس کے بعد میں نے ڈاکٹر جے مورگر کو اپنے آ گے کے علاج کے بارے میں بتا دیا۔ اور اب میں اپنے آپ کو تمام تر ذہنی قوتوں کے ساتھ مکمل پاتا ہوں۔ غزالی یہ بت تم نے تعمیر کیا ہے، میرے ٹوٹے ہوئے وجود کو جوڑ کر تم نے ایک بار پھر یکجا کر دیا ہے، مجھے تمھارا انتظار تھا، چونکہ میں جانتا ہوں کہ تم نے ساموتوں کی بہتری کا مشن سنبھال رکھا ہے۔ یقیناً میرے ساتھیوں نے تمھیں بتا دیا ہو گا کہ ہم کون ہیں۔ ساموِنیکا میں ہونے والی سازش کے شکار ہو کر ہم اپنے جہازوں کے ذریعے باہر کی دنیا میں بھیجے گئے، اور یہاں ہمارے جہاز سمندری طوفانوں کی نذر ہو گئے، جس کے بعد ہمیں یکجا ہونا نصیب نہ ہوا، یہ بات تمام سامون جانتے تھے کہ اس دنیا میں انھیں اس قدر جلد موت نہیں آئے گی اور اگر وہ ایک دوسرے کو تلاش کر کے مجھ تک پہنچ جائیں تو یقیناً میں دوبارہ واپسی کے انتظامات کروں گا، بچے ہوئے سامون اپنی تمام تر کوشش سے ایک دوسرے کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ ان میں پانچ افراد مرکزی حیثیت رکھتے تھے، جن کے نام، دی مین، تھوساس، لیبوس اور گاگی ہا ہیں۔ میں انھیں تلاش کر رہا ہوں غزالی، یہ لوگ مل جائیں اور تمھارے اعداد و شمار کے مطابق یہ تین سو سامون جنھیں ایک ساتھ ساموِنیکا سے نکالا گیا تھا میرے پاس پہنچ جائیں تو ہم ساموِنیکا واپسی کے سفر کا آغاز کر سکتے ہیں۔ غزالی ابھی ایک طویل جدوجہد ہمارے سامنے ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اس میں کتنا وقت صرف ہو جائے۔ گوشائی سے مجھے معلومات حاصل کرنی ہیں لیکن میرے دوست میرے دل میں تمھارا بہت بڑا مقام ہے، کیونکہ تم نے بے لوث ہماری مدد کی، مجھے حسن بھی یاد ہیں، لیکن میں ان سے متاثر نہیں ہوں، کیوں کہ وہ جن جذبوں کے تحت عمل کر رہے ہیں وہ کچھ اور تھے، ان میں خلوص نہیں تھا، مخلص وہ تھا جو ایک وحشی جانور کے مدِمقابل آیا تھا، جو بہت تھوڑے سے مفاد کے لیے مجھے مارتا تھا، میں جوابی کارروائی کر سکتا تھا غزالی لیکن کیا کرتا، میرے راستے مسدود تھے اور میں نہیں جانتا تھا کہ اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہے۔"

"بہر طور مسٹر گومین آپ اپنی ذہنی قوتیں حاصل کر چکے ہیں، میرا ایک بہت بڑا مقصد تو ختم ہو گیا اور میں نہایت خوشی کے ساتھ آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کی تمام ذہنی قوتیں واپس آ گئیں۔"

"ہاں۔ اگر میں کبھی ساموِنیکا پہنچ کر اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر سکا تو ساموِنیکا کا کوئی بھی فرد غزالی کو فراموش نہیں کرے گا، جس نے اس سلسلے میں مرکزی کردار ادا کیا۔"

"اگر آپ کی معلومات ابھی محدود ہیں مسٹر گومین تو کچھ خوشخبریاں اور بھی میرے پاس ہیں، مثلاً یہ کہ دی مین، تھوساس اور لیبوس میرے ساتھ ہیں، گاگی ہا کا پتا چل چکا ہے، ڈونن کاربو، وائی مین بھی ہمارے ساتھ ہی ہیں اور تقریباً ڈھائی سو سے زیادہ سامون ایک جگہ یہ تمام افراد جمع کر لیے گئے ہیں، اور اب ہم سب تمھاری صحت یابی کا انتظار کر رہے تھے اور تمھارے سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے ایک لمبا سفر کر کے میں اور گوشائی یہاں تک پہنچے ہیں۔" گومین اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

اس کی خوبصورت آنکھیں جو گہری سیاہ تھیں اور ان کی کیفیت پُرسحر تھی، دفعتاً رنگ تبدیل کرنے لگیں۔ ان کی پتلیوں کا رنگ پہلے سبز ہوا، پھر سرخ اور آخر میں نیلا۔ ان آنکھوں سے نیلی شعاعیں نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، نہ صرف محسوس ہو رہی تھیں بلکہ ان شعاعوں کا ایک دائرہ سا بن گیا تھا اور مجھے اپنا سر بھاری بھاری محسوس ہونے لگا تھا۔ گومین کے ہاتھ ایک بار پھر پھیل گئے، وہ اسی انداز میں آگے بڑھا اور اس کی آنکھوں کی اس روشنی نے میرا پورا چہرہ اپنے ہالے میں لے لیا، پھر گومین بے اختیارانہ انداز میں مجھ سے لپٹ گیا۔

"کتنے احسانات کرو گے مجھ پر غزالی، کتنے احسانات کرو گے، ان احسانات کی کوئی حد بھی ہے یا نہیں، آہ تم نے وہ کیا ہے، جو ہم سامون نہیں کر سکے تھے۔ میں نے ساری داستان تمھارے ذہن میں پڑھ لی ہے۔ غزالی تم نے بار بار اپنی زندگی داؤ پر لگا کر جس طرح میرے ساتھیوں کو یکجا کیا ہے، میں اُسے احسان کا نام نہیں دوں گا، یہ تو دیوتاؤں کے جذبے ہیں۔ یہ تو ان.... ناقابلِ تسخیر قوتوں کے جذبے ہیں جو زندگی دیتی ہیں اور زندگی لیتی ہیں۔ تم زندگی دینے والوں میں سے ہو، کن الفاظ میں تمھیں یاد کروں، کون سا نام رکھوں تمھارا۔ غزالی میرے دوست غزالی۔

میں تو صرف تمھارا شکریہ ہی ادا کر سکتا ہوں۔"

گومین اپنے جذبات کا اظہار کرتا رہا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھے میری تمام کاوشوں کا بدل مل گیا ہو اس کے بعد

کسی اور شے کی آرزو نہیں رہی تھی۔ پھر گومین مجھ سے تمام تفصیلات معلوم کرتا رہا اور یوں ساری رات بیت گئی۔ ہمیں پتا بھی نہیں چل سکا تھا، یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہو گئی اور ہم دونوں ہی چونک پڑے۔ گومین نے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"سورج نکل آیا ہے۔"

"ہاں لیکن یہ عمارت میرے لیے تعجب خیز ہے گومین۔ یہ لیڈی ونڈسر کون ہے؟"

"اوہ میرے دوست مجھے معاف کرنا، ڈاکٹر جے مورگر کو ان لوگوں سے محفوظ رکھنے کے لیے، جو میری تلاش میں سرگرداں تھے، مجھے کوئی ٹھکانہ بنانا ضروری تھا۔ لیڈی ونڈسر ایک بااختیار عورت ہے۔ میں نے اس کے ذہن کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور اپنے تیرہ ساتھیوں کے ساتھ یہاں مقیم ہوں، یہ تیرہ افراد سامون ہیں، جنھیں میں نے اپنی ذہنی قوتوں سے پکارا اور وہ ذہنی قوتوں کی حد میں تھے، سمٹ کر مجھ تک چلے آئے۔ لیڈی ونڈسر ہمیں اپنے عزیزوں میں شمار کرتی ہے اور یقیناً دو افراد کے اضافے کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتی، کیوں کہ وہ صرف وہ باتیں سوچتی ہے جن کی اجازت میں اُسے دیتا ہوں۔"

"گویا تم نے اُسے اپنے ذہنی کنٹرول میں لے کر اپنے لیے یہ جگہ بنائی ہے۔"

"ہاں دماغی قوتوں کی واپسی کے بعد بہت سے انکشافات مجھ پر خود بخود ہو گئے، یہ ہم ساموِنوں کی کچھ خصوصیات ہیں غزالی۔ جن کی تفصیلات تمھیں آئندہ چل کر معلوم ہوتی رہیں گی، ہمیں احساس ہو گیا کہ ہم دشمن رکھتے ہیں اور اس کے بعد ہمیں ان دشمنوں کی تفصیلات بھی معلوم ہو گئیں۔ کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جو ابھی تک میرے ذہن میں واضح نہیں ہوئیں، ممکن ہے ان کی وضاحت تمھارے ذریعے ہو جائے، لیکن اس میں جلدی ضروری نہیں ہے، غسل وغیرہ کر لو اس کے بعد ناشتا کریں گے۔"

میں نے گومین کی ہدایت پر عمل کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم فارغ ہو گئے، مجھے اس بات پر بھی حیرت ہوئی تھی کہ تیرہ سامون گومین کے پاس موجود ہیں، ویسے گومین کی ذات مجھے مکمل محسوس ہوئی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے وہ آسانی سے دھوکا کھا جانے والوں میں سے نہیں ہے اور جو سامون اس کے پاس پہنچے ہیں وہ دشمن سامون نہیں ہوں گے، کیونکہ گومین دوستوں اور دشمنوں کی تمیز رکھتا ہے۔ لیکن پھر بھی ناشتے کے بعد میں نے اس موضوع پر اس سے بات کی، گوشائی اس وقت ہمارے ساتھ تھی، میں نے ان تیرہ ساموِنوں کو بھی دیکھا جنھوں نے گومین کے ساتھ ہی ناشتا کیا تھا۔ بظاہر جیب چاپ نظر آ رہے تھے، گومین نے میرا ان سے کوئی تعارف نہیں کرایا تھا۔ لیکن ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد وہ گوشائی کو لے کر ڈرائنگ روم میں آ گیا اور یہاں ہم تینوں بیٹھ گئے۔

اس دوران لیڈی ونڈسر کی صورت نظر نہیں آئی تھی۔ ہاں باوردی ملازمین ہمیں ناشتا سرو کرتے رہے تھے۔ گومین نے بھی لیڈی ونڈسر کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ ممکن ہے صبح کے ناشتے پر وہ موجود نہ ہوتی ہو۔ ڈرائنگ روم کا دروازہ بند کرنے کے بعد گومین گوشائی سے بولا۔

"گوشائی میں نے تقریباً تمام باتیں غزالی سے معلوم کر لی ہیں میری عزیز تم لوگوں نے واقعی محنت کی ہے اور غزالی نے تمھارا ساتھ دیا ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تمھارے خیال میں ان تیرہ ساموِنوں کے بعد ہمارے کتنے ساتھی ہم سے بھٹکے ہوئے ہیں؟"

"میں صحیح تفصیل نہیں جانتی مسٹر گومین لیکن جہاں تک مجھے دی مین سے معلومات حاصل ہوئی ہیں، ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان تیرہ ساتھیوں کے بعد ہمارا ایک بھی ساتھی بھٹکا ہوا نہیں ہے۔ سامون یکجا ہو چکے ہیں بقیہ سامون جو ہمارے ساتھ موجود نہیں ہیں وہ گاگی ہا کے پاس ہیں۔ ہماری تقدیر کے ستارے بدل چکے ہیں اور ساموِنیکا کی سرزمین ایک بار پھر ہمیں پکار رہی ہے اور وقت وہ بھی دور نہیں جب ہمیں ساموِنیکا واپس جانا ہے۔"

"بے شک وہ وقت دور نہیں ہے، مجھے علم ہوا ہے کہ زی لوش نے اپنے نمائندے اس دنیا میں بھیجے ہیں یہ معلوم ہونے کے بعد کہ ہم لوگ زندہ ہیں زی لوش اسی دنیا میں ہمارا خاتمہ کر دینا چاہتا ہے اور اس کے لیے اس نے مقامی لوگوں سے امداد طلب کی ہے، جن لوگوں سے اس نے امداد مانگی ہے، وہ کیا حیثیت رکھتے ہیں گوشائی، کیا تمھیں ان کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم ہو سکی۔"

"نہیں گومین، یہ تمام ذمے داریاں تمھارے دوست گازالی نے ہی سنبھالی ہوئی ہیں۔ گازالی جانتا ہے کہ یہ کون لوگ ہیں، گازالی کی ان سے مڈبھیڑ بھی ہو چکی ہے، شاید اس نے تمھیں بتایا ہو گا؟"

"ہاں کسی حد تک غزالی ان سے ہمارے لیے لڑتا رہا ہے، میں صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ کسی شخص سے تمھاری مڈبھیڑ ہوئی یا نہیں۔ تم نے اس کی قوتوں کا اندازہ لگایا یا نہیں؟"

"نہیں۔ میں تو تبت میں مقیم تھی، اور دی مین کے رابطے کے بعد اس علاقے میں پہنچی ہوں، جو انتہائی خوفناک اور ناقابلِ عبور ہے۔ گازالی ہر وہ بات جانتا ہے جس کا تعلق اب ہم سے ہے۔"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں ڈیئر غزالی کہ اب ہمارا

دوسرا پروگرام کیا ہونا چاہیے۔ تم اگر چاہو تو یہاں ہم ان دشمن ساموتوں سے مقابلہ بھی کر سکتے ہیں جو زی لوش کے نمائندے ہیں اور تم اگر نہ چاہو تو خاموشی سے اس طرف کا سفر بھی شروع کر سکتے ہیں جہاں بقیہ سامون موجود ہیں۔؟"

"میری رائے ہے گومین کہ پہلے تم سب لوگ یکجا ہو جاؤ۔ اس کے بعد ہی کوئی بہتر راستہ منتخب کرنا مناسب ہوگا۔ سب ہی نے کچھ پروگرام بنائے ہوں گے، ممکن ہے سب کے مشوروں سے ہم زیادہ بہتر طور پر کام کر سکیں۔"

"تو پھر غزالی پہلا بندوبست یہی کرو کہ ہم یہاں سے چل پڑیں۔ اس میں تمھیں کوئی دقت ہو تو مجھے اپنے ساتھ رکھو، تمام مشکلیں حل ہو جائیں گی۔"

"گویا اب ہمیں سولہ افراد کو اسکیمولینڈ کا سفر کرنا ہوگا۔ تیرہ افراد یہ جو تمھارے ساتھی ہیں، تم خود، گوشائی اور میں۔"

"سو فیصدی، ہمیں ساتھ ہی سفر کرنا ہے اور اس سلسلے میں جو ذرائع ہو سکتے ہیں ان کے لیے تم فکر مند نہ ہو جن لوگوں سے تم یہ کام لینا چاہتے ہو ان سے ملاقات کرو اور مجھے ساتھ رکھو، سو فیصدی یہی ہوگا کہ وہ تم سے تمھاری خواہش کے سلسلے میں باز پرس نہیں کر سکیں گے۔"

میں نے دلچسپی کی نگاہ سے گومین کو دیکھا تھا، پُراسرار دنیا کا یہ شخص اپنی ذات میں جتنا پُراسرار تھا اس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ یہ دوہری شخصیت کا مالک تھا، ایک جانب وہ خاموش جنونی تھی اور اب وہ کہتا تھا کہ یہ تمام باتیں اُسے یاد ہیں جو اس دوران پیش آئی تھیں۔ ڈاکٹر طاہر علی کا طرزِ علاج بھی اس پر اثر انداز نہیں ہو سکا تھا۔ یہ ساری باتیں ناقابلِ فہم تھیں، لیکن ساموتیکا بھی تو ناقابلِ فہم ہی تھا، میں نے اپنی زندگی کے دلچسپ تجربات کیے۔ محکمہ سیاحت کے اعلیٰ ترین افراد سے مل کر میں نے سولہ افراد کے لیے اسٹاک ہوم جانے کے انتظامات کرنے کی درخواست کی اور اعلیٰ افسران نے مجھ سے اس طرح تعاون کیا جیسے میں صدر امریکہ کا خصوصی نمائندہ ہوں۔ پاسپورٹ، دیگر کاغذات اور سفر کے انتظامات اس طرح کیے گئے ہیں جیسے یہ ان کے لیے فرضِ اولین ہے۔ اسٹاک ہوم سے آگے کا سفر عام قسم کے ذرائع سے کیا گیا، تاکہ ہمارے دشمن ہماری جانب متوجہ نہ ہوں۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ مارٹن ایسٹرو نے ہار نہیں مانی ہوگی اور اس کی نظریں ضرور ہمیں تلاش کر رہی ہونگی۔

سامون لاکھ قوتیں رکھتے تھے لیکن تنظیم کی قوتیں بھی مجھے معلوم تھیں۔ مارٹن ایسٹرو اگر حالات کو صحیح انداز میں سمجھ چکا ہوگا تو اب اس کا انداز بھی بدل گیا ہوگا وہ کچھ نہ کچھ ضرور کرے گا۔ لندن میں مارٹن ایسٹرو نے اپنی کارروائیاں اس لیے ترک کر دی ہوں گی کہ اب اس کے علم کے مطابق ہم یہاں تھے اور اس کی پوری توجہ اس سمت ہوگی چنانچہ بے حد احتیاط کی ضرورت تھی۔

اسٹاک ہوم سے کیرونا اور پھر وہاں سے لیپ لینڈ کے سفر کے انتظامات کچھ مشکل ثابت نہیں ہوئے گومین واقعی جادوگر تھا میں نے دوسرے ساموتوں کی ذہنی قوتیں بھی دیکھی تھیں لیکن گومین ذہنی طور پر ان سب سے زیادہ طاقتور تھا جس شخص کے سامنے وہ جو کچھ کہہ دیتا وہ وہی کرنے پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ اس کے باوجود میں تنظیم کی طرف سے خوفزدہ تھا۔ مارٹن ایسٹرو آسانی سے ساموتوں کا پیچھا نہیں چھوڑ دیگا اور ضروری نہیں ہے کہ گومین اس مرحلے پر بھی کامیاب ہو جائے۔ خود میری پوزیشن بھی بے حد خراب تھی اگر میں کسی طور ان حالات میں ان لوگوں کے ہاتھ لگ جاؤں تو اب کوئی ایسا جھوٹ کارگر نہیں ہو سکتا تھا جو میری جان بچا سکے۔

بہرحال ان تمام حالات کے باوجود ہمیں یہ سفر کرنا تھا اور ان لوگوں کو بحفاظت وی مین کے پاس پہنچانا میری ذمہ داری تھی گومین اور گوشائی مطمئن نظر آتے تھے انھیں صورت حال کا صحیح طور پر اندازہ نہیں تھا۔ اسکیمولینڈ کے سرحدی علاقے میں داخل ہونے تک کوئی حادثہ بھی نہیں پیش آیا جس سے ان کا اطمینان اور بڑھ گیا لیکن نہ جانے کیوں میری چھٹی حس مجھے احساس دلا رہی تھی کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔ لیپ لینڈ کا تقریباً آٹھ میل لمبا برفانی علاقہ طے کرنے کے بعد ہمیں اس جگہ پہنچنا تھا جہاں سے وی مین کی دریافت شدہ سرنگیں شروع ہوتی تھیں ابتدا میں اسکیمو باشندوں سے ملاقات ہوئی لیکن خراب موسم کی بنا پر وہ بھی زیرِ زمین تھے اور انھوں نے اوپر کی کارروائیاں ترک کی ہوئی تھیں۔ گوشائی چونکہ پہلے بھی اس برفانی خطے کا سفر کر چکی تھی اس لیے وہ مطمئن تھی۔ لیکن گومین کے لیے یہ موسم اجنبی تھا دوسرے ساموتوں کو بھی سفر میں دقت پیش آ رہی تھی اس لیے سفر کی رفتار بہت سست تھی۔ پورے دن میں تقریباً پونے دو میل کا سفر طے ہوا تھا۔ سردی سے بچاؤ کے بہتر انتظامات نہ ہوتے تو شاید یہ سفر اور مشکل ہو جاتا۔ بہرحال اس کے بعد ایک جگہ قیام کیا گیا تھا لیکن آسمان کے رنگ بہتر نہیں تھے۔ مغرب کی طرف سے کالی گھٹائیں آہستہ آہستہ بلند ہو رہی تھیں اور برف کی سفیدی ماند پڑتی جا رہی تھی۔ ہم نے دو بلند برفانی ٹیلوں کے

درمیان قیام کیا تھا۔ سامون زندگی کی ضروریات میں مصروف ہو گئے تھے۔ گوشائی گومین سے گفتگو کر رہی تھی اور میں تشویشناک نظروں سے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر گوشائی میرے پاس آ گئی۔

"میں ابتدا ہی سے تمہیں الجھا ہوا محسوس کر رہی ہوں گا زالی۔"

"یہ لمحات میری ذمہ داریوں کے اہم لمحات ہیں گوشائی" میں نے جواب دیا۔

"حالات تو پُرسکون ہیں۔"

"ہاں ابھی تک تو ایسا ہی ہے۔"

"تمہارے خیال میں کچھ ہو سکتا ہے۔"

"نہ ہوا تو مجھے تعجب ہوگا" میں نے کہا اور گوشائی خاموش ہو گئی۔ پھر آسمان کی طرف دیکھ کر اس نے کہا "بادل گہرے ہوتے جا رہے ہیں۔ سامون اس موسم کے عادی نہیں ہیں۔"

"مجھے اندازہ ہو رہا ہے۔"

"آج کے سفر کی سست رفتاری دیکھ کر مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمیں یہ فاصلہ عبور کرتے ہوئے کافی وقت لگ جائے گا۔"

"سرنگوں کے علاقے تک پہنچنے کا مسئلہ ہے اس کے بعد صورت حال بہتر ہو جائے گی" میں نے کہا۔

"یقیناً! بہرحال ہمیں حوصلے سے کام لینا ہوگا" ابھی گوشائی نے یہ جملے ادا ہی کیے تھے کہ دفعتاً آسمان پر بجلی کڑکنے لگی اور سرد ہواؤں کے جھکڑ چلنے لگے۔ ہواؤں کا یہ سلسلہ اچانک شروع ہوا تھا۔ "بائی تو راسا جس وقت میں اس علاقے میں داخل ہوئی تھی موسم ایسا نہیں تھا" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

رفتہ رفتہ سرد ہوائیں طوفانی شکل اختیار کرنے لگیں ہوا کے تھپیڑے کوڑوں کی طرح ہمارے جسموں پر پڑتے اور بدن میں درد کی لہریں پیدا کرتے نکل جاتے۔ اس کے بعد بارش شروع ہو گئی۔ برف کی بارش ہو رہی تھی اتنی سرد کہ بدن میں خون منجمد ہونے لگا۔ چند ہی منٹ میں ہمارے لباس بری طرح بھیگ گئے اور ہم سب ہی تھر تھر کانپنے لگے۔ ساموتوں کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ گومین اپنی جگہ کھڑا موسم کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس کی آواز ابھری۔

"کوبائی سویا۔ کوبائی سویا" تمام سامون ایک جگہ جمع ہو کر قطار کی شکل میں زمین پر بیٹھ گئے۔ گوشائی نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم قوتِ ارادی کے ذریعہ خود کو ماحول کی تکلیف سے بے نیاز کر سکتے ہو۔"

"کوبائی سویا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بائی تو راسا۔ کوبائی سویا" گوشائی خوش ہو کر بولی اور خود بھی زمین پر بیٹھ گئی۔ یہ سب سمبو تورا کی مہربانیاں تھیں اس نے درحقیقت مجھے آدھا سامون بنا دیا تھا۔ اس سے قبل مارٹن ایسٹرو کی قید میں، میں نے شدید گرمی سے بچنے کے لیے ایک بار اس مشق کا سہارا لیا تھا اور کامیابی حاصل کی تھی۔ میں بھی ان لوگوں کی مانند زمین پر بیٹھ گیا ذہن کو گہری نیند سلا دیا اور پھر موسم کے احساس کو بدن سے دور کرنے لگا۔ معمولی سی کوشش کرنی پڑی تھی اس کے بعد نہ طوفانی بارش کا احساس رہا اور نہ سرد ہواؤں کا۔ بدن میں خون کی روانی بحال ہو گئی تھی۔ بارش اب بھی مسلسل ہو رہی تھی لیکن تمام سامون اٹھ کھڑے ہوئے اب وہ پُرسکون تھے۔ گومین نے کہا۔

"میرے خیال میں اب ہمیں یہاں نہیں رکنا چاہیے۔ یہ صورت حال پیش آ گئی ہے تو سفر ہی کیا جائے" میں نے اختلاف نہیں کیا اور ہم یہاں قیام کرنے کا ارادہ ملتوی کر کے آگے چل پڑے۔ اب یہ سفر ہنگامی بنیادوں پر ہو رہا تھا۔ چنانچہ ہم آگے چل پڑے۔ ہمارا رخ مغرب کی طرف تھا لیکن تھوڑی دور چل کر ایک اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ بارش کے باعث برفانی راستے پھسلواں ہو گئے تھے اور سامون ان پر قدم نہیں جما پا رہے تھے جس کی وجہ سے چلنا مشکل ہو گیا تھا۔ تاہم گرتے پڑتے سفر جاری رہا۔ مصیبت یہ تھی کہ بارش تیز ہوتی جا رہی تھی۔ بادل گرجتے تو یوں لگتا، جیسے ہزاروں توپیں داغ دی گئی ہوں۔ کانوں کے پردے پھٹتے محسوس ہوتے تھے۔ یہاں سامون اپنی قوت ارادی سے بھی کام نہیں لے سکتے تھے۔ ایک ایک قدم جما کر چلنا پڑ رہا تھا جس سے سفر کی رفتار نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی۔ تاہم گرتے پڑتے آگے بڑھتے رہے اور یہ سفر ساری رات جاری رہا۔ یہ رات میری زندگی کی بھیانک ترین رات تھی۔ بارش بھی ساری رات ہی جاری رہی تھی۔ صبح کو بدن تھک کر چور ہو چکے تھے اور اب شاید کسی میں آگے بڑھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ چنانچہ سورج نکلتے ہی ہم رک گئے۔ سورج کی روشنی کے ساتھ بارش بھی تھم گئی تھی۔

"کیا باقی سفر بھی ایسا ہی ہوگا" گومین نے کہا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"بہرحال ہمیں آگے بڑھنا ہے" گومین بولا سامون برف پر بے سدھ پڑے ہوئے تھے لیکن شکر تھا کہ رات بھر کی شدید بارش کے بعد صبح کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ نکلا تھا اور دھوپ بھی تیز تھی جس سے بدن کسی قدر کھل گئے تھے۔ تین

گھنٹے مکمل آرام کیا گیا اس کے بعد یہ سفر جاری ہو گیا۔ میں نے گوشائی سے کہا۔

"ایک بات بتاؤ گوشائی۔ سامون موسم کی شدت سے خود کو بے نیاز کر سکتے ہیں تو پھر ان لوگوں نے وہ طویل نیند کیوں اپنائی؟"

"وہ آگے کے سفر سے مایوس ہو گئے ہوں گے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"خراب موسم کی وجہ سے راستے بھی گم ہو گئے ہوں گے۔ اگر آگے بڑھنے کی گنجائش ہوتی تو وہ ایسا نہ کرتے۔"

"اوہ! ہاں ان کے سامنے کوئی راستہ بھی تو نہیں تھا۔!"

"بالکل یہی بات تھی"، گوشائی نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ سامون بہت بری حالت میں سفر کر رہے تھے میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک کر ان راستوں کو تلاش کر رہی تھیں جہاں سے گذر کر ہمیں سرنگوں تک پہنچنا تھا یہاں سے جاتے ہوئے ہم نے چند نشانات متعین کیے تھے۔ لیکن نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی تک ان میں سے کوئی نشان سامنے نہیں آیا۔ گوشائی نے میرے اس خیال کی تصدیق کر دی۔ اس نے اچانک کہا۔

"گازالی۔ تم کوئی عجیب بات نہیں محسوس کر رہے۔"

"کیا؟"

"ہمیں وہ نشانات نہیں مل رہے جن کا ہم نے تعین کیا تھا۔"

"کچھ احساس ہو رہا ہے مجھے۔"

"ابتک ہمیں وہ پہاڑی مل جانی چاہیے تھی جس کی بلندی نوکدار تھی ایسا تو نہیں ہے کہ ہم خراب موسم میں راستہ بھٹک گئے ہوں۔"

میں خاموش رہا۔ یہ تصور لرزا دینے والا تھا کہ برف کے ویرانوں میں ہم راستہ بھٹک گئے ہیں۔ موسم اتنا خراب تھا کہ دوسرے لمحے کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا میرے خیال میں یہاں سامونی قوتیں بھی ساتھ نہیں دے سکتی تھیں۔ اس خدشے کا اظہار گومین سے کیا گیا تو اس نے کہا۔

"تمہارے خیال میں اس جگہ کا فاصلہ کتنا ہو گا جہاں ہمیں پہنچنا ہے۔"

"وہ فاصلہ تو ابھی کافی ہے لیکن اس جگہ کے نشان بھی نہیں مل رہے جہاں سے یہ سفر محفوظ ہو سکتا ہے۔"

"اگر مناسب سمجھو تو وی مین سے ذہنی رابطہ قائم کرو۔ اسے بتاؤ کہ اس برفستان میں ہماری رہنمائی کرے۔"

"لیکن یہاں تو یہ رابطہ بھی مشکل ہے۔"

"میں کوشش کرتا ہوں"، گومین بولا اور پھر اس جگہ رک کر اس نے غاروں میں رہنے والوں سے ذہنی سلسلہ قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ ہم اس کی کامیابی کا انتظار کر رہے تھے۔ دفعتاً اس نے زور سے سر جھٹکا اور دوبارہ آنکھیں بند کر لیں دوسری بار پھر اس نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں۔

"وہ۔ یہاں ان پہاڑوں میں موجود ہیں۔ اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کون گومین؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"دشمن سامون"، گومین کا جواب بے حد سنسنی خیز تھا۔

"کیا مطلب؟"

"میں نے ان میں سے دو کو ہلاک کر دیا۔ وہ میرے ذہنی رابطے کو متاثر کر رہے تھے۔ میری ذہنی قوتوں کو مفلوج کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ زی لوغس کے آوارہ کتے"، گومین نے کہا۔

"اوہ" میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔ گومین کے الفاظ نے صورت حال سمجھا دی تھی۔ مجھے پہلے ہی اس کا خدشہ تھا۔ میں جانتا تھا کہ مارٹن الیسٹو اس طرح خاموش ہو کر نہیں بیٹھ جائے گا وہ ہر پہلو پر غور کر رہا ہو گا اور اس وقت اس کی پوری توجہ اسی سمت ہو گی۔ سامون اس کے ساتھ تھے اور وہ بھی برف کے ان ویرانوں میں بھٹک رہا تھا۔

"وی مین کی طرف سے جواب نہیں ملا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ہمارے رابطے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"گوشائی ہوشیار۔ یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے جدوجہد کا وقت آ گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں نہیں سمجھی؟" گوشائی نے کہا۔

"انھوں نے ہماری سمت کا اندازہ لگا لیا ہے۔ مسٹر گومین آپ نے ابھی کہا تھا کہ آپ نے ان میں سے دو کو ہلاک کر دیا۔ کیسے؟"

"مارک یہ قوت رکھتے ہیں کہ اپنے ذہن کی رفتار میں مزاحم ہونے والوں کو ذہنی قوتوں سے ختم کر دیں"! گوشائی بولی۔

"میں نے ایسا ہی کیا ہے۔" گومین بولا۔

"آپ ایکبار پھر وی مین سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں۔" میں نے کہا۔ اور گومین میری ہدایت پر عمل کرنے لگا لیکن کئی منٹ کی کوشش کے باوجود وہ کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

"وہ برف کی گہرائیوں میں دفن ہیں جہاں خیالات کی لہریں بے اثر ہوتی ہیں۔" اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"آؤ گوشائی یہ جگہ جس قدر جلد ممکن ہو چھوڑ دیں"، میں نے کہا اور ہمارا قافلہ ایک بار پھر چل پڑا۔ تقریباً دو گھنٹے تک یہ

سفر بغیر کسی وقت کے جاری رہا۔ لیکن پھر اچانک ہی ہمیں رکنا پڑا۔ ہم کسی قدر بلندی پر تھے۔ نیچے برف کی سفید چادر پھیلی نظر آ رہی تھی اور اس ڈھلان کے آخری سرے پر ہمیں کچھ لوگ نظر آ رہے تھے۔ وہ مسلح تھے اور ان کے آگے بڑھنے کا انداز بتاتا تھا کہ وہ محتاط ہیں اور کسی کی تلاش میں ہیں۔

ہمارے دشمنوں کے علاوہ اور کون ہو سکتے تھے۔ میں نے تیزی سے واپسی کے لیے قدم بڑھائے صرف چند قدم اور آگے بڑھ جاتے تو ہمارا دیکھ لیا جانا یقینی تھا۔

"وہی لوگ معلوم ہوتے ہیں"۔ گوشائی بولی۔

"سو فیصدی"!

"ان کے پاس آتشی ہتھیار ہیں"۔ ابھی گوشائی نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً فضا میں ایک آواز سنائی دی اور میری نگاہیں اوپر کی سمت اٹھ گئیں۔ میرا اندازہ درست تھا وہ ہیلی کاپٹر کی آواز ہی تھی جو اسی سمت آ رہا تھا۔ اب برف کی سفیدی میں ہمارا دیکھ لیا جانا یقینی تھا، آس پاس کوئی ایسی جگہ بھی نہیں تھی جہاں ہیلی کاپٹر والوں کی نگاہوں سے بچا جا سکے۔ آن کی آن میں ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر پہنچ گیا۔ اور پھر دفعتاً اوپر سے گنوں کی تڑتڑاہٹ سنائی دینے لگی۔ دو طرفہ باڑھ ماری گئی تھی لیکن ہمیں جان بوجھ کر نشانہ نہیں بنایا گیا تھا۔

"ہاتھ بلند کر دو۔ ہاتھ بلند کر دو"۔ میں نے چیخ کر کہا اور خود دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

"گازالی۔" گوشائی نے کہا۔

"ہاتھ بلند کر دو۔ اس وقت ضروری ہے ورنہ ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔"

"ہم ان کے قبضے میں نہیں جائیں گے"، گومین بولا۔

"اس وقت ضروری ہے گومین"، میں نے کہا۔ ہیلی کاپٹر ایک لمبا چکر لے کر واپس پلٹ رہا تھا۔ گومین نے ہاتھ بلند نہیں کیے وہ تن کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس کی آنکھیں خون برسا رہی تھیں وہ ہیلی کاپٹر کو گھور رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر ہماری طرف بڑھ رہا تھا لیکن ہمارے سروں پر پہنچ کر اچانک ہی اس کا رخ تبدیل ہو گیا اس سے اس بار گولیاں نہیں برسائی گئی تھیں۔ میں حیرانی سے اس کے بدلتے رخ کو دیکھتا رہا اور پھر دفعتاً ہیلی کاپٹر کا توازن بگڑ گیا اس کا اگلا حصہ نیچے جھکا اور وہ برف کے ایک پہاڑ میں گھس گیا۔ دھماکا ہوا اور برف کے ذرات آگ میں لپٹے فضا میں بلند ہو گئے۔ ہیلی کاپٹر کسی پراسرار طریقے سے تباہ ہو گیا تھا۔ ہم سب اسی طرف دیکھ رہے تھے کہ ڈھلان والے اوپر پہنچ گئے اور دفعتاً ہی ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"خبردار ہاتھ بلند کر لو ورنہ سب مارے جاؤ گے"۔ میں نے چونک کر دیکھا ان کی تعداد پندرہ کے قریب تھی اور ایڈی پائپر سب سے آگے نظر آ رہا تھا۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ"۔ ایڈی پائپر پھر غرایا۔ اس بار گومین نے سب کو ہاتھ اٹھانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ میں نے بھی ہاتھ بلند کر دیے۔ "گرفتار کر لو ان سب کو"۔ پائپر نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا اور ان میں سے چند لوگ ہماری طرف بڑھے۔ میں برق رفتاری سے حالات کا جائزہ لے رہا تھا لیکن یہاں بھی گومین نے مجھ سے پہلے عمل کیا۔ جو شخص گومین کو گرفتار کرنے آگے بڑھا تھا اس کی ہولناک چیخ سنائی دی۔ نیلی شعاعوں کا حصار ایک لمحے کے لیے اس کے گرد چکرایا تھا اور دوسرے لمحے اس کا پورا چہرہ ربڑ کی طرح پگھل گیا تھا۔

اس صورت حال کا نتیجہ مجھے معلوم تھا اور اس وقت عمل نہ کرنا خطرناک تھا چنانچہ میں نے اس شخص کی رائفل پر ہاتھ ڈال دیا جو میرے قریب تھا رائفل سے میں اس کا نشانہ تو نہ لے سکا تھا لیکن اسے لاٹھی کی طرح گھما کر میں نے اس کا سر ضرور پھاڑ دیا۔ سامونوں نے کٹالیاں کھول لیں اور برف پر لرزہ خیز جنگ شروع ہو گئی۔ وہ لوگ چونکہ اس قدر قریب آ گئے تھے کہ اب رائفلوں کا استعمال ممکن نہیں تھا اور پھر شاید وہ بدحواس بھی ہو گئے تھے اس لیے انھوں نے اپنے بہترین ہتھیاروں کو لاٹھیوں اور ڈنڈوں کی حیثیت سے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ سامونوں کی کٹالیوں کا انھیں کوئی تجربہ نہیں تھا اس لیے آن کی آن میں فیصلہ ہو گیا۔ کٹالیوں نے ان کے ہاتھ صابن کی طرح کاٹ دیے تھے اور ان کے ہتھیار زمین پر گر پڑے تھے۔ وہ لرزہ خیز چیخیں مارتے ہوئے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے اور سامون کٹالیوں کے تار لمبے کر کے ان پر کٹالیاں پھینک رہے تھے ان میں سے جو کوئی کٹالی کی زد میں آ جاتا اس کے بدن کے ٹکڑے زمین پر گر پڑتے۔

یہ خونریزی میرے لیے بڑی تکلیف دہ تھی۔ لیکن اگر سامون ان لوگوں پر قابو نہ پاتے تو ہم ان کی قید میں چلے جاتے اور دوبارہ ان کی قید میں جانے کا مطلب میں سمجھتا تھا لیڈی پائپر بھی اس جنگ میں کام آ گیا تھا اور اس کی لاش کچھ فاصلے پر پڑی ہوئی تھی۔ سامونوں کی کٹالیاں خون میں ڈوبی ہوئی تھیں اور ان کے چہرے بھیانک نظر آ رہے تھے۔ عام حالات میں اونگھنے والے اس وقت بہت مستعد نظر آ رہے تھے انکی آنکھوں

میں خون کی پیاس تھی اور وہ تشنہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے لیکن شاید انھیں آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ دو یا تین افراد بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے تھے باقی اعضا بریدہ یا تو برف پر تڑپ رہے تھے یا سرد ہو چکے تھے۔

گومین نے کٹالی کا حلقہ واپس کلائی میں ڈال لیا اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ سامون بھی اپنی اپنی کٹالیاں صاف کر رہے تھے۔ میں وحشت زدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ گومین بے حد پراسرار ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ انتقام پسند بھی ہے میں نے دل میں فیصلہ کیا تھا۔ ہیلی کاپٹر کا حادثہ اتفاقیہ نہیں تھا وہ تارک کی قوتوں کا مظہر تھا۔ دفعتاً گومین کی آواز ابھری۔

"گوشائی۔ یہ کھیل ختم نہیں ہوا۔ آہنی پرندے پر تول رہے ہیں اور موت کے متلاشی ہماری طرف رخ کر رہے ہیں۔ انھیں سبق دینا ضروری ہے تیار ہو جاؤ۔" میں نے بھی یہ الفاظ سنے۔ اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ برف کی زمین پر ایک ہولناک ہنگامہ شروع ہو گیا تھا اور اس کا انجام نہ جانے کیا ہونے والا تھا۔

مجھے یہ بہت پسند نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ تنظیم کے افراد نے اپنی تمام تر توجہ لیپ نیڈ پر مرکوز کر دی ہے ایڈی پائپر کی یہاں موجودگی اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ انھیں حقیقت معلوم ہو گئی ہے، یہ پتا چل گیا ہے کہ میں نے ان سے غداری کی ہے اور مسلسل سامونوں کا ساتھ دے رہا ہوں اور اب وہ ہمیں یہیں برف پر ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ اسٹیل ہینڈ بھی بے حد خطرناک ہے وہ اپنی ناکامی برداشت نہیں کر سکتا اس سے جو کچھ بن پڑے گا ضرور کرے گا۔ دوسری طرف گومین بھی خطرناک ہے اور انوکھی قوتوں کا مالک بھی۔ آہنی پرندوں کی اصطلاح میں سمجھ گیا تھا۔ ضرور کچھ اور ہیلی کاپٹروں نے اس طرف کا رخ کیا تھا۔ اور اب — اب — میں اتنا ہی سوچ پایا تھا کہ گومین نے میری طرف دیکھا اور بولا۔

"تم خود بتاؤ میں کیا کر سکتا ہوں۔ ہم سامون خونریزی پسند نہیں کرتے میں ان میں سے کسی ایک کو بھی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا لیکن وہ ہمارے دشمنوں کے آلۂ کار ہیں اور ان کے مفاد کے لیے ہمیں ختم کر دینا چاہتے ہیں۔"

"اگر ہم کسی طرح صحیح راستہ تلاش کر لیں گومین تو ان سے بچ سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"گازالی۔ اس طرف دیکھو۔" دفعتاً گوشائی نے ایک سمت اشارہ کر کے کہا اور میری نظریں بھی اس طرف اٹھ گئیں۔ دوسرے لمحے میرا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ میں نے ایک بلند و بالا چٹان دیکھی تھی اور یہ چٹان ان دوستوں کی شناخت تھی جو ہمیں زیر زمین لے جا سکتے تھے۔

"آہ گوشائی یہ وہی جگہ ہے" میں نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"گومین۔ اس طرف اس چٹان کی طرف۔" گوشائی چیخ کر بولا اور ہم نے اس طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ گومین نے بھی مزید کچھ پوچھے بغیر ہماری تقلید کی۔ باقی سامون بھی ہمارے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ لیکن ابھی ہم چٹان تک پہنچنے بھی نہیں پائے تھے کہ فضا میں ہیلی کاپٹروں کا شور ابھرنے لگا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تب دور کافی دور فضا میں سیاہ نقطے نظر آ رہے تھے جن کا رخ اسی طرف تھا۔ ہم نے رفتار اور تیز کر دی میں ہر قیمت پر اس ہولناک تصادم سے بچنا چاہتا تھا۔ قدرت نے میری مدد کی تھی اور ہمیں زیر زمین جانے کا راستہ نظر آ گیا تھا لیکن اگر ان لوگوں نے ہمیں اس چٹان کے نیچے غائب ہوتے دیکھ لیا تو وہ اپنی کارروائی ختم نہیں کریں گے۔ اور یہاں بھی امداد غیبی حاصل ہوئی

دفعتاً ہی آسمان پر تاریکی پھیلنے لگی۔ موسم پہلے بھی کافی خراب تھا، مزید خراب ہو گیا لیکن اس وقت یہ تاریکی ہماری مددگار تھی۔ چٹان کے رخ کا تعین تو ہم کر ہی چکے تھے۔ چنانچہ بے تحاشا اس طرف دوڑ رہے تھے اور پھر مجھے اپنی اس کوشش میں کامیابی ہو گئی۔ گوشائی نے وہ رخنہ تلاش کر لیا جس سے ایک ایک آدمی اندر داخل ہو سکتا تھا۔ گومین کے اشارے پر سامون اس رخنے سے اندر رینگنے لگے۔ ہیلی کاپٹر شور مچاتے ہوئے ہمارے سروں سے گزر گئے تھے۔ موسم کی خرابی نے ہماری نشاندہی نہ ہونے دی تھی۔ ایک ایک کر کے ہم بھی سرنگ میں داخل ہو گئے۔ ہیلی کاپٹروں کی آواز اب سنائی نہیں دے رہی تھی۔ بالآخر ہم خاموشی سے اس سرنگ میں چل پڑے۔ اب راستہ مل گیا تھا اس لیے ذہن مطمئن ہو گیا تھا حالانکہ ہمیں بار بار برف کی ان سرنگوں سے باہر نکلنا تھا لیکن خراب موسم نے اس وقت خوب مدد کی اور ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ پھر ہم ایک لمبی سرنگ سے باہر نکلے ہی تھے کہ دفعتاً ہمیں ٹھٹھکنا پڑا۔ باہر بہت سے ہیولے نظر آئے تھے جو ایک ترتیب سے کھڑے تھے۔

سامونوں نے کٹالیاں کھول لیں لیکن گومین نے دونوں ہاتھ بلند کر دیے اور پھر وہ زور سے چیخا۔

"جو ہے لانی لوکے۔ آتابائی وادشے۔"

"ایاد نتاشا — ایاد نتاشا —" دوسری طرف سے لاتعداد

آوازیں سنائی دیں اور وہ اب ہماری طرف دوڑ پڑے۔ گوشائی نہیں رہی تھی اس نے کہا۔

"وہ ہمارے ساتھی ہیں۔" میں نے گہری سانس لی۔ میری آرزو پوری ہو گئی تھی۔ مزید خونریزی کے بغیر بالآخر ہم دی مین کے پاس پہنچ گئے تھے، مجھے اپنے اس مشن میں بھی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

غاروں کی اس دنیا میں جیسے عید کا سا سماں پیدا ہو گیا تھا، گومین کی واپسی اور وہ بھی دماغی حالت کی درستی کے عالم میں ان سب کے لیے ایک ایسی خوشی کی خبر تھی کہ بس ان کی کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی، مردہ سامونوں میں جیسے جان پڑ گئی تھی، وہ سب خوشی سے چیختے چلاتے پھر رہے تھے، دلچسپ بات یہ تھی کہ سمبو تورا اور دوسرے افراد بھی مکمل طور سے ہوش میں آ گئے تھے اور سب بے حد مسرور تھے بار بار یہ تذکرہ کرنا عجیب لگتا ہے کہ وہ ان تمام کارروائیوں میں مجھے سرفہرست رکھتے تھے۔ اور مجھ پر نثار ہوئے جاتے تھے، گوشائی، دی مین اور دوسرے تمام افراد جب میری جانب دیکھتے تو ان کی آنکھوں میں عقیدت پیدا ہو جاتی تھی اور میں خواہ مخواہ شرمندگی سی محسوس کرتا تھا۔ گومین کے سلسلے میں کافی بات چیت ہوئی اور اس میں کوئی شک نہ سمجھا گیا کہ اگر میں ڈاکٹر جے مورگن کا سہارا نہ حاصل کرتا تو شاید گومین کی شخصیت کبھی بحال نہ ہوتی، گومین نے ڈاکٹر جے مورگن کے بارے میں بہت افسوس کا اظہار کیا تھا کہ وہ اس کی کوئی خدمت نہیں کر سکا جبکہ ڈاکٹر جے مورگن نے اسے ایک طرح سے نئی زندگی دی تھی۔ مجھے بھی ڈاکٹر جے مورگن یاد آتا تھا اور اس کے ساتھ ہی ہیلن بھی سچی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر جے مورگن نے ایک بہترین دوست ہونے کا ثبوت دیا تھا۔

یہاں سرنگوں کی زمین میں پہنچے ہوئے ہمیں بارہ یا پندرہ گھنٹے گزرے ہوں گے کہ دفعتاً چاروں طرف کی فضا ہولناک دھماکوں سے گونج اٹھی۔ گو یہ دھماکے سرنگوں کے ماحول پر اثر انداز نہیں ہو رہے تھے۔ لیکن سرنگیں لرز رہی تھیں۔ باہر کی کیفیت نجانے کیا ہو گی، میں اپنی اس آرام گاہ سے نکل آیا جو ایک غار میں میرے لیے مخصوص کر دی گئی تھی، باہر بھی لوگ دوڑتے پھر رہے تھے، ندرت مجھے نظر آئی اور میرے اشارے پر رک گئی، اس کے چہرے پر خوف کے اثرات تھے۔

"کیا ہوا ندرت، یہ سب کچھ کیا ہے —"

"اوپر ہیلی کاپٹر بمباری کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے برف کی زمین دھواں دار کر دی ہے، انہیں ان سرنگوں کے نشانات تو نہیں ملے لیکن غالباً وہ اس پورے علاقے کو تہس نہس کر دینا چاہتے ہیں۔ دی مین وغیرہ صورت حال کا جائزہ لے رہے ہیں۔ اگر سرنگوں میں کوئی خطرہ ہوا تو گازالی اس کے بعد اس کے سوا اور کوئی صورتحال نہیں رہے گی کہ ہم ان کا مقابلہ کریں —"

"ندرت کیا ان مختصر لوگوں کے ساتھ ہم ان کی بے پناہ قوت کا مقابلہ کر سکتے ہیں —"

"گومین کا کہنا یہی ہے کہ ان سب کو فنا کر دیا جائے گا اگر ایسی ہی صورت حال پیش آ گئی، ویسے گازالی یہ لوگ اسی تنظیم کے افراد معلوم ہوتے ہیں، میرا خیال ہے مستقبل میں بھی یہ ہمارے لیے خطرہ بنے رہیں گے آؤ چلیں یہاں سے —"

"تم کہاں جا رہی تھیں ندرت —"

"بس صورت حال معلوم کرنے آئی تھی، اور یہ نگرانی کر رہی تھی کہ کوئی سامون اوپر جانے کی کوشش نہ کرے۔" ندرت نے کہا اور پھر میرے ساتھ ایک سمت بڑھ گئی، دھماکے اب بھی مسلسل گونج رہے تھے، میں نے آنکھیں بند کر لیں اور پھر بھاری لہجے میں بولا —!

"میں نہیں چاہتا ندرت کہ یہ لوگ بھی ہلاک ہوں، ولینیا میں جو تباہ کاری ہوئی تھی، اس میں بھی بے شمار افراد ہلاک ہوئے تھے۔ نجانے — یہ مہم کتنی زندگیاں لینے کے بعد اختتام پذیر ہو گی۔" ندرت کہنے لگی —!

"ہم میں سے کوئی نہیں چاہتا کہ تمہاری دنیا کا ایک بھی آدمی ہمارے ہاتھوں نقصان اٹھائے لیکن تنظیم کے افراد زی لوش کی سازش کا شکار ہو گئے ہیں اور زی لوش کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا ہے، غالباً ان لوگوں کو یہ تو پتا چل گیا ہے گازالی کہ ہم یہاں پہنچ گئے ہیں، لیکن یہ بات بھی انہیں معلوم ہو گئی ہو گی کہ اب گومین ہمارے درمیان ہے۔ وہ اپنی تمام تر قوت ہمیں فنا کرنے میں صرف کر دیں گے، ہیلی کاپٹروں سے یہ بمباری اسی خیال کی مظہر ہے۔"

میں خاموشی سے گہری گہری سانسیں لیتا رہا، اور پھر کافی دیر تک ہم لوگ خاموش رہے۔ رفتہ رفتہ اوپر ہونے والے دھماکوں میں کمی پیدا ہو گئی تھی اور اس کے بعد مکمل خاموشی چھا گئی۔ ندرت بھی ان آوازوں کو سننے کی کوشش کر رہی تھی، تھوڑی دیر کے بعد اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھتے ہوئے کہا —

"آؤ، ذرا صورت حال معلوم کر لیں۔ میرا خیال ہے انہوں نے اپنی کارروائی ختم کر دی ہے۔"

ہم گومین وغیرہ کو تلاش کرتے ہوئے اس عظیم الشان غار میں پہنچ گئے جہاں وہ سب کے سب جمع تھے اور ایک دائرے کی شکل میں بیٹھے ہوئے کوئی پراسرار کارروائی کر رہے تھے۔ گومین اس دائرے کے بیچوں بیچ تھا ندرت نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے اور آنکھیں بند کر کے دیوار سے ٹک گئی۔ میں نے حیرت سے انہیں دیکھا اور پھر ندرت کو۔ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی، لیکن چند

لمحات کے بعد گومین نے دونوں ہاتھ اُوپر اٹھا کر ایسے اشارے کیے جیسے برنشست برخاست کر رہا ہو، اور وہ سب اپنی اپنی جگہ سے اٹھ گئے سمبوتو راتیر کی طرح میری طرف آیا۔ اس نے کہا۔

"وہ اپنی دانست میں ہمیں فنا کرنے کے بعد واپس چلے گئے، اب خطرہ ٹل گیا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، ندرت بدستور میرے نزدیک کھڑی ہوئی تھی اور اب اس نے آنکھیں کھول کر ہاتھ بیچے کر لیے تھے۔ تب گوشائی نے بھی مجھے دیکھا اور میرے پاس آ گئی —"

"ہیلو غزالی، وہ لوگ واپس چلے گئے اور بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے اس کے بعد ان میں کوئی کارروائی کرنے کی سکت نہ رہ گئی ہو، ویسے بھی مقامی حکومت اس ہنگامے کے بعد ادھر متوجہ ہو جائے گی اور انہیں کوئی کارروائی کرنے کا موقع نہیں ملے گا —"

"لیکن میڈم گوشائی دی مین اب کیا کر رہا ہے، میرا مطلب ہے اگر حکومت کے ارکان اس طرف متوجہ ہو گئے تو کیا اسکیمولینڈ کے باشندوں سے وہ ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کریں گے —"

"یقیناً کریں گے لیکن دی مین بارہ گھنٹے کے اندر اندر یہ علاقہ خالی کر دینا چاہتا ہے، سرنگ اپنے آخری مراحل میں ہے اس کی اطلاع مل چکی ہے —"

"کون سی سرنگ —"

"اوہ — تمہیں اُس سرنگ کے بارے میں نہیں بتایا گیا جو ہمیں نیچے ہی نیچے سمندر تک لے جائے گی اور وہاں سمندر میں ایک جہاز ہمارا منتظر ہے —"

"کیا مطلب —" میں نے تعجب سے پوچھا —

"یہ کارروائی دی مین نے بہت پہلے مکمل کر لی تھی، جہاز رانی کا کپتان جان اسٹیون، دی مین کے اشارے پر ایک مکمل جہاز لیے ہوئے موجود ہے جو ہمیں گالی تک پہنچائے گا اس کے بعد گالی ایلو کارروائی کر چکا ہے اس کے تحت ہم سامونیکا کی جانب روانہ ہو جائیں گے — !"

"اوہ — میرے خدا، یہ انتظامات دی مین نے کیسے کیے —؟"

"دی مین ہمارے ہاں ایک اہم عہدہ دار تھا اور اس قسم کے انتظامات کرنے میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا، وہ اسی وقت کا منتظر تھا جب گومین صحیح حالت میں سامونوں کے ساتھ اس کے پاس پہنچ جائے —"

"لیکن جان اسٹیون کو یہ بات کیا معلوم کہ ہم اپنی کارروائی میں کامیاب ہو گئے ہیں —"

"اس کی اطلاع دی مین نے اسے دے دی ہے اور اس کو بھی پیغام دیا ہے کہ وہ تیار رہے۔"

"کیا جان اسٹیون سامون ہے —؟" میں نے چونک کر سوال کیا اور گوشائی نے آنکھیں بند کر کے مسکراتے ہوئے خاموشی اختیار کر لی۔

میں نے دوبارہ اس سے یہ سوال نہیں کیا۔ پہلے بھی کونسی بات میری سمجھ میں آئی تھی جو اَب سمجھ میں آ جاتی۔ پُراسرار دنیا کے پُراسرار لوگ جو کچھ کرتے تھے، اس میں سے اگر کچھ سمجھ میں آ جائے تو خوش بختی ورنہ سر دُھننے کے سوا اور کیا بھی کیا جا سکتا تھا۔ باہر کی مکمل خاموشی اور سکوت نے غار میں ایک عجیب فضا پیدا کر دی تھی۔ بہر طور اُس کے بعد سب منتشر ہو گئے۔ ندرت..... البتہ میرے ساتھ ساتھ ہی لگی چلی آئی تھی۔ ویسے میں نے اب اس کے اندر نمایاں تبدیلیاں محسوس کی تھیں اور ایک بار پھر میرا ذہن اُس کی جانب راغب ہو گیا تھا۔ ندرت کا یہ کردار مجھے پسند آیا تھا کہ جب میں نے اُسے تنویر کے بارے میں بتا دیا تو وہ خاموشی سے میرے راستے سے ہٹ گئی۔ کسی قسم کے دکھ اور درد کا مظاہرہ نہیں کیا، نہ ناراضگی کا اظہار کیا۔ یہ فراخدلی کی نشانی تھی اور اُس فراخدلی نے مجھے متاثر کیا تھا۔ دی مین اور دوسرے کیا کرتے رہے، مجھے اُس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ لیکن اس کے بعد تین دن اسی انداز میں گذر گئے، معمولات جوں کے توں تھے، تیسرے دن کا اختتام ہوا تو ندرت میرے پاس آئی۔

"گالی چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ، میرا خیال ہے ابھی سب لوگ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔"

ندرت کا کہنا غلط نہیں تھا، اس بار پورا وفد میرے پاس آیا تھا۔ جو اہمیت وہ لوگ مجھے دے رہے تھے اُس کے پیش نظر انہوں نے اس سلسلے میں بھی رسمی طور پر ہی سہی میری منظوری حاصل کر لینا ضروری سمجھا تھا۔ گفتگو کی ابتدا گومین نے کی کہنے لگا۔

"مسٹر غزالی رسمی باتیں کرتے ہوئے اب ہمیں خود شرمندگی ہوتی ہے۔ میں آپ کو جانتا ہوں اور اس بات کا اظہار کر چکا ہوں کہ وہ لمحات روزِ اول سے میرے ذہن پر نقش ہیں۔ جب پہلی بار آپ نے میرا ساتھ دیا اور اس کے بعد سے اب تک کی آپ کی تمام کاوشیں مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ میں نے اپنے تمام ساتھیوں سے اسی سلسلے میں طویل گفتگو کی ہے ان میں سے ہر شخص کا یہ کہنا ہے کہ غزالی کسی بھی ذاتی مفاد کے بغیر صرف

سامونوں کے مقاصد کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکا ہے۔ مسٹر غزالی اب ہم سامونیکا جا رہے ہیں۔ گالی ہا سے میرا ذہنی رابطہ قائم ہو چکا ہے، صحرائے اعظم افریقہ کے انتہائی جنوبی گوشے میں وہ ایک بے گون تیار کر چکا ہے، بے گون یعنی جہاز جسے سفر کی تمام ضرورتوں سے آراستہ کر لیا گیا ہے اور بچے ہوئے سامون اس کے پاس موجود ہیں، ہم یہاں سے صحرائے اعظم کا سفر کریں گے اور پورے اطمینان کے ساتھ جنوبی افریقہ کے اس حصے میں پہنچ جائیں گے اور وہاں سے سامونیکا کا سفر جاری ہو جائے گا۔

"مسٹر غزالی تقریباً تمام معلومات آپ کو ہو چکی ہیں نیکی ہش میرا دشمن ہے اور وہ سامونیکا میں داخلے کے تمام راستے بند کرنے کی کوشش کرے گا۔ گویا ہمیں ایک نئی جنگ کا آغاز کرنا ہو گا، یہ آپ کی دنیا ہے اور ابھی آپ کے پاس مواقع ہیں کہ آپ اپنی پسند کے مطابق یہاں سے واپس اپنی دنیا میں چلے جائیں۔ بیشک ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ ہمیں آپ جیسے ایک عظیم دماغ کی اب بھی ضرورت ہے لیکن ہم یہ حق نہیں رکھتے کہ آپ کو آپ کی خواہش کے خلاف مجبور کریں۔ اس لیے یہ آخری جملے آپ سے کہے جا رہے ہیں کہ اگر آپ اپنی دنیا میں واپس جانا چاہیں تو یہاں سے آپ کو کوئی دقت نہیں ہو گی، ہم سامونیکا جا رہے ہیں اور وہاں ایک جنگ کا آغاز کریں گے۔ اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ نہیں کہا جا سکتا لیکن اگر ہم اس میں کامیاب ہو گئے اور آپ ہمارے ساتھ ہوتے تو جب بھی آپ اپنی دنیا میں واپس آنا چاہیں گے، آپ کو کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ اس کا انتظام ہماری ذمے داری ہو گی۔ اب آپ کو فیصلہ کرنا ہے ہم آپ کے جواب کے منتظر ہیں۔"

"تم لوگ جانتے ہو کہ میں بارہا اس بات کا اظہار کر چکا ہوں کہ سامونیکا میں، میں تمہیں تمہاری حیثیت دلانے کا خواہشمند ہوں اور اگر خود اس سلسلے میں کچھ نہ کر پایا تو کم از کم تمہاری وہ کارروائی ہی دیکھوں گا جو تم کرو گے۔ اس کے بعد مجھ سے یہ کہنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ ہاں اگر تم لوگ کسی اجنبی کا اپنی دنیا میں جانا پسند نہیں کرتے تو میرا تمہارے ساتھ جانا مناسب نہیں۔"

"نہیں مسٹر غزالی ہم آپ کے انہی الفاظ کو مشعل راہ بنانا چاہتے تھے، اب آپ ہمارے ساتھ چلیں گے صورتحال یوں ہے کہ اب سے تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک سرنگ کے ذریعے سمندری راستے کی جانب روانہ ہو رہے ہیں، جہاں ایک جہاز ہمارا منتظر ہے۔"

"ہاں، ندرت مجھے اس بارے میں بتا چکی ہے، میرا مطلب ہے ہانیسا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ براہ کرم تیاریاں کر لیجیے۔" گومین نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

سامونوں میں بڑی زندگی پائی جاتی تھی۔ ہر شخص کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ اس سے قبل یہ مرجھائے ہوئے لوگ اپنے مستقبل سے مایوس تھے، اس لیے ان میں زندگی کی رمق کم ہی نظر آتی تھی، لیکن جب سے ان کا تارک ان کے پاس پہنچا تھا، ان میں جیسے نئی روح پھونک دی گئی تھی۔ میری حیثیت اب ان کے درمیان ایک معزز مہمان کی سی تھی۔

میں اس کا تجزیہ نہیں کر سکا تھا کہ میں سامونیکا کیوں جانا چاہتا ہوں۔ میری اس کہانی کا یہیں اختتام ہو سکتا تھا۔ سامون اپنی دنیا میں واپس چلے جاتے۔ وہاں انہیں کیسے بھی حالات پیش آتے، یہ ان کا اپنا مسئلہ ہوتا۔ میں یہاں سے واپس چلا جاتا اور زندگی کو اپنے ڈھب سے گزارتا۔ یہ خیال بھی میرے ذہن میں تھا کہ سامونیکا میں میرا کوئی مستقبل نہیں ہے یا میں نے اپنے مستقبل کے بارے میں جو فیصلے کیے تھے، ان کا سامونیکا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بھلا اس پُراسرار دنیا سے مجھے کیا حاصل ہو سکتا تھا۔ لیکن میرے دل و دماغ پر ایک سحر ایک عجیب سی نادیدہ قوت اثر انداز تھی اور میں سامونیکا جانا چاہتا تھا۔ کیوں۔؟ اس کا جواب میرے پاس موجود نہیں تھا۔

بہرحال میں بھی ڈ نہی کے ساتھ سرنگ ہی میں سفر کر رہا تھا۔ خوش و خرم لوگ ہر چند کہ اپنی ابتدائی منزل کا پہلا قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکے تھے لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اپنی دنیا میں واپسی کا تصور ہی ان کے لیے جان بخش ہو، اور وہ اس تصور میں مست ہو گئے ہوں۔ یہ سرنگ انتہائی حیرت انگیز تھی لو جس مہارت سے بنائی گئی تھی وہ اس سے بھی زیادہ قابل حیرت بات تھی۔ برف کے وسیع و عریض میدانوں میں نیچے ہی نیچے گزرنے والی یہ سرنگ انسانی ہاتھوں کا کارنامہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔

سرنگ کا یہ سفر تکلیف دہ بھی نہیں تھا۔ جگہ جگہ ہوا کا بندوبست کیا گیا تھا اور تیز ہوائیں سرنگ کے ماحول کو بھی ٹھنڈا کر رہی تھیں۔ پہلے دن کا سفر کافی طویل تھا اور تیز رفتاری سے کیا گیا تھا اور پھر رات کو بھی یہ سفر جاری رکھا گیا، جو شاید آدھی رات سے بھی زیادہ جاری رہا۔ سامون اس سفر کو ترک نہیں کرنا چاہتے تھے، ورنہ سرنگ میں چلتے چلتے پاؤں شل ہو گئے تھے۔ پھر ہم نے سمندر کی لہروں کی آوازیں صاف سن لیں اور میرے ذہن میں عجیب و غریب سے احساسات جاگ اٹھے، ان ماخوق الفطرت لوگوں کے درمیان میں ہی ایک عجیب و غریب شخصیت کا حامل انسان تھا۔

سرنگ کا دہانہ سمندر کے نزدیک پہاڑیوں کے دامن میں تھا اور یہاں سے باہر کا منظر صبح کے دھندلکوں میں نمایاں تھا۔ ایک عظیم الشان جہاز سمندر میں لنگر انداز تھا اور اسے دیکھ کر سمجھ میں ہی نہیں آتا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔ ظاہر ہے یہ جہاز کسی کمپنی کا ہو گا اور اسے ان علاقوں میں پہنچنے کے لیے بہت سے قانونی مراحل طے کرنے پڑے ہوں گے، اس کے لیے کیا بندوبست کیا گیا تھا۔ کچھ نہیں معلوم تھا لیکن یہ بات یقینی تھی کہ اس کا کپتان جان اسٹیون سامون ہی تھا۔ کیونکہ کسی قسم کا اشارہ نہیں کیا گیا تھا۔ کوئی پیغام نہیں دیا گیا تھا، لیکن چند اسٹیمر تھوڑی سی ہی دیر کے بعد جہاز کی کرین کے ذریعے نیچے اترے اور اس پہاڑی حصے کی جانب چل پڑے۔

سمبوتورا سب سے آگے تھا اور اسٹیمر پر جانے کے راستوں کو درست کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کے لیے پھسلواں پہاڑ پر تھوڑا سا نیچے اترنا پڑتا۔ پہلا اسٹیمر پہاڑ سے لگا تو یہ اندازہ ہوا کہ پہاڑ کے دامن میں بھی پانی کی گہرائی کافی ہے۔ اگر پیر پھسل جاتا تو مصیبت آجاتی۔

سب سے پہلے گوشائی، ندرت، ڈوئن کارلو اور چند خواتین اسٹیمر پر پہنچیں پھر میں، گومین اور دوسرے افراد نیچے اتر کر اسٹیمر پر پہنچ گئے۔ سمبوتورا دوسرے انتظامات میں مصروف تھا۔ پہلا اسٹیمر بھر گیا تو چل پڑا اور اس کی جگہ دوسرا اسٹیمر آگیا۔ جہاز کے عرشے پر کپتان اسٹیون نے جس کا اصل نام کچھ اور ہی ہو گا، ہمارا استقبال کیا۔ وہ بولوٹ قسم کا آدمی تھا۔ بالکل ایسا لگتا تھا جیسے مشینی ذرائع سے حرکت کر رہا ہو۔ اس نے ہم سب کا سرد مہری سے استقبال کیا اور اس کے بعد مشینی انداز میں چلتا ہوا ہمیں ان کیبنوں تک لے گیا جو ہمارے لیے مخصوص کیے گئے تھے۔ اس ایک کیبن میں آکر اس کا جائزہ لینے لگا۔ گوشائی وغیرہ بھی آس پاس کے کیبنوں میں تھیں۔ عجیب سی سنسنی پورے بدن میں محسوس ہو رہی تھی۔

دوسرے لوگ کسی بھی انداز میں سوچ رہے ہوں لیکن میرے ذہن کے گوشوں میں یہ خیال ضرور تھا کہ اسٹیل ہینڈ یعنی مارٹن الیسٹر کیا اس طرح ہمیں نکل جانے دے گا۔ کیا ذی لوش کے ساتھی سامون یہ نشاندہی نہیں کر دیں گے کہ سمبوتورا کی دماغی لہریں ماحول پر چھائی ہوئی ہیں۔ اور وہ ایک مخصوص سمت سفر کر رہا ہے۔ میں بہت زیادہ گرمجوشی اور ذہانت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے یہ لوگ مختلف کیفیت کا شکار تھے۔ ان کے ذہنوں میں بے بسی اور مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ گوشائی ایک پورے قبیلے کو کنٹرول کرتی رہی تھی اور اس نے اپنے دشمنوں سے نمٹنے کے لیے انتہائی معقول بندوبست کیا تھا، گویا وہ بھی اپنے طور پر اپنے دشمنوں سے نمٹنے کے لیے ذہانت کا مظاہرہ کر سکتی تھی۔ سمبوتورا اور دوسرے تمام افراد اپنے مقصد کی

تکمیل کے لیے نجانے کتنے عرصے سے اس دنیا سے لڑ رہے تھے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ میری شمولیت نے بعض اوقات انہیں بہترین کامیابیاں دلائی تھیں، لیکن ہر مسئلے میں ٹانگ اڑانا کچھ مناسب نہیں لگتا تھا۔ آخر ان کے ذہنوں میں بھی وہ تنظیم ہو گی جو ذی لوش کی ملہ کر رہی تھی۔ اور یقیناً گومین نے اس بارے میں سوچا ہو گا۔

کافی دیر تک میں اپنے کیبن میں رہا اور جب مجھے احساس ہوا کہ جہاز متحرک ہو گیا ہے تو میں چونکا اور کیبن سے باہر نکل آیا۔

برابر کے کیبنوں میں خاموشی چھائی ہوئی تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ سب جہاز کے عرشے پر ہی ہیں چنانچہ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔

میرا اندازہ درست ہی تھا۔ تمام سامون عرشے پر موجود تھے اور جہاز ساحل چھوڑ رہا تھا۔ گومین شاید کپتان کے پاس تھا باقی تمام لوگ مختلف گوشوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ میں ایک ریلنگ سے ٹک کر کھڑا ہو گیا تو گوشائی مجھے دیکھ کر میری طرف آگئی۔ اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔ میرے قریب آکر وہ خاموشی سے کھڑی ہو گئی اور میں بھی مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"بات قبل از وقت ہے گوشائی کیونکہ ابھی تو تمہیں افریقہ کا سفر کرنا ہے۔ اس کے باوجود میرا دل چاہتا ہے کہ سامونیکا کے سفر کے آغاز پر میں تمہیں مبارک باد دوں۔"

"اور اس کے جواب میں اگر میں تمہارا شکریہ ادا کروں گی گازلی تو تم اسے پسند نہیں کرو گے۔"

"ہاں، جس طرح تم بھی لوگ کسی بھی مسئلے میں ایک دوسرے کا شکریہ ادا نہیں کرتے اسی طرح مجھ سے بھی رسمی الفاظ نہ کہا کرو گوشائی، مجھے اجنبیت کا احساس ہونے لگتا ہے اور کوئی بھی شخص اجنبیوں میں خوش نہیں رہ سکتا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ اس کے بعد کبھی بھی ایسے الفاظ ادا نہیں کروں گی۔ ویسے مجھے حیرانی ہے گازلی۔ کیا اس دنیا میں اتنی ایثار پسندی ممکن ہے۔ تم نے گومین کی بے لوث مدد کی اور اس کے بعد وعدوں کے لیے آج تک اپنے آپ کو خرچ کر رہے ہو۔ بہرحال اگر ہم تمہاری مدد سے سامونیکا میں اپنا اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو عزالی سامونیکا کی تاریخ میں تمہارا نام کبھی نہیں بھلایا جا سکے گا۔ آج ہم سب بے گون پر جمع ہیں اور ہمیں وہ وقت یاد آرہا ہے جب سامونیکا میں ہمارا زوال ہوا تھا اور ہمیں ہماری مرضی کے خلاف قیدی بنا کر باہر کی دنیا میں دھکیل دیا گیا تھا۔ ذی لوش ہم سب کو سامونیکا کی زمین پر ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اس نے ہمیں سامونیکا سے باہر نکال دیا تھا اس میں دھوکے سے کام کیا گیا تھا۔ ہم سے کہا گیا تھا کہ سمندر کے کسی اور ویران جزیرے میں جلاوطنی کی زندگی گزار سکیں گے۔ لیکن ذی لوش کا منصوبہ یہ تھا کہ ہمیں زرد سمندروں کی لہروں کے حوالے کر دیا جائے کیونکہ وہاں زندگی باقی نہیں رہتی۔ یہ دوسری بات ہے کہ تند و تیز ہواؤں نے ہمارے بے گون منتشر کر دیے اور ہم بھٹک کر کہیں سے کہیں جا نکلے۔ لیکن آج اس بے گون پر جتنے سامون جمع ہیں یہ سب وہی ہیں جو سامونیکا سے چلے تھے اور شاید یہ سامونیکا کی تاریخ کا بھی سب سے حیرتناک واقعہ ہے کہ ان سب کے قتل کی سازش کی گئی لیکن ان میں سے ایک بھی ضائع نہیں ہوا۔"

"ہاں یہ بات تو میں پوچھنا ہی بھول گیا تھا گوشائی کہ یہ تمام سامون وہی ہیں جو تمہارے ساتھی تھے ان میں سے کوئی کم تو نہیں ہوا۔؟"

"بالکل نہیں، صرف وہ لوگ اس جہاز پر موجود نہیں ہیں جو گائی ہا کے ساتھ ہیں۔ ہم میں سے ایک بھی سامون کم نہیں ہوا۔ اور کل جب ہم سامونیکا کی سرزمین پر اتریں گے تو ان سب کے خاندان خوشی سے جھوم اٹھیں گے۔"

"اوہ تو کیا ان لوگوں کے خاندان وہیں آباد ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں یہ وہ لوگ ہیں جو صاحب اقتدار تھے اور گومین کی حکومت میں عہدے رکھتے تھے۔ ان سب ہی سے ذی لوش کی پرخاش تھی۔ ذی لوش سازش کر کے برسر اقتدار آگیا، اگر ہمیں اگر ہمیں اس کا پہلے سے علم ہو جاتا تو یہ سازش کبھی کامیاب نہ ہوتی۔"

"تقریباً وہی سب کچھ تمہاری دنیا میں بھی ہوتا ہے گوشائی جو ہماری دنیا میں ہوتا ہے۔"

"ہاں۔ میں طویل عرصے یہاں رہی ہوں۔ نجانے کہاں کہاں گھومی ہوں، میں نے بھی تمہاری دنیا کا تجربہ کیا ہے۔ بس چند باتوں کے سوا ہمارے اور تمہارے درمیان اور کوئی فرق نہیں۔"

گوشائی اور میں بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ سورج کا گولا سمندر کے پانی سے سر ابھار کر جھانکنے لگا۔ اور پھر رفتہ رفتہ جہاز پر ہلکی دھوپ پھیل گئی۔ خوشگوار موسم میں جہاز کا خوشگوار سفر جاری تھا کہ ہمیں اطلاع دی گئی کہ صبح کا ناشتا تیار ہے۔ جہاز کی نچلی منزل میں چلا جائے۔

گوشائی دوستانہ انداز میں میرے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولی

"سمندر کا سفر تمہارے لیے خوشگوار ہے غزالی؟"

میں نے اس کے بے تکے سوال پر اُسے چونک کر دیکھا اور پھر پوچھا۔

"اچانک کچھ محسوس کیا ہے تم نے؟"

"نہیں، تم سے یہ پوچھنا میری ذمے داری تھی۔"

"کیسی ذمے داری؟"

"مجھے مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ تم سے یہ سوال کروں اور تمہارے جواب سے انہیں مطمئن کروں۔ تم سے یہ سوال کیے بغیر اگر میں نے انہیں جواب دے دیا ہوتا تو یہ حکم عدولی ہوتی۔" گوشائی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"نہ جانے تم لوگ یہ رسمی باتیں کب تک کرتے رہو گے۔ بہرحال تم سے کہہ دیا کہ یہ سفر میرے لیے خوشگوار ہے۔"

گوشائی نے شکریہ ادا کیا۔

کپتان جان اسٹیون نے ناشتے کا بہترین انتظام کیا تھا۔ جہاز کے عملے کے بارے میں، میں دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ ان میں کوئی سامون نہیں ہے۔

ناشتے سے فارغ ہوئے تو گوشائی نے کہا۔ "اگر تم چاہو تو آرام کرلو غزالی۔ ساری رات کی تھکن سوار ہوگی تم پر۔" سوالی میں نے پہلے بھی مجھ سے کہا تھا لیکن میں نے کہا کہ ناشتے سے پہلے سونا مناسب نہیں ہوگا کیونکہ پھر فوراً ہی جگانا پڑے گا۔"

"اگر اجازت ہو تو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ضرور۔" گوشائی بولی اور میں اپنے کیبن میں آگیا۔ بستر بہت آرام دہ تھا۔ میرا سارا وجود جو تھکا تھکا تھا۔ ایسی نیند آئی کہ شام کو چار بجے ہی آنکھ کھلی۔ کیبن کی دیوار پر لگی گھڑی میں وقت دیکھ کر یقین نہیں آیا۔ بہرحال اٹھا باتھ روم میں گیا اور خوب نہایا۔ پھر بال وغیرہ سنوار کر باہر نکلا تو تھوساس نظر آیا۔

"ہیلو مسٹر غزالی۔ آپ خوب گہری نیند سوئے۔"

"سب خیریت ہے نا تھوساس!"

"بالکل۔ ہمارا سفر کامیابی سے جاری ہے۔"

"میں بھوکا ہوں۔" میں نے کہا اور تھوساس ایک طرف دوڑ گیا۔

کھانے پینے سے فارغ ہو کر عرشے پر گیا۔ آسمان پر کالی گھٹائیں امنڈ رہی تھیں اور بارش کے پیش نظر کپتان اسٹیون خلاصیوں کو ہدایات جاری کر رہا تھا۔ میں عرشے کے ایک گوشے میں کھڑا ہو گیا اور سمندر کی لہروں کو دیکھنے لگا۔ موسم کی لطافت نے ذہن میں کچھ یادیں تازہ کر دیں اور ایک فلم سی چلنے لگی۔ نہ جانے کون کون یاد آیا۔ میں سوچنے لگا کہ میں اپنے لوگوں کو یاد بھی آتا ہوں یا نہیں۔ اتنے میں عقب سے آہٹ سنائی دی گھوم کر دیکھا تو ندرت تھی۔ مجھے دیکھ کر اپنائیت سے مسکرا دی۔

"بہت دیر سے دیکھ رہی تھی تمہیں۔" اس نے کہا۔

"کہاں تمہیں؟"

"اس طرف۔ وہاں۔!"

"میں نے نہیں دیکھا۔"

"مگر میں نے تمہاری آنکھوں سے بہت کچھ دیکھا ہے!"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ماضی، جس میں، میں بھی تھی۔" اس نے کہا۔

"تم تو حال میں بھی ہو۔"

"ماضی ہمیشہ حسین ہوتا ہے۔"

"شاید۔"

"کیوں۔ تمہیں اس سے اختلاف ہے؟"

"ہاں کسی حد تک۔"

"ان حسین یادوں کو تو فراموش نہیں کر سکو گے جو تو میرے وابستہ ہیں۔"

"ہاں۔ یہ ممکن نہ ہوگا۔"

"ہما بھی تو تمہیں چاہتی تھی۔"

"کون کسے روک سکتا ہے۔"

"بعد میں اس نے یہ خیال چھوڑ دیا؟"

"ہاں میں نے اسے بتا دیا تھا۔"

"اچھی لڑکی تھی۔"

"اس میں کوئی شک نہیں۔" میں نے کہا اور اسی وقت بارش شروع ہو گئی۔ ندرت خاموش کھڑی رہی۔ نہ جانے کیا سو[چ] رہی تھی۔ پھر جب بارش تیز ہو گئی تو اس نے کہا۔

"آؤ زیادہ بھیگ گئے تو بیمار ہو جاؤ گے۔" میں اس کے ساتھ کیبنوں کی طرف چل پڑا۔

"اب حالات درست ہیں تم اپنی مشقیں جاری کر دو۔"

"اب دل نہیں چاہتا۔"

"کیوں؟"

"کیا کروں گا۔ جو کچھ تم نے سکھایا تھا خوب کام آیا۔ مزید کیا کرنا ہے۔"

"تم ساموئیکا چل رہے ہو؟"

"ہاں، وہاں میری ذمہ داریاں تم پر ہوں گی۔"

"سر آنکھوں پر۔ لیکن ساموئیکا سے جب اپنی دنیا"

واپس آؤ گے تو انوکھے انسان ہو گے اس دنیا کے لیے۔"

"کہیں بھول ہی نہ جاؤں اپنی دنیا کو۔"

"ایسا ممکن نہیں۔"

"کیوں؟"

"ہم کہاں بھول سکے، زندگی گزارنے کے لیے تو تمہاری دنیا بھی بُری نہیں تھی مگر سامونیکا اپنی مثال آپ ہے۔" ندرت نے کہا۔

"ہو سکے تو ایک کام کرو ندرت؟"

"کیا؟"

"مجھے سامونیکا کی زبان سکھا دو۔"

"آج ہی سے۔ اور میرا دعویٰ ہے کہ تمہیں کوئی مشکل نہ ہو گی۔" ندرت نے کہا۔

"تو اب تم میری استاد ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ندرت بھی مسکرا دی۔

وقت گزاری کے لیے اس سے اچھا مشغلہ اور کوئی نہ تھا۔ ندرت صبح سے شام تک مجھ سے مغز ماری کرتی رہتی تھی اور نہایت جانفشانی سے مجھے سامونیکی زبان سکھا رہی تھی۔ سمندر کا سفر پُرسکون تھا اور اس میں کوئی ایسا واقعہ نہیں پیش آیا تھا جو باعث پریشانی ہوتا۔ کپتان بڑے اعتماد سے سفر جاری رکھے ہوئے تھا۔

ایک دن گومین نے دوران گفتگو کہا۔

"جان اسٹیون ایک تجربہ کار کپتان ہے۔ اس کی ماہرانہ جہاز رانی دیکھ کر بعض اوقات ذہن میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے۔"

"کیسا خیال مسٹر گومین؟" میں نے پوچھا۔

"یہ کہ کیوں نہ سامونیکا کے سفر میں اسے بھی ساتھ رکھا جائے۔"

"کیا وہ سامون نہیں ہے؟"

"نہیں۔" گومین نے کہا۔

"مجھے علم ہوا تھا کہ وہ سامون ہے۔"

"وہ سامون نہیں لیکن ٹرانس میں ہے۔ ہم نے اسے ہپناٹائز کیا ہے۔ شروع ہی سے وہ ہپناٹائزڈ ہے اور ہمارے لیے کام کر رہا ہے۔ یہ جہاز اس نے اغوا کیا ہے اور اس کا حلیہ تبدیل کر لیا ہے۔ جس کمپنی کا یہ جہاز ہے وہ سمجھتی ہے کہ وہ ایک طوفان میں غرق ہو چکا ہے اور اب اسے صبر کر چکی ہے۔"

"اوہ۔ یہ منصوبہ کس کا تھا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ڈی مین کا۔" اس نے جواب دیا۔

"ڈی مین بہت چالاک ہے لیکن اگر یہ جہاز کسی کی نگاہ میں آ گیا تو کیا مشکل نہیں ہو گی۔"

"تم نے شاید غور نہیں کیا غزالی ابتدائی کچھ وقت کے بعد ہمیں راستے میں کوئی جہاز نہیں ملا اور نہ ہوائی جہاز ادھر سے گزرے۔"

"واہ۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

"ہاں۔ ہم عام بحری راستوں سے سفر نہیں کر رہے یہ ایک مشکل ترین راستہ ہے اور خوفناک سمندری پہاڑوں کے درمیان سے گزرتا ہے۔ یہ راستہ اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ ہماری کسی سے مڈبھیڑ نہ ہو۔ ایک ماہر کپتان ہی ان راستوں پر جہاز چلا سکتا ہے اور اب تک کی جہاز رانی سے جان اسٹیون یہ ثابت کر چکا ہے کہ وہ بہترین کپتان ہے۔ جبکہ راستے میں بہت سے خطرات پیش آ چکے ہیں۔"

"کیا یہ جان اسٹیون کے ساتھ زیادتی نہیں ہو گی؟" میں نے کہا۔

"جان اسٹیون ایک مفرور مجرم ہے۔ جس کمپنی میں یہ ملازم تھا اس کا ایک جہاز جو قیمتی سامان سے لدا ہوا تھا لے کر سفر پر روانہ ہوا تھا۔ لیکن راستے میں اس نے ایک منصوبہ بنایا اور اس کا تمام سامان اس نے ایک جزیرے پر اتار لیا۔ جتنے افراد اس کے ساتھ تھے انہوں نے یہ سامان تقسیم کر لیا۔ طے یہ پایا تھا کہ اس جہاز کو غرق کر لیا جائے اور کمپنی یہ سمجھے کہ جہاز سامان جہاز سمیت غرق ہو گیا اور اس کا عملہ مر کھپ گیا۔ لیکن یہ ساری کارروائی میرے علم میں آ گئی۔ مجھے ایک جہاز کی ضرورت تھی اور اس کے ساتھ ہی عملے کی بھی۔ چنانچہ میں نے ان کا سامان اسی جزیرے میں محفوظ کر لیا اور ان سب کو ذہنی قیدی بنا لیا۔ میں نے سوچا تھا کہ یہ ہمیں افریقہ پہنچا دے تو اسے آزاد کر دیں گے اور اس کا معاوضہ بھی دیں گے۔" ڈی مین نے بتایا۔

"خدا کی پناہ ڈی مین۔ مگر تم سامونیکا کیوں جا رہے ہو؟ اس ذہانت سے تو تم اس دنیا میں بھی حکومت کر سکتے ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جانا تو تھا ہی غزالی۔" اس نے کہا۔

"تو یہ وہی جہاز ہے۔"

"ہاں وہی ہے۔ بس اسے تبدیل کر لیا گیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ جہاز کا پورا عملہ تمہاری ذہنی قید میں ہے؟"

"ہاں، اور وہ بہترین جہاز راں ہے۔ میں نے اسے ہر مشکل مرحلے پر جانچ پرکھ پایا ہے۔ یقیناً اس کی کمپنی اس کی مہارت سے بہت متاثر ہو گی۔"

"لیکن۔ کیا تمہارے ٹرانس میں ہونے کے باوجود وہ جہاز

کے سلسلے میں اپنی ذہنی قوتیں اور مہارت استعمال کر سکتا ہے۔"

"وہ پوری طرح حواس میں ہے بس ہمارے سلسلے میں وہ غلط نہیں سوچ سکتا اور وہی کرنے پر مجبور ہے جو ہم چاہتے ہیں۔" ڈی مین نے جواب دیا۔

"اس کے سلسلے میں آخر کار تمہارا کیا فیصلہ ہو گا؟"

"ہمیں اگر بہتر حالات ملے تو ہم اسے سامونیکا لے جائیں گے اور پھر جب تم وہاں سے واپس آؤ گے تو یہ بھی آ جائے گا۔"

پھر ہم افریقہ کے سمندر میں داخل ہو گئے۔ کئی بار ویران ساحل نظر آئے لیکن جہاز سفر کرتا رہا۔

ندرت مجھے سامونیکی زبان سکھا رہی تھی لیکن اس نے اس سے درخواست کی تھی کہ کسی اور کو اس بارے میں نہ بتائے۔ میں اچانک یہ زبان بول کر سب کو حیران کروں گا۔ میں بڑی تیزی سے اس زبان پر عبور حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ابتدا میں تو کچھ مشکل ہوئی تھی لیکن اب یہ زبان بالکل آسان لگنے لگی تھی۔

پھر ایک دوپہر جہاز روک لیا گیا اور دور بینوں سے سمندر کا جائزہ لیا جانے لگا۔ میں بھی عرشے پر آ کھڑا ہوا تھا۔ اور پھر میں نے بہت دور ایک سفید سے نقطے کو سفر کرتے ہوئے دیکھا۔ یہ اسٹیمر تھا۔ گوشائی ادھر سے گزرتے ہوئے میرے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"ہم افریقہ میں ہیں غزالی؟"

"ہاں مجھے اندازہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس اسٹیمر سے گائی ہا آ رہا ہے۔"

"کیا اسے ہماری آمد کے بارے میں معلوم ہے؟"

"ہاں اس سے گومین کا مسلسل ذہنی رابطہ ہے۔ روانہ ہوتے ہوئے اسے اطلاع دے دی گئی تھی۔"

"اوہ گڈ۔ اور اس نے سامونیکا کے سفر کی تیاریاں شروع کر دی ہوں گی۔"

"اس کی تیاریاں مکمل ہیں۔"

"ہمیں یہاں کتنے دن رکنا ہو گا؟"

"میرا خیال ہے چند دن سے زیادہ نہیں۔ بس گومین سفر کے لیے صورتحال کا جائزہ لے گا اور پھر ہم سامونیکا چل پڑیں گے۔" گوشائی نے جواب دیا۔

ہم سب سفید اسٹیمر پر نگاہ جمائے اسے آتے دیکھتے رہے۔ اسٹیمر آہستہ آہستہ واضح ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی رفتار خاصی تیز تھی۔ پھر وہ اتنا قریب آ گیا کہ ہم اس کے اندر بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھ سکتے تھے۔ جہاز پر سے سیڑھیاں لٹکا دی گئیں اور اسٹیمر کے جہاز سے آ کر لگنے کا بندوبست کر دیا گیا۔ اسٹیمر کا انجن بند ہو گیا اور

پھر آہستہ آہستہ جہاز کے قریب ہونے لگا۔ اس میں پانچ افراد تھے جن میں ایک سفید فام شخص تھا جو اسٹیمر پائلٹ کر رہا تھا۔ باقی چار سیاہ فام وحشی معلوم ہوتے تھے۔ ننگ دھڑنگ اور افریقیوں کی روایت کے مطابق مختلف نقش و نگار چہرے اور بدن پر بنائے ہوئے۔ ایک انتہائی قد آور شخص بھی ان میں موجود تھا جو اپنے چہرے پر بارہ سنگھے کا چہرہ سجائے ہوئے۔ اس کا بدن بھی اسی لحاظ سے چوڑا چکلا تھا۔ سب خاموشی سے ان لوگوں کو دیکھتے رہے اور پھر جب اسٹیمر جہاز سے لگ گیا تو سب سے پہلے وہی توانا شخص سیڑھی پکڑ کر اوپر چڑھنے لگا۔ سفید فام آدمی اسٹیمر کا کنٹرول سنبھالے ہوئے تھا۔ دو آدمی اس کے بعد سیڑھیوں کے ذریعے جہاز کے عرشے پر پہنچے۔

طویل القامت افریقی کو دیکھ کر قطعی طور پر یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ غیر افریقی بھی ہو سکتا ہے لیکن ان لوگوں کے ملنے کا انداز سو فیصدی سامونیکی تھا۔ مجھے یہ منظر دیکھ کر لطف آ رہا تھا اور میں دل ہی دل میں مسکرا بھی رہا تھا کہ سامونیکا کے ان سادہ لوح باشندوں کو بھی بہر طور جینا آتا ہے اور یہ جیسا دیس ویسا بھیس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اس سفید فام شخص کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا لیکن وہ چاروں افریقی جن میں وہ ایک تنومند بھی تھا، سو فیصد سامونیکی تھا اور انہوں نے اپنے بدن اور چہروں کو سیاہ رنگ سے رنگ لیا تھا۔

گومین اور دوسرے تمام لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔ گوشائی میرا ہاتھ پکڑے ہوئے ان کے قریب پہنچ گئی تھی۔ گرانڈیل آدمی نے مسکرا کر گوشائی سے بھی اسی طرح ملاقات کی اور گوشائی نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اگر تم غزالی کو نہیں جانتے تو مجھے بہت تعجب ہو گا۔"

"ہمارا محسن، ہمارا دوست، غزالی بھلا کسی تعارف کا محتاج ہو سکتا ہے، وہ جس نے گومین کو اس کی ذہنی قوتیں واپس دے کر سامونیکا پر عظیم احسان کیا ہے۔" اس نے کہا۔ وہ گائی ہا تھا۔

مجھے گائی ہا سے ہونے والی گفتگو میں برابر شریک رکھا گیا۔

گائی ہا اپنی تیاریوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ افریقہ کے اس خطے میں جہاں اس نے ان سیاہ فاموں کو اپنے حیرت انگیز کارناموں سے مسحور کر کے اپنی حکومت قائم کر رکھی ہے، اب جانا بیکار ہے کیونکہ وہ تمام انتظامات کیے جا چکے ہیں جن کی سامونیکا کے سفر کے لیے ضرورت تھی۔ چنانچہ صرف یہ کیا جائے کہ اس جہاز تک چلیں جہاں باقی سامون

موجود ہیں اور جس کے ذریعے سامونیکا کا سفر کیا جائے گا۔

گائی ہا نے کہا "میرے ساتھ ایک ایسی مہم جو پارٹی ہے جس میں انتہائی ذہین اور کارآمد افراد شامل ہیں۔ یہ لوگ ہیروں کی تلاش میں ہیں اور میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ جس مہم پر میں تمہیں لے جا رہا ہوں، اس میں تمہاری خواہش کے مطابق ہیرے دستیاب ہو سکیں گے۔

"عظیم تارک ہر چند کہ یہ بات، ہمارے مسلک کے خلاف ہے کہ کسی کو دھوکا دے کر اس سے کوئی کام لیا جائے لیکن جن لوگوں کو اس سلسلے میں ساتھ لیا گیا ہے، ان میں بہترین انجینئر اور ایسے کارآمد لوگ شامل ہیں جو کسی بھی خطرناک مرحلے پر پوری جانبازی سے ہمارا ساتھ دیں گے۔ میں اس لیے انہیں اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں کہ دوران سفر ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہو گی۔ اگر ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے، عظیم تارک تو ہم انہیں ان سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق ہیروں کے انبار دے دیں گے، جو سامونیکا میں بے وقعت ہیں اور صرف مکانوں کی دیواروں میں کام آتے ہیں لیکن ان کی دنیا میں چمکتے ہوئے پتھروں کے یہ انبار بڑے قیمتی سمجھے جاتے ہیں۔ اپنی مہم کی کامیابی کے بعد ہم انہیں واپسی کے ذرائع مہیا کریں گے۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو۔"

"اگر تم محسوس کرتے ہو گائی ہا کہ یہ لوگ ہمارے لیے کارآمد ہیں تو انہیں ساتھ لے چلو کیونکہ اور بھی بہت سے افراد جن کا تعلق سامونیکا سے نہیں ہے ہمارے ساتھ ہوں گے بلکہ بہتر ہو گا کہ غزال کے ساتھ واپسی میں ایسے بہت سے افراد ہوں جن کی وجہ سے غزال کو سفر آسان محسوس ہو۔" گومین نے کہا۔

گائی ہا کہنے لگا "یہ سفید فام شخص جو اس وقت اسٹیمر کنٹرول کر رہا ہے۔ یہ تمام لوگ جہاز کے سلسلے میں بہت کارآمد ہیں۔ ان میں تین شپ انجینئر ہیں۔ وہ جہاز میں کسی بھی خرابی کو دور کر سکتے ہیں۔ اور باقی لوگ بھی کارآمد ہیں۔ یہ افریقہ میں ایک مہم پر آئے تھے۔ سیاہ فاموں نے انہیں گرفتار کیا اور میں نے ان کی زندگیاں بچائیں جس کی وجہ سے وہ میرے ممنون ہو گئے۔ پھر میں نے ہی انہیں اس عجیب و غریب دنیا کی کہانی سنائی، جہاں ہیروں کے انبار ہیں۔ ان میں سے ہر ایک خوشی سے تیار ہو گیا کہ میرے ساتھ ہیروں کی دنیا کا سفر کرے۔ انہوں نے راہ کی صعوبتوں کو بھی قبول کر لیا ہے اور اس بات کو بھی کہ اگر انہیں وہاں جنگ و جدل کرنی پڑی تو وہ اس سے دریغ نہیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے گائی ہا۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" گومین نے جواب دیا۔

میں خاموشی سے گفتگو سنتا رہا تھا۔ اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

طے یہ کیا گیا کہ جہاز کو اب اس جہاز کی جانب لے جایا جائے جو اس سفر کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

گائی ہا اور اس کے دونوں ساتھی پھر اسٹیمر پر اتر گئے اور اس کے بعد اسٹیمر جہاز سے ہٹنے لگا۔ ایک مخصوص فاصلے پر پہنچنے کے بعد اس پر سے سرخ کپڑا لہرایا گیا، جس کا مطلب تھا کہ اب اس جہاز کے انجن اسٹارٹ کر لیے جائیں۔ چنانچہ جہاز کے انجن اسٹارٹ ہو گئے اور اسٹیمر اس کی راہنمائی کرنے لگا۔

یہ سفر بھی مختصر نہیں تھا۔ تقریباً پانچ گھنٹے مسلسل چلنے کے بعد ہم نے خشکی دیکھی۔ درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ پھیلے ہوئے تھے۔ ایک عظیم الشان پہاڑی سلسلہ بھی نظر آ رہا تھا۔ پہاڑ کی چوٹیاں آسمان کو چھوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ جہاز نے ایک چکر لیا اور اس پہاڑی سلسلے کی طرف بڑھنے لگا۔ اسٹیمر مسلسل ہم سے آگے چل رہا اور جہاز کو رخ بتاتا جا رہا تھا۔ اس عظیم الشان پہاڑی سلسلے کے دامن میں جہاں سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا، ہم نے ایک جہاز کو دیکھا۔ میں نے حیرت سے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ بہت بڑا جنگی جہاز تھا، جسے نجانے کہاں سے حاصل کیا گیا تھا۔ اس پر طیارہ شکن توپیں نصب نظر آ رہی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی جنگی سامان موجود تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس عظیم الشان جہاز سے اتنے فاصلے پر پہنچ گئے جہاں سے آگے بڑھنا ممکن نہیں تھا۔ اس کے بعد اسٹیمروں کے ذریعے اس جہاز سے اس جہاز پر ہماری منتقلی ہونے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد چند افراد کے سوا ہم سب اس عظیم الشان جہاز پر پہنچ گئے۔ جہاز پر آنے کے بعد اس کا جائزہ لیا جانے لگا اور یہیں ہمارا تعارف ان مہم جوؤں سے کرایا گیا جو خوش دلی سے ہمیں خوش آمدید کہنے کے لیے تیار تھے۔ مہم جو پارٹی کا سربراہ مارٹن بورس تھا۔ ایک جرمن باشندہ جس کی عمر ساٹھ سال سے کم نہیں ہو گی لیکن جو صحت اور پھرتی میں بے مثال تھا۔ اس کے علاوہ ہیری گن، وکی پال، ایک چینی باشندہ وچن، پینتھر سینڈو اور ایک لڑکی ایڈنا شور بھی تھی جو مارٹن بورس کی بھتیجی تھی۔ یہ سب ہیروں کی تلاش کے رسیا تھے۔ اور صحرائے اعظم میں آ پھنسے تھے۔ سب نے پرتپاک انداز میں ہم سے مصافحہ کیا۔

ایڈنا شور خوبصورت ہونٹوں اور چھوٹی چھوٹی بھوری چمکدار آنکھوں والی لڑکی تھی۔ وچن چینی تھا۔ وہ بے حد خوش مزاج اور دراز قامت آدمی تھا۔ یہ تمام لوگ ہماری آمد سے خوش نظر آ رہے تھے۔ یقیناً گائی ہا نے ہمارے بارے میں کوئی ایسی ہی بات بتائی تھی جس کی وجہ سے وہ خوش تھے اور غالباً انہیں اس بات کے

امکانات نظر آ رہے تھے کہ اب ان کی اس مہم پر روانگی کا وقت قریب آ گیا ہے جو بالآخر انہیں مالا مال کر دے گی۔ بڑا دلچسپ ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ ان کا تعارف کپتان جان اسٹیون سے بھی کروایا گیا اور گومین نے انہیں بتایا کہ جان اسٹیون اس نئے جہاز کا کپتان بھی ہو گا۔ اور باقی لوگ اس کی معاونت کریں گے۔

گومین کے بارے میں گائی ہا نے مارٹن بوس کو بتا دیا تھا چنانچہ وہ سبھی گومین کے سامنے مؤدب تھے۔ جہاز پر باقی سامون بھی تھے جنہوں نے گومین کی قدم بوسی کی تھی اور اپنے تارک کے حضور بے پناہ مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ بہر کیف جہاز کے یہ ہنگامے جاری رہے۔ سب لوگوں کو ان کی قیام گاہ میں پہنچا دیا گیا۔

گائی ہا نے یہ اچھا کیا تھا کہ لمبا جھگڑا کھڑا نہیں کیا تھا۔ وہ ہمیں اگر افریقہ کے اس حصے میں لے جاتا جہاں اس کی حکومت قائم تھی تو وہاں کافی وقت ضائع ہوتا۔ گومین نے کنٹرول حاصل کرنے کے بعد اس سے ذہنی رابطہ قائم کر کے اسے اپنی آمد کے بارے میں مکمل تفصیلات فراہم کر دی تھیں اور گائی ہا نے ان تفصیلات کے مطابق تیاریاں شروع کر دی تھیں۔

پہلی ہی رات گومین نے بذات خود مجھے ان جہاز کی تیاریوں کی تفصیلات بتائیں۔ اس میں غذا کا مکمل بندوبست کر لیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ایسے انتظامات بھی کیے گئے تھے کہ اگر راستے میں کسی طرح کی کوئی مزاحمت ہو تو اس سے نمٹ لیا جائے!" اس نے کہا۔

"مسٹر غزال بظاہر تو ہم نے وہ تمام کوششیں کر لی ہیں جن کی وجہ سے ہم بہ آسانی سامونیکا تک پہنچ جائیں لیکن آگے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ہمیں کیسے کیسے مراحل سے گذرنا ہو گا۔ زری لوش جس شخص کا نام ہے وہ اور قوتیں تو رکھتا ہی ہے لیکن اس کی سب سے بڑی قوت اس کا سازشی ذہن ہے۔ اس نے ہمارے دشمن سامونوں کو یہاں بھیجا ہے اور بلاشبہ تم اس کی اس ذہانت سے انکار نہیں کر سکتے کہ ان سامونوں نے ایک ایسی تنظیم کا سہارا حاصل کیا جو خود بھی کچھ چاہتی تھی اور اس کے ذریعے انہوں نے بڑے کام کیے۔ میں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ تقدیر نے ہماری راہنمائی کی اور ان کے مقابل تمہیں لے آئی۔ تم اگر اسی ذہانت سے کام نہ لیتے تو جو تنظیم کے لوگ استعمال کر رہے تھے تو ہمارے لوگ شاید رہا نہ ہو پاتے اور ہمارا یکجا ہونا مشکل ہو جاتا۔ مجھ سے گوشائی نے کہا ہے کہ تم اپنی تعریفوں سے ناخوش ہوتے ہو چنانچہ میں نے ہر شخص کو ہدایت کر دی ہے کہ تمہاری شان میں قصیدہ خوانی نہ کرے۔ لیکن میں خود اس سے باز نہیں رہ سکتا کہ جو کام ہم اس دنیا میں نہیں کر سکے تھے اس کی تکمیل تم نے کی۔ مجھے معاف کرنا میں اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ پایا۔ بہر طور اب میں تجھ سے اجازت لینے آیا ہوں کہ کیا ہم سامونیکا کی جانب سفر شروع کر دیں یا تم ان تمام تیاریوں کا جائزہ لو گے جو جہاز پر کی گئی ہیں!"

"نہیں گومین میں سمجھتا ہوں کہ متعدد ذہین افراد اب اس جہاز پر موجود ہیں۔ جو کچھ کیا گیا ہو گا وہ یقیناً مکمل ہو گا۔ میں خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم اپنی منزل کی جانب قدم اٹھا دو۔ بعد میں بہت سے معاملات تو خود بخود ہی طے ہوتے رہیں گے۔ ہاں جان اسٹیون کے جہاز کا بھلا کیا کرو گے؟"

"اسے یہیں ان پہاڑیوں میں محفوظ کر دیا جائے گا جان اسٹیون کہتا ہے کہ واپسی میں اگر اسے موقع ملا تو وہ اسی جہاز کے ذریعے سفر کرے گا۔ میرا مطلب ہے واپسی کا سفر۔ ویسے یہ جہاز یہاں محفوظ رہے گا اور اگر نہ بھی رہا تو اب ہمیں اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور گومین مجھ سے مزید گفتگو کرنے کے بعد چلا گیا۔ میں اپنی دنیا کے بارے میں سوچنے لگا جسے چھوڑ کر میں ایک پراسرار دنیا کی طرف سفر کرنے والا تھا۔ کیسا ہو گا یہ سفر اور کیا وہاں سے زندہ واپسی ممکن ہو گی؟ خیالات تو انسان کی زندگی کے ساتھ ہوتے ہیں اور ان پر کسی طرح کی قدرت حاصل نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ خیالات کا یہ دھارا بہتا رہا۔ یہاں تک کہ جہاز نے سفر کے لیے لنگر اٹھا دیے۔ وہ تمام انتظامات کر لیے گئے تھے جن کے بعد اس سفر کا آغاز کیا جا سکتا تھا۔ جس جہاز سے ہم نے یہاں تک کا سفر کیا تھا، اسے پہاڑوں میں محفوظ کر دیا گیا۔ رفتہ رفتہ یہ عظیم الشان جہاز اس پہاڑی کٹاؤ سے باہر نکل آیا۔ جہاں اسے پوشیدہ کیا گیا تھا۔ اور اس کے بعد کھلے سمندر میں پہنچ گیا۔ میں عرشے پر کھڑا آخری بار دور ہوتی ہوئی اس زمین کو دیکھ رہا تھا جو بہر طور میرے وطن کی نہیں لیکن میری اس جانی پہچانی دنیا کی ضرور تھی۔

رات کی تاریکیاں فضاؤں پر مسلط ہو گئیں اور سمندر میں سفید سفید لہروں کے جھاگوں کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا تو میں اپنے اس کیبن میں آ کر لیٹ گیا جو میرے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔

میں سونے کی کوشش کرنے لگا اور پانی کے ہچکولوں میں مجھے نیند آ گئی۔ دوسری صبح جاگا تو ایک خوشگوار کیفیت کا احساس ہوا۔ ساڑھے سات بجے تھے۔ جہاز اپنا سفر طے کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکل آیا۔ میرے کیبن کے پاس ان غیر ملکیوں کے کیبن تھے جن میں مارٹن بورس اور ہیری گن وغیرہ شامل تھے۔

ان لوگوں سے ابھی میری گہری شناسائی نہیں ہوئی تھی لیکن وہ چہرے مہرے سے ٹھیک ہی نظر آتے تھے۔ میں نے چند لمحات کے لیے غور بھی کیا تھا کہ کہیں اس مہم میں یہ کسی طرح کی مصیبت نہ بن جائیں لیکن بظاہر ایسا نہیں لگتا تھا۔ چند قدم چلا تھا کہ ندرت مسکراتی ہوئی سامنے سے آتی نظر آئی اور میں رک گیا۔

"میرا خیال تھا تم دیر سے اٹھو گے گازالی۔ لیکن تم جلدی جاگ گئے۔"

"نیا سفر کیسا لگ رہا ہے ندرت؟"

"نہ پوچھو۔ مسرت کی انتہا نہیں ہے۔ گو ابھی ساموئیکا نجانے کتنی دور ہے اور اس تک پہنچنے کے لیے نجانے کیسے کیسے مرحلوں سے گزرنا پڑے گا لیکن ایک امنگ پیدا ہو گئی ہے دل میں۔ ہو سکتا ہے ہم واقعی اپنی سرزمین کو دوبارہ دیکھ سکیں۔"

"میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں ندرت۔"

"شکریہ گازالی۔" ندرت نے ممنونیت سے کہا پھر بولی۔ "یہ لوگ ناشتا دیر سے کریں گے۔ آؤ ہم چائے پئیں۔"

وہ مجھے ساتھ لے کر عرشے پر پہنچ گئی۔ باہر خوشگوار خنکی پھیلی ہوئی تھی۔ سورج گہرے بادلوں میں پوشیدہ تھا۔ جس کی وجہ سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ابھی صبح نہ ہوئی ہو۔ چند ساموں کچن کا انتظام سنبھالے ہوئے تھے اور شاید جان اسٹیون کے عملے کے افراد بھی ان کی معاونت کر رہے تھے۔ ندرت نے ایک شخص سے چائے کے لیے کہا اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ یہاں سے سمندر کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو ہنس دی۔

"خوشیوں کا اظہار اسی انداز میں کیا جاتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن ناخوش لوگوں کو خوش کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ کوئی گازالی کو کیسے سمجھائے کہ وہ زندہ رہے گا واپس اپنی دنیا میں آئے گا اور اپنی محبت کو حاصل کرے گا۔ اس کی آنکھوں میں کرب کے آثار نہیں ہونے چاہئیں اور دل میں وسوسے بھی نہیں ہونے چاہئیں یہ ایک محبت بھرے دل کی دعا ہے اور سنا ہے کہ جو دعائیں محبت بھرے دلوں سے نکلیں اور بے لوث ہوں وہ بے کار نہیں جاتیں۔"

"میں تمہارے سلسلے میں کئی مرحلوں سے گزرا ہوں۔ تفصیل نہیں بتاؤں گا لیکن آخری الفاظ یہی کہوں گا کہ تم بہت اچھی ہو۔"

اتنی دیر میں چائے آ گئی۔ ندرت میری بات کا کوئی جواب نہیں دے پائی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میں نے محسوس کیا جیسے اس کی مسکراہٹ میں پھیکا پن آ گیا ہو۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ صرف میرا احساس ہی ہو۔ کیونکہ اس کے بعد ندرت پہلے ہی کی طرح مسکرانے لگی تھی۔

چائے اس موسم میں مزہ دے گئی۔ دور سے گوشائی نے ہمیں دیکھا اور ہمارے پاس پہنچ گئی۔ جب وہ دیلینی کی ویلینی تھی تو اس کی شان ہی کچھ اور تھی لیکن جب سے وہ صرف گوشائی بنی تھی اس کے انداز میں تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ اس نے چائے کے برتن گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ نفیس شے تنہا نہیں پی جاتی بلکہ جو بھی پہنچ جائے اسے شریک کرنا ضروری ہوتا ہے۔ لاؤ مجھے بھی پلاؤ۔"

ندرت نے گوشائی کے لیے بھی چائے بنائی۔

"سفر خوشگوار ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم بغیر کسی الجھن کے اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔" گوشائی نے کہا۔

"ہاں یقیناً گوشائی۔ کسی کے کہنے کے مطابق محبت بھرے دلوں سے نکلنے والی بے لوث دعائیں بے اثر نہیں ہوتیں۔" میں نے شرارت آمیز نگاہوں سے ندرت کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ندرت نے چائے کی پیالی ہونٹوں سے لگائی تھی۔ گوشائی بھی چائے پیتی رہی اور اس کے بعد کہنے لگی۔

"جلدی سے اٹھ جاؤ۔ یہ غول اسی طرف آ رہا ہے اور ہمیں بلاوجہ اس کی میزبانی کرنا پڑے گی۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا تو مارٹن بورس، ہیریگن اور دوسرے وغیرہ اسی طرف آ رہے تھے۔ ندرت نے فوراً کھڑے ہو جانا مناسب سمجھا اور ہم ریلنگ سے ٹک کر کھڑے ہو گئے لیکن ان لوگوں نے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا۔ مسٹر بورس خوش مزاج آدمی تھے۔ نزدیک آ کر کہنے لگے۔

"چائے کی میز ضرور چھوڑ دی گئی۔ لیکن اس پر رکھے ہوئے خالی برتن چغلی کھا رہے ہیں کہ میزبان، مہمانوں کی مدارت نہیں کرنا چاہتے۔ آہ کاش ایسا نہ ہوتا۔"

گوشائی ہنس پڑی اور کہنے لگی۔

"اوہ۔ نہیں مسٹر بورس آپ کے لیے چائے کا بندوبست ابھی کیا جاتا ہے۔ دراصل ہم لوگ آدابِ مہمان نوازی سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔"

وہ آگے بڑھ گئی اور مسٹر بورس مسکراتی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔

"تمہارا تعارف مجھ سے ایک ایشیائی کی حیثیت سے کرایا گیا ہے مسٹر غزالی اور یہ لوگ تمہاری بڑی عزت کرتے ہیں۔ کیا ہم تم سے پوری طرح متعارف نہیں ہو سکتے؟"

"کیوں نہیں مسٹر بورس۔ بس یوں سمجھ لیں کہ ہیروں کی چمک

میری آنکھوں میں بھی بسی ہوئی ہے۔ اور جو لوگ اپنی مہم پر جا رہے ہیں انہوں نے مجھ سے بھی وعدہ کیا ہے کہ میری جھولی چمکدار پتھروں سے بھر دیں گے۔ میں نے اپنی خدمات بھی انہیں پیش کر دی ہیں۔"

"تمہاری مہم جوئی کی زندگی زیادہ طویل تو نہیں ہو گی۔ اور کیا مشاغل رہے ہیں تمہارے؟"

"بس یوں سمجھ لیجیے کہ ایک امیر زادہ ہوں۔ زندگی میں عیش و آرام کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا اور اپنی حیثیت میں اضافہ کرنے کی فکر میں سرگرداں ہوں۔" میں نے گول مول انداز میں کہا اور مسٹر بورس ہنسنے لگے۔ ہیریگن بولا۔

"ویسے مسٹر غزالی سمندر کا یہ سفر بے حد دلکش ہے اور اس پُراسرار دنیا کا تصور بھی جس کے بارے میں یہ لوگ بتاتے ہیں کہ اس کا تعلق صحرائے اعظم سے نہیں بلکہ ایک اور انوکھی سرزمین سے ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں مسٹر ہیری۔ میں خود بھی اس سرزمین کے بارے میں سوچ کر حیران ہوتا ہوں۔"

"آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے مسٹر غزالی۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہاں جتنے افراد ہیں ایک دوسرے سے پوری طرح گھل مل کر رہیں۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" میں نے بے تپاک انداز میں کہا۔

ان لوگوں کے لیے چائے آ گئی اور سب ریلنگ سے ٹک کر چائے پیتے رہے۔ پھر ہم سب منتشر ہو گئے۔ ندرت میرے ساتھ ساتھ میرے کیبن تک آ گئی۔ میں نے اس سے کہا۔

"ایک سوال میں تم سے ضرور کرنا چاہتا ہوں ندرت۔ اگر تمہیں نہیں معلوم تو مجھے معلوم کر کے بتاؤ۔"

"ہاں کہو گازالی؟" ندرت نے کہا۔

"ان لوگوں کو کیا ساموئیکا کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔ میری مراد خاص طور پر مارٹن بورس سے ہے۔"

"انہیں صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ جس زمین پر انہیں لے جایا جا رہا ہے، وہ ساموئیکا کہلاتی ہے اور ہم لوگ وہیں کے باشندے ہیں اور ہمیں سامون کہا جاتا ہے۔ ہم ایک مہم پر آئے ہوئے تھے اور اپنی دنیا میں واپس جا رہے ہیں۔ باقی کسی معاملے سے انہیں آگاہ نہیں کیا گیا۔" ندرت نے جواب دیا۔

"گڈ۔ ویسے یہ بات مجھے بتا دینے کی تھی۔ چلو اچھا ہوا وقت سے پہلے معلوم ہو گئی۔ ورنہ ان میں سے کوئی مجھ سے کوئی سوال کر لیتا تو نجانے مجھے کیسی کیسی الجھنوں سے گزرنا پڑتا۔"

"یہ کوتاہی ہوئی ہے ہم سے۔ اس کے لیے میں معافی چاہتی ہوں۔" ندرت نے کہا۔

سفر آرام سے جاری رہا۔ اڑتالیس گھنٹوں سے زیادہ گزر چکے تھے اور اب ان تمام معاملات پر قابو پایا جا چکا تھا جو ابتدائی تھے۔ جان اسٹیون نے کپتانی کے فرائض سنبھالنے کے بعد جہاز کا پوری طرح جائزہ لے لیا تھا اور اس بات پر حیرت کا اظہار کیا تھا کہ اس سفر کے لیے اس زبردست جنگی جہاز کا انتخاب کیوں کیا گیا۔ جنگی جہاز کے حصول کا معاملہ اب بھی میرے لیے حیرت انگیز تھا۔ لیکن اگر انہوں نے خود مجھے اس بارے میں نہیں بتایا تو مجھے بھلا پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔

دوسری رات بارش شروع ہو گئی تھی۔ بارش پُرلطف تھی۔ ہم لوگ اس سے لطف اٹھانے کے لیے باہر نکل آئے تھے۔ سمبوتورا نے مجھے گومین کا پیغام دیا۔ وہ پائلٹ کیبن میں تھا اور مجھے طلب کر رہا تھا چنانچہ میں پائلٹ کیبن کی جانب بڑھ گیا۔

گومین کپتان جان اسٹیون کے ساتھ بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ ایک گول میز پر آڑی ترچھی لکیروں سے بنا ہوا ایک نقشہ پھیلا تھا اور جان اسٹیون اس نقشے پر غور کر رہا تھا۔ گومین نے سنجیدگی سے مجھے دیکھا اور کہنے لگا۔

"مسٹر غزالی ہم ابھی تک اس سمندری راستے پر ہیں جو عام گزرگاہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ لیکن میں مسٹر جان اسٹیون کو یہ سمجھا رہا تھا کہ ہمیں آگے جا کر اپنا راستہ تبدیل کر دینا چاہیے۔ کیونکہ اگر ہم سیدھے چلتے رہے تو ایک ایسے ملک کے سمندری علاقے سے گزریں گے جو کافی ترقی یافتہ ہے۔ اور یقیناً اس کی سمندری حدود میں ایسے انتظامات ہوں گے کہ ہمیں کھلے سمندر میں دیکھا جا سکے۔ میں آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں مسٹر غزالی؟"

"یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم دوسروں کی نگاہوں سے بچے رہیں۔"

"بالکل۔ میں تمہیں ان نقشوں کی مدد سے ساموئیکا تک کے راستے پوری طرح ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں تاکہ تم جان اسٹیون کی مدد کرتے رہو۔"

گومین نے نجانے اس سلسلے میں میرا انتخاب کیوں کیا تھا۔ چنانچہ میں میز پر پھیلے ہوئے نقشے پر جھک گیا۔

گومین مجھے نقشوں کی تفصیلات بتاتا رہا اور میں نے اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لیا، ساموئیکا کے سفر کے لیے ان اجنبی سمندروں کا رخ کرنا تھا جن کی تفصیل زیادہ سے زیادہ وہی لوگ بتا سکتے تھے جو کبھی عام سفر سے بھٹک کر اُدھر جا نکلے ہوں، ورنہ یہ راستے طے شدہ سمندری راستوں سے ہٹ کر تھے اور ان پر سفر خطرناک ہی قرار دیا گیا تھا، مجھے جہاز رانی سے نہ تو دلچسپی تھی اور نہ ہی ان کے بارے میں کچھ جانتا تھا۔ مسٹر مارٹن لبوس بھی کسی زمانے میں ایک جہاز راں کمپنی سے متعلق رہ چکے تھے اس لیے انہیں جان اسٹیون کا معاون مقرر کر دیا گیا تھا اور وہ اپنی ذمہ داریاں انجن روم میں انجام دیا کرتے تھے۔ دوسرے لوگ شپ انجینئرنگ سے تعلق رکھتے تھے، چنانچہ ان کی بھی ڈیوٹیاں متعین کر دی گئی تھیں۔ خواتین کسی ذمہ داری سے مبرا تھیں۔ باقی سب ہی کوئی نہ کوئی ذمہ داری قبول کر چکے تھے، کسی کے سپرد جہاز کی صفائی تھی جو ہوتی تو خلاصیوں کے ذریعے ہی تھی لیکن اس کی نگرانی کرنا ہوتی تھی، کوئی کچن انچارج تھا۔ میرے سپرد البتہ ابھی تک کوئی ذمہ داری نہیں کی گئی تھی اور نہ میں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا، سمبو تورا، ذوٹن کاربو اور وہ تمام لوگ مجھ سے ملتے رہتے تھے جن کا تعلق مجھ سے دیرینہ تھا۔ تفریحی پروگرام بھی ہوتے تھے لیکن ساموئنوں کو ان ہنگاموں سے زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ وہ بے چارے سے امید و بیم کی کیفیت کا شکار رہتے تھے کہ وہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو جائیں گے یا نہیں۔ مجھے یہاں مکمل طور پر آزادی تھی لیکن میں بعض چیزوں کی نگرانی کر لیا کرتا تھا، ظاہر ہے ہاتھ پاؤں باندھ کر تو نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

اکثر میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کیا لیپ لینڈ میں شکست کھانے کے بعد یا اسکیمو لینڈ پر اندھا دھند بمباری کرنے کے بعد تنظیم کے افراد نے اپنے ذہن میں یہ تصور قائم کر لیا ہے کہ ساموئن فنا ہو گئے، جیسے کہ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ گومین کی دماغی لہریں فضا میں محسوس کی جا سکتی ہیں، تو کیا زی لوغس کے ساتھی ساموئنوں نے کبھی ان لہروں کو محسوس نہیں کیا ہوگا، یہ دوسری بات ہے کہ گومین کی ذہنی توجہ حاصل کرنے کے بعد وہ ابھی تک ساموئنوں کے راستے میں نہیں آتے تھے۔ لیکن یہ بات حلق سے نہیں اترتی تھی کہ انہیں اس کا علم ہی نہ ہوگا۔ میں اب ان لوگوں سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا اس کے علاوہ مارٹن الیسٹرڈ کی وہ تنظیم جو ایک بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر کام کرتے ہوئے دشمن ساموئنوں کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتی تھی، تاکہ ایک بالکل ہی غیر متعلق اور دور دراز کے علاقے میں اس کا ہیڈ کوارٹر قائم ہو سکے بالکل خاموش ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ کم از کم اسے ثبوت تو مل جانا چاہیے تھا کہ جن لوگوں کو ختم کرنے کے لیے اس نے یہ تمام کاوشیں کی تھیں وہ ختم ہو گئیں یا نہیں۔ ان کی طرف سے یہ مکمل خاموشی بہت عجیب سی لگتی تھی۔

افریقہ تک کا سفر کرتے ہوئے میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ کہیں نہ کہیں راستے میں ان لوگوں سے ضرور ملاقات ہو جائے گی اور اس وقت ہمیں ان کے خلاف ایک بھرپور جدوجہد کرنا ہوگی، لیکن افریقہ کے اس پُراسرار علاقے تک پہنچتے ہوئے کہیں بھی ان لوگوں کا کوئی نشان نہیں مل سکا تھا اور اس کے بعد یہی احساس ہوا تھا کہ وہ لوگ ہمارا راستہ نہیں پا سکے۔ غالباً گومین اور دوسرے ساموئن بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ لیپ لینڈ میں اپنی کارروائی کے بعد مطمئن ہو گئے ہیں اور اب ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے، لیکن بس میرے ذہن میں ایک کرید تھی۔ میں نے کسی پر اپنی اس کیفیت کو واضح نہیں کیا تھا، خواہ مخواہ ساموئن الجھن میں گرفتار ہو جائیں گے یا پھر یہ بھی سوچا جا سکتا تھا کہ میں اپنی اہمیت کم ہوتے دیکھ کر ان الفاظ کے سہارے ان کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

سفر جاری رہا اب جہاز عام سمندری راستے سے کافی دور ہٹ گیا تھا اور بدلتے ہوئے سمندروں کی کیفیت خاص طور سے محسوس کی جا رہی تھی، یہاں ہوائیں بھی تیز تھیں اور موسمی حالات بھی زیادہ بہتر نہیں تھے۔ جو عام سمندری راستے سمندری سفر کے لیے متعین کیے گئے تھے، وہ کم از کم خراب موسموں سے پاک تھے اور وہاں صاف ستھرا سمندر تھا لیکن اس سمت مجھے نمایاں طور پر یہ معلوم ہو رہا تھا کہ یہ راستے خطرناک ہیں۔ مزید دو دن کا سفر طے کیا گیا اور اس کے بعد ایک صبح جب میں سو کر جاگا تو میں نے عرشے پر بہت سی آوازیں سنیں، میں خود بھی اوپر چلا گیا۔ فضا میں ایک عجیب سی تاریکی چھائی ہوئی تھی، لیکن جب میں عرشے پر اس جگہ پہنچا جہاں بہت سے لوگ موجود تھے۔ میں افق میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ یہ محسوس ہوتا تھا جیسے وہاں پر سمندر کا سلسلہ ختم ہو گیا ہو یہ فاصلہ چند میل سے زیادہ نہیں تھا، لیکن اس کے بعد سمندر نظر نہیں آ رہا تھا بلکہ پانی سے آسمان تک ایک دیوار سی بنی محسوس ہوتی تھی۔ یہ دیوار خشکی کی دیوار نہیں تھی، نہ کوئی پہاڑ تھا، بس ایک عجیب سی صورت تھی۔

"یہ کیا ہے۔" میں نے تھوساس سے پوچھا جو بالکل میرے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔

"دھند۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یہ سمندری دھند ہے۔"

"ہاں۔ اور جہاز کا رُخ بھی اسی جانب ہے، ہم راستہ تبدیل نہیں کر سکتے، دھند کی یہ دیوار ہر جگہ موجود ہے اور جلد ہی یہ جہاز کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔"

"مگر یہ تو بہت گہری ہے، اس کے دوسری جانب کچھ نظر نہیں رہا۔"

"اس کے عقب میں کیا ہے یہ اندازہ لگانا بھی مشکل ہے، لیے مسٹر غزالی ہوشیار ہو جاؤ ممکن ہے ہمیں پہلا سمندری حادثہ پیش آنے والا ہو۔" تھوساس نے کہا اور میں خاموشی سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

جہاز آہستہ آہستہ اس دھند کی جانب بڑھ رہا تھا۔ عقب میں بلاشبہ موسم صاف تھا لیکن دائیں بائیں جدھر بھی دیکھا جاتا ہر طرف دھند کی دیوار سطح سمندر سے آسمان تک کھڑی نظر آتی اور واقعی اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ جہاز کو اس دھند میں داخل کر دیا جائے۔ جہاز پر روشنیاں جلا دی گئیں، تقریباً تمام ہی لوگوں کو محتاط کر دیا گیا تھا۔ رفتہ رفتہ دھند جہاز پر مسلط ہو گئی۔ روشنیاں مدھم پڑ گئیں، محتاط لوگ ایسی جگہ پر آ گئے کہ اگر کوئی خطرناک بات پیش آ جائے تو وہ اپنا بچاؤ کر سکیں۔ میں خود بھی اس وقت گوشائی کے ساتھ پائلٹ روم کے نچلے حصے میں موجود تھا اور ہم دونوں اس دھند کے بارے میں تبادلۂ خیال کر رہے تھے۔

"کیا اس سے قبل، میرا مطلب ہے اس وقت جب تم لوگوں نے اس دنیا کی جانب سفر کیا تھا تو اس دھند سے تمہارا واسطہ پڑا تھا؟"

"نہیں، ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔" گوشائی نے جواب دیا۔

"بہرطور دھند گہری سے گہری ہوتی جا رہی ہے، کہیں جہاز کسی چیز سے نہ ٹکرا جائے۔" میں نے کہا۔

"اصل خطرہ تو یہی محسوس کیا جا رہا ہے، کپتان اسٹیون کہتا ہے کہ وہ اس سمندری راستے سے ناواقف ہے۔ اس لیے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس طرف کہاں پہاڑ ابھرے ہوئے ہیں اور کہاں سطح سمندر ساکن ہے۔"

گوشائی کی بات پر میں خاموش ہو گیا کافی دیر تک میں اور گوشائی اس تاریکی میں گفتگو کرتے رہے۔ جہاز کسی قدر سست رفتاری سے اس دھند سے گزر رہا تھا تاریکی اتنی گہری ہو رہی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دے رہا تھا، حالانکہ جہاز پر تمام روشنیاں جلا دی گئی تھیں، تاکہ کم از کم اندرونی حصے کی کیفیت پر نگاہ رکھی جا سکے۔

ہم لوگ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد جہاز کے مختلف گوشوں کا چکر لگا لیتے تھے۔ پھر گوشائی کسی کام سے چلی گئی اور میں اپنے کیبن کی جانب آ گیا۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ دفعتاً بارش شروع ہو گئی۔ آوازیں آ رہی تھیں اور اوپر عرشے پر بھاگ دوڑ بھی ہو رہی تھی، غالباً بارش سے بچاؤ کے انتظامات کیے جا رہے تھے۔ رفتہ رفتہ سمندر میں اونچی اونچی لہریں اٹھنے لگیں اور جہاز ان لہروں کے نرغے میں آ کر ہچکولے کھانے لگا۔ ایک زلزلے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی، بارش کے تھپیڑے پوری قوت سے کھڑکیوں اور دروازوں کی آہنی پلیٹوں سے ٹکراتے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خوفناک طوفان آ گیا ہے۔ کیبن کے اندر بھی مجھے طوفان کا ہولناک شور اور بادلوں کی گرج صاف سنائی دے رہی تھی، موٹے شیشوں سے باہر نگاہ جہاں تک کام کرتی گھُپ اندھیرا ہی اندھیرا تھا، کبھی کبھی بجلی چمکتی تو سمندر کی مہیب لہریں جہاز سے ٹکراتی ہوئی دکھائی دیتیں۔ میں کافی دیر تک کیبن میں بیٹھا اس ہولناک منظر کو دیکھتا رہا حالانکہ رات کافی گزر چکی تھی اور اس سے پہلے میں کم از کم نیم غنودگی کا شکار تھا، لیکن اب نیند آنکھوں سے بالکل ہی اُچٹ گئی تھی۔ اس وقت کیبن سے باہر نکلنا مناسب نہیں تھا، لیکن میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ سردی سے بچاؤ کے لیے میں نے موٹا لباس پہن لیا تھا ابھی میں کیبن کے دروازے سے باہر نکلا بھی نہیں تھا کہ دفعتاً جہاز نے ایک زبردست جھٹکا کھایا اور کیبن کی دیواریں لرزنے لگیں۔ ارد گرد سے چیزوں کے گرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ابھی میں اس جھٹکے سے سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ ایک اور جھٹکا محسوس ہوا یہ پہلے سے بھی شدید تھا۔ کیبن کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ چیخوں کی آوازیں بھی ابھری تھیں۔ میں نے آس پاس کے کیبنوں سے لوگوں کو باہر نکلتے دیکھا۔ وہ سب بدحواسی کے عالم میں عرشے کی طرف دوڑتے چلے جا رہے تھے۔ یہ صورتحال غلط تھی، ایسی حالت میں وہ کسی چیز سے ٹکرا کر زخمی بھی ہو سکتے تھے، لیکن صورت حال معلوم کرنے کا تجسس انہیں کھینچ لے گیا تھا۔ جہاز پر اس جھٹکے کے باوجود بجلی کا نظام فیل نہیں ہوا تھا۔

دفعتاً ہی مجھے اپنے عقب میں کوئی چیز دھم سے گرنے کی آواز سنائی دی، اور میں چونک کر پلٹا۔ میں نے دیکھا کہ یہ مارٹن لبوس کی بھتیجی ایڈنا شولر تھی جس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ غالباً بدحواسی میں اپنے کیبن سے باہر نکلتے ہوئے کسی چیز سے ٹکرا کر میرے قریب یہ گری تھی۔ ہرچند کہ اس لڑکی سے کوئی مکمل تعارف نہیں ہوا تھا لیکن بس اتنا ہی کافی تھا کہ یہ ہمارے ساتھ تھی۔ چنانچہ انسانی ہمدردی کے تحت میں نے اسے فوراً ہی بانہوں پر اٹھا لیا اور اپنے کیبن میں لے آیا۔ یہاں میں نے اس کی پیشانی کا زخم دیکھا اور پھر فرسٹ ایڈ بکس نکال کر اس کی بینڈیج کرنے لگا۔ پیشانی پر اچھا خاصا گہرا زخم لگا تھا۔ غالباً وہ لوہے کی کسی چیز سے ٹکرائی تھی۔ میری کوشش سے اس کا خون بند ہو گیا اور میں اسے ہوش میں لانے کی کوششیں کرنے لگا۔ اس میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

ایڈنا شولس نے آنکھیں کھول دیں اور خوفزدہ سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی، میں نے مدھم لہجے میں پوچھا۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے مس ایڈنا؟"

وہ بے اختیار چونک پڑی۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے اِدھر اُدھر کے ماحول کو دیکھا اور پھر خوفزدہ لہجے میں بولی ——

"طوفان —— طوفان ——"

"ہاں جہاز طوفان کی زد میں ہے، لیکن یہ اس قدر خوفزدہ ہونے کی بات تو نہیں، آپ غالباً کسی چیز سے ٹکرا گئی تھیں ——"

"اوہ —— ہاں —— میں سو رہی تھی کہ دفعتاً زوردار جھٹکے لگے اور میں بستر سے نیچے گر پڑی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ پھر باہر مجھے کچھ چیخیں سنائی دیں اور میں کیبن کے دروازے سے باہر نکل آئی، نجانے کس چیز سے میرا سر ٹکرا گیا تھا، اوہ ——"

اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنی پیشانی پر پھیرا لیکن وہاں پٹی بندھی ہوئی تھی، ایک بار پھر اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھا اور آہستہ سے بولی ——

"آپ کو بڑی زحمت ہوئی —— مسٹر غزالی ——"

"زحمت کیسی مس ایڈنا۔ آپ زخمی ہو گئی تھیں یہ میرا فرض تھا ——"

"مجھے ایک گلاس پانی مل سکے گا؟" اس نے کہا ——!

"ابھی ——" میں نے فوراً ہی اسے پانی پلایا۔

اس نے اٹھنے کے لیے بے تکلفی سے میری گردن میں ہاتھ ڈال کر سہارا لیا اور میں نے اس پر کوئی تعرض نہیں کیا۔ وہ کئی سیکنڈ تک میرا سہارا لیے رہی پھر اس نے مسکرا کر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی ——

"شکر ہے کہ یہ طوفان مجھے کسی دوست کے قریب لانے کا باعث بنا میرا خیال ہے اس کے بعد مسٹر غزالی ہمارے اور آپ کے درمیان سے تکلف کی دیوار ہٹ جانی چاہیئے۔ میرے ساتھی میرے اچھے دوست ہیں لیکن انسان کو خوب سے خوب تر کی جستجو ہوتی ہے۔ بارہا میں نے آپ کو اس نگاہ سے دیکھا لیکن آپ کی طرف سے کوئی توجہ نہ پا کر میرے قدم آپ کی جانب نہیں بڑھ سکے، کیا خیال ہے آپ کا۔"

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر ایڈنا کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا ——

"مس ایڈنا طوفان ابھی جاری ہے۔" ایڈنا میرے ان الفاظ پر ہنس پڑی۔

"اس طوفان نے مجھے بُری طرح زخمی کر دیا۔ بہرحال طوفان تو ٹل ہی جاتے ہیں، باہر چلیں ——"

"آپ کو آپ کے کیبن میں پہنچا دوں، میرا خیال ہے آپ کو باہر نہیں نکلنا چاہیئے، کسی بھی چیز سے ٹکرا سکتی ہیں، میں ذرا اوپر کا جائزہ لوں گا ——"

"میں بھی چلتی ہوں مسٹر غزالی پلیز ——" اس نے ٹھنکتے ہوئے کہا ——

"آپ اگر جانا چاہتی ہیں تو تنہا چلی جائیے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ میں نے آپ کو نہیں سمجھایا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اُوہ، اگر آپ مجھے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تو پھر مجھے میرے کیبن میں ہی پہنچا دیجئے۔"

میں نے اس بلائے بے درماں کو اس کے کیبن میں پہنچا کر اوپر جانے والے راستے پر چھلانگ لگا دی۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ جہاز پر کیا گزری۔ باہر مسلسل تاریکی چھائی ہوئی تھی، تیز ہواؤں کا شور کسی قدر مدھم پڑتا محسوس ہو رہا تھا لیکن اس دوران وہ جو تباہ کاریاں پھیلا گئی تھیں، وہ کافی تھیں۔

لوگ اب ابھی اِدھر اُدھر مصروف نظر آ رہے تھے، لیکن یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ کون کیا کر رہا ہے، ویسے خاموشی ہی تھی، جہاز کے جھٹکا کھانے کی وجہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی تھی، میں کسی نہ کسی طرح پائلٹ روم تک پہنچ گیا اور فولادی سیڑھیاں طے کر کے اندر داخل ہو گیا۔

اندر گومین، جان اشٹیون اور مارٹن بورس موجود تھے، بیرونی حصے میں اور بھی چند افراد نظر آ رہے تھے۔ انجن روم سے رابطہ قائم تھا اور جان اشٹیون مسلسل انجن روم کو ہدایات جاری کر رہا تھا۔ گومین کی نگاہیں تاریک سمندر پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کی آنکھوں میں ایک پُراسرار چمک لہراتی دیکھی۔ میرے اندر داخل ہونے پر بھی اس نے پلٹ کر اس طرف نہیں دیکھا۔ ماحول پر ایک عجیب سی پُراسراریت چھائی ہوئی تھی اس لیے میں بھی خاموشی سے ایک گوشے میں ٹک گیا۔ جہاز کی رفتار مزید سست کر دی گئی تھی لیکن اس کے انجن بند نہیں کیے گئے تھے اور وہ کسی قدر سست رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا، گھور تاریکی میں چمکتی ہوئی بجلی سمندر کی کیفیت کو نمایاں کر دیتی تھی اور اس کے بعد وہی محیط تاریکی چھا جاتی تھی۔

یہ کیفیت تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہی۔ یہ دونوں گھنٹے میں نے پائلٹ روم میں ہی گزارے اس دوران کسی نے کسی سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ بڑے صبر آزما لمحات تھے لیکن رفتہ رفتہ طوفانی جھکڑ مدھم پڑتے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد جہاز پُرسکون ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی دور سے ہلکی ہلکی روشنی بھی جھلکنے لگی تھی۔ تب جان اشٹیون نے ایک گہری سانس لے کر کہا ——

"ہم دھند کے سمندر سے نکل چکے ہیں مسٹر گومین۔"

گومین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے چہرے پر بدستور عجیب سے تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔

"خدا کی پناہ۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اگر یہ دھند مسلسل کئی روز تک جاری رہتی تو کیا ہوتا۔ ویسے طوفان بھی ختم ہو گیا ہے۔" بورس نے کہا۔

"ہاں۔" گومین نے گہری سانس لی اور پھر تھکے تھکے سے انداز میں پائلٹ کیبن کی ایک دیوار سے ٹک گیا۔

بورس خاموشی سے سمندر کی طرف دیکھنے لگا۔ چند لمحات کیبن میں خاموشی رہی پھر گومین نے جان اشٹیون کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم کیا کہتے ہو کیپٹن ——؟"

"میں سمجھا نہیں مسٹر گومین؟" اس نے کہا۔

"کیا سمندر اب بھی گرم ہے۔ بعض اوقات ہوائیں پانی کے نیچے چھپ جاتی ہیں اور بظاہر خاموشی چھا جاتی ہے لیکن جب یہ ہوائیں ابھرتی ہیں تو ۔ ۔ ۔ ۔"

"اوہ سا اس کیفیت کو سمندری اصطلاح میں آرگو ویٹر کہتے ہیں۔ آرگو ویٹرس کتنے ہی سمندری جہاز تباہ کر چکے ہیں ——" جان اشٹیون کے بجائے مارٹن بورس بول اٹھا۔

"ہاں میں اس کی بات کر رہا ہوں۔" گومین نے کہا۔

"ایسی صورت حال نہیں ہے۔ مسٹر گومین۔" جان اشٹیون نے بڑے اعتماد لہجے میں کہا۔

"یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو۔" گومین بولا۔

"یہ جہاز جنگی نوعیت کا ہے اور جنگی جہازوں میں خصوصی طور سے بادپیما لگائے جاتے ہیں۔ سمندری جنگوں میں بعض اوقات مصنوعی آرگو ویٹر پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو ہتھیاروں کے استعمال کی گرمی سے پیدا ہوتے ہیں چنانچہ یہ بادپیما پانی کے نیچے ہوا کے دباؤ کو ظاہر کرتے ہیں۔ آپ اس بادپیما کو دیکھیے یہ پانی کے نیچے ہوا کا دباؤ بتا رہا ہے۔"

"اوہ۔ یہ عمدہ چیز ہے۔" گومین نے تعریفی انداز میں کہا۔

"رات کو جہاز کو جھٹکے لگے تھے۔ کیا وہ اسی نوعیت کے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، وہ سمندری چٹانیں تھیں۔" گومین نے جواب دیا۔

"جہاز کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا؟"

"نہیں انجن روم سے اطلاع مل گئی ہے سب ٹھیک ہے۔" کیپٹن نے جواب دیا۔

"گویا خطرہ ٹل گیا ہے!" میں نے سکون کی سانس لے کر کہا، اور مارٹن بورس گردن جھٹکنے لگا۔

روشنی بڑھتی جا رہی تھی۔ مارٹن بورس نے کہا۔ "اگر مجھے اجازت ہو مسٹر گومین تو میں ذرا اپنے ساتھیوں کا جائزہ لے لوں؟"

"ضرور مسٹر بورس۔" گومین نے مختصراً کہا اور بورس خاموشی سے باہر نکل گیا۔

گومین نے مجھے دیکھا اور بولا۔ "سوری مسٹر غزالی۔ اس علاقے سے گزرے بغیر چارہ کا نہیں تھا۔"

"آپ کو اس کے بارے میں معلوم تھا مسٹر گومین۔"

"اس حد تک نہیں۔ پہلے ہم یہاں سے نہیں گزرے تھے۔"

"اور یہ طوفان؟"

"یہ اضافی حیثیت رکھتا تھا۔"

"ہو سکتا ہے یہاں سمندر ہمیشہ متلاطم رہتا ہو۔" جان اشٹیون نے کہا۔

"ہاں ہو سکتا ہے۔" گومین بولا۔

"اب سمندر پُرسکون ہے۔" اشٹیون نے کہا۔

"کیا تم نیند اور تھکن محسوس کر رہے ہو۔ اشٹیون ——؟"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"میں تمہیں آرام کے لیے چار گھنٹے دے سکتا ہوں۔ اس کے بعد تم اپنی ذمہ داریاں سنبھال لینا۔" گومین نے کہا۔ اشٹیون گردن ہلا کر چلا گیا اسی وقت لیبوس اندر آ گیا۔

"سب ٹھیک ہے تارک مارک۔ کوئی ایسا حادثہ نہیں ہوا جو قابل تشویش ہو۔ دو آدمی زخمی ہوئے ہیں لیکن معمولی۔ انجن روم محفوظ ہے۔"

"ناشتا تقسیم کرا دو۔" گومین نے کہا۔ لیبوس چلا گیا۔ اب پائلٹ روم میں صرف میں اور گومین رہ گئے تھے۔

"حسن صاحب سے تو بعد میں کوئی رابطہ نہ ہو سکا ہوگا غزالی؟"

"اس وقت کے بعد سے نہیں جب میں تمہیں اور سمبو تورا کو لے کر لندن آیا تھا۔"

"ہاں اس کے بعد سے تمہیں فرصت ہی کب ملی۔" گومین بولا ——

"اس تاریک سمندر کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا گومین۔ ہماری دنیا کے بارے میں تمہاری معلومات کیا حیثیت رکھتی ہیں؟"

"کچھ نہیں۔ بس میں دور تک دیکھ لیتا ہوں۔ میری آنکھیں جہاں تک دیکھ سکتی ہیں، وہاں کی کیفیت مجھے معلوم ہو جاتی ہے۔"

"اگر میں تم سے پوچھوں کہ اب آگے کیا ہے؟"

"تو میں تمہیں وہاں تک کے بارے میں بتا سکتا ہوں جہاں تک میری نگاہوں کی پہنچ اور ذہن کی رسائی ہے۔"

"اس فاصلے کی کوئی حد ہے؟"

"بالکل ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ یہ دن اور رات پُرسکون گزریں گے لیکن دوسرے دن کی صبح کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا تو تمھیں اطمینان سے آرام کرنا چاہیے۔" گومین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور اگر میں تم سے پوچھوں کہ ناشتے کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے تو؟"

"تو میں تمھیں جواب دوں گا کہ ڈوشن کاریو ہم دونوں کے لیے ناشتا لے کر چل پڑی ہے۔" گومین نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنسنے لگا۔ ڈوشن کاریو چند منٹ کے بعد ہی ناشتا لے کر آگئی۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد گومین نے کہا "بہتر ہے تم بھی آرام کرلو غزالی تاکہ تمھاری تھکان دور ہوجائے۔"

"یہاں پائلٹ روم میں تم تنہا ہو۔"

"دی مین کو بلالوں گا۔ وہ میری مدد کرسکتا ہے" گومین نے جواب دیا، اور میں وہاں سے چلا آیا۔ پھر میں نے کسی اور طرف توجہ کیے بغیر کیبن کا رخ کیا۔

دوپہر کے دو بجے آنکھ کھلی۔ مزید پون گھنٹے بستر پر لیٹا رہا۔ طبیعت کسل مند تھی۔ غسل خانے جاکر غسل کیا پھر لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ میرے کیبن سے ملحق مارٹن بورس کا کیبن تھا۔ اس کے سامنے سے گزرا تو بورس نے مجھے آواز دے دی۔

"ہمارے ساتھ کافی نہ پیو گے مسٹر غزالی؟" اس نے کہا اور میں اندر داخل ہوگیا۔

مارٹن بورس نے پُرخلوص انداز میں میرا استقبال کیا۔ کیبن میں وہ تنہا ہی تھا اور کافی کے برتن اس کے سامنے سجے ہوئے تھے، خود ہی اس نے مجھے کافی بناکر پیش کی اور میں نے شکریے کے ساتھ قبول کرلی۔

مارٹن بورس چند لمحات کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا، پھر اس نے کہا۔

"انسانی فطرت میں تجسس کا جو مادہ ہوتا ہے مسٹر غزالی، خواہ کتنی ہی کوشش کی جائے اسے ختم نہیں کیا جاسکتا، ویسے بھی ایک دوسرے سے شناسائی کارآمد ہی ہوتی ہے، کیا خیال ہے؟"

"یقیناً ایسا ہی ہے۔ مسٹر بورس۔"

"بہت سی باتیں ہم سب کے علم میں ہیں۔ مثلاً اس سفر کا مقصد، لیکن بعض چیزیں اب بھی ہمارے درمیان صاف نہیں ہوئیں، اگر آپ پسند کریں تو اس موضوع پر گفتگو کی جائے؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے بارے میں یقیناً آپ کو علم ہوگیا ہوگا کہ میں اپنے اس چھوٹے سے قافلے کے ساتھ صحرائے اعظم میں تقدیر آزمانے نکلا تھا۔ اس پُراسرار خطے کی کہانیاں نجانے مجھ جیسے کتنے افراد کو کھینچ کر یہاں لاچکی ہیں اور وہ کامیاب یا ناکام رہے ہیں۔ زیادہ تر یہی سنا گیا ہے کہ دولت کے حصول کی کوشش میں انسانی زندگی تباہ ہوجاتی ہے۔ میں بھی دعوے سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے میرے مقصد میں کامیابی ہی حاصل ہوگی۔ ایسے معاملات میں کامیابی کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں، لیکن کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ انسان اس کے باوجود دولت کی آرزو ترک نہیں کرسکتا؟"

"مسٹر بورس، یہ ایک تلخ سچائی ہے۔"

"میں افریقہ کے ایک ایسے خطے میں جا پھنسا تھا جہاں چاروں طرف موت ہی موت تھی ہمیں وحشیوں کے ایک غول نے گھیر لیا اور گرفتار کرکے لے گئے۔ میں اسے بھی موت کا ہی ایک حصہ سمجھتا تھا۔ لیکن وہ شخص جو وحشیوں کا حکمران تھا نجانے کیا نیت رکھتا تھا۔۔۔ اس نے مجھ سے گفتگو کی اور اپنے مشن کی تفصیلات بتائیں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ ایک پُراسرار دنیا تک جانے کے منصوبے بنا رہا ہے اور اس کے لیے اس کی تیاریاں مکمل ہیں۔ اس پُراسرار دنیا میں دولت کے انبار بکھرے ہوئے ہیں، سنہرے پہاڑ اور چمکدار ہیروں کی یہ زمین اس کی پہنچ سے باہر نہیں ہے اور اگر میں چاہوں تو قسمت آزمائی کرسکتا ہوں۔ میرے لیے یہ انکشاف بے حد دلکش تھا مسٹر غزالی نہ صرف میں بلکہ میرے تمام ساتھی اس مشن کے لیے تیار ہوگئے اور اس طرح ہم نے اس سے تعاون کرتے ہوئے آگے بڑھنے کا فیصلہ کرلیا۔ مسٹر غزالی کیا آپ کے ذہن میں بھی یہی مقصد ہے؟"

میں نے کافی کے دو تین گھونٹ لیے۔ دراصل یہ وقفہ، یہ سوچنے کا وقفہ تھا کہ مارٹن بورس کو اس کی بات کا کیا جواب دیا جائے۔ پھر میں نے کہا۔

"دولت کی آرزو اور اس کے لیے جدوجہد، جیسا کہ آپ نے کہا مسٹر بورس، انسانی فطرت رہی ہے چنانچہ میں بھی اپنے آپ کو اس سے بیگانہ نہیں پاتا، بے شک میرا بھی یہی مقصد ہے۔"

"بہت خوب، لیکن مسٹر غزالی کیا آپ انھیں کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں؟"

ان کی نسل سے تعلق رکھنا ضروری تو نہیں ہے اب آپ دیکھیے آپ کے ساتھ بھی مختلف لوگ ہیں، میرا خیال ہے کہ دوچین کا تو کسی طور آپ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔؟"

"ہاں ہاں بے شک، لیکن میں نے ایک عجیب بات محسوس کی ہے، یہ لوگ میرا مقصد ہے نئے آنے والے بھی جن کے ساتھ آپ آئے ہیں، کچھ عجیب و غریب خصوصیات رکھتے ہیں، مجھے یوں لگتا ہے کبھی کبھی جیسے یہ ہم سے مختلف ہوں یا بے حد پُراسرار ہوں، کیا آپ نے یہ بات محسوس کی ہے مسٹر غزالی؟"

"سو فی صد۔۔۔ ہوسکتا ہے ان کا تعلق چمکدار پتھروں کی دنیا سے براہ راست ہو۔"

"میں نے بھی یہ سوچا ہے، لیکن یہ یہاں کیا کر رہے تھے؟ آپ اتنی تفصیلات تو ظاہر ہے نہ انھوں نے آپ کو بتائیں اور نہ ہی مجھے بتاسکتے ہیں۔"

"بہر طور میرے دل میں خواہش ضرور ہے کہ یہ معلوم کروں۔"

"کیا فائدہ مسٹر بورس۔ ہمیں جس کام سے کوئی غرض نہیں ہے اس کے لیے کیوں سرگرداں ہوں۔!"

"وہی تجسس۔"

"بعض معاملات میں میرا خیال ہے اپنے آپ پر قابو پانا بے حد ضروری ہوتا ہے، ہوسکتا ہے یہ لوگ اس بات کو پسند نہ کریں۔"

"بہرحال اس صورت میں ضروری ہے کہ کم از کم آپ ہماری دوستی قبول کریں، کیوں کہ آپ ان میں سے نہیں ہیں۔"

"دوستی تو آپ نے اور ہم نے ان لوگوں کی بھی قبول کی ہے یہ لوگ کسی بھی طور پر ہمارے لیے نقصان دہ نہیں ہیں۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا بس میں اپنی مخلصانہ دوستی کی پیش کش کرنا چاہتا ہوں آپ کو۔۔۔ ہیروں کے حصول میں ہم کامیاب ہوئے تو آپ کو ان سے محروم نہیں رکھیں گے اور اگر آپ کسی طور اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو یوں سمجھ لیجیے کہ اس میں ہمارا بھی حصہ ہوگا۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے مسٹر مارٹن بورس۔ ویسے بھی ہم سب دوستوں کے مانند ہی سفر کر رہے ہیں اور خوش قسمتی سے ہمارے درمیان ایسا کوئی تصور نہیں ہے جو باعث تشویش ہو۔"

"بلاشبہ، اور آپ تو اپنی دوستی کا ثبوت بھی دے چکے ہیں مسٹر غزالی۔ اور ایڈنا کے سلسلے میں آپ کی امداد کا میں دل سے شکرگزار ہوں، ایڈنا بھی آپ سے بہت متاثر ہوئی ہے، کہہ رہی تھی کہ اگر مسٹر غزالی اس وقت میری مدد نہ کرتے تو شاید میں موت کے گھاٹ اتر جاتی۔"

"اوہو آپ اپنی بھتیجی کا تذکرہ کر رہے ہیں، کیسی حالت ہے اس کی۔۔؟"

"بالکل ٹھیک ہے۔ دیکھو گے نہیں آ کے۔۔؟"

"بالکل دیکھوں گا مسٹر بورس، لیکن اس میں شکرگزار ہونے کی کوئی بات نہیں ہے، جیسا کہ میں نے آپ سے کہا کہ ہم سب ایک ہی راستے کے راہی ہیں۔ اس صورت میں جس کی جو ذمہ داریاں ہیں وہ اسے پوری کرنی چاہئیں۔ آپ میں سے کوئی ہوتا اور ایڈنا میری ساتھی ہوتی تو میرا خیال ہے کہ آپ بھی کسی لالچ کے بغیر وہی کچھ کرتے جو میں نے کیا۔"

"بہر طور میں دل سے تمہارا شکرگزار ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ مارٹن بورس سے دیر تک گفتگو رہی۔ بہرحال وہ ان عام لوگوں میں سے ایک تھا جو مہم جوئی کے نام پر دولت کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ اور عملی زندگی میں اپنا کوئی صحیح مقام نہیں بنا پاتے۔ ایڈنا اس کی بھتیجی تھی اور ایڈنا کا باپ مرچکا تھا۔ مارٹن بورس ہی اس کا سرپرست تھا، چنانچہ اس مہم پر وہ بھی ساتھ آگئی تھی، مجھے ان تمام باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن اب مارٹن بورس یہ سب کچھ بتانے پر مصر تھا تو میں کیسے اسے روک دیتا۔ پھر میں وہاں سے اٹھ آیا۔

رات کے کھانے سے فارغ ہوکر میں خود ہی ٹہلتا ہوا عرشے کے دوسرے حصے کی طرف نکل گیا۔ کوئی خاص وجہ نہیں تھی اس کی۔ میرے ذرا سے اشارے پر ندرت، ڈوشن کاریو یا گوشائی میرے پاس آسکتی تھیں۔ اور لوگ بھی میری قربت کے خواہش مند رہتے تھے، جن میں سمبوتورا کا نام خاص طور سے شامل ہے۔ لیکن بعض اوقات تنہائی بھی پسندیدہ چیز ہوتی ہے۔ میں ایک گوشے میں کھڑا سمندر کو دیکھ رہا تھا کہ دفعتاً مجھے اپنے عقب میں قدموں کی چاپ سنائی دی، اس وقت طبیعت پر تکدر سا چھا گیا۔

یہ کون ہے جو میری تنہائی میں مخل ہوا، میں نے پلٹ کر دیکھا۔ میری تنہائی کو تہس نہس کرنے والی ایڈنا تھی۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی، لباس شب خوابی کا تھا اور انداز میں ایک عجیب سی وارفتگی۔ وہ میرے نزدیک آکر کھڑی ہوگئی۔ اور چند لمحات عجیب سے انداز میں مجھے دیکھتی رہی پھر اس کے ہونٹ کپکپائے اور اس نے آہستہ سے کہا۔

"کچھ لوگ زندگی دیتے ہیں اس لیے کہ آہستہ آہستہ اسے لیتے رہیں۔"

میرا دل چاہا کہ اس "شعر" کی داد دوں، لیکن بے تکلفی نہ تھی، ممکن ہے میرے مذاق کا برا مان لیا جاتا، میں خاموشی سے

اُسے دیکھتا رہا۔ پھر وہ بولی۔
"کم از کم خیریت معلوم کرنے تو آجاتے۔"
"آپ کے چچا مسٹر بورس سے آپ کی خیریت معلوم کر چکا ہوں مس ایڈنا، کیسی ہیں اَب آپ؟"
"کمال ہے، بھلا میرے چچا کا اِن معاملات سے کیا تعلق۔"
"کیوں کیا وہ آپ کے چچا نہیں ہیں۔ ویسے انہوں نے بڑے خلوص سے میری اس زحمت کا شکریہ ادا کیا تھا جس کا میرے ذہن میں کوئی تصور نہیں ہے۔"
"آپ خشک بننے کی کوشش کر رہے ہیں مسٹر غزالی یا فطرتاً آپ اتنے ہی خشک طبع ہیں۔"
"میرا خیال ہے جس کے چاروں طرف سمندر کی نمی پھیلی ہو وہ خشک کیسے رہ سکتا ہے مس ایڈنا۔"
"بظاہر تو یہی محسوس ہوتا ہے یا پھر میں یہ کہوں کہ آپ میری قربت کو پسند نہیں کرتے۔"
"بدقسمتی سے مجھے آپ کی قربت اسی لمحے نصیب ہوئی تھی جب آپ کا سر پھٹا تھا اور اس کے بعد سے آپ اب تشریف لائی ہیں۔ بھلا اتنی مختصر سی ملاقات میں یہ فیصلہ کیسے کر سکتا تھا کہ۔۔۔کہ۔۔۔"
"اوہ ڈیئر تم نے مجھے آواز دے لی ہوتی۔" ایڈنا میرے الفاظ سے غلط فہمی کا شکار ہو گئی اور میرے بالکل نزدیک آکر کھڑی ہو گئی۔ میں نے تیکھی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پھر سمندر کی طرف دیکھنے لگا۔
"محبت کے لیے کوئی طویل وقت درکار نہیں ہوتا۔ یہ جذبہ ایک لمحے میں بیدار ہوتا ہے اور سارے وجود پر چھا جاتا ہے۔ تم نے یہ زندگی بچائی ہے غزالی اور اب میں یہ زندگی تمہارے سپرد کرتی ہوں۔"
"محترمہ۔ محترمہ۔ میرے سپرد اگر آپ یہ زندگی کریں گی تو بڑے نقصان میں رہیں گی۔ میں جنونی قسم کا آدمی ہوں۔"
"کیسا جنون۔ میں تمہارا ہر جنون برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں غزالی۔"
"آپ سمجھی نہیں۔ بعض اوقات مجھ پر عجیب و غریب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ خاص طور سے ان راتوں میں جب چاند نکلتا ہے۔ آپ یقین کیجیے نادانستگی میں سہی لیکن میرے ہاتھوں تین حسین اور نوجوان لڑکیوں کا خون ہو چکا ہے۔"
"خون۔" ایڈنا نے کسی قدر گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔
"جی ہاں۔ میں نے اُنہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا تھا۔"
"کب؟ کہاں۔۔۔؟"
"آہ میری آدھی زندگی سمندری سفر میں ہی گزری ہے۔ بس انہوں نے کچھ بعد دیگرے میرے قریب آنے کی کوشش کی تھی اور میری محبت کے حصول کی خواہاں تھیں لیکن نجانے کیوں چاہنے کے باوجود بھی میں اپنے ذہن سے ایک خاص رجحان کو دور نہیں کر سکتا۔"
"کس رجحان کو؟"
"مجھے زندہ محبوبہ پسند نہیں ہے۔"
"اُک، کیا کہہ رہے ہو تم؟"
"بالکل یہ میری تقدیر کی خرابی ہے۔ دیکھیے میری آنکھوں کا رنگ دیکھیے، کیا آپ کو ان آنکھوں میں ہلکی ہلکی نیلاہٹ نظر آ رہی ہے۔" میں نے اپنا چہرہ اُس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔
"نیلاہٹ۔" ایڈنا بے اختیار میرے قریب آگئی۔ اُس نے جھک کر میری آنکھوں میں دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔
"نہیں نیلاہٹ تو نہیں ہے ان میں۔"
"شکر ہے ابھی آپ کی زندگی باقی ہے۔ ویسے جب بھی آپ میری آنکھوں میں نیلاہٹ دیکھیں، براہ کرم اپنی جان بچا کر بھاگ جائیں، کیوں کہ یہ وہی لمحات ہوتے ہیں جب میں اپنی محبوباؤں کو قتل کرتا ہوں۔"
"تم۔ تم مذاق کر رہے ہو۔" ایڈنا نے کہا اور اس وقت مجھے دبے دبے قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں کہاں سے آئیں، ان کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ دور دور تک خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ لیکن ہنسنے کی آوازیں۔۔۔ میں ان آوازوں پر غور کرنے لگا۔ تب ہی مجھے جہاز کے دوسرے حصے میں یعنی عرشے کے اس سمت دو سائے سے کھڑے نظر آئے۔ وہ ریلنگ سے ٹکے ہوئے سمندر کی جانب دیکھ رہے تھے۔ ان کے سوا وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں نے بغور ان کی جانب دیکھا۔ یہ ڈوئن کارلو اور ندرت تھیں جو ریلنگ سے ٹکی ہوئی دوسری جانب دیکھ رہی تھیں۔ ہنسی کی آوازیں انہی کی تھیں اور یقیناً انہوں نے ایڈنا کے الفاظ سن لیے تھے۔ میرے ہونٹوں پر بھی شرارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایڈنا نے کہا۔
"کیسا انوکھا مذاق کر رہے ہیں آپ مسٹر غزالی۔ کیا واقعی ایسا ہو سکتا ہے؟"
"آہ آپ کو نہیں معلوم مس ایڈنا، میں اس سمندری جہاز پر کیوں موجود ہوں۔ کیا آپ جانتی ہیں؟"

"نہیں۔"
"صرف اس لیے کہ مجھ پر تین لڑکیوں کے قتل کا مقدمہ چل رہا ہے اور میں ایک مفرور مجرم ہوں بس یہ چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی اس تہذیب کی دنیا سے دور لے جاؤں اور کسی ایسے ویران گوشے میں بسر کروں جہاں قانون کے ہاتھ مجھ تک نہ پہنچ سکیں۔"
"لیکن آپ نے اپنے اس مرض کا علاج کیوں نہیں کرایا؟"
"کون ہے اس مرض کا علاج کرنے والا، اگر آپ کو کوئی نظر آ جائے تو براہ کرم ضرور بتا دیجیے گا۔"
ایڈنا پھیکے پھیکے انداز میں مجھے دیکھتی رہی، یہ انکشاف اس کے لیے انتہائی روح فرسا تھا۔ نجانے کیا کیا سوچا ہوگا اُس نے میرے بارے میں۔ وہ گھبرائی ہوئی تھی اور غالباً یہ فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ اب یہاں سے بھاگنے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کرے۔ نہ جانے کب میری آنکھوں میں نیلاہٹ پیدا ہو جائے، چند لمحات کے بعد اُس نے کہا۔
"رات بہت ہو چکی ہے اور میرے سر کے زخم میں کچھ تکلیف بھی ہے، کیا تم واپس نہیں چلو گے غزالی؟"
"ابھی نہیں، میں سمندر میں اپنی محبوباؤں کے چہرے دیکھ رہا ہوں، جن کی آنکھیں اب بھی میری جانب نگراں ہیں، وہ دیکھو۔۔۔ وہ دیکھو۔۔۔ تین چہرے میری جانب بڑھ رہے ہیں۔ ہاں وہ تین چہرے، ابھی وہ عرشے کے راستے اوپر آ جائیں گے اور پھر میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہو۔ وہ۔ میری انگلیوں کی سیدھ میں۔ وہ۔" میں نے ایک سمت اشارہ کیا اور ایڈنا اس طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس کے حلق سے ایک ڈری ڈری آواز نکلی۔
"ہاں وہ تین، وہ تین۔" اور اس کے ساتھ ہی وہ پیچھے ہٹنے لگی۔ جب تقریباً دس گز پیچھے ہٹ گئی تو اُس نے پلٹ کر دوڑنے کے سے انداز میں چھلانگ لگا دی۔
اس بار پھر ندرت اور ڈوئن کارلو کا قہقہہ گونجا، میری ہنسی بھی اس میں شامل ہو گئی، جب ایڈنا نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے زور سے انہیں آواز دی۔
"اِدھر آؤ، کسی کی گفتگو چھپ کر سننا اچھی بات نہیں ہے۔ تمہیں اس کی سزا دی جائے گی۔"
دونوں ہنستی ہوئی ایک طویل چکر کاٹ کر میری طرف چل پڑیں۔ ندرت کے چہرے پر شوخی پھیلی ہوئی تھی۔ ڈوئن کارلو بھی مسکرا رہی تھی۔
"کیوں یہ کیا ہو رہا تھا؟" میں نے شوخی سے پوچھا۔
"کچھ نہیں۔ سمندر کی خاموشی کچھ عجیب سی کہانیاں سنا رہی تھی۔ اب اگر یہ کہانیاں خود بخود ہمارے کانوں تک پہنچ جائیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔"
"غلط۔ تم جان بوجھ کر ہماری باتوں پر کان لگائے ہوئے تھیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
اب اگر وہ لڑکی مضحکہ خیز حرکتیں کر کے ہمیں ہنسا رہی تھی تو ہم کیا کرتے۔ تم خود بتاؤ غزالی اس سے زیادہ دلچسپ لطیفہ اور کوئی ہو سکتا ہے، یہ محترمہ ایڈنا ایک چھوٹی سی ایڈیل جانے کی وجہ سے اتنی خوش نظر آ رہی تھیں۔ انہیں اُن کے بارے میں کچھ نہیں معلوم جو اپنی ساری زندگیاں اس پتھر سے سر پھوڑ پھوڑ کر تباہ کر چکی ہیں۔"
"اچھا تو اب میرے لیے گالیاں بھی تخلیق کر لی گئی ہیں۔"
"نہیں نہیں، پتھر کوئی گالی تو نہیں ہے۔ میں ڈوئن کارلو کو بتا رہی تھی کہ پتھر سے سر پھوڑ کر کس کس کا کیا حشر ہوا۔"
"ندرت تم مجھے رسوا کر رہی ہو؟"
"تم کہاں رسوا ہوتے ہو گا زالی، بلکہ اس طرح تو تمہاری عظمت بڑھتی ہے۔ میں ڈوئن کارلو کو یہی بتا رہی تھی کہ جس خطے میں گا زالی رہتے ہیں وہاں کی لڑکیاں اس طرح بے باک نہیں ہوتیں۔ ان کی کیفیت سامو نیکی لڑکیوں جیسی ہوتی ہے، جبکہ یہ سفید رنگت کے لوگ۔ ہوتے ہیں ناں ان کے ہاں نہ تو مرد مرد ہوتے ہیں نہ عورت عورت۔ عورت کا تقدس، اُس کی عظمت پامال کر کے رکھ دی ہے ان سفید لوگوں نے، جس مرد کا دل چاہے عورت کی طرف انگلی اٹھا سکتا ہے۔"
"میں خود بھی ان لوگوں سے دور نہیں رہی ہائیسا۔ میں نے بھی ان کی دنیا میں یہی سب کچھ دیکھا ہے بلکہ اتنا کچھ دیکھا ہے کہ شاید تم نے بھی نہ دیکھا ہو۔ غزالی، میری بات کی تصدیق کرکر، میں اس بات کا دعویٰ اس لیے کر سکتی ہوں کہ مدت ایک طویل عرصے تک گومین کی تلاش میں سرگرداں رہی اور گومین کو پانے کے بعد اس کے لیے پریشان لیکن میں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ان لوگوں میں گزارا ہے۔ ان کی تمام حرکتیں دیکھتے ہوئے ان کے درمیان رہ کر اور ان کے ذہنوں کا تجزیہ کرتے ہوئے۔"
"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے ندرت، میڈم ڈوئن کارلو تو بہت سے دلوں پر حکمراں رہی ہیں۔"
ندرت ہنستی رہی۔ ایڈنا کافی دیر تک مرکز گفتگو رہی۔ میں ان باتوں سے خاصا محظوظ ہوا۔ ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ دفعتاً مجھے اپنے ذہن میں کلبلاہٹ سی محسوس ہوئی اور

میں ایک دم ساکت ہوگیا۔ اسی وقت مجھے اپنے ذہن میں گومین کی آواز گونجتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"غزالی فوراً جہاز کے پائلٹ کیبن میں آجاؤ، فوراً۔"

میں چونک پڑا۔ میں نے ندرت اور ولوئن کاربلو کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں اب بھی ہنس رہی تھیں۔ تب میں نے ان سے کہا۔

"مجھے فوراً جانا ہے ہانیسا، گومین نے طلب کیا ہے۔"

"او ہ اچھا اچھا۔"

ندرت غالباً میرے ایک دم سنجیدہ ہو جانے سے صورتحال سمجھ گئی تھی، میں ایک دم پلٹا اور پائلٹ کیبن کی جانب جانے لگا۔ نہ جانے گومین نے اس طرح مجھے کیوں بلایا تھا۔

میں وہاں پہنچا تو گومین، جان اسٹیون اور بورس وہاں موجود تھے، جان اسٹیون ایک خاص دوربین سے آنکھ لگائے دور دور تک دیکھ رہا تھا۔ اس نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا اور پھر اشارے سے مجھے دوربین کے قریب آنے کے لیے کہا۔ میں فوراً ہی دوربین کے پاس پہنچا یقیناً کوئی خاص بات تھی۔ دوربین سے میں نے تاریک سمندر میں دور دور تک دیکھا، اور سیاہ رنگ کا وہ دھبا مجھے بھی نظر آ گیا جس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ کیا ہے۔ میں نے چند لمحات بغور اسے دیکھا۔ دھبا آہستہ آہستہ پانی پر ابھر رہا تھا، کبھی وہ گم ہو جاتا اور کبھی سامنے آجاتا۔ میں نے جان اسٹیون کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔

"یہ کوئی سمندری چٹان نہیں ہے۔ میں اس کا اچھی طرح جائزہ لے چکا ہوں اور آلات بتا رہے ہیں کہ ان اطراف میں کوئی پہاڑ یا چٹان نہیں ہے۔"

"تو پھر یہ کیا ہے؟"

"مسٹر جان اسٹیون کا کہنا ہے غزالی کہ یہ کوئی سب میرین ہے، کوئی آبدوز ہے یہ۔"

"آبدوز!" میں نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں، کیا یہ بات قابل تشویش ہو سکتی ہے؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے، کیوں مسٹر بورس آپ کا کیا خیال ہے؟ ہو سکتا ہے کسی ملک کی کوئی آبدوز یہاں اس سمندر میں گردش کر رہی ہو۔"

"ہو سکتا ہے لیکن مسٹر گومین نجانے کیوں تشویش کا شکار ہیں؟"

"آبدوز سے کوئی سگنل موصول نہیں ہو رہا، اگر یہ کسی ملک کی آبدوز ہوتی تو خود اس نے ہمیں دیکھ کر کوئی نہ کوئی سگنل ضرور دیا ہوتا۔ یہ دیکھیے وہ مشینیں کھلی ہوئی ہیں جن سے اس قسم کے سگنل نشر کیے جاتے ہیں، لیکن یوں لگتا ہے جیسے آبدوز نے اپنے انجن بند کر دیے ہیں۔ اور اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے مسٹر غزالی۔" جان اسٹیون نے کہا۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"آبدوز نے ہمیں دیکھ لیا ہے اور وہ ہم سے چھپنا چاہتی ہے۔"

میں نے چند لمحات سوچنے کے بعد گردن ہلائی اور پھر آہستہ سے بولا۔

"مسٹر گومین، میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔"

"کیا یہ خیال درست نہیں ہے غزالی، پہلی بات تو یہ کہ اگر وہ کسی ملک کی آبدوز ہے اور ایک جہاز کو ایسے راستے پر دیکھ رہی ہے جن راستوں پر جہازوں کو نہیں آنا چاہیے تو یہ اس کا فرض ہے کہ وہ ہمیں فوراً ہی ان خطرناک راستوں سے آگاہ کرے اور خاص طرح کے سگنل دے، لیکن اس کی خاموشی یہ بتاتی ہے کہ وہ کچھ کرنا چاہتے ہیں۔"

"گویا آپ کے خیال میں..."

"ہاں۔ میں یہی سوچ رہا ہوں کہ کہیں ان کا تعلق کسی طرح ہمارے دشمنوں سے نہ ہو۔"

سب خاموش ہو گئے۔ دفعتاً جان اسٹیون چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے دوربین آنکھوں سے لگائی اور دیر تک اس طرف دیکھتا رہا جہاں وہ سیاہ دھبا نظر آ رہا تھا۔

"ہاں یہ کسی خطرناک کھیل کا آغاز بھی ہو سکتا ہے۔" جان اسٹیون نے جیسے بڑبڑانے والے انداز میں کہا اور پھر وہ فوراً ہی ایک مشین کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے چند بٹن آن کیے اور انجن روم کو ہدایات دینے لگا۔ یہ ہدایات مخصوص بحری زبان میں تھیں اور ان کے بارے میں نہ تو مجھے کچھ معلوم تھا اور نہ دوسرے لوگ جان پائے تھے۔ کافی دیر تک وہ انجن روم سے گفتگو کرتا رہا اور پھر اس نے مشین بند کر دی اور گومین کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"آبدوز کی پراسرار خاموشی خطرے کا پیش خیمہ ہے مسٹر گومین۔ میں نے ان لوگوں کو ہدایات کر دی ہیں، جو انجن روم کا کنٹرول سنبھالے ہوئے ہیں۔ ویسے میری رائے ہے کہ آپ بھی اپنے طور پر مستعد ہو جائیے۔ ہو سکتا ہے آبدوز کی جانب سے کوئی کارروائی کی جائے۔ ایسے حالات میں ہمیں خطرہ بھی درپیش ہو سکتا ہے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ آبدوز کس پائے کی ہے اور اس کے جنگی وسائل کیا ہیں؟"

گومین خاموشی سے جان اسٹیون کی باتیں سنتا رہا اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اپنی جگہ ساکت کھڑا ہوا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ ذہنی طور پر ساموئوں کو پیغامات نشر کر رہا ہے۔ یہ کیفیت کوئی پچاس سیکنڈ تک جاری رہی اور اس کے بعد گومین گہری سانس لے کر شیشوں سے باہر دیکھنے لگا۔

سمندر پر سکوت تھا اور ماحول پر ایک عجیب سا سناٹا یقیناً کسی طوفان کا پیش خیمہ ہی تھا اور اس کے بعد ہم نے جہاز پر کچھ افراتفری دیکھی۔ ساموئن ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے اور کچھ مخصوص کارروائیوں میں مصروف تھے۔ جہاز آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ انجن روم سے جان اسٹیون کا مسلسل رابطہ قائم تھا اور جہاز کی رفتار پہلے سے کسی قدر سست ہو گئی تھی۔ خدشہ غلط نہیں نکلا۔ دفعتاً ہی ایک ہولناک دھماکا ہوا اور جہاز لرز گیا۔ جان اسٹیون نے فوراً ہی کنٹرول سنبھالا اور چیخ چیخ کر انجن روم کو ہدایات دینے لگا۔ اس کے ساتھ وہ آلات پر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ یہ دھماکا جہاز کے کونسے حصے میں ہوا ہے۔ میں اس صورتحال پر دم بخود تھا۔ میں نے فلموں کے سوا بحری جنگیں کہاں دیکھی تھیں لیکن آج تقدیر کو یہ سب کچھ دکھانا تھا۔ وہ باتیں ہو رہی تھیں جو میں نے کبھی خواب کے عالم میں بھی نہیں سوچی تھیں۔ میں اس بحری جنگ میں برابر کا شریک تھا۔ بہرطور یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں تھا کہ تنظیم کے افراد ہم سے کوئی دور نہیں ہیں اور انہوں نے اتنی آسانی سے ہمیں نظرانداز نہیں کر دیا جیسا ہم نے سوچا تھا۔ کم ازکم اس سوچ میں، میں اس انداز میں شریک نہیں تھا بلکہ اب تک کے پرسکون سفر پہ مجھے حیرت تھی۔ تنظیم جس پائے کی تھی اور جن قوتوں کا مظاہرہ میں دیکھ چکا تھا، ممکن ہے ساموئوں کو اس کا اندازہ ہو پایا ہو لیکن کم ازکم میں یہ بہ آسانی کہہ سکتا تھا کہ وہ لوگ بے پناہ وسائل رکھتے ہیں۔ جب کسی ملک میں وہ اتنی آسانی سے اتنے اہم کام کر سکتے ہیں جو شاید اس ملک کے سربراہان بھی اتنی جلدی نہ کر سکیں تو پھر اتنی دوران سمندروں میں ان کے لیے یہ کارروائی کچھ مشکل نہیں تھی۔ وہ یقیناً ہمیں ساموئیکا کی طرف نہیں جانے دینا چاہتے۔ یہ تمام خیالات اس وقت ذہن ہی میں محفوظ رکھنے تھے۔ ظاہر ہے اس سلسلے میں گفتگو نہیں کی جا سکتی تھی۔ میں حالات کا تجزیہ کرتا رہا۔ ان لوگوں نے یہ معلومات حاصل کر لی ہوں گی کہ ہم تمام تر تیاریوں کے بعد ساموئیکا کی جانب چل پڑے ہیں اور یقیناً اس سلسلے میں زی لوش کے ہرکارے ان کے معاون ہوں گے۔ انہیں بھی کافی قوتیں حاصل تھیں اور یہ سوچنا بالکل غلط تھا کہ وہ ہم سے کمزور پڑ گئے ہیں۔ بلکہ حقیقی معنوں میں تو وہ ہم سے زیادہ طاقتور تھے اس لیے کہ انہیں تنظیم کی سی فنی قوتیں حاصل تھیں اور اپنے طور پر بھی وہ ساموئوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے جن لوگوں کو زی لوش نے اپنے دشمنوں کی تلاش میں بھیجا ہو گا، ان میں چند عام آدمی ہو سکتے ہیں لیکن زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہو گی جنہیں ساموئیکی قوتیں حاصل ہوں۔ ہرچند کہ ان میں سے کوئی مجھ سے نہیں ٹکرایا تھا اور میں یہ اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ وہ سمبوتورا اور دوسرے تمام افراد کی بہ نسبت کتنی ذہنی قوتیں رکھتے ہیں۔ گومین کی بات میں نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ گومین بہرطور ساموئیکا کا حکمران رہ چکا تھا اور اس کا مدمقابل زی لوش ہی تھا جس کی ساموئیکا سے یہاں آمد کی کوئی خبر نہیں تھی لیکن بہرطور ان کی ذہنی صلاحیتوں کو نظرانداز کرنا بھی حماقت ہی کی بات تھی۔

سوچ کا دائرہ ابھی یہیں تک تھا کہ دفعتاً دوسرا اور تیسرا دھماکا ہوا۔ ایک تیز سنسناہٹ فضا میں پھیل گئی اور جہاز نے کئی بار شدید ہچکولے کھائے۔ جان اسٹیون کی پھٹی پھٹی نگاہیں ونڈ اسکرین کے باہر جمی ہوئی تھیں اور وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر انجن روم سے رابطہ قائم کیا اور صورتحال معلوم کرنے لگا۔ دوسری طرف سے اب کوڈ ورڈ میں بات نہیں کی جا رہی تھی بلکہ وہ صاف الفاظ میں بتا رہے تھے کہ تارپیڈو فائر کیے جا رہے ہیں اور جہاز کے بغلی حصے کو خاصا نقصان پہنچا ہے۔ گو ایسی کارروائیاں کر لی گئی ہیں کہ اس نقصان کو برداشت کیا جا سکے اور جہاز کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو لیکن مزید تارپیڈو فائر کیے گئے تو پھر صورتحال خراب ہو سکتی ہے۔

جان اسٹیون نے ان لوگوں کو ہدایات کیں اور اس کے بعد جہاز کی جانب سے بھی جنگی کارروائیاں شروع ہو گئیں۔ اس سلسلے میں گائی ہا سے معلومات حاصل کی گئی تھیں۔ گائی ہا ہی نے یہ جہاز حاصل کیا تھا۔ سمندر میں کسی آبدوز سے مقابلے کے لیے اس کے پاس مناسب ہتھیار موجود نہیں تھے۔ جس کی تفصیل جان اسٹیون نے مجھے اور مارٹن بورس کو بتائی۔

"اس کا مطلب ہے کہ... کہ" ابھی مارٹن بورس اتنا ہی کہہ سکا تھا کہ دفعتاً ایک بار پھر ایک خوفناک دھماکا ہوا اور اس بار جہاز چکر کھا گیا۔ اس کا اگلا حصہ مڑ گیا تھا اور اس کا رخ ایک دم تبدیل ہو گیا تھا۔ یہ خوفناک دھماکے کا ردعمل تھا۔

جان اسٹیون نے جہاز سنبھالنے کے لیے اپنی تمام تر ذہانتیں صرف کر دیں۔ چند ہی لمحات گذرے تھے

کہ دفعتاً ایک طرف سے تیز روشنی بلند ہوئی اور اس کے ساتھ تمام لوگ چیخ پڑے۔

"آہ۔ جہاز میں آگ لگ گئی۔"

میں اس صورتحال سے کافی سراسیمہ ہو گیا تھا اور چند لمحات کے لیے میرے اعصاب جواب دے گئے۔ تب گومین نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"غزالی صورتحال سنبھالو۔ میں تمہیں اس کے اختیارات دیتا ہوں۔ کیپٹن جان اسٹیون تم مسٹر غزالی سے تعاون کرو۔ مسٹر غزالی اپنی قوتوں کو بروئے کار لاؤ۔ تم جانتے ہو جہاز پر ہونے والی کارروائیوں کے سلسلے میں تمہیں کیا کرنا ہے۔"

گومین کے الفاظ عجیب نوعیت کے تھے۔ میں بھلا کپتان جان اسٹیون سے زیادہ تجربہ کار کیسے ہو سکتا تھا۔ میں نے گومین کو پلٹ کر واپس جاتے دیکھا اور دفعتاً ہی مجھے احساس ہوا کہ مجھے کچھ کرنا چاہیے۔ جہاز کی آگ کے سلسلے میں سب سے پہلے کارروائی کرنی تھی چنانچہ میں بھی پائلٹ کیبن سے باہر نکل آیا۔ جان اسٹیون اور مارٹن بورس کی مدد کے لیے میں نے سمبو تورا اور ڈوئن کاربو کو بھیج دیا تھا۔ تب میں نے گومین، گاگی ہا، بھوساس، لیبوس اور دی مین کو ایک جگہ جمع ہوتے ہوئے دیکھا۔ میری نظریں ان کی جانب اٹھ گئیں۔ وہ سب پراسرار سے انداز میں ایک قطار بنا کر کھڑے ہوئے تھے اور گومین دونوں ہاتھ فضا میں پھیلائے انہیں اپنے طور پر کچھ سمجھا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ دونوں عرشے کی جانب بڑھے اور اس سے پہلے کہ میں ان کے بارے میں کسی خاص نتیجے تک پہنچتا، میں نے انہیں فضا میں بلند ہو کر پانی میں چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے حواس جواب دے گئے۔ ایک تیز آواز میرے منہ سے نکلی کہ اچانک عقب سے ندرت نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں گازالی۔ وہ اپنے مشن پر جا رہے ہیں۔" میں نے چونک کر ندرت کو دیکھا تو وہ گردن ہلا کر بولی۔

"ہاں ان کے بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ جہاز کے بائیں حصے میں آگ لگ گئی ہے اور ہو سکتا ہے یہ آگ کیبنوں تک پہنچ جائے۔ ہمیں اس کے لیے بھاگ دوڑ کرنی چاہیے۔ باقی جو کچھ ہو رہا ہے اس سے اپنے آپ کو لاتعلق کر لو۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے ندرت کا چہرہ دیکھا۔ اس کے چہرے پر ایک خاص کیفیت رقصاں تھی جسے میں کوئی نام نہ دے سکا۔ بہرطور اس وقت سوچنے کے لمحات نہیں تھے۔ گومین اور اس کے ساتھی نجانے کس کارروائی کے سلسلے میں سمندر میں کود گئے تھے۔ میں تو یہ سوچ کر لرز گیا تھا کہ اگر یہ پانچوں کسی حادثے کا شکار ہو گئے تو اس کے بعد کیا ہوگا؟ لیکن اس وقت یہ سوچنے کا موقع نہیں تھا۔ آگ کے شعلے ہر لحظہ بلند ہوتے جا رہے تھے اور ان کی تپش اب ہر جگہ محسوس کی جا رہی تھی۔ رات کے اندھیرے میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سمندر کے سینے پر بہت بڑا چراغ روشن کر دیا گیا ہو۔ آگ جس تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی اسی تیزی سے اس کے خلاف کام کرنا تھا ورنہ شاید یہ آگ پورے جہاز کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ عملے کے لوگ وہ تمام کوششیں کر رہے تھے جن کی تربیت انہیں دی گئی تھی اور وہ آگ کو قابو میں کرنے کے لیے انتہائی برق رفتاری سے بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔

آگ تیزی سے کیبنوں کو جلا کر جہاز کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ لکڑی کے تختے اور دوسرا سامان آگ کے اندر چٹاخ چٹاخ کی آوازیں پیدا کرتا ہوا دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ تمام خلاصی اور انجینئر سامونوں کے ساتھ اس آگ پر قابو پانے کی مسلسل جدوجہد کر رہے تھے لیکن آگ تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ میں اپنی جگہ ساکت کھڑا ان لوگوں کی کارروائیاں دیکھ رہا تھا۔ بھلا میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا تھا لیکن پھر دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور میں چیخ چیخ کر خلاصیوں کو ہدایات جاری کرنے لگا۔ تمام ہی لوگ سامان میں سے ہر وہ چیز تلاش کر کے جس سے پانی نکالا جا سکتا تھا اس کے ذریعے پانی کھینچنے لگے اور آگ پر پھینکنے لگے میں خود بھی اس کام میں مصروف ہو گیا۔ اس کوشش سے خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ ہم کیبنوں کی آگ بجھانے میں کامیاب ہو گئے۔ اور باقی لوگ باہر کی آگ بجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر نجانے کسی انجینئر کی سمجھ میں کیا آیا کہ اس نے پانی کھینچنے والی موٹریں اسٹارٹ کر دیں اور ان کے پائپ سمندر میں ڈال دیے۔ بے پناہ رفتار سے پانی اندر آیا اور اس کا نتیجہ خاطر خواہ ہوا۔ آگ بجھنے لگی اور اب چاروں طرف جلی ہوئی لکڑیوں کا دھواں بلند ہو رہا تھا۔

جب میں نے محسوس کیا کہ آگ بجھ گئی اور جو باقی ہے اس پر آسانی سے قابو پا لیا جائے گا تو میں دوڑتا ہوا اس پائلٹ روم میں آ گیا۔ میں دراصل گومین اور اس کے ان چار ساتھیوں کی کارروائی دیکھنا چاہتا تھا جو پانی میں گئے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ نہتے سامون پانی کی گہرائی تک اتر کر کیا کریں گے لیکن اس کا نتیجہ برآمد ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ میں پائلٹ کیبن میں ہی تھا کہ دفعتاً جہاز سے کوئی دو یا تین سو گز کے فاصلے پر پانی کے اندر سے شعلوں کا ایک طوفان نکلا اور فضا میں بلند ہو گیا۔ اس کا

تعلق جہاز سے نہیں تھا۔ جو لوگ نیچے تھے وہ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ جان اسٹیون کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ مارٹن بورس بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس طرف دیکھنے لگا اور میں... میں پتھر کے بت کی طرح ساکت کھڑا آگ کے اس طوفان کو دیکھ رہا تھا جو ایک شعلے کی شکل میں بلند ہو کر سطح سمندر سے کوئی دو سو گز اونچا گیا تھا اور اس کے بعد دھوئیں کی شکل میں منتشر ہو گیا تھا۔ نیچے پانی پر چند لمحات آگ روشن رہی لیکن آخر بجھ گئی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیسا شعلہ تھا۔

جہاز لڑکھڑایا لیکن اس کے بعد سنبھل گیا اور اس کے بعد جو منظر ہماری نگاہوں کے سامنے آیا وہ ہم سب کا خون رگوں میں جما دینے کے لیے کافی تھا۔ لاتعداد انسانی لاشیں سطح سمندر پر ابھر آئی تھیں اور اس کے ساتھ ہی مردہ مچھلیوں کے انبار بھی لیکن ان مردہ مچھلیوں میں زندہ مچھلیاں بھی تھیں جو شاید دھماکے کے وقت اس دائرے سے باہر تھیں لیکن انسانی خون اور گوشت کی خوشبو پا کر اس طرف دوڑ پڑی تھیں۔ ان میں شارک مچھلیاں بھی تھیں۔ وہ لاشوں پر حملہ آور ہو رہی تھیں اور انہیں منہ میں دبائے ادھر سے اُدھر بھاگ رہی تھیں۔ ہو سکتا ہے ان میں کچھ زندہ انسان بھی ہوں لیکن مچھلیوں کے لیے یہ تمیز کرنا ممکن نہیں تھا کہ وہ زندہ انسانوں کو لے کر بھاگ رہی ہیں یا لاشوں کو۔ یہ منظر دہشت زدہ کر دینے کے لیے کافی تھا۔ میں اپنے اعصاب سن محسوس کر رہا تھا۔ ویسے میرے ذہن کے کسی گوشے میں گومین اور اس کے ساتھیوں کا خیال بھی تھا۔ ابھی تک مارٹن بورس یا جان اسٹیون کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا کہ سمندر کے نیچے کیا کارروائی کی جا رہی ہے لیکن اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو گومین اور اس کے ساتھی کوئی پراسرار کارنامہ سرانجام دے چکے تھے اور یہ اسی کا نتیجہ تھا۔ ممکن ہے سمندر کی گہرائیوں میں وہ آبدوز تباہ ہو گئی ہو۔ لیکن یہ اندازہ لگانا کم از کم میرے بس کی بات نہیں تھی۔

میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اور مجھے ان پانچوں کی تلاش تھی جو کہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔ ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ گلے میں کانٹے سے پڑتے محسوس ہو رہے تھے۔ وہی خوف دامنگیر تھا کہ اگر گومین اور اس کے ساتھی کام آ گئے تو اس کے بعد کیا ہوگا؟ تنظیم کے افراد ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے سامونوں کی کہانی یہیں ختم ہو جائے گی اور سارے منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔ ہم سامونیکا کبھی نہیں پہنچ سکیں گے جان اسٹیون نے گہری سانس لے کر کہا۔

"یوں لگتا ہے کہ آبدوز خود بخود تباہ ہو گئی۔ مگر کیسے؟ یہ سمجھ میں نہیں آیا۔"

میں خاموش کھڑا رہا اور کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ مچھلیاں تمام لاشوں کو ہڑپ کر چکی تھیں۔ مردہ مچھلیاں جو کافی بڑی بڑی اور وزنی تھیں پیٹ کے بل سمندر میں پڑی ہوئی تھیں اور لہریں انہیں منتشر کر رہی تھیں۔ پھر جان اسٹیون جہاز کی جانب متوجہ ہوا اور اس نے انجن روم سے رابطہ قائم کر کے جہاز کی صورتحال معلوم کی لیکن اس کے جواب میں جو کچھ معلوم ہوا وہ بےحد خوفناک تھا۔ انجن روم سے جواب ملا کہ جہاز کا ایک حصہ بالکل ناکارہ ہو چکا ہے اور اس میں تیزی سے پانی بھر رہا ہے۔ گو اس پانی کو پمپ کر کے دوسری جانب سے پانی نکالا جا رہا ہے لیکن اب جہاز کو استعمال نہیں کیا جا سکتا اور آگے بڑھنے کے امکانات تقریباً ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ اس صورتحال نے جان اسٹیون کو دہشت زدہ کر دیا اور اس نے پریشان نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"اب کیا کرنا چاہیے مسٹر غزالی؟"

"کیا ہم جہاز کے اس حصے کی مرمت نہیں کر سکتے؟"

"یقیناً کر سکتے ہیں لیکن اس کے لیے ہمیں خشکی درکار ہوگی۔"

علاوہ۔ یہاں تو دور دور تک ایسا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔" میں نے پریشان لہجے میں کہا۔ لیکن اسی وقت پائلٹ کیبن کا دروازہ کھلا اور گومین پرسکون انداز میں چلتا ہوا ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ گومین کو دیکھ کر میرا منہ شدت حیرت سے کھل گیا۔ لیکن گومین نے آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھ سے کہا کہ میں خاموشی اختیار کروں۔ اس کے بعد وہ پرسکون لہجے میں جان اسٹیون سے بولا۔

"اگر ہم پانی کو پمپ کرتے ہوئے جہاز کو اسٹارٹ کر کے اسے بائیں سمت تقریباً پندرہ سمندری میل تک لے جا سکیں تو ہمیں ایک ایسا جزیرہ مل جائے گا جو ویران ہے لیکن اس کے ساحل پر ہم جہاز کی مرمت کر سکتے ہیں۔"

"یک... کیا... کیا م... میرا مطلب ہے مسٹر گومین۔ کیا آپ کو کسی ایسے جزیرے کے بارے میں علم ہے؟"

"اگر آپ انجن روم کو یہ ہدایت جاری کر دیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو جہاز کو بائیں سمت لے جا کر پندرہ سمندری میل کا سفر طے کر لیں تو پھر سارے معاملات حل ہو سکتے ہیں۔"

کیپٹن جان اسٹیون نے فوراً مائک پر انجن روم کو ہدایات جاری کرنا شروع کر دیں۔ اور دوسرے لمحے جہاز کے انجن دوبارہ اسٹارٹ ہو گئے۔ اس کا رخ تبدیل کیا گیا۔ جہاز کے اندر ایک خوفناک آواز بلند ہو رہی تھی۔ یقیناً اس کی مشینوں کو بھی نقصان پہنچا تھا لیکن انجن روم سے بتایا گیا کہ جہاز کو آسانی سے کافی دور

تک سے جایا جا سکتا ہے۔ یہ سن کر میری جان میں جان آئی۔ چند ہی لمحات کے بعد محسوس ہونے لگا جیسے کچھ بھی نہ ہوا ہو بہرحال جان اسٹیون اور مارٹن بورس وغیرہ آبدوز کے بارے میں کوئی سوال کرنے کے قابل نہیں تھے۔ اس وقت تو انہیں یہ جہاز بچانے کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ پندرہ سمندری میل کم نہیں ہوتے۔ لیکن بہر طور جہاز کی رفتار بہت تیز تھی اور جب ہم نے رات کی سیاہی میں ایک ایسی لکیر دیکھی جس پر جزیرہ ہونے کا گمان ہو سکتا تھا تو ہماری آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں مارٹن بورس نے حیرت زدہ نگاہوں سے گومین کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"یوں لگتا ہے گومین جیسے آپ کے ذہن میں ان راستوں کا پورا خاکہ موجود ہے۔ آپ اس طرح ان کی نشاندہی کرتے ہیں جیسے ایک ایک چپے پر آپ کی نگاہ ہو۔"

گومین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تمام تر توتیں اس بات پر صرف کی جا رہی تھیں کہ جہاز کو ایسے پانی میں لے جایا جائے جہاں اسے بہ آسانی لنگر انداز کیا جا سکے۔ گو اسے کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکتی تھی جہاں اسے ہینگر کر کے اس کی مرمت کی جا سکے لیکن بہر طور یہی کافی تھا کہ ایک جزیرہ ہمارے سامنے آ گیا تھا۔ چنانچہ انجینئرز اس کوشش میں معروف ہو گئے کہ جہاز کو اتنی گہرائی میں لے جایا جا سکے جہاں اس کے پھنسنے کا امکان نہ ہو اور اس کی مرمت کی جا سکے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد جہاز کو ایک جھٹکا سا لگا اور اس کے تمام انجن بند کر کے لنگر ڈال دیئے گئے۔ پانی نکالنے والی مشینیں اپنا کام کر رہی تھیں اور پانی برابر پمپ کیا جا رہا تھا۔ گومین نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر تم چاہو تو جہاز پر ہی رہو لیکن میرا خیال ہے جہاز کی مرمت میں کچھ وقت لگ جائے گا۔ اگر مناسب سمجھو تو بقیہ افراد کو جو اس مسئلے سے بالکل غیر متعلق ہیں لے کر جزیرے پر چلے جاؤ اور وہاں اپنے لیے کوئی کیمپ لگا لو۔ میرا خیال ہے جہاز کا وزن کچھ کم ہو جائے تو اس کی مرمت کے کام میں آسانی ہو سکتی ہے۔"

میں نے فوری طور پر اس کارروائی کا آغاز کر دیا۔ ظاہر ہے خواتین کا یہاں رکنا بے مقصد ہی تھا۔ ویسے مردوں میں تقریباً تمام ہی افراد جہاز کی مرمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کر چکے تھے۔ صرف چند ہی ایسے تھے جو اس سلسلے میں بالکل ہی ناکارہ تھے۔ چنانچہ انہیں میرے ساتھ اس بڑے اسٹیمر میں بٹھا کر ساحل کی طرف روانہ کر دیا گیا جس میں گوشائی، ندرت، ڈوئی کارلو، ایڈنا وغیرہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ میری ہدایت پر ان لوگوں کو مسلح کر دیا گیا تھا تاکہ اگر اتفاقیہ طور پر جزیرے پر کچھ ایسے حالات پیش آ جائیں جو خطرناک ہوں تو ہمیں فوری طور پر جہاز والوں سے مدد لینے کی ضرورت نہ پیش آئے۔

اسٹیمر ساحل کی جانب سفر کر رہا تھا اور میرے ذہن میں بہت سے خیالات تھے۔ یہ بات معلوم نہیں ہو سکی تھی کہ گومین نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس آبدوز کو کیسے تباہ کر دیا۔

ساحل قریب آ گیا تھا۔ اسٹیمر وہاں تک پہنچ گیا جہاں تک جا سکتا تھا۔ اس کے بعد ہمیں پانی میں اتر کر ہی جزیرے کے کنارے تک سفر کرنا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس جزیرے کی نوعیت کیا ہے آیا وہ بالکل ویران ہے یا وہاں کوئی آبادی ہے۔ یہ باتیں تو وہاں جا کر معلوم ہو سکتی تھیں لیکن گومین کی یہ نشاندہی بھی بڑی حیرت انگیز تھی اور میں نے مارٹن بورس کے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھے تھے۔ باقی رہی بات جان اسٹیون کی تو جان اسٹیون کے بارے میں، میں کم از کم یہ جانتا تھا کہ وہ اس وقت صرف وہی سوچ سکتا ہے جس کی اجازت گومین کی طرف سے ہو۔ ورنہ باقی معاملات میں اس کی حیثیت جہاز کی کسی مشین سے زیادہ نہ تھی۔

اسٹیمر کا انجن بند ہو چکا تھا۔ ہم سب لوگ اسے لنگر انداز کر کے نیچے اتر آئے۔ پانی کافی گہرا تھا یہاں۔ لیکن ہم سب کے سب تیرنا جانتے تھے۔ سوائے مس ایڈنا کے جنہوں نے زبردستی اپنا بوجھ مجھ پر ڈال دیا تھا۔ ہم سب جزیرے پر پہنچ گئے۔ چاروں طرف اونچی اور ویران چٹانیں اور ریتلی زمین پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں مدِ نظر دور تک نگاہیں دوڑانے کے باوجود کوئی پودا یا پانی نظر نہیں آ رہا تھا یوں لگتا تھا کہ جیسے اس سے پہلے کسی انسان نے اس جزیرے پر قدم نہیں رکھا۔ مس ایڈنا نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میرے خدا یوں لگتا ہے جیسے ہم کسی سیارے پر اترے ہوں۔"

"جی ہاں ایسا ہی لگتا ہے۔" میں نے کہا اور پلٹ کر ندرت کی طرف دیکھا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے آنکھیں چمکائیں تو وہ جلدی سے دوسری طرف دیکھنے لگی۔ ایڈنا کے سلسلے میں یہ لڑکیاں یا خواتین مسلسل میرا مذاق اڑا رہی تھیں۔ بہرحال، ہمارے ساتھ جو لوگ آئے تھے۔ وہ خیمے وغیرہ بھی لائے تھے۔ حالانکہ ان چٹانوں میں ایسے غار نظر آ رہے تھے جن میں اگر ہم تلاش کرتے تو ہمارے قیام کے لیے کوئی عمدہ جگہ مل جاتی۔ لیکن نجانے ان غاروں میں کیا ہو؟ کوئی خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ اس لیے ہم نے خیموں ہی میں

رہنا مناسب سمجھا۔ مس ایڈنا کہنے لگیں۔

"ڈیئر غزالی ہمارا یہاں قیام کب تک رہے گا۔ اس جزیرے میں تو گھاس تک نہیں ہے۔"

"آپ کو اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی مس ایڈنا میرا خیال ہے میں نے کبھی آپ کو گھاس کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔" میں نے کسی قدر جھلائے ہوئے انداز میں کہا اور ایڈنا ہنس پڑی۔

"نائی ٹوبائے۔" اس نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

میں جزیرے کا جائزہ لینا ضروری سمجھتا تھا تاکہ کسی قسم کے خطرے سے بچا جا سکے۔ اور اس کے لیے میں نے گوشائی کا انتخاب کیا۔ گوشائی سے میں نے اپنا مقصد بیان کیا تو اس نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

"ہاں۔ میرے خیال میں جہاز کی مرمت میں کافی وقت لگ جائے گا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں یہاں کب تک رکنا پڑے اس دوران ہمارا اس جزیرے سے باخبر رہنا ضروری ہے۔ بظاہر تو یہاں انسانی آبادی نظر نہیں آتی۔ لیکن پھر بھی دیکھ لیتے ہیں۔"

ان لوگوں کو یہاں احتیاط سے رہنے کی ہدایت کر کے ہم دونوں چل پڑے۔ ابھی چند قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ مس ایڈنا دوڑتی ہوئی ہمارے پاس پہنچ گئیں۔

"کہاں جا رہے ہو تم لوگ؟" انہوں نے مجھے اور گوشائی کو گھورتے ہوئے کہا اور میں پھر سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا

"فرمایئے آپ کو کوئی تکلیف ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"جہاں بھی جا رہے ہو میں ساتھ چلوں گی۔"

"تم وہاں کیمپ میں جاؤ۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور ایڈنا ٹھٹک کر رہ گئی۔ میں گوشائی کا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ گوشائی ہنسنے لگی۔

ہم دونوں وہاں سے کافی آگے بڑھ گئے۔ جزیرہ گہرائی میں تھا اور جس جگہ ہم موجود تھے وہ بلندی پر تھی۔ اونچی اونچی طوفانی موجیں ساحل سے ٹکرا رہی تھیں اور سفید سفید جھاگ فضا میں دور دور تک پھیل رہے تھے۔ گوشائی کہنے لگی کہ اس حصے میں مچھلیوں کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہے کیونکہ پانی کی لہریں جس قوت سے چٹانوں سے ٹکرا رہی ہیں، اگر مچھلیاں ان کے ساتھ اس طرف آ جائیں تو یقیناً زندہ نہیں بچ سکیں گی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ہم کافی آگے بڑھ گئے اور پھر ایک چٹان کے نیچے ہم نے ایک مرا ہوا سمندری جانور پایا، جس سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے۔ جزیرہ ہمارے اندازے کے مطابق زیادہ

وسیع نہیں تھا۔ بس تھوڑی سی لمبائی چوڑائی تھی اس کی۔ گھوم پھر کر آنے میں آدھے گھنٹے سے زیادہ صرف ہوا۔

واپس آئے تو مس ایڈنا ایک جانب منہ پھلائے بیٹھی ہوئی تھیں۔ جہاز کو یہاں سے بآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ تمام لوگ بے حد مصروف نظر آ رہے تھے۔ جہاز کے اس حصے میں جہاں تارپیڈو لگے تھے، موٹی چادر پھٹ گئی تھی اور بڑا کام یہی تھا کہ اس شگاف کو بند کر کے اچھی طرح ویلڈ کر دیا جائے۔ اور یہی کام کیا جا رہا تھا۔

شام کے تقریباً سات بجے گومین، سمبو تورا اور مارٹن بورس ایک اور اسٹیمر کے ذریعے یہاں پہنچ گئے۔ انہیں وہاں سے بھی جزیرے کی صحیح صورتحال کے بارے میں اندازہ ہو گیا تھا۔ یہاں آ کر گومین نے مجھ سے چند سوالات کیے اور پھر میں، گوشائی اور گومین ایک اور کونے میں جا بیٹھے۔ گومین کہنے لگا۔

"جہاز کی مرمت میں، میرا خیال ہے دو دن صرف ہو جائیں گے۔ میں ابھی غیر مطمئن ہوں۔ مجھے احساس ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے سمندر کے نیچے اس مشینی ذریعے سے ہم پر حملہ کیا تھا وہ اور بھی کارروائی کریں گے۔ اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں اور ہم ان کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔" گوشائی کہنے لگی۔

"ہاں۔ تارک۔ میرا اپنا بھی یہی اندازہ ہے۔ مسٹر غزالی مجھے بتا چکے ہیں کہ تنظیم بہت طاقتور ہے اور جدید ترین وسائل

رکھتی ہے۔ دراصل زی لوش نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے تنظیم کے سربراہوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ سامونیکا میں انہیں اپنا ہیڈ کوارٹر بنانے کی اجازت دیں گے۔ تنظیم کے مقاصد تو نہیں معلوم لیکن ظاہر ہے وہ دنیا کے خلاف کسی ایسی کارروائی میں مصروف ہے جو اس کی دنیا کے لوگ پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ کر اپنے لیے ایک ایسا ٹھکانا چاہتی ہے جہاں سے وہ تمام کارروائی کر سکے۔ یہ لالچ بہت بڑا ہے تارب۔ اس لیے تنظیم اپنی جیسی تمام کوششیں کرے گی۔"

"تم فکر نہ کرو۔ ہم لوگ اس بات پر بھی نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور سمندر کی گہرائیوں کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔"

بورس اپنی بھتیجی ایڈنا سے گفتگو کر رہا تھا۔ گومین نے کہا کہ وہ جہاز پر ہی رہے گا اور یہاں تمام ذمہ داری تمہارے سپرد کی جا رہی ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"بہر طور میں مستعد رہوں گا۔"

کافی دیر تک گومین ہم لوگوں سے گفتگو کرتا رہا پھر وہ واپس چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر کے ذریعے بہت سی کھانے پینے کی اشیاء یہاں پہنچ گئیں اور ڈوٹن کار بوا اور ندرت کھانا تیار کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ غالباً مارٹی، ایڈنا کو کچھ سمجھا بجھا کر گیا تھا کیونکہ اس کا موڈ بحال ہو گیا تھا۔ کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد جب ہم اپنے اپنے کیمپ میں آرام کرنے کے لیے پہنچ گئے تو ایڈنا میرے پاس آ گئی۔

"کیا خیال ہے غزال۔ کیا یہاں پکنک کا سا سماں نہیں معلوم ہوتا۔"

بات احمقانہ تھی مگر اس لڑکی نے کوئی بات عقلمندی کی کی بھی تو نہیں تھی۔ مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"ہاں۔ میرا خیال ہے اچھی خاصی پکنک ہے یہ ایڈنا۔ لیکن تم جہاز پر ہونے والی اس آتش زنی کے بارے میں کیا کہتی ہو؟"

"اوہ میرے خدا۔ پورا جہاز شعلوں میں گھرا ہوا تھا۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ کہیں ہم اسی میں جل کر خاک نہ ہو جائیں۔"

"پکنک میں تو ایسے دلچسپ مواقع آتے ہی رہتے ہیں۔"

"نجانے تم کس قسم کے انسان ہو۔ ایک بات پوچھوں۔ برا تو نہیں مانو گے۔"

"نہیں۔"

"وہ تین لڑکیاں، ابکہ لڑکیاں تو صرف دو ہیں۔ تیسری تو خاصی عمر کی ہے، جن کے ساتھ تم جزیرے پر گھومنے کے لیے نکلے تھے، اور تم نے میری اچھی خاصی انسلٹ کر دی تھی۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ ان تینوں میں سے کون تمہاری منظور نظر ہے؟"

"یہ فیصلہ میں نے ابھی تک نہیں کیا۔ میرا خیال ہے ان تینوں سے باری باری سوال کر لو۔ وہ تمہیں مناسب جواب دے دیں گی۔"

"نہیں مجھے ایسے لوگوں سے بات چیت کرنا پسند نہیں ہے جو مجھے پسند نہ ہوں۔"

"ہاں یہ بھی سوچنے کی بات ہے۔ پھر اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔"

"تم خود نہیں بتاؤ گے؟"

"میں سچ کہتا ہوں ایڈنا کہ میں ابھی اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا۔"

"اس کا مطلب ہے کچھ چکر ہے ضرور۔ ورنہ تم مجھے نظر انداز نہ کرتے۔"

"میں نے آپ کو نظر انداز تو نہیں کیا ہے مس ایڈنا۔"

"بیکار باتیں مت کرو۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ تم بار بار میری انسلٹ کرتے ہو۔"

"اوہ یہ صرف آپ کا احساس ہے۔ ورنہ ایسی کوئی بات نہیں۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

ایڈنا سحر خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ دل ہی دل میں مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ اتنی بار معذرت کرنے کے بعد تو اسے میری صورت پر تھوکنا بھی نہیں چاہیے تھا۔ لیکن بڑی باہمت خاتون تھی۔ ابھی مس ایڈنا کچھ اور گوہر افشانی فرمانے والی تھیں کہ دفعتاً فضا میں ایک ہولناک آواز گونج اٹھی اور میں اچھل پڑا۔ یہ آواز ... یہ آواز ... میں دوڑتا ہوا خیمے سے باہر نکل آیا۔ سامنے جہاز پر فوراً تمام روشنیاں گل کر دی گئی تھیں اور تا حد نگاہ گہری تاریکی چھا گئی تھی۔ دفعتاً مجھے خیال آیا اور میں نے چیخ کر کیمپ والوں سے کہا۔

"روشنیاں گل کر دو۔ تمام روشنیاں گل کر دو۔"

اس ہولناک آواز سے سبھی جاگ گئے تھے۔ آن کی آن میں کیمپوں کی تمام روشنیاں گل کر دی گئیں۔ ایڈنا میرے بازو سے چمٹ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"یہ آواز ... یہ کیا ہے؟" اس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا اور میں نے بازو جھٹک دیا۔ دفعتاً فضا میں ایک روشن لکیر نظر آئی، جس سے پھلجھڑیاں سی چھوٹ رہی تھیں۔ ہولناک آواز، گہری تاریکی میں بلند ہوتی ہوئی روشن لکیر... نجانے ... نجانے یہ سب کیا ہو رہا تھا۔

روشن لکیر بلندی پر جا کر ختم ہو گئی کوئی کچھ نہیں سمجھ پایا تھا۔ اس تیز روشنی کے اچانک ختم ہونے سے تاریکی کچھ اور گہری لگنے لگی۔ ابھی ذہن کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ ایک عجیب سی آواز ابھری اور جس جگہ ہمارا زخمی جہاز کھڑا ہوا تھا وہاں سے کچھ فاصلے پر پانی میں چھپاکا ہوا اور پانی فوارے کی مانند فضا میں بلند ہو گیا۔

کسی اور کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا لیکن صورت حال اب میری سمجھ میں ضرور آ گئی تھی۔ ایک آبدوز کو تباہ کرنے کے بعد ہم نے سمجھ لیا تھا کہ ہم نے تنظیم پر آخری ضرب لگا کر اس کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ لیکن تنظیم اتنی معمولی تو نہیں تھی۔ اب پتا نہیں کوئی اور آبدوز تھی یا کوئی اور ذریعہ۔ بہرحال تباہ شدہ جہاز کے بارے میں انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا اور اسے مکمل طور سے تباہ کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

گوشائی کی آواز میرے کان کے پاس ابھری۔ "تم دیکھ رہے ہو گازالی ---؟"

"کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"وہ۔ وہ ایک سمندری جہاز ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"آنکھیں بند کر لو۔ ذہن کو سطح سمندر پر دور دور تک پھیلا دو۔ بند آنکھوں سے اسے تلاش کرو۔" گوشائی بولی۔

"اور پھر فضا میں بلند ہو کر دم ہلانے لگو۔" دوسری طرف سے ایڈنا کی تمسخر آمیز آواز سنائی دی۔

"تم پھر آ گئیں؟" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"سوری واقعی مجھے پاگلوں سے دور رہنا چاہیے۔ ویسے یہ تاریکی بہت رومانی ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ سمجھی نہیں تھی کہ یہ گفتگو کوڈ ورڈز میں ہو رہی ہے۔" ایڈنا وہاں سے ہٹ گئی۔ گوشائی نے کہا۔

"اپنا کام کرو گازالی۔"

"میری رہنمائی کرتی رہو گوشائی۔" میں نے کہا اور اس کی ہدایت کے مطابق آنکھیں بند کر لیں۔ پہلے تو مکمل تاریکی رہی پھر ذہن روشن ہونے لگا۔ سمندر پر ہلکی ہلکی روشنی پھیلتی گئی یہاں تک کہ لہریں نظر آنے لگیں۔ پھر مرمت ہونے والے جہاز سے کوئی دو سو گز دور ایک سیاہ رنگ کا گولہ گرتا ہوا نظر آیا اور پانی بلند ہو گیا۔ میری باطنی نگاہیں دور دور تک کا احاطہ کرنے لگیں۔ اور پھر بہت دور۔ بہت دور تاریکی میں ایک کوہان سا ابھرا نظر آیا۔ پھر اس پر اچانک ایک شعلہ چمکا اور پھر ویسا ہی دھماکا ہوا۔ یہ جہاز ہی تھا۔

"کچھ نظر آیا ---؟"

"ہاں۔ میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔"

"اس پر ہمارے دشمن سامون موجود ہیں۔" گوشائی نے کہا۔ اس سے قبل کہ میں کوئی جواب دیتا۔ دفعتاً ہمارے مرمت ہونے والے جہاز سے جوابی کارروائی شروع ہو گئی اور لاتعداد روشن لکیریں فضا میں پرواز کرتی ہوئی اسی طرف کا رخ کرنے لگیں جہاں دشمن جہاز موجود تھا اب میں کھلی آنکھوں سے یہ سمندری جنگ دیکھ رہا تھا۔

شاید ہمارے جہاز پر زیادہ موثر ہتھیار موجود تھے کیونکہ میں نے مسلسل روشنیاں سفر کرتے دیکھی تھیں۔ دوسری طرف سے بھی کارروائی ہو رہی تھی لیکن اس کی رفتار سست تھی۔

"وہ فرار ہو رہے ہیں۔ وہ ہم سے خوفزدہ ہو گئے ہیں۔" گوشائی نے کہا۔

تقریباً آدھے گھنٹے مسلسل کارروائی ہوتی رہی تھی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ ہولناک سناٹا۔ تمام آوازیں بند ہو گئی تھیں۔

"کیا یہ تیسری جنگ عظیم کا آغاز ہے۔" کسی گوشے سے ایڈنا کی آواز ابھری اور ماحول میں گویا زندگی دوڑ گئی۔ اس وقت ایڈنا کی آواز نے ایک خوشگوار تاثر قائم کیا تھا۔

"آپ نے آغاز کیا ہی نہیں تو کیسے ہو سکتا ہے مس ایڈنا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"روشنی کے بارے میں کیا خیال ہے؟" ایڈنا نے کہا۔

"آہ یہ تاریکی کائنات کی سب سے حسین شے ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ مس ایڈنا یہ ساری زندگی تاریکیوں میں گزار دوں۔"

ایڈنا نے جلے بھنے انداز میں گردن جھٹکی اور وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ دلچسپ کردار تھا۔ میں ہنستا رہا۔ جہاز پر ابھی تک تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی کیمپ میں روشنی کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن تھوڑی دیر کے بعد جہاز پر روشنی ہو گئی۔ غالباً ان لوگوں کو خطرے کے ٹلنے کا احساس ہو گیا تھا۔

باقی رات ہنگامہ خیز یوں ہی میں گزر گئی اور پھر صبح کی روشنی نمودار ہو گئی۔ دھند میں دور دور تک کوئی شے نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں کیمپ کے انتظامات سنبھالنے کے بعد جہاز کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہاں بھی تمام لوگ مستعد تھے۔ جہاز کی مرمت کا کام بدستور جاری تھا۔ میری ملاقات کیپٹن بورس وغیرہ سے ہوئی تو انہوں نے رات کے واقعے کا تذکرہ کرتے ہوئے سنسنی خیز لہجے میں بتایا کہ وہ ایک نہیں بلکہ کئی جہاز تھے۔ غالباً دو یا تین لیکن ان کے پاس ایسے جدید جنگی ہتھیار نہیں تھے جو سمندری جنگ میں کام آتے ہیں۔ انہوں نے اس

جہاز کو تباہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن جوابی کارروائی کے بعد وہ فرار ہو گئے۔ تمام لوگوں کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں اس خدشے کا اظہار کیا گیا کہ سب میرین کی تباہی کے بعد اگر ہم نے یہ سوچ لیا کہ ہمارا چھٹکارا ہو گیا تو یہ بالکل غلط ہے۔ دورانِ سفر ہمیں ان لوگوں کی طرف سے ہر طرح کی کارروائیوں کا انتظار کرنا ہوگا اور جوابی کارروائی کے لیے مستعد رہنا ہوگا۔

میٹنگ کے دوران ہی معلوم ہوا کہ جہاز کی مرمت کا کام برق رفتاری سے کیا جا رہا ہے اور شاید چوبیس گھنٹے کے اندر اندر جہاز دوبارہ روانگی کے قابل ہو جائے گا۔ بہرطور اس سنسنی خیز سفر میں لطف بھی آ رہا تھا اور خوف بھی شامل تھا۔ دن کے معاملات جوں کے توں رہے۔ ایڈنا کامیڈی کرتی رہی۔ وہ اظہارِ الفت میں بے باک بھی تھی اور لمحہ لمحہ ناراض ہو جاتی تھی۔ پر لطف کردار تھا جو بہت محظوظ کر رہا تھا میرے سپرد چونکہ صرف کیمپ کی نگرانی کی ذمے داری تھی۔ اس لیے میرا زیادہ وقت جزیرے پر ہی گزرا اور میں یہاں کے معاملات دیکھتا رہا۔ جزیرے میں کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی جو کسی طور قابلِ ذکر ہوتی۔ گوشالی وغیرہ میرے ساتھ ہی رہی تھیں رات کو تقریباً گیارہ بجے کے قریب ہمیں اطلاع دی گئی کہ اب ہم جہاز پر واپس آ سکتے ہیں۔ کیمپ میں رہنا ضروری نہیں ہے۔

رات ہی کو ہم سب جہاز پر منتقل ہو گئے۔ کیپٹن لورس اپنا کام مکمل کر چکا تھا اور جہاز اب چیکنگ کے مراحل سے گزرنے کے بعد روانگی کے لیے تیار تھا۔ اس دوران تمام تر کوششیں اس بات پر صرف کی گئی تھیں کہ دوسرے جہازوں کے سگنل موصول کیے جائیں اور یہ اندازہ لگایا جائے کہ وہ کتنے فاصلے پر ہیں لیکن اس سلسلے میں ناکامی ہوئی تھی اور یہ نہیں پتا چل سکا تھا کہ وہ جہاز اب کتنے فاصلے پر ہیں اور ہیں بھی یا واپس چلے گئے ہیں۔ لیکن میں نے اس تصور کی تردید کر دی کیونکہ مارتھ ایسٹرڈ کے مزاج سے میں بخوبی واقف تھا۔ لوہے کے ہاتھ والا جلد ہی ہار ماننے کا عادی نہیں تھا وہ یقیناً اپنی کارروائیاں جاری رکھے گا اور پھر دشمن سامون اسے اس بات پر اکساتے رہیں گے کہ وہ اپنا کام جاری رکھے۔ جہاز چونکہ اب بالکل تیار تھا اس لیے آگے بڑھنے کے لیے دن یا رات کا تعین بے مقصد تھا۔ چنانچہ مشترکہ فیصلے کے بعد جہاز کے انجن اسٹارٹ کر دیے گئے۔ اور پھر وہ آہستہ آہستہ ساحل سے دور ہونے لگا۔ ہم لوگ عرشے پر کھڑے دوربینیں آنکھوں سے لگائے دور دور تک کا جائزہ لے رہے تھے۔ فضا میں دھند اترتی آ رہی تھی اور موسم کافی سرد تھا۔ اس وقت ندرت میرے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔

اور کافی سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہمارے پاس کافی پہنچ گئی۔ ندرت نے مجھے کافی پیش کی تھی۔

"اچانک یا پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں میں کہہ کر آئی تھی کہ میرے اور تمہارے لیے کافی پہنچا دی جائے۔" ندرت نے کہا۔

"کافی خوش ذوق ہوتی جا رہی ہو ندرت۔ میں سمجھتا ہوں یہ ہماری دنیا کا اثر ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے گازالی۔ یہاں رہ کر میں نے بہت کچھ سیکھا ہے اور میں اسے تسلیم کرتی ہوں کہ تمہاری دنیا سامونیکا سے زیادہ خوبصورت ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ انسان اپنی زمین کو اپنے گھر کو دنیا کی ہر شے پر فوقیت دیتا ہے لیکن تمہارے ہاں کی زندگی میں ایک انوکھا پن ہے۔ میں شاید اپنی آخری سانس تک تمہاری اس دنیا کو نہ بھول سکوں۔"

"کیا بات ہے بہت سنجیدہ ہو؟"

"نہیں گازالی بس ایسے ہی کچھ خیالات بعض اوقات طبیعت پر اضمحلال طاری کر دیتے ہیں۔ تم سے دور رہ کر کیسا لگے گا۔ معاف کرنا گازالی قسم لے لو کہ ان الفاظ میں کوئی حسرت یا محرومی نہیں ہے۔ یہ باب تو میں نے اسی وقت بند کر دیا تھا جب تم نے مجھے اپنے دل کی کہانی سنائی تھی۔ دل کے معاملے ذرا مختلف ہوتے ہیں اور ان میں مداخلت حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں کہلائی جا سکتی۔ میں بس یہ سوچ رہی تھی کہ ایک طویل عرصہ تمہارے درمیان گزارنے کے بعد جب میں سامونیکا میں داخل ہوں گی تو کیا مجھے سامونیکا ویسا ہی نظر آئے گا جیسا وہاں سے آنے سے پہلے تھا؟"

"اپنی زمین اپنی ہی ہوتی ہے ندرت۔ سامونیکا میں جب تم اپنا منصب پا لو گی تو اس کے بعد تمہیں کچھ یاد نہیں رہے گا۔"

"یہ الفاظ میں تمہاری زبان سے سننا چاہتی تھی گازالی۔ ہمارے درمیان ایک بحث چلتی رہتی ہے اور شاید یہ تمہیں منافقت محسوس ہو کہ تمہاری بے مثال قربانیوں کے سبب ہم تمہیں موضوعِ گفتگو بناتے رہے ہیں۔ درحقیقت تم سے محبت کرنے والے صرف اپنے ہی طور پر نہیں سوچ رہے۔ وہ اپنی ہی آسائشوں اور آسانیوں کے طلب گار نہیں ہیں بلکہ وہ یہ بھی سوچتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی زندگی کے سارے پہلو ہمارے لیے نظر انداز کر دیے کیا ہم اس کی طرف سے اتنی ہی بے توجہی برتیں اور اس کے بارے میں کچھ نہ سوچیں۔"

"میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہو تم لوگ؟ اور

واقعی مجھے اس بات پر تعجب ہوا کہ اب بھی کوئی ایسا مسئلہ باقی ہے جس پر سوچا جا رہا ہو۔"

"ہاں۔ اب بھی ایک ایسا مسئلہ باقی ہے جس پر سوچا جا رہا ہے اور بڑی سنجیدگی سے سوچا جا رہا ہے۔"

"تو کیا یہ مسئلہ حل کر لیا گیا؟"

"ابھی نہیں لیکن جہاں تک اربابِ رائے کا فیصلہ ہے وہ یہی ہے کہ گازالی کو اس حد تک خود میں ملوث نہ کیا جائے کہ خود اس کی زندگی کے لیے کچھ باقی نہ رہے۔"

"میں سمجھا نہیں ندرت۔ تم نے ذکر چھیڑا ہے تو بہتر اب یہ ہے کہ میری تشفی بھی کر دو۔"

"گازالی تمہیں علم ہے کہ سامونیکا میں زندگیاں طویل ترین ہوتی ہیں اور اس کا اندازہ ہمیں تمہاری دنیا میں آنے کے بعد ہوا۔ تمہارے ہاں زندگی بہت مختصر ہے۔ وہ تمام مراحل اس دوران طے ہو جاتے ہیں، جس دوران ہم بچپن کی حدود بھی طے نہیں کر پاتے۔ تم لوگ اتنے عرصے میں سارے مراحل سے گزر کر اپنی آخری عمر کو پہنچ جاتے ہو۔ سامونیکا میں ہماری جنگ انہی لوگوں سے ہے جو طویل ترین زندگیاں رکھتے ہیں۔ اور اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ یہ جنگ اتنے طویل عرصے تک جاری رہے گی کہ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ زی نوش بھی معمولی سامون نہیں ہے۔ اس کے اپنے وسائل ہیں۔ اپنے معاملات ہیں۔ وہ کتنے عرصے اس جنگ کو کھینچ سکے گا، اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی جا سکتی۔ ہم لوگ بہت سنجیدگی سے یہ سوچ رہے ہیں کہ اپنے اقتدار کے حصول کی اس جنگ میں تمہاری زندگی ضائع نہ کی جائے۔ سامونیکا پہنچنے کے بعد ہم اپنے وسائل اکٹھے کریں گے اور پھر زی نوش سے معرکہ آرائی ہوگی۔ اس میں نہیں کہا جا سکتا کہ کتنا عرصہ صرف ہو جائے۔ تو کیا اس عرصے میں تم سامونیکا ہی میں رہو گے؟ ہم ہو سکتا ہے وہ وسائل حاصل نہ کر پائیں جن کے تحت تمہیں تمہاری دنیا کی طرف روانہ کیا جا سکے۔"

"پھر کیا ہوگا؟" میں نے عجیب سی نگاہوں سے ندرت کو دیکھا۔ درحقیقت اس طویل ترین کارروائی کے دوران میں نے اس انداز میں کبھی نہیں سوچا تھا جس طرح اس وقت سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ میرے دل میں ایک حسین تصور ابھر آیا۔ تنویر کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا جس کی موہنی صورت دماغ میں آتی۔ میں نے اس سے انتظار کرنے کے لیے کہا تھا۔ کیا یہ جائز تھا کہ وہ ساری زندگی میرا انتظار کرتی رہتی یا کچھ عرصے کے بعد لوگوں کے کہنے سننے سے مجبور ہو کر اپنی زندگی کو کسی اور کے حوالے کر دیتی اور بقیہ عمر میرے لیے تڑپتے ہوئے

گزار دیتی۔ فرض داریاں ایک الگ حیثیت رکھتی ہیں اور بعض اوقات انسانی اقدار پس پشت چلے جاتے ہیں، انسان اپنی خواہشوں کے خلاف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ میں سامونیکا میں ان لوگوں کی حکومت دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ اور یہ آرزو ابتدا ہی سے میرے دل میں تھی لیکن جیسا کہ ندرت نے کہا اگر واقعی تمام عمر اسی جدوجہد میں گزر جائے تو کیا یہ تنویر کے ساتھ انصاف ہوگا۔ میں نے اپنی ذات تو اس مقصد کے لیے وقف کر دی تھی لیکن تنویر کی ذات کو اس میں ملوث کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا میرے پاس۔ اگر یہی سب کچھ کرنا تھا تو کم از کم تنویر کو سہلا نہیں دینا چاہیے تھا۔ کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے، میں ندرت کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ خود بھی شاید میرے چہرے سے میرے دل کی کیفیت پڑھ رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"اور ہم میں سے کوئی بھی اتنا خود غرض نہیں ہے گازالی کہ تمہیں صرف اپنی ذات کے لیے مخصوص کر لے۔"

"تو کیا فیصلہ کیا ہے ان لوگوں نے؟ کیا کوئی پروگرام ہے میرے بارے میں؟"

"نہیں نہیں۔ صرف تذکرے کے طور پر یہ بات نکلی تھی اور سبھی نے سنجیدگی سے اس مسئلے پر سوچا تھا۔ ظاہر ہے ابھی حالات ایسے نہیں ہیں کہ ہم اپنے پروگرام میں کوئی تبدیلی کر سکیں۔"

"بہتر یہی ہے کہ اس سلسلے میں خاموش ہی رہا جائے۔ براہِ کرم ندرت میرے ذہن کو یہ گفتگو کر کے خراب مت کرو۔" میں نے کہا اور ندرت خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے موضوع بدل دیا تھا۔ سمندر کا یہ سفر جاری رہا۔ دن اور راتیں گزرتے رہے۔ اس دوران تنظیم کی طرف سے کوئی ایسی کارروائی نہیں ہوئی تھی جو ہمیں خوفزدہ کر دیتی تاہم اپنے طور پر تیاریاں مکمل تھیں۔ پھر ایک شام ڈوبتے سورج تلے افق کی آخری لکیر پر ہمیں ایک جہاز کے نشانات ملے لیکن وہ کافی تیز رفتار تھا۔ سب ہی نے اس جہاز کو دیکھ لیا تھا۔ اور فوراً ہی احتیاطی تدابیر شروع کر دی گئی تھیں۔ لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اتفاقیہ طور پر ہمارے سامنے آ گیا ہو اور ہمارا راستہ کاٹنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ ان راستوں پر کسی جہاز کے نظر آنے کا مطلب یہی تھا کہ وہ عام مسافر بردار یا سامان بردار جہاز نہیں ہے کیونکہ یہ سمندر جہازوں کے گزرنے کے لیے تھا ہی نہیں۔ اگر ماہر کیپٹن اسے حادثات سے بچا کر آگے نہ لے جا رہا ہوتا تو اس راستے میں ایسے ایسے خوفناک مرحلے آئے تھے کہ یا تو جہاز تباہ ہو جاتا یا پھر اسے واپسی کے سفر پر مجبور ہونا

پڑ جلیل۔ ان لوگوں کی تقدیر اچھی تھی کہ کیپٹن بورس جیسا کپتان انہیں نصیب آ گیا تھا جو جہاز رانی میں بے مثال تھا۔ سامنے نظر آنے والا جہاز دھند میں روپوش ہو گیا تھا لیکن چوبیس گھنٹوں تک جہاز کا پورا عملہ مستعد رہا۔ سمندری جنگ کے ہتھیاروں کو تیار رکھا گیا کہ نجانے کس وقت ان کے استعمال کی ضرورت پیش آ جائے۔ اس دوران دوسری دلچسپیاں بھی برقرار رہی تھیں۔ اور کچھ تفریحی پہلو بھی سامنے آتے رہے تھے۔ سامون تو ویسے ہی مردہ دل لوگ تھے لیکن جہاز کے عملے کے افراد دوسرے لوگ کبھی کبھی زندگی کی جانب لوٹ آتے تھے۔ رقص و موسیقی اور دوسری ہنگامہ خیزیاں شروع ہو جاتی تھیں اور جب یہ سب کچھ ہونے لگتا تو اچانک یوں محسوس ہوتا جیسے سامونوں میں بھی زندگی دوڑ گئی ہے۔

ایک دن تو ڈوئن کاربوا اور گوشالی نے بھی ان تفریحات میں براہ راست حصہ لیا۔ کچھ خلاصی ڈھول ڈبے بجا بجا کر گا نا گا رہے تھے کہ ڈوئن کاربوان کے درمیان آ کر تھرکنے لگی۔ اور پھر گوشالی بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئی۔ ندرت البتہ سنجیدہ طبیعت کی مالک تھی چنانچہ وہ بس بیٹھی مسکراتی رہی تھی۔ گوشالی جیسی پروقار عورت اس وقت بڑی کھلنڈری لگ رہی تھی اور ہم سب دلچسپ نگاہوں سے ان دونوں کو رقص کرتے دیکھ رہے تھے۔ ندرت مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھی تھی لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ مس ایڈنا کب میرے نزدیک آ کر بیٹھ گئی ہیں۔ میں تو اس وقت چونکا جب ان کی سرگوشی میرے کانوں میں ابھری۔

”پیتھر... مسٹر پیتھر...“ میں نے چونک کر ادھر دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”فرمائیے؟“

”تمہاری محبوبائیں رقص کر رہی ہیں“ اس نے کہا۔

”سبحان اللہ۔ آپ کی اس عنایت کا میں دل سے شکر گزار ہوں مس ایڈنا۔“

”کونسی عنایت کا؟“

”یہی کہ جو میرا نہیں ہے آپ نے مجھے بخش دیا۔ ان خواتین میں سے کوئی بھی اتفاق سے میری محبت قبول کرنے پر تیار نہیں ہے لیکن آپ نے انہیں میری محبوبائیں قرار دے کر میرا جی خوش کر دیا ہے۔“

”یا تو تم جھوٹ بول رہے ہو یا پھر میں بے وقوف ہوں۔“ ایڈنا نے کہا۔

”دوسری بات ہی درست ہے محترمہ۔“

”خیر اب اتنی بے وقوف بھی نہیں مجھے بتاؤ۔ یہ اس طرح تم سے کھلی ملی کیوں رہتی ہیں اور تم ان کی پذیرائی اس طرح کیوں کرتے ہو؟“

”اس لیے کہ میرا اور ان کا طویل عرصے کا ساتھ ہے۔“

”کتنا طویل؟“ ایڈنا نے پوچھا۔

”بہت طویل۔“

”تو پھر میں کیا کروں اس سلسلے میں؟ اب اس میں میرا قصور تو نہیں ہے کہ میں تم سے دیر سے ملی؟ تم مجھے وہ اہمیت کیوں نہیں دیتے غزالی جو ان دونوں کو دیتے ہو؟“ ایڈنا کے اس سوال پر مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ایڈنا، زندگی اور رومان کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے ڈیئر۔ تم اس انداز میں کیوں سوچتی ہو۔ ہم اچھے دوست بھی تو رہ سکتے ہیں۔ جس طرح اس جہاز پر موجود باقی تینوں خواتین میری دوست ہیں۔ دراصل ان میں خوبی یہی ہے کہ وہ رومان پسند نہیں ہیں اور اس سلسلے میں میرا دماغ خراب نہیں کرتیں۔“

”اگر کسی کو کسی سے محبت ہو جائے تو وہ کیا کرے؟“

”صبح سے لے کر رات تک کم از کم دس گلاس ٹھنڈا پانی پیے اور جب بھی اسے تنہائی ملے ایسی محبت کے نام پر لعنت بھیجے جس کا تعلق صرف حصول سے ہو۔ محبت کا مقصد تو دوستی بھی ہے۔ کیا ضروری ہے کہ اس سلسلے میں جنس کا تعین کیا جائے۔“

”منطقی بننے کی کوشش مت کرو میرے سامنے۔ میں جانتی ہوں کہ تم بہت چالاک آدمی ہو؟“

”اس تعریف کا شکریہ۔ اب اس کے بعد آپ سے اور کیا عرض کیا جائے؟“

”نمٹ لوں گی تم سے اچھی طرح نمٹ لوں گی۔ اس بات کو یاد رکھنا کہ میری محبت ٹھکرا کر تم خوش نہیں رہ سکو گے۔“

”بہتر میں آپ کے یہ الفاظ اپنی یادداشت کے خانے میں محفوظ کیے لیتا ہوں۔“ میں نے کہا اور ایڈنا اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ پھر وہ پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ میں مسکراتا رہا عقب سے ندرت کی آواز سنائی دی۔

”اس پاگل کو کیا معلوم کہ کون کون اس عذاب سے دوچار ہے۔“ میں نے مسکراتی نگاہوں سے ندرت کی طرف دیکھا تو وہ جلدی سے بولی۔

”نہیں مسٹر گازالی ناراض ہونے کی نہیں ہو رہی۔ یہ الفاظ تو صرف حقیقت کے اظہار کے لیے تھے۔“

”بہت اچھی لڑکی میں دل سے تیری عزت کرتا ہوں۔

بہتر ہے کہ تو اپنے ذہن سے یہ تصور جھٹک دے۔“ میں نے کھسک کر ندرت کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ ندرت مسکرانے لگی تھی پھر اس نے بڑے خلوص سے کہا۔

”نہیں گازالی یقین کرو اگر ان الفاظ سے تمہیں کوئی ذہنی کوفت ہوئی ہو تو میں معذرت خواہ ہوں لیکن اس وقت تو میں نے دلچسپی کے لیے یہ جملے کہہ دیے تھے۔“

”ہاں ندرت دراصل اتنی عزت کرتا ہوں میں تمہاری کہ تمہاری دل شکنی کا تصور ہی میرے لیے افسوس ناک ہے۔“

”پلیز گازالی اس انداز میں مت سوچو۔ ویسے میں نے غلط تو نہیں کہا۔ جولیا بیچاری تمہارے لیے زندگی ہار بیٹھی۔ گازالی سچ بتانا کبھی اپنے کشتگاں پر افسوس بھی ہوتا ہے؟“

”کشتگاں کا لفظ تم نے خوب استعمال کیا لیکن میں اسے بھی زیادتی سمجھتا ہوں۔ کیا ایک بے قصور آدمی کو اس سلسلے میں قصوروار قرار دے سکتی ہو؟“

”بھئی ہر بات کو اس طرح نہ محسوس کرو۔ وہ سب تمہاری زندگی میں شریک ہونے کی خواہشمند تھیں۔ میں اس لیے انہیں تمہاری کشتگاں کہہ رہی ہوں۔“

”کاش میں نے ان میں سے کسی ایک کو یہ یقین دلایا ہوتا کہ اس کی قربت میرے لیے باعثِ کشش ہے۔ ندرت میں نے یہ کھیل ہی نہیں کھیلا۔ اس سلسلے میں میرے لیے جو مقدس ہستی سب سے زیادہ قابلِ احترام ہے وہ ہما کی ہے۔“

”ہما کون؟“ ندرت نے سوال کیا۔

”ڈاکٹر طاہر علی کی بیٹی کو بھول گئیں۔“

”سوری سوری بس ایسے ہی ذہن سے نکل گیا تھا۔“ ندرت نے جلدی سے کہا۔

”میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔“

”ہاں واقعی وہ بھی تمہیں بہت ہی چاہتی تھی۔ اس کا انجام کیا ہوا؟“

”محبت کے جن جذبوں کو اس نے اپنے طور پر ایک نام دے لیا تھا۔ بس ان میں ذرا سی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ ہمارے ہاں پاکیزگی کا تصور دوسرے تمام تصورات سے زیادہ طاقتور ہے ندرت۔ اور یہ پاکیزہ جذبے محبت کی سب سے اعلیٰ قسم سمجھے جاتے ہیں چنانچہ اس کا جذبہ اس پاکیزہ تصور میں تبدیل ہو گیا اور اب میری اور اس کی محبت کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔“

”اور تنویر؟ کیا اس سے منسلک جذبوں میں پاکیزگی نہیں ہے گازالی۔“ ندرت نے ایک ٹیڑھا سوال کر دیا اور میں مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

”میں تمہیں جس قدر معصوم سمجھتا ہوں ندرت، درحقیقت تم اتنی معصوم نہیں ہو۔ جہاں تک جذبوں کی پاکیزگی کا تعلق ہے تو تنویر کے لیے بھی میرے دل میں ایک لطافت ہے۔ لیکن اگر وہ مجھے مل جائے اور ہم ان مذہبی بنیادوں پر یکجا نہ بھی ہو سکیں جو ہمارے ہاں متعین ہیں تب بھی میرے دل میں اس کے لیے کوئی بُرا تصور نہیں آئے گا۔“

”میں معصوم نہیں ہوں گازالی لیکن تم بھی بے حد چالاک ہو۔“ ندرت ہنستی ہوئی بولی۔ میں بھی ہنسنے لگا۔ سفر میں یہ دلچسپیاں مسلسل جاری تھیں اور یہ ضروری بھی تھا۔ سامونوں کے چہرے البتہ میں نے سنجیدہ ہی دیکھے تھے۔ بارہا میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ ندرت کی کی ہوئی گفتگو کے اثرات ان پر کیا مرتب ہوئے ہیں لیکن کسی اور نے مجھ سے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔ سمندر میں تبدیلیاں ہوتی جا رہی تھیں اس وقت ہم جس علاقے سے گزر رہے تھے وہاں کسی قدر حبس طاری تھا۔ فضا میں ایک عجیب سی گھٹن تھی اور کبھی کبھی سمندر سے ہوا کے گرم جھونکے ٹکراتے ہوئے گزر جاتے تھے۔ کچھ اور آگے بڑھے تو سمندر متلاطم نظر آیا۔ پانی کی موجیں بلند ہو رہی تھیں اور جہاز کو زبردست جھٹکے لگنے لگے تھے۔

تمام خلاصی مستعد ہو گئے۔ انجن روم میں احتیاطی تدابیر اختیار کر لی گئیں۔ گو میں عام طور سے پائلٹ روم ہی میں نظر آتا تھا اور اس کی نگاہوں میں تشویش کے آثار پائے جاتے تھے لیکن اس نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا تھا۔ جوں جوں ہم آگے بڑھتے گئے سمندر ہیجانی ہوتا چلا گیا۔ دیو پیکر لہریں بلند ہوتیں جہاز کو اپنے سر پر اٹھا کر پیچھے لے جاتیں اور اس کے بعد جہاز گہرائیوں میں آ جاتا۔ بالکل طوفانی کیفیت تھی لیکن یہ طوفان تند ہواؤں کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ سمندر ہی ایسا تھا۔ اس دوران جہاز کے عملے کو جان اسٹون اور دوسرے لوگوں کو انتہائی مستعد رہنا پڑا تھا۔ بہت ہی خوفناک صورت حال پیش آ گئی تھی ایڈنا کی حالت سب سے زیادہ بُری تھی۔ وہ کئی بار زخمی ہوئی تھی اور اب اس پر ہسٹریائی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ سمندر میں جگہ جگہ خوفناک پہاڑ ابھرے نظر آتے تھے۔ اس کیفیت میں تقریباً ساٹھ گھنٹے سفر کرنا پڑا تھا اور یہ ساٹھ گھنٹے اس سفر کی سب سے ہولناک مدت قرار پائے تھے۔ سامون اپنے طور پر جہاز میں کام کرتے رہتے تھے۔ اور ہر اس چیز کو دور کرنے میں مصروف رہتے تھے جس کی وجہ

سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ ساٹھ گھنٹے کے بعد سمندر کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اب گھٹن کی وہ کیفیت ختم ہو گئی تھی اور فضا میں ایک دم سردی نمودار ہو گئی تھی۔ اس کی وجہ کچھ آگے چل کر معلوم ہوئی۔ یہاں سمندر برفانی تھا۔ سفید سفید گلیشئر پانی پر تیرتے نظر آ رہے تھے۔ بعض جگہ تو ان کا ایک باقاعدہ سلسلہ بن جاتا تھا پھر جہاز کو ایک برف کی سرنگ سے گزرنا پڑا۔ یہ سفر سب سے زیادہ خوفناک تھا۔ سرنگ میں اندر تاریکی کی بجائے روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ صدیوں پرانا برف سورج کی روشنی جذب کر کے اندر کی فضا کو منور کر رہا تھا اور بالکل یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم شیشے کی سرنگ سے گزر رہے ہوں۔ یہ سرنگ بہت بلند و بالا تھی اور اس میں ایسی نوکدار برفیلی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں جو جہاز سے ٹکراتیں تو ٹوٹ جاتیں۔ بعض جگہ برف کے بڑے بڑے تودے ٹوٹ کر جہاز میں گرتے تھے اور اب مسلسل خوفناک کیفیتوں سے دوچار ہونا پڑ رہا تھا۔ اس سلسلے میں، میں نے ساموئوں سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ ان کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ان تمام چیزوں کے لیے توقع رکھتے تھے اور یہ سب کچھ ان کے لیے اجنبی نہیں تھا البتہ ان کے چہروں کی سنگینی کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ بعض جگہ تو کیپٹن بورس بھی ہمت ہار بیٹھتا تھا لیکن ایسے موقع پر گومین جہاز کا کنٹرول سنبھال لیتا تھا اور بارہا بورس نے یہ اعتراف کیا تھا کہ وہ شاید گومین کے مقابلے پر کچھ بھی نہیں ہے۔ گومین ایک بہترین جہاز راں ہے اور ایسے ایسے طریقے بتاتا ہے کہ جہاز یقینی تباہی سے بچ جاتا ہے۔

اندازہ ہی نہیں ہو رہا تھا ہمیں کہ سفر کے کتنے دن گزر گئے۔ بس یوں لگتا تھا کہ جیسے اس کائنات میں اس وسیع و عریض سمندر کے علاوہ اور کچھ باقی نہ بچا ہو۔ غالباً یہ سفر کا اٹھائیسواں دن تھا کہ جہاز کے اندر انجن کی آوازیں بڑھ گئیں۔ اور جہاز کی رفتار سست ہونے لگی۔ گومین نے یہ بات محسوس کرتے ہی پائلٹ کیبن کی جانب رخ کیا تھا اور اس کے بعد اس نے کچھ ہدایات دی تھیں۔ چنانچہ جہاز کی رفتار بے حد سست کر دی گئی تاکہ انجنوں پر وزن کم ہو جائے اور پھر ایک اعلان کیا گیا۔ جہاز سمندری گھاس میں پھنس گیا تھا اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ اس گھاس کو کاٹ کر آگے بڑھ جائے میں نے بھی عرشے سے سبز سمندر کو دیکھا تھا بس یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے جہاز خشکی پر سفر کر رہا ہو۔

سبز رنگ کی لجلجی گھاس تاحدِ نگاہ پھیلی ہوئی تھی اور اس کے جھنکاڑ آپس میں گھتے ہوئے تھے۔ جہاز کے آگے ایک تیز آرا لگایا گیا جو مشینی عمل کے تحت چل رہا تھا اور اسی طرح جہاز کو آگے بڑھنے کی مہلت مل رہی تھی ورنہ شاید وہ چند انچ بھی آگے نہ سرک سکتا۔ میں اس ہولناک گھاس کو دیکھتا رہا۔ بڑے بڑے آکٹوپس گھاس کے پاس موجود تھے اور کبھی کبھی ان کی سونڈیں فضا میں بلند ہوتیں تو باقاعدہ فائرنگ کر کے انہیں ہلاک کرنا پڑتا ورنہ نجانے کیا کیا نقصانات ہو جاتے۔ تمام لوگ اس سلسلے میں مستعدی سے کام کر رہے تھے۔ ایڈنا کو کیبن میں بند کر دیا گیا تھا۔ کیونکہ اب اس پر جنونی کیفیت طاری ہونے لگی تھی۔ اگر وہ اس منظر کو عرشے پر سے دیکھ لیتی تو شاید دہشت سے پاگل ہی ہو جاتی۔

میں خود کائنات کے اس سب سے عجیب و غریب حصے کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا اس کے بعد بھی واپسی کا سفر ممکن ہے۔ یہ سلسلہ بھی تقریباً بیس بائیس گھنٹے جاری رہا اور جہاز نہایت سست رفتاری سے آگے بڑھتا رہا۔ جب گھاس کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا تو جہاز کی رفتار بحال کر دی گئی اور اس کے بعد جو منظر ہمارے سامنے آیا وہ بھی اس طلسمی دنیا کا بے حد حیرت انگیز منظر تھا۔ یہاں سمندر کا پانی زرد تھا اور جگہ جگہ بھنور پڑ رہے تھے۔ زرد بھنور جو بعض اتنی وسعت میں ہوتے کہ خوف کے مارے جہاز کا رخ تبدیل کرنا پڑتا۔ جہاز اگر ان میں سے کسی بھنور میں پھنس جاتا تو بھنور اسے کسی تنکے ہی کی طرح ڈبو دیتا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ اب تمام ساموئن سربراہ عرشے پر ہی جمع رہتے ہیں۔ اس دوران میرا ان سے رابطہ بالکل ہی ختم ہو گیا تھا اور اس کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی تھی۔ جب انہوں نے خاموشی اختیار کر لی تھی تو مجھے کیا پڑی تھی کہ میں آگے بڑھ کر ان سے صورتحال دریافت کرتا رہتا۔ پھر ایک رات گزرنے کے بعد جب صبح کی روشنی نمودار ہوئی تو ہم نے اپنے جہاز سے کچھ فاصلے پر ایک اور جہاز کو دیکھا جس کے لنگر پانی میں پڑے ہوئے تھے اور وہ پانی پر ڈول رہا تھا۔ فضا میں چاروں طرف زرد روشنی پھیلی رہتی تھی جو پانی اور آسمان کے امتزاج سے بنتی تھی۔ یہ زرد سمندر دنیا کی سب سے زیادہ حیرتناک چیز تھا اور اسی زرد سمندر کی پُراسرار روشنی میں ہم نے اس جہاز کو دیکھا جس پر سفید جھنڈے لہرا رہے تھے۔ گو یہ جھنڈے زرد روشنی میں زرد ہی نظر آتے تھے۔ لیکن یہ اندازہ لگا لیا گیا تھا کہ اس کا رنگ سفید ہے۔ میں اس وقت گوشائی کے ساتھ کھڑا ہوا اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ گوشائی کی پیشانی شکن آلود تھی۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"یہ جہاز انہی لوگوں کا ہو سکتا ہے جو ہم سے ٹکراتے ہوئے یہاں پہنچے ہیں۔"

"جدید ترین جہاز ہے کیا خیال ہے۔ گوشائی کہیں یہ چال نہ ہو۔" میں نے گوشائی سے اتنا ہی کہا تھا کہ عقب سے گومین کی آواز سنائی دی۔

"غزالی مجھے تمہاری ضرورت ہے۔"

"کہاں گومین؟"

"کیپٹن کے کیبن میں۔ سب لوگ وہاں موجود ہیں۔" جہاز کی رفتار سست کر دی گئی تھی اور پھر تھوڑے فاصلے پر اسے بھی لنگرانداز کر دیا گیا۔ گویا آگے کا سفر فی الحال ملتوی کر دیا گیا تھا۔ میں گومین کے ساتھ کیپٹن کے کیبن میں پہنچ گیا جہاں تمام افراد موجود تھے۔ سب کے چہرے پریشانی کے آئینہ دار تھے۔ ہمارا استقبال سردمہری سے کیا گیا۔ گومین نے ان لوگوں کی شکلیں دیکھیں پھر آہستہ سے بولا۔

"تمہارے اپنے ذہنوں میں کیا ہے؟"

"اس جہاز کے بارے میں کیا فیصلہ کرنا ہے گومین، مسٹر غزالی یہ بات بتا سکیں گے کہ یہ جہاز کیسا ہے؟"

"افسوس میں ابھی وہ ساموئی قوتیں نہیں حاصل کر سکا جو روشن ضمیری کی حد میں ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا ہے کہ یہ جہاز ان ساموئوں کا ہے جو ہمارا تعاقب کرتے رہے ہیں اور یقینی طور پر ان کا تعلق تنظیم سے رہا ہے۔"

"کیا یہ خاموشی یہ سفید جھنڈے کسی سازش کا پیش خیمہ ہو سکتے ہیں؟"

"امکان ہے اس بات کا۔ میں اسے نظرانداز نہیں کر سکتا۔ ویسے جہاز کے عرشے پر لوگ نظر نہیں آ رہے۔ اس کا مقصد ہے وہ محفوظ جگہ سنبھال چکے ہیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اسے نظرانداز کر کے راستہ کاٹ کر آگے بڑھ جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اس کا جائزہ لیں۔ خوف صرف یہ ہے کہ کیا جہاز کو اس جہاز کے قریب لے جانا مناسب ہو گا۔ اگر ادھر سے کوئی باقاعدہ کارروائی شروع ہو گئی تو سمندر کا یہ علاقہ بے حد خوفناک ہے۔ زرد بھنور جگہ تبدیل کرتے رہتے ہیں اور کسی بھی وقت یہ جہاز نیچے پہنچ سکتے ہیں۔"

"اوہ۔ پھر میرے ذہن میں ایک ہی تجویز آتی ہے۔ اگر اس جہاز کو نظرانداز کر دیا جائے تو بھی مناسب نہیں ہو گا اور اگر ہم اپنے جہاز کو اس کے قریب لے جاتے ہیں تو یہ خوفناک بات تصور کی جائے گی۔ میرے خیال میں ہمیں ایک اسٹیمر کے ذریعے اس جہاز تک کا سفر کرنا چاہیے اور اس کی صورتحال کا جائزہ لینا چاہیے۔" میری اس تجویز پر سب نے غور کیا اور پھر اسے مناسب قرار دیا۔ خوف صرف یہ تھا کہ اسٹیمر ان بھنوروں کا مقابلہ کر سکے گا یا نہیں لیکن اس کے لیے خطرہ مول لیے بغیر چارۂ کار نہیں تھا۔ میں نے اپنے آپ کو اس مختصر سفر کے لیے پیش کر دیا جس کی شدید مخالفت کی گئی تھی لیکن گومین نے کہا۔

"غزالی کی زندگی کا تصور ہم سب کے لیے اتنا ہی اہم ہے جتنا ساموئیکا میں اپنا اقتدار حاصل کرنے کا۔ لیکن یہ بات بھی آخری بات ہے کہ جہاز پر غزالی کا جانا ضروری ہے کیونکہ صحیح صورتحال کا اندازہ یہی لگا سکیں گے۔ غزالی کے ساتھ وی مین، اور گوشائی جائیں گے۔ میں نے ان کا انتخاب خاص طور سے کیا ہے۔" میں نے فوراً آمادگی کا اظہار کر دیا تھا۔ باقی لوگوں نے بھی کوئی شدید مخالفت نہیں کی اور اس کے بعد ہم لوگ مسلح ہو کر اسٹیمر کے ذریعے پانی میں اتر گئے۔ اسٹیمر کو چلانے کی ذمے داری وی مین نے اپنے شانوں پر لی تھی اور اس کے بعد زرد سمندر میں یہ ہولناک سفر شروع ہو گیا۔ اسٹیمر زرد پانی اڑاتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اس پانی میں، میں نے سبز رنگ کی مچھلیاں بھی دیکھی تھیں جن میں بعض کافی بڑی بڑی نظر آتی تھیں۔ ہم یہ سفر طے کرتے رہے۔

سمندر کا یہ رنگ الفاظ کی زد میں نہیں آ سکتا۔ بھنور واقعی طلسمی بھنور تھے۔ ہم سے تھوڑے فاصلے پر نمودار ہوتے اور پانی چکرانے لگتا پھر اچانک ہی سمندر ساکت ہو جاتا۔ اور یہ بھنور کہیں اور نمودار ہو جاتے۔ خوف صرف یہ تھا کہ اگر ان میں سے کوئی بھنور اسٹیمر کے نیچے نمودار ہو گیا تو اسٹیمر ایک بے جان چیز بن جائے گا لیکن جہاز تک پہنچتے ہوئے ایسی کوئی کیفیت پیش نہیں آئی۔ عظیم الشان جہاز ساکت و جامد کھڑا ہوا تھا۔ اوپر سے کوئی تحریک نہیں ہو رہی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے پورا جہاز خالی ہے۔ ہم لوگ بندوبست کر کے آئے تھے کہ اپنے طور پر جہاز پر پہنچ سکیں اور فوراً ہی اسٹیمر کو جہاز کے ایک لنگر سے منسلک کرنے کے بعد ہم نے وہ آہنی سیڑھیاں عرشے کی طرف مشینی ذرائع سے اچھال دیں جن کے ذریعے ہم اوپر جا سکتے تھے۔ سب سے پہلے اس سیڑھی کے ذریعے اوپر پہنچنے والا میں ہی تھا۔ لیکن گوشائی اور وی مین مجھ سے پیچھے نہیں رہے تھے۔ جہاز پر جنگی ساز و سامان نصب تھا۔ اس کا عرشہ بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔ پائلٹ کیبن میں بھی کوئی نہیں تھا۔

ایک عجیب سی پراسرار فضا جہاز پر مسلط تھی۔ ہم لوگ قدم قدم آگے بڑھنے لگے۔ ہر لمحہ احساس ہو رہا تھا کہ اب

پوشیدہ لوگ باہر نکلیں گے اور ہم پر گولیوں کی بارش کر دیں گے۔ دلوں پر ایک عجیب طرح کا خوف طاری تھا۔ گوشائی اور وی مین بھی اس سے متاثر نظر آ رہے تھے۔ پورا عرشہ چھان مارنے کے بعد ہم نیچے جانے والی سیڑھیوں کی جانب چل پڑے۔ یہ بات طے ہو گئی تھی کہ کم از کم عرشے پر کوئی نہیں ہے۔ سیڑھیوں پر ہمارے قدموں کی آوازیں ابھر رہی تھیں اور جہاز پر موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ ایسا لگتا کہ اب اس میں کوئی ذی روح موجود نہ ہو۔ نیچے پہنچنے کے بعد ہم کیبنوں کی قطار کی جانب بڑھ گئے اور ایک ایک کیبن کھول کر اس کا جائزہ لینے لگے۔ کیبن خالی پڑے ہوئے تھے۔ ان میں تمام چیزیں جوں کی توں تھیں لیکن کوئی ذی روح موجود نہیں تھا بس یوں لگتا تھا جیسے اچانک ہی جہاز سے نکل کر فضا میں تحلیل ہو گئے ہوں۔ یہاں تک کہ ہم جہاز کے آخری حصے میں بھی پہنچ گئے۔ جہاز کے کچن میں ساز و سامان کے انبار تھے۔ کھانے پینے کی اشیا اتنی مقدار میں موجود تھیں کہ بہت سے افراد ان سے مہینوں کام چلا سکتے تھے۔ غرض تمام انتظامات صحیح تھے لیکن بس کوئی انسان موجود نہیں تھا۔ انجن روم دیکھا وہاں پر بھی کوئی نہیں تھا۔ کچھ ایسی کیفیت طاری ہو گئی تھی کہ دماغ میں شیشے ٹوٹتے محسوس ہو رہے تھے۔ ہمارے اعصاب بری طرح کشیدہ تھے کہ دفعتاً ہمارے عقب سے ایک آواز ابھری اور ہم سب محاورتاً نہیں حقیقتاً اچھل پڑے۔ آواز بالکل غیر متوقع تھی۔ ہماری گردنیں گھوم گئیں۔ اور میں حیران رہ گیا۔ جو شخص ہماری نگاہوں کے سامنے تھا، اس کے بارے میں، میں یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ گوشائی اور وی مین بھی اسے پہچان گئے لیکن میں نے اسے ایک نگاہ میں پہچان لیا تھا۔ یہ مارٹن الیسٹرو تھا۔ لوہے کے ہاتھ والا تنظیم کا ایک زبردست کارکن۔ میرا اس سے طویل سابقہ رہ چکا تھا۔ اس سلسلے میں کیوں نہ اسے پہچانتا۔ لیکن اس وقت اس کی کیفیت بے حد خراب نظر آ رہی تھی۔ باقاعدہ داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ بال منتشر تھے۔ لباس بری طرح بوسیدہ ہو رہا تھا اور اس پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں جگہ جگہ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ بالکل جنونیوں کی سی کیفیت میں وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ نجانے کس طرف سے نکل کر آیا تھا۔ میں اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے سکتے میں رہ گیا پھر میں نے آہستہ سے نرم لہجے میں اسے آواز دی۔

”مسٹر مارٹن الیسٹرو۔“ میرے ان الفاظ نے جیسے اسے متحرک کر دیا۔ اس نے آہستہ سے گردن ہلائی اور اداس لہجے میں بولا۔

”مجھے کچھ لمحات دو گے غزالی؟“ گوشائی نے میری طرف دیکھا۔ غالباً سوال کر رہی تھی کہ کیا یہ شخص میرا آشنا ہے۔ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی اور پھر مارٹن الیسٹرو کی طرف رخ کر کے بولا۔

”تمہارے ساتھی کہاں پوشیدہ ہیں؟“

”مجھے کچھ وقت دو گے؟“ اس نے میرے سوال کا جواب دیے بغیر اپنے الفاظ دہرائے۔

”تمہارے ساتھی کہاں پوشیدہ ہیں؟“ میں نے بھی اسی کا انداز اختیار کیا اور مارٹن الیسٹرو نے دوسری طرف اپنا رخ بدل لیا۔ چند لمحات خاموش رہا پھر آہستہ سے بولا۔

”اس پورے جہاز پر میں تنہا ہوں بالکل تنہا۔“ یہ الفاظ ناقابل یقین تھے لیکن جہاز کا ہم نے جس طرح جائزہ لیا تھا اس کے بعد گنجائش نہیں رہ گئی تھی کہ اس کی بات پر شک کیا جا سکے۔ میں نے ایک لمحے سوچا پھر گردن ہلا کر بولا۔

”میں اور میرے یہ دونوں ساتھی تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنے کے لیے تیار ہیں مارٹن الیسٹرو۔“

”آؤ۔“ وہ واپس پلٹ گیا اور میں گوشائی اور وی مین کے ساتھ اس کے پیچھے چل پڑا لیکن ہم لمحہ لمحہ اطراف سے باخبر تھے اور اس تصور کو ہم نے ذہن سے نہیں نکالا تھا کہ کسی بھی وقت کوئی کارروائی ہو سکتی ہے۔ مارٹن الیسٹرو ہمیں لیے ہوئے ایک بڑے سے کیبن میں آ بیٹھا۔ اس کی نڈھال نڈھال کیفیت سے پتا چلتا تھا کہ وہ بری طرح تھکا ہوا ہے۔ چند لمحات کے بعد اس نے گلا صاف کیا اور کہنے لگا۔

”مسٹر غزالی تم جانتے ہو کہ میری تمام زندگی تنظیم کے مفادات کے لیے وقف ہے اور تنظیم اپنا ایک باقاعدہ منشور رکھتی ہے۔ ہم جرائم کی دنیا کے لوگ ہیں لیکن ہمارا بھی ایک مقصد ہے اور اس کی مختصر تفصیلات میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ ہم اس تنظیم کے لیے ایک ایسا ہیڈ کوارٹر چاہتے تھے جو بڑی طاقتوں کی نگاہوں کی زد سے محفوظ رہے۔ وہاں رہ کر ہم ان بڑی طاقتوں کی سازشوں کو ناکام بنانا چاہتے تھے جو اس زمین کو جہنم میں تبدیل کر دینے کے لیے عمل پیرا ہیں۔ گویا ہمارے سامنے بھی ہم برے لوگوں کے سامنے بھی کچھ نیک مقاصد تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم انہیں اپنے انداز میں حاصل کر رہے تھے۔

”تنظیم کے جس شخص کے سپرد کوئی ذمے داری کر دی جاتی ہے وہ اس ذمے داری کو اپنی زندگی کا فریضہ بنا لیتا ہے

اور مجھے غم ہے کہ میں اپنے اس مقصد میں ناکام رہا جس کے لیے میں کام کر رہا تھا۔ لیکن یہ فیصلے میں نے تنہا نہیں کیے تھے تنظیم کے بڑوں کے فیصلے یہی تھے کہ سامونیکا جیسی عجیب و غریب جگہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا جائے اور اس کے لیے سامونوں کی سازش میں شریک ہو جایا جائے چنانچہ میں نے طویل جدوجہد کی اور اپنے تقریباً نوے آدمی اس پروگرام کی تکمیل میں جھونک دیے۔ تم نے جو کچھ کیا غزالی وہ تمہارا مسلک تھا اور ہم کسی بھی مسلک کے حامی کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ غدار ہے یا اس نے غلط کیا۔ ہم بھی یہی سب کچھ کرتے ہیں جو تم نے کیا۔ ہم بھی یہی سب کچھ سوچتے ہیں جو تم نے سوچا پھر جب تم سامونوں کے تمام مسائل کنٹرول کرنے کے بعد سامونیکا کی طرف روانہ ہوئے تو ہم نے تمہارا تعاقب شروع کر دیا۔ سامونوں کی یہی خواہش تھی کہ تمہیں سامونیکا تک نہیں پہنچنے دیا جائے اور ہم ان کی خواہشات پر عمل کر رہے تھے۔

”ہماری ایک سب میرین تباہ ہوئی اور اس کے بعد ہم دو جہاز لے کر تمہارا تعاقب کرتے رہے۔ ہم نے ہر وہ ممکن کوشش کر لی جس سے تمہیں تباہ کیا جا سکے لیکن تم زیادہ طاقتور ثابت ہوئے اور ان ناکامیوں کو محسوس کر کے سامونوں نے آپس میں سرگوشیاں شروع کر دیں۔ انہیں یہ اندازہ ہو گیا تھا اب گومین کو سامونیکا تک پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا چنانچہ انہوں نے خفیہ طور پر ہمارے ہی خلاف کارروائیاں شروع کر دیں کیونکہ وہ اپنے مشن میں ناکام رہے تھے اور اب انہیں سامونیکا واپس جا کر اپنی ناکامی کی اطلاع دینی تھی۔ ان حالات میں، ہمیں سامونیکا لے جانے کی کوشش ان کے لیے خطرناک ہی ثابت ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ان سے یہ سوال کیا جا سکتا تھا کہ جب وہ ناکام رہے تو انہوں نے اجنبیوں کو سامونیکا میں داخل کرنے کی جرأت کیوں کی۔ وہ اپنے طور پر پروگرام بناتے رہے اور میں یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ نتیجے میں ہمیں نقصان اٹھانا پڑا۔ سامونوں نے میرے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر ڈالا۔ انہیں سمندر میں ڈبو کر مار دیا۔ یہ زرد بھنور انہیں نگل گئے۔ میں بمشکل تمام جان بچانے میں کامیاب ہو سکا۔ یہ صرف اتفاق تھا کہ میں بچ گیا اور پھر وہ جہاز لے کر زرد سمندر کے دوسری طرف چلے گئے جہاں ان کی سرزمین ہے۔

”میں تنہا اس جہاز پر ہوں غزالی اور ظاہر ہے میں تنہا سب کچھ نہیں کر سکتا۔ میں اپنے مشن میں ناکام رہا ہوں اور اس ناکامی کے بعد مجھے کوئی حق نہیں ہے کہ زندہ واپس جا کر تنظیم کو یہ رپورٹ پیش کروں کہ ہم ناکام رہے ہیں۔ غزالی یہ کھیل ایک سمت سے ختم ہو چکا ہے۔ کامیابی تمہاری تقدیر میں لکھی تھی میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔ تم یہاں آ گئے اچھا کیا۔ نہ آتے تب بھی کوئی بات نہیں تھی۔ میں موت کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ اب تنظیم سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں ایک ناکام انسان کی حیثیت سے ان کے سامنے نہیں پہنچنا چاہتا۔ بس ایک دکھ ہے میرے اہلِ خاندان تا زندگی میرا انتظار کرتے رہیں گے۔ کچھ رشتے ایسے ہیں جن سے مجھے پیار ہے۔ میں ان میں جینا چاہتا ہوں لیکن اب کوئی فائدہ نہیں۔ میں ایک مایوس انسان ہوں۔ ایک ٹوٹتا ہوا آدمی۔ تم اگر مجھ سے انتقام لینا چاہو تو میں بخوشی اپنے آپ کو اس کے لیے پیش کرتا ہوں۔ اچھا ہے تمہاری ہی کوئی آرزو پوری ہو جائے گی۔

”یہ کہانی ہے غزالی جو میں نے تمہیں سنا دی۔ تم اگر اس جہاز پر نہ آتے تو یہ کہانی میرے ساتھ زرد سمندر کی ان گہرائیوں میں دفن ہو جاتی۔ کب تک جیتا۔ بالآخر ایک نہ ایک دن مر ہی جاتا۔“ مارٹن الیسٹرو کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور یہ تو میرا مسلک ہی نہیں تھا کہ جو شخص دنیا سے ہار جائے جو اپنی شکست مان لے اس کے لیے دل میں کینہ رکھوں۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور مارٹن الیسٹرو کے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

”تمہارا مقصد تمہارا مسلک جو کچھ بھی تھا مارٹن تم نے تسلیم کیا ہے کہ اب وہ ختم ہو گیا ہے گویا تنظیم کا رکن مارٹن الیسٹرو مر چکا ہے؟“

”ہاں غزالی وہ مر چکا ہے۔ بہت بری موت نصیب ہوئی ہے اسے۔ وہ سچ مچ مر چکا ہے۔“ مارٹن الیسٹرو نے کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ یہ رونا مصنوعی نہیں تھا۔ آنسو بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ جو دل سے نکلے ہوں اور بہرطور اب یہ میرا فرض تھا کہ میں اس ٹوٹے ہوئے انسان کو سہارا دوں۔ میں نے اسے رونے دیا اور جب وہ خود بخود خاموش ہوا تو میں آہستہ سے بولا۔

”اس مارٹن الیسٹرو کو یہیں اس سمندر کی گہرائیوں میں دفن کر دو جو تنظیم کا رکن تھا اور دوسرا مارٹن الیسٹرو جو ایک اچھا انسان ہے، ایک معصوم شہری اپنے عزیزوں کا مطلوب اسے میرے حوالے کر دو مارٹن الیسٹرو۔ میرا مشن کسی لالچ کے تحت نہیں ہے اپنی دنیا سے بھٹکے ہوئے سامون اپنی منزل کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ نجانے کیوں دل چاہا کہ انہیں

ان کی منزل کی تلاش میں مدد دوں۔ میں کیا اور میری اوقات کیا لیکن حالات نے میرے عزم کو سہارا دیا اور آج یہ لوگ سامونیکا کی طرف رواں دواں ہیں۔ اس امید کے ساتھ کہ اپنی کھوئی ہوئی دنیا میں پہنچ جائیں گے۔ یقین کرو مارٹن ایسٹرڈ میرے اس مقصد کے پیچھے کوئی لالچ نہیں ہے۔ یہ کہانی ایک خزانے کے حصول کی کوششوں سے شروع ہوئی تھی۔ خزانہ مجھے ملا تھا مارٹن ایسٹرڈ لیکن میں وہ مسافر ہوں جو منزل کو منزل سمجھ کر ٹھکرا دیتا ہے۔ میں نے سوچا کہ سونے چاندی کے یہ انبار، چمکتے ہوئے ہیرے میری منزل نہیں ہیں۔ مجھے خزانوں کے یہ انبار دیکھ کر وہ خوشی وہ سرور نہیں ملا تھا جس کا میں متلاشی ہوں۔ چنانچہ میں نے اس منزل کو ٹھکرا دیا اور یہ راستے اپنائے۔ ہاں مارٹن یہ لوگ سامون ہیں یہ گوشائی ہے جو دلیپنی کے خزانے کے نام سے ایک دنیا کا مطلوب رہی ہے اس سے پوچھ لو۔ خزانہ میں نے پایا تھا اور اس کے بعد میں نے اسے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ خزانے ہی سب کچھ نہیں ہوتے کائنات میں سب سے بڑا خزانہ سکون ہے جسے حاصل ہو اس کی امارت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ سمجھے مارٹن ایسٹرڈ تم بھی اپنی اس زندگی کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں میں چلو اور سکون کے اس خزانے کے مالک بن جاؤ جو اس کائنات کی سب سے عظیم شے ہے۔"

"نہیں میرے دوست تمہاری اس شرافت اس محبت کا شکریہ۔ میں نے اپنی یہ کہانی تمہیں اس لیے نہیں سنائی تھی کہ تمہاری ہمدردیاں حاصل کر لوں۔ میرے بارے میں تم جاننا چاہتے تھے نا میں نے تمہیں بتا دیا۔ بس اس سے زیادہ کچھ درکار نہیں۔ چاہو تو اپنے ہاتھوں سے مجھے ہلاک کر کے اپنے لیے سکون حاصل کرو۔ نہ چاہو اور رحم آئے تو ایسے ہی چھوڑ دو میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"ان دونوں میں سے میں کوئی کام نہیں کروں گا مارٹن ایسٹرڈ بلکہ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ خود تو مر چکے ہو اپنا یہ بے جان وجود سمندر کی لہروں کے سپرد کرنے کے بجائے مجھے دے دو۔ یہ میری ایک چھوٹی سی خواہش ہے۔" مارٹن ایسٹرڈ پھر رونے لگا تھا اور پھر میں، گوشائی، دی مین اسے ساتھ لے کر اسٹیمر کے ذریعے واپس اپنے جہاز پر پہنچ گئے۔ یہاں میں نے تمام صورتحال گومین کو بتائی تو گومین بے حد متاثر ہوا۔ کافی دیر تک وہ سوچ میں ڈوبا رہا تھا پھر اس کے بعد اس نے جہاز رانوں کو حکم دیا کہ اس جہاز کو احتیاط کے ساتھ اس دوسرے جہاز تک لے چلیں اور جہاز آگے بڑھنے لگا۔ گومین نے مجھ سے کچھ معذرت کی اور پھر اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر مجھ سے کافی دور جہاز کے ایک تنہا گوشے میں چلا گیا۔ میں مارٹن ایسٹرڈ کے ساتھ عرشے پر کھڑا مارٹن ایسٹرڈ کے جہاز سے اپنے جہاز کو قریب ہوتے دیکھتا رہا تھا۔ مارٹن ایسٹرڈ خاموش تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"غزالی تم پر بڑی حیرت ہوتی ہے۔ یہ لوگ انسانوں کی شکل کے ضرور ہیں لیکن ہم سے بہت مختلف ہیں۔ کیا تم اس بات پر یقین کر لو گے کہ ان کا جہاز ایک بہت بڑے اور زرد بھنور کی زد میں آ کر سمندر کی گہرائیوں میں روپوش ہو گیا لیکن وہ مسرور تھے انہوں نے کہا کہ یہی سامونیکا کا دروازہ ہے۔ درحقیقت غزالی تنظیم نے بھی بہت بڑا دھوکا کھایا۔ وہ اپنی مقصد برآری کے لیے ہمیں اپنے آپ سے محبت پر آمادہ کرتے رہے۔ انہوں نے ہمیں بڑے بڑے لالچ دیے لیکن غزالی وہ عجیب لوگ تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم نے ہوشمندی کے عالم میں ان کی یہ پیش کش قبول نہیں کی۔ تم ذرا غور کرو تنظیم اگر سامونیکا میں اپنا ہیڈ کوارٹر تعمیر کرتی تو کیا اس ہیڈ کوارٹر میں داخل ہونے کے لیے سمندر کی گہرائیوں میں اترنا پڑتا۔ یہ کونسی دنیا کے لوگ ہیں تم کچھ سمجھ سکے؟" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ جہاز آہستہ آہستہ اس دوسرے جہاز سے جا لگا اور پھر دونوں کو ایک دوسرے سے منسلک کر دیا گیا۔ گومین اور بقیہ تمام افراد اس دوسرے جہاز کے اوپر گئے تھے۔ اس کی پوری طرح تلاشی لی گئی تمام ساز و سامان چیک کیا گیا۔ ہر طرح سے مکمل جہاز تھا۔ اس میں ضروریات زندگی کی تمام چیزیں موجود تھیں اور وہ ہر طرح سے بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔

یہ رات اسی جہاز کے پاس سمندر میں لنگر انداز رہ کر گزاری گئی۔ گوشائی، ڈوین کارلو اور ندرت میرے ساتھ تھیں۔ مارٹن ایسٹرڈ کو ایک کیبن میں آرام کرنے کے لیے بھیج دیا گیا تھا۔ جہاز کے عملے کے لوگ کیپٹن بورس کے ساتھ اس جہاز کے انجن روم کو چیک کر رہے تھے۔ پتا نہیں اس کے بارے میں ان لوگوں نے کیا پروگرام بنایا تھا۔ چاند نکلا تو ہم نے زرد سمندر میں پیدا ہونے والے بھنور دیکھے ایسے ہولناک مناظر تھے کہ آنکھوں کو یقین نہ آئے۔ کبھی کبھی یہ بھنور ایک دیوار کی شکل میں نمودار ہو جاتے اور یہ دیوار اس طرح گھومتی کہ بینائی پر قابو پانا دشوار ہو جائے جو کیفیت تھی وہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ جب چاند نے آدھا سفر طے کر لیا اور مجھے نیند آنے لگی تو میں واپسی کے لیے پلٹا لیکن اسی وقت میں

نے گومین کو اپنے عقب میں دیکھا وہ کھڑا مجھے گھور رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے عجیب سی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھا اور ٹھٹک گیا۔ گومین مجھے آگے جانے کا راستہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا پھر اس کی سرسراتی ہوئی آواز ابھری۔

"غزالی تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا بات ہے گومین؟"

"میرے دوست، میرے ساتھی، میرے ہمدرد میرے محسن مجھے وہ وقت یاد ہے، جب ایک نرم دل انسان ایک غنڈے سے صرف اس لیے بھڑ گیا تھا کہ وہ غنڈا ایک مظلوم شخص کو مار رہا تھا اس نرم دل انسان کا اس مظلوم شخص سے کوئی تعلق نہیں تھا اس کی مدد کرنے میں کوئی لالچ نہیں تھا۔ اس نے انسانیت کی بلندیوں سے ایک ظلم کو دیکھا اور اس کے خلاف فوری عمل کیا پھر اسے حکم دیا گیا کہ وہ اپنے مالک کی خواہش پر ایک کام کرے اور وہ اپنے مالک کی خوشنودی کے لیے ایک ایسے مشن پر چل پڑا جس کی تکمیل کسی انسان کے لیے ممکن نہیں تھی۔ میں اس شخص کو عظیم تصور کرتا ہوں غزالی، جس نے اپنے مالک کے لیے دیانتدارانہ طریقے سے ہر وہ کام کیا جو مالک کی خواہش کے مطابق تھا۔ یہاں تک کہ وہ انسانیت کی معراج تک کو پہنچ گیا۔ تمام آنے والی مصیبتوں سے نمٹتا ہوا، انسانیت کی تکمیل کے لیے وہ اپنی زندگی کا ہر خوشگوار لمحہ چھوڑتا چلا گیا یہاں تک کہ وہ آج اس زرد سمندر کے نزدیک ہے جو سامونیکا کا دروازہ ہے۔ ہاں غزالی ہم اپنی زمین کے دروازے پر پہنچ گئے ہیں۔ یہ بھنور وہ کھلے دروازے ہیں جو ہر شخص کو ہر ذی روح کو سامونیکا میں پہنچا دیتے ہیں۔ یہ بھنور ہی ہمارے دروازے ہیں۔ ان کے ذریعے ہم پاتال میں پہنچ جاتے ہیں۔ ہم پاتال باسی پاتال ہی کے رہنے والے ہیں۔ سامونیکا سمندر کی آخری حدوں میں آباد وہ سرزمین ہے جہاں کی کچھ باتیں تم سن چکے ہو۔ وہاں آکسیجن بھی ہے۔ درخت اور پودے بھی ہیں لیکن تمہاری دنیا کی سائنس نہیں ہے۔ ہماری تمام سائنس مشینوں میں نہیں ہمارے اپنے وجود میں پوشیدہ ہے۔ وہاں مشینی زندگی نہیں ہر چیز انسانی عمل کے دائرے میں ہے۔ بس ہمارے ہاتھ ہتھیار کا کام دیتے ہیں۔ ہماری آنکھیں راڈار ہیں اور وہ تمام قوتیں جو ہمارے وجود میں موجود ہیں ہماری ہر ضرورت کی تکمیل کرتی ہیں۔

"میرا خیال ہے ان الفاظ میں ہماری تمام ہستی پوشیدہ ہے۔ محبت کرنے والی دنیا کے انسان برائیاں کہاں نہیں ہوتیں۔ ہماری زمین پر بھی ہیں وہاں سازشیں بھی ہوتی ہیں۔ اقتدار کے خواہشمند بھی ہیں۔ جنگیں بھی ہوتی ہیں ہمارے درمیان۔ دراصل جہاں انسانی سوچ ہے وہاں یہ سب کچھ موجود ہے تو اے دوست تم نے ہمیں سامونیکا میں پہنچانے میں جو کردار ادا کیا اس کا انسانی تاریخ میں کوئی حوالہ نہیں ہے۔ بے مقصد بے لوث کسی کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دینا بہت عظیم کام ہے اور تم یہ کر چکے۔ ہماری آرزو تھی کہ تم ہمارے سامونیکا میں داخل ہو۔ ہمارے اقتدار کا دور دیکھو۔ لیکن ہمارا مشترکہ فیصلہ یہی ہے کہ ان برے حالات میں ہم تمہیں سامونیکا نہ لے جائیں۔ نئی لوش زندہ ہے اور ہم طویل عرصے کے بعد اپنی دنیا میں واپس آئے ہیں۔ ہماری جدوجہد کتنی طویل ہو گی۔ اس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ تمہاری مختصر زندگی اس کی متحمل نہیں ہو سکے گی۔ ہم اپنی مقصد برآری کے لیے ایک محبت کرنے والے انسان کو اس سے زیادہ پریشان نہیں کر سکتے۔

"میں مختصر الفاظ میں اب یہ کہنا چاہتا ہوں غزالی کہ تم واپس چلے جاؤ۔ یہ فیصلہ میرا نہیں بلکہ میرے تمام ساتھیوں کا ہے گوشائی، ہائیسا، ڈوین کارلو سبھی اس سے متفق ہیں۔ تمہاری اپنی دنیا ہے اس دنیا میں واپس جاؤ اور باقی زندگی اپنے مطابق بسر کرو۔ یہ ہمارا فیصلہ ہے غزالی۔" گومین خاموش ہو گیا۔ کیپٹن بورس، ایڈنا اور دوسرے تمام لوگ بھی ہمارے پاس آ کھڑے ہوئے تھے اور گومین کی یہ گفتگو سن رہے تھے۔ میں نے گومین کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"گومین تم خود اعتراف کر چکے ہو کہ میں کوئی مقصد لے کر کوئی لالچ لے کر تمہارا ساتھی نہیں بنا تھا بلکہ صرف اپنے جذبوں کی تسکین چاہتا تھا اور انہیں جذبوں کے راستے میں نے سفر کیا ہے۔ کیا تم نے میرے بارے میں فیصلہ کر کے یہاں اپنی برتری تسلیم کرانے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں میرے دوست غلط مت سمجھو۔ میں تم سے اس کی توقع نہیں رکھتا۔ ہمارا مقصد سمجھو۔ سامونیکا کی سرزمین کے بارے میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تمہارا جسمانی نظام وہاں کے ماحول کو قبول کر سکے گا یا نہیں۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہاں ہماری جدوجہد کے دوران تمہارا تحفظ ہو سکے گا یا نہیں۔ جیسا کہ تمہیں بتایا جا چکا ہے کہ وہاں سائنس مشینی نہیں ہے۔ نئی لوش نے کیا کیا تبدیلیاں کر چکا ہے اس کے بارے میں ہمیں پتہ نہیں معلوم چنانچہ تمہارے لیے

خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔" میں خاموشی سے گومین کی صورت دیکھتا رہا۔ درحقیقت مجھے اس کی بات سے شدید اختلاف بھی نہیں تھا۔ میں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتا کہ ان لوگوں کی امداد میں صرف میرے جذبے ہی شامل تھے یقینی طور پر میرے ذہن پر بھی انہوں نے کچھ اثرات قائم کیے تھے اور اب جب وہ خود اس بات پر آمادہ ہو گئے تھے کہ مجھے واپس میری دنیا میں بھیج دیا جائے تو انہوں نے یہ اثرات بھی سمیٹ لیے تھے چنانچہ اب میرے دل میں ایک ہلکی سی خواہش پیدا ہونے لگی تھی کہ واقعی سامونیکا میں ایک ہنگامہ خیز زندگی گزارنے کے بجائے کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ میں اپنی زندگی کے اسی مقصد کی طرف لوٹ جاؤں جس کے لیے میں نے گھر بار چھوڑا تھا۔ میں اپنی دنیا میں چلا جاؤں جہاں تنویر کی مسکراہٹوں کے گلستاں لہلہا رہے ہیں۔ جہاں اس کی آنکھوں کا سحر قائم ہے۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"گومین جب تم آخری فیصلہ کر ہی چکے ہو تو میرے لیے اس میں ترمیم کی کیا گنجائش ہے۔" گومین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ میرا مقصد سمجھ چکا تھا چند لمحات وہ سنجیدہ رہا پھر اس نے کسی سے کہا۔

"کپتان جان اسٹیون کو بھی بلا لاؤ۔ وہ یہاں موجود نہیں ہے۔" جان اسٹیون چند لمحات کے بعد وہاں پہنچ گیا تھا۔ کیپٹن بورس اس کی بھتیجی ایڈنا اور دوسرے چند افراد بھی وہیں موجود تھے۔ گومین نے گوشائی کو اشارہ کیا اور پھر ہم لوگوں کو لے کر جہاز کے ایک کیبن میں پہنچ گیا۔ گوشائی تقریباً پانچ منٹ کے بعد واپس آئی تھی۔ اس کے پیچھے چند سامون بڑے بڑے کارٹن اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ کارٹن کیبن میں لا کر فرش پر کھول دیے گئے اور کیبن میں پراسرار روشنی پھیل گئی۔ یہ ان ہیروں کی روشنی تھی جو دیلینی کے خزانے سے تعلق رکھتے تھے۔ سونے کے زیورات، سونے کے سکے اور ایسی ہی لاتعداد اشیاء میں نے انہیں پہچان لیا یہ وہی خزانہ تھا جو تبت کی پہاڑیوں میں پوشیدہ تھا اور جس کا کچھ حصہ مجھے دے کر اس مشن کی تکمیل کے لیے مالی آسانیاں فراہم کی گئی تھیں۔ اور اسی خزانے کا تھوڑا تھوڑا حصہ ڈاکٹر طاہر، کنور پربھات سنگھ اور حسن صاحب کو دیا گیا تھا۔ کیپٹن بورس، جان اسٹیون اور ایڈنا اس خزانے کو دیکھ کر پاگل ہو گئے تھے۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے اور ان کی سانسیں جیسے بند ہو گئی تھیں۔ گومین کی آواز ابھری۔

"کیپٹن بورس، کیپٹن جان اسٹیون تم لوگوں سے خزانے کے بارے میں کہا گیا تھا۔ یہ خزانہ تمہارے سامنے موجود ہے یہ نہ سمجھنا کہ سامون وعدہ خلاف تھے ورانہوں نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے تمہیں دھوکہ دیا تھا۔ .... الی اس خزانے کا مالک ہے۔ وہ اپنی خواہش کے مطابق تم لوگوں میں اس کے کچھ حصے تقسیم کر دے گا۔ اب یہ سب کچھ اس پر منحصر ہے۔ سنو دوستو! زندگی مختصر چیز ہوتی ہے اور دولت صرف زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے۔ موت کی ضرورتوں کو نہیں۔ یہ انبار تمہارے سامنے ہیں۔ یہ تمہیں زندگی میں فائدہ پہنچا سکتے ہیں موت کے بعد یہ تمہارے لیے بے مقصد ہوں گے بالکل اس طرح جس طرح یہ ہماری زندگی میں ہمارے لیے بے مقصد ہیں۔ سامونیکا کی سرزمین ایسے خزانوں کی متحمل نہیں۔ وہاں یہ ایک بے حقیقت شے ہیں۔ ہم نے اس خزانے کو صرف تمہاری دنیا کی ضرورتوں کے لیے محفوظ رکھا تھا اور اب جب ہم اپنی دنیا میں واپس جا رہے ہیں تو یہ بے مقصد بوجھ لے جانا نہیں چاہتے۔ میں صرف یہ کہنے کا خواہشمند ہوں کہ اس کے لیے ایک دوسرے کے دشمن مت بن جانا سارے اپنی ضرورتوں کے مطابق تقسیم کر لینا۔ غزالی تمام سامون تیار ہیں۔ اس جہاز پر سے اپنی ضرورت کی اشیاء اس جہاز پر منتقل کر لو ہم تمہارا جہاز اپنی دنیا میں لے جائیں گے۔ اور اس کے بعد اپنی نئی زندگی کی جدوجہد کا آغاز کریں گے۔ میرے دوست صبح سے پہلے یہ کارروائی مکمل کر لو۔ سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہم پاتال کی گہرائیوں میں پہنچ جائیں گے۔ یہ ہماری خواہش ہے۔"

کیپٹن جان اسٹیون تو جیسے حواس ہی کھو بیٹھے تھے۔ میں نے سامونوں کی مدد سے یہ خزانہ دوبارہ کارٹنوں میں بھروا دیا۔ میں سمجھتا تھا کہ اب یہ مرحلہ ایک اور خوفناک صورتحال سے دوچار ہو گیا ہے۔ واپسی کا سفر، خزانہ اور یہ سب کچھ ایک نئی جدوجہد کا آغاز کرے گا۔ لیکن اب یہی سب کچھ ہونا تھا۔ سامون اس جہاز کا سامان اس جہاز میں منتقل کرنے لگے تمام ہی لوگ نگرانی کر رہے تھے۔ میں نے ندرت کو روتے ہوئے دیکھا۔ ڈونن کارلو افسردہ تھی اور گوشائی کا چہرہ ساکت تھا۔ صبح کی روشنی نمودار ہونے لگی تھی اور تمام سامون سروں پر سفید پٹیاں باندھ کر اپنے نئے سفر کے لیے تیار تھے۔ گومین، سمبو تو راعد دوسرے تمام لوگوں نے میرے گلے لگ کر میری پیشانی چومی۔ گوشائی اور ڈونن کارلو نے بھی ایسا ہی کیا۔ ندرت میرے قریب آئی اس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور پھر اپنا سر میرے سینے سے ٹکا دیا۔ وہ آہستہ سے بولی۔

"تمہارا الی تجانے کب تک جیوں لیکن اپنی زندگی کی آخری

سانس تک تم میرے دل کی گہرائیوں سے نہیں نکل سکو گے، جو پاتال کی ان گہرائیوں سے زیادہ گہری ہیں۔" وہ پلٹی لوہاس تختے کے ذریعے اس دوسرے جہاز میں اتر گئی جسے لے کر ہم یہاں تک آئے تھے۔ جہاز پر جانے والا آخری آدمی گومین تھا۔ دل میں درد بھی تھا اور خوشی کی لہریں بھی۔ اپنی دنیا میں واپسی کسے عزیز نہیں ہوتی لیکن ان لوگوں کے ساتھ بھی ایک عالم بیت گیا تھا۔ جہاز آہستہ آہستہ ہمارے جہاز سے دور ہونے لگا۔ مارٹن الیسٹرو، کیپٹن بورس، جان اسٹیون اور دوسرے لوگ عرشے پر کھڑے ہاتھ ہلا رہے تھے اور زیر دبھنور اپنی ہولناکیوں کے ساتھ سامونوں کا استقبال کرنے کے لیے تیار تھے۔ جہاز آہستہ آہستہ دور ہوتا گیا وہ سب ہاتھ ہلا رہے تھے۔ اور پھر ایک ہولناک بھنور سے پانی کی ایک چادر فضا میں بلند کی اور جہاز کو اس طرح لپیٹ لیا جیسے چاند بادلوں کی اوٹ میں چلا جاتا ہے۔ بھنور جب ساکت ہوا تو وہاں کسی جہاز کا کوئی پتا نہیں تھا۔

سامون اپنی پراسرار دنیا کے سفر کا آغاز کر چکے تھے جو پاتال کی گہرائیوں میں تھی۔ ایڈنا کی آنکھیں دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں پھر وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے رکھے نیچے واپس چلی گئی۔ کیپٹن بورس، جان اسٹیون اور مارٹن الیسٹرو ایک قطار میں کھڑے ہوئے تھے۔ مارٹن الیسٹرو نے کہا۔

"کیا اگر دنیا کو یہ کہانی سنائی جائے تو کوئی اسے حقیقت تسلیم کرے گا؟ لیکن ہماری آنکھوں نے وہ دیکھا ہے جو ناقابل یقین ہے۔ آؤ دوستو واپس چلو خدا کی کائنات وسیع اور [illegible] نے ایسے بہت سے راز ہم سے پوشیدہ رکھے ہیں جنہیں جان لیا جائے تو ہمارے دل پھٹ جائیں اور ہمارا وجود پارہ پارہ ہو جائے۔ آؤ اپنی دنیا میں واپسی کا سفر طے کریں۔ آؤ انسان بن کر سوچیں۔ انسانوں کی مانند جئیں کہ ہم سامون نہیں ہیں۔" تمام خلاصی اور جان اسٹیون کے جہاز کے عملے کے لوگ جو اب تک مشینی انداز میں عمل کرتے رہے تھے اپنی اپنی ذمے داریوں پر چوکس ہو گئے اور واپسی کے سفر کا آغاز ہو گیا جو بہر طور اپنے ماضی کی مانند بے حد ہولناک تھا اب ہمارے ساتھ ہمارے سامون مددگار بھی نہیں تھے جو بسا اوقات ناقابل یقین کارنامے انجام دیتے تھے۔ یہ سب کچھ مجھے ایک خواب کی مانند محسوس ہو رہا تھا۔ لگ رہا تھا کہ میں اپنی تعلیم حاصل کر رہا ہوں اور ایک انگریزی کلچر اسٹ بننے کے لیے جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہوں۔

مجھے یہ بھی احساس ہو رہا تھا کہ میرے والدین [illegible] اور بھائیوں کی کہانی جھوٹ ہے۔ بھائیوں نے مجھے ٹھکرایا نہیں بلکہ یہ سب ایک خواب ہے۔ ایک سحر ہے جو مجھ پر طاری ہو گیا تھا لیکن اس حسین خواب میں ایک کالا دھبا موجود تھا اگر واقعی یہ خواب ہے تو اس خواب سے کم از کم تنویر کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ وہ تو میرے تمام خوابوں کی تعبیر ہے۔ واپسی کے سفر میں میری جدوجہد شاید سب سے زیادہ تھی۔ میں سب سے زیادہ مستعد تھا اور ہم نے اپنے تجربے کی بنا پر سفر کے اس ہولناک مرحلے میں اپنے تحفظ کے تمام بندوبست کر لیے تھے۔ چنانچہ ہمارا یہ سفر واپسی میں زیادہ پرسکون رہا۔ گو لاتعداد اضطراب پیش آئے تھے اور بعض جگہ موت ہمیں چھوتی ہوئی گزر گئی تھی لیکن ہم زندگی کے خواہاں تھے اور زندگی کے لیے لڑ رہے تھے۔ میں داد دیتا ہوں کیپٹن جان اسٹیون کو، کیپٹن بورس اور مارٹن الیسٹرو کو کہ اس دوران انہوں نے ذرا بھی ہلکے پن کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ ورنہ خزانے کے یہ انبار انسان کو انسانیت سے بہت دور لے جاتے ہیں ہم نے موت کو اس قدر قریب سے دیکھا تھا اور اپنے جیسے انسانوں کی ان خزانوں سے بے نیازی دیکھی تھی کہ خود ہماری نگاہ میں بھی یہ خزانے بے حقیقت ہو گئے تھے۔ خلاصیوں وغیرہ کو تو خیر ان کے بارے میں ہوا بھی نہیں لگنے دی گئی تھی کیونکہ چھوٹے ذہن کے لوگ غلط انداز میں بھی سوچ سکتے تھے۔ لیکن خزانہ محفوظ کرنے کے بعد کسی نے اس کی طرف توجہ بھی نہیں دی تھی اور ہم سب زندگی کی بقاء کے لیے مصروف تھے۔ جہاز کا یہ سفر طویل ترین تھا اور نجانے کتنے حوادث سے گزرنے کے بعد بالآخر ہم ایک سرزمین پر پہنچے۔ یہ افریقہ ہی کا ایک علاقہ تھا لیکن وہ نہیں جہاں سے ہم اس طرف آئے تھے۔

اب تک اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی کہ تہذیب کی دنیا میں پہنچنے کے بعد ہم اپنے تحفظ کے لیے کیا کریں گے کیونکہ اب تک تو ہم زندگی کی جدوجہد کرتے رہے تھے۔ اور بعض اوقات یہ احساس ہوتا تھا کہ شاید ہم زندہ دوبارہ تہذیب کی دنیا میں نہ پہنچ سکیں۔ لیکن اب جبکہ یہ سرزمین ہمارے سامنے آ گئی تھی تو دوسرے مسائل منہ کھول کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ہمارے درمیان ایک میٹنگ ہوئی جس میں تمام لوگ شریک تھے اور یہ مسئلہ زیر گفتگو آیا کہ اب ہم اپنے آپ کو کس حیثیت سے وہاں روشناس کرائیں گے؟ خزانے کے تحفظ کا کیا بندوبست ہو گا؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس مرحلے پر مارٹن الیسٹرو نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"دوستو! تم لوگ یہ فکر مت کرو میں اس تمام مشکل سے تمہیں نکال دوں گا۔ ہر چند کہ میں تنظیم کے مقصد کی تکمیل کرنے میں ناکام رہا ہوں اور ایک ناکام انسان کی حیثیت سے واپس آیا ہوں لیکن اب میرے شانوں پر دوسری ذمہ داری آپڑی ہے۔ تمہارے تحفظ کی ذمے داری یہ جہاز تنظیم کی ملکیت ہے اور تنظیم کی جڑیں دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ممکن ہے ابتدائی مرحلوں میں ہمیں کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے لیکن میں تنظیم کی مدد حاصل کرلوں گا اور تم سب کے تحفظ کا بندوبست ہوجائے گا۔ مجھ سے ابتدائی طور پر سوال کیا جائے گا کہ میں اپنی اس مہم میں کیا کرکے لوٹا ہوں تو اس کے لیے میں نے ایک کہانی تیار کرلی ہے۔ میں جھوٹ بولوں گا میں یہ کہوں گا کہ میرے مشن کا پہلا مرحلہ مکمل ہوگیا ہے اور میں واپس آیا ہوں کہ کچھ نئے انتظامات کرکے دوبارہ اُدھر کا رخ کروں۔ یہ کہہ کر میں ابتدائی طور پر تم سب کی جانیں بچا سکتا ہوں۔ تم اپنی منزلوں پر چلے جانا اور میں اپنے آپ کو اس دنیا میں روپوش کرلوں گا۔ تاکہ تنظیم مجھے دوبارہ نہ پاسکے۔"

درحقیقت مارٹن ایسٹرو اس وقت ایک نعمت ثابت ہوا۔ جہاز جب بندرگاہ سے لگا تو مقامی پولیس ہمارے استقبال کے لیے تیار تھی۔ بحریہ کی لانچوں نے اس نامعلوم جہاز کو گھیر لیا تھا۔ مارٹن ایسٹرو ہی نے ان لوگوں سے گفتگو کی اور جہاز پر پہرا لگادیا گیا۔ مارٹن ایسٹرو کی کارروائیاں چند ہی گھنٹوں میں رنگ لے آئیں۔ بہت سے لوگ وہاں پہنچے تھے اور اس کے بعد تمام معاملات حل ہوگئے تھے۔ تنظیم کی زبردست کارکردگی کا میں جگہ جگہ قائل ہوگیا تھا۔ یہ لوگ جہاں بھی چاہتے اپنی مقصد براری کرلیتے اور انہیں کوئی دقت نہیں ہوتی چنانچہ چند گھنٹوں کے اندر اندر جہاز پر سے پہرا ہٹ گیا اور حالات ایسے ہوگئے جیسے ہم باقاعدہ قانونی حیثیت رکھتے ہوں ہمیں تین دن تک جہاز ہی پر رہنا پڑا اور تیسرے دن مارٹن ایسٹرو جو اس دوران ہمارے ساتھ نہیں تھا واپس آیا اور اس نے ہمیں اطلاع دی کہ تمام مرحلے طے ہوگئے ہیں اور ہم یہاں سے لندن جانے کے لیے تیار ہوجائیں۔ میں نے اس وقت خزانے کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھا۔ کیپٹن بورس، جان اسٹیون وغیرہ اب ذرا سسپنس کا شکار تھے چنانچہ میں نے بے نیازی سے کہا۔

"مسٹر مارٹن ایسٹرو خزانے کی تقسیم کی ذمے داری گو میں نے میرے سپرد کردی تھی لیکن میں اپنے آپ سے بہتر آپ کو پاتا ہوں کیونکہ سچ یہی ہے کہ خزانہ میرے ذریعے یہاں تک پہنچا لیکن یہاں سے وہ میری دسترس سے باہر ہے اور صرف تمہاری وجہ سے محفوظ رہا ہے چنانچہ براہ کرم جس طرح بھی مناسب سمجھو اسے تقسیم کردو۔" مارٹن ایسٹرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ڈیئر غزالی میں نے دنیا کو جس رنگ میں دیکھ لیا اس کے بعد کوئی اور رنگ میری آنکھوں پر نہیں چڑھ سکتا۔ میں لعنت بھیجتا ہوں جواہرات اور سونے کے اس انبار پر جو اپنے طور پر حقیقت نہیں رکھتا اور انسان کا اس طرف دوڑنا صرف اس کی کم ظرفی کی علامت ہے۔ تم جس طرح بھی چاہو اس کے حصے بخرے کرلو۔ مجھے بتاؤ اسے کہاں پہنچانا ہے۔ میں ہر شخص کے لیے انتظامات کرلوں گا۔ مجھے اس میں سے کچھ نہیں درکار۔" کیپٹن بورس اور جان اسٹیون حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ پھر انہوں نے بھی ظرف کا مظاہرہ کیا لیکن بالآخر خزانہ چار حصوں میں تقسیم کردیا گیا اور ہم نے برابر برابر چار حصے مخصوص کرلیے۔ میں نے بھی یہاں کسی قسم کی فراخدلی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ مارٹن ایسٹرو سے میں نے درخواست کی کہ یہ خزانہ جس طرح بھی ہوسکے میرے وطن منتقل کردیا جائے اور اس کے لیے میں نے حسن صاحب کا ٹھکانا ہی بتایا تھا۔ مارٹن ایسٹرو نے کہا کہ وہ یہ کارروائی کرنے کے لیے مزید کچھ وقت تنظیم کے درمیان گزارلے گا تاکہ ہمارا کام ہوجائے۔ اور اس کے بعد وہ اپنے طور پر اپنے لیے کچھ کرے گا۔ ہم مطمئن تھے یہاں سے کیپٹن بورس اپنے دیس روانہ ہوگیا۔ جان اسٹیون اپنے ملک چلا گیا اور میں نے لندن جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ کیونکہ وہیں سے میں، باآسانی اپنے وطن جاسکتا تھا۔ لندن کے لیے بندوبست کرنے میں کچھ دن مزید صرف ہوگئے اور پھر ایک دن دوپہر کو ساڑھے بارہ بجے مارٹن ایسٹرو نے مجھے سینے سے لگا کر رخصت کیا۔ اس نے آہستہ سے کہا تھا۔

"دعا کرنا غزالی کہ جس طرح تم لوگ اپنی منزل کی جانب گامزن ہوگئے ہو۔ میرے راستے بھی آسان ہوجائیں۔ زندہ رہا تو ایک بار تم سے ملاقات کرنے تمہارے وطن ضرور آؤں گا۔" میں نے بھی گرمجوشی سے مارٹن ایسٹرو کو سینے سے لگایا تھا اور اس کے بعد میں چل پڑا۔

طیارہ فضا میں بلند ہوگیا تھا۔ میرے ذہن میں اس وقت تنویر کی مسکراہٹ رچی ہوئی تھی۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ زندگی مہلت دیدے گی کہ دوبارہ تنویر کی پلکوں کی چھاؤں میں پہنچ جاؤں گا۔ اب اس وقت میرے ذہن پر صرف ایک ہی تصور سوار تھا۔ تنویر اور صرف تنویر۔ لندن جانا ضروری تھا

چونکہ وہی میرا راستہ تھا ورنہ اس وقت دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ جس طرح بھی ہوسکے لمحوں میں حسن صاحب کی کوٹھی پر پہنچ جاؤں اور اپنی دنیا آباد دیکھوں۔

طیارہ لندن ایئرپورٹ پر اتر گیا۔ کسٹم وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے میں زیادہ وقت صرف نہیں ہوا۔ طیارے ہی میں فیصلہ کرچکا تھا کہ لندن میں مختصر سا قیام ڈاکٹر طبجے موڈگر کے علاوہ اور کہاں کیا جاسکتا ہے حالانکہ ہوٹل موجود تھے۔ لیکن ڈاکٹر طبجے موڈگر جیسی شخصیت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ میرے مسائل میں برابر کا شریک رہا تھا۔ خزانہ مارٹن ایسٹرو کے ذریعے منتقل کرتے وقت میں نے ہیلن موڈگر کو ذہن میں رکھا تھا اور اس کے لیے کچھ ایسی اشیاء منتخب کرکے لندن میں محفوظ کرادی تھیں جو اس کے شایان شان ہوتیں۔ ڈاکٹر جے موڈگر نے اس سلسلے میں جس اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا تھا اس کے تحت کوئی معاوضہ اسے کیا دیا جاسکتا تھا اور وہی والی بات ہے "مالِ مفت دلِ بے رحم" یہ خزانہ مفت ہی کا تو تھا بے شک میرا نظریہ اپنا گھر چھوڑتے وقت یہی تھا کہ میں بے پناہ دولت جمع کروں اور اپنے بھائیوں کے سامنے اپنی حیثیت کو مستحکم بنا کے پیش کروں اور وہ حیثیت میں نے حاصل کرلی تھی۔ میں ٹیکسی کرکے ڈاکٹر جے موڈگر کے گھر کی جانب روانہ ہوگیا اور جب اس بنگلے میں داخل ہوا تو سب سے پہلی ملاقات ہیلن موڈگر ہی سے ہوئی تھی وہ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ دیکھتی رہی پھر بے اختیارانہ انداز میں دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"اوہ غزالی... غزالی تم واپس آگئے؟ تم... غزالی تم خیریت سے تو ہو نا؟ بالکل ٹھیک ہو نا تم؟ وہ لوگ کہاں؟ کیا وہ لوگ تمہارے ساتھ ہیں؟ کہاں قیام کیا ہے تم نے؟" اس نے بے شمار سوالات کرڈالے۔ میں مسکراتا رہا اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"اب میں تنہا ہوں ہیلن۔"

"کیا مطلب؟ کہاں چلے گئے وہ لوگ؟"

"تم مجھے اندر جانے کے لیے نہیں کہو گی؟"

"سوری۔ تمہیں دیکھ کر نجانے کیوں اتنی ہی مسرت ہوئی ہے کہ میں سب کچھ بھول گئی آؤ پلیز آؤ۔" وہ مجھے لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچی پھر بولی۔

"اس بے سروسامانی کے عالم میں، اس انداز میں کہاں سے آرہے ہو غزالی؟ مجھے کم از کم تفصیل تو بتادو۔ اب دیکھو نا یہ تو فطری بات ہے کہ میں تمہیں دیکھ کر اس طرح کے سوالات کروں۔ میں نے جب بھی ڈیڈی سے تمہارے بارے میں پوچھا۔ ڈیڈی اُصرت کی باتیں کرنے لگتے ہیں کہ جیسے وہ تمہیں کسی سیارے کی مخلوق سمجھتے ہوں یا آسمان سے اترا ہوا کوئی فرشتہ جو صرف دوسروں کے لیے متحرک رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں غزالی کہ تمہاری شخصیت مجھے ہمیشہ عجیب لگی۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ تم ایک بے وقوف آدمی ہو یا پھر ایک پہنچے ہوئے ولی جو اپنے علاوہ سب کے بارے میں سوچتے ہو۔ میں مسلسل بکواس کیے جارہی ہوں اور تم خاموشی سے مسکرارہے ہو۔ مجھے بتاؤ گے نہیں کیا میں واقعی خود ہی بے وقوف ہوں؟" میں اس کے ان الفاظ پر ہنس پڑا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم مجھے بتانے کا موقع تو دو ہیلن۔ سوال پر سوال کیے جارہی ہو اور میں یہ فیصلہ نہیں کرپارہا کہ تمہیں پہلے کون سے سوال کا جواب دوں؟"

"اوہ۔ میری کیفیت شاید واقعی بہت خراب ہوگئی ہے۔ اچھا چلو ٹھیک ہے پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں کچھ پلاؤں؟"

"ہاں۔ کوئی مشروب ٹھنڈا۔"

"ابھی لو۔" ہیلن خود ہی دوڑتی ہوئی باہر نکل گئی تھی لیکن واپس آئی تو ایک ملازم اس کے ساتھ تھا۔ جو مشروب کا جگ اور گلاس وغیرہ اٹھائے ہوئے تھا۔ ہیلن نے خود ہی وہ نفیس شربت مجھے دیا جسے پی کر فرحت کا احساس ہوا تھا۔ وہ خود بھی شربت کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہی تھی پھر بولی۔ "ہاں اب یہ بتاؤ پہلے اچھا یہ بتاؤ کہ وہ لوگ کہاں گئے؟"

"ساموں؟"

"ہاں عجیب سا نام ہے ان لوگوں کا۔ کہاں گئے وہ سب؟"

"انہیں میں نے ان کی منزل تک پہنچا دیا۔"

"اوہ میرے خدا گویا... گویا جس مقصد کے لیے تم کوشاں تھے وہ پورا ہوگیا؟"

"ہاں ہیلن۔ میں اپنی اس ذمّے داری سے فارغ ہوگیا۔"

"اور ڈیری گڈ اور وہ لڑکی ڈوڈن کا ربوجودلوں کا حال بتاتی تھی؟"

"وہ ساموں تھی۔ اپنی دنیا میں واپس چلی گئی۔"

"یہ ساموں کی دنیا کہاں ہے؟"

"سمندر کی گہرائیوں میں۔ پاتال میں۔" میں نے جواب دیا اور وہ پاتال کا انگریزی میں ترجمہ کرنے لگی پھر گردن ہلا کر بولی۔

"بہرطور بہت پُراسرار کھیل تھا۔ ڈیڈی نے مجھے کچھ تفصیلات بتائی تھیں۔ مجھے تو سچ مچ غزالی یقین ہی نہیں آرہا تھا لیکن چند کچھ دارو گ جوبات کہیں اسے یقین نہ آنے کے باوجود مان لینا پڑتا ہے تو غزالی اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"کچھ نہیں ہیلن۔ اپنے وطن واپس جاؤں گا۔ اپنی دنیا آباد کروں گا۔"

"یہیں لندن میں کیوں نہیں رہ جاتے؟ ہم تمہارے لیے وہ تمام بندوبست کریں گے جو ضروری ہو گا۔"

"نہیں ہیلن مجھے اپنے وطن سے پیار ہے۔ وہی سرزمین میرے لیے زندگی ہے۔ کوئی بھی دوسری جگہ مجھے اس سے زیادہ عزیز نہیں۔"

"ہمارا لندن بھی نہیں؟"

"برا مت ماننا میں اپنی ہی زمین پر خوش رہ سکوں گا۔"

ہیلن کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے پرچھائیں سی آئی تھی لیکن دوسرے لمحے وہ پھر معتدل ہو گئی۔ میں نے ڈاکٹر مورگر کے بارے میں پوچھا تو ہیلن نے بتایا کہ وہ کلینک میں ہے۔ اس کا کاروبار مناسب انداز میں جاری ہے۔ ڈاکٹر جے مورگر سے شام کو ساڑھے پانچ بجے ملاقات ہو سکی تھی۔ اس نے بھی بے پناہ مسرت کا اظہار کیا اور میں نے اسے مختصراً تفصیل بتا دی۔ میں نے اسے بتا دیا کہ سامون اب اپنی اپنی دنیا میں پہنچ گئے ہوں گے۔ وہاں ان کے مسائل جو کچھ بھی ہوں لیکن کم از کم میری وہ ذمے داری ختم ہو گئی جو میں نے خود پر مسلط کر لی تھی۔ ڈاکٹر جے مورگر مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتا رہا۔ ہیلن بھی اس میں شریک رہی۔ پھر ڈاکٹر جے مورگر نے گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم ہیلن کے ساتھ گفتگو کرو۔ رات کو تم سے تفصیلی باتیں ہوں گی۔ ابھی تھوڑی دیر میں میری ایک شناسا آنے والی ہیں کچھ معاملات چل رہے ہیں ان سے۔ دراصل ایک مریض میرے کلینک میں داخل ہے۔ کافی عرصے سے وہ بھی تمہاری ہی سرزمین کا باشندہ ہے۔ ایک چوٹ تھی اس کے سر میں جس کی وجہ سے وہ ذہنی طور پر تقریباً معطل تھا لیکن تھینکس گاڈ کہ اب وہ بالکل ٹھیک ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا ظاہر ہے یہ ڈاکٹر کے ذاتی معاملات تھے۔

آٹھ بجے کا وقت ہو گا میں اور ہیلن مورگر عمارت کے لان پر چہل قدمی کر رہے تھے کہ سیاہ رنگ کی ایک خوبصورت گاڑی آکر رکی اور ایک عورت اس سے باہر نکل آئی۔ تیز روشنی تھی ورنہ شاید اس وقت مجھے اس کی صورت نظر نہ آتی۔ یونہی سرسری انداز میں، میں نے اسے دیکھا تھا لیکن دوسرے لمحے میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا تھا۔ میں ششدر رہ گیا۔ آنکھوں کو یقین نہیں آرہا تھا لیکن جو شخصیت اس کار سے اتری تھی وہ اتنی غیر اہم نہیں تھی کہ ایک بار اسے نظرانداز کر دیا جاتا۔ وہ ساریہ تھی۔ سو فیصد ساریہ۔ وہ خوفناک عورت جو ایک جرائم پیشہ گروہ کو کنٹرول کرتی تھی۔ وہ ہولناک عورت جس کے سامنے انسانی زندگی کا کوئی مصرف نہیں تھا۔ وہ جو کسی کو ایک لمحے میں قتل کر سکتی تھی اور اس سے جو جنگیں ہوئی تھیں اور جس انداز میں وہ فرار ہوئی تھی وہ سب ایک لمحے میں میرے ذہن میں آگیا۔ ساریہ نے ہمیں نہیں دیکھا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ڈاکٹر جے مورگر کی رہائش گاہ کے صدر دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔ مجھے اس طرح دیکھ کر البتہ ہیلن نے پوچھا۔

"کیوں تم اسے اس انداز میں کیوں دیکھ رہے ہو؟ کیا وہ تمہاری کوئی شناسا ہے؟"

"یہ کون ہے ہیلن کون ہے یہ؟"

"ڈیڈی کی وہ کلائنٹ جس کا وہ انتظار کر رہے تھے۔ غالباً اس کا نام ساریہ ہے۔ اس کا کوئی مریض ڈیڈی کے کلینک میں داخل ہے۔" ہیلن نے بتایا اور میں بے چین ہو گیا۔ ہیلن نے پھر اس بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہیلن میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اگر وہ تمہاری کوئی شناسا ہے تو آؤ ہم اس سے ملاقات کیے لیتے ہیں اس میں مشکل کیا ہے؟ مگر کون ہے وہ اور تم اسے کیسے جانتے ہو؟ کوئی خاص بات ہے؟"

"کیا تم اس عورت سے باقاعدہ ملی ہو؟"

"نہیں۔ ڈیڈی کے بہت سے کلائنٹس آتے رہتے ہیں۔ اخلاقاً کبھی ان کا تعارف بھی ہو جاتا ہے بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

"آؤ ہیلن وہ ایک انوکھی شخصیت ہے۔ ذرا معلوم تو کریں کہ چکر کیا ہے؟" ہیلن نے اس کمرے کا رخ کیا جہاں ڈاکٹر جے مورگر، ساریہ کے ساتھ موجود تھا۔ ہم دونوں اندر داخل ہوئے تو ڈاکٹر جے مورگر نے پرتپاک استقبال کیا۔ ہماری آمد سے اسے کوئی کوفت نہیں ہوئی تھی بلکہ شاید اس لیے اس نے ہمیں اپنی اس گفتگو میں مدعو نہیں کیا تھا کہ اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ساریہ نے مجھے دیکھا اور اس کی کیفیت مجھ سے مختلف نہیں ہوئی تھی بلکہ اس پر

کچھ زیادہ ہی اثرات ہوئے تھے۔ وہ پاگلوں کی طرح صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی، دوڑتی ہوئی میرے قریب آئی میرے کوٹ کا کالر پکڑ لیا اس کی آنکھوں میں شدید حیرت نظر آرہی تھی اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر جے مورگر اور ہیلن حیران رہ گئے۔ ڈاکٹر جے مورگر ہمارے پاس آکھڑا ہوا تھا۔

"خیریت... خیریت کیا ہوا میڈم ساریہ؟ کیا بات ہے؟" لیکن ساریہ نے ڈاکٹر کی آواز نہ سنی وہ بدستور مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور ساریہ نے میرا کوٹ چھوڑ دیا۔ میں نے کوٹ کی شکنیں درست کیں اور آہستہ سے پوچھا۔

"کیسی ہو ساریہ؟" وہ چند لمحات مجھے دیکھتی رہی پھر اس کے چہرے پر خجالت کے آثار نظر آئے اور پھر وہ تھکے سے انداز میں پیچھے ہٹ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

"آپ دونوں ایک دوسرے سے بخوبی واقف معلوم ہوتے ہیں؟" ڈاکٹر جے مورگر نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

"ہاں ڈاکٹر، ساریہ سے میرا طویل ساتھ رہ چکا ہے۔"

"تم زندہ ہو؟ تم زندہ ہو غزالی؟"

"ہاں میڈم ساریہ آپ کا کیا خیال تھا مجھے مر جانا چاہیے تھا؟"

"نہیں میں جانتی تھی تم مرنے والوں میں سے نہیں ہو۔ میں... غزالی میں بس میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔"

"ساریہ زندگی ایسے ہی بے تکے واقعات سے عبارت ہوتی ہے۔ نجانے کیا کیا ہوتا ہے اس زندگی میں۔ نجانے ہم کیا کیا سوچتے ہیں۔ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ لیکن بہت سے معاملات ہمارے بس میں نہیں ہوتے۔"

"تم کیسے ہو؟ یہ تو بتا دو؟"

"بالکل ٹھیک ہوں اور معافی چاہتا ہوں کہ اس وقت تمہاری اس تنہائی میں مداخلت کی۔ میں نے تمہیں لان پر ہی دیکھ لیا تھا اور میں اپنے آپ کو تم سے ملنے سے باز نہ رکھ سکا۔"

"اوہ غزالی تم... تم پلیز... مگر تم ڈاکٹر جے مورگر کے ہاں کیسے نظر آرہے ہو؟ کوئی مسئلہ ہے یا صرف تمہاری شناسائی ہے؟"

"میڈم بہتر یہ ہے آپ غزالی کو بھی بیٹھنے کی پیشکش کریں اور اطمینان سے گفتگو کریں۔ اگر آپ تنہائی چاہتی ہیں تو ہم باپ بیٹی بھی آپ کی تنہائی میں مداخلت کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہم آپ کو تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ کے تعلقات تو ضرورت سے زیادہ ہی اچھے معلوم ہوتے ہیں۔"

"ہاں ڈاکٹر غزالی سے میری زندگی کا ایک ایسا باب وابستہ ہے جسے میں موت کے وقت تک نہیں بھول سکتی۔ غزالی... غزالی واقعی تم نے میرے ذہن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ تمہیں دیکھ کر خوشی بھی ہوئی ہے اور غصہ بھی آرہا ہے۔"

"غصہ مجھ پر نہیں آنا چاہیے ساریہ شاید تمہیں حقیقتوں کا علم ہو چکا ہو بلکہ وہیں ہو گیا تھا۔ بہرطور جیسی تمہاری مرضی۔ اگر غصہ آرہا ہے تو میرا خیال ہے اس وقت میں تمہارے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا۔"

"نہیں وہ ساریہ تو تبت ہی میں مر گئی تھی جسے غصہ آتا تھا اور جو... اور جو۔ ہاں غزالی سچ کہہ رہی ہوں اب وہ ساریہ کہیں نہیں ہے۔ میں خود اسے تبت کی سرزمین میں دفن کر چکی ہوں۔"

"گڈ ویری گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ تم ایک دوسرے کے بارے میں بھی کافی جانتے ہو مگر بھائی ہم بھی دوستوں ہی میں شمار ہوتے ہیں۔ کیا ہمیں کچھ نہیں بتلایا جائے گا؟" ڈاکٹر جے مورگر نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے ڈاکٹر کہ اگر اپنی اور ساریہ کی کہانی سنانے بیٹھ جاؤں تو شاید ایک طویل وقت لگ جائے۔ یوں سمجھ لو ہماری ملاقات تبت میں ہوئی تھی اور ہمارے درمیان کچھ ایسے معاملات چلے جنہیں غیر دوستانہ کہا جا سکتا ہے۔ بس اس کے بعد کچھ ہنگامے ہوئے اور میڈم ساریہ شاید زندگی کے راستے سفر کرتی ہوئی یہاں تک آگئیں ورنہ ان کی زندہ واپسی کا کوئی امکان نہیں تھا۔"

"اوہو۔ بھئی خطرناک لوگوں کی خطرناک باتیں اب ہم کیا کہہ سکتے ہیں اس سلسلے میں؟"

"وہ سب کہاں ہیں؟ کیا ہوا ان کا؟"

"سب اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ سب ٹھکانے جا لگے۔"

"اور ویلیتی؟ ویلیتی کا خزانہ کیا ہوا؟"

"ویلیتی کا خزانہ ان کے ساتھ فنا ہو گیا ساریہ۔ سب کچھ برباد ہو گیا کوئی خزانہ نہیں تھا کچھ بھی نہیں تھا۔"

"تو تم نے اپنی زندگی کو بیکار ضائع کیا۔ میں تم سے نہ کہتی تھی کہ ان چکروں میں نہ پڑو۔"

"خیر ساریہ جو کچھ میں نے کیا، کرتا رہا۔ وہ اب پرانی بات ہو چکی ہے لہٰذا میں ان باتوں کو دہرانا بھی نہیں چاہتا۔ ڈاکٹر مورگر

پلیز دراصل ساریہ اور میرے درمیان ایسے معاملات رہ چکے ہیں جن پر گفتگو کرنے بیٹھیں تو شاید دن لگ جائیں۔ اس لیے اس موضوع کو ختم کر دینا ہی بہتر ہے ساریہ تم اپنی سناؤ کیا کر رہی ہو؟"

"میں کچھ نہیں کرتی بس جو میرے اثاثے تھے ان میں سے کچھ میرے پاس موجود ہیں انہی میں زندگی گزر کر رہی ہوں اور اپنی زندگی کا ایک مقصد تعمیر کر رہی ہوں۔ میں نے شادی کر لی ہے۔"

"اوہو۔ کیا واقعی؟"

"ہاں۔ تربت سے واپسی پر مجھے تمہارا ایک ہم وطن مل گیا تھا بیچارہ ذہنی طور پر ختم ہو چکا تھا۔ پاگلوں کی طرح جنگلوں میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ وہ میرا سہارا بنا اور میں اس کی۔ ہم دونوں ہی وہاں سے نکل آئے اور اس کے بعد... اس کے بعد نجانے کیا کیا ہوا۔ کہاں کہاں بھٹکتے رہے ہم لوگ پھر میں نے اس سے شادی کر لی۔ اور اب میں اسے ڈاکٹر جے مورگر کے پاس بغرض علاج لائی تھی کیونکہ اس کا ذہنی توازن ڈسٹرب تھا اور وہ ٹھیک نہیں تھا لیکن ڈاکٹر جے مورگر نے میرے اوپر بڑا احسان کیا اور اب... اب وہ بالکل ٹھیک ہے۔"

"میری طرف سے دلی مبارکباد قبول کرو ساریہ۔ بلا شبہ تم نے زندگی میں ایک بہتر کام کیا ہے اور اپنی وہ پچھلی زندگی...؟"

"وہ سب کچھ چھوڑ چکی ہوں۔ بھول گئی ہوں اسے۔ اسی ساریہ کے ساتھ دفنا دیا تھا، میں نے اپنی ماضی جو تربت میں تھی اور اب... اب میں بالکل مختلف ہوں۔ ہم تھوڑے عرصے کے بعد ہندوستان جانے والے ہیں میں اپنی بقیہ زندگی وہیں گزاروں گی۔"

"مجھے اپنے شوہر سے نہیں ملاؤ گی؟"

"کیوں نہیں وہ ڈاکٹر کے کلینک میں ہے اور اب بالکل ٹھیک ہو چکا ہے۔ میں تمہیں ضرور اس سے ملاؤں گی غزالی ضرور۔ ڈاکٹر آپ اب میرے بارے میں بتائیے۔ آپ نے مجھے بلایا تھا کیا کہنا چاہتے تھے؟"

"بھئی بلایا تو میں نے تمہیں اپنے مقصد کے تحت تھا لیکن یہاں تو بہت کچھ ہو گیا اب میں جو کہنا چاہتا تھا وہ نہیں کہوں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"بھئی کاروباری گفتگو ہونی تھی لیکن وہ جن کا تعلق [illegible] غزالی سے ہے میرے دوست ہوتے ہیں اور میں ان سے کاروبار نہیں کر سکتا۔ سوری میڈم ہمارا آپ کا حساب برابر ہے۔"

"ارے نہیں نہیں ڈاکٹر یہ بالکل نہیں ہو سکتا غزالی یہ تو مناسب نہیں ہوگا ہم کسی بھی طور یہ سب کچھ نہیں کریں گے۔"

"ہاں ساریہ ڈاکٹر کو مجھے شرمندہ کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ میرے لیے یہ اتنا کچھ کر چکے ہیں کہ کبھی سوچتا ہوں تو شرم آنے لگتی ہے کہ جواب میں، میں کیا دے سکتا ہوں انہیں۔"

"بھئی تم جیسا دوست مل گیا اور کیا چاہیے؟" کافی دیر تک ہم یہی گفتگو کرتے رہے پھر ساریہ نے میرے بجائے ڈاکٹر جے مورگر سے کہا۔

"ڈاکٹر میں اس شخص کو کچھ دیر کے لیے تم سے ادھار مانگنا چاہتی ہوں؟"

"مسٹر غزالی کو؟" ڈاکٹر جے مورگر نے پوچھا۔

"ہاں اگر تمہاری اجازت ہو تو۔" ڈاکٹر جے مورگر ہنسنے لگا لیکن ہیلن بے چین ہو گئی تھی۔

"اوہ میڈم ساریہ مسٹر غزالی ہمارے پاس بھی تو ابھی پہنچے ہیں۔ ہمیں کچھ گفتگو کرنی ہے۔ آپ ایسا کریں کل دن میں ان سے ملاقات کر لیں۔"

"ہیلن پلیز تم دراصل صورتحال سے واقف نہیں ہو۔ میرے لیے یہ تھوڑا سا دکھ برداشت کر لو۔ مجھے زیادہ ضروری کام ہے ان سے۔"

"اس کا فیصلہ میرا خیال ہے مسٹر غزالی ہی کر سکتے ہیں۔" ہیلن نے آہستہ سے کہا لیکن اس کا لہجہ خوشگوار نہیں تھا۔ یہ لڑکی بہت اچھی تھی۔ مجھ سے متاثر بھی تھی لیکن اس نے کبھی بہت زیادہ اوچھے پن کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ ہر شخص کے لیے میں اسے ٹھکرا رہا تھا۔ اس وقت ساریہ کے سامنے میں نے اسے بددل کرنا مناسب نہیں سمجھا اور ساریہ سے بولا۔

"ساریہ ہماری تمہاری ملاقاتیں تو اب جاری رہیں گی۔ چنانچہ آج مجھے یہیں رہنے دو تو بہتر ہے۔" ساریہ ایک گہری سانس لے کر پھیکے سے انداز میں مسکراتی ہوئی بولی۔

"میں ایک شادی شدہ عورت ہوں غزالی تمہیں اب مجھ سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہیے۔ ماضی کے کچھ باب دہرانے تھے خیر کل سہی۔" وہ دوسرے دن گیارہ بجے مجھ سے ملاقات کرنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔ ڈاکٹر مورگر ہنسنے لگا تھا پھر بولا۔

"بھئی یہ میڈم ساریہ بھی خوب ہیں اپنے شوہر کو میرے پاس علاج کے لیے لائی تھیں اور پاگل تھیں ان کے لیے۔

بڑی جذباتی سی خاتون معلوم ہوتی ہیں۔ بہر حال مجھے خوشی ہے میرے ذریعے ان کا یہ کام ہو گیا۔"

"اور کچھ جانتے ہیں آپ ساریہ کے بارے میں ڈاکٹر؟"

"نہیں۔ میں اپنے کلائنٹس سے ان کے ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں سوالات نہیں کرتا۔ مجھے انہوں نے معاوضے کی پیشگی ادائیگی کر دی تھی اور بس۔ باقی میری ذمے داری یہ تھی کہ ان کے شوہر کو صحت مند کروں سو وہ میں نے کر دیا۔ ویسے کوئی خاص بات ہے؟"

"نہیں ڈاکٹر میری ان کی تربت میں ملاقات ہوئی تھی۔ انہی سامونوں کے معاملات میں غالباً یہ وہاں کا دورہ کرنے گئی تھیں اور اس وقت شادی شدہ نہیں تھیں۔" ہیلن نجانے کیوں ہنس پڑی تھی۔ بہر طور میرے نہ جانے سے خوش ہو گئی تھی۔ رات کو دیر تک ہیلن مجھ سے باتیں کرتی رہی اور مجھ سے میرے پروگرام ترمیم کرنے کے لیے کہتی رہی لیکن ظاہر ہے اس لڑکی کو میں دل کی باتیں کیا بتاتا اور بتاتا بھی تو وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اسے یہاں سے بتائے بغیر ہی روانہ ہوں گا ورنہ یہ عذابِ جان بن جائے گی۔ دوسرے دن مجھے اپنے بھی کام کرنے تھے چنانچہ میں صبح ہی صبح وہاں سے نکل آیا۔ ہیلن سے بڑی مشکل سے جان بچی تھی۔ مجھے اپنے کاموں کے درمیان ساریہ سے ملاقات کا وقت بھی یاد نہ رہا۔ میں اپنے وطن واپسی کے لیے تیاریاں کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے وہ اشیاء بھی حاصل کیں جو میں ہیلن کو دینا چاہتا تھا ہیروں کا ایک نہایت قیمتی ہار کچھ قدیم طرز کے زیورات جو قیمتی بھی تھے اور نوادرات میں بھی شمار ہوتے تھے۔ سونے کے کچھ سکے اور اور ایسی ہی دوسری چند اشیاء جو مارٹن الیسٹر کی عنایت سے یہاں محفوظ ہو گئی تھیں اور بقیہ ہندوستان پہنچا دی گئی تھیں۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں ایک ٹیکسی میں گزر رہا تھا کہ دفعتاً ہی مجھے ساریہ سے ملاقات کا خیال آیا۔ گھڑی میں وقت دیکھا تو ساڑھے بارہ بج چکے تھے۔ اتفاق سے اس وقت ڈاکٹر جے مورگر کے کلینک سے دور نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے ٹیکسی کا رخ بدلوا لیا اور کلینک ہی پہنچ گیا۔ ساریہ میرے اندازے کے مطابق کلینک میں موجود تھی اور ڈاکٹر جے مورگر کے آفس میں بیٹھی ہوئی اس سے باتیں کر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے شکایتی انداز میں کہا۔

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں غزالی کہ اب میں تمہاری ذات کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہوں۔ پھر اس طرح بے اعتنائی کیوں برت رہے ہو؟"

"ایک سوال رات کو بھی میرے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔ کیا ماضی میں کبھی مس ساریہ میرا مطلب ہے میڈم ساریہ آپ غزالی کے لیے خطرہ رہی ہیں؟"

"ہاں۔" ساریہ نے کہا اور بے اختیار ہنس پڑی۔

"اب میں اس خطرے کی نوعیت تو نہیں پوچھوں گا۔ بہر حال اب تو انہیں کوئی خطرہ نہیں ہے؟"

"نہیں نہیں میں اپنے شوہر سے بے حد محبت کرتی ہوں۔" ساریہ ہنستی ہوئی بولی۔

"گڈ یہ اچھی بات ہے۔ دراصل میں اپنے دوست کو کسی خطرے میں مبتلا نہیں دیکھ سکتا۔"

"آؤ میں تمہیں اپنے شوہر سے ملواؤں غزالی۔" ساریہ نے کہا اور ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہاں ہاں۔ پلیز ضرور۔ ویسے بھی اب آپ انہیں ساتھ لے جا رہی ہیں۔ میرا تسلط ان پر سے ختم ہو گیا ہے۔" ساریہ نے شکریہ ادا کیا اور میرے ساتھ اندرونی حصے کی جانب چل پڑی۔ ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا اور مسکراتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔

"دیکھو قادر میں کیسے لائی ہوں تمہارے ہم وطن مسٹر غزالی کو۔" میں بھی مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔ ایک شخص ایک آرام کرسی پر دراز سگریٹ پی رہا تھا اس نے سنبھل کر مجھے دیکھا اور پھر دفعتاً سگریٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا میرے بدن کو بھی ایسا شدید جھٹکا لگا تھا جیسے ہزاروں وولٹ کا کرنٹ میرے جسم میں دوڑ گیا ہو۔ میری آنکھیں ناقابلِ یقین انداز میں اس شخص پر جمی ہوئی تھیں اور میرے دل میں ایک عجیب سی کیفیت بیدار ہو رہی تھی۔ میں اندھوں کی طرح دو قدم آگے بڑھا۔ اور اس کی بھی یہی کیفیت تھی وہ بھی آگے بڑھا اور پھر ہم دونوں ایک دوسرے سے اس طرح چمٹے کہ ہٹنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ ساریہ پاگلوں کی طرح کھڑی سر کھجا رہی تھی۔ یہ قادر ہی تھا میرا دوست، میرا یونیورسٹی کا ساتھی وہ جس نے ساتھ میں تربت میں داخل ہوا تھا اور اس کے بعد ہم دونوں کو ایک حادثہ پیش آ گیا تھا۔ میں نے قادر کو مردہ سمجھ لیا تھا کیونکہ بظاہر اس کی زندگی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ میں بچ گیا تھا بس وہ بھی اتفاقیہ طور پر ہی۔ ماضی کا ایک ایک لمحہ میرے ذہن میں تازہ ہو گیا۔ قادر جیسا بے لوث اور مخلص انسان اس طرح مل جائے۔ قادر کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ وہ دیر تک میرے سینے سے چمٹا رہا۔ پھر ساریہ ہی آگے بڑھی

”غزالی تم نے کہاں کہاں جھنڈے گاڑے ہوئے ہیں میں نہیں جانتی۔ مجھ پر تو قبضہ تھا ہی تمہارا۔ اب میرے شوہر پر بھی قبضہ جمائے لے رہے ہو۔“

”آہ ساریہ تم نہیں جانتیں یہ میری زندگی کے کتنے خوشگوار لمحے ہیں یوں لگ رہا ہے جیسے قدرت... جیسے قدرت مجھے آہستہ آہستہ میری نیکیوں کا صلہ دینے پر تلی ہوئی ہے میرا دوست قادر میرے دل پر ایک داغ کی مانند تھا۔ اس کی موت کو شاید میں مرتے دم تک نہیں بھول سکتا تھا۔ وہ میرے لیے مرا تھا لیکن ساریہ تم نے مجھے میرا دوست واپس کر دیا۔ میں تمہیں اس کا کوئی صلہ نہیں دے سکتا۔“

”جی نہیں مجھے اپنے شوہر کی قیمت نہیں چاہیے یہ تمہارا کیسا ہی دوست ہو میرا شوہر ہے۔“

”بے شک لہٰذا اب تم میرے لیے اس قدر قابل احترام ہو ساریہ کہ میں تمہیں بتا نہیں سکتا۔“

”بیٹھو غزالی بیٹھ جاؤ۔ تم میری ذہنی کیفیت کا اندازہ نہیں لگا رہے۔ آہ۔ کیا کیا مل گیا مجھے کیا کیا مل گیا۔ ساریہ بہت اچھی بیوی ہے۔ بہت اچھی انسان ہے۔ ہم دونوں کی ملاقات تبت میں ہوئی تھی، مگر تفصیل سے گفتگو ہوگی۔ ساریہ ڈاکٹر مورگر کیا کہتے ہیں؟“

”انہوں نے مجھے واپسی کی اجازت دے دی ہے۔ تمام امور طے ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ہم واپس چل سکتے ہیں۔“

”تو پھر چلو۔ باقی گفتگو یہاں سے چلنے کے بعد ہوگی۔“

ڈاکٹر جے مورگر سے اجازت لے لی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد ساریہ ہمیں اپنی خوبصورت کالی کار میں بٹھا کر لے چلی۔ ایک حسین فلیٹ جو دوسری منزل پر تھا ساریہ کی ملکیت تھا اور وہ یہیں رہتے تھے۔

فلیٹ میں ساریہ ایک گھریلو عورت کی حیثیت سے کاموں میں مصروف ہوگئی۔ مجھے اور قادر کو اس نے تنہا چھوڑ دیا تھا۔ قادر بے پناہ مسرت کا اظہار کر رہا تھا اور اس نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ وہ حادثہ اس کی زندگی کو چھین لینے کا باعث بن جاتا لیکن تقدیر کو اس پر رحم آگیا۔ دردو کسی ایسی جگہ گر پڑا جس کے بارے میں آج اسے کچھ بھی نہیں معلوم۔ پھر وہ نہیں جانتا کہ وہاں سے وہ کہاں کہاں گھومتا رہا۔ کبھی کبھی کچھ لمحات کے لیے حواس واپس آجاتے تو اپنے بارے میں سوچتا تبت میں وہ شاید کسی ہسپتال میں بھی رہا پھر شاید لاک اَپ میں بھی اور پھر لاک اَپ سے بھی نکل آیا۔ اسے نہیں یاد رہا تھا کہ وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ کہاں رہتا تھا؟ پھر انہی جنگلوں میں اسے ساریہ مل گئی۔ ساریہ خود بھی زخمی تھی اور اس نے قادر کو سہارا دیا۔ اس نے قادر کی تیمارداری کی اور قادر اس سے بے پناہ مانوس ہو گیا۔ ساریہ اس کی زندگی میں اس حد تک داخل ہو گئی کہ قادر اب اس کے علاوہ اور کسی شے کے بارے میں نہیں سوچتا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو ساریہ کے حوالے کر دیا۔ ساریہ اسے لے کر نجانے کہاں کہاں گئی اور اس کے بعد لندن کے اس اسپتال میں اسے داخل کر دیا گیا۔ یہاں آہستہ آہستہ اس کا ذہنی توازن واپس آتا چلا گیا اور اب اسے سب کچھ یاد ہے۔ اب وہ اپنے آپ کو بالکل تندرست پاتا ہے۔ اس نے کہا۔

”تم تصور نہیں کر سکتے غزالی کہ یہ عورت جو آج میری بیوی ہے کیسی خوبیوں کی مالک ہے۔ اس نے مجھے اپنے ماضی کے بارے میں بتایا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ اس نے تمام زندگی جرم کی دنیا میں گزاری ہے۔ ایک خوفناک جرائم پیشہ تھی وہ۔ لیکن اب صرف وہ ایک بیوی ہے۔ صرف ایک بیوی۔ اس کے پاس زیادہ دولت نہیں ہے بس یہ مکان اس کا اپنا ہے۔ یہ گاڑی ہے اور رقم جو نقد کی شکل میں تھی، وہ میرے علاج پر خرچ کر چکی ہے۔ میں اسے ہندوستان لے جاؤں گا۔ ہم یہ فلیٹ فروخت کر دیں گے اور یہ گاڑی بھی ہمارے پاس اتنی رقم ہو جائے گی کہ ہم آسانی سے وہاں پہنچ کر از سر نو اپنا کاروبار سیٹ کر سکیں۔ لیکن میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا غزالی کہ تم مجھے اس طرح مل جاؤ گے۔ آہ اب تم اپنے بارے میں سناؤ۔ تمہاری اس جدوجہد کا کیا نتیجہ نکلا۔ وہ بوڑھا بابا مجھے آج بھی یاد ہے کیا وہ تمہیں ملا؟ کیا ہوا؟“

”یہ بھی ایک طویل کہانی ہے قادر میں تمہیں مختصراً اس کے بارے میں بتا دوں۔“ میں نے کہا اور سامونوں کی کہانی انتہائی مختصر کر کے قادر کو سنا دی۔ قادر شدید حیران ہوا تھا۔ ساریہ گھریلو کاموں میں مصروف رہی اس نے ہماری گفتگو میں مداخلت نہیں کی لیکن سارا دن انہوں نے مجھے اپنے ساتھ ہی رکھا۔ میں نے یہیں سے ڈاکٹر جے مورگر کو ٹیلی فون کر دیا تھا کہ وہ ہیلن کو مطمئن کر دے۔ میں ذرا دیر سے واپس آؤں گا۔ ساریہ کو بھی میں نے تفصیلات بتائیں اور ساریہ نے قادر کو تمام تفصیلات بتا دیں۔ قادر نے مجھ سے پوچھا کہ اب میرا کیا پروگرام ہے تو میں نے ہنستے ہوئے اس سے کہا۔

”قادر تمہارے ساتھ اپنے وطن سے نکلا تھا تمہارے ساتھ ہی اپنے وطن میں واپس ہوں گا اور اس سے زیادہ خوش قسمتی کی بات میرے لیے اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ ہاں ایک

بھائی اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں۔ ساریہ میرے لیے انتہائی محترم ہے کیونکہ وہ میرے دوست کی بیوی ہے۔“ ساریہ بھی جذباتی ہو گئی تھی۔ رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے انہوں نے مجھے اجازت دی۔ ساریہ نے مجھے چھوڑنے کی پیشکش کی لیکن میں نے اس سے معذرت کر لی تھی اور کہا تھا کہ میں ٹیکسی سے جاؤں گا۔ یہ میرے لیے ضروری ہے۔ ہیلن ناراض تھی۔ ہر چند اس نے میرا استقبال پرجوش انداز ہی میں کیا تھا لیکن اس کی آنکھوں سے کبیدگی کا اظہار ہوتا تھا۔

”یہ تو تمہاری عادت ہے غزالی کہ تم ہمیشہ مجھے نظر انداز کرتے رہے ہو اور دوسروں کو ہمیشہ مجھ پر فوقیت دی ہے۔“

”ہیلن یہ کہہ کر مجھے ذلیل مت کرو ایسی بات نہیں ہے۔ بس ڈیئر بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ مجھے ان میں مصروف ہو جانا پڑتا ہے۔ ویسے بھی بہت مختصر وقت تمہارا مہمان ہوں۔ ہاں اگر کبھی ہندوستان آؤ گی تو میں تمہارا پرجوش استقبال کروں گا۔“ ہیلن عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہ گئی تھی۔ اس کے بعد میں نے ہیلن کو اپنے وہ تحائف پیش کیے جنہیں دیکھ کر وہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی تھی۔

”یہ تو... یہ تو غزالی ہیرے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ اتنے سارے ہیرے اور یہ زیورات۔ اوہ میرے خدا کس قدر حسین ہیں یہ غزالی یہ... یہ سب یہ سب۔ اور سونے کے یہ سکے۔“ ہیلن کی حالت خراب ہوگئی تھی۔

”یہ سب تمہارے لیے ہیں ہیلن۔ میری طرف سے ایک حقیر سا نذرانہ۔“

”غزالی یہ... یہ میں ڈیڈی کو دکھا دوں؟“

”کیوں نہیں۔ لیکن تم نے انہیں قبول کر لیا ہے نا۔ اب تم ڈاکٹر جے مورگر کی کوئی بات نہیں سنو گی۔“

”ڈیڈی... ڈیڈی۔“ ہیلن چیختی ہوئی بھاگ گئی اور میں مسکراتے ہوئے سوچنے لگا کہ عورت زیورات، دولت اور ہیروں کے سامنے ہر شے کو فراموش کر دیتی ہے۔ ڈاکٹر جے مورگر پاگلوں کی طرح منہ پھاڑے میرے کمرے میں آیا تھا۔ اس نے آتے ہی مجھ سے کہا۔

”غزالی یہ سب کیا ہے؟ یہ کیا ہے میرے دوست؟“

”ہیلن کے اور میرے درمیان یہ معاہدہ ہو گیا ہے ڈاکٹر کہ آپ کچھ بھی کہیں یہ چیزیں اب ہیلن کی ملکیت بن چکی ہیں اور وہ ان کا تحفظ کرے گی۔“

”مگر غزالی میں ہیرا شناس ہوں۔ یہ تو لاکھوں ڈالر کی ملکیت کے ہیرے ہیں اور یہ زیورات تم اتنا بڑا تحفہ ہمیں نہیں دے سکتے غزالی۔ یہ سب کچھ ہم قبول نہیں کریں گے۔“

”ڈاکٹر یہ اس خزانے کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے جو مجھے اس مہم کے دوران حاصل ہوا ہے۔ میں نے آپ کو تو کچھ نہیں دیا ڈاکٹر۔ ہیلن کے لیے میرے دل میں ایک عزت ایک مقام ہے۔ اگر آپ اس پر اعتراض نہ ہی کریں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔“

”تم نے بہت زیادہ کچھ دے دیا ہے مجھے میں اس بار سے گردن نہیں اٹھا سکوں گا۔“

”نہیں ڈاکٹر پلیز آپ نے مجھے جو کچھ دیا وہ میری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔“ رسمی گفتگو تو ہوتی ہی تھی۔ بہرطور یہ چیزیں ڈاکٹر نے قبول کر لیں۔ اس کے بعد میں اور قادر یہاں سے واپسی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ ہیلن بارہا اس بات کا اظہار کر چکی تھی کہ وہ میری واپسی نہیں چاہتی لیکن ظاہر ہے میں اس کی بات کو زیادہ اہمیت نہیں دے سکتا تھا۔ دو دن مزید ہمیں یہاں تیاریوں میں لگے۔ قادر اپنا فلیٹ بیچنا چاہتا تھا۔ گاڑی بھی اسے فروخت کرنی تھی لیکن میرے اصرار پر اس نے یہ ذمے داری ڈاکٹر جے مورگر کے سپرد کر دی۔ ڈاکٹر نے وعدہ کیا کہ فلیٹ اور گاڑی فروخت کرنے کے بعد اس کی رقم ہندوستان منتقل کر دی جائے گی۔ قادر کچھ الجھا ہوا سا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کے ذہن میں کیا تھا۔ وہ اپنا کاروبار چھوڑ چکا تھا۔ ہوٹل کا پتا نہیں کیا تھا۔ ظاہر ہے قادر کی غیر موجودگی میں اس کا چلتے رہنا ممکن نہیں تھا لیکن میں اپنے ذہن میں کچھ اور فیصلے کر چکا تھا۔ چنانچہ میں نے قادر کو مجبور کر دیا کہ وہ میرے ساتھ ہی ہندوستان چلے۔

جب ہم اپنے وطن واپس روانہ ہو رہے تھے تو میری اور قادر کی ذہنی حالت بہت خراب تھی۔ ساریہ ہم دونوں کی اس کیفیت پر مسکرا رہی تھی۔ ویسے دوران سفر اس نے اس خدشے کا بھی اظہار کر دیا کہ چونکہ وہ سرمایہ نہیں لے جا سکے اس لیے انہیں وہاں دقتیں پیش آئیں گی۔ میں نے ساریہ کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا کہ اب میں اتنا غریب بھی نہیں ہوں کہ انہیں اس وقت تک اپنے ہاں مہمان نہ رکھ سکوں جب تک وہ لوگ اپنی یہ دولت حاصل نہ کر لیں۔ ساریہ ہنس کر خاموش ہو گئی تھی۔ ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے اور اب میں دھڑکتے دل کے ساتھ حسن صاحب کی کوٹھی کی جانب جا رہا تھا۔ اپنی اس وقت کی کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ نجانے کیا کیا احساسات میرے دل میں تھے۔ نجانے کیا کیا تصورات تھے کوٹھی میں پہنچ گیا۔ ٹیکسی سے اترا اور اس کے بعد دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ قادر اور ساریہ میرے ساتھ تھے۔

دروازے پر چوکیدار بابا موجود تھا جو مجھے پہچان کر بے اختیار مجھ سے لپٹ گیا اور اس کے بعد کچھ دوسرے ملازموں نے بھی مجھے دیکھ لیا۔ اندر سے جو دوسری شخصیت دوڑتی ہوئی باہر آئی تھی وہ ملیحہ بھابی کی تھی۔ ملیحہ، محسن کی زندگی میں شامل ہو چکی تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور بے اختیار آگے بڑھی۔

"غزالی بھائی۔۔۔ غزالی بھائی۔"

"ہیلو بھابی کیسی ہیں آپ؟"

"آپ آ گئے غزالی بھیا۔ آپ آ گئے۔" ملیحہ نے کہا اور اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔ میں جانتا تھا کہ اس گھر کے لوگ مجھے کتنا چاہتے ہیں۔ بہرطور میں ملیحہ کے ساتھ اندر پہنچا اور اس کے بعد ایک کہرام مچ گیا جسے دیکھو دوڑتا چلا آ رہا ہے تنویر البتہ نہیں آئی تھی۔ محسن بھی موجود نہیں تھا۔ حسن صاحب بھی نہیں تھے لیکن باقی تمام لوگ موجود تھے۔ نجانے کیا کیا ہنگامے ہوتے رہے۔ میں، ساریہ اور قادر ڈرائنگ روم ہی میں بیٹھے تھے۔ بیگم صاحبہ اور دوسرے افراد وہیں آ گئے۔ محسن کو ٹیلی فون پر تلاش کیا جانے لگا۔ ڈاکٹر طاہر علی کے گھر فون کر دیا گیا اور تو اور کنور پربھات سنگھ کو بھی اطلاع دے دی گئی تھی۔ اس کے بعد سب سے پہلے آنے والی شخصیت محسن ہی کی تھی۔ میری آنکھیں تنویر کو تلاش کر رہی تھیں۔ کافی دیر گزر گئی تھی لیکن تنویر ابھی تک میرے سامنے نہیں آئی تھی۔ نجانے دل میں کیسے کیسے وسوسے بیدار ہونے لگے۔ محسن اندر آیا آتے ہی اس نے مجھے سلوٹ مارا تھا اور پھر مجھ سے لپٹ گیا تھا۔ وہ گلوگیر لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"تو آ گیا میرے یار۔ اتنے دن اتنا عرصہ کوئی خبر بھی نہیں دے سکتا تھا۔ فون بھی نہیں کر سکتا تھا مجھے۔ خط بھی نہیں لکھ سکتا تھا کہ کہاں ہے۔ نجانے کیا کیا تصورات پیدا ہوتے تھے تیرے بارے میں مانتی میں نے ایک بات کہی تھی ماما آپ سے کہ کچھ بھی ہو جائے غزالی واپس ضرور آئے گا میرا یار واپس ضرور آئے گا۔"

سو میں آ گیا محسن۔ حسن صاحب کیسے ہیں؟"

"سب لوگ ٹھیک ہیں بالکل ٹھیک ہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں جو قابلِ تشویش ہو۔" میں نے موقع ملتے ہی ملیحہ سے پوچھا۔

"بھابی تنویر کہاں ہے۔؟"

"ایں! ارے تنویر واقعی اسے تو نہیں دیکھا کہاں گئی وہ؟ کہاں ہے؟ میں ابھی دیکھتی ہوں۔ یہ تو کمال ہو گیا وہ کیوں نہیں آئی ابھی تک۔ تھی تو گھر میں ہی۔"

ملیحہ بھابی چلی گئیں۔ میں کم از کم اس بات سے تو مطمئن ہو گیا تھا کہ تنویر خیریت سے ہے اور یہیں ہے۔ ملیحہ بھابی تھوڑی دیر کے بعد واپس آئیں تو تنویر ان کے ساتھ تھی۔ چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا۔ ہونٹ کانپ رہے تھے۔ آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ ملیحہ بھابی مسکرا رہی تھیں تنویر نے مجھے سلام کیا اور میں اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکا۔

"کیسی ہیں تنویر؟ کہاں تھیں آپ۔؟ اتنی دیر ہو گئی مجھے آئے ہوئے آپ کو نہیں دیکھا میں نے؟"

"میں ذرا معروف تھی۔ پلیز محسوس نہ کریں۔" تنویر نے جھکی ہوئی نگاہوں کے ساتھ کہا۔ اس کی معروفیت میری سمجھ میں نہیں آئی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حسن صاحب بھی آ گئے وہ بھی بہت جذباتی ہو گئے تھے۔ دیر تک مجھے سینے سے لپٹائے خاموش کھڑے رہے پھر گلوگیر لہجے میں بولے۔

"بالکل ٹھیک ہو نا غزالی۔؟ کوئی ایسی تکلیف وہ اور پریشان کن بات تو نہیں؟"

"نہیں حسن صاحب۔ آپ کی دعاؤں سے بالکل ٹھیک ہوں۔"

"بھئی آرام کے لیے موقع دو غزالی کو۔ یہ ملاقات تو تفصیل سے بعد میں ہو جائے گی۔ انہیں اور معزز مہمانوں کو آرام سے ٹھہراؤ۔ محسن جاؤ بندوبست کرو۔" پھر حسن صاحب قادر اور سارہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ حسن صاحب، قادر کو بھی پہچانتے تھے اور سارہ کو بھی لیکن جو شکلیں اس وقت ان کے سامنے آئی تھیں انہیں دیکھ کر وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ قادر اور سارہ ہو سکتے ہیں۔ میں نے ہی مسکراتے ہوئے ان سے کہا۔

"حسن صاحب آپ قادر کو بھول گئے میرے دوست کو۔؟"

"کون۔؟" حسن صاحب چونک کر بولے۔

"یہ قادر ہے میرے ساتھ ہی تو کھنڈر گیا تھا۔"

"قادر اوہ۔ لیکن وہ۔۔۔۔ وہ حادثہ تم نے تو مجھے کچھ اور ہی بتایا تھا؟"

"اور سارہ کو بھی بھول گئے آپ حسن صاحب۔؟"

"این!" حسن صاحب نے سارہ کو دیکھا دیکھتے رہے اور پھر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر صوفے پر بیٹھ گئے۔

"ساری باتیں ہی ناقابلِ یقین ہیں۔ یہ میڈم۔۔۔۔ میڈم سارہ ہیں۔"

"ہاں مسز قادر۔"

"اوہ۔ اوہ۔" حسن صاحب اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکے تھے۔ بہرحال حیرتوں کے اظہار ہوتے رہے تھوڑی دیر کے بعد محسن نے کہا کہ ہم اپنے کمروں میں آ جائیں غسل وغیرہ سے فراغت حاصل کر لیں اس کے بعد چائے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ ہمیں آرام کی مہلت نہیں دی جائے گی۔ چائے کے لیے تیاریاں ہونے لگیں۔ ہم لوگوں نے غسل کیا اور ابھی میں غسل خانے ہی میں تھا کہ دفعتاً غسل خانے کا دروازہ زور زور سے پیٹا جانے لگا۔ میں باہر نکلا تو ہما موجود تھی۔ ہما زار و قطار روتی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی تھی اور اس طرح بلک بلک کر روئی کہ مجھے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ بہت چاہتی تھی مجھے بلاشبہ۔ مجھے اس کا پہلے بھی اندازہ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی بھی ساتھ آئے تھے جو ہنگامے ہو سکتے تھے وہ ہوتے رہے۔ ہم لوگوں کو لان پر لے آیا گیا۔ ڈاکٹر طاہر علی مجھ سے تفصیلات پوچھنے لگے۔ سبھی بے چین تھے۔ کنور پربھات سنگھ کا فون ملا کر وہ اوشا کے ساتھ آ رہے ہیں۔ کوٹھی میں جو ہنگامے ہو رہے تھے وہ میری توقع سے کچھ زیادہ ہی تھے ان تمام ہنگاموں کے درمیان تنویر کا مسکراتا ہوا چہرہ مجھے ڈھارس دے رہا تھا۔ اس کے چہرے کا وہ پیلا پن اور آنکھوں کا رویا رویا پن غائب ہوتا جا رہا تھا۔ غالباً یہ سب میری وجہ سے تھا اور اب مجھے اعتماد ہو گیا تھا کہ وہ میری منتظر تھی اور کوئی ایسا حادثہ نہیں ہوا تھا جو میری زندگی کو ہمیشہ کے لیے داغدار کر دے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی خاص طور سے سارہ کو دیکھ کر بہت زیادہ نروس ہیں۔ بیچارے سارہ کی بدلی ہوئی کیفیت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے اور ظاہر ہے یہ انہیں بتانے کا وقت بھی نہیں تھا۔ سبھی مجھے گھیرے ہوئے تھے۔ مجھ سے بہت سے سوالات کیے جا رہے تھے۔ میں نے مختصراً ان کا جواب یہ دے دیا تھا کہ اب میں سارے معاملات سے فارغ ہو چکا ہوں اور تمام حضرات کو ایک باقاعدہ رپورٹ پیش کی جائے گی جس سے تفصیلات پتا چل جائیں گی۔ کنور پربھات سنگھ کا انتظار اسی وقت کیا جا رہا تھا لیکن بعد میں ان کا فون ملا کہ وہ کل دن میں پہنچیں گے کچھ ایسی ہی معروفیات درپیش ہیں۔

ڈاکٹر طاہر علی اور باقی افراد رات کو ایک بجے تک مجھے گھیرے رہے۔ بارہ بجے قادر اور سارہ کو آرام کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی اور اس کے بعد ایک گھنٹے تک وہ لوگ میرا مغز چاٹتے رہے تھے۔ حسن صاحب نے صرف ایک سوال کیا تھا۔

"غزالی، سارہ کی کیا کیفیت ہے؟ اس کا تمہارے ساتھ آنا مجھے بہت ہی سنسنی خیز محسوس ہوا ہے۔"

"سارہ اب قادر کی بیوی ہے اور اپنا ماضی بھول چکی ہے حسن صاحب۔ باقی تمام اسی تفصیلی رپورٹ میں جس کا میں تذکرہ کر چکا ہوں۔" حسن صاحب مسکرا کر خاموش ہو گئے لیکن ڈاکٹر طاہر علی بہت سے سوالات کرتے رہے تھے۔ وہ اس خدشے کا اظہار کر رہے تھے کہ سارہ کہیں خطرناک ثابت نہ ہو۔ ساموئنوں کے بارے میں مختصراً میں نے انہیں یہ بتا دیا تھا کہ وہ اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں اور یہ منزل ان سب لوگوں کے لیے انتہائی سنسنی خیز تھی۔

رات کا ایک بج چکا تھا کوئی بھی مجھے چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھا لیکن پھر رضاکارانہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ کل سارے معمولات ملتوی کرنے کے بعد میرے ساتھ پورا دن گزارا جائے گا اور اس سلسلے میں یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ میں کب کس کے حصے میں آتا ہوں۔ میں نے ہنستے ہوئے اس بات کی ہامی بھر لی تھی اور کہا تھا کہ یہ فیصلہ انہی لوگوں پر چھوڑتا ہوں کہ کون کب کس وقت مجھے استعمال کرے گا۔ اور اس سلسلے میں ایک انتہائی دلچسپ کام حسن صاحب اور ڈاکٹر طاہر علی نے کیا۔ یعنی صبح ساڑھے پانچ بجے حسن صاحب میرے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ دستک دی اور جب کئی بار دستک دینے پر میں جاگ گیا اور دروازہ کھولا تو میں نے انہیں اور ڈاکٹر طاہر علی کو کھڑے ہوئے پایا۔ دونوں مظلوم سی شکل بنائے میرے سامنے کھڑے تھے۔

"بھئی بداخلاقی کی اس انتہائی گری ہوئی حرکت کے لیے ہم معافی مانگنے کا حق رکھتے ہیں لیکن دو شریف آدمی جو رات کو ایک لمحے بھی نہ سوئے ہوں اس کے حقدار ہیں کہ پانچ چھ گھنٹے سونے والے کو پریشان کر سکیں۔"

میرے حلق سے ایک قہقہہ نکل گیا تھا۔ میں نے انہیں اندر آنے کی دعوت دی اور خود غسل خانے میں جا کر منہ ہاتھ دھونے لگا۔ یہ بات واقعی کافی دلچسپ تھی کہ یہ

دونوں حضرات رات بھر نہیں سو سکے تھے۔ ظاہر ہے میرے سلسلے میں انہیں جس قدر تجسس ہوگا میں جانتا تھا۔ ڈاکٹر طاہر علی کہنے لگے۔

"میاں حسن وہ تمہارا ملازم ابھی تک۔۔۔؟"

"لا رہا ہوگا یار آخر کافی بننے میں بھی دیر لگتی ہے۔"

چند ہی لمحات کے بعد کافی آ گئی اور ڈاکٹر طاہر علی نے جلدی سے تین پیالیاں بنا کر ایک مجھے پیش کر دی۔

"دراصل ہمارے ذہن کی جو درگت بنی ہوئی ہے اس وقت۔ اس کی تفصیل تمہیں نہیں بتا سکتے دن کی روشنی میں جانتے تھے کہ کو تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا اس لیے ہم نے یہ شب خون مارا ہے اگر اسے تم شب خون سمجھو تو۔ ویسے یہ صبح خون بھی کہا جا سکتا ہے لیکن ذرا محاورہ غلط ہو جاتا ہے تو اس شب خون کے لیے ہم جتنی معذرت کریں کم ہے لیکن ہمارے بھائی ہمارا ہاضمہ اتنا خراب ہو گیا ہے کہ اب کھٹی ڈکاریں آنے لگی تھیں۔"

"نہیں نہیں۔ آپ کی آمد پر مجھے خوشی ہے اور ذرہ برابر معذرت کرنے کی ضرورت نہیں۔ کافی کا بے حد شکریہ۔"

"اور ہم بھی تمہارے اتنے ہی شکر گزار ہوں گے اگر فوراً ہی ہمیں ہمارے سوالات کے جواب دیدو۔"

"سوالات ترتیب دے لیے ہیں آپ نے اپنے ذہن میں؟" میں نے ڈاکٹر طاہر علی سے پوچھا۔

"ہاں میاں سوالات کی تو ایک یلغار ہے جو ذہن پر حملہ آور ہوتی رہی ہے رات بھر۔ لیکن پہلے یہ بتاؤ سامونیکا دیکھا۔؟"

"نہیں طاہر علی۔ سامونیکا کے دروازے تک پہنچ گیا تھا میں اور وہاں سے ان لوگوں نے مجھے واپس کر دیا۔ اس لیے کہ اگر میں سامونیکا میں داخل ہو جاتا تو پھر زندگی میں یہاں واپسی ممکن نہیں تھی۔"

"اوہ۔ کہاں ہے یہ سامونیکا۔؟"

"نامعلوم سمندروں کے درمیان جہاں جہاز سفر نہیں کرتے اور جہاں سمندر کا رنگ زرد ہے اور زرد بھنور دیواروں کی مانند اٹھتے رہتے ہیں اور انہی بھنوروں میں سامونیکا کے دروازے ہیں۔ آپ یقین کیجیے ڈاکٹر طاہر علی کہ وہ لوگ سمندری مخلوق تھے۔ سمندر کے نیچے رہنے والے لوگ جن کا تعلق ممکن ہے اس نامعلوم براعظم سے ہو جو اب ایک روایت کی حیثیت رکھتا ہے۔"

"خدا کی پناہ۔ خدا کی پناہ تو تم زرد سمندر تک پہنچے تھے اور وہاں وہاں کیا ہوا۔؟" میں نے ان لوگوں کو پوری تفصیل بتانا شروع کر دی۔ میں نے انہیں بتایا کہ کس کس طرح ہم لوگ کہاں کہاں پہنچے اور کہاں کہاں سے سامونوں کو جمع کیا اور پھر کس طرح مارٹن ایسٹرو کی تنظیم سے لڑتے ہوئے بالآخر زرد سمندر کے اس حصے میں پہنچ گئے جہاں سے سامونیکا کے دروازے شروع ہوتے تھے۔ زی نوش اور گومین کے بارے میں، میں نے تفصیل بتائی اور وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر طاہر علی تھرائے ہوئے لہجے میں بولے۔

"کیا یہ کہانی اس دور کی سب سے سنسنی خیز اور سب سے دلچسپ کہانی نہیں۔؟ کیا ہم اسے حقیقت کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں؟"

"جو کچھ آپ نے دیکھا تھا طاہر علی اگر اس پر یقین کر سکتے ہیں تو پھر ان تمام باتوں پر بھی یقین کر لیں۔"

"نہیں نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا بس میں یہ کہہ رہا تھا کہ کیسے عجیب لوگوں سے واسطہ پڑا تھا ہمارا۔"

"تو پھر انھوں نے تمہیں خزانہ بھی دیا۔" طاہر علی نے سوال کیا۔

"ہاں اور وہ خزانہ میں یہاں منتقل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ کافی ہے اور ڈاکٹر طاہر علی اس کا کچھ حصہ اب بھی آپ کا ہے۔"

"نہیں بھئی اس کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے ہم تو غیر متوقع حالات میں اپنا حصہ وصول کر چکے ہیں اور پھر یقین کرو اب مجھے خزانوں سے اتنی دلچسپی نہیں رہی ہے۔" ڈاکٹر طاہر علی نے خلوص سے کہا۔

"کافی بدلا ہوا پا رہا ہوں میں آپ کو ڈاکٹر صاحب۔"

"ہاں میاں۔ اللہ نے تمہیں ہمارے درمیان بھیج دیا یہ بہت بڑا احسان ہے اس کا۔ برا نہ ماننا ہم تم سے مایوس ہو چکے تھے۔" طاہر علی نے کہا۔

"حسن صاحب کہنے لگے۔" تمہیں غزالی فاؤنڈیشن کی اطلاع دے دی گئی تھی۔؟

"کس کی۔"

"غزالی فاؤنڈیشن کی۔؟"

"یہ کیا چیز ہے۔؟"

"کیا واقعی تمہیں نہیں معلوم۔؟" حسن صاحب حیرت سے بولے۔

"میں آپ سے جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ کیا چیز ہے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا طاہر علی تم یقین ہی نہیں کرتے تھے۔" حسن صاحب بولے۔ اور طاہر علی گردن ہلانے لگے۔

"براہ کرم مجھے اس کے بارے میں بتائیے۔"

"سمبو تورا گوشائی کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ کثیر زرد جواہر لائے تھے جنہیں ہماری مدد سے ستر کروڑ روپے میں فروخت کیا گیا اور انہوں نے یہ دولت تمہارے نام پر بینکوں میں منتقل کر دی۔ انہوں نے فرمائش کی کہ ہم غزالی فاؤنڈیشن قائم کریں اور غزالی کی واپسی تک اس کا کاروبار سنبھالیں۔ چنانچہ غزالی اس ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا۔ کئی فرم اور فیکٹریاں قائم کر دی گئی ہیں اور محسن اس کا کاروبار سنبھالے ہوئے ہے۔ تمہارے نام سے ایک خوبصورت کوٹھی خریدی گئی ہے اور تمہارے کاروبار کے ایک ایک پیسے کا حساب موجود ہے۔"

میں سکتے میں رہ گیا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے نظر انداز نہیں کیا تھا۔ دیر تک میں گردن جھکائے خاموش بیٹھا رہا تھا۔ وہ سب بڑی طرح یاد آ رہے تھے۔ دیر تک ہم لوگ باتیں کرتے رہے ایک ایک تفصیل بار بار پوچھی گئی تھی۔ اب دن اچھی طرح نکل آیا تھا۔ وہ دونوں اٹھ گئے ان کے جانے کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا ایک اور شخصیت میرے لیے قابل احترام تھی اور ابتک ہر ایک سے ملاقات کر کر کے مجھے ایک جرم کا سا احساس ہو رہا تھا یہ کریم بابا تھے۔ ان سے اسی وقت مل لیا جائے ورنہ اس کے بعد یہ لوگ پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ میں انیکسی کی طرف چل پڑا۔ انیکسی میں داخل ہوتے ہوئے دل دھڑک رہا تھا اس سے بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔ کریم بابا مجھے بیرونی کمرے میں مل گئے۔ سفید لباس میں ملبوس تھے مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے۔

"بڑی دیر میں یاد آئی ہماری میاں۔" وہ بولے۔

"نہیں بابا۔ مجھے تو ان لوگوں نے گھیر رکھا تھا۔ آپ کیسے ہیں۔"

"خدا کا فضل ہے۔"

"آپ کی صحت ماشاء اللہ بہت اچھی ہو گئی ہے۔"

"کرم ہے معبود کا۔ تم خوش ہو نا۔؟"

"ہاں بابا۔" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ انیکسی جوں کی توں تھی ذرہ برابر تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ بس یوں لگتا تھا جیسے بس ابھی تھوڑی دیر قبل یہاں سے گیا تھا۔

"آپ نے اسے بالکل ویسا ہی رکھا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے نہیں میاں۔ تنویر یہ سب کچھ کرتی ہے روز آتی ہے۔ گھنٹوں ایک ایک چیز صاف کرتی ہے۔ پگلی بہت محبت کرتی ہے تم سے۔" کریم بابا نے کہا۔

"آپ سے ملنے آیا تھا۔ چلتا ہوں۔ اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"

"میں جانتا ہوں میاں۔ خدا خوش رکھے تمہیں۔" کریم بابا نے کہا اور میں انیکسی سے نکل آیا۔ کوٹھی میں ابھی صرف ملازم جاگے تھے۔ میں دوبارہ اندر داخل ہوا تو ملیحہ بھابی نظر آ گئیں۔

"اوہ۔ آپ جاگ گئے غزالی بھائی۔ ہوا خوری کو گئے تھے؟"

"ہاں بھابی۔ آپ بھی جلد جاگنے کی عادی ہیں۔"

"ہاں۔ چائے پلاؤں۔؟"

"آپ نے پی۔؟"

"میں تو صبح سب سے پہلے کچن کا رخ کرتی ہوں چائے کے لیے۔"

"میں کافی پی چکا ہوں ابھی رہنے دیں۔"

"ایک اور ہستی جاگی ہوئی ملے گی آپ کو۔ چاہیں تو جا کر دیکھ لیں۔" ملیحہ بھابی مسکراتے ہوئے بولیں۔

"کون۔؟" میں نے پوچھا۔

"تنویر۔" ملیحہ بھابی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بولیں۔ "یقین کرو مجھے دلی مسرت ہے غزالی بھائی، جانتے ہیں کل جب آپ واپس آئے تھے تو وہ کافی دیر تک آپ کے پاس نہیں پہنچی تھی۔" ملیحہ بھابی کے چہرے پر شرارت رقصاں تھی۔

"تو پھر۔؟" میں نے سوال کیا۔

"محترمہ شکرانے کے نفل پڑھ رہی تھیں، عرصۂ دراز سے نمازی ہو گئی ہیں اور ان کی نمازوں نے ہی اُن کی دلی کیفیات کا اظہار کیا ہے سب پر۔"

"کیا۔؟" میں نے سراسیمہ لہجے میں پوچھا۔

"بھئی ہم بھابی ہیں اور آپ دیور۔ دیور اور بھابی کے درمیان رازداری کا رشتہ سب سے مضبوط ہوتا ہے اور آپ ہمیں ہی بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

کیا یہ نماز بس یکطرفہ ہیں۔"

"ملیحہ بھابی کیا کہہ رہی ہیں آپ۔؟"

"اچھی بات ہے، اچھی بات ہے، غیریت برتی جا رہی ہے تو پھر یہی سہی، ورنہ ہم سے بڑا مددگار کون ہو سکتا ہے، ٹھیک ہے چھپاتے رہو، مگر وہ بات چھپا رہے ہیں مسٹر غزالی آپ جو اس گھر کے بچے بچے کو معلوم ہے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ ملیحہ بھابی بولیں۔

"چلتے ہیں اب ہم۔ بہت سے کام کرنے ہیں۔!"

"آپ بہت اچھی طرح بلیک میل کر رہی ہیں مجھے، آخر کچھ تو بتائیے۔"

"ہم سے غیریت برتی جائے گی تو ایسا ہی ہوگا۔"

"ملیحہ بھابی پلیز، کون ذلیل آپ سے غیریت برت رہا ہے مگر بتا تو دیجیے وہ کیا بات ہے جو بچے بچے کو معلوم ہے۔؟"

"یہی کہ محترمہ تنویر نمازیں پڑھ پڑھ کر کسی کی واپسی کے لیے دعائیں مانگتی ہیں، سچ جھوٹ نہیں بول رہی، سب ہی کو یہ بات معلوم ہو گئی ہے اور تنویر نے کبھی اس کی تردید نہیں کی۔ ویسے غزالی میں آپ کی پاکیزہ فطرت کے بارے میں اچھی طرح جانتی ہوں، اور محسن سے بھی بارہا اس موضوع پر گفتگو ہوتی ہے، کہیں حماقت نہ کر بیٹھنا اگر تنویر کے لیے دل میں کچھ ہے تو اسے چھپانے کی ضرورت نہیں میرا خیال ہے آپ کی محبت کے راستے ہموار ہیں اور کوئی بھی اس میں رکاوٹ بننے کے لیے تیار نہیں۔"

میں ساکت رہ گیا۔ مسرت کا ایک طوفان میرے دل میں جاگا اور میرا دل چاہا کہ خوشی سے ناچنے لگوں، لیکن اپنے آپ کو ہلکا نہیں کر سکتا تھا، ملیحہ بھابی مسکراتی ہوئی چلی گئیں، لیکن میرے لیے سوچنے کو نہ جانے کیا کچھ چھوڑ گئی تھیں تنویر اپنی محبت کو راز نہیں رکھ سکی، کریم بابا نے بھی اشارتاً بتا دیا تھا کہ انیکسی کی صفائی اور اس کی سجاوٹ برقرار رکھنے میں ان کا نہیں بلکہ تنویر کے ہاتھوں کا دخل ہے اور وہ یہاں آ کر میری یادیں تازہ کرتی رہی ہے۔ ساموئوں کے سلسلے میں جتنی صعوبتیں اٹھانی پڑی تھیں، ان سب کا صلہ مل گیا تھا مجھے، اور اس طرح ملا تھا کہ اب سنبھالے نہیں سنبھالا جا رہا تھا۔ بہر طور اپنے آپ پر قابو پایا۔ بے پایاں مسرتیں میری جھولی میں آ پڑی تھیں اور سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انہیں کہاں کہاں سمیٹوں۔ تنویر کا تصور میرے لیے بہت ہی دل خوش کن تھا، اور یہ سوچ کر میں اور بھی خوشی محسوس کر رہا تھا کہ تنویر اور میری چاہت کے درمیان کوئی دیوار نہیں ہے، ویسے بھی ملیحہ بھابی بتا چکی تھیں کہ تنویر کس طرح سے میرا انتظار کرتی رہی ہے۔

دن نکل آیا اور کوٹھی کے لوگ جاگ اٹھے سب سے پہلے محسن میرے کمرے میں پہنچا تھا۔ اندر آتے ہی اس نے پہلے مجھے سیلوٹ کیا اور پھر مودبانہ انداز میں آگے بڑھ آیا۔

"چیف میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم دیجیے۔"

"کیا حماقت ہے بھئی۔ آؤ بیٹھو۔"

"جرأت نہیں کر سکتا باس نوکر ہوں آپ کا۔" محسن نے کہا۔

"بکواس سے باز نہیں آؤ گے۔"

"سچ کہہ رہا ہوں باس۔ غزالی فاؤنڈیشن کا منیجر ہوں۔"

"محسن پلیز بیٹھو۔ تم سے بہت سی باتیں کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔"

"جو حکم باس۔" محسن بیٹھ گیا۔

"محسن کیا۔ مجھ سے خوش قسمت اور کوئی ہوگا جو آرزو کی تھی وہ مل گیا مجھے اور محسن۔ میرے محسن یہ سب تمہاری مہربانی کے صلے میں ہو رہا ہے۔"

"تنخواہ بڑھا دیجیے چیف۔" محسن نے کہا۔

"حسن صاحب کی معرفت میرے لیے کچھ پہنچا ہے محسن۔"

"کیا۔؟"

"کوئی دولت۔ کوئی خزانہ۔"

"نہیں۔"

"معلوم کرو۔ اسے پہنچنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"بہتر ہے چیف۔" محسن نے کہا۔ محسن کے ذریعے سب کے حالات معلوم ہوئے۔ ہما آ گئی اور پھر ناشتا کیا گیا جس پر سب موجود تھے۔ گیارہ بجے کنور پربھات پہنچ گئے۔ اوشا بھی تھی اور پہلے سے بہت حسین ہو گئی تھی۔ لیکن سب سے زیادہ حیرت مجھے ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھ کر ہوئی تھی۔ اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام سنیل پربھاکر ہے اور میں اوشا کا پتی ہوں۔"

"اوہ۔" میں حیرت سے بولا۔

"معاف کرنا غزالی۔ تمہاری غیر موجودگی میں یہ سب کچھ ہوا۔ مگر تمہارے اعزاز میں ہم پارٹی ضرور دیں گے۔!" کنور پربھات نے کہا۔

اوشا کے بارے میں معلوم ہوا کہ شادی کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو گئی ہے اور اب دونوں میاں بیوی بہت خوش ہیں۔ سب سے ملاقات ہو گئی تھی ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں بکھری ہوئی تھیں۔ خوب ہنگامے رہے تھے ہما بھی یہیں آ گئی تھی۔

تنویر سے ابھی تک تنہا ملاقات نہیں ہوئی تھی اور میں اس تاک میں تھا کہ وہ تنہا ملے۔ لوگ پیچھا ہی نہیں چھوڑتے تھے وقت گزرتا گیا میں کریم بابا کے پاس دوبارہ نہیں جا سکا۔ ملیحہ بھابی میری کیفیت پر مسکراتی رہتی تھیں۔ یہ وقت گزر گیا۔ دوسرے روز صبح کو جلدی جاگ گیا۔ اور ہمت کر کے تنویر کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ تنویر کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور جھانک کر دیکھا تو وہ کمرے میں موجود نہیں تھی۔ غسل خانہ دیکھا وہاں بھی موجود نہیں تھی۔ کہاں گئی۔ میں نے سوچا۔ اور پھر جلدی سے وہاں سے ہٹ گیا۔ ملیحہ بھابی یاد آئیں پتا نہیں جاگی ہیں یا نہیں۔ ان کے الفاظ یاد آئے تو کچن کی طرف بڑھ گیا۔ ملیحہ بھابی موجود تھیں۔

"آؤ ـــــ جاگ گئے۔"

"ہاں۔!"

"آؤ چائے پیو۔ تیار ہے۔"

"بھابی وہ۔" میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"تنویر ـــــ؟" ملیحہ بھابی فوراً بولیں۔

"ہاں۔!" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کمرے میں نہیں ہے۔!"

"نہیں۔"

"انیکسی میں ہوگی۔"

"آپ کو یقین ہے۔!"

"سو فیصدی۔"

"تو پھر چائے نہیں پیوں گا۔" میں نے کہا اور جلدی سے باہر نکل گیا۔ اس کے بعد تقریباً دوڑتا ہوا انیکسی پہنچا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا دھڑکتے دل سے اندر داخل ہو گیا کریم بابا نظر نہیں آئے تھے۔ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو تنویر نظر آ گئی۔ جائے نماز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر بوکھلا گئی۔ میں بھی جذباتی ہو گیا تھا۔ ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکل سکا۔ تنویر جلدی سے اٹھی اور جائے نماز تہ کر کے ایک طرف رکھ دی۔ اس کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو گیا تھا بڑی بڑی حسین آنکھیں زمین میں گڑی ہوئی تھیں چند لمحات اسی طرح خاموشی سے گزر گئے، پھر میں ہی آگے بڑھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

"تنویر۔" میں نے لرزتی ہوئی آواز میں اسے پکارا۔

"جی۔" وہ شرمگیں لہجے میں بولی۔

"کیسی ہو ـــ؟"

"ٹھیک ہوں ـــ!" اس نے آہستہ سے جواب دیا۔

"میں تم سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا تھا کسی نے موقع ہی نہ دیا۔ تم نہیں ملیں تو پھر اس طرف آ گیا۔"

"صبح کی نماز میں یہیں پڑھتی ہوں۔" تنویر نے جواب دیا۔

"نماز کب سے شروع کر دی۔" میں نے پوچھا اور تنویر خاموش ہی رہی اس نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیسے اس سے گفتگو کروں کس طرح اسے اپنے دل کا حال سناؤں، ہماری خاموشی بہت کچھ کہہ رہی تھی۔ میں نے حواس مجتمع کیے اور بولا۔

"تنویر میں واپس آ گیا ہوں۔"

"ہاں۔"

"تمہیں یقین تھا ـــ؟"

"ہاں۔"

"مکمل یقین۔" میں نے پھر پوچھا۔

"مکمل یقین۔" اس نے جواب دیا۔

"بھئی کچھ باتیں کرو۔ یہ کیا ہو رہا ہے ـــ؟"

"کیا باتیں کروں۔ آپ کے آنے سے میں بہت خوش ہوں اور مجھے یقین تھا کہ آپ کہیں بھی چلے جائیں خیریت سے رہیں گے۔ کچھ نہیں ہوگا آپ کو، بس آپ میری توقع سے پہلے واپس آ گئے۔"

"ہاں تنویر، میں جذباتی گفتگو نہیں کر رہا، یہ حقیقت ہے کہ میں تمہارے پاس واپسی کا خواہش مند تھا، تنویر ہمارے درمیان ایک معاہدہ ہے کہ ہم اپنی زبان کو ان الفاظ سے آلودہ نہیں کریں گے جو جذبات کی ترجمانی کرنے میں بہت بے حقیقت ہیں، بس جو میں کہنا چاہتا ہوں، تم سمجھ لو۔"

تنویر آہستہ سے مسکرا دی۔ اس نے ایک بار نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور بولی۔

"کوئی ایسی الجھن تو نہیں آپ کے ذہن میں جو آپ کو پریشان کرتی ہو ـــ؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"چلیے میں آپ کو چائے پلاؤں، ملیحہ بھابی جاگ گئی ہوں گی وہ چائے کی شوقین ہیں۔"

"نہیں چائے کریم بابا سے بنواتے ہیں، کہاں گئے

کریم بابا؟" میں نے پوچھا۔ اور تنویر چونک کر مجھے دیکھنے لگی
"کیا آپ کو معلوم نہیں ہے" اس نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔
"کیا ۔۔۔؟" میں نے متعجبانہ انداز میں سوال کیا۔
"کریم بابا کا تو انتقال ہو چکا ہے" تنویر نے جواب دیا اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔
"کیا۔ کیا کہہ رہی ہو تنویر ۔۔۔"
"کافی دن ہو گئے، بیمار ہوتے تھے بے چارے۔ دو دن بخار آیا اور بس اللہ کو پیارے ہو گئے"
"تنویر کیا ہو گیا ہے تمہیں، کیا کہہ رہی ہو تم ۔ میں کل صبح کریم بابا سے مل چکا ہوا ہوں" میں نے شدید حیرت سے کہا اور تنویر کی حیران آنکھیں بھی میری جانب اٹھ گئیں۔
"نہیں غزالی! کریم بابا کا انتقال ہو چکا ہے، آپ کہاں سے ملے ہوں گے ان سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ میں نے ہیجانی انداز میں کہا
"خدا کی قسم تنویر۔ میں کل انیکسی میں کریم بابا سے مل چکا ہوں۔ میں نے ان سے باتیں کی تھیں۔ انھوں نے تمہارے بارے میں بتایا کہ تم انیکسی آتی ہو اسے صاف ستھرا کرتی ہو"
تنویر پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی
"ان کا انتقال ہو چکا ہے"
"اوہ" میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے "ان کی صحت بہت اچھی تھی وہ سفید لباس میں ملبوس تھے۔ اور۔ اور تنویر انھوں نے مجھے چمٹایا بھی تھا۔ تنویر خدا کی قسم میں نے ان سے باتیں کی تھیں"
"وہ آپ کو بہت چاہتے تھے غزالی۔ وہ" تنویر کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔ دل میری طرح اداس ہو گیا تھا۔ یہ میری زندگی کا سب سے حیرت انگیز واقعہ تھا مجھے بار بار یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کریم بابا زندہ ہوں موجود ہوں یہاں۔
"غزالی چلیں۔ آئیے چلیں" اس نے گلوگیر لہجے میں کہا۔ اور پھر بڑے اعتماد سے میرے ساتھ باہر نکل آئی۔ کوٹھی میں داخل ہونے کے بجائے ہم لان پر آ گئے۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ ملیحہ بھابی آتی ہوئی نظر آئیں ان کے ہاتھوں میں چائے کی ٹرے تھی۔ تنویر نے آگے بڑھ کر ان سے چائے لے لی۔
"آئیے بھابی آپ چائے نہیں پئیں گی۔؟" تنویر بولی
"نہیں۔ تم لوگ باتیں کرو پلیز" ملیحہ بھابی پوری سنجیدگی سے بولیں اور واپس چلی گئیں۔
ہم دونوں خاموشی سے چائے پیتے رہے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا باتیں کریں۔ پھر یہ خاموشی طویل ہو گئی تو تنویر نے کہا۔
"اب تو کہیں نہیں جائیں گے۔؟"
"نہیں"
"سارے کام ختم ہو گئے۔؟"
"نہیں ۔" میں نے کہا اور تنویر چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔
"اب کیا کام ہے۔؟"
"زندگی کا سب سے اہم مرحلہ باقی ہے تنویر" میں نے کہا اور وہ مسکرا کر خاموش ہو گئی۔ چند لمحات خاموش رہی پھر بولی۔
"اب کہیں نہ جائیں۔ پلیز"
"نہیں تنویر اب کہیں نہیں جاؤں گا" میں نے جواب دیا۔
"آئیے چلیں" اس نے کہا اور میں خاموشی سے اُٹھ گیا۔ تنویر مجھے خدا حافظ کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔
اپنے کمرے میں آ کر میں کریم بابا کے بارے میں سوچنے لگا۔ ایک بار پھر میری آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ یقین نہیں آ رہا تھا ان کی محبت پر۔ اس کے بعد پھر وہی ہنگامے شروع ہو گئے۔ کریم بابا کی محبت کی تصدیق دوسرے لوگوں سے بھی ہو گئی تھی لیکن میں نے دوسرے لوگوں سے اس ملاقات کا تذکرہ نہیں کیا۔
دوپہر کے کھانے کے بعد قادر نے کہا "غزالی اب مجھے اور ساریہ کو اجازت نہیں دو گے"
"کیا مطلب"
"یار گھر بار والا آدمی ہوں۔ دھندے کی فکر کرنی ہے" قادر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ذلیل کر رہے ہو قادر"!
"کیوں بھائی"
"قادر ایک بات کہہ رہا ہوں۔ پہلی اور آخری۔ اپنے کاروبار کے سلسلے میں اپنے کسی بھی مسئلے میں تم تنہا نہیں ہو۔ جہاں دل چاہے چلے جاؤ جس سے دل چاہے ملو۔ شام کو واپسی یہیں ہونی چاہیے۔ چند روز کی مہلت دے دو اس کے بعد سب ٹھیک کر لیں گے"

"غزالی بھائی"
"بس یہ لفظ کافی ہے۔ بھائی کہہ رہے ہو تو باقی مسائل میں بھی شریک رکھو"
"مگر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہے نا"
"ابھی جلدی نہیں ہے"
"اچھا ٹھیک ہے۔ میں آج ہی کچھ کرنے کو نہیں جا رہا۔ بس ذرا حالات کا جائزہ لے لوں"
"ضرور لے لو۔ کسی مسئلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا"
"او کے ڈیئر۔ اطمینان رکھو" قادر نے کہا پھر وہ ساریہ کو لے کر چلا گیا۔ کنور پربھات سنگھ اور اوشا بھی آج واپس جا رہے تھے۔ شام کو چار بجے وہ بھی رخصت ہو گئے۔
رات کو محسن نے مجھے خصوصی رپورٹ پیش کی "ہاں بڑی پُراسرار کیفیت ہے"
"کیا۔؟"
"تین بڑے کارٹن اسمگل ہو کر ڈیڈی کی فرم میں پہنچے ہیں۔ چند پُراسرار لوگ ان کی ڈلیوری دے کر چلے گئے تھے اور وہ بڑی لاپروائی سے گودام میں پڑے ہوئے تھے مگر۔ میں نے انھیں کھول کر دیکھ لیا ہے"
"کیا ہے ان میں"
"سونے کے سکے زیورات ہیرے اور یہ تمہارے نام سے ہینڈ اوور کیے گئے ہیں"
"کہاں ہیں وہ"
"لے آیا ہوں بھائی اور سولی پر لٹکا ہوا ہوں"
"سولی سے اتر آؤ محسن، یہ ویلینی کا خزانہ ہے۔ میرے حصّے کا"
"غزالی۔ یہ دولت تو اربوں روپے کی ہو گی خدا کی قسم میرا معدہ خراب ہو گیا ہے"
"یہ سب ہمارا ہے محسن اور یقین کرو اس کا حصول ناجائز نہیں ہے" میں نے کہا۔
"مگر یار۔ سوری باس۔ اس کے پہنچنے کا طریقِ کار۔؟ وہ کون لوگ تھے"
"ایک خطرناک تنظیم کے رکن"
"مائی گاڈ۔ اب کیا کروں"
"یقیناً تم نے انھیں محفوظ جگہ رکھا ہو گا۔ اگر غیر محفوظ سمجھتے ہو تو مزید محفوظ کر دو اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے"
"غزالی تمہیں وہ سب کچھ مل گیا جس کے لیے تم نے گھر چھوڑا تھا۔ تم واقعی خوش نصیب انسان ہو" محسن نے آہستہ سے کہا۔ میں نے مسکرا کر اسے اپنے سے لپٹا لیا۔
غزالی فاؤنڈیشن کا جائزہ لیا۔ محسن نے کمال کر دکھایا تھا۔ میری تین فیکٹریاں مختلف اشیاء تیار کر رہی تھیں کئی فرمیں کام کر رہی تھیں۔ بے شمار افراد ملازم تھے۔ میری کوٹھی انتہائی عالیشان تھی۔ سب کچھ عظیم الشان پیمانے پر کیا گیا تھا لیکن ابھی ایک مرحلہ باقی تھا جس کے لیے میں نے ان سے ایک ہفتے کی رخصت مانگی تھی۔
طویل عرصے کے بعد میں نے اپنے بچپن کی زمین پر قدم رکھا تھا۔ وہ زمین جس کے ایک ایک حصّے سے مجھے پیار تھا جہاں میرے بھائی اور بھابیاں تھے۔ میں نے ان سب کو دل سے معاف کر دیا تھا، جس وقت میں اپنے گھر میں داخل ہوا تو میرا لباس بوسیدہ اور ملگجا تھا۔ ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی میں نے جان بوجھ کر یہ حلیہ اپنایا تھا۔
اتفاق سے سب گھر پر موجود تھے۔ سب نے مجھے دیکھا۔ بھائی رُو پڑتے۔ بھابیوں نے گردنیں جھکا لیں۔ بڑے بھیا مجھ سے لپٹ کر بلک پڑے۔ اور سب کو میرے ساتھ کی جانے والی زیادتی کا احساس تھا۔ وہ سب پھوٹ پھوٹ کر روتے رہے۔ انھوں نے اعتراف کیا کہ وہ سب زمین کی ہوس میں اندھے ہو گئے تھے۔ مجھے بھول گئے تھے۔
بڑے بھیا بولے "ہمیں سزا مل گئی غزالی۔ ہمیں سزا ملنی بھی چاہیے تھی یہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ ہم مقروض ہیں زمین کا ایک ٹکڑا بھی نہیں رہا ہمارے پاس۔ ہماری زمینیں ہم سے ناراض ہو گئی تھیں سب بنجر ہو گئیں سب کو نمک کھا گیا۔ یہ گھر بھی رہن ہے۔ ہم سب کوڑی کوڑی کو محتاج ہیں غزالی ہمیں معاف کر دو۔ تمہارے جانے کے بعد سکون کا ایک لمحہ بھی میسّر نہیں آیا ہمیں۔ تمہاری کیا حالت ہے میرے بھائی۔؟"
"میں تو آپ کے پاس آیا تھا بھیا۔ میں نے سوچا تھا کہ آپ اُن زمینوں پر عیش کر رہے ہوں گے جن پر آپ نے ایک بھائی قربان کر دیا تھا؟" میں نے کہا۔
"ہاں۔ ہم نے ایسا ہی کیا تھا۔ لیکن خدا نے ہمیں ہمارے کیے کی سزا دے دی۔ کاش ہم تمہیں کچھ دے سکتے"
"دینا چاہتے ہیں بھیا؟" میں نے کہا۔

"اب کیا دیں گے عزالی بیٹے۔ اب کیا دیں گے تمہیں؟"

"میں نے تو پہلے بھی کچھ نہیں مانگا بھیا آپ کی اور بھابیوں کی چھت کے سوا۔ اب بھی وہی میری طلب ہے۔" بڑی بھابی روتی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی تھیں۔ اب انہیں کچھ کہنا فضول تھا۔ میں نے کہا۔ "آپ سب تیار ہو جائیں۔ میں آپ کو ساتھ لے جانے آیا ہوں۔"

"کہاں؟"

"یہ وہاں پہنچ کر بتاؤں گا جہاں لے جا رہا ہوں۔" کئی دن تیاریوں میں صرف ہو گئے۔ پھر میں انہیں شہر لے آیا۔ اسٹیشن سے میں انہیں سیدھا اپنی کوٹھی لے گیا تھا جہاں ملازم ان کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ وہ سب حیرت سے پاگل ہوئے جا رہے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ یہ سب ان کا ہے تو وہ دنگ رہ گئے۔ بھابیاں سکتے میں رہ گئی تھیں۔ میں نے ملازموں کو منع کر دیا تھا کہ ابھی میری آمد کی اطلاع کسی کو نہ دی جائے۔ البتہ قادر کو میں نے مصروف کر دیا تھا۔ ان سب کے حلیے درست کرنے تھے۔ سارہ بھی یہیں آ گئی اور قادر مصروف ہو گیا۔ ہنگامی بنیادوں پر کام کر کے ان سب کے حلیے درست کر دیے گئے۔ تب میں نے ان سب کو محسن اور حسن صاحب کے بارے میں بتایا۔ اس کے بعد میں کوٹھی گیا اور حسن صاحب کو پوری تفصیل سے آگاہ کر دیا۔ میں نے ان سب کو رات کے کھانے پر مدعو کر لیا تھا۔

تنویر بھی آئی تھی اور سب سے ملی تھی۔ چاروں طرف مسرتیں بکھری ہوئی تھیں اور مجھے یہ سب خواب لگ رہا تھا۔ لیکن یہ خواب نہیں بلکہ خوابوں کی تعبیر تھی۔ اب اس کائنات میں مسرتیں ہی مسرتیں تھیں۔ دن اور رات یکساں تھے کبھی یہاں کبھی وہاں۔ محسن کے ساتھ اب میں نے کاروبار کی دیکھ بھال شروع کر دی تھی۔ قادر کو ہوٹل کا بزنس ہی پسند تھا چنانچہ میں نے اس کے لیے ایک شاندار ہوٹل کی تعمیر کے احکامات جاری کر دیے۔

اور اب اپنی زندگی کے سب سے اہم مقصد کو حاصل کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ حالات بھی سازگار تھے۔ میری بھابی رازدار تھیں اور ان کے مشورے شامل حال تھے۔ چنانچہ بڑے بھائی اور بھابی ایک دن تنویر کے لیے میرا رشتہ لے کر حسن صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ ہما اور ڈاکٹر طاہر علی سے بھی مدد لی گئی۔ وہ لوگ واپس آئے تو مٹھائیوں کے ٹوکرے ساتھ لائے تھے۔ حسن صاحب نے رشتہ منظور کر لیا تھا۔"

ختم شد